UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224671

UNIVERSAL
LIBRARY

TEXT PROBLEM WITHIN THE BOOK ONLY

إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ کہ فتاوے جلیل عدیم المثیل جمیع مسائل واحکام شرع واخبار وقائع تمام دارد
معتمد دین اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از فقہ بس محکم حسن سدید احسن الفتاوی در فقہ حنفیہ

اعنی

فتاوی ہندیہ

ترجمہ

فتاوی عالمگیریہ

جلد چہارم

مترجم جامع مسانات ریاضیہ عقلیہ حاوی اصناف فنون نقلیہ واقف اشارات معنویہ مولانا نقیر حافظ تاویل القرآن ناشر
الفرقان الجواہر العلمیہ مولانا السید آمیر علی سلمہ اللہ العلی باصرف زر خطیر طبع اوراق انیقہ ورابقت مولانای عالی وقار ترجمہ کرا

مطبع مانسو منشی نولکشور واقع لکھنؤ حسن بی جو طبع ہوا

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہو جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو جبا پہ خانہ سے ملسکتی ہو جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرماسکتے ہین قیمت بھی ازان ہر اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین اُنمین بعض کتب فقہ اُردو و فارسی و عربی وغیرہ کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہو اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

کتب فقہ اُردو
مذہب اہل سنت

راہ نجات - جلی قلم -
فتاح الجنت -
حقیقۃ الصلوۃ - مع رسالہ بے نمازان - از مولوی عبداللہ
غایۃ الاوطار اُردو - ترجمۂ دُرمختار عربی کامل چار جلد مین مطبوعہ ۱۸۶۶ء کاغذ سفید وحنائی گندہ -
ایضاً - کاغذ رسی
کشف الحاجات - ترجمہ اُردو مالابد منہ -
ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ -
۱ - ہزار مسئلہ -
۲ - مسائل شانیہ -
۳ - صدوسی مسئلہ -
۴ - مناجات -
۵ - حلیہ شہریہ -
۶ - نورنامہ -
۷ - چہل مسائل -
شرح محمدی - منظوم مسائل فقہیہ -
تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -
حیرت الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ -
جواب السائلین -
نور الہدایہ اُردو - ترجمہ شرح وقایہ جلدین اولین عبادات مین مطبوعہ نظامی -
نور الہدایہ - اُردو ترجمۂ جلدین آخرین معاملات مین -
کنز الدقائق اُردو - مسمی بہ تحفۃ المجسم -
رسالہ چار باب -
چہل مسائل فقہ -
اشرف المسائل - معروف بہ جواہر اشرف -
رسالہ تجہیز و تکفین میت -
احسن المسائل - ترجمۂ کنز الدقائق غیر مطبوع -
احسن المواعظ - مولفہ حافظ غلام محمد غوث صاحب مطبوعہ ۱۸۶۶ء

کتب فقہ فارسی

بدائع منظوم -
نام حق -
مائۃ مسائل -
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ دقائق البحر -
شرح مختصر وقایہ کوریری -
مسلک المتقین منظوم -
شرح فارسی مختصر وقایہ - مطبوعہ ۱۸۶۶ء
فتاوائے برہنہ -
بناء الاسلام - مطبوعہ ۱۸۶۶ء
ہدایہ کامل - ترجمۂ فارسی حامل المتن چار جلد مین کامل مطبوعہ ۱۸۶۶ء
کنز الدقائق - فارسی
مالابد منہ - مع وصیت نامہ -

فہرست ابواب وفصول فتاوی ہندیہ ترجمۂ فتاوی عالمگیریہ جلد چہارم

صفحہ	مضمون
۲	**کتاب الشفعہ**
〃	باب اول شفعہ کی تفسیر وصفت وغیرہ مین۔
۱۱	باب دوسرا مراتب شفعہ کے بیان مین۔
۲۱	باب تیسرا طلب شفعہ کے بیان مین۔
۲۶	باب چوتھا شفیع کے کل یا بعض مبیع کے استحقاق کے بیان مین۔
۲۷	باب پانچوان سنائش شفعہ کے بیان مین
۲۹	باب چھٹا چند شفیع کے بیان مین۔
۳۲	باب ساتوان انکار جوار کے بیان مین۔
۳۳	باب آٹھوان۔ تصرف مشتری کے بیان مین۔
۳۷	باب نوان۔ بطلان شفعہ کے بیان مین۔
۴۳	باب دسوان۔ گواہی واختلاف مین۔
۵۰	باب گیارھوان وکیل شفعہ کے بیان مین۔
۵۴	باب بارھوان شفعہ نابالغ کے بیان مین۔
۵۶	باب تیرھوان شفعہ بخریدعروض کے بیان مین۔
۵۸	باب چودھوان شفعہ اتمالہ وغیرہ کے بیان مین
۵۹	باب پندرھوان اہل کفر کے شفعہ کے بیان مین
۶۱	باب سولھوان مرض متن شفعہ کے بیان مین۔
۶۲	باب سترھوان متفرقات کے بیان مین۔
۷۴	**کتاب القسمۃ**
〃	باب اول قسمت کی ماہیت وغیرہ مین۔
〃	باب دوسرا کیفیت قسمت کے بیان مین۔
۷۹	باب تیسرا جواز تقسیم کے بیان مین۔
۹۲	باب چوتھا داخل در تقسیم نہ کرد بلا ذکر کے بیان مین۔

صفحہ	مضمون
۹۵	باب پانچوان تعدد تقسیم کے بیان مین۔
۹۶	باب چھٹا تقسیم مین خیار ہونے کے بیان مین۔
۹۹	باب ساتوان دعوی تقسیم از غیر کے بیان مین۔
۱۰۱	باب آٹھوان تقسیم ترکہ متعلق حقوق کے بیان مین۔
۱۰۵	باب نوان تقسیم مین غرور کے بیان مین۔
۱۰۷	باب دسوان تقسیم مین استحقاق کے بیان مین۔
۱۰۸	باب گیارھوان تقسیم مین غلطی ہونے کے دعوے کے بیان مین۔
۱۱۳	باب بارھوان مہایاۃ کے بیان مین۔
۱۱۷	باب تیرھوان متفرقات کے بیان مین۔
۱۲۳	**کتاب المزارعۃ**
〃	باب اول مضارعت کے شروع ہونے کے بیان مین۔
۱۲۸	باب دوسرا انواع مزارعت کے بیان مین۔
۱۳۲	باب تیسرا مزارعت مین شرطین پائی جانے کے بیان مین۔
۱۴۵	باب چوتھا تولیہ کار ہونے کے بیان مین۔
۱۴۸	باب پانچوان کاشتکار کا غیر کو مزارعت پر دینے کے بیان مین۔
۱۵۲	باب چھٹا مزارعت بشرط معاملہ کے بیان مین۔
۱۵۳	باب ساتوان مزارعت مین خلاف شرط عمل کرنے کے بیان مین۔
۱۵۴	باب آٹھوان۔ کمی وبیشی کرنے کے بیان مین۔
۱۵۵	باب نوان۔ انقضاے مدت یا موت عاقد کے بیان مین۔

صفحہ	مضمون
۱۵۸	باب دسواں ایک شریک یا غاصب کے زرعیت کر لینے کے بیان میں۔
۱۶۴	باب گیارھواں مزارعت پر دی ہوئی زمین بیچنے کے بیان میں۔
۱۶۶	باب بارھواں مزارعت و معاملت میں عذر واقع ہونے کے بیان میں۔
۱۶۷	باب تیرھواں بیوت کاشتکار بہ تبدیل کے بیان میں۔
۱۶۸	باب چودھواں بیاض کی مزارعت و معاملت کے بیان میں۔
۱۷۰	فصل اقرار مریض کے بیان میں۔
۱۷۲	باب پندرھواں حین میں مزارعت و معاملت کے بیان میں۔
″	باب سولھواں عتق مبہم میں مزارعت کی شرط ہو اُسکے بیان میں۔
۱۷۳	باب سترھواں مزارعت میں خلع وغیرہ کے بیان میں۔
۱۷۶	باب اٹھارھواں مزارعت میں وکالت کے بیان میں۔
۱۷۸	باب انیسواں کاشتکار پر تاوان کے بیان میں۔
۱۷۹	باب بیسواں مزارعت میں کفالت کے بیان میں۔
۱۸۰	باب اکیسواں نابالغ و ماذون کی مزارعت کے بیان میں۔
۱۸۲	باب بائیسواں اختلاف مالک و کاشتکار کے بیان میں۔
۱۸۷	باب تیئیسواں بغیر عقد کے اراضی کی زراعت کے بیان میں۔
۱۸۸	باب چوبیسواں متفرقات میں۔
۱۹۴	**کتاب المعاملۃ**
″	باب اول معاملت کی تفسیر وغیرہ میں۔
۱۹۶	باب دوسرا متفرقات میں۔
۲۰۹	**کتاب الذبائح**
″	باب اول ذکوٰۃ کے رکن و شرائط میں۔
۲۱۷	باب دوسرا حیوانات حلال و حرام کے بیان میں۔
۲۱۹	باب تیسرا متفرقات میں۔
۲۲۱	**کتاب الاضحیہ**
″	باب اول اضحیہ کی تفسیر وغیرہ میں۔
۲۲۵	باب دوسرا نذر وغیرہ کی قربانی کے بیان میں۔
۲۲۷	باب تیسرا وقت قربانی کے بیان میں۔
۲۲۹	باب چوتھا مکان و زمانہ قربانی کے بیان میں۔
۲۳۰	باب پانچواں محل اقامت الواجب کے بیان میں۔
۲۳۵	باب چھٹا مستحق بحق اضحیہ کے بیان میں۔
۲۳۷	باب ساتواں غیر کی طرف سے قربانی کرنے کے بیان میں۔
۲۴۱	باب آٹھواں شرکت ضحایا کے بیان میں۔
۲۴۵	باب نواں متفرقات میں۔
۲۴۹	**کتاب الکراہیۃ**
″	باب اول چیزوں پر عمل کرنے کے بیان میں۔
″	فصل اول امر دینی سے خبر دینے کے بیان میں۔
۲۵۲	فصل دوسری معاملات میں خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان میں۔
۲۵۸	باب دوسرا غالب رائے پر عمل کرنے کے بیان میں۔
۲۵۹	باب تیسرا قتل پر رد وغیرہ کے بیان میں۔
۲۶۱	باب چوتھا صلوٰۃ و تسبیح و قراءۃ قرآن کے بیان میں۔
۲۶۸	باب پانچواں مسجد و قبلہ و مصحف مجید وغیرہ کے بیان میں

صفحہ	مضمون
۲۷۶	باب چھٹا مسابقہ کے بیان مین۔
۲۷۷	باب ساتوان سلام وچپنیک کے جواب کے بیان مین۔
۲۸۱	باب آٹھوان دیکھنے وچھونے کے مسائل مین۔
۲۸۸	باب نوان لباس کے بیان مین۔
۲۹۳	باب دسوان سونے وچاندی کے استعمال کے بیان مین۔
۲۹۶	باب گیارھوان۔ کھانا کھانے مین کراہت کے بیان مین۔
۳۰۴	باب بارھوان ہدایا وضیافات کے بیان مین۔
۳۱۰	باب تیرھوان۔ درم وتسکر لٹانے ولوٹنے کے بیان مین۔
۳۱۲	باب چودھوان ذمیون اورانکے احکام مین۔
۳۱۵	باب پندرھوان کسب کے بیان مین۔
۳۱۷	باب سولھوان زیارت قبور ومقابر کے بیان مین
۳۱۹	باب سترھوان غناء ولہو وتمام معاصی وامر بالمعروف کے بیان مین۔
۳۲۳	باب اٹھارھوان مداوی ومعالجات کے بیان مین
۳۲۷	باب انیسوان ختنہ کرنے وحصی کرنے وغیرہ کے بیان مین۔
۳۳۰	باب بیسوان زینت و خدمت کے واسطے خادم رکھنے کے بیان مین۔
۳۳۲	باب اکیسوان چیرپھاڑ کے معالجہ مین۔
۳۳۴	باب بائیسوان اولاد کا نام ونسبت رکھنے اور عقیقہ کے بیان مین۔
۳۳۵	باب تیئیسوان غیبت وحسد ونمیمہ ومدح کے بیان مین۔
۳۳۶	باب چوبیسوان حمام مین داخل ہونے کے بیان مین

صفحہ	مضمون
۳۳۷	باب پچیسوان دوسرے کے چکانے پر چکانے کے بیان مین۔
۳۳۹	باب چھبیسوان سفر مین اجازت والدین کے بیان مین۔
۳۴۱	باب ستائیسوان تقرض ودین کے بیان مین۔
۳۴۴	باب اٹھائیسوان ملاقات ملوک وغیرہ کے بیان مین
۳۴۶	باب انتیسوان اشیاے مشترکہ سے نفع لینے کے بیان مین۔
۳۵۰	باب تیسوان متفرقات مین۔
۳۶۴	**کتاب التحری**
″	باب اول تحری کی تفسیر وارکان وشرط وغیرہ کے بیان مین۔
۳۶۵	باب دسرا زاویہ مین تحری کرنے کے بیان مین۔
۳۶۶	باب تیسرا کپڑون ومسالح وظروف ومواشی مین تحری کرنے کے بیان مین۔
۳۶۸	باب چوتھا متفرقات مین۔
۳۶۹	**کتاب احیاء الاموات**
″	باب اول موات کی تفسیر مین۔
۳۷۵	باب دوسرا نہرون کے اگارنے اور انکی اصلاح کے بیان مین۔
۳۷۷	**کتاب الشرب**
″	باب اول شرب کی تفسیر وغیرہ مین۔
۳۸۱	باب دوسرا شرب کی بیع واسکے متعلقات کے بیان مین۔
۳۸۵	باب تیسرا احداث جدید واعتقدیم کے بیان مین۔

صفحہ	مضمون
۳۹۴	باب پچھا - دعوی خرب و گواہی کے بیان مین --
۳۹۹	باب پانچوان متفرقات کے بیان مین -
۴۰۴	**کتاب الاشربۃ**
״	باب اول - اشربہ کی تفسیر وغیرہ مین -
۴۰۹	باب دوسرا متفرقات مین -
۴۱۴	**کتاب الصید**
״	باب اول - صید کی تفسیر وغیرہ مین —
״	باب دوسرا ملک صید کے بیان مین -
۴۱۸	باب تیسرا شرائط صیاد کے بیان مین -
۴۲۰	باب چوتھا شرائط صید کے بیان مین -
۴۲۷	باب پانچوان حیوان قابل ذکوۃ وغیرہ کے بیان مین
۴۲۸	باب چھٹا مچھلی کا شکار کھیلنے کے بیان مین -
۴۳۰	باب ساتوان متفرقات کے بیان مین -
۴۳۲	**کتاب الرہن**
״	باب اول رہن کی تفسیر وغیرہ مین -
״	فصل اول رہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم کے بیان مین —
۴۳۵	فصل دوسری اُن امور کے بیان مین جن سے رہن واقع ہوتا ہی اور جن سے واقع نہین ہوتا ہی
۴۳۶	فصل تیسری جسکے عوض رہن جائز ہوتا ہی اُسکے بیان مین —
۴۳۷	فصل چوتھی جسکا رہن جائز اور جسکا نہین جائز ہی اُسکے بیان مین -
۴۴۰	فصل پانچوین - باب اور وہی کے رہن کرنے کے بیان مین -

صفحہ	مضمون
۴۴۴	باب دوسرا رہن مین شرط ہونے کے بیان مین -
۴۵۲	باب تیسرا - تلف مرہون کے بیان مین -
۴۶۲	باب چوتھا نفقہ مرہون کے بیان مین -
۴۶۳	باب پانچوان حق مرتہن کے بیان مین -
۴۶۴	باب چھٹا رہن مین زیادتی کرنے کے بیان مین -
۴۶۹	باب ساتوان ادائے قرضہ و واپسی مرہون کے بیان مین -
۴۷۱	باب آٹھوان مرہون مین تصرف کے بیان مین -
۴۷۹	باب نوان اختلاف راہن و مرتہن کے بیان مین -
۴۸۲	باب دسوان چاندی و سونے کے رہن کے بیان مین -
۴۸۵	باب گیارھوان متفرقات کے بیان مین -
۴۹۸	باب بارھوان رہن مین وعدی کرنے کے بیان مین -
۵۰۳	**کتاب الجنایات**
״	باب اول جنایت کی تعریف و اُسکے انواع و احکام کے بیان مین -
۵۰۴	باب دوسرا مستوجب قصاص کے بیان مین -
۵۰۹	فصل ایک شخص نے دوسرے کو کوٹھری مین بند کردیا اور وہ ہلاک ہوا اُسکے بیان مین -
۵۱۱	باب تیسرا قصاص حاصل کرنے والے کے بیان مین
۵۱۳	باب چوتھا جان تلف کرنے سے کم مین قصاص لینے کے بیان مین -
۵۲۳	باب پانچوان قتل مین گواہی و اقرار کے بیان مین
۵۳۱	باب چھٹا صلح و عفو و اسمین ادائے شہادت کے بیان مین -
۵۳۶	باب ساتوان حالت قتل کے اعتبار کے بیان مین -
۵۳۷	باب آٹھوان دیتون کے بیان مین -
۵۴۳	فصل شجاع کے بیان مین -

صفحہ	مضمون
۵۴۶	باب نوان جنایات کودکان وغیرہ کے بیان مین —
۵۵۳	باب دسوان جنین کے بیان مین —
۵۵۶	باب گیارھوان تعدی بدیوار وغیرہ کے بیان مین
۵۵۷	باب بارھوان بہائم کی جنایت کے بیان مین —
۵۵۸	باب تیرھوان مملوکون کی جنایت کے بیان مین —
〃	فصل اول رقیق کی جنایت کے بیان مین —
۶۰۴	فصل دوسری ام الولد و مدبر کی جنایت کے بیان مین
۶۱۲	فصل تیسری مکاتب کی جنایت وجنایت کا اقرار کرنے کے بیان مین —
۶۲۰	باب چودھوان ممالیک غیر پر جنایت کرنے کے بیان مین —
۶۲۴	باب پندرھوان قسامۃ کے بیان مین —
۶۳۲	باب سولھوان معاقل کے بیان مین —
۶۳۸	فصل اگر خطا سے قتل کرنے والے کی کوئی مددگار برادری ہو —
۶۳۹	باب سترھوان متفرقات کے بیان مین —
۶۴۴	**کتاب الوصایا**
〃	باب اول — وصیت کی تفسیر وغیرہ مین —
۶۵۰	باب دوسرا — الفاظ وصیت کے بیان مین —
۶۵۵	باب تیسرا — وصیت بقدر حصہ دختر و پسر کے بیان مین
۶۷۱	باب چوتھا — اجازت واقرار پسر وغیرہ کے بیان مین —
۶۷۳	فصل حالت الوصیۃ کے اعتبار کے بیان مین —
۶۷۴	باب پانچوان مرض الموت مین عتق ومحاباہ وہبہ کے بیان مین —
۶۸۳	فصل اگر چند وصیتین مجتمع ہوجاوین —
۶۸۴	باب چھٹا — وصیت بجواز وغیرہ کے بیان مین —

صفحہ	مضمون
۶۹۳	باب ساتوان — وصیت سکنی وخدمت غلام وغیرہ کے بیان مین —
۷۰۹	باب آٹھوان — وصیت ذمی وحربی کے بیان مین
۷۱۶	باب نوان — وصی اور اسکے اختیارات کے بیان مین
۷۴۷	باب دسوان — وصیت پر گواہی دینے کے بیان مین
۷۴۹	**کتاب المحاضر والسجلات**
۸۵۹	**کتاب الشروط**
〃	فصل اول جلی وخفیات کے بیان مین —
۸۶۳	فصل دوسری نکاح مین —
۸۶۴	فصل تیسری طلاق مین —
۸۷۵	فصل چوتھی عتاق مین —
۸۸۰	فصل پانچوین — تدبیر مین —
۸۸۲	فصل چھٹی تحریر ایستیلاد کے بیان مین —
〃	فصل ساتوین تحریر کتابت کے بیان مین —
۸۸۹	فصل آٹھوین حوالات کے بیان مین —
۸۹۱	فصل نوین حیامون کے بیان مین —
۹۲۹	فصل دسوین تحریر بیع سلم کے بیان مین —
۹۳۱	فصل گیارھوین تحریر شفعہ کے بیان مین —
۹۳۴	فصل بارھوین تحریر اجارات ومزارعات کے بیان مین —
۹۵۱	فصل تیرھوین تحریر وکالتون کے بیان مین —
۹۵۳	فصل چودھوین وکالتون کے بیان مین —
۹۶۳	فصل پندرھوین — کفالات کے بیان مین —
۹۶۶	فصل سولھوین حوالہ کے بیان مین —
۹۶۷	فصل سترھوین مصالحات کے بیان مین —
۹۷۸	فصل اٹھارھوین قسمت کے بیان مین —

صفحہ	مضمون
۹۸۱	فصل انیسوین ہبات وصدقات کے بیان مین -
۹۸۵	فصل بیسوین وصیت کے بیان مین -
۹۹۳	فصل اکیسوین عاریتون والتقاط لقط کی تحریرات کے بیان مین -
۹۹۵	فصل بائیسوین ودائع کے بیان مین -
۹۹۶	فصل تیئیسوین اقاریر کے بیان مین -
〃	فصل چوبیسوین برتیون کے بیان مین -
۱۰۱۵	فصل پچیسوین رہن کے بیان مین -
۱۰۱۷	فصل چھبیسوین اوقاف کے بیان مین
۱۰۲۳	فصل ستائیسوین - رسوم حکام مین بسبیل اختصار کے
۱۰۳۷	فصل اٹھائیسوین مقاطعات کے بیان مین -
۱۰۴۰	**کتاب الحیل**
〃	فصل اول حیل کے جواز وعدم جواز کے بیان مین -
〃	فصل دوسری مسائل وضو ونماز مین -
۱۰۴۱	فصل تیسری مسائل زکوۃ مین -
۱۰۴۴	فصل چوتھی مسائل روزہ مین -
〃	فصل پانچوین مسائل حج مین -
〃	فصل چھٹی مسایل نکاح مین -
۱۰۴۸	فصل ساتوین مسایل طلاق مین -
۱۰۵۰	فصل آٹھوین خلع کے بیان مین
۱۰۵۱	فصل نوین قسمون کے بیان مین
۱۰۵۵	فصل دسوین عتق وتدبیر وکتابت مین -
۱۰۵۷	فصل گیارہوین وقف کے بیان مین
۱۰۵۹	فصل بارہوین شرکت کے بیان مین -
۱۰۶۰	فصل تیرہوین خرید وفروخت کے بیان مین -
۱۰۶۴	فصل چودہوین ہبہ کے بیان مین -
۱۰۶۵	فصل پندرہوین معاملہ کے بیان مین -

صفحہ	مضمون
۱۰۶۶	فصل سولھوین مداینات کے بیان مین -
۱۰۷۰	فصل سترھوین - اجارات کے بیان مین -
۱۰۷۶	فصل اٹھارھوین - دعوے کے دفعیہ مین -
۱۰۷۷	فصل انیسوین وکالت کے بیان مین -
۱۰۸۱	فصل بیسوین شفعہ کے بیان مین -
۱۰۸۴	فصل اکیسوین وکالت کے بیان مین -
〃	فصل بائیسوین حوالہ کے بیان مین -
۱۰۸۵	فصل تیئیسوین صلح کے بیان مین -
۱۰۹۰	فصل چوبیسوین رہن کے بیان مین -
۱۰۹۲	فصل پچیسوین مزارعت کے بیان مین
۱۰۹۳	فصل چھبیسوین وصی ووصیت کے بیان مین -
۱۰۹۴	فصل ستائیسوین افعال مریض کے بیان مین -
۱۰۹۷	فصل اٹھائیسوین متفرقات کے بیان مین -
۱۰۹۸	فصل انتیسوین استعمال معاریض کے بیان مین
۱۰۹۹	**کتاب الخنثی**
〃	فصل اول شناخت خنثی مین -
〃	فصل دوسری - احکام خنثی کے بیان مین -
۱۱۰۲	مسائل شتی
۱۱۱۰	**کتاب الفرائض**
	باب اول - فرایض کی تعریف ومتعلقات ترکہ کے بیان مین
۱۱۱۱	باب دوسرا - ذوی الفروض کے بیان مین -
۱۱۱۵	باب تیسرا - عصبات کے بیان مین -
۱۱۱۷	باب چوتھا حجب کے بیان مین -
۱۱۱۹	باب پانچوان - موانع کے بیان مین -
۱۱۲۱	فصل میراث مرتد کے بیان مین -
۱۱۲۲	فصل میراث حمل کے بیان مین -

صفحہ	مضمون
۱۱۲۳	فصل مفقود اور اسیر و غرقی و حرقی کے بیان مین
۱۱۲۴	فصل میراث خنثی کے بیان مین —
۱۱۲۶	باب ساتوان ذوی الارحام کے بیان مین —
۱۱۳۳	باب آٹھوان حساب فرائض کے بیان مین —
۱۱۳۶	باب نوان توافق و تماثل و تداخل و تباین کے بیان مین —
۱۱۳۸	باب دسوان عول کے بیان مین —
۱۱۴۰	باب گیارھوان رد کے بیان مین —
۱۱۴۲	باب بارھوان مناسخہ کے بیان مین —
۱۱۴۶	باب تیرھوان تقسیم ترکات کے بیان مین —
۱۱۴۸	باب چودھوان ذوائض متشابہ کے بیان مین —
۱۱۵۴	باب پندرھوان مسائل ملقبہ کے بیان مین —
۱۱۵۶	خاتمۃ الطبع فتاوے ہندیہ ترجمہ فتاوے عالمگیریہ —

إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ کہ فتاوے جلیل عدیم المثیل منبع مسائل و احکام شرع انتار وقائع انام مدار و
معتمد دین اسلام حاوے احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ و سنن سنیہ احسن الفتاوی و رفیقہ صفیہ

اعنی

فتاوی هندیه

ترجمہ

فتاوی عالمگیریہ

جلد چہارم

مترجمہ جامع صناعات ریاضیہ عقلیہ حاوی اصناف فنون نقلیہ واقف اشارات صوفیہ مولف تفسیر جلیل تاویل القرآن اسرار
الفرقان البحر العلامہ مولانا السید آمیر علی سلمہ اللہ تعالیٰ صرف زر خلیر مطبع اودھ اخبار و ریاضت مولانا حالی قاری ترجمہ ہو کر

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بحسن و خوبی طبع ہوا

۲۹۷ ؍ ۳۸
۴۱ - و -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ المتوحد بجلال ذاتہ لاکوحدۃ الآحاد المتفرد بکمال صفاتہ لاکفردیۃ الافراد لا الٰہ الا ہو فرد الانام بمشیتہ وجعل الکائنات بقدرتہ من غیر امر ممثل ولا اصل مفتعل والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا سلطان ذوی الاعجاد مولٰنا محمد وآلہ واصحابہ الی یوم التناد اما بعد بندہ مفتقر الی اللہ الغنی العلی عبد الرزاق محمد المعروف بالا امیر علی تو حدہ اللہ بفضل رحمتہ وتجاوز عن سیئاتہ بفیض مغفرتہ کہتا ہو کہ مین نے بعد اتمام ترجمہ جلد ثالث کتاب مستغنی عن الاوصاف معروف بفتاوای عالمگیریہ کے باستعجال تمام باوجود ہجوم آلام جلد رابع فتاوای موصوف کا ترجمہ شروع کیا عبارت مین سلاست ملحوظ ہو کہ مضمون دقیق بالجملہ سہولت عبارت سے جلد ذہن نشین ہوجاے اور لحن القول وعبارت آرائی سے پرہیز کیا کہ قطع نظر از ذمائم دیگر سفاد ترجمہ ہاتھ سے نہ کھوجاے اور باقی مدارک متعلقہ ترجمہ مقدمہ مین مصرح ہین وآسال اللہ عزوجل ان یعصمنی من الزلل ویجنبنی من الخطاء والخلل وہو ولی التوفیق وحسبی ونعم الوکیل قال بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الشفعہ

اسمین سترہ باب ہین

باب اول - شفعہ کی تفسیر وصفت وحکم کے بیان مین - شرع مین بقعہ خرید شدہ کے مالک ہونے کو بعوض اسقدر ثمن کے جتنے مین مشتری کو پڑا ہی شفعہ کہتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی - شرط شفعہ کے چند انواع ہین از انجملہ عقد معاوضہ پایا جاوے اور عقد معاوضہ بیع ہی یا جو بیع کے معنی مین ہو پس جو بیع یا بیع کے معنی مین نہو اسمین شفعہ ثابت نہوگا حتے کہ ہبہ وصدقہ وبیراث ووصیت کے ساتھ شفعہ واجب نہین ہوتا ہی اسواسطے کہ شفعہ سے لینے کے یہ معنی ہین کہ جسکا ماخوذ منہ مالک ہوا ہی اسکو ماخوذ منہ سے اپنی ملک مین لینا سو جہان معنی معاوضہ معدوم ہین اور شفیع نے لینا چاہا پس یا تو قیمت سے لیگا یا سفعت لیگا مگر قیمت سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی اسواسطے کہ ماخوذ منہ بقیمت اسکا مالک نہین ہوا ہی اور صفعت لینے

کی بھی راہ نہین ہی اسواسطے کہ تبرع پر جبر شروع نہین ہی پس لینا اصلا ممتنع ٹھہرا۔ اور اگر ہبہ بشرط عوض ہوا تو واہب وموہوب لہ
دونون نے باہم قبضہ کر لیا تو شفعہ واجب ہوجائیگا اور اگر دونون مین سے فقط ایک نے قبضہ کیا نہ دوسرے نے تو ہمارے
ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک شفعہ مستحق نہوگا اور اگر ایک شخص نے ایک عقار بدون شرط عوض کے ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے
واہب کو اُسکے عوض ایک دار دیا تو دونون مین سے کسی مین شفعہ ثابت نہوگا نہ دار ہبہ مین اور نہ دار عوض مین یا وجود
بدل الصلح ہونے اُسمین شفعہ واجب ہوتا ہی خواہ اس دار پر صلح باقرار ہو یا بانکار یا بسکوت۔ اور اسی طرح جس دار سے باقرار صلح
کر لی ہو اُسمین بھی شفعہ واجب ہوتا ہی اور اگر بانکار صلح کی ہو تو شفعہ واجب نہوگا مگر شفیع حجت قائم کرنے مین قائم مقام مدعی
کے ہوجائیگا پھر اگر شفیع نے اس بات کے گواہ قائم کیے کہ یہ دار مدعی کا ہی بامدعا علیہ سے قسم لی اور اُسنے قسم سے انکار کیا تو شفیع
کو حق شفعہ حاصل ہوجائیگا اور اسی طرح اگر بسکوت صلح کی ہو تو بھی شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ حکم بدون شرط پائی جانے کے
ثابت نہین ہوتا ہی پس وجود شرط مین شک ہونے کے ساتھ ثابت نہوگا اور اگر بدل الصلح مین منافع ہون تو جس دار سے صلح کی ہی
اُسمین شفعہ ثابت نہوگا خواہ صلح باقرار ہو یا بانکار۔ اور اگر مدعی و مدعا علیہ نے اس قرارداد پر صلح کی کہ مدعی یہ دار مدعا علیہ کے
اور مدعا علیہ کو دوسرا دار دیدے پس اگر صلح بانکار ہو تو دونون مین سے ہر ایک دار مین بقیمت دوسرے کے شفعہ واجب ہوگا
اور اگر ایسی صلح باقرار ہو تو صلح صحیح نہین ہی پس دونون مین سے کسی دار مین شفعہ واجب نہوگا اسلیے کہ دونون گھر ملک
مدعی ہین از انجملہ مال کا معاوضہ مال سے ہوا اور اس شرط سے یہ حکم نکلتا ہی کہ اگر ایسی جنایت سے جو موجب قصاص مادون النفس ہی
ایک دار پر صلح کی تو شفعہ واجب نہوگا اور اگر ایسی جنایت سے جو موجب ارش ہی نہ موجب قصاص ایک دار پر صلح کی تو اُسمین
حق شفعہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر غلام کو ایک دار پر آزاد کیا تو شفعہ واجب نہوگا۔ اور از انجملہ مبیع عقار ہو یا جو عقار کے معنی مین ہی
خواہ یہ عقار منقسم قسمت ہو یا محتمل قسمت نہو جیسے حمام وچکی وکنوان نہر وچشمہ وچھوٹے چھوٹے دار اور اگر اسکے سوا دوسری چیز ہو
تو اُسمین عامۂ علماء کے نزدیک حق شفعہ نہوگا۔ اور از انجملہ مبیع سے بائع کی ملک زائل ہوجانا شرط ہی۔ پس اگر زائل نہوئی
تو شفعہ واجب نہوگا جیسا کہ بیع بشرط الخیار للبائع مین ہی حتے کہ اگر بائع نے اپنے خیار کی شرط ساقط کردی تو شفعہ واجب ہوجائیگا
اور اگر مبیع مین مشتری کا خیار ہو تو شفعہ واجب ہوگا۔ اور اگر دونون (یعنے بائع و مشتری) کا خیار ہو تو شفعہ واجب نہوگا اور
اگر بائع نے شفیع کا خیار شرط کیا تو شفیع کو حق شفعہ نہوگا پس اگر شفیع نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع جائز ہوئی اور اُسکا
حق شفعہ نہوگا اور اگر فسخ کردی تو بھی اُسکا حق شفعہ نہوگا اور ایسی صورت مین شفیع کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ وہ اجازت دے
اور نہ فسخ کرے یہانتک کہ خود بائع اجازت دے یا مدت خیار گذر جانے سے خود بیع تمام ہوجاوے پس شفیع کو حق شفعہ حاصل
ہوگا۔ وخیار عیب وخیار رویت وجوب حق شفعہ سے مانع نہین ہی۔ از انجملہ حق بائع زائل ہوجانا شرط ہی پس خرید فاسد مین شفعہ
واجب نہوگا اور اگر بطور فاسد خریدے ہوئے عقار کو مشتری نے بطور بیع صحیح فروخت کردیا پھر شفیع آیا تو اُسکو اختیار ہوگا
چاہے مبیع کو بیع اول پر لے یا بیع ثانی پر پس اگر بیع ثانی پر لینا اختیار کیا تو ثمن کے عوض لے اور اگر بیع اول پر لینا اختیار کیا
تو مبیع کی قیمت کے عوض لے اور وہ قیمت معتبر ہوگی جو مشتری کے قبضہ کرنے کے روز مبیع کی قیمت تھی اسواسطے کہ بطور
بیع فاسد خریدی ہوئی چیز قبضہ سے مثل مغصوب کے مضمون ہوتی ہی اور اسی اصل سے اس صورت مین کہ ایک شخص
نے بطور بیع فاسد ایک زمین خرید کر اُسپر عمارت بنائی امام اعظم رح کا یہ قول نکلتا ہی کہ شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور صاحبین
کے نزدیک حاصل نہوگا۔ اور از انجملہ یہ ہی کہ جس دار کے ذریعہ سے شفیع حق شفعہ کا خواستگار ہی وہ دار مشفوعہ کی خرید کے وقت

شفیع کی ملک ہو پس جس دار مین خود مشتری شفعہ باجارہ یا بعاریت رہتا ہو اُسکے ذریعہ سے اُسکو حق شفعہ حاصل نہوگا اور نہ ایسے دار کے ذریعہ سے جسکو اُسنے مشتری کے دار مشفوعہ خریدنے سے پہلے فروخت کر دیا ہو اور نہ ایسے دار کے ذریعہ سے جسکو اُسنے مسجد کر دیا ہو۔ اور از انجملہ یہ ہو کہ مشتری کے انکار کے وقت شفیع کی ملک ہونا بحجت مطلقہ یعنے گواہان یا بتصدیق مشتری ظاہر ہونا شرط ہو اور یہ شرط وضعیت خلو حق کی شرط ہو نہ ثبوت حق کی۔ پس جب مشتری نے دار شفوع بہا لینے جسکے ذریعہ سے شفعہ چاہتا ہو کا ملک شفیع ہونے سے انکار کیا تو شفیع کو حق شفعہ مین لینے کا اختیار نہوگا جب تک اس بات کے گواہ قائم نکرے کہ یہ دار میری ملک ہو اور یہ قول امام اعظم رح و امام محمد رح کا ہو اور دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح کا ہو۔ اور از انجملہ یہ ہو کہ دار مشفوعہ وقت بیع کے شفیع کی ملک نہو پس اگر شفیع کی ملک ہوگا تو شفعہ واجب نہوگا اور از انجملہ یہ ہو کہ شفیع کی جانب سے بیع یا حکم بیع کی صریحًا یا دلالۃً رضامندی نہ پائی جاوے پس اگر شفیع بیع یا حکم بیع پر صریحًا راضی ہو گیا یا دلالۃً راضی ہوا مثلاً مالک دار نے اُسکو اس دار کی فروخت کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے فروخت کر دیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اسی طرح اگر مضارب نے مال مضاربت سے ایک دار فروخت کیا اور رب المال ایک دوسرے اجنبی دار کی وجہ سے اسکا شفیع ہو۔ تو رب المال کو حق شفعہ نہ ملیگا خواہ دار مضاربت مین نفع ہوا ہو یا نہوا ہو۔ اور شفیع کا مسلمان ہونا وجوب شفعہ کے واسطے شرط نہین ہو۔ پس ذمیون مین باہم شفعہ واجب ہوگا اور ذمی کا مسلمان پر حق شفعہ ہوگا اور اسی طرح حریت و ذکورۃ و عقل و بلوغ و عدالت بھی شرط نہین ہو پس ماذون اور مکاتب و معتق البعض و عورتون و لڑکون و مجنون اور اہل ذمہ کا حق شفعہ واجب ہوگا لیکن نابالغ کا ہو حق واجب ہو یا نابالغ پر واجب ہوا اُسمین جسکا حصہ اُسکا وہ ولی قرار دیا جائیگا جو اُسکے مال مین تصرف کرتا ہو یعنے باپ یا باپ کا وصی یا سگا دادا یا اُسکا وصی یا قاضی یا وصی قاضی کہذا فی البدائع۔ اور صفت شفعہ یہ ہو کہ حق شفعہ سے لینا بمنزلہ ابتدائی خرید کے ہو پس جو امر مشتری کو بلا شرط حاصل ہو جیسے خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنا وہ شفیع کو بھی حاصل ہوگا اور جو بدون شرط کے مشتری کو حاصل نہوہ بدون شرط کیے شفیع کو بھی حاصل نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور حکم شفعہ کا یہ ہو کہ سبب شفعہ پائے جانے پر شفعہ طلب کرنا جائز ہو اور بعد طلب کے متاکد ہو جائیگا اور بعد رضاے مشتری یا حکم قاضی کے ملک ثابت ہوگی یہ نہایہ مین ہو۔ ہمارے اصحاب رح نے فرمایا کہ منقولات مین بالذات شفعہ واجب نہین ہوتا ہو فقط عقار کی تبعیت مین واجب ہو جاتا ہو اور بالذات شفعہ فقط عقارات مثل دار و کرم وغیرہ اراضی مین واجب ہوتا ہو اور ایسی اراضی مین واجب ہوتا ہو جو ہر طرح مملوک ہو حتے کہ ایسی اراضی جسکو امام المسلمین نے بیت المال کے واسطے رکھا ہو اور لوگون کو مزارعت پر دیتا ہو پھر اِن کاشتکارون کی اُسمین کردار مثل عمارت دو رخت ہو گئی اور مٹی کے پاٹے ہوے بھاؤ بشرطیکہ اُنھون نے ایسی مٹی سے پاٹا ہو جسکو اپنی ملک سے لائے ہون پھر اگر ایسی اراضی فروخت کی گئی تو اسکی بیع باطل ہو اور اس کردار کی بیع جائز ہو بشرطیکہ معلوم ہو مگر اُسمین حق شفعہ نہوگا۔ اسی طرح اراضی سیان دیہی اگر اُسکو کاشتکار لوگ جوتتے ہون۔ تو اُسکی بیع بھی جائز نہین ہو۔ اور خصاف رح کے ادب القاضی کے باب شفعہ مین ہو کہ شفعہ فقط حق الملک کے ذریعہ سے واجب ہوتا ہو حتے کہ اگر دار وقف کے پہلو مین کوئی دار فروخت کیا گیا تو وقف کنندہ کو اُسکا حق شفعہ حاصل نہوگا اور متولی وقف اُسکو نہین لے سکتا ہو۔ فتاوای نقیہ ابو اللیث رح مین لکھا ہو کہ اسی طرح اگر یہ دار کسی خاص شخص پر وقف ہو تو اُس شخص کو بھی جسپر وقف ہو اس دار وقف کے سبب سے حق شفعہ حاصل نہوگا یہ محیط مین ہو۔ اگر زمین وقف مین ایک شخص کا گھر ہو تو اُسکو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا اور اگر اُسنے خود اپنی عمارت فروخت کی تو اُسکے پڑوسی کو بھی اُسمین حق شفعہ نہوگا یہ سراجیہ مین ہو۔ اور تجرید مین ہو کہ عقار مین سے

ف ۵ جو دار اہل ذمہ سے بغاوت کیے ہون

۲۰

مثل عقار وقف کے جسکی بیع جائز نہین ہی اُسمین جو شخص وقف کی بیع جائز ہونے کا قائل ہی اُسکے نزدیک شفعہ نہین ہی بخلاف
مین ہی - اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا اور ہنوز اُسپر قبضہ نکیا تھا کہ اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو اس شخص کو حق
شفعہ حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور جو دار کسی عورت کا مہر قرار دیا گیا یا آزادی کا عوض قرار دیا گیا اُسمین شفعہ واجب
نہین ہوتا ہی یہ تبیین مین ہی - اور اگر کسی شخص نے ایک عورت سے بدون تسمیہ مہر کے نکاح کیا پھر اسکی مہر مثل کے عوض
اُسکے ہاتھ اپنا ایک دار فروخت کیا تو اسمین شفعہ واجب ہوگا - اور اگر عورت سے اسی دار کو مہر ٹھہرا کر نکاح کیا یا مہر بیان کر دیا
پھر عورت نے اس دار پر مہر کی راہ سے قبضہ کیا تو شفعہ واجب نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر عورت سے مہر بیان کر کے
نکاح کیا پھر اُسکے ہاتھ اس مہر کے عوض ایک دار فروخت کیا تو شفیع کو اُسمین حق شفعہ حاصل ہوگا - اسیطرح اگر کسی عورت سے
بغیر مہر کی شرط پر نکاح کیا پھر قاضی نے اُسکے واسطے مہر مقرر کر دیا پھر اس مقررہ مہر کے عوض اُسکے ہاتھ ایک دار فروخت کیا
تو بھی اُسمین شفیع کا حق شفعہ واجب ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر کسی عورت سے ایک دار پر اس شرط سے نکاح کیا
کہ عورت اُسکو ہزار درم واپس دے تو امام اعظم رح کے نزدیک دار کے کسی حصہ مین شفعہ واجب نہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک
بقدر حصہ ہزار درم کے شفعہ واجب ہوگا - اسیطرح اگر عورت نے شوہر سے ایک دار اس شرط سے خلع کیا کہ شوہر اُسکو ہزار درم
واپس دے تو اُسمین ایسا ہی اختلاف ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر قتل عمد سے قاتل نے ایک دار پر اس شرط سے صلح کی کہ
ولی مقتول اُسکو ایک ہزار درم واپس دے تو امام اعظم رح کے نزدیک دار مین شفعہ نہوگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے
نزدیک شفیع اس دار کے گیارہ جزوون مین سے ایک جزو ہزار درم مین لے سکتا ہی اسیطرح اگر خمیا سے یا دودو سو عدی سے
جنمین قصاص لازم آتا ہی صلح کی تو بھی یہی اختلاف ہی اور اگر دو موضحہ زخم سے جنمین سے ایک عمداً اور دوسرا خطاءً تھا
ایک دار پر صلح کی تو امام اعظم رح کے نزدیک دار مین شفعہ نہوگا اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک شفیع
نصف دار کو پانچ سو درم مین لے سکتا ہی اسواسطے کہ موضحہ خطا کا ارش پانچ سو درم ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر کسی عورت سے
بغیر مہر نکاح کیا اور اُسکے واسطے اپنا دار مہر قرار دیا یا کہا کہ مین نے تجھسے اس شرط سے صلح کی کہ اپنا یہ دار تیرا مہر قرار دیا یا کہا
کہ مین نے تجھے یہ دار مہر مین دیا تو ان صورتون مین شفیع کے واسطے کچھ حق شفعہ نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص نے ایک
عورت سے نکاح کیا اور اُسکا کچھ مہر بیان نکیا پھر اُسکو ایک دار دیا تو اسکی دو صورتین ہین اگر شوہر نے یون کہا کہ مین نے
یہ دار تیرا مہر قرار دیا تو دار مین حق شفعہ نہوگا اور اگر یون کہا کہ یہ دار بعوض تیرے مہر کے کر دیا تو اُسمین شفعہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی
اگر ایک شخص نے اپنی نابالغہ بیٹی کو ایک دار پر بیاہ دیا پھر اس دار کو شفیع نے شفعہ مین طلب کیا اور باپ نے اُسکے مہر
مثل کے عوض ثمن مسمی معلوم پر دار کی قیمت پر دیدیا تو یہ بیع ہی اور شفیع کو اسمین حق شفع حاصل ہوگا - اسیطرح اگر وہ لڑکی
بالغہ ہو اور اُسنے خود سپرد کیا تو یہ بیع ہوگی اور شفیع کو اُسمین شفعہ حاصل ہوگا - اور اگر کسی شخص کی کفالت بالنفس سے
ایک دار پر صلح کی تو اُسمین شفعہ نہوگا خواہ مکفول عنہ کی کفالت بالنفس حق قصاص مین ہو یا حد شرع مین یا مال مین
یہ سب صورتین حکم شفعہ و بطلان صلح مین یکسان ہین - اور اگر مطلوب سے جسقدر مال کا مطالبہ ہی اُس مال سے
صلح کی پس اگر یون کہا کہ مین نے تجھسے اس شرط پر صلح کی کہ فلان شخص تمام مال مطلوب سے بری ہوا تو یہ جائز ہی اور
شفیع کو اُسمین حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ مرد اجنبی کا کسی شخص کے قرضہ سے اپنی ملک پر صلح کر دینا مثل صلح
قرضدار کے صحیح ہی اور اگر یون کہا کہ مین نے مدیون کیطرف سے تیرے قبضہ مین دیا تو صلح باطل ہی یہ مبسوط مین ہی

اور جس شخص کا ہبہ کرنا بایع کو عوض نہین جائز ہی جیسے باپ کا اپنی بیٹے کا مال یا مکاتب یا غلام ماذون کا ہبہ کرنا اگر ایسے شخص نے بعوض ہبہ کیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک نہین صحیح ہی اور شفعہ واجب ہوگا اور امام محمد رحمہ کے نزدیک صحیح ہی اور شفعہ واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر ایک شخص کو ایک دار اس شرط پر ہبہ کیا کہ وہ شخص واہب کو ہزار درہم ہبہ کرے تو جب تک دونون باہم قبضہ نکرلین تب تک شفیع کو اُسمین حق شفعہ نہوگا اور اگر کہا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ ہزار درہم مین اپنا دار فروخت کرنے کی وصیت کی پھر موصی مرگیا پھر موصی لہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا - اور اگر یہی کہا کہ مین نے یہ وصیت کی کہ میرا دار فلان شخص کو بعوض ہزار درہم کے ہبہ کیا جاوے تو یہ صورت اور وصی کا جواب قبول میانہ ہبہ ہونا دونون حکم مین یکسان ہین - اور اگر دارمین سے ایک نصیب مسمی بشرط عوض ہبہ کیا اور دونون نے باہم قبضہ کرلیا تو جائز نہین ہی اور ہمارے نزدیک اُسمین شفعہ نہوگا - اسیطرح اگر مال عوض قابل قسمت ہو مگر اُسکو غیر منقسم کہا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایک شخص کو ایک دار اس شرط پر ہبہ کیا کہ موہوب لہ واہب کو اپنے دین سے جو اُسکا واہب پر آتا ہی بری کرے اور اُس دین کو مسمی نکیا اور موہوب لہ نے قبضہ کرلیا تو شفیع کو دار مین حق شفعہ حاصل ہوگا - اسیطرح اگر اُسکو اس شرط سے ہبہ کیا کہ موہوب لہ اس دوسرے دار مین جو کچھ اپنا دعوی کرتا ہی اس سے بری کرے اور موہوب نے دار ہبہ پر قبضہ کرلیا تو یہ صورت بھی استحقاق شفعہ مین مثل صورت مذکورہ کے ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے ہزار درہم مین ایک باندی خریدی پھر بائع سے باندی کے عیب سے خواہ بائع یکطرف سے اقرار عیب ہویا انکار ہوا ایک دار پر صلح کی تو اُسمین شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ جامع کبیر کے باب الشفعہ فی الصلح مین ہی - اور اگر بعد قبضہ کرنے کے بائع عیب سے ایک دار پر صلح کی تو نقصان عیب مین صلح کنندہ کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر زید کا عمرو پر دین ہو اور عمرو اُسکا مقر ہویا منکر ہو پھر اُسنے اس دین سے ایک دار پر صلح کی یا بعوض اس دین کے عمرو سے ایک دار خرید کر قبضہ کرلیا تو شفیع کو اُسمین حق شفعہ حاصل ہوگا - پھر اگر زید نے اور شفیع نے مبلغ دین اور جنس دین مین باہم اختلاف کیا تو بمنزلہ مشتری و شفیع کے ثمن مین اختلاف کرنیکے ہی اور جس شخص پر دین ہی اُسکے قول پر التفات نکیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک دار مثلاً تین آدمیون مین مشترک ہو پھر ایک شخص نے اگر اُس دار مین کچھ اپنا دعوے کیا پھر شرکاء دار مین سے ایک نے مدعی کے ساتھ کسی قدر مال پر اس شرط سے صلح کرلی کہ حصہ مدعی خاصۃً اس صلح کرنے والے کا ہوگا پھر باقی دونون شریکون نے شفعہ طلب کیا پس اگر یہ صلح شرکاء دار کے اقرار کے ساتھ ہوئی تھی کہ شرکاء دار نے دعوی مدعی کا اقرار کیا پھر اُس سے فقط ایک شریک نے اس شرط پر صلح کی کہ حصہ مدعی خاصۃً صلح کنندہ کا ہوگا تو باقی شریکون کو حق شفعہ حاصل ہوگا - اور اگر یہ صلح شریکون کے انکار کے ساتھ ہو تو اُنکو شفعہ حاصل نہوگا - اور اگر صلح کنندہ دعوی مدعی کا مقر ہوا اور باقی دونون شریک حق مدعی ہونے سے منکر ہون تو قاضی شریک صلح کنندہ سے دعوی مدعی کے گواہ طلب کریگا پس اگر اُسنے گواہ قائم کردیے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ وہ مشتری ہی کہ اُسنے خرید کردہ چیز مین اپنے بائع کی ملکیت اس غرض سے ثابت کی کہ اُسکی خرید صحیح ہوجاوے پھر جب گواہ مقبول ہوگئے تو جو امر ان گواہون سے ثابت ہوا وہ مثل اُسکے ہی جو اقرار شرکاء سے ثابت ہوا اور جو اقرار شرکاء سے ثابت ہوتا ہی اسمین باقی دونون شریکون کو حق شفعہ پہونچتا تھا پس ویسا ہی اسطرح ثابت شدہ مین بھی اُنکو حق شفعہ حاصل ہوگا - اگر کسی مدعی نے ایک دار مین اپنے حق کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے ایک دوسرے دار کی سکونت پر صلح کرلی تو جس دار سے صلح کی گئی ہی اُسمین شفیع کو حق شفعہ نہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر مدعی نے دین یا ودیعت یا جراحت خطا کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے ایک دار پر یا دار کی

دیوار پر صلح کرلی تو اُسمین شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ اور اگر سکونت دار سے بیکی اُسکے حق مین وصیت کی گئی تھی یا خدمت غلام سے ایک بیت پر صلح کرلی تو اُسمین شفعہ نہوگا۔ اور اگر مدعی نے مدعا علیہ پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسیکے ساتھ اس شرط پر صلح کرلی کہ مدعی میری دیوار پر اپنی دھنیان رکھے یا دھنیان۔ کہنے کی جگہ ہو یہ کہنے کے واسطے اُسکی ہو جاوے یا کسیقدر مدت معلومہ تک ہو جاوے تو قیاساً یہ جائز ہے واسواسطے کہ جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہو خواہ عین ہو یا منفعت ہو ولیکن امام رح نے اس قیاس کو ترک کرکے فرمایا کہ ایسی صلح باطل ہے اور شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا۔ اسیطرح اگر اس شرط پر صلح کی کہ مدعی اپنے پانی پہنچنے کا راستہ میرے دار کی جانب کردے تو بھی اس دار کے پڑوسی کو یہ اختیار نہوگا کہ اس پانی پہنچنے کے راستہ کو شفعہ مین لے لے۔ اور اگر دار کے اندر ایک راستہ محدود معروف پر صلح کی تو جار مذکور کو اختیار ہوگا کہ اسکو شفعہ مین لے لے اور دار کے اندر راستہ مثل مسیل آب کے نہین ہے واسواسطے کہ یہ راستہ مملوک ہوتا ہے پس شفیع راستہ مین شریک ہو جائے گا اور دیوار پر دھنیان دھنوادہ رکھنے مین اور مسیل آب مین شریک نہوگا یہ محیط مین ہے منتقی مین امام محمد سے املا مین روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور شفیع کے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر شفیع نے یون کہا کہ مین نے اس شرط پر بیع کی اجازت دی کہ مین اُسکو شفعہ مین لے لونگا تو اُسکو شفعہ حاصل ہیگا اور اگر شفعہ مین لینے کا ذکر نکیا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا دار اس شرط سے فروخت کیا کہ بیع کے واسطے شفیع اُس ثمن کا جو مشتری پر ہوا ہر ضامن ہو اور شفیع حاضر تھا پس اُسنے ضمانت قبول کرلی تو بیع جائز ہو جائیگی اور شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اسواسطے کہ شفیع کیطرف سے بیع تمام ہوئی پس اُسکو حق شفعہ نرہا۔ اسیطرح اگر مشتری نے اس شرط پر دار خریدا کہ شفیع بائع کیطرف سے ضمان درک کا ضامن ہو اور شفیع حاضر ہو پس اُسنے ضمان قبول کرلی تو بیع جائز ہو جائیگی اور اُسکو شفعہ نہ ملیگا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر مشتری خیار ابدی شرط کرے تو شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا پس اگر مشتری نے اپنا خیار باطل کردیا اور بیع تمام کردی اور ہنوز تین روز نہین گذرے تو شفعہ واجب ہو جائے گا اسیطرح صاحبین رح کے نزدیک بھی بعد تین روز گذرنے کے یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مشتری نے اپنے واسطے ایک مہینہ یا اسکے مشابہ کسی مدت کی شرط کی تو امام اعظم رح کے نزدیک شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا پھر اگر مشتری نے تین روز گذرنے سے پہلے اپنا خیار باطل کردیا حتے کہ بیع سابق منقلب ہوکر بیع صحیح ہوگئی تو شفیع کا شفعہ واجب ہو جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور فتاوے عتابیہ مین ہے کہ اگر کوئی دار تین روز کی خیار کی شرط پر فروخت کیا پھر تین روز اور زیادہ کردیے اور شفیع وقت بیع کے اُسکا شفعہ طلب کرچکا ہو تو پہلے مدت خیار گذرنے پر شفیع اُسکو لے لیگا اور اگر دو پڑوسیون مین سے ایک نے اُسکو علی الاصل رد کردیا تو دوسرا پڑوسی اُسکو لے لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کوئی دار بعوض ایک غلام معین یا عدد معین کے خریدا اور اس خرید مین دونون مین سے ایک کے واسطے خیار مشروط ہے پس اگر بائع کے واسطے مشروط ہو تو قبل بیع تمام ہونے کے شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا خواہ شرط خیار دار مین ہو یا غلام مین یہ محیط مین ہے اگر ایک دار بعوض ایک غلام کے خریدا اور مشتری کے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کی تو شفیع کو اُسمین شفعہ حاصل ہوگا پس اگر شفیع نے مشتری کے قبضہ سے وہ دار لے لیا تو اُسکے حق مین بیع واجب ہوگئی پھر اگر مشتری نے بیع کی اجازت دی اور اپنا خیار باطل کردیا تو وہ غلام بائع کے سپرد ہوگا اور اگر مشتری نے بیع سے انکار کرکے بیع توڑ دی تو اپنا غلام بائع سے لیکر وہ قیمت غلام جو اُسنے شفیع سے لی ہے بائع کو دیدیگا۔ اور شفیع کا دار کو شفعہ مین لے لینا یہ مشتری کیطرف سے بیع کو

اختیار کرنا شمار نہوگا اور نہ غلام مین خیار ساقط کرنا شمار ہوگا - بخلاف اسکے اگر مشتری نے خود اُس دار کو فروخت کیا تو یہ امر مشتری کیطرف سے بیع کا اختیار کرنا قرار دیا جائے گا - اور اگر وہ دار بائع کے قبضہ مین ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بائع سے وہ دار غلام کی قیمت کے عوض لے لے اور وہ غلام مشتری کو سپرد کر دیا جائیگا - اور اگر وہ دار مشتری کے قبضہ مین ہو پھر غلام بائع کے پاس مر گیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور مشتری اُس دار کو واپس کر دیگا اور شفیع کو اختیار ہوگا کہ بائع سے اُسکو بعوض قیمت غلام کے لے لے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر دار فروخت کرنے والے کو خیار حاصل ہو پھر اس دار مبیعہ کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو بائع کو اسمین حق شفعہ حاصل ہوگا پس اگر بائع نے اُسکو شفعہ مین لیا تو یہ امر بائع کیطرف سے بیع کا نقض قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر خیار مشتری کا ہو اور دار مبیعہ کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو مشتری کو اسمین حق شفعہ حاصل ہوگا پھر اگر اُسکو شفعہ مین لے لیا تو یہ امر اُسکی طرف سے بیع کی اجازت قرار دیا جائیگا پھر اگر شفیع نے اگر مشتری سے دار اول شفعہ مین لیا تو اُسکو دوسرے دار کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ شفیع کو دار اول مین ملکیت ابھی حاصل ہوئی ہے پس اس سے وہ دوسرے دار کا وقت عقد سے پڑوسی نہوگا اللا اس صورت مین کہ شفیع کا کوئی دوسرا دار اس دار ثانیہ کے پہلو مین واقع ہو - اور دوسرا دار مشتری کے سپرد رہیگا اسواسطے کہ شفیع کا دار اول اُسکے قبضہ سے لے لینا اُسکی ملک فی الاصل ثابت ہونے کی منافی نہین ہے اسیواسطے شفیع کا عہدہ بیع اسی مشتری پر ہوتا ہے پس جب شفیع نے دار اول اُس سے لیا تو اس سے مشتری کے حق مین انعدام سبب تملک ثانیہ ظاہر نہوا یہ مبسوط مین ہے - اگر کوئی دار خریدا اور کبھی اُسکو دیکھا نہ تھا پھر اسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا اور اُسکو شفیع نے شفعہ مین لیا تو روایت صحیحہ کے موافق مشتری کا خیار رویت ساقط نہوگا اسواسطے کہ بحق شفعہ لینے سے دلالۃً رضامندی ثابت ہوتی ہے اور خیار رویت تو صریحاً رضامندی سے ساقط نہین ہوتا ہے پس دلالۃً رضامندی سے بھی ساقط نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر ایک عقار کے شریکون نے عقار کو باہم تقسیم کیا تو تقسیم سے اُنکی جار کو حق شفعہ حاصل نہوگا خواہ تقسیم بقضاء قاضی ہو یا برضاء باہمی ہو یہ نہایہ مین ہے اور خریدہ فاسد مین حق شفعہ نہین ہوتا ہے خواہ مبیع ایسی چیز ہو جو قبضہ سے مملوک ہو جاتی ہے یا ایسی نہو اور خواہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو - اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ ابتدا سے بیع فاسد قرار پائی ہو - اور اگر بطور صحیح منعقد ہونے کے بعد پھر فاسد ہو گئی ہو تو شفیع کا حق اپنے حال پر باقی رہیگا آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک دار بعوض شراب کے خریدا اور ہنوز دونون نے باہم قبضہ نکیا تھا کہ دونون یا ایک مسلمان ہو گیا یا دار پر قبضہ ہو جانے اور شراب پر قبضہ نہونے کی حالت مین ایسا ہوا تو بیع فاسد ہو جائیگی مگر شفیع کو اختیار ہوگا کہ دار کو شفعہ مین لے لے اگرچہ بیع فاسد ہو گئی - اگر مشتری نے بطور فاسد خریدے ہوئے دار کو اپنے قبضہ مین کر لیا حتے کہ اُسکا مالک ہو گیا پھر اس دار کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو مشتری کو شفعہ حاصل ہوگا پس اگر اُسنے ہنوز دوسرے دار کو شفعہ مین نہ لیا تھا کہ اُسکے بائع نے اُس دار مبیعہ کو بوجہ فساد بیع کے واپس کر لیا تو مشتری کو دوسرے دار کے لینے کا اختیار نرہیگا اور اگر مشتری دوسرے کو بحق شفعہ لے چکا ہو پھر اُسکے بائع نے اُس سے دار مبیعہ بحکم فساد بیع واپس لیا تو بحق شفعہ لینا برقرار رکھا جائیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر مشتری نے کوئی دار بطور فاسد خریدا اور اُسپر ہنوز قبضہ نکیا تھا کہ اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اس دار کو شفعہ مین لیوے

اسواسطے کہ دار اول ہنوز اسکی ملک مین ہی پس بائع اپنی ملک کے ساتھ دوسرے دار کا جار ہوگا اگر شفعہ کا حکم ہونے سے پہلے بائع نے وہ دار مشتری کے سپرد کر دیا تو بائع کا حق شفعہ باطل ہوگیا - اور مشتری کو اُسمین حق شفعہ حاصل نہوگا اسواسطے کہ دوسرے دار کی بیع ہو جانے کے بعد اُسکو جواز حاصل ہوا ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر کسی شخص نے بطور فاسد ایک دار خریدا تو اُسمین حق شفعہ نہوگا (نہ قبضہ سے پہلے اور نہ قبضہ کے بعد) سو قبضہ سے پہلے اسوجہ سے نہوگا کہ اُسمین ملک بائع باقی ہی اور بعد قبضہ کے اسوجہ سے نہوگا کہ فسخ کا احتمال ہی پھر اگر مشتری نے اُسمین کچھ عمارت بنائی تو امام اعظم رح کے نزدیک بائع کا حق استرداد منقطع ہوگیا اور مشتری پر اس دار کی قیمت واجب ہوگی اور شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا - اور صاحبین رح کے نزدیک بائع کا حق استرداد منقطع نہوگا پس شفیع کا اُسمین شفعہ واجب نہوگا - اور شفیع کو فتیا حاصل ہوگا کہ مشتری کو حکم کرے کہ اپنی بنائی ہوئی عمارت منہدم کر دے - اور اگر مشتری نے اُس دار کو سمجھ بنایا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ بالاجماع حق مالک منقطع ہو جائیگا کذا فی الکافی اگر کسی نے سونا قیقر کیسون کی بیع سلم مین رأس المال ایک دار ٹھہرا کر سپرد کر دیا تو شفعہ حاصل ہوگا - اور اگر سپرد نکیا یہان تک کہ دونون جدا ہوگئے تو سلم و شفعہ باطل ہو جائینگی کیونکہ یہ جدائی فسخ ہی اور اگر سپرد کر لینے اور جدا ہو جانے کے بعد دونون نے بیع کو توڑ لیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ یہ شفیع کے حق مین فسخ نہین بلکہ بیع جدید ہی یہ قنیہ مین ہی - ایک شخص کے واسطے ایک دار کی وصیت کی گئی اور اُسنے یہ نہین جانا تھا کہ اُس دار کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا پھر موصی لہ نے وصیت قبول کی تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا - اور اگر علم وصیت سے پہلے موصی لہ مر گیا پھر اس دار کے پہلو کا دار فروخت کیا گیا اور وارثون نے اُسکی شفعہ کا دعوی کیا تو اُنکو شفعہ ملیگا اسلیے کہ موصی لہ کا مرنا بمنزلہ اُسکے قبول کرنے کے ہی یہ فتاوے کبرٰی مین ہی - اگر اپنے دار کے حاصلات کی ایک شخص کے واسطے اور اُسکے رقبہ کی دوسرے کے واسطے وصیت کی پھر اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو اُسکا شفعہ اُس موصی لہ کو ملیگا جسکے حق مین رقبہ دار کی وصیت تھی یہ محیط سرخسی مین ہی نیچے کا مکان ایک شخص کا اور اُسکے اوپر کا بالاخانہ دوسرے کا ہی پس نیچے کے مالک نے سفل کو فروخت کیا تو بالاخانہ والے کو شفعہ کا استحقاق ہی اور اگر بالاخانہ والے نے بالاخانہ فروخت کیا تو نیچے والے کو اُسکا حق شفعہ حاصل ہوگا - پھر اسکے بعد جاننا چاہیے کہ اگر بالاخانہ کا راستہ نیچے سے ہو تو حق شفعہ بسبب شرکت راہ کے حاصل ہوگا اور اگر بالاخانہ کا راستہ بڑے کوچہ کیطرف سے ہو تو حق شفعہ بسبب جوار کے ہوگا - پھر اگر بالاخانہ والے نے نیچے کا مکان شفعہ مین نہ لیا یہان تک کہ بالاخانہ گر گیا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اور امام محمد رح کے قول پر باطل نہوگا - اور اگر بالاخانہ گرے ہوئے کی حالت مین نیچے کا مکان فروخت کیا گیا تو بر قیاس قول امام ابو یوسف رح بالاخانہ والے کو حق شفعہ نہوگا بنا بر ینکہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک حق شفعہ بسبب عمارت کے ہوتا ہی اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکو حق شفعہ حاصل ہوگا اسلیے کہ امام محمد کے نزدیک حق شفعہ بسبب حق استقرار عمارت کے ہوتا ہی نہ بسبب نفس عمارت کے اور بالاخانہ کا حق القرار ہنوز باقی ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر نیچے کا مکان ایک شخص کا اور بالاخانہ دوسرے کا ہو اور اس دار کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو حق شفعہ دونون کو حاصل ہوگا اور اگر حق شفعہ لینے سے پہلے بالاخانہ اور نیچے کا مکان دونون منہدم ہو گئے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اب شفعہ فقط نیچے والے مکان کے مالک کو حاصل ہوگا کیونکہ جسکے ذریعہ سے استحقاق شفعہ ہوتا ہی یعنے زمین وہ قائم ہی اور بالاخانہ کے مالک کو شفعہ نہ ملیگا اسوجہ سے کہ جسکے ذریعہ سے

استحقاق شفعہ تھا وہ زائل ہوگیا اور امام محمد نے فرمایا کہ دونوں کو استحقاق شفعہ حاصل رہیگا اسلیئے کہ بالاخانہ والا کا حق بھی قائم ہے کیونکہ جب سفل والا بنیگا۔ کان بنا دے گا تو وہ بھی اپنا بالاخانہ اسپر قائم کریگا اور اسکو یہ بھی اختیار ہے کہ خود ہی بنیگا۔ کان بنوا کر پھر اسپر بالاخانہ بنوالے اور سفل کے مالک کو اس سفل سے نفع حاصل کرنے سے منع کرے یہانتک کہ صاحب سفل اسکو اسکا حق دیدے یہ کافی مین ہے۔ دو شخصون نے ایک دار خریدا حالانکہ ایک انمین سے اسکا شفیع ہے تو جسقدر حصہ اجنبی کا ہوگیا اسمین شفیع کو حق شفعہ نہ رہا باسطے کہ اس اجنبی کی خریدہ تمام نہوئی جب تک کہ شفیع نے اسکے واسطے بیع قبول نہین کی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے کسیقدر مدت معلومہ کے واسطے اپنا دار کرایہ دیا پھر قبل مدت گذرنے کے اسکو فروخت کیا اور مستاجر ہی اسکا شفیع ہے تو یہ بیع حق مستاجر مین موقوف ہیگی کیونکہ اجارہ قائم ہے پس اگر مستاجر نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع اسکے حق مین تمام ہوجائیگی اور اسکو حق شفعہ حاصل ہوگا کیونکہ بسبب شفعہ پایا گیا اور اگر اسنے بیع کی اجازت ندی لیکن شفعہ طلب نکیا تو اجارہ باطل ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسی شخص نے بیع ہوئی زمین خریدی پھر کھیتی اوگی یہانتک کہ مشتری نے اسکو کاٹ لیا پھر شفیع حاضر ہوا تو زمین کو زمین کے حصہ ثمن مین لیگا پس زمین تخم ریختہ کی قیمت لگائی جاوے (اور بغیر تخم ریختہ کی قیمت لگائی جاوے) پس بعوض مقدار حصہ زمین کے لے لے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر قطع کرنے کے واسطے ایک درخت خریدا تو اسمین شفعہ نہین ہے اسیطرح اگر اسکو مطلقاً خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر درخت کو مع جڑون اور موضع زمین بقدر قیام درخت کے خریدا تو اسمین حق شفعہ ہوگا۔ اور اسیطرح اگر کھیتی یا طبلہ کاٹ لینے کے واسطے خریدا تو اسمین شفعہ نہوگا اور اگر بعد زمین خریدی ہو تو کل مین استحسانا شفعہ واجب ہوگا اور قیاساً کھیتی مین شفعہ نہونا چاہیے اور اگر ایک زمین خریدی اور اسمین چھوہارے بوئے تھے پس اسنے گوڑا پس ان درختون مین پھل آنے یا انمین کھیتی پکنے سے پہلے شفیع حاضر ہوگیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اس سب کو ثمن متقررہ مین لے لے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کوئی عمارت کھود لینے کے واسطے خریدی تو شفیع کو اسمین حق شفعہ نہوگا اور اگر مع اصل اسکو خریدا ہو تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر عمارت مین سے حصہ بائع خریدا اور وہ نصف ہو تو اسمین شفعہ نہوگا اور یہ بیع فاسد ہوگی۔ اسیطرح اگر پوری عمارت ایک ہی شخص کی ہو مگر اسنے اسمین سے نصف فروخت کی تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر قطع کرنے کے واسطے کوئی درخت خریدا پھر اسکے بعد زمین خریدی اور درخت اسمین اگا رہنے دیا تو شفیع کو درخت مین حق شفعہ حاصل نہوگا۔ اسیطرح اگر پھلون کو جھاڑ لینے کے واسطے یا عمارت کو گرا لینے کے واسطے خریدا پھر اسکے بعد زمین خریدی تو بھی یہی حکم ہے کہ شفیع کو فقط زمین مین حق شفعہ حاصل ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک بیت اور اسکے اندر کی پن چکی مع آسکے پانی کی نہر و متاع کے خریدا تو شفیع کو بیت مین اور تمام ان آلات پن چکی مین جو پن چکی گھر سے مرکب ہین حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ یہ آلات پن چکی گھر کے تابع ہین۔ اور علی ہذا اگر حمام خریدا تو شفیع کو استحقاق ہوگا کہ حمام کو مع حمام کے آلات مرکبہ کے جیسے دیگبن وغیرہ شفعہ مین لے لے اور مسئلہ اولے جو آلات بیت سے مزائل ہین اور مسئلہ ثانیہ مین جو آلات حمام سے مزائل ہین نہین لے سکتا ہے لیکن چکی کا اوپر کا پاٹ استحسانا لے سکتا ہے اگرچہ مرکب نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ایک نیستان خریدا جسمین نرکل اور ایسی مچھلیان تھین جو بدون صید کیے پکڑی جاسکتی ہین تو شفیع اس نیستان و نرکل کو شفعہ مین لے سکتا ہے اور مچھلیون کو نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر کوئی چشمہ

بائعہ یا کفو ان نوع اتصل قبضہ کرے دیدیا تو شفیع کو اُنمین حق شفعہ حاصل ہوگا - اسیطرح اگر چنہ قیر یا لفظ یا کان نمک تو یہ سب شفعہ مین لے سکتا ہی کیونکہ فی المعنی اتصال پایا جاتا ہی لیکن اگر مشتری ان چیزون مین سے کسی قدر انکی جگہ سے اُٹھا لیگیا ہو تو جتنا قدر لیگیا ہو اُسکو نہین لے سکتا ہو یہ مبسوط مین ہی - اور تفریدمین لکھا ہی کہ شفیع کو اختیار ہوگا کہ جو عمارت مین داخل ہوجاتی ہی اور پائخانہ اور ہر شی شفعہ مین لے لیوے - رہا ظلہ سو اگر دار مین در آیا ہو تو صاحبین کے نزدیک داخل ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک تفصیل ہی کہ اگر مشتری نے وقت خرید کے یہ کہا کہ معہ بہ حق کے جو اس دار کے واسطے ہو تو داخل ہوگا ورنہ نہین - اور درخت اور پھل اور کھیتی بدون شرط کے داخل نہین ہوتی اور قیاس یہ چاہتا ہی کہ پھل بدون ذکر کے داخل ہو جاوین یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے باغ انگور خریدا اور اُسکا ایک شفیع غائب ہی پھر درختون مین پھل آئے پھر مشتری نے اُنکو کھالیا پھر شفیع غائب آیا اور اُسنے اُس باغ کو شفعہ مین لیا پس اگر وہ درخت وقت قبضہ مشتری کے فقط پھولدار ہون کہ ہنوز پھل نمودنہ ہوے ہون تو شفیع کے حق مین ثمن مین سے کچھ ساقط نہوگا اور اگر وقت قبضہ مشتری کے پھل نمود ہوگئے ہون تو بقدر انکے ثمن مین سے ساقط کیا جائے گا اور انکی اُس روز کی قیمت معتبر ہوگی جس روز مشتری نے باغ مذکور پر قبضہ کیا کذا فی الذخیرہ - اگر کھیتی ہوئی زمین مین کھیتی ہو کہ جسکی ہنوز کچھ قیمت نہو پھر وہ کھیتی تیار ہوئی اور مشتری نے اُسکو کاٹ لیا پھر شفیع نے آکر زمین کو شفعہ مین لے لیا تو ثمن مین سے کچھ ساقط نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - مکاتب نے اگر کوئی دار خریدایا فروخت کیا اور اُسکا مولی اس دار کا شفیع ہو تو اُسکو بحق شفعہ لینے کا اختیار ہوگا خواہ یہ مکاتب قرضدار ہو یا نہو کذا فی البدائع اور اگر مولی نے اپنا دار فروخت کیا اور مکاتب اُسکا شفیع ہو تو اُسکو حق شفعہ حاصل ہوگا کذا فی التاتارخانیہ

دوسرا باب مراتب شفعہ کے بیان مین

- اگر چند شفعہ جمع ہوجاوین تو اُنمین ترتیب کا لحاظ کیا جائیگا پس شریک کو خلیط پر اور خلیط کو جار پر مقدم کرینگے پس اگر شریک نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو خلیط کا حق شفعہ واجب ہوگا اور اگر دو خلیط ہون تو تقدیم یون ہوگی کہ پہلے اخص ہوگا پھر اعم - اور اگر خلیط نے بھی اپنا حق شفعہ دیدیا تو جار کا حق شفعہ واجب ہوگا اور یہ جواب موافق ظاہر الروایۃ کے ہی اور یہی صحیح ہی اسواسطے کہ ہر ایک ان تینون امور مین سے استحقاق شفعہ کے واسطے سبب صالح ہی لیکن بعض انمین سے بہ نسبت بعض کے قوی التاثیر ہی پس وہ مقدم رکھا جائیگا پس جب شریک نے اپنا شفعہ دیدیا تو اُسکی شرکت نابود سمجھی جائیگی اور ایسی قرار دیجائیگی کہ گویا نہ تھی پھر باقی مین ترتیب کا لحاظ کیا جائیگا جیسے ابتداءً فقط خلط وجوار جمع ہونے مین لحاظ ہوتا اور اسکا بیان یہ ہی کہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک دار وو شخصون مین مشترک واقع ہی جسکا راستہ اسیے کوچہ غیر نافذہ مین سے ہی پس دونون شریکون مین سے ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو حق شفعہ اُسکے شریک کو حاصل ہوگا پس اگر اُسنے اپنا حق شفعہ دیدیا تو حق شفعہ تمام اہل کوچہ کو حاصل ہوگا اور اس استحقاق مین ملاصق وغیر ملاصق سب برابر ہونگے اسلیے کہ وے سب راستہ مین خلیط ہین پھر اگر ان سب نے اپنا حق شفعہ دیدیا تو حق شفعہ جار ملاصق کو ملیگا - اور اگر اس کوچہ مین سے ایک دوسرا کوچہ غیر نافذہ پھوٹتا ہوا اور اُسمین کوئی دار فروخت کیا گیا تو فقط خاصۃ اسی کوچہ والے لوگون کو حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ اس کوچہ والون کی خلطۃ بہ نسبت کوچہ مُغلیا یعنے اگلے کوچہ والون کی اخص ہی اور اگر اگلے کوچہ کا ایک دار فروخت کیا گیا تو اُسکا حق شفعہ اگلے اور پچھلے دونون کوچہ والون کو حاصل ہوگا اسواسطے کہ اگلے کوچہ مین ان سب کے خلطۃ برابر ہی - اور امام محمدؒ

ف ۱ قال (یعنی دخول الشفعۃ فی الدار یوجب دخولہا فی الرحی والبیت الذی فی الدار ولا یوجب دخولہا فی الحمام والبیدر والشجر والبئر والطریق والرحی الکبیر)

نے فرمایا کہ اہل ورب بوجہ رستہ کے مستحق شفعہ ہوتے ہین بشرطیکہ رستہ اُنکی ملک ہو یا قسمۃ غیر مملوکہ ہو - اور اگر کوچہ نافذہ کے اندر کوئی دار فروخت کیا گیا تو سوائے جار ملاصق کے کسی کو حق شفعہ نہ ملیگا - اسیطرح اگر دو دار ہون کہ اُنکے درمیان رستہ نافذ غیر مملوک ہو اور اُنمین سے ایک فروخت کیا گیا تو سوائے اُسکے جار ملاصق کے کسی کو شفعہ نہ ملیگا اور اگر یہ رستہ مملوک ہو تو غیر نافذ کے حکم مین ہوگا - اور طریق نافذ جسکی وجہ سے استحقاق شفعہ نہین ہوتا ہے وہ رستہ کہلاتا ہے جسکو اس رستہ والے بند نہ کر سکین اور اسی بنا پر کہتا ہے کہ اگر چھوٹی نہر ہو کہ اُس سے اراضی معدودہ یا کردم معدودہ سینچے جاتے ہون پھر ان معدودہ مین سے کوئی زمین یا باغ انگور فروخت کیا گیا تو سب شریک شفیع ہونگے ملاصق وغیر ملاصق دونون برابر ہونگے اور اگر نہر بڑی ہو تو شفعہ فقط جار ملاصق کو ملیگا - اور چھوٹی و بڑی نہر کی تعریف مین اختلاف ہے امام اعظم رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُسمین کشتی چلتی ہو تو بڑی ہے کذا فی البدائع اور شیخ امام عبدالواحد شیبانی نے فرمایا کہ کشتی سے اس مقام پر شمار ہے جو چھوٹی چھوٹی کشتیان نہ ہوتی ہین مراد کہی ہین یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر اس نہر سے ایک دوسری نہر کاٹی گئی کہ چند اراضی و بساتین و کروم کو سینچتی ہے پھر ایک زمین یا باغ جسکا پانی اسی نہر سے ہے فروخت کیا گیا تو اس نہر سے سینچنے والے بہ نسبت نہر کثیر والون کے اس مبیع کے شفعہ کے احق ہونگے (یعنے اُنھین کو حق شفعہ ملیگا نہ نہر کثیر والون کو) اور اگر نہر کثیر کی اراضی مین سے کوئی زمین فروخت کی گئی تو چھوٹی نہر والے اور بڑی نہر والے حق شفعہ مین برابر ہونگے کیونکہ اُنکا حق شرب یکسان ہے یہ بدائع مین ہے - اور اگر طریق اعظم سے ایک فناے واسع منفرج ہو بازقاق یا درب غیر نافذ اور اُسکے اندر چند دارہون اور اُنمین سے ایک دار فروخت کیا گیا تو ان گھرون کے مالک سب شفیع ہونگے امام زاہد شیخ عبدالواحد شیبانی نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ یہ فنا مربع ہو اور اگر مدور ہوگی تو حق شفعہ جار ملاصق کو ملیگا یہ ظہیریہ مین ہے - ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک دار واقع ہے اُسکے اندر ایک بیت ہے اور وہ بیت دو آدمیون کا ہے اور دار مین ایک قوم شریک ہے پھر بیت مین سے ایک شریک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو پہلے حق شفعہ شریک کو ملیگا پس اگر اُسنے دیدیا تو پھر شرکاء دار کو ملیگا پس اگر اُنھون نے دیدیا تو سب اہل کوچہ کو ملیگا اور حق شفعہ مین سب لوگ برابر ہونگے پھر اگر اہل کوچہ نے بھی دیدیا تو جار ملاصق کو ملیگا اور جار ملاصق وہ شخص جو اس دار کی پشت پر رہتا ہے اور اُسکے دار کا دروازہ دوسرے کوچہ کیطرف ہے امام خصاف رح کے ادب القاضی کے باب شفعہ کی شرح مین لکھا ہے کہ پھر اگر اس دار کے ملاصق جسمین یہ بیت مبیعہ واقع ہے کئی آدمی ہون تو جو جار ملاصق اس بیت مبیعہ کا ہے وہ اور جو انتہاے دار سے ملاصق ہے نہ اس بیت سے دونون حق شفعہ مین یکسان ہونگے یہ محیط مین ہے - ایک دار دو شریکون مین مشترک ایک کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہے اُنمین سے ایک شریک نے اپنا حصہ دار کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو شفعہ پہلے شریک دار کو ملیگا پس اگر اُسنے حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو اُس شخص کو ملیگا جو اپنے دار اور اس دار کے درمیانی دیوار مین شریک ہے پس اگر اُسنے بھی دیدیا تو اہل کوچہ کو ملیگا اور سب لوگ اس حق شفعہ مین برابر ہونگے پس اگر اُنھون نے بھی دیدیا تو اُس جار (یعنے پڑوسی) کو ملیگا جسکے دار کی طرف اس دار کی پشت ہے اور اُسکے دار کا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے اور امام خصاف رح کے ادب القاضی مین لکھا ہے کہ پھر واضح ہو کہ جو جار رستہ کے شریک سے موخر ہے وہ ایسا جار ہے جو دونون دارون کے درمیانی دیوار مشترک کے نیچے کی زمین مین شریک نہو اور اگر شریک ہوگا تو وہ موخر نہوگا بلکہ استحقاق شفعہ مین مقدم ہوگا اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک زمین دو آدمیون مین مشترک ہو اور مقسوم نہو اُسمین اُن دونون نے بیچ مین ایک دیوار بنائی پھر باقی زمین کو

باہم تقسیم کرلیا پس دیوار اور جو زمین دیوار کے نیچے رہی وہ دونون مین مشترک ہوگی پس ایسا جارہ بعض مبیع مین شریک ٹھہرا۔ اور اگر ان دونون نے تمام زمین کو باہم تقسیم کرکے اُسکے درمیان مین ایک خط کردیا پھر دونون مین سے ہر ایک نے کچھ کچھ مال دیکر دیوار بنائی تو دونون مین سے ہر ایک زمین کے لحاظ سے دوسرے کا فقط پڑوسی ہوگا اور عمارت مین شریک ہوگا اور عمارت کی شرکت موجب شفعہ نہین ہوتی ہے اور امام قدوری نے ذکر کیا کہ جو شخص دیوار کے نیچے کی زمین مین شریک ہے وہ امام محمد رح کے نزدیک اور دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح کے نزدیک بمنزلہ شرکت تمام مبیع مین مستحق شفعہ ہوتا ہے پس اُس پڑوسی سے جسکا پڑوس تمام مبیع سے ملاصق ہے مقدم ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے اور امام کرخی رح نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رح سے جو روایتین آئی ہین اُنمین سے اصح روایت یہ ہے کہ جو شخص دیوار مین شریک ہے وہ باقی دار کے حق شفعہ مین بہ نسبت جار کے اولی و مقدم ہے۔ اور فرمایا کہ امام محمد رح سے ایسے چند مسائل مروی ہین جو اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ جو شخص دیوار مین شریک ہے وہ اولی و اقدم ہے چنانچہ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک دیوار دو شخصون کے درمیان مین ہے کہ ہر ایک کی اُسپر لکڑیان رکھی ہوئی ہین اور دیوار کا دونون مین مشترک ہونا فقط اسی وجہ سے ثابت و معلوم ہوتا ہے کہ اُسپر دونون کی لکڑیان رکھی ہین پھر ان دونون دارون مین سے ایک فروخت کیا گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر دوسرے کے مالک نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ دیوار ہم دونون مین مشترک ہے تو وہ بہ نسبت پڑوسی کے شفعہ کا حقدار ہوگا اسلیے کہ وہ شریک ہے اور اگر اُسنے گواہ قائم نکیے تو یہ اُسکو شریک نہ ٹھہراوگا اور امام محمد رح کا یہ قول کہ وہ بہ نسبت پڑوسی کے شفعہ کا حقدار ہوگا یعنے تمام دار کا حقدار ہوگا نہ فقط اس دیوار مشترک کا اور یہ معنی مقتضاے ظاہر اطلاق ہے یہ بدائع مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ جہان تک ہوسکے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو جار کے واسطے جبھی حق شفعہ ثابت ہوگا کہ جب جار نے بیع کی خبر سُنتے ہی شفعہ طلب کیا ہو اور اگر نہ طلب کیا ہو تو اُسکو حق شفعہ حاصل نہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک دار کبیر مین چند مقصورات ہین پس مالک دار نے اُسمین سے ایک مقصورہ یا قطعہ معلومہ یا بیت فروخت کیا تو اُسکے پڑوسی کو اس مبیع مین حق شفعہ حاصل ہوگا چاہے دار کے کسی جانب کا پڑوسی ہوا سلیے کہ یہ مبیع تمام دارین سے ہے اور شفیع اس دار کا جار ہے پس اس مبیع کا بھی جار ہوا اور اگر اُسنے مشتری کو حق شفعہ دیدیا پھر مشتری نے یہ مقصورہ یا قطعہ مبیعہ فروخت کیا تو اب اُس جار کو شفعہ نہ ملیگا بلکہ اُس شخص کو ملیگا جو اس مقصورہ یا قطعہ مبیعہ کا جار ہے اسواسطے کہ مبیع مشتری کی ملک مین ایک علحدہ مقصود بنکر ہوگئی پس بمنزلہ دار ہونے سے خارج ہوگئی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک مکان مین سے نیچے کا مکان دو شخصون مین مشترک ہے (مثلاً زید و عمرو) اور اُسکا بالاخانہ زید و خالد دو شخصون مین مشترک ہے پس زید نے جو نیچے و اُوپر دونون مین شریک ہے اپنا حصہ فروخت کیا تو نیچے کے مکان مین جو شخص اُسکے ساتھ شریک ہے اُسکو اُسکے نیچے کے حصہ مین حق شفعہ حاصل ہوگا اور بالاخانہ مین جو شخص شریک ہے اُسکو حصہ بالاخانہ مین حق شفعہ ہوگا اور نیچے کے مکان مین جو شخص شریک ہے اُسکو بائع کے حصہ بالاخانہ مین حق شفعہ نہوگا اور جو بالاخانہ مین شریک ہے اُسکو نیچے کے مکان کے حصہ بائع مین حق شفعہ نہوگا اسواسطے کہ نیچے کے مکان کا شریک بالاخانہ کا جار ہے یا حقوق بالاخانہ مین شریک ہے اگر بالاخانہ کا راستہ نیچے کے مکان مین سے ہو اور بالاخانہ کا شریک نیچے کے مکان کا جار ہے یا حقوق کا شریک ہے اگر بالاخانہ کا راستہ اس دار مین سے ہو پس جو شخص عین بقعہ مین شریک ہے

وہ حق شفعہ کے واسطے اولی واقدم ہی اگر ایک دار پر ایک شخص کا بالاخانہ ہو اور بالاخانہ کا راستہ اس دار میں سے ہو اور باقی دار دوسرے شخص کا ہو پھر بالاخانہ کے مالک نے بالاخانہ مع اُسکے راستہ کے فروخت کیا تو استحساناً حق شفعہ نیچے کے مکان کے مالک کو حاصل ہوگا اور اگر اس بالاخانہ کا راستہ دوسرے شخص کے دار میں سے ہو اور بالاخانہ فروخت کیا گیا تو جسکے دار میں علو کا راستہ ہو وہ بہ نسبت اُسکے جسکے دار پر بالاخانہ ہو حق شفعہ کا مستحق ہوگا پھر اگر صاحب الطریق نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا پس اگر بالاخانہ کا کوئی جار ملازق نہو تو بسبب جوار کے اُسکو حق شفعہ ملیگا جسکے دار پر بالاخانہ ہی - اور اگر بالاخانہ کا جار ملازق موجود ہو تو وہ شخص مع اُس شخص کے جسکے دار پر بالاخانہ واقع ہی وہ دونوں حق شفعہ میں لے سکتے ہین اسواسطے کہ دونوں جار ہین - اور اگر بالاخانہ کا جار اُسکے ملازق نہو بلکہ بالاخانہ اور اُسکے مسکن کے درمیان دار کا کوئی ٹکڑا واقع ہو تو اُس جار کو حق شفعہ نہ ملیگا - اور اگر نیچے کے مکان کے مالک نے نیچے کا مکان فروخت کیا تو بالاخانہ والا اُسکا شفیع ہوگا اور اگر وہ دار فروخت کیا گیا جسمیں علو کا راستہ ہو تو بالاخانہ والا بہ نسبت جار کے مستحق شفعہ ہوگا یہ بدائع میں ہی - ایک دار زید وعمرو کے درمیان مشترک ہو اور اس دار میں ایک دیوار زید وخالد کے درمیان مشترک ہو پس زید نے اپنا حصہ دار و دیوار فروخت کیا تو جو شخص دار میں شریک ہی وہ بہ نسبت شریک دیوار کے حق شفعہ دار کا مستحق ہوگا اور جو دیوار میں شریک ہی وہ دیوار کی شفعہ میں زیادہ مستحق ہی اور باقی دار کا جار ہی اسیطرح اگر ایک دار دو شخصون میں مشترک ہوا اور اُسمیں ایک کنوان ایک شریک اور کسی دوسرے کے درمیان مشترک ہو پس دار و کنوئین کے حصہ دار نے اپنا کنوئین و دار کا حصہ فروخت کیا تو دار کا شریک حصہ دار کے حق شفعہ کا مستحق ہی اور کنوئین کا شریک حصہ چاہ کے حق شفعہ کا مستحق ہی اور باقی دار کے حصہ کا جار ہی یہ نہایہ میں ہی - ایک دار میں تین شخص برابر شریک ہین سوائے موضع چاہ یا طریق کے پس جو شخص تمام میں شریک ہی اُسنے تمام دار میں سے اپنا حصہ فروخت کیا تو جو شریک ایسا ہی کہ اسکا تمام دار میں حصہ ہی بہ نسبت اُس شریک کے جسکا بعضے دار میں حصہ ہی حق شفعہ کا زیادہ مستحق ہی اسواسطے کہ اُسکی شرکت اعم ہی اور جو اقوی ہو وہی استحقاق شفعہ میں مقدم ہوگا یہ مبسوط میں ہی - صاحب الطریق بہ نسبت صاحب مسیل الماء کے حق شفعہ میں اولی ہی بشرطیکہ رقبہ مسیل الماء اسکی ملک نہو اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک دار فروخت کیا گیا اور اسمیں ایک شخص کا راستہ ہی اور دوسرے کا پانی بہنے کا استحقاق ہی تو صاحب الطریق بہ نسبت صاحب مسیل الماء کے استحقاق شفعہ میں اولی ہی یہ محیط میں ہی - ایک دار میں تین بیت ہین اسطرح کہ مقدم دار میں ایک بیت ہی پھر دوسرا اُسکے پہلو میں پھر تیسرا دوسرے کے پہلو میں اور ہر بیت کا ایک ہی ایک شخص مالک ہی پھر ان مالکون میں سے ایک نے اپنا بیت فروخت کیا پس اگر ان بیوت کا راستہ دار میں ہو تو باقی دونوں آدمیون کو راستہ کی شرکت کی وجہ سے حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر ان بیوت کے دروازہ دار میں نہون بلکہ ایک کوچہ نافذہ میں ہون پس اگر درمیانی بیت بیچا گیا تو حق شفعہ اول و آخر کو ملیگا اور اگر اول بیچا گیا تو حق شفعہ درمیانی بیت والے کو ملیگا اور اگر آخر والا بیچا گیا تو حق شفعہ فقط درمیانی بیت کے مالک کو ملیگا - ایک دار میں تین بیت ایک دوسرے پر واقع ہین اور ہر ایک کا ایک ایک شخص مالک ہی پھر ایک نے اپنا بیت فروخت کیا تو باقی دونون اُسکی شفعہ میں شریک ہونگے بشرطیکہ سب بیوت کا راستہ اس دار میں ہو اور اگر بیوت کے دروازے کوچہ میں ہون پس اگر بیچ والے نے فروخت کیا

تو اعلی و اسفل کو استحقاق شفعہ ہوگا اور اگر اعلے نے فروخت کیا تو درمیانی کو اور اگر اسفل نے فروخت کیا تو بھی درمیانی کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک دار مین تین بیت ہین اور باقی میدان ہی اور میدان تین دیوان مین مشترک ہی اور بیوت انمین سے دو شخصون مین مشترک ہین پس ہر دو مالکان بیوت مین سے ایک نے اپنا حصہ بیوت و میدان اُس شخص کے ہاتھ جو بیوت و میدان مین اُسکا شریک ہی فروخت کیا تو باقی دونون آدمیون کو جو صحن مین اسکے شریک ہین استحقاق شفعہ نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک دار ایک شخص کا ہی اور اُسمین ایک بیت ہی جو اُسکے اور ایک دوسرے کے درمیان مشترک ہی پس مالک دار نے اپنا دار فروخت کیا اور جار نے شفعہ طلب کیا اور بیت کے شریک نے بھی شفعہ طلب کیا تو بیت کا شریک حصہ بیت کے حق شفعہ مین اولی ہوگا اور باقی دار پڑوسی اور اس شریک کے درمیان نصفا نصف حق شفعہ مین مل سکتا ہی یہ بدائع مین ہی - امام ابو یوسف سے مروی ہی کہ ایک شخص نے ایک دیوار مع اُسکی زمین کے خریدی پھر باقی دار خریدا پھر دیوار کے جار نے شفعہ طلب کیا تو اُسکو دیوار کا شفعہ ملیگا اور باقی دار مین حق شفعہ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک دریبہ غیر نافذ مین ایک قوم کے گھر واقع ہین پھر ان گھرون مین سے ایک گھر کے مالک نے ایک بیت جو رستے کو جو کی راہ پر ہی اس شرط سے فروخت کیا کہ مشتری اُسکا دروازہ بڑے رستہ کیطرف تو ڑلے اور اس بیت کا جو رستہ دریبہ مین تھا وہ فروخت نکیا تو اصحاب دریبہ کو استحقاق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ وقت بیع کے رستہ مین اُنکی شرکت موجود تھی - اور اگر اہل دریبہ نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا پھر مشتری نے اسکے بعد وہ بیت فروخت کیا تو اہل دریبہ کو استحقاق شفعہ اسوجہ سے حاصل نہوگا کہ دوسری بیع کے وقت اُنکی شرکت باقی نہین رہی پس حق شفعہ جار ملاصق کو ملیگا اور وہ مالک دار ہی اسیطرح اگر دار مین سے کوئی قطعہ بغیر اُسکے اُس رستہ کے جو دریبہ مین ہی فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک دریبہ غیر نافذہ کی انتہا پر ایک مسجد خطہ ہی اور اس مسجد خطہ کا دروازہ دریبہ مین ہی اور مسجد کی پشت یا دوسری جانب بڑے رستہ کی طرف ہی تو ایسا دریبہ دریبۂ نافذہ ہی اگر اسمین کوئی دار فروخت کیا جاے تو اُسکا حق شفعہ فقط جار کو ملیگا اور مسجد خطہ سے وہ مسجد مراد ہی جسکو امام المسلمین نے وقت تقسیم تقسیمت کے خط کر دیا ہو - اور یہ حکم اسواسطے ہی کہ جب مسجد خطہ ٹھہری اور اُسکی پشت بڑے رستہ کیطرف ہوئی اور مسجد کے گرد ایسے گھر نہوئے جو مسجد اور بڑے رستہ کے درمیان حائل ہون تو یہ دریبہ بمنزلۂ دریبہ نافذہ کے ہوگا - اور اگر مسجد اور بڑے رستہ کے درمیان ایسے گھر ہون جو اس مسجد اور بڑے رستہ مین حائل ہون تو اہل دریبہ کو بوجہ شرکت کے شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ یہ دریبہ نافذہ نہوگا اور اگر مسجد خطہ انتہا پر نہو بلکہ ابتداے کوچہ مین واقع ہو پس اگر ابتداے کوچہ سے مسجد تک نافذ پایا جاوے تو اُسمین سواے جار ملاصق کے کسی کو شفعہ حاصل نہوگا اور اسکے ماسوائے غیر نافذ ہوگا حتے کہ اس کوچہ سے لوگون کو سب کو شفعہ حاصل ہوگا - اور اگر یہ مسجد خطہ نہو مثلاً اہل دریبہ مین سے کسی شخص نے دوسرے سے مکان دریبہ مین خرید کر اُسکو مسجد بنا دیا ہو اور اُسکا دروازہ دریبہ کیطرف رکھا ہو خواہ بڑے رستے کیطرف اُسکا دروازہ رکھا ہو یا نہ رکھا ہو پھر ایک شخص نے اہل دریبہ مین سے اپنا دار فروخت کیا تو بوجہ شرکت کے اہل دریبہ کو شفعہ کا استحقاق ہوگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص مالک خان ہی اور خان مین ایک مسجد ہی جسکو اُسنے جدا کر کے لوگون کو اُسمین اذان دینے و جماعت سے نماز پڑھنے کا اذن عام دیدیا پس لوگون نے ایسا ہی کیا اور وہ مسجد جماعت ہوگئی پھر مالک خان نے خان کا ہر ہر حجرہ ایک ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا یہان تک کہ وہ دریبہ ہوگیا پھر انمین سے ایک حجرہ فروخت کیا

تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکا حق شفعہ سب لوگون کو جو حجرون کے مالک ہین حاصل ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی
ایک دار مین ایک دروازہ دریبہ کیطرف ہی اور دار کے دوسرے دروازہ سے بڑے راستہ کیطرف نکل گیا ہی پس اگر یہ
راستہ عام لوگون کی رہگذر ہو تو اہل دریبہ کو حق شفعہ نہوگا اسلیے کہ کوچہ نافذہ ہی اور اگر یہ راستہ خاص اہل دریبہ کا ہو
تو اہل دریبہ سب شفیع ہونگے کیونکہ کوچہ غیر نافذہ ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور زقیقات کہ جنکی پشت وادی ہی دو صورت
سے خالی نہین اگر موضع وادی در اصل مملوک ہو پھر انھون نے اُسکو وادی بنا دیا تو یہ اور وہ مسجد جسکو انتہاے
کوچہ پر بنا لیا ہی حکماً یکسان ہین اور اگر وہ وادی در اصل ایسا ہی وادی ہو تو یہ اور مسجد خطہ حکماً یکسان ہین ایسا ہی
امام زاہد شیخ عبد الواحد شیبانی سے منقول ہی اور شیخ موصوف رح فرماتے تھے کہ بخارا کے زقیقات جنکی پشت پر
وادی ہی اگر ان زقیقون مین سے کسی زقیقہ کا دار فروخت کیا جاوے تو سب اہل زقیقہ شفیع ہونگے اور یہ مثل طریق
نافذہ کے قرار نہ دیا جائیگا پس شاید شیخ موصوف رح نے اس وادی کا مملوک ہونا معلوم کیا ہو - اور شیخ اجل شمس الائمہ
سرخسی ان زقیقات کا حکم مثل حکم کوچہ نافذہ کے قرار دیتے تھے اور بعضے علما نے فرمایا کہ جائز ہی کہ بخارا مین جنکی انتہا پر وادی ہی وہان تقدم
پر قیاس کیے جاوین اور امر شفعہ کا مبنی نفاذ حادث ونفاذ خطہ پر رکھا جاوے یہ محیط مین ہی - کوچہ غیر نافذہ مین اگر کوئی دار فروخت کیا گیا
تو حق شفعہ تمام اہل کوچہ کو ملیگا اور کوچہ غیر نافذہ کے مدور یا ممعوج یا مستقیم ہونے سے حکم مین فرق نہوگا یہ ملتقط مین ہی - ایک کوچہ
غیر نافذہ مین ایک عطف مدور ہی جسکو فارسی مین (گرد) کہتے ہین اور اس عطف مین چند منزل ہین پھر ایک شخص نے علی یا اسفل
کوچہ مین یا عطف مین ایک حویلی فروخت کی تو حق شفعہ تمام شریکون کو ملیگا اور اگر عطف مدور نہو مثلاً کوچہ مذکور مدور دکھایا گیا ہو کہ ہر جانب
زقیقہ ہو اور کوچہ مین اور دونون زقیقون مین گھر ہون پھر ایک شخص نے عطف مین اپنی حویلی فروخت کی تو حق شفعہ فقط اصحاب عطف
کو ملیگا اہل کوچہ کو نہ ملیگا اور اگر کوچہ مین کسی نے اپنی حویلی فروخت کی تو اُسمین سب لوگ شفیع ہونگے - اور حاصل یہ ہی کہ عطف کے
مدور ہونے سے وہ کوچہ حکم مین دو کوچون کے نہین ہو جاتا ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ ایسے عطف سے گھرون کی ہیئات
متغیر نہین ہوتی ہی جیسے کہ کوچہ مین دو زقیق ہونے سے تغیر نہین ہوتی ہی اور اگر عطف مدور ہو تو وہ دوسرے کوچہ
کے حکم مین ہو جاتا ہی کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ ایسے عطف سے گھرون کی ہیئات بدل جاتی ہی پس گویا کوچہ کے اندر
کوچہ ہو گیا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک کوچہ طول مین بڑھایا گیا ہی اور اُسکے اسفل مین دوسرا کوچہ ہی جو نافذ نہین ہی اور
ان دونون کے بیچ مین دریبہ حائل ہی اور اول کوچہ کے لوگون کا دوسرے مین کچھ حق نہین ہی پس کوچہ علیا مین
کوئی دار فروخت کیا گیا تو کوچہ اسفل والون کو بھی حق شفعہ ملیگا کیونکہ اُنکی شرکت موجود ہی اور اگر کوچہ اسفل مین
فروخت کیا گیا تو شفعہ فقط اہل اسفل کو ملیگا اسیطرح اگر کوچہ مذکور مین زائغہ واقع ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ قنیہ مین ہی -
منتقی مین لکھا ہی کہ ابن سماعہ رح نے امام ابو یوسف رح سے اُنھون نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ ایک دریبہ
مین ایک زائغہ ہی تمام دریبہ کو مدور گھیرے ہوئے ہی اور اس زائغہ مین جسپر دریبہ ہی ایک دار فروخت کیا گیا تو یہ لوگ سب
اُسکے شفعہ مین شریک ہونگے اور اگر دریبہ مستطیل ہو اور اُسمین زائغہ ہو مگر ایسا نہو جیسا مین نے تجھسے بیان کیا ہی
بلکہ وہ کوچہ کے مشابہ ہو تو زائغہ کے گھرون کا حق شفعہ اہل زائغہ کو ملیگا اور اہل دریبہ اُنکے حق شفعہ مین شریک
نہونگے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ دونون یکسان ہین اور اہل زائغہ اپنے گھرون کے حق شفعہ مین شریک ہونگے
اور اہل دریبہ اُنکے شریک نہونگے یہ ذخیرہ مین ہی - ہشام رح نے امام محمد رح سے روایت کی ایک شخص نے دوسرے دار مین سے

ایک بیت جو اس شخص کے دار کے پہلو مین ہی خرید کر اسکا دروازہ اپنے دار کیطرف پھوڑ لیا پھر فقط اس بیت کو فروخت کیا پس اس شخص کا جار آیا اور اُسنے اس بیت کو شفعہ مین طلب کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا ہی کہ اگر مشتری نے اس بیت کا دروازہ اُس دار کیطرف سے بند کر دیا تھا اور اپنے دار کیطرف پھوڑ لیا تھا یہانتک کہ یہ بیت اُسکے دار مین سے شمار ہوتا تھا تو اُسکے پڑوسی کو اس بیت کا حق شفعہ ملیگا - حسن بن زیاد کی کتاب الشفعہ مین لکھا ہی کہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک عطف سفر دو واقع ہی اور یہ عطف اپنے دوسرے کنارہ سے اسی کوچہ مین جسمین واقع ہی نافذ ہوگئی ہی پس اس عطف مین ایک دار فروخت کیا گیا تو اسکا حق شفعہ فقط اُسی شخص کو ملیگا جسکا دار اس دامیعہ سے ملاصق ہی - اور اگر یہ عطف اس کوچہ مین نافذ نہوا ہو تو حق شفعہ تمام اہل عطف کو ملیگا پھر اگر اُنمون نے اپنا حق شفعہ شتری کو دیدیا تو اہل کوچہ کو اُسمین حق شفعہ حاصل نہوگا یہ محیط مین ہی - ایک دار فروخت کیا گیا اور اُسکے دو دروازے دو زقاق مین ہین تو دیکھا جائیگا کہ اگر در اصل وہ دار واحد دو دروازہ ہون کہ ہر ایک کا دروازہ ایک ایک زقاق مین ہو اور اُسکو کسی شخص نے خرید کر درمیانی دیوار دور کرکے دونون کو ایک کر دیا ہو تو ہر زقاق والون کو اختیار ہوگا کہ اپنی طرف کے متصل دار کو حق شفعہ مین لے لین اور اگر در اصل ایک ہی دار ہو مگر اُسکے دو دروازے ہون تو دونون زقاق والون کو پورے دار مین برابر حق شفعہ حاصل ہوگا اور اسکی نظیر یہ ہی کہ اگر ایک زقاق ہو اور اُسکے اسفل مین دوسرا زقاق اسکے پوری جانب تک ہو پھر اُنکی درمیانی دیوار دور کر دی گئی حتکہ دونون ایک کوچہ ہو گئے تو ہر زقاق والون کو فقط اپنی ہی زقاق کے بیع مین شفعہ ملیگا دوسری جانب مین نہ ملیگا - اسیطرح اگر کوچہ غیر نافذہ کے اسفل کی دیوار دور کر دی گئی یہان تک کہ کوچہ نافذہ ہوگیا تو سب اہل کوچہ کو اشتراک استحقاق شفعہ حاصل رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - شفعۃ الاصل کے آخر مین لکھا ہی کہ ایک دار مین ایک حجرہ دو آدمیون مین مشترک ہی پس ایک شریک نے اپنا حصہ حجرہ دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو اسکی دو صورتین ہین کہ اگر حجرہ دونون مین منقسم ہو تو حق شفعہ اُس دار کے راستہ کے شریکون مین مشترک ہوگا فقط شریک حجرہ کو نہ ملیگا پھر اگر دار کے راستہ کے شریکون نے شفعہ دیدیا تو دار کے جار ملاصق کو ملیگا یہ محیط مین ہی - ایک قوم نے ایک زمین خرید کر اُسکو اسطرح تقسیم کر لیا کہ ہر ایک نے ایک دار کی جگہ لے لی اور اُسمین سے ایک کوچہ مشترک اپنی آمد و رفت کے لیے چھوڑ دیا پس وہ کوچہ محدود و ذخیرہ نافذ رہگیا پس اس کوچہ کی انتہا پر ایک دار فروخت کیا گیا تو سب لوگ اُسکی شفعہ مین شریک ہونگے اور جس شخص کا دار اس دار مبیعہ سے اگلی طرف ہو یا پچھلی طرف ہو حق شفعہ مین دونون برابر ہین اسیطرح اگر اُن لوگون نے اپنے باپ دادا سے اسیطور پر میراث مین پایا ہو اور یہ نہ جانتے ہون کہ اسکی اصل کیونکر تھی تو یہ صورت اور صورت مذکورہ دونون حکماً یکسان ہین کذا فی المبسوط فی باب الشفعۃ فی البیع وغیرہ - اگر ایک دار مین سے ایک بیت خریدا اُسکا بالاخانہ دوسرے شخص کا ہو اور بیت مبیعہ کا راستہ دوسرے دار مین ہو تو اُسکا حق شفعہ فقط اُسکو ملیگا جسکے دار مین اس بیت کا راستہ ہی پھر اگر اُسنے شفعہ دیدیا تو حق شفعہ بالاخانہ والے کو بسبب حق جوار کے حاصل ہوگا کذا فی المبسوط فی باب الشفعۃ فی العروض اگر ایک دار مبیعہ کے دو جار ہون اُنمین سے ایک غائب ہو اور دوسرا حاضر ہو پس حاضر نے ایسے قاضی سے نالش کی جو شفعہ بالجوار کا قائل نہین ہی پس اُسنے حاضر کا شفعہ باطل کر دیا پھر غائب حاضر ہوا اور اُسنے ایسے قاضی سے نالش کی جو شفعہ بالجوار کا قائل ہو تو اس طالب شفعہ کے نام پورے دار کی شفعہ کی ڈگری کریگا - اور اگر قاضی اول نے فرمایا ہو کہ مین پورے شفعہ کو جو اس دار سے متعلق ہو

باطل کرتا ہون تو غائب کا حق شفعہ باطل نہوگا ایسا ہی امام محمد رحمہ نے فرمایا ہی اور یہی صحیح ہی یہ بدائع مین ہی - ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک دار اپنی اولاد کے واسطے میراث چھوڑا پھر اولاد مین سے ایک آدمی مرا اور اُسنے اپنا حصہ میراث اپنے تین بیٹون کے درمیان میراث چھوڑا پس تین مین سے ایک نے اپنا حصہ دار فروخت کیا تو اُسکے حق شفعہ مین بائع کے باپ کی اولاد اور سگے دادا کی اولاد سب برابر شفیع ہونگے کوئی کسی کے بہ نسبت اولی نہوگا یہ محیط مین ہی شفعہ حسن بن زیاد مین ہی کہ ایک قوم نے ایک دار جسمین چند منزل ہین میراث پایا اور باہم تقسیم کرلیا پس ہر ایک کے حصہ مین ایک منزل آئی اور راستہ باہم مشترک چھوڑ دیا پھر ایک مالک منزل نے اپنی منزل فروخت کردی اور باقی منازل کے مالکون نے حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو پڑوسی کو حق شفعہ حاصل ہوگا اگر اُسکے ملک منزل سبیعہ سے ملاصق ہو اور اگر اُس راستہ سے ملازق ہو جو سب مین باہم مشترک ہی اور منزل سبیعہ سے ملاصق نہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ منزل سبیعہ کو بسبب جوار طریق مشترک کے شفعہ مین لے لے اور اگر ملازق منزل یا ملازق طریق مشترک نہو بلکہ اس دار کی کسی دوسری منزل سے ملازق ہو تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا - پس یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہی کہ حق شفعہ جسطرح مبیع کے پڑوسی کو ملتا ہی اُسیطرح حق المبیع کے پڑوسی کو بھی ملتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی شیخ ابو عمرو البصری کی کتاب الشرب مین ہی کہ ایک دار مین تین بیت ہین ہر بیت کا ایک ایک علیحدہ مالک ہی اور سب بیوت کا راستہ اس دار مین ہی مگر اس دار کا راستہ دوسرے دار مین ہی اور دوسرے دار کا ایک کوچہ غیر نافذہ مین ہی پس دار داخلہ کے بیوت مین سے ایک بیت فروخت کیا گیا تو باقی دونون بیت کے مالک بہ نسبت دار خارجہ کے مالک کے حق شفعہ مین اقدم ہونگے پھر اگر ان دونون نے اپنا حق مشتری کو دیدیا تو دار خارجہ کے مالک کو شفعہ ملیگا پس اگر اُسنے بھی دیدیا تو تمام اہل کوچہ حق شفعہ مین شریک ہونگے - ایک زمین چند آدمیون مین مشترک تھی اُسکو اُنھون نے باہم تقسیم کرلیا مگر راستہ اپنے درمیان مشترک چھوڑ دیا اور اُسکو نافذہ بنایا پھر راستہ کے دائین بائین گھر بنائے اور اُنکے دروازے کوچہ کیطرف رکھے پھر بعض نے اپنا دار فروخت کیا تو حق شفعہ سب لوگون کو برابر حاصل ہوگا - اور اگر اُن لوگون نے کہا ہو کہ ہم نے یہ راستہ مسلمانون کا - راستہ کردیا تو بھی یہی حکم ہی شیخ صدر الشہید رحمہ نے فرمایا کہ یہی حکم مختار ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک دار خریدا پھر اسی کوچہ مین دوسرا دار خریدا تو اہل کوچہ کو دار اول کے حق شفعہ لینے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ دار اول خریدنے کے وقت مشتری شفیع نہ تھا پھر دوسرے دار مین مشتری بھی اہل کوچہ کے ساتھ شفیع ہوگیا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہی پھر ایک شخص نے ہر ایک کا حصہ ہر ایک سے ایک بعد دوسرے کے خرید لیا تو جار کو بحق شفعہ اختیار ہوگا کہ اول تہائی لے لے اور باقی دو تہائی لینے کی اُسکو کوئی راہ نہوگی - اور اگر ایک دار چار آدمیون مین مشترک ہو پھر ایک شخص نے تین آدمیون کا حصہ ایک بعد دوسرے کے خرید لیا اور چوتھا شریک غائب ہی پھر وہ حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اول کا حصہ شفعہ مین لے لے اور باقی دو حصہ دارون کا حصہ لینے مین مشتری کا شریک ہوگا - اور اگر چارون شریکون مین سے ایک شریک نے دو شریکون کا حصہ ایک بعد دوسرے کے خریدا ہو پھر چوتھا شریک حاضر ہوا تو دونون حصون مین شریک شفعہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ہارونی مین لکھا ہی کہ ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہی پس ایک شخص نے انمین سے ایک کا حصہ خریدا پھر دوسرے شخص نے دوسرے کا حصہ خریدا پھر تیسرا شریک جسنے اپنا حصہ نہین فروخت کیا ہی

تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونون حصے حق شفعہ مین لے لے اور اگر تیسرا شریک حاضر نہواتھا کہ پہلا مشتری دوسرے مشتری کے پاس آیا اور شفعہ طلب کیا تو اُسکو ایسا اختیار حاصل ہوگا اور اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کردی جاویگی پس دونون حصے اُسکے ہو جاوینگے پھر اسکے بعد اگر تیسرا شریک جو غائب تھا حاضر ہوا اور اُسنے شفعہ طلب کیا تو جو حصہ مشتری اول نے لیا تھا وہ پورا لے لیگا اور جو حصہ دوسرے نے خریدا تھا اُسمین سے آدھا لے لیگا - اور اگر تیسرا شریک ایسے وقت مین آگیا کہ ہنوز قاضی نے مشتری اول کے نام دوسرے مشتری کے خرید کردہ حصہ کی شفعہ کی ڈگری نہین کی ہو تو تیسرے شریک کے نام پورے دونون حصون کی ڈگری ہوگی یہ محیط مین ہی ایک دار فروخت شدہ مین دوسرے شخص کا حق مسیل الماء ہی تو اُسکو بسبب جوار کے حق شفعہ حاصل ہوگا اور مسیل مثل شرب کے نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر ایک شخص کی زمین مین دوسرے کی نہر ہو اور اُسپر ایک بیت کے اندر ایک پن چکی ہو پھر مالک نہر و پن چکی و بیت نے سب فروخت کیا پس مالک زمین نے سب مین شفعہ طلب کیا تو اُسکو شفعہ ملیگا اور اگر اس زمین اور موضع پن چکی کے درمیان کسی دوسرے کی زمین ہو اور دوسری جانب نہر کی دوسرے شخص کی ہو اور ان دونون سے بھی شفعہ طلب کیا تو ان دونون کو بھی حق شفعہ مین اس مال مبیع کے لینے کا اختیار ہوگا کیونکہ وہ دونون نے بھی حق جوار نہین یکسان ہین اگر چہ ان شفیعون مین سے بعضے کا جوار پن چکی کی جانب قریب ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر دجلہ کے مانند کسی نہر کبیر سے ایک چھوٹی نہر ایک قوم کے واسطے جاری ہو اور ان لوگون کی اراضی کا پانی اسی نہر صغیر سے ہوگیا پھر نہر صغیر والون مین سے کسی نے اپنی زمین مع اُسکے شرب کے فروخت کی تو جن لوگون کی اراضی کا پانی اس نہر صغیر سے ہی وہ لوگ اسکی شفعہ مین حقدار ہونگے اُنمین جو شخص اس زمین مبیعہ سے نزدیک ہو وہ اور جو دور ہی وہ سب یکسان ہونگے اور اگر اس زمین مبیعہ کے ساتھ ملا ہوا دوسرا قطعہ زمین ہو جسکا پانی بڑی نہر سے ہی تو اُسکا مالک اس قطعہ مبیعہ کے شفعہ مین اُن لوگون کے ساتھ جنکی اراضی کا پانی نہر صغیر سے ہی مشترک نہوگا - اور کتاب ہلال البصری مین ہی کہ ایک نہر پیچیدہ کے سامنے کی یا پیچھے کی زمینین فروخت کی گئین پس اگر اُسکی پیچیدگی بتربیع ہو تو وہ نہر حکما مثل دو نہر کے ہوگی تو فقط موضع پیچیدگی تک کے شرب کے شریکون کو حق شفعہ ملیگا پھر اگر انھون نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو پھر باقیون کو حاصل ہوگا جنکا اس نہر سے پہنچنے کا حق ہی - اور اگر پیچیدگی استدارۃ یا انحراف کے ساتھ ہو تو سب اہل نہر کو حق شفعہ حاصل ہوگا پس مشائخ نے ایسی پیچیدہ نہر کو مثل نہر واحد کے قرار دیا - منتقی مین بروایت ابن سماعہ رح امام محمد رح سے مروی ہی کہ ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہی انکی زمینین و باغات اس نہر پر واقع ہین جنکا شرب اسی نہر سے ہی اور یہ سب لوگ اُسمین شریک ہین پس جو زمین یا باغ انھین سے فروخت کیا جاویگا اُسمین یہ سب لوگ حق شفعہ مین شریک ہونگے - پھر اگر اُن لوگون نے ان زمینون و باغات کو گھر بنالیا اور اس پانی سے بے پروا ہوگئے تو اُنمین فقط بسبب جوار کے حق شفعہ رہیگا جیسا کہ شہر کے گھرون مین ہوتا ہی اور اگر ان زمینون مین سے ایسی باقی رہگئے جو زراعت کیجاوے اور باغات مین سے ایسا باقی رہا جو اس پانی سے سینچا جاوے تو یہ لوگ برحال خویش شرب و شفعہ مین باہم شریک رہینگے یہ محیط مین ہی - ایک نہر سے ایک قوم کا شرب ہی مگر نہر کی زمین دوسرے شخص کی ہی پھر ایک شخص نے اپنی زمین فروخت کی حالانکہ نہر کا پانی منقطع تھا تو بقول امام محمد رح کے اُن لوگون کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور بقیاس قول امام ابو یوسف رح کے

جس حال مین پانی منقطع تھا تو ان لوگون کو حق شفعہ نہ ملیگا جیسا اُنکا قول بالاخانہ منہدم مین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
اگر ایک شخص نے ایک نہر مع اُسکے رقبہ کے خریدی اور اعلاے نہر کے ایک طرف ایک شخص کی زمین واقع ہی اور اسفل
نہر کے ایک طرف دوسرے کے زمین واقع ہی تو ان دونون شخصون کو اعلے سے اسفل تک تمام نہر مین حق شفعہ حاصل
ہوگا اور یہی حکم کاریز چشمہ وکنوئین کا ہی پس یہ چیزین عقارات مین سے ہین کہ انمین بسبب جوار کے حق شفعہ حاصل
ہوتا ہی - اسیطرح اگر کاریز کا دھانہ کسی کی زمین مین ہو اور جہان اُسکا پانی ظاہر نکلکر بہتا ہی دوسرے کی زمین ہو تو اُسکے
دہانہ سے اُسکے پانی گرنے کی جگہ تک جہان تک پانی جاتا ہی اُسکے لوگون کو جوار حاصل ہوگا وہ سب لوگ اُسکی شفعہ مین شریک ہونگے - اور
اگر کوئی نہر خاص ایک شخص کی ہو جسپر اُسکی زمین بھی واقع ہو اور اُسپر اور لوگون کی بھی زمینین واقع ہون مگر اُنکا شرب
اس نہر سے نہو پھر مالک نہر نے فقط نہر کو فروخت کیا تو یہ سب لوگ اُسکے شفعہ مین شریک ہونگے کیونکہ اُنکی ملک اس نہر سے
متصل ہی اور اگر اُسنے فقط زمین کو بدون نہر کے فروخت کیا تو جسکی ملک اس زمین سے متصل ہی وہ حق شفعہ مین
باقیون سے اقدم ہوگا - اور اگر اُسنے نہر و زمین دونون کو فروخت کیا تو نہر کے حق شفعہ مین یہ سب لوگ برابر شریک
ہونگے کیونکہ سب کی ملک اس نہر سے متصل ہی اور زمین کے حق شفعہ مین وہ شخص جسکی ملک اس زمین سے متصل ہی
باقیون سے اقدم ہوگا کیونکہ اُسکی ملک اس زمین سے متصل ہی بمنزلہ ایک راستہ کے جو ایک شخص کے دار مین
واقع ہی اور خاص اُسکی ملک ہی اور اُسنے راستہ فروخت کیا تو جو شخص اس راستہ کا جار ہی وہ حق شفعہ مین بہ نسبت زمین
کے جار کے اولی ہوگا - اور اگر وہ شخص راستہ مین شریک ہو تو شفعہ دار مین لے لیگا اسواسطے کہ جار سے شریک مقدم
ہوتا ہی - اسیطرح اگر نہر مین شریک ہو تو حصہ زمین سے لیگا اور بہ نسبت باقی پڑوسیون کے احق و اقدم ہوگا اور راستہ
اور نہر مربات مین برابر ہین یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک شخص نہر مین شریک ہو تو شریک بہ نسبت اُس شخص کے جسکی
زمین مین نہر بہتی ہی حق شفعہ مین احق ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اعلاے نہر ایک شخص کا اور نہر کا اسفل
دوسرے کا ہی اور یہ نہر کسی غیر شخص کی زمین مین جاری ہی پھر ایک شخص نے مالک اعلی سے اُسکا حصہ نہر خریدا اور
مالک اسفل اور اُس شخص نے جسکی زمین مین نہر بہتی ہی دونون نے شفعہ کا دعوی کیا تو دونون کو بسبب جوار کے
شفعہ ملیگا - اسیطرح اگر مالک اسفل نہر سے کسی نے اُسکا حصہ خریدا اور اعلی النہر کے مالک نے شفعہ چاہا تو بسبب جوار کے
اُسکو ملیگا - اسیطرح اگر ایک کاریز ہو کہ اُسکا منفتح دو آدمیون مین کسی مقام معلوم تک مشترک ہو اور اس سے نیچے
دونون مین سے فقط ایک کی ہو پھر نیچے کے مالک نے فقط اپنا اسفل فروخت کیا تو شریک اور پڑوسی حق شفعہ
مین برابر ہونگے - ایک نہر ایک شخص کی ہی اُس سے دوسرے نے درخواست کی کہ مین تیری نہر مین سے کھود کر اپنی
زمین مین ایک نہر لیجاؤن اور ایسا ہی ہوا پھر نہر اول فروخت کی گئی حالانکہ وہ کسی دوسرے کی زمین مین جاری ہی تو بسبب
زمین اُسکے حق شفعہ کے واسطے اولی قرار دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی - نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی
کہ ایک دار ایک کوچہ خاصہ مین واقع ہی اُسکے مالک نے اُسکو بلا طریق فروخت کیا تو اہل کوچہ کو حق شفعہ حاصل ہوگا
اسیطرح اگر زمین بدون شرب کے فروخت کی تو اہل شرب کو حق شفعہ ملیگا پھر اگر یہ زمین یا یہ دار دوبارہ فروخت کیا
تو ان لوگون کو اُسمین حق شفعہ نہ ملیگا یہ ظہیریہ مین ہی - امام محمد رح نے اس صورت مین کہ ایک زمین قراح جسکے بیچ
مین ایک ساقیہ جاری ہی کہ قراح دونون جانب اسی ساقیہ سے سینچی جاتی ہی فروخت کی گئی اور دو شخص شفیع آئے

۵ یعنی دار یا زمین اُس سرزمین کے نہر کی زمین نہر والی ملک ہی ۱۲ منہ

۵ یعنی ان لوگون کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور یہ اسکے حق شفعہ کے برابر ہونگے منہ

جنمین سے ایک شخص قراح کے اس جانب اپنی ملک متصل رکھتا ہو اور دوسرا دوسری جانب ملک رکھتا ہو فرمایا کہ وے دونون قراح کے شفیع ہونگے اور یہ ساقیہ اس قراح کے حقوق مین سے نہین ہو پس حد فاصل معتبر نہوگی جیسے دیوار ممتد - اور اگر یہ ساقیہ جوار قراح مین ہو اور اس ساقیہ سے نہر جریب اس قراح سے خارج مینچا جاتا ہو تو بہ نسبت جار کے صاحب ساقیہ حق شفعہ کا ہی ہوگا یہ بدائع مین ہی -

تیسرا باب طلب شفعہ کے بیان مین - شفعہ عقد وجوار سے واجب ہوتا ہی - اور طلب واشہاد سے متاکد ہوجاتا ہو اور لے لینے سے ملک حاصل ہوتی ہی - پھر طلب کی تین قسمین ہین طلب مواثبہ - طلب تقریر اشہاد طلب تملیک - پس طلب مواثبہ یہ ہو کہ جسوقت شفیع نے بیع کو معلوم کیا تو چاہیے کہ اسیوقت اور اسی دم شفعہ طلب کرے اور اگر اُسنے سکوت کیا اور طلب نکیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور یہی روایت الاصل اور ہمارے اصحاب سے مشہور ہی اور ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی کہ اگر شفیع نے مجلس علم مین شفعہ طلب کیا تو اُسکو ملیگا ورنہ نہین بمنزلہ خیار مخیرہ وخیار القبول کے (کہ آخر مجلس تک ممتد ہوتا ہی) پھر مشائخ نے کیفیت لفظ طلب مین اختلاف کیا ہو اور صحیح یہ ہی کہ اگر اُسنے ایسی لفظ سے شفعہ طلب کیا جس سے طلب شفعہ سمجھی جاوے خواہ کسی لفظ سے طلب کیا ہو تو جائز ہی حتے کہ اگر اُسنے کہا کہ مین نے شفعہ طلب کیا یا شفعہ طلب کرتا ہون یا مین شفعہ طلب کرتا ہون تو جائز ہی اور اگر اُسنے مشتری سے کہا کہ مین تیرا شفیع ہون اور یہ دار تجھسے شفعہ مین لونگا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر شفیع نے بیع معلوم کرنے پر کہا کہ الحمد للہ یا سبحان اللہ واللہ اکبر یا اُسکا کوئی ساتھی چیخا اور اُسنے تشہیت کی یا کہا کہ السلام علیک اور مین نے اس دار کا شفعہ طلب کیا تو اس سے حق شفعہ باطل نہوگا اسیطرح اگر یہ کہا کہ کتنے خریدا ہی اور کتنے کو خریدا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر فارسی زبان مین یون کہا کہ (شفاعت خواہم) تو شفعہ باطل ہوجائیگا - اور بیع فاسد مین طلب شفعہ کا اعتبار اسوقت ہوگا جب حق بائع منقطع ہوا ہو وقت خرید کے نہوگا - اور بیع فضولی اور بیع بشرط الخیار للبائع مین امام ابو یوسف رح کے نزدیک طلب کا اعتبار وقت بیع کے اور امام محمد رح کے نزدیک وقت اجازت کے طلب شفعہ کا اعتبار ہی اور ہبہ بشرط العوض مین دو روایتین ہین ایک مین وقت قبضہ کے طلب کا اعتبار ہی اور دوسری مین وقت عقد ہبہ کے اعتبار ہی - اگر ایک دار کے شریک وجار نے اس دار کے فروخت ہونے کو سنا اور وہ دونون ایک ہی جگہ موجود تھے پس شریک نے شفعہ طلب کرلیا اور جار خاموش رہا پھر شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو جار کو یہ اختیار نہوگا کہ دار کو شفعہ مین لے لے - ایک دار فروخت کیگیا اُسکے دو شفیع ہین اُنمین سے ایک حاضر اور ایک غائب ہی پس حاضر نے نصف دار شفعہ مین طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا - اسیطرح اگر دونون حاضر ہون اور ہر ایک نے نصف مین شفعہ طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہوگیا یہ محیط سرخسی مین ہی - پھر واضح ہو کہ شفیع کو بیع کا علم کبھی خود سننے سے حاصل ہوتا ہی اور کبھی اُسکو دوسرے شخص کے خبر دینے سے حاصل ہوتا ہی لیکن اس خبر مین آیا عدد و عدالت شرط ہی یا نہین سو اسمین ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہی امام اعظم ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ ان دونون مین سے ایک بات شرط ہی خواہ مخبر کی تعداد پوری ہو یعنے دو مرد ہون یا ایک مرد دو عورتین ہون اور خواہ مخبر مین عدالت ہو - اور امام ابو یوسف وامام محمد رح نے فرمایا کہ مخبر مین نہ عدالت شرط ہی اور نہ عدد حتے کہ اگر شفیع کو ایک شخص نے بیع کی خبر دی خواہ یہ مخبر عادل ہو یا فاسق خواہ آزاد ہو یا غلام ماذون ہو یا محجور خواہ بالغ ہو یا نابالغ خواہ مذکر ہو یا مؤنث پس شفیع نے

سکوت کیا اور خبر برفی الفور بنا بر روایت الاصل کے یا فی المجلس بنا بر روایت امام محمد کے شفعہ طلب نکیا تو صاحبین رح کے نزدیک اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اگر خبر کا صدق ظاہر ہوا اور کرخی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا کہ ہمارے دور روایت مین سے یہ روایت اصح ہی یہ بدائع مین ہی اگر خبر دہندہ ایک ہی شخص غیر عادل ہو پس اگر شفیع نے اس خبر مین اُسکی تصدیق کی تو بالاجماع اُسکی خبر سے بیع ثابت ہو جائیگی اور اگر اس امر مین اُسکی تکذیب کی تو اُسکی خبر سے بیع ثابت نہوگی اگر صدق خبر ثابت ہو جاوے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک اُسکی خبر سے بیع ثابت ہو جائیگی جبکہ صدق خبر ظاہر ہو اپہ ذخیرہ مین ہی - اور طلب اشہاد یون ہوتی ہی کہ اپنے طلب مواثبہ کے گواہ کرلے تاکہ وجوب طلب علی الفور ستاکد ہو جاوے اور ایسا اشہاد صحت طلب کے واسطے شرط نہین ہی لیکن حق شفعہ مین توثیق ہو جاتا ہی جبکہ مشتری نے طلب شفعہ سے انکار کیا اور کہا کہ تو نے بیع سے آگاہ ہونے پر فوراً شفعہ نہین طلب کیا بلکہ طلب کو ترک کرکے تو مجلس سے کھڑا ہو گیا تھا اور شفیع کہتا ہی کہ مین نے طلب کیا تھا تو قول اس صورت مین مشتری کا مقبول ہی پس مضبوطی کے واسطے وقت طلب شفعہ کے گواہ کرلینا ضرور ہی - اور طلب اشہاد جب ہی صحیح ہوتی ہی کہ مشتری یا بائع یا مبیع کے حضور مین ہو پس امین سے کسی کے حضور کی حالت مین شفیع یون کہے کہ فلان شخص نے یہ دار یا ایک دار جسکے حدود اربعہ ذکر کرے خریدا ہی اور مین اُسکا شفیع ہون اور مین اُسکا شفعہ طلب کرچکا ہون اور اسوقت بھی طلب کرتا ہون تم لوگ اسپر شاہد رہو - پھر طلب الاشہاد ضرور ہی جبکہ شفیع اشہاد کا قابو پاوے پس جب اُسنے ان تین مین سے کسی کے سامنے شہاد کا قابو پاکر طلب اشہاد نکیا تو مشتری کی ذات سے ضرر دور کرنیکے واسطے اُسکا شفعہ باطل ہوگا پس اگر اُسنے اُن تین مین سے نزدیک کو چھوڑکر جو دور ہی اُنکی طرف کیا پس اگر یہ سب ایک ہی شہر مین ہون تو استحساناً اُسکا حق شفعہ باطل نہوگا اور اگر وہ جو دور ہی دوسرے شہر مین ہو یا اسی شہر کے کسی گانون مین ہو تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ مصر واحد اپنے نواحی والماکن کے ساتھ مثل مکان واحد کے قرار دیا گیا ہی اور ظاہر ہی کہ اگر یہ تینون ایک ہی مکان حقیقی مین موجود ہون مگر شفیع نے اقرب کو چھوڑکر ابعد سے طلب کیا تو جائز ہی پس ویسہی اس صورت مین بھی جائز ہی لیکن اگر بائع و اقرب کی طرف پہونچ جانیکے پھر چھوڑکر ابعد کی طرف چلا گیا تو ایسی صورت مین اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر ہنوز مشتری نے مبیع پر قبضہ نکیا ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا خواہ بائع کے حضور مین طلب اشہاد کرے یا مبیع کے حضور مین - اور اگر مبیع مشتری کے قبضہ مین ہو تو شیخ کرخی رح نے نوادر مین ذکر کیا کہ بائع پر اشہاد صحیح نہین ہی لیکن امام محمد رح نے جامع کبیر مین صریح فرمایا کہ بائع پر بعد تسلیم مبیع کے استحساناً اشہاد صحیح ہی نہ قیاساً یہ محیط سرخسی مین ہی - اور طلب مواثبہ کرنے کے بعد پھر طلب اشہاد کا بھی محتاج ہوگا کہ طلب مواثبہ کے وقت اُس سے طلب اشہاد ممکن نہو سکے مثلاً اُسنے بائع و مشتری و دار مبیعہ کی غیبت مین بیع کا حال سنا ہو اور اگر اُسنے ان تینون کے سامنے بیع کو سنکر طلب مواثبہ کے ساتھ گواہ کرلیے تو یہ کافی ہی اور دونون طلبون کے قائم مقام ہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہی اور طلب تملیک یہ ہی کہ قاضی کے سامنے اس غرض سے مرافعہ کرے کہ اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کردے اور اگر اُسنے اس طلب کو ترک کیا پس اگر اُسنے مثل مرض و حبس وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے ترک کی اور توکیل اُس سے نہو سکی تو اُسکا حق شفعہ باطل نہوگا اور اگر اُسنے بلا عذر خصومت ترک کی تو امام اعظم رح کے نزدیک اور دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا شفعہ

باطل نہو گا کذا فی المحیط السرخسی اور یہی ظاہر المذہب ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الہدایہ اور امام محمد رح و زفر رح سے اور ایک روایت مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اگر اُسنے اشہاد کر لیا اور ایک مہینہ تک بلا عذر خصومت ترک کر دی تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا کذا فتوی امام اعظم و امام ابو یوسف کے قول پر ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور طلب التملیک کی یہ صورت ہی کہ شفیع قاضی سے یون کہے کہ فلان شخص نے ایک دار خریدا ہی پھر اس دار کا محلہ اور حدود بیان کر دے اور مین اُسکا شفیع ہون بوجہ اپنے ایک دار کے پھر اُسکے حدود بیان کر دے پس آپ حکم فرماوین کہ وہ مجھے سپرد کر دے۔ پھر بعد اس طلب التملیک کے بھی شفیع کو دار شفعہ مین ملک حاصل نہین ہوتی ہی جب تک کہ قاضی حکم نہ دے یا مشتری اُس دار کو اُسکے سپرد نہ کر دے حتی کہ اگر بعد اس طلب کے قبل حکم قاضی یا قبل تسلیم مشتری کے کوئی دار اس دار مبیعہ کے پہلو مین فروخت کیا گیا پھر قاضی نے اُسکے واسطے حکم دیا یا مشتری نے اُسکو دار سپرد کر دیا تو شفیع کو دوسرے دار مبیعہ مین حق شفعہ حاصل نہو گا اور اسیطرح اگر حکم قاضی یا تسلیم مشتری سے پہلے شفیع نے اپنا دار فروخت کر دیا یا خود مر گیا تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اسکو امام خصاف رح نے اپنے ادب القاضی مین ذکر فرمایا ہی اور شفیع کو اختیار ہی کہ اُسوقت تک بحق شفعہ لینے سے انکار کرے اگرچہ مشتری اُسکو دیتا رہے جب تک کہ قاضی اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کرے یہ محیط مین ہی۔ اور جب شفیع نے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا تو قاضی اُسکے دعوی کی سماعت نکریگا جب تک کہ خصم حاضر نہو پس اگر وہ دار بائع کے قبضہ مین ہو تو سماعت دعوی کے واسطے بائع و مشتری دونون کا حاضر ہونا شرط ہی اسواسطے کہ شفیع ملکیت و قبضہ دونون کے واسطے حکم طلب کرتا ہی اور اس صورت مین ملکیت تو مشتری کی اور قبضہ بائع کا ہی پس دونون کی موجودگی شرط ہوئی اور اگر وہ دار مشتری کے قبضہ مین ہو تو فقط مشتری کا حاضر ہونا کافی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر شفیع غائب ہو تو بعد آگاہ ہونیکے اُسکو اسقدر مہلت دیجائیگی کہ چلکر طلب اشہاد کر لے پس اگر وہ یا اُسکا وکیل حاضر ہوا تو خیر ورنہ اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا پھر اگر وہ حاضر ہوا اور پھر غائب ہو گیا اور اُسنے طلب اشہاد کر لی ہی تو وہ اپنی شفعہ پر باقی رہیگا اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک تاخیر طلب التملیک سے اُسکا شفعہ باطل ہی نہین ہوتا ہی اور صاحبین رح کے نزدیک باطل ہوتا ہی مگر بسبب عذر کے نہین باطل ہوتا ہی اور اس صورت مین بسبب عذر کے طلب التملیک مین تاخیر واقع ہوئی ہی اور اگر مشتری ایسے شہر مین ظاہر ہوا جہان دار مبیعہ نہین واقع ہی تو وہان شفیع پر طلب واجب نہو گی بلکہ وہین واجب ہو گی جہان دار مبیعہ واقع ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر شفیع کو راہ مکہ مین بیع کا حال معلوم ہوا پس اُسنے طلب اشہاد کر لی مگر طلب اشہاد سے خود عاجز رہا تو کوئی وکیل کر دے جو اُسکے واسطے شفعہ طلب کرے پس اگر اُسنے نکیا اور چلا گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔ اور اگر اُسنے ایسا شخص نہ پایا جسکو وکیل کرے مگر اُسکو ایک پیک دستیاب ہوا تو اُسکے ہاتھ ایک خط لکھ بھیجے اور اُسین وکیل کر دے پس اگر اُسنے ایسا نکیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اُسنے وکیل یا پیک نہ پایا یا تو اُسکا شفعہ باطل نہو گا یہان تک کہ پیک کو پاوے یہ ظہیریہ مین ہی ایک شخص کا شفعہ قاضی پر ہی تو چاہیے کہ قاضی کو سلطان کے پاس لیجاوے جسکی طرف سے یہ قاضی متولی قضاء ہی اور اگر سلطان پر ہو اور قاضی نے اُسکے حاضر کرنے سے انکار کیا تو وہ شخص اپنی شفعہ پر باقی رہیگا اسواسطے کہ یہ عذر ہی یہ محیط سرخسی مین ہی شفیع کو اگر رات مین بیع کا علم ہوا اور وہ نکلکر اشہاد پر قادر نہو پس اگر صبح ہوتے ہی اُسنے اشہاد کر لیا تو صحیح ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور امام محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر وہ وقت ایسا ہو کہ لوگ اُسوقت تک اپنی حاجات کے واسطے نکلتے ہون تو نکلکر طلب کریگا یہ حاوی مین ہی۔ فتاوے مین ہی

کہ اگر یہودی نے بیچکر کو بیع کا حال سُنا مگر شفعہ نہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی شفیع بالجوار نے اگر اس خوف سے قاضی سے شفعہ طلب نکیا کہ وہ قاضی شفعہ بالجوار کو جائز نہین جانتا ہی پس اگر مین طلب کرون تو باطل کر دیگا پس طلب نکیا تو یہ شخص اپنی شفعہ پر رہیگا اسواسطے کہ یہ عذر ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر باغیون مین سے ایک شخص نے دوسرے سے جو اُنکے لشکر مین ہی ایک دار خریدا اور اُسکا شفیع اہل حق کے لشکر مین ہی پس اگر شفیع کو یہ قدرت نہین کہ خود اُنکے لشکر مین جاوے یا کوئی وکیل بھیجے تو وہ اپنی شفعہ پر رہیگا اور طلب الاشہاد کا ترک کرنا اُسکے حق مین مضر نہوگا اور اگر شفیع کو قدرت تھی کہ خود اُنکے لشکر مین جاوے یا کوئی وکیل بھیجے مگر اُسنے طلب اشہاد نکیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ شفیع اگر خارجیون یا باغیون کے لشکر مین ہو اور اُسنے خوف کیا کہ اگر مین اہل عدل کے لشکر مین جاؤن تو مجھے قتل کرینگے پس اُسنے طلب الاشہاد نکی تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ قادر ہی کہ بغاوت چھوڑکر اہل عدل کے لشکر مین جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر بائع و مشتری نے اس بات پر اتفاق کیا کہ شفیع کو چند روز سے بیع کا حال معلوم ہوا ہی پھر اسکے بعد دونون نے طلب مین اختلاف کیا پس شفیع نے کہا کہ جسے مجھے معلوم ہوا مجھی سے مین نے طلب کیا ہی اور مشتری نے کہا تو نے نہین طلب کیا ہی تو قول مشتری کا قبول ہوگا اور شفیع پر واجب ہوگا کہ گواہ لاوے اور اگر شفیع نے کہا کہ مجھے اسیوقت معلوم ہوا ہی اور مین شفعہ طلب کرتا ہون اور مشتری نے کہا کہ تجھے پہلے سے معلوم ہوا ہی اور تو نے طلب نہین کیا تو قول شفیع کا قبول ہوگا۔ اور شیخ زاہد امام عبد الواحد شیبانی سے منقول ہی کہ انہون نے فرمایا کہ جب شفیع کو خریدکا حال معلوم ہوا اور اسنے مواثبۃ شفعہ طلب کر لیا تو اُسکا حق ثابت ہوگا لیکن اسکے بعد اگر وہ کہتا ہی کہ مین نے فلان وقت سے بیع کو جانکر شفعہ طلب کر لیا ہی تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی اور اگر کہتا ہی کہ مین نے اسیوقت بیع کا حال معلوم کیا ہی تو جھوٹا ہوگا پس اس بات مین حیلہ یہ ہی کہ کسی شخص سے کہے کہ تو مجھے خرید کی خبر دے پھر کہے کہ اسوقت مجھے خبر دیگئی تو اپنے قول مین سچا ہوگا اگرچہ اس سے پہلے بھی خبر پا چکا ہو اور محمد بن مقاتل نے اپنی نوادر مین ذکر کیا کہ اگر شفیع نے مشتری سے وقت متقدم مین شفعہ طلب کیا ہو مگر اُسکو اس بات کا خوف ہی کہ اگر مین ایسا اقرار کرتا ہون تو گواہون کی ضرورت پڑیگی پس اُسنے یون کہا کہ (اللہ تعالیٰ عالم ہی و انا اطلب الشفعۃ) تو اُسکو ایسا کہنے کی اور ایسی قسم کھانے کی گنجایش ہوگی اور اپنی قسم مین استثنا کرے یہ محیط مین ہی۔ پھر اگر قاضی سے مشتری نے یہ درخواست کی کہ شفیع سے قسم لیجے کہ واللہ اسنے جسوقت بیع کا حال جانا اُسیوقت بدون تاخیر کے یہ شفعہ بطلب صحیح طلب کیا تو قاضی اُس سے اسطور سے قسم لیگا پھر اگر مشتری نے اس بات کے گواہ پیش کیے کہ شفیع نے ایک زمانہ سے بیع کا حال جانا مگر شفعہ طلب نہین کیا اور شفیع نے گواہ پیش کیے کہ مین نے جسوقت بیع کا حال جانا اُسیوقت شفعہ طلب کیا ہی تو شفیع کے گواہ قبول ہونگے اور قاضی اُسکے واسطے شفعہ کی ڈگری کر دیگا یہ امام اعظم کا مذہب ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری کے گواہ قبول ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر مشتری نے شفیع کے بیع کا حال سننے کے وقت شفعہ طلب کرنے سے انکار کیا تو مشتری سے اُسکے علم پر قسم لیجاویگی اور اگر مشتری سے ملاقات کرنے کے وقت شفعہ طلب کرنے سے انکار کیا تو اُس سے قطعی قسم لیجاویگی یہ ملتقط مین ہی۔ اگر شفیع قاضی کے پاس آیا اور مشتری پر خریدار کا دعوی کیا اور قاضی سے اپنے واسطے شفعہ کی ڈگری کی تو قاضی مدعا علیہ کیطرف توجہ کرنے سے پہلے مدعی کیطرف متوجہ ہو کر موضع دار لینے شہر و محلہ و محدود دار دریافت کریگا اسواسطے کہ اُسنے اس دار مین حق کا دعوی کیا ہی پس اُسکو ضرور معلوم ہونا چاہیے کیونکہ دعوی مجہول صحیح نہین ہی پس ایسا ہوگیا کہ

طلاق سے پہلے شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا ہی پھر طلاق کے بعد شفیع نے طلب کیا تو شفعہ باطل ہوگا

کر لیا ہی اور مشتری نے کہا کہ تجھے پہلے سے معلوم ہوا ہی اور تو نے طلب نہین کیا تو قول شفیع کا قبول ہوگا

اور شفیع نے کہا کہ مجھے اسوقت معلوم ہوا ہی اور مشتری نے کہا کہ تجھے پہلے سے معلوم ہوا ہی اور تو نے طلب نہین کیا تو قول شفیع کا قبول ہوگا

بغیر گواہ کے طلب کرنے سے شفعہ باطل ہوگا

شفیع کو خرید کا حال معلوم ہوا اور اسنے مواثبۃ شفعہ طلب کر لیا تو اُسکا حق ثابت ہوگا لیکن اسکے بعد اگر وہ کہتا ہی کہ مین نے فلان وقت سے بیع کو جانکر شفعہ طلب کر لیا ہی تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی اور اگر کہتا ہی کہ مین نے اسیوقت بیع کا حال معلوم کیا ہی تو جھوٹا ہوگا

شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا ہی پھر اسکے بعد دونون نے طلب مین اختلاف کیا

شفیع کو خرید کا حال معلوم ہوا اور اسنے مواثبۃ شفعہ طلب کر لیا

شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا ہی پھر اسکے بعد دونون نے طلب مین اختلاف کیا

شفیع کو خرید کا حال معلوم ہوا اور اسنے مواثبۃ شفعہ طلب کر لیا

شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا ہی پھر اسکے بعد دونون نے طلب مین اختلاف کیا

شفیع کو خرید کا حال معلوم ہوا اور اسنے مواثبۃ شفعہ طلب کر لیا

گویا اُسنے رقبہ دار کا دعوی کیا - پھر جب اُسنے یہ سب بیان کیا تو اُس سے دریافت کریگا کہ آیا مشتری نے دار پر قبضہ کرلیا یا نہین کیونکہ اگر مشتری نے قبضہ نکیا ہوتو شفیع کا دعوی فقط مشتری پر صحیح نہین ہی یہان تک کہ بائع حاضر ہووے پھر جب اُسنے یہ بھی بیان کیا تو اُس سے سبب شفعہ اور شفوع بہا کے حدود دریافت کریگا اسواسطے کہ سبب مین لوگ مختلف ہوتے ہین پس احتمال ہی کہ اُسنے سبب غیر صالح کی وجہ سے دعوی کیا ہو یا کسی دوسرے کی وجہ سے یہ مدعی حق شفعہ سے محجوب ہو پھر جب اُسنے سبب صالح بیان کیا اور دوسرے کی وجہ سے محجوب نہ نکلا تو اُس سے دریافت کریگا کہ تجھکو کب بیع کا علم ہوا اور وقت علم کے تونے کیا کیا اسواسطے کہ شفعہ بسبب طول زمان اور بسبب اعراض کے یا بدوام اعراض پر دلالت کرنے پائے جانے سے باطل ہوجاتا ہی پس اسکا حال کھل جانا ضرور ہی پھر جب اُسنے یہ بھی بیان کرلیا تو اُس سے دریافت کریگا کہ اُسنے کیونکر طلب اشہاد کی اور کس کو گواہ کیا ہو اور آیا جسکے حضور مین گواہ کیے وہ دوسرے سے اغرب تھا یا نہ تھا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہی پھر جب اُسنے یہ سب بیان کرلیا اور شروط طلب مین کچھ خلل نپایا گیا تو اُسکا دعوی تمام ہوگیا پھر مدعا علیہ کیطرف متوجہ ہوکر اُس سے دریافت کریگا کہ جس دار کی وجہ سے مدعی خواستگار شفعہ ہوا وہ شفیع کی ملک ہی یا نہین اگرچہ یہ دار شفیع کے قبضہ مین ہو جو بظاہر ملکیت پر دلالت کرتا ہی اسواسطے کہ ملک ظاہر استحقاق شفعہ کیواسطے کافی نہین ہی پس ضرور ہی کہ استحقاق شفعہ کے واسطے اُسکی ملکیت بحجت ثابت ہو پس اس بات کو دریافت کریگا پس پھر اگر مدعا علیہ نے ملک مدعی ہونے سے انکار کیا تو مدعی سے کہیگا کہ اس امر کے گواہ پیش کر سے کہ یہ دار تیری ملک ہی پس اگر مدعی ایسے گواہ قائم کرنے سے عاجز ہوا اور اُسنے مدعا علیہ کی قسم طلب کی تو قاضی مشتری سے قسم لیگا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ یہ مدعی اُس دار کا مالک ہی جسکی وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہی اسیلیے کہ مدعی نے اسپر ایسے حق کا دعوی کیا ہی کہ اگر اسکا اقرار کرے تو اُسکے ذمہ لازم ہوجاے مگر چونکہ دوسرے کے قبضہ مین ہی اسواسطے اُس سے علم پر قسم لیجاویگی اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہی کذا فی التبیین اور اسی پر فتوے ہی کذا فی السراجیہ پس اگر مشتری نے قسم سے نکول کیا یا شفیع کے گواہ قائم ہوگئے یا مشتری نے خود ہی ایسا اقرار کرلیا تو جس دار کی وجہ سے شفیع حق شفعہ کا دعوی کرتا ہی اُسمین شفیع کی ملک ثابت ہوگئی اور سبب بھی ثابت ہوگیا پھر قاضی اسکے بعد مدعا علیہ سے دریافت کریگا کہ آیا تو نے خریدا ہی یا نہین پھر اگر اُسنے خرید سے انکار کیا تو شفیع کو حلف دیگا کہ تو گواہ قائم کر کہ اسنے خریدا ہی پس اگر شفیع ایسے گواہ قائم کرنے سے عاجز رہا اور اُسنے مشتری کی قسم طلب کی تو قاضی اُس سے قسم لیگا کہ واللہ مین نے نہین خریدا ہی یا واللہ مجھپر یہ شخص اس دار مین استحقاق شفعہ جس وجہ سے اُسنے ذکر کیا ہی نہین رکھتا ہی پس یہ تحلیف علی الحاصل ہی اور یہ امام اعظم و امام محمد کا قول ہی - اور اول تحلیف علے السبب ہی اور وہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی پس اگر اُسنے قسم سے نکول کیا یا اقرار کرلیا یا شفیع کے گواہ قائم ہوگئے تو قاضی شفعہ کی ڈگری کردیگا اسواسطے کہ حق بحجت ظاہر ہوگیا یہ تبیین مین لکھا ہی - اور اجناس مین گواہی ادا کرنیکی کیفیت اسطرح بیان فرمائی کہ گواہون کو یون گواہی دینی چاہیے کہ یہ دار جو دار بمبیہ کے جوار مین واقع ہی وہ اس مشتری کے یہ دار (یعنے دار مشفوع) خریدنے سے پہلے سے اس شفیع کی ملک ہی اور وہ اسدم تک اسیکی ملک ہی ہم نہین جانتے ہین کہ اسکی ملک سے نکلا ہو - اور اگر گواہون نے کہا کہ یہ دار اس جار کا ہی تو کافی نہین ہی - اور اگر یون گواہی دی کہ شفیع نے یہ دار فلان شخص سے خریدا ہی اور وہ شفیع کے قبضہ مین ہی یا فلان شخص نے یہ دار اسکو ہبہ کیا ہی تو یہ کافی ہی پس اگر شفیع نے مشتری سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو اُسکو اسیا اختیار حاصل ہی یہ ذخیرہ و محیط مین ہی - امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص نے

ایک دار کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ دار اس مدعی کے باپ کے ہاتھ مین رہا اور جب تک وہ مرا ہی اسکے قبضہ مین تھا تو مدعی کے نام دار کی ڈگری کیجائیگی اور اگر اسکے پہلو مین کوئی دار فروخت کیا گیا تو یہ شخص شفعہ کا مستحق نہوگا یہان تک کہ اپنی ملک کے گواہ قائم کرے - ایک دار ایک شخص کے قبضہ مین ہوا سنے اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کا ہی پھر اسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا پس مقر لہ نے شفعہ طلب کیا تو اسکو شفعہ نہ ملیگا یہان تک کہ اس بات کے گواہ قائم کرے کہ یہ دار میرا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - خصاف رح نے اسقاط شفعہ کے واسطے ذکر کیا کہ بائع نے اگر ایک شخص کے واسطے ایک حصہ دار کا اقرار کیا پھر باقی دار اسکے ہاتھ فروخت کر دیا تو اسکا حق مستحق شفعہ نہوگا اور شیخ ابوبکر خواہر زادی رح اس مسئلہ مین شیخ خصاف رح کی خطا بیان کرتے تھے اور خود یون فتوی دیتے تھے کہ جار کو حق شفعہ حاصل ہوگا سواسطے کہ شرکت سوائے اقرار بائع کے کسی طرح ثابت نہین ہوئی یہ ذخیرہ مین ہی - دو شخصون نے ایک نیستان اپنے باپ سے میراث پایا اور دونون مین سے ایک وارث معین کو میراث کا علم نہوا اور اسنے نجانا کہ میرا تہائی حصہ ہی پھر اس نیستان کے پہلو مین دوسرا نیستان فروخت کیا گیا پس اسنے شفعہ بھی طلب نکیا پھر جب اسکو معلوم ہوا کہ اسمین میرا حصہ ہی تو اسنے نیستان مبیعہ مین شفعہ طلب کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکا حق شفعہ باطل ہوگیا سواسطے کہ شفعہ متاکد ہونیکی شرط یہ ہی کہ بیع کا حال معلوم ہونے کے وقت طلب مواثبہ پائی جاوے پھر جب اسنے طلب نکیا تو اسکا حق شفعہ باقی نرہیگا اور جہالت کچھ عذر نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی

چوتھا باب شفیع کے کل یا بعض مبیع کے استحقاق کے بیان مین

ایک ہی شخص سے ایک ہی عقد مین ایک کو چند نافذہ مین خریدین پس شفیع نے چاہا کہ ایک منزل لے لے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر شفیع نے راستہ کی شرکت کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہو تو بعض کو نہین لے سکتا ہی سواسطے کہ اسمین بلا ضرورت تفریق صفقہ لازم آتی ہی اور اگر اسنے بحکم جوار شفعہ طلب کیا اور اسکا جوار صرف اسی منزل سے ہی جسکو طلب کرتا ہی تو اسکو اس ایک منزل کے لینے کا اختیار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر شفیع نے چاہا کہ بعض مبیع کو شفعہ مین لے اور بعض کو نہ لے پس اگر بعض مبیع بعض سے ممتاز نہو مثلاً مشتری نے ایک دار خریدا اور شفیع نے بعض دار سوائے بعض کے یا وہ جانب جو دروازہ سے متصل ہی سوائے باقی کے لینا چاہا تو ہمارے اصحاب کے نزدیک بلا خلاف اسکو ایسا اختیار نہوگا مگر چاہے تو کل لے لے یا سب چھوڑ دے اسلیے کہ اگر اسنے کچھ لیا اور کچھ نہ لیا تو مشتری کے حق مین تفریق صفقہ ہوجائیگی خواہ ایک مشتری نے ایک ہی سے خریدا ہو یا ایک نے دو سے خریدا ہو یا زیادہ سے حتی کہ اگر شفیع نے چاہا کہ دو باغ مین سے ایک کا حصہ لے لے تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ کے موافق اسکو یہ اختیار نہوگا خواہ مشتری نے دار مذکور پر قبضہ کر لیا ہو یا نکیا ہو اور یہی صحیح ہی - اور اگر دو شخصون نے ایک شخص سے ایک دار خریدا تو بالاجماع شفیع کو اختیار ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے لے خواہ قبضہ سے پہلے یا اسکے بعد یہی ظاہر الروایۃ ہی سواسطے کہ صفقہ ابتدا سے متفرق ہوا ہی پس بعض کا لینا تفریق صفقہ نہوگی اور برابر ہی چاہے ہر واحد کے واسطے نصف ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا سب کے واسطے ایک ہی ثمن بیان کیا ہو اور دونون صورتون مین چاہے مشتری اپنی ذات کیواسطے خاص ہو یا کسی غیر کیواسطے حتی کہ اگر دو شخصون نے ساتھ ہی ایک شخص کو خرید کیواسطے وکیل کیا پھر وکیل نے دو آدمیون سے دار خریدا پھر شفیع آیا تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ دونون بائعون مین سے ایک کا حصہ شفعہ مین لے لے

اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو وکیل کیا اور دونون نے ایک شخص سے دار خریدا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ ایک وکیل لے جسقدر خریدا ہی اُسکو لے اسیطرح اگر وکیل دس آدمی ہون اور اُنھون نے ایک شخص کے واسطے دار خریدا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے ایک سے لے یا دو سے یا تین سے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اس باب مین ہم مشتری کی طرف دیکھتے ہین اور جسکے واسطے خریدا ہی اُسکی طرف نہین دیکھتے ہین اور یہ نظر صحیح ہی - اور اگر بعض بیع بعض سے ممتاز ہو مثلاً دو دار ایک ہی صفقہ مین خریدے اور شفیع نے چاہا کہ ایک دار سوائے دوسرے کے لے لے پس اگر یہ شفیع ان دونون کا شفیع ہو تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن چاہے دونون لے لے یا دونون چھوڑ دے اور یہ ہمارے اصحاب ثلثہ رحمہم اللہ کا قول ہی خواہ یہ دونون دار متلاصق ہون یا متفرق ہون ایک ہی شہر مین ہون یا دو شہرون مین ہون - اور اگر شفیع دونون مین سے ایک کا شفیع ہو دوسرے کا شفیع نہو اور بیع ایک ہی صفقہ مین واقع ہوئی پس آیا یہ شفیع کو اختیار ہی کہ کل کو شفعہ مین لے لے سو امام اعظم رح سے مروی ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی فقط اُسیقدر حصہ رسد لے سکتا ہی جسکا وہ جار ہی - اسیطرح اگر دو دار متلاصق ہون اور اُنمین سے ایک کا ایک شخص بسبب جوار کے شفیع ہو تو امام محمد رح سے بھی مروی ہی کہ اُسکو شفعہ فقط اسیقدر مین مل سکتا ہی جسکا وہ جار ہی اور ایسا ہی امام محمد رح نے اس مسئلہ مین فرمایا ہی کہ اگر چند قراح متلاصقہ ہین اور اُنمین سے ایک قراح ایک شخص کی زمین سے متصل ہی اور ان قراحون کے درمیان نہر راستہ ہی اور نہ نہر مگر ایک مسناۃ ہی تو فرمایا کہ جار کو فقط اُسی قراح کا حق شفعہ ملیگا جو اُسکی زمین سے متصل ہی - اسیطرح گانون کے مسئلہ مین کہ ایک گانون مع اپنے گھرون و زمین کے فروخت کیا گیا تو ہر شفیع کو یہی اختیار ہوگا کہ فقط جو قراح اُس سے متصل ہی اُسکو لے لے - اور حسن بن زیاد رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ شفیع کو اختیار ہوگا کہ سب کو شفعہ مین لے لے - شیخ کرخی رح نے فرمایا کہ حسن بن زیاد رح کی روایت اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ امام ابو حنیفہ رح کا قول مثل قول امام محمد رح کے تھا پھر اُنھون نے اس سے رجوع کرکے دونون کو مثل دار واحدہ کے قرار دیا کذا فی البسوط

پانچوان باب - حکم بالشفعہ اور شفعہ مین خصومت کرنیکے بیان مین

دعوے کے وقت شفیع پر ثمن حاضر کرنا لازم نہین ہی کہ اُسکی طرف سے خصومت کرنا جائز ہی اگرچہ اُسنے مجلس قاضی مین ثمن حاضر نکیا ہو پھر جب قاضی نے اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کردی تو ثمن حاضر کرا سکتا ہی اور یہ روایت کتاب الاصل کی ہی اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ جب ثمن حاضر نکرے تب تک قاضی اُسکے نام شفعہ کی ڈگری نکریگا اور اگر قبل احضار ثمن کے قاضی نے ڈگری کردی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ جب تک اُسکو ثمن نہ دیدے تب تک عقار اُسکو دینے سے روک رکھے اور ایسا حکم قضاء امام محمد رح کے نزدیک اسوجہ سے نافذ ہو جائیگا کہ یہ صورت مجتہد فیہ ہی - اور اگر قاضی کے اس کہنے کے بعد کہ مشتری کو ثمن دیدے شفیع نے ثمن دینے مین تاخیر کی تو حکم بالشفعہ بالاجماع باطل ہوگا یہ تبیین مین ہی - پس اگر شفیع نے دار شفعہ مشتری سے لیا اور اُسکو ثمن دیا تو اُسکا عہدہ اور ضمان مال مشتری پر ہوگا - اور اگر بائع سے لیکر اُسکو ثمن دیا تو ہمارے نزدیک اُسکا عہدہ و ضمان مال بائع پر ہوگا - اور ابو سلیمان رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ اگر مشتری نے بائع کو دار کا ثمن دیدیا اور دار پر قبضہ نکیا ہو یہان تک کہ قاضی نے دونون کے حضور مین شفیع کے واسطے شفعہ کی ڈگری کردی تو شفیع اُس دار کو بائع سے اپنے قبضہ مین لیکر مشتری کو ثمن ادا کردیگا

اور اسکا عہدہ مشتری پر ہوگا اور اگر مشتری نے ہنوز ثمن ندیا ہو تو شفیع ثمن بائع کو دیگا اور اسکا عہدہ بائع پر ہوگا پھر اگر شفیع نے اس صورت مین دار مین عیب پایا اور بحکم قاضی بائع یا مشتری کو واپس دیا پھر مشتری نے چاہا کہ اسکو اپنی خرید سابق پر لے یا بائع نے چاہا کہ اسی خرید کے حکم سے مشتری کو واپس دے تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے لے لے یا چھوڑ دے - اور اگر شفیع نے مشتری سے دار شفوعہ لیکر چاہا کہ مشتری پر سند کے واسطے ایک نوشتہ لکھے تاکہ شفیع کے واسطے مشتری پر مضبوطی رہے تو اسکو ایسا اختیار ہوگا اور کتاب مین یون بیان تحریر کرے کہ اولاً مشتری نے اسکو خریدا ہے پھر اسپر اپنی شفعہ مین لینے کا حال بترتیب لکھے اور شفیع وہ نوشتہ جو مشتری نے اپنے بائع پر لکھا ہے لے لے اور اگر مشتری نے وہ نوشتہ دینے سے انکار کیا تو اسکو اختیار ہو لیکن شفیع کو اپنی ذات کیواسطے مہیا چاہیے پس ایک قوم کو اس بات پر گواہ کرے کہ مشتری نے یہ دار شفیع کو بحق شفعہ سپرد کیا ہے - اور اگر شفیع نے دار مذکور بائع سے لیا ہو تو جیسا نوشتہ مشتری سے لینے مین تحریر کرنا بیان کیا گیا ویسا ہی بائع پر تحریر کرے اور اس نوشتہ مین یہ تحریر کرے کہ مشتری نے یہ اقرار کیا کہ جو کچھ اس نوشتہ مین لکھا ہے مین نے تسلیم کیا اور اجازت دی اور اقرار کیا کہ میرا اس دار یا اسکے ثمن مین کچھ حق نہین ہے یہ محیط مین ہے - اور اگر چاہے تو نوشتہ دونون پر یہ بین مضمون تحریر کرے کہ دار مبیعہ بحق شفعہ شفیع کو سپرد کیا اور بائع نے مشتری کی رضامندی سے ثمن پر قبضہ کیا اور بائع ضمان الدرک کا ضامن ہوا یہ مبسوط مین ہے - اگر قاضی نے شفیع کے واسطے بحق شفعہ دینے کا حکم دیا یا مشتری نے خود سپرد کر دیا تو ان دونون مین بیع کے احکام ثابت ہونگے یعنے خیار رویۃ و خیار عیب اور وقت استحقاق کے ثمن واپس لینا لیکن شفیع تاوان غرور واپس نہین لے سکتا ہے حتے کہ اگر اسنے دار مشفوعہ مین عمارت بنائی پھر وہ دار استحقاق ثابت کر کے لیا گیا اور شفیع کو حکم دیا گیا کہ اپنی عمارت توڑ لے تو شفیع کو یہ اختیار ہوگا کہ جس سے اسنے دار لیا ہے اُس سے اپنا ثمن واپس لے اور مشہور روایت کے موافق یہ اختیار نہوگا کہ عمارت کی قیمت واپس لے مگر امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ قیمت عمارت بھی لے سکتا ہے اور مشتری (ایسی صورت مین غرور) واپس لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور اگر خریدا دو دھارا بوعدہ ایک سال کے مثلاً دا تع ہوئی پس شفیع نے حاضر ہو کر شفعہ طلب کیا اور چاہا کہ اسی مدت کے وعدہ پر اُدھار لے تو بدون رضامندی یا خوشنودی کے اسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر یا خوشنود راضی نہوا تو قاضی شفیع سے کہیگا کہ یا تو فی الحال ثمن نقد دیدے یا صبر کر یہان تک کہ میعاد آجاوے - پس اگر اُسنے فی الحال ثمن نقد ادا کیا اور قبضہ کرنا بائع سے حاصل ہوا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائیگا - اور اگر فی الحال ثمن نقد ادا کر کے مشتری سے قبضہ حاصل کیا تو مشتری کے حق مین اداے ثمن کی میعاد بحالہ باقی رہیگی حتے کہ بائع کو قبل میعاد آنیکے ولایت مطالبہ مشتری سے حاصل نہوگی - اور اگر شفیع نے صبر کیا یہان تک کہ میعاد آگئی تو شفیع اپنے حق شفعہ پر ہوگا اور یہ سب اُسوقت ہے کہ اودھار کی میعاد معلوم ہو اور اگر میعاد اداے ثمن مجہول ہو جیسے کھیتی کٹنا و روندی جانا وغیرہ اسکے اشباہ اور شفیع نے کہا کہ مین فی الحال ثمن دیکر مبیع لیے لیتا ہون تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ محیط و ذخیرہ و فتاوے عتابیہ مین ہے - اور اگر کسی میعاد فاسد کے اُدھار پر خرید اپھر مشتری نے ثمن فی الحال دیدیا تو بیع جائز ہو جائیگی اور شفعہ ثابت ہوگا اسیطرح اگر ایسی زمین فروخت کی گئی جسمین مزارع کی کھیتی موجود ہے تو بیع کے وقت شفعہ طلب کرے - اور مجرد مین خیار مو بد اور اُدھار بمیعاد عطار کی صورت مین مروی ہے کہ اسکا فی الحال شفعہ مین لینا جائز ہو

بقیہ صفحہ ۱۲

اور اگر فی الحال طلب نکیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ شافعی المذہب نے اگر بسبب جوار کے شفعہ طلب کیا تو قاضی اُس سے دریافت کریگا کہ آیا تو شفعہ بالجوار کا قائل ہی یا نہین پس اگر اُسنے کہا کہ ہان تو اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کردیگا ورنہ نہین یہ سراجیہ مین ہی۔ زید نے عمرو سے ایک دار ہزار درم کو خرید کر پھر دوسرے کے ہاتھ دو ہزار درم کو فروخت کرکے سپرد کردیا پھر شفیع حاضر ہوا اور اُسنے بیع اول پہ دار لینا چاہا تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ جسے قبضہ مین موجود ہی اُس سے لیکر اُسکو ہزار درم دیگا اور پھر اُس سے کہا جائیگا کہ اپنے بائع سے جسنے تیرے ہاتھ فروخت کیا باقی ہزار درم لے لے۔ اور حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ اگر شفیع ایسے وقت حاضر ہوا کہ مشتری اُس دار کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرکے سپرد کرچکا ہی اور غائب ہوگیا ہی اور شفیع نے اُسکو بیع اول پر لینا چاہا تو شفیع اور دوسرے مشتری کے درمیان خصومت قائم نہوگی۔ پس حاصل یہ نکلا کہ اگر شفیع نے دار کو بیع اول پر لینا چاہا تو امام اعظم رح کے نزدیک مشتری اول کا حاضر ہونا شرط ہی اور یہی قول امام محمد کا ہی اور امام ابو یوسف کے قول مین مشتری اول کا حاضر ہونا شرط نہین ہی۔ اور اگر شفیع نے بیع ثانی پر لینا چاہا تو مشتری اول کا حاضر ہونا بلا خلاف شرط نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ پھر اگر شفیع نے کہا کہ اگر مین تین روز تک ثمن نہ لاؤن تو مین شفعہ سے بری ہون پھر وہ اس مدت تک ثمن نہ لایا تو امام محمد رح سے ابن رستم رح نے روایت کی کہ اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ نہین باطل ہوگا اور یہی صحیح ہی اور اگر شفیع نے دینار حاضر کیے حالانکہ ثمن درم ہین یا علی العکس تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر شفیع ہونگے حالت خصومت مین مشتری نے درخواست کی کہ فلان وقت تک خصومت ملتوی کرے اور شفیع نے اسکو قبول کرلیا تو ایسا ہی رہیگا۔ اور منتقی مین بروایت بشر رح کے امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ شفیع کا یہ قول کہ سیر الجھ حق فلان شخص کے پاس نہین ہی شفعہ سے بریت ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار ہی پس ایک مدعی نے آکر اس قابض پر دعوی کیا کہ اسنے یہ دار فلان شخص سے خریدا اور مین اسکا شفیع ہون اور اسپر گواہ قائم کردیے اور قابض نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ فلان شخص نے یہ دار میرے پاس ودیعت رکھا ہی تو قاضی مدعی کے نام شفعہ کی ڈگری کردیگا اسواسطے کہ قابض بسبب دعوی فعل کے یعنے اُسنے خریدا ہی خصم قرار دیا گیا ہی اور اگر مدعی نے قابض پر خرید کا دعوے نکیا بلکہ یہ دعوی کسی اور ہی شخص پر کیا تو قابض پر ڈگری نہوگی اور اُسکی صورت یہ ہی کہ یہ مدعی قابض سے یون کہے کہ فلان شخص یعنے غیر قابض نے یہ دار فلان بائع سے اسقدر دامون کو خریدا اور ثمن ادا کیا اور مین اسکا شفیع ہون اور اس دعوی کے گواہ قائم کردیے اور قابض نے اس امر کے گواہ دیے کہ فلان شخص نے میرے پاس یہ دار ودیعت رکھا ہی تو ان دونون مین خصومت نہوگی یہانتک کہ غائب حاضر ہووے اسواسطے کہ قابض اس صورت مین بوجہ ظاہری قبضہ کے خصم ٹھہرایا گیا ہی نہ بسبب دعوی فعل کے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے کسے دیون سے ایک دار خریدا مگر زیوف بانہرہ درم ادا کیے تو شفیع اُس دار کو کھڑے دیون کے عوض لے سکتا ہی کذا فی السراجیہ۔ ورا گر بائع جید دراہم کے بدلے زیوف لینے پر راضی ہوگیا ہی تو بھی مشتری کو اختیار ہوگا کہ شفیع سے کھرے درم لے لے یہ مضمرات مین ہی

چھٹا باب — اس بیان مین کہ ایک دار فروخت کیا جاوے اور اسکے چند شفیع جمع ہون

جاننا چاہیے کہ اگر چند شفیع جمع ہون تو قبل استیفاء حقوق وقضاے قاضی کے ہر ایک کا حق پورے دار مین ثابت ہوگا حتی اگر ایک دار کے دو شفیع ہون اور ایک شفیع نے لینے سے اور حکم قضا سے پہلے اپنا حق شفعہ شتری کو دے دیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ کل دار کو لے لے اور بعد استیفاء وبعد قضاء کے ہر ایک کا حق اسقدر ہے جتنے کا دوسرے کے واسطے حکم ہوگیا ہو معدوم ہو جاتا ہو حتے کہ اگر ایک دار کے دو شفیع ہون اور قاضی نے دونون کے واسطے آدھے آدھے دار کے حق شفعہ کا حکم دیدیا پھر ایک شفیع نے اپنا حق شفعہ نصف دیدیا تو دوسرے کو پورے دار کے لینے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر بعض کا حق شفعہ بہ نسبت بعض کے اقوی ہو اور قاضی نے حقدار قوی کے نام شفعہ کا حکم دیا۔ تو حق ضعیف باطل ہو جائیگا حتے کہ اگر دو شفیع ایک شریک دو دوسرا اجار مع ہوے اور شریک نے قبل حکم قاضی کے حق شفعہ شتری کو دیدیا تو جار کو اختیار ہوگا کہ وہ دار اپنے حق شفعہ مین لے لے۔ اور اگر قاضی نے شفیع شریک کے نام شفعہ دار کی ڈگری کردی پھر شریک نے شفعہ سپرد کیا تو پھر جار کو شفعہ نہ ملیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر دو شفیع مین سے ایک غائب ہو تو حاضر کو اختیار ہوگا کہ پورا دار شفعہ مین لے لے اور اگر اُسنے نصف لینا چاہا اور شتری اسپر راضی ہوگیا تو اسکو کل دار ملیگا اور اگر شتری نے کہا کہ مین تجھے فقط آدھے کے سوا نے نہ دونگا تو اسکو کل لے لینے کا اختیار ہوگا کذا فی المحیط۔ اور اگر حاضر نے غائب کے بیٹھ پیچھے کہا کہ مین آدھا یا تہائی لونگا اور اسقدر اُسکے حق کی مقدار ہی تو اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا لیکن چاہے تو کل لے لے یا سب چھوڑ دے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر قاضی نے شفیع حاضر کے واسطے پورے دار کا حکم دیدیا پھر دوسرا شفیع حاضر ہوا اور اسکے واسطے نصف کا حکم دیا پھر تیسرا شفیع حاضر ہوا اُسکے واسطے یہ حکم دیا کہ دونون مین سے ہر ایک کے مقبوضہ سے ایک تہائی لے لے تاکہ دونون مین سے ہر ایک کے برابر ہو جاوے پھر جس شفیع کے واسطے پہلے پورے دار کا حکم دیا تھا اُسنے دوسرے سے کہا کہ مین تجھے پورا دار دیتا ہون سو تو سب لے لے یا سب چھوڑ دے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اپنا نصف لے لے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر چند شفیعون مین سے ایک شخص نے پہلے حاضر ہو کر اپنا شفعہ ثابت کیا تو قاضی اُسکے واسطے پورے دار کا حکم دیگا پھر اگر دوسرے شفیع نے حاضر ہو کر اپنا شفعہ ثابت کیا تو قاضی نظر فرمایگا اگر دوسرا شفیع مثل اول کے ہوگا تو قاضی اُسکے واسطے نصف دار کے شفعہ کا حکم دیگا اور اگر دوسرا شفیع اول سے اولی ہوگا مثلاً پہلا جار ہوا اور دوسرا خلیط ہو تو قاضی شفیع اول کا شفعہ باطل کرکے پورے دار کا دوسرے کیواسطے حکم دیگا اور اگر دوسرا شفیع اول سے ادون ہو تو اُسکے نام کچھ ڈگری نکریگا یہ سراج الوہاج مین ہی اگر ایک ایسے شخص نے ایک دار خریدا جو اُسکا شریک ہی پھر اُسکے مثل دوسرا شفیع آیا تو قاضی اُسکے نام نصف دار کا حکم دیگا اور اگر دوسرا شفیع اُس سے اولی آیا تو قاضی اُسکے نام پورے دار کی ڈگری کریگا اور اگر دوسرا شفیع اُس سے ادون آیا تو اُسکو کچھ شفعہ نہ ملیگا یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور اگر حاضر کے نام پورے دار کی ڈگری ہوگئی اور اُسنے دار مین عیب پاکر واپس کردیا پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو مبیع اول پر سوائے نصف دار کے زیادہ لینے کا اختیار نہوگا خواہ یہ رد بالعیب بحکم قاضی ہو یا بلا حکم قاضی ہو اور خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور اگر غائب نے جو حاضر ہوا یہ چاہا کہ شفیع حاضر کے واپس کرنے کی وجہ سے مین پورا دار شفعہ مین لون مبیع اول کو چھوڑ دون تو دیکھا جائیگا اگر رد کرنا بغیر حکم قاضی ہو تو اُسکو ایسا اختیار ہوگا اسواسطے کہ جو رد بغیر حکم قاضی ہو وہ بیع مطلق ہی پس شفعہ کے حق مین مبیع جدید

قرار دیجائیگی پس پورا دار شفعہ مین لے سکتا ہی جیسے کہ ابتدائی بیع مین لے سکتا ہی ایسا ہی امام محمد رح نے جواب کو مطلقاً ذکر فرمایا ہی ان دو صورتون کی کہ اگر ردبالعیب قبضہ سے پہلے یا قبضہ کے بعد ہو کچھ تفصیل نفرمائی - اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب مطلق اُس صورت پر محمول ہی کہ جب ردبالعیب قبضہ کے بعد ہوا سواسطے کہ قبضہ سے پہلے بسبب عیب کے بغیر حکم قاضی واپس کرنا بیع جدید ہی لیکن امام محمد رح کے اصل پر عقار کی بیع قبضہ سے پہلے جائز نہین ہوتا ان یہ جواب مطلق امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کی اصل کے موافق ٹھیک ہی - اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب مطلق سب ائمہ کے موافق ٹھیک ہی اور اگر ردبالعیب بحکم قاضی ہو تو لے نہین سکتا ہی اسواسطے کہ ایسی واپسی فسخ مطلق اور سرے سے عقد بیع کا اسطرح دور کر دینا ہی کہ گویا تھا ہی نہین اور بحق شفعہ لینا بیع کے ساتھ مختص ہوتا ہی اور اگر شفیع حاضر نے دار مشفوعہ کے کسی عیب پر قبل اسکے کہ اُسکے نام شفعہ کی ڈگری ہو مطلع ہو کر حق شفعہ مشتری کو دیدیا پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ کل دار لے لے یا چھوڑ دے اور اگر شفیع حاضر نے دار مشفوعہ کو بسبب عیب کے بعد از انکہ اُسکے نام شفعہ کی ڈگری ہو گئی ہو واپس کر دیا پھر دو شفیع حاضر ہوئے تو دونو اس دار کی دو تہائی حق شفعہ مین لے سکتے ہین اور دو شفیع دو تین ہونے کی صورت مین حکم یکسان ہی یعنی حق غائب مین سے بقدر حصہ حاضر کے ساقط ہو جاتا ہی اور اگر شفیع حاضر نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خریدا ہو پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہی چاہے پورے دار کو پہلی بیع پر لے لے یا پورے کو دوسری بیع پر لے لے اور اگر مشتری اول دار خریدکر وہ کا شفیع ہو اور اُس سے شفیع حاضر نے خرید لیا پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے نصف دار کو پہلی بیع پر لے لے اسواسطے کہ مشتری اول کو حق خریدا بنے خریدنے سے پہلے حاصل نہین ہوا تھا کہ اپنے خریدار کی وجہ سے اُس سے اعراض کرنیوالا قرار دیا جاوے پس جب دار کو شفیع حاضر کے ہاتھ فروخت کیا تو غائب کیواسطے فقط اُسی قدر حق حاصل ہوگا جسقدر مشتری اول کی مزاحمت کے ساتھ اُسکے حصہ مین آوے اور یہ نصف ہی اسلیے کہ بیع اول کے وقت سبب شفعہ ہر ایک کیواسطے پورے دار کے شفعہ کا موجب ہوا پھر شفیع حاضر کا حق بسبب اُسکے خریدنے کے باطل ہو گیا کیونکہ خریدنا دلیل اعراض ہی پس مشتری اول و شفیع غائب کا حق پورے دار مین باقی رہگیا سو وہ دونون مین تقسیم کیا جائیگا پس بیع اول پر شفیع غائب نصف دار لے سکتا ہی - اور اگر چاہے تو پورے دار کو دوسری بیع پر لے لے اسواسطے کہ سبب شفعہ دوسرے عقد کے وقت شفیع کے واسطے موجب حق شفعہ ہوا پھر شفیع حاضر کا حق پہلے عقد کے وقت باطل ہو گیا اور دوسری خرید پر اُسکے اقدام کرنے سے بدینوجہ کہ خرید کرنا دلیل اعراض ہی متعلق نہوا پس غائب کو اختیار حاصل ہو جائیگا کہ دوسرے عقد پر پورے دار کو لے لے اور اگر مشتری اول کوئی اجنبی ہو اُسنے دار کو ہزار درم مین خرید کر کسی اجنبی کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے بیع اول پر لے یا بیع ثانی پر کیونکہ سبب و شرط استحقاق دونون بیع مین سے ہر ایک بیع کے انعقاد کے وقت موجود ہی پس اگر اُسنے بیع اول پر لیا تو دار کا ثمن مشتری اول کو دے اور عہدہ بیع مشتری اول پر ہوگا اور دوسری بیع ٹوٹ جاویگی اور دوسرا مشتری اپنا ثمن پہلے مشتری سے واپس کر لیگا - اور اگر اُسنے بیع ثانی پر لیا تو دونون بیع تمام ہو جاوینگی اور عہدہ مشتری ثانی پر ہوگا مگر اتنی بات ہی کہ اگر شفیع نے دوسرے مشتری کو پایا اور دار مذکور اُسکے قبضہ مین ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ دوسری بیع پر دار مذکور کو لے لے خواہ مشتری اول حاضر ہو یا نہ

اور اگر پہلی بیع پر لینا چاہا تو اُسکو ایسا اختیار نہوگا یہانتک کہ دوسرا مشتری حاضر ہو ایسا ہی قاضی امام اسبیجابی رح نے اپنی شرح مختصر الطحاوی مین ذکر فرمایا اور کچھ اختلاف نہین بیان کیا اور امام کرخی رح نے ذکر کیا کہ یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی اور اگر مشتری نے دار مذکور مین سے نصف فروخت کیا پورا نہین فروخت کیا پھر شفیع آیا اور اُسنے طلب کیا کہ پورا دار بیع اول پر لے تو پورا دار لے سکتا ہی اور نصف دار کی دوسری بیع جو اول نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا ہی باطل ہوجائیگی اور اگر اُسنے چاہا کہ دوسری بیع پر نصف دار لے تو اُسکو یہ اختیار ہی۔ اور اگر مشتری نے وہ دار فروخت نکیا بلکہ کسی شخص کو ہبہ کیا یا کسی کو صدقہ مین دیا اور موہوب لہ یا متصدق علیہ نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر شفیع حاضر ہوا اور مشتری و موہوب لہ دونون حاضر ہین تو شفیع اُسکو عقد بیع پر لیگا نہ عقد ہبہ پر اور مشتری کا حاضر ہونا ضرور ہی جسکے اگر شفیع آیا اور اُسنے فقط موہوب لہ کو پایا تو اُسکے ساتھ کچھ خصومت نہین کر سکتا ہی جبتک کہ مشتری کو نہ پاوے پھر مشتری کو پاکر اُس سے عقد بیع پر لے لیگا اور اُسکا ثمن مشتری کو ملیگا اور ہبہ باطل ہوجائیگا ایسا ہی قاضی امام اسبیجابی نے بلا ذکر خلاف بیان کیا ہی اور اگر مشتری نے نصف دار تقسیم کرکے ہبہ کرکے سپرد کیا اور موہوب لہ نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر شفیع حاضر ہوا اور اُسنے باقی نصف شفعہ مین آدھے ثمن کے عوض لینا چاہا تو اُسکو اختیار نہوگا لیکن اگر چاہے تو کل کو پورے دام کے عوض لے یا سب چھوڑ دے اور (اگر اُسنے کل لے لیا تو) ہبہ باطل ہوجائیگا اور اُسکا ثمن موہوب لہ کو نہ ملیگا مشتری کو ملیگا یہ بدائع مین ہی۔ ایک شخص نے ایک ایسا دار جسکے دو حصص شفیع ایک حاضر اور دوسرا غائب ہی خرید لیا اور شفیع حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے اُسکے نام شفعہ کا حکم دیدیا پھر دوسرا شفیع آیا تو وہ اپنا حق شفعہ شفیع حاضر سے جسکے نام قاضی نے حکم دیدیا ہی طلب کریگا نہ مشتری سے۔ اور یہ اُسوقت ہی کہ شفیع حاضر نے پورا دار شفعہ مین طلب کیا ہو اور اگر اُسنے بدین گمان کہ مین فقط نصف کا مستحق ہون نصف طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اسیطرح اگر دونون حاضر ہون اور ہر ایک نے نصف کو شفعہ مین طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہوجائیگا کیونکہ جب ہر ایک نے کل کا شفعہ طلب نکیا تو جس نصف کا شفعہ طلب نہین کیا ہی اُس سے اُسکا حق شفعہ باطل ہوگیا پس جب نصف مین سے باطل ہوا تو کل سے بھی باطل ہوگیا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی

ساتوان باب ۔ مشتری کا جوار شفیع سے انکار کرنا اور اُسکے مقبلات کے بیان مین ۔ اجناس مین گواہی ادا کرنے کی کیفیت یون بیان فرمائی ہی کہ گواہون کو اسطرح گواہی دینا چاہیے کہ یہ دار جو اُس دار مبیعہ کے جوار مین واقع ہی مشتری کے اس دار مبیعہ کے خریدنے سے پہلے سے اس شفیع کی ملک ہی اور وہ اسوقت تک اسی کی ملک ہی ہم نہین جانتے ہین کہ وہ اسکی ملک سے خارج ہوا۔ اور اگر گواہونے بیان کیا کہ یہ دار اس جار کا ہی تو کافی نہین ہی۔ اور اگر دو گواہون نے اسطرح گواہی دی کہ شفیع نے یہ دار فلان شخص سے خریدا تھا اور وہ اُسکے قبضہ مین ہی یا اُسکو اُسنے ہبہ کیا تھا (بقبضہ تا ایندم) تو یہ کافی ہی۔ اور اگر شفیع نے مشتری سے اس بات پر صلح لینی چاہی تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ محیط و ذخیرہ مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک دار کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ دار اس مدعی کے باپ کے قبضہ مین تھا وہ مرگیا در حالیکہ یہ دار اُسکے قبضہ مین تھا تو مدعی کے نام اس دار کی ڈگری کر دی جائیگی۔ پھر اگر اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو مدعی مذکور اُسکے شفعہ کا مستحق نہوگا ۔ یہانتک کہ اپنی ملک کے گواہ قائم کرے ۔ ایک دار ایک شخص کے قبضہ مین ہی اُسنے اقرار کیا کہ یہ دار فلان شخص کا ہی

لہ اسواسطے کہ ظاہر حالت مشتری ملک ہی اور معارض موجود نہین ۱۲

پھر اسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا اور مقرلہ نے شفعہ طلب کیا تو نہ لیگا یہان تک کہ اس بات کے گواہ قائم کرے کہ یہ دار یہ اور یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اسکا ایک شفیع ہی اُسنے اقرار کیا کہ یہ میرا دار ہی جسکی وجہ سے استحقاق شفعہ ہی فلان شخص کا ہی پس اگر اُسنے شفعہ سے سکوت کیا تھا اور ہنوز شفعہ طلب نکیا تھا تو مقرلہ کو شفعہ نہ لیگا اور اگر اُسنے شفعہ طلب کر لیا ہی تو مقرلہ کو شفعہ لیگا یہ محیط مین ہی اور شیخ خصاف رح نے اسقاط شفعہ کیواسطے یہ طریقہ ذکر کیا کہ اگر بائع نے ایک حصہ دار کا مشتری کے واسطے اقرار کر دیا پھر اُسکے ہاتھ باقی دار فروخت کیا تو جار شفیع مستحق شفعہ نہوگا اور شیخ ابوبکر خوارزمی اس مسئلہ مین شیخ خصاف رح کا تخطیہ کرتے تھے اور خود جار کے واسطے شفعہ واجب ہونے کا فتوی دیتے تھے واللہ اعلم کذا فی الذخیرہ

اٹھوان باب شفیع کے حاضر ہونے سے پہلے دار مشفوعہ مین مشتری کے تصرف کرنیکے بیان مین

اگر مشتری نے زمین خریدکر وہ مین عمارت بنائی یا پیڑ لگائے یا کھیتی بوئی پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کر دیجائیگی اور مشتری پر جبر کیا جائیگا کہ عمارت کو توڑکر یا پودے اُکھاڑکر زمین خالی شفیع کے سپرد کرے لیکن اگر توڑنے واکھاڑنے مین زمین کے حق مین ضرر ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے زمین کو بعوض ثمن کے لیکر عمارت و پودون کو ٹوٹی ہوئی اور اکھڑے ہوئے کے حساب سے قیمت لگا کر لے لے یا چاہے تو مشتری کو اُسکے منہدم کرنے واکھاڑ لینے پر مجبور کرے اور یہ حکم ظاہر الروایۃ کے موافق ہی اور زراعت کی صورت مین اجماع ہی کہ اگر مشتری نے زمین مین زراعت کر لی پھر شفیع حاضر ہوا تو مشتری اُسکے اکھاڑ لینے پر مجبور نہ کیا جائیگا بلکہ کھیتی پکنے تک انتظار کرے پھر اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کیجائیگی پس زمین کو پورے ثمن مین لے لیگا کذا فی البدائع پھر جب وہ زمین مشتری کے پاس چھوڑی گئی تو بلا اجرت چھوڑی جائیگی اور اس جنس کا ایک مسئلہ فتاوے ابواللیث مین ہی اُسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے ایک زمین مزارعت پر لی اور اُسمین کھیتی بوئی پھر جب کھیتی ساگا ہوئی تو مزارع نے وہ زمین مع حصہ زراعت مالک زمین کے خرید لی پھر شفیع آیا تو اُسکو زمین اور آدھی کھیتی مین شفعہ ملیگا لیکن جب تک کھیتی تیار نہو جاوے تب تک زمین نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ جامع الفتاوے مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے زمین خرید کر اُسمین کھیتی بوئی اور کھیتی سے زمین کو نقصان پہونچا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکا ثمن اس زمین کی ناقص حالت کی قیمت پر اور جس روز زید ہی ہی اُس روز کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے پس جسقدر ثمن قیمت ناقصہ کے پرتے مین پڑے اُتنے کو لے لے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خریدکر اُسکو طرح طرح کے رنگ سے رنگا تو شفیع کو اختیار ہی چاہے اُس دار کو لیکر جسقدر رنگ سے زیادتی ہوئی ہی دیدے یا ترک کر دے یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسکی عمارت منہدم کر دی یا کسی اجنبی نے منہدم کر دی یا خود منہدم ہوگئی پھر شفیع آیا تو اُسکا ثمن بنی ہوئی عمارت کی قیمت اور زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے سو جسقدر زمین کے پرتے مین آوے اتنے کو شفیع لے لیگا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ عمارت منہدم ہی اور منقوض یعنے ٹوٹن سحالہ باقی ہو لیکن جب تک مشتری بالفعل اجنبی منہدم ہووے تو بنی ہوئی عمارت کی قیمت پر تقسیم ہوگا اور جب خود منہدم ہوئی ہو تو گری ہوئی عمارت کی قیمت پر تقسیم ہوگا اسلیئے کہ گرادینے کی وجہ سے گرانے والے کے ضمان مین داخل ہوگئی پس اصل قیمت اُس وصف پر معتبر ہوگی جس وصف پر اُسکے ضمان مین داخل ہی اور خود گر جانے سے کسی کی ضمان مین

داخل نہین پس اُسکی قیمت اُسی حالت پر اعتبار کیجائیگی جسپر وہ گری ہوئی موجود ہوئے تھے کہ اگر زمین کی قیمت پانچ سو درہم اور عمارت کی قیمت پانچ سو درہم ہو پھر وہ عمارت گر گئی اور ٹوٹن باقی ہو مگر اب اُسکی قیمت تین سو درہم ہو تو ثمن قیمت زمین پانچ سو درہم اور قیمت منقوض تین سو درہم پر آٹھ حصے ہو کر تقسیم ہوگا پس شفیع اُس زمین کو یا پانچ آٹھوین حصے مین لے لیگا اور اگر عمارت جل گئی یا اُسکو سیلاب بہالیگئی اور ٹوٹن لین سے کچھ نہ رہا تو شفیع زمین کو پورے ثمن مین لیگا اسواسطے کہ مشتری کے پاس کوئی ایسی چیز نہین رہگئی جسکا کچھ ثمن ہو۔ اور اگر مشتری نے عمارت کو گرایا بلکہ بدون زمین کے اُسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بیع کو توڑکر سب کو پورے ثمن مین لے لے یہ محیط مین ہے۔ اگر مشتری نے عمارت کو توڑ ڈالا تو شفیع سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے خالی زمین کو بعوض اُسکے حصہ زمین کے لے لے یا چھوڑ دے اور اسکو یہ اختیار ہوگا کہ ٹوٹن کو لے لے اسیطرح اگر کسی اجنبی نے عمارت کو گرا دیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر خود گر گئی ہو اور ٹوٹن ضائع نہوا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسلیے کہ حق شفعہ اُس سے ساقط ہو گیا ہے حالانکہ وہ عین قائمہ ہے اور نہین جائز ہے کہ مشتری کو سفت دیدی جاوے اسیطرح اگر مشتری نے دار کا دروازہ اُکھاڑکر فروخت کر لیا تو شفیع کے ذمہ سے بقدر اُسکے حصہ کے ساقط ہو جائیگا۔ یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا جسمین سے آدھا غرقاب ہو کر مثل فرات کے ہو گیا کہ اُسمین اسیطرح پانی جاری تھا کہ اُسکا روک نہین ہو سکتا تھا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے باقی کو بعوض اُسکے حصہ ثمن کے لے لے۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خرید کر اُسکی عمارت کسی شخص کو ہبہ کر دی یا اُسکو مہر ٹھہرا کر اُسپر کسی عورت سے نکاح کیا اور وہ ہدم ہوئی تو شفیع کو اس عمارت منقوضہ لینے کی کوئی راہ نہوگی ولیکن زمین کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لیگا اور منہدم نہوئی ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ مشتری کا تصرف باطل کر کے پورے دار کو پورے ثمن مین لے لے یہ مبسوط مین ہے اگر زمین جسمین کوئی نخل یا شجر پھل لگا ہوا خریدی اور بیع مین شرط کر لی کہ یہ پھل میرے ہونگے پھر شفیع آیا اور اُسوقت تک یہ پھل قائم تھے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ یہ سب بیع لے لے اور یہ حکم باستحسان ہے اور اگر شفیع ایسے وقت گیا کہ بائع یا مشتری یا کوئی اجنبی ان پھلون کو توڑ چکا ہو تو پھلون مین شفعہ نہوگا لیکن اگر چاہے تو زمین و درخت کو بعوض اُسکے حصہ ثمن کے لے لے اور پھلون کا حصہ نکالنے کے واسطے یہ کیا جائیگا کہ ثمن کو زمین و درخت و پھل کی روز عقد کی قیمت (اور زمین و درخت کے روز بیع کی قیمت) پر تقسیم کرینگے پس جسقدر پھلون کے پرتے مین پڑے وہ شفیع کے ذمہ سے ساقط کر کے اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے زمین و درخت کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے۔ پس اگر شفیع نے ان دونون کو لے لیا اور اُسکے پھل بائع کے پاس رہے تو امام محمد نے فرمایا کہ یہ پھل مشتری کو لینے لازم ہونگے اور مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ انکو واپس کر دے۔ اور اگر پھل قائم ہون پھر مشتری نے اُنپر قبضہ کر کے کھا لیے یا فروخت کر دیے یا کسی اور وجہ سے اُسکے پاس تلف ہوئے اور شفیع نے بیع کو لینا چاہا تو اُسکے ذمہ سے پھلون کا حصہ ثمن ساقط کر دیا جائیگا۔ اور اگر بیع ایسے وقت واقع ہوئی کہ درخت مین پھل نہ تھے پھر مشتری کے قبضہ سے پہلے بائع کے پاس اُسمین پھل آئے پھر شفیع آیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ زمین و درخت و پھل سب لے لے اور یہ اختیار نہوگا کہ بعض لے اور بعض نہ لے اور شفیع پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اگر ان پھلون کو بائع یا مشتری یا کسی اجنبی نے توڑ لیا اور وہ

بائع کے پاس یا مشتری کے پاس موجود ہین تو شفیع کو یہ اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو زمین و درخت کو اُسکے حصۂ ثمن کے عوض لے لے اور اگر یہ پھل بدون کسی شخص کے فعل کے تلف ہوئے مثلاً جل گئے یا کسی اور آفت سہو پہنچنے سے جاتے رہے اور اُنمین سے اسقدر نرہے کہ جنکی کچھ قیمت ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا چاہے مبیع کو پورے ثمن مین لے لے یا ترک کردے اور اگر بائع یا مشتری نے ان پھلون کو لوچ لیا پھر اسکے بعد بدون کسی کے فعل کے تلف ہوئے مثلاً پانی کی بہیا آئی اور وہ بہ گئے یا آگ لگی اور جل گئے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ بھی پہلی صورت کی مثل ہے اسواسطے کہ پھل مشتری کے ہو چکے تھے اور اُنمین شفعہ نہ تھا پس مین اسکا خیال نہین کرینگے ماہون کہ یہ مشتری کے فعل سے تلف ہوئے یا بغیر فعل مشتری تلف ہوئے کیونکہ یہ پھل جب جدا ہو گئے تو حق شفیع ساقط ہوگیا پس گویا یہ پھل دراصل ہی جدا تھے۔ اور اگر مشتری نے زمین و درخت پر قبضہ کرلیا اور اُسوقت تک اُسمین پھل نہ تھے پھر مشتری کے پاس اُسمین پھل آئے پھر شفیع آیا اور اُسوقت تک یہ پھل درخت مین لگے تھے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ درخت و زمین و پھل سب بعوض اُسیقدر ثمن کے جسپر بیع واقع ہوئی تھی لے لے اور ثمن مین کچھ زیادتی نہ کیجائیگی اور اگر ایسی صورت مین کہ مشتری کے قبضہ مین درخت مین پھل آئے ہین مشتری نے اُنکو توڑ لیا پھر شفیع آیا اور یہ پھل مشتری کے پاس موجود تھے پھر مشتری نے اُنکو کھا کر یا فروخت کرکے اپنے پاس سے تلف کردیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے زمین و درخت کو پورے ثمن مین لے لے اور اُسکو پھلون کیطرف کوئی راہ نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر دار خرید کردہ مین مشتری نے شفیع کے لینے سے پہلے اُسمین تصرف کیا کہ اُسکو ہبہ یا صدقہ کرکے سپرد کردیا یا کرایہ پر دیدیا یا اُسکو مسجد قرار دیا اور اُسمین نماز پڑھی گئی یا پورے طور سے اُسکو وقف کردیا یا اُسکو مقبرہ کردیا اور اُسمین مردہ دفن کیا گیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اُسکو لے لے اور مشتری کا تصرف توڑ دے یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ دار مشفوعہ مین مشتری کا تصرف اُسوقت تک صحیح رہیگا جب تک شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم نہو اور مشتری کو اختیار ہو کہ اُسکو فروخت کرے یا کرایہ پر دیدے اور ثمن و کرایہ اُسکو حلال ہوگا اور اُسکو یہ بھی اختیار ہو کہ دار مشفوعہ کی عمارت گرادے یا اُسکے مثل کوئی تصرف کرے لیکن شفیع کو استحقاق حاصل ہوگا کہ اُسکے سب تصرفات توڑ دے سوائے قبضہ کے یا جو امر قبضہ کو پورا کرتا ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر شفیع نے چاہا کہ دار مشفوعہ سے مشتری کا قبضہ اس غرض سے توڑ دے کہ یہ دار پھر اپنے بائع کے قبضہ مین چلا جاوے اور شفیع اُس سے لے لیوے تو شفیع ایسا نہین کرسکتا ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر مشتری نے نصف دار غیر مقسوم خریدا تو شفیع اُسقدر حصہ مشتری جو بعد قسمت کے اُسکو حاصل ہوگا لے لیگا اور شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ اس تقسیم کو توڑ دے (کیونکہ یہ تقسیم قبضہ کو پورا کرتی ہو) خواہ یہ تقسیم قاضی کیطرف سے ہو یا تراضی طرفین ہو بخلاف اسکے اگر دو شریکون مین سے ایک شریک نے دار مشترکہ مین سے اپنا حصہ فروخت کیا اور مشتری نے دوسرے شریک کے ساتھ حصہ بانٹ کرلیا تو شفیع کو اس تقسیم کے توڑ دینے کا اختیار ہوگا کیونکہ جسنے مقاسمہ کرلیا ہو اُسکی طرف سے عقد بیع واقع نہین ہوا تھا تو یہ تقسیم قبضہ نہوگی۔ پھر جس صورت مین کہ شفیع کو تقسیم مشتری توڑ دینے کا اختیار نہو تو جس جانب سے مشتری کے حصہ مین پڑے وہی شفیع کو ملیگا اور یہی امام ابو یوسف رح سے مروی ہو اور اطلاق

کتاب اسی پر دال ہی بتبیین مین ہی۔ دو شخصون نے ایک دار خریدا اور وہ دونون اس دار کے شفیع بھی تھے اور سوائے ان دونون کے ایک تیسرا شخص بھی اسکا شفیع ہی پھر دونون نے اسکو باہم تقسیم کر لیا پھر تیسرا شخص آیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ ان دونون کی تقسیم کو توڑ دے خواہ دونون نے بقضاء قاضی تقسیم کر لیا ہو یا باہمی رضامندی سے بانٹ لیا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے ایک زمین سو درم کو خریدی اور اُسمین سے مٹی نکالکر سو درم کو فروخت کر لی پھر شفیع آیا اور اُسنے شفعہ طلب کیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ شفیع اُس زمین کو نصف ثمن لینے پچاس درم مین لیگا اور ثمن اُس زمین کی اُس قیمت پر جو مٹی دور کرنے سے پہلے تھی اور اُس مٹی کی قیمت پر جو دور کی گئی ہی تقسیم کیا جائیگا پھر شفیع کے ذمہ سے جسقدر مٹی کی قیمت کے پرتے مین پڑے ساقط کیا جائیگا اور قاضی امام علی سغدی نے فرمایا کہ شفیع کے ذمہ سے نصف ثمن اور مٹی کا حصہ ساقط نکیا جائیگا۔ پھر اگر مٹی نکلوانے کے بعد شفیع کے حاضر ہونے سے پہلے مشتری نے اُس زمین کو پاٹ کر جیسی تھی ویسے ہی کر دی پھر شفیع آیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ مشتری کو حکم دیا جائیگا کہ جو کچھ تو نے ڈالا ہی سب دور کر دے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اگر ایک شخص نے اپنا نصف دار دوسرے کے ہاتھ جو شفیع نہین ہی فروخت کر کے بقضاء قاضی اُسکا حصہ بانٹ کر دیا پھر شفیع آیا اور حال یہ ہی کہ حصہ مشتری اور دار شفیع کے درمیان بائع کا حصہ واقع ہو تو اس سے شفیع کا حق شفعہ باطل نہو جائیگا پھر اگر تقسیم کے بعد بائع نے اپنا حصہ شفیع کے شفعہ اول طلب کرنے سے پہلے فروخت کیا پھر شفیع نے شفعہ طلب کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر قاضی نے پہلے شفعہ اخیر کے واسطے حکم دیا تو اُسکا شفعہ شفیع و مشتری کے درمیان برابر برابر نصف نصف کر دیگا اسواسطے کہ مشتری بھی مثل شفیع کے حصہ بائع کا جار ہو گیا ہی تو جار ہونے مین دونون برابر ٹھہرے اور اگر قاضی نے پہلے شفعہ اولے کا حکم دیا تو شفیع کے نام دوسرے شفعہ کا بھی حکم دیگا اسلیے کہ اس صورت مین کوئی ملک مشتری کی باقی نہین رہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک دار ایک ہزار درم مین خریدا پھر اُسکو دو ہزار درم کے عوض فروخت کیا پھر شفیع دوسری بیع سے آگاہ ہوا پہلی بیع سے آگاہ نہوا اور اُسنے خصومت کر کے یہ دار اپنے حق شفعہ مین دوسری بیع پر بحکم حاکم یا بغیر حکم حاکم لے لیا پھر اُسکو پہلی بیع کا حال معلوم ہوا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے لینے کو توڑ دے اور بیع اول مین اُسکا حق شفعہ باطل ہو گیا اسواسطے کہ اگر اُسکے مالک نے اُسکو دو ہزار درم کے عوض فروخت کیا پھر بائع و مشتری نے باہم بیع کا مناقضہ کر لیا اور مشتری نے وہ دار بائع کو واپس دیدیا پھر شفیع نے بائع سے دو ہزار درم کو خریدا اور اُسکو پہلی بیع کا حال معلوم نہوا پھر معلوم ہوا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی خرید کو توڑ دے یہ محیط مین ہی اور اگر مشتری نے ہزار درم کے عوض خرید کر بائع سے مناقضہ کر لیا پھر بائع سے دو ہزار درم کے عوض خرید پھر شفیع نے بعوض دو ہزار درم کے شفعہ مین لیا اور اُسکو پہلی بیع کا حال معلوم نہوا پھر معلوم ہوا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے لینے کو توڑ دے خواہ بحکم قاضی لیا ہو یا بغیر حکم قاضی لیا ہو یہ بدائع مین ہی اور اگر مشتری نے ایک ہزار درم کو دار خریدا پھر ثمن مین ایک ہزار درم بڑھا دیے پس شفیع کو دو ہزار درم مقدار ثمن معلوم ہوئی اور ایک ہزار درم معلوم نہوئی پس اگر شفیع نے بحکم قاضی دو ہزار درم دیکر لیا ہی تو زیادتی باطل ہوگی اور شفیع پر فقط ایک ہزار درم واجب ہونگے اور اگر بامی رضامندی سے لیا تو ایسا لینا بمنزلہ از سر نو خریدنے کے قرار دیا جائیگا پس اُسکا حق شفعہ باقی نہیگا

یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر مشتری نے دار خرید کر کے اپنے مرتے وقت کسی شخص کے واسطے اُسکے دینے کی وصیت کر دی تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ وصیت کو توڑ کر مشتری کے وارثون سے حق شفعہ مین لے لے اور اُسکا عہدہ وارثون پر ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر ایک گانون خریدا اور اُسمین گھر و درخت و غیرہا کے درخت ہین پھر مشتری نے گھرون و درختون کو ذوفروخت کر دیا پھر دوسرے مشتری نے بعضے درخت کاٹے اور بعضے گھر منہدم کر دیے پھر شفیع آیا تو شفیع کو زمین اور بغیر کٹے ہوئے درخت اور بغیر ڈھائے ہوئے گھر مل سکتے ہین اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ کٹے ہوئے درخت لے لے اور شفیع کے ذمہ سے کٹے ہوئے درختون اور ڈھائے ہوئے گھرون کا حصہ ثمن ساقط ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر ایک شخص نے ایک دار خرید کر اُسکی عمارت گرا کر پھر اس عمارت سے زیادہ نافع عمارت بنائی تو شفیع ایسے دار کو شفعہ مین لے سکتا ہی اور ہمارے نزدیک اُسکا ثمن زمین کی قیمت اور اُس عمارت کی قیمت پر جو دار مذکور مین خرید کے روز موجود تھی تقسیم کیا جائیگا اور شفیع کے ذمہ سے عمارت کا حصہ ثمن ساقط کیا جائیگا اسواسطے کہ عمارت کو مشتری نے خود گرایا ہی پھر مشتری اپنی ساختہ عمارت کو توڑ لیگا یہ مبسوط مین ہی۔

نوان باب اُن امور کے بیان مین جنسے حق شفعہ بعد ثابت ہونے کے باطل ہو جاتا ہی اور جنسے باطل نہین ہوتا ہی۔ واضح ہو کہ جن امور سے حق شفعہ بعد ثابت ہونے کے باطل ہو جاتا ہی اُنکی دو قسمین ہین ایک اختیاری دوسری ضروری پھر اختیاری کی دو قسمین ایک صریح یا صریح کے قائم مقام ہو اور دوسری دلالت (یعنے بدلالت ساقط ہو) پس صریح کی یہ صورت ہی کہ مثلاً شفیع یون کہے کہ مین نے اپنا حق شفعہ باطل کر دیا یا مین نے حق شفعہ ساقط کر دیا یا مین نے تجھے شفعہ سے بری کر دیا یا مین نے شفعہ تجھے دیدیا یا اسکے مثل دوسرے الفاظ کے مگر ضرور ہی کہ اُسنے ایسے الفاظ بیع واقع ہونے کے بعد کہے ہون خواہ اُسکو بیع کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو کیونکہ صریحاً اپنا حق ساقط کرنے مین جاننا و نجاننا دونون یکسان ہین بخلاف دوسری قسم دلالت کے کہ بطریق دلالت اگر شفیع نے اپنا حق ساقط کیا تو جب تک بیع کا حال جاننے کے بعد ساقط نکرے تب تک ساقط نہوگا۔ اور دلالت کی یہ تفسیر ہی کہ شفیع کی طرف سے کوئی ایسا فعل پایا جاوے جو مشتری کے واسطے عقد بیع و اُسکے حکم کی رضامندی پر دلالت کرتا ہو مثلاً شفیع کو مشتری اسکے خریدنے کا علم ہوا مگر اُسنے بلا عذر فی الفور شفعہ طلب نکیا یا اُس مجلس سے جسمین آگاہ ہوا ہی اُٹھ کھڑا ہوا یا طلب شفعہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کام مین مشغول ہو گیا علے اختلاف الروایتین اسیطرح اگر شفیع نے مشتری سے اس دار شفعہ کا مول چکایا یا اس سے درخواست کی کہ مجھے بطور بیع تولیہ دیدے یا مشتری سے اس بیع کو اجارہ پر لینا یا مزارعت یا معاملت پر لینا چاہا اور یہ سب امور شفیع کیطرف سے مشتری کے خریدنے کا حال معلوم کرنے کے بعد واقع ہوے تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر شفیع نے مشتری سے درخواست کی کہ اس بیع کو میرے پاس ودیعت رکھدے یا میرے واسطے اسکی وصیت کر دے یا مجھے صدقہ مین دیدے تو یہ امور بھی حق شفعہ دیدینے مین شمار ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ (انا وکیلہا بکذا) پس شفیع نے جواب دیا کہ ہان تو یہ بھی تسلیم شفعہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور قسم ضروری کی یہ مثال ہی کہ مثلاً شفیع دو طرح کی طلب کے بعد شفعہ مین لے لینے سے پہلے مر جاوے تو ہمارے نزدیک یہ حکم ہی کہ اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا مگر مشتری کے مرجانے سے شفیع کا حق باطل نہوگا اور شفیع کو اختیار رہیگا کہ مشتری کے وارث سے لے لے یہ بدائع مین ہی۔ عقد بیع سے

پہلے شفعہ کا دیدینا صحیح نہین ہی اور بعد بیع کے صحیح ہی خواہ شفیع نواپنا حق شفعہ واجب ہونا معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور جس شخص کو ساقط کرکے دیدیا ہی اُسکو معلوم ہوا ہو یا معلوم نہوا ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مشتری نے شفیع سے کہا کہ مین نے اس دار کی عمارت مین اسقدر خرچ کیا ہی اور مین بسبب اس خرچ کرنے اور بسبب ثمن دینے کے اسکا وکیل ہون پس شفیع نے جواب دیا کہ مان تو یہ امر شفیع کیطرف سے تسلیم شفعہ ہی یہ مبسوط مین ہی۔ کتاب الصلح کے دسوین باب مین شفعہ دیدینے کے مسائل ذکر فرمائے اور فرمایا کہ اگر شفیع نے دار شفعہ کو بحق شفعہ لے لیا تو پھر شفعہ دیدینا صحیح نہین ہی اور اگر پھر بشرط عوض ہو تو اسمین باہمی قبضہ سے پہلے شفعہ دیدینا صحیح نہین ہی کذا فی التاتارخانیہ اور اگر یہ بشرط عوض مین شفیع نے واہب و موہوب لہ کے باہمی قبضہ کے بعد شفعہ دیدیا ہو پھر دونون نے اقرار کیا کہ یہ عقد ہبہ نہ تھا بلکہ جسقدر عوض ہی اسی پر بیع واقع ہوئی تھی تو شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اور اگر ہبہ بغیر عوض مین شفیع نے شفعہ دیدیا ہو پھر دونون نے اقرار کیا کہ یہ بشرط عوض تھا یا عقد بیع تھا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک دار بشرط ہزار درم عوض کے ہبہ کیا پھر ہر دو عوض مین سے فقط ایک پر قبضہ ہوا اور ہنوز دوسرے پر قبضہ نہوا تھا کہ شفیع نے اپنا حق شفعہ دیدیا تو یہ باطل ہی پھر جب دوسرے عوض پر قبضہ واقع ہو تو شفیع کو استحقاق ہوگا کرچاہے اس دار کو حق شفعہ مین لے لے اسواسطے کہ جسوقت شفیع نے اپنا شفعہ ساقط کیا ہی اُسوقت اُسکا حق واجب ہی نہین ہوا تھا کیونکہ یہ بشرط عوض جیسی مثل بیع کے ہوجاتا ہی جب باہمی قبضہ ہوجاوے اور سبب وجوب متحقق ہونے سے پہلے شفعہ دیدینا باطل ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر شفیع نے اپنا حق شفعہ کسی کو ہبہ کیا یا کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ تسلیم شفعہ نہین ہی ایسا ہی فتاوای اہل سمرقند مین لکھا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الشفعہ مین باب الشہادۃ سے کچھ پہلے ذکر فرمایا کہ اگر شفیع نے شفعہ فروخت کردیا تو یہ امر شفعہ کا دیدینا قرار دیا جائیگا مگر ثمن واجب نہوگا اور یہی صحیح ہی اور امام محمد رحمہ اللہ نے بھی شفعۃ الجامع مین ایسی بات ذکر فرمائی ہی جو اسپر دلالت کرتی ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر بائع نے مبیع مین کوئی باندی یا غلام بڑھا دیا تو شفیع کو اختیار حاصل ہوجائیگا کہ چاہے دار مشفوعہ کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر بائع نے ثمن مین سے کسیقدر گھٹا دیا تو شفیع کو شفعہ حاصل ہوجائیگا اسواسطے کہ یہ گھٹانا اصل عقد سے ملتحق ہوگا جیسا کہ اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ مبیع جو عوض ہزار درم کے واقع ہوئی ہی اُسنے شفعہ دیدیا پھر مبیع بعوض پانچ سو درم کے نکلی تو اُسکو حق شفعہ حاصل ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر شفیع نے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ دیدیا تو یہ تسلیم صحیح ہی اگرچہ اُسنے جسکو دیا ہی معین نہین کیا اسی طرح اگر دار مشفوعہ بائع۔ کے قبضہ مین موجود ہونے کی حالت مین شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے تجھے اس دار کا شفعہ دیدیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر بائع نے دار مبیعہ مشتری کے سپرد کردیا پھر شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا تو یہ تسلیم استحسانا صحیح ہی۔ اور اگر بائع سے یون کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تیرے سبب سے یا تیرے واسطے دیا تو یہ تسلیم قیاساً و استحساناً صحیح ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر دار کا مشتری کسی دوسرے کیطرف سے اسکے خریدنے کا وکیل ہوا اور شفیع نے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ دیدیا حالانکہ اُسنے جسکو دیا ہی معین نکیا تو یہ تسلیم صحیح ہی اسیطرح اگر دار مبیعہ وکیل کے قبضہ مین ہونے کی صورت مین وکیل سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا تو یہ تسلیم قیاساً و استحساناً صحیح ہی اور اگر شفیع نے یہ کلام وکیل سے ایسے

وقت کہا کہ جب وکیل اُس دار کو موکل کے سپرد کرچکا ہو تو تسلیم استحساناً صحیح ہوگی اور اگر مشتری کسی دوسرے کیطرف سے خرید کا وکیل ہو اور شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ خاصکر تجھے دیا نہ دوسرے کو تو یہ تسلیم موکل کیواسطے صحیح ہوگی (قال المترجم وفیہ خلاف اور وایتان) کذا فی المحیط اور اگر کسی اجنبی سے شفیع نے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ دیدیا تو ساقط ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر شفیع نے ابتداءً کسی اجنبی سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا یا تیری وجہ سے اسکے شفعہ سے اعراض کیا تو تسلیم صحیح نہین ہی اور قیاساً و استحساناً اُسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر کسی اجنبی سے کہا کہ مین نے اسکا شفعہ تیری وجہ یا تیری سفارش سے موکل کو دیدیا یا موکل کو ہبہ کردیا یا موکل کے لیے شفعہ سے اعراض کیا تو یہ تسلیم موکل کے واسطے صحیح ہی اور اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر کسی اجنبی نے شفیع سے کہا کہ تو اپنا حق شفعہ (یعنی تو اپنا شفعہ) موکل کو دیدے پس اُسنے کہا کہ وہ مین نے تیرے واسطے دیا یا ہبہ کیا یا اُس سے اعراض کیا تو استحساناً یہ تسلیم ہی کیونکہ جب اجنبی نے (یعنی مشتری نے) اُس سے کہا کہ تو اپنا شفعہ (یعنی شفعہ) زید کو دیدے پس اُسنے کہا کہ وہ مین نے تیرے واسطے دیدیا پس یہ کلام بجاے جواب کے ٹھہرا پس ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے یون جواب دیا کہ مین نے تیری وجہ سے اِسکا شفعہ زید کو دیا اور اگر اجنبی کے مخاطب کرنے پر شفیع نے یون کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیا یا مین نے اِسکا شفعہ تجھے ہبہ کیا یا مین نے اسکا شفعہ ترے ہاتھ فروخت کیا تو یہ کلام تسلیم شفعہ نہین ہی اسواسطے کہ یہ کلام مبتدا ہی خواہ مخواہ جواب نہ ٹھہرایا جائیگا کیونکہ مستقل بنفسہ ہی پس کلام تسلیم نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر کسی اجنبی نے شفیع سے کہا کہ مین تجھسے اسقدر مال پر اس شرط سے صلح کرتا ہون کہ تو اسکا شفعہ اُسکو دیدے پس شفیع نے دیدیا تو یہ تسلیم صحیح ہی مگر مال بدل الصلح واجب نہوگا اور اگر یون کہا کہ مین تجھسے اسقدر مال پر اس شرط سے صلح کرتا ہون کہ اسکا شفعہ میرا ہوگا تو یہ صلح باطل ہی اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر شفیع سے اجنبی نے یون کہا کہ مین تجھ سے اسقدر درمون پر اس شرط سے صلح کرتا ہون کہ تو اپنا حق شفعہ دیدے اور یون نہ کہا کہ مجھے دیدے اور شفیع نے اسکو قبول کرلیا تو اجنبی پر مال واجب نہوگا اور شفیع کا شفعہ باطل نہوگا اور اگر شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے تیری بیع تجھے تسلیم کردی یا مشتری سے کہا کہ مین نے تیری خرید تجھے دی تو اُسکا حق شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر کسی اجنبی سے کہا کہ مین نے اس دار کی خرید تجھے دیدی تو یہ کلام تسلیم شفعہ نہین ہی اور اُسکا حق شفعہ باطل نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اسقاط شفعہ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا جائز ہی چنانچہ اگر شفیع نے یون کہا کہ مین نے اسکا شفعہ دیا بشرطیکہ تو نے اپنے واسطے خریدا ہو پس (اگر اُسنے اپنے واسطے خریدا ہو تو شفعہ ساقط ہوجائیگا) اور اگر اُسنے دوسرے کے واسطے خریدا ہو تو شفعہ باطل نہوگا اور یہ جواز اسواسطے ہی کہ یہ اسقاط ہی اور اسقاط محتمل تعلیق ہوتا ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اور اگر شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے اسکا شفعہ تجھے دیا بشرطیکہ تو نے اسکو اپنے واسطے فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہو مگر بائع نے اُسکو دوسرے کے واسطے فروخت کیا تھا تو شفیع کا یہ کلام تسلیم شفعہ نہوگا - اور فتاوے فقیہ ابواللیث مین ہی کہ اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا پھر یہ بات نکلی کہ مشتری نے یہ دار کسی دوسرے کیواسطے خریدا تھا تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا اور فتاوی فضلی مین لکھا ہی کہ یہ کلام موکل کے واسطے تسلیم شفعہ ہی ولیکن مختار وہی ہی جو فتاوے ابواللیث رحمہ مین مذکور ہی ایسا ہی شیخ صدر الشہید رحمہ نے

ذکر فرمایا اور حاوی مین ہی کہ اگر مشتری نے شفیع سے کہا کہ مین نے یہ دار اپنے واسطے خریدا ہی پس شفیع نے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے دوسرے کیواسطے خریدا تھا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ باطل نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شریک کے ہوتے ہوئے جارنے پہلے اپنا حق شفعہ دیدیا تو یہ تسلیم صحیح ہی حتے کہ اسکے بعد شریک نے بھی اپنا حق شفعہ دیدیا تو پڑوسی کو یہ اختیار نہوگا کہ حق شفعہ مین لے لے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر غلام ماذون کے واسطے حق شفعہ واجب ہوا اور اُسنے شفعہ دیدیا تو جائز ہی خواہ اُسپر دین ہو یا نہو اور اگر اُسکے مولی نے شفعہ دیدیا تو جائز ہی بشرطیکہ ماذون پر دین نہو اور اگر ماذون پر دین مستغرق ہو تو مولی کا دیدینا ماذون غلام کے حق مین جائز نہوگا یہ مبسوط مین ہی اور بعد محجور ہوجانے کے ماذون کا شفعہ دیدینا جائز نہین ہی کذا فی التاتارخانیہ اور اگر مکاتب نے اپنا حق شفعہ دیدیا تو بھی جائز ہی یہ بسوط مین ہی اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ اسقدر ثمن یا اس جنس کے ثمن سے یا فلان مشتری کے ہاتھ فروخت کیا گیا ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر اسکے برخلاف نکلا پس آیا اُسکا دیدینا صحیح ہوگیا سو اس جنس کے مسائل مین اصل یہ قرار پائی ہی کہ دیکھنا چاہیے کہ اگر دونون حالتون مین شفیع کی غرض دینے مین مختلف نہوتی ہو تو تسلیم صحیح رہیگی اور شفعہ باطل ہوگا اور اگر غرض مختلف ہوتی جاتی ہو تو تسلیم صحیح نہوگی اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ بدائع مین ہی۔ اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ ثمن سو دینار ہین کہ اُنکی قیمت ہزار درم یا ہزار درم سے کم ہی یا زیادہ ہی تو ہمارے نزدیک اگر دینارون کی قیمت ہزار درم سے کم ہو تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا ورنہ اُسکا تسلیم کرنا صحیح رہیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ مشتری فلان شخص ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر معلوم ہوا کہ دوسرا شخص ہی تو شفیع کو اُسکا شفعہ ملیگا اور اگر خبر دیگئی کہ مشتری زید ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر معلوم ہوا کہ زید و عمرو ہی تو زید کے حق مین اُسکا دیدینا صحیح ہوگا مگر حصہ عمرو مین اُسکو اختیار ہوگا چاہے شفعہ مین لے لے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اگر خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہین پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ہزار درم سے کم نکلا تو وہ اپنے شفعہ پر رہیگا اور اگر ہزار درم سے زیادہ نکلا تو اُسکا حق شفعہ باطل ہوگیا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر شفیع سے ثمن کوئی کیلی یا وزنی چیز بیان کی گئی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر معلوم ہوا کہ ثمن دوسری صنف کی کیلی یا وزنی چیز ہی تو شفیع ہر حال مین اپنے شفعہ پر رہیگا خواہ جو چیز ثمن ظاہر ہوئی ہی وہ از راہ قیمت اُس سے زیادہ ہو یا کم یا برابر ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن کوئی چیز قیمتی چیزون مین سے ہی پھر ظاہر ہوا کہ کوئی کیلی یا وزنی چیز ہی یا خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہین پھر معلوم ہوا کہ ثمن کوئی کیلی یا وزنی چیز ہی تو شفیع ہر حال مین اپنے شفعہ پر رہیگا یہ تبیین الحقائق مین ہی۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن فلان چیز قیمتی چیزون مین سے ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر معلوم ہوا کہ ثمن اسکے سوائے دوسری چیز قیمتی چیزون مین سے ہی مثلاً خبر دیگئی کہ ثمن ایک دار ہی پھر معلوم ہوا کہ ثمن ایک غلام ہی تو کتاب مین امام محمد رح نے یہ جواب فرمایا ہی کہ شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا اور کوئی تفصیل نہین فرمائی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ یہ جواب ایسی صورت مین صحیح ہی کہ جب اُس چیز کی قیمت جو ثمن ظاہر ہوئی ہی اُس چیز کی قیمت سے جو خبر دیگئی ہی کم ہو اور اگر اُسکی قیمت جو ثمن ظاہر ہوئی اُس چیز کی قیمت سے جو خبر دیگئی تھی زیادہ ہو یا برابر ہو تو صحیح نہین ہی اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ایک غلام ہی جسکی قیمت

ایک ہزار درم ہی یا اور اسکے مانند کوئی چیز ذوات القیم مین سے بیان کی گئی پھر معلوم ہوا کہ اُسکا ثمن درہم یا دینار ہین تو امام محمد رح نے بغیر تفصیل کے یہ جواب فرمایا ہی کہ شفیع اپنی شفعہ پر رہیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب اُس چیز کی قیمت جو ظاہر ہوئی ہی اُسکی قیمت سے کم ہو جسکے ثمن ہونیکی شفیع کو خبر دیگئی تھی اور اگر اُسکی قیمت سے جو خبر دیگئی تھی زیادہ ہو یا برابر ہو تو حکم یہ ہی کہ شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ بخلاف مسئلہ اولے کے اس صورت مین یہ حکم علے الاطلاق صحیح ہی - اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ایک غلام ہی جسکی قیمت ہزار درم ہی پھر ظاہر ہوا کہ اُسکی قیمت ہزار درم سے کم ہی تو شفیع کو شفعہ ملیگا اور اگر ظاہر ہوا کہ اُسکے قیمت ہزار درم یا اُس سے زیادہ ہی تو شفعہ نہ ملیگا - اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ ثمن ذوات القیم مین سے کوئی چیز ہی تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا لیکن اگر اُس چیز کی قیمت ہزار درم ثمن سے کم ہو تو ملیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر شفیع کو نصف دار خریدنے کی خبر دیگئی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے کل دار خریدا ہی تو شفیع اپنی شفعہ پر رہیگا اور اگر شفیع کو پورے دار کے خریدنے کی خبر دیگئی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے نصف دار خریدا ہی تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ یہ جواب ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب آدھے کا ثمن پورے کے ثمن کے برابر ہو مثلاً خبر دیگئی کہ اُسنے پورا دار ہزار درم کو خریدا ہی پس شفیع نے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے نصف دار ہزار درم مین خریدا ہی تو یہی حکم ہی اور اگر ایسا نہو مثلاً اُسکو خبر دیگئی کہ مشتری نے پورا دار ہزار درم مین خریدا ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے نصف دار پانچ سو درم مین خریدا ہی تو شفیع اپنی شفعہ پر رہیگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر شفیع نے آدھے مین شفعہ دیدیا تو پورے مین باطل ہو جائیگا - اور اگر شفیع نے نصف دار شفعہ مین طلب کیا تو آیا یہ امر پورے دار کے شفعہ کا دیدینا ہی یا نہین سو اسمین امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے باہم اختلاف کیا ہی پس امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ امر پورے دار کا شفعہ دینا نہین ہی کذا فی البدائع اور یہی اصح ہی سو اسطے کہ آدھے کی تسلیم جا بہا باقی کا سپرد کرنا نہین ہی زیرا کہ آنہ والا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر شفیع نے اپنا نصف دار یا تہائی یا نصف سے زیادہ کچھ باقی رکھکر فروخت کیا اور جسقدر فروخت کیا وہ غیر مقسوم ہی تو شفیع کو بذریعہ مابقی کے حق شفعہ حاصل ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی - اگر شفیع نے دار مشفوعہ کے رقبہ کا دعوی کیا کہ یہ میرا ہی یعنے بوجہ شفعہ کے نہین (بلکہ اور سبب سے اپنی ملک ہونے کا دعوی کیا) تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اُسنے حق شفعہ طلب کرنیکے بعد دار مشفوعہ کے رقبہ کا دعوے کیا کہ یہ میرا ہی تو اُسکے دعوی کی سماعت نہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر حق شفعہ سے کچھ عوض پر صلح کرلی تو شفعہ باطل ہو گیا اور عوض کو واپس کردے اسلیے کہ حق شفعہ دفع ضرر کی غرض سے بخلاف قیاس ثابت ہوا ہی پس حق اعتیاض مین اُسکا ثبوت ظاہر نہو گا اور شرط جائز کے ساتھ ساقط نہین ہوتا ہی تو فاسد سے بدرجہ اولی نہو گا چنانچہ اگر شفیع نے لہانہ جو لوے خریدا ہی اُس سے مین نے اپنا حق شفعہ ساقط کردیا اس شرط سے کہ جو مین نے خریدا ہی اُس سے تو اپنا شفعہ ساقط کردے تو شفیع کا شفعہ ساقط ہو جائیگا اگرچہ مشتری اُس چیز سے جسکو شفیع نے خریدا ہی اپنا شفعہ ساقط نکرے اور مالی عوض کے ساتھ حق شفعہ ساقط کرنا ایک فاسد شرط ہی کیونکہ وہ غیر ملائم ہی اسطے کہ یہ عوض ایک محل کے اندر محض حق کے بدلے مین لینا ہی پس ایسا لینا حرام و رشوت ہی یہ کافی مین ہی اگر شفیع نے دار مشفوعہ کا چار دونون ہوا اور اُسنے اپنا وہ حصہ جسکی شرکت کے ذریعہ سے شفعہ لے سکتا تھا

فروخت کردیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بوجہ جوار کے شفعہ طلب کرے یہ بدائع مین ہی۔ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شفیع نے پہلے مشتری کو سلام کیا پھر شفعہ طلب کیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا ایسا ہی لیث بن مشاذ نے فرمایا ہی اور شیخ ابراہیم بن یوسف رح نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہ امام محمد رح سے مروی ہی اور ہم اسیکو لیتے ہین کذا فی الحاوی اور یہی مختار ہی کذا فی الخلاصہ والمضمرات اور اگر مشتری اپنے بیٹے کے ساتھ کھڑا ہوا اور شفیع نے مشتری کے بیٹے کو سلام کرکے پھر شفعہ طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا بخلاف اسکے اگر مشتری کو سلام کیا تو ایسا نہین ہی اور اگر اُسنے دونون مین ایک کو اسطرح سلام کیا کہ السلام علیک اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُسنے کسکو سلام کیا تو شفیع سے دریافت کیا جائیگا کہ تو نے باپ کو سلام کیا یا بیٹے کو پس اگر اُسنے کہا کہ مین نے باپ کو سلام کیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ بیٹے کو سلام کیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔ اور اگر مشتری و شفیع نے اختلاف کیا یعنے مشتری نے کہا کہ تو نے میرے بیٹے کو سلام کیا پس تیرا شفعہ باطل ہوگیا اور شفیع نے کہا کہ مین نے تجھے سلام کیا ہی تو شفیع کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر مشتری کو دار فروخت ہونے کی خبر دیگئی اور اُسنے کہا (الحمد للہ فقد ادیت شفعتہ) او (سبحان اللہ فقد ادیت شفعتہا) یعنے سب تعریف خدا تعالی کو سزاوار ہی اور مین نے ضرور اُسکا شفعہ طلب کیا یا پاک ہی خداوند تعالے اور مین نے ضرور اُسکا شفعہ طلب کیا تو امام محمد رح کی روایت مین شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا کذا فی البدائع۔ شفیع نے بیع کا حال سُنکر کہا کہ الحمد للہ مین نے ضرور اُسکا شفعہ طلب کیا تو مذہب مختار کے موافق اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور ناطفی نے فرمایا کہ سبحان اللہ یعنے پاک ہی خدائے تعالی یا کیف اصبحت یعنے شب بخیر گذری یا کیف امسیت یعنے دن اچھی طرح گذرا ان اقوال کو کہکر شفعہ طلب کرنے کی صورت مین جو حکم ذکر فرمایا ہی اُسپر قیاس کرکے کہا جاتا ہی کہ اگر مشتری سے ملنے کے وقت شفیع نے کہا کہ خدا تیری عمر دراز کرے پھر شفعہ طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا کذا فی الظہیریہ اسیطرح اگر کہا کہ شفعہ مجھ کو اسلم دیا قسم تو بھی شفیع اپنی شفعہ پر رہیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر مشتری سے اپنی جانون کی درخواست کی یا مشتری کے سامنے کوئی حاجت پیش کی پھر شفعہ طلب کیا تو اُسکا حق شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر مشتری سے دار بیعہ کا ثمن دریافت کرکے اُسکے بتلانے کے بعد پھر شفعہ طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا یہ مضمرات مین ہی ایک دار فروخت کیا گیا پھر بائع یا مشتری نے شفیع سے یہ بات کہی کہ تو اپنی ہر خصومت سے جو تیری ہماری طرف سے ہو بری کردے پس شفیع نے ایسا ہی کیا حالانکہ اُسکو یہ نہین معلوم ہی کہ انکی طرف میرا حق شفعہ واجب ہوا ہی تو حکم قضاء مین اُسکو شفعہ نہ ملیگا مگر فیما بینہ وبین اللہ تعالے اُسکو شفعہ ملیگا بشرطیکہ ایسی صورت ہو کہ اگر شفیع کو اُسکا حال معلوم ہوجاتا تو وہ شفعہ سے بری نکرتا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شفیع نماز مین تھا کہ اُسکو بیع کی خبر دیگئی پس اُسنے نماز پوری کرلی پس اگر یہ نماز فرض ہو تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اسیطرح اگر واجب ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر سنت ہو تو بھی یہی حکم ہی اسلیے کہ یہ سُنن راتبہ نماز واجب کے معنی مین ہین یہ فتاوی ابواللیث وواقعات ناطفی مین لکھا ہی کہ اگر نماز

قال المترجم
وفی الکلام اشارۃ الی ان السلام
قبل الکلام فی غیر
بحث الشرع وہو
معقول وعرف
بطلان الشفعۃ
الخ

ل ۲

قطع مین شفیع کو بیع سے آگاہی حاصل ہوئی پس اُسنے یہ دوگانہ چار رکعت یا چھ رکعت کرلیا تو امام محمد رح سے روایت ہی کہ اُسکا حق شفعہ باطل نہوگا اور شیخ صدر الشہید نے فرمایا کہ مذہب مختار یہ ہی کہ باطل ہوجائیگا اسواسطے کہ شفیع معذور نہین ہی یہ فخیرہ ومحیط ومضمرات وکبری مین ہی فتاوے آہو مین لکھا ہی کہ شفیع کو وقت خطبہ کے بیع کی خبر دیگئی پس اُسنے طلب نکیا یہان تک کہ امام نماز سے فارغ ہوا پس اگر شفیع امام سے اسقدر قریب ہو کہ خطبہ کو سنتا ہو تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا ورنہ اسمین مشائخ کا اختلاف ہی۔ اور اگر شفیع کو ختم نماز قعدہ اخیرہ مین خبر دیگئی پس اُسنے طلب نکیا یہان تک کہ تمام دعا اللہم ربنا آتنا فی الدنیا والدین حسنۃ ختم کرکے پھر سلام پھیرا تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا یہ تاتارخانیہ کی گیارہوین فصل بطل شفعہ مین ہی۔ ذخیرہ مین لکھا ہی کہ اگر شفیع کو ایسے وقت خبر ملی کہ وہ امام کے ساتھ جماعت کی نماز شروع کرنا چاہتا تھا پس وہ شفعہ طلب کرنیکے واسطے نگیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ کی

تیرہوین فصل مین ہی

دسوان باب ۔ شفعہ مین گواہی اور کرنے اور شفیع ومشتری وبائع کے درمیان اختلاف واقع ہونیکے بیان مین۔ شفیع ومشتری کے درمیان جو اختلاف واقع ہو وہ یا ثمن کی طرف راجع ہوگا یا مبیع کی طرف راجع ہوگا پس جو اختلاف ثمن کی طرف راجع ہو وہ تین حال سے خالی نہین یا جنس ثمن مین اختلاف ہوگا یا مقدار ثمن مین یا صفت ثمن مین۔ پس اگر جنس ثمن مین اختلاف ہو مثلاً مشتری نے کہا کہ مین نے سو دینار کو خریدا ہی اور شفیع نے کہا کہ ہزار درم کو خریدا ہی تو قول مشتری کا قبول ہوگا کیونکہ جنس ثمن کے پہچاننے مین شفیع سے مشتری زیادہ ہی پس جنس کے دریافت مین اُسکے قول کیطرف رجوع کیا جائیگا یہ بدائع مین ہی۔ اگر شفیع ومشتری نے ثمن مین اختلاف کیا تو مشتری کا قول قبول ہوگا اور دونون سے باہم قسم نہ لیجائیگی۔ اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح وامام محمد کے نزدیک شفیع کے گواہ قبول ہونگے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ گواہ بھی مشتری کے قبول ہونگے۔ اور اگر مشتری نے کسیقدر ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اُس سے کم ثمن کا دعوی کیا اور حال یہ ہو کہ بائع نے ہنوز ثمن پر قبضہ نہین کیا ہی تو شفیع اس مبیع کو بعوض اُسقدر ثمن کے جسکو بائع بیان کرتا ہی لے لیگا اور اسقدر کمی یون قرار دیجائیگی کہ بائع نے مشتری کے ذمہ سے گھٹادی ہی۔ اور اگر بائع نے دعوی مشتری سے زیادہ ثمن کا دعوی کیا تو دونون سے قسم لیجائیگی پھر دونون بیع پھیر لینگے اور اگر دونون مین سے کسی نے قسم سے انکار کیا تو ظاہر ہوجائیگا کہ ثمن کی مقدار اُسیقدر ہو جسقدر دوسرا کہتا ہی پس شفیع اسیقدر پر شفعہ مین لیگا اور اگر دونون نے قسم کھالی تو قاضی دونون کے درمیان بیع فسخ کردیگا اور شفیع اس مبیع کو بائع کے سپرد کرکے اور اگر بائع ثمن پر قبضہ کرچکا ہو تو شفیع اس مبیع کو اُسقدر داموں کے عوض لے سکتا ہی جسکو مشتری نے بیان کیا ہی اور بائع کے قول پر التفات نکیا جائیگا۔ اور اگر ثمن کا ادا کرنا ظاہر نہو اور بائع نے کہا کہ مین نے یہ دار ہزار درم کو فروخت کرکے ثمن وصول کرلیا ہی تو شفیع اُسکو ہزار درم کے عوض لے سکتا ہی اور اگر اُسنے یون کہا کہ مین نے ثمن پر قبضہ کرلیا اور وہ ہزار درم ہی تو اُسکے قول پر التفات نکیا جائیگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر کوئی دار بعوض عرض کے خریدا اور ہنوز بائع نے قبضہ نہوا تھا کہ یہ عرض تلف ہوگیا یا مشتری نے دار پر قبضہ کرلیا تھا مگر عرض بائع کے قبضہ مین ندیا تھا کہ عرض تلف ہوگیا یا بائع ومشتری مین بیع اسطرح ٹوٹ گئی کہ شفیع کو بعوض قیمت عرض کے دار مذکور شفعہ مین لینے کا حق باقی نرہگیا

پھر بائع ومشتری نے عرض مذکور کی قیمت مین اختلاف کیا تو قسم سے بائع کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون مین سے کسی نے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک بائع کے گواہ قبول ہونگے اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہی - اور اگر مشتری نے عمارت دار کو گرا دیا یہان تک کہ شفیع کے ذمہ سے ثمن سے بقدر قیمت عمارت کے ساقط ہوگیا پھر دونون نے قیمت عمارت مین اختلاف کیا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ خالی میدان کی قیمت ہزار درم ہی یا عمارت ومیدان دونون کی قیمت مین اختلاف کیا پس اگر فقط عمارت کی قیمت مین اختلاف کیا تو قسم سے مشتری کا قول قبول ہوگا اور اگر عمارت ومیدان دونون کی قیمت مین اختلاف کیا تو میدان کی قیمت اندازہ کیجائیگی اور عمارت کی قیمت کے بارہ مین مشتری کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون مین سے ایک نے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول پر قیاس کرکے مشتری کے گواہ قبول ہونگے - اور اگر دونون نے صفت ثمن مین اختلاف کیا مثلاً مشتری نے کہا کہ مین نے نقدی ثمن دینے پر خریدا ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ ادھار میعادی پر خریدا ہی تو مشتری کا قول قبول ہوگا - اور جو اختلاف بیع کیطرف راجع ہوتا ہی وہ یہ ہی - کہ دونون اسطرح اختلاف کرین کہ اس تمام چیز پر جسپر بیع واقع ہوئی آیا ایک ہی صفقہ سے واقع ہوئی یا دو صفقہ سے واقع ہوئی مثلاً مشتری نے ایک دار خریدا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے اسکا میدان علیحدہ بعوض ایک ہزار درم کے خریدا ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تونے دونون کو اکٹھا دو ہزار درم مین خریدا ہی تو قول شفیع کا قبول ہوگا اور دونون مین سے جسنے گواہ قائم کیے اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے اور دونون فریق نے کوئی وقت بیان نکیا تو امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہ قبول ہونگے اور امام محمد کے نزدیک شفیع کے گواہ قبول ہونگے یہ بدائع مین ہی منتقی مین بروایت ابن سماعہ رح امام محمد رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے کسی سے ایک دار خریدا اور اسکے دو شفیع ہین انمین سے ایک شفیع مشتری کے پاس شفعہ طلب کرنے آیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے یہ دار ہزار درم کو خریدا ہی - پس شفیع نے اُسکے قول کی تصدیق کرکے ہزار درم دیکر لیا پھر دوسرے شفیع نے آکر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مشتری نے اُسکو پانچ سو درم مین خریدا ہی تو دوسرا شفیع اس دار مین سے آدھا دار بعوض دو سو پچاس درم کے پہلے شفیع کو دیکر لیگا اور پہلا شفیع مشتری سے دو سو پچاس درم واپس لیگا اور پہلے شفیع کے پاس نصف دار بعوض پانچ سو درم کے باقی رہجائیگا اور بھی منتقی مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار ایک ہزار درم کو خریدکر اُسپر قبضہ کرلیا پھر شفیع نے آکر شفعہ طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اسکو دو ہزار درم کے عوض خریدا ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تونے ایک ہزار درم کو خریدا ہی مگر شفیع کے پاس گواہ نہ تھے اور مشتری نے جو کچھ کہا تھا اُسپر قسم کھالی پس شفیع نے دو ہزار درم دیکر دار مذکور لے لیا پھر دوسرا شفیع آیا اور اُسنے شفیع اول پر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ بائع نے یہ دار فلان مشتری کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا تھا تو دوسرا شفیع اسمین سے نصف دار بعوض پانچ سو درم کے لے لیگا اور پہلا شفیع مشتری سے اس نصف کے ثمن سے جسکو دوسرے شفیع نے لیا ہی پانچ سو درم واپس لیگا پھر شفیع اول سے کہا جائیگا کہ جو نصف تیرے قبضہ مین ہی اُسکی بابت اگر تیرا جی چاہے تو دو بارہ گواہ پیش کر ورنہ

ع الظاہر امام ابو یوسف رح وامام محمد رح

ع الظاہر امام اعظم رح

تجھے کچھ نہین مل سکتا ہی۔ اور اسکے معنی یہ ہین کہ شفیع اول نے اگر مشتری سے یہ کہا کہ شفیع ثانی نے گواہون سے یہ بات ثابت کردی کہ خرید بعوض ہزار درم کے واقع ہوئی ہی پس جو نصف میرے قبضہ مین ہی اُسکے مقابلہ مین پانچ سو درم ہوئے سو مین تجھسے پانچ سو درم واپس لونگا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن اگر اُسنے دوبارہ گواہ قائم کیے کہ خرید بعوض ہزار درم کے واقع ہوئی ہی تو ایسا ہو سکتا ہی اسکا سبب وہ ہی جسکی طرف کتاب مین اشارہ فرمایا ہی کہ شفیع ثانی اپنے گواہون سے فقط نصف دار کا مستحق ہوگا اور اسکے معنی یہ ہین کہ شفیع ثانی کے گواہ ہرگاہ کہ نصف دار مین کار آمد ہوئے تو ہزار درم کے عوض خرید واقع ہونا فقط اسی نصف مین ثابت ہوگا جسکا شفیع ثانی مستحق ہوا ہی نہ اُس نصف مین جو شفیع اول کے قبضہ مین ہی پس شفیع اول اپنے نصف مقبوضہ کے حق مین بعوض ہزار درم کے خرید ثابت ہونے کے واسطے دوبارہ گواہ پیش کرنے کا محتاج ہوگا پھر مشتری سے پانچ سو درم زائدہ واپس لینے کا مستحق ہوگا۔ یہ محیط مین ہی۔ فتاوے عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر مشتری نے ایک دار خریدا پھر شفیع آیا اور اُسنے مشتری کے کہنے پر ہزار درم ثمن دیکر شفعہ مین لے لیا پھر اس بات کے گواہ پائے کہ مشتری نے پانچ سو درم کو خریدا تھا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر شفیع نے پہلے ہزار درم ثمن خرید ہونے مین مشتری کے قول کی تصدیق کی ہو تو پھر اسکے برخلاف پیش کیے گواہ مقبول نہونگے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر بائع و مشتری نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ بیع بائع کے واسطے شرط خیار کرکے واقع ہوئی ہی اور شفیع نے اس سے انکار کیا تو امام اعظم و امام محمد اور دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف کے نزدیک قول بائع و مشتری کا قبول ہوگا اور شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اسلیے کہ بیع بائع و مشتری کے اقرار سے ثابت ہوئی اور ویسی ہی ثابت ہوئی جیسا دونون نے اقرار کیا ہی۔ اور جامع مین مذکور ہی کہ اگر بائع نے شرط خیار ہونے کا دعوی کیا اور مشتری و شفیع نے اس سے انکار کیا تو استحسانًا قول مشتری کا قبول ہوگا اسواسطے کہ خیار فقط شرط کرنے سے ثابت ہوتا ہی اور بائع احداث شرط کا دعوی کرتا ہی اور مشتری اُس سے منکر ہی۔ اسیطرح اگر مشتری نے خیار رویت شرط ہونے کا دعوی کیا اور بائع و شفیع نے اس سے انکار کیا تو قول بائع کا قبول ہوگا اور کتاب الشفعہ مین ہی کہ قول بائع کا قبول ہوگا اور شفیع کو شفعہ مین لے لیگا یہ محیط مین ہی۔ دو آدمیون نے باہم خرید و فروخت کی پس شفیع نے دونون کے سامنے شفعہ طلب کیا پس بائع نے کہا کہ یہ بیع ہم دونون نے باہم بیع سے نہین کی بلکہ از راہ مغالطہ تھی اور مشتری نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو شفیع کے حق مین ان دونون کے قول کی تصدیق نکیجائیگی بلکہ قول اُسید کا معتبر ہوگا جو اجنبی کا دعوی کرتا ہی لیکن اگر صورت حال اسی بات پر دلالت کرتی ہو جو بائع و مشتری نے بیان کیا ہی تو ایسا نہوگا مثلاً مبیع بیش قیمت چیز ہو اور اس بیع مین ایسے قلیل ثمن کے عوض فروخت کی گئی کہ ایسی چیز اسقدر قلیل ثمن کو نہین فروخت ہوتی ہی تو ایسی صورت مین قول بائع و مشتری کا قبول ہوگا اور شفیع کو شفعہ نہ ملیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی منتقی مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک دار فروخت کیا پھر بائع و مشتری دونون نے باتفاق اقرار کیا کہ یہ بیع فاسد تھی اور شفیع نے کہا کہ جائز واقع ہوئی ہی تو قول شفیع کا معتبر ہوگا اور مین شفیع کے حق مین بائع و مشتری کے فساد بیع کے اقرار کی بالکل تصدیق نکرونگا اور اگر دونون مین سے ایک نے فساد بیع کا دعوی کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اس صورت مین مین اسکا قول قبول کرونگا جو صحت بیع کا مدعی ہی سو اگر دونون نے ایسی چیز کی وجہ سے فساد بیع پر اتفاق کیا کہ جسمین مدعی فساد کا قول معتبر نکتا ہون تو مین دونون کے قول کی

تصدیق کرونگا اور شفیع کے واسطے حق شفعہ نہ ٹھہراؤنگا اور اس سے میری یہ مراد ہی کہ اگر بائع ومشتری دونون نے ایسے سبب سے فساد بیع پر اتفاق کیا کہ اسی سبب سے بیع فاسد ہونے مین اگر بائع ومشتری دونون اختلاف کرتے تو مدعی فساد کا قول قبول ہوتا بلکہ جو شخص صحت بیع کا مدعی ہوتا اُسیکا قول مقبول ہوتا مثلاً دونون مین سے فقط ایک نے بیع مین میعاد فاسد یا خیار فاسد ہونے کے شرط کا دعوی کیا تو جب ایسے سبب سے بیع فاسد ہونے پر دونون اتفاق کرتے تو شفیع کے حق مین ان دونون کی تصدیق نکیجائیگی - اور اگر دونون نے ایسے سبب سے فساد بیع پر اتفاق کیا کہ اسی سبب سے اگر بیع فاسد ہونے مین دونون باہم اختلاف کرتے تو مدعی فساد کا قول قبول ہوتا تو جب ایسے سبب سے بیع فاسد ہونے پر دونون اتفاق کرینگے تو شفیع کے حق مین بھی دونون کی تصدیق کیجائیگی اور منتقی مین اسکی صورت یون بیان فرمائی کہ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ تو نے یہ دار میرے ہاتھ بعوض ہزار درم وایک رطل شراب کے فروخت کیا ہی اور بائع نے کہا کہ تو نے بیع کیا تو تو مین نے ایسا نہین کیا اور بائع نے اسکی تصدیق کی تو شفیع کو شفعہ ملیگا یہ تو منتقی کی عبارت ہی اور امام قدوری نے اپنی کتاب مین جو کچھ منتقی مین مذکور ہی امام ابو یوسف رح کا قول اُنسے دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق قرار دیا ہی اور امام قدوری نے فرمایا کہ بنا بر اس روایت کے گویا امام ابو یوسف رح ایسے اختلاف کو اس اختلاف پر قیاس فرماتے ہین جو دونون متعاقدین مین واقع ہوتا چنانچہ اگر دونون متعاقدین نے باہم اسطرح اختلاف کیا کہ مشتری نے کہا کہ تو نے یہ دار میرے ہاتھ بعوض ہزار درم وایک رطل شراب کے فروخت کیا ہی اور بائع نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے تیرے ہاتھ اسکو بعوض ہزار درم کے فروخت کیا ہی تو قول بائع کا قبول ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ تو نے یہ دار میرے ہاتھ بعوض شراب یا سور کے فروخت کیا ہی اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اسکو بعوض ہزار درم کے فروخت کیا ہی تو قول مشتری کا مقبول ہوگا اسواسطے کہ شراب کے عوض بیع واقع ہونا کسی حال مین جائز نہین ہی اور مدعی جواز کا قول اُسی عقد مین مقبول ہوتا ہی جو عقد کسی حال مین جائز ہو بخلاف ایسے عقد بیع کے جو بیعاً فاسد ہو یا بعوض ہزار درم وایک رطل شراب کے ہو - اب رہا امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک سو ان دونون کے نزدیک اگر بائع ومشتری نے فساد بیع پر اتفاق کیا اور شفیع نے دونون کی تکذیب کی تو ہر حال مین شفیع کو شفعہ نہ ملیگا جیسا کہ اسی صورت مین ہوتا ہی کہ دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس بیع مین بائع کے واسطے خیار کی شرط تھی اور شفیع نے دونون کی تکذیب کی تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی کھیت کا دسوان حصہ بعوض ثمن کثیر کے خریدا پھر باقی کھیت قلیل داموں کو مول لیا تو شفیع کو دسوین حصہ مین شفعہ ملیگا نہ باقی مین پھر اگر شفیع نے اُس سے اسطرح قسم لینی چاہی کہ واللہ مین نے اسطرح بیع کرنے مین تیرا حق شفعہ باطل کرنا نہین چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اسلیے کہ اگر اُسنے ایسا اقرار کیا تو اُسپر کچھ لازم نہ آئیگا اور اگر یون قسم لینی چاہی کہ واللہ بیع اول بطور تلجیہ واقع ہوئی تھی تو اُسکو یہ اختیار ہوگا اسلیے کہ یہ ایسی بات ہی کہ اگر اُسنے خصم ہونے کی صورت مین اسکا اقرار کیا تو اُسپر لازم ہوگی اور کتاب مین یہ جو مذکور ہی کہ اگر اُسنے اسطرح قسم لینی چاہی کہ واللہ مین نے اسطرح بیع کرنے مین تیرا حق شفعہ باطل کرنا نہین چاہا تو ایسی قسم لے سکتا ہی اسکی تاویل یہی ہی یعنے اس دعوی پر قسم لینی چاہی کہ بیع اول بطور تلجیہ واقع ہوئی یہ قنیہ مین ہی - اجناس مین لکھا ہی کہ اگر مشتری سے کہا کہ مین نے یہ دار اپنے نابالغ بیٹے کے واسطے خریدا ہی اور شفیع کی شفعہ سے انکار کیا پس اگر شفیع

۵ متن کی عبارت اور تقریر امام قدوری مین کچھ اختلاف ہی ہمنے حواشی کلام قدوری سے تحریر کیا ہی تفصیل

۶

اس بات کا اقرار کیا کہ اسکا نابالغ لڑکا موجود ہو تو مشتری پر قسم عائد نہوگی اور اگر شفیع نے اسکے نابالغ لڑکے ہونے سے انکار کیا تو شفیع سے قسم لیجائیگی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اسکا کوئی نابالغ لڑکا موجود ہے۔ اور اگر لڑکا بالغ ہوا اور مشتری نے یہ دار اسکے قبضہ میں دیدیا تو مشتری کی ذات سے خصومت دور ہوگئی اور جب تک اُسنے بالغ بیٹے کو نہیں سپرد کیا ہی تب تک وہ شفیع کا خصم رہیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے خریدا اور چاہا کہ اُسکے فروخت کرنے پر گواہ کرلے مگر سوائے ایسے شخص کے جو شفعہ کا مستحق ہے کسی دوسرے کو اُس عورت کا شناسا نہ پایا تو اُس عورت پر ان لوگوں کی گواہی اگر اپنے فروخت کرنے سے انکار کرے تو قبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر بائع کے دو بیٹوں نے شفیع پر یہ گواہی دی کہ اسنے شفعہ دیدیا ہے اور اُسوقت تک دار مبیعہ بائع کے پاس ہے پس اگر بائع اس بات کا مدعی ہو کہ شفیع نے شفعہ دیدیا ہے تو ان دونوں کی گواہی مقبول نہوگی اور اگر بائع اس بات سے منکر ہو تو ان دونوں کی گواہی قبول ہوگی اور اگر دار مبیعہ مشتری کے قبضہ میں ہو تو ان دونوں کی گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ ایسی صورت میں وہ دونوں اس گواہی سے اپنے باپ کو کوئی نفع پہونچاتے ہیں اور نہ اُس سے کوئی ضرر دور کرتے ہیں۔ اور اگر دونوں بالغوں نے شفیع پر تسلیم شفعہ کی گواہی دی تو دونوں کی گواہی مقبول نہوگی اگرچہ دار مبیعہ مشتری کے قبضہ میں ہو اسلیئے کہ وہ دونوں دار مبیعہ مشتری کے قبضہ میں ہونے سے پہلے اسی دار کی بابت خصم تھے اور جو شخص جس چیز میں کبھی خصم ہوا اسی چیز میں اُسکی گواہی مقبول نہوگی اگر یہ اب وہ خصم نرما ہو اور بائع کے دو بیٹوں کی گواہی اسواسطے قبول ہوگی کہ وہ دونوں اس دار کی بابت کبھی خصم نہ تھے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب بائع کے دونوں بیٹوں نے شفیع پر تسلیم شفعہ کی گواہی دی ہو اور اگر دونوں نے مشتری پر یہ گواہی دی کہ مشتری نے دار مشفوعہ شفیع کو دیدیا ہے تو ان دونوں کی گواہی مقبول نہوگی خواہ یہ دار اُنکے باپ کے قبضہ میں ہو یا مشتری کے قبضہ میں ہو اور خواہ اُنکا باپ اسکا مدعی ہو یا نہ ہو یہ محیط میں ہے اور اگر ایک دار تین آدمیوں میں مشترک ہو اُنمیں سے ایک دار شریکوں نے گواہی دی کہ ہم سب نے دار فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور فلاں شخص نے ایسا دعوی کیا مگر ایک شریک ثالث اس سے منکر ہو تو شریک پر ان دونوں کی گواہی جائز نہوگی اور شفیع کو اختیار ہوگا کہ اُس دار کی دو تہائی حق شفعہ میں لے لے اور اگر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا مگر تینوں شریکوں نے یوں اقرار کیا کہ اسنے خریدا ہے تو بھی ان لوگوں کی گواہی باطل ہوگی مگر شفیع کو اختیار ہوگا کہ پورا دار شفعہ میں لے لے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو کسی دار کے خریدنے یا فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اُسنے خریدا یا فروخت کیا اور موکل کے دو بیٹوں نے شفیع پر تسلیم شفعہ کی گواہی دی پس اگر خریدنے کے واسطے وکیل کیا ہو تو ان دونوں کی گواہی مقبول نہوگی خواہ یہ دار بائع کے قبضہ میں ہو یا وکیل کے یا موکل کے قبضہ میں ہو اور اگر بیع کے واسطے وکیل کیا ہو پس اگر دار مبیعہ موکل یا وکیل کے قبضہ میں ہو تو دونوں کی گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ ان دونوں کی گواہی سے اُنکے باپ کو اقرار ملک کا نفع حاصل ہوتا ہے اور اگر دار مبیعہ مشتری کے قبضہ میں ہو تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر دو بائعوں نے مشتری پر یہ گواہی دی کہ شفیع نے جسوقت بیع کا حال سنا اسیوقت شفعہ طلب کیا ہے اور شفیع اقرار کرتا ہو کہ میں نے ایسا چند روز سے معلوم کیا اور مشتری کہتا ہو کہ اُسنے شفعہ نہیں طلب کیا تو دونوں بائعوں کی گواہی باطل ہوگی ایسی ہی ان دونوں کے آزاد کی گواہی بھی باطل ہے

جیسا کہ اس صورت مین مذکور ہوا کہ دونون نے یہ گواہی دی کہ مشتری نے دار مبیعہ شفیع کے سپرد کر دیا ہی۔ اور اگر شفیع نے کہا کہ مین نے اسپر قبضہ نہین کا حال جانا ہی تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور اگر دونون بائعون نے یہ گواہی دی کہ اسنے چند روز ہوئے جب سے بیع کا حال معلوم کیا ہی تو ان دونون کی گواہی باطل ہوگی بشرطیکہ دار مشفوعہ ان دونون کے قبضہ مین یا مشتری کے قبضہ مین ہو یہ مبسوط مین ہی۔ دو گواہ اس بات کے قائم ہوئے کہ شفیع نے شفعہ دیدیا ہی اور دو گواہ اس بات کے قائم ہوئے کہ بائع و مشتری نے دار شفعہ دیدیا ہی تو اُس شخص کے نام ڈگری ہوگی جسکے قبضہ مین دار مذکور موجود ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر دو شخص مشتری کے واسطے درک کے ضامن ہوئے پھر دونون نے مشتری پر یہ گواہی دی کہ اُسنے دار مشفوعہ شفیع کے سپرد کر دیا ہی تو دونون کی گواہی باطل ہوگی اسیطرح اگر دونون نے یہ گواہی دی کہ شفیع نے شفعہ دیدیا ہی تو بھی یہ دونون بمنزلہ دو بائعون کے قرار دیے جائینگے کہ ان دونون کی گواہی قبول نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مشتری نے یہ اقرار کیا کہ مین نے یہ دار ایک ہزار درم کو خریدا ہی پس شفیع نے اسیقدر درمون کے عوض شفعہ مین لے لیا پھر بائع نے دعوی کیا کہ ثمن دو ہزار درم ہین اور اسپر گواہ قائم کر دیئے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ شفیع سے باقی ایک ہزار درم لے لے اگرچہ اُسنے اقرار کیا تھا کہ ثمن ایک ہزار درم ہی اسیطرح اگر بائع نے یون دعوی کیا کہ مین نے مشتری کے ہاتھ یہ دار بعوض ایک اسباب معین کے فروخت کیا ہی اور اسپر گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکے گواہون کی سماعت کر کے مشتری پر اسی اسباب معین کی ڈگری کر دیگا۔ اور شفیع کو وہ دار اس اسباب معین کی قیمت کے عوض دیا جائیگا پس اگر وہ مقدار جو مشتری نے شفیع سے لی ہی یعنے ہزار درم اس اسباب کی پوری قیمت سے کم ہو تو مشتری بقدر کمی کے شفیع سے لے لیگا اور اگر اس اسباب کی قیمت زیادہ ہو تو ہزار درم مین سے جسقدر اس اسباب کی قیمت سے زیادہ ہی اسکو شفیع واپس لیگا۔ اور اگر کسی عورت سے ایک دار پر اس شرط سے نکاح کیا کہ عورت اُسکو ایک ہزار درم واپس دے یہان تک کہ امام اعظم رح کے نزدیک سوائے امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے بقدر حصہ ہزار درم کے شفعہ واجب ہوا پھر دونون نے اُس عورت کے وقت عقد کے مہر مثل مین اختلاف کیا یعنے شوہر نے کہا کہ اُسکا مہر مثل ایک ہزار درم ہی اور شفیع کو نصف دار شفعہ مین لینا چاہیے اور شفیع نے کہا کہ اُسکا مہر مثل پانچ سو درم ہی اور مجھے دو تہائی دار شفعہ مین ملنا چاہیے تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو دونون امامون کے نزدیک مشتری کے گواہ قبول ہونگے جیسا کہ عمارت تلف کردہ شدہ کی مقدار قیمت مین اختلاف کرنیکی صورت مین ہوتا ہی پس اگر کسی زمین یا دار مین اپنے حق کا کسی شخص پر دعوی کیا پھر اُس سے اس حق کے عوض ایک دار پر صلح کر لی تو اس حق متدعیہ کی قیمت کے عوض شفیع کو اُس دار مین شفعہ ملیگا پھر اگر دونون نے اس حق کی مقدار قیمت مین اختلاف کیا تو قول مدعی کا یعنے ماخوذ منہ کا مقبول ہوگا اور اگر دونون نے اُسکی قیمت کے ثبوت کے واسطے اپنے اپنے گواہ پیش کیے تو اس مقام پر مذکور ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک شفیع کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے ایک دار ایک ہزار درم کو خریدا پھر شفیع و مشتری نے باہم اختلاف کیا اور مشتری نے کہا کہ اس دار مین یہ عمارت مین نے ایجاد کی ہی اور شفیع نے اُسکی تکذیب کی تو قول مشتری کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو شفیع کے گواہ قبول ہونگے اسیطرح اگر

اگر دونون نے زمین کے درختون کی نسبت ایسا اختلاف کیا تو بھی یہی حکم ہو لیکن واضح رہے کہ مشتری کا قول جبھی قبول ہوگا کہ جب اُسکا قول محتمل صدق ہو حتے کہ اگر اُسنے اسطرح دعوی کیا کہ مین نے یہ درخت اس زمین مین کل کے روز تیار کر دیے ہین تو اُسکے اس قول کی تصدیق نہوگی اسیطرح اور جو چیزین جو درختون کے مانند ہون جیسے عمارت وغیرہ اُنمین بھی ایسی صورت مین یہی حکم ہو اور اگر اُسنے یون کہا کہ مین نے دس برس ہوئے کہ اسکو خریدا ہی اور اُسمین یہ درخت وغیرہ نئے تیار کیے ہین تو اُسیکا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مشتری نے کہا کہ مالک ارض نے پہلے میرے ہاتھ فقط زمین فروخت کر کے پھر اُسکی عمارت مجھے ہبہ کر دی یا کہا کہ پہلے مجھے عمارت ہبہ کر کے پھر میرے ہاتھ زمین فروخت کر دی ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے دونون کو ایکبارگی خریدا ہی تو قول مشتری کا مقبول ہوگا اور شفیع کا جی چاہے مبیع کو بلا عمارت شفعہ مین لے لے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے تجھے عمارت ہبہ نہین کی ہی تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور عمارت کو لے سکتا ہی۔ اور اگر کہا کہ ضرور مین نے تجھے عمارت ہبہ کر دی ہو تو یہ جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ مالک دار نے مجھے یہ بیت مع اسکے راستہ کے جو اس دار مین سے ہی ہبہ کر دیا پھر مین نے باقی دار خریدا ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے کل دار خریدا ہی تو شفیع کو فقط اُسقدر شفعہ مین مل سکتا ہی جسقدر خریدے کا مشتری اقرار کرتا ہی اور جسکے ہبہ کا مدعی ہی اُسمین شفعہ نہین مل سکتا ہی اور دونون مین سے جسنے گواہ قائم کیے اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہ قبول ہونگے کیونکہ ان گواہون سے ہبہ کی زیادتی ثابت ہوتی ہی مگر امام محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہونے چاہیے ہین کیونکہ ان گواہون سے استحقاق کی زیادتی ثابت ہوتی ہی یہ بدائع مین ہی۔ اگر جار نے اقرار کیا کہ اس دار مین سے یہ بیت مشتری کو ہبہ کیا ہی اور مشتری نے دعوی کیا کہ ہبہ خریدنے سے پہلے ہوا ہی پس جار کو شفعہ نہ ملنا چاہیے اسواسطے کہ مشتری باقی دار سے یہ بیت کے وقت حقوق مین شریک تھا اور جار کہتا ہی کہ نہین بلکہ خریدنا ہبہ سے پہلے واقع ہوا ہی پس جسقدر خریدا ہی اُسمین مجھے شفعہ ملنا چاہیے تو شفیع کا قول قبول ہوگا اور اگر خریدنے سے پہلے ہبہ واقع ہونے کے گواہ قائم ہو گئے تو صاحب ہبہ بہ نسبت جار کے باقی دار کے حق شفعہ مین مقدم ہوگا کذا فی المحیط اور اگر بائع نے بیت مذکور ہبہ کرنے سے انکار کیا تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور اگر اُسنے مشتری کے قول کی تصدیق کی تو وہ بیت موہوب لہ کا ہو جائیگا مگر باقی گھر کے شفعہ باطل کرنے مین ان دونون کے قول کی تصدیق نکیجائیگی لیکن اگر اس امر کے گواہ قائم ہو جاوین کہ یہ ہبہ خریدنے سے پہلے واقع ہوا تھا تو البتہ مشتری اس دار کا شریک ہو جائیگا اور بہ نسبت جار کے استحقاق مین مقدم ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے ایسے دو دار جنکا ایک شفیع ملاصق ہی خریدے اور مشتری نے کہا کہ مین نے ان دونون کو ایک بعد دوسرے کے خریدا ہی پس مین دوسرے دار کے حق شفعہ مین تیرے ساتھ شریک ہون اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے دونون کو ایک ہی صفقہ مین خریدا ہی پس مجھے دونون شفعہ مین ملنے چاہیے ہین تو شفیع کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ مشتری نے دونون کے خریدنے کا تو اقرار کیا اور یہ امر ثبوت شفعہ کا سبب ہی پھر اسنے جدا جدا صفقہ کا دعوی کر کے اپنے واسطے حق ثابت ہونے کا دعوی کیا ہی تو شفیع کا قول قبول ہوگا اگر مشتری نے کہا کہ مین نے چوتھائی دار خریدا پھر تین چوتھائی خریدا ہی پس تیرا

پورا حق شفعہ چوتھائی دار مین ہو اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے تین چوتھائی خریدہ کیا ہے چوتھائی خریدا ہی تو قول شفیع کا قبول ہوگا اسواسطے کہ مشتری نے تین چوتھائی خریدنے کا اقرار کیا اور یہ امر حق شفعہ ثابت ہونے کا سبب ہی پھر ایسی بات کا دعوی کیا جو اس حق کو ساقط کرتی ہو لیذا چوتھائی کی خرید مقدم تھی پس اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے یہ دار تمام ایک ہی صفقہ مین خریدا ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے پہلے نصف خریدا ہی پس مین نصف لے لونگا تو قول مشتری کا مقبول ہوگا اور شفیع کو اختیار ہوگا چاہے کل دار کو لے لے یا چھوڑ دے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص زید نے گواہ قائم کیے کہ مین نے یہ دار فلان شخص یعنے خالد سے ہزار درہم کو خریدا ہی اور عمرو نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اس دار کا یہ بیت خالد سے ایک سو درہم کو ایک مہینہ ہوا کہ خریدا ہی تو جسکے گواہون نے خرید کا وقت بیان کیا ہی مین اُسکے نام اس بیت کی ڈگری کرونگا پھر اُسکو باقی دار مین حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر عمرو کے گواہون نے وقت نہ بیان کیا تو دونون مدعیون کے واسطے اس بیت کے نصفا نصف ہونے کا حکم دونگا اور باقی دار کا زید کے نام جسنے پورا دار خریدنے کے گواہ قائم کیے ہین حکم دونگا اور دونون مین سے کسی کا دوسرے پر حق شفعہ نہوگا کیونکہ دونون مین سے کسیکا پہلے خریدنا ثابت نہین ہوا۔ اور اگر دو دار باہم ملے ہوئے ہون اور ایک شخص نے مواد دیے کہ مین نے آجہون سے یہ دار بعوض ہزار درہم کے ایک مہینہ ہوا کہ خریدا ہی اور دوسرے نے دوسرے دار کی نسبت گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکو دو مہینہ ہوئے خریدا ہی تو اسکی گواہی کے بیان وقت کے موافق مین اسکے نام یہ دار دو مہینہ سے فریدنے کا حکم دونگا پھر دوسرے دار مین اسکا حق شفعہ قرار دونگا اور اگر دونون فریق گواہون نے گواہی مین وقت نہ بیان کیا ہو تو ہر ایک کے نام اُسکے دار متدعیہ کے خریدنے کا حکم دونگا اور کسی کے واسطے دوسرے پر حق شفعہ کا حکم نہ دونگا اسیطرح اگر ایک شخص اپنے دار متدعیہ پر قبضہ کرچکا اور دوسرے نے نہ کیا ہو تو یہی حکم ہو۔ اور اگر ایک نے گواہون سے وقت بیان کیا اور دوسرے کے گواہون نے بیان نہ کیا تو پہلے گواہون نے وقت بیان کیا ہو اُسکے نام دوسرے پر حق شفعہ کا حکم دونگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا پھر شفیع نے دعوی کیا کہ اسنے بیع دار منہدم کردیا ہی اور مشتری نے اسکی تکذیب کی تو قول مشتری کا قبول ہوگا اور گواہ شفیع کے مسموع ہونگے کذا فی فتاوے قاضی خان

گیارہوان باب

شفعہ کے واسطے وکیل کرنے اور وکیل شفعہ کے شفعہ دینے اور اُسکے متعلقات کے بیان مین۔ اگر مشتری نے کسی دار کے خریدنے کا اقرار کیا اور وہ اُسکے قبضہ مین موجود ہی تو اسمین شفعہ واجب ہو جائیگا اور وکیل اُسمین خصم ہوگا اور مشتری سے اس امر کے گواہ کہ مین نے یہ دار اُسکے مالک سے خریدا ہی ایسی حالت مین مقبول نہونگے کہ جب اُسکا مالک غائب ہو جسنے کہ اگر اُسکا مالک اُسوقت حاضر ہوا کہ جب مشتری اُس سے خریدنے کے گواہ پیش کرچکا ہی اور اُسنے حاضر ہوکر جو کچھ مشتری نے اُسکے مالک ہونے کا اقرار کیا ہی اس اقرار کی تصدیق کی مگر مشتری نے جو اپنے خریدنے کا دعوی کیا ہی اُسکی تکذیب کی تو وہ دار شفیع کے ہاتھ سے لیکر بائع کو دیدیا جائیگا کیونکہ ان لوگون کے بیان سے یہ ثابت ہی کہ اصل ملک اُس بائع کی ہی اور مشتری کی جانب سے اس ملک کا انتقال ثابت نہین ہوا مگر مالک دار سے اس بات پر قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے یہ دار اس مشتری کے ہاتھ نہین فروخت کیا ہی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو دار مذکور اُسکو واپس دیا جائیگا۔ پھر اسکے بعد اگر مالک دار کے سامنے اس بات کے

گواہ قائم ہوتے کہ اُسنے یہ دار اس مشتری کے ہاتھ فروخت کیا ہی تو خرید ثابت ہو جائیگی اور وہ دار شفیع کے قبضہ مین دیا جائیگا
اور ایسے گواہ مشتری و شفیع دونون کیطرف سے قبول ہونگی - اور اگر بائع نے بیع کا اقرار کیا اور مشتری نے انکار کیا اور
دار مبیعہ ہنوز بائع کے قبضہ مین موجود ہی (یعنی ہنوز دار مبیعہ اصل مالک کے ہی قبضہ مین ہی) تو شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اگر مشتری نے اپنے خریدنے کا اقرار کیا
مگر کہا کہ فلان شخص کا اسمین کچھ حق شفعہ نہین ہی تو مین وکیل سے شرکت یا جوار جس وجہ سے اُسکا حق شفعہ ثابت
ہوا ہو گواہ طلب کرونگا پس اگر اُسنے ایسے گواہ قائم کردیے تو اُسکے واسطے شفعہ کا حکم دونگا اور اسکی صورت یہ ہی
کہ یون گواہ قائم کرے کہ دار مبیعہ کے پہلو مین جو دار واقع ہی وہ میرے موکل فلان شخص کی ملک ہی اور اگر اُسنے
یون گواہ دیے کہ دار مبیعہ کے پہلو مین جو دار واقع ہی وہ میرے موکل کے قبضہ مین ہی تو مین ایسے گواہ اُسکی طرف سے
قبول نکرونگا اور فرمایا کہ ایسے مقدمہ مین موکل کے دو بیٹون یا اُسکے والدین یا اُسکے زوج یا زوجہ کی گواہی قبول
نکرونگا اور اُسکے مولی کی گواہی بھی قبول نکرونگا جبکہ وکیل یا موکل اس مولی کا غلام یا کاشب ہو یہ بسوط مین ہی
اور اگر وکیل شفعہ نے بسبب شرکت کے حق شفعہ ثابت کرنے کا ارادہ کرکے اسطرح گواہ قائم کیے کہ اس وکیل کے فلان شخص
موکل کا اس دار مبیعہ مین حصہ ہی اور گواہون نے اس حصہ کی مقدار بیان نکی تو وکیل کیطرف سے ایسے گواہ قبول ہونگے
اور نہ اُسکے نام حق شفعہ کا حکم ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے واسطے کوئی دار شفعہ مین
لینے کا وکیل کیا اور وکیل کو ثمن سے آگاہ نہ کیا تو وکیل صحیح ہی پھر اگر وکیل نے اُتقدر مال کے عوض جتنے کو مشتری نے
خریدا ہی شفعہ مین لیا تو موکل کے ذمہ لازم ہوگا اگرچہ یہ مال ثمن اسقدر کثیر ہو کہ لوگ اپنے اندازہ مین ایسا خسارہ نہ اُٹھانا
ہون خواہ اُسنے بحکم قاضی لیا ہو یا بغیر حکم قاضی لیا ہو یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے شفیع نے شفیع کو وکیل کیا کہ دار شفعہ اپنے شفعہ
مین میرے واسطے لے لے پس شفیع نے اسکو ظاہر کردیا تو دار مذکور کو شفعہ مین نہین لے سکتا ہی کیونکہ شفیع کا غیر
کے واسطے دار مذکور طلب کرنا اُسکی طرف سے تسلیم شفعہ ہی پس وہ تو یہی طلب کرتا ہی کہ موکل کے ہاتھ بیع کرے حالانکہ
اگر وہ اپنے واسطے بیع طلب کرتا تو شفعہ کا دیدینے والا قرار دیا جاتا سو جب غیر کے واسطے بیع طلب کرتا ہی تو بدرجہ اولی
شفعہ دیدینے والا قرار دیا جائیگا اور جب اس بات کا ظاہر کردینا بمنزلہ شفعہ دیدینے کے قرار دیا گیا تو خواہ مشتری
حاضر رہا یا حاضر نہوا دونون صورتون مین حکم یکسان ہی - اور اگر شفیع نے اس بات کو پوشیدہ رکھا یہان تک کہ دار
شفعہ لے لیا پھر اس بات کو ظاہر کیا پس اگر مشتری نے اُسکو دار مذکور بغیر حکم قاضی دیدیا تو یہ جائز ہوا اور دار مذکور اُسکے موکل کا ہوگا
کیونکہ اگرچہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ شفیع اپنا شفعہ دے چکا تھا پھر لے لیا لیکن مشتری کا سادگی سے بغیر حکم قاضی اُسکو دیدینا بمنزلہ ابتدائی
بیع کے قرار دیا جائیگا پس ایسا ہوگیا کہ گویا شفیع نے شفعہ دیکر پھر موکل کیواسطے دار مذکور مشتری سے خریدا ہی - اور اگر قاضی نے بعد شفعہ
دینے کا حکم دیا ہو تو دار مذکور مشتری کو واپس دیا جائیگا کیونکہ جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ شفیع لینے سے پہلے شفعہ کا دیدینے والا قرار
پاچکا ہی تو ثابت ہوا کہ مشتری پر قاضی کا حکم قضا باطل بلا سبب تھا پس حکم قضا باطل ہوگا اور دار مذکور مشتری کو واپس دیا جائیگا یہ محیط
مین ہی - اور اگر شفیع نے مشتری کو دار شفعہ شفعہ مین لینے کا وکیل کیا تو نہین صحیح ہی نہ وہ دار اُسکے قبضہ مین ہوا یا بائع کے
قبضہ مین ہو گذانی المحیط - اور اگر بائع کو وکیل کیا کہ میرے واسطے دار شفعہ شفعہ مین لے لے تو قیاسا جائز ہونا چاہیے مگر استحسانا جائز نہین ہی
اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھے اسقدر درمون سے شفعہ مین لینے کا وکیل کیا اور اُسنے لیا پس اگر درحقیقت اسقدر درمون پر یا اسسے
کم پر واقع ہوئی ہو تو شخص وکیل ہوگا اور اگر اسقدر درمون سے زیادہ پر واقع ہوئی ہو تو شخص وکیل نہوگا - اسیطرح

اگر کہا کہ مین نے تجھے اُسکو شفعہ مین طلب کرنے کا وکیل کیا بشرطیکہ اُسکو فلان شخص نے خریدا ہو پھر معلوم ہوا کہ اُسکو فلان شخص کے سوائے دوسرے شخص نے خریدا ہو تو بھی یہ شخص وکیل نہوگا - اور اگر شفیع نے دو آدمیون کو شفعہ کے واسطے وکیل کیا تو دونون مین ایک شخص کو تنہا خصومت کرنے کا اختیار ہوگا اگرچہ دوسرا اُسکے ساتھ نہو مگر دار مشفوعہ لینے کا اختیار بدون دوسرے کی موجودگی کے نہوگا اور اگر دونون مین سے ایک وکیل نے قاضی کے سامنے مشتری کو شفعہ دیدیا تو موکل پر جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر شفیع نے حق شفعہ لینے کے واسطے ایک وکیل کیا تو وکیل کو یہ اختیار نہین ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے لیکن اگر موکل نے وکیل کو اس طرح اختیار دیا ہو کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہو تو ہو سکتا ہے پس اگر موکل نے وکیل کو ایسا اختیار دیا ہو اور اس اختیار کے موافق اُسنے دوسرا وکیل کرکے اُسکو بھی اختیار دیا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے تو اس وکیل ثانی کو یہ اختیار نہوگا کہ کسی غیر کو وکیل کرے جو شخص شفعہ کے واسطے وکیل ہوا گر اُسنے شفعہ دیدیا تو شفعۃ الاصل مین لکھا ہے کہ اگر اُسنے قاضی کی مجلس مین دیدیا - تو صحیح ہے اور اگر غیر مجلس قاضی مین دیا تو امام اعظم رح و امام محمد کے نزدیک اور پہلے قول مین امام ابو یوسف کے نزدیک نہین صحیح ہے پھر امام ابو یوسف رح نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ مجلس قاضی اور غیر مجلس قاضی دونون جگہ اُسکا شفعہ دیدینا صحیح ہے - پس بنا بر روایت کتاب الشفعہ کے مجلس قاضی مین وکیل مذکور کا شفعہ دیدینا صحیح ہے اور یہان کوئی اختلاف بیان نہین کیا ہے اور کتاب الوکالۃ اور ماذون کبیر مین ذکر فرمایا ہے کہ مجلس قاضی مین وکیل مذکور کا شفعہ دیدینا امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح ہے اور امام محمد رح اسمین خلاف کرتے ہین پس کتاب الوکالۃ و ماذون کبیر کی روایت سے ظاہر ہوا کہ جو حکم کتاب الشفعہ مین مذکور ہے وہ فقط امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہے یہ محیط مین ہے - اگر دار مشفوعہ کے دو شخص شفیع ہون اور دونون نے ایک شخص کو اپنے واسطے حق شفعہ لینے کا وکیل کیا پس اُسنے مجلس قاضی مین خاص ایک موکل کا شفعہ دیدیا اور دوسرے کے واسطے پورا دار شفعہ مین لے لیا تو یہ جائز ہے - اور اگر اُسنے قاضی کے سامنے بیان کیا کہ مین نے دونون موکلون مین سے ایک کا شفعہ دیا اور فقط دوسرے کا شفعہ طلب کیا تو ایسا نہین کر سکتا ہے جب تک یہ بیان نکرے کہ اُسنے دونون مین سے کس کا حصہ دیا اور کس کا حصہ لیتا ہے یہ مبسوط مین ہے - وکیل بالشفعہ نے اگر شفعہ طلب کیا اور مشتری نے شفعہ کے رد کرنے کا دعوی کیا پس اگر موکل پر شفعہ دیدینے کا دعوی کرکے وکیل سے اسطرح قسم لینے کی درخواست کی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ میرے موکل نے شفعہ دیدیا ہے یا موکل سے اسطرح قسم لینے کی درخواست کی کہ واللہ مین نے اس مشتری کو اپنا یہ شفعہ نہین دیا ہے پس اگر اُسنے وکیل سے قسم لینے کی درخواست کی تو قاضی اُسکو قسم نہ دلائیگا اور اگر اُسنے موکل سے قسم لینے کی درخواست کی تو قاضی اُس سے ماذون کہیگا کہ تو یہ دار وکیل کو دیدے تاکہ وہ اپنے موکل کے واسطے بحق شفعہ لے لے اگرچہ مشتری موکل سے قسم لینے کی درخواست کر چکا ہے - اور اگر مشتری نے وکیل پر تسلیم شفعہ کا دعوے کیا اور اُس سے قسم لینے کی درخواست کی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قاضی اُس سے قسم نہ لیگا اور اسمین امام ابو یوسف خلاف کرتے ہین - اسیطرح اگر دو گواہون نے وکیل پر گواہی دی کہ اسنے غیر مجلس قاضی مین شفعہ دیدیا ہے تو بھی امام اعظم و امام محمد کے نزدیک دونون کی گواہی باطل ہے اور اسمین بھی امام ابو یوسف رح خلاف کرتے ہین - اسیطرح اگر دو گواہون نے وکیل پر یون گواہی دی کہ اسنے کسی

قاضی کے سامنے شفعہ دیدیا ہی مگر اس قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ وکیل معزول کیا گیا ہی تو بھی امام اعظم و امام محمدؒ کے نزدیک نہین جائز ہی اور اگر وکیل مذکور نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ مین نے غیر مجلس قاضی مین یا کسی دوسرے قاضی کے سامنے شفعہ دیدیا ہی تو یہ اقرار صحیح ہی اور ایسا ہوگا کہ گویا اسنے اسی وقت اس قاضی کے سامنے شفعہ دیا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر وکیل کے یا موکل کے دو بیٹون نے یون گواہی دی کہ اسنے غیر مجلس قاضی مین شفعہ دیدیا ہی تو مین انکی گواہی جائز رکھونگا اور وکالت ثابت ہونے کے واسطے وکیل یا موکل کے دو بیٹون کی گواہی جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا دار فروخت کرنے کے واسطے ایک شخص کو وکیل کیا اور اُسنے ہزار درم کو فروخت کر دیا پھر مشتری سے سو درم گھٹا دیے اور موکل کو اس گھٹی کا تاوان دیدیا تو شفیع اُس دار کو شفعہ مین فقط ہزار درم مین لے سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ کسی دار کے خریدنے کے وکیل نے اگر دار خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور قبل اسکے کہ دار مذکور اپنے موکل کے قبضہ مین دے شفیع نے اگر وکیل سے شفعہ طلب کیا تو صحیح ہی اور اگر موکل کو دینے کے بعد طلب کیا تو صحیح نہین ہی اور اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔ اور یہی مختار ہی یہ خزانۃ المفتین و فتاوے کبرے مین لکھا ہی اور ایسا ہی اصحاب متون نے ذکر کیا ہی۔ اگر بائع کسی شخص کی طرف سے وکیل بیع ہو تو شفیع اس وکیل سے لے سکتا ہی بشرطیکہ اُسکے قبضہ مین موجود ہو اسوجہ سے کہ یہ وکیل عاقد ہی اسیطرح اگر بائع کسی میت کا وصی ہو تو جن چیزون کی بیع اُسکی طرف سے جائز ہی اسمین شفیع کو یہی اختیار ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر مشتری نے شفیع کی خصومت کرنے سے پہلے یہ کہا کہ مین نے یہ دار فلان شخص کے واسطے خریدا ہی پھر اُسکو دیدیا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکے و مشتری کے درمیان کچھ خصومت نہوگی اور اگر شفیع کے خصومت کرنے کے بعد اُسنے ایسا کہا تو خصومت اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگی اور اگر مشتری مذکور نے اس بات کے گواہ پیش کیے کہ مین نے خریدنے سے پہلے یہ کہا تھا کہ مین فلان شخص کا وکیل ہون تو گواہ قبول نہونگے اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ مقر لہ کے حاضر ہونے تک اُسکے سر سے خصومت دور ہونے کے واسطے یہ گواہ مقبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی شخص کو کسی دار معین کا حق شفعہ طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا تو وکیل مذکور سوائے اس دار کے دوسرے مقدمہ شفعہ مین خصومت نہین کر سکتا ہی کیونکہ وکالت مقید کرنے سے تقید ہو جاتی ہی اور اس صورت مین موکل نے جس دار کو معین کیا ہی اُسی کی خصومت کے ساتھ وکالت کو مقید کر دیا ہی ہان اگر ہر حق شفعہ مین جو موکل کے واسطے واجب ہووے خصومت کرنے کا وکیل کیا ہو تو البتہ جائز ہی اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ ہر حق شفعہ مین جو موکل کے واسطے پیدا ہو جاوے اُسمین خصومت کرے جیسا کہ جو حقوق شفعہ اسوقت موجود ہین اُنمین خصومت کر سکتا ہی مگر سوائے حق شفعہ کے دین وغیرہ دوسرے کسی حق مین خصومت نہین کر سکتا ہی کیونکہ وکالت شفعہ کے ساتھ مقید ہی لیکن جس سبب سے شفعہ طلب کرتا ہی اس حق کے اثبات مین خصومت کر سکتا ہی اور اگر کسی شخص کو اپنا شفعہ طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُسنے شفعہ مین لے لیا پھر کسی مدعی نے آکر اس دار شفعہ مین اپنا کچھ دعوے کیا تو یہ وکیل اُسکا خصم نہوگا اور اگر اس وکیل نے دار مذکور مین کوئی عیب پایا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اس عیب کی وجہ سے اُسکو واپس کر دے اسمین کچھ موکل غائب کے حاضر ہونے تک انتظار کرنے کی ضرورت نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص کو اپنے ہر حق کے جو اُسکے واسطے

ثابت ہو طلب کرنے اور خصومت کرنے اور وصول و قبضہ کر لینے کا وکیل کیا تو وکیل کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکا شفعہ طلب کرے ہان جس شفعہ کا اُسکے نام حکم ہو چکا ہو اُسپر قبضہ کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اپنا شفعہ طلب کرنے کا وکیل کیا پھر وکیل آیا اور حال یہ تھا کہ دار مشفوعہ کی عمارت غرق ہو چکی تھی یا زمین مشفوعہ کے درخت جل چکے تھے پس وکیل نے پورے ثمن مین مبیع بحق شفعہ لے لی مگر موکل راضی نہوا تو یہ لینا موکل کے ذمہ پڑیگا موکل اُسکو رد نہین کر سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر شفعہ طلب کرنے کے وکیل سے مشتری نے درخواست کی کہ اتنے دنون تک میرے ساتھ جھگڑا کرنے سے اس شرط سے باز رہے کہ وکیل مذکور کو اپنا استحقاق خصومت و شفعہ بحالہ باقی رہیگا تو یہ جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر اتنے دن گذرنے سے پہلے وکیل مرگیا اور موکل کو اُسکے مرنے کا حال معلوم نہوا تو وہ اپنے استحقاق شفعہ پر رہیگا پھر جب میعاد گذر گئی اور موکل کو اُسکے مرنے کا علم ہو گیا مگر اُسنے شفعہ طلب نکیا یا کسی دوسرے وکیل کو اپنے واسطے شفعہ طلب کرنے کو نہ بھیجا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا جیسا کہ وکیل مذکور کے بھیجنے سے پہلے ابتدائی حال مین حکم تھا اور اگر موکل اُس شہر مین نہوم تو اتنی مدت تک مہلت ہوگی کہ جہان شفیع موجود ہی وہان سے لوگون کی چال چلکر یہان پہنچ جاوے کذا فی المبسوط

بارہوان باب

نابالغ کے شفعہ کے بیان مین۔ نابالغ استحقاق شفعہ مین مثل بالغ کے ہوتا ہی۔ یہ مبسوط مین ہی۔ فرمایا کہ حمل استحقاق شفعہ مین بالغ کے مثل ہی پس اگر خرید واقع ہونے کے وقت سے چھ مہینہ سے کم مین وضع حمل ہوا تو اس بچہ کو شفعہ ملیگا اور اگر چھ مہینہ یا زیادہ مین وقت خرید سے وضع حمل ہوا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا کیونکہ بیع واقع ہونے کے وقت اس بچہ کا وجود نہ حقیقۃً ثابت ہوا نہ حکماً لیکن اگر بیع سے پہلے اُسکا باپ مر گیا ہو اور یہ بچہ اُسکا وارث ہوا ہو تو اس صورت مین شفعہ کا مستحق ہوگا اگرچہ وقت بیع سے چھ مہینہ یا زیادہ مین وضع حمل ہوا ہو کیونکہ وقت بیع کے اُسکا وجود حکماً ثابت ہوا اسلیے کہ وہ اپنے باپ کا وارث ہوا ہی۔ پھر واضح ہو کہ جب صغیر کے واسطے شفعہ واجب ہو تو اس شفعہ کے طلب کرنے اور لینے کا کارپرداز وہی شخص ہوگا جو اُسکے اسثنفا حقوق کے واسطے شرعاً اُسکا قائم مقام ہوا اور یہ شخص اُسکا باپ ہوتا ہی یا باپ کا وصی پھر دادا کا وصی پھر دادا کے دادا کا وصی پھر وصی کو قاضی مقرر کرے پھر اگر ان لوگون مین سے کوئی موجود نہو تو جسوقت یہ لڑکا بالغ ہوا اُسوقت اپنے استحقاق شفعہ پر ہوگا پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اُسکو خیار بلوغ و شفعہ حاصل ہوا پس وہ رد نکاح اختیار کریگا یا طلب شفعہ سو ان دونون مین سے جو امر پہلے واقع ہوگا وہ جائز ہو جائیگا اور دوسرا باطل ہو جائیگا اور اس باب مین حیلہ یہ ہی کہ یون کہے کہ مین نے دونون کو طلب کیا شفعہ کو اور خیار کو۔ اور اگر نابالغ کا قائم مقام ان لوگون مین سے کوئی موجود ہوا اور اُسنے باوجود امکان کے طلب شفعہ کو ترک کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا حتے کہ جب یہ نابالغ بلوغ کو پہونچے تو اُسکو لینے کا حق حاصل نہوگا اور یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور اگر نابالغ کے باپ یا باپ کے وصی یا جو شخص ان کے مانند اُسکا شرعی قائم مقام ہی کسی نے صغیر کا شفعہ دیدیا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا دیدینا صحیح ہوگا حتے کہ جب نابالغ اپنے بلوغ کو پہونچا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ مبیع مشفوعہ کو شفعہ مین لے لے خواہ شفعہ دینے والے نے مجلس قاضی مین شفعہ دیا ہو یا غیر مجلس قاضی مین دیا ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مشتری نے ایک دار کو اسقدر ثمن کثیر کے عوض خریدا کہ لوگ اپنے اندازہ مین اسقدر خسارہ نہین اُٹھاتے ہین اور اس

دار کا شفیع ایک نابالغ ہو پس اُسکے باپ نے اسکا شفعہ دیدیا تو ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اس صورت مین تسلیم شفعہ امام محمد رح کے نزدیک بھی صحیح ہو اور اصح یہ ہو کہ یہ تسلیم بالاجماع صحیح نہین ہو اسوجہ سے کہ ایسے ثمن کثیر ہونے کے باعث سے باپ اُسکے لینے کا اختیار نہین رکھتا ہو اور طلب شفعہ سے سکوت کرنا یا شفعہ دیدینا بھی صحیح ہو سکتا ہو کہ جب وہ شخص اُسکو لے سکتا ہو پس نابالغ وقت بلوغ کے اپنے استحقاق شفعہ پر ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اگر خریدی ہوئی مشفوعہ کی اُسکی قیمت سے بہت کم ثمن پر واقع ہوئی مگر نابالغ کے باپ نے اُسکا شفعہ دیدیا تو امام اعظم رح سے روایت ہو کہ یہ جائز ہو اور امام محمد رح سے مروی ہو کہ یہ نہین جائز ہو اور امام ابو یوسف رح سے اسمین کوئی روایت نہین ہو یہ کافی مین ہو۔ ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے ایک دار خریدا اور باپ ہی اُسکا شفیع ہو تو ہمارے نزدیک باپ اُسکو شفعہ مین لے سکتا ہو جیسا کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا مال اپنے واسطے خریدا تو جائز ہوتا ہو پھر کس طرح شفعہ مین لیگا اُسکی یہ صورت ہو کہ یون کہے کہ مین نے اسکو خریدا اور خود شفعہ مین لے لیا اور اگر بجاے باپ کے باپ کا وصی ہو پس اگر وصی کے اس دار کے لینے مین نابالغ کے حق مین منفعت ہو مثلاً خریدا بغبن یسیر واقع ہوئی کہ دار کی قیمت مثلاً دس درم تھی اور وصی نے گیارہ درم کو خریدا تو ایسا غبن یسیر وصی کی جانب سے اجنبی کے اُسکے تصرف کرنے مین برداشت کر لیا جاتا ہو اور وصی کے خود شفعہ مین لینے سے یہ غبن مرتفع ہوتا ہو پس جب ایسی صورت ہوئی تو وصی کا شفعہ مین لینا نابالغ کے حق مین نافع ٹھہرا تو بقیاس قول امام اعظم رح دو دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف کے نزدیک وصی اُسکو شفعہ مین لے سکتا ہو جیسا کہ اگر وصی نے مال صغیر مین سے کوئی چیز اپنے واسطے خریدی تو ایسی صورت مین جائز ہو۔ اگر وصی کے شفعہ مین یہ دار لینے مین نابالغ کے حق مین منفعت نہو مثلاً دار مذکور کی خرید نابالغ کے واسطے اس دار کی قیمت کے برابر ثمن پر واقع ہوئی تو بالاتفاق وصی کو شفعہ مین لینے کا اختیار نہوگا جیسا کہ اگر وصی نے اپنے واسطے نابالغ کا کوئی مال اُسکی قیمت کے برابر ثمن پر خریدنا چاہا تو بالاتفاق جائز نہین ہو۔ پھر جس صورت مین وصی کو شفعہ مین لینا جائز ہو تو وصی یون کہے کہ مین نے خرید کیا اور شفعہ طلب کیا پھر قاضی کے پاس مرافعہ کرے تاکہ قاضی اس نابالغ کی طرف سے ایک کارپرداز مقرر کرے کہ جس سے وصی شفعہ مین لے لے اور اُسکو ثمن دیدے پھر وہ کارپرداز یہ ثمن لیکر وصی کو دیدیگا یہ محیط مین ہو۔ اگر باپ نے ایک دار خریدا اور اُسکا نابالغ بیٹا اُسکا شفیع ہو پس باپ نے نابالغ مذکور کے واسطے شفعہ طلب نکیا یہان تک کہ نابالغ مذکور بالغ ہوگیا تو بالغ کو یہ اختیار نہوگا کہ دار مذکور کو شفعہ مین لے اسواسطے کہ اُسکا باپ بحق شفعہ لینے پر قادر تھا کیونکہ خرید کرنا شفعہ مین لینے کا منافی نہین ہو پس اُسکا شفعہ سے سکوت کرنا شفعہ کا مبطل ہوگیا ہو۔ اور اگر باپ نے اپنا کوئی دار فروخت کیا اور اُسکا نابالغ لڑکا اُسکا شفیع ہو اور باپ نے اُسکا شفعہ طلب نکیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا حتے کہ جسوقت نابالغ مذکور بالغ ہو تو اُسکو شفعہ مین لینے کا اختیار ہوگا اسوجہ سے کہ باپ اس صورت مین شفعہ طلب کرنے پر قادر نہ تھا اسلیے کہ وہی بائع تھا اور ایسے شخص کا سکوت کرنا جو نہین لے سکتا ہو شفعہ کا مبطل نہین ہوتا ہو۔ اور اگر وصی نے اپنا کوئی دار فروخت کیا یا اپنے واسطے خرید کیا اور نابالغ اُسکا شفیع ہو مگر وصی نے اُسکے واسطے شفعہ طلب نکیا تو نابالغ اپنے شفعہ پر رہیگا حتے کہ جسوقت بالغ ہو تو لے سکتا ہو یہ ذخیرہ و محیط سرخسی مین ہو۔ مگر واجب یہ ہو کہ جس صورت مین باپ نے اپنے واسطے کوئی دار خریدا اور نابالغ

اُسکا شفیع ہی تو اس صورت مین جواب مین تفصیل ہونی چاہیے یعنے اگر نابالغ کے واسطے لینے مین اُسکے حق مین کوئی ضرر نہو مثلاً اس دار کی خرید اُسکی قیمت کے برابر ثمن پر یا قیمت سے اسقدر زیادہ ثمن پر کہ ایسی زیادتی کو لوگ اندازہ مین برداشت کر لیتے ہین واقع ہوئی ہو تو درصورت باپ کے سکوت کے نابالغ کو بھی بعد بالغ ہونے کے استحقاق شفعہ نہوگا - اور اگر نابالغ کے واسطے لینے مین ضرر ہو مثلاً باپ نے دار مذکور کی قیمت سے اسقدر زیادہ ثمن دیکر خریدا کہ ایسی زیادتی کو لوگ اپنے اندازہ مین برداشت نہین کرتے ہین اور باپ نے اُسکے واسطے شفعہ مین لینے سے سکوت کیا تو نابالغ کو بعد بالغ ہونے کے استحقاق شفعہ ہوگا کیونکہ باپ کو نابالغ کے مال مین اپنے ساتھ اسطرح تصرف کرنے کا اختیار نہین ہی کہ جسمین نابالغ کے حق مین ضرر ہو پس اس صورت مین باپ کو نابالغ کے واسطے شفعہ مین لینے کا اختیار ہی نہ تھا تو اُسکا شفعہ لینے سے سکوت کرنا شفعہ کا مبطل نہوگا یہ محیط مین ہی - اگر باپ نے یا وصی نے کہا کہ مین نے نابالغ کے واسطے یہ دار بعوض ہزار درم کے خریدا ہی پس شفیع نے اُس سے کہا کہ تو خدا سے ڈر کہ تو نے اُسکو پانچ سو درم کو خریدا ہی پس باپ یا وصی نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو نابالغ کے حق مین انکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور شفیع اُسکو ہزار درم مین لے سکتا ہی لیکن اگر شفیع اس بات کے گواہ قائم کرے کہ مشتری نے اسکو پانچ سو درم مین خریدا ہی تو البتہ تصدیق ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی - باپ نے اگر اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے کوئی دار خریدا پھر اُسنے اور شفیع نے ثمن مین اختلاف کیا تو باپ کا قول قبول ہوگا - کیونکہ باپ شفیع کے ثمن متدعویہ کے عوض شفیع کے مالک ہونے سے انکار کرتا ہی اور اس صورت مین باپ پر قسم عائد نہین ہوتی ہی اسلیے کہ قسم سے انکار کرنا کچھ مفید نہین ہی یہ محیط مین ہی -

تیرھوان باب - اگر خرید بعوض عروض واقع ہو تو اُسکے حکم شفعہ کے بیان مین -

اگر مشتری نے خریدا تو ضرور ہی کہ یا تو ایسی چیز کے عوض خریدیگا جسکا مثل موجود ہی جیسے کیلی و وزنی چیزین و عددی چیزین جو باہم متقارب ہین یا ایسی چیز کے عوض خریدیگا جسکا مثل نہین ہی جیسے مذروعات متفاوتہ مثل کپڑے یا جیسے غلام اور اُسکے مانند چیزین - پس اگر اُسنے ایسی چیز کے عوض خریدا جسکا مثل موجود ہی تو شفیع اُسکو بعوض مثل کے لیگا اور اگر ایسی چیز کے عوض خریدا جسکا مثل نہین ہی تو شفیع اُس چیز کی قیمت کے عوض لیگا اور یہ عامہ علماء کے نزدیک ہی - اور اگر بائع و مشتری نے باہم دار کو دار کے عوض خرید فروخت کیا تو ہر دار کے شفیع کو اختیار ہوگا کہ دوسرے دار کی قیمت کے عوض شفعہ مین لے اسواسطے کہ دار مثلی نہین ہی - پس اُسکے مثل کے عوض لینا ممکن نہین ہی اور اسی سے یہ مسئلہ نکلتا ہی کہ اگر کوئی دار بعوض عرض کے خریدا اور ہنوز باہمی قبضہ نہوا تھا کہ یہ عرض تلف ہوگیا تو بائع و مشتری کے درمیان بیع ٹوٹ جاویگی اور شفیع کو شفعہ ملیگا اسیطرح اگر مشتری نے فقط دار پر قبضہ کر لیا ہو اور عرض مذکور بائع کے قبضہ مین ندیا ہو یہان تک کہ وہ تلف ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی پھر واضح ہو کہ شفیع اُسی چیز کے عوض لے لیگا جو بوجہ عقد کے واجب ہوئی نہ اُس چیز کے عوض جو مشتری نے وجب شدہ کے بدلے بائع کو دی ہی چنانچہ اگر مشتری نے ایک دار بعوض درم یا دینار دون کے خرید کر پھر اس ثمن کے بدلے کوئی عرض دیا تو شفیع دار مشفوعہ کو بعوض درم یا دینار کے لیگا نہ بعوض عرض کے یہ بدائع مین لکھا ہی اور اگر کوئی دار بعوض ایک غلام معین کے خریدا تو ہمارے نزدیک شفیع کو اختیار ہوگا کہ دار مذکور کو بعوض اس

غلام کی قیمت کے لے لے اور اگر غلام مذکور بائع کے قبضہ سے پہلے مرگیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور ہمارے نزدیک شفیع کو اختیار ہوگا کہ دار مذکور کو بعوض اس غلام کی قیمت کے لے لے اسیطرح اگر بائع نے غلام مذکور مین کوئی عیب پاکر واپس کرکے بیع توڑلی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر انمین سے کوئی بات نہ واقع ہوئی یہان تک کہ شفیع نے وہ دار بائع سے لے لیا تو غلام مذکور کی قیمت کے عوض لیگا اور غلام مذکور اُسکے مالک کے پاس رہیگا بائع کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے غلام مذکور کی قیمت کے عوض بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی لیا پھر قبضہ سے پہلے یہ غلام مرگیا یا اُسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا تو یہ قیمت بائع کو ملیگی یہ مبسوط مین ہے۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے ایک دار بعوض ایک غلام معین کے خریدا و شفیع نے دار مذکور بعوض غلام معین کے قیمت کے بحکم قاضی لے لیا پھر وہ غلام استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور وہ دار مذکور کو شفیع سے لے لیگا۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ شفیع نے دار مذکور بعوض قیمت غلام کے بحکم قاضی لیا ہو۔ اور اگر مشتری نے بغیر حکم قاضی وہ دار شفیع کو بعوض قیمت غلام مذکور کے دیدیا ہو پس اگر مشتری نے شفیع سے غلام مذکور کی قیمت بیان کردی ہو کہ اسقدر ہی ہمارا کہ ثمن ہر طرح سے معلوم ہوگیا پھر وہ غلام استحقاق مین لیا گیا تو مشتری کو دار مذکور لینے کی کوئی راہ نہوگی اور مشتری کا اسطرح دینا از سر نو بیع قرار دیجائیگی اور بائع کے واسطے مشتری پر دار مذکور کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مشتری نے شفیع سے غلام کی قیمت مفصل نہ بیان کی ہو بلکہ یون کہا ہو کہ مین نے تجھے یہ دار بعوض قیمت غلام مذکور کے دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اس صورت مین دار مذکور شفیع سے واپس لے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر غلام کے عوض ایک دار خریدا پھر غلام مین عیب پاکر اُسکو واپس کردیا تو دار مشفوعہ کو شفیع اس غلام صحیح سالم کی قیمت کے بدلے لیگا کیونکہ عقد بیع مین صحیح سالم غلام ٹھہرا تھا اور شفیع پر دیسی غلام کی قیمت واجب ہوگی جو عقد مین ٹھہرا تھا اور اگر کوئی غلام بعوض کسی دار کے خریدا تو یہ صورت اور دار کو بعوض غلام کے خریدنے کی صورت دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے اگر کسی شخص نے غیر کے غلام کے عوض ایک دار خریدا اور مالک غلام نے اجازت دیدی تو شفیع کو شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر معین کیلی یا وزنی چیز کے عوض خریدا پھر بیچ استحقاق ثابت کرکے لے لی گئی تو شفعہ باطل ہوگیا کیونکہ جب کیلی و وزنی چیز عقد مین معین قرار پائی ہے۔ تو اُسکا دغلام کا یکسان حکم ہوتا ہے اور اگر کیلی یا وزنی چیز مشتری کے ذمہ قرار پائی اور اُسنے جدا ہونے سے پہلے ادا کردی پھر وہ استحقاق مین لے لی گئی تو شفیع کا شفعہ بحالہ رہیگا کیونکہ جب کیلی یا وزنی چیز بطور دین کے مشتری کے ذمہ ٹھہری تو اُسکا اور دراہم کا یکسان حکم ہے۔ اور منتقی مین بروایت ابن سماعہ رح کے امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار بعوض ایک کر گیہون معین یا غیر معین کے شہر کوفہ مین خریدا اور دونون نے باہمی قبضہ کرلیا پھر شہر مرو مین شفیع نے دار مشفوعہ کے شفعہ کا مخاصمہ کیا اور مشتری پر شفیع کی ڈگری ہوگئی اور دار مذکور کوفہ مین واقع ہے یا مرو مین تو فرمایا کہ مشتری کو اختیار ہے چاہے شفیع سے مواخذہ کرکے اول گیہون کے مثل کوفہ مین گیہون لیکر اُسکو دار مشفوعہ مرو مین سپرد کردے یا دار مذکور اُسکے سپرد کرنے کا قصد کرکے مرو مین اُس سے ان گیہون کی کوفہ کی قیمت لیکر دار مذکور اُسکو دیدے۔ اور منتقی مین دوسرے مقام پر فرمایا کہ اگر ایسے ایک کر گیہون کی قیمت دونون جگہ یکسان ہو تو جہان شفیع کے نام شفعہ کی ڈگری ہوئی ہے وہین مشتری کو کر دیدے۔ پس اگر قیمت مین تفاوت ہو تو دیکھنا چاہیے کہ جہان شفیع دینا چاہتا ہے اگر وہان اُس کر کی قیمت گران ہو تو یہ امر شفیع کے اختیار مین ہے

بیان چاہے دیوے اور اگر وہان اسکی قیمت ارزان ہو مگر مشتری اُسپر راضی ہوگیا تو یہ مشتری کو اختیار ہوا اور اگر مساوات ہو تو جس جگہ ایسے گیہوں کی قیمت موضع خرید سے مساوی ہو وہان مشتری کو قیمت دیدے یہ محیط مین ہے اور اگر کسی شخص نے ایک دار بعوض ایک کُر ترچھوارے کے خریدا پھر شفیع ایسے وقت حاضر ہوا کہ جب رُطب لیتے ترچھوارے لوگون کے ہاتھ آنے سے منقطع ہو چکے تھے تو شفیع اس دار کو ان چھوارون کی قیمت کے بدلے لیگا کذا فی الکافی

چودھوان باب فسخ بیع واقالہ مین استحقاق شفعہ ہونا اور اسکے متصلات کے بیان مین

اگر مشتری نے دار خرید کردہ مین بعد قبضہ کے عیب پاکر بسبب عیب کے اُسکو واپس کیا اور یہ امر اسوقت واضح ہوا کہ شفیع اپنا شفعہ بیچکا ہے تو پھر شفیع کو اختیار حاصل ہوگا چاہے یہ دار شفعہ مین لے لے بشرطیکہ عیب کی وجہ سے واپس کرنا بذریعہ حکم قاضی واقع ہوا ہو اور اگر بحکم قاضی واپس کیا ہے تو شفیع اُسکو شفعہ مین نہین لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے دار مذکور کو عیب کی وجہ سے قبضہ سے پہلے واپس کیا پس اگر بحکم قاضی واپس کیا تو شفیع کے واسطے شفعہ نہوگا اور اگر بغیر حکم قاضی واپس کیا تو بھی امام محمد رح کے نزدیک یہی حکم ہوگا بناء بر قول امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ شفیع کو استحقاق شفعہ ہوگا اور بعضون نے فرمایا کہ نہوگا۔ اور اگر مشتری نے دار مذکور بخیار رویت یا بخیار شرط واپس کیا ہو تو شفیع کو از سر نو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا خواہ یہ واپسی قبضہ سے پہلے واقع ہوئی ہو یا قبضہ کے بعد واقع ہوئی ہو خواہ باہمی رضامندی سے واقع ہوئی ہو یا بغیر باہمی رضامندی کے واقع ہوئی ہو یہ محیط مین ہے اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر مشتری نے دار مبیعہ واپس کیا پس اگر ایسے سبب سے واپس کیا جو ہر طرح فسخ ہی جیسے خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کرنا یا عیب کی وجہ سے قبضہ سے پہلے بغیر حکم قاضی یا بحکم قاضی واپس کرنا یا بعد قبضہ کے عیب کی وجہ سے بحکم قاضی واپس کرنا تو ایسی صورت مین شفیع کو از سر نو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا۔ اور اگر واپس کرنا ایسے سبب سے ہو جو (بائع و مشتری کے حق مین فسخ اور) تیسرے کے حق مین بیع جدید ہی جیسے قبضہ کے بعد بغیر حکم قاضی بسبب عیب کے واپس کیا یا اقالہ کر لیا تو شفیع کے واسطے از سر نو استحقاق شفعہ حاصل ہوگا۔ اور اگر شفیع نے دار شفعہ ندیا ہو یہان تک کہ بائع و مشتری نے باہم عقد بیع کو فسخ کر لیا تو حق شفعہ باطل نہوگا خواہ یہ فسخ ایسے سبب سے ہو جو ہر طرح سے فسخ ہی ایسے سبب سے ہو جو بعض وجہ سے فسخ ہو اور بعض وجہ سے بیع جدید ہی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے کوئی دار یا زمین خریدی پھر شفیع نے اپنا شفعہ دیدیا پھر بائع و مشتری دونون نے باتفاق اقرار کیا کہ یہ بیع بطور تلجیہ تھی اور مشتری نے مبیع مذکور بائع کو واپس کردی تو شفیع کے واسطے از سر نو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا کیونکہ تسلیم شفعہ کے بعد شفیع کا کچھ حق نہین رہا پس ان دونون کا اقرار اسکے بطلان حق کو متضمن نہین ہی سو تلجیہ ان دونون کے اقرار سے ثابت ہوگا اور یہ واپسی بسبب تلجیہ کے ہوگی پس شفیع کو از سر نو استحقاق شفعہ حاصل ہوگا اور منتقی مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک دار خرید کر قبضہ کر لیا اور شفیع نے شفعہ دیدیا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے تو اس دار کو فلان شخص کے واسطے خریدا تھا اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے اپنے واسطے خریدا تھا اور اب تو یہ از سر نو بیع کرتا ہے پس مین اس بیع پر یہ دار شفعہ مین لونگا تو قول شفیع کا قبول ہوگا پھر اگر فلان شخص غائب ہو تو شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ دار مذکور لے لے یہان تک کہ وہ شخص غائب آجاوے۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ مین اس بات کے گواہ قائم کرتا ہون کہ مجھے فلان شخص نے ایسا حکم دیا تھا اور مین نے اُسکے واسطے خریدا ہے تو اس دعوی کے گواہ

مشتری کی طرف سے مقبول نہونگے جب تک کہ وہ شخص غائب حاضر نہو جاوے یہ محیط مین ہی۔ اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر مشتری نے بائع کے واسطے ایک روز کا خیار دیا تو یہ جائز ہی پھر اگر بائع نے اس دن مین بیع توڑدی تو ابن سماعہ رحمہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہی کہ شفیع کو از سر نو حق شفعہ حاصل نہوگا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے اور ابن سماعہ رحمہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ شفیع کو شفعہ حاصل ہوگا کذا فی المحیط السرخسی

پندرھوان باب۔ اہل کفر کے شفعہ کے بیان مین ۔ اگر ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک دار یا بعوض مردار یا خون کے خریدا تو شفیع کے واسطے اُسمین حق شفعہ نہوگا۔ ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک دار بعوض شراب کے خریدا اور دونون نے باہم قبضہ کرلیا پھر شراب مذکور سرکہ ہوگئی پھر بائع و مشتری دونون مسلمان ہوگئے پھر نصف دار استحقاق مین لے لیا گیا پھر شفیع حاضر ہوا تو نصف دار کو نصف شراب کی قیمت کے بدلے لیگا اور نصف سرکہ کے بدلے نہین لے سکتا ہی پھر مشتری اپنے بائع سے آدھا سرکہ واپس لیگا اگر بعینہ موجود ہو اور اگر اُسنے تلف کردیا ہو تو نصف سرکہ کے مثل واپس لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک دار بعوض شراب یا سور کے خریدا اور اُسکا شفیع کوئی ذمی یا مسلمان ہی تو ہمارے اصحاب کے نزدیک شفعہ واجب ہوگا پھر جب شفعہ واجب ہوا پس اگر شفیع ذمی ہو تو دار مشفوعہ کو شراب مذکور کے مثل اور سور کی قیمت کے بدلے لیگا اور اگر مسلمان ہو تو دار مشفوعہ کو شراب و سور کی قیمت کے بدلے لیگا یہ بدائع مین ہی۔ ایک دار بعوض شراب کے فروخت کیا گیا اور اُسکے دو شفیع ہین ایک کافر ہی اور دوسرا مسلمان ہی تو کافر اُسمین سے نصف دار کو نصف شراب کے بدلے لیگا اور مسلمان نصف دار کو نصف شراب کی قیمت کے بدلے لیگا اور اگر شراب مین سور قرار پائی ہو تو ہر شفیع نصف قیمت کے بدلے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اُسکا شفیع ایک مسلمان اور ایک ذمی ہو پھر ذمی مسلمان ہوگیا تو ذمی بھی اُسمین سے نصف دار بعوض نصف شراب کی قیمت کے لیگا جیسا کہ اگر وقت عقد کے مسلمان ہوتا تو یہی حکم تھا اور اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اگر کوئی دار بعوض شراب کے خریدا پھر بائع و مشتری مین سے ایک مسلمان ہوگیا اور ہنوز شراب پر قبضہ نہین ہوا ہی اور دار پر قبضہ ہوگیا ہی یا نہین ہوا ہی تو بیع ٹوٹ جائیگی ولیکن شفیع کا حق شفعہ باطل نہوگا پس اگر شفیع مسلمان ہو یا جس سے لیتا ہی وہ مسلمان ہو تو شفیع اُسکو قیمت شراب کے بدلے لے لیگا اور اگر دونون کافر ہون تو شفیع اس دار کو اس شراب کے مثل کے بدلے لے لیگا۔ اور اگر شراب پر قبضہ ہو جانے کے بعد دار پر قبضہ ہونے سے پہلے بائع و مشتری دونون مین سے کوئی مسلمان ہوگیا تو عقد بیع صحیح رہیگا اور اگر ذمی نے کنیسہ یا بیعہ یا آتش خانہ فروخت کیا تو بیع جائز ہی اور اُسمین شفیع کو شفعہ کا استحقاق ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مرتد نے کوئی دار خریدا پھر مرتد قتل کیا گیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا کیونکہ شفعہ خروج بیع سے متعلق ہی اور یہ پایا گیا اور اسکے بعد عقد کا فسخ ہو جانا موجب بطلان شفعہ نہین ہی۔ اور اگر مرتد نے دار فروخت کیا پھر وہ قتل کیا گیا یا دار الحرب مین جا ملا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسمین شفعہ نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر بائع مرتد دار الحرب مین جا ملنے سے پہلے مسلمان ہوگیا تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور شفیع کو اُسمین شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر دار الحرب مین جا ملنے و اُسکا مال تقسیم ہو جانے کے بعد وہ مسلمان ہوا تو اُسکے مبیع مین استحقاق شفعہ نہوگا۔ اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکی بیع جائز ہی اور اُسمین شفیع کا حق شفعہ ہی خواہ وہ مسلمان ہو جاوے یا دار الحرب

مین جاملے اور اگر مسلمان نے کوئی دار خریدا اور اُسکا شفیع ایک مرتد ہی اور وہ بسبب مرتد ہونے کے قتل کیا گیا یا خود مرگیا یا دار الحرب مین جاملا تو اس دار مین اُسکا شفعہ نہوگا اور نہ اُسکے وارثون کا شفعہ ہوگا۔ اور اگر کسی عورت مرتدہ کا شفعہ واجب ہوا اور وہ دار الحرب مین جاملی تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر یہ عورت مرتدہ کسی دار کی فروخت کرنے والی ہو تو شفیع کو اُسمین استحقاق شفعہ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص مرتد یا مرتدہ شفیع ہو اور اُسنے شفعہ دیدیا تو جائز ہی اور اگر اُسنے شفعہ ندیا اور شفعہ مین دار مشفوعہ لینا چاہا تو قاضی اُسکے واسطے شفعہ کا حکم نکریگا لیکن اگر مسلمان ہوجاوے تو حکم دیگا اور اگر قاضی نے اُسکا شفعہ باطل کردیا پھر وہ مسلمان ہوا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا۔ اور اگر قاضی نے اُسکو مہلت دی ہو تاکہ اپنے معاملہ مین سوچ وفکر کرے پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اپنے شفعہ پر ہوگا مگر یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُسنے خرید کا حال جاننے کے وقت شفعہ طلب کیا ہو اور اگر اسلام لانے کے وقت تک اُسنے شفعہ نہ طلب کیا ہو تو اس صورت مین اُسکو استحقاق شفعہ نہوگا کیونکہ اُسنے طلب مواثبہ کو فروخت ہونے کا حال جاننے کے بعد ترک کیا ہی۔ اور اگر مرتد دار الحرب مین جاملا پھر اُسکی میراث اُسکے وارثون مین تقسیم ہونے سے پہلے دار فروخت کیا گیا تو اُسکے وارثون کو استحقاق شفعہ ہوگا اور اگر مرتد نے کوئی دار کسی مسلمان یا ذمی سے بعوض شراب کے خریدا تو بیع باطل ہی اور اُسمین شفعہ نہوگا یہ بسوط مین ہی۔ اگر حربی مستامن نے کوئی دار خریدا پھر دار الحرب مین چلا گیا تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا جب اُس سے ملاقات ہو طلب کرسکتا ہی کیونکہ اُسکا دار الحرب مین چلا جانا مثل اُسکے مرجانے کے ہی اور مشتری کا مرجانا شفیع کے شفعہ کو باطل نہین کرتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر مسلمان نے دار الاسلام مین کوئی دار خریدا اور اُسکا شفیع ایک حربی مستامن ہی پھر وہ دار الحرب مین چلا گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا خواہ اُسکو خرید کا حال معلوم ہوا ہو یا نہوا ہو۔ اور اگر حربی مستامن نے ایک دار خریدا اور اُسکا شفیع بھی حربی مستامن ہی پھر دونون دار الحرب مین چلے گئے تو شفیع کو اُسمین شفعہ کا استحقاق نہوگا کیونکہ اُسکا دار الحرب مین چلا جانا ایسا ہی جیسا دار الاسلام والے کا دار الاسلام مین مرجانا اور یہ ظاہر ہی کہ دار مشفوعہ دار الاسلام مین ہی۔ اور اگر شفیع ومشتری دونون دار الحرب مین ہون پس اگر شفیع مسلمان یا ذمی ہو جو امان لیکر دار الحرب مین گیا ہی تو جسوقت وہ آگاہ ہوا اپنے استحقاق شفعہ پر ہوگا پھر اگر وہ دار الاسلام مین آیا حالانکہ وہ بیع کا حال جانتا ہی مگر اُسنے شفعہ طلب نکیا یہان تک کہ پھر کہین چلا گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر اُسنے شفعہ طلب کیا پھر اُسکو دار الحرب وغیرہ کی طرف کوئی سفر پیش آیا تو وہ اپنے شفعہ پر رہیگا اگر طالب شفعہ ہی۔ اور اگر شفیع کوئی حربی مستامن ہو اور اُسنے طلب شفعہ کے واسطے وکیل کیا اور خود دار الحرب مین چلا گیا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا جیسا کہ شفعہ طلب کرنے کے واسطے وکیل کرنے کے بعد مرجانے کا حکم ہی۔ اور اگر شفیع کوئی مسلمان یا ذمی ہو اور اُسنے کسی حربی مستامن کو وکیل کیا پھر یہ وکیل دار الحرب مین چلا گیا تو اُسکی وکالت باطل ہوگئی اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا کیونکہ وکیل مذکور کا دار الحرب مین چلا جانا مثل اُسکے مرجانے کے ہی اور وکیل کا مرجانا وکالت کو باطل کرتا ہی موکل کے شفعہ کو باطل نہین کرتا ہی پس ایسا ہی وکیل مذکور کا دار الحرب مین چلا جانا یہی حکم رکھتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی مسلمان نے دار الحرب مین کوئی دار خریدا اور اُسکا شفیع بھی مسلمان ہی پھر اس دار الحرب کے سب لوگ مسلمان ہوگئے تو شفیع کو استحقاق شفعہ نہوگا۔ جاننا چاہیے کہ جو حکم قضا قاضی کا

شرح

محتاج نہین ہی اسمین دار الحرب و دار الاسلام یکسان ہی۔ اور جو حکم قضاء قاضی کا محتاج ہو وہ حکم اُن مسلمانون کے حق مین جو دار الحرب مین ہین ثابت نہوگا اسواسطے کہ اس حکم کا سبب دار الحرب مین پیدا ہوا ہی اور اول کی مثال یہ ہی کہ جیسے خرید فروخت جائز ہی اور ام ولد بنانا صحیح ہی اور عتق نافذ ہو جائیگا اور نماز و روزہ اُنپر واجب ہی پس یہ احکام سب احکام اسلام ہین اور جو مسلمان دار الحرب مین ہین اُنپر بھی جاری ہونگے اور ثانی کی مثال جیسے زنا کرنا چنانچہ اگر دار الحرب والے مسلمان نے زنا کیا پھر دار الحرب دار الاسلام ہو گیا تو اسپر حد قائم نکیجائیگی

کذا فی المحیط

سولھوان باب۔ مرض مین شفعہ کے بیان مین۔ اگر مریض نے ایک دار دو ہزار درم کو خریدا حالانکہ اُسکی قیمت ایک ہزار درم ہی اور اسکے سوائے اُس مریض کے پاس ہزار درم موجود ہین پھر مرگیا تو بیع جائز اور شفیع کو اُسمین شفعہ کا استحقاق ہوگا کیونکہ مریض مذکور نے اس بیع مین بقدر ایک تہائی کے محاباۃ کی ہی اور اجنبی کے حق مین مریض کی طرف سے استقدر محاباۃ جائز ہوتی ہی پس اس دار مین شفیع کا شفعہ واجب ہوگا اور اگر مریض نے تین ہزار درم قیمت کا دار دو ہزار درم کو فروخت کیا اور اُسکا شفیع کوئی اجنبی ہی تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ دو ہزار درم مین لے لے یہ مبسوط مین ہی ایک مریض نے ایک دار ہزار درم کو فروخت کیا حالانکہ اُسکی قیمت دو ہزار درم ہی اور اسکے سوائے مریض مذکور کا کچھ مال نہین ہی تو مشتری سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے اس دار کو دو ہزار درم کی دو تہائی مین لے لے ورنہ چھوڑ دے اور شفیع کو اختیار ہوگا چاہے دار مذکور کو ایک ہزار درم اور ایک ہزار کی ایک تہائی کے بدلے شفعہ مین لے لے (یعنے دو ہزار کی دو تہائی کے بدلے) یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مریض نے ایک دار بعوض دو ہزار درم کے میعادی اودھار فروخت کیا حالانکہ اُسکی قیمت تین ہزار درم ہی تو میعاد باطل ہوگی مگر مشتری کو اختیار دیا جائیگا چاہے بیع فسخ کردے یا فی الحال دو ہزار درم ادا کردے تاکہ دار ثانی کو اُسکا پورا حق پہونچ جاوے اور ان دونون مین جو بات مشتری نے اختیار کی بہرحال شفیع کو اختیار ہوگا چاہے دار مذکور کو نقد دو ہزار درم کو لے لے۔ اور اگر مریض نے ایک دار تین ہزار درم کو ایک سال کے اودھار پر فروخت کیا حالانکہ اُسکی قیمت دو ہزار درم ہی پھر مرگیا تو بالاجماع یہ حکم ہی کہ ایک تہائی سے زیادہ مین اودھار کی میعاد باطل ہی لیکن اسمین اختلاف ہو کہ یہ تہائی ثمن کے حساب سے اعتبار کیجائیگی یا قیمت کی راہ سے معتبر ہوگی پس امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ثمن کے حساب سے معتبر ہوگی پس دو تہائی ثمن یعنے دو ہزار درم فی الحال ادا کرے اور باقی ایک ہزار درم اپنی میعاد پر دے اگر اُسکو بیع منظور ہوا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ تہائی باعتبار قیمت کے لگائی جاویگی پس اگر اُسکو منظور ہو تو دو تہائی قیمت یعنے ایک ہزار تین سو تینتیس دیک تہائی درم فی الحال ادا کرے اور باقی اپنی میعاد پر دے یہ محیط مین ہی۔ اگر مریض نے کوئی دار اُسکی قیمت کے برابر داموں کو اپنے وارث کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا شفیع کوئی اجنبی ہو تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا اسواسطے کہ مریض کا مرض الموت مین اپنا کوئی مال عین کسی وارث کے ہاتھ فروخت کرنا اگرچہ اس مال عین کی قیمت کے برابر داموں کے عوض ہو امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہی الا اس صورت مین کہ باقی وارث لوگ اسکی اجازت دیدین۔ مگر صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی تو شفعہ بھی واجب ہوگا اور اگر مریض نے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور وارث اُسکا شفیع ہی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو شفعہ نہ ملیگا

اسواسطے کہ شفعہ سے ایسا ہوجائیگا گویا اُسنے ابتدا گروارث کے ہاتھ فروخت کیا ہو اور صاحبین رح کے نزدیک شفعہ واجب ہوگا اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ مریض نے قیمت کے برابر داموں کو فروخت کیا ہو اور اگر بیع مین محاباۃ کی مثلاً تین ہزار قیمت کا دار دو ہزار درم کے عوض فروخت کیا پس اگر وارث کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا شفیع کوئی اجنبی ہو تو اسمین کچھ شک نہین ہو کہ امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بیع جائز ہو مگر مقدار محاباۃ دور کیجائیگی پس شفعہ واجب ہوگا کذا فی البدائع اور اصح مذہب امام ابوحنیفہ رح کا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مریض نے کسی اجنبی کے ہاتھ بمحاباۃ فروخت کیا ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک وارث کو شفعہ نہلیگا لیکن شفیع اُسکو اسی صفقہ کے ساتھ اسطرح لیگا کہ اُسکے پاس یہ صفقہ تحویل پاکر بتقدیر صفقہ ابتدائی ہوجائیگا خواہ وارث لوگ اسکی اجازت دین یا اجازت ندین کیونکہ اجازت کا محل وہ عقد ہوتا ہی جو موقوف ہو اور یہان مشتری کی خرید نافذ واقع ہوئی ہی کیونکہ دو ہزار درم کے عوض فروخت کرنے مین ایک تہائی کی قدر محاباۃ ہی اور اسقدر نافذ ہی پس مشتری کے حق مین یہ محاباۃ لغو ٹھہری تو حق شفعہ مین بھی لغو ہوگی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر دو شفیعون مین سے فقط ایک وارث ہو تو دوسرا شفیع اُسکو لے لیگا۔ اور اگر مریض نے حالت صحت مین اپنا مبیع کیا اور وارث نے شفعہ مین لے لیا پھر بائع نے حالت مرض مین ثمن مین سے گھٹا دیا تو جائز نہین ہی مگر اُس صورت مین کہ باقی وارث اُسکی اجازت دین اور اگر یہ گھٹانا وارث کے لینے سے پہلے واقع ہوا پس اگر وارث نے لیا تو گھٹانا باطل ہوجائیگا اور اگر نہ لیا تو صحیح رہیگا یہ تاتارخانیہ مین عتابیہ سے منقول ہی۔ ایک مریض نے تین ہزار درم قیمت کا دار بعوض دو ہزار درم کے فروخت کیا اور سوائے اس دار کے اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر مرگیا اور اُسکا بیٹا اس دار کا شفیع ہی تو بیٹے کو اُسمین شفعہ نہ ملیگا اسواسطے کہ اگر مریض مذکور ان داموں کے عوض بیٹے کے ہاتھ فروخت کرتا تو جائز نہوتا اور کتاب الوصایا مین مذکور ہی کہ صاحبین رح کے قول کے موافق اگر بیٹا چاہے تو اُسکو اُسکی قیمت کے عوض شفعہ مین لے سکتا ہو اور اصح یہی ہی جو یہان مذکور ہی کیونکہ جامع مین صریح فرمایا ہی کہ یہ بالاجماع سب ائمہ کا قول ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مریض کا اس دار کے سوائے کچھ اور مال بھی ہو اور وارثون نے اجازت دیدی تو بالاتفاق اُسکو شفعہ حاصل ہوگا یہ شرح مجمع البحرین مین ہی۔ اگر کسی مریض نے اپنا دار فروخت کیا اور بیع مین محاباۃ کی پھر مرض سے اچھا ہوگیا اور وارث اُسکا شفیع ہی پس اگر وارث نے ابتداے بیع کا حال سنجانا ہو تو اُسکو شفعہ مین لے سکتا ہی کیونکہ جس مرض کے پیچھے صحت ہوجاوے وہ مرض بمنزلہ حالت صحت کے ہی اور اگر وارث کو بیع کا علم ہوا ہو مگر اُسنے شفعہ طلب نکیا یہان تک کہ مریض اچھا ہوگیا تو اُسکو شفعہ حاصل نہوگا کذا فی المبسوط

ستر ہوان باب۔ متفرقات کے بیان مین امام محمد رح نے جامع کبیر مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر شفیع نے دار مشفوعہ فروخت ہونے کے بعد اپنے اُس دار مین سے جسکے ذریعہ سے مستحق شفعہ ہی کسیقدر دار مشاع یعنے غیر مقسوم فروخت کیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اسیطرح اگر کسیقدر دار مقسوم جو دار مشفوعہ سے متصل نہین ہی فروخت کیا تو بھی اُسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر دار مشفوعہ سے ملحق حصہ مقسوم فروخت کردیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔ دو دار ہین جنمین سے ایک دار اور دونون کا راستہ دو شخصون مین مشترک ہی اور دوسرا دار فقط تیسرے شخص کا ہی پھر تیسرے شخص نے اپنا دار خاص فروخت کیا تو دونون شخصون کو بذریعہ راستہ کے شفعہ حاصل ہوگا اور

اگر دونون نے دار مشترک کو باہم تقسیم کرلیا پس ایک کے حصہ مین کسیقدر دار اور اُسکا پورا راستہ آیا اور دوسرے کے حصہ مین فقط بعض دار بدون راستہ کے آیا اور جسکے حصہ مین راستہ نہین آیا اُسنے اپنے حصہ کے واسطے ایک رستہ طریق اعظم کی طرف دروازہ توڑکر بنا لیا اور جو دار فروخت کیا گیا ہی اُسکے یہ دونون جار ہین تو جسکے حصہ مین مشترک راستہ آیا ہی وہ اس دار مبیعہ کے شفعہ کا اولا مستحق ہوگا پھر اگر اُسنے اپنا شفعہ دیدیا تو دوسرا بدرجہ جار کے اُسکو شفعہ مین لیگا اور اس تقسیم کی وجہ سے اُسکا شفعہ باطل نہوجائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر شفیع نے زمین کو شفعہ مین لیا پھر اُسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر کسی شخص نے استحقاق ثابت کرکے وہ زمین لے لی اور اس مستحق نے شفیع کو حکم دیا کہ اپنی عمارت توڑ لے اور درخت اوکھاڑ لے تو شفیع مذکور مشتری سے بقدر ثمن واپس لیگا اور عمارت و درختون کی قیمت نہ بائع سے واپس لے سکتا ہی اگر زمین مذکور اس سے لی ہو اور نہ مشتری سے لے سکتا ہی اگر زمین مذکور اُس سے لی ہو اور اسکے معنی یہ ہین کہ توڑنے واکھاڑنے سے جسقدر نقصان ہوا وہ دونون مین سے کسی سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور ہمارے نزدیک شفعہ شفیعون کی تعداد پر ہوتا ہی (یعنے اُنکے حصص کی مقدار پر نہین ہوتا ہی) چنانچہ اگر ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہو ایک کا نصف اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا چھٹا حصہ ہو اور نصف کے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا اور باقی دونون شریکون نے شفعہ طلب کیا تو حصہ مبیعہ دونون کو نصفا نصف شفعہ مین دلایا جائیگا اور اگر چھٹے کے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی دونون کو نصفا نصف دلایا جائیگا اور اگر بعض نے اپنا حق دیدیا تو حصہ مبیعہ باقی شفیعون مین اُنکی گنتی پر حصہ ہوکر ہر ایک کو تقسیم ہوگا اور اگر شفیعون مین سے کوئی غائب ہو تو حصہ مبیعہ حاضرین کے درمیان اُنکی گنتی کے موافق حصے ہوکر تقسیم ہوگا اور اگر شفیع حاضر کے نام پورے حصے کے شفعہ کا حکم ہوگیا پھر دوسرا حاضر ہوا تو اُسکے نام آدھے کا حکم ہوگا اور اگر تیسرا حاضر ہوا تو اُسکے نام ہر ایک کے مقبوضہ کی تہائی کا حکم ہوگا اور اگر حاضر نے بعد از انکہ اُسکے نام پورے حصہ کا حکم دیا گیا تھا اپنا حق شفعہ دیدیا تو پھر اُسکے سوائے جو شفیع حاضر ہو وہ فقط نصف لے سکتا ہی یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دار فلان شخص کے ہاتھ اسقدر داموں کو فروخت کیا ہی اور ثمن وصول نہین کیا ہی اور فلان شخص نے کہا کہ مین نے تجھسے نہین خریدا ہی تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اُسکو شفعہ مین لے لے اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُسنے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہی اور فلان شخص حاضر ہی اور خرید سے انکار کرتا ہی اور اگر غائب ہو تو شفیع کو مشتری کے ساتھ کچھ خصومت نہوگی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کے دار کے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور اس جار کو زعم ہی۔ کہ اس دار مبیعہ کا رقبہ میرا ہی مگر اس بات کا خوف کرتا ہی کہ اگر مین نے اسکے رقبہ کا دعوی کیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر شفعہ کا دعوی کیا تو یہ دعوی نکہ سکیگا کہ یہ رقبہ دار میرا ہی تو اُسکو کیا کرنا چاہیے جس سے اُسکا شفعہ باطل نہو تو مشائخ نے فرمایا کہ یون کہے کہ یہ دار میرا ہی اور مین اسکے رقبہ کا دعوی کرتا ہون سو اگر مجھے مل گیا تو خیر ورنہ مین اسکے حق شفعہ پر ہون (اس سے اُسکا شفعہ باطل نہوگا) کیونکہ یہ سب ایک کلام ہی پس شفعہ سے سکوت متحقق نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اگر شفیع نے اُسکے رقبہ کا دعوی کیا اور کہا کہ میرے گواہ غائب ہین لیکن مین اُسکو شفعہ مین

لیے لیتا ہون تو یہ کلام اس بات کا اقرار ہی کہ بائع اسکا مالک ہی پس اسکے بعد اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ ملک کا دعوی کرنے سے اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اُسنے نصف دار کا دعوی کیا اور کہا کہ مین اسکے گواہ قائم کرونگا اور باقی کو شرکت کے ذریعہ سے لونگا تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص کا دار ہی کہ اُسکو ایک غاصب نے غصب کر لیا پھر اُسکے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور غاصب و مشتری دار و شفعہ سے انکار کرتے ہین تو اُس شخص کو چاہیے کہ شفعہ طلب کرلے تاکہ جسوقت دار مغصوبہ کی نسبت اپنی ملک کے گواہ قائم کرے تو شفعہ ثابت ہے اور جسوقت طلب کرے تو غاصب کو قاضی کے پاس لیجاوے اور قاضی کو صورت حال سے آگاہ کردے پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے گواہ قائم کیے تو اُسکے نام دار مغصوبہ کی ملک اور دوسرے دار کے شفعہ کے واسطے حکم دیا جائیگا اسلیے کہ جو بات گواہون سے ثابت ہووہ ایسی ہی جیسے معائنہ ثابت ہوئی اور اگر اُسنے گواہ نہ قائم کیے تو قاضی اُن دونون سے قسم لیگا پس اگر دونون قسم کھاگئے تو مدعی کے نام دونون مین سے کسی دار کی ڈگری نہ کریگا اور اگر دونون نے قسم سے انکار کیا تو اُسکے نام دونون دارون کی ڈگری کردیگا اور اگر غاصب نے قسم کھالی اور مشتری نے انکار کیا تو اُسکے نام دار مغصوبہ کی ڈگری نکریگا مگر شفعہ کی ڈگری کردیگا اور اگر اسکے برعکس واقع ہو تو اسکے برعکس حکم دیگا کیونکہ قسم سے انکار کرنا اقرار ہی اور اقرار خاص اُسیکے حق مین حجت ہوتا ہی جسنے اقرار کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک دار فروخت کیا گیا اور اُسکا ایک شفیع ہی پس اس دار کے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور مشتری اول نے اسکا شفعہ طلب کیا اور اُسکے نام حکم ہوگیا پھر شفیع مذکور حاضر ہوا تو اُسکے واسطے اُس دار کی جو اُسکے پہلو مین واقع ہی ڈگری کردیجائیگی اور دوسرے دار کا مشتری کے نام حکم قضا باقی رہیگا اور اگر شفیع مذکور دونون دار کا جار ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو اُسکے نام پورے اول دار اور نصف دوسرے دار کی ڈگری کیجائیگی یہ بدائع مین ہی۔ امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے نصف دار خریدا پھر باقی نصف دوسرے شخص نے خریدا پس مشتری اول نے اس سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور قاضی نے بوجہ شرکت کے اسکے نام شفعہ کی ڈگری کردی پھر جار نے دونون شفعون مین مخاصمہ کیا تو پہلی خرید کا نصف دار اُسکو استحقاق شفعہ مین ملیگا اور دوسرے نصف مین اُسکا کچھ حق نہوگا اسوجہ سے کہ اُسکے ساتھ حکم قضا متعلق ہو چکا ہی اسطرح اگر ایک ہی مشتری نے پہلے نصف دار خریدا ہو پھر دوسرا نصف خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر دوسرے نصف کا مشتری پہلے نصف کے مشتری کے سوائے دوسرا شخص ہوا اور اُسنے دوسرے مشتری سے کچھ مخاصمہ نکیا یہان تک کہ جار نے نصف اول شفعہ مین لے لیا تو جار ہی اس دوسرے نصف کا اولا حقدار ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اصل یہ ہی کہ شفعہ کا استحقاق اُسی ملک سے ہوتا ہی جو خرید کے وقت قائم ہو نہ اُس ملک سے جو پھر پیدا ہو جاوے اسواسطے کہ سبب شفعہ دو ملکون کا اتصال ہی پس خرید کے وقت اُسکے موجود ہونے کا اعتبار ہی اور جب نے لیا تو بمنزلہ استحقاق کے ہوگیا پس اگر حکم قاضی لیا ہو تو اسکا ثبوت تمام لوگون کے حق مین ہوجائیگا اور اگر برضامندی لیا تو خاصتہ انہین دونون کے حق مین ثابت ہوگا۔ ایک دار دو ہزار درم کو خریدا اور دونون نے باہم قبضہ کرلیا پھر ایک شخص نے کچھ دعوی کیا اور مشتری نے بانکار اُس سے پانچ سو درم پر صلح کرلی پھر شفیع نے مشتری سے دار مذکور بیع اول پر لے لیا تو مدعی نے جو کچھ مشتری سے لیا ہی وہ مشتری کو واپس دیگا کیونکہ قاضی نے ہرگاہ شفعہ کا حکم دیدیا تو ضرور یہی حکم دیا کہ یہ دار بائع کی ملک ہی پس ظاہر ہوگیا کہ اُسکے و مدعی کے درمیان کچھ خصومت نہین ہوا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی نے جو مال لیا ہی وہ اپنے کسی حق کے عوض نہین لیا

اور نہ دفع خصومت کے مقابلہ مین لیا ہو پس صلح ٹوٹ گئی اور اگر شفیع نے بغیر حکم قضا لیا ہو تو مدعی مال صلح مشتری کو
کو واپس ندیگا کیونکہ شفیع نے باہمی رضامندی سے لیا ہو اور دونون کی باہمی رضامندی انھین دونون کے حق مین
حجت ہو کسی غیر کے حق مین حجت نہین ہو پس یہ لینا ایسا ہو کہ گویا دونون کے درمیان بیع جدید ہوئی پس ظاہر ہوا
کہ مشتری و مدعی مین کچھ خصومت نہین ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک دار میراث پایا پھر اُسکے پہلو
مین دوسرا دار فروخت کیا گیا اُسنے یہ دار شفعہ مین لیا پھر دوسرے دار کے پہلو مین تیسرا دار فروخت کیا گیا پھر مورث
دار کسی شخص نے استحقاق ثابت کرکے لے لیا اور مستحق نے شفعہ طلب کیا تو مستحق دوسرے دار کو شفعہ مین لے لیگا اور
تیسرے دار کا مقدم حقدار وارث ہوگا ایسا ہی امام قدوری نے ذکر فرمایا اور یہ ذکر نہ فرمایا کہ اگر مستحق نے شفعہ طلب
نکیا تو کیا حکم ہو اور منتقی مین مذکور ہو کہ دوسرا دار اُس شخص کو واپس دیا جائیگا جسپر شفعہ کی ڈگری ہوئی ہو جسنے جسکو
خریدا تھا اور تیسرا دار اسکے قبضہ مین چھوڑ دیا جائیگا جسکے قبضہ مین ہو یہ ظہیریہ مین ہو۔ ایک شخص نے ایک دار خریدکر اُسپر
قبضہ کرلیا اور شفیع نے اُسکو لینا چاہا پس مشتری نے کہا کہ مین نے اُسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کردیا اور
وہ میرے قبضہ سے باہر ہوگیا پھر اُسنے میرے پاس ودیعت رکھا ہو تو اُسکے قول کی تصدیق نکی جائیگی اور شفیع کا خصم
ضرور ٹھہرایا جائیگا اور اگر اُسنے اس بات کے گواہ قائم کیے تو گواہی کی سماعت نہوگی اسیطرح اگر اُسنے کہا کہ مین نے
دار مذکور فلان شخص کو ہبہ کیا اور اُسنے قبضہ کرلیا پھر میرے پاس ودیعت رکھا ہو تو اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر اس
بات پر گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہون کی سماعت نہوگی اور اگر پہلی صورت مین دوسرا مشتری اور دوسری صورت
مین موہوب لہ آیا اور حال یہ گذرا کہ قاضی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم دیچکا ہو پھر مشتری یا موہوب لہ نے آکر خرید یا ہبہ
کے گواہ قائم کیے تو گواہون کی سماعت نہوگی اور شفعہ کے واسطے جو حکم قضا ہو وہ خرید و ہبہ کا نقض ہو اسواسطے
کہ جو شخص قابض تھا وہ مقضی علیہ ہوا پس جو شخص اُسکی جانب سے ملک حاصل کرنے کا دعوی کرے وہ بھی مقضے علیہ
ہوگیا۔ ایک دار زید کے قبضہ مین ہو وہ دعوی کرتا ہو کہ مین نے عمرو سے خرید کر اُسکو تمن دیدیا ہو اور زید دار عمرو کا
معروف ہو اور عمرو دعوی کرتا ہو کہ مین نے یہ دار زید کو ہبہ کیا تھا اور عمرو نے زید سے رجوع کرنا چاہا تو عمرو کا قول
قبول ہوگا اور اگر ہنوز قاضی نے واہب کے نام واپس لینے کا حکم ندیا ہو کہ شفیع حاضر ہوا تو شفیع اس دار کا
بہ نسبت واہب کے زیادہ حقدار ہو اور اگر شفیع حاضر نہوا تو قاضی واہب کے واسطے ہبہ سے رجوع کا حکم دیگا
اور جب اُسنے واہب کے واسطے رجوع کا حکم دیدیا پھر شفیع حاضر ہوا تو رجوع ہبہ توڑ دیا جائیگا اور دار مذکور
شفیع کو دیا جائیگا۔ اور اگر قابض یعنے زید نے یہ دعوی کیا کہ مین نے عمرو سے اس شرط سے خریدا تھا کہ عمرو کو خیار
حاصل ہو اور ثمن ادا کر دیا تھا اور عمرو نے یہ دعوی کیا کہ مین نے ہبہ کرکے سپرد کردیا ہو اور شفیع حاضر ہوا تو اُسکو
شفعہ مین لے لیگا اور خیار باطل ہو جائیگا کیونکہ مالک دار یعنے عمرو نے ہرگاہ اقرار کیا کہ مین نے زید کو ہبہ کرکے
سپرد کردیا ہو تو ضرور یہ اقرار کیا کہ قابض کی ملک اُسمین ثابت ہوئی اور خیار ساقط ہوگیا اور قابض یعنے زید
مقر ہو کہ مین نے خریدا ہو پس قابض کے اقرار خرید سے اصل مالک کے خیار ساقط ہوجانے سے اس دار
مین شفعہ ثابت ہو جائیگا۔ کتاب الاصل مین لکھا ہو کہ اگر دار مشفوعہ بائع کے قبضہ مین ہو اور قاضی نے
بائع پر شفیع کے شفعہ کی ڈگری کی پھر شفیع نے بائع سے اقالہ کی درخواست کی تو بائع کا اقالہ کرنا جائز ہو

اور یہ دار بائع کی ملک مین عود کر جائیگا مشتری کی ملک مین عود نکریگا اور مشتری کے حق مین قرار دیا جائیگا کہ گویا بائع نے یہ دار شفیع سے خریدا ہی۔ اسیطرح اگر دار شفعہ مشتری کے قبضہ مین ہو اور قاضی نے شفیع کیواسطے شفعہ دار کی ڈگری کر دی اور شفیع نے مشتری سے لیکر اپنا قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دار مذکور بائع کی ملک ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر شفیع کے واسطے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا اور بعد اس حکم کے دار شفعہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اور ثمن ادا کرنے سے پہلے شفیع مرگیا تو دار مذکور وارثان شفیع کو ملیگا اسواسطے کہ شفعہ کے واسطے قاضی کا حکم بمنزلہ بیع کے ہی اور اگر دار شفعہ لینے کے بعد شفیع مرگیا تو یہ دار اُسکے وارثون مین میراث ہوگا۔ اور اگر قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا اور مشتری نے شفیع سے یہ درخواست کی کہ یہ دار ثمن مین کچھ بڑھاکر مجھے واپس دے اور یہ زیادتی ثمن کی جنس سے ٹھہرائی یا غیر جنس سے ٹھہرائی اور شفیع نے ایسا ہی کیا تو پہلے دامون کے بدلے دار مذکور مشتری کا ہو جائیگا اور زیادتی باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ دار مذکور مشتری کو واپس دینا بمنزلہ اقالہ کے ہی اور اقالہ فقط پہلے ہی ثمن پر ہوتا ہی۔ اسیطرح اگر شفیع کے واسطے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا پھر اُسکے بعد مشتری نے شفیع سے کہا کہ یہ دار ثمن مین کچھ بڑھاکر بائع کو واپس دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ بھی اقالہ کیا اور اقالہ جسطرح بائع و مشتری مین ہوتا ہی ویسا ہی بائع و شفیع مین متحقق ہوگا۔ یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر بیع واقع ہونے کے بعد شفیع شفعہ مین لینے سے پہلے مرگیا تو ہمارے نزدیک اُسکے وارث کو شفعہ مین لینے کا استحقاق نہوگا اور دار شفعہ کی بیع اُسکی موت کے بعد ہو تو وارث اُسکو شفعہ مین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر بائع و مشتری مرگئے اور شفیع زندہ موجود ہو تو اُسکو شفعہ مین لینے کا اختیار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مشتری مرگیا اور شفیع زندہ ہو تو اُسکو شفعہ حاصل ہی اور اگر میت پر قرضہ ہو تو دار شفعہ اُسکے دین کے واسطے فروخت نہ کیا جائیگا بلکہ شفیع اُسکو شفعہ مین لے لیگا اگرچہ دار مذکور سے قرضخواہ و شفیع دونون کا حق متعلق ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر قاضی یا اُسکے وصی نے اس دار کو میت کے قرضہ مین فروخت کیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بیع کو باطل کرکے اُسکو شفعہ مین لے لے جیسا کہ اگر مشتری نے اپنی زندگی مین اُسکو فروخت کیا تو یہی حکم ہی اسیطرح اگر میت نے اس دار کے لیے وصیت کی تو بھی شفیع اُسکو لے لیگا اور وصیت باطل ہو جائیگی۔ یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے دوطرح کی طلب سے شفعہ کو ثابت کر لیا تھا پھر مرگیا تو اُسکے وارث کو یہ اختیار نہوگا کہ شفعہ مین لے لے کذا فی السراجیہ۔ اور اگر شفیع اُس دار کا مالک مشتری کے سپرد کرنے سے ہوا پھر مرگیا تو یہ دار اُسکے وارثون مین میراث ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر بائع نے مشتری کے ذمہ سے کسیقدر ثمن گھٹا دیا تو شفیع کے ذمہ سے بھی اسیقدر رکم ہو جائیگا اسیطرح اگر شفیع نے دار مشفوعہ ثمن دیکر لے لیا پھر بائع نے مشتری سے کسیقدر ثمن گھٹا دیا تو بھی شفیع کے ذمہ سے اسیقدر ساقط ہو جائیگا حتے کہ شفیع نے جسکو ثمن ادا کیا ہی اُس سے اسقدر واپس لے سکتا ہی اسیطرح اگر بائع نے مشتری کو بعض ثمن سے بری کیا یا اُسکو ہبہ کر دیا تو اسکا حکم بھی گھٹا دینے کے مانند ہی اور شفیع دار مشفوعہ کو باقی ثمن کے عوض لے لیگا اور اگر بائع نے مشتری کے ذمہ سے سب ثمن ساقط کر دیا تو شفیع کے ذمہ سے ساقط نہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ پورا ثمن گھٹا دینا بکلمہ واحدہ ہوا اور اگر چند بار کہکر گھٹایا تو شفیع اس دار مشفوعہ کو اخیر ثمن پر لے لیگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر مشتری نے بائع کے واسطے ثمن مین کچھ بڑھا دیا تو یہ زیادتی شفیع پر لازم نہوگی

حتے کہ شفیع اسکو ثمن اول پر لے سکتا ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار ہزار درم کو خریدا اور باہم قبضہ کر لیا پھر بائع کے واسطے ثمن مین ایک ہزار درم پڑھا دیے بدون اسکے کہ بیع کا منافضہ کیا ہو پھر شفیع کو دو ہزار درم کا حال معلوم ہوا یہ معلوم نہوا کہ ثمن ایک ہزار دیم تھا پس شفیع نے بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی اسکو دو ہزار درم مین لے لیا پس اگر بحکم قاضی لیا ہو تو قاضی اس حکم کو باطل کر کے پھر حکم دیگا کہ شفیع اسکو شفعہ مین ایک ہزار درم کے عوض لے سے کیونکہ حکم اول ایسی چیز کے واسطے تھا جو شفعہ کے ساتھ واجب نہ تھی اور اگر اسنے بغیر حکم قاضی لیا ہو تو یہ از سر نو خرید ہی پس: ٹوٹیگی۔ اور جامع الفتاوی مین ہی کہ اگر ایک دار خرید کر کے دوسرے کو ہبہ کر دیا پھر شفیع آیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک شفیع اس دار کو لیکر اسکا ثمن کسی عادل کے پاس رکھدیگا و امام محمد رح کے نزدیک جب تک واہب حاضر نہو تب تک نہین لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک مکاتب بقدر دنانے کتابت مال چھوڑ کر مر گیا پھر اسکے جوارثین ایک دار فروخت کیا گیا پھر وارثون نے اسکا مال کتابت ادا کر دیا تو ان وارثون کو شفعہ لیگا کیونکہ۔ کاتب کی آزادی کا حکم اسکی آخر حیات سے دیا گیا پس اسکے وارثون کا جوار اس دار کے بیع ہونے سے پہلے ثابت ہو گیا یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اسکا ایک شفیع ہی پس شفیع نے کہا کہ مین نے بیع کی اجازت دی اور مین اسکو شفعہ مین لے لونگا یا کہا کہ مین بیع پر راضی ہوا اور مین شفعہ مین لونگا یا کہا کہ مین نے بیع تسلیم کی اور مین شفعہ لونگا و فتاوے مین ہی کہ یا یون کہا کہ یہ اس دار مین کچھ حق نہین ہی تو شخص مذکور اپنے شفعہ پر رہیگا بنر طیکہ اسنے کلام موصول بیان کیا ہو اور اگر فصل کیا مثلاً سکوت کر کے پھر کہا کہ مین شفعہ مین لونگا تو اسکو استحقاق شفعہ نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار خریدا اور اسکے شفیع نے آکر دعوی کیا کہ اس مشتری کے خریدنے سے پہلے مین نے یہ دار اس بائع سے خریدا تھا اور مشتری نے اسکے دعوی کی تصدیق کی اور دار مذکور اسکو دیدیا پھر ایک دوسرا شفیع آیا اور اسنے شفیع کے خریدنے سے انکار کیا تو پورا دار شفعہ مین لے لیگا۔ اور اگر مشتری نے شفیع سے ابتدا مین یون کہا ہو کہ تو نے میرے خریدنے سے پہلے یہ دار خریدا تھا اور وہ تیری خرید پر تیرا ہی اور شفیع نے کہا کہ مین نے اسکو نہین خریدا تھا اور مین اسکو اپنے شفعہ مین لیتا ہون پس شفیع نے مشتری سے لے لیا پھر دوسرا شفیع آیا تو دوسرے کو فقط نصف دار مل سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص سے ایک دار خریدا اور کہا کہ مین نے فلان شخص کے واسطے خریدا ہی اور اسپر گواہ کر لیے پھر شفیع آیا تو مشتری اسکا خصم قرار دیا جائیگا لیکن اگر مشتری نے اس بات کے گواہ پیش کیے کہ فلان شخص نے مجھے وکیل کیا تھا تو البتہ خصم نہ ٹھہرایا جائیگا۔ اور اگر بائع و مشتری نے کہا کہ ہم نے اس دار کی بعوض ہزار درم و ایک رطل شراب کے خرید فروخت کی ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ ہزار درم کے عوض بیچا ہی تو شفیع کا قول قبول ہوگا اور شرح طحاوی مین لکھا ہی کہ خرید کے وکیل نے اگر کوئی دار خریدا اور شفیع حاضر ہوا تو وکیل سے لے لیگا اور عہدہ وکیل پر ہوگا اور موکل کی موجودگی کیطرف التفات نہ کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار بعوض ایک غلام کے خریدا پھر غلام کو کانا پایا مگر اسپر راضی ہو گیا تو شفیع اس دار کو اس غلام صحیح سالم کی قیمت کے بدلے لیگا اور اسیطرح اگر بسبب عیب کے اسکو واپس کیا تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ جسوقت بیع واقع ہوئی تو صحیح سالم غلام ٹھہرا تھا عیب دار نہین ٹھہرا تھا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک عقار بعوض درمون کے جو بطور جزاف تھے خریدا اور بائع و مشتری دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ جزافی درمون کی تعداد ہمکو نہین معلوم ہے

اور بعد باہمی قبضہ واقع ہونے کے یہ درم بائع کے پاس تلف ہو گئے تو شفیع کو کیا کرنا چاہیے تو قاضی امام ابوبکر رح نے فرمایا کہ دار کو شفعہ مین لیکر اپنے زعم کے موافق ثمن ادا کرے لیکن اگر مشتری نے اس مقدار پر زیادتی ثابت کی تو ایسا نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک زمین ہے کہ جسپر مؤنت اور خراج بہت ہے کہ جسکی وجہ سے اُسکو کوئی نہین خریدتا ہے۔ پس اُسکو مالک نے اپنے ایک دار کے ساتھ جسکی ہزار درم قیمت ہے ایک ہزار درم کو فروخت کیا اور اس دار کا ایک شفیع ہے تو اس دار کو اُسکے حصہ ثمن کے بدلے لیگا پس ثمن اس دار کی قیمت پر اور زمین کی اُس قیمت پر کہ اصحاب سلطان اگر خریدین تو لگا دین اور اگر کوئی بھی اسکی خرید کی طرف رغبت نکرتا ہو تو اُسکی وہ قیمت اعتبار کیجائیگی جو آخر وقت مین تھی جسوقت لوگون کی رغبت اس سے جاتی رہی ہے کیونکہ تقسیم کا مدار قیمت پر ہے کذا فی التتمہ یہ ہے کذا فی الذخیرہ یون کہا جا سکتا ہے کہ بنا بر قول امام اعظم رح کے کہ پورے ہزار درم بمقابلہ دار کے قرار دیے جاوین اگر اس زمین کی بائل کچھ قیمت نہو یہ محیط مین ہے اور منتقی مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار ہے اور قاضی جانتا ہے کہ یہ دار اسیکا ہے پس اسکے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور اسکے فروخت ہونے کے بعد شفیع نے کہا کہ میرا یہ دار فلان شخص کا ہے کہ ایک سال ہوا جب سے مین اُسکے ہاتھ فروخت کر چکا ہون اور یہ اقرار ایسے وقت مین کیا کہ اگر اُسوقت اپنے واسطے شفعہ طلب کرتا تو لے سکتا تھا تو اسکو شفعہ نہ ملیگا اور نہ اُس مقرر کو ملیگا تاوقتیکہ اس بات کے گواہ نہدے کہ مین نے خریدا ہے اسلیے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے کہ فقط مقر کے حق مین صحیح ہوتی ہے دوسرے کے حق مین متعدی نہین ہوتی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ فتاوی عتابیہ مین ہے کہ اگر مشتری نے شفیع کے واسطے خیار کی شرط کی پس شفیع نے کہا کہ مین نے بیع اس شرط سے اختیار کر لی کہ مجھے شفعہ حاصل ہو تو جائز ہے اور اگر اُسنے یہ کہا ہو کہ اس شرط سے کہ مجھے شفعہ حاصل ہو تو اُسکا شفعہ باطل ہوگا مگر چاہیے یہ ہے کہ شفیع تاخیر کر دے تاکہ خود بائع اجازت دیدے یا مدت گذر جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شفیع نے بلا حکم قاضی زمین مشفوعہ پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ شخص اہل استغلال مین سے ہے اور جانتا ہے کہ بعضے علماء نے ایسا فرمایا ہے تو فاسق نہوگا اور اگر نہین جانتا ہے تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ وہ ظالم ٹھہرا بخلاف اول کے کہ وہ ظالم نہوگا یہ فتاوی کبری مین ہے۔ ایک شخص نے ایک مشتری پر بذریعہ جوار کے شفعہ کا دعوی کیا اور مشتری شفعہ جوار کا قائل نہین ہے اور اُسنے شفعہ سے انکار کیا تو اُس سے اس طور سے قسم لیجائیگی کہ واللہ میری جانب اس شخص کا حق شفعہ بنا بر قول ایسے مجتہد کے جو شفعہ بالجوار کا قائل ہے نہین ہے ایک شخص نے ایک دار خریدا اور ہنوز اُسپر قبضہ نکیا تھا کہ اُسکے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا تو مشتری کو شفعہ حاصل ہوگا۔ ایک شخص نے ایک دار شفعہ مین طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے تجھے شفعہ مین دیا پس اگر شفیع کو ثمن معلوم ہے اور اس صورت مین تسلیم صحیح ہے تو ورنہ کور شفیع کی ملک ہو جائیگا اور اگر شفیع کو ثمن نہین معلوم ہے تو دار مذکور شفیع کی ملک نہو جائیگا اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اُسنے دو ہزار درم قیمت کا ایک دار چھوڑا اور اُسپر ہزار درم قرضہ ہے اور اُسنے تہائی مال کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی ہے اور قاضی کی رائے مین یہ مصلحت معلوم ہوا کہ پورا دار فروخت کر دے اور وارث و موصی لہ دونون اُسکے شفیع ہین تو دونون اُسکو شفعہ مین لینگے۔ اور اگر اُسپر قرضہ نہو اور اُسکے وارثون مین کوئی نابالغ ہو پھر قاضی کی رائے مین دار مذکور کا فروخت کرنا مصلحت معلوم ہوا تو موصی لہ اور وارثان بالغ کو شفعہ نہ لیگا اور نہ نابالغ کو ملیگا اگر اُسکے بعد بالغ ہونے کے طلب کیا

یہ جامع کبیر مین ہی۔ شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوکان خریدی اور شفیع نے شفعہ طلب کیا اور مشتری نے اُسکو شفعہ دیا لیکن دونون نے اُسکے ثمن مین جھگڑا کیا اور شفیع نے دوکان نہ لی۔ یہان تک کہ ایک مدت گذر گئی پھر جاکر جسقدر مشتری نے بیان کیا اُسکے عوض لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن اگر مشتری راضی ہوجاوے تو ہوسکتا ہے اور اگر یہ بات ثابت ہوگئی کہ ثمن وہی تھا جو شفیع نے کہا تھا تو اُسکو لے لینے کا اختیار ہوگا اور جب یہ بات صحیح ہوجاے کہ ثمن اُسیقدر تھا جسقدر شفیع نے کہا تھا تو اُسکا شفعہ باطل نہوجائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار ہی پھر ایک شخص نے آکر اُسکے شفعہ کا دعوی کیا اور قابض سے کہا کہ تو نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہی اور فلان شخص یعنے بائع نے اُسکے قول کی تصدیق کی اور قابض نے کہا کہ مین نے اسکو اپنے باپ سے میراث پایا ہی اور شفیع نے اس بات کے گواہ دیے کہ یہ دار بائع مذکور کے باپ کا تھا اور وہ مرگیا اور اُسنے بائع کے واسطے میراث چھوڑا ہی اور اُسنے بیع کے گواہ قائم نکیے تو قاضی قابض سے فرمائیگا کہ تیرا جی چاہے شفیع کے قول کی تصدیق کرکے اُس سے ثمن لے لے اور عہدہ اسکا تجھپر ہوگا پس اگر اُسنے انکار کیا تو شفیع اس دار کو لیگا اسکا ثمن بائع کو دیدیگا اور بائع یہ ثمن مشتری کو دیدیگا اور اسکا عہدہ بائع پر ہوگا۔ اسیطرح اگر قابض نے کہا کہ مجھے فلان شخص نے ہبہ کیا ہی اور شفیع نے کہا کہ تو نے فلان شخص سے خریدا ہی اور بائع نے شفیع کی تصدیق کی تو امین بھی وہی حکم ہی جو ہمنے بتفصیل بیان کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ دارہاے مکہ معظمہ کی بیع صحیح نہین ہی لیکن انکی عمارت فروخت کرسکتا ہی اور امین شفعہ بھی نہین ہی اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ دارہاے مکہ معظمہ کی بیع صحیح ہی اور شفعہ بھی ہوتا ہی اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ قنیہ مین ہی۔ فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر شفیع نے دار شفعہ مین عمارت بنائی پھر دار مذکور مین کوئی عیب پایا تو بقدر نقصان عیب مشتری سے واپس لیگا اور مشتری بھی بائع سے واپس لیگا بشرطیکہ مشتری نے بحکم قاضی ویا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر مشتری نے ایک دار اس شرط سے خریدا کہ بائع اسکے ہر عیب موجودہ سے بری ہی پھر اُسمین کوئی عیب ایسا موجود تھا جسکو مشتری جانتا تھا مگر وہ راضی ہوگیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ عیب پر راضی نہو اور واپس کردے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اصل مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور یہ شخص اُسکا شفیع تھا اور ایک شخص دوسرا اُسکا شفیع ہی کہ وہ غائب ہی پھر مشتری نے اُسمین سے ایک بیت مع اُسکے راستہ کے کسی کو صدقہ مین دیدیا پھر جو کچھ باقی رہا اُسکو فروخت کردیا پھر شفیع غائب نے آکر چاہا کہ مشتری کا عقد صدقہ توڑدے اور اُسکی بیع توڑدے پھر جو دیکھا تو مشتری نے باقی دار اُسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہی جسکو صدقہ دیا تھا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ کل دار مین اُسکا صدقہ توڑدے ہان فقط آدھے مین توڑسکتا ہی اور اگر اُسنے باقی دار کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہو تو شفیع غائب کو اختیار ہوگا کہ اُسکا کل دار کا صدقہ توڑدے اور یہی کتاب الاصل مین لکھا ہی کہ بیع مین شفعہ دیدینا ہبہ بشرط عوض مین بھی تسلیم شفعہ ہوجاتا ہی حتی کہ اگر شفیع کو یہ خبر دیگئی کہ دار شفعہ فروخت کیا گیا ہی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ فروخت نہین کیا گیا بلکہ مالک نے بشرط عوض ہبہ کیا ہی تو اُسکو استحقاق شفعہ نہوگا اسیطرح ہبہ بشرط عوض مین شفعہ دیدینا عقد بیع مین بھی تسلیم شفعہ ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور وہ بسبب جوار کے اُسکا شفیع ہی پھر دوسرے جار نے شفعہ طلب کیا اور مشتری نے پورا دار اُسکو دیدیا تو نصف دار شفعہ مین لے اور نصف دار بوجہ خرید کے قرار دیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی

اگر کوئی دار اس شرط سے فروخت کیا کہ فلان شخص اُسکے ثمن کا کفیل ہووے حالانکہ یہ شخص اُسکا شفیع ہی تو اسکا شفعہ نہ رہیگا اگر کفالت قبول کی یہ قبضہ ہو اور اگر قرضہ سے کسی دار پر صلح واقع ہوئی پھر دونون نے اقرار کیا کہ قرضہ کچھ نہ تھا تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اور اگر بجاے صلح کے بیع واقع ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے ایک باندی معوض ہزار درم کے خریدی اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری نے باندی مین ایسا عیب پایا کہ جس سے باندی مین دسویں حصہ کا نقصان آتا ہی پھر بائع نے خواہ اقرار کیا یا انکار کیا مگر ایک دار پر صلح کر لی تو شفیع اس دار کو اس بعوض حصہ عیب کے لے سکتا ہی اسواسطے کہ یہ عیب مال ہی اسیوجہ سے اگر واپس کرنا ممتنع ہوتا ہی تو قیمت نقصان مشتری واپس لیتا ہی حالانکہ محض حق کا معاوضہ لینا نہین جائز ہی اور اگر اس حصہ عیب کے عوض کوئی چیز خرید ے تو بیع جائز ہوتی ہی پس ثابت ہوا کہ یہ دار بمقابلہ مال کے حاصل کیا ہی اور مشتری کو اختیار ہی کہ ان دونون کو پورے ثمن پر بطور مرابحہ فروخت کرے اور یہ اختیار نہین ہی کہ دار اور باندی کو بدون بیان کے مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر مشتری نے دار مذکور مین عیب پایکر شفیع کے شفعہ مین لینے سے پہلے واپس کر دیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور عیب کے بارہ مین مشتری اپنی حجت سابقہ پر ہو جائیگا اور مشتری کو اختیار ہی کہ جب تک اُسنے نقصان عیب نہین لیا ہی تب تک باندی کو پورے ثمن پر مرابحہ سے فروخت کرے ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسکے عیب سے ایک غلام پر صلح کر لی تو شفیع اس دار کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے سکتا ہی پس اگر اُسنے لے لیا پھر غلام مذکور استحقاق مین لے لیا گیا یا بخیار رویت واپس دیا گیا یا صلح کی کسی شرط کے موافق واپس دیا گیا تو شفیع کو اختیار ہوگا چاہے حصہ عیب مشتری کو دیدے یا دار واپس کر دے اور مشتری بمقابلہ بائع کے اپنی حجت پر ہو شرطیکہ مشتری نے اُسکو بحکم قضا دلایا ہو کیونکہ یہ سب کے حق مین فسخ ہی اسیطرح اگر مشتری نے غلام مذکور بسبب عیب کے بحکم قاضی بائع کو واپس دیا ہو (اگر کہ شفیع بحکم قاضی واپس لینے پر راضی ہوا ہو) اور اگر بارضا مندی سے واپس دیا ہو تو شفیع پر کچھ لازم نہ آویگا کافی مین ہی - واضح ہو کہ جو استحقاق عقد بیع سے پہلے کسی حق کی وجہ سے ہو وہ عقد کو باطل کر دیتا ہی اور جو عقد سے متاخر پیدا ہوا ہو وہ باطل نہین کرتا ہی ایک شخص نے ایک دار ہزار درم کو خریدا پھر مشتری نے اُسکے ثمن مین بڑھایا یا اُسمین کسی نے کچھ دعوی کیا اور مشتری نے بانکار کچھ دیکر صلح کر لی پھر شفیع نے اُسکو بحکم قاضی ہزار درم کے عوض شفعہ مین لیا تو مشتری نے جسقدر ثمن مین بڑھایا ہی وہ بائع سے واپس لیگا اور مدعی کو جو کچھ بدل الصلح مین دیا ہی مدعی سے واپس لیگا اسواسطے کہ شفیع عقد صلح اور زیادتی ثمن دونون سے سابق حق شفعہ کی وجہ سے اس دار کا مستحق ہو چکا ہی پس اُسکا استحقاق اُس صلح و زیادہ ثمن دونون کے ابطلان کا رے سے موجب ہوا اور اگر مشتری نے بغیر حکم قاضی یہ دار شفیع کو دیدیا ہو تو جسقدر اُسنے ثمن مین بڑھایا ہی اُسکو بائع سے واپس لیگا مگر مدعی سے بدل الصلح واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر مشتری بھی اس دار کا شفیع ہوا اور مشتری نے قبضہ کر کے دار مذکور کسی کو ہبہ کر دیا تو دوسرے شفیع کو اختیار ہوگا کہ نصف دار شفعہ مین لے لے اور جب اُسنے لے لیا تو باقی نصف مین بھی ہبہ باطل ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے کسی دار کی نسبت گواہی دی کہ یہ فلان شخص کا ہی مگر اُسکی گواہی رد کر دی گئی پھر اسی گواہ نے وہ دار خریدا اور اُسکا کوئی شفیع ہی تو یہ شفیع بہ نسبت گواہ مذکور کے مقرلہ کے اس دار کا زیادہ حقدار ہوگا اور اگر اسکا کوئی شفیع نہو بلکہ مشتری نے اسکو کسی غیر شخص کے واسطے جسنے مشتری کو اُسکے خریدنے کا حکم دیا تھا خرید کیا تو یہ دار موکل کو ملیگا نہ مقرلہ کو اور اگر مشتری نے اپنے واسطے خریدا اور

لہ بجز فاضلی سے ایسا فلاں ۱۲ سے یعنی شفیع کو ملیگا ۱۲

اُسکا شفیع غائب ہی تو مقرلہ کو اختیار ہوگا کہ دار مذکور مشتری سے لے لے پھر اگر مشتری نے مقرلہ سے دوبارہ
یہ دار خرید اقبل اسکے کہ شفیع حاضر ہووے تو شفیع کو حاضر ہونے کے بعد اختیار ہوگا چاہے دار مذکور کو خرید
اول پر لے لے یا خرید ثانی پر لے لے اور اگر دار مذکور قابض سے کسی دوسرے شخص نے خرید اپھر مشتری
سے اس گواہ مذکور نے خرید اتو شفیع کو اختیار ہوگا چاہے بیع اول پر لے یا ثانی پر پس اگر اُسنے بیع اول لیا۔ تو
بیع ثانی باطل ہوجائیگی اور گواہ مذکور اپنا ثمن اپنے بائع سے واپس لیگا۔ بائع و مشتری دونوں نے باتفاق
اقرار کیا کہ عقد بیع بطور تلجیہ تھا یا اس عقد مین بائع یا مشتری کیواسطے خیار تھا اور دونون نے عقد فسخ کردیا (مگر
شفیع نے انکار کیا) تو حق شفیع مین دونون کے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی اور شفیع کو شفعہ ملیگا۔ ایک شخص نے دوسرے
کو حکم دیا کہ فلان دار معین بعوض اپنے فلان غلام معین کے میرے واسطے خرید دے اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ خرید
موکل کے واسطے صحیح ہوگی اور وکیل اس غلام معین کی قیمت اپنے موکل سے لے لیگا۔ دو دار باہم
متصل ہین اور دونون مین سے ہر ایک دار خاص دو آدمیون مین مشترک ہی پھر ہر ایک نے اپنا ایک دار کا حصہ
بعوض دوسرے کے دوسرے دار کے حصہ کے فروخت کیا تو شفعہ انھین دونون مین رہیگا پڑوسیون کو
نہ ملیگا یہ کافی مین ہی۔ ایک دار فروخت کیا گیا اور اُسکے تین شفیع ہین اُنمین سے ایک حاضر ہوا اور اُسنے کل شفعہ
مین طلب کیا اور لے لیا پھر دونون غائب مین سے ایک حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اول کے مقبوضہ کا
نصف لے لے اور اگر اُسنے ایک تہائی پر اس سے صلح کی تو اُسکو ایسا اختیار ہی پھر اگر تیسرا حاضر ہوا تو تہائی والے
کا مقبوضہ لیکر اُسکو دوسرے کے مقبوضہ مین ملا کر برابر تقسیم کرلینگے اور اگر اُنکے ساتھ کوئی چوتھا شریک ہو تو تہائی والے
کے مقبوضہ مین سے نصف لیکر دوسرے کے مقبوضہ مین ملا کر تین تہائی تقسیم کرلینگے تہائی والے کو تہائی ملیگا پس ان
لوگون کو سب پندرہ حصے ہر ایک کو پانچ حصے ملینگے اور اگر چوتھے نے فقط اُس شخص پر قابو پایا جسنے فقط تہائی
لیا ہی اور یہ دار اٹھارہ حصون مین تقسیم ہوا ہی تو تہائی والے سے اُسکے مقبوضہ کا آدھا لے لیگا۔ ایک دار کے تین شفیع
ہین اُنمین سے دو نے دار مذکور اس شرط سے خریدا کہ ایک کا چھٹا حصہ اور باقی دوسرے کا ہوگا تو خرید صحیح ہی اور
کسی کو دوسرے کے حصہ مین شفعہ حاصل نہوگا پھر اگر تیسرا حاضر ہوا تو دار مذکور کے اٹھارہ حصے کیے جاوینگے جنمین
سے چھٹے حصے کے خریدار کو دو حصے اور باقی دونون کو آٹھ آٹھ حصے ملینگے اور مسئلہ کی تخریج نو سے ہوگی اور
اگر شفیع ثالث نے فقط چھٹے حصے کے خریدار کو پایا اور دوسرے کو نپایا تو اُسکے مقبوضہ مین سے نصف لیگا
اور اگر دوسرے کو بھی پایا یا تو دار مذکور موافق بیان مذکورۂ بالا کے ان لوگون مین اٹھارہ حصون مین تقسیم ہوگا
یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے نصف دار خرید کیا اُسکو جانے لے لیا اور بائع سے بحکم قاضی یا تراضی
اُسکا مقاسمہ کرلیا پھر ایک شفیع جو رستہ مین شریک ہی حاضر ہوا تو وہ چار کا مقبوضہ سب لے لیگا اور اس تقسیم
کو نہین توڑ سکتا ہی بخلاف اسکے اگر ایک دار خریدا اور اُسکو دو شفیعون نے لے لیا اور باہم تقسیم کرلیا پھر تیسرا
شفیع حاضر ہوا پس اگر اُس سے دونون شفیعون سے ملاقات نہوئی بلکہ اُسنے ایک ہی کو پایا تو اُسکے مقبوضہ
مین سے نصف نہین لے سکتا ہی بلکہ چوتھائی لے لیگا۔ ایک مشتری نے دو شفیعون مین سے ایک سے
کہا کہ مین نے دار تیرے حکم سے تیرے واسطے خریدا ہی پس مقرلہ نے اُسکی تصدیق کی مگر دوسرے شفیع نے تکذیب کی

تو وارث مذکور دونون کے درمیان بحق شفعہ شترک ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ یہ وارث ہی میرا تھا ہی نہین یا مجھسے پہلے تو نے اسکو خریدا تھا یا مین نے تجھے ہبہ کر دیا اور تو نے اسپر قبضہ کر لیا پس مقرلہ نے اُسکی تصدیق کی اور دوسرے شفیع نے تکذیب کی تو مقرلہ کا شفعہ باطل ہوگیا اور یہ اُسکا شفعہ دوسرے کو ملیگا یہ کافی مین ہی۔ اگر مفاوض نے اپنا سورونی خاص وارث فروخت کیا اور اُسکا شریک اُس وارث کا بذریعہ اپنے سورونی خاص وارث کے شفیع ہی تو شفیع مذکور کو اسمین شفعہ حاصل نہوگا یہ مبسوط مین ہی اگر دو متفاوضین مین سے ایک شریک نے دوسرے کا شفعہ جو اُسکو بذریعہ اپنے ایک خاص سورونی وارث کے حاصل ہوا تھا ہبہ دیدیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر مضارب کسی وارث مضاربت کی وجہ سے جسمین نفع شامل ہی شفیع ہوا اور اسکے پاس سوائے اس وارث مال مضاربت مین سے کچھ نہین ہی پس مضارب نے شفعہ دیدیا تو رب المال کو اختیار ہوگا چاہے اپنے واسطے شفعہ مین لے لے اور اگر رب المال نے شفعہ دیدیا تو مضارب کو اختیار ہوگا چاہے اپنے واسطے شفعہ مین نے لے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مضارب نے بعض مال مضاربت سے کوئی وارث خریدا اور اُسکے بہلو مین رب المال نے اپنے واسطے ایک وارث خریدا تو مضارب کو اختیار ہوگا چاہے باقی مال مضاربت سے اس وارث کو شفعہ مین لے لے یہ محیط سرخسی مین ہی اگر مضارب نے مال مضاربت سے جو ہزار درم ہی دو وارث خریدے کہ نہین سے ہر ایک وارث ہزار درم قیمت کا ہی پھر انمین سے ایک کے پہلو مین ایک وارث فروخت کیا گیا تو مضارب کو اُسمین شفعہ حاصل نہوگا اور رب المال کو اُسمین شفعہ ملیگا کیونکہ ہر دو وارثین مضاربت مین سے ہر ایک مشغول ہی پس شفعہ کو مضارب نہین لے سکتا ہی اور یہ اسواسطے کہ دُوزکی تقسیم بقسمت واحدہ نہین ہوتی ہی بوجہ اسکے کہ دورقمین منفعت کی راہ سے تفاوت ہوتا ہی پس ہر ایک کا اعتبار علی الانفراد ہوتا ہی اگر دونون مین سے کسی مین نفع شامل ہو تو مضارب کو رب المال کے ساتھ بقدر حصہ نفع کے شفعہ حاصل ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک مضارب کے پاس مال مضاربت کے دو ہزار درم ہین پس اُسنے ایک ہزار درم سے ایک وارث خریدا پھر باقی ہزار درم سے دوسرا وارث خریدا جسکا وہ وارث مضاربت کی وجہ سے اور اپنے خاص وارث کی وجہ سے شفیع ہی اور رب المال بھی اپنے خاص وارث کی وجہ سے اُسکا شفیع ہی تو اُسمین سے ایک تہائی رب المال کو شفعہ مین اور ایک تہائی مضارب کو شفعہ مین ملیگا اور باقی ایک تہائی مضاربت مین رہیگا اور اگر اس صورت مین کوئی اور شخص شفیع ہو تو ایک تہائی وارث شفیع کو ملیگا اور باقی دو تہائی وارث رب المال اور مضارب اور مضاربت کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر شفیع نے شفعہ طلب کیا پھر جس وارث کی وجہ سے شفعہ طلب کرتا تھا اُسکی نسبت کسی دوسرے کی ملک ہونے کا اقرار کر دیا تو مقرلہ کو شفعہ ملیگا۔ اسیطرح اگر اپنے ایک وارث کے ذریعہ سے ایک وارث جو اُسکے پہلو مین فروخت کیا گیا شفعہ مین لیا پھر اس وارث شفعہ کے پہلو مین دوسرا وارث فروخت کیا گیا اُسکو بھی شفعہ مین لیا پھر اسکے پہلو مین دوسرا بحکم قاضی شفعہ مین لیا پھر اُسکا وارث اول استحقاق مین لے لیا گیا تو جو وارث اُسنے پہلے شفعہ مین لیا ہی وہ مشتری کو واپس دے اور باقی وارث لینیوالے کیواسطے رہجائیگا پھر اگر دونون وارثون مین سے ایک وارث استحقاق مین لیا گیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا لیکن اگر مستحق نے اجازت دیدی تو باطل نہوگا اور اگر دونون مشتریون مین سے ایک مشتری بھی شفیع ہو تو دوسرے شفیع کو نصف وارث دوسرے وارث کی نصف قیمت مین شفعہ مین ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک وارث اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکو شفیع نے یا پھر بائع مرتہن ہو گیا حالانکہ وہ شفیع کا مورث ہی اور اُسنے مشتری کے ذمہ سے کچھ دام کم کر دیے تو گھٹنا باطل ہوگا اور اگر مشتری نے وارث مذکور

اس وارث بائع کے ہاتھ بطور بیع تولیہ یا بطور بیع مرابحہ فروخت کیا تو گھٹانا صحیح ہوگا اور اسکے مثل وارث کے ذمہ سے بھی گھٹایا جائیگا یہ کافی مین ہی جس شخص نے خریدنے کیواسطے حکم دیا ہو اُسکی یا اُسکے بیٹے کی گواہی در حالیکہ دار اپنے بائع کے قبضہ مین ہو مقبول نہوگی اور اگر مشتری کے قبضہ مین ہو تو بائع کے بیٹے کی گواہی قبول ہوگی اور اگر دونے شفیع کے شفعہ دیدینے پر اور دونے مشتری کے تسلیم کرنے پر گواہی دی تو دونون کو اہیان ساقط ہوجائینگی اور اگر شفیع نے خریدواقع ہونے کی گواہی دی پس اگر شفعہ طلب کرچکا ہو تو اُسکی گواہی باطل ہوگی اور اگر شفعہ دیدیا تو جائز ہی اور اگر کہا کہ مین نے خرید کی اجازت دی پھر طلب کیا تو جائز ہی - اور اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ مین نے یہ بیت فلان شخص کے ہاتھ فروخت کی ہی مگر مشتری نے انکار کیا تو شفعہ ثابت ہوگا اور اگر مشتری غائب ہو تو شفیع نہین لے سکتا ہی یہانتک کہ مشتری حاضر ہوجاوے اور اگر بائع نے بیع کا اقرار کیا مگر مشتری کو بیان نکیا تو شفعہ ثابت نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر ذمی نے مسلمان کا طلب شفعہ کیواسطے وکیل کیا تو مسلمان وکیل پر ذمیون کا اسطرح گواہی دینا کہ اسنے شفعہ دیدیا ہی مقبول نہوگی کیونکہ یہ لوگ وکیل مذکور پر اُس سے ایک قول صادر ہونے کی گواہی دیتے ہین اور وہ اس سے منکر ہی اور ذمیون کی گواہی مسلمان پر ثابت نہین ہوتی ہی اور اگر کوئی ذمی ہی وکیل ہو اور شفیع نے یہ اجازت دیدی ہو کہ جو امر وکیل کرے وہ جائز ہی تو ان لوگون کی گواہی قبول ہوگی اور شفعہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اگر وکیل نے ایسا اقرار کیا تو جائز ہوگا کیونکہ موکل نے عام طور پر اسکو اجازت دیدی ہی کہ جو کچھ وکیل کرے وہ جائز ہی ایسے ہی اس بات کی اگر اُسپر اہل ذمہ نے گواہی دی تو بھی یہی حکم ہوگا کیونکہ اس بات کے اثبات کیواسطے کہ اُسنے ایسی بات کہی ہی اہل ذمہ کی گواہی ذمی پر جائز ہی یہ محیط مین ہی - اگر بائع نے کہا کہ مین نے اسکو یہ مبیع ہبہ کردی ہی اور مشتری نے کہا کہ مین نے اس سے اسقدر داموں کو خریدی ہی تو بائع کا قول قبول ہوگا اور ہبہ سے رجوع کرسکتا ہی اور اگر شفیع نے حاضر ہوکر ثمن کے عوض لینے کا دعوی کیا تو اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر مشتری کے اقرار پر لیا ہو پھر بائع نے اگر بیع سے انکار کیا تو مبیع کو واپس لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک مضارب نے دار خریدا اور رب المال اُسکا شفیع ہی اُسنے شفعہ دیدیا پھر مضارب نے اُسکو فروخت کیا تو رب المال کو شفعہ حاصل نہوگا کیونکہ مضارب نے اُسکے واسطے فروخت کیا ہی اور جسکے واسطے فروخت کیا جاوے اُسکو شفعہ نہین ملتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر قاضی نے وکیل کیواسطے شفعہ کا حکم دیدیا پھر مشتری نے اُسکے واسطے دستاویز لکھدینے سے انکار کیا تو قاضی اپنے حکم قضا کی ایک تحریر لکھکر اُسپر گواہیان کرادیگا - جیسے اُسنے وکیل مذکور کیواسطے حکم دیا ہی اسیطرح اگر مشتری تسلیم وانقیاد سے باز رہے تو بھی اپنے حکم قضا کی ایک تحریر اُسکو لکھدیگا تاکہ حجت رہے اور اُسکے حق مین بہتر خیال کرکے اُسپر گواہیان کرادیگا - اور جبکہ تمام خصومات مین قاضی اُس دار خریدار کو ایک اجل عنایت کرتا ہی جبکہ وہ درخواست کرے تاکہ اُسکے پاس حجت رہے تو ایسا ہی قضاء شفعہ مین اُسکو یہ اجل عنایت کریگا یہ مبسوط مین ہی تتمہ مین لکھا ہی کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین چند شریکون مین مشترک ہی جنمین سے بعض غائب ہین اور بعضے حاضر ہین اور غائب کا حصہ حاضر نے خریدا تو آیا شفیع جار کو اختیار ہی کہ شریک غائب کی غیبت مین اُسکو شفعہ مین لے لے تو فرمایا کہ ہان اور اگر شریک غائب نائب حاضر ہوا تو یہ بنسبت جار کے زیادہ حقدار و مقدم ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر دو شخصون نے ایک شخص کو ایک دار بشرط عوض ہزار درم کے ہبہ کردیا اور ہزار درم دونون نے بانٹے ہوئے اُس سے لے لیے اور دار مذکور

اُسکے قبضہ مین دیدیا تو شیوع کو اُسمین شفعہ ملیگا کیونکہ دارمین شیوع نہین ہے بلکہ تملک واحد ہوا۔ ہزار درہم مین شیوع نہین ہوگا کیونکہ جب ہر ایک نے قبضہ کیا تو اپنے حصہ مقسوم پر قبضہ کیا ہوگا۔ اور اگر ہزار درہم مذکور غیر مقسوم ہون تو امام اعظم رح کے قول مین جائز نہوگا کیونکہ جو چیز منقل قسمت ہو اُسمین شیوع ہونا صحت تعویض کا مانع ہے جیسا کہ صحت ہبہ کا مانع ہے اور ہزار درہم اس صورت مین منقل قسمت ہیں بمبسوط مین ہے

کتاب القسمۃ

اسمین تیرہ باب ہین

باب اول قسمت کی ماہیت اور سبب اور شرط اور رکن کے بیان مین۔ واضح ہو کہ بعض حصون کو بعض سے متمیز و ممیز کرنے کو قسمت کہتے ہین اور یہ قسمت معنی مبادلہ سے کبھی جدا نہین ہوتی ہے لیکن کیلیات و موزونات و عددیات متقاربہ جیسے ذوات الامثال مین افراز و تمیز کے حق اظہار واقع ہوتے ہین کیونکہ دو شریکون مین سے جو کچھ ایک شریک دوسرے سے لیتا ہے وہ مثل اُسکے دیتا ہے جو دوسرے کے پاس پہونچتا ہے پس اُسکا اپنے حق کے مثل وصول پانا مانند حق کے وصول پانے کے قرار دیا گیا اور دونون مین سے ہر ایک کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنا حصہ بغیر شریک کی رضامندی کے لے لے اور دونون مین سے جو شخص سرکشی کرے وہ تقسیم کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور جو چیزین غیر مثلی ہین اُنمین مبادلہ کے معنی ظاہر ہوتے ہین اسلیے حقیقۃً و حکماً مبادلہ ہوتی ہے اسوجہ سے یہ جائز نہین ہے کہ اُسکو شرکت اول پر ابقا کرکے فرضۃً قسمت کرے حالانکہ مثلی چیزون مین یہ جائز ہے لیکن شریکون مین سے جو شخص اُس قسمت سے انکار کرے پھر بھی جبر کیا جائیگا کیونکہ اس قسمت مین منفعت کی تکمیل ہے اور مبادلہ پر بوجہ ایسے حق کے جسکا مستحق ہو اور وہ اپنے حق کو بدون اسکے نہین پا سکتا ہے جبر کرنا جائز ہے جیسا کہ مشتری پر دار مشفوعہ شفیع کو دینے کے واسطے جبر کیا جاتا ہے اگرچہ یہ تسلیم معاوضہ ہے۔ اور شرط قسمت

سہ

اور اس قسمت کا سبب یہ ہے کہ سب شریک یا بعضے شریک اپنی ملک سے بطور خاص انتفاع حاصل کرنے کی درخواست کرین یہ تبیین مین ہے۔ اور رکن قسمت وہ فعل ہے جس سے دو حصون مین افراز و تمیز حاصل ہو جیسے کیلی چیزون مین کیل اور وزنیون مین وزن اور عددیات مین گرنے سے ناپنا اور عددیات مین گنتی کذا فی النہایہ۔ اور شرط قسمت یہ ہے کہ ایسی چیز مقسوم چیز ہو کہ قسمت سے اُسکی منفعت تبدیل نہو اور نہ فوت ہو جاوے اسلیے کہ ٹکڑے کرنا تو اس غرض سے کہ منفعت کی تکمیل اور ثمرۂ ملک کی تتمیم ہو سو جہان منفعت بدل گئی وہان یہ فعل تفویت و تبدیل ہو گیا افراز و تقسیم نہوا یہ محیط سرخسی مین ہے اور حکم قسمت یہ ہے کہ ہر ایک کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے اسطرح ممیز و متعین ہو جاوے کہ ہر ایک شریک کو دوسرے کے حصہ سے کچھ تعلق نرہے یہ تبیین مین ہے اموال مشترکہ مین دو طرح کی قسمت ہوتی ہے قسمت اعیان اور قسمت منافع اسکو مہایات کہتے ہین پھر اعیان کبھی غیر منقول ہوتے ہین جیسے دور و عقار اور کبھی منقول ہوتے ہین جیسے عروض و حیوانات و جواہر از قسم مکیلات و موزونات وغیرہ اور کبھی قسمت تمام شریکون کی رضامندی سے ہوتی ہے اور کبھی بعض کی رضامندی سے ہوتی ہے اور یہ قاضی اور اُسکے امین کی رائے پر ہے کذا فی الینابیع۔

دوسرا باب کیفیت قسمت کے بیان مین۔ ایک سفل دو آدمیون مین مشترک ہے اور اسکا علو اُن

دونون کے سوائے دوسرے کا ہو یا علو دو آدمیون مین مشترک اور اسکا سفل ان دونون کے سوائے دوسرے کا ہو اور اسکی تقسیم کا ارادہ کیا تو امام اعظم رح کے قول پر ساحت سفل کے پچاس گز کے مقابلہ مین سو گز علو کی مساحت قرار دیجائیگی اور امام ابو یوسف رح کے قول پر ایک گز کے مقابلہ مین ایک ہی گز رکھا جائیگا اور اگر دو آدمیون مین ایک بیت کامل یعنے سفل مع علو کے مشترک ہو اور ایک سفل بدون اسکے علو کے مشترک ہو مثلاً علو کسی غیر کا ہو یا ایک علو بدون اسکے سفل کے مشترک ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جو علو بدون سفل کے مشترک ہو اسمین سے سو گز بمقابلہ بیت کامل کے بیتیس وتہائی گز کے قرار دیے جاوینگے کیونکہ موافق صورت اول کے امام کے نزدیک علو مثل نصف سفل کے ہوتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک بیت کامل کے پچاس گز بمقابلہ سو گز اس سفل کے جسکا علو مشترک نہین ہے یا اس علو کے جسکا سفل مشترک نہین ہے قرار دیے جاوینگے کیونکہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک علو و سفل دونون برابر ہین اور امام محمد رح ان سب مین قیمت کے برابر ہونے کا اعتبار کرتے ہین اور اسی پر فتوی ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر شریکون نے ایک دار کو باہم تقسیم کیا اور اسمین ایک خانہ ہے جسکا راستہ طریق اعظم کی طرف ہے یا ایک ظلہ ہے تو ان دونون کے مساحت کے گز اس دار کی مساحت کے گزون مین شامل نہ کیے جاوینگے اسواسطے کہ خانہ و ظلہ جب عام راستہ پر بنے ہوئے ہون تو انکے بنے رہنے کا استحقاق نہین ہوتا ہے بلکہ یہ چیزین توڑ دیے جانے کی مستحق ہین اور جو چیز توڑ دیے جانے کی مستحق ہو وہ مثل ٹوٹے ہوے کے قرار دی جاتی ہے پس وہ دار مذکور کے گزون مین حساب نہ کی جائیگی مگر جسکے حصہ مین پڑے اسکے حق مین اسکی قیمت لگائی جائیگی اور اگر ظلہ کسی کو چھپر نافذہ مین واقع ہو تو دار کے گزون مین اسکے گزون کا حساب لگایا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اسنے دو زمین یا دو دار ترکہ چھوڑے اور اسکے دو نون وارثون نے اسطرح تقسیم ترکہ کی درخواست کی کہ ہر ایک کو دونون زمینون اور دونون دارون مین سے اسکا حصہ ملجاوے تو تقسیم جائز ہے اور اگر دونون وارثون مین سے ایک نے یہ چاہا کہ میرا حصہ دونون دارون یا دونون زمینون مین سے ایک زمین یا ایک دار مین جمع کر دیا جاوے اور دوسرے نے انکار کیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ قاضی ہر دار و ہر زمین کو علحدہ تقسیم کریگا اور دونون مین سے کسی کا حصہ ایک دار یا ایک زمین مین جمع نکریگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ یہ قاضی کی راے پر ہے اگر اسکی راے مین آوے تو جمع کر دے ورنہ نہین۔ اور اگر دونون دارون مین سے ہر ایک دار ایک ایک شہر مین واقع ہو تو اسکا حکم کتاب مین مذکور نہین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول پر ایک کا حصہ ایک دار مین جمع نکریگا خواہ دونون دار ایک ہی شہر مین ہون یا دو شہرون مین ہون خواہ متصل واقع ہون یا منفصل واقع ہون اور ہلال رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ اگر دو شہرون مین واقع ہون تو جمع نکریگا اور دو رمختلفہ بمنزلہ مختلف جنسون کے ہین۔ اور اگر دو بیت دو شخصون مین مشترک ہون تو قاضی کو اختیار ہے چاہے دونون مین سے ایک کا حصہ ایک بیت مین جمع کر دے خواہ دونون بیت متصل ہون یا منفصل ہون اور اگر دو منزل دو آدمیون مین مشترک ہون پس اگر دونون منفصل واقع ہون تو مثل دو دارون کے ہین کہ ایک کا حصہ ایک منزل مین جمع نکریگا بلکہ ہر منزل کو علحدہ تقسیم کریگا اور اگر دونون متصل واقع ہون تو مثل دو بیت کے ہین قاضی کو اختیار ہے کہ ایک کا حصہ ایک منزل مین جمع کر دے اور یہ سب

(جمع دار ۱۲ منہ)

امام اعظم کا قول ہے۔ اور صاحبین رح نے فرمایا کہ واردست یکسان ہین امین قاضی کی راے ہو جو کچھ اسکی راے مین مصلحت ہو کرے) یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر کوئی وارث غیبت ہو یا وارث صغیر ہو تو دونون مین سے ہر ایک کو علحدہ تقسیم کریگا کیونکہ جنس مختلف ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر ترکہ مین ایک دار و عقار ہو اور سب وارث بالغ ہون اور باہم اس بات پر راضی ہوتے کہ یہ دار و عقار ایک وارث کو اُسکے پورے حصہ ترکہ کے بدلے دیدین تو جائز ہے کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک ایک کا حصہ جمع نکرنے سے یہ معنی ہین کہ بطور جبر کے قاضی جمع نہین کر سکتا ہے لیکن اگر وارث لوگ باہم اس بات پر رضامند ہو جاوین تو یہ جائز ہے اور اگر ترکہ مین سے ایک وارث کے پورے حصے کے بدلے دوسرے وارث نے بدون باقیون کی رضامندی کے اُسکو ایک دار دیدیا تو جائز نہین ہے یعنے باقیون کے حق مین اسکا نفاذ نہوگا مگر اُس صورت مین کہ وہ لوگ اجازت دیدین اور بدون اجازت کے اُن لوگون کو یہ اختیار رہیگا کہ دار مذکور اُس سے واپس کرلین اور اُسکو تقسیم مین شامل کرین اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ جس وارث نے یہ دار دیا تھا وہ باقیون کے واپس کرنے کے بعد امین سے اپنا حصہ لیگا یا نہین سو بعض مشائخ نے فرمایا کہ نہین لیگا محیط مین ہے۔ ایک دار چند لوگون مین مشترک ہے اُنھون نے اُسکی تقسیم چاہی اور دار کے ایک جانب عمارت زیادہ ہے پس ایک شریک نے چاہا کہ اس زیادتی کا عوض دراہم ہون اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض مین زمین ہو تو مین اس اُسکا عوض قرار دیا جائیگا اور جسکے حصہ مین وہ عمارت پڑی ہے اُسکو یہ تکلیف نہ دیجائیگی کہ بمقابلہ عمارت کے درہم دوسرے کو دے الا اُس صورت مین کہ یہ متعذر ہو تو قاضی کو اختیار ہوگا کہ اُسکا عوض درہم قرار دے اور اگر زمین و عمارت ہو تو امام ابو حنیفہ رح سے روایت ہے کہ امین کو بحساب قیمت تقسیم کرے پھر جسکے حصہ مین عمارت پڑے یا جسکا حصہ بنسبت بحر کے جید ہو وہ دوسرے کو درہم دیدے تاکہ دونون مین مساوات ہو جاوے پس یہ دراہم بضرورت تقسیم مین داخل ہونگے اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ جسکے حصہ عمارت ہے وہ میدان صحن مین سے جسقدر عمارت کے مقابلہ مین مساوات رکھتا ہو اسقدر شریک کو دیدے اور اگر پھر بھی زیادتی رہگئی اور مساوات تحقیقی متعذر ہوئی مثلاً میدان صحن مین اسقدر نہین ہے کہ قیمت عمارت کو وفا کرتا ہو تو اُس حال مین زیادتی کے مقابلہ مین درہم دیدے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر شریکون نے طریق کی بابت اختلاف کیا بعض نے کہا کہ یہ طریق قسمت سے الگ کر دیا جاوے اور بعض نے کہا کہ الگ نہ کیا جاوے تو قاضی دیکھیگا کہ اگر ہر ایک اپنے حصہ کیواسطے رستہ نکال سکتا ہے تو طریق مذکور کو تقسیم کریگا الگ نکریگا کہ اُنکے درمیان مشترک رہے اور اگر ہر ایک اپنے حصہ کیواسطے رستہ نہ نکال سکے تو قاضی بقدر طریق کے تقسیم نہ کریگا یہ مذکور صورت اول مین اس تقسیم سے اُنکی کوئی منفعت فوت نہین ہوتی ہے بخلاف صورت ثانیہ کے کہ اسمین ایسا نہین ہے اور ہمارے مشائخ رح نے فرمایا کہ اس قول سے کہ اپنے حصہ کیواسطے رستہ نکال سکتا ہے ایسا رستہ مراد لیا ہے کہ جسمین آدمی گذر جاوے نہ ایسا رستہ جسمین جانور بوجھ گذر جاوے اور اگر ایسا نکل سکتا ہو کہ جسمین ایک آدمی نگذر سکے تو یہ اصلا رستہ نہین ہے اور اگر شریکون نے تقدیر رستہ مین سے رستہ کی فراخی و تنگی مین اختلاف کیا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ رستہ کی چوڑائی باب اعظم سے کچھ زیادہ رکھے اور طول اُنچائی مین آسمان تک رکھے بقدر طول باب اعظم کے اور بعضون نے فرمایا کہ اُسکی چوڑائی بقدر ربع باب اعظم کی چوڑائی کے اور طول اعلے بقدر بلندی باب اعظم کے رکھے کیونکہ اتنی مقدار سے وہ لوگ جسطرح قبل قسمت کے انتفاع

انتفاع حاصل کرتے تھے اب بھی حاصل کرسکتے ہین اور طول باب اعظم سے زیادہ اونچائی کی تقسیم کا فائدہ یہ ہو کہ اگر کسی شریک نے اپنے حصہ مین جناح نکالنا چاہا پس اگر دروازہ کی اونچائی سے اوپر ہو تو نکال سکتا ہو اور اگر نیچے ہو تو اس سے منع کیا جائیگا اور اگر بیچ مین ہو تو اُسمین سے اسقدر راستہ کیواسطے چھوڑ دیگا کہ دو بیل گذر جاوین اور طریق کی مقدار اسقدر نہ رکھیگا کہ ساتھ ہی دو بیل اُسمین سے گذر جاوین اگرچہ اسکی جانب احتیاج نہ ہو کیونکہ جیسے اسکی جانب احتیاج ہو ویسے ہی بیل مع گاڑی گذرنے کی جانب احتیاج ہے پس اسکا لحاظ غیر متناہی کی طرف سو دے ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر اہل طریق مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ یہ راستہ میرا ہے پس اگر اُسکا اصل حال معلوم نہو جاوے تو طریق مذکور سب مین برابر مشترک قرار دیا جائیگا کیونکہ طریق مذکور پر اُنکا قبضہ و استعمال برابر ہے اور یہ نکیا جائیگا کہ جسقدر مساحت دار و منزل ہر ایک کے قبضہ مین ہے اُسکے حساب سے اُنکو راستہ مین حصہ دیا جاوے کیونکہ جسکے پاس چھوٹی منزل ہے اور جسکے پاس بڑا دار ہے دونون کی حاجت راستہ کے حق مین یکسان ہے اور اسکا حکم شرب کے برخلاف ہے کیونکہ اگر شرب مین شریکون نے ایسا اختلاف کیا تو یہ شرب ان شریکون مین زمینون کی مقدار کے حساب سے قرار دیا جاتا ہے۔ اور اگر طریق کا اصل حال معلوم ہو جاوے کہ انکے درمیان کیونکر مشترک ہے تو اسی اصل کے موافق انمین مشترک قرار دیا جائیگا پس اگر دار ایک شخص کا اور اُسمین راستہ دوسرے کا بھی ہے پھر مالک دار مر گیا اور اُسکے وارثون نے دار مذکور باہم تقسیم کر لیا مگر راستہ اپنے اور راستہ والے کے واسطے تقسیم سے الگ کر دیا پھر اُنھون نے راستہ کو فروخت کیا اور اُسکا ثمن تقسیم کرنا چاہا تو نصف ثمن راستہ والے کو اور نصف ان وارثون کو ملیگا اور اگر اصل حال معلوم نہو اکہ یہ دار ان لوگون مین بمیراث تقسیم ہوا ہے اور ان لوگون نے اس سے انکار کیا تو ثمن مذکور ان لوگون اور راستہ والے کے درمیان کتابی حساب سے تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر اعداد ہر وجہ سے جنس واحد ہون یعنے ان اعداد مین از راہ اسم و معنی دونون طرح سے مجانست ثابت ہو جیسا کہ غنم یا بقر یا کیلی و وزنی چیزین یا کپڑے تو ایسے اعداد کو قاضی بغیے شریکون کی درخواست پر بطور قسمت جمع تقسیم کریگا اور جو اجناس مختلف ہون ہر وجہ سے یا انمین بعض شریکون کی درخواست پر قاضی اعداد کو بطور قسمت جمع تقسیم نکریگا اور اگر از راہ حقیقت جنس واحد ہون اور بحسب المعنی اجناس مختلفہ ہون جیسے رقیق پس اگر انکے ساتھ ایسی چیز ہو جو بطور قسمت جمع تقسیم ہو سکتی ہو تو قاضی بلا خلاف سب کو بطور قسمت جمع تقسیم کر دیگا۔ اور اس شی کو قسمت مین اصل ٹھہرائیگا اور رقیق کو اُسکے تابع قرار دیگا اور یہ جائز ہے کہ ایک بات دوسرے کے تابع ہو مین ثابت ہوا گرچہ بالذات و مقصوداً ثابت نہو اور اگر انکے ساتھ کوئی ایسی چیز جو بطور قسمت جمع تقسیم ہو سکے نہو تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ قاضی بطور قسمت جمع تقسیم نکریگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ قاضی کو اختیار ہے کہ بطور قسمت جمع تقسیم کر دے ایسا ہی اصل مین مذکور ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دو شریکون مین گیہون مشترک ہون یا دراہم یا کپڑے ہون مگر یہ ایک ہی جنس ہو پھر ایک نے اپنا حصہ منہ جدا کر لیا تو جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے اور قاسم کو چاہیے کہ جسکو تقسیم کرتا ہے اُسکو ایک کاغذ پر تحریر کرتا جاوے تاکہ یاد داشت ہو سکے اور تقسیم مین جسقدر حصہ ہون سب کو برابر کر دے اور تقسیم سے ایک کو دوسرے سے جدا کر دے اور پیمائش کر دے تاکہ اُسکی مقدار معلوم ہو اور عمارت کی قیمت اندازہ کرا دے کیونکہ اکثر اخر حال مین اسکی ضرورت پڑتی ہے اور ہر حصہ کو اُسکے راستہ و شرب کے ساتھ

دوسرے سے جدا کردے تاکہ کسی کے حصہ کو دوسرے سے کچھ تعلق نرہے پس تمیز و افراز کے معنی پورے پورے متحقق ہوجاوین اور حصہ کا نام رکھے یعنے اول اور جو اُس سے متصل ہو اُسکا ثانی علی ہذا القیاس ثالث وغیرہ پھر شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے سو جسکے نام اولا قرعہ نکلے اُسکو حصہ اول اور جسکے نام ثانیاً نکلے اسکو سہم ثانی دے - اور اصل اس بات مین یہ ہے کہ حصون مین سے جو سب سے کم ہو اُسکو دیکھے چنانچہ اگر کمتر حصہ تہائی ہو تو تین حصون پر تقسیم کرے اور اگر کمتر چھٹا حصہ ہو تو چھ حصون مین بانٹ دے تاکہ تقسیم ممکن ہو - اور اسکی شرح یہ ہے کہ ایک زمین ایک جماعت کے درمیان مشترک ہو اُنمین سے ایک کے دس حصے ہین اور دوسرے کے پانچ حصے ہین اور تیسرے کا ایک حصہ ہی اور ان لوگون نے اُسکا تقسیم کرنا چاہا تو اُنکے حصون کی مقدار پر زمین مذکور تقسیم کیجائیگی یعنے دس اور پانچ اور ایک اور اسکی کیفیت یہ ہے کہ اُنکے سہام کے موافق برابر برابر ہر طرح سے تسویہ کرکے زمین مذکور کے حصے کیے جاوین پھر اُنکے سہام کی تعداد پر گولیان بناکر اُنمین قرعہ ڈالا جاوے سو جو گولی اولاً نکلے وہ سہام مین کسی طرف رکھی جاوے اور وہی اول حصہ ہوگا پھر دیکھا جاوے کہ اس گولی مین کسیکا نام ہے پس اگر مثلاً دس حصون والے کا نام نکلے تو قاضی اُسکو یہ حصہ جسکے کنارہ گولی رکھی گئی تھی اور اسکے متصل نو حصے اور دیدیگا تاکہ اُسکے سب حصے باہم متصل ہون پھر باقی حصہ داروں مین بھی اسیطرح قرعہ ڈالیگا پھر جو گولی اولاً نکلی اُسکو باقی چھ حصون مین کسی جانب رکھیگا پھر گولی کو دیکھیگا کہ اسمین کسکا نام ہے پس اگر مثلاً پانچ حصے والے کا نام ہو تو قاضی اُسکو یہ حصہ اور اسکے متصل اور چار حصے دیگا پھر ایک حصہ جو باقی رہگیا وہ ایک حصہ کے شریک کو دیدیگا اور اگر گولی مین ایک حصے والے کا نام ہو تو جس حصے پر وہ گولی رکھی گئی ہے وہ حصہ ایک حصہ والے کو دیدیگا اور باقی پانچ حصے اُس پانچ حصہ والے شریک کے رہنے دینگے اور گولی بنانے کی یہ صورت ہے کہ قاضی شریکون کے نام علحدہ علحدہ پرچون پر لکھے پھر ہر پرچہ کو علحدہ علحدہ لپیٹ کر ایک مٹی کے لوندے مین رکھکر اپنی ہتھیلی مین رکھکر دونون ہاتھون سے گول کردے تاکہ غلولہ کی شکل ہوجاوے اور واضح ہو کہ ہر حصہ کا اُسکے زراعت و شرب کے ساتھ جدا کردینا افضل ہے سو اگر قاضی نے ایسا نکیا یا ایسا ممکن نہوا تو بأس نہیں یہ کافی مین ہے ایک شخص مرگیا اور اُسنے تین بیٹے اور پندرہ خم چھوڑے جنمین سے پانچ خم سرکہ سے پر تھے اور پانچ خالی تھے اور پانچ خم آدھے آدھے سرکہ سے بھرے تھے اور سب برابر تھے پس بیٹون نے یہ بات چاہی کہ ان مٹکون کو بدون اپنی جگہ سے علحدہ کرنے کے باہم برابر تقسیم کرین تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹے کو دو مٹکے پورے بھرے ہوئے اور ایک مٹکا آدھا اور دو خالی دیدیے جاوین اور دوسرے کو بھی اسیطرح دیدیے جاوین اور تیسرے کو باقی پانچ مٹکے جنمین سے ایک پورا بھرا ہو اور ایک خالی اور تین آدھے آدھے بھرے ہوئے ہون دیدیے جاوین تو اسطرح مساوات ہوسکتی ہی -

دو آدمیون مین پانچ روٹیان مشترک تھین اسطرح کہ ایک کی دو روٹیان تھین اور دوسرے کی تین روٹیان تھین پھر اُنھون نے ایک شخص ثالث کو بُلایا اور تینون نے برابر روٹیان کھائین پھر تیسرے نے اُن دونون کو پانچ درم دیے اور کہا کہ مین نے جسقدر تم دونون کی روٹیون مین سے کھایا ہی اُس حساب سے تم دونون تقسیم کرلو تو فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ دو روٹیون والے کو دو درم اور تین روٹیون والے کو تین درم ملینگے اسواسطے کہ ہر ایک نے ایک روٹی اور دو تہائی روٹی غیر مقسوم کھائی ہی

اسمین سے دو تہائی روٹی تو دو روٹیون والے کی اور ایک پوری روٹی تین روٹیون والے کے حصہ مین سے ہر ایک مین سے ہر تہائی کو ایک سہم قرار دیتا ہون یعنی ہوا کہ ہر ایک نے دو روٹیون والے کے حصہ مین سے دو حصہ کھائے اور تین روٹیون والے کے حصہ مین سے تین حصے کھائے پس کل پانچ حصے ہر ایک کی خوراک ہوئی پس تیسرے نے جو معاوضہ دیا ہے وہ بھی اسی حساب سے تقسیم ہوگا اور فقیہ ابوبکر رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک دو روٹیون والے کو ایک درم ملیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنی دو روٹیون مین سے ایک روٹی پوری اور دو تہائی روٹی کھالی ہے اور تیسرے نے سوائے ایک تہائی روٹی کے کچھ نہین کھایا ہے اور دونون مین سے ہر ایک نے ایک روٹی پوری اور دو تہائی روٹی کھائی ہے پس تیسرے نے تین روٹیون مین سے ایک روٹی پوری اور تہائی روٹی کھائی ہے پس تین روٹیون والے کو پانچ درم مین سے چار درم ملنے چاہیے ہین یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہے۔ دو شخصون نے باہمی مشترک بھوسے کو بذریعہ جبال کے تقسیم کیا تو جائز نہین کیونکہ اسمین تفاوت بہت قلیل ہوتا ہے یہ ظہیریہ مین ہے شیخ ابوجعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ سلطان نے ایک گاؤن والون پر کچھ مال بطور ڈانڈ لازم کیا اور انھون نے باہم اختلاف کیا بعض نے کہا کہ بقدر املاک عمر تقسیم ہوگا اور بعض نے کہا کہ نہین بقدر رؤس یعنے تعداد کے تقسیم ہوگا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ ڈانڈ انکی املاک کی حفاظت کی غرض سے ہو تو یہ ڈانڈ مقدار املاک کے حساب سے تقسیم ہوگی کیونکہ یہ ملک کی مؤنت ہے پس ہر ایک پر بقدر اُسکی ملک کے پڑیگی اور اگر یہ غرامت انکی جان کی حفاظت کی غرض سے ہو تو عدد رؤس کے حساب سے تقسیم ہوگی مگر اس صورت مین عورتون اور بچون پر کچھ نہ ہوگا کیونکہ انسے تعرض نہین کیا جاتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر دو شریکون نے اپنے مشترک انگورون کو کیان یا تراز و یا پیمانہ سے تقسیم کیا تو صحیح ہے کذا فی الظہیریہ۔

تیسرا باب جس صورت مین تقسیم کیجائیگی اور جس صورت مین نہ کیجائیگی اور جو جائز ہے اور جو نہین جائز ہے اسکے بیان مین۔ ایک دار دو شخصون مین مشترک ہے مگر ایک کا حصہ زیادہ ہے پس زیادہ حصہ والے نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی بالاتفاق تقسیم کریگا اور اگر کم حصہ والے نے درخواست کی اور زیادہ حصہ والے نے انکار کیا تو بھی حکم یہی ہے اسکو شیخ امام خواہرزادہ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ اور اگر چھوٹا بیت اسطرح دو شخصون مین مشترک ہو پس اگر کم حصہ والا بعد تقسیم کے اپنے حصہ سے نفع نہ اُٹھا سکے اور اسی حصہ دار نے تقسیم کی درخواست کی تو مشائخ نے فرمایا کہ قاضی تقسیم کریگا اور امام خصاف رح نے ذکر کیا کہ ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور ہر ایک کا حصہ ایسا ہے کہ بعد تقسیم ہوجانے کے وہ اپنے حصہ سے نفع نہین اُٹھا سکتا ہے مگر دونون نے تقسیم کی درخواست کی تو قاضی تقسیم کریگا اور اگر ایک نے درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی تقسیم نکریگا کیونکہ درخواست کرنے والا متعنت ہے۔ اور اگر تقسیم کا ضرر فقط ایک کو پہونچتا ہو بایں طور کہ ایک کا حصہ زیادہ ہو کہ بعد تقسیم ہوجانے کے بھی وہ اپنے حصہ سے نفع حاصل کرسکتا ہے پس زیادہ کے حصہ دار نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی تقسیم کریگا اور اگر کم کے حصہ دار نے درخواست کی تو تقسیم نکریگا اور شیخ خصاف رح نے اسکے برعکس نقل کیا ہے کذا فی فتاوی قاضیخان اور اصح وہی ہے جو خصاف رح نے ذکر کیا ہے تبیین مین ہے۔ امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر ایک طریق چند آدمیون کی شرکت مین ہو کہ اگر اُسکو باہم تقسیم کرلین تو بعض کے واسطے کوئی راہ منفذ نہین رہتا ہے پس بعضون نے اسکے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرون نے انکار کیا تو مین انمین تقسیم کرونگا اور اگر ہر ایک کیواسطے کچھ

ومنفذ رہتا ہو تو مین انکین تقسیم کرونگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ طریق مذکور انکین پر اسپر مشترک ہو کہ اگر انمین تقسیم کیا جاوے تو کسی کے واسطے راہ و منفذ نہین رہتا ہی۔ اور اگر یہ راستہ انمین اسطرح مشترک نہو بلکہ کسیکا زیادہ حصہ ہو اور اُسکا کام ہو کہ اگر تقسیم کر دیا جاوے تو کم کے حصہ دار کے واسطے راہ و منفذ نہ رہے اور زیادہ حصہ دار کے واسطے راہ و منفذ رہے تو جیسا مسئلہ بیت مین زیادہ کے حصہ دار کی درخواست پر تقسیم کر دیتا ہی اسطرح اس مسئلہ مین بھی زیادہ کے حصہ دار کی درخواست پر قاضی راستہ کو تقسیم کریگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ بیت کے برخلاف مسئلہ طریق مین دونون حالتون مین سے کسی حال مین تقسیم نکریگا یہ محیط مین ہی۔ اگر سیل الماء دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک نے اُسکے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا پس اگر اُسمین سوائے اس موری کے کوئی دوسری جگہ ایسی ہو کہ جس سے انکار کرنے والے کا پانی نکل جا سکتا ہو تو مین تقسیم کر دونگا اور اگر کوئی دوسری جگہ بدون ضرر کے ایسی نکلے تو تقسیم نکرونگا اور یہ اور طریق یکسان ہی یہ مبسوط مین ہی دو آدمیون کا مشترک بیت منہدم ہو گیا پس ایک نے زمین کے تقسیم کی درخواست کی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون مین تقسیم کر دیجائیگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نہ کیجائیگی اور اگر دونون مین سے ایک نے چاہا کہ جیسی عمارت نئی تھی ویسے ہی بنا دے اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو نوادر بشر رستم مین مذکور ہی کہ منکر پر بنانے کے واسطے جبر نکیا جائیگا لیکن اگر اُسپر دونون کی دھنیان ہون تو بنانے کے واسطے مجبور کیا جائیگا اور اگر انکار کرنے والا تنگدست ہو تو اُسکے شریک سے کہا جائیگا کہ تو خود بنا لے اور شریک کو اُسپر دھنیان رکھنے سے منع کریمان تک کہ تیرا خرچہ تجھے دیدے یہ حاوی مین ہی۔ اور قاضی حمام و دیوار اُسکے مشابہ چیزون کو شریکون مین تقسیم نکریگا اور اگر سب شریک اس بات پر راضی ہوئے تو تقسیم کر دے کیونکہ ضرر اُٹھانے پر وہ لوگ خود راضی ہو گئے ہین اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ یہ حکم حمام مین ہی کہ ہر واحد بعد تقسیم کے حمام سے دوسری طرح نفع اُٹھا سکتا ہی مثلاً اپنے حصے کا بیت بنا لے اور بسا اوقات ہر ایک کا یہی مقصود ہوتا ہی اور رہا دیوار کے حق مین پس اگر وہ لوگ تقسیم پر اس غرض سے راضی ہوئے کہ بدون دیوار گرائے ہر ایک اپنے حصہ سے نفع اُٹھا دے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر وہ لوگ اسطرح راضی ہوئے کہ دیوار گرا کر اُسکی جگہ باہم تقسیم کرین تو قاضی ایسا فعل خود نکریگا لیکن اگر ان لوگون نے باہم ایسا فعل کر لیا تو انکو اس فعل سے منع نکریگا۔ اگر کسی شخص کی زمین مین اُسکی اجازت سے دو آدمیون نے مشترک عمارت بنائی پھر دونون نے اس عمارت کی تقسیم کا قصد کیا اور مالک زمین غائب ہی تو باہمی رضامندی سے دونون ایسا کر سکتے ہین اور اگر دونون مین سے ایک نے انکار کیا تو اُسپر جبر نکیا جائیگا اور اگر عمارت منہدم کرنے کا قصد کیا تو اسطرح تقسیم مین اختلاف ہی اور ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ قاضی ایسی تقسیم خود نکریگا۔ لیکن اگر انھون نے خود ایسا کر لیا تو قاضی اُنکو منع نکریگا۔ اور اگر مالک زمین نے دونون کو اپنی زمین سے نکال دیا تو دونون اپنی عمارت گرا لینے پھر منقوضہ منقسم قسمت ہو تو قاضی بعض شریک کی درخواست کے موافق اُسکو تقسیم کر دیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اصل مین امام محمد رح نے فرمایا کہ بازار مین ایک دوکان دو آدمیون مین مشترک ہو کہ اُسمین دونون خرید فروخت کرتے ہین یا دستکاری کا کوئی کام کرتے ہین پس ایک نے اُسکی تقسیم کا قصد کیا اور دوسرے نے انکار کیا اور مالک زمین غائب ہو تو قاضی دیکھیگا کہ اگر تقسیم کر دی جاوے تو ہر ایک اپنے حصے مین وہی کام کر سکتا ہی جو قبل قسمت کے کرتا تھا یا نہین پس اگر کر سکتا ہو تو تقسیم کر دے اور اگر نکر سکتا ہو تو تقسیم نکرے یہ محیط مین ہی

اگر غیر کی زمین مین ایک کھیتی چندہ ارتون مین مشترک ہو اور انھون نے اس کھیتی کی تقسیم کا ارادہ کیا پس اگر کھیتی پختگی پر پہونچگئی ہو تو بدون کہتے ہوئے انکی رضامندی سے یا بغیر رضامندی کسی طرح مین اُس کھیتی کو انمین تقسیم نکرونگا کیونکہ کھیون ربوی مال مین سے ہے پس بجائز قطعًا اسکی تقسیم نہین جائز ہی مگر ان پیمانہ سے جائز ہی سو بدون کٹنے کے پیمانہ سے تقسیم کرنا ممکن نہین ہی۔ اور اگر ہنوز وہ کھیتی ساگا ہو وے تو مین انمین تقسیم نکرونگا لیکن اگر وہ لوگ ساگے مین یہ شرط کرلین کہ جسقدر جسکے حصہ مین پڑیگا اُسکو وہ اپنے حصہ کے مثل جائز سمجھے گا اور اس شرط پر باہم تقسیم کرلین تو مین اسکی اجازت دونگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک کھیتی دو آدمیون مین مشترک ہو پس دونون نے اس کھیتی کو بدون زمین کے باہم تقسیم کرنا چاہا تو قاضی تقسیم نکریگا کیونکہ جب کھیتی پختگی پر پہونچی یعنے اسمین بالیان آگئی ہون تو وہ مال ربوی ہوگئی اور قسمت مین مبادرے کے معنی ہمیشہ متحقق ہین تو مجازفۃ جائز نہین ہی اور جبتک وہ ساگا ہو تو بھی قاضی تقسیم نکریگا کہ جب تقسیم بشرط ترک ہو بعد تقسیم کے کھیت مین چھوڑ دینگے اور اگر یہ شرط کی کہ ہم کھاڑ لینگے تو قاضی تقسیم کرسکتا ہی اور یہ حکم دو روایتون مین سے ایک کے موافق ہی اور دوسری روایت کے موافق قاضی کو تقسیم نکرنا چاہیے اگرچہ دونون اسپر راضی ہوجاوین۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ دونون نے قاضی سے تقسیم کی درخواست کی ہو اور اگر ایک نے درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو ہر حال مین قاضی تقسیم نکریگا۔ اور اگر دونون نے کھیتی کو خود باہم تقسیم کرلیا پس اگر کھیتی پوری ہوکر بالیون دار ہوگئی ہو تو اُسکا حکم تو گذر چکا یعنے جبتک کاٹی نجاوے تبتک مجازفۃ جائز نہین ہی اور اگر یہ کھیتی ہنوز ساگا ہو پس اگر اس شرط سے باہم تقسیم کرلی کہ کھیت مین چھوڑ دینگے تو جائز نہین ہی اور اگر یہ شرط کی کہ بعد تقسیم کے اُکھاڑ لینگے تو سب روایتون کے موافق جائز ہی یہ محیط مین ہی اور اگر دونون کی مشترک زمین مین مشترک کھیتی ہو اور دونون نے بدون زمین کے کھیتی کی تقسیم کی درخواست کی پس اگر کھیتی ہنوز ساگا ہو اور دونون نے زمین مذکور مین اُسکے چھوڑ رکھنے کی شرط کی یا ایک نے ایسی شرط کی تو قسمت جائز نہین ہی اور اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ اکھاڑ لینگے تو تقسیم جائز ہی اور اگر کھیتی پوری ہوگئی ہو اور دونون نے کاٹ لینے کی شرط کی تو بالاتفاق تقسیم جائز ہی اور اگر دونون نے یا ایک نے چھوڑ رکھنے کی شرط کی تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک تقسیم نہین جائز ہی اور امام محمد رح کے قول مین جائز ہی اور اسیطرح اگر طلع النخیل دو آدمیون مین مشترک ہو اور سوائے درخت خرما کے دونون نے فقط کھیتون کی تقسیم چاہی پس اگر دونون نے یا ایک نے درخت پر چھوڑ رکھنے کی شرط کی تو تقسیم جائز نہین ہی اور اگر فی الحال توڑنے پر اتفاق کیا تو تقسیم جائز ہی اور اگر پھل پورے ہوگئے ہون اور دونون نے درخت پر چھوڑ رکھنے کی شرط کی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر چالیس کروا آدمیون مین مشترک ہون جسمین سے دس کھرے ہون اور تیس ردی ہون پس ایک نے دس کھرے لے لیے اور دوسرے نے تیس ردی لے لیے اور قیمت مین یہ دس ان تیس کے برابر ہین تو یہ جائز نہین ہی یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اگر ایک نہیل خرما یا خمر پر کہ دونون مین مشترک ہو اور ایک نے اسکی تقسیم کی درخواست کی تو مین اُسکو دونون مین تقسیم کردونگا کیونکہ یہ ایسی چیز ہی جسکا پیمانہ دونون ہوسکتا ہی اور تقسیم اسمین یہ ہی کہ محض جدا کرکے میز کردیا جاوے اور ہر ایک شریک خود اپنا کرسکتا ہی تو قاضی بھی بعض شریکون کی درخواست پر ایسا کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور لکڑی اور دروازہ اور چکی اور چوپایہ اور سوتی بدون

دونون کی رضامندی کے تقسیم نکیا جائیگا اور تجویز مین لکھا ہو کہ اسیطرح تقسیم کرنے اور توڑنے سے تقسیم ہو دے اور اسمین ضرر ہو یہی حکم لکھتی ہو اسیطرح ایک لکڑی کا بھی یہی حکم ہو بشرطیکہ اُسکے قطع کرنے مین ضرر متصور ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ اور جواہرات تقسیم نکیجاوینگے کیونکہ اُنکی جہالت بہت بڑھی ہوئی ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ جواہرات بدون تمین کرنے کے ایسی چیز کا جو مال نہین ہو عوض نہین ہو سکتے ہین بیعے مکاتب وقطع یتیمین مین ہو۔ اور مختصر خواہر زادہ مین لکھا ہو کہ کمان اور زین اور صحف تقسیم نکیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور اگر اپنے غنیم کی پیٹھ کے پشم کی دو آدمیون کے واسطے وصیت کردی پھر دونون نے پشم جھاڑنے سے پہلے اُسکی تقسیم کا ارادہ کیا تو مین اسکی تقسیم نکرونگا اسیطرح تھنون کے اندر دودھ کا حکم ہو کیونکہ یہ اموال ربوی مین اسلیے کہ کیلی مین یا وزنی مین کہ کیل دوزن ہی سے تقسیم ہو سکتی ہین اور کیل دوزن سے تقسیم کرنا بدون پشم کاٹے ہوئے یا دودھ دوہے ہوئے ممکن نہین ہو اور باندی کے پیٹ کا بچہ سو کسی حال مین شریکون مین تقسیم نہین ہو سکتا ہو اسیطرح اگر دونون نے باہمی رضامندی سے اُسکو تقسیم کرلیا تو بھی جائز نہین ہو یہ بسوط کے باب مالا یقسم مین ہو اور اگر ایک کپڑا دو آدمیون مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکو باہم تقسیم کیا اور باہمی رضامندی سے طول و عرض مین پھاڑ لیا تو یہ جائز ہو اور بعد تقسیم پوری ہونے کے کیا دونون مین سے رجوع کرنے کا اختیار نہوگا یہ بسوط کے باب قسمۃ الحیوان والعروض مین ہو اور اگر سلا ہوا کپڑا دو آدمیون مین مشترک ہو تو قاضی اُسکو شریکون مین تقسیم نکریگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور بھی قاضی مختلف قیمت کے دو کپڑون کو تقسیم نکریگا کیونکہ تعدیل و مساوات بدون اسکے ممکن نہین کہ کمتی ہوئی قیمت کے کپڑے کے ساتھ درہم ملائے جاوین اور جبراً تقسیم مین درہمون کا داخل کرانا جائز نہین ہو ہان اگر دونون اسپر راضی ہو جاوین تو قاضی تقسیم کرسکتا ہو یہ عینی شرح ہدایہ مین ہو۔ اور اگر شریکون کے درمیان زطی کپڑا اور ہروی کپڑا اور تکیہ دیکھو نامشترک ہو تو بدون اُنکی رضامندی کے قاضی تقسیم نکریگا۔ اور اگر تین کپڑے دو آدمیون مین مشترک ہون اور ایک نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو مین دیکھونگا کہ اگر بدون قطع کے اُنکی تقسیم درست ہو سکتی ہی باین طور کہ مثلاً دو کپڑون کی قیمت تیسرے کے برابر ہو تو قاضی دونون مین اسطرح تقسیم کردے کہ ایک کو دو کپڑے دیدے اور دوسرے کو تیسرا دیدے اور اگر بدون قطع کرنے کے ٹھیک نہین پڑتی ہی تو اُنمین تقسیم نکرونگا۔ اور اگر باہم کسی طریقہ پر راضی ہو جاوین تو تقسیم ہو سکتی ہی ایسا ہی کتاب مین مذکور ہی اور اصح یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ اگر سب کی قیمت برابر ہو اور ڈیڑھ کپڑا ہر ایک کا حصہ ہو تو قاضی ایک ایک کپڑا دونون مین تقسیم کرکے تیسرے کو مشترک چھوڑ دے اسیطرح اگر یون تقسیم ٹھیک ہوتی ہو کہ ایک کا حصہ ایک کپڑا اور دو تہائی کپڑا اور دوسرے کا حصہ ایک کپڑا اور ایک تہائی کپڑا ہو یا ایک کا حصہ ایک کپڑا اور چوتھائی کپڑا اور دوسرے کا حصہ دو کپڑے ہون تو بھی دونون کو ایک ایک کپڑا تقسیم کرکے تیسرا انمین مشترک چھوڑ دیگا یہ نہایہ مین ہو۔ اور اگر کاریز یا نہر یا کنوان یا چشمہ ہو کہ اُسکے ساتھ زمین نہو اور شریکون نے تقسیم کی درخواست کی تو قاضی تقسیم نکریگا اور اگر اسکے ساتھ ایسی زمین ہو کہ جسکا پانی اسکے سوائے اور کہین سے نہو تو یہ زمین تقسیم کردیجائیگی اور یہ کنوان یا چشمہ یا کاریز اسی طرح شرکت مین چھوڑ دیا جائیگا کہ ہر ایک اپنی زمین سے اپنے حصہ زمین کو سینچے۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک کو یہ قدرت حاصل ہو کہ اپنی زمین کا پانی کہین اور سے لگائے یا چند زمینین اور متفرق نہرین اور کنوین ہون

ملا
یہ لفظ معلوم ہوتا ہو دشوار دیدہ یا مجہول پڑا ہین ۱۲ منہ

تو یہ سب اُنمین تقسیم کیے جاوینگے کیونکہ اس تقسیم مین اُنمین سے کسی کے حق مین ضرر نہین ہی اور نہر و چشمہ و غیرہ کی تقسیم اس مقام پر زمین کے تابع ہی پس قسمت اس صورت مین بغیر بیع کے ہی اور زمین کی بیع مین اُسکا شرب یعنے پینے کا پانی تبعاً داخل ہوجاتا ہی اگرچہ شرب کی بیع مقصوداً جائز نہین ہی پس ایسی ہی تقسیم مین بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی اور بوظروف ایک ہی چیز واصل سے بنالیے گئے ہون جیسے طاس و قمقمہ و طشت جو پیتل یا تانبے سے بنے ہوئے ہون ایسے ظروف مختلفہ بجنس کے ساتھ ملائے گئے ہین پس قاضی اُنکو جبراً نہین تقسیم کرسکتا ہی یہ عنایہ مین ہی - اور چاندی و سونے کے ٹکڑے اور جواسکے مشابہ ہین کہ ڈھالے ہوئے نہون جیسے لوہے و پیتل و تانبے کے ٹکڑے سب تقسیم کیے جاوینگے اسیطرح اگر ایک بالاخانہ دو آدمیون مین مشترک ہو اور ہر ایک کا حصہ اسقدر ہو کہ بعد تقسیم کے اُس سے انتفاع حاصل کرسکتا ہو اور اُسکا سفل کسی غیر کا ہو یا سفل ان دونون مین مشترک ہو اور علو کسی غیر کا ہو تو یہ سب بغیے شریکون کی درخواست کے وقت تقسیم کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی - اور دارون کی تقسیم مین یہ ان حائط کا گزون سے تقسیم کیا جائیگا اور عمارت باعتبار قیمت کے تقسیم کیجائیگی اور جائز ہی کہ بعض شریک کو بعض پر باعتبار زیادتی قیمت عمارت و موضع کے فضیلت حاصل ہو کیونکہ حصون مین ازراہ صورت و معنی کے تعدیل وہین تک ہوسکتی ہی جہان تک ممکن ہو اور جب ازراہ صورت تعدیل ممکن نہو تو ازراہ معنی متعہد ہوگی پھر اسکی تین صورتین ہین - یا تو زمین کو باہم نصف نصف تقسیم کرنا پاہا اور یہ شرط کی کہ عمارت جسکے حصہ مین پڑے وہ دوسرے کو عمارت کی نصف قیمت دیوے اور عمارت کی قیمت معلوم ہی - یا اسی طرح تقسیم کرنا چاہا مگر عمارت کی قیمت معلوم نہین ہی یا زمین کو انصافاً نصف تقسیم کرنا چاہا اور عمارت کی تقسیم نکلی پس اگر صورت اول ہو تو جائز ہی اور اگر دوسری صورت متحقق ہو تو استحساناً جائز ہی قیاساً جائز نہین ہی اور اگر تیسری صورت متحقق ہو تو تقسیم جائز ہی پھر عمارت جسکے حصہ مین پڑے وہ عمارت کی نصف قیمت دوسرے شریک کو دیدے اُسکا مالک ہوجائیگا کذا فی محیط السرخسی اور اسی طریق پر چنینے کہا کہ اگر دو آدمیون کی مشترک زمین جسمین درخت ہین وزراعت ہی بدون درختون وزراعت کے تقسیم کی گئی پھر درخت وزراعت دونون مین سے ایک شریک کے حصہ مین پڑے تو جسکے حصہ مین درخت وزراعت پڑی ہی وہ دوسرے شریک کو درختون وزراعت کے حصہ کی قیمت ادا کرکے مالک ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ چند لوگ ایک زمین کے جسکے ایک ٹکڑے مین زراعت ہی بوجہ میراث کے مالک ہوئے پھر زمین مذکور ان لوگون مین بدون زراعت کے اور بدون زراعت کی قیمت اندازکرنے کے تقسیم کی گئی تو وہ ٹکڑا جسمین کھیتی ہی جسکے حصہ مین آویگا ہم اُس سے قیمت زراعت کا مواخذہ کرینگے اور اگر اُسنے کہا کہ مین قیمت دینے پر راضی نہین ہون اور مجھے اس تقسیم کی ضرورت نہین ہی تو حاکم اُسکو قیمت زراعت ادا کرنے پر مجبور کریگا اور یہی حال دار کا ہی کہ اگر دار کو حاکم نے گزون سے تقسیم کیا اور اُسکی عمارت کی قیمت اندازنہ کی تو عمارت مذکور جسکے حصہ مین پڑیگی اُس سے قیمت عمارت کا مواخذہ کیا جائیگا خواہ قیمت کی مقداریان ہوئی ہو یا نہوئی ہو یہ وجیز کردری مین ہی اگر شریک لوگ قاضی کے پاس حاضر ہوے اور اُنکے قبضہ مین ایک دار یا عقار ہی اور اُنھون نے دعوی کیا کہ ہم نے فلان شخص سے اسکو میراث پایا ہی تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ قاضی ان لوگون مین اُسکو تقسیم نکریگا یہان تک کہ یہ لوگ اُس فلان شخص کی موت اور تعداد وارثون کے گواہ دین - اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اُنکے اقرار پر

انمین تقسیم کردے اور صک مین تحریر کردے کہ مین نے انکے اقرار پر انمین تقسیم کیا ہے - اور اگر عقار کی نسبت اُن لوگون نے دعوی کیا کہ ہم نے اسکو خریدا ہے تو انمین تقسیم کردیگا - اور اگر یہ اسے عقار کے کوئی مال مشترک ہوا اور انھون نے دعوی کیا کہ ہم نے اسکو میراث پایا ہے تو بالاتفاق سب کے نزدیک تقسیم کردیگا - اور اگر ان لوگون نے دعوی کیا کہ یہ ہماری ملک ہے اور یہ بیاع کیا کہ کیونکہ اُنکی ملک مین منتقل ہوا ہے تو بھی انمین تقسیم کردیگا اور یہ کتاب القسمۃ کی روایت ہے اور جامع صغیر مین لکھا ہے کہ دو شخصون نے ایک زمین کا دعوی کیا اور اس امر کے گواہ دیئے کہ زمین مذکور ہمارے قبضہ مین ہے اور اسکی تقسیم کی درخواست کی تو قاضی دونون مین تقسیم نکریگا جب تک اس بات کے گواہ نہ دین کہ یہ زمین ہماری ہے کیونکہ احتمال ہے کہ دوسرے کی ملک ہو اور اسکے قبضہ مین ہو بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ قول خاص امام اعظم کا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب کا قول ہے اور یہی اصح ہے کیونکہ قسمت دو طرح پر ہوتی ہے ایک بحق الملک جو کیل وغیرہ کی غرض سے ہو دوم بحق قبضہ بغرض تتمیم حفاظت سو پہلی قسم یہان ممتنع ہے کہ ملک ثابت نہین ہے اور دوسری بھی ممتنع ہے کہ اسکی ضرورت نہین ہے کیونکہ زمین خود ہی محفوظ چیز ہے - اور اگر دو وارث حاضر ہوئے اور دونون نے فلان مورث کی موت اور تعداد وارثون کے گواہ دیئے اور وارث تر وکہ اُنکے قبضہ مین ہے مگر انمین کوئی وارث غائب یا نابالغ ہے تو حاضرین کی درخواست پر قاضی ترکہ تقسیم کردیگا اور غائب کا حصہ قبضہ کرنے کے واسطے کوئی وکیل یا نابالغ کا حصہ قبضہ کرنے کی غرض سے کوئی وصی مقرر کریگا کیونکہ اسطرح مقرر کرنے مین غائب کے حق مین مصلحت ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک اس صورت مین بھی اصل میراث کے گواہ قائم کرنے ضرور ہین بلکہ اول ہے - اور صاحبین رح کے نزدیک اُنکے اقرار پر انمین تقسیم کردیگا اور غائب و نابالغ کا حصہ جدا کرلیگا اور گواہ کردیگا کہ مین نے بالغ وارثان حاضرین کے اقرار پر تقسیم کردیا ہے اور غائب یا نابالغ اپنی حجت پر ہے - اور اگر شرکاء حاضرین مشتری ہون تو کسی شریک کے غائب ہونے کی صورت مین تقسیم نکریگا اگرچہ وہ لوگ خرید کرنے کے گواہ قائم کرین یہان تک کہ شریک غائب حاضر ہووے - اور اگر پورا عقار ترکہ کا کسیقدر انمین سے غائب وارث کے قبضہ مین ہو تو تقسیم نکریگا اسیطرح اگر اسکے ودیعت رکھنے والے کے قبضہ مین ہو تو بھی تقسیم نکریگا اسیطرح اگر کل نابالغ کے قبضہ مین ہو یا اُنمین سے کسیقدر ہو تو بھی حاضرین کے اقرار پر تقسیم نکریگا اور صحیح مذہب کے موافق اس صورت مین گواہ قائم کرنے یا نکرنے مین کچھ فرق نہین ہے - اور اگر فقط ایک وارث حاضر ہوا تو قاضی تقسیم نکریگا اگرچہ وہ گواہ قائم کرے کیونکہ اسکے ساتھ کوئی خصم نہین ہے - سو اگر یہ شخص اپنی طرف سے خصم ہوگا تو میت کی طرف سے کوئی خصم نہین اور نہ غائب کیطرف سے کوئی خصم ہے اور اگر یہ شخص اپنی مورث میت اور غائب کیطرف سے خصم ہو تو اسکی طرف سے کوئی خصم نہین جسپر گواہ قائم ہون - اور اگر دو وارث حاضر ہون مگر ایک صغیر ہو دوسرا بالغ ہو تو قاضی صغیر کیطرف سے ایک وصی مقرر کریگا اور اگر گواہ قائم ہو جاوین تو تقسیم کردیگا یہ کافی ہے - اور اگر ترکہ مین سے کسی [illegible] کے قبضہ مین ہو تو اسکا وہی حکم ہے جو غائب کے قبضہ مین ہونے کی صورت مین مذکور ہوا کہ قاضی تقسیم نکریگا یہ مختار ہے قاضی خان مین ہے - اور جاننا چاہیے کہ یہان ایک ایسا مسئلہ ہے جسکا جاننا ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ صغیر کیطرف سے قاضی کسی وصی کو جبھی مقرر کریگا جبکہ صغیر حاضر ہو اور اگر غائب ہو تو اسکی طرف سے وصی مقرر نکریگا بخلاف بالغ غائب کے کہ بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے قاضی بالغ غائب کیطرف سے وصی مقرر کریگا اور وصی مقرر کرنے مین صغیر حاضر غائب مین

فرق یہ ہی کہ صغیر جب حاضر ہوا تو جواب کی ضرورت سے قاضی اُسکی طرف سے وصی مقرر کردیگا کیونکہ صغیر کے حاضر ہونے اُسپر دعوے صحیح ہوگیا مگر وہ جواب دہی سے عاجز ہی پس اُسکی طرف سے وصی مقرر کیا جاوے تاکہ اُسکے خصم کو جواب دے اور اگر صغیر حاضر نہو تو اُسپر دعوی صحیح نہوگا پس جوابدہی لازم نہوگی تو وصی مقرر کرنے کی بھی ضرورت نہوگی یہ نہایہ مین ہی۔ اگر ایک وارث میراث ہوا اور اُسمین تہائی کی وصیت ہوا اور بعضے وارث حاضر ہون اور بعضے غائب ہون - تو موصی لہ بمنزلہ وارث کے شریک قرار دیا جائیگا پس اگر موصی لہ تنہا حاضر ہوا تو مثل تنہا ایک وارث کے حاضر ہونے کے اس صورت مین بھی قاضی موصی لہ کے گواہون کی سماعت نکریگا اور نہ دار مذکور شریکون مین تقسیم کریگا اور اگر موصی لہ کے ساتھ کوئی وارث حاضر ہوا تو مثل دو وارثون کے حاضر ہونے کی صورت کے اس صورت مین بھی قاضی اُسکے گواہون کی سماعت کریگا اور دار مذکور کو شرکا مین تقسیم کردیگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دو شریکون نے مشترک راستہ تقسیم سے الگ کردیا اور راستہ مذکور پر ایک شخص نے ظلماً ہی کہ ایک شخص کا راستہ اُسکے اوپر سے ہی اور یہ شخص استطاعت رکھتا ہی کہ اپنا دوسرا راستہ نکال لے پس دوسرے شخص نے اسکو ظلماً کے اوپر سے گذرنے سے منع کیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہوا اور اُسمین ایک صفہ ہوا اور صفہ مین ایک بیت ہوا اور اس بیت کا راستہ اس صفہ مین سے ہوا اور کوٹھری کی چھت کا پانی صفہ کی چھت پر سے بہتا ہو پھر دونون نے دار مذکور کو باہم تقسیم کیا اور ایک کے حصہ مین صفہ آیا اور دار کا کچھ صحن آیا اور دوسرے کے حصہ مین بیت اور دار کا کچھ صحن آیا اور دونون نے تقسیم مین طریق اور پانی بہنے کی راہ کا کچھ ذکر نہین کیا اور بیت والے نے چاہا کہ اپنے بیت مین بدستور سابق صفہ مین سے ہوکر جاوے اور بیت کی چھت کا پرنالہ صفہ کی چھت پر بہاوے پس اگر صاحب بیت ایسا کرسکتا ہو کہ اپنا راستہ اور پانی کا پرنالہ اپنے حصہ مین کسی جگہ نکالے تو تقسیم جائز ہی اور صاحب بیت کو یہ حق و اختیار نہوگا کہ صفہ مین ہوکر گذرے اور اپنا پرنالہ صفہ پر بہاوے خواہ دونون نے قسمت مین یہ ذکر کیا ہو کہ ہر واحد کے واسطے اُسکا حصہ مع اُسکے حقوق کے ہی یا ذکر نکیا ہو اور اگر صاحب بیت ایسا نکرسکے کہ اپنا راستہ اور پانی کا راستہ دوسری جگہ نکالے پس اگر دونون نے تقسیم مین یہ ذکر کیا ہو کہ دونون مین سے ہر ایک کیواسطے اسکا حصہ مع حقوق کے ہی تو راستہ و پانی کا پرنالہ تقسیم مین داخل ہوجائیگا اور قسمت جائز ہوگی اور اگر دون نے ایسا ذکر نہ کیا ہو تو راستہ و پانی بہنے کی راہ تقسیم مین داخل نہوگی اور تقسیم فاسد ہوگی اس سب کو شیخ الاسلام نے شرح کتاب القسمۃ مین ذکر فرمایا ہی اور شیخ رح نے آخر باب مین ذکر فرمایا کہ دو شریکون نے دار مشترک باہم تقسیم کرلیا پھر جب حدود قائم ہوگئے تو ظاہر ہوا کہ ایک کے واسطے راستہ ہی نہین ہی پس اگر وہ شخص اپنے حصہ مین کسی جگہ اپنا راستہ نکال سکتا ہی تو تقسیم جائز ہی اور اگر اپنے حصہ مین کسی جگہ اپنا راستہ نہین نکال سکتا ہی پس اگر وقت قسمت کے جانتا ہو کہ اُسکے واسطے راستہ نہین ہی تو بھی تقسیم جائز ہی اور اگر نجانتا ہو تو تقسیم فاسد ہی اور مسئلہ متقدمہ کے قیاس پر اس مسئلہ آخر باب مین یون کہنا چاہیے کہ اگر اپنے حصہ مین کسی دوسری جگہ اپنا راستہ نہین نکال سکتا ہی تو تقسیم جبھی فاسد ہوگی کہ جب حقوق کا ذکر نکیا ہو اور اگر حقوق کا ذکر کیا ہو تو راستہ تقسیم مین داخل ہوجائیگا پس دونون مسئلون پر نظر کرنے سے حاصل جواب یہ نکلتا ہی کہ اگر اپنے حصہ مین کسی جگہ راستہ نہین نکال سکتا ہی پس اگر حقوق کا ذکر کیا ہو تو راستہ اور پانی کی راہ تقسیم مین داخل ہوجائیگی اور تقسیم فاسد نہوگی اور اگر حقوق کا ذکر نکیا حتے کہ طریق و مسیل قسمت کی تحت مین داخل نہوگے پس اگر وقت قسمت کے

جانتا ہو کہ اُسکے واسطے کوئی رستہ نہوگا اور نہ پانی کی راہ ہوگی تو بھی قسمت جائز ہوگی اور اگر سنجانتا ہو تو تقسیم فاسد ہوگی اور شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے باب قسمۃ الارضین والقری مین ذکر فرمایا کہ رستہ اور پانی بہنے کی موری بدون ذکر حقوق و مرافق کے تقسیم مین داخل ہوجاتے ہین جبکہ رستہ و سیل الماء غیر کی زمین ہو اور شریکون کے حصہ مین نہو اور نہ شریک لوگ اپنے حصون مین ان حقوق کو ایجاد کر سکتے ہون اور یہ داخل ہونا اسواسطے ہی کہ تقسیم فاسد نہوجاوے یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دو شریکون نے دار مشترک کو اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک دوسرے کا ایک دار ہزار درم کو خریدے تو اس شرط سے تقسیم باطل ہی یہ مبسوط مین ہی ہر تقسیم جو مقسوم یا مقسوم کے سوائے دوسری چیز کے ہبہ کرنے یا صدقہ دینے یا بیع کرنے کی شرط پر ہووے فاسد ہی اسیطرح ہر خرید جو شرط تقسیم ہو باطل ہی اور تقسیم باین شرط کہ اُسکو کوئی معلوم چیز بڑھا دیگا جائز ہی جیسے ثمن مین زیادہ کردے یا مبیع مین کچھ بڑھا دے - اور جو حصہ بذریعۂ قسمت فاسدہ قبضہ مین لیا گیا ہو اُسمین ملک ثابت ہوجاتی ہی اور تصرف نافذ ہوجاتا ہی جیسے خرید فاسد کے مقبوضہ کا حکم ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر ایک دار دو آدمیون مین مشترک ہو تو کچھ ڈر نہین ہی کہ ایک شریک پورے دار مین سکوت بالفعل رکھے اور اس بنا پر یون کہا جا سکتا ہی کہ اگر دونون نے قسمت ملک کی درخواست کی تو قاضی ایسی تقسیم کر سکتا ہی اور اگر اُنھون نے قسمت حفظ و انتفاع کو چاہا تو قاضی کی کچھ ضرورت نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر ایک دار دو آدمیون مین مشترک ہو اور دونون نے اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک تو پوری زمین لے اور دوسرا پوری عمارت لے زمین مین سے کچھ نہ لے تو اسکی تین صورتین ہین اول یہ کہ جسکے واسطے عمارت لینے کی شرط کی ہی اُسکے ذمہ یہ شرط لگائی کہ عمارت کو توڑ لے تو اس صورت مین تقسیم جائز ہی اور دوسری یہ کہ عمارت توڑنے یا نہ توڑنے کی شرط سے سکوت کیا اور شرط نہ لگائی تو بھی تقسیم جائز ہی - اور تیسری یہ کہ دونون نے عمارت چھوڑ رکھنے کی شرط لگائی تو تقسیم فاسد ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر تقسیم مین ایک دیوار ایک شریک کے حصہ مین آئی اور اسپر دوسرے شریک کی دھنیان رکھی ہین اور اسنے چاہا کہ دیوار سے دھنیان دور کردے تو ایسا نہین کر سکتا ہی لیکن اگر تقسیم مین دونون نے دھنیان دور کرنے کی شرط کر لی ہو تو ایسا کر سکتا ہی خواہ تقسیم سے پہلے دھنیان فقط خاصتہ ایک کی ہون اور دیوار دونون مین مشترک ہو یا چھت و دھنیان مع دیوار کے دونون مین مشترک ہون پھر تقسیم مین دیوار ایک کے حصہ مین آئی اور چھت و دھنیان دوسرے کے حصہ مین آئین یہ ذخیرہ مین ہی - اور تجرید مین لکھا ہی کہ اسیطرح پایہ کا اور سیڑھی کا اور اسطوانہ کا جسپر دھنیان رکھی ہون یہی حکم ہی اسیطرح اگر بالاخانہ والے کے حصہ مین ایک روشندان آیا جو سفل والے کے حصہ مین ہی تو صاحب سفل اُسکو مسدود نہین کر سکتا ہی لیکن اگر دونون نے اُسکے بند کر لینے کی شرط کر لی ہو تو بند کر سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر ایک کھیت یا باغ وارثون مین جنمین ایک نابالغ اور دو غائب اور دو حاضر ہین مشترک ہو پس دونون حاضرین مین سے ایک کا حصہ ایک مشتری نے خریدا اور دوسرے شریک حاضر سے قاضی کے پاس اُسکی تقسیم کر دینے کا مطالبہ کیا اور قاضی کو اس معاملہ سے آگاہ کر دیا تو قاضی اس شریک کو حکم فرمائیگا کہ تقسیم کر دے اور ہر دو غائب اور صغیر کیطرف سے وکیل کر دیگا اور یہ اسواسطے کہ مشتری مذکور بائع کا کاقائم مقام ہوا اور بائع کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنے شریک سے قسمت کا مطالبہ کرے یہ ظہیریہ مین ہی - ابن سماعہ نے امام محمد رح کو لکھا کہ ایک قوم نے ایک دار میراث پایا اور بعض نے اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا پھر یہ مشتری اجنبی غائب ہوگیا اور وارثون نے تقسیم کی درخواست کی اور میراث کے گواہ قائم کر دیے تو امام محمد رح نے جواب مین فرمایا

ف حفظ و انتفاع مین شریکون کا اختلاف

کہ اگر دو وارث مقدمہ مین حاضر آئے تو قاضی اسکا تقسیم کریگا خواہ مشتری حاضر ہو یا نہو کیونکہ مشتری مذکور بمنزلہ اُس وارث کے ہوا جسنے اُسکے ہاتھ فروخت کیا ہی۔ اصل مین لکھا ہی کہ اگر ایک گانون اور اُسکی زمین دو شخصون مین بسبب خریدنے کے مشترک ہو پھر دونون مین سے ایک مرگیا اور اپنا حصہ اپنے وارثون کیواسطے میراث چھوڑا پس وارث نے میراث پانے اور اصل شرکت وحالت کے گواہ قائم کیے مگر اُنکے باپ کا شریک غائب ہی تو جب تک وہ حاضر نہو جاوے تب تک قاضی اس گانون کو تقسیم نکریگا اور اگر اُنکے باپ کا شریک حاضر آیا مگر بعضے وارث غائب ہین تو قاضی نہین تقسیم کریگا کیونکہ بعض وارث کا حاضر ہونا ایسا ہی جیسے مورث مردہ اگر زندہ ہوتا اور خود حاضر یا جیسے باقی وارث حاضر ہون اور اگر اصلی شرکت بوجہ میراث کے ہو مثلاً دو آدمیون نے اپنے باپ سے ایک گانون میراث پایا پھر قبل بٹوارہ ہونے کے ایک مرگیا اور اپنا حصہ وارثون مین میراث چھوڑا پھر اس میت ثانی کے وارث حاضر ہوئے حالانکہ اُنکا چچا غائب ہی اور اُنھون نے حاضر ہوکر اپنے باپ سے میراث پانے اور اپنے باپ کے اپنے دادا سے میراث پانے کے گواہ قائم کردیے تو قاضی اُنمین تقسیم کریگا اور اُنکے چچا کا حصہ الگ کردیگا اسیطرح اگر اُنکا چچا حاضر آیا مگر بعض وارثون مین سے غائب ہین تو بھی قاضی اُنمین تقسیم کردیگا یہ محیط مین ہی۔ نوازل مین ہی کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک گانون اُن کے رہنے والون مین مشترک ہی جسمین سے چوتھائی وقف ہی اور چوتھائی پر پٹ بنجر ہی اور آدھی زمین ملک شائع ہی پس اُنھون نے چاہا کہ اُسمین سے مقبرہ بنادین اور تھوڑی زمین کی تقسیم چاہی تاکہ اسمین فرودگاہ و مقبرہ بنادین تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہ راگانون ہر فریق کے حصے کے موافق تقسیم کرادیا گیا تو قسمت جائز ہی اور اگر اُن لوگون نے چاہا کہ اس گانون مین سے کوئی جگہ تقسیم کرلین تو بٹوارہ نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی منتقی مین امام ابویوسف رح سے روایت ہی اگر وارثون مین سے کسی وارث سے ایک شخص نے اُسکا تھوڑا حصہ خریدا پھر دونون یعنے بائع و مشتری حاضر ہوئے اور دونون نے تقسیم کی درخواست کی تو جب تک بائع کے سوائے کوئی دوسرا وارث بھی حاضر نہو تب تک قاضی دونون مین تقسیم نکریگا اور اگر مشتری نے بائع مذکور سے اُسکا حصہ خرید لیا پھر بائع مذکور نے اس دار مین سے کچھ اور میراث پایا یا خریدا تو بائع مذکور مشتری مذکور کا اس دار کے حصہ اول کے مقدمہ مین خصم نہوگا تاوقتیکہ دوسرا وارث بھی حاضر نہو اور اگر مشتری مذکور جسنے وارث سے خریدا ہی اور سوائے بائع کے دوسرا وارث دونون حاضر ہوئے اور وارث بائع غائب ہوگیا اور مشتری نے اپنے خریدنے اور قبضہ کرنے اور دار و تعدادِ ارثان کے گواہ قائم کیے پس اگر مشتری نے دار پر قبضہ پایا ہو اور وارثون کے ساتھ اسمین رہتا ہو پھر اُسنے اور اُسکے ساتھ سوائے بائع کے دوسرے وارث نے تقسیم طلب کی اور جسطرح ہمنے بیان کیا ہی گواہ قائم کیے تو قاضی دار مذکور کو تقسیم کردیگا۔ اسیطرح اگر سوائے مشتری کے دوسرے وارثون نے تقسیم کی درخواست کی تو قاضی اُنکی درخواست پر دار مذکور کو تقسیم کریگا اور غائب کا حصہ مشتری کے قبضہ مین رکھیگا مگر خرید واقع ہونے کا حکم نکریگا۔ اور اگر مشتری نے دار پر قبضہ نہ پایا ہو تو غائب کا حصہ جدا کریگا اور مشتری کو نکریگا۔ اور اگر فقط مشتری نے تقسیم کی درخواست کی اور وارثون نے انکار کیا تو مین تقسیم نکرونگا کیونکہ مین نہین جانتا ہون کہ وہ مالک ہی یا نہین ہی اور بائع کی غیبت مین اُسکے گواہ اُسکے حصہ کے خریدنے کے قبول نکرونگا۔ اور نیز منتقی مین امام ابویوسف رح سے روایت ہی کہ ایک دار دو شخصون مین مشترک ہی پھر ایک نے اپنا حصہ مشترک غیر مقسوم کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری نے

بائع کو حکم دیا کہ دوسرے شریک سے اپنا حصہ بانٹکر کے قبضہ کرے پس اُسنے مقاسمہ کیا تو جائز نہین ہی- اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اس شرط پر حصہ بانٹ کیا کہ دونون مین سے ایک شخص دار کو لے لے اور دوسرا نصف دار لے تو جائز ہی اگرچہ دار بہ نسبت نصف دار کے ازراہ قیمت افضل ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر دو آدمیون نے تقسیم مین اس شرط سے باہم صلح ٹھہرائی کہ دونون مین سے ایک اس دار کو لے لے اور دوسرا دوسرے دار مین سے ایک منزل لے لے یا دونون مین سے ہر ایک کسی دوسرے دار مین سے کچھ حصص معلومہ لے لے یا دونون مین سے ایک اس دار کو لے لے اور دوسرا ایک غلام لے یا اسکے مانند اور اجناس مختلفہ پر باہم صلح کی تو ایسی صلح جائز ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر دو شخصون مین دو دار اسطرح مشترک ہون کہ ایک دار مین تہائی گز اور دوسرے مین تہائی گز یا زیادہ ہون پھر دونون نے اس قرارداد پر صلح کی کہ ایک شریک اس دار کے تمام گز لیلے مقدار مساحت کے لے اور دوسرا دوسرے دار کا حصہ یا اسکی لے لے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی- اگر دو آدمیون مین ایک دار مین میراث مشترک ہو اور ایک دوسرے دار مین میراث مشترک ہو پھر دونون نے اس شرط سے صلح کی کہ ایک شریک وہ سب حصہ جو اس دار مین ہی لے لے اور دوسرا شریک وہ سب حصہ جو دوسرے دار مین ہی لے لگر اسمین کچھ دراہم معلومہ زیادہ کیے پس اگر دونون نے سہام بیان کر دیے ہون کہ ہر دار مین سے کتنے سہام مین تو جائز ہی اور اگر نہ بیان کیے ہون تو جائز نہین ہی اور اگر بجاے سہام کے پیمائش کے گز مکسر بیان کر دیے ہون- تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول مین جائز ہی اور امام اعظم رح کے قول مین نہین جائز ہی- دو دار تین آدمیون مین مشترک ہین اُنمین سے ایک بڑا ہی اور دوسرا چھوٹا ہی پس سب نے باہم اس قرارداد سے تقسیم کیا کہ ایک شخص چھوٹا دار لے اور دوسرا بڑا دار لے مگر جسنے بڑا دار لیا وہ کسی قدر دراہم معلومہ تیسرے کو جسنے کچھ نہین لیا ہی دیدے تو یہ جائز ہی اسیطرح اگر اس قرارداد پر صلح کی کہ بڑے دار کو دو آدمی لے لین اور تیسرا چھوٹے دار کو لے لے تو بھی جائز ہی- اسیطرح اگر ایک دار ان تینون مین مشترک ہو اور سب نے اس شرط سے صلح کی کہ اس دار کو دو آدمی اطرح لے لین کہ ہر ایک دونون مین سے اُنمین سے معینہ حصہ تہائی لے لے اور دونون تیسرے کو کچھ دراہم معلومہ دیدین تو بھی جائز ہی اسیطرح اگر سبھون نے دونون لینے والون مین سے ایک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ وہ نہ لینے والے کو دو تہائی ان دراہم معینہ کی دے تاکہ اُسکے منزل مین داخل ہو تو یہ بھی جائز ہی کیونکہ یہ شخص اُس تیسرے حصہ کی دو تہائی خریدنے والا ہوگا اور دوسرا اُسکے حصہ کی ایک تہائی خریدنے والا ہوگا اسیطرح اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکو اس قرارداد سے باہم تقسیم کر لیا کہ ہر ایک اُنمین سے نصف لیکر ایک شریک دوسرے کو ایک غلام معین دیدے بشرطیکہ اسکو دوسرا سودرم دے تو بھی جائز ہی- اسیطرح اگر دونون نے دار مشترکہ کو اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک عمارت لے اور دوسرا شریک کھنڈل گرا ہوا لے بشرطیکہ عمارت لینے والا دوسرے کو کسیقدر دراہم معلومہ دے تو بھی جائز ہی اسیطرح اگر اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک بالاخانہ لے اور دوسرا شریک نیچے کا مکان لے اور باہم شرط کی کہ کوئی شریک دوسرے کو کسیقدر دراہم معلومہ دیدے تو بھی جائز ہی یہ مبسوط مین ہی- اور اگر دونون نے کپڑے اس شرط سے تقسیم کیے کہ جسکے حصہ مین یہ کپڑا آوے وہ ایک درم پھیر دے اور جسکے حصہ مین یہ دوسرا کپڑا آوے وہ دو درم پھیر دے تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر گانون و زمین چند لوگون مین مشترک ہو اور

ف ۱۲ منہ

اُنھون نے زمین کو پیمائش سے اس شرط پر تقسیم کیا کہ جسکے حصہ زمین مین درخت یا گھر پڑے اُسپر درخت و گھر کی قیمت مین درم واجب ہونگے تو یہ جائز ہوا اور یہ حکم باستحسان ہی یہ مبسوط مین ہی - دو شریکون نے مال شرکت باہم اس قرار داد سے تقسیم کیا کہ ایک شریک تمام نقدی درم دینار لے اور دوسرا تمام عروض و متاع دوکان اور تمام قرضے جو لوگون پر آتے ہین لے بدین شرط کہ اگر قرضہ مین سے کچھ کسی پر ڈوب گیا تو اُسکا نصف اُسکا شریک اُسکو واپس دیگا تو ایسی تقسیم فاسد ہی کیونکہ اس قسمت مین بیع کے معنی ضرور ہوتے ہین اور بیع اسطرح پر جائز نہین ہی پس دونون مین سے ہر ایک پر یہ واجب ہی کہ جو کچھ اُسنے لیا ہو اُسکا نصف اپنے شریک کو واپس دے یہ محیط سرخسی مین ہی اگر دو شخصون مین ایک دار مشترک ہو پس اُنھون نے اُسکو باہم تقسیم کر لیا بدین شرط کہ ایک شریک دوسرے کو کسی قدر دراہم معلومہ اُسکے حصہ پر بڑہاوے تو یہ جائز ہی پھر واضح ہو کہ جو چیز عقد بیع مین عوض مستحق ہونے کی صلاحیت رکھتی ہی ایسی چیز کا عقد قسمت مین شرط کرنا باہمی رضامندی کی صورت مین جائز ہی پس نقود لینے درم و دینار وغیرہ خواہ فی الحال دینا ٹھہرا ہو یا اُدھار ہو اور کیلی و وزنی چیزین خواہ معین ہون یا اُنکا وصف بیان کرکے ذمہ پر ٹھہرا فی الحال دینا ٹھہرا ہو یا کسی میعاد پر ادا کرنا قرار پایا ہو یہ چیزین عقد بیع مین عوضاً مستحق ہوتی ہین تو عقد قسمت مین بھی مشروط ہو سکتی ہین پس اگر ان چیزون مین کسی چیز کے واسطے بار برداری درخرچہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے ادا کرنے کی جگہ بیان کرنی ضرور ہی جیسا کہ بیع سلم و عقد اجارات مین ہوتا ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اگر اُسکے ادا کرنے کیواسطے کوئی خاص جگہ بیان کر دی تو جائز ہی اور اگر نہ بیان کی تو بھی قسمت جائز ہوگی اور اسکا ادا کرنا اُسی جگہ لازم ہوگا جہان دار مقسومہ واقع ہی حالانکہ صاحبین کے نزدیک مثل بیع سلم کے بدلیل قیاس یہ چاہیے تھا کہ اُسکے ادا کرنے کے واسطے وہ جگہ متعین ہوتی جہان عقد واقع ہوا مگر صاحبین رح نے بدلیل استحسان یون فرمایا کہ تقسیم کا پورا ہونا دار مقسومہ کے پاس ہوتا ہی اور اس چیز کا واجب ہو جانا بھی تقسیم کے پورے ہونے پر ہوگا پس جہان تقسیم پوری ہوئی وہی جگہ اُسکے ادا کرنے کے واسطے بھی متعین ہو گئی جیسا کہ عقود اجارات مین بھی صاحبین کے نزدیک جس جگہ عقد اجارہ قرار پایا ہی یعنے دار کرایہ پر لینا قرار پایا ہی وہ جگہ کرایہ کا ایسا مال ادا کرنے کے واسطے متعین نہین ہوتی ہی بلکہ جو دار کرایہ لیا ہی وہین ادا کرنا لازم ہوتا ہی - اور اگر کوئی حیوان معین بڑہانا شرط کیا تو جائز ہی اور اگر حیوان غیر معین ہو تو جائز نہین ہی خواہ اُسکا وصف بیان کیا ہو یا نکیا ہو خواہ فی الحال دینا ٹھہرا ہو یا دینے کے واسطے کچھ میعاد ہو - اور اگر کوئی کپڑا بڑہانا شرط کیا اور اُسکا وصف بیان کرکے کسی میعاد معین پر دینا اپنے ذمہ لیا تو جائز ہی اور اگر کچھ میعاد معین نہ لگائی تو جائز نہین ہی یہ مبسوط باب قسمۃ الدور و الدراہم یزیدیہ مین ہی - اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اُنھون نے باہم تقسیم کر لیا اس طرح کہ ایک نے مقدم دار کو جو ایک تہائی ہی لیا اور دوسرے نے موخر دار کو جو دو تہائی ہی لیا تو یہ جائز ہی اور اگر دار مذکور دونون مین اسطرح مشترک ہو کہ ایک کا ایک تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہو پس دو تہائی والے نے اپنے حصہ مین ایک بیت جسکا دروازہ سر راہ ہی لے لیا اور دوسرے نے جسکا حق ایک تہائی ہی اپنے حق مین باقی سب دار جو اُسکے حق سے زیادہ ہی لے لیا تو یہ جائز ہی اسیطرح جو کچھ دوسرے کے حصہ مین پڑا ہی اُسکے واسطے غلہ نہو تو بھی جائز ہی اور اگر دو شریکون نے دار مشترک کو باہم اسطرح تقسیم کیا کہ ایک شریک نے دار کا کسی قدر ٹکڑا لیا اور دوسرے نے باقی دار کا ٹکڑا لیا

اور دونون نے مشترک راستہ اس شرط سے چھوڑ دیا کہ راستہ مین سے ایک کا ایک تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہو تو جائز ہے اگرچہ دار مذکور دونون مین نصفا نصف مشترک ہو کیونکہ راستہ کا رقبہ دونون کی ملک اور محل معاوضہ ہو اور اگر دو شریکون نے دار مشترک کو اس شرط سے تقسیم کر لیا کہ ایک شریک دار کے موخر سے ایک تہائی اپنے پورے حق کے بدلے لے اور دوسرا اسکے مقدم سے دو تہائی اپنے حق کے بدلے لیوے تو جائز ہے اگرچہ اسمین غبن ظاہر ہے یہ مبسوط باب قسمۃ الدار تفصیلا بعضہا مین ہے۔ اگر برابر کے دو شریکون نے دار مشترک کو باہم تقسیم کر کے اسطرح لیا کہ ایک نے بقدر نصف کے لیا اور دوسرے نے بقدر تہائی کے اور باقی ایک چھٹا حصہ دونون نے مشترک راستہ چھوڑ دیا تو یہ جائز ہے اسیطرح اگر دونون نے یہ شرط کی کہ راستہ کا رقبہ تمام اُس شخص کا ہے جسنے تھوڑا حصہ لیا ہے اور بڑے حصہ والے کو فقط اسمین آمد و رفت کا حق حاصل ہے تو بھی جائز ہے۔ اور شیخ امام رحمہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ حق المرور کی بیع جائز ہے یعنے آمد و رفت کا حق فروخت کرنا جائز ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ حق المرور کی بیع کے حق مین دو روایتین ہین۔ اور شیخ امام شمس الائمہ سرخسی رحمہ نے اپنی کتاب کی شرح مین فرمایا کہ اگرچہ حق المرور کی بیع مین دو روایتین ہین مگر ایسی تقسیم سب روایتون کے موافق جائز ہوئے کے دلائل مین سے ایک دلیل قوی یہ ہے کہ اس راستہ کا رقبہ دونون کی ملک تھا اور دونون کو اسمین آمد و رفت کا حق حاصل تھا پھر ایک نے راستہ کے رقبہ مین سے اپنا حصہ اپنے شریک کی ملک بعوض اُس حق کے جو اُسے تقسیم دار مین اپنے شریک کے حصہ مین سے لیا ہے کر دیا اور اپنے واسطے آمد و رفت کا حق باقی رکھا تو ایسا کرنا شرط سے جائز ہے چنانچہ اگر کسی نے اپنا مملوکہ راستہ کسی دوسرے کے ہاتھ اس شرط سے فروخت کیا کہ مجھے حق المرور حاصل رہے تو بیع جائز ہے یا مثلاً کسی شخص نے سفل اپنے نیچے کا مکان اس شرط سے فروخت کیا کہ مجھے اسپر بالاخانہ برقرار رکھنے کا حق حاصل ہو تو یہ جائز ہے پس ایسا ہی اس تقسیم مین بھی جائز ہے اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دوسرے دار کا ایک ٹکڑا بھی دونون مین مشترک ہو اور دونون نے اس شرط سے باہم تقسیم کیا کہ دونون مین سے ایک اس دار کو لے اور دوسرا دوسرے دار کے ٹکڑے کو لے پس اگر دونون اُس ٹکڑے کے سہام سے آگاہ ہون کہ کسقدر ہین تو تقسیم جائز ہے اور اگر دونون نہ جانتے ہون تو تقسیم رد ہوگی اور اگر ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو تو بھی تقسیم رد ہے۔ ایسا ہی اصل کی کتاب القسمۃ مین مذکور ہے اور جواب مین جیسا چاہیے پوری تفصیل مذکور نہین ہے پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جواب مین شرط التفصیل ہونی چاہیے کہ جسکے واسطے وہ ٹکڑا شرط کیا گیا ہے اگر وہ شخص جانتا ہو تو بالاتفاق بلا خلاف تقسیم جائز ہے اور اگر وہ شخص نہ جانتا ہو اور شرط کرنے والا جانتا ہو تو مسئلہ مین اسطرح اختلاف ہوگا کہ امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ کے قول پر تقسیم رد ہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ کے قول پر جائز ہوگی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہے بلکہ مسئلہ تقسیم مین ایسی قسمت بالاتفاق سب کے قول مین مطلقا مردود ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک قوم نے اپنے مورثی مشترک قریہ کو بغیر حکم قاضی باہم تقسیم کیا حالانکہ اُنمین کوئی وارث صغیر بھی ہے جسکا وصی نہین ہے یا وارث غائب ہے جسکا وکیل نہین ہے تو یہ تقسیم جائز نہوگی اور اسیطرح اگر اُنھون نے سوائے قاضی کے کسی صاحب الشرط لینے دار وغہ یا کسی عامل کے حکم سے مثل عامل رساتاق یا عامل طسوج یا عامل خراج یا عامل مؤنت کے باہم تقسیم کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح اگر کسی فقیہ کے حکم پر یہ لوگ باہم راضی ہوئے ہون اور اُسنے اصل و میراث پر ان لوگون کے گواہ سُنکر پھر اس گانون کو ان لوگون مین باقصا تقسیم کر دیا ہو حالانکہ وارث صغیر جسکا کوئی وصی نہین ہے یا وارث غائب جسکا وکیل نہین ہے پایا جاوے تو بھی تقسیم

ایک مین جائز اور دوسری نہین جائز ماخوذ ۱۲

تقسیم مین شرط التفصیل کے خلاف اور اختلاف ہونے کی صورت مین اسی قسمت کے قول مین رد ہونے

۹۰

جائز نہوگی کیونکہ حکم کی ولایت صغیر و غائب پر نہین ہی کیونکہ اس قسمت کا حکم تبراضی خصوم ہوا ہی پس جسکی طرف سے رضامندی پائی گئی اُسی پر مقصور رہیگا ہان اگر غائب نے حاضر ہوکر یا صغیر نے بالغ ہوکر اجازت دیدی تو جائز ہوگی کیونکہ ثابت ہوا کہ جسوقت یہ عقد یا گیا اُسیوقت اسکا اجازت دینے والا تھا آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر قاضی نے اسکی اجازت دی تو جائز ہوجائیگی اور یہ عقد نظیر اس صورت کا ہی کہ اگر اُسنے صغیر کا مال فروخت کیا پھر صغیر نے بالغ ہوکر اجازت دی تو بیع جائز ہوگی - اور اگر اجازت دینے سے پہلے غائب یا صغیر مرگیا پھر اُسکے وارث نے اجازت دی تو قیاساً جائز نہوگی اور یہی امام محمد رح کا قول ہی اور استحسان یہ ہی کہ تقسیم کی حاجت جیسے مورث کی زندگی مین تھی ویسے ہی اب بھی قائم ہی پس اگر یہ قسمت توڑدی جاوے تو فی الحال اسی صفت کے ساتھ اس تقسیم کا اعادہ کرنا پڑیگا اور اُسکا اعادہ وارث ہی کی رضامندی سے ہوگا تو باوجود اسکی طرف سے رضامندی پائے جانے کے اُسکو توڑکر پھر اعادہ کرنے مین کچھ فائدہ نہین ہی یہ مبسوط مین ہی پھر واضح ہو کہ غائب یا اُسکے وارث کی اجازت یا وصی کی یا بعد بلوغ کے صغیر کی اجازت جبھی کارآمد ہوگی کہ جب اجازت کے وقت وہ چیز جسپر تقسیم جاری ہوئی ہو قائم ہو جیسا کہ محض بیع موقوف مین جبھی اجازت کارآمد ہوتی ہی جب اجازت کے وقت مبیع قائم ہو اور واضح ہو کہ اجازت جسطرح صریح بالقول ثابت ہوتی ہی اسیطرح اجازت کا ثبوت بدلالت فعل سے بھی ہوسکتا ہی جیسا بیع محض موقوف مین ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور میراث کی کتابین وارثون مین تقسیم نکیجاوینگی لیکن ہر واحد اُس سے باری باری نفع حاصل کرسکتا ہی اور اگر کسی وارث نے چاہا کہ وارثون سے اُنکو تقسیم کرلے تو ایسا نہین کرسکتا ہی اور نہ یہ بات اُسکی طرف سے مسموع ہوگی اور کسی طرح سے یہ کتابین تقسیم نکیجاوینگی اور اگر سند و حق قرآن ہو تو بھی وارث کو ایسا اختیار نہوگا اور اگر سب وارث راضی ہوگئے تو قاضی ایسا حکم نکریگا اور اگر تمام صحیفے ایک کاغذ ہوں تو اُسمین سے تینتیس ۳۳ سہام مین سے ایک سہم دوسرے کا ہو تو دوسرے کو تینتیس روز مین ایک دن یہ صحیفہ دیا جائیگا تاکہ نفع حاصل کرے اسیطرح اگر ایک کتاب کی بہت سی جلدین ہون جیسے شرح مبسوط مثلاً تو بھی اُسکی تقسیم نکیجائیگی اور اسکے تقسیم کی کوئی راہ نہین ہی اور ہر جنس مختلف مین بھی یہی حکم ہی اور حاکم ایسی تقسیم کا باوجود سب کی رضامندی کے حکم نکریگا اور اگر باہم راضی ہوئے کہ کتاب کی قیمت اندازہ کرائی جاوے پھر ایک اسمین بعض شرکا تبراضی قیمت دیکر لے تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی یتیمہ مین لکھا ہی کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے نابالغ اولاد اور دو لڑکے بالغ اور ایک دار چھوڑا اور کسی کو وصی مقرر نہین کیا پھر قاضی نے دونون بالغون مین سے ایک کو وصی مقرر کردیا پھر اس وصی نے اپنے اقربا مین سے دو آدمیون کو بلایا اور اُنکے حضور مین ترکہ اسطرح تقسیم کردیا کہ تمام کتابین تو اپنے واسطے اور اپنے دوسرے بھائی بالغ کیواسطے لین اور دار کو باقی دونون نابالغ اولاد کیواسطے دونون مین مشترک قرار دیا مگر پہلے اُنکی قیمت اندازہ کرائے تعدیل کرلی ہی پس آیا ایسی قسمت جائز ہی تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر تقسیم کرنے والا عالم پرہیزگار ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ جائز ہوگی - اور مین نے شیخ ابو حامد سے دریافت کیا کہ باپ کو اختیار ہی کہ اپنے نابالغ فرزند کے ساتھ ٹھوارہ کرسکے تو فرمایا کہ ہان - اور شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے چند لوگون مین مشترک زمین سے حاضرین کا حصہ خریدا اور بعضے شریک غائب ہین تو باوجود اُنکے غائب ہونے کے یہ زمین کیونکر تقسیم کیجائیگی اور آیا مشتری کو اس زمین مین زراعت کرنے کی کوئی راہ ہی پس شیخ رح نے فرمایا کہ شریکون

یا بعض شریکون کی غیبت مین اس زمین کی تقسیم جائز نہین ہو لیکن اگر یہ زمین موروثی ہو تو قاضی شریک غائب کیطرف سے ایک وکیل مقرر کردیگا تو البتہ تقسیم ہوسکتی ہو - رہی اُسکی زراعت کرنا سو اگر قاضی کی رائے مین آیا کہ شریک مشترکی کو بوری زمین کی زراعت کی اجازت دیدے تاکہ خراج ضائع نہو تو قاضی کو ایسا اختیار ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو - ایک شخص نے کوئی چیز فروخت کی اور بائع کیطرف سے مشتری کیواسطے ایک شخص نے ضمان درک قبول کرلی پھر مشتری مرگیا تو اُسکا مال اُسکے وارثون مین تقسیم کیا جائیگا کیونکہ تقسیم سے کوئی مانع نہین ہو اور اگر وارثون مین سے ہر ایک نے اپنا حصہ فروخت کردیا پھر میت پر ضمان درک لازم آئی تو وارثون کی طرف لینے کے واسطے رجوع کرکے اُنکی بیع توڑدی جاویگی کیونکہ ایک روایت کے موافق یہ مال ضمان بمنزلہ ایسے دین کے ہو جو مقارن موت ہوا اور یہی روایت مختار ہو یہ فتاوے کبری مین ہو

چوتھا باب - اُن چیزون کے بیان جو قسمت کی تحت مین بلا ذکر داخل ہوجاتی ہین اور جو نہین داخل ہوتی ہین - اراضی کی تقسیم مین درخت داخل ہوجاتے ہین اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر نکیا ہو جیسا کہ اراضی کی بیع مین داخل ہوتے ہین - اور کھیتی و پھل داخل نہین ہوتے ہین اگرچہ حقوق کا ذکر کیا ہو اسی طرح اگر بجاے حقوق کے مرافق کا ذکر کیا ہو تو بھی بظاہر الروایت کے موافق کھیتی و پھل داخل نہونگے - اور اگر تقسیم مین یہ ذکر کیا کہ بہر قلیل و کثیر جو اس ارانضی مین سے ہو اور اسمین ہو پس اگر اسکے بعد یہ لفظ کہا کہ جو اسکے حقوق مین سے ہو تو کھیتی و پھل داخل نہونگے اور اگر یہ لفظ نکہا کہ جو اسکے حقوق مین سے ہو تو کھیتی و پھل داخل ہو جائینگے اور بدمتاع اس زمین مین رکھی ہوئی ہو وہ کسی حال مین داخل نہوگی - اور شرب و طریق آیا تقسیم مین بدون ذکر حقوق داخل ہوتے ہین یا نہین سو حاکم شہید رح نے اپنی مختصر مین ذکر فرمایا کہ یہ دونون داخل ہوجاتی ہین اور ایسا ہی امام محمد رح نے اصل کی کتاب القسمۃ مین دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہی چنانچہ فرمایا کہ اگر کوئی زمین چند لوگون مین موروثی مشترک ہو اُسکو اُنھون نے بدون حکم قاضی باہم تقسیم کرلیا پس ہر ایک کے حصہ مین ایک قراح علیحدہ آئی تو اُسکو اُسکا شرب اور طریق اور پانی کی مسیل اور جو حق اُسکے واسطے ثابت ہو حاصل ہوگا اور صحیح قول یہ ہو کہ یہ دونون داخل نہین ہوتے ہین یہ محیط مین ہو - تین آدمیون مین ایک زمین مشترک ہو اور کسی غیر کی زمین مین انھین لوگون کے کچھ درخت خرما مشترک ہین اور ان لوگون نے اسطرح باہم تقسیم کیے کہ دو آدمیون نے زمین لے لی اور تیسرے نے درختان مذکور مع اصول لے لیے تو یہ جائز ہو اسواسطے کہ جڑون سمیت درخت بمنزلہ دیوار کے ہین اور معلوم ہو کہ اگر تقسیم مین ایک کے حصہ مین دیوار قرار دی تو جائز ہو پس ایسے ہی درختون مین بھی جائز ہو - اور اگر اس شرط سے تقسیم کی کہ مثلاً زید کیواسطے یہ قطعہ زمین اور یہ درخت ہو حالانکہ یہ درخت دوسرے قطعہ زمین مین واقع ہو اور عمرو کیواسطے وہ قطعہ زمین اور خالد کیواسطے وہ قطعہ زمین قرار دیا جسمین درخت مذکور واقع ہو پس خالد لے جاناکہ زید میرے حصہ زمین مین سے اپنا درخت کاٹ لے تو ایسا اختیار نہین رکھتا ہو اور درخت مذکور جڑسمیت زید کا رہیگا کیونکہ درخت بمنزلہ دیوار کے ہو اور معلوم ہو کہ تقسیم مین دیوار کے نام سے شرط کرنے مین تخصیص دیوار کا مع اصل مستحق ہوتا ہو اور یہ درخت بھی جبتک کھلا رہیگا جب تک قطع نکیا جاوے مگر بعد قطع کردینے کے وہ درخت نہین بلکہ لکڑی کی بلی ہو پس درخت کے مستحق ہونے مین ضرور ہو کہ جڑ سمیت اُسکا مستحق ہو

اور اگر زید نے اُس درخت کو خود قطع کیا تو زید کو اختیار ہوگا کہ اُسکی جگہ پر جو درخت چاہے لگا دے کیونکہ زمین مذکور مین سے اتنی جگہ کا جسمین درخت تھا زید مستحق ہی - اور اگر خالد نے زید کو اپنی زمین مین ہو کر درخت تک جانے سے منع کیا تو تقسیم فاسد ہوگی کیونکہ اس تقسیم مین ضرر ہی اسواسطے کہ زید کو اپنے درخت تک پہونچنے کی کوئی راہ نہین رکھی گئی ہی لیکن اگر تقسیم مین درخت کے بارہ مین یہ کہا گیا ہو کہ درخت مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہی تو تقسیم جائز ہوگی اور زید کو اپنے درخت تک پہونچنے کے واسطے راہ ملیگی کذا فی المبسوط پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے کتاب مین یون ذکر فرمایا کہ زید اس تقسیم مین جڑ سمیت درخت کا مستحق ہوگا اور یہ ذکر نفر مایا کہ جڑ کی جگہ کی مقدار کیا ہی اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ تقسیم مین زمین مین سے اُسقدر حصہ داخل ہوگا جو تقسیم کے روز جڑون کے مقابل مین ہو اور جڑون سے وہ جڑین مراد ہین کہ اگر وہ قطع کر دیجاوین تو درخت خشک ہو جاوے اور اسی قول کیطرف شمس الائمہ سرخسی نے میلان کیا ہی اور بعضون نے فرمایا کہ تقسیم مین اُسقدر زمین داخل ہوگی جسقدر تقسیم کے روز درخت کی موٹائی تھی اور اسی کی طرف کتاب مین اشارہ فرمایا ہی کیونکہ کتاب مین یون فرمایا کہ اگر درخت کی موٹائی بڑھگئی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ جسقدر بڑھی ہی اُسقدر چھانٹ دے پس یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ امام محمد رح نے مقدار زمین اُسیقدر قرار دی ہی جسقدر تقسیم کے روز درخت کی موٹائی تھی یہ ظہیریہ مین ہی - چند لوگون نے پیداواری کی زمین مشترک کو باہم تقسیم کر لیا اور کسی حصہ دار کے حصہ مین باغ انگور دستان اور بیوت آئے اور ان لوگون نے تقسیم مین یہ شرط کر مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہی تحریر کی تھی یا نہین تحریر کی تھی تو اس حصہ دار کو جو کچھ اُسکے حصہ مین درخت وعمارت آئی ہی سب ملیگی مگر کھیتی وپھل اسمین داخل نہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر کوئی گاؤن چند لوگون مین میراث مشترک ہوا اُسکو ان لوگون نے باہم تقسیم کیا پس بعض کے حصہ مین کھیت اور کھیتون کے اندر پڑا ہوا غلہ آیا اور بعض کے حصہ مین باغ انگور آیا تو یہ جائز ہی یہ مبسوط مین ہی - چند لوگون مین ایک گاؤن اور زمین اور پن چکی مورونی مشترک تھی اُسکو ان لوگون نے باہم تقسیم کیا پس ایک کے حصہ مین پن چکی اور اُسکی نہر آئی اور دوسرے کے حصہ مین کھیت معلومہ اور بیوت معلومہ آئے اور تیسرے کے حصہ مین بھی کچھ کھیت معلوم آئے اور باہم تقسیم اس قرارداد سے ہوئی کہ ہر حق کے ساتھ جو اُسکو ثابت ہی ہر حصہ دار کو ملیگی پس جسکے حصہ مین نہر آئی ہی اُسنے چاہا کہ دوسرے حصہ دار کی زمین مین ہو کر اپنی نہر تک جاوے مگر زمین والے نے اُسکو منع کیا پس اگر نہر مذکور اس زمین کے اندر واقع ہو اور بدون زمین مین ہو کر جانے کے کسیطرح نہر تک نہ پہونچ سکے تو زمین کا مالک اُسکو منع نہین کر سکتا ہی اور اگر اسطرح واقع ہو کہ بدون زمین مین جانے کے نہر تک پہونچ سکتا ہو مثلاً نہر مذکور حد زمین سے یکسو ہو تو نہر کا مالک دوسرے حصہ دار کی زمین مین ہو کر نہین جا سکتا ہی - اور اگر نہر مذکور کا راستہ حصہ دار کے سوائے کسی غیر کی زمین مین ہو تو وہ راستہ تقسیم مین نہر والے کے حصہ مین داخل ہوجائیگا خواہ لفظ حقوق ذکر کرنے سے نہر والا اپنی نہر تک بدون اس زمین مین جانے کے پہونچ سکتا ہو یا نہ پہونچ سکتا ہو اور اگر ان لوگون نے تقسیم مین حقوق ومرافق وغیرہ ایسے الفاظ کی شرط نہ لگائی اور حال یہ ہی کہ نہر مذکور کا راستہ کسی غیر کی زمین مین ہی پس اگر وہ حصہ دار جسکے حصہ مین نہر آئی ہی اپنے حصہ سے اُس نہر کا راستہ نہین نکال سکتا ہی - تو تقسیم فاسد ہوگی الا اُس صورت مین کہ تقسیم کے وقت اس سے آگاہ ہو - اور اگر اپنے حصہ مین سے اُسکا راستہ

نکال سکتا ہو تو تقسیم جائز ہوگی۔ اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اُسکا مورث ممکن ہو مثلاً نہر مذکور کا پانی کسی جگہ سے ریختہ ہوتا ہو اور اُس جگہ تک جا سکتا ہو تو یوں قرار دیا جائیگا کہ یہ شخص اپنے حصہ میں نہر تک جانے پر قادر ہو پس تقسیم جائز ہوگی اور اگر کسی جگہ سے نہر نکلی ہوئی نہ ہو تو تقسیم فاسد ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر نہر کے دونوں جانب کا مساۃ ہو کر مساۃ پر سے اسکا راستہ ہو تو تقسیم جائز ہوگی اور اس شخص کا راستہ اسی مساۃ پر سے ہوگا نہ دوسرے شریک کی زمین سے اگرچہ تقسیم میں حقوق کا ذکر کیا ہوا ہو جسسے کہ یہ شخص مساۃ پر سے ہو کر نہر تک پہونچ کر انتفاع حاصل کر سکتا ہے۔ اور اگر شرکاء نے تقسیم میں مساۃ کا کچھ ذکر نہ کیا ہو پھر مالک زمین اور مالک نہر نے باہم اختلاف کیا تو یہ مساۃ مالک نہر کی ہوگی کہ اُسپر نہر کے اگرانے کی مٹی ڈالے اور اُسپر ہو کر چلے یہ امام ابو یوسف و امام محمد کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ نہر کے واسطے کچھ حریم نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر کسی زمین قسمت میں راستہ نہو اور باہم شرکاء نے اُسکے مدعی دار پر یہ شرط لگائی کہ اس زمین میں اسکا راستہ نہوگا تو یہ جائز ہے اور اُسکے واسطے کوئی راستہ نہوگا جبکہ وہ بروز تقسیم اس سے آگاہ تھا اگر اُسکے واسطے راستہ نہوگا۔ اور درخت خرما و عام و درختوں میں بھی یہی حکم ہے۔ ایک حصہ دار کا حصہ دوسرے کی اراضی میں واقع ہو اور دونوں نے یہ شرط کر لی تھی کہ ایک کو دوسرے کی زمین میں ہو کر راستہ نہ ملیگا تو اسکا اور نہ ہونا حکم یکساں ہے۔ ایک نہر ایک شخص میں گرتی تھی تو اُسکے مالک کو اُسکے بہاو کا اختیار بحالہ رہیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک دار مشترک کو اُسکے شریکوں سے نزدیک ہم تقسیم کیا اور ایک کے حصہ میں ایسا بیت آیا جسمیں کبوتر تھے پس اگر انھوں نے تقسیم کے وقت بیت مذکور کے ساتھ ان کبوتروں کو ذکر کیا ہو تو یہ کبوتر بدستور سابق انمیں مشترک رہینگے اور اگر ذکر نہ کیا ہو تو ایسے ہوں کہ بدون شکار کیے پکڑے جا سکتے ہوں تو تقسیم فاسد ہوگی کیونکہ تقسیم میں بیع کے معنی موجود ہوتے ہیں اور ایسے کبوتروں کی بیع جو بدون شکار کیے نہیں ہاتھ آسکتے ہیں فاسد ہے اور اگر یہ کبوتر بدون شکار کیے ہاتھ آسکتے ہیں تو تقسیم جائز ہوگی کیونکہ ایسے کبوتروں کی بیع جو بدون صید کے ہاتھ آسکتے ہیں جائز ہے پس تقسیم بھی جائز ہوگی اور یہ اُسوقت ہے کہ جب شرکاء نے رات میں ان کبوتروں کے اپنے گھونسلے میں مجتمع ہونے کے وقت تقسیم کیا ہو اور اگر دن میں ان کبوتروں کے گھونسلہ میں سے نکل جانے کے بعد تقسیم کیا ہو تو تقسیم فاسد ہوگی یہ فتاوے کبریٰ میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے ایک دار مشترک کو باہم تقسیم کیا پس ایک نے دار مذکور کا ایک ٹکڑا لیا اور دوسرے نے دوسرا ٹکڑا لیا اور دوسرے کے حصہ میں ایک باہری بیٹھانہ اور ایک خلہ آیا تو تقسیم اس صورت میں مثل بیع کے ہے یعنے باہری بیٹھانہ تقسیم میں داخل ہو جائیگا خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور ظلہ امام اعظم رح کے نزدیک بدون ذکر حقوق و مرافق کے داخل نہوگا۔ اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک داخل ہو جائیگا بشرطیکہ اُسکا دروازہ دار میں ہو خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر اہل طریق نے یہ ظلہ توڑ ڈالا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی اور یہ شخص اپنے شریک سے کچھ واپس نہ لے سکیگا یہ مبسوط میں ہے دو شخصوں نے مشترک باغ انگور کو باہم تقسیم کیا اور دونوں نے باتفاق قدیمی راستہ ایک کے واسطے قرار دیا اور نیا راستہ دوسرے کے واسطے رکھا اور اس نئے راستے پر کچھ درخت لگے ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ اگر باتفاق دونوں نے نئے راستہ کا رقبہ اسکے واسطے قرار دیا ہو تو یہ درخت بھی اُسکے ہو جاوینگے کیونکہ تقسیم بمنزلۂ بیع کے ہے اور زمین کی بیع میں درخت داخل ہو جاتے ہیں اور اگر دونوں نے فقط آمد و رفت کا حق اُسکے واسطے قرار دیا ہو

تو یہ درخت بدستور سابق انہین مشترک رہیگا کیونکہ یہ درخت زمین کا ہوا اسکی ملک نہین ہوا بلکہ یہ محیط سرحد مین ہی - اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اسکا ایک دروازہ اقرار کر اسی دار مین کیا یا پھر دونون نے اس دار کو باہم تقسیم کیا تو یہ دروازہ رکھا ہوا اسی کے حصہ مین بدون ذکر کے داخل ہوگا جیسا کہ بیع کی صورت مین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی

اور حوض تقسیم نہین کیا جاتا ہی خواہ وہ دروازہ ہو یا اس سے کم ہو کذا فی خزانۃ الفتاوے

پانچوان باب

تقسیم سے رجوع کرنے اور تقسیم مین قرعہ ڈالنے کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ فقط تقسیم سے کوئی خاص حصہ کسی شریک کی ملک نہین ہوجاتا ہی بلکہ اسکے واسطے تقسیم کے بعد چار باتون سے کسی ایک بات کا پایا جانا ضرور ہوتا ہی یا تو قبضہ ہو جاوے یا حکم قاضی ہو یا قرعہ اسکے نام نکلے یا شریک لوگ ایک وکیل کردین کہ ہر ایک کے حصہ پر قبضہ کرے یہ ذخیرہ مین ہی اگر گلہ بکری دو آدمیون مین مشترک ہو اور دونون نے اسکے برابر برابر حصے کیے پھر قرعہ ڈالا ایک کے حصہ مین ایک مکرا آیا اور دوسرے کے حصہ مین دوسرا مکرا آیا پھر دونون مین سے ایک نے تمام ہوکر تقسیم سے رجوع کرنا چاہا تو رجوع نہین کرسکتا ہی کیونکہ قرعہ نکلنے اور حصہ برآمد ہونے پر تقسیم تمام ہوگئی ہی اسیطرح اگر دونون نے کسی تیسرے شخص کی تقسیم پر راضی ہوئے اور اسنے حصہ بانٹ کیا اور ہر حصہ کا ایک ایک حصہ تصور کیا پھر دونون کے نام قرعہ ڈالا تو ہر ایک پر اسکے نام کا حصہ لازم ہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر شریک تین آدمی ہون اور ایک کے نام قرعہ کا مکا نکلا ہو تو تینون مین سے ہر ایک کو اس تقسیم سے رجوع کرنے کا اختیار ہی - اور اگر دو کے نام قرعہ نکل چکا ہو پھر ان تینون مین سے کسی نے رجوع کرنا چاہا تو رجوع نہین کرسکتا ہی اور اگر شریک چار آدمی ہون تو جب تک تین آدمیون کے نام قرعہ برآمد نہو تب تک چارون مین سے ہر ایک کو تقسیم سے رجوع کرنے کا اختیار رہیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر قاسم یعنی بانٹنے والا شریکون کی باہمی رضامندی سے بانٹتا ہو اور قرعہ سے یعنے سہام برآمد ہونے کے بعد بعض نے اس تقسیم سے رجوع کیا تو اسکو اختیار ہی لیکن اگر ہر ایک کے سب سہام برآمد ہو چکے ہون پھر رجوع کیا تو یہ حکم نہین ہی اور بعض سہام برآمد ہونے کے بعد رجوع کا اختیار اسوجہ سے ہی کہ ایسی تقسیم تمیز کا اعتبار و اعتماد آنکی باہمی رضامندی پر ہی ہوا ہی یہ ہدایہ - بعضے سہام کے برآمد ہونے سے اتمام نہین ہوتا ہی پس ہر ایک کو قبل اتمام کے رجوع کا اختیار ہی کذا فی النہایہ اور اگر چند لوگون مین بکریان مشترک ہون اور انکے حصہ نکالنے سے پہلے شریکون نے قرعہ ڈالا کہ جسکے نام اولا نکلے اسکو اتنی بکریان گن دینگے اسیطرح ایک بعد دوسرے کے سب کے واسطے ایسا ہی کرتے جاوینگے تو یہ جائز نہین ہی - اور اگر میراث مین اونٹ اور گاے اور بکریان مشترک ہون پس انھون نے اونٹون کا ایک حصہ قرار دیا اور گاے کا ایک حصہ اور بکریون کا ایک حصہ بنایا پھر اسیطرح قرعہ ڈالا تو یہ جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر میراث مین اونٹ اور گاے اور بکریان ہون پھر انھون نے اونٹ کا ایک حصہ اور گاے کا ایک حصہ اور بکریون کا ایک حصہ بنایا پھر باہم قرعہ ڈالا اس شرط سے کہ جسکے حصہ مین اونٹ آوین وہ اسقدر درم اپنے دونون شریکون کو دے کر وہ نصف نصف تقسیم کرلین تو یہ جائز ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو پھر دونون نے اس قرار داد سے تقسیم کیا کہ ایک شریک اس دار کا موخر مین سے تہائی اپنے پورے حق کے عوض لے لے اور دوسرا اس دار کا مقدم دو تہائی اپنے پورے حق مین لے

تو جب تک دونون مین حدود قائم نہوجاوین تب تک دونون مین سے ہر ایک کو اس تقسیم سے رجوع کا اختیار ہی اور قبل حدود قائم ہونے کے دونون کی قولی رضامندی کا اعتبار نہین ہی اور اس رضامندی کا اعتبار جبھی ہوگا کہ جب حدود قائم ہوجاوین یہ ذخیرہ مین ہی۔ امام ناطفی رح نے ذکر فرمایا کہ قرعہ ڈالنا تین طرح کا ہوتا ہی اول اسواسطے کہ جسکے نام قرعہ نکلے اُسکا حق ثابت ہوجاوے اور دوسرے کا حق باطل ہوجاوے اور ایسا قرعہ باطل ہی چنانچہ اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی مگر اُس ایک کو معین نہ کیا پھر اگر قرعہ ڈالے تو باطل ہی اور دوم طیب خاطر کے واسطے قرعہ ڈالنا اور یہ جائز ہی جیسے کہ سفر کے وقت اپنی بیبیون مین قرعہ ڈالنا کہ جسکے نام نکلے اُسکو ساتھ لیجاوے یا باری کے واسطے کہ کس جورو کے پاس پہلے پہل جاکر سو وے اور سوم اسواسطے ہوتا ہی کہ برابر حقدارون مین ایک کا حق اُسکے دوسرے مقابل کے مقابلہ مین ثابت کرنے کے واسطے تاکہ دونون مین سے ایک کا حق جدا کردے اور ایسا قرعہ جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور جب شریکون مین قرعہ ڈالنا چاہے تو چاہیے کہ یون کہدے کہ شریکون مین سے جسکا قرعہ پہلے نکلیگا اُسکو اس جانب سے حصہ دونگا اور اُسکے پیچھے جسکا نام نکلیگا اُسکو پہلے کے حصہ کے پہلو مین دونگا کذا فی شرح الطحاوی ۱۲ منہ

چھٹا باب - تقسیم مین خیار ہونے کے بیان مین - تقسیم تین طرح کی ہوتی ہی ایک ایسی تقسیم جسمین انکار کرنے والے پر جبر نہین کیا جاتا ہی جیسے اجناس مختلفہ کی تقسیم - دوسرے وہ تقسیم جسمین انکار کرنے والے پر جبر کیا جاتا ہی جیسے کیلیات و وزنیات یعنے مثلی چیزون مین ہوتا ہی اور تیسری ایسی تقسیم جسمین غیر مثلیات مین انکار کرنے والے پر جبر کیا جاتا ہی جیسے ایک قسم کے کپڑے اور خیارات تین ہوتے ہین ایک خیار شرط دوسرا خیار عیب تیسرا خیار رویت پس اجناس مختلفہ کی تقسیم مین یہ سب خیارات ثابت ہوتے ہین اور مثلیات مثل کیلیات و معدودات مین خیار عیب ثابت ہوتا ہی خیار رویت و خیار شرط ثابت نہین ہوتا ہی اور غیر مثلیات جیسے ایک قسم کے کپڑے اور گائے اور بکری وغیرہ انکی تقسیم مین خیار عیب ثابت ہوتا ہی اور آیا خیار شرط و خیار رویت بھی ثابت ہوتا ہی یا نہین سو موافق روایت ابو سلیمان رح کے ثابت ہوتا ہی اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ فتاوے صغری مین ہی پھر امام محمد رح نے کتاب مین یون ذکر فرمایا کہ گیہون اور جو اور ہر چیز جو کیل کیجاتی ہی اور ہر چیز جو وزن کیجاتی ہی مین ایسی چیزون کی تقسیم مین خیار رویت ثابت رکھتا ہون اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ گیہون اور جو کہنے سے اور کیل اور موزون کہنے سے یہ مراد ہی کہ ہر دونون بالجموع ہون ہر ایک چیز تنہا نہووے تاکہ مقسوم چند اجناس مختلفہ ہوجاوین پس تقسیم ایسی تقسیم ہوجاوے کہ دونون کی رضامندی کا حکم اُسکا موجب نہووے پس اُسمین خیار رویت ثابت ہوا اور اگر امام محمد رح نے اس سے الگ الگ فقط گیہون حصہ مین آنا جو حصہ مین آنا مراد ایسا ہی تو ایسی صورت پر محمول ہوگی کہ جب اسکی صفت مختلف ہو مثلاً بعض سخت و خشوس ہو اور بعض نرم ہو اور بعض سرخ ہو اور بعض سپید ہو اور دونون نے اسکو اسطرح تقسیم کرلیا ہے کہ تقسیم ایسی وجہ پر واقع ہوئی کہ دونون کی تراضی کا حکم اُسکا موجب نہین ہی۔ یا ایسی صورت پر محمول ہی کہ اسکی صفت تو ایک ہی طرح کی ہی لیکن ایک کے حصہ مین ڈھیری اُچی اوپر سے گیہون آئے اور دوسرے کے حصہ مین نیچے کے آئے۔ اور واضح ہو کہ یہی حکم سونے کے ٹکڑون اور چاندی کے ٹکڑون مین ہی اور یہی حکم چاندی اور سونے کے برتنون اور جواہرات و موتیون مین ہی اور یہی حکم تمام عروض مین ہی

اور یہی حکم ہتھیاروں وتلواروں وزین میں ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر دو ہزار درم دو آدمیوں میں مشترک ہوں درم ہزار ایک تھیلی میں ہوں پس دونوں نے اس قرار داد پر تقسیم کیا کہ ہر ایک نے ایک تھیلی لے لی حالانکہ دونوں میں سے ایک نے تمام مال دیکھا تھا اور دوسرے نے اسکو نہیں دیکھا تھا تو جسنے دیکھا ہی اسپر تقسیم جائز نہوگی اور اسمیں دونوں میں سے کسی کو خیار نہوگا لیکن اگر اُس شخص کا حصہ جسنے مال نہیں دیکھا ہی ناکارہ ہووے تو اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر دو شخصوں نے ایک دار باہم تقسیم کیا حالانکہ دونوں میں سے ہر ایک نے وہ حصہ دار اور وہ منزل جو اُسکے حصہ میں آئی ہی اوپر سے دیکھی تھی مگر اندر سے نہیں دیکھی تھی تو دونوں میں سے کسی کو خیار حاصل نہوگا۔ اسیطرح اگر دونوں نے بستان وکرم کو باہم تقسیم کیا پس ایک کے حصہ میں بستان آیا اور دوسرے کے حصہ میں کرم آیا اور جو کچھ جسکے حصے میں آیا اُسکو اُسنے نہیں دیکھا تھا نہ اوپر سے اور نہ اندر سے نہ اُسنے درخت خرما اور نہ اور قسم کے درخت دیکھے لیکن اُسنے چہار دیواری کو باہر سے دیکھا تھا تو دونوں میں سے کسی کو خیار حاصل نہوگا اور اوپر سے دیکھنا مثل اندر کے دیکھنے کے قرار دیا جائیگا اسیطرح کپڑے کے تھیلے کے تھان میں اوپر سے کپڑے کا کوئی جزو دیکھ لینا خیار ساقط ہونے کے حق میں مثل تمام تھان کے دیکھنے کے ہی کذا فی المبسوط۔ اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رح کے اس قول کی کہ (نہ اُسنے درخت خرما اور نہ اور قسم کے درخت دیکھے) یہ تاویل ہی کہ پورے درخت خرما اور پورے اور قسم کے درخت نہیں دیکھے بلکہ فقط درختوں اور درختان خرما کی چوٹیاں دیکھی ہیں کیونکہ اگر اُسنے درختوں کی چوٹیاں بھی نہ دیکھی ہوں تو خیار رویت ساقط نہوگا اور یہ قائل بیع محض میں بھی ایسا ہی فرماتا ہی پھر واضح ہو کہ جب عقد قسمت میں خیار رویت ثابت ہوا تو جہاں ثابت ہوگا وہاں جس چیز سے بیع محض میں خیار باطل ہوتا ہی اُس چیز سے عقد قسمت میں بھی خیار باطل ہوجائیگا اور خیار عیب عقد قسمت کی دونوں قسموں میں ثابت ہوتا ہی۔ اور اگر شریکوں میں سے کسی نے اپنے حصہ کی کسی چیز میں عیب پایا پس اگر قبضہ سے پہلے معلوم کر لیا تو باپورا حصہ واپس کردے خواہ مقسوم کوئی شی واحد ہو یا اشیائے مختلفہ ہوں جیسا بیع میں حکم ہی اور اگر قبضہ کے بعد معلوم کیا پس اگر مقسوم ایسی چیز ہو جو حقیقۃً وحکماً واحد ہی جیسے دار واحدہ یا حکماً واحد ہو نہ حقیقۃً جیسے مکیل وموزون تو اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ پورا حصہ واپس کردے اور یہ اختیار نہوگا کہ کچھ واپس کرے اور کچھ واپس نہ کرے جیسا بیع محض میں حکم ہی اور اگر مقسوم اشیائے مختلفہ ہوں جیسے کپڑا یا ان تو فقط عیب دار کو واپس کردے جیسا کہ بیع محض میں حکم ہی۔ اور جس چیز سے بیع محض میں خیار عیب باطل ہوجاتا ہی اُس سے قسمت میں بھی باطل ہوتا ہی۔ اور اگر باندی میں عیب پانے کے بعد اُس سے خدمت لی تو استحساناً اُسکو واپس کرسکتا ہی اور اگر دار میں عیب پانے کے بعد برابر اسمیں رہتا رہا تو اُسکو بھی استحساناً واپس کرسکتا ہی۔ اور اگر کپڑے کو برابر پہنتا رہا یا چوپایہ پر برابر سوار ہوتا رہا یا عیب جاننے کے بعد برابر اُسنے ایسا کیا تو قیاساً و استحساناً ان دونوں کو واپس نہیں کرسکتا ہی اور خیار شرط کی صورت میں اگر اُسنے دار میں مدت خیار میں سکونت اختیاری کی یا برابر رہتا رہا تو امام محمد رح نے کتاب البیوع میں فرمایا کہ اگر مشتری نے دار مبیعہ میں مدت خیار میں سکونت کی تو اُسکا خیار ساقط ہوجائیگا اور اسمیں دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ مشتری نے مدت خیار میں اپنی سکونت پیدا کی اور ایک یہ کہ وہ اُسمیں رہتا تھا اور مدت خیار میں بھی برابر رہتا رہا مگر امام محمد رح نے ان دونوں کی تفصیل نہیں فرمائی اور ہمارے مشائخ میں سے جسنے مسئلہ قسمت میں ان دونوں صورتوں میں فرق کیا ہی اُسنے خیار شرط میں بھی ان دونوں صورتوں میں فرق کیا ہی اور فرمایا کہ از سر نو سکونت پیدا کرنے سے خیار شرط باطل ہوتا ہی اور اگر رہتا تھا اور برابر رہتا رہا

تو باطل نہیں ہوتا ہے اور ان دونوں عقدوں میں کچھ فرق نہیں ہے اور مشائخ میں سے جیسے یوں فرمایا ہے کہ قسمت میں خیار عیب باطل نہیں ہوتا ہے نہ سکونت پیدا کرنے سے اور نہ سکونت پر مداومت رکھنے سے وہ فرماتا ہے کہ خیار شرط سکونت پیدا کرنے سے اور سکونت پر مداومت کرنے سے باطل ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر حصہ دار جو اسکو تقسیم میں ملا ہے بدون عیب جانے کے فروخت کر دیا پھر اسنے تری نے اسی عیب کی وجہ سے اسکو واپس کر دیا پس اگر اسنے بدون حکم قاضی اسکو قبول کر لیا تو اسکو قسمت کے توڑنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اسنے حکم قاضی قبول کیا ہے تو اسکو اختیار ہوگا تقسیم توڑ کر واپس کر دے اور واضح ہو کہ اس باب میں گواہوں سے ثابت ہونا قاضی کا حکم ہونا یا اسکے قسمت سے انکار کرنے کے ثابت ہونا حکم ہونا دونوں یکساں ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مشتری مذکور نے دار مذکور میں سے کچھ گرا پایا اسکے کہ عیب سے واقف ہو تو پھر اسکو بسبب عیب کے واپس نہیں کر سکتا ہے مگر نقصان ان عیب کے کہ ہاتھ آیا ہے اس میں حکم ہے اور فرمایا کہ بائع کو اختیار نہ ہوگا کہ اسنے جو قدر مال نقصان مشتری کو دیا ہے اسکو قاسم سے واپس لے اور اس حکم کو یوں ہی مطلقاً بدون ذکر خلاف کے بیان فرمایا اور ہمارے مشائخ میں سے بعض نے فرمایا کہ یہ جواب فقط امام اعظم کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک یوں حکم ہے کہ مال نقصان کو قاسم سے واپس لیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ کتاب القسمۃ میں جو حکم مذکور ہوا وہ بالاتفاق سب کا قول ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ مذکور ہوا ہے اختلاف ہی ہے محیط میں ہے۔ اور اگر شریک ہی نے خود اسمیں سے کچھ گرا دیا اور اسکو فروخت نہ کیا پھر اسمیں کچھ عیب پایا تو اسمیں عیب اور اپنے شریکوں کے حصوں میں سے لیگا لیکن اگر اسکے شریک اس امر پر راضی ہوں تو نہ لیوے اور اسی طرح اگر اس حصہ کو بیعہ مرابحہ واپس کر دے تو یہ حکم نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور واضح ہو کہ تقسیم میں جہاں جہاں خیار رویت یا اتفاقی یا اختلافی الروایات ثابت ہوتا ہے وہاں خیار شرط بھی ثابت ہوتا ہے اور جس بیع میں خیار شرط باطل ہوتا ہے اس عقد قسمت میں بھی باطل ہوتا ہے اور جس بیع میں خیار شرط ثابت ہوتا ہے اس عقد قسمت میں بھی ثابت ہوتا ہے تین روز کیواسطے خیار شرط بلا خلاف جائز ہے اور جو تین روز سے زائد ہو اسمیں امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور صاحبین رح کے نزدیک صحیح ہے کذا فی المحیط۔ اور اگر خیار شرط تین تین روز کر کے چھ دن تک رہے پھر دونوں نے اندر حصہ شریک کے طعن کر دینے کا دعوے کیا اور دوسرے نے اجازت دینے کا دعوی کیا تو مدعی اجازت کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو جو شخص رد کا دعوے کرتا ہے اسکے گواہ قبول ہونگے کذا فی المبسوط

ساتواں باب

اُن لوگوں کے بیان میں جو غیر کی طرف سے متولی تقسیم ہو سکتے ہیں اور جو نہیں ہو سکتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کی بیع کا اختیار رکھتا ہے وہ اسکی تقسیم کا بھی اختیار رکھتا ہے یہ محیط میں ہے۔ نابالغ و معتوہ کیطرف سے اسکے باپ کی تقسیم ہر چیز میں جائز ہے بشرطیکہ اسمیں غبن فاحش نہ ہو اور باپ کے مرنے کے بعد اسکا وصی بھی باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور اگر باپ کا وصی موجود نہ ہو تو دادا کا بھی یہی حکم ہے اور ماں نے جو ترکہ چھوڑا ہے اسمیں سے عقار کے باقی چیزوں کا تقسیم کرنا ماں کے وصی کے فعل سے جائز ہے بشرطیکہ اولیا اندر کوئی موجود نہ ہو کیونکہ ماں کا وصی اسکی ماں کا قائم مقام ہے اور ماں کا تصرف کرنا ایسی چیزوں میں جو اسکے نابالغ فرزند کی ملک ہے سوائے عقار کے باقی میں بطور بیع کے صحیح ہے پس ایسے ہی بطور قسمت کے بھی صحیح ہے اور ماں اور بھائی اور چچا کا تقسیم کرنا اور شوہر کا اپنی نابالغہ جورو یا بالغہ غائبہ جورو کیطرف سے تقسیم کرنا صحیح نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور

کافر یا مملوک یا مکاتب کا اپنے فرزند نابالغ آزاد مسلمان کی طرف سے تقسیم کرنا جائز نہین ہی اور ملتقط کا لقیط کی طرف سے تقسیم کرنا بھی جائز نہین ہی اگرچہ لقیط اپنے ملتقط کے عیال مین ہو یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے واسطے کل چیز مین کوئی وصی مقرر کیا اور اُسنے یتیم کیطرف سے عقار وعروض مین تقسیم کی تو جائز ہی اور اگر اُسکو فقط نفقہ یا کسی خاص چیز کی حفاظت کے واسطے وصی مقرر کیا ہو تو جائز نہین ہی اور یہ بخلاف باپ کے وصی مقرر کرنے کے کہ اگر باپ نے کسی امر خاص مین اُسکو وصی مقرر کیا تو وہ سب امور کے واسطے وصی ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصی نے مال مشترک دو نابالغون مین تقسیم کیا تو جائز نہین ہی جیساکہ اگر وصی نے ایک نابالغ کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو نہین جائز ہی بخلاف باپ کے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ اولاد کا مال اُنمین باہم تقسیم کردیا تو جائز ہی جیساکہ اگر باپ نے اپنی اولاد نابالغ مین سے ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا تو جائز ہی اور اس بات مین وصی کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ ایک نابالغ کا غیر مقسوم حصہ کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کرکے پھر مشتری کے ساتھ دوسرے نابالغ کے حصہ کا مقاسمہ کرلے پھر اُس مشتری سے دوسرے نابالغ کا حصہ جو فروخت کیا ہی اُسی کے واسطے خریدلے پس دونون نابالغون کا حصہ جدا جدا ہو جائیگا اور یہ تقسیم اسواسطے جائز ہوئی کہ یہ تقسیم مشتری اور وصی کے درمیان جاری ہوئی ہی اور دوسرا حیلہ یہ ہی کہ دونون کا حصہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کردے پھر اسی شخص سے دونون کا حصہ جدا کیا ہوا خریدے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر نابالغ ووصی کے درمیان مال مشترک ہو تو وصی کا تقسیم کرنا جائز نہین ہی لیکن اگر اس تقسیم مین نابالغ کے واسطے منفعت ظاہرہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی اگرچہ نابالغ کے واسطے منفعت ظاہرہ ہووے اور اگر باپ نے اپنا اور اپنے فرزند نابالغ کا مال مشترک تقسیم کیا تو جائز ہی اگرچہ اُسمین نابالغ کے واسطے منفعت ظاہرہ نہو یہ محیط مین ہی۔ اگر وارثون مین نابالغ اور بالغ ہون اور وارثان بالغ حاضر ہون پس وصی نے بالغون سے حصہ بانٹ اسطرح کیا کہ سب نابالغون کا حصہ اکٹھا جدا کیا اور یون نہ کیا کہ ہر نابالغ کا حصہ جدا کرے تو تقسیم جائز ہوگی پھر اسکے بعد اگر وصی نے نابالغون کا حصہ باہم تقسیم کردیا تو یہ تقسیم جائز نہوگی اور اگر وارث لوگ بالغ ہون اور غائب ہون تو وصی کا مال عقار اُنمین تقسیم کرنا جائز نہین ہی مگر مال عروض اُنمین تقسیم کرنا جائز ہی اور اس سے مراد یہ ہی کہ وارث لوگ سب بالغ ہون اور اُنمین سے بعضے حاضر ہون اور بعضے غائب ہون پس اُسنے حاضرین سے تقسیم کی اور اُنکا حصہ جدا کیا۔ اور بقالی نے اپنی کتاب مین مال عروض کے ساتھ اتنا زیادہ لفظ کیا کہ مال عروض کتاب کے ترکہ مین سے الخ یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر وارثون مین ایک صغیر ہو اور ایک بالغ غائب ہو اور باقی بالغ وارث حاضر ہون اور وصی نے بالغ غائب کا حصہ مع صغیر کے حصہ کے جدا کرلیا اور وارثان حاضر سے مقاسمہ کرلیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ مقاسمہ عقار وغیر عقار سب مین جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک بالغ کیطرف سے عقار مین نہین جائز ہی اور یہ بنا بر اسکے ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک بالغ کیطرف سے وصی کی بیع مال عقار مین تین جگہ جائز ہی ایک تو جب میت پر قرضہ ہو اور دوسرے جبکہ ترکہ مین وصیت ہو اور تیسرے جبکہ وارثون مین کوئی صغیر ہو پس بیع کے مانند تقسیم مین بھی ایسا ہی ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر وارثون مین بالغ ونابالغ دونون ہون اور وصی نے ہر بالغ وہر نابالغ کا حصہ جدا جدا کرکے ہر ایک کو تقسیم کردیا تو بالکل جائز نہین ہی۔ اور اگر ترکہ کے واسطے ایک تہائی کی وصیت ہو پھر وصی نے

اس موصی لہ سے حصہ بانٹ کر کے ایک تہائی موصی لہ کو دیا اور دو تہائی وارثون کے واسطے رکھ لیا تو صحیح ہی اور اگر یہ مال وصی کے پاس تلف ہو گیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی - اور اگر وارث لوگ بالغ ہون اور غائب ہون پھر وصی نے موصی لہ سے حصہ بانٹ کر کے وارثان مذکور کا حصہ لے لیا تو جائز ہی ایسا ہی اصل مین مذکور ہی اور اگر موصی لہ غائب ہو اور وارث لوگ بالغ ہون اور حاضر ہون اور وصی نے وارثون سے حصہ بانٹ کر کے موصی لہ کا حصہ لے لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ تقسیم باطل ہی مگر امام ابو یوسف رح اسمین خلاف کرتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی ایک شخص مر گیا اور کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کر گیا اور ترکہ غیبہ مستغرق قرضہ ہی اور وارثون نے وصی سے درخواست کی کہ ترکہ مین سے بقدر قرضہ کے جدا کر کے باقی ہم مین تقسیم کر دے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اُنمین تقسیم نہ کرے اور بقدر دین کے غیر مقسوم ہونے کی حالت مین فروخت کر دے یہ ظہیریہ مین ہی - اگر دو وصیون نے مال تقسیم کیا پس ایک نے بعض وارثون کا حصہ لیا اور دوسرے نے باقی وارثون کا حصہ لیا تو یہ نہین جائز ہی اور اگر تقسیم کسے پہلے دونون مین سے ایک وصی غائب ہو گیا اور دوسرے نے وارثون سے تقسیم کی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی - اور امام ابو یوسف رح اسمین خلاف کرتے ہین - اور جس شخص کو برسام ہو یا خوردہ ہوشی طاری ہوئی ہو یا کبھی جنون ہو جاتا ہو اور کبھی افاقہ ہو جاتا ہو تو اُسکی طرف سے حصہ بانٹ کر دینا جائز نہوگا لیکن اگر اُسنے حالت صحت و افاقہ مین رضامندی ظاہر کی ہو یا وکیل کر دیا ہو تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی - وصی مرد ذمی ہی اور وارث لوگ مسلمان ہین تو ایسا وصی اپنے وصی ہونے سے خارج نہیں ہوگا مگر قبل اسکے کہ وہ معلوم کرے کہ اُسنے خارج کیا جائیگا مگر قبل خارج کیے جانے کے اگر اُسنے تقسیم کی ہو تو قسمت جائز ہوگی اور اسیطرح اگر میت کے سوائے کسی غیر کا غلام اس میت کا وصی ہو تو جب تک خارج نکیا جاوے تب تک وصی قرار پاویگا یہ محیط سرخسی مین ہی - قسمت کے احکام مین ذمی لوگ بمنزلہ اہل اسلام کے ہین سوائے سور و شراب کے کہ اگر سور و شراب اُنمین مشترک ہوا اور بعض نے تقسیم کی درخواست کی اور بعض نے انکار کیا تو مین انکار کرنے والون پر تقسیم کے واسطے جبر کرونگا بیساکہ سوائے سور و شراب کے اور چیزون کی تقسیم کے واسطے مجبور کرتا ہون - اور اگر ذمیون نے باہم شراب کو تقسیم کر لیا اور بعض نے ازراہ بیمانہ زیادہ لی تو ایسی زیادتی ذمیون کے حق مین بھی جائز نہوگی اور اگر کسی ذمی کا وصی مسلمان ہو تو اس مسلمان وصی کے حق مین شراب و سور کا مقاسمہ کرنا مکروہ جانتا ہون لیکن یہ مسلمان کسی ذمی کو اپنا نائب وکیل کر دے جو نابالغ کیطرف سے شراب کا حصہ بانٹ کر اسکے بعد تقسیم کے اُسکو فروخت کر دے - اور اگر کسی ذمی نے مسلمان کو ایسی میراث کی تقسیم کے واسطے جسمین شراب و سور ہی وکیل کیا تو مسلمان سے ایسا فعل جائز نہین ہی جیسے کہ مسلمان کو شراب و سور کا فروخت کرنا و خریدنا جائز نہین ہی اور اس مسلمان وکیل کو یہ بھی اختیار نہین ہی کہ شراب و سور کے مقاسمہ کے واسطے اپنی طرف سے دوسرے کو وکیل کر دے اسوجہ سے کہ اُسکا موکل اسکے سوائے غیر شخص کی رائے پر راضی نہین ہوا ہی اور اگر راضی ہوا ہو مثلاً اُسنے یہ کام اسکی رائے پر سونپ دیا ہو اور اُسنے کسی ذمی کو اپنی طرف سے وکیل قسمت کر دیا تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر وارثون مین سے ایک وارث مسلمان ہو گیا اور اُسنے کسی ذمی کو اسواسطے وکیل کیا کہ جسقدر شراب و سور مین انکا مقاسمہ کرے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی مگر صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہی جیساکہ اگر کسی مسلمان نے ذمی کو شراب فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا تو یون ہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر اُس

وارث نے جو مسلمان ہوگیا ہی شراب کا اپنا حصہ لیکر اُسکو سرکہ کرڈالا تو جسقدر شراب سرکہ کرڈالی ہی اسمین سے دوسرے وارثون کے حصہ کا ضامن ہوگا اور یہ سرکہ اُسیکا ہوجائیگا - اور اگر کسی ذمی کے ترکہ مین فقط شراب و سور ہون اور اُسکے وضیخواہ لوگ مسلمان ہون اور اُسکا کوئی وصی نہو تو قاضی اسکی فروخت کے واسطے ذمیون مین سے ایک شخص کو مقرر کریگا کہ وہ اسکو فروخت کرکے میت کا قرضہ ادا کردے یہ مبسوط مین ہی - اور اگر حربی مستامن نے اپنے ذمی بیٹے کیطرف سے مقاسمہ کیا تو جائز نہین ہی اور اگر اُسکا بیٹا بھی باپ کے مانند حربی ہو تو تقسیم جائز ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر مرتد نے حالت ردت مین بدین جرم قتل کیا گیا ہی اسنے نابالغ فرزند کی طرف سے توکیل اُسکے مرتد ہونے سے باطل ہوجاتی ہی یہ مبسوط مین ہی - اور ماذون کا تقسیم کرنا مثل آزاد مرد کی تقسیم کے ہی ذخیرہ محیط السرخسی - اور مکاتب بھی تقسیم مین مثل آزاد کے ہی - اور تقسیم مین مثل بیع کے معاوضہ کے معنی موجود ہین اور اگر مکاتب بعد قسمت کے عاجز ہوگیا تو اُسکے مولے کو فسخ قسمت کا اختیار نہوگا اور اگر مولے نے بغیر رضامندی مکاتب کے اُسکی طرف سے مقاسمہ کیا تو جائز نہین ہی خواہ مکاتب حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر مولی نے اسطرح اُسکی طرف سے مقاسمہ کرلیا پھر مکاتب عاجز ہوگیا اور یہ چیز مولی کی ہوگئی تو یہ تقسیم جائز نہوجائیگی جیسے کہ مولی کے اور تصرفات بسبب مکاتب کے عاجز ہوجانے کے نافذ نہین ہوجاتے ہین اور اگر مکاتب نے تقسیم کیواسطے کوئی وکیل کیا پھر خود عاجز ہوگیا یا مرگیا تو اُسکے وکیل کو یہ اختیار نہوگا کہ اسکے بعد مقاسمہ کرے اور اگر مکاتب مذکور آزاد کردیا گیا تو اُسکا وکیل اپنی وکالت پر رہیگا اور اگر مکاتب نے اپنی موت کے وقت کسیکو وصی مقرر کردیا اور وصی نے اُسکے بالغ وارثون سے اُسکے نابالغ فرزند کیواسطے مقاسمہ کیا اور مکاتب اپنی کتابت کی ادا کے لائق مال چھوڑ مراہی تو اُسکے وصی کا ٹھوارہ اس صورت مین جائز ہوگا جیسے کہ مکاتب مذکور اگر آزاد ہوتا تو جائز ہوتا کیونکہ مکاتب کا مال کتابت ادا کردیا جائیگا اور یہ حکم دیا جائیگا کہ وہ اپنی حیات کے آخر جزو مین آزاد ہوکر مراہی پس گویا اُسنے خود کتابت کا مال ادا کرکے انتقال کیا پس اُسکا وصی اُسکے نابالغ فرزند کیطرف سے تصرف کرنے مین مثل وصی آزاد کے ہوگا - اور امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ مکاتب مذکور کا وصی اُسکے فرزند بالغ غائب کے حق مین مثل وصی آزاد مرد کے ہی حتے کہ سوائے عقار کے اُسکا تقسیم کرنا جائز ہی اتنے کلامہ اور جو وہان ذکر فرمایا ہی یہی اصح ہی اور اگر مکاتب مذکور نے اپنی کتابت ادا کرنے کے لائق مال نچھوڑا ہو اور وصی نے اُسکے نابالغ فرزند کیواسطے اُسکے بالغ وارثون سے مقاسمہ کرلیا اور اُسکے وارثون نے اُسکی کتابت کیواسطے سعایت کی تو تقسیم جائز نہوئی پھر اگر وارثون نے قبل اس قسمت کے رد کردینے کے مال کتابت ادا کردیا تو یہی تقسیم کافی ہوگی کذا فی شرح المبسوط

اٹھوان باب - ایسی حالت مین تقسیم ترکہ کا بیان کہ میت پر میت کا قرضہ موجود ہو یا موصی لہ موجود ہو اور بعد تقسیم کے قرضہ ظاہر ہونے کے بیان مین اور وارث کا ترکہ مین دین کا یا اعیان ترکہ مین سے کسی مال عین کا دعوی کرنے کے بیان مین - اگر وارثون مین سے کسی وارث نے میت پر قرضہ ہونے کا اقرار کیا اور باقیون نے انکار کیا تو ترکہ ان لوگون مین تقسیم کیا جائیگا پھر جبکہ مقر کا حصہ تمام دین ادا ہونے کیواسطے کافی ہو تو ہمارے نزدیک مقرر حکم دیا جائیگا کہ اپنے حصہ مین سے تمام قرضہ ادا کرے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور اگر وارثون نے میت کا دین یا کرمین تقسیم کرلی حالانکہ میت پر قرضہ ہی پھر قرضخواہ اپنا دین طلب کرنے کو حاضر ہو

اگر کچھ اختیار رہیگا کہ اس تقسیم کو توڑ دین خواہ قرضہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ اور اگر وارثون نے قاضی سے تقسیم ترکہ کی درخواست کی اور یہ قرضہ اور قاضی اسکو جانتا ہو اور قرضخواہ غائب ہو پس اگر دین مستغرق ہو یعنی تمام ترکہ کو محیط ہو تو قاضی ترکہ کو وارثون مین تقسیم نکریگا بسواسطے کہ وارثون کا کچھ حق نہین ہو پس تقسیم کا کچھ فائدہ نہوگا اور اگر قرضہ مستغرق نہو تو قیاس یہ ہے کہ اس صورت مین بھی تقسیم نہ کریگا بلکہ سب ترکہ متوقف رکھیگا مگر استحسانًا یہ حکم ہو کہ بقدر دین کے موقوف رکھکر باقی کو وارثون مین تقسیم کردے اور امام اعظم رح کے نزدیک اسمین کسی صورت مین وارثون سے کوئی تفصیل نہ لیگا اور صاحبین اسمین خلاف کرتے ہین۔ اور اگر قاضی کو میت پر قرضہ ہونا معلوم نہو تو وارثون سے دریافت کریگا کہ آیا میت پر قرضہ ہو پس اگر انھون نے کہا کہ ہان تو اُنسے قرضہ کی مقدار دریافت کریگا کیونکہ اسمین حکم مختلف ہوجاتا ہو یعنے اگر مقدار قرضہ بقدر ترکہ ہو کہ تمام ترکہ کو محیط ہو تو اور حکم ہو اور اگر محیط نہو تو اور حکم ہو پس دریافت کرنا ضرور ہو۔ اور اگر وارثون نے کہا کہ میت پر قرضہ نہین ہو تو قول اُنھین کا مقبول ہوگا کیونکہ وارث لوگ میت کے قائم مقام ہین پھر اُنسے دریافت کریگا کہ آیا ترکہ مین وصیت ہو پس اگر انھون نے کہا کہ ہان تو اُنسے دریافت کریگا کہ آیا یہ وصیت تعیین ہو یا وصیت مرسلہ ہو کیونکہ دونون حالتون مین حکم مختلف ہو (چنانچہ اسکا بیان عنقریب آتا ہو انشاء اللہ تعالی) اور اگر انھون نے کہا کہ ترکہ مین وصیت نہین ہو تو اب ترکہ کو انمین تقسیم کردیگا پھر اسکے بعد اگر قرضہ ظاہر ہو تو قاضی اس تقسیم کو توڑ دیگا اسیطرح اگر قاضی نے اُنسے دریافت نہ کیا ہو کہ دین ہو یا نہین اور انمین ترکہ تقسیم کردیا ہو حتی کہ ظاہر ہوا تو قاضی اس تقسیم کو توڑ دیگا اسیطرح اگر قاضی نے اُنسے دریافت نہ کیا ہو کہ دین ہو یا نہین اور انمین ترکہ تقسیم کردیا ہو حتی کہ ظاہر ہوا تو قاضی اس تقسیم کو توڑ دیگا اسیطرح اگر قرضخواہ نے میت کو قرضہ سے بری کردیا تو بھی تقسیم کو نہ توڑیگا اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ وارثون نے قرضخواہ کا حصہ الگ کیا ہو اور سوا اسکے جسکو وارثون نے تقسیم کرلیا ہو میت کا اور کچھ مال بھی نہو اور اگر وارثون نے قرضخواہ کا حصہ جدا کردیا ہو یا سوا اُس مال کے جسکو تقسیم کیا ہو میت کا اور کچھ مال ہو تو قاضی اس تقسیم کو نہ توڑیگا اسیطرح اگر کوئی دوسرا وارث ظاہر ہو جسکو پہلے گواہون نے نہ جانا تھا ثانی یا چوتھائی کا یا موصی لہ ظاہر ہوا تو قاضی تقسیم مذکور کو توڑکر پھر دوبارہ تقسیم کریگا اور اگر وارثون نے کہا کہ ہم اس وارث یا موصی لہ کا حق اپنے مال سے ادا کیے دیتے ہین اور تقسیم نہ توڑیئے تو قاضی اُنکے قول پر التفات نہ کریگا لیکن اگر وہ وارث یا موصی لہ اس امر پر راضی ہوجاوے تو ہوسکتا ہو۔ اور اگر کوئی قرضخواہ یا ہزار درہم وصیت مرسلہ کا موصی لہ ظاہر ہوا اور وارثون نے کہا ہم اس قرضخواہ یا اسے موصی لہ کا حق اپنے مال سے ادا کیے دیتے ہین اور تقسیم کو نہ توڑیئے تو انکو یہ اختیار حاصل ہو۔ اسوجہ سے کہ وارث اور ثلثانی وچوتھائی وغیرہ کے موصی لہ کا حق تو عین ترکہ مین ہو سو جب وارثون نے یہ چاہا کہ ہم اُسکا حق اپنے مال سے ادا کرین تو یہ چاہا کہ ترکہ مین سے جو کچھ اُسکا حصہ ہو ہم خرید لین تو یہ بدون اُسکی رضامندی نہین ہوسکتا ہو اور قرضخواہ کا حق یا ہزار درہم وصیت مرسلہ کے موصی لہ کا حق عین ترکہ مین نہین ہو بلکہ اُسکا حق ترکہ مین ہو بمعنی کہ مالیت ترکہ سے اسقدر حق انکو ہو پس قرضخواہ اور موصی لہ ترکہ مین سے کچھ نہین لے سکتے ہین جب تک وارثون کے مال سے دیا جاوے دونون امر ہین۔ اور اگر ہم نے وارثون سے کہا کہ ہم نے تمہارا حق اپنے مال سے اس شرط سے ادا کردیا کہ

مسئلہ ۱۰ بخلاف ہونے گواہی کے گواہان سے یا اقرار ثابت ہونے اور ہمارے ۱۲ اور ہمارے ۱۳ میں قال الرملی وقع ہنا سہو

ترکہ مین سے واپس نہ لیگا تو بھی قاضی اس تقسیم کو نہ توڑیگا بلکہ برابر باقی رکھیگا کیونکہ قرضخواہ کا حق ساقط ہوگیا اور وارث کا قرضہ ترکہ پر ثابت نہین ہوا کیونکہ اُسنے شرط کرلی تھی کہ مین ترکہ سے واپس نلونگا اور اگر وارث نے ادائے قرضہ کے وقت شرط کرلی ہو کہ مین ترکہ سے واپس لونگا یا سکوت کیا ہو تو تقسیم مذکور رد ہوجائیگی۔ پھر واضح ہو کہ یہ جو ذکر فرمایا کہ اگر وارثون نے ترکہ تقسیم کرلیا پھر دوسرا وارث یا نہائی وغیرہ کا موصی لہ ظاہر ہوا تو قاضی اس تقسیم کو توڑدیگا یہ اُسوقت ہو کہ جب یہ تقسیم بغیر حکم قاضی ہو۔ اور اگر یہ تقسیم بحکم قاضی ہو پھر کوئی وارث یا نہائی کا موصی لہ ظاہر ہوا تو یہ تقسیم اس تقسیم کو نہین توڑ سکتا ہے جبکہ قاضی نے اسکا حصہ جدا کردیا۔ اور رہا موصی لہ سو اُسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ نہین توڑ سکتا ہے اور اسی طرف امام محمد رح نے اشارہ فرمایا ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے ازراہ تبرع میت کا قرضہ ادا کردیا تو قرضخواہ کو تقسیم توڑنے کا استحقاق حاصل نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ وارثون نے تقسیم ترکہ چاہی حالانکہ ترکہ پر قرضہ ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ کوئی اجنبی باجازت قرضخواہ بشرط برات میت اس دین کا ضامن ہوجاوے اور اگر اُسنے بشرط برات میت ضمانت نہ کی تو یہ تقسیم نافذ نہوگی اسواسطے کہ جب بشرط برات میت اُسنے ضمانت کی تو یہ حوالہ ہوگیا پس قرضہ اُس اجنبی کیطرف منتقل ہوجائیگا اور ترکہ مواخذہ دین سے چھوٹ جائیگا۔ یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اگر بعض وارث نے قرضہ ادا کردیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ باقیون سے واپس لے خواہ اُسنے ادا کرنے کے وقت واپس لینے کی شرط کرلی ہو یا نہ کی ہو لیکن اگر اُسنے تبرعاً ادا کردیا ہو تو ایسا نہ کرے اور واپس اسوجہ سے لیگا کہ وارثون مین سے ہر ایک وارث اس قرضہ کے مطالبہ مین گرفتار ہوسکتا تھا کہ اگر قرضخواہ اُسکو قاضی کے پاس لے گیا تو اُسپر پورے قرضہ کی ڈگری کردیگا پس یہ شخص حکم قضا سے مجبور مضطر ہوگا متبرع نہوگا لیکن اگر اُسنے تبرع کا ارادہ کرلیا مثلاً اُسنے شرط کردی کہ مین وارثون سے واپس نہ لونگا تو البتہ متبرع ہوجائیگا۔ اور اگر وارثون نے دار کو باہم تقسیم کرلیا اور وارثون مین میت کی جورو بھی ہو پھر اُسنے بعد تقسیم کے اپنے شوہر پر مہر کا دعوی کیا اور گواہ قائم کردیے تو تقسیم توڑدیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر بعض وارث نے ترکہ کی تقسیم پوری ہوجانے کے بعد ترکہ مین سے اپنے قرضہ کا دعوے کیا تو اُسکا دعوی صحیح ہے اور اُسکے گواہون کی سماعت ہوگی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ تقسیم توڑدے یہ محیط مین ہے۔ چند وارثون مین مال میراث مشترک ہے اور اس میراث پر قرضہ یا وصیت کچھ نہین ہے پھر کسی وارث نے انتقال کیا اور اس وارث میت پر قرضہ ہے یا اُسنے کچھ وصیت کردی ہے یا اُسکا کوئی وارث غائب ہے یا صغیر ہے پھر میت اول کی میراث کو وارثون نے بغیر حکم قاضی باہم تقسیم کیا تو میت ثانی کے قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ اس تقسیم کو باطل کردین اسیطرح صاحب وصیت اور وارث غائب اور صغیر کو بھی یہی اختیار ہے۔ یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر کسی وارث نے اپنے نابالغ فرزند کے واسطے تہائی کی وصیت ہونے کا دعوی کیا اور گواہ قائم کردیے حالانکہ وارث لوگ وارثون کو باہم تقسیم کرچکے ہین تو یہ تقسیم اُسکے فرزند کا حق جو بوجہ وصیت کے حاصل ہوا ہے باطل نہین کرتی ہے مگر اُسکے باپ کو یہ اختیار نہین ہے کہ جو وصیت اُسکے فرزند کے واسطے حاصل ہوئی اُسکو باطل کرے اور نہ یہ اختیار ہے کہ تقسیم کو توڑدے کیونکہ یہ قسمت اُسکے ساتھ پوری ہوئی ہے اور جو شخص ایسی چیز کے توڑنے کا قصد کرے جو اُسکے ساتھ پوری ہوئی ہے اُسکی کوشش برباد جائیگی اور جب اُسنے تقسیم پر اقدام کیا تو اس بات کا اعتراف کیا کہ میرے بیٹے کے واسطے وصیت نہین ہے مگر ایسا حکم قرضہ کی صورت مین نہین ہے لیکن جب اُسکا

بیٹا بالغ ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنے حق وصیت کا مطالبہ کرے اور تقسیم کو توڑ دے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ایک دار چند لوگون مین میراث مشترک ہو پس اُسکو اُنھون نے جس جس قدر باپ سے میراث کا حصہ پایا ہی بانٹ لیا پھر ایک وارث نے دعوی کیا کہ میرا ایک سگا بھائی ایک ماں باپ سے ہم لوگون کے ساتھ باپ کی میراث کا وارث ہوا تھا پھر بعد انتقال باپ کے اُسنے بھی انتقال کیا اور مین اُسکا وارث ہون اور اُسکی میراث طلب کی اور کہا کہ تم لوگون نے مجھے غلط وہ حصہ بانٹ دیا ہی جو مین نے اپنے باپ سے میراث پایا ہی اور اس تقسیم کی جو تحریر ہوئی تھی اُسمین ان لوگون نے یہ نہین لکھا تھا کہ جو حصہ جسکو پہونچا ہی اُس سے دوسرے کا کچھ حق متعلق نہین ہی اور وارث مذکور نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول نہونگے اور تقسیم نہ ٹوٹیگی اور اگر اُن لوگون نے یہ تحریر کیا ہو کہ جو حصہ جسکو پہونچا اُس سے دوسرے کا کچھ حق متعلق نہین ہی تو یہ تحریر اُسکے دعوی کی نفی ہی اور یہ حجر فرمایا ہی کہ اس تقسیم کی جو تحریر ہوئی تھی اُسمین اِن لوگون نے یہ نہین لکھا تھا الی آخرہ اس سے شبہہ دور کرنا اور اسکا مقصود وہی کہ دونون صورتون مین جواب یکسان ہی اسیطرح اگر مدعی مذکور نے اس دعوے کے گواہ قائم کیے کہ مین نے یہ دار اپنے باپ سے باپ کی زندگی مین خریدا ہی یا اُسنے مجھے یہ دار ہبہ کیا اور مین نے لیکر قبضہ کر لیا ہی یا یہ دار میری مان کا ہی مین نے اُس سے میراث پایا ہی تو بھی اُسکے گواہ قبول نہونگے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر وارثون نے دین کو باہم تقسیم کیا پس اگر یہ دین میت کا لوگون پر ہوا اور وارثون نے دین وعین کو اٹھا تقسیم کیا باین طور کہ یون شرط کی کہ یہ دین جو فلان شخص پر آتا ہی مع اس عین کے اس وارث کا ہوا اور وہ دین جو فلان شخص دیگر پر آتا ہی مع اس مال عین دیگر کے اس دوسرے وارث کا ہی (علی ہذا القیاس) تو ایسی تقسیم عین و دین دونون مین باطل ہی۔ اور اگر وارثون نے اعیان کو باہم تقسیم کر لیا پھر دیون کو باہم تقسیم کیا تو اعیان کی تقسیم صحیح ہوگی اور دیون کی تقسیم باطل ہوگی اور اگر یہ قرضہ بہت پر آتا ہو اور وارثون نے باہم اس قرارداد سے تقسیم ترکہ کیا کہ ہر واحد ہر ایک قرضخواہ کے قرض کا علیحدہ ضامن ہو جاوے یا اس قرارداد سے تقسیم کیا کہ ایک وارث سب دیون کا ضامن ہو جاوے پس اگر تقسیم ترکہ مین ضمانت مشروط ہو تو تقسیم فاسد ہوگی اور اگر تقسیم مین ضمانت مشروط نہو بلکہ تقسیم کے بعد بغیر شرط کے ضامن ہو گیا پس اگر اس شرط سے ضامن ہوا کہ ترکہ سے واپس لونگا تو یہ تقسیم نافذ نہوگی یعنے اُسکو اس تقسیم کے توڑ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر اس شرط سے ضامن ہوا کہ میت سے اور اُسکے میراث سے کچھ واپس لونگا اور اس شرط سے کہ قرضخواہ میت مقروض کو بری کر دے تو یہ جائز ہی بشرطیکہ قرضخواہ لوگ اُسکی ضمانت پر راضی ہو جاوین یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر قرضخواہون نے اسکے قبول سے انکار کیا تو اُسکو تقسیم توڑنے کا اختیار ہی۔ اور اگر قرضخواہ لوگ اُسکی ضمانت پر راضی ہوئے اور اُنھون نے میت کو بری کر دیا پھر اُنکا مال اس ضامن سے وصول نہوا بلکہ ڈوب گیا تو اُنکو اختیار ہوگا کہ جہان کہین میت کا مال پاوین اُس سے وصول کر لین کذا فی المبسوط۔ اور اگر ضمانت مین یہ شرط نہ کی کہ قرضخواہ اپنے قرضہ ارمیت کو بری کر دے تو تقسیم نافذ نہوگی اگرچہ قرضخواہ لوگ اسپر راضی ہو جاوین جس قرضخواہ کا میت پر قرضہ ہو اگر اُسنے اُس تقسیم کی اجازت دیدی جسکو وارثون نے بانٹا ہی پھر چاہا کہ تقسیم مذکور کو توڑ دے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اگر اراضی تین آدمیون مین اُنکے باپ کی میراث مشترک ہو اور اُنمین سے ایک مر گیا اور ایک بالغ بیٹا چھوڑ اپس اُسنے اور اُسکے دونون چچا نے اراضی مذکور کو اُسکے دادا کی میراث پر تقسیم کیا

پھر اس پوتے نے اس بات کے گواہ قائم کیے کہ میرے دادا نے میرے واسطے ایک تہائی کی وصیت کی تھی اور چاہا کہ تقسیم باطل کردی جاوے تو اسکے دعوی کی سماعت نہوگی - اور اگر دادا کی طرف سے وصیت کا دعوی نہ کیا بلکہ اپنے باپ پر اپنا قرضہ ہونے کا دعوی کیا تو دعوی صحیح ہوگا اور اگر گواہ قائم کردے تو قرضہ ثابت ہوجائیگا اور اگر اسکے دونون چچانے یہ کہا کہ تیرا قرضہ تیرے باپ پر ہی دادا پر نہین ہی اور ہمنے تجھے تیرے باپ کا حصہ دیدیا پس تیرا حق جاتا رہا اسکو قرضہ مین فروخت کردے یا تیرا حق چاہے اسکو اپنے پاس رہنے دے اور تو تقسیم نہین توڑ سکتا ہی اسواسطے کہ تجھے تقسیم توڑنے مین کچھ فائدہ نہین ہی اسوجہ سے کہ تقسیم توڑنے پر تیرا قرضہ تیرے باپ کے حصہ میراث سے ادا کیا جائیگا دادا کے ترکہ سے نہین ادا کیا جائیگا تو دونون ایسا نہین کرسکتے ہین کیونکہ انکا بھتیجا یعنی مدعی مذکور یہ کہسکتا ہی کہ ایسا نہین ہی بلکہ توڑنے مین یہ فائدہ ہی کہ میت کے مال مین زیادتی ہوجائیگی - اگر ایک زمین چند وارثون مین میراث مشترک ہو اور اسکو وارثان مذکور نے باہم تقسیم کرکے قبضہ کرلیا پھر ایک وارث نے دوسرے کے حصہ پر اسکے خریدہ کرلیا پھر میت پر قرضہ نکلا اور اسکے گواہ قائم ہوئے تو ترکہ کی تقسیم وخرید دونون وارث کیطرف سے مصروف ہونگی اور قرضہ ہونے کی صورت مین اس تصرف کا نفاذ نہوگا یہ مبسوط مین ہی اور اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ فلان شخص کے واسطے یہ دار میراث چھوڑا ہی اور یہ کہا کہ ان لوگون کے واسطے یا اپنے وارثون کیواسطے میراث چھوڑا ہی پھر اسکے بعد اقرار کنندہ نے دعوی کیا کہ میت مذکور نے میرے واسطے تہائی کی وصیت کردی ہی یا میت پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا تو اسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر اسنے اقرار مین یہ کہا ہو کہ ان لوگون کے واسطے یا اپنے وارثون کیواسطے میراث چھوڑا ہی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو پھر اسکے گواہ قبول نہونگے یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ دار میرے باپ کی میراث ہی پھر سوا اسکے باپ کے دوسرے کی میراث کا دعوی کیا تو بسبب تناقض کے اسکا دعوی مسموع نہوگا ... وط مین ہی ... نے اپنے مورث کا وارثون کہ میراث مین تقسیم کیا اور میت کی جورو اسکی مقرر پس اس عورت کو آٹھوان حصہ پہونچا اور اسکا آٹھوان ... دیا گیا پھر عورت مذکورہ نے دعوی کیا کہ یہ دار میرے شوہر نے مجھے مہر دیا تھا یا مین نے اپنے مہر کے عوض یہ دار اس سے خریدا تھا تو یہ دعوی مسموع نہوگا کیونکہ جب عورت نے وارثون کی تقسیم مین مساعدت کی تو گویا اس امر کا اقرار کیا کہ شوہر کی موت کے وقت یہ دار شوہر کی ملک تھا پس اسکا دعوی مسموع نہوگا - اسیطرح اگر چند آدمیون نے اپنے باپ کی میراث کا وارثون مین تقسیم کی اور ہر ایک کو ایک ٹکڑا پہونچا پھر ایک نے دوسرے وارث کے حصہ مین کسی عمارت یا درخت کا اس عمر مین دعوی کیا کہ اسکو مین نے بنایا یا لگایا ہی تو اس دعوے پر اسکے گواہ مقبول نہونگے کذا فی قناوی قاضیخان

نوان باب - تقسیم مین غرور کے بیان مین - واضح ہو کہ اصل یہ ہی کہ ہر تقسیم جو باختیار قاضی یا باختیار ہر دو شریک واقع ہوئی - اگر ایسی تقسیم ہوئی کہ درصورت ایک کے انکار کرنے کے قاضی سے درخواست کرتے اس منکر پر تقسیم کیواسطے جبر کیا جاتا جیسے دار واحدہ وزمین واحد کی تقسیم تو ایسی تقسیم مین اگر ایک شریک نے اپنے حصہ مین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر دونون حصون مین سے ایک حصہ استحقاقا ثابت کرکے لیا گیا تو عمارت و درخت کی قیمت دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہی کیونکہ یہ شخص مغرور یعنے فریب دیا گیا نہین ہی اسواسطے کہ ایسی تقسیم مین ہر شریک اپنی ملک کو دوسرے کی ملک سے بے لگا (جگہ کاٹ کر) لیتا ہی پر مضطر تھا تاکہ شریک کا

اور تعاون اُسکی ملک سے منقطع ہوجاوے پس ایسی تقسیم مین ہر واحد احیا حق کی غرض سے ایسی تقسیم پر مضطر کیا گیا ہے اور مضطر غیر مختار کے فعل سے غرور نہین متحقق ہوتا ہے بلکہ مختار کی طرف سے متحقق ہوتا ہے اور اگر ایسی تقسیم نہو تو جسمین ضرر ہے انکار کے سنکر پر جبر نکیا جاوے جیسے اجناس مختلفہ کی تقسیم ہو تو ایسی تقسیم مین درصورت استحقاق متحقق ہونے کے عمارت کی قیمت دوسرے سے واپس لیگا کیونکہ احیا حق کے واسطے اس تقسیم پر مضطر نہین ہوا کیونکہ اگر ہر جنس کو علیحدہ علیحدہ اسطرح تقسیم کر لیتا کہ اُس جنس سے جس طور سے نفع حاصل کرتا تھا وہ منفعت فوت نہو جاوے تو بھی اُسکا احیا حق ہو جاتا اور یہ مبادلہ محضہ ہوتا پس ہر واحد دوسرے کی طرف سے مغرور قرار پاتا کیونکہ اُسنے اُسکے سلامت حصہ کی ضمان کر لی ہے۔ اور اگر دو شریکون نے دو یا زیادہ مکانون کو برابر تقسیم کر لیا اور ہر واحد نے اپنے حصہ مین عمارت بنائی پھر دار مذکور استحقاق مین لے لیا گیا تو کوئی ایک دوسرے سے عمارت کی قیمت نہین لے سکتا ہے اور اگر دو دار یا دو قطعہ زمین ہون اور ہر واحد نے ایک ایک اپنے اپنے حق مین لے لیا پھر ایک نے اپنے دار مین عمارت بنائی پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا تو عمارت کی نصف قیمت دوسرے سے واپس لیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک واپس نہین لے سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم بالاتفاق سب کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر دو نون نے دو باندیان باہم تقسیم کر لین پھر ایک نے اُس باندی سے جسکو اُسنے لیا ہے وطی کی اور باندی مذکور اُس سے بچہ جنی پھر وہ باندی استحقاق ثابت کر کے لے لیگئی اور شریک نے بچہ کی قیمت تاوان دیدی تو دوسرے شریک سے بچہ کی نصف قیمت واپس لیگا اور یہ امام اعظم کا قول ہے اسواسطے کہ امام کے نزدیک رقیق مین تقسیم اضطراری و جبری جاری نہین ہوتی ہے پس یہ معاوضہ باہمی اختیاری ہوگا اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک تمسک اضطراری رقیق مین جاری ہوتی ہے پس غرور متحقق نہوگا تو دوسرے شریک سے بچہ کی قیمت مین سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور جو باندی اُسکے شریک کے پاس رہی اسمین سے نصف لے لیگا۔ یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک دار اور زمین خالی از زراعت دو وارثون مین مشترک ہو اور بغیر حکم قاضی اُنھون نے اُسکو بانٹ لیا اور ایک نے اپنے حصہ مین کوئی عمارت بنائی پھر وہ حصہ استحقاق مین لے لیا گیا اور عمارت توڑ دی گئی تو تقسیم رد کیجائیگی اور اپنے شریک سے عمارت کی قیمت مین کچھ نہین لے سکتا ہے ایسا ہی کتاب القسمۃ کے بعضے نسخون مین مذکور ہے اور یہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اُنھون نے دار کو علیحدہ تقسیم کیا ہو اور زمین کو علیحدہ بانٹا ہو پس یہ ایسی تقسیم ہوگی کہ اسکے واسطے جبر آحکم ہو سکتا ہے اور بعضے نسخون مین یہ لکھا ہے کہ اپنے شریک سے عمارت کی نصف قیمت واپس لے سکتا ہے اور یہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ دونون نے اسطرح تقسیم کیا ہو کہ ایک نے دار لے لیا ہو اور دوسرے نے زمین لے لی ہو پس یہ ایسی قسمت ہوگی کہ حکم اُسکا موجب نہین ہو سکتا ہے۔ اگر چند دار چند لوگون مین مشترک ہون جسکو قاضی نے بطور قسمت الجمع کے شریکون مین اسطرح تقسیم کیا کہ ہر شریک کا حصہ ایک دار مین جمع کر دیا اور سب کو اسپر بجبر آمادہ کیا پھر ایک نے اپنے حصہ کے دار مین کوئی عمارت بنائی پھر یہ دار استحقاق مین لے لیا گیا اور اُسکی عمارت توڑ دی گئی تو یہ شریک اپنے ساتھی شریکون سے عمارت کی قیمت نہین لے سکتا ہے سو صاحبین رح کے نزدیک اسوجہ سے نہین لے سکتا ہے کہ ہر گاہ قاضی کی راے مین اسطرح تقسیم کرنا بہتر معلوم ہوا تو ایسی تقسیم اُنکے نزدیک جبراً واجب

ہوسکتی ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک اسوجہ سے نہین ہے سکتا ہی کہ ہرگاہ قاضی نے اسکو بطور قسمت الجمع تقسیم کیا تو اسنے ایک صورت مجتہد فیہا مین حکم دیا (پس اُسکا حکم نافذ ہوجائیگا) پس اس صورت مین بالاتفاق یہ دار ایک مختلف ایک ہی دار کے حکم مین ہوگئے ہین یہ محیط مین ہی۔ ایک دار دو آدمیون مین مشترک تھا پس ایک شخص نے اگر ایک شریک حاضر سے کہا کہ مجھے تیرے شریک نے اسواسطے وکیل کیا ہی کہ مین تیرے ساتھ اُسکا حصہ بانٹ کرون پس اسنے نہ اُسکی تصدیق کی اور نہ تکذیب کی مگر حصہ بانٹ کر دیا پھر شریک حاضر نے اپنے حصہ مین عمارت بنائی پھر غائب آیا اور اُسنے اُسکے وکیل کرنے سے انکار کیا تو عمارت بنانے والا عمارت کی قیمت اُس وکیل سے لے لیگا کذا فی خزانۃ المفتین۔

دسوان باب - ایسی تقسیم کے بیان مین جسمین کسیقدر حصہ پر استحقاق ثابت کیا گیا۔ اگر دو شریکون نے ایک دار مشترک باہم اسطرح تقسیم کر لیا کہ ایک نے اُسکا نصف لیا اور دوسرے نے دو تہائی لیا مگر قیمت مین جو دونون حصے برابر ہین پھر اسمین کسیقدر کثرے پر استحقاق ثابت کیا گیا تو تین حال سے خالی نہین یا تو دونون حصون مین سے کوئی جزو شائع کا استحقاق ثابت ہوگا یا دونون مین سے کسی ایک کے حصہ مین سے جزو شائع کا استحقاق ثابت نہوگا یا دونون مین سے ایک حصہ مین سے کسی جزو معین کا استحقاق ثابت ہوگا پس اگر ہر دو حصون مین سے جزو شائع کا استحقاق ہو تو تقسیم نہ کو ٹوٹ جائیگی اور اگر ایک حصہ مین سے کسی بیت معین پر استحقاق ثابت کیا گیا تو تقسیم جائز رہیگی اور اگر دونون حصہ دارون مین سے ایک حصہ دار کے تمام مقبوضہ مین سے نصیف کا استحقاق ثابت کیا گیا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی لیکن جسکے حصہ مین استحقاق ثابت کیا گیا ہی اُسکو اختیار حاصل ہوگا چاہے دوسرے شریک کے مقبوضہ کا چوتھائی لے لے یا چاہے تو تقسیم توڑ دے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تقسیم ٹوٹ جائیگی اور یہی امام محمد سے مروی ہی۔ اور اگر اُس حصہ دار نے جسکے قبضہ مین تہائی ہی مقبوضہ کا آدھا فروخت کر دیا پھر باقی استحقاق مین لیا گیا تو دوسرے شریک کے مقبوضہ مین سے چوتھائی لے لیگا کیونکہ استحقاق ثابت ہونے سے تقسیم باطل نہوگی مگر خیار حاصل ہوگا اور چونکہ تقسیم توڑنا اور واپس کرنا اس صورت مین متعذر ہی اسوجہ سے اپنے شریک کے مقبوضہ کا چوتھائی لے لیگا کیونکہ جسقدر استحقاق مین لیا گیا ہی وہ اُسکی نصف ملک ہی اور نصف اُسکا عوض ہی جو اُسنے اپنے شریک کے پاس چھوڑا ہی اور جبکہ یہ عوض اُسکے پاس سلم نہ ہا تو جو کچھ اُسنے شریک پاس چھوڑا ہی واپس لیگا اور اُسکی بیع جائز رہیگی۔ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تقسیم ٹوٹ جائیگی اور جو کچھ فروخت کیا ہی اُسکی قیمت تاوان لیگا اور وہ قیمت اُس حصہ کے ساتھ جو اُسکے شریک کے قبضہ مین ہی۔ ملا کر دونون مین نصفا نصف تقسیم کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اسیطرح سو جریب زمین دو آدمیون مین برابر برابر ہی پھر دونون نے اُسکو اس قرارداد سے تقسیم کر لیا کہ ایک نے اپنے حق کے عوض دس جریب مین جسکی قیمت ہزار درم ہی لے لی اور دوسرے نے نوے جریب جسکی قیمت نہزار درم ہی لے لی پھر ہر ایک نے وہ حصہ جو اُسکو ملا تھا اُسکی قیمت سے کم یا زیادہ کو فروخت کیا پھر دس جریب مین سے ایک جریب استحقاق مین لے لیگئی پھر باقی کو مشتری نے اپنے بائع کو واپس کر دیا تو بقیاس قول امام اعظم رح یہ حکم ہی کہ نوے جریب والے حصہ دار سے ایک جریب کے بدلے نو درم واپس لیگا اور بقول امام ابو یوسف رح نو جریب باقی دونون مین نصفا نصف ہوگی اور نو جریب الا ایک جریب کے پانچ سو درم دوسرے کو تاوان دیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر سو جریبان دو آدمیون مین برابر مشترک ہون اور

دونون نے اسطرح تقسیم کرلیا کہ ایک نے چالیس بکریان جنکی قیمت پانچ سو درم ہوے لین اور دوسرے نے ساٹھ بکریان جنکی قیمت پانچ سو درم ہوے لین پھر چالیس مین سے ایک بکری جسکی قیمت دس درم ہو استحقاق مین لے لیگئی تو بالاتفاق یہ حکم ہو کہ ساٹھ بکریون والے سے پانچ درم واپس لیگا اور بالاتفاق تقسیم جائز ہوگی اور جسکے حصہ مین استحقاق ثابت ہوا ہو اُسکو خیار حاصل نہوگا کذا فی المحیط۔

گیارہوان باب

تقسیم مین غلطی واقع ہونے کے دعوے کے بیان مین۔ دو حصہ دارون مین سے ایک نے تقسیم مین از راہ قیمت غلطی واقع ہونے کا دعوے کیا مثلاً تقسیم مین غبن واقع ہونے کا دعوے کیا پس اگر غبن یسیر ہو یعنے کوئی اندازہ کرنے والا اسقدر کو بھی اندازہ کرتا ہو تو اُسکے دعوے کی سماعت نہوگی اور نہ اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر غبن فاحش ہو یعنے کوئی اندازہ کرنے والا اسقدر کم قیمت کو اندازہ نہ کرتا ہو پس اگر یہ تقسیم بحکم قضا ہو نہ تبراضی تو بالاتفاق اسکے گواہ مسموع ہونگے اور اگر تبراضی ہو نہ بقضا قاضی تو کتاب مین اسکا حکم مذکور نہین ہی اور فقیہ ابوجعفر سے منقول ہی کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ اسکے گواہون کی سماعت ہوگی تو اسکی ایک وجہ معقول ہی اور اگر یہ کہا جاوے کہ سماعت نہوگی تو اسکی بھی ایک وجہ معقول ہی کذا فی الصغری اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوے ہی کذا فی الغیاثیہ اور امام فضلی سے منقول ہی کہ اُسکے گواہون کی سماعت ہوگی جیسا کہ بقضاء قاضی سے مقاسمہ ہونے کی صورت مین حکم ہی اور یہی صحیح ہی کذا فی شرحہ للمختصر اور امام اسبیجابی نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا کہ یہ سب اُس صورت مین ہی کہ مدعی نے استیفاء حق کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر استیفاء حق کا اقرار کرلیا ہو تو پھر غلط یا غبن کا دعوے اُسکی طرف سے صحیح نہوگا لیکن اگر غصب کا دعوے کرے تو البتہ اُسکے دعوے کی سماعت ہوگی یہ فتاوے صغری مین ہی۔ اگر دو حصہ دارون مین سے ایک نے غلطی کا دعوی اسطرح کیا کہ اُس سے مدعی غصب نہین ہوتا ہی مگر تقسیم سے مقدار واجب حاصل ہونے مین غلطی واقع ہونے کا دعوے کیا مثلاً سو بکریان دو شخصون مین مساوی مشترک تھین اور دونون نے تقسیم کرلین پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو نے غلطی سے پچپن بکریون پر قبضہ کرلیا ہی اور مین نے فقط پینتالیس بکریون پر قبضہ کیا ہی اور دوسرے نے جواب دیا کہ مین نے قبضہ مین کچھ غلطی نہین کی بلکہ مینے اسیطور سے تقسیم کیا تھا کہ مجھے پچپن بکریان ملین اور تجھے پینتالیس ملین اور دونون مین سے کسی کے گواہ قائم نہوے تو دونون مین تحالف واجب ہوگا اسواسطے کہ تقسیم عقد بیع کے معنی مین ہی اور بیع مین جب مقدار معقود علیہ مین اسطرح اختلاف ہوتا ہی تو معقود علیہ کے بعینہ قائم ہونے کی صورت مین دونون سے باہم قسم لیجاتی ہی اسیطرح قسم مین متسوم کے بعینہ قائم ہونے کی صورت مین دونون سے باہم قسم لیجائیگی اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ پہلے دونون سے استیفاء حق کا اقرار نہ پایا گیا ہو اور اگر پہلے استیفاء حق کا اقرار صادر ہوچکا ہو تو دوسرے غلط مسموع نہوگا الا از راہ غصب مسموع ہوسکتا ہی اور اگر یون کہا کہ ہنے برابر تقسیم کیا اور اپنا اپنا حصہ لے لیا پھر تو نے میرے حصہ مین سے غلطی سے پانچ بکریان لے لین اور دوسرے نے کہا کہ مین نے تیرے حصہ مین سے غلطی سے کچھ نہین لیا ہی بلکہ ہنے تقسیم اسطرح کی تھی کہ مجھے پچپن بکریان ملین اور تجھے پینتالیس اور دونون مین سے کسی کے پاس گواہ نہین ہین تو دونون سے باہم قسم لیجائیگی بلکہ جو شخص اپنے حق مین غلطی کا مدعی ہی اُسکا قول قبول ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک قوم نے ایک زمین یا دار باہم تقسیم کیا اور ہر ایک نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر ایک نے غلطی کا دعوی کیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہی

کہ تقسیم کا اعادہ اسوقت تک نکیا جائیگا کہ اپنے دعوی پر گواہ قائم کرے اور جب اُسنے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو تقسیم دوبارہ کی جائیگی تاکہ ہر ذی حق اپنا حق پھر پاوے۔ اور واجب یہ تھا کہ تقسیم کا اعادہ نکیا جاتا سو اسلئے کہ مسئلہ اسپر ہوا کہ ہر واحد نے اپنے حق پر قبضہ کر لیا اور بعد قبضہ کے غلط کا دعوے کرنا دعوی غصب ہوا اور دعوی غصب میں مدعی کے نام اُس چیز کی ڈگری کیجاتی ہے جسکی بابت گواہ قائم ہوئے ہیں اور تقسیم دوبارہ نہیں ہوتی ہے اور اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ امام محمد رح نے فقط یہ بیان کیا ہے کہ دعوے غلط کے گواہ قائم ہوئے پر تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا اور دعوی کی کچھ کیفیت بیان نہیں فرمائی پس احتمال ہے کہ اُسکا دعوی ایسا ہو جس سے گواہ قائم ہونے پر تقسیم کا اعادہ واجب ہو اور اسکا بیان یہ ہے کہ مدعی غلط نے دوسرے سے کہا کہ تجھے دانگ کو باہم برابر تقسیم کیا تھا کہ ہزار گز کا مجھے ملے اور ہزار گز تجھے ملے پھر تو نے سو گز میرے حصہ میں سے کسی خاص جگہ سے غلطی سے ایسا اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں بلکہ تقسیم اس قرارداد سے تھی کہ مجھے ایک ہزار ایک سو گز ملے اور تجھے نو سو گز ملے اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ تقسیم برابر برابر واقع ہوئی اور یہ گواہی نہ دی کہ مدعا علیہ نے مدعی کے حصہ میں سے خاص جگہ سے سو گز لے لیا ہے تو گواہوں سے یہ ثابت ہوا کہ تقسیم برابر برابر واقع ہوئی نہ مگر ایک کے قبضہ میں زیادتی موجود ہے اور یہ ثابت نہوا کہ اسمیں سے حق مدعی کس جانب سے ہے پس تقسیم کا اعادہ واجب ہوگا تاکہ مساوات ہو جاوے۔ اور اگر گواہوں نے گواہی سموع ہوگی اگر یہ گواہوں نے غصب واقع ہونے کی گواہی نہیں دی ہے سو اسطے کہ اس صورت میں غلط نے دو باتوں کا دعوے کیا ایک تو برابر برابر تقسیم ہونے کا اور دوسرے سو گز غصب واقع ہونے کا اور گواہوں نے ایک بات کی گواہی دی یعنے تقسیم برابر برابر واقع ہوئی ہے اور اگر مدعی کے پاس اپنے دعوے کے گواہ نہوں تو جسکی طرف غلطی سے زیادہ پہونچنے کا دعوے کیا ہے یعنے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی اور دونوں سے باہمی قسم نہ لیجائیگی پس اگر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو غلطی ثابت نہوئی اور تقسیم بحالہ باقی رہیگی اور اگر اُسنے نکھائی تو غلطی ثابت ہو جائیگی پس تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا جیسا کہ گواہ قائم کرنے کی صورت میں گذرا ہے اسپر بکری وکیل وصی وادنٹ وکیرے یا کسی کیلی وزنی چیز میں جو تقسیم واقع ہو اور بعد تقسیم وقبضہ کے کوئی حصہ دار غلطی کا دعوے کرے تو اسمیں بھی یونہی حکم ہے اور ان تمام مسائل اول مسئلہ اولی میں یکسان حکم ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ تمام باتوں میں یکسان حکم ہے بلکہ فقط بعض باتوں میں یکسان حکم مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ مجرد دعوے کرنے سے تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ کیلی ووزنی چیزوں میں اگر مدعی غلط نے اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے تو بھی تقسیم کا اعادہ نہیں کیا جاتا ہے بلکہ باقی دونوں میں بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم کیجاتی ہے اور گاے دیگری وکپڑوں میں اور ان چیزوں میں تفاوت ہوتا ہے تقسیم کا اعادہ واجب ہوتا ہے اور یہ مسئلہ کہ مسئلہ دار میں بیان ہوا ہے اسی تمام باتوں میں یکسان ہونا کیونکر مراد ہو سکتا ہے) اور اگر زید وعمرو نے دو دار باہم اسطرح تقسیم کر لیے کہ زید نے ایک دار لیا اور عمرو نے دوسرا دار لیا پھر مثلاً زید نے غلطی کا دعوی کیا اور گواہ لایا کہ اسقدر گز اُس دار میں سے عمرو کے قبضہ میں ہے تقسیم میں میرے حصہ پر زیادتی کی راہ سے مجھے چاہیے میں تو اس صورت میں دعوی کے نام اسقدر گز دن کی ڈگری ہو جائیگی اور تقسیم کا اعادہ نکیا جائیگا اور یہ مثل دار وادہ کے نہیں ہے یہ امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کا قول ہے اور بقیاس قول امام اعظم رح کے دعوی فاسد ہے خواہ یہ دعوی ایک دار میں ہو یا دو دار میں

مین ہو۔ اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ دونون حصہ دارون مین سے ایک مثلاً زید نے یہ دعوی کیا کہ تقسیم مین عمرو نے یہ شرط کرلی تھی کہ اپنے حصہ مین سے اسقدر گز تجھے دونگا۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک تقسیم فاسد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عمرو نے جب اپنے حصہ مین سے اسقدر گز زیادہ دینا شرط لیا تو زید کے ہاتھ اسکا فروخت کرنے والا ہوا اور دار مین سے چند گزون کی بیع امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہے پس اسمین بھی جائز نہین ہے اور جب دعوے کا فاسد ہونا ثابت ہوا تو تقسیم کا اعادہ واجب ہوگا کہ فساد دفع ہو۔ اور صاحبین رح کے نزدیک دار مین سے چند گزون کی بیع جائز ہے پس تقسیم بھی جائز ہوگی۔ پھر واضح ہو کہ صاحبین نے دار واحد و دارین مین فرق کیا ہے اور فرمایا کہ دو دار ہون تو تقسیم کا اعادہ نہ کیا جاوے گا اور اگر ایک دار ہو تو تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا حالانکہ واجب تھا کہ دار واحد مین بھی تقسیم کا اعادہ نہ کیا جاوے بلکہ مدعی کے نام حصہ مدعا علیہ سے اسقدر گزون کی ڈگری کردیجاوے۔ جیسا کہ دو دار کی صورت مین حکم ہے کیونکہ اعادہ تقسیم اسوجہ سے ہوتا ہے کہ مدعی کا حصہ متفرق ہو کر اُسپر ضرر عائد نہو اور یہان کوئی وجہ پائی نہین جاتی ہے کیونکہ مدعی نے دس گز معین کا دعوی کیا ہے۔ پس اگر اُسکے نام اُسکی ڈگری ہوجاوے تو اُسپر کچھ ضرر عائد نہوگا کیونکہ اصل تقسیم مین دونون ہی ان گزون کا مستحق ہوا ہے اور اگر اُسنے دس گز شائع کا دعوی کیا تو بھی یہی بات ہے کیونکہ جب اُسنے شریک کے حصہ مین سے دس گز شائع اپنے واسطے شرط کرلیے باوجودیکہ جانتا ہے کہ شریک جب ان گزون کو شائع مین سے بھی تقسیم کرے دیگا تو ہوسکتا ہے کہ میرا حصہ متفرق ہوجاوے تو وہ اپنے حصے کے متفرق ہونے پر راضی ہوا ہے پس دار واحد مین جو تقسیم کا اعادہ واجب کیا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ مسئلہ اس صورت پر محمول ہے کہ مدعی نے یون دعوے کیا کہ شریک نے میرے واسطے اپنے حصہ مین سے دس گز کی شرط کی ہے اور مین نہین جانتا ہون کہ کیونکر شرط کی آیا دس گز معین میرے حصہ سے متصل شرط کیے ہین یا دس گز شائع شرط کیے ہین جو شریک کے تمام حصہ مین سے ہوسکتے ہین۔ اور گواہون نے بھی مطلقاً دس گز مشروط ہونے کی گواہی دی پس جب یہ حالت ٹھہری تو مدعی کی طرف سے حصہ متفرق ہونے کی رضامندی ثابت نہوئی کیونکہ برتقدیر یکہ دس گز معین اُسکے حصہ سے متصل مشروط ہون تو تفرق پر راضی نہوا اور برتقدیر یکہ دس گز شائع مشروط ہون تو تفرق پر راضی ٹھہریگا پس جب قاضی کو یہ معلوم نہوا کہ شرط کیونکر ٹھہری تھی تو بنا قضا اُسی پر رکھیگا جسپر دار واحدہ مین سے ہر ایک از روے تقسیم مستحق تھا اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک کا حصہ ایک ہی جگہ مجتمع ہووے بخلاف دو دار کے کہ دو دارین مین اگرچہ ہم مسئلہ کو اس صورت پر بھی محمول کرین کہ مدعی نے اپنے دعوے مین کہا کہ مجھے نہین معلوم میرے واسطے اسنے دس گز کیونکر شرط کردیے تھے تو بھی تقسیم کا اعادہ نہوگا کیونکہ اعادہ تقسیم سے حصہ متفرق ہونے کا ضرر جو مدعی کو لاحق ہوتا ہے زائل نہوگا ہے چند کہ اُسنے دس گز معین اپنے واسطے کسی خاص جگہ سے شرط کرلیے ہون کیونکہ بیشتر ایسا ہوسکتا ہے کہ اعادہ تقسیم مین دس گز دار مدعی کے متصل واقع ہون پس اعادہ تقسیم مفید نہ ٹھہرا یہ محیط مین ہے۔ اگر دو آدمیون نے دس کپڑے باہم تقسیم کیے ایک نے چار کپڑے لیے اور دوسرے نے چھ کپڑے لے لیے پس چار لینے والے نے چھ مین سے ایک خاص کپڑے کا یون دعوی کیا کہ یہ مجھے تقسیم مین ملا تھا اور اسکے گواہ قائم کردیے تو اُسکے نام ڈگری ہوجائیگی خواہ مدعی نے اس زیادت پر قبضہ ہوجانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر گواہ قائم نہ ہوئے تو کتاب مین مذکور ہے کہ چھ والے سے قسم لیجائیگی اور تحالف یعنی دو طرفی قسم واجب نہوگی اور یہ اُس صورت پر محمول ہے کہ جب مدعی نے جس کپڑے کا دعوی کیا ہے اُسکے قبضہ کا اقرار کیا ہو

یعنی غیر معلوم قسمت
جس مین ہر ایک کا حصہ
جو مین جہان سے ہو
یعنی قال الامام
الثانی رح
المدعی ان للایجاب
الشرکۃ فی الدارین
مطلقا والوجہ
یعنی اصل ما بیان
یقبضہ فان کان
للتقبیل فظاہر
یعنی اگر مدعی نے
یہ دعوی کیا کہ
تقسیم مین عمرو نے
یہ شرط کرلی تھی
کہ اپنے حصہ مین سے
اسقدر گز تجھے دونگا
یعنی تقسیم فاسد
ہونے کی وجہ یہ ہے
کہ عمرو نے
جب اپنے حصہ مین سے
اسقدر گز زیادہ
دینا شرط لیا
تو زید کے ہاتھ
اسکا فروخت کرنے
والا ہوا اور دار مین سے
چند گزون کی
بیع جائز ہے
پس تقسیم
بھی جائز ہوگی
یعنی اگر
ایک دار ہو
تو تقسیم کا
اعادہ کیا
جائیگا
یعنی
حالانکہ
واجب تھا
کہ دار واحد مین
بھی تقسیم کا
اعادہ نہ کیا
جاوے
بلکہ
یعنی
جیسا کہ
دو دار کی
صورت مین
حکم ہے
کیونکہ
اعادہ
تقسیم
اسوجہ سے
ہوتا ہے
کہ مدعی کا
حصہ
متفرق ہو
کر اُسپر
ضرر
عائد نہو
اور یہان
کوئی
وجہ
پائی
نہین
جاتی
ہے
کیونکہ
مدعی نے
دس گز
معین
کا
دعوی
کیا ہے
یعنی
کیونکہ
اصل
تقسیم
مین
دونون ہی
ان گزون
کا
مستحق
ہوا ہے
یعنی
کیونکہ
جب
اُسنے
شریک
کے
حصہ
مین سے
دس گز
شائع
اپنے
واسطے
شرط
کرلیے
باوجودیکہ
جانتا ہے
کہ شریک
جب ان گزون
کو شائع
مین سے
بھی
تقسیم
کرے
دیگا
تو ہوسکتا
ہے کہ
میرا
حصہ
متفرق
ہوجاوے
تو وہ
اپنے
حصے
کے
متفرق
ہونے
پر راضی
ہوا ہے
پس
دار واحد
مین
جو
تقسیم
کا
اعادہ
واجب
کیا ہے
اسکی
وجہ
یہی
ہے
کہ
مسئلہ
اس
صورت
پر
محمول
ہے
کہ
مدعی
نے
یون
دعوے
کیا
کہ
شریک
نے
میرے
واسطے
اپنے
حصہ
مین سے
دس گز
کی
شرط
کی ہے
اور
مین
نہین
جانتا
ہون
کہ
کیونکر
شرط
کی
آیا
دس گز
معین
میرے
حصہ
سے
متصل
شرط
کیے
ہین
یا
دس گز
شائع
شرط
کیے
ہین
جو
شریک
کے
تمام
حصہ
مین سے
ہوسکتے
ہین
یعنی
اگر
مدعی
نے
یہ
دعوی
کیا
کہ
تقسیم
مین
عمرو نے
یہ
شرط
کرلی
تھی
کہ
اپنے
حصہ
مین سے
اسقدر
گز
تجھے
دونگا
یعنی
تقسیم
فاسد
ہونے
کی
وجہ
یہ ہے
کہ
عمرو نے
جب
اپنے
حصہ
مین سے
اسقدر
گز
زیادہ
دینا
شرط
لیا
تو
زید کے
ہاتھ
اسکا
فروخت
کرنے
والا
ہوا
اور
دار
مین سے
چند
گزون
کی
بیع
جائز
ہے
پس
تقسیم
بھی
جائز
ہوگی
یعنی
اگر
ایک
دار
ہو
تو
تقسیم
کا
اعادہ
کیا
جائیگا
یعنی
حالانکہ
واجب
تھا
کہ
دار
واحد
مین
بھی
تقسیم
کا
اعادہ
نہ
کیا
جاوے
بلکہ
یعنی
جیسا
کہ
دو
دار
کی
صورت
مین
حکم
ہے
کیونکہ
اعادہ
تقسیم
اسوجہ
سے
ہوتا
ہے
کہ
مدعی
کا
حصہ
متفرق
ہو
کر
اُسپر
ضرر
عائد
نہو
اور
یہان
کوئی
وجہ
پائی
نہین
جاتی
ہے
کیونکہ
مدعی نے
دس گز
معین
کا
دعوی
کیا ہے
یعنی
کیونکہ
اصل
تقسیم
مین
دونون ہی
ان گزون
کا
مستحق
ہوا ہے
یعنی
کیونکہ
جب
اُسنے
شریک
کے
حصہ
مین سے
دس گز
شائع
اپنے
واسطے
شرط
کرلیے
باوجودیکہ
جانتا ہے
کہ شریک
جب ان گزون
کو شائع
مین سے
بھی
تقسیم
کرے
دیگا
تو ہوسکتا
ہے کہ
میرا
حصہ
متفرق
ہوجاوے
تو وہ
اپنے
حصے
کے
متفرق
ہونے
پر راضی
ہوا ہے
پس
دار واحد
مین
جو
تقسیم
کا
اعادہ
واجب
کیا ہے
اسکی
وجہ
یہی
ہے
کہ
مسئلہ
اس
صورت
پر
محمول
ہے
کہ
مدعی
نے
یون
دعوے
کیا
کہ
شریک
نے
میرے
واسطے
اپنے
حصہ
مین سے
دس گز
کی
شرط
کی ہے
اور
مین
نہین
جانتا
ہون
کہ
کیونکر
شرط
کی
آیا
دس گز
معین
میرے
حصہ
سے
متصل
شرط
کیے
ہین
یا
دس گز
شائع
شرط
کیے
ہین
جو
شریک
کے
تمام
حصہ
مین سے
ہوسکتے
ہین
یعنی
اگر
ایک
دار
ہو
تو
تقسیم
کا
اعادہ
کیا
جائیگا
یعنی
حالانکہ
واجب
تھا
کہ
دار
واحد
مین
بھی
تقسیم
کا
اعادہ
نہ
کیا
جاوے
بلکہ
یعنی
جیسا
کہ
دو
دار
کی
صورت
مین
حکم
ہے
کیونکہ
اعادہ
تقسیم
اسوجہ
سے
ہوتا
ہے
کہ
مدعی
کا
حصہ
متفرق
ہو
کر
اُسپر
ضرر
عائد
نہو
اور
یہان
کوئی
وجہ
پائی
نہین
جاتی
ہے
کیونکہ
مدعی نے
دس گز
معین
کا
دعوی
کیا ہے
یعنی
کیونکہ
اصل
تقسیم
مین
دونون ہی
ان گزون
کا
مستحق
ہوا ہے
یعنی
کیونکہ
جب
اُسنے
شریک
کے
حصہ
مین سے
دس گز
شائع
اپنے
واسطے
شرط
کرلیے
باوجودیکہ
جانتا ہے
کہ شریک
جب ان گزون
کو شائع
مین سے
بھی
تقسیم
کرے
دیگا
تو ہوسکتا
ہے کہ
میرا
حصہ
متفرق
ہوجاوے
تو وہ
اپنے
حصے
کے
متفرق
ہونے
پر راضی
ہوا ہے
پس
دار واحد
مین
جو
تقسیم
کا
اعادہ
واجب
کیا ہے
اسکی
وجہ
یہی
ہے
کہ
مسئلہ
اس
صورت
پر
محمول
ہے
کہ
مدعی
نے
یون
دعوے
کیا
کہ
شریک
نے
میرے
واسطے
اپنے
حصہ
مین سے
دس گز
کی
شرط
کی ہے
اور
مین
نہین
جانتا
ہون
کہ
کیونکر
شرط
کی
آیا
دس گز
معین
میرے
حصہ
سے
متصل
شرط
کیے
ہین
یا
دس گز
شائع
شرط
کیے
ہین
جو
شریک
کے
تمام
حصہ
مین سے
ہوسکتے
ہین
یعنی
اگر
ایک
دار
ہو
تو
تقسیم
کا
اعادہ
کیا
جائیگا
یعنی
حالانکہ
واجب
تھا
کہ
دار
واحد
مین
بھی
تقسیم
کا
اعادہ
نہ
کیا
جاوے
بلکہ
یعنی
جیسا
کہ
دو
دار
کی
صورت
مین
حکم
ہے
کیونکہ
اعادہ
تقسیم
اسوجہ
سے
ہوتا
ہے
کہ
مدعی
کا
حصہ
متفرق
ہو
کر
اُسپر
ضرر
عائد
نہو
اور
یہان
کوئی
وجہ
پائی
نہین
جاتی
ہے
کیونکہ
مدعی نے
دس گز
معین
کا
دعوی
کیا ہے
یعنی
کیونکہ
اصل
تقسیم
مین
دونون ہی
ان گزون
کا
مستحق
ہوا ہے
یعنی
کیونکہ
جب
اُسنے
شریک
کے
حصہ
مین سے
دس گز
شائع
اپنے
واسطے
شرط
کرلیے
باوجودیکہ
جانتا ہے
کہ شریک
جب ان گزون
کو شائع
مین سے
بھی
تقسیم
کرے
دیگا
تو ہوسکتا
ہے کہ
میرا
حصہ
متفرق
ہوجاوے
تو وہ
اپنے
حصے
کے
متفرق
ہونے
پر راضی
ہوا ہے
پس
دار واحد
مین
جو
تقسیم
کا
اعادہ
واجب
کیا ہے
اسکی
وجہ
یہی
ہے
کہ
مسئلہ
اس
صورت
پر
محمول
ہے
کہ
مدعی
نے
یون
دعوے
کیا
کہ
شریک
نے
میرے
واسطے
اپنے
حصہ
مین سے
دس گز
کی
شرط
کی ہے
اور
مین
نہین
جانتا
ہون
کہ
کیونکر
شرط
کی
آیا
دس گز
معین
میرے
حصہ
سے
متصل
شرط
کیے
ہین
یا
دس گز
شائع
شرط
کیے
ہین
جو
شریک
کے
تمام
حصہ
مین سے
ہوسکتے
ہین

پھر دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے غلطی سے لیا ہی پس دوسرے پر غصب کا دعوی کرنے والا قرار دیا جائیگا اور ایسی صورت مین دو طرفی قسم عائد نہین ہوتی ہی - اور اگر چار ہ والے نے چھ مین سے کسی خاص کپڑے کا اسطرح دعوی کیا کہ یہ مجھے تقسیم مین ملا تھا اور دوسرے نے گواہ دیے کہ مجھے تقسیم مین ملا تھا تو چار ہ والے کے گواہون پر حکم ہوگا کیونکہ وہی مدعی غیر قابض ہی اور فرمایا کہ تقسیم واقع ہونے پر گواہ کر لینا دوسرے پر زیادتی کا دعوی کرنے سے مانع نہین ہی بخلاف اسکے اگر استیفاء حق کے گواہ کر لیے ہون تو یہ دعوی مین کر سکتا ہی بنیہ مین ہی - اور اگر حصہ دارون نے باہم اختلاف کیا اور دو ٹہوارہ کرنے والون نے گواہی دی تو انکی گواہی قبول ہوگی اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو مذکور ہوا یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور خصاف رح نے امام محمد کو بھی دونون امامون کے ساتھ ذکر کیا ہی اور ٹہوارہ کرنے والے خواہ قاضی کیطرف سے ہون یا دوسرے ہون دونون یکسان ہین اور طحاوی نے فرمایا کہ اگر بانٹنے والون نے باجرت تقسیم کیا ہو تو بالاجماع اُنکی گواہی مقبول ہوگی اور اسی طرف بعض مشائخ نے میل کیا ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور ٹہوارہ کرنے والون کی گواہی مقبول ہی خواہ اُنھون نے باجرت بانٹا ہو یا بلا اجرت اور یہی صحیح ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - اور اگر ایک قاسم نے گواہی دی تو مقبول نہوگی کیونکہ ایک شخص کی گواہی غیر پر مقبول نہین ہوتی ہذا یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر قاضی کیطرف سے ٹہوارہ کرنے والے نے غیر کے ساتھ ہو کر تقسیم پر گواہی دی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک مقبول ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک ٹہوارہ کرنے والے نے ایک دار دو آدمیون مین تقسیم کیا اور غلطی سے ایک کو دوسرے سے زیادہ دیا اور ایک نے اپنے حصہ مین عمارت بنائی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ از سر نو تقسیم کرین اور جسکی عمارت دوسرے کے حصہ مین واقع ہو وہ اپنی عمارت توڑ لے اور قاسم سے عمارت کی قیمت نہین لے سکتے ہین ولیکن جو اجرت اُسنے لی ہی اسکو واپس لے سکتے ہین یہ ظہیریہ مین ہی - دو آدمیون نے چند کھیت تقسیم کیے پس ایک کے حصہ مین دو کھیت آئے اور دوسرے کے حصہ مین چار آئے پھر دو کھیت والے نے دوسرے کے چار کھیتون مین سے ایک کھیت معین کا اسطرح دعوی کیا کہ یہ میری تقسیم مین آیا تھا اور اسپر گواہ قائم کر دیے تو اُسکے نام ڈگری کیجائیگی اور یہی حکم کثیرون کی صورت مین ہی اور اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکے قبضہ مین ہی اُس سے قسم لے اور اگر ہر ایک نے اس امر کے گواہ قائم کر دیے کہ یہ میرے حصہ مین آیا تھا تو غیر قابض مدعی کے نام ڈگری ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر دونون نے کہا کہ یہ میرے حصہ کی ہذا دوسرے مثلاً دونون حصون کے بیچ مین حد حائل تھی پس دونون مین سے ہر ایک نے کہا کہ یہ میرے حصہ کی ہذا دوسرے کی سمت داخل ہوگئی ہی اور دونون نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے نام اُس حد کی جو دوسرے کے قبضہ مین ہی ڈگری کیجائیگی - اور اگر گواہ قائم نہوے تو دونون سے باہم قسم لیجائیگی اور جو جسکے قبضہ مین ہی اُسی کے قبضہ مین رکھا جائیگا اور موضع حد دونون مین مشترک رہیگا اور اگر باہم قسم کے بعد دونون مین سے کسی نے تقسیم کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر دونون مین سے کسی نے نقض قسمت کی درخواست کی تو تقسیم توڑ دیجائیگی اور بغیر حکم قاضی فسخ نہوگی جیسا کہ بیع مین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - منتقی مین ابن سماعہ کی روایت سے امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ ایک دار دو شخصون مین مشترک ہی اُسکو قاضی نے دونون مین بانٹ دیا

پھر ایک حصہ دار نے دوسرے سے کہا کہ جو حصہ میرے پاس ہی وہ مجھے پہونچا تھا اور جو تیرے پاس ہی وہ میرا ہی اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ جو مجھے پہونچا تھا وہی میرے پاس ہی تو فرمایا کہ جو جسکے پاس ہی وہ اسکا ہوگا اور کسی کے قول کی دوسرے پر تصدیق نہ کیجائیگی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص مرگیا اور اسنے ایک دار اور دو فرزند چھوڑے اُنھون نے دار مذکور کو باہم تقسیم کرلیا؛ وہر ایک نے آدھا لیا اور تقسیم ہونے اور قبضہ کر لینے کے بعد ایک نے دوسرے پر حق پانے کے گواہ کر لیے پھر دونو مین سے ایک نے دوسرے کے قبضہ کے ایک بیت کا دعوی کیا تو اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی الا یہ کہ مدعا علیہ اسکا اقرار کرلے اور اسوجہ سے تصدیق نہ کیجائیگی کہ اُسنے اس امر کے گواہ کر لیے ہین کہ مین نے پورا حق پھیر پایا؛ پھر اسکے بعد جو کچھ اسنے دوسرے کے مقبوضہ مین دعوی کیا ہی اس دعوی مین مناقض ہی پس اس دعوی کے اسکے گواہ قبول نہونگے لیکن اگر اُسکے مدعا علیہ نے اقرار کر لیا تو یہ اقرار اُسکا ملزم ہی اور مناقض کا خصم اگر اسکے دعوی کا اقرار کرے تو ثابت ہوجاتا ہی - اور اگر پیشتر اُسنے اپنے حق پھر پانے پر گواہ نہ کیے ہون اور نہ اُسکی طرف سے تقسیم کا اقرار کیا گیا ہو حتے کہ اُسنے کہا کہ ہم نے یہ دار تقسیم کیا اور میرے حصہ مین یہ طرف اور وہ بیت جو میرے شریک کے قبضہ مین ہی آیا اور شریک نے کہا کہ نہین بلکہ یہ بیت اور جو کچھ میرے قبضہ مین ہی سب میرے حصہ مین آیا تھا تو مین مدعی سے دریافت کرونگا کہ آیا یہ بیت تقسیم سے پہلے تیرے شریک کے قبضہ مین تھا کہ اُسنے بعد تقسیم کے تجھے دیا یا بعد تقسیم کے تیرے قبضہ سے غصب کرلیا ہی پس اگر اُسنے کہا کہ بعد تقسیم کے میرے قبضہ مین تھا پھر اسنے مجھسے غصب کرلیا یا مجھے اسکو عاریت دیا یا اجارہ پر دیا تھا تو مین تقسیم کو نہ توڑونگا اور اگر اُسنے کہا کہ تقسیم کے بعد میرے شریک کے قبضہ مین تھا پھر اُسنے مجھے سپرد نہ کیا تو دونون باہم قسم کھاوینگے اور تقسیم رد کرینگے - اور اگر یہ باقی گزون مین غلطی واقع ہونے کا دعوے کیا اور کہا کہ مجھے ہزار گز پہونچے تھے اور تجھے ہزار گز پہونچے ہین پھر تیرے پاس ایک ہزار ایک سو گز ہوتے اور میرے پاس نو سو گز رہے اور دوسرے نے کہا کہ مجھے ہزار گز پہونچے تھے اور تجھے ہزار گز پہونچے تھے اور مین نے اپنے ہزار گز پر قبضہ کیا بڑھایا نہین، تقسیم کے ساتھ مدعا علیہ کا قول قبول ہوگا - اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے ایکہزار ایک سو گز پہونچے تھے اور تجھے ایک ہزار ایک سو گز پہونچے تھے اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ مجھے ہزار گز اور تجھے ہزار گز پہونچے تھے پھر تو نے ایک ہزار ایک سو گز پر قبضہ کرلیا اور مین نے نو سو گز پر قبضہ کیا تو دونون باہم ایک دوسرے کے دعوی پر قسم کھاوین اور تقسیم کو رد کرین - اور اگر کہا ہو کہ مین نے اپنے حصے کے گزون پر پورے پر قبضہ کیا تھا پھر تو نے سو گز غصب کرلیے ہین تو مین تقسیم کو نہ توڑونگا اور جسکی طرف زیادتی کا دعوے کیا جاتا ہی اُس سے قسم لونگا - اور اگر دو شریکون نے سو بکریان تقسیم کین پس ایک کے قبضہ مین ساٹھ بکریان آئین اور دوسرے کے قبضہ مین چالیس آئین پھر چالیس والے نے کہا کہ ہم دونون مین سے ہر ایک کے حصہ مین پچاس پچاس بکریان پڑی تھین اور ہم نے باہم قبضہ بھی کرلیا تھا پھر تو نے مجھسے دس بکریان معین غصب کرکے اپنی بکریون مین ملادین اب وہ پہچان نہین پڑتی ہین اور دوسرے نے غصب سے انکار کیا اور کہا کہ نہین بلکہ مجھسے ساٹھ پہونچی تھین اور تجھے چالیس تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا - اور اگر اول نے کہا کہ مجھے پچاس پہونچین تھین مگر تو نے مجھسے چالیس بکریان لی ہین اور دس تیرے پاس رہگئین تو نے مجھے نہین دی ہین اور دوسری نے کہا کہ مجھے ساٹھ پہونچی تھین اور تجھے چالیس تو دونون باہم قسم کھاوینگے اور تقسیم کو رد کرلینگے - اور اگر مدعی نے قبل اسکے اپنا حق پھر پانے پر گواہ کر لیے ہون

تو ساٹھ بکریون والے کا قول قبول ہوگا اور اسپر قسم عائد نہوگی اور اگر بعد قبضہ ہوجانے کے غصب کا دعوے کیا تو منکر سے قسم لیجائیگی - اور اگر مدعی نے اپنا حق بھرپانے پر گواہ نہ کرلیے ہون پس چالیس والے نے دعوی کیا کہ میرے باپ کی سو بکریان تھین پس پچاس مجھے پہونچین اور پچاس تجھے پہونچین اور ہمنے باہم قبضہ کرلیا پھر تو نے مجھسے دس بکریان غصب کرلین اور وہ یہ ہین اور ساٹھ والے نے کہا کہ نہین بلکہ باپ کی بکریان ایک سو بیس (۱۲۰) عدد تھین پس ساٹھ مجھے پہونچین اور ساٹھ تجھے پہونچین اور ہمنے باہم قبضہ کرلیا اور مین نے تجھسے کچھ غصب نہین کیا پس یہ قول اس بات کا اقرار ہی کہ دس بکریان فاضل ہین جنمین تقسیم جاری نہین ہوئی ہی پس اگر اُسنے بعینہ ان دس بکریون کے واسطے قسم کھالی تو دس بکریان واپس دیگا تاکہ دونون مین تقسیم کردیجاوین - اور اگر مدعا علیہ نے سوسے زیادہ ہونے کا اقرار نہ کیا بلکہ کہا کہ باپ کی بکریان سو (۱۰۰) عدد تھین جنمین سے ساٹھ مجھے پہونچین اور چالیس تجھے پہونچین تو اُسکا قول قبول ہوگا مگر اسکے ساتھ اُس سے ان دس بکریون پر جنکی نسبت مدعی نے بڑھتی ہونے کا دعوی کیا ہی قسم لیجائیگی اسوجہ سے کہ شریک نے اُسکو سو کے حصہ سے بری کیا ہی مگر حصہ مذکور پر جو زیادتی اسکے پاس ہی اس سے بری نہین کیا ہی پس اگر بعینہا قائم ہون تو اُنکو دونون برابر تقسیم کرلینگے ورنہ تقسیم فاسد ہوجائیگی پس راہ نکلیگی کہ ساٹھ اور چالیس دونون واپس کرکے پھر دونون مین از سر نو تقسیم ہون کیونکہ تقسیم اولی فاسد تھی کذا فی المبسوط

بارہوان باب - مہایاۃ کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ مہایاۃ تقسیم منافع کو کہتے ہین اور یہ مہایاۃ اُن اعیان مشترکہ مین جنسے باوجود بقاے عین کے انتفاع ممکن ہوجائز ہی اور جب بعضے شریکون نے اسکی درخواست کی اور دوسرے کسی نے اعیان کی تقسیم کی درخواست نہ کی ہو تو واجب ہوجاتی ہی اور تقسیم مہایاۃ کبھی بزمان ہوتی ہی اور کبھی بمکان ہوتی ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دونون شریکون مین سے ایک نے مہایاۃ کی درخواست کی اور دوسرے نے تقسیم عین کی درخواست کی تو قاضی تقسیم کردیگا یہ کافی مین ہی علماء نے مہایاۃ کی کیفیت جوازمین گفتگو کی ہی بعضون نے فرمایا کہ اگر جنس واحد کی اعیان مختلفہ مین جنمین خفیف تفاوت ہی جیسے کپڑے و اراضی وغیرہ مہایاۃ جاری ہو تو ایک وجہ سے اوزا ہوگا اور ایک وجہ سے مبادلہ ہوگا حتے کہ دونون شریکون مین سے ایک اکیلا مہایاۃ نہین کرسکتا ہی اور اگر ایک نے اسکی درخواست کی اور دوسرے نے اصل مال یعنے عین کے تقسیم کی درخواست نہ کی تو وہ مہایاۃ پر مجبور کیا جائیگا اور اگر جنس مختلف جیسے دور و عبید وغیرہ مین مہایاۃ جاری ہوئی تو عین ہر طرح سے مبادلہ کا اعتبار کیا جائیگا حتے کہ بدون دونون کی رضامندی کے جائز نہوگا اور یہی اصح ہی کیونکہ عاریت تو وہ ہوتی ہی جو بغیر عوض ہو اور یہ بعوض ہی کیونکہ دونون مین سے ہر ایک اپنے حصہ کی منفعت دوسرے کی باری کے دوسرے کے پاس اس شرط سے چھوڑتا ہی کہ دوسرا اپنے حصہ کی منفعت اسکے پاس اسکی باری پر چھوڑدے یہ ذخیرہ مین ہی - اور دونون مین سے ایک کے مرنے سے مہایاۃ باطل نہین ہوتی ہی اور نہ دونون کے مرنے سے باطل ہوتی ہی اسواسطے کہ اگر باطل ہوجاوے تو حاکم اُسکو پھر دوہرائے گا پھر توڑنے اور دوہرانے سے کچھ فائدہ نہ ہوا یہ ہدایہ مین ہی - اور دونون کو یہ اختیار ہی کہ جب ایک کی راے مین آوے یا دونون کی راے مین آوے تو عین کو تقسیم کرلین اور مہایاۃ باطل کردین - اور امام محمد رحمہ اللہ نے باب المہایاۃ فی الجامع الصغیر مین ذکر فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک کو بغیر بلا عذر مہایاۃ توڑدینے کا اختیار ہی اور شارح شیخ الاسلام خواہرزادہ نے شرح مین فرمایا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہی

اور موافق اس ظاہر الروایۃ کے ایک کو بغیر یا بلا عذر مہایاۃ توڑنے کا جبھی اختیار ہوگا کہ جب یہ مہایاۃ دونون کی رضامندی سے ہوئی ہو اور اگر بحکم حاکم ہوئی ہو تو تاوقتیکہ دونون اُسکے توڑنے پر اتفاق نکرین فقط ایک نہین توڑ سکتا ہی اور جب مہایاہ دونون کی رضامندی سے ہوئی پھر اُسکو دونون نے توڑ دیا تو پھر یہ احتیاج نہین ہی کہ اُسکے مثل دوبارہ اعادہ کیجاوے بلکہ اس بٹوارہ سے زیادہ انصاف کے ساتھ بٹوارہ کی احتیاج ہو اور ایسا بٹوارہ وہ ہی جو بقضاء قاضی ہو۔ اور دونون شریکون مین سے کسیکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنی حویلی مین کوئی جدید عمارت بناوے یا توڑے یا کوئی دروازہ پھوڑے یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک دار دو مخصصون مین مشترک ہو اُسمین چند منزلین ہین پس باہم دونون نے اسطرح مہایاۃ کی کہ ہر ایک شریک منزل معلوم مین یا بالاخانہ معین یا اسفل معلوم مین سکونت رکھے یا اُسکو کرایہ پر دیدے تو یہ جائز ہو اور اگر مہایاۃ رسانہ کی راہ سے کی مثلاً یون مہایاۃ کی کہ ایک شریک اس دار مین ایک سال تک رہے اور دوسرا اسمین ایک سال تک رہے یا ایک سال تک یہ کرایہ پر دے اور ایک سال تک وہ کرایہ پر دے پس سکونت کے واسطے باہمی رضامندی سے مہایاۃ زمانی جائز ہی مگر اسطور سے کہ ایک سال تک یہ کرایہ پر چلاوے اور ایک سال تک وہ کرایہ پر چلاوے اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور شیخ امام معروف بخواہرزادہ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہی کہ جائز ہی بشرطیکہ سال مین دونون کے کرایہ کا مال برابر ہو اور اگر ایک کی باری مین کرایہ بڑھا تو بڑھتی مین دونون شریک ہونگے اور اسی پر فتوے ہی اسی طرح دو داڑون مین سکونت و کرایہ پر چلانے کی مہایاۃ جائز ہی باین طور کہ ایک اس دار مین رہے اور دوسرا اُس دار مین رہے یا ایک یہ دار کرایہ پر چلاوے اور دوسرا وہ دار کرایہ پر چلاوے پس اگر دونون نے باہمی رضامندی سے ایسا کیا تو جائز ہی۔ اور اگر ایک نے درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو امام کرخی رح نے ذکر فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول مین قاضی اُسپر جبر نکریگا اور اگر دار واحد ہو تو جبر کریگا۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر فرمایا کہ اظہر یہ ہی کہ قاضی جبر کریگا مگر فرق یہ ہی کہ دو دار ہونے کی صورت مین اگر ایک کے پاس بہ نسبت دوسرے کے کرایہ زیادہ آیا تو کوئی دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا ہو اور دار واحدہ کی صورت مین اگر کرایہ پر مہایاۃ کرلی اور ایک کی باری مین بہ نسبت دوسرے کے کرایہ زیادہ آیا تو زیادتی مین دونون شریک ہوجاوینگے۔ اور دو دار جو دو شہرون مین واقع ہین اگر مہایاہ کی پس اگر اُسکو باہمی رضامندی سے کیا تو جائز ہو اور (درصورت کسی کے انکار کے) قاضی جبر نکریگا یہ ظاہر الروایۃ ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر ہر ایک نے اپنے قبضہ کا دار کرایہ پر دیدیا پھر ایک نے چاہا کہ مہایاۃ کو توڑ کر رقبہ دار کو باہم تقسیم کرلے تو اُسکو اختیار ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ مدت اجارہ گذر گئی ہو اور اگر مدت اجارہ نگذری ہو تو کرایہ پر دینے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ مہایاۃ کو توڑ دے اور یہ اسوجہ سے ہی کہ مستاجر کا حق مصئون رہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر غلام سے خدمت لینے مین مہایاہ کی کہ یہ غلام اس شریک کی ایک مہینہ تک خدمت کیا کرے اور وہ غلام دوسرے شریک کی ایک مہینہ تک خدمت کیا کرے تو مہایاۃ جائز ہی اور یہ بخلاف ایک غلام کے اجارہ دینے کی مہایاہ کے ہی کہ یون مہایاۃ کی کہ یہ شریک اس غلام واحد کو ایک مہینہ تک کرایہ پر دے اور اُسکی اجرت کھاوے پھر دوسرا اُسکو ایک مہینے تک کرایہ پر دے اور اُسکی اجرت کھاوے کیونکہ یہ بلا خلاف نہین جائز ہی کذا فی الذخیرہ اور اگر دونون نے دو غلامون مین دونون نے

ایک سال تک خدمت لینے پر مہایاۃ کی تو جائز ہی اور اگر دونون غلامون کی اجرت پر مہایاۃ کی تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی بشرطیکہ دونون کی باری مین کرایہ برابر آیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر دو شخصون مین دو باندیان مشترک ہون اور دونون نے اسطرح مہایاۃ کی کہ ایک باندی اسکے لڑکے کو دودھ پلاوے اور دوسری باندی دوسرے کے لڑکے کو دودھ پلاوے تو جائز ہی کذا فی التبیین ۔ دو شخصون نے اپنے درمیان مشترک گاے مین اسطرح مہایاۃ کی کہ یہ گاے ہر ایک کے پاس پندرہ روز تک رہے وہ اسکا دودھ دوہ لیا کرے تو یہ باطل ہی اور کسی کو بڑھتی دودھ حلال نہوگا اگرچہ اسکا شریک اُسکو حلت مین کردے کیونکہ یہ ہبہ مشاع ہی ایسی چیز مین جو قابل تقسیم ہی الا اُس صورت مین کہ بڑھتی والے نے بڑھتی دودھ کو تلف کردیا ہو پس جب دوسرا شریک اُسکو حلت مین کردیگا تو یہ امر ضمانت سے بری کردیتا ہی پس جائز ہوگا اور جب تک عین زیادتی قائم ہی تب تک یہ امر ہبہ یا ابراء مین ہی اور یہ باطل ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی ۔ اور اگر کوئی نخل و شجر دو شریکون مین مشترک ہو اور دونون نے اسطرح مہایاۃ کی کہ ہر ایک اسکے پھلون مین سے کسی قدر توجائز نہین ہی ۔ اسیطرح اگر بکریان دو آدمیون مین مشترک ہون اور دونون نے اتفاق کیا کہ ہر ایک اُنمین سے کسی قدر بکریان لیکر اُنکو چارہ دے اور اُنکے دودھ سے نفع اٹھاوے تو بھی جائز نہین ہی یہ کافی مین ہی ۔ اور پھلون یا پھلون کی مثل چیزون مین جواز کا حیلہ یہ ہی کہ اپنے شریک کا حصہ خرید لے پھر اپنی باری گذرنے پر کل کو فروخت کردے یا اِس مقدار سے جو حصہ شریک ہی بطور قرض انتفاع حاصل کرے کیونکہ قرض مشاع جائز ہی یہ تبیین مین ہی اور دو چوپایہ و ایک چوپایہ مین از راہ سواری یا کرایہ پر چلانے کے دونون طرح امام اعظم رح کے نزدیک مہایاۃ جائز نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک دو چوپایون کی صورت مین مہایاۃ جائز ہی خواہ سواری لینے کی راہ سے ہو یا کرایہ پر چلانے کی راہ سے ہو مگر ایک چوپایہ ہونے کی صورت مین اگر کرایہ پر چلانے کی راہ سے مہایاۃ کی تو جائز نہین ہی اور اگر سواری مین مہایاۃ کی تو شیخ امام معروف بخواہرزادہ نے فرمایا کہ جائز ہونا چاہیے پس نہ سواری کی راہ سے اور نہ کرایہ چلانے کی راہ سے کسی طرح جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی ۔ اور اگر دونون نے دو مملوکون مین خدمت لینے مہایاۃ کی پھر ایک مرگیا یا بھاگ گیا تو مہایاۃ ٹوٹ جائیگی اور اگر اس غلام نے تین روز کم مہینہ بھر خدمت کی ہو تو دوسرا بھی اپنے غلام سے تین روز کم خدمت لیگا بخلاف اسکے اگر اُسنے مہینہ بھر سے تین روز زیادہ خدمت کردی ہو تو دوسرے کو بھی اُسکے غلام کی تین روز خدمت زیادہ نہ لیجائیگی اور اگر ایک کا غلام پورا مہینہ بھاگا رہا اور دوسرے نے اپنے غلام سے پورا مہینہ خدمت لی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور نہ اجرت قیاس ہوگی اور یہ قیاس تھا کہ نصف اجر المثل کا ضامن ہوتا ۔ اور اگر ایک خادم اُس شخص کی خدمت سے جسکے واسطے مہایاۃ مین یہ خادم شرط کیا گیا ہی ہلاک ہوگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اسیطرح اگر اُس شخص کی سکونت سے جسکے واسطے شرط کی گئی ہی منہدم ہوگئی تو بھی اُسپر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر یہ منزل مذکور اس مشروطلہ کے آگ روشن کرنے سے جل گئی تو بھی اُسپر ضمان واجب نہوگی اسیطرح اگر اُسنے منزل مذکور مین وضو کیا اور کوئی شخص اسکے وضو کے پانی سے پھسل پڑا یا اُسمین کوئی چیز رکھی اور اُس سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی ۔ اور اگر اُسنے اُسمین کوئی عمارت بنائی یا کنوان کھودا تو جسقدر اُسکے شریک کی ملک ہی اُتنے کا ضامن ہوگا حتے کہ اگر شریک ایک تہائی کا مالک ہو تو تہائی کا ضامن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ہر حال مین نصف کا ضامن ہوگا اور ہمارے بعضے اصحاب نے فرمایا کہ عمارت بنانے کی صورت مین

جواب مذکور (یعنے ضمان دار ہونا) غلط ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اگر ان مشائخ کا کہنا صحیح ہو تو مستاجر کی صورت
مین حکم یون ہونا چاہیے کہ اگر مستاجر نے کرایہ کے مکان مین کوئی عمارت بنائی اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہو گیا
تو ضامن نہو گا جیسا کہ دار مین کوئی تغیر کھنے کی صورت مین حکم ہی مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہان جو روایت مذکور ہی وہ
ان مشائخ کے قول کے برخلاف ہی اور جو روایت یہان ہی وہی اجارہ کی صورت مین ہو گی کہ اجارہ کی صورت مین
بھی مستاجر پر ضمان واجب ہو گی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ایک مرگیا اور اُسپر قرضہ ہی تو اُسکا حصہ اُسکے
قرضہ مین فروخت کیا جائیگا۔ دونون مین سے ایک نے بطور بیع فاسد اپنا حصہ فروخت کیا تو جب تک مشتری کے
سپرد نہ کرے تب تک مہایاۃ باطل نہو گی کیونکہ بیع فاسد مین اُسکی ملک زائل نہو گی جب تک مشتری کے سپرد نکرے
جیسا کہ بیع بشرط الخیار للبائع مین ہی اور اگر بیع بشرط خیار للمشتری ہو تو مہایاۃ باطل ہو جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی ایک
باندی دو شخصون مین مشترک ہی اور دونون مین سے ہر ایک اس باندی کی بابت دوسرے پر بدگمانی رکھتا ہی
پھر ایک نے کہا کہ یہ باندی ایک روز تیرے پاس رہے اور ایک روز میرے پاس رہے اور دوسرے نے کہا کہ نہین
بلکہ ہم اسکو کسی عادل کے پاس رکھین تو مین عادل کے پاس نہ رکھونگا بلکہ ایک ایک روز دونون کے پاس رہنے کا حکم دونگا
اور اگر دونون نے اسمین جھگڑا کیا کہ پہلے کسکے پاس رہے تو قاضی کو اختیار ہو جاہے جس سے چاہے پہل کرے یا قرعہ ڈال دے
اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ دونون کا دل مطمئن کرنے کے واسطے قرعہ ڈالنا اولے ہی اور اسی طرف شمس الائمہ حلوائی نے
میل کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک غلام و ایک باندی دو آدمیون مین مشترک ہی اور دونون نے اس امر پر مہایاۃ
کی کہ باندی ایک شخص کی خدمت کرے اور دوسرے کی خدمت غلام کرے پس اگر دونون نے انکی خوراک کے ذکر
سے سکوت کیا ہو تو قیاساً دونون کی خوراک دونون پر نصفا نصف واجب ہو گی مگر استحساناً یہ حکم ہی کہ مہایاۃ
مین جو خادم جسکی خدمت کیواسطے مشروط کیا گیا ہی اُسکی خوراک اسی پر واجب ہو گی اور ان دونون کے کپڑے
ذکر سے اگر دونون نے سکوت کیا تو قیاساً و استحساناً غلام و باندی کا کپڑا دونون پر نصفا نصف واجب ہو گا اور اگر
مہایاۃ مین یہ شرط بیان کر دی ہو کہ جو خادم جسکی خدمت کے واسطے مشروط ہی اُسکا کھانا اُسیکے ذمہ ہی مگر خوراک کی مقدار
بیان نکی تو قیاساً جائز نہونا چاہیے مگر استحساناً جائز ہی اور کپڑے کی صورت مین اگر مقدار بیان نہ کی ہو تو قیاساً و استحساناً
جائز نہین ہی۔ اور اگر مقدار خوراک بیان کر دی تو قیاساً جائز نہین ہی اور استحساناً جائز ہی اسی طرح کپڑے کی صورت
مین اگر کوئی شی معلوم شرط کی تو قیاساً جائز نہین ہی اور استحساناً جائز ہی اور چوپاؤن کے چرانے مین مہایاۃ
کرنا ہمارے نزدیک جائز ہی اسیطرح اگر ان چوپاؤن کے چرانے کے واسطے اجرت پر چرواہا مقرر کرنے مین مہایاۃ
کی تو بھی جائز ہی۔ اور ایک دار اور ایک زمین مین اسطرح مہایاۃ کرنا کہ ایک شریک اس دار مین سکونت کرے
اور دوسرا اس زمین مین زراعت کرے جائز ہی اسیطرح اگر ایک دار و ایک حمام مین مہایاۃ کی تو بھی جائز ہی اور
ایک دار و ایک مملوک مین اسطرح مہایاۃ کرنا کہ یہ شریک اس دار مین ایک سال تک سکونت رکھے اور دوسرا
اس غلام سے ایک سال تک خدمت لے جائز ہی لیکن اگر غلام کی مزدوری ایک سال تک لینے پر مہایاۃ کی
تو امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین ہی اگر ایسی چیز کی مہایاۃ کرنے
مین جواز از راہ زمان و مکان دونون ہو سکتی ہی دونون نے اختلاف کیا تو قاضی دونون کو حکم دیگا کہ تم دونون

(یعنے بزمان ہو یا بمکان ہو ۱۲ منہ)

۵ اس بحث بیع صحیح مراد ہی

کسی بات پر اتفاق کرو (یعنے بزمان ہو یا بمکان ہو) پس اگر دونون نے اس بات کو اختیار کیا کہ بزمان ہو تو بدایت کیواسطے قاضی قرعہ ڈال دیگا یہ تبیین مین ہی - دو باندیان دو شخصون مین مشترک ہین اور انہین سے ایک باندی بابت دوسرے کے خدمتگاری مین بڑھکر ہی پس دونون نے یون مہایاۃ کی کہ جو باندی خدمتگاری مین بڑھکر ہی اُس سے ایک شریک ایک سال تک خدمت لے اور دوسری سے دوسرا شریک دو سال تک خدمت لے تو جائز ہی اور اگر دونون شریکون نے دو باندیون مین مہایاۃ کر لی پھر ایک باندی جسکی خدمت کرتی تھی اُس سے حاملہ ہو گئی تو مہایاۃ باطل ہو جائیگی اور دوسری کی بابت از سر نو مہایاۃ ہو گی کذا فی محیط السرخسی

تیرھوان باب - متفرقات کے بیان مین

قاضی کو جائز ہی کہ بٹوارہ کرنے مین اپنی اجرت لے لے لیکن نہ لینا مستحب ہی یہ ظہیریہ مین ہی - قاضی کو چاہیے کہ لوگون مین بٹوارہ کرنے کے واسطے ایک قاسم مقرر کرے جو بیت المال سے روزینہ پاوے اور لوگون سے بٹوارہ کرنے پر اجرت نہ لے بلکہ یہی افضل ہی اور اگر قاضی نے ایسا نہ کیا تو ایسا قاسم مقرر کرے جو بٹوارہ کرنے کی اجرت حصہ دارون سے لے اور اجرت کی مقدار وہ ہو گی جو ایسے کام کرنے والے کو ملنی چاہیے یعنے اجر المثل تاکہ حصہ دارون سے زیادہ لینے پر تحکم نہ کرے مگر یہ واجب ہی کہ یہ شخص قاسم ایک مرد عادل ہو اور قسمت کے مسائل سے آگاہ ہو اور امین ہو - اور قاضی ایک ہی قاسم کو اجرت پر بٹوارہ کے لیے لینے کے واسطے لوگون کو مجبور نہ کریگا یہ کافی مین ہی - اگر شریکون نے کسی قاسم کو اپنے درمیان حصہ بانٹ کرنے کے واسطے اجرت پر لیا تو اُسکی اجرت ان لوگون کی تعداد پر ہر ایک کے ذمہ برابر ہو گی ہر ایک کے حصے کے موافق ہر ایک کے ذمہ نہو گی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر حصہ دار کے حصہ کے موافق اُسپر اجرت واجب ہو گی خواہ قاضی کا قاسم ہو یا دوسرا ہو اور یہ امام ابو حنیفہ رح سے بھی ایک روایت ہی ہی کیال و وزان قسمت کی اجرت سو اسکی نسبت بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی مگر اصح یہ ہی کہ اسکی بابت امام رحمۃ اللہ کا قول مثل قول صاحبین کے ہی - اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا اور قاضی نے اپنے قاسم کو حکم دیا کہ دونون مین تقسیم کر دے تو حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اُسکی اجرت درخواست کرنے والے پر ہو گی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُسکی مزدوری دونون پر ہو گی کذا فی الظہیریہ قال المترجم وہو الاصح کذا قیل اور اگر شریکون نے باہمی صلح و رضامندی سے حصہ بانٹ کر لیا تو جائز ہی لیکن اگر شریکون مین کوئی نابالغ ہو تو ایسی صورت مین حکم قاضی کی ضرورت ہو گی اور قاسم اُنکو مشترک سمجھوتہ یگا یہ کافی مین ہی - امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ دارون اور زمینون کے قاسم کی اجرت حصہ دارون کی تعداد پر ہر ایک کے ذمہ برابر ہو گی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ حصہ کی مقدار کے حساب سے ہر حصہ دار پر ہو گی اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک دار تین آدمیون مین اسطرح مشترک ہی کہ ایک کا آدھا ہی اور دوسرے کا تہائی ہی اور تیسرے کا چھٹا حصہ (تو امام اعظم کے نزدیک تینون برابر فرد صی ادا کرین اور صاحبین کے نزدیک آدھے کا حصہ دار آدھی مزدوری اور دوسرا تہائی اور تیسرا چھٹا حصہ اجرت دے) اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ شریکون نے اپنے حصہ بانٹ کی قاضی سے درخواست کی ہو اور قاضی کے قاسم نے بانٹ دیا ہو - اور اگر اُن لوگون نے خود ہی کسیکو قاسم باجرت مقرر کر لیا تو اُسکی اجرت کا ہر ایک برابر دیندار ہو گا پھر آیا کم حصہ دار زیادہ حصہ دار سے بقدر زیادتی واپس لے سکتا

یا نہیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں لے سکتا ہی اور صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ لے سکتا ہی - اسیطرح اگر شریکون نے کسی [illegible] درمیان حصہ بانٹ کرنے کے واسطے اجرت پر کوئی قاسم مقرر کرے اور وکیل [illegible] اجرت وکیل کے ذمہ ہوگی پھر مال اجرت جسکو وکیل اپنے موکلون سے واپس لیگا اُسکے واسطے اجیر [illegible] اسی مال سے حساب سے واپس لیگا یہ محیط مین ہی اگر شریکون نے انا ج مشترک کی کیل کے واسطے یا مشترک کپڑے کے گز ناپنے کے واسطے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کیا پس اگر حصہ بانٹ کے واسطے اجیر کیا ہو تو اسمین وہی اختلاف ہے جو ہمنے اوپر بیان کیا ہی اور اگر فقط کیل کرنے یا گزون سے ناپنے کے واسطے اجیر کیا ہو تاکہ کیلی چیز یا کپڑے کی مقدار معلوم ہو جاوے تو اُسکی اجرت ہر شریک کو بقدر اپنے حصہ کے دینی پڑیگی - اور محقق مین ہی کہ ابراہیم نے امام محمد سے روایت کی کہ دو شخصون کے درمیان مشترک گیہون کے حصے جدا کیے گئے تو کیال کی اجرت ہر ایک پر بقدر اُسکے حصے کے واجب ہوگی اور حساب کنندہ کی اجرت بحساب تعداد شرکا ہر ایک پر برابر واجب ہوگی فرمایا کہ اس تقسیم واذازمین جو عمل ہوا اُسکی اجرت بقدر حصہ کے لازم ہوگی اور جو سامان ہوا اُسکی اجرت عدد روس پر (یعنے تعداد شرکا پر) تقسیم ہوکر ہر ایک پر برابر لازم ہوگی) یہ قیاس قول امام اعظم رحمہ ہی اور صاحبین رحمہما کے قول مین بقدر حصے کے اجرت لازم ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - ہشام نے امام محمد رحمہ سے روایت کی ہی کہ ایک زمین دو شخصون مین مشترک ہی پس ایک شریک نے عمارت تیار کی پھر دوسرے نے اُس سے کہا کہ اس زمین سے اپنی عمارت دور کر دو تو فرمایا کہ مذکور دونون مین تقسیم کیجائیگی تو جسقدر عمارت ایسے شریک کے حصہ مین پڑی ہے جسنے اُسکو بنایا ہی اُسکو اختیار ہوگا چاہے عمارت مذکور کو دور کر دے یا بنانے والے کو اُسکی قیمت دیکر راضی کر دے اور اگر تقسیم [illegible] عمارت مذکور دور کر دی تو اُسکا حق پورے مین باطل ہو جاتا ہی اور اگر تقسیم [illegible] ملک [illegible] ہوا اُسکا حق باطل نہوگا پس تقسیم اولی ہوئی یہ محیط مین ہی - [illegible] ایک [illegible] درخواست کی اور باقیون نے انکار کیا اور دونون درخواست کرنے والے [illegible] مقرر کیا [illegible] کے نزدیک خاصۃ اسی درخواست کرنے والے پر واجب ہوگی اور صاحبین [illegible] شیخ الاسلام [illegible] ایک [illegible] تو [illegible] کو دور کرنے کا حکم کیا [illegible] ایک [illegible] کو [illegible] کے ساتھ ٹیوار کر کے ایک [illegible] اور دوسرا [illegible] اور [illegible] تقسیم [illegible] کی اجازت دیدی پھر [illegible] دونون [illegible] واجب ہوگی اور [illegible] اجیر [illegible] اجازت تقسیم سے پہلے مرگیا تو تقسیم باطل ہو جائیگی اور باقی غلام مین سے غائب کو [illegible] ہے کے اپنے حصہ کی تقسیم مین اُسکو اختیار ہوگا چاہے

اس اجنبی کے پاس مرا ہو تاوان لے یا اپنے شریک سے تاوان لے اور دونون مین سے جس سے اُسنے تاوان لیا وہ
مال تاوان کو دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہو یہ محیط مین ہو اور اگر دو شریکون مین سے ایک شریک کے حصہ
مین ایک درخت آیا جسکی شاخین دوسرے شریک کے حصہ مین لٹکتی ہین تو دوسرا شریک ان شاخون کے قطع
کرنے کے واسطے اُسپر جبر نہین کر سکتا ہو کیونکہ وہ درخت کامل شاخون کے تحت ہوا ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ خزانۃ المفتین
مین ہو - دو شریکون مین سے ایک کے حصہ مین عمارت آئی اور دوسرے شریک کا اُسکے پہلو مین خالی میدان ہو پس
دوسرے شریک نے اپنے میدان مین ایک بیت تیار کرنا چاہا مگر اسکے بیٹھنے سے پہلے شریک کی ہوا و دھوپ رکتی ہو
تو ظاہر الروایۃ کے موافق دوسرے شریک کو بیت تیار کرنے کا اختیار ہو اور پہلا شریک اُسکو منع نہین کر سکتا ہو اور اسی
پر فتوے ہو اور شیخ نصیر اور شیخ مختار رحمہ نے فرمایا کہ اُسکو منع کرنے کا اختیار ہو یہ فتاوے صغری مین ہو - تین آدمیون
نے اپنے باپ سے ایک دار بیراث پایا اور اُسکو مین تہائی تقسیم کر کے ہر ایک نے اپنے حصہ پر قبضہ کر لیا پھر ایک
اجنبی نے آکر ایک حصہ دار سے اُسکا حصہ خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا پھر باقی دو لڑکون مین سے ایک حصہ دار آیا
اور کہا کہ تم نے تقسیم نہین کیا ہو اور شتری مذکور سے اس سے تمام دار مین سے دو حصہ شائع لیے پھر تیسرا حصہ دار آیا اور
کہا کہ ہم اس دار کو پانچ حصہ تقسیم کرینگے ہین اور اس بات کے گواہ پیش کیے اور بائع اول نے اُسکے دعوے کی تصدیق کی
اور بائع ثانی نے تکذیب کی اور شتری نے کہا کہ مجھے نہین معلوم اسنے آپکو کیا بیچا تھا یا نہین تو تقسیم جائز ہوگی اسواسطے کہ
تقسیم ہو جانا ایسے گواہون سے جسکو خصم نے پیش کیا ہو ثابت ہو گیا اور تقسیم ہو جانے کے بعد شریکون کے
انکار کرنے سے باطل نہین ہوتی ہو پس ظاہر ہوا کہ بائع اول نے خاصۃ اپنا حصہ فروخت کیا ہو پس اُسکی بیع جائز
ہوئی - اور دوسرے دار کا حصہ سوم شائع فروخت کیا تو اسپر سے ایک تہائی اُسکے حصہ مین سے ہوا اور باقی دو
تہائی دوسرون کے حصہ مین سے ہوا تو خاص اُسکے حصہ کی تہائی کی بیع جائز ہوگی مگر مشتری کو اختیار ہوگا چاہے
اُسکے حصہ کی تہائی کو تہائی ثمن مین لے لے یا سب بیع توڑ دے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہو - اور اگر والدون نے اللہ تعالی کے فرائض کے موافق ترکہ کو باہمی رضامندی
سے آپسمین تقسیم کر لیا اور ہر ایک کا حصہ جدا کر دیا پھر جانا کہ باہمی رضامندی سے نہین تھا اس تقسیم کو باطل کر کے دونون
وارثون کو شائع مشترک کر دین جیسے پہلے تھی تو اُنکو یہ اختیار ہوگا (؟) فرمایا کہ اگر ایک دار دو آدمیون
مین مشترک ہو پھر ایک شریک نے دار مین سے ایک بیت مین سے اپنا حصہ متعین کر دیا تو اُسکے شریک کو اختیار ہوگا
کہ تقسیم کو باطل کر دے - اسیطرح اگر اُسمین سے ایک بیت فروخت کر دیا تو بھی بدون شریک کی اجازت کے جائز
نہین ہو پس اگر شریک نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہو اور بیت مبیعہ مشتری کا ہو جائیگا اور باقی دار دونون مین
مشترک رہیگا اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو بیع باطل ہوگی اسیطرح اگر دار مشترک مین سے ایک گز یا معلوم جگہ
فروخت کر دی تو بھی یہی حکم ہو - اور اگر کپڑے یا بکریان یا اسکے غیر مین جو تقسیم ہو سکتی ہین دو شخصون مین مشترک
ہون پھر ایک شریک نے بکری یا کپڑے مین سے ایک حصہ فروخت کیا تو یہ جائز ہو اور امام محمد رحمہ کی روایت
مین شریک کو اُسکے باطل کرنے کا اختیار نہین ہو - اور حسن بن زیاد کی روایت کے موافق یہ مسئلہ اور مسئلہ
اولی یکسان ہو پس بدون شریک کی اجازت کے بیع جائز ہوگی اور اسی روایت کو طحاوی نے لیا ہو

اور فرمایا کہ اگر دو شخصون مین ایک دار مشترک ہو پھر ایک نے اُسمین سے ایک بیت کا کسی شخص غیر کے واسطے اقرار کر دیا اور دوسرے نے انکار کیا تو ایسا اقرار موقوف رہیگا اس عین سے متعلق نہوگا کیونکہ اُسمین دوسرے شریک کا حق ہی پس یہ شخص تقسیم کے واسطے مجبور کیا جائیگا پس اگر بیت مذکور مقر کے حصہ مین آیا تو اُسکو مقر لہ کو دیدیگا اور اگر دوسرے کے حصہ مین آیا تو جو کچھ مقر کے حصہ مین ہی وہ مقر اور مقر لہ کے درمیان بانٹ دیا جائیگا پس امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مقر لہ بیت مذکور کے گزون کی تعداد پر شریک کیا جائیگا اور مقر اس بیت کے گزون کی تعداد پر شریک کیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک مقر تو اسیطرح شریک کیا جائیگا جیسا کہ شیخین رح نے فرمایا ہی اور مقر لہ بیت مذکور کے آدھے گزون کے حساب سے شریک کیا جائیگا پورے بیت کے گزون کی تعداد پر شریک نہ کیا جائیگا اور اسکا بیان یہ ہی کہ فرض کرو کہ پورا دار بیت کے سو گز ہی اور فقط بیت دس گز ہی پس دار مذکور دونون مین آدھا آدھا تقسیم کیا جائیگا پھر جسقدر مقر کے پاس آیا اُسکے پچاس حصے کیے جائینگے جسمین سے دس حصے مقر لہ کے ہونگے اور یہ پورے بیت کے مساحتی گز ہین اور مقر کے پینتالیس حصے ہونگے اور یہ تعداد اُن گزون کی ہی جو بیت کی منہائی کے بعد نصف دار کے گز ہین پس ہر پانچ حصے کو مین ایک سہم ٹھہراتا ہون پس جسقدر مقر کو ملا ہی اُسکے گیارہ سہم ہوئے جسمین سے دو سہم مقر لہ کو ملینگے اور نو سہم مقر کو ملینگے اور امام محمد رح کے قول کے موافق جسقدر مقر کو ملا ہی اُسکے دس سہم کرنے چاہیے ہین اسلیے کہ اُنکے نزدیک مقر لہ پانچ ہی گز کے حساب سے شریک کیا جائیگا۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ ایسی چیز کا اقرار کیا ہو جو منقسم قسمت ہی جیسے دار یا اُسکے مانند چیزین اور اگر ایسی چیز کی نسبت اقرار کر دیا جو منقسم قسمت نہین ہی جیسے حمام اور اُسمین سے ایک بیت معین کا ایک شریک نے کسی غیر کے واسطے اقرار کر دیا اور دوسرے شریک نے اس سے انکار کیا تو اس مقر پر اُسکی نصف قیمت لازم ہوگی اسیطرح اگر دار مین سے کسی شہتیر کا کسی غیر کے واسطے اقرار کر دیا تو یہی حکم ہی یہ شیخ طحاوی رح کا مذہب ہی۔ اور اگر کیلی یا وزنی چیز دو شخصون مین مشترک ہو مگر وہ ایک ہی کے قبضہ مین ہو پھر دونون نے اُسکو باہم تقسیم کیا اور ہنوز اُس شخص نے جو قابض نہ تھا اپنے حصے پر قبضہ نہ کیا تھا کہ اُسکا حصہ تلف ہوگیا تو اُسکا تلف ہونا دونون پر پڑیگا اور جو کچھ باقی رہا ہی وہ مشترک دونون مین تقسیم ہوگا اور اس مسئلہ کے جنس مسئلون مین اصل یہ ہی کہ کیلی و وزنی چیز کی تقسیم مین اگر قبضہ سے پہلے ایک کا حصہ تلف ہوگیا تو تقسیم ٹوٹ جاویگی اور حال وہی ہو جاویگا جو تقسیم سے پہلے تھا قال المترجم پس قبضہ پایا جانا چاہیے خواہ قبضہ قدیم متجدد ہو جاوے یا جدید ہو فافہم اور اگر اُس شخص کا حصہ تلف ہوا جسکے قبضہ مین یہ کیلی یا وزنی چیز تھی اور دوسرے کا حصہ تلف نہ ہوا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی اور اسی اصل سے استخراج کر کے ہمنے کہا کہ اگر زمیندار نے اپنے بٹائی کے کاشتکار سے کہا کہ غلہ تقسیم کر کے میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر دے اُسنے ایسا ہی کیا پھر زمیندار کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک حصہ تلف ہوگیا پس اگر زمیندار کا حصہ تلف ہوا تو تقسیم ٹوٹ جائیگی اور جو کچھ کاشتکار کے قبضہ مین ہی اُسمین سے زمیندار اپنے حصہ کے لیے نصف بٹوالیگا کیونکہ زمیندار کا حصہ اُسکے قبضہ کرنے سے پہلے تلف ہوگیا ہی اور اگر کاشتکار کا حصہ تلف ہوگیا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی کذا فی الذخیرہ اور اگر اُسنے ڈھیری کر کے تقسیم کر کے زمیندار کا حصہ الگ کیا پھر اپنا حصہ اولاً اپنے گھر اُٹھا لیگیا پھر جب لوٹا تو دیکھا کہ جو اُسنے زمیندار کا حصہ الگ کیا تھا وہ تلف ہوگیا

تو ایسا تلف ہونا زمیندار کے ذمہ قرار دیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے چند وارث چھوڑے اور اپنا تہائی مال مسکینون کو دینے کی وصیت کی پھر قاضی نے ترکہ تقسیم کیا اور تہائی مال مساکین کیواسطے الگ کر لیا اور باقی دو تہائی وارثون کیواسطے رکھا اور ہنوز انمین سے کسیکو کچھ نہ دیا تھا کہ تہائی یا دو تہائی کوئی ضائع ہو گیا تو اسکا ضائع ہونا ان سب پر ہوگا اور تقسیم پھر دوہرائی جائیگی اور اگر قاضی نے تہائی مال مساکین کو دیدیا اور دو تہائی ضائع ہو گیا اور وارث لوگ غائب ہین یا کوئی وارث غائب ہی یا نابالغ ہی تو یہ دو تہائی وارثون کا مال گیا۔ دو شخصون مین اناج مشترک ہی پس ایک نے دوسرے کو بانٹنے کا حکم دیا اور اُسکو اپنا ایک تھیلا دیا کہ اناج مین سے میرا حصہ اسمین ناپ دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ جائز ہی اور اس سے قبضہ متحقق ہو جائیگا۔ اسیطرح اگر اُسی شریک سے کہا کہ مجھے اپنا یہ تھیلا عاریت دے اور اسمین میرے واسطے میرا حصہ ناپ دے تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر یون نہ کہا کہ اپنا یہ تھیلا مجھے عاریت دے بلکہ یون کہا کہ مجھے اپنے پاس سے کوئی تھیلا عاریت دے اور میرے واسطے اسمین ناپ دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو اس سے اُسکا اپنے حصہ پر قبضہ متحقق نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اگر چند وارثون نے حاضر ہو کر قاضی سے التماس کیا کہ ترکہ ہم لوگون مین تقسیم کر دے اور ان لوگون نے دعوی کیا کہ یہ میراث ہی تو قاضی اُسکو ان لوگون مین تقسیم نہ کریگا جب تک کہ یہ لوگ اپنے مورث کے مر جانے اور اُسکے وارثون کی تعداد کے گواہ قائم نہ کرین پھر اگر گواہ قائم ہوئے اور اُنھون نے مورث کے مرنے کی گواہی دی اور کہا کہ ان لوگون کے سوائے میت کا کوئی وارث نہین ہی تو قیاساً انکی گواہی قبول نہ ہوگی مگر استحساناً مقبول ہوگی اور اگر گواہون نے کہا کہ ان لوگون کے سوائے میت کا ہم کوئی وارث نہین جانتے ہین تو قیاساً و استحساناً انکی گواہی قبول ہوگی اور اگر گواہون نے کہا کہ اس شہر مین ان لوگون کے سوائے میت کا ہم کوئی وارث نہین جانتے ہین تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی اور صاحبین رح کے نزدیک قبول نہوگی۔ اور نظر برین اختلاف مذکورہ جب انکی گواہی مقبول ہوئی۔ تو موافق فرائض اللہ تعالے کے ترکہ اُنمین تقسیم کیا جائیگا اور قسمت مین جو وارث ایسا ہو کہ بر تقدیر کسی دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے محجوب ہوتا ہو اور جو ایسا ہو کہ اس تقدیر پر محجوب نہوتا ہو دونون برابر ہین سوائے زوج و زوجہ کے کہ ان دونون کو انکے ہر دو حصہ مفروضہ مین سے بڑا فریضہ یعنے زوج کو نصف اور زوجہ کو چوتھائی دیا جائیگا۔ اور اگر گواہون نے فقط مورث کے مرنے کی گواہی دی اور اسکے ماسوائے سے سکوت کیا تو قاضی ترکہ کو تقسیم نہ کریگا خواہ ترکہ عروض ہو یا عقار ہو اور اگر وارث ایسے ہون کہ برین تقدیر محجوب نہوتے ہون جیسے مان و باپ و ولد تو ترکہ اُنمین موافق فرائض اللہ تعالے کے تقسیم کریگا لیکن زوج و زوجہ انکے ہر دو حصہ مفروضہ مین سے امام اعظم رح کے نزدیک چھوٹا حصہ (یعنے شوہر کو چوتھائی اور جورو کو آٹھوان حصہ دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک دو مفروضہ مین سے بڑا حصہ دیگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ زوج کو چوتھائی اور زوجہ کو آٹھوین حصہ کا چوتھائی دیگا۔ اور ایک روایت مین شوہر کو پانچوان حصہ اور زوجہ کو نوین حصہ کا چوتھائی دیگا یہ ینابیع مین ہی۔ ایک شخص ایک جورو اور دو پسر چھوڑ کر مر گیا اور یہ عورت دعوی کرتی تھی کہ مین حاملہ ہون تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رح

نے فرمایا کہ یہ عورت ایک ثقہ دائی یا دو دائیون کو دکھلائی جاوے کہ وہ اُسکی کوکھ ٹٹولکر دریافت کرین پس اگر دائیون کو علامات حمل سے کچھ ظاہر ہو تو قاضی میراث کو تقسیم کردیگا اور اگر علامات حمل سے کچھ ظاہر ہو پس اگر وارثون نے اُسکے وضع حمل تک انتظار کیا تو قاضی تقسیم نکریگا - اسیطرح اگر ایک شخص اپنی عاملہ جورو و ایک بیٹا چھوڑکر مرا تو قاضی میراث کو اس عورت کے وضع حمل تک تقسیم نکریگا اور اگر وارث ایک سے زیادہ ہون اور اُنھون نے وضع حمل تک انتظار کیا پس اگر ولادت کے دن دور ہون تو قاضی ترکہ تقسیم کردیگا اور اگر نزدیک ہون تو تقسیم نکریگا اور دونون کی نزدیکی دوری کی مقدار قاضی کی رائے پر ہے - اور اگر ترکہ تقسیم کیا گیا تو حمل کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ کتنے عدد کا حصہ رکھا جائیگا اور خصاف رحمہ نے امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ذکر کیا ہے کہ ایک بیٹے کا حصہ رکھا جائیگا اور اسی پر فتوی ہے اور یہ حکم ایسی صورت مین ہے کہ وارث ایسے ہون کہ ہر تقدیر بیٹا پیدا ہونے کے بیٹے کے ساتھ وارث ہوسکتے ہون اور اگر ایسے ہون کہ بیٹے کے ساتھ وارث نہوسکتے ہون مثلاً چند بھائی اور ایک حاملہ عورت چھوڑ مرا ہو تو بواسطہ کہ موقوف رکھا جائیگا ان لوگون کو تقسیم نکیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اگر مالک دار مرگیا اور اُسنے چند باغ وارثون اور ایک حاملہ جورو چھوڑی تو وارثون مین تقسیم کیا جائیگا اور حمل کا حصہ نرکھا جائیگا پھر جب اُسکے بچہ پیدا ہوگا تو تقسیم مذکور دوہرائی جائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص اپنی حاملہ جورو اور دو پسر و دو دختر چھوڑ مرا اور اولاد نے تقسیم میراث کی درخواست کی تو فقیہ ابوجعفر رحمہ نے فرمایا کہ عورت کو میراث کا آٹھوان حصہ یعنے چالیس سہم مین سے پانچ ملینگے اور دونون بیٹیون کو سات سہم اور دونون بیٹون کو جو ۱۲ سہم ملینگے اور حمل کے واسطے چھ ۱۲ سہم رکھ چھوڑے جاوینگے مگر مشائخ نے جو حکم فتوے کے واسطے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ حمل کے واسطے ایک پسر کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اور مسئلہ کی تخریج یہ ہوگی جسمین سے آٹھ سہام اُسکی جورو کو اور چھ ۱۲ سہام دونون بیٹیون کو اور اٹھارہ ۱۸ دونون بیٹون کو دیے جاوینگے اور چھ ۱۲ سہام ایک پسر کا حصہ حمل کے واسطے رکھ چھوڑا جائیگا - ایک حاملہ عورت مرگئی اور اُسکے پیٹ مین ایک بچہ ایک رات دن پھرتا رہا پھر بعضے لوگون نے کہا کہ بچہ مرگیا اور بعضون نے کہا کہ نہین مرا پھر وہ عورت اسیطرح دفن کردی گئی پھر لوگون نے اسکو کھودا تو دیکھا کہ اُسکے ساتھ ایک مردہ لڑکی پڑی ہے اور عورت نے کہا کہ اپنا خاوند اور ماں و باپ چھوڑ مری تھی پس آیا اس لڑکی کو جو اُسکے ساتھ پائی گئی ہے مال سے کچھ ملیگا یا نہین سو مشائخ بلخ نے فرمایا اگر وارثون نے اقرار کیا کہ یہ لڑکی اسی عورت سے پیدا ہوئی ہے کہ اُسکی وفات کے بعد زندہ پیدا ہوئی تھی تو یہ لڑکی اپنی ماں کی وارث ہوگی پھر اسکا حصہ اسکے وارث لینگے اور اگر وارثون نے ایسا اقرار نہ کیا تو اُسکے واسطے میراث کا حکم نہوگا لیکن اگر عادل گواہون نے گواہی دی کہ عورت مذکور اسکو زندہ جنی تھی تو اُسکے نام میراث کا حکم ہوگا اور ان عادل گواہون کو ایسی گواہی دینے کے واسطے شرعاً جبھی گنجائش ہوگی کہ جب یہ لوگ عورت مذکور کی قبر کے پاس سے دفن ہونے کے وقت سے اُکھاڑے جانے کے وقت تک جدا نہوئے ہونگے اور قبر کے اندر سے اُنھون نے بچہ کی آواز سنی ہو تاکہ اُنکو ایسا علم حاصل ہوا ہو - اور اگر اس صورت مین گواہ نہون اور وارثون سے اُنکے علم پر قسم لیگئی پس اگر اُنھون نے قسم کھالی تو اس مردہ لڑکی کے واسطے میراث کا حکم نہوگا - اور اگر کسی حاملہ سے بچہ کا لفظ سر باہر نکلا اور وہ بچہ بآواز رویا پھر باقی بچہ مذکور خارج ہونے سے پہلے مرگیا تو اُسکو میراث نہ ملیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - ایک ترکہ مین مشترک شریکون مین تقسیم کی گئی اور اُنمین ایک شریک غائب ہے پھر جب وہ اس تقسیم سے

واقف ہوا تو کہا کہ تمین کی وجہ سے مین اس تقسیم پر راضی نہوا پھر اپنے کاشتکاروں کو اپنے حصہ کی زراعت کے واسطے اجازت دی تو تقسیم مذکور لوٹا دینے کے بعد یہ امر اس تقسیم پر رضامندی نہین ہو۔ ایک زمین تقسیم کی گئی پھر ایک شریک اپنے حصہ سے راضی نہوا پھر اسکے بعد اُسمین زراعت کی تو اسکا کچھ اعتبار نہین ہو کیونکہ تقسیم رد کرنے سے رد ہوگئی۔ یہ قنیہ مین ہو۔ اگر ایک دار مین سے ایک بیت ایک شخص کے قبضہ مین ہو اور دو بیت دوسرے کے قبضہ مین ہون اور ایک بڑی حویلی تیسرے کے قبضہ مین ہو اور ان لوگون مین سے ہر ایک پورا دار اپنی ملک ہونے کا دعوے کرتا ہو۔ تو انمین سے ہر ایک کو اُسکا مقبوضہ ملیگا اور صحن اثنینون مین تین تہائی ہوگا اور اگر انمین سے کوئی شخص اپنے وارث چھوڑکر مرگیا تو اُسکے وارثون کو تہائی صحن ملیگا۔ اور اگر شریکون نے ایک دار تقسیم کیا اور راستہ چھوڑا یا بڑا یا پانی کی نالی اپنے درمیان ویسے ہی مشترک چھوڑدے تو یہ جائز ہو کذا فی المبسوط۔

کتاب المزارعۃ

اسمین چودہ ۱۴ باب ہین

باب اول - مزارعت کے مشروع ہونے اور اُسکی تفسیر و رکن و شرائط جواز و حکم کے بیان مین۔

مزارعت کے مشروع ہونے مین اختلاف ہو امام اعظم رح کے نزدیک عقد مزارعت فاسد ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز ہو اور لوگون کی حاجت کی وجہ سے فتوے صاحبین رح کے قول پر ہو۔ مزارعت کی تفسیر شرعی یہ ہو۔ کہ کسیقدر حاصلات دینے پر عقد زراعت قرار دینے کو مزارعت کہتے ہین اور یہ عقد بعض حاصلات پر زمین کو یا کاشتکار کو اجارہ لینا ہو کذا فی محیط السرخسی اور رکن مزارعت ایجاب و قبول ہو یعنے زمیندار کاشتکار سے یون کہے کہ مین نے یہ زمین اسقدر حاصلات پر تجھے کاشت کے واسطے دی اور کاشتکار کہے کہ مین نے قبول کی یا مین راضی ہوا یا ایسی کوئی بات جو اُسکے قبول کرنے اور رضامندی پر دلالت کرے پائی جاوے پس جب ایجاب و قبول پایا گیا تو دونون کے درمیان عقد مزارعت پورا ہو جائیگا۔ اور شرائط مزارعت دو طرح کے ہوتے ہین ایک وہ شرائط جو مزارعت جائز کہنے والے امام کے قول کے موافق صحیح عقد مزارعت ہین اور دوسرے وہ شرائط جو مفسد عقد مزارعت ہین پھر شرائط صحیح کی چند قسمین ہین کہ بعضے شرائط صحیحہ زارع کی جانب راجع ہوتے ہین اور بعضے آلات مزارعت کی طرف اور بعضے مزروع کی طرف اور بعضے کھیتی کی حاصلات کی طرف اور بعضے مزروع فیہ کی طرف اور بعضے مدت مزارعت کی طرف راجع ہوتے ہین پس جو شرائط صحیحہ کہ مزارع کی طرف راجع ہین وہ دو ہین اول یہ کہ مزارع شخص عاقل ہو پس مجنون یا ایسے نابالغ کے ساتھ جو مزارعت کو سمجھتا نہین ہو مزارعت صحیح نہین اور بالغ ہونا جواز مزارعت کے واسطے شرط نہین ہو حتے کہ طفل ماذون کے ساتھ دفعۃ واحدۃ مزارعت جائز ہو اسیطرح حریت بھی صحت مزارعت کے واسطے شرط نہین ہو پس غلام ماذون کے ساتھ دفعۃ واحدۃ مزارعت صحیح جائز ہو دوم یہ کہ مزارعت جائز کہنے والے کے قول پر بقیاس قول امام اعظم رح اللہ تعالی یہ شرط ہو کہ مزارع مسلمان ہو اور صاحبین رح کے نزدیک جواز مزارعت کے واسطے یہ شرط نہین ہو اور مرتد کی مزارعت نی الحال نافذ ہوتی ہو۔ اور جو شرط مزروع کی طرف راجع ہو وہ یہ ہو کہ بیج معلوم ہو یعنے جو بونا ہو بیان کر دیا جاوے

لیکن اگر کاشتکار سے زمیندار نے کہدیا کہ زمین مین جو تیرا جی چاہے کاشت کرنا تو جائز ہے اور کاشتکار کو اختیار ہوگا کہ جو چاہے بووے مگر اُسکو درخت لگانے کا اختیار نہوگا کیونکہ عقد مزارعت کے تحت مین کھیتی داخل ہے درخت لگانا داخل نہین ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور بیج کی مقدار بیان کرنا شرط نہین ہے کیونکہ زمین سے آگاہ کرنے سے جسقدر کی مقدار معلوم ہوجاتی ہے اور اگر دونون نے بیج کی جنس بیان نہ کی پس اگر زمیندار کی طرف سے بیج ٹھہرے ہون تو جائز ہے کیونکہ تخم ریزی سے پہلے اُسکے حق مین مزارعت متاکد نہوگی اور تخم ریزی کے وقت تو یہ امر معلوم ہوجائیگا اور تاکد عقد کے وقت اعلام پایا جانا ایسا ہے جیسے وقت عقد کے اعلام پایا گیا۔ اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور دونون نے بیج کی جنس بیان نہ کی تو مزارعت فاسد ہوگی کیونکہ زمیندار کے حق مین یہ مزارعت قبل تخم ریزی کے لازم ہوگی پس نامعلوم ہونا جائز نہین ہے لیکن اگر بطور عموم کاشتکار کی راے پر سونپا ہو مثلاً مالک زمین نے اُس سے کہا ہو کہ مزارعت پر اس قرار داد پر دی کہ جسمین بیج تیری راے مین آوے یا جو میری راے مین آوے زراعت کر تو یہ جائز ہے کیونکہ جب اُسنے کاشتکار کی راے پر یہ کام چھوڑا تو ضرور پر راضی ہوا۔ اور اگر اُسنے بطور عموم اُسکی راے پر چھوڑا ہو اور بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے ہون اور دونون نے جنس تخم بیان نہ کی ہو تو مزارعت فاسد ہوجائیگی مگر جب اُسنے کوئی بیج بو دیا تو منقلب ہوکر جائز ہوجائیگی کیونکہ جب زمیندار نے زمین اور کاشتکار کے درمیان تخلیہ کردیا اور یہان تک اُسکے قبضہ مین چھوڑدی کہ اُسنے بیج زمین مین ڈالدیا تو اُسنے ضرر برداشت کرلیا پس امر مفسد زائل ہوکر جائز ہوجائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور جو شرط غلہ پیداوار زراعت کی طرف راجع ہے وہ چند طرح کی قسمین ہین از انجملہ یہ کہ عقد مین اسکا ذکر ہو حتے کہ اگر عقد مین اسکے ذکر سے سکوت کیا ہو تو عقد فاسد ہوگا اور از انجملہ یہ کہ دونون کے واسطے ہونے کی شرط ہو حتے کہ اگر یہ شرط کی کہ تمام حاصلات پیداوار دونون مین سے ایک کسی کے واسطے ہو تو عقد مزارعت صحیح نہوگا۔ اور از انجملہ یہ کہ ہر دو زمیندار و کاشتکار مین سے ایک کے واسطے حاصلات مین سے بعض حصہ کی شرط ہو حتے کہ اگر سوائے اس پیداوار کے دوسری چیز سے ہونے کی شرط لگائی تو عقد صحیح نہوگا اگر اُس عقد کے واسطے شرکت لازم ہے پس جو شرط ایسی ہوگی کہ شرکت کو قطع کرتی ہے وہ عقد کی مفسد ہوگی۔ از انجملہ یہ کہ حاصلات غلہ مین سے جو بعض ٹھہرایا اُسکی مقدار نصف یا ثلث یا چوتھائی وغیرہ بیان سے معلوم ہو۔ از انجملہ یہ کہ یہ حصہ معلوم تمام پیداوار مین سے خریر شائع ہو حتے کہا اگر دونون مین سے کسیکے واسطے کسیقدر مقفیز معلومہ کی شرط لگائی ہو تو عقد صحیح نہوگا اسیطرح اگر جزء شائع کو ذکر کیا مگر اس جزء پر کچھ مقفیز معلومہ زیادہ کرنے کی شرط لگائی تو مزارعت صحیح نہوگی علی ہذا اگر ایک کیواسطے یہ شرط لگائی کہ جسقدر بیج خرچ ہوئے ہین وہ اسکو دیکر باقی دونون مین مشترک ہو تو مزارعت صحیح نہوگی کیونکہ جائز ہے کہ زمین مین سوائے اس مقدار تخم کے زیادہ پیدا نہو اور جو شرط مزروع فیہ یعنے زمین کیطرف راجع ہے وہ چند طرح کی ہے از انجملہ یہ کہ یہ زمین قابل زراعت ہو حتی کہ اگر یہ زمین شور یا نمناک ہوگی تو عقد جائز نہوگا۔ اور اگر زمین نمناک (قال المترجم نمناک و نمناک وہ زمین ہے جس سے پانی چھوٹتا ہو) ہو مدت مزارعت مین قابل زراعت ہو لیکن وقت عقد کے کسی عارض کی وجہ سے زراعت نہوسکتی ہو جیسے نمناک ہونے سے پانی منقطع ہو یا برف گرتا ہو یا اسکے مثل کوئی امر مانع ہو حالانکہ یہ مانع ایسا ہو کہ مدت مزارعت کے اندر ہی دور ہونے والا ہو تو مزارعت جائز ہوگی از انجملہ یہ ہو کہ زمین معلومہ ہو اور اگر مجہول ہوگی تو مزارعت صحیح نہوگی کیونکہ اس جہالت سے جھگڑا پیدا ہوسکتا ہے اور اگر زمین مزارعت پر اس قرار داد سے دی کہ جسمین گیہون بووے اسمین یہ بٹائی اور جسمین جَو بووے

اُنمین یہ بٹائی ہو تو عقد فاسد ہوگا کیونکہ مزروع فیہ مجہول ہوا سیطرح اگر یون کہا کہ اس قرارداد سے کہ بعض مین گیہون ہووے اور بعض مین جو ہووے تو بھی فاسد ہوگا کیونکہ صریحًا بعض بعض کرنا قطعی تجہیل ہو - اور اگر یون کہا کہ اس قرارداد سے کہ جسمین تو گیہون ہووے تو بٹائی یا جو ہووے تو یہ بٹائی ہو تو یہ جائز ہوگا کیونکہ اُسنے پوری زمین گیہون یا جو بونے کے واسطے قرار دی ہو پس تجہیل نرہی اور ازانجملہ یہ ہو کہ زمین مذکور فارغ کاشتکار کے سپرد کی گئی ہو یعنے مالک زمین کی طرف سے موانع دور کرکے زمین اور کاشتکار کے درمیان تخلیہ کیا گیا ہو حتے کہ اگر مالک زمین کے ذمہ کھیتی کے کام مین سے کچھ کام شرط کیا گیا ہو تو مزارعت صحیح نہوگی کیونکہ تخلیہ نپایا گیا اسیطرح اگر زمیندار و کاشتکار دونون کے ذمہ کام کرنا مشروط ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین ہی اور تخلیہ کے یہ معنی ہین کہ مالک زمین کاشتکار سے یون کہے کہ یہ زمین مین نے تیرے سپرد کی اور یہ بات بھی منجملہ تخلیہ سے ہی کہ زمین مذکور عقد کے وقت فارغ ہو اور اگر ایسا نہو بلکہ اُسمین زراعت موجود ہو جو اُگی ہو تو عقد جائز ہوگا مگر یہ عقد معاملت ہوگا نہ عقد مزارعت نہوگا اور اگر اُسکی کھیتی پوری ہو کر پختگی پر آگئی ہو تو یہ بھی جائز نہوگا کیونکہ کھیتی کو تیار ہوجانے کے بعد کسی کام کی حاجت نہین ہی پس اس عقد کو عقد معاملہ تجویز کرنا مستحسن رہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور جو شرط کہ آلات مزارعت کیطرف راجع ہی وہ یہ ہی کہ بیل اس عقد مین تابع عقد قرار دیا جاوے اور اگر بیل بھی عقد مین مقصود ہو تو مزارعت فاسد ہوجائیگی - اور جو شرط مدت کیطرف راجع ہی وہ یہ ہی کہ مدت معلومہ ہو پس مزارعت بدون بیان مدت کے صحیح نہوگی کیونکہ ابتداے زراعت کا وقت مختلف ہوتا ہی حتے کہ جس موضع مین اس امر مین تفاوت نہو وہان بغیر بیان مدت کے مزارعت جائز ہوگی اور اُسکا وقت وہ ہوگا جسوقت کوئی پہلے کھیتی بھونے یہ بدائع مین ہی اور اگر وقت ایسا بیان کیا کہ اسوقت کاشتکار کو زراعت کی مجال نہین ہی تو مزارعت فاسد ہوگی اور مدت کا ذکر کرنا اور نہ ذکر کرنا یکسان ہوگا اسیطرح اگر ایسی مدت بیان کی کہ دونون مین سے ایک اسوقت تک غالبًا نمدہ نرہیگا تو بھی مزارعت جائز نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - اور منجملہ شرائط صحیحہ کے یہ ہی کہ بٹائی کا حصہ اسطور سے بیان کیا جاوے کہ پیداوار غلہ سے شرکت منقطع نہونے پاوے کذا فی محیط السرخسی پس اگر دونون نے ایک کا حصہ بیان کردیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکا حصہ بیان کیا ہی جسکی طرف سے بیج نہین ٹھہرے ہین تو قیاسًا و استحسانًا مزارعت جائز ہوگی اور اگر اُسکا حصہ بیان کیا کہ جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین تو استحسانًا مزارعت جائز ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور منجملہ اُسکے یہ ہی کہ یہ بیان کرنا چاہیے کہ بیج کسکی طرف سے قرار پائے اسوجہ سے کہ اگر مالک زمین کی طرف سے بیج ٹھہرے تو یہ عقد مزارعت کاشتکار کو اجارہ لینا ہوگا اور اگرچہ کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے تو یہ عقد زمین کو اجارہ لینا ہی اور معقود علیہ مجہول ہوگا اور اسکے احکام بھی مختلف ہین چنانچہ جسکی طرف سے بیج نہین ٹھہرے ہین اُسکے حق مین یہ عقد فی الحال لازم ہوگا اور اسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین اُسکے حق مین تخم ریزی سے پہلے یہ عقد لازم نہوگا لہذا اگر کسی شخص نے اپنی زمین دیگر دوسرے کو بطور مزارعت جائز دی پھر مالک زمین نے بیج و زمین لیکر خود زراعت کی تو یہ اعانت کار نہین ہی بلکہ عقد مزارعت کو توڑتا ہی - اور فقیہ ابوبکر بلخی نے فرمایا کہ اس حکم کا مدار عرف پر ہی چنانچہ اگر ایسے موضع مین یہ عقد واقع ہوا جہان عرف یہ ہی کہ بیج زمیندار کی طرف سے ہوتے ہین یا کاشتکار کی طرف سے ہوتے ہین تو اُنکے عرف کا اعتبار کیا جائیگا اور اُنکی عرف مین جسپر بیج دینا واجب ہوتا ہی اُسیکے ذمہ بیج قرار دیے جاوینگے بشرطیکہ

یہ عرف انکا مستمر ہو یعنے برابر یہی معمول ہو اور اگر عرف مشترک ہو یعنے کبھی مالک زمین دیتا ہو اور کبھی کاشتکار دیتا ہو
کسیکی خصوصیت نہو تو مزارعت صحیح نہوگی - اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب عقد مین کوئی ایسا لفظ ذکر نہ کیا ہو کہ جس سے
معلوم ہو جاوے کہ بیج کسکی طرف سے ہین - اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا ہو کہ جس سے یہ معلوم ہو جاوے مثلاً
مالک زمین نے کہا کہ مین نے تجھے یہ زمین اسواسطے دی کہ تو میرے واسطے اسمین کھیتی بو دے یا کہا کہ مین نے
تجھے اجارہ پر اس غرض سے لیا کہ تو آدھی پیداوار کی بٹائی پر اسمین کاشتکاری کرے تو یہ اس بات کا بیان
ہوگا کہ بیج مالک زمین کے ذمہ ہین اور اگر یون کہا کہ تاکہ تو اپنے واسطے اسمین زراعت کرے تو یہ اس امر کا
بیان ہوگا کہ بیج کاشتکار کے ذمہ ہین یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اور ابن رستم نے اپنی نوادر مین امام محمد سے روایت
کیا کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنی یہ زمین ایک سال کیواسطے تجھے آدھے کی بٹائی پر اجارہ دی یا کہا کہ تہائی
کی بٹائی پر اجارہ دی تو یہ مزارعت جائز ہوا اور بیج کاشتکار کے ذمہ ہونگے اور اگر یون کہا کہ مین نے اپنی زمین تجھے مزارعت پر دی
یا کہا کہ تہائی کی بٹائی پر تجھے مزارعت پر عطا کی تو جائز نہین ہوگی کیونکہ اسمین اسکا بیان نہین ہوا کہ بیج کسکے ذمہ ہین حالانکہ یہ امر شرط ہی
اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اسواسطے اجارہ پر لیا کہ تہائی کی بٹائی پر تو میری زمین مین زراعت کرے تو یہ جائز ہوا اور
بیج مالک زمین کے ذمہ ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی - اور مزارعت کی فاسد کرنے والی شرطین چند انواع مین ہین - ازانجملہ یہ کہ تمام
پیداوار غلہ دونون مین سے کسی ایک کے واسطے شرط کیا تو یہ شرط مفسد ہی کیونکہ شرکت کو قطع کرتی ہی - ازانجملہ یہ کہ مالک
زمین پر کام کرنے کی شرط لگائی تو مفسد ہی کیونکہ یہ شرط مزروع فیہ پیدا کرنے سے مانع ہی - ازانجملہ یہ کہ مالک زمین کے ذمہ
بیل دینا شرط کیا - ازانجملہ یہ کہ کھیتی کاٹکر کھلیان مین ڈالنے اور روندائی اور دانہ صاف کرانے کی شرط کاشتکار کے ذمہ
لگائی تو مفسد ہی اور اصل یہ ہی کہ کھیتی تیار ہو کر خشک ہونے سے پہلے کھیتی کی اصلاح کے واسطے جن باتون کی
ضرورت ہوتی ہی جیسے سینچنا و حفاظت کرنا و نکانا و نالیان و بر ہے وغیرہ تیار کرنا اور ایسی باتین یہ سب کاشتکار
کے ذمہ ہین اور جن امور کی ضرورت کھیتی پوری تیار ہو کر خشک ہونے کے بعد تقسیم غلہ سے پہلے ہوتی ہی - جیسے
پشک کرنا دانہ صاف کرنا وغیرہ وہ ان دونون کے ذمہ اُسی حساب سے جو پیداوار غلہ مین مشروط ہی ہوتا ہی - اور
تقسیم غلہ کے بعد حصہ رسدی کے احراز کے واسطے جن امور کی ضرورت ہوتی ہی جیسے اُٹھا کر گھر پہونچانا وغیرہ تو یہ کام
دونون مین سے ہر ایک پر اپنے اپنے حصہ کے واسطے لازم ہی اور امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہی کہ اُنھون نے کھیتی کاٹنے
اور کھلیان مین ڈالنے اور روندنے و دانہ پاک کرنے کی شرط کاشتکار کے ذمہ جائز رکھی ہی اسوجہ سے کہ لوگون کا تعامل
پایا جاتا ہی اور ہمارے بعضے مشائخ ماوراء النہر نے بھی اسی پر فتوے دیا ہی اور اسیکو مشائخ خراسان مین سے نصیر بن
یحیی و محمد بن سلمہ نے اختیار کیا ہی کذا فی البدائع - اور ظاہر الروایت کے موافق کاٹنے کا کاشتکار کے ذمہ کھیتی کاٹنے و روندنے
اور دانہ پاک کرنے کی شرط لگانی مفسد ہی کذا فی فتاوے قاضی خان اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الکبری اور نصر بن
یحیی و محمد بن سلمہ سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ یہ سب باتین کاشتکار کے ذمہ ہوتی ہین خواہ شرط لگائی ہو یا نہ
لگائی ہو اسوجہ سے کہ عرف یہی ہی اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ہمارے دیار مین یہی صحیح ہی اور شیخ ابو بکر
محمد بن الفضل رحمہ سے مروی ہی کہ اُنسے جب اس مسئلہ پر فتوے طلب کیا جاتا تو فرماتے تھے کہ اسمین عرف ظاہر ہی
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ازانجملہ یہ ہی کہ جسکی طرف سے بیج نہ تھا اُسکے واسطے بھوسے کی شرط کرنا - ازانجملہ یہ ہی کہ

مالک زمین کاشتکار کے ذمہ ایسے کام کی شرط لگاوے جسکا اثر و منفعت مدت مزارعت کے بعد باقی رہے جیسے چہاردیواری بنانا و کنگرہ درست کردینا اور نہر کھود کر تیار کردینا اور کارنیز بنانا اور اسکے مثل کام جنکا اثر و منفعت مدت مزارعت گذرنے کے بعد باقی رہتا ہے۔ رہا زمین کو گوڑنا (ہل چلانا) پس اگر عقد مین دونون نے بغیر صفت ثنیہ یعنے دوبار گوڑنے کے مطلقاً شرط کیا تو عامہ مشائخ نے فرمایا کہ مزارعت فاسد نہوگی اور یہی صحیح ہے اور اگر دوبار گوڑنا شرط کیا تو مزارعت فاسد ہوگی کیونکہ دوبار گوڑنے کے یا تو یہ معنی ہین کہ ایک دفعہ زراعت کے واسطے گوڑے اور دوسری دفعہ کھیتی لگنے کے بعد گوڑے تاکہ گوڑی ہوئی زمین اپنے مالک کے پاس واپس پہونچے تو ایسی شرط بلاشک مفسد ہے کیونکہ بعد کھیتی لگنے کے گوڑنا اس سال کے کامون مین سے نہین ہے اور یا یہ معنی ہین کہ قبل زراعت کے دوبار گوڑ کر زراعت کرے اور یہ کام ایسا ہے کہ اسکا اثر و نفع مدت مزارعت کے بعد بھی باقی رہتا ہے تو یہ شرط مفسد ہوگی حتے کہ جہان کہین اسکا اثر و نفع باقی نہین رہتا ہے وہان یہ شرط مفسد نہوگی۔ اور رہے احکام مزارعت سو از انجملہ یہ ہے کہ اصلاح زراعت کے واسطے جن کامون کی ضرورت پڑتی ہے وہ کاشتکار پر واجب ہین اور جو کام زراعت کی ضرورت کے ایسے ہین کہ انمین خرچہ پڑتا ہے جیسے کھاد ڈالنا اور نکائی وغیرہ تو یہ خرچہ دونون پر بہ ایک کے حصہ کے موافق پڑیگا۔ اور یہی حال کھیتی کاٹنے اور کھلیان مین لیجانے اور روندنے کا ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ پیداوار غلہ دونون مین موافق شرط عقد کے مشترک ہوگا اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر زمین مین کچھ نہ پیدا ہوا تو دونون مین سے کسی کو کچھ نہ ملیگا یعنے نہ کاشتکار کو اپنے کام کی اجرت ملیگی اور نہ زمیندار کو زمین کا پوتہ ملیگا خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے ہون یا زمیندار کی طرف سے ٹھہرے ہون یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر تیار و پختہ ہونے سے پہلے کھیتی پر کوئی آفت پڑگئی تو دونون مین سے کسیکا دوسرے پر کچھ حق واجب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ بیج دینے والے کیطرف یہ عقد لازم نہین ہوتا ہے اور دوسرے عاقد کی طرف لازم ہوتا ہے حتے کہ اگر بیج والے نے بعد عقد مزارعت قرار دینے کے اس سے انکار کردیا اور کہا کہ مین اس زمین کی زراعت نہین چاہتا ہون تو اُسکو اختیار ہے خواہ اُسنے کسی عذر سے انکار کیا یا بلا عذر انکار کیا ہو اور اگر دوسرے عاقد نے انکار کیا تو اُسکو بدون عذر کے ایسا اختیار نہین ہے یہ بدائع مین ہے اور اگر زمین مین تخم ریزی کردی تو عقد مزارعت دونون جانب لازم ہوجائیگا حتے کہ بدون عذر کے دونون مین سے کوئی اسکے بعد فسخ عقد نہین کرسکتا ہے یہ محیط مین ہے اور منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ٹھہرے ہون اور اُسنے کاشتکار کو سپرد کیے تو دونون مین سے کسیکو مزارعت باطل کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر اُسنے بیج کاشتکار کو ندیے ہون تو مالک زمین کو عقد مزارعت باطل کرنے کا اختیار ہوگا اور کاشتکار کو نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے اور از انجملہ یہ کہ کاشتکار کو زمین جوتنے پر مجبور کرنے کی ولایت حاصل ہونا یا حاصل نہونا ہے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ دونون نے عقد مین زمین جوتنے کی شرط کرلی ہو یا اس شرط سے سکوت کیا ہو پس اگر جوتنے کی شرط کرلی ہو تو کاشتکار اسپر مجبور کیا جائیگا اور اگر اس سے سکوت کیا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر زمین ایسی ہو کہ اُسمین بدون جوتنے کے زراعت معتاد کہ جیسے عرف مین لوگون کا مقصود ہوتا ہے پیدا ہوتی ہو تو کاشتکار پر جوتنے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور اگر ایسی ہو کہ بدون جوتنے کے اُسمین بالکل پیداوار نہوتی ہو یا ہوتی ہو مگر ایسی قلیل کہ اسکے مثل کاشتکاری سے مقصود نہین ہوتی ہے تو کاشتکار پر جوتنے کے واسطے جبر کیا جائیگا۔

۹۷ پیچھے بیان ہوا کہ دونون نے عقد مین زمین جوتنے کی شرط کرلی ہو یا اس شرط سے سکوت کیا ہو پس اگر جوتنے کی شرط کرلی ہو تو کاشتکار اسپر مجبور کیا جائیگا اور اگر اس سے سکوت کیا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر زمین ایسی ہو کہ اُسمین بدون جوتنے کے زراعت معتاد کہ جیسے عرف مین لوگون کا مقصود ہوتا ہے پیدا ہوتی ہو تو کاشتکار پر جوتنے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور اگر ایسی ہو کہ بدون جوتنے کے اُسمین بالکل پیداوار نہوتی ہو یا ہوتی ہو مگر ایسی قلیل کہ اسکے مثل کاشتکاری سے مقصود نہین ہوتی ہے تو کاشتکار پر جوتنے کے واسطے جبر کیا جائیگا۔ لازم نہون چنانچہ سابق مین ذکر کیا گیا ہے ۱۲ منہ

اور علی ہذا اگر کاشتکار نے سینچنے سے انکار کیا بس اگر زمین ایسی ہو کہ بارش کا پانی اُسکو کافی ہوتا ہو اور بدون سینچنے کے اُسمین زراعت معتاد پیدا ہوتی ہو تو کاشتکار پر سینچنے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور اگر ایسی زمین ہو کہ اُسکو فقط بارش کا پانی کافی نہوتا ہو تو کاشتکار پر جبر کیا جائیگا۔ از انجملہ یہ ہو کہ پیداوار غلہ مین جو باہم شرط قرار پائی ہو اُسپر زیادہ کرنا یا گھٹانا جائز ہو۔ اور اصل یہ ہو کہ جو مقدار ایسی ہو کہ ابتدا سے عقد اُسپر قرار پا سکتا ہو وہ محتمل زیادت بھی ہو (یعنے حصہ شائع مثلاً چھٹا حصہ دسواں حصہ وغیرہ) اور جو مقدار ایسی ہو کہ عقد اُسپر قرار نہین پا سکتا ہو وہ محتمل زیادت بھی نہین ہو (جیسے دو من وغیرہ) اور گھٹانا دونون صورتون مین جائز ہو۔ اور مزارعت مین گھٹانا و بڑھانا دو طرح پر ہوتا ہو۔ یا تو کاشتکار کی طرف سے ہوگا یا مالک زمین کی طرف سے ہوگا اور ضرور ہو کہ بیج یا تو کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے ہونگے یا مالک زمین کی طرف سے ٹھہرے ہونگے۔ اور اگر کھیتی کاٹنے کے بعد وصورتیکہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور مزارعت مثلاً آدھے کی بٹائی پر ہو اور کاشتکار نے اپنے حصہ مین سے ایک چھٹا حصہ مالک زمین کے واسطے بڑھا دیا اور مالک زمین کے واسطے دو تہائی کر دیا اور مالک زمین اسپر راضی ہو گیا تو ایسی زیادتی جائز نہین ہو اور حاصلات غلہ دونون مین موافق شرط کے مشترک رہیگی۔ اور اگر مالک زمین نے کاشتکار کو اپنے حصہ مین سے چھٹا حصہ بڑھا دیا اور دونون راضی ہو گئے تو بڑھانا جائز ہو اور اسکی وجہ یہ ہو کہ صورت اول مین کاشتکار نے جو چیز اجارہ پر لی تھی اُس سے مقصود علیہ یعنے منفعت پوری حاصل کر کے اپنا کام تمام کرنے کے بعد پوتہ پر بڑھایا ہو اور ایسا بڑھانا بوجہ مقصود علیہ قائم نہونے کے) جائز نہین ہو اور دوسری صورت مین جو پوتہ کاشتکار پر واجب ہوا تھا اُسمین سے کمی کر دی اور ایسی کمی کرنا مقصود علیہ کے قائم ہونے کو نہین چاہتا ہو (پس مقصود علیہ قائم نہونے کی حالت مین بھی جائز ہو)۔ اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہووے اور مالک زمین نے زیادتی کر دی تو جائز نہین ہو اور اگر کاشتکار نے بڑھایا تو جائز ہو۔ یہ سب اُس صورت مین کہ کھیتی کاٹنے کے بعد دونون مین سے کسی نے زیادتی کر دی ہو۔ اور اگر کھیتی کاٹنے سے پہلے دونون مین سے کسی نے زیادہ کیا تو چاہے کوئی زیادہ کرے جائز ہو کذا فی البدائع

دوسرا باب ۔ انواع مزارعت کے بیان مین۔ اصل یہ ہو کہ زمین کی بعضی پیداوار غلہ کے عوض زمین کو اجارہ لینا جائز ہو اسیطرح زمین کی بعض پیداوار غلہ کے عوض کاشتکار کو اجارہ پر لینا جائز ہو اور ان دونون کے سوائے دوسری چیز کو زمین کی بعض پیداوار غلہ کے عوض اجارہ پر لینا جائز نہین ہو محیط مین ہو۔ پھر جو شخص مزارعت کو جائز رکھتا ہو اُسکے قول پر مزارعت کی دو قسمین ہین اول یہ کہ زمین دونون مین سے کسی ایک کی ہووے اور دوم یہ کہ زمین دونون کی ہووے۔ پس اگر زمین ایک ہی کی ہو تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ بیج ایک ہی کیطرف سے ہو اور دوسری یہ کہ بیج دونون کی طرف سے ہو۔ پس اگر زمین ایک ہی کی ہو اور بیج ایک ہی کی طرف سے ہو تو اُسمین چھ صورتین ہین جنمین سے تین صورتین جائز ہین اور تین صورتین فاسد ہین۔ پس تینون جائز صورتون مین سے ایک یہ ہو کہ زمین ایک کی ہو اور بیج اور بیل اور کار زراعت دوسرے کیطرف سے ہو اور دونون نے مالک زمین کے واسطے پیداوار غلہ سے کوئی حصہ معلوم شرط کیا تو جائز ہو کیونکہ اس صورت مین

قال المترجم ۵ اور یہ کاشتکار کا حصہ بڑھایا اور یہ ۱۲ دونون

جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہون وہ بعض معلوم حاصلات زمین کے عوض زمین کا اجارہ پر لینے والا قرار پاویگا - اور دوسرے یہ کہ دونون مین سے ایک کی طرف سے کار زراعت ہو اور باقی سب دوسرے کی طرف سے ہو تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین وہ اپنی زمین مین اپنے بیل اور بیج سے کار زراعت کرنے کے واسطے بعض پیداوار معلوم کے عوض دوسرے کا اجارہ پر لینے والا قرار پاویگا اور تیسری یہ صورت ہے کہ زمین اور بیج دونون مین سے ایک کی طرف سے ہو اور بیل اور کار زراعت دوسرے کیطرف سے ہو تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ مالک زمین اس غرض سے دوسرے کا اجارہ پر لینے والا ٹھہریگا تاکہ دوسرا اپنے بیل اور اپنے کام سے مالک زمین کی زمین مین اُسکے بیج بووے - اور تینون فاسد صورتون مین سے ایک یہ ہے کہ زمین اور بیل ایک کی طرف سے ہو اور باقی دوسرے کی طرف سے ہو تو یہ فاسد ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جائز ہے بسبب اسکے کہ عرف پایا جاتا ہے اگرچہ ظاہر الروایۃ کے موافق نہیں ہے اسواسطے کہ زمین کی منفعت بجنس منفعت کا ونہین ہے کیونکہ زمین کی منفعت یہ ہے کہ اپنی طبعی قوت سے بیج اُگا دے اور بیل کی منفعت یہ ہے کہ زراعت کے کام مین آوے پس جب بیل کی منفعت بجنس منفعت زمین نہوئی تو بیل عقد مین زمین کے تابع نہوگا پس بیل کا اجارہ مقصودًا بعض حاصلات زمین کے عوض قرار پایا اور یہ فاسد ہے چنانچہ اگر ایک کی طرف سے فقط بیل ہی ہو تو فاسد ہوتا ہے - اور دوسری صورت یہ ہے کہ بیج ایک کی طرف سے ہو اور باقی دوسرے کی طرف سے ہو تو یہ فاسد ہے اسواسطے کہ اس صورت مین جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین وہ زمین کو اجارہ پر لینے والا قرار پائیگا پس اُسکے اور زمین کے درمیان تخلیہ ہونا ضرور ہے حالانکہ اُسکے قبضہ مین نہ آئیگی بلکہ جو شخص تخم ریزی وغیرہ کا زراعت انجام دیگا اُسکے پاس رہیگی - اور علی ہذا اگر تین یا چار آدمی نے شرکت کی اور ایک کی طرف سے فقط بیل ہوا یا فقط بیج ہوئے تو عقد فاسد ہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ بیج اور بیل ایک کیطرف سے ہو اور زمین اور کار زراعت دوسرے کی طرف سے ٹھہرے تو یہ بھی فاسد ہے یہ سب اُس صورت مین ہے کہ دونون مین سے ایک کی طرف سے زمین ہو اور بیج دوسرے کی طرف سے ہون - اور اگر زمین ایک کی ہو اور یہ شرط ٹھہری کہ بیج دونون کی طرف سے ہون پس اگر زراعت کا کام کرنا مالک زمین کے سوائے دوسرے کے ذمہ دونون نے شرط کیا اور دونون نے یہ بھی شرط کی کہ پیداوار غلہ دونون مین برابر تقسیم ہو تو عقد فاسد ہوگا اسلیے کہ اس صورت مین مالک زمین نے عامل سے گویا یہ کہا کہ تو میری زمین مین میرے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار غلہ میرا ہوگا اور اپنے بیجون سے زراعت کر اس شرط سے کہ تمام پیداوار غلہ تیرا ہوگا تو یہ فاسد ہے اسواسطے کہ یہ مزارعت بعوض پوری حاصلات کے بدین شرط ہے کہ عامل کو آدھی زمین عاریت دے اسیطرح اگر دونون نے یہ شرط لگائی کہ پیداوار غلہ دونون مین تہائی مشترک ہو جسمین سے ایک تہائی عامل کی ہو اور دو تہائی مالک زمین کی ہو یا اسکے برعکس شرط کی تو بھی فاسد ہے کیونکہ اسمین بھی زمین مین سے کچھ عاریت دینا ہے - اور جب مزارعت فاسد ہوئی تو جو کچھ پیداوار ہوا وہ دونون مین ہر ایک کی بیجون کی مقدار کے حساب سے مشترک ہوگا پھر مالک زمین نے پیداوار زمین سے جو کچھ لیا ہے وہ اُسکے پاس سلم رہیگا کیونکہ اسکی زمین مین اُسکی ملک سے پیدا ہوا اور دوسرے پر اسکی آدھی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ دوسرے نے

اُسکی زمین سے بطور عقد فاسد کے پوری منفعت حاصل کی ہو اور جو کچھ اُسنے پیداوار مین سے لیا ہو اُسکو بیجون سے بقدر بیجون کے اُسکو حلال ہوگا اور باقی مین سے آدھی زمین کا کرایہ اور جو کچھ اُسکا خرچہ پڑا ہو وہ بھی نکال کر باقی کو صدقہ کردیگا۔ اسواسطے کہ یہ زیادتی اُسکو دوسرے کی زمین سے بطور عقد فاسد حاصل ہوئی ہے۔ اور اگر زمین و بیج دونون کی طرف سے ہون اور کارزراعت کی دونون نے دونون پر شرط لگائی اس قرارداد پر کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین نصف نصف مشترک ہو تو جائز ہے اسواسطے کہ ہر ایک عاقد نصف زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کرنے والا ہوگیا پس اس عقد مین نصف زمین کا عاریت دینا پایا گیا مگر اس شرط سے نہین کہ مستعیر اُسکے واسطے زراعت کا کام کردے۔ اور اگر زمین دونون مین مشترک ہو اور دونون نے یہ شرط کی کہ بیج اور کارزراعت ایک کی طرف سے ہو اس قرارداد پر کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین نصف نصف مشترک ہو تو یہ نہین جائز ہے کیونکہ جسکی طرف سے بیج نہین ٹھہرے ہین وہ دوسرے سے گویا یہ کہنے والا ہوگیا کہ تو اپنی زمین مین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار تیری ہوگی اور میری زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کر بدین شرط کہ جو کچھ پیداوار ہوگی وہ میری ہوگی پس اُسکے حق مین یہ مزارعت بشرط پوری حاصلات لے لینے کی ہوئی پس جائز نہوگی اور اگر بیج ایک نے دیئے اور عمل دوسرے کے ذمہ شرط کیا اور شرط لگائی کہ تمام پیداوار دونون مین نصف نصف مشترک ہو تو بھی نہین جائز ہے کیونکہ بیج دینے والے نے اپنے واسطے نصف زمین مین دوسرے کی طرف سے کارزراعت انجام دینے کے مقابلہ مین آدھے بیج کا ہبہ کرنا یا قرض دینا شرط کیا اور یہ باطل ہے اسیطرح اگر دو تہائی حاصلات عامل کے واسطے اور ایک تہائی بیج دینے والے کے واسطے شرط کیا یا بیج دینے والے کے واسطے دو تہائی اور عامل کے واسطے ایک تہائی شرط کیا تو بھی نہین جائز ہے اسواسطے کہ بیج دینے والے نے محض بیجون کی وجہ سے اپنے واسطے حاصلات مین سے زیادہ حصہ کی شرط لگائی ہے۔ اور اگر بیج عامل کیطرف سے ہون اور دونون نے دو تہائی پیداوار عامل کے واسطے شرط لگائی تو جائز ہے اسواسطے کہ جسکی طرف سے بیج نہین ہین وہ اپنی زمین اس شرط سے مزارعت پر دینے والا ہوا کہ کاشتکار اُسکو اپنے بیجون سے بووے بدین شرط کہ دو تہائی پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور یہ جائز ہے۔ اور اگر زمین اور بیج دونون کیطرف سے ہون اور دونون نے ایک شخص کے ذمہ کارزراعت انجام دینے کی شرط لگائی اور آدھے کی بٹائی کی شرط لگائی تو جائز ہے پس جسنے کام نہین کیا ہے اُسنے گویا اپنے حصہ کیواسطے کارزراعت مین دوسرے سے استعانت چاہی ہے۔ اور اگر زمین دونون مین برابر مشترک ہو اور بیج برابر دونون کی طرف سے ہون اور دونون نے یہ شرط کی کہ کاشتکار کو دو تہائی پیداوار اور دوسرے کو ایک تہائی ملیگی تو دو روایتون مین سے اصح روایت کے موافق یہ جائز نہین ہے اسواسطے کہ تمام پیداوار دونون کے بیجون سے پیدا ہوئی ہے اور بیج برابر دونون کے مشترک ہین تو پیداوار بھی دونون مین برابر مشترک ہوگی پس دو تہائی اُسنے جو زیادہ لیا وہ اپنے کام ہی کے مقابلہ مین لیا ہے حالانکہ جو شخص محل مشترک مین کام انجام دیتا ہے وہ مستحق اجرت نہین ہوتا ہے۔ اور اگر اس صورت مین جسکے بیج نہین ہین اُسکے واسطے دو تہائی پیداوار کی شرط لگائی ہو تو بھی نہین جائز ہے اسواسطے کہ اس شخص نے کاشتکار کے حصہ مین سے جسقدر زیادتی اپنے واسطے شرط کی وہ بغیر زمین و بغیر تخم و بغیر کام کے شرط کی ہے (پس جائز نہوگی) اور اگر زمین دونون مین مشترک ہو اور دونون نے سوا کاشتکار کے

دوسرے کے ذمہ دو تہائی بیج دینے شرط کیے بدین شرط کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین برابر مشترک ہوگی تو جائز نہین ہی اسواسطے کہ اسنے کاشتکار کے کام کے مقابلہ مین چھٹا حصہ بیج قرض دینے کی شرط کی ہی - اور اگر دونون نے کاشتکار کے ذمہ دو تہائی بیج دینے اس شرط سے شرط کیے کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین برابر مشترک ہوگی تو بھی جائز نہین ہی کیونکہ غیر کاشتکار نے گویا در واقع کاشتکار سے یون کہا کہ اپنی زمین مین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار تیری ہوگی اور میری زمین مین اپنے اور میرے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار میری ہوگی پس یہ مزارعت بشرط تمام حاصلات لے لینے کے ہی اور یہ جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص کے پاس زمین ہی اُسنے چاہا کہ دوسرے شخص سے بیج لیکر زراعت کرے اور جو پیداوار ہو وہ دونون مین نصفا نصف مشترک رہے تو اس بات مین اُسکے لیے حیلہ یہ ہی کہ اُس شخص سے آدھے بیج خریدے پھر بائع کو ان نصف بیجون کے ثمن سے بری کردے پھر اُس سے کہے کہ اپنی زمین مین ان تمام بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ جو پیداوار ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی - اور مزارعت فاسدہ کے احکام چند طرح کے ہین از انجملہ یہ کہ کاشتکار پر کار زراعت مین سے کوئی کام واجب نہین ہوتا ہی کیونکہ اسکا واجب ہونا تو عقد کی وجہ سے ہوتا ہی اور عقد صحیح نہین ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ سبب اُسکی ہوتی ہی یعنی جسکی طرف سے بیج تھے خواہ مالک زمین کے بیج ہون یا کاشتکار کے بیج ہون اور اُسپر کچھ صدقہ کرنا واجب نہین ہوتا ہی - اور از انجملہ یہ ہی کہ اگر بیج زمیندار کے ہون تو اُسپر کاشتکار کے واسطے اجر المثل واجب ہوگا اور اگر بیج کاشتکار کے ہون تو کاشتکار پر واجب ہوگا کہ زمیندار کو اُسکی زمین کا اجر المثل ادا کرے - اور از انجملہ یہ کہ جب بیج زمیندار کی طرف سے ہون اور تمام پیداوار کا مستحق ہوا اور اُسنے کاشتکار کو اُسکا اجر المثل ضمان دیا تو تمام پیداوار اُسکے واسطے حلال ہوگی اور اگر بیج کاشتکار کے ہون اور تمام پیداوار کا مستحق ہوا اور زمیندار کو اُسکی زمین کا اجر المثل ادا کر دیا تو تمام پیداوار اُسکے حق مین حلال نہوگی بلکہ پیداوار مین سے بقدر اپنے بیجون کے اور بقدر زمین کے اجر المثل کے لے لیگا اور یہ اُسکو حلال ہوگی اور زیادتی کو صدقہ کر دیگا - اور از انجملہ یہ ہی کہ مزارعت فاسدہ مین اجر المثل واجب نہین ہوتا ہی تا وقتیکہ زمین کو استعمال مین لانا نہ پایا جاوے اور از انجملہ یہ ہی کہ مزارعت فاسدہ مین زمین کو استعمال مین لانے کے بعد اجر المثل واجب ہوجاتا ہی اگرچہ مزین مذکور مین کچھ پیداوار نہوئی ہو - اور از انجملہ یہ ہی کہ مزارعت فاسدہ مین جو اجر المثل واجب ہوتا ہی اُسکے ساتھ یہ شرط ہی کہ مقدار سے زیادہ نہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک پورا اجر المثل واجب ہوگا اور یہ اختلاف ایسی صورت مین ہی کہ عقد مین اجرت یعنے دونون مین سے ہر ایک کا حصہ بیان کر دیا گیا ہو اور اگر بیان نہ کیا گیا ہو تو بالاتفاق پورا اجر المثل واجب ہوگا یہ بدائع مین ہی اور جس صورت مین صاحبین رح کے نزدیک مزارعت فاسد ہوگئی یا جس صورت مین صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہوتی ہی امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہوگئی اور کاشتکار یا زمیندار نے چاہا کہ ہمکو زراعت حلال ہوجاوے تو اسکے واسطے حیلہ وہ ہی جو شیخ اسمعیل الزاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہی کہ زمیندار و کاشتکار دونون کا حصہ الگ کیا جاوے پھر زمیندار کاشتکار سے یون کہے کہ میرا تجھپر زمین کا اجر المثل یا نقصان زمین واجب ہوا ہی اور تیرا مجھپر تیرے کام اور تیرے بیلون کے کام کا اجر المثل و تیرے

جیون کا مثل واجب ہوا ہی پس آیا تو اسقدر کیہون پر اُس حق سے جو تیرا انجمیر واجب ہوا ہی اُس سے جو میرا انجمیر واجب ہوا ہی یا ہی صلح کرتا ہی پس کاشتکار کہے کہ مین نے صلح کر لی یا کاشتکار زمیندار سے کہے کہ میرا انجمیر میرے اور میرے بیلون کے کام کا اجر المثل واجب ہوا ہی اور تیرا انجمیر تیری زمین کا اجر المثل یا نقصان زمین واجب ہوا ہی پس آیا تو بے اُس حق سے جو تیرا انجمیر واجب ہی اس سے جو میرا انجمیر واجب ہوا ہی اسقدر کیہون پر صلح کی پس مالک زمین کہے کہ مین نے صلح کر لی پھر جب دونون اس بات پر راضی ہو گئے تو صلح جائز ہی اور جو حصہ جسکو پہونچا وہ اسکو حلال ہوگا اسواسطے کہ حق انھین دونون مین دائر ہی ان دونون سے باہر کسی کا حق نہین ہی پس جب دونون باہم راضی ہو گئے تو حرمت کا سبب دور ہو گیا یہ نہایہ مین ہی - پھر جس صورت مین مزارعت فاسد نہوا گر ایسی صورت مین بیل ایک کے ذمہ شرط کیے تو باوجود اسکے کہ ایک کے ذمہ بیل کرایہ لینا شرط کیا ہی مزارعت فاسد نہوگی - اگرچہ عقد مزارعت مین ایک دوسرا عقد شرط کیا یعنے بیل کرایہ پر لینا پس مشروط صفقہ در صفقہ ہوا جاتا ہی مگر مزارعت فاسد نہونا اسوجہ سے ہی کہ بیل کرایہ لینے سے مراد فقط اس بات کا اظہار ہی کہ کسکے ذمہ بیل واجب ہین اور درحقیقت بیلون کو کرایہ پر لینا مقصود نہین ہی اور اُسپر دلیل یہ ہی کہ جب بیل کرایہ لینے کی شرط کیجاتی ہی اگر اُسنے بیل کرایہ پر نہ لیے بلکہ خود ہی زمین کو گوڑ دیا یا ایسے بیل سے جو اُسکو ہبہ مین ملا ہی یا میراث مین ملا ہی زمین کو جوتا یا کوئی بیل خرید کر اُس سے زمین جوتی تو یہ جائز ہی اگرچہ اُسنے بیل کرایہ پر نہین لیے پس معلوم ہوا کہ بیل کرایہ لینے کے ذکر سے مقصود فقط یہ ہی کہ ہل جوتنے کے بیل دونون مین سے ایک کے ذمہ شرط کر دیے اور حقیقۃً بیل کرایہ پر لینا مقصود نہین ہی (تاتارخانیہ صفقہ در صفقہ لازم آوے - اور

مسئلہ مزارعت فاسد ہوجاوے (تاتارخانیہ)

مزارعت فاسد ہوجاوے کذا فی المحیط

تیسرا باب - مزارعہ مین شرطین پائی جانے کے بیان مین - زید نے عمرو کو زمین اور بیج اس شرط سے دیے کہ خود آپ اور اپنے بیل اور اپنے نوکرون سے زراعت کرے پس اگر دونون نے یہ شرط کی کہ تمام پیداوار زید کی ہوگی تو یہ جائز ہی ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا ہی اور امام محمد رح نے جائز کہنے سے یہ مراد نہین رکھی ہی کہ مزارعت جائز ہی - کیونکہ یہ عقد مزارعت نہین ہو سکتا ہی اسواسطے کہ مزارعت مین جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین مشترک ہوتی ہی حالانکہ اس صورت مین پیداوار مشترک نہین ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ پوری پیداوار زید کے واسطے شرط کرنا جائز ہی - اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ پوری پیداوار کاشتکار یعنے عمرو کے واسطے ہی تو یہ بھی جائز ہی اور مراد امام محمد رح کی یہ ہی کہ عمرو کے واسطے پوری پیداوار کی شرط لگانا جائز ہی - اور اگر بیج کاشتکار یعنے عمرو کی طرف سے ہون تو اسکی چند صورتین ہین ایک یہ کہ مالک زمین نے مثلاً عمرو سے یہ کہا کہ میری زمین مین اپنے ایک گز گیہون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار میری ہوگی تو یہ فاسد ہی اسواسطے کہ اس صورت مین عمرو پورے پیداوار کے بدلے زمین کا اجارہ پر لینے والا ہو گیا اور شرع نے زمین کو بعوض بعض پیداوار کے اجارہ لینا خلاف قیاس جائز فرمایا ہی پس پوری پیداوار کی عوض زمین اجارہ لینا اصل قیاس پر رہا (اور قیاس اسکو جائز ہی نہین رکھتا ہی) اور جب یہ عقد فاسد ہوا تو پوری پیداوار عمرو کی ہوگی اور عمرو پر مالک زمین کے واسطے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا پھر عمرو کے حق مین اس پیداوار مین سے بقدر اپنے بیجون کے اور جو کچھ اُسنے اجر المثل دیا ہی حلال ہوگا اور باقی زیادتی کو صدقہ کر دیگا - اور اگر مالک زمین نے کاشتکار سے کہا

کہ میرے واسطے میری زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کردے بشرطیکہ تمام پیداوار میری ہوگی تو یہ شرط جائز ہی اور کاشتکار مالک زمین کو بیج قرض دینے والا ہو جائیگا اور پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار اس کام مین ازراہ احسان مالک زمین کا معین قرار دیا جائیگا - اور اگر کاشتکار سے یون کہا کہ میرے واسطے میری زمین مین اپنے بیجون سے بدین شرط زراعت کردے کہ تمام پیداوار تیری ہوگی تو یہ فاسد ہی اور تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار کے واسطے مالک زمین پر اُسکے بیجون کے مثل بیج واجب ہونگے اور اُسکے کام کے مثل کام کی جو اجرت ہو وہ واجب ہوگی - اور اگر کاشتکار سے مالک زمین نے یہ کہا کہ میری زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کر بدین شرط کہ تمام پیداوار تیری ہوگی تو یہ جائز ہی اور تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور مالک زمین اپنی زمین اُسکو عاریت دینے والا قرار دیا جائیگا بہ ذخیرہ مین ہی اور اگر کاشتکار سے مالک زمین نے یون کہا کہ میرے واسطے میری زمین مین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی تو یہ مزارعت جائز ہی اور تمام پیداوار دونون مین آدھون آدھون مشترک ہوگی اور مزارع اپنے بیج مالک زمین کو قرض دینے والا قرار دیا جائیگا بمقتضاے حکم مالک زمین کے کہ اُسکو حکم دیا کہ میرے واسطے زراعت کر پس مالک زمین حکماً ان بیجون کا قابض ہوگیا اسوجہ سے کہ اُسکی ملک سے یہ بیج منفصل ہوگئے آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ مجھے سو درم قرض دے پھر اُنکے عوض میرے واسطے ایک کر گیہون خرید کر میری زمین مین اس شرط سے بوے کہ تمام پیداوار ہم دونون مین آدھون آدھ مشترک ہوگی تو یہ جائز ہی پس ایسے ہی اس صورت مین بھی جائز ہی اور اگر کاشتکار نے مالک زمین کو مزارعت پر بیج دیے بغلاً مالک زمین کو ایک کر گیہون اس شرط سے دیے کہ اس سال زراعت کر کے انکو اپنی زمین مین بو دے بدین شرط کہ اللہ تعالی جو کچھ پیدا وار کردے وہ ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی تو یہ فاسد ہی اور تمام پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی ایسا ہی مزارعۃ الاصل مین مذکور ہی اور کتاب الماذون کے اوائل مین یون ذکر فرمایا کہ تمام پیداوار مزارع یعنے مالک زمین کی ہوگی - اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب المزارعۃ مین فرمایا کہ دونون مسئلون مین فرق نہین ہی - لیکن جو مجمع کتاب الماذون سے نقل کیا ہی اُسکی تاویل یہ ہی کہ بیجون کے مالک نے مالک زمین سے یون کہا کہ اسکو اپنے واسطے بو دے اور پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہو اور اس صورت مین تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی کیونکہ بیجون کا مالک اس صورت مین مالک زمین کو بیج قرض دینے والا ہوگیا اور یہ امر اُسکے اس کہنے سے معلوم ہوا کہ انکو اپنے واسطے بو دے پھر جب مزارعت فاسد ہوئی تو یہ کھیتی مالک زمین کے واسطے رہگئی اور ہشام رح نے بھی مسئلہ ماذون کو اپنے نوادر مین ایسا ہی ذکر کیا ہی جیسا ہمنے بیان کیا اور کتاب المزارعۃ مین یہ ذکر نہ کیا کہ بیجون کے مالک نے مالک زمین سے کہا کہ اپنے واسطے انکی زراعت کر بلکہ یہ ذکر کیا ہی کہ بیجون کے مالک نے مالک زمین سے یون کہا کہ انکو بو دے تاکہ پیداوار ہم دونون مین مشترک ہو اور اس صورت مین مالک زمین بیجون کا قرض لینے نہوگا بلکہ بیج اپنے مالک کی ملک مین رہینگے پس فسد مزارعت کی صورت مین بیجون کا منافع اُنکے مالک کا ہوگا اور اگر یون کہتا کہ ان بیجون کو تو اپنی زمین مین اپنے واسطے زراعت کر بدین شرط کہ تمام پیداوار ہم دونون مین مشترک ہوگی اور باقی مسئلہ بحالہا رہتا تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوتی جیسا کہ کتاب الماذون کے مسئلہ مین مذکور ہوا ہی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے بیج دیکر کہا کہ انکو اپنی زمین مین بو دے تاکہ تمام پیداوار تجھے حاصل ہو یا کہا کہ اپنی زمین مین میرے بیجون سے

زراعت کرتا کہ تمام پیداوار تجھے حاصل ہو تو یہ جائز ہی اور بیجون والا مالک زمین کو یہ بیج قرض دینے والا ہو جائیگا تا کہ وہ اپنی زمین مین ایسی زراعت کرے اور مالک زمین کا اُسپر قبضہ حقیقۃً ہاتھ سے پایا گیا ہی - اور اگر بیجون کے مالک نے اُس سے کہا ہو کہ میرے واسطے اپنی زمین مین میرے بیجون سے زراعت کر اور تمام حاصلات پیداوار تیری ہوگی تو یہ فاسد ہی اور تمام پیداوار بیجون والے کو ملیگی - اور اگر بیجون کے مالک نے اپنے بیج مالک زمین کو دیدیے کہ اپنی زمین مین بو دے بدین شرط کہ تمام پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی تو یہ شرط جائز ہی اور بیجون کا مالک زمین کے مالک سے اُسکی زمین عاریت لینے والا ہو جائیگا اور اُس سے بونے کے کام مین استعانت چاہنے والا ہو جائیگا کہ اُسکے بیج اس مستعار زمین مین بو دے اور یہ سب جائز ہی اور اگر یون کہا کہ ان بیجون کو اپنے واسطے اپنی زمین مین بو دے بدین شرط کہ جو کچھ پیداوار اللہ تعالے کے فضل سے ہو وہ سب میری ہوگی تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مالک زمین پر واجب ہوگا کہ بیجون والے کو اُسکے بیجون کے مثل ادا کرے یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی شخص نے اپنی زمین زراعت کے واسطے دوسرے کو اس شرط سے دی کہ جو کچھ پیداوار اللہ تعالے کے فضل سے اس زمین مین ہو وہ ہم دونون مین آدھی آدھی مشترک ہوگی اور دونون نے بیل کاشتکار کے ذمہ شرط کرنے سے سکوت کیا یا کاشتکار کے ذمہ شرط کیے تو بہرحال بیل کاشتکار کے ذمہ ہونگے خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا مالک زمین کی طرف سے ہون اسواسطے کہ بیل آلات زراعت مین سے ہی پس اُسکے ذمہ چاہیے جسکے ذمہ زراعت کا کام ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر عقد مزارعت مین کسقدر پیداوار سوائے مالک زمین و کاشتکار کے کسی غیر شخص کے واسطے شرط کی گئی تو دیکھا جاوے کہ اگر اس غیر کے ذمہ کار زراعت (بیج حصہ تخم) کرنا مشروط نہین ہی تو اس سے عقد مزارعت مین فساد نہ آویگا اور جسقدر اس غیر کے واسطے شرط کیا گیا ہی وہ اُسکو ملیگا جسکی طرف سے بیج ہین - اور اگر مزارعت کا کام اس غیر کے ذمہ مشروط ہو پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون مثلاً ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو اسواسطے دی کہ اپنے بیجون اور بیل سے اسمین زراعت کرے اور اسمین یہ شخص غیر بھی کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالے کے فضل سے پیداوار ہو اُسمین سے ایک تہائی مالک زمین کی اور ایک تہائی کاشتکار کی جسکی طرف سے بیج ہین اور تہائی اس کارگزار کی جسکی طرف سے بیج نہین ہین تو ایسی مزارعت فاسد ہی اور مراد یہ ہی کہ مزارعت اس دوسرے شخص کارگزار کے حق مین فاسد ہی اور یہ نہین مراد ہی کہ شخص اول کے حق مین فاسد ہی اسواسطے کہ دوسری مزارعت پہلی مزارعت مین شرط نہین ہوتے کہ اگر دوسری مزارعت پہلی مزارعت مین مشروط ہو مثلاً یون کہا کہ بدین شرط کہ یہ شخص کارگزار اُسکے ساتھ مزارعت کا کام کرے تو بعضے مشائخ کے نزدیک مزارعت اولی بھی فاسد ہو جائیگی اور شمس الائمہ سرخسی اسی پر فتوے دیتے تھے - اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور باقی مسئلہ بحالہا رہے تو یہ مزارعت جائز ہوگی اسلیے کہ بیج جب زمیندار کیطرف سے ہوئے تو زمیندار ان دونون کام کرنے والون کو بعض پیداوار کی عوض اجارہ لینے والا ہو گیا اور یہ جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر عقد مزارعت مین بعض پیداوار دونون مین سے کسی کے غلام کے واسطے شرط کی گئی تو اسکی دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور تہائی مالک زمین کیواسطے اور تہائی پیداوار کاشتکار کے واسطے اور تہائی مالک زمین کے غلام کے واسطے شرط کی گئی تو یہ مزارعت جائز ہی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہو خواہ غلام پر بھی مزارعت کا کام کرنا شرط کیا ہو یا نہ کیا ہو

یہ حکم اُسوقت ہے کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور مالک زمین یا غلام کے واسطے تہائی پیداوار کی شرط کی گئی ہو اور اگر کاشتکار کے غلام کے واسطے تہائی پیداوار کی شرط کی گئی ہو تو بھی مزارعت جائز ہوگی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہو خواہ کاشتکار کے ساتھ اُسکے غلام کا کارزراعت انجام دینا مشروط ہو یا نہو - یہ اُسوقت ہے کہ جب بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون پس اگر مالک زمین کے غلام کے واسطے تہائی پیداوار کی شرط کی گئی تو مزارعت جائز ہے بشرطیکہ غلام مذکور پر قرضہ نہو اور نہ اُسکے ذمہ کارزراعت شرط کیا گیا ہو اور جسقدر غلام کے واسطے شرط کیا گیا ہو وہ ابتداسے مولی کے واسطے مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا اور اگر غلام مذکور کے ذمہ کارزراعت مشروط ہوا اور پیر قرضہ نہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق مزارعت فاسد ہوگی اور اگر غلام مذکور پر قرضہ ہووے پس اگر غلام مذکور کے ذمہ کارزراعت مشروط ہو تو مزارعت جائز ہے اور جسقدر غلام کے واسطے مشروط ہو وہ ابتداسے اُسکے مولے کے واسطے مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا گویا دونون نے ابتداسے یہ شرط کرلی تھی کہ پیداوار مین سے دو تہائی مالک زمین کو اور ایک تہائی کاشتکار کو ملیگی اور اگر باوجود اسکے غلام مذکور کے ذمہ کارزراعت مشروط ہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق مزارعت فاسد ہے - اور اگر اس صورت مین کاشتکار کے غلام کے واسطے تہائی پیداوار شرط ہو پس اگر غلام پر قرضہ نہو اور نہ اُسکے ذمہ کارزراعت شرط کیا گیا ہو تو یہ جائز ہے اور دو تہائی پیداوار کاشتکار کی اور ایک تہائی مالک زمین کی ہوگی اور اگر اسکے ساتھ غلام کا کارزراعت انجام دینا بھی دونون نے شرط کیا ہو پس اگر عقد مزارعت مین غلام کا کارزراعت انجام دینا شرط کیا ہو تو مزارعت دونون کے حق مین فاسد ہوگی اور اگر غلام کے ذمہ کارزراعت انجام دینا اصل عقد مین مشروط نہو بلکہ بفتگوے مزارعت سے یہ بات بھی بطور عطف ملادی ہو تو مالک زمین و کاشتکار کے درمیان مزارعت جائز ہوگی اور غلام کے حق مین فاسد ہوگی اور اگر غلام مذکور پر قرضہ ہو پس اگر غلام کا کارزراعت شرط نہ کیا گیا ہو تو مزارعت جائز ہوگی اور جسقدر غلام کے واسطے شرط ہو وہ کاشتکار کے واسطے ابتداسے مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا - اور اگر اُسکے ذمہ کارزراعت شرط کیا گیا ہو تو اس صورت مین وہی حکم ہے جو حکم درصورت غلام پر قرضہ نہونے اور اسکے ذمہ کارزراعت مشروط ہونے کے مذکور ہوا ہے اور اگر دونون مین سے ایک کے بیل کیواسطے بعض پیداوار شرط کی گئی تو اسکا وہی حکم ہے جو حکم درصورت کسی کے غلام کے واسطے درصورت غلام پر قرضہ نہونے کے بعض پیداوار شرط کرنے مین مذکور ہوا ہے - اور اگر مساکین کے واسطے تہائی پیداوار شرط کی گئی تو مزارعت جائز ہے اور جسقدر مساکین کے واسطے شرط کیا ہو وہ اُس شخص کے واسطے ابتداءً مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا جسکی طرف سے بیج ہون پس بیج والے کو ملیگا مگر بیج والے کو فیمابینہ وبین اللہ تعالے واجب ہوگا کہ یہ اناج مساکین پر صدقہ کردے لیکن قاضی ایسا کرنے کے واسطے اُسپر جبر نہین کرسکتا ہے اور نہ موجب فساد مزارعت ہوگا - اور جو حکم ہمنے دونون مین سے کسی کے غلام کے واسطے بعض پیداوار شرط کیے جانے کی صورت مین بیان کیا ہے وہی حکم دونون مین سے کسی کے مدبر یا ایسے مملوک کے واسطے جسکی کمائی کا مولی مالک ہوتا ہے بعض پیداوار شرط کیے جانے کی صورت مین ہے یہ محیط مین ہے - اور اگر دونون مین سے ایک کے مکاتب یا اُسکے قریب کے واسطے یا کسی اجنبی کے واسطے تہائی پیداوار کی شرط کی پس اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور دونون نے اُس شخص کے کارزراعت انجام دینے کی شرط کی تو جائز ہے اور یہ شخص اس عقد مزارعت مین کاشتکار کے ساتھ ہوگا اور اُسکو تہائی پیداوار ملیگی اور اگر دونون نے اُسکے کارزراعت

انجام دینے کی شرط نہ کی تو مزارعت جائز ہی اور یہ شرط باطل ہی اور تہائی پیداوار مالک زمین کو ملیگی اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون پس اگر شخص ثالث کے کار زراعت انجام دینے کی شرط نہ کی ہو تو مزارعت جائز ہی اور جسقدر اس ثالث کے واسطے شرط کیا گیا ہی وہ کاشتکار کا ہوگا اور شخص ثالث کو کچھ نہ ملیگا اور اگر شخص ثالث کے کار زراعت انجام دینے کی شرط کی ہو اور اُسنے کام کیا تو اُسکا اجر المثل کاشتکار پر واجب ہوگا اور جسقدر حصہ پیداوار اُسکے واسطے شرط کیا گیا تھا وہ کاشتکار کو ملیگا کیونکہ مالک زمین و کاشتکار کے درمیان مزارعت جائز ہی - اور کاشتکار اور اس شخص ثالث کے درمیان جسکی نسبت کار زراعت انجام دینا شرط کیا گیا ہی مزارعت باطل ہی اور یہ صورت ایسی ہوگئی کہ جیسے ایک شخص نے اپنی زمین دو شخصون کو زراعت کے واسطے اس شرط سے دی کہ دونون مین سے ایک اپنے بیجون سے زراعت کرے اور دوسرا فقط زراعت کا کام کرے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ اسمین اپنے بیجون اور اپنے عمل سے تہائی بٹائی پر زراعت کرے اور تہائی مالک زمین کی ہوگی بدین قرار داد کہ اسکو فلان شخص کے بیل سے جوتے وسواے بدین شرط کہ تہائی پیداوار فلان شخص کی ہوگی اور فلان شخص اس امر پر راضی ہوگیا تو کاشتکار پر فلان شخص کے واسطے اُسکے بیل کا اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ اُسنے بیل والے سے تہائی پیداوار پر بیل کرایہ لیا حالانکہ بیل حقد مزارعت مین بالمقصود داخل نہین کیا جاتا ہی پس ان دونون مین عقد فاسد ہوگا اگر اُسنے بیل والے کے بیل سے منفعت پوری حاصل کرلی ہی پس اُسکے واسطے اجر المثل واجب ہوگا اور پیداوار مین سے ایک تہائی مالک زمین کو ملیگی اور دو تہائی کاشتکار کو ملیگی اور اُسکے حق مین حلال ہوگی کیونکہ اُسکے اور مالک زمین کے درمیان عقد فاسد نہین ہوا ہی - اور اگر اس صورت مین بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو دو تہائی پیداوار اُسکو ملیگی اور بیل کا اجر المثل اسی پر واجب ہوگا کیونکہ اُسنے عمل کو تہائی پیداوار پر اجارہ لیا اور یہ جائز ہی مگر بیل کو تہائی پیداوار پر بالمقصود اجارہ لینا فاسد ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو مالک زمین اور کاشتکار کے درمیان مزارعت جائز ہی اور بیل والے کے ساتھ فاسد ہی اور مالک زمین پر بیل والے کے بیل کا اجر المثل واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر دونون نے باہم یون شرط لگائی کہ جو کچھ اس گوشہ مین پیدا ہو وہ ایک کا ہی اور باقی پیداوار دوسرے کی ہی تو یہ نہین جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر زمین خراجی ہو اور دونون نے یہ شرط لگائی کہ خراج دیکر باقی کو نصف نصف بانٹ لینگے تو یہ فاسد ہی مگر یہ حکم اُسوقت ہی کہ خراج موظف ہو اور فاسد اسوجہ سے ہی کہ شاید زمین مین فقط اسیقدر پیدا ہو جس سے خراج موظف ادا ہو سکے - اور اگر خراج مقاسمہ ہو جیسے تہائی پیداوار یا چوتھائی پیداوار وغیرہ تو جائز ہی یہ کافی مین ہی - اور اگر دونون مین سے جسکے بیج ہین اُسکے واسطے یہ شرط لگائی کہ پیداوار مین سے دسوان حصہ جسکے بیج ہین اُسکو دیکر باہم تقسیم کرلینگے تو مزارعت صحیح ہی اسواسطے کہ اس شرط سے پیداوار مین شرکت منقطع نہین ہوتی ہی کیونکہ پیداوار اگرچہ کیسی ہی قلیل ہو اُسکا دسوان حصہ نکل سکتا ہی اور جسکی طرف سے بیج ہین اگر اُسنے چاہا کہ اپنے بیجون کے قدر مجھے پہونچ جاوے پھر باقی مین بٹائی ہو تو اُسکے واسطے یہی حیلہ ہی کہ اپنے واسطے دسوان یا تہائی وغیرہ کوئی حصہ بقدر بیجون کے شرط کرلے اور باقی دونون مین بٹائی پر شرط رکھے کذا فی النہایہ - اور اگر ایسے شخص کے واسطے جسکی طرف سے بیج نہین دیے گئے ہین دسوان حصہ شرط کیا اور باقی باہم دونون مین بٹائی پر شرط رکھا تو یہ جائز ہی - اور اگر یہ زمین عشری ہو اور دونون

نے شرط کی کہ عشر کا کل پیداوار تیرا ہوگا پس اگر یوں کہا کہ اگر یہ زمین کسی کھودی ہوئی نہر سے سینچی گئی تو عشر نکالکر اور اگر چرس سے سینچی گئی تو آدھا عشر نکالکر باقی تمام دونوں مین برابر مشترک ہوگا تو یہ جائز ہوگا پس اگر پیداوار ہوئی تو سلطان وقت عشر یا نصف عشر اپنا حق لے لیگا اور باقی دونوں مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا پس اگر سلطان نے ان دونون سے کچھ نہ لیا یا اہل کار سلطان نے ان لوگون سے تھوڑا سا اناج سلطان کے پوشیدہ لے لیا اور سلطان کو اطلاع بھی نہوئی تو عشر جو سلطان کو دینا شرط کیا گیا تھا وہ امام اعظم رح کے قول مین بقیہ حاصل دانندۂ مزارعت کے مالک زمین کا ہیگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک وہ بھی دونون مین موافق شرط تبائی کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ سلطان ہم سے پورا عشر لیگا یا نصف عشر لیگا بہر حال مین تجھسے اطرح معاملہ کرتا ہون کہ جو کچھ سلطان لے لے اسکے لینے کے بعد زمین کی پیداوار مین سے آدھا میرا اور آدھا تیرا ہو تو امام اعظم رح کے قول کے قیاس پر یہ فاسد ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک بسطح دونون نے کہا اسیطرح جائز ہوگا۔ اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب بارش زیادہ ہوتی ہے تو زمین کو فقط بارش کا پانی کافی ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بارش کم ہونے کی صورت مین چرس سے سینچنے کی ضرورت پڑتی ہے پس سلطان ایسی صورت مین اپنا عشر لینے یا نصف لینے کے واسطے غلبہ کا اختیار رکھتا ہے پس دونون نے گویا یہ کہا کہ ہمکو نہین معلوم کہ اس سال بارش کیسی ہوگی اور سلطان ہم سے پیداوار زمین کیا لیگا پس دونون نے اس طریقہ سے باہم معاملہ کیا پھر امام اعظم رح کے نزدیک عشر یا نصف عشر مالک زمین پر واجب تھا ہی پس اس شرط سے دونون نے پیداوار مین سے مالک زمین کے واسطے ایک جزو مجہول یعنے عشر یا نصف عشر شرط کیا اور ایسی جہالت مفسد عقد ہے اور صاحبین کے نزدیک عشر یا نصف عشر پیداوار مین سے واجب ہوتا ہے اور پیداوار دونون مین برابر مشترک ہے پس ایسی شرط لگانے کے معنی گویا یہ ہوئے کہ پوری پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہے اور یہ مفسد عقد نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مزارعت مین دونون نے باہم اسطرح شرط کی کہ جو کچھ پیداوار ان دونون کے کھیتون مین پیدا ہوگی وہ دونون مین برابر مشترک ہوگی اور جو کچھ پیداوار ہو وہ ہم دونون مین سے خاص اسکے ہوگی یا یون شرط لگائی کہ گیہون خاص ایک کے اور جو خاص دوسرے کے ہون حالانکہ زمین پانے جسکی طرف سے ہون تو یہ جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر زمین خراجی ہو اور مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ ہمکو نہین معلوم کہ سلطان اس سال ہم سے خراج موظف لیگا یا خراج مقاسمہ لیگا اور اسکے معنی یہ ہین کہ بعضی اراضی پر خراج موظف مقرر ہوتا ہے مگر بعضے سال یہ اراضی اس خراج موظف کو برداشت نہین کرسکتی ہے پس ایسی حالت مین سلطان کو روا نہین ہے کہ خواہ مخواہ خراج موظف وصول کرے بلکہ خراج مقاسمہ لے سکتا ہے اور خراج مقاسمہ آدھی پیداوار تک ہوتا ہے۔ سو مالک یہی کہتا ہے کہ مجھے نہین معلوم کہ اس سال اراضی کو خراج موظف برداشت کرنے کی طاقت ہوگی کہ سلطان خراج موظف لے لے بنابرین کاشتکار سے کہتا ہے کہ مین تیرے ساتھ اس طور پر معاملہ کرتا ہون کہ اسمین سے حصہ سلطان خواہ خراج موظف ہو یا خراج مقاسمہ ہو دیگر باقی ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگا تو ایسی مزارعت فاسد ہے۔ اور اگر اپنی زمین دو شخصون کو اس شرط سے دے کہ وہ دونون اپنے بیج سے اسمین زراعت کرین بدین شرط کہ دونون مین سے ایک کو تہائی پیداوار ملیگی

اور دوسرے کو نوے قفیز پیداوار ملیگی تو امام رح کے قیاس کے موافق پوری مزارعت فاسد ہوا اور صاحبین کے نزدیک تہائی والے کے حق مین جائز ہوا اور جسکے دسویں نوے قفیز پیداوار مشروط ہوا اسکے حق مین فاسد ہی یہ کافی ہین اگر عقد مزارعت مین جو تنا مالک زمین کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو مزارعت فاسد ہوا اور اگر بیج مالک کیطرف سے ہون تو جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کاشتکار کے ذمہ نہر اگارنا اور کاریزین درست کرنا شرط کیا یہان تک کہ عقد فاسد ہو گیا پس اگر زراعت کے بیج کاشتکار کے طرف سے ہون تو پوری پیداوار کاشتکار کی ہوگی کیونکہ اُسکے بیجون سے پیدا ہوئی ہوا اور مالک زمین کا اُسپر اپنی زمین کا کرایہ واجب ہوگا اور کاشتکار کا نہر و کاریز کے درستی کے کام کا اجر المثل مالک زمین پر واجب ہوگا پس دونون باہم مقاصہ کرلین اور جسکا بڑہتی نکلے وہ لے لے۔ اور اگر نہر اگارنا عقد مزارعت مین کاشتکار کے ذمہ شرط نہ کیا گیا ہو گا کاشتکار نے خود ہی نہر اگاری تو مزارعت باطل ہوگی اور کاشتکار کے واسطے نہر اگارنے کی کچھ اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور عقد مزارعت مین کاشتکار کے ذمہ نہر اگارنا و ساناۃ درست کرنا شرط کیا گیا تو عقد فاسد ہوگا اور تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور عامل کے واسطے مالک زمین پر کاریز زراعت کا و اصلاح کاریز و نہر دونون کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر دونون نے مالک زمین کے ذمہ نہر اگارنا و کاریز درست کردینا شرط کیا تا کہ زمین مین پانی آوے تو مزارعت دونون کی شرط کے موافق جائز ہوگی خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا مالک زمین کی طرف سے ہون یہ قنیہ سے قاضی خان مین ہی۔ اگر عقد مزارعت مین دونون مین سے کسی کے ذمہ کھاد ڈالنا شرط کیا گیا پس اگر کاشتکار کے ذمہ شرط کیا گیا تو مزارعت فاسد ہوگی چاہے بیج دونون مین سے کسی کی طرف سے ہون پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو تمام پیداوار اُسکی ہوگی اور اُسپر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور کاشتکار نے جو کھاد زمین مین ڈالی ہو اُسکی قیمت کی بابت مالک زمین پر کاشتکار کو کچھ دینا واجب نہوگا۔ اور اگر بیج مالک کی طرف سے ہون تو تمام پیداوار اُسکی ہوگی اور اُسپر کار کاشتکار کا اجر المثل وجو کھاد ڈالی ہو اُسکی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر کھاد ڈالنا مالک زمین کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو مزارعت فاسد ہوا اور تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور کاشتکار پر زمین کا اجر المثل اور کھاد کی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر بیج زمیندار کی طرف سے ہون تو مزارعت جائز ہوگی اور اگر عقد مزارعت سے علیحدہ کھاد ڈالنا شرط کیا گیا تو اسکا حکم کتاب مین مذکور نہین ہی اور قاضی امام عبد الواحد شیبانی رح سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ اگر عقد سے خارج کھاد ڈالنا کاشتکار کے ذمہ شرط کیا گیا تو مزارعت جائز ہوگی چاہے بیج دونون مین سے کسی کی طرف سے ہون اور اگر مالک زمین کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو جائز نہین ہی جیسا کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہونے کی صورت مین مالک زمین کے ذمہ زمین جوتنے کی شرط نہین جائز ہوا اور اگر بیج بھی مالک زمین کی طرف سے ہون تو جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہونے کی صورت مین مالک زمین نے یہ شرط کی کہ زمین مین کھاد ڈالے تو بعض نے فرمایا کہ متقدمین کے نزدیک مزارعت فاسد ہی اور متاخرین کے نزدیک مزارعت فاسد نہین ہوتی ہو اور فتوی متاخرین کے قول پر ہی۔ یہ شیخ خجندی اور زین ابی سعید نے فرمایا ہی کذا فی جواہر الاخلاطی۔ ایک شخص نے اپنا باغ انگور یا زمین سفالتہ یا مزارعہ پر کسی شخص کو دیا اور یہ شخص کھاد ڈالنے اور کاریز درست کرنے اور نہر اگارنے اور گندم

وغیرہ پانے کا التزام کرتا ہی پس اگر یہ امور اُسکے ذمہ شرط کیے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر سکوت کیا تو یہ امور اُسکے ذمہ لازم نہونگے اور اگر اُسنے وعدہ کر لیا تو شاید نہ وفا کرے تو اسکی صورت یہ نکلتی ہو کہ عامل کو تھوڑی سی اجرت پر آگاہ کرکے بدون عقد مین مشروط کرنے کے ان کامون کے واسطے اجارہ پر لے لے پس یہ صحیح اور اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور عقد بھی فاسد نہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہو - اور اگر چرخ وچرس دونون مین سے ایک کے ذمہ شرط کیا گیا تو مثل بیل کے شرط کرنے کے ہو اسواسطے کہ چرخ وچرس سینچنے کے آلات مین سے ہو اور سینچنا کاشتکار پر واجب ہو پس اگر چرخ وچرس کاشتکار کے ذمہ مشروط ہو تو یہ جائز ہو خواہ بیج دونون مین سے کسی کی طرف سے ہون اور اگر مالک کے ذمہ مشروط ہون حالانکہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہین تو فاسد ہو اور اگر بیج مالک کی طرف سے ہون تو جائز ہو جیسا کہ بیل کی شرط لگانے کی صورت مین مذکور ہوا ہو - اور اگر سینچنے کا چوپایہ مع چارہ کے ایک کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر چوپایہ مع چارہ کے کاشتکار کے ذمہ شرط کیا گیا تو جائز ہو بیج دونون مین سے چاہے جسکی طرف سے ہون جیسا کہ بیل کے شرط لگانے کی صورت مین مذکور ہوا ہی - اور اگر مالک زمین کے ذمہ اسکی شرط لگائی پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو فاسد ہو اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو جائز ہو جیسا کہ بیل شرط کیے جانے کی صورت مین مذکور ہوا ہی اور اگر چوپایہ مع چارہ کے مالک کے سوا کسی شخص غیر کے ذمہ شرط کیا گیا تو یہ فاسد ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مالک زمین نے یون شرط لگائی کہ اگر کاشتکار نے زمین جوت کر زراعت کی تو اُسکو تہائی ملیگا اور اگر بغیر جوتے زراعت کی تو چوتھائی ملیگا تو مزارعت جائز ہی یہ جو اصل مین مذکور ہو اسکو جسطرح ابو حفص رحمہ نے روایت کیا ہو اُسکے بہ نسبت ابو سلیمان رحمہ کی روایت مین کچھ زیادتی ہو کہ مالک نے کہا کہ اور اگر کاشتکار نے زراعت کی اور دو بارہ زمین کو جوتا تو اُسکو آدھا ملیگا اور ذکر کیا کہ اگر کاشتکار نے دو بار جوتا اور زراعت کی تو موافق شرط کے پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی - اور شیخ عیسے بن ابان نے اسپر طعن کیا اور کہا کہ یہ جو ذکر کیا ہو کہ اگر اُسنے دو بار جوتکر زراعت کی تو پیداوار موافق شرط کے دونون مین برابر تقسیم ہوگی اسکے صحت کی صورت نظر نہین آتی ہو کیونکہ مالک زمین نے اُسکو تین عقدون مین خیار دیا ہی اور جب وہ ان تینون مین سے کسی عقد کی جانب میل کریگا تو ایسا ہو جائیگا کہ گویا ابتدا سے سواے اسکے اور کوئی عقد نہ تھا اور ظاہر ہو کہ اگر ابتدا سے دونون نے یہ شرط لگائی ہوتی کہ دو بارہ گوڑ کر زراعت کرے اور اُسکو نصف پیداوار ملیگی تو مزارعت فاسد تھی (پس ایسا ہی اس صورت مین بھی فاسد ہونی چاہیے) اور اسی طرف شیخ ابو القاسم الصفار بلخی رحمہ نے میل کیا ہی مگر فقیہ ابو بکر بلخی رحمہ نے فرمایا کہ امام محمد رحمہ نے جو بروایت ابو سلیمان ذکر کیا ہو وہ صحیح ہو اور فقیہ ابو بکر ان دونون صورتون مین فرق کرتے تھے کہ اگر ابتدا سے فقط دو بار جوتنے پر عقد مزارعت قرار دیا تو مزارعت جائز نہین ہو اور اگر دو بار جوتکر زراعت کرنے کے ساتھ اور عقود بھی ہون تو دو بار جوتنے کی شرط سے مزارعت جائز ہی یہ محیط مین ہو - اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ دانہ وبھوسہ دونون مین نصفا نصف ہو تو جائز ہو اور دانہ وبھوسہ دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا - اسیطرح اگر دونون نے یہ شرط کی کہ بیع یا زرع یا خارج ہم دونون مین برابر مشترک ہو تو جائز ہو اور موافق شرط کے سب دونون مین مشترک ہوگی - اور اگر دونون نے اسیطرح شرط کی کہ دانہ فقط ایک کا ہو اور بھوسہ دوسرے کا ہو تو اسمین آٹھ صورتین ہین جسمین سے چھ فاسد ہین

قال المترجم [illegible]
[illegible]

و زرع فیل ان الزراعۃ کانت [illegible] خلاف ما [illegible] الی عدم الجوانب [illegible] المترجم واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ

اور دو جائز ہیں پس فاسدہ صورتوں میں ایک یہ ہے کہ دونوں نے شرط کی کہ دانہ مالک زمین کا اور بھوسہ کاشتکار کا ہو دوسری یہ کہ بھوسہ مالک زمین کا اور دانہ کاشتکار کا ہو اور تیسری یہ کہ دونوں نے شرط کی کہ دانہ مالک زمین کا ہو اور بھوسہ دونوں میں مشترک ہو اور چوتھی یہ کہ دونوں نے شرط لگائی کہ دانہ کاشتکار کا اور بھوسہ دونوں میں مشترک ہو۔ پانچویں یہ صورت ہے کہ دونوں نے یوں شرط لگائی کہ دانہ دونوں میں مشترک ہو اور بھوسہ مالک زمین کا ہو اور اس صورت میں اگر بھوسہ ایسے شخص کے واسطے شرط کیا جسکی طرف سے بیج ہیں تو جائز ہے اور اگر اُسکے واسطے شرط کیا جسکی طرف سے بیج نہیں ہیں تو جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ یہ بالکل نہیں جائز ہے اور بعضے مشائخ سے مروی ہے کہ اگر دونوں نے اسطرح سے شرط لگائی کہ دانہ دونوں میں مشترک ہو اور بھوسے کے بیان سے سکوت کیا تو عرف و رواج کے موافق بھوسہ بھی دونوں میں مشترک ہوگا۔ اور چھٹی صورت یہ ہے کہ دونوں نے یہ شرط کی کہ بھوسہ دونوں میں مشترک ہو اور غلہ کے بیان سے سکوت کیا تو جائز نہیں ہے پس ان صورتوں میں مزارعت صحیح نہیں ہے واسطے کہ یہ ایسی شرط ہے کہ اصل مقصود کی شرکت کو قطع کرتی ہے وجہ اسکے کہ احتمال ہے کہ دونوں میں سے ایک چیز حاصل ہو دوسری حاصل نہ ہو اور اگر اپنی زمین زراعت کے واسطے دی اور اُسکی کھیتی سامگا ہو گئی تھی اور دونوں نے یہ شرط لگائی کہ غلہ دونوں میں برابر مشترک ہو اور بھوسہ مالک زمین کو ملے تو نہیں جائز ہے اور اگر دونوں نے یہ شرط کی ہو کہ غلہ دونوں میں برابر مشترک ہو اور بھوسے کے بیان سے سکوت کیا ہو تو عقد جائز ہوگا اور بھوسہ مالک زمین کو ملیگا اور اگر دونوں نے بھوسہ کاشتکار کے واسطے شرط کیا ہو تو فاسد ہے کیونکہ ایسی کھیتی جو سامگا ہو چکی ہو مزارعت پر دینے کے مانند ہے اور اس صورت میں کھیتی والے کے واسطے بھوسہ شرط کیا جاوے تو جائز ہوتا ہے اور اگر دوسرے کے واسطے شرط کیا جاوے تو نہیں جائز ہوتا ہے پس ایسا ہی صورت مذکورہ میں بھی ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اگر کاشتکار کے ذمہ شرط لگائی کہ کسی دوسرے اور دونوں نے ملکر اور کڑا اور ڈنڈیوں میں شرکت شرط کر لی تو جائز ہے اور اگر کسم و کڑا دونوں نے مشترک ہونے کی شرط کر لی اور ڈنڈیاں کسی ایک کے واسطے ہونے کی شرط کی پس اگر ڈنڈیاں اُسکے واسطے شروط کیں جسکی طرف سے بیج ہیں تو جائز ہے اور اگر اُسکے واسطے شرط کیں جسکی طرف سے بیج نہیں ہیں تو نہیں جائز ہے اور اگر یوں شرط کی کہ کسم و کڑا ایک کی ہو اور ڈنڈیاں دوسرے کی ہوں تو نہیں جائز ہے اور اگر یوں شرط کی کہ کسم ایک کا اور کڑا دوسرے کی ہو تو بھی نہیں جائز ہے اسیطرح اگر اپنی زمین دوسرے کو کپاس بونے کیواسطے دی اور دونوں نے شرط کی کہ کپاس ایک کی اور بیج دوسرے کے ہوں تو بھی یہی حکم ہے کہ عقد جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے اگر اپنی زمین زراعت کیواسطے دی اور کہا میں گیہوں دونگا اور تو جو بو دے بدیں شرط کہ گیہوں خاص ایک کے اور جو خاصۃ دوسرے کے ہوں تو فاسد ہے اسیطرح ہر شے جسکی حاصلات میں دو نوع حاصل ہوں جنمیں سے ہر ایک مقصود ہو سکتی ہے اُسمیں یہی حکم ہے جیسے بندرکتان و کتان کہ اگر ایک کے واسطے خاصۃً کتان شرط کی اور دوسرے کے واسطے خاصۃً بندرکتان شرط کی تو نہیں جائز ہے۔ اور ذخیرہ و کافی کے بیج خاصۃً ایک کے واسطے شرط کرنا بمنزلہ بھوسے کے شرط کرنے کے ہے بخلاف رطبہ و تخم رطبہ یا کسم و کڑا کہ اسمیں ایسا نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اصل یہ ہے کہ مالک زمین و کاشتکار دونوں نے اگر عقد مزارعت میں شرط فاسد لگائی تو اس شرط کو دیکھنا چاہیے پس اگر ایسی شرط ہو کہ ہر دو متعاقدین میں سے

کسی کو اس شرط سے کچھ فائدہ نہیں ہو مثلاً دونوں نے ایک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ اپنا حصہ پیداوار فروخت نہ کرے یا نہ کھاوے تو مزارعت جائز ہو اور اگر ہر دو متعاقدین میں سے کسی کے واسطے اس شرط میں کوئی فائدہ ہو تو اسکی دو صورتیں ہیں یعنے اگر یہ شرط صلب عقد میں داخل ہو بدیں طور کہ اُسکے واسطے کچھ بدل مقرر ہو کیونکہ عقود معاوضات میں صلب عقد کے مقابلہ میں جب تک بدل نہو تب تک عقد جائز نہیں ہوتا ہے پس اگر شرط اسطرح داخل ہو تو ایسی مزارعت مشروط فاسد ہوگی اور کبھی عود کرکے جائز نہو جائیگی اگرچہ اُس شخص نے جسکے واسطے مفاد شرط تھا شرط کو باطل کردے مثلاً عقد مزارعت میں دونوں نے ایک کے واسطے نصف پیداوار کے ساتھ بیس درم شرط کیے پھر جسکے واسطے بیس درم شرط کیے گئے تھے اُسنے قبل عمل کے شرط باطل کردی یا مثلاً دونوں نے کھیتی کاٹنا اور روندنا دونوں میں سے ایک کے ذمہ شرط کیا حتے کہ حکم مذکورہ کتاب کے موافق عقد فاسد ہوا پھر جسکے واسطے یہ شرط تھی اُسنے یہ شرط باطل کردی تو عقد مذکور جائز نہو جائیگا - اور اگر ایسی شرط صلب عقد میں داخل نہو بلکہ عقد سے مستفاد ہو یعنے اسطرح ہو کہ اُسکے واسطے بدل میں سے کچھ حصہ نہو مثلاً مزارعت میں دونوں میں سے ایک کے واسطے خیار مجہول یا میعاد مجہول کی شرط کی پھر جسکے واسطے شرط تھی اُسنے مفسد متقرر ہونے سے پہلے شرط مذکور کو ساقط کردیا تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک عقد مزارعت منقلب ہو کر جائز ہو جائیگا اور اگر ایسی شرط دونوں کے واسطے مشروط ہو تو تقرر مفسد سے پہلے جب تک دونوں اسکے ابطال پر متفق نہوں تب تک عقد منقلب ہو کر جائز نہو جائیگا - اور فقط ایک کے باطل کرنے سے یہ نہیں ہو سکتا ہو کہ منقلب ہو کر جائز ہو جاوے اسلیے کہ شرط مفسد دوسرے کے واسطے باقی رہیگی اور اسقدر فساد عقد کے واسطے کافی ہے اور اگر دونوں نے یہ شرط لگائی کہ ایک شخص اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے تو مزارعت فاسد ہوگی پھر اگر بالغ نے یا مشتری نے اس شرط کو باطل کیا تو عقد جائز نہو جائیگا ہاں اگر دونوں نے متفق ہو کر باطل کردی تو عقد منقلب ہو کر جائز ہو جائیگا - اور اگر ایک نے دوسرے پر یہ شرط لگائی کہ پیداوار میں سے اپنا حصہ مجھے ہبہ کردے تو مزارعت فاسد ہوگی پھر اگر موہوب لہ نے قبل عمل کے یہ شرط باطل کردی تو عقد جائز ہو جائیگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ فقط موہوب لہ کے باطل کرنے سے واجب ہے کہ عقد مزارعت جائز نہو جاوے لیکن اصح وہی ہے جو کتاب میں مذکور ہے - اگر کسی شخص نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر دی اور بعضے کام کاشتکار پر یا اپنے اوپر شرط کیے تو اسمیں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ بیچ مالک زمین کی طرف سے ہو پس اسمیں تین صورتیں ہیں یا تو اُسنے کاشتکاری کے بعض کام کاشتکار کے ذمہ شرط کیے اور باقی سے سکوت کیا یا ایسے بعضے کام اپنے اوپر شرط کیے اور باقی سے سکوت کیا یا بعضے کام مزارعت اپنے اوپر شرط کیے اور بعضے کاشتکار کے ذمہ شرط کیے پس اگر بعضے کاشتکار کے ذمہ شرط کرکے باقی سے سکوت کیا ہو مثلاً زمین جوتنا و زراعت کرنا اُسکے ذمہ شرط کرکے سینچنے کے ذکر سے سکوت کیا تو اسمیں چھ صورتیں ہیں یا تو زمین ایسی ہوگی کہ بدون سینچے اُسمیں کچھ پیدا نہو یا کچھ پیدا ہو مگر ایسا نہو جیسا ایسی زمین سے پیداوار ہونے کی امید ہے اور ان دونوں صورتوں میں مزارعت فاسد ہوگی اسیطرح اگر اس زمین سے بدون سینچے کے ایسی کھیتی اُگے جیسی اس زمین سے امید ہے لیکن بدون سینچے کے خشک ہو جاتی ہے تو بھی مزارعت

فاسد ہوگی۔ اور اگر اس زمین سے جیسی امید ہو ویسی کھیتی اُگے اور بدون سینچنے کے خشک نہو مثلاً یہ زمین ایسے شہر مین واقع ہو جہان بارش کثرت سے ہوتی ہو تو مزارعت جائز ہوگی اسیطرح اگر سینچنے سے اتنا فائدہ ہو کہ پیداوار جید ہو جاوے تو بھی مزارعت جائز ہوگی اسیطرح اگر یہ معلوم نہو کہ آیا سینچنے سے پیداوار جید ہوگی یا یون ہی ہوگی باین طور کہ یہ معلوم نہو کہ بارش زیادہ ہوگی یا کم ہوگی تو بھی یہی حکم ہے دوسری صورت یہ کہ جب مالک زمین نے بعضے کام مثلاً سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کے ذکر سے سکوت کیا تو اسکا حکم اُسی بنا پر ہے جیسا ہمنے ذکر کیا کہ اگر یقیناً معلوم ہو کہ پیداوار مین اس سینچنے کی کچھ تاثیر نہین ہے تو مزارعت جائز ہوگی اگرچہ اس مزارعت مین مالک زمین کے ذمہ کاشتکار کی زراعت کے بعضے کام شرط کیے ہون اور اسکے ماسوائے سب صورتون مین مزارعت فاسد ہے اور اگر مالک زمین نے سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کاشتکار کے ذمہ رکھا تو یہ صورت اور جبکہ سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کے ذکر سے سکوت کیا ہو دونون یکسان ہین۔ تیسری صورت کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور مالک زمین نے بعضے کام کاشتکار کے ذمہ شرط کیے مثلاً تخم ریزی اُسکے ذمہ شرط کی اور سینچنے کے ذکر سے سکوت کیا تو مزارعت جائز ہے۔ اور اگر بعضے کام مالک زمین نے اپنے اوپر شرط کیے اور بعضے کاشتکار کے ذمہ شرط کیے تو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا حکم کہ مالک زمین کی طرف سے بیج ہونے کی صورت مین جب مالک زمین نے بعضے کام اپنے اوپر شرط کیے ہین یا بعضے اپنے اوپر اور بعضے کاشتکار پر شرط کیے ہین مذکور ہوا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین اور بیج دوسرے کو دیے اور مزارعت اس شرط سے قرار دی کہ جو بیج تو نے زمین مین جوت کر بوئے اُسمین یہ بٹائی اور جو بغیر جوتے بو دیے اُسمین یہ بٹائی اور اگر جوت کر اور پھر دوبارہ جوت کر بوئے اُسمین یہ حساب بٹائی کا ہوگا تو یہ جائز ہے اسیطرح اگر یون کہا کہ اس زمین مین سے جو زمین تو نے جوت کر زراعت کی اُسمین یہ بٹائی اور اسمین سے جو زمین بغیر جوتی ہوئی زراعت کی اُسمین یہ بٹائی ہوگی تو بھی جائز ہے اور جو کام کاشتکار نے اسمین سے اختیار کیا اُسکو بٹائی مین وہی ملیگا جو اُسکے مقابلہ مین شرط کیا گیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ ثانیہ مین جو حکم مذکور ہے وہ خطا ہے اُسکے صحیح ہونے کی کوئی صورت نہین ہے اور ہرگاہ اُسنے (اس زمین مین سے) کہا تو مزارعت کا فاسد ہونا واجب ہے کیونکہ جب اُسنے (اس زمین مین سے) یہ لفظ کہا تو یہ لفظ تبعیض پر بولا جاتا ہے پس اُسنے یہ شرط لگائی کہ بعض زمین جوت کر بوے اور بعض جوتی بوے اور یہ بعض ٹکڑا مجہول ہے اُسکی مقدار معلوم نہین پس یہ مزارعت کے فاسد ہونے کا موجب ہوا اور یہ جو ہمنے کہا ہے اسکی صحت کی دلیل چند مسائل ہین جو امام محمدؒ نے کتاب الاصل مین ذکر فرمائے ہین از انجملہ یہ ہے کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ اس زمین مین سے جسمین تو نے گیہون کی زراعت کی تو تجھے یہ حصہ بٹائی ملیگا اور اس زمین مین سے جسمین تو نے جو بوئے تو تجھے یہ بٹائی ملیگی۔ اور اس زمین مین سے جسمین تل بوئے تو تجھے یہ بٹائی ملیگی تو ان صورتون مین مزارعت فاسد ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ اس زمین مین سے جتنی تو نے جمادی الاولے مین بوئی تو تجھے یہ بٹائی ملیگی اور اسمین جتنی تو نے جمادی الآخر مین بوئی تو تجھے یہ بٹائی ملیگی تو یہ مزارعت فاسد ہے۔ اور از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ اس زمین مین سے جتنی تو نے بارش کے پانی سے بو کر تیار کی تو تجھے یہ بٹائی ملیگی اور اسمین سے جتنی تو نے چرس وڈول سے سینچکر تیار کی اُسمین تجھے یہ بٹائی ملیگی تو مزارعت فاسد ہے اور شیخ امام جلیل ابوبکر محمد بن الفضل رح فرماتے تھے کہ جو حکم مسئلہ سابقہ یعنے جوتنے کے مسئلہ مین مذکور ہوا ہے وہ صاحبین رح کا قول ہے اور ان مسائل مین

جو حکم امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہی یہ بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح کے ہی یعنے اگر امام اعظم رح کے نزدیک مزارعت جائز ہوتی تو ایسے مسائل مین یہ حکم دیتے اور وجہ اسکی یہ ہی کہ کلمہ منہا مین من جسکا ترجمہ اسمین سے ہی امام اعظم رح کے نزدیک تبعیض کے واسطے ہی اور صاحبین کے نزدیک صلہ کے واسطے بولا گیا ہی پس صاحبین کے موافق حاصل جواب ان سب مسائل مین یہ نکلا کہ مزارعت جائز ہی جیسا کہ جوتنے کے مسئلہ مین مذکور ہی اور لفظ من کو شیخ موصوف نے سب مسائل مین صلہ کے واسطے قرار دیا ہی اور سوائے شیخ موصوف کے اور مشائخ نے فرمایا کہ ان مسائل مین جو حکم مذکور ہی وہ بھی صاحبین کا قول ہی اور جوتنے کے مسئلہ مین جو حکم مذکور ہی وہ بھی صاحبین کا قول ہی اور یہ مشائخ لفظ من کو سب مسائل مین تبعیض کے واسطے قرار دیتے ہین اسوجہ سے کہ حقیقۃً از روے لغت یہ کلمہ تبعیض کے واسطے ہی ہان صلہ کے واسطے آتا ہی مگر مجازاً آتا ہی اور ہمارا کلام اُسکے معنی حقیقی مین ہی اور بریں تقدیر مسئلہ مین جہالت ضرور ثابت ہوگی لیکن جوتنے کے مسئلہ مین یہ جہالت یعنی مقدار زمین کا مجہول ہونا موجب فساد مزارعت اسوجہ سے نہوگا کہ مزارعت کے وقت یہ جہالت زائل ہوگئی اور جب یہ جہالت وقت تاکید مزارعت کے زائل ہوئی تو گویا کہ اسکے ہوا اگر گویا وقت عقد مزارعت کے زائل تھی مگر جو دکیہون کے مسئلہ مین وقت تاکید عقد مزارعت کے بھی یہ جہالت قائم رہیگی کیونکہ کیہون بویا ہوا نکلا اور جو بویا ہوا نکلا جب معلوم ہوگا کہ جب وہ تخم ریزی کر چکے مگر تخم ریزی کرنے کے وقت جو تاکید عقد کا وقت ہی یہ معلوم نہوگا پس تاکید عقد کے وقت جہالت قائم ہوگی اور یہی صورت جمادی الاولے وجمادی الآخری کے مسئلہ مین ہی اور یہی بات سینچنے کے مسئلہ مین بھی ہی کیونکہ سینچنے سے اُسکی مراد وہ سینچنا ہی جو اُن لوگون مین معتاد تھا یعنے تخم ریزی کے بعد پانی دینا پس تاکید عقد کے وقت جہالت باقی رہیگی حتے کہ اگر اس سینچنے سے زراعت سے پہلے سینچنا مراد ہو تو مثل جوتنے کے مسئلہ کے اسمین بھی مزارعت صحیح ہوگی کیونکہ تاکید عقد کے وقت جہالت زائل ہوگئی۔ اور اگر عقد مین بعض کے لفظ سے تصریح کر دی ہو مثلاً یون کہا کہ اگر اس زمین مین سے بعض ٹکڑا تو نے جوت کر بویا اُسمین تجھے یہ بٹائی ملیگی اور جو بعض ٹکڑا تو نے بغیر جوتے اس زمین مین سے بویا اُسمین تجھے یہ بٹائی ملیگی پس آیا عقد فاسد ہوگا سو اسکو امام محمد رح نے کتاب مین نہین ذکر فرمایا اور بقیاس قول امام ابوبکر محمد بن الفضل رح کے مزارعت فاسد ہونا چاہیے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اپنی زمین اسواسطے دی کہ امسال اسمین اپنے بیجون سے اور اپنی کاشت سے زراعت کرے بدین شرط کہ اگر اُسنے جمادی الاول کی پہلی تاریخ کھیتی ہوئی تو تمام پیداوار دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور اگر جمادی الثانی کی پہلی تاریخ کھیتی ہوئی تو دو تہائی پیداوار مالک زمین کی اور ایک تہائی کاشتکار کی ہوگی تو جس عالم نے مزارعت کو جائز رکھا اُسکے نزدیک بنا بر قیاس قول امام اعظم رح کے شرط اول جائز ہی اور شرط دوم فاسد ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول مین دونون شرطین جائز ہین پس بنا بر قیاس قول امام اعظم رح کے اگر اُسنے جمادی الاول مین زراعت کی تو پیداوار دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی۔ اور اگر اُسنے جمادی الثانی مین زراعت کی تو پوری پیداوار اُسکی ہوگی جسکی طرف سے بیج ہون پس اگر عامل کی طرف سے ہون تو اُسپر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر مالک زمین کی طرف سے ہون تو اُسپر کاشتکار کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک چونکہ دونون شرطین جائز ہین لہذا اگر اُسنے جمادی الثانی مین زراعت کی تو تمام پیداوار دونون مین تین تہائی ہوگی۔ اور اگر یون کہا کہ بدین شرط کہ جو کچھ اس زمین مین سے فلان

روز بولے اُسکی پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی یا جو کچھ اس زمین مین سے فلان روز بولے اُسکی پیداوار ہم دونون مین اسطرح ہوگی کہ دو تہائی مالک کی اور ایک تہائی کاشتکار کی ہوگی تو یہ سب فاسد ہی۔ اور اگر مسئلہ اولی مین کاشتکار نے نصف زمین اول تاریخ جمادی الاول مین بوئی اور نصف زمین اول تاریخ جمادی الثانی مین بوئی تو جسقدر اُسنے وقت اول مین بوئی ہی اسکی پیداوار دونون مین موافق شرط کے نصفا نصف ہوگی اور جسقدر وقت دوم مین بوئی ہی وہ بقیاس قول امام اعظم رح بیجون والے کی ہوگی اور موافق قول صاحبین رح کے دونون مین مع الفرق شرط کے مشترک ہوگی بخلاف اسکے جسطرح اُسنے مسئلہ ثانیہ مین کہا ہی کہ جو کچھ اس زمین مین سے تو نے اے آخرہ کہ اس صورت مین ایسا حکم نہین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ بدین شرط کہ اگر کاشتکار نے کھیتی کو چرس یا دولاب سے سینچا تو کاشتکار کی دو تہائی اور مالک زمین کی ایک تہائی ہوگی اور اگر اُسکو نہر کے پانی یا بارش کے پانی سے سینچا تو پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ مزارعت موافق شرط کے جائز ہی اور یہ حکم امام اعظم رح کے دوسرے قول کے قیاس ہی اور امام اعظم رح کے اول قول کے قیاس پر دونون شرطین فاسد ہونگی۔ اور اگر یون کہا کہ جسقدر اس زمین مین سے چرس سے سینچکر تیار کی اُسکی پیداوار مین سے ایک تہائی مالک کی اور دو تہائی کاشتکار کی ہوگی اور اگر اسکو نہر کے پانی سے سینچا تو پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ مزارعت فاسد ہی یعنے بالاتفاق فاسد ہی علے قول جمہور المشائخ اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی علے قول الامام ابی بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ علے اظہر الاقاویل کذا فی المبسوط۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے شخص کو اس شرط پر دی کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور اگر اُسنے جَو بوئے تو تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی تو یہ جائز ہی کیونکہ مالک نے اُسکو مزارعت اور اعارہ مین مختار کر دیا ہی پس اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی اور اگر جَو بوئے تو پوری پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور اگر زمین اس شرط سے دی کہ اگر کاشتکار نے گیہون بوئے تو دونون مین نصفا نصف ہونگے اور اگر جَو بوئے تو تمام پیداوار مالک کی ہوگی تو یہ عقد گیہون کے حق مین جائز ہی یعنی اگر گیہون بوئے تو دونون مین برابر مشترک ہونگے اور اگر جَو بوئے تو تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور کاشتکار پر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو زمین کا اجر المثل دے یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اور ایک کُر گیہون اور ایک کُر جَو اس شرط سے دیے کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور جو مالک کو واپس کرنے واجب ہونگے اور اگر اُسنے جَو بوئے تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار اُسکے سب گیہون اُسکو واپس کردیگا تو یہ سب موافق دونون کے شرط کرنے کے جائز ہی اور اگر جَو کی تمام پیداوار کاشتکار کیواسطے مشروط کی ہو تو بھی جائز ہی یہ بسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ امین اپنے بیجون سے بدین شرط زراعت کرے کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور اگر جَو بوئے تو پوری پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور اگر تل بوئے تو پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی تو یہ عقد گیہون اور جَو کے حق مین جائز ہی اور تلون کے حق مین فاسد ہی اور اگر اس صورت مین بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو یہ جائز ہی کیونکہ مالک نے اُسکو تین باتون مین مختار کیا کہ چاہے مزارعت کرے یا استعانت کرے یا زمین عاریت قبول کرلے اور بیج قرض قبول کرلے اور ایسا کرنا اجارہ فاسدہ مین جائز ہی یہ محیط مین ہی ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین دی کہ اس سال اسمین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کرے

۵ اور صاحبین رح کے نزدیک دونون جائز ہین ۱۲ منہ

۵ قال الرجم یہ اس صورت مین ہی کہ بیج کاشتکار کا ہون جیسا کہ

کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور اگر اسمین جو بوئے تو مالک زمین کے واسطے تہائی ہوگی اور اگر تل بوئے تو چوتہائی مالک زمین کی ہوگی تو یہ عقد موافق دونون کے اشتراط کے جائز ہوا اسلیے کہ مالک زمین کے حق مین بیج چھٹکانے کے وقت عقد کا تاکید ہوگا اور اس حالت مین معلوم ہو جائیگا کہ کون بیج بوئے ہین اور اگر بعض ٹکڑے مین جو بوئے اور بعض مین تل بوئے تو بھی موافق اشتراط کے جائز ہے جس قسم کے بیج مین جو شرط ٹھہرائی ہو اُسکے موافق رکھا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر بیشتر برس کے واسطے اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ اسمین گیہون یا جو یا جو غلہ بیج وغیرہ کاشت کا بوئے دونون مین نصف نصف تقسیم ہوگا اور اس زمین مین سے جہان درخت لگایا یا انگور لگانے یا خربزہ کے درخت جائے وہ دونون مین تین تہائی ہونگے کہ مالک زمین کی ایک تہائی اور عامل کی دو تہائی ہوگی تو یہ عقد موافق اشتراط باہمی کے جائز ہے خواہ اُسنے کل زمین مین دونون قسم مین سے ایک ہی قسم کو لگایا یا بعض زمین مین زراعت کی اور بعضے مین تاک انگور وغیرہ لگائے سب ظاہر الروایۃ کے موافق جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے شخص کو بشرط اُسکے بیجون اور اُسکے بیل سے اس شرط پر زراعت کرنے کے واسطے دی کہ بعض ٹکڑے مین گیہون بووے اور بعض ٹکڑے مین جو بووے اور بعض مین تل بووے پس زمین سے جسقدر ٹکڑے مین سے گیہون بوویگا اُسمین آدھے کی بٹائی اور جسقدر ٹکڑے مین جو بوویگا اُسمین مالک کی ایک تہائی اور جسقدر ٹکڑے مین تل بوویگا اُسمین مالک زمین کی دو تہائی ہوگی تو یہ سب فاسد ہے اور جب عقد فاسد ٹھہرا تو پوری پیداوار بیج والے کی ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر اپنی زمین ایک شخص کو اس شرط سے دی کہ اپنے بیجون و بیل و اپنے کام سے بدین قرار داد کہ کار زراعت تک کے واسطے اپنے مال سے مزدور مقرر کرے مزارعت کے واسطے دی تو یہ جائز ہے اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی کہ مالک زمین کے مال سے مزدور مقرر کرے تو یہ مزارعت فاسد ہے کیونکہ مالک زمین کے مزدور کے ساتھ کام کرنا شرط کرنا مثل مالک زمین کے ساتھ کام کرنے کے ہے حالانکہ یہ مفسد مزارعت ہے اسیطرح اگر دونون نے یہ شرط کی کہ کاشتکار اپنے مال سے بدین شرط مزدور مقرر کرلے کہ کاشتکار پیداوار مین سے پہلے یہ مال مزدوری واپس نکال لے پھر جو باقی رہے اُسکی دونون مین بٹائی ہو تو یہ بھی فاسد ہے کیونکہ پیداوار مین سے جسقدر کاشتکار کے واسطے واپس نکال لینا شرط کیا وہ ایسا ہے کہ گویا کاشتکار کے واسطے ابتدا مشروط کیا اور چونکہ یہ مقدار معلوم ہے اسواسطے ایسا ہو گیا کہ گویا کاشتکار کے واسطے پیداوار مین سے کچھ قفیز معلوم مشروط کر دین حالانکہ یہ ناجائز ہے اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور دونون نے یہ شرط کی کہ کاشتکار اپنے مال سے مزدورون کی مزدوری دے تو جائز ہے اور اگر مالک زمین کے مال سے مزدورون کی مزدوری شرط کی تو نہین جائز ہے کیونکہ یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ مالک بیج و زمین کا کاشتکار کے ساتھ کام کرنا شرط کیا۔ اسیطرح اگر دونون نے یہ مزدوری کاشتکار کے ذمہ مشروط کی مگر بدین شرط کہ کاشتکار اس مال مزدوری کو پیداوار مین سے واپس لے تو بھی فاسد ہے جیسا کہ کاشتکار کے واسطے پیداوار مین سے اتنی مقدار معلوم شرط کرنا فاسد ہے پس ایسے واقعہ مین عقد مزارعت فاسد ہوگا اور پوری پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی اور کاشتکار کے واسطے اُسکے کام اور اُسکے مزدورون کے کام کا اجر المثل واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔

چوتھا باب ۔ مزارعت و معاملت مین مالک زمین و باغ کے خود متولی کار ہو جانے کے بیان مین۔ امام محمد رحمۃ اللہ

سے کتاب الاصل میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر دی پھر مالک زمین نے کار زراعت خود انجام دیا تو اسکی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہوں اور اسکی بھی دو صورتیں اول یہ کہ کاشتکار کے حکم سے اُسنے کار زراعت انجام دیا اور اسمیں تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ کاشتکار نے مالک زمین سے اپنے کام میں مدد لی اور ایسی صورت میں تمام پیداوار دونوں میں موافق شرط کے نصفا نصف ہوگی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہے اُسی صورت میں ہے کہ زراعت کے وقت مالک زمین نے یہ نہ کہا ہو کہ میں اپنے واسطے اس زمین میں زراعت کرتا ہوں اور اگر یہ لفظ کہدیا ہو تو پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مزارعت ٹوٹ جاویگی لیکن امام محمد رح نے حکم کو مطلقاً بیان فرمایا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جیسا حکم مطلقاً امام محمد رح نے بیان فرمایا ہے وہی صحیح ہے دوسری صورت یہ کہ کاشتکار نے کچھ دن معلومہ پر مالک زمین کو مزدور کیا کہ کار زراعت انجام دے پس ایسی صورت میں اجارہ باطل ہوگا اور مزارعت اپنے حال پر رہیگی اور تیسری صورت یہ ہے کہ کاشتکار نے مالک زمین کو یہ زمین اپنے حصہ میں سے کچھ بٹائی دینے کی شرط پر زراعت کے واسطے دی تو ایسی صورت میں دوسرا عقد مزارعت فاسد ہوگا اور پہلی مزارعت اپنے حال پر رہیگی۔ یہ سب اُس صورت میں کہ مالک زمین نے بحکم مزارع کار زراعت خود انجام دیا ہو۔ اور اگر بیج مالک کی طرف سے ہوں اور مالک نے بدون حکم کاشتکار خود کار زراعت انجام دیا ہو تو وہ مزارعت کا توڑنے والا ہو جائیگا اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں تو ایسی صورت میں کاشتکار کے حکم سے زراعت کرنے اور بلا حکم زراعت کرنے میں ویسا ہی حکم ہے جیسا کہ پہلی صورت میں مذکور ہوا مگر ایک بات سے فرق یہ ہے کہ اس صورت میں اگر مالک زمین نے کاشتکار کے حکم سے یا بلا حکم زراعت کی تو کاشتکار کے واسطے اُسکے بیجوں کے مثل بیجوں کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے کاشتکار کے بیج اُسکے پاس سے برباد کیے ہیں اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہوں یا کاشتکار کیطرف سے ہوں اور کاشتکار نے مالک زمین کو حکم دیا کہ اس کام کے واسطے ایک مزدور مقرر کرلے تو تمام پیداوار مالک زمین و کاشتکار کے درمیان باہمی شرط کے موافق ہوگی اور مزدور کی مزدوری مالک زمین کاشتکار سے واپس لیگا بخلاف اسکے اگر کاشتکار نے مالک زمین سے استعانت لی اور اُسکو کسی مزدور مقرر کرنے کے واسطے حکم نہ دیا کہ ایسی صورت میں مالک زمین مزدوری کاشتکار سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور جیسا حکم مزارعت میں مذکور ہوا ہے ویسا ہی معاملت یعنے درختوں کو بٹائی دینے کی صورت میں ہے چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنا درخت خرما آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دیا کہ اُسکی نرمادی لگاوے اور اُسکی حفاظت کرے اور اُسکو سینچے پھر عامل نے مالک درخت سے اس کام میں استعانت لی اور مالک درخت نے یہ کام کر دیا تو پھلوں کی حاصلات دونوں کی شرط کے موافق دونوں میں مشترک ہوگی۔ اور اگر مالک درخت نے بغیر حکم عامل کے درخت پر قبضہ کر لیا اور یہ کام اپنے آپ انجام دیے تو تمام حاصلات مالک درخت کی ہوگی اور عقد معاملہ ٹوٹ جائیگا اگرچہ مالک درخت بلا عذر عقد معاملہ توڑنیکا اختیار نہیں رکھتا ہے۔ اور اگر مالک درخت خرما نے شگوفہ خرما برآمد ہونے کے بعد اپنے عامل کی بلا اجازت خود اُسکی پرداخت کی تو پھلوں کی حاصلات دونوں میں مساوی مشترک ہوگی۔ اور اگر مالک نے شگوفہ برآمد ہونے سے پہلے درخت مذکور کو لے لیا اور اُسکی پرداخت کی پھر مالک سے عامل نے لیکر اُسکی پرداخت کی یہاں تک کہ پھل پورے چھوہارے ہوگئے تو یہ سب پھل مالک درخت کے ہونگے۔ اور اگر کسی نے اپنی

زمین اور بیج کسی دوسرے کو آدھے کی بٹائی دیدے پھر کاشتکار نے زمین پر قبضہ کرنے کے بعد مالک زمین کو مزارعت پر اس شرط سے دی کہ پیداوار زمین سے ایک تہائی کاشتکار کی اور دو تہائی مالک زمین کی ہوگی تو دوسری مزارعت فاسد ہے اور جو کچھ پیداوار ہوگی وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی یہ محیط مین ہے - اگر کسی شخص کو اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر دی اور بیج کاشتکار کے ذمہ شرط کیے پھر جب کاشتکار نے اُسمین کھیتی بوئی اور بیچی اور وہ اُگی تو اسکے بعد کاشتکار کی بلا اجازت مالک زمین آپ خود اور اپنے فروردون کو لیکر اُسکی پرداخت کرنے لگا اور اُسکو سینچا یہان تک کہ کھیتی تیار ہوکر کاٹی گئی تو تمام پیداوار مالک و کاشتکار کے درمیان موافق باہمی شرط کے مشترک ہوگی - اور اگر کاشتکار نے تخم ریزی کر دی مگر منہوز اُسنے پانی نہ دیا اور نہ کھیتی اُگی تھی کہ مالک زمین نے کاشتکار کی بلا اجازت اُگنے سے پہلے اُسکو سینچا تو بدلیل قیاس تمام پیداوار مالک زمین کی ہونی چاہیے کیونکہ بیج اُگنے سے پہلے درحقیقت زمین کے اندر رکھا ہوتا ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ بتکلف اُسکو مٹی سے صاف کرلے سکتے ہین پس اُسکا زمین کے اندر ہونا مانند زمین کے اوپر ہونے کے ہوا اور زمین کے اوپر سے اگر مالک زمین بیج لیکر بو دے اور سینچے یہان تک کہ بیج جم آوے تو فراعت کا توڑنے والا ٹھہرایا جاتا ہے پس ایسا ہی زمین کے اندر بیج ہونے کی صورت مین بھی حکم ہونا چاہیے لیکن بدلیل استحسان یہ حکم ہے کہ تمام پیداوار دونون مین موافق شرط مزارعت کے مشترک ہوگی کیونکہ ایسی حالت مین مالک زمین کا سینچنا دلالۃً کاشتکار کی اجازت سے ہوا ہے - یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ کاشتکار نے تخم ریزی کی اور مالک نے بدون اُسکی اجازت کے پانی دیا اور اگر کاشتکار کی بلا اجازت مالک نے تخم ریزی کر دی اور منہوز اُگی نہ تھی کہ پھر کاشتکار نے اُسکو سینچا اور تمام اُسکی پرداخت کی یہان تک کہ کھیتی تیار ہوکر کاٹی گئی تو ذکر فرمایا کہ تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور اس صورت مین قیاس و استحسان کو ذکر نفرمایا - اور اگر بیج زمین کے اوپر رکھے ہون اور مالک نے آکر یہ بیج لیکر خود زراعت کر دی اور کاشتکار سے اجازت نہین لی تو مزارعت کا توڑنے والا ہوگا اور اگر کاشتکار نے اگر مالک کی بلا اجازت تخم ریزی کی اور سینچا تو پیداوار دونون مین موافق شرط باہمی کے قیاساً و استحساناً مشترک ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے - اگر کسی شخص نے اپنی زمین اور بیج دوسرے شخص کو امسال مزارعت کے واسطے بدین شرط دی کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور کاشتکار نے اُسمین تخم ریزی کرکے پانی دیا یہان تک کہ کھیتی اُگی پھر بغیر اجازت کاشتکار کے مالک زمین نے خود مع اپنے مزدورون کے اُسکی پرداخت کی اور اُسکو سینچا یہان تک کہ کھیتی تیار ہوکر کاٹی گئی تو تمام پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی اور مالک زمین اپنے کام مین متطوع قرار دیا جائیگا - اور اگر مالک زمین نے جو کام خود کر دیا ہے اسکے واسطے کوئی مزدور مقرر کرکے اُس سے یہ کام کروایا ہو تو اُسکے مزدور کا کام کرنا مثل اسکے کام کرنے کے ہے اور مزدور کی مزدوری مالک کے ذمہ ہوگی کیونکہ اُسنے خود ہی مزدور مقرر کیا ہے اور اگر کاشتکار نے تخم ریزی کی اور ہنوز کھیتی اُگی نہین اور نہ کاشتکار نے اُسمین پانی دیا تھا کہ اُگنے سے پہلے اُسکے مالک نے سینچا اور اُگی اور برابر اُسکی پرداخت کرتا رہا یہان تک کہ تیار ہوکر کاٹی گئی تو استحساناً تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور مالک زمین اس کام مین متبرع قرار دیا جائیگا اور قیاساً یون ہونا چاہیے کہ تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی کیونکہ اُگنے سے پہلے جو بیج کے گیہون زمین کے اندر ہین وہ ایسے ہین کہ گویا زمین کے باہر بورون مین بھرے ہین مگر فتوے اس

مسئلہ میں جھگڑا ہوتا ہے موافق ہونے زمین میں بیج ڈالنا اُگنے کا سبب ہوتا ہے اور اسی وجہ سے قصداً مزارعت فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مالک زمین نے تخم ریزی کی اور پانی نہ دیا اور چھوڑ دیا اگر اتنی کہ کاشتکار نے اُسکو پانی دیا اور برابر اُسکی پرداخت کرتا رہا یہانتک کہ کیتی تیار ہوکر کاٹی گئی تو موافق شرط کے تمام پیداوار دونوں میں شریک ہوگی اور اگر مالک زمین نے اُسکو لیکر زمین میں تخم ریزی کردی اور پھینچا اور چھوڑ دیا اگر اتنی کہ کاشتکار نے اُسکو پانی دیا اور برابر پرداخت کرتا رہا یہانتک کہ کیتی تیار ہوکر کاٹی گئی تو تمام پیداوار مالک کی ہوگی اور کاشتکار اپنے [illegible] قرار دیا جائیگا اور اُسکے واسطے کچھ اجرت نہوگی کذا فی المبسوط۔

پانچواں باب [illegible] کاشتکار کا کسی غیر کو مزارعت پر دینے کے بیان میں۔ اگر کاشتکار نے چاہا کہ زمین کسی دوسرے شخص کو مزارعت پر دیدے پس اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہوں تو کاشتکار کو یہ اختیار نہوگا کہ زمین دوسرے شخص کو مزارعت پر دیدے لیکن اگر مالک زمین نے اُسکو صریحاً اس بات کی اجازت دی ہو یا دلالۃً اجازت دی ہو مثلاً یوں کہا کہ اس کام میں تو اپنی راے سے جو کرتو ایسا کر سکتا ہے۔ اور کاشتکار کو اختیار ہوگا کہ کل یا بعض مزارعت انجام دینے کے واسطے اپنے مال سے مزدور مقرر کرلے بشرطیکہ مالک زمین نے یہ شرط نہ کی ہو کہ کاشتکار خود ہی کاشت مزارعت کیے۔ اور اگر کاشتکار نے کسی غیر کو آدھے کی بٹائی پر زمین مزارعت کے واسطے دیدی حالانکہ مالک زمین نے اُسکو صریحاً یا دلالۃً کسی طرح اُسکو اس کام کی اجازت نہ دی تھی تو مذکور ہوگا کہ کاشتکار اول و کاشتکار ثانی کے درمیان مزارعت جائز [illegible] اور مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا اور مالک زمین وبیج کو اختیار ہوگا کہ اپنے بیج دونوں میں سے جس سے چاہے تاوان لے اگر مالک زمین نے کاشتکار اول سے تاوان لیا تو وہ دوسرے کاشتکار سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُسنے دوسرے سے تاوان لیا تو وہ پہلے کاشتکار سے واپس لیگا اور اگر زمین مذکور میں نقصان آگیا ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اور آخر قول پر امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اُسکا نقصان دوسرے کاشتکار پر ہوگا اور کاشتکار اول پر کچھ نہ ہوگا [illegible] پھر دیکھنا چاہیے کہ جسقدر کاشتکار اول کے حصہ میں آیا ہے یعنے نصف پیداوار اسمیں سے کاشتکار اول کو مزارعت اُسیقدر حلال ہوگا جسقدر اُسنے مالک زمین کو تاوان دیا ہے۔ اور زیادتی کو صدقہ کرے کیونکہ اُسنے یہ زیادتی زمین مغصوبہ سے حاصل کی ہے اور جسقدر دوسرے کاشتکار کے حصہ میں آیا اُسکی بابت مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ سب اُسکو حلال ہے۔ اور اگر مالک زمین وبیج نے کاشتکار کو صریحاً یا دلالۃً اس بات کی اجازت دی ہو مثلاً کہدیا ہو کہ اسمیں اپنی راے سے کام کر اور مالک زمین نے اُسکے ساتھ آدھی بٹائی کی شرط کی پھر کاشتکار اول نے دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدی تو دوسری مزارعت جائز ہوگی اور زمین میں جو کچھ پیداوار ہوگی اُسمیں سے نصف مالک زمین کی اور نصف دوسرے کاشتکار کی ہوگی اور پہلا کاشتکار درمیان سے نکل جائیگا۔ اور اگر کاشتکار اول نے دوسرے سے یہ شرط کی ہو کہ آدھی پیداوار تو مالک زمین کی ہوگی اور آدھی ہم دونوں میں تین تہائی یا آدھون آدھ ہوگی تو یہ بھی جائز ہے۔ اور تمام پیداوار ان سب میں موافق شرط کے تقسیم ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنی مین اور بیج اس شرط سے دیئے کہ اس سال اُسمیں آدھے کی بٹائی پر زراعت کرے اور یہ نہ کہا کہ اُسمیں اپنی راے سے کام کرے پھر کاشتکار نے دوسرے کاشتکار کو یہ زمین اس شرط سے دی کہ اس سال انھیں بیجون سے اسمیں بدین شرط

زراعت کرے کہ دوسرے کی پیداوار مین سے ایک تہائی ہوگی اور اول کی دو تہائی ہوگی پس دوسرے نے اس شرط سے زراعت کی تو تمام پیداوار دونون مین اس شرط کے موافق جو ان دونون کے باہمی عقد مین ٹھہری ہے تقسیم ہوگی اور پہلا کاشتکار بغیر رضامندی مالک زمین کے دوسرے کاشتکار کو پیداوار مین شریک کرنے کی وجہ سے خلاف کرنے والا ہو گیا پس مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے [illegible] اور اسیطرح قول امام محمد اور اول قول امام ابو یوسف کے موافق [illegible] جس سے چاہے لے پس اگر اسنے دوسرے سے تاوان لیا تو یہ [illegible] اور اگر اسنے اول سے تاوان لیا تو وہ دوسرے سے [illegible] امام ابو یوسف کے موافق نقصان زمین کا تاوان نقد دوسرے کاشتکار سے [illegible] واپس لیگا ہر کاشتکار اول اپنے حصہ پیداوار مین سے جسقدر [illegible] کی ضمانت دی اور تاوان دیا ہر کاشتکار لیگا اور باقی بو سمیت کر دیگا اور دوسرا کاشتکار اپنے حصہ مین سے کچھ صدقہ نہ کریگا اور اگر مالک زمین نے کاشتکار اول سے کہا ہو کہ تو اپنی رائے سے عمل کر اور باقی مسئلہ بجا لا اور تو دوسرے کاشتکار کو تہائی پیداوار لینے سے روک اور کاشتکار اول نے تحقیق کے ساتھ دو تہائی پیداوار شرط کر دی پس تہائی پیداوار خاصہ کاشتکار اول کے حصہ مین سے رکھی جائیگی پس پیداوار کا کاشتکار اول سے حصہ دو تہائی ہوئی اور مالک زمین کو نصف پیداوار کا حق ہوگا جیسا کہ اسنے واسطے شرط کیا اور کاشتکار اول کے حصہ مین سے باقی ایک تہائی حصہ باقی پیداوار کا بچا اور اس کاشتکار اول کو اس زراعت سے اپنی محنت کی [illegible] اور اگر اسطرح واقع ہوا کہ مالک زمین نے [illegible] اس شرط پر کاشتکار کو دیا کہ اس سال تمین زراعت کرے جو کچھ اسمین اللہ تعالے روزی کرے دونون مین نصفا نصف ہوگا اور کہدیا کہ اس بات مین اپنی رائے پر عمل کرے پھر کاشتکار نے اگلے کسی دوسرے کاشتکار کو [illegible] کی تہائی [illegible] پیداوار مین سے نصف اس دوسرے کو ملیگی اور باقی نصف پیداوار مالک زمین اور کاشتکار اول کے درمیان نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ اس صورت مین مالک نے اپنے واسطے تمام پیداوار کا نصف شرط نہین کیا بلکہ فقط یہ شرط کی ہو کہ کاشتکار اول کو جو کچھ خدا تعالی روزی کرے اسکا نصف میرا ہوگا پس یہ پیداوار کاشتکار دوم کا حصہ نکالکر جو باقی رہی وہ ہی پس وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور صورت سابقہ مین یہ تھا کہ مالک زمین نے اپنے واسطے تمام پیداوار کا نصف شرط کر لیا تھا پس کاشتکار اول کا دوسرے کے ساتھ عقد مزارعت کرنے سے مالک کا حق کم نہ ہوگا - اسیطرح اگر مالک زمین نے کاشتکار سے یون شرط کیا ہو کہ اسمین جو کچھ پیداوار تجھے اللہ تعالی دے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی یا جو کچھ اسکی پیداوار مین سے تیرے ہاتھ آوے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ قول اور قول مذکور کہ جو کچھ اسمین اللہ تعالے روزی کرے دونون یکسان ہین اور اگر مالک نے اس سے یہ نہ کہا ہو کہ اسمین اپنی رائے پر عمل کر اور باقی مسئلہ بجا لا رہتے تو دوسرے کاشتکار کے زراعت کرنے کے وقت کاشتکار اول خلاف کرنے والا اور ضامن ہو جائیگا اور تمام پیداوار دونون کاشتکارون مین نصفا نصف ہوگی اور مالک زمین کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا - اور مالک زمین اپنا بیج دونون مین سے

جس سے چاہے تاوان لے اور نقصان زمین کے تاوان لینے مین اختلاف ہی جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہی۔ اور اگر دوسرے نے ہنوز زراعت نہ کی ہو کہ اُسکے پاس بیج تلف ہو گئے یا زمین غرق ہو گئی اور فاسد ہو گئی اور اُسمین ایسا سبب پیدا ہو گیا کہ بس سے زمین مین نقصان آگیا تو اس سے ان دونون مین سے کسی پر تاوان لازم نہوگا اسلیے کہ پہلا کاشتکار زمین بیج دوسرے کاشتکار کو فقط دیدینے سے ضامن نہین ہو جاتا ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر اُسنے زمین و بیج کسی دوسرے شخص کو دیکر اُس سے کار زراعت مین استعانت چاہی یا اُسکو کار زراعت کیواسطے اجیر مقرر کیا تو مخالف نہین ہوتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کاشتکار اول نے دوسرے کاشتکار سے استعانت کی تو تمام پیداوار کاشتکار اول اور مالک زمین کے درمیان مشترک ہوگی اور اگر کاشتکار اول نے دوسرے کو یہ زمین عاریت دیدی تاکہ اپنے واسطے اُسمین زراعت کرلے تو عاریت دینا جائز ہی اور جب دیدیا اُسمین زراعت کریگا تو تمام پیداوار اُسیکو دیجائیگی اور پہلا کاشتکار تمام زمین کا اجر المثل اُسکے مالک کو تاوان دیگا کیونکہ اُسنے آدھی پیداوار دینے پر مالک زمین سے زمین جارہ پر لی تھی حالانکہ مالک زمین کو پیداوار مین سے کچھ نہ دیا اور اس صورت مین اور اس دوسری صورت مین کہ کاشتکار نے زمین کسی کو عاریت نہ دی اور نہ خود زراعت کی یا عاریت دی مگر مستعیر نے اُسمین زراعت نہ کی ان دونون مین فرق ہی کہ اس صورت ثانیہ مین کاشتکار پر مالک زمین کے واسطے زمین کے اجر المثل مین سے کچھ واجب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کو زمین دی کہ اس سال اسمین اپنے بیجون سے بدین شرط زراعت کرے کہ تمام پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور کہدیا کہ اسمین اپنی رائے سے کام کرے یا یہ نہ کہا پھر کاشتکار نے یہ زمین اور اسکے ساتھ بیج بھی کسی دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدیے تو یہ جائز ہی پھر جب پیداوار حاصل ہوگی تو اُسمین سے آدھی دوسرے کاشتکار کی اُسکے کام کے مقابلہ مین ہوگی جیسے کہ کاشتکار اول لینے بیجون کے مالک نے شرط کردی تھی اور آدھی مالک زمین کے منافع مین ہوگی جیسے کہ بیجون کے مالک لینے کاشتکار اول نے شرط کردی تھی اور کاشتکار اول کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر دوسرے کاشتکار کیواسطے دونون حصون مین تہائی پیداوار کی شرط کی ہو تو جائز ہی اور دوسرے کو ایک تہائی اور مالک زمین کو آدھی ہوگی اور چھٹا حصہ کاشتکار اول کا ہوگا اور اُسکو حلال ہوگا۔ اور اگر کاشتکار اول کو اس شرط سے زمین دی کہ اسمین اپنے بیجون سے آدھے کی بٹائی پر زراعت کرے پھر کاشتکار اول نے دوسرے کو اس شرط سے کہ اسمین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کرے کہ دو تہائی پیداوار دوسرے کاشتکار کی ہوگی اور ایک تہائی کاشتکار اول کی ہوگی اور اُسنے اسی شرط سے زراعت کی تو پیداوار مین سے دو تہائی دوسرے کاشتکار کی ہوگی اسواسطے کہ جو کچھ پیدا ہوا ہی وہ اُسکے بیجون سے پیدا ہوا ہی پس اُسکے بیجون کی پیداوار مین سے کوئی غیر کچھ نہین لے سکتا ہی الا شرط کے ساتھ اور شرط مین اُس نے فقط تہائی پیداوار کاشتکار اول کے واسطے مشروط کی ہی۔ پھر یہ تہائی پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مالک زمین کا کاشتکار اول پر تہائی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر بیج کاشتکار اول کیطرف سے ہون تو دو تہائی پیداوار دوسرے کاشتکار کی ہوگی جیسے کہ کاشتکار اول نے شرط کی ہی اور تہائی پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مالک زمین کا کاشتکار اول پر اپنی تہائی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا کذا فی المبسوط فی باب تولیۃ المزارع و مشارکتہ والبذر من قبلہ اور اگر کسی شخص کو اپنی زمین اور بیج بدین شرط مزارعت پر دی کہ پیداوار مین سے بیس قفیز کاشتکار کی اور

۵۱ قول یہ اہل صنعت مین (ز) بیج کاشتکار کی طرف سے ہون ۱۲ منہ

پیدا اور مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار سے یہ کہدیا کہ اسمین اپنی رائے سے کام کرے یا یہ لفظ نہ کہا پھر کاشتکار نے یہ زمین اوپج کسی دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدیے اور اُسنے زراعت کی تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور دوسرے کاشتکار کا اپنے کام کا اجر المثل پہلے کاشتکار پر اور پہلے کاشتکار کا اپنے اس کام کا اجر المثل مالک زمین پر واجب ہوگا - اسیطرح اگر اس زمین مین کچھ نہ پیدا ہوا تو بھی یہی حکم ہے - اور اگر کسی کاشتکار کو اپنی زمین اوپج آدھے کی بٹائی پر دیے اور کہا کہ اسمین اپنی رائے سے کام کرے یا یہ لفظ نہ کہا پھر کاشتکار نے دوسرے کاشتکار کو اس شرط سے کہ اُسکو پیداوار مین سے بیش قفیز لینگے مزارعت پر دی تو اول و ثانی کے درمیان مزارعت فاسد ہے اور دوسرے کا اول پر اپنے کام کا اجر المثل واجب ہوگا اور تمام پیداوار کاشتکار اول اور مالک زمین کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اگر کاشتکار کو زمین اس شرط سے دی کہ اپنے کام اور اپنے بیجون سے بدین شرط زراعت کرے کہ بیس قفیز پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور باقی کاشتکار کی ہوگی یا بیش قفیز کاشتکار کی اور باقی مالک زمین کی ہوگی پھر کاشتکار نے یہ زمین دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدی اور بیج کاشتکار اول کی طرف سے ٹھہرے یا کاشتکار دوم کی طرف سے ٹھہرے پس دوسرے کاشتکار نے زراعت کی تو تمام پیداوار دونون کاشتکارون مین نصفا نصف ہوگی اور مالک زمین کے واسطے اُسکی زمین کا اجر المثل کاشتکار اول پر واجب ہوگا - اور اگر دونون کاشتکارون کی عقد مزارعت واقع ہوجانے کے بعد قبل اسکے کہ کاشتکار دوم بیج کی زراعت شروع کرے مالک زمین نے چاہا کہ اپنی زمین لے لے اور جو عقد مزارعت دونون مین ہوا ہے اُسکو توڑ دے تو اُسکو ایسا اختیار ہے پس اگر عقد دوم مین بیج کاشتکار دوم کی طرف سے ہو تو اُسکے اور کاشتکار دوم کے درمیان نقض عقد ہوگا کیونکہ عقد اول بسبب فاسد ہونے کے مستحق نقض تھا اور اگر بیج کاشتکار اول کی طرف سے ہو تو کاشتکار اول کا دوسرے کاشتکار کو کار زراعت کے واسطے اجارہ دینا توڑا جائیگا یہ بھی بسبب اسکے کہ عقد اول فاسد تھا - اور اگر دوسرے کاشتکار نے کار زراعت شروع کر دیا ہو یعنے بیج ڈال دیا ہو تو مالک زمین کو زمین لینے کا اختیار نہوگا یہان تک کہ کھیتی کاٹی جاوے - اور اگر مالک زمین نے کاشتکار اول کو آدھے کی بٹائی پر زمین دی اور کہا کہ اسمین اپنی رائے سے کام کرے یا یہ لفظ نہ کہا ہو پھر کاشتکار اول نے کاشتکار دوم کو زمین اور اُسکے ساتھ بیج بھی بیش قفیز پیداوار پر مزارعت کے واسطے دی تو دوسرا عقد فاسد ہوگا اور دوسرے کاشتکار کا اجر المثل کاشتکار اول پر واجب ہوگا اور تمام پیداوار کاشتکار اول و مالک زمین کے درمیان نصفا نصف ہوگی - اور اگر اس صورت مین بیج دوسرے کاشتکار کی طرف سے ہو تو تمام پیداوار اُسیکی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ اول کاشتکار کو زمین کا اجر المثل دے اور کاشتکار اول پر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دے کذا فی المبسوط فی باب مشارکۃ العامل مع الآخر - مالک زمین مثلاً زید نے اپنی زمین کاشتکار مثلاً عمرو نامے کو اسواسطے دی کہ ہم دونون کے بیجون سے زراعت کرے اور بسیل عمرو کی طرف سے ٹھہرے بدین شرط کہ جو کچھ پیدا ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پھر عمرو نے اپنے حصہ مین ایک شخص خالد کو شریک کر لیا جسنے اُسکے ساتھ کار زراعت انجام دیا تو مزارعت اور شرکت دونون فاسد ہین اور تمام کھیتی زید و عمرو کے درمیان دونون کے بیجون کی مقدار کے حساب سے مشترک ہوگی اور زید کا آدھی زمین کا اجر المثل عمرو پر واجب ہوگا اور خالد کا اپنے کام کا اجر المثل بھی

عمرو پر واجب ہوگا کیونکہ اُسنے بطور اجارہ فاسدہ کے کام کیا ہے اور عمرو کا اپنے کام کا اجر المثل زید پر واجب نہوگا کیونکہ اُسنے ایسی چیز میں کام کیا ہے جسمین وہ شریک تھا پس شرکت کی وجہ سے مستحق اجرت نہوگا اور عمرو پر لازم ہوگا کہ اپنے خرمہ اور بیجون کی مقدار اور تاوان کی مقدار حاصلات مین سے نکالکر جو کچھ بڑھے اُسکو صدقہ کردے کیونکہ یہ زیادتی اُسکو غیر شخص کی زمین سے اجارہ فاسدہ کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے یہ فتاوی کبرے مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین ایک کاشتکار کو اس شرط سے دی کہ اپنے بیجون اور بیل سے اس دوسرے شخص کے ساتھ زراعت کرے بدین شرط کہ جو کچھ اسمین پیداوار ہوگی وہ تین تہائی اسطرح ہوگی کہ ایک تہائی مالک زمین کی اور ایک تہائی بیجون اور بیل والے کی اور ایک تہائی دوسرے شخص کا گزار کی ہوگی پس یہ مزارعت مالک زمین اور پہلے کاشتکار کے حق مین صحیح ہے اور دوسرے عامل یکبارگی کے حق مین فاسد ہے پیداوار مین سے ایک تہائی مالک زمین کی ہوگی اور دو تہائی کاشتکار اول کی رہیگی اور دوسرے کاشتکار کا اجر المثل واجب ہوگا حالانکہ اس صورت مین ہوا [illegible] مزارعت سب کے حق مین فاسد ہوجاوے کیونکہ بیجون کے مالک پہلے کاشتکار اول نے زمین کا اجارہ دیا اور حاصل [illegible] سب کے حق مین فاسد ہوجاوے کیونکہ بیجون کے مالک پہلے کاشتکار اول نے زمین کا اجارہ دیا اور حاصل [illegible] کا مزارعت اسنے عامل دوسرے کا اجارہ لینا ایک مین جمع کرلیا ہے۔ اور اس مسئلہ مین اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہوں تو مزارعت سب کے حق مین صحیح ہوگی اور تمام پیداوار ان سب مین موافق شرط کے مشترک ہوگی

کذا فی المحیط السرخسی

چھٹا باب — مزارعت کے بیان مین جسمین حالۃ مشروطہ ہے۔ اگر مزارعت مین معاملہ مشروط ہو تو دیکھا جائیگا اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں تو مزارعت اور معاملت دونون فاسد ہونگی اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہوں تو مزارعت اور معاملت دونون جائز ہونگی اور اگر مزارعت مین معاملہ شرط نہو بلکہ ہر طرف سے جدا جدا کیا ہو تو مزارعت جائز ہے خواہ بیج دونون مین سے کسیکی طرف سے ہوں۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین مزروعہ جسمین درختان خرما ہین دوسرے شخص کو اس شرط سے دی کہ اُسکو اپنے بیجون سے زراعت اور درختون مین کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اسمین حاصلات ہوگی وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور چند سال معلومہ کے واسطے یہ عقد مشروط قرار دیا تو یہ عقد فاسد ہوا سواسطے کہ زمین کے حق مین کاشتکار اس زمین کو نصف پیداوار پر اس شرط سے اجارہ لینے والا ہوا کہ اپنے بیجون اور اپنے کام سے زراعت کرے اور درختون کے حق مین درختون کا مالک کاشتکار کو آدھی حاصلات پر اجارہ لینے والا ہوا پس یہ دونون عقد بوجہ اسکے کہ ہر ایک مین مقصود علیہ مختلف ہے باہم مختلف ہوئے حالانکہ ایک عقد دوسرے مین مشروط ہے اور یہ امر مفسد عقد ہے کذا فی المحیط پھر جو کچھ حاصلات ہوگی اُسمین زمین کی تمام پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکی زمین کے اجر المثل دے اور بیجون کی مقدار اور تاوان کو پیداوار مین سے نکالکر جسقدر بڑھے اُسکو صدقہ کردے کیونکہ یہ زیادتی اُسنے غیر شخص کی زمین سے بذریعہ عقد فاسد حاصل کی ہے اور درختون کی پوری حاصلات درختون کے مالک کی ہوگی اور سب حاصلات اُسکے واسطے پاک وحلال ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ عامل کو اُسکے کام کا اجر المثل دے اور اگر درختون کی حاصلات کی بابت دونون مین تہائی دو تہائی کی شرط ٹھہری ہے یا کسیکی کی بابت تہائی دو تہائی کی شرط ٹھہری ہو تو بھی حکم یہی ہوگا۔ اور اگر زراعت کے

بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عقد مذکور جائز ہوگا کیونکہ اس صورت مین مالک مین و درختان نے کاشتکار کو اس غرض سے اجارہ لیا کہ میری زمین و درختون کا کام انجام دے پس عقد دونون مین واحد ہوگا بدین وجہ کہ معقود علیہ واحد ہی یعنے کاشتکار کی ذات سے منفعت حاصل کرنا۔ اسیطرح اگر مالک نے کاشتکار سے شرط کرلی کہ درختون کے پھلون مین سے نو دسویں حصے پر اور زراعت مین سے نصف پر بٹائی ہوگی تو بھی جائز ہی اسواسطے کہ تخم مشروط کی مقدار مختلف ہونے سے عقد مختلف نہین ہوتا ہی بلکہ معقود علیہ مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہی۔ اور اگر اپنی زمین و باغ انگور اسی طور سے شرط کرکے دوسرے شخص کو دیا تو اسکا حکم بھی ویسا ہی ہوگا جیسا کہ درختان خرما کی صورت مین مذکور ہوا ہی۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین مزروعہ حسین درختان خرما ہین دوسرے شخص کو دی اور کہا کہ مین تجھے یہ زمین دیتا ہون کہ تو اپنے بیجون اور اپنے کام سے اسمین زراعت کر بدین شرط کہ جو کچھ اسمین پیداوار ہوگی وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور مین تجھے یہ درخت معاملت پر اس شرط سے دیتا ہون کہ تو ان درختون کو سینچا کر اور نر مادی لگا اور جو کچھ اسمین سے حاصلات ہوگی وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی یا تجھے تہائی ملیگی اور مجھے دو تہائی اور اس عقد کے واسطے چند سال معلوم کا پٹہ دیدیا تو یہ جائز ہی کیونکہ اس صورت مین اُسنے ایک عقد کو دوسرے مین مشروط نہین کیا ہی بلکہ معطوف کیا ہی اسیطرح اگر اپنی زمین اور باغ انگور دوسرے شخص کو دیا اور کہا کہ تو اس زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کر اور اس باغ انگور کا جو کام ہی اُسکو انجام دے کر اسکو پیراستہ کر اور پانی دیا کر تو یہ عقد صحیح ہی کیونکہ اُسنے ایک عقد کو دوسرے مین مشروط نہین کیا ہی کذا فی المبسوط۔

ساتوان باب۔ مزارعت مین خلاف شرط عمل کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اس شرط سے دی کہ اسمین گیہون کی زراعت کرے تو کاشتکار کو سوائے گیہون کے دوسری چیز کا اختیار نہین ہی اگرچہ دوسری قسم کا انا ج زمین کے لحاظ سے اُگنا آسان ہو اور بہ نسبت گیہون کے زمین کے حق مین کم مضر ہو اسیطرح اگر یون کہا خذ ہذہ الارض تزرعہا حنطۃ او لتزرعہا حنطۃ او قال فازرعہا حنطۃ بالفاء یعنے یہ زمین لے کہ تو اسمین گیہون کی زراعت کرے یا تاکہ تو اسمین گیہون کی زراعت کرے یا لیکر اسمین گیہون کی زراعت کر تو یہ سب شرطین حتے کہ اگر اُسنے سوائے گیہون کے دوسری چیز بوئی تو مخالف ہوجائیگا کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر یون کہا کہ وازرعہا حنطۃ بالواو یعنے یہ زمین لے اور اسمین گیہون کی زراعت کر تو اس آیا یہ شرط جائز ہی یا مشورہ ہی تو اس مسئلہ کو کتاب المزارعۃ مین ذکر نہین فرمایا اور کتاب المضاربۃ مین یون ذکر فرمایا ہی کہ یعنے بطور مشورہ ذکر کیا ہی اگر ایک شخص نے ہزار درم دوسرے شخص کو مضاربت پر دیئے اور کہا کہ تو یہ درم آدھے کی مضاربت پر لے اور اسکے کوفہ مین کار کرنا تو یہ مشورہ ہی حتے کہ اگر اُسنے سوائے کوفہ کے دوسری جگہ کام کیا تو خلاف کرنے والا نہوگا۔ پس ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ واجب ہی کہ مزارعت مین بھی یہی حکم ہووے اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل رح فرماتے تھے کہ مزارعت مین یہ لفظ شرط قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ اسکی شرط قرار دینے کی صورت مین یہ کلام تخم کی قسم کا بیان ہوجائیگا پس مزارعت قیاساً و استحساناً دونون طرح جائز ہوجائیگی اور اگر ہم اس لفظ کو مشورہ قرار دین تو تخم کی قسم کا بیان نہوا پس مزارعت قیاساً جائز نہوئی بخلاف مضاربت کے یہ محیط مین ہی۔ ایک سال کے بیعاوی کاشتکار

کہ مضاربت مین مشورہ قرار دینے سے بھی مضاربت قیاساً و استحساناً جائز رہتی ہی کرنا

نے زمین مین زراعت کی پھر سب کھیتی ٹیڑیان کھا گئین یا اکثر کھیتی کھا گئین اور کچھ تھوڑی سی بچ رہی پس کاشتکار نے چاہا کہ باقی مدت مین اسمین کوئی دوسری چیز بووے مگر مالک زمین نے اُسکو منع کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر دونون مین کسی قسم معین کے بیج بونے کی شرط پر مزارعت ٹھہری ہو تو کاشتکار کو اسکے سوائے دوسرے قسم کے بیج بونے کا اختیار نہوگا اور اگر عقد مزارعت عام ہو کہ جو چاہے بووے یا مزارعت مطلقہ ہو تو کاشتکار کو اختیار ہوگا کہ باقی مدت مین جو چاہے بووے - اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اگر دونون مین کسی خاص قسم کے بیج بونے کی شرط پر مزارعت ٹھہری ہو تو یہی چاہیے کہ اُسکو اختیار ہو کہ جو تخم زمین کے حق مین تخم مشروط کے مثل ہو یا اُسکی بہ نسبت ضرر مین کم ہو وہ بووے کذا فی فتاوی قاضی خان

آٹھوان باب

- مالک زمین و درخت کی طرف سے یا کاشتکار و عامل کیطرف سے کمی وبیشی کرنے کے بیان مین - اصل یہ ہو کہ اگر معقود علیہ ایسی حالت مین ہو کہ ابتداے مزارعت اسپر جائز ہو تو اُسپر بڑھانا بھی جائز ہوگا اور اگر ایسی حالت مین ہو کہ ابتداے عقد مزارعت اُسپر جائز نہو تو اُسپر زیادہ کرنا بھی جائز نہوگا کیونکہ بدل بڑھانے کا اعتبار اصل پر ہو اور اصل کسی معقود علیہ کی مقتضی ہو تاکہ اُسکے مقابلہ مین ہو پس اسیطرح زیادت بھی کسی معقود علیہ کی مقتضی ہوگی تاکہ اُسکے مقابلہ مین ہو - اور کمی کرنا دونون حالتون مین جائز ہو کیونکہ کمی کرنا بعض بدل کا ساقط کرنا ہو پس قیام بدل کو چاہتا ہو قیام معقود علیہ کو نہین چاہتا ہو - اور اگر دونون مین سے ایک نے حصہ پیداوار مین کچھ بڑھایا - پس اگر کھیتی پوری تیار ہو جانے اور خرمالی کیرین کی باڑہ پوری ہو جانے سے پہلے بڑھایا تو جائز ہو کیونکہ پیداوار غلہ پر عقد مزارعت ابتداے جائز ہو جب تک کہ یہ پیداوار اُبھرتی اور بڑھتی جاتی ہو پس عقد مین اسکی زیادتی بھی جائز ہو جیسا کہ بیع و اجارہ مین ہوتا ہو اور اگر کھیتی پوری تیار ہو جانے اور خرمالی کیرین پوری بڑھ جانے کے بعد بڑھایا تو جسکی طرف سے بیج اور جسکے درخت ہین اُسکی طرف سے نہین جائز ہو اور جسکی طرف سے بیج نہین ہین اُسکی طرف سے جائز ہو اور اسکی وجہ یہ ہو کہ بیجون کے مالک کیطرف سے زیادہ کرنا ایسی حالت مین ہو کہ ابتداے مزارعت ایسی پیداوار پر نہین جائز ہو پس بدل مین زیادہ کرنے کی تصحیح نہین ممکن ہو اسواسطے کہ معقود علیہ یعنے منافع فوت ہو چکے ہین اور یہ بھی تجویز نہین کر سکتے کہ یہ حط ہو کیونکہ جسکی طرف سے بیج ہین وہ مستاجر ہو اور مستاجر گویا منافع کا مشتری ہو اور مشتری کی طرف سے زیادتی کو گھٹانا تجویز نہین کیا جا سکتا ہو اسواسطے کہ ثمن اُسپر ہوتا ہو اُسکا نہین ہوتا ہو پس ثمن کے مانند اس صورت مین پیداوار ہو پس اسکا حط تجویز کرنا ممکن نہوگا اور رہا وہ شخص جسکی طرف سے بیج نہین ہین وہ مواجر ہو اور مواجر کی طرف سے اجرت کا گھٹانا متصور ہو پس اُسکی طرف سے بیجون والے کو پیداوار مین سے کچھ بڑھانا یون تجویز کیا جا سکتا ہو کہ اُسنے اپنی اجرت مین سے کچھ گھٹا دیا حالانکہ گھٹا دینا معقود علیہ کے فوت ہو جانے کی حالت مین بھی جائز ہو اور ہر چند کہ کھیتی گھٹانے کے وقت مال عین تھی اور عین مال مین گھٹانا نہین صحیح ہوتا ہو لیکن عقد کے وقت یہ کھیتی عین نہ تھی پس یہ لحاظ عقد کے گھٹانا صحیح ہوا اور جسقدر اسکے حصہ مین سے گھٹا کر دوسرے کے واسطے بڑھایا ہو وہ دوسرے کی ملک ہو گیا ہو یا کہ اُسنے اثر ثمن پر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے کہ واسطے بعض ثمن گھٹا دیا تو صحیح ہو اگرچہ گھٹانے کے وقت ثمن مال عین ہو گیا تھا یہ محیط سرخسی رحمہ اللہ مین لکھا ہو - اگر دو

آدھیون نے آدھے کی بٹائی پر مزارعت یا معاملت کی اور عامل نے اپنا کام انجام دیا یہان تک کہ جو کچھ پیدا ہوا تھا وہ حاصل ہوا پھر دونون مین سے ایک نے دوسرے کے واسطے اپنے حصہ مین سے چھٹا حصہ بڑھایا کہ دوسرے کی دو تہائی ہوگئی اور دوسرا اس بات پر راضی ہوگیا پس اگر یہ امر کھیتی پوری تیار ہونے اور پھلون کی باڑہ پوری ہونے سے پہلے واقع ہوا تو جائز ہے اور اگر کھیتی پوری تیار ہونے اور پھلون کے باڑہ پوری تیار ہونے کے بعد واقع ہوا پس اگر بڑھانے والا مالک زمین ہو یا مالک درختان نے معاملہ مین بڑھایا ہو تو باطل ہے اور اگر دوسرے نے یعنے عامل نے ایسا کیا تو جائز ہے اسیطرح اگر مالک زمین نے جسکی طرف سے بیج نہون اُسنے عامل کے واسطے جسکی طرف بیج ٹھہرے ہین بڑھایا تو بھی جائز ہے۔ اور اگر معاملہ یا مزارعہ مین آدھے کی بٹائی کی شرط کی اور دونون نے ایک کے ذمہ بیش درم شرط کیے تو مزارعت و معاملت فاسد ہوگی بیج چاہے جسکی طرف سے ٹھہرے ہون یا کسی نے شرط کردی ہو۔ پھر مزارعت کی صورت مین تمام پیداوار بیج والے کی ہوگی اور معاملت مین تمام حاصلات مالک درختان کی ہوگی۔ اسیطرح اگر ایک نے دوسرے کے واسطے بیش قفیز بڑھا دینے کی شرط کی تو بھی یہی حکم ہے

یہ مبسوط مین ہے

نوان باب ۹ کھیتی پوری تیار ہونے سے پہلے یا درختون کے پھل کیری ہونے کی حالت مین مالک زمین کے مرجانے یا مدت گذر جانے کے بیان مین اور جو اسکے متصلات ہین کہ کاشتکار یا عامل کے مرجانے یا مدت عقد کے اندر مرجانے کے بیان مین اور اس باب مین کھیتی کے خرچہ کے بعضے مسائل داخل ہین۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین مزارعت پر دی اور بیج کاشتکار کیطرف سے ٹھہرے ہین پھر کھیتی تیار ہوکر کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے اُسکے اُگنے کے بعد مالک زمین مرگیا تو بدلیل قیاس یہ حکم ہے کہ عقد مزارعت ٹوٹ جاوے اور وارثان مالک کو یہ اختیار ہو کہ اپنی زمین لے لین اور استحسانًا یہ حکم ہے کہ کھیتی کاٹنے کے وقت تک عقد مزارعت باقی رہیگا اور یہ ہوگا کہ از سر نو اجارہ ثابت ہوجاوے اور وارثان مالک زمین کو تین طرح کا اختیار حاصل ہوجاتے چاہین تو کھیتی کو اُکھاڑین اور اُگھاڑی ہوئی کھیتی ان لوگون مین مشترک ہوگی یا چاہین تو قاضی کے حکم سے زراعت کا خرچہ اُٹھاوین حتے کہ تمام خرچہ حصہ رسد کاشتکار سے واپس لینگے یا چاہین تو کاشتکار کو اُسکا حصہ زراعت تاوان دیدین پس کھیتی وارثون کی ہوجائیگی۔ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ کھیتی کرنے کے بعد مالک زمین مرگیا اور اگر کھیتی بونے سے پہلے مرگیا مگر کاشتکار نے زمین مین کچھ درستی کردی تھی مثلاً زمین کو گوڑ دیا تھا اور اُسکی نہرین کھود دی تھین اور مناسب درست کردی تھین پھر مالک مرگیا تو مزارعت ٹوٹ جائیگی اور کاشتکار کے ان کامون کی نگاہداشت کے واسطے یہ ہوگا کہ عقد باقی رہے اور اگر مالک زمین کھیتی بونے کے بعد اُگنے سے پہلے مرگیا پس آیا مزارعت باقی رہیگی یا نہین سو اسمین مشائخ رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے۔ اور اگر اس صورت مین مالک زمین نے انتقال نہ کیا لیکن یہ صورت ہوئی کہ کاشتکار نے بونے مین تاخیر کی یہان تک کہ سال کے آخر مین اُسنے کھیتی بوئی اور سال گذرا حالانکہ کھیتی ہنوز ساگا تھی قابل کاٹنے کے نہ تھی پھر ایک زمین نے چاہا کہ کھیتی کو اُکھاڑ ڈالے اور کاشتکار نے روکا تو مالک زمین کو اُگھاڑ ڈالنے کا اختیار نہوگا اور کھیتی مین کاشتکار کے حق کی نگاہداشت کے واسطے ان دونون کے درمیان آدھی کھیتی مین کھیتی کاٹے جانے کے وقت تک

حکماً اجارہ ثابت ہوجائیگا حتے کہ کاشتکار مالک زمین کو اس زمین کا آدھا اجر المثل دیگا - اور در صورتیکہ مالک زمین نے پٹہ کی میعاد کے درمیان مین انتقال کیا اور کاشتکار نے کہا کہ مین کھیتی نہین اُکھاڑونگا تو اسپر اجارہ ثابت نہوجائیگا بلکہ عقد مزارعت باقی رہیگا حتے کہ کاشتکار و ارثان مالک زمین کو اجر المثل کچھ نہ دیگا اور کھیتی کاٹنے کے قابل ہونے کے وقت تک دونون پر اُسکا کام آدھا آدھا لازم ہوگا اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے حکم کے ہے کہ مالک زمین نے سال کے بیچ مین انتقال کیا حالانکہ اُسوقت تک کھیتی ساگا تھی تو پورا کام کاشتکار پر واجب ہوگا حتے کہ اُسپر کھیتی اُکھاڑ لینا لازم نہین ہے بلکہ زمین کا نصف اجر المثل لازم ہوگا - اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ کاشتکار نے کھیتی اُکھاڑ لینے کا ارادہ نکیا اور اگر کاشتکار نے کھیتی اُکھاڑنے کا ارادہ کیا تو مالک زمین کو وہی تین اختیارات حاصل ہونگے جو پہلے صورت اول مین وارثان مالک زمین کے حق مین بیان کیے ہین - اور واضح ہو کہ در صورتیکہ کھیتی ساگا ہونے کی حالت مین مالک زمین نے درمیان میعاد مین انتقال کیا اور صورتیکہ کھیتی ساگا ہونے کی حالت مین مدت مزارعت گذر گئی ان دونون صورتون مین فرق ہے چنانچہ موت کی صورت مین فرمایا ہے کہ اگر وارثون نے بحکم قاضی کھیتی کا خرچہ اُٹھایا تو حصہ رسد تمام خرچہ کاشتکار سے واپس لینگے اور مدت گذر جانے کی صورت مین فرمایا ہے کہ اگر مالک زمین نے بحکم قاضی کھیتی کا خرچہ اٹھایا تو کاشتکار سے بقدر حصہ رسد نصف قیمت واپس لیگا - اور اگر عقد معاملہ کی صورت مین پھل پکنے ہونے کی حالت مین پٹہ کی میعاد گذر گئی اور عامل نے کچے پھل توڑنے سے انکار کیا تو بغیر اجارہ کے یہ درخت اُسکے پاس چھوڑے جاوینگے بخلاف اسکے اگر عقد مزارعت کی صورت مین کھیتی ساگا ہونے کی حالت مین پٹہ کی میعاد گذر گئی تو یہ زمین کاشتکار کے پاس باجرت چھوڑی جاویگی یہ محیط مین ہے - اور اگر مزارعت مین بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور کاشتکار نے زراعت کی پھر کھیتی کے تیار ہوکر کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے کاشتکار مرگیا اور اُسکے وارثون نے کہا کہ ہم لوگ سابق دستور کار زراعت انجام دینگے تو اُنکو یہ اختیار ہے اسواسطے کہ وہ لوگ اپنے مورث کے قائم مقام ہین اور اُنکے واسطے کچھ اُجرت نہوگی اور نہ اُنپر کچھ اُجرت واجب ہوگی - اور اگر اُنھون نے کہا کہ ہم کام نہین کرتے ہین تو اُنپر جبر نہ کیا جائیگا اور مالک زمین سے کہا جائیگا - کہ تو کھیتی اُکھاڑ لے وہ تیرے اور وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی یا ان لوگون کو اُنکے حصہ زراعت کی قیمت دیدے یا کھیتی مین اُنکے حصہ کا خرچہ اُٹھا اور تیرا خرچہ ان لوگون کے حصہ پیداوار مین سے وصول ہوگا - اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور جب کھیتی ساگا ہوئی تب ہی مزارعت کی میعاد گذر گئی تو دونون مین سے جو شخص دوسرے کے غائب ہونے کی حالت مین کھیتی کی بابت کچھ خرچ کریگا وہ اس خرچہ مین متطوع قرار دیا جائیگا اور مالک زمین کا کاشتکار کے ذمہ کچھ بوجھ واجب نہوگا - اور اگر مالک زمین کے غائب ہونے کی حالت مین کاشتکار نے یہ امر قاضی کے سامنے پیش کیا تو قاضی اُسکو حکم دیگا کہ اپنے دعوی کے گواہ پیش کرے - پھر اگر گواہ پیش کرنے مین تاخیر ہوئی اور کھیتی خراب ہوجانے کا خوف ہوا تو قاضی اُس سے فرماویگا کہ اگر تو سچا ہے تو مین نے تجھے کھیتی کی درستی مین خرچ کرنے کا حکم دیا پس اسطرح حکم دینے سے نظر اصلاح حاصل ہوجائیگی اسواسطے کہ اگر کاشتکار مذکور سچا ہوگا تو حکم مذکور اپنے موقع پر ہوا اور اگر جھوٹا ہوگا تو قاضی کی طرف سے کوئی حکم ثابت نہوا - اور قاضی کاشتکار پر نصف زمین کا اجر المثل

۵ یعنے قرار دار کاشتکار سے دلوا ۱۲ منہ

۶ یعنے عقد اجارہ مین آدھے کی بجائے ایک تہائی ٹھہری تھی ۱۲ منہ

لازم کریگا یہ ظاہر یہ ہین ہے اگر کسی شخص نے اپنی زمین اور اپنے بیج کسی کاشتکار کو دیے کہ اس سال اسمین بدین شرط زراعت کرے کہ پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی پس کاشتکار نے زراعت کی اور ہنوز کھیتی کاٹنے کے لائق نہوئی تھی کہ کاشتکار چھوڑ کر بھاگ گیا پھر مالک زمین نے بحکم قاضی کھیتی کے کام مین خرچ کیا یہان تک کہ کھیتی تیار ہوئی پھر کاشتکار آیا تو جب تک مالک زمین کو اُسکا پورا خرچہ نہ دے تب تک کاشتکار کو کھیتی مین سے لینے کی کوئی راہ نہوگی - اور واضح ہو کہ قاضی مالک زمین کو خرچہ کا حکم نہ دیگا جب تک کہ مالک زمین اپنے قول کے گواہ پیش نہ کرے کیونکہ مالک زمین یہ دعوی کرتا ہی کہ قاضی کو لازم آتا ہی کہ اس کھیتی کی بابت بنظر اصلاح خرچ کرنے کا حکم فرماوے حالانکہ قاضی اسکا باعث نہین جانتا ہی پس اُسکو اس بات کے واسطے گواہ پیش کرنے کا حکم دیگا اور حال کھلنے کے واسطے ایسے گواہ اس مدعی کی طرف سے بغیر خصم کے قبول کریگا یا خود قاضی اسمین خصم ہوگا جیسا کہ ودیعت اور لقطہ کی صورت مین خرچہ نفقہ کے دعوی مین ہوتا ہی پھر جب اُسنے گواہ قائم کیے تو قاضی کا اُسکو خرچہ کا حکم دینا مثل مستودع کو خرچہ اور نفقہ کا حکم دینے کے ہوگا پس اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہی وہ سب واپس لے کذا فی المبسوط اور اگر دونون نے مقدار خرچہ مین اختلاف کیا تو مزارع کا قول قبول ہوگا مگر مزارع سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی کذا فی المحیط اور اگر کاشتکار بھاگ نہ گیا بلکہ یہ صورت ہوئی کہ کھیتی پوری تیار ہونے سے پہلے مزارعت فی میعاد گذر گئی حالانکہ کاشتکار غائب ہی تو قاضی مالک زمین سے فرمائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو تو اپنے خرچہ سے کھیتی کو تیار کر پھر جب کھیتی کاٹنے کے لائق ہوجائیگی تو کاشتکار جب تک تیرا خرچہ نہ دیگا تب تک کھیتی کو ہاتھ نہین لگا سکیگا اور اگر اُسنے تیرا خرچہ دینے سے انکار کیا تو مین اُسکا حصہ زراعت فروخت کرکے اُسکے ثمن مین سے تیرا خرچہ دیدونگا اور اگر اُسکا حصہ زراعت تیرا خرچہ ادا ہونے کے واسطے کافی نہوگا تو تیرا اس سے زیادہ اُسپر کچھ نہوگا - پھر اگر کاشتکار نے مالک زمین کو اُسکا خرچہ دینے سے انکار کیا تو قاضی اُسکا حصہ فروخت کریگا - بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم بنا بر قول صاحبین رح کے ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک قاضی اُسکا حصہ زراعت فروخت نکریگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ نہین بلکہ یہ حکم بالاجماع سب کے نزدیک ہی اور ان مسائل مین دونون مین سے کوئی شخص جو کچھ کھیتی اُسکے حصہ مین آئی ہی اُسمین سے کچھ صدقہ نکریگا کیونکہ جس سبب سے ہر ایک کو اپنا حصہ ملا ہی اُسمین کوئی خبث و فساد متمکن نہین ہوا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر مزارعت کی میعاد گذر گئی حالانکہ ہنوز کھیتی سا گا ہو اور کاشتکار یا مالک دونون مین سے کوئی غائب ہو پس اگر مالک زمین غائب ہو اور کاشتکار نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا تاکہ قاضی اُسکو حکم دے کہ کھیتی کی درستی مین اپنے پاس سے خرچ کرے تو قاضی اُسکو حکم نہ دیگا جب تک کہ اس دعوے کے گواہ نہ لاوے کہ یہ کھیتی میرے اور فلان غائب کے درمیان مشترک ہی پس جب اُسنے اس دعوے کے گواہ قائم کیے تب اُسکو خرچ کرنے کا حکم دیگا اور ان گواہون کی سماعت کرنا اسواسطے نہین ہی کہ غائب پر حکم فرماوے چنانچہ اگر وہ زمین نے حاضر ہوکر شرکت سے انکار کیا اور کہا کہ یہ زمین اور کھیتی سب میری ہی تو نے مجھ سے غصب کر لی ہی تو کاشتکار کو اس سے اپنا خرچہ واپس لینے کا حق حاصل نہوگا جب تک کہ دوبارہ اس بات کے گواہ پیش نہ کرے کہ یہ کھیتی ہم دونون مین مشترک ہی بلکہ اس گواہی کی سماعت فقط اسوجہ سے ہی کہ حفاظت قاضی کے

ذمہ واجب ہو کیونکہ مدعی نے جو دعوے کیا اُس سے مراد یہ ہو کہ قاضی پر حفاظت واجب ہو اسوجہ سے کہ غائب کے مال کی حفاظت کرنا قاضی پر واجب ہو پس قاضی کو اختیار رہا کہ مدعی کے محض دعوے پر یہ بات اپنے ذمہ لازم نہ کرے تاوقتیکہ مدعی اپنے دعوی کے گواہ قائم نہ کرے - پھر گواہ قائم کرنے سے پہلے قاضی کو اختیار ہی جاتا ہے اُسکو اسطرح حکم دیدے کہ اگر یہ واقعہ ایسا ہی ہو جیسا تو بیان کرتا ہی تو مین نے تجھے خرچ کرنے کا حکم دیا اور گواہ قائم کرنے کے بعد اُسکو مطلقاً حتماً خرچ کرنے کا حکم دیگا اور فرمائیگا کہ تو خرچ کر - اور اگر گواہ قائم کرنے سے پہلے قاضی کو کھیتی خراب ہوجانے کا خوف ہوا تو قاضی اُسکو شرطیہ خرچ کرنے کا حکم دیگا جیسا کہ ہمنے بیان کیا ہی (یعنے اگر بات یون ہو جیسی تو بیان کرتا ہی تو مین نے تجھے خرچ کرنے کا حکم دیا) اور واضع ہو کہ قاضی نے جو فرمایا کہ اگر یہ واقعہ ایسا ہی ہو جیسا تو بیان کرتا ہی اسکی مراد یہ ہو کہ اگر یہ کھیتی فلان شخص اور تیرے درمیان مشترک ہو تو مین نے تجھے خرچ کرنے کا حکم کیا یہ ذخیرہ مین ہی - اور فتاوے عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر اُسنے بغیر حکم قاضی کے خرچ کیا تو متبرع قرار دیا جائیگا اور کاشتکار پر آدھی زمین کا اجر المثل واجب نہوگا اسیطرح اگر غائب نے حاضر ہوکر اسکے خرچ کرنے سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر مدت مزارعت گذرنے سے پہلے کاشتکار غائب ہوگیا تو قاضی کے حکم سے جو شخص حاضر ہی یعنے مالک زمین خرچ کریگا اور جو کچھ خرچ کیا ہی وہ سب کاشتکار سے واپس لیگا خواہ کھیتی رہے یا تلف ہوجاوے - اسیطرح اگر کاشتکار تنگدست ہو اُسکے پاس خرچ کرنے کو نہو تو بھی یہی حکم ہی جو ہمنے بیان کیا ہی اور اگر اُسنے بغیر حکم قاضی خرچ کیا تو متبرع قرار دیا جائیگا اور اگر کاشتکار خوش حال ہو تو خرچ کرنے پر مجبور کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر مزارعت کی مدت گذر گئی حالانکہ کھیتی سا گا ہی اور مالک زمین نے کھیتی اُکھاڑنی چاہی اور کاشتکار نے انکار کیا تو جو اختیارات کہ مالک زمین کو حاصل ہوئے ہین وہ کاشتکار کو حاصل نہونگے چنانچہ اگر کاشتکار نے کہا کہ مین مالک زمین کے حصہ زراعت کی قیمت اُسکو دیے دیتا ہون تو بدون رضامندی مالک زمین کے ایسا اختیار نہین رکھتا ہی اور اگر کاشتکار نے اُکھاڑنی چاہی اور مالک زمین نے اُسکو اُسکے حصہ کی قیمت دینی چاہی تو بدون رضامندی کاشتکار کے اُسکو یہ اختیار ہی اور فرق یہ ہی کہ مالک زمین صاحب اصل ہی اور کاشتکار صاحب تبع ہی اور مالک اصل بدون رضامندی صاحب تبع کے تابع کا مالک ہوجاسکتا ہی اور صاحب تبع بدون رضامندی صاحب اصل کے اصل کا مالک نہین ہوسکتا ہی کذا فی المحیط

دسوان باب - دو یا چند شریکون مین سے ایک کی زمین مشترک مین مزارعت کرنے اور غاصب کی زراعت کرنے کے بیان مین - اگر اراضی چند لوگون مین مشترک ہو اور بعض نے بعض زمین بقصد خود اپنے بیجون سے زراعت کی اور بعض نے سب کے مشترک پانی مین سے سینچنے کے واسطے لیا اور اسیطرح چند سال تک زمین مشترک رہی اور یہ سب باتین شریکون کے بغیر اجازت واقع ہوئین پس اگر یہ زمین جو اُسنے اپنی کھیتی مین لگائی ہی اتنی ہو کہ اگر بالفرض مہایاۃ واقع ہوتی تو اتنی ہی زمین اُسکے حصہ مین آتی یا اس سے پہلے مہایاۃ کرتے ہون اور اُسکے شریکون نے تقسیم کی درخواست نہ کی ہو تو جسقدر زمین اُسنے اپنے کام مین لگائی ہی اُسکی بابت اُسپر ضمان واجب نہوگی اور جو کچھ اُسنے اس زمین شرکت مین حاصل کیا ہی اُسمین اُسکے شریک لوگ شرکت نہین کرسکتے ہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی - امام ابو یوسف رح سے مروی ہی

کہ اگر کسی مسلمان کا شتکار کو اپنی زمین دی اور اجازت دیدی کہ اسمین کھیتی کرے پس اُسنے زراعت کی پھر مالک زمین نے چاہا کہ کاشتکار کو نکال دے تو جائز نہین ہی (یعنے عاریت دہی) اسواسطے کہ مسلمان کو تعزیر دینا حرام ہی۔ اور اگر اُس سے مالک زمین نے کہا کہ اپنا بیج اور خرچہ لے لے اور کھیتی میری ہوجائیگی اوکاشتکار اُسپر راضی ہوگیا پس اگر کھیتی اُگنے سے پہلے ایسا ہوا تو جائز نہین ہی۔ اسواسطے کہ اُگنے سے پہلے کھیتی کی بیع نہین جائز ہی خواہ بیج زمین مین موجود ہون یا تلف ہوگئے ہون دونون صورتون مین کچھ فرق نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین زراعت کی اور مالک زمین کو پہلے معلوم نہوا اور اُسوقت معلوم ہوا کہ کھیتی کاٹنے کی لائق تھی پھر جسوقت معلوم ہوا وہ اُسوقت راضی ہوگیا یا ایک مرتبہ یہ کہا کہ مین نہین راضی ہوتا ہون پھر کہدیا کہ مین راضی ہوگیا تو کاشتکار کے واسطے کھیتی حلال ہوگی اسکو خانیہ مین صریح بیان فرمایا ہی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ حکم بدلیل استحسان ہی اور ہم اسیکو لیتے ہین یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر تین آدمیون نے ایک زمین آدھے کی بٹائی پر زراعت کیواسطے لی اور اُنمین سے ایک غائب ہوگیا پھر باقی دونون نے تھوڑی زمین مین گیہون کی زراعت کی پھر وہ غیر حاضر ہوا اور اُسنے باقی زمین مین جو بوئے پس اگر ان لوگون نے ہر ایک کی اجازت سے ایسا کیا تو گیہون ان سب مین مشترک ہونگے مگر مالک زمین کا حصہ نکالنے کے بعد جن دونون نے گیہون بوئے ہین وہ تیسرے سے مقدار بیج مین سے بقدر تہائی کے اُسکے حصہ پیداوار مین سے لے لینگے اسیطرح جو بھی ان سب مین مشترک ہونگے اور مالک زمین کا حصہ نکالنے کے بعد تیسرا شخص دونون کے حصہ پیداوار مین سے جنون کا حصہ بقدر دو تہائی کے لے لیگا۔ اور اگر ان لوگون نے اسطرح زراعت باہمی اجازت سے نہ کی ہو تو گیہون مین سے ایک تہائی مالک زمین کی ہوگی اور دو تہائی دونون کاشتکارون کی اور دونون کاشتکار تہائی زمین کا نقصان مالک زمین کو تاوان دینگے اور تہائی پیداوار دونون کے واسطے حلال ہوگی اور باقی تہائی مین سے اپنا خرچہ نکالکر باقی کو صدقہ کردینگے اسواسطے کہ اسمین سے بقدر دو تہائی کے اُنکا حصہ تھا جسکو اُنھون نے بویا ہی پس وہ تو موافق شرط کے حلال رہا اور باقی ایک تہائی مین دونون غاصب ہوئے پس اس مغصوب کی پوری پیداوار انھین دونون کی ہوگی۔ رہا تیسرا کاشتکار پس اُسکو جو کی پیداوار مین سے پانچ چھٹے حصے ملینگے اور چھٹا حصہ مالک زمین کو ملیگا کیونکہ اُسنے اسمین سے دو تہائی بطور غصب کے بوئی ہی پس اُسکی پیداوار اُسیکی ہوگی اور ایک تہائی اُسنے حق طور سے بوئی ہی پس اُسمین سے بھی آدھا موافق شرط کے اُسکا ہوگا اور جتنی زمین اُسنے بوئی ہی اُسمین سے دو تہائی زمین کا نقصان مالک زمین کو تاوان دیگا پس اُسکی پیداوار مین سے بقدر تاوان و خرچہ کے نکالکر باقی کو صدقہ کردیگا یہ فتاوی کبرے مین ہی۔ اگر غاصب کے زراعت کرنے سے زمین مغصوبہ مین نقصان آگیا پھر مالک زمین کے فعل سے یہ نقصان زائل ہوگیا تو غاصب بالکل بری نہوگا۔ اور اگر بدون مالک کے فعل کے زائل ہوگیا ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ اگر مالک زمین کو واپس دینے سے پہلے زائل ہوا ہو تو غاصب بری ہوگا اور اگر واپس دینے کے بعد زائل ہوا ہو تو بری نہوگا۔ اور بعضون نے فرمایا کہ دونون صورتون مین بری ہوجائیگا اور اسی پر فتوے ہی جیسا کہ مبیع کے عیب

ف ۷ اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ مغصوب مین ہر قسم کے نقصان عام زراعت سے ہو یا بسبب مغصوب ہونے کے ہو ہر حال مین ضامن ہوگا

زائل ہوجانے کی صورت مین حکم ہی یہ نعیاشیہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک زمین دوسرے کو مزارعت پر دی اور بیج کاشتکار کے ذمہ شرط کیے پس مزارع نے اُسمین زراعت کی پھر ایک شخص نے اگر استحقاق ثابت کرکے زمین لے لی تو زمین کو بدون زراعت کے لیگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ کھیتی اُکھاڑنے کے واسطے حکم کرے اگرچہ زراعت مذکور ہنوز ساگا ہو اور یہ نہوگا کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے تک زمین مذکور کاشتکار کے پاس اجارہ پر چھوڑی جاوے اور اُکھڑی ہوئی کھیتی اس دینے والے اور کاشتکار کے درمیان نصفا نصف ہوگی پھر کاشتکار کو اختیار ہی چاہے اُکھڑی ہوئی آدھی کھیتی لینے پر راضی ہوجاوے اور اس سے زیادہ اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے تو اُکھڑی ہوئی کھیتی اُس شخص کو جسنے زمین دی تھی دیدے اور اُس سے اپنے حصہ کی قیمت اس حساب سے کہ اسقدر زراعت اُسکی زمین مین ثابت ہی نہ غیر کی زمین مین ہوے لے اور اس قول کے معنی یہ ہین کہ ایسی کھیتی مین سے جسکو زمین مین برقرار رہنے کا حق ثابت ہی اپنے حصہ کی قیمت لے لے کذا فی المحیط پھر امام اعظم رح کے قول کے موافق جس شخص نے استحقاق ثابت کیا ہی وہ اس زمین کا نقصان فقط کاشتکار سے لیگا اور کاشتکار یہ تاوان اُس شخص سے جسنے اُسکو یہ زمین دی ہی واپس لیگا اور یہی امام ابو یوسف کا دوسرا قول ہی اور اول قول امام ابو یوسف کے موافق اور امام محمد رح کے قول کے موافق صاحب استحقاق کو اختیار ہی چاہے زمین دینے والے سے نقصان لے یا کاشتکار سے لے پس اگر اُسنے کاشتکار سے لیا تو کاشتکار اُسکو زمین دینے والے سے واپس لیگا اور یہ غصب العقار کے مسئلہ پر متبنی ہی کذا فی المبسوط اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور اگر زمین دینے والے کیطرف سے بیج ٹھہرے ہون اور صاحب استحقاق نے زمین لے لی اور ان دونون کو اُسنے کھیتی اُکھاڑنے کا حکم کیا اور دونون نے کھیتی اُکھاڑی تو کاشتکار کو اختیار ہوگا چاہے اُکھڑی ہوئی آدھی کھیتی لینے پر راضی ہوجاوے اور اسکے سوائے اُسکو کچھ نہ ملیگا یا چاہے تو اُکھڑی ہوئی کھیتی دینے والے کو دیدے اور فقیہ ابو بکر بلخی رح کے قول پر اُس سے اپنا اجر المثل لے لے اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ کے قول پر اُس سے اپنے حصہ زراعت کی قیمت لے لے اور اگر صاحب استحقاق نے مزارعت کی اجازت دیدی تو اس صورت کو امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر نہین فرمایا ہی اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ اسکا حکم تفصیل کے ساتھ ہی یعنے اگر بیج زمین دینے والے کی طرف سے ہون تو صاحب استحقاق کی اجازت کچھ کارآمد نہوگی اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو مزارعت سے پہلے اُسکی اجازت صحیح ہوگی اور بعد مزارعت کے اُسکی اجازت صحیح نہوگی اور یہ صورت ایسی ہوگئی کہ ایک شخص نے دوسرے کا دار کرایہ پر دیدیا پھر مالک دار نے اجارہ کی اجازت دیدی پس اگر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے اجازت دی تو جائز ہی اور اگر مدت گذرنے کے بعد اجازت دی تو نہین جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ ابو سلیمان نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہی۔ کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کرکے ایک شخص کو ایک سال کے واسطے مزارعت پر دی پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور کاشتکار نے اُسمین زراعت کی اور ہنوز کھیتی اُگی نہ تھی کہ مالک زمین نے مزارعت کی اجازت دیدی تو اُسکی اجازت جائز ہی اور جو کچھ زمین مین پیدا ہو

وہ مالک زمین اور کاشتکار کے درمیان اُسی شرط سے جو غاصب نے ٹھہرائی ہو مشترک ہوگا اور اُسپر کچھ ضمان واجب نہوگی لیکن اگر مالک زمین کی اجازت سے پہلے کچھ نقصان آیا ہو تو بقیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ کے کاشتکار یہ نقصان مالک زمین کو تاوان دیگا اور بقول امام محمد رح کے مالک زمین کو اختیار ہو چاہے کاشتکار سے یہ نقصان تاوان لے یا غاصب سے اور اگر کھیتی اُگی تھی ایسی ہوگئی کہ اُسکی کچھ قیمت ہو پھر مالک زمین نے اجازت دی تو مزارعت جائز ہو جائیگی اور پھر مالک کو بعد اجازت دینے کے مزارعت توڑنے کا اختیار نہوگا لیکن مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا اور جو کچھ اُسمین غلہ پیدا ہوگا وہ سب کاشتکار و غاصب کے درمیان مشترک ہوگا اور قولہ پھر مالک زمین نے اجازت دی تو مزارعت جائز ہو جائیگی اسکے یہ معنی ہین کہ اجازت دینے کے بعد مالک زمین کو یہ اختیار نہوگا کہ کاشتکار سے کھیتی اُکھاڑ لینے اور زمین خالی کر دینے کا مطالبہ کرے اور قبل اجازت دینے کے اُسکو ایسا اختیار تھا اور یہ معنی نہین ہین کہ کھیتی مالک زمین کی ہو جائیگی۔ اور نیز منتقی مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کر کے کسیکو آدھے کی بٹائی پر دی اور بیج غاصب کی طرف سے ٹھہرے پھر مالک زمین نے مزارعت کی اجازت دیدی اور یہ اجازت قبل زراعت کے یا بعد زراعت کے واقع ہوئی تو اجازت باطل ہو حتے کہ مالک زمین کو زراعت مین سے کچھ نہ ملیگا اور موافق اشارہ شیخ الاسلام کے اسکے معنی یہ ہین کہ جب بیج غاصب کی طرف سے ہوئے تو عقد مزارعت بحق مستحق واقع نہوا اور منتقی مین فرمایا کہ زمین مذکور بعد اجازت کے غاصب و کاشتکار کے پاس بمنزلۂ عاریت کے ہوگی اور اگر اجازت دینے کے بعد مالک نے چاہا کہ اپنی اجازت سے پھر جاوے اور زمین لے لے پس اگر کاشتکار نے ہنوز زراعت نہ کی ہو تو اُسکو ایسا اختیار ہو اور اگر کاشتکار قبل اجازت کے زراعت کر چکا ہو اور بعد اجازت کے اُگی ہو یا اُسنے بعد اجازت کے زراعت کی اور وہ اُگی ہو یا بعد اجازت کے زراعت کی اور ہنوز نہ اُگی ہو تو ان صورتون مین مالک کو ایسا اختیار نہوگا کیونکہ اُسکے رجوع کر جانے زمین مسلمان کے حق مین تعزیر ہو اور یہ حرام ہو۔ اسیطرح اگر کھیتی مین بالیان آجانے کے بعد مالک نے مزارعت کی اجازت دی ہو حالانکہ ہنوز کھیتی قابل کاٹنے کے نہوئی تھی پھر مالک نے اپنی اجازت سے رجوع کرنا چاہا تو اُسکو ایسا اختیار نہوگا ولیکن غاصب سے کہا جائیگا کہ کھیتی جب تک کاٹنے کے قابل ہو تب تک تو اُسکی زمین کے اجر المثل کا ضامن ہو اور غاصب و کاشتکار مین جسطرح عقد مزارعت تھا اُسیطرح رہیگا۔ اور اگر غاصب نے کہا کہ مین فقط اپنے حصہ زراعت کے حساب سے اجر المثل تاوان دینے کا ضامن ہونگا تو اس سے زیادہ کے واسطے مجبور نکیا جائیگا اور کاشتکار سے کہا جائیگا کہ تو بقدر اپنے حصہ زراعت کے اجر المثل کا ضامن ہو پس اگر دونون نے تاوان اجر المثل قبول کیا اور دونون راضی ہو گئے تو کھیتی کاٹنے کے قابل ہونے تک زراعت غاصب و کاشتکار دونون کے ذمہ ہوگا اسواسطے کہ جسوقت غاصب نے پوری اجرت دینے سے انکار کیا تو ایسا ہو گیا کہ گویا دونون نے کسی غیر کی زمین مین یہ زراعت کی ہو۔ اور اگر غاصب نے کہا کہ مین اجر المثل کچھ نہ دونگا اور زمین اپنی کھیتی اُکھاڑے لیتا ہون تو کاشتکار کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے ساتھ اپنا حصہ بھی اُکھاڑ لے یا زمین کا اجر المثل اپنے مال سے ادا کر کے خود مع اپنے مزدورون

کے زراعت کا کام کرے پھر جب کھیتی کاٹی جاوے تو غاصب کا حصہ بکالکر اُسمین سے جسقدر کاشتکار نے غاصب کے حصہ کا اجر المثل اور مزدورون کی مزدوری دی ہو وہ کاشتکار سے لیگا اور جو بڑھیگا وہ غاصب کا ہوگا اور اسمین سے عاملون کی اجرت نہ لیگا - اور اگر کاشتکار نے کہا کہ مین کچھ تاوان اجر المثل نہین اُٹھاتا ہون اور نہ اسمین کوئی کام کرونگا بلکہ مین کھیتی اکھاڑے لیتا ہون پس اگر غاصب نے بھی اُسکے ساتھ اتفاق کیا تو دونون کھیتی کو کھار خالی زمین اُسکے مالک کو سپرد کردین اور اگر غاصب نے اس سے انکار کیا تو غاصب کو اختیار ہوگا کہ زمین کا اجر المثل اپنے مال سے ادا کرے اور اُس سے کہا جائیگا کہ تو خود اپنے مزدورون کے ساتھ کار زراعت انجام دے یہان تک کہ کھیتی کاٹی جاوے پھر تو حصہ کاشتکار مین سے جسقدر تو نے اُسکی طرف سے تاوان زمین اور مزدورون کی مزدوری دی ہوے لینا اور تیرے حق مین سب وہی باتین ہونگی جو پہلی صورت مین کاشتکار کے واسطے مذکور ہوئی ہین اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ یہ قضاءً قاضی ہو - اور اگر دونون مین سے کسی نے بغیر حکم قاضی اور بغیر اجازت دوسرے کے ایسا کیا تو وہ متطوع قرار دیا جائیگا اور دوسرے کو اُسکا حصہ زراعت پورا دیا جائیگا - اور دونون مین سے کسی پر یہ واجب نہوگا کہ جسقدر اُسکو زراعت مین سے حصہ ملا ہو اُسمین سے صدقہ کردے لیکن غاصب کے واسطے مالک کی اجازت سے پہلے جو کچھ حصہ زراعت واجب ہوا ہو وہ حاصلات غصب ہوا اسکا یہ حکم نہین ہو - اور اگر تخم ریزی سے پہلے مالک زمین نے مزارعت کی اجازت دیدی پھر کاشتکار نے تخم ریزی کی پس بیج نہ اُگے اور اسی حال مین مالک زمین نے اپنی زمین لینی چاہی پس کاشتکار نے کہا کہ مین مزارعت چھوڑے دیتا ہون اور مجھے کام کرنے کی ضرورت نہین ہو اسواسطے کہ بیج نہین اُگے - اور غاصب نے کہا کہ مین مزارعت باقی رکھونگا اسواسطے کہ جب بیج زمین مین ڈالا گیا تو فاسد ہوگیا ہو تو غاصب سے کہا جائیگا کہ کھیتی کاٹنے تک تجھپر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا پس اگر وہ اسپر راضی ہوگیا تو کاشتکار پر واجب ہوگا کہ مزارعت کو موافق اشتراط غاصب سے پورا کرے اور تمام اجرت غاصب پر واجب ہوگی اور حصہ کاشتکار مین سے کچھ اجرت واپس نہین لے سکتا ہو اور اگر غاصب نے کہا کہ مین زمین کا اجر المثل نہ دونگا اور اپنا بیج لے لونگا یعنے مالک زمین سے لے لونگا - تو کاشتکار سے کہا جائیگا کہ تجھے اختیار ہو چاہے مزارعت باطل کرکے غاصب کو اُسکا بیج دیدے اور مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دیدے اور اگر چاہے تو تجھپر زمین کا اجر المثل کھیتی کاٹنے کے وقت تک واجب ہوگا پس اگر وہ اسپر راضی ہوگیا تو مزارعت جائز ہوگی اور بیجون والے کو اپنے بیج لینے کی کوئی راہ نہوگی اور کاشتکار نے جو کچھ زمین کا اجر المثل تاوان دیا ہو اُسمین متطوع قرار دیا جائیگا اور مزارعت یعنی حاصلات زراعت دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور جسقدر اناج دونون مین سے ہر ایک کے حصہ مین آویگا اسمین سے کوئی کچھ صدقہ نکریگا یہ محیط و ذخیرہ مین ہو اگر کسی شخص نے بیج غصب کرکے اپنی زمین مین بوئے تو ان بیجون کے اُگنے سے پہلے بیجون کے مالک کو اختیار ہو کہ غاصب کے فعل کی اجازت دیدے اسواسطے کہ بیج اُگنے سے پہلے زمین مین قائم ہو پس اُسکا اعتبار اسیطرح ہوگا گویا زمین کے اوپر رکھا ہو - اور بیج اُگنے کے بعد اگر اُسنے اجازت دی تو اُسکی اجازت کارآمد نہوگی یہ محیط مین ہو ایک زمین غصب کرکے اُسمین زراعت کی پھر اُسکی زراعت پر کسی دوسرے شخص نے کھیتی بوئی تو کھیتی دوسرے کاشتکار کی ہوگی اور پہلے کو اُسکے بیجون کے مثل بیج تاوان دیگا اور اگر زمین مین نقصان آیا تو نقصان کا تاوان غاصب اول پر واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو

عیون مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کرکے اُسمین گیہون بوئے پھر دونون نے نصوصیت کی حالانکہ ہنوز بیج ویسے ہی تھے اُگے نہ تھے تو مالک زمین کو اختیار ہوگا چاہے اُگنے تک چھوڑ دے پھر اُگنے کے بعد اُس سے کہے کہ اپنی کھیتی اکھاڑ لے یا گیہون کی وجہ سے جو کچھ زیادتی ہوگئی ہی وہ غاصب کو دیدے اور امام سے اُسکی تفسیر یون مروی ہی کہ ایک مرتبہ زمین بغیر تخم ریختہ اندازہ کیجاوے اور ایک بار زمین مذکور تخم ریختہ اندازہ کیجاوے پس جو تفاوت ہو وہی زیادتی ہی اور مختار یہ ہی کہ مالک اُسکو اُسکے گیہون کی قیمت تاوان دیگا اگر بیج اس حساب سے اندازہ کیے جاوینگے کہ غیر کی زمین مین تخم ریختہ ہین یہ خلاصہ مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنی زمین مین تخم ریزی کی اور وہ نہ اُگی اور اُسکو ایک اجنبی نے سینچا پس اُگی تو قیاس چاہتا ہی کہ کھیتی سینچنے والے کی ہو مگر استحسانا یہ حکم ہی کہ کھیتی مالک زمین کی ہوگی اسواسطے کہ مالک زمین کا زور دینا دلالت ایسے سینچنے پر راضی ہی بخلاف تخم ریزی والے کے کہ اُسمین ایسا نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور خلاصہ مین بنا بر حکم قیاس کے ذکر کیا یا کہ کھیتی سینچنے والے کی ہوگی اور اُسپر جیون کی قیمت اس حساب سے کہ ایسی زمین مین ریختہ ہین جسمین اُنکو برقرار رہنے کا حق حاصل ہی واجب ہوگی بشرطیکہ بیج مذکور کے زمین مین خراب ہوجانے سے پہلے اُسنے سینچا ہو اور اگر خراب ہوجانے کے بعد اسطرح اُگنے سے پہلے کہ اُسکی کچھ قیمت ہو اُسنے پانی دیا اور اُسکے سینچنے سے بیج اُگے تو بحکم قیاس پر نقصان زمین واجب ہوگا یعنے ایک بار یہ زمین اسطرح اندازہ کیجائیگی کہ اسمین تخم ریزی ہوئی اور بیج خراب ہوگئے ہین اور ایک بار اسطرح اندازہ کیجاوے کہ اس زمین مین تخم ریزی نہین ہوئی تو پس جو کچھ تفاوت ہو وہ نقصان تاوان دے اور یہ کھیتی اسی سینچنے والے کی ہوگی - اور اگر کھیتی اُگ کر کچھ قیمت دار ہوجانے کے بعد سینچنے والے نے اسمین پانی دیا تو جسدن اُسنے پانی دیا ہی اُسدن جو کھیتی کی قیمت تھی وہ سینچنے والے پر واجب ہوگا اور کھیتی سینچنے والے کی ہوگی - اور اگر کھیتی کو اسسے وقت مین سینچا کہ اُسوقت سینچنے کی حاجت کامل نہ تھی لیکن سینچنے سے کھیتی عمدہ جید ہوگئی تو یہ کھیتی مالک زمین کی ہوگی اور سینچنے والے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ جواب فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ کا ہی اور نقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے یون جواب فرمایا ہی کہ بہرحال اجنبی سینچنے والا متطوع ہی اور اُسکو کچھ نہ ملیگا کذا فی خلاصہ مترجم کہتا ہی کہ اس دیار مین بھی موافق حکم فقیہ ابواللیث رحمہ کے فتوی واجب ہی فافہم - اگر ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین تخم ریزی کی پھر مالک زمین نے اُسکو سینچا یہان تک کہ کھیتی تیار ہوئی تو اس صورت مین حکم قیاس لیا گیا ہی یعنے پوری کھیتی مالک زمین کی ہوگی پھر اگر مالک زمین نے کھیتی کو ایسی حالت مین پانی دیا کہ دانہ زمین مین ویسا ہی تھا تو اُسپر واجب ہوگا کہ بیج والے کو اُسکے جیون کی قیمت اس حساب سے کہ دوسرے کی زمین مین بغیر حق القرار ریختہ ہین تاوان دے اور اگر بیج زمین مین خراب ہوجانے کے بعد اُسنے پانی دیا اور کھیتی جمی حالانکہ اگر پانی نہ دیتا تو نہ جمتی یا جمتی مگر اُسکی کچھ قیمت نہوتی تو پوری کھیتی مالک زمین کی ہوگی اور اُسپر بیجون والے کے واسطے کچھ ضمان واجب نہوگی - اور اگر بیج مالک زمین کے سوائے کسی دوسرے شخص کی طرف سے ہون اور پانی بھی مالک زمین کے سوائے کسی دوسرے شخص نے دیا تو اس مسئلہ مین پانی دینے والے کے واسطے وہی حکم ہوگا جو مالک زمین کی طرف سے بیج ہونے کی صورت مین پانی دینے والے کے حق مین مذکور ہوا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنی زمین مین بیج بوئے پھر دوسرے شخص نے آکر اُسمین اپنے

بیج ڈالے پھر کھیتی اُگی پس اگر یہ کھیتی بدون پانی دینے کے اُگی تو پوری کھیتی دوسرے شخص یعنے غیر مالک زمین کی ہوگی اور بقیاس قول امام اعظم رح اُسپر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکے بیجون کی قیمت بدین حساب کہ یہ بیج ایسی زمین مین ریختہ ہین جسمین اُنکو برقرار رہنے کا استحقاق حاصل ہوا ادا کرے - اور اگر مالک زمین کے بیج زمین مین خراب ہوجانے کے بعد اُسنے اپنے بیج ڈالے ہون پھر یہ سب بیج اُگے تو اس دوسرے شخص پر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو نقصان زمین اس حساب سے کہ زمین ایسے تخم سے مفروعہ ہو جنکو اس زمین مین برقرار رہنے کا استحقاق ہوا ادا کرے اور پوری کھیتی دوسرے شخص کی ہوگی - اور اگر مالک زمین کی کھیتی اُگنے اور قیمت دار ہوجانے کے بعد دوسرے شخص نے اپنے بیج اس زمین مین ڈالے پھر یہ سب کھیتی ملی ہوئی جکر تیار ہوئی تو دوسرے شخص پر واجب ہوگا کہ جس روز اُسکی کھیتی کا مالک زمین کی کھیتی کے ساتھ ملنا ظاہر ہوا ہو اُسدن مالک زمین کی کھیتی کی جو کچھ قیمت تھی وہ اس حساب سے قیمت لگاکر کہ اس کھیتی کو اس زمین مین برقرار رہنے کا استحقاق ہو مالک زمین کو ادا کرے اور یہ سب امام اعظم رح کا قول ہے - اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ ان سب صورتون مین یہ سب کھیتی ان دونون مین مشترک ہوگی - یہ سب حکم اُس صورت مین ہو کہ جب یہ کھیتی بدون سینچنے کے تیار ہوئی ہو یا دوسرے شخص کے سینچنے سے تیار ہوئی ہو - اور اگر مالک زمین کے سینچنے سے تیار ہوئی ہو تو پوری کھیتی مالک زمین کی ہوگی پھر اگر دوسرے شخص کے بیج خراب ہونے سے پہلے مالک زمین نے پانی دیا ہو تو مالک زمین پر لازم ہوگا کہ دوسرے شخص کو اُسکے بیجون کی قیمت دے اور اگر دوسرے شخص کے بیج خراب ہوجانے کے بعد اُسنے پانی دیا ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی کذا فی المحیط - اور اس جنس کے مسائل ہمنے کتاب الغصب کے گیارھوین باب مین ذکر کردیے ہین قال المترجم یعنے اختلاط بمال غیر نہ مسائل زراعت فافہم

گیارھوان باب - جو زمین مزارعت پر دی ہوا اُسکے فروخت کرنے کے بیان مین - اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین ایک سال مزارعت کے واسطے بدین شرط دی کہ اسمین اپنے بیجون و آلات سے زراعت کرے اور جب کاشتکار نے اُسمین کھیتی بوئی تو مالک زمین نے زمین مذکور کو فروخت کردیا تو اسمین دو صورتین ہین - اوّل یہ کہ بیع کے وقت کھیتی ساگا ہو اور اس صورت مین یہ بیع کاشتکار کی اجازت پر موقوف ہوگی خواہ مالک زمین نے کھیتی کے ساتھ زمین فروخت کی ہو یا بدون کھیتی کے فقط زمین فروخت کی ہو پس اگر کاشتکار نے زمین و کھیتی دونون کی بیع کی اجازت دیدی تو بیع نافذ ہوجائیگی اور اُسکا ثمن زمین پر اور کھیتی کی بیع کے روز کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جسقدر زمین کے پرتے مین آئیگا وہ مالک زمین کا ہوگا اور جسقدر کھیتی کے پرتے مین آئیگا وہ مالک زمین و کاشتکار کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا - یہ اُس صورت مین کہ کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت ندی تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے کھیتی تیار ہونے تک انتظار کرے یا چاہے بیع کو فسخ کردے - یہ اُس صورت مین کہ مالک نے زمین اور کھیتی ایک ساتھ فروخت کردی ہو - اور اگر مالک زمین نے فقط زمین فروخت کی کھیتی فروخت نہ کی اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی تو زمین مشتری کی ہوگی - اور کھیتی بائع اور کاشتکار کے درمیان موافق شرط بٹائی کے آدھی آدھی ہوگی اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو جس طرح ہمنے بیان کیا ہو مشتری

کو خیار حاصل ہوگا۔ اور اگر مالک نے زمین اور اپنا حصہ زراعت فروخت کیا اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی تو مشتری پورے ثمن مین زمین کو اور مالک زمین کے حصہ زراعت کو لے لیگا اور اگر کاشتکار نے اجازت ندی تو اسکو مثل مذکورہ بالا خیار حاصل ہوگا اور اگر اس صورت مین کاشتکار نے چاہا کہ بیع فسخ کردے تو اسکو یہ اختیار نہوگا۔ صورت دوم یہ ہو کہ مالک زمین نے زمین ایسے وقت فروخت کی کہ جب کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تھی پس اگر زمین بدون کھیتی کے فروخت کی تو بلا توقف بیع جائز ہوگی۔ اور اگر زمین کو تمام کھیتی کے ساتھ فروخت کیا تو یہ بیع زمین اور مالک کے حصہ زراعت کے حق مین نافذ ہوگی اور کاشتکار کے حصہ زراعت کے حق مین موقوف رہیگی پس اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی تو کاشتکار کو ثمن مین سے اُسکے حصہ زراعت کے حساب سے حصہ ملیگا اور باقی سب ثمن مالک زمین کا ہوگا اور اگر کاشتکار نے اجازت ندی پس اگر مشتری کو خریدنے کے وقت مزارعت سے آگاہی نہ تھی تو چونکہ مشتری کے حق مین صفقہ متفرق ہوتا ہے مشتری کو اختیار ہوگا چاہے لے یا نہ لے۔ اور اگر کھیتی سامگا ہونے کی حالت مین مالک نے زمین اور کھیتی فروخت کردی اور کاشتکار نے بیع کی اجازت ندی اور مشتری کو فسخ بیع کا اختیار حاصل ہوا مگر اُسنے بیع فسخ نکی یہان تک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو بیع مذکور زمین اور مالک زمین کے حصہ زراعت کے حق مین نافذ ہو جائیگی لیکن مشتری کو اختیار ہوگا چاہے زمین و مالک کا حصہ زراعت بعوض ان دونون کے حصہ ثمن کے لے۔ یا ترک کردے اور اگر مالک نے زمین مع اپنے حصہ زراعت کے فروخت کی ہو اور کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی اور مشتری نے بیع فسخ نہ کی یہان تک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو بیع مذکور نافذ ہو جائیگی اور مشتری زمین اور مالک کے حصہ زراعت کو پورے ثمن مین لے لیگا اور مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہوگا اسیطرح اگر مالک نے زمین کو بدون زراعت کے فروخت کیا اور کاشتکار نے بیع کی اجازت ندی اور مشتری نے بیع فسخ نکی یہان تک کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو زمین کی بیع نافذ ہو جائیگی اور مشتری کو خیار حاصل نہوگا یہ محیط مین ہے فتاوای فضلی مین لکھا ہے کہ اگر اپنی زمین مزارعت پر دی پھر کاشتکار کے زراعت کرنے سے پہلے اُسکو فروخت کیا تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیع مالک زمین کیطرف سے ہوں پس اس صورت مین مشتری کو اختیار ہوگا چاہے کاشتکار کو زراعت سے منع کرے پھر اگر کاشتکار نے کام شروع نہ کیا ہو اور کار کاشتکاری مین سے کوئی کام نکیا ہو تو کاشتکار کے واسطے حکماً و دیانۃً کچھ لازم نہوگا اور اگر اُسنے بیٹھے کار زراعت جیسے نہر آگار تا و کاریز درست کرنا انجام دیے ہون تو بھی قضاءً یہی حکم ہے لیکن دیانۃً مالک زمین پر فیما بینہ و بین اللہ تعالے لازم ہوگا کہ جو کام اُسنے کیا ہے اُسکی بابت اُسکو راضی کرنے اگرچہ شرعاً قضاءً یہ حکم نہین ہے دوم یہ کہ بیع کاشتکار کی طرف سے ہوں پس اس صورت مین مشتری کو اختیار نہوگا کہ کاشتکار کو زراعت سے منع کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنا باغ انگور دوسرے شخص کو بٹائی پر دیا اور عامل نے باغ مذکور مین تھوڑا کام انجام دیا پھر عامل مذکور کی رضامندی سے مالک نے باغ مذکور فروخت کیا پس اگر باغ انگور یا درختان خرما مین سے کچھ پھل وغیرہ حاصلات نہوئے ہون تو عامل کو ثمن مین سے کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ عامل کیطرف سے فقط عمل پایا جاتا ہے اور خالی عمل کی کچھ قیمت نہین ہے۔ اور اگر مالک نے باغ انگور مین پھل آنے کے

بیع زمین کو مع اپنے حصہ کے فروخت کیا پس اگر عامل نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہوا اور پھلون مین سے بائع کا حصہ مشتری کا ہوگا اور عامل کا حصہ عامل کا ہوگا اور اگر پھل برآمد ہونے سے پہلے ایسی بیع واقع ہوئی تو حکم قضا کی راہ سے عامل کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ پھل آنے سے پہلے وہ کسی چیز کا مالک نہین ہوا وہ تو پھل آنے کے بعد البتہ مالک ہوتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - ایک زمین بیعین تخم ریزی ہوچکی ہے مگر ہنوز اگی نہین ہے - فروخت کیا پس اگر تخم مذکور زمین مین خراب ہوگیا ہو تو وہ مشتری کا ورنہ بائع کا ہوگا اور اگر مشتری نے زمین مین پانی دیا یہان تک کہ کھیتی اگی اور بیج کے وقت زمین مین بگڑ نہ تھا تو بھی کھیتی بائع کی ہوگی اور مشتری نے جو کام کردیا اُسمین متطوع قرار دیا جائیگا - اسیطرح اگر بیج جم آیا ہو مگر ہنوز اُسکی کچھ قیمت نہوئی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے کہ سب صورتون مین کھیتی بائع کی ہوگی لیکن اگر اُسنے زمین کے ساتھ اس تخم کو صریحًا یا دلالۃً فروخت کیا ہو تو ایسا نہین ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الکبری

بارھوان باب

- فراغت و معاملت مین عذر واقع ہونے کے بیان مین - جو امور مزارعت کی فسخ کے واسطے عذر ہوتے ہین وہ چند انواع ہین بعضے مالک زمین کیطرف راجع ہین اور بعضے کاشتکار کی طرف پس اول یعنے جو مالک زمین کیطرف راجع ہین وہ دین قادح ہے کہ جو بدون اس زمین کے ثمن کے ادا نہین ہوسکتا ہے یعنے یہ زمین اس دین مین فروخت کیجاوے پس ایسے عذر سے عقد مزارعت فسخ ہوگا بشرطیکہ فسخ ممکن ہو باین طور کہ یہ امر قبل زراعت کے ہو یا بعد زراعت کے کھیتی تیار ہو کر قابل درو ہوجانے کے بعد ہو سو جہ سے عقد کو باقی رکھنا اور پورا کرنا اُس سے بدون ضرر برداشت کرنے کے ممکن نہین ہے پس اسپر ضرر برداشت کرنا لازم نہین ہے پس قاضی پہلی زمین کو اُسکے قرضہ مین فروخت کردیگا پھر مزارعت فسخ کردیگا اور فقط عذر پیش آنے سے مزارعت خود فسخ نہوجائیگی - اور اگر فسخ ممکن نہو باین وجہ کہ کھیتی تیار ہو کر قابل درو ہوئی ہو تو قرضہ مین فروخت نکیجاویگی اور عقد فسخ نکیا جائیگا یہان تک کہ کھیتی کاٹنے کے قابل ہوجاوے اور مالک زمین مذکور قید سے رہا کیا جائیگا اگر قرضخواہ نے اُسکو قید کرایا ہو یہان تک کہ کھیتی پک کر تیار ہوجاوے اسواسطے کہ قید سزاے نادہندی ہے اور یہ شخص کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے نادہند نہین ہوسکتا اسواسطے کہ زمین فروخت کرنے سے یہ شخص شرعًا ممنوع ہے اور شخص ممنوع معذور ہے - پھر جب کھیتی کاٹنے کے لائق ہوجاوے تو دوبارہ بدین غرض قید کیا جائیگا کہ اپنی زمین فروخت کرکے خود بہی قرضہ ادا کرے ورنہ قاضی اُسکی طرف سے فروخت کریگا - اور دوم جو کاشتکار کی طرف راجع ہین وہ عذر مثل مرض کے کہ کاشتکار کام کرنے سے معذور ہو اور مثل سفر کے کیونکہ وہ محتاج الیہ ہے اور جیسے ایک حرفہ چھوڑ کر دوسرا اختیار کرنا اسوجہ سے کہ بعض پیشہ ایسا ہوتا ہے جس سے اُسکا پیٹ نہ بھرے اور جیسے کوئی ایسا مانع پیش آوے جو اُسکو کام کرنے سے باز رکھے کذا فی البدائع - اور معاملہ مین یعنے درختون کی بٹائی مین اگر دونون مین سے کسی نے موافق مقتضاے عقد کے کارروائی کرنے سے انکار کیا تو بدون کسی عذر کے اُسکو یہ اختیار نہوگا پس معاملہ دونون طرف سے لازم ہوتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے - امام محمد رحمہ اللہ نے اصل مین فرمایا کہ اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہو [illegible] کہ مین چاہتا ہون کہ اس سال مزارعت کو چھوڑ دون

یا کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اس سال اس زمین کے سوائے دوسری زمین مین زراعت کرون تو اسکو اختیار ہوا اور مزارعت کو فسخ کرسکتا ہے یہ محیط مین ہے اور ذخیرہ مین لکھا ہے کہ مرض کی صورت مین بھی سفر کے قیاس پر تفصیل ہوگی واجب ہے کہ اگر اُسنے درختون کی بٹائی اس شرط سے لی کہ خود اور اپنے مزدورون سے کام کرے تو اُسکا بیمار ہونا عذر نہوگا اور اگر اس شرط سے لیا کہ خود ہی کام کرے تو اُسکا بیمار ہونا عذر ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر درختان و مالک زمین کی طرف سے بیمار عذر کے یہ ہو کہ اُسکے ذمہ ایسا قرضہ لاحق ہوجاوے جو سوائے ثمن درختان وثمن زمین کے کسی طرح ادا نہین ہوسکتا ہے۔ اور ایسی حالت مین فسخ عقد صحیح ہونے کے واسطے موافق روایت کتاب المزارعۃ کے حکم قاضی یا طرفین کی باہمی رضامندی ضرور ہے اور موافق روایت کتاب المزارعۃ واجارات اور جامع صغیر کے حکم قضاء و کاشتکار یا عامل کی رضامندی کی احتیاج نہین ہمارے بعضے مشائخ نے روایت زیادات کو لیا ہے اور بعضون نے کتاب الاصل و جامع صغیر کی روایت کو لیا ہے۔ اور اگر اُسنے قبل فروخت کرنے کے قاضی سے عقد مزارعت یا عقد عاملت فسخ کرنے کی درخواست کی تو قاضی اس درخواست کو منظور نکریگا پس اُسکو چاہیے کہ خود فروخت کرے اور قاضی کے سامنے قرضہ ہونا ثابت کردے تاکہ قاضی اس بیع کو تمام کردے۔ اور عقد مذکور نہ ٹوٹ جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور جن چیزون سے عقد مزارعت بعد واقع ہونے کے فسخ ہوجاتا ہے اُسکے چند انواع ہین از انجملہ فسخ ہے اور وہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک فسخ صریح اور وہ اسطرح ہوتا ہے کہ بالفظ فسخ یا اقالہ ہو اور دوسرا بدلالت اور وہ دو طرح کا ہے اول یہ کہ جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہون وہ مقتضاے عقد کے برخلاف کارروائی کرنے سے انکار کرے پس اگر اُسنے کہا کہ مین اس زمین کی مزارعت نہین چاہتا ہون تو عقد فسخ ہوجائیگا اسواسطے کہ عقد مذکور اُسکے حق مین لازم نہین ہے پس اُسکو بمقتضاے عقد کارروائی کرنے سے انکار کرنے کا اختیار باقی ہے دوم یہ کہ ماذون نے اپنی زمین و بیج کسی شخص کو مزارعت پر دے پھر اُسکو اُسکے مولے نے مجبور کردیا تو عقد فسخ ہوجائیگا از انجملہ یہ کہ مدت مزارعت منقضی ہوجاوے از انجملہ یہ کہ مالک زمین مرجاوے خواہ زراعت سے پہلے مرجاوے یا بعد زراعت کے مرے خواہ اُسوقت کھیتی تیار ہوگئی ہو یا ہنوز ساگا ہو از انجملہ یہ کہ کاشتکار مرجاوے خواہ زراعت سے پہلے مرجاوے یا بعد زراعت کے خواہ اُسوقت کھیتی تیار ہوکر کاٹنے کے لائق ہوگئی ہو یا نہوئی ہو کذا فی الہدایہ

تیرھوان باب

اُن امورون کے بیان مین کہ کاشتکار یا عامل مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُسنے کھیتی یا پھل کیا کیے ہین۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کاشتکار مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُسنے کھیتی کے ساتھ کیا کیا تو زراعت مین سے مالک زمین کا حصہ کاشتکار کے مال مین دین قرار دیا جائیگا اور اگر وارثون نے دعوی کیا کہ کھیتی بڑھی گئی ہے تو اُنکے قول پر التفات نکیا جائیگا اور یہ حکم اسوجہ سے ہے کہ مالک زمین کا حصہ کاشتکار کے پاس بدین دلیل امانت تھا کہ اگر تمام کھیتی کاشتکار کے پاس تلف ہوجاتی تو مالک زمین کے واسطے کچھ ضمان نہوتا۔ پس جب ثابت ہوا کہ اُسکے پاس امانت تھا حالانکہ وہ بدون امانت کا حال بیان کیے ہوئے مرگیا تو یہ شخص ایسا امین ہوگیا جو امانت کو مجہول یعنے بلا بیان چھوڑ کر مرجاتا ہے پس ضامن ہوجائیگا اور اگر وارثان کاشتکار و مالک زمین نے اس امر مین اختلاف کیا کہ کاشتکار کی موت سے قبل زراعت کی قیمت کسقدر تھی تو وارثان کاشتکار کا قول قبول ہوگا اسیطرح اگر درختون کا عامل مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُسنے پھلون کے ساتھ کیا کیا ہے تو بھی اسیطرح حکم ہے

اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ کھیتی کا جمنا اور پھلون کا نکلنا معلوم ہوجاوے اور اگر یہ امر معلوم نہو تو کاشتکار یا عامل مذکور ضامن نہوگا - اور اگر عامل نے اپنے ترکہ مین درم و دینار چھوڑے حالانکہ اُسپر حالت صحت کے قرضے موجود ہین تو ایسی صورت مین مالک زمین و درخت باقی قرضخواہون کے ساتھ شریک کر دیا جائیگا - اور اس قول سے امام محمد رح کی مراد یہ ہو کہ یہ معلوم ہو کہ عقد مزارعت و عقد معاملت حالت صحت مین واقع ہوا ہو اور اگر عقد مزارعت و معاملت کا واقع ہونا فقط باقرار مریض یعنے عامل و کاشتکار کی حالت مرض کے اقرار سے معلوم ہو تو یہ قرضہ بمنزلہ ایسے قرضہ کے ہوگا جو حالت مرض مین مریض کے اقرار سے واجب ہوتا ہو پس دیون الصحت سے صحت کے قرضے ۱۲ موخر ہوگا کذا فی الذخیرہ ہ

چودھوان باب - مریض کے مزارعت و معاملت کرنے کے بیان مین - اس باب کے مسائل ایک قاعدہ پر مبنی ہین وہ یہ ہو کہ جو شخص مریض مرض الموت ہو اُسکا تصرف ایسے امور مین جن سے قرضخواہون یا وارثون کا حق متعلق نہین ہو مثل صحیح تندرست کے تصرف کے ہو اور جن امور سے قرضخواہون یا وارثون کا حق متعلق ہو اُسمین تصرف دو طرح پر ہو ایک یہ کہ اس تصرف سے قرضخواہون و وارثون کا حق باطل نہوجاوے بلکہ اُنکا حق ایک محل سے منتقل ہوکر دوسرے ایسے محل مین جاوے جو مالیت مین مثل محل اول کے ہو جیسے بیع و اُسکے اشباہ پس ایسا تصرف مریض کا اور تندرست صحیح کا یکسان ہو اور دوسرے یہ کہ تصرف سے قرضخواہون و وارثون کا حق باطل ہوتا ہووے اور اس قسم کا تصرف مریض سے محجور ہی جیسے تبرعات کے طور پر تصرف کرنا مثلاً تمام مال کسی کو بخش دینا پھر واضح ہو کہ قرضخواہون و وارثون کا حق اُسی مال سے متعلق ہوتا ہی جسمین میراث جاری ہو جیسے اعیان جو کہ اور جسمین میراث نہین جاری ہوتی ہی مگر وہ مال نہین ہی اور نہ وہ مال کے حکم مین ہی اُس سے بھی ان لوگون کا حق متعلق نہین ہوتا ہی امام محمد رح نے کتاب الاصل (جسے حال مین المبسوط کہتے ہین) مین فرمایا کہ اگر کسی مریض مرض الموت نے اپنی زمین بشرائط مزارعت کسیکو کاشتکاری کے واسطے دی تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہو اور اس صورت مین مزارعت جائز ہی خواہ کاشتکار اجنبی ہو یا وارث ہو اور خواہ مریض پر اسقدر قرضہ ہو اُسکے تمام ترکہ کو محیط ہی یا نہو اور خواہ مریض کے واسطے پیداوار مین سے اسقدر مشروط ہو جو زمین کے اجر المثل کے برابر ہی یا اس سے کم مشروط ہو اور خواہ مریض کا سوائے اس زمین کے کچھ مال ہو یا نہو - دوم یہ کہ بیج بھی مریض کی طرف سے ہون اور مریض کے پاس سوائے اس زمین و بیج کے کچھ مال نہو اور اس صورت مین دو صورتین ہین اول یہ کہ کاشتکار شخص اجنبی ہو اور یہ صورت پر قرضہ نہو پس اس صورت مین زراعت سے زراعت کے جمکر قیمت دار ہوجانے کے روز حصہ کاشتکار کی قیمت کو اور کاشتکار کے اجر المثل کو دیکھا جائیگا - پس اگر زراعت مین سے زراعت جمکر قیمت دار ہوجانے کے روز حصہ کاشتکار کی قیمت اور اُسکا اجر المثل برابر ہو یا حصہ کاشتکار کی قیمت بہ نسبت اجر المثل کے کم ہو تو کاشتکار کو اُسکا حصہ زراعت دیا جائیگا اور اگر زراعت جمکر قیمت دار ہوجانے کے روز زراعت مین سے حصہ کاشتکار کی قیمت بہ نسبت اُسکے اجر المثل کے زیادہ ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر حصہ کاشتکار قیمت کی تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو تو کاشتکار کو اُسکا پورا حصہ دیا جائیگا بعض

بطور وصیت کے اور بعض بطریق معاوضہ کے اور اگر زراعت سے حصہ کاشتکار زمیت کے تہائی مال سے نکل سکتا ہے پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو بھی یہی حکم ہے کہ کاشتکار کو اُسکا پورا حصہ زراعت دیا جائیگا اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو کاشتکار کو اسمین سے بقدر اُسکے اجر المثل کے بطور معاوضہ دیا جائیگا پھر سب جسقدر اُسکے واسطے مشروط تھا اُسکے مابقی مین سے ایک تہائی اُسکو بطور وصیت دیدیا جائیگا اور باقی دو تہائی وارثون کا ہوگا - اور جسقدر اجر المثل سے بڑھا ہے اُسمین وصیت کا اعتبار یوم حصاد پر ہوگا یعنے جسقدر اجر المثل سے بڑھا ہے اُسکی قیمت کھیتی کاٹنے کے روز کی معتبر ہوگی - یہ اُس صورت مین ہے کہ کاشتکار اجنبی ہو اور بیت پر قرضہ نہو اور اگر اُسپر اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام مال کو محیط ہو خواہ قرضہ صحت یا قرضہ مرض تو ایسی صورت مین زراعت مین سے جس روز اُگنے کے بعد قیمت دار ہوگئی ہے قیمت حصہ کاشتکار اور اُسکے کام کے اجر المثل کیطرف دیکھا جائیگا پس اگر زراعت اُگنے اور قیمت دار ہونے کے روز زراعت سے حصہ کاشتکار کی قیمت اُسکے اجر المثل کے برابر ہو یا کم ہو تو جسقدر کاشتکار کے واسطے مشروط ہو وہ کاشتکار کو دیا نجائیگا بلکہ جسقدر اُسکے قبضہ مین ہے اُسمین مریض کے قرضخواہ لوگ شریک ہونگے اور یہ قبضہ ان سب مین موافق ہر ایک کے حصہ کے تقسیم ہوگا بشرطیکہ سوائے اسکے مریض کا کچھ مال نہو پس کاشتکار کے حصہ مین وہ قیمت لگائی جائیگی جو اس حصہ زراعت کے لائق درو ہونے کے وقت تک بڑھگئی ہو اور قرضخواہ لوگ اپنے اپنے قرضہ کی مقدار پر شریک کیے جاوینگے اور اگر زراعت مین سے اُسکے اُگنے اور قیمت دار ہونے کے وقت حصہ کاشتکار کی قیمت کاشتکار کے اجر المثل سے زائد ہو تو کاشتکار فقط اپنے اجر المثل کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور جسقدر زیادہ ہو وہ نہ لگایا جائیگا اور قرضخواہ لوگ اپنے اپنے حقوق کے ساتھ شریک کیے جاوینگے اور کاشتکار کے اجر المثل سے جسقدر اُسکا حصہ زائد ہو اُس زیادتی مین سے اُسکو کچھ ندیا جائیگا لیکن یہ ہوگا کہ جسقدر اس تقسیم مین کاشتکار کے حصہ مین پڑیگا وہ اُسکو زراعت مین سے لیگا اور جو قرضخواہون کے حصہ مین پڑیگا وہ بیچ فروخت کرکے اُنکے قرضے ادا کیے جاوینگے - یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہے اُس صورت مین ہے کہ کاشتکار کوئی اجنبی ہو - اور اگر کاشتکار وارث پس اگر امام اعظم رحمہ اللہ جواز مزارعت کے قائل ہوتے تو اُنکے قیاس پر یہ حکم ہے کہ مزارعت فاسد ہوجاتی کہ وارث کاشتکار پیداوار مین سے کچھ مستحق نہین ہے بلکہ فقط اُسکو اُسکے اجر المثل مین درہم لینگے اور کچھ نہ ملیگا خواہ مریض پر قرضہ ہو یا نہو اور خواہ زراعت مین سے حصہ وارث کی قیمت اُسکے کام کی اجرت مثل کے برابر ہو یا زائد ہو اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر یہ حکم ہے کہ اگر مریض پر قرضہ نہو تو زراعت کے جمکر قیمت دار ہونے کے روز زراعت مین سے حصہ وارث کی قیمت اور اُسکے اجر المثل کو دیکھا جاویگا پس اگر زراعت مین سے اُگنے اور قیمت دار ہونے کے روز حصہ وارث کی قیمت اُسکے کام کی اجرت مثل کے برابر ہو تو اُسکو اپنا حصہ مشروط ملیگا اور اس دن کے بعد کھیتی تیار ہونے اور کاٹنے کے روز تک جسقدر زیادہ ہو جاوے اُسمین وہی حکم ہے جو اجنبی کی صورت مین مذکور ہوا ہے - اور اگر زراعت جمکر قیمت دار ہونے کے روز زراعت مین سے حصہ وارث کی قیمت اُسکے اجر المثل سے زائد ہو تو اُسکو پیداوار مین سے بقدر اپنے اجر المثل کے ملیگا اور حصہ مشروط جسقدر اس اجر المثل سے زائد ہو اُسمین سے وارث کو [illegible] کچھ نہ ملیگا کیونکہ اگر اُسمین سے

اُسکو کچھ ملنے کا استحقاق ہو تو یہ استحقاق بطریق وصیت ہو سکتا ہو حالانکہ وارث کے واسطے وصیت نہین ہو
اور اگر مریض پر اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام مال کو محیط ہو تو اس صورت مین وہی حکم ہو جو اجنبی کی صورت مین
مذکور ہوا ہو یہ محیط مین لکھا ہو۔ ایک صحیح نے اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر کسی مریض کاشتکار کو دی اور بیج کاشتکار
کی طرف سے ٹھہرے حالانکہ کاشتکار کا اسکے سوا سے کچھ مال نہین ہو پھر زمین مذکور مین کھیتی پیدا ہوئی پھر مریض کاشتکار
مر گیا تو اسکا حکم وہی ہو جو اس صورت مذکور ہوا ہو کہ ایک مریض نے اپنی زمین دوسرے کو مزارعت پر دی اور بیج
مالک زمین یعنے مریض کی طرف سے ٹھہرے ہین اسواسطے کہ اس صورت مین مریض مذکور کاشتکار کا بعوض
بعض پیداوار کے اجارہ پر لینے والا قرار پایا ہو اور جو صورت ہمنے یہان بیان کی ہو اسمین کاشتکار مریض بعوض
بعض پیداوار کے زمین اجارہ پر لینے والا قرار پایا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر کسی مریض نے اپنی زمین جسمین
کھیتی ہو مگر ہنوز سا گا ہو قابل درو نہین ہوئی ہو یا درختان خرما جسمین کفرے ہین یا اور درخت جسمین کچی ہری کیڑیان
ہین ایسی نہین ہین کہ انکی کچھ قیمت اندازہ کیجاوے کسی شخص کو اس شرط سے دی کہ اسمین سے جو کچھ اللہ تعالی النصیب
کرے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا تو اسکا حکم وہی ہو جو ہمنے مزارعت کی صورت مین جبکہ بیج مریض مالک
زمین کی طرف سے ہون بیان کیا ہو۔ اور اگر کسی مریض نے اپنا باغ درخت خرما ثمانی پر اس سال کے واسطے
اس شرط سے دیا کہ اسکی پرداخت کرے اور پانی دے اور نرما دی لگاوے اور جو کچھ اسمین اللہ تعالی روزی کریگا
وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پھر درخت خرما مین کفرے نکلین کہ اُسمین کی آدھی کفرے عامل کے اجرالمثل
کے برابر یا اُس سے کم قیمت تعین پھر عامل اُسکی برابر پرداخت کرتا رہا اور پانی دیتا رہا یہان تک کہ یہ کفری گدر
ہوئین کہ اُنکی قیمت مال کثیر ہو پھر یہ گدر خرما خراب ہو کر مشتف ہو گئے کہ اُنکی قیمت کفری جب انکی تعین اُنکی قیمت سے بھی
کم ہو گئی پھر درخت کا مالک مر گیا حالانکہ اُسپر بہت قرضہ ہو کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہو تو جو کچھ میت نے چھوڑا ہو وہ عامل
اور قرضخواہون مین اسطرح تقسیم کیا جائیگا کہ قرضخواہ لوگ اپنے اپنے قرضہ کی مقدار سے شریک کیے جاوینگے
اور عامل آدھے مشتف کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور خرابی بربادی کا عامل ضامن نہوگا اور اگر
میت پر قرضہ نہو اور باقی مسئلہ بجالہ رہے تو عامل کو آدھے خرما سالمہ تباہ شدہ ملینگے اور ادھے وارثون کو ملینگے کذا فی المحیط

اس باب کے متصل فصل در بیان اقرار مریض

در معاملہ وھزارعہ۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
کہ اگر ایک کاشتکار بیمار ہوا اور اسکے پاس کسی شخص کی زمین ہو جسمین وہ زراعت کرتا ہو اور اُسپر حالت صحت کا
قرضہ ہو پس مریض مذکور نے اقرار کیا کہ بیج اُسکی طرف سے تھا اور اسنے مالک زمین کے واسطے دو تہائی پیداوار
شرط کی تھی پھر مر گیا اور قرضخواہون نے اس سے انکار کیا تو دیکھا جائیگا اگر مریض نے کھیتی کاٹنے کے لائق ہو جانے
کے بعد ایسا اقرار کیا تو اسکے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی اور پہلے قرضخواہان صحت کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر جب قرضخواہان
صحت کا قرضہ ادا ہو گیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دو تہائی پیداوار مین سے کچھ بچا تو مالک زمین کو اسمین سے بقدر اُسکی
زمین کی اجرالمثل دیکر دیا جائیگا اور اس سے زیادہ دو تہائی پیداوار کا جس پر رہا وہ بطور وصیت کے مالک
زمین کو دیا جائیگا بشرطیکہ مال میت کا ثلث [illegible] اور اگر مریض نے ایسا اقرار ایسی حالت مین کیا کہ اُسوقت
کھیتی سا گا تھی تو قرضخواہ [illegible] حالت صحت [illegible] قول کی تصدیق کیجائیگی اور اگر قرضہ ادا کر دیا گیا

حاشیہ آہ خرما خراب شدہ و ناکارہ ۱۲ منہ

اور مال مین سے کچھ باقی رہا تو باقی مال میت کی تہائی مین سے مالک زمین کو اُسکا حق مشروط پورا کردیا جائیگا
یہ اُسوقت ہوگا کہ مریض مذکور پر قرضہ صحت ہو۔ اور اگر مریض پر ایسا قرضہ مرض ہو کہ حالت مرض مین اُسکے
اقرار ہی سے ثابت ہوا ہو پھر مریض نے جسطرح سے بیان کیا ہو مزارعت مین اقرار کیا پس اگر اُسنے کھیتی سا گا
ہونے کی حالت مین ایسا اقرار کیا تو پہلے مالک زمین کا اجر المثل دلا کر شروع کیا جائیگا پس دو تہائی پیداوار مین سے
اُسکی زمین کا اجر المثل اُسکو دیا جائیگا اگر دو تہائی پیداوار اُسکی اجر المثل سے زیادہ ہو اور اگر مریض نے یہ اقرار
ایسی حالت مین کیا کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تھی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اقرار مزارعت بالنسبت اقرار قرضہ کے
پہلے واقع ہوا ہو تو پہلے مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دیا جائیگا پھر مریض کا حالت مرض کا اقراری قرضہ
ادا کیا جائیگا اور اگر اقرار قرضہ اقرار مزارعت سے پہلے ہو تو مالک زمین اُس شخص کے ساتھ جسکے واسطے
قرضہ کا اقرار کیا ہو بقدر زمین کے اجر المثل کے حصہ دار کردیا جائیگا۔ یہ سب اُسوقت مین ہو کہ جب کاشتکار
کی طرف سے بیج ہونے کی صورت مین کاشتکار نے ایسا اقرار کیا ہو۔ اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے
ہونے کی صورت مین کاشتکار مریض سے ایسا اقرار کیا تو اُسکے اقرار کی تصدیق کیجائیگی خواہ اُسنے کھیتی قابل
درو ہونے سے پہلے ایسا اقرار کیا ہو یا قابل درو ہونے کے بعد ایسا اقرار کیا ہو۔ اور اگر مسئلہ مذکورہ مین مالک
زمین مریض ہو اور اُسنے ایسا اقرار کیا تو اُسکا حکم سب صورتون مین وہی ہو جو کاشتکار کے اقرار کرنے کی
صورتون مین بیان کیا گیا ہو۔ اگر کسی شخص نے اپنا باغ [illegible] کو بٹائی پر دیا پھر جب باغ کے پھل
پورے ثمر لینے خرما ہو گئے تو عامل بیمار ہو گیا اور کہا کہ مالک باغ سے میرے واسطے چھٹا حصہ شرط کیا ہو اور
مالک باغ نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق کی مگر قرضخواہون نے انکذیب کی تو عامل کا قول قبول
ہوگا پھر اگر اُسکے وارثون یا قرضخواہون نے کہا کہ ہم اس امر کے گواہ پیش کرتے ہین کہ مالک باغ نے اُسکے
واسطے نصف حاصلات کی شرط کی ہو تو اُنکے گواہون کی سماعت ہوگی اور اگر اُنھون نے مالک باغ سے قسم لیجانے
کا قول قبول کیا تو مالک باغ سے قسم لیجائیگی یہ امام محمد رح کا قول ہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ [illegible]
قسم نہ لیجائیگی یہ امام محمد رح کا قول ہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ [illegible]
اقرار کرچکا تھا کہ میرے واسطے مالک باغ نے چھٹا حصہ شرط کیا ہو پھر وہ کہتا ہو کہ مالک باغ نے میرے واسطے
نصف شرط کیا ہو اور مین نے چھٹا حصہ شرط کرنے کا جھوٹا اقرار کیا تھا اور وہ خواست کی کہ مالک باغ سے
قسم لیجاوے تو مالک باغ سے قسم لینا چاہیے یہ اُسوقت ہو کہ عامل کوئی اجنبی ہو۔ اور اگر عامل مالک باغ
کا وارث ہو اور عامل نے اقرار کیا کہ مالک باغ نے میرے واسطے [illegible] شرط کیا ہو اور یہ اقرار خبر ہا
ایک جانے کے بعد واقع ہوا تو اُسکے اقرار کی تصدیق کیجائیگی اور اگر وارث عامل اور اُسکے قرضخواہون نے
کہا کہ ہم اس امر کے گواہ پیش کرتے ہین کہ مالک [illegible] نصف شرط کیا ہو تو اُنکے گواہون
کی سماعت ہوگی اور اگر اُنھون نے مالک [illegible] سے قسم لیجانگے
اور اگر ایک مریض نے اقرار کیا کہ مین نے [illegible] کو بٹائی پر دیا ہو حالانکہ ہنوز اُسکے

پھل پختہ ہونے تھے پھر مریض نے کہ رہنے حالت مرض مین قرضہ کا اقرار کیا پھر مرگیا تو پہلے عامل کا قرضہ ادا کیا جائیگا پس اُسکے کام کا اجر المثل اُسکو دیا جائیگا پھر وہ قرضہ ادا کیا جائیگا جسکا اُسنے مرض مین اقرار کیا ہی ایسا ہی شیخ الامام نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا ہی اور شاید یہ قول صاحبین رحمہ اللہ کا ہی اور امام اعظم رح کے قول پر یہ مسئلہ صحیح نہونا چاہیے - پھر اگر وارث عامل نے کہا کہ میرا پورا حق مجھے نہین ملا ہی کچھ باقی رگیا ہی اور باقی وارثون نے کہا کہ تیرا کچھ حق باقی نہین رہا ہی سوا سطے کہ تیرا حق اجر المثل تھا اور وہ سب تجھے پہونچ گیا پس عامل نے چاہا کہ باقی وارثون سے قسم لے پس آیا قسم لے سکتا ہی تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر وارث عامل نے اقرار کیا ہو کہ عقد حالت صحت مین واقع ہوا اور اقرار حالت مرض مین تو اُسکو قسم لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ عقد حالت مرض مین واقع ہوا ہی تو قسم نہین لے سکتا ہی کذا فی المحیط

پندرھوان باب - رہن مین مزارعت و معاملہ کرنے کے بیان مین - ایک شخص نے اپنی زمین و باغ خرما رہن کیا اور مرتہن کو سپرد کرنے کے بعد مرتہن سے کہا کہ اسکو پانی دے اور نرمادی لگا اور اسکی حفاظت کر بدین شرط کہ جو کچھ حاصلات ہو وہ نصفا نصف ہوگی اور مرتہن نے اسکو قبول کیا تو عقد معاملہ فاسد ہی اور مرتہن کو نر مادی لگانے اور سینچنے کا اجر المثل ملیگا اور حفاظت کرنے کا کچھ نہین ملیگا اور جو کچھ پیدا ہوگا وہ رہن رہیگا - اسیطرح اگر کھیتی بوئی ہوئی زمین رہن رکھی مگر ہنوز رسا گاتھی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کوئی زمین قابل زراعت یعنے خالی کھیت رہن ہو اور راہن نے اُسکو مزارعت پر دیا اور مرتہن نے قبول کیا اور بیج مرتہن کی طرف سے ہین تو مزارعت جائز ہی اور جو حاصلات ہو وہ موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور زمین مذکور رہن سے نکل جاویگی اور بدون تجدید رہن کے رہن کیطرف عود نکریگی اور اگر بیج راہن کیطرف سے ہون تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ بعد زراعت کے اُسکو رہن مین کرلے - اور اگر کسی شخص نے خالی کھیت جسمین درخت خرما ہین رہن کیا پھر مرتہن کو حکم دیا کہ اس سال اسمین اپنے بیجون سے آدھے کی بٹائی پہ کار زراعت کرے اور درختون کی پرداخت کرے اور سینچے اور حفاظت کرے اور آدھے کی بٹائی شرط کردی تو مزارعت جائز ہی اور معاملہ فاسد ہی کیونکہ اگر تنہا مزارعت زمین کا عقد قرار دیتا تو جائز تھا - اور یہ زمین رہن سے باہر ہوجاتی اور اگر تنہا عقد معاملہ قرار دیتا تو جائز نہ تھا پس اسیطرح جبکہ دونون کو جمع کیا تو جو تنہا جائز تھا وہ جائز ہوا اور جو تنہا جائز نہ تھا وہ نا جائز ہوا اور معاملہ کا فاسد ہونا موجب فساد مزارعت ہوجانے سے نہین ہوا کہ مزارعت پر معاملہ معطوف ہو شروط مین ہی کذا فی محیط السرخسی

سولھوان باب - ایسے عتق و کتابت کے بیان مین جسمین مزارعت و معاملت ہو اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو اس شرط سے آزاد کیا کہ میری زمین مین بدین شرط زراعت کرے کہ جو کچھ اللہ تعالے اسمین پیدا کرے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس غلام اسپر راضی ہوگیا تو اسمین دو صورتین ہین اولی یہ کہ زمین مولی کی طرف سے ہو اور بیج اور کام غلام کی طرف سے ہو تو ایسی صورت مین مزارعت فاسد ہوا و عتق جائز ہی اسواسطے کہ یہ ایسی مزارعت فاسد ہی جسمین عتق مشروط ہی اور ایسا عتق ہی جسمین مزارعت شروط ہی لیکن مزارعت ایسا عقد ہی جسمین دوسرا عقد شرط کرنے سے باطل ہوجاتا ہی

اور عقد باطل نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر ایسے عقد پر غلام مذکور نے زراعت کی اور کھیتی پیدا ہوئی تو پوری کھیتی غلام کی ہوگی اور غلام پر مولے کے واسطے اُسکی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا جسطرح تمام مزارعات فاسدہ مین ہوا کرتا ہے اور غلام پر یہ بھی لازم ہوگا کہ اپنی قیمت جسقدر ہو ادا کرے دوم یہ کہ زمین دینج مولی کی طرف سے ہو اور غلام کی طرف سے خالی کام ہو اور ایسی صورت مین بھی مزارعت فاسد ہو اور عقد جائز ہو اور اس صورت مین تمام پیداوار مولی کی ہوگی اور مولے پر غلام کے کار زراعت کا اجر المثل جسقدر ہو غلام کے واسطے واجب ہوگا اور مولے کیواسطے غلام پر غلام کی قیمت جسقدر ہو واجب ہوگی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنا غلام اس شرط سے مکاتب کیا کہ اس سال مکاتب اپنے مولی کی زمین مین اس شرط سے زراعت کرے کہ جو کچھ اللہ تعالی اسمین پیدا کرے وہ دونون مین شترک ہو تو اس مسئلہ کی بھی دو صورتین ہین اول یہ کہ زمین دینج مولی کی طرف سے ہو اور مکاتب کی طرف سے فقط کار زراعت ہو تو اس صورت مین مزارعت فاسد ہو اور کتابت بھی فاسد ہو اور جب کتابت فاسد ہوئی تو مولے کو اُسکے توڑ دینے کا اختیار ہوگا جیسا کہ غلام مذکور کو بعوض شراب و سور کے مکاتب کرنے کی صورت مین ہے پس اگر مولی نے کتابت کو نہ توڑا حتے کہ مکاتب نے زمین مذکور مین زراعت کی اور زمین مین کھیتی پیدا ہوئی تو پوری کھیتی مولی کی ہوگی اور مولے پر مکاتب کے واسطے اُسکے کام کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور مکاتب آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ مکاتب نے وہ شرط پوری کی جسپر عقد کتابت مشروط تھا یعنے اس سال اس زمین کی زراعت کرنا اور اس سال اس زمین کی زراعت کرنا وقت تعلیق عقد کے معلوم تھا اور جس امر کے ساتھ کتابت فاسدہ کی تعلیق ہو جب وہ وقت عقد کے معلوم ہو اور مکاتب اسکو پورا کر دے تو عتق ہو جاتا ہے جیسے کہ اُسکو شراب یا سور پر مکاتب کیا اور مکاتب نے اسکو ادا کر دیا تو یہی حکم ہے دوسرے مولے کے واسطے مکاتب پر مکاتب کی قیمت واجب ہوئی اور مولی پر مکاتب کے واسطے مکاتب کے کام کا اجر المثل واجب ہوا پس اگر دونون برابر ہون تو مقاصہ واقع ہو جائیگا اور اگر مکاتب کی قیمت اُسکے کام کے اجر المثل سے زیادہ ہو تو بقدر زیادت کے مولے اُس سے لے لیگا۔ اور اگر اُسکے کام کا اجر المثل اُسکی قیمت سے زیادہ ہو تو وہ مولے سے کچھ نہین لے سکتا ہے دوم یہ کہ زمین مولی کی طرف سے اور دینج اور کام مکاتب کی طرف سے ہو اور اس صورت مین بھی کتابت اور مزارعت دونون فاسد ہین اور مولے کو اختیار ہوگا کہ کتابت کو توڑ دے اور اگر اُسنے کتابت نہ توڑی اور مکاتب نے کام کے زمین مین کثیر زراعت پیدا ہوئی یا کچھ بھی نہ پیدا ہوئی تو مکاتب آزاد نہوگا اور جو حکم مزارعت مین مذکور ہوا ہے ہمیشہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون ویسا ہی عقد معاملت کی صورت مین حکم ہے ذخیرہ فی المحیط

سترھوان باب ــــــ عقد مزارعت و معاملت مین تزویج و خلع و عمد اُخون سے صلح واقع ہونے کے بیان مین۔ فرمایا کہ اگر کسی عورت سے اپنی زمین اس سال زراعت کرنے پر بہ ین شرط نکاح کیا کہ یہ عورت اس سال اپنے بیجون اور کام سے اسمین زراعت کرے اور جو کچھ اسمین پیداوار ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی تو نکاح جائز ہوا اور مزارعت فاسد ہوا اور امام ابو یوسف کے نزدیک عورت مذکور کا مہر اس زمین کی اجرت کے نصف کے مثل ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکا مہر اُسکے مثل عورتون کے مہر اور زمین کے اجر المثل دونون مین سے کم مقدار ہوگی۔ پس اگر عورت مذکور نے زمین مین زراعت کی اور پیداوار ہوئی یا نہوئی اور مالک زمین نے

اسکو طلاق نہ دی تو تمام پیداوار عورت کی ہوگی اور اُسپر زمین کا نصف اجر المثل لازم ہوگا اور شوہر پر اسکا مہر کچھ واجب نہ ہوگا یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اُسپر پوری زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور شوہر پر اسکا مہر اسکے مہر المثل و زمین کی اجرت دونوں میں سے کم مقدار واجب ہوگی پس اگر اسکا مہر المثل زمین کی اجرت کے برابر ہو یا زیادہ ہو تو اسکا پورا مہر جو کچھ شوہر پر واجب ہوا تھا بھر پایا پس مقاصہ واقع ہو جائیگا اور اگر مہر المثل کم ہو تو پوری اجرت زمین [illegible] حکم ہوا اسقدر شوہر کو واپس دے محمد فی محیط السرخسی اور اگر اسکے بعد شوہر نے [illegible] قبل دخول کے طلاق دی تو قبل دخول کے طلاق قبل [illegible] اگر یہ طلاق قبل [illegible] کے واسطے شوہر پر زمین کے اجر المثل کا [illegible] اور شوہر کا [illegible] واجب ہوگا یہ قول امام محمد رح کے موافق ہے اور امام ابو یوسف رح کے قول پر عورت کے واسطے زمین کے اجر المثل کا چوتھائی حصہ واجب ہوگا اور شوہر پر کچھ واجب نہ ہوگا اور باقی تین چوتھائی اجر المثل زمین کا عورت اسکو واپس دیگی یہ بنا بر قول امام محمد رح کے ہے کہ شوہر پر سب قبل دخول کے طلاق دی ہو اسکے شوہر پر متعہ واجب ہوگا اور شوہر کا زمین کا پورا اجر المثل واجب ہوگا اور باقی متعہ ساقط ہوگا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ شوہر نے عورت کے ساتھ دخول سے پہلے اسکو طلاق دیدی ہو اور اگر بعد دخول کے اسکو طلاق دی پس اگر قبل زراعت کے طلاق دی تو بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے عورت کیواسطے شوہر پر نصف زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور شوہر کا بسبب فراغت کے عورت مذکورہ پر کچھ واجب نہوگا اور بنا بر قول امام محمد رح کے عورت کا بوجہ نکاح کے شوہر پر مہر مثل اور تمام زمین کے اجر المثل سے جو کم مقدار ہو واجب ہوگی اور شوہر کا عورت پر بسبب مزارعت کے کچھ واجب نہوگا اور اگر بعد زراعت کے طلاق دی تو بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے شوہر کا عورت مذکورہ پر بسبب فساد مزارعت کے پوری زمین کا اجر المثل واجب ہوا اور عورت کا بسبب نکاح کے شوہر پر نصف زمین کا اجر المثل واجب ہوا پس بقدر نصف کے مقاصہ واقع ہو جائیگا اور باقی نصف زمین کا اجر المثل عورت پر شوہر کو واپس دینا واجب ہوگا - اور بنا بر قول امام محمد رح کے عورت کا بسبب نکاح کے شوہر پر مہر المثل و زمین کے اجر المثل سے جو کم مقدار ہو وہ بطور مہر واجب ہوئی اور شوہر کی عورت پر زمین کی پوری اجرت مثل واجب ہوئی پس اگر اسکا مہر مثل پوری زمین کے اجرت کے برابر یا زیادہ ہو تو وہ شوہر کو کچھ واپس نہ دیگی اور مقاصہ واقع ہو جائیگا - یہ سب اُس صورت میں ہے کہ بیج و کار زراعت عورت کی طرف سے ہو اور مرد کی طرف سے فقط زمین ہو اور اگر اسکا الٹا ہو کہ عورت کی طرف سے زمین اور مرد کی طرف سے بیج و کار زراعت ہو اور باقی مسئلہ یحالہا رہے تو نکاح جائز ہو اور مزارعت فاسد ہو اور اگر اسکے بعد شوہر نے زراعت کی تو پوری پیداوار شوہر کی ہوگی اور شوہر پر بسبب مزارعت کے عورت کے واسطے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور عورت کے واسطے شوہر پر بسبب نکاح کے بالاجماع مہر المثل چاہے جسقدر ہو واجب ہوگا اسواسطے کہ شوہر نے اسکے بضع کے مقابلہ میں نصف پیداوار بدل ٹھہرائی ہو حالانکہ یہ مجہول ہو اور بالاجماع جب مقابلہ بضع میں تسمیہ مجہول ہو تو مہر المثل واجب ہوتا ہو بخلاف اسکے اگر بیج عورت کیطرف سے ہو ان

تو امام ابو یوسف رح کے قول پر جہالت اسوجہ سے نہین ہوگی کہ شوہر نے اس صورت مین عورت کی بضع کے مقابلہ مین منفعت زمین قرار دی ہے اور یہ معلوم ہے پس وجوب مہر المثل ہست نافع ہونے پھر اگر شوہر نے قبل دخول کے عورت کو طلاق دیدی پس اگر قبل زراعت کے ہو تو عورت کے واسطے شوہر پر بسبب نکاح کے نصف واجب ہوگا اور شوہر کا بسبب مزارعت کے عورت پر کچھ واجب نہوگا اور اگر بعد زراعت کے طلاق دی تو عورت کا شوہر پر بسبب نکاح کے نصف واجب ہوگا اور بسبب مزارعت کے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر شوہر نے عورت مذکور سے دخول کے بعد اسکو طلاق دی پس اگر قبل زراعت کے طلاق دی تو عورت کا شوہر پر بسبب نکاح کے مہر المثل واجب ہوگا اور بسبب زراعت کے شوہر پر کچھ واجب نہوگا اور اگر زراعت کے بعد طلاق دی تو عورت کا شوہر پر بسبب نکاح کے مہر المثل اور بسبب مزارعت کے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر بیج و زمین شوہر کیطرف سے ہو اور عورت کی طرف سے فقط کار زراعت ہو تو یہ صورت اور جس صورت مین کہ بیج و کار زراعت دونون شوہر کی طرف سے مذکور ہوئے ہین دونون کا حکم یکسان ہے۔ اور اگر زمین و بیج عورت کی طرف سے ہو اور شوہر کی طرف سے فقط کار زراعت ہو تو یہ صورت اور جس صورت مین کہ بیج و کار عورت کی طرف سے ہو دونون یکسان ہین کذا فی المحیط اور اگر ایک عورت نے اس شرط سے نکاح کیا کہ اسکو ایک باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دے تو عورت کے واسطے مہر المثل واجب ہوگا کیونکہ شوہر نے اسکے بضع اور اسکے عمل کے مقابلہ مین نصف حاصلات قرار دی ہے (ذخیرہ) پس مہر المثل واجب ہوگا بنا علے قول الثانی رحمہ اللہ اور اگر عورت نے اس شرط سے نکاح کیا کہ عورت اسکو ایک باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دے تو اس مسئلہ مین اختلاف ہے اسواسطے کہ شوہر نے اسکے بضع اور آدھی حاصلات کے مقابلہ مین اپنے کام انجام دینے کا التزام کیا ہے یہ ظہیریہ مین ہے رہے مسائل خلع سو واضح ہو کہ باب خلع مین عورت اور باب نکاح مین مرد ایک دوسرے کی نظیر ہے۔ کیونکہ باب خلع مین جس سے بدل کی توقع ہے وہ عورت ہے چنانچہ باب نکاح مین جس سے بدل کی توقع ہوتی ہے وہ مرد ہوتا ہے پس اگر عورت نے اپنی منفعت بضع کے مقابلہ مین منفعت زمین قرار دی تو امام ابو یوسف کے نزدیک شوہر کا عورت پر بسبب خلع کے نصف اجر المثل زمین کا واجب ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک شوہر نے بعقد مہر عورت کا قرار دیا ہے اُس سے اور زمین کے اجر المثل سے جو مقدار کم ہو وہ مرد کے واسطے واجب ہوگی۔ اور اگر عورت نے منفعت بضع کے مقابلہ مین نصف پیداوار قرار دی تو بالاجماع سب کے نزدیک شوہر کے واسطے وہ مہر واجب ہوگا جو اُسنے نکاح کے وقت عورت کے واسطے مقرر کیا تھا۔ اور عمداً اخون سے صلح واقع ہونے کا حکم نظیر اس حکم کا ہے جو خلع مین مذکور ہوا ہے کہ جس سے بدل کی توقع ہے یعنے قاتل نے اگر اپنی زمین یا اپنے نفس کے منفعت کو بدل قرار دیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ولی قتیل کو زمین کے اجر المثل کا نصف اور قاتل کے کام کا نصف اجر المثل ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک مقتول کے وارث کو مقتول کی دیت اور تمام زمین کے اجر المثل سے جو کم مقدار ہو وہ ملیگی اور اگر قاتل نے اندرین صورت کہ بیج اُسکی طرف سے ہون نصف پیداوار کو بدل قرار دیا تو (سب کے نزدیک بالاتفاق) ولی قتیل کے واسطے قاتل پر مقتول کی پوری دیت واجب ہوگی اور عفو ہر حال مین مثل نکاح کے صحیح ہے کیونکہ عفو ایسی چیز ہے جو شروط فاسدہ سے ملس

خلع و نکاح کے حلال نہین ہوتا ہی - یہ سب اُس صورت مین ہی کہ عمداً خون سے صلح واقع ہوئی ہو اور اگر قتل خطا سے یا ایسے قتل عمد سے جسمین قصاص نہین لیا جا سکتا ہی صلح واقع ہوئی ہے کہ مال ہی واجب ٹھہرا تو مزارعت و صلح دونون فاسد ہونگی اور ولی مقتول کا حق ارش جنایت یعنے مین قاتل کیطرف ویسا ہی باقی رہیگا جیسا صلح سے پہلے تھا اور جب صلح فاسد ہوئی تو اُسکا وجود و عدم یکسان ہوا پس ولی مقتول کا حق ارش جنایت یعنے مین یون ہی رہا جیسا کہنے بیان کیا ہی کذا فی المحیط

اٹھارھوان باب - مزارعت اور معاملت مین وکیل کرنے کے بیان مین - اگر ایک شخص کو حکم دیا کہ میری زمین مزارعت پر یا میرا باغ خرما معاملت پر دیدے اور اس سے زیادہ نہ کہا تو جائز ہی بشرطیکہ زمین و باغ خرما کو توکیل مین معین کر دیا ہو اور اگر مدت بیان نہ کی تو اس سال کی اول زراعت کی طرف منصرف ہوگا اور اگر پیداوار کا حصہ بیان نہ کیا تو صاحبین کے نزدیک عرف کے ساتھ مقید کیا جائیگا اور ایسا ہی امام اعظم رح کے قیاس پر ہی اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور ایسا ہی حکم باغ خرما کی بٹائی مین ہی - اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو امام اعظم رح کے نزدیک بقلیل و کثیر دینا جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک مقید بعرف ہوگا اور اگر وکیل نے موکل کے حکم سے مخالفت کی تو غاصب ہوجائیگا اور اگر اُسکے حکم کے موافق کاربند رہا تو پیداوار پر قبضہ کرنے کا حق موکل کو حاصل ہوگا بشرطیکہ بیج اُسکی طرف سے ہون اور یہی حکم درختون کی بٹائی مین ہی اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو پیداوار پر قبضہ کرنے کا حق وکیل کو حاصل ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کسی شخص نے اپنی زمین معین مزارعت پر دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے وہ زمین کسی شخص کو مزارعت پر دی اور اس سے شرط کر لی کہ اسمین گیہون بووے یا جو بووے یا تل بووے یا جوار بووے تو یہ جائز ہی - اسیطرح اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین اور اسکے ساتھ بیج مزارعت پر لے پس وکیل نے زمین کو گیہون کے بیج یا جو وغیرہ اقسام حبوب مین سے کسی کے ساتھ لیا تو موکل کے حق مین جائز ہی - اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین مزارعت پر لے پس اُسنے مالک زمین سے اپنے موکل کے واسطے اس شرط سے لی کہ اسمین گیہون کی زراعت کرے یا جو کی زراعت کرے یا اسکے سوائے اور کسی قسم کے اناج کی شرط کی - تو موکل اس زمین مین سوائے اس بیج کے جسکی مالک زمین نے شرط کی ہی کوئی بیج نہین بو سکتا ہی - اور اگر اسیطرح وکیل کیا کہ میری زمین اس سال مزارعت پر دیدے پس وکیل نے گیہون یا جو بونے کے واسطے بعوض ایک کر درمیانی گیہون یا ایک کر کھرے جو یا تل یا جانوال وغیرہ کے جو زمین مین پیدا ہوتے ہین زمین مذکور دیدی تو یہ استحسانًا جائز ہی اور قیاسًا وکیل مخالف ہی سوا سطے کہ موکل تو اسی امر پر راضی ہوا تھا کہ میری زمین مزارعت پر دیدے تاکہ موکل اُسکی پیداوار مین شریک ہو اور وکیل نے اسکے برخلاف فعل کیا کہ اُسنے اجرت معینہ پر اجارہ پر دیدی لیکن امام صدر نے استحسان کیا اور فرمایا کہ وکیل کے فعل سے موکل کا مقصود بطور انفع حاصل ہوا کیونکہ اگر وکیل مزارعت پر دیتا جو کاشتکار اُسمین زراعت نکرتا یا کھیتی پر کوئی آفت آجاتی تو مالک زمین کو کچھ نہ ملتا اور جو فعل وکیل نے کیا ہی اُسمین موکل کا حق بطور دین کے تاجر کے ذمہ ثابت ہوگیا جبکہ مستاجر کو زراعت کرنے کا قابو ملا اگر مستاجر زراعت نکرے یا کھیتی پر آفت آجاوے اور جب وکیل ایسا فعل کرے جو اُسی جنس سے ہو جسکا موکل نے حکم کیا ہی اور جس

خاص فعل کا موکل نے نام لیا ہو اُسکی بہ نسبت موکل کے حق مین زیادہ نافع ہو تو وکیل مخالف نہوگا اور جب وکیل مخالف نہ ٹھہرا تو اُسکا عقد کرنا ایسا ہوگا گویا موکل نے خود ہی عقد کیا ہو پس مستاجر کو اختیار ہوگا کہ جو اُسکی رائے مین آوے زراعت کرے کیونکہ گیہون یا جو وغیرہ کی تقیید اس صورت مین مالک زمین کے حق مین کچھ مفید نہین ہو کیونکہ پیداوار مین اُسکی شرکت نہین ہو بخلاف مزارعت پر دینے کے کہ اُسمین شرکت ہوتی ہو۔ اور اگر وکیل نے زمین مذکور کو بعوض درمون وکپڑون وغیرہ مالون کے ساتھ جنکی زراعت نہین ہوتی ہو اجارہ پر دیا ہو تو یہ عقد اجارہ موکل کے واسطے جائز نہوگا کیونکہ اُسنے جنس مین اختلاف کیا کہ رب الارض نے صریح حکم دیا کہ مزارعت پر دے اور اسکے یہ معنی ہین کہ زمین کا ایسی چیز کے عوض اجارہ دینا جو زمین مین پیدا ہوتی ہو پس جب وکیل نے ایسی چیز کے عوض اجارہ پر دی جو زمین مین نہین پیدا ہوتی ہو تو اُسنے اس چیز کی جنس مین خلاف کیا جسکا موکل نے صریح حکم دیا تھا پس یہ وکیل بمنزلہ ایسے وکیل کے ہو جو ہزار درم کے عوض فروخت کرنے کا وکیل کیا گیا اور اُسنے سو دینار کے عوض فروخت کی کہ یہ بیع موکل کے حق مین نافذ نہوگی بخلاف اسکے اگر اُسنے دو ہزار درم کے عوض فروخت کی۔ تو استحساناً نافذ ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین مزارعت پر لے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس وکیل نے ایک کر گیہون وغیرہ اناج کے عوض اجارہ پر لی تو جائز نہین ہو لیکن اگر بیع مالک زمین کی طرف سے ہون اور وکیل نے زمین مذکور اس شرط سے لی کہ تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مالک زمین پر واجب ہوگا کہ ایک کر گیہون دے یا جو زمین مین پیدا ہوتا ہو شرط کیا تو جائز ہو اور اگر وکیل نے مالک زمین کے ذمہ درم یا کپڑے شرط کیے تو جائز نہین ہو لیکن اگر موکل اس سے راضی ہو جاوے تو ہو سکتا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ لو وکلہ بان یاخذ بالمزارعۃ بالثلث اگر وکیل کو اسواسطے وکیل کیا کہ یہ زمین میرے واسطے تہائی کے ساتھ بٹائی دینے پر لے پس وکیل نے اُسکو اس شرط سے لیا کہ کاشتکار اُسمین زراعت کرے اور تہائی پیداوار کاشتکار کی اور دو تہائی مالک زمین کی تو یہ عقد کاشتکار کے حق مین جائز نہوگا اسواسطے کہ جو کلام کاشتکار نے کہا ہو اُسکا موقع یہ ہو کہ مالک زمین کے واسطے تہائی ہو کیونکہ ہمنے بیان کر دیا کہ مالک زمین ہی اپنی زمین کی منفعت کے عوض پیداوار کا مستحق ہو پس جب لفظ پر حرف باء داخل ہو وہ پیداوار مین سے اُسیکا حصہ ہوگا حالانکہ وکیل نے اُسکے ضد و برخلاف کیا۔ اور اگر موکل نے اُسکو یون حکم کیا کہ یاخذ الارض والثلث کہ زمین اور تہائی لے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو یہ عقد کاشتکار کے حق مین جائز ہوگا کیونکہ اسمین معقود علیہ کاشتکار کا عمل ہو اور وہ بمقابلہ اپنے کام کے پیداوار کا مستحق ہو جب وکیل نے اُسکے واسطے تہائی کی شرط کی تو اُسکے حکم کا فرمانبردار ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری زمین اس سال ایک کر میانی گیہون کے عوض اجارہ پر دیدے اور وکیل نے اُسکو آدھے کی بٹائی پر دیدیا بدین شرط کہ کاشتکار اُسمین گیہون کی زراعت کرے اور کاشتکار نے زراعت کی تو وکیل مخالف ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میری زمین تہائی کی بٹائی کے ساتھ مزارعت پر دیدے اور وکیل نے اس شرط سے دیدی کہ تہائی مالک زمین کی ہو تو یہ جائز ہو اور اگر مالک زمین نے کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ کاشتکار کے واسطے تہائی ہو تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی لیکن اگر بیع اُسکی طرف سے ہون تو ایسی صورت

مین قول اُسیکا قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہے

اُنیسوان باب ۔ کاشتکار پر ضمان واجب ہونے کے بیان مین ۔ اگر کاشتکار نے باوجود قدرت پانے کے زمین کا سینچنا ترک کیا یہان تک کہ کھیتی خشک ہوگئی تو اُگی ہوئی کھیتی کا ضامن ہوگا اور قیمت اندازہ کرنے مین وہ وقت معتبر ہے کہ جب کھیتی ایسی حالت مین تھی کہ اسکو پانی نہ دینا مضر تھا پس اگر ایسی حالت مین کھیتی کی کچھ قیمت نہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت لگائی جاوے پس جسقدر دونون اندازون مین فرق ہو اُسکے نصف کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے ۔ کاشتکار نے پانی دینے مین تاخیر کی پس اگر یہ تاخیر معتاد ہو کہ ایسا لوگ کرتے ہون تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے ۔ اگر کاشتکار نے کھیتی کی حفاظت چھوڑ دی حتے کہ اُسکو کوئی آفت جیسے جانورون کا چر جانا وغیرہ پہونچی تو ضامن ہوگا ۔ اور اگر اُسنے پیٹیلون کو نہ ہانکا حتے کہ ٹیڑیون نے کھیتی پاٹ لی تو دیکھا جائیگا کہ اگر ٹیڑیان اس کثرت سے تھین کہ اُنکا ہانکنا اور دفع کرنا اس سے ممکن نہ تھا تو اسپر ضمان واجب نہوگی ۔ اور حاصل یہ ہے کہ جس صورت مین کاشتکار نے حفاظت باوجود قادر ہونے کے چھوڑ دی ہے اسپر ضمان واجب ہوگی ورنہ واجب نہوگی ۔ یہ اُسوقت ہے کہ کھیتی پختہ نہوئی ہو اور اگر پختہ ہوگئی ہو تو کاشتکار پر حفاظت چھوڑ دینے سے ضمان واجب نہوگی کذا فی الذخیرہ قال اللہ تعالیٰ جمہ والمافی بلادنا فینبغی ان یجب خلاف فی ذلک فیما اذا کان الزرع بقلا او مدرکا فافہم ۔ زاری نے اگر کدس کی حفاظت رات مین چھوڑ دی تو ضامن ہوگا بشرطیکہ رات مین اُسکے ذمہ حفاظت کرنے کا رواج ہو یہ قنیہ مین ہے ۔ فتاوای ابواللیث مین ہے کہ اگر کاشتکار نے بدون اجازت اُس شخص کے جسنے زمین مزارعت پر دی ہے یعنی زمین دہندہ کی کھیتی کو کاٹا اور کھلیان کیا اور روندا اور یہ امر دہندہ نے اُسکے ذمہ شرط کیا تھا تو دہندہ کا حصہ کاشتکار کو دینے کے ذمہ مضمون ہوگا اور اگر دہندہ نے یہ امر اُسکے ذمہ شرط کیا ہو پھر کاشتکار نے اس فعل مین غفلت کی یہان تک کہ کھیتی تلف ہوگئی تو فقیہ ابوبکر بلخی نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا ۔ اور فقیہ ابواللیث نے ذکر کیا کہ اگر کاشتکار روندنے مین اسقدر تاخیر کی کہ اُسکے مثل لوگ تاخیر نہین کرتے ہین تو ضامن ہوگا اور اگر ایسی تاخیر کی کہ اُسکے مثل لوگ تاخیر کرتے ہین تو ضامن نہوگا اور یہ بنا بر مختار ائمہ بلخ کے ہے کہ ان کاموں کا کاشتکار کے ذمہ شرط کرنا صحیح ہے کذا فی المحیط ۔ اسیطرح کپاس کی روئی جب پھول جاوے تو اُسکے چُن لینے مین بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے ۔ کاشتکار نے جَو و ترکیہون میدان صحرا مین نہ ڈالے حالانکہ عقد مین یہ فعل اُسکے ذمہ مشروط تھا تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے ۔ مجموع النوازل مین امام ابویوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک کھیتی دو آدمیون مین مشترک ہو اُنمین سے ایک نے اُسکو پانی دینے سے انکار کیا تو اُسپر جبر کیا جائیگا اور اگر حاکم کے پاس اس امر کے مرافعہ کرنے سے پہلے کھیتی خراب ہوگئی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر قاضی کے پاس مرافعہ کرنے اور قاضی کے سینچنے کا حکم دینے کے بعد اُسنے سینچنے سے انکار کیا ۔ اور کھیتی خراب ہوگئی تو ضامن ہوگا کذا فی الذخیرہ والخلاصہ ۔ فتاوای نسفی مین ہے کہ مالک زمین کا بیل کاشتکار کے پاس ہے کاشتکار نے اُسکو چرواہے کے پاس چراگاہ بھیجا تو کاشتکار ضامن نہوگا اور نہ چرواہا ضامن ہوگا اور جو بیل مستعار ہو یا کرایہ پر لیا گیا ہو اُسکا بھی یہی حکم ہے ۔ شیخ امام ابوبکر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین مشائخ سے روایات

مضطرب آئے ہین اور فتوے اس روایت مذکورہ پر ہی کیونکہ مستودع مال ودیعت کو مثل اپنے مال کے حفاظت کرتا ہی اور وہ اپنے بیل کو چراگاہ مین محفوظ جانتا ہی پس ایسی ہی ودیعت کے بیل کے ساتھ ہی۔ اور اگر اُسنے بیل کو چرتا چھوڑدیا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فتوے اسپر ہی کہ وہ ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی امام محمد رحمہ اصل مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اس شرط سے دی کہ اس سال اُسمین زراعت کرے اور معاوضہ مین ایک کر گیہون جو کاشتکار کے پاس موجود ہین قرار دیے تو جائز ہی پس اگر پورے سال کاشتکار مذکور نے زراعت کی پھر جب سال گذر گیا اور کھیتی کاٹنے کے لائق ہو گئی تو کاشتکار نے وہ کر جسکے عوض زمین اجارہ پر لی تھی تلف کر دیا تو کاشتکار کے ذمہ زمین کا اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو اور اس اناج کے مثل اناج اُسپر واجب نہوگا کہ جب اجارہ فاسد ہوا تو کاشتکار پر لازم آیا کہ منفعت زمین جو اُسنے پوری حاصل کی ہی واپس کرے مگر چونکہ منفعت بعینہ واپس کرنا متعذر ہی اسواسطے اُسکے ذمہ قیمت منفعت یعنے اجر المثل واپس کرنا واجب ہوا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کا شہر تلف کر دیا یعنے غیر شخص کے شرب سے پانی اپنی زمین تک پہنچی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور اسی پر فتوی ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ بذریعہ فتوے دریافت کیا گیا کہ رواج یہ ہی کہ باغبان گرمیون مین باغ مین رہتے ہین اگر کوئی باغبان گرمیون مین باغ مین نرہا اور باغ کو ضائع چھوڑ دیا حتے کہ کسی نے درخت کاٹ لیا یا چوب وارنج لے گئے تو بالاتفاق جواب استفتا سب مشائخ نے یہی دیا کہ باغبان پر ضمان واجب ہوگی اور اسی جنس کا یہ مسئلہ ہی کہ اہل سمرقند کا رواج یہ ہی کہ جاڑون مین باغبان محلون مین رہتے ہین باغون مین نہین رہتے ہین لیکن گرمیون مین باغون مین جاتے ہین اور اُنکو دیکھ بھال آتے ہین اور اس دیکھ بھال کو منجملہ حفاظت کے سمجھتے ہین اور اگر جاڑون مین کوئی شخص باغ مین آیا اور چوب وارنج لے گیا یا درخت کاٹ لیا تو حکم ہی کہ اگر باغبان نے معمولی دیکھ بھال کرلی ہو تو ضامن نہوگا اور اگر معمولی دیکھ بھال نکی ہو تو ضامن ہوگا کذا فی المحیط

بیسوان باب - مزارعت و معاملت مین کفالت کے بیان مین - اگر مزارعت و معاملت مین کفالت بالزراعۃ شرط کی اور بیج کاشتکار کی طرف سے ہی تو دونون فاسد ہو جائینگے اور اگر مزارعت مین کفالت مشروط نہو تو کفالت باطل ہوگی اور مزارعت صحیح ہوگی اور وجہ یہ ہی کہ ہرگاہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہی تو کام کرنا اُسکے ذمہ مضمون نہین ہی جاہے کام زراعت انجام دے یا مزارعت ترک کر دے اور غیر مضمون کی کفالت فاسد ہوتی ہی پس جب مزارعت مین ایسی کفالت شرط کی تو ایسی شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین ہی پس مثل بیع و اجارہ کے عقد فاسد ہوگا اور اگر عقد مین ایسی کفالت مشروط نہو تو عقد شرط مفسد سے خالی ہوگا پس عقد صحیح رہیگا - اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہو پس دو حال سے خالی نہین یا تو مزارعت مین کاشتکار کا اپنے ہاتھون کام انجام دینا مشروط ہی یا ایسی شرط نہین ہی پس اگر مشروط نہین ہی تو کفالت و مزارعت دونون صحیح ہونگی خواہ یہ امر عقد مین مشروط کیا ہو یا بعد عقد کے شرط کر لیا ہو کیونکہ کفیل نے ایسے مضمون کی کفالت کی جسکا استیفاء کفیل سے ممکن ہی کیونکہ یہ کام کاشتکار کے ذمہ مضمون ہی کہ اُسکے ایفاء پر مجبور کیا جا سکتا ہی اور بحکم مزارعت اُسکے ذمہ لازم ہو گیا اُسکا استیفاء کفیل سے ممکن ہی - اور اگر مکفول لہ نے کفیل کو کام کے واسطے پکڑا اور کفیل نے یہ کام انجام دیا تو کاشتکار

کفیل کے واسطے اُسکے کام کا اجرالمثل واجب ہوگا۔ اور اگر کاشتکار پر آپ کام انجام دینا مشروط ہو پس اگر کفالت عقد مزارعت مین مشروط ہو تو دونون فاسد ہو جائینگی اور اگر عقد مین مشروط نہو تو مزارعت صحیح ہوگی اور کفالت باطل ہوگی اور وجہ یہ ہو کہ کفیل نے ایسے فعل کی کفالت کی جسکا استیفاء کفیل سے ممکن نہین ہو کیونکہ جسطرح کاشتکار کے ہاتھون سے کام ہوگا وہ غیر سے ممکن نہین ہو پس یہ کفالت باطل ہوگی جیسا کہ اجارہ مین ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور عقد معاملہ مین اگر مالک بالغ نے ماذل سے اسکے کام کا کفیل لیا تو اسکا حکم نظیر حکم مزارعت ہو جبکہ مزارعت مین مالک زمین کیطرف سے بیج ہون۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر دی اور مالک زمین نے کاشتکار سے اپنے حصہ کا کفیل لیا یا کاشتکار نے مالک زمین سے اپنے حصہ کا کفیل لیا تو یہ کفالت فاسد ہو پس اگر عقد مزارعت مین مشروط ہوگی تو مزارعت فاسد ہوگی اور اگر مشروط نہوگی تو مزارعت فاسد نہوگی اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے سے اپنے حصہ کی بابت اس امر کا کفیل لیا کہ دوسرا میرا حصہ تلف نکرے تو ضامن ہو پس اگر ایسی کفالت عقد مزارعت مین مشروط ہو تو مزارعت فاسد اور کفالت جائز ہوگی۔ اور اگر مزارعت مین مشروط نہو تو مزارعت و کفالت دونون جائز ہونگی۔ اور اگر مزارعت فاسد ہو اور ہر ایک نے دوسرے سے اپنے حصہ زراعت کی بابت کفیل لیا تو کفالت باطل ہوگی

کذا فی المحیط

الکیسوان باب - نابالغ وماذون کی مزارعت کے بیان مین۔ غلام ماذون نے اگر اپنی زمین شرائط کے ساتھ مزارعت پر دی تو مزارعت جائز ہو بنا بر قول اُس مجتہد کے جو جواز مزارعت کا قائل ہو خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا ماذون کی طرف سے۔ اسیطرح اگر اُسنے مزارعت پر کوئی زمین بشرائط مزارعت لی تو بھی جائز ہو اور اسیطرح جس نابالغ لڑکے کو اپنے باپ یا وصی کی طرف سے تجارت کی اجازت حاصل ہو وہ زمین کو مزارعت پر لینے دینے کا اختیار رکھتا ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر ماذون نے ایک زمین مزارعت پر دی پھر اُسکے مولے نے اُسکو مجور کر دیا تو وہ حال سے خالی نہین یا تو بیج غلام کی طرف سے ہونگے۔ یا کاشتکار کی طرف سے ہونگے۔ پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو مزارعت باقی رہیگی خواہ مولے نے اُسکو قبل زراعت کے مجور کیا ہو یا بعد زراعت کے۔ اور اگر بیج ماذون کیطرف سے ہون پس اگر بعد زراعت کے مجور کیا ہو تو مزارعت باقی رہیگی اور اگر قبل زراعت کے مجور کیا ہو تو مزارعت ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر ماذون نے کوئی زمین مزارعت پر لی پھر مولے نے اُسکو مجور کر دیا پس اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو مزارعت باقی رہیگی اسواسطے کہ غلام کی طرف مزارعت لازم ہوگی پس اُسکے حق مین مجور کرنا کارآمد نہوگا اور اگر بیج ماذون کی جانب سے ہون تو بعد زراعت کے مجور کرنے کی صورت مین یہی حکم ہو کیونکہ مزارعت لازم ہوگئی اور قبل زراعت کے مزارعت باطل ہو جائیگی یعنی مولے کو اختیار ہو کہ اُسکو کار زراعت سے منع کرے کیونکہ زراعت اُسپر لازم نہین ہو پس مجرد کار آمد ہوا اور باوجود مجرد کے کار زراعت انجام دینا متعذر ہوا پس معقود علیہ فوت ہو گیا پس عقد فسخ ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر غلام ماذون نے اپنی زمین و بیج کسی شخص کو اسلئے آدھے کی بٹائی پر مزارعت کے واسطے دی پھر مولے نے [illegible] سے منع کر دیا اور مزارعت فسخ کر دی۔

لیکن اُسنے اپنے غلام کو مجبور نہین کیا تو مزارعت برحال خود باقی رہیگی اور مولی کی ممانعت کارآمد نہوگی اور کاشتکار کو زراعت لانے کا اختیار رہوگا کیونکہ یہ حجر خاص اذن عام پر واقع ہوا ہی پس صحیح نہوگا اسیطرح اگر غلام ماذون نے کوئی زمین مزارعت پر لی اور بیچ ماذون کیطرف سے تھی پس مولی نے اُسکو منع کیا اور مجبور نکیا تو اُسکی ممانعت کارآمد نہوگی اور ماذون زراعت کرسکتا ہی اور وجہ وہی ہی جو ہمنے بیان کردی ہی یہ محیط مین ہی۔ نابالغ یا غلام مجبور نے اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر کسی کاشتکار کو دی تو یہ باطل ہی پس اگر کاشتکار نے کام کیا اور کھیتی پیدا ہوئی اور مزارعت سے نقصان نہوا تو استحساناً پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی اور اگر زراعت سے زمین مین نقصان آیا تو کاشتکار نقصان کا ضامن ہوگا اور پیداوار پوری اُسکی ہوگی اور جب غلام آزاد ہوجائیگا تو کاشتکار نے جو مال نقصان اُسکے مولی کو دیا ہی وہ غلام مذکور سے واپس لیگا اور نابالغ سے بعد بالغ ہونے کے یہ مال نہین لے سکتا ہی پھر غلام اُس کاشتکار سے نصف پیداوار لے لیگا اسمین سے غلام کو اُسقدر ملیگا جسقدر اُسنے کاشتکار کو تاوان دیا ہی اور اگر کچھ باقی رہا تو وہ زیادتی مولی کی ہوگی اور اگر مولے نے کہا کہ مین نقصان نہین نہین دیکھتا ہون اور آدھی پیداوار لینے پر راضی ہون تو غلام کی آزادی سے پہلے اور بعد اُسکو یہ اختیار ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر بیچ ماذون کیطرف سے ہون تو مزارعت صحیح نہین ہی خواہ مزارعت سے زمین مین نقصان آیا ہی یا نہ آیا ہی۔ اور اگر شخص آزاد نے اپنی زمین بشرائط مزارعت کسی غلام محجور یا طفل صغیر کو جو مقاد کو جانتا ہی مزارعت پر دی پس اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور غلام کاشتکار عمل سے زندہ بیج رہا تو قیاس سے یہ حکم ہی کہ مزارعت باطل ہی اور پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور استحساناً مزارعت صحیح ہی اور تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی۔ اور اگر کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے کے بعد غلام یا طفل مرگیا تو اسمین دو صورتین ہین یا تو اپنی موت سے مرا یا لینے مشقت کاشتکار سے مرا تو مالک زمین غلام کی صورت مین غلام کی قیمت تاوان دیگا اور لڑکے کی صورت مین کچھ ضامن نہوگا اور جب اُسنے غلام کی قیمت تاوان دیدی تو پوری پیداوار مالک زمین کیطرف سے ہوگی اور طفل کی صورت مین پیداوار مالک زمین و وارثان طفل کے درمیان موافق شرط کے مشترک ہوگی وجہ دوم یہ کہ دونون مشقت کاشتکار زراعت سے مرگئے تو غلام کی صورت مین مالک زمین اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ ایسے کام سے مرا ہو جو اُسنے زمین مین کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے کیا ہی یا ایسے فعل سے جو اُسنے کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے بعد کیا ہی اور پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی۔ غلام کے مولے کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اور طفل کاشتکار ہونے کی صورت مین اگر طفل مذکور ایسے کام سے مرا جو اُسنے زمین مین کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے کیا ہی تو مالک زمین کی مددگار برادری پر طفل مذکور کی دیت واجب ہوگی اور اگر ایسے کام سے مرا جو اُسنے زمین مین کھیتی کاٹنے کے لائق ہوجانے کے بعد کیا ہی تو ضمان واجب نہوگی۔ اور اگر مسئلہ مذکورہ مین بیج غلام یا طفل کیطرف سے ہو تو پوری پیداوار طفل و غلام کی ہوگی اور مالک زمین کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اور ان دونون پر کچھ اجرت زمین واجب نہوگی اور نہ تاوان نقصان زمین لازم ہوگا پس تاوان نقصان اسوجہ سے لازم نہوگا کہ دونون نے زراعت مالک زمین کی اجازت سے

گی ہو اور اجرت زمین واجب ہونا جو فرمایا اس سے یہ مراد ہے کہ غلام پر فی الحال اجرت واجب ہوگی مگر بعد آزاد ہونے کے واجب ہوگی اور لڑکے کی صورت مین لڑکے پر فی الحال وبعد بلوغ کے دونون وقتون مین اجرت واجب ہوگی پس غلام محجور تو اپنے اقوال کی ضمانت مین بعد آزاد ہونے کے پکڑا جاتا ہے۔ اور قبل آزاد ہونے کے نہین ماخوذ ہوتا ہے اور طفل محجور کبھی ماخوذ نہین ہوتا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک وصی جس یتیم کا وصی تھا اُسکی زمین خود مزارعت پر لیا کرتا تھا پس مشائخ مین سے بعض نے فرمایا کہ مطلقاً جائز ہے جیسے کسی دوسرے کو مزارعت پر دینے کا حکم ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر بیچ یتیم کی طرف سے ہون تو نہین جائز ہے کیونکہ اسمین فی الحال اُسکے بیجون کا اتلاف ہے اور اگر بیچ وصی کی طرف سے ہون تو جائز ہے کیونکہ وصی اُسکی زمین کا اجارہ لینے والا ہو جائیگا پس یہ امر بمنزلہ اسکے ہوا کہ وصی نے خود یتیم کو اجارہ پر مقرر کیا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے کہ یہ یتیم کے حق مین بہتر ہے۔ اور مختار یہ ہے کہ اگر اجر المثل یا ضمان المثل یا ضمان النقصان تخم یتیم کے حق مین بہ نسبت اُس حصہ پیداوار کے جو اُسکو ملتا ہے بہتر ہو تو مزارعت جائز نہین ہے (یعنے اُسکو یہ تاوان دلایا جائیگا اور تمام پیداوار وصی کی ہوگی) اور اگر حصہ پیداوار یتیم کے حق مین بہتر ہو تو مزارعت جائز ہوگی اسواسطے کہ پوری نظر شفقت یتیم کے حق مین یون ہی ہے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر وصی نے یتیم کے بیج لیکر اُسکی زمین مین بوئے اور مزارعت پر گواہ کر لیے تو اُسنے بیج قرض لیے اور زمین اجارہ پر لی پس اگر پیداوار یتیم کے حق مین بہتر ہوگی تو اُسکو پیداوار ملیگی اور اگر اجرت زمین اُسکے حق مین بہتر ہوگی تو اُسکو اجرت ملیگی یہ فتاوی کبری مین ہے

بائیسوان باب

مالک زمین وکاشتکار کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ جو اختلاف مالک زمین وکاشتکار کے درمیان واقع ہوتا ہے وہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ دونون جواز مزارعت وفساد مزارعت مین اختلاف کرین یعنے ایک شخص اسطرح مدعی جواز ہو۔ کہ مزارعت آدھی یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ حصے کی شرط سے جو پیداوار مین موجب قطع شرکت نہین ہے واقع ہوئی ہو اور دوسرا شخص ایسی شرط کا دعوے کرے جو پیداوار مین شرکت کو قطع کرتی ہے اور اسکی چند صورتین ہین ایک یہ کہ چند قفیز معلومہ پر مزارعت واقع ہونے کا دعوے کرے دوم یہ کہ نصف پیداوار مین دس قفیز زیادتی کا دعوے کرے سوم یہ کہ نصف پیداوار سے دس قفیز کمی کا دعوے کرے۔ پس اگر ایک نے نصف یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ حصہ پیداوار پر مزارعت مشروط ہونے کا دعوی کیا اور دوسرے نے چند قفیز معلومہ پر مزارعت مشروط ہونے کا دعوے کیا تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون پس اگر قبل زراعت کے ایسا اختلاف ہوا تو مدعی فساد کا قول قبول ہوگا خواہ مدعی فساد مالک زمین ہو یا کاشتکار ہو اور دونون سے ایک دوسرے کے دعوے پر باہم قسم نہ لیجائیگی اور اگر قبل زراعت کے ایسا اختلاف کرکے دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو گواہ اُسکے مقبول ہونگے جو جواز مزارعت کا دعوے کرتا ہے۔ اور اگر ایسا اختلاف زراعت کے بعد پڑا تو جسکے بیج مین اُسکا قول قبول ہوگا خواہ وہ جواز کا مدعی ہو یا فساد کا مدعی ہو خواہ زمین مین کچھ کھیتی اُگی ہو یا نہ اُگی ہو اور اگر دونون نے

گواہ قائم کیے تو مدعی جواز کے گواہ قبول ہونگے - دوم یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور اس صورت مین مالک زمین ویسا ہی جیسا صورت اول مین کاشتکار تھا پس صورت اول مین جو احکام کاشتکار کیواسطے مذکور ہوئے ہین وہ سب اس صورت مین مالک زمین کے واسطے ثابت ہونگے - یہ بیان اس صورت کا ہی کہ ایک نے نصف وثلث وغیرہ حصہ کا دعوے کیا ہی اور دوسرے نے چند قفیز معلومہ کا دعوی کیا ہی اور اگر ایک نے نصف پیداوار مشروط ہونے کا دعوی کیا اور دوسرے نے نصف پیداوار کے ساتھ زیادہ دس قفیز مشروط ہونے کا دعوی کیا تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور اس صورت مین اگر دس قفیز کے زیادہ ہونے کا مدعی بیجون کا مالک ہو یعنے مالک زمین تو کاشتکار کا قول جو فقط نصف پیداوار مشروط ہونے کا دعوے کرتا ہی مقبول ہوگا خواہ ایسا اختلاف قبل زراعت کے ہو یا بعد زراعت کے واقع ہو - اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو جو شخص دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کا دعوی کرتا ہی اُسکے گواہ مقبول ہونگے - اور اگر دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کا مدعی وہ شخص ہو جسکی طرف سے بیج نہین ہین یعنے کاشتکار پس اگر دونون نے قبل زراعت کے ایسا اختلاف کیا تو مدعی جواز کا قول قبول ہوگا یعنے جسکی طرف سے بیج ہین اور اگر بعد زراعت کے ایسا اختلاف کیا تو جسکی طرف سے بیج نہین ہین یعنے کاشتکار کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے اپنے گواہ قائم کیے تو جو شخص دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کو ثابت کرتا ہو اُسکے گواہ قبول ہونگے - یہ اُسوقت ہی کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور اگر کاشتکار کیطرف سے ہون تو اس صورت مین کاشتکار ویسا ہی ہوگا جیسا صورت اول مین مالک زمین ہی پس جو احکام مالک زمین کے واسطے اس صورت مین مذکور ہوئے ہین وہ سب اس صورت مین کاشتکار کے واسطے ہونگے - یہ اُسوقت ہی کہ ایک نے نصف حصہ مشروط ہونے کا اور دوسرے نے نصف کے ساتھ دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کا دعوی کیا ہو - اور اگر دوسرے نے نصف سے دس قفیز کم مشروط ہونے کا دعوے کیا ہو تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہو اور اسمین بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اختلاف بعد زراعت کے ہو پس اگر زمین مین کچھ کھیتی اُگی ہو اور نصف مشروط ہونے کا مدعی وہ ہو جسکی طرف سے بیج نہین ہین یعنے کاشتکار تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ کاشتکار کے قبول ہونگے اور اگر زمین مین کچھ کھیتی اُگی نہو تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی اُسیکے جسکی طرف سے بیج ہین یعنے مالک زمین کے قبول ہونگے - یہ اُسوقت ہی کہ بعد زراعت کے دونون نے اختلاف کیا اور دوم یہ کہ دونون نے قبل زراعت اختلاف کیا تو اسمین بھی دو صورتین ہین کہ مدعی صحت وہ شخص ہو - جسکی طرف سے بیج ہین پس قول اُسیکا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی اُسیکے قبول ہونگے - اور اگر مدعی صحت کاشتکار ہو تو قول مالک زمین کا اور گواہ کاشتکار کے قبول ہونگے کذا فی الذخیرہ - یہ سب جو مذکور ہوا ہی اس صورت مین ہی کہ دونون نے عقد مزارعت کے جائز ہونے وفاسد ہوتے مین اختلاف کیا ہو اور اگر دونون نے عقد جائز ہونے پر اتفاق کیا مگر مقدار مشروط مین

اختلاف کیا مثلاً جسکی طرف سے بیج ہین اُسنے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے تہائی پیداوار شرط کی ہر اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے میرے واسطے نصف پیداوار شرط کی ہر تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور اس صورت مین اگر قبل زراعت کے اختلاف واقع ہوا اور دونون مین سے کسی ایک کے پاس یا دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو دونون سے ہر ایک کے دعوے پر قسم لیجاویگی اور پہلے کاشتکار سے قسم لینی شروع کیجائیگی اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف رح کا پہلا قول ہر اور دوسرا قول امام ابو یوسف رح کا یہ ہر کہ پہلے مالک زمین سے قسم لینی شروع کیجائیگی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رح کا دوسرا قول یہ ہر کہ پہلے کاشتکار سے قسم لیجائیگی اور یہی امام محمد کا قول ہر پھر اگر دونون نے قسم کھالی تو قاضی دونون کے درمیان عقد فسخ کر دیگا بشرطیکہ دونون مین سے کوئی فسخ کی درخواست کرے اور اگر دونون کے قسم کھا لینے کے بعد کسی ایک نے گواہ قائم کیے پس اگر قاضی دونون کے درمیان سے عقد کو فسخ کر چکا ہو تو اُسکے گواہون کیطرف التفات نکریگا اور اگر ہنوز قاضی نے عقد فسخ نکیا ہو تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے - اور باہمی قسم واقع ہونے سے پہلے دونون مین سے جسنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اُسکے گواہ قبول ہونگے - اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو کاشتکار کے گواہ قبول ہونگے یہ اُسوقت ہر کہ قبل زراعت کے دونون نے اختلاف کیا - اور اگر زراعت کے بعد دونون نے اختلاف کیا پس اگر دونون مین سے کسی نے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو کاشتکار کے گواہ قبول ہونگے - اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو دونون سے باہم قسم نہ لیجائیگی یہ سب اُس صورت مین ہر کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو اس صورت مین کاشتکار ایسا ہی ہر جیسا کہ صورت اول مین مالک زمین ہر پس اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک زمین کے مقبول ہونگے اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون پس اگر بعد زراعت کے اختلاف ہو تو دونون سے باہمی قسم نہ لیجائیگی اور اگر قبل زراعت کے اختلاف ہو تو دونون سے باہمی قسم لیجائیگی اور پہلے مالک زمین سے قسم شروع کیجائیگی - اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو کتاب مین مذکور ہر کہ اس مسئلہ مین دونون سے باہمی قسم لیجائیگی یہ مجمول ایسی صورت پر ہر کہ جبون نے مالک سے یہ کہا ہو کہ مین مزارعت کو نہین توڑتا ہون اور اگر اُسنے کہا کہ مین مزارعت کو توڑتا ہون تو باہمی قسم کے کچھ معنی نہین ہین - یہ سب جو ہمنے ذکر کیا اُس صورت مین کہ دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ بیج اس شخص کی طرف سے ہین کذا فی المحیط - اور اگر دونون مین سے ایک یا دونون مرگئے اور دونون کے وارثون نے حصص کی شرط مین اختلاف کیا تو مالک زمین سے وارثون کا قول اور کاشتکار کے وارثون کے گواہ قبول ہونگے - اور اگر دونون نے اسطرح پر اختلاف کیا کہ بیج کسکی طرف سے ہین تو قول کاشتکار اور اُسکے وارثون کا قبول ہوگا اور گواہ مالک زمین و اُسکے وارثون کے قبول ہونگے - اور اگر دونون نے بیجون و شرط مین اختلاف کیا اور دونون سے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک زمین کے قبول ہونگے کیونکہ وہی خارج ہر اور کاشتکار صاحب الید یعنے فی الحال قابض ہر یہ محیط سرخسی مین ہر - ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین زراعت کی پھر جب کھیتی کاٹی تو مالک زمین نے کہا

کرتو میرا اجیر تھا تو نے میرے بیجون سے زراعت کی تھی اور کاشتکار نے کہا کہ مین کاشتکار تھا مین نے اپنے بیجون سے زراعت کی ہے تو قول کاشتکار کا قبول ہوگا کیونکہ دونون نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ بیج کاشتکار کے قبضہ مین تھے پس اس صورت مین قول قابض کا قبول ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر ایک شخص نے اپنی زمین و بیج دو شخصون کو اس شرط سے دیے کہ دونون اس زمین مین اس سال زراعت کرین اور جو کچھ اسمین اللہ تعالے پیدا کرے اُسمین سے اس شخص کا تہائی ہوگا اور مالک زمین کا دو تہائی ہوگا اور دوسرے کاشتکار کے واسطے مالک زمین پر سودرم ہونگے تو یہ مزارعت موافق شرط کے جائز ہے کیونکہ مالک زمین نے دونون مین سے ایک کو بعوض بدل معلوم یعنے سودرم کے کسیقدر مدت معلومہ کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا اور دوسرے کو حصہ پیداوار کے عوض مدت معلومہ تک کام کرنے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا اور ان دونون عقدون مین سے ہر ایک تنہا جائز ہے پس دونون کو جمع کردینے کی صورت مین بھی جائز ہے پھر اگر زمین مین بہت پیداوار ہوئی اور دونون عاملون نے باہم اختلاف کیا اور ہر ایک نے دعوی کیا کہ مالک نے جسکے واسطے تہائی پیداوار شرط کی ہے وہ مین ہون تو مالک زمین کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ میرے واسطے تہائی مشروط تھی تو جسکے واسطے مالک زمین نے تہائی کا اقرار کیا ہے وہ مالک زمین کے اقرار سے تہائی پیداوار لیگا اور دوسرا اپنے گواہون سے تہائی پیداوار لیگا اسکو اجرت مین سے کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ تہائی پیداوار کے استحقاق کے ساتھ ضرور ہے کہ اجرت متحقق ہو جسکا مالک زمین نے اقرار کیا ہے اور اگر زمین مین کچھ نہ پیدا ہوا اور دونون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ جسکے واسطے مالک نے اجرت قرار دی ہے وہ مین ہون تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک زمین پر ہر ایک کے واسطے سودرم اجرت واجب ہوگی پس ایک کے واسطے اسوجہ سے کہ مالک نے اُسکے واسطے اقرار کیا ہے اور دوسرے کے واسطے اسوجہ سے کہ اُسنے اپنے گواہون سے ثابت کی ہے اور اس صورت مین اور نیز صورت اول مین ان دونون کے گواہون کے مقابلہ مین مالک زمین کے گواہون کیطرف التفات نکیا جائیگا اور اگر مالک زمین نے اپنی زمین دو کاشتکارون کو اس شرط سے دی کہ دونون اپنے بیجون سے اسمین زراعت کرین اور جو کچھ اسمین پیدا ہوگا اُسمین سے خاص اس ایک کے واسطے نصف پیداوار ہوگی اور مالک زمین کے واسطے اسپر سودرم اجرت واجب ہوگی اور دوسرے کے واسطے تہائی پیداوار ہوگی اور مالک زمین کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا تو یہ جائز ہے اسواسطے کہ اُسنے اپنی زمین دونون کو اجارہ پر دی یعنے نصف زمین خاص ایک کاشتکار کو بعوض سودرم اجرت کے دی اور نصف زمین دوسرے کو اس نصف کی پیداوار مین سے تمام زمین کی پیداوار کی تہائی کے حساب سے دینے پر دی اور ان دونون عقدون مین سے ہر ایک تنہا صحیح ہے پس باجتماع بھی صحیح ہے پھر اگر دونون نے زمین مذکور مین زراعت کی اور زمین مین پیداوا ہوا پس دونون مین سے ہر ایک نے مالک زمین سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے چھٹا حصہ زراعت شرط کیا ہے پس دونون مین سے ہر ایک اپنے زعم مین جسقدر شرط کرنے کا زعم کرتا ہے اُسمین اُسکا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو مالک زمین کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر زمین مین زراعت کے بغیر پیدا ہوئی اور دونون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ جسنے اجرت زمین دینے کی شرط کی تھی وہ

مین ہون اور مالک زمین نے دونون مین سے ایک پر اجرت کا دعوی کیا اور دوسرے پر چھٹے حصہ پیداوار کا دعوی کیا تو مالک زمین نے جسپر اجرت کا دعوے کیا ہی اُس سے اجرت لے لیگا کیونکہ دونون نے اُسپر اجرت مشروط ہونے پر اتفاق کیا ہی اور دوسرے پر مالک نے بعض پیداوار کا دعوی کیا حالانکہ وہ منکر ہی تو قول منکر کا قبول ہوگا اور مالک زمین سے کہا جائیگا کہ تو نے اُسپر چھٹے حصہ پیداوار کا دعوے کیا ہی اُسکے گواہ پیش کر۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک زمین کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دو شخصون نے اپنی زمین ایک کاشتکار کو اس شرط سے دی کہ اسمین اپنے بیجون وکام سے زراعت کرے اور جو کچھ اسمین پیدا ہوگا اسمین سے دو تہائی کاشتکار کا اور ایک تہائی خاص اس مالک زمین کا ہوگا اور دوسرے مالک کے واسطے اُسکے حصہ کی بابت کاشتکار پر سود رم واجب ہونگے تو یہ جائز ہی پھر اگر زمین مذکور مین بہت پیداوار ہوئی اور دونون مالکون مین سے ہر ایک نے دعوی کیا کہ جسکے واسطے تہائی پیداوار مشروط ہی وہ مین ہون تو کاشتکار کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون مالکون مین سے ہر ایک نے اپنے اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کو تہائی پیداوار ملیگی اور ان دونون کے گواہون کے مقابلہ مین کاشتکار کے گواہ مقبول نہونگے۔ ایک شخص نے دو کاشتکارون کو اپنی زمین دیجس اس شرط سے دی کہ خاص اس کاشتکار کو تہائی پیداوار ملیگی اور دوسرے کو پیداوار مین سے بیس قفیز ملینگے۔ اور باقی مالک زمین کی ہوگی پس دونون نے زراعت کی اور زمین مین پیداوار بہت ہوئی تو جس کاشتکار کیواسطے تہائی شرط کی تھی اُسکو تہائی ملیگی اور باقی دو تہائی مالک زمین کی ہوگی اور دوسرے کاشتکار کے واسطے اُسکے کام کا اجر المثل واجب ہوگا خواہ زمین مین کچھ پیدا ہو یا نہو اسواسطے کہ عقد مزارعت مالک اور اُس کاشتکار کے درمیان جسکے واسطے تہائی مشروط تھی صحیح ہی اور مالک اور دوسرے کاشتکار کے درمیان فاسد ہی لیکن ایک کے ساتھ جو عقد ہی وہ بحرف عطف دوسرے کے عقد پر معطوف ہی اُسمین مشروط نہین ہی۔ اور اگر دونون کاشتکارون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ میرے واسطے تہائی مشروط ہی تو مالک زمین کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کاشتکار کو تہائی پیداوار ملیگی پس ایک کاشتکار کو اسوجہ سے کہ مالک زمین نے اُسکے واسطے اقرار کیا ہی اور دوسرے کو اسوجہ سے کہ اُسنے اپنے گواہون سے ثابت کیا ہی۔ اور اگر زمین مین کچھ پیداوار نہوئی اور دونون کاشتکارون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ جسکے واسطے اجر المثل ہونا چاہیے وہ مین ہون تو مالک زمین کا قول قبول ہوگا کہ یہ شخص ہی جسکے واسطے اجر المثل چاہیے ہی اور اگر دونون نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو مالک زمین کے گواہ قبول ہونگے کیونکہ مالک زمین اپنے گواہون سے اپنے اور دوسرے کاشتکار کے درمیان عقد صحیح ہونا ثابت کرتا ہی اور دوسرا کاشتکار اپنے گواہون سے اسکی نفی کرتا ہی پس جسکے گواہون سے شرط صحت عقد ثابت ہوتی ہی اُسکو ترجیح ہی۔ اور اگر دو مالکون نے اسی شرط سے اپنی زمین ایک کاشتکار کو دی اور بیج کاشتکار کی طرف سے ہین۔ تو ان سب صورتون مین جو ہمنے بیان کردی ہین کاشتکار کے واسطے وہی احکام ثابت ہونگے جو مسئلۂ مذکورۂ مالک زمین کے حق مین جسکی طرف سے بیج ہین مذکور ہوئے ہین کیونکہ یہ دونون فی المعنی یکسان ہین

کذا فی المبسوط

بتیسوان باب - بغیر عقد کے اراضی کی زراعت کے بیان مین - ایک شخص نے اپنی زمین ایک کاشتکار کو ایک سال مزارعت کے واسطے اس شرط سے دی کہ اپنے بیجون سے اسمین زراعت کرے پس کاشتکار نے اسمین زراعت کی پھر سال گذرنے کے بعد بدون اجازت مالک زمین کے اسمین زراعت کی پھر مالک زمین کو یہ بات معلوم ہوئی خواہ کھیتی اگنے سے پہلے یا اسکے بعد مگر اُسنے اجازت ندی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس گانون کے لوگون مین یہ عادت جاری ہو کہ ایک بار کے بعد مکرر بدون تجدید عقد کے زراعت کرتے ہین - تو یہ جائز ہو اور جو پیداوار ہوئی ہو وہ سال گذشتہ کے عقد کی شرط کے موافق دونون مین مشترک ہوگی - اور شیخ امام اسمٰعیل زاہد رح سے منقول ہو کہ اُنھون نے فرمایا کہ کتاب مین یہ مسئلہ ذکر کرکے فرمایا کہ یہ جائز نہین ہو اور کاشتکار پر لازم ہو کہ مثل صورت غصب کے پیداوار مین سے بقدر اجرت اپنے کام اور اپنے بیلون کے اور اپنے بیجون کے لیکر باقی کو صدقہ کردے اور ہمارے مشائخ اسی حکم کے موافق جو کتاب مین مذکور ہو فتوے دیتے تھے - مگر مین نے بعض کتب مین دیکھا کہ یہ جائز ہو اور ایسا ہو کہ جیسے ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو دی اور کہا کہ مین نے یہ زمین تجھے اُسی طور پر دی جسطرح فلان کاشتکار کے پاس پہلے سال تھی تو یہ جائز ہو پس صورت مسئلہ بدربہ اولی جائز ہونا چاہیے اور مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک حکم یون ہو کہ اگر یہ زمین مزارعت پر دینے کے واسطے رکھی گئی ہو اور پیداوار مین سے کاشتکار کا حصہ اس گانون کے لوگون کے عرف سے معلوم ہو اور کبھی مختلف نہوتا ہو پھر کسی شخص نے ایسی زمین مین زراعت کرلی تو استحساناً جائز ہو اور اگر یہ زمین مزارعت پر دینے کے واسطے نہ رکھی گئی ہو یا پیداوار مین سے کاشتکار کا حصہ اس موضع مین یکسان نہو بلکہ ہر ایک کے قرارداد کے موافق مختلف ہوتا ہو تو جائز نہین ہو اور کاشتکار غاصب قرار دیا جائیگا اور واضح ہو کہ عادت کی طرف اُسوقت لحاظ کیا جائیگا جب یہ معلوم نہو کہ کاشتکار نے براہ غصب اُسمین کھیتی کی ہو - اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس شخص نے براہ غصب زراعت کی ہو مثلاً وقت زراعت کے کاشتکار نے یون اقرار کیا کہ مین اس زمین مین اپنے واسطے زراعت کرتا ہون مزارعت پر زراعت نہین کرتا ہون یا یہ شخص ایسا ہو جو زمین کو مزارعت پر نہین لیتا ہو اسکو عار جانتا ہو تو یہ شخص غاصب ہوگا اور پیداوار اُسکی ہوگی اور اُسپر نقصان زمین کا تاوان واجب ہوگا اسیطرح اگر اُسنے بعد زراعت کے اقرار کیا کہ مین نے اس زمین مین براہ غصب زراعت کی ہو تو قول اُسیکا قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ پیداوار مین غیر کا کچھ استحقاق ہونے سے انکار کرتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو - مین نے بعض فتاوے مین یون لکھا دیکھا کہ زمینین جو دیہات مین ہین یا وقف یا ملک اور اس مواضع کی عادت یہ ہو کہ جسکا جی چاہتا ہو ان زمینون مین زراعت کرتا ہو اور متولی وقف سے اجازت نہین مانگتا ہو اور نہ مالک زمین سے اور متولی و مالک لوگ اُنکو منع نہین کرتے ہین اور کاشتکار لوگ غلہ تیار ہونے پر بٹائی و دہقانی کا حصہ دیدیتے ہین اور یہ لوگ انکار نہین کرتے ہین اگر ایسی زمینون مین کوئی شخص کھیتی کرے بدون اسکے کہ متولی یا مالک سے مزارعت پر لے تو یہ زراعت بطور مزارعت کے ہوگی - اور اگر کوئی ایسا موضع ہو کہ جسمین زراعت کے واسطے مالک کی اجازت ضرور ہوتی ہو اور اگر کوئی مالک کی بلا اجازت زراعت کرے تو مالک اُسکو منع کرتا ہو یا مالک مین

خود کاشت کرتا ہو اور کبھی کاشتکار کو دیدیتا ہو تو پس ایسے موضع مین اگر کسی نے بلا اجازت مالک کے یا بے اجازت متولی وقف کے زمین ملکی یا وقفی مین زراعت کی تو زمین وقفی مین مزارعت پر عمل کرینگے اور زمین ملکی مین کذا فی المحیط - کاشتکار نے زمین سے پیداوار غلہ اُٹھالیا مگر زمین مذکور مین گیہون کے دانہ چھٹک رہے اور وہ اُگے اور کھیتی تیار ہوگئی تو یہ کاشتکار و مالک زمین کے درمیان بحساب ہر ایک کے حصہ پیداوار کے تقسیم ہوگی اسواسطے کہ دونون کے مشترک بیج سے اُگی ہی مگر کاشتکار کو چاہیے کہ اپنے حصہ سے زائد کو صدقہ کردے اور اگر مالک زمین نے اُسکو سینچا ہو اور پرداخت کی ہو حتے کہ وہ اُگی تو یہ اُسکی ہوگی کیونکہ جب اُسنے پانی دیا تو اسکا مالک ہوگیا پس اگر ان دانون کی قیمت ہو تو مالک زمین اسکا ضامن ہوگا ورنہ نہین - اور اگر اُسکو کسی اجنبی نے پانی دیا مگر بطور تطوع تو یہ اُگی ہوئی کھیتی کاشتکار و مالک زمین کے درمیان مشترک ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر ایک شخص کی زمین مین بغیر کسی کے بوئے ہوئے کوئی درخت یا یونہی اُگی تو وہ مالک زمین کی ہوگی کیونکہ اُسکی زمین سے پیدا ہوئی ہی پس زمین کا جزو ہوگی پس مالک زمین کی ہوگی کذا فی المحیط

چوبیسوان باب

- متفرقات مین - اگر اپنی زمین وبیج کسی کو اس شرط سے دی کہ امسال اسمین زراعت کرے اور جو کچھ اسمین سے اللہ تعالے روزی کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ طریق تفصیل ہوگئی پھر دونون نے چاہا کہ اسکو کاٹ کر فروخت کردین تو اُسکا کاٹنا و فروخت کرنا دونون کے ذمہ ہوگا خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا مالک زمین کی طرف سے - اور اگر کھیتی قابل درو ہوگئی تو مالک نے اُنکو اُسکے کاٹنے سے منع کیا خواہ براہ ظلم منع کیا یا کوئی مصلحت دیکھکر منع کیا یا اس غرض سے منع کیا کہ اپنا خراج وصول کرے تو اسکی حفاظت ان دونون پر لازم ہوگی یہ مبسوط باب الفساد المزارعہ مین ہی - اگر کوئی زمین کسی کے پاس رہن ہو اور کسی غیر شخص نے چاہا کہ یہ زمین راہن سے مزارعت پر لے تو اُسکو یا اسکے مرتہن کی اجازت سے راہن سے مزارعت پر لے - اور اگر کسی شخص نے اپنی زمین ایک سال یا دو سال کے واسطے مزارعت پر دی اور بیج مالک زمین کی طرف سے ہین پھر مالک زمین نے چاہا کہ اپنی زمین کاشتکار کے ہاتھ سے نکال لیوے پس اُسنے کاشتکار سے کہا کہ تیرا جی چاہے اسمین اپنے بیجون سے زراعت کر یا میرے پاس چھوڑ دے پس کاشتکار نے کہا کہ مجھے میرے کام کا اجر اُتنا دیدے پس مالک زمین نے کہا کہ تجھے دیدونگا - پھر مالک زمین نے چاہا کہ خود اسمین زراعت کرے پھر جب کاشتکار کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُسنے جاکر زمین مین زراعت کی پھر کھیتی پختہ ہوکر تیار ہوئی پس اگر مالک زمین نے اُسکے اس فعل کی اجازت دیدی ہو تو پیداوار دونون مین مشترک ہوگی اور یہ مسئلہ واقعۃ الفتوے ہی یعنے ایسا واقعہ ہوا تھا اور اسپر یون فتوے دیا گیا ہی - اور اگر ایک کاشتکار مرگیا اور متاجر نے وارثان کاشتکار کو بیج دیکر کہا کہ اسنے اس زمین مین زراعت کرو پس اُنھون نے زراعت کی تو پیداوار کسکی ہوگی اور یہ مسئلہ واقعۃ الفتوے ہی پس تمام مفتیون کے جواب مین اس امر پر اتفاق تھا کہ پیداوار وارثان کاشتکار کی ہوگی اسواسطے کہ عقد مزارعت کاشتکار کے مرنے سے فسخ ہوگیا پس یہ فعل متاجر کی طرف سے وارثان کاشتکار کو بیج قرض دینے

شمار ہوا بواسطے کہ مستاجر کے قول مین کوئی ایسی بات نہین ہو جس سے ثابت ہو کہ اُسنے پیداوار مین سے اپنے واسطے کچھ شرط کر لیا ہو مثلاً یون کہا ہو کہ ان بیجون سے اس زمین مین میرے واسطے زراعت کرو یا یون کہا ہو کہ تاکہ کھیتی ہمارے و تمہارے درمیان مشترک ہو۔ اور مستاجر کے واسطے دا ثان کاشتکار پر ان بیجون کے مثل بیج واجب ہونگے یہ محیط مین ہو۔ قاضی بدیع الدین رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے بالغ پسر کی زمین معاملہ پر دیدی اور بیٹا آتا جاتا تھا تو فرمایا کہ یہ رضامندی نہین ہو۔ اور بھی قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک مستاجر نے کاشتکار کو اپنا باغ انگور ایک سال کے واسطے ہزار سن انگور قلانسی پر بعقد معاملہ دی تو فرمایا کہ نہین جائز ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک شخص سے ایک سال یا دو سال کے واسطے اجرت معلومہ پر ایک زمین اجارہ لی پھر یہ زمین کسی کاشتکار کو مزارعت پر دی پس اگر بیج مستاجر کی طرف سے ہون تو جائز ہو اور اگر کاشتکار کی طرف سے ہون تو نہین جائز ہو ایسا ہی حاکم احمد رحسم قندی نے اپنے شروط مین ذکر فرمایا ہو اور ابن رستم نے اپنے نوادر مین یہ مسئلہ ذکر کیا اور اسکو امام محمد رحہ کا اول قول قرار دیا اور بنا بر دوم قول امام محمد رحہ کے یہ ہو کہ کاشتکار کو یہ زمین مزارعت پر دینا نہین جائز ہو خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا اجارہ لینے والے کیطرف سے ہون یہ ذخیرہ مین ہو۔ فتاوے عتابیہ مین ہو کہ اگر کسی نے اپنا باغ انگور یا زمین حرام پانی سے سینچا تو جو کچھ پیدا ہو وہ حلال ہو جیسے کسی نے اپنے گدھے کو غیر کی گھاس چرائی پھر جو اُسکا کرایہ آوے وہ اُسکو حلال ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ زید نے عمرو سے ایک زمین اجارہ لی پھر وہ زمین عمرو کی جورو یا بیٹے کو مزارعت پر دی اور بیج کاشتکار کی طرف سے ہین اور یہ بیٹا اپنے باپ کی عیال مین ہو پس باپ یعنے عمرو نے اسمین زراعت کی پس اگر بیٹے کی اعانت کے طور پر زراعت کردی باین طور کہ بیج اپنے بیٹے کو قرض دیے تو پیداوار غلہ اس بیٹے اور زید کے درمیان موافق شرط کے مشترک ہوگا اور اگر عمرو نے اپنے واسطے زراعت کرلی باین طور کہ بیٹے کو بیج قرض ندیے تو پوری پیداوار عمرو کی ہوگی جسنے کاشت کی ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر ایک شخص نے ایک عورت سے ایک زمین اجارہ پر لیکر قبضہ کرنے کے بعد یہ زمین عورت مذکور کے شوہر کو مزارعت یا معاملت یا مقاطعت (بالقطعہ) پر دیدی تو جائز ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے اولاد صغار و کبار و زوجہ چھوڑی اور یہ اولاد بالغ اسی عورت سے ہو یا میت کی کسی دوسری زوجہ (بجز بالغ اولاد) سے ہو پس اولاد بالغ نے کھیتی کا کام شروع کیا اور اپنے درمیان مشترک زمین مین یا غیر کی زمین مین بطریق کاشتکاروں کے جیسا لوگ کیا کرتے ہین زراعت کی اور یہ سب اولاد زوجہ زندہ کی عیال ہین یہی عورت اُنکے احوال کی نگران ہو اور یہ اولاد کبار زراعت کرتے ہین اور ایک ہی بیت مین سب غلہ جمع کرتے ہین اور سب اسمین سے خرچ کرتے ہین پس یہ تمام غلہ اس عورت اور اولاد کے درمیان مشترک ہوگا یا حفظ زراعت کرنے والون کا ہوگا یہ مسئلہ واقعۃ الفتوے تھا یعنے ایسا واقعہ ہوا تھا جسپر فتوے طلب کیا گیا تھا پس علماے مفتین کے جواب اس بات پر متفق ہوئے کہ اگر زراعت کرنے والون نے اپنے سب لوگون کے باہمی مشترک بیجون سے باقیون کی خود اجازت سے اگر وہ لوگ مانع ہین یا اُنکے وصی کی اجازت سے اگر نابالغ ہین زراعت کی ہو تو یہ سب غلہ سب مین مشترک ہوگا اور اگر زراعت کرنے والون نے اپنے ذاتی

بیجون سے زراعت کی ہی تو یہ سب غلہ فقط زراعت کرنے والون کا ہوگا - اور اگر زراعت کرنے والون نے باہمی مشترک بیجون سے باقیون کی بلا اجازت یا اُنکے وصی کی بلا اجازت زراعت کی ہی تو یہ سب غلہ زراعت کرنے والون کا ہوگا کیونکہ زراعت کرنے والے بیج کے غاصب ہوگئے اور جو شخص غصب کے بیج سے زراعت کرے تو غلہ غاصب کا ہوتا ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو مزارعت پر دی حالانکہ زمین مذکور مین کپاس کے ٹھونٹھ ہین تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر یہ ٹھونٹھ زراعت سے مانع نہون تو مزارعت جائز ہی اور اگر مانع ہون تو مزارعت فاسد ہوگی لیکن اگر عقد مزارعت ایسے وقت کیا جو مضاف کیا جسوقت زمین مذکور بالکل خالی ہوجاوے تو عقد جائز رہیگا اور اگر اس سے سکوت کیا تو جائز نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - زید نے عمرو کو ایک زمین بشرائط مزارعت مزارعت پر دی اور عمرو نے اُسمین زراعت کی اور غلہ پیدا ہوا پھر خالد آیا اور کہا کہ مین نے یہ زمین بکر سے خریدی ہی اور یہ زمین اُسکی ملک تھی پس نصف غلہ بٹائی کا مجھے چاہیے ہی پھر اُسنے نصف غلہ لے لیا پھر زید آیا پس اگر اُسنے خالد کے قول کی تصدیق کی اور عمرو سے مخاصمہ نکیا تو اُسکو کچھ نملیگا اور اگر اُسنے خالد کی تکذیب کی اور عمرو سے مخاصمہ کیا پس اگر خالد نے نصف غلہ براہ تغلب لے لیا ہو تو زید کو اختیار ہوگا کہ باقی نصف مین عمرو کے ساتھ شرکت کرے کیونکہ جسقدر مال مشترک مین سے تلف ہوا وہ شرکت مین گیا اور جو باقی رہا وہ شرکت مین رہا پھر دونون ملکر مدعی یعنے خالد سے جو اُسنے لیا ہی واپس لینگے اگر اُسکو پاوین - اور اگر خالد نے تغلب کی راہ سے نہ لیا ہو بلکہ عمرو نے باختیار خود اُسکو دیا ہو تو زید کو اختیار ہوگا کہ عمرو سے باقی نصف لے لے - اور اگر خالد نے جسوقت نصف غلہ لیا ہی عمرو سے کہا ہو کہ یہ زمین میری طرف سے مزارعت پر لے اور اسنے لے لی پس آیا یہ مزارعت صحیح ہوگی اور مزارعت اولے فسخ ہوجائیگی تو حکم یہ ہی کہ اگر بیج عمرو کی طرف سے نہون تو یہ مزارعت صحیح نہوگی اور نہ مزارعت اولی فسخ ہوگی اور اگر بیج عمرو کیطرف سے ہون تب کہ اُسکو فسخ کا اختیار ہو تو باوجود اسکے بھی اس مقام پر چاہیے کہ مزارعت فسخ نہو بخلاف اسکے اگر اُسنے ابتداءً فسخ کی تو فسخ ہوسکتی ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنا باغ انگور دوسرے کو معاملہ پر دیا اور عامل نے باغ مذکور مین کچھ کام نکیا تو باغ کے پھلون مین اُسکا کچھ استحقاق نہوگا اسیطرح اگر اُسنے کام تو کیا مگر درختون و پھلون کی حفاظت نہ کی حتے کہ پھل ضائع ہوگئے تو کچھ مستحق نہوگا - اسواسطے کہ حفاظت کرنا بھی عامل کے حق مین بمنزلہ عمل کے ہی مگر کاشتکار نے اگر زراعت مین مثل تہذیب و سقی کے نہ کیا یہان تک کہ زراعت مین نقصان آیا پس آیا پیدا وار مین کچھ استحقاق رکھتا ہی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ حکم بتفصیل ہی یعنے اگر بیج اُسکی طرف سے ہون تو مستحق ہوگا بخلاف عامل کے کہ اگر اُسنے باغ انگور مین کچھ کام نکیا اور پھل کسی شخص نے توڑ لیے یا خراب ہوگئے تو کچھ مستحق نہوگا - اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو چاہیے کہ کچھ مستحق نہوا سواسطے کہ پیدا وار اُسکی ملک سے نہین اُگی ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے ایک سال کی مزارعت پر ایک زمین دی پھر کھیتی سال کے تمام ہونے سے پہلے تیار ہوکر کاٹ لی گئی تو مزارعت ٹوٹ جائیگی بشرطیکہ جب باقی سال کسی دوسری چیز کی زراعت کے واسطے کافی نہو یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر ایک شخص کو اپنی زمین دی کہ اسمین خربوزہ کی گٹھلیان بووے اس شرط سے

کتاب المزارعۃ
واجب ان الزراعۃ
والمساقاۃ فی
طلع واحد
خان المعاملۃ
بالاشجار والدوالت
فی کل
کراہیۃ علی
وفی
اذا لم یعمل
ما ذکر فی الکتاب
فی
فتوی بخلافہ
اعمال
یتصل بالثمر
وہناک
الی ذکر
فاعلم

کرانکو ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرے اور حاصلات دونون مین مشترک ہوگی تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ موضع تحویل معین کردیا مثلاً یون کہا کہ یہان سے اس دوسری زمین مین منتقل کردے یا کہا کہ اسی زمین کے اس جانب سے دوسری جانب منتقل کردے تو اس صورت مین عقد فاسد ہوگا خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہو یا مالک زمین کی طرف سے - اور اگر اُسنے موضع تحویل معین نکیا تو قیاس یہ چاہتا ہی کہ جائز نہو اور استحساناً عقد جائز ہو اور جو چیز ایسی ہو کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر تحویل کیجاتی ہو اُسکا یہی حکم ہو اور بعض فتاوے مین مثالاً بیان کیا کہ جیسے بادنجان وغیرہ کے درخت - قال المترجم یہ دہان کا عرف کیا اور دیار ہند مین امید ہی کہ یہ حکم نہو واللہ اعلم ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین کھنڈل اس شرط سے دی کہ کاشتکار اسکی تعمیر کرے اور کاشتکار و مالک زمین کے دونون کے بیجون سے تین برس تک زراعت کرے تو مزارعت فاسد ہوا اسواسطے کہ کاشتکار کے ذمہ تعمیر کی شرط مفسد عقد ہی پس اگر مالک و عامل نے دونون کے بیجون سے ایک سال بویا تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ زمین کو لے لے اور تمام کھیتی دونون مین بقدر ہر ایک کے بیج سے مشترک ہوگی اور کاشتکار کے واسطے مالک زمین پر اپنے کام یعنے تعمیر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور مالک زمین کے واسطے کاشتکار پر اپنی اُس زمین کا جتنی کاشتکار کے بیجون کی زراعت مین کھیری تھی اجر المثل واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور شیخ ابو القاسم رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے بیجوں کے کنارے کی زمین مین زراعت کی اور کھیتی تیار ہوگئی پھر ایک قوم نے آکر دعوے کیا کہ زمین ہماری ہی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کھیتی تو بیجون والے کی ہوگی اور رقبہ زمین مدعو کا یہ حکم ہی کہ اگر قوم مدعو نے اُسپر اپنا استحقاق ثابت کیا تو اُنکا ہوگا ورنہ اُسکا ہوگا جسنے اُسکو احیا کیا ہی کذا فی الکافی - ایک کاریز دو زمینون کے درمیان ہی ایک زمین بہ نسبت دوسری زمین کے اونچی ہی اور کاریز کے پیڑ درخت لگے ہین کہ اُنکا لگانے والا معلوم نہین ہوتا ہی تو شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ نے فرمایا کہ اگر اونچی زمین مین بدون کاریز کے پانی ٹھہرا رہتا ہی - اور امساک آب مین کاریز کی احتیاج نہین ہی تو کاریز کے مقدمہ مین قسم کے ساتھ اونچی زمین والے کا قول قبول ہوگا اور جب کاریز کے مقدمہ مین اُسکا قول قبول ہوا تو اُسپر جو درخت ہین وہ بھی اُسکے ہونگے تا وقتیکہ دوسرا اپنے گواہ قائم نکرے - اور اگر اونچی زمین امساک آب مین کاریز کی محتاج ہی تو کاریز اور جو درخت اُسپر ہین - سب دونون کے مین مشترک ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر دونون مین سے کسی نے دعوی کیا کہ یہ خاصۃً میری ہی تو بدون گواہون کے اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی مگر دونون مین سے ہر ایک کو دوسرے سے قسم لینے کا اختیار ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر دو شخصون نے مزارعت پر ایک زمین اس شرط سے لی کہ دونون اس زمین مین مالک زمین کے بیجون سے زراعت کرین بشرطیکہ جو کچھ پیداوار ہو وہ تین تہائی ہوگی ایک تہائی مالک زمین کی اور ایک ایک تہائی ہر ایک کاشتکار کی پھر دونون نے اُسمین زراعت کی مگر کوئی ایسی آفت کھیتی کو پہونچی کہ کچھ پیدا نہوا پھر دونون مین سے ایک کاشتکار نے کہا کہ اسمین فصل خریف کی زراعت نکرونگا پھر ایک نے بدون علم دوسرے کے اُسمین فصل خریف بوئی اور

پیداوار حاصل ہوئی پس آیا دوسرے کاشتکار کو اس فصل خریف کی پیداوار مین سے بسبب اُس کام کے جو اُسنے اُس زمین مین گذشتہ فصل مین کیا ہے کچھ پائیگا فرمایا نہین ملیگا لیکن اگر کچھ دیکر اُسکی رضامندی حاصل کرلے تو یہ افضل ہے۔ اور ایسے مسائل مین اصل یہ ہے کہ بعد ان عقد کے عمل کی کچھ قیمت نہین ہوتی ہے پس بدون عقد کے محض عمل کی وجہ سے کچھ مستحق نہو گا لیکن امام محمدؒ نے کتاب المزارعۃ مین اسکے مثل مسئلہ مین ذکر فرمایا ہے کہ وہ عامل کو رضامند کرلے یہ ذخیرہ مین ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین محدود پر بیع الوفا واقع ہوئی اور ہر دو متعاقدین نے ہر دو عوض مین قبضہ کرلیا اور مشتری نے اس زمین مین چند سال تک زراعت کی اور غلہ لے لیا تو خراج کس پر واجب ہوگا فرمایا کہ بائع پر اگر زمین مذکور مین بوجہ زراعت کے نقصان آیا ہو یہ دریافت کیا گیا کہ اگر بائع نے اُس سے ضمان نقصان کا مطالبہ نکیا تو بھی اُسپر خراج لازم ہوگا فرمایا کہ ہان۔ آدھے بھوسے کی شرط پر خرمن کوبی نہین جائز ہے کیونکہ یہ قفیز الطحان کے معنی مین ہے۔ اور تہائی یا چوتھائی پر کپڑا بننے کے مسئلہ مین ذکر کیا کہ مشائخ بلخ رحمہم اللہ نے لوگون کے تعامل کی وجہ سے حکم جواز اختیار کیا ہے اور مشائخ بخارا نے حکم کتاب کے موافق کہ یہ قفیز الطحان کے معنی مین ہے جائز نہین ہے اختیار کیا ہے علی ہذا اینٹ پیدان وارزن کوفتن و گندم وردون مین بھی یہی اختلاف ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی مرتد نے اپنی زمین بیع کسی کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دی اور اُسنے اسی شرط پر زراعت کی اور کھیتی پیدا ہوئی پس اگر مرتد مذکور مسلمان ہوگیا تو یہ زراعت دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور اگر حالت ردت مین قتل کیا گیا تو پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور دینے والے کو بیجون اور نقصان زمین کا تاوان دیگا یہ امام کا قول ہے بقیاس قول امام اعظم رحمہ زراعت کی اجازت دیکر اختیار کیا ہے اور یہ تاوان ہر حال مین کاشتکار پر واجب ہوگا خواہ زمین مین کچھ پیدا ہویا نہو اور بنابر قول صاحبین رحمہما کے یہ مزارعت صحیح ہے اور پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی۔ اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور مرتد حالت ردت مین قتل کیا گیا پس اگر زمین مین نقصان آیا ہو تو کاشتکار نقصان زمین کا تاوان دیگا اور پوری زراعت اُسکی ہوگی۔ اور اگر زمین مین نقصان نہ آیا ہو تو قیاس چاہتا ہے کہ پوری پیداوار اُسکی ہو کر مقاسمانہ تمام پیداوار کاشتکار و وارثان مرتد کے درمیان مشترک ہوگی اور یہ قیاس و استحسان بقیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ مزارعت صحیح ہے۔ اور اگر کاشتکار مرتد ہو اور بیج اُسکی طرف سے ہون پس اگر مرتد مذکور اپنی حالت ردت پر قتل کیا گیا تو امام اعظم رحمہ کے قول پر تمام پیداوار اُسکی ہوگی اور مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو بالاجماع سبکے نزدیک تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی۔ اور اگر دونون مرتد ہون اور بیج مالک زمین کیطرف سے ہو تو پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ بیج اور نقصان زمین تاوان دے اسواسطے کہ کاشتکار کے واسطے مالک زمین کا حکم بالمزارعۃ صحیح نہوا تو کاشتکار مثل غاصب کے ہوگیا کہ اُسنے زمین و بیج غصب کرلیا ہے۔ اور اگر دونون مسلمان ہوگئے یا بیجون کا مالک مسلمان ہوگیا تو تمام پیداوار دونون کی موافق شرط کے مشترک ہوگی جیسا کہ اگر وقت عقد کے مسلمان ہوتا تو یہی حکم تھا۔ اور اگر بیج کاشتکار کیطرف

سے ہون حالانکہ وہ حالت روت مین قتل کیا گیا تو پیداوار اسیکی ہوگی اور اُسپر نقصان زمین کا تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ مالک زمین کا حکم بالزراعۃ وارثون کے حق مین صحیح نہین ہو۔ اور اگر زمین مین کچھ نقصان نہ آیا ہو تو مثل غصب کے وارثان مالک زمین کو کچھ ملیگا۔ اسیطرح اگر مالک زمین مسلمان ہوگیا تو یہ ایسا ہو کہ جیسے وقت عقد کے مسلمان تھا یعنے حکم یہی ہو۔ اور اگر دونون مسلمان ہوگئے یا کاشتکار مسلمان ہوا اور مالک زمین حالت روت مین قتل کیا گیا تو کاشتکار وارثان مقتول مذکور کو نقصان زمین تاوان دیگا اسواسطے کہ مالک مذکور کا کاشتکار کو زراعت کے واسطے حکم دینا وارثون کے حق مین صحیح نہین ہو اور اگر زمین مین کچھ نقصان نہ آیا ہو تو قیاس یہ ہو کہ پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور وارثان مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا مگر استحسانا پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر دونون قتل کیے گئے یا دونون مسلمان ہوگئے یا دونون دار الحرب مین جا ملے یا دونون مر گئے تو پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی۔ اور مرتدہ عورت کی مزارعت و معاملت مین بھی امام اعظم کا یہی قول ہو یہ مبسوط مین ہو اور مسلمان و حربی کے درمیان دار الاسلام یا دار الحرب مین عقد مزارعت صحیح ہو اسیطرح دو حربیون یا دو مسلمانون کے درمیان دار الحرب مین عقد مزارعت جائز ہو خواہ یہ دونون مسلمان امان لیکر دار الحرب مین گئے ہون یا دو مین مسلمان ہوئے ہون۔ اور اگر دار الحرب پر مسلمان غالب ہوگئے اور اُنھون نے فتح کر لیا تو یہ سب اراضی فئی و مال غنیمت ہوگی پس جو حصہ زراعت حربی کا ہو وہ بھی فئی ہوگا مگر جو حصہ مسلمان کا ہو وہ فئی نہوگا۔ اور اگر امام نے ان حربیون کی اراضی اُنکے پاس چھوڑ دی اور اُنپر منت و احسان کیا یا یہ لوگ مسلمان ہوگئے تو جو معاملات اُنکے درمیان جسطرح تھے بحالہ باقی رہینگے لیکن جو معاملہ دو مسلمانون مین فاسد ہوتا ہو وہ فاسد ہو جائیگا۔ اگر مسلمان نے حربی کے واسطے عقد مزارعت مین دس قفیز پیداوار شرط کی تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین صحیح ہو۔ اور اگر ایسا عقد مزارعت ایسے دو مسلمانون مین جو دار الحرب مین مسلمان ہوئے ہین واقع ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک صحیح ہو۔ اور صاحبین رح کے نزدیک نہین صحیح ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین و بیج بطور مزارعت فاسدہ دی اور مزارع نے زمین جوتی اور نہرین اُگارین پھر بیجون کے مالک نے مزارعت باقی رکھنے سے انکار کیا تو اُسپر کاشتکار کے کام کا اجر المثل واجب ہوگا یہ سراجیہ مین ہو۔ مجموع النوازل مین مذکور ہو کہ ایک کاشتکار نے ایک زمیندار سے درخواست کی کہ اپنی زمین مجھے چوتھائی کی بٹائی پر دیدے پس زمیندار نے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اس شرط سے زراعت کر کہ تہائی میری ہوگی ورنہ نہین پھر جب اُسنے بعد زراعت کے کھیتی کاٹی تو دونون نے اختلاف کیا تو مذکور ہو کہ تہائی زمیندار کی ہوگی اور باقی پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور زیر مجموع النوازل مین ہو کہ ایک کھیتی دو آدمیون مین مشترک ہو اُنمین سے ایک غائب ہوگیا اور دوسرے نے کھیتی کو کاٹا تو یہ متبرع قرار دیا جائیگا کذا فی المحیط۔

کتاب المعاملۃ

اسمین دو باب ہین

باب اول - معاملہ کی تفسیر و شرائط و احکام کے بیان مین - معاملہ کی تفسیر یہ ہی کہ معاملہ عبارت ہی کام کے اوپر بعوض بعض حاصلات کے عقد قرار دینے سے منع تمام شرائط جواز معاملہ کے - اور معاملہ کے واسطے چند شرطین ہین آزانجملہ یہ ہی کہ عاقدین معاملہ دونون عاقل ہون پس جو شخص عقد معاملہ کو نہ سمجھتا ہو اُسکا عقد جائز نہوگا اور بالغ ہونا شرط نہین ہی اور ایسی ہی حریت یعنے آزاد ہونا بھی شرط نہین ہی - اور ازانجملہ یہ ہی جسنے معاملہ کو جائز رکھا ہی اُسکے نزدیک بقیاس قول امام اعظم رح یہ چاہیے کہ دونون عقد کرنے والے مرتد نہون حتے کہ اگر دونون مین سے کوئی مرتد ہوا اور عقد معاملہ واقع ہوا - پس اگر مالک درخت مرتد ہو پھر وہ اسلام لایا تو حاصلات دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور اگر حالت ردت مین قتل کیا گیا یا مر گیا یا دارالحرب مین جا ملا تو پوری حاصلات مالک کی ہوگی کیونکہ اُسکی ملک سے پیدا ہوئی ہی اور عامل کو اگر اُسنے کام کیا ہو تو اُسکے کام کا اجر المثل ملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک دونون صورتون مین تمام حاصلات عامل مسلمان اور وارثان مالک مرتد کے درمیان مشترک ہوگی جیسا کہ اگر دونون مسلمان مرے تو یہی حکم ہی - اور اگر عامل مرتد ہو پس اگر وہ مسلمان ہوگیا تو بالاجماع جو حاصلات ہو وہ دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی یہ سب اُس صورت مین کہ عقد معاملہ ایک مسلمان اور ایک مرتد کے درمیان واقع ہوا - اور اگر دو مسلمان مین واقع ہوا پھر دونون مرتد مر گئے یا ایک مرتد ہوگیا تو حاصلات دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی - اور عقد معاملہ عورت مرتدہ کا بالاجماع بدفع واحد جائز ہی - آزانجملہ یہ شرط ہی کہ اگر ایسا درخت جسمین پھل موجود ہین معاملہ پر دیا تو پھل ایسی حالت مین ہون کہ انمین عامل کے کام سے زیادتی ہو - پس اگر ایک خرما کا درخت جسمین طلع یا بسر ہین کہ سرخ یا سبز ہوگئے ہین مگر اُنکا پکنا پورا نہین ہوگیا ہی تو معاملہ جائز ہوگا - اور اگر اُنکا پکنا پورا ہوگیا ہو مگر ہنوز وہ رطب نہوئے ہون تو معاملہ فاسد ہوگا اور پوری حاصلات مالک درخت خرما کی ہوگی - آزانجملہ یہ ہی کہ حاصلات دونون کے واسطے مشروط ہو پس اگر دونون نے ایک کے واسطے حاصلات مشروط کی تو معاملہ فاسد ہوگا - اور آزانجملہ یہ ہی کہ بعض حاصلات جو ہر ایک کے واسطے مشروط ہی وہ مشترک مین معلوم القدر ہو یعنے تہائی و چوتھائی وغیرہ مقدار حصہ مشترک معلوم ہو اور آزانجملہ یہ ہی کہ جسمین عقد معاملہ قرار پایا ہی وہ عامل کے سپرد کردے یعنے اُسکے اور عامل کے درمیان تخلیہ کردے کوئی مانع اور کچھ لگاؤ نہ رکھے حتے کہ اگر دونون کے ذمہ اُسمین کام کرنا عقد مین مشروط ہو تو معاملہ فاسد ہوگا اور واضح ہو کہ مدت کا بیان کرنا جواز معاملہ کے واسطے استحساناً شرط نہین ہی کیونکہ بدون بیان مدت کے لوگون مین اسکا تعامل جاری ہی پس پہلا پھل جو سال کے اول مین اُترتا ہی اُسپر عقد معاملہ کا وقوع ہوگا یعنے اسی پر مدت قرار دیجائیگی - اور اگر کوئی زمین دی کہ اُسمین رطاب کی کاشت کرے یا ایسی زمین دی

جسمین اصول طبہ باقی تعین اور مدت بیان نکی پس اگر ایسی شے ہو کہ اُسکے جمنے و کاٹنے کی ابتدا و انتہا کا وقت معلوم ہو تو معاملہ فاسد ہوگا اور اگر اُسکے کاٹنے کا وقت معلوم ہو تو معاملہ جائز ہو اور پہلی کٹائی جو واقع ہو اسی پر مدت کی انتہا قرار دیجائیگی جب پھلدار درختون مین ہوتا ہو - اور شرائط مفسدہ کے چند انواع ہین از انجملہ یہ کہ تمام حاصلات دونون مین سے ایک کے واسطے مشروط ہو پس یہ شرط مفسد عقد ہو - از انجملہ یہ کہ دونون مین سے ایک کے واسطے کسیقدر مقدر معاملہ مشروط ہون - از انجملہ یہ کہ مالک زمین کے ذمہ کام مشروط ہو - از انجملہ یہ کہ حاصلات تقسیم ہونے کے بعد اُسکا اُٹھا لانا اور حفاظت کرنا شرط کیا گیا ہو - از انجملہ یہ کہ اگر خرما کے پھل توڑنا یا انگور کے پھل توڑنا عامل کے ذمہ شرط کیے تو بالاختلاف یہ شرط مفسد ہو - از انجملہ کاشتکار کے ذمہ ایسے کام کی شرط کرنا جسکی منفعت مدت معاملہ گذرنے کے بعد باقی رہے جیسے کہ داؤد النا و انگورون کی ٹٹیان کھڑی کرنا یا درخت جمانا و زمین گوڑنا اور جو اسکے مانند کام ہون کیونکہ یہ امور بمقتضاے عقد نہین ہین اور نہ ایسے ہین کہ ضرورات معقود علیہ اور اُسکے مقاصد مین سے ہون - از انجملہ یہ ہو کہ جسمین عامل کا کام بعقد معاملہ قرار دیا گیا ہو اسمین معاملہ پر دینے والا شرکت رکھتا ہو تو معاملہ فاسد ہو چنانچہ اگر ایک باغ خرما دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک شریک نے دوسرے شریک کو مدت معلومہ کے واسطے معاملہ پر دیا بدین شرط کہ جو حاصلات ہو وہ دونون مین تین تہائی ہو اسطرح کہ دو تہائی اُس شریک کی جسنے کام کیا ہو اور ایک تہائی اُس شریک کی جسنے کام نہین کیا ہو تو ایسا معاملہ فاسد ہو - اور تمام حاصلات دونون مین بحساب ہر ایک کی ملک کے تقسیم ہوگی مگر جس شریک نے کام کیا ہو اُسکے واسطے دوسرے شریک پر کام کا اجر المثل واجب ہوگا - اور اگر دونون یون شرط کرتے کہ تمام حاصلات دونون مین بحساب ہر ایک کی ملک کے تقسیم ہوگی - تو معاملہ جائز ہوتا اور اگر شریک ساکت نے شریک عامل کو حکم دیا کہ جس سے درخت خرما کی نرمادی لگا دی جاتی ہو وہ خرید کرے اور اُسنے خرید کی تو جسقدر دام اُسنے دیے ہین اُسکے آدھے دام اُس سے واپس لیگا - اور معاملہ جائز ہو خواہ عامل ایک شخص ہو یا زیادہ ہون چنانچہ اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما دو شخصون کو بٹائی پر دیا تو جائز ہو خواہ اُسنے دونون عاملون کا حصہ برابر رکھا ہو یا کم زیادہ رکھا ہو - پھر واضح ہو کہ معاملہ صحیحہ کے احکام چند انواع ہین از انجملہ یہ کہ عقد معاملہ مین جن کاموں کی ضرورت درختون و باغ انگور و رطبہ و اصول بادنجان وغیرہ کو اس قسم کی ہو جیسے پینچا و نہر درست کرنا و حفاظت کرنا و درختان خرما کی نرمادی لگانا تو ایسے کام سب عامل کے ذمہ ہین اور جو کام ایسے ہین کہ اُنمین درختون و باغ انگور و زمین مین خرچہ پڑتا ہو جیسے زمین مین کھاد دینا اور ایسی زمین گوڑنا جسمین انگور وغیرہ کے درخت رطبہ ہو اور انگور کی ٹٹیان کھڑی کرنا اور اسکے مثل کام جنمین خرچہ ہو وہ دونون پر بقدر ہر ایک کے حق کے واجب ہوگا اور خرما کے پھل توڑنا اور انگور کے خوشہ چننا بھی اسمین داخل ہو - از انجملہ یہ ہو کہ جو حاصلات ہو وہ دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی - از انجملہ یہ ہو کہ اگر درختون مین کچھ نہ آوے تو دونون مین سے کسیکو کچھ نہ ملیگا - از انجملہ یہ ہو کہ عقد معاملہ طرفین سے لازم ہوتا ہو حتے کہ دونون مین سے کسی کو انکار کا یا فسخ عقد کا بدون دوسرے کی رضامندی کے اختیار نہین ہو لیکن اگر کوئی عذر پیش آوے جسکا شرع مین اعتبار ہو تو فسخ کر سکتا ہو - از انجملہ

یہ کہ عامل پر کام کیواسطے جبر کیا جا سکتا ہو لیکن اگر عامل معذور نہ ہو تو ایسا نہیں کر سکتا ہو۔ ازانجملہ یہ کہ جو حصہ شرط کیا گیا ہو اسمیں بڑھانا یا اس سے گھٹانا جائز ہو مگر اصل یہ ہو کہ بڑھانے میں بڑھانا اسی مجلس میں جائز ہوگا جب ابتدا سے عقد قرار دیا ہو سکے ورنہ نہیں ہاں گھٹانا دونوں صورتوں میں جائز ہو یا یہ کہ اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دیا اور پھل نکلے پس اگر انکا بڑھانا یا گھٹانا کیا ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کی طرف سے دوسرے کے حق میں حصہ شرط میں سے حصہ بڑھا دینا جائز ہو اور اگر کمیوں کا بڑھانا پورا نہ ہوا تو عامل کیطرف سے مالک باغ کے واسطے جائز ہو اور مالک کی طرف سے عامل کے واسطے کچھ بڑھانا نہیں جائز ہو۔ ازانجملہ یہ ہو کہ عامل کو یہ اختیار نہیں ہو کہ دوسرے عامل کو معاملہ پر دیدے لیکن اگر مالک نے عامل سے یہ کدیا ہو کہ اپنی رائے پر عمل کر تو دیسکتا ہے۔ اور واضح ہو کہ حکم معاملہ فاسدہ کے چند انواع ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ عامل پر کام کرنے کے واسطے جبر نہیں کیا جا سکتا ہو۔ ازانجملہ یہ کہ پوری حاصلات مالک کو ملیگی اور مالک اسمیں سے کچھ صدقہ نکریگا۔ ازانجملہ یہ کہ عامل کے کام کا اجر المثل پھلوں کے پیدا ہونے پر نہیں ہو بلکہ اجر المثل واجب ہوگا خواہ پھل پیدا ہوں یا کچھ نہ پیدا ہو ازانجملہ یہ ہو کہ اجر المثل مقدار ثلث پیداوار سے بڑھ کر ہوگا اس سے زیادہ نہیں دیا جائیگا یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہو اور امام محمد رح کے نزدیک پورا واجب ہوگا۔ یہ اختلاف اس صورت میں ہو کہ عقد معاملہ میں دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ بیان کیا گیا ہو اور اگر بیان نکیا گیا ہو تو بلا خلاف پورا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور واضح ہو کہ جو امور فسخ عاملہ میں عذر ہوتے ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ عامل چور ہو چوری میں مشہور ہو کہ اسکی ذات سے پھلوں کی نسبت خوف کیا جاوے۔ اور ان امور سے عقد معاملہ خود فسخ ہو جاتا ہو وہ اقالہ کرنا ہو اور مدت معاملہ گذر جانا اور متعاقدین کا مر جانا کذا فی البدائع اور عقد معاملہ عامل کے بیمار ہونے سے فسخ ہو جاتا ہو بشرطیکہ کام کرنا اسکو اسطرح مضر ہو کہ وہ کام سے ضعیف ہوتا ہو۔ اور اگر عامل نے باوجود اسکے کام نکرون تو صحیح قول کے موافق اسکو یہ قابو نہ دیا جائیگا یہ تبیین میں ہو۔

دوسرا باب

متفرقات میں۔ اگر درختون و باغہائے انگور میں بعض پھلوں کے حوض معاملہ قرار دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہو اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہو بشرطیکہ مدت معلوم اور جزو مشاع یعنے مثل تہائی وچوتھائی وغیرہ کے بیان کر دیا ہو اور فتوے اس امر پر ہو کہ معاملہ جائز ہو اگرچہ مدت بھی بیان نہ کی ہو یہ سراجیہ میں ہو اور ظہیریہ میں اصول بادنجان میں مساقات جائز ہو یہ سراج الوہاج میں ہو۔ اگر باغ خرما یا انگور درخت یا باغ انگور کسی شخص کو چند ماہ معلوم کے واسطے معاملہ پر دیا حالانکہ یقیناً یہ بات معلوم ہو کہ نخل یا شجر یا انگور میں اتنی مدت میں پھل نہ آویگا تو معاملہ فاسد ہو اور اگر اتنی مدت ہو کہ جسمیں کبھی پھل آجاتا ہو اور کبھی نہیں آتا ہو تو عقد معاملہ موقوف رہیگا پس اگر اس مدت مقررہ میں پھل لگیا تو معاملہ صحیح ہو جائیگا اور اگر نہ آیا تو فاسد ہو جائیگا اور یہ اسوقت ہو کہ اس مدت میں ایسا پھل لگیا ہو جیسا اس عاملہ میں امید ہو اور اگر ایسا پھل آیا کہ جیسا ایسے معاملہ میں مرغوب نہیں ہوتا ہو تو معاملہ جائز نہوگا کیونکہ وہ مرغوب نہیں ہو اسکا وجود و عدم یکساں ہو اور اگر اس مدت مقررہ میں درخت خرما میں پھل نہ آئے تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اس مدت کے بعد اس سال بھر میں ان درختوں میں کچھ پھل پیدا ہوئے

کسی علت سے نہ آئے تو معاملہ جائز ہو اور اگر اس مدت گذرنے کے بعد اسی سال مین اُسمین پھل آگئے تو معاملہ فاسد ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر کوئی زمین پانچ سو برس کے واسطے معاملہ پر دی تو نہین جائز ہو اور اگر سو برس کے واسطے دی حالانکہ دینے والے کی عمر بیس برس کی ہو تو جائز ہو اور اگر بیس سے زیادہ ہو تو نہین جائز ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر باغ خرما کسی شخص کو بعقد معاملہ اس شرط سے دیا کہ درخت و پھل دونون مین نصفا نصف ہون پس اگر یہ درخت حد نمو و زیادتی کی حالت مین ہون تو عقد معاملہ درختون و پھلون دونون کے حق مین جائز ہوگا اور اگر یہ درخت حد نمو و زیادت سے خارج ہوگئے ہون تو معاملہ فاسد ہو اور درختون کا حد نمو و زیادت سے خارج ہونا یون پہچانا جاتا ہو کہ جب پورے ہوجاوین اور پھل آجاوین یہ ذخیرہ مین ہو ایک شخص نے دوسرے کو ایک باغ انگور معاملہ پر دیا حالانکہ اُسمین جو درخت ہین وہ سوائے حفاظت کے کسی کام کے محتاج نہین ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت ہو کہ اگر اُسکی حفاظت نہ کیجاوے تو اُسکے پھل پکنے سے پہلے ہاتھ سے جاتے رہین تو معاملہ جائز ہوگا اور اس صورت مین یہ حفاظت نمو و زیادت کے واسطے کارمعاملہ شمار ہوگی اور اگر ایسی حالت ہو کہ پکنے سے پہلے اگر حفاظت نکیجاوے تو پکے پھل ہاتھ سے نہ جاوینگے تو معاملہ جائز نہوگا اور عامل کو ان پھلون مین سے کچھ حصہ نملیگا۔ اور اگر درختان چوبی کسی شخص کو معاملہ پر دیے تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ انکا معاملہ جائز ہو اور عامل کو اسمین سے حصہ ملیگا کیونکہ یہ سینچنے یا حفاظت کے محتاج ہوتے ہین حتے کہ اگر ان دونون باتون مین سے کسی کے محتاج نہون تو معاملہ جائز نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور مختصر شیخ الاسلام خواہرزادہ رہین لکھا ہو کہ اگر کسی شخص نے باغ خرما دو شخصون کو بدین شرط معاملہ پر دیا کہ ایک عامل کے واسطے چھٹا حصہ اور دوسرے کے واسطے نصف اور مالک کیواسطے تہائی ہوگی تو یہ جائز ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر کسی شخص نے اپنا درخت خرما دو عاملون کو بدین شرط دیا کہ دونون اپنے پاس سے اُسکی تلقیح کرین اس شرط سے کہ پیداوار ہم سب مین تین تہائی ہوگی تو یہ جائز ہو اور اگر یون شرط لگائی کہ مالک درخت کے واسطے ایک تہائی اور خاص اس عامل کے واسطے دو تہائی ہوگی اور دوسرے عامل کیواسطے اس عامل کیواسطے جسکے واسطے دو تہائی حاصلات مشروط ہی سو درم واجب ہونگے تو یہ فاسد ہو اور جب معاملہ فاسد ہوا تو پوری حاصلات مالک درخت کی ہوگی اور دوسرے عامل کے واسطے اس عامل پر جسکے واسطے دو تہائی حاصلات مشروط تھی اجر المثل واجب ہوگا مگر مقدار مسمی یعنے سو درم سے زائد نکیا جائیگا پھر یہ عامل جسکے واسطے دو تہائی مشروط تھی مالک زمین سے اپنے کام کا اجر المثل اور دوسرے عامل کے کام کا اجر المثل پورا چاہے جسقدر ہوتے لیگا اور اگر مالک باغ نے عامل کے ذمہ بعضے کارہاے معاملہ کی شرط لگائی اور باقی کامون سے سکوت کیا مثلاً سینچنے کے کام سے سکوت کیا پس وہ کام جس سے سکوت کیا ہو اگر ایسا کام ہو کہ پھلون کے حاصل ہونے کے واسطے یہ کام ضروری ہو یعنے بدون اس کام کے مثلاً بدون سینچنے کے بالکل پھل نہ آوین یا کچھ پھل آوین مگر ایسے نہ آوین کہ جیسی اس باغ سے امید تھی یا ایسے ہی پھل آوین جیسی اس باغ سے امید ہو لیکن بدون سینچنے کے خشک ہوجاوین تو ان سب صورتون مین معاملہ فاسد ہوگا۔ اور اگر وہ کام جس سے سکوت کیا ہو ایسا کام ہو کہ پھلون کی پیدایش مین بالکل موثر نہو یا پھلون کے جید ہونے مین موثر ہو اور یہ بات فی الحال

معلوم ہو یا فی الحال یہ معلوم نہو کہ یہ کام پھلون کے جید ہونے مین موثر ہوگا یا نہوگا تو معاملہ جائز ہوگا - اور اگر مالک باغ نے سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا پس اگر یہ معلوم ہو کہ سینچنا پھلون کی پیدائش مین موثر نہین ہی تو معاملہ جائز ہوگا اگرچہ اسمین مالک باغ کے ذمہ کام مشروط ہی اور اگر یہ معلوم ہو کہ سینچنا پھلون کی پیدائش مین موثر ہی خواہ اسطرح کہ بدون سینچنے کے بالکل پھل پیدا نہونگے یا پیدا ہونگے مگر سینچنے سے جید ہو جاوینگے تو معاملہ فاسد ہی اور اگر یہ معلوم نہو کہ سینچنا پھلون کی پیدائش مین کچھ موثر ہوگا یا نہوگا تو بھی معاملہ فاسد ہی - اور اگر مالک باغ نے سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کام عامل کے ذمہ شرط کیے تو اس طرح کا معاملہ اور وہ معاملہ کہ جسمین سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کام سے سکوت کیا ہو دونون یکسان ہین - اور اگر مالک باغ کے ذمہ حفاظت کرنا شرط کیا گیا پس اگر درختان باغ ایسی جگہ مین واقع ہون کہ وہان حفاظت کی ضرورت نہین ہی مثلاً باغ کے گرد چہار دیواری ہو اور یہ چہار دیواری ایسی ہو کہ اُس سے پوری حفاظت ہو تو اسکا حکم وہی ہی جو مالک زمین کے ذمہ سینچنے کی شرط مین جبکہ سینچنا پھلون کی پیدائش مین بالکل موثر تھا مذکور ہوا ہی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما معاملہ پر اس شرط سے دیا کہ حاصلات دونون مین نصفا نصف ہوگی اور اس شرط سے کہ عامل سودرم کے عوض فلان شخص کو کام کے واسطے مزدور کرے تو یہ فاسد ہی بخلاف اسکے اگر یہ شرط لگائی کہ عامل سودرم پر کسی شخص کو اجیر مقرر کرے اور اجیر کو خود معین نکیا تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک باغ خرما دو شخصون مین مشترک ہی دونون نے باغ مذکور ایک عامل کو دیا کہ اس سال اسکی پرداخت کرے اور جو کچھ پیدا ہوگا اُسکا نصف عامل کا ہوگا اس نصف مین سے دو تہائی ایک کے حصہ مین سے اور ایک تہائی دوسرے کے حصہ مین سے ہوگی اور باقی حاصلات دونون مالکون کے درمیان اسطرح ہوگی کہ دو تہائی اُس مالک کی ہوگی جسکے حصہ مین سے عامل کے واسطے تہائی مشروط ہی اور ایک تہائی باقی دوسرے مالک کے واسطے ہوگی تو یہ جائز ہی اور اگر دونون نے یون شرط لگائی کہ باقی کی دو تہائی اُس مالک کی جسکے حصہ مین سے عامل کے واسطے دو تہائی مشروط ہی تو معاملہ فاسد ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک باغ خرما دو شخصون مین مشترک ہی دونون نے اُسکو مدت معلومہ کے واسطے ایک شخص کو اس شرط سے معاملہ پر دیا کہ آدھی پیداوار عامل کی ہوگی اور آدھی دونون مالکون کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہی اور یہ تو ظاہر ہی - اور اگر دونون نے یون شرط لگائی کہ نصف حاصلات دونون مین سے خاص اس مالک کی ہوگی اُسمین کچھ کمی نہووے اور باقی آدھے مین عامل و دوسرا مالک نصفا نصف کے شریک ہونگے یا شرط کی کہ تین تہائی کے شریک ہونگے تو یہ فاسد ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر باہم یون شرط ٹھہرائی کہ عامل کی نصف حاصلات ہوگی جسمین سے ایک تہائی ایک مالک کے حصہ مین سے اور دو تہائی دوسرے کے حصہ مین سے ہوگی اور باقی نصف دونون مالکون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ فاسد ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما دو شخصون کو دیا کہ دونون اُسکی پرداخت کرین - ہمین شرط کہ خاص اس عامل کے واسطے نصف پیداوار ہوگی اور دوسرے کے واسطے چھٹا حصہ ہوگی اور مالک کے واسطے تہائی ہوگی تو یہ جائز ہی کیونکہ اُسنے دو عاملون کو اسطرح اجیر کیا کہ ایک کو نصف پر

قال المترجم
فی فتح الاصل شارط الثلثین من نصیبہ آو مع الارض فخا کرہ اولا ولم یذکرا فالحکم مختلف لاجل اختلاف العرف والصحیح عندی شارط السدس فقط فلا یلتفت الیہ فی ذلک ویجب ما ذکرنا ان الاصح ہذا شرط الاصل فی الخ نصف

اور دوسرے کو چھٹے حصے پر مقرر کیا - اسیطرح اگر مالک نے ایک عامل کے واسطے تہائی حاصلات شرط کی اور اپنے واسطے دو تہائی اور دوسرے عامل کے واسطے اپنے اوپر سو درم مزدوری شرط کی تو بھی جائز ہی کیونکہ اُسنے دو مزدوروں کو مختلف مزدوری پر مزدور مقرر کیا ہی اور یہ طور علیحدہ علیحدہ جائز ہی پس بحالت اجتماع بھی جائز ہی اور اگر سب نے باہم یون شرط لگائی کہ مالک باغ کے واسطے تہائی حاصلات ہو اور خاص اس عامل کے واسطے دو تہائی ہو اور دوسرے عامل کے واسطے اس عامل پر جسکے واسطے دو تہائی مشروط ہی - سو درم اجرت ہو تو عقد فاسد ہوگا کیونکہ یہ ایسی شرط ہی جسکو عقد معاملہ مقتضی نہین ہی کیونکہ معاملہ اس امر کو مقتضی ہوتا ہی کہ عاملون کی اجرت مالک باغ پر واجب ہو یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر نصف باغ خرما معاملہ پر دیا تو نہین جائز ہی - اور اگر ایک شخص نے معاملہ پر باغ خرما اس شرط سے دیا کہ عامل اُسمین کام کرے پھر درختان باغ و اُنکی حاصلات دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ معاملہ فاسد ہی اور واضح ہو کہ اس صورت مین اور کھیتی کی صورت مین فرق ہی یعنے اگر دوسرے کو ایسی زمین دی جسمین کھیتی ہی جو ہنوز سا لگا ہی اس شرط سے کہ اسکی پرداخت کرے اور سینچے یہان تک کہ کاٹنے کے لائق ہو جاوے اور جو کچھ اللہ تعالے کے فضل سے پیدا وار ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کسی نے دوسرے کو درخت لگانے کے لائق زمین پودے بٹھلانے کو اس شرط سے دی کہ درخت اور اُنکے پھل دونون مین مشترک ہونگے تو یہ جائز ہی اور اگر یہ شرط لگائی کہ درخت ایک کے ہونگے اور پھل دوسرے کے ہونگے تو یہ جائز نہین ہی کیونکہ اس شرط سے قطع شرکت ہوتی ہی کہ شاید اس مدت مین ان درختون مین پھل نہ آوین پس عامل کو کچھ حاصل نہوگا - اور اگر دونون نے یون شرط لگائی کہ پھل دونون مین نصفا نصف ہون اور درخت خاصۃ ایک کے ہون پس اگر پودے اُس شخص کے واسطے شرط کے جسکے پودے تھے تو یہ جائز ہی اور اگر اُس شخص کے واسطے شرط کیے جسنے اپنے مال سے نہین خریدے ہین تو یہ فاسد ہی حالانکہ بدلیل قیاس یہ حکم ہی کہ دونون صورتون مین جائز نہو اور امام ابو یوسف رح سے بھی نوادر مین یہ روایت مروی ہی اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی کہ پھل دونون مین مشترک ہون اور درختون کے ذکر سے سکوت کیا تو درخت اُسکے ہونگے جسنے اپنے پاس سے دیے ہین یہ ذخیرہ مین ہی اگر کسی شخص نے اپنی زمین جو درخت جمانے کے لائق ہی دوسرے شخص کو چند سال معلومہ کے واسطے بدین شرط دی کہ اُسمین درخت یا انگور کے درخت یا خرما کے درخت لگا دے اس شرط سے کہ اللہ تعالی کے فضل سے درخت یا درختان خرما یا درختان انگور جو تیار ہونگے وہ دونون مین نصفا نصف ہونگے اور اس شرط سے کہ زمین بھی دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ فاسد ہی اور جب ایسا معاملہ فاسد ہوا حالانکہ عامل نے اسی معاملہ پر زمین اپنے قبضہ مین لیکر اُسمین نخل یا شجر یا درختان انگور لگائے اور اُسمین پھلون کی بہت حاصلات ہوئی تو سب درخت و شجر و درختان انگور مالک زمین کے ہونگے اور مالک زمین پر واجب ہوگا کہ عامل کو جسنے یہ پودے لگائے ہین ان پودون کی قیمت اور اُسکے کام کا اجر امثل ادا کرے - اسیطرح اگر مالک زمین نے عامل کے واسطے زمین مین سے کچھ دینا شرط نہ کیا مگر یہ کہا کہ تو اس زمین مین شجر یا درختان خرما یا انگور لگا بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالی اسمین سے پیدا کریگا دو ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی

اور بدین شرط کہ تیرے واسطے مجھپر سو درم واجب ہونگے یا ایک گیہون ہونگے یا اس زمین کے سوائے جسمین پودے لگائے ہین دوسری زمین مین سے نصف زمین دینی واجب ہوگی تو یہ سب فاسد ہی یہ محیط مین ہی اور اگر پودے مالک زمین کیطرف سے ہون اور اُسنے اور مالک زمین نے باہم یہ شرط کی کہ جو کچھ اسمین سے پیدا ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور یہ شرط کی کہ عامل کے واسطے مالک زمین پر سو درم واجب ہونگے تو یہ فاسد ہی اور اگر اُسنے اسی قرارداد پر کام کیا تو حاصلات دونون مین نصفا نصف ہوگی - اور اگر پودے عامل کیطرف سے ہون اور دونون نے یون شرط کی کہ حاصلات دونون مین نصفا نصف ہوگی اور یہ شرط کی کہ مالک زمین کے واسطے کاشتکار پر سو درم واجب ہونگے تو یہ فاسد ہی پس سب حاصلات عامل کی ہوگی اور مالک زمین کے واسطے اپنی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر پودے اور بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور باقی مسئلہ بحالہا ہو تو بھی فاسد ہی اور سب حاصلات عامل کی ہوگی اور مالک زمین کے واسطے کاشتکار پر اُسکی زمین کا اجر المثل اور پودون کی قیمت واجب ہوگی اور اُسکے بیجون کے مثل بیج واجب ہونگے - اسیطرح اگر عامل نے بجائے سو درم کے گیہون یا حیوان مین سے کوئی جانور معین یا غیر معین مالک کے واسطے شرط کیا ہو تو یہ مشروط بھی سب مفسد عقد کے معنی مین ہی یہ مبسوط مین ہی - فتاوی عتابیہ مین ہی کہ اگر کسی شخص نے کیریان نکل آنے کے بعد اپنا باغ خرما دوسرے کو معاملہ پر دیا پس اگر عامل کے کام سے ان پھلون مین زیادتی ہوتے کہ عامل اُنمین شریک ہوجاوے تو جائز ہی اور اگر یہ استحقاق مین لے لیے گئے تو عامل مذکور اُس شخص سے جسنے اُسکو دیا ہی اپنا اجر المثل لے لیگا - ورنہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کو (یعنی عاریۃ کے طور پر) اپنی زمین اس غرض سے دی کہ اسمین اپنی طرف سے اشجار لیکر یا شاخہاے کرم لیکر انگور لگاوے اور اسکے واسطے کوئی مدت مقرر نکی پس شخص مذکور نے پودے جمائے پھر درختان انگور تیار ہوئے اور اشجار بڑے ہوگئے اور مالک زمین سے زمین سالانہ کسیقدر اجرت معلومہ کے عوض کرایہ پر لی - پھر مالک زمین نے شخص مذکور سے ایام بیج مین نوروز سے پہلے کہا کہ اس زمین سے اپنے درخت دور کردے تو شائع رہنے فرمایا کہ اگر اُسنے پھل نکلنے کے وقت ایسا کہا تو اُسکو اختیار ہی اسواسطے کہ ایسے وقت مین بونے والے کو اپنے درخت اُکھاڑنے مین زیادہ ضرر نہوگا مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ہی کہ اگر سال پورا ہونے سے پہلے ایسا کہا جانکہ شخص مذکور نے مالک زمین سے یہ زمین سالانہ اجارہ پر لی ہی تو مستاجر پر درخت اُکھاڑنے کے واسطے جبر نہین کیا جا سکتا ہی اگر وہ انکار کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - زید نے اپنے ایک فرزند عمرو نامے کو ایک زمین دی تاکہ اُسمین اپنی طرف سے درخت لگاوے بدین شرط کہ درختون سے جو کچھ حاصلات ہوگی وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور کوئی مدت مقرر نکی پس عمرو نے اُسمین درخت لگائے پھر زید مرگیا اور عمرو کے ساتھ اور بھی وارث چھوڑے پھر باقی وارثون نے چاہا کہ زمین تقسیم کرنے کے واسطے عمرو سے یہ زمین خالی کرادین اور اُس سے کہین کہ اپنے درخت اسمین سے دور کردے تاکہ زمین تقسیم کیجاوے تو صحیح رہنے فرمایا کہ اگر یہ زمین محتمل قسمت ہو تو ان سب مین موافق حصہ کے تقسیم کیجائیگی پس جسقدر عمرو کے حصہ مین پڑے وہ زمین مع اُسکے درختون کے اُسکی ہوگی اور جسقدر غیرون کے حصہ مین آوے اُسکی بابت عمرو کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے درخت اُکھاڑکر زمین برابر کردے بشرطیکہ ان لوگون مین باہم صلح نہوجاوے

اور اگر یہ زمین محتمل تقسیم نہو تو عمر دکر حکم دیا جائیگا کہ سب درخت اُکھاڑ لے لیکن اگر انمین باہم کسی طور سے صلح ہوجاوے تو ایسا نہین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ اسمین درخت لگاوے بدین شرط کہ جو پیدا ہووہ دونون مین نصفا نصف ہوگا پھر مدت مقررہ گذر گئی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا چاہے درختون کی نصف قیمت اُسکے بونے والے کو دیکر سب درخت اپنی ملک مین لے لے یا اُنکو اُکھاڑنے پر مجبور کرے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین کسی عامل کو دی اُسنے مالک کے حکم سے اُسمین درخت لگائے پس اگر پودے مالک کے ہون تو درخت مالک کے ہونگے اور اگر مالک نے عامل مذکور سے کہا ہو کہ میرے واسطے پودے لگاوے تو بھی یہی حکم ہی اور عامل کے واسطے مالک پر اُسکے پودون کی قیمت لازم ہوگی۔ اور اگر یہ کہا ہو کہ اسمین پودے لگاوے اور یہ نکہا کہ میرے واسطے لگاوے پس عامل نے اپنے پاس سے اسمین پودے لگائے تو سب پودے عامل کے ہونگے اور مالک اُس سے کہہ سکتا ہی کہ اُنکو اُکھاڑ لے۔ اور اگر یون کہا ہو کہ اسمین اس شرط سے پودے لگاوے کہ سب درخت نصفا نصف مشترک ہونگے تو جائز ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اسواسطے دی کہ اُسمین درخت لگاوے اور پودے اُسکو دیدے پھر مالک زمین نے کہا کہ پودے مین نے دیے ہین پس درخت میرے ہین اور بونے والے نے کہا کہ وہ پودے تو میرے پاس سے چوری گئے اور مین نے اپنے پاس سے پودے جمائے ہین پس درخت میرے ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ درختون کے باب مین مالک زمین کا قول قبول ہوگا کیونکہ یہ درخت اُسکی زمین سے متصل ہین اور جو پودے اُسنے جمانے والے کو دیے تھے اُنکی بابت عامل کا قول قبول ہوگا کہ چوری گئے یہان تک کہ عامل ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ امین تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو دی تاکہ وہ باغ انگور لگاوے تو یہ سب مالک زمین کا ہوگا اور لگانے والے کو جو اُسنے پودے وغیرہ لیے ہین اُنکی قیمت اور اُسکے کام کا اجر المثل ملیگا یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا باغ انگور دوسرے کو معاملہ پر دیا اور ایک مدت تک عامل نے اُسکے کام کی انجام دہی مین کوشش کی پھر اُسکو چھوڑ کر چلا گیا پھر پھل پختہ ہونے کے وقت آیا اور حصہ شرکت طلب کیا پس اگر اُسنے مالک کو یہ باغ انگور پھل برآمد ہونے کے بعد ایسی حالت مین واپس کیا کہ اگر یہ پھل اندازہ کیے جاتے تو کچھ قیمت ہوتی تو اُسکی شرکت باطل نہوگی اور شرط سابق کے موافق وہ شریک ہوگا اور اگر پھل نکلنے سے پہلے اُسنے واپس کیا یا بعد پھل نکلنے کے ایسے وقت واپس کیا کہ اگر اُسوقت قیمت اندازہ کیجاتی تو کچھ قیمت نہوتی تو عامل مذکور ان پھلون مین شریک نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا طبیہ جو اپنے کاٹنے کی میعاد پر پہونچ گیا ہو دوسرے کو اس شرط سے دیا کہ یہ شخص اسکی پرداخت کرے اور اُسکو سینچے یہان تک کہ اُسکے بیج برآمد ہون بدین شرط کہ اللہ تعالے اُسکے بیجون مین سے جسقدر نصیب کریگا وہ ہم دونون مین مشترک ہونگے تو استحسانا یہ جائز ہی اگرچہ دونون نے اسکا وقت نہین بیان کیا ہی۔ اسواسطے کہ بیج پک جانے کا وقت معلوم ہی پس اُسنے بیج دونون مین مشترک ہونگے اور ربطبہ فقط اُسکے مالک کا ہوگا اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی ہو کہ ربطبہ دونون مین مساوی مشترک ہو تو معاملہ فاسد ہوگا کذا فی الظہیریہ۔ اگر شجر یا کرم یا نخل کے پودے بوئے ہوئے جو زمین مین جم گئے ہین۔ مگر ہنوز اُنمین پھل

شجر بمعنی درخت اور کرم بمعنی درختان انگور اور نخل بمعنی درختان خرما ۱۲

نہین آئے ہین کسی دوسرے کو اس شرط سے دیدے کہ اُنکی پرداخت کرے اور پانی دے اور اُسکے نخل کی تلقیح کرے اور جو کچھ اسمین حاصلات ہوگی وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی تو ایسا معاملہ فاسد ہی لیکن اگر چند سال معلوم بیان کردیے تو ہوسکتا ہی کیونکہ یہ نہین معلوم کہ کتنے دونون مین نخل یا شجر یا کرم باریور ہوے کیونکہ ایک ہی قسم کے درختون مین زمین کی قوت وضعف کی وجہ سے تفاوت ہوجاتا ہی یعنے کسی درخت کی زمین قوی ہوتی ہی اور کسی کی ضعیف پس اگر دونون نے مدت معلومہ بیان کردی تو مقدار معقود علیہ یعنے عامل کے عمل کی مقدار معلوم ہوجائیگی پس معاملہ جائز ہوگا اور اگر اُنھون نے اُسکو بیان نکیا تو جائز نہین ہی ہدایہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی نے اپنے درخت خرما کو بٹائی پر دیا اور عامل نے چاہا کہ درختون مین پیوند کرے تو شاخ پیوند مالک کے ذمہ ہوگی پھر پیوند کا کام یعنے درخت مین آلہ سے شگاف کرنا جسمین شاخ پیوند سماوے اور جو اسکے مانند کام جس سے پیوند تمام ہو سب عامل کے ذمہ ہین اور علے ہذا انگور کا باغ لگانے مین وہ شاخ جس سے دبہ لگایا جاوے مالک کے ذمہ ہی اور وہ کام جس سے دبہ لگ جاوے یعنے دبہ لگا دینا عامل کے ذمہ ہی اسیطرح ستون مالک کے ذمہ اور اُنکا نصب کرنا باغ انگور مین عامل کے ذمہ ہی ایسے ہی ہمارے دیار مین عرف وعادت جاری ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک کاشتکار نے ایک زمین مین بدون حکم مالک زمین کے درختون کے پودے بودیے پھر جب بڑے درخت ہوگئے تو دونون نے ان درختون کی بابت جھگڑا کیا پس اگر مالک زمین اس امر کا مقر ہوکہ کاشتکار نے یہ درخت میری زمین مین لگا دیے ہین تو وہ کاشتکار کے ہونگے لیکن کاشتکار کے حق مین ازراہ دیانت فیمابینہ وبین اللہ تعالے حلال نہونگے اگر اُسنے مالک کی بلا اجازت لگائے ہون اور اگر اُسنے مالک کی اجازت سے بدون شرط شرکت کے لگائے ہین تو اُسکے حق مین حلال ہونگے یہ فتاوی کبرے مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک پودا دیا تاکہ اسکو اپنے گانون لون کے نہر کے کنارے لگا دے اور اُسنے لگا دیا پھر جب وہ پودا درخت ہوگیا تو دینے والے نے لگانے والے سے کہا کہ تو میرا خادم تھا اور میرے عیال مین تھا مین نے تجھے یہ پودا دیا تھا تاکہ تو اسکو میرے واسطے جاوے پس درخت میرا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ یہ پودا اس جانے والے کا تھا تو درخت اُسیکا ہوگا۔ اور اگر پودا جسنے دیا ہی اُسکا ہو پس اگر جانے والا اس دینے والے کے عیال مین ہو کہ اُسکے واسطے ایسے کام کرتا ہو تو درخت اس دینے والے کا ہوگا کیونکہ ظاہر حال اُسیکے واسطے شاہد ہی اور اگر اُسکے واسطے ایسے کام نکرتا ہو اور نہ اُسکی اجازت وحکم سے یہ پودا جمادیا ہو تو درخت اس جانے والے کا ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ دینے والے کو پودے کی قیمت ادا کرے۔ اسیطرح اگر کسی پودا لگانے والے نے کسی شخص کی زمین سے کوئی پودا اُکھاڑ لیا پھر اُسکو زمین مین جما دیا تو یہ جانے والے کا ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکے پودے کی وہ قیمت جو اُسکے اُکھاڑ لینے کے روز تھی ادا کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا باغ انگور کسی شخص کو معاملہ پر دیا پھر اسمین پھل آئے اور دینے والا اُسکے گھر کے لوگ ہر روز اس باغ مین جاتے اور پھل کھاتے اور اپنے ساتھ لاتے تھے اور عامل باغ مذکور مین فقط کبھی کبھی جاتا تھا پس اگر دینے والے کے گھر کے لوگون نے بلا اجازت اس دینے والے کے پھل کھائے یا باندھ لائے ہین تو تاوان

قال فی الاصل الاشجار والاشجار بمنزلۃ الاراضی

فی فتاوی قاضی خان ان کان یعلم ان الغلۃ والثمرۃ ارادا لمالک

انھین لوگون پر لازم ہوگا دینے والے پر واجب نہوگا جیسے اجنبی کی صورت مین حکم ہی یعنے اگر اجنبی نے بلا اجازت مالک ایسا کیا تو یہی حکم ہی۔ اور اگر ان لوگون نے دینے والے کی اجازت سے ایسا کیا ہی حالانکہ یہ لوگ ایسے ہین کہ انکا نفقہ اس دینے والے پر واجب ہی تو دینے والا حصہ عامل کا ضامن ہوگا جیسا کہ اگر وہ خود لیکر ان لوگون کو دیتا تو یہی حکم تھا۔ اور اگر یہ لوگ ایسے نہون کہ جنکا نفقہ اس دینے والے پر واجب ہی تو دینے والے پر ضمان واجب نہوگی کیونکہ اس صورت مین سبب ہوا تو یہ لازم آویگا کہ دینے والے نے لوگون کو مال غیر تلف کرنے کی راہ بتائی حالانکہ ایسی صورت مین ضمان لازم نہین آتی ہی (پس اس صورت مین بھی ضمان لازم نہ آویگی لیکن یہ لوگ ضامن ہونگے) یہ فتاوے کبری مین ہی۔ اگر ایک شخص کو اپنا باغ غرباتا ہی یہ اس شرط سے دیا کہ وہی اسکی پرداخت کرے اور پانی دے اور اسمین نرمادی لگاوے پس جو کچھ اسمین اللہ تعالے بیدا کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس عامل نے اسکی پرداخت کی اور اسمین نرمادی لگائی حتے کہ پھل آئے اور کھریان سبز ہوگئین پھر مالک زمین مرگیا تو قیاساً یہ حکم ہی کہ عقد معاملہ ٹوٹ جائیگا اور جو پھل جس حالت سے موجود ہین وہ وارثان مالک اور عامل کے درمیان نصفا نصف ہونگے کیونکہ مالک نے عامل کو بعوض بعض حاصلات کے اجارہ پر لیا ہی حالانکہ اگر بعوض کسیقدر دراہم معلومہ کے اجارہ پر لیتا تو دونون مین سے کسی کے رضا سے اجارہ ٹوٹ جاتا پس ایسا ہی اس صورت مین بھی کہ بعض حاصلات کے عوض اجارہ پر لیا ہی اجارہ ٹوٹ جائیگا پھر یہ ٹوٹ جانا بوجہ کسی ایک عاقد کے مرنے کے ایسا ہی کہ گویا دونون نے اپنی زندگی مین باہمی رضامندی سے توڑ لیا حالانکہ اگر زندگی مین باہمی رضامندی سے ایسی حالت مین کہ کھریان کچی ہین دونون اجارہ توڑتے تو یہ حاصلات دونون مین نصفا نصف ہوتی پس ایسا ہی اس صورت مین ہی لیکن امام رحمہ نے استحساناً فرمایا کہ عامل کو اختیار ہوگا چاہے اس باغ کی پرداخت جیسے پہلے کرتا تھا کیے جاوے یہان تک کہ پھل پک جاوین اگرچہ وارث لوگ اس بات کو مکروہ جانین۔ اسواسطے کہ مالک زمین کے مرنے سے عقد معاملہ ٹوٹ جانے مین عامل کے حق مین ضرر رسانی اور اسکے اس حق کا ابطال ہی جسکا بذریعہ عقد معاملہ کے وہ مستحق ہوا تھا لینے پھل درختون کے پکنے کے وقت تک چھوڑ دینا حالانکہ اگر معاملہ ٹوٹ جاوے تو فی الحال اسکو توڑ لینے لازم ہونگے اور اسمین عامل کے واسطے ضرر ہی اور جسطرح نقض اجارہ ضرر دفع کرنے کی غرض سے جائز ہی اجارہ باقی رکھنا بھی دفع ضرر کی غرض سے جائز ہی۔ اور جیسے دفع ضرر کی غرض سے ابتداءً انعقاد عقد ہوجانا جائز ہی اُس عقد کا باقی رکھنا تاکہ ضرر دور ہو بدرجہ اولی جائز ہی۔ اور اگر عامل نے کہا کہ مین آدھی کھریان لیے لیتا ہون تو اُسکو اختیار ہی اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اُسکی ذات سے ضرر دور کرنے کے واسطے تھا پھر جب اُسنے اپنے اوپر ضرر کا التزام کر لیا تو مالک زمین کے مرنے سے عقد ٹوٹ جائیگا لیکن عامل کو یہ اختیار نہین ہی کہ مالک زمین کے وارثون کو ضرر لاحق کرے پس وارثون کو اختیار حاصل ہوگا چاہین ان کھریون کو توڑ کر عامل کے ساتھ نصفا نصف بٹوارہ کر لین اور اگر چاہین تو عامل کو کھریون کی نصف قیمت دیدین۔ اور تمام کھریان اُنکی ہوجائینگی۔ اور اگر چاہین تو کھریان پختہ ہونے تک جو کچھ خرچہ پڑے وہ اُٹھاوین۔

پھر عامل کے حصہ کے ثمن سے اپنا نصف خرچہ واپس لین اور اگر عامل مرگیا تو اُسکے وارثون کو اختیار ہی کہ معاملہ کے باغ وغیرہ پر سابق دستور درستی سے کام کرین اگرچہ مالک زمین اسپر راضی نہو کیونکہ یہ لوگ عامل کے قائم مقام ہین - اور اگر عامل کے وارثون نے کہا کہ ہم ان کیریون کو توڑ کر تقسیم کیے لیتے ہین تو مالک زمین کو بھی اختیار ہی کہ اُنکو اسی حالت پر رہنے دے اور اپنا حصہ لیوے یہ اختیارات حاصل ہونگے جو پہلی صورت مین ہمنے مالک کے وارثون کے واسطے بیان کیے ہین - اور اگر دونون مرگئے تو درختون کی پرداخت کرنے مین عامل کے وارثون کا اختیار ہی کیونکہ عامل کو اپنی زندگی مین مالک زمین کے مرجانے کی صورت مین ایسا اختیار تھا اور وارث لوگ اُسکے قائم مقام ہین پس اُنکو بھی یہی اختیار ہوگا اور یہ امر از باب توریث اختیار نہین ہی بلکہ از باب خلافت ہی کہ جو حق صورت کو باستحقاق حاصل تھا یعنے پھل پختہ ہونے تک پھلون کو درخت پر لگا رکھنا دو وارثون کو بطور خلافت حاصل ہوگا اور اگر ان لوگون نے درختون کی پرداخت کرنے سے انکار کیا تو وارثان مالک زمین کو ویسے ہی اختیارات حاصل ہونگے جیسے ہمنے صورت اول مین بیان کیے ہین - اور اگر دونون مین سے کوئی نہ مرا لیکن معاملہ کی مدت گذر گئی حالانکہ اُسوقت تک کیریان کچی سبز تھین تو یہ صورت اور موت کی صورت دونون یکسان ہین یعنے خیار عامل کو حاصل ہوگا اگر چاہے تو بدستور سابق کام کرتا رہے یہان تک کہ پھل پختہ ہوجاوین اور پھر دونون مین نصفا نصف تقسیم ہونگے لیکن اس صورت مین یہ بات ہی کہ اگر عامل نے پھلون کا درخت پر لگا رکھنا اختیار کیا تو اُسوقت سے پختہ ہونے تک اُسپر زمین کا نصف اجر المثل واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہی اگر ایک شخص نے اپنا باغ اگور بٹائی پر دیا پھر عامل سال کے اندر مرگیا اور مالک نے بدون حکم قاضی پھلون کے پختہ ہونے تک خرچہ اٹھایا تو متبرع نہوگا بلکہ پھلون سے وصول کریگا اور عامل کو پھلون مین سے اپنے حصہ لینے کی کوئی راہ نہوگی حتی کہ مالک کا خرچہ ندے اور یہی حکم مزارعت مین ہی - اور اگر عامل غائب ہوگیا اور باقی رہ گیا ہو تو مالک زمین اپنا خرچہ واپس نہین لے سکتا ہی یہ سراجیہ مین ہی - اگر مرد آزاد نے اپنا باغ اگور غلام مجور یا طفل مجور کو بٹائی پر دس سال کے واسطے دیا بدین شرط کہ اُسکے کامون کی پرداخت کرے اور اُسکو پینچے اور نرہادی لگاوے اور جو کچھ اللہ تعالی اسمین پیدا کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس عامل مذکور نے اسی معاملہ پر کام کیا تو استحسانًا اگر غلام و طفل مذکور بالغ ہونے سے صحیح سالم بچ رہا تو سب حاصلات اُسکے و مالک کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اگر بالغ مذکور مین کام سے غلام مذکور یا طفل مذکور مرگیا پس غلام کی صورت مین تمام حاصلات مالک باغ کی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ غلام کے مالک کو غلام کی قیمت ادا کرے اور اگر طفل مجور عامل ہو تو حاصلات مالک اور طفل کے وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور مالک باغ کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - غلام ماذون یا طفل ماذون نے اپنا باغ خرما کسی کو بٹائی پر دیا اور ہنوز عامل نے کام نکیا تھا کہ دینے والا مجور کیا گیا تو معاملہ نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ معاملہ طرفین سے لازم ہوتا ہی - حتے کہ غلام کو قبل عامل کے کام کرنے کے معاملہ توڑنے کا اختیار نہین ہی پس معاملہ ٹوٹنے کے حق مین اُسکا مجور ہونا کارآمد نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر غلام مجور یا طفل مجور نے جسکے قبضہ مین ایک باغ

خرما ہی دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر دیا اور عامل نے کام کیا تو پوری حاصلات مالک باغ کی ہوگی پھر اگر دینے والا طفل مجور ہو تو عامل کو کبھی کچھ اجرت نہ ملیگی نہ فی الحال اور نہ طفل مذکور کے بالغ ہونے کے بعد اور اگر غلام مجور ہو تو فی الحال نہین مل سکتی ہو مگر غلام آزاد ہو جانے کے بعد اُس سے اپنی اُجرت کا مواخذہ کر سکتا ہی یہ محیط مین ہی - ایک کاشتکار نے زمیندار کی زمین مین درخت جمائے پھر مدت معاملہ منقضی ہو گئی پس اگر اُسنے زمیندار کے واسطے جمائے ہون تو کاشتکار متبرع ہوگا اور اگر زمیندار نے اُسکو حکم دیا ہو کہ انکو میرے لیے خرید کر میرے واسطے جما دے تو بھی یہ درخت زمیندار کے ہونگے مگر زمیندار پر واجب ہوگا کہ کاشتکار نے جتنے دامون کو یہ درخت خریدے ہین وہ کاشتکار کو دیدے اور اگر کاشتکار نے اپنے واسطے زمیندار کی اجازت سے لگائے ہین تو کاشتکار کے ہونگے اور زمیندار کو اختیار ہوگا کہ اُس سے کہے کہ یہان سے اُکھاڑ لے اور زمین برابر کر دے - ایک گانون کے لوگون نے متفق ہو کر ہر ایک نے تھوڑا تھوڑا بیج لاکر ایک معلم کے واسطے بویا تو جو کچھ پیداوار ہو وہ بیج والون کی ہوگی اسواسطے کہ اُن لوگون نے بیج معلم کو نہین سپرد کیا ہی یہ وجیز کردری مین ہی - ایک نہر دو آدمیون مین مشترک ہی اُسکے کنارے درخت لگے ہوئے ہین پس دونون مین سے ہر ایک نے ان درختون کا دعوے کیا کہ خاصتہ میرے ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر انمین کا لگانے والا معلوم ہو جاوے تو اُسکے ہونگے اور اگر نہ معلوم ہو تو بقدر درخت دونون مین سے کسی کی خاص ملک مین ہون وہ اُسکے ہونگے اور جسقدر دونون کی مشترک جگہ مین ہون وہ دونون مین مشترک ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - باغ انگور کو ایک شخص نے باجارہ طویلہ اجارہ پر لیا پھر اُسنے درختون اور زرعین کو خریدا پھر درختون و زرعین کو بعقد معاملہ دوسرے شخص کو دیا تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک کاشتکار نے بٹائی پر پیاز بویا اور تھوڑا اُکھاڑا اور تھوڑا ویسا ہی بغیر اُکھاڑا چھوڑ دیا پھر مدت معاملہ گذر جانے کے بعد کاشتکار کے پانی دینے اور اُگانے سے وہ اُگا جسقدر ایسا اُگا ہی جو زمین مین تھا اُکھاڑا نہین گیا تھا وہ کاشتکار و مالک زمین کے درمیان اُس شرط کے موافق جو انمین قرار پائی تھی مشترک ہوگا اور جو ایسا اُگا ہی جو اُکھاڑا گیا تھا اور زمین سے بھی اُکھڑ گیا تھا تو وہ اُس کاشتکار کا ہوگا جسنے اُسکو سینچکر اُگایا ہی اور اُسپر ضمان استہلاک واجب ہوگی - اور اگر بدون سینچنے کے اُگا ہو تو چاہیے کہ دونون کے درمیان اس حساب سے بقسم ہو کہ جسقدر ہر ایک کا بیجون مین حق تھا اُسی حساب سے یہ پیداوار ہر ایک کو ملے یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے گانون کے حوض کے کنارے ایک درخت جما دیا پھر اسکے بعد اُسکو کاٹ لیا پھر اُسکی جڑ بھوئی اور درخت ہوا تو یہ بھی اُسیکا ہوگا جسنے پودا جما دیا تھا کیونکہ اُسکے ملک کی شاخ ہی یہ وجیز کردری مین ہی - نوازل مین ہی کہ خربزون کے ایک فالیز مین کچھ بقیہ رہ گیا تھا اُسکو لوگون نے لوٹ کھایا پس اگر وہ بقیہ اسی واسطے چھوڑ گیا تھا جسکا جی چاہے لے لے تو اسمین کچھ خوف نہین ہی جیسا کہ اگر کھیتی کاٹ لی اور کھیت مین کچھ بالیان رہگئین تو اُنکے چُن لینے مین ڈر نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی - عامل پر واجب ہی کہ اپنے آپ کو حرام سے بچا دے اور اُسکے حق مین جائز نہین ہی کہ ہانڈی پکانے مین درختون و خشک شاخون مین سے کچھ جلا دے اور نہ دعا

وغیرہ مین سے نکالکر جلانا جائز ہی اور جب وقت بیع کے خشک شاخین دور کی گئین اور باغ انگور سے باہر نکالی گئین تو اُسکے حق مین ان خشک شاخون مین سے لے لینا حلال نہین ہی - اور بدون اجازت مالک باغ کے اپنے مہمان وغیرہ کے واسطے باغ مین سے انگور یا پھل باہر لانا جائز نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی ایک مریض نے اپنا باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دیا اور عامل نے اُسکی پرداخت کی اور نرمادی دی اور سینچا یہان تک کہ پھل آئے پھر مالک باغ مرگیا اور سوائے اس باغ و اُسکے پھلون کے کچھ مال نچھوڑا تو ان پھلون کو دیکھا جائیگا کہ ثلثو فہ برآمد ہو کر کفرے ہو جانے کے روز انکی کیا قیمت تھی پس اگر انکی نصف قیمت عامل کے اجر المثل کے برابر یا کم ہو تو عامل کو آدھے پھل ملینگے اور اگر اُسکے اجر المثل سے زیادہ ہو تو جس روز تقسیم واقع ہوئی ہر اُس روز عامل کے اجر المثل کی طرف لحاظ کر کے بقدر اُسکے اجر المثل کے دیا جائیگا پھر جسقدر اُسکے پورے حصہ تک رہگیا ہی وہ میت کے تہائی ترکہ مین سے عامل کو بطور وصیت دیا جائیگا لیکن اگر عامل مذکور وارث ہو تو اُسکو وصیت مین کچھ نہ ملیگا - اور اگر مریض پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہو پس اگر نصف کفرے کی قیمت وقت طلوع کے اُسکے اجر المثل کے برابر ہو - تو قرضخواہون کے ساتھ عامل تمام پھلون کے نصف کے ساتھ شریک کیا جائیگا اور اگر نصف کفری کی اُسکے اجر المثل سے زائد ہو تو قرضخواہون کے ساتھ بقدر اپنے اجر المثل کے شریک کیا جائیگا - اور اگر صحیح آدمی نے مریض کو اپنا باغ خرما اس شرط سے بٹائی پر دیا کہ عامل کو پید اوار کے نو حصون مین سے ایک حصہ ملیگا پس مریض نے اپنے مزدورون و مددگارون سے باغ مذکور مین کام کیا اور سینچا اور نرمادی دی یہان تک کہ پھل پیدا ہوئے پھر عامل مریض مرگیا اور سوائے اس حاصلات کے کچھ مال نچھوڑا حالانکہ اُسپر قرضہ ہی - اور مالک باغ اُسکے وارثون مین سے ہی اور عامل مذکور کے کام کا اجر المثل اُسکے حق سے زائد ہی تو اُسکو فقط اُسی قدر مل سکتا ہی جسقدر اُسکے واسطے مشروط ہی کیونکہ مریض کا تصرف اس صورت مین ایسی چیز مین ہی جس سے وارثون کا اور قرضخواہون کا کچھ حق متعلق نہین ہی یعنے منافع بدن یہ مبسوط مین ہی - ایک قوم کی مشترک نہر کے کنارے کچھ درخت لگے ہین اور یہ نہر ایک کوچہ غیر نافذہ مین جاری ہی اور بعضے درخت اس محلہ کے درمیانی میدان مین لگے ہین پھر اس کوچہ کے آدمیون مین سے بعض نے دعوے کیا کہ ان درختون کا لگانے والا فلان شخص ہی اور مین اُسکا وارث موجود ہون اور اہل محلہ مذکور نے اس سے انکار کیا تو مدعی سے اُسکے دعوے کے گواہ طلب کیے جاوینگے پس اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو جسقدر درخت اس نہر کے حریم سے باہر لگے ہون وہ سب اہل کوچہ کے درمیان مشترک ہونگے اور جسقدر حریم نہر پر واقع ہون تو وہ سب نہر والون مین مشترک ہونگے کیونکہ جب درخت لگانے والا معلوم نہوا اور نہ پودون کا مالک معلوم ہوا تو انمین حکم قرار دیے جائینگے یہ فتاوے کبرے مین ہی - فتاوے ابو اللیث رح مین ہی کہ ایک درخت ایک شخص کی زمین مین ہی اُسکی بعضی جڑین جاکر دوسرے کی زمین مین اُگین پس اگر دوسری زمین والے نے پانی دیکر اُگایا ہو تو اُگایا ہوا اُسیکا ہوگا اور اگر خود اُگا ہو تو درخت کے مالک کا ہوگا بشرطیکہ دوسرا زمین والا اس امر کی تصدیق کرے کہ یہ اسکے درخت کی جڑ پھوٹی ہی اور اگر اُسنے

تکذیب کی تو قول اُسیکا قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص کی گٹھلی کو ہوا دوسرے کے باغ انگور مین اُڑا لیگئی اور وہان اُس سے درخت اُگا تو مالک باغ کا اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہین ہی اسیطرح اگر کسی کا اخروٹ دوسرے کے باغ انگور مین جا پڑا اور وہان اُگا تو یہ درخت مالک باغ کا ہوگا اسواسطے کہ گودا ضائع ہوجانے کے بعد گٹھلی سے یہ درخت اُگا ہی پس یہ صورت اور صورت اول دونون یکسان ہین یہ فتاوے کبری مین ہی - اگر باغ خرما مین پھل برآمد ہونے کے بعد زمین و درخت سب استحقاق مین لے لیے گئے تو یہ سب صاحب استحقاق کے ہونگے اور عامل اُس شخص سے جسنے اُسکو معاملہ پر باغ مذکور دیا تھا اپنا اجر المثل لے لیگا اور اگر کچھ پھل برآمد نہوئے ہون تو عامل کو کچھ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین عتابیہ سے منقول ہی - ایک شخص کے درخت کی دوسرے کی ملک مین جاکر جڑین پھوٹین اور پودے پیدا ہوئے پھر مالک درخت نے یہ پودے کسی شخص غیر کو سواے اُس زمین کے مالک کے ہبہ کردیے پس اگر یہ پودے ایسے ہون کہ درخت اصل قطع کیے جانے پر خشک ہوجاوین تو ہبہ جائز نہوگا اور اگر خشک نہون تو ہبہ جائز ہوگا یہ فتاوے کبری مین ہی - اگر عامل نے مدت معاملہ کے اندر زمیندار کے باغ انگور مین پودے لگائے پھر مدت معاملہ گذر گئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے زمیندار کے واسطے لگائے ہین تو درخت زمیندار کے ہونگے اور عامل متبرع ہوگا اور اگر زمیندار نے اُسکو حکم دیا ہو کہ پودے میرے واسطے خرید کر میرے باغ مین لگا دے تو بھی یہ درخت زمیندار کے ہونگے مگر زمیندار پر واجب ہوگا کہ جتنے درمون کو اُسنے خریدے ہین وہ عامل کو دیدے اور اگر اُسنے زمیندار کی اجازت سے اپنے واسطے لگائے ہون تو درخت اُسکے ہونگے مگر زمیندار اُسکو اُکھاڑ لینے کے واسطے حکم دیسکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایسے شخص نے جسکے پاس باغ انگور بٹائی پر تھا شہتوت کے پیڑ کسی کے ہاتھ فروخت کردیے حالانکہ مالک باغ سے اجازت نہ لی تو دیکھا جائیگا کہ اگر پیڑ باقی موجود ہونے کی حالت مین مالک باغ نے بیع کی اجازت دیدی تو ثمن اُسکو ملیگا اور اگر مشتری نے یہ پیڑ تلف کردیے پھر مالک نے اجازت دی یا ندی تو اُسکو ثمن مین سے کچھ نہ ملیگا ہان اُسکو اختیار ہوگا چاہے عامل سے تاوان لے یا مشتری سے یہ خیرہ مین ہی - ایک شخص نے درخت بٹائی پر دیے مگر درختون مین بالکل پھل نہ آیا پھر مالک نے یہ درخت فروخت کردیے تو بیع نافذ ہوجائیگی اور معاملہ فاسد ہوجائیگا کیونکہ عامل نے انکو بعوض پیداوار کے اجارہ پر لیا تھا اور جب اُسمین کچھ پیدا نہوا تو عامل کا حق اس سے متعلق نہوا پس بیع صحیح ہوگئی اور اگر اُسنے درختون کی حفاظت کی اور سینچا ہی تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے واسطے ایسا کیا تھا اور اُسکا حق پھلون سے متعلق تھا اور پھل پیدا نہوئے یہ وجیز کردری مین ہی - اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلان باغ خرما معاملہ پر لے پس وکیل نے ایسی شرط سے لیا کہ جسکے اندازہ مین لوگ خسارہ برداشت کرتے ہین تو یہ معاملہ موافق شرط کے موکل کے حق مین جائز ہوگا اور مالک درخت ہی اپنے حصہ کے وصول کرنے کا متولی ہوگا اور اگر وکیل نے عامل کے حق مین اسقدر حصہ شرط کیا کہ جسقدر لوگ اندازہ قیمت مین خسارہ برداشت نہین کرتے ہین تو عامل کے ذمہ لازم نہوگا لیکن اگر چاہے تو قبول کرے پھر اگر اُسنے کام کیا خواہ اپنا حصہ جاتا ہوا یا نجانتا ہو تو اُسکو وہی حصہ ملیگا جو اُسکے واسطے شرط کیا گیا ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما دوسرے کو دیکر وکیل کیا کہ اسکو

اس مال کے واسطے بٹائی پر دیدے پس وکیل نے بقدر خسارہ پر بٹائی پر دیا کہ لوگ اندازقیمت مین اتنا خسارہ نہین اٹھاتے ہین اور عامل نے اُسمین کام کیا تو پوری حاصلات درختون کے مالک کی ہوگی اور عامل کے واسطے وکیل پر اپنے کام کا اجر المثل واجب ہوگا - اور مزارعت مین اگر ایسا واقع ہو تو پوری پیداوار کاشتکار و وکیل کے درمیان موافق شرط کے مشترک ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص نے اپنے درخت دوسرے کو اس شرط سے دیے کہ اُنکی پرداخت کرے اور جنہین باندھنے کی ضرورت ہو اُنکو باندھے اور جنہین تشذیب کی ضرورت ہو اُنکی تشذیب کرے پھر عامل نے درختون کے باندھنے مین تاخیر کی یہان تک کہ اُنکو پالا مار گیا حالانکہ یہ درخت ایسے تھے کہ اگر باندھے نجاتے تو اُنکو پالا مار جاوے تو پالے سے جسقدر نقصان ہوا ہے اُسکا عامل ضامن ہوگا یہ فتاوے کبری مین ہے - اگر کسی شخص نے دوسرے کو باغ خریدا یا درختون کے معاملہ مین وکیل کیا پس اگر عامل کی طرف سے وکیل ہو تو باتفاق روایات حصہ عامل وصول کرنے کا وہی متولی ہوگا اور اگر درختون کے مالک کی طرف سے وکیل ہو تو کتاب المعاملہ کی روایت کے موافق وکیل کو مالک باغ کے حصہ وصول کرنے کا اختیار نہین ہے اور کتاب الوکالۃ کی روایت کے موافق اختیار ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اگر عامل نے زمین مین زمین دینے والی کی اجازت سے درخت خربا یا انگور یا اور قسم کے درخت لگائے پھر جب وہ بڑے ہوکر پھل لائے تو کسی دوسرے شخص نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو وہ اپنی زمین لے لیگا اور درختان خرما و انگور وغیرہ جو درخت اُسمین لگائے گئے ہین اُکھڑوا دیگا اور جب دونون ان درختون کو اکھاڑینگے تو دونون سے بالاتفاق وہ نقصان جو اُکھاڑنے سے زمین مین پیدا ہوگیا ہے تاوان لیگا اور درخت جمانے والا اُسکو نقصان غرس بھی دیگا یہ امام اعظم رح کا اور آخر قول اما ابو یوسف رح کا ہے اور عامل نے اُکھاڑنے اور درخت جمانے کا جو کچھ نقصان تاوان دیا ہے وہ اُس شخص سے جسنے زمین اُسکو دی تھی واپس لیگا - اور اول قول امام ابو یوسف رح کے موافق اور یہی قول امام محمد رح کا ہے استحقاق ثابت کرنے والے کو اختیار ہے کہ یہ سب نقصان اُس شخص سے لے جسنے عامل کو زمین دیدی تھی امام محمد رح کے نزدیک غصب کرنے والا مثل تلف کرنے والے کے ضامن ہے اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک استحقاق ثابت کرنے والا یہ ضمان تلف کرنے والے سے لے سکتا ہے نہ غصب کرنے والے سے پھر جسنے درخت لگائے ہین یعنے تلف کرنے والا وہ اس مال تاوان کو اُس شخص سے جسنے اُسکو زمین دی ہے یعنے غاصب سے واپس لیگا کیونکہ اُسنے درخت جمانے والے کو باہمی عقد معاوضہ مین دھوکا دیا ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر ایک شخص کو اپنا باغ خربا آدھے کی بٹائی پر دیا اور یہ نہ کہا کہ اپنی رائے پر عمل کرے پھر عامل نے دوسرے عامل کو بٹائی پر دیدیا اور اُسنے کام انجام دیا تو جو کچھ پیداوار حاصل ہو وہ مالک باغ کی ہوگی اور دوسرے عامل کے واسطے پہلے عامل پر اپنے کام کا اجر المثل چاہے جسقدر ہو واجب ہوگا اور پہلے عامل کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور واضح ہو کہ یہ جو فرمایا کہ اجر المثل چاہے جسقدر ہو یہ امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح و امام اعظم رح کے قول مین یہ ہے کہ اجر المثل مقدار مسمّٰی سے زیادہ نہ کیا جائیگا کذا فی المحیط - اور اگر دوسرے عامل کے پاس تمام پھل جو درختون پر لگے تھے درختون پر کھڑے ہی خراب ہوگئے بدون اسکے کہ دوسرے عامل کے فعل کا اسمین کچھ دخل ہو تو دونون مین سے کسی پر

تاوان لازم نہوگا اور اگر عامل ثانی کے فعل سے جسمین اُسنے عامل اول کے حکم کے برخلاف کیا ہو خراب ہوگئے تو مالک کے واسطے اسکا تاوان دوسرے عامل پر واجب ہوگا نہ عامل اول پر۔ اور اگر عامل ثانی کے فعل سے جسمین اُسنے عامل اول کے حکم کے برخلاف نہین کیا ہو خراب ہوگئے تو باغ کے مالک کو اختیار ہو کہ دونون مین سے جس سے چاہے تاوان لے پس اگر اُسنے عامل اول سے تاوان لینا پسند کیا تو اول یہ مال تاوان دوسرے عامل سے واپس نہین لے سکتا ہو اور اگر اُسنے دوسرے سے تاوان لیا تو وہ مال تاوان عامل اول سے واپس لیگا۔ یہ سب اُس صورت مین ہو کہ مالک نے عامل اول سے یہ نہ کہا ہو کہ اسمین اپنی رائے سے عمل کرے اور اگر یہ کہا ہو اور اُسکے واسطے آدھی حاصلات شرط کردی ہو اور اُسنے دوسرے کو تہائی پیداوار پر دیدیا تو یہ جائز ہو اور جو کچھ پیدا ہون اُسمین سے آدھے مالک باغ کے اور چھٹا حصہ عامل اول کا ہوگا اور تہائی دوسرے عامل کی ۱۲ منہ

اور امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ اگر مالک نے عامل سے یہ نہ کہا کہ اسمین اپنی رائے سے عمل کرے اور اُسکے واسطے کچھ حصے معلوم شرط کردی اور عامل اول نے دوسرے کے واسطے بھی یون ہی شرط کی یعنے تہائی دیدیا فاسد ہو کذا فی الذخیرہ فصل سابع ۱۲ منہ تو دونون فاسد ہین اور عامل اول پر تاوان لازم نہوگا کذا فی البدائع

کتاب الذبائح

اسمین تین باب ہین

باب اول - ذکوۃ کے رکن و شرائط وحکم وانواع کے بیان مین **قال المترجم** ذکوہ بذال معجمہ در اصل لغت بمعنی گردن کاٹنا و مراد شرعی طور سے جس سے شرع مین جانور حلال ہوجاوے گردن کاٹنا ہو۔ حلال کرنا ۱۲ منہ

قال - ذکوۃ دو قسم کی ہوتی ہو ایک اختیاری دوسری اضطراری - پس جو جانور ذبح کیے جاتے ہین اُنمین ذکوۃ اختیاری کا رکن ذبح کرنا ہو جیسے بکری وگاے وغیرہ اور جو جانور نحر کیے جاتے ہین اُنمین نحر کرنا ذکوۃ اختیاری کا رکن ہو جیسے اونٹ مگر ذبح یا نحر کا رکن ہونا اُسوقت ہو کہ جب ذبح و نحر پر قادر ہو پس بدون ذبح و نحر کے یہ جانور حلال نہونگے - اور ذبح یعنے بریدن رگہاے گلو اے گردن کی رگین کاٹنا اور اسکا محل اوپر کی گردن کے کنارہ اور دونون جڑون کے بیچ مین ہو اور نحر یعنے بریدن رگہاے گلو اے گردن کی رگین کاٹنا مگر اسکا محل آخر حلق ہو - اگر کسی نے جو جانور ذبح کیا جاتا ہو اُسکو نحر کیا یا جو نحر کیا جاتا ہو اُسکو ذبح کیا تو حلال ہوگیا کیونکہ گردن کی رگین کٹ گئین - مگر یہ مکروہ ہو ۱۲ منہ اسواسطے اونٹ کے حق مین سنت یہ ہو کہ نحر کیا جاوے اور سواے اونٹ کے دوسرے جانورون مین ذبح کرنا مسنون ہو کیونکہ اسکے خلاف سنت عمل کیا ہو ۱۲ منہ یہ بدائع مین ہو اور جامع صغیر مین لکھا ہو کہ ذبح کرنے مین اوپر کی گردن یا بیچ کی گردن یا نیچے کی گردن مین جہان ذبح کرے کچھ ڈر نہین ہو - اور فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہو کہ ایک نر قصاب سنے اندھیری رات مین ایک بکری ذبح کی اسطرح کہ حلقوم سے اوپر یا حلقوم سے نیچے کاٹ دیا تو اُسکا کھانا حرام ہو کیونکہ اُسنے ذبح یعنے حلقوم کے سواے دوسری جگہ سے ذبح کی - اور اگر اس صورت مین قصاب مذکور بعض مقام کاٹنے پایا تھا کہ اُسکو معلوم ہوگیا پس اُسنے دوبارہ گردن کاٹی قبل اسکے کہ پہلے کاٹنے سے بکری مرجاوے تو اسمین دو مذکی ہین

ہین کہ اگر اُسنے پہلی دفعہ پورا کاٹ دیا تھا تو اِسی صورت مین وہ بکری حلال نہوگی کیونکہ پہلے زخم سے بہ نسبت دوسرے کے وہ بکری جلد مرجاویگی اور اگر اُسنے پہلی دفعہ تھوڑا کاٹا تھا تو اِس صورت مین دوبارہ گردن کاٹنے سے حلال ہوجائیگی یہ ذخیرہ و محیطین مین ہے۔ اور ذکوۃ اضطراری کا رکن یہ ہے کہ عقر یعنے جرح پایا جاوے خواہ کسی جگہ ہو اور یہ بات صید مین ہوتی ہے اسیطرح اونٹ یا گاے یا دُنبہ بکری مین سے جو اسطرح بدک جاوے کہ اُسکا مالک اُسپر قدرت نپاوے اُنسمین بھی ذکوۃ اضطراری ہوتی ہے کیونکہ وہ صید کے معنی مین ہے۔ اگرچہ پہلے مستانس تھی اور اونٹ وگاے وبیل خواہ جنگل مین اسطرح بدک جاوے یا شہر مین بہرحال اُسکی ذکوۃ بجرح عقر ہی ہوگی ہے ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہے اور بکری اگر جنگل مین اسطرح بدک جاوے تو اُسکا حلال کرنا عقر سے ہوگا اور اگر شہر مین بدک جاوے تو عقر سے اُسکا حلال کرنا روا نہین ہے اسیطرح جو جانور انمین سے کنوئین دھتے مین گر پڑے اور اُسکا مالک اُسکے نکالنے پر یا اُسکے ذبح کرنے کی جگہ پر ذبح کرنے کی جگہ چھری چلانے پر قابو نپاوے تو عقر سے وہ بھی ذبح ہوجائیگا۔ منتقی مین مذکور ہے کہ اگر اونٹ نے کسی شخص پر حملہ کیا اور اُس شخص نے حلال کرنے کی نیت سے اُسکو قتل کر ڈالا تو اُسکا کھانا حلال ہے کیونکہ جب وہ شخص اُسکے پکڑنے پر قادر نہوا تو وہ بمنزلہ صید کے ہوگیا۔ اور شرائط ذکوۃ چند انواع ہین بعض تو ذکوۃ اختیاری و ذکوۃ اضطراری دونون کو شامل ہین اور بعض خاص ایک کے ساتھ مخصوص ہین نہ دوسرے کے ساتھ۔ پس جو شرائط دونون کو شامل ہین از انجملہ یہ ہے کہ ذبح کرنے والا عاقل ہو پس مجنون کا یا جو لڑکا ذبح کو نہین سمجھتا ہے اُسکا ذبیحہ نہ کھایا جائیگا اور اگر لڑکا ذبح کو سمجھتا ہو اور ذبح کرنے پر قادر ہوا اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا اور سکران یعنے جو شخص نشہ مین ہو اُسکا بھی یہی حکم ہے از انجملہ یہ ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کتابی ہو پس مشرکون کا ذبیحہ اور مرتدون کا ذبیحہ نکھایا جائیگا کیونکہ مرتد جس دین کی طرف منتقل ہوگیا ہے اُسکا معتقد نہین ہے۔ اور اگر مرتد ایک طفل مراہق یعنے قریب ببلوغ ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُسکا ذبیحہ نکھایا جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک کھایا جائیگا بابرین کہ طرفین کے نزدیک اُسکی ردت صحیح ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین صحیح ہے۔ اور اہل کتاب کا ذبیحہ کھایا جائیگا خواہ اہل حرب ہون یا غیر ہون خواہ نصارای بنی تغلب ہون یا غیر ہون کیونکہ نصارای بنی تغلب نصارای عرب کے دین پر ہین۔ اگر کوئی کتابی اپنا دین چھوڑکر کسی غیر کتابی کافرون کے دین پر ہوگیا تو اُسکا ذبیحہ نہ کھایا جائیگا اور اگر کوئی غیر کتابی کافر اپنا کفر چھوڑکر کسی اہل کتاب کے دین مین آگیا تو اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا۔ اور اصل یہ ہے کہ ذبح کرنے والے کا حال و دین اُسکے ذبح کرنے کے وقت کا دیکھا جائیگا اُسکے ماسوا کا کچھ اعتبار نہین ہے اور ہمارے اصحاب کے اصول مین سے ہے کہ جو شخص کفر کے ملتون مین سے کسی ملت کو چھوڑکر دوسری ملت کفر مین جو اُسکے قریب قریب ہے داخل ہوگیا تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا در اصل وہ اسی ملت کے لوگون مین سے ہے۔ اور جو شخص کتابی و غیر کتابی سے پیدا ہوا ہے اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا خواہ باپ کتابی ہو یا مان کتابی ہو یہ حکم ہمارے نزدیک ہے اور صابیہ فرقہ کا ذبیحہ امام اعظم کے نزدیک کھایا جائیگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین کھایا جائیگا۔ پھر واضح ہو کہ اہل کتاب کا ذبیحہ جبھی کھایا جائیگا کہ جب اُسکے ذبح

کرنے کے وقت وہان حاضر نہو اور نہ اُس سے کچھ سنا ہو یا حاضر ہو اور اس سے فقط اللہ تعالی کا نام سُنا ہو کیونکہ جب اُس سے کوئی لفظ نہین سنا تو بحسن ظن اس امر پر محمول کیا جائیگا کہ اُسنے فقط اللہ تعالی کا نام لیا ہی جیا مسلمان کے ساتھ حسن ظن کیا جاتا ہی - اور اگر اُسکی زبان سے اللہ تعالی کا نام سُنا گیا مگر اُسنے اللہ تعالے عزوجل کے لفظ سے مسیح علیہ السلام کو مراد لیا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا لیکن اگر اُسنے صریح اسطرح بیان کیا کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنے ایسے اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہون جو تین مین سے ایک ہی تو اُسکا ذبیحہ حرام ہی اور اگر اُسکی زبان سے فقط مسیح علیہ السلام کا نام سنا گیا یا اُسنے اللہ سبحانہ تعالے کا نام اور مسیح علیہ السلام کا نام لیا تو اُسکا ذبیحہ نکھایا جائیگا - از انجملہ ہمارے نزدیک شرط ہی کہ ذکوۃ کی حالت مین اللہ تعالی کا نام لے خواہ کوئی نام ہو خواہ نام کے ساتھ کوئی صفت ملاوے جیسے اللہ اکبر - اللہ اعظم - اللہ اجل اللہ الرحمن - اللہ الرحیم وغیرہ یا نہ ملاوے جیسے فقط اللہ یا رحمن یا رحیم وغیرہ کہے اور یہی حکم تہلیل و تسبیح و تحمید کا ہی اور خواہ تسمیہ معہودہ یعنے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جانتا ہو یا نجانتا ہو اور خواہ تسمیہ زبان عربی مین ہو یا فارسی وغیرہ کسی زبان مین ہو اور خواہ وہ عربی الفاظ اچھی طرح ادا کر سکتا ہو یا نہ ادا کر سکتا ہو ایسا ہی بشر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہی - کہ اگر کسی شخص نے ذبیحہ پر بزبان رومی یا فارسی تسمیہ کہا خواہ وہ عربی اچھی طرح ادا کر سکتا ہی یا نہین تو یہ تسمیہ کافی ہو اور تسمیہ کی شرائط مین سے یہ ہی کہ ذبیح کرنے والا تسمیہ کے حق کہ اگر غیر نے تسمیہ کہا اور ذبح کرنے والا خاموش رہا حالانکہ بھولا نہین ہی یا وہی تو ذبیحہ حلال نہوگا اور از انجملہ یہ ہی کہ تسمیہ سے یہ قصد کرے کہ ذبیحہ پر اللہ تعالی کا نام لیتا ہی اور اگر اُسنے تسمیہ سے شروع کام پر اللہ تعالی کا نام لینا مراد لیا ہی تو ذبیحہ حلال نہوگا اور علی ہذا اگر الحمد للہ کہا اور اس سے تسمیہ کی نیت نہ کی بلکہ اُسنے بطریق شکر کے اللہ تعالی کے حمد کرنے کی نیت کی تو ذبیحہ حلال نہوگا اسیطرح اگر اُسنے تسبیح یا تہلیل یا تکبیر کہی اور اس سے ذبیحہ پر تسمیہ کہنے کی نیت نہ کی بلکہ فقط یہ نیت تھی کہ صفات مخلوقات سے اللہ تعالی پاک ہونے اور اُسکی وحدانیت کے وصف کو بیان کرے تو ذبیحہ حلال نہوگا کذا فی البدائع اور اگر اُسکو چھینک آئی پس اُسنے الحمد للہ کہا یعنے چھینک پر تحمید کی نیت کی پھر ذبح کر دیا تو یہ جانور حلال نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - از انجملہ یہ ہی کہ غیر کے ناموں سے اللہ تعالے کے نام کی تجرید کرے - یعنے فقط اللہ تعالے کا نام زبان سے کہے کسی غیر کا نام نہ ملاوے اگرچہ نبی علیہ السلام کا نام کیون نہو - از انجملہ یہ ہی کہ اللہ تعالے کے نام ذکر کرنے سے خالص اُسکی تعظیم کا قصد کرے اُسمین منجملہ دعا کا شائبہ نہو حتے کہ اگر اُسنے کہا کہ اللھم اغفرلی تو یہ تسمیہ نہوگا کیونکہ یہ دعا ہی اور دعا مین محض تعظیم ہی مقصود نہین ہوتی ہی - وقت بیان تسمیہ کا پس ذکوۃ اختیاری مین وقت ذبح کے بیان کرے اُس سے مقدم کرنا جائز نہین ہی مگر یون ہی کچھ پہلے نہایت تھوڑی سے دیر کہ جس سے بچاؤ نہین ہو سکتا ہی - اور ذکوۃ اضطراری مین تیر پھینکنے اور سیکھا ہوا کتا وغیرہ چھوڑنے کے وقت تسمیہ کہدے - اور جو شرط مذکی کی طرف یعنے جسکی ذکوۃ مطلوب ہی راجع ہی وہ یہ ہی کہ یہ جانور حلال ہو اور یہ ذکوۃ اضطراریہ مین ہی نہ اختیاریہ مین - اور جو قسم شرط کہ محل ذکوۃ کی طرف راجع ہی از انجملہ یہ ہی کہ ذکوۃ اختیاری کے وقت تسمیہ کا محل معین کرے اور اسی سے اس صورت کا حکم نکلتا ہی کہ اگر تسمیہ کہکر ایک جانور ذبح کیا پھر دوسرا ذبح کیا اور گمان کیا کہ پہلا تسمیہ اسکے حق مین بھی کافی ہو گیا ہی

تو یہ جانور نہ کھایا جائیگا اور ضرور ہے کہ ہر جانور کے واسطے علیحدہ تسمیہ کہے - ازانجملہ یہ ہے کہ جو جانور شکار نہو اُسمین وقت ذبح کے اصل حیات باقی ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اصل حیوۃ کافی نہین ہے بلکہ حیوۃ مستقرہ ہونا چاہیے کذا فی البدائع - اور مترد یہ و منخنقہ و موقوذہ اور بکری مریضہ و فطیحہ و مشقوقۃ البطن اگر ذبح کی گئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسمین حیوۃ مستقرہ باقی ہے تو ذبح سے بالاجماع حلال ہو جائیگی اور اگر اُسمین حیوۃ مستقرہ نہو تو بھی ذبح سے حلال ہو جائیگی خواہ زندہ رہ سکتی ہو یا نہ رہ سکتی ہو یہ امام اعظم رح کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور جو جانور بدون ذبح کے حلال نہین ہوتے ہین اُنمین بعد ذبح کے خون کا نکلنا آیا حلال ہونے کی شرائط مین سے ہے یا نہین تو اسمین کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہین آئی ہے اور بعضے فتاوے مین مذکور ہے کہ دو باتون مین سے ایک بات ہونا چاہیے یا تو ذبیحہ حرکت کرے یا خون نکلے اور اگر کوئی بات نہ پائی گئی تو حلال نہو گا یہ بدائع مین ہے - اگر کوئی گائے یا بکری ذبح کی گئی اور اُس سے خون نکلا مگر اُسنے حرکت نکی اور خون ایسا نکلا جیسا زندہ سے نکلا کرتا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ مذبوحہ کھائی جائیگی اور ہم اسیکو اختیار کرتے ہین - ایک شخص نے ایک بیمار بکری ذبح کی اور اُسکے مُنہ کے سوائے کسی جزو بدن نے حرکت نکی پس اگر اُسنے مُنہ کھول دیا تو نہ کھائی جائیگی اور اگر بند کر لیا تو کھائی جائیگی - اور اگر آنکھ کھول دی تو نہ کھائی جائیگی اور اگر آنکھ بند کر لی تو کھائی جائیگی اور اگر اُسنے پانون پھیلا دیے تو نہ کھائی جائیگی اور اگر کھینچ لیے تو کھائی جائیگی اور اگر اُسکے بال نہ کھڑے ہوئے تو نہ کھائی جائیگی اور اگر کھڑے ہو گئے تو کھائی جائیگی اور یہ سب ایسی بکری مین ہے جسکا ذبح کے وقت زندہ ہونا معلوم نہو تاکہ ان علامات سے اُسکا زندہ ہونا پہچانا جاوے اور اگر وقت ذبح کے یقیناً اُسکا زندہ ہونا معلوم ہو تو ہر حال مین کھائی جائیگی یہ سراج الوہاج مین ہے - اور ذکوۃ کا حکم یہ ہے کہ جو جانور ذبح کیا گیا ہے وہ طاہر ہو جاتا ہے پس اگر حلال جانورون مین سے ہو تو اُسکا کھانا بھی حلال ہو جاتا ہے اور اگر حلال جانورون مین سے نہو تو سوائے کھانے کے اُس سے اور طور پر نفع اُٹھانا جائز ہو جاتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور خشے اور مخنث کا ذبیحہ جائز ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے آبرص کا ذبح کرنا اور روئی و ہانڈی پکانا مگر وہ نہین ہے مگر اُسکے سوائے اگر دوسرا یہ کام کرلے تو اولی ہے یہ غرائب مین ہے - عورت مسلمہ و کتابیہ ذبح کرنے مین مثل مرد کے ہے - اور گونگے کا ذبیحہ خواہ مسلمان ہو یا کتابی ہو کھایا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور محرم نے جو صید ذبح کیا خواہ حل مین ذبح کیا ہو یا حرم مین وہ حلال نہین ہے - اور جو جانور حرم مین ذبح کیا گیا وہ حلال نہین ہے اسیطرح حرم مین جو صید ذبح کیا گیا خواہ حلال نے ذبح کیا یا محرم نے وہ حلال نہین ہے بخلاف اسکے اگر محرم نے سوائے صید کے ذبح کیا تو اُسکا یہ حکم نہین ہے کیونکہ یہ فعل مشروع ہے یہ کافی مین ہے - ایک نصرانی نے حرم مین ایک صید ذبح کیا تو حلال نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے - ایک مسلمان نے ایک مجوسی کی بکری اُنکے آتشکدہ کے واسطے ذبح کی یا کافر کی بکری اُنکے آلہہ کے واسطے ذبح کی تو اُسکا کھانا جائز ہے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالی کا نام لیا ہے مگر مسلمان کے حق مین ایسا فعل کرنا مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ مین جامع الفتاوی سے منقول ہے - مشکل مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے مہمان کے پیش نظر اُسکی تعظیم کے واسطے

کوئی جانور ذبح کیا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہو اسیطرح اگر کسی امیر وغیرہ کی آمد مین اُسکی تعظیم کے واسطے ذبح کیا تو بھی اُسکا کھانا حلال نہین ہو یا ان اگر مہمان کی غیبت مین اُسکی ضیافت کے واسطے ذبح کیا تو کچھ ڈر نہین ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ تجرید مین ہے کہ اگر مسلمان نے جانور ذبح کیا پھر بعد ذبح کے مجوسی نے اُسکے گلے پر چھری پھیر دی تو حرام نہو جائیگا۔ اور اگر مجوسی نے ذبح کیا بعد اُسکے ذبح کے مسلمان نے اُسکے گلے پر چھری پھیری تو حلال نہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ واضح ہو کہ ذکوۃ مین خورگین کاٹی جاتی ہین وہ چار ہین۔ ایک حلقوم یعنے سانس کی آمد رفت کا راستہ دوسری مرے یعنے کھانے پانی کا راستہ تیسرے وجوتھے دو دواجین یعنی گردن کے منکے کی دونون طرف دو رگین ہین جنمین خون کی آمد و رفت ہو پس اگر یہ چارون کٹ گئین تو ذبیحہ حلال ہوگیا اور اگر اکثر کٹ گئین تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہو اور صاحبین رح نے فرمایا حلقوم ومرے ودونون دواجین مین سے ایک کا کٹ جانا ضرور ہے مگر صحیح قول امام اعظم رح کا ہے۔ کیونکہ جو حکم کل کا ہوتا ہو وہی اکثر کا ہوتا ہے یہ مضمرات مین ہے۔ اور جامع صغیر مین لکھا ہے کہ اگر نصف حلقوم ومرے ونصف مرے ودواج کٹ گئی تو ذبیحہ حلال نہوگا کیونکہ حلت کل یا اکثر کے قطع ہونے پر ہے اور موضع احتیاط مین نصف کو کل کا حکم نہین دیا گیا ہے کذا فی الکافی اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر حلقوم ومرے واکثر ہر دونون دواجین مین سے کٹ گئین تو جانور حلال ہو جائیگا ورنہ حلال نہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ سب جوابات مین سے یہ جواب اصح ہے۔ اور اگر گدی کی طرف سے بکری ذبح کی گئی پس اگر اُسکے مرنے سے پہلے ان رگون مین سے اکثر کٹ گئین تو حلال ہو جائیگی اور اگر اکثر یہ رگین کٹ جانے سے پہلے وہ مرگئی تو حلال نہوگی اور یہ فعل مکروہ ہوا سوجہ سے کہ ایک تو خلاف سنت ہے اور دوسرے اسمین زیادہ تکلیف دہی ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک گاے یا بکری بچہ جننے پر آ لگی تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا ذبح کرنا مکروہ ہو کہ اسمین بچہ کی تضییع ہے اور یہ امام اعظم کا قول ہے اسواسطے کہ اُسکے نزدیک ماں کے حلال کرنے سے بچہ پیٹ کا حلال نہین ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی شخص نے گائی یا گاے حلال کی پھر اُسکے پیٹ مین سے مردہ بچہ نکلا وہ نہ کھایا جائیگا خواہ اُسکو اس بات کا شعور ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف وامام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُسکی خلقت پوری ہوگئی ہو تو کھایا جائیگا کذا فی الہدایہ۔ اور اگر حنفیین نے پیٹ کا بچہ زندہ نکلا اور اتنی حیات نہ تھی کہ اُسکو ذبح کیا جاسکے پس وہ مرگیا تو کھایا جائیگا اور یہ بنا بر قول امام ابو یوسف رح وامام محمد رح کے ہے نہ بنا بر قول ابی حنیفہ رح کے کذا فی النہایہ۔ ایک شخص نے بکری کا پیٹ پھاڑ کر زندہ بچہ نکالکر اُسکو ذبح کیا پھر بکری کو ذبح کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بکری اس زخم سے زندہ نہ رہ سکے تو حلال نہوگی اسواسطے کہ اُسکی موت پہلے زخم سے ہوگی اور یہ زخم ذکوۃ نہین ہے اور اگر اس سے زندہ رہ سکے تو ذبح سے حلال ہو جائیگی کیونکہ ذکوۃ یہ دوسرا یعنے ذبح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص کی گاے پر بچہ پیدا ہونے مین بہت تکلیف پیش آئی اور پیدا ہونا مشکل ہوگیا پس اُسنے گاے کی فرج مین ہاتھ ڈالکر پیٹ ہی مین اُسکا بچہ ذبح کر دیا خواہ مذبح سے اُسکو ذبح کیا یا ذبح کرنے کی جگہ کے سوا دوسری جگہ سے ذبح کر دیا پس اگر ذبح کی جگہ سے ذبح کیا تو حلال ہے اور اگر غیر جگہ سے ذبح کیا پس

اگر وہ شخص ذبح کرنے کی جگہ سے ذبح نہین کر سکتا تھا تو حلال ہوگا اور اگر ذبح کی جگہ سے ذبح کر سکتا تھا مگر اُسنے غیر جگہ سے ذبح کیا تو حلال نہوگا یہ وجیہ کردری مین ہی - ایک بلی نے مرغی کی گردن کاٹ دی تو وہ ذبح کرنے سے حلال نہوگی اگر چہ پھڑکتی رہے یہ ملتقط مین ہی - اور آلہ دو طرح کا ہوتا ہی قاطعہ (کاٹنے والا) وفاسخہ (پھاڑنے والا) پھر قاطعہ دو طرح کا ہوتا ہی تیز اور کند - پس تیز آلہ سے بلا کراہت ذبح کرنا جائز ہی خواہ لوہے کا ہو یا نہو جیسے کسی نے نرکل کے پوست سے یا سنگ مرمر سے یا عصا کی کھپاچ سے یا ہڈی کی کھپاچ سے ذبح کیا تو جائز ہی - اور کند آلہ سے ذبح کرنا جائز ہی مگر مکروہ ہی اور اگر اُکھڑے ہوئے دانت یا ناخن سے ذبح کیا تو حلال ہی مگر فعل مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور جو آلہ فاسخہ سے ہوتا ہی وہ ناخن قائم ودندان قائم ہی کہ اُس سے بالاجماع ذبح کرنا جائز نہین ہی اور اگر ذبح کیا تو جانور مردار ہوجائیگا یہ بدائع مین ہی - اور اونٹ کے ذبح کرنے مین سنت طریقہ یہ ہی کہ اُسکا بایان بازو وساق باندھکر کھڑا کرکے نحر کرے یعنی آخر حلق سے ذبح کرے پس اگر اونٹ کو نروٹ سے لٹاکر نحر کیا تو جائز ہی مگر طریقہ اول افضل ہی - اور گائے مین سنت یہ ہی کہ اُسکو نروٹ سے لٹاکر ذبح کرے کیونکہ اس طریقہ سے رگون کا کاٹنا اچھی طرح ممکن ہی اور سب صورتون مین اپنے ساتھ جانور کو قبلہ رخ رکھے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - مستحب یہ ہی کہ دن مین ذبح کرے اور ذبح اختیاری مین یہ مستحب ہی کہ لوہے کے تیز آلہ سے جیسے چھری وتلوار وغیرہ سے ذبح کرے حدید سے اور رات مین حدید سے مکروہ ہی - اور مستحبات مین سے ہی کہ رگون کو اچھی طرح کاٹے اور تکیہ لگانا اس حال مین مکروہ ہی اور حلقوم کی طرف سے ذبح کرنا مستحب ہی اور گدی کی طرف سے مکروہ ہی اور منجملہ مستحبات کے یہ ہی کہ رگین سب کاٹے اور بعض کاٹنا اور بعض نہ کاٹنا مکروہ ہی - اور یہ مستحب ہی کہ فقط رگین کاٹنے پر اکتفا کرے اور سر کو جدا نہ کردے اور اگر ایسا کیا تو مکروہ ہی اور ذبح کے وقت یہ کہنا کہ اللھم تقبل عن فلان مکروہ ہی بان یہ لفظ ذبح سے فارغ ہونے کے بعد کہے یا اُس سے پہلے کہ لے لیکن اگر اُسنے ذبح کے وقت کہا تو ذبیحہ حرام ہوگا اور ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے ذبیحہ کی کھال کھینچنا مکروہ ہی اور اگر ذبیحہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے اُسکی شجاع تک چھری پھونکی یا کھال کھینچی تو اُسکے کھانے مین ڈر نہین ہی - اور ذبح کی طرف جانور کو یا ناون پکڑکے کھینچ لیجانا مکروہ ہی اور اُسکو نظر اُسکے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ ہی مگر یہ سب باتین ایسی ہین کہ اُسنے ذبیحہ حرام نہین ہوجاتا ہی یہ بدائع مین ہی اور جس جانور کو نحر کرنا چاہیے اگر اُسکو ذبح کیا یا جسکو ذبح کرنا چاہیے اُسکو نحر کیا تو جائز ہی مگر مکروہ ہی کہ اُسنے سنت کو ترک کیا یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر کسی نے اونٹ یا گائے یا بکری کی گردن ماری اور سر جدا کردیا مگر تسمیہ کہا پس اگر حلقوم کی طرف سے گردن ماری ہی تو وہ کھائی جائیگی مگر اس شخص نے بہت بُرا کیا اور اگر اُسنے ورنگی وتوقف کے ساتھ گردن ماری تو نہ کھائی جائیگی کیونکہ وہ ذکوۃ سے پہلے مرگئی پس مردار ہوگئی اور اگر اُسکے مرجانے سے پہلے اُسکی رگین کاٹ دین تو کھائی جائیگی کیونکہ ذکوۃ مین جو فعل چاہیے ہی وہ اُسکی زندگی مین پایا گیا لیکن یہ فعل مکروہ ہی کیونکہ اُسنے بلا حاجت اُسکی تکلیف بڑھا دی اور اگر اُسنے اپنا فعل بلا توقف پورا کردیا تو کھائی جائیگی کیونکہ ظاہر یہی ہی کہ وہ ذکوۃ سے مری ہی یہ بدائع مین ہی - اگر جانور کو بدون قبلہ کی طرف توجہ کے

ذبح کیا تو حلال ہوگا مگر یہ وہ ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے- ایک شخص کا بیل مرنے لگا اور مالک کے پاس کوئی آلہ نہین ہے سوائے ایسی چیز کے جس سے اُسکے مذبح مین جرح کرسکے اور اگر وہ ذبح کرنے کا آلہ تلاش کرتا ہے تو اتنی دیر مین وہ مرجائیگا اسکو حلال کرنا نہ ملیگا پس اُسنے بیل مذکور کے مذبح کو مجروح کردیا تو حلال ہوگا لیکن اگر رگین کاٹ دین تو حلال ہوجائیگا یہ قنیہ مین ہے- اور نخع مکروہ ہے یعنے اُسکی نخاع تک چھری بھونکنا مگر ذبیحہ کھایا جائیگا اور نخاع رقبہ کی ہڈی مین ایک سپید رگ ہے (جسکو حرام مغز کہتے ہین) اور بعض نے فرمایا کہ نخع کے یہ معنی ہین کہ اُسکا سر پکڑ کے کھینچے تاکہ اُسکا مذبح پھیل جاوے اور بعض نے فرمایا کہ نخع اسکو کہتے ہین کہ تڑپنے سے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اُسکی گردن توڑ دے- بہرحال یہ سب مکروہ ہے اسواسطے کہ یہ بلاضرورت حیوان کی تعذیب ہے- اور حاصل یہ ہے کہ جو بات ذکوۃ مین محتاج الیہ نہین ہے مگر اُسمین جانور کے حق مین زیادہ تکلیف ہے وہ مکروہ ہے یہ کافی مین ہے- بقالی نے فرمایا کہ مستحب یہ ہے کہ یون کہے بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ مکروہ ہے کہ واو سے فی الفور تسمیہ ہونا منقطع ہوجاتا ہے کذا فی المحیط ایک ذبح کرنے والے نے اللہ تعالی کے نام کے ساتھ ملا ہوا بغیر واو کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک ذکر کیا تو اسمین تین صورتین ہین یا تو لفظ محمد کو نصب کے ساتھ ذکر کیا یا جر کے ساتھ یا رفع کے ساتھ اور ان سب صورتون مین ذبیحہ حلال رہا اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بطریق عطف کے نہین مذکور ہے پس مبتدا ہوگا لیکن مکروہ ہے اسواسطے کہ صورت مین وصل پایا جاتا ہے- اور اگر اُسنے واو کے ساتھ ذکر کیا پس اگر جر کے ساتھ ذکر کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا کیونکہ یہ شخص ان دونون نامون کے ساتھ ذبح کرنے والا ہوگیا اور اگر اُسنے رفع سے ذکر کیا تو ذبیحہ حلال ہوگا کیونکہ لفظ محمد مبتدا ہوگا اور اگر لفظ محمد نصب کے ساتھ ذکر کیا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے اور علی ہذا القیاس اگر اللہ تعالی کے نام پاک کے ساتھ کوئی نام دوسرا ذکر کیا تو اسمین اسیطرح حکم ہے یہ نہایہ مین ہے- وقال المترجم اللہ تعالے کے نام کے ساتھ دوسرا نام ذکر کرنے مین دو صورتین ہین یا بلا واو ذکر کیا یا بواو ذکر کیا پس صورت اولی مین یعنے جب بلا واو ذکر کیا پس یا تو بزبان عربی تسمیہ کہا سو اسکا حکم وہی ہے جو کتاب مین مذکور ہے اور اگر بزبان اردو بیان کیا تو شاید وہی حکم ہو جو عربی زبان مین ہے مگر اردو والے کبھی حرف عطف دور کردیتے ہین جیسے ہم تم ملکر یہ کام کرلین حالانکہ عطف مقصود ہے مگر بظاہر بنا بر حکم شرعی ملفوظ پر ہوگی اور اگر بواو ذکر کیا تو میرے نزدیک بہرحال ذبیحہ حرام ہے کیونکہ اسمین نصب وجر وغیرہ شقوق کا احتمال نہین ہے فان جلت ارأقة الدم انما یجوز بذکر اسم اللہ تعالے وحدہ فلا یحل ادخال اسم مع اسمہ تعالی وان کان من اسمائہ کالانبیاء والاولیاء ولا عبرة بما یفعلہ الجہلة وان کانوا فی صورة المشائخ والعلماء واللہ تعالی اعلم بالصواب اور اگر کسی نے بسم اللہ بغیر ہاء کہا پس اگر اُس سے تسمیہ کا ارادہ کیا تو ذبیحہ حلال ہوگا ورنہ نہین کیونکہ عرب کے لوگ کبھی بطور ترخیم کے حذف کردیتے ہین اسیطرح اگر یون کہا کہ بسم اللہ تقبل من فلان تو ذبیحہ حلال ہوگا مگر فعل مکروہ ہے اور اگر ذبح کرنے سے پہلے یا بعد یون کہا کہ اللھم تقبل من فلان تو کچھ ڈر نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر ذبح کے وقت کہا کہ لا الہ الا اللہ اور

۴ قال شمس الائمہ الحلوانی رحمہ اللہ تعالی ہذا اذا کان الذابح ممن یعتقد التسمیة واجبة اما اذا کان ممن یعتقد انہا لیست بواجبة فانہ یحل ذبیحتہ وان ترک التسمیة عامدا کذا فی الظہیریة

۵ قال المترجم یہ مسئلہ بلکل فی الواقع دونون صورتون مین ایک ہے صرف اختلاف عبارت ہے ۱۲ منہ

دونوں ودجین وحلق ومرے مین سے نصف قطع کیا پھر کہا محمد رسول اللہ پھر باقی قطع کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا کہ تسمیہ کو مجرد اللہ تعالے کے نام سے کہنا فرض ہی یہ فتنیہ مین ہی اور اگر کہا بسم اللہ وصل اللہ علے محمد یا کہا صلے اللہ علے محمد بدون واو کے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولیکن یہ فعل مکروہ ہی اور بقالی مین لکھا ہی کہ ذبیحہ حلال ہوگا اگر موافقت تسمیہ ہو۔ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسنے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے اشتراک فی التسمیہ مراد لیا ہی تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اگر اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے بتبرک فعل ذبح قصد کیا تو ذبیحہ حلال ہوگا ولیکن یہ فعل مکروہ ہی یہ محیط مین ہی۔ اور جس شخص نے عمداً تسمیہ چھوڑ دیا ہی اسکا ذبیحہ حلال نہوگا اور اگر اسنے بھولے سے چھوڑ دیا ہی تو حلال ہوگا اور مسلمان وکتابی دونون تسمیہ چھوڑنے کے حکم مین یکسان ہین کذا فی الکافی اور فتاوے عتابیہ مین ہی کہ لڑکا اور بالغ بھولنے کے حکم مین یکسان ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی قصاب سے اپنا جانور ذبح کرایا اسنے کہا کہ مین نے عمداً تسمیہ چھوڑ دیا ہی تو جانور حلال نہوگا اور قصاب اُس جانور کی قیمت تاوان دیگا۔ یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر اسنے بسم اللہ کہا مگر اسکے دل مین نیت نہ آئی تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ ذبیحہ کھایا جائیگا اور یہی صحیح ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے بکری کو لٹایا اور چھری ہاتھ مین لی اور تسمیہ کہا پھر اسکو چھوڑ کر دوسری بکری کو ذبح کیا اور عمداً اُسپر تسمیہ نکہا تو وہ حلال نہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر ایک بکری کو لٹایا تاکہ ذبح کرے اور چھری ہاتھ مین لی۔ اور تسمیہ کہا پھر یہ چھری چھوڑ کر دوسری چھری لیکر اُس سے بکری ذبح کردی تو وہ حلال ہوگی۔ اور اگر شکار مین ایک تیر لیا اور تسمیہ کہا پھر یہ تیر رکھدیا اور دوسرا تیر لیکر مارا تو شکار اُسی تسمیہ کی وجہ سے حلال نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر ذبح کرنے کے واسطے ایک بکری کو لٹایا اور تسمیہ کہا پھر کسی شخص سے کچھ کلام کیا یا پانی پیا یا چھری تیز کی یا ایک لقمہ کھالیا یا اور اسکے مثل کوئی کام جو عمل کثیر نہین ہی کیا تو ذبیحہ اسی تسمیہ سے حلال ہوجائیگا اور اگر بہت کلام کیا یا بہت عمل کیا تو اس ذبیحہ کا کھانا مکروہ ہوگا اور عمل کثیر کے واسطے اس مقام پر کوئی تقدیر نہین ہی بلکہ جہان واقعہ ہو وہان کے لوگون کی عادت کو دیکھا جائیگا پس اگر لوگ اپنی عادت مین اس کام کو کثیر سمجھتے ہون تو کثیر ہوگا اور اگر قلیل گنتے ہون تو قلیل ہوگا پھر واضح ہو کہ اس صورت مین مکروہ کا لفظ ذکر فرمایا ہی۔ اور مشائخ نے اس کراہت مین اختلاف کیا ہی۔ اور اضاحی غفار مین ہی کہ اگر اپنی چھری تیز کی تو تسمیہ منقطع ہوجائیگا کچھ تفصیل نہین ہی کہ عمل کثیر ہو یا قلیل ہو یہ محیط مین ہی اگر ایک شخص تسمیہ کہہ چکا تھا پھر بکری ہاتھ سے چھوٹ گئی اور لیٹے سے اُٹھ کھڑی ہوئی پھر اُسنے اُسکو لٹا دیا تو تسمیہ منقطع ہوگیا یہ بدائع مین ہی ایک شخص نے حمار وحشی کا ایک گلہ دیکھکر تسمیہ کہکر اپنا کتا چھوڑا اور اُسنے کوئی گدھا پکڑا تو وہ حلال ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی بکریون کو دیکھا پس کہا کہ بسم اللہ پھر ایک کو پکڑ کر لٹایا اور ذبح کردیا اور عمداً تسمیہ اس گمان پر چھوڑ دیا کہ وہی تسمیہ کافی ہوگا تو یہ بکری نکھائی جائیگی یہ بدائع مین ہی۔ اگر ایک بکری کو دوسری بکری پر لٹایا پس اگر دونون کو ایکبار چھری چلانے مین ذبح کرڈالا تو ایک ہی تسمیہ کافی ہی۔ چند گرگریان ایک شخص کے ہاتھ بیچے ہین پس اُسنے تسمیہ کہکر ایک کو ذبح کیا

پھر اُسکے پیچھے ہو دوسرے کو ذبح کیا مگر تسمیہ نکہا تو دوسری حلال نہوگی۔ اور اگر اُسنے سب پر ایکبارگی چھری چلائی تو ایک ہی تسمیہ کافی ہو کذا فی خزانۃ المفتیین۔

دوسرا باب ۔ اُن حیوانون کے بیان مین جنکا کھانا جائز ہو اور جنکا کھانا نہین جائز ہو۔ حیوان در اصل دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ جو پانی مین جیتے ہین اور دوسرے وہ جو خشکی مین جیتے ہین پس جو پانی مین جیتے ہین اُن سب حیوانون کا کھانا حرام ہو سوائے مچھلی کے کہ خاصۃً مچھلی کا کھانا حلال ہو لیکن مچھلیون مین سے بھی جو مچھلی مرکر اوپر اُتراوے وہ حرام ہو اور جو حیوانات خشکی مین جیتے ہین وہ تین طرح کے ہین ایک وہ جنمین بالکل خون نہین ہو دوم وہ کہ جنمین خون سائل نہین ہو سوم وہ کہ جنمین خون سائل ہو پس جانورون مین بالکل خون نہین ہو جیسے ٹیڑی اور شہد کی مکھی و بھڑ اور مکھیان و مکڑی وغیرہ یہ سب حلال نہین ہین سوائے ٹیڑی کہ فقط ٹیڑی حلال ہو اسیطرح وہ جانور جنمین خون سائل نہین ہو جیسے سانپ و بچھو و سام ابرص و تمام حشرات و ہوام الارض جیسے چوہا و جرد و قنفذ و حیہ و گرگٹ و چھپکلی و گرس و گوہ سب حلال نہین ہین اور ان جانورون کی حرمت مین کسی نے خلاف نہین کیا ہو مگر مچھلی کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہو۔ اور جن جانورون مین خون سائل ہو وہ دو طرح کے ہوتے ہین ایک مستانس اور دوسرے متوحش پس بہائم جنکے چوپایہ ہین سے جو مستانس ہین وہ مثل اونٹ و گاے و بکری کے بالاجماع حلال ہین اور جو متوحش ہین جیسے ہرن و نیل گاے و حمار وحشی و اونٹ وحشی پس باجماع مسلمین حلال ہین۔ اور درندون مین سے جو مستانس ہین یعنے کتا و بلا پالو یہ حلال نہین ہین۔ اسیطرح سباع مین جو متوحش ہین جنکو سباع وحشی کہتے ہین اور سباع الطیر اور سباع مین سے ہر ذی ناب اور طیر مین سے ہر ذی مخلب جسکا شکار کرتا ہو پس سباع وحشی مین سے ذی ناب مثل شیر و بھیڑیا و کفتار و پلنگ و چیتا و لومڑی و خوک و خرگوش و سنجاب و سمور و دلق و دب و قرد و فیل و اُسکے امثال پس ان سبکی حرمت مین کسی کا خلاف نہین ہو سوائے کفتار کے کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہو۔ اور طیور مین سے جو ذی مخلب ہین جیسے باز و باشہ و چرخ و شاہین و چیل و لگاث و نسر طائر و عقاب و اسکے امثال یہ سب حرام ہین۔ اور طیور مین سے جنکی مخلب نہین ہوتی ہو اور وہ مستانس ہین جیسے مرغی و بط یا متوحش ہوتے ہین جیسے کبوتر و فاختہ و گرگریا و کبک و کلنگ و زاغ زراعت یعنے ہر دانہ و کھیتی وغیرہ اور ایسی چیزین کھاتا ہو یہ سب بالاجماع حلال ہین بدایع مین ہو۔ اور قرمی و سودانیہ و زرزر کے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو اور اہل حلب کا گوشت مکروہ ہو اور اہل حلب وہ اہل ہو جسکی بیشتر غذا نجاست ہو سو اگر وہ اکثر نجاست کھائیگا تو اُسکا گوشت متغیر ہو کر بدبودار ہو جائیگا پس اُسکا کھانا مثل طعام بدبودار کے مکروہ ہو اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا ہو کہ اُس سے کام وغیرہ کا انتفاع حلال نہین ہو مگر جبکہ چند روز قید رکھا جاوے اور اُسکو چارہ کھلایا جاوے تو پھر اُس سے انتفاع حلال ہو اور جو قدوری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہو وہ اجود ہو کیونکہ واضح ہو کہ اُسکے قید رکھنے کے واسطے ظاہر روایت مین کوئی مدت مقرری نہین ہو اور ایسا ہی امام محمد رحمہ

مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رح اسکے قید رکھنے کی کوئی میعاد نہیں مقرر فرماتے تھے اور یہ کہتے تھے
کہ یہاں تک قید کی جاوے کہ غلیظہ ہو جاوے - اور امام ابویوسف رح نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی کہ
تین روز تک قید رکھی جاوے - اور امام محمد رح سے روایت کی کہ اونٹنی اور بکری دو میل
[illegible] اور اس سے بدبو پھوٹے تو اسوقت وہ
[illegible] اور اسکا دودھ نہ پیا جاویگا مگر اسکا بیچ کرنا اور ہبہ کرنا جائز ہے اور یہ
حکم اسوقت ہے کہ جب [illegible] کہ اکثر حلال نجاست کھاتی ہے - اور اگر اسنے مخلوط
[illegible] اور جو مرغی چھوٹی پھرنی ہو
[illegible] اسکی غذا میں غالب نہیں ہوتی ہے
[illegible] یہ ہے کہ مرغی قید رکھی جاوے
[illegible] ابابیل وصلصل و
[illegible] امام ابویوسف
[illegible] تو فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں ہے پھر میں نے
[illegible] کھاتا ہے تو فرمایا کہ وہ نجاست کو دور کر لیتا ہے پھر کھاتا ہے پھر اصل امام اعظم رحمۃ اللہ
[illegible] کو دور کرنے سے جیسے مرغی اسکے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے
[illegible] فرمایا کہ [illegible] قاضی خان میں ہے - اور
[illegible] اسکے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے کذا فی الظہیریہ
[illegible] کھانا مکروہ ہے یہ ملتقط سے باب الکراہۃ میں ہے - اور ویسی
[illegible] کہ اسکا کھانا روا ہے اور بعض جگہ
[illegible] اور بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ
[illegible] کا کھانا روا نہیں ہے اور یہی صحیح ہے - قال المؤلف رح کہ میں نے اپنے والد رح کے خط سے لکھا
دیکھا ہے اور [illegible] ایک شے [illegible] قلیل مرغی کا میل ہوتا ہے کہ ہر چیز پر حملہ کرتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے
ابراہیم سے مروی ہے کہ ائمہ رح [illegible] سے ہر ذی مخلب کو اور جو نجس و مردار خوار ہے مکروہ جانتے
تھے اور ہم اسکو اختیار کرتے ہیں [illegible] مردار خوار ہے جیسے دیسی کالا کوا جنگلی کوا اسکو طبیعت پاکیزہ پاتی ہے
وخبث جانتے تھے مان جو کوا کہ جنگل میں گھومتی اور دانہ چگن چن کر کھاتا ہے وہ مباح و پاک ہے اور اگر کوا
کھانے کو مخلوط کرتا ہو کہ کبھی نجاست کھاتا ہو اور کبھی دانہ چگتا ہو تو امام ابویوسف رح سے مروی ہے کہ وہ مکروہ ہے
امام اعظم رح سے مروی ہے کہ اسکے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور مرغی کے قیاس پر یہی صحیح ہے یہ بسوط
[illegible] کا گوشت حرام ہے [illegible] اسکا دودھ و اسکی چربی بھی حرام ہے اور سوائے کھانے
کے اور [illegible] کی چربی استعمال کرنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے پس بعضوں نے اسکو کھانے پر
قیاس کر کے حرام کہا ہے اور بعضوں نے اسکو مباح کہا ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے - اور حمار وحشی

اگر پالی ہو جاوے یعنی اُسکو پالو کر لیں اور اسپر اکاف ڈالنا شروع کریں یعنے شل پالو سکے ہو جاوے تو وہ کھایا جائیگا
اور اگر پالو گدھا وحشی ہو جاوے تو بھی نہین کھایا جائیگا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک گھوڑون
کا گوشت مکروہ ہے مگر صاحبین نے اسمین خلاف کیا ہے اور مشائخ نے کراہت کے معنی مین اختلاف کیا ہے مگر صحیح یہ ہے
کہ امام اعظم رح نے مکروہ سے مکروہ تحریمی مراد لیا ہے اور گھوڑی کے دودھ کا حکم اُسکے گوشت کے مثل ہے کذا فی فتاوی قاضیخان
اور شیخ امام سرخسی نے فرمایا کہ امام اعظم رح نے جو حکم دیا ہے وہ احوط ہے اور صاحبین نے جو حکم دیا ہے وہ اوسع ہے کذا فی السراجیہ
اور بغل لینے خچر سوا امام اعظم رح کے نزدیک ہر حال مین اُسکا گوشت مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک بھی یہی حکم ہے
درصورتیکہ اسپ نر و مادہ خر سے پیدا ہوا ہو اور اگر نر گدھے اور مادہ گھوڑی سے پیدا ہوا ہو تو بعض نے فرمایا کہ
صاحبین رح کے نزدیک مکروہ نہین ہے۔ اگر بکری کا بچہ گدڑی یا سور کا دودھ پالا پالا کر پالا گیا پس
اگر چند روز تک اُسکو گھاس کھلائی جاوے تو اُسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے کیونکہ وہ بمنزلہ پالے ہوئے کے ہوگا اور جلالہ
مین یہ حکم ہے کہ اگر چند روز تک اُسکو گھاس کھلائی جاوے تو اُسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے پس ایسا ہی

اس صورت مین بھی حکم ہے یہ فتاوی کبری مین ہے

تیسرا باب متفرقات

پس اگر گدھے کی طرح آواز کرتا ہو تو کھایا جائیگا اور اگر بکری کیطرح آواز کرتا ہو تو کھایا جائیگا اور اگر دونون کیطرح
آواز کرتا ہو تو اُسکے سامنے پانی رکھا جاوے پس اگر زبان سے پیکر تو کھایا جاوے گا ورنہ وہ کتا ہو اور اگر منہ سے
پیکر تو کھایا جاوے کہ وہ بکری ہے اور اگر دونون طرح سے پیے تو بھی اُسکے سامنے رکھا جاوے پس
اگر اُسنے بھوسا کھایا تو بکری ہے کھائی جائیگی اور اگر گوشت کھایا تو کتا ہے نہ کھایا جاوے اور اگر اُسنے دونون کو کھایا
تو ذبح کیا جاوے پس اگر ذبح کرنے سے پہلے تو کھایا جاوے اور اگر ذبح کرنے کے بعد کھایا جاوے تو حرام ہے یہ جواہر
اخلاطی مین ہے۔ اور اجزا حیوان مین سے جو کاٹا گیا حرام ہے وہ سات ہین اول مذکر ہے خون جو تیزی سے ساتھ
رگون سے آوے اور [illegible] ہوتے ہین خصیہ جو ہم قبل یعنے وہ جو پیشاب گاہ کے نیچے غدہ منتظم شانہ
ہفتم مرارہ یعنے پتا یہ برابر ہے [illegible] مترجم بال دکھ دینگے کو بسبب طہور کے بیان نکیا حالانکہ انمین حرمت
یا کراہت منفصلہ نہین ہے۔ اگر کسی [illegible] کی اور وہ تڑپ کر پانی مین گر مری یا اونچے سے نیچے
گر پڑی تو اُسکی ذکوۃ مین [illegible] فعل ذکوۃ اُسمین مستقر ہوا پس اُسکا انتہاق روح اسی فعل سے
ہوا اور بعد استقرار فعل ذکوۃ کے اُسکا اضطراب کا کچھ اعتبار نہین ہے پس یہ گوشت کہ پانی مین گر پڑا یا
اونچے سے نیچے گر پڑا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص کی مرغی کسی درخت مین اڑ کر لٹک گئی حالانکہ اُسکا مالک
اُس تک نہین پہنچ سکتا ہے پس اگر مالک کو اُسکے ہاتھ سے جاتے رہنے یا مر جانے کا خوف نہین ہے اور باوجود اسکے
اُسنے اُسکو تیر وغیرہ مارا تو وہ نہ کھائی جائیگی اور اگر اُسکو اُسکے جاتے رہنے کا خوف ہو پس اُسنے تیر پھینک مارا تو
کھائی جائیگی۔ اور کبوتر اگر مالک کے پاس سے اڑ گیا اور اُسکو مالک نے یا غیر نے تیر پھینک مارا تو مشائخ نے
فرمایا کہ اگر وہ گھر آنا نہ جانتا ہو تو اُسکا کھانا حلال ہے خواہ یہ تیر اُسکے ذبح پر لگا ہو یا اور جگہ لگا ہو کیونکہ یہ شخص مقدور
اختیاری سے عاجز ہے اور اگر گھر آنا جانتا ہو پس اگر یہ تیر اُسکے مذبح پر لگا تو حلال ہے اور اگر دوسری جگہ لگا تو

مشائخ رح نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ حلال نہوگا یہی امام اعظم رح سے مروی ہی کیونکہ جب وہ کبوتر اپنے گھر آنا جانتا ہی تو یہ شخص ذکوۃ اختیاری پر قادر ہی۔ اور اگر ہرنی گھر مین پل گئی ہو پھر وہ جنگل مین نکل گئی پھر اسکو کسی شخص نے تسمیہ کہکر تیر مارا پس اگر اسکی مذبح پر پہونچا تو حلال ہی ورنہ نہین حلال ہی لیکن اگر وہ وحشی ہوگئی ہو کہ بدون شکار کے ہاتھ نہ آوے تو حلال ہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص نے ایک بکری ذبح کی اور حلقوم ورگین کاٹ ڈالین مگر ہنوز اُسمین جان باقی تھی کہ کسی شخص نے اُسکے جسم سے ایک ٹکڑا کاٹ لیا تو یہ کٹا ہوا ٹکڑا کھانا حلال ہی یہ جوہر نیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے زید کو حکم دیا کہ میری بکری ذبح کردے اور اُسنے ذبح نکی یہان تک کہ مالک نے وہ بکری عمرو کے ہاتھ فروخت کردی پھر زید نے اُسکو ذبح کرڈالا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنے حکم دینے والے سے یہ مال تاوان واپس نہین لے سکتا ہی خواہ اُسکو بیع کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو۔ یہ فتاوے کبرے مین ہی۔ اگر بھیڑیے نے بکری کی چکتی کاٹ لی تو یہ کٹی ہوئی چکتی کھانا روا نہین ہی اور زمانۂ جاہلیت کے عرب لوگ اسکو کھا لیتے تھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زندہ جانور مین سے جو ٹکڑا جدا کرلیا جاوے وہ مردار ہی اور شکار مین دیکھا جائیگا کہ اگر صید مذکور بدون اس جدا کیے ٹکڑے کے زندہ رہ سکے تو اسکا کھانا روا نہین ہی اور اگر بدون اسکے زندہ نرہ سکے جیسے سر تو جدا کیا ہوا اور باقی دونون کا کھانا روا ہی۔ اور اگر بھیڑیے نے کسی بکری کی کھد پڑی اُتار لی تو جب تک وہ زندہ ہی تب تک اُسکے لبہ یعنے اوپر کے کنارہ گردن اور جبڑے کے درمیان چھری چلاکر ذبح کرلینے سے حلال ہوجائیگی یہ وجیز کردری مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ایک اونٹ ایک کنوئین مین گر پڑا جانتا ہی کہ اُس سے نہ مریگا حالانکہ وہ مرگیا تو نہ کھایا جائیگا اور اگر مشکل ہو تو کھایا جائیگا یہ محیط کی کتاب الصید مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی بکریان ایک چرواہے کے سپرد کین اُسنے ان بکریون مین سے ایک بکری ذبح کی اور کہا کہ مین نے اسکو ایسی حالت مین ذبح کیا ہی کہ جب یہ مرنے کے قریب تھی اور مالک نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے اسکو زندہ ہونے کی حالت مین ذبح کیا ہی تو قسم سے چرواہے کا قول قبول ہوگا اور اُسکا کھانا حلال نہوگا یہ فتاوے کبری مین ہی۔ ایک بھیڑیے نے ایک بکری کی رگہائے گردن کاٹ ڈالین اور ہنوز وہ زندہ موجود تھی تو اُسکی ذکوۃ یعنے ذبح کرکے حلال کرنے کی کوئی صورت نہین ہی کیونکہ محل ذبح جاتا رہا یہ وجیز کردری مین ہی۔ ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ اگر ایک شخص نے ایک بکری کے دو ٹکڑے کردیے پھر دوسرے نے اُسکی رگہائے گردن کاٹ دین درحالیکہ اُسکا سر حرکت کرتا تھا یا ایک شخص نے اُسکا پیٹ چاک کرکے اُسکے پیٹ مین تھا باہر نکال دیا پھر دوسرے نے اُسکی رگہائے گردن کاٹ دین تو یہ بکری نکھائی جائیگی کیونکہ پہلے شخص کا فعل قاتل ہی اور امام قدوری رح نے ذکر کیا کہ اسمین دو صورتین ہین کہ اگر پہلے شخص کی ضرب اُسکے پٹھہ کے متصل واقع ہوئی ہو تو یہ بکری نکھائی جائیگی اور اگر سر کے متصل واقع ہوئی ہو تو نکھائی جاویگی کذا فی البدائع

کتاب الاضحیہ

اس کتاب مین نو باب ہین

باب اول - اضحیہ کی تفسیر و رکن و صفت و شرائط و حکم کے بیان مین اور جس شخص پر یہ واجب ہوتا ہی اور جسپر نہین ہوتا ہی اُسکے بیان مین - شرع مین حیوان مخصوص بن مخصوص کو جو یوم مخصوص مین بہ نیت قربت وقت وجود شرائط و سبب اس نیت کے ذبح کیا جاوے اضحیہ کہتے ہین یہ تبیین مین ہی - اور جس جانور کا قربانی کرنا جائز ہی اُسکو قربانی کی نیت سے ذبح کرنا اضحیہ کا رکن ہی کیونکہ رکن اُسے کہتے ہین جسکے اس شے کا تقوم ہو اور اضحیہ کا تقوم اس فعل سے ہی پس یہ رکن ہوا کذا فی النہایہ رہا صفت تضحیہ کا بیان سو تضحیہ دو طرح کا ہوتا ہی واجب و تطوع - پھر واجب کے چند انواع ہین از انجملہ یہ کہ غنی و فقیر دونون پر واجب ہو از انجملہ یہ کہ فقیر پر واجب ہو نہ غنی پر - از انجملہ یہ کہ غنی پر واجب ہو نہ فقیر پر - پس جو غنی و فقیر دونون پر واجب ہوتا ہی وہ منذور بہ ہی یعنے نذر کی ہو مثلاً کہا کہ اللہ تعالے کے واسطے مجھپر واجب ہی کہ مین ایک بکری یا ایک بدنہ یا یہ بکری یا یہ بدنہ قربانی کرون - اسیطرح اگر اُسنے ایسا کلام اپنی تنگدستی کی حالت مین کہا پھر وہ ایام نحر مین فراخ حال ہوگیا تو اُسپر دو بکریان قربانی کرنی واجب ہونگی کیونکہ نذر کے وقت اُسپر کوئی قربانی واجب نہ تھی پس یہ کلام محتمل اخبار نہین ہو سکتا ہی کیونکہ جس حالت مین قربانی کی نذر کی اُس وقت وہ واجب ہوگئی تھی بلکہ حقیقت شرعیہ پر محمول کیا جائیگا پس ایک اضحیہ اسپر اپنی نذر کی وجہ سے واجب ہوگا اور دوسرا بایجاب شرع واجب ہوگا - اور اضحیہ تطوع وہ ہی جو مسافر یا فقیر کرے جسکی طرف سے قربانی کرنے کی نذر نہین پائی گئی اور نہ اضحیہ کی خرید ثابت ہوئی ہی اور تطوع اسوجہ سے ہوگا کہ سبب و شرط وجوب معدوم ہی - اور جو اضحیہ کہ فقیر پر واجب ہوتا ہی نہ غنی پر وہ ایسا اضحیہ ہی جسکو فقیر نے اضحیہ کے واسطے خرید کیا مثلاً ایک فقیر نے ایک بکری بدین نیت خریدی کہ مین اسکی قربانی کرونگا اور اگر غنی ہو تو اُسپر خریدنے سے واجب نہوگی - اور اگر کسی شخص کی ملک مین ایک بکری ہو پس اسنے نیت کی کہ مین اسکی قربانی کرونگا یا کسی نے ایک بکری خریدی مگر خریدنے کے وقت اُسکی قربانی کرنے کی نیت نکی پھر نیت کی کہ اسکی قربانی کرون تو قربانی اُسپر واجب نہوجائیگی خواہ یہ شخص فقیر ہو یا غنی ہو - اور جو اضحیہ کہ فقط غنی پر واجب ہوتا ہی نہ فقیر پر وہ کہ بدون نذر و بدون یہ نیت اضحیہ خرید کرنے کے واجب ہو یعنے شکر نعمت حیات اور طریقہ موروثی حضرت خلیل اللہ علے نبینا و علیہ السلام زندہ کرنے کی غرض سے واجب ہو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالی نے اِن ایام مین ایک مینڈھا ذبح کرنے کا حکم فرمایا تھا یہ بدائع مین ہی اور قربانی واجب ہونے کے شرائط چند ہین از انجملہ یہ ہی کہ فراخ دستی ہو اور فراخ دستی وہ مراد ہی جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہی ایسی فراخ دستی نہین مراد ہی جس سے زکوۃ واجب ہوتی ہی - اور بلوغ و عقل شرط نہین ہی یعنے کہ اگر نابالغ کا مال ہو تو اُسکی طرف سے اُسکا باپ یا باپ کا وصی اُسکے مال سے خرید کر قربانی کردیگا مگر گوشت صدقہ نکریگا اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ان دونون مین سے کوئی ضامن نہوگا اور اگر گوشت صدقہ کردیا تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور از انجملہ یہ کہ اسلام شرط ہی

قال المترجم اختلفوا فی اہل کان الکبش فدیۃ اسحق علیہ السلام او اسمٰعیل علیہ السلام فالمشہور ان الذبیح اسمٰعیل و بعضہم قالوا الاصح انہ اسحاق علیہ السلام و البرہان الحلوانی فی خاشیۃ الہدایہ

قال المترجم قولہ فی جہان مخصوص یعنے جو جانور یوم مخصوص مین قربانی ہو سکتے ہین

قولہ فی وقت قربت من یعنے جو جانور کہ یوم مخصوص مین قربانی کے لائق ہی

قولہ فی ایام نحر یعنے ایام اضحیہ

پس کافر پر واجب نہوگی اور واضح ہو کہ تمام وقت مین اول سے آخر تک اسلام شرط نہین ہی حتے کہ اگر اول وقت مین کافر ہو پھر آخر وقت مین اسلام لایا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی - از انجملہ حریت ہی پس غلام پر قربانی واجب نہوگی اگرچہ غلام ماذون التجارۃ یا مکاتب ہو اور یہ شرط نہین ہی کہ اول وقت سے آزاد ہو بلکہ اگر آخر وقت مین آزاد ہو گیا تو کافی ہی چنانچہ اگر آخر وقت مین آزاد ہوا - اور نصاب کا مالک ہوا تو اُسپر اضحیہ واجب ہوگا از انجملہ یہ شرط ہی کہ مقیم ہو پس مسافر پر واجب نہین ہی اور پورے وقت مین مقیم ہونا شرط نہین ہی حتے کہ اگر اول وقت مین مسافر ہو پھر آخر وقت مین مقیم ہو گیا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر اول وقت مین مقیم تھا مگر سفر کیا پھر آخر وقت مین مقیم ہوا تو اُسپر قربانی واجب ہوگی - یہ اُسوقت ہی کہ اُسنے قربانی کا جانور خریدنے سے پہلے سفر کیا ہو اور اگر قربانی کے واسطے بکری خریدی پھر سفر کیا تو منتقی مین مذکور ہی کہ اُسکو اختیار ہی کہ یہ بکری فروخت کردے قربانی نہ کرے اور ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہی کہ وہ اُسکو فروخت کردے اور بعضے مشائخ نے تنگدست و فراخ دست مین فرق کیا ہی یعنے فرمایا کہ اگر تنگدست ہی تو یہی حکم ہی اور اگر فراخ دست ہی تو چاہیے کہ اُسپر واجب ہو اور سفر کی وجہ سے اُس سے ساقط نہو - اور اگر اُسنے وقت آجانے کے بعد سفر کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ ایسا ہی حکم ہونا چاہیے ہی اور سب شہر طین جو ہمنے ذکر کردی ہین انمین مرد و عورت یکسان ہین یہ بدائع مین ہی - اور قربانی کا حکم یہ ہی کہ دنیا مین جو امر اُسکے ذمہ واجب ہوا تھا اُس سے ادا ہو گیا اور اللہ تعالے کے فضل سے عقبے مین اُسکو ثواب ملیگا یہ عتابیہ مین ہی - اور موسر یعنے فراخ دست ظاہر الروایۃ کے موافق وہ شخص ہی جو اپنے سکن و متاع خانہ و سواری و خادم وغیرہ سے جنکی اُسکو حاجت ہی کہ اُنسے بے پروا نہین ہو سکتا ہی اُنکے سوائے دو سو درم یا بیس دینار یا اتنی قیمت کی کوئی چیز رکھتا ہو اور ضروری چیزین جو مذکور ہوئین اُنکے سوائے اگر اُسکے پاس سوائم یا رقیق یا گھوڑے یا متاع تجارت وغیرہ ہون تو وہ سب اُسکی فراخ دستی مین شمار ہونگے - اور اگر اُسکے پاس عقار وکرایہ پر چلانے کی ملک ہو تو مشائخ متاخرین نے اختلاف کیا ہی پس شیخ ابو جعفر و شیخ علی رازی نے اُسکی قیمت کا اعتبار کیا ہی اور شیخ ابو علی دقاق رح وغیرہ نے آمدنی کا اعتبار کیا ہی پھر باہم اختلاف کیا کہ شیخ ابو علی دقاق رح نے فرمایا کہ اگر اس سے اُس شخص کو ایک سال کھانے کی آمدنی حاصل ہوتی ہو تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور انھین مشائخ مین سے بعض نے کہا کہ ایک مہینہ کھانے کی آمدنی حاصل ہوتی ہو اور ہر گاہ کہ اسمین سے دو سو درم یا زیادہ بچے تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر کوئی عقار اسپر وقف ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر قربانی کے ایام مین اسکے واسطے دو سو درم یا زیادہ واجب ہوئے ہین تو اُسپر قربانی واجب ہوگی ورنہ نہین یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر اُسپر اسقدر قرضہ ہو کہ اگر مال موجود قرضہ مین صرف کیا جاوے تو نصاب پورا نہ رہے کم ہو جاوے تو اُسپر قربانی واجب نہوگی اسیطرح اگر اُسکا مال ہو مگر اُسکے پاس نہو غائب ہو کہ ایام قربانی مین اُسکو نہ ملے تو اُسپر قربانی واجب نہوگی اور یہ شرط نہین ہی کہ یہ شخص ہر وقت مین غنی ہوتے کہ اگر اول وقت قربانی مین فقیر ہو پھر آخر وقت مین غنی ہو گیا تو اُسپر واجب ہوگی - اور اگر اُسکے پاس دو سو درم ہون پھر اُسپر سال گذر گیا اور اُسنے

پانچ درم زکوۃ مین دیدے پھر قربانی کے ایام آئے اور اُسکا مال ایک سو پچانوے درم ہین تو اُسپر قربانی واجب ہوگی یہ اصحاب سے کوئی روایت نہین ہی اور شیخ زعفرانی نے ذکر کیا کہ اُسپر اضحیہ واجب ہوگا کیونکہ مال مین کمی ایسے طریق سے آئی ہی کہ وہ خود قربت ہی پس یہ مال تقدیر موجود قرار دیا جائیگا حتے کہ اگر اُسنے اسمین سے پانچ درم نفقہ مین خرچ کر دیے ہون تو اُسپر قربانی واجب نہوگی۔ اور اگر فراخ دست آدمی نے قربانی کیواسطے ایک بکری خریدی وہ ضائع ہوگئی پھر اسکے نصاب مین کمی آگئی اور وہ فقیر ہوگیا پھر ایام نحر آگئے تو اُسپر یہ واجب نہوگا کہ دوسری بکری خریدے اور اگر اُسنے قربانی کے دنون مین وہی بکری جو ضائع ہوگئی تھی پائی حالانکہ وہ تنگدست ہی تو اُسپر اُسکی قربانی کرنی واجب نہوگی۔ اور اگر بکری ضائع ہوگئی پھر اُسنے فراخ دستی کی حالت مین دوسری بکری خرید کر قربانی کی پھر تنگدست ہوگیا اور تنگدستی کی حالت مین اُسنے پہلی بکری پائی تو اُسپر کچھ صدقہ کرنا واجب نہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اور محیط مین ہی کہ عورت کے نزدیک مہر کی وجہ سے عورت کی تو انگری کا اعتبار جبھی ہوگا۔ کہ جب اُسکا عاقل ہونا تو اتفاق [illegible] کے نزدیک دوسرے قول کے موافق اس سے عورت تو انگر نہین شمار ہوتی ہی [illegible] یہ اختلاف مہر معجل مین ہی جسکو فارسی مین دست بیان کہتے ہین اور اگر موجل ہو جسکو فارسی مین کابین کہتے ہین تو ایسی مہر کی وجہ سے عورت بالاجماع تو انگر نہین شمار ہوتی ہی۔ اور محیط مین للعابدی کہ اگر کسی باورچی کے پاس دو سو درم قیمت کے گیہون ہون جس سے تجارت کرتا ہو یا دو سو درم قیمت کا نمک ہو۔ یا کندی گر کے پاس دو سو درم قیمت کا صابون یا اشنان ہو تو اُسپر قربانی واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی کے پاس دو سو درم قیمت کا مصحف مجید ہو اور یہ شخص ایسا ہو کہ اُسکو اچھی طرح پڑھ سکتا ہو تو اُسپر قربانی واجب نہوگی خواہ وہ شخص اس مصحف سے پڑھتا ہو یا سستی کرتا ہو نہ پڑھتا ہو اور اگر وہ شخص اس مصحف سے نہ پڑھ سکتا ہو تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر اسکا چھوٹا لڑکا ہو اُسکے واسطے اُسنے قرآن شریف کی جلد رکھ چھوڑی ہو اور لڑکا بڑا ہوئے تو اُسکو دیکر اُستاد کے سپرد کرے تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور کتب علم و حدیث اس حکم مین مثل مصحف مجید کے ہین کذا فی الظہیریہ اور فتاوے صغری مین ہی کہ کتابون کی وجہ سے غنی نہین شمار ہوتا ہی الا اُس صورت مین کہ اُسکے پاس ہر قسم کی دو کتابین ایک ہی شیخ سے بیک ہی روایت سے ہون۔ اور اگر ایک ہی شیخ سے دو روایتون سے ہون جیسے شیخ ابوحفص نے اور شیخ ابوسلیمان نے امام محمد سے روایت کی ہی تو ایسے مکرر نسخہ ہونے سے اُسپر قربانی واجب نہوگی اور وہ غنی شمار نہوگا اگر اُسکے پاس احادیث کی کتابین اور تفسیر کی کتابین ہون اگرچہ اسمین روایتون کا اختلاف ہو اسکے پاس ہر قسم کی دو کتابین ہون۔ اور جسکے پاس طب و نجوم و ادب کی کتابین ہون پس اگر انکی قیمت نصاب کو پہنچے تو وہ غنی شمار ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ جامع مین لکھا ہی کہ ایک شخص لنگر کرتا ہی اُسنے دو سو درم قیمت کا ایک گدھا خریدا اُسکے ذریعہ سے سوار ہو کر اپنی ضرورتون مین آتا جاتا ہی تو اُسپر قربانی واجب نہوگی حالانکہ ہنوز اُسکی وہی قیمت ہی اور اگر ایک شخص کے پاس ایک دار ہو جسمین دو بیت ہون ایک جاڑے کا اور ایک گرمی کا یا فرش جاڑے و گرمی کا ہو تو اسکی وجہ سے غنی نہوگا اور اگر اس دار مین تین بیت ہون اور تیسرے بیت کی قیمت دو سو درم ہون تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اسیطرح

اگر تیسرا فرش ہو تو بھی یہی حکم ہی۔ اور غازی یعنے جہاد کرنے والا دو گھوڑون سے غنی نہین ہوتا ہی تیسرے سے ہو سکتا ہی اور غازی ہتھیارون سے غنی نہین ہوتا ہی الا اُس صورت مین کہ اُسکے پاس ہر قسم کے دو ہتھیار ہون کہ ایک جوڑ کی قیمت دو سو درم ہون تو غنی شمار ہوگا اور فتاوے مین ہی کہ زمیندار ایک گھوڑے یا ایک گدھے سے غنی نہین ہوتا ہی اور اگر اُسکے پاس دو گھوڑے یا دو گدھے ہون کہ ایک کی قیمت دو سو درم ہون تو وہ غنی صاحب نصاب قرار دیا جائیگا۔ اور کاشتکار دو بیلون اور آلات کاشتکاری سے غنی نہین ہوتا ہی اور ایک گاے سے غنی ہوتا ہی اور اگر تین بیل ہون کہ ایک بیل کی قیمت یا گاے کی قیمت دو سو درم ہو تو یعنے جبکہ اُسکی قیمت دو سو درم ہو ۱۲ وہ صاحب نصاب ہی اور کپڑون والا اگر تین دستہ کپڑے سے ایک ہر وقت کے پہننے کے دوسرے درمیانی کپڑے تیسرے ذرا اونچے عیدون مین پہننے کے کپڑے سے غنی نہین ہوتا ہی بلکہ اگرچہ تین دستہ ہو تو غنی ہو سکتا ہی۔ اور جسکے پاس بانع انگوٹھی ہی وہ غنی ہی اگر اُسکی قیمت دو سو درم ہو یہ خلاصہ مین ہی۔ اور کسی شخص پر یہ لازم نہین ہی کہ اپنی بالغ اولاد کی طرف سے یا اپنی جورو کی طرف سے قربانی کرے لیکن اگر انمین یعنے جب دو سو درم قیمت ہو ۱۲ سے کسی نے اُسکو اذن دیا ہو تو قربانی کر دے۔ اور نابالغ فرزند کی طرف سے قربانی کرنے مین امام اعظم رح سے دو روایتین ہین ظاہر الروایۃ مین یعنے کہا کہ اپنی طرف سے قربانی کرے ۱۲ مستحب ہی واجب نہین ہی بخلاف صدقہ فطر کے کہ وہ واجب ہی اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اُسپر واجب ہی کہ اپنے نابالغ فرزند کی طرف سے اور اپنے بیٹے کے بیٹے کیطرف سے جسکا باپ مر گیا ہی قربانی کرے مگر فتوے ظاہر الروایۃ کے موافق ہی۔ اور اگر نابالغ کا مال ہو تو ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ باپ پر اُسکی طرف سے قربانی کرنی واجب ہی کذا فی فتاوے قاضیخان اور یہی اصح ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک وصی کو اختیار ہی کہ مال صغیر سے اُسکی طرف سے قربانی کرے بقیاس صدقہ فطر کے مگر وصی اُسکا گوشت صدقہ نہ کریگا بلکہ صغیر اُسکو کھائیگا پھر اگر اسقدر بچ رہا کہ اُسکا رکھ چھوڑنا ممکن نہین ہی تو اُسکے عوض ایسی کوئی چیز خریدے جس سے عین سے وہ نفع اُٹھاوے کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اور اصح یہ ہی کہ یہ واجب نہین ہی اور وصی اُسکے مال سے ایسا کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہی کذا فی المحیط۔ اور بنا بر اُس روایت کے جسمین مذکور ہی کہ مال صغیر مین قربانی واجب نہین ہوتی ہی باپ و وصی کو اُسکے مال سے اُسکی طرف سے قربانی کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر باپ نے ایسا کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک کچھ ضامن نہوگا اور اسی پر فتوی ہی اور اگر وصی نے ایسا کیا تو امام محمد رح کے قول کے موافق ضامن ہوگا اور امام اعظم رح کے قول کے موافق مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ جیسے باپ ضامن نہین ہوتا ہی وصی بھی ضامن نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر صغیر کھاتا ہو تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا اور معتوہ و مجنون کا حکم مین مثل نابالغ کے ہین مگر جو مجنون ایسا ہو کہ کبھی اُسکو جنون رہتا ہو اور کبھی افاقہ ہو جاتا ہو وہ مثل صحیح کے ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور یہ کسی شخص پر واجب نہین ہی کہ اپنے رقیق یعنی مملوک لونڈی و غلام کی طرف سے قربانی کرے اور نہ یہ واجب ہی کہ اپنی ام ولد کیطرف سے قربانی کرے یہ ملتقط مین ہی مگر مستحب ہی کہ اپنے مملوکون کی طرف سے قربانی کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور جو نابالغ کہ ایام قربانی مین بالغ ہو گیا حالانکہ وہ تونگر ہی تو ہمارے اصحاب کے نزدیک بالاجماع اُسپر قربانی واجب ہوگی یہ بدائع مین ہی

اور مسافروں پر قربانی واجب نہیں ہوتی ہے اور نہ حاجیوں پر جبکہ وہ احرام میں ہوں اگرچہ اہل مکہ میں سے ہوں یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور رہا بیان کیفیت وجوب سو از انجملہ یہ ہے کہ قربانی اپنے ایام میں بطور موسع واجب ہوتی ہے یعنے تمام وقت میں کسی وقت قربانی کرے کوئی وقت معین نہیں ہے پس جب قربانی واجب ہوئی اگر اُسنے ایام قربانی میں سے کسی وقت قربانی کردی تو واجب ادا ہو جائیگا خواہ اُسنے اول وقت قربانی کی ہو یا درمیان میں یا آخر وقت میں اور اسی سے نکلتا ہے کہ اگر اول وقت میں قربانی واجب ہونے کی اہلیت نہ رکھتا ہو پھر آخر وقت اسکا اہل ہو گیا مثلاً اول وقت میں کافر یا غلام یا فقیر یا مسافر تھا پھر آخر وقت میں اہل ہو گیا یعنی مسلمان آزاد تونگر مقیم ہو گیا تو اُسپر قربانی واجب ہو جائیگی اور اگر اول وقت میں اہلیت رکھتا تھا پھر آخر وقت میں نا اہل ہو گیا مثلاً مرتد ہو گیا یا فقیر ہو گیا یا مسافر ہو گیا تو اُسپر واجب نہ ہوگی۔ اور اگر کسی نے اول وقت میں قربانی کردی حالانکہ وہ فقیر تھا پھر آخر میں تونگر ہو گیا تو اُسپر واجب ہو گا کہ دوبارہ قربانی کرے اور یہی صحیح ہے۔ اور اگر تمام وقت میں تونگر رہا مگر قربانی نہ کی پھر فقیر ہو گیا تو قربانی کے لائق ایک بکری کی قیمت اُسکے ذمہ قرضہ ہو جائیگی کہ جب اُسکو یہ قیمت ہاتھ آجاوے تو اُسکو صدقہ کردے۔ اور اگر قربانی کے ایام میں تونگر مر گیا اور ہنوز اُسنے قربانی ادا نہ کی تھی تو اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگی۔ از انجملہ یہ ہے کہ قربانی کے ایام میں جب تک وقت باقی ہے تب تک قربانی کرنے کے قائم مقام دوسری چیز نہیں ہو سکتی ہے حتے کہ اگر اُسنے بعینہ بکری یا بکری کی قیمت ایام قربانی میں صدقہ کردی تو اُسکی قربانی ادا نہ ہوگی۔ از انجملہ یہ ہے کہ قربانی کرنے میں نیابت جاری ہوتی ہے پس جائز ہے کہ آدمی خود ذبح کرے یا اُسکی اجازت سے دوسرا اُسکی طرف سے ذبح کردے اور یہ اسوجہ سے ہے کہ یہ قربت مال سے متعلق ہے پس اُسمیں نیابت ہو سکتی ہے خواہ وہ شخص جسکو اجازت دی ہے مسلمان ہو یا کتابی ہو۔ از انجملہ یہ ہے کہ اگر قربانی اپنے وقت پر ادا نہ ہوئی تو اُسکی قضا ہوتی ہے پھر اُسکی قضا کبھی اسطرح ہوتی ہے کہ بکری کی قیمت صدقہ کردے اور اگر اُسنے کسی خاص بکری کا قربانی کرنا اپنے اوپر واجب کر لیا تھا مگر قربانی کے ایام گذر گئے اور اُسنے قربانی نہ کی تو اُس بکری کو بعینہ زندہ صدقہ کردے خواہ یہ شخص تونگر ہو یا تنگدست ہو اسیطرح اگر اُسنے کوئی بکری اسواسطے خریدی کہ اُسکی قربانی کرے مگر اُسکی قربانی نہ کی یہانتک کہ قربانی کے ایام گذر گئے تو بھی یہی حکم ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اسکے وجوب سے ہر ذبح کو جو اس سے پہلے تھا جیسے عقیقہ و جنایہ وغیرہ وغیرہ سبکو منسوخ کر دیا کذا فی المبدائع

دوسرا باب ۔ یہ نذر کے یا جو اسکے معنی میں ہے قربانی واجب ہونے کے بیان میں۔ ایک شخص نے قربانی کے واسطے ایک بکری خریدی اور اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کر لی پھر دوسری خریدی تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک اُسکو پہلی بکری فروخت کرنے کا اختیار ہے اور اگر دوسری بکری بہ نسبت پہلی بکری کے خراب یعنے کم قیمت ہوا اور اُسنے دوسری بکری ذبح کی تو جسقدر دونوں بکریوں کی قیمت میں تفاوت ہو وہ صدقہ کردے کیونکہ جب اُسنے پہلی بکری کو اپنی زبان سے واجب کر لیا تو پہلی بکری کی مالیت کی قدر اپنے اوپر اللہ تعالی کے واسطے واجب کر لیا پس اُسکو روا نہو گا کہ اپنے واسطے کچھ بچا رکھے اسی واسطے دوسری کی قیمت سے جسقدر پہلی کی قیمت زائد ہو وہ صدقہ کرنا واجب ہے۔ اور ہمارے بعض مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہے کہ یہ شخص خریدنے والا فقیر ہو اور اگر تونگر ہو تو اُسپر یہ واجب نہیں ہے کہ بمرضی قیمت صدقہ کرے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا

کہ صحیح یہ ہے کہ غنی و فقیر دونون کا حکم یکسان ہے یعنے اُسپر واجب ہے کہ بڑھتی قیمت صدقہ کردے خواہ تونگر ہو یا فقیر ہو اسواسطے کہ غنی پر قربانی کا وجوب اگرچہ بر ذمہ ہوتا ہے مگر تعین اُسکے معین کرنے سے ہوجاتا ہے پس یہ بکری جو اُسنے معین کی بقدر اُسکی مالیت کے متعین ہوگئی اسواسطے کہ تعیین مین اسی کا اعتبار کیا جائیگا۔ اگر کسی تونگر نے قربانی کا جانور خریدا یعنے بکری پھر وہ گم ہوگئی پھر اُسنے دوسری خریدی پھر پہلی گم شدہ کو ایام قربانی مین پایا تو اُسکو اختیار ہے کہ دونون مین سے جسکو چاہے قربانی کرے اور اگر تنگدست ہو اور اُسنے ایک بکری خرید کر اُسکی قربانی واجب کرلی پھر گم ہوجانے سے دوسری خریدی پھر پہلی کو پایا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسپر دونون کا قربانی کرنا لازم ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی نے موٹی جانور کی قربانی اپنے اوپر واجب کی تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسپر سوائے دو کے کوئی واجب نہوگی اسواسطے کہ اضحیہ مین دو ہی کا بیان آیا ہے ایسا ہی کتاب مین ہے کذا ہو صحیح یہ ہے کہ اُسپر سب واجب ہونگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر کسی نے قربانی کے واسطے ایک بکری خریدی پھر اُسکو فروخت کردیا اور ایام قربانی مین دوسری خریدی تو اسمین تین صورتین ہین اول انکہ قربانی کی نیت سے ایک بکری خریدی۔ دوم یہ کہ بغیر نیت قربانی کے بکری خریدی پھر قربانی کی نیت کی۔ سوم یہ کہ بغیر نیت قربانی کے خریدی پھر اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کرلی یعنے یہ کہا کہ اللہ تعالی کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ اس سال مین اسکی قربانی کرون۔ پس اول صورت مین موافق ظاہر الروایۃ کے وہ بکری اضحیہ نہوجائیگی تاوقتیکہ اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب نکرے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی کہ وہ بکری مجرد نیت سے اضحیہ ہوجائیگی جیسا کہ زبان سے اُسکی قربانی واجب کرنے مین ہوجاتی ہے اور اسی کو امام ابو یوسف رحمہ اور بعض متاخرین نے لیا ہے۔ اور امام محمد رحمہ سے منتقی مین مروی ہے کہ ایک شخص نے قربانی کے واسطے ایک بکری خریدی اور خرید کے وقت قربانی کی نیت دل مین رکھی تو وہ نیت کے موافق اضحیہ ہوجائیگی پھر اگر ایام قربانی سے پہلے اُسنے سفر کیا تو اُسکو فروخت کرسکتا ہے اور بوجہ مسافرت کے قربانی اُس سے ساقط ہوجائیگی۔ اور صورت دوم یعنے بغیر نیت قربانی کے خریدکر پھر قربانی کی نیت کی یہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین ہے اور حسن رحمہ نے امام اعظم سے روایت کی ہے کہ وہ اضحیہ نہوجائیگی تاوقتیکہ اُسنے یہ بکری فروخت کردی تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور ہم اسی کو لیتے ہین۔ اور تیسری صورت یعنے خریدنے کے بعد اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کی تو بالاتفاق سب کے نزدیک اضحیہ ہوجائیگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص نے ایسی بکری جسکو اُسنے بہ نیت قربانی خریدا تھا بلا نیت قربانی ذبح کیا تو جائز ہے کہ خریدتے وقت کی نیت کافی ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص نے قربانی کی نیت سے ایک بکری خرید کر فروخت کردی پھر دوسری خرید کر قربانی کی اور پہلی بکری اُسنے بمیش ورم کو فروخت کی اور مشتری کے پاس اسمین زیادتی ہوگئی یعنے وہ بمیش ورم کو ہوگئی تو امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک پہلی بکری کی بیع جائز ہے اور اُسپر واجب ہوگا کہ دوسری سے پہلی مین جسقدر مشتری کے پاس زیادتی ہوگئی یہ زیادتی کی مقدار صدقہ کردے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک پہلی بکری کی بیع باطل ہے پس پہلی بکری مشتری سے لے بیچائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے تجارت کے واسطے ایک بکری خریدی پھر اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کرلی تو اُسپر واجب ہے کہ ایسا ہی کرے اور اگر نہ کیا یہان تک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسکو بعینہ صدقہ کردے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر دو بکریان قربانی کین تو واضح یہ ہے کہ دونون سے قربانی ہوگی کیونکہ حسن نے امام اعظم رحمہ سے روایت کی ہے کہ کچھ ڈر نہین ہے کہ ایک بکری سے قربانی کرے یا دو بکریون سے

قربانی کرے یہ محیط سرخسی مین ہی- ایک شخص نے اضحیہ تیس درم کو خریدا تو دو بکریان بہ نسبت ایک کے افضل مین بخلاف اسکے اگر بیس درم کو خریدے تو ایک بکری بہ نسبت دو بکریون کے بہتر ہی کیونکہ تیس درم مین قربانی کے واسطے جیسی سن کی اور جتنی بڑی چاہیے ہی اچھی یوری دو بکریان آتی ہین اور بیس درم مین نہین آتی ہین حتی کہ اگر کہین آتی ہون تو دو بکریان خریدنا بہتر ہوگا اور اگر تیس درم مین دو بکریان ایسی نہ ملین تو ایک بکری خریدنا افضل ہوگا یہ فتاوی کبری مین ہی- ایک شخص نے ایک بکری قربانی کرنے کی نیت کی اور کسی بکری کو معین نہ کیا تو اُسپر ایک بکری واجب ہوگی اور اسمین سے کھا نہین سکتا ہی اور اگر کچھ کھایا تو اسقدر کی قیمت صدقہ کرنی واجب ہوگی یہ وجیز کردری مین ہی- ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالی کے واسطے مجھپر واجب ہی کہ مین ایک بکری قربانی کرون پھر اُسنے بدنہ یا گاے قربانی کی تو جائز ہی کذا فی النسراجیہ-

تیسرا باب - قربانی کے وقت کے بیان مین - قربانی کا وقت تین روز تک ہی یعنے ذیحجہ کی دسوین و گیارہوین و بارہوین اور اول تاریخ افضل ہی اور آخر تاریخ ادون ہی - اور دسوین تاریخ طلوع فجر سے لیکر بارہوین تاریخ غروب آفتاب تک ان ایام کے دن مین اور رات مین قربانی جائز ہی لیکن رات مین ذبح کرنا مکروہ ہی اور اگر یوم اضحے مین شک ہوا تو مستحب یہ ہی کہ تیسرے روز تک تاخیر نکرے اور اگر تاخیر کردی تو مستحب یہ ہی کہ اُسمین سے کچھ نہ کھاوے اور سب کو صدقہ کردے اور جس جانور کو ذبح کیا ہی اُسکی ذبح کی ہوئی حالت مین جو قیمت اندازہ کی جاوے اور جسقدر اُسکے زندہ ہونے کی حالت مین قیمت اندازہ کی جاوے ان دونون قیمتون مین جسقدر فرق ہو اُسقدر دام بھی صدقہ کردے کیونکہ اگر قربانی غیر وقت مین واقع ہوئی تو یہ شخص عہدہ واجب سے بدون اسکے خارج نہین ہوسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- ایام النحر تین دن ہین اور ایام التشریق تین دن ہین اور دونون چار مین پورے ہوتے ہین کہ ان چار مین سے اول روز فقط یوم النحر ہی اور ان چار مین سے آخر روز فقط یوم تشریق ہی اور دسوین سے بارہوین تک کے دونون روز یوم نحر بھی ہین اور یوم تشریق بھی ہین اور ان ایام مین قربانی کرنا بہ نسبت قربانی کے دام صدقہ کرنے کے افضل ہی کیونکہ اگر اُسنے قربانی کی تو واجب ادا ہوا یا سُنت ادا ہوئی اور اگر دام صدقہ کیے تو محض تطوع ہی پس اُسکو فضیلت ہی یہ ہدایہ مین ہی اور سواد شہر والون کے واسطے وقت مستحب طلوع آفتاب کے بعد ہی اور اہل شہر کے حق مین خطبہ کے بعد ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر کسی نے ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نماز مین تھا تو نہین جائز ہی اسی طرح اگر ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نے بقدر تشہد کے قعدہ نہین کیا تھا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نے بقدر تشہد کے قعدہ کرلیا تھا مگر ہنوز سلام نہین پھیرا تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ بقیاس قول امام اعظم رحمہ نہین جائز ہی جیسا کہ نماز مین ہونے کی حالت مین ایسا کرنا نہین جائز ہی کیونکہ امام رح کے نزدیک اپنی حرکت سے نماز سے باہر ہونا فرض ہی کذا فی البدائع اور یہی صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی- اور اگر ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نے ایک سلام پھیرا تھا تو بالاتفاق قربانی جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور اگر امام نماز سے فارغ ہوگیا اور ہنوز خطبہ نہین پڑھا ہی تو ذبح کرنا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- اور تشہد کے بعد جب تک امام نے سلام نہ پھیرا ہو تب تک قربانی کرنا نہین جائز ہی اور یہی صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی- امام نے نماز پڑھی پھر لوگون نے

قربانی کی پھر معلوم ہوا کہ امام نے بلا وضو نماز پڑھی ہی تو قربانی جائز ہوگی اور اگر لوگون کے متفرق ہونے سے پہلے امام کو یاد آگیا کہ مین نے بلا وضو نماز پڑھی ہی تو نماز کا اعادہ کیا جائیگا اور قربانی کا اعادہ نہین کیا جائیگا اور بعضے لوگون نے کہا کہ لوگ نماز کا اعادہ نہ کرینگے فقط امام اعادہ کریگا اور اگر امام نے لوگون مین منادی کرادی کہ نماز کا اعادہ کرین تو جس شخص نے اس بات سے واقف ہونے سے پہلے ذبح کیا ہی اُسکی قربانی جائز ہوگی اور جس نے بعد جاننے کے ذبح کیا اُسکی قربانی جائز نہوگی - اور اگر قبل زوال کے ذبح کیا یا بعد زوال کے ذبح کیا تو جائز ہو یہ وجیز کردری مین ہی - اور اگر دسوین تاریخ بسبب عذر کے یا بلا عذر نماز ترک کی تو جب تک زوال آفتاب نہو تب تک قربانی نہین جائز ہی اور اُسکے دوسرے روز یا تیسرے روز نماز سے پہلے قربانی جائز ہی کیونکہ پہلے روز زوال آفتاب سے نماز کا وقت فوت ہوگیا اور دوسرے روز جو نماز ادا کی جائیگی وہ قضا ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - واقعات مین ہی کہ اگر کسی شہر مین فتور واقع ہوا کہ اُسمین کوئی والی نہ رہا جو لوگون کو بقید کی نماز پڑھاوے پس لوگون نے بعد طلوع فجر کے قربانی کردی تو جائز ہی اور یہی مختار ہی کیونکہ شہر مذکور اس حکم کے حق مین مثل سواد شہر کے ہوگیا کذا فی الفتاوی الکبری اور اسی پر فتوی ہی یہ سراجیہ مین ہی - اگر کسی نے عرفہ کے روز یہ جانکر کہ یہ روز عرفہ ہی بعد زوال آفتاب کے اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کردیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ یوم النحر تھا یعنی دسوین تاریخ تھی تو اُسکی قربانی جائز ہوجائیگی - اور اگر کسی نے یہ جانکر کہ یہ یوم النحر ہی یعنے دسوین تاریخ ہی نماز سے پہلے قربانی کردی پھر ظاہر ہوا کہ یہ دوسرا روز یعنے گیارہوین تاریخ تھی تو بھی اُسکی قربانی ادا ہوجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر امام نے ایک شخص کو خلیفہ مقرر کیا کہ ضعیف لوگون کو جامع مسجد مین نماز پڑھاوے اور خود قوی آدمیون کو لیکر صحرا کی طرف یعنے عیدگاہ مین گیا پھر عیدگاہ والون کی نماز تمام ہونے سے پہلے جامع مسجد والون کی نماز تمام ہوجانے کے بعد ایک شخص نے قربانی کردی تو قیاسًا یہ ہی کہ جائز نہو مگر استحسانًا قربانی جائز ہی اور اگر عیدگاہ والون کے فارغ ہونے کے بعد اہل مسجد کے فارغ ہونے سے پہلے اُسنے قربانی کردی تو قیاسًا و استحسانًا جائز ہی اور بعض نے فرمایا کہ دونون صورتون مین قیاس و استحسان ایک ہی ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ اُس صورت مین ہی کہ جس فریق نے نماز پڑھی ہی اُس فریق کے آدمی نے قربانی کی ہو اور اگر اُس فریق کے آدمی نے جسنے نماز نہین پڑھی ہی قربانی کردی تو قیاسًا و استحسانًا اُسکی قربانی جائز نہوگی - اواضاحی غرر مین ہی کہ اگر بڑے شہر کے دو ٹکڑون مین سے کسی شخص نے جو ایسی طرف کے لوگون مین سے ہی جنھون نے نماز پڑھ لی ہی قربانی کی یا دوسری جانب کے لوگون مین سے ہی جنھون نے نہین پڑھی ہی تو اُسکی قربانی جائز ہوگی یہ محیط مین ہی - اور مستحب یہ ہی کہ قربانی کو دن مین ذبح کرے نہ رات مین کیونکہ دن مین اُسکی سب رگین اچھی طرح کاٹنا ممکن ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - نوازل مین ہی کہ اگر امام نے عرفہ کے روز نماز عید پڑھی پھر لوگون نے اُسکے بعد قربانی کرلی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو اُسکے سامنے لوگون نے ذی الحجہ کے چاند دیکھنے کی گواہی دی تھی یا نہین دی تھی پس اول صورت مین نماز و قربانی دونون جائز ہین اور دوسری صورت مین نماز و قربانی دونون جائز نہین ہین اور اس ناجائز صورت مین اگر دوسرے روز لوگون نے قربانی کی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو امام دوسرے روز نماز پڑھیگا یا نہ پڑھیگا پس پہلی صورت مین قربانی جائز نہوگی اور دوسری

صورت مین مسئلہ دو طرح پر ہی یا تو قبل زوال کے قربانی کی یا بعد زوال کے قربانی کی پس اگر قبل زوال کے قربانی کی پس اگر اُسکو امید تھی کہ امام نماز پڑھیگا تو قربانی جائز نہوگی اور اگر اُسکے نماز پڑھنے کی امید نہ تھی تو قربانی جائز ہوگی اور اگر لوگون نے بعد زوال کے قربانی کی ہو تو ادا ہو جائیگی - یہ سب اُس صورت مین ہو کہ یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ روز عرفہ ہی اور اگر یہ ظاہر نہوا ولیکن لوگون نے اسمین شک کیا تو صورت اول مین یعنے جب لوگون نے امام کے سامنے گواہی دی ہو لوگون کو اختیار ہوگا چاہین دوسرے روز زوال کے بعد ذبح کرین یا زوال سے پہلے اور دوسری صورت مین کہ جب لوگون نے اُسکے سامنے گواہی نہ دی ہو تو احتیاط یہ ہو کہ دوسرے روز زوال کے بعد قربانی کرین یہ ذخیرہ مین ہی - فتاوی عتابیہ مین ہو کہ اگر لوگون نے بعد زوال کے یون گواہی دی کہ یہ دن یوم اضحی ہی یعنے دسوین تاریخ ذی الحجہ ہی تو لوگ قربانی کرین اور اگر لوگون نے قبل زوال کے ایسی گواہی دی تو قربانی جائز نہوگی مگر جبکہ آفتاب ڈھل جاے اور تحقیق خواہر زادہ مین ہو کہ اگر ایک شخص نے مسافرت اختیار کی ہی اور اپنے اہل کو حکم دیا کہ میری طرف سے شہر مین قربانی کرین تو جب تک امام نماز سے فارغ نہو تب اسکی طرف سے قربانی ادا نہوگی کذا فی التاتارخانیہ

چوتھا باب - اُن صورتون کے بیان مین جو متعلق بزمان و مکان ہین - اگر سواد شہر کے لوگون مین سے کوئی شخص نماز بقر عید کے واسطے شہر مین آیا اور اپنے اہل سے کہ آیا کہ قربانی کردین تو اُن لوگون کو اختیار ہو کہ اُسکی طرف سے بعد طلوع فجر کے قربانی کروین - امام محمد رح نے فرمایا کہ ہم اس باب مین قربانی کے مقام کو دیکھتے ہین اسکی طرف لحاظ نہین کرتے ہین جسکی طرف سے قربانی ہو کذا فی الظہیریہ اور حسن بن زیاد سے بخلاف اسکے مذکور ہی مگر قول اول اصح ہی اور ہم اُسی کو اختیار کرتے ہین یہ حاوی مین ہی اور اگر ایک شخص سواد شہر مین ہو اور اُسکے اہل اس شہر مین ہون تو جب تک امام نماز سے فارغ نہو تب تک اُسکی طرف سے قربانی جائز نہوگی اور ایسا ہی امام ابو یوسف سے مروی ہی - اور صاحبین رح سے یہ بھی مروی ہی کہ اگر ایک شخص ایک شہر مین ہو اور اُسکے اہل دوسرے شہر مین ہون پس اُسنے اپنے اہل کو لکھا کہ میری طرف سے قربانی کرین تو جس جگہ قربانی واقع ہو وہ معتبر ہوگی یعنی اُسکے اہل پر لازم ہوگا کہ جس شہر مین اُسکی طرف سے قربانی کرتے ہین وہان کے امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اُسکی طرف سے قربانی کرین - اور ابو الحسن سے مروی ہی کہ قربانی جائز نہوگی جب تک دونون شہرون مین نماز نہو جاوے یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور شہر سے باہر نکالا اور نماز عید سے پہلے اُسکو ذبح کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر شہر سے اتنی دور نکل گیا ہو کہ وہان مسافر کو نماز قصر کرنا جائز ہی تو نماز عید سے پہلے قربانی جائز ہوگی ورنہ نہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور فقیری و تونگری و موت و ولادت مین آخر ایام النحر کا اعتبار ہی - اگر کسی نے اپنی ذات سے یا اپنے فرزند سے ایک بکری خریدی پھر قربانی نہ کی یہان تک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسپر واجب ہوگا کہ یہ بکری یا اسکی قیمت صدقہ کردے اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ اُسپر کچھ صدقہ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر کسی خاص بکری کی قربانی واجب کر لی ہو یا قربانی کی نیت سے کوئی بکری خریدی ہو پھر ایسا نہ کیا یہان تک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسکو زندہ صدقہ کردے اور اُسمین سے کھانا جائز نہین ہی اور اگر اُسکو فروخت کیا تو اُسکے دام صدقہ کردے اور اگر اُسکو ذبح کرکے اُسکا

گوشت صدقہ کردیا تو جائز ہی مگر اس بکری کے زندہ ہونے کے حالت کی قیمت اگر ذبح کی ہوئی سے زائد ہو تو جسقدر زائد ہو وہ بھی صدقہ کرے اور اگر اسمین سے کچھ کھایا ہو تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا - اور اگر اُسنے ایسا نہ کیا یہان تک کہ دوسرے سال مین قربانی کے ایام آگئے اور اسکو سال گذشتہ کی قربانی مین ذبح کیا تو یہ جائز نہین ہی پس اگر اسکو بعد ایام قربانی کے فروخت کیا تو اُسکا ثمن صدقہ کردے پس اگر اسکو اتنے داموں سے فروخت کیا کہ لوگ اپنے اندازمین خسارہ اُٹھائے یعنے لوگون مین سے کوئی اندازنے والا اتنے کو اندازہ کرتا ہی تو خیر کافی ہی اور اگر اتنے کو فروخت کی کہ لوگون مین سے کوئی اسقدر کم قیمت نہین اندازکرتا ہی تو جتنی کمی ہی اُسکو بھی صدقہ کرے یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر کسی نے وصیت کی کہ میری طرف سے قربانی کردیجاوے اور قربانی کا جانور بکری یا گاے وغیرہ کچھ نہ بتلایا اور نہ اُسکا ثمن بیان کیا تو یہ جائز ہی اور یہ وصیت بکری پر واقع ہوگی بخلاف اسکے اگر کسی کو وکیل کیا کہ میری طرف سے قربانی کردے اور کوئی جانور نہ بتلایا اور نہ اُسکے دام بتلائے تو یہ نہین جائز یہ بدایع مین ہی - اگر ایک شخص ایام نحر مین تونگر ہوگیا مگر اُسنے قربانی نہ کی یہان تک کہ قربانی کے ایام مین مرگیا قبل اسکے کہ ایام قربانی گذر جاوین تو اُسکے ذمہ سے قربانی ساقط ہوجائیگی حتے کہ اُسپر اپنی طرف سے قربانی کرنے کی وصیت واجب نہوگی - اور اگر ایام قربانی گذرنے کے بعد مرا تو اُسکے ذمہ سے بکری کی قیمت صدقہ کرنی ساقط نہوگی حتے کہ اُسپر واجب ہوگا کہ اسقدر قیمت صدقہ کرنے کی وصیت کرے یہ ظہیریہ مین ہی - شہر کے رہنے والے نے ایک وکیل کیا کہ میری بکری قربانی کردے اور خود سواد شہر مین چلا گیا پھر وکیل یہ جانور قربانی کا شہر سے نکال کر ایسی جگہ لے گیا - جو شہر مین سے نہین گنا جاتا ہی اور وہان ذبح کردیا پس اگر موکل سواد شہر مین ہو تو وکیل کا اُسکی طرف سے قربانی کرنا جائز ہوگا اور اگر شہر مین لوٹ آیا ہو اور وکیل کو اُسکے واپس آنے کا حال معلوم ہو تو بلا خلاف وکیل کا قربانی کرنا موکل کی طرف سے جائز نہوگا اور اگر وکیل کو موکل کا شہر مین واپس آنا معلوم نہو تو امام ابو یوسف و امام محمد نے اختلاف کیا ہی اور امام ابو یوسف رح کا قول کہ یہ قربانی موکل کی طرف سے جائز ہوگی مختار ہی کذا فی الکبرے

پانچوان باب - محل اقامۃ الواجب کے بیان مین - یعنے جس جانور کا قربانی کرنا اضحیہ واجبہ سے جائز ہی اور اس باب مین جنس واجب و اُسکے نوع و سن و قدر و صفت کا بیان ہی - واضح ہو کہ جنس واجب مین یہ چاہیے کہ قربانی کا جانور اونٹ و گاے و غنم تین جنس سے ہو اور ہر جنس مین اُسکی نوع و نر مادہ اور خصی و فحل سب داخل ہین کیونکہ اسم جنس ان سب پر اطلاق کیا جاتا ہی اور معز نوع غنم ہی اور جاموس نوع بقر ہی - اور قربانی کے جانورون مین سے کوئی وحشی نہین جائز ہی اور اگر کوئی جانور ایک وحشی اور ایک انسی سے پیدا ہو تو مادہ کا اعتبار ہی پس اگر مادہ پالو ہو تو بچہ کی قربانی جائز ہوگی ورنہ نہین حتے کہ اگر گاے وحشی ہو اور بیل پالو ہو تو اُن دونون کا بچہ قربانی کرنا جائز نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر ہرن نے کسی پالو بکری سے جفتی کھائی پس اگر اس سے بکری پیدا ہوئی تو اُسکی قربانی جائز ہوگی اور اگر ہرن پیدا ہوا تو جائز نہوگی - اور بعض نے فرمایا کہ اگر گھوڑی نے جنگلی گدھے سے گدھا جنا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر گھوڑا جنا تو اُسکا حکم مثل گھوڑے کے ہی - اور اگر کسی شخص نے وحشی ہرن کی جو مانوس ہوگئی ہی یا وحشی گاے کی جو مانوس ہوگئی قربانی کی تو جائز نہین ہی - اور جو جانور قربانی ہوسکتا ہی اُسکے سن کا بیان یہ ہی کہ اونٹ و گاے و بکری مین سے ہر جنس کے ثنی سے کم قربانی کرنا نہین جائز ہی مگر خامۃ ضان مین سے جذع جائز ہی جبکہ موٹا تازہ ہو اور ان الفاظ کے معانی کا بیان امام قدوری نے یون ذکر فرمایا

کہ غنم کے چھ مہینہ کے بچہ کو جذع کہتے ہین اور ایک سال کا بچہ ثنی ہوتا ہی اور گاے کا ایک سال کا بچہ جذع ہوتا ہی اور دو برس کا گاے کا بچہ ثنی ہوتا ہی اور اونٹ کا چار برس کا بچہ جذع ہوتا ہی اور پانچ برس کا ثنی ہوتا ہی اور بہتر ہو سن مقرر کرکے ہر ایک جنس مین بیان کیا جاوے اس سے یہ مراد ہی کہ اس سے کم عمر کا قربانی کرنا تہذیب جائز نہین اور اگر زیادہ عمر کا ہو تو قربانی ہو سکتا ہی حتے کہ اگر اس عمر سے کچھ بھی کم عمر کا قربانی کیا تو نہین جائز ہی اور اگر اس سے کچھ زیادہ عمر کا ذبح کیا تو جائز ہی بلکہ افضل ہی ساور تمل وجہدی وعجول وفصیل کسی کا قربانی کرنا نہین جائز ہی۔ اور مقدار واجب کا بیان یہ ہی کہ بکری اور بھیڑ فقط ایک آدمی کی طرف سے جائز ہی اگرچہ وہ بڑی اور موٹی ہو کہ ایسی دو بکریون کی برابر ہو جسمین سے ہر ایک کی قربانی ہو سکتی ہی۔ اور ایک اونٹ یا ایک گاے کی قربانی سات آدمی سے زیادہ کی طرف سے نہین جائز ہی پس سات آدمی شریک ہون یا کم ہون تو انکی طرف سے ہو سکتی ہی اور یہ عامہ علماء کا قول ہی۔ اور صفت واجب یہ ہی کہ عیوب فاحشہ سے سالم ہو کذا فی البدائع اور جسکے سینگ نہون یا سینگ ٹوٹا ہو اسکی قربانی جائز ہی کذا فی الکافی اور اگر مشاش مین شکستگی ہو تو کافی نہین ہی اور مشاش ہڈیون کے سرون کو کہتے ہین جیسے گھٹنے و کہنیان یہ بدائع مین ہی۔ اور معیوب کی یہ چند جو ذبح کرنے سے عاجز ہی اسکی قربانی اور جسکو کھانسی آتی ہو اور جو بڑھاپے کے سبب سے بچہ جننے سے عاجز ہو اور جسکو داغ دیا گیا ہو اور جسکا دودھ بدون کسی علت کے نہ اترتا ہو اور جسکا بچہ موجود ہو سب کی قربانی جائز ہی اور اجباس مین ہی کہ اگر اسکا الیہ چھوٹا ہو کہ پیدایشی دم گزہ کے مشابہ ہو وہ جائز ہی اور اگر اسکی پیدایشی الیہ نہو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ جائز ہی کذا فی الخلاصہ اور تاریک چشم اور عور جسکا ایک چشم ہونا کھلا ہوا ہو اور لنگ جسکا لنگڑا ہونا کھلا ہوا ہو یعنے قربانی کی جگہ تک اپنے پیرون سے نہ چل سکے اور مریضہ جسکا بیمار ہونا کھلا ہوا ہو اور وہ جسکی دونون کان والیہ ودم بالکلیہ کٹی ہوئی ہو اور وہ جسکے پیدایشی کان نہون سب کی قربانی جائز نہین ہی اور جسکے کان چھوٹے ہون وہ جائز ہی۔ اور جسکا پورا ایک کان کٹا ہوا ہو یا جسکا پیدایشی ایک ہی کان ہو وہ جائز نہین ہی اور اگر کان والیہ ودم وآنکھ ان اعضا مین تھوڑا گیا ہو اور تھوڑا نگیا ہو تو جامع صغیر مین مذکور ہی کہ جسقدر جاتا رہا ہی اگر وہ بہ نسبت باقی کے زیادہ ہو تو قربانی جائز نہین ہی اور اگر کم ہو تو جواز قربانی سے مانع نہین ہی۔ اور ہمارے اصحاب نے قلیل وکثیر کی تعداد مین اختلاف کیا ہی اور امام ابو حنیفہ رح سے چار روایتین ہین اور امام محمد رح نے امام اعظم رح سے اصل در جامع مین روایت کی کہ اگر تہائی عضو یا اس سے کم جاتا رہا ہو تو قربانی جائز ہی اور اگر تہائی سے زیادہ گیا ہو تو نہین جائز ہی اور صحیح یہی ہی کہ تہائی یا اس سے کم تو قلیل ہی اور اگر تہائی سے زیادہ ہو تو کثیر ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور آنکھ مین سے آدھی یا تہائی کا جاتا رہنا اسطرح پہچانا جاوے کہ بکری کو ایک یا دو روز تک چارہ نہ دیا جاوے پھر اسکی عیب دار آنکھ پر پٹی باندھ دی جاوے اور تھوڑی تھوڑی گھاس اسکے قریب کیجاوے پس جس جگہ سے وہ آنکھ سے دیکھے اس مقام پر نشان کر دیا جاوے پھر یہ صحیح آنکھ باندھ دی جاوے اور تھوڑی تھوڑی گھاس اسکے قریب کیجاوے پس عیب دار آنکھ مین سے جس جگہ سے نظر کرے وہ نشان کر دیا جاوے پھر پہلے نشان واس نشان دونون کے درمیان کی مسافت اندازکیجاوے پس اگر بقدر تہائی کے مسافت ہو تو تہائی آنکھ جاتی رہی اور دو تہائی باقی ہی اور اگر آدھی ہو تو آدھی گئی اور آدھی باقی ہی یہ کافی مین ہی۔ اور جس بکری کے

دانت نہون پس اگر وہ چرتی اور چارہ کھا سکتی ہو تو جائز ہی ورنہ نہین کذا فی البدائع اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور مجنونہ جائز ہی لیکن اگر یہ امر اُسکے چرنے اور چارہ کھانے سے مانع ہو تو نہین جائز ہی - اور خارشتی جائز ہی بشرطیکہ موٹی تازی ہو اور اگر دُبلی ہو تو نہین جائز ہی - اور شرقا یعنے جسکا کان طول مین پھٹا ہوا ہو اور مقابلہ یعنے جسکا کان آگے سے کٹا ہوا لٹکتا ہو بالکل الگ نہوا ہو اور مدابرہ یعنے جسکا کان پیچھے کی طرف سے کٹا ہوا لٹکتا ہو یہ سب جائز ہین اور یہ جو روایت کیا گیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرقا اور مقابلہ و مدابرہ و خرقا کی قربانی کرنے سے ممانعت فرمائی ہی پس شرقا و مقابلہ و مدابرہ کی ممانعت تو اسپر محمول ہی کہ بسبیل ندب منع فرمایا ہی اور خرقا کی ممانعت اسپر محمول ہی کہ جسکی خرق کثیر ہو اُس سے منع فرمایا ہی اور خرق کثیر کی تعریف مین اقوال مختلف ہین یہ بدائع مین ہی - اور جسکی ناک کٹی ہو وہ جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور جو اخول ہو یعنے جسکی آنکھ بھنگی ہو وہ جائز ہی اسی طرح جسکی پشم اُتار لی گئی ہو وہ بھی جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور جسکے تھن کٹے ہوے ہون وہ نہین جائز ہی - اور جو اپنے بچے کو دودھ نہ پلا سکتی ہو اور جسکے تھن خشک ہو گئے ہون وہ نہین جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور یتیمہ مین لکھا ہی کہ مین نے شیخ ابو الحسن علی المرغینانی کو لکھا کہ اگر بکری کی زبان کٹی ہوئی ہو تو اُسکی قربانی جائز ہی تو جواب مین فرمایا کہ ہان جائز ہی بشرطیکہ ایسی نہو کہ اُسکے چارہ کھانے مین خلل آتا ہو اور اگر چارہ کھانے مین خلل آتا ہو تو اُسکی قربانی نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر زبان کٹا ہوا بیل ہو تو قربانی نہین ہو سکتا ہی یہ قنیہ مین ہی - اور اگر غنم مین سے کسی کے زبان نہو تو اُسکی قربانی جائز ہی اور اگر بقر مین سے ہو تو نہین جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی - اور شیخ عمر بن الحافظ رح سے دریافت کیا گیا کہ اگر قربانی کے جانور کے دونون کانون مین سے ہر ایک کا چھٹا حصہ یا تارہا ہو پس آیا یہ جمع کیا گیا ہی حتے کہ امام اعظم رح کے قول پر تہائی ہو کر قربانی سے مانع ہو جیسا کہ بدن پر جو نجاسات تھوڑی تھوڑی لگی ہون وہ جمع کی جاتی ہین تاکہ دریافت ہو کہ قدر درہم ہین یا زائد ہین اسی پر قیاس کر کے اسکو بھی جمع کرینگے یا جسطرح دونون جانون کے تکالیف کو جمع نہین کرتے ہین بلکہ ہر ایک مذورہ کا علیحدہ اعتبار ہی اسیطرح اسمین بھی جمع نہ کیا جائیگا پس قربانی جائز رہیگی تو فرمایا کہ جمع نہین کیا جائیگا - اور یہ بھی دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص نے قربانی کے جانور کی تہائی سے زیادہ زبان کاٹ ڈالی پس ایا امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے موافق اُسکی قربانی جائز ہی فرمایا کہ نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اور جلالہ نہین جائز ہی یعنے وہ جانور جو فقط نجاست کھاتا ہی اور کچھ نہین کھاتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور جو جانور اسقدر دُبلا ہو کہ اُسمین چربی کا نام نہو نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر دُبلی ہو مگر اُسمین کسی قدر چربی ہو تو جائز ہی یہ امام محمد رح سے مروی ہی اور اگر خریدنے کے وقت دُبلی تھی پھر بعد خریدنے کے موٹی ہو گئی تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور جسکے تھنون کے سوے کٹے ہوے ہون وہ نہین جائز ہی اور اگر ایک تھن مین سے آدھے سے کم مارا گیا ہو تو اسمین یہی اختلاف ہی جیسا آنکھ و کان مین ہی - اور اگر دنبہ و بکری کے کسی ایک تھن کی گھنڈی پیدائشی نہو یا کسی آفت سے جاتی رہے ہو اور ایک باقی ہو تو نہین جائز ہی اور اونٹ و گاے مین اگر ایک گھنڈی جاتی رہی ہو تو جائز ہی اور اگر دو جاتی رہی ہون تو نہین جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی - اور اگر چوپایہ کے چار دن پانون مین سے

ایک کٹا ہوا ہو تو نہیں جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور خصی بکری کی قربانی نہین جائز ہی کیونکہ اُسکا گوشت نہین گٹتا ہی قربانی کے جانور کے بال بغیر وقت قربانی مین گر گئے تو وہ جائز ہی بشرطیکہ اُسکی ہڈیون مین گودا موجود ہو یہ قنیہ مین ہی اور شطور نہین جائز ہی اور شطور بکریون مین سے اُسکو کہتے ہین جسکے دونون تھنون مین سے ایک کا دودھ خشک ہو جاوے اور گاے واونٹ مین سے اُسکو کہتے ہین جسکے دو تھنون کا دودھ خشک ہو جاوے کیونکہ ان دونون کے چار تھن ہوتے ہین یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور مشائخ مین سے بعض نے اس فصل عیوب مین ایک اصل ذکر فرمائی اور فرمایا کہ جو عیب ایسا ہو کہ منفعت کو پورا پورا زائل کردے یا جمال کو پورا پورا زائل کردے وہ قربانی سے مانع ہوتا ہی اور جو ایسا نہو وہ مانع نہین ہوتا ہی پھر جو عیب کہ قربانی سے مانع ہی وہ تونگر کے حق مین بہرحال یکسان ہی خواہ وہ قربانی کے جانور کو ایسا ہی عیب دار خریدے یا خریدنے کے وقت صحیح و سالم خریدے پھر وہ اس عیب کے ساتھ عیب دار ہو جاوے ہر حال مین جائز نہین ہی اور تنگدست کے حق مین ہر حال مین جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے قربانی کی بکری خریدی حالانکہ وہ موٹی تازی تھی پھر اُسکے پاس اسقدر دُبلی ہو گئی کہ اگر وہ ایسی حالت پر خریدتا تو جائز نہوتی پس اگر خریدنے والا تونگر ہو تو اُسکی طرف سے قربانی ادا نہوگی اور اگر تنگدست ہو تو ادا ہو جائیگی باسواسطے کہ قربانی تونگر پر اُسکے ذمہ واجب ہوتی ہی پس اگر اس بکری کو قربانی کے واسطے خریدا ہو تو نیت کی وجہ سے یہ بکری متعین ہو جائیگی حتی کہ اگر فقیر نے اپنے اوپر قربانی واجب کرلی ہو تو اُسکی طرف سے بھی یہ بکری جائز نہوگی۔ اور اگر قربانی کا جانور خریدا اور اُسوقت اُسکی دونون آنکھین صحیح سالم تھین پھر مشتری کے پاس وہ اعور ہو گئی یا اُسکا کان پورا یا الیہ یا دُم کاٹی گئی یا اُسکا پانون ٹوٹ گیا کہ چل نہین سکتی حالانکہ یہ مشتری کی تونگری ہی تو یہ قربانی اُسکی طرف سے ادا کافی نہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ بجاے اُسکے دوسری قربانی کرے بخلاف فقیر کے کہ اُسکے حق مین ایسا حکم نہین ہی۔ اسی طرح اگر اُسکے پاس مرگئی یا چوری گئی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اضحیہ کو قربانی کے واسطے آگے بڑھایا اور اُسنے اُس جگہ جہان ذبح کرنا چاہا تھا مضطربانہ حرکت کی کہ جس سے اُسکا پانون ٹوٹ گیا پھر اُس شخص نے اُسکو اُسی جگہ ذبح کردیا تو قربانی ادا ہو گئی اسی طرح اگر گاے اُسکے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اُسکی آنکھ مین ایسا صدمہ پہونچا جس سے اُسکی آنکھ جاتی رہی مگر اُسنے پکڑکر دہین ذبح کردی تو بھی یہی حکم ہی مگر قیاس کی دلیل سے یہ حکم ہی کہ جائز نہوگی اور وہ قیاس یہ ہی کہ یہ ایسا عیب ہی کہ اُس جانور کے ساتھ قربت متعین ہونے سے پہلے اُس جانور مین پیدا ہو گیا ہی پس ایسا ہوا کہ گویا حالت ذبح سے پہلے اُسمین ایسا عیب تھا۔ اور وجہ استحسان یہ ہی کہ یہ ایسی بات ہی کہ جس سے احتراز ممکن نہین ہی کیونکہ بکری ذخیرہ کا قاعدہ ہی کہ اضطرابی حرکتین کرتی ہی جس سے اُسمین عیوب پیدا ہو جاتے ہین اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر اُسنے اضحیہ کی ٹانگین پکڑین تاکہ اُسکو ذبح کرے پس اس سے اُسکی ٹانگ ٹوٹ گئی یا وہ کانی ہو گئی پھر اُسکو اسی روز یا دوسرے روز ذبح کردیا تو قربانی ادا ہو جائیگی یہ بدائع مین ہی۔ سات آدمیون نے ایک گاے بچاس درم کو قربانی کے واسطے خریدی اور دوسرے سات آدمیون نے سات بکریان سو درم کو خریدین تو مشائخ نے باہم گفتگو کی ہی کہ دونون مین سے کون افضل ہی اور مختار یہ ہی کہ دوم افضل ہی یہ فتاوی کبری مین ہی۔ دس آدمیون نے ایک شخص سے دس بکریان ایکبارگی خریدین اور بائع نے کہا کہ مین نے یہ دس بکریان تم لوگون کے ہاتھ ہر بکری دس درم کے حساب سے فروخت کین

اور ان لوگون نے کہا کہ ہم نے خریدین پس یہ سب بکریان ان لوگون مین مشترک ہوگئین اور ہر ایک نے انمین سے ایک بکری لیکر اپنی طرف سے قربانی کردی تو جائز ہر پھر اگر ان بکریون مین سے ظاہر ہوا کہ کوئی کانی تھی اور سب شریکون مین سے ہر ایک نے اس بات سے انکار کیا کہ یہ کانی بکری اُسکی ہو تو ان سب لوگون کی قربانی ناجائز ہوگی کیونکہ نو بکریان دس آدمیون کی طرف سے جائز قربانی نہین ہوسکتی ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور خصی بہ نسبت فحل کے افضل ہوتا ہی کیونکہ اُسکا گوشت عمدہ ہوتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا ہی کہ بدنہ افضل ہی یا ایک بکری سو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر بکری کی قیمت بہ نسبت بدنہ کے زیادہ ہو تو بکری افضل ہی کیونکہ بکری پوری قربانی کا ذبح کرنے والے کی طرف سے ادا ہوگئی اور بدنہ کا ساتوان حصہ فرض ہوگا اور باقی نفل ہوگا اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ بدنہ افضل ہی کیونکہ اُسمین بہ نسبت بکری کے گوشت زیادہ ہوتا ہی اور یہ جو مشائخ نے کہا کہ بدنہ کا باقی حصہ نفل ہوگا سو ایسا نہین ہی بلکہ جب ایک ہی شخص نے قربانی کیا تو پورا فرض ہوگا اور اسکو نماز کی قرأت کے ساتھ مشابہ کیا ہی کہ اگر نماز مین صرف اُسیقدر قرأت پر اقتصار کیا جس سے نماز جائز ہو جاتی ہی یعنے تین آیت پر تو جائز ہی لیکن اگر اس سے زیادہ پڑھی تو سب فرض ہوگی اور شیخ امام ابوحفص الکبیر نے فرمایا کہ جب بکری اور بدنہ کی قیمت برابر ہو تو بکری افضل ہی کیونکہ اُسکا گوشت عمدہ ہوتا ہی کذا فی الظہیریہ اگر بکری اور ساتوان حصہ گاے کا قیمت اور گوشت دونون مین برابر ہون تو بکری افضل ہی کیونکہ بکری کا گوشت عمدہ ہوتا ہی اور اگر گاے کا ساتوان حصہ مقدار گوشت مین زیادہ ہو تو ساتوان حصہ گاے کا افضل ہی اور اسمین حاصل یہ ہی کہ جب دونون قیمت و مقدار گوشت مین برابر ہون تو دونون مین جسکا گوشت عمدہ ہو وہ افضل ہی اور گوشت و قیمت مین مختلف ہون تو جو فاضل ہو وہ بہتر ہی پس جو فحل بیس درم کا ہی وہ پندرہ درم کے خصی سے افضل ہی اور اگر دونون کی قیمت برابر ہو مگر فحل مین گوشت زیادہ ہو تو فحل افضل ہی۔ اور اگر گاے اور بیل قیمت اور گوشت مین برابر ہون تو بیل کی بہ نسبت گاے افضل ہی کیونکہ گاے کا گوشت عمدہ ہوتا ہی اور ایک گاے چھ بکریون سے اچھی ہوتی ہی اگر دونون برابر ہون اور سات بکریان ایک گاے سے اچھی ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور مینڈھا اور بھیڑی اگر دونون قیمت و گوشت مین برابر ہون تو مینڈھا اچھا ہی اور اگر بھیڑی قیمت یا گوشت مین زیادہ ہو تو وہی افضل ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ دس درم مین اضحیہ خرید کر قربانی کردینا یہ بہ نسبت ہزار درم صدقہ کردینے کے افضل ہی یہ فتاوی کبری مین ہی۔ امام صفار کے اصول التوحید میں لکھا ہی کہ اگر ایام قربانی مین ایسے شخص نے جسپر بسبب تنگدستی کے قربانی واجب نہین ہی کوئی مرغا یا مرغی ذبح کی تا کہ قربانی کرنے والون کے ساتھ مشابہت ہو تو یہ مکروہ ہی کیونکہ یہ مجوسیون کی رسوم مین سے ہی یہ خلاصہ مین ہی اور مستحب یہ ہی کہ اضحیہ کا جانور خوب فربہ و خوبصورت و بڑا ہو اور افضل اُسکا مینڈھا کبود رنگ سینگون والا ہی اور مستحب ہی کہ ذبح کرنے کا آلہ لوہے کا تیز ہو اور مستحب ہی کہ بعد ذبح کے اشتا انتظار کرے کہ ذبیحہ ٹھنڈا ہو جاوے اور تمام اعضا اُسکے ساکن ہو جاوین اور تمام بدن سے روح نکل جاوے اور یہ مکروہ ہی کہ ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اُسکی کھال کھینچنا شروع کرے یہ بدائع مین ہی۔ اور افضل یہ ہی کہ اگر خود اچھی طرح ذبح کرسکتا ہو تو خود ہی اپنے ہاتھ ذبح کرے کیونکہ قربات مین خود بنفسہ متولی ہونا اولے ہی اور اگر اچھی طرح

ذبح نکر سکتا ہو تو افضل یہ ہو کہ دوسرے سے استعانت لے لیکن چاہیے کہ خود بھی قربانی کے وقت حاضر رہے یہ کافی ہین ہو- اور فرمایا کہ اگر اُسنے کسی مجوسی کو حکم دیا کہ میرا اضحیہ ذبح کردے اُسنے ذبح کیا تو جائز نہین ہو اسوجہ سے کہ یہ افساد ہو تقرب نہین ہو کیونکہ مجوسی کا ذبح کیا ہوا جانور نہین کھایا جاتا ہو اور اگر اُسنے کسی یہودی یا نصرانی کو ایسا حکم دیا تو اُسکا ذبیحہ قربانی ہو جائیگا کیونکہ یہ دونون ذبح کی اہلیت رکھتے ہین ولیکن یہ مکروہ ہو کیونکہ قربانی عمل قربت ہو اور یہودی و نصرانی کا فعل قربت نہین ہو یہ مبسوط مین ہو- اور مستحب ہو کہ اپنی قربانی مین سے خود کھاوے اور دوسرے کو بھی کھلاوے اور افضل یہ ہو کہ تہائی صدقہ کردے اور تہائی اپنے اقارب و دوستون کی ضیافت کے واسطے قرار دے اور تہائی رکھ لے اور غیر کو کھلانے مین غنی و فقیر کی خصوصیت نہین ہو دونون کو کھلاوے یہ بدائع مین ہو- اور اُسمین سے جسقدر چاہے غنی و فقیر مسلمان و ذمی کو ہبہ کرے یہ عنایہ مین ہو اور اگر اُسنے کل صدقہ کردیا تو جائز ہو اور اگر سب اپنے واسطے رکھ لیا تو جائز ہو اور اُسکو اختیار ہو کہ سب اپنے واسطے تین روز سے زیادہ تک رکھ چھوڑے لیکن اُسکا کھلا دینا اور صدقہ کردینا افضل ہو لیکن اگر وہ شخص ذی عیال اور فراخ حال نہو تو اُسکے حق مین افضل یہ ہو کہ اُسکو اپنے عیال کے واسطے چھوڑ دے اور اسکے ذریعہ سے اُنکو فراخی دے یہ بدائع مین ہو- اور اگر قربانی بوجہ نذر کے واجب ہوئی ہو تو نذر کرنے والا نہ خود اسمین سے کھا سکتا ہو اور نہ کسی غنی کو کھلا سکتا ہو خواہ نذر کرنے والا غنی ہو یا فقیر ہو کیونکہ وہ تو صدقہ کرنے کے واسطے ہو اور صدقہ کرنے والے کو یہ روا نہین ہو کہ اپنے صدقہ مین سے خود کھاوے یا کسی غنی کو کھلاوے یہ تبیین مین ہو- بشر بن الولید نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ ایک شخص کے نو عیال ہین اور دو سوان آپ ہو پس اُسنے دس دنبہ اپنے اور اپنے عیال کی طرف سے قربانی کیے اور کوئی دنبہ کسی کے واسطے معین نکیا بلکہ دسون اپنے اور اپنے عیال کے طرف سے قربانی کی نیت کی تو استحسانًا جائز ہو اور یہی امام اعظم رح کا قول ہو یہ محیط مین ہو-

چھٹا باب - اضحیہ کے حق مین جو مستحب ہو اور جو اُس سے انتفاع حاصل کر سکتا ہو اُسکے بیان مین مستحب ہو کہ ایام النحر کے چند روز پہلے اضحیہ کو باندھ رکھے اور اُسکی تقلیل و تجلیل کرے پھر اُسکو قربانی کی جگہ تک خوبی کے ساتھ ہانک لیجاوے اُسکے ہانکنے مین سختی نکرے اور نہ اُسکی ٹانگ پکڑ کے وہان تک کھینچ لیجاوے یہ بدائع مین ہو- اور جب اُسکو ذبح کر چکے تو اُسکی جھولین اور قلادہ سب صدقہ کردے یہ سراجیہ مین ہو- اور اگر قربانی کے واسطے ایک بکری خریدی تو مکروہ ہو کہ اُسکا دودھ دوہ لے یا اُسکی پشم نوچ لے اور اس سے نفع اُٹھاوے کیونکہ یہ بکری اُسنے قربت کے واسطے معین کردی ہو پس اقامت قربت سے پہلے اُسکے کسی جزو کے ساتھ اُسکو نفع لینا حلال نہین ہو جیسے کہ قربانی کے وقت سے پہلے اُسکو ذبح کرکے اُسکے گوشت سے نفع نہین اُٹھا سکتا ہو- اور مشائخ مین سے بعض نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی بکری کا ہو جسکی قربانی کی فقیر یا غنی نے معین کرکے نذر کی ہو اور ایسی بکری کا ہو جسکو تنگدست نے قربانی کے واسطے خریدا ہو- اور اگر غنی نے قربانی کے واسطے خریدی ہو تو اُسکے دودھ دوہ لینے اور اُسکی پشم نوچ لینے مین کچھ ڈر نہین ہو کذا فی البدائع- مگر صحیح یہ ہو کہ اُسکا دودھ دوہ لینے اور پشم اُتار لینے مین غنی و فقیر دونون کا حکم یکسان ہو یہ غیاثیہ مین ہو- اور

اگر ذبح کرنے سے پہلے اضحیہ کا دودھ دوہا یا اُسکی پشم اُتار لی تو اُسکو صدقہ کردے اور اُس سے انتفاع نہ لے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور جب اُسنے ایام قربانی مین اُسکو ذبح کیا تو اُسکو جائز ہی کہ اُسکا دودھ دوہ لے اور اُسکی پشم اُتار لے اور اُس سے نفع اُٹھاوے کیونکہ ذبح کرنے سے قربت پوری ہوچکی اور قربت پوری ہونے کے بعد اُس سے نفع اُٹھانا مثل اُسکے گوشت کھانے کے ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکے تھنون مین دودھ بھرا ہوا اور اُس سے خوف بیماری ہو تو اُسکے تھنون پر ٹھنڈا پانی چھڑکین پس اگر اس سے سمٹ جاوین تو خیر ورنہ دودھ دوہ کر اُسکو صدقہ کردے۔ اور قربانی کے جانور پر سوار ہونا یا اُسکو کسی کام مین لگانا مکروہ ہی اور اگر اُسنے ایسا کیا اور جانور مذکور مین نقصان آگیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ جسقدر نقصان آیا ہی اُتنے دام صدقہ کردے اور اگر اُسکو کرایہ پر دیا تو کرایہ صدقہ کردے۔ اور اگر دودھ دار گائے خریدی اور اُسکی قربانی واجب کرلی پھر اُسکے دودھ سے نفع حاصل کرلیا تو جسقدر حاصل کیا ہی اُسکے مثل مال صدقہ کردے اور اُسکا گوبر صدقہ کردے۔ اور اگر اُسکو چارہ دیتا ہو تو جو کچھ مال اُسکے دودھ سے کمایا ہی یا اُسکے گوبر سے نفع اُٹھایا ہی وہ اُسکا ہی کچھ صدقہ نہ کرے یہ محیط سرخسی مین ہی اور اُسکی کھال صدقہ کردے یا اُس سے چھلنی و تھیلا وغیرہ کے مثل بنالے اور اگر اُسکے عوض ایسی کوئی چیز خریدی جسکے عین سے ابطور نفع اُٹھا سکتا ہی کہ وہ چیز بعینہٖ باقی رہے جیسے چھلنی وغیرہ تو استحساناً اسمین کچھ حرج نہین ہی اور ایسی چیز نہین خرید سکتا ہی جس سے بدون استہلاک عین کے نفع حاصل نہ کرسکے جیسے گوشت واناج وغیرہ اور کھال کو بعوض درمون کے نہین فروخت کرسکتا ہی تاکہ انکو اپنے اور اپنے عیال کے خرچ مین لاوے اور قربانی کا گوشت صحیح قول کے موافق بمنزلہ کھال کے ہی جسکے کہ اُسکو ایسی چیز کے عوض جس سے بدون استہلاک عین کے نفع نہ اُٹھا سکے فروخت نہین کرسکتا ہی اور اگر کھال و گوشت کو درمون کے عوض اس غرض سے فروخت کیا کہ درمون کو صدقہ کردے تو جائز ہی کیونکہ یہ بھی قربت ہی جیسے اُسکا صدقہ کردینا ہی یہ تبیین مین اور ایسا ہی ہدایہ وکافی مین ہی۔ اور اگر قربانی کے گوشت کے عوض ایک پنڈے کا تھیلا خریدا تو نہین جائز ہی اور اگر اُسکے گوشت کے عوض جوب یعنے اناج خریدا تو جائز ہی اور اگر اُسکے گوشت کے عوض گوشت خریدا تو جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ اصح حکم اس باب مین یہ ہی کہ کھانے کی چیز کی بیع بعوض کھانے کی چیز کے اور بے کھانے کی چیز کی بعوض بے کھانے کی چیز کے جائز ہی اور غیر ماکول کی بیع ماکول کے نہین جائز ہی اور ماکول کی بیع بعوض غیر ماکول کے بھی نہین جائز ہی یہ ظہیریہ و فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر قربانی کی کھال ایک قرطالہ مین لگائی یا اُسکی تھیلی بنائی پس اگر تھیلی کو اپنے گھر کے کامون مین استعمال کیا تو جائز ہی اور اگر کرایہ پر دے دی تو جائز نہین ہی اور اُسپر واجب ہوگا کہ کرایہ صدقہ کردے۔ اور قرطالہ کو اگر اپنے گھر کے کامون مین استعمال کیا یا عاریۃً دے دیا تو جائز ہی اور اگر کرایہ پر دے دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ دیکھا جائیگا کہ اگر قرطالہ جدید ہو تو اُسپر کرایہ صدقہ کرنا لازم نہین ہی اور اگر پرانا پھٹا ہوا ہو تو اُسپر فقط آدھا کرایہ صدقہ کرنا لازم ہوگا چنانچہ اگر دو دانگ کو کرایہ پر دیا تو ایک دانگ صدقہ کردے کیونکہ جب قرطالہ جدید ہوگا تو اُس سے نفع اُٹھانے مین کھال کی احتیاج نہوگی پس کھال اُسکے تابع ہوگی اور پوری اجرت بمقابلہ قرطالہ کے ہوگی اور اگر قرطالہ کہنہ ہوگا تو اُس سے نفع اُٹھانے مین کھال کی ضرورت ہوگی پس نصف کرایہ بمقابلۂ

۵۷ اشارہ کیا کہ اگر تلف کردیا ہو یا بانی ہو بہرحال صدقہ کرے پس باقی مین یہ ہے استعمال مین ۱۲ منہ

لہ اصل اس باب مین یہ ہی ۱۲ منہ

قرطالہ کے اور نصف بمقابلہ کھال کے ہوگا اور قرطالہ کو رہ کہتے ہین یہ ظہیریہ مین ہی - اور قربانی کے جانور کی چربی یا پائے یا سری یا صوف یا دودھ یا بر یا بال یا اس دودھ کا جو اُسنے ذبح کرنے کے بعد دوہ لیا ہی کسی کو - درم یا دینار یا کولات وشروبات وغیرہ کسی ایسی چیز کے عوض جس سے بدون استہلاک عین کے نفع نہین اُٹھا سکتا ہی بیع کرنا حلال نہین ہی اور نہ ان چیزون کو بکری یا اونٹ وغیرہ ذبح کرنے والے کی اجرت مین دینا حلال ہی - اور اگر ان چیزون مین سے کسی کو بعوض اُسکے جو ہمنے بیان کیا ہی فروخت کر دیا تو امام اعظم وامام محمد رح کے نزدیک بیع ناقد ہو جائیگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ناقد نہوگی اور اُسکا ثمن صدقہ کردے یہ بدائع مین ہی - اور اگر قربانی کے جانور کے کسی طرف سے تھوڑا سا صوف ایام نحر مین پہچان کے واسطے نوچ لیا تو اُسکے واسطے یہ جائز نہین ہی کہ یہ صوف پھینک دے اور نہ یہ جائز ہی کہ کسی کو ہبہ کردے بلکہ اسکو فقیرون پر صدقہ کردے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اضاحی زعفرانی مین لکھا ہی کہ اگر اضحیہ کے بچہ پیدا ہوا تو اُسکے ساتھ اُسکا بچہ بھی ذبح کرے ہمارے بعضے اصحاب نے فرمایا کہ یہ حکم تنگدست کے حق مین ہی جسکے واجب کر لینے سے قربانی اُسپر واجب ہوگئی ہی اور غنی کے حق مین یہ حکم ہی کہ قربانی کے سوا اُسپر بچہ کا ذبح کرنا لازم نہین ہی پس اگر اُسنے بچہ کو قربانی کے روز اُسکی مان سے پہلے یا بعد ذبح کر دیا تو جائز ہی اور اگر نہ ذبح کیا اور ایام قربانی مین اُسکو زندہ صدقہ کر دیا تو جائز ہی - اور منتقی مین یون لکھا ہی کہ اگر بچہ کو ایام قربانی مین زندہ صدقہ کر دیا تو اُسپر اُسکی قیمت صدقہ کرنی واجب ہوگی اور اگر اُسنے ایام قربانی مین اُسکا بچہ فروخت کر دیا تو اُسکا ثمن صدقہ کردے اور اگر اُسنے بچہ کو ذبح نہ کیا یہان تک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسپر واجب ہوگا کہ بچہ کو زندہ صدقہ کردے اور اگر اُسنے بچہ کو مان کے ساتھ ذبح کیا تو مان وبچہ دونون کے گوشت مین سے کھا سکتا ہی - اور امام اعظم رح سے روایت ہی کہ بچہ کے گوشت مین سے نہ کھاوے اور اگر کھا لیا تو جسقدر کھایا ہی اُسکی قیمت صدقہ کر دے - اور میرے نزدیک بچہ کو زندہ صدقہ کر دینا بہتر ہی یہ خلاصہ مین ہی - اور اگر قربانی کے جانور کو فروخت کر دیا تو جائز ہی مگر امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین جائز ہی پھر اُسکی قیمت سے دوسرا خریدے اور جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو وہ صدقہ کر دے اور قربانی کے جانور کے بچہ کے صوف وبال کاٹ لینا بھی اُسکی مان کے مانند نہین جائز ہی کذا فی السراجیہ اور اگر یہ بچہ اُسکے پاس رہا یہان تک کہ بڑا ہو گیا اور اُسنے دوسرے سال کی قربانی مین دوسرے سال کے واسطے ذبح کیا تو جائز نہین ہی اور اس سال کے واسطے دوسرا جانور قربانی کرے اور جسکو ذبح کیا ہی اُسکو ایسا ہی ذبح کیا ہوا صدقہ کردے اور ذبح کرنے سے جسقدر اسکی قیمت مین نقصان آیا ہی وہ نقصان بھی اُسکے ساتھ صدقہ کرے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی فتاوی قاضی خان

ساتوان باب - غیر کی طرف سے قربانی کرنے کے بیان مین - اور غیر کی بکری کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کے بیان مین - فتاوے ابو اللیث رح مین ہی کہ اگر غیر کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کر دی خواہ اس غیر کے حکم سے کی یا بغیر حکم کی تو یہ نہین جائز ہی - کیونکہ غیر کی طرف سے کسی بکری کی قربانی جائز تبھی نہ کرتا بدون اسکے ممکن نہین ہی کہ غیر کی ملکیت اس بکری مین ثابت کی جاوے اور ملکیت غیر اس بکری مین بدون اسکے ثابت نہوگی کہ غیر کا قبضہ پایا جاوے اور اس صورت مین غیر کا قبضہ اس بکری پر نہ اسکی

ذات سے پایا گیا اور نہ اُسکے نائب کی ذات سے پایا گیا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر غیر شخص کا قربانی کا جانور مالک کی طرف سے بدون اُسکے حکم صریح کے ذبح کر دیا تو قربانی مالک کی طرف سے دافع ہوگی اور استحساناً ذبح کرنے والے پر ضمان واجب نہوگی اور اس مقام پر مطلقاً فرمایا کہ ضمان واجب نہوگی اسطرح مقید نہ کیا کہ اگر مالک نے اُسکو قربانی کے واسطے لٹایا ہو تو ایسا کرنے سے ضمان واجب نہوگی اور اجناس مین یہ قید لگائی ہی لیکن مختار وہی ہی جو اس مقام پر مذکور ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر ایک بدنہ اپنی طرف سے اور اپنی جورو و اپنی اولاد کی طرف سے قربانی کیا تو یہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین ہی اور حسن بن زیاد نے کتاب الاضحیہ مین ذکر کیا کہ اگر اُسکی اولاد نابالغ ہون تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس سے اور اُسکی اولاد سب کی طرف سے جائز ہوگی اور اگر بالغ ہون پس اگر اُن سب کے حکم سے ایسا کیا تو بھی امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب کی طرف سے جائز ہوگی اور اگر اُن سب کے بلا حکم یا بعض کے بلا حکم ایسا کیا تو سب کی طرف سے ناجائز ہوگی نہ اُسکی طرف سے جائز ہوگی اور نہ اولاد کی طرف سے اسواسطے کہ جسنے اُسکو حکم نہین دیا تھا اُسکا حصہ محض گوشت ہو گیا پس سب گوشت ہو گیا۔ اور حسن بن زیاد کا یہ قول ہی کہ اگر ایک شخص نے اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ یا بالغ اولاد کی طرف سے اور اپنی ام ولد کی طرف سے اُسکی باجازت یا بلا اجازت ایک بدنہ قربانی کیا تو نہ اُسکی طرف سے جائز ہوگی اور نہ اُن لوگون کی طرف سے جائز ہوگی اور شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا کہ اسکی طرف سے قربانی جائز ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے غیر کا اضحیہ بدون اسکے حکم کے اپنی طرف سے ذبح کیا پس اگر مالک نے اُس سے اس اضحیہ کی قیمت کی ضمان لی تو قربانی اس ذبح کرنے والے کی طرف سے جائز ہوگی نہ مالک کی طرف سے اسوجہ سے کہ یہ ظاہر ہوا کہ یہ قربانی اسکی ملک پر واقع ہوئی ہی اور اگر مالک نے اُسطرح نہ بوجہ لے لی تو مالک کی طرف سے قربانی جائز ہو جائیگی کیونکہ مالک نے اُسکی قربانی کی نیت کی تھی پس غیر کا اُسکو ذبح کر دینا کچھ مضر نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر دو آدمیون نے اسطرح غلطی کھائی کہ ہر ایک نے دوسرے کا اضحیہ ذبح کر دیا تو قربانی دونون کی طرف سے صحیح ہو جائیگی اور استحساناً دونون پر ضمان واجب نہوگی اور ہر ایک دوسرے سے اپنی کھال کھینچی ہوئی بکری دوسرے سے لے لیگا اور اُس سے ضمان نہ لیگا۔ اور اگر دونون نے اضحیہ مین سے کھا لیا ہو پھر دونون کو یہ بات معلوم ہوئی تو چاہیے کہ دونون مین سے ہر ایک شخص دوسرے سے تحلیل کرالے یعنے مجھے جو مین نے کھایا ہی معاف کر مجھے حلال کر دے اور قربانی دونون کی طرف سے جائز ہو جائیگی اور اگر دونون نے جھگڑا کیا تو ہر ایک دوسرے سے اپنی بکری کی قیمت تاوان لیگا پھر اگر ایام قربانی گذر گئے ہون تو اس قیمت کو صدقہ کر دیگا کیونکہ یہ قیمت تاوان گوشت کا بدل ہی یہ کافی مین ہی۔ دو شخصون نے اپنی اپنی بکری ایک مربط مین داخل کین پھر دونون غلطی مین پڑے پس دونون نے ایک ہی بکری پر اپنا اپنا دعوی کیا اور دوسری بکری کی نسبت دونون نے دعوی نکیا یون ہی چھوڑی تو جس بکری کی نسبت دونون نے دعوی ترک کیا ہی وہ بیت المال کے واسطے ہوگی اور جسپر دونون دعوی کرتے ہین وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور دونون کی طرف سے اُسکی قربانی جائز نہوگی اور اگر اونٹ یا گائے ہوتی تو دونون کی طرف سے ادا ہو جاتی اور یہی اصح ہی۔ چار آدمی ہین اور ہر ایک کے پاس ایک ایک بکرا ہی اور چار مرد سے اپنی اپنی بکریان ایک ہی

۵ فی تضمین قیمۃ الاضحیۃ المغصوبۃ ذکر حسن فی امالیہ عن ابی حنیفۃ رح فی رجل ضحی اضحیۃ رجل بغیر امرہ فاخذ صاحبہ قیمۃ اضحیتہ ان الاضحیۃ تکون للذابح ویتصدق بالقیمۃ علی الفقراء ۱۲ منہ

۶ فی ذبح غیر الاضحیۃ عن صاحبہ بغیر امرہ ۱۲ منہ

کوٹھری مین بند کردین پھر انمین سے ایک بکری مرگئی اور یہ معلوم نہین ہوتا ہو کہ یہ کسکی بکری تھی تو یہ سب بکریان فروخت کی جاوین اور اُنکے داموں سے ان سب کے واسطے چار بکریان خرید کی جاوے پھر ان لوگون مین سے ہر ایک دوسرے کو ان سب بکریون مین سے ہر ایک کے ذبح کے واسطے وکیل کردے پھر ہر ایک شخص باقیون مین سے تقسیم بھی کرلے پس سب کی طرف سے قربانی جائز ہو جاویگی یہ خلاصہ مین ہو- اگر تین آدمیون نے تین بکریان قربانی کی ایک ہی مربط مین باندھ دین پھر انمین سے ایک بکری عیب دار پائی گئی کہ جسمین ایسا عیب ہو کہ اُسکی قربانی نہین ہو سکتی ہو پس ان سب نے باہم جھگڑا کیا اور ہر ایک نے انکار کیا کہ یہ عیب دار بکری میری نہین ہو تو عیب دار بیت المال مین داخل کی جاویگی اور باقی دونون بکریون کی ڈگری تینون کے نام تین تہائی ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہو- ایک شخص نے بطور بیع فاسد ایک بکری خریدی پھر اُسکی قربانی کردی تو جائز ہو مگر بائع کو خیار حاصل ہوگا سو اگر اُسنے قربانی کرنے والے سے زندہ بکری کی قیمت تاوان لی تو قربانی کرنے والے پر کچھ واجب نہوگا اور اگر بائع نے ذبح کی ہوئی واپس لی تو بعض نے فرمایا ہو کہ قربانی کرنے والا اس بکری کے زندہ ہونے کی حالت کی قیمت صدقہ کرے اسواسطے کہ جب بائع نے اُسکو ذبح کی ہوئی لے لیا تو اُسکے ذمہ سے قیمت ساقط ہوگئی پس گویا اُسنے اس بکری کو بائع کے ہاتھ اُسی قیمت کے عوض جو اُسپر واجب ہوئی تھی فروخت کردیا ہو- اور بعض نے فرمایا کہ قربانی کرنے والے پر مذبوحہ کی قیمت سے زیادہ صدقہ کرنا واجب نہین ہو اور یہی صحیح ہو- اور اگر بائع نے مذبوحہ بکری نہ لی بلکہ مشتری نے اُس قیمت سے جو اُسپر واجب ہوئی ہو اسی مذبوحہ بکری پر بائع کے ساتھ صلح کرلی یا اسی قیمت کے عوض اُسکے ہاتھ فروخت کردی تو کچھ صدقہ نہ کریگا یہ ظہیریہ مین ہو- اور اگر ایک شخص کو ایک بکری بطور ہبہ فاسد کے ہبہ کی گئی اور اُسنے اُسکی قربانی کردی تو واہب کو اختیار ہو چاہے موہوب لہ سے زندہ بکری کی قیمت تاوان لے پس قربانی جائز ہو جاویگی اور موہوب لہ اُسمین سے کھا سکتا ہو- اور اگر چاہے تو مذبوحہ کو واپس کرلے اور نقصان کی قیمت لے لے پس اگر ایام قربانی گذر گئے ہون تو یہ شخص یعنے موہوب لہ بقدر اُسکی قیمت کے صدقہ کردیگا- اسی طرح اگر مرض الموت کے مریض نے حالت مرض مین کسی کو ایک بکری ہبہ کی حالانکہ مریض پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکا سب مال قرضہ مین ڈوبا ہوا ہو پھر موہوب لہ نے اس بکری کی قربانی کردی تو قرضخواہون کو اختیار ہو چاہین یہ مذبوحہ بعینہ واپس کرلین پس قربانی کرنے والے پر اُسکی قیمت صدقہ کرنی واجب ہوگی اور اگر چاہین تو اُس سے بکری مذکور کی قیمت تاوان لین پس قربانی جائز ہو جاویگی اور وجہ یہ ہو کہ یہ بکری اُسکے ذمہ مضمون تھی تو جب اُسنے واپس دی تو اپنے ذمہ سے ضمان ساقط کردی یہ برائع مین ہو- اگر ایک بکری بعوض ایک کپڑے کے خریدی پھر اُسکی قربانی کردی پھر بائع نے کپڑے مین کوئی عیب پاکر واپس کردیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے بکری کی قیمت تاوان لے لے پس قربانی کرنے والا کچھ صدقہ نہ کریگا اور بکری کے گوشت مین سے کھا سکتا ہو اور اگر چاہے تو مذبوحہ بکری واپس کرلے پھر دیکھا جائیگا کہ اگر کپڑے کی قیمت زیادہ ہو تو کپڑا صدقہ کردیگا گویا اُسنے کپڑے کے عوض فروخت کی ہو اور اگر کپڑے سے بکری کی قیمت زیادہ ہو تو بکری کی قیمت صدقہ کریگا کیونکہ بکری اُسکے ذمہ مضمون تھی پس اُسکے واپس کردینے سے اُسنے اپنے ذمہ سے ضمان

ف
ظاہر روایت کے موافق جو بکری ہبہ فاسد کے طور پر کسی کو دی گئی تھی اور اُسنے ذبح کرلی ہو اُسکی قیمت واجب ہوئی تھی اور بعض نے فرمایا کہ قربانی کرنے والے پر مذبوحہ کی قیمت سے زیادہ صدقہ کرنا واجب نہین ہو اور یہی صحیح ہو

ساقط کی گویا اُسنے جو اُسکی قیمت ہی اسقدر ثمن کے عوض اُسکو فروخت کیا ہی۔ اور اگر قربانی کرنے والے نے مذبوحہ بکری مین بائع کے پاس کا کچھ عیب پایا تو بائع کو اختیار ہی چاہے بکری کو اُسی طرح قبول کرے اور ثمن واپس کردے پھر مشتری اس ثمن کو صدقہ کردیگا مگر اسمین سے حصہ نقصان کو صدقہ نہ کریگا کیونکہ اُسنے بقدر حصہ نقصان کے اپنے ذمہ نہین واجب کیا ہی اور اگر بائع چاہے تو مذبوحہ بکری کو نہ قبول کرے اور حصۂ عیب کے قدر ثمن واپس کردے اور مشتری اسقدر حصہ کو صدقہ نہ کریگا اسوجہ سے کہ اسقدر حصہ قربت مین داخل نہین ہوا ہی قربت مین تو اُسی قدر داخل ہوا ہی جو اُسنے ذبح کیا ہی حالانکہ اُسنے ناقص بکری ذبح کی ہی لیکن خرید ے صید مین یہ نہین ہی بلکہ اس صورت مین دیکھا جائیگا کہ اگر اس عیب کے ساتھ صید کے واسطے کوئی عدل متقوم ہوسکے تو اُسپر بہ زیادتی صدقہ کرنی واجب ہوگی یہ شرح طحاوی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک بکری ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اُسکو قربانی کیا یا متعہ الحج مین جو قربانی لازم آتی ہی اُسمین ذبح کیا یا جزاے صید مین ذبح کیا پھر واہب نے ہبہ سے رجوع کیا تو رجوع صحیح ہی اور قربانی و متعہ جائز ہوگا اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ہبہ سے رجوع کرنا نہین صحیح ہی اور موہوب لہ پر قربانی و متعہ کی صورت مین کچھ صدقہ کرنا واجب نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک مریض نے ایک شخص کو ایک بکری ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اُسکی قربانی کردی پھر مریض اسی مرض مین مرگیا اور سواے اس بکری کے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو وارثون کو اختیار ہوگا کہ موہوب لہ سے اُسکی دو تہائی قیمت زندہ ہونے کی حالت کی تاوان لین یا دو تہائی مذبوحہ واپس لین اور موہوب لہ پر لازم ہوگا کہ اُسکی دو تہائی کی قیمت مذبوحہ حالت کی صدقہ کردے اور دونون صورتون مین اُسکی قربانی جائز ہوجائیگی کیونکہ اُسنے اپنی ملک کا جانور ذبح کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے ایام قربانی مین پانچ بکریان خریدین اور انمین سے ایک بکری کی قربانی کا ارادہ کیا مگر اُسنے کوئی معین نہ کی پھر قربانی کے روز کسی شخص نے انمین سے ایک بکری بدون حکم مالک کے مالک کی طرف سے قربانی کی نیت سے ذبح کردی تو وہ شخص ضامن ہوگا کیونکہ جب مالک نے اُسکو قربانی کے واسطے معین نہ کیا تھا تو بعینہ اُسکے ذبح کرنے کی اجازت بطور دلالت کے بھی مالک کی طرف سے ثابت نہوئی یہ ذخیرہ مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کی قربانی کا جانور غصب کرکے اپنی طرف سے قربانی کردیا اور مالک کو اُسکی قیمت تاوان بدی تو جو اُسنے کیا ہی وہ ادا ہوگیا کیونکہ قیمت تاوان دینے سے وہ غصب کے وقت سے مالک ہوگیا یہ خلاصہ مین ہی اور اگر ایک شخص کی بکری غصب کرکے اُسکی قربانی کردی تو جائز نہین ہی اور مالک کو اختیار ہوگا چاہے اُسکو مذبوحہ لے لے اور تاوان نقصان لے لے اور اگر چاہے تو اُس سے زندہ بکری کی قیمت تاوان لے لے پس غصب کے وقت سے یہ بکری غاصب کی ملک ہوجائیگی پس استحساناً قربانی جائز ہوجائیگی۔ اسیطرح اگر ایک بکری خریدی اور اُسکی قربانی کردی پھر کسی شخص نے بکری پر اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر مشتری نے بیع کی اجازت دیدی تو قربانی جائز ہی اور اگر مذبوحہ بکری واپس لی تو جائز نہوگی یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کے پاس ایک بکری ودیعت رکھی اور عمرو نے قربانی کے روز اُسکی قربانی کردی پھر زید نے اُسکی قیمت تاوان لینی اختیار کی یا مذبوحہ واپس کرلی بہرحال عمرو کی قربانی ادا ہوگئی۔ اور جو حکم ودیعت مین معلوم ہوا

وہی عاریت و اجارہ میں ہو مثلاً ایک اُنٹنی یا بیل یا گائے مستعار لیا یا اجارہ پر لیا پھر اُسکی قربانی کردی تو اُسکی قربانی ادا نہوگی خواہ اُسکا مالک اس مذبوحہ کو لے لے یا قیمت تاوان لے لے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر کوئی بکری نہ ہو اُسکی قربانی کردی اور اسکی قیمت ضمان دے دی تو نہیں جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان وخلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے قصاب کو بلایا تاکہ میرے واسطے یہ جانور قربانی کردے اور قصاب نے اپنی طرف قربانی کردیا تو یہ قربانی مالک کی طرف سے ادا ہوگی یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اضحیہ خریدا اور غیر کو حکم دیا کہ اسکو ذبح کردے پس اُسنے ذبح کیا اور کہا کہ میں نے عمداً تسمیہ کہنا چھوڑ دیا ہے تو ذبح کرنے والا مالک کیواسطے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مالک اس قیمت سے دوسری بکری خرید کر قربانی کرکے اُسکا سب گوشت صدقہ کردیگا اور کچھ نہ کھائیگا اور یہ اُسوقت ہے کہ جب ایام قربانی باقی ہوں اور اگر گذر گئے ہوں تو اُسکی قیمت فقیروں کو صدقہ کردیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میری یہ بکری ذبح کردے پھر مامور نے اُسکو ذبح نہ کیا یہاں تک کہ مالک نے وہ بکری خود ذبح کردی پھر مامور نے اُسکو ذبح کردیا تو مامور اُسکی قیمت مشتری کو تاوان دیگا اور جسنے اسکو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے خواہ مامور کو بیع کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کیونکہ اگر اُسکو بیع کا علم ہو گیا تھا تو یہ حکم ظاہر ہے اور اگر نہوا تھا تو اس وجہ سے کہ حکم دہندہ نے اُسکو دھوکا نہیں دیا ہے کیونکہ جسوقت اُسنے اس شخص کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اُسوقت یہ بکری اُسکی ملک تھی یہ واقعات ناطفی میں ہیں۔ اجناس میں ہے کہ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ زید نے عمرو کو ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا حالانکہ زید اُسکو فروخت کرچکا تھا پس عمرو نے اُسکو ذبح کردیا باوجودیکہ عمرو کو فروخت ہوجانے کا علم تھا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اُسکا ثمن بائع کو دے کر عمرو سے اُسکی قیمت تاوان لے اور عمرو کو یہ اختیار نہوگا کہ زید سے تاوان واپس لے اور اگر عمرو کو اُسکی بیع کا علم نہو تو مشتری کو عمرو سے تاوان قیمت لینے کا اختیار نہیں ہے اسواسطے کہ اگر مشتری اُس سے تاوان تو عمرو یہ مال تاوان زید سے واپس لیگا پس ایسا ہوگا کہ گویا زید نے خود ایسا کیا ہے تو بیع ٹوٹ جائیگی یہ ذخیرہ و محیط میں ہے۔ اور اگر تین آدمیوں نے تین بکریاں خریدیں پھر ذبح کرنیکے وقت سب کو شبہہ پڑ گیا کہ کون بکری کسکی ہے تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ چاہیے کہ ہر ایک آدمی دوسروں کو ذبح کرنے کے واسطے وکیل کردے تاکہ اگر ذبح کرنے والے نے اپنی بکری ذبح کردی تو جائز ہوگی اور اگر دوسرے کی ذبح کی تو اُسکی اجازت کی وجہ سے جائز ہوگی۔ ایک شخص نے قربانی کرنی چاہی پس اُسنے قصاب کے ہاتھ کے ساتھ اپنا ہاتھ بھی لگا یا تاکہ دونوں کی مدد سے اچھی طرح ذبح ہوجاوے تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ دونوں میں سے ہر ایک پر تسمیہ واجب ہوگا حتے کہ اگر دونوں میں سے ایک نے تسمیہ چھوڑ دیا تو جائز نہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے

آٹھوان باب۔ اُن مسائل کے بیان میں جو قربانی کے جانوروں میں شرکت ہونے سے متعلق ہیں

جاننا چاہیے کہ بکری اگرچہ بڑی ہو مگر فقط ایک آدمی کے سوے زیادہ کی طرف سے نہیں جائز ہے اور اونٹ و گائے سات آدمی کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ یہ سب لوگ اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے قربانی کرنے کی نیت رکھتے ہوں اور سات کی تعداد مقرر کرنے سے یہ مراد ہے کہ سات سے زیادہ آدمیوں کی

طرف سے جائز نہین ہی اور کم ہونے مین قربانی ادا ہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور قربانی کرنے والا ایسے حانور مین جسمین شرکت ہوسکتی ہی ایسے شخص کو جو سرے سے کسی قربت کا قصد نہین رکھتا ہی شریک نہ کرے اور اگر شریک کرلیا تو اسکی قربانی ادا نہوگی اور یہی حکم تمام قربات مین ہے کہ اگر قربت چاہنے والے نے ایسے شخص کو جو قربت نہین چاہتا ہے شریک کرلیا تو قربت ادا نہوگی۔ اور اگر سب نے قربانی کا ارادہ کیا یا قربانی کے سوائے دوسری قربت کا قصد کیا تو سب کی مراد ادا ہوجائیگی خواہ یہ قربت واجبہ ہو یا نفل ہو یا بعض پر واجب اور بعض نے نفل ادا کی ہو اور خواہ جہات قربت ایک ہی ہون یا مختلف ہون جیسے بعض نے قربانی کی بعض نے ہدی احصار کا اور بعض نے احرام مین کسی جرم کے کفارہ کا اور بعض نے ہدی تطوع کا اور بعض نے دم متعہ یا قران کا ارادہ کیا اور یہ ہمارے اصحاب ثلثہ رح کا قول ہی۔ اسی طرح اگر بعض نے اپنے فرزند کے عقیقہ کا جو پیشتر پیدا ہوا ہی قصد کیا تو بھی جائز ہی ایسا ہی امام اعظم و ابو یوسف و امام محمد نے فرمایا اور انتھی یا مین ذکر کیا اور اگر کسی نے ولیمہ کا یعنے نکاح کی ضیافت کا قصد کیا تو یہ صورت مذکور نہین ہی مگر چاہیے کہ جائز ہووے۔ اور امام ابو حنیفہ رح سے ایک روایت ہی کہ اونھون نے جہات قربت مختلف ہونے کی صورت مین شرکت کو مکروہ فرمایا ہی۔ اور امام اعظم رح سے یہ بھی مروی ہی کہ اگر یہ اشتراک ایک ہی نوع قربت مین ہو تو مجھے زیادہ پسند ہی اور ایسا ہی امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہی۔ اور اگر ہر شریک نابالغ ہو یا سا تو ین حصہ کا شریک ایسا شخص ہو جو فقط گوشت چاہتا ہی یا نصرانی وغیرہ ہو تو دوسرون کی قربانی بھی جائز نہوگی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر کوئی شریک ذمی ہو خواہ کتابی ہو یا غیر کتابی ہو اور خواہ وہ گوشت کی غرض سے شریک ہوا یا اپنے دین کے موافق کسی قربت کا قصد رکھتا ہو تو سب کی قربت جو اونھون نے نیت کی ہو ادا نہوگی یہ ہمارے نزدیک ہی اسواسطے کہ کافر کی طرف سے قربت متحقق نہین ہوتی ہی تو اسکی نیت کالعدم ہوگی پس ایسا ہوگا کہ جیسے اسنے گوشت کی غرض سے شرکت کی اور مسلمان اگر گوشت کی غرض سے شرکت کرے تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی بحیط اگر کوئی شریک نابالغ یا مبرسم کردہ قربانی کی نیت رکھتا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ تبیین الحقائق مین ہی۔ اگر قربانی کے ارادہ سے ایک گائے خریدی پھر اسمین چھ آدمیون کو شریک کرلیا تو مکروہ ہی مگر قربانی سب کی طرف سے ادا ہوجائیگی کیونکہ حکماً یہ بمنزلہ بکریون کی بیع کے ہی لیکن اگر اسنے خریدنے کے وقت یہ قصد کیا ہو کہ اسمین لوگون کو شریک کرلیگا تو مکروہ نہین ہی اور اگر ایسا کیا تو احسن ہوگا۔ اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب یہ شخص غنی ہو اور اگر فقیر تنگدست ہو تو اسنے خریدنے سے اپنے اوپر قربانی واجب کرلی پس اسکے حق مین یہ جائز نہین ہی کہ اس گائے مین دوسرون کو شریک کرے۔ اسی طرح اگر اسنے بیع اپنے اوپر اسکی قربانی واجب کرلینے کے بعد اسمین چھ آدمیون کو شریک کرلیا تو اسکی گنجایش نہین ہی کیونکہ اسنی پوری گائے اللہ تعالی کے واسطے قربانی کرنی واجب کرلی ہی پھر اگر اسنے شریک ہی کرلیا تو قربانی جائز ہوجائیگی مگر گائے مذکور کے چھ سا تو ین حصے کا ضامن ہوگا یعنے صدقہ کرے اور غنی کے حق مین کہا گیا ہی کہ غنی ثمن کو صدقہ کردے۔ تین آدمی ایک گائے مین شریک ہوے کر ایک کے سات حصون مین سے تین حصے ہین اور باقی دونون مین سے ہر ایک کے دو دو حصے ہین پھر جسکے تین حصے ہین وہ مرگیا اور اسنے یہ حصے ملاکر چھ سو درم چھوڑے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی دونون نابالغ چھوڑے پھر وصی نے گائے مین سے بیت کا حصہ ان دونون کی طرف سے قربانی کردیا تو قربانی سب شریکون کی طرف سے ادا نہوگی اسواسطے

کہ لڑکی کا حصہ محض گوشت ہوگیا کیونکہ بیٹی فقیر ہوا اسلیے کہ باپ کی میراث سے اُسکو دوسو درم سے کم ملا ہی - اور اگر میت نے گائے کے حصے کے سوا سے چھ سو درم چھوڑے ہون تو قربانی سب کی طرف سے جائز ہوجائیگی اسواسطے کہ لڑکی اس صورت مین غنی ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - پانچ آدمیون نے ایک گائے مین شرکت کی پھر ایک شخص آیا اور اُسنے درخواست کی کہ مجھے بھی شریک کرلو پس چار نے منظور کیا اور ایک نے انکار کیا پھر سبھون نے اس گائے کی قربانی کی تو جائز ہی کیونکہ جسکا حصہ قربانی چار کے حصون مین سے قرار دیا گیا ہی وہ گائے کے ساتوین حصہ سے زیادہ کا مالک ہوا پس گائے کے پچیس حصے لینے چاہیے کیونکہ ہمکو حساب کے واسطے ایسے عدد کی ضرورت ہی جسکا پانچوان حصہ نکلے اور پھر اُسکے چار یا پانچوین حصہ کا یا پانچوان حصہ نکلے پس پانچوان حصہ نکالنے کی اسوجہ سے ضرورت ہی کہ پانچ شریک ہین پس ہر واحد کا یا پانچوان حصہ ہوا اور چار یا پانچوین کا یا پانچوان اسوجہ سے نکالنے کی ضرورت ہی کہ چار شریکون نے اُسکی درخواست منظور کی ہی پس اُسکو اپنے حصون مین برابر شریک کرلیا اور اُنکے حصے چار یا پانچوین ہین پس چار یا پانچ پانچوین حصون کو پانچ آدمیون مین برابر مشترک کرلیا پس کمترا یسا عدد پچیس ہی پس پانچ شریکون مین سے ہر ایک کے پانچ حصے ہوے پھر چار نے درخواست منظور کرکے اُسکو اپنے ساتھ اپنے بیس حصون مین مشترک کیا یعنے پانچ آدمی مین مشترک کردیا کہ جسمین سے ہر ایک کے چار حصے ہوئے اور پچیس مین سے چار حصے پچیس کے ساتوین سے زائد ہین اور اسکی پہچان بسط و تخمیس کے ساتھ آسان ہوتی ہی گذرانی النظیر یہ - اور اگر چھ شریک ہون پھر ساتوین کی درخواست کو پانچ نے منظور کیا اور ایک نے نامنظور کیا تو اس صورت مین قربانی جائز نہوگی کیونکہ گائے کے ساتوین حصہ سے اسکا حصہ کم پڑتا ہی کیونکہ اس صورت مین چھتیس حصے کرنے چاہیے ہین کہ جسمین سے ہر ایک کے چھ حصے ہوے پس پانچ شریکون کے تیس حصے ہوے کہ جنکو اُنھون نے سائل کی درخواست منظور کرکے چھ آدمیون مین مشترک کردیا پس ہر ایک کے پانچ حصے ہوئے اور چھتیس مین سے پانچ حصے چھتیس کے ساتوین حصہ سے کم ہین - ایک گائے مین تین آدمی شریک ہین پس اُنمین سے ایک آدمی نے ایک شخص غیر کو چوتھائی کا شریک کرلیا تو جائز ہی مگر تہائی ان دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی اسوجہ سے کہ اُسنے اس شخص غیر کو ہر ایک شریک کے برابر کردیا مگر ایسا کرنا شریکون کے حصہ مین صحیح نہوا پس خاصتہ اسی کے تہائی حصہ مین صحیح ہوا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر تین آدمیون نے گائے خریدی پھر ایک نے کسی کو اپنے حصہ مین شریک کرلیا تو تہائی پس تہائی دونون مین مشترک ہوگی اور قربانی جائز ہوجائیگی - اور اگر اُسکو ساتوین حصہ کا شریک کیا پس اگر اُسکے شریکون نے اجازت دے دی تو قربانی جائز ہوجائیگی اور اگر شریکون نے اجازت نہ دی تو اس غیر کے لیے شریک کرنے والے کے حصہ مین سے ساتوان حصہ ہوگا پس قربانی جائز نہوگی اور اگر فقط ایک شریک نے اجازت دے دی تو اس غیر کو ان دونون کے حصون مین سے ساتوان حصہ ملیگا تو بھی قربانی جائز نہوگی - اگر ایک شخص نے ایک گائے خریدی اور سات آدمی شریک کرلیے تو قربانی جائز نہین ہی پس اگر ایام قربانی گذر گئے ہون تو ساتوین حصہ کی قیمت صدقہ کردے اور اُسکے شریکون پر کچھ صدقہ کرنا لازم نہوگا - اور اگر اُسنے چھ آدمیون سے کہا کہ مین نے تمکو شریک کیا پس ایک نے قبول کیا تو اُسکو ساتوان حصہ ملیگا اور قربانی جائز ہوجائیگی -

اور اگر نصف گاے ایک کی ہو اور باقی نصف مین دو شریک ہون پھر وہ ضائع ہو گئی پھر ان لوگون نے دوسری گاے تین نہائی کی شرکت پر خریدی پھر پہلی گاے مل گئی پس اگر دوسری گاے بہ نسبت پہلی گاے کے تین ساتوین حصے سے کم ہو تو جسقدر اسکے مابین ہو اُسکو سب صدقہ کرین یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر قربانی کے واسطے ایک گاے خریدی اور اُسمین سے ایک ساتوان حصہ اس سال کی قربانی کی نیت سے اور باقی چھ ساتوین حصے سالہاے گذشتہ کی قربانی کی نیت سے ذبح کی تو اس سال کی قربانی جائز ہو جائیگی اور سالہاے گذشتہ کی ادا نہو گی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر بعضے شریکون نے نفل قربانی کی اور بعض نے سال گذشتہ کی قربانی سے جو اُسکے ذمہ دین ہو گئی ہی اور بعض نے اسی سال کی قربانی واجبہ سے ذبح کرنے کی نیت کی تو سب جائز ہی اگرچہ جسنے اس سال کی قربانی واجبہ سے ذبح کرنے کی نیت کی ہی اُسکی اس سال کی قربانی واجب ادا ہو گی اور جسنے قضاے سال گذشتہ کی نیت کی ہی اُسکی نفل قربانی اس سال ادا ہو گی اور قضا جو اُسکے ذمہ واجب ہی وہ ادا نہو گی اُسکے واسطے دریافتی بکری کی قیمت صدقہ کردے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر اونٹ یا گاے مین آٹھ آدمی شریک ہون تو کسی کی قربانی ادا نہو گی کیونکہ ہر ایک کا حصہ ساتوین حصے سے کم پڑتا ہی اسی طرح اگر شریک لوگ آٹھ سے کم ہون لیکن کسی شریک کا حصہ ساتوین حصہ سے کم ہو مثلاً ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک جورو دو بیٹا دو گاے چھوڑی پس وارثون نے گاے کی بقر عید کے روز قربانی کردی تو جائز نہو گی اسواسطے کہ عورت کا حصہ ساتوین حصہ سے کم ہی پس اُسکے حصہ کی قربانی ناجائز ہوئی اور جب اُسکے حصہ کی ناجائز ہوئی تو بیٹے کے حصے کی بھی جائز نہوئی یہ ذخیرہ مین ہی - اشباہ شاہی زعفرانی مین ہی کہ اگر اونٹ یا گاے دو آدمیون مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکی قربانی کی تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور مختار یہ ہی کہ یہ قربانی جائز ہو گی اور نصف حصہ ہفتم تابع ہو گا پس گوشت محض نہو گا اور صدر الشہید رح نے فرمایا کہ امام والد نے یہ اختیار کیا ہی اور یہی فقیہ ابو اللیث رح کا مختار ہی یہ خلاصہ مین ہی - اور اگر ایک شخص نے ساڑھے تین دینار دیے اور دوسرے نے اڑھائی دینار دیے اور تیسرے نے ایک دینار دیا تو قربانی ان سب کی طرف سے جائز ہو گی کیونکہ مقدر حصہ قربانی ساتوان حصہ ہی اسیطرح اگر پانچ آدمیون نے شرکت کی اسطرح کہ ایک نے دو دینار دیے اور دوسرے نے اڑھائی دینار دیے اور تیسرے نے تین دینار دیے اور چوتھے نے بھی تین دینار دیے اور پانچوین نے ساڑھے تین دینار دیے تو بھی سب کی طرف سے جائز ہی کیونکہ حصہ قربانی کمتر ساتوان حصہ ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر سات آدمیون نے ایک گاے قربانی کرنے کے واسطے خریدی پھر سا تون مین سے ایک مرگیا اور اُسکے بانغ وارثون نے کہا کہ تم لوگ اسکو اپنی طرف سے اور میت کی طرف سے قربانی کرو تو استحسانا جائز ہی اور اگر باقیون نے بلا اجازت وارثون کے ذبح کردی تو اُنکی طرف سے قربانی ادا نہو گی کیونکہ حصہ میت قربت نہو گا کیونکہ وارثون کی طرف سے اجازت نہین پائی گئی پس پوری گاے قربت مین نذبوح نہو گی کیونکہ تجزی نہ تھی یہ کافی مین ہی - اگر تین آدمیون مین سے ہر ایک نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خریدی ایک نے دس درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس درم کو اور تیسرے نے تیس درم کو خریدی اور ہر ایک بکری کی قیمت اُسکے ثمن کے مثل ہی پھر یہ بکریان باہم مختلط ہو گئین کہ ہر ایک شخص

سلہ فی فتاوی الفقیہ ابی اللیث رح ۱۲ منہ
کذا فی النسخۃ الموجودۃ وہم قلم والصواب فی الفقیہ ابی اللیث رح کما فی خزانۃ المفتین وغیرہ منہ عفی عنہ
واللہ اعلم ۱۲

اپنی بکری پہچان نہین سکتا ہی پھر سبھون نے انکی قربانی کردی تو سب کی طرف سے ادا ہوجائیگی اگر تیس درم کا خریدنے والا بیس درم صدقہ کردے اور بیس درم والا دس درم صدقہ کرے اور دس والا کچھ صدقہ نہ کریگا اور اگر ہر ایک نے دوسرے کو اجازت دیدی کہ بکری کو اسکی طرف سے ذبح کرے تو سب کی طرف سے قربانی ادا ہوجائیگی اور اُنپر کچھ صدقہ کرنا لازم نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر دس آدمیون نے دس بکریان مشترک خریدین پھر ہر ایک نے ایک بکری ذبح کردی تو جائز ہی اور سب گوشت ان سب مین وزن سے تقسیم کیا جائیگا اور اگر انھون نے ڈھیری لگالگا کر بانٹ لیا تو جائز ہی بشرطیکہ ہر ایک نے پائے اور سری اور کھال مین سے کچھ کچھ لیا ہو - اسی طرح اگر ہر ایک نے علیحدہ خریدی ہم مگر پھر سب مختلط ہوگئین پھر ہر ایک نے ایک ایک بکری ذبح کردی اور اُسپر سب نے باہم رضامندی کرلی تو بھی جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اضاحی زعفرانی مین ہی کہ سات آدمیون نے باہم مشترک سات بکریان خریدین تاکہ ان بکریون کو سب لوگ قربانی کرین اور ہر ایک کے واسطے کوئی بکری معین نہ کی پھر یون ہی بلا تعیین ذبح کردیا تو قیاس یہ ہی کہ جائز نہو مگر استحساناً جائز ہی واضح ہو کہ یہ جو فرمایا کہ باہم مشترک سات بکریان خریدین اسمین دو احتمال ہین ایک یہ ہی کہ اس طور سے خریدین کہ ہر بکری ان سب مین مشترک ہو اور دوسرا یہ ہی کہ دس بکریان اس طور سے خریدین کہ ہر ایک کے واسطے ایک بکری ہو مگر غیر معین نہ معین - پس اگر دوسرے طور سے خریدنا مراد ہی تو جو حکم ذکر فرمایا ہی وہ دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق ہی کیونکہ اگر بکری دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکی قربانی کی تو بعض مقام پر مذکور ہی کہ یہ جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی - اگر دو بکریان دو شخصون مین مشترک ہون اور دونون نے اپنے شریک سے اُنکی قربانی کردی تو دونون کا شریک ادا ہوجائیگا بخلاف اسکے اگر دو غلام دو شخصون مین مشترک ہون اور دونون نے اپنے اپنے آقا سے کفارہ سے اُنکو آزاد کیا تو جائز نہین ہی - ایک اونٹ دو شخصون مین مشترک ہی دونون نے اُسکو قربانی کردی پس اگر دونون مین سے کسی کا ساتوان حصہ یا دو ساتوین حصے ہون اور باقی دوسرے کا ہو تو جائز ہی اور اگر دونون مین نصف نصف ہو تو بھی اصح قول کے موافق جائز ہی کذا فی خزانۃ المفتین

نوان باب - متفرقات کے بیان مین - اگر قربانی کی غرض سے دو بکریان خریدین پھر دونون مین ایک ضائع ہوگئی اور اُسنے دوسری کو قربانی کردیا پھر ضائع شدہ کو ایام قربانی مین یا اُسکے بعد پایا تو اسپر کچھ واجب نہوگا خواہ یہ بکری اُسکی بہ نسبت جو قربانی کی ہی برتر ہو یا کمتر ہو یہ محیط مین ہی - اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے کالی گاے قربانی کے واسطے خریدے اُسنے گبری گاے جسمین سیاہی وسپیدی بھی خریدی تو موکل کے ذمہ پڑیگی - اور اگر وکیل کیا کہ میرے واسطے مینڈھا سینگون دار فراخ چشم خریدے اُسنے مینڈھا بے سینگون والا غیر فراخ چشم خریدیا تو موکل کے ذمہ نہ پڑیگا کیونکہ یہ وصف ایسا ہی کہ لوگ قربانی کے جانور ایسی وصف کے مرغوب رکھتے ہین پس وکیل نے موکل کے حکم کی مخالفت کی - اور اگر وکیل کیا کہ میرے واسطے گاے کا دوسرے برس کا بچہ خریدے اور اُسکا کچھ تعین بیان نہ کیا اور وکیل نے مسنہ خریدیا تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر تنبیلہ بچہ بہ نسبت مسنہ کے کم دامون کو آتا ہو تو مسنہ موکل کے ذمہ نہ پڑیگا اور اگر تنبیلہ و مسنہ دونون ایک دامون کو آتے ہین تو مسنہ موکل کے ذمہ لازم ہوگا کیونکہ وکیل نے موکل کا حکم چھوڑ کر اُسکے

حق مین بہتر چیز کی طرف خلاف کیا ہو- اور اگر وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک بکری قربانی کے لیے خرید دے پس وکیل نے خرید دی اور ایک شخص کو مزدور کیا جو اسکو ایک درم اجرت پر ہانک لایا تو یہ موکل کے ذمہ لازم نہوگا یہ ظہیریہ مین ہو- اگر کہا اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہو کہ ایک بکری ہدی بھیجون یا ایک بکری قربانی کرون پھر اُسنے گاے یا اونٹ کی ہدی بھیجی یا گاے یا اونٹ قربانی کر دیا تو جائز ہوگا- ایک شخص نے نوے درم کی بکری کی قربانی کی اور دوسرے نے ستر درم کی گاے کی قربانی کی اور تیسرے نے سو درم صدقہ کرے تو بکری والے کی قربانی بہ نسبت گاے والے کے بہتر ہو کیونکہ بکری کی قیمت گاے سے زیادہ ہو اور جسنے گاے قربانی کی ہو اُسکا ثواب بہ نسبت صدقہ کرنے والے کے بہت زیادہ ہو- ایک شخص نے فقیری کی حالت مین ایام قربانی مین ایک بکری قربانی کے واسطے خرید کر اُسکی قربانی کر دی پھر ایام قربانی ہی مین غنی ہو گیا تو شیخ فقیہ ابو محمد حرینی رح نے فرمایا کہ قربانی کا اعادہ کرے اور اُنکے سواے دوسرے متاخرین نے فرمایا کہ اعادہ نہ کرے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک شاۃ قربانی کے خرید دے تو جاننا چاہیے کہ شاۃ اسم جنس ہو ضان اور معز دونون کو شامل ہو- اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ضان خرید دے اُسنے معز خرید دی یا اسکے برعکس واقع ہوا تو موکل کے ذمہ لازم نہوگی یہ محیط مین ہو- اگر کسی نے وصیت کی کہ میری طرف سے قربانی کر دیجاوے اور کوئی جانور بیان نہ کیا تو وصیت جائز ہو اور بکری پر واقع ہوگی- اسی طرح اگر وصیت نہین کی بلکہ کسی شخص کو حکم دیا کہ میری طرف سے قربانی کر دے اور کوئی جانور بیان نہین کیا تو بھی جائز ہو- اور اگر یون وصیت کی کہ تمام میرے مال متروکہ سے ایک گاے خرید کر میری طرف سے قربانی کر دیجاوے پھر مر گیا اور وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال سے بلا خلاف وصیت جائز ہو پس تہائی مال سے بکری خرید کر اُسکی طرف سے قربانی کیجائیگی- اور اگر یون وصیت کی کہ میرے مال سے بیس درم کو ایک گاے خرید کر میری طرف سے قربانی کر دی جاوے پھر مر گیا اور اُسکا تہائی مال بیس درم سے کم ہو تو ہمارے مذہب کے موافق جسقدر پہونچے اُسکی بکری خرید کر قربانی کر دی جائیگی یہ ذخیرہ مین ہو اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اگر مین مر جاؤن تو میرے اوپر بیس درمون سے ایک بکری خرید کر میری طرف سے قربانی کر دیجاوے پھر مر گیا اور ان درمون سے ایک درم جاتا رہا تو مابقی سے اُسکی طرف سے قربانی کرنا امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہو اور صاحبین رح اُس مفلوک پر جو آزاد کرنیکے واسطے خریدا جاوے قیاس کر کے فرمایا کہ مابقی اُنیس درم سے اُسکی طرف سے جانور خرید کر قربانی کیا جائیگا- ایک شخص نے ایک گاے خریدی اور دوسرے شخص سے کہا کہ اے فلان شخص مین نے تجھے اسکی دو تہائی کا شریک کیا تو اسکی دو تہائی ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اسکے پورے کا شریک کیا تو نصف اُسکی ہوگی کیونکہ اگر ہم اُسکو پوری گاے دین تو شرکت نہوگی اور اگر کہا کہ مین نے اسکا حصہ یا نکرا تیرے واسطے کر دیا تو یہ باطل ہو ہر چند کہ اس قول سے کہ مین نے تیرے واسطے اسکا ایک سہم کر دیا امام اعظم رح کے نزدیک چھٹا حصہ ہونا چاہیے کیونکہ امام کے نزدیک سہم کی تفسیر چھٹا حصہ ہو جیسا کہ کتاب الوصایا مین معلوم ہوا ہو لیکن چونکہ مہم سے چھٹے حصے سے کم مراد ہونے کا بھی احتمال ہو اسواسطے باطل قرار دیا گیا ایک شخص نے دس دینار کو ایک گاے خرید کر قبضہ کر کے

دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے تجھے اسمین دو دینار کا شریک کیا اور اُسنے قبول کر لیا تو وہ شخص پانچوین حصہ کا شریک ہوگا یہ خلیہ یہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک بکری خرید کر اُسکی قربانی کر دی پھر اُسمین کوئی ایسا عیب پایا کہ جس سے اُسکی قیمت مین نقصان آتا ہی مگر ایسا نہین ہی کہ اُسکی قربانی نہو سکے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بائع سے نقصان عیب واپس لے اور جو کچھ واپس لیا اُسکا صدقہ کر دینا اُسپر واجب نہوگا کیونکہ وہی معیو بہ بکری کی قربانی ادا ہو گئی ہی اور اس سے زیادہ اُسپر کچھ واجب نہین ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مین ندبوحہ بکری واپس کیے لیتا ہون اور ثمن واپس کر دیا تو مشتری پر واجب ہوگا کہ یہ سب ثمن سوائے حصہ نقصان عیب کے صدقہ کر دے۔ اور اگر اُسکا ثمن بائع پر ڈوب گیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر کچھ وصول ہوا اور کچھ ڈوب گیا تو جسقدر وصول ہوا ہی اسمین سے بھی جتنا حصہ نقصان عیب کے پرتے مین پڑتا ہو اُسکو نکال کر باقی صدقہ کر دے مثلاً ثمن دس درم تھے اور حصہ عیب ایک درم تو ثمن وصول شدہ مین سے تو دسوین حصے صدقہ کر دے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور درم کے ساتھ شہر مستہلک بائع مین معتبر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر کسی کا قربانی کیا ہوا جانور غصب کر لیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ یہ غیر کا مال مملوک بدون اُسکی اجازت کے لے لیا ہی اور جب قربانی کرنے والے کو اُسکی قیمت وصول ہو جاوے تو اُسکو صدقہ کر دے کیونکہ غاصب اُسکی قیمت تاوان دینے سے اُسکا مالک ہو گیا پس ایسا ہوا کہ گویا قربانی کرنے والے نے اُسکے ہاتھ فروخت کر دیا اور فروخت کرنے کی صورت مین ثمن صدقہ کرنا واجب ہوتا ہی ویسا ہی اس صورت مین واجب ہوگا اور یہ جائز نہین ہی کہ اضحیہ مذبوحہ کی قیمت کو کسی غنی کو ہبہ کر دے اور اگر اُسنے غاصب کو قیمت واپس کر دی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا کیونکہ اضحیہ مذکور بدون اُسکے فعل کے تلف ہوا ہی۔ اور اگر قربانی کرنے والے نے غاصب کو اُسکی قیمت سے بری کر دیا حالانکہ قربانی کرنے والا غنی ہی یا فقیر ہی تو اُسپر کچھ صدقہ کرنا واجب نہوگا اسواسطے کہ ابتدا مین اسکو اختیار تھا کہ اصل کو غاصب کو ہبہ کر دے پس ایسا ہی اُسکے بدل کو غاصب کی ملک کر دینے کا بھی اختیار ہی۔ اسیطرح اگر مذبوحہ اضحیہ کے قیمت سے کم پر غاصب کے ساتھ صلح کر لی تو اُسپر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسکی قیمت اُسکے ہاتھ آئی ہی اُسکو صدقہ کر دے اس سے زیادہ صدقہ کرنا لازم نہین ہی کیونکہ یہ صلح ابرا بعض و استیفا بعض ہی۔ اور اگر کسی کھانے کی چیز یا متاع پر صلح کر لی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ یہ کھانے کی چیز کھا دے یا متاع سے نفع اُٹھا دے اسواسطے کہ استحسانًا بدل بھی بر نہج و بر صفت اصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک تنگدست نے ایک بکری خریدی اور وہ ایام قربانی مین مرگئی اور اُسکے پیٹ مین سے ایک بچہ نکلا تو استحسانًا بچہ کو صدقہ کر دے یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر اضحیہ کو سیم گداختہ کے عوض جو معین تھی خرید کی اور اُسکی قربانی کر دی پھر بائع نے کسی عیب کی وجہ سے یہ گداختہ چاندی کا واپس کیا اور مذبوحہ جانور کو لے لیا تو مشتری ثمن مذکور کو صدقہ کر دے اور قربت ادا ہو جائیگی۔ اور اگر دو شخصون نے مینڈھا و بھیڑی کے مبادلہ پر بیع کی اور دونون نے اپنی خریدی ہوئی کو قربانی کیا پھر مینڈھا خریدنے والے نے اُسمین ایسا عیب پایا جس سے اُسکی قیمت مین دسوین حصہ کا نقصان آتا ہی پس اگر جا ہے تو بھیڑی ہی ذبح کی ہوئی کا دسوان حصہ واپس لے لے اور اُسپر کچھ صدقہ واجب نہوگا مگر دوسرا اُسقدر گوشت کی قیمت جتنا اُس سے واپس لیا گیا ہی

صدقہ کردے - اور اگر چاہے تو زندہ بھیڑی کے دسویں حصہ کی قیمت تاوان لے اور اُسپر کچھ صدقہ کرنا واجب نہوگا - اور اگر مینڈھا بیچنے والے نے ذبح کیا ہوا مینڈھا واپس لینا پسند کیا تو اُسکے مشتری کو اختیار ہی چاہے اُس سے اپنی بھیڑی کی قیمت تاوان لے اور اس سب کو صدقہ کردے سوائے حصہ عیب کے بشرطیکہ عیب ہو اور اگر چاہے تو نذبوجہ بھیڑی واپس لے اور استحسانا اُسکو صدقہ نہ کرے اسیطرح جسنے بھیڑی واپس دی ہی وہ اس مینڈھے کو بھی صدقہ نہ کرے جسکے لینے پر راضی ہوگیا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک عورت کا ایک دار ہی کہ اُسکی قیمت نصاب کو پہونچتی ہی اسمین خود مع اپنے شوہر کے رہتی ہی تو اُسپر قربانی وصدقہ فطر واجب ہی اور اگر اُسکا شوہر ساکن کرنے پر قادر ہی تو اُسپر قربانی وصدقہ فطر واجب نہوگا خواہ شوہر غنی ہو یا فقیر ہو - شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اس باب مین اختلاف ائمہ اس بات پر دال ہی کہ اگر عورت مذکور اُسمین نہ رہتی ہو تو بالاتفاق واجب ہونا چاہیے اور مین نے یہی فتوی دیا ہی یہ قنیہ مین ہی - شیخ علی بن احمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ہی جسکا ایک مقنفلس پر قرضہ ہی پس آیا اُسکے واسطے زکوۃ حلال ہی فرمایا کہ نہین پھر دریافت کیا گیا کہ آیا اُسپر قربانی واجب ہی فرمایا کہ نہین جب تک کہ اُسکو وصول نہوجاے یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص کا قرضہ خواہ ایسا جو فی الحال واجب الادا ہی یا میعادی ہی کسی مردتونگر پر آتا ہی حالانکہ سردست اُسکے پاس اتنا نہین ہی کہ جس سے قربانی کیواسطے جانور خرید سکے تو اُسپر یہ لازم نہین ہی کہ قرض لیکر قربانی کرے اور یہ بھی لازم نہین ہی کہ جسوقت اُسکو یہ قرضہ وصول ہو تو بقدر قیمت اضحیہ کے صدقہ کرے مگر یہ واجب ہی کہ اگر اُسکو گمان غالب ہو کہ قرضدار دیدیگا تو اُس سے اضحیہ کے دام مانگے - ایک شخص کا مال کثیر ہی مگر غائب ہی کہ اُسکے شریک کے ہاتھ مین ہی یا مضارب کے قبضہ مین ہی اور خود اسکے پاس درم ودینار یا متاع مین سے اسقدر ہی کہ اُس سے اضحیہ خرید سکتا ہی تو اُسپر قربانی کرنا واجب ہی یہ قنیہ مین ہی - مجموع النوازل مین ہی کہ چار آدمیون نے چار بکریان ہر ایک نے ایک بکری خریدی کہ جسکا رنگ وموٹائی یکسان ہی پھر اُنھون نے اُنکو ایک جگہ بند کردیا پھر صبح کو جو دیکھا تو ایک بکری مرگئی تھی اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ کسکی بکری مرگئی تو یہ بکریان سب فروخت کردی جاوینگی اور ثمن سے چار بکریان خریدی جائینگی پھر ہر ایک شخص دوسرے کو ہر ایک کی ذبح کی اجازت دے اور ہر ایک دوسرے سے تحلیل بھی کرالے تاکہ سب کی طرف سے قربانی جائز ہوجاوے یہ محیط مین ہی - ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرا مہر اسقدر جو تیرے اوپر ہی اسمین سے ہر سال میری طرف سے قربانی کردے پھر اسنے کردی اسمین اختلاف ہی - قربانی کے ایام گذر جاوین و قربانی نہ کرے تو اُسکی قیمت صدقہ کریگا لیکن اگر عورت نے یہ قیمت اپنے شوہر فقیر کو صدقہ مین دی تو نہین جائز ہی اور اگر شوہر نے اپنی عورت فقیر کو صدقہ دی تو نہین جائز ہی یہ خاصۃ انھین دونون کے حق مین امام اعظم کے نزدیک ہی اور اگر اپنی باندی کو صدقہ مین دی تو نہین جائز ہی - اور اگر کسی فقیر کو قربانی کا گوشت زکوۃ کی نیت سے دیا تو ظاہر الروایت کے موافق ادا نہوگی - اور اگر کسی شخص نے اپنے شہر یا گانون مین قربانی کا جانور نہ پایا تو اُسپر لازم ہی کہ جہان لوگ شہر سے بکریان خریدنے جاتے ہون وہان تک جاوے کذا فی المحیط

قال الرفع وقد عرفت المسئلة فيما تقدم وانما ذكر اللون لتحسين تقرير عدم التبرع فتفطن ولا تغفل وقوله ان يقال اصحابنا رحمهم الله بدل من ش في قائم مقام فاعل يقال وقوله فلا اصحو وجود ا

ف ۱ ف ۲ ف ۳ ف ۴ ف ۵ ف ۶ ف ۷ ف ۸ ف ۹ ف ۱۰ ف ۱۱ ف ۱۲ ف ۱۳ ف ۱۴ ف ۱۵ ف ۱۶ ف ۱۷ ف ۱۸ ف ۱۹ ف ۲۰ ف ۲۱ ف ۲۲ ف ۲۳ ف ۲۴ ف ۲۵ ف ۲۶ ف ۲۷ ف ۲۸ ف ۲۹ ف ۳۰ ف ۳۱ ف ۳۲ ف ۳۳ ف ۳۴ ف ۳۵ ف ۳۶ ف ۳۷ ف ۳۸ ف ۳۹ ف ۴۰ ف ۴۱ ف ۴۲ ف ۴۳ ف ۴۴ ف ۴۵ ف ۴۶ ف ۴۷ ف ۴۸ ف ۴۹ ف ۵۰ ف ۵۱ ف ۵۲ ف ۵۳ ف ۵۴ ف ۵۵ ف ۵۶ ف ۵۷ ف ۵۸ ف ۵۹ ف ۶۰ ف ۶۱ ف ۶۲ ف ۶۳ ف ۶۴ ف ۶۵ ف ۶۶ ف ۶۷ ف ۶۸ ف ۶۹ ف ۷۰ ف ۷۱ ف ۷۲ ف ۷۳ ف ۷۴ ف ۷۵ ف ۷۶ ف ۷۷ ف ۷۸ ف ۷۹ ف ۸۰ ف ۸۱ ف ۸۲ ف ۸۳ ف ۸۴ ف ۸۵ ف ۸۶ ف ۸۷ ف ۸۸ ف ۸۹ ف ۹۰ ف ۹۱ ف ۹۲ ف ۹۳ ف ۹۴ ف ۹۵ ف ۹۶ ف ۹۷ ف ۹۸ ف ۹۹ ف ۱۰۰ ف ۱۰۱ ف ۱۰۲ ف ۱۰۳ ف ۱۰۴ ف ۱۰۵ ف ۱۰۶ ف ۱۰۷ ف ۱۰۸ ف ۱۰۹ ف ۱۱۰ ف ۱۱۱ ف ۱۱۲ ف ۱۱۳ ف ۱۱۴ ف ۱۱۵ ف ۱۱۶ ف ۱۱۷ ف ۱۱۸ ف ۱۱۹ ف ۱۲۰ ف ۱۲۱ ف ۱۲۲ ف ۱۲۳ ف ۱۲۴ ف ۱۲۵ ف ۱۲۶ ف ۱۲۷ ف ۱۲۸ ف ۱۲۹ ف ۱۳۰ ف ۱۳۱ ف ۱۳۲ ف ۱۳۳ ف ۱۳۴ ف ۱۳۵ ف ۱۳۶ ف ۱۳۷ ف ۱۳۸ ف ۱۳۹ ف ۱۴۰ ف ۱۴۱ ف ۱۴۲ ف ۱۴۳ ف ۱۴۴ ف ۱۴۵ ف ۱۴۶ ف ۱۴۷ ف ۱۴۸ ف ۱۴۹ ف ۱۵۰ ف ۱۵۱ ف ۱۵۲ ف ۱۵۳ ف ۱۵۴ ف ۱۵۵ ف ۱۵۶ ف ۱۵۷ ف ۱۵۸ ف ۱۵۹ ف ۱۶۰ ف ۱۶۱ ف ۱۶۲ ف ۱۶۳ ف ۱۶۴ ف ۱۶۵ ف ۱۶۶ ف ۱۶۷ ف ۱۶۸ ف ۱۶۹ ف ۱۷۰ ف ۱۷۱ ف ۱۷۲ ف ۱۷۳ ف ۱۷۴ ف ۱۷۵ ف ۱۷۶ ف ۱۷۷ ف ۱۷۸ ف ۱۷۹ ف ۱۸۰ ف ۱۸۱ ف ۱۸۲ ف ۱۸۳ ف ۱۸۴ ف ۱۸۵ ف ۱۸۶ ف ۱۸۷ ف ۱۸۸ ف ۱۸۹ ف ۱۹۰ ف ۱۹۱ ف ۱۹۲ ف ۱۹۳ ف ۱۹۴ ف ۱۹۵ ف ۱۹۶ ف ۱۹۷ ف ۱۹۸ ف ۱۹۹ ف ۲۰۰ ف ۲۰۱ ف ۲۰۲ ف ۲۰۳ ف ۲۰۴ ف ۲۰۵ ف ۲۰۶ ف ۲۰۷ ف ۲۰۸ ف ۲۰۹ ف ۲۱۰ ف ۲۱۱ ف ۲۱۲ ف ۲۱۳ ف ۲۱۴ ف ۲۱۵ ف ۲۱۶ ف ۲۱۷ ف ۲۱۸ ف ۲۱۹ ف ۲۲۰ ف ۲۲۱ ف ۲۲۲ ف ۲۲۳ ف ۲۲۴ ف ۲۲۵ ف ۲۲۶ ف ۲۲۷ ف ۲۲۸ ف ۲۲۹ ف ۲۳۰ ف ۲۳۱ ف ۲۳۲ ف ۲۳۳ ف ۲۳۴ ف ۲۳۵ ف ۲۳۶ ف ۲۳۷ ف ۲۳۸ ف ۲۳۹ ف ۲۴۰ ف ۲۴۱ ف ۲۴۲ ف ۲۴۳ ف ۲۴۴ ف ۲۴۵ ف ۲۴۶ ف ۲۴۷ ف ۲۴۸ ف ۲۴۹ ف ۲۵۰ ف ۲۵۱ ف ۲۵۲ ف ۲۵۳ ف ۲۵۴ ف ۲۵۵ ف ۲۵۶ ف ۲۵۷ ف ۲۵۸ ف ۲۵۹ ف ۲۶۰ ف ۲۶۱ ف ۲۶۲ ف ۲۶۳ ف ۲۶۴ ف ۲۶۵ ف ۲۶۶ ف ۲۶۷ ف ۲۶۸ ف ۲۶۹ ف ۲۷۰ ف ۲۷۱ ف ۲۷۲ ف ۲۷۳ ف ۲۷۴ ف ۲۷۵ ف ۲۷۶ ف ۲۷۷ ف ۲۷۸ ف ۲۷۹ ف ۲۸۰ ف ۲۸۱ ف ۲۸۲ ف ۲۸۳ ف ۲۸۴ ف ۲۸۵ ف ۲۸۶ ف ۲۸۷ ف ۲۸۸ ف ۲۸۹ ف ۲۹۰ ف ۲۹۱ ف ۲۹۲ ف ۲۹۳ ف ۲۹۴ ف ۲۹۵ ف ۲۹۶ ف ۲۹۷ ف ۲۹۸ ف ۲۹۹ ف ۳۰۰ ف ۳۰۱ ف ۳۰۲ ف ۳۰۳ ف ۳۰۴ ف ۳۰۵ ف ۳۰۶ ف ۳۰۷ ف ۳۰۸ ف ۳۰۹ ف ۳۱۰ ف ۳۱۱ ف ۳۱۲ ف ۳۱۳ ف ۳۱۴ ف ۳۱۵ ف ۳۱۶ ف ۳۱۷ ف ۳۱۸ ف ۳۱۹ ف ۳۲۰ ف ۳۲۱ ف ۳۲۲ ف ۳۲۳ ف ۳۲۴ ف ۳۲۵ ف ۳۲۶ ف ۳۲۷ ف ۳۲۸ ف ۳۲۹ ف ۳۳۰ ف ۳۳۱ ف ۳۳۲ ف ۳۳۳ ف ۳۳۴ ف ۳۳۵ ف ۳۳۶ ف ۳۳۷ ف ۳۳۸ ف ۳۳۹ ف ۳۴۰ ف ۳۴۱ ف ۳۴۲ ف ۳۴۳ ف ۳۴۴ ف ۳۴۵ ف ۳۴۶ ف ۳۴۷ ف ۳۴۸ ف ۳۴۹ ف ۳۵۰ ف ۳۵۱ ف ۳۵۲ ف ۳۵۳ ف ۳۵۴ ف ۳۵۵ ف ۳۵۶ ف ۳۵۷ ف ۳۵۸ ف ۳۵۹ ف ۳۶۰ ف ۳۶۱ ف ۳۶۲ ف ۳۶۳ ف ۳۶۴ ف ۳۶۵ ف ۳۶۶ ف ۳۶۷ ف ۳۶۸ ف ۳۶۹ ف ۳۷۰ ف ۳۷۱ ف ۳۷۲ ف ۳۷۳ ف ۳۷۴ ف ۳۷۵ ف ۳۷۶ ف ۳۷۷ ف ۳۷۸ ف ۳۷۹ ف ۳۸۰ ف ۳۸۱ ف ۳۸۲ ف ۳۸۳ ف ۳۸۴ ف ۳۸۵ ف ۳۸۶ ف ۳۸۷ ف ۳۸۸ ف ۳۸۹ ف ۳۹۰ ف ۳۹۱ ف ۳۹۲ ف ۳۹۳ ف ۳۹۴ ف ۳۹۵ ف ۳۹۶ ف ۳۹۷ ف ۳۹۸ ف ۳۹۹ ف ۴۰۰ ف ۴۰۱ ف ۴۰۲ ف ۴۰۳ ف ۴۰۴ ف ۴۰۵ ف ۴۰۶ ف ۴۰۷ ف ۴۰۸ ف ۴۰۹ ف ۴۱۰ ف ۴۱۱ ف ۴۱۲ ف ۴۱۳ ف ۴۱۴ ف ۴۱۵ ف ۴۱۶ ف ۴۱۷ ف ۴۱۸ ف ۴۱۹ ف ۴۲۰ ف ۴۲۱ ف ۴۲۲ ف ۴۲۳ ف ۴۲۴ ف ۴۲۵ ف ۴۲۶ ف ۴۲۷ ف ۴۲۸ ف ۴۲۹ ف ۴۳۰ ف ۴۳۱ ف ۴۳۲ ف ۴۳۳ ف ۴۳۴ ف ۴۳۵ ف ۴۳۶ ف ۴۳۷ ف ۴۳۸ ف ۴۳۹ ف ۴۴۰ ف ۴۴۱ ف ۴۴۲ ف ۴۴۳ ف ۴۴۴ ف ۴۴۵ ف ۴۴۶ ف ۴۴۷ ف ۴۴۸ ف ۴۴۹ ف ۴۵۰ ف ۴۵۱ ف ۴۵۲ ف ۴۵۳ ف ۴۵۴ ف ۴۵۵ ف ۴۵۶ ف ۴۵۷ ف ۴۵۸ ف ۴۵۹ ف ۴۶۰ ف ۴۶۱ ف ۴۶۲ ف ۴۶۳ ف ۴۶۴ ف ۴۶۵ ف ۴۶۶ ف ۴۶۷ ف ۴۶۸ ف ۴۶۹ ف ۴۷۰ ف ۴۷۱ ف ۴۷۲ ف ۴۷۳ ف ۴۷۴ ف ۴۷۵ ف ۴۷۶ ف ۴۷۷ ف ۴۷۸ ف ۴۷۹ ف ۴۸۰ ف ۴۸۱ ف ۴۸۲ ف ۴۸۳ ف ۴۸۴ ف ۴۸۵ ف ۴۸۶ ف ۴۸۷ ف ۴۸۸ ف ۴۸۹ ف ۴۹۰ ف ۴۹۱ ف ۴۹۲ ف ۴۹۳ ف ۴۹۴ ف ۴۹۵ ف ۴۹۶ ف ۴۹۷ ف ۴۹۸ ف ۴۹۹ ف ۵۰۰ ف ۵۰۱ ف ۵۰۲ ف ۵۰۳ ف ۵۰۴ ف ۵۰۵ ف ۵۰۶ ف ۵۰۷ ف ۵۰۸ ف ۵۰۹ ف ۵۱۰ ف ۵۱۱ ف ۵۱۲ ف ۵۱۳ ف ۵۱۴ ف ۵۱۵ ف ۵۱۶ ف ۵۱۷ ف ۵۱۸ ف ۵۱۹ ف ۵۲۰ ف ۵۲۱ ف ۵۲۲ ف ۵۲۳ ف ۵۲۴ ف ۵۲۵ ف ۵۲۶ ف ۵۲۷ ف ۵۲۸ ف ۵۲۹ ف ۵۳۰ ف ۵۳۱ ف ۵۳۲ ف ۵۳۳ ف ۵۳۴ ف ۵۳۵ ف ۵۳۶ ف ۵۳۷ ف ۵۳۸ ف ۵۳۹ ف ۵۴۰ ف ۵۴۱ ف ۵۴۲ ف ۵۴۳ ف ۵۴۴ ف ۵۴۵ ف ۵۴۶ ف ۵۴۷ ف ۵۴۸ ف ۵۴۹ ف ۵۵۰ ف ۵۵۱ ف ۵۵۲ ف ۵۵۳ ف ۵۵۴ ف ۵۵۵ ف ۵۵۶ ف ۵۵۷ ف ۵۵۸ ف ۵۵۹ ف ۵۶۰ ف ۵۶۱ ف ۵۶۲ ف ۵۶۳ ف ۵۶۴ ف ۵۶۵ ف ۵۶۶ ف ۵۶۷ ف ۵۶۸ ف ۵۶۹ ف ۵۷۰ ف ۵۷۱ ف ۵۷۲ ف ۵۷۳ ف ۵۷۴ ف ۵۷۵ ف ۵۷۶ ف ۵۷۷ ف ۵۷۸ ف ۵۷۹ ف ۵۸۰ ف ۵۸۱ ف ۵۸۲ ف ۵۸۳ ف ۵۸۴ ف ۵۸۵ ف ۵۸۶ ف ۵۸۷ ف ۵۸۸ ف ۵۸۹ ف ۵۹۰ ف ۵۹۱ ف ۵۹۲ ف ۵۹۳ ف ۵۹۴ ف ۵۹۵ ف ۵۹۶ ف ۵۹۷ ف ۵۹۸ ف ۵۹۹ ف ۶۰۰ ف ۶۰۱ ف ۶۰۲ ف ۶۰۳ ف ۶۰۴ ف ۶۰۵ ف ۶۰۶ ف ۶۰۷ ف ۶۰۸ ف ۶۰۹ ف ۶۱۰ ف ۶۱۱ ف ۶۱۲ ف ۶۱۳ ف ۶۱۴ ف ۶۱۵ ف ۶۱۶ ف ۶۱۷ ف ۶۱۸ ف ۶۱۹ ف ۶۲۰ ف ۶۲۱ ف ۶۲۲ ف ۶۲۳ ف ۶۲۴ ف ۶۲۵ ف ۶۲۶ ف ۶۲۷ ف ۶۲۸ ف ۶۲۹ ف ۶۳۰ ف ۶۳۱ ف ۶۳۲ ف ۶۳۳ ف ۶۳۴ ف ۶۳۵ ف ۶۳۶ ف ۶۳۷ ف ۶۳۸ ف ۶۳۹ ف ۶۴۰ ف ۶۴۱ ف ۶۴۲ ف ۶۴۳ ف ۶۴۴ ف ۶۴۵ ف ۶۴۶ ف ۶۴۷ ف ۶۴۸ ف ۶۴۹ ف ۶۵۰ ف ۶۵۱ ف ۶۵۲ ف ۶۵۳ ف ۶۵۴ ف ۶۵۵ ف ۶۵۶ ف ۶۵۷ ف ۶۵۸ ف ۶۵۹ ف ۶۶۰ ف ۶۶۱ ف ۶۶۲ ف ۶۶۳ ف ۶۶۴ ف ۶۶۵ ف ۶۶۶ ف ۶۶۷ ف ۶۶۸ ف ۶۶۹ ف ۶۷۰ ف ۶۷۱ ف ۶۷۲ ف ۶۷۳ ف ۶۷۴ ف ۶۷۵ ف ۶۷۶ ف ۶۷۷ ف ۶۷۸ ف ۶۷۹ ف ۶۸۰ ف ۶۸۱ ف ۶۸۲ ف ۶۸۳ ف ۶۸۴ ف ۶۸۵ ف ۶۸۶ ف ۶۸۷ ف ۶۸۸ ف ۶۸۹ ف ۶۹۰ ف ۶۹۱ ف ۶۹۲ ف ۶۹۳ ف ۶۹۴ ف ۶۹۵ ف ۶۹۶ ف ۶۹۷ ف ۶۹۸ ف ۶۹۹ ف ۷۰۰ ف ۷۰۱ ف ۷۰۲ ف ۷۰۳ ف ۷۰۴ ف ۷۰۵ ف ۷۰۶ ف ۷۰۷ ف ۷۰۸ ف ۷۰۹ ف ۷۱۰ ف ۷۱۱ ف ۷۱۲ ف ۷۱۳ ف ۷۱۴ ف ۷۱۵ ف ۷۱۶ ف ۷۱۷ ف ۷۱۸ ف ۷۱۹ ف ۷۲۰ ف ۷۲۱ ف ۷۲۲ ف ۷۲۳ ف ۷۲۴ ف ۷۲۵ ف ۷۲۶ ف ۷۲۷ ف ۷۲۸ ف ۷۲۹ ف ۷۳۰ ف ۷۳۱ ف ۷۳۲ ف ۷۳۳ ف ۷۳۴ ف ۷۳۵ ف ۷۳۶ ف ۷۳۷ ف ۷۳۸ ف ۷۳۹ ف ۷۴۰ ف ۷۴۱ ف ۷۴۲ ف ۷۴۳ ف ۷۴۴ ف ۷۴۵ ف ۷۴۶ ف ۷۴۷ ف ۷۴۸ ف ۷۴۹ ف ۷۵۰ ف ۷۵۱ ف ۷۵۲ ف ۷۵۳ ف ۷۵۴ ف ۷۵۵ ف ۷۵۶ ف ۷۵۷ ف ۷۵۸ ف ۷۵۹ ف ۷۶۰ ف ۷۶۱ ف ۷۶۲ ف ۷۶۳ ف ۷۶۴ ف ۷۶۵ ف ۷۶۶ ف ۷۶۷ ف ۷۶۸ ف ۷۶۹ ف ۷۷۰ ف ۷۷۱ ف ۷۷۲ ف ۷۷۳ ف ۷۷۴ ف ۷۷۵ ف ۷۷۶ ف ۷۷۷ ف ۷۷۸ ف ۷۷۹ ف ۷۸۰ ف ۷۸۱ ف ۷۸۲ ف ۷۸۳ ف ۷۸۴ ف ۷۸۵ ف ۷۸۶ ف ۷۸۷ ف ۷۸۸ ف ۷۸۹ ف ۷۹۰ ف ۷۹۱ ف ۷۹۲ ف ۷۹۳ ف ۷۹۴ ف ۷۹۵ ف ۷۹۶ ف ۷۹۷ ف ۷۹۸ ف ۷۹۹ ف ۸۰۰ ف ۸۰۱ ف ۸۰۲ ف ۸۰۳ ف ۸۰۴ ف ۸۰۵ ف ۸۰۶ ف ۸۰۷ ف ۸۰۸ ف ۸۰۹ ف ۸۱۰ ف ۸۱۱ ف ۸۱۲ ف ۸۱۳ ف ۸۱۴ ف ۸۱۵ ف ۸۱۶ ف ۸۱۷ ف ۸۱۸ ف ۸۱۹ ف ۸۲۰ ف ۸۲۱ ف ۸۲۲ ف ۸۲۳ ف ۸۲۴ ف ۸۲۵ ف ۸۲۶ ف ۸۲۷ ف ۸۲۸ ف ۸۲۹ ف ۸۳۰ ف ۸۳۱ ف ۸۳۲ ف ۸۳۳ ف ۸۳۴ ف ۸۳۵ ف ۸۳۶ ف ۸۳۷ ف ۸۳۸ ف ۸۳۹ ف ۸۴۰ ف ۸۴۱ ف ۸۴۲ ف ۸۴۳ ف ۸۴۴ ف ۸۴۵ ف ۸۴۶ ف ۸۴۷ ف ۸۴۸ ف ۸۴۹ ف ۸۵۰ ف ۸۵۱ ف ۸۵۲ ف ۸۵۳ ف ۸۵۴ ف ۸۵۵ ف ۸۵۶ ف ۸۵۷ ف ۸۵۸ ف ۸۵۹ ف ۸۶۰ ف ۸۶۱ ف ۸۶۲ ف ۸۶۳ ف ۸۶۴ ف ۸۶۵ ف ۸۶۶ ف ۸۶۷ ف ۸۶۸ ف ۸۶۹ ف ۸۷۰ ف ۸۷۱ ف ۸۷۲ ف ۸۷۳ ف ۸۷۴ ف ۸۷۵ ف ۸۷۶ ف ۸۷۷ ف ۸۷۸ ف ۸۷۹ ف ۸۸۰ ف ۸۸۱ ف ۸۸۲ ف ۸۸۳ ف ۸۸۴ ف ۸۸۵ ف ۸۸۶ ف ۸۸۷ ف ۸۸۸ ف ۸۸۹ ف ۸۹۰ ف ۸۹۱ ف ۸۹۲ ف ۸۹۳ ف ۸۹۴ ف ۸۹۵ ف ۸۹۶ ف ۸۹۷ ف ۸۹۸ ف ۸۹۹ ف ۹۰۰ ف ۹۰۱ ف ۹۰۲ ف ۹۰۳ ف ۹۰۴ ف ۹۰۵ ف ۹۰۶ ف ۹۰۷ ف ۹۰۸ ف ۹۰۹ ف ۹۱۰ ف ۹۱۱ ف ۹۱۲ ف ۹۱۳ ف ۹۱۴ ف ۹۱۵ ف ۹۱۶ ف ۹۱۷ ف ۹۱۸ ف ۹۱۹ ف ۹۲۰ ف ۹۲۱ ف ۹۲۲ ف ۹۲۳ ف ۹۲۴ ف ۹۲۵ ف ۹۲۶ ف ۹۲۷ ف ۹۲۸ ف ۹۲۹ ف ۹۳۰ ف ۹۳۱ ف ۹۳۲ ف ۹۳۳ ف ۹۳۴ ف ۹۳۵ ف ۹۳۶ ف ۹۳۷ ف ۹۳۸ ف ۹۳۹ ف ۹۴۰ ف ۹۴۱ ف ۹۴۲ ف ۹۴۳ ف ۹۴۴ ف ۹۴۵ ف ۹۴۶ ف ۹۴۷ ف ۹۴۸ ف ۹۴۹ ف ۹۵۰ ف ۹۵۱ ف ۹۵۲ ف ۹۵۳ ف ۹۵۴ ف ۹۵۵ ف ۹۵۶ ف ۹۵۷ ف ۹۵۸ ف ۹۵۹ ف ۹۶۰ ف ۹۶۱ ف ۹۶۲ ف ۹۶۳ ف ۹۶۴ ف ۹۶۵ ف ۹۶۶ ف ۹۶۷ ف ۹۶۸ ف ۹۶۹ ف ۹۷۰ ف ۹۷۱ ف ۹۷۲ ف ۹۷۳ ف ۹۷۴ ف ۹۷۵ ف ۹۷۶ ف ۹۷۷ ف ۹۷۸ ف ۹۷۹ ف ۹۸۰ ف ۹۸۱ ف ۹۸۲ ف ۹۸۳ ف ۹۸۴ ف ۹۸۵ ف ۹۸۶ ف ۹۸۷ ف ۹۸۸ ف ۹۸۹ ف ۹۹۰ ف ۹۹۱ ف ۹۹۲ ف ۹۹۳ ف ۹۹۴ ف ۹۹۵ ف ۹۹۶ ف ۹۹۷ ف ۹۹۸ ف ۹۹۹ ف ۱۰۰۰

کتاب الکراہیۃ

واضح ہو کہ مشائخ نے مکروہ کے معنی مین گفتگو کی ہو اور امام محمد رح سے صریح یون مروی ہو کہ ہر مکروہ حرام ہو لیکن چونکہ انھون نے اسمین کوئی نص قاطع نہین پائی اسواسطے اُسپر حرام کا لفظ اطلاق نہین کیا اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ مکروہ قریب بحرام ہونا ہو کذا فی الہدایۃ اور یہی مختار ہو یہ شرح الوالمکارم مین ہو یہ وہ مکروہ ہو جو مکروہ تحریمی ہوتا ہو۔ رہا مکروہ تنزیہی سو حلال سے زیادہ قریب ہو یہ شرح وقایہ مین ہو۔ اور اصل فاصل دونون مین یہ ہو کہ مکروہ کی اصل کو دیکھا جاوے پس اگر اصل کو استحقاق اثبات حرمت ہو مگر حرمت کسی عارض کی وجہ سے ساقط کی گئی ہو تو عارض کو دیکھنا چاہیئے کہ اگر ایسا عارض جسمین عام بلوی ہو اور ضرورت سب کے حق مین ثابت ہو تو کراہت تنزیہی ہوگی اور اگر ضرورت اس درجہ تک پہونچی ہو تو کراہت تحریمی ہوگی پس اپنی اصل کی طرف راجع ہوگی اور درصورت اولے اسکے برعکس ہو۔ اور اگر اصل کو استحقاق اباحت ہو مگر کوئی عارض محرم پیش آیا پس اگر گمان غالب ہو کہ عارض موجود ہو تو کراہت تحریمی ہوگی اور اگر گمان غالب نہو تو کراہت تنزیہی ہوگی اول کی مثال جیسے بلی کا جھوٹا۔ اور دوم کی مثال جیسے مادہ خرکا دودھ و گوشت۔ اور سوم کی مثال جیسے بقرہ جلالہ و فکاری پرندون کا جھوٹا ہو یہ خزانۃ الفتاوے مین ہو۔ اس کتاب مین تیس باب ہین

باب اول۔ خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان مین۔ اور اس باب مین دو فصلین ہین۔

فصل اول۔ امر دینی سے خبر دینے کے بیان مین مثلاً کسی پانی کی طہارت و نجاست کی خبر دینا یا کسی چیز کی حرمت یا اباحت کی خبر دینا اور اسکے متصلات یعنے مثلاً پانی کی طہارت و نجاست مین دو خبرین متعارض واقع ہونے کے بیان مین یا کسی چیز کی حرمت و اباحت کی دو خبرین متعارض ہونے کے بیان مین

دینی امور مثل حلت و حرمت و طہارت و نجاست مین خبر واحد مقبول ہوتی ہو بشرطیکہ یہ شخص واحد مسلمان عاقل ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ کسی پاک کو تہمت لگانے مین محدود ہوا ہو یا ایسا نہو اور شہادت کا لفظ و عدد و شرط نہین ہو یہ وجیز کردری مین ہو اور یہی محیط سرخسی و ہدایہ مین ہو دینی باتون مین کافر کا قول قبول نہین ہوتا ہو لیکن معاملات مین کافر کا قول قبول ہوتا ہو سو معاملات مین قبول ہونا اگر اس بات کو متضمن نہو کہ دینی بات مین قبول ہووے تو بضرورت دینی بات مین بھی قبول ہوگا یہ تبیین مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنے مجوسی اجیر یا خادم کو بازار بھیجا اور اُسنے گوشت خریدا اور کہا کہ مین نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہو تو اس شخص کو اُسکے کھانے کی گنجایش ہو اور اگر اسکے سوائے کسی سے خریدنا بیان کرے تو کھانے کی گنجائش نہوگی اور اسکے معنی یہ ہین کہ اگر سوائے اہل کتاب یا مسلمان کے کسی کے نام کا ذبیحہ ہو تو نہین کھا سکتا ہو اسواسطے کہ جب حلت مین اسکا قول قبول ہوا تو حرمت مین بدرجۂ اولی قبول ہوگا یہ ہدایہ مین ہو۔ اور مستور کا قول دیانات مین موافق ظاہر الروایات کے قبول نہوگا

اور یہی صحیح ہو یہ کافی ہین ہی۔ سلطان کے منادی کی خبر مقبول ہی خواہ عادل ہو یا فاسق ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مسافر کو نماز کا وقت آگیا مگر اُسنے پانی نہ پایا سوائے ایک برتن کے کہ اسمین پانی تھا اور ایک شخص نے جو اُسکے نزدیک مسلمان پسندیدہ ہی یعنے عادل نے اُسکو یہ خبر دی کہ یہ نجس ہی تو اسکو مذکور اُس سے وضو نہ کرے۔ اسی طرح اگر اس مخبر نے کسی ثقہ سے یہ بات سنتا بیان کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح اگر مخبر مذکور غلام یا باندی یا آزاد عورت ہو تو بھی یہی حکم ہی۔ یہ سب اُسوقت ہی کہ خبر دینے والا عادل ہی اور اگر مخبر فاسق یا مستور ہو تو خبر مین نظر کرے پس اگر اُسکی غالب رائے یہ ہو کہ یہ سچا ہی تو تیمم کرے اس سے وضو نکرے اور اگر پہلے اس پانی کو بہادے پھر تیمم کرے تو اسمین زیادہ احتیاط ہی۔ اور اگر اُسکی رائے غالب مین یہ شخص جھوٹا ہو تو اُس سے وضو کرلے اور اُسکے قول پر التفات نہ کرے اور یہ اسکے حق مین افضل یہ ہی کہ وضو کے بعد تیمم کرلے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر پانی کے نجس ہونے کی خبر دینے والا کوئی شخص ذمی ہو تو اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر اسکے دل مین ایسی صورت مین یہ آیا کہ اس خبر مین یہ ذمی سچا ہی تو کتاب مین فرمایا کہ میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہی کہ پہلے پانی کو بہاکر پھر تیمم کرے اور اگر اُس سے وضو کرکے اُسنے نماز پڑھ لی تو نماز ادا ہو جائیگی۔ اور اگر پانی کے نجس ہونے کی خبر دینے والا کوئی نابالغ یا معتوہ ہو مگر دونون ایسے ہین جو سمجھتے ہین اُسکو سمجھتے ہین تو اصح یہ ہی کہ ان دونون کی خبر اس باب مین مثل خبر ذمی کے ہی کیونکہ ان دونون کو ولایت الزامی حاصل نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے گوشت خریدا پھر جب اُسپر قبضہ کرلیا تو اسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ اسمین سور کا گوشت مخلوط ہو گیا تو مشتری کو اُسمین سے کھانا روا نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک مسلمان نے گوشت خرید کر قبضہ کرلیا پھر اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے خبر دی کہ یہ مجوسی کا ذبیحہ ہی تو مشتری کو اُسمین سے کھانا نہین چاہیے اور نہ دوسرے کو کھلانا چاہیے کیونکہ مخبر نے اُسکو حرمۃ العین و بطلان الملک کی خبر دی اور حرمۃ العین حق اللہ تعالی ہی پس ایک شخص کی خبر سے ثابت ہو جائیگا کہ یہ حرام ہی اور ملک باطل ہونا ایک شخص کی خبر سے ثابت نہین ہوتا ہی اور حرمت ثابت ہونے کے واسطے بطلان ملک ضرور نہین ہی اور جب اس مقام پر حرمت باوجود اسکے کہ عین شے مشتری کی ملک مین باقی رہی ثابت ہوئی تو اپنے بائع کو واپس نہین کرسکتا ہی اور نہ یہ اختیار ہی کہ بائع کو ثمن دینا روک لے کہ بیع باطل نہین ہوئی۔ اور اگر مشتری نے ہنوز گوشت خریدا نہ دیا لیکن جسکے ہاتھ مین گوشت تھا اُسکو اُسنے تناول کرنے کی اجازت دی پس اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ یہ ذبیحہ مجوسی ہی تو اُسکو کھانا حلال نہین ہی۔ اور اگر اُسنے تناول کی اجازت دی پھر اُسکے ہاتھ یہ گوشت فروخت کردیا یا خریدنے والا کسی اور سبب سے بوجہ میراث یا ہبہ کے مالک ہوا پھر اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ یہ حرام العین ہی تو اُسکا کھانا حلال نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے طعام یا باندی خریدی یا بوجہ میراث یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت کے اسکا مالک ہوا پھر ایک مسلمان ثقہ نے اگر گواہی دی کہ یہ چیز یہ مخزومی کی ہی کہ جس سے بائع یا واہب یا میت نے غصب کرلی تھی تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہی کہ اس طعام کے کھانے و پینے و باندی کی وطی سے پرہیز کرے اور اگر پرہیز نہ کیا تو اُسمین گنجائش ہی

اسی طرح اگر طعام و شراب کسی شخص کے قبضہ مین ہو اُسنے ایک شخص کو اسمین سے تناول کرنے کی اجازت دی پس ایک ثقہ مسلمان نے اُس سے کہا کہ یہ چیز اسکے پاس فلان شخص سے مغصوبہ ہی اور جسکے قبضہ مین ہو وہ اس بات سے انکار کرتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ میری ہی حالانکہ یہ شخص متہم ہی ثقہ نہین ہی تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہی کہ اسکے کھانے سے پرہیز کرے اور اگر اُسکو کھا لیا یا پی لیا یا اُس سے وضو کر لیا تو گنجائش ہی۔ اور اگر اسکے سوائے پانی نہ پایا حالانکہ وہ سفر مین ہی تو وضو کرے تیمم نہ کرے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور امام محمد رح نے کتاب الاصل مین یہ صورت ذکر نہ فرمائی کہ جسکے ہاتھ مین کھانا یا پانی ہی کہ جسنے دوسرے کو تناول کرنے کی اجازت دی ہی اگر وہ ثقہ عادل ہو اور یہ بھی خبر دی ہو کہ مین نے اسکو کسی سے غصب نہین کیا ہی تو کیا حکم ہی اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی پس شیخ فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ پرہیز نہ کریگا کیونکہ دونون خبرین ساقط ہو گئین بوجہ باہمی تعارض کے پس اباحت اصلی معتبر ہوگی بخلاف اسکے جبکہ قابض فاسق ہو تو ایسا نہین ہی۔ اور انکے سوائے دوسرے مشائخ نے فرمایا کہ پرہیز کرے اور یہی صحیح ہی۔ اور علی ہذا اگر ایک شخص نے گوشت خریدنا چاہا اور اُس سے ایک ثقہ مسلمان نے کہا کہ اسکو نہ خرید کہ یہ ذبیحہ مجوسی کا ہی اور قصاب نے کہا کہ تو خرید لے یہ مسلمان کے ہاتھ کا ذبیحہ ہی اور قصاب ایک ثقہ آدمی ہی تو بنا بر قول شیخ ابو جعفر رح کے قصاب کے قول سے کراہت جاتی رہیگی اور انکے سوائے دوسرے مشائخ کے قول پر کراہت نہ جائیگی یہ محیط مین ہی۔ کسی مقام پر چند مسلمان کھانا کھاتے اور پانی پیتے تھے وہان ایک مسلمان گیا اُن لوگون نے اُسکو کھانے پینے کے واسطے بلایا پس اس سے ایک مسلمان ثقہ نے جسکو یہ پہچانتا تھا یون کہا کہ یہ گوشت مجوسی کے ہاتھ کا ذبیحہ ہی اور اس پانی مین شراب مل گئی ہی اور جن لوگون نے اُسکو کھانے کے واسطے بلایا تھا اُنھون نے کہا جیسا یہ کہتا ہی یہ بات نہین ہی بلکہ یہ حلال ہی تو ان لوگون کی حالت دیکھے پس اگر یہ لوگ عدول و ثقات ہون تو اس ایک شخص کے قول پر التفات نہ کرے۔ اور اگر یہ لوگ متہم ہون تو شخص واحد کے قول کو اختیار کرے اور اُسکو یہ روا نہوگا کہ اس نے پانی کے فریب جاوے۔ اور فرمایا کہ اسمین کچھ فرق نہین ہی کہ یہ مخبر جسنے حرمت کی خبر دی ہی مسلمان آزاد ہو یا مملوک ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو۔ اور اگر قوم مین دو آدمی ثقہ ہون تو اُنکا قول اختیار کریگا۔ اور اگر ایک ثقہ ہوگا تو اسمین اپنی رائے غالب پر عمل کریگا۔ اور اگر کسی طرف اُسکی رائے غالب نہو بلکہ دونون باتین یکسان ہون تو اسکے کھانے پینے مین کچھ ڈر نہین ہی۔ اسی طرح اُس سے وضو کرنے مین بھی کچھ ڈر نہین ہی کہ جب کسی طرف اُسکی رائے غالب نہوئی تو اصلی طہارت کو لے سکتا ہی۔ اور اگر حلت کی خبر دینے والے دو ثقہ مملوک ہون اور حرام کہنے والا ایک آزاد ثقہ ہو تو کھا لینے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر وہ شخص جسکے قول مین وہ حرام ہی دو ثقہ مملوک ہون اور جو حلال کہتا ہی وہ ایک ثقہ آزاد ہو تو اُسکو نہ کھانا چاہیے اسی طرح اگر حلت و حرمت مین سے ایک بات کی ایک ثقہ غلام نے خبر دی اور دوسری بات کی ثقہ آزاد نے خبر دی تو اپنی غالب رائے پر عمل کرے۔ اور اگر دونون باتون مین سے ایک بات کی دو ثقہ غلامون نے اور دوسری بات کی دو آزاد ثقہ نے خبر دی تو دونون آزاد کے قول کو اختیار کرے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک طرف

مباح ہونا ثابت نہو گا بلکہ اسکے ساتھ اپنے دل سے تحری کریگا پس اگر اُسکے دل مین یہ غالب ہوا کہ یہ سچا ہی تو اُس سے خرید لینا حلال ہی اور اگر اُسکے دل مین یہ آیا کہ یہ اپنے قول مین کاذب ہی تو اُس سے خرید نا حلال نہین ہی - اور اگر اس باب مین اُسکی راے کسی طرف نہو تو جو چیز جس حال پر تھی اُس حال پر رہیگی جیسا دیانات مین حکم ہی - اسی طرح اگر یہ شخص مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ باندی اس قابض کے سوائے دوسرے شخص کی ہی حتے کہ اُسکو قابض نے یہ خبر دی کہ یہ باندی فلان شخص کی ملک ہی اور فلان شخص نے مجھے اُسکے فروخت کے واسطے وکیل کیا ہی تو مشتری کو اُس سے خرید لینا حلال نہین ہی تاوقتیکہ اُسکو یہ معلوم نہو کہ فلان شخص یعنے مالک نے اسکی ملک مین دی ہی یا اسکو باندی فروخت کرنے کی اجازت دی ہی - اور اگر مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ باندی کسی غیر کی ملک ہی اور نہ قابض نے اس بات کی اُسکو خبر دی تو کچھ ڈر نہین ہی کہ مشتری اُس سے خریدے اگرچہ بائع کوئی فاسق ہو لیکن درصورتیکہ ایسی چیز ہو کہ ایسا شخص غالبًا ایسی چیز کا مالک نہین ہوتا ہی مثلاً نفیس موتی اور ایسے فقیر کے قبضہ مین ہو جسکے پاس ایک دن کا روزینہ نہین ہی - یا مثلاً کسی جاہل کے پاس ایسی کتاب ہو جسکے باپ دادا مین کوئی اس لیاقت کا نہین گذرا ہی تو ایسی صورت مین مستحب ہی کہ پرہیز کرے اور نہ اُس سے خریدے اور نہ بطور ہدیہ و صدقہ کے قبول کرے اور اگر ایسی چیز کو کوئی آزاد عورت لائی تو اُسکا حکم مثل مرد کے ہی - اور اگر کوئی باندی یا غلام لایا تو جب تک باندی یا غلام سے اسکا حال استفسار نہ کرے تب تک اُسکو باندی یا غلام سے خریدنا نہین چاہیے اور بطور ہدیہ و صدقہ کے بھی لینا نہین چاہیے - پس اگر غلام سچا ہے یہ حال دریافت کیا اور غلام نے خبر دی کہ میرے مولی نے مجھے اسکے فروخت کرنے کی اجازت دی ہی یا اسکے ہبہ کرنے یا صدقہ کرنے کی اجازت دی ہی پس اگر یہ غلام ثقہ ہو تو اُس سے یہ چیز خریدنے مین کچھ ڈر نہین ہی - اور اگر فاسق ہو تو اپنے دل مین تحری کرے پس اگر تحری مین اُسکی راے کسی طرف جمی تو خیر اور نہ جمی تو جو چیز جس حال پر تھی ویسی رہیگی جیسا کہ آزاد کی صورت مین حکم ہی - اور اگر اُسکے پاس کوئی لڑکا صغیر یا لڑکی صغیرہ لائی خواہ آزاد تھی یا مملوک تھی تو بدون اس کے دریافت کرنے کے خریدنے کی گنجائش نہین ہی پس اگر صغیر نے کہا کہ مجھے تجارت کی اجازت ہی تو یہ شخص جو خریدنے کا قصد رکھتا ہی تحری کرے اگرچہ یہ لڑکا عادل ہو پس اگر اُسکی تحری مین کچھ نہ آیا تو جو جس حال پر تھی ویسی باقی رہیگی جیسے تحری سے پہلے تھی اسی طرح اگر صغیر کوئی چیز لایا اور کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ دینی چاہی تو اس شخص کو چاہیے ہی کہ جب تک اُس سے دریافت نہ کرلے تب تک اُسکا ہدیہ و صدقہ قبول نہ کرے پس اگر صغیر مذکور نے بیان کیا کہ مجھے صدقہ یا ہبہ کرنے کی اجازت ہی تو قابض اسمین تحری کرے اور جس طرف اُسکی تحری ہو اُسی پر حکم کی بنیاد رکھے - اور اگر اُسکے دل مین کسی طرف گمان غالب نہ ہوا جیسا کہ تحری سے پہلے تھا ویسا ہی رہیگا - امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اس شخص نے تحری کی اور تحری مین آیا کہ یہ صغیر اپنے قول مین صادق ہی تو بھی صغیر کے قول کی بھی تصدیق کی جائیگی کہ جب اُسنے یہ کہا کہ یہ مال میرے باپ کا یا فلان اجنبی کا یا میرے مولی کا ہی اُسنے مجھے اسکے ساتھ تیرے پاس تجھے صدقہ یا ہبہ دیکر بھیجا ہی - اور اگر صغیر نے کہا کہ یہ ہمارا مال ہی ہمارے باپ نے ہمین اجازت دے دی ہی کہ ہم تجھے اسکو صدقہ دین یا ہبہ دین تو اُسکو نہ چاہیے کہ اسکو قبول کرے یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی فقیر کے پاس کوئی باندی یا غلام

اپنے مولی کی طرف سے صدقہ لیکر آیا تو فقیر کو چاہیے کہ تحری کرے یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص کے غلام یا اُسکے صغیر بیٹے نے ایک شخص کو گھر مین آنے کی اجازت دی تو قیاس یہ ہی کہ تحری کرے لیکن لوگون مین یہ عادت جاری ہوگئی ہی کہ اس سے انکار نہین کرتے ہین اسوجہ سے جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر عاقل لڑکا کسی بقال وغیرہ دوکاندار کے پاس آیا تاکہ اُس سے کوئی چیز خریدے اور اُسکو خبر دی کہ میری مان نے مجھے اسکے خریدنے کا حکم دیا ہی تو شیخ امام حلوائی نے فرمایا کہ اگر صابون وغیرہ کے مثل کوئی چیز طلب کی تو اُسکے ہاتھ بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر کشمش و باقلا و قلیطی وغیرہ کی قسم سے جسکی کھانے کی اکثر لڑکون کو عادت ہوتی ہی طلب کیا تو بقال کو چاہیے کہ اُسکے ہاتھ نہ فروخت کرے یہ سراجیہ مین ہی۔ ایک باندی ایک شخص کے پاس آئی اور کہا کہ میرے مولی نے مجھے تیرے پاس یہ ہدیہ دیکر بھیجا ہی تو اس شخص کو گنجائش ہی کہ اُس سے لے اسواسطے کہ خبر واحد معاملات مین مقبول ہوتی ہی خواہ کیسا ہی ہو یعنے عادل ہو یا فاسق ہو لیکن عاقل ہونا ضرور ہی اور اسپر اجماع ہی یہ جامع صغیر و سراج وہاج و عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کو دیکھا کہ وہ ایک باندی کا دعوی کرتا ہی کہ یہ باندی میری ہی اور باندی اُسکے قول کی تصدیق کرتی ہی کہ مین اسی شخص کی ہون پھر اس شخص نے وہی باندی کسی دوسرے شخص کے پاس دیکھی اور یہ شخص یہ کہتا تھا کہ یہ باندی فلان شخص کی ہی اور فلان شخص دعوی کرتا تھا کہ یہ میری ہی اور یہ باندی بھی اُسکے قول کی تصدیق کرتی تھی کہ ہان مین اسی کی ہون حالانکہ یہ سب اسوجہ سے تھا کہ مین نے ایک بھید پوشیدہ کی وجہ سے فلان شخص کو ایسا حکم کر دیا تھا اور باندی مذکور نے اس قائل کے قول کی بھی تصدیق کی اور یہ شخص مدعی مسلمان ثقہ ہی تو سامع کو روا ہی کہ باندی کو اُس سے خریدلے اور اگر سامع کی غالب راے مین آوے کہ یہ شخص جھوٹا ہی تو سامع کو اُس سے خریدنا نچاہیے اور اُسکا ہبہ و صدقہ بھی قبول کرنا نہ چاہیے اور اگر قابض حال نے ایسا نکہا بلکہ یہ دعوے کیا کہ فلان شخص نے مجھسے بناحق ظلم غصب کر لی تھی پھر مین نے اُس سے چھین لی تو سامع کو نہین چاہیے کہ اُس سے خریدے اور نہ اُس سے بطور ہبہ یا صدقہ کے قبول کرے خواہ یہ شخص مدعی غصب مرد ثقہ ہو یا غیر ثقہ بخلاف اسکے اگر اُسنے غصب کرنے کا دعوی نہ کیا فقط تلجیہ کا اقرار کیا ہو تو ایسا نہین ہی کیونکہ غصب ایک امر مستنکر ہی پس اسمین اُسکا قول قبول نہوگا اور تلجیہ کی صورت مین اُسنے امر مستنکر کی خبر نہین دی پس اُسکا قول قبول ہوگا۔ اور اگر قابض حال نے کہا کہ فلان شخص نے میرے اوپر ظلم کیا اور میری باندی غصب کر لی پھر اُسنے اس ظلم سے توبہ کی اور اقرار کیا کہ یہ باندی تیری ہی اور مجھے واپس دی پس اگر قابض حال ثقہ ہو تو کچھ ڈر نہین ہی کہ اُسکا قول قبول کرکے باندی اس سے خریدلے۔ اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ فلان شخص نے مجھسے غصب کر لی تھی پس مین نے قاضی کے پاس نالش کی اور قاضی نے میرے نام بوجہ ایسی گواہی کے جنکو مین نے اپنے دعوی پر پیش کیا تھا یا غاصب مذکور کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے ڈگری کر دی ہی تو سامع کو جائز ہی کہ اگر یہ شخص ثقہ ہو تو اسکا قول قبول کرلے اور اگر ان سب صورتون مین سامع کی غالب راے مین یہ قائل یعنی قابض حال جھوٹا ہو تو سب صورتون مین اُس سے خریدنا نچاہیے اور نہ اُسکا قول قبول کرے۔ اور اگر کہا کہ میرے نام قاضی نے باندی کی ڈگری کر دی اور باندی اُس سے لیکر مجھے دیدی یا کہا کہ قاضی نے

میرے نام باندی کی ڈگری کردی پھر مین نے غاصب کے گھر سے باجازت یا بلا اجازت لے لی پس اگر ثقہ ہو تو سامع کو اُسکا قول قبول کرنا جائز ہی۔ اور اگر کہا کہ قاضی نے میرے نام ڈگری کی مگر غاصب مذکور نے اس حکم قضاء سے انکار کیا پس مین نے اُس سے لے لی تو سامع کو اُسکا قول قبول کرنا نہ چاہیے اگرچہ ثقہ ہو چنانچہ اگر کہا کہ مین نے فلان شخص سے یہ باندی خریدی ہی اور اُسکو ثمن دے دیا تھا پھر اُسنے بیع سے انکار کیا پس مین نے اُس سے لے لی تو ایسی صورت مین اُسکا قول قبول کرنا نہین چاہیے ہی۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے یہ باندی فلان شخص سے خریدی ہی اور اُسکو ثمن نقد دے دیا اور اُسکی اجازت سے اسپر قبضہ کر لیا ہی اور یہ قائل سننے والے کے نزدیک مامون ثقہ ہی اور سامع سے دوسرے شخص نے کہا کہ وہ فلان شخص اس بیع سے انکار کرتا ہی اور کہتا ہی کہ مین نے اس مشتری کے ہاتھ کچھ نہین بیچا ہی اور دوسرا قائل بھی سامع کے نزدیک ثقہ ہی تو سامع کو اُسکا قول قبول نہ کرنا چاہیے اور اُس سے باندی نہ خریدنی چاہیے۔ اور اگر دوسرا مخبر غیر ثقہ ہو لیکن سامع کی رائے غالب مین یہ دوسرا مخبر سچا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اُسکی رائے غالب مین دوسرا مخبر جھوٹا ہو تو قابض سے خریدنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر دونون غیر ثقہ ہون اور سامع کی رائے غالب مین دوسرا مخبر سچا ہو تو سامع کو قابض سے خریدنا نہ چاہیے اور نہ اُسکا قول قبول کرنا چاہیے یعنے یہ صورت بمنزلہ اُس صورت کے ہی کہ دوسرا مخبر ثقہ ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ زید نے عمرو کو دیکھا کہ ایسی باندی فروخت کرتا ہی جسکو وہ خالد کی باندی پہچانتا ہی پس زید کے سامنے دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ باندی کے مولے نے عمرو کو اُسکے فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا ہی پس زید نے خرید کر عمرو کو اُسکا ثمن دے دیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر باندی کا مولی آیا اور اُسنے وکالت و حکم دینے سے انکار کیا تو مشتری کو گنجایش کہ اُسکو نہ دے یہان تک کہ وہ قاضی کے سامنے نالش کرے اور جب قاضی نے مالک کے نام باندی مذکور کی ڈگری کی تو مشتری لینے زید کو اُسکے رد کرنے کا اختیار نہوگا لیکن اگر قاضی کے سامنے وکالت کے گواہون نے گواہی اعادہ کرے اور قاضی بطور شرعی اس وکالت کے ثبوت کا حکم دے دے تو زید کو اختیار ہوگا کہ اپنے ثمن کے واسطے رد کرے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص زید نے کہا کہ مجھے عمرو نے اپنی باندی جو اُسکی حویلی مین ہی فروخت کرنے اور مشتری کو دیدینے کا حکم دیا ہی تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی کہ مشتری مثلاً خالد اس باندی کو زید سے خریدلے اور عمرو کی حویلی مین سے اُسکو لیکر خواہ زید کی اجازت سے یا بلا اجازت لیکر اُسپر قبضہ کرلے جبکہ باندی کا ثمن اُسکو ادا کر چکا بشرطیکہ زید ثقہ ہو دے یا غیر ثقہ ہو لیکن خالد کی رائے غالب مین وہ سچا ہو دے۔ اور اگر خالد کی رائے غالب مین بائع جھوٹا ہو خواہ خریدنے کے پہلے اُسکے دل مین اُسکے جھوٹے ہونے کا گمان غالب ہوا ہو یا خریدنے کے بعد ایسا گمان غالب ہوا ہو مگر ہنوز قبضہ نہین ہوا ہی تو خالد کو اُس سے تعرض کرنا روا نہین ہی جب تک کہ عمرو یعنے باندی کے مولی سے اُسکے حکم دینے کو دریافت نہ کرے اسی طرح اگر خالد نے باندی پر قبضہ کرکے اُس سے وطی کر لی ہو پھر اُسکے دل مین ایسا گمان غالب ہوا کہ بائع کاذب ہی تو خالد اُسکی وطی سے الگ رہے یہان تک کہ اسکی خبر کے راست و دروغ ہونے کو پہچانے اور یہی لوگون کا دستور ہی تا وقتیکہ ایسے شخص کی طرف سے جو باندی کا مالک تھا یعنے عمرو کی طرف سے وکالت کا انکار ظاہر نہو اور جب ایسا انکار ظاہر ہو تو اُسوقت سے باندی کی وطی کرنے سے دور رہے اُسکے قریب نجاوے

اور باندی اُسکو واپس کردے اور بائع سے اپنا ثمن وصول کرے اور مشتری کو چاہیے کہ باندی کے مولی کو باندی کا عقر بھی دے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر زید نے کہا کہ مین عمرو کا وکیل ہون اور مین نے عمرو کی بیٹی جو ہون کے ساتھ نے تیرے نکاح مین دی ہی حالانکہ وہ لڑکی صغیرہ یا مجنونہ ہی تو جس سے خطاب کرتا ہی اُسکو اس لڑکی سے دخول کرنا جائز ہی اور اگر باپ مرگیا ہو اور وہ لڑکی اپنے بھائی کے پرورش مین ہو تو جب تک اُسکا بھائی ایسا اقرار نہ کرے تب تک اُس سے وطی کرنا نہین جائز ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی۔ اگر زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اُسکے ساتھ دخول نہ کیا تھا کہ کہین غائب ہوگیا پھر اُسکو کسی مخبر نے خبر دی کہ وہ عورت مرتد ہوگئی ہی پس اگر مخبر اُسکے نزدیک ثقہ ہو خواہ وہ آزاد ہو یا مملوک ہو یا محدود القذف ہو تو زید اُسکی تصدیق کرسکتا ہی۔ اور اُس عورت کے سوائے اور چار عورتون سے نکاح کرسکتا ہی اور اگر مخبر ثقہ نہو مگر زید کی رائے غالب مین وہ سچا ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اُسکی رائے غالب مین وہ کاذب ہو تو تین سے زیادہ عورتون سے نکاح نہین کرسکتا ہی اور اگر کسی مخبر نے عورت مذکورہ کو ایسی خبر دی کہ اُسکا شوہر مرتد ہوگیا تو اصل کے استحسان مین ہی کہ عورت مذکور اس شوہر کے سوائے دوسرے سے نکاح کرسکتی ہی اور فرمایا کہ مرد عورت دونون یکسان ہین۔ اور سیر مین مذکور ہی کہ جب تک اُسکے پاس دو مرد یا ایک مرد و دو عورتین گواہی نہ دین تب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہین کرسکتی ہی۔ اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ عورت مذکور دوسرے سے نکاح کرسکتی ہی اسواسطے کہ اس خبر سے مقصود یہ ہی کہ جورو خصم مین جدائی ہوگئی اور جدائی ہوجانا دونون کے مرتد ہونے سے یکسان ہوتا ہی خواہ عورت مرتد ہوجاوے یا خاوند مرتد ہوجاوے۔ اسی طرح اگر عورت صغیرہ ہو اور شوہر کو کسی نے خبر دی کہ اُسنے تیری ماں یا بہن کا دودھ پیا ہی تو یہ خبر صحیح ہی۔ اور اگر شوہر کو کسی شخص نے خبر دی کہ جسدن تو نے اپنی عورت سے نکاح کیا ہی اُس زمانہ مین وہ عورت مرتد تھی پینے تو نے اُس سے ایام ارتداد مین نکاح کیا ہی یا یہ خبر دی کہ وہ تیری رضاعی بہن ہی اور مخبر ثقہ آدمی ہی تو اس شخص کو یہ نہ چاہیے کہ اُسکے سوائے چار عورتون کو نکاح مین لاوے جب تک کہ دو عادل گواہ اُسکے سامنے ایسی گواہی نہ دین کیونکہ اُسنے ایسے عقد کے فاسد ہونے کی خبر دی جسپر ظاہر صحت کا حکم تھا پس ایک شخص کے خبر دینے سے باطل نہوگا بخلاف اول صورت کے کہ اُسمین عقد ایسا نہین ہی۔ پس اگر اُسکے سامنے دو عادل گواہون نے ایسی گواہی دی تو مرد مذکور کو روا ہی کہ اس جورو کے سوائے چار عورتون سے نکاح کرلے۔ اور اگر عورت کے پاس ایک شخص نے آکر اُسکو خبر دی کہ تیرا اصل نکاح فاسد واقع ہوا یا تیرا شوہر تیرا رضاعی بھائی ہی یا وقت نکاح کے مرتد تھا تو عورت مذکور کو یہ گنجائش نہین ہی کہ اسکی خبر پر دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اگرچہ مخبر ثقہ ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر کسی شخص کی جورو مشتہات ہو اور اُسکو کسی نے خبر دی کہ تیری جورو کا تیرے باپ نے یا تیرے بیٹے نے شہوت سے بوسہ لیا اور اُسکے دل مین آیا کہ یہ سچا ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ عورت مذکور کی بہن سے نکاح کرے یا اس عورت کے سوائے چار عورتون سے عقد کرے بخلاف اسکے اگر اس شخص کو نکاح سے سابق رشتہ رضاعت یا مصاہرت کی خبر دی تو ایسا نہین ہی اسواسطے کہ اس صورت مین شوہر خود اُسکا منازع ہی اور باپ یا بیٹے کا جو منازعہ عارض ہوجانے مین منازع نہین ہی اسوجہ سے کہ شوہر کو اسکا علم نہین ہی

پس جب اُسکے دل مین یہی غالب گمان ہوا کہ سچا ہی تو ایسی خبر کا قبول کرنا واجب ہوا یہ وجیز کردری مین ہی - ایک عورت کا شوہر غائب ہوگیا پھر اُس عورت کے پاس ایک مسلمان غیر ثقہ ایک خط لایا جو اُسکے شوہر کی طرف سے اُس عورت کے نام تھا جسمین اُسنے اس عورت کو طلاق دی تھی اور اُس عورت کو یہ یقین نہین ہی کہ یہ خط اُسی کا ہی یا نہین ہی مگر اُسکا غالب گمان اُسکا یہی ہی کہ یہ خط اُسی کا ہی تو کچھ ڈر نہین ہی کہ عورت مذکور عدت مین بیٹھکر عدت پوری کرنے کے بعد اپنا نکاح کرلے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک عورت کا شوہر غائب ہوگیا پھر ایک مسلمان عادل نے اگر اُس عورت کو خبر دی کہ تیرے شوہر نے تجھے تین طلاق دین یا وہ مرگیا ہی تو عورت مذکور کو نہین ہوگا کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور اگر مخبر فاسق ہو تو تحری کرے - پھر واضح ہو کہ اگر عادل مسلمان نے اُسکو خبر دی کہ تیرا شوہر مرگیا ہی تو جبھی اُسکی خبر پر اعتماد کرے کہ جب اُسنے یون خبر دی کہ مین نے اُسکو مردہ معائنہ کیا یا مین اُسکے جنازہ مین شریک ہوا ہون اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے کسی نے خبر دی ہی تو اُسکی خبر پر اعتماد نہ کرے - اور اگر عورت کو ایک نے شوہر کے مرنے کی خبر دی اور دو آدمیون نے اُسکے زندہ ہونے کی خبر دی پس اگر موت کی خبر دینے والے نے کہا کہ مین نے اُسکو مردہ دیکھا یا مین اُسکے جنازہ مین شریک ہوا ہون تو عورت مذکور کو بعد عدت کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لینا حلال ہی اور جن دونون نے اُسکے زندہ ہونے کی خبر دی ہی اگر اُنھون نے موت کی خبر دینے سے پیچھے کی تاریخ بیان کی ہی تو اُن دونون کا قول مقدم ہوا اور اگر دو شخصون نے اُسکے مرنے یا قتل ہونے کی گواہی دی اور دو شخصون نے اُسکے زندہ ہونے کی خبر دی تو موت کی گواہی اولی ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر دو عادل گواہون نے عورت کے سامنے گواہی دی کہ تیرے شوہر نے تجھکو تین طلاق دی ہین حالانکہ شوہر اس سے انکار کرتا ہی پھر قاضی کے پاس گواہی ادا کرنے سے پہلے دونون غائب ہوگئے یا مرگئے تو عورت کو گنجائش نہین ہی کہ اس شوہر کے ساتھ رہے اگرچہ مرد اُسکو قربت کے واسطے بلاتا ہو - اور یہ گنجائش بھی نہین ہی کہ نکاح کرلے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر دو گواہون نے عورت کے سامنے طلاق کی گواہی دی پس اگر اُسکا شوہر غائب ہو تو اُسکو گنجائش ہی کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرلے - اور اگر حاضر ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی ولیکن اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ شوہر کو اپنے ساتھ جماع کرنے کا قابو دے - اسی طرح اگر عورت نے خود سنا ہو کہ شوہر نے اُسکو تین طلاق دی ہین مگر شوہر نے اس سے انکار کیا اور قسم کھا گیا پس قاضی نے عورت مذکور کو شوہر کے پاس واپس کردیا تو بھی عورت مذکور کو اُسکے ساتھ رہنے کی گنجائش نہین ہی اور چاہیے کہ اپنا مال دے کر اپنے تئین اُس سے چھڑا دے یا اُسکے پاس سے بھاگ جاوے اور اگر الحیر قابو پایا تو اُسکو قتل کرے - اور اگر بھاگ گئی تو اُسکو عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کی گنجائش نہین ہی - اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ جو ذکر فرمایا کہ اگر بھاگ گئی تو اُسکو پوری عدت کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کی گنجائش نہین ہی یہ جواب قضا ہی اور دیانۃ فیما بینہ وبین اللہ تعالی اُسکو اختیار ہی کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرلے یہ محیط مین ہی - اگر ایک عورت نے ایک شخص سے کہا کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاق دی تھین پس میری عدت گذر گئی تو اس شخص کو اختیار ہی کہ اگر یہ عورت عادلہ ہو تو اُس سے نکاح کرلے اور اگر فاسقہ ہو تو تحری کرے اور جسطرف اُسکا

دل غالبا جسے اُسپر عمل کرے یہ فوخیرہ مین ہو۔ ایک عورت کو اُسکے شوہر نے تین طلاق دی پھر بعد چندے اُس نے نکاح کرنا چاہا پس عورت مذکور نے کہا کہ تیرے طلاق دینے کے بعد عدت گذر جانے کے بعد مین نے دوسرے شخص سے نکاح کیا اور اُسنے میرے ساتھ دخول کیا پھر اُسنے مجھے طلاق دیدی اور میری عدت گذر گئی ہو۔ تو اُسکے پہلے شوہر کو اختیار ہو کہ اُسکے ساتھ نکاح کرے بشرطیکہ یہ عورت اُسکے نزدیک ثقہ ہو یا اس شخص کے دل مین یہ گمان غالب ہو کہ یہ عورت اس خبر مین سچی ہو۔ اور واضح ہو کہ ایسی نقل مین اس بات کا بیان ہو کہ اگر عورت مذکور نے اپنے شوہر سے یون کہا کہ مین تیرے واسطے حلال ہو گئی ہون تو اُس شخص کو یہ حلال نہو گا کہ اُسکے کہنے پر اُسکے ساتھ نکاح کرے جب تک کہ اُس سے استفسار نہ کرے کہ مفصل کیا واقع ہوا ہو اسوجہ سے کہ حلالہ مین لوگون مین اختلاف ہو بعضون کے نزدیک فقط عقد کرنے سے بدون دخول کے حلال ہو جاتی ہو تو اُسکو چاہیے کہ بدون مفصل بیان کرنے کے عورت کی اتنی خبر دینے پر کہ مین تیرے واسطے حلال ہو گئی ہون اعتماد کرے۔ اگر ایک نابالغ چھوٹی لڑکی جو اپنی ذات سے تعبیر نہین کر سکتی ہو ایک شخص کے ہاتھ مین ہو اور وہ دعوی کرتا ہو کہ یہ میری ملک ہو پھر جب وہ بڑی ہوئی تو دوسرے شہر مین اسے ایک شخص ملا پس اس باندی نے اُس سے کہا کہ مین اصلی آزاد ہون تو اس شخص کو اختیار نہین ہو کہ اس باندی سے نکاح کرے۔ اور اگر باندی مذکور نے یون کہا کہ مین باندی تھی پھر اُسنے مجھے آزاد کر دیا اور یہ باندی اس سامع کے نزدیک ثقہ ہو یا اسکے دل مین غالب گمان ہوا کہ یہ سچی ہو تو میرے نزدیک اسمین کچھ خوف نہین ہو کہ اس باندی کے ساتھ نکاح کرے یہ مبسوط مین ہو۔ عورت آزاد نے اگر ایک شخص سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے کہا کہ میرا نکاح فاسد تھا۔ یا میرا شوہر دین اسلام کے سوائے کسی دوسری ملت پر تھا تو مخاطب کو روا نہین ہو کہ اُسکا قول قبول کرے اور اُس سے نکاح کرے کیونکہ عورت مذکور نے امر مستنکر کی خبر دی ہو۔ اور اگر یون کہا کہ اُسنے بعد نکاح کے مجھے طلاق دیدی یا اسلام سے مرتد ہو گیا تو مخاطب کو اُسکی خبر پر اعتماد کرنے اور اُس سے نکاح کرنے کی گنجایش ہو اسواسطے کہ اُسنے امر محتمل کی خبر دی ہو۔ اگر عورت بطلان نکاح اول کی خبر دے تو اُسکا قول قبول نہو گا اور اگر نکاح ہونے کے بعد رضاعت واقع ہو جانے وغیرہ کسی امر عارضی سے حرام ہو جانے کی خبر دے پس اگر عورت مذکور ثقہ ہو یا ثقہ نہو مگر مخاطب کے دل مین اُسکے صادقہ ہونے کی رائے غالب ہو تو اُس سے نکاح کر لینے مین کچھ ڈر نہین ہو کذا فی فتاوے قاضی خان۔

دوسرا باب - غالب رائے پر عمل کرنے کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ باب دیانات و باب معاملات مین غالب رائے کے موافق عمل کرنا جائز ہو اسی طرح حقوق خون مین موافق رائے غالب کے عمل کرنا جائز ہو یہ محیط سرخسی ہو۔ اگر رات مین ایک شخص دوسرے کے گھر مین داخل ہوا حالانکہ وہ تلوار کھینچے ہوئے یا نیزہ تانے ہوئے ہو یہانتک کہ حملہ کرے اور مالک حویلی کو یہ معلوم نہین کہ یہ چور ہی یا چوروں سے بھاگا ہو تو اُسکو چاہیے کہ اپنی رائے سے حکم لے پس اگر غالب رائے مین یہ آیا کہ یہ چور ہی اسنے یہ قصد کیا ہو کہ میرا مال لے لے اور اگر مین اسکو منع کرون تو مجھے قتل کر دے اور اگر مین نے اسکو دھمکایا یا پکارا تو سب لوگون کو آواز دی تو جب تک کچھ کام نکالے اُس سے پہلے ہی یہ مجھے قتل کر ڈالیگا تو ایسی حالت مین کچھ ڈر نہین ہو کہ مالک حویلی تلوار نکال کر

ع
یہ مخالف ہو اسکو
پہلا اول مین
قابض کہا پس
اسکا مالک
حالانکہ صحیح
دعوی اسکا
دعوی خارجہ
جانا خارجہ

اُسپر قتل کے واسطے حملہ کرے - اور اگر اُسکی غالب رائے مین یہ آوے کہ یہ شخص چوروں سے بھاگا ہوا آیا ہی تو مالک حویلی کو اُسکے حق مین جلدی کرنے اور اُسکو قتل کر ڈالنے کی گنجایش نہین ہی اور واضح ہو کہ اس داخل ہو جانے والے کے حق مین غالب رائے حاصل ہونے کی صورت یہ ہی کہ اس شخص کے لباس و ہیئت کو دیکھے پس اگر نیکون کے مانند ہو یا اس حرکت سے پہلے اُسکو پہچانتا ہو اور نیک لوگون کے پاس بیٹھا دیکھتا ہو تو اس سے استدلال کریگا کہ یہ شخص چورون کے خوف سے بھاگا ہی اور اگر اُسکو چورون کے ساتھ ہمنشین پاتا ہو تو اس سے استدلال کریگا کہ چور ہی یہ مبسوط مین ہی - اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر مسلمانون کے سامنے دار الحرب مین ایک گروہ آوے اور مسلمانون پر اُنکا حال مشتبہ ہو جاوے کہ یہ مسلمان لوگ ہین یا کافرون مین سے ہین تو مسلمانون کو اپنی رائے غالب پر عمل کرنا چاہیے یہ محیط مین ہی - اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو اپنی عورت کے ساتھ پایا پس آیا اُسکو قتل کر سکتا ہی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ جانتا ہی کہ یہ مرد اجنبی دھوکا دینے یا چھپنے سے زنا سے باز رہیگا یا ہتھیار سے کم کسی ضرب سے باز رہیگا تو اُسکو قتل نہ کرے اور ہتھیار کے ساتھ اُسکے مقابلہ نہ کرے - اور اگر جانتا ہی کہ بدون قتل یا ہتھیار سے لڑائی کے باز نہ رہیگا تو اُسکا قتل کرنا حلال ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی نے اپنی جورو یا باندی کے ساتھ ایک شخص کو پایا کہ جورو سے بات چاہتا ہی کہ اس عورت کے اوپر غالب ہو کر اُس سے زنا کرے تو فرمایا کہ اُسکو اختیار ہی کہ اس مرد فاجر کو قتل کر ڈالے اور اگر اُسنے ایسے شخص کو اپنی جورو یا کسی اور عورت محرمہ کے ساتھ پایا حالانکہ یہ عورت بھی اُسکی فرمانبرداری مین تھی تو اس مرد فاجر و عورت دونون کو قتل کر ڈالے - اسی طرح اگر جنگل مین کسی شخص نے اُسکو روکا اور اسکا مال لینا چاہا پس اگر اُسکا مال دس یا دس سے زیادہ ہو تو روکنے والے کو قتل کر سکتا ہی اور اگر دس سے کم ہو تو اُس سے لڑائی کرے مگر اُسکو قتل نہ کرے - اگر کسی شخص نے کسی آدمی کو دیکھا کہ یہ آدمی اُسکی عورت یا کسی غیر کی عورت سے زنا کرتا ہی حالانکہ وہ محصن ہی پس یہ شخص چلایا مگر زنا کرنے والا نہ گیا اور نہ زنا سے باز رہا تو اُسکو حلال ہوگا کہ زانی کو قتل کر ڈالے اور اُسپر قصاص نہین ہی اور اسی طرح اگر ایک چور کو دیکھا کہ اسکا مال چراتا ہی پس چور چور چلایا مگر وہ نہ گیا - یا کسی شخص کو دیکھا کہ اُسکی دیوار یا غیر کی دیوار مین نقب لگاتا ہی حالانکہ یہ شخص مشہور چور ہی پس وہ چلایا مگر چور نہ گیا تو اُسکا قتل کرنا حلال ہی اور قاتل مذکور پر قصاص نہ آویگا - اگر کسی شخص نے چاہا کہ لڑکے یا عورت کو فاحشہ بات پر مجبور کرے تو اُن دونون پر واجب ہی کہ زبردستی کرنے والے سے قتال کرین پس اگر اُنھون نے اُسکو قتل کر ڈالا تو اُسکا خون ہدر ہوگا بشرطیکہ اس شخص کو بدون اُسکے قتل کرنے کے منع نہ کر سکے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی - اگر کسی شخص نے ایسی عورت سے نکاح کیا جسکو اُسنے کبھی نہین دیکھا ہی پھر ایک شخص اس عورت کو رات مین لایا اور اُسکے پاس داخل کر گیا کہ یہ تیری جورو ہی تو اُسکو گنجایش ہی کہ مخبر کا قول قبول کرے بشرطیکہ مخبر اُسکے نزدیک ثقہ ہو یا اُسکی رائے غالب مین مخبر سچا ہو کذا فی فتاوی قاضی خان

تیسرا باب

- اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ اُسکے باپ کو قتل کرتا ہی تو اُسکے واسطے جو احکام ہین اور اُسکے متعلقات کے بیان مین - اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ عمداً اُسکے باپ کو قتل کرتا ہی مگر قاتل نے اس امر سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اُسکو نہین قتل کیا ہی یا فرزند سے خفیہ اس امر کو کہہ دیا کہ مین نے

اُسکو قتل کیا ہو اس وجہ سے کہ اُسنے میرے باپ فلان شخص کو قتل کیا تھا یا دین اسلام سے مرتد ہو گیا تھا حالانکہ یہ فرزند ان باتون مین سے جو قاتل کہتا ہو کچھ نہین جانتا ہو اور مقتول کا سوائے اس فرزند کے کوئی وارث نہین ہو تو فرقہ کو گنجایش ہو کہ قاتل کو عمداً قتل کر ڈالے۔ اگر زید نے مثلاً کسی شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کر ڈالا ہو اور قاضی نے قصاص کا حکم دے دیا تو زید کو اُسکے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہو اور اگر زید کے پاس دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص نے تیرے باپ کو قتل کیا ہو تو زید کو فقط اس گواہی پر اُس قاتل کے قتل کرنے کی گنجایش نہین ہو تا وقتیکہ حکم قاضی نہو اسواسطے کہ خالی گواہی حق کو واجب نہین کرتی ہو جب تک کہ اُسکے ساتھ حکم قاضی متصل نہو۔ اور جو حکم جواز رہنے مقتول کے فرزند کے حق مین بیان کیا ہو ویسا ہی غیر فرزند کے حق مین ہو کہ اگر غیر نے قاتل کا قتل کرنا اپنی آنکھ سے دیکھا یا قاتل کی زبان سے اقرار سنا کہ مین نے اُسکو قتل کیا ہو یا دیکھا کہ قاضی نے قاتل پر قصاص کا حکم دے دیا ہو تو اس غیر کو بھی روا ہو کہ فرزند مقتول کی قاتل کے قتل کرنے پر مدد کرے اور اگر غیر کے سامنے دو عادل گواہون نے گواہی دی ہو کہ اس قاتل نے فلان شخص کے باپ کو قتل کیا ہو تو اس غیر کو روا نہین ہو کہ قاتل کے قتل کرنے پر فرزند مقتول کی مدد کرے مگر جب قاضی فرزند مقتول کے واسطے قصاص کا حکم دے تو مدد کر سکتا ہو اور اگر قاتل نے فرزند مقتول کے سامنے دو عادل گواہ پیش کیے کہ تیرے باپ نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا تھا اسوجہ سے مین نے تیرے باپ کو قتل کیا ہو تو فرزند مقتول کو چاہیے کہ قاتل کے قتل کرنے مین جلدی نہ کرے یہان تک کہ اس بات کو خوب دریافت کرلے اسی طرح غیر شخص کو بھی نہ چاہیے کہ مقتول کے فرزند کی قاتل کے قتل کرنے پر مدد کرے درصورتیکہ غیر شخص کے سامنے دو عادل گواہ ایسی گواہی دیوین جیسی ہمنے بیان کی ہو یا اگر قاتل نے جسکو قتل کیا ہو اُسکے مرتد ہونے کے دو گواہ عادل پیش کیے تو بھی جب تک اس بات مین خوب چھان پھٹک نہ کرلے تب تک قاتل کے قتل مین جلدی نہین چاہیے اور اگر ایسی گواہی ایسے دو گواہون نے ادا کی جو محدود القذف ہین یا وہ غلام ہین یا فقط عورتین ہین اُنکے ساتھ کوئی مرد نہین ہو مگر سب عورتین عادل ہین یا وہ فاسق گواہ ہین یا ایسی صورت مین مقتول کے فرزند کو قاتل کا قتل کرنا روا ہو یا غیر کو اُسکی مدد کرنا روا ہو لیکن اگر اس خبر کی چھان پھٹک کرنے کے بعد ایسا کرے تو اُسکے حق مین بہتر ہو۔ اور اگر ایک ہی عادل گواہ نے جسکی گواہی جائز ہو ایسی گواہی دی پھر قاتل نے کہا کہ میرے پاس ایسا ہی دوسرا گواہ بھی ہو تو استحساناً یہ حکم ہو کہ اُسکے قتل مین جلدی نہ کرے بلکہ اتنا انتظار کرلیوے کہ آیا وہ دوسرا ایسا گواہ لاتا ہو یا نہین لاتا ہو یہ مبسوط مین ہو اگر فرزند کے پاس دو عادل گواہون نے یون گواہی دی کہ اس قاتل نے تیرے باپ کو قتل کیا ہو یا قاتل نے ایسا اقرار کیا ہو تو فرزند اُسکو قتل نہین کر سکتا ہو اور نہ غیر شخص اس فرزند کی مدد کر سکتا ہو جب تک کہ اس گواہی کے ساتھ حکم قاضی موجود نہ ہو۔ اور اگر قاضی نے قصاص کا حکم دیا پھر دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ مقتول نے اس قاتل کے ولی کو عمداً قتل کیا ہو یا مقتول مرتد تھا تو ازراہ دیانت صاحب قصاص کو نچا ہے کہ قاتل کے قتل مین جلدی کرے بخلاف اسکے مین ہو۔ زید کے پاس کچھ مال ہو اور عمرو کے سامنے دو عادل گواہون نے یون گواہی دی کہ یہ مال تیرے

باپ کا ہو اُس سے زید نے غصب کر لیا ہو اور عمرو کے سوائے عمرو کے باپ کا کوئی وارث نہیں ہو تو عمرو اِسی کو اہی سے زید یہ مال کا دعوی کر سکتا ہو مگر جب تک گواہ قائم کر کے قاضی کا حکم حاصل نہ کرے تب تک زید سے یہ مال نہیں لے سکتا ہو اسی طرح جب تک اسطرح حکم قاضی اس گواہی کے ساتھ نہ پایا جاوے تب تک غیر شخص کو بھی نہیں جائز ہو کہ فقط ایسے گواہوں پر عمرو کی اس مال لینے پر مدد کرے اور اگر عمرو نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہو کہ زید نے یہ مال میرے باپ سے لیا ہو تو ایسی صورت میں عمرو کو اُس سے لے لینے کا اختیار ہو اسی طرح اگر زید نے اُسکے سامنے اقرار کیا ہو کہ میں نے تیرے باپ سے غصب کر لیا ہو تو بھی یہی حکم ہو۔ اسی طرح اگر غیر نے اپنی آنکھ سے غاصب کا لینا مشاہدہ کیا ہو تو اُسکو بھی وارث کی مدد کرنے کا اختیار ہو حاصل اُنکا گواہی میں حکم قاضی کی ضرورت ہو معاینہ میں نہیں اور اگر وہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں ایسا کوئی حاکم نہیں پایا جاتا ہو جو غاصب سے اُسکو مال دلاوے اور غاصب دینے سے انکار کرتا ہو تو اُسکو اختیار ہو کہ اُس سے اپنا مال لے لے یہ بسوط میں ہو۔ اگر زید کے پاس دو گواہوں نے گواہی دی کہ عمرو نے تیرے باپ سے یہ مال غصب کرنے کا اقرار کیا ہو تو زید کو اُس سے مال لے لینے کا اختیار نہیں ہو جب تک کہ قاضی کے سامنے اسکو ثابت نہ کرائے اور اگر کسی شخص نے غاصب سے مال غصب کرنے کا اقرار کرنا یہ سننے والے کو دو عادل گواہوں نے خبر دی کہ جس مال کا اُسنے اقرار کیا تھا وہ اُسکے حق میں ہبہ ہو گیا ہو تو سننے والے کو اختیار ہو جیسا سنے اقرار کرنے والے پر مال کی بابت اقرار کی گواہی دے یا نہ دے۔ اور اگر نکاح یا رقیت کا گواہ ہو پھر اُسکو دو عادل شخصوں نے طلاق یا عتاق واقع ہونے کی خبر دی تو گواہ مذکور نکاح و رقیت کے گواہی نہ دے اور تفاضل سے عفو کرنے کا بھی یہی حکم ہو اور حسن ابن زیاد سے روایت ہو کہ وارث نے اگر اپنے مورث پر کسی شخص کا قرض معلوم کیا ہو پھر اُسکو دو عادل آدمیوں نے خبر دی کہ اُسنے ادا کر دیا ہو تو وارث مذکور کو روا نہیں ہو کہ قاضی کے سامنے اسطرح قسم کھاوے کہ مجھے معلوم ہو کہ میرے مورث نے اسکا قرضہ ادا کر دیا ہو۔ اسی طرح اگر میت نے اُسکو خبر دی کہ میں نے ادا کر دیا ہو یا میت نے کسی عادل مرد یا عورت کے ساتھ ایسی خبر دی ہو تو بھی افضل یہ ہو کہ اپنے علم پر قسم نہ کھاوے کذا فی الغیاثیہ

چوتھا باب - صلوٰۃ اور تسبیح اور قراۃ القرآن و ذکر و دعا اور قرآن پڑھتے وقت آواز بلند کرنے کے بیان میں - اگر کسی نے کمر باندھے ہوئے نماز پڑھی تو مکروہ نہیں ہو یہ محیط میں ہو۔ اگر مسلمان نے ایک کپڑا یا فرش خریدا تو اُسپر نماز پڑھے اگرچہ بائع شراب خوار ہو اسواسطے کہ ظاہر حال مسلمان یہ ہو کہ وہ نجاست سے اجتناب کرتا ہو اور اگر مجوسی کے تہبند سے نماز پڑھی تو جائز ہو مگر مکروہ ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اگر چھینک سننے والے نے نماز پڑھی تو کچھ ڈر نہیں ہو بشرطیکہ اُسکے قریب نہ ہو اور عین الائمہ کردری نے فرمایا کہ جس بیت میں بالوعہ ہو اُسمیں نماز مکروہ نہیں ہو یہ قنیہ میں ہو۔ مشائخ نے تصویر کے سر میں بلا جثہ کے اختلاف کیا ہو کہ اسکا اتخاذ درست ہو یا نہیں نماز پڑھنا کیسا ہو۔ اور کپڑے اور بیت میں تصویر کا رکھنا سوائے وقت نماز کے دو طور کا ہوتا ہو ایک وہ کہ جسکا مرجع اُس تصویر کی تعظیم ہو یعنے بغرض تعظیم رکھے تو وہ مکروہ ہو اور دوم وہ کہ اُسکا مرجع اس تصویر کی تحقیر ہو تو وہ مکروہ نہیں ہو اور اسی سے ہمنے کہا کہ اگر تصویر دار فرش بچھا ہوا ہو تو مکروہ نہیں ہو اور اگر اٹکا ہوا ہو تو مکروہ ہو یہ محیط میں ہو۔ کلام میں سے بعض کلام تو موجب ثواب ہوتا ہو جیسے تسبیح و تحمید و قرات قرآن و احادیث نبوی و علم فقہ مگر کبھی ایسے کلام سے بھی گنہگار ہوتا ہو جبکہ اُسکو جان بوجھ کر مجلس فسق میں بولا کیونکہ آمین استہزا

ومخالفت ہو لیکن اگر اُسنے مجلس فسق مین اس غرض سے سبحان اللہ کہا کہ لوگ عبرت پکڑین یا اُس مجلس کو بُرا جانکر کہا یا اس غرض سے کہ جس بدحالت فسق مین وہ لوگ ہین اُس سے مُنھ موڑکر اس طرف مشغول ہون تو یہ بہتر ہی اسی طرح اگر بازار مین کسی نے بدین نیت تسبیح پڑھی کہ لوگ غافل دنیا کے کامون مین مشغول ہین اور وہ تسبیح مین مشغول ہی تو یہی افضل ہی اور یہ امر اُسکے بازار کے سوائے تنہا پڑھنے سے بہتر ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی - ایک شخص ایک تاجر کے پاس کپڑا لینے گیا پس جب تاجر نے کپڑا کھول کر دکھانا چاہا تو اُسنے اللہ تعالی کی تسبیح پڑھی یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا مگر نیت یہ ہو کہ مشتری کو آگاہ کرے کہ یہ کپڑا اچھا عمدہ ہی تو یہ مکروہ ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے شراب پی پس کہا الحمد للہ تو اُسکو ایسی جگہ پر الحمد للہ نہ کہنا چاہیئے - اور اگر کسی شخص سے غصب کی ہوئی چیز کھائی پس کہا کہ الحمد للہ تو شیخ امام اسمٰعیل زاہد سے فرمایا کہ اسمین کچھ گناہ نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی

ایک چوکیدار لا الہ الا اللہ کہتا ہی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہی تو گنہگار رہوگا اسواسطے کہ وہ اس کے دام لیتا ہی بخلاف عالم کے کہ اگر اُسنے مجلس مین کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو یا قاری نے کہا کہ تکبیر کہو تو انکو ثواب ہوگا - اور اگر فقاعی نے اپنی فقاع کھولنے کے وقت بقصد اُسکی ترویج وتحسین کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا یا تسبیح پڑھی یا فقیہ کو نے ان دونون کلامون کو بنظر گرمی بازار پڑھا تو گنہگار رہوگا اور اسی سے منع کیا جاتا ہی کہ اگر کوئی بُرا آدمی مجلس مین آیا پس اُسکی آمد آمد کیواسطے تسبیح پڑھی گئی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا گیا کہ لوگ اسکی آمد سے خوش ہوکر جگہ چھوڑین یا تعظیماً کھڑے ہوجاوین تو گنہگار ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی - ایک قاضی کے پاس ایک جماعت بطریق تعظیم بلند آواز سے تسبیح وتہلیل کرتی ہی تو کچھ ڈر نہین ہی مگر خفیہ پڑھنا افضل ہی - اور اگر لوگ اللہ تعالے کے ذکر وتسبیح وتہلیل کے واسطے جمع ہون تو چپکے پڑھین - اور کشتی مین خوف پیدا ہونے کے وقت اور تلوار مین سے ملاقات کرنے کے وقت بھی چپکے پڑھنا افضل ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر درود بھیجنے کا بھی یہی حکم ہی یہ قنیہ مین ہی یہ مستحب ہی کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا اور یون بلا تعظیم نہ کہے کہ اللہ نے فرمایا یعنے اسکے ساتھ کوئی وصف اللہ تعالی کا جو صالح تعظیم ہی پیچھے لگاوے یہ وجیز کردری مین ہی - کسی شخص نے اللہ تعالے کے نامون مین سے کوئی نام سُنا تو اُسپر واجب ہی کہ اُسکی تعظیم کرے اور کہے کہ سبحان اللہ یا اسکے مثل کوئی لفظ کہے - اور اگر اُسنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سُنا تو اُسپر واجب ہی کہ درود بھیجے اور ایک ہی مجلس مین چند بار سُنا تو اسمین اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ اُسپر فقط ایک ہی مرتبہ درود پڑھنا واجب ہی کذا فی فتاوے قاضی خان - اور اسی پر فتوے ہی کذا فی الغنیہ - اور امام طحاوی رحمہ نے فرمایا کہ اُسپر ہر بار سُننے کے وقت درود بھیجنا واجب ہی اور امام طحاوی کا قول مختار ہی کذا فی البرہانیہ اور اگر اللہ تعالے کا نام چند بار سُنا تو ہر بار اُسپر تعظیم کرنی واجب ہی اور ہر بار کہے کہ سبحان اللہ وتبارک اللہ یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی - اور اگر سُننے والے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک سُننے کے وقت درود نہ بھیجا تو درود بھیجنا اُسکی گردن پر قرضہ رہا بخلاف ذکر اللہ تعالے کے کہ ہر دم اُسکے واسطے محل ادا ہی پس محل قضا نہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بجاے صلوۃ کے اگر سلام بھیجا یا تو کافی ہی یہ غرائب مین ہی - اگر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی غیر پر تنہا

درود بھیجا مثلاً یون کہا کہ اللہم صل علی فلان تو مکروہ ہو اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے کو جمع کرکے یون کہا کہ اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ تو جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور صحابہ کا نام ذکر کرنے کے وقت رضی اللہ عنہ کہنا واجب نہین ہو یہ قنیہ مین ہو۔ اور اگر قرآن شریف پڑھتے وقت اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا تو اُسپر درود پڑھنا واجب نہین ہو لیکن اگر قرآن شریف کی قرأت سے فارغ ہونے کے بعد اُسنے درود بھیجا تو بہت بہتر ہو یہ ینابیع مین ہو۔ اور اگر قرآن شریف پڑھنے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آیا یعنے قرآن مین آیا تو ایسے وقت مین قرآن مجید کا اُسکی تالیف و نظم پر پڑھنا بہ نسبت اسکے کہ بیچ مین درود پڑھنے لگے افضل ہو پھر بعد فراغت کے اگر اُسنے درود پڑھا تو افضل ہو اور اگر نہین پڑھا تو اُسپر کچھ گناہ نہوگا یہ ملتقط مین ہو۔ شیخ ابقالی سے دریافت کیا گیا کہ قرآن پڑھنا افضل ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا تو فرمایا کہ طلوع آفتاب کے وقت اور اُن اوقات مین جنمین نماز سے ممانعت ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا و دعا و تسبیح بہ نسبت قرآن مجید پڑھنے کے افضل ہو اور [illegible] رحمہم اللہ ان اوقات مین تسبیح کرتے تھے قرآن مجید نہین پڑھتے تھے [illegible] حمہ اللہ تعالی الیقالی قدانی بجواب حسن [illegible] اور بعضی سورتون اور آیتون کو مثل آیۃ الکرسی وغیرہ کے تفضیل دیجاسکتی ہو اور بعضی [illegible] ہین کہ اسکی قرأت کا ثواب کثیر ہو اور بعض نے یہ معنی فرمائے کہ ان سے نفع زیادہ پہنچتا ہو اور یہی معنی اقرب الی الصواب ہو اور بدین معنی یہ کہا جاتا ہو کہ تمام آسمانی کتابون سے قرآن مجید افضل ہو اور افضل یہ ہو کہ بعض قرآن کو بعض پر بالکل تفضیل ندیجاوے اور یہی مختار ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو۔ قرآن پڑھنے کا قصد کیا اسکو چاہیے کہ اپنے احوال مین سے اچھے حال کے ساتھ بیٹھے یعنے اچھے کپڑے پہن کر عمامہ باندھ کر قبلہ رخ ہو بیٹھے اسواسطے کہ قرآن مجید کی تعظیم اوقت کی واجب ہو یہ قنیہ مین ہو۔ قاضی خان مین ہو۔ اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا چاہا پس اگر کوئی کلام شروع کرنا چاہا تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نہ پڑھے اور قرأۃ قرآن چاہتا ہو تو شروع پڑھے یہ سراجیہ مین ہو۔ اور محمد بن مقاتل سے مروی ہو کہ اگر کسی نے قرآن مجید کی سورت یا آیت پڑھنی چاہی تو اسپر واجب ہو کہ اللہ تعالی سے پناہ مانگے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور اس سے پیچھے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور اگر کسی نے سورہ انفال کی قرأت شروع کرنے کے وقت تعوذ و تسمیہ پڑھ لیا اور برابر سورہ انفال سے سورہ توبہ تک پڑھتا چلا گیا اور سورۂ توبہ پڑھی تو پہلا تعوذ و تسمیہ اُسکے حق مین کافی ہوگا۔ اور اسکو سچا ہیے کہ جن بزرگون نے باہم اتفاق کرکے مصاحف جو لوگون کے پاس ہین لکھے ہین اُنکی مخالفت کرے۔ اور اگر اُسنے سورہ انفال پڑھ کر قرأت چھوڑی پھر سورہ توبہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اُسکے واسطے وہی چاہیے جو ابتدا مین سورہ انفال شروع کرنے مین چاہیے تھا یعنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے اور یہی حکم باقی سب سورتون مین ہو یہ محیط مین ہو۔ شیخ ابوجعفر سے دریافت کیا کہ تعوذ کیونکر پڑھے تو فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہو کہ یون کہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تاکہ قرآن مجید کی موافقت ہو اور

اگر یون کہا اعوذ باللہ العظیم یا اعوذ باللہ السمیع العلیم تو جائز ہی اور یہ چاہیے کہ تعوذ قرات سے موصول ہو
یہ حاوی مین ہی۔ اور سوار یا پیادہ چلنے کی حالت مین قرآن مجید پڑھنے مین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ یہ
جگہ نجاست کے واسطے مقرر نہو اور اگر ہوگی تو مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ حمام مین قرآن مجید پڑھنا دو طرح پر ہی
اگر اُسنے آواز سے پڑھا تو مکروہ ہی اور اگر آواز سے نہ پڑھا تو مکروہ نہین ہی اور یہی مختار ہی اور تسبیح وتہلیل
یعنے آواز بر کار ۱۲ منہ
کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ بآواز ہو یہ فتاوے کبرے مین ہی۔ اور اگر حمام سے باہر ایسی جگہ جہان لوگون کا
دھودن نہین ہوتا ہی قرآن مجید پڑھا جیسے حمامی کے بیٹھنے کی جگہ مین یا ثیابی یعنے کپڑون کے نگاہبان کی جگہ مین
بیٹھ کر پڑھا تو ہمارے علماے نے اسمین اختلاف کیا ہی امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ مکروہ نہین ہی۔ اور امام محمد رح
نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور امام ابو یوسف رح سے اسمین کوئی صریح روایت نہین ہی یہ محیط مین ہی اور حمام مین
قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہی کیونکہ وہ موضع نجاست ہی اور بیت الخلا مین بھی نہ پڑھے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی
اور بیخانہ وغسلخانہ و حمام مین قرآن مجید نہ پڑھے لیکن اگر ایک ایک حرف توڑ توڑ کر پڑھے تو پڑھ سکتا ہی اور بعض نے
فرمایا کہ یہ بھی مکروہ ہی مگر اول اصح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور طواف کعبہ کی حالت مین قرآن پڑھنا مکروہ ہی
یہ ملتقط مین ہی۔ اور جو لوگ کامون مین مشغول ہون اُنکے پاس جہر سے قرآن نہ پڑھے اور قرآن کی تعظیم
وحرمت مین سے یہ ہی کہ بازار مین اور جہان لغو ہوتا ہو وہان قرآن مجید نہ پڑھے یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر
مجلسون مین دنیا کی طمع سے پڑھا تو پڑھنا مکروہ ہی اور اگر اللہ تعالے کے واسطے پڑھا تو نہین مکروہ ہی
اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے کہ جب کہین جمع ہوتے تھے تو اپنون مین سے
کسی سے کہتے تھے کہ قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھے یہ غرائب مین ہی۔ چند لوگ مصاحف سے دیکھ
دیکھکر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے یا ایک ہی شخص ایسا کرتا تھا کہ اتنے مین بزرگ واشراف آدمیون مین سے
کوئی آیا پس قاری اُسکے واسطے کھڑا ہوگیا تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ اگر عالم آیا یا قاری کا باپ یا اُسکا اُستاد
جسنے اُسکو علم پڑھایا ہی آیا تو اُسکے واسطے قاری کا کھڑا ہو جانا جائز ہی اور اُنکے سوا سے اگر کوئی ہو تو اُسکے
واسطے نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر اُسنے اپنا بازو زمین پر رکھکر قرآن پڑھا تو کچھ ڈر نہین ہی
ولیکن چاہیے کہ ایسی حالت مین اپنے دونون بازون اپنی طرف کھینچ کر ملالے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وُضو سے
یعنے بےوضو قرات کی تو کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ سر کو اُس کپڑے سے جو اوڑھے ہوے ہی نکال لے ورنہ نہین
یہ قنیہ مین ہی۔ اور سبّاع سے قرآن پڑھنا جائز ہی مگر مصحف سے دیکھکر پڑھنا مستحب ہی اسواسطے اسباع
محدثات مین سے ہین یہ محیط مین ہی۔ نماز سے باہر قرآن پڑھنا جہر سے افضل ہی اور فریضہ نمازون کے
بعد مہمات کے واسطے فاتحہ یعنے سورہ الحمد آواز سے یا چپکے سے پڑھنا جماعت کے ساتھ مکروہ ہی۔ مگر قاضی
بدیع الدین نے یہ اختیار کیا ہی کہ مکروہ نہین ہی اور قاضی جلال الدین نے یہ اختیار کیا ہی کہ اگر فریضہ کے
بعد نماز سنت ہو تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور قل یا ایہا الکافرون پوری سورت
جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہی کیونکہ یہ بدعت ہی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہین ہی یہ
محیط مین ہی۔ چند لوگ جمع ہوکر آواز سے دعا کے واسطے سورۂ الحمد پڑھتے ہین تو عادۃً منع نہ کیجاوینگے

۵ بجنگ پارہ دفعہ ۱۲ منہ

ولیکن اولی یہ ہی کہ چپکے پڑھی جاوے - خجندی مین ہی کہ ایک امام کی عادت ہی کہ ہر روز صبح کو جماعت کے ساتھ آیۃ الکرسی اور آخر سورۂ بقر و شہد اللہ (شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملئکۃ الخ) سے آخر آیۃ ۱۲ منہ) اسکے مثل آیات جہر سے پڑھتا ہی تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی مگر چپکے پڑھنا افضل ہی یہ قنیہ مین ہی - عیون مین ہی کہ اگر کسی جنب نے بطور دعا کے سورۂ فاتحہ پڑھی تو کچھ ڈر نہین ہی اور غایۃ البیان مین ذکر کیا کہ یہی مختار ہی ولیکن شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مین اسپر فتوی نہین دیتا ہون اگرچہ امام اعظم رح سے مروی ہی اور مثل سورۂ فاتحہ مین یہی قول ظاہر ہی یہ بحر الرائق کی کتاب الطہارۃ مین ہی مصحف سے دیکھکر قرآن مجید پڑھنا بہ نسبت حفظ پڑھنے کے اولے ہی - اگر کسی نے قرآن مجید حفظ کیا پھر بھول گیا تو گنہگار رہوگا اور بھول جانے کی تفسیر یہ ہی کہ مصحف سے دیکھکر نہ پڑھ سکے - اور اگر اُسکے پاس (یعنے تلاوت بہتر ہی) پارۂ کلام مجید ودیعت رکھا گیا ہو تو اُسمین سے تلاوت کرنا چاہیے - اور غصب کیے ہوے پارہ سے بالاجماع تلاوت جائز نہین ہی - اور مستعار پارہ سے اگر بالغ آدمی نے اپنی ملک مستعار دیا ہو تو اس سے تلاوت کرنا جائز ہی اور اگر نابالغ کا ہو تو ایسا سنا چاہیے یہ غرائب مین ہی - ایک شخص ایک روز مین پورا کلام اللہ پڑھتا ہی اور دوسرا شخص ایک روز مین پانچ ہزار دفعہ سورۂ قل اللہ احد پڑھتا ہی پس اگر کلام اللہ تعالی پڑھ سکتا ہی تو کلام اللہ تعالی کی تلاوت کرنا افضل ہی یہ محیط مین ہی - اچھی تلاوت یہ ہی کہ قرآن کے معنی مین تدبر کرے یعنی خوب سوچے و سمجھے جیسے کہ بعضون نے فرمایا کہ ایک روز مین قرآن ختم کرنا مکروہ ہی - اور قرآن کی تعظیم کے واسطے تین روز سے کم مین ختم نہ کرے (یعنے اسی وجہ سے ۱۲) اور قرأت وہ پڑھے جسپر اجماع ہی کذا فی القنیہ - اور حافظ قرآن کے واسطے مندوب ہی کہ ہر چالیس روز مین ختم کرے ہر روز ایک حزب و تہائی حزب پڑھا کرے یا اس سے کم پڑھا کرے یہ تبیین مسائل شتے مین ہی - جسنے سال مین ایک مرتبہ بھی قرآن ختم کر لیا وہ چھوڑ دینے والا نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اور مستحب ہی کہ گرمیون مین چڑھتے دن مین ختم کرے اور جاڑون مین شروع رات مین ختم کرے یہ سراجیہ مین ہی - اور ختم کے بعد تین بار قل ہو اللہ احد پڑھنے کو بعضے مشائخ نے مستحسن نہین جانا ہی اور اکثر مشائخ نے اسکو مستحسن جانا ہی تاکہ اگر بعض کی قرأت مین کمی ہو گئی ہو تو پوری ہو جاوے لیکن اگر فریضہ نماز مین قرآن ختم کیا تو ایکبار سے زیادہ نہ پڑھے یہ غرائب مین ہی - اور ختم قرآن کے وقت لوگون کے جہر سے قل ہو اللہ احد مجتمع ہو کر پڑھنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر ایک شخص پڑھے اور باقی لوگ سُنین تو یہ اولے ہی یہ قنیہ مین ہی - اور قرآن کے ختم کے وقت یہ مستحب ہی کہ اپنے اہل و اولاد کو جمع کرے اور اُنکے واسطے دعا کرے یہ ینابیع مین ہی - اور یہ مکروہ ہی کہ لوگ ایکبارگی قرآن کی آواز سے تلاوت کرین کیونکہ قرأت قرآن کا سننا اور اُسدم خاموش رہنا کہ جنکا حکم کیا گیا ہی دونون کا ترک کرنا لازم آتا ہی یہ قنیہ مین ہی - اور ترجیع سے قرآن پڑھنا بعض نے کہا کہ مکروہ نہین ہی اور اکثر مشائخ نے کہا کہ مکروہ ہی حلال نہین ہی اسواسطے کہ اسمین فاسقون کی فسق کے فعل سے مشابہت ہی - اور کوئی یہ گمان نہ کرے کہ یہ ترجیع جسمین ایسا اختلاف ذکر کیا گیا ہی اس سے مراد لحن ہی یعنے گانا کیونکہ لحن بلا خلاف حرام ہی پس اگر کسی شخص نے لحن کے ساتھ قرأت کی اور دوسرے نے اُسکو سُنا پس اگر جانتا ہی کہ تلقین صواب سے اُسکو وحشت نہوگی تو اُسکو راہ صواب تلقین کرے - اور اگر جانتا

ع یعنی قرآن مجید کا پڑھنا نفل نماز مین افضل ہی

ع یعنی قرآن مجید کا پڑھنا نفل نماز مین افضل ہی بشرطیکہ وہ قرآن مجید کی تلاوت اچھی طرح ہو منہ

کہ وحشت ہوگی تو اُسکو تلقین نہ کرنے کی گنجائش ہی اسواسطے کہ جس امر معروف کے ضمن مین فعل منکر پیدا ہوتا ہو اسکا وجوب ساقط ہوجاتا ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر نماز سے باہر کسی نے الحان کے ساتھ قرآن پڑھا پس اگر کلمہ کو متغیر کیا اور بجاے وقف کے وصل و وصل کے وقف کیا تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور جولاہہ و موزہ دوز وغیرہ اہل حرفہ کو حالت کام مین قرآن کی تلاوت جائز ہی بشرطیکہ اسکا کام اُسکے قلب کو قرآن سے اپنی طرف مشغول نہ کرے ورنہ نہین۔ اور اگر مکتب مین ایک قاری ہو کہ پڑھ رہا ہو۔ تو جو لوگ راہ سے گذرتے ہین اُنپر سننا واجب ہوگا اور اگر زیادہ ہون اور سماعت مین خلل پڑتا ہو تو گذرنے والون پر سننا واجب نہوگا۔ ایک لڑکا گھر مین پڑھ رہا ہی اور اُسکے اہل کام کاج مین مشغول ہین تو سننا ترک کرنے مین معذور ہونگے بشرطیکہ اُنھون نے اسکی قرأت سے پہلے کام شروع کردیا ہو ورنہ نہین۔ اور فقہ کی قرأت کا قرأت قرآن مجید کے وقت بھی یہی حکم ہی۔ ایک مدرس مسجد مین درس دیتا ہی اور ایک قاری مسجد مین قرآن پڑھتا ہی کہ اگر مدرس پڑھانے سے رُکے تو اسکی تلاوت کو سُن سکتا ہی تو مدرس مذکور ترک سماع مین معذور ہوگا۔ اور قرآن پڑھنے کے وقت صعق مکروہ ہی کہ یہ ریا ہی جو شیطانی فعل ہی اور صحابہؓ و تابعین و سلف صالحین نے قرأت قرآن کے وقت صعق وزعق وصیاح سے ممانعت کرنے مین تشدد کیا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور محدث (یعنی ابوبکر محمد بن موسی بن عمر بن حامد الہمدانی المدینی) نے اگر قرآن مجید کے اوراق قلم یا چھری سے لوٹ کر تلاوت کی تو کچھ ڈر نہین ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور اسمعیل متکلم نے کہا کہ نابالغ لڑکے سے یہ کہنا کہ یہ مصحف میرے پاس اُٹھالا جائز ہی یہ قنیہ مین ہی۔ فتاوی مین ہی۔ کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص فقیہ ہی اُسکو قرآن کی تلاوت کرنا افضل ہی یا فقہ پڑھانا تو فرمایا کہ ابومطیع سے منقول ہی کہ ابومطیع نے کہا کہ ہمارے اصحاب کی کتابون کو بغیر سماع کے فقط دیکھنا رات کے قیام سے افضل ہی یہ خلاصہ مین ہی اقول فی ثبوت الروایۃ تامل لبعدہ عن ابی مطیع ان یقول مثل ہذا دکانہ شبہ لاتسقم فاستقم ایک شخص فقہ کی تکرار کرتا ہی اور دوسرا قرآن کی قرأت کرتا ہی تو سننا واجب نہین ہی۔ دبری نے فرمایا کہ ایک مسجد مین وعظ ہوتا ہی اور قرأۃ قرآن ہی تو وعظ سننا اولے ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص فقہ لکھتا ہی اُسکے پہلو مین دوسرا شخص قرآن پڑھنے لگا کہ لکھنے والا اُسکو سُن نہین سکتا ہی تو گناہ اُس قاری پر ہوگا اور کاتب پر کچھ نہوگا علی ہذا اگر رات کو جہت پر آواز سے پڑھا تو گنہگار رہوگا یہ غرائب مین ہی۔ ایک شخص اپنا قرآن وغیرہ کا ورد تمام کرنے کے وقت یون کہتا ہی واللہ اعلم یا۔ وصلی اللہ علی محمد وآلہ آگاہ کرنے کے واسطے کہ ورد ختم ہوگیا ہی تو مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص قرآن پڑھنا چاہتا ہی مگر خوف کرتا ہی کہ میرے دل مین یا نہ آجاوے تو اس خوف کی وجہ سے قرأت کو ترک نہین کرسکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اسطرح دعا مین کہنا کہ اللھم انی اسالک بمعقد العز من عرشک مکروہ ہی۔ اور یون دعا کرنے مین دو عبارتین ہین ایک معقد العز دوسرے معقد العز پس پہلا لفظ عقد سے ماخوذ ہی اور دوسرا قعود سے پس دوسرے کے مکروہ ہونے مین تو کوئی شک نہین ہی کیونکہ وہ اللہ تعالی کی شان سے مستحیل ہی اور اسی طرح اول بھی مکروہ ہی مگر امام ابویوسف رح سے مروی ہی کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور اسی کو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہی کیونکہ حدیث مین آیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین فرماتے تھے کہ اللھم انی اسالک بمعقد العز من عرشک۔ مگر احوط یہی ہی کہ منع کیا جاوے اسواسطے کہ

یہ خبر واحد معارض القطعی ہی۔ اور اگر اپنی دعا مین بحق فلان یا بحق انبیائک یا اولیائک یا بحق رسلک یا بحق بیت اللہ یا بحق مشعر الحرام کہے تو مکروہ ہی اسواسطے کہ مخلوق کا کچھ حق اللہ تعالی پر نہین ہی کذا فی التبیین۔ اور یہ جائز ہی کہ یون کہے کہ بدعوۃ نبیک کذا فی الخلاصۃ اور دعاے ماذون و ماثور وہ ہی جو اللہ تعالے کے اس کلام پاک سے مستفاد ہی قال اللہ تعالی وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا یہ محیط مین ہی۔ اور دعا کرنے مین یہ افضل ہی کہ اپنی دونون ہتھیلیان پھیلا دے اور دونون کے درمیان جگہ کشادہ رکھے اگرچہ بہت قلیل ہو اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر نہ رکھے۔ اور اگر عذر یا سخت سردی کے وقت فقط کلمہ کی اُنگلی سے اشارہ کیا تو دونون ہتھیلیان پھیلانے کے قائم مقام ہی اور مستحب ہی کہ دعا کے وقت دونون ہاتھون کو اُٹھا کر سینے کے مقابل رکھے یہ قنیہ مین ہی اور دعا سے فارغ ہوکر اپنے ہاتھون کو مُنھ پر مل لینا بعض مشائخ نے کہا کہ کچھ نہین ہی اور بہت مشائخ نے اسکو معتبر رکھا ہی اور یہی صحیح ہی یون ہی خبر مین وارد ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور ابن ابی عمران سے منقول ہی کہ فرماتے تھے کہ استغفر اللہ و اتوب الیہ کہنا مکروہ ہی لیکن یون کہے کہ استغفر اللہ واسالہ التوبۃ اور طحاوی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ وہ جائز ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ماہ رمضان مین ختم قرآن کے وقت دعا مکروہ ہی لیکن یہ ایسی چیز ہی کہ اسپر فتوی نہ دیا جائیگا کذا فی خزانۃ الفتاوی جماعت کے ساتھ قرآن ختم ہونے کے وقت دعا مکروہ ہی اسواسطے کہ اسطرح دعا کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول نہین ہی۔ مصلے کو نچاہیے کہ جو دعا اُسکے دل مین آتی جاوے اُسکو مانگے بلکہ یہ چاہیے کہ نماز مین دعا مانگنے کے واسطے کوئی دعا یاد کرے اور نماز کے سوا اور حالت مین جو دعا دل مین آتی جاوے وہ دعا کرے اور کوئی دعا یاد نہ رکھے اسواسطے کہ دعا یاد کر لینے سے قلب کی رقت جاتی رہتی ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تجھے اللہ کی قسم تو ایسا کردے تو عمرو پر شرعا یہ فعل کرنا واجب نہین ہی اگرچہ یہ فعل کر دینا اولے ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر کہا کہ بحق اللہ تعالی یا بحق محمد علیہ السلام تو مجھے یہ دے دے تو شرعا اُسپر دیدینا واجب نہین ہی مگر بنظر مروت نہایت بہتر ہی کہ اُسکو دیدے اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ محمد بن الحنفیہ سے مروی ہی کہ دعا چار طرح کی ہی دعاے رغبت و دعاے رہبت و دعاے تضرع و دعاے خفیہ پس دعاے رغبت مین اپنی ہتھیلیان آسمان کی طرف کرے اور دعاے رہبت مین اپنی ہتھیلیون کی پشت اپنے مُنھ کی طرف رکھے۔ اور دعاے تضرع مین چھنگلیا اور اُسکے پاس کی اُنگلی بند کرلے اور بیچ کی اُنگلی اور انگوٹھے کے سرے ملا کر حلقہ بنا دے اور کلمہ کی اُنگلی سے اشارہ کرے۔ اور دعاے خفیہ وہ ہی کہ جو آدمی اپنے دل مین دعا کرتا ہی یہ مجموع الفتاوی مین حاکم شہید کی مختصر کی شرح سرخسی سے منقول ہی اگر کسی نے دعا کی حالانکہ اُسکا قلب بھولا ہوا ہی تو اگر وہ رقت قلب کے ساتھ دعا کرے تو افضل ہی۔ اور اسیطرح اگر بدون غفلت دل کے دعا نہ کرسکتا ہو تو بھی ترک دعا سے دعا کرنا افضل ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کوئی امام اس غرض سے کہ اُسکے ساتھ کی قوم سیکھ جاوے دعاے ماثورہ کے ساتھ بلند آواز سے دعا کرتا ہی تو کچھ ڈر نہین ہی۔ اور جب وہ لوگ سیکھ جاوین تو اسوقت قوم کا جہر کرنا بدعت ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر کسی واعظ نے منبر پر کسی دعاے ماثورہ کے ساتھ دعا کی اور قوم کے لوگ بھی اُسکے ساتھ یہی دعا کرتے ہین پس اگر قوم کی تعلیم کے واسطے ایسا ہو تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر اس غرض سے نہو تو مکروہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی

آواز سے تکبیر کہنا سوائے ایام تشریق کے کسی ایام مین مسنون نہین ہی لیکن بمقابلہ دشمنون وچورون کے مشروع ہی اور بعضے مشائخ نے آہستہ دلی اور تمام منجاوف کو انھین دونون پر قیاس کیا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ فقیہ ابوجعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم نے اپنا ورد ذکر کرکے بعد آواز سے تکبیر کہی تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر انھون نے اس تکبیر سے ادائے شکر کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہین ہی اور فرمایا کہ اگر نماز تمام ہوتے ہی معاً اسکے بعد تکبیر کہی تو مکروہ ہی اور یہ بدعت ہی۔ اور اگر رباطات مین تکبیر کہی تو مکروہ نہین ہی بشرطیکہ اس سے اظہار قوت مقصود ہو اور یہ مقام خوف کی جگہ ہو۔ اور اگر رباطات کی مسجدون مین تکبیر کہی اور یہ جگہ خوفناک نہین ہی تو مکروہ ہی اور فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ مین نے اپنے شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ابراہیم رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایام تشریق مین آواز سے بازار مین تکبیر کہنا کیسا ہی تو فرمایا کہ یہ جولاہون کی تکبیر ہی۔ اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ جائز ہی اور فقیہ کہتے ہین کہ مین بھی لوگون کو اس سے منع نہین کرتا ہون یہ محیط مین ہی۔ اللہ تعالے کے واسطے وعظ کہنے کی نیت سے اگر بیٹھے تو کچھ ڈر نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ واعظ نے اگر مجلس وعظ مین اپنے واسطے لوگون سے کچھ سوال کیا تو اسکو یہ حلال نہین ہی اسواسطے کہ اسنے علم سے دنیا حاصل کی یہ تاتارخانیہ مین خلاصہ سے منقول ہی۔ اور قرآن و وعظ سننے کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ ہی اور جو لوگ وجد ومحبت کا دعوے کرکے ایسا کرتے ہین اسکی کچھ اصل نہین ہی اور صوفی لوگ آواز بلند کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے سے منع کیے جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کافر نے دعا کی تو اسکی دعا کی نسبت کیا یہ کہہ سکتے ہین کہ اللہ تعالے اسکی دعا قبول کرے یا نہین تو فتاوے اہل سمرقند مین اس بارہ مین مشائخ کا اختلاف مذکور ہی کہ بعض نے جنمین سے ابوالحسن رستغفنی بھی ہین فرمایا کہ نہین جائز ہی اور بعضے مشائخ جنمین سے ابوالقاسم حاکم وابوطاہر الدبوسی ہین فرمایا کہ جائز ہی اور صدرالشہید نے کہا کہ یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اجناس مین امام رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ جنوبی کے لیے ثواب نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی اور اگر میت پر نماز کے واسطے لوگ مجتمع ہوگئے ہون پھر اسوقت ایک شخص کھڑا ہوکر میت کے حق مین دعا کرے اور اپنی آواز بلند کرے تو یہ مکروہ ہی اور زمانہ جاہلیت کے لوگ جنازہ پر حالت موجودہ کے موافق باتین کرنے مین جو میت کی تعریف مین حد سے زیادہ افراط کرتے تھے ویسا کرنا مکروہ ہی اور میت کی تعریف مکروہ نہین ہی بلکہ یہ مکروہ ہی کہ اسکی تعریف مین حد سے تجاوز کرکے ایسی باتین بیان کی جاوین جو اسمین نہ تھین یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے میت کی طرف سے صدقہ دیا اور اسکے حق مین دعا کی تو جائز ہی اور میت کو اسکا ثواب پہونچیگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔

پانچوان باب مسجد وقبلہ ومصحف بمعہ وجیز قرآن مجید لکھا ہو جیسے درم وکاغذ یا اللہ تعالی کا نام لکھا ہو ان سب کے آداب کے بیان مین۔ مسجد کو گچ وساج سے اور سونے کے پانی سے منقوش کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی مگر یہ مال فقیرون کی حوائج مین صرف کرنا اس سے افضل ہی کذا فی السراجیہ اور اسی پر فتوے ہی کذا فی المضمرات والمحیط اور مسجد مین گچ کاری کرنا اچھا ہی کیونکہ اسمین عمارت مسجد کی مضبوطی ہی کذا فی الاختیار شرح المختار اور ہمارے بعضے مشائخ نے محراب ودیوار قبلہ کو منقش کرنے کو

مکروہ جانا ہو کیونکہ یہ امر مصلی کے دل کو اپنی طرف مشغول کریگا اور فقیہ ابو جعفر نے شرح سیر کبیر مین ذکر کیا کہ دیوار کو منقش کرنا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مکروہ ہو اور چھت مین قلیل نقش کی اجازت ہو مگر کثیر مکروہ ہو یہ محیط مین ہو اگر نقش کی غرض سے سپیدی پر سیاہی پھیرے یا سیاہی پر سپیدی تو اسمین کچھ ڈر نہین ہو بشرطیکہ اپنے مال سے ہو اور اگر مال وقف سے ایسا کیا تو مستحسن نہین ہو کیونکہ یہ تضییع مال ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو۔ اور مسجد مین ایسی مٹی سے کمگل کرنا جو بجس پانی سے تر کی گئی ہو مکروہ ہو بخلاف اسکے آگ سے مین گوبر ڈالا گیا ہو تو ایسا نہین ہو بوجہ اسکے کہ اسمین ضرورت خاص ہو یعنے اس سے جو مطلب نکلتا ہو وہ دوسری چیز سے نہین حاصل ہو سکتا ہو یہ سراجیہ مین ہو۔ اپنے گھر کی چھت مین سونے وچاندی کے لگانے مین کچھ ڈر نہین ہو اور مسجد مین اپنے مال سے چاندی کے پانی سے نقش کرنے مین کچھ ڈر نہین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور خواب وغیرہ کی حالت مین عمداً قبلہ کی طرف پاؤن پھیلانا مکروہ ہو اسی طرح کتب شریعت کی طرف پاؤن پھیلانا بھی مکروہ ہو اسی طرح اپنی عورت سے جماع کرتے وقت ایسا کرنا بھی مکروہ ہو یہ محیط سرخسی مین ہو اگر قبلہ بجانب متوضی ہو تو مکروہ ہو یعنے مسجد کے قبلہ رخ آنکھون کے سامنے وہ چیز جو جہان وضو کا پانی مجتمع ہوتا ہو کذا فی السراجیہ مع توضیح۔ امام محمد نے فرمایا کہ قبلہ مسجد اگر بجانب مخرج وحمام وقبر ہو تو مین مکروہ جانتا ہون اور یہ جو امام محمد رح نے فرمایا کہ مین قبلہ مسجد کا حمام کی طرف ہونا مکروہ جانتا ہون اسکے معنی مین مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعضون نے فرمایا کہ امام محمد رح کی مراد دیوار حمام نہین ہو بلکہ مراد محل ہو یعنے وہ جگہ جسمین گرم پانی ریختہ ہوتا ہو اور اگر دیوار حمام کی طرف نماز پڑھی تو استقبال نجاسات نہین ہوتا ہو بلکہ ہتھیا یا مٹی جسکی دیوار ہو وہ سامنے ہوتی ہو اسی طرح جو امام محمد نے فرمایا کہ مخرج کی طرف قبلہ مسجد ہونا مکروہ جانتا ہون اسمین بھی مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعض نے کہا کہ نفس مخرج مراد ہو اور بعضون نے کہا کہ دیوار مراد ہو اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ جب مصلی اور ان جگہون کے درمیان مین کوئی دیوار یا سترہ نہو اور اگر ہوگا تو مکروہ نہین ہو دیوار فاصل ہو جائیگی پھر اگر مصلی اور ان جگہون کے درمیان مین سترہ نہو تو ان چیزون کو سامنے کرکے نماز پڑھنا فقط جماعت کی مسجدون مین مکروہ ہو اور گھرون کی مسجدون مین مکروہ نہین ہو یہ محیط مین ہو۔ قال المترجم گھر کی مسجد سے یہ مراد ہو کہ نیک لوگ اپنے اپنے گھرون کو قبرستان نہین بنانے بلکہ نوافل ادا کرنے کے واسطے کوئی جگہ مقرر کر لیتے ہین کہ اسکو پاک صاف رکھتے ہین مگر اسکو مسجد جماعت کا حکم حاصل نہین ہوتا ہو یعنے اُسمین نماز پڑھنے سے پچیس یا ستائیس رکعت کا ثواب ملے یا اُسمین جنابت کے ساتھ داخل نہو سکے وغیر ذلک کذا صرحوا بہ بلا خلاف فاحفظہ اور ہمارے مشائخ نے اس بات کو مکروہ جانا ہو کہ کوئی مرد یا عورت اپنے مقام پیشاب کو سورج یا چاند کے سامنے کرے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ قبلہ کی طرف نشانہ رکھکر تیر اندازی کرنا مکروہ ہو یہ سراجیہ مین ہو اگر مصلای عید وجنائز مین تیر اندازی کے واسطے کوئی نشانہ بنایا جاوے تو جائز ہو یہ قنیہ مین ہو۔ ہر مسلمان کے واسطے مندوب ہو کہ اپنے گھر مین ایسی جگہ بنالے جسمین نماز پڑھا کرے مگر اس جگہ کو علی الاطلاق حکم مسجد حاصل نہین ہوتا ہو کیونکہ وہ اُسکی ملک مین باقی رہتی ہو یہ محیط مین ہو۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر کوئی زمین غصب کرکے اُسکو مسجد یا حمام یا دکان بنایا تو اس مسجد مین نماز کے واسطے یا حمام مین نہانے کے واسطے یا دوکان مین

خریدنے کے واسطے جانے مین کچھ ڈر نہین ہی مگر حمام یا دوکان کو اجارہ پر لینا جائز نہین ہی **قال المترجم** صحیح بعض نے کہا کہ یہ مسجد بھی مالک کو اختیار ہی کہ زمین کو لیکر اپنی ملک مین داخل کرے یعنے مسجد کا حکم نہ دے قالہ جتہ بالظاہر - اور اگر کسی شخص کا دار غصب کرکے اُسکو مسجد بنایا تو کسی شخص کو اُسمین نماز کے واسطے جانا اور نماز پڑھنا روا نہین ہی اور اگر اُسکو مسجد جامع بنایا تو اُسمین جمعہ نہ پڑھا جائیگا اور اگر اُسکو یہ راستہ بنایا تو کسی کو اس راہ سے گذرنا جائز نہین ہی یہ مضمرات مین ہی - ایک شخص نے جنگل مین ایسی جگہ مسجد بنائی کہ جہان کوئی نہین رہتا ہی اور مسافر بھی کبھی کوئی بہت کم اُسطرف گذرتا ہی تو وہ مسجد نہو جائیگی کیونکہ اُسکے مسجد ہو جانے کی کوئی ضرورت نہین ہی یہ غرائب مین ہی **قال المترجم** لانا خذ بہ - اگر دار وقف مین سے مسجد مین جانے کا دروازہ ہو تو امام کو اس دروازہ مین سے ہوکر مسجد مین جانے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اور جو حجرہ مسجد کے واسطے وقف ہوا اُسمین موذن کو رہنا جائز ہی یہ غرائب مین ہی - ایک مدرس مسجد مین درس دیتا ہی اُسکا گھر دیوار مسجد سے متصل ہی خواہ یہ گھر مدرس کی ملک ہی یا کرایہ پر ہی پس آیا مدرس کو اختیار ہی کہ دیوار مسجد توڑ کر اپنے مال سے دروازہ خریدکر اُسمین لگا دے کہ مسجد کی طرف آمد رفت کا دروازہ ہو جاوے تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی اگرچہ اُسنے یہ کہدیا ہو کہ اگر دیوار مسجد مین کوئی نقصان ہوگا تو مین اُسکا ضامن ہون یہ جواہر اخلاطی مین ہی - مسجد مین درس دینا جائز ہی اگرچہ اسمین یہ لازم آتا ہی کہ جو بوریا و فرش مسجد کے واسطے وقف ہی وہ مستعمل ہوتا ہی یہ قنیہ مین ہی - شیخ فقیہ ابو جعفر ہندوانی رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نگاہبان مسجد (شکل دری وغالیچہ وغیرہ ۱۲) فنائے مسجد لوگون کی تجارت کے واسطے مباح کرتا ہی پس آیا اُسکو اسطرح مباح کرنے کا اختیار ہی تو فرمایا کہ اگر اسمین مسجد کے واسطے کوئی مصلحت ہو تو انشاء اللہ تعالے اسمین کچھ ڈر نہین ہی پھر شیخ موصوف رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر متولی مذکور نے فنائے مسجد مین تخت رکھے اور اُنکو لوگون کو اجارہ پر دیا کہ اُنپر بیٹھکر تجارت کرین اور اس مسجد کی فنا اُنکے واسطے مباح کردے پس آیا اُسکو یہ اختیار ہی تو فرمایا کہ اگر اسمین مصلحت مسجد ہو تو کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ رہگذر عام مسلمین نہو - اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ آیا فنائے مسجد وہ جگہ ہی جو اُسکی دیوار کے سامنے ہی یا فقط اُسکے دروازہ کا ظلہ ہی تو فرمایا کہ ظلہ مسجد کے سایہ مین جو جگہ ہو وہی فنائے مسجد ہی بشرطیکہ عام مسلمانون کی گذرگاہ نہو - شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر متولی مسجد نے فنائے مسجد مین کرسی و تخت رکھے اور لوگون کو اجارہ پر دیے تاکہ لوگ اُنپر تجارت کرین اور یہ کرایہ اپنی ذات پر صرف کیا یا امام مسجد کے واسطے دیا پس آیا اُسکو یہ اختیار ہی فرمایا کہ نہین - مولف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ ہمارے نزدیک اُسکو اختیار ہی کہ کرایہ جہان چاہے خرچ کرے کذا فی التاتارخانیہ نقلا عن الینبوعہ **قال المترجم** المختار عندی ما قال شمس الائمۃ الحلوانی - صلوۃ الاثر مین ہی کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک مسجد کے واسطے ایک دوکان لی گئی حالانکہ مسجد اور اس دوکان مین فاصلہ ہی بیچ مین راستہ ہی اور اسواسطے یہ دوکان لی گئی کہ گرمیون مین اس دوکان مین نماز پڑھی جاوے پس آیا اس دوکان مین نماز پڑھنے سے بھی اتنے گونہ ثواب ہوگا جتنے گونہ مسجد مین پڑھنے سے ہوتا ہی تو فرمایا کہ ہان کذا فی الذخیرہ اہل محلہ نے مسجد کو تقسیم کرلیا اور بیچ مین دیوار بنالی اور ہر گروہ نے علیحدہ اپنا امام مقرر کرلیا مگر موذن دونون کا ایک ہی رہا تو کچھ ڈر نہین ہی

مگر اولی یہ ہی کہ ہر گروہ کا موذن بھی الگ الگ ہو اور رکن الصباغی نے فرمایا کہ جسطرح یہ جائز ہی کہ محلے والے ایک مسجد کو دو مسجدین کرلین اسی طرح یہ بھی جائز ہی کہ اقامت جماعت کے واسطے دو مسجدون کو ایک کرلین مگر وعظ و درس کے واسطے ایسا نہین کرسکتے ہین اگرچہ وعظ و درس مسجد مین جائز ہی یہ قنیہ مین ہی۔ شیخ برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک دوکان ایک امام مسجد کے واسطے وقف کی گئی ہی وہ امام تین مہینے تک غائب رہا اور اپنی طرف سے ایک خلیفہ کر گیا کہ وہ لوگون کو نماز پڑھاتا تھا پھر آیا تو جتنی مدت تک غائب رہا ہی اتنی مدت کا کرایہ دوکان اُسکو لینا جائز ہی یا نہین تو فرمایا کہ اگر اُسنے یا اُسکے آدمی نے اُسکی اجازت سے دوکان مذکور کرایہ پر دی ہو تو کرایہ وصول کرسکتا ہی مگر اُسکو صدقہ کردے یہ تاتارخانیہ مین فتاوے سے نقل ہی۔ امام ابو حنیفہ سے دریافت کیا گیا کہ کسی معتکف کو فصد و حجامت کی حاجت ہوئی پس آیا وہ مسجد سے باہر آوے فرمایا کہ نہین اور لائی مین ہی کہ جو شخص مسجد مین آہستہ سے پاد تا ہی اُسکے بارہ مین اختلاف ہی بعضون نے فرمایا کہ خیر کچھ ڈر نہین ہی اور بعضون نے فرمایا کہ مسجد مین نہ پادے بلکہ جب ضرورت ہو تو باہر آجاوے اور یہی اصح ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور محدث کو مسجد کے اندر جانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہی اصح الفتوی لین ہی اور جو شخص معتکف نہو اُسکے واسطے مسجد مین سونا وکھانا مکروہ ہی لیکن جب ایسا کرنا چاہے تو اُسکو چاہیے کہ اعتکاف کی نیت کرے (یعنی ایک قول اس مین) اسمین داخل ہو اور اللہ تعالی کا ذکر کرے جتنا چاہے یا نماز پڑھے پھر جو چاہے وہ کرے یہ سراجیہ مین ہی۔ اور مسافر و صاحب دار کو روا ہی کہ مسجد مین سووے اور یہی مذہب صحیح ہی قال المترجم وہو الاوفق بالحدیث یعنے جسکا گھر موجود ہو وہ بھی مسجد مین خواب کرسکتا ہی وکان ابن عمر رضی اللہ عنہما یفعل ذلک کما فی صحیح البخاری اور احسن یہ ہی کہ تورع و پرہیزگاری اختیار کرے یعنے ایسا نہ کرے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ مسجد مین جو سوکھی گھاس مجتمع ہو اُس سے پانون رگڑ لینے مین کچھ ڈر نہین ہی۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصلوۃ مین ذکر فرمایا کہ جو ہمارے زمانہ مین لوگ مسجدون مین ہمیشہ آدمی بیٹھا ہوا ڈال رکھتے ہین اور اُس سے قدم رگڑ لیتے ہین یہ امامون کے نزدیک مکروہ ہی یہ محیط مین ہی۔ محراب کے اندر جو جگہ ہی وہ مسجد کے حکم مین ہی یہ غرائب مین ہی۔ اگر مسجد مین ابابیل یا جیگا ڈر کے گھونسلے ہون کہ یہ جانور مسجد مین پلید سیٹ گراتے ہون تو روا ہی کہ اُنکے گھونسلے مع اُنکے بچون کے نکال کر پھینکدے یہ ملتقط مین ہی۔ قال المترجم اصل کتاب مین عُش کا لفظ مذکور ہی اور وہ ایسے گھونسلے کو کہتے ہین جو لکڑیان جمع کرکے شاخ درخت پر لگاتا ہی و بنا بریں یہ حکم ایسے گھونسلے سے متعلق ہوگا جو مسجد مین کسی درخت پر ہو مگر ابابیل و جیگا ڈر اسطرح گھونسلا نہین لگاتا ہی پس ظاہر اوکر لینے سوراخ دیوار وغیرہ کا گھونسلا مراد ہی پس کچھ اشکال نہین ہی اور اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ان دونون جانورون کی بیٹ نجس غلیظ ہی ولکن فیہ وفیما ذکر من الحکم نظر فلیرجع الی المعتبرات۔ اور صلوۃ جلالی مین مذکور ہی کہ مسجد مین راستہ نہ بنالے باین طور کہ مسجد کے دو دروازہ ہون ایک دروازہ سے گھسکر دوسری طرف دروازے سے نکل جاوے یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور جوتا پہنے ہوئے مسجد مین جانا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور خاک مسجد کی کچھ حرمت نہین ہی جبکہ مجتمع ہو اور اُسکی حرمت ہی جبکہ بچھی ہوئی ہو یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص کو راہ مین سخت سردی پہونچی پس وہ ایک مسجد مین داخل ہوا جسمین غیر کی لکڑیان

رکھی ہوئی ہین اور یہ شخص سرمازدہ اگر آگ جلاکر نہین تاپتا ہو تو مرجاتا ہو تو غیر شخص کی لکڑیان جلانے سے مسجد کی لکڑیان جلانا اولےٰ ہو۔ اور عام فقیہ مین خوف کی وجہ سے اناج و دیگر اثاث البیت کو مسجد مین داخل کرنا جائز ہو یہ فقیہ مین ہو۔ ایک شخص جامع مسجد مین تعویذ فروخت کرتا ہو اور ان تعویذون مین توریت و انجیل و قرآن لکھتا ہو اور کہتا ہو کہ مجھے مال ہدیہ دے دو اور تعویذ لے لو تو اُسکو حلال نہین ہو یہ کبریٰ مین ہو اور دنیا کا ہر کام مسجد مین مکروہ ہو اور اگر معلم یا کاتب نے مسجد مین نشست اختیار کی پس اگر معلم حسبۃً للہ ثواب کے واسطے تعلیم دیتا ہو اور کاتب مذکور اپنے واسطے دین کے امور لکھتا ہو تو اسمین کچھ ڈر نہین ہو اور اگر یہ دونون اجرت پر ایسا کرتے ہون تو مکروہ ہو لیکن اگر دونون کو ضرورت پیش آئی ہو تو ایسا نہین ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ مسجد مین نکاح کا عقد باندھنا مستحب ہو مگر امام ظہیر الدین نے اسکے برخلاف اختیار کیا ہو۔ اور جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین داخل نہو یہ خزانۃ المفتیین مین ہو۔ ایک شخص بگذر کے طور پر مسجد مین داخل ہوا چاہتا ہو اپنے تاکہ مسجد سے ہوکر جلا جاوے پھر جب بیچ مسجد مین پہونچا تو اپنے فعل سے نادم ہوا تو بعض نے فرمایا کہ جس دروازے سے نکلنے کا قصد کیا تھا اُسکے سوائے دوسرے دروازے سے نکلے اور بعض نے فرمایا کہ نماز پڑھ لے پھر اُسکو اختیار ہو جدھر سے چاہے نکل جاوے۔ اور مجد الائمہ ترجمانی نے فرمایا کہ اگر محدث ہو تو جدھر سے آیا ہو اُسی راہ سے نکلے تاکہ جو جرم کیا ہو اُسپر اعلام ہو یہ قنیہ مین ہو۔ ایک شخص نے مسجد مین درخت جمایا پس اگر اسواسطے ہو کہ لوگ اُسکے سایہ سے نفع اُٹھاوین اور لوگون کو مسجد مین تنگی نہوتی ہو اور نہ صفین متفرق ہوتی ہون تو کچھ ڈر نہین ہو۔ اور اگر اُس شخص نے اُسکے پتون پھلون سے خود نفع اُٹھانے کے واسطے بویا ہو یا صفون کی تفریق لازم آتی ہو یا ایسی جگہ ہو جہان اس فعل سے مسجد کی مشابہت بیعہ وکنیسہ سے ہوئی جاتی ہو تو مکروہ ہو یہ غرائب مین ہو۔ مسجدون مین سے سب زیادہ حرمت مسجد الحرام یعنے کعبہ معظمہ کی ہو اُسکے بعد مسجد مدینہ یعنے مسجد نبوی علیہ الصلاۃ والسلام کی ہو پھر بیت المقدس کی پھر جامع مسجدون کی پھر محلون کی مسجدون کی پھر شارع عام مسجدون کی کہ انکا تب کم ہو حتے کہ اگر عام کی مسجدون کے واسطے کوئی امام معلوم و موذن نہو تو اُنمین کوئی اعتکاف نہین کرسکتا ہو پھر گھرون کی مسجدون کی حرمت ہو کہ انمین کسی کو اعتکاف کرنا جائز نہین ہو لیکن عورتون کو جائز ہو یہ قنیہ مین ہو فقیہ نے تنبیہ مین ذکر فرمایا کہ مسجد کی حرمت کی پندرہ باتین ہین اوّل یہ کہ جب مسجد مین داخل ہو پس اگر لوگ بیٹھے ہون پڑھنے و پڑھانے مین یا یاد الٰہی مین مشغول نہون تو اُنکو سلام کرے۔ اور اگر لوگ نماز مین ہون یا اُسمین کوئی نہو تو اُنپر کہے السلام علینا ومن علی عباد اللہ الصالحین دوم یہ کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ سوم یہ کہ اسمین خرید و فروخت کی گفتگو نکرے۔ چہارم یہ کہ اسمین ہلوار نہ کھینچے پنجم یہ کہ اُسمین گم شدہ کی جستجو نکرے۔ ششم یہ کہ سوائے ذکر اللہ تعالےٰ کے اُسمین آواز بلند نہ کرے۔ ہفتم یہ کہ اُسمین دنیا کی باتین نہ کرے۔ ہشتم یہ کہ کسی جگہ جا بیٹھنے کے واسطے لوگون کے سرون پر پھاند کر نہ جاوے۔ نہم یہ کہ جگہ کے واسطے کسی سے جھگڑا نہ کرے۔ دہم یہ کہ صف مین کسی شخص پر جگہ کی تنگی نہ کردے یازدہم یہ کہ کسی نمازی کے سامنے ہوکر نہ گذرے۔ دوازدہم یہ کہ مسجد مین تھوک نہ پھینکے۔ سیزدہم یہ کہ اُسمین

اسمین خنثیہ کے پیشاب کرنے کی ممانعت مین اختلاف ہو

یہ اسمین تواون کرنے کی ممانعت ہو

یہ اسمین بلند آواز سے ذکر کرنے کی ممانعت ہو

یہ اسمین بیع و شرا کی ممانعت ہو

اپنی انگلیان نہ چٹکاوے چہارم یہ کہ مسجد کو نجاستون اور چھوٹے بچون اور مجنون اور اقامۃ حدود سے پاک رکھے پانزدہم یہ کہ اسمین اللہ تعالی کی یاد زیادہ کرے یہ غرائب مین لکھا ہی۔ مسجد مین باتین کرنے کے واسطے بیٹھنا بالاتفاق مباح نہین ہی کیونکہ مسجد امور دنیا کے واسطے نہین بنائی گئی ہی اور خزانۃ الفقہ مین ایسی عبارت ہی جو اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ دنیا کی باتون مین جو کلام مباح ہی وہ بھی مسجد مین حرام ہی اور فرمایا کہ اسمین دنیا کا کلام بالکل نہ کرے اور صلوۃ جلالی مین لکھا ہی کہ دنیا کی مباح باتین مسجد مین جائز ہین اگرچہ اولی یہی ہی کہ اللہ تعالی کی یاد مین مشغول ہو کذا فی التمرتاشی وقال المترجم وہو الصحیح المختار عندی واللہ اعلم۔ اگر مسجد مین جگہ تنگ ہو گئی تو مصلی کو یعنے جو نماز مین داخل ہونا چاہتا ہی یہ اختیار ہی کہ جو شخص اسمین بیٹھا ہی اسکو اپنی نماز پڑھنے کے واسطے اسکی جگہ سے اٹھا دے اگرچہ وہ شخص یاد الہی یا درس یا قرأۃ قرآن مین مشغول ہو یا اعتکاف مین ہو۔ اسی طرح اگر محلہ والے نمازیون کے واسطے مسجد محلہ نے تنگی کی یعنے محلہ کی مسجد مین محلہ والے نہین سماتے ہین تو محلہ والون کو اختیار ہی کہ جو شخص اس محلہ کا نہین ہی اسکو اس مسجد مین نماز سے منع کرین یہ قنیہ مین ہی۔ اور ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہی اسی وجہ سے شدت گرمی مین مسجد کے اوپر جاکر جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہی لیکن اگر مسجد تنگ ہو اور مصلی نیچے نہ سما دین تو ضرورت کی وجہ سے اسکی چھت پر چڑھنا مکروہ نہین ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور وقف کی آمدنی سے مسجد کا منارہ بنانے مین یہ حکم ہی کہ اگر منارہ کی تعمیر مین مسجد کے واسطے مصلحت ہو مثلاً سب لوگون کو اذان کی آواز منارہ پر سے سنائی دیوے تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر مصلحت نہو مثلاً سب اہل مسجد بدون منارہ کے آواز اذان سنتے ہون تو نہین جائز ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور متولی وقف کو جائز نہین ہی کہ استوانون مین لٹکانے کے واسطے مصلیات خریدے اور نماز کے واسطے جائز ہی مگر استوانون مین لٹکائے نہ جاوینگے اور دوسری مسجد کے واسطے اسکا عاریت دینا جائز نہین ہی۔ مین کہتا ہون کہ یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب وقف کرنے کا حال معلوم نہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ اسنے حکم دیا ہی کہ مصلیات استوانون مین لٹکائے جاوین اور اسمین درس کی اجازت دی ہو اور درس کے واسطے اسکو بنایا ہو اور عادت جاری سمائنہ کی گئی ہو کہ جن مسجدون مین درس دیا جاتا ہی انمین استوانون سے لٹکائی جاتی ہین تو متولی کو جائز ہی کہ جب مصلیات کی ضرورت ہو تو مسجد کی مصلحت کے واسطے انکو مال وقف سے خریدے اور انشاء اللہ تعالی ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ مسجد کے چراغ سے کتاب پڑھانا جائز ہی یا نہین پس حکم یہ ہی کہ اگر چراغ نماز پڑھنے کے واسطے جل رہا ہو تو کچھ ڈر نہین ہی اور یون ہی جلتا ہو نماز کے واسطے نہ جلتا ہو مثلاً وہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے ہون پس اگر تہائی رات گئے تک جلتا رکھا تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر تہائی رات سے زیادہ تاخیر کی تو اسکو یہ اختیار نہین ہی یہ کتاب الیسبہ مضمرات مین ہی۔ ایک متعلم یعنے طالب علم نے مسجد کی کولان مین سے لیکر اپنی کتاب مین نشانی رکھی تو یہ غصب ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور جس کاغذ مین اللہ تعالے کا نام لکھا ہو اسمین کوئی چیز لپیٹنا کر باندھنا مکروہ ہی خواہ نام لکھا ہو اندر کی طرف ہو یا باہر کی طرف ہو بخلاف ایسی تھیلی کے کہ جسپر اللہ تعالی کا نام ہو کہ اسمین درم وغیرہ رکھنا مکروہ نہین ہی یہ ملتقط مین ہی۔ اگر اللہ تعالی کا نام لکھا پھر اسکو اپنے نہالی کے نیچے جسپر لوگ بیٹھتے ہین رکھدیا تو بعض نے

غرضیاکہ مکروہ ہی اور بعض نے یون کہا کہ مکروہ نہین ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر بیت مین رکھا تو اُسکی چھت پر سونا روا ہی پس ایسا ہی یہان ہی کذا فی المحیط قال المترجم انما العبرۃ فی الاداب للعرف وہاذکرمن مسئلۃ البیت لیس فی العرف مثل ما نحن فیہ فی حق الادب فالمتاع عندی ہوالاول واللہ اعلم - اور ایسے کاغذ مین جسمین کچھ فقہ لکھی ہو کوئی چیز لپیٹنا نہین جائز ہی اور اگر علم کلام مین سے کچھ لکھا ہو تو اولے یہ ہی کہ نہ لپیٹے اور اگر طب لکھی ہو تو لپیٹنا جائز ہی - اور اگر اسمین اللہ تعالے کا نام یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ہو تو لپیٹنے کے واسطے اُس نام پاک کا محو کرنا جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - اور اگر کسی تختۂ لوح سے جسمین قرآن لکھا تھا قرآن محو کر دیا اور اُسکو دنیا کے کام مین استعمال کیا تو جائز ہی اور اللہ تعالے کا نام تھوک سے مٹانے سے ممانعت آئی ہی یہ غرائب مین ہی اور کچھ تھوڑی تحریر کا تھوک سے مٹانا جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - شیخ ابوالحامد سے دریافت کیا گیا کہ اکثر اوراق لوگ ایسے کاغذ سے جسمین اخبار وتعلیقات ہین دفتی بناتے ہین تو فرمایا کہ اگر قرآن شریف کی یا کتب فقہ وتفسیر کی دفتی بناتے ہون تو ڈر نہین ہی اور اگر ادب ونجوم کی کتابون کی دفتی بناتے ہون تو اُنکے حق مین یہ مکروہ ہی یہ غرائب مین ہی - حاکم رح نے امام رح سے نقل کیا کہ امام رح ولیمہ کی دعوت مین اُنگلیان صاف کرنے مین کاغذ کا استعمال مکروہ جانتے تھے اور اسمین تشدد کرتے تھے اور لوگون کو اس فعل سے بہت جھڑکتے تھے یہ محیط مین ہی - ایک طالب علم کے خریطہ مین حدیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کی کتاب ہی - یا امام ابوحنیفہ یا غیر کی فقہ کی کتاب ہی اُسکو وہ سر کے نیچے رکھتا ہی پس اگر اُسنے بقصد حفاظت سر کے نیچے رکھکر سونا اختیار کیا ہی تو مکروہ نہین ہی ورنہ مکروہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور ایسی کتاب کا جسمین احادیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام ہین سر کے نیچے تکیہ بنانا نہین جائز ہی الا اُس صورت مین کہ اُسکی حفاظت کے قصد سے ایسا کیا ہو یہ ملتقط مین ہی - اور سفر مین قرآن شریف کو سر کے نیچے رکھنا اگر بقصد حفاظت ہو تو ڈر نہین ہی اور اگر بقصد حفاظت نہو تو مکروہ ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی - اور جس کوٹھری مین قرآن شریف پردہ کے ساتھ رکھا ہی اُسمین عورت سے جماع کرنا جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - ایک شخص نے قرآن شریف اپنے گھر مین رکھ لیا ہی اُسکو پڑھتا نہین ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے خیر وبرکت کی نیت سے ایسا کیا ہی تو گنہگار نہوگا بلکہ امید ہی کہ اُسکو ثواب ملے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر سواری کے جانور پر جوال مین مصحف مجید یا شریعت کی کتابین رکھکر لادی ہین اور جوال پر آپ سوار ہو بیٹھا تو مکروہ نہین ہی یہ محیط مین ہی مصحف مجید کی طرف ٹانگین پھیلانا مکروہ نہین ہی بشرطیکہ مصحف واُسکی ٹانگون مین محاذات نہو یعنے مقابل نہون اسی طرح اگر مصحف مجید کھونٹی مین لٹکا ہو اور اُسنے اسی طرف ٹانگین پھیلائین تو بھی مکروہ نہین ہی یہ غرائب مین ہی - ایک شخص کے پاس ایک بورا ہی جسمین ایسے درم ہین جنمین قرآن مجید کی آیت لکھی ہی یا اُسمین فقہ یا تفسیر کی کتابین یا مصحف مجید ہی اور وہ شخص اس بورے پر بیٹھا یا سورہا پس اگر بقصد حفاظت اُسنے ایسا کیا ہی تو خیر کچھ ڈر نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے قرآن شریف پر اپنا پاؤن رکھا پس اگر بطریق استخفاف ہو تو کافر ہو جائیگا ورنہ کفر کا فتوی ندیا جائیگا یہ غرائب مین ہی درمون پر اللہ تعالی کا نام لکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی اسواسطے کہ صاحب درم کا قصد علامت ہی نہ اہانت

اخبار وفرادی اصحابہ رضی اللہ عنہم علیہ السلام یا آثار صحابہ واقوال تابعین رحمہم اللہ ۱۲ منہ

کذا فی جواہر الاخلاطی قلت ہذا التوجیہ لیس الشئی لان غایۃ مایلزم انہ لایکفر لعدم الاستخفاف والاہانۃ واما انہ لایاثم بذلک فلیس فیہ مایدل علیہ فافہم - اگر اپنی انگوٹھی پر اپنا نام یا اللہ تعالی کا نام یا اللہ تعالے کے ناموں مین سے کوئی نام جیسے حسبی اللہ ونعم الوکیل یا ربی اللہ یا نعم القادر اللہ نقش کیا تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور جن پیسون پر اللہ تعالی کا نام ہو انکو ہاتھ مین پکڑنا ایسے شخص کے حق مین مکروہ ہی جو طہارت کے ساتھ نہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور نوادر بن سماعہ مین ہی کہ اگر کسی شخص بے وضو کے پاس ایسے درم کسی کپڑے مین لپٹے ہوئے ہون تو کچھ ڈر نہین ہی یہ حاوی مین ہی - فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی آستین مین کتاب ہی وہ پیشاب کرنے کو بیٹھ گیا پس آیا یہ مکروہ ہی فرمایا کہ اگر کتاب کو پیخانہ مین اپنے ساتھ لے گیا تو مکروہ ہی اور اگر کسی پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہین ہی - اسی طرح اگر اسکے پاس اللہ تعالے کے نام لکھے ہوئے درم ہون یا کچھ قرآن کی آیت اُنپر لکھی ہو پس اگر اپنے ساتھ پیخانہ مین لے گیا تو مکروہ ہی اور اگر کسی پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہین ہی اسیطرح اگر اسکے پاس انگوٹھی مین قرآن کی آیت یا اللہ تعالی کا نام لکھا ہو پس اگر اسکو پیخانہ مین لے گیا تو مکروہ ہی اور اگر پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہین ہی یہ محیط مین ہی - اگر قرآن کو چہار دیواری و دیواروں پر لکھا تو بعضون نے فرمایا کہ امید ہی کہ جائز ہووے اور بعضون نے مکروہ جانا کر بدین خوف کہ شاید گر پڑنے کے بعد لوگون کے پیرون کے نیچے آویگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - جو چیز فرش وبچھونا بنائی جاتی ہی اُسپر قرآن شریف لکھنا مکروہ ہی یہ غرایب مین ہی - بچھونا یا مصلے جسپر یہ لفظ لکھا ہو کہ الملک للہ اُسکا بچھانا واُسپر بیٹھنا واستعمال کرنا مکروہ ہی وعلی ہذا مشائخ نے فرمایا کہ ورقون کے بیچ مین بفید حکمہ کاغذ کا جسمین اللہ تعالی کا نام لکھا ہی نشانی بناکر رکھنا مکروہ ہی کہ اسمین اللہ تعالی کے نام پاک کی بے توقیری ہی اور اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے کاٹ دیا اور بچھونے یا مصلے مین سیا تے کہ کلمہ متصل نہ رہا تو کراہت ساقط نہوگی اسی طرح اگر ان دونون پر فقط الملک ہو تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر تنہا الف وتنہا لام ہو تو بھی یہی حکم ہی ہ کبری مین ہی - اگر فرعون یا ابوجہل کا نام کسی نشانہ پر لکھکر اُسپر تیراندازی کی تو مکروہ ہی کیونکہ ان حروف کی حرمت ہی یہ سراجیہ مین ہی حسن نے امام اعظم رحمہ سے روایت کی کہ مصحف کو چھوٹا کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ ہی اور یہی امام ابویوسف کا قول ہی اور حسن نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ شاید امام رحمہ اللہ کی مراد اس سے یہ ہی کہ مکروہ تنزیہی ہی یہ مراد نہین ہی کہ ایسا کرنے سے گنہگار رہوگا - اور جو شخص قرآن شریف لکھنا چاہے اُسکو چاہیئے کہ اچھے خط سے اچھے ورق پر سپید کاغذ پر موٹے قلم سے جلد اور روشنائی سے لکھے اور ہر دو سطر مین زیادہ جگہ چھوڑے اور حروف پُرکار لکھے اور مصحف مجید کی ضخامت بڑھا دے اور سوائے کلام مجید کے اور باتون سے جیسے تفسیر وذکر آیات وعلامات وقف سے مجرد رکھے تاکہ نظم کلامات مین خلل نہو محفوظ رہے جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مصحف مجید تھا کذا فی القنیہ - اور تفسیر کے [illegible] ہی ہین کہ ہر دس آیت کے بعد نشان دے اور بیان کیا گیا ہی کہ قرآن مجید مین چھ سو تینتیس ۶۳۳ عاشرہ ہین - یہ سراج الوہاج مین ہی - اور سورتون کے نام اور آیتون کی تعداد لکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہ اگرچہ بدعت ہی مگر بدعت حسنہ ہی اور بہت چیزین ہین محدث ہین مگر بدعت حسنہ ہین اور بہت چیزین بوجہ اختلاف مکان

وزبان کے مختلف ہوتی ہین یہ جواہر اخلاطی مین ہی- اور ابو الحسن فرماتے تھے کہ تراجم سور مین جنکے لکھنے کی عادت جاری ہی اُنکے لکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی جیسا کہ سورتون کے اول مین فصل کے واسطے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھتے ہین یہ سراج الوہاج مین ہی- اور مصحف کو سنہرا اور روپہلا کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ یہ سب مکروہ ہی اور مشائخ نے امام محمد کے قول مین اختلاف کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ مین نصرانی کو فقہ و قرآن سکھلاؤنگا شاید وہ راہ راست پر آجاوے مگر مصحف کو نصرانی نہ چھوویگا اور اگر اُسنے غسل کرکے پھر چھوا تو کچھ ڈر نہین ہی یہ ملتقط مین ہی- مصحف مجید اگر کہنہ ہوجاوے کہ اُس سے تلاوت نہ کی جاسکے اور اُسکی اضاعت کا خوف ہو تو پاک کپڑے مین لپیٹ کر دفن کردیا جاوے اور دفن کرنا بہ نسبت ایسی جگہ رکھنے کے جہان اُسپر نجاست پڑجانے کا خوف ہو یا اسکے مثل کوئی بات کا خوف ہو بہتر ہی اور دفن کرنے کے واسطے لحد بنائی جاوے کیونکہ اگر شق بنائی جاویگی اور دفن کیا جاویگا تو مٹی ڈالنے مین مٹی اُسپر پڑیگی اور اسمین ایک گونہ تحقیر ہی لیکن اگر پہلے چھت دیکر یعنے بنگلے لگا کر دفن کیا جاوے تاکہ مٹی اُسپر نہ پہونچے تو یہ بھی اچھا ہی یہ غرائب مین ہی- مصحف اگر کہنہ ہوگیا کہ اُس سے تلاوت نہین کرسکتے ہین تو اُسکو آگ سے نہ جلایا جاوے اس حکم کی طرف امام محمد رح نے سیر کبیر مین اشارہ کیا ہی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین کذا فی الذخیرہ- اور جو مصحف کہنہ ہوگیا ایسا نرہا کہ اُس سے تلاوت ممکن ہو تو یہ نہین جائز ہی کہ اُس سے دوسرے قرآن کی دفتی بنائی جاوے یہ قنیہ مین ہی- لغت و نحو قسم واحد ہی پس ایک کو دوسرے پر رکھنا روا ہی اور کتاب تعبیر ان دونون سے بلند مرتبہ ہی اور کلام اس سے بلند مرتبہ ہی اور کتب اخبار یعنے احادیث و مواعظ و دعوات مرویہ[ف۵] اس سے بلند مرتبہ ہین اور تفسیر جسمین آیات لکھی ہوئی ہین کتب قرا سے بلند مرتبہ ہی- حالوت یا قالوت جسمین نصائح ۱۲ دعائین ۱۲ کتابین ہین تو ادب یہ ہی کہ اُنپر کپڑے نہ رکھے- نیا کلک کا نیزہ جو استعمال مین نہ آیا ہو اُسکو تیر اندازی کے طور پھینکنا جائز ہی اور جو مستعمل ہو اُس سے تیر اندازی نہ کرے کیونکہ وہ لائق احترام ہی جیسے مسجد کی خشک گھاس اور اُسکا جھاڑا ہوا کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالنا چاہیے جو مخل تعظیم ہو یہ قنیہ مین ہی- اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ امام رحمہ اللہ مکہ کا جوار اور مکہ مین اقامت اختیار کرنا مکروہ جانتے تھے کذا فی الذخیرہ

چھٹا باب - مسابقہ کے بیان مین- **قال المترجم** مسابقہ لغت مین بمعنی باکسے پیشی گرفتن یعنی دوڑنے مین کسی سے آگے نکل جانا مگر یہان عام معنی مراد ہین خواہ آدمی ہو یا غیر ہو و سیعلم فیما یتلی علیک- سباق چار چیزون مین جائز ہی خف یعنے اونٹ مین یعنے اونٹ دوڑانے مین اور حافر یعنے گھوڑے وغیرہ مین اور نصل یعنے تیر اندازی مین اور قدم چلنے یعنے دوڑ مین اور اسکا جواز جبھی ہی کہ جب بدل ایک ہی طرف سے ہو اور معلوم ہو مثلاً یون کہا کہ اگر تو مجھسے سبقت لے گیا تو تیرے واسطے مجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر مین تجھسے سبقت لے گیا تو میرا تجھپر کچھ نہوگا یا اسکے برعکس شرط لگائی اور اگر دونون طرف سے بدل قرار دیا تو یہ جوا ہی حرام ہی لیکن اگر دونون نے تیسرے محلل کو داخل کرلیا مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ اگر مین سبقت لے گیا تو میرے واسطے تجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر تو سبقت لے گیا تو تیرے واسطے مجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر یہ تیسرا شخص یعنے خالد مثلاً سبقت لے گیا تو اُسکے واسطے کچھ نہوگا اور اس مقام پر جائز سے یہ مراد ہی کہ بدل حلال ہوگا اور یہ مراد نہین ہی کہ استحقاق حاصل ہوگا

ف۵ یہ مراد نہین ہی کہ نعوذ باللہ اُنکی بےتعظیمی کی وجہ سے ہو بلکہ یہ مراد ہی کہ اُنکا بےتعظیم ہو سکتا ہی ۱۲ منہ

ف۵ جو روایت کی گئی ہین ۱۲

اگر مجلس عقد مین پایا اور مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو سلم جائز نہوگی اور اگر اُنکو واپس کرکے بجاے اُنکے اسی مجلس مین کھرے درم لے لیے تو جائز ہی کذا فی المحیط اور اگر اُنکو زیوف یا بہرہ پایا اور مجلس عقد مین ہی ایسا ہوا پس اگر مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو جائز ہی اور اگر واپس کرکے اسی مجلس مین بدل لیے تو جائز ہی اور اگر بدلنے سے پہلے جدا ہوگئے تو سلم باطل ہوجاویگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اگر اُن درہون مین سے کچھ درم ایسے پائے جنکا کوئی مستحق ہی اور یہ مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر مستحق نے اجازت دیدی اور وہ راس المال موجود ہی تو بیع جائز ہوگی اور اگر نہ اجازت دی تو بالاتفاق بقدر اُسکے سلم باطل ہوجاویگی اور اگر کچھ درم اُنمین سے مستوق پائے اور یہ مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہوا تو بقدر اُسکے سلم باطل ہوجاویگی خواہ یہ تھوڑے ہون یا بہت ہون خواہ مسلم الیہ نے چشم پوشی کی ہو یا واپس کردیا ہو خواہ بجاے اُنکے بدل لیے ہون یا نہ بدلے ہون اور مجلس کے بعد پھر قبضہ کرنے سے پوری سلم جائز نہو جاویگی کذا فی المحیط - اور اگر اُنمین سے کچھ درم زیوف پائے اور یہ جدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر اُنسے چشم پوشی کی تو جائز ہی اور اگر واپس کیا تو بالاجماع اگر اُسنے واپسی کی مجلس مین نہ بدلے تو بقدر واپس کیے ہوئے کے سلم باطل ہوجاویگی اور اگر واپسی کی مجلس مین بجاے اُنکے بدل لیے تو روایت استحسان کے موافق اگر واپس کیے ہوئے تھوڑے ہون تو باطل نہوگی اور اسی کو ہمارے علمانے لیا ہی اور اگر بہت ہون تو امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہوجاویگی اور صاحبین کے نزدیک استحساناً باطل نہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - پھر روایت ظاہرہ مشہورہ مین بالاتفاق امام اعظم سے مروی ہی کہ جو نصف سے زیادہ ہی وہ بہت ہی اور نصف کے باب مین دو روایتین آئی ہین اور ایک روایت مین آیا ہی کہ نہائی بہت ہی اور یہی روایت اصح اور احوط ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اور جامع مین لکھا ہی - کہ نصیر رح روایت کرتے ہین کہ شہداؒ فرماتے تھے اگر مسلم الیہ بعد جدا ہونے کے درہون کو زیوف پاوے تو چاہیے کہ بدل کو پہلے لے لے پھر زیوف کو واپس کرے اور فقیہ نے فرمایا کہ ایسا کرنا احتیاط ہی پس اگر اُسنے زیوف کو واپس کیا اور پھر جدا ہونے سے پہلے بدل کو لے لیا تو بھی ہمارے علما کے نزدیک جائز ہی بشرطیکہ یہ زیوف نصف سے کم ہون یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اور اگر مسلم الیہ کے ذمہ راس المال کے برابر رب السلم کا قرضہ ہو تو اسکی دو صورتین ہین یا یہ قرضہ بسبب عقد کے لازم آیا ہی یا قبضہ کرنے سے لازم آیا ہی پس اگر عقد کی وجہ سے لازم آیا تو اسکی بھی دو صورتین ہین یا یہ عقد اس عقد سلم سے پہلے ہی یا اسکے بعد ہی پس اگر عقد سلم سے پہلے کا عقد ہو مثلاً رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ کوئی کپڑا دس درم مین بیچا تھا اور درہم پر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ اسکو دس درم سلم کے گیہون دینے کے واسطے عقد کیا پس اگر دونون اپنا اپنا قرضہ برابر بھی لین یا بدلا کر لینے پر راضی ہوجاوین تو بدلا ہوجاویگا اور اگر ایک نے انکار کیا تو بدلا نہوگا اور یہ استحسان ہی اور اگر بسبب ایسے عقد کے لازم آیا جو عقد سلم سے پیچھے ہی تو بدلا نہین ہوسکتا ہی اگرچہ دونون باہم بدلا کرنا چاہین اور اگر وہ قرضہ بسبب قبضہ کے لازم آیا ہی مثلاً مسلم الیہ نے غصب کرلیا تو وہ قرضہ بدلا ہوجاویگا خواہ وہ دونون اُسکو بدلا کرین یا نہ کرین بشرطیکہ دوسرا قرضہ اس عقد سے پیچھے ہوا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ دونون قرضہ برابر ہون اور اگر زیادتی ہوا اور ایک نقصان پر راضی ہو دوسرا انکار کرے تو دیکھا جاویگا کہ اگر زیادتی والا انکار کرتا ہی تو بدلا نہوگا اور اگر کمی والا انکار کرتا ہی

۷ فتاوی قاضی خان بر حاشیہ ہندیہ جلد سوم ص ۲۰۲ سطر ۲۰ تا ۲۱

تو بدلا ہو جاویگا یہ بدائع مین لکھا ہی - امام رح نے زیادات مین لکھا ہی کہ کسی نے دوسرے کو بیع سلم مین سو درم ایک کُر درمیانی گیہون کے عوض ایک میعاد معلوم تک کے واسطے دیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ ایک غلام بعوض ایک کُر درمیانی گیہون کے جو مثل مسلم فیہ کے ہین فروخت کیا اور اُس کُر پر قبضہ کر لیا اور غلام اُسکے سپرد نہ کیا یہان تک کہ بسبب غلام کے مرنے کے یا خیار شرط کے یا خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے یا بدون حکم کے قبضہ سے پہلے غلام کی واپسی کی وجہ سے یا قبضہ کے بعد قاضی کے حکم سے واپسی کی وجہ سے عقد بیع ہر طرح سے سب لوگون کے حق مین ٹوٹ گیا تو رب السلم پر واجب ہوگا کہ وہ کُر جو اُسنے غلام کا ثمن لیا ہی وہ غلام کی بیع فسخ ہونے کی وجہ سے مسلم الیہ کو واپس کرے پس اگر غلام بیچنے والے نے یعنے رب السلم نے کہا کہ مین وہ کُر رہنے دیتا ہون اور اُسکا مثل پھیر دیگا تو اسکو یہ اختیار ہوگا پس اگر رب السلم نے وہ کُر جو غلام کا ثمن ہی واپس نہ کیا یہان تک کہ بیع سلم کی میعاد آگئی تو وہ کُر مسلم فیہ کا قصاص ہو جاویگا خواہ دونون بدلا کرین یا نہ کرین اور ایسے ہی اگر دونون مین غلام کی عقد بیع عقد سلم سے پہلے واقع ہوئی لیکن وہ کُر جو ثمن ہی بعد عقد سلم کے قبضہ مین آیا پھر انھین سببون سے جو ہمنے ذکر کیے عقد بیع دونون مین فسخ ہو گیا تو بیع سلم کی مدت آجانے کے وقت وہ کُر جو غلام کا ثمن ہی مسلم فیہ کا بدلا ہو جاویگا اور اگر غلام کے خریدار نے کہ جو مسلم الیہ ہی اُس غلام کو قبضہ کے بعد باہمی رضامندی سے واپس کیا یا اقالہ کر لیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہا تو وہ کُر جو ثمن ہی دونون صورتون مین سلم کا بدلا ہوگا خواہ وہ دونون بدلا کرین یا نہ کرین اور اگر عقد سلم سے پہلے عقد بیع واقع ہوا اور اُسنے گیہون پر قبضہ کر لیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہی تو وہ کُر جو غلام کا ثمن ہی سلم کا بدلا ہوگا اگرچہ دونون بدلا کرین محیط مین لکھا ہی - اور اگر رب السلم پر کوئی ایسا قرضہ ہو کہ جو بسبب قبضہ ضمون کے ضمانت مین ہو گیا ہو جیسے کہ مسلم الیہ کی کوئی چیز بعد سلم کے غصب کر لی تو ایسا قرضہ بدلا ہو جاویگا اور اگر عقد سلم سے پہلے غصب کی اور وہ اُسکے پاس موجود ہی یہان تک کہ سلم کی میعاد آگئی پس بدلا کرنے سے بدلا ہو جاویگا خواہ وہ دونون مسافر ہون یا نہون بشرطیکہ وہ مسلم فیہ کے مانند ہو اور اگر عقد سلم سے پہلے یا بعد ایک کُر رب السلم کے پاس ودیعت ہو پھر مسلم الیہ نے اُسکو بدلا کرنا چاہا تو بدلا نہوگا مگر اُسصورت مین کہ کُر دونون کے سامنے موجود ہو یا رب السلم اُسپر دوبارہ قبضہ کرلے اور اگر سلم کی میعاد آنے سے پہلے بعد عقد کے ایک کُر غصب کیا پھر میعاد آگئی تو بدلا ہو جاویگا اور اگر عقد سلم سے پہلے غصب واقع ہوا تو بدلا کرنے سے بدلا ہوگا اور یہ سب اُسوقت ہی کہ جب مسلم فیہ کے مانند ہو اگر اُس سے جید یا کمتر ہوگا تو جید کی صورت مین بدلا نہوگا لیکن اگر مسلم الیہ راضی ہو جاوے تو بدلا ہو جاویگا اور گھٹیا کی صورت مین بھی رب السلم کی رضامندی سے بدلا ہوگا یہ حاوے مین لکھا ہی - زید نے عمر کو سو درم ایک کُر کی سلم مین دیے پھر عمر نے زید سے ایک کُر اُسکے مانند بعوض دو سو درم کے میعادی اُدھار پر خرید کر کے قبضہ کر لیا پس اگر کُر اُسکے پاس ہی اور رب السلم نے چاہا کہ مسلم فیہ کے عوض اُسپر قبضہ کرلے تو جائز نہین ہی اور اگر اُسنے قبضہ کر لیا اور اُسکو پسند آیا تو اُسکو اُسکے مانند دینا واجب ہوگا اور یہ واجب سلم کا بدلا نہو جاویگا اگرچہ دونون اُسپر راضی ہو جاوین پس اگر مسلم الیہ نے ضمان لے لی پھر مسلم فیہ کے عوض اُسکو ادا کیا تو جائز ہی اور اگر اُسنے نہ لیا یا لیکن اُسمین اُسکے پاس عیب آگیا تو مسلم الیہ کو اختیار ہی کہ چاہے اُسکو لے یا اُسکی ضمان لے پس اگر اُسکا مثل ضمان مین لیا تو بدلا نہوگا اور اگر لیکر پھر ادا کر دیا تو جائز ہی اور اگر

نہ لے کر اقتضا کیا تو صرف اختیار سے بدلا نہوگا ۱۲

اُس کر کا بعینہ لینا اختیار کیا اور واپس نہ لیا پھر اُسکو بلا کیا تو جائز ہی بشرطیکہ دونون اُسپر راضی ہو جاوین اور اگر بدلا کر لینے پر دونون نے صلح کی پہلے اِس سے کہ مسلم الیہ کسی چیز کو اختیار کرے تو امام محمد رحمہ نے کتاب مین اسکو ذکر نہین کیا ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہی آور اگر اُسنے بدلا نہ کیا اور مسلم الیہ نے وہ عبیدار کر لے لیا پھر رب السلم نے اُسکو غصب کر لیا اور راضی ہوا تو یہ بدلا ہو جاویگا اور مسلم الیہ کی رضامندی نہ دیکھی جاویگی اور اگر مسلم الیہ سے وہ کر کسی اجنبی نے غصب کر لیا پھر مسلم الیہ نے رب السلم کو غاصب پر اُتار دیا کہ اُس سے لیکر مسلم مین قبضہ کرے تو یہ جائز نہین اور حوالہ کرنا باطل ہی پس اگر وہ اجنبی کے پاس عبیدار ہوا اور رب السلم اس سے راضی ہی تو جائز ہو گا اور ایسے ہی اگر وہ گر کسی اجنبی کے پاس ودیعت ہوا اور رب السلم اُس سے راضی ہو جاوے تو بھی یہی حکم ہو گا لیکن فرق یہ ہی کہ غصب کی صورت مین اگر وہ گر قبضہ سے پہلے تلف ہو جاوے تو حوالہ باطل نہو گا اور ودیعت کی صورت مین باطل ہو جاویگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ کسی نے دوسرے سے ترچھوارہ کی ایک قفیز مین سلم ٹھہرائی اور اُسکی میعاد اُسکے پائے جانے کے وقت مین مقرر کی تاکہ بیع سلم جائز ٹھہرے پھر مسلم الیہ نے بجائے اُسکے ایک قفیز خشک چھوارہ ادا کیے یا یہ صورت ہوئی کہ اُسنے ایک قفیز خشک چھوارہ مین بیع سلم ٹھہرائی اور اُسنے بجائے اُسکے ایک قفیز ترچھوارہ ادا کیے اور رب السلم نے اُس سے چشم پوشی کی تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر مسلم فیہ ترچھوارہ ہون اور بجائے اُنکے خشک ادا کرے تو ہر حال مین ناجائز ہی اور یہ ایسا ہی کہ گویا اُسنے تین چوتھائی خشک چھوارہ مین سلم ٹھہرائی پھر اُسکا ایک قفیز پورا لے لیا اور اگر ایک قفیز خشک چھوارہ مین سلم ٹھہرائی اور اُسنے ایک قفیز ترچھوارہ ادا کیے تو صاحبین کے نزدیک اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اُسنے اپنا پورا حق لے لینے کے طور پر قبضہ کیا بانیطور کہ مسلم الیہ نے رب السلم سے کہا کہ اسکو اپنے حق مین یا اپنے حق کے ادا ہونے کے واسطے یا اپنے حق سے ادا ہونے کے واسطے یا کوئی اور ایسا ہی لفظ کہے اور دوسرے یہ کہ بطور صلح یا بری الذمہ ہونے کے قبضہ کیا ہو بانیطور کہ مسلم الیہ نے کہا کہ اسکو اپنے حق کی صلح مین یا اپنے حق سے ادا ہونے کی صلح مین لے اِس شرط پر کہ جو تیرا سیری طرف ہی مین اُس سے بری ہون تو پہلی صورت باطل ہی اور دوسری صورت صلح کی لحاظ کیجاویگی اور غور کیا جاویگا کہ یہ ترچھوارہ خشک ہو کر کسقدر کم ہونگے پس اگر یہ معلوم ہو گیا تو اُسی بنا پر حکم دیا جاویگا اور اگر نہ معلوم ہوا تو اکثر اوقات جسقدر سے کم نہین ہوتا اُسکی بنا پر حکم دیا جاویگا پس اگر معلوم ہوا کہ خشک ہو کر چوتھائی کم ہو جاوینگے یا جانا گیا کہ چوتھائی سے زیادہ کم نہونگے اور تین چوتھائی باقی رہجاوینگے تو پھر لحاظ کیا جاویگا کہ اگر ترچھوارہ کی ایک قفیز کی قیمت تین چوتھائی خشک چھوارے کی قیمت کے برابر یا کم ہی تو صلح جائز ہو گی اور اگر اُسکی قیمت زیادہ ہو گی تو صلح باطل ہو گی کسی نے ایک قفیز گیہون مین سلم ٹھہرائی اور بجائے اُسکے ایک قفیز بھونے ہوئے گیہون دیدیے تو بالاجماع جائز نہین ہی اور ایسے ہی ایک قفیز گدر ترچھوارہ سبز بازر دمین اُنکے موجود ہونے کے وقت مین سلم ٹھہرائی اور مسلم الیہ نے بجائے اُسکے مطبوخ بسر کا قفیز دیا یا ایک قفیز گیہون مین سلم ٹھہرائی اور اُسنے مطبوخ گیہون کا قفیز دیا اُسکا ایک قفیز دیا تو جائز نہین ہی اور اگر ایک قفیز گیہون مین سلم ٹھہرائی اور اُسنے ایسے گیہون کا ایک قفیز دیا جو پانی مین پڑکر پھول گئے تھے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک

جائز نہین ہی اور اگر کسی نے زیتون مین سلم کھلی اور بجاے اسکے زیتون کا تیل لے لیا تو جائز نہین ہی اگرچہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ تیل اُس سے کم ہی جتنا اُسقدر زیتون مین نکلتا ہی کذا فی المحیط

چوتھی فصل - رب السلم اور مسلم الیہ کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان مین - اگر مسلم فیہ کی جنس مین دونون اختلاف کرین مثلاً رب السلم کہے کہ مین نے تجکو دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے ہین اور مسلم الیہ کہے کہ ایک جَو کی سلم مین دیے ہین پس اگر دونون کے پاس گواہ نہون تو استحساناً دونون سے قسم لیجاویگی اور امام ابو یوسف کا پہلا قول یہ ہی کہ پہلے مسلم الیہ سے قسم لیجاوے اور دوسرا قول یہ ہی کہ پہلے رب السلم سے لیجاویگی یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر دونون نے قسم کھالی تو قاضی دریافت کریگا کہ تم دونون کیا چاہتے ہو پس اگر دونون نے یا ایک نے کہا کہ ہم عقد کو فسخ کرنا چاہتے ہین تو قاضی فسخ کر دیگا اور اگر انھون نے فسخ کرنا نہ چاہا تو دونون کو اپنے حال پر چھوڑ دیگا اس امید پر کہ کوئی دوسرے کی تصدیق کرے کذا فی الذخیرہ - اور دونون مین سے جو شخص انکار کرے اُسی پر مدعی کے دعوی کا قاضی حکم کر دیگا کذا فی شرح الطحاوی - اور دونون مین سے جو شخص گواہ قائم کرے اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے اور ہنوز دونون مجلس عقد سے جدا نہین ہوئے ہین تو امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیا جاویگا پس رب السلم پر بیس درم کا حکم دیا جاویگا اور مسلم الیہ پر ایک کر گیہون اور ایک کر جَو کا حکم دیا جاویگا اور اگر دونون مجلس سے جدا ہو چکے اور رب السلم نے صرف دس درم ادا کر دیے ہین تو رب السلم کی دلیل کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جاویگا اور امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہر صورت مین رب السلم کی دلیل کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جاویگا یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر مسلم فیہ کی مقدار مین دونون اختلاف کرین تو اسکا اور مسلم فیہ کی جنس مین اختلاف کرنے کا ایک حکم ہی اور اگر مسلم فیہ کی صفت مین اختلاف کرین اور دونون مین کسی کے پاس گواہ نہون تو قیاس مین دونون سے قسم لیجاویگی اور استحساناً قسم نہ لیجاویگی اور ہم قیاس ہی کو لیتے ہین پس اگر کسی نے گواہ قائم کیے تو اسکے گواہون پر فیصلہ کیا جاویگا خواہ وہ طالب ہو یا مطلوب اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام اعظم اور ابو یوسف کے قول پر قاضی رب السلم کے گواہون پر ایک ہی عقد کا حکم دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون کا حکم دیگا اور یہی قیاس ہی اور ہم اسی کو لیتے ہین یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر کسی نے دس درم ایک کر گیہون کی سلم مین دیے پھر مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے ردی گیہون شرط کیے تھے اور رب السلم نے کہا کہ تو نے کوئی شرط نہین کی تھی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر اسکا الٹا ہو تو مشائخ نے کہا کہ واجب ہی کہ امام اعظم کے نزدیک قول رب السلم کا لیا جاوے اور صاحبین رح کے نزدیک مسلم الیہ کا یہ ہدایہ مین لکھا ہی - اور اگر راس المال مین دونون نے اختلاف کیا اور راس المال ایسی چیز تھی جو معین کرنے سے متعین نہین ہوتی ہی پس اگر دونون نے اُسکی جنس مین اختلاف کیا مثلاً رب السلم نے کہا کہ مین نے تجکو ایک کر گیہون کی سلم مین دس درم دیے ہین اور مسلم الیہ نے کہا کہ نہین بلکہ ایک دینار دیا ہی اور دونون کے پاس گواہ نہین تو قیاساً دونون باہم قسم نہ کھائینگے اور رب السلم کا قول معتبر ہوگا اور استحساناً دونون قسم کھائینگے پس اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو امام محمد رح کے نزدیک دو عقدون کا حکم کیا جاویگا اور رب السلم پر ایک دینار اور دس درم کا اور مسلم الیہ پر

اور اگر یہ عورت جوان ہو تو دل سے اُسکا جواب دیدے - اور اگر مرد اجنبی نے کسی عورت کو سلام کیا تو اسکے برعکس حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ فلان شخص کو میرا اسلام کہدے تو اُسپر یہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی - اور امام محمدؒ نے کتاب السیر کی باب الجعائل مین ایک حدیث روایت کی جو اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ اگر شخص غائب کا سلام کسی نے کسی کو پہونچایا تو اُسکو چاہیے کہ پہلے اُسکو جسنے سلام پہونچایا ہی سلام کرے پھر اُس غائب کو سلام کرے کذا فی الذخیرہ **قال** اللہ ترجمہ یہ حدیث بہت صحیح ہی اور صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو کا سلام بکر کو پہونچایا تو بکر کو چاہیے کہ زید سے یون کہے وعلیک وعلیہ السلام بکذا روی فی الحدیث فاحفظہ - جواب سلام کی فرضیت بدون اسکے ساقط نہین ہوتی کہ جسنے سلام کیا تھا اُسکو جواب سُنا دے جیسا کہ جواب واجب نہین ہوتا ہی جب تک کہ سلام کو نہ سُنا دے یہ غیاثیہ مین ہی - اور اگر سلام کرنے والا بہرا ہو تو چاہیے کہ اپنے لبون کی جنبش اُسکو دکھلا دے - اور یہی حکم چھینکنے کے جواب کا ہی یہ کبری مین ہی اور کلمہ کی سے سلام کرنا مکروہ ہی یہ غیاثیہ مین ہی چھینکنے والے کو جواب دینا واجب ہی اگر خود چھینکنے والے نے الحمد للہ کہا پس تین مرتبہ تک اُسکو جواب دے اور اسکو اختیار ہی چاہے جواب دے یا نہ دے یہ سراجیہ مین ہی - اور چھینکنے والے کے پاس حاضر آدمی کو چاہیے کہ چھینکنے والے کو تین بار تک اگر وہ ایک ہی مجلس مین مکرر چھینکے تو جواب دے اور اسکو تین بار سے زیادہ چھینکنا تو چھینکنے والا ہر بار کہے گا اور جو اُسکے پاس ہی وہ اگر ہر بار اُسکا جواب دے تو اچھا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - امام محمد سے مروی ہی کہ اگر ایک شخص نے چھینکا اور اسکو ہر بار جواب دیا تو خیر اور اگر تاخیر کردی پھر آخر مین جواب دیا تو ایک ہی جواب کافی ہی اگر نزدیک قاری کے چھینکا تو اسکو چاہیے کہ الحمد للہ تعالی کی یہ ہی یا یون کہے اور کچھ نہ کہے اور جو شخص اسکو جواب دینا چاہیے اسطرح کہ یرحمک اللہ یہ چھینکنے والے سے اور کچھ نہ کہے اور جو شخص یرحمک اللہ کہے اسکو چاہیے کہ اسکے سوائے اور کچھ نہ کہے یہ محیط مین ہی - ایک عورت نے چھینکا پس اگر بدھی ہو تو اسکو جواب دے اور اگر جوان ہو تو دل مین اُسکا جواب دے یہ خلاصہ مین ہی - اگر کسی مرد نے چھینکا تو عورت اُسکو جواب دیگی پھر اگر یہ عورت بڈھی ہو تو مرد اسکو جواب دیدے اور اگر جوان ہو تو دل سے اُسکا جواب دیدے یہ ذخیرہ مین ہی - جوان خوبصورت عورت نے چھینکا تو سوائے اُسکے محرم مردون کے کوئی اُسکو آواز سے چھینک کا جواب نہ دے یہ غرائب مین ہی - اگر اذان کی حالت مین کسی نے چھینکا تو حمد کرے اور حاضر آدمی اُسکو جواب دے اور قاضی عبد الجبار مترنی نے کہا کہ وہ حمد نہ کرے یہ قنیہ مین ہی - اگر نماز پڑھنے والے نے چھینکا اور کسی نے اُسکو جواب دیا یہ حتی اللہ پھر نمازی نے کہا کہ غفر اللہ لہ ولک تو جواب ہو جائیگا اور نماز فاسد ہو جائیگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی -

آٹھوان باب

آٹھوان باب ... کا دیکھنا اور چھونا حلال ہی اور جسکا حلال نہین ہی اُسکے بیان مین ... جاننا چاہیے کہ نظر کے ... چار قسم ہین اول مرد کا مرد کو دیکھنا دوم عورت کا عورت کو دیکھنا ... کا مرد کو دیکھنا چہارم مرد کا عورت کو دیکھنا - پس ہم قسم اول کا بیان کرتے ہین کہ مرد کو مرد کی ...

سوائے اُسکے مقام ستر کے سب جگہ جائز ہی کذا فی المحیط اور اسی پر اجماع ہی کذا فی الاختیار شرح المختار اور مقام ستر مرد کا اُسکے ناف سے لیکر آخر گھٹنے تک ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ناف سے نیچے بال جمنے کی جگہ تک ظاہر الروایۃ کے موافق مقام ستر ہی پھر واضح ہو کہ انکی بہ نسبت گھٹنے کا ستر ہونا کم ہی اور سب شرمگاہ کی بہ نسبت ران کا ستر ہونا کم ہی پس اگر کسی شخص نے دوسرے کو گھٹنا کھلا ہوا دیکھا تو اُسکو نرمی کے ساتھ منع کرے اور اگر وہ باصرار جھگڑے پر آمادہ ہووے تو اُسکے ساتھ جھگڑا نہ کرے اور اگر ران کھلی ہوئی دیکھے تو اُسکو سختی سے منع کرے اور اگر وہ جھگڑے پر آمادہ ہو تو اُسکو نہ مارے۔ اور اگر شرمگاہ کھلی ہوئی دیکھے تو اُسکو ملامت کرے کہ اسکو چھپا دے اور اگر وہ جھگڑا کرنے لگے تو اُسکو ادب کے واسطے مارے یہ کافی مین ہی۔ ابانہ مین لکھا ہی کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اسمین کچھ ڈر نہین ہی کہ حمامی کسی نہانے والے مرد کا مقام ستر دیکھے۔ یہ تاتارخانیہ مین ہی مترجم کہتا ہی کہ ظاہر امراد ستر سے سوائے شرمگاہ کے ہی پس سوائے شرمگاہ کے باقی ران و گھٹنا علما کے نزدیک مختلف فیہ ہی چنانچہ مذہب مشہور امام مالک و حمیدی وغیرہ سے ران ستر نہین ہی اگرچہ بروایت حدیث ترمذی کہ جسکی امام ترمذی نے تحسین کی ران مقام ستر مین ہی پس امام اعظم نے بسبب مختلف فیہ ہونے کے بضرورت اسکو جائز رکھا ہی واللہ تعالی اعلم اور مرد کا جسقدر جسم دوسرے مرد کا دیکھنا مباح ہی اسکا چھونا بھی مباح ہی یہ ہدایہ مین ہی اور اسمین ڈر نہین ہی کہ حمام والا کسی مرد کے ریشم کے بال نورہ لگا کر اپنے ہاتھ سے صاف کردے بشرطیکہ اپنی آنکھین بند کیے رہے۔ مگر فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بات فقط ضرورت کے وقت ہی بغیر ضرورت کے نہین ہی اور نورہ لگا کر ریشم کے بال صاف کرنے مین ہر شخص کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا چاہیے یہ محیط مین ہی۔ اور قسم ثانی کو ہم اسطرح بیان کرتے ہین کہ جہان جہان مرد کو مرد دیکھ سکتا ہی وہین عورت کو عورت دیکھ سکتی ہی کذا فی الذخیرہ۔ اور یہی اصح ہی یہ کافی مین ہی۔ اور کسی عورت کو یہ جائز نہین ہی کہ شہوت سے دوسری عورت کا پیٹ دیکھے یہ سراجیہ مین۔ اور نیک پارسا عورت کو نچاہیے کہ کسی بدکار عورت کو اپنے آپ کو دیکھنے دے کیونکہ بدکار عورت اُسکا حال و وصف مردون سے بیان کریگی پس اپنی اور ذمی و خادم اُسکے پاس نہ رکھے۔ اور مومنہ عورت کو یہ حلال نہین ہی کہ مشرکہ باندی یا کتابیہ عورت کے سامنے بے کپڑے اُتارے لیکن اگر یہ عورت اُسکی باندی ہو تو یہ حکم نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور قسم سوم کا بیان یہ ہی کہ عورت کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا ایسا ہی جیسے مرد کا دِلو دیکھنا کہ اُسکے تمام بدن کو سوائے ناف سے لے کر گھٹنے کے آخر تک دیکھنا روا ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ عورت مذکور یہ بات قطعاً و یقیناً جانتی ہو کہ اگر مین نے مرد اجنبی کے بعض بدن کو جو مرد کو دیکھنا جائز ہی دیکھا تو میرے دل مین شہوت جوش نہ کریگی اور اگر یہ جانتی ہو کہ شہوت جوش کریگی یا اسمین شک ہو لیکن دونون باتون کا کہ جوش کریگی یا نہ کریگی گمان برابر ہو تو میرے نزدیک بہتر یہ ہی کہ عورت اپنی آنکھ کو بند کرلے ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا ہی پس امام محمد رح نے یہ اسطرح ایسی صورت مین ذکر فرمایا کہ جب اجنبی مرد کو دیکھنے والی عورت ہو تو یہ حکم ہی اور جس صورت مین مرد کسی اجنبی عورت کو دیکھنے والا ہو تو فرمایا کہ فلیجتنب بجہدہ یعنے واجب ہی کہ اپنی کوشش سے نظر ڈالنے سے اجتناب کرے اور یہ قول اس امر کی دلیل ہی کہ دیکھنا حرام ہی اور صحیح حکم دونون صورتون مین یہی ہی اور عورت اجنبی مرد کا بدن کسی جگہ سے نہ چھوے بشرطیکہ کوئی امین سے جوانی کی نوبت پر حد شہوت پر ہو اگرچہ دونون اپنی ذات پر شہوت جوش کرنے سے

قال انما ترجم لہذا دلانہا تفی الاکل نشد الانسان الذی یخش بالبطل والمراۃ بدلیل بیانہا القسم الاول الذی یخش بالبطل ۱۲ منہ

یعنے خواہ

عورت کو عورت دیکھ سکتی ہی

یعنے اپنے تئین بچاوے ۱۲

یعنے مسلمان کے آگے ۱۲

بے خوف ہون - اور باندی کے حق مین روا ہی کہ اجنبی مرد کے تمام بدن کو سوائے ناف سے گھٹنے کے نیچے تک دیکھے اور اسقدر بدن جسکا دیکھنا جائز ہی اُسکو چھو سکتی ہی بشرطیکہ دونون شہوت جوش کرنے سے بے خوف ہون - آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ لوگون مین بدون کسی منکر کے انکار کی یہ عادت جاری ہی کہ باندی اپنے مولاۃ کے شوہر کے پاؤن داباتی ہی اور یہ بات دلالت کرتی ہی کہ چھونا جائز ہی یہ محیط مین ہی - قسم چہارم کا بیان یون ہی کہ مرد کا عورت کی طرف دیکھنا چار طرح پر ہی اول یہ کہ مرد اپنی جورو یا باندی کو دیکھے دوم مرد ایسی عورتون کی طرف دیکھے جو ہمیشہ کے واسطے اُسپر حرام ہین جنکو محرمات کہتے ہین - سوم مرد کسی اجنبی آزاد عورت کو دیکھے - چہارم مرد کسی غیر کی باندی کو دیکھے - پس مرد کا اپنی عورت یا باندی کو سر سے پیر تک دیکھنا حلال ہی خواہ شہوت سے ہو یا بلا شہوت ہو اور یہ بات ظاہر ہی لیکن اولے یہ ہی کہ ان دونون مرد و عورت مین سے کوئی دوسرے کے مقام ستر کو نہ دیکھے کذا فی الذخیرہ - اور باندی سے اس مقام پر وہ باندی مراد ہی جسکے ساتھ وطی کرنا حلال ہی اور اگر ایسی باندی ہو جسکے ساتھ وطی حلال نہین ہی مثلاً مجوسیہ یا مشرکہ باندی اُسکی ملک ہو یا اُسکی مان یا بہن رضاعی ہو یا اُسکی جورو کی مان یا بیٹی ہو تو اس مرد کو اُسکی شرمگاہ کا دیکھنا حلال نہین ہی - اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اولے یہ ہی کہ جماع کے وقت اپنی جورو کی فرج دیکھے تاکہ لذت پوری پوری حاصل ہو یہ تبیین مین ہی - امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ مین نے امام ابو حنیفہ رحمہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنی عورت کی فرج کو مس کرتا ہی اور عورت اُسکے آلۂ تناسل کو مس کرتی ہی تاکہ اُسکا آلۂ تناسل کھڑا ہو جاوے پس آیا آپ کے نزدیک اسمین کوئی بُرائی ہی فرمایا کہ نہین اور مجھے امید ہی کہ اُسکو ثواب ملیگا یہ خلاصہ مین ہی - اگر کوٹھری چھوٹی ہو پانچ سے دس گز تک تو اپنی جورو کو جماع کے واسطے ننگا کر سکتا ہی اور مجد الائمہ ترجمانی در کتاب الصنائع اور حافظ سائلی نے فرمایا کہ بیت مین اگر دونون ننگے ہو جاوین تو کچھ ڈر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر مرد و اُسکی عورت دونون لیٹے ہون تو دونون کی دونون کی شرمگاہ دیکھتے ہون تو ایسی حالت مین کچھ ڈر نہین ہی کہ اُنکے محارم پکار کر اُنکے پاس جاوین مگر بلا اجازت کوئی نجاوے اور یہی خادم کا حکم ہی جبکہ مرد و عورت خلوت مین ہون یا مرد اپنی باندی کے ساتھ خلوت مین ہو یہ غیاثیہ مین ہی - ایک شخص نے اپنی باندی کا ہاتھ پکڑا اور اُسکو کوٹھری مین لے گیا اور کواڑ بند کر لیے کہ لوگون نے معلوم کیا کہ اس باندی سے وطی کرنا چاہتا ہی تو یہ مکروہ ہی - ایک شخص نے اپنی جورو سے اُسکی سوت کے سامنے یا اپنی باندی کے سامنے وطی کی تو امام محمدؒ کے نزدیک یہ مکروہ ہی اور اسی وجہ سے اہل بخارا نے چھت پر سونا مکروہ جانا ہی یہ لم مین ہی - کسی مرد کا اپنی محرمات ابدی کو دیکھنا سو اسکا بیان اسطرح ہی کہ ہر مرد ایسی عورت کا جو اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہی ہر مقام زینت ظاہرہ یا باطنہ کو دیکھ سکتا ہی اور مواضع زینت یہ ہین سر - بال - گردن - سینہ - کان - بازو - ہاتھ - ہتھیلی - پنڈلی - پاؤن - چہرہ - پس سر کی زینت تاج و اکلیل سے ہوتی ہی - اور بال کی زینت عقاص سے - اور گردن مین قلادہ ہوتا ہی اور سینہ بھی ایسا ہی ہی اور طلا وہ خلخال ہی کہ کبھی سینہ تک پہونچتی ہو - کان گوشوارہ کے واسطے ہی - اور بازو مقام دملوج ہی - اور ہاتھ مقام کنگن ہی - اور ہتھیلی مقام انگوٹھی

وسندھی وغیرہ سے رنگین کرنے کا ہی اور پنڈلی مین خلخال ہوتی ہی اور قدم مین رنگ منحدی ہوتا ہی یہ بسوط مین ہی۔ اور کچھ ڈر نہین ہی کہ آدمی اپنی ماں و بالغہ بیٹی و بہن و ہر ایسی عورت کے جو اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہی جیسے نانی و دادی و پرنانی و پردادی وغیرہ علی ہذا القیاس اور اولاد کی اولاد وغیرہ اور پھوپھیان و خالاؤن کے بالون کو دیکھے یا سینہ و گیسوؤن و پستان و بازو و ہاتھ کی طرف نظر کرے مگر ان لوگون کی پیٹھ و پیٹ کو اور جسقدر بدن ناف سے لیکر گھٹنے کے نیچے تک ہی وہ نہ دیکھے اور یہی حکم اس عورت کا ہی جو عورت بسبب رضاعت کے یا بسبب دامادی قرابت کے اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہو گئی ہو جیسے ساس یا سگے داماد پردادا وغیرہ کی جورو و بیٹے یا سگے پوتے و پرپوتے وغیرہ کی جورو جیسے اُس عورت کی بیٹی جس سے اُسنے نکاح کرکے وطی کرلی ہی اور اگر اُس عورت سے وطی نکی ہو تو اُسکی بیٹی بمنزلہ اجنبی عورت کے ہی یعنے جو حکم اجنبی عورت کی صورت مین مذکور ہوا ہی وہی اسکا حکم ہی۔ اور اگر حرمت مصاہرہ یعنے یعنے داماد کی وجہ سے جو عورتین دائمی حرام ہو جاتی ہین بسبب زنا کے ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ زنا کی وجہ سے جو حرمت مصاہرہ ہوا اُسمین دیکھنا و چھونا مباح نہین ہوتا ہی یعنی جس عورت سے زنا کیا اُسکی بدن کو مثلاً دیکھنا و چھونا مثل مذکورۂ بالا کے جائز نہین ہی اور شمس الائمہ سرخسی رح نے فرمایا کہ اس سے بھی دیکھنا و چھونا مباح ہو جاتا ہی کیونکہ اس سے دائمی حرمت ثابت ہو جاتی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی اور قول و فیہ خلاف الشافعی غیر واجد بناء علی بارواد فی جامع صحیح ولیس ہذا مقام نقلہ ان شئت فانظر اجمعا اور واضح رہے کہ یہ دیکھنا جو حلال بیان کیا گیا ہی اُسی صورت مین ہی کہ جب اپنی ذات سے شہوت جوش کرنے سے بیخوف ہو اور اگر اُسکو اپنی ذات سے شہوت کا خوف ہو تو مباح نہین ہی اور یہی حالا چھونے کا ہی کہ چھونا جبھی مباح ہی کہ جب اپنے اوپر اور اُس عورت پر شہوت کا خوف نہو اور اگر اپنی ذات پر یا اُس عورت کی ذات پر جو دائمی حرام ہی شہوت کا خوف ہو تو اُسکو اس عورت کا چھونا مباح نہین ہی۔ اور یہ حلال نہین ہی کہ کسی محرمات ابدیہ مین سے ہی شہوت کا خوف نہو اور اگر اپنی ذات پر یا اُس عورت کی ذات پر جو دائمی حرام ہی پیٹ کو یا پیٹھ کو دیکھو کو دیکھے اور نہ ان چیزون مین سے کسی کا چھونا حلال ہی یہ محیط مین ہی۔ اور جسکو ضرورت ہو کہ اپنی ماں کی خدمت کی غرض سے اپنی ماں کا پیٹ سے یا پیٹھ دبا دے بغیر کپڑے کے اوپر سے ہو یہ قنیہ مین ہی۔ شیخ ابو جعفر نے فرمایا کہ مین نے شیخ امام ابو بکر سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر مرد پنڈلیون تک پانون دبا دے تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر ران کو دبا دے تو مکروہ ہی مگر کپڑے کے باہر چھو سکتا ہی اور فرماتے تھے ہر مرد اپنے والدین کے پانون دبا سکتا ہی اور والدین کی ران نہین دبا سکتا ہی اور فقیہ ابو جعفر رح اس امر کو مباح جانتے تھے کہ ران کو دبا دے اور اُسکو چھو وے خواہ کپڑے کے اوپر سے ہو یا نہو یہ غرائب مین ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ مرد کو جائز ہی کہ ایسی عورت کے ساتھ جو اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہی سفر کرے اور اُسکی خلوت مین بیٹھے بشرطیکہ اپنی ذات پر شہوت سے خوف ہو اور اگر یہ جانتا ہو کہ اگر مین نے اُسکے ساتھ سفر کیا یا خلوت مین بیٹھا تو مجھکو شہوت ہو گی اُسکو شہوت ہو گی پر، اگر اُسکا غالب گمان یہ ہو یا شک تو اُسے ایسا کرنا مباح نہین ہی اور اگر سفر مین

فروع
دامادی کی وجہ سے اسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہو گئی ہی
زنا کی وجہ سے دائمی حرام ہو جاتی ہی
۱۲ منہ

اور اگر ضرورت پیش آئی کہ محرمات ابدیہ مین سے کسی عورت کو اُٹھا کر سوار کرے یا سواری پر سے اُتارے تو کچھ ڈر نہین ہی کہ کپڑے کے اوپر سے اُسکا پیٹ یا پیٹھ پکڑ کر سوار کرے یا اُتارے اور اگر اُسکو اپنی ذات پر یا اُسکی ذات پر شہوت کا خوف ہو تو کوشش کے ساتھ اس سے پرہیز کرے اور اسکی صورت یہ ہی کہ اگر اُس عورت سے خود سوار ہو جانا یا اُترنا ناممکن ہو سکے تو بالکل اس سے دور رہے اور اگر اُس سے یہ بات ممکن نہو تو یہ مرد اس امر مین بہت تکلف کرے یعنے بہت سے کپڑے کے اوپر سے اُسکو پکڑے تاکہ اُسکے بدن کی حرارت اُسکو نہ پہونچے اور اگر یہ ممکن نہو تو اپنے دل سے شہوت دور کرنے کے واسطے تکلف کرے یعنے اُسکے ساتھ ایسے فعل کا جس سے قضاے شہوت ہوتی ہی ہرگز قصد نہ کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور غیر شخص کی باندی کی طرف نظر کرنے مین وہی حکم ہی جو محرمات کی طرف نظر کرنے مین ہی اور غیر کی باندی کے پیٹ و پیٹھ کو دیکھنا حلال نہین ہی جیسا کہ محرمات کے حق مین ہی۔ اور محمد بن مقاتل رازی یون فرماتے تھے کہ غیر کی باندی کے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک دیکھنا حلال نہین ہی اور اسکے سواے تمام بدن کی طرف نظر کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور جو باندی کہ بدیرہ ہی یا مکاتبہ ہی یا ام ولد ہی وہ مثل باندی کے ہی اور جو باندی مستسعاۃ ہی یعنے سعایت کر رہی ہی کہ مقدار معلوم مال کما کر دیدے تو آزاد ہو جاوے وہ مثل مکاتبہ کے ہی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی یہ کافی مین ہی۔ اور غیر کی باندی کا جسقدر دیکھنا حلال ہی اُسکا چھونا بھی حلال ہی بشرطیکہ اپنی ذات پر اور اُسکی ذات پر شہوت سے بخوف ہووے یہ محیط مین ہی اور ہمارے بعضے مشائخ کے نزدیک غیر کی باندی کو سوار کرنے و اُتارنے مین پکڑنا و ہو چنار وانہین ہی مگر اصح یہ ہی کہ اگر اپنی ذات پر اور اُسکی ذات پر شہوت سے بے خوف ہو تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی یہ کافی مین ہی۔ اور امام محمد رح نے کسی کتاب مین غیر کی باندی کے ساتھ سفر کرنے اور خلوت کرنے کا حکم ذکر نہین فرمایا اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ حلال نہین ہی اور اسی طرف حاکم شہید رحمہ اللہ نے میل کیا ہی کذا فی المحیط اور یہی مختار ہی کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعضون نے فرمایا کہ حلال ہی اور اسی پر شیخ امام شمس الائمہ سرخسی فتوے دیتے تھے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر باندی کو خریدنے کا قصد رکھتا ہو تو سواے اُسکے پیٹ و پیٹھ کے جہان جہان دیکھنا حلال ہی اُسکو چھونا بھی اگرچہ شہوت ناک ہو جانے کا خوف کرتا ہو یہ سراج الوہاج و ہدایہ مین ہی۔ اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اگر کسی شخص نے کوئی باندی خریدنے کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ اُسکی پنڈلیان و سینہ و دونون ہاتھ پورے چھوے اور کھلے ہوے اعضا کی طرف دیکھے یہ کافی مین ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین ان اعضا کا دیکھنا بسبب ضرورت کے مباح ہی اگرچہ اُسکو شہوت ہو جاوے مگر چھونا درصورتیکہ اُسکو شہوت ہو جانے کا خوف ہو مباح نہین ہی یا اُسکا غالب گمان یہ ہو کہ مجھے شہوت ہوگی تو بھی مباح نہین ہی کیونکہ چھونا ایک نوع کا استمتاع ہی اور درحالیکہ خرید کا قصد نہ رکھتا ہو تو چھونا و دیکھنا اس شرط سے مباح ہی کہ شہوت سے مامون ہو یہ ہدایہ مین ہی۔ اور بالغہ باندی ایک ازار مین فروخت کے واسطے نہ پیش کیجاوے اور ازار سے وہ کپڑا مراد ہی جو اُسکے ناف سے گھٹنے تک ڈھانکتا ہو یہ اسوجہ سے ہی کہ باندی مذکور کا پیٹ و پیٹھ ستر عورت ہی پس اُسکے پیٹ و پیٹھ کا کھولنا جائز نہین ہی۔ اور جو باندی حد شہوت کو پہونچگئی ہو یعنے اُسپر شہوت ہوتی ہو تو وہ مثل بالغہ باندی کے ہی کہ ایک ازار مین پیش نہ کیجائیگی یہ امام محمد رح سے مروی ہی بدین وجہ کہ اشتہا موجود ہی یہ تبیین مین ہی۔

اور اجنبی عورتون کی طرف نظر کرنے مین ہم کہتے ہین کہ اجنبی عورتون کے ظاہری مواضع زینت کی طرف نظر مباح ہی اور جو جگہ ظاہری زینت کی ہی وہ ظاہر الروایۃ کے موافق چہرہ اور ہتھیلی ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دیکھنے والے کے دل مین غالب گمان یہ ہو کہ مجھے شہوت ہو جائیگی تو اسکا دیکھنا بھی حرام ہی یہ ینابیع مین ہی - اجنبی عورت کے چہرہ کا دیکھنا اگر شہوت سے نہو تو حرام نہین ہی لیکن مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی - اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اجنبیہ کے قدم دیکھنا بھی مباح ہی اور دوسری روایت مین امام اعظم سے مروی ہی کہ اجنبیہ کے قدم کی طرف نظر کرنا جائز نہین ہی - جامع البرامکہ مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اجنبیہ کے ہاتھون کا دیکھنا دھونے اور پکانے کے وقت جائز ہی اور بعض نے فرمایا کہ اسی طرح اُسکے دونون اگلے دانتون کا دیکھنا بھی مباح ہی اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ یہ دیکھنا بہ نظر شہوت نہو یہ محیط مین ہی - اسی طرح اگر شہوت ہو جانے مین شک ہو تو بھی نظر مباح ہی کذا فی الکافی - اور بعض نے فرمایا کہ اسی طرح اجنبیہ عورت کی ساق یعنی پنڈلی کی طرف نظر مباح ہی بشرطیکہ شہوت سے نہو اور اگر جانتا ہو کہ دیکھنے سے مجھے شہوت ہوگی یا گمان غالب ہو کہ شہوت ہو جائیگی تو بکوشش اجتناب کرے یہ ذخیرہ مین ہی - اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہین ہی اُسکا بدن سے جدا ہو جانے کے بعد بھی اصح قول کے موافق دیکھنا جائز نہین ہی جیسے سر کے بال اور قدم کے کاٹے ہوئے ناخن اور پشم کے بال یہ زاہدی مین ہی - اور اجنبیہ کے چہرہ و ہتھیلی کا چھونا حلال نہین ہی اگرچہ شہوت سے امون ہو اور یہ اُس صورت مین ہی کہ عورت اجنبیہ جوان لائق اشتہا ہو اور اگر وہ عورت ایسی نہو کہ اُسکی طرف خواہش و شہوت ہو تو اُسکے ساتھ مصافحہ کرنے اور اُسکا ہاتھ چھونے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اسی طرح اگر مرد بڈھا ہو کہ اپنی ذات پر اور اُس عورت اجنبیہ کی طرف سے شہوت سے بے خوف ہو تو اجنبیہ سے مصافحہ کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر اپنی ذات پر یا اُسکی طرف سے شہوت ہونے سے بے خوف نہو تو اس سے اجتناب کرے - پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے درصورتیکہ مرد چھونے والا ہو فقط یہ شرط لگائی کہ عورت بڈھی ہو اور یہ شرط نہین فرمائی کہ مرد ایسا ہو کہ وہ لائق جماع کرنے کے نہین ہی - اور درصورتیکہ عورت چھونے والی ہو فرمایا کہ جب دونون بڈھے ہون کہ مرد بھی قابل جماع کرنے کے نہو اور عورت بھی جماع کرنے کے لائق نہو تو باہم مصافحہ کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی پس فتوے کے وقت تامل کے ساتھ فتوے دینا چاہیے یہ محیط مین ہی - اور بڈھی اجنبیہ عورت سے کپڑے کے اوپر سے معانقہ کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی لیکن اگر کپڑے اُسکے ایسے ہون کہ اُنسے کپڑون کے نیچے کا حال مل جاوے تو جائز نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اور اگر کسی عورت کے بدن پر کپڑے ہون تو کچھ ڈر نہین ہی کہ اُسکے کینڈے کی طرف نگاہ کرے کیونکہ اُسکی نظر کپڑون پر ہوگی نہ جسم پر پس یہ ایسا ہوا کہ جیسے عورت مذکورہ کوٹھری مین ہی اور مرد اجنبی نے دیوارون پر نظر ڈالی - یہ اُسوقت ہی کہ اُسکے کپڑے اُسکے بدن سے ایسے چسپیدہ نہون کہ بدن کا حال صاف معلوم ہوتا ہو جیسے ترکی قبا اور نہ ایسے باریک ہون کہ جنسے بدن کا حال معلوم ہوتا ہو اور اگر کپڑے ایسے ہون تو اپنی آنکھ بند کرنا چاہیے کیونکہ یہ لباس بدین معنی کہ اُسکے بدن کے واسطے ستر نہین ہی ایسا ہی کہ جیسے اُسکے اوپر بال پڑا ہی - اور یہ اُسوقت ہی کہ یہ عورت اجنبیہ حد شہوت تک پہونچ گئی ہو اور اگر نابالغہ ہو کہ اُسکے مثل عورت سے جو اہل جماع نہین ہوتی ہی تو اُسکے دیکھنے و چھونے مین کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ اُسکے

۵۱ کذا فی الخانیۃ و الصحیح عدم نظر بل نظر بل نظر بل نہین ہی و کذا نظر الفخذ ۱۲ منہ

۵۲ بخلاف ما اذا کانت عجوزا ۱۲ منہ

بدن کو حکم عورت حاصل نہین ہی اور نہ اُسکے دیکھنے وچھونے مین خوف فتنہ ہی - پھر واضح ہو کہ کبھی اجنبیہ آزاد عورت کی طرف دیکھنا بسبب ضرورت کے جائز ہوجاتا ہی یہ محیط مین ہی - اور اجنبیہ عورت خواہ کافرہ ہو یا مسلمہ ہو دونون یکسان ہین اور ایک روایت مین یہ ہی کہ کافرہ کے بال دیکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور قاضی نے اگر کسی اجنبیہ پر کوئی حکم جاری کرنا چاہا یا گواہ نے اُسپر گواہی دینی چاہی تو اِن دونون کو اسکا مُنھ دیکھنا جائز ہی اگرچہ یہ خوف ہو کہ دیکھنے سے شہوت ہوجائیگی مگر یہ چاہیے کہ اِس سے ادائے شہادت کا یا اُسپر حکم دینے کا قصد ہو یہ قصد نہو کہ شہوت رانی کے واسطے اُسکو دیکھ لین اور کسی اجنبی کی گواہی اُٹھانے مین یعنے اسکے گواہ ہوجاوین اُسکے چہرہ کا دیکھنا درصورتیکہ دیکھنے سے شہوت ہوگی بعض مشائخ نے فرمایا کہ مباح ہی جیسا گواہی ادا کرنے کے وقت مباح ہی مگر اصح یہ ہی کہ مباح نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو اُسکو دیکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ یہ خوف ہو کہ دیکھنے سے شہوت ہوگی یہ تبیین مین ہی - اور جوڑ کا کہ حد شہوت تک پہونچ گیا ہو وہ مثل بالغ کے ہی یہ غیاثیہ مین ہی - لڑکا اگر مردون کی حد تک پہونچ گیا تو اُسکا حکم مثل مردون کے ہی اور اگر صبیح ہو تو اسکا حکم مثل عورتون کے ہی وہ سر سے قدم تک عورت ہی شہوت سے اُسکی طرف دیکھنا حلال نہین ہی - اور بدون شہوت کے دیکھنا اور اُسکے ساتھ خلوت مین بیٹھنا روا ہی اسی وجہ سے اُسکو نقاب ڈالنے کا حکم نہین دیا جاتا ہی کذا فی الملتقط - لیکن نماز کے حق مین مثل مردون کے ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اور فرج کی طرف دیکھنا خفتہ کنندہ اور قابلہ وطبیب کو وقت معالجہ کے جائز ہی مگر جہان تک طبیب سے ممکن ہو چشم پوشی کرے یہ سراجیہ مین ہی - اور مرد کو حقنہ کے واسطے دوسرے مرد کی فرج کا دیکھنا جائز ہی ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اگر کسی مرد پر دُبلاپن بہت ہوا اور طبیب نے کہا کہ حقنہ سے تیرا دُبلاپن زائل ہوجائیگا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ حقنہ کی جگہ حقنہ کے واسطے کھول دے اور یہ صحیح ہی اسواسطے کہ بہت دُبلاپن ایک قسم کا مرض ہی کہ انجام کار منجر بہ دق وسل ہوجاتا ہی - اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصوم مین ذکر کیا کہ حقنہ فقط ضرورت کے وقت جائز ہی اور اگر حقنہ کی کوئی ضرورت نہو مگر اُسکا نفع ظاہر ہو مثلاً حقنہ سے اُسکو جماع کی تقویت حاصل ہوجاوے تو ہمارے نزدیک نہین جائز ہی اور اگر دُبلاپن ہو پس اگر ایسا دُبلاپن ہو جس سے خوف تلف ہو تو حلال ہی ورنہ حلال نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی - امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ ماں و بہن و بیٹی کے پاس جب تک اجازت طلب نہ کرلیوے تب تک نجاوے - اور اپنی جورو کے پاس بدون اجازت لینے کے چلا جاوے فقط سلام کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک عورت کے ایسی جگہ قرحہ ہوگیا جہان مرد کو دیکھنا حلال نہین ہی تو یہ حلال نہین کہ اُس جگہ کو دیکھے مگر کسی عورت کو سکھلاوے کہ وہ علاج کرے اور اگر کوئی ایسی نہ ملے جو اُسکا علاج کرے یا ایسی عورت نہ ملے جو تبلانے سے علاج کرنا سمجھ جاوے اور عورت مریضہ کے حق مین بلا یا درد یا ہلاک کا خوف ہو تو عورت مذکور اس جگہ کے سوائے سب جگہ چھپائے پھر مرد اُسکا علاج کرے اور سوائے اُس جگہ کے جہان قرحہ ہی باقی سب سے جہان تک ہوسکے چشم پوشی کرے اور اس حکم مین محرمات ابدیہ وغیر محرمات ابدیہ مین کچھ فرق نہین ہی اسواسطے کہ جو جگہ عورت تھی لینے اُسکا چھپانا

واجب ہو اُسکی طرف بسبب محرمیت کے نظر کرنا حلال نہین ہوجاتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایسا غلام جس سے اپنی مولاۃ حرہ سے قرابت محرمیت نہین ہی اُسکا اپنی مولاۃ مذکورہ کی طرف دیکھنے کا حکم مثل مرد اجنبی کے ہی کہ اُسکے چہرہ وہتھیلیون کو دیکھ سکتا ہی اور جہان مرد اجنبی آزاد عورت اجنبیہ کو نہین دیکھ سکتا ہی وہان نہ دیکھے خواہ یہ غلام خصی ہو یا مخبل ہو یا شیر طلیکہ مردون کی حد تک پہونچ گیا ہو۔ اور وہ مجبوب جسکا پانی خشک ہوگیا ہو سو ہمارے بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے عورتون کے ساتھ اُسکا خلط ملط ہونا جائز رکھا ہی اور اصح یہ ہی کہ اجازت نہ دیجائیگی بلکہ منع کیا جائیگا۔ اور غلام اپنی مولاۃ کے پاس بلا اجازت لینے کے بالاجماع جا سکتا ہی اور اُسپر بھی اجماع ہی کہ غلام کے ساتھ اُسکی مولاۃ سفر نہ کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور جو غلام خصی ہین وہ جب تک حد بلوغ تک نہ پہونچے ہون تب تک عورتون کے پاس چلے جانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور حد بلوغ کی مدت پندرہ سال کی مقرر کی گئی ہی اسواسطے کہ خصی کو احتلام نہین ہو سکتا ہی۔ اور ایک خصی ہو یا زیادہ ہون سب کا حکم یکسان ہی کہ سب جا سکتے ہین یہ کبرے مین ہی۔ حسن بن علی مرغینانی رح سے دریافت کیا گیا کہ آیا مستحاضہ یا حائضہ پر لازم ہی کہ نماز کے وقت اپنی فرج کو دیکھ لے فرمایا کہ نہین۔ اور بھی شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ عورت کے مرنے کے بعد اُسکی ہڈیون کی طرف مثل جمعہ کے دیکھنا جائز ہی فرمایا کہ نہین دیکھنا جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین تتمہ سے منقول ہی۔ اپنے غلام یا اپنی باندی یا اپنی جورو سے لواطت کرنا حرام ہی۔ اگر کسی کی جورو کا وہ پردہ جو اُسکی فرج اور مقعد کے درمیان ہی پھٹ گیا ہو تو شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنا جائز نہین ہی لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ آلۂ تناسل فقط سوراخ فرج مین جائیگا سوراخ مقعد مین کبھی نہ پڑیگا تو جائز ہی اور اگر شک ہو تو وطی نہین کر سکتا ہی کذا فی الغرائب

نوان باب

۔ اُن لباسون کے بیان مین جنکا پہننا مکروہ ہی اور جنکا مکروہ نہین ہی۔ سیاہ رنگ کا پہننا اور عمامہ کا چھورپشت پر آدھی پیٹھ تک دونون کندھون کے بیچ مین لٹکانا مندوب ہی یہ کنز مین ہی۔ اور مشائخ نے عمامہ کی چھور کی مقدار مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ ایک بالشت ہو اور بعض نے کہا کہ آدھی پیٹھ تک ہو اور بعض نے کہا کہ موضع جلوس تک ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور جب عمامہ کو از سر نو باندھنا چاہین تو چاہیے کہ عمامہ کے پیچون کو جسطرح باندھا تھا اُسی طرح کھول لے اور ایکبارگی زمین پر نہ ڈال دے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور ٹوپی پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی اور بتحقیق صحیح ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی پہنتے تھے یہ وجیز کردری مین ہی۔ جاننا چاہیے کہ امام اعظم رح کے نزدیک حریر کا پہننا جسکا بانا و تانا دونون ریشم ہوتا ہی مردون کو ہر حال مین حرام ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ لڑائی کی حالت مین مکروہ نہین ہی۔ شرح قاضی امام اسبیجابی مین لکھا ہی کہ صاحبین کے نزدیک مردون کو حریر پہننا لڑائی کی حالت مین بھی مکروہ نہین ہی کہ جب ایسا گندہ ہو کہ ہتھیار کے زخم سے بچا سکے کذا فی المحیط اور اگر باریک ہو کہ اس لایق نہو تو یہ بالاجماع مکروہ ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہو تو بلا خلاف اُسکے پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور عامہ مشائخ کا یہی قول ہی اور شیخ الاسلام نے شرح السیر مین ذکر کیا کہ اگر بانا سوت کا ہو اور تانا ریشم کا ہو پس اگر ریشم دکھلائی دیتا ہو تو مردون کو اُسکا پہننا مکروہ ہی اور اگر نہ دکھلائی دیتا ہو تو نہین

مکروہ ہو اور یہ حکم غیر حالت جنگ کا ہی - اور حالت حرب کا یہ حکم ہی کہ جسکا تانا ریشم ہو اور بانا غیر ریشم کا ہو تو حالت جنگ مین اُسکا پہنا مباح ہی کیونکہ جب غیر حالت جنگ مین اسکا پہنا مباح ہی تو حالت جنگ مین ایسی چیز کا پہنا باوجود شرافت کے بدرجۂ اولی مباح ہوگا اور جسکا بانا ریشم اور تانا غیر حریر ہو تو بالاجماع حالت جنگ مین اُسکا پہنا مباح ہی یہ محیط مین ہی - مردون کو دیبا کا پہنا مکروہ ہی اور اُسکے تکیہ بنانے اور اُسپر سونے مین ڈر نہین ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور امام ابو یوسف رح کا قول مثل قول امام محمد کے ہی اسکو صدر الشہید نے ذکر کیا ہی یہ خلاصہ مین ہی - منتقے مین ابن سماعہ کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہی کہ دیبا و حریر پر بیٹھنا کراہت کے حق مین ایسا نہین ہی جیسا ان دونون کا پہننا ہی پس اگر اس قول سے کہ دونون پر بیٹھنا مثل پہننے کے نہین ہی یہ مراد ہی کہ بالکل کراہت نہین ہی - تو دیبا پر بیٹھنے مین امام محمد رح سے دو روایتین ہوگئین کیونکہ ظاہر مذہب اُنکا یہ ہی کہ دیبا پر بیٹھنا مکروہ ہو اور اگر قول مذکور سے اثبات کراہت مراد ہی تو مسئلہ مین دو روایتین نہونگی بلکہ دونون باتین یعنے بیٹھنا و لیٹنا دونون مکروہ ہونگی لیکن پہننا زیادہ مکروہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور لڑائی مین حریر و دیبا پہننے مین ڈر نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور یہی اصح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - عیون مین ہی کہ مردون کو خز پہننے مین امام اعظم رح کچھ باک نہین جانتے تھے اگرچہ اُسکا تانا ابریشم یا حریر ہو یہ خلاصہ مین ہی - اور جن کپڑون مین ریشم زیادہ ہوتا ہی جیسے خز وغیرہ تو اُسمین کچھ ڈر نہین ہی اور جس کپڑے مین ظاہر ریشم ہو وہ مکروہ ہی اسیطرح جسکا ایک خط خز اور ایک خط ریشم ہو اور وہ ظاہر ہو تو اسمین خیر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اور امام ابو حنیفہ رح مردون کے حق مین خز پہننے مین کچھ باک نہین سمجھتے تھے اگرچہ اُسکا تانا حریر ہو مگر یہ بندۂ ضعیف کہتا ہی کہ اُنکے زمانہ مین خز اسی حیوان کی اُبی کے بالون سے جنکو عربی مین خز و قصاعہ اور ترکی مین قندز کہتے ہین بنایا جاتا تھا اور اس زمانہ مین ریشم عضن سے تیار ہوتا ہی پس مثل قز کے مکروہ ہونا واجب ہی یہ ملتقط مین ہی - امام محمد رح سے مروی ہی کہ خز مین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ شہرت کی نیت نہو ورنہ اسمین خیر نہین ہی یہ عیانیہ مین ہی - اور جس چیز کا پہنا مردون کو مکروہ ہی وہ فلان یعنی غلامون و لڑکون کو بھی مکروہ ہی اسواسطے کہ نص مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونا و ریشمی کپڑا اپنی امت کے مذکرون پر بدون قید بلوغ و آزادی کے حرام کیا ہی پس گناہ اُس شخص پر ہوگا جسنے اُنکو پہنایا کیونکہ ہر ایک اُنکی حفاظت کے واسطے مامور ہین یہ تمرتاشی مین ہی - ریشم کا لحاف نہین جائز ہی کیونکہ یہ ایک طرح کی پوشش ہی اور اگر بچہ کے گہوارہ پر ریشمی چادر ڈالی جاوے تو کچھ ڈر نہین ہی کہ یہ پہنا نہین ہی اسی طرح ریشمی کپڑے مردون کے واسطے مباح ہی کیونکہ وہ مثل بیت کے ہی یہ قنیہ مین ہی اور اسبیجابی مین ہی کہ حریر کا غلاف بنانے مین ڈر نہین ہی لہذا فی التمرتاشی اور فتاوے عصیر و فتاوے ابو الفضل کرمانی مین ہی کہ مردون کے واسطے حریر کا غلاف بنانا مکروہ ہی کہ عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا ہی کہ نہین جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - اور حریر کا پردہ بنانے اور دروازہ پر لٹکانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ مکروہ ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی - ایک دلال حریر کا کپڑا فروخت کرنے کے واسطے اپنے کندھون پر ڈالے ہو تو یہ جائز ہی بشرطیکہ اپنے ہاتھ اُسکے آستینون مین نہ ڈالے اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ مشائخ کے درمیان اس امر مین گفتگو ہی یہ قنیہ مین ہی - عامہ علماء نے فرمایا کہ عورتون کو حریر پہننا حلال ہی یہ محیط مین ہی - اور جس کپڑے پر ریشم کا کام ہو یا منقوش بحریر ہو وہ عامہ

فقہاء کے نزدیک حلال ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور بشر نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی ہی کہ کپڑے مین ریشمی کام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ چار انگل یا اس سے کم ہو اور اسمین کوئی اختلاف بیان نہین کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح السیر مین ذکر کیا کہ ریشم سے کام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی مگر کوئی مقدار بیان نہ کی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک عمامہ کا طرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انگل سے چار انگل ہی جو ہمارے بالشت کے برابر ہی تو اسقدر روا ہی اور نجم الائمہ بخاری رح نے فرمایا کہ خصیت مین چار انگل اسطرح مخیر ہین کہ نہ بالکل مضموم ہون اور نہ بالکل منشور ہون اور ظہیر الدین ترمذی نے فرمایا کہ چار انگل جیسے ہین اپنی ہیئات پر معتبر ہین اہل سلف کے انگل نہین ضرور ہین اور فتاوے ابو الفضل کرمانی مین چار انگل منشورہ لکھے ہین اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ منشورہ چار انگل کی مقدار سے اختصار کرنا اولی ہی - فتاوے ابو الفضل کرمانی مین لکھا ہی کہ اگر عمامہ مین کئی جگہ ریشمی کام ہو تو وہ جمع کرکے دیکھا جائیگا کہ کسقدر ہی اور شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ جمع نہین کیا جائیگا اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ متفرق کام مین جمع کرنے مین و نہ کرنے مین اختلاف ہی اور نجم الائمہ بخاری نے فرمایا کہ متفرقات کام مین ظاہر مذہب یہ ہی کہ جمع نہ کیا جاوے لیکن اگر یون ہو کہ کپڑے کا ایک خط ریشمی ہو اور دوسرا غیر ریشمی بوجیکہ سب ریشمی نظر آتا ہو تو جائز نہین ہی جیسا کہ بقالی کے جمع التفاریق مین مذکور ہی - اور اگر ہر ایک علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہو جیسے عمامہ مین طرہ ہوتا ہی تو ظاہر مذہب یہ ہی کہ جمع کرکے اسکا اندازہ نہ کیا جائیگا یہ قنیہ مین ہی - اگر ایسی پٹی ہو جسکے دونون کنارے جو آپسمین ملائے جاتے ہین چاندی کے ہون تو اسکے استعمال مین ڈر نہین ہی - اور منطقہ مفضضہ کو بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور بعض نے فرمایا کہ کچھ ڈر نہین ہی - اور اگر وسط منطقہ مین جامہ دیبا ہو تو بعض نے فرمایا کہ اسکے استعمال مین ڈر نہین ہی بشرطیکہ چار انگل عرض نہو اور بعض نے فرمایا کہ مردون کو اسکا استعمال کرنا جائز نہین ہی یہ غرائب مین ہی - مردون کو حریر کی ٹوپی اور سونا و چاندی پہننا مکروہ ہی اور جس کپڑے پر ریشم کثیر یا کچھ سونا و چاندی سیا ہو بشرطیکہ چار انگل کی مقدار سے زیادہ ہو وہ بھی مکروہ ہی اور اگر ٹوپی کے کنارے مین یہ چار انگل ہو تو کچھ ڈر نہین ہی اسی طرح اگر عمامہ کے کنارے مین ہو تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر جبہ پر ایسا کام ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ سراجیہ مین ہی - فتاوے آہو مین ہی کہ قاضی برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ اگر ریشم سے کنٹھے مین چکن بنائی گئی یا کاڑھا گیا تو مرد کو اسکا پہننا کیسا ہی تو فرمایا کہ چاہیے کہ مکروہ نہو کیونکہ وہ مستہلک ہو گیا پس تابع ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی اشارہ کیا ہی کہ وہ تابع ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص مرد کو برف مین چلنا پڑتا ہی اور اسکو ہمیشہ برف کی طرف نظر کرنا بینائی کو مضر ہوتی ہی تو کچھ ڈر نہین ہی کہ وہ اپنی آنکھ پر ابریشم کے خمار سیاہ ڈالے - مین کہتا ہون کہ چشمہ رند مین بدرجہ اولے یہ جائز ہوگا یہ قنیہ مین ہی - اور ایسا جبہ جسمین خز بھرا ہوا اسکے پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی سیر کبیر مین ہی کہ اگر مرد کی ازار دیبا کی یا سونے کے تارون کی ہو تو غیر حالت جنگ مین بھی اسکے پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی کذا فی الذخیرہ قال المترجم کذا فی النسخۃ الموجودۃ فلو کان کذلک لم تتخذ ہذہ الروایۃ والحکم کان لم یحط جدا - بعض مشائخ کی شرح جامع صغیر مین ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک مرد کے واسطے حریر

قولہ چشم رند یعنی جس آنکھ مین رہتا ہو اور رند وہ ہوتا ہی آنکھ کی بینائی مین یہ ابدالی اصطلاح ہی

کے تکمہ مین کچھ ڈر نہین ہی اور صدر الشہید رحمہ نے ایمان الواقعات مین ذکر کیا کہ صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہی اور صدر الشہید کے حاشیہ شرح جامع صغیر مین اُنکے خط سے مرقوم ہی کہ تکہ حریر مین ہمارے اصحاب مین اختلاف ہی کذا فی المحیط ریشم کا بنایا ہوا تکہ مکروہ ہی اور یہی صحیح ہی اسی طرح ریشمی ٹوپی کا اگرچہ عمامہ کے نیچے ہو اور ریشمی بیانی کا جو ڈکائی جاتی ہی یہی حکم ہی کذا فی القنیہ - ریشمی تکہ مین اختلاف ہی اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق مکروہ ہی اسی طرح فصد لینے والے کی پٹی ریشمی مکروہ ہی اگرچہ چار انگل سے کم ہو کیونکہ وہ خود اصل ہی کذا فی التمرتاشی اور جامع الفتاوی مین محمد بن سلمہ رحمہ سے روایت ہی کہ جسنے ریشمی تکہ کے ساتھ نماز پڑھی تو نماز جائز ہی اور مکروہ شخص گنہگار ہو گا تاتارخانیہ مین ہی اگر کسی نے فرکو قبا کے اندر بھرا تو ڈر نہین ہی کیونکہ وہ تابع ہو گیا اور اگر قبا کا استر یا ابرہ فر کا بنایا تو مکروہ ہی کیونکہ ابرہ و استر دونون مقصود ہوتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی - شرح قدوری مین امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہی کہ فر کا کپڑا جو فر اور ابرے کے درمیان ہوتا ہی مین مکروہ جانتا ہون یہ محیط مین ہی امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہی کہ ٹوپی کا ریشمی استر مکروہ ہی یہ تمرتاشی مین ہی عورتون کے واسطے سونے کے تار دون کا کارچوبی بنا ہوا کپڑا پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی مگر مردون کے واسطے فقط چار انگل تک روا ہی اس سے زیادہ مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی مردون کے واسطے کسم - زعفران - ورس کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مکروہ ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور امام ابی حنیفہ رحمہ سے مروی ہی کہ سرخ رنگ و سیاہ رنگ مین کچھ ڈر نہین ہی یہ ملتقط مین ہی - مجموع النوازل مین ہی کہ دریافت کیا گیا کہ دنیا مین زینت و تجمل کا کیا حکم ہی تو فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اُسوقت آپ کے بدن مبارک پر ہزار درم قیمت کی ایک چادر تھی اور گاہ گاہ چار ہزار درم کی چادر اوڑھے ہوئے نماز کو کھڑے ہوتے تھے - اور آپ کے اصحاب مین سے ایک شخص ایک روز چادر خز اوڑھے ہوئے داخل ہوے پس آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے جب کسی بندہ کو نعمت عطا فرماتا ہی تو پسند کرتا ہی کہ اپنی نعمت کا اثر اُسکے بدن پر دیکھے اور امام ابو حنیفہ چار سو دینار کی قیمت کی چادر اوڑھتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی - صوف و بالون کا پہننا انبیا علیہم السلام کی سنت ہی کیونکہ یہ تواضع کی نشانی ہی اور پہلے پہل اسکو حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام نے پہنا ہی - اور حدیث مین ہی کہ اپنے بالون کو لباس صوف پہنکر روشن کرو کہ یہ دنیا مین ذلت ہی اور آخرت مین نور ہی اور لوگون کی تعریف و بڑائی سے اپنا دین بگاڑنے سے بچے رہو یہ غرائب مین ہی - اچھے کپڑے پہننا مباح ہی بشرطیکہ تکبر نہ کرے اور اسکی تفسیر یہ ہی کہ ایسے کپڑے پہنکر ویسا ہی رہے جیسا پہلے تھا یہ سراجیہ مین ہی - کسی کی موت پر تاسف کرنے کے واسطے کپڑون کا سیاہ و اکھب رنگنا جائز نہین ہی اور صدر الحسام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ منزل میت مین کالے کپڑے کرنا جائز نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - امام سرخسی نے کتاب اللبس مین فرمایا کہ عام اوقات مین دھلے ہوئے کپڑے پہننا چاہیے اور بعض اوقات مین اللہ تعالی کی نعمت ظاہر کرنے کے واسطے احسن لباس پہنے مگر ہر وقت نہ پہنے کہ اسمین محتاج مسلمانون کو ایذا ہوتی ہی یہ خلاصہ مین ہی - اسی طرح اگر ایک جبہ سے جاڑا جاتا رہے تو نہ چاہیے کہ دو تین جبہ لاد کر ظاہر کرے کیونکہ اسمین محتاجون کے حق مین ایذا دہی ہی پس ایسا لباس سبب ایذاے غیر کے ممانعت ہی یہ محیط مین ہی - اور دثار بلا خلاف مکروہ ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور مرد کو ایسا پائجامہ جو پشت پاتک لٹکتا ہو مکروہ ہی یہ فتاوے غیاثیہ مین ہی اور بعض مشائخ سے روایت ہی

کہ مرفع اور موٹا کپڑا پہنا سنت اسلام مین سے ہی - پائجامہ پہنا سنت ہی اور یہ لباس مرد و عورت کے واسطے بہت پردہ پوش ہی یہ غرائب مین ہی - عورت کو اپنے گھر مین سر کھولنا روا ہی پس بدرجہ اولے یہ روا ہی کہ اپنے محارم کے سامنے ایسی خمار اوڑھے جس سے اُسکے نیچے کا بدن معلوم ہو یہ قنیہ مین ہی - لباس مین کپڑے کو کمی کے ساتھ رکھنا سنت ہی - اور ازار و قمیص کا لٹکانا بدعت ہی ازار کو چاہیے کہ ٹخنون سے اونچی رکھے بلکہ نصف ساق تک رکھے مگر یہ حکم مردون کے واسطے ہی اور عورتین اپنے ازار کو مردون سے زیادہ لٹکائے رہین تاکہ اُنکے قدمون کی پیٹھ ڈھکی رہے - اگر کسی مرد نے اپنی ازار ٹخنون سے نیچے لٹکائی پس اگر براہ تکبر نہو تو اُسمین تنزیہی کراہت ہی یہ غرائب مین ہی اقول فیہ نظر فافہم - سوائے نماز کے غیر وقت مین سدل مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی پس بعض نے فرمایا کہ بدون قمیص کے مکروہ ہی اور قمیص و ازار کے ساتھ مکروہ نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہی جیسا کہ نماز مین مکروہ ہی اور صحیح قول شیخ ابوجعفر کا ہی کہ مکروہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - امام ابوحنیفہ رح سے مروی ہی کہ لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہننے مین ڈر نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - امام ابوحنیفہ رح کے بدن شریف پر سنجاب تھا اور ضحاک رح کے سر شریف پر سمور کی ٹوپی تھی یہ عنایہ مین ہی - امام ابوحنیفہ رح سے مروی ہی کہ سب درندون کی اور انکے سوائے مردار کی کھال کی دباغت کی ہوئی ذبح کی ہوئی کی پوستین بنانے مین ڈر نہین ہی اور فرمایا کہ دباغت کرنا ہی اُسکی زکوۃ ہی یہ محیط مین ہی - چیتے و تمام درندہ جانورون کی کھال سے دباغت کرنے کے بعد مصلی یا زین کا پیسرہ بنانے مین ڈر نہین ہی یہ ملتقط مین ہی - اگر وضو کے واسطے یا ناک کی میل کے واسطے کوئی کپڑا بنالے تو کچھ ڈر نہین ہی اور جامع صغیر مین ہی کہ اگر کوئی کپڑا پسینا پونچھنے کے واسطے اپنے ساتھ رکھے تو مکروہ ہی کیونکہ یہ نئی نکالی ہوئی بات بدعت ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ مکروہ نہین ہی اور حاصل یہ ہی کہ اگر کسی نے انمین سے کوئی بات براہ تکبر کی تو مکروہ ہی اور اگر کسی نے از راہ ضرورت و احتیاج کی تو مکروہ نہین ہی یہ کافی مین ہی ہشام نے اپنی نوادر مین فرمایا کہ مین نے امام ابویوسف رح کے پائنون مین دو نعلین دیکھین جنمین چوگرد الوے کی کیلین جڑی ہوئی تھین تو مین نے پوچھا کہ آیا آپ اس نئی بات سے باک کرتے ہین فرمایا کہ نہین تو مین نے اُنسے کہا کہ سفیان و ثور بن یزید دونون اسکو مکروہ جانتے ہین کہ یہ راہبون کے ساتھ مشابہت ہی تو امام ابویوسف نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسی پاپوش پہنتے تھے جنمین بال لگے ہوتے تھے حالانکہ یہ بھی راہبون کا لباس ہی پس امام ابویوسف رح نے اس قول مین یہ اشارہ کیا کہ جن باتون مین بندون کے واسطے بہتری ہی انمین صورت کی مشابہت کچھ مضر نہین ہی اور پاپوش مین ایسی مضبوطی کرنے مین بہتری ہی کہ بعض زمین ایسی ہوتی ہی کہ اُسکی مسافت بعیدہ بدون ایسی مضبوطی کے طی نہین ہو سکتی ہی یہ مستفرقات محیط مین ہی - ایک عورت کے پاس ایک صندلی ہی جسکے قدم کی جگہ ایک مچھلی چاندی کے تارون کی بنی ہوئی ہی اور یہ تار ایسے ہین کہ علیحدہ کر لیے جا سکتے ہین تو عورت مذکور کو اُسکا استعمال کرنا جائز ہی اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور صحیح طحاوی مین ہی کہ مکاعب مین چاندی کا لگانا ایک روایت مین امام ابویوسف رح سے مکروہ ہی اور امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک مکروہ نہین ہی کذا فی التتارخانیہ - اگر کسی شخص کی کوٹھری مین دیبا کا فرش بچھا ہوا اور دروازہ پر دیبا کا پردہ لٹکا ہو یہ سب تجمل کی غرض سے ہو وہ شخص اس فرش پر نہ بیٹھتا ہو اور نہ سوتا ہو تو کچھ ڈر نہین ہی

اس بدعت سے خلاف مراد اصطلاحی ہی ورنہ لغوی و دنیاوی مین بدعت کا اطلاق واقع و بہت شرعی نہین ہی واللہ اعلم حقیقت الاسلام کا اصلی فی الارض ما بقی من نہو و قال علیہ

اسکو امام محمد رحمہ نے صریح بیان فرمایا ہی اسواسطے کہ دیباسے انتفاع حرام ہی اور فرش دیباسے انتفاع یون ہی کہ اُسپر بیٹھے یا اُسپر سووے یہ کبری مین ہی۔ لکڑی کی جوتی بنانا بدعت ہی۔ اور ابوالقاسم صفار سے مروی ہی کہ سخ چمڑے کا موزہ فرعون کا تھا اور سپید چمڑے کا موزہ ہامان کا تھا اور سیاہ موزہ علماء کا ہی اور مین نے بیش بڑے فقیہون کی فقہاے بلخ سے ملاقات کی مگر مین نے کسی کے پاس سخ یا سپید موزہ نہ دیکھا اور نہ مین نے کسی کو سُنا کہ اُسنے کبھی اپنے پاس رکھا ہی اور روایت کیا گیا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سیاہ موزہ رکھا کہ آپ کو دو سیاہ موزے ہدیہ بھیجے گئے تھے پس آپنے لیکر پہنے تھے یہ قنیہ مین ہی

دسوان باب ۔ سونے وچاندی کے استعمال کے بیان مین۔ عورتون ولڑکون ومردون کو سونے وچاندی کے برتن مین کھانا وپینا اُس سے تیل ڈالنا وخوشبو لگانا مکروہ ہی کذا فی السراجیہ۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُسنے چاندی یا سونے کے برتن سے اپنے سر وبدن پر تیل ڈالا ہو اور اگر اُسنے برتن کے اندر ہاتھ ڈال کر اُسمین سے تیل نکال کر اپنے ہاتھ سے استعمال کیا تو کچھ ڈر نہین ہی۔ اسی طرح اگر چاندی و سونے کے پیالے مین سے کھانا نکال کر روٹی وغیرہ کسی چیز پر رکھ لیا پھر کھایا تو بھی کچھ ڈر نہین ہی یہ محیط مین ہی اگر چاندی کی کُپی سے تیل اپنے سر پر ڈالا تو مکروہ ہی اسی طرح اگر اُس سے اپنی ہتھیلی پر نایا پھر اپنے سر پر یا ڈاڑھی مین ملا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر غالیہ ہو تو ڈر نہین ہی کیونکہ غالیہ جس برتن مین ہوتا ہی اُس سے سر پر نہین نایا جاتا ہی اور چاندی وسونے کے پیچھے سے کھانا مکروہ ہی اور چاندی وسونے کے خوان پر کھانا مکروہ ہی وچاندی و سونے کے طشت سے وضو کرنا مکروہ ہی اسی طرح اگر چاندی وسونے کا آفتابہ ہو اُس سے وضو کرنا بھی مکروہ ہی اسی طرح چاندی وسونے کے مجمر مین خوشبو دار وغیرہ چیز جلا کر دُھونی لینا مکروہ ہی لیکن فقط تجمل کے واسطے ہو تو ایسا نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اسی طرح سونے وچاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا یا سرمہ دانی بنانا بھی مکروہ ہی اسی طرح سونے وچاندی کی ہر ایسی چیز جس سے بدن کو نفع پہونچے مکروہ ہی یہ سراج الوہاج مین ہی اور سونے وچاندی کے طشت سے وضو کرنا مکروہ ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ سونے وچاندی کی کرسی پر بیٹھنا مکروہ ہی اس حکم مین مرد وعورت یکسان ہین۔ اور آئینہ جو سونے یا چاندی کا بنایا گیا ہو اُسمین دیکھنا اور سونے وچاندی کے قلم سے لکھنا مکروہ ہی اور سونے وچاندی کی دوات کا بھی یہی حکم ہی اور اسمین مرد وعورت یکسان ہین یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کے گھر مین سونے کے کٹورے تجمل کے واسطے ہون اُس سے وہ شخص پانی نہ پیتا ہو تو ڈر نہین ہی اسکو صریح امام محمد رح نے بیان فرمایا ہی اسواسطے کہ انتفاع حرام کیا گیا ہی اور ان ظروف سے استعمال کرنا انتفاع کہلاتا ہی یہ کبری مین ہی۔ پھر واضح ہو کہ چاندی کے ظروف سے جو چیز ہاتھ ڈال کر نکال کر استعمال کیجاوے اسمین ڈر نہین ہی اور جو چیز برتن سے ریختہ کیجاوے جیسے اشنان وروغن وغالیہ وغیرہ کے مانند تو مکروہ ہی یہ حاوی مین ہی۔ اور ظرف مذہب یا مفضض سے کھانے دینے مین ڈر نہین ہی بشرطیکہ اپنا مُنھ سونے وچاندی پر نہ رکھے اور اسی طرح ظروف وکرسیون وسینیہ ومین سے جو مضبب ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی بشرطیکہ نشست اُسکی سونے وچاندی پر نہو اسی طرح اگر آئینہ کا حلقہ سونے وچاندی کا ہو تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح مجمر ولگام وزین ولقدورکاب کا بھی یہی حکم ہی بشرطیکہ سونے وچاندی پر نشست نہو

اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ انھون نے ان سب کو مکروہ فرمایا ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رح انھین کے ساتھ ہین اور بعض نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح کے ساتھ ہین کذا فی التمرتاشی اور زاد مین ہی کہ صحیح امام ابو حنیفہ رح کا قول ہی یہ مضمرات مین ہی - اور جن کیڑون پر سونے وچاندی سے لکھا گیا ہو انکا پہننا مکروہ نہین ہی اسی طرح ہر جامہ کا استعمال لینے سونے وچاندی سے تو یہ ہو مکروہ نہین ہی کیونکہ اگر وہ پسینہ گلائی جاوے تو اُسمین سے کچھ نہ نکلیگا یہ بنا بیع مین ہی - اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جس کپڑے مین سونے وچاندی سے لکھا ہو وہ مرد کو پہننا نہ چاہیئے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر چھری کے پھل مین یا تلوار کے قبضہ مین چاندی ہو تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ اگر وہ جگہ جہان چاندی ہی گرفت کی تو مکروہ ہی ورنہ نہین اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مطلقاً مکروہ ہی اور وہ ملمع کہ اگر جدا کرین تو کچھ نہ نکلے اُسکے استعمال مین بالاجماع کچھ ڈر نہین ہی یہ کافی مین ہی - سیر مین لکھا ہی کہ تلوار کو سونے سے محلی نکرنا چاہیے اگرچہ لڑائی وجہاد مین ہو اسواسطے کہ لڑائی مین حلیہ سے کچھ نفع نہین ہوتا ہی حلیہ فقط زینت کے واسطے ہوتا ہی مولف عفا اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ حکم تلوار کے حق مین ہی تو تلوار کی حمائل کے حق مین بدرجۂ اولے یہی حکم ہی یہ تمرتاشی مین ہی - تلوار و اُسکی حمائل و پیٹی کو چاندی سے محلی کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی سونے سے محلی کرنا نہین جائز ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اگر کوئی چھری پوری مفضض ہو اور سونے یا چاندی سے بندھی ہوئی ہو تو اُس سے انتفاع مکروہ ہی لیکن اگر سونا یا چاندی مقام گرفت سے ایک طرف ہو کہ اُسکا ہاتھ سونے یا چاندی پر نہ پڑے تو ایسا نہین ہی کذا فی محیط السرخسی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب چاندی کے صورت مین دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق ہی اور تہذیب مین لکھا ہی کہ قلم تراش و منہ و مقراض و مقلمہ و دوات و آئینہ کا سونے سے محلی کرنا جائز نہین ہی اور چاندی سے محلی کرنے مین دو صورتین ہین اور لڑائی کے واسطے جو چھری ہو اُسکا محلی کرنا مباح ہی اور مکتوبات مین چاندی ہونا مکروہ ہی یہ امام ابو یوسف سے مروی ہی اور امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول اسکے برخلاف ہی یہ تمرتاشی مین ہی - اور سونے وچاندی کی گل میخین بنانے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ واسکا دروازہ مکروہ ہی - اور جس ہاتھ کی چھنگلیان مین سونے کی انگوٹھی ہو اُس سے پانی پینے مین کچھ ڈر نہین ہی - اور کھانے و پینے و تیل لگانے مین سونے وچاندی کے استعمال کرنے یا سونے وچاندی پر بیٹھنے مین سوائے زیور کے سب باتون مین عورتین و مرد یکسان ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - واضح ہو کہ جو برتن اسطرح مضبب ہو کہ اسکے لوٹنی یا دہانہ پر چاندی یا سونے کا پترا دار چوڑا حلقہ ہو اس سے پانی پینے وغیرہ مین ہمارے بعض مشائخ نے اسطرح تفصیل کی ہی کہ پیالہ کا ضباب اگر اسواسطے ہو کہ اُسکی وجہ سے پیالہ کا تقوم رہے واسطے زینت کے نہو تو موضع ضباب پر مُنھ رکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر زینت کے واسطے ضباب ہو پیالہ کے تقوم کے واسطے نہو تو ضباب پر مُنھ رکھنا مکروہ ہی اور اس قائل نے ایک مسئلہ سے استدلال کیا ہی جسکو امام محمد رح نے سیر کی باب الانفال مین ذکر فرمایا ہی جسکی صورت یہ ہی کہ سردار لشکر نے غازیون سے کہا کہ جو شخص سونا یا چاندی پاوے وہ اُسیکا ہی پس ایک شخص کو ایک پیالہ سونے یا چاندی سے مضبب ہاتھ لگا یا قدح مضبب ہاتھ لگا پس اگر اُسکا ضباب زینت پیالہ

قال المترجم عفا اللہ عنہ یہ عبارت ہذا التبیین کی فی الفصل الیضا وھو ظاہر ہی یا لم قالوا فی الفصل الیابس یوخذ قالوا الاجود ویحمل ان یکون قول

کے واسطے ہوا سواسطے نہو کہ پیالہ کا تقوم رہے تو یہ ضباب اُس شخص کا ہوگا جسنے اُسکو پایا ہی اور اگر یہ ضباب اسواسطے ہو کہ پیالہ کا تقوم رہے چنانچہ اگر یہ ضباب الگ کر دیا جاوے تو پیالہ باقی نہین رہتا ہی تو ضباب اُس شخص کو نہ ملیگا جسنے پایا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ لڑائی مین سونے و چاندی کے خود یا جوشن پہنے مین ڈر نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ہتھیارون پر سونے و چاندی کا ملمع کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی عقیق و بلور و شیشہ و زبرجد و رانگ کے ظروف مین کچھ ڈر نہین ہی کذا فی خزانۃ المفتین اور یاقوت کے برتنون کے استعمال مین مضائقہ نہین یہ سراج الوہاج مین ہی۔ سونے و چاندی سے ملمع کیے ہوے برتنون کے استعمال مین بالاجماع کچھ ڈر نہین ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور نابالغ کو موتی پہنانے مین ڈر نہین ہی اور یہی حکم بالغ کا ہی اور بچہ کو اگر مذکر ہو تو خلخال و کڑے پہنانا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی اور مرد کو چاندی کی انگوٹھی بھی جائز ہی کہ جب ایسی صفت پر بنی ہوئی ہو جیسی مرد پہنتے ہین اور اگر عورتون کی انگوٹھیون کے طور پر ہو تو مکروہ ہی یعنے اُسمین دو نگینہ ہون یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور چاندی کی انگوٹھی بھی جائز ہی جب مردون کی انگوٹھیون کے طرز پر بنی ہو اور اگر عورتون کی انگوٹھیون کے طرز پر ہو مثلاً اُسمین دو یا تین نگینہ ہون تو مرد کو اُسکا استعمال مکروہ ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور سوائے چاندی کے دوسری چیز کی انگوٹھی پہنا مرد کو مکروہ ہی یہ ینابیع مین ہی۔ اور سونے کی انگوٹھی پہنا صحیح مذہب کے موافق مرد کو حرام ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ خجندی مین ہی کہ لوہے۔ پیتل۔ تانبے۔ رانگے کی انگوٹھی پہنا مرد و عورت دونون کو مکروہ ہی۔ اور عقیق کی انگوٹھی پہننے مین مشائخ کا اختلاف ہی اور ذخیرہ مین لکھا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ جائز نہین ہی اور قاضی خان مین لکھا ہی کہ اصح یہ ہی کہ جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور یشب کے مانند چیزون کی انگوٹھی پہننے مین مثل عقیق کے کچھ ڈر نہین ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ ہڈی کی انگوٹھی پہننا جائز ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور لوہے کی انگوٹھی پہننے مین بشرطیکہ اُسپر چاندی لپیٹی گئی ہو یا ملمع کی گئی ہو جسکے کہ لوہا نظر نہ آوے کچھ ڈر نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور انگوٹھی مین فقط حلقہ معتبر ہی کیونکہ انگوٹھی کا قوام اُسی سے ہی اور نگینہ کا کچھ اعتبار نہین ہی چنانچہ جائز ہی کہ نگینہ پتھر کا ہو یا کسی اور چیز کا ہو یہ سراج الوہاج مین ہی اور نگ کے چھید کو سونے کی گل میخون سے بند کرنے مین ڈر نہین ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ انگوٹھی کی چاندی ایک مثقال تک ہونی چاہیے اسپر زیادہ نہ کیجائیگی اور بعض نے فرمایا کہ پورا مثقال بھی سونے پاوے اور یہی اثر مین وارد ہی یہ محیط مین ہی۔ اور چاندی کی انگوٹھی پہنا اُسی شخص کو مسنون ہی جسکو مُہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہی جیسے سلطان (یعنے مدت یا قول و فعل مجہول یا ثانی یعنی اسلام) و قاضی وغیرہ اور جسکو مہر کرنے کی حاجت نہو اُسکو ترک کرنا افضل ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور فقیہ ابواللیث نے ذکر فرمایا کہ بعضے لوگون نے سوائے صاحب حکومت کے غیر شخص کے واسطے انگوٹھی پہنا مکروہ جانا ہی مگر عامہ علماء نے جائز فرمایا ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور جب انگوٹھی پہنے تو چاہیے کہ اُسکا نگینہ ہتھیلی کے اندر کی طرف رکھے اوپر کی طرف نہ رکھے بخلاف عورتون کے کہ عورتین اوپر رکھینگی اسلیے کہ عورتین زینت کے واسطے پہنتی ہین اور مرد مہر کرنے کے واسطے پہنتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور فتاوے مین ہی کہ اولے یہ ہی کہ انگوٹھی کو بائین چھنگلیا مین پہنے دائین چھنگلیا اور باقی انگلیون مین نہ پہنے اسواسطے کہ دائین چھنگلیا مین انگوٹھی پہنا رافضیون کی علامت ہی حالانکہ دائین و بائین

دونون مین پہنا جائز ہونا ثابت ہوا ہی اور دونون طرح پہنا اثر مین وارد ہی یہ ذخیرہ مین ہی - امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ سونے سے دانت نہ باندھے اور چاندی سے باندھے اور امام محمد رح کی یہ مراد ہی کہ جب دانت ہلنے لگین اور اُسکے گر جانے کا خوف ہو اور اُس شخص نے چاہا کہ مین انکو باندھون تو چاہیے کہ چاندی سے باندھے اور سونے سے نہ باندھے مگر یہ امام اعظم کا قول ہی اور خود امام محمد رح نے فرمایا کہ سونے سے بھی باندھ سکتا ہی - اور جامع صغیر مین امام ابو یوسف رح کا قول ذکر نہین کیا بعض مشائخ نے کہا کہ امام ابو یوسف رح امام محمد رح کے ساتھ ہین اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے ساتھ ہین اور حاکم نے منتقی مین ذکر کیا کہ اگر کسی کے دانت ہلنے لگے اور اُسکو گر جانے کا خوف ہو پس اُسنے سونے یا چاندی سے باندھا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسمین کچھ ڈر نہین ہی - اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ دانت و ناک مین فرق ہی پس دانت کے حق مین فرمایا کہ سونے سے باندھنے مین ڈر نہین ہی اور ناک کے حق مین اسکو مکروہ جانا ہی یہ محیط مین ہی - اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی کہ اپنا اُکھڑا ہوا دانت پھر اپنے مُنھ مین جما کر باندھ دے اور اگر دوسرے کے دانت کو اُسنے اسطرح اپنے مُنھ مین لگایا تو مکروہ ہی کذا فی السراج الوہاج - بشر رحمہ اللہ نے کہا کہ امام ابو یوسف رح نے دوسری مجلس مین فرمایا کہ مین نے امام اعظم رح سے اسکو دریافت کیا تو امام اعظم رح نے اُسکے دوہرانے و اعادہ کرنے مین فرمایا کہ کچھ ڈر نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی - کسی شخص کی انگلیون کی پورین کاٹ ڈالی گئین تو اُسکو روا ہی کہ سونے و چاندی کی پورین بنا کر لگا دے بخلاف اسکے اگر ہاتھ یا پوری انگلی کاٹ ڈالی گئی تو ایسا نہین کر سکتا ہی یہ تمرتاشی مین ہی -

گیارہوان باب - کھانا کھانے مین کراہت و اُسکے متعلقات کے بیان مین - کھانے کے چند مراتب ہین ایک فرض ہی کہ جس سے مر نجاوے پس اگر کسی نے کھانا پینا چھوڑ دیا یہان تک کہ مر گیا تو عاصی ہوا دوم جسپر ثواب ملتا ہی یعنے مقدار فرض سے اسقدر زیادہ کھاوے جس سے کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھنا اُسپر آسان ہو جاوے - سوم مباح ہی یعنے اس سے بھی زیادہ کھاوے اور اسکی انتہا سیری تک ہی اس غرض سے کہ بدن کی قوت بڑھ جاوے اور اسمین نہ ثواب ہی نہ عذاب ہی اور آخرت مین اسقدر کا حساب آسان ہی بشرطیکہ طعام حلال ہو چہارم حرام ہی وہ یہ ہی کہ سیری سے بھی زیادہ کھا جاوے لیکن اگر اس غرض سے ہو کہ کل کے روزے کے روزہ مین تقویت رہے یا مہمان کو کھانے مین شرم نہو تو سیری سے زیادہ کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور ریاضت کے واسطے کھانے مین ایسی کمی کرنا کہ آخر کار ادائے فرائض سے عاجز ہو جاوے جائز نہین ہی - ہان نفس کو اسقدر بھوکا رکھنا کہ ادائے عبادت سے عاجز نہو جاوے مباح ہی اور اسمین نفس کے واسطے ریاضت بھی ہی اور اسمین طعام کی خواہش و گوارائی بھی ہو جاتی ہی بخلاف صورت اول کے کہ اسمین نفس کا ہلاک کرنا ہی اسی طرح جو نوجوان جوش شہوت سے خوفناک ہی اُسکو مضائقہ نہین کہ اپنے تئین کھانے سے روکے تاکہ بھوک سے اُسکی شہوت ٹوٹ جاوے بشرطیکہ اسطرح ہو کہ ادائے عبادات سے عاجز نہو جاوے یہ اختیار شرح مختار مین ہی - اور اگر کسی شخص نے اپنے بدن کی اصلاح کے واسطے بقدر حاجت کے یا حاجت سے زیادہ کھایا تو کچھ ڈر نہین ہی یہ حاوی مین ہی - اگر کسی شخص نے

حاجت سے زیادہ اسواسطے کھایا کہ قی کرے تو حسن رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور کہا کہ مین نے انس بن مالک رض کو دیکھا کہ طرح طرح کا کھانا کھاتے اور زیادہ کھاتے پھر قی کر دیتے تھے اور یہ اُنکو نافع ہوتا تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور سالنون مین جسکے ساتھ روٹی کھائی جاوے کثرت کرنا اسراف مین سے ہی لیکن اگر حاجت ہو تو روا ہی مثلاً ایک ہی سالن سے جی گھبرا گیا پس چند طرح کا یکوائے تاکہ ہر ایک مین سے تھوڑا تھوڑا کھاے تاکہ مجموعہ اسقدر ہو جاے کہ طاقت پر قادر ہو یا اُسنے یہ قصد کیا کہ ضیافت کے واسطے لوگون کو گروہ گروہ بُلاوے کہ ایک کے بعد دوسرا آتا جاوے یہان تک کہ کھانا پورا اُٹھ جاوے تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی - یہ خلاصہ مین ہی - چند طرح کا طعام یکوانا و دسترخوان پر حاجت سے زائد رکھنا اسراف ہی لیکن اگر یہ قصد ہو کہ ضیافت کے واسطے لوگون کے گروہ ایک بعد دوسرے کے بُلاتا جاوے یہان تک کہ کھانا پورا ہو جاوے تو کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ اسمین فائدہ ہی اور یہ بھی اسراف مین سے ہی کہ روٹی بیچ بیچ مین سے کھاے اور کنارے چھوڑ دے یا ایک روٹی مین سے چوتھائی ہوئی کھاے اور باقی چھوڑ دے کیونکہ اسمین ایک طرح کا تنعّم ہی لیکن اگر دوسرا شخص اُسکو کھا لیتا ہو تو کچھ ڈر نہین ہی چنانچہ اگر روٹیون مین سے کوئی روٹی چھانٹ کر کھائی کوئی نہ کھائی تو جائز ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی - اور جو لقمہ ہاتھ سے گر پڑے اُسکا ترک کر دینا اسراف مین سے ہی بلکہ چاہیے کہ اُسکو پہلے اُٹھا کر کھاے پھر دوسرا کھا وے یہ دجیز کردری مین ہی - اور روٹی کی تعظیم مین سے ایک یہ ہی کہ جب روٹی سامنے آوے تو کھانا شروع کر دے سالن کا انتظار نکرے یہ اختیار شرح مختار مین ہی - اور کھانے سے پہلے و پیچھے دونون ہاتھ دھونا سنت ہی اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے مین یہ ادب ہی کہ پہلے جوان لوگ شروع کرین پھر بڈھے لوگ ہاتھ دھوین اور بعد کھانے کے برعکس چاہیے کذا فی الظہیریہ اور نجم الائمہ بخاری وغیرہ نے فرمایا کہ اگر کھانے سے پہلے کسی شخص نے ایک ہاتھ یا دونون ہاتھون کی اُنگلیان دھو ڈالین تو دونون ہاتھ دھونے کی سُنت ادا نہوگی اسواسطے کہ طریقۂ سُنت یون مذکور ہی کہ دونون ہاتھ دھووے اور ہاتھ کا اطلاق بہونچے تک ہی یہ قنیہ مین ہی - اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر اُنکو رومال سے نہ پوچھے تاکہ کھانا شروع کرنے تک دھونے کا اثر باقی رہے اور بعد کھانے کے ہاتھ دھو کر پونچھ ڈالے تاکہ طعام کا اثر بالکلیہ زائل ہو جاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور قنیہ مین ہی کہ میرے والد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کھانے کے وقت کلی کرنا بھی مثل ہاتھ دھونے کے سُنت ہی تو فرمایا کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر چوکر سے کسی نے ہاتھ دھوئے یا سر دھویا یا اُسکو جلایا پس اگر اُسمین کچھ لگا دا آٹے کا نہین رہا تھا بلکہ فقط چوکر جو پاون کے کھانے کے لائق تھا تو کچھ ڈر نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور نوادر ہشام مین ہی کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ کھانے کے بعد آٹے یا ستو سے ہاتھ دھونا کیسا ہی جیسا اشنان سے ہاتھ دھوتے ہین تو امام محمد رح نے مجھے خبر دی کہ امام ابوحنیفہ رح اسمین کچھ باک نہین جانتے تھے اور ایسہی امام ابو یوسف رح بھی اور یہی میرا قول ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور جُنب کو خواہ مرد ہو یا عورت دونون ہاتھ دھونے و کلی کرنے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہی مگر حائض کے واسطے مکروہ نہین ہی اور ہر صورت مین مُنھ کا پاک رکھنا مستحب ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور چاہیے کہ پانی برتن سے اپنے

ہاتھ پر خود ڈالے کسی دوسرے سے استعانت نہ لے چنانچہ ہمارے بعضے مشائخ سے منقول ہی کہ فرمایا کہ یہ امر مثل وضو کے ہی اور ہملوگ وضو مین کسی غیر سے استعانت نہین لیتے ہین یہ محیط مین ہی - اور سنت طعام یہ ہی کہ اول مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور آخر مین الحمد للہ پڑھے اور اگر اول مین بسم اللہ بھول جاوے تو یون کہے بسم اللہ علی اولہ و آخرہ یہ اختیار شرح مختار مین ہی اور جب بسم اللہ کہے تو چاہیے کہ آواز بلند سے کہے تاکہ جو لوگ ساتھ کھانے بیٹھے ہین اگر بھی تلقین ہو جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر طعام حلال ہو تو بسم اللہ کہکر شروع کرے اور فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ کہے چاہیے جیسا ہو (یعنے حلال ہو یا شبہ ہو یا حرام ہو) یہ قنیہ مین ہی - اور الحمد للہ کے ساتھ آواز بلند نہ کرنا چاہیے لیکن اگر ساتھی لوگ فارغ ہو گئے ہون تو خیر یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور نمک کے ساتھ شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت سے ہی یہ خلاصہ مین ہی - اور کھانا کم کھاوے یہ غرائب مین ہی - اور مین ہی کہ فضل بن غانم کہتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ طعام کو پھونکنا کیسا مکروہ ہی فرمایا کہ نہین لیکن اگر پھونک آواز سے مثل اف کے ہو تو مکروہ ہی اور تفخ کی ممانعت کے یہی معنی ہین - اور جلتا ہوا کھانا نہ کھاوے اور کھانے کو نہ سونگھے اور کھانے کی چیز یا پینے کی چیز مین نہ پھونکے - اور یہ بھی سنت سے ہی کہ کھانا شروع کرنے مین دہنے ہاتھ سے کھانا نہ شروع کرے یہ خلاصہ مین ہی - اور سنت ہی کہ دستر خوان سے پہلے انگلیون کو خوب چاٹ لے یہ وجیز کردری مین ہی - اور پیالہ کا چاٹنا سنت ہی یہ خلاصہ مین ہی اور جو طعام خوان سے گرے اسکو کھا لینا سنت ہی یہ محیط مین ہی - اور تکیہ لگا کر کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ تکبر کی راہ سے نہو اور ظہیریہ مین لکھا ہی کہ یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی اور تکیہ لگا کر کھانا پینا یا بایان ہاتھ زمین پر رکھ کر یا ٹیک لگا کر مکروہ ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی - سر راہ کھانا مکروہ ہی اور سر کھلے ہوئے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہی مختار ہی یہ خلاصہ مین ہی - بھوک سے جب شخص کے حالت پہونچ جاوے تو مردار چیز مین سے اسقدر کھا لینا کہ جس سے ہلاکت کا خوف جاتا رہے رواہی کذا فی السراجیہ - اور مشائخ نے اضطرار کی تعریف مین گفتگو کی ہی یعنے وہ حالت مخمصہ جسمین مردار حلال ہو جاتی ہی وہ کب ہوتی ہی سو بعض نے فرمایا کہ جب ایسی حالت پہونچ جاوے کہ اسکو جان جاتی رہنے کا خوف ہو - اور ابن المبارک رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ جب ایسی حالت ہو کہ اگر بازار مین داخل کیا دے تو کسی مال اسباب پر کیسا ہی عمدہ ہو نظر نہ ڈالے سوائے اس مردار کے - اور بعض نے فرمایا کہ جب فرائض ادا کرنے سے عاجز ہو جاوے - اور بعض نے فرمایا کہ تین دن بعد - اور صحیح یہ ہی کہ اسکے واسطے کوئی مقدار مقرر نہین ہی اسواسطے کہ لوگون کے طبائع مختلف ہوتے ہین - اور مشائخ نے مردار خواری کی کیفیت مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اسکا کھانا حرام ہی مگر مضطر سے اسکا گناہ دور کر دیا گیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ وہ حلال ہو جاتا ہی مضطر کو اسکا کھانا روا ہی یہ غرائب مین ہی - اگر بھوک سے اپنی جان جاتی رہنے کا خوف کرے اور اسکے رفیق کے پاس کھانا ہو تو روضہ مین مذکور ہی کہ ضمانت شرط کرکے اس سے اسقدر طعام کہ بھوک دفع ہو لے لے یہ خلاصہ مین ہی - اور جو شخص مخمصہ مین پھنسا اور اسکے پاس رفیق کا طعام ہی مگر اسنے اس سے اکراہاً بقیمت نہ لیا بلکہ صبر کیا یہان تک کہ بھوک سے مر گیا تو ثواب پاویگا یہ

اس مسئلہ کی عادت سے موافق اول کھانا کھا لو پھر ہاتھ دھو ڈالو

بعض نسخون مین یہ عبارت نہین ہی

قانیہ مین ہی۔ اور اگر پیاس سے جان جانے کا خوف ہو احالانکہ اُسکے رفیق کے پاس پانی ہی تو اسکو جائز ہی کہ رفیق کے ساتھ بدون ہتھیار کے لڑائی کرکے بقدر دفع تشنگی کے پانی لے لے اور اگر رفیق کی نسبت بھی موت کا خوف ہو تو کچھ پانی لے لے اور کچھ چھوڑ دے یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کوئی شخص پیاس سے مضطر ہوا اور ایک کنوئین مین پانی ہی اور وہان کوئی شخص اُسکو پانی لینے سے منع کرتا ہی تو اس شخص کو جائز ہی کہ منع کرنے والے سے مقاتلہ کرے۔ یہ تہذیب مین ہی۔ اور شیخ ابو نصر سے منقول ہی کہ فرمایا کہ جو چیز ایسی ہو کہ اُسکو کسی شخص نے اپنی ملک و حیازت مین کرلیا ہی جیسے طعام یا دانہ یا جو اُسنے اپنے برتن مین بھر لیا ہی یا اپنی ملک مین کرلیا ہو پس اگر وہ شخص مضطر کو ندے تو مضطر کو اُس سے سوائے ہتھیار دینے کے اور طرح لڑائی کرکے لینا جائز ہی اور کنوئین وغیرہ کے مانند کسی مقام کے پانی سے اگر کوئی روکے تو مضطر کو اُس سے ہتھیار سے و بدون ہتھیار سے سب طرح مقاتلہ کرنا جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کو پیاس سے مرجانے کا خوف ہوا اور اُسکے پاس شراب موجود ہی پس اگر اُسکو علم ہو کہ شراب پینے سے پیاس بجھ جائیگی تو شراب کو بقدر پیاس دور کرنے کے پی سکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک مضطر نے مردار بھی کھانے کو نہ پایا اور مرجانے کا خوف ہوا پس ایک شخص نے اُس سے کہا کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھالے یا کہا کہ میرے بدن مین سے ایک ٹکڑا کاٹ کر کھالے تو مضطر کو ایسا کرنا روا نہین ہی اور حکم دہندہ کو ایسا حکم کرنا بھی صحیح نہین ہی جیسا کہ مضطر کو یہ روا نہین ہی کہ اپنے بدن سے کوئی ٹکڑا قطع کرکے کھادے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ باپ کو اگر اپنے فرزند کا مال کھانے کی حاجت پڑی پس اگر شہر مین ہو اور بسبب فقر کے اسکی ضرورت ہو تو مفت کھادے اور اگر جنگل مین ہو اور بسبب کھانا نہونے کے اسکی ضرورت ہوئی پس اگر غنی ہو یعنے اُسکو صدقہ حلال نہو تو بقیمت کھادے یہ خلاصہ مین ہی باپ کو اپنے بخیل بیٹے کا مال لینا حلال نہین ہی الا جبکہ ضرورت ہو اور اگر بیٹا غنی ہو تو غیر ضرورت کے وقت بھی لینا جائز ہی یہ ملتقط مین ہی۔ اور اگر حالت مخمصہ مین کسی نے مردار کھانے سے انکار کیا یا روزہ رکھا اور نہ کھایا یہان تک کہ مرگیا تو گنہگار ہوگا یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور اگر بھوکا ہو اور نہ کھایا باوجودیکہ قادر تھا یہان تک کہ مرگیا تو گنہگار ہوگا یہ کبری مین ہی۔ امام محمد رح نے کتاب الکسب مین فرمایا کہ محتاج جسوقت نکلنے و طلب کرنے سے عاجز ہوا اُسوقت لوگون پر اُسکو کھانا کھلانا فرض ہی اور اس مسئلہ مین تین صورتین ہین ایک یہ کہ محتاج جسوقت باہر نکلنے سے عاجز ہوا تو ہر شخص پر جو اُسکے حال سے آگاہ ہوا یہ فرض ہی کہ بشرط قدرت اُسکو اسقدر کھانا کھلائے جس سے وہ نکلنے و ادائے عبادت پر قادر ہوجاوے حتی کہ اگر اُسکے حال سے واقف لوگون مین سے کسی نے اُسکو کھانا نہ دیا اور وہ مرگیا تو گناہ سب پر ہوگا اسی طرح اگر اُس شخص کے پاس جو اُسکے حال سے آگاہ ہوا اسقدر نہو کہ اُس محتاج کو کھلاوے ولیکن اُسکو یہ قدرت ہی کہ نکل کر لوگون کو اُسکے حال سے آگاہ کرے تاکہ وہ لوگ خبر گیری کرین تو اُسپر ایسا کرنا فرض ہوگا پھر اگر لوگون نے خبر گیری نہ کی تو جسقدر لوگ واقف ہوئے تھے سب لوگ اگر محتاج مذکور بھوک سے مرجاوے تو گنہگار رہونگے لیکن اگر ایک نے اُسکے حال کی خبر گیری کرلی تو باقی سب کی طرف سے ساقط ہوجائیگی۔ دوم یہ کہ محتاج نکلنے پر قادر ہی مگر کسب پر قادر نہین ہی تو اُسپر واجب ہی کہ نکلے اور جو شخص اُسکے حال سے

واقف ہو پس اگر اُسپر محتاج کا کچھ حق واجب ہو تو اُسپر واجب ہی کہ اُسکو اُسکا حق ادا کردے اور اگر محتاج مذکور کمائی کرنے پر قادر ہو تو اُسپر واجب ہی کہ کمائی کرے اور سوال کرنا اُسکے حق مین حلال نہین ہی - سوم یہ کہ اگر محتاج کمائی سے عاجز ہو مگر اُسپر قادر ہی کہ نکل کر لوگون کے دروازون پر جاوے تو اُسپر ایسا کرنا فرض ہی پس اگر اُسنے ایسا نکیا اور مر گیا تو اللہ تعالے کے نزدیک گنہگار ہوگا پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ دینے والا بہ نسبت لینے والے کے افضل ہی اور آیین بھی تین صورتین مین ایک یہ کہ دینے والے نے حق واجب ادا کیا حالانکہ لینے والا کمائی کرنے پر قادر ہی مگر محتاج ہی تو اس صورت مین بالاتفاق دینے والا افضل ہی دوم یہ کہ دینے والا اور لینے والا دونون متبرع ہون چنانچہ دینے والے کا متبرع ہونا ظاہر ہی اور لینے والے کے تبرع کی یہ صورت ہی کہ لینے والا کمائی پر قادر ہو تو اس صورت مین دینے والا افضل ہی سوم یہ کہ دینے والا متبرع ہو اور لینے والے پر لینا فرض ہو مثلاً وہ کمائی سے عاجز ہو تو اس صورت مین دینے والا اہل فقہ کے نزدیک افضل ہی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے کہا کہ جب فلان شخص نے میرے مال مین سے لیا تو اُسکو حلال ہی پھر فلان شخص نے بدون اس بات کے علم کے کہ اُسنے مباح کردیا ہی اُسکا کچھ مال لے لیا تو جائز ہی اور ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی - اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ سب جسقدر تو میرے مال مین سے کھاوے مین نے تجھے حلال کیا تو وہ مال اُسکو حلال ہوگا اور اگر یون کہا کہ سب جسقدر تو میرے مال مین سے کھاوے مین نے تجھے اُس سے بری کردیا تو بری نہوگا - اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صواب یہ ہی کہ بنا بر قول محمد بن سلمہ رح کے بری ہوجائیگا یہ وجیز کردری مین ہی ایک شخص نے دوسرے سے کہا انت فی حل من مالی حیثما اصبتہ فخذ ما شئت لیتے تجھے میرا مال حلال ہی تجھے جہان سے ملے تو جسقدر چاہے لے لے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ خاصۃ درم و دینار سے اُسکو حلت ہوگی اور اسکو یہ اختیار نہوگا کہ قاتل کی زمین سے فواکہ یا اُسکی بکریون کے گلہ مین سے کوئی بکری یا ایسی کوئی اور چیز لے لے - اور اگر کوئی درخت خرما دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اسمین سے جسقدر چاہے کھالے اور جسکو چاہے ہبہ کردے تو اُسکو ایسا کرنا جائز ہی اور یہ کہنا مباح کرنا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے میرے چھوارے کسقدر کھائے ہین اُسنے کہا کہ پانچ حالانکہ اُسنے دس چھوارے کھائے تھے تو چھوٹا نہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تو نے یہ کپڑا کتنے کو خریدا ہی اُسنے کہا کہ پانچ کو حالانکہ دس درم کو خریدا تھا تو بھی کاذب نہوگا یہ خلاصہ مین ہی - مری ہوئی مردار مرغی کے پیٹ مین سے اگر انڈا نکلا تو کھایا جا سکتا ہی - اسی طرح اگر مردار بکری کے تھنون سے دودھ برآمد ہوا تو پیا جا سکتا ہی یہ سراجیہ مین ہی - ریشم کے کیڑون کے بچے کھانے مین انمین جان پڑنے سے پہلے کچھ ڈر نہین ہی - اور بھڑون کے بچون کے کھانے مین جان پڑنے سے پہلے کچھ ڈر نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی - بز غالہ دیرہ اگر گدھی کا دودھ پلا کر پالا گیا تو امام محمد رح نے ذکر کیا کہ اُسکا کھانا حلال ہی مگر مکروہ ہی - اور اگر کوئی بکری شراب پی گئی اور اُسی وقت ذبح کی گئی تو مکروہ نہین ہی اور اگر دیر ہوگئی تو مثل مچھلی ہوئی مرغی کے قیمہ کیجائیگی - گوشت کا کیڑا شوربے مین گر پڑا تو شوربا نجس نہوگا مگر کیڑا کھایا نجایا جائیگا اور اسی طرح شوربا بھی نہ کھایا جائیگا بشرطیکہ یہ کیڑا اگر شوربے مین گر کر پھٹ گیا ہو - اور اگر آدمی کا پسینا یا ناک کی ریٹ یا آنسو شوربے مین گر پڑے تو اس شوربے کا کھانا حلال ہی

اور اسی طرح اگر پانی مین گرے اور پانی غالب رہا تو اُسکا پینا بھی حلال ہی لیکن طبیعت ایسی چیز کو پلید سمجھ کر پرہیز کرتی ہی یہ قنیہ مین ہی - ایک عورت ہانڈی پکاتی ہی کہ اتنے مین اُسکا شوہر ہاتھ مین ایک شراب کا پیالہ لیے آیا اور شراب کو ہانڈی مین ڈال دیا پھر عورت نے ہانڈی مین سرکہ ڈال دیا یہان تک کہ شوربے مین سرکہ کے مانند کھٹائی ہوگئی تو اُسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی - ایک ہانڈی مین نجاست گر پڑی تو شوربا کھانا روا نہین ہی اور اگر ہانڈی مین اُبال کے وقت نجاست گری ہو تو گوشت بھی کھانا روا نہین ہی اور اگر غلیان کی حالت نہو تو گوشت دھوکر کھانا روا ہی یہ سراجیہ مین ہی - امام محمد رح سے مروی ہی کہ مشتعل پانی سے آٹا گوندھنے مین ڈر نہین ہی یہ حاوی مین ہی - بلی کے جھوٹے پانی سے اگر آٹا گوندھ کر روٹی پکائی گئی تو آدمی کو اُسکا کھانا مکروہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اور یہ بات مکروہ ہی کہ آدمی میدہ نکال کر اُسکی روٹی خود کھاوے اور جو کر اپنے مملوکون کے کھانے کے واسطے چھوڑ دے - اگر گوبر کے اندر کوئی روٹی پائی گئی پس اگر گوبر سختی کے ساتھ ہو تو گوبر دور کرکے روٹی کھائی جائیگی کیونکہ وہ نجس نہین ہوئی ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی مترجم کہتا ہی کہ ہمارے نزدیک اگر گوبر کی سختی سے خشک گوبر مراد ہی تو یہی حکم ہی اور اگر بالکل خشک نہو تو محل تامل ہی فتامل اگر روٹی کا ٹکڑا گوہ مین دیکھا تو اُسکے چھوڑ دینے مین معذور ہی اُسپر اُسکا دھونا لازم نہوگا یہ منتقرات قنیہ مین ہی شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک چوہا اپنے مُنھ سے روٹی کو کترتا ہی تو اُسکا کھانا جائز ہی فرمایا کہ ہان بسبب ضرورت کے جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - آدمی کا دانت ایک ٹوکری گیہون کے ساتھ پیسگیا تو آٹا نہ کھایا جائیگا اور یہ جانورون کو کھلایا جائیگا بخلاف اسکے اگر اُسکی ہتھیلی کی کھال مکھی کے پر کے برابر چھل کر طعام مین مخلوط ہوگئی تو یہ طعام کھایا جائیگا کیونکہ اسمین عام بلوے ضرورت ہی - اسی طرح اگر آٹا گوندھنے مین پسینا اگر بقدر قلیل پسینا کھانے سے مانع نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر اونٹ یا بکری کی مینگنی مین جو نکلا تو اُسکو دھوکر کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر گائے کے گوبر اور گھوڑے کی لید مین نکلا تو نہ کھایا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - جوار و مسور و ماش و اسکے مثل چیزون کا ایسے چہیچہ مین دھونا جنمین یہ چیزین چھٹک کر گر پڑا جاتی ہون مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی - گوشت جب بدبودار ہوجاوے تو اُسکا کھانا حرام ہی - اور گھی و دودھ و روغن تیل و تیل جب بدبودار ہوجاوے تو حرام نہین ہوتا ہی - اور طعام جب متغیر ہوکر اوس گیا تو نجس ہوجاتا ہی - اور پینے کی چیزین متغیر ہونے سے حرام نہین ہوتی ہین یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی - جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہی اُسکا بچہ دان اگر وقت ذبح کے اُسکے ساتھ متصل ہو تو حلال ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر گرمی کے دنون مین کوئی شخص کسی کے پھلون مین گندا اور پھل درختون کے نیچے گرے پڑے ہین اور اُسنے انکو کھانا چاہا پس اگر شہر مین ہو تو کھانا روا نہین ہی لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ اُنکے مالک نے صریح مباح کر دیا ہی یا بدلالت عادت مباح کرنا جانتا ہو تو کھا سکتا ہی - اور اگر باہر شہر کے باغ مین ہو پس اگر یہ پھل ایسے ہون کہ باقی رہتے ہین جیسے اخروٹ وغیرہ تو بھی نہین کھا سکتا ہی الا اُس صورت مین کہ مالک کے مباح کرنے سے آگاہ ہو اور اگر ایسے پھل ہون کہ باقی نہین رہ سکتے ہین تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور صدر الشہید رح نے فرمایا کہ مختار یہ ہی کہ تناول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی جب تک صریحاً یا عادۃً ممانعت نہ پائی جاوے ہکذا فی المحیط

اور غیاثیہ مین لکھا ہی کہ مختار یہ ہی کہ جب تک یہ معلوم نہو کہ پھلون کا مالک کھا لینے پر راضی ہی تب تک نہین کھا سکتا ہی انتہے اور اگر گانون مین ہو پس اگر ایسے پھل ہون جو باقی رہتے ہین تو نہین لے سکتا ہی الا اُس صورت مین کہ اجازت سے آگاہ ہو اور اگر ایسے پھل ہون جو نہین باقی رہ سکتے ہین تو مختار یہ ہی کہ تناول کرنے مین ڈر نہین ہی جب تک ممانعت ظاہر نہو کذا فی المحیط اور اُسمین سے کچھ باندھ لانا نہین جائز ہی کذا فی التاتارخانیۃ عن جامع الجوامع - اور اگر پھل درخت پر لگے ہون تو افضل یہ ہی کہ کسی جگہ سے نہ لے الا باجازت لیکن اگر ایسا موضع ہو جہان یہ معلوم ہوتا ہون یہ معلوم ہو کہ مالکون پر کھا لینا کچھ گران نہ گذریگا تو کھا سکتا ہی مگر یہ روا نہین کہ باندھ لاوے - قال المترجم وہو الصحیح لما ورد فی الحدیث الصحیح - اور اگر یہ جھاڑ مین درخت کے پتے راہ مین گرے ہون اور کسی شخص نے بدون اجازت مالک درخت کے کچھ پتے اُٹھائے پس اگر مثل شہتوت وغیرہ کسی ایسے درخت کے پتے ہون جنسے انتفاع حاصل کیا جاتا ہی تو اُسکو لینا جائز نہین ہی اور اگر ایسے پتے ہون جو کام مین نہین آتے ہین تو لے سکتا ہی اور اگر اُٹھا لیے تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر دوست کے گھر مین گیا اور دیگچی گرم کرکے کچھ کھایا تو جائز ہی اور اگر اپنے دوست کے باغ انگور مین سے کچھ لیا اور وہ جانتا ہی کہ مالک باغ کو گران نہ گذریگا تو کچھ ڈر نہین ہی مگر آدمی کو چاہیے کہ خوب غور کرے کہ طرح کرنے والا اکثر غلطی کرتا ہی یہ ملتقط مین ہی - دریاے جاری مین سے پھل نکال لینا اور کھانا جائز ہی اگرچہ بشیر ہون کیونکہ اگر چھوڑ دیے جاوین تو بگڑ جاوینگے پس اُٹھا لینے کی اجازت بدلالت ثابت ہوگئی یہ محیط سرخسی مین ہی - ہیزم جو پانی مین سے نکال لیا جاوے اگر وقت نکالنے کے اُسکی کچھ قیمت نہو تو حلال ہی اور اگر قیمت ہو تو حلال نہین ہی یہ سراجیہ وخلاصہ ومحیط سرخسی مین ہی - فتاوی مین ہی کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک اخروٹ پایا یا پھر دوسرا پھر تیسرا یہان تک کہ دس ہوگئے اور اُنکی قیمت ہوگئی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے مقام واحد مین پائے تو اُنکا حکم مثل لُقطہ کے ہی اور اگر مواضع متفرقہ مین پائے تو اسکو حلال ہین جیسے کہ اگر ایک شخص نے خرما کی گٹھلیان مقامات متفرقہ سے جمع کین یہان تک کہ اُنکی قیمت ہوگئی تو یہ اُسکو حلال ہین اور فقیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ حکم ہی کہ اخروٹ خواہ اُسنے ایک ہی جگہ سے پائے ہون یا مقامات متفرقہ سے پائے ہون بہرحال وہ مثل لقطہ کے اسکو حلال نہین ہین اگر وہ غنی ہو بخلاف خرما کی گٹھلیون کے کیونکہ خرما کی گٹھلیان لوگ پھینک دیتے ہین پس پھینک دینے کی وجہ سے وہ مباح ہوجاتی ہین اور اخروٹ کو نہین پھینکتے ہین لیکن اگر اخروٹون کو اُسنے اخروٹ کے درخت کے نیچے پایا تو جیسے بالیان اگر زمین مین باقی رہگئی ہون تو چُن لے سکتا ہی یہ حاوی مین ہی اگرچہ اگر کسی نے ایک بھٹا خرید اپھر آپس مین کہا کہ جو شخص پوست اُتار کر دانہ ظاہر کرے اُسپر واجب ہوگا کہ اسکے مثل دوسرا بھٹا خرید کر کھاوے پس ایک نے ایسا کیا اور موافق شرط کے جو لوگون نے اُسپر لازم کی تھی دوسرا بھٹا خرید اتو اُسکا کھانا مکروہ ہی کیونکہ اُسمین تعلیق بالشرط ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک درخت ایک مقبرہ مین لگا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ درخت اس زمین مین مقبرہ بنائے جانے سے پہلے اُگا ہو تو مالک زمین اس درخت کا مستحق ہی جو چاہے کرے اور اگر زمین موات ہو اُسکا کوئی مالک

خود اور اُس زمین کو اس محلہ وگانون کے لوگون نے مقبرہ بنالیا ہو تو درخت مذکور کا اور جسقدر جگہ مین اُگا ہو اُتنی زمین کا وہی حکم ہوگا جو قدیم وقت مین تھا اور اگر مقبرہ بنائے جانے کے بعد اُگا ہو پس اگر جانے والا کوئی شخص معلوم ہو تو اُسی کا ہوگا مگر اُسکو چاہیے کہ درخت مذکور کا ثمن صدقہ کردے اور اگر یہ درخت خود اُگا ہو تو اُسکا حکم قاضی کی رائے پر ہو اگر قاضی کی رائے مین اُسکا قطع کرکے مقبرہ کے مصرف مین لانا مصلحت ہو تو ایسا کرسکتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو - اگر کسی تونگر نے ایسی چیز مین سے جو فقیر کو صدقہ دیگئی ہو کھالیا پس اگر فقیر نے اُسکو اسکا کھانا مباح کیا تو اُسکا کھانا حلال ہونے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور اگر فقیر نے وہ چیز غنی کی ملک مین دیدی تو اُسکے کھانے مین ڈر نہین ہو - ابن السبیل کو اگر کچھ مال صدقہ دیا گیا پھر ابن السبیل اپنے مال تک پہونچ گیا اور ہنوز صدقہ مذکور موجود ہو تو اُسکو اس صدقہ مین سے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہو اسی طرح اگر فقیر کو صدقہ دیا گیا پھر وہ غنی ہو گیا حالانکہ صدقہ مذکور موجود ہو تو اُسکو بھی اس صدقہ مین سے کھانے مین ڈر نہین ہو - مٹی کھانا مکروہ ہو یہ فتاوے ابو اللیث مین مذکور ہو - اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصوم مین ذکر کیا کہ اگر اُسکو اپنی جان پر یہ خوف ہو کہ اگر مین نے اسکو کھایا تو اس سے بیماری یا آفت پیدا ہو جائیگی تو اُسکا کھانا مباح نہین ہو اسی طرح سوائے مٹی کے ہر چیز مین بھی یہی حکم ہو - اور اگر اسمین سے بہت کم کھاتا ہو یا بھی کھالیتا ہو تو کچھ ڈر نہین ہو یہ محیط مین ہو - اور دریافت کیا گیا کہ جو مٹی مکہ معظمہ سے لاتے ہین جسکو طین حمرہ کہتے ہین اُسکے کھانے مین پھر دلیسی کراہت ہو جیسے اس مٹی کے کھانے کے بارہ مین حدیث شریف مین وارد ہوا فرمایا کہ کراہت سب مین یکسان ہو یہ جواہر الفتاوی مین ہو بعض فقہاسے دریافت کیا کہ بخاری مٹی یا اُسکے مانند مٹی کھانا کیسا ہو تو فرمایا کہ جب تک مضر ہونے کا گمان نہو تب تک کچھ ڈر نہین ہو اور مٹی کھانے کی کراہت اسوجہ سے نہین ہو کہ مٹی حرام ہو بلکہ بوجہ اسکے ہو کہ بیماری اُبھارتی ہو - اور امام ابن المبارک رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہو کہ ابن ابی لیلے خریدی ہوئی باندی کو مٹی کھانے کی وجہ سے واپس کرتے تھے - اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ مٹی کھانا کیسا ہو فرمایا کہ عاقل کا کام نہین ہو یہ حاوی مین ہو عورت اگر مٹی کھانے کی عادت کرلے تو اُسکو مباشرت کیجا سکتی ہو - اگر اس سے اُسکے جمال مین نقصان آتا ہو یہ محیط مین ہو - اور فالودہ اور اقسام اطعمہ کے کھانے مین ڈر نہین ہو مگر ترک کرنا افضل ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو - کھڑے ہوکر پانی پینے مین ڈر نہین ہو اور چلتے ہوئے پانی نہ پیئے لیکن سواروں کے واسطے رخصت ہو - اور ایک سانس سے اور سقایہ کی ٹونٹی یا مشک کے دہانہ سے منھ لگاکر پانی نہ پیئے کیونکہ اسمین یہ خوف ہو کہ حلق مین کوئی مضر چیز نہ چلی جاوے یہ غیاثیہ مین ہو - سقایہ کا پانی بینا غنی و فقیر دونون کو جائز ہو کذا فی الخلاصہ سقایہ مین سے برف شکال لینا اور اپنے گھر لانا مکروہ ہو کیونکہ سقایہ اسواسطے بنایا جاتا ہو کہ اُسمین سے پانی پیا جاوے یہ اجازت نہین ہوتی ہو کہ اپنے گھر بھی لیجاوے یہ محیط سرخسی مین ہو - سقایہ کا پانی اپنے گھر والون کے واسطے لیجانا جائز ہو بشرطیکہ لیجانے کی اجازت ہو اور اگر اجازت نہو تو نہین لے جاسکتا ہو یہ متفرقات وجیز کردری مین ہو - شراب کا ایک قطرہ سرکہ کے ایک گھڑے مین گریڑا تو بدون تھوڑی دیر گذرے اُسکا پینا حلال نہین ہو اور اگر ایک کوزہ شراب ایک مٹکے سرکہ مین ڈالا گیا اور شراب کا مزہ و بدبو بنائی گئی تو سرکہ کا

پینا فی الحال حلال ہی یہ ملتقط باب اول مین ہی اپنے کافر باپ کو شراب نہین پلا سکتا ہی اور نہ اُسکو شراب کا پیالہ دے اور نہ اُسکے ہاتھ سے لے اور نہ اُسکے بھیجے مین لیجاوے اور نہ وہان سے واپس لاوے - اور اگر اُسکی ہانڈی مین دم یا سور کا گوشت ہو تو اُسکی ہانڈی کے نیچے آگ روشن کر دے - اور جس دسترخوان پر مردار کھائی جاتی ہو یا شراب پی جاتی ہو اُسپر مسلمان نہ بیٹھے یہ فتاوی عتابیہ مین ہی - پیالے اور آبخورے روٹی پر رکھنا جائز نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - امام صفار نے فرمایا کہ مین ضیافت مین جاتا نہین اپنے دل مین کچھ نیت سوائے اسکے نہین پاتا ہون کہ نمک دانی کو روٹی پر سے اُٹھا لون یہ خلاصہ مین ہی - اور اصح یہ ہی کہ اگر مملحہ سے روٹی زیادہ کھائی جاوے تو مکروہ نہین ہی یہ ینابیع مین ہی - اور جس کاغذ مین نمک ہی اُسکا روٹی پر رکھنا اور لفافہ کا روٹی پر رکھنا جائز ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ سب جائز ہی اور فرمایا کہ خوان انھین چیزون کے واسطے ہوتا ہی اور ایسا ہی علاء السمرقندی و علاء الحکامی نے فرمایا ہی اور ہم نے بخارا و سمرقند مین بڑے بڑے ائمہ کے سامنے لوگون کو ایسا کرتے دیکھا اور اُنھون نے منع نہ کیا مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ اسکے سوا اور کھانے کی چیزین جیسے زمارد و سنوبج وغیرہ کا روٹی پر رکھنا سو سب کے نزدیک جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - خوان سے روٹی لٹکا کر رکھنا مکروہ ہی بلکہ اسطرح رکھی جاوے کہ لٹکتی نہووے یہ ظہیریہ مین ہی - خوان کے نیچے برابر کرنے کے واسطے روٹی کا ٹکڑا رکھنے کے جواز مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی یہ زاہدی مین ہی اور امام ظہیر الدین مرغینانی نے کہا ان روٹی پر رکھنا اور خوان سے روٹی لٹکانا اور پیالہ کے نیچے روٹی رکھنا مکروہ ہونے کا فتوی نہین دیتے تھے بشرطیکہ رگڑنے کے بعد اس روٹی کو کھا دے اور ہمارے بعض مشائخ نے انگلی یا چھری کو روٹی سے رگڑنا مکروہ ہونے کا فتوی دیا ہی اگر چہ رگڑنے کے بعد اس روٹی کو کھا دے یہ محیط مین ہی - اور شیخ علاء الدین نے فرمایا کہ روٹی چھری سے کاٹنا مکروہ ہی اور شیخ ابو الفضل کرمانی و شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ مکروہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اور یہ مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اگر مکہ کے مثل روغنی روٹی یعنے دودھ سے گوندھی ہوئی ہو تو مکروہ نہین ہی اور کچھ ڈر نہین ہی اور اگر ایسی روٹی نہو تو عجمیون کی عادات مین سے ہی یہ تاتارخانیہ مین ثیہ سے منقول ہی - امام تمرتاشی رحمہ اللہ تعالے سے دریافت کیا گیا کہ غیر کی روٹی سے استمداد لینا کیسا ہی فرمایا کہ وہ غیر کا مال ہی اُس سے اجازت لینی چاہیے اور اگر بدون اجازت لیے و بدون اشارہ کے ایسا کرے تو مین پسند نہین کرتا ہون اور جب تک ممکن ہو درخواست اجازت بھی نہ کرے کیونکہ یہ سوال ہی لیکن اگر دونون مین انبساط ہو تو مضائقہ نہین ہی یہ ملتقط مین ہی پڑوسی لوگ جو باہم ایک دوسرے سے خمیر لیا کرتے ہین اور انگل سے اُسکا معاوضہ دیدیا کرتے ہین تو یہ جائز ہی - یہ جواہر الفتاوی مین ہی - مسافرون نے اگر اپنا زادراہ خلط کر دیا یا ہر ایک نے رفیقون کی تعداد پر درم دے اور سب درمون کا کھانا خرید کر سب نے کھایا تو یہ جائز ہی اگر چہ ہر ایک کے کھانے کی مقدار مین تفاوت ہو کذا فی الوجیز للکردری -

بارہوان باب - ہدایا وضیافات کے بیان مین - ایک شخص نے کسی کو ہدیہ بھیجا یا اُسکی ضیافت کی پس اگر اُسکا غالب مال حق حلال ہو تو قبول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ یہ

ہدیہ یا ضیافت مال حرام سے ہو تو قبول نہ کرے اور اگر غالب مال اسکا حرام ہو تو چاہیے کہ ہدیہ قبول نہ کرے اور طعام ضیافت نہ کھاوے لیکن اگر وہ شخص اسکو خبر دے کہ یہ مال حلال ہی کہ مین نے وراثت مین پایا ہی یا کسی شخص سے قرض لیا ہی تو جائز ہی و ہکذا فی البحر الرائق مین ہی۔ ظالم امیرون کا ہدیہ قبول کرنا نہین جائز ہی اسواسطے کہ اکثر مال اُنکا حرام ہوتا ہی لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ اسکا اکثر مال حلال ہی مثلاً یہ امیر صاحب تجارت یا زراعت پر ہو تو ڈر نہین ہی کیونکہ لوگون کا مال قلیل حرام سے خالی نہین ہوتا ہی پس اعتبار غالب کا ہی۔ اور یہی حکم ایسے امیرون کے کھانے کا ہی پینے دعوت قبول کرنے کا یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور ہمارے زمانہ کے امیرون کے بارہ مین یہ حکم کیا ہی سو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رح سے یہ دریافت کیا گیا تھا کہ ہمارے زمانہ کے امیرون کے ہدیہ کا کیا حکم ہی تو فرمایا کہ جسنے ہدیہ دیا ہی اُسی کو واپس دیا جاوے اور شیخ ابو حامد رح سے بھی دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ بیت المال مین رکھا جاوے اور ایسا ہی امام محمد رح نے سیر کبیر مین ذکر فرمایا ہی اور یہ بات شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ کے سامنے بھی ذکر کی گئی تھی تو فرمایا کہ مین جانتا تھا کہ مذہب یہی ہی کہ بیت المال مین رکھا جاوے لیکن مین نے اس روایت پر اس خوف سے فتوی نہ دیا کہ بیت المال مین رکھا جائیگا اور ظالم لوگ پھر اسکو اپنی نفسانی خواہشون ولہو ولعب مین خرچ کرینگے اور یہ بات تو ہمکو معلوم ہی ہمارے زمانہ کے حاکم لوگ بیت المال کو اپنی شہوات کے واسطے رکھتے ہین جماعت مسلمین کے واسطے نہین رکھتے ہین یہ محیط مین ہی۔ اور فقیہ ابواللیث رح نے فرمایا کہ سلطانی جائزہ قبول کرنے مین علماء نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ لینا جائز ہی جب تک یہ معلوم نہو کہ یہ حرام مین سے دیتا ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین لیتے رہینگے جب تک ہمکو کوئی شی یقینہ حرام معلوم نہو جاوے اور یہی قول امام ابوحنیفہ و اُنکے اصحاب کا ہی ظہیریہ مین ہی۔ اور شرح جامع الفصولین مین تمس الائمہ رح نے ذکر کیا ہی کہ شیخ ابوالقاسم حکیم جائزہ سلطانی لیتے تھے اور اُنکا یہ طریقہ تھا کہ اپنی ضرورتون کے واسطے قرض لیتے تھے پھر سلطانی جائزہ لیکر اُس سے اپنا قرضہ ادا کر دیتے تھے۔ اور ایسے مسائل مین حیلہ یہ ہی کہ اُدھار خریدے پھر جس مال سے چاہے دام ادا کر دے اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ مین نے امام اعظم رح سے ایسے مسائل کا حیلہ دریافت کیا تو مجھکو یہی جواب دیا جسنے ذکر کیا ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور لوگون کو سنجیدہ ہونا چاہیے کہ ظالمون کا کھانا کھاوین اس غرض سے کہ اُنپر اُنکے افعال کی تقبیح و ترکیبات سے نہر ثابت ہو اگرچہ کھا لینا حلال ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ جس شخص کو صدقہ لینا حلال نہین ہی اُسکے حق مین یہ افضل ہی کہ سلطان سے جائزہ لیکر ایسے لوگون کو دیکر صدقہ حلال ہی بانٹ دے یا یہ کہ قبول نہ کرے تو فرمایا کہ قبول نہ کرے کیونکہ یہ امر صدقہ دینے کے مشابہ ہی پھر شیخ رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ کیا یہ بات نہین ہی کہ شیخ ابونصیر نے اسحق بن احمد و اسمٰعیل کا جائزہ لے لیا ہی تو شیخ نے جواب دیا کہ ہان لیکن ان دونون کے پاس ایسا مال بھی تھا جو دونون نے اپنے باپ سے میراث پایا تھا پھر شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی فقیہ نے سلطان سے جائزہ قبول کر لیا باوجود علم اس بات کے کہ سلطان نے اسکو غصب کیا ہی پس آیا اُسکو حلال ہی تو فرمایا کہ اگر سلطان نے مال مغصوب دوسرے درہمون مین ملا دیا ہی تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر بعینہ مال مغصوب بدون خلط کرنیکے

اس فقیہ کو دیدیا تو نہیں جائز ہی اور فقیہ رح نے فرمایا کہ یہ جواب بنا بر قیاس قول امام اعظم رح کے تخریج کیا ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک قاعدہ یہ ہی کہ جو درہم کسی شخص سے غصب کر لیے اگر انکو دوسرے درہمون مین خلط کر دیا تو غاصب ان درہمون کا مالک ہو جاتا ہی اور غاصب پر انکے مثل دوسرے درہم مالک کو تاوان دینے واجب ہوتے ہین اور صاحبین رح کی اصل پر یہ حکم ہی کہ غاصب انکا مالک نہین ہوتا ہی بلکہ یہ درہم غصب بعینہ اپنے مالک ہی کی ملک رہتے ہین پس جواب یہ ہوگا کہ فقیر مذکور کو ایسا جائزہ سلطانی لینا حلال نہین ہی یہ فتاوی مین ہی فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک شخص سلطان کے پاس گیا اور سلطان سے کہا لے آیا ہون ایسا سامنے پس اگر سلطان نے یہ چیز اسون سے خریدی ہی یا خریدی ہو مگر یہ شخص نہ جانتا ہو کہ یہ چیز بعینہ مغصوب ہی تو اسکو کھانا حلال ہی ایسا ہی مذکور ہی مگر صحیح یہ ہی کہ یہ شخص سلطان کے مال پر نظر کرے کہ غالب مال کیسا ہی اسپر حکم کی بنا رکھے از ذخیرہ الذخیرہ یعنے اگر غالب مال سلطان حلال ہو تو کھا لے ورنہ کھانا نہ چاہیے ہمکذا فی المتجرہ ۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہی تو زید کو عمرو کی دعوت قبول کرنے مین ڈر نہین ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ جواب حکماً ہی اور دیانت کی راہ سے یہ افضل ہی کہ اگر قرضخواہ کو معلوم ہو کہ قرضدار کی وجہ سے دعوت کرتا ہی یا اسکے نزدیک شبہ ہو صاحب معلوم نہو تو دعوت قبول نہ کرے اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ اشتباہ کی حالت مین بھی پرہیز نا چاہیے کہ جب یہ دیکھے کہ قرضدار لینے سے پہلے مثلاً ہر پنجشنبہ دن بعد دعوت کیا کرتا تھا اور بعد قرض لینے کے اسنے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہر دسویں روز بعد دعوت کرنے لگا یا کھانون کے اقسام مین بڑھا کر کچھ رنگ کا کھانا کر دیا اور اگر بعد قرض لینے کے بھی اسنے وہی طریقہ رکھا کہ بیس روز بعد دعوت کرتا رہا یا کھانون مین کچھ گھٹا دیا تو ہرگز نہ کھاوے لیکن اگر وہ معاملہ ظاہر ہو کہ قرض کی وجہ سے دعوت کرتا ہون تو [illegible] ہی ہو [illegible] ہی ۔ دعوت قبول کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ واجب ہی اسکا قبول کرنا واجب ہی اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ سنت ہی اور افضل یہ ہی کہ قبول کرے اگر دعوت ولیمہ ہو اور اگر ولیمہ نہو تو اسکو اختیار ہی قبول کرنے کا اختیار ہی کہ قبول کرنے مین صاحب کے دل کو خوشی ہو پہنچتا ہی [illegible] مین ہی ۔ اگر کسی دعوت [illegible] نے فرمایا کہ واجب ہی کہ قبول کرے اور واجب جبھی ہی کہ جہان دعوت ہو وہان کچھ بدعت و معصیت نہو [illegible] سے انکار کیا تو گنہگار رہیگا اور [illegible] سے زمانہ مین اسلم طریقہ یہ ہی کہ قبول کرنے سے انکار کرے [illegible] اگر یقین جانتا ہو کہ وہان کچھ بدعت و معصیت نہین ہی تو قبول کرنا اسلم ہی ۔ اعلم الطلباء الشیخ علاء الدین عمر قندی نے فرمایا کہ جو شخص ایسی دعوت مین مبتلا ہوا جسمین حرام کا شبہ ہی تو حیلہ یہ ہی کہ صاحب ضیافت سے کہدے کہ یہ مال فلان فقیر کی ملک کر دے پس جب اسنے فلان فقیر کی ملک کر دیا تو وہ فقیر کی ملک ہو گیا اور جب فقیر کی ملک ہو گیا تو جائز ہی کہ وہ دوسرے کی ملک کر دے اور یہ چوتھا صفحہ مین مذکور ہی [illegible] کا مال کھانا [illegible] سے یہ مراد ہی کہ جو مال اسنے صدقہ سے حاصل کیا ہی اسکا کھانا مکروہ ہی نہ یہ کہ جو مال فقیر نے دوسرے طور سے حاصل کیا وہ مکروہ ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی ۔ آدمی کو چاہیے کہ جو فاسق اعلان کے ساتھ فسق کرتا ہو اسکی دعوت قبول نہ کرے تاکہ وہ جان لے کہ تو اسکے فسق سے راضی نہین ہی ۔ اسی طرح

جسکا غالب مال حرام ہو اُسکی دعوت بھی قبول نہ کرے جب تک وہ آگاہ نہ کرے کہ یہ مال دعوت حق حلال ہو اور اگر بالعکس ہو یعنے غالب مال حلال ہو تو قبول کرے جب تک اُسکے نزدیک ظاہر نہو وے کہ یہ حرام ہو یہ تمرتاشی مین ہو اور روضہ مین لکھا ہو کہ فاسق کی دعوت قبول کرے مگر پرہیزگاری یہ ہو کہ نہ قبول کرے اور جو شخص زمین کو مزارعت پر لیتا ہو یا دیتا ہو اُسکی نسبت بھی یہی حکم ہو یہ وجیز کردری مین ہو۔ سود خوار یا حرام کمائی والے نے کسی کو ہدیہ بھیجا یا ضیافت کی اور اُسکا اکثر مال حرام ہو تو قبول نہ کرے اور نہ کھاوے جب تک کہ وہ خبر نکرے کہ اس مال کی اصلیت حلال ہو کہ مین نے ورثہ مین پایا ہو یا قرض لیا ہو اور اگر اُسکا غالب مال حلال ہو تو اُسکے ہدیہ قبول کرنے و دعوت کھانے مین ڈر نہین ہو یہ ملتقط مین ہو۔ اور دعوت عامہ مثل دعوت عرس یعنے طعام ولیمہ وختنہ وغیرہ سے تخلف کرنا نیچا ہیے یعنے انکار نہ کرے اور جب اُسنے قبول کرلی اور چلا گیا تو حق واجب ادا کر دیا خواہ کھاوے یا نکھاوے پس اگر نہ کھایا تو ڈر نہین ہو اور افضل یہ ہو کہ کھاوے اگر روزہ دار نہو یہ خلاصہ مین ہو۔ اگر ایک شخص دعوت ولیمہ مین بلایا گیا اور اُسنے وہان کانا یا کسی قسم کا لہو پایا تو بیٹھکر کھانے مین ڈر نہین ہو پس اگر اُن لوگون کی ممانعت کی قدرت رکھتا ہو تو منع کرے اور اگر نہ قدرت رکھتا ہو تو صبر کرے۔ اور یہ حکم ایسے شخص کے واسطے ہو جو مقتدیٰ نہو یعنے لوگ اُسکی پیروی نہ کرتے ہون اور اگر ایسا ہو کہ لوگ دین مین اُسکی پیروی کرتے ہون اور وہ ان لوگون کے منع کرنے پر قادر نہو تو وہ مجلس سے نکل جاوے وہان نہ بیٹھے اور اگر ایسا فعل ممنوع دستر خوان پر ہوتا ہو تو بیٹھنا نچا ہیے اگرچہ ایسا شخص نہو کہ لوگ دین مین اُسکی پیروی کرتے ہون۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ اُسکو وہان حاضر ہو جانے کے بعد معلوم ہوا ہو۔ اور اگر حاضر ہونے سے پہلے ایسا معلوم ہو گیا ہو تو حاضر نہووے کیونکہ اُسپر حق دعوت لازم نہین ہوا بخلاف اسکے جبکہ وہ ناگاہ وہان چلا گیا اور اُسکے سامنے یہ معاملہ ظاہر ہوا تو ایسا نہین ہو کیونکہ حق دعوت اُسپر لازم ہو چکا ہو یہ سراج الوہاج مین ہو اگر ایک شخص مقتدیٰ ہو کہ لوگ دین مین اُسکی پیروی کرتے ہون اور وہ لوگون کے نزدیک محترم ہو یہ جامع الفتاوی مین ہو جب مین جاؤنگا تو لوگ اس فعل ممنوع کو ترک کردینگے تو اُسپر جانا واجب ہو ورنہ نجاوے یہ تمرتاشی مین ہو ایک شخص نے بوجہ قرابت یا ولیمہ کے دعوت کی مجلس قرار دی یا فسق وفجور کے واسطے مجلس جمائی اور ایک مرد صالح کو ولیمہ کے واسطے بلایا تو مشائخ نے فرمایا ہو کہ اگر یہ شخص ایسا ہو کہ اسکے انکار کرنے پر وہ لوگ اپنے فسق سے باز رہین تو اسکو دعوت قبول کرنا مباح نہین ہو بلکہ اُسپر واجب ہو کہ قبول نہ کرے کیونکہ یہ نہی منکر ہو (اور نہی از منکر واجب ہو) اور اگر یہ شخص ایسا نہو کہ اسکے انکار سے وہ لوگ اپنے فسق سے باز رہین تو کچھ ڈر نہین ہو کہ دعوت قبول کرے اور کھانا کھاوے اور اُنکے فسق وفجور کا بطور وعظ ذکر کرے کیونکہ یہ اجابت دعوت ہو اور اجابت دعوت واجب ہو یا مندوب ہو پس ایسے فعل ممنوع کی وجہ سے جو اس دعوت مین ہو انکار نہ کرے اور ولیمہ سنت ہو اور اُسمین ثواب عظیم ہو اور ولیمہ اُسکو کہتے ہین کہ جب کوئی شخص نکاح کرکے لاوے اور اپنی جورو کے ساتھ سوئے تو چاہیے کہ اپنے پڑوسیون و قرابت دارون و دوستون کو بلاوے اور جانور ذبح کرکے اُنکے واسطے کھانا پکاوے اور جب وہ ضیافت تیار کرے تو اِن لوگون کو چاہیے کہ اُسکی دعوت قبول کرین اور اگر نہ مانینگے تو گنہگار ہونگے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جسنے دعوت قبول نکی اُسنے اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول کی نافرمانی کی پس اگر روزہ دار ہو تو دعوت مین جاوے مگر نہ کھاوے اور دعا کرے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو کھاوے اور دعا کرے اور اگر نہ کھایا تو گنہگار و جفاکار رہیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اسمین ڈر نہین ہی کہ جس روز نکاح کرکے لایا اور سویا ہی اُس روز دعوت کرے یا اُسکے دوسرے روز یا تیسرے روز دعوت کرے پھر عرس دو ولیمہ عرس جاتا رہتا ہی کذا فی الظہیریہ یعنے تین روز تک تو حکم عروس باقی رہتا ہی اور دعوت ولیمہ ہو سکتی ہی پھر نہین ہوتی ہی کذا زعم المترجم - اور جن لوگون کے یہان موت ہوگئی ہو تو اول روز اُنکے یہان کھانا لیجانا اور اُنکے ساتھ کھانا جائز ہی کیونکہ وہ لوگ تجہیز و تکفین مین مشغول ہوتے ہین اور اسکے بعد پھر کردہ ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور ایام مصیبت و موت مین تین روز ضیافت کرنا مباح نہین اور اگر تیار کی تو اُسمین سے کھانے مین ڈر نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر اہل مصیبت نے فقیرون کے واسطے کھانا تیار کیا تو جبکہ بشرطیکہ سب وارث بالغ ہون اور اگر وارثون مین سے کوئی نابالغ ہو تو ترکہ مین سے فقیرون کے واسطے کھانا کرنا جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر ایک شخص دعوت کے دسترخوان پر بیٹھا اور اُسنے کھانے مین سے کچھ نکال کر غیر شخص کو دیا پس اگر جانتا ہی کہ صاحب دعوت اسپر راضی نہوگا تو اُسکو دینا حلال نہین ہی اور اگر جانتا ہی کہ راضی ہوگا تو دینے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر اُسکے نزدیک شتبہ ہو تو از خود نہ دے اور کسی کے مانگنے سے دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر کھانے والے دو دسترخوانون پر ہون ایک دوسرے کو کچھ نہ دے لیکن اگر اس بات پر راضی ہوگا کہ صاحب دعوت اسپر راضی ہوگا تو مضایقہ نہین ہی اور اب البتہ مین مذکور ہی کہ ایک دعوت مین چند دسترخوان بچھائے گئے ہون پس ایک دسترخوان والون مین سے کسی شخص نے دوسرے دسترخوان والے کو یا اسی دسترخوان والے کو کچھ دے دیا تاکہ کھاوے تو یہ جائز ہی یہ محیط مین ہی - اگر مہمان نے کھانے مین کچھ کھانا دوسرے مہمان کو چھپا کر اسی دسترخوان پر مہمان ہو دیا تو مشائخ رحمہم اللہ نے اسمین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اسکا ایسا کرنا حلال نہین ہی اور اُسکو کھانا حلال نہین ہی بلکہ لیکر اسی دسترخوان پر رکھدے یہ دسترخوان سے کہا ہے اور اکثر مشائخ نے اسکو جائز رکھا ہی کیونکہ مہمان مذکور ایسے فعل کے واسطے عادۃً ماذون ہی - اور جو شخص دسترخوان پر ہو اُسکو یہ جائز نہین ہی کہ جو شخص وہان کسی آدمی کو بُلانے آیا یا اور کسی کام کو آیا ہی اُسکے کھانے مین سے کچھ دیدے کذا فی فتاوی قاضی خان اور صحیح اس باب مین یہ ہی کہ عادت کی طرف نظر کرے دوستی و محبت پر حکم نہ لگاوے کذا فی الینابیع - اسی طرح صاحب دعوت کے فرزند یا اُسکے غلام و اُسکے کتے وہان کوندے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر مہمان نے دسترخوان پر سے نمک یا نان یا غیر کی بلی کو نوالہ روٹی یا نمکہ بوٹی یعنے قلیل دیدے تو استحساناً جائز ہی کیونکہ عادۃً اسکی اجازت ہی اور اگر مہمانون کے پاس مالک مکان یا غیر کا کتا ہووے تو مہمان کو گنجائش نہین ہی کہ بدون اجازت مالک مکان کے کچھ روٹی یا گوشت دیدے کیونکہ عادۃً ایسی اجازت نہین ہی اور اگر ہڈی یا جلی ہوئی روٹی دیدے تو دیسکتا ہی یہ ظہیریہ و ذخیرہ و کبریٰ مین ہی - ایک شخص نے چند لوگون کو دعوت کے واسطے بلایا اور کئی دسترخوان بچھا کر ان لوگون کو علیحدہ علیحدہ بٹھایا تو ایک دسترخوان والون مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے دسترخوان سے کوئی چیز

۵۱ ترجمہ استشہاد کی شاید یہ حدیث سے کہ کال کر بطور روایت بالمعنی ذکر کیا اور زنانی عبارت سے معین نہین معلوم ہوتی اگرچہ دعوت قبول کرنا ہین احادیث صحیحہ مین یہ کیا ہی کہ ناسقم ۱۲ م

۵۲ حاشیہ مراد مسئون ہی یا وظیفہ بیان کرا ہیت کی ۱۲ منہ

اُٹھا کر کھاوے اسواسطے کہ صاحب دعوت نے ہر خوان والے کے واسطے وہی کھانا مباح کیا ہی جو اُسکے دستر خوان پر ہی نہ دوسرے دستر خوان والے کے واسطے ہی حکم ہی مگر استحساناً یہ حکم ہی کہ اگر اسی ضیافت کے دوسرے دستر خوان والے کو دیدیا تو جائز ہی۔ اور اگر بعضے خادمون کو جو وہان خدمت کر رہے تھے کچھ دیدیا تو بھی استحساناً جائز ہی اسی طرح اگر مہمان نے دستر خوان پر سے ذرا سی روٹی یا تھوڑا گوشت رکھ لیا تو بھی استحساناً جائز ہی اور اگر بگڑا کھانا یا جلی روٹی دیدی تو بالاتفاق جائز ہی کیونکہ ایسی اجازت اُسکے واسطے ثابت ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ نزل رہا لے لینے دستر خوان پر سے کچھ کھانا اُٹھا کر گھر لیجانا بلا خلاف حرام ہی لیکن اگر ضیف یعنے میزبان یعنے صاحب دعوت کی طرف سے اجازت و اطلاق حاصل ہو تو مضائقہ نہین ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ ایک شخص اپنے اہل وعیال کے ساتھ روٹی کھایا کرتا ہی اور روٹی کے ٹکڑے بچ رہتے ہین پس جمع ہو کر بہت سے ٹکڑے ہو گئے اور اُسکے اہل وعیال ان ٹکڑون کی خواہش نہین رکھتے ہین تو اُسکو اختیار ہی کہ مرغی و بکری و گاے وغیرہ کو کھلاوے اور یہ افضل ہی اور یہ نیچا ہے کہ اُن ٹکڑون کو نہر مین یا راہ مین ڈالدے لیکن اگر جنیٹون کے واسطے راہ مین ڈالے تاکہ چیونٹیان کھا جاوین تو جائز ہی ایسا ہی سلف رحمہم اللہ نے کیا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور کسی کو روا نہین ہی کہ مجنون کو مردار کھلاوے نان بلی کو کھلاوے تو روا ہی اور اگر روٹی یا طعام نجس ہو جاوے تو جائز نہین ہی کہ نابالغ یا معتوہ کو یا ایسے جانور کو جسکا گوشت کھایا جاتا ہی کھلاوے اور ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مردار سے کسی طرح انتفاع جائز نہین ہی اور نہ مردار کو سکھیے ہوے کتے و باز و جرہ وغیرہ شکاری جانورون کو کھلاوے یہ قنیہ مین ہی۔ اور مہمان کے واسطے یہ مستحب ہی کہ جہان بٹھایا جاوے وہان بیٹھے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ مہمان پر چار چیزین واجب ہین اول جہان بٹھایا جاوے وہان بیٹھے دوم جو کھانا اُسکے سامنے پیش کیا جاوے اُسپر راضی ہو۔ سوم بدون اجازت مالک مکان کے نہ اُٹھے چہارم جب نکلے تو اُسکے واسطے دعا کرے اور میزبان کے حق مین مستحب ہی کہ بدون الحاح کے کبھی کبھی کہے کہ اور کھاؤ اور مہمانون کے سامنے کثرت سے خاموشی اختیار نہ کرے اور مہمانون کی نظر سے غائب نہو جاوے اور خادمون پر مہمانون کے سامنے غصہ نہ کرے اور مہمانون کی مہمانداری کی وجہ سے اہل وعیال کے روزینہ مین تنگی نہ کرے یہ ظہیریہ مین ہی۔ افضل یہ ہی کہ پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے پھر اپنے عیال پر اور جو فاضل بچے اُسکو صدقہ کر دے اور فاسق کو اُسکی قوت سے زیادہ نہ دے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ کھاتے وقت سکوت کرنا مکروہ ہی کیونکہ یہ مجوسیون کی مشابہت ہی کذا فی السراجیہ اور کھانے کے وقت ساکت نہ رہے لیکن جو باتین کرے وہ نیک باتین و نیکون کی حکایتین ہون یہ غرائب مین ہی **قال المترجم** ایسی باتین جس سے انسان کسی فکر مین پڑجاوے یا کھانے سے بالکل کسی دوسری طرف مشغول ہو جاوے اس سے اجتنا جاتا ہی کذا قالت الاطبا، فالوجہ فی الکراہۃ علے التفصیل فوق ما فصلوہ فتامل۔ اور میزبان دعوت کہنے والے کو چاہیے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کی عادت شریف کی پیروی کرکے خود مہمانون کی خدمت کرے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر تو نے چند لوگون کو دعوت مین بلایا پس اگر تھوڑے لوگ ہون اور تو بھی اُنکے ساتھ بیٹھ گیا تو ڈر نہین ہی کیونکہ دستر خوان پر تیرا اُنکی خدمت کرنا مروت کی بات ہی اور اگر بہت لوگ ہون تو اُنکے ساتھ نہ بیٹھ بلکہ خود اُنکی خدمت کر اور مہمانون کے

صدقہ فاضلہ کے فضائل مین
اور اسکے اسلام
مین فضائل کے
صدقہ کرنے کا واجب
ہونا اور اسکے
مستحق ہونے
کا بیان

سامنے خادم پر غصہ نہ کرا ور یہ نچاہیے کہ اُنکے ساتھ ایسا شخص بٹھلاوے جو اُنپر گران گذرے - اور جب مہمان لوگ کھانے سے فراغت پاوین اور اجازت مانگین تو اُنکو روکنا نچاہیے اور جب قوم مین سے چند لوگ آگئے اور تھوڑے لوگون نے دیر کی تو جو لوگ پہلے آگئے ہین اُنکے مقدم کرنے کا استحقاق ہی بہ نسبت اُن لوگون کے جو پیچھے رہگئے ہین - اور صاحب دعوت کو چاہیے کہ جب تک پہلے ہاتھ دھونے کو پانی نلاوے تب تک پہلے ہی سے کھانا لاکر پیش نہ کرے اور قیاس یہ ہی کہ جو شخص آخر مجلس مین بیٹھا ہی اُس سے ہاتھ دُھلانا شروع کرے اور اخیر مین اُس شخص کے ہاتھ دُھولاوے جو صدر نشین ہی لیکن لوگون نے استحساناً یہ طریقہ رکھا ہی کہ پہلے جو شخص صدر نشین ہی اُسکی طرف سے ہاتھ دُھولانا شروع کرتے ہین پس اگر ایسا کیا تو ڈر نہین ہی - اور جب کھانے کے بعد مہمانون کے ہاتھ دُھولانے چاہیے تو مشائخ نے فرمایا کہ ہر بار طشت کا پانی پھینکنا مکروہ ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی اسواسطے کہ جب چکنائی طشت مین چھنکر گری تو بسا اوقات دُھولانے مین اُسکی چھینٹین اُڑکر کپڑے پر پڑتی ہین پس اُسکے کپڑے خراب ہونگے اور اگلے وقت کے لوگون کا کھانا اکثر روٹی وچھوارے ہوتے تھے یا کم چکنائی کا ہوتا تھا اور اس زمانہ مین طرح طرح کے کھانے وسالن ہوتے ہین جنکو وہ کھاتے ہین اور ہاتھون مین چکنائی بھر جاتی ہی پس طشت کا پانی ہر بار پھینکنے مین کچھ ڈر نہین ہی - اور فقیہ ابواللیث رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دانتون مین خلال کی پس جو کچھ دانتون سے نکل کر زبان پر رہا پس اگر اُسنے نگل لیا تو جائز ہی اور اگر پھینک دیا تو جائز ہی اور ریحان وآس وانار کی لکڑی سے خلال کرنا مکروہ ہی اور سیاہ بید کی لکڑی کا خلال مستحب ہی اور یہ نہ چاہیے کہ خلال اور جو کچھ دانتون سے نکلا ہی وہ لوگون کے قریب پھینکے اسواسطے کہ اس سے اُنکے کپڑے خراب ہونگے بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے پاس رکھے پس جب ہاتھ دھونے کے لیے طشت آوے تو اُسمین ڈال دے پھر ہاتھ دھووے کہ یہ فعل عمدہ اخلاق مین سے ہی یہ تاتارخانیہ مین بتاتے منقول ہی

تیرھوان باب - درم وشکر لٹانے اور لوٹے ہوئے مال کے اور جو چیز اُسکا مالک پھینکدے اُسکے لینے کے بیان مین - فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ جب لُٹانے والے نے لوٹنے کی اجازت دیدی تو لوٹ لینا جائز ہی - اگر کسی شخص نے کچھ شکر وکچھ درم چند لوگون کے سامنے رکھے اور کہا کہ جو چاہے اسمین سے لے یا یون کہا کہ جو شخص اسمین سے جو کچھ لے وہ اُسکی ہوگی پس جسنے اُسمین سے کچھ لیا وہ اُسی کا ہو جائیگا اور دوسرے کو یہ اختیار نہوگا کہ لینے والے سے لیلے یہ ذخیرہ مین ہی - جن درمون ودینارون وپیسون پر اللہ تعالی کا نام لکھا ہوا ہو اُنکا لُٹانا بعض مشائخ کے نزدیک مکروہ ہی اور بعض کے نزدیک مکروہ نہین ہی اور یہی صحیح ہی کذا فی جواہر الاخلاطی و **قال المترجم** ہمارے زمانہ مین صحیح یہ ہی کہ مکروہ ہی اور یہی حکم کلمہ کے روپیہ وغیرہ کا ہی واللہ اعلم - اور جن درمون ودینارون وپیسون پر کلمہ شہادت لکھا ہوا اُنکے لٹانے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے اسکو مکروہ نہین جانا ہی اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور دعوت ونکاح مین شکر ودرم لٹانے مین ڈر نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی - اگر شکر لٹانے کے واسطے پھینکی گئی اور ہنوز موجود لوگون نے اُسکو لوٹا نہ تھا کہ ایک شخص آیا جو لٹانے کے وقت موجود نہ تھا اور اُسنے بھی لوٹنی چاہی تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اُسکو لوٹ لینے کا اختیار ہی اور فقیہ ابوجعفر رح نے فرمایا کہ نہین اختیار ہی یہ خلاصہ مین ہی - اگر شکر لٹانے کے

[illegible] ہوگئی اور وہ کسی شخص کے دامن یا آستین میں گری اور غیر شخص نے لے لی تو لینے والے کی ہوگی یہ
[illegible] ہوا اور یہی مسئلہ شادی سے اول سمرقند میں آیا ہے اور جواب میں تفصیل ہے یعنے یوں بیان فرمایا کہ اگر اُسنے
[illegible] امر دیا آستین اسواسطے پھیلائی تھی کہ اُسمیں شکر گری تو جسنے نکال لی ہو وہ نہیں لے سکتا ہے اُسکی ہوگی بلکہ
دامن یا آستین والے کو اُس [illegible] لینے کا اختیار ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر نکاح میں شکر لٹائی گئی اور وہ کسی شخص کے
گود میں گری اور دوسرے نے لے لی تو جائز ہے بشرطیکہ اُسنے اپنی گود شکر لینے کے واسطے نہ پھیلائی ہو اور اگر ایک
شخص نے ٹوکرے کی چیز اپنے ہاتھ میں لی پھر اُسکے ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور دوسرے نے اُٹھالی تو وہ چیز پہلے والے کی
ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص جامع مسجد کے مقصورہ میں گیا اور اُسمیں شکر رکھی پائی تو اُسکا لے لینا جائز ہے
مگر فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں قال الامام ہو الصحیح فی زماننا اور اگر سوق فانید میں گذرا اور وہاں شکر پائی
تو نہیں لے سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ فتاوی ابو اللیث میں ہے کہ اگر زید نے عمرو کو دولھن پر لٹانے کے واسطے شکر
[illegible] اور عمرو نے چاہا کہ اسمیں سے کچھ اپنے واسطے رکھ لے تو رمون کی صورت میں اُسکو یہ اختیار نہیں ہے
اور [illegible] اختیار نہیں ہے کہ وہ درم مثلاً خالد کو دیدے کہ وہ لٹا دے اور خود عمرو لوٹنے والوں کے ساتھ لوٹے
اور [illegible] کی صورت میں اُسکو اختیار ہے کہ جسقدر عادت کے موافق لوگ رکھ لیتے ہیں اُسقدر لے ایسا ہی مختار
فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ بیان کیا گیا ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہیں ہے اور فقیہ ابو اللیث
نے فرمایا کہ عمرو کو یہ اختیار ہے کہ یہ شکر خالد کو دیدے تاکہ وہ لٹا دے اور خود عمرو لوٹنے والوں کے ساتھ لوٹے
اور [illegible] مشائخ نے فرمایا کہ درمون کے مانند شکر میں بھی اُسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں
امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کا گدھا مرگیا اُسنے راہ میں ڈال دیا پھر ایک شخص نے آکر اُسکی کھال
کھینچ لی پھر گدھے کا مالک آیا تو اُسکو کھال لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اگر اُسنے مردہ گدھے کو راہ میں نہ ڈالا ہو بلکہ
کسی شخص نے مالک کے گھر میں سے لیکر اُسکی کھال کھینچی ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ اُس سے کھال لے لے اور
جسقدر دباغت سے اُسمیں زیادتی ہوگئی ہو اُسقدر دیدے اور بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بکری کے
مالک نے مردار بکری پھینکدی پھر ایک شخص نے آکر اُسکے صوف و کھال لے لی اور دباغت کر ڈالی تو یہ کھال
اُسی کی ہو جائیگی پھر اسکے بعد اگر مالک آیا تو اُسکو کھال واپس لینے کا اختیار ہے مگر دباغت سے اُسمیں جو کچھ زیادتی
ہوگئی ہے وہ واپس دے پس بکری کے مسئلہ کا حکم گدھے سے مخالف ہے اور جائز ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک مسئلہ
دوسرے پر قیاس کیا جاوے پس ہر ایک مسئلہ میں دو دو روایتیں ہوجاوینگی یہ محیط میں ہے۔ اگر فالیز کے پھل
توڑ لیے گئے اور کچھ بقیہ بچ گیا اُسکو لوگون نے لوٹ لیا پس اگر مالک نے اسی واسطے چھوڑ دیا ہو کہ لوگ لیجاویں
تو اسمیں ڈر نہیں ہے اور یہ مسئلہ بمنزلہ اسکے ہوا کہ ایک شخص اپنی کھیتی اُٹھا لیگیا اور کچھ بالیاں باقی رہگئیں پس
اگر اُسنے عادت کے موافق لوگون کے بیجانے کے واسطے چھوڑ دی ہون تو لیجانے میں ڈر نہیں ہے اسی طرح
اگر ایک شخص نے زراعت کے واسطے زمین کرایہ پر لی اور کھیتی بوئی پھر اپنی کھیتی اٹھا لیگیا اور کچھ بقیہ چھوٹ رہا
جیسا کہ لوگ عادت کے موافق چھوڑ جاتے ہیں پھر مالک زمین نے اُسکو سینچا اور اُسکے سینچنے سے کھیتی اُگی تو وہ
سب مالک زمین کی ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

چودھوان باب - ذمیون اور ان احکام کے بیان مین جو ذمیون کی طرف عود کرتے ہین - اگر ذمی لوگ مسجد الحرام یا باقی مساجد مین جاوین تو کچھ ڈر نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی تتمہ مین لکھا ہی کہ مسلمان کو بیعہ و کنیسہ مین جانا مکروہ ہی اور کراہت اُس راہ سے نہین ہی کہ مسلمان کو اُسکے اندر داخل ہونے کا استحقاق نہین ہی بلکہ اس راہ سے مکروہ ہی کہ وہان مجمع شیاطین ہوتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ذمیون نے شہر کے اندر مسلمانون سے ایک دار خرید کر اُسکو مقبرہ بنایا تو شیخ رح نے جواب دیا کہ جب ذمی لوگ اس دار کے مالک ہوگئے تو اُنکو اختیار ہی جو چاہین کرین اگرچہ پڑوسیون کے حق مین مضر ہو بخلاف اسکے اگر اُنھون نے دار مذکور کو بیعہ یا کنیسہ یا آتشکدہ بنایا تو شہر مین یہ اختیار اُنکو حاصل نہوگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی - نصرانی کے ہاتھ زنار بیچنے اور مجوسی کے ہاتھ قلنسوہ بیچنے مین ڈر نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی - شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ذمیون سے یہ عہد لیا جاوے کہ وہ لوگ کستیجہ باندھا کرین **قال المترجم** کستیجہ ایک موٹا ڈورا ہوتا ہی کہ ذمی اہل کتاب لوگ کپڑون کے اوپر مثل زنار کے باندھتے ہین کذا فی اللغۃ تو ایک دفعہ شیخ رح نے جواب دیا کہ یہ عہد نہ لیا جائیگا اور ایک دفعہ یون جواب دیا کہ اگر وہ لوگ بہت ہون تو اُنسے یہ عہد لیا جائیگا تاکہ پہچان پڑین یہ جامع صغیر مین ہی - جو شخص معتدی مشہور ہو اُسکو اہل باطل و شر مین سے کسی شخص سے زیادہ اختلاط کرنا مکروہ ہی الا بقدر ضرورت روا ہی کیونکہ اس بطال شریر کی بات لوگون کی نظر مین باعظمت ہوگی - اور اگر کوئی شخص معروف نہو اور وہ اس مشرک و شریر کے پاس اس غرض سے زیادہ جانا آتا ہی کہ بدون گناہ کے اپنی ذات سے ظلم دفع کرے تو کچھ ڈر نہین ہی یہ ملتقط مین ہی قدوری رح نے فرمایا ہی کہ اگر مسلمان کے پاس نصرانیہ عورت ہو تو مسلمان کے گھر مین صلیب نصب نہ کرے مگر اُسکے گھر مین جہان چاہے نماز پڑھ سکتی ہی یہ محیط مین ہی - امام ابویوسف رح کی کتاب الخراج مین ہی کہ مسلمان کو اختیار ہی کہ اپنی کتابیہ باندی کو جنابت سے غسل کرنے کا حکم کرے اور اُسپر اس کام کے واسطے جبر کرے اور مشائخ نے فرمایا کہ واجب ہی کہ آزاد کتابیہ عورت کا بھی حکم اسی قیاس پر ہو یہ تاتارخانیہ مین تتمہ سے منقول ہی اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ فرمایا کہ مین کسی مشرک کو نہ چھوڑونگا کہ بربط بجایا کرے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جن باتون سے مسلمان کو منع کرونگا اُن سب باتون سے مشرک کو بھی منع کرونگا سوائے شراب و سور کے یہ ملتقط مین ہی - امام محمد رح نے فرمایا کہ مشرکون کے برتنون مین قبل دھونے کے کھانا پینا مکروہ ہی و باوجود اسکے اگر دھونے سے پہلے اُنکے برتن مین کھایا یا پیا تو جائز ہی اور حرام کھانے والا یا پینے والا قرار نہ دیا جائیگا - اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ برتن کو یہ نجانتا ہو کہ نجس ہی اور اگر جانتا ہو کہ نجس ہی تو دھونے سے پہلے اُسمین کھانا پینا جائز نہین ہی اور اگر کھایا یا پیا تو حرام کھانے والا اور پینے والا قرار دیا جائیگا اور یہ مسئلہ مرغی کے جھوٹے کی نظیر ہی کہ جب یہ جانتا ہو کہ مرغی کی چونچ مین نجاست لگی تھی تو اُسکے جھوٹے پانی سے وضو جائز نہین ہی - اور مشرکون کا پائجامہ پہنکر نماز پڑھنے کا وہی حکم ہی جو اُنکے برتنون مین کھانے پینے کا حکم بیان ہوا ہی یعنے اگر یہ جانتا ہو کہ اُنکے پائجامہ نجس ہین تو اس سے نماز جائز نہوگی اور اگر نجاست نہ جانتا ہو تو مکروہ ہی لیکن اگر پڑھلی تو جائز ہو جائیگی - اور یہود و نصاری کا طعام تناول کرنے مین خواہ ذبیحہ ہو یا اور کسقسم کا کھانا ہو کچھ ڈر نہین ہی اور خواہ یہودی یا نصرانی اہل حرب مین سے ہو یا غیر اہل حرب مین سے ہو حکم جواز یکسان ہی اور خواہ یہودی و نصرانی بنی اسرائیل مین سے ہو یا غیر بنی اسرائیل مین سے ہو جیسے نصارای عرب - اور

ل شہر مین ذمیون کا پائجامہ پہننا مکروہ ہی اور اس زمانہ مین جو پائجامہ پہننا مباح ہی یہ صحیح ہی ۱۲ منہ

تحقیق مسئلہ و صحیح جواب ترجمہ کی تلاش تفسیر اردو مین دیکھنا چاہیے ۱۲

مجوسیون کے کھانے مین ڈر نہین ہی سب طعام اُنکا جائز ہی سوائے ذبیحہ کے کہ اُنکا ذبیحہ حرام ہی اور امام محمد رحمہ نے یہ ذکر نہ فرمایا کہ مجوسی وغیرہ کسی مشرک کے ساتھ کھانا کیسا ہی اور حاکم عبد الرحمن کاتب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی کہ اگر کوئی مسلمان اسمین ایک دو بار مبتلا ہو جاوے تو کچھ ڈر نہین ہی لیکن اسپر مداومت کرنا مکروہ ہی یہ محیط مین ہی۔ اور قاضی امام رکن الاسلام علی سغدی رحمہ نے فرمایا کہ اگر مجوسی کھاتے وقت زمزمہ نکرتا ہو تو اُسکے ساتھ کھانے مین ڈر نہین ہی اور اگر زمزمہ کرتا ہو تو اُسکے ساتھ نہ کھاوے کیونکہ کفر و شرک ظاہر کرتا ہی اور جسوقت کفر و شرک ظاہر کرتا ہی اُسکے ساتھ نہ کھاوے اور ذمی کی ضیافت قبول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ دونون مین سوائے ثنا سائی کے کچھ نہو یہ ملتقط مین ہی۔ اور تفاریق مین ہی کہ کچھ ڈر نہین ہی کہ کسی کافر کی بوجہ قرابت کے یا حاجت کے ضیافت کرے یہ تمرتاشی مین ہی اور ذمیون کی ضیافت مین جانے مین ڈر نہین ہی ایسا ہی امام محمد رحمہ نے ذکر کیا ہی اور اضحیۃ النوازل مین ہی کہ اگر مجوسی یا نصرانی نے کسی مسلمان کو اپنے یہان دعوت طعام مین بُلایا تو قبول کرنا مکروہ ہی اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے گوشت بازار سے خریدا ہی پس اگر نصرانی دعوت کرتا ہو تو ڈر نہین ہی۔ پس جو حکم نوازل مین نصرانی کے حق مین مذکور ہی وہ اُس روایت کے مخالف ہی جو ہمنے سابق مین امام محمد رحمہ سے نقل کی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر مسلمان کسی مشرک کو بطور صلہ رحم کے کچھ دیوے خواہ مشرک مذکور اُسکا قریب ناتے دار ہو یا بعید ہو خواہ حربی ہو یا ذمی ہو تو کچھ ڈر نہین ہی اور حربی سے وہ کافر مراد ہی جو امان لیکر داخل ہوا ہو اور اگر غیر مستامن ہو تو مسلمان کو نچاہیے کہ اُسکو صلہ رحم مین کچھ دے یہ محیط مین ہی۔ اور قاضی امام رکن الاسلام علی سغدی رحمہ نے ذکر کیا کہ اگر مشرک حربی دار الحرب مین ہو اور زمانہ ایسا ہو کہ اُسوقت مسلمانون وان حربیون مین مصالحت و مسالمت ہو تو مسلمان کو حربی مشرک کو کوئی چیز صلۂ رحم کے طور پر دینے مین ڈر نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی یہ سب جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہی کہ مسلمان نے مشرک کو صلہ رحم مین کچھ دیا اور اگر مشرک نے مسلمان کو صلہ رحم مین کچھ دیا تو امام محمد رحمہ نے سیر کبیر مین متعارض حدیثین روایت کی ہین بعض احادیث مین یہ ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کا ہدیہ قبول فرمایا ہی اور بعض احادیث مین یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین قبول فرمایا پس ان احادیث مین توفیق ضرور ہوا وجہ توفیق مین مشائخ کی عبارات مختلف ہین پس فقیہ ابو جعفر ہندوانی رحمہ نے یون توفیق دی ہی کہ جس روایت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ مشرک قبول نکرنا مذکور ہی وہ اس بات پر محمول ہی کہ ایسے مشرک کا ہدیہ قبول نکیا جسکی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل مین یہ گمان غالب ہوا کہ وہ شخص یہ سمجھتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص سے بطمع مال لڑائی کرتے ہین اللہ تعالے کا کلمہ بلند کرنے کے واسطے نہین لڑتے ہین اور ایسے شخص سے ہمارے زمانہ مین ہدیہ قبول کرنا نہین جائز ہی اور جس روایت مین ہدیہ قبول کرنا مذکور ہی وہ اس بات پر محمول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غالب گمان مین یہ بات تھی کہ یہ شخص دل مین سمجھتا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس سے اللہ تعالی کا کلمہ بلند کرنے و دین کی بڑائی کے واسطے لڑتے ہین مال کے واسطے نہین لڑتے ہین اور ایسے شخص سے ہمارے زمانہ مین بھی ہدیہ قبول کرنا جائز ہی۔ اور بعضے مشائخ نے دوسرے طور سے توفیق دی ہی کہ فرمایا کہ ایسے شخص کا ہدیہ قبول نکیا جسکی نسبت جانتے تھے کہ قبول کرنے سے میری سختی و عزت اُسکے حق مین کم ہو جائیگی اور بسبب قبول ہدیہ کے

نرمی کرنی ہوگی اور جس شخص سے یہ جانتے تھے کہ قبول کرنے سے اُسکے حق مین اپنی سختی وعزت کی کمی ہوگی اور نہ نرمی کرنی ہوگی اسکا ہدیہ قبول کرلیتے تھے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مسلمان وذمی کافر کے درمیان معاملہ ہو پس اگر ایسا ہو کہ اُس سے معاملت رکھنے سے چارہ نہین تو کچھ مضائقہ نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر کسی عورت یا مرد کے ماں و باپ کافر ہون تو اُسپر اُن دونون کو نفقہ دینا و اُنکے ساتھ احسان کرنا و دونون کی بہ مرتبہ زیارت کرنا لازم ہی اور اگر اُسکو خوف ہو کہ دونون مجھے کفر کی طرف کھینچ لینگے اگر اُنکی زیارت کریگا۔ تو یہ جائز ہی کہ دونون کی زیارت ترک کردے یہ خلاصہ مین ہی۔ اور ذمی کے حق مین مغفرت کی دعا نہ کرے اور اگر اُسکے حق مین ہدایت کی دعا کی تو جائز ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یون دعا فرمائی ہی کہ اللھم اہد قومی فانھم لا یعلمون کذا فی التبیین۔ اگر کسی یہودی یا مجوسی سے کہا کہ ای کافر تو گنہگار ہوگا اگر اُسپر گران گذرے یہ قنیہ مین ہی۔ اگر ذمی سے کہا کہ اطال اللہ بقاک یعنے اللہ تعالی تجھے دیر تک دنیا مین رکھے پس اگر اُسکی نیت مین یہ بات ہو کہ اسواسطے دیر تک رکھے کہ یہ مسلمان ہوجاوے یا ذلت وخواری کے ساتھ جزیہ ادا کرتا رہے تو مضائقہ نہین ہی اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو مکروہ ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ذمی کے واسطے طول عمر کی دعا کی تو بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہی کیونکہ اسمین تمادی علی الکفر ہی اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہی کہ اُسکی طول عمر مین ادائے جزیہ سے مسلمانون کا نفع ہی پس یہ دعا واقع مین مسلمانون کے واسطے ہوئی اور ذمی کے واسطے عافیت کی دعا کرنے مین بھی ایسا ہی اختلاف ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب کافر کو کسی ضرورت کے واسطے خط لکھے تو یون لکھے کہ السلام علی من اتبع الھدی یعنے سلام ایسے شخص پر جسنے حق کی تابعداری کی ہی اور کافر و متبوع سے تبرئی ظاہر کی ہی ذمی سے مصافحہ مکروہ ہی اور اگر باوضو اُس سے مصافحہ کرے تو اپنا ہاتھ دھوڈالے یہ غرائب مین ہی۔ اگر مسلمان کا پڑوسی نصرانی سفر سے واپس آوے اور مصافحہ نہ کرنے سے اُسکو اذیت و رنج پہونچے تو مسلمان کو اُس سے مصافحہ کرلینے مین مضائقہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ یہودی و نصرانی کی عیادت کرنے مین مضائقہ نہین ہی اور مجوسی مین اختلاف ہی یہ تہذیب مین ہی اور ذمی کی عیادت کرنی جائز ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور مشائخ نے فاسق کی عیادت کرنے مین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اُسکی عیادت مین ڈر نہین ہی۔ اور اگر کافر مرگیا تو اُسکے والد یا قریب سے اُسکی تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالی کے بدلے تجھے اُس سے بہتر دے اور اور تیری اصلاح کردے بدین نیت کہ تیری اصلاح واسلام لانے سے کردے اور اُسکی جگہ تجھے مسلمان بیٹا عنایت کرے کیونکہ بہتری اُسی کی ذات سے ظاہر ہوگی یہ تبیین مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر ذمی میت پر ایک مسلمان نے گواہی دی کہ مسلمان مرا ہی تو نماز پڑھی جائیگی اور اگر مسلمان میت پر ایک نے گواہی دی کہ مرتد مرا ہی تو نماز ترک نہ کیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام مجوسی خریدا اُسنے اسلام لانے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر تونے مجھے مسلمان کے ہاتھ فروخت کیا گویا مجھے قتل کرڈالا تو اسکو اختیار ہی کہ غلام مذکور کو مجوسی کے ہاتھ فروخت کرے یہ سراجیہ مین ہی۔ کوئی مسلمان مملوک کسی ذمی کے ملک مین نہ چھوڑا جائیگا بلکہ اُسپر جبر کیا جائیگا کہ اسکو فروخت کردے بشرطیکہ وہ محل بیع ہو یہ غرائب مین ہی۔ مجموع النوازل مین ہی کہ ایک یہودی حمام مین گیا پس آیا مسلمان حمامی کو اُسکی پیٹھ کی خدمت کرنا مباح ہی فرمایا کہ اگر اُسنے یہودی سے

پیسے لینے کی طمع سے خدمت کی تو ڈر نہین ہی اور اگر اُسکی تعظیم کرکے خدمت کی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس نظر سے ایسا کیا تاکہ یہودی کا دل اسلام کی طرف میل کرے تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر یہودی کی تعظیم کرنے کو خدمت کی بدون اسکے کہ جو کچھ ہمنے ذکر کیا ہی اسمین سے کچھ اُسکی نیت مین ہو تو مکروہ ہی اور علے ہذا اگر ذمی حمام مین داخل ہوا اور حمامی مسلمان ہی اُسنے ذمی مذکور کی خدمت کی پس اگر اس نظر سے خدمت پر آمادہ ہوا کہ شاید مسلمان ہو جاوے تو ڈر نہین ہی اور اگر بدون ان امور مذکورہ کے نیت کے اُسکی تعظیم کے واسطے خدمت پر آمادہ ہوا یا اُسکی تونگری کی نظر سے آمادہ ہوا تو مکروہ ہی ذخیرہ مین ہی۔ اور کسی مسلمان کو نچاہیئے کہ یہودی یا نصرانی سے توریت و انجیل و زبور کا حکم دریافت کرے اور نہ ان کتابون کو لکھے اور نہ پڑھے اور مطالب کے اثبات مین ان کتابون کی آیات سے استدلال نہ کرے اور مسلمان عالم لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو اُن آیات سے جو کتب توریت و صحف انجیل مین مذکور ہین ثابت کرتے ہین سو یہ اسواسطے ہی کہ جو بات خود ان کافرون کے پاس ہی اُس سے اُنپر الزام ہو یہ وجیز کردری مین ہی۔

بیسمر چھوان باب ۔ کسب کے بیان مین۔ کسب چند طرح کا ہوتا ہی ایک فرض ہی پس فرض اسقدر کمائی ہی کہ جو اُسکی ذات کو و اُسکے عیال کو و اُسکے قرضون کے ادا کے واسطے اور جسکا نفقہ اُسپر واجب ہی اُسکے نفقہ کے واسطے کفایت کرے اور اس سے زیادہ کمائی کو اگر ترک کرے تو روا ہی اور اگر اسقدر مال کمایا کہ اپنے اہل و عیال کے واسطے ذخیرہ رکھچھوڑا تو اُسکو گنجائش ہی کہ تحقیق یہ بات صحیح ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال کا روزینہ ایکسال کا جمع کرلیا یہ خزانۃ المتقین مین ہی اسی طرح اگر کسی کے والدین تنگدست ہون تو اُنپر فرض ہی کہ بقدر کفایت اُنکے روزینہ کے واسطے کماوے یہ خلاصہ مین ہی۔ اور ایک کمائی مستحب ہی اور وہ اس مقدار سے جو بیان ہوئی ہی زیادہ ہوتا کہ فقیر کی مواسات کرسکے اور عزیز و اقارب کی مجازات کرسکے اور ایسی کمائی مین کوشش کرنا نفل عبادت سے افضل ہی اور ایک کمائی مباح ہی اور وہ اس مقدار سے بھی زیادہ بغرض تجمل و زیادتی کے کماوے اور ایک کمائی مکروہ ہی وہ ایسی کمائی جو تفاخر و تکاثر کی غرض سے جمع کرے اگرچہ مال حلال ہو یہ خزانۃ المتقین مین ہی **قال المترجم** اس بیان سے ثابت ہوا کہ کوشش کرکے کمانا ہر شخص پر بشرائط فرض ہی پھر کتاب مین فرمایا کہ۔ اور ایسے لوگون کے حال پر التفات نکرنا چاہیے جو مسجدون و خانقاہون مین بیٹھے کسب سے انکار کرتے ہین آنکھین اُٹھائے لوگون کا مال تاکتے ہین اور لوگون کے مال کی طرف ہاتھ پھیلائے ہین اور اپنے آپ کو متوکل کہتے ہین حالانکہ درحقیقت ایسے نہین ہین یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ یہ مکروہ ہی کہ ایک قوم جمع ہوکر کسی جگہ گوشہ گیر ہوجاوے اور یہ لوگ دین اللہ تعالی کی عبادت کیا کرین اور اچھی پاک چیزون سے پرہیز کرین (یعنے لباس و طعام سے) اور اپنے نفوس کو یون ہی کام سے فارغ کرلین حالانکہ کسب حلال و شہر مین جمعہ و جماعات کی پابندی احب و الزم ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور بعض مشائخ نے کہا ہی کہ جو قاری کسب کو چھوڑ دیتا ہی وہ اپنے دین کو کھاتا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور کمائی کے اسباب مین سے افضل جہاد ہی پھر تجارت ہی پھر زراعت ہی پھر صناعت ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی اور بعض کے نزدیک تجارت بہ نسبت زراعت کے افضل ہی اور اکثرون کے نزدیک زراعت افضل ہی یہ وجیز کردری مین ہی

ایک اجنبیہ عورت ایک مرد کے گھر مین گوشہ نشین ہوگئی اُسکو وہ شخص روز روٹی و روٹی دیتا ہی تو سوت اس شخص کے حق مین حلال ہی بشرطیکہ اُسنے عورت کے ذمہ سوت کاتنا شرط نہ کیا ہو یہ قنیہ مین ہی۔ مرد اگر عورت کے مثل سوت کاتتے تو مکروہ طریقہ ہی کہ یہ عورتون کے ساتھ مشابہت ہی یہ قنیہ مین ہی جس شخص کے پاس ایک دن کا روزینہ ہو اُسکو سوال حرام ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور سائل نے سوال کر کے جو مال جمع کیا وہ ناپاک خبیث ہی یہ ینابیع مین ہی منتقے مین بروایت ابراہیم رحمہ اللہ امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر رونے والی عورت نے رونے سے مال جمع کیا یا طبلچی یا مزمار والے نے طبلہ و مزمار سے مال جمع کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ان افعال کے بجالانے پر مال شرط کر کے لیا ہی تو جن لوگون سے لیا ہی اُنکو واپس کر دے اگر پہچانے اور امام محمد رح کے اس قول کے کہ مال شرط کر کے لیا ہی یہ معنی ہین کہ دینے والے نے رونی والی عورت سے رونے سے پہلے بمقابلہ رونے کے مال ٹھہرا دیا ہو یا بمقابلہ گانے کے مال شرط کر دیا ہو کہ اگر گاوے تو اسقدر مال دینگے اور یہ حکم اسوجہ سے ہی کہ جب لینا شرطیہ ہوا تو یہ مال بمقابلہ معصیت کے ہوا پس مال لینا بھی معصیت ہوگا اور ایسے مال سے چھٹکارے کی یہی راہ ہوتی ہی کہ واپس دیدے سو اس مقام پر بھی یہی ہی کہ جو کچھ لیا ہی وہ واپس کرے اگر واپس کر سکے یعنے جس سے لیا ہی اُسکو پہچانے اور اگر اُسکو نہ پہچانے تو اُسکی طرف سے صدقہ کر دے تاکہ اُسکے مال کا اُسکو نفع پہونچ جاوے جبکہ عین مال اُسکو نہین پہونچ سکتا ہی اور اگر لینا شرطیہ نہو یعنے شرط نہ کی ہو کہ اگر ان افعال کو بجالاوے تو یہ دینگے تو لینا معصیت نہوگا کیونکہ مالک مال نے رضامندی سے خود دیدیا ہی پس اُسکا ہوگا اور حلال ہوگا۔ اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر گانے والی عورت نے گانے کی کمائی سے قرضہ ادا کیا تو قرضخواہ کو یہ مال لینا حلال نہین ہی لیکن حکم قضاء مین قاضی اُسکو لینے پر مجبور کریگا اور بقیاس مسئلہ متقدمہ کے یہ کہا جا سکتا ہی کہ اگر گانے والی نے بدون شرط کے کمایا ہی تو قرضخواہ کو لے لینے کی گنجائش ہی اور امام محمد رح نے کتاب الکسب مین ذکر فرمایا ہی کہ خصی کی کمائی مکروہ ہی اور اس سے یہ مراد نہین ہی کہ جو مال خصی کماوے وہ مکروہ ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ خصی کرنے پر جو مال لیوے وہ مال مکروہ ہی اور اُسکا خصی کرنا مکروہ ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص جامع مسجد مین تعویذ بیچتا ہی اور تعویذون پر توریت و انجیل و فرقان لکھا ہی اور ان تعویذون کے عوض مال لیتا ہی اور کہتا ہی کہ مین ہدیہ دیتا ہون تو اُسکو حلال نہین ہی یہ کبرے مین ہی۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اُسکی کمائی حرام ہی تو اُسکے وارثون کے حق مین یہ اولے ہی کہ یہ مال اُسکے مالکون کو واپس کر دین اور اگر مالکون کو نہین پہچانتے ہین تو صدقہ کر دین اور اگر کمائی بعض ایسی وجہ سے ہو جو حلال نہین ہی اور بیٹا اس بات کو جانتا ہو پھر باپ مر گیا اور بیٹا اسکو بعینہ نہین پہچانتا ہی تو شرعاً اُسکے حق مین حلال ہی مگر پرہیزگاری یہ ہی کہ اس نیت سے صدقہ کر دے کہ میرے باپ کے خصوم کی طرف سے صدقہ ہی یہ ینابیع مین ہی۔ امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک قوم مسلمان نے شراب میراث پائی تو ان وارثون مین تقسیم نہ کیجائیگی لیکن شراب سرکہ کر ڈالی جائیگی پھر ان لوگون مین تقسیم ہوگی یہ خلاصہ مین ہی **قال المترجم** شراب کو سرکہ کر ڈالنا بعض کے نزدیک نہین جائز ہی وہو الصحیح واللہ اعلم ایک شخص کے پاس مال ہی اُسمین شبہہ ہی پس اُسنے اپنے باپ کو صدقہ مین دیدیا تو کافی ہی اور یہ شرط نہین ہی کہ اجنبی کو صدقہ دیدے اسی طرح اگر ایک شخص خرید فروخت کرتا ہو اور اس حالت مین اُسکا بیٹا اُسکے ساتھ ہو اور اس تجارت مین بہت سی بیوع فاسدہ واقع ہوئی ہین پھر اُسنے تمام مال اپنے بیٹے کو ہبہ کر دیا تو عہدہ سے

نکل گیا یہ قنیہ مین ہی۔ فقیہ ابو جعفر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے سلطان کے حکم سے مال حاصل کیا اور حرام تاوانون وغیرہ سے مال جمع کیا پس آیا کسی شخص کو جو یہ بات جانتا ہو ایسے شخص کا کھانا حلال ہی تو فقیہ رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسکے دین کے واسطے یہ احب ہی کہ اُسکا کھانا نہ کھاوے مگر حکماً کھانا روا ہی بشرطیکہ یہ کھانا اُس شخص کے ہاتھ مین جو کھانا چاہتا ہی غصب کا یا رشوت کا نہ آیا ہو یہ محیط مین ہی۔ تونگری پر شکر کرنے کی بہ نسبت فقیری پر صبر کرنا افضل ہی۔ اور کمائی مین اس قصد سے مشغول ہو جانا کہ ہم نیک راہ مین اسکو خرچ کرینگے اسکی بہ نسبت کمائی سے باز رہنا اولے ہی کذا فی السراجیہ اقول یہ حکم کسب مباح کا ہی۔

سولھوان باب - زیارت قبور و مقابر مین قرأت قرآن و میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے و اُسکے متصلات کے بیان مین۔ زیارت قبور مین کچھ مضائقہ نہین ہی یہی امام ابو حنیفہ رح کا قول ہی اور ظاہر قول امام محمد رح کا اس امر کو مقتضی ہی کہ عورتون کے واسطے بھی زیارت قبور جائز ہی چنانچہ امام محمد رح نے مردون کی تخصیص نہین فرمائی ہی اور کتاب الاشربہ مین ہی کہ مشائخ نے عورتون کے واسطے قبرون کی زیارت کرنے مین اختلاف کیا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اصح یہ ہی کہ عورتون کے واسطے زیارت قبور مین کچھ مضائقہ نہین ہی۔ تہذیب مین لکھا ہی کہ زیارت قبور مستحب ہی کیفیت زیارت اسکے قرب و بعد بقیاس مندگی میت کے ہی خزانہ الفتاوی مین ہی اور جب زیارت قبور کا ارادہ کرے تو مستحب ہی کہ اپنے گھر مین دو رکعتین پڑھے ہر رکعت مین سورۂ الحمد اور آیۃ الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے پھر اُسکا ثواب میت کو پہونچا دے تو اللہ تعالی میت کی قبر مین ایک نور بھیجتا ہی اور مصلی کو ثواب کثیر عطا فرماتا ہی پھر مقابر کی طرف روانہ ہو اور راہ مین لایعنی باتون مین مشغول نہو جاوے پھر جب مقبرہ مین پہونچے تو اپنی جوتیان اُتار دے اور قبلہ کی طرف پشت کرکے میت کی طرف مُنہ کرکے کھڑا ہو کر یون کہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم لنا سلف ونحن بالاثر۔ یہ غرائب مین ہی۔ اور جب دعا کرنا چاہے تو قبلہ کی طرف متوجہ ہو خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ اور اگر شہید کی زیارت کو گیا ہو تو یون کہے سلام علیکم یا صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اور اگر مسلمانون و کافرون کی قبرین مختلط ہون تو یون کہے السلام علی من اتبع الہدی۔ پھر سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی پڑھے پھر سورت اذا زلزلت اور الہکم التکاثر پڑھے یہ غرائب مین ہی۔ اور شیخ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل رح سے منقول ہی کہ فرمایا کہ مقابر مین اخفاء کے ساتھ بدون جہر کے قرآن شریف پڑھنا مکروہ نہین ہی اور ڈر نہین ہی۔ اور مقبرہ مین قرآن پڑھنا بھی مکروہ ہی کہ جب جہر سے ہو اور اخفاء کے ساتھ پڑھنا روا ہی کچھ ڈر نہین ہی اگر چہ ختم کردے۔ اور صدر ابو اسحق الحافظ نے اپنے اُستاد شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم سے نقل کیا کہ سورۃ الملک کا مقابر مین پڑھنا روا ہی خواہ اخفاء کرے یا جہر کرے اور سوائے سورۃ الملک کے مقابر مین قرآن نہ پڑھے اور جہر و اخفاء کی کچھ تفصیل نہین فرمائی یہ ذخیرہ کی فصل قراۃ القرآن مین لکھا ہی۔ اگر کسی نے قبرون کے پاس قرآن پڑھا پس اگر یہ نیت ہی کہ اُسکو آواز قرآن سے تسلی ہو گا تو پڑھے اور اگر یہ قصد نہین ہی تو اللہ تعالی قرأت قرآن کو سنتا ہی جہان کہین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اُسکے وارث نے اُسکی قبر کے پاس ایسے شخص کو بٹھلایا جو قرآن پڑھے تو اصح یہ ہی کہ یہ مکروہ نہین ہی اور یہی قول امام محمد رح کا ہی یہ مضمرات مین ہی۔ زیارت قبور کے واسطے چار روز افضل ہین دوشنبہ۔ پنجشنبہ۔ جمعہ

سنیچر پس جمعہ کے روز بعد نماز کے زیارت کا وقت اچھا ہی اور سنیچر کو طلوع آفتاب تک اور پنجشنبہ کے روز دن مین اول وقت اور بعض نے فرمایا کہ آخر وقت اسی طرح جو راتین متبرک ہین اُنمین زیارت افضل ہی خصوصاً شب برات مین اسیطرح متبرک زمانون مین زیارت افضل ہی جیسے دس دن ذی الحجہ کے اور دونون عیدین اور یوم عاشورا و باقی مواسم مین یہ غرائب مین ہی - اگر مقبرہ کے پاس ہوکر گذرا اور اہل قبور کے واسطے اُنکے ثواب پہونچانے کی نیت سے کچھ قرآن پڑھا تو ڈر نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی - اور ابو بکر بن سعید رہے سے منقول ہی فرمایا کہ زیارت قبور کے وقت سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہی کیونکہ مجھے روایت پہونچی ہی کہ جس شخص نے سات مرتبہ سورہ اخلاص پڑھدی تو اگر میت غیر مغفور ہوگی تو اُسکی مغفرت کیجائیگی اور اگر میت مغفور ہوگی تو پڑھنے والے کی مغفرت کیجائیگی اور ثواب قرأت اُس میت کو ہبہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر اُسنے دس بار سورۂ اخلاص پڑھی تو بہت بہتر ہی اور جو شخص خوب پورا کرنا چاہے اُسکو چاہیئے کہ اسقدر سورۂ اخلاص پڑھنے پر تضرع و عاجزی کے ساتھ دوسری سو تین پڑھاوے - اور جو شخص کسی قبر پر سبع اللہ و علی اثر رسول اللہ پڑھے تو اللہ تعالی میت کے سر سے عذاب و تنگی و تاریکی چالیس برس تک دور کر دیتا ہی یہ غرائب مین ہی - اور ابو یوسف ترجمانی نے کہا کہ قبر پر ہاتھ رکھنے کو ہم سنت نہین جانتے ہین اور نہ ہمکو اسکا مستحب ہونا معلوم ہی مگر ہم اسمین کچھ مضائقہ نہین دیکھتے ہین اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ سلف لوگون سے جدا انکا ایسا ہی پایا اور شمس الائمہ کمی رہنے فرمایا کہ یہ بدعت ہی یہ قنیہ مین ہی - اور قبر کو مسح کرنا چاہیئے اور نہ اُسپر بوسہ دینا کہ یہ نصرانیون کی عادت ہی مگر والدین کی قبر کو بوسہ دینے مین مضائقہ نہین ہی یہ غرائب مین ہی یہ قنیہ مین ہی کہ شیخ مجدی رہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے والدین کی قبر اور قبرون کے بیچ مین ہی پس آیا جائز ہی کہ وہ شخص مسلمانون کی قبرون سے دعا و تسبیح کرتا ہوا اپنے والدین کی قبر تک پہونچکر انکی زیارت کرے تو فرمایا کہ ہان جائز ہی بشرطیکہ بدون اور قبرون کے روندے ہوئے پہونچ سکتا ہو - اور یہی شیخ رہے دریافت کیا گیا کہ کسی شخص کا قطعہ زمین مملوکہ قبرون کے بیچ مین ہی اور وہ چاہتا ہی کہ اپنی زمین مین تصرف کرے اور اسکا راستہ سوائے قبرون کے اوپر سے اور طرف سے نہین ہی پس آیا اُسکا اختیار ہی کہ قبرون پر قدم رکھکر وہان جایا کرے تو فرمایا کہ اگر ان قبرون مین میت کو تابوت مین دفن کیا ہی تو مضائقہ نہین ہی اور سراج الائمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر تابوت مین مدفون نہون تو بھی کچھ مضائقہ نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے مقبرہ مین راستہ دیکھا تو تحری کرے پس اگر اُسکے دل مین یہ جمے کہ یہ بنا راستہ لوگون نے قبرون کے اوپر سے نکال لیا ہی تو اس راستہ مین ہوکر نہ گذرے اور اگر اُسکے دل مین ایسا نہ پڑے تو چلا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی - عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ قبر پر نہ چڑھنا اولے ہی اور شیخ وبری رہ اسمین گنجائش دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبر کی چھت حق میت ہی یہ قنیہ مین ہی - اور شمس الائمہ حلوائی سے روایت ہی کہ بعض علما نے قبرون پر چلنا روا رکھا ہی اور ان لوگون نے

بخلاف ہم ایسای پہانے ہین اور سلف سے کوئی انکار و ممانعت مروی نہین ہی ۱۲ منہ

کہا ہی کہ قبر کی چھت پر چلے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ اور میت کے جو دے سے چادر اُٹھانا غرض اُسکے مُنھ دیکھنے کے
اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی اور اس فعل مین کراہت جبھی ہی کہ جب بعد دفن کے ایسا کرے یہ قنیہ مین ہی۔
ایک شخص دوسرے کی میراث مین دفن کیا گیا تو مالک کو اختیار ہی اسکو اکھاڑ ڈالے یا چھوڑ دے مگر قبر کو برابر
کرکے اُسکے اوپر زراعت کرے یا وارث سے گدھے کی قیمت لے لیوے ہی طرح اگر [illegible] مین ہی۔ ایک [illegible] عورت
کو سات مہینہ کا حمل ہو گیا تھا اور بچہ اُسکے پیٹ مین پھر تا کرتا تھا پھر وہ عورت مر گئی [illegible] مین
دکھلائی دی کہ وہ کہتی ہی کہ میرے بچہ پیدا ہوا ہی تو اُسکی قبر نہ کھودی جائیگی [illegible] دوبارہ دفن کیا
مقبرہ بنانا مکروہ ہی اور اگر کوئی کا شانہ اسواسطے بنایا کہ اُسمین بہت سے مردے دفن کرے [illegible] اسواسطے
کہ مقابر پر عمارت بنانا مکروہ ہی۔ اور موت سے پہلے اپنے واسطے تابوت تیار کرنا مکروہ ہی اور [illegible] کے اندر
رکھکر نماز جنازہ مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور گلاب کے پھول دریا مین قبر [illegible] اور اگر پھول کی قیمت
صدقہ کردے تو بہت اچھا ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور پہلی راتون مین قبرون پر [illegible] یہ سراجیہ مین ہی
جنازے کا کپڑا پھاڑ دیا جاوے اسطرح کہ جس کام مین پہلے استعمال کیا جاتا تھا اُس کام مین [illegible] سکے اور
متولی کو اُسکا صدقہ کرنا جائز نہین ہی لیکن اُسکو فروخت کرکے اُسکے دامون مین کچھ [illegible] ملا کر دوسرا کپڑا
خریدے کذا فی جواہر الفتاوی واللہ اعلم

سترھوان باب - غناء ولہو وتمام معاصی وامر بالمعروف کے بیان مین - قال المترجم غناء گانا
لہو مثل غناء ومزامیر وغیرہ کے [illegible] باقی معاصی باقی گناہ کے کام - امر بالمعروف جو کام شرع مین کرنا چاہیے اُسکا
حکم دینا اور جو نہ کرنا چاہیے اُس سے منع کرنا نہی از منکر ہو خالی گانے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا
کہ غناء مطلقاً حرام ہی اور اُسکی طرف کان لگانا معصیت ہی اور اسی کو شیخ الاسلام نے اختیار کیا ہی اور اگر اچانک
سُن لیا تو اُسپر گناہ نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر اس غرض سے گاوے کہ اُس سے قافیہ ونصاحت سیکھ جاوے
تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور بعض نے کہا کہ اگر تنہا ہو اور دفع وحشت کے واسطے گاوے تو جائز ہی مگر بطریق لہو کے
نہو اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہی اور اگر شعر مین حکمت کی بات یا عبرت کی بات یا فقہ ہو تو مکروہ
نہین ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور جو اشعار مباح ہین اُنکے پڑھنے مین مضائقہ نہین ہی۔ اور اگر شعر مین کسی عورت
کی تعریف ہو پس اگر کوئی عورت خاص ہو اور وہ زندہ موجود ہو تو مکروہ ہی اور اگر مر گئی ہو تو مکروہ نہین ہی اور
اگر فرضی ہو تو نہین مکروہ ہی۔ اور نوازل مین ہی کہ ادیب کا شعر پڑھنا جنمین ذکر فسق وشراب وامرد کا ہی مکروہ
ہی اور اُمرد مین اعتبار اُسی طور پر ہی جیسا ہم نے عورت کے باب مین بیان کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور بعض نے فرمایا
کہ شعر مین کراہت کے یہ معنی ہین کہ آدمی اُسمین ایسا مشغول ہو جاوے کہ اُسکو قرأت قرآن وذکر اللہ تعالے
سے غافل کردے اور اگر ایسا نہو تو مضائقہ نہین ہی جبکہ اُسکی نیت یہ ہو کہ اسکے ذریعہ سے مجھے علم تفسیر وحدیث
مین مدد ملیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ قنیہ مین ہی کہ شمس الائمہ حلوائی سے دریافت کیا گیا کہ جو لوگ اپنے تئین صوفی
کہتے ہین اور اُنھون نے اپنا لباس ایک طرح کا خاص کرلیا ہی اور لہو ورقص مین مشغول ہوتے ہین اور
اپنے واسطے منزلت کے مدعی ہین تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ افتراوا علے اللہ کذبا اُن لوگون نے اللہ تعالے

بہتان باندھا ہی پھر دریافت کیا گیا کہ جب یہ لوگ سیدھی راہ سے ترچھے ہین پس آیا عام لوگون کے فتنہ مین پڑجانیکا خوف دور کرنے کے واسطے ایسے لوگ شہر سے دور کردیے جاوین فرمایا کہ رنج دہندہ چیز کو راہ سے دور کرنا لگا ہشت کے واسطے اکمل ہی اور ویانت کے واسطے امثل ہی اور پاک سے پلید کو الگ کرنا پاکیزہ و اولے ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ قال رحمہ گانا و قوالی و رقص جو ہمارے زمانہ کے صوفی لوگ کرتے ہین وہ حرام ہی اور اُسکی طرف قصد کرکے جانا و وہان بیٹھنا جائز نہین ہی اور یہ اور غنا و مزامیر یکسان ہی اور اہل تصوف نے اسکو جائز رکھا ہی اور اگلے مشائخ کے فعل کو حجت لاتے ہین پھر شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک حق بات یہ معلوم ہوتی ہی کہ اگلے مشائخ رحمہم اللہ ایسا نہین کیا ہی کہ جیسا یہ لوگ کرتے ہین چنانچہ اُنکے زمانہ مین بسا اوقات کسی شخص نے ایک شعر پڑھا جو اُنکے حال کے موافق پڑا جسنے اُنکے دل کو نرم کردیا اور جسکا قلب رقیق ہوتا ہی وہ جب ایسا لفظ سنتا ہی جو اُسکی حالت کے موافق پڑتا ہی تو اکثر اُسکی عقل پر غشی طاری ہوجاتی ہی اور بے اختیار کھڑا ہوجاتا ہی اور اُس سے حرکات بے اختیاری صادر ہوتی ہین اور ایسی بات کچھ بعید نہین ہی کہ بدین معنی روا ہو کہ اوسپر مواخذہ نہ کیا جاوے اور اگلے مشائخ کی نسبت یہ گمان نہین کیا جا سکتا ہی کہ وے لوگ ایسے فعل کرتے جیسے اس زمانہ کے فاسق لوگ جو بُری باتون کو مباح کرتے ہین اور جنکو احکام شرعی کا علم نہین جاہل ہین کرتے ہین اور طرفہ یہ ہی کہ دیندار و پرہیزگار لوگون کے افعال سے تمسک کرتے ہین یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ اور ابو یوسف رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ سوائے نکاح کے اگر عورت وف کو بدون فسق کے مثلاً بچے کے واسطے بجاوے پس آیا آپ کے نزدیک مکروہ ہی فرمایا کہ مین مکروہ نہین جانتا ہون اور فرمایا کہ جس سے لعب فاحش گانے کا پیدا ہوتا ہی اُسکو مین مکروہ جانتا ہون یہ محیط سرخسی مین ہی قال المترجم اس زمانہ مین عورتون کا ڈھول بجانا بمعنے اخیر متحقق ہی جسکو امام ابو یوسف رحمہ نے مکروہ فرمایا ہی پس وہ بھی مکروہ ہی واللہ اعلم۔ عید کے روز دف بجانے مین مضائقہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی قلت وفیہ نظر۔ اور مزاح کرنے مین مضائقہ نہین ہی بشرطیکہ انسان ایسا کلام نکرے جس سے گنہگار ہوجاوے یہ قصد ہو کہ ہم جلیس لوگ منعم یہ ظہیریہ مین ہی۔ کشتی لڑنا بدعت ہی اور آیا نوجوانون کے واسطے اجازت ہی تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ بدعت نہین ہی اور کشتی لڑنے مین ایک اثر روایت کیا گیا ہی لیکن غور کرنا چاہیے کہ اگر نوجوان نے بغرض لہو ایسا کیا ہی تو مکروہ ہی اور اُسکو ممانعت کیجائیگی اور اگر بدین غرض ایسا کرتا ہی کہ قوت حاصل ہو تاکہ کافرون سے اچھی طرح قتال کرسکے تو جائز ہی اور اُسکو ثواب ملیگا پس اسکا حال مثل شراب شلشت کے ہی کہ اگر شراب شلشت کے استعمال مین سرور و لہو مقصود ہی تو منع کیا جائیگا۔ اور جبڑکا جائیگا اور اگر جہاد کرنے والا ہو اور اُسکی غرض یہ ہو کہ جہاد مین قوت و طاقت حاصل ہو تو جائز ہی یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ قاضی امام ملک الملوک نے فرمایا کہ ایام گرما مین نوجوان لوگ جو خربزون سے کھیلتے ہین یعنے ایک دوسرے کو خربزون سے مارتا ہی تو یہ مباح غیر مستنکر ہی یہ جواہر الفتاوے کے باب سادس مین ہی۔ شطرنج و نرد و تیرہ گوٹی و چوڑہ گوٹی کھیلنا مکروہ ہی اور یہ سب کھیل سوائے شطرنج کے بالاجماع حرام ہین اور رہی شطرنج تو اُسکا کھیلنا ہمارے نزدیک حرام ہی اور جو شطرنج کھیلتا ہوا آیا اُسکی عدالت ساقط ہوتی یا گواہی قبول ہوگی سو اگر اُسنے شطرنج سے جوا کھیلا تو عدالت ساقط ہوجائیگی اور اُسکی گواہی قبول

۵۷ اتاع فرض علمی اور جواس نے بتین دل لگی کے لئے فرض بلکہ تین وہ علم ہی اور اگر فرض عین یا تین ہوتی تین وہ فرض ہوتی اور اگر فرض عین یا تین ہوتی تین وہ فرض ہوتی اور اگر فرض عین یا تین ہوتی تین وہ فرض ہوتی

نہوگی اور اگر جوانہ کھیلا تو عدالت ساقط نہوگی اور گواہی قبول ہوگی اور امام اعظم رح نے شطرنج کھیلنے والوں کو سلام کرنے مین مضائقہ نہین سمجھا ہی اور صاحبین رح نے اُنکی تحقیر کے واسطے اُنکو سلام کرنا مکروہ فرمایا ہی یہ جامع صغیر مین ہی۔ جھوٹ بولنا حرام ہی لیکن لڑائی و جہاد مین روا ہی تاکہ کافر کو دھوکا دیوے اور دو شخصون مین صلح کرانے مین روا ہی اور اپنی جورو کو راضی کرنے مین روا ہی اور ظلم ظالم دفع کرنے مین روا ہی اور جھوٹ کے ساتھ تعریض مکروہ ہی الا بضرورت مثلاً تو نے کسی سے کہا کہ کھانا کھا اُسنے کہا کہ مین نے کھایا ہی اور مراد یہ ہی کہ مین نے کل کے روز کھایا تھا تو یہ جھوٹ ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور جو شخص گناہ کا قصد کرے اور عزم کرلے لینے ضرور کرونگا اور اصرار کرے یعنے اسپر جمارہے تو گنہگار رہوگا یہ ملتقط مین ہی وقال المترجم میرے نزدیک اگرچہ یہ بات اچھی نہین ہی اور قلب کے میل پر دلالت کرتی ہی لیکن گنہگار ہونا منظور فیہ ہی جب تک کہ اصرار نہو یا دوسرا اسکی وجہ سے مبتلا نہو جاوے واللہ تعالے اعلم۔ امر بالمعروف مین پہلے یہ چاہیے کہ پہلے مہربانی و نرمی کے ساتھ ہو تاکہ موعظت و نصیحت پوری پوری اثر کرے پھر اگر نہ مانے تو زبان سے سختی کے ساتھ ہو مگر بدزبانی و فحش نہ نکالے پھر اگر نہ مانے تو ہاتھ سے مثلاً شراب بہاوے اور معازف تلف کرڈالے۔ اور فقیہ ابو اللیث رح نے کتاب البستان مین ذکر فرمایا ہی کہ امر بالمعروف چند طرح کا ہوتا ہی اگر اپنی غالب راے مین یہ جانتا ہو کہ اگر مین نے امر بالمعروف کیا تو یہ لوگ قبول کرکے بُری بات سے باز رہینگے تو اُسپر امر بالمعروف واجب ہوگا اُسکو ترک نہین کرسکتا ہی اور اگر اپنی غالب راے سے یہ جانتا ہو کہ اگر مین نے انکو بُرے کام چھوڑنے کا حکم کیا تو مجھے بُرا کہینگے اور گالیان دینگے تو امر بالمعروف نہ کرنا افضل ہی اسی طرح اگر یہ جانتا ہو کہ میرے امر بالمعروف سے یہ لوگ مجھے ماریںگے اور مین صبر نہ کرونگا اور باہم عداوت پیدا ہو جائیگی اور قتال اُٹھ کھڑا ہوگا تو ترک کرنا افضل ہی اور اگر یہ جانتا ہو کہ مین صبر کرونگا اگر وہ ماریںگے اور کسی سے شکوہ نہ کرونگا تو کچھ مضائقہ نہین ہی کہ اُن لوگون کو منع کرے اور یہ شخص مجاہد ہوگا یعنی جہاد کا ثواب پاویگا اور اگر یہ جانتا ہو کہ یہ لوگ قبول نکرینگے مگر انکی طرف سے مارپیٹ و گالی گفتاری کا بھی خوف نہو تو اُسکو اختیار ہی چاہے امر بالمعروف کرے یا نکرے لیکن منع کرنا افضل ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی کے سامنے امر بالمعروف پیش آیا یعنے ایسا موقع پیش آیا کہ وہان امر بالمعروف کرنے اور اُسکو خوف ہوا کہ اگر مین نے امر بالمعروف کیا تو قتل کیا جاؤنگا پس اگر اُسنے امر بالمعروف کیا اور قتل کیا گیا تو شہید ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور بعض نے فرمایا ہی کہ ہاتھ سے امر بالمعروف کرنا اُمرا پر واجب ہی اور زبان سے علما پر واجب ہی اور دل سے امر بالمعروف یعنے دل سے بُرا جاننا عوام پر واجب ہی اور اسی کو امام زندویسی نے اختیار کیا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ امر بالمعروف کے واسطے پانچ باتون کی ضرورت ہی اول آنکہ علم چاہیے کیونکہ جاہل سے امر بالمعروف بخوبی نہین ہوسکتا ہی دوم آنکہ امر بالمعروف سے اللہ تعالے کا کلمہ بلند کرنا و ثواب مقصود ہو سوم آنکہ جسکو امر بالمعروف کرتا ہی اُسکے حال پر شفقت کی نظر ہو پس اُسکو نرمی و مہربانی سے منع کرے چہارم آنکہ امر بالمعروف کرنے والا صبور و حلیم آدمی ہو پنجم آنکہ جس بات کے کرنے کا حکم کرتا ہی اُسکو خود کرتا ہو تاکہ اللہ تعالے کے اس حکم مین داخل نہو جاوے کہ لم تقولون مالا تفعلون یعنے کیون ایسے کام کو کہتے ہو جسکو تم خود نہین کرتے ہو۔ اور عوام مین سے کسی کو نچاہیے کہ قاضی یا مفتی یا عالم مشہور کو امر بالمعروف کرے کیونکہ اسمین ترک ادب ہی اور اسوجہ سے

کہ بسا اوقات یہ بات ہوتی ہے کہ اُسکو بسبب ضرورت کے یہ بات مباح ہو اور عامی آدمی بسبب لاعلمی کے اس سے واقف نہو یہ غرائب مین ہے ملتقط وتوضیح ذلک فی تفسیر المترجم - ایک شخص نے کسی کو بُرا کام جو شرع مین روا نہین ہے کرتے دیکھا اور یہ دیکھنے والا خود یہ بُری بات کرتا ہے تو اُسکو منع کرنا لازم ہے اسواسطے کہ اُسپر دو باتین واجب ہین ایک یہ کہ خود بُری بات نہ کرے دوم یہ کہ بُری بات سے منع کرے پس اگر اُسنے ایک واجب ادا نکیا تو دوسرا اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگا یہ خزانۃ المفتین وملتقط ومحیط مین ہے - ایک شخص کو معلوم ہوا کہ زید برابر بُری بات کیے جاتا ہے پس آیا اُسکو روا ہے کہ زید کے باپ کو یہ امر لکھ بھیجے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسکے علم مین یہ بات ہو کہ اگر مین نے زید کے باپ کو لکھا تو اُسکا باپ اُسکو منع کرنے اور باز رکھنے پر قادر ہوگا تو اُسکو لکھ بھیجنا حلال ہے اور اگر یہ جانتا ہو کہ اگر اُسکے باپ نے منع کرنا چاہا تو اسکے باز رکھنے پر قادر نہوگا تو اُسکو لکھنا نچاہیے اور یہی حکم زوجین یعنے جورو خصم مین ہے اور یہی حکم سلطان ورعیت وخصم یعنے لشکر سلطانی مین ہے اور امر بالمعروف جبھی واجب ہوتا ہے کہ جب یہ جانے کہ یہ لوگ سماعت کرینگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اگر باپ نے اپنے بیٹے کو کسی کام کرنے کا حکم دینا چاہا مگر خوف کرتا ہے کہ اگر مین نے حکم کیا تو شاید میرے حکم کی فرمانبرداری نہ کرے تو یون کہے کہ (خوب آیدای پسر اگر این کار کنی یانکنی) اے بیٹے اگر تو یہ کام کرے تو اچھا ہے یا نکر - اور حکم نہ دے تاکہ اُسپر نافرمانی کا عذاب نہ پڑے یہ قنیہ مین ہے - ایک شخص نے ایک فحش بات کی پھر توبہ کرکے اللہ تعالی کی طرف رجوع ہوگیا تو کسی کو یہ بات نچاہیے کہ جو شخص مسلمانون کا امام سردار ہو ظاہرا اُسکے فعل کی خبر کردے یا تو اُسکو ملامت وادب کرے تاکہ اسپر حد ماری جاوے اسواسطے کہ عیب پوشی مندوب ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ شخص کا مال چراتا ہے تو فرمایا کہ اگر اُسکی طرف سے ظلم کا خوف نہو تو خبر کردے اور اگر خوف ہو تو سکوت کرے یہ حاوی مین ہے - ایک شخص نے اپنے گھر مین فسق ظاہر کیا تو چاہیے کہ پہلے اُس سے جاکر کہے تاکہ عذر پورا ہو جاوے پس اگر وہ باز رہے تو اُس سے تعرض نہ کرے اور اگر باز نہ رہے تو امام کو اختیار ہے چاہے اُسکو قید کرے اور چاہے زجر کرے اور چاہے ادب کے واسطے کوڑے مارے اور چاہے اُسکو گھر سے نکال دے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھون نے شراب بنانے والے کا گھر پھونک دیا اور امام زاہد صفار سے مروی ہے کہ اُنھون نے فاسق کے فسق کے باعث سے اُسکا گھر اُجاڑ دینے کا حکم دیا - اور فتاوی نسفی مین ہے کہ شراب کے خم توڑ دے اور شراب مین نمک ڈال دینے سے اُسکا قابض نہوگا اور توڑنے والے انمین سے کسی بات کی ضمان واجب نہوگی یہ خلاصہ مین ہے - اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر مشک مین نصرانی یا مسلمان کی شراب ہو تو مین اُسکو پھاڑ ڈالونگا اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک اگر اُس سے کسی طور پر انتفاع ممکن ہو تو ایسا کرنا جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر مسلمان تنہا کسی گروہ کفار پر حملہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہے اگرچہ اُسکی غالب راے مین یہ ہو کہ مین قتل کیا جاؤنگا بشرطیکہ اُنکی کثرت اُسکی غالب راے مین یہ ہو کہ میرے حملہ کرنے سے یہ ہو کہ مین قتل کیا جاؤنگا ان مشرکون کو قتل یا زخمی ہونے یا شکست کھانے کا کچھ گزند نہ پہنچیگا تو اُسکو تنہا حملہ کرنا مباح نہین ہے اور قیاس کی دلیل سے اُسکو تنہا حملہ کرنا ہر حال مین مباح ہے اگرچہ جانتا ہو کہ مین قتل

مسئلہ مین شراب کا رکھنا وان کا ضرور ہے ۱۲ منہ

کیا جاؤنگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے فاسق مسلمانون کی ایک قوم کو منکر شرعی سے منع کرنا چاہا اور اسکی غالب رائے مین یہ ہی کہ مین اس ممانعت سے قتل کیا جاؤنگا اور ان لوگون کو مار پیٹ کے مانند کسی بات کا گزند نہ پہونچیگا تو اسکو ممانعت پر اقدام کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور یہ عزیمت ہی اگرچہ اُسکے حق مین یہ رخصت ہی کہ سکوت کرے یہ ذخیرہ مین ہی گھوڑے وبیل کی گردن مین جرس لٹکانے مین مضائقہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور چوپاؤن کی گردن مین جرس ڈالنے مین علمانے اختلاف کیا ہی پس بعض نے کہا کہ جرس لٹکانا تمام سفرون مین مکروہ ہی خواہ جہاد ہو یا غیر جہاد ہو اور یہ قائل جیسا سفر مین مکروہ کہتا ہی ویسا ہی حضر مین بھی مکروہ کہتا ہی اور نابالغ کے پانون مین جلاجل ڈالنے کو بھی مکروہ کہتا ہی۔ اور امام محمدؒ نے سیر کبیر مین ذکر فرمایا کہ غازیون کو دار الحرب مین جرس کو استعمال مین رکھنا جو ہمارے علماء کے نزدیک مکروہ ہی وہ اسوجہ سے مکروہ ہی کہ اگر دار الحرب مین چوپاؤن کی گردنون مین جرس ہوگا تو دشمن لوگ واقف ہوجاوینگے کہ مسلمان لوگ وہان ہین جہان سے جرس کی آواز آتی ہی پس اگر مسلمان لوگ تھوڑے ہونگے تو سبادرت کرکے اُنپر ٹوٹ پڑینگے اور مسلمانون کو قتل کرینگے اور اگر مسلمان لوگ بہت ہونگے تو کافر لوگ اُنسے بچاؤ کرکے اپنے اپنے قلعون مین پناہ گیر ہوجاوینگے۔ اور اسی قیاس پر مشائخ نے فرمایا کہ اگر دار الاسلام مین قافلہ سوارون کا جنگل مین ہو اور سانکو چور راہزنون سے کھٹکا ہو تو انکو بھی چوپاؤن کی گردنون مین جرس لٹکانا مکروہ ہی تاکہ چور راہزن ان لوگون سے واقف ہوکر انکے قتل کرنے ومال چھین لینے پر آمادہ نہو جاوین۔ اور جو حکم ہمنے جرس مین بیان کیا ہی وہی جلاجل کا حکم ہی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب اسیر مین فرمایا کہ پھر جس صورت مین کہ دار الاسلام مین جرس سے راحلہ والے کا نفع ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور فرمایا کہ جرس مین بھرپور نفع ہوتا ہی چنانچہ ایک یہ ہی کہ اگر قافلہ مین سے کوئی شخص بھٹک گیا تو وہ جرس کی آواز سے جالیتا ہی اور ایک یہ ہی کہ جرس کی آواز سے ہوام اللیل یعنے موذی جانور مثل بھیڑیا یا سانپ بچھو وغیرہ رات مین قافلہ سے دور بھاگ جاتے ہین اور ایک یہ ہی کہ جرس سے چوپاؤن کو چلنے مین خوشی ہوتی ہی پس جرس بمنزلہ حدی کے ہی یہ محیط مین ہی محتسب نے اگر روئی والے کو عام راستہ پر روئی رکھنے سے منع کیا مگر اُسنے نہ مانا پس محتسب نے اُسکی روئی مین آگ لگادی اور وہ جل گئی تو محتسب ضامن نہوگا لیکن اگر روئی رکھنے مین فساد معلوم ہو اور جلادینے مین مصلحت معلوم ہو تو ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔

اٹھارھوان باب ۔ تداوی ومعالجات کے بیان مین اور اس باب مین عزل واسقاط ولد کا بھی بیان ہی۔

دوا کرنے مین مشغول ہونے مین کچھ مضائقہ نہین ہی بشرطیکہ یہ اعتقاد ہو کہ صحت دینے والا اللہ تعالی ہی اور اُسنے دوا کو سبب مقرر کردیا ہی اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہی تو نہین جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہڈی سے دوا کرنا روا ہی جبکہ بکری یا گائے یا اونٹ یا گھوڑے وغیرہ کسی چوپایہ کی ہڈی سوائے آدمی وسور کے ہو کہ آدمی وسور کی ہڈی سے دوا کرنا مکروہ ہی۔ پس امام محمدؒ نے سوائے آدمی وسور کی ہڈی کے سب حیوانات کی ہڈی سے دوا کرنا مطلقاً جائز کردیا ہی کوئی تفصیل اسکی نفرمائی کہ جانور مردار ہو یا ذبح کیا ہو اور ہڈی خشک ہو یا تر ہو پس یہ حکم علے الاطلاق ایسے حیوان کی ہڈی مین جاری ہی جو ذبح کیا ہوا ہو کیونکہ اسکی ہڈی طاہر ہی خواہ تر ہو یا خشک ہو اُس سے ہر طرح کا انتفاع تری کے ساتھ وخشکی کے ساتھ سب طرح جائز ہی پس اُس سے دوا کرنا بھی ہر حال مین جائز ہی اور اگر حیوان مردار کی ہڈی ہو تو اُس سے خشک ہونے کی حالت مین

انتفاع جائز ہی اور جب تر ہو تو انتفاع نہین جائز ہی اور کتے کی ہڈی سے دوا کرنا جائز ہی ایسا ہی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہی اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ اُس سے دوا کرنا نہین جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی قال المترجم وہو الاصح - اور اجزاے آدمی سے انتفاع نہین جائز ہی ابو حنیفہ اور ابن نے کہا کہ بوجہ نجاست کے نہین جائز ہی اور بعضون نے فرمایا کہ بوجہ کرامت کے استعمال کرنا نہین جائز ہی اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اور امام ابو حنیفہ رحمۃ نے فرمایا کہ سور کی کھال وغیرہ کسی چیز سے انتفاع نہین جائز ہی لیکن سور کے بالون سے یعنے موزہ دونون کو انتفاع لینا جائز ہی - اور امام ابو یوسف رحمۃ نے فرمایا کہ بالون سے بھی نفع اُٹھانا نہین جائز ہی مگر قول امام اعظم رحمۃ کا اظہر ہی یہ محیط مین ہی - اگر کسی شخص کو کوئی بیماری لاحق ہوئی اور اُس سے طبیب نے کہا کہ تجھکو خون نکلوانا چاہیے مگر اُسنے نہ نکلوایا یہانتک کہ مر گیا تو گنہگار نہوگا اسواسطے کہ اُسکو یہ یقین نہ تھا کہ اسمین میرے حق مین شفا ضرور ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ہر شخص کے واسطے پچھنے لگانا مستحب ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور حاملہ عورت کو جب تک بچہ نہ پھڑکے تب تک پچھنے لگانا و فصد لینا نچاہیے اور جب بچہ پھڑکے تو جب تک قریب ولادت زمانہ نہو تب تک جائز ہی اور قریب ولادت کے بغرض حفاظت حمل نہین جائز ہی لیکن اگر پچھنے و فصد کے ترک سے اُسکا کھلا ضرر پہونچنا نظر آوے تو جائز ہی یہ تتمہ مین ہی - ایک عورت کو ایک مہینہ کا حمل ہو اُسنے خون نکلوانے کے واسطے پچھنے لگانے کا قصد کیا تو طبیب سے دریافت کرے پس اگر اُسنے کہا کہ حمل کو ضرر پہونچیگا تو ایسا نہ کرے یہ کبریٰ مین ہی - اگر حاملہ عورت نے اپنے صحت نفس کے واسطے دوا پی تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور یہ اولےٰ ہی اور اگر بچہ مردہ یا زندہ ساقط ہو گیا تو اُس عورت پر کچھ عذاب نہوگا یہ ینابیع مین ہی - اور آدھا مہینہ چاند کا گذر جانے کے بعد سینگی کے روز پچھنے لگانا بہتر اور خوب نافع ہی اور آدھا مہینہ گذرنے سے پہلے مکروہ ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی - اگر کوئی شخص بیمار ہوا یا زید کی بیماری ہوئی (یعنے ملتحمہ پر ورم ہو گیا) اور اُسنے علاج نہ کیا یہان تک کہ مر گیا تو گنہگار نہوگا یہ ملتقط مین ہی - اگر کسی شخص کو دست شروع ہوے یا اُسکی دونون آنکھون مین برمد کی بیماری ہوئی اور اُسنے علاج نہ کیا یہانتک کہ مرض نے اُسکو ضعیف و ناتوان کر دیا اور وہ مر گیا تو گنہگار نہوگا اور اس صورت مین اور بھوک کی صورت مین مر جانے مین فرق ہی کہ اگر بھوکا ہوا اور باوجود قدرت کے اُسنے غذا نہ کھائی اور مر گیا تو گنہگار ہوگا اور فرق یہ ہی کہ بھوک مین مقدار قوت کے کھانا آدمی کو یقیناً سیر کر دیتا ہی پس نہ کھانا اپنے نفس کا ہلاک کرنا ہوا اور معالجہ و دوا کرنا ایسا نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی - گدھی کا دودھ مرض وغیرہ کے واسطے مکروہ ہی اسی طرح اُسکا گوشت بھی مکروہ ہی اور ہر حرام چیز سے دوا کرنے کا بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور دوا کرنا اونٹ کے پیشاب اور گھوڑے کے گوشت سے مکروہ ہی یہ جامع صغیر مین ہی - اور جاننا چاہیے کہ اسباب مزیل ضرر چند طرح کے ہین ایک وہ جنہ یقین ہوتا ہی جیسے پانی پیاس کے ضرر کو دور کرتا ہی اور روٹی بھوک کے ضرر کو دفع کرتی ہی اور ایک وہ جنہ گمان ہوتا ہی جیسے فصد و پچھنے لگانا و مسہل پینا وباقی طب کے علاج یعنے برودت کا علاج حرارت سے و حرارت کا علاج برودت سے اور یہ اسباب طب مین ظاہر ہین - اور ایک موہوم ہوتے ہین جیسے داغ دینا و قیہ کرنا پس جو اسباب ایسے ہین کہ اُنپر یقین ہوتا ہی تو اُنکا ترک کرنا توکل نہین ہی بلکہ خوف موت کے وقت اُنکا ترک کرنا حرام ہی اور جو اسباب موہوم ہین اُنکا ترک کرنا شرط توکل ہی کہ اسکے ساتھ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے متوکلون کا وصف بیان کیا ہی۔ اور جو اسباب مظنون ہین یعنے جنمین ہین جیسے ان اسباب کے ساتھ جو اطبا کے نزدیک ظاہر ہین علاج کرنا سو یہ توکل کے منافی نہین ہی بخلاف موہوم اسباب کے اور انکا چھوڑنا حرام نہین ہی بخلاف اُن اسباب کے جنپر یقین ہوتا ہی مگر بعض اشخاص کے حق مین اور بعض حالتون مین اسکے کرنے کی بہ نسبت اسکا چھوڑنا افضل ہوتا ہی پس اسکا درجہ دو درجون کے بیچ مین ہی یہ فصول عمادیہ فصل ۳۴ مین ہی۔ اور دوا کے واسطے مرد کو کسی عورت کے دودھ سے ناس لینے یا پینے مین مضائقہ نہین ہی اور بلا ضرورت بالغ مرد کو کسی عورت کے دودھ پینے مین متاخرین مشائخ نے اختلاف کیا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر کسی مریض سے طبیب نے شراب پینے کے علاج کو کہا تو ایک جماعت ائمہ بلخ سے مروی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ دیکھے کہ اگر وہ یقینًا جانتا ہی کہ اچھا ہو جاویگا تو اسکو شراب پینا حلال ہوگا اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد رحمہ سے نقل کیا کہ پینا نہین حلال ہی کذا فی الذخیرہ **قال المترجم** وہذا الصحیح عند بعض المحققین و اختارہ المترجم فی الہدایۃ اور نہین جائز ہی کہ شراب سے کسی جراحت کا علاج کرے یا چوپایہ کی پیشاب گی ہوا سکا علاج کرے اور نہین جائز ہی کہ کسی ذمی کو پلاوے اور نہین جائز ہی کہ بچہ کو بطور دوا کے پلاوے اور اگر پلاوے تو اسکا وبال پلانے والے پر ہوگا اسلئے اگر بیمار کو کسی طبیب مسلمان نے خبر دی کہ تیری شفا خون یا پیشاب پینے یا مردار کھانے مین ہی اور اُسنے مبتلا جانور مین سے اسکا قائم مقام کوئی چیز نہ پائی تو اسکو پینا و کھانا جائز ہی اور اگر طبیب نے کہا کہ اس سے بچہ بالکل شفا ہو جائیگی تو اسمین دو وجہین ہین۔ اور اگر دوا کی تاثیر مین اس کے قائم مقام دوسری چیز نہ ملے تو قطعًا ہی شراب بطور دوا کے پینا آیا حلال ہی یا نہین سو اسمین بھی دو وجہین ہین یہ تمرتاشی مین ہی۔ اگر ایک شخص سے طبیب حاذق نے کہا کہ تیری بیماری بغیر سانپ کھائے یا سانپ کھائے بغیر ایسی دوا کھائے جسمین سانپ ڈالا گیا ہی تو بچیگا تو بیمار کو اسکا کھانا حلال نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور تریاق کھانا مکروہ ہی بشرطیکہ اسمین سانپ کا جزو ہو اور تریاق فروخت کرنا جائز ہی اور اگر نجاست ہو کہ اسمین سانپ کا جزو ہو تو تریاق کھانا روا ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور دوا کیواسطے بکبوتر کی بیٹ کھانے مین کچھ مضائقہ نہین ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ ملک پانے مین عورتون کیواسطے بلا خلاف کچھ مضائقہ نہین ہی اور مردون کیواسطے پانے مین اختلاف ہی اور مختار الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ عورتون و مردون دونون کے حق مین کچھ مضائقہ نہین ہی بشرطیکہ کوئی غرض صحیح ہو اور یہی صحیح ہی جو اختلاف مین ہی۔ شیخ ابو مطیع سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت موئی ہوئے کے واسطے قیئت کے مانند چیز کھاتی ہی تو فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہین ہی جب تک سیری سے زیادہ نہ کھاوے اور اگر اُسنے سیری سے زیادہ کھائی تو اُسکو حلال نہین ہی یہ ہندی مین ہی۔ اگر عورت اپنے شوہر کے واسطے اپنے آپ کو موٹا کرنا چاہے تو مضائقہ نہین ہی اور مرد کے واسطے یہ مکروہ ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے مرارہ یعنے پتا دوا کی غرض سے اپنی انگلی مین پہنا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ نہین جائز ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ آنکھ کی پتلی اگر جراحت پر باندھی پس اگر اسمین شفا سمجھتا ہو تو مضائقہ نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر بچون کو کوئی بیماری لگ گئی ہو تو انکے داغ دینے مین مضائقہ نہین ہی اسی طرح نشان کے واسطے بہائم کو داغ دینے مین مضائقہ نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور چہرہ پر داغ دینا مکروہ ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ قرآن کے ساتھ اسکا تعویذ قرار

مین اختلاف ہی مثلاً قرآن کو کسی مریض پر یا جسکو بچھو نے کاٹا ہی پڑھکر پھونکنے یا ورق پر لکھکر اُسکی گردن وغیرہ مین لٹکادے یا طشت مین لکھکر اُسکو دھوکر مریض کو پلا دے پس اسکو عطاء ومجاہد وابو قلابہ نے مباح فرمایا ہی اور نخعی صبری نے مکروہ فرمایا ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ اور اسطرح رقیہ کرنا مشاہیر مین بلا انکار ثابت ہوا ہی۔ اور جس شخص کی نکسیر پھوٹی اور اُسکا خون بند نہین ہوتا ہی پس چاہا کہ اُسکے خون سے اُسکی پیشانی پر کوئی آیت قرآنی لکھے تو شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ جائز ہی اسی طرح اگر مردار کی کھال پر لکھے تو بھی یہی حکم دیا ہی بشرطیکہ اسمین شفا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی **قال المترجم** اور شیخ ابو المکارم نے نقل کیا کہ ایک جماعت ائمہ رحمۃ اسکو مکروہ جانا ہی واللہ اعلم۔ تعویذ لٹکانے مین مضائقہ نہین ہی لیکن پیخانے جانے کے وقت اور جماع کرنے کے اُسکو الگ کردے یہ غرائب مین ہی۔ اگر کسی عورت کا خاوند اُسکو مبغوض رکھتا ہو پس اُسنے چاہا کہ مین تعویذ رکھون تاکہ مجھے دوست رکھے تو جامع صغیر مین لکھا ہی کہ یہ حرام ہی حلال نہین ہی یہ حاوی مین ہی اگر کوئی بچہ پیدا ہوا تو اُسکے خون سے اُسکا سر تھاڑنا مکروہ ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی۔ شہاب الدین آمالی نے کہا کہ راستہ کی پڑی ہوئی قند اُٹھاکر جلانے اور جسکو نظر لگی ہو اُسکے سر کے گرد پھرانے مین مضائقہ نہین ہی اور اسکی نظیر یہ ہی کہ خائف بچہ کے سر پر موم پگھلاکر جما دیتے ہین اور شیخ لباد ی نے فرمایا کہ یہ بھی جائز ہی کہ جب اس سے شفا کا اعتقاد نہو یہ قنیہ مین ہی۔ کھیتون وفانیذون مین کھوپڑی کی ہڈیان نظر نہ لگنے کے واسطے رکھنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی یہ بات آثار سے ثابت ہوئی ہی کذا فی فتاوے قاضی خان **قال المترجم** فیہ نظر۔ ایام نور وزمین پر چیونٹی لکھکر بھوت پریت کے خوف سے دروازون پر چپکانا مکروہ ہی کذا فی السراجیہ اور ایام نور وزمین پر چیونٹی لکھنا مکروہ ہی اور دروازون پر چپکانا حرام ہی کیونکہ اسمین اسم اللہ تعالی کی اہانت منجمون کے ساتھ مشابہت ہی یہ خزانۃ المفتین مین **قال المترجم** یہ وہی مسئلہ سراجیہ ہی۔ اور اُسمین ہوام کا لفظ ہی پس ہوام سے اگر سانپ بچھو وغیرہ ہوام الارض مراد ہین تو یہ معنی ہونگے کہ ان جانورون کے واسطے دروازون پر پرچہ چپکائے دفیہ مافیہ وتحقیق مترجم کے نزدیک یہ معلوم ہوتا ہی کہ کفار عرب بعض ارواح کی نسبت یہ قائل ہوتے تھے کہ وہ آکر ستاتے ہین اور اُسکے ایام وہی ہوتے ہین جو نور وز کے ہین یا ہندوستان مین ہولی کے ہین پس میرے نزدیک یہی مراد ہی اور مفصل تحقیق ہوام حدیث کے بعض شراح نے بیان کی ہی فلیراجع الیہ۔ اگر خوشبو وغیرہ جلائی تو بعض نے فتوی دیا ہی کہ یہ فعل عوام جہال کا ہی یہ سراجیہ مین ہی ایک شخص نے اپنی عورت آزاد کی بلا اجازت اُس سے عزل کیا یعنی جب انزال ہونے کو ہوا تو فرج سے باہر انزال کیا بدین وجہ کہ زمانہ کے خیال سے جیسا اولاد نالائق ہونے کا خوف کرتے ہین وہ خوف اسکو بھی ہوا تو ظاہر جواب کتاب یہ ہی کہ اُسکو یہ گنجائش نہین ہی اور اس مقام پر مذکور ہی کہ روا ہی کیونکہ یہ زمانہ خراب ہی یہ کبری مین ہی اور اسکو اختیار ہی کہ اپنی عورت کو عزل سے منع کرے یہ وجیز کردری مین ہی اگر عورت نے بچہ کو پورے اعضا ظاہر ہونے کے بعد گرادیا تو ایک باندی یا غلام واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی پیٹ مین بچہ کی پوری خلقت مانند بال وناخن وغیرہ ظاہر ہونے کے بعد اسقاط کے واسطے علاج کرنا نہین جائز ہی اور اگر خلقت پوری ظاہر نہوئی ہو تو جائز ہی اور ہمارے زمانہ مین ہر حال مین جائز ہوا اور اسی پر فتوی ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ تتمہ مین لکھا ہی کہ مین نے شیخ علی بن احمد سے سنا کہ بچہ کی صورت بن جانے سے پہلے اُسکے

ع ہذا ایضاً خلاصۃ الفتاوی ۱۲ منہ

ع زنا سے بچنے کی غرض سے عورتین ایسا کرتی ہین اور بعض اجزاء فیہ مضغہ مین بھی آجاتے ہین ۱۲ منہ

استفاط کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ آزاد عورت کے بچہ مین نہین جائز ہی بالاتفاق یہی ایک قول ہی اور باندی کے بچہ مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ ممنوع ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی **قال المترجم** ہوالصحیح المختار۔ مرضعہ کو یعنے جو عورت دودھ پلاتی ہی اُسکو دوا کے واسطے اپنا دودھ دینا نہین جائز ہی بشرطیکہ بچہ کے حق مین مضر ہووے یہ قنیہ مین ہی۔ ایک عورت جو دودھ پلاتی ہی اُسکے حمل ظاہر ہوا اور اُسکا دودھ منقطع ہوگیا اور عورت مذکور کو اپنے بچہ کے حال پر مرجانے کا خوف ہوا اور اس بچہ کے باپ کو اتنی گنجائش نہین ہی کہ کوئی دائی نوکر رکھے تو اُس عورت کو مباح ہی کہ جب تک پیٹ مین نطفہ یا مضغہ یا علقہ ہی اُسکا کوئی عضو نہین بنا ہی تب تک دودھ پلانی چھوڑ دے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور جنین کی خلقت بغیر ایک سو بیس (۱۲۰) روز کے نہین ظاہر ہوتی ہی کہ چالیس روز تک نطفہ رہتا ہی اور چالیس روز تک علقہ اور چالیس روز تک مضغہ رہتا ہی یہ خزانۃ المفتین و فتاوی قاضی خان مین ہی۔

اُنیسوان باب ۔ ختنہ کرنے خصی کرنے اور ناخن کاٹنے اور بوچھین کاٹنے اور سر منڈانے اور عورت کے اپنے بال منڈانے اور عورت کے اپنے بالون مین بال وصل کرنے کے بیان مین۔ ختنہ مین مشائخ کا اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ ختنہ سنت ہی اور یہی صحیح ہی یہ غرائب مین ہی۔ ختنہ کے واسطے وقت مستحب سات برس سے لیکر بارہ برس تک ہی اور یہی مختار ہی کذا فی السراجیہ اور بعض نے کہا کہ وقت ولادت سے سات روز کے بعد سے جائز ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ اور عورتون کے ختنہ کے بارہ مین مختلف روایات ہین بعض مین مذکور ہی کہ سنت ہی اور ایسا ہی بعض مشائخ سے منقول ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح ادب القاضی للخصاف رح مین ذکر کیا کہ عورتون کا ختنہ مکرمت ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک لڑکے کا ختنہ کیا گیا مگر پوری کھال نہ کٹی پس اگر نصف سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ کیا ہوا ہوگا اور اگر نصف یا نصف سے کم کٹی ہو تو نہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور صلوۃ النوازل مین لکھا ہی کہ اگر لڑکا بے ختنہ رہگیا پھر ایسا ہوگیا کہ ختنہ کے واسطے اُسکی کھال نہین کھینچی جاسکتی ہی الا بتشدید یعنے شدت سے کھینچنے سے کھنچ سکتی ہی اور اُسکا حشفہ یعنے سر ذکر ظاہر ہی کہ اگر اُسکو دیکھنے والا دیکھے تو اُسکو معلوم ہوکہ گویا ختنہ کیا ہوا ہی تو ایسے شخص کو ثقہ دہوشیار حجامون کو دکھلایا جاوے پس اگر وہ لوگ کہین کہ اسکا ختنہ نہین ممکن ہوسکتا ہی تو اُسپر سختی نہ کیجائیگی بلکہ چھوڑ دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ بوڑھا ضعیف اگر اسلام لایا اور وہ ختنہ کی تکلیف نہین برداشت کرسکتا پس اگر ہوشیار آدمیون نے کہا کہ یہ نہین برداشت کرسکتا ہی تو چھوڑ دیا جائیگا اسواسطے کہ عذر کی وجہ سے واجب کا ترک کرنا جائز ہی تو سنت کا ترک کرنا بدرجہ اولے جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ بالغ کا ختنہ اگر وہ خود کرسکے تو کرلے ورنہ نہ کیا جائیگا لیکن اگر وہ ایسی عورت سے نکاح کرسکے یا ایسی باندی خرید سکے جو اُسکا ختنہ کردے تو کرلے اور کرخی نے جامع صغیر مین ذکر کیا ہی کہ حمامی اُسکا ختنہ کردے یہ فتاوی عتابیہ مین ہی ایک بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر اُسکی کھال بڑھگئی پس اگر اُسنے حشفہ کو چھپا لیا تو کاٹ ڈالی جائیگی ورنہ نہین یہ محیط مین ہی۔ اور باپ کو اختیار ہی کہ اپنے نابالغ فرزند کا ختنہ کرے اور اُسکے پچھنے لگاوے اور اُسکی دوا کرے اور اسی طرح باپ کے وصی کو بھی یہ اختیار ہی اور مامون وچچا کے وصی کو یہ

اختیار نہین ہو کہ ایسا کرے لیکن اگر یہ لڑکا اُسکے عیال مین نہ تو ہو سکتا ہو پس اگر وہ لڑکا اس سے مر گیا تو استحسانا اُسپر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر مان نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہو یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اور واقعات ناطفی مین ہو کہ ماموں وچچا کے وصی کو ایسا اختیار نہین ہو اگرچہ طفل اُسکے عیال مین ہو یہ تمرتاشی مین ہو۔ اور باپ کا باپ یعنے دادا اور اسکا وصی بمنزلہ باپ کے ہو اور مان کے وصی کو ایسا کرنا نہین جائز ہو اگرچہ لڑکا اُسکے عیال مین ہو یہ فتاوی قاضی خان وملتقط مین ہو۔ اور اگر اُسنے طفل مذکور کے پچھنے لگائے یا ختنہ کیا یا اُسکا قرحہ باندھا تو وہ ضامن ہو اسواسطے کہ وہ ولی نہین ہو یہ حاوی مین ہو۔ اور عورتون کے کان چھدانے مین مضائقہ نہین ہو یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور لڑکیون کے کان چھدانے مین مضائقہ نہین ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین لوگ ایسا کرتے تھے۔ مالانکہ ممانعت نہین پائی گئی یہ کبری مین ہو۔ بنی آدم کا خصی کرنا بالاتفاق حرام ہو اور گھوڑے کا خصی کرنا سو شمس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح مین ذکر کیا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک کچھ مضائقہ نہین ہو اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا کہ حرام ہو۔ اور سوائے گھوڑے کے اور بہائم مین اگر کچھ منفعت ہو تو مضائقہ نہین ہو اور اگر خصی کرنے مین منفعت نہو اور کچھ دفع ضرر ہو تو حرام ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ بلی کے خصی کرنے مین اگر اُسمین نفع یا دفع ضرر ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہو یہ کبرے مین ہو۔ روضۃ المفتین مین ہو کہ سر کے بالون مین دو طریقہ سنت ہین یا تو مانگ دار پٹھے بال رکھے یا سر منڈاوے اور طحاوی نے ذکر کیا کہ سر منڈانا سنت ہو اور اسکو علماے ثلثہ کی طرف منسوب کیا کذا فی التاتارخانیہ وانما صح عند المترجم الفرق فقط واللہ اعلم بصح ان الخلق سنۃ وغایۃ ما ثبت الجواز الا ان یقال السنۃ ہہنا تعم فعل الصحابۃ رضی اللہ عنہم فافہم واللہ اعلم۔ ہر جمعہ کو سر منڈانا مستحب ہو کذا فی الغرائب **وقال المترجم** فیہ نظر۔ اگر مرد بیچ مین سے سر منڈاوے اور بالون کو سیدھا لٹکتا چھوڑ دے بیچیدہ نہ کرے تو مضائقہ نہین ہو **قال المترجم** اصح یہ ہو کہ یہ مکروہ ہو فاحفظہ۔ اور اگر پیچیدہ کیا تو یہ مکروہ ہو کیونکہ اسمین بعضے کافرون ومجوسیون کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہو۔ اور ہمارے ملک مین بالون کو بدون پیچیدہ کیے ہوے چھوڑ دیتے ہین ولیکن درمیان سے سر نہین منڈاتے ہین بلکہ کنارون سے کاٹ دیتے ہین یہ ذخیرہ مین ہو۔ سر منڈانا اور دونون طرف سے بٹے چھوڑ دینا جائز ہو بشرطیکہ لٹکتا چھوڑا ہوا اور اگر سر پر باندھا تو نہین جائز ہو یہ قنیہ مین ہو۔ اور قزع مکروہ ہو یعنے تمام سر منڈاوے اور بعض چھوڑ دے بقدر تین انگل کے جسکو چٹیا کہتے ہین یہ غرائب مین ہو۔ اور امام ابو حنیفہ سے مروی ہو کہ گدی منڈانا مکروہ ہو لیکن پچھنے لگانے کے وقت منڈا دینا مکروہ نہین ہو یہ ینابیع مین ہو **قال المترجم** یہ روایت شاذ ہو کہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک بال رکھنا سنت ہو فافہم۔ اور ناخن کاٹنا سنت ہو لیکن دار الحرب مین نہ کاٹنا اور چھوڑ رکھنا مندوب ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور افضل یہ ہو کہ ناخن کاٹے اور مونچھون کو خوب کترے اور زیر ناف یعنے عانہ کے بال مونڈے اور ہر ہفتہ مین ایک بار نہا کر اپنے بدن کو صاف کرے اور نہین تو پندرہ روز مین ایک بار ایسا کرے اور نہین تو چالیس روز بعد ضرور کرے پھر اُسکا عذر قبول نہوگا پس ہفتہ وار تو افضل ہو اور پندرہ روز درمیانی مدت ہو اور چالیس روز انتہا ہو کہ چالیس روز بعد اُسکا عذر مقبول نہوگا اور مستحق وعید ہوگا یہ قنیہ مین ہو۔ اور بغل کے بالون کا منڈانا جائز ہو مگر اکھاڑنا اولے ہو اور عانہ کے بالون کو زیر ناف سے مونڈنا

شروع کرے اور اگر اُسنے نورہ لگا کر رعانہ کے بال گرادیے تو جائز ہی یہ غرائب مین ہی۔ جامع الجوامع مین ہی کہ موے زیر ناف کو خود مونڈے اور اگر حجام نے مونڈے تو جائز ہی بشرطیکہ اپنی آنکھ بند کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے ناخن کاٹنے یا سر منڈانے کے واسطے جمعہ کا روز مقرر کر لیا تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ اگر سوا ے جمعہ کے اور دنون مین وہ جائز سمجھتا ہی مگر اُسنے جمعہ تک تاخیر دی مگر تاخیر حد سے گذر گئی یعنے مثلاً ناخن بہت بڑھے تھے اور اُسنے نہ کاٹے اور جمعہ کا انتظار کرتا رہا تو یہ مکروہ ہی کیونکہ جسکے ناخن بڑھے ہوتے ہین اُسکی روزی تنگ ہوتی ہی اور اگر اسنے حد سے تجاوز نہ کیا بلکہ جو اخبار جمعہ کی فضیلت مین ہین اُنکے اعتقاد پر تبرک سمجھ کر جمعہ تک تاخیر کی تو مستحب ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور چاہیے کہ ناخن کاٹنا داہنے ہاتھ سے شروع کرے اور داہنے ہاتھ پر ختم کرے یعنے داہنے ہاتھ کی کلمہ کی اُنگلی سے شروع کرے پھر دوسرے بائین کے کاٹا ہوا داہنے کے انگوٹھے پر ختم کرے اور پانون کے ناخن مین داہنے پانون کی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائین پانون کی چھنگلیا پر ختم کرے اور حکایت ہی کہ ہارون رشید خلیفہ وقت نے امام ابو یوسف رح سے دریافت کیا کہ رات مین ناخن کاٹنا کیسا ہی فرمایا کہ ہان روا ہی تو ہارون رشید نے پوچھا کہ اسکی دلیل کیا ہی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اخیر لایو خر یعنے بھلے کام مین دیر نچاہیے کذا فی الغرائب۔ اور جب اپنے بال کترائے یا ناخن کٹوائے تو چاہیے کہ ترا شا ناخن وبال کو دفن کردے اور اگر پھینکدیا تو مضائقہ نہین ہی لیکن اگر پاخانہ یا غسل خانہ مین پھینکے تو مکروہ ہی اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ چار چیزین دفن کیجاوین ناخن و بال و خرقۂ حیض و خون یہ فتاوے عتابیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے بال منڈائے اُسمین جون بھری ہوئی تھین تو اُنکو دفن کردے یہ قنیہ مین ہی۔ اور اپنے مونچھون کو یہان تک کتروائے کہ مثل بھوؤن کے ہوجاوین یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور بعض اگلے بزرگ لوگ مونچھون کے کنارے چھوڑ دیتے تھے کذا فی الغرائب ہمارے ملک مین بھی یہی دستور ہوگیا ہی قالہ المترجم طحطاوی نے شرح آثار مین ذکر کیا ہی کہ مونچھون کا کترنا اچھا ہی اور کترنے کی صورت ہی کہ اسقدر کاٹ دے کہ اوپر کے گھونٹھ کے اونچے کنارے سے اوپر ہوجاوے اور فرمایا کہ منڈانا سنت ہی اور یہ کترنے سے بہت اچھا ہی اور یہ امام اعظم رح و صاحبین رح کا قول ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ غازیون کے واسطے مونچھین بڑھانے مین مضائقہ نہین ہی تاکہ دشمنون کی آنکھون مین ہیبت ناک معلوم ہون یہ غیاثیہ مین ہی۔ اگر کسی کی ڈاڑھی بڑھ جاوے تو اُسکے کنارے چھانٹ دینے مین مضائقہ نہین ہی اور اگر اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ کر جسقدر مٹھی سے بڑھی ہو کتر دے تو کچھ مضائقہ نہین ہی لیکن اگر مٹھی سے بڑھی ہوئی بہت دراز ہو تو چھوڑ دے یہ ملتقط مین ہی۔ اور ڈاڑھی کا قصر کرنا سنت ہی یعنے آدمی اپنی ڈاڑھی کو اپنی مٹھی سے پکڑے پھر جسقدر اُسکی مٹھی سے بڑھی رہے اُسکو کتر دے ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الآثار مین امام ابو حنیفہ رح سے نقل کیا ہی اور فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور حلق کے بال نہ منڈاوے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ کچھ مضائقہ نہین ہی۔ اور بھوؤن کے بال لے لینے مین مضائقہ نہین ہی اور چہرہ کے بال لینے مین مضائقہ نہین ہی جب تک کہ مخنث کی سی صورت نہو جاوے یہ ینابیع مین ہی۔ اور فلیکتیں کا نوچنا بدعت ہی اور واضح ہو کہ نیچے کے ہونٹھ کے بیچ مین ڈاڑھی تک جو بال ہین اُسکے دونون طرف اگر بال بے ہون تو وہ فلیکتین ہین یہ غرائب مین ہی

اور ناک کے بال نہ نوچے کیونکہ اس سے آنکھ پیدا ہو جاتا ہی **قال المترجم** یعنے ایک دانہ نکلتا ہی اور وہ بد ہوتا ہی پر مٹا جاتا ہی اور سڑتا جاتا ہی اور بدبودار ہوتا ہی کذا قیل - اور سینہ اور پیٹھ کے بال منڈانا ترک ادب ہی یہ قنیہ مین ہی - دانت سے ناخن کاٹنا مکروہ ہی کہ اس سے برص کی بیماری پیدا ہوتی ہی - اور حالت جنابت مین بال منڈانا اور ناخن کاٹنا مکروہ ہی یہ غرائب مین ہی - اگر عورت نے اپنے سر کے بال منڈائے پس اگر کسی بیماری کی وجہ سے جو اُسکو عارض ہوگئی ہی بال منڈائے ہین تو مضائقہ نہین ہی اور اگر مردون کی مشابہت کے واسطے ایسا کیا ہی تو مکروہ ہی یہ کبری مین ہی - ایک مجنونہ کے سر مین درد وغیرہ کی بیماری پیدا ہوئی اور اُسکا کوئی ولی نہین ہی تو جو شخص اُسکے سر کے بال مونڈ دے وہ محسن ہی بشرطیکہ عورتون و مردون کی تمیز کے واسطے کوئی علامت عورت کے مناسب چھوڑ دے یہ ملتقط مین ہی - آدمی کے بال مین بال جوڑنا حرام ہی خواہ اُسی کے بال ہون یا غیر کے ہون یہ اختیار شرح مختار مین ہی - اور اگر عورت نے اپنے گیسو وقرون مین کچھ اونٹ کے بال رکھے تو مضائقہ نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر کسی عورت نے غیر کے بال اپنے بالون مین وصل کیے ہون تو اُسکے ساتھ اُسکی نماز جائز ہی یا نہین جائز ہی اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور مختار یہ ہی کہ جائز ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اور فرمایا کہ اگر کسی غلام کی پیشانی پر بال نہون تو تاجرون کو روا ہی کہ اُسکی پیشانی پر بال معلق لٹکاوین کیونکہ اس سے ثمن مین زیادتی ہو جاتی ہی اور یہ اس امر کی دلیل ہی کہ اگر غلام خدمت کے واسطے ہو اُسکو بیچنا مقصود نہو تو اُسکے ساتھ ایسا نہ کرے محیط مین ہی

قال المترجم ہذا احادیث احصلہ کیف وان ہذا اشتراہ للخدمۃ لا بد لہ ان یتورع عنہ ذلک فلیس فیہ ما یوجب حسنا وظنی انہ تصحیف والصحیح من الروایۃ فی تلک المسئلۃ ما قال فی فتاوی قاضی خان اور اگر غلام کی پیشانی پر بال ہون تو تاجر کو روا ہی کہ اُسکی پیشانی کے بال منڈا دے کیونکہ اس سے ثمن مین زیادتی ہو جاتی ہی اور اگر غلام خدمت کے واسطے ہو اُسکے فروخت کی نیت نہو تو اُسکے ساتھ ایسا کرنا مستحب نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی

بلخی راوی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

بیسوان باب - زینت وخدمت کے واسطے خادم رکھنے کے بیان مین - مشائخ نے اس بات پر اتفاق کیا ہی کہ مردون کے واسطے سرخی سے خضاب کرنا سنت ہی اور یہ مسلمانون کے نشان وعلامات مین سے ہی اور رہا سیاہی سے خضاب سو اگر غازیون مین سے کسی نے کیا تاکہ دشمنون کی نظرون مین ہیبت ہو تو مشائخ نے اتفاق کیا ہی کہ یہ اچھا ہی اور اگر کسی شخص نے اسواسطے کیا کہ عورتون کی نظرون مین اُسکی زینت ہو اور عورتین اُسکو پسند کرین تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ مکروہ ہی اور بعض نے اسکو بلا کراہت جائز رکھا ہی اور امام ابو یوسف سے مروی ہی کہ فرمایا کہ جیسا مجھے پسند ہی کہ عورت میرے واسطے زینت کرے ویسا ہی اُسکو پسند ہی کہ مین اُسکے واسطے زینت کرون یہ ذخیرہ مین ہی - اور امام رح سے مروی ہی کہ خضاب اچھا ہی لیکن حنا وکتم دو سمہ سے ہو اور مراد امام رح کی ڈاڑھی و سر کے بال ہین اور غیر حالت جنگ مین بھی خضاب کرنے مین اصح قول کے موافق کچھ مضائقہ نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اور سر وڈاڑھی مین غالیہ ملنے مین مضائقہ نہین ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی - اور سپید بال اُکھاڑ ڈالنا بغرض زینت مکروہ ہی یہ بغرض آنکہ دشمنون کی نظرون مین جہاد مین ہیبت پیدا ہو - ایسا ہی امام سے منقول ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اور مذکر بچہ کے ہاتھ اور پانون رنگنا نچاہیے الا اس حالت مین کہ کوئی ضرورت پیش آوے اور عورتون اور مخنث کے واسطے یہ جائز ہی یہ ینابیع مین ہی ایسے مرد نے

جسپر غسل واجب ہو یعنے جنبی نے خضاب لگایا اور اسی خضاب کو پھر ایک عورت نے لگایا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہو لیکن عورت اس خضاب کے ساتھ نماز نہین پڑھ سکتی ہو اور اگر مرد نے موضع خضاب کو دھوکر خضاب لگایا تو عورت اس سے نماز پڑھ سکتی ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو - اور اگر عورت زینت کے لیے اپنے بالون مین بیل یا تاگے یا پوت یا لوہے وغیرہ کی مہرہ گریہ بنا کر لٹکاوے یا ان چیزون کے کنگن پہنے تو مضائقہ نہین ہو اور اگر بچہ کی پنڈلیون مین باندھے یا اُسکے بھلائے کو اُسکے گہوارہ مین باندھ دے تو بھی مضائقہ نہین ہو یہ قنیہ مین ہو - مردون کو سرمہ اثمد لگانے مین بالاتفاق کچھ مضائقہ نہین ہو اور سیاہ سرمہ اگر زینت کے واسطے ہو تو بالاتفاق مکروہ ہو اور اگر زینت مقصود نہو تو اختلاف ہو اور عامہ مشائخ کے نزدیک مکروہ نہین ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر لوگون مین تجمل کے واسطے کوئی مرد اپنے گھر مین سونے و چاندی کا تخت رکھے اور اُسپر دیبا کا فرش بچھا دے مگر کبھی اُسپر سوتا و بیٹھتا نہو تو کچھ مضائقہ نہین ہو کیونکہ ایسا بزرگان سلف صحابہ و تابعین سے منقول ہو یہ محیط مین ہو - اور جسقدر عمارت کی ضرورت ہو اُتنی عمارت بنانے مین مضائقہ نہین ہو اور مکروہ تبھی ہو کہ جب ایسی عمارت بناوے جسکی اُسکو احتیاج نہین ہو یہ وجیز کردری مین ہو - اور فقیہ ابو جعفر نے شرح سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نقشی نمدون سے اپنے بیت کی دیوارون مین دیوارگیری لگائی پس اگر جاڑا دور کرنا مقصود ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہو اور اگر مقصود زینت ہو تو مکروہ ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی شرح السیر مین فرمایا کہ دیوارون کی دیوارگیری نمدہ سے لگانا اگر بقصد دفع سردی ہو تو مکروہ نہین ہو اور اسقدر زیادہ کیا کہ اسی طرح اگر گرمی دور کرنے کے واسطے دیوارون مین حشیش یعنی گھاس (مثل خس وغیرہ کے) لگائی تو بھی مکروہ نہین ہو اور مکروہ ان باتون مین سے وہی ہو جو بقصد زینت ہو یہ ذخیرہ مین ہو - اور دروازون پر پردہ ڈالنا مکروہ ہو اسکو صیح امام محمد رح نے سیر کبیر مین فرمایا ہو کیونکہ اسمین زینت و تکبر ہو اور حاصل یہ ہو کہ جو فعل بغرض تکبر کے ہو وہ مکروہ ہو اور اگر حاجت و ضرورت کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہین ہو اور یہی مختار ہو یہ غیاثیہ مین ہو - اور کسی جگہ ایسی چیز لٹکانا جسمین ذی روح کی تصویر ہو جائز نہین ہو اور جسمین غیر ذی روح کی تصویر ہو اُسکا لٹکانا جائز ہو ظہیریہ مین ہو - اور آدمی کے واسطے جائز ہو کہ اپنے بیت مین صوف و کتان و روئی کے جیسے کپڑے چاہے فرش بچھا دے خواہ وہ رنگین ہون خواہ سادے ہون خواہ نقشی ہون یا بے نقشی ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہو - اور اگر کسی شخص کے ساتھ خدمت کے واسطے خادم ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہو لیکن یہ چاہیے کہ خادم سے اُسی قدر خدمت لے جسکی وہ طاقت رکھتا ہو اور اسی سے ہمنے کہا کہ اگر آدمی سوار ہو کر غلام کو جلو مین لیکر جاوے تو جہان چاہے جاوے بشرطیکہ غلام پاپیادہ ساتھ چل سکتا ہو اور اگر اُس سے یہ برداشت نہو سکے تو ایسا مکروہ ہو یہ محیط مین ہو - اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ پیدلون کو ساتھ لیکر سوار ہو کر چلنا جبھی مکروہ ہو کہ جب ریا و تکبر مقصود ہو یہ ملتقط مین ہو اور یہ مستحب ہو کہ نماز عشاء کے بعد غلام و باندی کو چھٹی دیدے تاکہ وہ سو رہے یا آرام لے لے اور مالک پر واجب ہو کہ مملوک کو نماز کے وقتون مین کام مین نہ پھنسا دے کیونکہ مملوک آدمی نماز کے حق مین اصلی آزادی پر باقی ہو یہ تاتارخانیہ مین جمیعۃ سے منقول ہو - اور مولی پر واجب ہو کہ مملوک کو اسقدر فرصت دے

کہ وہ قرآن شریف مین سے اسقدر سیکھ لے جس سے نماز صحیح ہوجاتی ہو اور یہی حکم زوجہ کا ہو یہ قنیہ مین ہو - اور اپنے غلام کی گردن مین لوہے کا طوق ڈالنا مکروہ ہو اور بعض نے فرمایا کہ مضائقہ نہین ہو کیونکہ اس زمانہ مین اکثر غلام خصوصاً ہندو غلام بھاگ جاتے ہین اور پاؤن مین بیڑی ڈالنا مکروہ نہین ہو یہ تمرتاشی مین ہو -

الیسوان باب - اس بیان مین کہ بنی آدم مین اور حیوانات مین کن کن جراحات کی گنجائش ہو اور حیوانات مین کسکا قتل کرنا روا ہو اور کسکی گنجایش نہین ہو - فتاوی ابواللیث مین مذکور ہو کہ ایک عورت مرگئی اور وہ حاملہ تھی اور یقین ہوا کہ اسکے پیٹ کا بچہ زندہ ہو تو عورت مذکور کا پیٹ بائین طرف سے چاک کیا جاوے اسی طرح اگر گمان غالب یہ ہو کہ اسکے پیٹ کا بچہ زندہ ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط مین ہو - اور منقول ہو کہ ایسا فعل امام اعظم رح کی اجازت سے کیا گیا تھا سو اسکا بچہ زندہ رہا یہ سراجیہ مین ہو اور بچہ وارث نہوگا اگر مان کے پیٹ مین پھڑکنا ہو کیونکہ پھڑکنا کبھی بائی وخون مجتمع کی وجہ سے ہوتا ہو یہ فتاوے عتابیہ مین ہو - اگر باکرہ عورت سے فرج کے سوائے دوسری جگہ سے جماع کیا گیا اور اُسکو حمل رہگیا باین طور کہ نطفہ اُسکے فرج مین ٹپک گیا پھر جب ایام ولادت قریب آئے تو اُسکا پردہ بکارت انڈاڈال کر یا ورم کے کنارے سے توڑ دیا جائیگا کیونکہ بدون اسکے بچہ نہین نکلیگا اور اگر کسی حاملہ کے پیٹ مین بچہ معترض ہوگیا یعنے بینڈا ہوکر چوڑان مین پڑ گیا اور لوگون کو بچہ کے نکالنے کی کوئی راہ نہ معلوم ہوئی سوائے اسکے کہ بچہ کے عضو عضو جدا کیے جاوین اور اگر ایسا نہین کرتے ہین تو مان کی جان کا خوف ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بچہ پیٹ کے اندر مرگیا ہو تو ایسا کرنے مین مضائقہ نہین ہو اور اگر زندہ ہو تو ہم اسکو جائز نہین دیکھتے ہین کہ اُسکا عضو عضو جدا کیا جاوے یہ فتاوے قاضی خان مین ہو - اگر کسی عضو مین آکلہ پھیل گیا تو اُس عضو کے کاٹ ڈالنے مین مضائقہ نہین ہو تاکہ آگے نہ پھیلے یہ سراجیہ مین ہو - آکلہ کی وجہ سے ہاتھ کاٹ ڈالنے کا بیان ہو اور پیٹ مین جو پتھر ہوا اسکے باعث سے پیٹ چاک کرنے مین مضائقہ نہین ہو یہ ملتقط مین ہو - اگر کسی مرد نے چاہا کہ زائد انگلی یا کوئی عضو دیگر قطع کرے تو شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو کہ جس شخص سے ایسا قطع کیا جاوے وہ اکثر ہلاک ہوجاتا ہو تو ایسا نہین کرسکتا ہو اور اگر اکثر بچ جاتا ہو تو اُسکو قطع کرنے کی گنجائش ہوگی مرد یا عورت نے اپنے فرزند کی زائد انگلی قطع کی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور مان و باپ کو یہ ولایت حاصل ہو کہ اپنے بچہ کا معالجہ کرین اور یہی مختار ہو اور اگر سوائے مان و باپ کے کسی دوسرے نے ایسا کیا تو وہ ضامن ہوگا اور مان و باپ بھی جبھی ایسا کرنے کے مختار ہونگے کہ جب اس فعل سے ہاتھ مین سستی آجاتے یا زخم متعدی ہوجانے کا خوف نہو یہ ظہیریہ مین ہو - ایک شخص کے بدن پر سلعہ زائدہ ہو وہ اُسکا قطع کرنا چاہتا ہو پس اگر اکثر اسکے قطع کرنے سے آدمی مرجاتا ہو تو ایسا نہ کرے ورنہ کچھ مضائقہ نہین ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو - ایک جماع نے ایسی باندی خریدی جسکے سوائے سوراخ پیشاب کے دوسرا سوراخ نہین ہو تو اُسکو رتق پھاڑ دینے کا اختیار ہو اگرچہ باندی مذکور دردناک ہوجاوے یہ قنیہ مین ہو - اگر شانہ مین پتھری پیدا ہوجاوے تو شانہ چاک کرنے مین مضائقہ نہین ہو اور کیسا نیات مین ہو کہ جراحات خوفناک و قروح عظیمہ و سنگ شانہ وغیرہ ایسی چیزون مین اگر یہ کہا جاوے کہ آدمی کبھی بچ جاتا ہو اور کبھی مرجاتا ہو تو یہ کہا جاوے کہ بچ جاتا ہو مرتا نہین ہو تو چیر پھاڑ کا معالجہ کرنے مین مضائقہ نہین ہو اور اگر کہا جاوے کہ بالکل نہین بچتا ہو تو ایسا علاج نہ کیا جاوے بلکہ چھوڑ دیا جاوے

یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کے پاس کٹہا کتا ہو جو اُسطرف سے گذرتا ہی اُسکو کاٹ کھاتا ہی تو اُس کا قانون والون کو اختیار ہی کہ اس کتے کو قتل کر ڈالین اور اگر کا قانون والون نے کتے والے سے اطلاع کردی مگر اُسنے اس کتے کو قتل نہ کیا پھر اُسنے کسی آدمی کو کاٹا تو کتے والا ضامن ہوگا اور اگر کتے والے کو آگاہ کرنے سے پہلے اُس کتے نے کسی کو کاٹا ہو تو وہ ضامن نہوگا یہ ینابیع وخلاصہ مین ہی۔ ایک کا قانون مین بہت کتے ہین اور کا قانون والون کو اُنسے ضرر پہونچتا ہی تو وہ لوگ کتے پالنے والون سے کہین کہ انکو قتل کرو اور اگر وہ انکار کرین تو قاضی سے نالش کرین کہ قاضی اُن لوگون پر یہ لازم کردیگا کہ اپنے اپنے کتے کو قتل کرین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اضحیہ نوازل مین لکھا ہی کہ ایک شخص کے پاس ایک کتا ہی حالانکہ اُسکو اس کتے کی کوئی حاجت نہین ہی اور اُسکے پڑوسیون کو کتے سے ضرر پہونچتا ہی پس اگر شخص مذکور نے اس کتے کو اپنے ملک مین باندھ رکھا تو پڑوسیون کو اُسکے منع کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر اُسنے کوچہ مین چھوڑ دیا ہی تو وہ لوگ منع کرسکتے ہین پس اگر اُسنے مان لیا تو خیر ورنہ قاضی یا محتسب سے نالش کرین کہ وہ اسکو اس سے منع فرماوے اسی طرح اگر کسی نے کا قانون مین مرغی یا گدھی کا بچہ یا گائے کا بچہ پالا ہو تو اُسمین بھی یہی دو صورتین ہین یہ محیط مین ہی۔ اور اجناس مین ہی کہ بچا ہے کہ آدمی کتا پالے الا اس صورت مین کہ اُسکو چوروں وغیرہ سے خوف ہو اسی طرح شیر وچیتا وکفتار وسب درندہ جانورون کا یہی حکم ہی اور یہ بقیاس قول امام ابو یوسف ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ حراست کے واسطے گتا رکھنا شرعاً جائز ہی اسی طرح شکار کرنے کے واسطے جائز ہی اسی طرح حفاظت زراعت ومواشی کے واسطے جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا کتا ذبح کیا یا گدھا ذبح کیا تو اسمین سے اپنی بلی کو کھلانا جائز ہی اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے سور یا مردار مین سے اُسکو کھلاوے یہ سراجیہ مین ہی۔ بلی اگر موذی ہو تو نہ ماری جاوے اور نہ اُسکی گوشمالی کی جاوے بلکہ تیز چھری سے ذبح کردی جاوے یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے کسی چوپایہ سے وطی کی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ چوپایہ اُسی کی ملک ہو تو اُس سے کہا جائیگا کہ اسکو ذبح کرکے جلادے اور اگر اسکی نہو تو چوپایہ کے مالک کو اختیار ہی کہ وطی کرنیوالے کو بقیمت دیدے پھر وطی کرنے والا اُسکو ذبح کرکے جلادیگا اور یہ اُسوقت ہی کہ وہ ایسے جانورون سے نہو جنکا گوشت کھایا جاتا ہی اور اگر ایسے جانورون مین سے ہو جنکا گوشت کھایا جاتا ہی تو ذبح کی جاویگی اور جلائی نجاویگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اجناس مین ہمارے اصحاب سے مروی ہی کہ ذبح کرکے استحساناً جلادیجاویگی لیکن اس فعل سے جسکا گوشت کھایا جاتا ہو وہ جانور حرام نہین ہوجاتا ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ اور بیڑی کو قتل کرنے مین مضائقہ نہین ہی کیونکہ وہ شکار ہی کھانے کے واسطے اُسکا مار ڈالنا روا ہی تو دفع ضرر کے واسطے بدرجۂ اولے روا ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی مگر اُسکا جلانا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور چونٹی کے قتل مین اختلاف ہی اور مختار یہ ہی کہ اگر اُسنے ایذا رسانی شروع کی یعنے جسوقت اُسنے ایذا پہونچائی تو اُسکے قتل مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر اُسنے ایذا رسانی نہ کی ہو تو اُسکا قتل مکروہ ہی۔ اور بالاتفاق اُسکا پانی مین ڈالنا مکروہ ہی اور جون کا مارنا ہر حال مین جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور جون وبچھو کا آگ سے جلانا مکروہ ہی اور جون کو زندہ پھینک دینا مباح ہی لیکن براہ ادب مکروہ ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر غازیون نے دارالحرب مین بچھو پایا تو اُسکو قتل نکرین لیکن اُسکا ڈنک اپنے بچاؤ کے واسطے نکال ڈالین اور قتل نہ کرین کہ اُسکے قتل کرنے مین اُسکی نسل جاتی رہیگی اور کفار سے

ضرر دفع ہوجائیگا اور اسمین کفار کا فائدہ ہی اسی طرح اگر دار الحرب مین اپنے فرودگاہ مین سانپ پایا پس اگر اسکے دانت کو توڑ سکین تو دانت توڑ کر چھوڑ دین تاکہ اپنے حق مین ضرر نہ پہونچے اور اُسکو قتل نہ کرین کہ اسمین قطع نسل ہی اور اسمین کافرون کو منفعت ہی حالانکہ ہم لوگ اُنکی ضرر رسانی کے واسطے مامور ہین اور ر نبور و حشرات الارض کا قتل کرنا آیا ابتداءً بدون اُنکی ایذا رسانی کے شرعاً مباح ہی اور آیا ثواب ملیگا تو فرمایا کہ ثواب نہین ملیگا لیکن در صورت ایذاء انکو قتل کرنا روا ہی اور بدون ایذا کے تامل ہی - پس اولے یہ ہی کہ انمین کسی کے قتل سے تعرض نہ کرے یہ جواہر الفتاوی مین ہی - اور ایک چیونٹی کی وجہ سے تمام چیونٹیون کا گھر پھونک دینا مباح نہین ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی - پیلہ آفتاب مین ڈالنا تاکہ کیڑے مرجاوین روا ہی کچھ مضائقہ نہین ہی کیونکہ اسمین آدمیون کا نفع ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ مچھلی آفتاب مین ڈالدی جاتی ہی تاکہ مرجاوے حالانکہ مکروہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور دنبہ کی چکتی کاٹ ڈالنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی جبکہ اُسکی دُم سے چھوٹ کر لٹک پڑی ہو اور دنبہ کو چلنے سے باز رکھتی ہو کہ جلد چل کر گلہ سے ملجاوے اور پیچھے رہنے مین بھیڑیے کا خوف ہو - اسی طرح اگر گدھا بیمار ہوا اور اُس سے نفع حاصل کرنے کے لائق نہ رہا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ اُسکو ذبح کر دے تاکہ اُسکی تیمار داری سے راحت پاوے یہ فتاوی عتابیہ مین ہی آگ لگ گئی اور لوگون نے گمان غالب کیا کہ اگر ہم لوگ دریا مین کود پڑین تو بچ نکلینگے تو اُنپر واجب ہی کہ کود پڑین اور اگر یہ پیش آیا کہ اگر کشتی مین رہتے ہین تو جلینگے اور اگر دریا مین کودتے ہین تو ڈوب ینگے تو اُنکو اختیار ہی جا ہین کشتی مین پڑے رہین یا دریا مین کود پڑین - اور جس شخص نے اپنے آپ کو قتل کیا اُسکا گناہ بہ نسبت دوسرے کو قتل کرنے کے زیادہ ہی یہ سراجیہ مین ہی - اعوان یعنے سلطانی سرہنگون کو اور سُعاۃ کو یعنے جو لوگ سلطان و سرہنگون سے لوگون کا مال ناحق لینے پر لگائی بجھائی کرتے ہین اور ظلمہ یعنے ظالم حاکمون کو ایام فترت یعنے فتور حکومت ہو بوجہ غدر وغیرہ کے ایسے وقت مین قتل کرنا کیسا ہی تو بہت سے مشائخ نے ان لوگون کا قتل مباح ہونے کا فتوی دیا ہی اور امام صفار سے منقول ہی کہ شیخ جصاص نے احکام القرآن مین یہ فقرہ وارد کیا ہی کہ جو شخص لوگون پر ضریبہ باندھے یعنے ناحق محصول مقرر کردے اُسکا خون حلال ہی - اور سید امام ابو شجاع سمرقندی فرماتے تھے کہ ان لوگون کا قتل کرنے والا ثواب پاویگا اور فتوی دیتے تھے کہ سرہنگ سلطانی کافر ہوتے ہین اور ایسا ہی قاضی عماد الدین بھی اُنکے کفر کا فتوی دیتے تھے مگر ہم اُنکے کفر کا فتوے نہین دیتے ہین یہ محیط مین ہی - امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر فتنہ واقع ہو یعنے غدر و قتال وغیرہ تو آدمی کو چاہیے کہ اپنے گھر مین بیٹھا رہے پھر اگر اُسکے گھر مین کوئی شخص گھس گیا اور اُسکو قتل کرکے اُسکا مال لے لینا چاہا تو اُس سے قتال کرے اور اگر مارا گیا تو ہم امید کرتے ہین کہ وہ شہید ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور باز کو زندہ پرند سے سکھلانا کہ وہ زندہ کو پکڑ کر کھا جاوے مکروہ ہی اور اگر ذبح کرکے اس سے سکھاوے تو مضائقہ نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی

بائیسوان باب - اولاد کا نام و کنیت رکھنے اور عقیقہ کے بیان مین - اللہ تعالے کے نزدیک ناموں مین سے عبد اللہ و عبد الرحمن دو نام بہت پسند ہین قال المترجم ہذا لفظ الحدیث - لیکن اس زمانہ مین ان ناموں کے سوائے دوسرے نام رکھنا اولے ہی کیونکہ عوام لوگ پکارنے مین ان ناموں

+ ہندی مین اسے گھر مین رکھنے کا الزام دیتے ہین +

کی تصغیر کرتے ہین اور جو نام اللہ تعالے کی کتاب مین پائے جاتے ہین جیسے علی و کبیر و رشید و بدیع وغیرہ ان ناموں پر نام رکھنا جائز ہی کیونکہ یہ نام مشترک ہین اور بندون کے حق مین ان ناموں سے جو مراد ہوتی ہی وہ معنی نہین مراد ہوتے ہین جو اللہ تعالے پر اطلاق کرنے مین مراد ہوتے ہین یہ سراجیہ مین ہی اور فتاوے مین لکھا ہی ایسا نام رکھنا جسکو اللہ تعالے نے اپنے بندون مین سے کوئی اس نام کا نہین ذکر فرمایا اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہی اور نہ سلمانون نے استعمال کیا ہی مختلف فیہ ہی اور اولی یہ ہی کہ ایسا نام نہ رکھے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا نام نہ رکھا جاوے اور امام محمد رح نے خلاف کیا ہی۔ اور جس شخص کا نام محمد ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی کہ وہ ابو القاسم اپنی کنیت رکھے اور یہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو سو یہ منسوخ ہی اسواسطے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے محمد بن الحنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی تھی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے اپنے نابالغ بیٹے کی کنیت ابو بکر وغیرہ رکھی تو صحیح یہ ہی کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی کہ لوگ اسمین تفاول نیک یون سمجھتے ہین کہ یہ لڑکا عنقریب ثانی الحال مین بکر کا باپ ہو جائیگا اور یہ مراد نہین ہوتی ہی کہ وہ فی الحال ایسا ہی ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور یہ مکروہ ہی کہ آدمی اپنے باپ کو نام لیکر پکارے یا عورت اپنے شوہر کو نام لیکر پکارے یہ سراجیہ مین ہی۔ پسر و دختر کی طرف سے عقیقہ کرنا یعنے ولادت سے ساتوین روز بکری ذبح کرکے لوگون کی ضیافت کرنا اور بچے کے بال اُتروا دینا سو یہ مباح ہی نہ سنت ہی نہ واجب ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور امام محمد رح نے عقیقہ کے حق مین ذکر کیا ہی کہ جسکا جی چاہے کرے جسکا جی چاہے نہ کرے اور اس سے مباح ہونے کی طرف اشارہ ہی پس سنت ہونے سے مانع ہی اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ نہ پسر کی طرف سے عقیقہ کیا جاوے اور نہ دختر کی طرف سے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہی یہ (اور صحیح یہ ہی کہ سنت ہی ۱۲) بدائع کی کتاب الاضحیہ مین ہی۔

تیئیسوان باب غیبت اور حسد اور نمیمہ و مدح کے بیان مین۔ ایک شخص نے کسی شخص کی بُرائیان غمخواری کے ساتھ بیان کین تو مضائقہ نہین ہی اور اگر اُسنے اس سے بدگوئی و نقصان حرمت کا قصد کیا تو مکروہ ہی اور اگر کسی نے غیبت مین اہل نواح و اہل قریہ کی غیبت کی تو یہ غیبت نہین ہی جبتک کہ کسی قوم معروف کا نام نہ لے یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر ایک شخص روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو مگر لوگون کو اپنے ہاتھ و زبان سے تکلیف دیتا ہو تو جس حالت مین وہ ہی اُسکا ذکر کرنا غیبت نہوگی اور اگر سلطان کو اسکی خبر کردی تاکہ سلطان اُسکو زجر کرے تو خبر دینے والے پر گناہ نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ زید نے عمرو کو ایک کپڑا عاریت یا کچھ درم قرض تین روز کے وعدے پر دیے مگر عمرو نے اُسکو چند روز تک نہ دیا اور بہت تاخیر کی پس زید نے لوگون کے سامنے اُسکو خائن و کذاب بیان کیا تو اُسمین معذور رکھا جائیگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد نہین سوا ہی الا دو مین ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالے نے مال دیا ہی اور وہ اسکو اللہ تعالی کی فرمانبرداری مین خرچ کرتا ہی اور ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالے نے علم دیا ہی اور وہ لوگون کو سکھلاتا ہی اور اُسکے ساتھ حلم دیتا ہی

یہ حدیث بطا ہر اس بات کی دلیل ہی کہ ان دو مین حسد مباح ہی کیونکہ یہ تحریم سے استثنا ہی اور تحریم سے استثنار اباحت ہوتا ہی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ ایسا نہین ہی جیسا مقتضاے ظاہر حدیث ہی اور حسد ان دو مین بھی حرام ہی جیسا ان دونون کے سوا ے اور باتون مین حرام ہی اور معنی حدیث کے یہ ہین کہ انسان کو نچاہیے کہ غیر پر حسد کرے اور اگر حسد ہی کرے تو ان دونون مین حسد کرے نہ اسوجہ سے کہ ان دونون مین حسد مباح ہی بلکہ ایک اور بات کی وجہ سے وہ یہ ہی کہ انسان دوسرے پر عادۃً بھی حسد کرتا ہی جب دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھتا ہی پس اپنے واسطے اس نعمت کی تمنا کرتا ہی اور ماسوا ے ان دونون کے دو امور دنیا نعمت نہین ہین اسلیے کہ اُنکا مآل اللہ تعالے کی نارضامندی ہی اور نعمت وہ ہی جسکا مآل اللہ تعالی کی رضامندی ہو اور یہ دونون ایسے ہین جنکا مآل اللہ تعالے کی رضامندی ہی پس یہ دونون نعمت ہین اور ان دونون کے سوا ے جو ہین وہ نعمت نہین ہین اور واضح ہو کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ حسد جسکی بُرائی حدیث مین بیان فرمائی ہی وہ یہ ہی کہ غیر کے پاس کوئی نعمت دیکھکر یہ تمنا کرے کہ اُس سے یہ نعمت زائل ہو جاوے اور میرے پاس آجاوے اور اگر اُسے فقط یہ تمنا کی کہ میرے پاس یہ نعمت آجاوے تو اسکو حسد نہین کہتے ہین بلکہ غبطہ ہی اور شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ اگر بعینہ یہ نعمت اپنے واسطے تمنا کرے تو یہ بھی حرام مذموم ہی اور اگر اسکے مثل اپنے واسطے تمنا کرے تو مضائقہ نہین ہی۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ حدیث کے یہ معنی ہین کہ حسد مذموم ہی حسد کرنے والے کو ضرر پہونچاتا ہی سوا ے ان دونون کے جنکو حدیث مین استثنا کیا ہی کہ انہین محمود ہی کیونکہ درحقیقت حسد نہین ہی بلکہ غبطہ ہی اور حسد یہ ہی کہ حاسد یہ تمنا کرے کہ جسپر حسد کرتا ہی اُس سے یہ نعمت جاتی رہی اور اسکے واسطے تکلیف کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ یہ نعمت بیموقع یعنے بے جگہ ہی اور غبطہ کے یہ معنی ہین کہ اپنے واسطے اسکے مثل نعمت کی تمنا کرے بدون اسکے کہ تکلف کرے اور غیر سے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرے یہ محیط مین ہی۔ کسی شخص کی تعریف کرنا تین طرح پر ہی اول یہ کہ اُسکے برو تعریف کرے اور اسی سے ممانعت کی گئی ہی دوم یہ کہ اُسکے سامنے تعریف نہ کرے مگر یہ جانکر کہ میری تعریف کی خبر اُسکو پہونچ جائیگی پس یہ بھی ممنوع ہی اور سوم یہ کہ اُسکے پیٹھ پیچھے تعریف کرے اور یہ پروا نہو کہ اُسکو یہ خبر پہونچیگی یا نہ پہونچیگی اور تعریف بھی اُسی قدر کرے جو بات اُسمین موجود ہی تو اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی یہ غرائب مین ہی۔

چوبیسوان باب - حمام مین داخل ہونے کے بیان مین - عورتون کے حمام مین داخل ہونے مین کچھ مضائقہ نہین ہی بشرطیکہ فقط عورتین ہی ہون کیونکہ عام بلوی ہی اور جب داخل ہون تو ازار کے ساتھ داخل ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور بدون ازار کے عورتون کا حمام مین داخل ہونا حرام ہی یہ سراجیہ مین ہی اگر مرد بدون ازار کے حمام مین داخل ہو تو حرام ہی اور اگر یہ امر اُسکی عادت ہو تو گواہی مین اُسکی تعدیل نہوگی اور اس سے یہ مراد ہی کہ اُسکا اس فعل سے رجوع کرنا و توبہ کرنا ثابت نہوا ہو ورنہ سقوط عدالت کے واسطے عادت ہونا ضرور نہین ہی بلکہ اگر ایک مرتبہ بھی حمام مین بلا ازار داخل ہوا تو عدالت ساقط ہو جانے کے واسطے کافی ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور اگر کسی نے نہانا چاہا تو لنگی دور کرکے ننگا نہو جاوے اگرچہ تنہا ہو اور اگر ایسا کیا تو مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور شیخ ابو نصر پوسی رح نے فرمایا کہ اگر آب روان وغیرہ مین حالت تنہائی مین اُسنے

بشرطیکہ اُسکی گواہی ادا کی اور نزدیک وقت یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بلا ازار حمام مین جایا کرتا ہی اس سے اسنے توبہ نہین کی ہی تو اُسکی گواہی نہین ہی بشرطیکہ گواہ عادل قرار دیا جاوے ۱۲ منہ

ننگے ہو کر غسل کیا تو مکروہ نہین ہی یہ غرائب مین ہی - اور ترکے کے حمام مین جانا آدمیت سے نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی - حمام مین اعضا کا دبوانا بلا ضرورت مکروہ ہی اور فتاوے اہل سمرقند مین ہی کہ مجموع النوازل مین لکھا ہی کہ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے دبوانا مباح ہی اور ناف و گھٹنے کے بیچ مین مباح نہین ہی اور ہمارے بعضے مشائخ نے کہا کہ دو شرطون کے ساتھ اسمین مضائقہ نہین ہی ایک یہ کہ خادم اسکی داڑھی نہ مونڈے دوسرے یہ کہ خادم اسکے پانون نہ دابے یہ متفرقات ذخیرہ مین ہی - اگر حمام مین ازار کھول کر ننگے ہونے کی کوئی جگہ مقرر ہو تا کہ ازار کو دھو کر نچوڑے پس اس جگہ ایسا کیا تو مضائقہ نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ اگر کسی نے حمام مین اپنی لنگی نچوڑنے کا قصد کیا اور اسکے پاس دوسری ازار نہین ہی تو اسپر نچوڑنا واجب نہین ہی لیکن اسپر پانی بہادے اور اسی قدر اسکے واسطے کافی ہوگا اور یہ حکم امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر حمام کے بیت صغیر مین ازار نچوڑنے کے واسطے ننگا ہو گیا یا ناف کے بال مونڈنے کے واسطے ننگا ہوا تو بعض نے فرمایا کہ مضائقہ نہین ہی اور بعض نے کہا کہ گنہگار ہوگا اور بعض نے کہا کہ ذرا دیر کے واسطے جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی

پچیسوان باب - بیع اور غیر کے مول ٹھہرانے پر خود مول ٹھہرانے کے بیان مین - آدمی کو چاہیے کہ بیچنے خریدنے و فروخت کے احکام سیکھ لے کہ کون صورت اسمین جائز ہی اور کون نہین جائز ہی تب تک تجارت مین مشغول نہو یہ سراجیہ مین ہی - اور اسکو حلال نہین ہی کہ اپنے شریک سے دریافت کرنے سے پہلے فروخت کرے بلکہ شریک کو آگاہ کرے خواہ وہ لے یا نہ لے اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہ مندوب پر محمول ہی اور شریک کو آگاہ کرنے سے پہلے بیچنا مکروہ ہی یعنے یہ جو فرمایا کہ حلال نہین ہی اس سے یہ مراد ہی کہ مندوب نہین ہی قال العبد الضعیف وعلیہ یہذا مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہوگا واللہ اعلم - اور مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب مین نے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ جو چیز بازار سے خریدی جاتی ہی اور بیقین معلوم ہی کہ بازاری لوگ ترکون سے اور ایسے لوگون سے جنکا اکثر مال حرام ہی خرید فروخت کرتے ہین اور ان لوگون مین باہم سود و عقود فاسدہ جاری ہین تو اسکا کیا حال ہی تو فرمایا کہ یہان تین صورتین ہین جس مال موجود کی نسبت اسکا غالب گمان یہ ہو کہ اسکو ان لوگون نے ظلم کے ساتھ غیر سے لیا ہی اور بازار مین فروخت کرتے ہن تو اسکو خریدنا نچاہیے اگرچہ وہ دست بدست ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین چند بار خرید فروخت ہو کر پہونچ گیا ہو دوم یہ کہ یون جانے کہ مال حرام بعینہ قائم ہی لیکن وہ مال غیر سے مختلط ہو گیا ہی اسطرح کہ اسکی تمیز نہین ہو سکتی ہی تو بنا بر اصل امام اعظم رح کے خلط کی وجہ سے اسکی ملک مین داخل ہو جائیگا لیکن اس سے خریدنا نچاہیے جب تک کہ وہ اپنے خصم کو عوض دیکر راضی نہ کرے اور اگر اس سے خرید لیا تو کراہت کے ساتھ اسکی ملک مین آجاویگا اور سوم یہ کہ یہ معلوم ہو کہ غصب کیا ہوا یا بطور سود وغیرہ کے لیا ہوا مال عین باقی نہین رہا ہی اور بائع دوسری چیز کو فروخت کرتا ہی تو شخص ایسا جانتا ہی اسکو ایسے بائعون سے خریدنا جائز ہی اور یہ سب جو بیان ہوا فتوے کے واسطے طریقہ بیان ہوا ہی - اور اگر کسی سے ممکن ہو سکے کہ ان لوگون سے کچھ نہ خریدے تو اولے یہ ہی کہ ان لوگون سے کچھ نہ خریدے اور شاید یہ بات بلاد عجم مین متعذر ہی نہین ہو سکتی ہی - اور مین نے سنا ہی کہ بلاد عرب مین ایک خاص بازار ہوتا ہی جسمین فقط حلال فروخت ہوتا ہی اور ایک بڑا بازار ہوتا ہی جسمین ہر چیز فروخت ہوتی ہی

پس جو شخص خریدار حلال مین سے کچھ خریدنا چاہتا ہے تو وہ لوگ اسکے ہاتھ فروخت نہین کرتے ہین الا اُس صورت مین کہ اسکا مال حلال ہو اور اگر عوام مین سے کسی شخص نے اُنکے ساتھ تجارتی معاملہ کرنا اور اُنکے ساتھ خرید و فروخت چاہی تو وہ لوگ اُسکو حکم کرتے ہین کہ اپنا سب مال صدقہ کردے پھر اُسکو زکوۃ کے مال سے دیتے ہین اور کہتے ہین کہ اس مال سے ہمارے ساتھ تجارت کرے اور اُسکا نام کتاب مین لکھ لیتے ہین کہ اسکا اصل مال حلال ہے اسنے فلان فلان سے زکوۃ کا مال لیا ہے پھر اُسکے ساتھ معاملہ کرتے ہین اور فی الجملہ بات یہ ہے کہ بلاد عجم مین طلب حلال بہت دشوار ہے جیسا کہ ہمارے بعضے مشایخ نے کہا کہ اس زمانہ مین تو اپنے اوپر یہ لازم کرلے کہ حرام محض کو چھوڑ دے کیونکہ شبہہ سے خالی تو تجھکو کوئی چیز نہ ملیگی یہ جواہر الفتاوے مین ہے - زید کا گمان غالب یہ ہے - کہ بازار والون کی بیع کے اکثر معاملات فاسد ہونے سے خالی نہین ہین پس اگر غلبہ حرام کا ہو تو اُسکے خریدنے سے پرہیز کرے لیکن باوجود اسکے اگر اُسسے خریدا تو بائع نے جو چیز بطور قائم خریدی تھی وہ اُس مشتری کو حلال ہوگی جبکہ اسکا عقد اخیر صحیح ہو یہ قنیہ مین ہے - اگر کوئی چیز خریدی پھر اُسنے بعد خرید کے واپس لی تو جس صورت مین مخالفت عادت در سم نہ ہووے جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے - اور امام ابوحنیفہ رح اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ بیع کے وقت کوئی شخص اپنے مال متاع کی تعریف کرے یہ ملتقط مین ہے - اور تاجر کے واسطے مستحب ہے کہ اسکو اُسکی تجارت اوسے فرائض سے غافل نہ کرے پس جب نماز کا وقت آوے تو تجارت کو چھوڑ دینا چاہیے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ جس کپڑا بیچنے والے نے بیان نہ کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور اگر اُسکا گمان یہ ہو کہ مشتری اس سے نماز پڑھیگا تو مستحب یہ ہے کہ اسکو بیان کردے یہ غرائب مین ہے - نوازل مین ہے کہ شیخ نصیر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے یہودی یا نصرانی یا غلاموں کے بدن کی پرانی پوستین خریدی اور اُسپر کوئی اثر نجاست کا نہین دیکھتا ہے پھر اُسکو اُسنے بغیر دھوئے ہوے استعمال کیا تو فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اسکو یہ گنجایش ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - قاضی خان مین ہے کہ چمڑی مارے ہوے بھیڑ کو خرید کر اُنکا چھوڑنا جائز ہے بشرطیکہ یہ کہدے کہ جو شخص انکو پکڑے اسی کی ہین اور چھوڑ کر اپنے ملک سے باہر نہ کرے اور شیخ برہان الدین رح نے فرمایا کہ نہین جائز ہے کیونکہ اسمین مال کا ضائع کرنا ہے یہ قنیہ مین ہے - باندی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو اُسکا استبرا نہ کریگا یا جس جگہ جماع کرنا چاہیے یعنے فرج کے سوائے بے جگہ یعنے دبر سے جماع کریگا روا ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے - ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسکے دو دھ ہے پس اُسکو دائی گیری پر اجرت پر دیا تو اُسکو اختیار رہیگا کہ اس باندی کو مرابحہ سے فروخت کرے - ایک شخص نے ایک باندی فروخت کی پھر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا و بائع کے پاس گواہ نہین ہین تو باندی مذکور سے وطی نکریگا الا اُس صورت مین کہ خصومت ترک کرکے مشتری کی قسم پر راضی ہوجاوے یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص نے بطور بیع فاسد کے ایک باندی خریدی تو مشتری پر اُس سے وطی کرنا حرام نہین ہے لیکن مکروہ ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے - ہیمیہ مین ہے کہ شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہر یا گانون والون نے اُن بانٹون کو جلیے درم و ریشم تولا جاتا ہے بڑھا دیا مگر ایسا بڑھایا کہ اور شہرون کے بانٹون سے موافق نہ رہے اُنکے برخلاف زیادتی کردی اور خود باہم ان بانٹون سے خرید فروخت کرنے پر دار مدار رکھا مگر بعضے ان گانون والون مین سے اگلے

ف اور بنا بر قول صاحبین رح کے بھی ہے

موافق ہوگئی اور بعضوں سے موافقت نہ کی پس آیا زیادتی کرنے والون کو اس زیادتی کا اختیار ہی تو فرمایا کہ نہین پھر دریافت کیا گیا کہ اگر سب لوگ اس زیادتی پر جو اور شہرون کے باشندون سے مخالف ہی اتفاق کرلین تو کیا حکم ہی فرمایا کہ پھر بھی یہی حکم ہی ایک شخص کو اناج خریدنے کے واسطے وکیل کیا اُسنے شکستہ سو درم کو خرید کر موکل کو اس سے آگاہ کر دیا مگر کل نے اُسکو درست سو درم دیے پس وکیل نے اُنکے عوض شکستہ دراہم خرید کر سو درم بائع کو دیدیے تو جسقدر زیادتی باقی رہگئی وہ وکیل کو حلال ہی اور اگر بجاے وکیل کے مضارب ہو تو اُسکو حلال نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور فقیہ سے منقول ہی کہ ایک شخص نے اس درم کو ایک کپڑا خریدا اور ایک دانگ اج دیا تو فرمایا کہ بائع کو قبول کرنا نہ چاہیے جبتک کہ مشتری یہ نہ کہے کہ تجھے حلال ہی یا تجھ کو دیا ہی۔ اگر کسی نے کرنسی یا پھلی یا پھلون مین سے کچھ خریدا اور مشتری چلا گیا اور اُسنے آنے مین دیر لگائی اور بائع کو خوف ہوا کہ یہ نیز نکل جائیگا تو بائع کو اختیار ہی کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے اور دوسرے کو اس سے خریدنا حلال ہوگا۔ اگر ایک شخص بیمار ہوا اور اُسکے بیٹے یا باپ نے بدون اُسکے حکم کے مرض کی ضرورت کی چیز اُسکے لیے خرید لی تو جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور جلالی نے اُس حلوے کی جسکی پلیدی کھانے کی عادت ہی اور چھوٹی مرغی کی بیع جب تک اُسمین بدبو باقی ہو مکروہ ہی۔ اور شہاب الدین آمالی نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس صاف بے گھی ملے گیہون ہین پس اُسنے چاہا کہ مین فروخت کرنے کے واسطے اسمین اسقدر گھی ملا دون جیسے عادت کے موافق گیہون مین ہوا کرتی ہی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک بائع سے ایک باندی خریدی مگر وہ بائع کے سوائے دوسرے کی ہی یا کپڑا خریدا جو بائع کے سوائے دوسرے کا ہی پھر مشتری نے اُس باندی سے وطی کی یا وہ کپڑا پہنا حالانکہ اُسکو اسکا علم نہین ہی پھر معلوم ہوا پس آیا مشتری پر کچھ گناہ ہوگا تو امام محمد رح سے مروی ہی کہ جماع کرنا و پہننا حرام ہی لیکن مشتری کے ذمہ سے گناہ ساقط ہوگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وطی حلال ہی اور اُسکو باندی سے جماع کرنے مین ثواب ملیگا۔ اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ غیر کی منکوحہ ہی حالانکہ شوہر ثانی نے اُس سے وطی کرلی ہی تو اس مسئلہ مین بھی اختلاف مذکور واجب ہی یہ محیط مین ہی۔ لوہے و پیتل وغیرہ ایسی چیزون کی انگوٹھی بیچنا مکروہ ہی اور کھانے کی مٹی بیچنا مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر کسی شہر والون نے روئی و گوشت کا بھاؤ مقرر کر لیا اور یہ بات اس شہر والون مین شائع ہوگئی پھر ایک شخص نے شہر والون مین سے ایک درم کا روٹی یا گوشت خریدا اور بائع نے اُسکو بھاؤ سے کم دیا اور مشتری کو یہ معلوم نہین پھر اُسکو معلوم ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بقدر نقصان کے واپس لے کیونکہ جوابات معروف ہو وہ مثل مشروط کے ہی اور اگر مشتری اس شہر والون مین سے نہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ روٹی کا نقصان واپس لے مگر گوشت کا نقصان نہین لے سکتا ہی

تنبیہ مین ہی۔

چھبیسوان باب ۲۶

اس بیان مین کہ ایک شخص سفر کرنا چاہتا ہی اور اُسکو اُسکے دونون والدین نے یا ایک نے یا اُنکے سوائے دوسرے اقارب نے منع کیا یا قرضخواہون نے روکا یا غلام نکلنا چاہتا ہی اُسکو اُسکے مولی نے منع کیا یا عورت سفر کرنا چاہتی ہی اُسکو اُسکے شوہر نے منع کیا یا بالغ بیٹا اگر ایسا فعل

کرنا چاہتا ہو کہ جسمین دین کی راہ سے ضرر نہین اور نہ والدین کا کوئی گناہ ہو مگر اُسکے والدین اس فعل کو مکروہ جانتے ہین
اپنے بڑا سمجھتے ہین تو اجازت لینا ضرور ہی بشرطیکہ اُسکو اس فعل سے نکرنے کا ڈر نہ ہو **قال المترجم** یعنے اگر ایسا
فعل ہو کہ ناچار کرنا پڑے تو بلا اجازت بھی کریگا فافہم - اگر دونون والدین سے پورے حقوق کی مراعات متعذر ہو
مثلاً اُسکے ماں مین و باپ مین رنجش ہو کہ ایک کی مراعات سے دوسرا رنجیدہ ہو تو جو امور تعظیم و احترام کی طرف
راجع ہین اُنمین باپ کو ترجیح دے اور جو امور خدمت و انعام کی طرف راجع ہین اُنمین ماں کی رعایت رکھے۔
اور عبارت الائمہ حلوانی سے منقول ہو کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ احترام مین باپ کو ماں سے مقدم رکھے اور ماں کو
خدمت مین مقدم رکھے پس اگر وہ بیمار کے اندر مبتلا ہوا اور دونون اُسکے پاس آئے تو باپ کی تعظیم کے واسطے
کھڑا ہو جاوے اور اگر دونون سے اُس سے پانی طلب کیا اور دونون مین سے کسی نے خود اُسکے ہاتھ سے نہ دیا
تو اپنے ماں کو دیوے یہ قنیہ مین ہو۔ امام محمد رح نے سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے سوائے جہاد کے تجارت یا
حج یا عمرہ وغیرہ کے واسطے سفر کرنے کا قصد کیا اور اُسکے والدین نے اسکو کراہت جانا پس اگر دونون کے ضائع ہونے اور
بربادی کا خوف ہو مثلاً دونون تنگدست ہون اور دونون کا نفقہ اسی کے ذمہ ہو اور مال اُسکا اسقدر نہین ہو
کہ ان دونون کا نفقہ بھی دے سکے اور زاد و راحلہ بھی دے تو یہ شخص بدون اُن دونون کی اجازت کے سفر نہین
کر سکتا ہو خواہ اس سفر کرنے والے لڑکے کی نسبت اس سفر مین ہلاکت کا خوف نہ ہو مثلاً دریا مین کشتی پر جانا چاہتا ہو
یا سخت سردی مین جنگل مین پڑ کر خشکی خشکی جانا چاہتا ہو یا اس سفر مین والد مذکور کی نسبت ہلاکت کا خوف نہو۔
اور اگر فرزند کو اپنے والدین کے ضائع ہونے کا خوف نہو مثلاً دونون خوشحال ہون اور اُنکا نفقہ انکے ذمہ نہو پس
اگر ایسا سفر ہو کہ اسمین فرزند کی نسبت ہلاکت کا خوف نہو تو فرزند کو اختیار ہو گا کہ بدون دونون کی اجازت کے
سفر کو چلا جاوے اور اگر ایسا سفر ہو کہ اُسمین فرزند کی نسبت ہلاکت کا خوف ہو تو بدون انکی اجازت کے نہین جا سکتا ہو اگر اجازت
لیکر جاوے یہ ذخیرہ مین ہو۔ اسی طرح اگر طلب نفقہ کے واسطے پردیس کو جانا چاہا تو بھی ایسا ہی حکم ہو کہ اگر اس سفر مین اُسکی نسبت ہلاکت
کا خوف نہو تو بغیر اُسکے سفر تجارت کے ہو اور اگر اُسکی ہلاکت کا خوف ہو تو بغیر اُنکے سفر جہاد کے ہو یہ حکم اُسوقت ہو کہ تجارت کے واسطے
اسلام کے شہرون مین سے کسی شہر کو جانا چاہا ہو اور اگر دشمن کے ملک یعنی دار الحرب مین امان لیکر جانا چاہا اور والدین نے
اُسکے سفر کو مکروہ جانا پس اگر کوئی بات ایسی نہو کہ جسکی وجہ سے اُسکی نسبت خوف کیا جاتا ہو اور جن کفار کے ملک مین جانا
چاہتا ہو وہ لوگ وفاے عہد مین معروف ہون اور فرزند کے حق مین اس سفر مین غفت ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہو کہ والدین
کے خلاف رائے عمل کرے اور اگر مسلمانون کے لشکر کے ساتھ دار الحرب مین تجارت کی نیت سے جانا چاہتا ہو اور اُسکے
دونون والدین یا ایک نے اسکو مکروہ جانا اور جس لشکر کے ساتھ جانا چاہتا ہو وہ زبردست بڑا لشکر ہو کہ غالب
رائے کے موافق اُسپر دشمن کے ضرر کا خوف نہین ہوتا ہو تو بغیر دونون کی اجازت لیے جا سکتا ہو اور اگر غالب
رائے مین کافرون کی طرف سے اس لشکر پر غلبہ کا خوف ہو تو بلا اجازت نجاوے اسی طرح اگر سریہ یعنے چھوٹا لشکر
کسی سردار کی ماتحتی مین جاوے یا ٹکڑا سوارون کا ہو یا اسکے مثل تو بھی بغیر دونون کی اجازت کے نہین جا سکتا ہو اسواسطے
کہ سریا مین اکثر ہلاکت کا خوف ہوتا ہو یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص بدون والدین کی اجازت
کے طلب علم کے واسطے نکلا تو مضائقہ نہین ہو۔ اور ایسی نافرمانی حقوق مین شمار نہین ہو اور بعض نے فرمایا

کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ فرزند واڑھی والا ہو اور اگر امرد سادہ رو ہو تو باپ کو اختیار ہو کہ اسکو اس خروج سے منع کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہو اور اگر تعلیم کے واسطے نکلا پس اگر تعلیم و حفاظت عیال دونون پر قادر ہو تو دونون کا اجتماع افضل ہو ولو حصل مقدار مالا بد منہ الی القیام بامر العیال ولا یخرج اخر اگر اگر اولاد کا خوف ہو تو تعلیم کے واسطے سفر نکرے یہ تاتارخانیہ مین ینابیع سے منقول ہو - اور اگر بحر مین تجارت ذخیرہ کے واسطے کشتی پر سوار ہو کر سفر کا قصد کیا پس اگر ایسا ہو کہ در صورت کشتی غرق ہونے کے اپنے آپ کو غرق سے کسی سبب سے جس سے غرق سے آدمی بچتا ہو بچا سکے تو اسکو کشتی کی سواری حلال ہو اور اگر اپنے آپ کو غرق سے کسی سبب سے جنسے غرق سے آدمی بچتا ہو نہ بچا سکے تو اسکو کشتی کی سواری حلال نہین ہو اور اسی مسئلہ پر ہمارے مشائخ نے دار الحرب مین امان لیکر جانے کا مسئلہ قیاس کیا ہو یعنے فرمایا کہ اگر ایسی حالت ہو کہ در صورت مشرکون کے اسکے قتل کا قصد کرنے کے کسی سبب سے جنسے قتل سے آدمی بچتا ہو اپنے آپ کو قتل سے بچا سکے تو اسکو دار الحرب مین اسطرح جانا حلال ہو اور اگر اس سے مشرکون کا قصد قتل دفع نہو سکے تو حلال نہین ہو یہ ذخیرہ مین ہو - اور کوئی عورت تین روز یا زیادہ کا سفر بلا محرم نہ کرے اور تین روز سے کم مین مختلف روایات ہین امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ مین مکروہ جانتا ہون کہ عورت بلا محرم ایک روز کا سفر کرے اور ایسا ہی امام اعظم رحمہ سے مروی ہو اور فقیہ ابو جعفر رحمہ نے کہا کہ تین روز کے جن مین روایات متفق ہین اور رہا تین روز سے کم سو فقیہ ابو جعفر رحمہ نے کہا کہ یہ بہ نسبت تین روز کے خفیف ہو یہ محیط مین ہو - اور شیخ امام حماد رحمہ نے فرمایا کہ اگر عورت بدون محرم کے صالحین یعنے پرہیزگارلوگون کے ساتھ سفر کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہو - اور نابالغ و معتوہ مسلم محرم مین نہین ہین اور بالغ عاقل محرم ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو - اور باندی دام ولد کو اس زمانہ مین بلا محرم سفر کرنا مکروہ ہو یہ وجیز کردری مین ہو - اور فقیہ نے اسی پر ہو کہ اس زمانہ مین باندی دام ولد کا بلا محرم سفر کرنا مکروہ ہو جوہرہ نیرہ مین ہو

ستاسیواں باب - قرض و دین کے بیان مین - قرض کے یہ معنی ہین کہ کوئی شخص زر یا دینار یا کوئی مثلی چیز لے جسکا مثل ثانی الحال مین دے سکے اور دین یہ ہو کہ اسکے ہاتھ کوئی چیز اجرت معلوم کے عوض مدت معلومہ کے وعدہ پر فروخت کرے یہ تاتارخانیہ مین ہو - اور فقیہ نے فرمایا کہ قرضہ لینا کسی ضروری حاجت کے واسطے کچھ مضائقہ نہین رکھتا ہو در حالیکہ اسکی نیت مین یہ ہو کہ مین اسکو ادا کرونگا اور اگر کسی نے اس نیت سے قرضہ لیا کہ نہ دونگا تو یہ حرام خواری ہو یہ قنیہ مین ہو - ایک شخص مر گیا اور اسپر قرضہ ہو تو ناطفی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ ہمکو امید ہو کہ اگر اسکی نیت مین یہ ہو کہ مین ادا کرونگا تو عاقبت مین ماخوذ نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو - ایک شخص کا دوسرے کا حق ہو مثلاً زید پر عمرو کا حق آتا ہو اور عمرو کہین غائب ہو گیا کہ نہ اسکا پتہ ٹھکانا معلوم ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ وہ جیتا ہو یا مر گیا تو زید پر یہ واجب نہین ہو کہ شہرون شہرون اسکو ڈھونڈھے یہ قنیہ مین ہو - شیخ نصیر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے قرضہ سے انکار کیا پس آپا قرضخواہ اس سے قسم لے یا نہین تو فرمایا کہ اسکو قسم لینے کا اختیار ہو پھر اگر قرضخواہ طالب مر گیا تو وہ قرضہ وارثون کا ہو گیا پھر اگر قرضدار نے وارثون کو ادا کر دیا تو قرضہ سے بری ہو گیا مگر اسپر ورثہ کے انکار کا گناہ ہوگا اور اگر نہ ادا کیا تو اسکا ثواب قرضخواہ کو ہوگا وارثون کو نہوگا یہ حاوی مین ہو - اور اگر قرضدار انکار کرتا چلا جاتا ہو اسی حالت مین طالب یعنے قرضخواہ مر گیا تو اسکا ثواب آخرت مین قرضخواہ کو ہوگا وارثون کو نہوگا خواہ اسنے قرضدار سے قسم لی ہو یا نہ لی ہو اور اگر

قرضدار نے پھر قرضہ دار ثون کو ادا کر دیا تو قرضہ سے بری ہو گیا اور اگر قرضدار اقرار کرتا ہو اور قرضخواہ مر گیا تو اکثر مشائخ نے فرمایا کہ آخرت مین حق خصومت میت کو حاصل نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ میت کو حاصل ہوگا اور فقیہ نے فرمایا کہ قرضہ اول کا یعنے میت کا ہوگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ اگر میت کے قرضداردن سے جو میت کا قرضہ اُنپر آتا تھا کسی ظالم نے وصول کر لیا تو میت کے قرضہ اُنپر باقی رہینگے یہ ملتقط مین ہی۔ ایک شخص پر لوگون کے غصوب یعنے اموال مغصب ہین اور مظالم یعنے ایسے اموال ہین جو اُسنے ایسے طور پر حاصل کیے ہین جنکا اُسپر مطلبہ ہی اور جبایات ہین یعنے ناحق لوگون کو تاوان وار کر کے وصول کیے ہین پس اُسنے اللہ تعالے کے حضور مین توبہ کی اور وہ ان لوگون کو جنکے اموال اُسپر اسطرح دین ہو رہے ہین نہین پہچانتا ہی پس اُسنے اسقدر مال بنیت ادا فقیرون کو صدقہ کر دیا تو معذور ہو جائیگا اور اگر اسقدر مال والدین ومولودین کے صرف مین کر دیا تو بھی معذور ہوگا اسی طرح اگر اُسنے مالون کو حرمت سے پاک کرنا چاہا تو بھی یہی طریقہ ہی ایک شخص کی متفرق لوگون کے حقوق ہین بدین طور کہ اُسنے لینے مین زیادتی کی اور دینے مین کم دیا پھر اُسنے ان حقوق کی مقدار کو اپنے دل سے اندازہ کیا اور جسقدر اُسکے دل مین جما اُسقدر کے عوض ایک کپڑا جسکی قیمت بھی اسی قدر اندازہ کی گئی تھی صدقہ کر دیا تو عہدہ سے چھوٹ جاویگا اور شیخ مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ ایسی صورتون مین اُسی جنس سے صدقہ کرنا جو اُسپر واجب ہی چھٹکارے کے واسطے شرط نہین ہی کذا فی القنیہ و **قال المترجم** وظنی ان ہذا فیما اذا لم یعرف البخس والنقصان بخصوصہ ایضاً فیما وقع فیہ معنے الاعیان کما لا یعرف اہل الحقوق فلیتامل فیہ۔ ایک شخص مر گیا اور اُسپر قرضہ ہی اور وارث کو حال معلوم نہوا پس اُسنے سب اُسکی میراث کھالی تو شداد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیٹا اُسکے قرضہ مین ماخوذ نہوگا اور اگر وارث کو مورث کے قرضہ کا حال معلوم ہو گیا تو اُسپر واجب ہی کہ مورث کے ترکہ سے اُسکا قرضہ ادا کرے اور اگر جاننے کے بعد بیٹے کو فراموش ہو گیا تو وہ عاقبت مین ماخوذ نہوگا اسی طرح اگر ودیعت ہو اور وہ بھول گیا یہان تک کہ مر گیا تو بھی عاقبت مین ماخوذ نہوگا۔ زید کا عمرو پر قرضہ ہی اور دونون راہ مین چلے جاتے ہین پس اتنے مین چور راہزن لوگ نکلے اور انھون نے ان دونون کے اموال لینے کا قصد کیا پس قرضدار نے اس حالت مین قرضخواہ کا قرضہ دینا چاہا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہی کہ ادا کرے اور قرضخواہ کو یہ اختیار نہین ہی کہ نہ لیوے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک ایسی حالت مین قرضخواہ کو نہ لینے کا اختیار ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص قرضہ کے مواخذہ مین قید کیا گیا اور اُسکے قرضے لوگون پر آتے ہین تو قاضی اُسکو قید سے نکالیگا تاکہ وہ لوگون پر دعوے کرے پھر اگر اُسکو لوگون سے کچھ حاصل نہوا تو قاضی اُسکو دوبارہ قید کریگا یہ عنوان القضاء مین ہی۔ ایک مسلمان کا نصرانی پر قرضہ آتا ہی پس نصرانی نے شراب نکال کر فروخت کر کے اُسکے ثمن سے مسلمان قرضخواہ کا قرضہ ادا کیا تو مسلمان کو لے لینا جائز ہی کیونکہ نصرانی کو شراب بیچنا مباح ہی اور اگر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر قرضہ ہو اور مسلمان قرضدار نے شراب فروخت کر کے اُسکے دام لیکر اس سے قرضخواہ کا قرضہ دیا تو قرضخواہ کو یہ حلال ہی اپنے قرضہ کے ادا مین لینا مکروہ ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک شخص کو ایسے شخص سے جسکو درہم کی شناخت ہی بدلی درہم اسود سے

واپس دے کیونکہ یہ کھوٹے ہین مین انکو نہ لونگا تو اب اسکو روا نہین ہی کہ کھرے درمون کے حقدار کو یہ کھوٹے درم بجاے کھرے درمون کے دے اور وہ نادانستگی مین لے لیتا ہی اسواسطے کہ یہ غدر و تلبیس ہی یہ قنیہ مین ہی۔ زادمین لکھا ہی کہ زید کا عمرو پر قرضہ آتا ہی اُسنے عمرو سے اپنے قرضہ کے مثل درم لے لیے اور اپنی ضرورت مین خرچ کرڈالے پھر اُسکو معلوم ہوا کہ یہ دراہم زیوف تھے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر کچھ نہین ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ وہ زیوف کے مثل قرضدار کو دیکر اُس سے کھرے درم واپس لے اور جامع صغیر مین امام اعظم رح کا قول و امام محمد کا قول بیان کیا ہی اور یہی صحیح ہی یہ مضمرات مین ہی۔ ایک شخص کے قرضے لوگون پر آتے ہین اور وہ لوگ غائب ہین پس قرضخواہ نے کہا کہ میرا جسپر کچھ آتا ہی وہ حلت مین ہی یعنے اُسکو حلال کردیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو اختیار باقی رہیگا کہ اُن لوگون سے اپنا مال جو اُنپر آتا ہی وصول کرے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایسی تحلیل جائز ہی اور وہ لوگ حلت مین ہو جاوینگے جبکہ اُنپر قرض معین ہوا اور اگر کوئی معین چیز ہو تو وہ چیز اُسنے لے سکتا ہی۔ اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ حق آتا ہو اور اُسنے دوسرے کو بدین شرط بری کیا کہ مجھے خیار ہی تو بری کرنا صحیح ہوگا اور خیار باطل ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنے سب قرضداروں کو بری کردیا اور زبان سے اُنکے نام بیان نہ کیے اور دلون مین ان سب کی یا کسی ایک کی نیت کی تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا کہ ابن مقاتل نے ہمارے علما سے روایت کی کہ قرضدار لوگ بری نہونگے اور اگر کہا کہ میرا ہر قرضدار حلت مین ہی تو ابن مقاتل نے کہا کہ ہمارے علما کے قول کے موافق اُسکے قرضدار لوگ بری نہونگے۔ اسی طرح اگر کہا کہ شہر ری مین میرا کچھ نہین ہی پھر دوسرے روز ایک دار کی نسبت جو شہر ری مین واقع ہی یہ دعوی کیا کہ بیس برس سے میرا ہی تو بھی ہمارے علما کے نزدیک اُسکو یہ اختیار ہوا اور ابن مقاتل نے کہا کہ میرے نزدیک دونون مسئلون مین اُسکے قرضدار لوگ بری ہو جاوینگے اور اُسکے دعوے کی سماعت نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے حکم دیا کہ تم لوگ فلان شخص کے بیٹے کو پانچ درم دیدو کہ مین نے اُسکے مال مین سے کہا لیا تھا [illegible] بن فلان یعنی فلان کا بیٹا نہ پاؤ تو اُسکے وارثون کو دیدو اور اگر وارثون کو نہ پایا تو اُسکی طرف سے صدقہ کردو پھر ان لوگون نے بن فلان کی بی بی کو پایا اور کسی کو نہ پایا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر وہ عورت اُسپر اپنے مہر کا دعوی کرتی ہو اور اسکے سوا کوئی اور وارث معلوم نہوتا ہو تو مہر مین اُسکو دیدین اور اگر مہر کا دعوے نہ کرتی ہو پس اگر کہتی ہو کہ بن فلان لینے اُسکے شوہر کے کوئی اولاد نہین تھی تو اُسکو ان درمون کی چوتھائی ملیگی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر کسی نے بقال کے پاس ایک درم رکھا کہ جو چاہیگا اُس سے لے لیگا تو یہ مکروہ ہی اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ ایک مرد فقیر کے پاس ایک درم ہو وہ ڈرتا ہی کہ اگر میرے پاس رہا تو برباد ہو جائیگا یا مین اسکو اپنی ضرورت مین اُٹھا ڈالونگا لیکن اور کامون کی بہ نسبت اُسکو بقال کی طرف حاجت زیادہ ہوتی ہی چنانچہ نمک مصالحہ وغیرہ چیزین خریدنے کی ضرورت پڑتی ہی اور اُسکے پاس اتنے پیسے نہین ہین کہ ہر وقت جس چیز کی ضرورت پیش آوے اُسکو خرید لے پس اُسنے بقال کو درم دیدیا تاکہ جسوقت جو ضرورت پیش آتی جاوے اُسکو تھوڑا تھوڑا کرکے حساب سے اسی درم مین سے [illegible] جاوے یہان تک کہ درم پورا ہو جاوے یعنے بقال پورے درم کے چیز دے لے تو یہ فعل مکروہ ہی اسواسطے کہ اس فعل مین مفسدہ یہ نکلتا ہی کہ یہ ایسا قرض ہی جس سے نفع حاصل ہوتا ہی پس مکروہ ہوا لیکن اس

باب مین حیلہ یہ ہی کہ جب ایسا قصد ہو تو درم بقال کو ودیعت دیدے پھر اُس سے جو چاہے لیتا جاوے لیکن اگر یہ درم ضائع ہو جاوے تو بقال پر کچھ واجب نہوگا کیونکہ یہ ودیعت تھا - پھر جب بقال سے تھوڑا تھوڑا لیا تو جو اُسنے تھوڑا تھوڑا بمقابلہ اُس چیز کے جو اُس نے لی ہو دیا ہو اسکا مالک ہوتا جائیگا پس جو مقصد ہو وہ بلا کراہت حاصل ہو جائیگا یہ نہایہ مین ہی - تجرید مین لکھا ہی کہ اگر کسی سوناز کو حکم دیا کہ یہ رے واسطے ایک درم وزن کی انگوٹھی اپنے پاس سے بناوے اور ایک دانگ مزدوری مقرر کی پس اُسنے بنائی تو درم وزن سے زیادہ لینا نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی قرض مشاع جائز ہی چنانچہ اگر دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ اسکا نصف تیرے پاس آدھے نفع پر مضاربت پر ہی اور نصف مین نے تجھے قرض دیا تو جائز ہی یہ وجیز کردری مین ہی - سرکہ دمر باورب و شیرۂ انگور و شہد و تیل و گھی کا قرض لینا پیمانہ سے جائز ہی اور لوہے کا اور اسی طرح تانبے و پیتل کا وزن سے قرض لینا جائز ہی - اور بیلچہ اور کولہاڑی اور آرہ و منشرہ و مٹی کا برتن و مٹکون ان سب کا قرض لینا نہین جائز ہی - سوت کا وزن سے قرض لینا جائز ہی اور شیشہ کا قرض لینا نہین جائز ہی اور گڈیون سے فواکہ کا قرض لینا نہین جائز ہی اور کٹ و انجیر کا ٹوکرون کے حساب سے قرض لینا نہین جائز ہی اور ہمارے نزدیک کسی قرض میعاد نہین ثابت ہوتی ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی نوازل مین ہی کہ ایک پر قرض تھا اور قرضخواہ اُسکو وصول کرنے آیا پس قرضدار نے اُسکو درم قرض کے دیے اور کہا کہ انکو پرکھ لے اور وہ طالب کے ہاتھ مین تلف ہو گئے تو قرضدار کا مال گیا اور اگر قرضدار نے کچھ نہ کہا ہو اور طالب نے لے لیا پھر مطلوب کو دیا کہ اسکو پرکھ دے اور وہ تلف ہو گئے تو طالب کا مال گیا یہ ذخیرہ مین ہی

اٹھائیسوان باب - ملوک سے ملاقات کرنے اور اُنکے ساتھ تواضع سے پیش آنے اور اُنکے ہاتھون کو بوسہ دینے اور ملوک کے سوائے غیر کے ہاتھون کو بوسہ دینے اور مرد کو غیر مرد کا مُنھ چومنے و اُسکے متعلقات کے بیان مین

ابواللیث حافظ سے روایت ہی کہ سلاطین کے پاس جانا مکروہ ہی اور وہ یہی فتوے دیتے تھے پھر اس سے رجوع کیا اور فتوے دیا کہ مباح ہی یہ غیاثیہ مین ہی - ایک شخص کو حاکم امیر نے بلایا اور اس سے چند باتین دریافت کین پس اگر وہ ان باتون مین موافق حق کے کہتا ہی تو اُسکی طرف سے برائی پہونچتی ہی تو اس شخص کو نہین چاہیے کہ خلاف حق بات کہے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ اپنے نفس کے قتل یا ایلام عضو یا اتلاف عضو غیر یا اپنے مال کے اتلاف کا خوف نہو اور اگر ایسا خوف ہو تو خلاف حق کہدینے مین مضائقہ نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اللہ تعالے کے سوائے کسی غیر کے واسطے تواضع حرام ہی یہ ملتقط مین ہی اگر کسی شخص نے سلطان کے واسطے بطور تحیہ کے سجدہ کیا اور اُسکے سامنے زمین چُومی تو کافر نہ کہا جائیگا لیکن گنہگار رہوگا کہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہی اور یہی مختار ہی اور فقیہ ابوجعفر رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے سلطان کو بہ نیت عبادت سجدہ کیا یا اُسکے دل مین کچھ نیت نہ تھی تو ضرور کافر ہو گیا یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اگر مسلمان سے کہا گیا کہ تو بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ ہم تجھکو قتل کر دینگے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُس مرد مسلمان سے عبادت کا سجدہ کرنے کو کہتے ہین تو اُسکے حق مین افضل یہ ہی کہ سجدہ نہ کرے جیسے کوئی شخص کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا تو اُسکے حق مین صبر کرنا افضل ہی - اور اگر ظالمون نے تحیہ و تعظیم کا سجدہ کرنے کو کہا ہی عبادت کا سجدہ کرنے کو نہین کہا ہی تو اُسکے حق مین افضل یہ ہی کہ سجدہ کر دے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - جامع صغیر مین ہی کہ عظیم کے سامنے زمین چومنا حرام ہی اور فاعل و راضی دونون

سخت گنہگار ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ علماء و زاہدون کے سامنے زمین چومنا فعل جہال ہی اور فاعل و راضی دونون سخت گنہگار ہین یہ غرائب مین ہی۔ اور سلطان وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہی کہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہی جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہی اسکی حدیث مین ممانعت آئی ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ کسی کے غیر کی خدمت کرنا کھڑے ہوکر ہاتھ باندھکر اور جھک کر جائز ہی اور سجدہ سوائے اللہ تعالے کے کسی کے واسطے نہین جائز ہی یہ غرائب مین ہی۔ رہا کلام ہاتھ کو بوسہ دینے مین سو اگر اسنے اپنے ہاتھ کو غیر کے واسطے جھکا دیا اور اگر غیر کا ہاتھ چوما پس اگر عالم یا سلطان عادل کے ہاتھ کو بوجہ اسکے علم و عدل کے بوسہ دیا تو مضائقہ نہین ہی ایسا ہی فتاوا اہل سمرقند مین لکھا ہی اور اگر سوائے عالم و سلطان عادل کے کسی مسلمان کا ہاتھ چوما پس اگر اس سے مسلمان تعظیم و اکرام مقصود ہو تو مضائقہ نہین ہی اور اگر اس سے عبادت مقصود ہو یا یہ غرض ہو کہ دنیاوی مال و متاع کچھ اس سے مل جائیگا تو مکروہ ہی اور شیخ صدر الشہید رحمہ اللہ تعالے نے بلا تفصیل کراہت کا فتوے دیئے تھے یہ ذخیرہ مین ہی۔ عالم و سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہی اور ان دونون کے سوائے کسی کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی رخصت نہین ہی اور یہی مختار ہی یہ خانیہ مین ہی۔ کسی عالم یا زاہد سے یہ درخواست کی کہ اپنا قدم بڑھا دے تاکہ اسکو بوسہ دے تو یہ رخصت نہین ہی اور نہ وہ شخص اس بات کو قبول کرے یہ بعض کے نزدیک ہی اور بعض کے نزدیک یہ درخواست قبول کرلے اسی طرح اگر اسنے اسکا سر یا ہاتھ چومنے کی اجازت مانگی تو بھی یہی حکم ہی یہ غرائب مین ہی اور اپنے دوست سے ملاقات کے وقت اپنا ہاتھ چومنا جیسا جہال لوگ کیا کرتے ہین یہ بالاجماع مکروہ ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی۔ رہا کلام منہ چومنے مین سو فقیہ ابوجعفر ہندوانی رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد دوسرے مرد کا جو فقیہ یا عالم یا زاہد ہو منہ چومے بغرض اعزاز دین کے تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اگر ایک مرد دوسرے مرد کا منہ یا پیشانی یا سر چومے تو مکروہ ہی یہ محیط مین ہی قال المترجم ہذا ہوالمختار اور امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مکروہ ہی کہ ایک مرد دوسرے مرد کے منہ کو یا ہاتھ کو یا کسی جگہ کو بوسہ دے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تقبیل و معانقہ ازار واحد مین روا ہی کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر معانقہ قمیص یا جبہ کے اوپر سے ہو یا منہ چومنا بطور برہونا زراہ شہوت تو سب کے نزدیک جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر تقبیل یا وداع کے وقت ایک عورت دوسری عورت کا منہ یا گال چومے تو مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک بوڑھا سفر سے آیا اور اسنے اپنی بہن کا جو بوڑھی ہی بوسہ دینا چاہا تو فرمایا کہ اگر اسکو اپنے نفس پر خوف ہو تو نہین جائز ہی ورنہ جائز ہی۔ ایسا ہی خلف رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہی یہ حاوی مین ہی۔ فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی کہ بوسہ دینا پانچ طرح کا ہوتا ہی بوسہ رحمت جیسے باپ اپنے بچہ کو بوسہ دے و بوسہ تحیت جیسے بعض مومن بعض مومن کو بوسہ دے و بوسہ شفقت جیسے بچہ اپنے باپ کو بوسہ دے و بوسہ مودت جیسے کوئی شخص اپنے بھائی کی پیشانی پر بوسہ دے و بوسہ شہوت جیسے مرد اپنی عورت یا اپنی باندی کو بوسہ دے اور بعض نے ایک بوسہ اور بڑھایا ہی یعنے بوسہ دیانت یعنے حجر اسود کو بوسہ دینا یہ تبیین مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے باپ کی جورو کو جو پانچ یا چھ برس کی ہی شہوت سے بوسہ دیا تو شیخ ابوبکر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ

(ترجمہ) کہ باپ پر حرام نہیں ہو جائیگی کیونکہ وہ شہوت نہیں ہے اور اس پسر نے اگر اُسکو شہوت تصور کر لیا تو اُسپر حرام ہو جائیگا اور اگر اُسکے باپ کی جورو اسقدر بڈھی ہو کہ حد شہوت سے خارج ہو گئی ہو اور اس پسر نے اُسکو شہوت سے بوسہ دیا تو وہ اُسکے باپ پر حرام ہو جائیگی یہ حاوی مین ہے۔ اور مصافحہ جائز ہے اور مصافحہ کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے دونون ہاتھون مین اپنے دونون ہاتھ رکھے اور درمیان مین کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہو۔ یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے۔

اُنتیسوان باب - اشیاے مشترکہ سے نفع لینے کے بیان مین - امام محمد رح نے شروط الاصل مین ذکر فرمایا کہ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک شریک غائب ہو اور دوسرے نے چاہا کہ اُسمین کسی شخص کو رکھے یا کسی کو کرایہ پر دیدے تو فرمایا کہ فیما بینہ وبین اللہ تعالے یعنے ازراہ دیانت اُسکو یہ روا نہین ہے اور حکم قضا مین اُسکو ممانعت نہ کیجائیگی پس اگر اُسنے کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کیا تو دوسرے شریک کا حصہ دیکھا جائیگا کہ اسمین سے کسقدر ہے پس اسقدر حصہ اگر شریک مذکور کو کسی طور سے دے سکتا ہو تو دیدے ورنہ صدقہ کر دے اور اُسکا حال مثل غاصب کے ہوگا کہ اگر غاصب نے غصب کرکے کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کیا تو اُسکو صدقہ کرنا پڑیگا یا مغصوب منہ کو دیدیگا اور جسقدر کرایہ خاص شریک مذکور کے حصہ مین آیا ہے وہ اُسکو حلال ہے یہ اُسوقت ہے کہ اُسنے دوسرے کو بسایا ہو اور اگر خود اُسمین رہا اور حالانکہ اُسکا شریک غائب ہے تو قیاساً فیما بینہ وبین اللہ تعالے یعنے ازراہ دیانت اُسکو یہ اختیار نہین ہے جیساکہ دوسرے کو بسانے مین ہے اور استحساناً اُسکو یہ اختیار ہے۔ اور عیون مین لکھا ہے کہ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون مین سے ایک غائب ہو تو حاضر کو گنجائش ہے کہ بقدر اپنے حصے کے سکونت کرے اور پورے دار مین سکونت نہ کرے اسی طرح اگر ایک خادم دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک غائب ہو گیا تو حاضر کو اختیار ہے کہ بقدر اپنے حصہ کے خادم سے خدمت لے اور اگر دابہ ہو یعنے سواری کا جانور ہو تو حاضر اُسپر سواری نہین لے سکتا ہے اور اجارات النوازل مین محمد بن مقاتل سے روایت ہے کہ شریک حاضر دار مین سے بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرے۔ اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ حاضر کو اختیار ہے کہ اگر بشرط عدم سکونت دار مذکور کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو پورے دار مین سکونت کرے۔ اور ابن ابی مالک رح نے امام اعظم و امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ زمین مشترک کی صورت مین حاضر کو بقدر اپنے حصہ کے زراعت کرنے کا اختیار نہین ہے اور دار کی صورت مین اختیار ہے اور نوادر ہشام مین یون مذکور ہے کہ اُسکو دونون صورتون مین یہ اختیار ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک دابہ یعنے چوپایہ دو شخصون مین مشترک ہو اُسکو ایک شریک بدون دوسرے کی اجازت کے سواری یا اسباب لادنے کے کام مین لایا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا یہ صغری مین ہے۔ اور اگر ایک دار ایک قوم مین مشترک ہو تو بعض کو اختیار ہے کہ اُسمین اپنا چوپایہ باندھے اور اُسمین وضو کرے اور اُسمین اپنی لکڑیان رکھے اور اگر اس سے کوئی شخص مر گیا تو وہ ضامن نہوگا اور اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ بدون اجازت شریکون کے اُسمین کنوان کھودے یا عمارت بنائے اور اگر بنا تی یا کنوان کھودا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور عمارت توڑ لینے کا حکم دیا جائیگا یہ فتاوے عتابیہ مین ہے۔ شیخ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے چاہا کہ ایک کوچہ غیر نافذہ کی طرف اپنی ملک مین بسبب ضرورت کے دیوار

بقیہ وقف ہے اگر اسمین کوئی شریک غائب ہو تو وہ اگر خراب کرنا چاہے تو نہ کر سکے گا ۱۲

چھوڑکر ایک دروازہ لگاوے تو فرمایا کہ قاضی اسمین یہ لحاظ کریگا کہ اگر اہل کوچہ کو کچھ ضرر نہ پہونچتا ہو اور اُسنے یہ دروازہ مضبوط لگایا ہی حتے کہ مثل دیوار کے ہوگیا تو اُسکو منع نہ کریگا یہ حاوی مین ہی - اگر ایک شخص نے عام راستہ پر نیا ظلہ بنانا چاہا یعنے چھتا بنانا چاہا اور اسمین عوام کا کچھ ضرر نہین ہی تو امام اعظم رح کا صحیح مذہب یہ ہی کہ تمام مسلمانون مین سے ہر شخص کو یہ اختیار ہی کہ منع کرے اور دور کرے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر ایک کو ممانعت کا اختیار ہی دور کرنے کا اختیار نہین ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ کسی کو دور کرنے اور گرانے کا اختیار نہین ہی اور اگر اُسنے کوچہ غیر نافذہ مین نیا چھتا ایجاد کیا تو ہمارے نزدیک اسمین ضرر و عدم ضرر کا اعتبار نہین ہی بلکہ شریکون کی اجازت معتبر ہی اور آیا عام راستہ پر چھتا نیا بنانا مباح ہی سو فقیہ ابو جعفر وطحاوی نے ذکر کیا کہ مباح ہی اور گنہگار نہوگا بشرطیکہ کسی کی خصومت کرنے سے پہلے اُسنے ایجاد کیا ہی اور اگر کسی نے خصومت کی پھر بھی اُسنے بنایا تو بنانا مباح نہین ہی اور نہ اُس سے انتفاع حاصل کرنا مباح ہی اور اگر چھوڑ رکھا تو گنہگار ہوگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ انتفاع مباح ہی بشرطیکہ اس سے عام مسلمانون کو ضرر نہ پہونچتا ہو یہ محیط مین ہی امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی دیوار پر کھڑکی لگاکر مسلمانون کی ہوا کو شاغل کردیا تو قیاس یہ ہی کہ اسکو دور کرا دیا جاوے اور استحساناً دور نہ کرائی جاوے اور اپنے حال پر چھوڑ دیجائیگی - اور نصر بن محمد مروزی تلمیذ امام اعظم رح سے مروی ہی کہ جب وہ اپنی دیوار کو جو جانب کوچہ ہوتی کھڑکی کراتے تو اسکو کھرچ کر کھڑکی لگاتے تھے تاکہ ہوا مین سے کچھ نہ لے - اور شیخ نصیر بن یحیے سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہتیر کوچہ سے خارج ہی یا شریک کی دیوار پر رکھا ہی اور اُسنے چاہا کہ اسکو اکھاڑ لے یا قطع کرے تو فرمایا کہ اگر کوچہ نافذ ہو تو اُسکو یہ اختیار ہی کہ اکھاڑ لے اور جب اُکھاڑ دیا تو پھر اُسکو اسی طرح بنانے کی اجازت نہ دیجائیگی اور شہتیر والے کو اُسکے برقرار رکھنے کا حق حاصل نہین ہی اور اگر کوچہ غیر نافذ ہو پس اگر شہتیر کی یہ صورت قدیمی ہو تو اُسکے مالک کو حق القرار حاصل ہوگا اور شریک کو اُسکے اکھاڑنے کا استحقاق نہوگا اور اگر اُسنے توڑ دیا تو اُسکو دوبارہ بنا دینے کی اجازت دیجائیگی اور اگر قدیمی نہو تو اُسکے مالک کو توڑ لینے کا استحقاق ہی اور جب اُسنے اُکھاڑ لیا تو دوبارہ بنانے کی اجازت نہ دیجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہی منتقی مین تحریر ہی کہ اگر عام راستہ پر بانکانہ یا چھتا بنانا چاہا تو مین اس سے اسکو منع کرونگا اور اگر اسنے بنالیا پھر لوگون نے تلاش دائر کی تو مین اسمین غور کرونگا پس اگر اسمین ضرر ہوگا تو حکم دونگا کہ اسکو توڑ ڈالے اور اگر اسمین ضرر نہوگا تو اپنے حال پر چھوڑ دونگا - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے پائخانہ اپنے احاطہ مکان سے خارج رکھا داخل دار نہ کیا اور اسمین ضرر کچھ نہین ہی تو چھوڑ دونگا اور اگر اُسنے دار مین داخل کیا تو اس سے منع کیا جائیگا - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کوچہ غیر نافذہ مین ایک شخص کا چھتا ہو تو اہل کوچہ کو اُسکے ڈھا دینے کا اختیار نہین ہی بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ اسکی بنیاد کیا ہوئی ہی اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُسنے کوچہ ہو جانے کے بعد بنا لیا ہی تو منہدم کیا جا سکتا ہی اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو دونون صورتون مین منہدم کیا جا سکتا ہی اور امام ابو یوسف رح فرماتے ہین کہ اگر اُسمین ضرر ہوگا تو منہدم کیا جائیگا ورنہ نہین اور حاصل یہ ہی کہ جو چھتا عام راستہ پر واقع ہو پس اگر اُسکا حال دریافت نہو تو بنا بر قول امام محمد رح کے وہ جدید قرار دیا جائیگا حتے کہ امام المسلمین کو اختیار ہوگا کہ اُسکو دور کرا دے اور جو کوچہ غیر نافذہ مین ہو اور اُسکا حال دریافت نہو تو وہ قدیمی قرار دیا جائیگا حتی کہ کوئی شخص اُسکو دور نہین کر سکتا ہی - اور شیخ الاسلام یعنے خواہر زادہ نے فرمایا کہ کوچہ

غیر نافذہ ہوں ایسے مکان کی تاویل یہ ہی کہ ایک دیوار ایک قوم کے درمیان مشترک ہو جنمیں ان لوگون نے اپنے اپنے رہنے کے گھر بنا لیے اور ایک حویلی آمد و رفت کا چھوڑ دیا تھا کہ وہ راستہ انکی ملک ہا تو یہ حکم ہی اور اگر راصل کوچہ احاطہ کیا گیا ہو مثلاً ان لوگون نے دیوار بنایا اور یہ راستہ آمد و رفت کے واسطے چھوڑ دیا تو ایسے راستہ پر چھتا واقع ہونے کا وہی حکم ہی جو راستہ پر چھتا واقع ہونے کا حکم ہی۔ اور شیخ شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ کوچہ خاص اسکو کہتے ہین کہ جسمین اتنے لوگ ہون جنکی تعداد معلوم ہو اور اگر اسمین اتنے لوگ ہون جنکی تعداد بطریق احتیاط معلوم نہین ہی تو وہ کوچہ عامہ ہی پس ایسے کوچہ مین جو پرچھتا ہوا اسکا حکم وہی ہی جو عام راستہ پر چھتا ہونے کا حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک کوچہ غیر نافذہ کے وسط مین ایک گھر ایسے اہل کوچہ مین سے کسی ایک نے چاہا کہ اپنا یا خانہ دور کرکے اسکو اس گھر سے منتقل کرے حالانکہ اس سے پڑوسیون کو ایذا پہونچتی ہی تو فرمایا کہ ان لوگون کو اختیار ہی کہ شخص مذکور کو اس سے منع کرین اور اسی طرح ہر ایسی بات سے جس سے انکو سخت ایذا پہونچتی ہو منع کر سکتے ہین یہ حاوی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک کوچہ نافذہ مین پڑوسیون کی رضامندی سے پاخانہ بنایا تھا پھر خود اسکی عمارت تباہ ہونے لگی تھی کہ پڑوسیون نے اسکو مرمت کی حالانکہ اسمین انکا کوئی کھلا ضرر نہین ہی [illegible] یہ منع کر سکتے ہین یہ فتاوی ابو اللیث مین ہی۔ فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ ایک شخص نے کوچہ غیر نافذہ مین [illegible] اپنا چوپایہ باندھنے سے منع نہین کر سکتا ہی اسواسطے کہ جب کوچہ غیر نافذہ ہی۔ تو [illegible] ایک دیوار دو گھرون مین مشترک ہی کہ ہر ایک کو اسکے نصف مین سکونت رکھنے کا اختیار ہی مگر پھر [illegible] یا کوئی اور کھڑکی نکالنے کا اختیار نہین ہی اور مربط بنانا عمارت بنانے مین سے ہی اور دروازہ پر چوپایہ باندھنا قبیل سکونت ہی اور ہمارے ملک مین یہ رسم ہی کہ اپنے گھرون کے دروازون پر جانور چوپایہ باندھتے ہین۔ اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو بشرط سلامت ہر ایک کو اپنے دروازہ پر اپنا چوپایہ باندھنے کا اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا بیت الخلا ایک کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہی اور بیت مذکور کا جناح بھی ہی منہدم ہو گیا تو اسکو اختیار ہی کہ جیسا تھا ویسا ہی بنا لے اور پڑوسی اسکو منع نہین کر سکتے ہین بشرطیکہ قدیم ہو اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو ایسا کرنے سے منع کر سکتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر چہ قدیم و جدید کا فرق فقط کوچہ غیر نافذہ مین ہی ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے اپنا بیت منہدم کر دیا اور بنایا نہین یہانتک کہ اس سے ضرر ہوتا ہی پس اگر شخص مذکور کو وسعت ہو یعنے بنانے پر قادر ہو تو پڑوسیون کو اسپر جبر کرنے کا اختیار ہی اور مختار یہ ہی کہ پڑوسیون کو اسپر جبر کرنے کا اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک پڑوسی کا پرنالہ ایک جگہ گرتا تھا دوسرے ایک جماعت کے ساتھ شرکت مین زیادت کیا گیا پھر ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ ممتاز کرکے علیحدہ کر لیا ہر ایک نے اپنا پرنالہ اسی جگہ پر گرایا جہان مشترک کا پرنالہ گرتا تھا پس اس منہدم پر سے پرنالے گرنے لگے پس آیا پڑوسیون کو اس سے منع کرنے کا اختیار ہی تو ہمارے زمانہ کے بعضے مفتیون نے یہ فتوی دیا تھا کہ اسکو مرمت کا اختیار نہین جیسا کہ اگر بانی نے اسمین

لوگون کی جماعت کو بسایا یا جیسے ایک شخص سے ایک جماعت نے ایک دار خرید کر اُسمین سکونت اختیار کی اور ان سب لوگون کے استعمال کا پانی اُسکے پرنالے سے بہا تو بڑوسی منع نہین کر سکتے ہین باسواسطے کہ بہت سے پرنالہ ہو جانے سے سواے اسکے کہ پانی کی کثرت ہو اور کچھ ضرر نہین ہوا اور پانی کی کثرت سے ممانعت نہین ہو سکتی ہو یا جیسے اگر کوچہ غیر نافذہ مین اپنا دار ایک جماعت کے ہاتھ فروخت کیا تو اہل کوچہ اُسکو منع نہین کر سکتے ہین اگرچہ اہل کوچہ کو یہ ضرر لازم آتا ہو ذکر راستہ مشترکہ مین گذرنے والون کی کثرت ہو گئی - پھر یہ فتوے اہ جواب ہمارے شیخ نجم الائمہ حلیمی کے پاس آیا پس اُنھون نے توقف فرمایا اور اپنے شاگردون وہم عصرون سے چند روز تک بحث کی پھر اُنکی یہ راے قرار پائی کہ بڑوسی اُسکو منع کر سکتے ہین بخلاف مثالون مذکورہ کے کہ اُنمین ضرر لازمی ودائمی نہین ہو اور صورت مذکورہ مین اسکے برخلاف ہو اور شداد رح سے مروی ہو کہ ایک شخص نے عام نہر پر مسلمانون کے نفع کے واسطے درخت جمانا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہو یہ قنیہ مین ہو - ایک شخص نے ایک کوچہ غیر نافذہ مین اپنے فناے دار مین ایک درخت جمایا اور اس کوچہ مین سواے اسکے اور بھی درخت ہین پھر اہل کوچہ مین سے ایک نے یہ چاہا کہ اس کو اُکھاڑ دے اور دوسرے درختون سے تعرض نہ کیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہو اسی طرح اگر جناح جو جادہ راستہ مین دار سے باہر نکلا ہوا ہو اُسکے توڑنے کا قصد کیا تو بھی یہی حکم ہو لیکن اگر مرد محتسب ہو کہ ان سب چیزون سے تعرض کرے تو حکم ایسا نہین ہو یہ ذخیرہ مین ہو - فقیہ ابو نصر رح نے فرمایا کہ اگر عام نہر کے کنارے ایک درخت جمایا جو آنے جانے والون کے حق مین کچھ مضر نہین ہو تو اُسکو مباح ہو اور مسلمانون مین سے ہر شخص کو یہ اختیار ہو کہ اُس سے مواخذہ کرے کہ اسکو دور کر دے اور اگر اُسنے وقف کر دیا تو وقف ہو جائیگا اور ہمارے اصحاب کے مذہب کے موافق اُسکو یہ اختیار نہین ہو - اور محمد بن سلمہ رح سے منقول ہو کہ اُنھون نے اپنے دروازہ پر دو کان اور اپنے چوپایہ کا مربط بنایا پس شیخ ابو نصر سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس بارہ مین کیا فرماتے ہین تو فرمایا کہ مین اسکو بواہ صواب سے دور نہین جانتا ہون کذا فی المحیط اور فتاوے قاضی خان مین ایسی صورت مین یہ حکم لکھا ہو کہ بنانے والے کو ایسا اختیار نہین ہو (یعنی جائز نہین ہو) اگھنے اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دروازہ کے نہر کے کنارے درخت جمائے اور (یعنی جائز ہو) اُن درخت و اُسکے درمیان درمیان جادہ راستہ ہو پس یہ مکروہ ہو فرمایا کہ اگر یہ درخت نہر کو یا اہل نہر کو ضرر نہ پہونچاتے ہون تو مجھے امید ہو کہ لگانے والے کو لگانے مین گنجائش ہو اور جو شخص اُسکی موت کے بعد وارث ہووہ ان درختون کے حق مین بجاے میت کے قرار دیا جائیگا یہ (یعنی جائز ہو) حاوی مین ہو - نوازل مین ہو کہ ایک شخص نے نہر عام کے کنارے درخت لگایا پھر ایک شخص جو اس نہر مین شریک نہین ہو آیا اور اُسنے درخت لگانے والے سے اس درخت کے اُکھاڑ لینے کا مواخذہ کیا پس اگر درخت مذکور اکثر لوگون کو ضرر دیتا ہو تو اُسکو مواخذہ کا اختیار ہو مگر اولے یہ ہو کہ یہ بات حاکم کے سامنے دائر کرے تاکہ حاکم اُسکو اُکھاڑ لینے کا حکم دے یہ ذخیرہ مین ہو - فتاوے ابو اللیث مین ہو کہ اگر خاک یا کیچڑ مسلمانون کے عام راستہ سے اُٹھائی تو کیچڑ کے دنون مین جائز ہو بلکہ اولی ہو اور جب کیچڑ کے دن نہون اور یہ خاک و مٹی مثل زمین کے نہو لینے ضرر دیتی ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر زمین کے مثل ہو اور اُٹھانے والے کو اُسکے کھودنے کی ضرورت پڑے پس اگر راہ چلنے والون کو مضرت پہونچے تو اُسکو یہ روا نہین ہو یہ محیط مین ہو - بیچ راستہ سے کیچڑ یا نہر عام کے کنارے سے مٹی لے لینا نہین جائز ہو کیونکہ وہ عام

لوگون کا حق ہی لیکن والی کی اجازت سے روا ہی اور نوازل مین ہی کہ اگر اسمین راستہ خراب نہوتا ہو تو اُٹھا لینے مین مضائقہ نہین ہی اور والی کی اجازت کا ذکر نہین کیا کذا فی القنیہ - اور شیخ ابوبکر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک زقیقہ غیر نافذہ مین مٹی سانی تو فرمایا کہ اگر راستہ مین اتنا چھوڑ دیا کہ لوگون کی آمد و رفت ہو سکے اور جلدی اُسکو اُٹھالیتا ہی اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہی تو اُسکو منع نکیا جائیگا اور شیخ محمد بن سلمہ زقیقہ غیر نافذہ مین مثل مربطہ دوکان وغیرہ بنانے کے واسطے مٹی سانا جائز رکھتے تھے یہ حاوی مین ہی - شیخ ابوالقاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ شہر پناہ کی دیوار کی مٹی کا حکم کیا ہی فرمایا کہ اُسکا اُٹھا لیجانا جائز نہین ہی - پھر پوچھا گیا کہ اگر دیوار مین سے کوئی ٹکڑا ٹوٹ پڑا جسکی کچھ احتیاج نہین ہی فرمایا کہ اُسکا اُٹھا لیجانا مضائقہ نہین رکھتا ہی یہ غرائب مین ہی - ایک سبیل کی حوض ہی اُس سے ایک شخص نے پانی کی مشک بھری تو اُسکو یہ بچا ہیے کہ حوض مذکور کے کنارے رکھے اور اگر ایسا کیا اور حوض کے کنارے مین نقصان پہونچا تو وہ شخص ضامن ہوگا کذا فی الذخیرہ

تیسوان باب - متفرقات کے بیان مین - ایک شخص کی جورو فاسق یعنے بدکار ہی کہ جھڑکنے سے باز نہین آتی ہی تو اُسکا طلاق دیدینا واجب نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - نوازل مین ہی کہ اگر مرد نے اپنی عورت کے منہ مین اپنا آلۂ تناسل داخل کر دیا تو بعض نے فرمایا ہی کہ مکروہ ہی اور بعض نے اسکے برخلاف کہا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک عورت اپنے خاوند کی باندی یا غیر کی باندی کو مارتی ہی اور سمجھانے سے نہین مانتی ہی تو اُس مرد کو عورت مذکور کے مارنے کا اختیار ہی یہ قنیہ مین ہی - اور شیخ رحمہ اللہ سے یہ بھی دریافت کیا گیا کہ آیا شافعیہ مذہب کی عورت کو یہ اختیار ہی کہ حیض سے گیارھوین دن اپنے شوہر کو جو حنفی مذہب ہی اپنی آپ سے دعلی کرنے دے تو فرمایا کہ فتوی دینے والا اپنے مذہب کے موافق فتوی دیگا جو شخص فتوی مانگتا ہی اُسکے مذہب کے موافق نہ دیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک باندی مرض الموت مین بیمار ہوئی تو اُسکا آزاد کر دینا اولی ہی تاکہ آزاد مرے یہ قنیہ مین ہی - ایک عورت بدون اپنے شوہر کی اجازت کے کسی بچہ کو دودھ پلاتی ہی تو اُسکے حق مین یہ بات مکروہ ہی لیکن اگر اس دودھ پیتے بچے کے مر جانے کا خوف کرتی ہو تو ایسا کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے حرام چیز مثل شراب وغیرہ کے دوسرے شخص کے واسطے چھوڑی پس اگر ایسے شخص کے واسطے رکھ چھوڑی ہی جو اُسکے حرام ہونے کا معتقد ہی مثلاً مسلمان کے واسطے شراب رکھ چھوڑی تو مکروہ نہین ہی اور اگر ایسے شخص کے واسطے رکھے جو اباحت کا معتقد ہی مثلاً کافر کے واسطے شراب رکھ چھوڑی تو مکروہ ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر سرکہ بنانے کے واسطے اپنے گھر مین شراب رکھ چھوڑی تو جائز ہی گنہگار نہوگا - اور اگر طبلہ طنبور وغیرہ ان معازف و ملاہی کی چیزون مین سے کوئی رکھی تو مکروہ ہی گنہگار ہوگا اگرچہ اُنکو استعمال نہ کرتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - ترکون و امرا وغیرہ مین سے چند لوگ ایک مجلس فسق و فساد مین مجتمع ہوے اور شیخ الاسلام نے اُنکو فعل منکر سے منع کیا مگر وہ لوگ باز نہ آئے پھر محتسب اور سید امام اجل کے دروازے سے چند لوگ اسواسطے گئے کہ اُنکو متفرق کر کے اُنکی شراب بہادین اور فقہاء کی ایک جماعت کو ساتھ لے گئے پھر کچھ شراب پاکر بہادی اور بعض مشکون مین سرکہ کرنے کے واسطے نمک ڈالا پھر شیخ کو اسکی خبر دیگئی تو فرمایا کہ کچھ شراب نہ چھوڑو سب بہادو اور خم توڑ ڈالو

اور باقی شراب بھی بہادو اگرچہ انہیں نے لگی الگیا ہو اور فرمایا کہ عیون المسائل میں مذکور ہو کہ اگر کسی نے محتسبانہ مسلمانوں کی شراب بہادی اور انکے خم شراب توڑ ڈالے اور مشکیزہ جسمیں شراب تھی پھاڑ ڈالے تو یہ ضمان نہیں ہو اسی طرح اگر ذمیوں نے شراب کو مسلمانوں میں خلا ہر کیا اور کسی نے بطور امر بالمعروف سکے ذمیوں کی شراب بہادی و شراب کے خم توڑ ڈالے و مشکیزہ پھاڑ ڈالے تو اسپر ضمان نہیں ہو یہ تاتارخانیہ میں قنیہ سے منقول ہو۔ اور بوڑھے جاہل کو چاہیئے کہ نوجوان عالم کے آگے چلنے و بیٹھنے و کلام میں پیش قدمی کرے یہ سراجیہ میں ہو۔ اور نوجوان عالم کو چاہیئے غیر عالم سے اور عالم شخص غیر عالم قریشی سے پیش قدم ہوگا اور زندویسی نے فرمایا کہ عالم کا حق جاہل پر اور اُستاد کا شاگرد پر دونوں برابر یکساں ہیں یعنے جاہل کو چاہیئے کہ عالم کے سامنے گفتگو میں پیش قدمی کرے اور مجلس میں اُسکی جگہ پر نہ بیٹھے اگرچہ وہ اس وقت غائب ہو اور اُسکی بات کو رد نکرے اور چلنے میں اُسکے آگے نہ ہو اور شوہر کا حق جورو پر اس سے بھی بڑھکر ہو اور عورت اپنے خاوند کے ہر مباح فعل میں جسکے کرنے کا خاوند اُسکو حکم کرے تابع داری کرے اور اپنی ذات پر شوہر کے منافع مقدم کرے یہ وجیز کردری میں ہو۔ نجم الائمہ حلوانی سے منقول ہو کہ ایک شخص نے دار وقف میں جسکو اجارہ پر لیا ہو تا بخانہ بنایا اور اُسمیں روشندان رکھا اور پڑوسی مقابل کہتا ہو کہ جب ہم لوگ اپنی چھت پر یا پائخانہ یا دروازہ میں ہوتے ہیں تو اسکے شاگرد لوگ ہمکو جھانکتے ہیں پس یہ روشندان بند کرادے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہو۔ اور ایک شخص نے اپنی زمین میں جوار بوئی اور اُسکے اکھاڑنے میں پڑوس والے کھلا ضرر اُٹھاتے ہیں تو اُنکو اس سے ممانعت کرنے کا اختیار نہیں ہو یہ قنیہ میں ہو۔ مشاعب جو راہ میں بنی ہوتی ہیں اُنکی نسبت کسی کو خصومت کرنے کا اور اُنکے دور کرنے کا اختیار نہیں ہو اور اسی پر فتوے ہو یہ ملتقط میں ہو۔ بعض شہر کی مٹی اُٹھا لیجانا کسی کو روا نہیں ہو کیونکہ وہ حصن ہو اور اُس سے عام کا حق متعلق ہو ہاں اگر دیوار شہر کی گرے اور اُسکی کچھ حاجت نہو تو اُٹھا لیجانا جائز ہو یہ وجیز کردری میں ہو۔ تجنیس ملتقط میں ہو کہ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی چھت اور اُسکے پڑوسی کی چھت برابر ہو اور چھت پر چڑھنے میں پڑوسی کے گھر میں نظر پڑتی ہو تو پڑوسی کو اختیار ہو کہ جب تک وہ اپنی چھت پر پردہ نہ بناوے تب تک اُسکو چھت پر چڑھنے سے منع کرے اور اگر نظر پڑوسی کے گھر میں نہ پڑتی ہو لیکن اگر پڑوسی لوگ چھت پر ہوں تو اُنپر نظر پڑتی ہو تو پڑوسی اُسکو چھت پر چڑھنے سے منع نہیں کر سکتا ہو اور امام ناصر الدین نے فرمایا کہ یہ ایک طرح کا استحسان ہو اور قیاس یہ حکم ہو کہ وہ اس فعل سے منع کیا جاویگا یہ ذخیرہ میں ہو۔ قنیہ میں ہو کہ میں نے شیخ ابو حامد رحمہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے کھیت کی زمین اونچی ہو پس اُسکو روا ہو کہ نہر کو کھول کر ایک روز یا آدھا روز پانی بہا کر اپنی زمین سیراب کرے اگرچہ نیچے والے لوگ راضی نہوں یعنے نہر کے بہاو پر اس شخص کی زمین سے جو لوگ نیچے کی طرف ہیں وہ راضی نہوں تو فرمایا کہ ہاں اور ایسہی شیخ حمید الدین بری نے تصریح فرمائی ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو ایک شخص راستہ میں جاتا تھا راہ میں پانی تھا پس اُسکو راہ نہ ملی سوائے ایک شخص غیر کی زمین میں کہ اُسمیں ہو کر راہ تھی تو اُس زمین میں ہو کر چلے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہو اور فتاوای اہل سمرقند میں غیر کی زمین میں ہو کر گذر جانے کے مسئلہ میں تفصیل مذکور ہو یعنے اگر زمین غیر میں چہار دیواری یا کوئی اور چیز حائل ہو تو اُس زمین سے ہو کر نہ گذرے اور اگر چہار دیواری نہو تو اُسمیں ہو کر گذرنے میں مضائقہ نہیں ہو اور حاصل یہ ہو کہ اس باب میں لوگوں کی عادت کا اعتبار ہو یہ محیط میں ہو۔ اور نوازل میں مذکور ہو کہ اگر کسی شخص نے غیر کی زمین میں ہو کر گذرنا چاہا

پس اگر سوائے اسکے دوسری راہ نکلتی ہو تو غیر کی زمین مین ہوکر نہ گذرے اور اگر نہ نکلتی ہو تو غیر کی زمین مین ہو کر گذر سکتا ہو جب تک کہ مالک اُسکو منع نہ کرے اور جب منع کرے تو نہین گذر سکتا ہو اور یہ حکم اکیلے آدمی کے حق مین ہو اور اگر ایک جماعت ہو تو یہ لوگ بدون اُس شخص غیر یعنے مالک زمین کی رضامندی کے اُسکی زمین سے ہرگز نہین گذر سکتے ہین یہ ذخیرہ مین ہو۔ فتاوے مین ہو کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ جو راستہ نیا بنا لیا گیا ہو اُسمین چلنا کیسا ہو تو فرمایا کہ اگر صاحب ملک نے اسکو نکالا ہو تو اُسمین چلنا جائز ہو جب تک یہ ظاہر نہو کہ یہ غصب ہوا۔ شیخ ابوبکر نے فرمایا کہ شاذان بن ابراہیم بازار قطانین مین گذرتے تھے اور کوچہ اصفہانیہ کے سرے پر اپنا چہرہ باندھتے تھے اور ایسا ہی شیخ نصیر رح کرتے تھے اور شیخ ابوبکر نے فرمایا کہ اکثر میری راہ یہی ہو اور مین اسکی آمد و رفت مین مضائقہ نہین جانتا ہون اور فقیہ نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ اس کوچہ کے لوگ جنازہ دوسرے راستہ سے لیجاتے اور اس بازار مین آمد و رفت مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ جور ہو لیکن ان علماء کے قول کو لینا بہ نسبت ان عوام کے قول کے اولی ہو پس اس سے گذرنا اور وہان سے جنازہ نکالنا کچھ مضائقہ نہین رکھتا ہو یہ حاوی مین ہو۔ ایک شخص کی نہر کا مجری دوسرے شخص کے دار مین ہو اور صاحب نہر بیچ نہر مین سے یا نہر کی کاریز مین ہو کر نہین جا سکتا تو اور اُسکو منظور ہو کہ نہر مذکور کی اصلاح کرے حالانکہ مالک دار اُسکو اپنے دار مین داخل ہونے سے منع کرتا ہو تو مالک دار سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو اجازت دیدے کہ وہ اپنی نہر درست کرلے یا اسکے مال سے تو خود درست کردے اور فقیہ ابواللیث رح نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین اور دیوار کی صورت مین بھی یہی حکم ہو اور اُسکی صورت یون ہو کہ ایک شخص کی دیوار کا رخ دوسرے شخص کے دار کی طرف ہو اور اُسنے دیوار پر کھڑکی لگانی چاہی مگر مالک دار نے اپنے دار مین آنے سے اُسکو روکا حالانکہ سوائے دار مین ہوکر کسی اور طور سے وہ اپنی دیوار مین کھڑکی نہین لگا سکتا ہو تو شیخ بلخی رح نے فرمایا کہ مالک دار اُسکو اپنی دیوار مین کھڑکی لگانے سے منع نہین کر سکتا ہو ہان یہ اختیار ہو کہ اُسکو اپنے دار مین داخل ہونے سے منع کرے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر دیوار مذکور گر پڑی اور مالک دیوار نے اپنی دیوار کی جگہ منتقل کر لینی چاہی اور بدون دار مین داخل ہونے کے کسی طور سے نہین اُٹھا سکتا ہو تو فرمایا کہ مالک دار کو اختیار ہو کہ اپنے دار مین داخل نہونے دے پھر دریافت کیا گیا کہ آیا وہ شخص اپنا مال اُسکے دار مین چھوڑے تو فرمایا کہ مالک دار اُسکو اپنا مال لینے سے منع نہین کر سکتا ہو اپنے دار مین آنے دینے سے ممانعت کر سکتا ہو اور اسکے معنی یہ ہین کہ مالک دار سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو اپنے دار مین آنے کی اجازت دیدے یا خود اُسکی مٹی باہر نکال دے یہ ذخیرہ مین ہو۔ واقعات ناطفی مین لکھا ہو کہ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین ہو کوئی ہو اور مالک نہر نے چاہا کہ زمین مین ہوکر اپنے نہر تک جاکر اُسکی اصلاح کرے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہو ہان اپنی نہر کے اندر اندر ہوکر جا سکتا ہو اور اگر نہر تنگ ہو کہ اُسمین چلنا ممکن نہو تو بھی غیر کی زمین مین ہوکر نہین جا سکتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم بنا بر قول امام اعظم رح کے ہو کہ اُنکے نزدیک نہر کے واسطے حریم کچھ نہین ہوتا ہو اور موافق قول صاحبین رح کے نہر کے واسطے حریم ہوتا ہو پس صاحب نہر اپنے نہر کے حریم پر چل سکتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم سب کے قول کے موافق ہو اور تاویل مسئلہ یہ ہو کہ مالک نہر نے اپنے نہر کا حریم مالک مین کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو پھر ایسا واقع ہوا یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص کسی غیر کی زمین مین بدون اُسکی اجازت کے گذرا پس اگر اسکے چلنے سے زمین مذکور مین ضرر ہوا ہو مثلاً مزروعہ ہو یا رطبہ ہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ اُس سے استحلال کرے

یعنے معاف کرالے ورنہ نہیں لیکن اگر مالک زمین نے اُسکو گذرتے دیکھ لیا ہو تو استحلال واجب ہوگا کیونکہ اُسنے اُسکو اس فعل سے ایذا دی ہی اور اگر کسی کو غیر کی زمین مین آمد و رفت کا حق حاصل ہو پھر حجت یعنی گواہون کے ساتھ قاضی سے ثابت کرانے سے پہلے گھوڑے یا گدھے سمیت گذرا تو اُسکو ایسا اختیار نہین ہی کذا فی القنیہ۔ ایک شخص نے پیلہ ابریشم سے ریشم کالنے کے واسطے منوال کھڑی کی تو پڑوسیون کو منع کرنے کا اختیار ہی بشرطیکہ اُن لوگون کو دخان دیگ کے بدبو سے ضرر پہونچتا ہو۔ اور نجم الائمہ بخاری سے مروی ہی کہ اگر کسی شخص نے اپنے والدین کے گھر مین اُنکی رضامندی سے عنابیات بنے کا کارخانہ کھڑا کیا تو چار ملا صق کو ممانعت کا اختیار نہین ہی اور اگر اپنے واسطے طاحونہ بنایا تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر کرایہ پر چلانے کے واسطے بنایا تو پڑوسی منع کرسکتے ہین اور جو شبانہ روز عشاء کے طلوع فجر تک سونے کا کام گھٹ گھٹ کو ٹکر کرتا رہتا ہو اُسکو پڑوسی منع کرسکتے ہین بشرطیکہ انکو اس کام سے ضرر پہونچتا ہو کذا فی القنیہ۔ ایک شخص نے ایک بستان بنایا اور اپنے پڑوسی کی دیوار کے نیچے درخت جمائے تو شیخ ابوالقاسم رح نے فرمایا ہی کہ اسکے واسطے کوئی تقدیر نہین ہی کہ کتنی دور ہٹا کر لگائے مگر یہ واجب ہی کہ پڑوسی کی دیوار سے اتنی دور ہٹا کر جماوے کہ اُسکی دیوار کو مضرت نہ پہونچے کذا فی فتاوی قاضی خان ایک شخص کا مجمدہ ہی یعنے جسمین برف رہتی ہی پھر اُسکے پڑوسی نے چاہا کہ اُسکے پہلو مین الاؤ آگ کا بناوے تو اس سے منع نہ کیا جائیگا مگر اوسے یہ ہو کہ ایسا نہ کرے یہ سراجیہ مین ہی۔ شیخ ابوالقاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دار مین اصطبل بنایا حالانکہ پہلے وہ مسکن تھا اور اس سے اُسکے پڑوسی کو ضرر پہونچتا ہی پس اگرچہ پاؤن کا نُھن پڑوسی کے دیوار کی طرف ہو تو وہ منع نہین کرسکتا ہی اور اگرچہ پاؤن کی پچھاڑی اُسکی دیوار کی طرف ہو تو اُسکو ممانعت کا اختیار ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک نانوائی نے بزازون کے بیچ مین اپنی دوکان جمائی تو اس سے منع کردیا جائیگا اسی طرح جو ضرر عام ہو اُسکا یہی حکم ہی اور ایسا ہی شیخ ابوالقاسم رح نے فتوی دیا ہی یہ ملتقط مین ہی۔ اور جو شخص شوربا پکا کر یا جلیبی بنا کر فروخت کرتا ہی اُسکو ممانعت نہ کیجائیگی کیونکہ اُسمین خوشبو ہی ہر شخص کے واسطے اُسمین ضرر نہین ہی بلکہ بعض کو اُسمین لذت ملتی ہی لیکن اگر اُسکی دکان کا دھوان ہمیشہ رہتا ہو تو ممانعت ہوسکتی ہی یہ قنیہ مین ہی۔ شیخ محمد بن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کا پانی چُورا کر اپنی زمین یا باغ انگور کو دیا تو فرمایا کہ جو پیداوار ہو وہ اُسکے واسطے حلال ہوگی بمنزلہ اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے کے جَو یا بھوسا غصب کرکے اپنے جانور کو کھلائے اور اُسکو موٹا کیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ جو غصب کیا ہی اُسکی قیمت دے اور جانور مین جسقدر موٹائی آئی ہی وہ حلال ہی اور واضح ہو کہ قیمت کا ذکر سہو سے واقع ہوا اور صحیح یون ہی کہ جو غصب کیا ہی اُسکے مثل دینا واجب ہوگا اور فقیہ ابواللیث رح نے فرمایا کہ بعضے زاہدون کا قصہ منقول ہی کہ بغیر وقت نوبت یعنی باری کے خلاف وقت مین پانی اُسکے باغ انگور مین چلا آیا تو اُسنے حکم کیا کہ سیرے انگور کے درخت کاٹ ڈالے جاوین مگر ہم انگور کو قطع کرنے کا حکم نہین دیتے ہین لیکن اگر انگور کے پھل جو پیدا ہون وہ صدقہ کردئے تو اچھا ہی مگر اُسپر صدقہ کرنا باعتبار حکم کے واجب نہین ہی محیط مین ہی اور فقیہ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین بدون اُسکی اجازت کے زراعت کی اور مالک زمین کو معلوم نہوا یہانتک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی پھر مالک زمین کو معلوم ہوا اور وہ رضامند ہوگیا پس آیا کہ زارع کو پیداوار حلال ہی فرمایا کہ ہان پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ مین راضی نہین ہون پھر کہا کہ مین راضی ہوا اس

آرہا مشتہا رکو پیدا وار حلال ہو فرمایا کہ ہان اس صورت مین بھی حلال ہو اور فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ یہ حکم بدلیل استحسان ہو اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر کسی شخص نے زمین جور کو اُسکے متصرفین سے مزارعت پر لیا تو شیخ ابو القاسم رحمۃ فرمایا کہ کاشتکارون کا حصہ اُن لوگون کو حلال ہو اگر اُنھون نے زمین مذکور مزارعت پر لی ہو یا اجارہ پر لی ہو اور اگر جور مین درختان انگور یا اور قسم کے درخت ہون پس اگر اُن درختون کا مالک معلوم ہو تو کاشتکارون کو حلال نہین ہو اور اگر نہ معلوم ہو تو حلال ہو کیونکہ ایسی زمین کی تدبیر کا اختیار جسکا مالک معلوم نہو سلطان کو ہو اور ایسی زمین بمنزلہ زمین موات کے ہو گی پس سلطان پر لازم ہو گا کہ نصف پیداوار مساکین کو صدقہ دیدے اور اگر ایسا نہ کریگا تو گنہگار رہو گا اور کاشتکارون کو اپنا اپنا حصہ حلال ہو گا اور یہ شخص اُنکی رضامندی سے اُسمین سے کچھ کھائیگا اسکو بھی کھانا حلال ہو اگرچہ ایک نوع کے شبہ سے خالی نہین ہو مگر مشائخ نے فرمایا ہو کہ اس زمانہ مین غالبًا جو ہاتھ آتا ہو اسمین شبہہ ہوتا ہو پس مسلمان پر یہی واجب ہو کہ جسکو حرام معائنہ کرے فقط اُس سے دور بھاگے۔ ایک عورت کا شوہر زمین جور مین ہو اُسکے پاس مال ہو جو سلطان کی طرف سے حاصل کرتا ہو اور وہ عورت کہتی ہو کہ مین زمین جور مین تیرے ساتھ نہین رہونگی تو فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ اگر عورت مذکور نے اپنے شوہر کا کھانا کھایا اور یہ کھانا بعینہ مال غصب نہین ہو تو عورت مذکور کو اس کھانے کی گنجائش ہو اسی طرح اگر شوہر مذکور نے اُس عورت کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے جسکی اصل حلال نہین ہو خریدکیا تو عورت مذکور کو اس جامہ و نان کے استعمال کی شرعًا گنجائش ہو اور گناہ شوہر پر ہو گا۔ واضح ہو کہ ارض جور اُس زمین کو کہتے ہین کہ جسکا مالک اس بات پر قادر نہو کہ اُسمین زراعت کرکے خراج ادا کرے پس وہ شخص امام المسلمین یعنے خلیفہ وقت کو دیدیتا ہو تاکہ اُسکی منفعت بجاے خراج کے مسلمانون کے واسطے ہو اور اصل زمین اُسکے مالک کی ملک رہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ ایک جماعت پر ناحق کی جبایت باندھی گئی یعنی کچھ مال بطور ٹکس وغیرہ کے ناحق مقرر کیا گیا پس اگر انمین سے کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنے اوپر سے اس جبایت کو دور کرسکتا ہو تو بقدر اپنے حصہ کے اپنے اوپر سے دور کرے بشرطیکہ ایسا نہو کہ اسکا حصہ باقیون پر ڈالا جاوے ورنہ اولی یہ ہو کہ وہ اپنے اوپر سے بھی دور نہ کرے۔ ایک شخص نے دوسرے کی ذات پر کوئی ظلم ہوتا تھا اُسکو دفع کردیا پس اُس مظلوم نے اس مدد کرنے والے کو بیس دینار دیے پھر مدد کرنے والے نے اُسکے ہاتھ ایک درم اور ان بیس دینار کے فروخت کیا تاکہ یہ دینار اسکو حلال ہو جاوین تو حلال نہین ہو اور مجد الائمہ ترجمانی نے فرمایا کہ یہ موافق قول امام محمد رح کے ہو اور شیخین کے قول کے موافق اسمین مضائقہ نہین ہو لیکن اگر بائع نے بطور تلجیہ بیع کی ہو تو بیع نہوگی یہ قنیہ مین ہو۔ ایک شخص کے پاس مال و عیال ہین اور لوگ راہ کی حفاظت کرنے اور قافلہ کی پیش روی کرنے مین اُسکے محتاج ہین پس اگر اُس سے ممکن ہو کہ راہ کی حفاظت کرے اور اُسکے عیال ضائع نہون تو حفاظت کرنا افضل ہو اور اگر دونون باتون کا سرانجام اُس سے نہو سکے تو عیال کی پرداخت کرنا افضل ہو اور اگر اُسنے راہ کی حفاظت کا سرانجام کیا پھر اُسکو کچھ ہدیہ دیا گیا پس اگر اُسنے نہ لیا تو افضل ہو اور اگر لے لیا تو لینا حرام نہین ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو۔ اسمٰعیل متکلم نے کہا کہ اگر موذی کو اُس شخص نے جسکو موذی نے ایذا دی ہو بارہا سلام کیا اور موذی کے سلام کا جواب بھی دیتا رہا اور موذی کے ساتھ احسان کرتا رہا یہان تک کہ موذی کا غالب گمان یہ ہوا کہ اسکے دل سے وہ بات ایذا کی جاتی رہی ہو اور میری طرف سے کشادہ دل ہو گیا ہو تو موذی

معذور نہوگا اور اُسپر واجب ہو کہ اُس سے معاف کرادے اور اسمعیل متکلم نے کہا کہ موذی نے ایک شخص کو ایذا دی اور فی الحال اُس سے معاف نہ کرایا اسوجہ سے کہ وہ کہتا ہو کہ یہ شخص مجھسے ابھی غصہ مین ہو مجھے معاف نہ کریگا تو معاف کرانے مین دیر کرنے مین معذور نہوگا یہ قنیہ مین ہو۔ ایک شخص نے امیرون وغیرہ کے چرواہے کو روٹی دی تاکہ میری بکریان اُسکے حظیرہ یا زمین مین رات کو رکھا کرے جیسی کہ عادت جاری ہو تو یہ جائز نہین ہو اسی طرح اگر دوسری بکریان خود چرواہے کی ملک ہون تو بھی یہی حکم ہو اسواسطے کہ یہ رشوت ہو اسی طرح اگر اُسنے روٹی دینے مین یہ شرط صریح نہ لگائی کہ رات مین میری بکریان وہان رکھا کرے تو بھی جائز نہین ہو کیونکہ یہ امر رواج کی راہ سے مشروط ہو پس دینے والے کو اختیار ہو کہ جو اُسنے دیا ہو وہ واپس کرلے اور اسمین حیلہ یہ ہو کہ بکریون کو اُسکے مالک سے عاریت لے لے پھر بکریون کا مالک چرواہے کو حکم دے کہ ان بکریون کو رات مین مستعیر کے پاس رکھے پھر جسقدر دیتا ہو وہ اُسکو بطور احسان کے دیوے نہ بطور اجرت کے اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگرچہ دانا بدون کہے ہوئے فقط اُسکے حکم سے بکریان رات کو وہان نہ رکھے تو بھی دینا رشوت ہوگا یہ قنیہ مین ہو۔ فیلولہ کرکے راحت حاصل کرنا مستحب ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ فیلولہ کیا کرو کہ شیطان فیلولہ نہین کرتا ہو یہ غیاثیہ مین ہو۔ اور فیلولہ مین انجلین مستحب ہو یعنی میان راس الشعیر ومیان راس الظہر۔ اور مستحب ہو کہ آدمی پہلے جنب لیٹے پھر ایک ساعت دائین کروٹ پر قبلہ رخ لیٹے پھر بائین کروٹ پر سووے کذا فی السراجیہ اور طلوع افتاب کے بعد سونا اور مغرب وعشاء کے درمیان سونا مکروہ ہو اور مین نے بعض مقام پر لکھا دیکھا ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک عشاء کی نماز کے بعد سونے سے کوئی سونا پسندیدہ تر نہ تھا۔ اور چاہیے کہ ایسے بچھونے پر سووے جو نہ زیادہ نرم ہو اور نہ زیادہ کڑا ہو درمیانی ہو اور اپنے گال کے نیچے اپنی داہنی ہتھیلی رکھے اور یاد کرے کہ عنقریب مین اسی طرح قبر مین تنہا لیٹونگا کہ میرے ساتھ سوائے میرے اعمال کے کچھ نہوگا۔ اور کہا گیا ہو کہ دائین کروٹ پر لیٹنا مومن کی لٹائی ہو اور بائین کروٹ پر لیٹنا بادشاہون کی لٹائی ہو اور پیٹ آسمان کی طرف کرکے لیٹنا انبیاء علیہم السلام کی لٹائی اور اوندھا منہ کے بل لیٹنا کافرون کی لٹائی ہو اور اگر کسی کا پیٹ خوب بھرا ہوا ہو اُسکو پیٹ مین درد ہو جانے کا خوف ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہو کہ اپنے پیٹ کے نیچے تکیہ رکھ لے اور اُسپر سووے۔ اور سوتے وقت تہلیل وتحمید وتسبیح کے ساتھ اللہ تعالے کی یاد کرتا رہے یہان تک کہ اُسکو نیند آجاوے اسواسطے کہ سونیوالا اُسی حال پر اُٹھایا جائیگا جسپر سویا تھا یعنے برا برا اُسکو ثواب ملتا رہیگا اور میت قیامت کے روز اُسی حال پر اُٹھایا جائیگا جسپر مرا تھا۔ پھر صبح سے پہلے اپنی خوابگاہ سے اُٹھ کھڑا ہو کہ زمین اللہ تعالے سے شکایت کرتی ہو یعنے ایک تو جو شخص زنا کرکے زمین پر غسل کرتا ہو اور ایک جو خون ناحق زمین پر بہاتا ہو اور ایک جو صبح کے بعد سوتا ہو اسکی اللہ تعالے سے شکایت کرتی ہو اور جب خواب سے جاگے تو اللہ تعالے کا ذکر کرتا ہوا اور عزم مصمم کیے ہوے کہ جسکو اللہ تعالے نے حرام کیا ہو اُس سے بچونگا اور یہ نیت کیے ہوے کہ بندگان خدای تعالے مین سے کسی پر ظلم نہ کرونگا اس حالت سے جاگے یہ غرائب مین ہو۔ فتاوے آہو مین لکھا ہو کہ قاضی برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پہاڑ سے بیل چکی کا پتھر کاٹا مگر سب

نہین کٹا تھا کچھ رہگیا تھا کہ چھوڑ کر چلا آیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے باقیماندہ پتھر کاٹ لیا تو فرمایا کہ وہ پتھر وہ سرے کا ہوگا اسوجہ سے کہ پہلے شخص نے اُسکو اپنے احراز مین نہین کر لیا تھا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اناج کی ایک ڈھیری ہو اُسکے کسی جانب کچھ نجاست پہونچی اور بطور معین نہین معلوم کہ کہان پہونچی ہے پھر اُسنے اسمین سے ایک قفیز یا دو قفیز جدا کر کے اُسکو دھوڈالا یا بیچ دیا کر کے اپنی ملک سے نکال دیا تو باقی ڈھیری کی طہارت کا حکم دیا جائیگا اور اُسکا کھانا حلال ہوگا اور ہمارے اصحاب سے اس مسئلہ مین کوئی روایت نہین ہے اور ہمارے مشائخ نے اسکو ایک مسئلہ سے جو سیر کبیر مین مذکور ہے استخراج کیا ہے وہ مسئلہ اس صورت سے مذکور ہے کہ دارالحرب مین مسلمانون نے کافرون کے قلعہ کا محاصرہ کیا اس قلعہ مین مسلمانون کا کوئی ذمی داخل ہوا پھر مسلمانون نے وہ قلعہ فتح کر لیا اور قلعہ کے مرد گرفتار کیے اور یہ بات یقیناً جانتے ہین کہ ذمی انھین لوگون مین گرفتار ہے مگر مسلمانون کو نہین پہچانتے ہین کہ یہ نہین یہ ذمی ہے مگر گرفتارون مین سے ہر شخص یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ ذمی مین ہون تو مسلمانون کو اُنکا قتل کرنا حلال نہین ہے اور اگر ذمی کے قلعہ مین داخل ہونے کے بعد اہل قلعہ مین سے کوئی شخص قتل کیا گیا ہو یا مر گیا ہو یا باہر نکل گیا ہو تو مسلمانون کو اُنکا قتل کرنا حلال ہوگا اسواسطے کہ جب ایک قتل کیا گیا یا مر گیا یا قلعہ سے نکل گیا تو یہ یقین نہ رہا کہ انمین وہ شخص ضرور ہے جسکا قتل کرنا حرام ہے کیونکہ جائز ہے کہ جسکا قتل حرام تھا وہی قتل ہو گیا ہو یا مر گیا یا قلعہ سے نکل گیا ہو یہ محیط مین ہے۔ اگر دیا کی بلعلائی ہوئی پرہی تیل مین مل گئی تو اس سے چراغ روشن کرنا یا دباغت مین خرچ کرنا جائز ہے بشرطیکہ تیل زیادہ ہو یہ سراج مین ہے۔ اگر کوئی دستاویز کسی نابالغ کے سامنے پڑھی گئی یعنے اُسکو پڑھ کر سنائی گئی حالانکہ وہ نہین سمجھتا ہے کہ اسمین کیا مضمون ہے پھر وہ بالغ ہوا تو اُسکو روا نہین ہے کہ جو کچھ اُسمین ہے اُسکی گواہی دے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر بالغ کو دستاویز پڑھ کر سنائی جاے اور وہ اُسکے مضمون کو نہ سمجھتا ہو تو بالغ کو یہ روا نہین ہے کہ جو کچھ اُسمین ہے اُسکی گواہی دے۔ فقیہ رح نے فرمایا کہ عشاء کے بعد سمر یعنے افسانہ کی باتین کرنے کو بعضے مشائخ نے مکروہ کہا ہے اور بعض نے اجازت دی ہے اور فقیہ نے فرمایا کہ تمر تین طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ علمی مذاکرہ ہو تو یہ سو سے افضل ہے دوم یہ کہ اگلے لوگون کے جھوٹے قصے اور دروغ باتین اور مسخرہ پن کی باتین اور مضحکہ ہو تو یہ مکروہ ہے اور سوم یہ کہ معاشرت کی باتین ہون مگر جھوٹ سے اجتناب ہو اور باطل باتین نہون تو اسمین مضائقہ نہین ہے مگر اسکا ترک افضل ہے اور اگر ایسا کرین تو چاہیے کہ آخر کار اللہ تعالی کے ذکر و تسبیح و استغفار کی طرف رجوع کرین کہ اس ذکر کا خاتمہ بخیر ہو اور جو باتین شہرون وغیرہ مین نئی پیدا ہوتی ہین اُنکی خبر و دریافت کرنے مین مختار یہ ہے کہ خبر و دریافت کرنے اور خبر دینے مین کچھ مضائقہ نہین ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے کہ عالم اپنے جی سے اسطرح باتین کرے کہ مین عالم ہون تاکہ اُسکا علم ظاہر ہو اور اُس سے لوگ مستفید ہون مگر ضرور چاہیے کہ یہ باتین اللہ تعالی کی نعمت کا بیان ہو یعنی یون باتین کرے کہ اللہ تعالی نے اپنے فضل سے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی ہے کذا فی الغرائب فقیہ نے فرمایا کہ علم کے اقسام مین اور سب اللہ تعالی کے نزدیک اچھے ہین مگر فقہ کے مانند نہین پس آدمی کو چاہیے کہ اُسکے نزدیک فقہ کا سیکھنا سب سے زیادہ لائق اہتمام ہو اور جب وہ فقہ مین سے اچھا حصہ حاصل کر لاوے تو اُسکو چاہیے کہ اسی پر قناعت نکرے بلکہ علم زہد و کلام حکمت حکماء و شمائل صالحین کو دیکھے اور آدمی پر علم کا طلب کرنا اسقدر فرض ہے کہ اُسکو شرائع و امور معاش جو ضروری ہین معلوم ہو جاوین جیسے وضو و نماز وغیرہ باقی شرائع و امور معاش اور اسکے سوا سے فرض نہین ہے پس اگر اُسنے علم

بھی حاصل کیا تو افضل ہی اور اگر ترک کیا تو اُسپر گناہ نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور نوازل مین ابو عاصم رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ احادیث کی طلب وجستجو کرنا مفلسون کا پیشہ ہی اور مراد یہ ہی کہ جب اُسنے حدیث کو طلب کیا اور حدیث سے فقہ حاصل نہ کی کذا فی التاتارخانیہ اقول قصر وکسر ولا آنذ بہ فافہم۔ اور علم نجوم سے اسقدر حاصل کرنا جس سے قبلہ واوقات نماز پہچانے مضائقہ نہین ہی اور اس سے زیادہ حرام ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ علم کلام سیکھنا واُسمین نظر کرنا ومناظرہ کرنا سوائے قدر وحاجت کے مکروہ ہی اور بعض نے کہا کہ اس مسئلہ مین جواب اسطرح ہی کہ کثرت سے مناظرہ کرنا اور مجادلہ مین مبالغہ کرنا مکروہ ہی کیونکہ ایسا کرنا اشاعت بدع وفتن وتشویش عقائد کی جانب مودی ہوتا ہی اور یہ ضرور ممنوع ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور مسئلہ کلامیہ کو اگر ٹھیک طور پر نہ جانتا ہو تو اُسمین مناظرہ نہ کرے اور امام محمد مسئلہ کلامیہ مین مناظرہ کرتے تھے یہ ملتقط مین ہی۔ اور شیخ امام ابو الیسر صدر الاسلام فرماتے ہین کہ مین اُن کتابون کو جنکو متقدمین نے علم توحید مین تصنیف کیا ہی ملاحظہ کیا پس بعض کو مین نے فلاسفہ مثل اسحاق کندی واستقراری وغیرہما کی تصنیف سے دیکھا یہ سب دین مستقیم سے خارج وطریقہ قویم سے برگشتہ ہین ان کتابون کو دیکھنا جائز نہین ہی اور انکا رکھنا جائز نہین ہی کیونکہ یہ کتابین شرک وگمراہی سے بھری ہوئی ہین اور فرمایا کہ مین نے اس فن مین بہت سے معتزلہ مثل عبد الجبار رازی وجبائی وکعبی ونظام وغیرہ کی تصانیف پائی ہین سو ان کتابون کا دیکھنا اور انکا رکھنا بھی جائز نہین ہی تاکہ شکوک نہ پیدا ہون اور عقائد مین ضعف وسستی نہ آجاوے اسی طرح فرقہ مجسمہ مثل محمد بن ہیثم وغیرہ نے بھی اس فن مین کتابین تصنیف کی ہین ان کتابون کا دیکھنا اور رکھنا بھی حلال نہین ہی کہ یہ لوگ بدعتیون مین سے زیادہ بدتر ہین۔ اور ابو الحسن اشعری نے مذہب معتزلہ کی تصحیح کے واسطے بہت سی کتابین تصنیف کین پھر جب اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے فضل سے اُنکو ہدایت عطا کی تو اُسنے ایک کتاب تصنیف کی جس سے اُسکو توڑا جو معتزلہ کے مذہب کی تصحیح مین تصنیف کیا تھا لیکن ہمارے اصحاب اہل سنت وجماعت نے ابو الحسن اشعری کے بعضے مسائل مین غلطی ثابت کی ہی جسمین ابو الحسن اشعری نے خطا کی ہی سو جو شخص ان مسائل پر واقف ہو اور اُسکی خطا کو پہچانے تو اُسکو اسکی کتابون مین نظر کرنے مین مضائقہ نہین ہی اور عامہ اصحاب شافعی نے اُسی کو اختیار کیا ہی جسپر ابو الحسن اشعری جا ہی حالانکہ اُن مسائل کی تعداد جنمین ابو الحسن اشعری نے خطا کی ہی طویل ہی اسی طرح اُن کتابون کے رکھنے مین جنکو ابو محمد عبد اللہ بن سعید القطان نے تصنیف کیا ہی مضائقہ نہین ہی اور یہ شیخ ابو الحسن اشعری سے مقدم ہی اور اسکے اقوال اہل سنت وجماعت کے اقوال سے موافق ہین سوائے چند مسئلون کے جنکی تعداد دس تک نہین پہونچتی ہی پس اسقدر مسئلون مین اُسنے البتہ اہل سنت سے اختلاف کیا ہی لیکن ان کتابون مین نظر کرنا اسی شرط سے حلال ہی کہ جس جس مسئلہ مین مصنف نے خطا کی ہی اُسپر وقوف ہو یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور علوم مذمومہ مین سے علوم فلاسفہ ہین چنانچہ جو شخص علم مین متبحر نہو اور جو براہین اپنیر حجت ہین یعنے جس دلائل سے وہ مغلوب ہوتے ہین وہ سب نہ جانتا ہو اور جس قسم کے وہ لوگ اعتراض کرتے ہین اُنکے شبہات کے دفع کرنے اور اُنکے اشکالات کے جواب سے واقف نہو اُسکو اُنکی کتابون مین نظر کرنا جائز نہین ہی۔ علوم تین طرح کے ہوتے ہین ایک علم نافع اُسکی تحصیل واجب ہی اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت وسوائے اللہ تعالیٰ کے اور چیزون کی پیدائش کا علم ہی اور اسکے بعد علم بحلال وحرام وامر ونہی یا وہ احکام جسکے ساتھ

انبیا علیہم السلام بھیجے گئے ہین - اور ایک علم جس سے اجتناب واجب ہی اور وہ سحر و علم فلاسفہ و طلسمات ہی اور علم نجوم سوائے قدر حاجت کے کہ جس سے اوقات نماز و طالع خیر و نحو بقبلہ و راہ کی شناسائی ہو - اور ایک وہ علم جسمین کوئی ایسا نفع نہین ہی جسکو جانتے دار الآخرت مین لیجاوے اور وہ علم جدل از مناظرات ہی پس ایسے علم کی طرف مشغول ہونا ایک ایسی چیز کے واسطے عمر برباد کرنا ہی جسکا آخرت مین کچھ نفع نہین ہی اور اس علم مین تو اسکی واسطے مشغول ہوتے ہین کہ اپنے خصوم کو مغلوب کرین یہ غرض نہین ہوتی ہی کہ حق ظاہر کرین اور مسائل مین جو فرق ہی اُسپر وقوف ہو اور احکام سے شافی حاصل کرین پس اگر اسکو چھوڑ کر کسی دوسرے علم مین جو اسکے حق مین دینا یا آخرت مین مفید ہو مشغول ہووے اور اسکو حاصل کرے تو اولی ہی کذا فی جواہر الفتاوی - اگر کوئی شخص نے علم نماز وغیرہ سیکھا مگر ایک کی نیت یہ ہی کہ سیکھ کر دوسرون کو تعلیم کرے اور دوسرے کی نیت یہ ہی کہ سیکھکر خود عمل کرے تو اول افضل ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - توبہ و حیلہ مناظرہ مین کیا حلال ہی پس اگر اس شخص سے کوئی شاگرد رشید یعنے نیک راہ وغیرہ بالنصاف بالمناظرہ مسئلہ حاصل کرنا چاہے تو اسکے ساتھ توبہ و حیلہ حلال نہین ہی اور اگر کوئی ایسا شخص گفتگو کرتا ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ اسکو زیر کرے و براہ نخوت گفتگو کرتا ہی تو اسکے ساتھ حلال ہی کہ جس حیلہ سے اپنے نفس کو بچا سکے عمل مین لاوے اسواسطے کہ تعنت کو دفع کرنا جس طرح سے ممکن ہو مشروع ہی یہ محیط مین ہی - جامع الجوامع مین ہی کہ عاصی کو بدین غرض تعلیم دینا کہ عصیان سے پرہیز کرے جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - عربی زبان باقی تمام زبانون سے افضل ہی اور یہی اہل جنت کی زبان ہوگی پس جو شخص سیکھے یا دوسرے کو سکھاوے اُسکو ثواب ہی یہ سراجیہ مین ہی - فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ علم ایسے ہی شخص سے حاصل کرے جو امین ہو یعنے اتقی ہو یہ غرائب مین ہی - علم اور فقہ کا حاصل کرنا اگر نیت خیر ہو تو اوسے تمام نیک کاموں سے افضل ہی اسی طرح صحت نیت کے ساتھ علم کا پڑھانا بھی یہی حکم رکھتا ہی کیونکہ یہ اہم ہی لیکن شرط اسکے ساتھ یہ ہی کہ آدمی پر جو باتین فرض ہین انمین کسی طرح کا نقصان نہ آنے پاوے اور صحت نیت سے یہ مراد ہی کہ علم کو اللہ تعالے کے واسطے آخرت کی نیت سے تحصیل کرے دنیا و جاہ کا طلب کرنا مقصود نہو اور اگر اُسنے جہالت سے نکل جانا اور خلق کو نفع پہونچانا اور احیاے علم کی نیت کی تو بھی کہا گیا ہی کہ اسکی نیت صحیح ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اور جو شخص تصحیح نیت پر قادر نہو اسکو ترک کرنے کی بہ نسبت علم سیکھنا افضل ہی یہ غرائب مین ہی - اور متعلم یعنی طالب علم کو چاہیے کہ اپنے علم مین بخیل نہو اگر اُس سے کوئی شخص کتاب عاریت مانگے یا کسی مسئلہ کی فہم مین مدد لے یا اسکے مثل تو اسمین بخل نکرنا چاہیے کیونکہ وہ علم حاصل کرنے سے خلق کی منفعت چاہتا ہی پس فی الحال منفعت کو روکنا نہ چاہیے اور امام عبد اللہ بن المبارک نے فرمایا کہ جو شخص اپنے علم مین بخل کرے وہ تین مین سے ایک بات مین مبتلا ہوگا یا مر جائیگا پس اُسکا علم جائیگا یا سلطان کے مواخذہ مین مبتلا ہوگا یا جو علم جانتا ہی وہ بھلا دیا جائیگا - اور طالب علم کو چاہیے کہ علم کی توقیر کرے اور یہ نہ چاہیے کہ کتاب کو خاک پر رکھے اور جب پخانہ سے نکلے اور کتاب کو چھونا چاہے تو مستحب ہی کہ وضو کرے یا دونون ہاتھ دھو ڈالے پھر کتاب کو لے - اور طالب علم کو چاہیے کہ تھوڑی معیشت پر راضی ہو اور عورتون سے ایک گوشہ مین رہے مگر یہ نہ کرے کہ کھانے پینے و سونے سے اپنے نفس کی حفاظت ترک کرے - اور طالب علم کو چاہیے کہ لوگون سے معاشرت و مخالطت کم رکھے

اور لایعنی باتون مین مشغول نہو اور طالب علم کو چاہیے کہ ہمیشہ درس رکھے اور اپنے ساتھیون سے یا تنہا خود مسائل کا ذکر کیا کرے - اور طالب علم کو چاہیے کہ اگر اُس سے اور کسی شخص سے منازعت و خصومت واقع ہو تو اُس سے نرمی کا برتاؤ کرے اور انصاف سے چلے تاکہ اُسکے و جاہل کے درمیان فرق ہو اور آدمی کو چاہیے کہ اپنے اُستاد کے حقوق و آداب کا لحاظ رکھے کسی مال کی اسکے ساتھ شرکت نکرے اور اگر اُس سے سہو ہو جاوے تو سہو مین اُسکی اقتدا نکرے یہ غرائب مین ہی - اور علم کا حق اپنے والدین اور باقی تمام لوگون کے حق پر مقدم رکھے اور اگر اپنے اُستاذ کو کہا کہ یا مولانا تو مضائقہ نہین ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اپنے مولانا کے سامنے کھڑا ہو یعنے اُستاد کے سامنے اسی طرح اگر اپنے سے افضل کو یہ لفظ کہا تو مضائقہ نہین ہی اور جسنے اُسکو بھلائی کی تعلیم کی اگرچہ ایک حرف ہو اُسکے ساتھ تواضع سے پیش آوے - اور یہ چاہیے کہ اُسکو خوار سمجھے اور چاہیے کہ اُس سے بڑھکر کسی دوسرے کو برگزیدہ کرے اور اگر ایسا کیا تو کرنے والے نے گویا اسلام کی منھیون مین سے ایک ہتھی توڑ ڈالی اور استاد کی تعظیم مین سے ایک یہ ہی کہ اُسکا دروازہ نہ بجاوے بلکہ اُسکے برآمد ہونے کا منتظر رہے - اور جسکو تعلیم دے وہ ایسا شخص ہو نا چاہیے جو اہلیت علم رکھتا ہو اور جو اہلیت رکھتا ہو اُس سے علم کو پوشیدہ نہ کرے اور اگر اُسنے علم ایسے کو سکھلایا جو اسکا اہل نہین ہی تو اُسنے ضائع کیا اور اگر ایسے شخص سے جو علم کی اہلیت رکھتا ہی علم کو دریغ رکھا تو ظلم و جور کیا اور ابن مقاتل سے مروی ہی کہ علم مین نظر کرنا پانچ ہزار درجہ افضل ہی اللہ احد پڑھنے سے افضل ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے تھوڑا قرآن پڑھا پھر چھوٹ گیا پھر اُسکو فراغ حاصل ہوا تو پورا قرآن ختم کرے اور پورے قرآن پڑھنے سے فقہ پڑھنا افضل ہی ذخیرہ سے قاضی خان مین ہی - اگر ایک شخص سے ممکن ہو کہ رات مین نماز پڑھے یا دن مین علم دیکھے تو اگر وہ شخص فقیہ ہو تو اسکا علم پر نظر کرنا افضل ہی اور زیادہ حاصل کرے کیونکہ علم مین نظر کرنا نماز سے افضل ہی اور تمام قرآن کا پڑھنا نفل نماز سے افضل ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر علم چاہے کہ مجھے ثواب حاصل ہو اور میرا عمل انبیا علیہم السلام کے عمل کی طرح ہو تو اُسکو چاہیے کہ پانچ باتون کو یاد رکھے اول آنکہ اجرت نہ ٹھیراوے اور نہ تقاضا کرے بلکہ جو شخص اُسکو دیدے اُس سے لے لے اور جو ندے اُسکو چھوڑ دے اور اگر حروف تہجی یعنے الف بے وغیرہ او بچون کی حفاظت کرنے پر اجرت شرط کرلی تو جائز ہی دوم یہ کہ ہمیشہ باوضو رہے سوم یہ کہ پوری کوشش تعلیم مین صرف کرے اور اس کام مین متوجہ رہے چہارم آنکہ لڑکے جب جھگڑا کرین تو اُنمین عدل سے کارروائی کرے اور ایک کا دوسرے سے انصاف دلاوے اور یہ نہ کرے کہ امیرون کے لڑکون کی طرف میل کرے اور فقیرون کے لڑکون کی طرف توجہ نہ کرے پنجم یہ کہ دُکھ دینے والی مار نہ مارے اور حد سے تجاوز نہ کرے کیونکہ اُس سے قیامت کے روز مواخذہ لیا جائیگا - ایک گانون کے لوگون نے ربیع جمع کرکے امام مسجد کے واسطے زراعت کردی تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ جو کچھ پیداوار حاصل ہو وہ امام کو دینے سے پہلے بیج کے مالکون کی ہوگی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی فقیہون کے واسطے بیت المال مین سے کچھ حصہ نہین ہی لیکن اگر کسی فقیہ نے اپنے تئین سب کام سے فارغ کرکے اسی کام مین لگا دیا ہو کہ لوگون کو فقہ و قرآن سکھلاوے تو اُسکو ملیگا یہ حاوی مین ہی - کتاب القاضی مین ہی کہ قاضی کو مال یتیم مین تبرع کرنے کا اختیار نہین ہی الا خاصۃ قرض دینے مین بہ ین وجہ کہ یتیم کا مال قرض

اُسکے ضرر دین پر بیحفاظت رہیگا - اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ بعضے لوگون نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی اجازت دی ہی اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہی الا اُس صورت مین کہ عذر ہو اور ہم بھی یہی کہتے ہین یہ محیط مین ہی اور اپنی نعلین پھاڑکر پانی مین پھینک دینا مکروہ ہی اسواسطے کہ یہ بے فائدہ مال کا ضائع کرنا ہی یہ سراجیہ مین ہی - شیخ ابو نصر رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص موت کی تمنا کرتا ہی آیا مکروہ ہی فرمایا کہ اگر روزی کی تنگی یا دشمن کی طرف سے رنج پہونچنے یا مال جاتے رہنے کے خوف سے یا اسکے مثل کسی وجہ سے ایسا کرتا ہی تو مکروہ ہی اور اگر اسوجہ سے تمنا کرتا ہی کہ اہل زمانہ کی حالتین بدل گئین ہین پس اُسکو بھی خوف ہی کہ مین گناہ مین مبتلا نہو جاؤن تو مضائقہ نہین ہی یہ حاوی مین ہی - ایک شخص ایک کوٹھری مین تھا اُسمین زلزلہ آیا تو میدان کی طرف اُسکا بھاگ جانا مکروہ نہین ہی بلکہ مستحب ہی بدین وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جھکی ہوئی دیوار کی طرف گذرے پس آپ نے چلنے مین جلدی فرمائی پس آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ قضاء اللہ سے بھاگتے ہین فرمایا کہ قضاء اللہ سے قضاء اللہ کی طرف جاتا ہون اور حضرت عبد الرحمن بن عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی زمین مین وبا پھیلے تو تم اُسمین داخل نہو اور اگر ایسی زمین مین وبا پھیلے جسمین تم موجود ہو تو اُسمین سے نہ نکلو - اور شیخ طحاوی رح نے مشکل الآثار مین اس حدیث کو روایت کرکے کہا کہ اسکی تاویل یہ ہی کہ وہ شخص اپنے حال کو دیکھے اگر اُسکی حالت یہ ہو کہ اگر مین اس زمین مین جسمین وبا ہی گیا اور مبتلا ہو گیا تو میرے دل مین بیٹھ جائیگا کہ مین اسمین آنے کی وجہ سے مبتلا ہوا ہون اور اگر وہان موجود ہی اور جانتا ہی کہ اگر مین نکلا اور بچ گیا تو میرے دل مین یہ آویگا کہ مین اپنے نکل جانے کی وجہ سے بچ گیا ہون تو ایسے شخص کو داخل ہونا اور نکلنا نچاہیے تاکہ اُسکا اعتقاد ایمانی محفوظ رہے اور اگر ایسا شخص ہو کہ جانتا ہی کہ ہر بات اللہ تعالی کی تقدیر سے ہوتی ہی اور سوائے اُس بات کے جو اللہ تعالی نے میری تقدیر مین لکھی ہی مجھے کچھ آفت نہ پہونچیگی تو داخل ہونے یا باہر نکلنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور فقیہ نے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ لوگون سے مدارات رکھے اور چاہیے کہ نرمی سے بات کرے اور چاہیے کہ ہر نیک و بد و سنی و مبتدع سے کشادہ پیشانی خندہ روئی سے ملے مگر اسکے ساتھ یہ ضرور ہی کہ کچھ مداہنت نہ کرے اور نہ ایسی کوئی بات کہے کہ جس سے وہ سمجھے کہ میرے مذہب سے یہ شخص راضی ہی یہ سراجیہ مین ہی - اور آدمی نے جس مکان کو کرایہ پر دیکر مستاجر کے سپرد کیا ہی اُسکو اختیار ہی کہ اُسکی حالت دیکھنے کے واسطے اور جہان قابل مرمت ہو اُسکی مرمت کرنے کی غرض سے امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک باجازت مستاجر و بلا اجازت مستاجر داخل ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک بدون اجازت مستاجر کے داخل نہین ہو سکتا ہی کذا فی التاتارخانیہ **قال المترجم** ہمارے زمانہ مین امام اعظم رح کے قول پر فتوی ہونا چاہیے واللہ اعلم - اگر کوئی شخص دوسرے کی کوئی چیز لیکر بھاگا اور اپنے گھر مین گھس گیا تو اُس شخص کے حق مین مضائقہ نہین ہی کہ اُسکا پیچھا کرے اور اُسکے گھر مین گھسکر اُس سے چھین لاوے یہ محیط مین ہی - ایک شخص کے ہزار درم دوسرے شخص کے گھر مین جا پڑے اور اُسکو خوف ہو کہ اگر مالک مکان کو آگاہ کرتا ہون تو مجھے منع کریگا اور مجھے میرا مال نہ دیگا پس آیا بدون اُسکی اجازت کے اُسکے گھر مین چلا جاوے تو شیخ بن مقاتل،

نے فرمایا کہ اُسکو چاہیے کہ یہ بیز گار لوگون کو اس سے آگاہ کردے اور اگر وہان کوئی اہل صلاح نہو پس اگر یہ ممکن ہو کہ اُسکے گھر مین بدون کسی کے آگاہ کرنے کے داخل ہوکر اپنا مال لے لے تو ایسا کرے اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ مالک مکان کی طرف سے اُسکو خوف ہو اور اگر خوف نہو تو بدون اُسکی اجازت کے داخل ہونا حلال نہین ہی بلکہ مالک مکان کو آگاہ کرے تاکہ وہ اسکو داخل ہونے کی اجازت دے یا اسکا مال اسکو نکال لاوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ یتیمہ مین ہی کہ شیخ ابو الفضل کرمانی سے دریافت کیا گیا کہ جولاہے جو آٹا منڈی مین استعمال کرتے ہین اور دھوبی جو نشاستہ کلف مین استعمال کرتے ہین آیا اسمین یہ لوگ معذور ہونگے فرمایا کہ کچھ فضیلت نہین ہی اور یہی مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ مین اسکو نہین پسند کرتا ہون اور اس سے پرہیز کرنا میرے نزدیک پسندیدہ ہی اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ جو روٹی اہداب المنفعہ مین نکالی جاتی اور دباکر استعمال کیجاتی ہی پس آیا جائز ہی فرمایا کہ ہان جائز ہی اور یہی مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ فعل مکروہ ہی اور مین نے شیخ ابو حامد سے دریافت کیا کہ اگر ابابیل نے کوٹھری مین گھونسلا بنایا اور اُسکی بیٹ کپڑے وبورہ وغیرہ پر گرتی ہی پس آیا اگر صاحب مکان نے اُسکو دور کردیا اور اُسکا گھونسلا جسمین بچھوے جھوٹے بچے ہین نکال کر زمین پر پھینکدیا تو معذور ہوگا تو فرمایا کہ نہین بلکہ صبر کرے اور فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاستحسان مین ذکر فرمایا کہ وہ شخص بازرسے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک قوم کے مکان کے فناء مین ایک کنوان کھودا تو ابن رستم نے روایت کی ہی کہ اُسکو حکم دیا جائیگا کہ پاٹ کے برابر کردے اور نقصان کا ضامن نہوگا اور اگر کسی نے مسجد کی دیوار گرادی تو یہی اُسکو حکم دیا جائیگا کہ درست کردے اور نقصان کا ضامن نہوگا۔ اور اگر کسی شخص کے مکان کی دیوار جو اسکی ملک ہی گرادی یا اُسکے مکان مین کنوان کھودا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ دیوار بنادے یا کنوان پاٹ کر برابر کردے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور وطی کرنے کے وقت کلام کرنا مکروہ ہی اور بعد طلوع فجر کے نماز تک سوائے نیک بات کے کچھ کلام نہ کرے اور بعض نے فرمایا کہ نماز سے بعد طلوع آفتاب تک بھی یہی حکم ہی اور سونے کے وقت ہنسنا مکروہ ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اور مین نے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ بہت لوگ ماہ صفر مین سفر نہین کرتے ہین اور نہ اس مہینہ مین کوئی کام مثل نکاح و دخول وغیرہ کے شروع کرتے ہین اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہی کہ جو شخص مجھکو صفر کا مہینہ نکل جانے کی خوشخبری سنادے مین اُسکو جنتی ہونے کی خوشخبری دون پس آیا یہ حدیث صحیح ہی اور اس مہینہ مین کچھ نحوست اور کام شروع کرنے سے ممانعت ہی اور اسی طرح جب چاند برج عقرب مین ہوتا ہی تب بھی سفر نہین کرتے ہین اسی طرح جب چاند برج اسد مین ہوتا ہی تب کپڑا قطع نہین کرتے ہین اور نہ سیتے ہین پس آیا بات یون ہی جیسا ان لوگون نے زعم کیا ہی تو فرمایا کہ صفر کے حق مین جیسا یہ لوگ کہتے ہین وہ بات ہی جو زمانہ اسلام سے پہلے حالت جاہلیت و کفر مین عرب لوگ اس مہینہ کے حق مین کہتے تھے اور برج عقرب و برج اسد مین چاند ہونے کی صورت مین جو بات یہ لوگ کہتے ہین یہ نجومیون کی باتین ہین کہ وہ لوگ اپنی باتین رواج دینے کے واسطے افترا کرتے و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہین یہ محض جھوٹ ہی کذا فی جواہر الفتاوی۔ قال المترجم

شیخ رحمہ اللہ نے صحیح جواب فرمایا ان باتون مین سے کسی بات کی اصل نہین ہی اور جو بات بلفظ حدیث ذکر کی کہ جو شخص مجھکو صفر کا مہینہ نکل جانے کی آہ یہ حدیث محض موضوع ہی اسکی کچھ اصل نہین ہی نص علیہ النقاد من اہل الحدیث فافہم - اگر کسی نے اچھا خواب دیکھا تو اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرے کہ یہ نعمت ہی پھر چاہے کسی ثقہ آدمی سے بیان کرے یا بیان نکرے یہ دو خیر کردی مین ہی - اور یہ مکروہ ہی کہ کوئی شخص کہے کہ ہم لوگون پر ستارہ ثریا سے بارش ہوئی **قال المترجم** کانت جبلۃ العرب تقول مطرنا بنوء کذا کما فی حدیث مسلم فلا من اللہ تعالی بالاسلام انکروا ذلک المقالۃ ولکن اذا صدر عن المسلم قیل کرہ لما انہ یشبہ بمن حسن الظن بالمسلم والا فہو کفر یا یون کہے کہ طلع السہیل فہو اللیل یعنے سہیل ستارہ نکلا سو رات مین سردی ہونے لگی اسواسطے کہ سہیل کچھ سردی و گرمی نہین لاتا ہی اور حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ یون نہ کہے اللہ تعالے نے میرا فلان عمل برگزیدہ کیا اور شیخ بخمی رح سے مروی ہی کہ کوئی یہ نہ کہے کہ قراۃ فلان یا سنت ابوبکر کیونکہ سنت فقط اللہ تعالے و اُسکے رسول کی ہی اور حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اسلمت فی کذا یعنے مین نے اس بارہ مین اسلام کیا بلکہ یون کہے کہ اسلفت فی کذا کیونکہ اسلام اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی **قال المترجم** قولہ اسلمت فی کذا یعنے مثلاً مین نے سو درم کے عوض دس من گیہون کی بیع سلم کی مگر لفظ اسلام کی شرکت کی وجہ سے اسکو منع کردیا و اسلفت فی کذا اسی معنی مین ہی و التفصیل قد اسلفنا فتذکر - اور چاند دیکھنے کے وقت چاند کی تعظیم کے واسطے اُسکی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہی ہان اگر اپنے ساتھی کو دکھلانے کے واسطے اُسکی طرف اشارہ کرے تو مضائقہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - فتاوے مین ہی کہ شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ مین نے حسن بن ابی مطیع سے دریافت کیا کہ نہر مغصوب سے وضو کرنا یا پانی پینا کیسا ہی فرمایا کہ اگر وہ نہر دہین ہو جہان تھی تو مضائقہ نہین ہی اور اگر اُسکو اپنی جگہ سے تحویل کردیا ہو تو مین مکروہ جانتا ہون کہ اُس سے کوئی شخص نفع اٹھاوے اور شیخ ابوبکر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پن چکی نصب کی اور اُسکا پانی غیر شخص کی زمین مین بدون اُسکی رضامندی کے بہایا تو فرمایا کہ حلال نہین ہی اور جو شخص اُسکے غصب سے واقف ہو اُسکو حلال نہین ہی کہ یہ طاحونہ خریدے اور نہ یہ حلال ہی کہ اُسکو اجرت پر لے اور نہ یہ حلال ہی کہ دہان کچھ اناج لیجاوے کہ باجرت پساوے یا بطور عاریت پیسے یہ حاوی مین ہی - اور اگر کسی شخص نے اپنی گواہی لکھی اور لوگون نے جنکی دستاویز ہی اوسے شہادت کی درخواست کی اور دستاویز مین سوائے اسکے جماعت کو اوسکا امان نہین ہی یا اسکی گواہی جلد قبول ہونے والی ہی تو اسکو اوسے شہادت کا ترک کرنا روا نہین ہی اور اگر دستاویز مین اسکے سوائے ایک جماعت ہو کہ وہ لوگ گواہی ادا کرتے ہین تو اسکو اوسے شہادت سے انکار کرنے کی گنجایش ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص کے قبضہ مین ایک آزاد ہی پھر دوسرے شخص نے جو مقبوض کے آزاد ہونے کو نہین جانتا ہی اسکے ساتھ یون قرارداد کی کہ تو مجھے اسکو ہبہ کردے اور مین بھی اسکا ثمن تجھے ہبہ کردون پس قابض نے قبول کرکے ایسا ہی کیا اور اُس شخص نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر آزاد مذکور اسکے قبضہ مین مرگیا تو قابض اول پر ثمن واپس کرونا واجب ہوگا اور از راہ دیانت وہ معذور نہوگا کہ مشتری مذکور کو ثمن واپس نہ دے یہ غرائب مین ہی - تتمہ مین ہی کہ شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ سرہنگان سلطانی مین سے

قال المترجم یمکن ان یکون نصب الطاعۃ رشوۃ ایضا فی ارض الغیر فیرضاہ ولکن احتیاجہا الکلام علی التبار ومعہود الحمل علی خلاف مقتضی

ع

ع

ع

کوئی سرہنگ ایک کوچہ مین گیا اور اُسکے پاس ایک خط ہو اسمین یہ لکھا ہو کہ اہل کوچہ اسکو اسقدر دیدین۔ پس سرہنگ مذکور نے ایک شخص محلہ والے کو پکڑکر مسجد مین یا کسی دوسری جگہ قید کیا پس آیا گرفتار کو یہ کہنا چاہیے کہ فلان و فلان یعنے میرے پڑوسیون کو بدین وجہ سے آؤ کہ یہ خط سب کے نام ہو اور حال یہ ہو کہ یہ شخص جو گرفتار ہو اسقدر مال جو اُسمین لکھا ہو ادا کرنے پر قادر نہین ہو یا اُسکو یہ چاہیے کہ سکوت کرے اور جو تکلیف اُسپر پہونچے اُسپر صبر کرے تو فرمایا کہ صبر کرنا اولے ہے۔ اور مین نے شیخ ابو الفضل کرمانی و یوسف بن محمد و حمید الوبری و عمر الحافظ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کی اولاد ہو وہ اُنکے واسطے لباس بنالایا پس اُسنے دیتے وقت اُسنے کہا کہ یہ لباس ان اولاد کے پاس میری طرف سے عاریت ہو تاکہ اگر وہ ایک سے لیکر دوسرے کے لباس مین صرف کرے تو اُسپر ضمان واجب نہو پس آیا اُسکو یہ اختیار ہو یا اُسپر یہ واجب ہو کہ اُنکی ملک کردے یا یہ واجب ہو کہ اُنکی حاجت کو دفع کرے حالانکہ وہ عاریت دینے سے دفع ہوتی جاتی ہو تو ان مشائخ نے فرمایا کہ اُسپر واجب یہی ہو کہ اُنکی حاجت کو دفع کرے اور وہ عاریت دینے سے دفع ہو جائیگی پھر مین نے یہی مسئلہ شیخ ابو الحسن علی المرغینانی کو لکھا تو فرمایا کہ جیسا ان لوگون نے جواب دیا ہو اسی کے موافق شخص مذکور کو اختیار ہو کہ اولاد کو اُنکا لباس بطور عاریت دیدے۔ اور مین نے شیخ ابو الفضل کرمانی و یوسف بن محمد سے دریافت کیا کہ زوجہ کے حق مین بھی یہی حکم ہو فرمایا کہ ہان کذا فی التاتارخانیہ۔ ایک شخص کی کئی اولاد ہین اُسنے اپنے تمام مال کا کسی ایک اولاد کے واسطے اقرار کردیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اگر کسی قاضی نے اُسکا اقرار باطل کیا پس اگر کسی تاویل سے جو شرع مین معتبر ہو باطل کیا حالانکہ وہ قاضی فقیہ ہو تو جائز ہو ورنہ نہین جائز ہو ایسا ہی ذکر کیا گیا ہو اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ جب اُسکی اولاد سب صالح ہون اور اگر بعضے فاسق ہون پس اُسنے سب مال کا اقرار اولاد صالح کے واسطے کردیا تو گنہگار نہوگا یہ جواہر الفتاوے مین ہو اور غبار جھاڑنے کے واسطے راستہ مین پانی چھڑکنے مین مضائقہ نہین ہو مگر حاجت سے زیادہ چھڑکنا حلال نہین ہو یہ بالتقاط مین ہو۔ اگر کسی نے پنجرے مین بند کرکے بلبل لٹکائی تو جائز نہین ہو یہ قنیہ مین ہو۔ بعضے مشائخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے لیے زمین سوات کو زندہ کرے پس وکیل نے اُس زمین کو زندہ کیا یعنے مزروعہ و آباد کیا آیا وہ وکیل کی ہوگی جیسے لکڑیان و گھاس لانے کے واسطے وکیل کرنے کی صورت مین ہوتا ہو یا وہ زمین موکل کی ہوگی جیسے کہ بیع و اجارہ وغیرہ تصرفات مین وکیل کرنے مین ہوتا ہو تو فرمایا کہ اگر امام وقت نے موکل کو اس زمین کی احیاے کے واسطے اجازت دی ہو تو موکل کی ہوگی یہ غرائب مین ہو۔ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کو وکیل مطلق کیا یعنے کسی خاص کام کی تقیید نہین کی اُسنے وکالت قبول کی پھر زید نے کسی شخص کو حکم دیا کہ وثیقہ نامہ لکھدے اُسنے لکھکر عمرو کو دیا پھر یہ وثیقہ عمرو کے پاس سے ضائع ہوگیا یا پھٹ گیا یا کسی شخص نے اُسکو پھاڑ ڈالا پس آیا عمرو کو اختیار ہو کہ بعینہ ایسا وثیقہ دوسرا بدون کمی و بیشی کے لکھ لے تو فرمایا کہ ہان جائز ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ جو شخص خناق ہو یعنے لوگون کو گلا گھونٹ کر راہ مین مارڈالتا ہو یا پھانسی لگاکر مارڈالتا ہو اور ساحر یعنے جو شخص جادو کرتا ہو یہ دونون قتل کرڈالے جاوینگے کیونکہ یہ دونون زمین مین فساد کرتے پھرتے ہین اور اگر دونون توبہ کرین

ف ۷ قول الامام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالی فسخ القاضی غیر مفتی یجب علی الامارت فسخ الفسخ والاستئناف

مفتی فقیہ فاضل ۱۲ منہ

ف ۸ یعنی جواہر جلالی کا مالک نہو امام کے اختیار مین ہو ۱۲ منہ

تو انکی طرف سے قبول نہوگی بلکہ دونوں قتل کیجاوینگے اور یہی حکم زندیق کا ہی جو اپنی طرف لوگون کو بلانے مین معروف ہو اور اسی پر فتوی ہی کذا فی خزانۃ المفتین

کتاب التحری

اسمین چار باب ہین

باب اول - تحری کی تفسیر و رکن و شرط و حکم کے بیان مین - جب کسی شی کا حقیقت حال دریافت ہونا متعذر ہوا سوقت اُسکو غالب رائے سے طلب کرنے کو تحری کہتے ہین یہ بسوط مین ہی - تحری کا رکن یہ ہی کہ قلب سے طالب صواب ہوا سواسطے کہ تحری کا قیام اسی کے ساتھ ہی اور جواز تحری کی شرط یہ ہی کہ مطلوب مشتبہ ہونے کی حالت مین تمام دلائل وقوف معدوم ہون کیونکہ تحری جب ہی حجت قرار دیگئی ہی کہ جب حالت مشتبہ ہو اور دلیل موجود نہو اسواسطے کہ ایسی حالت مین ضرورت تحری بدین وجہ ہی کہ مطلوب تک پہونچنے سے عاجز ہی - اور حکم تحری یہ ہی کہ تحری سے جو کام واقع ہووہ شرعًا براہ صواب واقع ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - دو شخصون نے تحری کی اور درحقیقت ایک شخص تحری کرکے مصیب ہوا دوسرا نہوا تو ثواب مین دونون برابر نہونگے اسواسطے کہ جو مصیب ہوا ہی ثواب مصیب ہونے کا خاصۃً اُسی کو ملیگا یہ مجموعۃ الفتاوی مین ہی - ایک شخص کے نزدیک نماز کے وقت مین اشتباہ ہوا پس اگر اُسکو وقت کے ہوجانے مین شک ہی تو تحری نکرے بلکہ صبر کرے یہان تک کہ وقت ہوجانے کا یقین ہوجاوے اور اگر وقت نکلنے مین شک ہی تو اس روز کی اس نماز کی نیت کرے یہ جواہر الفتاوی مین ہی - ایک شخص نے جنگل مین تحری کرکے ایک طرف کو نماز پڑھی حالانکہ آسمان صاف ہی لیکن وہ نجوم نہین پہچانتا ہی پھر اُسکو معلوم ہوا کہ مین نے قبلہ رخ نہین پڑھی ہی مجھسے خطا ہوگئی تو ہمارے استاد شیخ ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ اُسکی نماز جائز ہوگئی اور سوائے شیخ رح کے اور مشائخ رح نے فرمایا کہ جائز نہوئی اسواسطے کہ مثل چاند و سورج وغیرہ کے جو دلیلین متعارفہ ظاہر ہین انمین کسی کا عذر بجہالت مقبول نہوگا ان دقائق علم ہیئات و صور نجوم ثوابت کے پہچاننے مین وہ معذور رکھا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک عورت پردہ دار لباس مین لپٹی ہوئی ہی وہ ایسے کسی کو نہین پاتی ہی جو اُسکو قبلہ کی طرف متوجہ کردے پس اگر وقت تنگ ہوگیا اور اُسنے کسی کو نپایا تو وہ تحری کرکے نماز پڑھ لے یہ جواہر الفتاوی مین ہی - اصل کے باب صلوۃ المریض مین ایک مسئلہ لکھا ہی جو اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ قبلہ کی جہت کے بارہ مین جیسے شہر سے باہر تحری کرنا جائز ہی ویسے شہر کے اندر بھی جائز ہی اور صورت اُسکی یہ ہی کہ چند لوگ مریض ایک مکان مین ہین اُنھون نے رات کو جماعت کی نماز پڑھی کہ ایک اُنمین سے امام ہوگیا یا بعض نے قبلہ کی طرف پڑھی اور بعض نے غیر قبلہ رخ پڑھی حالانکہ یہ سب گمان کرتے ہین کہ ہمنے بطریق صواب کام کیا ہی پینے ان لوگون نے تحری سے ایسا کیا تو ان لوگون کی نماز جائز ہی کیونکہ حالت اشتباہ مین اسطرح تحری کرلینا تندرست لوگون سے جائز ہی تو مریضون کو بدرجۂ اولی جائز ہی اور اس مسئلہ سے ہمارے استدلال کی وجہ یون ہی کہ امام محمد رح نے ان لوگون کی نماز جائز ہونے کا حکم دیا

بدون اس تفصیل کے کہ مکان مذکور داخل شہر ہی یا خارج شہر ہی - اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر کوئی شخص مہمان ہو اور رات کا وقت ہوا اور اُسکو کوئی ایسا نما جس سے دریافت کرے اور اُسنے نفل نماز کا قصد کیا تو اُسکو تحری کر لینا جائز ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح مین مسئلہ مہمان کو ذکر کیا کہ اگر آدمی کسی شخص کے گھر مین مہمان ہوا اور لوگ سو رہے اور مہمان نے رات مین تہجد کی نماز کا قصد کیا اور لوگون کا جگانا جانب قبلہ دریافت کرنے کے واسطے اُسکو ناگوار معلوم ہوا تو ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ اُسکو تحری کرنا جائز نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر فریضہ نماز پڑھنے کا قصد کرتا ہی تو اُسکو تحری کرنا جائز نہین ہی اور اگر تہجد کی نماز کا قصد کرتا ہی تو اُسکو تحری کرنا جائز ہی - اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ صحیح روایت ہمارے مشائخ سے یہی ہی کہ شہر مین اُسکو تحری کرنا جائز نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم نماز مریض کے بارہ مین مذکور ہی وہ اس بات پر محمول کیا گیا ہی کہ جس مکان مین مریض لوگ ہین وہ مکان کسی رباط مین ہی اور وہان رہنے والے اور لوگ نہین ہین کذا فی المحیط - ایک شخص ایک قوم کی مسجد مین گیا پس اگر اہل مسجد سے وہان کوئی ہو تو اُسکو تحری کرنا جائز نہین ہی بلکہ دریافت کر لینا واجب ہی اور اگر اُسنے تحری کر کے نماز پڑھی تو جائز نہوگی لیکن اگر تحری کرنے مین اُسکو قبلہ کی جہت ٹھیک مل گئی ہی تو نماز ہوگئی اور اگر اہل مسجد مین سے کوئی نہو اور اُسنے تحری کر کے نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہی تو نماز جائز ہوگئی اور اگر بدون تحری کیے ہوے نماز پڑھ لی تو ایسی صورت مین نماز جائز نہوگی اور اگر اپنی مسجد مین اُسکو ایسا اتفاق ہوا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اسکا حکم مثل بت کے ہی اور بعض نے فرمایا کہ غیر کی مسجد کے مانند اسکا بھی حکم ہی - اور فتاوی حجۃ مین لکھا ہی کہ دو شخص جنگل کو گئے اور ہر ایک نے تحری کی اور ہر ایک کی تحری دوسرے کی تحری کے برخلاف واقع ہوئی تو دونون کی نماز جائز ہوگی اور اگر دونون مین سے کسی کی راے مین درمیان نماز مین یہ آیا کہ دوسرے کی جہت قبلہ کی طرف پھر جاوے اور اُسکی اقتدا کرے پس اگر اُسنے تکبیہ کا استقبال کر لیا تو جائز ہی ورنہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور قبلہ کی جہت کے تحری کرنے کے بہت سے مسائل کتاب الصلوۃ مین گذر چکے ہین -

باب دوم زکوۃ مین تحری کرنے کے بیان مین - اگر تحری کرنے کے بعد اُسکو اُس شخص کے حال مین جسکو زکوۃ دی ہی اشتباہ ہوا اور اُسکی غالب راے مین یہ آیا کہ وہ فقیر ہی یا جسکو دی ہی اُسنے خبر دی کہ مین فقیر ہون یا کسی دوسرے عادل نے اُسکو خبر دی کہ یہ فقیر ہی یا اُسنے اُسکو فقیرون کے لباس مین دیکھا یا فقیرون کی صف مین بیٹھا دیکھا یا دیکھا کہ وہ لوگون سے سوال کرتا ہی اور اسکے دل مین آیا کہ یہ فقیر ہی تو ان سب صورتون مین اگر اُسکو معلوم ہوگیا کہ یہ فقیر ہی یا اُسکی راے غالب مین وہ فقیر نظر آیا یا اُسکو کچھ معلوم نہوا یا اُسکی غالب راے مین وہ غنی معلوم ہوا یا اُسکو معلوم ہوگیا کہ یہ غنی ہی تو امام اعظم و امام محمد رح کے قول مین جائز ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بھی یہی حکم ہی لیکن سوائے ایک صورت کے کہ جب اُسکو معلوم ہوگیا کہ یہ غنی ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس صورت مین جو دیا ہی وہ اُسکے مال کی زکوۃ ادا ہونے کے واسطے کافی نہین ہی - پھر جس صورت مین یہ ظاہر ہوا کہ جس شخص کو دیا ہی وہ غنی ہی اور امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک صدقہ جائز ہوگیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے قول کے موافق آیا لینے والے کو بھی لینا حلال ہی یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا

کہ حلال نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ مال مدعی کو بطریق تملک واپس دے پھر آپا دینے والے کو بھی تو اب ملیگا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ لوگون کے ساتھ مجادلہ و نیکوئی کرنے کا تو اب ملیگا صدقہ کا تو اب نہ ملیگا اور کتاب الحجہ امام ابو یوسف رح مین سے مسئلہ مختلف فیہا مین شاہد پیش کیا ہی کہ امام ابو یوسف رہنے فرمایا کہ وہ بمنزلہ ایسے شخص کے ہی کہ اُسنے کسی پانی سے وضو کرکے نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ وہ طاہر نہ تھا تو ذکر فرمایا کہ جب تک اُسکو معلوم نہوا تب تک کافی ہی اور جب معلوم ہوگیا تو نماز کو اعادہ کرے - اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس بیان سے ایک بڑا فائدہ نکلتا ہی وہ یہ ہی کہ امام ابو یوسف رح نے اس نماز کو ادا سے کافی فرمایا ہی جب تک اُسکو درحقیقت فاسد ہونے کا علم نہین ہوا ہی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ اسی طرح ہر نماز جو فاسد واقع ہوئی ہی حالانکہ مصلی گمان کرتا ہی کہ جائز واقع ہوئی ہی اور وہ فاسد جاننے سے پہلے مرگیا تو اُسپر عتاب نہوگا کیونکہ اعتبار اُس گمان کا ہی جو اُسکے نزدیک ہی اس حقیقت حال کا اعتبار نہین ہی جو اللہ تعالے کے نزدیک ہی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ یہ حکم نظیر اُس روایت کا ہی جو امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے ایک باندی خرید کر اُس سے بارہا وطی کی پھر وہ باندی مستحقہ مین نے لیگئی تو اُسکی وطی اس مشتری کے حق مین حلال تھی اور اُسکا احصان ساقط نہوگا اور بنا بر قول امام اعظم و امام محمد رح کے وطی حرام ہی لیکن مشتری پر گناہ نہوگا یہ محیط مین ہی -

تیسرا باب - کپڑون کی مشابہ و مشتبہ و ظروف و موتی مین تحری کرنے کے بیان مین - اگر کسی شخص کے پاس دو یا زیادہ کپڑے ہون اور بعض نجس اور بعض طاہر ہون پس اگر کسی علامت سے دونون کی تمیز ممکن ہو تو تمیز کرلی جاوے اور اگر علامت سے تمیز متعذر ہو پس اگر حالت اضطرار پیش آوے یعنے مثلاً ایسا کوئی کپڑا نہ پاوے جو یقین طاہر ہو اور اُسکو نماز کی ضرورت ہی اور اُسکے پاس ایسی چیز نہین ہی کہ جس سے دونون یا زیادہ کپڑون مین سے کوئی کپڑا دھوڈالے تو وہ شخص تحری کرلے یعنے اپنے قلب سے توجہ کرکے جو اُسکو اپنی کوشش سے پاک نظر آوے اُس سے نماز پڑھ لے اور اگر حالت اختیاری ہو یعنے ایسی ضرورت پیش نہ آوے پس طاہر غالب ہون تو تحری کرے اور اگر نجس غالب ہون یا دونون برابر ہون تو تحری نہ کرے یہ ذخیرہ مین ہی - اگر دو کپڑون مین اُسنے تحری کی اور اُسکی تحری مین آیا کہ یہ کپڑا دونون مین سے طاہر ہی پس اُسنے اُس سے ظہر کی نماز پڑھ لی پھر اُسکی غالب رائے مین یہ آیا کہ وہ دوسرا طاہر ہی پس اُسنے اُس سے عصر کی نماز پڑھی تو نہین جائز ہی کیونکہ جب ہمنے ظہر کی نماز جائز ہونے کا حکم دیا تو جس کپڑے سے ظہر پڑھی ہی وہی طاہر ٹھہرا اور اس حکم کی ضروریات مین سے یہ بات ہی کہ دوسرے کی نجاست کا حکم ہو پس دوسرے کی نجاست کا حکم جاری ہونے کے بعد اسکے برخلاف اُسکی غالب رائے کا اعتبار نہوگا پھر اگر اُسکو اس بات کا یقین ہوا کہ جس سے مین نے ظہر کی نماز پڑھی ہی وہی نجس ہی تو نماز ظہر کا اعادہ کرے اسی طرح اگر اُسکے دل مین تحری نہ آئی ہو بلکہ اُسنے دونون مین سے ایک کپڑا لیکر اُس سے ظہر کی نماز پڑھ لی تو یہ صورت اور جس صورت مین اُسنے تحری سے ایسا کیا ہی دونون یکسان ہین اسواسطے کہ مسلمان کا فعل صحت پر محمول کیا جائیگا جب تک اُسمین فساد ظاہر نہو پس یہ قرار دیا جائیگا کہ گویا پاک یہی کپڑا ہی اور اُسکی نماز جائز ہونے کا حکم دیا جائیگا جب تک اسکے برخلاف ظاہر نہو اور اگر کسی کے پاس تین کپڑے ہون اور اُسنے تحری کرکے ایک سے ظہر کی نماز پڑھی اور دوسرے سے عصر کی

نماز پڑھی اور تیسرے سے مغرب کی نماز پڑھی پھر پہلے سے عشاء کی نماز پڑھی تو ظہر و عصر کی نماز جائز ہی و مغرب و عشاء کی نماز فاسد ہی کیونکہ جب اُسنے پہلے دوسرے کپڑے سے ظہر و عصر کی نماز پڑھی اور بذریعہ جواز ہر دو نماز کے دونو کپڑون کی پاکی کا حکم دیا گیا تو تیسرا کپڑا متعین ہو گیا کہ یہ نجس ہی پس اُس سے مغرب کی نماز جائز نہوئی پھر عشاء کی نماز اُسنے پاک کپڑے سے پڑھی مگر ایسی حالت مین پڑھی کہ اُسپر مغرب کی قضا واجب تھی پس بسبب ترتیب کی رعایت کے عشا بھی جائز نہوئی اور دوسری روایت کے موافق عشاء کی نماز جائز ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی نوادر مین ہی ہے اگر دو کپڑون مین سے ایک نجس ہو پس اُسنے ایک کپڑے سے بدون تحری کیے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسرے سے عصر کی نماز پڑھی پھر اُسکی تحری مین یہ آیا کہ پہلا کپڑا پاک ہی تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اس شخص نے کوئی نماز نہین پڑھی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ظہر کی نماز جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ دو شخص سفر مین ہین اور دونون کے پاس دو کپڑے ہین ایک نجس ہی اور دوسرا طاہر ہی پس ایک نے اپنی تحری کر کے ایک کپڑے سے نماز پڑھی اور دوسرے کی تحری مین دوسرا کپڑا پاک نظر آیا اُسنے اُس سے پڑھی تو دونون مین سے ہر ایک کی نماز جائز ہوگی اور اگر دونون مین سے ایک امام ہو گیا اور دوسرے نے اُسکی اقتدا کی تو امام کی نماز جائز ہوگی مقتدی کی جائز نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ دو شخص کھیلتے تھے پس ایک شخص سے ایک قطرہ خون کا ٹپکا اور ہر ایک نے انکار کیا کہ مجھے نہین ٹپکا ہی پھر ہر ایک نے تنہا نماز پڑھی تو نماز جائز ہوگی اور اگر ایک نے دوسرے کی اقتدا کی تو مقتدی کی نماز جائز نہوگی اور اسی جنس کا دوسرا مسئلہ ہی وہ یہ ہی کہ تین آدمی کھیلتے تھے پھر ایک شخص سے ایک قطرہ خون کا ٹپکا یا ایک نے آہستہ سے پاد یا زور سے پاد یا پھر سب نے اس سے انکار کیا پھر تینون مین سے ایک شخص ظہر مین امام ہوا اور دوسرا عصر مین اور تیسرا مغرب مین تو ظہر کی نماز سب کی جائز ہی اور عصر کی نماز اُس شخص کی جو مغرب مین امام ہوا ہی نہین جائز ہی اور مغرب کی نماز اُن دونون شخصون کی جو ظہر و عصر مین امام ہوے ہین نہین جائز ہی یہ تو ایک روایت ہی اور امام مغرب کے حق مین دو روایتین ہین اور شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ سب نمازین جائزین ہین محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص سفر مین ہو اور اُسکے پاس چند برتن ہین بعضے پاک ہین اور بعضے نجس ہین پس اگر پاک برتن زیادہ ہون تو حالت اختیار و حالت اضطرار دونون صورتون مین پینے و وضو کرنے سب کے واسطے تحری کر لینا روا ہی اور اگر نجس زیادہ ہون یا مساوی ہون تو حالت اختیار مین پینے یا وضو کرنے کسی کے واسطے تحری کرنی جائز نہین ہی اور اگر حالت اضطراری ہو تو پینے کے واسطے بالاجماع تحری کرے اور وضو کے واسطے ہمارے نزدیک تحری نہ کرے بلکہ تیمم کرے یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر پاک اور نجس پانی مین نجاست کا غلبہ ہو تو سب کو بہا دے پھر تیمم کرے اور یہ احتیاط ہی واجب نہین ہی پس اگر اُسنے سب پانی بہا کر تیمم کیا تو احوط ہی تاکہ پانی نہونے کی حالت مین اُسکا تیمم یقینی ہو اور اگر اُسنے نہ بہایا تو بھی کافی ہی اور طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مین فرمایا کہ دونون پانی باہم مخلوط کر دے پھر تیمم کرے اور اسمین احتیاط ہی اور اسواسطے کہ بہا دینے سے اُسکی منفعت بالکل جاتی رہیگی اور ملا دینے سے نجاست زائل ہو جائیگی سو اسواسطے کہ مخلوط کر دینے کے بعد اپنے چارپایہ سواری کو پلا سکتا ہی اور جسوقت عاجز ہو اُسوقت خود بھی پی سکتا ہی پس ایسا کرنا اولی ہی اور ائمہ بلخ مین سے بعض متاخرین نے یون فتوی دیا ہی کہ احتیاطاً دونون برتنون کے پانی سے وضو کرے

اسواسطے کہ زوال حدث یقینی ہوگا مگر ہم ایسے نہین ہین کہ اس فتوی کو اختیار کرین اسواسطے کہ اگر اُسنے ایسا کیا تو ایسے پانی سے وضو کرنے والا ہوا جسکے نجس ہونے کا اُسکو یقین ہی اور اُسکے اعضا نجس ہوجاوینگے خصوصاً اُسکا سر کہ وہ نجس پانی سے مسح کرنے سے نجس ہوجائیگا پھر وہ طاہر نہوگا اگر یہ پاک پانی سے اُسپر مسح کرے پس ایسا حکم دینے کے کچھ معنی نہین ہین یہ مبسوط مین ہی - اور اگر دونون پانی سے وضو کیا اور نماز پڑہی تو اُسکی نماز جائز ہوجائیگی اگر اُسنے سر مین دو جگہ سے مسح کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر سفر مین کسی شخص کا برتن اپنے ساتھیون کے برتنون مین مل گیا حالانکہ وہ لوگ اُسوقت موجود نہ تھے تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ تحری کرے اور ایک برتن لیکر اُس سے وضو کرے اور یہ ہنر اطعام مشترک کے ہی کہ اگر چند لوگون کا طعام مشترک ہو اور اہل شرکت غائب ہون اور ایک شخص حاضر ہی اُسکو اپنے حصہ طعام کی ضرورت ہوئی تو بقدر اپنے حصہ کے لے لے اسی طرح اگر کسی کی گردہ روٹی اُسکے ساتھی کی روٹی مین مختلط ہوگئی تو بعض نے فرمایا کہ تحری کرکے لے لے اور بعض نے فرمایا کہ پانی کے برتن اور گردہ روٹی دونون صورتون مین تحری نہ کرے بلکہ ساتھیون کے آنے تک انتظار کرے اور یہ سب حالت اختیار کا حکم ہی اور حالت اضطرار مین سب صورتون مین تحری جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص کے پاس پوست کشیدہ بکریان ہون اُنمین بعضی مردار ہون پس اگر علامت سے تمیز ممکن ہو تو ہر حال مین تمیز کرے اور کھاوے وہ مباح ہی اور اگر علامت سے تمیز متعذر ہو پس اگر حالت اضطرار ہو یعنے اُسکو ایسی جو یقینی ذکوۃ دی ہوئی یعنے شرع مین جسطرح سے حلال ہوجاتی ہی ویسی حلال کی ہوئی نہ ملی اور وہ کھانے کی طرف مضطر ہوا تو ہر حال مین تحری کرکے کھا وے اور اگر حالت اختیاری ہو پس اگر حرام غالب ہون یا حلال و مردار دونون برابر ہون تو تحری کرکے کھانا جائز نہین ہی اور اگر حلال غالب ہون تو تحری کرکے تناول کرسکتا ہی یہ محیط مین ہی - اور واضح ہو کہ مردار و حلال کی شناخت مین سے ایک یہ ہی کہ مردار جب پانی مین ڈالی جاوے تو اُسمین جو خون باقی رہجاتا ہی وہ پانی پر تیر آتا ہی اور حلال کی ہوئی پانی مین بیٹھ جاتی ہی اور لوگ کبھی اس بات کو اسطور سے پہچانتے ہین کہ مردار مین روح و رطوبت زیادہ باقی رہجاتی ہی اور جلد فاسد ہوجاتی ہی لیکن یہ سب اس صورت مین معدوم ہوگا کہ جب مردار اسوجہ سے مردار ہو کہ اُسکو مجوسی نے ذبح کیا ہی یا مسلمان نے عمداً تسمیہ چھوڑکر ذبح کیا ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر مردار چربی کے ساتھ ملا ہوا ہو روغن یا روغن زیتون یا تیل غالب ہو تو اُسکا کھانا حلال نہین ہی مگر سوائے کھانے کے اور طور سے نفع لینا حلال ہی اسواسطے کہ جب حلال غالب ہو تو حرام جو مغلوب ہی وہ حکماً اُسمین ہالک ہوجاتا ہی یعنے معدوم ہوجاتا ہی پس ہمنے کھانے کے سوائے اور طور سے نفع اُٹھانے مین حرام کو جو مغلوب ہی مثل ہالک ہونے کالمعدوم اعتبار کیا اسلیے کہ کھانے کے سوائے اور طور سے نفع اُٹھانے مین نجاست مانع نہین ہوتی ہی چنانچہ کھیتون مین گوبر مٹی ملا ہوا اور کھاد ڈالنا جائز ہی مگر کھانے کے حق مین ہمنے احتیاطاً حرام کو حقیقۃً موجود اعتبار کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی -

چوتھا باب - متفرقات مین - ایک شخص کی چار باندی ہین اُسنے انمین سے ایک باندی کو آزاد کردیا پھر یہ بھول گیا کہ کسکو آزاد کیا ہی تو وطی کے واسطے اُسکو تحری کرنے کا اختیار نہین ہی اور جسطرح اس صورت مین اُسکو وطی کرنے کے واسطے تحری کا اختیار نہین ہی ویسے ہی بیع کے واسطے تحری کرنے کا اختیار نہین ہی اور حاکم اس شخص اور

ل مسئلہ کی تمام رعایت صابن بن الکزبری ص ۱۲۱ ز

ان باندیون کے درمیان تخلیہ ندیگا یعنے اُسکو اختیار مطلق کا موقع کہ جو چاہے اُسنے کرے حاکم نہ دیگا یہان تک کہ وہ باندی جو آزاد کی ہوئی ہی معلوم ہو جاوے اور اگر اُسنے انمین سے تین باندیان فروخت کردین اور حاکم نے اُنکی بیع جائز ہونے کا حکم دیدیا اور جو باقی رہی ہی اُسی کو آزاد قرار دیا پھر ان باندیون مین سے جنکو اُسنے فروخت کیا ہی کوئی بوجہ پھر خرید لینے یا ہبہ یا میراث کے اُسکی ملک مین آئی تو اُسکو روا نہین ہی کہ اُس سے وطی کرے اسواسطے کہ قاضی نے جو حکم دیا ہی وہ جہالت کے ساتھ بغیر علم حکم دیا ہی اور جو حکم قضا بغیر علم ہو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہی لیکن اگر اُسنے اس باندی سے نکاح کر لیا تو وطی کرنا حلال ہی کیونکہ اگر وہی آزاد ہوگی تو اُسکے اور اُسکے درمیان نکاح صحیح ہوگا اور اگر آزاد نہین تھی تو اُسکی مملوکہ ہوگی تو بھی بوجہ ملک کے حلال ہوگی یہ مبسوط مین ہی - ایک قوم مین ہر ایک کے پاس ایک ایک باندی ہی پھر ایک نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا پھر اُن لوگون نے آزاد کی ہوئی کو یہ پہچانا کہ کون ہی تو اُنمین سے ہر ایک کو اپنی باندی سے وطی کرنے کا اختیار ہی یہان تک کہ یہ معلوم ہو کہ یہ باندی اُس شخص کی آزاد کی ہوئی ہی تب پھر اُس سے وطی نہین کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی ہی اور اگر ان لوگون مین سے کسی کی غالب رائے مین یہ ہو کہ یہ باندی وہی ہی جسکو آزاد کرنے والے نے آزاد کیا ہی تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہی کہ اُس سے نزدیکی نکرے اور اگر اُسکے ساتھ وطی کی تو جب تک اُسکو یقین نہو جاوے تب تک یہ فعل حرام نہوگا - اور اگر اس قوم کی سب باندیون کو ایک ہی شخص نے خرید کیا جو اس حال کو جانتا ہی تو اُسکو کسی باندی سے قربت کرنے کا اختیار نہین ہوگا یہان تک کہ آزاد کی ہوئی باندی کو پہچانے اور اگر سب باندیون کو سواے ایک باندی کے خرید کیا تو ان خریدی ہوئی باندیون سے اُسکو وطی کرنا حلال ہی پھر اگر اُسنے باقی باندی بھی خرید لی تو پھر انمین سے کسی باندی سے وطی نہین کر سکتا ہی اور نہ انمین سے کسی باندی کو فروخت کر سکتا ہی یہان تک کہ انمین سے آزاد کی ہوئی باندی کو جانے اسی طرح اگر مشتری انمین باندیون سے مالکون مین سے ایک ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص کے پاس سرکے کے دس مشکے ہین اُنمین سے ایک مشکے مین اُسنے ایک چوہا مرا ہوا پایا اور نکال کر پھینکدیا پھر وہ بھول گیا کہ مین نے کس مشکے مین سے نکالا تھا تو وہ بلی کو چھوڑے سو بلی جس مشکے پر بیٹھے وہی نجس ہی اور باقی مشکے پاک ہین کذا فی القنیہ -

کتاب احیاء الموات

اور اسمین دو باب ہین

باب اول - موات کی تفسیر اور موات مین جن تصرفات کا امام المسلمین کو اختیار ہی اُنکے بیان مین اور جس وجہ سے موات مین ملک ثابت ہوتی ہی اور جس سے ملک نہین فقط حق ثابت ہوتا ہی اُسکے بیان مین اور موات کے حکم کے بیان مین - ارض موات اُس زمین کو کہتے ہین جو آبادی شہر وغیرہ سے باہر خاص کسی کی ملک نہو اور نہ اُسمین کسی کا حق خاص متعلق ہو - پس جو زمین داخل آبادی ہو وہ بالکل موات نہوگی اور اسی طرح جو بلدہ سے خارج ہی لیکن بلدہ کے مرافق مین سے ہی مثلاً آبادی کے لوگ وہان سے لکڑیان لاتے ہین یا اُنکی چراگاہ ہی وہ بھی موات نہوگی حتے کہ امام المسلمین کو یہ اختیار نہین ہی کہ یہ قطعات زمین کسی کو عطا کرے اسی طرح جس زمین سے

نمک اور قار وغیرہ ایسی چیزیں نکلتی ہیں جس سے مسلمان لوگ بے پروا نہیں ہو سکتے ہیں یعنے بہر حال اُسکے حاجتمند ہیں
وہ بھی موات نہیں ہو سکتے کہ امام کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایسی زمین کسی کو اقطاع دے یعنی اُسکے واسطے یہ قطعہ زمین علیحدہ
کر دے پھر آیا یہ شرط ہے کہ ارض موات آبادی سے دور ہو سو امام طحاوی رح نے موات کے واسطے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ
آبادی سے دور ہو اور ظاہر الروایۃ کے موافق یہ شرط نہیں ہے کہ اگر آبادی سے قریب کوئی بحر ہو جسکا پانی خشک ہو گیا
یا پرانستان ہو جسکا پانی خشک ہو گیا اور کسی کی ملک نہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق وہ ارض موات ہے اور موافق قول
امام ابو یوسف رح کے اور یہی قول طحاوی رح کا ہے وہ ارض موات نہوگی مگر جواب ظاہر الروایۃ کا صحیح ہے اسواسطے کہ موات
ایسی زمین کا نام ہے جس سے انتفاع حاصل نکیا جاوے پس جب وہ کسی کی ملک نہیں اور نہ اُسمین کسی کا حق خاص ہے
تو وہ منتفع نہوئی پس زمین موات ہوگی خواہ آبادی سے قریب ہو یا بعید ہو یہ بدائع مین ہے۔ اور قدوری نے فرمایا
کہ جو زمین قدیم سے اُجاڑ ہو اُسکا کوئی مالک نہو یا مملوک ہو مگر زمانۂ اسلام مین اُسکا کوئی معین مالک معلوم نہوتا ہو
اور وہ قریہ سے اسقدر دور ہو کہ اگر کوئی شخص آبادی کے انتہاے کنارہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے تو وہان
آواز سُنائی نہ دے تو وہ موات ہے اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ موات کی تعریف مین جو اقوال ہین اُنمین سے صحیح یہ ہے
کہ آدمی آبادی کے کنارہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے پس جہان تک آواز پہونچے وہ فناے قریہ ہے کہ اُسکی طرف
لوگون کو اپنے مویشی چرانے اور اسکے سواے اور کامون کی ضرورت ہوتی ہے اور اسکے بعد جو زمین ہے وہ موات ہے
بشرطیکہ اُسکا کوئی مالک معلوم نہو اور قریہ سے دور ہونا جو اس قول مین مذکور ہے موافق شرط امام ابو یوسف رح کے ہے
اور امام محمد رح کے نزدیک یہ اعتبار ہے کہ اہل قریہ کا اتفاق و حقیقت اُس سے منقطع ہو اگرچہ قریہ سے قریب ہو اور
شمس الائمہ نے مختار امام ابو یوسف رح پر اعتماد کیا ہے یہ کافی مین ہے۔ اور امام کو اختیار ہے کہ قطعہ موات کسی کو عطا کرے
پس اگر امام نے موات مین سے کوئی قطعہ کسی کو دیا مگر اُسنے اُسکو آباد نہ کرایا چھوڑ دیا تو تین سال تک اُس سے تعرض
نہ کریگا پھر جب تین سال گذر جاوین تو پھر وہ عود کر کے موات ہوگی اور امام کو اختیار ہوگا کہ وہ قطعہ کسی دوسرے کے
نام کر دے اور زمین موات مین امام اعظم رح کے نزدیک امام المسلمین کی اجازت سے آباد وغیرہ کرنے سے ملک
ثابت ہوتی ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک فقط احیاء سے یعنے آباد کرنے سے مالک ہوتا ہے۔ اور
ذمی بھی مثل مسلمان کے موات کو احیاء کرنے سے مالک ہو جاتا ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے بدون اجازت
امام المسلمین کے ارض موات کو زندہ کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکا مالک نہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا
کہ اُسکا مالک ہو جائیگا اور ناطفی نے ذکر کیا کہ قاضی اپنی ولایت مین اس بات مین مثل امام المسلمین کے ہے یہ فتاوی
قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے ارض موات کو زندہ کرنے کے بعد ترک کر دیا اور دوسرے شخص نے اُسکی
زراعت کی تو بعض نے کہا کہ دوسرا شخص اُسکا مستحق ہوا اور اصح یہ ہے کہ پہلا ہی اُسکا مستحق ہے اسواسطے کہ وہ جیا
کرنے کی وجہ سے اُسکا مالک ہوا ہے پس چھوڑ دینے سے اُسکی ملک سے خارج نہو جائیگی۔ اور اگر زمین کی تجمیر کی تو
اُسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ صحیح قول کے موافق یہ کام احیاء نہین ہے کیونکہ احیاء اسکو کہتے ہین کہ زمین کو قابل زراعت
کر دے اور تجمیر یہ ہے کہ اُسمین پتھر رکھکر علامت کر دے یا جو کچھ اُسمین گھاس و کانٹے وغیرہ ہین اُسکو کاٹ کر کوڑے
کرکٹ وغیرہ سے پاک کر کے کانٹے وغیرہ کو اُسکے گرداگرد لگا دے یا جو کچھ اُسمین کانٹے وغیرہ لگے ہین سب کو جلا کر

صاف کردے اور ان سب مین سے کوئی بات مفید ملک نہین ہی لیکن جسنے ایسا کیا ہی وہ بہ نسبت دوسرون کے اس قطعہ زمین کے حق مین اولی ہی پس تین برس تک اُسکے ہاتھ سے نہ لی جائیگی پس کسی کو نیچا ہیے کہ تین سال گذرنے سے پہلے اس زمین کی احیاء کرے اور یہ حکم از راہ دیانت ہی اور از راہ حکم یہ ہی کہ اگر تین سال گذرنے سے پہلے کسی نے اُسکو زندہ قابل زراعت کیا تو اُسکا مالک ہو جائیگا - یہ تبیین مین ہی - اور اگر ارض موات مین کسی نے بطور منارہ کے پتھر لگائے تو یہ اُس زمین کی احیاء ہی اسواسطے کہ اسطرح پتھر بنانا بمنزلہ عمارت کے ہی اور اگر اُسکے گرد چاردیواری بنائی یا اُسکو اسطرح مستحکم کردیا کہ پانی سے محفوظ رہے تو یہ بھی احیاء ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور احیاء کے معنی یہ ہین کہ اُسمین عمارت بنادے یا درخت لگادے یا جوتے یا سینچے کذا فی الخلاصہ اور ماوراء النہر وخوارزم کی بابت راضی ہوتے نہین ہی اسواسطے کہ وہ قسمت مین داخل ہی پس وہ اسلام مین انتہا پر جو مالک یا بائع ہو یا اُسکے وارث ہون انکو بخشی اور اگر انمین سے کوئی معلوم نہو تو ایسی صورت مین حاکم کو تصرف کا اختیار ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اور جو اراضی مملوکہ ہی جب اُسکے مالک مین سے کوئی باقی نہ رہے تو اُسکا حکم مثل لقطہ کے ہی اور بعض نے فرمایا کہ مثل زمین موات کے ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر زمین موات مین کسی جگہ مین عمارت بنائی یا کسی قدر مین کھیتی بوئی یا اس زمین کے واسطے کاریز وغیرہ بنائی تو اُسکے لیے وہ جگہ جہان عمارت بنائی ہی یا کھیتی کی ہی بطور ملک ہوگی اور باقی نہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر نصف سے زیادہ کی احیاء کی تو پوری زمین کا احیاء قرار دیا جائیگا اور اگر آدھی زمین کو زندہ کیا تو اُسکو اُسی قدر ملیگی جسقدر زندہ کی ہو باقی نہ ملیگی پس امام ابو یوسف رح نے کثرت کا اعتبار کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جسقدر اُسنے نہین زندہ کی ہی یعنے ہنوز موات ہی اگر وہ زندہ کی ہوئی کے بیچ مین ہو تو یون قرار دیا جائیگا کہ اُسنے کل کو زندہ کیا ہی اور اگر زمین موات ایک گوشہ مین چھوٹی رہی ہو تو اسقدر باقی کا احیاء تقرار دیا جائیگا یعنے اسقدر اُسکی ملک نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور ابن سماعہ رح نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی ہی کہ اگر زمین موات مین کنعان کھودکر زمین مذکور مین پانی دیا تو اسکی احیاء کردی خواہ اُسمین زراعت کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر زمین مذکور مین نہرین کھودین تو احیاء نہوگا لیکن اگر انہین مین پانی جاری کردیا تو احیاء ہی اور اگر زمین موات کی گھاس جلادی تو احیاء نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر بیشہ یا جنگل ہو پس اُسنے نکل کاٹ کر یا درخت کاٹ کر زمین برابر کی تو یہ احیاء ہی یہ غیاثیہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اس قطعہ زمین کی میرے واسطے احیاء کرے پس وکیل نے احیاء کی تو وہ قطعہ موکل کا ہوگا بشرطیکہ امام المسلمین نے موکل کو اسکے احیاء کی اجازت دی ہو یہ قنیہ مین ہی - اور جو زمین خراب آبادی کے قریب ہو اُسکی احیاء ہمارے نزدیک نہین جائز ہی کذا فی الکنز یعنے اگر اُسکو کسی نے احیاء کیا تو اُسکا مالک نہوگا و احیاء کا حکم ثابت نہوگا علی ما مر من التفصیل متذکر اور دجلہ و فرات نے جو زمین چھوڑ دی ہی یعنی پانی کی دھار ہٹ کر یہ زمین چھوڑ کر بہنے لگی ہی پس اگر ایسا نظر آوے کہ یہ پانی دھار پھر اسی جگہ بہنے لگے تو اُسکی احیاء نہین جائز ہی کیونکہ اُسکے نہر ہو جانے کی حاجت عام لوگون کو ہی اور اگر ایسا نظر نہ آوے کہ پھر دھار یہان عود کریگی تو وہ موات ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - ایک زمین غرق ہوکر بحر ہوگئی پھر اُسمین سے پانی جاتا رہا یا کسی اور وجہ سے خراب ہوگئی پھر ایک شخص آیا اور اُسنے اس زمین کی تعمیر کی تو بعض نے کہا کہ یہ زمین مالک قدیم کی ہوگی **قال المترجم** ہوالاصح - اور بعض نے کہا کہ جسنے احیاء کی ہی اُسکی ہوگی **قال المترجم** لم یوخذ بہذا - کذا فی التقنیہ امام نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تیراجی چاہے فلان زمین موات کو زندہ کرکے اُس سے انتفاع حاصل کر مگر تیری ملکیت کی

پس اُسنے احیا کی تو اُسکا مالک نہوگا کیونکہ یہ شرط امام اعظم رح کے نزدیک صحیح ہی کیونکہ امام رح کے نزدیک بدون اجازت امام المسلمین کے موات کا مالک نہین ہوتا ہی پس جب امام نے اُسکو مالک ہونے کی اجازت نہ دی تھی تو احیا کرنے سے وہ مالک نہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ ایک شخص نے ارض موات کو زندہ کیا پھر دوسرے شخص نے آکر اُسکی گردکی زمین کا احیا کیا یہان تک کہ شخص اول کی زمین کے چارون طرف اُسنے احاطہ کر لیا تو شخص اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کی زمین سے جو اُسنے زندہ کی ہی اپنی زمین مین آمدورفت کیا کرے اور اگر اُس شخص کی زمین زندہ کردہ کے گرد چار آدمیون نے آکر چار جانب سے زمین موات کو زندہ کرکے اُسکی زمین کو سب طرف سے گھیر لیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جس زمین سے چاہے اپنی زمین مین آمدورفت کیا کرے بشرطیکہ چارون نے ساتھ ہی چار جانب سے احیا کیا ہو یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے زمین موات مین زندہ کرنے کی غرض سے کنوان کھودا اور پانی نکلنے مین ایک ہاتھ باقی رہگیا تھا کہ دوسرے شخص نے آکر اُسی زمین مین کنوان کھودا تو اس زمین کا شخص اول مستحق ہی لیکن اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ اُسنے احیا کو ترک کردیا ہی اور ترک کی مقدار ایک مہینہ مقرر کی گئی ہی یعنے اگر اُسنے ایک مہینہ تک ترک کیا تو البتہ دوسرا مستحق ہوگا اور اگر اس مسئلہ مین شخص اول نے فقط ایک ہاتھ کھودا ہو تو اُسکا حکم وہ ہی جو تحجیر کا حکم ہی احیا نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر شمل دجلہ کے کوئی دریا ہو آسیہ چراگاہ ہو اور ایسی جگہ جہان سے جلانے کی لکڑیان لائی جاتی ہین تو یہ سب اُس شخص کی ہونگی جسنے اُس زمین کو زندہ کیا ہی لیکن اگر یہ زمین کسی قریہ کی فناء ہو اور احیا سے اُنکی فناء فاسد ہوئی جاتی ہی تو وہ شخص احیا سے منع کیا جائیگا اور والی کو اختیار ہی کہ جس زمین مین یگ ڈنڈی کا راستہ ہی اُسکو احیا کرکے واسطے کسی کے نام کردے بشرطیکہ اس سے مسلمانون کے حق مین ضرر نہو اور فرمایا کہ ایسا اختیار فقط خلیفہ کو ہی یا جسکو خلیفہ نے متولی مقرر کیا ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر پہاڑ کی جڑ مین کنوان کھودا تو اُسکے اعلی تک مالک ہوجائیگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور واضح ہو کہ ارض موات کے حق مین دو حکم ہوتے ہین ایک حکم حریم دوم حکم وظیفہ پس حکم حریم مین دو طرح بیان ہی اول اصل حریم کا بیان دوم مقدار حریم کا بیان پس اسمین کچھ اختلاف نہین ہی کہ جسنے زمین موات مین کنوان کھودا اُس کنوئین کے واسطے اصل حریم ضرور ہی حتے کہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے حریم مین کنوان کھودنا چاہا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اسکو منع کرے اسی طرح چشمہ کے واسطے بالاجماع حریم ہی رہا مقدار حریم کا بیان سو چشمہ کے حریم کی مقدار بالاجماع پانچ سو گز ہی کذا فی البدائع۔ پھر بعض نے فرمایا کہ یہ پانچ سو گز چارون طرف سے ہین یعنے ہر طرف سے ایک سو پچیس گز ہین اور اصح یہ ہی کہ ہر طرف سے پانچ سو گز مراد ہین اور گز سے گز مکسر جو چھ مٹھی کا ہوتا ہی مراد ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور بیر العطن یعنے جو کنوان ایسا ہوتا ہی جس سے جانورون کو پانی پلاکر اُسکے گرد آرام دیتے ہین اُسکا حریم چالیس گز ہوتا ہی کذا فی البدائع۔ اور بعض نے فرمایا کہ چالیس گز چارون طرف سے ہر طرف سے دس دس گز مراد ہی اور صحیح یہ ہی کہ ہر طرف سے چالیس چالیس گز ہوتا ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور سینچنے کے کنوئین کا حریم سو حسن رح کے قول کے موافق اُسکا حریم ساٹھ گز ہوتا ہی اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ مین سوائے چالیس گز کے اور زیادہ نہین جانتا ہون اور اسی پر فتوے ہی اور صدر الشہید نے قضاء جامع صغیر کی شرح مین فرمایا ہی کہ اگر کسی شخص نے احیا ارض موات کے لیے زمین مذکور مین نہر بنائی تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے واسطے حریم کا مستحق نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک مستحق ہوگا اور صحیح یہ ہی کہ بالاجماع اُسکے واسطے حریم کا مستحق ہوگا اور نوازل مین مذکور ہی کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہر کا حریم ہر دو طرف اُسکے عرض کا نصف ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ بقدر عرض نہر کے ہی اور فتوی امام ابو یوسف رح کے قول پر ہی۔

یہ فتاوی کبری مین ہی۔ اور رہا بیان حکم وظیفہ کا سو اگر مسلمان نے زمین موات کو زندہ کیا تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر اُسنے زمین عشر کے تحت کی زمین موات کو زندہ کیا ہو تو یہ بھی عشری ہوگی اور اگر زمین خراجی کے تحت کی زمین موات زندہ کی ہو تو وہ خراجی ہوگی اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر اُسنے عشر کے پانی سے زندہ کیا ہو تو وہ عشری ہو اور اگر خراجی پانی سے زندہ کی ہو تو خراجی ہو اور اگر زمین موات کو کسی ذمی نے زندہ کیا تو بہ حال وہ خراجی ہو کیسے ہی ہو یہ بالاجماع ہو اور یہ مسایل کتاب العشر و الخراج کے مسئلہ ہوئے ہدایہ مین ہی۔ اور امام محمد رحمہ سے نوادر مین یہ روایت ہی کہ جسنے کنوئین کے حریم ساتھ زمین موات کو زندہ کیا اگر اُسمین رسی لگتی ہو تو رسی کی قدر اُسکا حریم ہوگا تاکہ وہ کنوئین سے انتفاع حاصل کر سکے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر امام المسلمین کی اجازت سے کسی شخص نے جنگل مین کنوان کھودا پھر دوسرے شخص نے اگر اُسکے حریم مین کنوان کھودا تو شخص اول کو اختیار ہوگا کہ جو دوسرے شخص نے کھودا اُسکو پاٹ دے اسی طرح اگر اُسنے اس مقام پر کوئی عمارت بنائی یا زراعت کی یا اور کوئی بات کی تو شخص اول کو اس سے ممانعت کر دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ وہ اس مقام کا مالک ہوگیا ہی اور اگر پہلے شخص کے کنوئین سے کوئی چیز ہلاک و تلف ہو جاوے تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ وہ متعدی و ظالم نہین ہی اور اگر دوسرے شخص کے کنوئین مین گرکر کوئی چیز مرجاوے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ یہ کنوان جو اُسنے کھودا ہی یہ عاشہ اُسکی ہلاکت کا ہوا ہی اسمین دوسرے شخص کھودنے والے نے تعدی و ظلم کیا ہی اور اگر دوسرے شخص نے بھی امام المسلمین کے حکم سے شخص اول کے کنوئین کے قریب نزدیک اُسکے حریم مین دوسرا کنوان کھودا پھر پہلے شخص کے کنوئین کا پانی ٹوٹ گیا اور یہ معلوم ہوا کہ اسکا پانی دوسرے شخص کے کنوان کھودنے کی وجہ سے ٹوٹا ہی تو پہلے شخص کا اسپر کچھ استحقاق نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی نے ارض موات مین کاریز نکالی تو بالاجماع اُسکے حریم کا مستحق ہی۔ رہا مقدار حریم کا بیان سو امام محمد رحمہ نے کتاب مین ذکر فرمایا کہ کاریز بمنزلہ کنوئین کے ہی پس اُسکا حریم بھی اسی قدر ہوگا جسقدر کنوئین کا ہوتا ہی پس امام محمد رحمہ نے فقط اسی قدر ذکر کیا ہی اس سے زیادہ کچھ نہین فرمایا ہی اور ہمارے مشائخ نے اسپر زیادہ کیا اور فرمایا کہ کاریز اگر ایسے موقع پر ہو کہ جہان پانی روے زمین پر ظاہر بہتا ہو تو کاریز بمنزلہ چشمہ جوشندہ کے ہوگا کہ حریم مثل چشمہ کے پانچ سو گز ہوگا بالاجماع اور جس جگہ کاریز کا پانی روے زمین پر نہ جاری ہو تو کاریز کا حریم بمنزلہ کنوئین کے ہوگا کہ فرق یہ ہی کہ وہ زمین کے نیچے بہتی ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اراضی موات مین حریم کا استحقاق ہر طرف سے حاصل ہونا ایسی ہی جگہ مین ہی جہان دوسرے کسی کا حق متعلق نہو اور اگر دوسرے کسی کا حق متعلق ہو تو ایسا نہین ہی چنانچہ اگر زمین موات مین کسی شخص نے کنوان کھودا پھر دوسرے شخص نے اگر اس شخص کے کنوئین کے ایک طرف حریم کا اختیار پایا تو اسکا کنوان کھودا تو جس طرف پہلے شخص کے کنوئین کی حریم ہو اُس جانب سے اس دوسرے شخص کو اُسکے کنوئین کے واسطے حریم نہ ملیگی ہان باقی تین طرفون مین جسمین کسی کا حق متعلق نہین ہی اُسکو حریم ملیگی یہ نہایہ مین ہی۔ ایک کاریز دو شخصون مین مشترک ہی پھر دونون مین سے ایک شخص نے ایک زمین موات کو زندہ کیا۔ تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ زمین مذکور کو اس کاریز سے سینچے یا اُسکا پانی اس کاریز سے مقرر کرے کیونکہ وہ چاہتا ہی کہ اپنے شریک سے زیادہ لیوے کیونکہ اس زمین کا پانی اس کاریز سے نہ تھا حالانکہ شریک کو یہ اختیار نہین ہی کہ بدون اجازت شریک کے اُس سے زیادہ پانی لے لے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی شخص نے زمین موات مین درخت لگائے اگر باجازت امام ہون تو سب کے نزدیک یا بلا اجازت امام المسلمین امام اعظم و ابو یوسف و محمد رحمہ اللہ

تو صاحبین رح کے نزدیک آیا وہ شخص ان درختون کے واسطے حریم کا مستحق ہی حتی کہ اگر دوسرا شخص آیا اور اُسنے ان درختون کے برابر پہلو مین اپنے درخت لگانے چاہے تو اسکو ممانعت کا اختیار ہی یا نہین تو امام محمد رح نے یہ صورت کتاب مین ذکر نہین فرمائی اور ہمارے مشائخ رح نے فرمایا کہ بقدر پانچ گز کے حریم کا مستحق ہوگا اور یہی حدیث مین وارد ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر دو شخصون نے زمین موات مین ایک کنوان دونون نے اپنے خرچہ سے اس شرط سے کھودا کہ کنوان دونون مین سے ایک کا اور حریم دوسرے کا ہوگا تو یہ جائز نہین ہی اسواسطے کہ دونون نے خلاف موجب شرع باہم صلح قرار دی ہی اسواسطے کہ شرع نے حریم کو بدین غرض کنوئین کے تابع کیا ہی کہ کنوئین کا مالک اُس سے انتفاع حاصل کر سکے پس حریم مالک چاہ کا ہوگا سو جب کنوان ایک کے واسطے مشروط ہوا تو حریم بھی اُسی کا ہوگا اور اگر کنوان دونون مین مشترک ہو تو حریم بھی دونون مین مشترک ہوگا اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ کنوان و اُسکا حریم دونون مین برابر مشترک ہو بشرطیکہ دونون مین سے فلان شخص بہ نسبت ایک کے زیادہ خرچ کرے تو بھی نہین جائز ہی پس جسنے زیادہ دیا ہی وہ زیادتی کی مقدار مین سے نصف مقدار دوسرے سے واپس لیگا کیونکہ ان دونون نے ایک شئی مباح کے احراز مین شرکت کی ہی تاکہ یہ مباح دونون مین مشترک ہو احراز مباح کی شرکت اس امر کو مقتضی ہی کہ خرچہ بقدر ملک ہو پس جب ایک کے ذمہ زیادہ خرچہ کی شرط لگائی تو شرط صحیح نہین ہی اور جسقدر اُسکی طرف سے زیادہ خرچ کیا ہی وہ واپس لیگا اسواسطے کہ اُسکی طرف سے اُسکے حکم سے خرچ کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر دو شخصون نے باہم یہ شرط لگائی کہ ایک نہر کھودین و ایک زمین موات کو زندہ کرین اور نہر ایک شخص کی ہو اور زمین دوسرے کی ہو تو یہ جائز نہین حتے کہ یہ سب ان دونون شخصون مین مشترک ہوگی اور جب دونون مین مشترک ہوئی تو دونون مین سے کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ نہر مذکور سے اپنی خاص زمین سینچے اور اگر شریکون نے باہم سے ایک شریک کے ذمہ زیادہ خرچہ شرط کیا تو جائز نہین ہی اور وہ واپس لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ دو نہرین دو کانون کے ایک ہی جگہ واقع ہین اُن دونون کے درمیانی حریم مین اختلاف واقع ہوا پس جسنی جگہ دونون نہرون مین سے کسی ایک نہر کی مٹی مین گھری ہو یعنے ایک نہر کی مٹی نکال کر ڈالی گئی ہو اور وہ جگہ اس نہر والون کے قبضہ مین ہو تو اُس جگہ کے باب مین اسی نہر والون کا قول قبول ہوگا اور دوسری نہر والون کا دعوے شرکت اتنی جگہ مین زبانی تصدیق نہ کیا جائیگا۔ الا اُس صورت مین کہ وہ لوگ اپنے دعوی کے گواہ پیش کرین اور جتنی جگہ دونون نہرون کے بیچ مین خالی پڑی ہو یعنے دونون نہرون مین سے کسی نہر کی مٹی سے گھری نہو اور دونون کانون والون کو اُسمین منازعہ نہو تو وہ دونون کانون والون کے درمیان انصافاً نصف ہوگی لیکن اگر کسی کانون والون نے اپنے گواہ پیش کیے کہ یہ خاص ہماری ہی تو اُنکی ہوگی اور اسی طرح کا مسئلہ آخر کتاب المزارعہ مین گذر چکا ہی یہ کبری مین ہی۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین واقع ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے واسطے حریم نہوگا الا اُس صورت مین کہ حریم ہونے کے گواہ قائم کرے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو بقدر سنباتہ کے ملیگا جسپر چل سکے اور نہر کی مٹی اُسپر ڈالے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر کسی شخص نے جنگل مین مکان بنایا تو اُسکے حریم کا مستحق نہوگا اگرچہ کوڑا ڈالنے کے واسطے حریم کی حاجت رکھتا ہی اسوجہ سے کہ قصر سے بدون حریم کے انتفاع ممکن ہی

اور کنوئین پر اسکا قیاس نکیا جائیگا کیونکہ کنوئین والے کو جسقدر ضرورت ہوتی ہی اسکی بہ نسبت اسکو جسقدر کم کی ضرورت
ہی یہ کافی وقیبین مین ہی - اگر ایک شخص کا کنوان دوسرے کے دار مین ہو تو جب یہ شخص اپنا کنوان اگر ڈالدے
تو اسکی مٹی اس شخص کے دار مین ڈالنے کا استحقاق نہین رکھتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - کسی شخص نے
چاہا کہ کسی مسجد مین یا محلہ مین کنوان کھودے پس اگر اسمین کسی وجہ سے ضرر نہو اور ہر وجہ سے نفع ہو تو اسکو یہ اختیار ہی
اس مقام پر یون ہی ذکر فرمایا ہی اور کتاب الصلوۃ سے پہلے باب المسجد مین ذکر فرمایا کہ مسجد مین کوئی کنوان نہ
کھودا جاوے اور جو شخص کھودے وہ ضامن ہوگا اور فتوے اسی قول پر ہی جو باب المسجد مین ذکر فرمایا ہی یہ کبری مین ہی

دوسرا باب - نہرون کے اکارنے اور انکی اصلاح کے بیان مین - تین طرح کی نہرین ہوتی ہین بعضی
ایسی نہرین ہین جنکا اکارنا سلطان کے ذمہ ہی اور بعض ایسی ہین کہ انکا اکارنا نہر والون کے ذمہ اسطرح ہی کہ
اگر وہ انکار کرین تو انپر جبر کیا جائیگا اور بعض ایسی ہین کہ انکا اکارنا اہل نہر کے ذمہ ہی لیکن اگر وہ لوگ انکار کرین تو
مجبور نکیے جاوینگے پس اول یعنے جنکا اکارنا سلطان کے ذمہ ہی - وہ نہرین ہین جو بڑی بڑی ہین اور مقاسم
مین داخل نہین جیسے دجلہ و فرات و سیحون و جیحون و نیل و گنگا ان نہرون مین اگارنے کی ضرورت ہو تو اکارنا و
انکے کنارے کی درستی سلطان پر واجب ہی کہ بیت المال سے کرے اور اگر بیت المال مین مال نہو تو مسلمانون کو
انکے اکارنے پر مجبور کریگا اور اس کام کے واسطے انکو گھرون سے باہر نکال کر بیگار لیگا پھر اگر کسی مسلمان نے چاہا
کہ ان دریاؤن مین سے کوئی نہر کا ٹکڑا اپنی زمین کو لیجاوے تو اسکو اختیار ہوگا بشرطیکہ عام کو اس سے ضرر نہ پہنچتا ہو
اور اگر عام کو ضرر ہو مثلاً نہر کا کنارہ ٹوٹ جاوے اور اس سے غرق کا خوف ہو تو اسکو ایسی نہر کاٹنے سے ممانعت
کیجائیگی - اور دوم یعنے جنکا اکارنا و اصلاح اہل نہر پر اسطرح لازم ہی کہ اگر وہ انکار کرین تو انپر جبر کیا جاوے یعنے
امام المسلمین انپر جبر کرے پس ایسی نہرین وہ ہین جو بڑی بڑی نہرین کہ قسمت مین داخل ہین اور انپر گانون
آباد ہین پس اگر ایسی نہرون مین اکارنے و اصلاح کی ضرورت ہوئی تو یہ اہل نہر پر لازم ہی اور اگر انھون
نے انکار کیا تو امام المسلمین انکو اس امر پر مجبور کریگا اسواسطے کہ اسکا ضرر عام ہی اور نہ اکارنے مین
جتنے لوگ اس سے پانی پاتے ہین انکے حق مین پانی کی قلت ہوگی اور وہ نہین ہی کہ اسکی وجہ سے اناج کی پیداوار
مین بہت کمی آجاوے اور گران ہوجاوے پس جب ایسی صورت ہو کہ پانی کی زیادتی کا نفع اُن لوگون کو پہونچیگا
اور نہ اکارنے کا ضرر عام کو ہوگا تو اُن لوگون کو جنکی تقسیم مین داخل ہی اسکے اکارنے پر مجبور کیا جائیگا اور کسی کو یہ اختیار
نہین ہی کہ ایسی نہر مین سے اپنے واسطے نہر کاٹ کر لیجاوے خواہ یہ بات اہل نہر کے حق مین مضر ہو یا نہو اور
اور ایسی نہر کے پانی مین استحقاق شفہ نہین ہی یعنے پانی بیچنے کا استحقاق نہین ہی اور جس نہر کا
اکارنا اہل نہر کے ذمہ ہی اور درصورت انکار کے انپر جبر نہ کیا جائیگا وہ نہر خاص ہی اور نہر خاص مین اختلاف ہی بعض
نے فرمایا کہ اگر دس آدمیون کی یا اس سے کم لوگون کی نہر ہو یا اس نہر پر ایک گانون ہو کہ اسکا پانی ان گانون
والون مین تقسیم ہوتا ہو تو وہ نہر خاص ہی اسمین شفہ کا استحقاق ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر چالیس آدمیون
سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہی اور اگر چالیس کے واسطے ہو تو نہر عام ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر سو
آدمیون سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہی - اور بعض نے فرمایا کہ اگر نہر اسے کم کے واسطے ہو تو خاص ہی اور اصح

قول یہ ہی کہ یہ رائے مجتہد کے سپرد ہی تھے کہ وہ جس قول کو ان اقوال مین سے چاہے اختیار کرے - پھر نہر خاص کی ہموت مین اگر بعضے شریکون نے اگارنا چاہا اور باقیون نے انکار کیا تو شیخ ابوبکر بن سعید بلخی رح نے فرمایا کہ امام ان لوگون کو جو انکار کرتے ہین مجبور نکریگا اور اگر ان لوگون نے جو اگارنا چاہتے ہین اگارا تو متطوع قرار دیے جاوینگے اور شیخ ابوبکر اسکاف رح نے فرمایا کہ ان لوگون پر اسواسطے جبر کیا جائیگا - اور خصاف رح نے نفقات مین ذکر فرمایا کہ قاضی ان لوگون کو حکم دیگا کہ تم لوگ اپنے پنکوا گارنے کی خواہش ہی اسکو اگر والو اور جب ان لوگون نے ایسا کر لیا تو انکو اختیار ہوگا کہ باقیون کو اس نہر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنے سے منع کرین یہان تک کہ یہ لوگ حصہ رسد کے موافق اگارنے کا خرچہ انکو دیدین اور ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے مروی ہی - اور اگر سب حصہ دارون نے اگارنے سے انکار کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق امام المسلمین انکو مجبور نکریگا اور بعضے متاخرین نے فرمایا کہ مجبور کریگا - اور اگر حصہ دار لوگ نہر کو اگارنے پر متفق ہوے تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ نہر اوپر کی طرف سے اگارنی شروع کیجاویگی پھر جب کسی شخص کی زمین سے تجاوز کر جاوے تو اگارنے کا خرچہ اسکے ذمہ سے دور ہو جائیگا اور جو باقی ہین انپر محیط - اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگارنے کے خرچہ کا مجموعہ اول سے آخر تک کا ان سب پر حساب زمین و تجاوز کے پھیلایا جائیگا اور پانی پینے والون پر جو زمین سے کچھ لازم نہوگا کیونکہ وہ حصہ دار نہین ہین ماخوذ ہے - اسواسطے مشائخ نے امام اعظم رح کا قول لیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اس صورت کا بیان یہ ہی کہ اگر نہر کے شریک دس ہون پس ابتدای نہر سے اگارنے کا خرچہ ہر ایک کے ذمہ دسوان حصہ ہوگا یہان تک کہ ایک کی زمین سے جب تجاوز کر جاوے تو باقیون پر نو حصہ ہوکر ہر ایک پر نوان حصہ ہوگا یہان تک کہ دوسرے کی زمین سے تجاوز کر جاوے پھر باقی نو کون پر جو حصہ آٹھ حصہ ہوکر ہر ایک پر آٹھوان حصہ ہوگا علی ہذا القیاس آخر نہر تک یہی صورت ہوگی اور صاحبین کے نزدیک اول نہر سے آخر تک سب حصہ جو حصہ دس حصے ہوکر ہر ایک پر دسوان حصہ ہوگا یہ کافی مین ہی - اگر ایک شخص کی زمین نہر سے پانی آنے کا دانہ ہو اور زمین مین ہو جو اسنے نہر کو اپنے دانہ سے اپنی وسط زمین تک اگارا دیا پس آیا امام رح کے موافق اسکے حصہ سے اگارنا ساقط ہو جائیگا تو بعض نے فرمایا کہ ساقط نہوگا جب تک اسکی زمین سے تجاوز کر جاوے اور یہی صحیح ہی - اور جب اگارنا اسکی زمین سے تجاوز کریگا پس آیا اسکو اختیار ہی کہ نہر کا دانہ کھول کر اپنی زمین نیچے تو بعض نے فرمایا کہ اسکو کھول لینے کا اختیار ہی اور بعض نے فرمایا کہ نہین کھول سکتا ہی جب تک پوری نہر اگارنے سے فراغت نہو جاوے کیونکہ اگر اسنے قبل اسکے کھول لی تو شریکون سے پہلے اسکو پانی ملیگا جو فقط اسی کو ملیگا اور اسی وجہ سے بعضے متاخرین نے فرمایا ہی کہ اسفل نہر سے اگارنا شروع کیا جاوے یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر کوچہ غیر نافذہ کے خاص راستہ کے اول سے آخر تک اصلاح کرنے کی ضرورت پڑی تو اول راستہ کی اصلاح بالاجماع سب اہل کوچہ پر ہوگی پھر جب درست کرتے ہوے کسی شخص کے دار تک پہونچین پس آیا اس سے خرچہ اصلاح دور کیا جائیگا یا نہین سو اس مسئلہ کے واسطے کوئی روایت نہین ہی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فقیہ ابوجعفر سے حکایت کی ہی کہ مین نے مشائخ رح کی بعض کتب مین دیکھا ہی کہ بالاتفاق اس شخص سے خرچہ دور کیا جائیگا - اور اگر نہر عظیم ہو اور

اُسپر چند گانون آباد ہون جنکو اس نہر سے پانی ملتا ہو اور ایسی نہر کو فارسی مین کام کہتے ہین پس اہل نہر نے اس نہر کے اُگارنے پر اتفاق کیا اور اُگارتے ہوئے ایک گانون کے نہر کے دہانہ تک پہونچے پس آیا ان لوگون کے ذمہ سے اُگارنے کا خرچہ دور کیا جائیگا سو اس مسئلہ کی بھی کوئی روایت اصل مین نہین ہی اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نوادر مین مذکور ہی کہ ان لوگون سے خرچہ اگرائی بالاتفاق دور کیا جائیگا اور نہر خاص کے قیاس پر چاہیے کہ اس گانون والون سے خرچہ اگرائی دور نہ کیا جاوے جب تک کہ اس گانون کی زمین سے بالکل تجاوز نہ کرے یہ محیط مین ہی

کتاب الشرب

اور اسمین پانچ باب ہین

باب اول - شرب کی تفسیر و اُسکے رکن و شرط محل و حکم کے بیان مین - شرب کی تفسیر شرعی یہ ہی کہ شرب اُس حصہ پانی کو کہتے ہین جو اراضی کے واسطے ہو نہ غیر اراضی کے واسطے - اور رکن شرب پانی ہی سو اسطے کہ شرب کا قیام اسی سے ہی اور شرب کی شرط حالت یہ ہی کہ شرب کا حصہ دار ہو - اور حکم شرب یہ ہی کہ سیرابی حاصل ہو اسلیے کہ حکم شی کا وہ ہوتا ہی جسکے واسطے یہ شی کی جاوے اور زمین کو اسواسطے پانی دیا جاتا ہی کہ سیراب ہو جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی - پانی چند انواع مین آتا ہی بحر کا پانی اور وہ تمام خلق کے واسطے عام ہی چاہین اُس سے پانی پیئین یا زمین سینچین یا نہر مین پانی لیجاوین جسکے کہ اگر کسی شخص نے بحر کے پانی سے نہر کے ذریعہ سے کاٹ کر اپنی زمین مین پانی لیجانا چاہا تو اُسکو ممانعت نہ کیا جائیگا - اور بحر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنا ایسا ہی جیسے سورج و چاند و ہوا سے نفع لینا پس جسطرح جی چاہے نفع اٹھاوے منع نکیا جائیگا دوم بڑے بڑے دریاؤن کا پانی جیسے جیحون و سیحون و دجلہ و فرات و نیل پس ایسے دریاؤن سے لوگون کو علی الاطلاق پانی پینے کا استحقاق ہی اور زمین سینچنے کا حق ہی مثلاً کسی نے زمین موات کو زندہ کیا اور اُسکے سینچنے کے واسطے ان دریاؤن مین سے کسی سے نہر کاٹ کر لیگیا پس اگر عام لوگون کو اس سے ضرر نہ ہو اور نہ وہ نہر کسی کی ملک مین ہو تو اُسکو اختیار ہی اور لوگون کو یہ بھی اختیار ہی کہ اُسپر اپنی پن چکیان و دالیہ نصب کرین بشرطیکہ عام کو مضرت نہ پہونچتی ہو اور اگر عام لوگون کو اُسمین ضرر ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اسواسطے کہ عام ضرر دفع کرنا واجب ہی اور ضرر پہونچنے کی صورت یہ ہی کہ مثلاً یہ خوف ہو کہ نہر کاٹنے سے پانی اسطرف جھک پڑیگا اور نہر کا کنارہ ٹوٹ جائیگا اور اراضی و دیہات غرق ہو جاوینگے اسی طرح ساقیہ و دالیہ اس دریا سے کاٹ کر نکالنے مین بھی یہی حکم ہی سوم وہ پانی جو کسی قوم کی نہر خاص مین جاری ہو پس اُسمین غیر لوگون کو حق شفعہ حاصل ہی یعنی خود پی سکتے ہین اور اپنے چوپاؤن کو پلا سکتے ہین اور چہارم وہ پانی جو کسی نے اپنے مشکے وغیرہ کسی ظرف مین بھر کر اپنے احراز مین کر لیا ہو پس ایسے پانی مین سے کسی کو بیع جائز نہین ہی کہ بدون اُسکی اجازت کے کچھ لے اور بھر لینے والے کو یہ اختیار ہی کہ اُسکو فروخت کرے

کیونکہ احراز سے اُسکا مالک ہوگیا پس وہ مثل شکار و گھاس کے ہوگیا۔ لیکن ایسے پانی کی چوری مین ہاتھ نہ کاٹا جائیگا کیونکہ اسمین شرکت کا شبہ ہی حتے کہ احراز کرنے والے کے واسطے بھی یہ چوری موجب حد نہ ہوگی یعنی کسی شخص نے یہ پانی چوریا حالانکہ وہ پورا نصاب ہی یعنی اس پانی کی قیمت اسقدر درم ہین جتنے درہمون کی چوری سے ہاتھ کاٹا جاتا ہی تو بھی اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور جو پانی کسی شخص کے کنوئین یا حوض مین ہی اُسمین غیر کو ایک طرح کی شرکت ہی باین طور کہ خود وہ پانی پی سکتا ہی اور اپنے چوپاؤن کو پلا سکتا ہی حتی کہ اگر کسی شخص نے غیر کے کنوئین یا حوض سے پانی پینے کے واسطے لیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اس شخص سے پانی واپس لے اور ایسی صورت پیش آتی ہو کہ شفہ سے پینے اور جانورون کو پلانے سے تمام پانی ٹوٹا جاتا ہی تو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق کنوئین یا حوض کا مالک منع نہین کرسکتا ہی اور شمس الائمہ سرخسی رح نے ذکر کیا کہ اس صورت مین مشائخ کا اختلاف ہی اور اکثرون کے نزدیک اُسکو منع کرنے کا اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور عیون مین لکھا ہی کہ ایک شہر مین امام المسلمین نے شفہ لینے لوگون کے پینے و چوپاؤن کے پلانے کے واسطے ایک نہر جاری کی پھر بعضے آدمیون نے چاہا کہ نہر مذکور پر اپنی بستان لگادین پس اگر عام لوگون کی شفہ مین ضرر نہو تو اُنکو گنجائش ہی اور اگر ضرر ہو تو بستان لگانے والون کو یہ گنجائش نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک قوم کی نہر ہی اور اُسکے پہلو مین غیر شخص کی زمین ہی جسکا شرب اُس نہر مین سے نہین ہی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اس نہر مین سے پانی پیے اور اپنے چوپاؤن کو پلا دے اور وضو کرے اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اس نہر سے اپنی زمین یا درخت یا کھیتی کو پانی دے اور نہ یہ اختیار ہی کہ اپنی زمین کے واسطے اس نہر پر دولاب قائم کرے اور اگر یہ چاہا کہ مشک یا برتن کے ذریعہ سے اس نہر سے پانی اُٹھا اُٹھا کر اپنی کھیتی یا درخت کو سینچے تو اسمین مشائخ رح نے اختلاف کیا ہی اور اصح یہ ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اہل نہر کو اختیار ہی کہ اُسکو اس سے منع کرین یہ فتاوی قاضی خان و وجیز مین ہی۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ زمین والا اس سے منع نہ کیا جائیگا اور یہی اصح ہی یہ ہدایہ و کافی و تبیین و ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر چند لوگون نے چاہا کہ اس نہر سے اپنے چوپاؤن کو پانی پلا دین تو مشائخ رح نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت مین کہ ان لوگون کے پانی پلانے سے اس نہر کا پانی منقطع و فنا نہو جاوے تو اہل نہر کو یہ اختیار نہین ہی کہ ان لوگون کو منع کرین اور اگر ان لوگون کے پلانے سے پانی منقطع ہو جاوے مثلاً بہت اونٹ ہون تو اہل نہر کو ممانعت کرنے کا اختیار ہوگا اور بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ اگر پانی پلانے سے نہر کا کنارہ ٹوٹ جاوے یا خراب ہو جاوے تو اہل نہر کو منع کرنے کا اختیار ہوگا ورنہ نہین اسی طرح چشمہ اور وہ حوض جسمین بدون احراز کسی کرتب کے پانی آگیا ہی وہ بھی بمنزلہ نہر خاص کے ہی۔ اور سقایہ کے پانی سے یعنی جو پینے کے واسطے رکھا گیا ہی وضو کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی پس بعضون نے جائز رکھا ہی اور بعضون نے فرمایا کہ اگر پانی بہت ہو تو وضو جائز ہی ورنہ نہین۔ اور اسی طرح جو پانی کہ پینے کے واسطے رکھا گیا ہو اُسمین ہی حکم ہی حتے کہ مشائخ رح نے فرمایا کہ حوض جو پینے کے واسطے رکھا گیا ہو اُسکے پانی سے وضو کرنا جائز نہین ہی

اور وضو کرنے والا منع کیا جائیگا اور یہی صحیح ہی۔ اور یہ جائز ہی کہ مقایہ کا پانی اس غرض سے اپنے گھر لیجاوے کہ اُسکے اہل وعیال پیئن۔ اور کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ غیر کے نہر یا چشمہ یا کاریز سے اپنی زمین یا کھیتی کو سینچے خواہ ایسا کرنے پر مضطر ہو یا نہو اور اگر بدون اجازت مالک نہر کے کسی نے نہر کے پانی سے اپنی زمین یا کھیتی سینچی تو جسقدر اُسنے پانی لیا ہی (مثلاً چوتھی سوکھی جاتی ہی) اُسکا تاوان اُسپر واجب نہوگا لیکن اگر اُسنے کئی بار اسطرح پانی لیا پس اگر سلطان کی رائے مین اُوسے تو ایسے شخص کو مارنے وقید کرنے کی سزا دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر نہر خاص یا کسی شخص کے حوض یا کنوئین مین سے کسی اجنبی نے چاہا کہ وضو یا کپڑے دھونے کے واسطے گھڑے سے پانی بھرلے تو امام طحاوی نے ذکر کیا کہ اُسکو یہ اختیار ہی اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کوئی چشمہ یا کنوان یا حوض یا نہر کسی شخص کی ملک کے اندر ہو تو جو شخص اسمین سے پانی پینا چاہتا ہی صاحب ملک کو اختیار ہی کہ اُسکو اپنی ملک مین آنے سے منع کرے بشرطیکہ اُس شخص کو اس پانی سے قریب دوسرا ایسا پانی جو کسی کی ملک مین نہین ہی مل سکتا ہو واسطے کہ صاحب ملک اپنی ملک مین دوسرے کے داخل ہونے سے ضرر اُٹھاتا ہی اور اگر دوسرا شخص جو پیاسا ہی قریب ایسا پانی پاتا ہو تو صاحب نہر سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو نہر سے پانی لا دے یا اسکو نہر تک جانے دے تاکہ خود پانی بشرطیکہ نہر کا کنارہ نہ توڑے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جو پانی اُسکے حوض وغیرہ مین ہی اُسمین اس شخص پیاسے کا حاجت کے وقت حق متعلق ہوگیا ہی۔ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب صاحب نہر نے اسکو اپنی ملک مین کھودا ہوا اور اگر زمین موات مین کھودا ہو تو نہر والے کو یہ اختیار نہین ہی کہ اُس پیاسے کو منع کرے اسواسطے کہ زمین موات مشترک تھی اور نہر کھودنا حق مشترک کے احیاء کے واسطے ہی یعنی عشر وخراج کے واسطے پس احیاء سے شفعہ کی شرکت قطع نہوگی اور اگر اُسنے اس شخص کو منع کیا حالانکہ وہ شخص پیاس کے سبب سے اپنی جان یا اپنے جانور کی جان تلف ہونے کا خوف کرتا ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ منع کرنے والے سے ہتھیار سے لڑائی کرے اور اگر پانی کسی شخص کے ظروف مین محرز ہو تو جو شخص پیاس سے ہلاکت کا خوف کرتا ہی اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ پانی کے مالک سے منع کرنے کی صورت مین ہتھیار سے لڑائی کرے ہان بغیر ہتھیار کے لڑائی کرسکتا ہی یہ کافی ہی۔ اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ پانی کے مالک کے پاس بہت پانی ہو اور اگر بہت نہو تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ پانی اسقدر ہو کہ دونون کی جان بچا سکتا ہو دوم یہ کہ ایک ہی کی جان بچانے کے واسطے کافی ہو پس اگر دونون کی جان بچا سکتا ہو تو مضطر پیاسے کو چاہیے کہ بعض لے لے اور بعض چھوڑ دے اور اگر فقط ایک کے واسطے ہو تو مالک کے واسطے چھوڑ دے یہ نہایہ مین ہی۔ اور گھاس مین چند صورتین ہین اوّل انکہ گھاس زمین مباح مین ہو پس اُسمین سب لوگ شریک ہین یعنی اُسمین سے گھاس چھیل لاوین وچراوین جیسے بحر کے پانی مین شریک ہوتے ہین دوم یہ کہ کسی شخص کی مملوکہ زمین مین بدون اُگائے ہوئے خود اُگی ہو تو مالک زمین قبل احراز کے یعنی جب تک اُسکو اپنے حرز مین نہ لاوے تب تک کسی کو منع نہین کرسکتا ہی لیکن اُسکو یہ اختیار ہی کہ لوگون کو گھاس کے لیے

اپنی زمین مین داخل ہونے سے منع کرے - اور ہمارے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص اس گھاس کو لینا چاہتا ہی - اگر اسمین اور مالک زمین مین جھگڑا ہوا پس اگر گھاس کا طالب اس گھاس سے قرب کسی زمین مباح مین گھاس پاسکتا ہو تو مالک زمین کو اختیار ہی کہ اسکو منع کرے اور اگر نہ پاسکتا ہو تو مالک زمین سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو گھاس دیدے یا اسکو آنے کی اجازت دے تاکہ وہ خود لے لے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مالک زمین نے گھاس اگائی ہو مثلاً زمین کو جوت کر اسمین پانی دیا ہو تاکہ اسکے جانور وں کے واسطے گھاس جمے تو وہ اس گھاس کا زیادہ مستحق ہی یعنے اسی کو ملیگی اور کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ بدون اسکی اجازت کے اسمین سے کچھ گھاس لے سکے کیونکہ یہ اسکی کمائی ہی اور کمائی کمانے والے کی ہوتی ہی یہ بسوط مین ہی - اور اگر کوئی شخص اسکی زمین مین بدون اسکی اجازت کے داخل ہوا اور گھاس چھیل لی تو اسکو واپس لینے کا استحقاق نہوگا خواہ اسنے سینچی اور اسکی پرداخت کی ہو یا نہ کی ہو یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہی اور اسکی بیع بھی جائز نہین ہی اور ہمارے مشائخ متاخرین سے مروی ہی کہ اگر مالک زمین نے اسکو سینچا و اسکی پرداخت کی تو اسکا مالک ہوگیا پس بیع جائز ہی اور اگر اسکی بلا اجازت کسی نے گھاس چھیل لی تو اسکو واپس لینے کا اختیار ہوگا - اسی طرح چراگاہون کا اجارہ دینا بھی جائز نہین ہی اور اسکے جواز کا حیلہ یہ ہی کہ مالک زمین سے قطعہ زمین معلومہ اجارہ لے پھر اسکی گھاس اسکو مباح ہوگی یہ ضمرات مین ہی - پھر واضح ہو کہ گھاس سے وہ نبات مراد ہی جو ساقدار نہو اور زمین پر منتشر اور پھیلی ہوئی ہو اور جو ساقدار ہو وہ درخت ہی اسی وجہ سے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خار سپید و سرخ جسکو عربی مین غرقد کہتے ہین درخت کی قسم سے ہی گھاس نہین ہی حتے کہ اگر کسی کی زمین مین غرقد اگی اور کسی شخص نے کاٹ لی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اس سے واپس لے اور خارہا سے سبز نرم جسکو اوشنٹ کہتے ہین اسکے باب مین امام محمد رحمہ اللہ سے نوادر مین دو روایتین ہین ایک روایت مین اسکو منجملہ گھاس کے قرار دیا ہی - اور دوسری روایت مین اسکو منجملہ درخت کے قرار دیا ہی سو اسمین اختلاف الروایۃ نہین ہی بلکہ جسکو منزل گھاس کے قرار دیا ہی وہ خار سبزہ وہ ہی جو زمین پر پھیلا ہوا ہو اور اسمین ساق نہو اور جسکو درختون کی قسم قرار دیا ہی وہ ہی جو ساقدار ہو پس حاصل یہ ہی کہ جو نباتات ساق پہ قائم ہو اگر وہ کسی کی زمین پر اُگے تو وہ اُسکی ملک ہوگی اور لوگون مین مشترک نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور کانٹے مثل گھاس کے ہین اور قیرو فیروزہ و زرنج مثل درخت کے پس اگر کسی نے ان چیزون مین سے کچھ لے لیا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور منتقی مین ہی کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر چراگاہون مین جلانے کے واسطے لکڑی ہو اور یہ چراگاہین کسی کی ملک ہون تو کسی کو اختیار نہوگا کہ اسمین سے لکڑیان لاوے الا مالک کی اجازت سے لاسکتا ہی اور اگر اسکی ملک مین نہون تو لکڑیان لے لینے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اگرچہ یہ لکڑیان یا جس مقام پر لکڑیان ہین کسی قریہ یا اہل قریہ کی طرف منسوب ہو یہ ذخیرہ مین ہی - اور کبریٰ مین ہی کہ اگرچہ یہ لکڑیان یا مقام جسمین لکڑیان ہین کسی گانون یا اسکے لوگون کی طرف منسوب ہو تاہم یہ لکڑیان لے لینے مین کچھ مضائقہ نہین ہی جب تک یہ نجانے کہ یہ کسی کی ملک ہی اور یہی حکم زنبق و کبریت کا اور اُن

پھلوں کا ہی جو چراگاہوں و جنگلوں مین ہوتے ہین یہ مضمرات مین ہی اور لکڑیان چننے والا فقط لکڑیون کے چننے سے لکڑیون کا مالک ہوجاتا ہی اسکی احتیاج نہین رہتی ہی کہ اُنکے بوجھ باندھے اور جمع کرلے تب اُسکی ملک ثابت ہو اور کنوئین سے پانی بھرنے والا فقط ڈول کو بھر لینے سے اُسکا مالک نہین ہوتا ہی جب تک کہ ڈول کو کنوئین کے مُنھ سے ایک طرف نہ کرلے یہ قنیہ مین ہی - اور اگر کسی شخص کی زمین مملوحہ ہو یعنے نمک کی جھیل ہو پس اس پانی مین سے کسی نے لے لیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی جیسے اگر اُسکے حوض مین سے پانی لیتا تو ضمان واجب ہوتی اور اگر یہ پانی جھیل کا نمک ہوگیا تو پھر کسی شخص کو اُسکے لینے کی راہ نہین ہی - اسی طرح اگر نہر پھیلے حتے کہ اُسکی زمین مین ایک گز یا زیادہ گارا مٹی ہوگئی تو کسی کو اس مٹی مین سے مٹی لینے کا اختیار نہین ہی اور اگر لے لی تو ضامن ہوگا یہ مضمرات مین ہی - اور آگ مین شرکت کا بیان اسطرح ہی کہ اگر کسی شخص نے جنگل مین آگ جلائی تو اُسمین کسی کا حق نہین ہی مگر ہر شخص کو یہ اختیار ہی کہ جہان آگ جلتی ہی وہان سے روشن کرلے اور گرمی سے اپنے کپڑے خشک کرلے اور اُسکی روشنی مین کام کرلے لیکن اگر یہ چاہا کہ اُسمین سے کوئی انگارا لیجاوے پس اگر آگ کے مالک نے منع کیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اسواسطے کہ یہ آگ کیا ہی لکڑی ہی یا کوئلہ ہی جسکو آگ روشن کرنے والے نے اپنی حرز مین کرلیا ہی پس وہ اُسکی ملک ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط نار مین شرکت ثابت رکھی ہی اور نار حرارت کا جوہر ہی نہ لکڑی و کوئلہ پس اگر اُسنے انگارے مین سے تھوڑا سا لیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسقدر ہو کہ اگر آگ کا مالک اُسکو کوئلہ کرڈالے تو اُسکی کچھ قیمت ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اُس سے واپس کرلے اور اگر اسقدر کم ہو کہ کوئلہ کرڈالنے کی صورت مین اُسکی کچھ قیمت نہو تو مالک کو واپس کر لینے کا اختیار نہین ہی اور ہر شخص کو اختیار ہی کہ اسقدر خفیف بے قیمت کو بدون اجازت مالک کے بھی لے لے اسواسطے کہ لوگ اسقدر سے عادۃً منع نہین کرتے ہین اور جو منع کرے وہ متعنت ہی اور ہمنے بیان کردیا ہی کہ تعنت کرنے والا شرعاً تعنت سے منع کیا گیا ہی یہ مبسوط مین ہی - اور دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ اگر آگ ایسی ہو کہ اگر بجھ جاوے تو کوئلہ ہوجاوے تو کسی کو اُسمین سے انگارا لینے کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ اُسکی بالاحال کچھ قیمت ہوگی اور اگر آگ ایسی ہو کہ اگر بجھ جاوے تو راکھ ہوجاوے تو اُسکو اختیار ہی کہ اُسمین سے انگارا لے لے اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ آگ مباح لکڑی سے جلائی ہو مثلاً کھڑا درخت سلگا دیا جیسا کہ جنگلون مین کرتے ہین بدون اسکے کہ پہلے اُسکو اپنے حرز مین کرکے تب آگ جلائی ہو تو ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ اُسمین سے انگارا لیجاوے اگرچہ ایسی صورت ہو کہ درصورت بجھ جانے کے وہ کوئلہ ہوجاوے اور اگر جلانے والے نے لکڑی کو پہلے اپنے حرز مین کرکے پھر جلائی ہو حتے کہ لکڑی اُسکی ملک ہوگئی ہو تو اسمین وہی تفصیل ہی جو ہم نے بیان کی یہ محیط مین ہی -

دوسرا باب - شرب کی بیع و اُسکے متصلات کے بیان مین - **قال المترجم** مسیل جس راہ سے پانی کا سیلان ہو یعنے بہے - مجری جس راہ سے جاری ہو - قال فی الکتاب - اگر کسی شخص نے ایک زمین مع دوسری زمین کے شرب کے اجارہ دی تو نہین جائز ہی اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ

زمین ہزار درم کو فروخت کی اور تیرے ہاتھ اسکا شرب فروخت کیا پس آیا شرب کی بیع جائز ہی سو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہی اسواسطے کہ شرب بیع مین مقصود ہو گیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہی اسواسطے کہ شرب مقصود نہین ہوا بلکہ تابع رہا ہی بدین وجہ کہ اُسنے شرب کا کچھ ثمن نہین بیان کیا ہی تو گویا کہ اگر شرب کا ثمن بیان کرتا مثلاً یون کہتا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ زمین ہزار درم کو فروخت کی اور اسکا شرب سو درم کو فروخت کیا تو بلاخلاف جائز نہوتی کیونکہ اس صورت مین شرب ہر وجہ سے مقصود ہو گیا یہ ذخیرہ مین ہی - اور بعض مسائل شرب کے کتاب البیوع مین گذر چکے ہین اگر کسی شخص نے زمین کو اجارہ پر لیا اور شرب کا ذکر نہ کیا تو شرب بھی استحساناً اجارہ مین داخل ہو جائیگا اور اگر زمین خریدی اور اُسکے شرب یا پانی کی مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب یا مسیل کوئی بیع مین داخل نہوگی اور اگر بیع مین شرب کا ذکر کیا اور مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب داخل ہو گا اور مسیل نہین - اور اگر زمین کو مع ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت ہی خرید کیا تو بیع مین شرب و مسیل دونون داخل ہو جاوینگی اسی طرح اگر زمین کو مع اُسکے مرافق کے خرید کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر کسی شخص سے کہا کہ ایک روز تو مجھے اپنی نہر سے پانی پلا لے کہ مین اپنی نہر سے تجھے ایک روز پانی پلاؤنگا تو یہ جائز نہین ہی اسی طرح اگر پانی پلانے کے مقابلہ مین کپڑا یا غلام قرار دیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر دوسرے نے پانی پلا کر کپڑا یا غلام لے لیا تو واپس کر دے اور پینے والے پر بمقابلہ اس انتفاع کے کچھ لازم نہوگا یہ سراجیہ مین ہی - اور اگر کہا کہ مجھے ایک روز پانی پلا بعوض اسکے کہ میرا یہ غلام ایک مہینہ تیری خدمت کریگا یا میرے اس جانور پر ایک مہینہ سوار ہونا یا اسی قبیل سے اور معاوضات مقرر کیے تو یہ سب باطل ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے اپنا پانی مع اُسکی مجاری کے فروخت کیا مگر زمین فروخت نکی اور اس گانون کا رواج یہ ہی کہ پانی پر خراج پڑتا ہی اور پانی مع اُسکی مجاری کے فروخت کیا جاتا ہی تو بیع جائز ہی اور مشتری پر خراج لازم نہوگا اور اگر بیع مین دونون نے مشتری پر خراج کی شرط کر لی ہو تو بیع فاسد ہونا چاہیے اور اگر شرط نہ کی ہو تو خراج بائع پر بجانہ ہانی رہیگا اور خراج مین ہم عرف کا اعتبار نہین کرتے ہین اسواسطے کہ خراج کے معاملہ مین امام کی طرف سے ایسا حکم ہی پس عرف سے اُسکا توڑنا ممکن نہین ہی - ایک شخص نے بدون زمین کے شرب خرید کیا اور اُسپر قبضہ کر کے اپنی زمین کے ساتھ فروخت کیا تو شرب کی بیع جائز نہین ہی الا اُس صورت مین کہ بائع اول جائز رکھے کیونکہ مشتری خالی شرب کو خرید کر قبضہ کرنے سے اُسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ بیع کسی شئے موجود پر واقع نہین ہوئی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر اُسنے زمین و شرب کو فروخت کیا تو بیع جائز ہی اگرچہ بیع کے وقت پانی منقطع ہو اسواسطے کہ بیع اُسپر واقع ہوئی ہی جو وقتاً فوقتاً حادث ہوتا جائیگا پس مسئلہ مذکورہ مین بیع ثانی جائز نہوگی اسواسطے کہ شرب بائع اول کی ملک مین باقی ہی اور بعض نے فرمایا کہ بدون زمین کے فقط شرب کی بیع کا حکم بیع فاسد کے مثل ہی پس جب اُسنے قبضہ کر کے شرب کو فروخت کیا تو جائز ہونا واجب ہی اور یہی صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک شرب دو شخصون مین مشترک ہی دونون مین سے ایک شخص نے وہ زمین جو اس نہر کے پہلو مین ہی فروخت کی اور نہر کے اُسطرف ایک راستہ ہی اور

بینامہ مین زمین مبیعہ کی جانب نہر کی حد مین راستہ بیان کیا تو شیخ ابو نصرؒ نے فرمایا کہ نہر بیع مین داخل نہوگی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ داخل ہوگی اور اسی پر فتوے ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر شرب کو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا یا اُسکو اجارہ پر دیا اور غلام پر قبضہ کرکے اُسکو آزاد کر دیا تو عتق جائز ہے اور غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر باندی ہو اور اُس سے وطی کر لی اور وہ حاملہ ہو گئی تو باندی مذکور اُسکی ام ولد ہو جاویگی اور اُسپر اُسکی قیمت وعقر لازم ہوگا اور کتاب البیوع کی روایت کے موافق عقر لازم نہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک زمین کو دوسری زمین کے شرب کے ساتھ فروخت کیا تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی فتاوے قاضی خان اور صحیح یہ ہے کہ یہ جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ شرب جب زمین کے ساتھ فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن مین سے حصہ ہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ فتاوے فضلی مین ہے کہ ایک شخص کے پاس دو قطعہ باغ انگور ہین اُسنے ایک قطعہ ایک شخص کے ہاتھ اور دوسرا دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور دونون قطعون کا مجری ایک ہے پھر قطعہ اعلے کے مشتری نے نیچے کے قطعہ کے خریدار کو اس مجری سے روکا پس یہ مسئلہ فتاوے مذکور مین ذکر کیا مگر جواب ذکر نہ کیا اور درحقیقت اس مسئلہ مین دو صورتین ہین یا تو دونون قطعون کا مالک ایک ہی شخص ہوگا یا مختلف ہونگے پس اگر ہر دو قطعات کے مالک مختلف ہون پس اگر شرب کو بیع مین ذکر نہ کیا نہ صریحاً نہ دلالۃً تو شرب بیع مین داخل نہوگا اور اگر ذکر کیا ہو خواہ صریحاً خواہ دلالۃً تو ہر مشتری کو اپنے قطعہ مین پانی جاری کرنے کا استحقاق ہوگا اور ہر مشتری اپنے بائع کا قائم مقام ہوگا اور اسمین تاسیس وتقدم کا کچھ اعتبار نہوگا اور اگر مالک ایک ہی شخص ہو پس اگر شرب کو بیع مین ذکر نہ کیا نہ صریحاً نہ دلالۃً تو شرب بیع مین داخل نہوگا اور اگر ذکر کیا پس اگر اوپر کا قطعہ پہلے فروخت کیا ہو تو نیچے کے قطعہ کے واسطے پانی جاری کرنے کا استحقاق نہوگا لیکن اگر بائع نے قطعہ بالا فروخت کرنے کے وقت یہ شرط کر لی ہو کہ میرے واسطے اس مجری سے اپنے قطعہ زیرین مین پانی لیجانے کا استحقاق ہوگا تو استحقاق باقی رہیگا اور اگر نیچے کا قطعہ پہلے فروخت کیا ہو تو دونون قطعہ کے خریدارون کو اپنے اپنے قطعہ مین پانی جاری کرنے کا استحقاق ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کے دو مکان ہین انمین سے ایک کی چھت کا پانی دوسرے کی مکان کی چھت پر ہو کر بہتا ہے پس جس مکان کی چھت پر پانی بہتا ہے اُسکو مالک نے ایک شخص کے ہاتھ مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہے فروخت کیا پھر دوسرا مکان دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری اول نے چاہا کہ دوسرے مشتری کو اپنی چھت پر اُسکے چھت کے پانی بہانے سے منع کرے تو اُسکو یہ اختیار ہے لیکن اگر بائع نے وقت فروخت کے مشتری اول سے یہ شرط کر لی ہو کہ جو مکان مین نے نہین فروخت کیا ہے اُسکے پانی بہنے کا استحقاق اس مکان کی چھت پر ہوکر رہیگا تو اس صورت مین منع نہین کر سکتا ہے ذخیرہ مین ہے کہ دو دار باہم متلاصق ہین انمین سے ایک کی عمارت بنی ہوئی ہے اور دوسرا خراب ہے پس اُسنے خراب کو فروخت کیا اور بنے ہوئے مکان کے پرنالہ کی گرنے کی جگہ اور اُسکے برف کے ڈالنے کی جگہ اسی خراب کھنڈل کے مکان مین ہے اور مشتری اسپر راضی ہو گیا تھا پھر اُسنے ممانعت کرنی چاہی

تو اُسکو ممانعت کا اختیار ہی لیکن اگر بائع نے وقت فروخت کے اپنے واسطے پانی کی مسیل و برف ڈالنے کا حق استثنا کر لیا ہو تو پانی کی مسیل کا استثنا جائز ہی مگر برف ڈالنے کا استثنا نہین جائز ہی او رفقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر اُسکے مکان کا پرنالہ اس دار مین ہو اور اُسکے چھت کی مسیل اسی طرف ہو اور یہ معلوم ہو گیا کہ یہ قدیم ہی تو اسکی مسیل اپنے حال پر رہیگی اگرچہ شرط نہ کر لی ہو اسی طرح اگر اُسکے چھتون کی مسیل دوسرے شخص کے دار کی طرف ہو اور اُسطرف اُسکا قدیمی پرنالہ ہو تو مالک دار کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکو منع کرے اور فتوی فقیہ ابو اللیث رح کے قول پر ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ نوازل مین ہی کہ ایک شخص کی چھت کا پانی اُسکے پڑوسی کی چھت پر باستحقاق بہتا تھا پھر پڑوسی کی چھت گر پڑی تو اُسکی درستی کرنا اپنے بنانا پڑوسی کے ذمہ ہی اور وہ اُسکے بنانے پر مجبور نکیا جائیگا جیسا کہ علو اور سفل مین ہوتا ہی اور جسکو پانی بہانے کا استحقاق تھا اُس سے کہا جائیگا کہ پڑوسی کی چھت پر جس جگہ سے پانی جاری ہوتا تھا وہان ایک ناوق رکھ لے تا کہ پانی اُسکی راہ سے بہکر گرنے کی جگہ پر گرے یہ خلاصہ مین ہی۔ اور بقالی مین ہی کہ ایک شخص نے اپنی زمین مع اسکے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس زمین کی قدر کفایت پانی ملیگا وہ سب نہ ملیگا جو بائع کے لیے تھا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص کی زمین ہی اور اس زمین مین نہر خاص ہی۔ پس اُسنے نہر مذکور کسی شخص کے ہاتھ فروخت کی تو اصل مین مذکور ہی کہ بدون ذکر کے نہر کا حریم مثل راستہ کے بیع مین داخل نہوگا پھر اگر مشتری نے چاہا کہ اس زمین مین ہوکر اسپنطراف نہر پر اصلاح کرنے کے واسطے جاوے تو بدون رضامندی مالک زمین کے نہین جا سکتا ہی ہان بیع نہر مین ہوکر جاوے اور اگر نہر عامہ کے کنارے کسی شخص کی زمین ہو تو عامہ کو اس زمین مین ہوکر نہر پر پانی پینے پلانے اور جنگل کی اصلاح کے واسطے جانے کا اختیار ہی مالک زمین اُنکو منع نہین کر سکتا ہی بشرطیکہ عامہ کے واسطے اس زمین کے سوا دوسرا راستہ نہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک زمین مین ایک کنوان ہی اور زمین و کنوان دونون دو شخصون مین مشترک ہین پھر ایک نے اپنے کنوئین کا حصہ مع اُسکے راستہ کے جو زمین مین ہوکر ہی فروخت کیا اور اپنا حصہ زمین فروخت نہ کیا تو یہ جائز نہین ہی کیونکہ اُسنے قطعہ معلومہ مین سے اپنا حصہ ایسے مقام سے جو اُسکے اور اُسکے شریک کے درمیان مشترک ہی فروخت کیا پس بدون اجازت اُسکے شریک کے جائز نہوگا جیسا کہ مشائخ نے دو شخصون کے درمیان مشترک دار مین فرمایا کہ اگر ایک نے اپنے حصہ کو بیت معین مین سے فروخت کیا تو بدون رضامندی شریک کے نہین جائز ہی پس ایسا ہی اس مقام مین اور اصل مین یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہی اور یہ تفصیل نہین فرمائی کہ کنوئین اور راستہ دونون کی بیع ناجائز ہی یا فقط راستہ کی بیع جائز نہین ہی پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ بالاجماع کنوئین کی بیع جائز اور راستہ کی بیع ناجائز ہی اور شیخ الاسلام نے شروح مین کہا کہی قول اصح ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر نصف کنوان بغیر راستہ کے فروخت کیا تو جائز ہی اور مشتری کے واسطے زمین سے ہوکر راستہ نہوگا اور اگر اُسنے کنوئین و زمین دونون مین سے اپنا حصہ فروخت کیا اور زمین مین اُسکا حصہ آدھا ہی تو پوری بیع جائز ہی اسواسطے کہ بیع معلوم ہی اور مشتری بائع کے قائم مقام ہو جائیگا اور اس بیع کے صحیح ہونے مین شریک کا کچھ ضرر نہین ہی محیط مین ہی

اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شتری نے پانی کا وہ حصہ خریدا جسکو اُسکا مالک اپنے فریقون کے ساتھ گانون کے نیچے کی طرف لیجاتا تھا حالانکہ خریدار کی زمینین گانون کے اوپر کی طرف ہین اور اسمین ضرر ہی تو فرمایا کہ اگر بائع نے مع اُسکی مجاری کے فروخت کیا ہی تو بیع جائز ہوا اور شتری کو اختیار ہوگا کہ اپنی زمین جسکا شرب اس نہر مین سے ہی نیچے لیکن شتری کو بائع کی نوبت کے روز پانی لینے کا اختیار دیا جائیگا اور باقی شریکون کے پانی لینے کی حاجت کے واسطے نہر بھری ہوئی رہیگی یہ حاوی مین ہی۔

تیسرا باب - اُن چیزون کے احکام مین جنکو انسان نئی بناوے اور جنسے منع کیا جائیگا اور جنسے نہین منع کیا جائیگا اور جو موجب ضمان ہی اور جو موجب ضمان نہین ہی۔ واضح ہو کہ نہرین تین طرح کی ہین ایک نہر عام جو کسی کی مملوک نہو جیسے فرات و جیحون دوم نہر عام جو عام لوگون کی مملوک ہو جیسے نہر مرو و بلخ سوم نہر خاص جو خاص جماعت کی مملوک ہو۔ پس جو نہر عامہ کسی کی مملوک نہو اُسمین سے ہر شخص کو اختیار ہی کہ نہر کھود کر اپنی زمین مین لیجاوے بشرطیکہ دریاے مذکور کو ضرر نہ پہونچتا ہو اور اگر ضرر پہونچتا ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اسواسطے کہ عامہ کا ضرر دور کرنا بہ نسبت ایک شخص کے دفع ضرر کے اولے ہی اسی طرح اگر امام المسلمین نے چاہا کہ نہر اعظم مین سے کسی شخص کا شرب مقرر کرے یا کوہ بڑھاوے پس اگر عام لوگون کو مضر ہو تو نہین جائز ہی اور اگر اُنکو مضر نہو تو جائز ہی۔ ایک شخص نے نہر اعظم کے بہاو پر اپنی زمین مین ایک پن چکی قائم کی اور کسی نے اس سے ضرر نہین پہونچتا ہی مگر اُسکے بعض پڑوسیون نے منع کرنا چاہا تو اُنکو یہ اختیار نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور نہر مملوک جسکا پانی بٹائی مین آچکا ہی مگر شرکت عام ہی اور شرکت عام کے یہ معنی ہین کہ اُسمین سو یا زیادہ شریک ہین تو اُسکا حکم یہ ہی کہ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اُسمین سے نہر کھود کر اپنی زمین موات مین جسکو اُسنے زندہ کیا ہی لیجاوے تو وہ اس سے منع کیا جائیگا خواہ یہ امر اہل نہر کے واسطے مضر ہو یا نہو اور جو نہر مملوک کہ اُسکا پانی بٹائی مین آچکا ہی مگر اُسمین شرکت خاصہ ہی اور شرکت خاص کے معنی یہ ہین کہ اُسمین سو سے کم شریک ہون تو اُسکا بھی یہی حکم ہی جو ہمنے نہر مشترک عامہ مین بیان کیا ہی کہ اگر اُسمین سے نہر کاٹ کر کوئی شخص اپنی زندہ کی ہوئی زمین مین لیجاوے تو منع کیا جائیگا خواہ اہل نہر کو مضر ہو یا نہو۔ اور اگر اہل نہر نے چاہا کہ نیچے والے لوگون کی طرف پانی جانے سے روک دین پس اگر پانی بکثرت ہو کہ اگر چھوڑ دیا جاوے اور بند نہ کیا جاوے تو ہر شخص کو اپنا حصہ شرب بخوبی پہونچ جاوے تو اوپر والون کو بند کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر نہر مین پانی تھوڑا ہو کہ اوپر والے بدون نہر بند کیے اپنا حق شرب نہین پاسکتے ہین تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر پانی اتنا ہو کہ اگر چھوڑ دیا جاوے تو نیچے والون کو اُس سے بالکل انتفاع حاصل نہو یعنے نہر ہی اس پانی کو چوس جاوے تو اوپر والون کو روکنے و بند کرنے کا استحقاق ہوگا اور اگر اتنا پانی ہو کہ بصورت نہر کے چھوڑ دینے کے نیچے والے بھی انتفاع حاصل کرین تو اوپر والے بند نہین کر سکتے ہین بلکہ پہلے یہی کیا جائیگا کہ نہر چھوڑ کر نیچے والے سیراب کیے جاوینگے پھر اسکے بعد اوپر والون کو اختیار ہوگا کہ نہر کو بند کر لین تاکہ پانی اُنکی اراضی پر چڑھ جاوے اور امام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اس صورت مین ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے استحسان کیا ہی کہ درصورتیکہ نیچے والے نہر بند کیے جانے

سے انکار کرین تو امام المسلمین دن تقسیم کردیگا پھر اوپر والے اپنے باری کے دنون جو چاہین کرین تاکہ نیچے والون سے ضرر دور ہو اور واضح ہو کہ جس صورت مین اوپر والون کے واسطے نہر بند کرنا روا ہی اُسمین اُنکے واسطے یہی روا ہی کہ نہر کو مثل لوہے وغیرہ کسی چیز سے بند کرین اور یہ روا نہین ہی کہ مٹی سے بند کرین یہ محیط مین ہی- اور اگر باہم سب اسپر راضی ہوے کہ اہل نہر اُسکو یہان تک بند کرلین کہ اُنکی اراضی سیراب ہوجاوین تو جائز ہی اور اگر باہم اسطرح صلح کی کہ ہر شخص اپنی باری کے روز نہر کو بند کرلے تو بھی جائز ہی اسوجہ سے کہ نہر مین کبھی پانی اسقدر قلیل ہوتا ہی کہ ہر شخص کو سینچنے کے واسطے بند کرنے کی ضرورت ہوتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور جو پانی پہاڑ سے گرتا ہی اور جنگل مین روان ہوتا ہی اُسمین اختلاف ہی بعضون نے فرمایا کہ اوپر والون کو اختیار ہی کہ اس پانی کو بند کرلین اور نیچے والون کی طرف جانے سے روک دین لیکن اُنکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنی حاجت سے زائد بقصد ضرر رسانی اہل زیرین کے پانی کو روکین اور اسی کو امام سرخسی نے اختیار کیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ جب وہ پانی جنگل مین آگیا تو مثل نہر مشترک کے ہوگیا تو اُسکا حکم وہی ہوگا جو نہر مشترک مین مذکور ہوا ہی ہان اگر کوئی بہیا پہاڑ سے نیچے آئی اور جنگل کے روے زمین پر پھیل گئی تو اُس پانی پر جسکا ہاتھ پہلے پڑا اُسی کا ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی- اور اگر ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہوا اور اُسپر اُنکی اراضی ہون اور قوم مین سے ایک شخص نے چاہا کہ اس شہر مین سے کاٹ کر ایک نہر اپنی ایک زمین مین جسکا شرب اُس نہر سے تھا یا ایسی زمین مین جسکا شرب اس نہر سے نہ تھا لیجاوے تو بدون رضامندی شریکون کے اُسکو یہ اختیار نہین ہی- پس ایسی زمین مین جسکا شرب اس نہر سے نہین ہی کاٹ لیجانے کی صورت کا اسوجہ سے اختیار نہین ہی کہ وہ شریکون کی بہ نسبت زیادہ پانی لینا چاہتا ہی اور اسوجہ سے کہ وہ مشترک کنارہ نہر کو توڑنا چاہتا ہی اور جس صورت مین کہ ایسی زمین مین لیجانا چاہے جسکا شرب اسی نہر سے ہی تو عدم جواز کی یہ وجہ ہی کہ وہ مشترک کنارہ نہر کو توڑنا چاہتا ہی- اسی طرح اگر ایک نے اس نہر پر پن چکی قائم کرنے کا قصد کیا تو بھی بدون رضامندی شریکون کے اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر وہ جگہ جہان پن چکی قائم کرنا چاہتا ہی اُسکی ملک ہو مثلاً نہر کے دونون کنارے یا بطن نہر اُسکی ملک ہو اور اُسکے غیرون کو پانی جاری کرنے کا استحقاق ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر پن چکی قائم کرنے مین پانی کے اجرا مین ضرر ہوتا ہی تو وہ شخص منع کیا جائیگا اور اگر ضرر نہوتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر نہر مذکور پر دالیہ یا ساینہ قائم کرنا چاہے تو اُسکا بھی وہی حکم ہی جو پن چکی کی صورت مین بیان کیا ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر نہر خاص پر ہر ایک کا بندان ہو تو کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنا کوہ بڑھالے اگرچہ اہل نہر کے حق مین مضر نہو اور اگر نہر اعظم مین کوہ ہو پھر اُسنے اپنی ملک مین ایک یا دو کوے بڑھالیے حالانکہ اس سے اہل نہر کو کچھ ضرر نہین ہی تو اُسکو اختیار ہی یہ کافی مین ہی- اور امام ابو یوسف رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم کی نہر خاص ہی اُسمین نہر اعظم سے پانی آتا ہی اور قوم مین سے ہر ایک کا اس نہر مین معین کوہ ہی پھر ایک نے چاہا کہ اپنا کوہ بند کرکے دوسرا کھول لے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر ایک شخص کی نہر خاص ہو جسمین وادی کبیر سے پانی آتا ہو جیسے فرات و دجلہ و سیحون و جیحون اور یہ نہر خاص اُسکی خاص ایک زمین کے نیچے سے

پانی آنے کے بعد اُسکو دوسری زمین مین لیجانے کا اختیار ہی یا نہین اس مین اختلاف ہی بعضون نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہی اور بعضون نے فرمایا کہ اختیار نہین ہی اور یہی اصح ہی یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر ایک شخص کی نہر خاص ہو جسمین وادی کبیر سے پانی آتا ہو اور اُسکی زمین کے نیچے سے پانی آنے کے بعد اُسکو دوسری زمین مین لیجانے کا اختیار ہی یا نہین اس مین اختلاف ہی بعضون نے فرمایا کہ اختیار ہی اور بعضون نے فرمایا کہ اختیار نہین ہی اور یہی اصح ہی یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر ایک شخص کی نہر خاص ہو جسمین وادی کبیر سے پانی آتا ہو اور اُسکی زمین کے نیچے سے پانی آنے کے بعد اُسکو دوسری زمین مین لیجانے کا اختیار ہی یا نہین اس مین اختلاف ہی بعضون نے فرمایا کہ اختیار ہی اور بعضون نے فرمایا کہ اختیار نہین ہی اور یہی اصح ہی یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر ایک شخص کی نہر خاص ہو جسمین وادی کبیر سے پانی آتا ہو اور اُسکی زمین کے نیچے سے پانی آنے کے بعد اُسکو دوسری زمین مین لیجانے کا اختیار ہی یا نہین اس مین اختلاف ہی بعضون نے فرمایا کہ اختیار ہی اور بعضون نے فرمایا کہ اختیار نہین ہی اور یہی اصح ہی یہ ذخیرہ مین ہی-

واسطے ہی اسمین اُسکا شریک نہین ہی اور وادی کبیر ہی اور نہرین واقع ہین پھر شخص مذکور نے اپنی اس زمین کو خفیف سمجھکر چاہا کہ اپنی نہر کا پانی اپنی دوسری زمین کی طرف لیجاوے تو کتاب مین فرمایا کہ اگر یہ امر اُسنے پانی کی بڑھاؤ کی حالت مین کیا اور وادی کا پانی بہت کثرت سے ہی کہ نہرون والے اس پانی کے جو یہ شخص لیے جاتا ہی محتاج نہین ہین اور اُنکو کچھ مضر نہین ہی تو اس نہر والے کو اختیار ہوگا کہ پانی جہان چاہے لیجاوے اور اگر وادی کے نہرون والون کو ضرر پہونچتا ہو اور وہ لوگ اس پانی کے محتاج ہون تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اس زمین کے سوائے دوسری زمین کی طرف پانی لیجاوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کا کوہ ایک قوم کی مشترک نہر مین ہو پھر اُسنے چاہا کہ اُسکو پست کردے اور زمین اُگارے تاکہ پست ہوکر پانی زیادہ بھرے تو کتاب مین مذکور ہی کہ اُسکو یہ اختیار ہی اسواسطے کہ وہ اس اُگارنے مین اپنی ملک مین یعنے کوہ مین تصرف کرتا ہی اور شیخ شمس الائمہ حلوائی سے روایت ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب یہ معلوم ہو کہ یہ کوہ پست تھا اور ریت آجانے سے پٹ کر بلند ہوگیا تھا پس وہ اُگارنے و پست کرنے مین یہ چاہتا ہی کہ اُسکو حالت سابقہ پر لاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ کوہ ایسا ہی بلند بنا ہوا تھا اصحاب اُسکو پست کرنا چاہتا ہی تو اس سے منع کیا جائیگا کیونکہ وہ اس فعل سے یہ چاہتا ہی کہ زیادہ پانی لے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنا کوہ جو پست ہی اُسکو بلند کرے تاکہ اُسکی زمین مین پانی کم آوے تو اُسکو یہ اختیار ہی اور بنا پر قول ہمارے شیخ امام کے یہ حکم اُسوقت ہی کہ وہ بلند کرنے سے یہ چاہتا ہو کہ جیسا در اصل تھا ویسا کردے اور اگر یہ چاہتا ہو کہ جس حالت پر اصل مین تھا اُس سے متغیر کردے تو منع کیا جاسگا اور شیخ امام محمد رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصح یہ ہی کہ وہ کسی حال مین منع نہ کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر شریکون مین سے ایک شخص نے اپنا کوہ چوڑا کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی فرمایا کہ اسوجہ سے کہ اُسمین اسکے حق سے زائد پانی جائیگا پس اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر نیچا نہر کا کرنا چاہا تو جائز ہی اور اگر نہر کا چوڑا زیادہ کرنا چاہا تو نہین جائز ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ امام ابو یوسف رح سے پوچھا گیا کہ نہر مروجو ایک بڑی نہر ہی اور مرو مین اہل مرو کے اس نہر مین حصون کے موافق کوے ہین اور وہ معروف ہین پھر ایک شخص نے ایک زمین موات کو زندہ کیا اور اُسکا شرب اس نہر سے نہین ہی پس اُس شخص نے مرو کے اوپر سے ایسی جگہ سے جسکا کوئی مالک نہین ہی ایک نہر کھودی اور اس نہر عظیم سے اُسمین پانی پہونچایا تو فرمایا کہ اگر یہ نہر جو اُسنے نئی تیار کی ہی اہل مرو کے پانی کے حق مین کھلا ہوا ضرر دیتی ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور وہ اس بات سے منع کیا جائیگا سلطان اُسکو منع کردے اور اسی طرح ہر شخص اُسکو منع کرسکتا ہی اسواسطے کہ نہر عظیم کا پانی حق عامہ ہی اور عوام مین سے ہر شخص کو اختیار ہی کہ اپنی ذات سے ضرر دفع کرے۔ اور اگر یہ امر اہل مرو کے حق مین مضر نہو تو اُسکو ایسا کرنے کا اختیار ہی منع نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ وادی عظیم مین جو پانی ہی وہ اصلی اباحت پر رہیگا اور جب تک تقسیم مین داخل نہو تب تک کسی کا حق نہوگا اسی واسطے مسئلہ کو اطلاق مفروض کیا کہ اُسنے مرو کے اوپر سے نہر کھودی ہی اور اگر اُن لوگون کے حق مین مضر ہو تو ہر شخص اس بات سے منع کیا گیا ہی کہ دوسرے کو ضرر پہونچاوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔

اور اگر کسی شخص کی نہر خاص ہو کہ وہ ایک قوم کی مشترک نہر خاص سے پانی لیتی ہو پس اُسنے چاہا کہ اُسپر پل باندھکر اُسکو مضبوط کرے تو اُسکو اختیار ہی اور اگر اُسپر پل بندھا ہوا ہو مضبوطی ہو پس اُسنے چاہا کہ کسی سبب سے یا بلا سبب اُسکو توڑ دے پس اگر اُسکے توڑنے سے اسمین پانی زیادہ نہ آتا ہو تو اُسکو اختیار ہی کیونکہ وہ اپنی خالص ملک کی عمارت دور کرتا ہی اور اگر اس سے پانی زیادہ آتا ہو تو بوجہ حق شرکا کے اُسکو ممانعت کیجائیگی یہ کافی مین ہی۔ اور مین نے دریافت کیا کہ دو شخص کی مشترک نہر جیسے نہر اعظم سے پانچ گروہ ایک قوم مین مشترک ہر ایک کی ایک نہر خرد ہے بعض کے دو بعض کے تین کوسے ہین پس نیچے والون نے اوپر والون سے کہا کہ تم لوگ اپنے حق سے زیادہ پانی لیتے ہو واسطے کہ پانی کے چڑھاؤ اور کثرت کی وجہ سے تمہارے دہانون مین پانی زیادہ جاتا ہی اور ہمارے یہانتک جسقدر پانی پہونچتا ہی وہ تھوڑا اور نیچا ہوتا ہی پس ہم چاہتے ہین کہ تم لوگ بھی اُسیقدر کمی کرلو اور ہم تمہارے نیچے کے واسطے چند ایام معلومہ مقرر کرین کہ اُن دنون ہم اپنے کوسے بند رکھا کرین اور تم ہمارے واسطے اسی طرح ایام معلومہ مقرر کردو کہ اُن دنون تم اپنے کوسے بند رکھا کرو تو فرمایا کہ اُنکو یہ اختیار نہین ہی اور جسطرح چلا آتا ہی اسی حال پر چھوڑا جائیگا کیونکہ ایکبار اُسکی تقسیم ہو چکی پس بعض کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسری تقسیم کی درخواست کرے پھر اصل یہ ہی کہ جو امر قدیمی پایا جاوے وہ اُسی طرح چھوڑ دیا جائیگا اور اُسمین تغیر بدون کسی حجت کے نکیا جائیگا۔ اسی طرح اگر نیچے والے لوگون نے کہا کہ ہم چاہتے ہین کہ نہر کا دہانہ چوڑا کردین اور اُسمین زیادہ کوسے بناوین اور اوپر والون نے کہا کہ اگر تم لوگون نے ایسا کیا تو پانی کی کثرت ہوجائیگی حتے کہ ہماری زمین مین سیلان ہوگا اور ہماری اراضی نمناک ہوجاوینگی تو بھی نیچے والون کو کوئی نئی بات پیدا کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر انمین سے کسی شخص نے ہر فد کے حساب کوئی کوہ بعوض کسی قدر معاوضہ کے فروخت کیا یا اجارہ پر دیا تو نہین جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پانی تجاوز کرکے اسکے پڑوسی کی زمین مین پہونچا پس اگر اُسنے پانی اسطور سے جاری کردیا تھا کہ پانی اسکی زمین مین نہین ٹھہرتا تھا بلکہ جاکر پڑوسی کی زمین مین قرار پکڑتا تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اسکی زمین مین ٹھہر کر دان سے کچھ زیر بعد تجاوز کرکے پڑوسی کی زمین مین جاتا تھا پس اگر پڑوسی نے پیشتر اُس سے کہدیا ہو کہ درمیان مین مضبوطی وبندش کرلے تاکہ میری زمین مین پانی نہ آنے پاوے مگر اسنے بندش نہ کی تو استحسانا ضامن ہوگا اور اگر اُسنے پیشتر نہین کہا تھا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی زمین اُنچائی پر ہو اور پڑوسی کی نچائی مین ہو اور وہ جانتا ہو کہ اگر مین نے اپنی زمین مین پانی دیا تو پڑوسی کی زمین مین تجاوز کرجائیگا تو ضامن ہوگا اور اُسکو حکم دیا جائیگا کہ درمیان مین بندان باندھے تاکہ پانی تجاوز نہ کرے اور جب تک بندان نہ باندھے تب تک اُسکو سینچنے سے ممانعت کیجائیگی اور اگر اُسکی زمین اُنچائی پر نہو تو منع نہ کیا جائیگا اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عامہ کتب مین یون مذکور ہی کہ اگر اُسنے غیر معتاد سینچا سینچا تو ضامن ہوگا اور اگر معتاد سینچا سینچا تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی زمین مین سوراخ وچھید ہون پس اگر اُسنے چھیدون کو جانکر نہ بند کیا ہو یہان تک کہ پڑوسی کی زمین خراب ہوگئی تو ضامن ہوگا اور اگر نجانتا ہو تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے بغیر حق زمین کو سینچا یا اپنی باری کے سوائے دوسرے وقت مین سینچا یا اپنے حق سے زیادہ سینچا یا نہر مین نہر کی برداشت سے زیادہ

پانی جاری کردیا یا پانی کو کسی نہر یا موضع کی طرف روان کردیا جہان روان کرنے کا استحقاق اسکو نہین ہی یا ایسی صورت مین نہر کو بند کردیا جسمین اسکو بند کرنے کا استحقاق نہین ہی اور پانی چڑھ آیا اور نہر کے کنارے سے بہنا شروع ہوا یا اسنے نہر کا کنارہ خراب کردیا یہان تک کہ پانی نہر کے کنارہ سے بہنا شروع ہوا اور اُسنے کسی شخص کی کھیتی کو خراب کردیا تو ان سب صورتون مین یہ شخص ضامن ہوگا کہ اسنے تعدی کی ہی یہ غیاثیہ مین ہی - ایک شخص نے اپنی زمین کو سینچا اور پھر دوبارہ پھر اسکا پانی دوسرے شخص کی زمین مین تجاوز کرگیا اور اُسکو غرق کردیا یا وہ نمناک ہوگئی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُسنے معتاد سینچا سینچا ہو کہ لوگ عادت کے موافق ایسا سینچتے ہون اور اگر اُسنے غیر معتاد سینچا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکی زمین مین چوہے کے بل ہون کہ وہ پڑوسی کی زمین تک تجاوز کرگئے ہون پس اُن سوراخون کی راہ سے پانی گیا اور اُسکی زمین غرق ہوگئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس شخص کو چوہون کے بل سے آگاہی نہ تھی تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے تعدی نہین کی ہی اور اگر جانتا تھا تو ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے تعدی کی اور اسی قیاس پر مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے نہر کا دہانہ کھولا اور نہر مین سے پانی بہکر اُسکے پڑوسی کی زمین مین پہونچا اور وہ غرق ہوگئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے نہر مین اسقدر پانی روان کیا جسقدر عرف و عادت کے موافق ایسی نہر مین جاری کیا جاتا ہی تو ضامن نہوگا اور اگر اسقدر پانی روان کردیا جسقدر ایسی نہر مین عرف و عادت کے موافق نہین روان کیا جاتا ہی تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر کسی شخص نے اپنی زمین مین گھانس یا کٹے ہوے ٹھٹے جلاے پھر آگ دائین بائین چھٹک گئی اور اُسنے کسی غیر کے مال مین سے کچھ جلادیا تو یہ شخص ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ اس سبب کے برانگیختہ کرنے مین متعدی و ظالم نہین ہی اسواسطے کہ ہر شخص کو اختیار ہی کہ اپنی ملک مین مطلقاً آگ جلاوے اور اپنی ملک مین مالک کا تصرف کرنا بشرط سلامت مقید نہین ہوتا ہی اور ہمارے بعضے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب آگ جلانے کے وقت ہوا بند ہو اور اگر ایسے وقت آگ جلائی کہ ایسی ہوا چل رہی تھی کہ یہ جانتا تھا کہ ہوا اس آگ کو غیر کی ملک مین اڑا لیجائیگی تو یہ شخص ضامن ہوگا بنظر اُس صورت کے کہ اُسنے غیر کی ملک مین آگ جلائی کہ اس صورت مین ضامن ہوتا ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر کسی نے اپنے پرنالہ مین کوئی چیز بہائی حالانکہ وہ جانتا ہی کہ پرنالہ کے نیچے کوئی شخص بیٹھا ہی پس یہ چیز جو اُسنے بہائی ہی اُس شخص کے کپڑون پر پڑی تو جسنے بہائی ہی وہ ضامن ہوگا اگرچہ اُسنے اپنے ملک مین بہائی ہی یہ مبسوط مین ہی نوازل مین ہی کہ ایک نہر ایک قوم کی زمین مین جاری ہی پھر وہ نہر شق ہوگئی اور قوم کی بعض زمین خراب ہی تو زمین کے مالکون کو اختیار ہی کہ اہل نہر سے اس بات کا مواخذہ کرین کہ نہر کی عمارت درست کرادو اور اپنی زمین کی عمارت کا مواخذہ نہین کرسکتے ہین یہ خلاصہ مین ہی - ایک شخص نے پن چکی کی نہر مین ایک بکری مردار ڈال دی پھر پانی اُسکو طاحونہ مین بہالیگیا پس اگر نہر کو اُگارنے کی احتیاج نہ پڑے تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اُگارنے کی احتیاج پڑے تو وہ ضامن ہوگا بشرطیکہ یہ معلوم ہوجاوے کہ اسی وجہ سے نہر خراب ہوگئی ہی - اور واضح ہو کہ درصورتیکہ نہر اُگارنے کی احتیاج نہین پڑی ہی مردار بکری ڈالنے والے کو متعدی نہین قرار دیا اسواسطے کہ یہ امر اُسکی قوت کی دلیل ہی اور چاہیے کہ یون کہا جاوے کہ جیسے اُسنے بکری مردار ڈالی ہی ویسے ہی پانی مین بیٹھ گئی اور ٹھہری پھر بہ گئی تو ہر حال مین اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ و کبری مین ہی

ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پھر پانی کو نہر مین روان رہنے دیا یہان تک کہ اُسکی زمین سے آگے تجاوز کر گیا اور حال یہ تھا کہ نیچے کی طرف نہر مین کسی شخص نے مٹی ڈالدی ہی پس پانی رُک کر ایک طرف کو جھکا اور کنارہ توڑ کر پانی تجاوز کر گیا اور ایک شخص کی روئی کا کھیت خراب کر دیا تو ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جسنے نہر مین مٹی ڈالدی ہی اور جسنے نہر مین پانی چھوڑ دیا ہی اُسپر کچھ واجب نہوگا بشرطیکہ نہر مین پانی اُسکا حق ہو یہ خلاصہ مین ہی- ایک شخص کی نہر ایک شخص کے دار کے قریب ہی پس اُسنے نہر مین پانی جاری کیا اور پانی ایک بل مین ہوکر پڑوسی کے گھر مین داخل ہوگیا تو مشائخ رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے اسقدر پانی جاری کیا جسکو نہر برداشت کر سکتی ہی اور بل چھپا ہوا تھا اور اگر بل نہوتا تو پڑوسی کے گھر مین پانی نجاتا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اسقدر پانی بہایا جسکو نہر برداشت نہین کر سکتی ہی اور پانی تجاوز کرکے اُسکے پڑوسی کے دار مین چلا گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر بل ظاہر ہو اور وہ جانتا ہو کہ پانی تجاوز کرکے اس بل سے پڑوسی کے گھر مین چلا جائیگا تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- ایک شخص نے اپنا درخت جو نہر کے کنارے لگا ہی قطع کیا اور وہ نہر مین گری اور اُسکو بند کر دیا پس مالکان نہر نے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا تاکہ وہ نہر مین پانی جاری کر دے تاکہ مٹی تر ہو جاوے اور اُسکا اُکھاڑنا آسان پڑے پھر مزدور سوگیا یہان تک کہ نہر بھر گئی اور پانی نے تجاوز کرکے ایک شخص کا کھلیان غرق کر دیا تو مزدور پر ضمان واجب نہوگی اور رہا درخت کاٹنے والا سو اگر درخت نے پڑکر نہر کے دونون جانب گھیر لیے اور راہ تنگ کر دی ہو تو ضامن نہوگا اور اگر نہر کے دونون کنارے تک نہ پہونچا ہو بلکہ راہ نکلی ہو تو کاٹنے والا ضامن ہوگا- ایک شخص نے نہر بند کر دی اور پانی سے ایک شخص کا گھر گر پڑا تو بند کرنے والا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی- فتاوے بقالی مین ہی کہ اگر کسی شخص نے نہر کا پانی کھول کر چھوڑ دیا پس پانی بڑھ گیا یا نہر کو کھولا اور اُسمین پانی نہ تھا پھر پانی آگیا تو ضامن نہوگا اور اسی پر اعتماد ہی اور اگر شریکون کی نہرین بند کر دین یہان تک کہ نہر بھر گئی اور کنارہ شق ہوگیا اور ایک شخص کاردی کا کھیت غرق ہوگیا یا ایک شخص نے نہر مین پانی چھوڑ دیا اور اس نہر سے اور چھوٹی چھوٹی نہرین نکلی ہوئی ہین جنکے دہانے کھلے ہین پس ان دہانون سے پانی بھرا اور کسی شخص کا کھیت برباد ہوگیا تو دونون صورتون مین ضامن ہوگا- اور فتاوے صغری مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کا شرب تلف کر دیا باین طور کہ اُسکے شرب سے اپنی زمین سینچ لی تو امام بزدوی نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور شرب الاصل کی شرح مین امام سرخسی نے ضمان شرب کی صورت یون ذکر فرمائی ہی کہ دیکھا جاوے کہ اگر شرب کی بیع جائز ہوتی تو یہ شرب کتنے کو خریدا جاتا پس وہی مقدار ضمان ہی اور امام خواہرزادہ رح نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن نہوگا اور اسی پر فتوے ہی یہ خلاصہ مین ہی- شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے دار مین پانی کا مجری ہی اُسنے اُسکو تحویل کرکے اپنے دار کے ایک کنارہ پر کر دیا پس اسوجہ سے اُسکے پڑوسی کی دیوار منہدم ہوگئی تو فرمایا کہ وہ شخص ضامن ہی پھر دریافت کیا گیا کہ اگر اُسنے مجری و پڑوسی کے دیوار کے درمیان کشادہ جگہ چھوڑ دی ہو مگر پانی کی وجہ سے اُسکے پڑوسی کی دیوار نمناک ہوگئی تو فرمایا کہ وہ ضامن ہی خواہ اُسنے جگہ چھوڑی ہو یا نچھوڑی ہو اسلیے کہ اُسنے مجری کی تحویل کرنے مین ظلم کیا کیونکہ غیر کے حق مین تصرف کیا پس جو خرابی اس سے پیدا ہو اُسکا وہ ضامن ہی اور اگر اُسنے مجری اول کو اپنے حال پر چھوڑ دیا مگر اُسنے یہ دوسرا مجری بنایا تو فرمایا کہ اگر اُسنے جدید مجری و پڑوسی کے دیوار کے درمیان

بقدر دو گز کے جگہ چھوڑی ہو تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ ایسی چیز ہو جو اُسنے اپنی ملک مین پیدا کی ہو اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہی کہ جب اُسنے نہر سے پانی لینے کی جگہ سے نکالا ہو جہان سے نکالنے کا اُسکو استحقاق نہین ہو اور اگر اُسنے ہر دو کنارہ نہر کو ایسی جگہ سے شق کیا ہو جہان اُسکو استحقاق ہو اور وہان سے دوسری جگہ پانی جاری کیا ہو تو وہ دونون صورتون مین ضامن نہوگا بشرطیکہ مجری و دیوار جادہ کے درمیان جگہ چھوڑی ہو یہ محیط مین ہی۔ ایک زمین ایک نہر عام کے کنارے واقع ہی یا نہر ہائے فرات کے کنارے واقع ہو اور عام لوگون کو اس زمین مین ہو کر سینچنے و اصلاح نہر کے واسطے آمد و رفت کا استحقاق حاصل ہی تو مالک زمین کو یہ اختیار نہین ہی کہ اُنکو منع کرے بشرطیکہ سوائے اس زمین کے اُنکا کوئی راستہ نہو یہ جواہر الخلاطی مین ہی۔ ایک شخص کی زمین ایک نہر پر واقع ہو اُسکا شرب اسی نہر سے ہو پھر اُسنے دوسری زمین خریدی جسکا شرب اس نہر سے ہو اُسکے زمین اول کے پہلو مین واقع ہی نہین ہی تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی پہلی زمین مین سے دوسری زمین کی طرف پانی جاری کرے یا دوسری زمین کو بجاے پہلی زمین کے قائم کرے اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسری زمین مین جو درخت ہین یا کھیتی ہی اُنکو سیراب کرے الا یہ کہ پہلی زمین پانی سے بھر جاوے اور اُس سے پانی روک دے پھر دوسری زمین کی طرف پانی کھول دے پھر ایسا ہی مرۃ بعد اخری کئی بار کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے کی وادی مین واقع ہوا اور صاحب نہر کو اُسکے اکارنے کی ضرورت ہوئی پس اگر وہ شخص نہر کے اندر اندر جا سکے تو جاوے اور اگر نہ جا سکے تو مالک وادی سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو اپنے وادی مین آنے کی اجازت دے یا تو اسکے مال سے اسکی نہر گرا اوے یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین واقع ہی اُسنے نہر کی اصلاح کے واسطے دوسرے کی زمین مین داخل ہونا چاہا اور مالک زمین نے منع کیا تو اُسکو اختیار نہین ہی لیکن اگر وہ نہر کے اندر اندر جا سکتا ہو تو جاوے اور یہی حکم کاریز کا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رح کے قول کے موافق ہی کہ اُنکے نزدیک نہر کے واسطے حریم نہین ہی پس نہر کے کنارے جو بند آب ہی وہ مالک زمین کا ہوگا پس اُسکو منع کرنے کا اختیار ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بقدر بند آب کے حریم نہر ہوتا ہی پس بند آب صاحب نہر کا ہوگا پس اُسکو اختیار ہوگا کہ نہر کی درستی کے واسطے اس بند آب پر ہو کر جاوے سخانی اسکے اگر مسلمانون نے چاہا کہ مشترعہ سے پانی لینے کے واسطے کسی شخص کی زمین مین ہو کر جاوین اور سوائے اسکے اُنکے واسطے کوئی راستہ نہین ہی تو اُنکو اختیار ہی اور نوازل مین مذکور ہی کہ اگر نہر تنگ ہو کہ وہ شخص نہر کے اندر اندر ہو کر سنچا سکے تو مالک زمین کو اختیار دیا جائیگا چاہے اُسکو اجازت دیدے کہ وہ اُسکی زمین سے ہو کر اپنی نہر کو درست کرے یا مالک زمین اُسکی نہر کو خود درست کر دے یہ محیط خسرو مین ہی۔ اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ نہر دو شخصون مین مشترک ہی پس ایک نے اُنمین بند بنا دی یعنی پانی روک دیا پس اُسکے شریک کی بعض کھیتی پانی نہ ملنے سے تباہ ہوگئی و بعضی پانی کی کثرت سے تباہ و غرق ہوگئی تو فرمایا کہ جو ڈوب کر تباہ ہوگئی اُسکا ضامن ہوگا اور جو پانی نہ ملنے سے تباہ ہوئی ہی اُسکا ضامن نہوگا۔ اور اگر اپنی زمین سینچنے کے واسطے نہر عامہ کو بند کر دیا اور اپنی زمین سینچ کر بند کو ویسا ہی چھوڑ دیا پس بند ہونے کے سبب سے پانی چڑھا اور ایک شخص کی زمین مین پہونچکر اُسکی کھیتی خراب کر دی تو مسئلہ مین دو صورتین ہین یا کسی شخص نے پانی جاری کر دیا ہی یا پانی خود جاری ہو گیا ہی پس اول صورت مین پانی جاری کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی اور دوسری صورت مین بند کرنے والے پر

ضمان واجب ہوگی - ایک شخص نے نہر عامہ سے اپنی زمین سینچی اور اس نہر عامہ سے اور چھوٹی چھوٹی نہرین لوگون کی نکالی ہوئی ہین جنکے دہانہ کھلے ہوے تھے پس ان دہانون سے چھوٹی نہرون مین پانی گیا اور اسوجہ سے ایک قوم کی اراضی خراب ہوگئین تو یہ شخص ضامن ہوگا گویا اُسنے ان نہرون مین خود پانی جاری کیا ہی یہ محیط مین ہی نوادر مین ہی کہ ایک ساقیہ پر ایک قوم کی اراضی واقع ہین ہر ایک کی دس جریب ہی اور اس سے ایک شخص کے حصہ مین اُسکی زمین کی ضرورت سے زاید پانی ہی اور شریکون کو اس مقدار زائد سے حاجت ہی تو اُسکے شریک لوگ اس زائد کے مستحق ہین تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اس پانی کو اپنی دوسری زمین کی طرف روان کرے اور یہ مسئلہ مشابہ اس صورت کے نہین ہی کہ اگر ایک قوم کے درمیان مشترک پانی مین سے ایک شخص کا چھٹا حصہ یا دسوان حصہ یا اس سے کم وبیش حصہ ہو اور اُسنے اپنا اسقدر حصہ اپنی خاص نہر مین لے لیا تو اس صورت مین اُسکو اختیار ہی کہ اس پانی کو چاہے اپنی جسقدر زمینون مین پہونچا دے اور اگر اُسکو اس پانی کی طرف حاجت نہو تو اُسکے شریکون کو اس پانی کے لینے کی کوئی راہ نہین ہی - ایک نہر چار آدمیون مین مشترک ہی مثلاً زید وعمرو وبکر وخالد کے درمیان مشترک ہی اور اس نہر مین سے ہر ایک کا پانی لینے کا دہانہ اُسکی زمین مین ہی اور زید کے پانی لینے کے دہانہ سے قریب عمرو کا دہانہ ہی اور عمرو کے دہانہ سے قریب بکر کا دہانہ ہی اور بکر کے دہانہ سے قریب خالد کا دہانہ ہی پس اگر خالد نے اپنی زمین کو خشک رکھا تو اُسکا پانی بکر کے واسطے ہوگیا اور اگر خالد وبکر دونون نے اپنی اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو ان دونون کا پانی عمرو کے لیے ہوگیا اور اگر خالد وبکر وعمرو سب نے اپنی اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو سب کا پانی زید کے واسطے ہوگیا اور اگر فقط بکر نے اپنی زمین کو خشک رکھا یا قیون نے نہین تو بکر کا پانی فقط خالد کے واسطے ہوگا اور اگر فقط عمرو نے اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو اُسکا پانی بکر وخالد دونون کے واسطے بحساب ہر ایک کی مساحت جریبی زمین کے ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک مجری پانی کا ڈھانک دیا گیا تو شیخ ابوالقاسم رح نے فرمایا کہ اگر یہ بات قدیمی نہو یعنی کسی شخص نے جدید ڈھانکا ہو تو اہل مجری کو اختیار ہوگا کہ جسنے ڈھانکا ہی اُس سے اسکے کھولنے وڈھانپ دور کرنے کا مواخذہ کرین یہ حاوی مین ہی - کسی قوم کی ایک نہر ایک کوچہ مین جاری ہی وہ سال مین دو بار اگاری جاتی ہی اور کوچہ مین بہت مٹی جمع ہوجاتی ہی پس اگر یہ مٹی حریم نہر پر رہتی ہو اُس سے تجاوز نکرتی ہو تو اہل کوچہ کو یہ اختیار نہوگا کہ اہل نہر کو اس مٹی کے اُٹھا لینے کی تکلیف دین اور اگر حریم سے تجاوز کرے تو اہل کوچہ کو اختیار ہوگا کہ اہل نہر کو مٹی اُٹھا لینے کی تکلیف دین - ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین مین جاری ہی پس اہل نہر نے اُسکو اگروایا اور مٹی زمین پر ڈالی پس اگر یہ مٹی حریم نہر پر ہو تو اُس شخص کو اختیار نہوگا کہ اہل نہر کو مٹی یہان سے منتقل کرنے کا حکم دے - بارش کا پانی جمع ہونے کا ایک گڈھا ایک محلہ مین ایک شخص کے دروازہ کے پاس ہی پس وہ بھر گیا اور صاحب مکان کو اس سے ضرر پہونچتا ہی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہی کہ اس کنوئین کو پاٹ دے **قال المترجم** ہوالصحیح - اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جواب مین تفصیل ہونی چاہیے کہ اگر یہ کنوان قدیمی ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر جدید ہو تو اُسکو اختیار ہی **قال المترجم** خوف تلف کے مقابلہ مین جواب وہی ہی جو بعضے مشائخ نے فرمایا ہی فافہم - ایک شخص کا کنوان دوسرے کے دار مین واقع ہی پس جب وہ شخص اپنا کنوان اگروا دے تو اُسکو دوسرے کے دار مین مٹی ڈالنے کا استحقاق نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی

۵ شاید یہ مراد ہو کہ پاٹ دیا ۱۲ منہ

ایک شخص نے نہر کا کنارہ خراب کردیا اور اُسوقت مین پانی منقطع تھا پھر پانی آگیا اور جہان سے اُس شخص نے کنارہ خراب کردیا ہی وہان سے ایک شخص کی زمین مین گیا اور زمین کو ضرر پہونچایا یا زمین مین کھیتی تھی اُسکو خراب کردیا تو فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ اگر پانی خود جاری ہوگیا ہی تو خراب کرنے والا ضامن ہوگا جبکہ یہ نہر عامہ ہو اسواسطے کہ وہ شخص نہر کا کنارہ توڑنے مین جو اس بربادی کا سبب ہی ظالم ٹھہرا ہی اور اگر کسی دوسرے شخص نے پانی جاری کیا اور تیسرے شخص نے نہر کے سرے کا دہانہ کھولا ہی تو کنارہ توڑنے والا ضامن نہوگا بلکہ جاری کرنے والا اور کھولنے والا دونون ضامن ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی - فتاوی ابو اللیث مین لکھا ہی کہ ایک بڑی نہر ہی ایک گانون والون کی اُسمین سے دو نہرین چھوٹی ہین اور ان دونون مین سے ہر ایک پر ایک پن چکی خانہ ہی پھر ایک پن چکی گھر خراب ہوگیا یعنے گر گیا اور اُسکے مالک نے چاہا کہ جب تک اپنا پن چکی گھر تیار کرے تب تک اس نہر کا سب پانی دوسری نہر مین جسپر دوسرا طاحونہ یعنی پن چکی خانہ ہی روان کردے حالانکہ اس سے دوسری پن چکی گھر کو ضرر پہونچیگا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اسواسطے کہ وہ چاہتا ہی کہ اپنا ضرر اسطرح دور کرے کہ دوسرون کو ضرر پہونچے - اور اسی فتاوے مذکور مین لکھا ہی کہ ایک شخص کے بستان مین ایک حوض ہی جسمین ایک قوم کا رفرمہ کے استعمال کا پانی بہکر جمع ہوتا ہی اور وہ شخص ان لوگون کی مجری کا مقر ہی یعنے اقرار کرتا ہی کہ ان لوگون کا مجری اسطرح ہی اور یہ بھی اقرار کرتا ہی کہ ان لوگون کا پانی اسمین اگر جمع ہونے کا قدیمی حق ہی اور حال یہ پیش آیا کہ اس حوض سے اُسکی عمارت کو ضرر پہونچا پس اُسنے چاہا کہ ان لوگون کو حوض مذکور مین پانی بہانے سے منع کرے یہان تک کہ یہ لوگ حوض کو درست کرین پس اگر حوض مین کوئی ایسا عیب ہو جسکی وجہ سے اُسکی عمارت کو ضرر پہونچتا ہو تو اُسکو ایسا اختیار ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر نہر کا کنارہ شق ہوگیا اور اُس سے پانی بہتا ہی کہ لوگون کو اُس سے ضرر پہونچتا ہی تو اہل نہر کو حکم دیا جائیگا کہ اُسکو درست کرین یہ خزانۃ المفتیین مین ہی فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ اگر ایک نہر ایک کوچہ غیر نافذ لین جاری ہو اور اہل کوچہ مین سے ایک شخص نے چاہا کہ اسمین سے پانی اپنے دار مین لیجاوے اور اپنے بستان مین جاری کرے تو پڑوسیون کو اختیار ہی کہ اُسکو اس کام سے منع کرین اور اُسکو بھی اختیار ہی کہ اگر پڑوسی ایسا کرنا چاہین تو اُنکو منع کرے اور اگر کسی نے اس سے پہلے ایسا کرلیا ہو اور وہ اقرار کرتا ہو کہ مین نے ایسا جدید کیا ہی تو اہل کوچہ کو اُسکی ممانعت کا اختیار ہی اور اگر یہ حق اُسکو قدیمی حاصل ہو تو وہ منع نکیا جائیگا جیسا کہ کوچہ مذکور مین اگر ظاہر یعنے جتنا قدیمی ہو تو اُسکا حکم ہی - اور بھی فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ ایک گانون مین ایک شخص کو متفرق مقامات پر پانی روک کر بمقدار معلوم لینے کا استحقاق ہی پس اُسنے چاہا کہ مین اس سب کو جمع کرلون اور ایک رات دن لے لیا کرون تو اُسکو یہ اختیار ہی اسواسطے کہ جمع کرنے مین وہ اپنے حق مین تصرف کرتا ہی اور ایسا کرنے مین شریکون کا کچھ ضرر نہین ہی اسی طرح اگر گانون مین دو شخصون کے واسطے ایک نہر دیہ سے ایک روز کا شرب ہوا اور دونون نے چاہا کہ ہم دونون اپنا پانی ایک ہی روز مین لیا کرین تو دونون کو یہ اختیار ہی اور شریکون کو اختیار نہین ہی کہ ان دونون کو منع کرین یہ محیط مین ہی - پانی پینے یا چوپاؤن کو پلانے کے واسطے ایک نہر ہی اُسپر ایک شخص کا قدیمی جسمیں ہی وہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین داخل ہوگیا تو شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ اسمین قدیم و جدید کا کچھ اعتبار نہین ہی اُسکو حکم دیا جائیگا کہ اسکو دور کردے اور اگر اُسنے نمانا تو محتسب کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ وہ دور کراوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے

اپنی نہر سے اپنے باغ یا کھیتی کو پینچانا چاہا پھر اُسکو زبردستی کسی نے روکا یہان تک کہ کھیتی ضائع ہوگئی تو منع کرنیوالا ضامن نہوگا جیسا کہ اگر چرانے والے کو کسی نے اپنے مویشی تک پہونچنے سے روک لیا یہان تک کہ مویشی ضائع ہوگئین تو وہ ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہی - زید وعمرو کے درمیان ایک دیوار مشترک ہی پھر وہ دونون کا لدان ہی پھر زید نے برضامندی عمرو کے یہ دیوار دور کردی پھر عمرو نے برضامندی زید کے یہ دیوار اپنے مال سے بدین شرط بنائی کہ زید کے دار مین جو نہر ہو وہ مجھے عاریت دیدے تا دیر مین اپنے دار مین اُس سے پانی جاری کرون اور اُس سے اپنا باغ سینچون پس زید نے ایسا ہی کیا اور نہر عاریت دیدی پھر زید کی رائے مین آیا کہ اُسکو مجری مذکورہ نہ دے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا اسواسطے کہ عاریت عقد لازم نہین ہی لیکن اس صورت مین یہ لازم ہوگا کہ عمرو کو جسنے دیوار بنائی ہی عمارت دیوار کا نصف خرچہ دیدے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - عیون المسائل مین لکھا ہی کہ ایک شہر مین ایک نہر ہی جسکو امام المسلمین نے لوگون کے پانی پینے وجانورون کے پلانے کے واسطے جاری کیا ہی پھر بعض لوگون نے چاہا کہ اس نہر پر باغ لگادین پس اگر اس بات سے اہل شفہ کو ضرر نہ پہونچے تو روا ہی اور اگر اہل شفہ یعنے پانی پینے وپلانے والون کو ضرر پہونچے تو روا نہین ہی اور اگر اس نہر پر کسی نے درخت لگانے چاہے اور یہ نہر راستہ پر ہی پس اگر راستہ کے حق مین مضرت نہو تو روا ہی مگر لوگون کو اختیار ہی کہ اُسکو اس سے منع کرین یہ محیط مین ہی - ایک نہر جس سے ایک قوم پانی لیتی ہی ایک شخص کے باغ مین ہو اگر گذری ہو تو باغ والے کو اختیار ہی کہ نہر مذکور کے دونون کنارون پر درخت جمادے لیکن اگر ان درختون کے بڑھنے وموٹے ہونے کے سبب سے اس قوم کی نہر تنگ ہوجاویگی تو اسوقت اُسکو حکم دیا جائیگا کہ ان درختون کو جڑ سے قطع کرلے لیکن اگر نہر مذکور کو وہ شخص دوسری طرف سے استقدر کشادہ کردے کہ جتنی تھی بدین طریق کہ اصحاب نہر کے حقوق مین تفاوت نہ آوے تو ہوسکتا ہی کہ یہ حکم نہ دیا جاوے - یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور شیخ شداد رحمہ سے روایت ہی کہ اگر نہر عام پر کسی شخص نے مسلمانون کی شفقت کے واسطے درخت جمانا چاہا تو اُسکو اختیار ہی یہ محیط مین ہی - ایک نہر ایک شخص کے دار مین ہوکر جاری ہی اور صاحب دار اس نہر سے اپنے باغ کو پانی دیتا ہی پھر اُسنے اس نہر کے کنارے درخت جمائے پس اس نہر کا پانی ان درختون کی جڑون کی راہ سے دوسرے شخص کے دار کی طرف پہونچا اور رفتہ رفتہ اُس دار کی خرابی کا باعث ہوا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے یہ درخت حریم نہر پر نہین جمائے ہین تو اُسکو ان درختون کے قطع کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر درختون کی جڑین پڑوسی کے دار مین داخل ہوگئین تو اُسپر ہون انکا قطع کرنا واجب ہوگا - اور اگر اُسنے قطع نکیے تو پڑوسی کو بدون مرافعہ قاضی کے خود اختیار ہوگا کہ انکو قطع کردے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر نہر خراب ہوگئی اور اہل نہر کو ایک شخص کی زمین مین گڈھا کھودنے کی ضرورت ہوئی تاکہ اس گڈھے سے اپنی نہر کی درستی کرین تو وہ شخص اپنی زمین کو درخت کرنے پر کسی حال مین مجبور نہ کیا جائیگا یہ غیاثیہ مین ہی - اور اگر ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین مین جاری ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اس نہر سے اپنی زمین سینچے بشرطیکہ اہل نہر کو ضرر نہ پہونچے اور اہل نہر کو اختیار ہی کہ اُسکو منع کردین اور اگر بطن نہر دونون جانب اُسکے اس شخص کے ہون تو اُسکو سینچنے کا اختیار ہی اگرچہ اہل نہر کے حق مین ضرر پہونچتا ہو کذا فی المحیط -

چوتھا باب - شرب کے مقدمہ مین دعوی وانکے متعلقات وگواہی کی سماعت کے بیان مین - اگر کسی شخص نے

دوسرے کے مقبوضہ شرب کا بغیر زمین کے دعوی کیا تو قیاساً سماعت نہوگی اور استحساناً سماعت ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے شخص کی زمین مین ہو اور مالک زمین نے چاہا کہ مالک نہر کو اسمین پانی جاری کرنے سے منع کر پس اگر وقت خصومت کے مالک نہر کی زمین کی طرف نہر مین پانی جاری ہویا یہ معلوم ہو کہ قبل اسکے اس نہر سے پانی جاری ہو کر اسکی زمین مین جاتا تھا تو صاحب نہر کے نام نہر کی ڈگری کیجائیگی الا اس صورت مین کہ مالک زمین اس امر کے گواہ قائم کرے کہ نہر میری ملک ہی۔ اور اگر وقت خصومت کے اسمین پانی جاری نہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ قبل اسکے صاحب نہر کی زمین مین اس سے پانی جاری ہوتا تھا تو مالک زمین کے دعوی پر ڈگری کیجائیگی الا اس صورت مین کہ صاحب نہر اس امر کے گواہ قائم کرے کہ نہر میری ملک ہی منتقی مین ہی کہ ہشام نے کہا کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک نہر عظیم سے ایک گانون والون کا شرب ہی اور یہ گانون والے داخل شمار نہین ہین پھر نہر کے اوپر کی طرف ایک قوم نے نہر کو روک لیا اور کہا کہ یہ نہر ہماری ہی اور ہمارے قبضہ مین ہی اور نیچے والون نے کہا کہ نہین بلکہ وہ سب ہماری ہی تمہارا اسمین کچھ حق نہین ہی تو فرمایا کہ اگر خصومت کے روز نیچے والون کی طرف اسمین پانی جاری ہو تو اپنے حال چھوڑ دیجائیگی جیسی جاری ہو ویسی ہی جاری رہیگی اور اوپر والون اور نیچے والون سب کا شرب اسی نہر سے رہیگا جیسا کہ پہلے تھا۔ اور اوپر والون کو یہ اختیار نہوگا کہ نہر مذکور کو نیچے والون کی طرف جاری ہونے سے بند کر لین۔ اور اگر خصومت کے روز نیچے والے لوگون سے پانی منقطع ہو لیکن یہ معلوم ہو کہ پہلے نیچے والون کی طرف پانی جاری ہوتا تھا اور اب اوپر والون نے نیچے والون کی طرف جاری ہونے سے بند کر دی ہی یا نیچے والون نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ نہر ہماری طرف جاری تھی اسکو اوپر والون نے بند کیا ہی تو اوپر والون کو حکم دیا جائیگا کہ روک توڑ دین اور نیچے والون کی طرف جاری ہونے دین۔ اور اگر یہ معلوم نہو کہ اس نہر سے اوپر والون و نیچے والون کا شرب کیونکر تھا مگر اسقدر علم ہی کہ سب کا شرب اسی نہر سے تھا اور ہر فریق نے نہر پر پورے پورے اپنے قبضہ کا دعوی کیا اور کسی فریق کو دوسرے پر گواہی یا اور کسی وجہ سے کوئی ترجیح نہین پائی جاتی ہی تو یہ نہر ان سب مین مشترک قرار دیجائیگی اور شرب کی تقسیم باعتبار مساحت اراضی کے ہوگی پھر مین نے امام محمد رح سے کہا کہ اگر یہ لوگ جو شمار مین داخل نہین ہین اگر انمین سے بعض نے اس نہر کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ نہر خاص دیہات معلومہ کے واسطے ہی جسکے لوگ شمار مین داخل نہین ہین پس آیا آپ کے نزدیک ایسے دعوی و گواہی سے اس نہر کی ان گانون والون کے نام ڈگری کر دیجائیگی حالانکہ مدعا علیہ اسقدر ہین کہ وہ شمار مین داخل نہین ہین انمین سے بعضے مدعا علیہ حاضر ہوے ہین حالانکہ انمین بالغ و نابالغ سب ہین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر یہ نہر بمنزلہ مسلمانون کے کوچۂ نافذہ کے ہو اور ایک قوم نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ نہر خاص ہماری ہی اور دون کی نہین ہی تو یہ لوگ اسکے مستحق ہو جاوینگے اور وہ نہر عام جماعت مسلمانون کی نہر ہو جانے سے خارج ہو جائیگی اور قاضی ایک مدعی اور ایک مدعا علیہ کے حاضر ہونے پر اکتفا کریگا اور اگر نہر کسی خاص قوم معروف کی ہو جو شمار مین داخل ہین تو انمین سے ایک شخص کے حاضر ہونے پر سب پر ڈگری نکریگا بلکہ جو شخص حاضر ہوا ہی فقط اسی پر ڈگری کریگا یہ محیط مین ہی ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین جاری ہی دونون نے اسکے مسناۃ یعنے بند آب یعنی کنارے کی پٹڑی مین جھگڑا کیا پس ہر ایک نے اسکا دعوی کیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ کس کے قبضہ مین ہی تو مالک زمین کے نام اسکی ڈگری کیجائیگی اسکو اختیار ہوگا کہ اسمین جو کچھ اسکا جی چاہے درخت لگا دے و زراعت کرے اور مالک نہر کو مخالفت کیجائیگی

کہ اُسپر اپنی نہر کی مٹی نہ ڈالے اور نہ اُسپر آمد و رفت رکھے مگر مالک زمین اُسکو نہ ہدم نہیں کرسکتا ہو اور یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور صاحبین رح کے نزدیک وہ مالک نہر کی قرار دیجائیگی کہ اُسپر وہ اپنی نہر کی کیچڑ ڈالے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس بنا پر ہو کہ صاحبین کے نزدیک نہر کا مالک اپنی نہر کے حریم کا مستحق ہو پس اُسکا حریم اسی کے قبضہ میں ہوگا کیونکہ وہ نہر کے تابع ہو پس اُسی کا ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک نہر کا حریم نہیں ہوتا ہو پس سناۃ کسی کے قبضہ میں نہیں قرار دیجا سکتی ہو لیکن سناۃ بہ نسبت نہر کے زمین سے زیادہ مشابہ ہو اسواسطے کہ سناۃ درخت لگانے و زراعت کے لائق ہو جیسے زمین ہوتی ہو اور نہر اس کام کے لائق نہیں ہو اور جب دو آدمی ایسی چیز میں تنازع کریں جو دونوں میں سے کسی کے قبضہ میں نہو مگر وہ دونوں میں سے ایک کے قبضہ میں ایسی چیز جو اس چیز کے مشابہ ہو جسمیں جھگڑا ہو موجود ہو تو جسکے قبضہ میں جھگڑے کی چیز سے مشابہ چیز موجود ہو اُسکے نام اس چیز کی ڈگری کردیجائیگی چنانچہ اگر دروازہ کا ایک کواڑ ایک شخص کے دروازے پر رکھا ہوا اور اُسنے اور دوسرے آدمی نے لگے ہوے ہیں جھگڑا کیا پس اگر ایسی صورت ہو جو ہمنے بیان کی ہو تو لگے ہوے کی ڈگری اُس شخص کے نام ہوگی جسکے پاس اُسکے جوڑ کا کواڑ موجود ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ ایسا اختلاف نہیں ہو اسواسطے کہ آگے بیان آتا ہو کہ ارض موات میں نہر کا حریم ہوتا ہو پس اختلاف اس مقام پر ایسی صورت میں ہو کہ جب سناۃ مالک نہر کے قبضہ میں نہو بایں طور کہ زمین سے متصل و برابر ہو زمین سے اونچی نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ظاہر حال اس امر کا شاہد ہو کہ یہ سناۃ نہیں ہو بلکہ زمین کے ہو اسواسطے کہ اگر ایسا نہوتا تو وہ اونچی ہوتی تاکہ اُسپر نہر کی کیچڑ ڈالی جاوے اور صاحبین کے نزدیک صاحب نہر کے حریم ہونے کے واسطے ظاہر حال اس امر کا شاہد ہو کہ یہ نہر والے کی حریم ہو پس ان مامون میں یہ اختلاف باعتبار ترجیح کے واقع ہوا ہو یہ محیط سرخسی میں ہو۔ ایک شخص کی نہر ہو اور نہر کے کنارے سے دوسرے کی زمین ہو اور دونوں نے سناۃ میں جھگڑا کیا پس اگر نہر فریقین کے درمیان مشترک ہو یا وغیرہ کے کوئی چیز حائل ہو تو سناۃ مالک نہر کی ہوگی ورنہ مالک زمین کی ہوگی مگر مالک نہر کا اسمیں حق ہو حتی کہ اگر مالک زمین نے اُسکو دور کردینا چاہا تو مالک نہر اُسکو منع کرسکتا ہو اور مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اُسپر اپنی کیچڑ ڈالے اور درخت لگاوے اور اُسمیں آمد و رفت رکھے یہ سراجیہ میں ہو اور اگر نہر کے قبضہ میں دونوں نے اختلاف کیا پس اگر اُسمیں پانی جاری ہو تو قول نہر کے قابض کا قبول ہوگا کیونکہ اُسکے استعمال کی وجہ سے اُسکے قبضہ میں ہو اور اگر اُسمیں پانی نہو تو بدون حجت کے اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر اُسنے یون گواہ قائم کیے کہ اسکے واسطے نہر میں مجری ہو تو ایسی گواہی سے اُسکو پانی جاری کرنے کا حق حاصل ہوگا رقبہ نہ ملیگا اسی طرح اگر تنازع میں یون گواہ پیش کیے کہ اسکے واسطے اس نہر میں پاس اچمہ میں پانی کا مصب ہو تو بھی اُسکو رقبہ نہ ملیگا صرف حق مصب ہوگا یہ غیاثیہ میں ہو۔ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین میں ہو پس زمین والے نے ہر مہینہ اس نہر سے ایک روز کے شرب کا دعوی کیا اور اسکے گواہ قائم کیے تو اُسکے نام ڈگری ہوگا اور یہی حکم پانی کی سیل میں ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اور اگر مدعی نے مہینہ میں دو دن شرب کا دعوی کیا اور دونوں گواہوں میں سے ایک نے مہینہ میں ایک روز شرب کی اور دوسرے نے مہینہ میں دو روز شرب کی گواہی دی تو ذکر ہو کہ بقیاس قول امام اعظم رح کے کچھ ڈگری نہوگی اور بقیاس قول صاحبین کے اُسکے نام ایک روز شرب کی ڈگری ہوگی اور یہ اس کتاب کے بعض نسخوں میں مذکور ہو اور بعض میں نہیں ہو اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں اختلاف جب ہوگا کہ جب ایک گواہ نے مدعا علیہ کے ایک روز کے شرب کے اقرار پر اور دوسرے نے مدعا علیہ کے دو روز

کے شرب کے اقرار پر گواہی دی اسواسطے کہ جسکی گواہی دی ہو وہ اقرار ہو اور دونون اقرارون مین سے کسی اقرار پر سوائے ایک گواہ کے دوسرا نہین ہو اور اگر دونون نے اقرار پر نہین بلکہ نفس شرب پر اسطرح گواہی دی کہ اسکے واسطے ایک روز کا شرب ہو اور دوسرے نے دو روز کے شرب کی گواہی دی تو واجب ہو کہ ایک روز کے شرب پر جو اقل ہو بالاتفاق گواہی مقبول ہو اور اگر دونون گواہون نے ایک روز کے شرب کی گواہی دی مگر ایام نہ بتلائے مثلاً کہا کہ مہینہ مین سے ایک روز کا شرب یا سال مین سے یا ہفتہ مین سے اور نہ اُسکے واسطے رقبہ نہر مین کچھ ملک ہونے کی گواہی دی تو بلا خلاف گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ شہود بہ مجہول ہو یہ محیط مین ہی اگر کسی نے دسوین حصہ نہر یا کاریز کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے دسوین حصے کی اور دوسرے نے اس سے کم کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے نزدیک گواہی باطل ہی اگرچہ دونون نے اقرار مدعا علیہ کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ دونون گواہ لفظاً و معنیً مختلف ہین اور صاحبین کے نزدیک استحساناً اقل مقدار پر مقبول ہوگی و اگر ایک گواہ نے پانچوین حصہ کی گواہی دی تو گواہی باطل ہو کیونکہ گواہ نے مدعی کے دعوی سے زیادہ مقدار کی گواہی دی ہی۔ اور اگر ایک شخص نے ایک زمین کا جو ایک نہر پر واقع ہو اور اُسکا شرب اسی نہر سے ہی دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ زمین مدعی کی ہو مگر گواہون نے اُسکے شرب کا کچھ ذکر نہ کیا تو مین مدعی کے نام زمین کی اور اُسکے حصہ شرب کی ڈگری کرونگا اور اگر گواہون نے شرب کی گواہی دی زمین کی گواہی نہ دی تو اُسکے نام کچھ زمین کی ڈگری نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دو گواہون مین سے ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے یہ زمین ہزار درم مین خریدی ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین معہ اسکے شرب کے ہزار درم مین خریدی ہی تو گواہی جائز نہوگی اور اگر دوسرے گواہ نے یون گواہی دی ہو کہ اسنے یہ زمین مع اسکے حق کے جو اس زمین کو ثابت ہی ہزار درم مین خریدی ہی تو جائز ہی اسواسطے کہ دونون گواہ اس امر پر متفق ہین (یعنے جسکی گواہی اول مذکور ہوئی ہی) کہ اسنے زمین و شرب خریدا ہی اسواسطے کہ شرب حقوق زمین سے ہی پس جسنے یون گواہی دی کہ اُسنے زمین کو معہ ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہی خریدا ہی تو اُسنے زمین و شرب دونون کی گواہی دی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہو اُن لوگون کی اراضی اُسپر واقع ہون اور بعض اراضی کے واسطے اس نہر سے ساقیہ ہین اور بعض کے واسطے دالیہ ہین اور بعض زمینون کے واسطے نہ ساقیہ ہین نہ دالیہ ہین اور نہ ان زمینون کا شرب اس نہر سے معروف ہو اور غیر اس نہر کے دوسری جگہ سے معروف ہو پھر ان لوگون نے اس نہر مین اختلاف کیا پس مالک زمین نے جسکا شرب معروف نہین ہی دعوی کیا کہ میری زمین کا شرب اس نہر سے ہی حالانکہ یہ زمین کنارہ نہر پر واقع ہی تو قیاساً یہ حکم ہونا چاہیے کہ غیر انھین لوگون مین مشترک ہو جنکے ساقیہ و دالیہ ہین نہ اُنکے واسطے جنکی زمینین بلا شرب ہین لیکن امام رح نے استحساناً یہ حکم دیا ہی کہ ان سب لوگون مین بقدر انکی اراضی کے جو کنارہ نہر پر واقع ہین باہم مشترک ہوگی اسواسطے کہ نہر کھودنے سے زمینون کا مقصود ہوتا ہی ساقیہ و دالیہ نہر پر لگانا مقصود نہین ہوتا ہی پس حرام مقصود ہونے مین قرینہ ثابت ہونے سے سب کا حال یکسان ہی پس اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ سابق مین ان لوگون مین شرب کا یہ طریقہ تھا تو اسی طریقہ سے اُنکا شرب مقرر ہوگا اور اگر یہ بات معلوم نہو سکے تو نہر مذکور کا شرب ان لوگون مین بحساب مقدار انکی اراضی کے منقسم ہوگا اور اگر ان زمینون

ہین سے کسی زمین کا شرب کسی دوسری نہر سے ثابت ہو تو اس زمین کا شرب اُسی دوسری نہر سے ہوگا پس اس نہر سے اُسکا کچھ شرب نہوگا۔ اور اگر اس زمین کا شرب دوسری نہر سے معروف نہو اور مدعین نے اس زمین کے واسطے اسی نہر سے شرب ہونے کی ڈگری کی اور مالک زمین مذکور کی اس زمین کے پہلو مین دوسری زمین ہی اُسکا شرب بھی معلوم نہین ہی تو مین استحساناً یہ حکم دیتا ہون کہ اُسکی سب زمینون کا شرب جو باہم متصل ہین اسی نہر سے ہوگا اور قیاساً دوسری زمین کے واسطے اس نہر سے شرب کا بدون حجت کے مستحق نہوگا اور اگر اس شخص کی زمین کے پہلو مین دوسرے شخص کی زمین ہو اور اول شخص کی زمین دوسرے کی زمین اور نہر کے بیچ مین ہو اور دوسرے شخص کی زمین کا شرب بھی معلوم نہو اور پتہ نہ لگے کہ اُسکا شرب کہان سے تھا تو مین اُسکا شرب بھی اسی نہر سے قرار دونگا لیکن اگر یہ نہر کسی خاص قوم کی معروف ہو اور یہ شخص اس قوم مین سے نہو تو سوائے اس قوم کے غیر کے واسطے بدون حجت وگواہون کے اس نہر سے شرب مقرر نکرونگا اور اگر یہ نہر کسی اجمہ مین گرتی ہو اور اُسپر اقوام مختلف کی زمینین ہون اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اسکی حالت کیا تھی اور اصل مین یہ کسکی تھی پھر اہل اراضی واہل اجمہ نے اسمین تنازع کیا تو مین اہل اراضی کے درمیان تخصیص مشترک ہونے کی ڈگری کرونگا مگر ان لوگون کو یہ اختیار نہوگا کہ اہل اجمہ سے اسکا پانی روکین اور اہل اجمہ کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے اجمہ مین رواں ہونے سے مانع ہون یہ ضابطہ ہین ہی۔ ایک شخص کی دو زمینین ایک نہر پر واقع ہین ایک اوپر کی طرف دوسری نیچے کی طرف ہی اور اُسنے دعوی کیا کہ ان دونون کا شرب اسی نہر سے ہی اور شریکون نے کسی ایک زمین معین کے شرب سے انکار کیا پس اگر یہ زمین کسی دوسری نہر سے نہ سینچی جاتی ہو تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا۔ اور شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہی اُسکے کنارہ پر درخت لگے ہین اور دونون مین سے ہر ایک ان درختون کا مدعی ہی تو فرمایا کہ اگر ان درختون کا جانے والا معلوم ہو تو یہ درخت اُسکے ہونگے اور اگر یہ تحقیق سے معلوم نہو کہ ان درختون کا جانیوالا اصل مین کون شخص ہی تو جسقدر درخت دونون مین سے کسی کے خاص مملوک مقام پر ہین وہ اسی کے ہونگے اور جسقدر مقام مشترک مین ہین وہ دونون مین مشترک ہونگے یہ ازراہ حکم ہی۔ اور شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے کچھ درخت نہر مذکور کے کنارہ لگے ہین اور ان درختون کی جڑون سے نہر کی دوسری طرف اور درخت اُگے اور اُسطرف ایک شخص کا باغ انگور ہی اور باغ انگور اور اُس کنارہ کے بیچ مین راستہ ہی پس دونون مین سے ہر ایک نے ان درختون کا دعوے کیا تو فرمایا کہ اگر یہ بات معلوم ہو جاوے کہ یہ درخت اُن درختون کی جڑون سے اُگے ہین تو درختون کے مالک کے ہونگے اور اگر یہ بات معلوم نہووے اور نہ ان درختون کا جانے والا معلوم ہو تو یہ درخت غیر مملوک ہونگے انکا مستحق نہ باغ انگور والا ہوا اور نہ درختون کا مالک ہی۔ اور شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ نہر مذکور کے کنارہ ایک شخص کی زمین ہی اور نہر مذکور کے کنارہ پر درخت لگے ہین پس مالک زمین نے انکا فروخت کرنا چاہا تو فرمایا کہ اگر یہ درخت بدون کسی شخص جانے والے کے اُگے اور اہل نہر اسقدر لوگ ہون جو شمار مین داخل نہین ہین تو یہ درخت اُسکے ہونگے جسنے انکو کاٹ کر لیا اور مین پسند نہین کرتا ہون کہ مالک زمین بدون قطع کر لینے کے انکا فروخت کرے اور اگر انکا جانے والا کوئی شخص ہو مگر وہ معلوم نہوتا ہو کہ کون ہی تو یہ مثل لقطہ کے ہین

اور بھی شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم کی ایک نہر ایک کوچہ غیر نافذہ میں جاری ہو اور اس نہر کے کنارے درخت لگے ہوئے ہیں اور بعضے درخت محلہ کے میدان میں ہیں پھر ایک شخص نے دعوی کیا کہ ان درختوں کا لگانے والا فلان شخص ہے اور میں اسکا وارث ہوں تو فرمایا کہ اسپر واجب ہے کہ گواہ لاوے اور اگر اسکے پاس گواہ نہ ہوں تو ان درختوں میں سے جسقدر درخت حریم نہر پر ہوں وہ اہل نہر کے ہونگے اور جسقدر میدان محلہ میں ہوں وہ سب اہل کوچہ کے درمیان مشترک ہونگے کذا فی المحیط۔

پانچواں باب متفرقات کے بیان میں

اگر ایک شرب کا مالک مرگیا اور اسپر قرضہ ہے تو اسکا شرب بدون زمین کے اسکے ادائے قرضہ کے واسطے فروخت نکیا جائیگا الا اس صورت میں کہ اسکے ساتھ زمین ہو تو زمین کے ساتھ فروخت کرکے اسکا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر امام المسلمین خالی اس شرب کو کیا کریگا تو بعض نے فرمایا کہ ایک حوض بنا کر اسمیں باری کا پانی جمع کریگا پھر جو پانی حوض میں جمع ہوا ہے اسکو کسی قدر ثمن معلومہ کے عوض فروخت کرکے اسکا قرضہ ادا کرا جائیگا اور صحیح یہ ہے کہ زمین مع شرب کی قیمت اندازہ کرے اور زمین بدون شرب کی قیمت اندازہ کرے پس جسقدر تفاوت ہو اسقدر ثمن دین میت کے ادا کرنے میں صرف کردے اور اگر اسنے اسقدر ثمن نہ پایا تو اس میت کے ترکہ پر ایک زمین بغیر شرب کے خریدے اور اس زمین کے ساتھ یہ شرب ملا کر فروخت کردے پس اسکے ثمن سے زمین خریدہ شدہ کا ثمن ادا کرے اور جو بچے وہ قرضخواہوں کا ہے یہ کافی میں ہے۔ بقالی میں ہے کہ اگر زمین مع اسکے شرب کے فروخت کی تو ثمن کو اس شرب میں سے بقدر کفایت ملیگا وہ سب جو بائع کے واسطے تھا نہ ملیگا اور ایسے شرب میں جو بدون زمین کے ہو میراث جاری ہوتی ہے اور شرب کی وصیت جائز ہے مگر تہائی مال سے معتبر ہوگی یعنے اگر یہ شرب وصیت کرنے والے کا تہائی مال متروکہ ہو تو وصیت میں دیا جائیگا اور مشائخ نے تہائی مال سے اعتبار کرنے کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اسکی صورت یہ ہے کہ اس موضع میں جو لوگ آنکنے والے ہیں انسے دریافت کیا جاوے کہ اگر تمام علماء اس امر پر متفق ہو جاویں کہ بدون زمین کے خالی شرب کی بیع جائز ہے تو تم لوگ اس شرب کو کتنے کو خریدو گے پس اگر ان لوگوں نے کہا کہ سو درہم کو خریدینگے تو اسطرح حساب کرلیں کہ یہ اسکا تہائی مال ہے یا زیادہ ہے اور اکثر مشائخ نے یہ طریقہ بیان کیا ہے کہ اس شرب سے جو زمین نہایت قریب ہو اسمیں سے ایک جریب زمین اس شرب میں ملا کر اندازہ کریں کہ اسقدر زمین مع شرب کے کتنی قیمت کی ہے اور بدون شرب کے کتنے کی ہے پس جسقدر دونوں میں تفاوت ہو وہی شرب کی قیمت ہے پس حساب کرلیں کہ یہ تہائی ترکہ میت ہے یا نہیں ہے اور اگر ایک نہر ایک قوم کے درمیان مشترک ہو اور ہر ایک کا شرب معلوم ہو پھر والی نے شخص خاص کا شرب غصب کرلیا تو باقی تمام شریکوں میں منقسم ہوگی اور غصب کا اعتبار سب کے حق میں ہوگا تقسیم جدید ہوگی اگرچہ والی نے کہا ہو کہ میں فقط ایک شخص کا شرب غصب کرتا ہوں ایسا ہی یہ مسئلہ اصل میں مذکور ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر امیر خراسان نے ایک شخص کی زمین و شرب ضبط کرکے دوسرے کے نام عطیہ کردی تو جائز نہیں ہے اور پہلے شخص یا اسکے وارثوں کو واپس دیجاویگی اور میں نے امام ابو یوسف رحمہ سے دریافت کیا کہ امیر خراسان نے اس نہر اعظم میں ایک شخص کے واسطے شرب مقرر کیا حالانکہ یہ شرب سابق میں نہ تھا یا اسکا شرب ڈوکوہ تھا پھر اسنے اسی قدر اس شخص کے واسطے اور بڑھا کر اسکے نام عطیہ کردیا اور اسکا مفتح ایک زمین میں جسکا وہ شخص [illegible]

کہ اگر یہ امر عام لوگون کے حق مین مضر ہو تو نہین جائز ہے اور اگر مضر نہو تو جائز ہے بشرطیکہ یہ امر کسی غیر کی ملک مین واقع نہو اسلیے کہ سلطان کو اُس امر کا اختیار ہے کہ جو عام کے فائدہ مند ہو نہ وہ جو عامہ کے حق مین مضر ہو۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے چھپروں سے ایک احاطہ فرات مین بنایا اور اُسپر پن چکی نصب کی تو میدان فرات مین اُسکو ایسا کرنا جائز نہین ہے اور اگر کسی نے اُس سے اس بارہ مین خصومت کی تو اُسکو گرا دے۔ اسواسطے کہ وضع فرات مین مثل عام رستہ کے عامہ کا حق ہے اور عام رستہ پر اگر کوئی شخص عمارت بنا دے تو ہر شخص کو اُس سے مخاصمہ کرنے اور ڈھا دینے کا اختیار ہے اور یہ حکم قضائہ ہے اور فیما بینہ و بین اللہ تعالی یعنی براہ دیانت سو اگر یہ عمارت جو اُسنے فرات مین بنائی ہے کشتی یا پانی کی مجری کو مضر ہو تو اُسکو روا نہین ہے اور وہ گنہگار ہوگا اور اگر کسی بات کو مضر نہو تو اُسکو اس سے نفع حاصل کرنا روا ہے جیسا کہ نام رستہ پر عمارت بنانے کا حکم ہے کہ اگر اُسکے جانے والون کو ضرر پہونچتا ہو تو وہ گنہگار ہوگا اور اگر اُنکو ضرر نہ پہونچتا ہو تو اُسکو اس سے نفع اٹھانے کی گنجایش ہے اور اگر کسی مسلمان یا ذمی نے اُس سے مخاصمہ کیا تو قضائہ اُسپر حکم جاری کیا جائیگا کہ اسکو منہدم کرنے اسی طرح اگر نکا تون مین یا عورتون مین سے کسی نے جھگڑا کیا تو بھی یہی حکم ہے اور نا غلام سو اس معاملہ مین خصومت نہین کر سکتا ہے اور نا بالغ بھی تابع ہونیکے غلام کے وہ بھی خصومت نہین کر سکتا ہے اور مغلوب العقل و معتوہ بھی ایسا ہی ہے لیکن اُسکی طرف سے اُسکا باپ یا وصی پدر خصومت کر سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے نہر عام پر بدون اجازت امام المسلمین کے یا نہر خاص پر بدون اجازت شریکون کے پُل باندھا اور مضبوطی سے باندھا کہ برابر اُسپر آدمی و جانور آتے جاتے تھے پھر وہ ٹوٹ گیا یا ڈھہ گیا اور اُس سے کوئی آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے شکستہ پُل پر دیکھ بھال کر عمداً کوئی آدمی گذرایا عمداً اُسنے اپنا چوپایہ اُسپر سے ہانکا تو مر جانے کی صورت مین پُل بنانے والا ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ ہشام نے فرمایا کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک نون مین ایک نہر جاری ہے اور اس گانون والون کو اس نہر سے خود پانی پینے و اپنے چوپاون کو پلانے کا استحقاق حاصل ہے اور اُسپر پُل بنے درخت لگے ہین لیکن ان لوگون کا کوئی حق اصل نہر مین نہین ہے پھر اگر اہل نہر نے اس گانون سے اپنے نہر کی تحویل چاہی حالانکہ اسمین اہل دیہ کی خرابی ہے تو فرمایا کہ اہل نہر کو یہ اختیار ہے پھر مین نے پوچھا کہ ایک شخص کی کاریز خالصہ ہے اُسپر ایک قوم کے درخت ہین پھر کاریز کے مالک نے چاہا کہ اپنی کاریز اس نہر سے تحویل کر کے دوسری جگہ کھودے تو فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہے اور اگر کاریز والے نے اُسکو فروخت کرنا چاہا تو درختون کا مالک اُسکا شفیع جوار ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ہشام رح سے روایت ہے کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے کہا کہ ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہے اُن سب نے سوائے ایک شریک کے ایک شخص کو اجازت دیدی کہ اپنی زمین سینچے۔ مگر ایک نے اجازت نہ دی یا شریکون مین ایک نابالغ لڑکا ہے تو فرمایا کہ اُس شخص کو روا نہین ہے کہ جب تک سب کے سبب اجازت نہ دین تب تک اپنی زمین سینچے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر ایک قوم نے باہم اتفاق سے مشترک نہر اس شرط سے کھودی کہ نہر مذکور اُنمین بقدر رہر ایک کے مساحت اراضی کے مشترک ہو اور خرچہ بھی ہر ایک پر اسی حساب سے پڑے پھر اُن لوگون نے ایک شخص سے جسقدر اُسپر لازم آیا تھا اُس سے زیادہ خرچہ غلطی سے وصول کیا تو بقدر زیادتی کے وہ شخص ان لوگون سے واپس لیگا اور اگر

غلطی سے جسقدر اُسپر لازم آیا تھا اُس سے کم وصول کیا تو جسقدر باقی رہا وہ بھی یہ لوگ اُس سے لے سکتے ہین یہ مبسوط مین ہی - اور اگر صاحب کاریز صاحب دار نے اس شرط سے صلح کی کہ کاریز والا اپنی کاریز دوسرے گوشہ مین تجویل کرلے تو اسمین رجوع نہین ہوسکتا ہی بشرطیکہ اول کو باطل کردینے پر صلح قرار پائی ہو یہ غیاثیہ مین ہی - ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہی اُنھون نے اس امر پر باہمی صلح ٹھہرائی کہ ہر ایک کے واسطے شرب تقسیم کردین اور اُسمین سے ایک شخص غائب ہی پھر وہ آیا پس اگر ان لوگون نے اسکا حق پورا نہ دیا ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنا حق پورا کرنے کے واسطے تقسیم کو توڑ دے اور اگر اُسکا حق پورا دیدیا ہو تو اُسکو تقسیم توڑنے کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ تقسیم توڑنے سے کچھ فائدہ نہوگا اور یہ حکم برخلاف تقسیم دور و اراضی کے ہی کہ اگر شریکون مین سے کوئی غائب ہو اور غائب کی طرف سے کوئی خصم حاضر نہو تو جب وہ حاضر ہوا اور راضی نہو تو اُسکو باقی شریکون کی تقسیم توڑ دینے کا اختیار ہی اگرچہ اُن لوگون نے اُسکا پورا حق دیدیا ہو - ایک نہر کبیر ہی دوسری صغیر ہو ان دونون کے بیچ مین مسناۃ یعنے بند آب ہی اور بند آب کی اصلاح کی ضرورت ہوئی تو اسکی اصلاح دونون نہر والون پر ہوگی اور خرچہ دونون پر آدھا آدھا پڑیگا اگر یہ سب دونون نہر ون کا حریم ہو اور یکی و بیشی پانی کا کچھ اعتبار نہین ہی جیسے کہ ایک دیوار دو شخصون کے درمیان مشترک ہو اور ایک کا دار ان بہ نسبت دوسرے کے اُس دیوار پر زائد ہو اور دیوار مذکور کی درستی کی ضرورت ہوئی تو جو کچھ خرچہ ہو وہ دونو پر برابر تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک نہر کبیر مین سے دوسری نہر صغیر نکلی ہی پھر نہر صغیر کا دہانہ خراب ہوگیا اور یہ حاجت ہوئی کہ پختہ اینٹون سے پختہ کاری کراکے اُسکا دہانہ مضبوط بنایا جاوے تو یہ سب خرچہ نہر صغیر کے مالک پر ہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہی - کسی شخص نے بطور معین ایک کوچہ کی نہر کی مرمت کے واسطے وقف کیا اور یہ نہر ایک دریہ سے گرنا شروع تھی اُس سے اوپر ایک محلہ اور تھا جسمین وہ نہر بہتی ہوئی پھر اُس سے اوپر اس محلہ موقوف علیہا مین وہ نہر جاری تھی اور اسی کوچہ کی نہر کی مرمت کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہی پس نہر مذکور اس کوچہ تک مرمت کردیگئی پھر لوگون نے چاہا کہ آگے بھی اسی وقف کے حاصلات سے نہر مذکور کی مرمت کریں تاکہ اس کوچہ مین بہتی ہی جسکے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہی اس سے زیادہ اس وقف سے مرمت نکیجائیگی اور اگر یہ نہر ایک بڑی نہر سے جاری ہو کر ایک میدان مین بہتی ہو جہان کوئی اہل شفہ مین سے مستحق نہین ہی پھر اُس میدان سے روان ہو کر اس کوچہ مین آتی ہو جہان کی مرمت کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہی تو یہ نہر اوپر سے برابر یہان تک کہ جہانتک کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہی مرمت کیجائیگی یہان تک کہ اس کوچہ کی حد سے تجاوز کرجاوے اور ان دونون صورتون مین فرق یہ ہی کہ پہلی صورت مین نہر مذکور دو کوچون کی طرف منسوب ہی اور دوسری صورت مین بیچ مین کوئی کوچہ نہین ہی جسکی طرف نہر منسوب ہو پس نہر مذکور ابتدا سے اس کوچہ کی انتہا تک جسکے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہی اسی کوچہ کی طرف منسوب ہوگی - اسی طرح اگر نہر مذکور کے اُگارنے کی ضرورت ہو تو اس وقف کے حاصلات سے نہ اُگاری جاویگی - اور فقیہ ابواللیث رحمہ نے فرمایا کہ اگر در صورت نہ اُگارے جانے کے نہر مذکور کے مسناۃ یعنے بند آب کے خراب ہوجانے کا خوف ہو تو حاصلات وقف مذکور سے اُگارنا جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ ظہیریہ مین ہی شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی زمین مین مجری یعنی نہر ہی پھر اہل نہر نے اپنی نہر کو صاف کرکے اُسکی مٹی کوڑا اسکی زمین مین ڈالا پس ایا اس

شخص کو اختیار ہی کہ ان لوگون سے یہ خاک کوڑا اپنی زمین سے دور کرانے کا مواخذہ کرے تو فرمایا کہ اگر انھون نے حریم نہر پر ڈالنے کا قصد کیا ہی تو جسقدر حریم سے تجاوز کرکے اسکی زمین مین آگیا ہی اُسکے دور کرانے کا مواخذہ کرسکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک نے اپنی دیوار مین سے نصف دیوار فروخت کردی پھر مشتری نے چاہا کہ اپنی نصف دیوار سے نہر عام کی طرف ایک دروازہ پھوڑے پس جب اسنے اپنی ملک مین ایسا کرنا چاہا اور عام لوگون کو اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو تو اُسکو اختیار ہی اور اگر عام لوگون کو مضرت پہونچتی ہو مثلاً نہر ٹوٹی جاتی ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میرا حصہ شرب مساکین کو صدقہ دیدیا جاوے تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ مساکین کو طعام کی ضرورت ہی ایسے پانی کی جس سے زمین سینچی جاوے کچھ ضرورت نہین ہی کہ شرب کی احتیاج اسی کو ہوتی ہی جسکے پاس زمین ہو اور مساکین کے پاس یہ نہین ہی اور شرب کا کچھ بدل نہین ہی جو شرب کے عوض مساکین کو تقسیم کردیا جاوے کیونکہ وہ بیع و اجارہ کے قابل نہین ہی پس وصیت باطل ہوئی اور اگر یہ وصیت کی کہ فلان مسکین معین کو اُسکی زندگی مین پانی دیا جاوے تو یہ جائز ہی باعتبار اُسکے معین ہونے کے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا حصہ شرب فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا جاوے تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ جسکی تملیک کا وہ حالت زندگی مین اختیار نہین رکھتا ہی اُسکی تملیک کا بعد وفات کے بھی جواز نہین ہی اور اگر یون وصیت کی کہ میرے حصہ شرب سے فلان شخص کی زمین اتنے برس تک سینچی جاوے تو اُسکے تہائی مال سے یہ وصیت جائز ہی کیونکہ اگر وہ ہمیشہ کے واسطے اسطرح اُسکو پانی دینے کی وصیت کرتا تو جائز ہوتا پس جب اُسنے موقت یعنی کسی زمانہ معین تک ایسی وصیت کی تو بھی جائز ہی اور اگر وہ شخص جسکے حق مین وصیت ہی اس میعاد سے پہلے مرگیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ شرب اگرچہ حقیقۃً عین ہی لیکن معنیً منفعت ہی کہ وہ زمین کی تابع ہی جیسے اور منافع اور جو منافع کی وصیت ہوتی ہی وہ موصی لہ کے مرنے سے باطل ہوجاتی ہی اور اگر کسی کے واسطے شرب کی مطلقاً وصیت کی اسکے واسطے کوئی وقت مقرر نکیا پھر جسکے واسطے شرب کی وصیت تھی وہ مرگیا پس آیا وصیت باطل ہوگی یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی فقیہ ابوجعفرؒ نے فرمایا کہ وصیت باطل نہوگی اور شرب مذکور موصی لہ کے وارثون کو ملیگا اور یہی اصح ہی اور اگر کسی نے تعلیقاً کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو یہ شرب مساکین کے واسطے صدقہ ہی تو یہ باطل ہی۔ اور اگر کسی نے اپنی تہائی شرب کی بدون زمین کے فی سبیل اللہ تعالی یا حج یا مملوک کے آزاد کرانے یا فقیرون کے واسطے وصیت کی تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ یہ وصیت بیع شرب کی وصیت ہی اسواسطے کہ حج کرانا یا مملوک کی گردن آزاد کرانا مین شرب سے ممکن نہین ہی اور یہ امر شرب کے ثمن سے ہوسکتا ہی اور بدون زمین کے شرب کے بیع کی وصیت کرنا باطل ہی اور فقیرون کے واسطے شرب کی وصیت کرنا انکو صدقہ دینے کی وصیت ہی اور بدون زمین کی شرب کے صدقہ کرنے کی وصیت جائز نہین ہی اور اگر نہر مین سے اپنے تہائی حق کی وصیت کی تو فی سبیل اللہ و حج کرانے وغیرہ سب باتون مین جو مذکور ہوئی ہین جائز ہی اسواسطے کہ یہ تہائی رقبہ نہر کے صدقہ کرنے کی وصیت ہی پس جائز ہی اور شرب اسمین تبعاً داخل ہوگیا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر خالی شرب پر بدون زمین کے کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح جائز ہی اور عورت مذکور کو شرب مین سے کچھ نہ ملیگا مگر اُسکا مہر المثل واجب ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر

کسی عورت نے اپنے شوہر سے شرب پر بدون زمین کے خلع کیا تو یہ باطل ہی اور شوہر کو شرب مین سے کچھ نہ ملیگا دیگر خلع صحیح ہی اور عورت پر واجب ہوگا کہ وہ مہر جو اُسنے لیا ہی واپس کردے - اور شرب کے دعوی سے اگر صلح کی تو باطل ہی پس اگر اس شرب سے اُسنے مدت دراز تک زمین سینچی ہو تو اُسپر کچھ ضمان لازم نہوگی اور اگر شرب پر قصاص قتل نفس سے یا جان کے تلف سے کم لینے جراحت سے جسمین قصاص ہی صلح کی تو صلح باطل ہی اور عفو جائز ہی اور قاتل پر یا جرح کرنے والے پر دیت اور ارش جراحت واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہی - ایک عورت کے پاس نو جریب زمین ہی پس سیل (شلاب کاج والا پانی) نے اس اراضی کی نہر خراب کردی اور عورت مذکور نے ایک قوم کو اس نہر کی درستی کے واسطے بدین شرط اجارہ لیا کہ مین تمکو زمین مین سے تین جریب زمین دونگی پس اُن لوگون نے نہر مذکور کو درست کیا تو شیخ علی بن احمد سے مروی ہی کہ شیخ موصوف نے فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ یہ اجارہ جائز ہو اور عورت مذکور کو یہ اختیار نہین ہی کہ تین جریب نہ مین دینے سے انکار کرے - اور شیخ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ جواب صاحبین کے قول کے موافق ہی اور بقیاس قول امام اعظم رح کے نہین جائز ہی اور اسی پر فتوے ہی (اسواسطے کہ تین جریب مجہول ہین) پس علی ہذا اگر عورت مذکور نے اجارہ پر مقرر کرنے کے وقت اراضی مذکورہ سے تین جریب زمین معین کردی ہو تو بالاجماع اجارہ جائز ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص کا پانی کا مجری دوسرے کے دار مین ہی پھر مجری خراب ہوگیا اور مالک دار نے مالک مجری سے اصلاح مجری کا مواخذہ کیا تو صاحب مجری اپنے مجری کی اصلاح پر مجبور نکیا جائیگا اور یہ ایسا ہی کہ جیسے ایک شخص کا مجری دوسرے کی چھت پر ہی پھر چھت خراب ہوگئی تو چھت کے مالک کو یہ اختیار نہوگا - کہ صاحب مجری سے اپنی چھت کی درستی کا مواخذہ کرے - پھر اگر نہر صاحب مجری کی ملک ہو تو وہ اُسکی درستی کے واسطے ماخوذ ہوگا - اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ نہر کی درستی مالک مجری کے ذمہ ہی اور یہ مثل چھت کے نہین ہی اسواسطے کہ پانی جو نہر مین جاری ہوتا ہی وہ اُسکی ملک ہی پس وہ اس نہر کو اپنی ملک سے استعمال کرتا ہی پس اُسکی اصلاح اُسی کے ذمہ ہوگی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی اور ہمارے اُستاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فتوی قول اول پر ہی اسواسطے کہ صاحب ملک پر اپنی ملک کی درستی لازم ہی یہ فتاوی کبری مین ہی - ایک شخص کے دار مین ایک نہر ہی جسکے پانی سے پڑوسی کی دہلیز کو کھلا ضرر پہونچتا ہی پھر دہلیز سے ایک عورت کے دار تک پہونچتا ہی اور اسمین ضرر فاحش ہی پس اگر نہر مذکور کسی شخص کی ملک نہو صرف نہر کا مجری اس شخص کے دار مین ہی اور پانی مین اہل شفہ یعنے پینے والون اور جانورون کو پلانے والون کا استحقاق ہی تو جس جس کو اس نہر سے مضرت پہونچتی ہو اُسپر اس نہر کی اصلاح اور اپنے اوپر سے ضرر دور کرنا لازم ہی ایسا ہی حکم فقیہ ابو بکر الاعمش سے مروی ہی اور شیخ ابو القاسم رح سے روایت ہی کہ اس نہر کی درستی اہل مجری پر لازم ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر دو دارون مین سے ہر دار کا علیحدہ مالک ہوا و ر واحد نے اپنا دار ایک شخص غیر کے ہاتھ معہ اُسکے حقوق کے فروخت کیا تو دار اول کے مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے دار کے مشتری کو اپنی چھت پر پانی بہنے سے منع کرے اسی طرح اگر دو حائط یعنے چہار دیواری کے باغ وغیرہ ہون اور دوسرے حائط کا مجری پہلے حائط مین ہو تو اُسمین بھی ایسا ہی حکم ہی یہ غیاثیہ مین ہی فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک شخص کے پانی کی نالی یعنے معہ رقبہ کے دوسرے کے دار مین ہی پھر

مالک دار نے اپنا دار معہ اس نالی کے فروخت کیا اور نالی کا مالک بیع پر راضی ہوگیا تو وہ ثمن مین بقدر حصہ نالی کے شریک ہوگا اور اگر اُسکا فقط مجری ہو یعنی پانی بہانے کا استحقاق ہو نالی کا رقبہ نہو تو اُسکو ثمن مین سے کچھ نہ ملیگا اور اصل کی کتاب الشرب مین ایک مسئلہ لکھا ہی کہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ شرب کے واسطے حصہ ثمن ہوتا ہی چنانچہ کتاب الاصل مین یون فرمایا کہ دو گواہون مین سے ایک نے یون گواہی دی کہ مدعی نے فقط زمین ہزار درم مین خریدی ہی اور دوسرے گواہ نے یون گواہی دی کہ اسنے زمین کو معہ شرب کے ہزار درم مین خریدا ہی تو گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ جس گواہ نے زمین معہ شرب خریدنے کی گواہی دی ہی اُسنے بعض ثمن کو بمقابلۂ شرب کے قرار دیا ہی پس اس روایت سے ہمارے بعضے مشائخ رحمہم اللہ نے یہ گمان کیا کہ جو کچھ فتاوا ے اہل سمرقند مین لکھا ہی وہ خطا ہی حالانکہ جیسا اُنھون نے گمان کیا ہی ویسا نہین ہی اسواسطے کہ کتاب الشرب کے مسئلہ کا موضوع یہ ہی کہ زمین و شرب کا مالک ایک ہی شخص ہی اور یہ کہ زمین معہ شرب کے فروخت کی گئی ہی اور جب شرب معہ زمین کے فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن مین سے حصہ ہوتا ہی اور اس مسئلہ کا موضوع یہ ہی کہ شرب مالک رقبہ کے سوا غیر شخص کا ہی پس شرب کی بیع صاحب شرب کے حق مین تنہا شرب کی بیع ہوئی اور جب تنہا شرب فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن سے کچھ حصہ نہین ہوتا ہی۔ اور اگر مالک دار سے اپنا دار فروخت نکیا ولیکن مالک مسیل نے یہ کہا کہ مین نے اپنا حق جو مسیل مین ہی باطل کر دیا پس اگر اُسکو پانی بہانے کا حق حاصل ہو رقبہ اُسکی ملک نہو تو اُسکا حق باطل ہو جائیگا۔ اور اگر رقبہ اُسکی ملک ہو تو اُسکا حق باطل نہوگا اسواسطے کہ اعیان مین جو ملک ثابت ہو وہ بطلان قبول نہین کرتی ہی یہ محیط مین ہی۔ عیون مین لکھا ہی کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہی اور دونون نے چاہا کہ ہم مین سے ایک شخص ایک روز اپنے واسطے اسکو جاری کرلے اور دوسرا دوسرے روز جاری کرلے تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ یہ امر دونون کے حق مین نافع ہی اور ان دونون کے سوائے کسی غیر کے حق مین مضر نہین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ہر شخص کے واسطے ایک نہر خاص ہو اور دونون نے باہم اس بات پر قرار داد کی کہ ہم مین سے یہ شخص دوسرے کی نہر سے نیچے اور دوسرا شخص اسکی نہر سے نیچے تو نہین جائز ہی جیسے مکان سکونت کا اجارہ اسطرح لینا ناجائز ہی اور وجہ یہ ہی کہ یہ بیع ہی اور شرب کی بیع جائز نہین ہی کذا فی الذخیرہ۔

کتاب الاشربہ

اسمین دو باب ہین

باب اول - اشربہ کی تفسیر واُن اعیان کے بیان مین جنسے اشربہ بنائے جاتے ہین واشربہ کے نام وماہیات واحکام کے بیان مین۔ **قال المترجم** اشربہ جمع شراب لغت مین ونیز اصطلاح طب مین جو چیز پی جاتی ہی۔ مگر شرع مین یہ لفظ باصطلاح خاص اطلاق کیا جاتا ہی چنانچہ کتاب مین اُسکی تفسیر یون فرمائی کہ شراب کا لفظ پینے کی ایسی چیز پر اطلاق کیا جاتا ہی جو حرام ہی اور شرابون کے نام بارہ ہین جسمین سے سات انگور سے بنائی جاتی ہین یعنے خمر و باذق - طلاء منصف - نقیع و جمہوری و حمیدی - اور دو مویز سے بنتی ہین

یعنے نقیع و نبیذ اور تین چھوہارے سے بنتی ہین یعنی سکر فضیخ نبیذ - اور انکی ماہیات کا بیان یون ہی کہ جو شراب ہین انگور سے بنتی ہین سو انمین سے اول خمر کی یہ ماہیت ہی کہ وہ آب انگور خام کہ جوش آجانے و اشتداد پیدا ہوکر جھاگ اٹھنے اور پھر جوش سے بیٹھ جانے کے بعد خمر کہلاتا ہی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جوش آنے و اشتداد ہونے کے بعد وہ خمر ہی اگرچہ جھاگ نہ اٹھین دوم باذق وہ پختہ آب انگور ہی کہ دو تہائی سے کم پکایا جاوے خواہ ایک تہائی پکے یا نصف یا خفیف جوش دیا جاوے مگر ایسا ہو جاوے کہ اُسکے پینے سے نشہ ہو اور جوش سے بیٹھ جاوے سوم طلا یعنے مثلث وہ آب انگور ہی کہ پکایا جاوے یہان تک کہ دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی باقی رہجاوے پھر مسکر ہو جاوے چہارم منصف یعنی آب انگور کہ پکانے مین نصف جل جاوے اور نصف باقی رہجاوے اور پنجم نجیح یعنی طلا مثلث مین پانی ڈال دیا جاوے کہ وہ رقیق ہو جاوے اور چھوڑ دیا جاوے یہان تک کہ اُسمین اشتداد آجاوے اور اُسکو شراب ابو یوسفی بھی کہتے ہین اسوجہ سے کہ امام ابو یوسف اسکو اکثر استعمال کرتے تھے ششم مہوری یعنی آب انگور خام جسمین پانی ملا دیا جاوے کہ ایک تہائی جل جاوے اور دو تہائی باقی رہے - اور جو شراب مویز سے بنائی جاتی ہی اور وہ دو طرح کی ہی ایک نقیع سو اسکی ماہیت یہ ہی کہ مویز کو پانی مین بھگو دیا جاوے یہان تک کہ اُسکی شیرینی پانی مین آجاوے پھر اُسمین اشتداد و جوش آوے اور جھاگ اُٹھین تب وہ نقیع ہی دوم نبیذ یعنی آب مویز خام جو پکایا جاوے - اور جو شراب چھوہارے سے بنائی جاتی ہی اور وہ تین طرح کی ہوتی ہی ایک سکر یعنے خام آب تمر جبکہ اُسمین جوش و اشتداد آجاوے تو وہ سکر ہی اور اسی پر اکثر اہل لغت کا فتوی ہی دوم فضیخ یعنی خام آب تمر نبذ جب اُسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین سوم نبیذ یعنی خام آب تمر جبکہ خفیف جوش دیا جاوے اُسمین وبال و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین تو نبیذ ہی یہی طرح نبیذ اُسکو بھی کہتے ہین کہ جس پانی مین چھوارے بھگوے جاوین اور اُسمین شیرینی نکل آوے اور جوش و اشتداد آکر جھاگ اٹھین - اور ان اشربہ کے احکام پانچ وجہ پر ہین ایک وجہ مین بالاجماع حلال ہی اور ایک وجہ مین بالاجماع حرام ہی اور ایک وجہ مین عامہ علماء کے نزدیک حرام ہی اور ایک وجہ مین ہمارے نزدیک حلال ہی مگر بعض لوگون نے خلاف کیا ہی اور ایک وجہ مین حلال ہی مگر امام محمد رح نے خلاف کیا ہی - سو جو بالاجماع حلال ہی وہ وہ شراب شیرین ہی جسمین اشتداد نہ آیا ہو اور جو بالاجماع حرام ہی وہ خمر و سکر ہی جسمین سے ہو - اور خمر کے واسطے چھ حکم ہین ایک یہ ہی کہ خمر مین سے تھوڑا پینا و بہت پینا سب حرام ہی اور اُس سے دوا وغیرہ کے طور پر انتفاع بھی حرام ہی دوم یہ کہ اُسکی حرمت کا منکر کافر ہی سوم یہ کہ جس طور پر لوگ متاع حاصل کرتے ہین مثل بیع و ہبہ وغیرہ کے خمر کا مالک ہونا یا دوسرے کو مالک کرنا حرام ہی چہارم یہ کہ خمر کا تقوم باطل ہو گیا ہی حتے کہ خمر کا تلف کرنے والا ضامن نہوگا کذا فی محیط السرخسی لیکن مشائخ نے اُسکی مالیت ساقط ہو جانے مین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ مال ہی اسواسطے کہ اُسمین حرص و رغبت جاری ہی یہ کافی مین ہی اور پنجم یہ کہ خمر مثل پیشاب و خون کے نجس غلیظ ہی اور ششم یہ کہ اُسکے تھوڑا یا بہت پینے سے حد شرعی واجب ہوتی ہی اور شراب کو سرکہ کرڈالنا مباح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور پکانا اُسمین کچھ موثر نہین ہی واسطے کہ پکانا شرع مین اس غرض سے ہوتا ہی کہ حرمت ثابت ہونے سے مانع ہو اور اس غرض سے نہین ہی کہ حرمت ثابت ہونے کے بعد پکانے سے باطل ہو جاوے اسلیے کہ پکانے کا اثر صفت نشہ کو زائل کرتا ہی اور جب وہ

خمر ہوگئی ہی تو پھر موثر نہو گا پھر بعض نے فرمایا کہ ایسی خمر مین جب تک نشہ نہ آوے تب تک حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ قلیل
خمر سے حد واجب ہونا خام آب انگور کے ساتھ مخصوص ہی اور یہ خام نہین رہی بلکہ پختہ ہوگئی ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا
کہ ایسی خمر کے پینے مین بھی حد واجب ہوگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یہ کافی مین ہی - اور اگر شراب سرکہ ہوگئی اور اُسمین کچھ
ترشی آگئی لیکن اُسمین کچھ تلخی بھی ہی تو وہ امام اعظم رح کے نزدیک سرکہ نہوگی یہانتک کہ بالکل اُسکی تلخی جاتی رہے اور صاحبین
کے نزدیک تھوڑی ترشی آجانے سے بھی حلال ہو جاتی ہی اور یہ اُسوقت ہی کہ شراب خود بخود سرکہ ہوگئی ہو اور اگر آدمی نے
اُسکو نمک وغیرہ کے ذریعہ سے سرکہ کر ڈالا ہو تو ایسی صورت مین بالاجماع سب کے نزدیک حلال ہو جائیگی یہ شرح طحاوی
مین ہی - اور شرح شافی مین ہی کہ اگر سرکہ شراب مین ڈال دیا گیا تو اُسکا کیا نا روا ہی خواہ شراب غالب ہو یا سرکہ غالب ہو مگر
اُسمین ترشی آگئی ہو اور بقیاس قول امام ابو یوسف رح کے اگر شراب غالب ہو تو یہی حکم ہی اور اگر سرکہ غالب ہو تو مجموع النوازل
مین مذکور ہی کہ اُسی وقت حلال نہوگی جب تک اتنی دیر نگذرے کہ جسمین یہ گمان ہو جاوے کہ شراب سرکہ ہوگئی ہی یہ خلاصہ
مین ہی - امام محمد رح نے اصل مین فرمایا کہ اگر شراب خمر مین گل سوسن خوشبو دار ڈالے گئے حتے کہ شراب مین اُسکی خوشبو
آگئی تو اس شراب سے تدہین و تطییب بیجا ہی اور نہ اُسکی بیع جائز ہی اگرچہ سوسن ڈالدینے سے اُسکی بو متغیر ہوگئی ہی
اسواسطے کہ یہ شراب سرکہ نہین ہوئی اور شراب جب تک سرکہ نہوجاوے تب تک اُس سے انتفاع جائز نہین ہی اور
کوئی عورت ایسی شراب سے کنگھی نکرے اور یہ بعض عورتون کی عادت ہوتی ہی اور بعض نے کہا کہ اس سے بالون کی
چمک زیادہ ہو جاتی ہی اور ایسی شراب سے اپنے بدن کی کسی جراحت کی دوا نہین کر سکتا ہی اور اپنے چوپایہ کی پیٹھ
لگی ہوئی کی بھی اس شراب سے دوا نہین کر سکتا ہی اور نہ ایسی شراب سے حقنہ لے سکتا ہی اور نہ احلیل مین
ٹپکا سکتا ہی یہ محیط مین ہی - اور شراب خمر سے مٹی کا گارہ کرنا اور چوپایون کو پلانا مکروہ ہی - اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اپنا
سواری کا جانور شراب کی طرف بڑھا لے گیا تو مضائقہ نہین ہی اور اگر شراب کو اُٹھا کر جانور مذکور کی طرف لایا تو مکروہ
ہی اور ایسا ہی حکم مشائخ نے ایسے شخص کے حق مین دیا ہی جو شراب کو سرکہ کرنا چاہتا ہی کہ اُسکو چاہیے کہ سرکہ کو شراب
کی طرف اُٹھا لیجا کر اُسمین ڈالدے اور اگر شراب کو اُٹھا کر سرکہ کے پاس لایا تو مکروہ ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ دونون
صورتون مین کچھ مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ شراب کا اُٹھانا جبھی مکروہ ہی کہ پینے کے واسطے اُٹھا لیجاوے اور اگر
پینے کے واسطے ایسا نکرے تو مضائقہ نہین ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر اُسنے شراب کو سرکہ کرنے کے واسطے دھوپ
سے سایہ مین اور سایہ سے دھوپ مین اُٹھا کر رکھا تو مکروہ نہین ہی حالانکہ اس صورت مین شراب کا اُٹھانا متحقق
ہوا ہی شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ قول اول ہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور خمر شراب کسی نابالغ و ذمی کو نہ پلاوے
اور جسنے پلایا گناہ اُسی پر ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی - اور خمر کو بطور سرمہ آنکھ مین لگانا یا خمر کی ناس لینا مکروہ ہی یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی - اور اگر خمر سے آٹا گوندھا اور اُسکی روٹی پکائی تو وہ نکھائی جائیگی اور اگر کسی نے کھائی تو اُسکو حد نہ ماری
جائیگی اسی طرح اگر گیہون خمر مین گر پڑے تو دھونے سے پہلے نہ کھائے جاوینگے پھر اگر دھوئے گئے خواہ پیسے گئے
یا نہ پیسے گئے اور اُسمین خمر کی بو و مزہ نپایا گیا تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم
اُسوقت ہی کہ جب یہ گیہون خمر کے اندر پھول نہ گئے ہون اور اگر پھول گئے تو امام محمد رح کے قول پر ہمیشہ کے
واسطے ناپاک رہینگے کبھی پاک نہونگے اور امام ابو یوسف رح کے قول پر تین بار دھوے جاوین اور ہر بار خشک

قال المترجم ... تخليل الخمر جائز ... وما في التخليل ... من الاشياء ... في الاحتياط ...

کیے جاوین پھر کھاے جاوین - علی ہذا اگر خمر مین گوشت پکایا گیا امام ابو یوسف کے قول پر ہمیشہ کے واسطے اسکا کھانا حلال نہوگا اور امام ابو یوسف کے قول پر تین بار پاک پانی مین جوش دیا جاے اور ہر بار ٹھنڈا کر لیا جاے پھر کھایا جاوے یہ محیط مین ہی اور اگر شوربے مین سرکہ کی جگہ خمر ڈالدی اور شوربا پکایا گیا تو نہ کھایا جائیگا واسطے کہ یہ شوربا نجس ہی اور اگر اسمین سے کوئی گھونٹ پی لیا تو حد نہ ماری جائیگی جب تک کہ نشہ نہ آوے اور اگر مچھلی یا نمک یا سرکہ مین خمر ڈالی گئی اور مر بی کیا گیا حتے کہ ترش ہوگیا تو اسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی یہ مسئلہ اصل مین بدون تفصیل کے مذکور ہی اور امام ابو یوسف رح سے اس مسئلہ مین تفصیل مروی ہی یعنے امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ اگر مچھلی یا نمک بہ نسبت خمر کے کم ہو تو ترش ہونے کے وقت پاک ہوجائیگا اور اسکا کھانا حلال ہوگا اور اگر مچھلی یا نمک غالب یعنی زیادہ ہو تو پاک نہوگا اور اسکا کھانا حلال نہوگا اگرچہ ترش ہوجاوے یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر خمر کے مٹکے مین ایک چوہا گر کر مر گیا پھر چوہا نکال کر پھینک دیا گیا یا بہہ کر نکل گیا تو پاک ہوجائیگی اور اگر چوہا اندر ہی مین سڑ کر پھوٹ گیا ہو تو سرکہ نجس ہوگا اسواسطے کہ جسقدر اسمین چوہے کے اجزا ہین وہ سرکہ نہین ہوسکے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور ہمو کی نظر سے خمر کو دیکھنا حلال نہین ہی ہمو سیر کر دریا مین ہی فتاوی ماوراء النہر مین ہی کہ خمر کا ایک قطرہ ایک مشک پانی مین گر پڑا پھر یہ پانی ایک مٹکے سرکہ مین ڈالدیا گیا تو شیخ ابو نصر الدبوسی نے فرمایا کہ سرکہ خراب ہوجائیگا اور سوا سے شیخ موصوف کے اور مشائخ نے فرمایا کہ سرکہ خراب نہوگا اسی پر فتوی ہی کذا فی الذخیرہ اور یہی صحیح ہی اسواسطے کہ پانی بعینہ نجس نہ تھا بلکہ خمر کے مجاورت سے نجس ہوا پس جب یہ قطرہ خمر سرکہ مین گر کر سرکہ ہوگیا تو مجاورت جاتی رہی پس پانی پھر پاک ہوجائیگا جیسے گردہ روٹی کا اگر خمر مین گر پڑا پھر سرکہ مین گر پڑا پھر سرکہ مین تو پاک ہوجائیگا اسی طرح اگر گردہ روٹی کا خمر سے پکایا گیا پھر سرکہ مین گر پڑا یا پڑا اگر خمر مین گر پڑا پھر سرکہ مین تو پاک ہوجائیگا بخلاف اسکے کہ اگر آٹا شراب سے گوندھکر پکایا گیا تو روٹی نجس ہوگی پاک نہوگی اسواسطے کہ گوندھے ہوے آٹے مین جو اجزا خمر کے ہین وہ روٹی پکانے سے سرکہ نہین ہوئے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر کسی بکری کو خمر پلائی تو اسکا دودھ اور گوشت مکروہ نہین ہی اسواسطے کہ خمر اگرچہ اسکے معدے مین باقی رہی لیکن اسکے گوشت سے مختلط نہین ہوئی اور اگر خمر مستحیل ہوکر لحم ہوگئی ہو تو بھی جائز ہی جیسے کہ مستحیل ہوکر سرکہ ہوجانے کی صورت مین جائز ہوتی ہی لیکن اگر اُس بکری کو اس کثرت سے خمر پلائی ہو کہ اسکے گوشت مین شراب کی بدبو آگئی ہو تو اسکا گوشت مکروہ ہوگا جیسے کہ اگر اسکی پلیدی کھانے کی عادت ہوگئی ہو تو تو مکروہ ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر کسی مالول اللہ نے شراب یعنی خمر پینے کی عادت کر لی اور یہ حالت پہونچی کہ اسکے جسم سے خمر کی بدبو پائی جاتی ہی پس اگر بکری کی ایسی عادت ہوگئی ہو تو دس روز اور گاے ہو تو بیس روز اور اونٹ ہو تو تیس روز اور مرغی ہو تو ایک روز قید رکھی جاوے کذا فی المحیط یعنے شراب سے بچائی جاوے اور جو جسکی پاک غذا ہی وہ دیجاوے قالہ المترجم اور خمر کی تلچھٹ پینا اور اُس سے انتفاع مکروہ ہی اور اگر اسکو پی لیا مگر نشہ نہ چڑھا تو اُسپر حد واجب نہوگی یہ حکم ہمارے نزدیک ہی اور اسکو سرکہ مین ڈالدینے کا مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ وہ سرکہ ہوجاتی ہی یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص کو پیاس کی وجہ سے اپنی جان جاتی رہنے کا خوف ہوا تو ہمارے نزدیک اتنی شراب جس سے اسکی پیاس دفع ہو پی لینا مباح ہی بشرطیکہ خمر اس پیاس کو دور کر سکتی ہو جیسا کہ مضطر کے حق مین مردار و سور کا تناول مباح ہی اسی طرح اگر اسکو سانپ وغیرہ نے

کا تاکہ اسکو اپنی جان کا خوف ہوا اور اس ضرر کو دفع کرنے والی - سوائے خمر کے کوئی چیز نہین پاتا ہی تو اسکو شراب پینا مباح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور فتاوی مین ہی کہ اگر ایسے شخص نے جو پیاس سے مرا جاتا ہی بقدر سیرابی کے شراب خمر پی لی اور بیہوش ہوگیا تو اسپر حد واجب نہوئی اسواسطے کہ نشہ یہ مباح ہوگیا ہی اور اگر سیرابی سے کچھ زیادہ پی لی اور نشہ بھی نہوا تا ہم چاہیے کہ اسپر حد لازم آوے جیسا کہ حالت اختیار مین - اور شربہ مین سے جو عامہ علماء کے نزدیک حرام ہین وہ یہ ہین باذق (یعنی بقدر سیرابی کے) و منصف و نقیع مویز و تلخ جو غیر مطبوخ ہو - اور سکر - ان شرابون مین سے قلیل و کثیر سب حرام ہی اور اصحاب ظواہر کہتے ہین کہ انکا پینا مباح ہی مگر صحیح قول عامہ علماء کا ہی لیکن ان شرابون کی حرمت خمر کی حرمت سے گھٹکر ہی حتے کہ ان شرابون کا پینے والا جب تک اسکو نشہ نہ آوے تب تک اسکو حد نہ ماری جاویگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور منصف و باذق کی نجاست غلیظہ ہی یا خفیفہ سو امام محمد رح نے کتاب مین ذکر فرمایا کہ جس شراب کا پینا حرام ہی اگر وہ قدر درہم سے زیادہ کپڑے مین لگ جاوے تو نماز جائز نہوگی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے ہشام رح نے روایت کیا ہی اور شیخ فضلی رح سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے قول پر واجب ہی کہ انکی نجاست خفیفہ ہو مگر فتوی اسی پر ہی کہ انکی نجاست غلیظہ ہی اور باذق و منصف و سکر و نقیع مویز کی بیع جائز ہی اور انکا تالف کردینے والا ضامن ہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہی اور بیع کی صورت مین امام اعظم رح کے قول پر فتوے ہی اور ضمان کی صورت مین اگر تلف کرنے والے نے حسبہ کا قصد کیا یعنے منکر چیز سے منع کرنے اور دافع کرنے کا قصد کیا اور یہ قصد حالات و قرائن کے دیکھنے سے ظاہر ہوجاتا ہی تو فتوے صاحبین رح کے قول پر ہی اور اگر اسنے حسبہ کا قصد نکیا ہو تو ضمان واجب ہونے مین بھی امام اعظم رح کے قول پر فتوے ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اشربہ مین سے جو عامہ علماء کے نزدیک حلال ہی وہ طلاء ہی یعنے شلث اور نبیذ تمر و مویز ہی کہ انکا پینا اسقدر جسکے پینے سے نشہ نہو بغرض گوارا سے طعام و اللہ تعالے کی عبادت کے واسطے تقویت حاصل کرنے کے لیے جائز ہی اور اگر بغرض لہو ہو تو نہین جائز ہی اور انمین سے اسقدر پینا کہ جس سے نشہ آجاوے حرام ہی اور یہ قول عامہ علماء کا ہی اور جب انکے پینے والے کو نشہ آجاوے تو اسپر حد شرعی واجب ہوگی اور انکی بیع جائز ہی اور انکے تلف کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی یہ امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول و امام محمد رحمہ اللہ سے دو روایتین ہین کہ دونون مین سے اصح روایت موافق قول شیخین کے ہی اور دوسری روایت مین امام محمد رحمہ اللہ سے یون مروی ہی کہ ان شرابون مین سے قلیل و کثیر سب حرام ہی لیکن انکے پینے والے کو حد نہ ماری جاویگی جب تک اسکو نشہ نہو جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور ہمارے زمانہ مین فتوی امام محمد رح کے قول پر ہی حتے کہ جو شخص جو (یعنے شہد یا انگور سے بنائی ہوئی شراب کو پیئے اور اسکو نشہ آجاوے تو اسپر حد شرعی واجب ہوگی اسواسطے کہ ہمارے زمانہ مین فاسق لوگ ان شرابون کے گرد ہوتے ہین اور انکا قصد انکے پینے سے نشہ و لہو ہوتا ہی یہ تبیین مین ہی - اور شیرہ انگور اگر دھوپ مین رکھا گیا یہان تک کہ اسمین سے دو تہائی اڑ گیا تو امام ابو یوسف رح و امام اعظم رح کے نزدیک اسکا پینا حلال ہی اور یہی صحیح ترین فتاوی کبرے مین ہی - اور نوازل مین ہی کہ مین نے شیخ ابو سلیمان سے پوچھا کہ ایک مثلث مین شیرہ انگور ملا دیا گیا تو فرمایا کہ پھر دوبارہ وہ پکائی جاوے یہان تک کہ اسمین سے دو تہائی اڑ جاوے

ط کا قول ابو یوسف رح و محمد رح

انظاہر اور انظاہر حرام ہی مطلق

اصحاب انظاہر اصحاب الشافعی رح

مالک و احمد رح

سن الکبری للبیہقی

صح الفقہ علی ہذا جواہر

ہدایہ الاشرف مختصر القدوری

اور ایک تہائی باقی رہجاوے اور یہی امام محمد رح کا قول ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور بختج کی تفسیر مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی حاکم ابو محمد الکفیفی نے فرمایا کہ بختج یون بنتی ہی کہ شیرۂ انگور مین پانی ڈال دیا جاتا ہی پھر جوش آنے سے پہلے اُسکو پکاتے ہین یہان تک کہ اُسمین سے دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی باقی رہے پس شیرۂ انگور مین سے دو تہائی سے کم جلتا ہی اور اور جب تک وہ شیرہ ہو تب تک اُسکا پینا حلال ہی اور جب اُسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین تب اُسکا پینا تھوڑا و بہت سب حرام ہی اور بعض نے فرمایا کہ بختج وہی حمیدی ہی اور وہ یون بنتی ہی کہ مثلث مین پانی ڈال کر چھوڑ دیا جاوے یہان تک کہ اُسمین اشتداد آجاوے اور اُسکو ابو یوسفی بھی کہتے ہین اسوجہ سے کہ امام ابو یوسف اُسکو بکثرت استعمال کرتے تھے اور آیا اسکی اباحت کے واسطے یہ بھی شرط ہی کہ پانی ڈال دینے کے بعد جوش و اشتداد آنے سے پہلے اُسکو خفیف پکایا جاوے یا یہ شرط نہین ہی سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی جیسا کہ مثلث مین اُنکا اختلاف ہی پھر اگر اُسمین جوش و اشتداد آگیا تو اُسکا پینا اُسی قدر حلال ہی جس سے نشہ نہ آوے اور اگر نشہ آگیا تو پینے والے کو حد ماری جائیگی۔ اور شراب جمہوری یعنے آب انگور خام جسمین پانی ڈال دیا جاوے اور خفیف پکایا جاوے سو وہ جب تک شیریں رہے تب تک اُسکا پینا سب کے نزدیک حلال ہی اور جب اُسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین تو اُسکا اور باذق کا ایک حکم ہی پھر اگر اسکے بعد اُسکے عصارہ پر پانی ڈالا جاوے اور عصارہ لیکر پانی بکالا جاوے اور اُسمین جوش و اشتداد آجاوے تو وہ

سب احکام مین مثل خمر کے ہی اور بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم مثل خمر کے نہین ہی ہدایہ مین ہی

دوسرا باب متفرقات ہین۔ اگر ایک شخص نے نو پیالے نبیذ تمر کے پیے پھر دسوان پیالہ اسکے مُنھ مین ڈالا گیا پس نشہ مین ہو گیا تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ سکر اُسکے اقرب کی طرف مضاف ہوتا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر عصارۂ انگور کو عصارۂ تمر یا نقیع مویز مین غلط کیا پھر اُسکو پکایا تو حلال نہوگا یہان تک کہ دو تہائی جل جاوے اسی طرح اگر مطبوخ مین ایک پیالہ انگور کا عصارہ یا گدر چھوہارے کا عصارہ یا نبیذ تمر یا نقیع مویز ڈال دیا وے حالانکہ یہ سب خام ہی پھر دوبارہ پکانے سے پہلے اُسمین جوش و اشتداد آگیا تو وہ حلال نہوگا اور اگر اشتداد آجانے سے پہلے اُسکو دوبارہ پکالیا پس شیرۂ انگور خام ڈالا ہو تو جب تک پکانے سے اُسکا دو تہائی جل نجاوے تب تک حلال نہوگا اور اگر باقی مذکورہ بالا مین سے کسی کا ایک قدح ڈال دیا ہی تو فقط پکانا کافی ہی پینے حلال ہو جائیگا اور اگر مطبوخ مین انگور یا چھوہارے یا مویز ڈالدیے پھر اُسمین اشتداد آگیا تو معلی نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ اگر ڈالا ہوا مقدار قلیل ہو کہ اُس سے شراب نہین بن سکتی ہو تو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہی مطبوخ مذکور کا پینا حلال رہیگا اور اگر کثیر ہو کہ اتنے سے شراب بن سکتی ہی اور اُسمین دوبارہ پکانے جانے سے پہلے اشتداد آگیا تو مطبوخ حلال نرہیگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر انگور بدون شیرہ نکالے جیسے ہین ویسے ہی پکائے جاوین پھر انکا شیرہ نکال لیا جاوے تو خفیف جوش دینا کافی ہی یہ ہی حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کیا ہی اور امام ابو یوسف رح نے یون روایت کی ہی کہ جب تک پکانے سے اُسکی دو تہائی نہ جل جاوے تب تک نہین جائز ہی اور یہی حکم اصح ہی اسواسطے کہ انگور مین اُسکا شیرہ موجود ہوتا ہی پس شیرہ نکالنے سے پہلے پکانا یا شیرہ نکال کر اُسکو پکانا دونون کا یکسان حکم ہونا چاہیے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر نبیذ تمر یا نبیذ عسل مین انگور ڈال دیے تو جب تک مثل شیرۂ انگور کے مقدار نہ پکائی جاوے کہ اُسمین سے دو تہائی جل جاوے تب تک حلال نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر انگور وغیرہ کو شیرۂ انگور مین ڈالنے کے بعد اُسمین جوش دیا تو جب تک دو تہائی نہ جل جاوے تب تک حلال نہین ہی جیسا کہ

شیرۂ انگور کو نبیذ تمر یا نقیع مویز میں ملانے کا حکم مذکور ہوا ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر نبیذ مطبوخ ایسی ہو کہ دس روز تک یا زیادہ رکھے جانے سے بگڑ نہ جاوے تو وہ حرام ہی اور اگر بگڑ جاوے۔ تو حلال ہی یہ تہذیب میں ہی۔ اگر تمر مطبوخ پینے پکائے ہوئے چھوہارے کے ساتھ غیر مطبوخ انگور پانی ڈالکر بھگوے جاویں اور دونوں میں جوش آجاوے تو فرمایا کہ اُسکا پینا مکروہ ہی اور جب تک اُسکے پینے والے کو نشہ نہ آوے تب تک اُسکو حد نہ ماری جائیگی بشرطیکہ تمر مطبوخ غالب ہوں اور اگر انگور غالب ہوں تو حد ماری جائیگی جیسا کہ خمر میں پانی ملا دینے کی صورت میں جو غالب ہو اُسکا اعتبار ہی پس ایسا ہی اس صورت میں ہی۔ اور اگر شیرۂ انگور پکایا گیا یہاں تک کہ اُسمیں سے تہائی جل گیا پھر اُسکو ٹھنڈا کر دیا پھر اُسکو دوبارہ پکایا یہاں تک کہ باقی کا نصف جل گیا پس اگر عصیر مذکور جسوقت دوبارہ پکایا ہی جوش آنے اور تغیر الحال ہو جانے سے پہلے دوبارہ پکایا تو اس مطبوخ کے پینے میں مضائقہ نہیں ہی اسواسطے کہ غلیان و اشتداد کی وجہ سے حرمت ثابت ہونے سے پہلے اُسکا پکانا پایا گیا اور اگر اُسنے مطبوخ میں جوش و اشتداد آنے و متغیر ہو جانے کے بعد اُسکو پکایا ہو تو اُسمیں خیر نہیں ہی یعنی مکروہ تحریمی ہی اسواسطے کہ ثبوت حرمت کے بعد پکانا پایا گیا پس نافع نہ ہوگا۔ اور اگر شیرۂ انگور دس رطل پکایا گیا یہاں تک کہ اُسمیں سے ایک رطل جل گیا پھر اُسمیں سے تین رطل بہا دیا گیا پھر چاہا کہ اُسکو پکا دے تاکہ دو تہائی جل جاوے تو اسقدر پکاوے کہ اُسمیں سے دو رطل و دو نوین حصے رطل کے باقی رہجاویں اسواسطے کہ جو رطل پکانے میں جل گیا تھا وہ نو جزو میں داخل ہی اسواسطے کہ وہ اجزاے باقی میں داخل ہی اُس سے دو نہیں ہوا ہی کیونکہ بعد جوش دینے کے جو باقی رہا ہی وہ اگرچہ بظاہر نو رطل ہی لیکن بمعنی دس رطل ہی پس دسوان رطل باقی نو رطل پر تقسیم کیا تو ہر رطل کے ساتھ ایک نوان حصہ رطل آیا اسواسطے کہ دسوان رطل انھیں میں داخل ہی۔ پھر جب اُسمیں سے تین رطل بہا دیے گئے تو تین رطل و تین نوین حصے رطل کے بہ گئے اور چھ رطل اور چھ نوین حصے رطل کے باقی رہے پس باقی کو اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و دو نوین حصے رطل کے باقی رہجاویں۔ اور اگر جوش دینے سے دو رطل جل گئے پھر اُسمیں سے دو رطل بہا دیے گئے تو باقی اتنا پکایا جاوے کہ دو رطل و نصف رطل باقی رہے۔ اور اگر جوش دینے سے پانچ رطل اُڑ گئے پھر اُسمیں سے ایک رطل بہا دیا گیا تو باقی اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و دو تہائی رطل باقی رہجاوے یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دیگ میں دس پیمانہ شیرۂ انگور اور بیس پیمانہ پانی ڈالا پس اگر یہ حالت ہو کہ جوش دینے میں پانی بہ نسبت شیرۂ انگور کے پہلے اُڑ جاویگا تو وہ اُسکو اسقدر پکاوے کہ آٹھ نوین حصے جل جاویں اور ایک نوان حصہ باقی رہجاوے اسواسطے کہ جب اُسکی دو تہائی جوش دینے سے جل گئی تو فقط پانی ہی جل گیا ہی پس اُسپر واجب ہی کہ اسکے بعد پھر پکاوے یہانتک کہ اُسکی دو تہائی جل جاوے۔ اور اگر شیرۂ انگور سے پہلے پانی نہ جلے تو وہ شخص اُسکو اسقدر پکاوے کہ اُسمیں سے دو تہائی جل جاوے۔ اور اگر شیرۂ انگور و پانی دونوں ساتھ ہی جل جاتے ہوں تو وہ اُسکو اتنا پکاوے کہ اُسکی دو تہائی جل جاوے اسواسطے کہ پکانے سے دو تہائی شیرۂ انگور و دو تہائی پانی جل جائیگا اور ایک تہائی شیرۂ انگور و ایک تہائی پانی رہجائیگا پس یہ اور جبکہ شیرۂ انگور تہائی یا دو تہائی تک پکا کر اُسمیں پانی ملایا جاوے دونوں یکساں ہیں یہ مبسوط میں ہی۔ اور جو شربہ کہ جو و جینہ دانہ و سیب و شہد سے بنائی جاتی ہیں جبکہ انمیں اشتداد آجاوے خواہ وہ مطبوخ ہوں یا غیر مطبوخ ہوں تو انکا پینا اسقدر کہ نشہ نہ آوے امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک

انکا پینا حرام ہی اور فقیہ رحمہ نے فرمایا کہ ہمارا اسی کو اختیار کرتے ہین کذافی الخلاصہ **قال المترجم** وہوالصحیح الموافق بالاخبار الصحیحۃ اھ اگر ان اشربہ کے پینے سے اُسکو نشہ آیا تو نشہ اور قدح اخیر جس سے نشہ آیا ہی بالاجماع حرام ہی اور نشہ مین ہونے لگی صورت مین وجوب حد مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی فقیہ ابوجعفر رحمہ نے فرمایا کہ جو چیز اصل خمر ہینے تمر و انگور سے نہین ہی اسمین حد نہ ماری جائیگی جیسا کہ بنج و خرما و یان کے دودھ سے نشہ ہوجانے مین حد نہین ماری جاتی ہی اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی رح نے ذکر کیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اُسکو حد ماری جاویگی اور بعض نے کہا کہ یہ حسن بن زیاد کا قول ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر کسی شخص نے ایسا پانی جسمین خمر ہو پی لیا پس اگر پانی غالب ہو کہ اُسمین خمر کا مزہ و رنگ و بو نہ پائی جاوے تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اور اگر خمر غالب ہو کہ اُسمین خمر کا مزہ و بو و رنگ ظاہر ہو تو مین اُسکو حد مارونگا اور اگر اُسمین خمر کی بدبو نہ پائی گئی مگر مزہ پایا گیا تو حد ماری جائیگی - اور اگر کسی شخص نے اپنے منھ مین خمر بھر لی پھر اُسکو کلی کر دیا اور اُسکے پیٹ مین حلق کے اندر خمر مین سے کچھ نہین گیا تو اُسپر حد واجب نہوگی یہ مبسوط مین ہی - ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی اگر کسی شخص نے خمر مین روٹی چور کر مثل ثرید بنائی اور پھر اس روٹی کو کھایا پس اگر مزہ پایا جاتا ہو اور رنگ ظاہر ہو تو مین اُسکو حد مارونگا اور اگر شراب خمر سپید ہو اُسکا رنگ نظر نہ آتا ہو تو جب اُسکا مزہ پایا گیا تو مین اُسکو حد مارونگا - اور بقالی مین ہی اگر دواعر کبکر کے شراب خمر مین معجون بنائی تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنے حد مارے جانے کے واسطے اور اگر اُسنے اکراہ کا دعوی کیا تو بدون گواہ کے اُسکے دعوی کی تصدیق نہوگی اور اکراہ معتبر ہوگا کذافی المحیط - اور اس فصل کے متصلات سے تصرفات سکران کا بیان ہی پینے جو شخص شراب کے نشہ مین ہو اور اُسنے کوئی تصرف کیا تو کیا حکم ہی سو جاننا چاہیے کہ جو شخص نشہ مین ہی یعنے مست کے تمام تصرفات نافذ ہوتے ہین سوائے ردت کے یا جو حدود خالص اللہ تعالے ہین اُنکا اقرار کہ یہ نافذ نہین ہین یہ ذخیرہ مین ہی - جو شخص خمر سے یا اُن شرابون سے جو تمر و مویز سے بنائی گئی ہین مثل نبیذ و مثلث وغیرہ کے پینے سے مست ہوا اُسکے تمام تصرفات مثل طلاق و عتاق و اقرار بقرضہ و اقرار بعین اور یہ کہ اُسنے اپنے نابالغ بیٹی کا یا بیٹے کا نکاح کر دیا اور قرض لینا و قرض دینا اور ہبہ و صدقہ جبکہ ہبہ و صدقہ کے ساتھ قبضہ کرلے یہ سب نافذ ہین اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہی اور شیخ ابوبکر بن الاحمد سے روایت ہی کہ شیخ نے فرمایا کہ مست کے وہ سب تصرفات جو ہزل کے ساتھ نافذ ہوجاتے ہین اور اُسکو شروط فاسدہ باطلہ نہین کرتے ہین نافذ ہونگے پس بیع و شرا نافذ ہوگی اور طلاق و عتاق و اقرار بالدین و العین اور ہبہ و صدقہ و تزویج صغیرہ و صغیرہ سب نافذ ہونگے اور مست کی ردت ہمارے نزدیک استحسانا نہین صحیح ہی اور قیاسا صحیح ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ کفر کی نفی و الزام واجب ہی تحقق واجب نہین ہی اسی وجہ سے اگر کسی کی زبان پر غلطی سے کلمہ کفر روان ہوگیا تو اُسکو تکفیر نہ کیجائیگی سادر یہ حکم مست کا اُسوقت ہی کہ جب وہ ایسی شراب سے مست ہو جو اصل خمر سے مثل خمر و انگور و مویز کے بنائی گئی ہو اور اگر شراب سب ذخیرہ پھلون اور چینہ دانہ وغیرہ حبوب سے بنائی ہوئی شراب سے مست ہو تو اُسکے حق مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور یہ اختلاف مثل مأکس اختلاف کے ہی کہ اُسپر حد واجب ہوگی یا نہین سو جسکے نزدیک ان شرابون سے نشہ ہونے سے حد واجب ہوتی ہی اُسکے نزدیک مست کے تصرفات نافذ ہوجاوینگے بنظر اُسکے زجر کے اور جسکے نزدیک اُسپر حد نہین ہی اور وہ فقیہ ابوجعفر و شمس الائمہ سرخسی ہین اُنکے نزدیک اُسکے تصرفات بھی نافذ نہونگے اسواسطے کہ تصرف کا نفاذ اُسکے زجر کے واسطے تھا پس جب ان دونون کے نزدیک اُسکے زجر کے واسطے اُسپر حد واجب نہوئی تو زجر کے واسطے اُسکے تصرفات بھی نافذ نہونگے اور اگر بنگ و خرما وہ کے دودھ سے

کسی کی عقل زائل ہوگئی تو اُسکے تصرفات نافذ نہونگے اسی طرح اگر کسی نے شراب شیرین پی مگر اُسکے مزاج کو موافق نہوئی اور اسکی عقل کم ہوگئی اور اُسنے طلاق دیدی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکی طلاق واقع نہوگی اور اسی پر فتوی ہے اور یہ سب اُس مست خراب کا حکم ہے جسنے بغیر خود نہ خراب پی ہو اور اگر کسی نے مجبور و مکرہ ہوکر شراب پی پھر اُسنے مست ہوکر طلاق دی تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ جسطرح اُسپر حد واجب نہین ہوئی اُسی طرح اُسکی طلاق بھی واقع نہوگی اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ واقع ہوگی مگر قول اول ہی صحیح ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اُسکی عورت کو طلاق دیدے پھر وکیل نے شراب سے مست ہوکر طلاق دی تو شداد رح نے فرمایا کہ واقع نہوگی اور صحیح یہ ہے کہ واقع ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ بنگ و مادیان کے دودھ کا نشہ بالاجماع حرام ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اگر کسی شخص نے خمر کو نبیذ مین مخلوط کرکے پی لیا اور اُسکو نشہ نہ آیا پس اگر خمر غالب ہو تو مین اُسکو حد مارونگا اور اگر نبیذ غالب ہو تو حد نہ مارونگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر شیرۂ انگور کو جوش دیکر تہائی جلا دینے کے بعد اُس سے عسل بنایا پس اگر اپنی حالت سے متغیر ہوجانے سے پہلے عسل بنایا تو مضائقہ نہین ہے۔ اور اگر اُسمین جوش آنے و حالت عصیر متغیر ہوجانے کے بعد ایسا کیا تو اسمین خیر نہین ہے اسواسطے کہ جب اُسمین جوش و اشتداد آگیا تو وہ حرام ہوگیا اور حرام سے جو عسل بنایا گیا ہے وہ مثل خمر سے بنائے ہوئے کے حلال نہوگا اور قبل اشتداد آجانے کے وہ حلال ہے اور عصیر یعنے شیرۂ انگور سے عسل بنانا حلال ہے۔ یہ مبسوط مین ہے جس دیگ مین شیرۂ انگور پکایا جاتا ہے اُس دیگ کا قاعدہ مسطح ہوتا ہے اُسمین گہراؤ نہین ہوتا ہے اور اسلئے گرد کے محیط جو مثل دیوارون کے ہوتی ہین وہ مستدیر بلند ہوتی جاتی ہین پس اُسکی بلندی دیوار کے تین ٹکڑے برابر تقسیم کرکے اُنپر نشان دیتے ہین پس اوپر کے نشان تک بھر کر اُسکو پکاتے ہین یہان تک کہ دو تہائی جل جاوے اور نیچے کی علامت تک باقی رہجاوے۔ اور یہ لازم ہے کہ اُسکو علی الاتصال پکاتے ہین بیچ مین انقطاع نہو اور اگر دو تہائی جل جانے سے پہلے بیچ مین پکانے مین انقطاع ہوگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ مطبوخ کے متغیر ہونے اور اسمین تلخی وغیرہ پیدا ہوجانے سے پہلے اُسنے پھر پکانا شروع کیا تو وہ حلال ہوجائیگا کیونکہ ایسا پکانا بمنزلہ علی الاتصال پکانے کے ہے اور اگر مطبوخ مین تلخی وغیرہ تغیر پیدا ہوجانے کے بعد اُسنے پکانا شروع کیا تو وہ حرام ہوگا کیونکہ اسکو بمنزلہ علی الاتصال پختہ کرنے کے اعتبار کرنا متعذر ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور وساق یعنے جو باقی بقول سے پانی دار ملکر بطور شیرہ نکالنے سے نکلتا ہے اگر اُسمین جوش و اشتداد آجاوے و جھاگ اُٹھین تو بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم مثل خمر کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم بمنزلہ تقیع مویز کے ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ خمر کا ایک مٹکا دریاے عظیم مین مثل فرات وغیرہ کے یا اس سے چھوٹے مین بہا دیا گیا اور اس سے نیچے ایک شخص وضو کرتا ہے یا پانی پیتا ہے پس اگر اُسکو پانی مین خمر کا مزہ یا رنگ یا بدبو آئی تو پینا و وضو کرنا حلال ہے اور اگر اسمین سے کوئی بات پائی گئی تو نہین مباح ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ چند دانہ انگور نبیذ مین گر پڑے اور بھیگ گئے تو فرمایا کہ اگر علحدہ علحدہ دانہ انگور بھگوئے جاتے اور انمین جوش آتا تو نبیذ مین بھیگ جانے اور جوش آجانے کے بعد نبیذ کا پینا بھی حلال نہوگا اور اگر ان دانون مین تنہا بھگونے مین جوش و غلیان نہ آتا تو نبیذ مذکور کے پینے مین مضائقہ نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور ایک پیالہ پانی یا آب راکد مین خمر ڈالدی گئی کہ جسکا پانی بعض بعض سے خلط ہوتا ہے تو اس پانی کا پینا حلال نہین ہے اسواسطے کہ یہ پانی قلیل ہے جسمین نجاست گر گئی پس نجس ہوجائیگا اور اگر اُسنے اس پانی کو پیا پس اگر اسمین خمر کا مزہ و

و رنگ و بو نہین پائی جاتی ہو تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اور اگر اُسمین سے کوئی چیز پائی جاتی ہو تو حد ماری جائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ حاکم نے منتقی مین ذکر کیا کہ اگر خمر ایک سرکہ کے مٹکے مین پڑگئی تو فرمایا کہ اُسمین خیر نہین ہی یعنے مکروہ ہی اور حاکم نے اسکے بعد منتقی مین ذکر کیا کہ اگر خمر ایسی چیز مین ملائی گئی جو آنکھون سے نظر آتی ہی پس اگر یہ چیز غالب ہو تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اور فرمایا کہ اگر ایک رطل خمر ایک مٹکا بھر سرکہ مین ڈالدی گئی تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی پس ان دونون مسئلون مین غالب کا اعتبار کیا ہی اور امام ابو یوسف رح و امام اعظم رح سے مروی ہی کہ خمر اگر نبیذ شدید مین جو اُنکے نزدیک حلال ہی گر پڑے تو فرمایا کہ خمر اُسکو فاسد کردیگی یہ محیط مین ہی۔ اور خمر کسی ظرف مین ڈالی گئی تو ظرف نجس ہو جائیگا اور اگر خمر اُسمین سے نکالی گئی تو ظرف مذکور تین بار دھویا جاوے پس پاک ہو جائیگا بشرطیکہ پُرانا ہو اور اگر ظرف جدید ہو اور اُسمین خمر ڈالی گئی تو امامون نے اختلاف کیا ہی امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ تین بار دھویا جاوے اور ہر بار خشک کیا جاوے پس پاک ہو جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ کبھی پاک نہوگا اور بعضے مشائخ رح نے بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے فرمایا کہ ظرف اگر ہر بار خشک کیا جاوے لیکن پے در پے اُسمین پانی بھرا گیا تو جب تک پانی اُسمین سے رنگ بدلا ہوا نکلے تب تک پاک نہوگا اور جب اُسمین سے پانی صاف غیر متغیر نکلے تو اُسکی طہارت کا حکم دیا جائیگا اور اسی پر فتوے ہی۔ اور اگر شراب اس ظرف سے نہ نکالی گئی باقی رہی یہان تک کہ سرکہ ہوگئی تو امام محمد رحمہ اللہ نے اس صورت مین ظرف کا حکم کتاب مین ذکر نہین فرمایا اور حاکم ابو نصر پارسا سے منقول ہی کہ فرمایا کہ جو ظرف سرکہ کے موازی ہی وہ پاک ہوگا اور اوپر کے کنارے سے جہان سے شراب گھٹتی ہوئی اُترتی گئی ہی قبل اسکے کہ سرکہ ہو جاوے وہ ناپاک ہی پس چاہیے کہ اُسکو سرکہ سے دھو ڈالا جاوے یہ تاکہ وہ بھی پاک ہو جاوے۔ اور اگر ایسا نکیا گیا اور اُسمین شیرۂ انگور لبریز بھر دیا گیا تو شیرۂ مذکور نجس ہو جائیگا اور اُسکا پینا حلال نہوگا اسواسطے کہ اس عصیر مین خمر مختلط ہوگئی۔ اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ جسقدر اُس ظرف مین خمر ہی جب وہ سرکہ ہوگئی تو پورا برتن پاک ہو جائیگا اور اس تکلف کی حاجت نہین ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے لیا ہی اور اسی کو صدر الشہید رح نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوے ہی۔ اور شیرۂ انگور ایسے شخص کے ہاتھ جو اُس سے شراب بناویگا فروخت کرنے مین امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مضائقہ نہین ہی اور صاحبین رح نے کہا کہ یہ مکروہ ہی اور بعضے مشائخ رح نے کہا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر بھی جبھی مکروہ نہین ہی کہ جب اُسنے شیرۂ انگور ذمی کے ہاتھ اتنے داموں کو بیچا کہ کوئی مسلمان اُس سے اتنے داموں کو نہ لیگا اور اگر کوئی مسلمان اتنے داموں کو لیتا ہوا پایا جاوے تو ذمی کے ہاتھ جو اُسکو شراب بناویگا فروخت کرنا مکروہ ہی اور یہ ایسا کہ جیسے کسی شخص نے باغ انگور فروخت کیا حالانکہ وہ جانتا ہی کہ مشتری انگورون سے شراب بناویگا تو کچھ مضائقہ نہین ہی بشرطیکہ اُسکا قصد ثمن حاصل کرنا ہووے اور اگر شراب کا حاصل ہونا اُسکا مقصود ہو تو مکروہ ہی اور انگور کے درخت لگانے مین بھی اسی تفصیل سے حکم ہی یعنے اگر انگور کے درخت لگانے سے یہ مقصود ہو کہ خمر حاصل ہو تو مکروہ ہی اور اگر انگور حاصل ہونا مقصود ہو تو مکروہ نہین ہی مگر افضل یہ ہی کہ ایسے شخص کے ہاتھ شیرۂ انگور نہ بیچے جو اُس سے خمر بناویگا کذا فی فتاوی قاضی خان رحمہ اللہ تعالے

کتاب الصید

قال المترجم صید جانور جو شکار کیا جاوے - ماکول اللحم جسکا گوشت کھایا جاتا ہو - اصطیاد صید کرنا - صائد شکار کرنیوالا معلم سکھلایا ہوا کتا باز وغیرہ - وسیاتی تفسیر بعض ہذہ الالفاظ فی الکتاب

اسمین سات باب ہین

باب اول - صید کی تفسیر و رکن و حکم کے بیان مین - جو حیوان متوحش کہ آدمی کے قبضہ سے ممتنع ہو وہ صید ہو خواہ وہ ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم یہ فتاوی قاضی خان مین ہو - اور فعل اصطیاد ایسے شخص سے جو اسکی اہلیت رکھتا ہو اپنے محل مین شرط کے ساتھ صادر ہونا صید کا رکن ہو اور حکم صید یہ ہو کہ حقیقۃً یا تقدیراً اگر قبضہ کرنے کے وقت صید مین ملک ثابت ہوتی ہو اور تقدیراً اگر قبضہ کر لینے سے ہماری مراد یہ ہو کہ صید کو حیز امتناع سے خارج کر دے یعنے قبضہ سے ممتنع نہ رہے اور صید کھانے کی حلت پندرہ شرطون سے ثابت ہوتی ہو - پانچ شکار کرنے والے مین ہین ایک یہ کہ وہ ذکوٰۃ کی اہلیت رکھتا ہو - دوم یہ کہ اُس سے ارسال پایا جاوے - سوم یہ کہ ارسال مین اُسکے ساتھ ایسا شخص شریک نہو جسکا شکار حلال نہین ہو - چہارم آنکہ عمداً تسمیہ نہچھوڑے یعنے یہ کہ جسنے جانور چھوڑا ہو وہ ارسال اور شکار پکڑنے کے بیچ مین کسی اور کام مین مشغول نہو جاوے - اور پانچ شرطین کتے مین ہین اول آنکہ معلّم ہووے دوم آنکہ طریقہ ارسال پر چلا جاوے - سوم آنکہ اُسکے ساتھ شکار پکڑنے مین ایسا جانور شریک نہو جاوے جسکا شکار حلال نہین ہو - چہارم آنکہ جرح سے اُسکو قتل کرے - پنجم اینکہ اُسمین سے نہ کھاوے - اور پانچ صید مین مین اول آنکہ حشرات الارض مین سے نہو - دوم یہ کہ جانوران آبی مین سے نہو سوائے مچھلی کے - سوم آنکہ اپنے آپ کو اپنے پیرون یا اپنے ہاتھ پانون کے ذریعہ سے بچاوے - چہارم آنکہ اپنے دانتون سے یا اپنے مخلب سے نہ کھاتا ہو پنجم آنکہ ذبح تک پہونچنے سے پہلے شکاری جانور کی گرفت سے مر جاوے کذا فی النہایہ -

باب دوم - اُن صورتون کے بیان مین جنسے صید کا مالک ہو جاتا ہو اور جنسے مالک نہین ہوتا ہو - صید گرفتار ہونے سے ملک مین آجاتی ہو اور گرفتار کرنا دو طرح کا ہوتا ہو ایک حقیقی دوسرا حکمی پس حقیقی تو ظاہر ہو اور حکمی ایسی چیز کے استعمال سے جو شکار کرنے کے واسطے موضوع ہو خواہ شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو حتے کہ اگر کسی شخص نے جال پھیلایا اور اُسمین کوئی شکار پھنس گیا تو جال والا اسکا مالک ہو جائیگا خواہ اُسنے جال پھیلانے سے شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نکیا ہو اسواسطے کہ جال شکار ہی کے واسطے پھیلایا جاتا ہو حتے کہ اگر کسی شخص نے خشک کرنے کے واسطے پھیلایا اور اُسمین شکار پھنس گیا تو اُسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ وہ جال سے اُسکا پکڑنے والا نہوگا - اور حکماً گرفتار کرنا ایسی چیز کے استعمال سے بھی ہوتا ہو جو شکار کرنے کے واسطے موضوع نہین ہو اُسکو بغرض شکار پکڑنے کے کام مین لایا جاوے اگر کسی نے خیمہ گاڑا اور اُسمین کوئی شکار پھنس گیا پس اگر شکار پکڑنے کے واسطے خیمہ مذکور گاڑا ہو تو اُسکا مالک ہو جائیگا اور اگر اس غرض سے نہ گاڑا ہو تو مالک نہوگا یہ ظہیریہ مین ہو - ایک شخص نے ایک جال لگایا اور اُسمین شکار پھنس گیا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو چھوڑکر اُڑ جانے سے پہلے پکڑ لیا تو وہ شکار جال والے کا ہوگا اسواسطے کہ سبب ملک کا انعقاد شخص اول کے واسطے ہوا ہو اسواسطے کہ جال اسی واسطے موضوع ہو اور سبب ہنوز منتقض نہین ہوا تھا

ملک اگر حال مین حقیقی ہو یا حکمی ہو کسی کو دیدینے سے یا چھوڑ دینے سے یا کسی نے چھین لینے سے یا بھاگ جانے سے یا جانور کے مر جانے سے زائل ہو جاتی ہو اور جال اگر ٹوٹ جاوے یا پھٹ جاوے تو ملک زائل نہین ہوتی ہو

کسی نے جانور کو زخمی کیا پھر دوسرے نے اُسکو ذبح کر ڈالا تو ذبح کرنیوالا ضامن ہو

کسی نے شکار پکڑنے کے واسطے جال پھیلایا پھر دوسرے نے اُسکو کاٹ ڈالا تو کاٹنیوالا ضامن ہو

تھے کہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے چھوٹ کر اُڑ جانے کے بعد اُسکو پکڑ لیا ہو تو وہ دوسرے کا ہو جائیگا اسواسطے کہ دوسرے شخص کے گرفتار کرنے سے پہلے شخص اول کا سبب گرفتاری منتقض ہوگیا تھا یہ کبری مین ہے۔ اور اگر جال والے نے اُسکو پکڑ لیا ہو پھر وہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ بھاگے پھر دوسرے نے اُسکو پکڑ لیا تو وہ اول کی ملک ہے کیونکہ وہ پکڑنے سے اُسکا مالک ہوگیا ہے اور اُسکا ہاتھ سے چھوٹ بھاگنا بمنزلۂ غلام کے آباق کے یا اونٹ کی سرکشی کر کے بھاگ جانے کے ہے اور اس سے ملک زائل نہین ہوتی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ حاکم شہید نے منتقی مین ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک جگہ ایسی بنا دی کہ جس سے پانی اُسکی زمین مین آتا ہے تاکہ وہ مچھلیون کا شکار کرے پھر اس راہ سے اُسکی زمین مین پانی معہ بہت سی مچھلیون کے آگیا پھر پانی خشک ہوگیا اور مچھلیان زمین مین باقی رہگئین یا پانی خشک نہوا مگر کم ہو کر ایسا ہوگیا کہ بدون شکار کرنے کے مچھلیان پکڑی جا سکتی ہین تو کسی شخص کو ان مچھلیون کے پکڑ لینے کی راہ نہین ہے۔ یہ مچھلیان مالک زمین کی ہوگئی ہین اور جو شخص پکڑ لیگا وہ ضامن ہوگا اور اگر پانی بہت باقی ہو کہ جسمین سے بدون شکار کیے مچھلیون کا پکڑنا ممکن نہو تو جس شخص نے شکار کر کے اُسمین مچھلیان پکڑین وہ اُسی کی ہونگی یہ ذخیرہ مین ہے اگر کسی نے پانی مین جال ڈالا اور دوسرے نے اُسمین شست ڈالی پھر جال مین مچھلی آگئی اور شست مین پھنس گئی پس اگر جال کے تنگ چھیدون مین ہو تو وہ جال والے کی ہوگی یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے پانی مین شست پھینکی اور اُسمین کوئی مچھلی پھنسی پس اگر اُسکو خشکی مین جہان سے پکڑ سکتا تھا کھینچ کر ڈالدیا پھر وہ تڑپ کر پانی مین جا پڑی تو اُسکا مالک ہوگا اور اگر اُسکو پانی سے باہر نکال لانے سے پہلے شست کی ڈوری ٹوٹ گئی تو اُسکا مالک نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین مین کسی غرض سے گڈھا کھودا اور اُسمین کوئی شکار گر پڑا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو پکڑ لیا تو فرمایا کہ وہ شکار اُس پکڑنے والے کا ہوگا اور اگر مالک زمین نے یہ گڈھا اسی غرض سے کھودا ہو کہ اُسمین شکار پھنسے تو اس شکار کا وہی حقدار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص کی زمین مین کسی شکاری پرند نے انڈے دیے یا اُسمین کسی ہرن نے گھر بنایا اور دوسرے شخص نے آکر اُسکو لے لیا تو وہ اُسی کی ہوگی اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ مالک زمین شکار سے اسقدر دور ہو کہ اگر ہاتھ پھیلا دے تو اُسکو پکڑ نہ سکے اور اگر اسقدر قریب ہو کہ ہاتھ پھیلا کر اُسکو پکڑ سکتا ہے تو وہ مالک زمین کی ملک ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے ایک گڈھا کھودا مگر شکار کرنے کے واسطے نہین کھودا تھا پس اُسمین کوئی شکار گر پڑا پھر دوسرے شخص نے آکر اُسکو پکڑ لیا پس اگر گڈھا کھودنے والا (یعنی مالک زمین) شکار سے اسقدر قریب ہو کہ اگر ہاتھ پھیلا دے تو اُسکو پکڑ لے تو یہ شکار اُسی کا ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور عیون مین مذکور ہے کہ اگر شکار کسی شخص کے دار مین داخل ہوا اور اُسنے دروازہ بند کر لیا اور ایسا ہوگیا کہ بدون شکار کرنے کے اُسکے پکڑنے پر قادر ہے پس اگر اُسنے دروازہ شکار کے پکڑنے کے واسطے بند کیا ہو تو اُسکا مالک ہوگیا اور اگر اور کسی غرض سے بند کیا ہو تو مالک نہوگا حتے کہ اگر اُسکو کسی شخص نے پکڑ لیا تو پہلی صورت مین وہ مالک دار کا ہوگا اور دوسری صورت مین پکڑنے والے کا ہوگا۔ اور ہمارے مشائخ رح نے فرمایا کہ قولہ بدون شکار کرنے کے اُسکے پکڑنے پر قادر ہے اسکے یہ معنی نہین ہین کہ اُسکے پکڑنے مین کچھ چارہ و ہاتھ پانون ہلانے کی حاجت نہو بلکہ یہ معنی ہین کہ اُسکے پکڑنے کے واسطے جال وغیرہ لگا کر پکڑنے کی ضرورت نہو ذرا سی تدبیر سے ہاتھ آسکتا ہو۔ اور منتقی مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے حبالہ لگایا اور اُسمین شکار پھنسا پھر مرکب کر اُسکو کاٹ دیا اور چھوٹ بھاگا پھر دوسرے شخص نے آکر اُس شکار کو پکڑ لیا تو جسنے پکڑا ہے اُسی کا ہوگا اور اگر

حبالہ لگانے والا اپنے حبالہ کے پاس پہونچ گیا ہو اور اسقدر نزدیک ہو گیا ہو کہ اگر چاہتا تو پکڑ لیتا پھر وہ تڑپ کر چھوٹ بھاگا اور اسکو دوسرے نے پکڑ لیا تو وہ حبالہ والے کا ہوگا اسی طرح شکاری کتے و باز کے شکار کا بھی حکم اسی تفصیل سے ہے اور حبالہ حلقہ دار ڈورا ہوتا ہے جسمین شکار کا سر یا پانون پھنس جاتا ہے کذا فی الظہیریہ **قال المترجم** اور لغت مین بمعنی دام لکھا ہے ظاہر اوہ دام اسی طرح کا مراد ہے۔ اگر کسی شخص نے شہر یا سواد شہر مین ایک بازیکڑا جسکے پانون مین چمڑے کے تسمہ تھے یا چلا چل پڑے تھے اور پہچان پڑتا تھا کہ یہ پالو باز ہے تو اسپر واجب ہے کہ مثل لقطہ کے اسکی شناخت کے واسطے پکارے تاکہ اسکے مالک کو واپس دے اسی طرح اگر کوئی ہرن پکڑا جسکے گردن مین پٹہ وغیرہ پڑا تھا یعنے پالو معلوم ہوتا تھا اسکا بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر کسی نے کبوتروں کے برج بنائے اور اسمین لوگون کے پالو کبوتروں نے گھونسلے رکھے تو جسقدر انکے بچہ پکڑے وہ اسکو حلال نہونگے اسواسطے کہ بچے انکے مان باپ کے مالک ہونے پر حلال ہو سکتے ہین پس انکا حکم مثل لقطہ کے ہے لیکن اگر وہ شخص فقیر ہو تو اسکو حلال ہے کہ اپنی حاجت مین انکو کھا دے اور اگر غنی ہو تو اسکو چاہیے کہ کسی فقیر کو صدقہ دیدے پھر اس سے کسی قدر دام کو خرید لے اور تناول کرے اور ہمارے شیخ امام شمس الائمہ ایسا ہی کرتے تھے اور انکو کبوتروں کے گوشت سے بہت رغبت تھی یہ مبسوط مین ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اور اسکو گرا دیا اور وہ غش ہو کر ایک دم تڑپا مگر اسمین کہین جراحت نہ تھی پھر اس سے غش جاتی رہی اور وہ چل دیا یا پرند تھا کہ اڑ گیا پھر دوسرے شخص نے اسکو تیر مار کر گرا دیا اور پکڑ لیا تو وہ دوسرے کا ہوگا اور اگر شخص اول نے اسکو غشی کی حالت مین پکڑ لیا ہو اور دوسرے نے بھی اسکو اسی حالت مین پکڑ لیا اور ہنوز وہ شکار نہ بھاگا اور نہ اڑا تھا تو وہ پہلے شخص کا ہوگا۔ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مار کر گرایا اور ایسا زخم آیا کہ وہ اٹھ نہین سکتا تھا پھر جب تک اللہ تعالی نے چاہا ایسا ہی پڑا رہا پھر وہ چنگا ہو گیا پھر دوسرے نے اسکو تیر مارا اور پکڑ لیا تو وہ پہلے شخص کا ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اور زخم کاری دیا کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہین کر سکتا تھا پھر دوسرا تیر مارا اور وہ اسکے لگا اور وہ مر گیا تو اسکا کھانا حلال نہین ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ دوسرے تیر سے مرا ہے یا یہ معلوم نہو کہ دونون مین سے کس تیر سے مرگیا ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ پہلے تیر سے مرا ہے تو حلال ہے اور حلال ہونے کے حق مین تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے شکار کو تیر مارا اور اسکے لگا مگر اسکو ایسا نہین کر دیا کہ جزا امتناع سے خارج کر دے یعنی ہنوز وہ تیر انداز کے قبضہ سے باہر تھا یعنے بھاگ جاسکتا تھا پھر دوسرے نے اسکو تیر مارا اور قتل کر دیا تو وہ دوسرے کا ہوگا اور کھایا جائیگا اور اگر اول نے زخم کاری دیا ہو لہو بہ دیا ہو پھر دوسرے نے اسکو تیر مار کر قتل کر دیا تو وہ شخص اول کا ہے اور نہ کھایا جائیگا۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ اس سے شکار مذکور نجات پا سکتا ہو تاکہ اسکی موت دوسرے تیر کی جانب مضاف ہو اور اگر پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ اس سے نجات نہ پا سکتا ہو مثلاً اسمین اسقدر حیات رہگئی جیسے مذبوح مین رہجاتی ہے یا اسکا سر الگ ہو گیا تو حلال ہوگا اور اگر پہلا تیر ایسا لگا کہ اس سے شکار زندہ نہین رہ سکتا ہے لیکن اسمین حیوۃ بہ نسبت مذبوح کے زیادہ رہگئی مثلاً وہ کم و بیش ایک روز زندہ رہ سکتا ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دوسرے تیر مارنے سے حرام نہوگا اسواسطے کہ اسقدر حیوۃ کا کچھ اعتبار نہین ہے اور امام محمد رح کے نزدیک حرام ہوگا اسواسطے کہ اسقدر حیاۃ معتبر ہے پس امام محمد رح کے نزدیک اس صورت کا حکم اور جس صورت مین کہ تیر اول سے صید نجات پا سکتا ہو یکسان ہے یعنے حلال نہوگا اور دوسرا شخص پہلے شخص

قال ابو حنیفہ رح علیہ الرحمۃ ہان اشتراک الاثنین فی جنایۃ واحدۃ جائز عند ابی یوسف رح الخ

قولہ رحمۃ اللہ علیہ الخ

قولہ رحمۃ اللہ علیہ الخ

قال محمد رح الخ

قولہ رحمۃ اللہ علیہ الخ

کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا سوائے اُسقدر کے جتنا اُسکی جراحت نے نقصان کر دیا ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب دوسرے تیر سے اُسکا مرنا معلوم ہو مثلاً تیر اول کے زخم سے اُسکی نجات ممکن معلوم ہو اور دوسرے تیر کے زخم سے اُسکی نجات ناممکن معلوم ہو تاکہ قتل دوسرے کی طرف منسوب ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ دونوں زخمون سے مرگیا یا کچھ معلوم و ثابت نہو تا ہو تو دوسرا شخص اُسکے واسطے جو اُسکے جراحت سے نقصان آیا ہی اُسکا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے غیر کے مملوک حیوان کو مجروح کرکے ناقص کر دیا پس جسقدر ناقص کیا ہی اُسکا ضامن ہوگا پھر دو زخمون سے جو جانور مجروح ہوا اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اسوجہ سے کہ اُسکی موت دونون زخمون سے ہوئی ہی پس اُسکے نصف کا تلف کرنے والا ہوا حالانکہ وہ غیر کا مملوک ہی پس دو زخمون سے مجروح کی نصف قیمت کا ضامن ہوا اسواسطے کہ اول نے باختیار خود تمامین کیا اور ثانی نے اُسکو ایکبار اُسکی ضمان دیدی پس دوبارہ ضمان نہ دیگا پھر اُسکے آدھے گوشت حلال کیے ہوے کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شکار مذکور تیر اول سے ایسی حالت مین تھا کہ ذکوۃ اختیاری سے حلال ہو سکتا تھا اگر اُسکو دوسرا شخص تیر نہ مارتا پس دوسرے نے تیر مار کر آدھا گوشت برباد کر دیا پس اُسکا ضامن ہوگا اور باقی آدھے کا ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے ایکبار آدھے کی ضمان دیدی ہی پس اُسمین گوشت کی ضمان بھی داخل ہوگئی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر پہلے شخص کے تیر سے پہونچنے سے پہلے دوسرے شخص نے اُسکو تیر مار کر قتل کر دیا ہو تو اُسکا کھانا حرام نہوگا اور دوسرا شخص پہلے شخص کے واسطے کچھ ضامن نہوگا۔ اور اگر پہلے شخص کے تیر مارنے کے بعد شکار کا یہ حال ہو کہ وہ اپنے پیرون بھاگتا ہو یا اُڑتا ہو پھر دوسرے نے اُسکو تیر مار کر اگر قتل کیا تو وہ دوسرے کا ہوا اور حلال ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر دو آدمیون نے ایک شکار کو تیر مارا پھر ایک کا تیر دوسرے شخص سے پہلے پہونچکر اُسکے لگا اور زخم کاری دیا حتی کہ وہ تیر سے مرگیا پھر دوسرے کا تیر پہونچکر لگا تو وہ اُس شخص کا ہی جسکا تیر پہلے لگا ہی اگرچہ دونون نے ساتھ ہی تیر پھینکے ہون۔ اور اگر دونون تیر ساتھ ہی لگے ہون تو وہ دونون کا ہی اسواسطے کہ ملک ثابت ہونے کے حق مین تیر لگنے کی حالت کا اعتبار ہی تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار نہین ہی اور حلال ہونے کے حق مین تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر پہلے شخص کا تیر شکار کے لگا اور اُسکو پژمردہ کر دیا پھر اُسکو دوسرے کا تیر لگا اور قتل کر دیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شکار مذکور پہلے شخص کا ہی اور کھایا جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اُسکے بعد دوسرے نے تیر مارا پھر دوسرا تیر پہلے تیر سے بڑا اور اُسکی سیلے ہوے چلا گیا یہانتک کہ پہلا تیر شکار کے لگا اور اُسکو مجروح کرکے قتل کیا پس اگر تیر اول ایسے حال مین ہو کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ بدون دوسرے تیر کے شکار تک نہ پہونچتا تو شکار دوسرے کا ہوگا اسواسطے کہ وہی اُسکا پکڑنے والا قرار دیا جاویگا حتی کہ اگر دوسرا شخص محجوسی ہو یا احرام باندھے ہوے ہو تو شکار مذکور حلال نہوگا اور اگر تیر اول ایسی حالت مین ہو کہ معلوم ہو کہ وہ بدون دوسرے تیر کے شکار تک پہونچیگا تو شکار مذکور اول شخص کا ہوگا اسواسطے کہ پکڑنے مین وہ سابق ہی حالانکہ اُسکا تیر خود کافی ہی لیکن اگر دوسرا شخص احرام مین ہو یا مجوسی ہو تو احتساناً حلال نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور منتقی مین حاکم شہید رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ اگر کوئی ہرن کسی شخص کے دار مین داخل ہوا یا اُسکی چہار دیواری کے باغ مین داخل ہوا یا بجاے ہرن کے حمار وحشی اسطرح داخل ہوا پس اگر وہ بغیر شکار کرنے کے پکڑا جا سکتا ہو تو وہ مالک دار کا ہی اسی طرح اگر مچھلیون کے حظیرہ مین اسطرح مچھلیان داخل ہوئین تو اُنکا بھی یہی حکم ہی مگر یہ حکم جو یہان مذکور ہی اُس حکم سے جو اصل مین ذکر فرمایا ہی مخالف ہی چنانچہ اصل مین مذکور ہی کہ اگر اپنا شکاری کتا شکار پر چھوڑا اور کتے نے اُسکا پیچھا کیا

یہان تک کہ اُسکو کسی شخص کی زمین یا دار مین داخل کر دیا تو وہ شکار کرنے والے کا ہوگا اسی طرح اگر کسی شکار کے پیچھے تیز دوڑا یہان تک کہ اُسکو بھگا کر کسی شخص کے دار مین داخل کیا تو وہ اسی شخص کا ہے جو اُسکے پیچھے دوڑکر اُسکو لایا ہے کیونکہ جب اُسنے اُسکو بھگا لاکر مضطر کر دیا تو گویا اپنے ہاتھ مین پکڑ لیا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دار سے ایک پرند شکار کیا پس اگر دونون ایسے امر پر متفق ہون کہ جس سے وہ پرند اصلی باحت پہ باقی ہو تو وہ شکار کرنے والے کا ہوگا خواہ اُسنے ہوا مین سے پکڑا ہو یا اُسکے دار کے درخت پر سے شکار کیا ہو اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور مالک مکان نے کہا کہ مین نے تجھسے پہلے اسکا شکار کیا ہے اور شکاری نے اس سے انکار کیا پس اگر اُسنے ہوا مین سے پکڑا ہے تو اُسکا ہوگا اور اگر اُسکے دار مین سے یا اُسکے درخت پر سے پکڑا ہے تو قول مالک مکان کا قبول ہوگا اور اگر ہوا مین سے پکڑنے اور دیوار پر سے پکڑنے مین اختلاف کیا تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اصل مین ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی جاری نہر مین سے مچھلیان پکڑین جو بدون شکار کے نہین پکڑی جا سکتی ہین تو پکڑنے والے کی ہونگی اسی طرح اگر احمہ جو کہ مچھلیان بدون شکار کیے ہوے نہین پکڑی جا سکتی ہین۔ تو اُنکا بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ احمہ کا مالک ان مچھلیون کا مخرز نہین ہے بلکہ مخرز وہ ہوا جسنے پکڑی ہین اور اگر احمہ کے مالک نے اسکے واسطے کوئی حیلہ کیا کہ احمہ کا پانی نکال دیا اور مچھلیان باقی رہگئین تو وہ احمہ کے مالک کی ہونگی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر احمہ کے مالک نے پانی نکال دیا مگر مچھلیون کی غرض سے ایسا نہین کیا ہے تو بھی وہ مچھلیان پکڑنے والے کی ہونگی اور اگر احمہ کا پانی زمین مین پیوست ہو گیا پس اگر احمہ والے کا قصد مچھلیان پکڑنے کا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر بدون شکار کے وہ نہین پکڑی جا سکتی ہین تو وہ شکار کرنے والے کی ہونگی اور اگر بدون شکار کے اُنکا پکڑنا ممکن ہو تو وہ مچھلیان احمہ کے مالک کی ہونگی یہ محیط مین لکھا ہے۔ منتقی مین داؤد بن رشید کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہے کہ شہد کی مکھیون نے ایک شخص کی زمین مین چھتے لگائے اور اُنمین سے بہت سا شہد نکلا تو یہ سب مالک زمین کا ہوگا اور کسی کو اُسکے لینے کی راہ نہوگی اور فرمایا کہ اُسکی زمین مین یہ شہد مشابہ اسکے نہین ہے کہ اُسکی زمین مین ہرن وغیرہ کوئی شکار رہتا ہے یا کسی پرند شکار نے انڈے دیے اور فرق کی طرف اشارہ کیا کہ صید تو زمین مذکور مین آتا ہے اور چلا جاتا ہے اور انڈے مین سے بچے نکلکر اُڑ جاتے ہین بخلاف یہ صید و اُسکے انڈے خود شہد کی مکھیون سے مشابہ ہین پس اگر شہد کی مکھیان کسی نے پکڑ لین تو اُسی کی ہونگی اور شہد نہ کبھی صید تھا اور نہ کبھی صید ہوگا اور منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص نے شہد کی مکھیون کے چھتے رکھے اور اُنمین شہد پیدا ہوا تو ان چھتون کے مالک کا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور ملتقط مین لکھا ہے کہ دو شخصون مین سے ایک شخص کی کبوتری ہے اور دوسرے کا کبوتر ہے تو جو بچے پیدا ہون وہ کبوتری والے کے ہونگے کذا فی التاتارخانیہ

تیسرا باب

شرائط اصطیاد کے بیان مین۔ شکار کرنے والا اہل ذکوۃ مین سے ہونا چاہیے یعنے ذبح کو اور تسمیہ کو جانتا ہو پس جو نابالغ و مجنون کہ ذبح و تسمیہ کو نہ جانتا ہو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور یہ چاہیے کہ ملت توحید پر ہو خواہ دعوی و اعتقاد دونون طرح سے جیسے مسلمان یا فقط دعوے سے نہ اعتقاد سے جیسے کتابی کذا فی الظہیریہ۔ اور اسکے باوجود یہ بھی شرط ہے کہ وہ احرام مین نہو اور نہ حرم کا شکار کھیلا ہو تھے کہ محرم کا شکار نہ کھایا جائیگا اور نہ جو شکار حلال نے حرم مین شکار کیا ہے۔ اور باقی شکار جو مسلمان یا کتابی نے شکار کیا ہو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہے یہ محیط مین ہے

اور تیر سے شکار کرنے مین تیر چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہی اور رسکتہ باز وغیرہ سے شکار کرنے مین انکے چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہی اور ہمارے نزدیک انکے چھوڑنے مین یہ شرط نہین ہی کہ کسی شکار معین پر چھوڑے حتے کہ اگر تسمیہ پڑھکر کتے یا باز کو کسی شکار پر چھوڑا پس اُسنے یہ شکار یا دوسرا شکار پکڑ لیا چند شکار پکڑے تو اسی تسمیہ سے سب شکار ہمارے نزدیک حلال ہونگے جب تک وہ اس چھوٹ کی روش پر باقی رہے اور اگر تیر پھینکنے یا کتا وغیرہ چھوڑنے کے وقت عمداً تسمیہ چھوڑ دیا تو اُسکا کھانا حلال نہوگا اور اگر بھولے سے چھوڑ دیا ہو تو شکار کا کھانا حلال ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور مجوسی یعنے آتش پرست اور بت پرست اور مرتد کا شکار نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ یہ لوگ ذکوۃ اختیاری کی اہلیت نہین رکھتے ہین پس ایسے ہی ذکوۃ اضطراری کی اہلیت بھی نہین رکھتے ہین یہ کافی مین ہی۔ اور اگر نصرانی نے کتا وغیرہ چھوڑا یا تیر مارا اور اس حالت مین مسیح کا نام لیا تو یہ شکار نہ کھایا جائیگا۔ بازو کتے وغیرہ مین ارسال یعنے باختیار چھوڑنا شرط ہی حتے کہ اگر سیکھا ہوا کتا مالک سے چھوٹ بھاگا اور اُسنے کسی شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر چھوٹ بھاگنے کے بعد مالک نے اُسکو سخت آواز دی اور تسمیہ پڑھا پس اگر اُسنے زجر کرنے سے منزجر نہوا یعنے شکار پکڑنے پر حرص طلب زیادہ تکی پھر شکار پکڑا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر اُسکی آواز سے منزجر ہوگیا یعنے شکار کی جستجو و پکڑنے پر زیادہ حریص ہوگیا ہو تو یہ شکار استحساناً کھایا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر مسلمان نے اپنا کتا چھوڑا پھر اُسکو ایک مجوسی نے زجر کیا پس اُسکے زجر کرنے سے وہ منزجر ہوگیا یعنے شکار کا طالب و حریص زیادہ ہوگیا تو جو شکار پکڑے اُسکے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور زجر سے یہ مراد ہی کہ بلند آواز سے اُسکو شکار پر غیرہ کرے۔ اور اگر مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا اور مسلمان نے اُسکو زجر کیا اور وہ منزجر ہوگیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور جس شخص کا ذبیحہ نہین جائز ہی جیسے مرتد و محرم یعنے جو شخص احرام باندھے ہی اور عمداً تسمیہ ترک کرنے والا اس حکم مین بمنزلہ مجوسی کے ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح کتاب الصید مین اس مسئلہ مین کہ مسلمان نے اپنا کتا چھوڑا و مجوسی نے اُسکو زجر کیا اور وہ منزجر ہوگیا یون ذکر فرمایا ہی کہ اُس کتے کے شکار کھانے مین جبھی مضائقہ نہوگا کہ جب مجوسی نے اُسکو زجر کیا ہی تو ایسی حالت ہو کہ کتا برابر شکار کی طرف جا رہا ہو اور اگر وہ روش ارسال سے ٹھہر گیا پھر اسکے بعد اُسکو مجوسی نے زجر کیا اور اُسکے زجر کو مان گیا اور شکار کا طالب و حریص ہوگیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا کذا فی المحیط اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور اگر کتے کو کسی نے پچھوڑا ہو مگر وہ خود اُٹھکر یا باز خود اُڑکر شکار کے پیچھے ہوا پھر اُسکو کسی مسلمان نے زجر کیا (اور تسمیہ پڑھ دیا) اور وہ اسکے زجر کو مان گیا اور شکار کو پکڑا تو حلال ہی اور قیاس چاہتا ہی کہ حلال نہو یہ کافی مین ہی۔ اور اگر وہ منزجر نہوا ہو تو حلال نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر کتا چھوڑا اور عمداً تسمیہ چھوڑ دیا پھر جب کتا شکار کے پیچھے چل دیا تو تسمیہ پڑھکر اُسکو زجر کیا اور اُسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو کھایا جائیگا خواہ زجر کرنے سے وہ منزجر ہوا ہو یا نہوا ہو یہ ینابیع مین ہی۔ اور شکار کھیلنے کے شرائط مین سے ایک یہ ہی کہ شکار کے واسطے جانور چھوڑنے و تیر مارنے مین کوئی ایسا شخص اُسکے ساتھ شریک نہو جسکا ذبیحہ حلال نہین ہی جیسے آتش پرست و بت پرست و عمداً تسمیہ ترک کرنے والا اور اسی طرح یہ بھی شرط ہی کہ تیر پھینکنے و شکار ہی جانور چھوڑنے کے بعد کسی اور کام مین مشغول نہو بلکہ شکار کے پیچھے ہو جاوے اور کتے کے پیچھے ہو جاوے۔ اور اگر کتا اس چھوڑنے والے کی نظر سے اسطرح غائب ہوا کہ اسکو نظر نہین آتا ہی پھر اُسکو دیر کے بعد پایا کہ اُسنے شکار کو قتل کیا تھا تو اسمین دو صورتین ہین یا تو اُسنے پیچھا کرنا چھوڑا ہو یہانتک کہ شکار کو اسطرح پایا

اور کتا اُسکے پاس موجود تھا تو اس صورت میں قیاساً وہ شکار نہ کھایا جاوے اور استحساناً کھایا جائیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ بجواب استحسان یہ شرط کہ کتا اُسکے پاس موجود ہو ضروری ہے تاکہ اگر شکار کو مردہ پایا اور کتا اُسکے پاس سے ہٹ گیا تھا تو قیاساً و استحساناً وہ شکار نہ کھایا جائیگا۔ اور اگر کسی دوسرے کام میں مشغول ہو گیا یہانتک کہ جب رات قریب آئی تو اُسکی جستجو کی پس شکار کو مردہ پایا اور کتا اُسکے پاس موجود تھا اور شکار میں ایک جراحت تھی کہ یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اسکو کتے نے مجروح کیا ہے یا دوسرے نے تو کتاب میں فرمایا کہ میں اُسکا کھانا مکروہ جانتا ہوں اور شمس الائمہ حلوائی و شمس الائمہ سرخسی نے تصریح کردی کہ وہ نکھایا جائیگا مگر شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ مکروہ سے مکروہ تنزیہی مراد ہے لیکن فتوی قول اول پر ہے کذا فی الظہیریہ۔ اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ شکار کو ایک جراحت سے مجروح پایا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کتے کی جراحت ہے اور اگر علامت سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ کتے کے سوائے دوسرے کی جراحت ہے یا یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ جراحت کتے کی ہے لیکن اُسمیں دوسری جراحت بھی ہے جو کتے کی جراحت نہیں ہے تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا خواہ اُسنے جستجو اور پیچھا کرنا چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو اور اول سے آخر تک یہی حکم باز و چرخ و شاہین وغیرہ میں ہے اور تیر کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا پھر شکار مذکور اُسکی نظر سے پوشیدہ ہو گیا پھر اُسکو مردہ پایا اور اُسمیں سوائے تیر کے دوسری جراحت ہے تو وہ نہ کھایا جائیگا اگر جستجو میں برابر اُسکے پیچھے رہا ہو اور اگر مردہ پایا مگر اُسمیں سوائے تیر کے دوسری جراحت نہ تھی پس اگر جستجو چھوڑکر دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا تو یہ شکار استحساناً کھایا جاوے اور اگر دوسرے کام میں مشغول ہوا ہو تو قیاساً و استحساناً نہ کھایا جاوے یہ محیط میں ہے۔ فتاوے آہو میں ہے کہ ایک شخص نے پانی میں ایک پرندکو تیر مارا اور مجروح کر دیا پھر تیر انداز موزہ اُتارنے میں مشغول ہوا یہ موزہ اُتار کر پانی میں گیا اور پرندمذکور کو جرح تیر سے مردہ پایا تو فرمایا کہ اُسکا کھانا حلال ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ تیر انداز کا موزہ اُتارنے میں مشغول ہونا عذر نہیں ہے پس اُسنے طلب کو ترک کیا اسواسطے اُسکا کھانا حرام ہو گیا۔ اور یہی سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے تیر مارا اور دوسرے کو اُسکے پیچھے جستجو کا حکم کیا تو فرمایا کہ جائز ہے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر کتا چھوڑا اور تسمیہ نہ پڑھا بھول گیا پھر قبل اسکے کہ کتا شکار تک پہونچے تسمیہ پڑھ دیا مگر کتے کو آواز دیکر نہ للکارا یہانتک کہ اُسنے شکار پکڑکر قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور تیر میں ایسا شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ کتے کی صورت میں تدارک سو اسطرح ممکن ہے کہ اُسکو للکار دے اور تیر میں ممکن نہیں ہے کذا فی التاتارخانیہ۔

چوتھا باب شرائط صید کے بیان میں۔

آلہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک جماد جیسے تیر پرداروبے پر وغیرہ اسکے مانند دوم حیوان جیسے کتا وغیرہ شکاری جانور و باز و چرخ وغیرہ شکاری پرند پس اگر آلہ شکار حیوان ہو تو اُسکی شرط میں سے یہ ہے کہ وہ سیکھا ہوا ہو اور کتا سیکھا ہوا نہ ہوگا تاوقتیکہ اُسمیں یہ بات نہو کہ وہ شکار کو ہمارے واسطے رکھ چھوڑے خود نہ کھا جاوے اور جب مالک اُسکو بلاوے تو چلا آوے اور جب شکار پر چھوڑے تو تابعداری کے ساتھ روان ہو جاوے پس کتے وغیرہ شکاری درندہ کے سیکھے ہوئے ہونے کی علامت یہ ہے کہ شکار میں سے نہ کھاوے اور امام اعظم رح اسکے واسطے کوئی حد نہیں قرار دیتے تھے اور کوئی وقت نہیں مقرر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر شکاری درندہ سیکھا ہوا ہو تو اُسکا شکار کھالے اور بسا اوقات فرماتے تھے کہ جب شکار کھیلنے والے کے غالب گمان پر وہ سیکھا ہوا ہو تو وہ سیکھا ہوا ہے اور بارہا فرماتے تھے کہ جو شکار کھیلنے والے دانا کے کار میں اُسکے قول کی طرف رجوع کیا جاوے پس جب ہمارے مذہب میں

کہ یہ کتا سیکھا ہوا ہو گیا ہے تو وہ سیکھا ہوا ہو گا اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ جب تین بار وہ شکار کو پکڑ کر کھانا چھوڑ دے تو وہ سیکھا ہوا ہے اور یہی قول ابو یوسف رح و امام محمد رح کا ہے کذا فی المحیط اور یہی اصح ہے کذا فی جواہر الاخلاطی۔ پھر صاحبین رح سے ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکا تیسری بار کا چھوڑا ہوا شکار حلال نہیں ہے بلکہ چوتھی بار کا چھوڑا ہوا حلال ہوا اور صاحبین رح سے یہ بھی روایت ہے کہ تیسری بار والا شکار بھی جو اُسنے چھوڑ دیا ہے حلال ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور باز وغیرہ شکاری پرند کے حق میں شکار کو چھوڑ دینا کہانا اُسکے سیکھے ہوئے ہونیکی علامت نہیں ہے اُسکے سیکھے ہونے کی علامت یہی ہے کہ جب اُسکا پالنے والا اُسکو بلاوے تو وہ مان لے حتے کہ اگر باز وغیرہ نے شکار میں سے کھالیا تو اُسکا شکار کھایا جائیگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے باز کے حق میں فرمایا کہ جب سیکھا ہوا معلوم ہو گا کہ جب تیسری بار پالنے والے کے پکارنے سے آجاوے بدون اسکے کہ گوشت کی طمع سے ایسا کرے۔ اور اگر اُسکی یہ حالت ہو کہ پالنے والے کی آواز سے نہ آوے الا بطمع گوشت تو وہ سیکھا ہوا نہو گا۔ اور جب یہ حکم لگایا گیا کہ یہ باز سیکھا ہوا ہے پھر وہ باز اپنے پالنے والے کے پاس سے فرار کر گیا اور بُلانے سے نہ آیا تو وہ سیکھا ہوا ہونے کے حکم سے نکل گیا اور اُسکا شکار حلال نہو گا۔ اسی طرح اگر کتے وغیرہ نے شکار میں سے کھالیا تو سیکھے ہوئے ہونے کے حکم سے خارج ہو گیا اور امام اعظم رح کے نزدیک جتنے شکار اس سے پہلے کے پکڑے ہوئے اُسکے مالک کے پاس ہوں اُنکا کھانا حرام ہو گا اور صاحبین رح کے نزدیک جن شکاروں کو اُسکے مالک نے اپنے حرز میں کر لیا ہے اور نہیں کھایا ہے وہ حرام نہونگے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اختلاف اُسوقت ہے کہ جب اِن شکاروں کی گرفتاری کا زمانہ قریب ہو اور اگر بعید زمانہ ہو مثلاً ایک مہینہ کے برابر گذر گیا ہو اور کتے کے مالک نے ان شکاروں کا قدید بنایا ہو تو بلا خلاف حرام نہونگے اور شمس الائمہ خرسی رح نے فرمایا کہ اظہر یہ ہے کہ اختلاف دونوں صورتوں میں ہے۔ اور اسپر اتفاق ہے کہ ایسے کتے کے جتنے شکاروں کو اُسکے مالک نے اپنے حرز میں نہیں کیا ہے وہ حرام ہونگے ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور ایسے کتے کے شکاروں کی قدید بنائے ہوئے کو اگر اُسکے مالک نے فروخت کر دیا ہو تو شک نہیں ہے کہ صاحبین کے قول پر اُسکی بیع نہ ٹوٹیگی اور بنا بر قول امام اعظم رح کے جبکہ بائع و مشتری نے اس امر پر اتفاق کیا کہ کتا جاہل تھا سیکھا ہوا نہ تھا تو بیع ٹوٹ جانی چاہیے اور فرمایا کہ پھر اسکے بعد اس کتے کا شکار حلال نہو گا یہاں تک کہ وہ سیکھ جاوے اور اُسکے سیکھنے کی حد وہی ہے جو پہلے پہل اُسکے سیکھے ہوئے ہونے کی پہچان میں باقوال مختلفہ بیان کر دی ہے۔ اسی طرح اگر باز اپنے مالک سے فرار ہو گیا اور بلانے سے نہ آیا حتے کہ اُسکے جاہل بغیر سیکھے ہوئے ہونے کا حکم دیا گیا تو اُسمیں بھی اسی اختلاف ہے اور پھر اگر اُسکے بعد اسنے پے در پے تین بار اپنے پالنے والے کے آواز دینے پر فرمانبرداری کی تو اُسکے سیکھے ہوئے ہو جانے کا حکم دیا جائیگا یہ صاحبین کے قول کے موافق ہے اور اگر اُسنے شکار کا خون پی لیا تو شکار کھایا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر سیکھے ہوئے کتے نے شکار پکڑا اور اُس سے اُسکے مالک نے لے لیا پھر مالک نے اُسمیں سے ایک ٹکڑا کاٹ کر کتے کے سامنے ڈال دیا اور کتے نے کھایا تو کتا اپنے حال سابق کے موافق سیکھا ہوا رہیگا۔ اسی طرح اگر مالک نے کتے کے پاس سے وہ شکار لے لیا پھر کتے نے اُچک کر مالک کے پاس سے شکار میں سے ایک ٹکڑا لیکر کھایا حالانکہ وہ مالک کے ہاتھ میں ہے تو یہ کتا سیکھا ہوا رہیگا اسی طرح مشائخ نے فرمایا کہ اگر کتے نے شکار مالک کو دینے کے بعد اُسمیں سے چُرا لیا تو بھی کتا سیکھا ہوا رہیگا۔ اور اگر سیکھے ہوئے کتے کو شکار پر چھوڑا اور اُسنے

حملہ کرکے شکار مین سے ایک لوتھڑا گوشت دانتون سے نوچ لیا اور شکار بھاگ گیا پس کتے نے وہ لوتھڑا کھایا یہ شکار کے پیچھے دوڑا اور اُسکو پاکر قتل کرڈالا اور کچھ نہ کھایا تو یہ شکار نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ شکار پکڑنے کی حالت مین اُسکا شکار مین سے کھالینا یہ اُسکے جاہل ہونے کی علامت ہی۔ اور اگر کتے نے حملہ کرکے اُسکا گوشت نوچ لیا اور شکار بچ کر بھاگا پھر کتے نے اُسکا پیچھا کیا اور پکڑکر قتل کرڈالا اور اُسمین سے کچھ نہ کھایا تو وہ شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ کتے سے کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جو اُسکے بے سیکھے ہوے ہونے پر دلالت کرتا ہوا سواسطے کہ اُسنے شکار ندکور مین سے ایک ٹکڑا اسی واسطے نوچ لیا کہ زخم کاری لگے تاکہ اس سے اُسکے پکڑ لینے پر قادر ہوجاوے پس یہ امر بمنزلہ زخمی کرنے کے ہی۔ اور اگر کتے کے مالک نے شکار کو اُس کتے سے لے لیا اور کتا اُسکو قتل کرچکا تھا پھر اسکے بعد کتا واپس ہوا اور جو ٹکڑا نوچ کر ڈال آیا ہو اُسکے پاس گذرا اور اُسکو کھالیا تو اُسکا شکار کھایا جائیگا۔ اور اگر کتے نے شکار کا پیچھا کیا اور اُسکی بوٹی نوچ لی اور کھائی حالانکہ شکار ہنوز زندہ تھا پس وہ کتے کے پاس سے اُچک بھاگا پھر کتے نے اُسی وقت ایک دوسرا شکار پکڑکر قتل کیا اور اُسمین سے کچھ نہ کھایا تو اصل مین اس مسئلہ کو ذکر کرکے فرمایا کہ مین اس شکار کا کھانا مکروہ جانتا ہون اسواسطے کہ شکار پکڑنے کی حالت مین اُسمین سے کھانا اُسکے بے سیکھے ہوے ہونے کی دلیل ہی۔ کذا فی البدائع

قال المترجم بنا بر تصریح شمس الائمہ حلوائی و شمس الائمہ سرخسی مکروہ سے تحریمی مراد ہی اور بنا بر تقریر شیخ الاسلام تنزیہی مراد ہو والاول اصح۔ ایک شخص نے کتا ایک شکار پر چھوڑا اُسنے اُسکو نہ پکڑا دوسرا شکار پکڑا پس اگر اس ارسال کی روش پر چلا گیا ہو تو یہ شکار حلال ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر کسی نے اونٹ کو تیر مارا اور وہ شکار کے لگا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ اونٹ وحشی ہوگیا تھا یا نہین تو جب تک یہ علوم نہو کہ وہ اونٹ وحشی ہوگیا تھا تب تک شکار ندکور نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ اونٹ کے حق مین اصلیت یہی ہی کہ وہ ہلا ہوا ہو پس اصل کے موافق لیا جائیگا یہان تک کہ خلاف اصل ثابت ہویہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنے باز کو خرگوش پر چھوڑا اور اُسنے اس ارسال مین دوسرے شکار کو پکڑا حالانکہ یہ باز سواے خرگوش کے کچھ شکار نہین کرتا ہی تو جو اُسنے شکار کیا ہی وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر اُسنے سور یا بھیڑیے کی طرف چھوڑا اور اُسنے ہرن کا شکار کیا تو اُسکا کھانا حلال ہی یہ ینابیع مین ہی۔ اور اگر باز کو ہرن پر چھوڑا حالانکہ وہ ہرن کا شکار نہین کرتا ہی پس اُسنے کسی شکار کو پکڑا تو نہ کھایا جائیگا یہ تہذیب مین ہی۔ اور اگر اپنا کتا ایک شکار پر تسمیہ پڑھکر چھوڑا اُسنے اسی ارسال مین بہت سے شکار ایک بعد دوسرے کے پکڑے تو سب حلال ہین اسی طرح اگر اُسنے ایک شکار کو تیر مارا وہ اُسکے لگ کر پار ہوگیا اور جاکر دوسرے کے لگا اور پار ہوکر جاکر تیسرے کے لگا ہو تو ہمارے نزدیک سب حلال ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اُسنے شکار کو پکڑا اور دیر تک دابے پڑا رہا پھر اُسکے پاس سے دوسرا شکار گذرا اور اُسنے اُسکو پکڑکر قتل کیا تو دوسرا شکار نہ کھایا جائیگا الا اُس صورت مین کہ دوبارہ ارسال ہویا جسمین زجر ممکن ہو اُسکو تسمیہ کہکر اسطرح للکار دیا ہو کہ وہ منزجر ہوگیا ہو یعنے شکار کی جستجو زیادہ کرنے لگا ہو اور یہ اسوجہ سے ہو کہ فی الغور صید کرنا باطل ہوگیا ہی۔ اسی طرح اگر کتے یا باز کو شکار پر چھوڑا اور وہ شکار سے دائین بائین ہوکر سواے طلب شکار کے کسی بات مین مشغول ہوگیا اور اس ارسال مین فتور ہوگیا پھر اُسنے کسی صید کا پیچھا کیا اور پکڑکر قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائیگا الا اُس صورت مین کہ ارسال جدید پایا جاوے یا شکاری جانور کو اُسکا مالک زجر کرے یعنی للکارے اور تسمیہ پڑھدے اور وہ منزجر ہوجاوے یہ ایسے جانور مین جسکا زجر کرنا ممکن ہو اور وجہ نہ کھائے جانے کی یہ ہی کہ جب

شکار ہی جانور سوائے طلب شکار کے دوسرے امر مین مشغول ہوگیا تو ارسال کا حکم منقطع ہوگیا پھر جب اسکے بعد وہ کوئی شکار کریگا تو وہ خود شکار پر دوڑا ہی پس اُسکا شکار حلال نہوگا الا اُس صورت مین کہ جس جانور کا للکارنا ممکن ہی اُسکو اُسکا مالک تسمیہ پڑھ کر للکارے یہ بدائع مین ہی۔ ایک شخص نے ایک شکار پر اپنا کتا چھوڑا مگر وہ خطا کر گیا اور اُسکے سامنے دوسرا شکار پیش آگیا اُسکو اُسنے قتل کر ڈالا تو کھایا جائیگا اور اگر کتا لوٹا اور لوٹنے مین اُسکے سامنے کوئی شکار آگیا اُسکو اُسنے قتل کر دیا تو نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ ارسال کا حکم اُسکے لوٹنے سے باطل ہوگیا اور بدون ارسال کے شکار حلال نہین ہوتا ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کسی نے کسی شی کو شکار گمان کر کے اُسپر کتا چھوڑا پھر وہ چیز شکار نہ نکلی پھر اُسکے سامنے شکار پیش آیا اُسکو اُسنے قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا کتا ایک چیز پر جو آدمی گمان کر کے چھوڑا اور تسمیہ پڑھ دیا پھر آدمی نہ تھا بلکہ شکار نکلا تو کھایا جائیگا اور یہی مختار ہی اسواسطے کہ یہ امر ظاہر ہوا کہ اُسنے شکار پر چھوڑا ہی یہ ظہیریہ مین ہی اگر چیتا شکار پر چھوڑا اور اُسنے کمین گاہ مین گھات لگائی اور شکار کا پیچھا نہ کیا جیسے اُسکی عادت ہوتی ہی تاکہ شکار پر قابو پاوے پس ایک ساعت درنگ واقع ہوا پھر اُسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو کھایا جائیگا اسی طرح اگر کتا چھوڑا اور اُسنے مثل چیتے کے دانون گھات کیے تو وہ بھی جو شکار کرے اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ یہ حکم ارسال مثل جست کرنے دوڑنے کے ہی اسی طرح اگر باز چھوڑا اور وہ کسی چیز پر گر پڑا پھر وہان سے اُڑ کر شکار کو پکڑ لیا تو وہ شکار کھایا جائیگا اسی طرح تیر انداز نے اگر کسی شکار کو تیر مارا تو جس شکار کو اس روش مین اسی جہت مین تیر لگے وہ کھایا جائیگا اور اگر ایک شکار کے لگ کر پار ہو کر دوسرے کے لگ کر پار ہو کر تیسرے وحشی وغیرہ کے لگے تو سب کھائے جاوینگے اور اگر تندہوا نے تیر کو اس رخ سے کسی جانب داہنی و بائین پھیر دیا اور وہ کسی شکار کے لگا تو کھایا جائیگا اور اگر ہوا نے اُسکو اس رخ سے پھیرا ہو تو جس شکار کے لگے وہ کھایا جائیگا اور اگر تیر مذکور کسی دیوار یا پتھر پر پڑا اور لوٹ کر کسی شکار کے لگا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر تیر ایک درخت سے ہو کر گذرا اور برابر درخت سے رگڑتا جاتا تھا لیکن تیر اپنی راہ سے سیدھا جارہا تھا اور کسی شکار کے لگا اور اُسکو مار ڈالا تو وہ کھایا جائیگا اور اگر درخت کے صدمہ سے تیر مذکور دائین یا بائین کسی رُخ کو پھر کر کسی شکار کے لگا ہو تو وہ نہ کھایا جائیگا۔ اور اگر تیر مذکور کسی دیوار کو چھیلتا ہوا اپنی راہ پر سیدھا نکل گیا اور کسی شکار کو قتل کیا تو کھایا جائیگا یہ بدائع مین ہی۔ اگر مسلمان نے اپنا سکھایا ہوا کتا کسی شکار پر چھوڑا پھر اُسکے ساتھ بے سیکھا ہوا کتا یا ایسا کتا جسنے عمداً اللہ تعالے کا نام نہین لیا گیا ہی یا مجوسی کا کتا شریک ہوگیا تو شکار مذکور نہ کھایا جائیگا اور اگر دو مسلمان نے شکار پر کتے چھوڑے اول کتے کی طرف لوٹا یا اور اول کتے کے مجروح کرنے مین شریک نہوا اور شکار مذکور اول کتے کی جرح سے مرگیا تو اُسکا کھانا مکروہ ہی بعض نے فرمایا کہ کراہت تنزیہی ہی اور بعض نے فرمایا کہ تحریمی ہی اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی رحمہ نے اختیار کیا ہی۔ کذا فی الکافی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی مجوسی نے شکار کو کتے کی طرف لوٹایا یہان تک کہ اُسنے پکڑ لیا تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ مجوسی کا فعل کتے کے فعل کی جنس سے نہین ہی پس مشارکت ثابت نہوگی اور اگر دوسرے کتے نے شکار کو پہلے کتے کی طرف نہ لوٹایا ہو لیکن اُسنے پہلے کتے سے دوڑ مین آگے نکل جانا چاہتے کہ اول کتا بھی تیز دوڑا اور پہونچکر تنہا شکار کو قتل کر ڈالا تو حلال ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر مجوسی نے کسی مسلمان کے ساتھ ملکر کمان کھینچی اور شکار کو تیر لگا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہی اور منجملہ شرط کلب وغیرہ کے یہ ہی کہ ارسال کے بعد اُس سے بیتاب کرنے یا کھانے کا فعل صادر نہو اور اگر کتے وغیرہ کی طرف سے ایسا فعل پایا گیا یا اُسنے بہت توقف کیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور منجملہ

شکار مرورہ کرنے کا بیان
شکار کرنے والے جانور کے بیان مین
کہ کس طرح کا ہو
شکار پر ارسال کرنے کا بیان

اُسکی شرائط کے یہ بھی ہو کہ اُسکا زخم جارح یعنے جرح کرنے والا ہووے حتے کہ اگر اُسنے بدون جرح کے قتل کیا تو حلال نہوگا یہ زیادات و مختصر عصام مین مذکور ہی اور اصل مین اسطرف اشارہ کیا کہ وہ حلال ہی چنانچہ اصل مین یون فرمایا کہ جب اُسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو حلال ہی اور اسکی تفصیل نفرمائی کہ جرح سے قتل کیا یا مخنوق یعنے گردن دبا کر مار ڈالا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم و امام ابو یوسف رح سے سوائے روایت اصول کے روایت کی ہی۔ کہ شکار حلال ہی اگرچہ اُسنے جرح سے قتل نہ کیا ہو پس بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ امام محمد رح نے جو حکم اصل مین ذکر فرمایا ہی وہ امام اعظم و ابو یوسف کا قول ہی اور جو زیادات مین ذکر فرمایا ہی وہ اپنا قول ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جہا اصل مین مذکور ہی وہ کوتاہی کے ساتھ ہی یعنے مفصل ذکر نہ کیا اور جو زیادات مین مذکور ہی وہ درازی کے ساتھ مفصل ہی اور صحیح وہی ہی جو زیادات مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اگر اُسنے شکار کا کوئی عضو توڑ دیا جس سے وہ مر گیا تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ توڑنا جراحت باطنی ہی پس جراحت ظاہری پر اُسکا اعتبار و قیاس کیا گیا کذا فی المحیط

قال المترجم فعلے ہذا الخنق ایضا کذلک وہذا ایضا بظاہرہ لمن ذہب الے ما اشیر الیہ فی الاصل فتامل۔ اگر مسلمان نے اپنا کتا کسی شکار پر چھوڑا اور تسمیہ پڑھ دیا پس کتا اُس شکار تک پہونچ گیا اور اُسکو زخم دیا اور سست کر دیا پھر دوبارہ زخم دیا اور قتل کر دیا تو وہ شکار کھایا جائیگا اور اسی طرح اگر اُسنے دو کتے چھوڑے پس ایک نے اُسکو زخمی کر کے سست کر دیا پھر دوسرے نے اُسکو قتل کر ڈالا تو کھایا جائیگا اسواسطے کہ مجروح کرنے کے بعد مجروح کرنا یہ تعلیم مین داخل نہین ہی پس عفو قرار دیا گیا اور اگر دو آدمیون سے ہر ایک نے اپنا اپنا کتا چھوڑا اور شکار کو ایک کتے نے مجروح کر کے سست کر دیا پھر دوسرے نے اُسکو قتل کر دیا تو شکار مذکور کھایا جائیگا اور وجہ وہی ہی جو ہے یہان کہی ہی مگر شکار مذکور پہلے کتے والے کی ملک ہوگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا سکھلایا ہوا کتا ایک شکار پر چھوڑا اُسنے اُسکی ٹانگ توڑ دی یا اسطرح اُسکی کونچین کاٹ دین کہ وہ شکار نہ پھر دوسرے شخص نے اسی شکار پر اپنا کتا چھوڑا اُسنے اُسکی دوسری ٹانگ توڑ دی یا خوب کونچین کاٹ ڈالین پھر دونون کو نچین کاٹنے سے شکار مذکور مر گیا تو مرتے مین کہ شکار مذکور شخص اول کا ہی مگر اُسکا کھانا حلال نہین ہوا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب دوسرے شخص نے اپنا کتا اسوقت چھوڑا ہو کہ جب پہلے شخص کے کتے نے شکار کو پکا کر بہت زخمی کر دیا ہو اور اگر پہلے شخص کے کتے نے زخمی کیا ہو مگر خوب زخم کاری نہ پہونچایا ہو اور اُسکو صید ہونے سے باہر نہ کیا ہو پھر دوسرے شخص نے اپنا کتا چھوڑ دیا اور اسکے کتے نے پہونچکر اُسکو زخمی کر دیا اور زخم کاری لگایا کہ جس سے وہ صید نہ رہا تو وہ شکار دوسرے شخص کا ہوگا اور اُسکا کھانا حلال ہوگا اور اگر دونون کتون کا زخم علیحدہ علیحدہ ایسا ہو کہ جس سے وہ شکار صید ہونے سے خارج نہین ہوتا ہی لیکن دونون کا زخم ملا کر ایسا ہی کہ جس سے وہ جانور صید نہین رہتا ہی تو وہ شکار دونون کا ہوگا اسی طرح اگر دونون کتون نے اُس شکار کو ایک ہی ساتھ پکڑ پایا ہو تو بھی شکار مذکور دونون کا ہوگا اور دونون صورتون مین حلال ہی اور اگر دوسرے شخص نے اپنا کتا پہلے شخص کے کتے کے شکار پکڑ پانے سے پہلے چھوڑا ہو تو جسکا کتا پہلے شکار کو پکڑے یہ شکار اُسی کا ہوگا جیسا کہ دو تیرون کی صورت مین حکم ہوا اور حلت ثابت ہوگی اور اگر دونون نے اپنا اپنا کتا ایک ہی ساتھ چھوڑا پس ایک کے کتے نے دوسرے کے کتے سے پہلے شکار کو پکڑ کر اُسکو زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر دوسرے کتے نے اُسکو پکڑا تو یہ شکار اُسکا ہی جسکے کتے نے اُسکو پہلے پکڑا ہی اسی طرح اگر دونون نے آگے پیچھے چھوڑا مگر دوسرے کے

۷ فان قلت قتلے خنقا یعنی بحیث لا یعیش ان الحکم یعلم من ہذا الاصل کما اشار الیہ فی الاصل قلت الاشارۃ لا تغنی الارد الی ما ذکرہ فی الزیادات کما بینا فی الاصل ان الصحیح بین ما ذکر فی الاصل فافہم

کتے نے اُسکو پہلے پکڑ کر زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر پہلے کے کتے نے اُسکو پکڑا تو یہ شکار دوسرے کا ہوگا اور اگر دونون نے اسکو ایکبارگی پکڑا یا ایک نے اُسکو پہلے پکڑا اگر زخم کاری نہ دیا تھا کہ دوسرے نے اسکو پکڑا تو یہ شکار دونون کا ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور تجنیس خواہرزادہ مین لکھا ہی کہ اگر کسی نے اپنا کتا ایسے شکار پر چھوڑا جسکو وہ آنکھون سے نہین دیکھتا ہی یا ایسے شکار کو تیر مارا اور وہ شکار مر گیا اور یہ شخص اُسکی جستجو مین پیچھے ہی پس اسکو پایا تو وہ حلال ہی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اگر باز نے اپنی منقار یا چنگل سے شکار کو زخمی کیا اور پس پا کر دیا یا کتے نے اُسکو زخم کاری سے مجروح کیا پھر اُسکا مالک آیا اور اُسنے پایا اور اسکو پکڑ لے گر اُسنے نہ پکڑا یہان تک کہ باز یا کتے نے دوسری ضرب سے اُسکا کام تمام کر دیا تو عامہ مشائخ کے نزدیک اُسکا کھانا حلال ہی یہ محیط مین ہی - اور جو جانور معراض کے عرض کے صدمہ سے ہلاک ہوا جیسے جانور گاولہ کے صدمہ سے مر جاوے وہ نہ کھایا جائیگا یہ کافی میں ہی - اسی طرح اگر اُسکو پتھر سے پھینک مارا اور پتھر بھاری ہو اور اسمین دھار ہو تو بھی یہی حکم ہی اگرچہ شکار کو مجروح کیا ہو اسواسطے کہ اسمین احتمال ہی کہ شاید پتھر کے بوجھ سے مر گیا ہو اور اگر پتھر ہلکا ہو اور اُسمین دھار ہو تو حلال ہوگا اسواسطے کہ اسکا مرنا پتھر کی جراحت سے ہوگا - اور اگر پتھر ہلکا ہو اور اسکو لنبا مثل تیر کے بنایا اور اُسمین دھار ہی تو شکار حلال ہوگا اور اگر شکار کو مروہ دھاردار پھینک مارا اور اُسنے پارہ گوشت جراحت سے جدا نہ کیا تو حرام ہی اسی طرح اگر سنگ مروہ پھینک مارا اور شکار کا سر جدا کر دیا یا اُسکی شہ رگین وغیرہ کاٹ ڈالین تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر شکار کو عصا یا لاٹھی وغیرہ لکڑی سے مارا یہان تک کہ اُسکے بوجھ کی وجہ سے شکار کو مر گیا مجروح ہو کر نہین مرا تو بھی حرام ہی الا اُس صورت مین کہ جب ایسی لکڑی مارا دھار ہو کہ پارہ گوشت جدا کر دے تو اس صورت مین حلال ہوگا کیونکہ یہ لکڑی مثل تلوار وتیر کے ہوگی - اور اصل یہ ہی کہ جب شکار کا مرنا قطعاً جرح کی طرف مضاف ہو تو حلال ہوگا اور اگر یقیناً گرانی کی طرف منسوب ہو یعنے بسبب ثقل کے مر گیا تو حرام ہوگا اور اگر شک واقع ہوا یہ نہین معلوم ہوتا ہی کہ شکار مذکور بسبب جرحت کے ہلاک ہوا ہی یا بسبب بوجھ کے مرا ہی تو احتیاطاً حرام ہی اور اگر شکار کو تلوار سے یا چھری سے پھینک کر مارا اور دھار کی طرف سے اُسکے لگی - اور اُسکو مجروح کر دیا تو حلال ہی اور اگر چھری پشت کی طرف سے یا تلوار قبضہ کی طرف سے اُسکے لگی ہو تو حرام ہی اور اگر شکار کو پھینک مارا اور وہ مجروح ہو گیا پھر جراحت سے مر گیا پس اگر جراحت خون دیتی ہو تو بالاتفاق حلال ہی اور اگر خون نہ دیتی ہو تو بعضے متاخرین کے نزدیک حلال ہی خواہ جراحت صغیر ہو یا کبیر ہو اور بعض متاخرین کے نزدیک خون دینا شرط ہی اور بعض متاخرین کے نزدیک اگر جراحت کبیر ہو تو بدون خون دینے کے حلال ہی اور اگر صغیر ہو تو حلال نہین ہی یہ کافی مین ہی - اگر ایک تیر مارا پھر دوسرے شخص کا تیر اسکے معارض ہو گیا اور اسکو اُسکی سیدھی راہ سے رد کر دیا اور ایک شکار کے لگا اور اسکو قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا ایسا ہی اصل مین مذکور ہی اور زیادات مین مذکور ہی کہ وہ شکار کھایا جائیگا اور شمس الائمہ ابو محمد عبد العزیز احمد الحلوائی نے فرمایا کہ جو اصل مین مذکور ہی اُسکی تاویل یہ ہی کہ دوسرے تیر مارنے والا کا قصد شکار کو تیر مارنا نہ تھا بلکہ غرض اُسکی تیراندازی کا کھیل یا تیراندازی سیکھنا تھا یا اُسنے عمداً تسمیہ ترک کیا تھا حتے کہ اگر اُسنے شکار مارنے کا قصد کیا ہو تو موافق روایت اصل کے حلال ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص مسلمان نے شکار کو تیر مارا اور وہ رکھے ہوئے تیر کے لگا اور اسکو اُٹھا لیگیا اور شکار کے تیر جا کر لگا اور اسکو جراحت سے قتل کیا تو کھایا جائیگا اسی طرح اگر معراض یا پتھر یا گلولہ پھینکا اور وہ ایک تیر پر پہونچا اور اسکو اُٹھا لیگیا اور یہ تیر ایک شکار

کے لگا اور اُسکو قتل کیا تو حلال ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک مجوسی نے بعد مسلمان کے تیر پھینکنے کے اپنا تیر مارا پس اُسکا تیر اول کے تیر پر پڑا اور لگا چلا گیا یہان تک کہ مسلمان کا تیر شکار کے لگا پس اگر یہ معلوم ہو کہ اگر مجوسی کا تیر نہوتا تو شکار تک نہ پہونچتا تو شکار حرام ہی اسی طرح اگر مجوسی کے تیر نے مسلمان کے تیر کو اُسکے روانی کے رخ سے پھیر دیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مجوسی کے تیر نے اُسمین قوت بڑھا دی ہو اور اُسکے روش کے رخ سے برگشتہ نہ کیا ہو تو شکار مسلمان کا ہوگا لیکن (اشتہ) (تاہم) حلال نہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ مجوسی نے ایک شکار کو تیر مارا اُسکے تیر سے شکار فرار ہوگیا یا اپنا کتا چھوڑا اور اُسکے کتے سے شکار فرار ہوگیا پھر مسلمان نے اُسکو تیر مارا یا اپنا کتا چھوڑا تو شکار حلال نہوگا الا اُس صورت مین کہ مسلمان کے تیر مارنے و کتا چھوڑنے سے پہلے مجوسی کا تیر زمین پر گر پڑا ہو یا اُسکا کتا واپس ہوگیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر حلال شخص اور ایک شخص احرام باندھے ہوئے دونون ایک شکار کے تیر مارنے مین شریک ہوئے تو اُسکا کھانا حلال نہین ہی جیسا کہ اگر مسلمان و مجوسی ایک شکار کے قتل مین شریک ہوئے تو اُسکا کھانا حرام ہی یہ مبسوط مین ہی۔ تیر پھینکنے و شکاری جانور چھوڑنے کے وقت اسلام ہونا حلال ہونے کے واسطے شرط ہی حتے کہ اگر حالت اسلام مین ایک شخص نے تیر مارا یا شکاری جانور چھوڑا پھر مرتد ہوگیا تو شکار حلال ہی اور اگر اسکے برعکس ہو تو حلال نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ مجوسی اگر یہودی یا نصرانی ہوگیا تو اُسکا شکار و ذبیحہ کھایا جائیگا اور نصرانی اگر مجوسی ہوگیا تو اُسکا شکار و ذبیحہ نہ کھایا جائیگا۔ اور مسلمان اگر مرتد ہوگیا تو اُسکا شکار و ذبیحہ نہ کھایا جائیگا اسی طرح اگر یہودی یا نصرانی ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی۔ یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اگر چند لوگ مجوسیون نے ایک شکار کو اپنے اپنے تیر مارے پھر شکار اُنکے تیرون سے فرار ہو کر مسلمان کی طرف آیا اُسنے تسمیہ پڑھکر تیر مارا اور مسلمان کا تیر اُسکے لگا اور اُسکو قتل کیا تو مسئلہ مین دو صورتین ہین کہ اگر مجوسی کا تیر ہنوز زمین پر نہین گرا تھا کہ مسلمان نے اُسکو تیر مارا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہی الا اُس صورت مین کہ مسلمان اُسکو زندہ پاکر حلال کر ڈالے تو حلال ہوگا اسوجہ سے کہ مجوسیون نے تیر مارنے مین اُسکی اعانت کی ہی حقیقۃً ذبح کرنے مین اعانت نہین کی ہی اور حقیقۃً حلال کر ڈالنے کے ہوتے ہوئے تیرون سے اعانت کا کچھ اعتبار نہین ہی اور اگر مجوسیون کے تیر زمین پر گر جانے کے بعد پھر مسلمان نے تیر مارا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو اُسکا کھانا حلال ہی۔ اسی طرح اگر مجوسیون نے شکار پر اپنے کتے چھوڑے اور شکار اُنکے کتون سے فرار ہو کر مسلمان کی طرف آیا اور مسلمان نے اُسکو تیر مار کر قتل کیا یا اپنا کتا یا باز یا بحر وغیرہ اُسپر چھوڑا اور کتے نے اُسکو پکڑ کر قتل کیا پس اگر مسلمان کا تیر مارنا ایسی حالت مین تھا کہ جب مجوسی کا بحر و باز وغیرہ شکار مذکور کے پیچھے تھا تو وہ حلال نہوگا اور اگر اُسکے واپس ہونے کے بعد تھا تو حلال ہوگا اسی طرح اگر شکار کے پیچھے کوئی بے سیکھا کتا یا بے سیکھا ہوا باز وغیرہ ہو پھر شکار اُسکے سامنے سے بھاگتا ہوا مسلمان کی طرف آیا اور مسلمان نے اُسکو تیر مارا یا اپنا کتا یا باز اُسپر چھوڑا اور اُسنے پکڑ قتل کیا تو اسمین بھی اُسی تفصیل سے حکم ہی جو ہمنے بیان کی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور صیدین یہ شرط ہی کہ اُسکی موت مین سوائے جراحت تیر یا کتے و باز وغیرہ کے کوئی اور سبب شریک نہو جیسے کسی مقام سے گر پڑنا یا پانی مین گر پڑنا یا کوئی جراحت موجود ہو جس سے وہم ہو کہ شاید اس جراحت سے مرا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر شکار کے تیر لگا اور وہ زمین پر گرا یا زمین پر پختہ اینٹین بچھی ہوئی تھین اُسپر گرا اور مر گیا تو وہ حلال ہی اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہین ہی۔ اور اگر پانی مین گرا یا پہاڑ پر یا اوپنچے ٹیلے پر۔ یا درخت یا دیوار پر یا کاٹے ہوئے نیزے کی نوک پر یا کھڑی ہوئی اینٹون پختہ یا خام کی نوک پر گر کر پھر زمین پر گرا تو حلال نہین ہی اسواسطے کہ ان چیزون سے احتراز ممکن ہی چنانچہ

پیدا ہوئی ہے اصطیاد منفک ہی ہوئیں اُسکا اعتبار واجب ہوا اور احتمال پیدا ہوا کہ اُسکی موت شاید پانی یا تردی کی وجہ سے ہوئی ہو توبیح و محرم جمع ہوئے پس احتیاطاً وہ حرام رکھا گیا حتے کہ اگر پانی کا پرند ہوا اور وہ پانی مین گرا اور اُسکا زخم پانی مین منغمس نہین ہوا تو اُسکا کھانا حلال ہی اسواسطے کہ پانی سے اُسکی موت کا احتمال نہین ہی اور اگر اُسکا زخم پانی مین منغمس ہوگیا تو نہ کھایا جائیگا بسبب احتمال اس امر کے کہ شاید اُسکی موت پانی کی وجہ سے ہوئی ہو۔ اور یہ سب ایسی صورت مین ہی کہ جب شکار کے ایسا زخم لگا ہو جس سے اُسکی زندگی کی امید ہوا اور اگر ایسا زخم ہو کہ جس سے اُسکی زندگی کی امید نہو تو حلال ہی بشرطیکہ اُسمین اتنی حیات رہگئی جیسے ذبح کرنے کے بعد مذبوح مین رہجاتی ہی مثلاً اُسکا سر جدا ہوگیا ہو پھر پانی مین گرا اسوجہ سے کہ اس صورت مین احتمال مذکور معدوم ہی اور اگر ان چیزون مین سے کسی چیز پر گرکر مرا اور وہان سے زمین پر نگرا اور یہ شی ایسی ہی کہ اُس سے قتل نہین ہوتا ہی مثلاً چھت ہی یا پہاڑ ہی تو وہ حلال ہوگا اسواسطے کہ برابر مستوی چیز پر گرنا مثل زمین پر گرنے کے ہی کیونکہ اس سے احتراز متعذر ہی اور اگر ایسی چیز ہو جس سے قتل ہوجاتا ہی جیسے نیزے کی دھار یا کھڑے ہوئے نرکل وکھڑی ہوئی اینٹین پختہ وخام کی دھار یا ایسی کسی چیز پر گرا تو حلال نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور منجملہ شرائط صید کے یہ ہی کہ شکار کھیلنے والے کے پہونچنے سے پہلے وہ مرجاوے تاکہ بلا شبہہ وخلاف اُسکا حی ہو کیونکہ اگر شکار کرنے والا اُس تک پہونچا اور وہ زندہ موجود تھا تو اسمین اقوال مختلف ہین۔ اور منجملہ شرائط صید کے یہ ہی کہ متنفر و متوحش ہو مالوف نہو جیسے وحوش اہلی جو ہوتے ہین کذا فی المحیط

پانچوان باب - جو حیوان ذکوۃ قبول کرسکتے ہین اور جو قابل ذکوۃ نہین ہوتے ہین اُنکے بیان مین۔ اگر کتا وغیرہ شکاری درندہ چھوڑنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو اسپر واجب ہی کہ اُسکو ذبح کردے اور اگر اُسنے ذبح نکیا یہان تک کہ وہ مرگیا تو اُسکا کھانا حرام ہوگا اور یہی حکم باز وغیرہ پرند شکاری اور تیر مین ہی اور وجہ یہ ہی کہ اُسنے ذکوۃ اختیاری کو باوجود اُسپر قادر ہونے کے ترک کیا اور یہ اُس صورت مین ہی کہ جب اُسکے ذبح کردینے پر قادر ہوا اور اگر شکار ہاتھ آیا مگر یہ اُسکے ذبح کرنے پر قادر نہین ہی حالانکہ اُسمین زندگی بہ نسبت مذبوح جانور کے زائد موجود ہی تو ظاہر الروایۃ مین وہ نہ کہایا جائیگا کذا فی الکافی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی التبیین۔ اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ وہ حلال ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ذبح کرنے پر اسوجہ سے قادر نہوا کہ اُسکے پاس آکر ذبح موجود تھا تو وہ نہ کہایا جاوے اور اگر بسبب ضیق وقت کے قادر نہوا تو ہمارے نزدیک کہایا جاوے اور حسن بن زیاد و محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ استحساناً حلال ہی اور استحسان ہی کو قاضی فخر الدین نے اختیار کیا ہی۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب اس جراحت کے ساتھ شکار مذکور کے زندہ رہنے کا وہم ہوا اور اگر اُسکے زندہ باقی رہنے کا وہم نہو مثلاً کتے نے اُسکا کلیجہ پھاڑ دیا اور آنتین وغیرہ نکال دی ہین پھر زندہ شکار کھیلنے والے کے ہاتھ آیا اور مرگیا تو اُسکا کھانا حلال ہی اسواسطے کہ اُسکے ہاتھ آنے سے پہلے اُسمین فعل ذکوۃ یعنی جراحت خوب مستقر ہوچکا ہی اور اضطراب خفیف جو اُسمین باقی ہی وہ مذبوح کے مانند ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک وہ حلال نہوگا اور یہ قیاس ہی اسواسطے کہ شکار مذکور زندہ اُسکے ہاتھ آیا۔ پس بمنزلہ ذبح کے حلال نہوگا جیسے متردیہ مین ہی اور یہ اُسوقت ہی کہ اُسنے ذبح کرنا ترک کیا ہو اور اگر ذبح کردیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بھی حلال ہوگا اسواسطے کہ اگر حیات مستقرہ باقی ہو تو ذبح کرنا اپنے موقع پر ہوا بالاجماع اور اگر اُسمین حیات مستقرہ نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ذکوۃ تو فقط ذبح ہی وہ پایا گیا اور صاحبین رح کے نزدیک اگر یہ ذکوۃ کے واسطے حیات مستقرہ کا

علیہ نحو امام سرخسی لیکن بدون ذکوۃ کے حلال ہوا اس طرح سے مذبوحہ وغیرہ وموقوذہ مین اور جسکے پیٹ کو پھاڑ لیے نے پیاڑ دیا ہو اور تین
یعنی امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق ترجمہ
دن کی خشکی پانی مین پڑی رہی ہو پس اگر اسکو ذبح کردے تو حلال ہو جائیگی یہ کافی مین ہی - اور اگر اسکو زندہ پایا مگر نہ لیا پس
اگر اتنا وقت ہو کہ لیکر لیتا تو ذبح کر سکتا تھا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر ذبح نکر سکتا تو کھایا جائیگا کذا فی الہدایہ - ایک شخص
نے چار بکرے ذبح کی حالانکہ اُسمین صرف اتنی زندگی رہگئی تھی جیسے مذبوح مین ذبح کیے جانے کے بعد رہجاتی ہی تو امام ابو یوسف
رح کے نزدیک وہ قابل ذکوۃ نہین رہی ہی اور مشائخ نے امام اعظم رح کے قول پر اس صورت مین اختلاف کیا ہی
اور قاضی ابو علی نسفی نے شرح طحاوی مین تصریح کی کہ امام اعظم رح کے نزدیک وہ تین ذکوۃ ہی اور اسی پر فتوی ہی وہ ظہیریہ
مین ہی - اگر ایک شکار کو تیر مارا پھر وہ تیر پہونچنے سے پہلے کسی دوسرے سبب سے صید نہ رہا پھر اسکے تیر لگا - تو
وہ حلال ہی سوا اسکے کہ جس وقت اُسنے تیر مارا ہی اُسوقت وہ شکار تھا اور حلت کے حق مین تیر پہنچنے کے وقت کا اعتبار
ہی سوا اسکے ایک مسئلہ کے جسکو امام محمد رح نے آخر کتاب الصید مین ذکر کیا ہی اور صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک حلال نے ایک
شکار کو تیر مارا اور تیر مارنے والا وہ شکار دونون حل مین موجود ہین اور ہنوز وہ تیر اُس شکار کو نہ لگا تھا کہ وہ حرم مین داخل
ہوا اور تیر اُسکے پیچھے تھا یہان تک کہ حرم مین اُسکے لگا اور وہ مر گیا یا حل مین آکر مر گیا تو اُسکا کھانا حلال ہی ہی صورت مین
صورت مین تیر کا صدمہ پہونچنے کے وقت کا اعتبار کیا ہی اور دوسرے اسکے کام مسائل مین تیر پھینکنے کے وقت کا
اعتبار ہی یہ محیط مین ہی - ایک حلال نے ایک شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا اور یہ سب حل مین موجود ہین پھر شکار مذکور
حرم مین جاکر مر گیا یا حرم سے اُسکو تیر مارا اور حل مین اُسکے لگا اور وہ مر گیا تو دونون صورتون مین نہین حلال
ہی اسواسطے کہ اول صورت مین پورا کام حرم مین ہوا ہی اور دوسری صورت مین حرم سے ابتدا ہوئی ہی اور دوسری
صورت مین اس شکار کی قیمت واجب ہوگی اول مین - اسی طرح اگر حرم سے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اسنے حرم
سے باہر حل مین اُسکو قتل کیا تو شکار مذکور حلال نہوگا اور اُسپر جرمانہ واجب ہوگا یہ عیانیہ مین ہی - اگر ایک شکار کو
تیر مارا اور اُسکے لگا اور وہ ایک مجوسی کے پاس اتنی دیر تک پڑا رہا کہ وہ اُسکے ذبح کرنے پر قادر تھا پھر مر گیا تو حلال نہوگا
کیونکہ مجوسی مذکور اسلام اگر اُسکے ذبح کرنے پر قادر تھا - اور اگر کسی سوتے ہوے کے پاس گرا اور حالت یہ تھی کہ اگر
یہ سوتا ہوا شخص جاگتا ہوتا تو ذبح کر سکتا تھا پھر وہ مر گیا تو امام اعظم رح سے روایت ہی کہ وہ حلال نہوگا اسواسطے کہ یہ
مسائل مین سوتا ہوا امام اعظم رح کے نزدیک مثل جاگتے ہوے کے ہی اور منجملہ ان چند مسائل کے یہ مسئلہ بھی ہی - اور
امام محمد رح سے مروی ہی کہ وہ حلال ہی اور اگر ایسے نابالغ کے پاس جو ذبح کرنے کو نہین جانتا ہی گرا ہو تو حلال ہوگا اور اگر
ذبح کو جانتا ہو تو حلال نہوگا یہ محیط مین ہی -

چھٹا باب - مچھلی کا شکار کھیلنے کے بیان مین - مچھلی اور ٹیڑی دونون حلال ہین فرق یہ ہی کہ ٹیڑی خواہ کسی
علت سے مرے یا بلا علت مرے کھائی جائیگی اور مچھلی اگر بغیر علت مر جاوے تو نہ کھائی جاویگی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر ایک
مچھلی پکڑی اور اُسکے پیٹ مین دوسری مچھلی پائی گئی تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اور اگر اُسکو کتے نے کھایا
اور پھر کتے کا پیٹ پھاڑا گیا اور مچھلی نکلی تو کھائی جائیگی بشرطیکہ پوری نابت ہو - اور اگر کسی پرندنے پیٹ کی اُسمین
مچھلی نگلی تو نہ کھائی جائیگی - اور اگر کسی مچھلی کو مارا کہ کچھ کٹ گئی تو کھائی جاویگی اور اگر کٹا ہوا نگل ڈالا جاوے تو وہ بھی کھایا
جاویگا اور اصل یہ ہی کہ مچھلی جب کسی سبب حادث سے مر جاوے تو اُسکا کھانا حلال ہی اور اگر اپنی موت سے بدون

کسی ایسے سبب کے جو ظاہر ہو مر جاوے تو نہ کھائی جائیگی۔ اور اگر مچھلی کو سکھا کے پانی میں ڈال دیا اور وہ مر گئی تو سکھانے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ بسبب حادث سے مری ہے یعنے تنگی مکان کی وجہ سے اسی طرح اگر انکو کسی حظیرہ میں جمع کل نہیں سکتی ہیں جمع کر دیا اور وہ بدون شکار کے انکے پکڑنے پر قادر ہو پھر یہ مچھلیاں اس حظیرہ میں مر گئیں تو انکے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور اگر بدون شکار کے پکڑنے کے بغاسلی تو انکے کھانے میں خیر نہیں ہے اور اگر ایک مری ہوئی مچھلی پائی جو تھوڑی خشکی اور تھوڑی پانی میں ہے تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر اسکا اکثر خشکی میں ہو تو انکے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ کسی آفت سے مری ہے اور اگر اسکا سر پانی میں ہو تو دیکھا جاوے کہ جسقدر خشکی میں ہے اگر نصف یا نصف سے کم ہو تو نہ کھائی جائیگی اسواسطے کہ سانس کا مقام پانی میں ہے پس یہ موت کسی آفت سے نہ ہوگی پس بمنزلہ اُتراتی ہوئی مردہ مچھلی کے ہوگی اور اگر نصف سے زیادہ خشکی میں ہو تو کھائی جائیگی اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے پس یہ ایسی صورت ہوگی جیسے کل مچھلی خشکی میں مری ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک مچھلی پکڑی اور اسکو باندھکر پانی میں ڈال دیا اور وہ مر گئی تو کھائی جائیگی اسواسطے کہ آفت سے یعنے تنگی مکان کی وجہ سے مری ہے اسی طرح اگر جال میں مچھلی مری ہو پس اگر وہ جال سے نکل سکتی ہو تو حلال نہوگی اسواسطے کہ وہ ایسی ہے جیسے دریا میں مری ہوئی مچھلی ورنہ حلال ہوگی اسواسطے کہ وہ آفت سے مری ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر پانی منجمد ہو گیا اور تمام مچھلیاں برف کے نیچے مر گئیں تو فرمایا کہ چاہیئے کہ سب کے نزدیک کھائی جاویں۔ اور اگر پانی کے اندر شست کی ڈوری میں پھنسی ہوئی مچھلی خریدکر اُسپر قبضہ کر لیا پھر ڈورا بائع کو دیدیا اور کہا کہ اسکو دیکھے رہنا پھر ایک دوسری مچھلی نے اگر خریدی ہوئی مچھلی کو نگل لیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نگلنے والی مچھلی بائع کی ہوگی کیونکہ اُسی نے اسکا شکار کیا ہے اسواسطے کہ ڈورا اُسکے ہاتھ میں ہے تو جو ڈورے میں پھنسی وہ اُسکے قبضہ میں آئی پس اُسی کی ہوگی پس خریدی ہوئی مچھلی اسکے پیٹ سے نکال کر مشتری کے سپرد کر دیجائیگی اور مشتری کو خیار نہوگا اگرچہ خریدی ہوئی مچھلی بسبب نگلنے جانے کے ناقص ہو گئی ہو۔ اور اگر خریدی ہوئی مچھلی نے خود کسی مچھلی کو نگل لیا تو یہ دونوں مشتری کی ہونگی اسواسطے کہ اسکا شکار مشتری کی مچھلی مملوکہ نے کیا ہے پس وہ مشتری کی ہوگی اور اگر پانی میں کسی مچھلی کو سانپ نے کاٹ کھایا اور وہ مر گئی یا پانی خشک ہو گیا پھر جال میں مچھلی مر گئی تو کھائی جا سکتی ہے لیکن جو مچھلی بلا سبب اپنی موت سے مر جاوے وہ نکھائی جائیگی اسواسطے کہ وہ مردہ اُتراتی ہوئی ہے یہ قنادی قاضی خان میں ہے۔ اور جو مچھلی پانی کی حرارت یا برودت یا کدورت سے مر گئی اُسمیں دو روایتیں ہیں امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ نہ کھائی جاوے اسواسطے کہ مچھلی بسبب پانی کی سردی و گرمی کے اکثر نہیں مرتی ہے پس بدون کسی آفت ظاہری کے مری پس مثل اُتراتی ہوئی کے نہ کھائی جائیگی اور امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ کھائی جاویگی اسواسطے کہ وہ آفت سے مری کیونکہ مچھلی پانی کی سردی و کدورت سے مرجاتی ہے پس اسکا مرنا اسی پر محمول کیا جائیگا اور یہ حکم لوگوں کے حق میں آسانی ہے کذا فی محیط السرخسی اور اسی پر فتوے ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اُتراتی مچھلی نکھائی جائیگی اسوجہ سے نہیں کہ وہ حرام ہے بلکہ اسوجہ سے کہ متغیر ہو جاتی ہے پس اُس سے طبیعت نفرت کرتی ہے پس وہ خباثت میں سے ہو گئی اور اگر پانی میں مرجاوے مگر اوپر نہ اُترادے تو کھائی جائیگی اسی طرح ہر مچھلی جو کسی سبب سے مرجاوے حلال ہے مثلاً اسکو لکڑی وغیرہ سے مارا یا مچھلی کو دوسری مچھلی یا دوسری چیز نے ٹکڑے کر دیا یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے آدھی مچھلی پانی میں پائی تو حلال ہے کیونکہ وہ کسی آفت سے مری ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ وہ پتھر وغیرہ کسی چیز سے ٹکڑے ہو گئی ہے

اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُسکو کسی آدمی نے تلوار وغیرہ سے کاٹ دیا ہے تو یہ اُسکی ملک ہو چکی ہے پس اسکو نہ کھاوے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جریث و مار ماہی کو بلا ذبح کیے ہوے کھانے مین مضائقہ نہین ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ شیخ زہر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دریا یا جیحون سے ایک مٹکا نکالا اور مٹکے مین پانی و مچھلی تھی پھر مچھلی مر گئی تو آیا کھانا حلال ہے فرمایا کہ ہان۔ اور شیخ زہر سے دریافت کیا گیا کہ دریا کے بروف پر نمک کا بورا پگھل گیا اور نمک کا پانی دریا کے پانی مین مل گیا پس اس باعث سے دریا کی مچھلیان مر گئین پس آیا اُنکا کھانا حلال ہے فرمایا کہ ہان یہ تاتار خانیہ مین لکھا ہے۔

ساتوان باب متفرقات کے بیان مین۔ اگر کسی شخص کو کچھ آہٹ معلوم ہوئی اُسنے گمان کیا کہ شکار ہے پس کتا چھوڑا پھر کتے نے ایک مٹکا پکڑا اگر پیچھے ظاہر ہوا کہ اسکی آہٹ معلوم ہوئی تھی وہ آدمی یا گاے یا بکری تھی تو شکار مذکور نکھایا جائیگا اسی طرح اگر اُسنے آہٹ پائی اور یہ نجانا کہ یہ آہٹ شکار کی ہے یا دوسری چیز کی ہے اور کتا چھوڑا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ صحت ارسال مین شک واقع ہوا پس شک کے ساتھ صحت ثابت نہوگی۔ اور اگر آہٹ سُنکر شکار گمان کیا اور کتا چھوڑ دیا پس ظاہر ہوا کہ وہ شکار ماکول اللحم یا غیر ماکول اللحم کی آہٹ تھی مگر کتے نے دوسرا شکار مارا تو وہ کھایا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کتے نے اسی کو مارا جسکی آہٹ معلوم ہوئی تھی حالانکہ کتے کے مالک نے اُسکو آدمی گمان کیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ شکار ہی تھا تو حلال ہے اسواسطے کہ جب اسکا صید ہونا متعین ہو گیا تو اُسکے گمان کا اعتبار نرہا یہ ہدایہ مین مذکور ہے اور شتقہ مین مذکور فرمایا کہ اگر بات مین کسی کی آہٹ سنکر اُسکو آدمی یا چوپایہ یا پالو یا سانپ گمان کیا اور اُسکو تیر مارا پھر ظاہر ہوا کہ جسکی آہٹ سُنی تھی وہ شکار ہے اور اُسکا تیر اُسی کو لگا جسکی آہٹ سُنی تھی یا دوسرے شکار کے لگا اور قتل کیا تو وہ نکھایا جائیگا اسواسطے کہ اُسنے تیر مارنے کے وقت شکار کا قصد نہین کیا تھا پھر فرمایا کہ شکار مذکور حلال نہین ہوا الا وہ جو اسے ایک یہ کہ شکار کو قصد کرکے تیر مارے دوم یہ کہ جسکی آہٹ سُنی اور اُسکا قصد کرکے اُسکو تیر مارا ہو وہ شکار ہو خواہ ماکول اللحم ہو یا نہو۔ اور یہ حکم اُس منافی ہے جو ہدایہ مین مذکور ہے اور وجہ یہی ہے اسواسطے کہ مثل آدمی وغیرہ کو تیر مارنا اصطیاد نہین ہے پس اس اعتبار سے اصل تغیر ممکن نہین ہے اگرچہ اُسکا تیر کسی شکار کے لگے یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر ایسی چیز کی طرف جسکو درخت یا آدمی گمان کیا تھا چھوڑا پھر وہ شکار نکلا اور اُسنے اُسکو پکڑا تو وہ کھایا جائیگا اور یہی مختار ہے اسواسطے کہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اُسنے شکار کی طرف [illegible] اور اگر اس گمان سے کہ یہ صید ہے چھوڑا پھر وہ صید نہ نکلا اور اُسکے سامنے کوئی دوسرا شکار پیش آیا اُسکو [illegible] قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا یہ فتاوے غیاثیہ مین ہے۔ اگر ہرن یا کسی پرند کو تیر مارا مگر دوسرے کے لگا اور جسکو مارا تھا وہ فرار ہو گیا اور یہ معلوم نہوا کہ وہ وحشی تھا یا پالو تھا تو یہ شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ صید کے باب مین اصل توحش و تنفر ہے [illegible] گرفت کیجائیگی یہان تک کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ پالو تھا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر دیکھنے کے وقت اُسکو [illegible] گمان کیا پھر اُسکی راے بدل گئی اور اُسکی راے غالب مین یہ آیا کہ جسکو تیر مارنے کا قصد کیا تھا وہ پالو تھا تو جس [illegible] تیر لگا ہو وہ حلال ہے اسواسطے کہ جو فرار ہو گیا ہے وہ ہمارے نزدیک اپنی اصل کے حکم سے صید ہے تا اینکہ یہ معلوم ہو جاوے [illegible] اگر ایسے اونٹ کو جو وحشی نہین ہو گیا ہے تیر مارا اور وہ تیر کسی دوسرے شکار کے لگا اور اونٹ چلا گیا [illegible] کہ وہ وحشی ہو گیا تھا یا نہین تو شکار مذکور نکھایا جائیگا جب تک یہ معلوم نہو جاوے کہ اونٹ وحشی ہو گیا تھا اسکے کہ اسکے تبیین مین اصل یہ ہے کہ پالو ہو وحشی ہونے سے متنفر اسی طرح اگر بندھے ہوے ہرن کو شکار گمان کرکے تیر مارا [illegible] دوسرے ہرن کے لگا تو وہ نکھایا جائیگا کیونکہ جسکو شکار گمان کیا تھا وہ بندھے ہوے ہونے کی وجہ سے شکار

نہین رہا تھا اسی طرح اگر اپنا کتا ایسے شکار پر جو اُسکے قبضہ مین مضبوط مقید ہی چھوڑا اور اُسنے دوسرے شکار کو پکڑکر قتل کیا تو نکھایا جائیگا اسی طرح اگر اپنا چیتا ایک ہاتھی پر چھوڑا اور اُسنے ہرن کو شکار کیا تو ہرن نکھایا جائیگا اور اگر مچھلی یا ٹیڑی کو تیر مارا اور کسی شکار کے لگا تو امام ابو یوسف رح سے دو روایتین ہین ایک روایت کے موافق کھایا جاوے اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اصل یہ ہی کہ پالو جانور جب وحشی ہوجاوے اور ذکوۃ اضطراری سے حلال کرنا ممکن نہو تو ذکوۃ اضطراری سے حلال ہوجاتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر تیر شکار کے کُھر یا سینگ پر لگا پس اگر خون آلود کردیا تو کھایا جاوے اور اگر خون آلود نکیا تو نکھایا جاوے یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور اگر شکار کو تلوار پھینک کر مارا اور اُسکا کوئی عضو جدا کردیا تو پورا شکار کھایا جاوے سوائے اُس ٹکڑے کے جو جدا ہوگیا ہی اور اگر یہ عضو جدا نہو گیا ہو تو یہ عضو بھی کھایا جائیگا اور اگر یہ عضو بذریعہ کھال کے اُسکے بدن پر لٹک رہا ہو پس اگر ایسا ہو کہ کسی علاج سے اُسکے جڑ جانے کا گمان نہو تو وہ اور بالکل جدا دونون یکسان ہین اور اگر یہ گمان ہو تو بالکل جدا نہوگا اور پورا شکار کھایا جائیگا۔ اور اگر شکار مذکور کے طول مین دو ٹکڑے کردیے ہون تو پورا شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ ایسا ہوجانے کے بعد شکار مذکور کے زندہ رہنے کا کچھ وہم نہین ہوسکتا ہی اور یہ بمنزلہ ذبح کے قرار دیا جائیگا اور اگر چوتڑ کی طرف سے تہائی بدن اُسکا کاٹ دیا ہو تو یہ جدا کردینے کے حکم مین ہی تو سر کے متصل سے دو تہائی کھایا جائیگا اور ایک تہائی جو چوتڑ کی طرف سے ملا ہوا تھا اور جدا ہوگیا ہی وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر سر کی طرف سے ایک تہائی کاٹ دیا تو پورا کھایا جائیگا اسواسطے کہ نصف سے لیکر گردن تک مذبح ہی اسواسطے کہ اوداج قلب سے دماغ تک ہوتی ہین اور درصورتیکہ اُسنے چوتڑ کے متصل سے تہائی کاٹا ہی تو ذکوۃ پوری نہین ہوئی ہی اسواسطے کہ اُسنے اوداج کو نہین کاٹا ہی بخلاف اسکے جب اُسنے سر کے متصل سے تہائی کاٹ کر الگ کردیا ہی تو اوداج کو کاٹ دیا پس ذکوۃ پوری ہوجائیگی اور شکار پورا کھایا جائیگا اسی وجہ سے اگر اُسنے اُسکے دو ٹکڑے کردیے تو ذکوۃ پوری ہوجاتی ہی کہ اوداج کٹ جاتی ہین پس پورا شکار کھایا جاتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر تسمیہ پڑھکر ایک شکار پر مارا اور اُسکے سر کا ایک ٹکڑا جدا کردیا پس اگر یہ ٹکڑا آدھے سر سے کم ہو تو جسقدر جدا ہی وہ نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ اسقدر کٹ جانے کے بعد شکار کی زندگی کا وہم ہی اور اگر جدا کیا ہوا نصف سر یا زیادہ ہو تو پورا شکار کھایا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک بکری کو ذبح کیا اور اُسکی حلقوم و اوداج کاٹ ڈالین لیکن اُسمین حیات باقی تھی کہ ایک شخص نے اُسکے بدن سے ایک ٹکڑا قطع کرلیا تو ٹکڑا حلال ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ کتاب الصید مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے دوسرے کا سکھا ہوا شکاری باز مار ڈالا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر کسی کی بلی مار ڈالی تو بھی یہی حکم ہی اور جس چیز کی بیع ہمنے جائز ذکر کی ہی اُسکے تلف کرنے سے ضمان واجب ہوگی اور سکھیے ہوئے کتون کا ہبہ کرنا و وصیت کرنا بالاجماع جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی نے سلطان کی طرف سے کسی جنگل کو قبول کرلیا اُسمین غیر شخص نے شکار کھیلا تو شکار اُسکا ہوگا جسنے شکار پکڑا ہی اور یہ قبل صحیح نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور فرمایا کہ مین اس بات کو مکروہ جانتا ہون کہ زندہ پرندے باز کو سکھلاوے کہ چڑیا کو پکڑکر اُسکو پھر کاوے تاکہ باز اُسپر ٹوٹے اور فرمایا کہ ذبح کی ہوئی چڑیا سے سکھلاوے یہ ذخیرہ کی فصل چھبیس کتاب الکراہۃ مین ہی۔ اور اگر شکار کو تیر مارنے مین ایک شخص حلال اور دوسرا محرم دونون شریک ہوگئے تو شکار مذکور کا کھانا حلال نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک مسلمان اس بات سے عاجز ہوا کہ تنہا اپنی کمان کو کھینچے پس ایک مجوسی نے اُسکو اُسکی کمان کھینچنے مین مدد دی تو شکار کا کھانا حلال نہوگا اسواسطے کہ محرم و محلل دونون جمع ہوئے ہین پس حرام ہوگا یہ ہے کہ اگر ایک مجوسی نے مسلمان کا تمام

پڑا اور خیری مسلمان کے ہاتھ میں ہو اُسنے فروخ کیا تو اُسکا کھانا حلال نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ صید کا رہا کر دینا آیا حلال ہو تو ہمارے اُستاد رحمہ اللہ نے سیر کبیر سے نقل کیا ہو کہ صید کا چھوڑ دینا مطلقاً حلال نہیں ہو بان اگر اُسکو اسطرح چھوڑا کہ جو شخص اسکو پکڑے اُسکو مباح ہو تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہو یہ فتاوی صغری میں ہو۔

کتاب الرہن

اسمیں بارہ باب ہیں

باب اول ۔ رہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم کے بیان میں ۔ اور کیونکر رہن واقع ہو جاتا ہو اور کن الفاظ سے نہیں واقع ہوتا ہو ۔ اور کس وجہ سے رہن لینا جائز ہو اور کس سے نہیں جائز ہو اور کس چیز کا رہن جائز ہو اور کس کا نہیں جائز ہو

اور باب وصی کے رہن کرنے کے بیان میں

اور اس باب میں پانچ فصلیں ہیں

فصل اول ۔ رہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم کے بیان میں ۔ واضح ہو کہ شرع میں کسی چیز کو ایسے حق کے عوض گرو کر دینا جسکا وصول پانا اس چیز سے ممکن ہو ۔ رہن کہتے ہیں جیسے دیون سے کہ بدون طاہری و باطنی دین واجب کے رہن صحیح نہیں ہو پس دین مستقر کے عوض رہن صحیح نہیں ہو اسواسطے کہ رہن کا حکم یہ ہو کہ بھر پانے کی قدرت حاصل ہو اور استیفاء متصل وجوب ہو یہ کافی میرے ہو ۔ اور رہن کا رکن ایجاب و قبول ہو اسکی یہ صورت ہو کہ راہن کہے کہ میں نے یہ چیز بعوض اُس دین کے جو تیرا مجھپر آتا ہو رہن دی یا کہے کہ یہ چیز تیرے دین کے عوض رہن ہو یا اور الفاظ جو اسکے قائم مقام ہوں کہے اور مرتہن کہے کہ میں نے رہن لی یا میں نے قبول کی یا میں راضی ہوا یا اور الفاظ جو اسکے قائم مقام ہوں کہے اور لفظ رہن شرط نہیں ہو حتی کہ اگر کوئی چیز بعوض درہموں کے خریدی پھر مشتری نے بائع کو ایک تھان دیا اور کہا کہ اسکو تو اپنے قبضہ میں رکھ یہاں تک کہ میں تجھے اسکا ثمن دیدوں تو یہ تھان رہن ہوگا اسواسطے کہ مشتری نے عقد رہن کو اس لفظ میں بیان کیا اور عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہو یہ بدائع میں ہو ۔ اور شرائط رہن کے چند انواع ہیں بعضے نفس رہن کی طرف راجع ہیں وہ یہ ہیں کہ رہن معلق بشرط نہ ہو اور نہ کسی وقت کی طرف مضاف ہو ۔ اور بعضے راہن و مرتہن کی طرف راجع ہیں سو ان دونوں کا عاقل ہونا شرط ہو حتی کہ مجنون و نابالغ لڑکے کا جو عاقل نہو رہن کرنا اور رہن لینا صحیح نہیں ہو اور بالغ ہونا شرط نہیں ہو اور یہ بھی شرط نہیں ہو حتی کہ نابالغ ماذون و غلام ماذون کا عقد رہن صحیح ہو اسی طرح سفر بھی جواز رہن کے واسطے شرط نہیں ہو پس سفر و حضر دونوں جگہ رہن صحیح ہو ۔ اور جو شرطیں رہون کی طرف راجع ہیں وہ چند انواع ہیں از انجملہ یہ کہ محل قابل بیع ہو یعنی وقت عقد کے موجود ہو مال مطلق قیمت دار ہو مملوک ہو معلوم ہو مقدور التسلیم ہو پس ایسی چیز کا رہن کرنا جو وقت عقد کے موجود نہو جائز نہیں ہو اور نہ ایسی چیز کا رہن کرنا جسمیں وجود و عدم دونوں کا احتمال ہو جیسے کہا کہ جو پھل اس سال میرے باغ میں آوین یا جسقدر میری بکریان اس سال بچہ جنیں یا جو کچھ اس باندی کے پیٹ میں ہو وہ رہن ہو ۔ اور مردار و خون کا رہن کرنا جائز نہیں ہو اسواسطے کہ ان دونوں کی مالیت بالکل نہیں ہو اور جسم سے شکار و حالت احرام کے شکار کا رہن کرنا بھی جائز نہیں ہو اسواسطے کہ وہ مردار ہو اور آزاد کا رہن کرنا بھی جائز

نہیں ہوا سواسطے کہ ان دونوں کی مالیت بالکل نہیں ہوا اور حرم کے شکار و حالت احرام کے شکار کا بھی رہن کرنا جائز نہیں ہوا سواسطے کہ وہ مردار ہوا اور آزاد کا رہن کرنا بھی جائز نہیں ہوا سواسطے کہ وہ ہرگز مال نہیں ہوا اور ام ولد و مدبر و مطلق و مکاتب کا رہن کرنا بھی جائز نہیں ہوا سواسطے کہ یہ لوگ ایک وجہ سے آزاد ہیں پس مال مطلق نہونگے اور مسلمان کو شراب و سور کا رہن دینا جائز نہیں ہوا خواہ دونوں یعنے راہن و مرتہن مسلمان ہوں یا ایک مسلمان ہوا سواسطے کہ مسلمان کے حق میں شراب و سور کی مالیت معدوم ہوا سواسطے کہ رہن سے یہ غرض ہوتی ہو کہ راہن کی طرف سے ایفاے دین یعنے ادا ے دین اور مرتہن کی طرف سے استیفاء دین یعنے دین بھر پانا ہوا و مسلمان کی طرف شراب و سور سے نہ ادا ے دین جائز ہوا نہ دین کا وصول کرنا لیکن اگر راہن ذمی ہو اور مسلمان سے اس نے شراب رہن لی تو یہ شراب مسلمان کے ذمہ مضمون ہوگی اسواسطے کہ جب رہن صحیح ہوا تو یہ شراب مسلمان کے قبضہ میں مرتہن کا مال مغصوب کے ہوگی حالانکہ اگر مسلمان کسی ذمی کی شراب غصب کرے تو اسکے ذمہ مضمون ہوتی ہو اور اگر راہن مسلمان ہو اور مرتہن ذمی ہو تو یہ شراب اسکے ذمہ مضمون نہوگی اسواسطے کہ مسلمان کی شراب کسی کے ذمہ مضمون نہیں ہوتی ہو اور اہل ذمہ لینے ذمیوں کو شراب و سور کا رہن کر دینا اور ذمیوں سے رہن کر لینا جائز ہوا سواسطے کہ انکے حق میں یہ چیزیں مال متقوم ہیں جیسے مسلمانوں کے واسطے سرکہ و بطری ہوا اور مباحات کا رہن بھی جائز نہیں ہو جیسے شکار جنگل کے ایندھن کی لکڑیاں و گھاس وغیرہ جو عام کے واسطے مباح ہیں اسواسطے کہ یہ چیزیں فی نفسہ اس کی مملوک نہیں ہیں اور رہن جائز ہونے کے واسطے یہ شرط ہیں ہو کہ مال رہن راہن کی ملک ہو تو کہ غیر کا مال ہو تو اسکی اجازت سے بولایت شرعی رہن رکھنا جائز ہو جیسے نابالغ کا مال اسکا باپ یا وصی اسکے قرضہ میں یا اپنے قرضہ میں رہن رکھے تو جائز ہو پھر اگر باپ اسکے فک رہن کرانے سے پہلے وہ مال مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو قدر دین سے وہیں رہن ہوا اور جو اعلی قیمت تھی ان دونوں میں سے جو کم ہو اسکے عوض میں تلف شدہ قرار دیا جائیگا پس بقدر قرضہ اسکے ساقط ہونے کے عوض ساقط ہوا ہو۔ اتنے کا باپ ضامن ہوگا اسلیے کہ باپ نے اپنا ذاتی قرضہ اپنے فرزند کے مال سے ادا کیا ہو پس ضامن ہوگا اور اگر یہ فرزند صغیر بالغ ہو گیا اور اسوقت تک مال مرتہن کے پاس موجود ہو تو قضاء قاضی سے پہلے اسکو یہ اختیار نہوگا کہ مرتہن کے قبضہ سے واپس کرلے لیکن قاضی اسکے باپ کو حکم دیگا کہ قرضہ ادا کر کے اپنے فرزند کا مال اسکو چھوڑاوے اور اگر فرزند بالغ نہ ہو تو نے اپنے باپ کا قرضہ خود ادا کر کے اپنا مال فک رہن کرایا تو تبرع ہوگا لینے جو کچھ اسنے قرضہ کے ادا کرنے میں دیا ہو سب اپنے باپ سے واپس لے سکتا ہو اور جو حکم بیٹے باپ کی صورت میں ذکر کیا ہی یہی سب وصی کی صورت میں ہو۔ اسی طرح غیر کا مال اسکی اجازت سے رہن کر دینا جائز ہو مثلاً کسی سے کوئی چیز عاریت اس غرض سے لی کہ مستعیر پر جو قرضہ ہوا اسکے عوض رہن کر دیگا تو رہن جائز ہو یہ بدائع میں ہو جواز رہن کی شرط یہ ہو کہ مال مرہون مقسوم مجوز شغل سے فارغ ہو اور یہ ہو کہ ایسے حق کے عوض ہو جسکا وصول کرنا رہن سے ممکن ہو حتے کہ اگر کسی حق کے عوض رہن کیا جسکا استیفاء رہن سے نہیں ہو سکتا ہو جیسے حد و قصاص کے عوض کیا تو رہن باطل ہو۔ سراج الوہاج میں ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الرہن میں فرمایا کہ رہن جائز نہیں ہو الا بقبض (یعنے رہن بدون قبضہ کیے ہوئے جائز نہیں ہو) پس امام محمد رحمہ اللہ نے اس کلام میں یہ اشارہ فرمایا کہ جواز رہن کے واسطے قبضہ شرط ہو مگر شیخ الاسلام خواہر زادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبضہ سے پہلے عقد رہن ہو لازم ہو جاتا ہو لیکن لازمی نہیں ہوتا ہو اور راہن کے حق میں

لازمی بھی ہوتا ہی کہ جب قبضہ مرتہن ہوجاوے پس قبضہ شرط لزوم ٹھہرا نہ شرط جواز جیسے ہبہ مین قبضہ کا حکم ہی لیکن اصح وہی ہی جو اول مذکور ہوا کذا فی المحیط پھر ظاہر الروایۃ کے موافق عقد رہن مین تخلیہ سے قبضہ ثابت ہوجاتا ہی جیسے بیع مین ہلم ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ہی کہ مال منقولہ مین بدون نقل کے قبضہ ثابت نہین ہوتا ہی کذا اول اصح ہی اور جب تک مرتہن نے قبضہ نہ کیا ہو تب تک راہن کو اختیار ہی جاہے پھر کرے یا رہن سے رجوع کرلے اور جب مرتہن کو مال مرہون سپرد کردیا اور اُسنے قبضہ کرلیا تو وہ قبضہ کرنے سے اسکی ضمان مین ہوگیا یہ کافی مین ہی - اور صحت قبضہ کے شرائط چند اقسام پر ہین ازانجملہ یہ ہی کہ راہن اجازت دے اور اجازت دو طرح کی ہی ایک صریح یا جو صریح کے قائم مقام ہو دوسری بدلالت پس اول قسم کی صورت یہ ہی کہ مثلاً راہن کہے کہ مین نے تجھکو قبضہ کی اجازت دیدی یا مین راضی ہوا یا تو اسپر قبضہ کرلے اور علی ہذا جو اسکے قائم مقام ہون پس مرتہن کا قبضہ جائز ہوگا خواہ اسی مجلس مین قبضہ کرلے یا دونون کے جدا ہوجانے کے بعد قبضہ کرے یہ استحسانًا ہی اور بدلالت اجازت دینے کی یہ صورت ہی کہ مثلاً مرتہن راہن کے سامنے مال مرہون پر قبضہ کرے اور وہ خاموش رہے اُسکو منع نکرے تو استحسانًا قبضہ صحیح ہوگا - اور اگر ایسی چیز رہن کی جو متصل ہی بعوض ایسی چیز کے جسکے عوض رہن واقع نہین ہوتا ہی مثلاً درخت پر لگے ہوے پھل یا اسکے مانند کوئی چیز جسکا رہن کرنا بدون جدا کرکے قبضہ کرلے کے نہین جائز ہی پس اگر بدون اجازت راہن کے اُسنے قبضہ کیا تو قبضہ جائز نہوگا خواہ مجلس عقد مین اُسنے جدا کرکے قبضہ کیا ہو یا مجلس سے الگ ہونے کے بعد ایسا کیا ہو اور اگر باجازت قبضہ کیا ہو تو قیاسًا جائز نہین ہی اور استحسانًا جائز ہی - ازانجملہ ہمارے نزدیک مال مرہون کی حیازت شرط ہی پس غیر مقسوم کا قبضہ صحیح نہوگا خواہ وہ غیر مقسوم ایسا ہو جو منقسم قسمت ہی یا ایسا نہو اور خواہ اُسنے اجنبی کے پاس رہن کیا ہو یا اپنے شریک کے پاس اور خواہ یہ شرکت حالت عقد مین موجود ہو یا جیسے طاری ہوگئی ہو یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہی - ازانجملہ یہ ہی کہ مال مرہون ایسی چیز سے فارغ ہو جو مرہون نہین ہی پس اگر فارغ نہو مثلاً ایک دار رہن کیا اور اُسمین راہن کا اسباب بھرا ہی پس اگر مرتہن کے سپرد کیا مگر اپنا اسباب ہٹانے نہ دیا تو قبضہ جائز نہین ہی - ازانجملہ یہ ہی کہ مرہون اُس چیز سے جو رہن نہین ہی جدا ممتاز ہو پس اگر متصل و غیر متمیز ہوگا تو اسکا قبضہ صحیح نہوگا - اور ازانجملہ قبضہ کرنے کی اہلیت یعنے عقل موجود ہو - اور قبضہ دو طرح کا ہوتا ہی ایک قبضہ بطریق اصالت دوسرا قبضہ بطریق نیابت پس جو قبضہ بطریق اصالت ہوتا ہی اُسکا یہ طریقہ ہی کہ اپنی آپ اپنی ذات کے واسطے قبضہ کرے - اور جو قبضہ بطریق نیابت ہو وہ دو طرح کا ہوتا ہی ایک وہ کہ قابض کی طرف رجوع کرتا ہو اور دوم وہ کہ اُسکا مرجع نفس قبضہ ہی پس جو قبضہ بطریق نیابت کہ قابض کی طرف رجوع کرتا ہی وہ مثل باپ ووصی کے قبضہ کے ہی کہ باپ ووصی کا قبضہ کرنا نابالغ کی طرف سے جائز ہی اسی طرح عادل کا قبضہ بھی مرتہن کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہی حتے کہ اگر مال مرہون مرد عادل کے پاس تلف ہوگیا تو اُسکا تلف ہونا مرتہن کے ذمہ قرار دیا جائیگا - اور جو قبضہ بطریق نیابت کہ نفس قبضہ کی طرف راجع ہوتا ہی اُسکا بیان یہ ہی کہ اگر مال مرہون وقت عقد رہن کے مرتہن کے قبضہ مین موجود ہو پس آیا یہ قبضہ موجودہ قبضہ رہن کا نائب ہوجائیگا یا نہین - سو قاعدہ اصل اس باب مین یہ ہی کہ اگر دونون قبضہ ایک جنس کے ہون تو ایک دوسرے کا نائب ہوجائیگا اور اگر دونون مختلف ہون تو اعلے ادنے کا نائب ہوگا - اور ازانجملہ یہ ہی کہ ہمارے نزدیک دوام قبضہ چاہیے پس اگر شیوع ہوگا تو دوام قبضہ رکھنے اور روکنے سے مانع ہوگا پس رہن بھی جائز نہوگا خواہ شیوع ایسی چیز مین ہو جو قابل قسمت ہی یا ایسی چیز مین ہو جو قابل قسمت نہین ہی اور خواہ یہ شیوع حالت

عقد مین موجود ہو یا پیچھے طاری ہو جاوے یہی ظاہر الروایۃ ہی اور خواہ اُسنے اس غیر مقسوم کو کسی اجنبی کے ہاتھ رہن کیا ہو یا اپنے شریک کے ہاتھ رہن کیا ہو یہ بدائع مین ہی۔ اور حکم رہن کا بیان یہ ہی کہ مال عین مرہون کو مرتہن اپنے قبضہ مین رکھکر راہن سے روکنے کا مالک ہوتا ہی ہے کہ اپنا قرضہ وصول پانے تک اُسکے روکنے کا مستحق ہی اور اگر راہن مرگیا تو اُسکے قرضخواہون کی بہ نسبت مرتہن اس مال مرہون کا مستحق ہی پس اس مال مرہون سے اپنا قرضہ پورا لے لینے کے بعد جو باقی بچے وہ باقی قرضخواہون و وارثون کو واپس دیگا وہ اُنکا ہوگا اور اگر راہن مرگیا اور وہ مفلس مرگیا اور اُسپر بہت لوگون کا قرضہ ہی تو مرتہن اس مال مرہون کا بہ نسبت باقی قرضخواہون کے زیادہ مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر مال مرہون مین از راہ عین نقصان آجاوے تو بلا خلاف اُسی قدر قرضہ ساقط ہو جانے کا موجب ہی اور اگر از راہ نرخ کمی آجاوے تو ہمارے ائمہ ثلثہ کے نزدیک کچھ بھی قرضہ ساقط ہونے کا موجب نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ (امام اعظم و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ)

فصل دوم اُن صورتون کے بیان مین جنسے رہن واقع ہو جاتا ہی اور جنسے نہین واقع ہوتا ہی۔ ایک شخص نے ایک بیت خریدا اور بائع سے کہا کہ یہ کپڑا رہنے دے یہان تک کہ مین تجھے ثمن دیدون تو ہمارے اصحاب ثلثہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک رہن ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہی پس زید نے عمرو کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اسکو رہنے دے یہان تک کہ مین تجھکو تیرا مال دیدون تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ یہ رہن ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ رہن نہین ہی ودیعت ہی اور اگر یون کہا کہ اپنے مال کے عوض اسکو رہنے دے یا کہا کہ اسکو رہن رکھ لے یہان تک کہ مین تجھے تیرا مال دیدون تو بالاتفاق رہن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم غلہ کے آتے ہین اُسنے قرضخواہ سے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے بعوض اپنے حق کے لے لے اور مجھے اپنے قبضہ کرنے کے گواہ کرا دے تو فرمایا کہ یہ ادا ہے قرض ہی اسی طرح اگر قرضدار نے کہا کہ مجھے اپنے قبضہ کرنے کے گواہ کرا دے پس قرضخواہ نے کہا کہ مجھے دیدے تاکہ مین تیرے واسطے گواہ کرا دون پس قرضدار نے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے لے اور میرے واسطے گواہ کرا دے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر قرضدار نے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے رکھ لے یہان تک کہ مین تجھے تیرا حق لا دون اور میرے واسطے ان درمون پر قبضہ کرنے کے گواہ کرا دے پس قرضخواہ نے یہ درم لے لیے تو یہ رہن ہی ادا ہے قرضہ نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کہا کہ مین نے تیرے پاس یہ دار یا یہ زمین یا یہ گانون رہن کیا اور مرہون مین کچھ تخصیص نہ کی مطلق رکھا تو عمارت و اہل ہو جائینگی۔ اور زمین کے رہن مین درخت و باغ انگور جو اُس زمین مین ہی داخل ہوگا اور طبلہ و زراعت بھی داخل ہو جائیگی یہ ینابیع مین ہی۔ اگر قرضدار نے قرضخواہ کو قرضہ ادا کیا پھر اُسکو کچھ مال دیا اور کہا کہ اسکو بطور رہن کے بعوض زیوف و ستوق درمون کے جو ادائے قرض کے درمون مین تھے لے لے تو یہ رہن بعوض اُن درمون کے جو ستوق ہون جائز ہی اور جو زیوف ہون اُنکے عوض یہ رہن جائز نہوگا اسواسطے کہ زیوف درمون کو ادائے قرضہ مین لے لینا استیفاء قرضہ ہی پس بعد استیفائے قرضہ کے رہن متصور نہین ہو سکتا ہی بخلاف ستوق کے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے کچھ دراہم قرض لیے اور قرض دینے والے کو اپنا گدھا دیا تاکہ وہ مہینہ تک جب تک قرض کے درم ادا کرے اسکو استعمال مین لاوے یا ایک دار دیا کہ تا مدت ادائے قرض دو مہینہ تک اسمین سکونت رکھے تو یہ رہن نہوگا بلکہ بمنزلہ اجارۂ فاسدہ کے ہی اگر قرض دینے والے نے اُسکو استعمال کیا تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ قفاعی نے اگر بیل و کوزون کے عوض رہن لیا تو رہن نہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال رہن دیا تاکہ راہن کو آٹھ سو (۸۰۰) دینار قرضہ دے پس فقط اُسنے تین سو (۳۰۰) دینار قرضہ دیدیے اور باقی قرضہ دینے سے انکار کیا

۴ حقوق و دعوی قرض جنس درہم کے نہین ہوتے ۲ رہن کا بیان ۳ رہن کی شرائط ۴ رہن کا واقع ہونا ۵ رہن کا لازم ہونا ۶ رہن کا ثابت ہونا ۷ رہن کا ثابت ہونا ۸ رہن کا ثابت ہونا ۹ رہن کا ثابت ہونا ۱۰ رہن کا ثابت ہونا ۱۱ رہن کا ثابت ہونا ۱۲ رہن کا ثابت ہونا ۱۳ رہن کا ثابت ہونا ۱۴ رہن کا ثابت ہونا ۱۵ رہن کا ثابت ہونا ۱۶ رہن کا ثابت ہونا ۱۷ رہن کا ثابت ہونا ۱۸ رہن کا ثابت ہونا ۱۹ رہن کا ثابت ہونا ۲۰ رہن کا ثابت ہونا ۲۱ رہن کا ثابت ہونا ۲۲ رہن کا ثابت ہونا ۲۳ رہن کا ثابت ہونا ۲۴ رہن کا ثابت ہونا ۲۵ رہن کا ثابت ہونا ۲۶ رہن کا ثابت ہونا ۲۷ رہن کا ثابت ہونا ۲۸ رہن کا ثابت ہونا ۲۹ رہن کا ثابت ہونا ۳۰ رہن کا ثابت ہونا ۳۱ رہن کا ثابت ہونا ۳۲ رہن کا ثابت ہونا ۳۳ رہن کا ثابت ہونا ۳۴ رہن کا ثابت ہونا ۳۵ رہن کا ثابت ہونا ۳۶ رہن کا ثابت ہونا ۳۷ رہن کا ثابت ہونا ۳۸ رہن کا ثابت ہونا ۳۹ رہن کا ثابت ہونا ۴۰ رہن کا ثابت ہونا ۴۱ رہن کا ثابت ہونا ۴۲ رہن کا ثابت ہونا ۴۳ رہن کا ثابت ہونا ۴۴ رہن کا ثابت ہونا ۴۵ رہن کا ثابت ہونا ۴۶ رہن کا ثابت ہونا ۴۷ رہن کا ثابت ہونا ۴۸ رہن کا ثابت ہونا ۴۹ رہن کا ثابت ہونا ۵۰ رہن کا ثابت ہونا ۵۱ رہن کا ثابت ہونا ۵۲ رہن کا ثابت ہونا ۵۳ رہن کا ثابت ہونا ۵۴ رہن کا ثابت ہونا ۵۵ رہن کا ثابت ہونا ۵۶ رہن کا ثابت ہونا ۵۷ رہن کا ثابت ہونا ۵۸ رہن کا ثابت ہونا ۵۹ رہن کا ثابت ہونا ۶۰ رہن کا ثابت ہونا ۶۱ رہن کا ثابت ہونا ۶۲ رہن کا ثابت ہونا ۶۳ رہن کا ثابت ہونا ۶۴ رہن کا ثابت ہونا ۶۵ رہن کا ثابت ہونا ۶۶ رہن کا ثابت ہونا ۶۷ رہن کا ثابت ہونا ۶۸ رہن کا ثابت ہونا ۶۹ رہن کا ثابت ہونا ۷۰ رہن کا ثابت ہونا ۷۱ رہن کا ثابت ہونا ۷۲ رہن کا ثابت ہونا ۷۳ رہن کا ثابت ہونا ۷۴ رہن کا ثابت ہونا ۷۵ رہن کا ثابت ہونا ۷۶ رہن کا ثابت ہونا ۷۷ رہن کا ثابت ہونا ۷۸ رہن کا ثابت ہونا ۷۹ رہن کا ثابت ہونا ۸۰ رہن کا ثابت ہونا ۸۱ رہن کا ثابت ہونا ۸۲ رہن کا ثابت ہونا ۸۳ رہن کا ثابت ہونا ۸۴ رہن کا ثابت ہونا ۸۵ رہن کا ثابت ہونا ۸۶ رہن کا ثابت ہونا ۸۷ رہن کا ثابت ہونا ۸۸ رہن کا ثابت ہونا ۸۹ رہن کا ثابت ہونا ۹۰ رہن کا ثابت ہونا ۹۱ رہن کا ثابت ہونا ۹۲ رہن کا ثابت ہونا ۹۳ رہن کا ثابت ہونا ۹۴ رہن کا ثابت ہونا ۹۵ رہن کا ثابت ہونا ۹۶ رہن کا ثابت ہونا ۹۷ رہن کا ثابت ہونا ۹۸ رہن کا ثابت ہونا ۹۹ رہن کا ثابت ہونا ۱۰۰ رہن کا ثابت ہونا

تو مال مذکور اسی قدر کے عوض رہن ہوگا کذا فی التقنیہ

فصل سوم - جسکے عوض رہن جائز ہوتا ہو اور جسکے عوض نہین جائز ہوتا ہو اُسکے بیان مین - جاننا چاہیے کہ رہن جبھی صحیح ہوتا ہو کہ جب قرضہ واجب ہو یا اُسکے واجب ہونے کا سبب موجود ہو جیسے اجرت واجب ہونے سے پہلے اجرت کے عوض رہن دیا تو صحیح ہو اور جو قرضہ واجب نہو اور نہ اُسکا سبب وجوب پایا جاوے جیسے[1] درک کے عوض مین دیا تو صحیح نہین ہو پھر واضح ہو کہ قرضہ واجب کا درحقیقت واجب ہونا صحت رہن کے واسطے لامحالہ شرط نہین ہو بلکہ ظاہر مین اُسکا واجب ہونا کافی ہو چنانچہ درحقیقت وہ واجب نہو اور اسکا بیان اُن چند مسائل مین جنکو امام محمدؒ نے جامع مین ذکر فرمایا ہو موجود ہو از انجملہ یہ مسئلہ ہو کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے اُس سے اس دعوے سے پانچ سو درم پر صلح کی اور دراہم صلح کے عوض اُسکو پانچ سو درم قیمت کا مال رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا پھر دونون نے راستی کے ساتھ اس امر پر اتفاق کیا کہ قرضہ کچھ نہ تھا تو مرتہن پر راہن کے واسطے مال مرہون کی قیمت پانچ سو درم واجب ہونگے - اور جاننا چاہیے کہ یہ رہن ہمارے نزدیک جائز ہو اسواسطے کہ ایسے قرضہ کے عوض رہن ہوا ہو جو از راہ ظاہر واجب تھا کیونکہ اسکا سبب پایا جاتا ہو اور بدل صلح ہمارے نزدیک واجب ہوتا ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر دونون یہ مقدمہ قاضی کے سامنے لیجاوین اور سب واقعہ بیان کرین تو قاضی مدعا علیہ کے ذمہ بدل الصلح ادا کرنا لازم کریگا اور اگر وہ ادا کرنے سے انکار کرے تو مدعی کی درخواست پر اُسکو قید کریگا پس معلوم ہوا کہ جس قرضہ کے عوض رہن واقع ہوا ہو وہ از راہ ظاہر واجب ہو اور جب رہن تلف ہوگیا تو مال مرہون تلف ہوجانے کے حکم کے موافق مرتہن اپنے قرضہ کا وصول پانے کا اقرار دیا گیا پس ایسا ہو گویا اُسنے درحقیقت ہاتھ سے اپنا قرضہ وصول کرلیا اور درحقیقت ہاتھ سے قرضہ وصول کرنے کی صورت مین اگر راستی کے ساتھ دونون باتفاق اقرار کرین کہ مال واجب نہ تھا اور دعوے درست واقع ہوا ہو تو مدعی لینے مال لینے والے پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسنے وصول کیا ہو واپس کردے پس ایسا ہی اس صورت مین بھی ہو یہ ذخیرہ مین ہو کفالت بالنفس کے عوض رہن نہین جائز ہو اور قصاص نفس بالنفس سے کہ کسی عضو کے قصاص کے عوض رہن نہین جائز ہو اور اگر جنایت خطا سے واقع ہوئی ہو تو رہن جائز ہوگا اور شفعہ کے عوض رہن نہین جائز ہو یہ کافی مین ہو اور خراج کے عوض رہن جائز ہو اسواسطے کہ خراج متکفل بالرقاب سے قرضہ ہو یہ مضمرات مین ہو اور اگر کسی عورت سے کسی قدر دراہم معین یا دینار ہائے معین پر نکاح کیا اور عورت مذکور نے اس مال معین کے عوض رہن لے لیا تو ہمارے نزدیک نہین صحیح ہو اور اگر خون سے کسی شے معین پر صلح کرلی اور اُسکے عوض رہن لیا تو نہین جائز ہو یہ ینابیع مین ہو - اور اگر کوئی داریا اور کوئی چیز کرایہ پر لی اور کرایہ کے عوض کچھ مال رہن دیا تو جائز ہو پھر اگر مستاجر کی پوری منفعت حاصل کرلینے کے بعد مال مرہون راہن کے پاس تلف ہوگیا تو وہ اجرت کا وصول پانے والا قرار دیا جائیگا اور اگر منفعت حاصل کرلینے سے پہلے رہن مذکور تلف ہوگیا ہو تو رہن باطل ہوجائیگا اور مرتہن پر واجب ہوگا کہ رہن کی قیمت واپس دے - اور اگر کسی درزی کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرا ایک کپڑا سیدے اور سلائی کردینے پر درزی مذکور سے رہن لے لیا تو جائز ہو اور اگر اسی درزی کے خود ہی سلائی کردینے پر رہن لیا تو نہین جائز ہو اسی طرح اگر اونٹ کرایہ تک کرایہ کرلیا اور اونٹ والے سے بارداری پر رہن لیا تو جائز ہو اور اگر اس شخص معین کے خود اُٹھانے یا کسی چوپایہ معین سے اُٹھانیکے عوض

عوض رہن لیا تو جائز نہین ہی۔ اور اگر ایسی چیز جسکے واسطے بار برداری وغیرہ پڑتا ہی کسی شخص سے عاریت اور عاریت دینے والے نے عاریت لینے والے سے اس شے کے واپس دینے پر رہن لیا یعنے مستعار کو بعد فراغ کے واپس کردیوے تو یہ جائز ہی اور اگر خود مستعیر ہی کے واپس کر جانے پر رہن لیا تو جائز نہین ہی اور اگر مستعار چیز ہی کے عوض رہن لیا تو نہین جائز ہی اسواسطے کہ مال مستعار امانت ہوتا ہی اور اگر نوحہ کرنے والی عورت یا گانے والی عورت کو اجرت پر مقرر کیا اور اجرت کے عوض رہن دیا تو نہین جائز ہی اور یہ باطل ہوگا اسی طرح قمار کی وجہ سے جو قرضہ ہوا اسکے عوض رہن باطل ہی یا مردار و خون کے ثمن کے عوض یا مسلمان کی طرف سے کسی مسلمان یا ذمی کے واسطے شراب کے ثمن کے عوض یا سور کے ثمن کے عوض رہن باطل ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور جس غلام نے جنایت کی ہو یا جو غلام قرضدار ہوا اسکے عوض رہن نہین صحیح ہی اسواسطے کہ وہ غلام خود اپنے مولے کے حق مین مضمون نہین ہی چنانچہ اگر ہلاک ہوجاوے تو مولے پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی شخص سے عین رہن کے عوض کوئی چیز خریدی اور ان درہمون کے عوض کچھ رہن دیا تو باطل ہوگا اسواسطے کہ دراہم متعین نہین ہوتے ہین بلکہ فقط انکے مثل ذمہ لازم آتے ہین اور رہن کی اضافت ایسے درہمون کی طرف جو ذمہ واجب ہوے ہین نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ رہن العیون مین لکھا ہی کہ اعیان کے عوض رہن دینا تین طرح پر ہی ایک یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو امانت ہین اور ایسا رہن باطل ہی دوم یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو مضمون بالغیر رہن یعنے دوسری چیز کے عوض ضمان مین ہین جیسے مبیع بائع کے قبضہ مین کہ ثمن کے عوض ضمان مین ہی اور ایسا رہن بھی نہین جائز ہی حتے کہ اگر مال مرہون تلف ہوجاوے تو بلا معاوضہ تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور یہ شیخ ابوالحسن الکرخی رح کا قول ہی اور سوم یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو اپنی ذات سے مضمون ہین جیسے غصب کیا ہوا مال عین یا ایسا مال عین جو نکاح مین مہر قرار دیا گیا یا اور اسکے مثل تو ایسے مال عین کے عوض رہن دینا صحیح ہی اور اگر رہن تلف ہوجاوے پس مرتہن کے قبضہ مین تلف ہوتو وہ مال مرہون اور مال عین ان دونون کی قیمتون مین سے جو مقدار کم ہو اُسقدر قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنا مال عین لے لیگا اور اگر مال مرہون تلف ہونے سے پہلے مال عین تلف ہوگیا تو مال مرہون بعوض قیمت کے رہن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی

فصل چہارم ۔ جسکا رہن جائز ہی اور جسکا نہین جائز ہی اسکے بیان مین۔ جس چیز کی بیع جائز ہی اسکا رہن بھی جائز ہی اور جسکی بیع نہین جائز ہی اسکا رہن نہین جائز ہی یہ تہذیب مین ہی۔ اگر کوئی زمین رہن کی اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر زمین مذکور مین سے کسی قدر زمین پر کسی مدعی نے اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر غیر معین ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا ہو تو باقی کا رہن باطل ہوجائیگا اور اگر معین ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا ہو تو باقی کا رہن جائز رہیگا اور مرتہن کو باقی کی بابت خیار حاصل نہوگا اور دوسرے مال کے رہن کردینے کے مطالبہ کا اختیار اُسکو حاصل نہوگا بلکہ جسقدر زمین باقی رہی ہی وہ پورے قرضہ کے عوض رہن رہیگی یہ محیط مین ہی۔ اگر دو شخصون نے تیسرے شخص سے جسپر ان دونون کا قرضہ آتا ہی کچھ مال رہن لیا اور وہ دونون باہم شریک ہین یا ان دونون مین شرکت نہین ہی تو یہ جائز ہی بشرطیکہ دونون نے قبول کیا ہو اور اگر ایک نے بدون دوسرے کے قبول کیا ہو تو صحیح نہین ہی اور اگر دونون مرتہنون نے قبول کیا پھر راہن نے دونون مین سے ایک کا قرضہ ادا کردیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ نصف مال مرہون واپس کرلے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دو شخصون سے جسپر اسکا قرضہ آتا ہی ایک ہی مال رہن لیا تو جائز ہی اور یہ مال مرہون پورے قرضہ کے عوض رہن

ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اپنا قرضہ پورا وصول کر لینے تک اُسکو نہ چھوڑے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر کسی شخص کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض دو غلام رہن کیے پھر اُسکو پانچ سو درم ادا کر دیے پھر اگر یہ چاہا کہ ایک غلام چھوڑا لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر رہن کرنے کے وقت یون کہا ہو کہ مین نے یہ دونون غلام تجھے رہن دیے ہر ایک ان دونون مین سے بعوض پانچ سو درم کے۔ پھر اُسکو پانچ سو درم ادا کر دیے اور چاہا کہ ایک غلام مرتہن سے چھوڑا کر اپنے قبضہ مین کرے تو کتاب الزیادات کی روایت کے موافق اُسکو یہ اختیار ہوا اور رہن کتاب الاصل کے موافق جب تک پورا قرضہ ادا نکرے تب تک یہ اختیار نہوگا۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو زیادات مین مذکور ہی وہ امام محمد رح کا قول ہی اور جو اصل مین مذکور ہی وہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہی اسی طرح اگر قرضہ دو جنس مختلف پانچ سو درم اور پانچ سو دینار رہون اور راہن نے ایک جنس خواہ دینار یا درم ادا کر دیے تو بھی اُسکو ایک غلام واپس کر لینے کا اختیار نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر ایک غلام دو شخصون کے پاس اس تفصیل سے کہ ہر ایک کے پاس نصف غلام رہن کیا تو نہین جائز ہی اور اگر دونون کے پاس مطلقاً رہن کیا (اور دونون نے قبول کیا) تو جائز ہی اور اگر ایک ہی غلام کا آدھا چھ سو درم کو اور آدھا پانچ سو درم مین رہن کیا تو نہین جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر چھپے ہوئے ہارے بدون درخت خرما کے یا درخت خرما بدون لگے ہوئے چھوہارون کے یا درخت خرما و عمارت و کھیتی بدون زمین کے یا زمین بدون ان چیزون کے رہن کی تو نہین جائز ہی اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ زمین بدون درخت خرما کے رہن کرنا جائز ہی اور اگر راہن نے رہن مین استثنا نہ کیا تو زمین کے رہن مین درخت خرما و چھوہارے لگے ہوئے اور کھیتی جمی ہوئی و عمارت داخل ہو جائیگی یہ تہذیب مین ہی۔ اور اگر درخت خرما و شجر و درختان انگور مع اُنکے جسکے کی مقدار زمین کے رہن کیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر دس قطعہ زمین رہن کیے پھر ظاہر ہوا کہ اُنمین سے ایک مکرّا وقف ہی اور دوسرا اشاع غیر مقسوم ہی تو باقی کا رہن صحیح ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دو بکریان بعوض تیس درم کے ایک بعوض دس درم کے اور دوسری بعوض بیس درم کے رہن کی اور یہ نہین نکلی کہ کون بعوض دس کے ہی اور کون بعوض بیس کے ہی تو جائز نہین ہی اسواسطے کہ بکری تلف ہو جانے کے وقت دونون مین تراع واقع ہوگا کیونکہ جب کوئی بکری تلف ہوگئی تو یہ معلوم نہوگا کہ قرضہ مین سے کسقدر اُسکے مقابلہ مین ساقط ہوا اور اگر یہان کے ساتھ تعیین کر دی ہو تو جو بکری تلف ہوگی اُسکے مقابلہ مین جسقدر تعین کیا تھا اُسقدر ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ قرضہ کے عوض حیوان مملوک کا رہن کرنا جائز ہی مگر بعضے علماء نے اسمین خلاف کیا ہی اور کہا ہی کہ حیوان تیز ہلاکت کا نشانہ ہی پس بمنزلہ اُن چیزون کے ہوا جو جلد بگڑ جاتی ہین جیسے روٹی وغیرہ جو جلد بگڑ جاتی ہین اُنکا رہن کرنا جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک وارث ان بالغ و نابالغ مین مشترک ہی اُسکو وصی اور یا والدون نے رہن کیا بعوض خراج اُنکے زمین کے جو ان سب مین مشترک ہی تو ایک ہی صفقہ کے ساتھ رہن کرنا صحیح ہی۔ ایک شخص نے اپنا دار رہن کیا اور اُسمین ایک دیوار مشترک ہی تو صحیح نہین ہی اور اگر دیوار مشترک کو مستثنے کر لیا تو صحیح ہی لیکن اگر دیوار مشترک کے ساتھ اُسکی کوئی دیوار متصل ہو تو صحیح نہوگا۔ ایک دار رہن کیا اور دیوار مین مالک دار و پڑوسیون کے درمیان مشترک ہین تو صحن و چھت مان دیوارون کا رہن جو خانہ بدون کسی کی شرکت کے ہین صحیح ہی اور دیوارہائے مشترکہ کے ساتھ چھت کا متصل ہونا صحت رہن سے مانع نہین ہی اسواسطے کہ چھت تابع ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر اپنے دار مین سے کوئی بیت معین یا کوئی مکرّا معین رہن کر کے سپرد کر دیا تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کی ملک کی چیز فروخت کر دی اور ثمن کے عوض مشتری سے کوئی مال رہن لیا اور مالک نے ان دونون عقدون کی اجازت

دیدی تو صحیح نہین ہی- اور اگر مرتہن نے کسی قرضخواہ کو کوئی مال رہن دیا تو صحیح ہی اگرچہ اُسکی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو جیسے اُسکا ودیعت دینا صحیح ہی ولیکن اُسکا حکم باقی قرضخواہون کے حق مین ظاہر و موثر نہوگا یہ قنیہ مین ہی- ایک شخص نے اپنا دار جسمین اُسکا اسباب ہی خواہ قلیل یا کثیر جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہی بدون اسباب کے رہن کیا یا بورے جسمین اُسکا اسباب ہی جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہی بدون اسباب کے رہن کیا اور سب کو مرتہن کے سپرد کر دیا تو یہ جائز نہین ہی لیکن اگر دار یا بورون کو اسباب مذکور سے خالی کرکے سپرد کرے تو جائز ہی- اور اگر اسباب دار بدون دار کے یا بورون کی متاع بدون بورون کے رہن کی اور سب سپرد کیا تو جائز ہی اور صورت اولے مین جواز رہن کے واسطے یہ حیلہ ہی کہ دار مین یا بورون مین جو متاع ہی وہ پہلے ودیعت دیدے پھر دار و بورہ جو رہن کیا ہی مرتہن کے سپرد کرے تو رہن و قبضہ دونون صحیح ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اگر ایک دار رہن کیا اور راہن و مرتہن دونون اُس دار کے اندر موجود ہین پس راہن نے کہا کہ مین نے اسکو تیرے سپرد کیا اور مرتہن نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو رہن تمام نہوگا یہانتک کہ راہن اُس دار مین سے باہر نکلکر پھر مرتہن سے کہے کہ مین نے یہ دار تیرے سپرد کیا یہ محیط سرخسی مین ہی- ایک شخص نے عمارت و دکان جو زمین سلطانی پر بنی ہوئی ہی رہن کرکے مرتہن کے سپرد کر دی اور مرتہن اُسکو اپنے قبض و تصرف مین لایا اور سالہا سال اُسکو اجارہ پر دیا اور اُسکا کرایہ لیتا رہا تو رہن صحیح نہین ہی اور مرتہن نے جو کچھ اُسکا کرایہ لیا ہی وہ اُسکو حلال نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی- اور اگر گھوڑے پر پڑی ہوئی زین یا اُسکے منہ مین دی ہوئی لگام یا اُسکے گلے مین بندھے ہوے گلوبند کی رسی رہن کی اور مرتہن کو گھوڑا معہ زین و لگام و گلوبند سپرد کر دیا تو رہن پورا نہوگا یہان تک کہ گھوڑے سے جدا کرکے مرتہن کے سپرد کرے اور اگر کسی چوپایہ پر لدان لدا ہوا ہی پس چوپایہ بدون بار کے رہن کرکے سب سپرد کیا تو رہن تمام نہوگا یہانتک کہ چوپایہ مذکور پر سے بار اتار کر مرتہن کے سپرد کرے اور اگر چوپایہ کا لدان بدون چوپایہ کے رہن کرکے سب سپرد کیا تو لدان کا رہن پورا ہو جائیگا باسطے کہ صورت اولی مین چوپایہ لدے ہوے بار مین مشغول ہی فارغ نہین ہی اور صورت ثانیہ مین لدان چوپایہ کے ساتھ مشغول نہین ہی یہ بدائع مین ہی- ایک شخص نے شوہر دار باندی رہن کی اور اُسکے شوہر سے اجازت نلی تو رہن جائز ہی اور مرتہن کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکے شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے پھر اگر وہ باندی اپنے شوہر کے وطی کرنے سے مرگئی تو ایسا ہوگا گویا آسمانی آفت سے مری ہی مگر استحسانا مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائیگا حالانکہ قیاسا ساقط نہوگا- اور اگر رہن کرنے کے وقت وہ باندی شوہر دار نہو پھر رہن کرنے کے بعد مرتہن کی اجازت سے راہن نے اُسکا نکاح کر دیا تو یہ صورت اور صورت اولے دونون یکسان ہین- اور اگر بدون اجازت مرتہن کے اُسکا نکاح کر دیا تو نکاح جائز ہوگا مگر مرتہن کو یہ اختیار ہوگا کہ اُسکے شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے اور اگر اُسکے شوہر نے اُسکے ساتھ وطی کر لی تو باندی کے ساتھ اُسکا مہر بھی رہن ہو جائیگا اور وطی کرنے سے پہلے اُسکا مہر رہن نہوگا اور اس صورت مین اگر شوہر کے وطی کرنے سے باندی مذکور مر گئی تو مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے تاوان لے یا اُسکے شوہر سے تاوان لے جیسا کہ اگر شوہر نے اُسکو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہی پھر اگر شوہر کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ باندی رہن ہی تو جو کچھ اُسنے تاوان دیا ہی وہ راہن سے واپس لیگا یہ ظہیریہ مین ہی- فتاوے عتابیہ مین ہی کہ اگر باندی کے پیٹ مین جو کچھ ہی اُسکو اناث کر دیا پھر باندی کو رہن کیا تو جائز ہی اور نقصان ولادت سے کچھ ساقط نہوگا بخلاف اسکے اگر پیٹ کا بچہ آزاد کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی تو بقدر

نقصان ساقط ہوجائیگا لیکن اگر بچہ اسکو ویران کرتا ہو تو ساقط نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک مسلمان نے کسی کافر سے شراب رہن لی پھر وہ سرکہ ہوگئی تو رہن باطل ہی اور سرکہ اُسکے ہاتھ مین امانت ہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے اُسکو لیکر مرتہن کا قرضہ ادا کرے یا چاہے قرضہ کے عوض سرکہ اُسکے پاس چھوڑدے بشرطیکہ رہن کے روز شراب کی قیمت قرضہ کے برابر ہو بخلاف اسکے اگر کافر نے کسی مسلمان کی شراب رہن لی تو یہ جائز نہین ہی اور وہ شراب مرتہن کے پاس امانت ہوگی۔ اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے شیرۂ انگور رہن لیا پھر وہ شراب ہوگیا تو مرتہن کو اُسکے سرکہ کر ڈالنے کا اختیار ہی اور وہ سرکہ اُسکے پاس رہیگا اور جسقدر کیل و وزن مین گھٹ گیا ہو اُسکے حساب سے رہن باطل ہوجائیگا اور اگر راہن کافر ہو تو وہ شراب مذکور لے لیگا اور قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہیگا اور مرتہن کو اُسکے سرکہ کر ڈالنے کا اختیار نہوگا اور اگر سرکہ کر ڈالے تو سرکہ کر ڈالنے کے روز جو کچھ اُسکی قیمت ہو اُسقدر قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنا قرضہ واپس لیگا بخلاف اسکے اگر راہن مسلمان ہو اور مرتہن نے اُسکو سرکہ کر ڈالا تو وہ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس مردار کی کھال رہن لی اور مرتہن نے اُسکی دباغت کی تو وہ رہن ہوگی اور راہن کو اختیار ہوگا کہ اُسکو لیکر مرتہن کو دباغت کی قیمت دیدے بشرطیکہ اُسنے ایسی چیز سے اُسکی دباغت کی ہو جسکی کچھ قیمت ہو اور یہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے مردار کی کھال غصب کرکے اُسکو دباغ کیا۔ اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس شراب رہن کی پھر دونون مسلمان ہوگئے تو شراب مذکور رہن نرہی پھر اگر مرتہن نے اُسکو سرکہ کر ڈالا تو وہ رہن ہوجائیگی اسی طرح اگر دونون مین سے ایک خواہ راہن یا مرتہن مسلمان ہوگیا پھر وہ سرکہ ہوگئی تو رہن جاتا رہیگی اور مجتہد فیہ مسئلہ مین سے کہ ہوجاوے اُسی کے حساب سے رہن باطل ہوجائیگا۔ اور اگر ایک کافر نے دوسرے کافر سے شراب رہن لی اور کسی مسلمان دارالحرب کے پاس اُسکو دیکھا اور اُسنے قبضہ کرلیا تو رہن جائز ہی اور جو حربی کہ امان لیکر دارالاسلام مین آیا اور رہن سے لیا ہو رہن وسیفہ مین اُسکا حکم مثل ذمی کے ہی اور اگر کوئی حربی مستامن اپنا کچھ مال کسی کے پاس بعوض ایسے قرضہ کے جو اُسپر آتا ہو رہن رکھکر دارالحرب مین لوٹ گیا پھر مسلمان اُسکی ملک پر غالب آئے اور حربی مذکور کو قید کیا تو قرضہ باطل ہوگیا اور جو مال اُسنے مرتہن کو رہن دیا تھا وہ مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کا ہوگیا یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہی اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ مال مرہون فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن سے مرتہن اپنا قرضہ پورا وصول کریگا اور جسقدر باقی رہیگا وہ اُس شخص کو دیا جائیگا جسنے حربی مذکور سے رہن کو قید کیا ہی۔ اور اگر حربی مذکور کے پاس کسی مسلمان یا ذمی کا مال بعوض ایسے قرضہ کے جو حربی مذکور کا اُس مسلمان یا ذمی پر آتا ہو رہن ہو تو وہ مال مرہون اُسکے مالک یعنی راہن کو واپس دیا جائیگا اور حربی کا قرضہ سب امامون کے نزدیک بالاتفاق باطل ہوجائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ ذمی وغیرہ کسی کی طرف سے مردار یا خون کا رہن کرنا صحیح نہین ہی یہ کافی مین ہی۔ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ کہ اگر غاصب نے مال مغصوب کو رہن کیا پھر اُسکو مالک سے خرید کیا تو روایت کیا گیا ہی کہ رہن جائز ہوجائیگا اور اگر مشتری نے مبیع مین عیب پایا اور بائع نے بعیب کے عوض اُسکو رہن دیا تو جائز نہین ہی اور اگر مشتری نے بائع کو مال عین دیا کہ مبیع کے ساتھ بائع کے پاس بعوض ثمن کے رہن رہے پس اگر یہ مال تلف ہوجاوے تو بقدر اپنے حصہ قیمت کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور راہن یا مرتہن یا دونون کے مرجانے سے رہن باطل نہین ہوتا ہی اور وارثون کے پاس مرہون بطور رہن باقی رہتا ہی کذا فی خزانۃ الفتاوی۔

فصل پنجم باپ اور وصی کے رہن کرنے کے بیان مین۔ اگر باپ نے اپنے بالغ لڑکے کا مال اُسکے قرضہ مین رہن کر دیا

تو نہین جائز ہوا اسواسطے کہ بالغ فرزند پر باپ کی ولایت نہین ہی یہ وجہ کر دی ہین ہی۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ فرزند کا مال عین بدل ایسے قرضہ کے جو اُسنے اپنے واسطے یا فرزند نابالغ کے واسطے لیا ہو رہن کیا تو جائز ہی بخلاف اسکے اگر مال عین مذکور فرزند نابالغ اور بالغ کے درمیان مشترک ہو تو یہ جائز نہین ہی جب تک کہ فرزند بالغ اُسکو تسلیم نہ کرے اور اگر مال مرہون تالف ہو جاوے تو باپ بقدر حصہ فرزند بالغ کے ضامن ہوگا اور باپ کے مرنے کے بعد اُسکے وصی کا حکم اس باب مین مثل باپ کے ہوا اور اگر باپ کا وصی نہو تو باپ کا باپ یعنی دادا کا بھی یہی حکم ہی۔ اسواسطے کہ ازراہ ولایت تصرف کرنے مین وہ باپ کا قائم مقام ہی مگر فرق یہ ہی کہ باپ کو یہ اختیار ہی کہ ایک نابالغ کا مال دوسرے کے واسطے رہن دے اور وصی کو یہ اختیار نہین ہی جیسا کہ وہ خود اپنے پاس رہن نہین لے سکتا ہی یہ بسوط مین ہی۔ اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ کی متاع کسی شخص کے پاس رہن کی پھر فرزند مذکور بالغ ہوا اور باپ مر گیا تو جب تک فرزند مذکور قرضہ ادا نکرے تب تک اُسکو متاع مرہون واپس لینے کا اختیار نہوگا اسواسطے کہ یہ تصرف رہن ایسا تصرف ہی جو فرزند مذکور کے حق مین اُسکے باپ کی طرف سے ایسی حالت مین لازم ہوا جسوقت باپ کی ولایت اُسکے اوپر قائم تھی اور اُسکا باپ اس معاملہ مین قائم مقام اس فرزند کے ہی اگر یہ فرزند بالغ نہوتے پس اگر باپ نے اُس مال کو اپنے ذاتی قرضہ مین رہن کیا ہو اور فرزند مذکور نے وہ قرضہ ادا کیا تو مقدار قرضہ کو باپ کے مال سے واپس لیگا اسی طرح اگر تمام رہن سے پہلے متاع مذکور تالف ہو گئی ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ کا مال رہن کیا تو جائز نہین ہی لیکن اگر مان ایسے شخص کی طرف سے جو اس فرزند کا ولی ہی وصی مقرر کی گئی ہو یا اُسکو رہن کی اجازت ملی ہو تو جائز ہوگا اور اگر حاکم نے فرزند مذکور کی مان کو اُسکا مال رہن کرنے کی اجازت دیدی ہو تو جائز ہی اور مرتہن کو حبس و اختصاص کا استحقاق حاصل ہوگا بیع کرنے کا استحقاق حاصل نہوگا۔ اور اگر طفل مذکور کی مان نے رہن کیا اور مرتہن کو بیع کرنے کا وکیل کیا پھر حاکم نے وکالت و بیع کی اجازت دیدی تو مرتہن مذکور حاکم کی طرف سے وکیل ہو جائیگا اور حاکم یعنے قاضی جسنے رہن کی اجازت دی تھی معزول کیا گیا اور دوسرا قاضی مقرر کیا گیا حالانکہ مرتہن مال مرہون کو فروخت کر چکا ہی پس اگر دوسرے قاضی کے نزدیک قاضی اول کا بیع کی اجازت دینا ثابت ہو تو وہ اس بیع کو نافذ کریگا اور اگر اُسکے نزدیک قاضی اول کی اجازت توکیل ثابت نہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ بیع مذکور کو رد کر دے جبکہ بیع کا رد کر دینا طفل مذکور کے حق مین بہتر ہو یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ اگر باپ کا یا اُسکے نابالغ فرزند کا یا اُسکے غلام ماذون التجارۃ کا جسپر قرضہ نہین ہی اُسکے کسی دوسرے نابالغ فرزند پر قرضہ آتا ہو پس باپ نے قرضدار فرزند کی کچھ متاع اس قرضہ کے عوض اپنے پاس یا دوسرے اپنے طفل قرضخواہ کے پاس یا اپنے غلام ماذون کے پاس رہن کی تو جائز ہی یہ تبیین مین ہی۔ باپ کو جائز ہی کہ اپنا مال اپنے طفل نابالغ کے پاس بعوض ایسے قرضہ کے جو فرزند مذکور کا اُسپر آتا ہی رہن کر دے اور اس مال کو اپنے فرزند مذکور کے واسطے اپنے قبضہ مین رکھیگا اور وصی کے واسطے ایسا کرنا نہین جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر وصی نے یتیم کا کوئی خادم اپنے قرضہ کے عوض اپنے پاس رہن کر لیا یا اپنا خادم یتیم کے قرضہ کے عوض یتیم کے پاس رہن کیا تو جائز نہین ہی اسی طرح اگر یتیم نے خود رہن رکھ لیا تو بھی جائز نہین ہی لیکن اگر یتیم کا وصی اُسکے اس معاملہ کی اجازت دیدے تو عقد رہن جائز ہو جائیگا جیسے یتیم کے خرید فروخت کرنے مین حکم ہی۔ اسی طرح اگر دو وصی ہون اور ایک نے ایسا کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی الا اُس صورت مین کہ دوسرا وصی بھی اجازت دیدے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی۔ اور اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے طفل نابالغ کے پاس یا اپنے غلام تاجر کے پاس جسپر قرضہ نہین ہی

رہن کیا تو مثل اپنے پاس رہن کر لینے کے نہین جائز ہی - اور اگر اپنے بالغ بیٹے یا بالغ بیٹے کے بیٹے یا اپنے مکاتب یا غلام تاجر کے پاس جسپر قرضہ ہی رہن کیا تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر وصی نے یتیم کے کھانے کپڑے کی بابت قرضہ کر لیا اور اس قرضہ کے عوض یتیم کا کچھ مال رہن کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر اُسنے یتیم کے واسطے تجارت کی اور معاملہ تجارت مین رہن کیا یا رہن لیا تو جائز ہی یہ کافی مین ہی - اگر وصی نے دارثون کے واسطے قرضہ لیا اور اُنکا مال عین رہن کیا تو وہ حال سے خالی نہین یا تو اُنکے نفقہ و حوائج و خراج وغیرہ کسی نوائب کے واسطے قرضہ لیا ہی یا اُنکے مملوکون (یعنی جو قرض لے) و چوپاون کے نفقہ کے واسطے لیا اور بہرصورت اس سے خالی نہین کہ یا تو وارث سب بالغ ہونگے یا نابالغ ہونگے یا بالغ و نابالغ دونون ہونگے پس اگر وارث بالغ ہون خواہ غائب ہون یا حاضر ہون اور وصی نے اُنکے نفقہ کے واسطے قرضہ لیکر رہن کیا تو نہین جائز ہی اور اگر وارث نابالغ ہون تو جائز ہی اور اگر بالغ و نابالغ دونون ہون تو فقط نابالغون کے حق مین (ادھار لیا) اُسکا قرضہ لینا و رہن کرنا جائز ہی بالغون کے حق مین نہین جائز ہی بخلاف اسکے اگر مال منقول کو ترکہ مین سے وصی نے فروخت کیا تو سب کے حق مین روا ہوگا - اور اگر اُسنے دارثون کے مملوکون و چوپاون کے نفقہ کے واسطے قرضہ لیا پس اگر سب وارث بالغ ہون اور حاضر ہون تو وصی کا قرضہ لینا اور اُنکا مال عین رہن دینا جائز نہوگا اور اگر غائب ہون تو جائز ہوگا اور اگر بعضے حاضر ہون اور بعضے غائب ہون یا وارثون مین صغیر و کبیر حاضر ہون تو امام اعظم رح کے نزدیک قرضہ جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک فقط بالغان غائب اور نابالغون کے سوائے قرضہ لینا باقیون کے حق مین نہین جائز ہی اور اُسکا رہن کرنا سب کے حق مین جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر میت پر قرضہ ہو اور اُسکے وصی نے اُسکے ترکہ مین سے کچھ مال عین اُسکے کسی قرضخواہ کے پاس رہن کیا تو جائز نہین ہی اور باقی قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ اُسکو رد کر دین اور اگر وصی نے اُنکے رد کر دینے سے پہلے (یعنی باقی سب کا) قرضہ ادا کر دیا تو رہن جائز ہوگا - اور اگر میت کا ایک کے سوائے دوسرا قرضخواہ نہو تو رہن مذکور جائز ہوگا اور اُسکے قرضہ مین فروخت کر سکتا ہی - اور اگر وصی نے کسی شخص سے جسپر میت کا قرضہ آتا ہی رہن لیا تو جائز ہی - اسی طرح اگر میت نے خود ہی اُس قرضدار سے رہن لیا ہو تو اُسکا وصی اس مرہون کے روک رکھنے مین اُسکا قائم مقام ہوگا لیکن وصی اس مال کو بدون راہن کے فروخت نہین کر سکتا ہی اور وصی کو اختیار ہی کہ میت پر جو قرضہ ہی اُسکے عوض رہن دیدے اسواسطے کہ جو مال میت کے حوائج مین سے ہین اُنمین وصی اُسکا قائم مقام ہی اور قرضہ کا ادا کرنا اُسکے حوائج مین سے ہی پس وصی ادائے قرضہ میت کا اختیار رکھتا ہی پس اسی طرح اُسکے عوض رہن دینے کا بھی اختیار رکھتا ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر راہن مر گیا تو اُسکا وصی مال مرہون کو فروخت کر کے مرتہن کا قرضہ ادا کریگا اور اگر اُسکا کوئی وصی نہو تو قاضی اُسکی طرف سے وصی مقرر کریگا اور اُسکو حکم دیگا کہ مرہون کو فروخت کر کے یہ سرانجام مین ہی - اگر میت کے وارث بالغ نے متاع میت مین سے کوئی چیز رہن کر دی حالانکہ میت پر قرضہ ہی اور اس وارث کے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی پس اگر قرضخواہ نے نالش کی تو قاضی اس رہن کو باطل کر دیگا اور مال مرہون اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر وارث مذکور نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو رہن جائز ہوگا اور اگر میت پر قرضہ نہو اور وارث بالغ نے میت کی متاع مین سے کوئی مال عین ایسے قرضہ کے عوض جسکو لیکر اُسنے اپنی ذات پر خرچ کیا ہی رہن کیا یا یہ وارث نابالغ ہو کہ اُسکے وصی نے ایسا کیا پھر ایک ایسا اسباب جسکو میت نے اپنی حیات مین فروخت کیا تھا بسبب عیب کے انکو واپس دیا گیا اور وہ انکے پاس تلف ہو گیا اور مشتری کا ثمن مال میت پر قرضہ ہو گیا اور میت کا مال کچھ نہین ہی سوائے اُس مال کے جو نفقہ کے عوض رہن رکھا گیا ہی تو وہ رہن جائز رہیگا

اسواسطے کہ جسوقت مرتہن کو مال مرہون سپرد کیا گیا ہی اُسوقت مال میت پر قرضہ نہ تھا اور یہ مال مرہون وارث کے ملک غیر کے حق سے فارغ تھا پس اُسمین مرتہن کا حق لازم ہوجائیگا پھر قرضہ کا لحوق اسکے بعد بوجہ عیب کے اسباب فوقت کے واپس دیے جانے کے ہوا ہی پس یہ امر حق مرتہن کو باطل نکریگا اور یہ بخلاف اُس صورت کے ہی کہ جب میت کے فوقت کیے ہوے غلام پر استحقاق ثابت کیا گیا یا وہ آزاد ثابت ہوا اسلیے کہ اس صورت مین رہن باطل ہوجائیگا کیونکہ یہ امر ظاہر ہوا کہ جسوقت وارث نے ترکہ مین سے مال عین کو رہن کیا ہی اُسوقت میت پر قرضہ تھا اسواسطے کہ آزاد عقد بیع کی تحت مین داخل ہی نہین ہوتا ہی اور نہ اُسکا ثمن مملوک ہوتا ہی اور استحقاق ثابت ہونے سے جڑسے عقد بیع باطل ہوجاتا ہی لیکن راہن اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا تاکہ اُسکو میت کے قرضہ مین ادا کرے خواہ راہن وصی ہو یا وارث ہو اسواسطے کہ جب میت پر ایسا قرضہ لاحق ہوا کہ اُسکا ادا کرنا ترکہ میت سے واجب ہی اور وارث نے اپنے تصرف سے اس سے بازرکھا تو تلف کردینے والے کے حکم مین ٹھہرایا گیا پس اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور وصی کی صورت مین بھی یہی بات ہی لیکن وصی اس مال ضمان کو میت کے ترکہ سے واپس لیگا علے ہذا اگر میت نے اپنی باندی کا نکاح کردیا اور اُسکا مہر لے لیا پھر اُسکے مرنے کے بعد وارث نے اُس باندی کو اُسکے شوہر کے دخول کرنے سے پہلے آزاد کردیا اور باندی مذکور نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنے شوہر مذکور کے ساتھ اُسکے نکاح مین رہنا نچاہا اور شوہر کا مہر میت کے ترکہ مین قرضہ ہوگیا تو بھی رہن وارث جائز ہوگا اور وارث اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر میت نے اپنی حیات مین راستہ مین کنوان کھودا ہو پھر اُسکے مرنے کے بعد اُسمین کوئی شخص تلف ہوگیا حتے کہ اُسکی ضمان میت کے مال پر قرضہ ہوئی۔ تو وارث کا جو تصرف ترکہ کے مال مین پورا ہوگیا ہی اس سے باطل نہوگا لیکن وارث اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے مال عین متروکہ مین اپنے تصرف سے غیر کا حق باطل کردیا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر وصی نے مال یتیم ایسے قرضہ کے عوض جو اُسنے یتیم کے واسطے لیا ہی رہن کیا اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کیا پھر وصی نے یتیم کی حاجت کے واسطے اُس مال مرہون کو مرتہن سے مستعار لیا اور وہ وصی کے پاس ضائع ہوگیا تو وہ رہن سے باہر ہوگیا اور یتیم کا مال گیا پس جبکہ مرہون مذکور تلف ہوجانے سے قرضہ ساقط نہوا تو مرتہن اپنا قرضہ وصی سے لے لیگا جیسا کہ رہن کرنے سے پہلے لے سکتا تھا پھر وصی اسقدر مال یتیم سے لیگا اور اگر اُس مرہون کو وصی نے اپنی حاجت کے واسطے مستعار لیا ہو تو یتیم کے واسطے اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر وصی نے یتیم کا مال رہن کیا پھر اُسکو غصب کرکے اپنی ضرورت کے کام مین لایا یہان تک کہ مرہون مذکور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو وصی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر اُسکی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو اگر میعاد آگئی ہو تو اُسکی قیمت سے قرضہ ادا کردیگا اور باقی یتیم کی ہوگی اور اگر قیمت بہ نسبت قرضہ کے کم ہو تو بقدر قیمت کے قرضہ ادا کریگا اور جسقدر باقی رہا وہ یتیم سے لیکر ادا کریگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ کے برابر ہو تو مرتہن کو ادا کردے اور یتیم سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر قرضہ کی میعاد نہ آئی ہو تو یہ قیمت رہن رہیگی اسواسطے کہ وہ مال مرہون کے قائم مقام ہی پھر جب میعاد آویگی تو اُسکا حکم الی التفصیل سے ہوگا جو ہمنے بیان کردی ہی۔ اور اگر وصی نے اُسکو غصب کرکے یتیم کی ضرورت مین استعمال کیا یہان تک کہ اُسکے پاس وہ تلف ہوگیا تو مرتہن کے حق کے واسطے اُسکا ضامن ہوگا اور یتیم کے حق کے واسطے ضامن نہوگا پس اگر قرضہ کی میعاد آگئی ہو تو مرتہن اُس سے قرضہ لیگا اور وصی اسقدر یتیم سے واپس لیگا اور اگر میعاد نہ آئی ہو تو مال ضمان مرتہن کے پاس رہن رہیگا پھر جب میعاد آویگی تو مرتہن اُس سے اپنا قرضہ لے لیگا پھر وصی اسقدر مال یتیم سے لیگا یہ کافی مین ہی۔

دوسرا باب - ایسے رہن کے بیان مین جسمین کسی عادل کے پاس رکھے جانے کی شرط ہو - امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کوئی مال رہن لیا اور راہن نے اُسکو اس شرط سے سپرد کیا کہ ہم دونون اسکو کسی شخص ثالث عادل کے پاس رکھین اور عادل نے اسکو منظور کر لیا اور رہن مذکور پر قبضہ کر لیا تو رہن پورا ہو جائیگا حتے کہ اگر وہ مال مرہون عادل کے پاس تلف ہو جاوے تو مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اس حکم کے حق مین عادل مذکور مرتہن کا نائب ہے اور حق ضمان مین راہن کا نائب ہے حتے کہ اگر مال مرہون مذکور پر عادل کے پاس کوئی شخص استحقاق ثابت کر کے عادل سے اُسکا تاوان لے تو عادل اس مال ضمان کو راہن سے واپس لیگا نہ مرتہن سے یہ محیط مین ہے - اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ مرتہن اُسپر قبضہ کر کے پھر دونون نے اُسکو عادل کے پاس رکھ دیا تو جائز ہے - اسواسطے کہ جب عادل ابتدا مین مرتہن کا قائم مقام ہو سکتا ہے تو حالت بقا مین بھی ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور عادل کو یہ اختیار نہین ہے کہ قرضہ ساقط ہونے سے پہلے مال مرہون راہن کو دیدے الا اُس صورت مین کہ مرتہن راضی ہو - اور اگر اُسنے مال مرہون کو راہن و مرتہن دونون مین سے کسی ایک کو بدون رضامندی دوسرے کے دیدیا تو دوسرے کو اختیار رہیگا کہ اُس سے واپس کر کے پھر عادل مذکور کے پاس رکھا دے اور اگر واپس کرانے سے پہلے مال مرہون تلف ہو گیا تو عادل اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پھر اگر عادل نے چاہا کہ اُسکی قیمت کو اپنے پاس بطور رہن رہنے دے تو اس امر پر قادر نہوگا اسواسطے کہ قیمت اُسکے ذمہ قرضہ واجب ہوئی ہے سو اگر تم اُس قیمت کو رہن قرار دین تو ایک ہی شخص قاضی و مقتضے علیہ ہوا جاتا ہے پھر اسکے بعد یا تو راہن و مرتہن دونون اتفاق کرینگے کہ اس قیمت کو عادل مذکور سے وصول کر کے دونون اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھینگے یا دونون مین سے کوئی اس معاملہ کو قاضی کے سامنے پیش کریگا تا کہ قاضی قیمت کو لیکر اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھیگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی رحمہ نے ذکر کیا کہ اگر عادل نے عمداً مال مرہون دونون مین سے کسی ایک کو دیا ہو تو قیمت اُس سے لیکر دوسرے عادل کے پاس رکھی جائیگی اور اگر اُسنے دینے مین خطا کی ہو اور ایسا شخص ہو کہ جس سے ایسی خطا ہو سکتی ہو تو اُس سے قیمت لیکر پھر اُسی کے پاس رکھی جاویگی بشرطیکہ اُس سے کوئی خیانت ثابت نہوئی ہو اور اپنے حال پر عادل باقی رہا ہو یہ محیط مین ہے - پھر اگر قیمت مذکور عادل مذکور کے پاس رکھی گئی اور راہن نے قرضہ مرتہن ادا کر دیا تو دیکھا جائیگا اگر عادل نے ضمان قیمت اسوجہ سے دی ہو کہ اُسنے مرہون کو راہن کے حوالہ کیا تھا تو قیمت مذکور عادل مذکور کے پاس مسلم دیدی جاویگی کہ وہ اپنی قیمت خود لے لے اور اگر عادل اسوجہ سے ضامن ہوا ہو کہ اُسنے مرہون کو مرتہن کو دیدیا تھا تو راہن کو اختیار ہوگا کہ اُس سے یہ قیمت لے لے پھر اسکے بعد آیا عادل اس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لے سکتا ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر عادل نے یہ مال مرہون مرتہن کو بطور عاریت یا ودیعت دیا ہو اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر مرتہن نے خود تلف کر دیا ہو تو واپس لے سکتا ہے سو جسے کہ عادل مذکور ادا ے ضمان سے اُسکا مالک ہو لیا اور یہ ظاہر ہوا کہ اُسنے اپنا مملوک مال عاریت یا ودیعت دیا تھا پس اگر اُسکے پاس خود تلف ہو گیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر تلف کر دیا ہو تو ضامن ہوگا - اور اگر عادل نے اُسکو مرتہن کو بطور رہن دیا ہو یعنے مرتہن سے مثلاً کہا کہ یہ تیرا رہن ہے تو اسکو اپنے حق کے عوض لے اور اپنے قرضہ کے عوض رہنے دے تو ایسی صورت مین عادل اس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لیگا خواہ وہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو یا اُسنے خود تلف کر دیا ہو کیونکہ عادل نے اُسکو ایسی وجہ پر دیا تھا جس سے ضمان واجب ہوتی ہے یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر دونون نے مال مرہون ایک عادل کے قبضہ مین رکھا اور دونون نے اُسکو مرہون

مذکور کی بیع کردینے پر مختار کردیا یا عادل مذکور کے سوائے دوسرے کو اُسکی بیع کا مختار کردیا یا راہن نے خود مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا مختار کردیا تو یہ سب جائز ہی اور جسکو مختار کیا ہی اُسکے معزول کرنے کا دونوں میں سے ایک خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو اختیار نہیں رکھتا ہی اور جب اُسنے فروخت کیا تو اسکا ثمن رہن رہیگا اور اگر مرتہن نے راہن کو اُسکے فروخت کا مختار کیا تو بھی جائز ہی یہ خزانۃ الاکمل میں ہی۔ اور اگر عادل نے مال مرہون کو اپنے فرزند یا زوجہ کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ نہیں جائز ہی لیکن اگر راہن و مرتہن جائز کردے تو جائز ہو جائیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر اسقدر خسارہ سے فروخت کیا ہو کہ جتنا خسارہ لوگ اپنے اندازہ کرنے میں برداشت کر جاتے ہیں تو جائز ہی۔ اور اگر ایسی بیع کی راہن یا مرتہن فقط ایک نے اجازت دی تو جائز نہوگی یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر راہن نے عادل اختیار دادہ شدہ کو بدون رضائے مرتہن کے معزول کرنا چاہا پس اگر بیع کرنے کا اختیار عقد رہن میں مشروط ہو تو بالاتفاق راہن کو معزول کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر عقد رہن میں مشروط نہو تو بھی بعضے مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہی شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہی صحیح ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر فرمایا کہ ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکو معزول کرنے کا اختیار ہی اور امام ابو یوسف رح کی روایت میں اختیار نہیں ہی یہ ضمرات میں ہی۔ اور اگر راہن و مرتہن دونوں نے عادل کو مال مرہون کی بیع کے اختیار سے معزول کرکے دوسرے کو اُسکی بیع پر قادر کردیا کسی کو قادر نکیا تو عادل مذکور اس اختیار سے معزول ہو جائیگا بشرطیکہ عادل مذکور اس معزولی سے آگاہ ہو جاوے۔ اور اگر آگاہ نہوا تو وہ اپنی وکالت و اختیار پر باقی رہیگا یہ مبسوط میں ہی۔ اور عادل کو مال مرہون فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہوتا ہی الا اُسی صورت میں کہ عقد رہن میں یہ امر مشروط ہو یا بعد تمام ہونے عقد رہن کے یہ اختیار دیا جاوے پس جب حالت اختیار کے موافق اُسنے فروخت کیا تو ثمن اُسکے پاس رہن ہوگا اور اگر ثمن اُسکے پاس تلف ہو گیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا جیسا کہ مرتہن کے پاس تلف ہونے سے ساقط ہوتا ہی اسی طرح اگر ثمن بوجہ تلف ہوا کہ مشتری پر ڈوب گیا یعنے وصول نہو سکا تو بھی یہ تباہی مرتہن کے ذمہ ہوگی کیونکہ ثمن قائم مقام عین تھا اور رہن جسوقت تمام ہو جاوے اُسکے بعد تباہی جسکے قبضہ میں ہو وہ مرتہن کے ذمہ قرار دیجاتی ہی۔ اور اگر عادل نے بیع کرنے سے انکار کیا پس اگر بیع کرنا عقد رہن میں مشروط ہو تو عادل مذکور پر جبر کیا جائیگا اور اگر رہن پورا ہونے کے بعد یہ امر قرار دیا گیا ہو تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ جبر کیا جائیگا اور اسی کو بعضے مشائخ رح نے اختیار کیا ہی کذا فی الوجیز للکردری اور یہی صحیح ہی کذا فی محیط السرخسی اور بعض نے فرمایا کہ جبر نکیا جائیگا اور اسی کو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اختیار کیا ہی۔ اور جبر کی تفسیر یہ ہی کہ عادل چند روز قید کیا جاوے پس اگر اسنے اصرار کیا یعنے نمانا تو راہن پر جبر کیا جاوے کہ وہ بیع کردے اور اگر اُسنے انکار کیا تو قاضی خود فروخت کردیگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ صاحبین رح کا قول ہی بنا بریں کہ اُنکے نزدیک قیاس ہی کہ جب مدیون اپنا مال فروخت کرکے قرضہ ادا کرنے سے انکار کرے تو حاکم فروخت کردیتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب کا قول ہی اور یہی صحیح ہی یہ وجیز کردری میں ہی۔ پھر جب راہن بیع کے واسطے مجبور کیا گیا اور اُسنے بیع کردی تو یہ بیع اس جبر کی وجہ سے فاسد نہوگی اسواسطے کہ جبر کرنا ادائے قرضہ پر واقع ہوا ہی کہ جس طریقہ سے چاہے قرضہ ادا کرے حتے کہ اگر اُسنے بغیر اسکے دوسرے طریقہ سے ادا کیا تو صحیح ہوگا اور یہ بیع تو اُسکے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہی یہ تبیین میں ہی۔ درمیانی عادل مرتد ہو گیا پھر اُسنے رہن کو فروخت کیا پھر اپنی حالت ردت میں قتل کیا گیا تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور اگر عادل مذکور مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا گیا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا تو وہ اپنی وکالت پر رہیگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم استحسان ہی

کہ قاضی کی طرف سے اُسکے دارالحرب مین جانے کا حکم جاری ہونے سے پہلے لوٹ آیا ہو اور اگر ایسا حکم ہونے کے بعد واپس آیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک پھر وکیل نہو جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک ہو جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق وکیل ہو جائیگا اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر راہن و مرتہن دونون مرتد ہو گئے اور دارالحرب مین جاملے یا روت پر قتل کیے گئے پھر عادل نے مال مرہون کو فروخت کیا تو اُسکی بیع جائز ہو گی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر راہن و مرتہن دونون یا ایک مرگیا تو عادل کو مال مرہون اپنے پاس محبوس رکھنے والے کے بیع کرنے کا اختیار ہے باقی رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر راہن مرگیا تو عادل کا مال مرہون فروخت کر دینے کا اختیار باطل نہو گا بشرطیکہ یہ اختیار عقد رہن مین مشروط ہو اور اگر مشروط نہو تو بھی بقصے مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جو عادل عقد رہن کے ساتھ بیع کا وکیل ہوا اُسکا حکم یہ مفرد کے وکیل سے چار باتون مین اختلاف رکھتا ہے۔ ایک یہ ہے کہ عادل اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے دوسرے یہ کہ فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا باتفاق یا باختلاف تیسرے یہ کہ راہن کے معزول کرنے سے معزول ہو گا باتفاق یا باختلاف چوتھے راہن کے مرنے سے معزول نہو گا باتفاق یا باختلاف۔ اور بیع مفرد کے وکیل کے واسطے یہ احکام ثابت نہین ہین اور ان احکام کے سوائے باقی احکام مین عادل اور وکیل بیع مفرد دونون یکسان ہین یہ ذخیرہ مین ہے اور عادل کے مرجانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے خواہ عقد رہن مین وہ مشروط ہو یا عقد کے بعد ہوا اور عادل کا وارث یا اُسکا وصی اُسکے قائم مقام نہو گا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر عادل کے سوائے دوسرا شخص مال مرہون فروخت کرنے پر قادر کیا گیا ہو اور وہ مرگیا تو وکالت باطل ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور وکیل کو اختیار ہو گا کہ راہن کے مرنے کے بعد بدون حاضری اُسکے وارثون کے مال مرہون فروخت کرے جیسا کہ راہن کی زندگی مین بدون حاضری راہن کے فروخت کر سکتا تھا یہ کافی مین ہے۔ جو عادل کہ مال مرہون کے فروخت پر مختار کیا گیا ہو اگر اُسنے بعض مرہون کو فروخت کیا تو باقی کا رہن باطل ہو جائیگا یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر عادل نے مرہون فروخت کرنے کے واسطے اپنی طرف سے وکیل کر دیا پس اگر اُسنے عادل کے سامنے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اُسکے پیٹھ پیچھے فروخت کیا تو جائز نہین ہے الا اُس صورت مین کہ وہ بیع کی اجازت دیدے اور اگر عادل نے مقدار ثمن مقرر کر دی ہو اور وکیل نے اسی قدر دامون کو فروخت کیا تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ اور اگر عادل دو آدمی ہون اور دونون مرہون فروخت کرنے کے مجاز کیے گئے ہون پھر دونون مین سے ایک نے اُسکو فروخت کیا تو جائز نہین ہے سوائے کہ بیع مین رائے کی حاجت ہو اور ایک کی رائے مثل دو کی رائے کے نہین ہوتی ہے پھر اگر دوسرے نے بھی اس بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہو جائیگی اسی طرح اگر راہن و مرتہن نے اس بیع کی اجازت دیدی تو بھی جائز ہو جائیگی چنانچہ اگر کسی فضولی نے مال مرہون فروخت کیا اور راہن و مرتہن نے اجازت دیدی تو جائز ہو جاتی ہے اور اگر فقط راہن یا فقط مرتہن نے اجازت دیدی تو بیع جائز نہو گی اسی طرح اگر کسی اجنبی نے فروخت کیا اور دونون مین سے فقط ایک نے اجازت دی تو بیع جائز نہو گی اور اگر دونون نے اُس بیع کی اجازت دی مگر عادل نے انکار کیا تو بیع جائز ہو جائیگی سوائے کہ حق انھین دونون کا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا قرضہ کے عوض کچھ مال عین رہن دیا اور دونون نے ایک عادل کو مختار کیا کہ میعاد آجانے پر اُسکو فروخت کرے پھر عادل نے مرہون پر قبضہ نکیا یہان تک کہ میعاد آگئی تو رہن باطل ہے اور بیع کے واسطے وکالت باقی نہین رہیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دار رہن لیا اور راہن نے ایک شخص کو اُسکو فروخت کرنے

اور اُسکا ثمن مرتہن کو دینے پر قادر کر دیا مگر مرتہن نے اُس دار پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اداے قرضہ کی میعاد آگئی تو وہ رہن نہوگا اور عادل نے اگر اُس دار کو فروخت کیا تو بیع بوجہ وکالت کے جائز ہوگی نہ بوجہ رہن کے اور یہی حکم حصہ دار و خادم میں ہی اور جب عادل نے اُسکو فروخت کیا تو اُسکا ثمن راہن کو دیگا نہ مرتہن کو۔ اور اگر عادل نے مرتہن کو دیا تو ضامن نہوگا۔ اور اگر راہن نے اُسکو سامے منع کر دیا تو پھر اُسکی بیع جائز نہوگی اسی طرح اگر راہن مرگیا تو اُسکے مرنے کے بعد عادل کو اُسکے فروخت کرنے کا اختیار نہوگا اور مرتہن اس مال مرہون کے حق میں مثل اور قرضخواہوں کے ہوگا۔ اور اگر غلام مرہون کو کسی غلام نے قتل کیا اور قتل کے جرم میں قاتل نہ کور دیدیا گیا یا اُسکی آنکھ پھوڑ دی اور اس جرم میں غلام مجرم دیدیا گیا تو عادل اس غلام مدفوع کی بیع کا بھی مختار ہوگا یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر عادل مرہون کی بیع کا مطلقاً مختار کیا گیا تو اُسکو اختیار ہی کہ نقد و دینار وغیرہ جس جنس کے عوض چاہے فروخت کرے اور جسقدر کے عوض چاہے خواہ اُسکی قیمت کے مساوی ہو یا ایسا کم ہو کہ لوگ اندازہ کرنے میں اتنا خسارہ اُٹھا جاتے ہیں فروخت کرے اور چاہے نقد یا اُدھار فروخت کرے۔ یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہی اور اگر ایسے مال کے عوض جسکے واسطے بیع سلم ہوئی ہی یعنے مسلم فیہ کے عوض رہن دیا اور اُسکو مرہون کی بیع کے واسطے مختار کر دیا کہ بمیعاد آنے پر فروخت کرے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو اختیار ہوگا چاہے مسلم فیہ کی جنس کے عوض یا دوسری جنس کے عوض فروخت کرے (یعنے مسلم فیہ اور اُسکی جنس کی بمیعاد) اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک اُسکو یہ اختیار نہیں ہی کہ مطلقاً بیع کی صورت میں ایسے خسارہ سے فروخت کرے جتنا خسارہ (اصلاف اور اندازہ کرنے والے) دیکر لیتے ہیں لوگ برداشت کر جاتے ہیں اور نہ اُدھار فروخت کر سکتا ہی اور نہ سوائے درم و دینار کے دوسری جنس کے عوض فروخت کر سکتا ہی لیکن صاحبین رح نے بیع سلم کی صورت میں جنس مسلم فیہ کے عوض بیچنا جائز رکھا ہی۔ اور اگر راہن نے اُسکو اُدھار بیچنے سے منع کیا پس اگر رہن کے وقت منع کیا ہو تو اُسکو اُدھار بیچنے کا اختیار نہوگا اور اگر عقد رہن کے بعد منع کیا ہو تو منع کرنا صحیح نہوگا یہ بدائع میں ہی۔ اور اگر عادل نے اُدھار بیچا تو اصل میں فرمایا کہ جائز ہی اور اسمیں کوئی تفصیل اور کچھ اختلاف ذکر نہیں کیا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی صورت میں ہی کہ اُسنے اتنی مدت کے اُدھار پر فروخت کیا جو لوگوں میں معہود ہی اور اگر غیر معہود میعاد پر مثلاً دس برس کے اُدھار پر یا اسکے مثل کسی مدت کے اُدھار پر فروخت کیا تو صاحبین رح کے نزدیک جائز نہونا چاہیے اور قاضی امام ابو علی نسفی نے فرمایا کہ اگر راہن کی طرف سے کوئی ایسا امر مقدم ہو چکا ہو جو اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ نقد فروخت کرے مثلاً راہن نے اُس سے کہا ہو کہ مرتہن مجھے تنگ کرتا ہی اور مطالبہ کرتا ہی پس تو اُسکو فروخت کر دے تاکہ میں اُس سے نجات پاؤں پھر عادل نے اُسکو اُدھار فروخت کیا تو یہ جائز ہی بمنزلہ ایسی صورت کے کہ کہا کہ میرا غلام فروخت کر دے کہ مجھے نفقہ کی ضرورت ہی اور اگر مال مرہون مرتہن کے قبضہ میں ہو اور وہ بیمانی کوئی عادل نہو اور راہن نے مرتہن کو اُسکو فروخت کر کے اپنا قرضہ وصول کر لینے کا اختیار دیدیا پس اُسنے اُدھار فروخت کیا تو بیع جائز ہی چاہے نقد فروخت کرے یا اُدھار یہ محیط میں ہی۔ اگر عقد رہن میں مال مرہون کسی عادل کے پاس رکھا گیا ہو اور عادل کو اختیار دیا گیا کہ اسکو فروخت کر کے اسکے ثمن سے قرضہ ادا کر دے پس عادل نے اُسکو بعوض درموں کے فروخت کیا حالانکہ قرضہ دینار تھا یا اسکے برعکس یعنے قرضہ درم تھا اور عادل نے دیناروں کے عوض اُسکو فروخت کیا تو عادل کو اختیار ہوگا کہ ثمن سے جنس قرضہ بطور بیع صرف کے بدل کر لے اسی طرح اگر اُسنے درموں کے عوض فروخت کیا اور قرضہ گیہوں میں تو اُسکو اختیار رہوگا کہ درموں کے عوض گیہوں خرید کر کے قرضہ ادا کر دے یہ ظہیریہ میں ہی۔ اگر عادل نے مرہون کو فروخت کیا اور کہا کہ بیع نے (نوے) درم کو فروخت کیا ہی اور قرضہ سو درم ہی پھر مرتہن نے اسکا اقرار کیا تو راہن سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے

اقرار کیا کہ عادل نے فروخت کیا ہی مگر نوّے سے زیادہ درہمون کے عوض فروخت کرنے کا دعوے کیا تو مقدار ثمن مین عادل و مرتہن کا قول قبول ہوگا اور راہن مدعی کے گواہ - اور اگر راہن نے بیع کا اقرار نکیا اور کہا کہ مال مرہون عادل کے پاس امانت ہوگیا ہی پس اگر اُسکی قیمت قرضہ کی مقدار کے برابر ہو تو قول راہن کا قبول ہوگا - اور اگر راہن نے بیع کا اقرار کیا مگر کہا کہ عادل نے اُسکو سو درہم کے عوض بیچا ہی اور عادل نے کہا کہ مین نے نوّے درہم کو بیچا ہی اور مرتہن نے کہا کہ تو نے اُسکو اسی درہم کو بیچا ہی حالانکہ بائع و مشتری کا باہمی قبضہ ہوچکا ہو تو مرتہن کا قول قبول ہوگا اور وہ راہن سے بیس درہم لے لیگا اور گواہون مین سے گواہ راہن کے قبول ہونگے اور اگر عادل نے اس امر کے گواہ دیے کہ مین نے مرہون بعوض نوّے درہم کے فروخت کرکے ثمن مرتہن کو دیدیا ہی اور راہن نے کہا کہ تو نے اُسکو فروخت نہین کیا ہی اور گواہ دیے کہ عادل نے اُسکو فروخت نہین کیا ہی اور وہ عادل کے پاس فروخت کرنے سے پہلے تلف ہوگیا ہی تو اس امر پر راہن کے گواہ مقبول نہونگے یہ مبسوط مین ہی - اور اگر عادل اس شرط سے مرہون کی بیع پر مختار کیا گیا ہو کہ جب فلان وقت آوے تو عادل اُسکو بیچ لے پھر مرتہن نے دعوے کیا کہ میعاد ماہ رمضان تک تھی اور اب رمضان آگیا ہی اور راہن نے کہا کہ میعاد کا مہینہ ماہ شوال تھا تو عادل کو بیع کا اختیار دینے کے وقت کے باب مین راہن کا قول قبول ہوگا اور ادائے قرضہ کی میعاد آنے کے باب مین مرتہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ میعاد ادائے قرضہ مرتہن کی طرف سے مقرر ہوئی ہی پس اُسکے باب مین مرتہن کا قول قبول ہوگا اور مرہون فروخت کرنے کے اختیار کا وقت عادل کو راہن کی طرف سے تھا پس اسکے وقت کے باب مین راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ میعاد ایک مہینہ ہی اور اُسکے گذرنے مین اختلاف کیا تو راہن کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر راہن غائب ہوگیا اور دَین مرہون ایک عادل کے پاس ہی اور مرتہن نے اُس سے کہا کہ تجھے راہن نے اسکے فروخت کرنے کا حکم دیا تھا اور عادل نے کہا کہ مجھے اسکی بیع کا حکم نہین دیا ہی تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ مین اس دعوے پر مرتہن کے گواہ قبول نکرونگا یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر راہن یا مرتہن کی عقل جاتی رہی اور اچھے ہونے سے مایوسی ہوگئی تو عادل اپنی وکالت پر باقی رہیگا یہ مبسوط مین ہی - اور شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا کہ اگر عادل کو ایسا جنون ہوگیا کہ اسکے افاقہ کی امید نہ رہی تو اُسکا فروخت کرنا صحیح نہوگا خواہ وہ خرید فروخت کی سمجھ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور چاہیے یہ تھا کہ اگر وہ خرید فروخت کی سمجھ رکھتا ہو تو اُسکی بیع صحیح ہو اسواسطے کہ اگر راہن اُسکو ایسی حالت مین بیع کے واسطے وکیل کرتا اور وہ بیع کرتا تو بیع جائز ہوتی لیکن اُسپر بیع کا عہدہ لازم نہ آتا یہ حکم کتاب الوکالۃ مین صریح بیان فرمایا ہی پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ چونکہ حکم کتاب الوکالۃ مین مذکور ہی اُسپر قیاس کرکے ایسی حالت مین عادل کی بیع بھی صحیح ہونی چاہیے اور اسی طرف شمس الائمہ حلوانی نے میل کیا ہی اور بعضے مشائخ نے فرق کیا ہی اور اسی طرف شیخ الاسلام نے میل کیا ہی - کذا فی الذخیرہ - اور یہی اصح ہی اسواسطے کہ جب اُسنے عادل کو صحیح العقل ہونے کی حالت مین وکیل کیا تو اُسکی رائے کامل ہی کے ساتھ بیع کرنے پر راضی ہوا ہی اور ایسی رائے کامل اُسکے مجنون ہونے کی وجہ سے معدوم ہوگئی ہی اور جب اُسنے حالت جنون ہی مین اُسکو وکیل کیا ہی تو اُسی ایسی ہی رائے پر راضی ہوا ہی پس جب اُسنے بیع کی تو اسکے حکم کا فرمانبردار ہوا یہ مبسوط مین ہی - اور الملاء مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر عادل دریا مین مرگیا حالانکہ وہ بیع مرہون کا وکیل تھا اور اُسنے کسی کو اُسکی بیع کے واسطے وصیت کردی تو وصی کی بیع جائز نہوگی الا اُس صورت مین کہ راہن نے اُس سے اصل وکالت مین یون کہا ہو کہ مین نے تجھے بیع مرہون کا وکیل کیا اور تجھے اجازت دیدی کہ جو فعل تو چاہے اسکی بابت کرے تو ایسی صورت مین

وصی کی بیع جائز ہوگی مگر اُسکے وصی کو یہ اختیار نہوگا کہ کسی تیسرے شخص کو اُسکے فروخت کے واسطے وصی کرے اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو کہ عادل کا وصی بیع کے حق مین اُسکا قائم مقام ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر عادل کے وارث نے مرہون کا بیع کرنا چاہا تو بیع جائز نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر راہن و مرتہن نے اس امر پہ اتفاق کیا کہ مال مرہون دوسرے عادل کے پاس رکھا جاوے یا مرتہن کے قبضہ مین رکھا جاوے حالانکہ عادل اول مرگیا ہی تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ حق ثابت دونون کا ہی اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قاضی کو اختیار ہوگا چاہے دوسرے عادل کے پاس یا مرتہن کے پاس رکھدے اور اگر قاضی کو معلوم ہوگیا کہ جو شخص مرتہن ہی وہ عدالت مین مثل عادل کے ہی تو اُسکے قبضہ مین دیدیگا اگرچہ راہن اسکو بگڑوہ جانے اور اگر قاضی نے چاہا کہ مال مرہون کو راہن کے قبضہ مین رکھے تو بعض روایات مین ہی کہ قاضی کو ایسا اختیار ہی اور بعض مین ہی کہ یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر عادل اول مرگیا اور مال مرہون دوسرے عادل کے پاس خواہ برضامندی راہن و مرتہن رکھا گیا یا دونون نے اختلاف کیا اور قاضی نے دوسرے عادل کے پاس رکھدیا تو دوسرے عادل کو یہ اختیار نہین ہی کہ اُسکو فروخت کرے اگرچہ عادل اول کو یہ اختیار دیا گیا ہو یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر درمیانی عادل دو شخص ہون اور مال مرہون ایسی چیز ہو کہ قابل تقسیم نہین ہی اور دونون نے اُسکو ایک کے پاس رکھا تو جائز ہی اور دونون ضامن نہونگے اور اگر وہ قابل قسمت ہو تو قبضہ مین رکھنے والا بالاجماع ضامن نہوگا اور دوسرے کے قبضہ مین دینے والا امام اعظم رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور صاحبین نے اسمین خلاف کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور مال مرہون کو ساتھ لیکر سفر کرنے کا اختیار متعین ہی در حالیکہ راستہ خوفناک ہو اور اگر راستہ بے خوف ہو پس اگر یہ قید پائی جاوے کہ مرہون شہر ہی مین رہے تو اُسکو ساتھ لیکر سفر کا اختیار نہوگا اور اگر شہر ہی مین رکھنے کی قید نہ پائی جاوے تو اُسکو لیکر سفر کرسکتا ہی اور غیر روایۃ اصول مین مذکور ہی کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق جب راستہ بے خوف ہو تو ہر صورت مین اُسکو لیکر سفر کرسکتا ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر مال مرہون ایسی چیز ہو جسکی بار برداری و خرچہ نہین ہی تو لیکر سفر کرسکتا ہی اور امام محمد رح کے قول کے موافق اگر ایسا سفر ہو جسمین اُسکو ساتھ نہ لیجانے کی کوئی راہ نکل سکتی ہو تو ہر حال مین ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر عادل نے مال مرہون (مثلاً غلام) فروخت کیا اور اُسکا ثمن مرتہن کو ادا کردیا پھر اُس غلام مین کوئی عیب پایا گیا تو اُسمین خصم یہی عادل ہوگا پس اگر گواہون کی گواہی کے ساتھ وہ غلام اس عادل کو واپس دیا گیا تو وہ اُسکے ثمن کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہی ثمن کا قابض ہی پھر اُسکو مرتہن سے واپس لیگا اور مال مرہون بدستور سابق رہن رہیگا کہ عادل اُسکو فروخت کرسکیگا۔ اور اگر عیب مذکور پر گواہ قائم نہوے مگر عادل نے اُسکا اقرار کرلیا حالانکہ وہ عیب ایسا تھا کہ اُسکے مثل پیدا نہین ہوسکتا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکے مثل پیدا ہوسکتا ہو اور عادل نے عیب مذکور کا اقرار نکیا لیکن قسم کھانے سے انکار کیا پس قاضی نے بسبب انکار کے اُسکو واپس دیا تو ہمارے نزدیک یہ بھی مثل صورت اول کے ہی اور اگر اُسنے عیب کا اقرار کرلیا تو یہ غلام خاصکر اُسی کے ذمہ پڑیگا۔ اور اگر مشتری نے اُس سے اقالہ کرلیا یا بدون قضاء قاضی کے بسبب عیب کے خواہ وہ عیب ایسا ہو کہ مثل اُسکے پیدا نہو سکتا ہو یا ہو سکتا ہو عادل مذکور کو واپس کردیا تو خاصکر اس عادل کے ذمہ لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر عادل نے مال مرہون فروخت کیا اور اُسکا ثمن مرتہن کو دیدیا پھر وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا یا بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیا گیا تو مشتری اپنا ثمن اس عادل سے واپس لیگا پھر عادل کو اختیار ہی چاہے مرتہن سے واپس لے اور مرتہن کا قرضہ بدستور سابق راہن پر عود کریگا یا چاہے تو راہن سے واپس لے

۴۷ یہ فصل اگر رہانہ سے متعلق ہو تو ضمان سے متعلق رہا تو ضمان سے متعلق ہوا اور اگر دونون سے متعلق ہو تو دونون سے متعلق ہوا اور اگر کسی سے متعلق نہ ہو تو کسی سے متعلق نہ ہوا

ہو اگر عادل نے مرہون کو فروخت کرکے اُسکا ثمن مرتہن کو ندیا یہان تک کہ غلام استحقاق مین لیا گیا یا بحکم قاضی بسبب عیب کے اُسکو واپس دیا گیا تو عادل اُسکا ثمن مرتہن سے نہین لے سکتا ہی - یہ اُسوقت ہی کہ بیع کا اختیار دینا عقد رہن مین مشروط ہو اور اگر بیع پر مختار کرنا عقد رہن کے بعد ہوا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ عادل ایسی صورت مین وکیل راہن ہوگا اور عہدہ بیع سے جو امر اُسکے ذمہ لاحق ہوا اُسکو راہن سے واپس لیگا خواہ اُسنے ثمن مرہون مرتہن کو دیدیا ہو یا ندیا ہو - اور اگر صورت اولی مین عادل نے کہا کہ مین نے فروخت کرکے ثمن وصول کرکے مرتہن کو دیدیا ہی اور مرتہن نے اُس سے انکار کیا تو عادل کا قول قبول ہوگا اور مرتہن کا قبضہ باطل ہوجائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر عادل نے مال مرہون فروخت کیا پھر ثمن وصول کرنے سے پہلے اُسکو مشتری کو ہبہ کر دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور عادل استقدر ثمن کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز نہین جائز ہی یہ بمنزلہ وکیل بیع کے ہی کہ جب اُسنے مشتری کو ثمن سے بری کر دیا - اور اگر عادل نے کہا کہ مین نے ثمن وصول کیا تھا وہ میرے پاس تلف ہوگیا ہی تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور یہ مرتہن کا مال گیا - اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے ثمن مرتہن کو دیدیا ہی تو قسم سے اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور ہم یہ نہین کہتے ہین کہ عادل مذکور کے اقرار سے مرتہن کو ثمن وصول ہونا ثابت ہوجاتا ہی بلکہ یہ کہتے ہین کہ مرتہن کا حق ساقط ہوجائیگا - اور اگر ثمن پر قبضہ کرلیا پھر کل یا بعض مشتری کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہی اور اگر کہا کہ مین نے ثمن مین سے اسقدر تیرے ذمہ سے گھٹا دیا تو یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی پس اُسپر واجب ہوگا کہ اسی قدر مشتری کو اپنے مال سے تاوان دے اور جو کچھ وصول کیا تھا وہ سب مرتہن کو مسلم دیا ہوا رہیگا اور یہ صورت بخلاف اُس صورت کے ہی کہ جب اُسنے وصول کیے ہوے ثمن کو ہبہ کیا ہو - اور اگر عادل نے مرہون کو فروخت کرکے اُسکے ثمن پر قبضہ کرلیا اور ثمن بقبوضہ اُسکے پاس تلف ہوگیا پھر مبیع اُسکے پاس بسبب عیب کے واپس کر دیگئی اور اُسکے پاس مرگئی یا استحقاق مین لے لیگئی یا اُسکے پاس باقی رہی اور عادل مذکور سے ثمن کا مواخذہ کیا گیا یہان تک کہ اُسنے ادا کر دیا تو ان سب صورتون مین اُسکو اختیار ہوگا کہ راہن سے واپس لے اور اُسکو مرتہن سے واپس لینے کا اختیار نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مرہون کا نرخ گھٹ گیا پھر عادل نے اُسکو فروخت کیا تو ثمن کا اعتبار ہی اور جسقدر نرخ کے کم ہونے سے مقدار رہن کی آئی ہی اُسقدر قرضہ مین سے ساقط نہوگا بخلاف اسکے اگر نرخ گھٹنے کے بعد مرہون تلف ہوگیا تو روز رہن کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور جب راہن نے کہا کہ مرہون نرخ گھٹنے کے بعد بیع سے پہلے تلف ہوگیا ہی تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور مرتہن یا عادل کے گواہ کہ بیع کے بعد تلف ہوا ہی مقبول ہونگے - اور اگر نرخ گھٹنے کے بعد راہن نے اُسکو قتل کرڈالا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جسقدر نرخ کی گھٹی سے کمی آئی ہی اُسقدر قرضہ مین سے ساقط ہوجائیگا - اور اگر عادل نے اُسکو دو ہزار کو فروخت کیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار ہی اور قرضہ بھی ایک ہزار ہی پھر ایک ہزار پانسو درم تلف ہوگئے تو نصف قرضہ ساقط ہوجائیگا - اور اگر رہن کرنے کے روز اُسکی قیمت دو ہزار درم ہون اور تین ہزار درم کو فروخت ہوا پھر دو ہزار درم تلف ہوگئے تو باقی راہن و مرتہن کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہونگے یہ تاتارخانیہ مین غیاثیہ سے منقول ہی - اور اگر عادل نے مرہون کسی اجنبی کو بلاضرورت ودیعت دیا تو وہ ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر مرتہن قابض نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی - اور عادل کو اختیار ہی کہ مرہون ایسے شخص کو دیدے جو اُسکے عیال مین ہو جیسے جورو خادم و فرزند و اُسکے نوکر جو اُسکے مال مین متصرف ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور مرتہن کو اختیار ہی کہ راہن سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرے اور قرضہ کے واسطے مرہون کو روک رکھے پس اگر حاکم سے نالش کی تو حاکم راہن پر

ف

یعنی راہن و مرتہن مین سے جو شخص عادل مین اختلاف کرے اُسکا قول قبول ہوگا

عادل نے مرہون کو فروخت کیا اور ثمن مرتہن کو ندیا

عادل نے مرہون کو فروخت کرکے ثمن وصول کیا اور مرتہن کو دیدیا

عادل نے مرہون کو فروخت کرکے ثمن پر قبضہ کرلیا اور ثمن بقبوضہ اُسکے پاس تلف ہوگیا

عادل نے مرہون کو فروخت کرکے ثمن پر قبضہ کرلیا پھر مبیع اُسکے پاس بسبب عیب کے واپس کر دیگئی

عادل نے مرہون کو فروخت کرکے ثمن پر قبضہ کرلیا پھر مبیع اُسکے پاس مرگئی

عادل نے مرہون کو فروخت کرکے ثمن پر قبضہ کرلیا پھر مبیع اُسکے پاس باقی رہی

عادل نے مرہون کو فروخت کرکے ثمن پر قبضہ کرلیا پھر مبیع اُسکے پاس استحقاق مین لے لیگئی

عادل نے مرہون کو فروخت کرکے ثمن پر قبضہ کرلیا پھر مبیع اُسکے پاس بسبب عیب کے واپس کر دیگئی

قرضہ دیدینا واجب کریگا پھر اگر اُسنے انکار کیا تو اُسکو قرضہ کے واسطے قید کریگا اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس ہو تو اُسپر یہ واجب نہین ہی کہ راہن کو اُسکے فروخت کرنے کا اختیار دیدے تاکہ اُسکے ثمن سے قرضہ ادا کرے۔ اور اگر راہن نے اُسکا قرضہ ادا کردیا تو مرتہن کو اختیار ہی کہ پورا مال مرہون باقی قرضہ کے واسطے روک رکھے۔ پھر جب راہن نے اُسکا قرضہ ادا کردیا تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ راہن کا مال مرہون راہن کو دیدے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک شخص نے قرضہ کے عوض ایک باندی رہن کی اور ایک عادل کے قبضہ مین دی اور حکم کیا کہ اسکو فروخت کرے پس عادل نے اُسکو فروخت کرکے اُسکے ثمن سے مرتہن کا قرضہ دیدیا پھر وہ باندی مرہونہ استحقاق مین لے لیگئی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وہ باندی مرہونہ زندہ موجود ہوگی یا تلف ہوگئی ہی پس اگر وہ موجود ہو اور مستحق نے مشتری سے اُسکو لے لیا ہو تو مشتری کا ثمن عادل پر ہوگا پھر عادل کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے اُسکی قیمت لے یا مرتہن سے اُسقدر ثمن جو اُسنے مرتہن کو دیا ہی واپس لے پھر اگر اُسنے مرتہن سے ثمن لے لیا تو مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لیگا اور اگر مال مرہون تلف ہوگیا ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے ضمان لے یا مشتری سے تاوان لے یا عادل سے تاوان لے اور اُسکو مرتہن سے مواخذہ کرنے کا اختیار نہین ہی الا اُس صورت مین کہ مرتہن نے بیع کی اجازت دیکر ثمن لیا ہو تو ایسی صورت مین اُسکو مرتہن سے تاوان لینے کا بھی اختیار ہوگا پس اگر اُسنے راہن سے ضمان لینا اختیار کیا تو رہن تمام ہوگیا اور اگر اُسنے مشتری سے تاوان لیا تو بیع باطل ہوجائیگی اور مشتری اپنا ثمن عادل سے واپس لیگا اور اگر اُسنے عادل سے تاوان لیا تو عادل کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے تاوان لے یا مرتہن سے وہ ثمن جو اُسنے مرتہن کو دیا ہی واپس کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور فرمایا کہ اگر عادل درمیانی غلام محجور ہو پس اگر راہن و مرتہن نے مال مرہون اُسکے پاس اُسکے مولی کی اجازت سے رکھا تو جائز ہی اور اگر بدون اُسکے مولی کی اجازت کے اُسکے پاس رکھا تو بھی جائز ہی لیکن اس صورت مین بیع کا عہدہ اُسکے ذمہ نہوگا اسواسطے کہ اس سے مولی کو ضرر پہونچیگا کہ اُسکی مالیت اُسمین ڈوب جائیگی بلکہ عہدہ بیع اُسی شخص پر ہوگا جسنے اُسکو بیع کا مختار کیا ہی اسی طرح اگر آزاد لڑکے کو جو عقد کو سمجھتا ہی عادل قرار دیا تو اُسکا اور غلام محجور کا حکم یکسان ہی پس اگر طفل مذکور کے باپ نے اُسکو اجازت دیدی ہو تو اُسکی بیع کا عہدہ اُسپر ہوگا اور عہدہ سے جو تاوان اُسپر لازم آویگا اُسکو بیع پر مختار کرنے والے سے واپس لیگا اور اگر اُسکے باپ نے اجازت ندی ہو اور مشتری کے پاس سے مبیع استحقاق مین لے لیگئی تو مشتری اپنا ثمن مرتہن سے واپس لیگا جسنے مال پر قبضہ کیا ہی اسواسطے کہ جب ثمن اُسی کو دیا گیا تو اس عقد سے اُسی کو انتفاع حاصل ہوا ہی اور جب مشتری نے اُس سے واپس لیا تو وہ اپنے قرضہ کا مال راہن سے واپس لیگا اور چاہے تو مشتری راہن سے اپنا ثمن واپس لے اسواسطے کہ بائع اُسی کی طرف سے مامور تھا اور اُسکا بیع کرنا اور ثمن وصول کرنا اُسی کے واسطے ہوا تھا یہ مبسوط مین ہی۔ رہا اس امر کا بیان کہ کون شخص رہن مین عادل ہونے کے لائق ہوتا ہی اور کون نہین ہوتا ہی۔ تو واضح ہو کہ اگر غلام ماذون نے رہن دیا تو اُسکا مولے عادل ہونے کے لائق نہوگا حتے کہ اگر غلام ماذون نے کچھ مال رہن کیا بدین شرط کہ یہ مال مرہون اُسکے مولے کے قبضہ مین رکھا جاوے تو رہن جائز نہوگا خواہ اس غلام پر قرضہ ہو یا نہو۔ اور اگر مولے نے کچھ مال رہن کیا تو اُسکا غلام درمیانی عادل ہوسکتا ہی حتے کہ اگر کسی شخص نے کچھ مال رہن کیا بدین شرط کہ مال مرہون اُسکے غلام ماذون کے قبضہ مین رکھا جاوے تو رہن صحیح ہوا اور اگر کسی شخص کے مکاتب نے مال رہن دیا تو اُسکا مولے عادل ہوسکتا ہی اور مکاتب بھی اپنے مولے کے رہن کرنے مین عادل ہوسکتا ہی۔ اور اگر کفیل نے کچھ مال رہن کیا تو اُسکا مکفول عنہ عادل نہین ہوسکتا ہی اور اسی طرح مکفول عنہ کے رہن کرنے مین کفیل عادل نہین ہوسکتا ہی

اور جن دونون مین شرکت مفاوضہ ہو اُنمین سے کوئی دوسرے کے رہن مین جو قرضہ تجارت کے عوض ہو عادل نہین ہو سکتا ہے
اسی طرح جن دونون مین شرکت عنان ہو اُنمین سے کوئی دوسرے کے رہن مین جو بعوض قرضہ تجارت ہو عادل نہین
ہو سکتا ہے اور اگر رہن قرضہ تجارت کے سوائے دوسرے قرضہ کے عوض ہو تو دونون قسم کے شریکون مین ہر ایک عادل
ہو سکتا ہے اسواسطے کہ سوائے قرضہ تجارت کے دوسرے قرضہ مین ہر ایک دوسرے کے حق مین اجنبی ہے پس اُسکا قبضہ مثل اُسکے
شریک کے قبضہ کے نہوگا - اور مضارب کے رہن کرنے مین رب المال اور رب المال کے رہن مین مضارب عادل نہین ہو سکتا ہے
اور اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی اور ثمن کے عوض رہن دیا تو باپ عادل نہین ہو سکتا ہے پس
اگر باپ نے اپنے نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی اور ثمن کے عوض کوئی چیز اس شرط سے رہن دی کہ وہ میرے پاس
رکھی جاوے تو خرید جائز ہے اور رہن باطل ہے - اور رہن کے واسطے راہن خود عادل ہو سکتا ہے یا نہین سو اگر مرتہن نے
اُسکے پاس سے مرہون اپنے قبضہ مین نہ لیا ہو تو صحیح نہین ہے حتے کہ اگر عقد رہن مین یہ شرط لگائی ہو کہ راہن کے قبضہ
مین رہے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر مرتہن نے مرہون پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو راہن کے قبضہ مین رکھدیا ہو تو راہن کی بیع
جائز ہوگی یہ بدائع مین ہے - اور اگر عادل درمیانی نابالغ لایعقل ہو اور مرہون اُسکے قبضہ مین رکھا گیا تو جائز نہین ہے
اور رہن نہوگا اور اگر اُس طفل لایعقل نے بالغ عاقل ہو کر مرہون کو فروخت کیا تو بیع جائز ہوگی جبکہ راہن نے
اُسکو بیع کرنے کا مختار کر دیا ہو اور امام خصاف رح نے ذکر فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہے اور امام اعظم رح کے
نزدیک بالغ ہونے کے بعد اُسکی بیع جائز نہین ہے - اور اگر درمیانی عادل کوئی ذمی یا حربی مستامن ہوا اور راہن و مرتہن
دونون مسلمان ہون یا دونون ذمی ہون تو یہ جائز ہے اسواسطے کہ حربی مستامن معاملات مین بمنزلہ ذمی و مسلمان کے ہے
اور وہ شرعی قبضہ معتبرہ کی اہلیت رکھتا ہے اور وہ اس بات کی اہلیت رکھتا ہے کہ مالک کے مختار کرنے سے اُسکی بیع نافذ
ہو جاوے جیسے اُسکی ذاتی ملک کی بیع نافذ ہوتی ہے پھر اگر وہ حربی اپنے دارالحرب مین چلا گیا تو جب تک وہ دارالحرب
مین موجود ہے تب تک اُسکو اس مرہون کے فروخت کا اختیار نہین ہے پھر جب واپس آوے تو اپنی وکالت بیع پر ہوگا اور
اگر دارالحرب مین جو حربی واپس گیا ہے وہ راہن ہے یا مرتہن ہو اور عادل ایک شخص ذمی ہے یا حربی ہے مگر وہ امان کے ساتھ
دارالاسلام مین مقیم ہے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ مرہون کو فروخت کر دے یہ مبسوط مین ہے

تیسرا باب مرہون کے بضمان یا بغیر ضمان تلف ہو جانے کے بیان مین - اگر مال مرہون عادل یا مرتہن کے قبضہ
مین تلف ہو گیا تو دیکھا جائیگا کہ قرضہ کسقدر ہے اور مال مرہون کی قبضہ کے روز کیا قیمت تھی پس اگر دونون برابر ہون تو اُسکے
تلف ہو جانے پر قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر مرہون کی قیمت زیادہ ہو تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور جسقدر زیادتی رہے اُسکے
حق مین وہ امین قرار دیا جائیگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ سے کم ہو تو قرضہ مین سے بقدر قیمت کے ساقط ہو جائیگا اور جسقدر
قرضہ باقی رہا اُسکو مرتہن راہن سے لے لیگا یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر دس درم قیمت کا کپڑا بعوض دس درم کے رہن کیا
اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو اُسکا قرضہ ساقط ہو گیا اور اگر کپڑے کی قیمت پانچ درم ہون تو مرتہن پانچ درم راہن سے
لے لیگا اور اگر اُسکی قیمت پندرہ درم ہون تو قرضہ ساقط ہو کر جسقدر زیادہ تلف ہوا ہے وہ ہمارے نزدیک امانت تلف ہوا ہے
یہ کافی مین ہے - اور یہ حکم رہن صحیح کا ہے اور رہن فاسد مین بھی یہی حکم ہے مگر کرخی رح نے ذکر کیا کہ رہن فاسد مین مرہون بقبوض
مضمون نہین ہوتا ہے اور اول قول اصح ہے اور رہن باطل مین جو مرہون مقبوض ہو وہ بالکل مضمون نہین ہوتا ہے اسکو

امام محمد رحمہ اللہ نے جامع میں صریح بیان فرمایا ہے کہ رہن باطل وہ ہے جو بالکل منعقد نہ ہو جیسے بیع باطل - اور رہن فاسد وہ ہے جو بصفت فساد منعقد ہو جیسے بیع فاسد اور انعقاد رہن کی شرط یہ ہے کہ مرہون مال ہو اور جسکے عوض رہن کیا ہے وہ مضمون ہو لیکن بعضے شرائط جواز نہ پائے جانے کے وقت رہن کا انعقاد بسبب شرائط انعقاد پائے جانے کے ہو جائیگا لیکن بسبب فقدان بعضے شرائط جواز کے بصفت فساد انعقاد ہوگا اور جس صورت میں کہ مرہون مال نہ ہو یا جسکے عوض رہن ہے وہ مضمون نہ ہو تو جبر رہن کا انعقاد نہ ہوگا پس اسی قیاس پر تخریج مسائل ہے اور یہ بیان ہلاک مرہون کا ہوا - اور اگر مرہون میں فقط نقصان آگیا پس اگر عین مرہون میں نقصان آگیا ہو تو اسی قدر کے حساب سے قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر از راہ ترخ نقصان آیا ہو تو ہمارے علمائے ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک قرضہ میں سے کچھ ساقط ہونے کا موجب نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر راہن بدون ادائے قرضہ و الیقاء کے قرضہ سے بری ہو گیا بطور ابراء کے یا بطور ہبہ کے پھر مال مرہون مرتہن کے پاس بدون اسکے کہ وہ راہن کو دینے سے رد کے تلف ہو گیا تو قیاساً اسطرح تلف ہوا کہ مرتہن اسکا ضامن ہوگا اور استحساناً امانت میں تلف ہوا اور اسی کو ہمارے علماء نے اختیار کیا ہے اور اگر راہن ایفائے قرضہ سے بری ہو گیا پھر مرتہن کے پاس مال مرہون تلف ہو گیا تو اسطرح تلف ہوا کہ اسکا تاوان مرتہن پر واجب ہے حتے کہ مرتہن پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اسنے بھر پایا ہے وہ راہن کو واپس کر دے - ایک شخص کے ایک غلام کو دو شخص نے خریدا اور اسکے ثمن کے عوض رہن دیا اور وہ بائع کے پاس تلف ہو گیا پھر مبیع استحقاق نکلا یا کسی نے استحقاق ثابت کر کے لیا تو مرتہن ضامن ہوگا یہ سراجیہ میں ہے - ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم رہن اور اسکے عوض خمر خریدا اور اسکو رہن دیا پھر تیسرے شخص نے راہن پر جو قرضہ ہے تطوعاً ادا کر دیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور مرتہن کو اختیار ہے کہ اپنا مال مرہون واپس لے پس اگر اسنے واپس نہ لیا یہاں تک کہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ احسان کے طور پر ادا کرنے والے کو جو کچھ اس سے لیا ہے واپس کر دے اور جو کچھ اس سے لیا تھا وہ واپس ہو کر احسان کرنے والے کے پاس آویگا متطوع علیہ یعنے راہن کو نہ ملیگا یہ ظہیریہ میں ہے - اگر راہن نے مرتہن کو اسکے مال کا کسی شخص پر حوالہ کر دیا یعنے اسکو اداء دیا پھر اسکے بعد مال مرہون تلف ہوا تو قیاساً و استحساناً قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور کتاب الاصل میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اداء دینے کے بعد اگر راہن نے مال مرہون لینا چاہا تو اسکو ایسا اختیار ہے یا نہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کتاب الزیادات میں دو جگہ مذکور ہے ایک جگہ فرمایا کہ اسکو یہ اختیار ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے - اگر ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ راہن کے ذمہ کچھ قرضہ نہ تھا اور یہ اتفاق مرہون کے تلف ہو جانے کے بعد واقع ہوا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ راہن کو ہزار درم واپس دے اور اگر رہن تلف ہونے سے پہلے دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ راہن پر کچھ نہ تھا پھر مال مرہون تلف ہو گیا پس اگر یہ مضمون تلف ہوا یا امانت میں تلف ہوا ہے تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ امام محمد رحمہ نے جامع میں صریح بیان فرمایا ہے کہ وہ امانت میں تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے - مرتہن کو ایک مال عین رہن دیا پھر بجائے اسکے دوسرا مال عین رہن دیا اور مرتہن نے اسکو لے لیا تو جائز ہے لیکن جب تک مال اول کو واپس نہ دے تب تک مال مرہون وہی اول ہوگا اور بعد واپس کر دینے کے دوسرا مال رہن ہو جائیگا پھر مرتہن کو اختیار ہے کہ جب تک اپنا پورا قرضہ وصول نہ کر لے تب تک رہن کو روک رکھے اگرچہ ایک درہم رہا ہو اور اگر راہن نے بعض قرضہ ادا کیا ہو اور کچھ باقی ہو پھر مرتہن کے پاس مال مرہون تلف ہو گیا تو وہ قرضہ سے جسقدر زیادہ ہے واپس نہ لیگا

یہ جامع مضمرات مین ہی۔ اگر ہزار درم قیمت کا غلام رہن دیا پھر ایک باندی لایا اور کہا کہ اسکو لے لے اور غلام مجھے واپس دیدے تو یہ جائز ہی اور جب تک غلام کو واپس نہ دے تب تک اسکی ضمان ساقط نہوگی اور جب تک اول کو واپس نہ کرے تب تک دوسرا مال مرہون اسکے پاس امانت مین رہیگا پھر جب اول کو واپس دیا تو دوسرا اسکے پاس ضمان مین ہو جائیگا پس اگر مال اول کی قیمت پانچ سو درم ہون اور دوسرے کی قیمت ہزار درم ہون اور قرضہ بھی ہزار درم ہو پھر مرہون تلف ہوا تو بعوض ہزار درم کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اگر دوسرے کی قیمت پانچ سو درم اور اول کی قیمت ہزار درم ہو اور دوم اسکے پاس تلف ہوا تو پانچ سو درم کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے گیہون رہن دیے پھر کہا کہ بجاے گیہون کے جو لے لے اور مرتہن نے لے لیے اور آدھے گیہون واپس دیے پھر تمام جو اور باقی آدھے گیہون تلف ہوگئے تو مابقی گیہون بعوض نصف قرضہ کے تلف شدہ ہونگے اور جو کا ضامن نہوگا یہ تمرتاشی مین ہی۔ ایک شخص نے ہزار درم کی باندی ہزار درم کے عوض رہن دی اور وہ مرتہن کے پاس مرگئی تو قرضہ بطریق استیفاء کے ساقط ہو گیا اسی طرح بیع سلم مین مسلم فیہ کے عوض جو مال رہن ہو اور وہ تلف ہو جاوے تو سلم باطل ہو جائیگی یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے اپنے قرضہ کے برابر قیمت کا کپڑا رہن لیا پھر قرضہ ادا کر دیا پھر کسی نے اسکو استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو صاحب استحقاق اسکو مرتہن سے لے لیگا اور مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لیگا اور اگر وہ کپڑا مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے جس سے چاہے ضمان لے کیونکہ استحقاق ثابت ہونے سے ظاہر ہو گیا کہ راہن غاصب تھا اور مرتہن غاصب کا غاصب تھا پس اگر اسنے راہن سے تاوان لیا تو رہن کا تلف ہونا بعوض اس قرضہ کے ہوگا جسکے عوض رہن تھا اور اگر اسنے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن راہن سے قیمت رہن واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی واپس لیگا اور اگر رہن مین غلام ہو اور وہ بھاگ گیا اور صاحب استحقاق نے مرتہن سے اسکی قیمت تاوان لی اور مرتہن نے اسقدر قیمت راہن سے واپس لی اور قرضہ لے لیا پھر اسکے بعد غلام مذکور ملا ہو تو وہ راہن کا ہوگا اور اب رہن نہوگا سواسطے کہ تاوان کا سبب راہن پر ہو چکا ہی اور اگر رہن مین باندی ہو اور وہ مرتہن کے پاس بچہ جنی پھر وہ اور اسکا بچہ دونون مر گئے پھر کسی شخص نے اسپر اپنا استحقاق ثابت کیا تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا کہ باندی کی قیمت کی ضمان چاہے راہن سے لے یا مرتہن سے لے اور اسکو یہ اختیار نہوگا کہ دونون مین سے کسی سے اسکے اولاد کی قیمت تاوان لے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کوئی مال اس شرط سے رہن لیا کہ اسکو اسقدر قرضہ دیگا پھر قبل قرضہ دینے کے مال مذکور اسکے پاس تلف ہو گیا تو جسقدر مقدار قرضہ بیان کی ہو اور جسقدر اسکی قیمت تھی ان دونون مین سے کم مقدار کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا سواسطے کہ اسنے بسوم رہن قبضہ کیا ہی پس مثل ایسے مقبوضہ کے جو خریدنے کے واسطے قبضہ مین لیا جاتا ہی مقبوض مضمون ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون دلال کو دیدے تاکہ وہ فروخت کرے اور تو اسکے ثمن سے اپنے دراہم لے لے پس مرتہن نے دلال کو دیدیا اور اسکے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر تین آدمیون نے ایک غلام کسی شخص کے پاس جسکا ان تینون مین سے ہر ایک پر قرضہ آتا ہی رہن کیا تو صحیح ہی اور اگر غلام مذکور مر گیا تو غلام مین سے ہر ایک کا جسقدر حصہ آتا ہی اسی قدر قرضہ مین سے ساقط ہو جائیگا اور یہ سب باہم ایک دوسرے سے رجوع کر لینگے حتے کہ اگر فرضاً کلہ یہ ایک ہزار پانچ درم قرضہ ہو اور دوسرے پر ہزار درم ہو اور تیسرے پر پانچ سو درم ہو اور ان تینون نے اپنے مشترک غلام کو جسمین انکی تین تہائی شرکت تھی اور اسکی قیمت دو ہزار درم تھی رہن کیا پھر وہ تلف ہو گیا

تو مرتہن ہر ایک سے دو تہائی قرضہ وصول پانے والا اقرار دیا جائیگا اسواسطے کہ مال مرہون اپنی قیمت اور قرضہ سے کم مقدار کے ساتھ مضمون ہوتا ہے اور قیمت دہن کم ہزار درم ہے اور غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے پس مرتہن قرضہ مین سے بقدر قیمت غلام کے بھر پانے والا اقرار دیا گیا اور قیمت اُسکی دو ہزار درم ہے اور تین ہزار مین سے دو ہزار اُسکا دو تہائی ہے پس ڈیڑھ ہزار کے قرضدار سے ہزار وصول پانے والا اقرار دیا گیا اور ہزار درم دسئے سے چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم بھر پانے والا اور پانچ سو درم والے سے تین سو تینتیس ۳۳۳ درم و ایک تہائی درم بھر پانے والا اقرار دیا گیا اور ہر ایک قرضدار پر اُسکے قرض کا ایک تہائی حصہ باقی رہا پھر ڈیڑھ ہزار درم کا قرضدار باقی دونون قرضدارون مین سے ہر ایک کو تین سو تینتیس ۳۳۳ درم و ایک تہائی درم دیگا اسواسطے کہ وہ اپنے قرضہ مین سے ایک ہزار درم دینے والا اقرار دیا گیا ہے جسمین سے ایک تہائی اُسکا حصہ ہے یعنے تین سو تینتیس ۳۳۳ درم و تہائی درم اُسکا حصہ ہوا اور ایک تہائی یعنے اسی قدر ہزار درم والے قرضدار کا اور اسی قدر ایک تہائی پانچ سو درم والے قرضدار کا ہے پس جسقدر اُسنے ان دونون کے حصہ سے اپنا قرضہ دیا ہے اُسقدر کا ان دونون کے واسطے ضامن ہوگا اور جس قرضدار پر ہزار درم تھے وہ اپنے دونون شریکون مین سے ہر ایک کو دو سو بائیس ۲۲۲ درم و دو ثلث درم ضمان دیگا اسواسطے کہ وہ اپنے قرضہ مین سے چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم ادا کرنے والا اقرار دیا گیا ہے جسمین سے ایک تہائی حصہ اُسکا ہے یعنے دو سو بائیس ۲۲۲ درم و دو ثلث درم اُسکا ہے اور ایک تہائی یعنے اسی قدر ڈیڑھ ہزار درم والے کا حصہ ہوا اور اسی قدر ایک تہائی پانچ سو درم والے کا حصہ ہے پس جسقدر اُن دونون کے حصہ سے اُسنے اپنا قرضہ ادا کیا ہے اُسقدر کا اُن دونون کے واسطے ضامن ہوگا۔ اور جسپر پانچ سو درم قرضہ تھا وہ اپنے قرضہ سے تین سو تینتیس ۳۳۳ درم و تہائی درم کا ادا کرنے والا ہوا جسمین سے تہائی اُسکا حصہ ہے یعنے ایک سو گیارہ درم و ثلث درم اُسکا ہے اور اسی قدر ایک تہائی ڈیڑھ ہزار والے قرضدار اور اسی قدر ہزار درم والے قرضدار کا ہے پس ان دونون کے حصہ سے جسقدر اُسنے اپنا قرضہ ادا کیا ہے اُسقدر کا ضامن ہوگا پھر چونکہ حق ایک ہی جنس کا ہے اسواسطے باہم مقاصہ واقع ہو جائیگا اگرچہ یہ لوگ مقاصہ کنندہ ہین پس پانچ سو درم والے قرضدار کا ڈیڑھ ہزار درم والے پر تین سو تینتیس ۳۳۳ درم و تہائی درم واجب ہوا ہے اور اُسکا پانچ سو درم والے پر ایک سو گیارہ درم و ثلث درم واجب ہوا ہے پس اسقدر مقاصہ ہو کر پانچ سو درم والا اُس سے باقی یعنے دو سو بائیس ۲۲۲ درم و دو ثلث درم واپس لیگا اسی طرح پانچ سو درم والے کا ہزار درم والے قرضدار پر دو سو بائیس ۲۲۲ درم و دو ثلث درم واجب ہوا ہے اور ہزار والے کا پانچ سو والے پر ایک سو گیارہ درم و ثلث درم واجب ہوا ہے پس اسقدر کا مقاصہ ہو کر پانچ سو درم والا اُس سے ایک سو گیارہ ۱۱۱ درم و ثلث درم واپس لیگا اسی طرح ہزار درم والے کا ڈیڑھ ہزار درم والے سے تین سو تینتیس ۳۳۳ درم و تہائی درم واجب ہوا ہے اور اُسکا ہزار درم والے پر دو سو بائیس ۲۲۲ درم و دو ثلث درم واجب ہوا ہے پس اسقدر کا مقاصہ ہو کر ہزار درم والا باقی یعنے ایک سو گیارہ ۱۱۱ درم و ثلث درم واپس لیگا یہ کافی ہین ہے۔ اور بیع سلم مین راس المال و مسلم فیہ کے عوض رہن دینا اور رہن بیع کے عوض دینا صحیح ہے پس اگر بیع سلم مین راس المال کے عوض رہن دیا اور مال مرہون اُسی مجلس مین تلف ہو گیا تو مرتہن راس راس المال کا وصول پانے والا اقرار دیا جائیگا جبکہ مال مرہون اسقدر مقدار کو وفا کرتا ہو اور بیع سلم بکالہ جائز ہوتی ہے اور اگر مرہون کی قیمت اس سے زیادہ ہو تو بقدر زیادتی کے امانت مین تلف شدہ قرار دیجائیگی اور اگر اُسکی قیمت راس المال سے کم ہو تو اتنی قیمت سے بھر پانے والا اقرار دیا جائیگا اور مسلم الیہ رب السلم سے باقی

واپس لیگا اور اگر مال مرہون اُسی مجلس مین تلف نہوا یہان تک کہ دونون جدا ہوگئے تو بیع سلم باطل ہوجائیگی اور مسلم الیہ پر واجب ہوگا کہ مال مرہون واپس کردے اور اگر واپس کرنے سے پہلے اُسکے پاس تلف ہوا تو بعوض راس المال کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور بیع سلم منقلب ہوکر جائز نہوجائیگی - اور اسی طرح بدل الصرف کے عوض اگر رہن لیا جاوے تو اُسمین بھی یہی حکم ہے اور اگر دونون کے افتراق وجدائی ہوجانے سے پہلے مال مرہون تلف ہوگیا پس اگر وہ وفاے ثمن کے واسطے کافی ہو تو ثمن بھرپانے والا قرار دیا جائیگا اور اگر کم ہو تو بقدر اُسکی قیمت کے مستوفی قرار دیا جائیگا اور اگر زیادہ ہو تو استیفاء کے بعد جسقدر زیادتی رہے وہ امانت مین تلف شدہ قرار دیجائیگی اور اگر مرہون تلف ہونے سے پہلے دونون جدا ہوگئے اور بعد جدائی کے مال مرہون تلف ہوا تو بیع صرف باطل ہوگئی اور جسقدر کے عوض رہن تھا اُسقدر واپس دینا واجب ہوگا اور باقی (اگر زیادہ قیمت ہو) امانت مین تلف شدہ قرار دیجائیگی - اور اگر مسلم فیہ کے عوض رہن لیا ہو اور وہ مجلس ہی مین تلف ہوگیا تو رب السلم مسلم فیہ کا بھرپانے والا قرار دیا جائیگا اور زیادتی کے حق مین امین قرار دیا جائیگا یعنے امانت مین تلف ہوئی اور اگر اُسکی قیمت کم ہو تو جسقدر اُسکی قیمت ہو اُسکی مقدار بھر وصول پانے والا قرار دیا جائیگا اور باقی کو مسلم الیہ سے لے لیگا یہ سراج الوہاج مین ہے - اور اگر بعد افتراق کے مال مرہون تلف ہوا تو جسقدر بمقدار مضمون تھی وہ اُسپر واجب ہوگی اور بیع سلم عود کرکے جائز نہوجائیگی یہ ینابیع مین ہے - اور اگر دونون نے بیع سلم کو فسخ کرلیا حالانکہ مسلم فیہ کے عوض کچھ مال رہن تھا تو وہ راس المال کے عوض رہن ہوجائیگا حتے کہ رب السلم کو راس المال کے عوض اُسکے روک لینے کا اختیار ہوگا حالانکہ قیاس یہ ہے کہ راس المال کے عوض اُسکو نہ روک سکے - اور اگر بعد باہمی فسخ کرنے کے مال مرہون تلف ہوگیا تو مسلم فیہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا راس المال کے عوض تلف شدہ قرار نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ درحقیقت وہ مسلم فیہ یعنے مثلاً اناج کے عوض وہ مرہون ہے اور اُسکا اثر راس المال کے حق مین فقط حبس و روک رکھنے مین ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ بدل اُسکا قائم مقام ہے پھر جب وہ مرہون تلف ہوتا کہ اصل جسکے واسطے مرہون ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا جیسے کہ ایک شخص نے ایک غلام فروخت کرکے سپرد کیا اور ثمن کے عوض مال رہن لیا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کرلیا تو بائع کو مبیع یعنے تک اُس مرہون کے روک رکھنے کا اختیار ہوگا اور اگر مال مرہون تلف ہوجاوے تو ثمن کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ کافی مین ہے - اگر کسی شخص نے دوسرے کو پانچ سو درم بیع سلم مین کسی خاص اناج کے واسطے دیے اور باستقصاء اناج کے عوض ایک غلام جسکے قیمت اسی قدر ہے رہن لیا پھر راس سے اپنے راس المال سے صلح کرلی تو قیاساً اُسکو غلام پر قبضہ کرلینے کا اختیار ہے اور مرتہن کو یہ اختیار نہوگا کہ مرہون کو راس المال کے واسطے روک رکھے مگر استحساناً رب السلم کو اختیار ہوگا کہ راس المال پورا وصول پانے تک غلام مرہون کو روک رکھے اور اگر مرتہن کے پاس وہ غلام بدون اسکے کہ مسلم الیہ کو دینے سے انکار کرے ہلاک ہوگیا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ جو طعام مسلم الیہ پر واجب تھا اُسکے مثل اناج مسلم الیہ کو دیکر اُس سے اپنا راس المال لے لے اسی طرح اگر راس المال سے صلح کرنے کے بعد مسلم الیہ کو راس المال ہبہ کردیا پھر غلام مرہون تلف ہوگیا تو رب السلم پر اُس اناج کے مثل اناج واجب ہوگا اور فرمایا کہ آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک گز گیہون قرض دیدے اور اُس سے ایک گز جسکی قیمت اُن گیہون کی قیمت کے برابر ہو رہن لیا پھر جسنے قرض کا گز اُتار دیا ہے اُسنے دوگز جو پر یا تھون نا تھو یعنے نقد دینے پر صلح کرلی تو یہ جائز ہے اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ گیہون پر اپنا قبضہ کرلے یہان تک کہ جو دونون گز اُسکو دیدے اور اگر مال مرہون یعنے گیہون

اُسکے پاس تلف ہوگیا تو اُسکا اناج باطل ہوجائیگا اور اُسکو جو لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر رہون کے عوض اُسکے ہاتھ کُر قرض فروخت کردیا اور ان رہون کے وصول کرنے سے پہلے دونوں جدا ہوگئے تو بیع باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ افتراق ازدین بدین پایا گیا اور قرضدار پر کُر قرض ویسا ہی باقی رہا اور کپڑا اُسکے عوض رہن رہا بخلاف جُو کے کہ وہ کُر جو مال عین ہے پس یہان افتراق ازعین بدین ہوتے کہ اگر جو بھی غیر معین ہون اور اُسپر قبضہ ہونے سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو اسمین بھی بیع باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ افتراق ازدین بدین ہوجائیگا ایسا ہی اصل مین مذکور ہے اور اس مقام پر چاہیے کہ اکمل بیع صحیح نہووے اسواسطے کہ غیر معین جُو کہ بمقابلہ گیہون کے قرار دیے گئے ہین مبیع ہونگے اور ایسی چیز کی بیع کرنا جو آدمی کے پاس نہو جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کو دو کپڑے دیے اور کہا کہ انمین سے جو کپڑا تیرا جی چاہے اُن سو درم کے عوض جو تیرے مجھپر آتے ہین لے لے پس اُسنے دونون کو لیا اور دونون اُسکے پاس ضائع ہوگئے تو امام محمد رح سے مروی ہے کہ فرمایا کہ قرضہ مین سے کچھ نہنچیگا اور امام محمد رح نے اس صورت کو بمنزلۂ اسکے قرار دیا کہ ایک شخص پر دوسرے کے بیس درم آتے تھے اُسنے قرضخواہ کو سو درم دیے اور کہا کہ اسمین سے بیس درم اپنے لے لے اُسنے ان سب پر قبضہ کرلیا اور ہنوز اپنے بیس درم نہین لیے تھے کہ سب اُسکے پاس سے ضائع ہوگئے تو قرضدار کا مال گیا اور قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہیگا - اور اگر اُسکو دو کپڑے دیے اور کہا کہ انمین سے ایک کپڑا اپنے قرضہ کے عوض رہن رکھ لے پس اُسنے دونون پر قبضہ کرلیا اور دونون کی قیمت برابر ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر ایک مین سے نصف قیمت قرضہ مین جائیگی اگر قرضہ کے برابر ہووے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - ایک شخص نے پانچ دینار کا کپڑا بعوض پانچ دینار قرضہ کے رہن کیا پھر دو دینار ادا کیے اور کہا کہ مال مرہون باقی قرضہ کے عوض رہن رہیگا تو وہ پانچ دینار کے عوض رہن رہیگا کیونکہ اگر تلف ہوگیا تو راہن اُس سے دو دینار واپس لیگا یہ قنیہ مین ہے - ایک شخص نے دس درم کے عوض ایک کپڑا خریدا اور مشتری نے خریدے ہوے کپڑے پر قبضہ نکیا اور بائع کو ایک کپڑا دیا کہ یہ ثمن کے عوض رہن رہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ ثمن کے عوض رہن نہوگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ یہ اپنا کپڑا واپس کرلے اور اگر یہ کپڑا جو اُسنے بطور رہن دیا تھا بائع کے پاس تلف ہوگیا اور دونون کی قیمت برابر ہے تو پانچ درم کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ پانچ درم کے عوض مضمون تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور کبری مین لکھا ہے کہ اگر قرضدار نے قرضخواہ کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ یہ کپڑا تیرے بعض حق کے عوض رہن ہے پھر وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو جسقدر کے عوض مرتہن چاہے اُسی قدر کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کا دوسرے پر مال آتا ہے پس قرضدار نے اُسکو بعض مال ادا کردیا پھر اُسکو ایک غلام دیا اور کہا کہ یہ غلام تیرے پاس بعوض تیرے باقی مال کے رہن ہے پھر کہا کہ یہ غلام تیرے پاس رہن ہے کسی قدر کے عوض اگر تیرا کچھ باقی رہا ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ تیرا کچھ مال باقی رہا ہے یا نہین ہا - تو یہ رہن جائز ہے اور وہ غلام بعوض باقی کے رہن ہوگا اگر کچھ باقی رہا ہے - اور اگر کچھ باقی نہ رہا ہو اور مرتہن کے پاس وہ غلام مرگیا تو مرتہن پر اسکی ضمان واجب نہوگی - اور بشر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر مبیع مین عیب کے عوض بائع نے کچھ مال عین رہن دیا یا مشتری نے جو درم ادا کیے ہین انمین عیب کے عوض مشتری نے کچھ مال رہن دیا تو جائز نہین ہے - اور اگر کسی شخص سے پچاس درم قرض طلب کیے اور اُسنے کہا کہ استقدر مجھے کفایت نکرینگے تو تیرے پاس کوئی مال رہن بھیجدے تاکہ مین تجھے تیری کفایت کے لائق بھیجدون پس اُسنے رہن بھیجدیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر رہن کی قیمت اور پچاس درم

دونون مین سے کم مقدار واجب ہوگی پس حاصل یہ ہو کہ جب قرض طلب کرنے والے نے کسی مقدار کو بیان کر دیا اور رہن نے یا امین وہ مال قبل اسکے کہ قرض دینے والا قرضہ دے تلف ہو گیا تو رہن مذکور اپنی قیمت سے اور جو مقدار بیان کی ہے دونون سے کم مقدار پر مضمون ہوگا اور اگر اُسنے کوئی مقدار بیان نکی تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے باہم اختلاف کیا ہے یہ محیط مین ہے فتاوے عتابیہ مین ہے کہ اگر اُس سے کہا کہ اسکو دراہم کے عوض رکھ لے تو وہ مرہون اپنی قیمت (تین درہم ان دونون مین سے کم مقدار کے عوض رہن ہوگا (قال المترجم) اسواسطے کہ عربی مین دراہم جمع درہم ہے اور اکثر مصداق جمع تین ہے جو یقینی ہے واقول بنا بریں اگر درہمون کے عوض کہا تو یقینی گنہ جمع بربان اردو مین دو ہے پس دو بجاے تین کے مسئلہ مین ہونا چاہیے واللہ اعلم اور مجرد مین ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مال رہن دیا تاکہ اُسکو دس درم قرض دے مگر اُسنے قرضہ نہ دیا اور یہ دعوے کیا کہ مین نے مرہون اُسکو واپس دیا ہے اور قسم کھائی تو دس درہم کا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے نقصان کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے نقصان کے عوض رہن واپس اگر نقصان ظاہر ہوا تو مرہون مذکور رہن ہوگا اور اگر نہ ظاہر ہوا تو تلف دہ جانے کی صورت مین اُسکی قیمت اور نصف قرضہ سے جو کم مقدار ہو اُسقدر کا ضامن ہوگا - اور اگر کہا کہ یہ دس اپنے درم کے عوض رہن لے حالانکہ وہ پانچ تھے تو اُس مرہون کا تلف ہونا بعوض نصف درم کے قرار دیا جائیگا اور اگر دس درہم رہن دیے حالانکہ قرضہ مین پانچ درہم سنتو قے تھے جو ایک درم کے برابر تھے تو یہ چھٹے حصہ قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار پا دینگے اور اگر ایک غلام بایں شرط کہ وہ صحیح سالم ہے رہن کیا حالانکہ وہ عیب دار تھا اور اُسمین قرضہ کی وفا نہ تھی یعنے وفاے قرضہ کے واسطے کافی تھا تو تلف ہو جانے کی صورت مین پورے قرضہ کے عوض تلف شدہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک شخص پر دو سو کا قرضہ ہے اور اُسکا کوئی کفیل ہے پھر قرضخواہ نے کفیل سے مال رہن لیا اور اصیل سے بھی رہن لیا اور ایک ہمدوسرے کے لیا اور دونون رہن ایسے ہین کہ ہر ایک وفاے قرضہ کے واسطے کافی ہے پھر دونون مین سے ایک رہن مرتہن کے ہاتھ تلف ہو گیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر رہن ثانی تلف ہوا پس اگر راہن ثانی کو رہن اول کا حال معلوم تھا تو رہن ثانی کا نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور اگر اُسکو رہن اول کا حال معلوم نہ تھا تو پورے قرضہ کے عوض تلف ہوگا اور کتاب الرہن مین ذکر فرمایا کہ دوسرا رہن بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور حال جاننے و نجاننے کا کچھ ذکر نہین فرمایا ہے اور صحیح یہی ہے جو کتاب الرہن مین مذکور ہے اسواسطے کہ کفیل و اصیل ہر ایک سے پورے قرضہ کا مطالبہ ہو سکتا ہے پس دوسرا رہن پہلے رہن پر زیادتی قرار دیا جائیگا پس تمام قرضہ پہلے رہن اور دوسرے رہن دونون کی مقدار قیمت پر تقسیم ہوگا پس جو رہن تلف ہوگا وہ نصف قرضہ کے عوض تلف ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - مجموع النوازل مین ہے کہ ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے پھر ایک تیسرے آدمی نے بدون اجازت و حکم قرضدار کے اپنا ایک غلام قرضخواہ کے پاس بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر ایک چوتھے شخص نے بھی اگر اپنا ایک غلام اسی قرضہ کے عوض بدون حکم قرضدار کے رہن کیا تو یہ جائز ہے اور غلام اول بعوض ہزار کے اور دوسرا بعوض پانچ سو درم کے رہن ہوگا اور اصل کے آخر کتاب الرہن مین مذکور ہے کہ ایک شخص قرضخواہ نے قرضدار سے ہزار درم قرضہ کے عوض ہزار درم قیمت کا غلام رہن لیا پھر ایک شخص فضولی نے آکر رہن مین ہزار درم قیمت کی چیز زیادہ کر دی تو جائز ہے اور اگر ابراہین نے چاہا کہ نصف مال ادا کر کے دونون رہنون مین سے ایک رہن چھوڑا لے تو اُسکو یہ اختیار رہیگا پس دونون مال مرہون مین سے جو مرہون تلف ہوا وہ نصف قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور ابراہیم رح نے امام محمد رح

سے روایت کی ہر گاہ جب قرضدار کا مال مرہون تلف ہو تو پورے قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور جب فضولی کا رہن کیا ہوا تلف ہو تو نصف کے عوض تلف ہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص پر قرضہ آتا ہی اور قرضدار کی اجازت سے ایک آدمی نے اُسکی طرف سے قرضدار نے قرضخواہ کو اس مال کے عوض رہن دیا پھر کفیل نے قرضخواہ کو یہ قرضہ ادا کر دیا پھر مال مرہون قرضخواہ کے پاس تلف ہوگیا تو کفیل نے جو کچھ ادا کیا ہی اصیل سے واپس لیگا اور قرضخواہ سے واپس نہ لیگا اور قرضدار قرضخواہ سے قرضہ واپس لیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک کر گیہون (کوئی اناج) مثلاً قرض دیا اور قرضدار سے اس اناج کے عوض کچھ مال رہن لیا پھر قرض لینے والے نے یہ اناج بعوض درہون کے قرضخواہ سے خرید لیا اور دراہم دیدیے اور اناج کے قرضہ سے بری ہوگیا پھر مرتہن کے پاس وہ رہن تلف ہوگیا تو وہ اُس اناج کے عوض جو قرضہ لیا تھا تلف شدہ قرار دیا جائیگا بشرطیکہ مال مرہون کی قیمت اناج قرضہ کے برابر ہو اور مرتہن پر واجب ہوگا کہ جتنا درہم اُسنے لیے رہن واپس کردے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے ایک ہزار درم کے عوض دو غلام رہن کیے پس ایک غلام استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا یا وہ آزاد ظاہر ہوا اور راہن نے مرتہن سے کہا کہ اگر تیرا حق دونون مین سے ایک کے واپس کی ہو تو مجھے واپس کردے پس مرتہن نے اُسکو واپس دیا تو باقی غلام بحصہ حق اپنے حصہ کے رہن ہوگا لیکن راہن اُسکو بدون پورا قرضہ ادا کرنے کے چھوڑا نہین سکتا ہی۔ یہ ذخیرہ مین ہی۔ رہن مین ایک شخص نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کرلیا اور ثمن کے عوض کچھ مال رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا پھر وہ غلام آزاد پایا گیا یا اُسپر استحقاق ثابت ہوا تو مرتہن مال مرہون کا ضامن ہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ ایک شخص نے سرکہ بعوض ایک درم کے یا بکری بایں شرط کہ وہ ذبح کی ہوئی ہی بعوض ایک درم کے خریدی اور ثمن کے عوض مال رہن دیا اور وہ تلف ہوگیا پھر ظاہر ہوا کہ سرکہ نہین ہی شراب ہی یا بکری مذبوحہ نہین بلکہ مردار ہی تو مال رہن ضمانت مین تلف شدہ قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ ایسے مال کے عوض تھا جو بظاہر قرضہ تھا بخلاف اسکے اگر شراب یا سور یا مردار یا آزاد خرید کر اُسکے عوض رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو مرتہن ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ رہن باطل ہی فاسد نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی ایک شخص نے دوسرے سے ایک کر گیہون قرضہ کے عوض ایک غلام رہن لیا اور وہ مرتہن کے پاس مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ اُس شخص پر قرضہ کا کرنہ تھا تو مرتہن پر غلام کی قیمت نہین بلکہ کر کی قیمت واجب ہوگی یہ کافی وخزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر راہن نے مرتہن کو مال قرضہ کسی شخص پر اُتار دیا یا پھر واپس کرلے سے پہلے غلام مرہون مرتہن کے پاس مرگیا تو بس مال کے عوض رہن تھا اُسکے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور حوالہ باطل ہوگیا یہ خزانۃ الاکمل مین ہی۔ ایک شخص نے بزاز سے ایک کپڑا مانگا تاکہ دوسرے کو دکھا کر اسکو خریدے پس بزاز نے کہا کہ مین بدون رہن کے نہ دونگا پس اُسنے کچھ مال اُسکے پاس رہن رکھدیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا اور کپڑا ہنوز قائم ہی خواہ راہن کے ہاتھ مین یا مرتہن کے ہاتھ مین تو بزاز ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ ایک شخص نے شہتوت کا درخت رہن کیا جو معہ پتون کے بیس درم کا ہی پھر اُسکے پتون کا وقت نکل گیا اور ثمن اُسکا گھٹ گیا تو شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ قرضہ مین سے اتنا حصہ نقصان کے ساقط ہوجائیگا اور یہ مثل نرخ گھٹ جانے کے نہین ہی اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک قرضہ مین سے ساقط نہوگا الا اُس صورت مین کہ کم مین نقصان بوجہ شجر کی ذات مین نقصان آجانے یا پتے جھڑ جانے کی وجہ سے ہو تو ایسی صورت مین البتہ اُسکے حساب سے قرضہ مین سے ساقط ہوجائیگا اور قول فقیہ ابو بکر رح کا اشبہ واقرب بصواب ہی اسواسطے کہ وقت نکل جانے کے بعد پتون کی کچھ قیمت نہین رہتی ہی اور اُسکا کچھ معاوضہ نہین ہوتا ہی کذا فی المحیط۔ اور فتوی شیخ ابو بکر اسکاف رح کے قول پر ہی

یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر قرضدار کا عمامہ بدون اُسکی رضامندی کے اُتار لیا تاکہ اُسکے پاس رہن رہے تو رہن نہوگا بلکہ غصب ہوگا یہ سراجیہ مین ہی - اور اگر قرضدار کا عمامہ لے لیا تاکہ اُسکے پاس رہن رہے تو اُسکا لینا جائز نہین ہی - اور اگر تلف ہوا تو مثل مرہون مال کے تلف ہونے کے قرار دیا جائیگا یہ ملتقط مین ہی - اور ایک کا دوسرے پر قرضہ آتا ہی اُسنے تقاضا کیا اور مدیون نے ندیا پس (حالانکہ مرہون نہین ہی) مرتہن نے اُسکے سر سے اُسکا عمامہ اُتار لیا کہ قرضہ کے عوض رہن رہے اور اُسکو چھوٹا رومال دیدیا کہ اپنے سر پر لپیٹ لے اور کہا کہ میرا قرضہ لادے تاکہ تیرا عمامہ تجھے واپس کردون پس قرضدار چلا گیا اور چند روز بعد اُسکا قرضہ لایا حالانکہ عمامہ اُسوقت تلف ہوچکا تھا تو اُسکا تلف ہونا مثل مال مرہون کے تلف ہونے کے قرار دیا جائیگا نہ مثل تلف ہونے مال مغصوب کے اسواسطے کہ قرضخواہ نے اُسکو اپنے قرضہ کے عوض بطور رہن کے رکھ لیا تھا اور قرضدار اُسکے پاس چھوڑ کر چلے جانے سے رہن رہنے پر راضی ہوگیا پس وہ رہن ہوگا یہ جواہر الفتاوے مین ہی - ایک شخص نے غلام رہن دیا وہ بھاگ گیا تو قرضہ ساقط ہوگیا پھر اگر مل گیا تو عود کرکے رہن ہوجائیگا اور اگر اُس غلام کا پہلا بھاگنا ہی ہو تو جسقدر اُسکی قیمت مین نقصان آگیا اُسی حساب سے قرضہ ساقط ہوجائیگا اور اگر پہلے بھی بھاگا ہو تو قرضہ مین سے کچھ کم نہوگا ایسا ہی مجموع النوازل مین مذکور ہی - اور منتقی مین ذکر کیا کہ قرضہ سے اُسی قدر کم ہوجائیگا جسقدر بھگوڑے ہونے سے نقصان آیا ہی اور کچھ تفصیل نہین فرمائی اور ایسا ہی مجرد مین امام اعظم رح سے مروی ہی اور اگر قاضی نے غلام مذکور کو بعوض اُس مال کے جسکے عوض رہن تھا قرار دیدیا درحالیکہ وہ بھاگا ہوا تھا پھر وہ مل گیا تو بحال خود رہن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک زمین مرہون پر پانی چڑھ آیا تو وہ بمنزلہ بھاگے ہوے غلام کے ہی اسواسطے کہ بسا اوقات پانی جذب ہوجاتا ہی اور زمین لائق انتفاع ہوجاتی ہی پس زمین کے لائق انتفاع ہوجانے کا احتمال باقی ہی پس قرضہ ساقط نہوجائیگا اور حاکم نے مختصر مین ذکر فرمایا کہ مرتہن کا راہن پر کچھ حق نہین رہا اسواسطے کہ رہن کا مال تلف ہوگیا اسلیے کہ چیز کا تلف ہوجانا یہی ہی کہ قابل انتفاع ہونے سے خارج ہوجاوے مثل بکری کے کہ جب وہ مرگئی تو قابل انتفاع نہین رہتی ہی اسی واسطے زمین خرید کردہ قبضہ سے پہلے اگر بنجر ہوجاوے یعنے دریا برد ہوجاوے تو بیع باطل ہوجائیگی پھر اگر پانی جذب ہوجاوے تو بحال خود رہن ہوگی اور اگر پانی چڑھ آنے سے زمین خراب ہوگئی یا اُسمین سے کوئی درخت اُکھڑ پڑا تو اُسی حساب سے قرضہ مین سے ساقط ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر شیرہ انگور رہن کیا پھر وہ شراب ہوگیا پھر وہ سرکہ ہوگئی تو بحال خود رہن رہیگا اور قرضہ مین سے بقدر نقصان ساقط ہوجائیگا - اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ راہن کو اختیار ہی کہ اُسکو بعوض قرضہ کے مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے اور اگر بکری مرہونہ مرگئی اور اُسکی کھال کی دباغت کی گئی تو وہ کھال بقدر اپنے حصہ کے رہن ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے شیرہ انگور دس درم قیمت کا بعوض دس درم قرضہ کے رہن کیا پھر وہ شراب ہوگیا پھر وہ سرکہ ہوگئی کہ جسکی قیمت دس درم ہی تو وہ دس درم قرضہ کے عوض رہن ہوگا کہ رہن اُسکو پورے دس درم دیکر چھوڑائیگا یہ سراجیہ مین ہی - ایک ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس شراب رہن کی پھر وہ سرکہ ہوگئی مگر اُسکی قیمت مین کچھ نقصان نہ آیا تو وہ رہن رہیگا پھر امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دیکر اُسی کو چھوڑا لے یا مرتہن سے مثل اپنی شراب کے شراب تاوان لے پس وہ سرکہ مرتہن کی ملک ہوجائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرالے یا پورے قرضہ کے عوض اُسکو مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک بکری رہن کی اور وہ مرگئی تو قرضہ ساقط ہوجائیگا اور اگر مرتہن نے اُسکی کھال کی دباغت کرائی تو وہ رہن ہوگی اور یہ حکم بخلاف خریدی ہوئی بکری کے ہی کہ اگر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے قبضہ

ہین مرگئی اور بائع نے اُسکی کھال کی دباغت کرائی تو ایسی صورت مین کچھ بھی ثمن کے واسطے رہن نہوگا - پس اگر قرضہ دس درم ہو اور بکری کی قیمت دس درم ہو اور اُسکی کھال ایک درم کی ہو تو وہ ایک درم کے عوض رہن ہوگی اور اگر رہن کے روز بکری کی قیمت بیس درم ہو اور قرضہ دس درم ہو اور کھال روز دباغت کے ایک درم کی ہو تو وہ نصف درم کے عوض رہن ہوگی اور اگر مسلمان یا کافر سے شراب رہن لی اور وہ اُسکے پاس سرکہ ہوگئی تو رہن جائز نہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا کہ سرکہ کو لے اور اُسکو کچھ اجرت نہ دیگا اور قرضہ جیسا تھا ویسا ہی رہیگا بشرطیکہ راہن مسلمان ہو اور اگر راہن کافر ہو اور شراب کی قیمت رہن کے روز کی اور قرضہ دونون برابر ہون تو اُسکو اختیار ہوگا کہ سرکہ مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے اور قرضہ باطل ہوگیا بعض نے فرمایا کہ یہ امام محمد رح کا قول ہو اور اصح یہ ہو کہ یہ سب کا قول ہو اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہو کہ جب مرتہن ذمی ہو یعنے جب مرتہن ذمی ہو تو حکم اسکے برخلاف ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو - فتاوی دنیا ہی مین لکھا ہو کہ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو شراب کے عوض کوئی چیز رہن دی اور مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو اُسکے تلف ہونے سے تاوان لازم نہ آویگا اور ایسا رہن باطل ہو اور مرہون اُسکے پاس امانت ہوگا اور اُسکو اختیار ہو کہ مرتہن سے واپس کرلے اور اگر تلف ہوگیا تو دونون مین سے کسی کا دوسرے پر کچھ نہوگا اور اگر مرتہن مسلمان ہو اور راہن کافر ہو تو بھی یہی حکم ہو کہ رہن باطل ہو اور راہن کو اختیار ہو کہ اپنا رہن واپس لے اور مرتہن کو کچھ نہ ملیگا - اور اگر دونون کافر ہون تو دونون مین رہن صحیح ہو اور فک رہن یا تو شراب کے مثل شراب دیکر کریگا یا اگر قرضہ کی شراب خرید لی تو اُسکے دام دیکر کریگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا تو جسکے عوض رہن ہوا ہو اُسی عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہو - ایک شخص نے دوسرے سے ہزار درم کو ایک باندی خریدی اور بائع نے اُسکو باندی دینے سے انکار کیا کہ جب تک ثمن نہ لیلون تب تک نہ دونگا اور مشتری نے کہا کہ جب تک مجھے نہ دیگا تب تک مین تجھے ثمن نہ دونگا پھر دونون نے اس بات پر صلح کی کہ مشتری اسکا ثمن ایک مرد عادل کے پاس رکھے یہان تک کہ بائع باندی کو مشتری کے سپرد کردے پھر وہ ثمن مرد عادل کے پاس تلف ہوگیا تو وہ مشتری کا مال گیا اور اگر بائع نے کہا کہ تو ثمن کے عوض اس مرد عادل کے پاس رہن رکھدے تاکہ مین باندی تجھے دیدون پس اُسنے ثمن کے عوض رہن رکھدیا تو بائع کا مال گیا یہ محیط سرخسی مین ہو - اگر سو درم قرضہ کے عوض دو سو درم قیمت کا غلام رہن رکھا پس مرتہن کے پاس اُسکی آنکھ جاتی رہی تو امام اعظم رح کے نزدیک و امام محمد رح کے نزدیک سو درم مین سے نصف قرضہ جاتا رہا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غلام مذکور صحیح سالم اندازکیا جاوے اور کانا اندازکیا جاوے پس جسقدر دونون مین تفاوت ہو اُسقدر کے حساب سے قرضہ مین سے ساقط کیا جاوے یہ ینابیع مین ہو - اور اگر مرتہن کے پاس چوپایہ مرہون کی آنکھ جاتی رہی حالانکہ چوپایہ مذکور کی قیمت قرضہ کے برابر تھی تو چوتھائی قرضہ ساقط ہوجائیگا یہ مبسوط مین ہو - ایک شخص نے جو کچھ اُسکی باندی کے پیٹ مین ہو آزاد کردیا پھر اُس باندی کو رہن کیا تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ رہن جائز ہو پھر اگر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور ولادت سے باندی مذکورہ مین نقصان آگیا تو نقصان ولادت کی وجہ سے قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا یہ قنیہ مین ہو - امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے ہزار درم قرضہ کے عوض اپنا غلام دو ہزار درم قیمت کا رہن کیا اس شرط سے کہ مرتہن زیادتی کا یعنے جسقدر اُسکی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زائد ہو اُسکا ضامن ہو یا مرتہن نے یون شرط لگائی کہ اگر یہ غلام میرے پاس مرجاوے تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا تو ایسا رہن فاسد ہو اور کبرے مین ہو کہ قاضی امام فخر الدین رح نے فرمایا کہ جب عقد مین لفظ رہن ذکر کیا پھر مرہون کی قیمت کی زیادتی کی ضمان شرط کرلی یا یہ شرط کی کہ رہن میرے پاس امانت ہو

ایسی صورت مین رہن جائز ہوا اور شرط باطل ہوا اور اگر لفظ رہن ذکر نکیا ہو تو رہن فاسد ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر عورت نے اپنی مہر سے کے عوض رہن لیا اور مرہون کی قیمت اُسکے مہر کے برابر ہی پھر شوہر کو اپنے مہر سے بری کر دیا یا مہر اُسکو ہبہ کر دیا اور مرہون کو دینے سے نرد کا یہانتک کہ مرہون اُسکے پاس تلف ہوگیا تو استحساناً اسپر ضمان نہوگی اسی طرح اگر دخول سے پہلے اپنے شوہر سے اپنے مہر کے عوض خلع کر لیا پھر مرہون اُسکو دینے سے نہ روکا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر بیان نکیا (حتے کہ مہر المثل قرار پایا) پھر عورت مذکور کو مہر المثل کے عوض رہن دیا تو ایسے نکاح مین جسمین مہر بیان نکیا گیا ہو مہر المثل بمنزلہ مہر مسمے کے ہی ایسے نکاح مین جسمین مہر بیان کیا گیا ہی پس اگر عورت مذکور کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے اُسکو طلاق دیدی تو تمام مہر المثل ساقط ہو جائیگا اور عورت مذکورہ کے واسطے متعہ واجب ہوگا پھر قیاساً اُس عورت کو متعہ کے واسطے مرہون کا رد کنا جائز نہین ہی یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور دوسرا قول امام ابو یوسف رح کا بھی یہی ہی یہ مبسوط مین ہی۔

چوتھا باب مرہون کے نفقہ اور جو نفقہ کے مشابہ ہی اُسکے بیان مین۔ اصل اس باب مین یہ ہی کہ رہن کی ذاتی اصلاح اور اُسکے باقی رہنے مین جس چیز کی احتیاج ہو وہ راہن کے ذمہ ہی خواہ مال مرہون مین بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو یا نہو اسواسطے کہ عین مرہون راہن کی ملک مین باقی ہی اور اسی طرح اُسکے منافع بھی راہن کی ملک ہین پس مرہون کی اصلاح اور اُسکا باقی رکھنا بھی اُسی کے ذمہ ہی اور اسکی مثال ایسی ہی جیسے مرہون کے خورد و نوش کا خرچہ اور اسی جنس سے رقیق کا کپڑا اپنے لباس اور ولد راہن کی دائی کی اجرت و نہر کا کاٹنا اور باغ کا سینچنا اور باغ کے درختان خرما کی نر ہادی لگانا اور اُسکے پھل کی توڑ و ائی اور اُسکے درستیون کے کام وغیرہ۔ اور جو خرچہ مرہون کی حفاظت مین پڑے کہ صحیح سالم راہن کو واپس دے یا اُسکے کسی جزو کی حفاظت مین پڑے جیسے اُسکے زخم کا علاج کرنا تو وہ مرتہن کے ذمہ ہی جیسے نگہبان کی اجرت یہ تبیین مین ہی۔ مرہون کا کفن راہن کے ذمہ ہی خواہ مرہون مرتہن کے قبضہ مین ہو یا عادل کے قبضہ مین ہو یہ محیط مین ہی۔ اور جو خرچہ راہن پر واجب ہی اگر اُسکو مرتہن نے انجام دیدیا تو وہ متطوع یعنے احسان کرنے والا ہوگا بشرطیکہ بلا اجازت و حکم راہن ایسا کیا ہو اسی طرح اگر راہن نے وہ خرچہ جو مرتہن پر واجب ہی بدون حکم مرتہن کے خود انجام دیدیا تو وہ بھی متطوع ہوگا اور اگر وہ خرچہ جو راہن پر واجب ہی مرتہن نے بحکم راہن یا بحکم قاضی اُٹھایا تو راہن سے واپس لے سکتا ہی اسی طرح جو خرچہ مرتہن پر واجب ہی راہن نے بحکم مرتہن یا بحکم قاضی اُٹھایا تو وہ مرتہن سے واپس لے سکتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر راہن غائب ہوگیا اور مرتہن نے بحکم قاضی مرہون کو نفقہ دیا تو راہن سے واپس لیگا اگر وہ غائب ہو اور اگر حاضر ہو تو واپس نہ لیگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونون صورتون مین واپس لیگا اور فتوی اس بات پر ہی کہ اگر راہن حاضر ہو اور اُسنے نفقہ دینے سے انکار کیا پھر قاضی نے مرتہن کو نفقہ دینے کا حکم دیا اور اُسنے نفقہ دیا تو راہن سے واپس لیگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور جب راہن نے قرضہ ادا کر دیا تو مرتہن کو اختیار نہوگا کہ نفقہ وصول کرنے کے واسطے مال مرہون کو راہن کو دینے سے روک لے اور اگر مال مرہون راہن کے پاس تلف ہوگیا تو نفقہ اپنے حال پر رہیگا یعنے راہن سے واپس لے سکتا ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور نفقہ دینے پر مرتہن کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی جب تک گواہ پیش نہ کرے اور اگر راہن سے واپس لے سکتا ہو تو راہن سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی اسواسطے کہ تین نے اُسپر ایک قرضہ کا دعوے کیا ہی اور وہ منکر ہی اور غیر کے فعل پر جب قسم لیجاتی ہی تو علم پر لیجاتی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ آدمی دوا کے دام اور طبیب کی اجرت مرتہن کے ذمہ ہی پس کتاب الرہن مین ایک جگہ یہ مسئلہ اسی طرح مطلق مذکور ہی اور دوسری

جگہ کتاب الرہن مین یون فرمایا کہ جراحات و قروح کی دوائی و امراض کے معالجہ کا خرچہ اور جنایت لینے جرم کا فدیہ بحساب مرہون کی قیمت کے ہے پس جسقدر اُسکی قیمت مضمون ہی اُسکے حصہ مین جو خرچہ پڑے وہ مرتہن کے ذمہ ہی اور جسقدر امانت ہی اُسکے حصہ کا خرچہ راہن کے ذمہ ہی اور ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ دوا کے دام اور طبیب کا خرچہ مرتہن کے ذمہ بھی واجب ہوگا کہ جب جراحت یا مرض مرتہن کے پاس پیدا ہوا ہو اور اگر راہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو یہ خرچہ راہن کے ذمہ ہوگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہی بلکہ ہر حال مین مرتہن کے ذمہ ہوگا اور کتاب مین امام محمد رح کا مطلقاً چھوڑ دینا ایسی تفصیل نکرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہی کذا فی المحیط اور یہی اظہر ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے روایت ہی کہ جو جراحت یا مرض مرتہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو اُسکی دوائی کے دام اور طبیب کی اجرت مرتہن کے ذمہ ہوگی اور جو راہن کے پاس پیدا ہوا ہو پس اگر مرتہن کے پاس زیادہ نہو گیا جتنے کہ اُسکی زیادہ مداوات کی ضرورت نہو تو مداوات کا خرچہ راہن کے ذمہ ہی اور اگر مرتہن کے پاس اُسمین زیادتی ہو گئی جتنے کہ اُسمین زیادہ مداوات کی ضرورت ہوئی تو اُسکی مداوات مرتہن کے ذمہ ہی لیکن مرتہن پر اُسکی مداوات کے واسطے جبر نکیا جائیگا بلکہ اُس سے کہا جائیگا کہ یہ آمر تیرے پاس پیدا ہوا ہی پس اگر تجھکو اپنے مال کی اصلاح واجبا منظور ہو تاکہ تیرا مال ڈوب نجاوے تو تو اُسکی دوا کر یہ محیط مین ہی۔ شرح طحاوی مین لکھا ہی کہ مرہون کی حفاظت بذمہ مرتہن ہی جتنے کہ اگر راہن نے مرتہن کے واسطے حفاظت کرنے کے عوض کچھ اجرت شرط کردی تو صحیح نہین ہی اور مرتہن اسکا مستحق نہوگا اور اگر مال مرہون ایسا جانور ہو جسکے چرانے کی حاجت ہی تو چرواہے کی اجرت بذمہ راہن ہی اور جس جگہ وہ جانور باندھا جاتا ہی اور رات گذارتا ہی اُسکا کرایہ بذمہ مرتہن ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور بھاگے ہوے غلام مرہون کے واپس لانے والے کی مزدوری مین سے بقدر قرضہ کے بذمہ مرتہن ہی اور قرضہ کے حساب سے جو زائد قیمت ہی اُسقدر کی مزدوری بذمہ راہن ہی جتنے کہ اگر غلام مرہون کی قیمت اور قرضہ برابر ہو یا قیمت کم ہو تو پوری مزدوری بذمہ مرتہن ہوگی اور اگر قرضہ سے اُسکی قیمت زیادہ ہو تو مزدوری بقدر قرضہ کے بذمہ مرتہن اور بقدر زیادتی کے بذمہ راہن ہوگی۔ اور اگر مرہون بانع الگور ہو تو اُسکی عمارت و خراج بذمہ راہن ہی اسواسطے کہ یہ ملک پر خرچہ ہی اور عشر سو پیداوار مین سے امام المسلمین لے لیگا اور باقی پیداوار کا رہن باطل نہوگا بخلاف اسکے اگر بعض مرہون شائع لینے غیر مقسوم پر کسی نے استحقاق ثابت کیا تو باقی کا رہن باطل ہو جاتا ہی اور اگر راہن کے مال مین نمو ہوا اور راہن نے چاہا کہ وہ نفقہ جو ہم نے اسپر واجب بیان کیا ہی وہ اس نما کے عوض کردے یعنی نفقہ بڑھتی جو اس سے پیدا ہوتی ہی ندے اور تمام مرتہن کو دیدے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ بدائع مین ہی۔

پانچوان باب - اُس حق کے بیان مین جو مرتہن کا مرہون مین واجب ہوتا ہی - اگر راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہین تو مرتہن اس مرہون کا مستحق ہی یہ محیط مین ہی - یعنے مال مرہون سے پہلے وہ اپنا قرضہ وصول کریگا پھر باقی مین تمام قرضخواہ شریک ہونگے فافہم - اور مرتہن کو اختیار ہی کہ جس قرضہ کے عوض اُسنے مال مرہون رہن لیا ہی اُسکے واسطے مرہون کو روک رکھے اور یہ اختیار نہین ہی کہ اُسکا دوسرا قرضہ جو راہن پر رہن کرنے سے پہلے کا یا پیچھے کا ہو اُسکے واسطے بھی مال مرہون کو روکے اور اگر راہن نے اُس قرضہ مین سے جسکے عوض رہن دیا ہی تھوڑا ادا کر دیا تو مرتہن کو اختیار ہی کہ باقی تمام قرضہ وصول کرنے تک مال مرہون کو روکے خواہ باقی قلیل ہو یا کثیر ہو یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی مال ہزار درم قرضہ دینے کے عوض بطور رہن فاسد کے رہن کیا اور ایک اور شخص نے بھی ہزار درم قرضہ دیا ہو گیا پھر دونون نے بوجہ فساد کے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال مرہون واپس لینا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا جبتک کہ مرتہن کو جو اُسنے دیا ہی واپس نکرے اسواسطے کہ مرتہن نے جو کچھ دیا ہی وہ بمقابلہ اُس

اُس مرہون کے دیا ہو جسپر اُسنے قبضہ کیا ہو پس راہن کو قبضہ مرتہن توڑ دینے کا اختیار نہوگا جب تک مرتہن کا ادا کیا ہوا مال اُسکو واپس نہ دے پھر اگر اس صورت مین راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہین تو مرتہن اس مرہون کا حقدار ہوگا کہ اس مرہون سے وصول کرنے مین بہ نسبت دوسرے قرضخواہون کے اُسکا استحقاق مقدم ہو جیسا کہ راہن کی زندگی مین تھا اور اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہو پھر قرضدار نے قرضخواہ کو کچھ مال اس قرضہ کے عوض بطور فاسد رہن دیا اور اُسکے سپرد کر دیا پھر دونون نے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال مرہون واپس لینا چاہا قبل اسکے کہ مرتہن کا قرضہ ادا کرے تو اُسکو ایسا اختیار ہو اور اگر اس صورت مین راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہین تو مرتہن اس مال مرہون کا بہ نسبت دوسرے قرضخواہون کے زیادہ مستحق نہوگا بلکہ سب قرضخواہ برابر ہونگے جیسا کہ راہن کی زندگی مین مرتہن اسکا بہ نسبت راہن کے زیادہ مستحق نہ تھا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر راہن نے مدبر غلام یا باندی یا ام ولد یا ایسی کوئی چیز جو رہن نہین ہوسکتی ہو رہن کی تو راہن کو ادا سے قرضہ سے پہلے اُسکے واپس لے لینے کا اختیار ہوگا خواہ بعوض قرضہ سابقہ کے رہن کیا ہو یا بعوض قرضہ لاحقہ کے رہن کیا ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر کسی شخص کے پاس چند مال عین رہن کیے اور مرتہن نے اُنپر قبضہ کر لیا پھر راہن نے تھوڑا قرضہ ادا کر کے چاہا کہ اعیان مرہونہ مین سے کوئی مال عین واپس لے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے ہر ایک مال عین کا حصہ بیان نکیا ہو تو اُسکو ایسا اختیار نہوگا اور اگر بیان کر دیا ہو تو زیادات مین مذکور ہو کہ اُسکو ایسا اختیار ہوگا اور اصل کی کتاب الرہن مین مذکور ہو کہ اُسکو ایسا اختیار نہوگا پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم اصل مین مذکور ہو وہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف کا قول ہو اور جو زیادات مین مذکور ہو وہ امام محمد رح کا قول ہو اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور یہی صحیح ہو اسواسطے کہ ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین امام محمد رح سے بھی ایسا ہی حکم روایت کیا ہو جیسا کہ اصل مین مذکور ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر راہن و مرتہن نے باہم عقد رہن کو فسخ کیا پھر مرتہن نے چاہا کہ مرہون کو روکے تو اُسکو اختیار رہیگا اور رہن باطل نہوگا جب تک کہ بطریق فسخ کے مرہون کو واپس نکر دے یہ سراجیہ مین ہو۔

چھٹا باب - راہن کی طرف سے مرہون مین زیادہ کر دینے کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ ہمارے علماے ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک عقد رہن کے قائم ہونے کی حالت مین مرہون مین زیادہ کرنا استحساناً صحیح ہو اور اُسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے ہزار درم قرضہ کے مقابلہ مین ایک غلام رہن کیا پھر راہن نے اُسکو ایک کپڑا بڑھا دیا تاکہ وہ بھی غلام مذکور کے ساتھ بعوض اُس قرضہ کے جسکے مقابلہ مین غلام رہن ہو مرہون رہے تو استحساناً زیادتی صحیح ہو اور یہ زیادتی اصل عقد مین لاحق ہو جائیگی اور یون قرار دیا جائیگا کہ گویا عقد رہن اُس اصل اور زیادتی دونون پر وارد ہوا ہو حتے کہ غلام معہ کپڑے کے اُس قرضہ کے عوض جسمین غلام رہن تھا مرہون ہو جاویگا یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس سو درم قرضہ کے عوض قیمت کا غلام رہن کیا پھر دوسرا غلام سو درم قیمت کا رہن مین بڑھا دیا پھر دونون مین سے ایک غلام مرگیا تو اُسکے مولے سے نصف قرضہ ساقط ہوگا اور نصف غلام مذکور امانت مین تلف ہوا یہ ینابیع مین ہو۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کی پھر اُسکے جسم مین خوبی زیادہ ہوگئی یا نرخ بڑھ گیا یہانتک کہ وہ دو ہزار درم کی ہوگئی پھر اگر اُسکو مولی نے آزاد کر دیا حالانکہ مولی تنگدست ہو تو باندی مذکورہ ہزار درم کے واسطے سعایت کریگی نہ پورے قرضہ کے واسطے۔ اور اگر اُسکی قیمت نہ بڑھی بلکہ اُسنے ہزار درم قیمت کا ایک بچہ جنا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہو تو دونون ہزار درم کے واسطے سعایت کرینگے نہ بقدر قیمت دونون کے۔ اور اگر اُسکی قیمت نہ بڑھی اور نہ اُسکے بچہ ہوا بلکہ اُسکو

ایک غلام نے جو دو ہزار درم کا ہے قتل کیا اور اس جرم میں غلام مذکور باندی کے مولی کو دیدیا گیا پس مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو وہ بھی دو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کے عوض ایک باندی رہن کی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر وہ مر گئی پس راہن نے ایک غلام بڑھا دیا اور رہا ایک ماں و بیٹے و غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے تو قرضہ پہلے ماں و بچہ کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس ماں کے مرنے سے نصف رہن ساقط ہو جائیگا اور بچہ بعوض نصف قرضہ کے رہیگا پس اُسکے ساتھ غلام لگا یا گیا تو باقی ان دونوں پر نصفا نصف تقسیم ہوگا بشرطیکہ فک رہن کے وقت تک بچہ باقی رہے حتے کہ اگر فک رہن سے پہلے بچہ ہلاک ہو گیا تو ظاہر ہوگا کہ بچہ کے مقابلہ میں کچھ قرضہ نہ تھا اور ماں بعوض پورے قرضہ کے ہلاک ہوئی اور زیادتی بیٹے غلام کا زیادہ کرنا تعین نہیں ہوا ہے حتے کہ اگر غلام بھی بچہ کے ہلاک ہونے سے پہلے یا پیچھے ہلاک ہو گیا تو امانت میں ہلاک ہوگا اور اگر بچہ ہلاک نہوا بلکہ اُسکی قیمت بڑھ گئی یہاں تک کہ فک رہن کے وقت اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی تو پہلے قرضہ تین تہائی تقسیم ہوگا جسمیں سے ایک تہائی بمقابلہ ماں کے جو اُسکے ہلاک ہونے سے ساقط ہو گیا پھر باقی اس بچہ و زیادتی پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمیں سے دو تہائی بمقابلہ بچہ کے اور ایک تہائی بمقابلہ غلام کے رہیگا اور اگر بچہ کی قیمت گھٹ گئی یہاں تک کہ پانچ سو درم رہگئی تو پہلے قرضہ ماں و بچہ پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمیں سے دو تہائی بمقابلہ ماں کے جو اُسکے مرنے کی وجہ سے ساقط ہو گیا اور ایک تہائی باقی اس بچہ اور زیادہ کیے ہوئے غلام پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمیں سے ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے اور دو تہائی بمقابلہ زیادہ کیے ہوئے غلام کے ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر اُسکے جسم کی خوبی یا نرخ بڑھ جانے سے وہ دو ہزار درم کا ہو گیا پھر مولی نے اُسکو مدبر کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو غلام مذکور پورے قرضہ کے واسطے سعایت کریگا اور اگر مدبر کرنے نے ہنوز کچھ سعایت نہ کی ہو کہ مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو بھی پورے قرضہ کے واسطے سعایت کریگا درحالیکہ مولی تنگدست ہو اسواسطے کہ اسقدر مال وصول کر لینا اُسکے بارہ سے اسطرح متعلق ہے کہ اُسکی کمائی سے پورا حاصل کیا جاوے پس ساقط نہوگا اور اگر مدبر ہونے کی حالت میں اُسکی قیمت میں زیادتی ہو گئی کہ دو ہزار درم کا ہو گیا پھر مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو دو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور قرضہ میں زیادہ کر دینا امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہیں صحیح ہے بخلاف امام ابو یوسف رح کے حتی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے قرضہ میں اُسکو ایک غلام رہن دیا پھر راہن کے مرتہن سے قرض لینے یا کوئی چیز خریدنے یا اور کسی سبب سے راہن پر اُسکا اور قرضہ جدید پیدا ہو گیا پھر اُسنے قدیمی قرضہ کے رہن کے غلام کو قدیمی و جدید دونوں قرضوں میں رہن کر دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قرضہ جدید میں رہن نہوگا حتے کہ اگر غلام مذکور ہلاک ہو گیا تو بعوض قرضہ قدیم کے تلف ہوگا قرضہ جدید کے عوض تلف نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قدیم و جدید دونوں قرضوں کے عوض رہن ہو جاویگا اور اگر ہلاک ہو تو دونوں کے عوض ہلاک ہوگا اور واضح ہو کہ جب مرہون میں مال زیادہ کر دینا صحیح ٹھہرا تو مرہون کا قبضہ قرضہ کے عوض رہن ہوگا جو زیادہ کیے ہوئے مال کے زیادہ کرنے کے وقت قائم ہو نہ اُس قرضہ کے عوض جو ساقط ہو گیا ہے یا مرتہن نے اُسکو بھر پایا ہے اسواسطے کہ رہن ایفاء ہے اور قرضہ ساقط کا یا جو بھر پایا ہے اُسکا ایفاء متصور نہیں ہے۔ اور اصل اور زیادتی پر دونوں کی مقدار قیمت کے حساب سے قرضہ تقسیم کیا جائیگا لیکن اصل کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو عقد رہن کی وجہ سے قبضہ کرنے کے وقت تھی اور زیادتی کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو زیادتی شرط کرنے کی وجہ سے قبضہ کرنے کے وقت ہے پھر جو مرہون اسکے بعد تلف ہو وہ اُسقدر قرضہ کے عوض تلف ہوگا جسکے عوض وہ رہن ہے اور جو باقی ہے وہ اُسقدر کے عوض رہن رہیگا جسکے عوض رہن تھا۔ اور رہن دو قسم کا ہوتا ہے ایک قسم وہ ہے جو رہن میں داخل نہیں ہوتا ہے اور وہ ایسا نمو ہے جو اصل

عین سے پیدا نہ ہو اور نہ اجزای عین میں سے کسی جزو کا بدل ہو جیسے کمائی وہبہ کیا ہوا یا صدقہ دیا ہوا مال اور اسکے مثال اور ایک قسم وہ ہے جو رہن میں داخل ہوا اور وہ ایسا نمو ہے جو عین مرہون سے متولد ہو جیسے بچے اور پھل وصوف اور پشم یا اجزای عین میں سے کسی جزو کا بدل ہو جیسے ارش وعقر۔ اور اس قسم کے نمو کے رہن میں داخل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یہ مثل عین کے محبوس ہوتے ہیں یعنی روکے جاتے ہیں لیکن مضمون نہیں ہوتے ہیں اور نہ انکے جانب حکم ضمان ساری ہوتا ہے حتے کہ اگر فک رہن سے پہلے ایسا متولف ہو جاوے تو اُسکے مقابلہ میں قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا اور جب اس قسم کے نمو رہن میں اصل کے ساتھ بمعنی مذکور داخل ہوئے تو جو کچھ قرضہ اصل مرہون کے مقابلہ میں ہو وہ اصل اور اس نمو دونوں پر باعتبار دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا۔ اسواسطے کہ بدون مقابلہ قرضہ کے رہن نہیں ہوتا ہے پس قرضہ کا دونوں پر تقسیم کر دینا واجب ہوا لیکن بایں شرط کہ فک رہن کے وقت تک یہ نمو باقی رہے پس جب فک رہن کے وقت تک نمو باقی ہو تو تقسیم مذکور مستقر ہو جائیگی اور اگر فک رہن سے پہلے نمو تلف ہو جاوے تو اُسکے مقابلہ میں کچھ قرضہ ساقط نہ ہوگا اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا نمو کا وجود نہ تھا اور پورا قرضہ بمقابلہ اصل مرہون نہایہ محیط میں ہے۔ اور قرضہ اصل مرہون کی قیمت پر روز قبضہ کے اعتبار سے اور زیادتی کی قیمت پر روز فک رہن کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور اسکی تفسیر یہ ہے کہ جب اصل کی قیمت ایک ہزار درم ہوں اور بچہ کی قیمت ہزار درم ہوں تو قرضہ بلحاظ ہر ان دونوں پر نصفا نصف ہوگا پھر اگر بچہ مر گیا تو مفت گیا اور اُسکی ماں پورے قرضہ کے عوض رہن رہگئی اور اگر ماں مر گئی اور بچہ رہا پس اگر رہن نے فک رہن کر لیا تو نصف قرضہ کے عوض فک رہن کرے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد بچہ مر گیا تو مفت مر گیا اور ایسا ہو گیا گویا اُسکا وجود ہی نہ تھا پس پورا قرضہ اُسکی ماں کے مرنے سے ساقط ہوا۔ اور اگر دونوں میں سے کوئی نہیں مرا لیکن نرخ بدل جانے کی وجہ سے ماں کی قیمت میں نقصان آگیا کہ وہ پانچ سو درم قیمت کی رہگئی یا زیادتی ہو گئی کہ وہ دو ہزار درم قیمت کی ہو گئی اور بچہ وہی ایک ہزار درم قیمت کا رہا تو قرضہ دونوں پر نصفا نصف رہیگا جیسا پہلے تھا اُس سے متغیر نہ ہوگا اور اگر ماں اپنے حال سابق پر رہی اور بچہ کی قیمت بسبب عیب پیدا ہو جانے یا نرخ بدل جانے کے گھٹ گئی کہ پانچ سو درم رہگئی تو قرضہ اِن دونوں پر تین تہائی ہوگا کہ دو تہائی ماں کے مقابلہ میں اور ایک تہائی بچہ کے مقابلہ میں ہوگا اور اگر بچہ کی قیمت بڑھگئی کہ دو ہزار درم کا ہو گیا تو تہائی قرضہ بمقابلہ ماں کے اور دو تہائی قرضہ بمقابلہ بچے کے ہوگا حتے کہ اگر اُسکی ماں مر گئی تو بچہ بمقابلہ دو تہائی قرضہ کے مرہون رہیگا اور یہ حکم بنا بر اُس اصل کے جو ہمنے بیان کی ہے کہ اصل کی قیمت روز قبضہ کی اور زیادتی کی قیمت روز انفکاک رہن کی معتبر ہوتی ہے مطرد ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پھر جب یہ تقسیم نمو کی اصل کے ساتھ مرہون ٹھہری تو اسکی وجہ سے قرضہ ساقط ہو گیا ہے اُسمیں سے بعض عود کر آتا ہے چنانچہ اگر مرہون ایک باندی ہوا اور وہ کانی ہو گئی حتے کہ نصف قرضہ ساقط ہو گیا پھر اسکے بعد اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا تو بعض قرضہ ساقط عود کر آئیگا اور کانی ہونے کے بعد بچہ پیدا ہونا ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا کانی ہونے سے پہلے بچہ جنی ہوا اور زیادتی کی شروط ہوتی ہے جب وہ اصل کے ساتھ مرہون ہو جاتی ہے تو اسکی وجہ سے قرضہ ساقط میں سے کچھ عود نہیں کرتا ہے اور مرہون باندی کے کانی ہونے کے بعد زیادتی ایسی نہیں قرار دیجائیگی کہ جسے کانی ہونے سے پہلے زیادتی مشروط ہوتی ہے محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کی پھر وہ کانی ہو گئی تو نصف قرضہ ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ آدمی کی آنکھ اُسکا نصف ہے پھر اگر ایک غلام پانچ سو درم قیمت کا بڑھا دیا تو زیادتی صحیح ہے کیونکہ جس مال مرہون پر زیادہ کیا ہے وہ موجود ہے پس باقی نصف قرضہ ان دونوں پر نصفا نصف تقسیم ہوگا یعنے بقدر ہر ایک کی قیمت کے برابر تقسیم ہوگا پھر اگر وہ کانی باندی ایک بچہ جنی جو ہزار درم قیمت کا تو پورا قرضہ

اس باندی اور اُسکے بچہ پر برابر تقسیم ہوگا اور تقسیم قرضہ کے واسطے کافی ہونے کے بعد جو بچہ ہوا ہی وہ ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا کافی ہونے سے پہلے پیدا ہوا ہی اسواسطے کہ بچہ اصل عقد سے ملتحق ہوتا ہی پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وقت عقد کے موجود تھا پس باندی کے کافی ہونے کی وجہ سے جسقدر قرضہ کے مقابلہ مین باندی پڑی ہی اُسکا نصف ساقط ہوگا اور یہ مقدار پورے قرضہ کا چوتھائی حصہ ہی اور باندی کے مقابلہ مین چوتھائی حصہ اور بچہ کے مقابلہ مین نصف قرضہ رہا لیکن بچہ مین سے نصف بچہ اصل ہی گیا بسبب اسکے کہ نصف باندی فوت ہوگئی ہی اور نصف بچہ تابع رہگیا اس سبب سے کہ نصف باندی باقی ہی اور نصف بچہ جو تابع ہی اُسکے مقابلہ کا چوتھائی قرضہ غلام زائد کردہ شدہ تقسیم کرنے کے حق مین ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وہ باندی مین ہی اسواسطے کہ جو مال زیادہ کیا گیا ہو وہ بچہ کے اس نصف کے تابع ہوگا جو مان کا تابع ہی پس باندی کے مقابلہ مین پانچ سودرم ہوے اور بچہ کے مقابلہ مین دو سو پچاس (۲۵۰) درم رہے پس زیادتی کا غلام ان دونون پر تین تہائی تقسیم ہوگا پس اُنکا دو تہائی حصہ باندی کے ساتھ مرہون ہوگا اور ایک تہائی حصہ نصف بچہ کے ساتھ جو اصل ہی مرہون ہوگا۔ پھر پورے قرضہ کا چوتھائی حصہ جو نصف بچہ کے مقابلہ مین جو اصل ہوگیا ہی اس نصف بچہ اور تہائی زیادتی پر بحساب ہر ایک کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور نصف بچہ اصل کی قیمت پانچ سودرم ہوا اور تہائی زیادتی کی قیمت پانچ سودرم کی تہائی ہی پس ہمنے پانچ سو کی تہائی کو ایک سہم قرار دیا پس تہائی زیادتی ایک سہم ہوا اور نصف بچہ کے تین سہم ہوے (جسکا مجموعہ چار سہم ہوا) پس چوتھائی قرضہ چار پر تقسیم ہوا اور کمتر ایسا عدد جسکی چوتھائی کا چہارم حصہ نکلے سو۱۰۰ ہی پس ہمنے قرضہ کے سو۱۰۰ حصے کیے جسکا چوتھائی چار ہوے پس یہ چار نصف بچہ اور تہائی زیادتی کے درمیان چار پر تقسیم کیا گیا اور باندی کے حصہ مین نصف قرضہ آتا ہوا پس استقدر اس باندی اور دو تہائی زیادتی کے درمیان بقدر ان دونون کی قیمت کے تقسیم کیا گیا اور دو تہائی زیادتی کی قیمت پانچ سودرم کی دو تہائی ہی اور باندی کی قیمت پانچ سودرم ہی پس تفاوت دونون مین پانچ سو کی تہائی ہی پس ہمنے پانچ سودرم کی تہائی کو ایک سہم مقرر کیا تو ان سب سہمون کا مجموعہ پانچ سہم ہوے پھر اگر نصف قرضہ یعنی آٹھان دونون پر پانچ حصے ہوکر تقسیم ہو تو پورا نہین پڑتا ہی اسواسطے ہمنے اصل مسئلہ یعنے سو۱۰۰ کو پانچ مین ضرب دیا تاکہ اسّی ہوگئے (یعنے قرضہ اسّی قرار دیا) اور اس سے مسئلہ کا استخراج کیا سو باندی کافی ہوجانے کی وجہ سے چہارم یعنے بیس ساقط ہوے اور نصف بچہ اصل کے مقابلہ مین چہارم یعنے بیس ہوے جو اس نصف اصل اور تہائی زیادتی کے درمیان چار پر تقسیم ہوے پس ایک چوتھائی یعنے پانچ بمقابلہ تہائی زیادتی کے اور تین پانچوین یعنے پندرہ۱۵ بمقابلہ نصف بچہ کے ہوئے پھر جو قرضہ بمقابلہ باندی کے ہی یعنے چالیس ۴۰ وہ اس باندی اور دو تہائی زیادتی کے درمیان پانچ ہی پر تقسیم ہوا جسمین سے دو پانچوین حصے یعنی سو۱۰۰ بمقابلہ دو تہائی زیادتی کے اور تین پانچوین یعنی چھ بمقابلہ باندی کے ہوئے اور یہ چھ بیس جو باندی کے مقابلہ مین ہی درحقیقت باندی کے اور نصف بچہ تابع کے درمیان ہر ایک کے واسطے بارہ بارہ ہین کہ مجموعہ ہوکر باندی کے حق مین چھ بیس پڑے ہین۔ پس زیادتی کے واسطے ایک مرتبہ پانچ پڑے اور ایک دفعہ سو۱۰۰ ہوے پس مجموعہ اکیس ۲۱ ہوا اور پورے بچہ کے مقابلہ مین ستائیس ۲۷ ہوے اور باندی کے مقابلہ مین بارہ ہوے پس باندی اور اُسکے بچہ کا مجموعہ اُنتالیس (۳۹) ہوا اور یہی معنی امام محمد رح کے اس قول کے ہین کہ راہن جب فک رہن چاہے تو کافی باندی اور اسکے بچہ کو تمام قرضہ کے اسّی جزون مین سے اُنتالیس ۳۹ جزو کے عوض فک رہن کرالیگا اور زیادتی کا فک رہن بعوض اکیس ۲۱ جزو کے کرالیگا اور بیس جزو تمام قرضہ سے ساقط ہوجاوینگے اور یہ مسئلہ بلقب مسئلہ عورا رو تہائین کہلاتا ہی یہ کافی ہین ہی۔ اور اگر راہن نے مرتہن کو ہزار درم قرضہ مین سے پانچ سودرم ادا کردیے پھر اُسکو باندی مرہونہ کے ساتھ مرہون رکھنے کے واسطے ایک

غلام دو ہزار درم قیمت کا بڑھا دیا تو یہ زیادتی باقی پانچ سو درم کے ساتھ ملتحق ہوگی پس باندی کی نصف قیمت یعنی پانچ سو درم اور غلام زائد کردہ شدہ کی قیمت یعنی دو ہزار درم پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی بمقابلہ غلام کے اور ایک تہائی بمقابلہ باندی کے رکھا جائیگا حتے کہ اگر غلام مرگیا تو بعوض پانچ سو درم کی دو تہائی کے تلف ہوگا یعنی تین سو تینتیس (۳۳۳) درم دو تہائی درم قرضہ کے عوض تلف ہوگا اور اگر باندی تلف ہوئی تو تہائی قرضہ کے عوض یعنے بعوض ایک سو چھیاسٹھ (۱۶۶) درم دو تہائی درم کے عوض تلف ہوگی اور اگر راہن نے پانچ سو درم اور کے پھر مرہون مین زیادتی کرنے سے پہلے باندی نذکور کا کانی ہوگئی بعد دو ہزار درم کا ایک غلام بڑھایا تو دو سو پچاس (۲۵۰) درم قرضہ آدھے کانی باندی اور پوری زیادتی پر پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے چار حصے بمقابلہ زیادتی کے اور ایک حصہ بمقابلہ کانی باندی کے ہوگا یہ رابع مین ہے۔ اور اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے درختان مرہونہ کے پھل کھا لیے تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اسی طرح اگر مرتہن کی اجازت سے راہن نے بالفعل پھل کھا لیے یا ان دونون کی اجازت سے کسی اجنبی نے کھا لیے تو بھی قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا لیکن اسکا حصہ قرضہ جانب اصل عود کریگا (یعنی اصل کی اجازت کرلے) برخلاف تلف ہوجانے کی صورت کے اسواسطے کہ خود تلف ہوجانے کی صورت مین ایسا قرار دیا جائیگا گویا پھل پیدا ہی نہوے تھے اور یہ صورت تو تلف کردینے کی ہے لیکن چونکہ یہ باجازت ہے اسواسطے موجب ضمان نہین ہے لہذا اگر اسکے بعد اصل بعینہ درختان مرتہن کے پاس تلف ہوجاوین خواہ قرضہ کے عوض تلف ہونگے یعنے قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا یا امانت درختون کے قبضہ کے روز کی قیمت پر اور رطوبتی پھلون کے تلف کرنے کے روز کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جسقدر ان درختون کے مقابلہ مین پڑے اُسکے عوض تلف شدہ قرار پائیگے اسی طرح اگر پہلے اصل تلف ہوئے حالانکہ اُسکی نمو ہنوز قائم تھی پھر اسکو مرتہن نے باجازت راہن یا راہن نے باجازت مرتہن یا اجنبی نے ان دونون کی اجازت سے کھا لیا تو جسقدر اس نمو کے مقابلہ مین قرضہ پڑا تھا وہ ساقط نہوگا اور مرتہن اسکو راہن سے لے لیگا بخلاف خود بخود تلف ہوجانے کی صورت کے۔ اور اگر اس مذکور راہن نے بلا اجازت مرتہن کے یا مرتہن نے بلا اجازت راہن کے یا اجنبی نے بلا اجازت ان دونون کے کھا لیا تو کھانے والا انکی قیمت تاوان دیگا جو اُنکے مقام پر قائم کیجائیگی بخزانۂ العلمین مین ہے۔ اگر دو باندیان دو ہزار درم قیمت کی ہر ایک کی ایک ایک نہر ہے بعوض دو ہزار درم کے رہن کین پھر ایک باندی کے بچہ ہزار درم قیمت کا پیدا ہوا پھر اسکی مان مرگئی اور بچہ زندہ رہا تو پہلے قرضہ دونون باندیون پر تقسیم کیا جائیگا پھر جسقدر اس بچہ کی مان کے پرتے مین پڑا ہے وہ اسکے اور اسکی مان کے درمیان برابر تقسیم ہوگا پس مان کے مرجانے سے چوتھائی قرضہ ساقط ہوگیا اور بچہ کے مقابلہ مین چوتھائی قرضہ باقی رہیگا اور نصف قرضہ زندہ باندی کے مقابلہ مین رہیگا پھر اگر ہزار درم قیمت کا غلام زیادہ کردیا تو یہ غلام باقی باندی اور بچہ پر بقدر دونون کے مقابل قرضہ کے تین تہائی تقسیم ہوگا پس زیادتی کا تہائی حصہ بچہ کے تابع ہوکر رہن ہوگا پھر جسقدر قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہے وہ بچہ اور اسکے ساتھ جسقدر حصہ غلام زیادہ کردہ شدہ مرہون ہے دونون پر بحساب دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور بچہ کی قیمت ہزار درم ہے اور تہائی حصہ غلام زائد کی قیمت ہزار درم کی تہائی ہے پس ہزار کی تہائی ایک سہم قرار دیا جائیگا پس جو قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہے وہ چار پر تقسیم ہوکر ایک چوتھائی بمقابلہ تہائی غلام زائد کے اور تین چوتھائی بمقابلہ بچہ کے ہوگا اور دو تہائی غلام زائد باقی باندی کے ساتھ مرہون ہوگا پس جو قرضہ بمقابلہ باندی کے تھا وہ ان دونون پر بحساب دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دو تہائی غلام زائد کی قیمت ہزار کی دو تہائی ہے اور باندی زندہ کی قیمت ہزار درم ہے پس ہزار کی تہائی ایک سہم مقرر کرکے جو قرضہ بمقابلہ باندی کے ہے پانچ پر تقسیم ہوگا جسمین سے دو پانچوین حصے بمقابلہ دو تہائی غلام زائد کے اور تین پانچوین حصے بمقابلہ زندہ باندی کے رہینگے پھر اگر غلام یا زندہ باندی تلف ہوا تو جسقدر کے مقابلہ مین مرہون ہے اُسی قدر کے

حوض تلف شدہ قرار پاویگی اور اگر بچہ تلف ہوجاوے تو یہ ظاہر ہوگا کہ اسکی ماں بعوض ہزار درم کے تلف ہوئی اور بچہ کے مقابلہ مین گویا کچھ قرض نہ تھا اور جو غلام زیادہ کیا گیا وہ زندہ باقی کے ساتھ مین زیادہ ہوا ہے اور اگر بچہ کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو جسقدر قرضہ اسکی ماں کے مقابلہ مین ہے یعنے ہزار درم وہ ان دونون پر باعتبار انکی قیمت کے تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک تہائی نصف قرضہ مین سے اسکی ماں کے مرنے سے ساقط ہوگیا (کل قرضہ کے نصف یعنے ہزار درم) اور ہزار کی دو تہائی قرضہ بمقابلہ بچہ کے باقی رہا اور غلام زائد کردہ شدہ اس بچہ اور دوسری زندہ باندی پر بقدر ان دونون کی قیمت کے پانچ پر تقسیم ہوگا جسمین سے دو پانچوین حصے اس بچہ کے ساتھ مرہون رہینگے اور تین پانچوین حصے زندہ باندی کے ساتھ مرہون ہونگے پھر جسقدر قرضہ کے عوض بچہ مرہون ہے یعنے ایک ہزار درم کی دو تہائی وہ اس بچہ اور دو پانچوین حصہ غلام زائد پر بقدر دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا پس پچھ حصے ہوکر پانچ حصے بمقابلہ بچہ کے اور ایک چھٹا حصہ بمقابلہ دو پانچوین حصہ غلام زائد کے ہوگا اسواسطے کہ دو پانچ غلام کی قیمت چار سو درم ہین اور بچہ کی قیمت دو ہزار درم ہین پس ہر چار سو کا ایک سہم قرار دیا گیا کہ جملہ چھ سہام ہوے - اور غلام زائد کے تین پانچوین حصے زندہ باندی کے ساتھ مرہون ہونگے پس جسقدر قرضہ بمقابلہ زندہ باندی کے ہو وہ باندی اور تین پانچوین حصہ غلام زائد پر بحساب دونون کی قیمت کے آٹھ پر تقسیم ہوگا اور تین پانچوین حصہ زائد کی قیمت پچھ سو درم ہین اور باندی کی قیمت ہزار درم ہین پس ہر دو سو کا ایک سہم قرار دیا گیا پس سب کے آٹھ سہم ہوے جسمین سے پانچ سہام بمقابلہ باندی اور تین سہام بمقابلہ حصہ غلام زائد کے ہونگے یہ کافی ہین ہے - اور اگر باندی مرہونہ کے ایک ساتھ دو بچہ یا تین بچے پیدا ہوے یا متفرق پیدا ہوے تو دونون صورتین یکسان ہین یعنے تمام قرضہ باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت اور ان بچون کے فک رہن کے روز کی قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور اگر باندی کے بیٹی ہوئی پھر اس بیٹی کے بچہ ہوا تو یہ دونون حکم بچون کے مانند مین یہ تاتارخانیہ مین ہے -

ساتوان باب - مال قرضہ وصول پانے کے وقت مال مرہون سپرد کرنے کے بیان مین - امام محمد رحمہ اللہ نے زیادت مین ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض ہزار درم قیمت کی باندی رہن کی پھر مرتہن نے راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا کہ جب تک مرہونہ باندی کو نہ لائیگا تب تک نہ دونگا حالانکہ راہن و مرتہن اپنے شہر مین موجود ہین تو مرتہن کو حکم دیا جائیگا کہ پہلے باندی کو حاضر کرے - اور اگر راہن و مرتہن نے اس شہر کے سوائے جسمین رہن واقع ہوا دوسرے شہر مین ملاقات ہوئی اور مرتہن نے اُس سے اپنا قرضہ طلب کیا اور راہن نے انکار کیا کہ جب تک مال مرہونہ نہ لادیگا تب تک نہ دونگا تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائیگا اور مرتہن کو مال مرہونہ حاضر کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا خواہ مال مرہون ایسی چیز ہو جسکی بار برداری و خرچہ پڑتا ہو یا ایسی چیز ہو جسکے واسطے بار برداری و خرچہ نہین ہے اور بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسے مال مرہون کے حق مین ہے جسکے واسطے بار برداری و خرچہ ہو حکم قیاسی تو یہ ہے کہ مرتہن پر مال مرہونہ پہلے حاضر کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے قیاساً و استحساناً دونون طرح یہی حکم ہے (اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط - اور اگر مرتہن نے راہن سے کہا کہ باندی میرے پاس رہنے دے اور میرے ساتھ چلکر میرے گھر سے وہ باندی لے لے تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا اُسکو باندی مذکور حاضر کرنے کا حکم دیا جائیگا پھر جب مرتہن اُسکو حاضر لاویگا تو راہن کو حکم دیا جائیگا کہ پہلے اسکا قرضہ ادا کرے یہ ہین ہے - اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قسط وار ادا کرنے کی شرط پر قرض ہین ہے وہ قرضدار سے تمام مال قرضہ

جسکی قیمت مقدار قرضہ کے برابر ہی رہن دیا پھر ایک قسط کا ادا کیا اور مرتہن نے اس قسط کے قدر مال کا مطالبہ کیا اور راہن نے دینے سے انکار کیا کہ جب تک مال مرہون کو حاضر نکریگا تب تک نہ دونگا تو مرتہن پر مال مرہون حاضر کرنے کے واسطے جبر نکیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکے حاضر کرنے مین کوئی فائدہ نہین ہی۔ اور اگر راہن نے کہا کہ مال مرہون تلف ہوگیا ہی اور مرتہن اپنے مال کا بھر پانے والا ہوگیا اور مجھپر اُسکے قرضہ مین سے کچھ بھی ادا کرنا واجب نہین ہی اور قاضی سے درخواست کی کہ مرتہن کو حکم دے کہ مرتہن اُسکو حاضر کرے تاکہ اُسکا حال معلوم ہوجاوے تو قیاساً یہ حکم ہی کہ قاضی اُسکو حاضر لانے کا حکم نہ دیگا اور استحساناً یہ حکم ہی کہ اگر دونون اُسی شہر مین ہون جہان رہن واقع ہوا ہی تو قاضی اُسکو حکم دیگا کہ حاضر کرے اور اگر قاضی کی رائے مین یہ آوے کہ باوجود اُسی شہر مین ہونے کے مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کا حکم نہ دے بلکہ مرتہن سے اس امر پر قطعی قسم لے کہ واللہ مال مرہون ضائع نہین ہوا اور نہ ہلاک ہوا ہی اور نہ راہن کو حکم دے کہ جسقدر قسط کی میعاد آگئی ہی اُسقدر مرتہن کو ادا کردے تو قاضی کو ایسا کرنے کا اختیار ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مال مرہون ایک شخص عادل کے پاس ہو اور اسکی اجازت ہو کہ دوسرے کے پاس ودیعت رکھے اور عادل نے ایسا کیا ہو پھر مرتہن نے اگر اپنا قرضہ طلب کیا تو مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کی تکلیف ندیجائیگی اور راہن کو مال قرضہ دیدینے کا حکم کیا جائیگا اسواسطے کہ راہن قبضہ مرتہن پر راضی نہین ہوا ہی پس مرتہن کے ذمہ ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم نہین ہوگا جو اُسکے قبضہ مین نہین ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر مال مرہون کو مرتہن نے عادل سے لے لیا تو غاصب خاص قرار دیا جائیگا پس کیونکر اُسکے ذمہ ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم ہوگا جسکے لے لینے سے وہ غاصب ٹھہرتا ہی اور اگر عادل نے مال مرہون ایسے شخص کے پاس ودیعت رکھا ہو جو اُسکے عیال مین ہی اور خود کہین غائب ہوگیا اور مرتہن نے اپنا قرضہ طلب کیا اور مودع نے کہا کہ میرے پاس فلان شخص نے یہ مال ودیعت رکھا ہی مگر مین یہ نہین جانتا ہون کہ کسکا مال ہی یا عادل مذکور نے مال مرہون لیا کہین غائب ہوگیا اور یہ پتا نہین معلوم ہوتا ہی کہ کہان گیا ہی تو مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کی تکلیف ندیجائیگی مگر راہن پر اداے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائیگا اسواسطے کہ مرتہن مال مرہون سپرد کرنے سے عاجز ہی اور اگر مودع نے اس مال کے ودیعت ہونے سے انکار کرکے کہا کہ یہ مال میرا ہی تو مرتہن مال قرض وصول نہین کرسکتا ہی اسواسطے کہ ایسے انکار سے مال مرہون تلف شدہ قرار دیا جائیگا پس استیفاء قرض ثابت ہوگا پس جب تک مرتہن اس امر کو ثابت نکرائے کہ یہ مال مرہون ہی تب تک اپنا مال قرض وصول نہین کرسکتا ہی یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک باندی رہن کرکے ایک شخص عادل کے قبضہ مین رکھائی پھر عادل مذکور مرگیا اور ایسے شخص کے پاس جو اُسکی عیال مین ہی باندی کو ودیعت رکھ گیا پھر مرتہن نے آکر راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا اور راہن نے کہا کہ جب تک تو مال مرہون حاضر نکریگا تب تک مین تجھے نہ دونگا اور مودع نے کہا کہ یہ باندی میرے پاس فلان شخص نے ودیعت رکھی ہی مگر مین یہ نہین جانتا ہون کہ یہ باندی کس شخص کی ہی تو راہن پر اداے قرض کے واسطے جبر کیا جائیگا پھر اگر وہ باندی عادل کے پاس تلف ہوگئی تو جو کچھ راہن نے مرتہن کو دیا ہی اُس سے واپس لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر راہن نے یہ دعوے کیا کہ مال مرہون تلف ہوگیا ہی تو مرتہن سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی پس اگر وہ قسم کھا گیا تو راہن پر اداے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائیگا اور اگر قسم سے انکار کر گیا تو جبر نکیا جائیگا اور اگر غلام رہن ہو اور اُسکو کسی شخص نے خطا سے قتل کرڈالا اور قاتل کی مدعی برادری پر اُسکی قیمت تین سال مین واجب ہوئی پھر اگر مرتہن نے اپنا قرضہ طلب کیا تو راہن پر اداے قرضہ کے واسطے جبر نکیا جائیگا اور اگر تہائی قیمت کی میعاد آگئی تو جب تک راہن کو پوری قیمت نہ ملجاوے تب تک راہن پر اداے قرضہ کے واسطے جبر نکیا جائیگا پس اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو جو کچھ قیمت مین ملتا جاوے

ف ۷ مرتہن مین نہین ہوا ہی کہ راہن کو مجبور کرے جو چیز مرتہن کے قبضہ مین نہین ہی اُسکے تلف ہونے کا ضامن نہین ہی

اُسکو مرتہن اپنے قرضہ مین وصول کرتا جائیگا اور اگر اُسکی پیداوار جیسے اونٹ یا بکریان ہون اور قاضی نے قیمت مین ان جانورون کے دینے کا حکم کیا ہو تو بیعانور بعوض قرضہ کے رہن ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر راہن نے عادل کو بیع مرہون پر قادر کردیا اور عادل نے اُسکو نقد یا اُدھار فروخت کیا تو جائز ہی پھر اگر مرتہن نے قرضہ کا مطالبہ کیا تو مرتہن کو مال مرہون یا اُسکے بدل یعنے ثمن کے حاضر کرنے کی تکلیف نہ یجائیگی اسواسطے کہ وہ اُسکے حاضر لانے پر قادر نہین ہی اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو اُسکی بیع کے واسطے حکم دیا ہو اور مرتہن نے فروخت کرکے ہنوز اُسکے ثمن پر قبضہ نکیا ہو تو بھی مرتہن اُسکے ثمن حاضر کرنے پر مجبور نکیا جائیگا مگر راہن اُسکے قرضہ ادا کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر مرتہن نے اُسکا ثمن وصول کرلیا ہو تو ثمن حاضر لانے پر مجبور کیا جائیگا یہ الفاظ ثمن مین ہی - اگر مرتہن نے یا عادل نے بحکم راہن مال مرہون کو فروخت کیا اور مشتری کے واسطے ثمن کی تاخیر دیدی یا ثمن کسی میعاد تک اُدھار ٹھہرا تھا تو مرتہن کو اپنے مطالبہ قرض کا اختیار ہی اسواسطے کہ ثمن مذکور راہن کے مختار کردینے سے قرضہ ہوگیا ہی پھر اگر ثمن مذکور مشتری پر ڈوب جاوے تو جو کچھ مرتہن نے لیا ہی وہ راہن کو واپس کردیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی -

آٹھوان باب مال مرہون مین راہن یا مرتہن کے تصرف کرنے کے بیان مین - قرضہ ساقط ہونے سے پہلے مال مرہون مین راہن کا تصرف یا تو ایسا تصرف ہوگا جو مُحتمل فسخ ہوتا ہی جیسے بیع وکتابت واجارہ وہبہ وصدقہ واقرار وغیرہ یا ایسا تصرف ہوگا جو مُحتمل فسخ نہین ہوتا ہی جیسے عتق وتدبیر وام ولدیت وکتابت وغیرہ پس اگر ایسا تصرف ہو جو مُحتمل فسخ ہوتا ہی تو بغیر رضامندی مرتہن کے منعقد نہوگا اور اگر مرتہن کا حق حبس یعنے مرہون کو روک رکھنے کا استحقاق باطل نہوگا پھر اگر راہن نے قرضہ ادا کردیا اور مرتہن کا روکنے کا استحقاق باطل ہوگیا تو سب تصرفات نافذ ہوجائینگے اور اگر مرتہن نے تصرف راہن کی اجازت دیدی تو تصرف نافذ ہوجائیگا اور مال مرہون رہن ہونے سے نکل جائیگا اور قرضہ بحالہ باقی رہیگا اور بیع کی صورت مین مرہون کا ثمن بجاے مرہون کے رہن ہوگا - اسی طرح اگر ابتدا مین راہن نے باجازت مرتہن تصرف کیا تو بھی یہی حکم ہی - اور جو تصرف مُحتمل فسخ نہین ہی وہ نافذ ہوجاتا ہی اور رہن باطل ہوجاتا ہی - پھر واضح ہو کہ اگر غلام مرہون کو راہن نے آزاد کیا اور وہ آزاد ہوگیا اور مرہون ہونے سے نکل گیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر راہن خوشحال ہو تو غلام پر کمائی وسعایت لازم نہوگی اور راہن پر ضمان بحالہ رہیگی اگر قبضہ فی الحال ادا کرنے کی قرارداد پر ہو تو راہن اُسکے ادا کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر ادا سے قرضہ کی کچھ میعاد مقرر ہوگی اور وہ میعاد آگئی ہوگی تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر ہنوز میعاد نہ آئی ہوگی تو عتق نافذ ہوجائیگا اور مرتہن غلام مذکور کی قیمت راہن سے لیکر بجاے غلام کے اُسکو رہن کرلیگا پھر جب میعاد آویگی تو دیکھا جائیگا کہ اگر غلام کی قیمت جنس قرضہ سے ہوگی تو اس قیمت سے اپنا قرضہ پورا لیگا اور اگر کچھ بچا تو وہ راہن کو واپس کردیگا اور اگر جنس قرضہ سے برخلاف دوسری جنس ہو تو جیسا میعاد آنے سے پہلے تھا اسی طرح اپنا قرضہ حاصل کرنے تک اُسکو دوک رکھیگا اور اگر راہن تنگدست ہو تو مرتہن کو اختیار رہوگا کہ غلام کے رہن کے وقت کی قیمت اور غلام کے آزاد ہونے کے وقت کی قیمت اور مقدار قرضہ ان تینون مین سے جو کم مقدار ہو اُسکو کما کر ادا کرنے کے واسطے غلام مذکور سے سعایت کراوے خواہ قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو یا میعادی ہو پھر جب راہن کو تونگری وخوشحالی حاصل ہو تو غلام مذکور نے بحالت اضطرار جو کچھ اُسکا قرضہ سعایت کرکے ادا کیا ہی اُس سے واپس لیگا اور مرتہن بھی اگر اُسکا کچھ قرضہ باقی رہگیا ہو راہن سے لیگا مثلاً ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دوہزار درم کے رہن کیا پھر اُسکی قیمت بڑھگئی پھر راہن نے اُسکو آزاد کیا تو غلام مذکور وقت رہن کی قیمت ایک ہزار درم قیمت کے واسطے سعایت کریگا اسواسطے کہ بقدر ہزار درم کے ضمان واجب ہوگی چنانچہ اگر غلام مذکور مرجاوے تو اُسی قدر

قرضہ ساقط ہوجائیگا - اور اگر راہن نے اُسکو آزاد کیا بلکہ مدبر کردیا تو مدبر کرنا نافذ ہوجائیگا اور رہن باطل ہوجائیگا اور بعد مدبر کیے جانے مرتہن کو اُسکے روکنے کا اختیار نہوگا - پھر دیکھا جائیگا کہ اگر راہن خوشحال ہو اور قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو تو مرتہن اپنا پورا قرضہ اُس سے لیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو مدبر مذکور کی قیمت اُس سے لیکر بمنزلہ مدبر کوئے ہین لیگا جیسا عتق کی صورت مین ہر - اور اگر راہن تنگدست ہو اور قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو تو مرتہن غلام مذکور سے اپنے پورے قرضہ کے واسطے جا ہے جسقدر ہو سعایت کرا ویگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو غلام مذکور سے اُسکی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرا کے اُس قیمت کو بجاے مدبر مذکور کے رہن رکھیگا پس آزاد کرنے کی صورت اور مدبر کرنے کی صورت مین دو باتون مین فرق ہوا ایک یہ کہ آزاد کرنے کی صورت مین جب راہن تنگدست ہو تو غلام پر اُسکے وقت رہن کی قیمت اور وقت آزادی کی قیمت اور مقدار قرضہ ان تینون مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرنی واجب ہوتی ہو اور مدبر کرنے کی صورت مین اُسپر پورے قرضہ کے واسطے جا ہے جسقدر ہو سعایت کرنی واجب ہوجاتی ہو قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو اور اُسکی قیمت کی طرف لحاظ نکیا جائیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور دوم یہ کہ آزاد کرنے کی صورت مین جو کچھ غلام نے کما کر ادا کیا ہو وہ راہن سے خوشحال ہونے کے وقت واپس لیگا اور مدبر کرنے کی صورت مین نہین لیگا اور اسکی وجہ یہ ہو کہ مدبر ہوجانے سے اُسکی کمائی مولی کی ملک رہنے سے خارج نہین ہوتی پس اُسکو مولی سے واپس نہین لے سکتا ہو اور پورے قرضہ کے واسطے سعی کریگا اور آزاد ہونے سے اُسکی کمائی مولی کی ملک ہونے سے خارج ہوگئی - اور اگر مرہون کوئی باندی ہو جو مرتہن کے پاس حاملہ ہوگئی اور راہن نے دعوے کیا کہ یہ حمل میرا ہی ہے پس اگر وضع حمل سے پہلے ایسا دعوی کیا ہو تو اُسکا دعوی صحیح اور بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہوجائیگا اور وہ بچہ رہن مین داخل ہونے سے پہلے آزاد ہوگا اور وہ باندی اُسکی ام ولد ہوکر رہن سے خارج ہوجائیگی اور بچہ پر کچھ سعایت لازم نہوگی مگر اُسکی مان کا کہ ایسی صورت مین وہی ہوگا جو ہمنے غلام مدبر کے واسطے ذکر کردیے ہین - اور اگر باندی مذکور نے وضع حمل کیا پھر اسکے بعد راہن نے اُسکے بچہ کے نسب کا دعوی کیا تو بھی دعوی صحیح ہوگا اور بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہوجائیگا اور رہن مین داخل ہونے کے بعد وہ بچہ آزاد ہوجائیگا اور اُسکے مقابلہ مین قرضہ مین سے ایک حصہ ہوجائیگا اور باندی مذکور اُسکی ام ولد ہوجائیگی اور رہن ہونے سے خارج ہوجائیگی پس تمام قرضہ باندی کے رہن ہونے کے روز کی قیمت اور بچہ مذکور کے راہن کے دعوی کرنے کی روز کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر حصہ باندی کے مقابلہ مین آیا ہو اُسکی بابت باندی کا سکہ وہی ہوگا جو مدبر کا پورے قرضہ کی بابت مذکور ہوا ہو اور بچہ کا حکم اپنے حصہ قرضہ کی بابت سب وہی ہوگا جو بچے آزاد شدہ کے حق مین گزرا ہو لیکن اس صورت مین یہ ہوگا کہ راہن نے دعوے کرنے کے روز کی بچہ کی قیمت کو اور اُسکے پیٹ مین جسقدر قرضہ کا حصہ آیا ہو اُسکو دیکھا جائیگا پس ان دونون مین جسقدر کم ہو اُسکے واسطے بچہ مذکور سعایت کریگا اگر راہن تنگدست ہو اور جسقدر کم مقدار ادا کریگا وہ راہن سے واپس لیگا شمار حاوی مین ہر - ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کرنی پھر وہ نرخ بڑھ جانے سے دو ہزار درم کی ہوگئی یا ہزار درم قیمت کا بچہ جنی تو دو ہزار درم دیکر دونون کو فک رہن کرلیگا اور اگر باندی بلاک ہوجاوے تو دو ہزار درم سے نقص ہلاک ہوگی اور اگر مولے نے اُس باندی کو آزاد کردیا حالانکہ وہ تنگدست ہو تو وہ ہزار درم کے واسطے سعایت کریگی اب اگر مولے نے دونون کو آزاد کردیا تو دونون ہزار درم کے واسطے سعایت کرینگے اور اسقدر مال پھر مولے سے واپس لینگے اور مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہر - ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر اُسکا دو درم کا رہگیا پھر راہن نے حالت تنگدستی مین اُسکو آزاد کردیا تو غلام مذکور آزاد ہونے کے روز کی قیمت یعنی

تجمل نہین کرسکتا ہی تو جس قرضہ کے عوض رہن تھی اُسکے عوض تلف شدہ قرار پائیگی اسواسطے کہ اُسنے حفاظت کی غرض سے اُسکو بنایا ہی اور انگوٹھی کے بعضے مسائل ہمنے کتاب العاریۃ مین ذکر کردیے ہین ساور اگر طیلسان یا قبا رہن ہو پس اُسنے اُسکو اسطرح پہن لیا جیسے لوگ استعمال کرتے ہین تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکو حفاظت کے واسطے کندھے پر ڈال لیا ہی تو تلف ہونے سے بطور مال مرہون تلف ہونے کے قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ اول صورت مین استعمال ثابت ہوا اور دوسری صورت مین جو فعل ہی وہ حفاظت کیواسطے ہی یہ بدائع مین ہی - اور اگر دونون نے اس بات کا ارادہ کیا کہ مرتہن کو مال مرہون سے نفع حاصل ہو اور رہن بھی صحیح رہے تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ اگر مال مرہون شلادار ہو تو مرتہن کو راہن اُسمین سکونت رکھنا مباح کردے بدین شرط کہ ہرگاہ راہن اُسکو اس نفع سے منع کرے تو مرتہن کو باجازت جدید آیندہ کے واسطے بھی اختیار حاصل رہیگا تاوقتیکہ راہن اُسکو اُسکا قرضہ ادا نکرے اور مرتہن کی ایسی اجازت مشروط کو قبول کرلے - اسی طرح اگر مال مرہون زمین ہو اُسکی زراعت کے واسطے اجازت دیدے یا درخت و باغ انگور ہو اُسکے پھلون کو مباح کردے یا بہائم مین سے کوئی جانور ہو اُسکا دودھ مباح کردے - باین طور کہ راہن نے اُسکو یہ نفع مباح کیا بدین شرط کہ جب کبھی راہن اُسکو منع کردے تو مرتہن راہن کی طرف سے باجازت جدید آیندہ کے واسطے مختار ہوجائیگا یہان تک کہ راہن اُسکو اُسکا قرضہ دیدے یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر راہن یا مرتہن نے دوسرے کی اجازت سے مرہون کو فروخت کیا تو وہ رہن سے خارج ہوجائیگا اسی طرح اگر کسی نے بدون دوسرے کی اجازت کے اُسکو فروخت کیا پھر دوسرے نے اُسکے بیع کی اجازت دیدی تو بھی وہ رہن سے خارج ہوجائیگا پس اُسکا ثمن بجاے اُسکے مرہون ہوگا خواہ مشتری سے وصول پایا ہو یا نہ پایا ہو پھر اگر اُسکا ثمن مشتری کے پاس ڈوب جاوے یا مشتری سے وصول کرلینے کے بعد تلف ہوجاوے تو اُسکا تلف ہونا مرتہن کے ذمہ پڑیگا - اور مرتہن کو اُسکا ثمن روک رکھنے کا استحقاق اسی طرح حاصل ہوگا جیسا اصل مرہون کے روکنے کا استحقاق تھا یہان تک کہ ادائے قرضہ کی میعاد آجاوے ایسا ہی حکم کرخی رح نے اپنی مختصر مین ذکر کیا ہی اور امام قدوری نے فرمایا کہ اسمین دو صورتین ہین اگر عقد رہن مین بیع مشروط ہو تو ثمن رہن ہوگا اور اگر شرط وط نہو تو امام محمد رح کے نزدیک بیع موجب انتقال حق بجانب ثمن ہی اور امام طحاوی نے اختلاف العلماء مین ذکر کیا کہ ہمنے اس حکم مین کوئی اختلاف نہین پایا اور قدوری نے امام ابو یوسف رح سے بروایت بشر مریسی ذکر کیا کہ اگر مرتہن نے اجازت مین یہ شرط کی ہو کہ ثمن رہن ہوگا تو رہن ہوگا ورنہ وہ رہن سے خارج ہوجائیگا - اور شرح طحاوی مین لکھا ہی کہ بالتفصیل کے ثمن رہن ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی - اگر بیس درم قیمت کا کپڑا بعوض دس درم کے رہن کیا پھر اُسکو راہن کی اجازت سے پہنا اور اُسمین چھ درم کا نقصان آیا پھر وہ کپڑا تلف ہوگیا اور تلف ہونے کے وقت اُسکی قیمت دس درم تھی تو مشائخ رح فرمایا کہ راہن سے مرتہن ایک درم واپس لیگا اور اُسکے قرضہ مین سے نو درم ساقط ہوجاوینگے اسواسطے کہ جب قرضہ دس درم تھا اور رہن کے روز کپڑے کی قیمت بیس درم تھی تو آدھا کپڑا قرضہ کے عوض مضمون اور آدھا امانت تھا پھر جب راہن کی اجازت سے اُسکو پہننے سے اُسمین چھ درم کا نقصان آیا تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن کا پہننا مثل راہن کے پہننے کے ہی پس مرتہن کے ذمہ اُسکی ضمان لازم نہوگی اور جسقدر مرتہن سے بدون اجازت راہن کے نقصان آیا ہی یعنے چار درم کا اُسکی ضمان مرتہن پر ہوگی پس چار درم جو مرتہن پر واجب ہوے ہین وہ اسی قدر قرضہ کے ساقط ہونے سے قصاص ہوجاوینگے پھر جب کپڑا تلف ہوا بعد ناقص ہونے کے اور اُسکی قیمت دس درم ہو جسمین سے پانچ درم مضمون اور پانچ درم امانت ہین پس جسقدر مضمون ہی - اُسقدر قرضہ سے

ساقط ہوجائیگا پس ایک درہم باقی رہا اسواسطے مرتہن ایک درہم اُس سے لے لیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر باغ خرما یا باغ انگور رہن پھل آئے حالانکہ وہ مرتہن کے پاس رہن ہی اور مرتہن کو اُسکے پھلون کے ضائع ہوجانے کا خوف ہوا پس اُسنے بغیر حکم قاضی اُسکو فروخت کردیا تو اُسکی بیع جائز نہوگی اور مرتہن ضامن ہوگا اور اگر بحکم قاضی فروخت کیا یا قاضی نے خود فروخت کردیا تو بیع نافذ ہوجاویگی اور مرتہن پہ ضمان واجب نہوگی اور اگر مرتہن نے پختہ ہوجانے کے بعد پھل توڑ لیے یا انگور جھاڑ لیے اور یہ فعل بدون حکم قاضی کے کیا تو استحساناً ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ فعل از قبیل حفاظت ہی اور حفاظت مرہون کا مرتہن کو استحقاق حاصل ہی یہ محیط مین ہی۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب اُسنے پھلون کو اسطرح توڑا ہو جسطرح توڑے جاتے ہین اور کچھ نقصان نہ آیا ہو اور اگر اُسکے فعل سے اُسمین نقصان آگیا ہو تو وہ ضامن ہوگا اُسی قدر حصہ قرضہ ساقط ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے بکری یا اُسکی دودھ دوہ لیا تو استحساناً ضامن نہوگا اور اگر گائے یا بکری رہن ہو اور مرتہن کو اُسکے مرنے کا خوف ہوا پس اُسنے ذبح کرڈالی تو قیاساً و استحساناً ضامن ہوگا اور حاصل یہ ہی کہ جو ایسا تصرف ہی جس سے عین مرہون سے ملک راہن زائل ہوتی ہی جیسے بیع و اجارہ وغیرہ تو ایسے تصرف کا مرتہن کو اختیار نہین ہی اور اگر کریگا تو ضامن ہوگا اگر یہ اُسمین فاسد ہوجانے سے ایک طرح کی حفاظت ہوا اُس صورت مین کہ یہ تصرف اُسنے قاضی کے حکم سے کیا ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور جو تصرف ایسا ہو کہ جس سے عین مرہون سے ملک راہن زائل نہوتی ہو تو ایسے تصرف کا مرتہن کو اختیار ہی اگرچہ بدون حکم قاضی ہو بشرطیکہ اُسمین خراب ہوجانے سے حفاظت اور نگہداشت ہو علے ہذا اسی سے یہ مسائل نکلتے ہین کہ اگر دس درہم قیمت کی بکری دوسرے کے پاس بعوض دس درہم قرضہ کے رہن کی اور راہن نے مرتہن کو اجازت دی کہ اسکا دودھ دوہ کر پیئے اور مرتہن نے ایسا کیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اسواسطے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن کا فعل مثل راہن کے فعل کے ہی پس اگر راہن خود یہ فعل کرتا تو اُسپر ضمان لازم نہ تھی اسی طرح مرتہن کے اُسکی اجازت سے کرنے سے بھی ضمان لازم نہوگی پھر اگر اسکے بعد راہن چھوڑانے آوے تو پورا قرضہ دیکر چھوڑا سکتا ہی پھر اگر راہن کے فک رہن کے واسطے آنے سے پہلے بکری مرتہن کے پاس تلف ہوگئی تو فرمایا کہ تمام قرضہ بکری کے قبضہ کے روز کی قیمت اور دودھ کے پینے کے روز کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا پس قرضہ مین سے بکری کے مقابلہ مین جو حصہ پڑتا ہو وہ ساقط ہوجائیگا اور جسقدر دودھ کے مقابلہ مین پڑتا ہو اُسکو راہن ادا کریگا اسی طرح اگر بکری کے بچہ پیدا ہوا اور مرتہن نے راہن کی اجازت سے اُسکو کھالیا تو اسمین وہی حکم ہوگا جو دودھ کی صورت مین مذکور ہوا ہی۔ اسی طرح اگر راہن و مرتہن کی اجازت سے کسی اجنبی نے دودھ یا اُسکا بچہ کھالیا تو اسمین بھی وہی حکم ہی جو راہن کی اجازت سے مرتہن کے کھالینے کی صورت مین مذکور ہوا ہی۔ اور اگر مرتہن نے بدون اجازت راہن کے دودھ یا بکری کا بچہ کھالیا تو اسپر ضمان واجب ہوگی اور یہ مال ضمان بکری کے ساتھ قرضہ کے عوض رہن ہوجائیگا پھر اگر اسکے بعد بکری مرگئی تو جسقدر حصہ قرضہ مین سے بکری کے مقابلہ مین پڑتا ہو وہ ساقط ہوگا اور راہن مال ضمان کو اُسکے حصہ کا قرضہ دیکر چھوڑا سکتا ہی اور اگر راہن نے دودھ یا بچہ بدون اجازت مرتہن کے کھالیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت معہ بکری کے مرتہن کے پاس رہن رہیگی پھر اگر یہ مال ضمان تلف ہوجاوے تو مفت تلف ہوگا اسواسطے کہ یہ قیمت دودھ و بچہ کے قائم مقام ہی اور دودھ و بچہ اگر تلف ہوتا تو مفت تلف ہوتا اسی طرح اُسکا قائم مقام بھی مفت تلف ہوگا پھر اگر اسکے بعد بکری تلف ہو تو پورے قرضہ کے عوض تلف ہوگی جیسا کہ دودھ و بچہ کے تلف ہونے کے بعد بکری کے تلف ہونے کا حکم ہی یہ محیط مین ہی ایک شخص نے ایک باندی رہن کی اُسنے مرتہن کے بچہ کو دودھ پلایا تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ آدمی کا

دو دہ متقوم نہین ہوتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔

نوان باب - رہن مین راہن و مرتہن کے اختلاف کرنے اور اُنمین گواہی دینے کے بیان مین - اگر قرضہ ہزار درم ہو اور راہن و مرتہن نے جسقدر کے عوض رہن ہی اختلاف کیا پس راہن نے کہا کہ وہ پانچ سو درم کے عوض رہن ہی اور مرتہن نے کہا کہ ہزار درم کے عوض رہن ہی تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا - اور اگر راہن نے کہا کہ مین نے پورے قرضہ کے عوض رہن تیرا مجھپر آتا ہی اور وہ ہزار درم ہین رہن کیا ہی اور مال رہن ہزار درم قیمت کا موجود ہی اور مرتہن نے کہا کہ مین نے اُسکو پانچ سو درم کے عوض رہن لیا ہی اور مال مرہون قائم ہی تو امام اعظم رح سے مروی ہی کہ راہن کا قول قبول ہوگا - باہم قسم کھاکر عقد کو توڑ دینگے باہم واپس کر لینگے - اور اگر مال مرہون دونون کے باہم قسم کھانے سے پہلے تلف ہوگیا تو قول مرتہن کا لیا جائیگا - اور اگر دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ رہن بعوض ہزار درم کے تھا اور باندی کی قیمت مین اختلاف کیا تو قول مرتہن کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسکے گواہون سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہی - اسی طرح اگر دو کپڑے رہن ہون جسمین سے ایک تلف ہوگیا اور تلف شدہ کی قیمت مین دونون نے اختلاف کیا تو بھی اُسکی مقدار قیمت مین مرتہن کا قول قبول ہوگا اور زیادتی قیمت کے بارہ مین راہن کے گواہ قبول ہونگے - اسی طرح اگر مقدار رہن مین اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ دونون کپڑے بعوض ہزار درم کے رہن کیے ہین اور راہن نے کہا کہ مین نے یہ ایک کپڑا تیرے پاس رہن کیا ہی تو دونون مین سے ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجائیگی اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے - اور اگر راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون تیرے پاس تلف ہوا ہی اور مرتہن نے کہا کہ تو نے مجھسے اپنے قبضہ مین لے لیا تھا پھر وہ تیرے پاس تلف ہوا ہی تو قول راہن کا قبول ہوگا اسواسطے کہ دونون کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ مال ضمان مین داخل ہو چکا ہی مگر مرتہن ضمان سے بری ہونے کا دعوے کرتا ہی اور راہن اس سے انکار کرتا ہی پس قول سنکر کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسکے گواہون سے قرضہ کا استیفا یعنے بھر پانا ثابت ہوتا ہی اور مرتہن کے گواہون سے اسکی نفی ہوتی ہی پس جو گواہ مثبت ہین وہ اولے ہین - اور اگر مرتہن نے کہا کہ میرے قبضہ کرنے سے پہلے وہ راہن کے پاس تلف ہوگیا ہی تو اُسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ راہن یہ دعوے کرتا ہی کہ مرہون مذکور ضمان مین داخل ہوا ہی اور مرتہن داخل ہونے سے انکار کرتا ہی پس منکر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسنے ضمان ثابت ہوتی ہی یہ بدائع مین ہی - اگر ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض ہزار درم قرضہ میعادی کے رہن رکھی اور ایک شخص عادل کو مختار کیا کہ میعاد آنے پر اسکو فروخت کردے پھر جب میعاد آگئی تو مرتہن اُس باندی کو لایا اور عادل سے درخواست کی کہ اسکو بیع کرے اور راہن نے انکار کیا کہ یہ وہ باندی نہین ہی پس اگر راہن و مرتہن دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مرہونہ باندی کی قیمت ہزار درم تھی اور قرضہ ہزار درم تھا اور مرتہن جس باندی کو لایا ہی اُسکی قیمت بھی ہزار درم ہی لیکن راہن اس بات سے انکار کرتا ہی کہ یہ وہ باندی نہین ہی تو رہن کے حق مین مرتہن کا قول قبول ہوگا پھر اسکے بعد اگر عادل نے انکار کیا اور کہا کہ یہ وہ باندی نہین ہی یا کہا کہ مین نہین جانتا ہون تو اُسکے علم پر اُس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھائی تو اُسکی بیع کے واسطے مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا اسواسطے کہ عادل کی بیع سے غیر کا حق متعلق ہوگیا ہی یعنے مرتہن کا حق متعلق ہی پس عادل مجبور کیا جائیگا اور بیع کا عہدہ عادل کے ذمہ ہوگا لیکن اگر عادل مذکور بعد بیع کے کچھ ضامن ہوا تو راہن سے

واپس لے سکتا ہی اور اگر عادل قسم کھا گیا تو بیع پر مجبور کیا جائیگا تو قاضی راہن کو حکم دیگا کہ خود فروخت کرے اور اگر اُسنے انکار کیا تو قاضی اُسکو مجبور نہ کریگا بلکہ خود فروخت کردیگا لیکن اُسکا عہدہ راہن کے ذمہ ہوگا جیسا کہ عادل کے مرجانے کی صورت مین ہی۔ اور اگر مرتہن پانچ سو درم (۵۰۰) قیمت کی باندی لایا اور راہن نے کہا کہ یہ میری باندی نہین ہی اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی باندی ہی مگر اسکا رنگ گھٹ گیا ہی تو راہن کا قول قبول ہوگا اور اُس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھائی تو باندی مرہونہ اُسکے زعم کے موافق قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیجائیگی پھر عادل کی طرف رجوع کیا جائیگا پس اگر عادل نے مرتہن کے قول کی تصدیق کی تو اُس سے کہا جائیگا کہ اسکو مرتہن کے واسطے فروخت کردے پھر جب وہ فروخت کردے تو اُسکا ثمن مرتہن کو دیدیگا پس اگر ثمن بہ نسبت قرضہ کے کم ہو تو باقی قرضہ کو راہن سے لے سکتا ہی الا اُس صورت مین کہ اپنے دعوے پر گواہ قائم کرے تو البتہ باقی قرضہ کو راہن سے لے سکتا ہی۔ یہ حکم اُسوقت ہی کہ دونون نے اس امر پر اتفاق کیا ہو کہ مرہونہ کی قیمت ہزار درم تھی۔ اصل اگر دونون نے اسمین اختلاف کیا اور مرتہن سے کہا کہ تو نے مجھے فقط پانچ سو درم (۵۰۰) قیمت کی رہن دی تھی اور راہن نے کہا کہ ہزار درم قیمت کی تھی اور یہ باندی وہ نہین ہی تو مرتہن کا قول قبول ہوگا پس اگر عادل نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو باندی مذکور کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا پھر اگر اُسکا ثمن قرضہ سے کم آیا تو باقی قرضہ کو راہن سے واپس لیگا اور اگر عادل نے اُسکے فروخت کرنے سے انکار کیا تو راہن اُسکے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا یا قاضی اُسکو فروخت کریگا اور بیع کا عہدہ راہن پر ہوگا اور باقی قرضہ بھی راہن کے ذمہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر غلام رہن ہو اور دونون نے اختلاف کیا پس راہن نے کہا کہ رہن کے روز اسکی قیمت ہزار درم تھی پھر کاتا ہو جانے سے قیمت کم ہوکر پانچ سو درم (۵۰۰) رہگئی ہی اور مرتہن نے کہا کہ نہین بلکہ رہن کے روز اسکی قیمت پانچ سو درم تھی پھر اسکے بعد البتہ بڑھگئی تھی پس میرے حق مین سے صرف دو سو پچاس درم گئے ہین تو قول راہن کا قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال کو حال ماضی پر دلیل دیتا ہی پس ظاہر حال اُسی کے واسطے شاہد ہی اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسکے گواہون سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہی۔ پس وہی لائق قبول ہین یہ بدائع مین ہی۔ عیسی بن ابان نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر رہن ایک کپڑا ہو اور راہن نے مرتہن کو اُسکے پہننے کی اجازت دیدی اور اُسنے پہنا پس وہ تلف ہوگیا پھر دونون نے اختلاف کیا کہ پہننے کی حالت مین تلف ہوا ہی یا اُتارنے کے بعد رہن ہوکر تلف ہوا ہی تو مرتہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ دونون نے اس پر اتفاق کیا ہی کہ وہ رہن سے خارج ہوگیا تھا پھر راہن کے اس دعوے کی کہ وہ عود کرکے رہن ہوگیا تھا تصدیق نہ کیجائیگی۔ اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا اور راہن نے مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا مختار کردیا پس مرتہن نے کہا کہ مین نے اُسکو پانچ سو درم مین فروخت کیا ہو اور راہن نے کہا کہ تو نے اسکو فروخت نہین کیا بلکہ وہ تیرے پاس مرگیا ہو تو راہن سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ مرتہن نے اُسکو پانچ سو درم کو فروخت کیا ہو اور اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُس سے یون قسم نہ لیجائیگی کہ واللہ وہ غلام مرتہن کے قبضہ مین مرگیا ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ راہن نے مرتہن کو مرہون کپڑے پہننے کے واسطے ایک روز کے لیے اجازت دیدی پھر مرتہن اُسکو پھٹا ہوا لایا اور کہا کہ اُسی روز کے پہننے سے یہ پھٹ گیا ہو اور راہن نے کہا کہ تو نے اُس روز نہین پہنا اور نہ اُس روز یہ پھٹا ہو تو راہن کا قول قبول ہوگا بلکہ اگر راہن نے اُس روز پہننے کا اقرار کیا لیکن یہ کہا کہ پہننے سے پہلے یا اُتار دینے کے بعد پھٹ گیا ہو تو مرتہن کے اس قول کی کہ پہننے کی حالت مین پھٹا ہو تصدیق ہوگی کیونکہ دونون اس امر پر متفق ہوے کہ وہ ضمان سے خارج ہوا تھا تو جسقدر ضمان

مرتہن پر عائد ہوتی ہی اُسکے باب مین مرتہن کا قول قبول ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی اگر غلام رہن ہو اور راہن نے گواہ قائم کیے کہ یہ مرتہن کے پاس سے بھاگا ہی اور مرتہن نے گواہ قائم کیے کہ راہن کو واپس دینے کے بعد راہن کے پاس سے بھاگا ہی تو ابن سماعہ رح نے کہا کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ مین مرتہن کے گواہ قبول کرونگا یہ محیط مین ہی - اگر راہن نے کہا کہ مین نے تیرے پاس یہ کپڑا رہن کیا تھا اور تو نے مجھسے لیکر اپنے قبضہ مین کر لیا اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام رہن کیا تھا اور مین نے تجھسے لیکر اپنا قبضہ کر لیا ہی اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غلام وکپڑے کے مرتہن کے پاس موجود ہونے کی صورت مین مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر غلام وکپڑا دونون تلف ہوگئے ہون اور جسکے رہن کا راہن دعوے کرتا ہی اُسکی قیمت زیادہ ہو تو راہن کے گواہ قبول ہونگے یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین نے ان دونون کو رہن لیا ہی اور راہن نے کہا کہ مین نے فقط یہ مال اکیلا رہن کیا ہی اور دونون نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے - اور اگر مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا اور مین نے تجھسے لیکر اُسپر اپنا قبضہ کر لیا ہی اور میرے تجھ سواے اُسکے دو سو دینار رہن جسکے عوض تو نے مجھے کچھ رہن نہین دیا ہی اور راہن نے کہا کہ تو نے مجھسے یہ غلام غصب کر لیا ہی اور تیرے مجھپر ہزار درم بغیر رہن کے قرض ہین اور مین نے تیرے دو سو دینار قرضہ کے عوض تجھے ایک باندی جسکا فلانہ نام ہی رہن دیدی ہی اور تو نے مجھسے لیکر اپنے قبضہ مین کر لی ہی اور مرتہن نے کہا کہ مین نے تجھسے فلان باندی رہن نہین لی ہی وہ تیری باندی ہی اور غلام مذکور باندی مذکور دونون مرتہن کے پاس موجود ہین تو راہن سے مرتہن کے دعوی پر قسم لیجاویگی اسواسطے کہ عقد رہن بجانب راہن لازم ہوتا ہی اور مرتہن اُسپر ایسے حق ذاتی کا دعوی کرتا ہو کہ اگر وہ اُسکا اقرار کرے تو اُسپر لازم ہووے پس جب اُسنے انکار کیا تو اُس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو غلام کا رہن باطل ہوجائیگا اور اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو غلام بعوض ہزار درم کے رہن ہوگا اور مرتہن سے باندی کی بابت کچھ قسم نہ لیجائیگی ولیکن مرتہن اُسکو راہن کو واپس دیگا اسواسطے کہ عقد رہن بجانب مرتہن لازم نہین ہوتا ہی پس باندی کے رہن سے اُسکا انکار کرنا بمنزلہ راہن کو باندی واپس دینے کے ہی اور اُسکو اختیار حاصل ہی کہ باندی راہن کو واپس دیدے پس اگر وہ باندی اُسکے پاس مرجونہ ہوئی تو قسم لینا کچھ مفید نہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہون پر حکم دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ گواہ ملزم ہین کہ بجانب راہن حق مرتہن کو لازم کرتے ہین اور راہن کے گواہ مرتہن کے ذمہ باندی کے مرجونہ ہونے کو کچھ لازم نہین کرتے ہین پس اُن گواہون کے موافق حکم دینے کے کچھ معنی نہین ہین الا اُس صورت مین کہ مرتہن کے پاس وہ باندی مرگئی ہو تو ایسی صورت مین راہن کے گواہون کے موافق حکم دیا جائیگا یہ بسوط مین ہی - اور اگر مرہونہ باندی کے بچہ کی بابت راہن و مرتہن نے اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ میرے پاس بچہ جنی ہی تو اُسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ بچہ اُسکے قبضہ مین موجود ہی اور مرتہن نے غیر سے لیکر اُسپر قبضہ کرنے کا اقرار نہین کیا ہی - اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین نے ماں و بچہ دونون کو رہن لیا ہی اور راہن نے کہا کہ نہین بلکہ فقط ماں کو لیا ہی تو راہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی - اور اگر مرتہن نے رہن مع قبضہ کا دعوی کیا تو دونون باتون پر اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر فقط رہن کا دعوی کیا ہو تو قبول نہونگے اسواسطے کہ فقط عقد لازم نہین ہوتا ہی اور اگر مرتہن نے رہن سے انکار کیا تو رہن ثابت کرنے پر راہن کے گواہون کی سماعت نہوگی یعنی عقد رہن بجانب مرتہن لازم نہین ہوتا ہی خواہ گواہون نے معائنہ قبضہ کی گواہی ادا کی ہو یا قبضہ پر اقرار راہن کی گواہی دی ہو یہ آخری قول امام اعظم رح کا اور یہی قول صاحبین رح کا ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اور اگر راہن نے گواہ دیئے

کہ مین نے دو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا ہو اور مرتہن نے رہن سے انکار کیا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہو کہ اُسنے غلام کو کیا کیا ہو تو غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسمین سے بقدر قرضہ کے محسوب کرکے باقی کو راہن کو واپس دیگا اور اگر مرتہن وراہن نے اقرار کرلیا کہ مرتہن کے پاس مرگیا ہو تو جسکے عوض رہن تھا اُسکے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور مرتہن مقدار زائد کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ زیادتی اُسکے پاس امانت تھی اور اُسکی طرف سے کوئی انکار ثابت نہین ہوا پس زیادتی کا ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔

دسواں باب - چاندی کے عوض چاندی اور سونے کے عوض سونے کے رہن کرنے کے بیان مین - درم ودینار وکیلی وزنی چیزون کا رہن رکھنا جائز ہو پس اگر اپنے جنس کے عوض رہن ہوا اور تلف ہوجاے تو بعوض اپنے مثل وزن قرضہ کے تلف شدہ قرار دیجاویگی اگرچہ باعتبار جودت کے اختلاف ہوا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو - اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے خلاف جنس سے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ قیمت بجاے اُسکے مرہون ہوگی پس اصل امام اعظم رح کے نزدیک یہ ہو کہ حالت تلف لامحالہ حالت استیفا ہو اور استیفا وزن ہی سے ہوگا - اور صاحبین رح کے نزدیک اصل یہ ہو کہ حالت تلف جبھی حالت استیفا ہو کہ جب ضرر کی جانب مفضی نہو - اسکا بیان یون ہو کہ ایک شخص نے دس درم وزن کے تیل کی چاندی کی کپی بعوض دس درم قرضہ کے رہن رکھی اور وہ تلف ہوگئی پس اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر دس درم ہو تو بالاتفاق قرضہ ساقط ہوجائیگا اسی طرح اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے زائد ہو تو بھی بالاتفاق قرضہ ساقط ہوجائیگا اور اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے کم ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہو اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن اُسکی قیمت کا اُسکے خلاف جنس سے ضامن ہوگا - اور اگر وہ ٹوٹ گئی اور اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر دس درم ہو تو امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہو چاہے اسی طرح ٹوٹی ہوئی ناقص کو پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرالے اور چاہے تو مرتہن سے اُسکی قیمت اُسکے جنس سے یا اُسکے خلاف جنس سے تاوان لے اور یہ مال تاوان بجاے مرہون اول کے مرتہن کے پاس رہن ہوگا اور مرہون اول تاوان دینے کے بعد مرتہن کی ملک ہوجائیگا اور راہن پر فک رہن کرانے کے واسطے جبر نکیا جائیگا - اور امام محمد رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہو چاہے اُسکو اسی طرح ناقص پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرالے اور اگر چاہے تو پورے قرضہ کے عوض مرتہن کی ملک کردے اور راہن کو یہ اختیار نہین ہو کہ مرتہن سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے کم چنانچہ آٹھ درم ہو تو راہن اُس سے مرہون مذکور کے کھرے کے حساب سے دوسری جنس سے اُسکی قیمت تاوان لے تاکہ سود دسنوج جاوے یا روی کے حساب سے اُسی کی جنس سے تاوان لے اور یہ مال تاوان مرتہن کے پاس رہن ہوگا اور یہ حکم بالاتفاق ہو - اور اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے زائد بارہ درم ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک چاہے اُسکو پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرالے یا مرتہن سے اُسکی پوری قیمت اُسکے غیر جنس سے چاہے جسقدر ہو لے اور وہ مرتہن کے پاس رہن رہیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک پانچ چھٹے حصے اُسکی قیمت کے تاوان لیگا پس اُس طرف شکستہ مین سے پانچ چھٹے حصے بعد ضمان دینے کے مرتہن کی ملک ہوجاویگے اور ایک چھٹا حصہ الگ کرلیا جائیگا تاکہ رہن شائع نرہے اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق شیوع طاری مثل شیوع مقارن کے ہو اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ شیوع طاری مانع نہین ہوتا ہو پس بنا بر اس روایت کے ششم حصہ کے الگ کرنے کی ضرورت نہین ہو اور یہ حصہ مع پانچ چھٹے حصے کی قیمت کے مرتہن کے پاس قرضہ کے عوض مرہون

ف چاندی کی چاندی سونے کی سونے سے اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے زائد ہو

رہیگا۔ اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹ جانے سے اُسکی قیمت مین ایک یا دو درم کا نقصان آیا تو راہن پر مجبور کیا جائیگا کہ پورا قرضہ ادا کرکے انفکاک رہن کرائے اور اگر اس سے زیادہ نقصان آیا ہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کی ملک کردے اور چاہے پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرے۔ اور اگر اُسکا وزن آٹھ درم ہوا اور وہ تلف ہوگئی تو مرتہن کے قرضہ مین سے آٹھ درم ساقط ہوجاوینگے خواہ اُسکی قیمت اس وزن سے کم ہو یا زیادہ ہو یا برابر ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اسطرح کہ امام کے نزدیک وزن کا اعتبار ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسکی قیمت اور وزن برابر ہو تو یہی حکم ہے۔ اور اگر اُسکی قیمت بہ نسبت وزن کے کم یا زیادہ ہو چنانچہ سات درم یا نو درم یا دس درم ہو تو خلاف جنس سے اسکی قیمت کی ضمان لے پس اگر مثلاً بارہ درم کی توپانچ چھٹے حصے کی ضمان لے۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی پس اگر اُسکی قیمت بھی آٹھ درم ہون تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک پانچ چھٹے حصے کی ضمان لے چاہے پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرے یا مرتہن سے اُسکی جنس سے اُسکی ضمان لے چنانچہ پہلے بیان ہوچکا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرائے اور چاہے ٹوٹنے کو تلف ہونے پر قیاس کرکے اُسکو آٹھ درم قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ ڈالے اور اگر اُسکی قیمت کم ہو چنانچہ سات درم یا زیادہ ہو یا زیادہ چنانچہ نو درم یا دس درم ہو تو راہن کو اختیار ہو کہ چاہے پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرالے یا خلاف جنس سے اُسکی قیمت تاوان لے یہ بالاتفاق ہے۔ اسی طرح اگر بارہ ہو تو بھی امام اعظم کے نزدیک یہی حکم ہے۔ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُس سے اُسکی قیمت کے پانچ چھٹے حصے کی ضمان لے یا پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرادے۔ اور یہی حکم امام محمد رح کے نزدیک ہے اگر کمی دو درم سے زاید ہو۔ اور راہن پورے قرضہ کو دے کر فک رہن کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر اُسکا وزن مرتہن کے قرضہ سے زائد پندرہ درم ہوا اور وہ تلف ہوگئی تو دو تہائی سے اُسنے اپنا قرضہ بھر پایا اور ایک تہائی اُسکے پاس امانت مین تلف ہوئی خواہ اُسکی قیمت زائد ہو یا کم ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسکے وزن کے برابر یا زیادہ ہو تو یہی حکم ہے اور اگر اس سے کم ہو پس اگر قرضہ سے بھی کم ہو یا برابر ہو دس درم ہو تو خلاف جنس سے اُسکی قیمت تاوان لیگا اور اگر بارہ درم ہو تو پانچ چھٹے حصے قیمت کے تاوان لیگا جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی تو راہن کو اختیار ہے چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرالے یا اُسکی دو تہائی کی قیمت تاوان لے خواہ اُسکی قیمت قرضہ سے کم ہو یا زیادہ ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور یہی حکم امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اگرچہ اُسکی قیمت اُسکے وزن سے برابر ہو اور امام محمد رح کے نزدیک چاہے اُسکو پورا قرضہ دیکر چھوڑالے یا اُسمین سے دو تہائی مرتہن کے ذمہ بعوض اُسکے قرضہ کے ڈالے اور ایک تہائی واپس کرلے۔ اور اگر زیادہ بیس درم ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرادے اور چاہے اُسکی قیمت نصف قرضہ سے تاوان لے بسواسطے کہ اُسکی نصف کی قیمت قرضہ کے برابر ہے و امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹنے سے پانچ درم کا نقصان آیا ہو تو راہن پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرانے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر اس سے زیادہ نقصان آیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے پورے قرضہ کو دیکر چھوڑادے یا چاہے دو تہائی اُسکی بعوض قرضہ مرتہن کے اُسکے ذمہ ڈالے اور ایک تہائی واپس لے۔ اور اگر اُسکی قیمت بارہ درم ہون تو چاہے صاحبین رح کے قول کے موافق پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرادے یا اُسکے پانچ چھٹے حصے کی قیمت تاوان لے اور اگر اُسکی قیمت قرضہ کے برابر دس درم ہو یا کم ہو نو درم ہو تو صاحبین رح کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرادے یا پورے برتن کی قیمت خلاف جنس سے تاوان لے۔ پس تمام اقسام سولہ ہوے بسواسطے کہ قسم اول مین یعنے جب کہی مذکور کا وزن قرضہ کے برابر ہو پھر صورتین ہین بسواسطے کہ اس صورت مین یا تو اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر ہوگی یا کم ہوگی یا زیادہ ہوگی پھر یہ تین صورتین اُسکے تلف ہوجانے مین اور تین ہی اُسکے ٹوٹ جانے مین سب چھ صورتین ہوئین اور دوسری قسم مین جبکہ اسکا وزن آٹھ درم ہو دس صورتین ہین بسواسطے کہ اُسکی قیمت یا تو اُسکے وزن کی ایک کم سات ہوگی یا برابر ہوگی یا ایک زیادہ نو ہوگی یا

دس ہوگی یا آٹھ ہوگی یا ور تیسری قسم مین بھی جبکہ اُسکا وزن نو درم ہو دس ہوتین ہین اسواسطے کہ یا اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر یا نو یا آٹھ ہوگی یا وزن سے کم اور قرضہ سے زائد ہوگی یا وزن سے کم قرضہ کے برابر ہوگی یا وزن سے کم و قرضہ سے بھی کم ہوگی پس پانچ برتقدیر تلف ہونے کے اور پانچ بر تقدیر اُسکے ٹوٹ جانے کے سب دس ہوئین یہ کافی مین ہے - امام محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک انگوٹھی رہن لی جسمین ایک درم چاندی ہے اور نو درم قیمت کا نگینہ ہے اور دس درم قرضہ کے عوض رہن رکھی پھر وہ تلف ہوگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ ہر حال مین جسقدر کے عوض رہن تھی اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیجائیگی - اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اگر انگوٹھی کے حلقہ کی قیمت ایک درم یا زیادہ ہو تو یہی جواب ہے جو امام اعظم رح کا مذہب مذکور ہوا ہے اور اگر چاندی کی قیمت ایک درم سے کم ہو پس اگر مثلاً آدھا درم ہو تو نگینہ تلف ہونے سے نو درم قرضہ ساقط ہو جائیگا اور چاندی کے حق مین راہن کو اختیار رہیگا چاہے اُسکا تلف ہونا قرضہ کے عوض قرار دے یا چاہے تو مرتہن سے چاندی کی قیمت یعنے نصف درم تاوان لے لے پھر مرتہن اُس سے اپنا ایک درم قرضہ واپس لیگا - اور اگر نگینہ فقط ٹوٹ گیا اور انگوٹھی کا حلقہ درست رہا تو نگینہ کے مقابلہ مین جسقدر قرضہ تھا اُسمین سے بالاجماع اُسقدر قرضہ ساقط ہو جائیگا - جسقدر نگینہ مین نقصان آیا ہے - اور اگر حلقہ ٹوٹ گیا تو بالاجماع راہن کو اختیار ہوگا پس اگر حلقہ کی قیمت ایک درم یا کم ہو پس اگر راہن نے اُسکو چھوڑ دینا اختیار کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک مرتہن کے پاس اُسکو قیمت پر چھوڑ دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک قرضہ کے عوض چھوڑیگا اور اگر اُسکی قیمت ایک درم سے زائد مثلاً ڈیڑھ درم ہو پس اگر اُسنے چھوڑنا اختیار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی پوری قیمت ڈیڑھ درم تاوان لیگا مگر قیمت سونے سے لیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو تہائی حلقہ بعوض اُسکی قیمت کے جو سونے سے لیگا مرتہن کے پاس چھوڑ دیگا - اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹنے سے بقدر نصف درم کے نقصان ہوا یعنے جسقدر اُسکی بنوائی ہے تو راہن پورا قرضہ دیکر چھوڑانے پر مجبور کیا جائیگا اور اُسکو اختیار نہوگا اور اگر ٹوٹنے سے نصف درم سے زیادہ نقصان ہوا تو راہن کو اختیار ہوگا اور جب اُسنے مرتہن کے پاس چھوڑنا اختیار کیا تو قرضہ کے عوض چھوڑیگا قیمت کے عوض نہین چھوڑیگا یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے سیف محلی یعنے تلوار جسپر حلیہ ہے اور تلوار کی قیمت پچاس درم اور حلیہ پچاس درم ہے بعوض سو درم کے رہن کر دی پھر وہ تلف ہوگئی تو جسقدر کے عوض رہن تھی اُسی کے عوض تلف شدہ ہوگی کیونکہ اُسکی مالیت مین وفا قرضہ ہے اور اگر اُسکا پھل ٹوٹ گیا اور حلیہ تو قرضہ مین سے بحساب نقصان پھل کے ساقط ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر فلوس رہن کیے اور وہ کاسد ہوگئے تو قرضہ کے عوض گئے اور اگر اُسکا بھاؤ گھٹ گیا تو اسکا اعتبار نہین ہے اور اگر ٹوٹ گئے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا لیکن اگر قیمت زائد ہو تو اُسمین سے بقدر قرضہ کے ضامن ہوگا - اور جس صورت مین مرتہن ضمان دیکر بعض کسنگی کا مالک ہو جاوے تو اُسقدر جدا کر کے باقی معہ مال ضمان کے مرہون رہیگی الاّ ایک روایت کے موافق جو امام ابو یوسف رح سے مروی ہے - اور اگر فلوس رہن ہون اور اُسکا بھاؤ بڑھ گیا تو کچھ اعتبار نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اصل مین ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے طشت یا کوزہ بعوض ایک درم کے رہن کیا اور مرہون سے وفائے دین ہو سکتی ہے اور اُسمین دین کی بہ نسبت کچھ زیادتی ہے پس اگر وہ تلف ہو جاوے تو جسکے عوض رہن ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار پائیگا اور اگر ٹوٹ گیا پس اگر ایسی چیز ہو جو موزون نہین ہے تو قرضہ مین سے بقدر حصہ نقصان کے ساقط ہو جائیگا اور اگر موزون ہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کراوے یا چاہے تو امام اعظم رح کے نزدیک قیمت لیکر اُسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے و امام محمد رح کے نزدیک قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ چھوڑ سکتا ہے اور امام ابو یوسف رح کا تو

اس مسئلہ مین امام اعظم رح کے ساتھ ذکر کیا ہے مگر شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ جس صورت مین مال مرہون مین بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو تو بنا بر ظاہر روایت کے امام ابو یوسف رح کو امام اعظم رح کے ساتھ ذکر کرنا درست نہین معلوم ہوتا ہے محیط مین ہے ایک شخص نے ایک گرو پر دو سو درم قیمت کا بعوض سو درم کے رہن دیا پس اگر وہ تلف ہو جاوے تو قرضہ کا بھر پانا اُسکے نصف سے ہو جائیگا اور اگر اُسکو پانی پہونچا جس سے وہ متغفن ہو کر پھول گیا تو راہن کو اختیار ہو جاویگا قرضہ ادا کرکے اُسکا فک رہن کرالے اور اُسکو اس سے زیادہ کچھ نہ ملیگا اور چاہے کھڑے آدھے گرکے مثل تاوان لے اور نصف فاسد تو ملک مرتہن ہو جاویگا اور نصف فاسد باقی مع مال ضمان کے مرتہن کے پاس مرہون رہیگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہو جاتا ہے اُسکا نصف بعوض قرضہ کے مرتہن کی ملک کر دیوے اور جب مرتہن اس نصف کا مالک ہو پس اگر اُسمین کچھ زیادتی ہو تو (یعنے ضمان قیمت نہین لے سکتا ہے)

بقدر زیادتی کے صدقہ کر دیگا یہ خزانۃ الاکمل مین ہے۔

گیارہواں باب متفرقات کے بیان مین۔ زید نے ایک غلام عمرو کے پاس رہن کیا اور وہ عمرو کے پاس مر گیا پھر زید نے گواہون سے اس غلام پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو خالد کو اختیار ہو گا کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے راہن سے تاوان لیا تو وہ عقد رہن سے بسطے ادائے ضمان کی وجہ سے اُسکا مالک قرار دیا جائیگا پس ظاہر ہوا کہ اُسنے اپنی ذاتی ملک کو رہن کیا تھا اور مرہون تلف ہونے سے مرتہن اپنا قرضہ بھر پانے والا ہو گیا پس راہن سے اپنا قرضہ نہین لے سکتا ہے اور اگر اُسنے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن اسقدر مال تاوان راہن سے واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی واپس لیگا۔ اگر راہن و مرتہن نے وقت عقد کے یہ شرط لگائی کہ راہن ہی عادل ہووے اور رہن کا مال اُسی کے پاس رہے کہ بیعاد آنے پر اُسکو فروخت کرے تو اس مسئلہ مین دو صورتین ہین اوّل یہ کہ عقد رہن مین دونون ایسی شرط لگاوین پس اس صورت مین رہن صحیح نہو گا خواہ مرتہن نے اُسپر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو دوم یہ کہ تمام عقد رہن کے بعد دونون نے ایسی شرط قرار دی پس اگر مرتہن نے رہن پر قبضہ نہ کیا ہو تو رہن صحیح نہو گا اور اگر قبضہ کر لیا ہو تو صحیح ہے پھر جس صورت مین کہ قبضہ کر لیا ہے اور راہن نے اُسکو فروخت کیا پس اگر مرتہن کے قبضہ مین ہونے کی حالت مین فروخت کیا ہے تو ثمن مرتہن کا ہو گا اور اگر مرتہن سے لیکر فروخت کیا ہے تو ثمن راہن کا ہو گا اور مرتہن بہ نسبت راہن کے اور قرضخواہون کے اسکا زیادہ مستحق نہو گا یہ محیط مین ہے۔ اگر مرہون پر کسی شخص نے جنایت کی تو ضرور ہے کہ یہ جنایت یا تو نفس کا تلف ہو گی یا نفس سے کم ہو گی اور ہر ایک ان دونون مین سے ضرور ہے کہ یا تو عمداً ہو گی یا خطا سے یا جو خطا کے معنی مین ہے اور جنایت کرنے والا ضرور ہے کہ آزاد ہو گا یا غلام ہو گا پس اگر جنایت نفس کا تلف ہونے مین مرہون کو قتل کر ڈالا اور عمداً قتل کیا اور قاتل آزاد ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اگر راہن و مرتہن دونون قصاص لینے پر اتفاق کرین تو راہن کو اختیار ہو گا کہ قاتل سے قصاص لے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو قصاص لینے کا اختیار نہو گا اگرچہ دونون اتفاق کرین اور امام ابو یوسف رح سے اس مسئلہ مین دو روایتین ہین ایسا ہی امام کرخی نے یہ اختلاف نقل کیا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا کہ قاتل پر قصاص عائد نہو گا اگرچہ راہن و مرتہن قصاص لینے پر اتفاق کرین اور کوئی اختلاف ذکر نہین فرمایا۔ اور جب قاتل سے قصاص لیا گیا تو قرض ساقط ہو جائیگا یہ سب اُس صورت مین ہے کہ دونون نے قصاص لینے پر اتفاق کیا ہو اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا اور قاتل پر لازم ہو گا کہ مقتول کی قیمت تین سال مین اپنے مال سے ادا کرے اور یہ قیمت رہن ہو گی اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور قاضی نے قصاص باطل کر دیا پھر راہن نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو پھر قصاص نہین لے سکتا ہے اور اگر جنایت خطا سے ہو یا شبہ عمد ہو تو قاتل کی مددگار برادری پر تین سال مین اُسکی قیمت واجب ہو گی اور مرتہن اُسکو لیکر رہن

رکھیگا پھر اگر رہن میعادی ہو تو میعاد آنے تک اُسکے قبضہ مین رہیگی پھر جب میعاد آجاوے پس اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو اپنا قرضہ اُسمین سے پورا وصول کرلیگا پھر اگر کچھ باقی رہجاوے تو وہ راہن کو واپس کردیگا اور اگر قیمت اُس سے کم ہو تو جسقدر ہی اُسقدر مین وصول کرلیگا اور باقی راہن سے لیگا۔ اور اگر قیمت مذکور خلاف جنس قرضہ سے ہو تو تلف تک اُسکو اپنے پاس روک رکھیگا اور اگر قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو اسکا حکم اور میعادی قرضہ ہونے کی صورت مین میعاد آجانے کا جو حکم مذکور ہوا ہر دونون یکسان ہین۔ اور تلف کردینے کی ضمان لینے کے واسطے غلام کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو تلف کردینے کے روز تھی اور ضمان رہن مین قبضہ کے روز کی قیمت معتبر ہوتی ہے اور وجود سبب کی حالت مین اعتبار ہوگا چنانچہ اگر ہزار درم قرضہ ہو اور رہن کے روز غلام کی قیمت بھی ہزار درم ہو پھر اُسکی قیمت گھٹ گئی اور پانچ سو درم رہگئی پھر وہ قتل کیا گیا تو قاتل پانچ سو درم اُسکی قیمت تاوان دیگا اور قرضہ مین سے پانچ سو درم ساقط ہوجاوینگے اور جو کچھ اُسنے تلف کردینے مین تاوان دیا ہے وہ اُسکے مثل قرضہ کے عوض رہن رہیگا یعنے باقی قرضہ ساقط ہوجائیگا اسی طرح اگر مرتہن نے اُسکو قتل کیا تو وہ بھی تاوان دیگا اور اُسکا واجبی کا حکم یکسان ہوگا۔ اور اگر قتل کرنے والا کوئی غلام یا باندی ہو تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو قاتل کو دیدے یا مقتول کی قیمت فدیہ دے پس اگر مقتول کی قیمت مدفوع قاتل کے برابر یا مدفوع کی قیمت زیادہ ہو تو مدفوع پورے قرضہ مین مرہون رہیگا اور بلا خلاف راہن پر جبر کیا جائیگا کہ پورا قرضہ ادا کرکے اسکو چھوڑادے اور اگر مدفوع کی قیمت مقتول کی بہ نسبت کم ہو مثلاً مقتول کی قیمت ایک ہزار اور قرضہ ایک ہزار اور مدفوع کی قیمت سو درم ہو تو بھی امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ پورے قرضہ کے عوض مرہون ہوگا اور راہن پر جبر کیا جائیگا کہ غلام مدفوع کو پورا قرضہ دیکر چھوڑادے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قاتل کی قیمت مین وفائے قیمت مقتول نہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے اُسکا فک رہن کرادے یا مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے۔ اسی طرح اگر غلام مرہون کا نرخ گھٹ گیا یہان تک کہ سو درم کا رہگیا پھر اُسکو سو درم قیمت کے غلام نے قتل کیا اور وہ غلام قاتل دیدیا گیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے۔ یہ اسوقت ہے کہ قاتل کے مولے نے قاتل کا دینا اختیار کیا ہو اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو وہ مقتول کی قیمت فدیہ دیگا اور وہ قیمت رہن رہیگی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو مرتہن اُسمین سے اپنا قرضہ پورا وصول کرلیگا اور جنس قرضہ سے خلاف ہو تو مرتہن اُسکو رکھے رہیگا یہانتک کہ اپنا قرضہ پورا وصول کرلے اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرادے یا مرتہن کے لیے اُسکے قرضہ کے عوض چھوڑ دے یہ سب اُس صورت مین ہے کہ جنایت قتل نفس ہو۔ اور اگر جنایت قتل نفس سے کم ہو پس اگر مجرم آزاد ہو تو اُسکا ارش اُسکے مال سے واجب ہوگا نہ اُسکی مددگار برادری پر خواہ جنایت عمداً ہو یا خطا سے ہو اور یہ مال ارش معہ غلام کے رہن رہیگا اور اگر مجرم غلام ہو تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ یا اسکو دیدے یا جنایت کا فدیہ دے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو یہ فدیہ معہ غلام کے جسپر جنایت واقع ہوئی ہے دونون مرہون رہینگے اور اگر اُسنے مجرم کا دینا اختیار کیا تو مجرم معہ اُس غلام کے جسپر جرم کیا ہے دونون مرہون رہینگے۔ اور اگر مرہون نے کسی دوسرے پر جنایت کی تو ضرور ہے کہ اُسکا جرم یا تو بنی آدم پر ہوگا یا سوائے بنی آدم کے دوسری شئے پر ہوگا پس اگر بنی آدم پر ہو تو ضرور ہے کہ عمداً ہوگا یا خطا سے یا جو خطا کے معنی مین ہے پس اگر جرم عمداً ہو تو مرہون سے قصاص لیا جائیگا جیسا کہ مرہون نہونے کی صورت مین ہے خواہ اُسنے کسی اجنبی کو قتل کیا ہو یا راہن کو یا مرتہن کو اور جب وہ قصاص مین قتل کیا گیا تو قرضہ ساقط ہوجائیگا۔ اور اگر اُسنے خطا سے جرم کیا تو خطا کے معنی مین ہے اور اُسکے ساتھ ملحق ہے مثلاً شبہ عمد ہو یا عمداً ہو لیکن قاتل ایسا نہین ہے کہ اُسپر قصاص واجب کیا جاوے تو اسمین مرہون کا

دینا یا فدیہ دینا واجب ہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر پورا غلام ضمانت مین ہو مثلاً اُسکی قیمت قرضہ کے برابر یا کم ہو جیسے کہ غلام کی قیمت ایک ہزار درم ہو اور قرضہ بھی ہزار درم ہو یا قرضہ ڈیڑھ ہزار درم ہو اور غلام کی قیمت پانچ سو درم ہو تو مرتہن سے اولاً فدیہ دینے کے واسطے کہا جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دیدیا تو غلام مجرم کو چھوڑا لیا اور جرم سے پاک کر لیا اور ایسا ہو گیا کہ گویا اُسنے کبھی جرم نہین کیا تھا اور بدستور سابق رہن رہیگا اور جو مال مرتہن نے فدیہ مین دیا ہے اُسکو راہن سے واپس نہین لے سکتا ہے اور مرتہن کو غلام مجرم دیدینے کا اختیار نہین اور اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن سے کہا جائیگا کہ غلام مجرم دے یا فدیہ دے پس اگر اُسنے غلام مجرم دینا اختیار کیا تو رہن باطل ہو جائیگا اور قرضہ ساقط ہو جائیگا اسی طرح اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ راہن نے جو کچھ فدیہ مین دیا ہے اُس سے حق مرتہن ادا کرنے والا ہوا کیونکہ مرتہن کی امانت مین جرم واقع ہونے کی وجہ سے اُسکا فدیہ مرتہن پر واجب تھا پس لحاظ کیا جائیگا کہ فدیہ کسقدر ہے اور غلام کی قیمت کیا ہے اور قرضہ کسقدر ہے پس اگر مقدار فدیہ قرضہ کے برابر ہو اور غلام کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر مقدار فدیہ قرضہ سے کم ہو اور غلام کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو قرضہ مین سے بقدر فدیہ کے ساقط ہو جائیگا اور باقی کے عوض غلام مذکور رہن پڑا رہیگا اور اگر مقدار فدیہ قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو اور غلام کی قیمت قرضہ سے کم ہو تو قرضہ مین سے بقدر قیمت غلام کے ساقط ہو جائیگا اور اس سے زیادہ ساقط نہوگا - اور اگر بعض غلام ضمانت مین ہو اور تھوڑا امانت مین ہو مثلاً غلام کی قیمت دو ہزار درم ہو اور قرضہ ایک ہزار درم ہو تو راہن اور مرتہن دونون پر فدیہ للادم ہوگا - اور مرتہن سے غلام مجرم دینے کے واسطے کہنے کے یہ معنی ہین کہ وہ دینے پر راضی ہوا سلیے اُسکو دیدینے کا اختیار نہین ہے پھر جب اُس سے فدیہ دینے کے واسطے کہا گیا پس یا تو دونون شخص مجرم کے دینے پر اتفاق کرینگے یا اختلاف کرینگے پس اگر دونون نے اختلاف کیا ایک نے مجرم کا دینا اختیار کیا اور دوسرے نے فدیہ دینا اختیار کیا اور ضرور ہے کہ دونون یا تو حاضر ہونگے یا غائب یا ایک حاضر اور ایک غائب ہوگا پس اگر دونون حاضر ہون اور دونون نے مجرم دینے پر اتفاق کیا اور دیدیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر دونون نے فدیہ دینے پر اتفاق کیا تو دونون مین سے ہر ایک شخص آدھا فدیہ دیدیگا اور جب دونون نے فدیہ دیدیا تو غلام کی گردن اس جرم سے پاک ہو جائیگی اور بدستور سابق رہن رہیگا اور دونون مین سے ہر ایک اس مال کے دینے مین متبرع ہوگا یعنے جو کچھ دیا ہے اُسکو دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر دونون نے اختلاف کیا کہ ایک نے مجرم کو دینا چاہا اور دوسرے نے فدیہ دینا چاہا پس جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہے اُسکا اختیار اولے ہے پس جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہے وہ غلام کا پورا ارش چنایت دیگا اور پھر دوسرا اُس غلام کے دینے کا اختیار نہین رکھتا ہے - پھر جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہے اگر وہ مرتہن ہو اور اُسنے پورا ارش دیدیا تو غلام مذکور مثل سابق کے رہن رہیگا کیونکہ فدیہ دینے سے غلام کی گردن جرم سے پاک ہو جائیگی پس ایسا ہو جائیگا کہ گویا اُسنے جرم نہین کیا ہے اور مرتہن راہن سے اپنا پورا قرضہ لیگا - اور آیا جسقدر اُسنے حصہ امانت کے عوض جرمانہ دیا ہے وہ واپس لے سکتا ہے یا نہین سو کرخی نے ذکر کیا کہ اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین واپس نہین لے سکتا ہے بلکہ متبرع ہوگا اور ایک روایت مین واپس لے سکتا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا ہے کہ سوائے خاص اپنے قرضہ کے اور کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اختلاف روایت کا کچھ ذکر نہین کیا - اور اگر وہ شخص جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہے وہ راہن ہو اور اُسنے پورا ارش دیدیا تو وہ متبرع نہوگا بلکہ آدھے فدیہ سے قرضہ مرتہن ادا کرنے والا قرار دیا جائیگا - پھر دیکھا جائیگا کہ اگر آدھا فدیہ مثل پورے قرضہ کے ہو تو پورا قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر کم ہو تو اُسکے قدر قرضہ ساقط ہوگا اور باقی قرضہ کو مرتہن راہن سے واپس لیگا اور غلام کو اُسکے واسطے روک رکھیگا - یہ سب اُس صورت مین ہے کہ دونون حاضر ہون - اور اگر فقط ایک شخص حاضر ہو تو اُسکے

غلام مجرم دیدینے کا اختیار نہین ہی خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو پس اگر مرتہن حاضر ہوا اور اُسنے پورا ارش فدیہ مین دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک آدھے فدیہ مین متبرع نہوگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ راہن سے اپنا قرضہ اور آدھا فدیہ واپس لے ولیکن اُسکو اپنے قرضہ کے واسطے مرہون کو روکنے کا اختیار ہوگا اور آدھے فدیہ کے واسطے بعد ادائے قرض کے روکنے کا اختیار نہوگا۔ اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک آدھے فدیہ کے حق مین مرتہن متبرع ہوگا پس راہن سے خالص اپنا قرضہ واپس لے سکتا ہی جیسا کہ راہن کی حاضری کی صورت مین مذکور ہوا ہی۔ اور اگر راہن ہی حاضر ہوا اور اسنے ارش تمام ادا کردیا تو بالاجماع آدھے فدیہ مین متبرع نہوگا بلکہ آدھے کے دینے سے اسی قدر قرضہ مرتہن ادا کرنے والا شمار ہوگا۔ یہ سب اُس صورت مین ہی۔ کہ مال مرہون نے کسی اجنبی پر جنایت کی ہو اور اگر اُسنے راہن یا مرتہن پر جنایت کی ہو تو راہن کی جان پر اُسکی جنایت موجب مال ہی اور اُسکے مال پر جنایت ہدر ہی۔ اور اُسکی جنایت نفس مرتہن پر سوا امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک معتبر ہی کہ اُسکے عوض غلام مذکور خود دیدیا جائیگا یا اُسکا فدیہ دیا جائیگا بشرطیکہ اس سے مرتہن راضی ہوا اور مرتہن کا قرضہ باطل ہوجائیگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین جنایت کا جرمانہ نہین چاہتا ہون اسواسطے کہ اسمین میرا حق ساقط ہوا جاتا ہی تو اُسکو ایسا اختیار ہی اور جنایت باطل ہوجائیگی اور غلام مذکور برحال خویش رہن رہیگا ایسا ہی امام کرخی نے علی الاطلاق بیان فرمایا ہی اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا اور اُسمین تفصیل فرمائی یعنے اگر پورا غلام قرضہ کے عوض مضمون ہو تو اسمین اختلاف ہی اور اگر تھوڑا ضمانت مین اور تھوڑا امانت مین ہو تو اُسکی جنایت بالاتفاق معتبر ہی پس راہن سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے پس اگر راہن نے اُس غلام مجرم کو دیا اور مرتہن نے اسکو قبول کیا تو پورا قرضہ باطل ہوجائیگا اور پورا غلام مرتہن کا ہوجائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو نصف راہن پر اور نصف مرتہن پر پڑیگا پس جسقدر مرتہن کے حصہ کا ہی وہ باطل ہوگا اور جسقدر راہن کے حصہ کا ہی اُسکو راہن ادا کریگا اور غلام مرہون بحالہ رہن رہیگا۔ یہ اُسوقت ہی کہ اُسنے مرتہن کے نفس پر جنایت کی ہو۔ اور اگر مال مرتہن پر کوئی جرم کیا پس اگر اُسکی قیمت اور قرضہ برابر ہوا اور اُسکی قیمت مین کچھ زیادتی نہو تو بالاجماع اُسکا یہ جرم ہدر ہوگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ سے زائد ہو تو امام اعظم رح سے دو روایتین ہین ایک روایت مین ہی کہ حصہ امانت کی جنایت معتبر ہوگی اور دوسری روایت مین ہی کہ بالکل جنایت معتبر نہوگی۔ اور اگر مرہون نے راہن یا مرتہن کے پسر کے اوپر کوئی جرم کیا تو کچھ شک نہین ہی کہ ایسی جنایت معتبر ہوگی۔ یہ سب جو مذکور ہوا بنی آدم پر جنایت کرنے کا حکم تھا۔ اور اگر مرہون نے بنی آدم کے سوائے اور اموال پر کچھ جرم کیا مثلاً اسقدر مال تلف کردیا جو اُسکے رقبہ کو محیط ہی تو اسکا حکم اور سوائے مرہون کے غیر کی جنایت کا حکم یکسان ہی یعنے جسقدر مال تلف کیا ہو وہ اس مرہون کی گردن پر ہوگا کہ اُسکے واسطے فروخت کیا جاسکتا ہی اور اگر راہن یا مرتہن نے اُسکا قرضہ ادا کردیا پس جب دونون مین سے کسی نے ادا کیا تو اسکا حکم اور بنی آدم پر اُسکی جنایت کرنے اور فدیہ دیے جانے کا حکم یکسان ہی اور اس صورت مین جب مرتہن نے قرضہ ادا کیا ہو تو مرتہن کا جو قرضہ راہن پر ہی وہ بحالہ باقی رہیگا اور یہ غلام بحالہ رہن رہیگا اسواسطے کہ مرتہن نے اُسکا فدیہ دیکر اُسکی گردن کو بار قرضہ سے خلاص کرلیا ہی اور پاک کرلیا ہی پس مثل سابق کے غلام مذکور رہن رہیگا جیسا کہ جنایت سے فدیہ دینے کی صورت مین مذکور ہوا ہی اور اگر مرتہن نے جو مال غلام پر قرضہ ہو کر عائد ہوا ہی ادا کرنے سے انکار کیا اور راہن نے اُسکو ادا کیا تو مرتہن کا قرضہ باطل ہوجائیگا اور اگر دونون نے اس قرضہ کے ادا کرنے سے انکار کیا تو غلام مذکور اس مال کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن سے یہ مال جسکو غلام نے تلف کیا ہی ادا کیا جائیگا پھر جب غلام فروخت کیا گیا اور اُسکے ثمن سے قرضہ ادا کیا گیا تو ضرور ہی کہ یا تو اُسکے ثمن سے وفاے قرضہ مذکور ہوگی یا نہوگی پس اگر اُسکے ثمن سے وفاے

۹۷ یہ مسئلہ مرتہن کے راہن کے نفس پر جنایت کرنے کے بارہ مین ہی اور اسکے مال پر جنایت کرنے کے بارہ مین ہی

قرضہ مذکور رہو جاوے تو ضرور ہی کہ یا تو اُسکا قرضہ مساوی قرضہ مرتہن ہوگا یا اُس سے زیادہ ہوگا یا اُس سے کم ہوگا پس اگر برابر ہو یا زیادہ ہو تو مرتہن کا پورا قرضہ ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ غلام مذکور ملک راہن سے ایسے سبب سے زائل ہوا جو مرتہن کی ضمانت مین پایا گیا ہر پس ایسا ہوا کہ گویا وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا ہی اور جسقدر غلام کا ثمن قرضہ جنایت ادا کرکے باقی رہے وہ راہن کا ہوگا اسواسطے کہ وہ اُسکی ملک کا بدل ہوا اُسمین کسی کا حق نہین ہوا پس خاصۃً اُسی کا ہوگا - اور اگر قرضہ مذکور بہ نسبت قرضہ مرتہن کے کم ہو تو قرضہ مرتہن مین سے اسی قدر ساقط ہوگا اور جو کچھ ثمن مرہون بعد ادا کے قرضہ مذکور کے باقی رہے وہ مرتہن کے پاس باقی قرضہ کے واسطے رہن رہیگا اسواسطے کہ مرتہن نے اسی پر قرضہ دیا تھا پس وہ رہن رہیگا پھر اگر ادا کے قرضہ کا وقت آگیا ہو پس اگر یہ مال جنس قرضہ سے ہو تو مرتہن اُسکو قرضہ مین لے لیگا اور اگر خلاف جنس قرضہ سے ہو تو باقی قرضہ وصول کرنے تک اُسکو روک رکھیگا اور اگر میعاد نہ آئی ہو تو میعاد آنے تک باقی قرضہ کے لیے اُسکو رہن رہنے دیگا یہ اُسوقت ہر کہ پورا غلام مرہون ہو - اور اگر نصف مضمون ہوا اور نصف امانت مین ہو تو جسقدر ثمن بعد ادا ہے قرضہ مذکور کے باقی رہا ہو وہ سب مرتہن کے قبضہ مین نہ دیا جائیگا بلکہ اُسکا نصف دیا جائیگا اور نصف راہن لے لیگا - اسی طرح اگر مضمون و امانت مساوی نہو بلکہ گھٹا بڑھا ہو تو اسی کمی بیشی کے حساب سے باقی ثمن دونون مین سے ہر ایک کو دیا جائیگا - اور اگر ثمن غلام مین قرضہ مذکور کے واسطے وفا نہو تو قرضہ مذکور کا طالب اس غلام کا سب ثمن لے لیگا اور جو کچھ اُسکا قرضہ باقی رہا وہ معوّر ہو جائیگا یہانتک کہ جب کبھی غلام مذکور آزاد ہو جاوے تو اُس سے وصول کر سکتا ہو اور فی الحال باقی کو کسی سے نہین لے سکتا ہو اور جب کبھی غلام نے آزاد ہو کر باقی قرضہ مذکور ادا کیا تو اسقدر ادا کردہ شدہ کو کسی شخص سے واپس نہین پا سکتا ہی (اسی طرح اگر بجاے غلام کے مسئلہ مذکورہ مین باندی ہو تو بھی یہی حکم ہی) اور اسی طرح اگر مرہونہ باندی کے بچے نے کسی غیر کے مال پر جنایت کی تو اُسکا حکم مثل حکم اسکی مان کے ہی یعنے مثل مان کے یہ قرضہ ہو کر اُسکی گردن سے متعلق ہوگا کہ اسکے واسطے وہ فروخت کیا جائیگا لیکن اس صورت مین فرق یہ ہی کہ مرتہن سے قرضخواہ کے مال ادا کرنے کے واسطے نہ کہا جائیگا بلکہ راہن کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اُس مرہونہ کے بچے کو فروخت کرے یا طالب کا قرضہ دیکر اُسکو خلاص کرلے پس اگر راہن نے قرضہ دیدیا تو بچہ مثل سابق کے رہن رہیگا اور اگر قرضہ کے عوض فروخت کیا گیا تو مرتہن کے قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا - یہ سب جو ہمنے ذکر کیا یہ غلام رہن کا راہن دغیر راہن پر جنایت کرنے کا حکم تھا - اور اگر رہن نے رہن پر جنایت کی تو اسمین دو قسمین ہین ایک تو رہن کی جان پر جنایت کرنا دوم اُسکی جنس پر جنایت کرنا پس اگر جان پر جنایت کی تو اس جنایت سے تلف ہونا اور آفت آسمانی سے تلف ہونا دونون کا حکم یکسان ہی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر پورا غلام مضمون ہو تو قرضہ مین سے بقدر نقصان کے ساقط ہوگا اور اگر تھوڑا مضمون اور تھوڑا امانت مین ہو تو جسقدر حصہ مضمون مین نقصان ہی اُسی قدر قرضہ ساقط ہوگا اور جو نقصان حصہ امانت مین پڑتا ہی وہ ساقط نہوگا - اور رہی قسم دوم سو اُسکی دو صورتین ہین ایک بنی آدم کا اپنی جنس پر جنایت کرنا دوم بہائم کا بہائم پر و غیر بہائم کا بہائم پر جنایت کرنا - پس اگر بنی آدم نے اپنی جنس پر جنایت کی مثلاً دو غلام رہن تھے اُسمین سے ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ضرور ہی کہ یا تو دونون غلام ایک ہی صفقہ مین رہن تھے یا دو صفقون مین مرہون ہوے تھے پس اگر دونون ایک ہی صفقہ مین رہن ہون اور ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ہم کہتے ہین کہ یہ چار صورتون سے خالی نہین ایک مشغول کا مشغول پر جنایت کرنا دوم مشغول کا فارغ پر جنایت کرنا سوم فارغ کا مشغول پر جنایت کرنا چہارم فارغ کا فارغ پر جنایت کرنا اور یہ سب جنایتین ہدر ہوتی ہین سوا اسکے ایک صورت میں کہ جب فارغ نے مشغول پر جنایت کی تو یہ معتبر ہوگی اور جو قرضہ مشغول پر پڑا تھا وہ تحویل ہو کر فارغ کے ذمہ پڑ جائیگا اور بجاے مشغول کے فارغ مجرم رہن

ہوجائیگا اسکی مثال یہ ہے کہ اگر قرضہ دو ہزار درم ہو اور دو غلام رہن ہون کہ ہر ایک کی قیمت ایک ایک ہزار درم ہو پھر ایک نے دوسرے کو قتل کیا یا اُسپر کوئی ایسی جنایت کی جسکا قلیل یا کثیر ارش ہو تو اُسکی جنایت ہدر ہوگی اور جسپر جنایت کی ہوا اُسپر سے اسی قدر قرضہ ساقط ہوکر دوسرے پر جسنے جنایت کی ہو تحویل ہوجائیگا۔ اور مشغول کی مشغول پر جنایت ہدر ہوتی ہے پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وہ آسمانی آفت سے مرگیا ہو۔ اور اگر قرضہ ہزار درم ہو اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو مجرم دینا وفدیہ دینا کچھ نہوگا مگر قاتل بعوض سات سو پچاس (۷۵۰) درم کے رہن ہوجائیگا اسواسطے کہ ہر ایک بعوض پانچ سو (۵۰۰) درم کے رہن تھا پس نصف ہر ایک کا فارغ تھا اور نصف مشغول تھا اور جب ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو قاتل کے ہر ایک نصف حصے نے مقتول کے نصف مشغول ونصف فارغ پر جنایت کی اور یہ مقدار مشغول کی جنایت مشغول پر اور مشغول کی فارغ پر اور فارغ کی فارغ پر ہدر ہو لیکن جسقدر فارغ نے مشغول پر جنایت کی وہ قاتل کے ذمہ پڑجاویگی اور یہ نصف ہو اور نصف کے دو سو پچاس درم ہوئے اور قاتل کی طرف پانچ سو درم تھے پس سب مجموعہ سات سو پچاس درم کے عوض رہن ہوجائیگا اور اگر ایک نے دوسرے کی آنکھ پھوڑ ڈالی ہو تو جو قرضہ آنکھ کی طرف تھا اُسکا نصف آنکھ پھوڑنے والے کی طرف تحویل ہوجائیگا پس آنکھ پھوڑنے والا بعوض چھ سو پچیس (۶۲۵) درم کے رہن ہوجائیگا اور دوسرا بعوض دو سو پچاس (۲۵۰) درم کے رہن رہجائیگا۔ اور اگر دونون غلام دو صفقون مین مرہون ہون پس اگر دونون کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زائد ہو مثلاً قرضہ ہزار درم ہو اور ہر ایک کی قیمت ہزار ہزار درم ہو پھر ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو جنایت کا اعتبار کیا جائیگا بخلاف پہلی صورت کے۔ اور جب جنایت کا اعتبار کیا گیا تو راہن مرتہن کو اختیار دیا جائیگا چاہین تو اس قاتل کو بجاے مقتول کے قرار دین پس جو قرضہ قاتل کے ذمہ تھا وہ باطل ہوجائیگا اور اگر چاہین تو قاتل کی طرف سے مقتول کی قیمت فدیہ دیدین اور وہ بجاے مقتول کے رہن ہوگی اور قاتل بحال خود رہن رہیگا۔ اور اگر اُنکی قیمت مین قرضہ سے زیادتی نہو مثلاً قرضہ دو ہزار درم ہو اور ہر ایک کی قیمت ایک ہزار ہو اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا پس اگر دونون نے قاتل کو جرم مین دیدیا تو یہ مدفوع بجاے مقتول کے قائم ہوگا اور قاتل کے مقابلہ مین جو قرضہ تھا وہ باطل ہوگا اور اگر دونون نے کہا کہ ہم اسکا فدیہ دینگے تو پورا فدیہ بذمہ مرتہن ہوگا پھر جب ادا کرے قرضہ کی میعاد آوے تو راہن فقط ایک ہزار درم مرتہن کو دیگا اور دوسرے ہزار درم اس ہزار درم کے ساتھ جو مرتہن کو فدیہ مین دینے پڑے ہین اور اُسکے پاس رہن ہین قصاص ہوجاوینگے۔ اور اگر ایک نے دوسرے کی آنکھ پھوڑ ڈالی تو دونون سے کہا جائیگا کہ چاہو اس مجرم کو دیدو یا اسکا فدیہ دیدو پس اگر انھون نے فدیہ دینا اختیار کیا تو فدیہ نصفا نصف دونون پر ہوگا اور اگر دونون نے مجرم کو دیدیا تو جسقدر قرض اُسکے مقابلہ مین تھا باطل ہوجائیگا اور مجرم اُس غلام کے ساتھ جسکی آنکھ پھوٹ گئی ہو رہن ہوگا۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین فدیہ نہین دیتا ہون بلکہ رہن کو اسی طرح چھوڑے دیتا ہون تو اُسکو اختیار ہو اور آنکھ پھوڑنے والا اپنے حال پر مثل سابق رہن رہیگا اور جسکی آنکھ پھوٹ گئی ہو اُسکے مقابلہ کے قرضہ مین سے نصف جاتا رہیگا اسواسطے کہ جنایت کا اعتبار کرنا بلحاظ حق مرتہن تھا نہ بلحاظ حق راہن اور جب مرتہن اس جنایت سے راضی ہوا تو جنایت ہدر ہوگئی۔ اور اگر راہن نے کہا کہ مین فدیہ دونگا اور مرتہن نے کہا کہ نہین دونگا تو راہن کو فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ جب مرتہن نے اس جنایت کا حکم طلب کیا ہو کذا فی البدائع۔ اور اگر راہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور مرتہن نے کہا کہ مین پورا ارش فدیہ دونگا تو فدیہ دیدے مگر متطوع ہوگا کہ اس مال فدیہ مین سے راہن کے ذمہ کچھ لاحق نہوگا اسواسطے کہ اُسنے بلا مجبوری کے غیر کی ملک کی طرف سے تبرعاً مال دیا ہو یہ بسوط مین ہے۔ اور اگر راہن کے فدیہ ادا کردینے کے بعد مرہون قبضہ مرتہن مین تلف ہوگیا تو راہن کو

فدیہ واپس کردے اسواسطے کہ راہن دفاع کردینے سے اُسکے قرضہ سے بری ہوگیا اسواسطے کہ مرتہن فدیہ سے اپنا قرضہ بھر پانے والا ہوگیا ہو پھر ہمارے مشائخ نے اختلاف کیا ہو کہ مرتہن وہ ہزار درم فدیہ سے کہ جن سے اپنا قرضہ بھر پایا ہو واپس کرے یا مرہون ہلاک ہونے سے جن ہزار درم سے بھر پایا ہو وہ واپس کرے سو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ ہلاک کے ہزار درم جنسے بھر پایا ہو واپس کردے اسواسطے کہ فدیہ سے بھر پانے کے بعد ہلاک سے بھر پانا پایا گیا ہو اور دیگر مشائخ نے فرمایا کہ فدیہ کے ہزار درم واپس کرے جیسا کہ راہن کے قرضہ ادا کرنے کے بعد مرتہن کے پاس مال مرہون مرجانے کی صورت میں حکم ہو کہ مرتہن نے جو کچھ وصول کیا ہو واپس کرے بحیط سرخسی میں ہو۔ اگر مرہونہ باندی کے بچہ پیدا ہوا پھر اُسنے کسی آدمی کو قتل کر ڈالا تو مرتہن پر ضمان نہوگی اور اُسکی ضمان راہن پر ہو کہ اُسکو اختیار دیا جائیگا چاہے بچہ مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پس اگر فدیہ دیا تو وہ بر حال خویش اپنی ماں کے ساتھ رہن رہیگا اور اگر اُسنے ملفظ مجرم کو دینا اختیار کیا پھر مرتہن نے کہا کہ میں فدیہ دونگا تو اُسکو اختیار ہو۔ اسی طرح اگر اُس لڑکے نے کسی شخص کا مال تلف کردیا اور راہن سے کہا گیا کہ فروخت کرکے قرضہ ادا کرے تو بھی یہی حکم ہو یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور اگر ہزار درم قرضہ کے عوض باندی رہن ہو جو ہزار درم قیمت کی ہو پھر اُسکے ایک بچہ ہزار درم قیمت کا پیدا ہوا پھر بچہ نے راہن یا اُسکی ملک پر کچھ جنایت کی تو اسمیں کچھ نہیں ہو اور اگر مرتہن پر جنایت کی تو ضرور ہو کہ وہ دیا جاوے یا اُسکا فدیہ دیا جاوے پس اگر وہ دیا گیا تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا بنزلہ مرجانے کی صورت کے ہو اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو نصف فدیہ راہن کے ذمہ ہوگا یہ مبسوط میں ہو۔ ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض ہزار درم قرضہ کے مرہون ہو پھر اُسکے پانچ سو درم قیمت کا ایک بچہ پیدا ہوا پھر دونوں کو ہزار درم قیمت کے ایک غلام نے قتل کیا اور وہ دونوں کے عوض دیدیا گیا پھر وہ کانا ہوگیا تو راہن اُسکو چار ساتوین حصہ کے عوض فک رہن کرادیگا اور سات حصوں میں سے تین حصے ساقط ہوجائینگے کیونکہ جسوقت باندی کے بچہ ہوا تو قرضہ ان دونوں پر تین تہائی برتقدیر صحیح وسلامت رہنے کے تقسیم ہوا پھر جب اُسکو ایک غلام نے قتل کیا اور اُنکے عوض دیا گیا تو یا اُن دونوں کے قائم مقام ہوا پس تین تہائی ہوکر دو تہائی بمقابلہ باندی کے اور ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے قائم ہوا پھر جب وہ کانا ہوگیا تو ہر ایک میں سے نصف جاتا رہا اور باندی کے مقابلہ میں چھ سو چھاسٹھ (۶۶۶) درم و دو تہائی درم تھا پس تین سو تینتیس (۳۳۳) درم و ایک تہائی درم رہگیا اور اُسکا ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے تھا اور اُسمیں سے نصف جاتا رہا تو چھٹا حصہ باقی رہا اور یہ ایک سو چھاسٹھ درم و دو تہائی درم ہوا اور یہ حاصل بالقی ہو اور باندی کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو عقد رہن کے روز تھی یعنے ہزار درم اور بچہ کی وہ قیمت جو اُنفکاک کے روز تھی یعنے ہزار درم کا چھٹا حصہ کہ ایک سو چھاسٹھ درم و دو تہائی درم ہوا اسواسطے کہ قرضہ میں سے اُسکے مقابلہ تین تہائی حصہ تھا جو کانا ہونے سے آدھا یعنے تہائی کا آدھا ایک چھٹا رہگیا۔ مگر قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ قرضہ میں سے اُسکے مقابلہ میں جبھی حصہ ہوگا جب وہ موجود رہے پس بچہ ایک حصہ اور ماں چھ حصہ قرار دیکر کل سات حصہ کیے جاوینگے مگر ماں میں سے کانی ہونے سے نصف یعنے تین حصے ساقط ہوئے اور تین حصے باقی رہے اور ایک حصہ بچہ کا باقی رہا تو یہ چار حصے کل سات حصوں سے ہوئے اور تین حصے سات حصوں میں سے جاتے رہے اسی واسطے امام محمد رح نے فرمایا کہ جب اُسکو فک رہن کرادے تو چار ساتوین حصے کے عوض فک رہن کرا سکتا ہو یہ کافی میں ہو۔ اگر کسی شخص نے ایک شخص کے غلام پر جنایت کی پھر مولے نے اُسکو رہن کیا پھر فک رہن کرایا اور وہ اس جنایت سے مرگیا تو مولے کو اختیار ہوگا رجنایت کرنے والے سے پوری قیمت لے لے اور اگر عمداً ہاتھ کاٹا ہو تو قیاساً قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص واجب نہوگا بلکہ قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُسکو ہبہ کردیا ہو پھر ہبہ سے رجوع کرلیا ہو یا فروخت کیا ہو پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیا گیا ہو تو بھی

یہی حکم ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر دو شخصون نے ایک چیز رہن کی حالانکہ دونون مین سے ایک شخص قرضہ مین اُسکا شریک ہی تو یہ جائز نہین ہی لیکن اگر وہ شخص دوسرے شخص کا کفیل ہو تو جائز ہی - اور اگر دو شخصون نے کوئی مال عین رہن لیا پھر ایک نے اُسکو واپس کر دیا تو جائز نہین ہی اور اگر دو مرتہنون مین سے ایک نے یون اقرار کر دیا کہ یہ حقیقی رہن نہ تھا بلکہ بطور تلجیہ تھا تو امام ابو یوسف کے نزدیک رہن باطل ہوگا اور امام محمد رح نے دوسرے کے حصہ کے حق مین خلاف کیا ہی - اگر دو شخصون پر ایک شخص کا قرضہ ہی اور ہر ایک پر برابر نہین ہی بلکہ مختلف ہی پھر دونون نے اپنے مساوی مشترک غلام کو رہن دیا تو ہر ایک کا حصہ بعوض اُسکے شریک کے قرضہ اور اُسکے قرضہ کے رہن ہوگا پھر اگر وہ مر جاوے تو باہم کمی وبیشی ایک دوسرے سے واپس لینگے یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر شریک مفاوض نے بدون اجازت دوسرے شریک کے رہن کیا یا رہن لیا تو دوسرے کے حق مین جائز ہی اور اگر اُسنے کچھ جرم کر کے رہن دیا تو صحیح ہی مگر اپنے شریک کے واسطے ضامن ہوگا لیکن اُسکے شریک کو اختیار نہین ہی کہ اُسکا رہن توڑ دے اور اگر مفاوض نے کوئی مال کسی کو مستعار دیا اور مستعیر نے اُسکو رہن کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ اُسکے شریک پر بھی جائز ہوگا اور صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہی یہ خزانۃ الاکمل مین ہی - اگر مفاوض نے کوئی مال عین رہن لیکر اُسکو اپنے شریک کے پاس رکھا اور وہ ضائع ہو گیا تو جسقدر قرضہ کے عوض رہن پڑتا تھا اُسی کے عوض گیا - اور اگر دو شریک عنان مین سے ایک نے ایسے قرضہ کے عوض جو دونون پر آتا ہی کچھ رہن دیا تو جائز نہین ہی اور وہ رہن کا ضامن ہوگا اور اگر ایسے قرضہ کے عوض جسکو دونون نے دیا ہی ایک نے کچھ مال قرضدار سے رہن لیا تو اُسکے شریک کے حق مین جائز نہوگا پس اگر مرتہن کے پاس مرہون تلف ہوا تو خاص مرتہن کا حصہ گیا اور اُسکا شریک اپنا حصہ قرضدار سے واپس لیگا اور راہن کو اختیار ہوگا کہ مرتہن سے اُسکی نصف قیمت واپس لے اور شریک کو یہ بھی اختیار ہی کہ چاہے اپنے شریک سے اپنا حصہ لے لے - اور اگر دو شخصون کی شرکت اس شرط سے ہو کہ اس شرکت مین دونون مین سے ہر ایک اپنی رائے سے عمل کرے تو جس شریک نے رہن کیا یا رہن رکھا وہ دوسرے پر جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اگر مضارب نے مضاربت مین رب المال کی اجازت سے قرضہ لیکر اُسکے عوض رہن دیا تو جائز ہی اور دونون پر قرضہ ہوگا اور اگر رب المال نے اجازت ندی ہو تو وہ سب قرضہ خاصکر مضارب پر ہوگا اور اگر اُسنے مضاربت کے قرضہ مین کچھ مال رہن رکھ لیا تو یہ جائز ہی اور اگر رب المال مر گیا اور مال مضاربت عروض ہی اور مضارب نے اُسمین سے کوئی مال رہن کر دیا تو جائز نہین ہی اور وہ ضامن ہوگا اور اگر رب المال نے کوئی مال مضاربت (اسباب) مین سے جسکی قیمت راس المال سے زائد ہی رہن کر دیا تو جائز نہین ہی اور اگر زائد نہو تو جائز ہی اور رب المال اُسکا ضامن ہوگا گویا رب المال نے اُسکو تلف کر دیا یا جیکر اُسکے دام کھا گیا ہی یہ خزانۃ الاکمل مین ہی - ایک شخص نے دوسرے سے ایک کپڑا بدین غرض مستعار لیا کہ اُسکو ایسے قرضہ کے عوض جو اُسپر آتا ہی رہن دیدے پھر رہن دینے سے پہلے اُسکو استعمال کیا پھر اُسکو رہن دیدیا تو ہری ہو جائیگا اور اگر اُسکو رہن سے چھوڑا کر پھر استعمال کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے استعمال کرنا چھوڑ دیا پھر وہ کسی آفت سے خود تلف ہو گیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی - ایک شخص نے اپنے قرضہ مین رہن دینے کے واسطے ایک کپڑا مستعار لیکر سو درم قرضہ کے عوض سال بھر کے واسطے رہن کر دیا پھر صاحب ثوب اپنے کپڑے کے مالک نے مستعیر سے مواخذہ کیا کہ میرا کپڑا مجھے واپس دے تو اُسکو یہ اختیار ہی اگرچہ مستعیر نے اُسکو آگاہ کر دیا ہو کہ مین سال بھر کے واسطے اُسکو رہن دیتا ہون اور اگر کپڑے کے مالک نے اُسکو اپنے مال سے فک رہن کر لیا تو متطوع نہوگا بلکہ راہن سے اُسکو واپس لیگا اور اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے کپڑے کے مالک کے قول کی تصدیق کی کہ یہ کپڑا اسی کا ہی تو مرتہن اُسکو دیکر اپنا قرضہ لے لے گا اور کپڑے کا مالک متطوع نہوگا - اور اگر مرتہن نے

ہین دوسرا آدمی گرکر مرگیا تو دوسرے شخص کا ولی پہلے شخص کے ولی کے ساتھ غلام مین شریک ہوجائیگا۔ اور اگر اُسمین
کوئی چوپایہ گرا اور غلام فروخت کرکے اُسکے ثمن سے چوپایہ کے مالک کو اُسکی قیمت ادا کی گئی پھر دوبارہ اُسمین کوئی آدمی گرکر مرگیا
تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اُسمین کوئی آدمی گرکر مرگیا اور اس جنایت مین غلام مذکور ولی میت کو دیا گیا پھر اُسمین کوئی چوپایہ
گرکر مرگیا تو ولی مقتول سے کہا جائیگا کہ یا تو اس غلام کو فروخت کریا قرضہ ادا کر اسواسطے کہ دونون جرم وقت چاہ کندن کی طرف
مستند ہین پس ایسا ہوا گویا وہ آدمی اور یہ چوپایہ دونون ساتھ ہی گرے ہین اور اگر دونون ساتھ گرتے اور ولی جنایت کو
غلام مجرم دیدیا جاتا تو ولی جنایت اُسکے فروخت کرنے یا اُسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جاتا پس ایسا ہی اس صورت مین بھی
ہوگا دو غلامون نے راہ مین ایک کنوان کھودا اور اُسمین غلام مرہون گرکر مرگیا اور وہ دونون اس جرم مین مدیلے کئے
ان دونون مین سے بھی ایک غلام اُسمین گرکر مرگیا تو آدھا قرضہ باطل ہوجائیگا اور اُسکا خون ہدر ہوگا اسلیے کہ یہ دونون غلام
ولی کے قائم مقام ہوکر اُسکے حکم مین ہین اور اگر غلام اول کنوئین مین اسطرح گرتا کہ جس سے اُسکا نصف زائل ہوتا مثلاً
اُسکی آنکھ جاتی رہتی یا ہاتھ شل ہوجاتا تو نصف قرضہ ساقط ہوتا پس ایسا ہی اس صورت مین بھی ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے
مرتہن نے غصب کیے ہوئے غلام مرہون سے راہ مین ایک کنوان کھودا یا ایک پتھر ڈال دیا پھر غاصب نے وہ غلام مرتہن کو
واپس کردیا پھر راہن نے اُسکا فک رہن کرلیا اور قرضہ دیدیا پھر اُس کنوئین مین ایک آدمی گرکر مرگیا تو راہن سے کہا جائیگا
کہ یہ غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس ان دونون مین سے جو بات وہ کرے بہرحال اُس غلام کی قیمت غاصب سے
واپس لیگا اور اگر غاصب مفلس یا غائب ہوگیا پس جسقدر مرتہن کو ادا کیا ہے وہ اس سے واپس لیگا بشرطیکہ قرضہ اور
دونون برابر ہون زائد کہ فدیہ مال مرتہن سے ہوجاوے اگر ولی مقتول کو غلام مذکور دیدینے کے بعد اُسکے پتھر ڈالے ہوئے
سے کوئی آدمی تلف ہوا تو ولی مقتول سے کہا جائیگا کہ اسکا نصف دیدے یا دس ہزار درم فدیہ دے اور اگر مرتہن نے اُسکو
اپنے ذاتی میدان مین کنوان کھودنے کا حکم دیا ہو اور اُسمین راہن یا دوسرا شخص گرکر مرگیا تو مرتہن کی مددگار برداری پر اُسکی
دیت واجب ہوگی اور اگر راہن نے اُسکو اپنے ذاتی میدان مین کنوان کھودنے کا حکم دیا ہو تو راہن کی مددگار برداری پر دیت
واجب ہوگی اور اگر راہن یا مرتہن نے اُسکو کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اُسنے قتل کیا تو حکم دینے والے پر اُس غلام
کی قیمت واجب ہوگی وبجاے اُس غلام کے رہن رہیگی اسی طرح اگر اُسکو کسی چوپائے کے پانی پلانے کو بھیجا اور اُس چوپائے
نے کسی آدمی کو روند کر مار ڈالا تو راہن یا مرتہن مین سے جسنے دوسرے کی اجازت سے اُسکو بھیجا ہو اُسی سے اُس غلام
کے دیدینے کا مواخذہ کیا جاویگا یہ خزانۃ الاکمل مین ہے۔ اگر ہزار درم قیمت کے غلام نے چھ ہزار درم قرضہ کے عوض رہن ہو
راہ مین ایک کنوان کھودا اور اُس کنوئین مین کوئی غلام گرا جس سے اُسکی دونون آنکھین جاتی رہین تو غلام مرہون دیدیا
جاویگا یا اُسکا فدیہ دیا جاویگا بشرطیکہ ایسی صورت کے کہ اگر وہ غلام اُسکی دونون آنکھین اپنے ہاتھ سے نکال ڈالتا تو یہی حکم تھا
اور پورا فدیہ مرتہن پر واجب ہوگیا پھر اگر اُسنے فدیہ دیدیا تو غلام مرہون اپنے حال پر رہن رہیگا اور اس اندھے غلام کو اُس
فدیہ کے عوض جو مرتہن نے دیا ہے لیگا اور وہ اُسی کا ہوگا اور اگر اُسنے غلام مرہون کو دیدیا اور اندھا غلام لے لیا
تو بجاے مرہون کے بعوض ہزار درم کے رہن ہوگا۔ اور اگر اُس کنوئین مین دوسرا آدمی گر پڑا تو اولیاے مقتول اپنے
حصہ کے حساب سے کنوان کھودنے والے غلام مین شریک ہوجاوینگے یا جسکے پاس وہ غلام ہے وہ ہزار درم اُسکا فدیہ
دیگا اور اندھے غلام کے ذمہ اس جرمانہ مین سے کچھ بھی لاحق نہوگا یہ بسوط مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا جو کچھ تو فلان

شخص کے ہاتھ فروخت کریگا اُسکی قیمت مجھپر ہو اور باہمی خرید فروخت سے پہلے اسکے عوض کچھ اُسکو رہن دیدیا تو یہ جائز نہین ہے یہ نزانۃ المفتین مین ہو۔ زید نے عمرو کی اجازت سے اُسکے ذات کی کفالت اس شرط پر قبول کی کہ اگر مین اسکو کل کے روز تجھسے نہ ملادون تو جو قرضہ اسپر ہو وہ مجھپر ہوگا پھر عمرو نے مال مکفول بہ کے عوض زید کو کوئی مال عین رہن دیا تو یہ رہن صحیح نہین ہے اسواسطے کہ کفالت بال کا ہنوز وقت نہین آیا ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کی اجازت سے اُسکی طرف سے قرضہ کی کفالت کرلی پھر مکفول عنہ نے کفیل کے ادا کرنے سے پہلے کفیل کو قرضہ مذکور کے عوض کچھ مال عین رہن دیا تو جائز ہے دو شخصون مین سے ہر ایک شخص کے ہزار درم ایک شخص پر قرض ہین پھر دونون نے اُس سے اپنے قرضہ کے عوض ایک مین رہن لیکر دونون نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر دونون مرتہنون مین سے ایک نے کہا کہ ہمارا کچھ مال راہن پر نہین ہے اور یہ زمین ہمارے قبضہ مین بطور تلجیہ کے ہو تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ رہن باطل ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ رہن باطل نہو گا بلکہ اپنے مال پر رہیگا مگر اس اقرار کرنے والے کے حصہ سے بری ہوجائیگا یہ ظہیریہ مین ہو۔ ہزار درم قیمت کی باندی کے جو ہزار درم قرضہ کے عوض رہن ہو ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر اُس باندی کو سو درم قیمت کی باندی نے قتل کر ڈالا اور قاتلہ اس جرم مین دیدیگئی پھر اس دی ہوئی باندی کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر یہ دی ہوئی باندی کافی ہوگئی تو قرضہ کے چوالیس حصون مین سے ایک حصہ ساقط ہوجائیگا یعنے بائیس (۲۲) درم اور تین چوتھائی درم ساقط ہونگے مگر اُسمین سے ایک درم کا چوالیسوان حصہ کم ہوگا اور باقی کو راہن ادا کریگا یعنے نو سو (۹۰۰) ستتر درم و چوتھائی درم و ایک درم کا چوالیسوان حصہ ادا کریگا اور اسکا بیان یہ ہو کہ مرہونہ کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا ہو اور قرضہ ان دونون پر آدھا آدھا تقسیم ہوگا کیونکہ مرہونہ کی روز عقد کی قیمت متعبر ہو اور وہ ہزار درم ہو اور بچہ کی روز الفکاک کی قیمت متعبر ہو اور وہ بھی ہزار درم ہو پھر جب اُس مرہونہ کو سو درم قیمت کی باندی نے قتل کیا اور وہ اُسکے عوض دیدگئی تو جو قرضہ باقی رہا ہو وہ اسکے مقابلہ مین ہوگا کیونکہ گوشت پوست کی راہ سے یہ اُسکے قائم مقام ہو گویا پہلی باندی کا نرخ گھٹ گیا ہو پھر جب اس قاتلہ کے ایک بچہ پیدا ہوا پھر تو قرضہ اسکے مقابلہ مین ہو یعنے پانچ سو درم وہ اس قاتلہ کی قیمت یعنے نو سو درم پر اور اُسکے بچہ کی قیمت یعنے ہزار درم پر منقسم ہوگا پس نصف قرضہ کے گیارہ حصہ ہوے تو پہلے بچہ کے مقابلہ مین جو نصف قرضہ ہو اُسکے بھی گیارہ حصہ کیے جاوینگے پس سب بائیس (۲۲) حصہ ہوے جسمین سے ایک حصہ بمقابلہ قاتلہ کے ہو جسمین سے آدھا بوجہ کافی ہوجانے کے جاتا رہا پس کسر ہوجانے سے اسکا دو چند کرنے سے چوالیس (۴۴) حصہ ہوگئے جسمین سے بیس (۲۰) حصہ بمقابلہ دوسرے بچہ کے ہین اور دو حصہ بمقابلہ قاتلہ کے ہین جسمین ایک حصہ اُسکے کافی ہوجانے کی وجہ سے جاتا رہا پس یہی معنی امام محمد رح کے قول کے ہین کہ قرضہ کے چوالیس (۴۴) حصون مین سے ایک حصہ ساقط ہوگا یہ کافی مین ہو۔

بارہوان باب

۔ رہن مین دعوے اور خصومات واقع ہونے اور اُسکے متعلقات کے بیان مین۔ اگر ایک ہی مال مرہون کا دو شخصون نے ایک ہی شخص پر اسطرح دعوے کیا کہ ہر ایک نے کہا کہ مین نے یہ مال اس شخص کے پاس سے بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن لیا ہو اور مین نے اس سے لیکر قبضہ کیا ہو تو اس مسئلہ کی دو صورتین ہین اول یہ کہ راہن کی زندگی مین ایسا دعوی واقع ہوا ہو پس اسمین تین صورتین ہین اول یہ کہ مال مرہون دونون مدعیون مین سے ایک کے قبضہ مین ہو اور اس صورت مین اگر دونون نے تاریخ نہ لکھی یا تاریخ لکھی ہو مگر دونون کی تاریخ برابر ہو تو قابض کے نام مرہون کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ بہ نسبت دوسرے کے سابق ثابت ہو تو

سابق والے کے نام ڈگری ہوگی خواہ وہ قابض ہو یا غیر قابض ہو جیسا کہ دعوی خرید کی صورت مین ہوتا ہو۔ دوم یہ کہ مال مرہون دونون کے قبضہ مین ہو۔ سوم یہ کہ مال رہن راہن کے قبضہ مین ہو اور ان دونون صورتون مین اگر دونون نے تاریخ لکھی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق التاریخ کے نام ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ نہ لکھی یا ایک ہی تاریخ لکھی ہو تو قیاساً کسی کے نام رہن مین سے کچھ بھی ڈگری نہ کیجائیگی اور استحساناً ہر ایک کے نام نصف مرہون کی ڈگری ہوگی بمقابلہ اسکے نصف حق کے مگر ہم قیاسی حکم کو اختیار کرتے ہین ایسا ہی روایت ابو سلیمان مین مذکور ہی اور روایت ابو حفص میں یہ ہو کہ قیاساً و استحساناً دونون مین سے کسی کے نام رہن مین سے کچھ ڈگری نہوگی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ جو حکم روایت ابو سلیمان مین مذکور ہو وہی اصح ہی۔ وجہ دوم یہ کہ راہن کے مرنے کے بعد دعوے واقع ہوا اور اسمین بھی تین صورتین ہین اور سب صورتون مین اگر دونون نے تاریخ لکھی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق التاریخ کے نام ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ نہ لکھی یا ایک ہی تاریخ دونون نے لکھی ہو تو جب رہن دونون کے قبضہ مین ہو یا راہن کے قبضہ مین ہو تو قیاساً یہ حکم ہو کہ دونون مین سے کسی کے نام کچھ استحقاق ڈگری نہوگی اور یہ دونون بھی راہن کے اور قرضخواہون کے برابر تصور کیے جاوینگے اور قیاسی حکم کو امام ابو یوسف رح نے اختیار کیا ہی اور استحساناً ہر ایک کے نام اُسکے نصف حق کے عوض مال مرہون نصفا نصف کی ڈگری کیجائیگی کہ مال مرہون فروخت کرکے ہر ایک کا نصف قرضہ ادا کر دیا جائیگا پھر اگر ثمن مین سے کچھ بچ رہا تو سچا ہوا باقی قرضخواہون اور راہن کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا اور حکم استحسانی کو امام ابو حنیفہ رح نے اختیار کیا ہی اور امام محمد رح کا قول کتابون مین مضطرب ہی۔ یہ سب اُس صورت مین ہو کہ ایک ہی راہن سے رہن لینے کا دونون نے دعوی کیا ہو۔ اور اگر دو شخصون سے رہن لینے کا دعوی کیا ہو اور دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے اور مال مرہون دونون مین سے ایک مدعی کے قبضہ مین ہے تو اس مسئلہ مین چار صورتین ہین اول آنکہ قابض وغیر قابض دونون مدعیون کے دونون رہن غائب ہون تو اس صورت مین قابض کے نام ڈگری ہوگی اگر چہ دونون نے تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ سابق ہو۔ اور اگر دونون راہن حاضر ہون تو غیر قابض کے نام مال مرہون کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر ایک راہن حاضر اور دوسرا غائب ہو تو غیر قابض کے نام جب تک دوسرا راہن نہ حاضر ہو تب تک ڈگری نہوگی اور جب وہ آجاوے تو غیر قابض کے نام ڈگری ہوگی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کے پاس ایک غلام ہی دوسرے شخص نے دعوے کیا کہ یہ غلام میرا ہی مین نے اُسکو فلان شخص کے پاس جو غائب ہی بعوض ہزار درم کے رہن کیا تھا اور اُسنے مجھسے لیکر قبضہ کر لیا تھا اور قابض کہتا ہی کہ یہ میرا غلام ہی تو مدعی کے نام غلام مذکور کی ڈگری ہوگی اسواسطے کہ قابض اُسکا خصم یعنے مدعا علیہ مقرر ہوگا کیونکہ غلام کی نسبت ہر ایک مدعی اپنی ملک کا دعوے کرتا ہی پھر جب مدعی کے نام ڈگری ہوئی تو مذکور ہی کو اُس سے لیکر ایک عادل کے پاس رکھا جائیگا۔ اور اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے دعوے کیا کہ یہ غلام میرے پاس رہن ہی مین نے فلان شخص سے اسکو بعوض اسقدر قرضہ کے رہن لیا ہی اور اس قابض نے مجھسے غصب کر لیا ہی یا استعار لیا ہی یا اجارہ پر لیا ہی اور اس دعوے پر گواہ قائم کر دیے تو مین اُس غلام کو مدعی کو دیدونگا ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر کیا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ قاضی مدعی کے نام غلام کی ڈگری نکریگا اسواسطے کہ اسمین غائب پر قرضہ کی ڈگری ہوئی جاتی ہی حالانکہ اس مقدمہ مین اُسکی طرف سے کوئی خصم نہین ہی ولیکن یہ ڈگری کریگا کہ قابض مدعا علیہ کو یہ غلام مدعی کی طرف سے بطریق غصب یا اجارہ یا استعارہ کے ملا ہی جیسا کہ اُسکے گواہون نے گواہی دی ہی پس مدعی کے نام واپس لینے کے استحقاق کی ڈگری کریگا اور قابض اس مقدمہ مین اُسکا خصم ہو اور یہ بخلاف ایسی صورت کے اگر

کہ جب مدعی نے قابض پر اپنے قبضہ سے لینے کا دعوی نکیا ہو کہ اس صورت مین قابض اُسکا خصم نہین ہوسکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ حیل الخصاف مین ہی کہ ایک شخص کے قبضہ مین مال مرہون ہی اور راہن غائب ہی اور مرتہن نے چاہا کہ قاضی کے نزدیک رہن ہونا ثابت کرے تاکہ قاضی اُسکے نام اسکا سجل عطا کرے اور حکم دے کہ یہ مال اُسکے قبضہ مین رہن ہی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مرتہن ایک شخص غریب کو حکم دے کہ تو اس غلام کے رقبہ کا دعوی کر اور مرتہن کو قاضی کے پاس لے جا پس مرتہن قاضی کے سامنے گواہ پیش کریگا کہ یہ غلام میرے پاس رہن ہی پس قاضی اُسکے رہن ہونے کے گواہون کی سماعت کریگا اور اُسکے پاس رہن ہونے کی ڈگری کردیگا اور راہن کی خصومت اُسکے ذمہ سے دفع کریگا۔ پس یہ حکم خصاف کی طرف سے اس امر کی تخصیص ہی کہ رہن پر گواہی کی سماعت ہوتی ہی اگرچہ راہن غائب ہو اور ایسا ہی امام محمد رح نے دعوے الجامع اور بعض مواضع اصل مین ذکر کیا ہی اور بعض مواضع رہن الاصل مین ایسی گواہی کی سماعت کے واسطے راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہی اور مشائخ رح اسمین اختلاف کرتے ہین بعضے کہتے ہین کہ رہن الاصل مین جو راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہی وہ کاتب کی غلطی ہی اور صحیح یہ لفظ ہی کہ راہن کا حاضر ہونا شرط نہین ہی اور بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین ایک روایت کے موافق ایسی گواہی کی سماعت کے واسطے حاضری راہن شرط نہین ہی اور دوسری روایت کے موافق قاضی بدون حاضری راہن کے قبول نکریگا شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الحیل مین لکھا کہ یہی صحیح ہی روایت رحمہ اللہ کیونکہ امام محمد رح نے سیر کبیر مین اسکے نظائر مین یون فرمایا ہی کہ اگر غلام مرہون قید کیا گیا اور وہ تقسیم کے مال غنیمت مین آیا اور تقسیم سے پہلے مرتہن نے اُسکو پایا اور گواہ قائم کیے کہ یہ غلام میرے پاس فلان شخص کی طرف سے رہن ہی اور اُسلوے لیا تو یہ حکم غائب پر رہن کرنے کا نہوگا۔ اگر راہن نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا تیرے پاس رہن کیا اور تو نے مجھسے لیکر قبضہ کرلیا ہی اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام رہن کیا اور مین نے تجھسے لیکر قبضہ کرلیا ہی اور دونون نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے بشرطیکہ کپڑا و غلام دونون مرتہن کے پاس موجود ہون۔ اور اگر دونون تلف ہوگئے ہون اور جس چیز کے رہن کرنے کا راہن دعوے کرتا ہی اُسکی قیمت زیادہ ہو اور دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ تو نے غلام و کپڑا دونون میرے پاس رہن کیے اور مین نے تجھسے لیکر دونون پر اپنا قبضہ کیا ہی اور راہن نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے فقط کپڑا تیرے پاس رہن کیا ہی تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر راہن نے دعوے کرکے گواہ قائم کیے کہ مین نے اس شخص کے پاس دو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا اور اسنے میرے پاس سے لیکر قبضہ کیا ہی اور مرتہن نے اس سے انکار کیا اور یہ نہین معلوم کہ اُسنے رہن کے ساتھ کیا کیا ہی تو مرتہن غلام کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور جب وہ قیمت کا ضامن ہوا تو اُسکے لیے اس قیمت مین سے ہزار درم محسوب کردیے جاوینگے اور باقی راہن کو واپس دیگا اور اگر مرتہن نے اقرار کرلیا مگر دعوی کیا کہ وہ مرگیا ہی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اسواسطے کہ قبضہ سے زائد کے بارہ مین وہ امین تھا اور اسکی طرف سے انکار ثابت نہین ہوا تاکہ ضامن ہو۔ اور اگر اُسنے رہن سے انکار نکیا مگر یہ کہا کہ پانچ سو درم قیمت کا غلام لایا اور کہا کہ مرہون یہ غلام ہی تو اُسکے قبول کی تصدیق نہ کیجائیگی اسواسطے کہ گواہون سے ثابت ہوچکا ہی کہ مرہون دو ہزار درم قیمت کا ہی اور جسکو وہ لایا ہی وہ ایسا نہین ہی تو ظاہر حال اُسکی تکذیب کرتا ہی پس اُسکا قول قبول نہوگا اگر اُسنے اس سے انکار کیا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرضہ ہون اور وہ اسکا مقر ہو پھر قرضخواہ نے دعوی کیا کہ مدیون نے مجھے اپنا ایک غلام اس قرضہ کے عوض رہن دیا تھا اور مین نے اُسپر قبضہ کیا تھا اور قرضدار اس سے انکار کرتا ہی تو قرضخواہ کے گواہون پر رہن کی

ڈگری کیجائیگی - اور اگر قرضدار رہن کا قرضخواہ پر دعوی کرتا ہو اور قرضخواہ اس سے انکار کرتا ہو پس اگر مرتہن کے پاس رہن قائم ہو تو کتاب الرہن کی روایت کے موافق قرضخواہ کے گواہون پر قاضی رہن کی ڈگری نکریگا اور روایت کتاب الرجوع عن الشہادت کے موافق ڈگری کریگا - اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ہو تو باتفاق الروایات موافق گواہان مدیون کے ڈگری کریگا اسواسطے کہ بعد ہلاک رہن کے مرتہن کا انکار فسخ رہن پر محمول نہین ہوسکتا ہی پس اصل سے انکار عقد پر محمول کیا جائیگا پس گواہون سے راہن اُسکو ثابت کرسکیگا - اور اگر راہن نے مرتہن پر گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکو رہن دیا ہی اور قبضہ کرادیا ہی مگر گواہون نے رہن کی تعیین نکی اور نہ اُسکو پہچانا تو مرتہن سے رہن کو دریافت کیا جائیگا اور مشائخ بلخ کے نزدیک اُسی کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب گواہون نے اقرار مرتہن کی گواہی دی کہ اسنے میرے پاس رہن کیا اور مین نے قبضہ کیا ہی - اور اگر اُنھون نے اشیے مجہول رہن کرنے و قبضہ کرنے کی گواہی دی اور معائنہ رہن و قبضہ کی گواہی دی تو قاضی ایسی گواہی قبول نکریگا - اگر ایک شخص نے گواہ دیے کہ مین نے یہ کپڑا اس قابض کے پاس ودیعت رکھا ہی اور قابض نے گواہ دیے کہ مین نے یہ کپڑا اس سے رہن لیا ہی تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا پہلے اُسنے ودیعت رکھا پھر رہن کیا ہی کیونکہ رہن کا ورود ایداع پر ہوتا ہی اگرچہ رہن پر ایداع کا ورود نہین ہوتا ہی الا برضاء مرتہن - اور اگر راہن نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکے ہاتھ فروخت کیا ہی اور مرتہن نے رہن پر گواہ قائم کیے تو اُسکو بیع قرار دونگا اور رہن باطل کرونگا اور یون قرار دیا جائیگا کہ گویا پہلے اُسنے رہن کیا پھر بیع کیا ہی اسواسطے کہ بیع کا ورود رہن پر ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر راہن نے رہن کا دعوی کرکے گواہ قائم کیے اور مرتہن نے گواہ دیے کہ اسنے مجھے ہبہ کیا اور مین نے قبضہ کرلیا ہی تو مین ہبہ کے گواہ قبول کرونگا - اگر ایک شخص نے خریدنے و قبضہ کرنے کا دعوے کیا اور دوسرے نے رہن اور قبضہ کرنے کا دعوی کیا اور دونون نے گواہ پیش کیے حالانکہ وہ راہن کے قبضہ مین ہی تو مشتری کے گواہ قبول ہونگے لیکن اُس صورت مین قبول نہونگے کہ جب یہ معلوم ہوجاوے کہ رہن ہونا خرید سے پہلے تھا - اور اگر وہ مرتہن کے قبضہ مین ہو تو اُسکو رہن قرار دونگا الا اُس صورت مین ایسا کرونگا جب مشتری گواہون سے ثابت کرادے کہ خریدنا پہلے واقع ہوا تھا اور اگر راہن کے پاس ہو اور ایک نے رہن کا دعوی کیا اور دوسرے نے صدقہ کا دعوے کیا اور دونون مدعیون نے راہن پر گواہ قائم کیے اپنے اپنے دعوے اور قبضہ کے - تو رہن کے مدعی کے گواہ قبول ہونگے الا اُس صورت مین قبول نہونگے کہ جب دوسرا گواہون سے ثابت کرادے کہ صدقہ و ہبہ کی وجہ سے قبضہ کرنا رہن سے پہلے واقع ہوا ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مستودع یا مضارب نے مال تلف ہوجانے کا دعوی کیا اور رب المال نے ان دونون کے ذمہ تلف کرڈالنے کا دعوی کیا اور دونون نے باہم صلح کی اور مدعا علیہ نے رب المال کو اسکے عوض رہن دیا اور وہ تلف ہوگیا تو امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق ضامن نہوگا اور دوسرے کے موافق اور یہی امام محمد رح کا قول ہی کہ وہ ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین تجریدسے منقول ہی - اگر ایک شخص کے پاس کپڑا ودیعت رکھا پھر اُسکو وہی کپڑا رہن دیا پھر مرتہن کے قبضہ سے پہلے وہ تلف ہوگیا تو وہ امانت مین تلف ہوا اسواسطے کہ مستودع کا قبضہ مثل موجود کے قبضہ کے ہی پس جب تک مرتہن نے جدید قبضہ رہن کا نکیا ہو تب تک اُسپر قبضہ رہن ثابت نہوگا اور بدون گواہون کے عدم قبضہ کے باب مین اُسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ رہن کا قبضہ کرنے سے منکر ہی - اور اگر راہن نے گواہ دیے کہ اسنے بحکم رہن اُسپر قبضہ کرلیا ہی اور اسکے بعد وہ مال تلف ہوا ہی اور مرتہن نے گواہ دیے کہ میرے پاس بحکم قبضہ ودیعت تلف ہوا ہی قبل اسکے کہ اُسپر قبضہ رہن ثابت ہو تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اسواسطے کہ اُنسے استیفاء قرضہ ثابت ہوتا ہی یہ مبسوط مین ہی

اور اگر راہن دو شخص ہون اور مرتہن نے دونون پر رہن کا دعوے کیا اور دونون مین سے ایک پر گواہ قائم کیے کہ اُسنے میرے پاس رہن کیا اور میرے قبضہ مین دیا ہی اور مرہون اُن دونون کی ملک ہی اور وہ دونون اس سے انکار کرتے ہین تو مدعی رہن کو اختیار ہوگا کہ جسپر اُسنے گواہ قائم نہین کیے ہین اُس سے قسم لے پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو دونون پر دو سبب مختلف سے رہن ثابت ہو جائیگا یعنے قسم سے انکار کرنے والے پر بسبب انکار قسم کے اور دوسرے پر بسبب گواہون کے اور اگر اُسنے قسم کھالی تو اسکے حق مین رہن ثابت نہوگا اور اُسکے حق مین رہن کی ڈگری نہ کیجائیگی اور دوسرے کے حصہ مین بھی رہن کی ڈگری نہین کیجائیگی اسواسطے کہ اگر اُسکے حق مین رہن کی ڈگری کرین تو مشاع کے رہن کی ڈگری ہوئی جاتی ہی یہ محیط مین ہی - اگر راہن ایک ہو اور مرتہن دو ہون پس دونون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے اور میرے ساتھی نے یہ کپڑا تجھسے سو درم کو رہن لیا ہی اور گواہ قائم کیے اور ساتھی مرتہن نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم نے رہن نہین کیا ہی حالانکہ دونون نے اُس کپڑے پر قبضہ کیا ہی اور راہن نے رہن سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مال مرہون راہن کو واپس دیا جائیگا اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مین اُسکے رہن ہونے کی ڈگری کرونگا اور جس مرتہن نے اُسکے مرہون ہونے پر گواہ قائم کیے ہین اُسکے قبضہ مین اور عادل کے قبضہ مین رکھونگا پھر اگر راہن نے مرتہن کو جسنے گواہ قائم کیے تھے قرضہ ادا کر دیا تو مال مرہون لے لیگا پس اگر مرہون تلف ہو گیا تو جسنے گواہ قائم کیے تھے اُسکا حصہ مال گیا اور رہا دوسرے کا حصہ سو بالاتفاق ثابت نہوگا اسواسطے کہ اُسنے گواہون کی تکذیب کی ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک کپڑا استعار لیا تاکہ اسنے قرضہ مین رہن کرے اور قبضہ کر کے اسکو رہن کیا پھر کپڑے کے مالک اور راہن نے اختلاف کیا حالانکہ کپڑا تلف ہو چکا ہی پس کپڑے کے مالک نے کہا کہ فک رہن ہونے سے پہلے تلف ہوا ہی اور راہن نے کہا کہ بعد فک رہن کے تلف ہوا ہی تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر راہن نے کہا کہ میرے رہن کر دینے سے پہلے ہی تلف ہو گیا ہی اور مالک نے کہا کہ رہن کرنے کے بعد فک رہن کرنے سے پہلے تلف ہوا ہی - تو بھی یہی حکم ہی کہ قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا - اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک کے گواہ قبول ہونگے - اور اگر مرتہن کے پاس کپڑا تلف ہو جانے کے بعد اس مسئلہ مین راہن و مرتہن و مالک نے کپڑے کی قیمت مین اختلاف کیا تو مرتہن کا قول قبول ہوگا - اور اگر کپڑے کے مالک اور راہن نے اختلاف کیا پس کپڑے کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے یہ اجازت دی تھی کہ بعوض پانچ درم کے رہن کرے اور راہن نے کہا کہ تو نے مجھے دس درم کے عوض رہن کرنے کی اجازت دی تھی تو مالک کپڑے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اور وہ ضمان قیمت سے بری ہو جائیگا - اور اگر دو گواہون مین سے ایک گواہ نے سو درم کے عوض رہن کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو درم کے عوض رہن کی گواہی دی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُنکی گواہی باطل ہی اور بالکل رہن ہونے کا حکم ندیا جائیگا اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک سو درم کے عوض رہن ہونے کا حکم دیا جائیگا اور اگر ایک گواہ نے سو درم کے عوض رہن ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے ڈیڑھ سو درم کے عوض رہن ہونے کی گواہی دی پس اگر مرتہن سو درم کا مدعی ہو تو دونون کی گواہی قبول نہوگی اور اگر مرتہن ڈیڑھ سو درم کا دعوی کرتا ہو تو سو درم پر اُنکی گواہی قبول ہوگی اور سو درم کے عوض رہن ہونے کی ڈگری کیجائیگی اور یہ سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق ہی یہ محیط مین ہی -

کتاب الجنایات

اور اسمین سترہ باب ہین

باب اول - جنایت کی تعریف واسکے انواع واحکام کے بیان مین - جنایت شرع مین فعل محرم کا نام ہی خواہ مال مین ہو یا نفس مین ہو لیکن فقہا کے عرف مین اسم جنایت کا اطلاق نفس واطراف مین تعدی کرنے پر ہوتا ہی کذا فی التبیین اور جنایت نفس ہو تو اُسکو قتل کہتے ہین اور وہ بندون کی طرف سے ایک فعل ہی جس سے حیات زائل ہوجاتی ہی اور جنایت اطراف کو قطع وجرح کہتے ہین یہ عنایہ مین ہی - جنایت کی دو قسمین ہین ایک موجب قصاص ہی وہ جنایت عمد ہی اور دوسری موجب قصاص نہین ہی اور جو موجب قصاص ہی اسکی دو قسمین ہین ایک جو نفس مین ہو اور دوسری جو نفس سے کم مین ہو یہ قنیہ وقاضی خان مین ہی قتل پانچ طرح پر ہوتا ہی عمد وشبہ عمد وخطا وقائم مقام خطا وقتل بسبب اور ان سے مراد وہ انواع قتل ہین جو بغیر حق ہون جن سے احکام متعلق ہوتے ہین پس عمد وہ ہی جو قصداً ہتھیار کی ضرب سے ہو یا جو چیز اجزا جسم جدا کرڈالنے مین ہتھیار کے قائم مقام ہی جیسے دھاردار لکڑی وپتھر ونرکل کی کھپاچ وآگ یہ کافی مین ہی - اور اسکا نتیجہ گناہ ہی اور قصاص ہی الا اُس صورت مین قصاص نہین ہی کہ جب اولیا مقتول معاف کردین یا صلح کرلین اور ہمارے نزدیک اسمین کفارہ نہین ہوتا ہی کذا فی الہدایہ اور اُسکے احکام مین سے یہ ہی کہ قاتل میراث سے محروم ہوجاتا ہی اور باہمی رضامندی کے وقت مال واجب ہوتا ہی یا شبہ کی وجہ سے قصاص متعذر ہونے کی وجہ سے مال واجب ہوتا ہی یہ شرح مبسوط مین ہی اور شبہ عمد یہ ہی کہ عمداً ایسی چیز سے مارے جو ہتھیار نہین ہی اور نہ قائم مقام ہتھیار کے ہی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح وامام محمد رح نے فرمایا کہ اگر بڑے تھپر یا بھاری لکڑی سے مارا تو وہ قتل عمد ہی - اور شبہ عمد یہ ہی کہ ایسی چیز سے مارے جس سے غالباً مقتول نہین ہوتا ہی مگر امام اعظم رح کا قول صحیح ہی یہ مضمرات مین ہی اور اسکا نتیجہ ہر دو قول کے موافق گناہ اور کفارہ ہی اور اُسکا کفارہ یہ ہی کہ مسلمان باندی کو آزاد کرے پس اگر نہ پاوے تو پورے دو مہینے کے روزے رکھے اور مددگار برادری پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہی کذا فی الکافی اور یہ تغلیظ جبھی ظاہر ہوتی ہی کہ جب اونٹون سے دیت واجب ہو دوسری چیز مین نہین ظاہر ہوتی ہی اور شبہ عمد مین بھی قاتل میراث سے محروم ہوتا ہی یہ شرح مبسوط مین ہی - اور نفس تلف کرنے سے کم مین شبہ عمد نہین ہوتا ہی - امام قدوری نے اپنی کتاب مین فرمایا کہ جان تلف کرنے مین جو شبہ عمد قرار دیا گیا ہی وہ جان تلف کرنے سے کم مین عمد ہی یہ محیط مین ہی - اور خطا سے قتل کرنا دو طرح پر ہی ایک قصد مین خطا ہونا وہ یہ ہی کہ مثلاً ایک شکل کو شکار گمان کرکے تیر مار دیا پھر وہ آدمی نکلا باہر نہ سمجھکر اُسکو مار دیا پھر وہ مسلمان نکلا - دوم فعل مین خطا ہونا اور وہ یہ ہی کہ نشانہ کو تیر مارا اور وہ کسی آدمی کے لگ گیا کذا فی الہدایہ اور اسکا نتیجہ کفارہ اور مددگار برادری پر دیت اور میراث سے محروم ہونا ہی اور کفارہ واجب ہونے اور دیت واجب ہونے مین ذمی اور مسلمان کا قتل کرنا یکسان ہی اور دونون صورتون مین گناہ نہین ہی خواہ قصد مین خطا ہوئی ہو یا فعل مین ہوئی ہو یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - منتقے مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر کسی شخص پر تو نے عمداً ضرب کا قصد کیا پھر اُسکی جس جگہ کا قصد کیا اُسکے سوائے دوسری جگہ پر زخم لگا تو یہ محض عمد ہی اور اگر اس شخص کے سوائے

دوسرے آدمی کے لگا تو یہ خطا ہی اور ہشام نے فرمایا کہ اسکی تفسیر یہ ہی کہ ایک شخص نے عمداً قصد کیا کہ کسی شخص کے ہاتھ مین ضرب لگاوے پس ہاتھ چوک گیا اور اُس شخص کی گردن پر زخم پڑا اور گردن الگ ہوگئی اور وہ قتل ہوگیا تو یہ قتل عمد ہی اور اسمین قصاص لازم ہوگا اور اگر اُسنے اس شخص کے ہاتھ کاٹنے کا قصد کیا مگر چوک گیا اور دوسرے کی گردن پر زخم پڑا جس سے وہ قتل ہوگیا تو یہ خطا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ بقالی مین ہی کہ اگر عصا سے کسی شخص کے سر پر ضرب لگانے کا قصد کیا مگر چوک گیا اور ضرب اُسکی آنکھ پر پڑی تو اس مجرم پر اُسکے مال سے ارش واجب ہوگا کیونکہ اُسنے عمداً ضرب کا قصد کیا ہی اور اگر کسی شخص کا دوسرے پر قصاص آیا ہو کہ اُسکو جائز ہو کہ اُسکا قصاص مین ہاتھ کاٹ ڈالے پس اُسنے قصد کیا کہ اسکے ہتھیلی پر تلوار مارے پس تلوار اُسکے مونڈھے پر پڑی اور مونڈھے سے جدا کر دیا تو اسکی ضمان اسکے مال سے واجب ہوگی کیونکہ محض عمد ہی مگر اسمین قصاص نہوگا کیونکہ اُسکو روا تھا کہ اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالے اور اگر ایک شخص کے سر پر کی ٹوپی پر تیر لگایا مگر تیر خطا کر کے اس شخص کے لگا تو یہ خطا ہی اور ہشام کہتے ہین کہ مین نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو تیر مارا مگر تیر خطا کر گیا اور ایک دیوار پر پڑا پھر یہ تیر ٹوٹ کر اُس کے لگا اور اسکو قتل کیا تو فرمایا کہ یہ خطا ہی اور اگر کوئی کپڑا مار کر کسی شخص کے سر پر مارا جس وجہ سے موضحہ زخم آیا تو وہ عمداً ہی اور اگر اس زخم سے وہ مر گیا تو خطا ہو جائیگا یہ عیون مین مذکور ہی کذا فی المحیط۔ اور جو خطا کے قائم مقام ہی وہ ایسا ہی جیسے ایک شخص سوتا ہوا حالت مہاب مین کروٹ لیکر کسی شخص پر گر پڑا جس سے وہ مر گیا تو نہ عمداً ہی نہ خطاً ہی کذا فی الکافی جیسے کوئی شخص کوٹھے پر سے کسی شخص پر گرا اور وہ مر گیا یا اُسکے ہاتھ سے کوئی اینٹ یا لکڑی چھوٹ پڑی اور کسی شخص پر گری اور وہ مر گیا یا کسی سواری کے جانور پر سوار تھا اور جانور نے کسی آدمی کو کچل ڈالا کذا فی المحیط۔ اور اسکا حکم وہی ہی جو خطا سے قتل کرنے کا حکم ہی کہ قصاص ساقط ہوتا ہی اور دیت اور کفارہ واجب ہوتا ہی اور میراث سے محروم ہوتا ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور قتل بسبب کی یہ صورت ہی کہ جیسے راہ مین کنواں کھودا یا اپنی ملک کے سوائے غیر جگہ ایک پتھر ڈال دیا یہ کافی مین ہی اور اگر ایک شخص کے جو پایہ نے کسی شخص کو کچل ڈالا حالانکہ یہ شخص اسکو ہانکے لیے جاتا تھا یا آگے سے اُسکی ڈوری کھینچے لیے جاتا تھا تو یہ بھی قتل بسبب ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور اسکا نتیجہ وحکم ہمارے نزدیک یہ ہی کہ اگر اس سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو بہائم کی مدد گار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اسمین کفارہ و میراث سے محروم ہونا نہین ہوتا ہی یہ کافی مین ہی۔

باب دوم ۔ کون شخص قصاص مین قتل ہو سکتا ہی اور کون نہین۔ آزاد کے قصاص مین آزاد قتل کیا جاوے یہ کنز مین ہی۔ اور مذکر کے قصاص مین مونث اور مونث کے قصاص مین مونث قتل کیا جائیگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور غلام کے قصاص مین آزاد اور غلام کے قصاص مین غلام قتل کیا جائیگا یہ محیط کی آٹھوین فصل مین ہی۔ اور مسلمان کے قصاص مین کافر قتل کیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور ذمی کے قصاص مین مسلمان اور ذمی کے قصاص مین ذمی قتل کیا جائیگا یہ کافی مین ہی۔ اگر ذمی نے کسی ذمی کو قتل کیا پھر قاتل مسلمان ہو گیا تو بلا خلاف قتل کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر حربی کو جو امان لیکر دار الاسلام مین آیا ہو کسی مسلمان یا ذمی نے قتل کیا تو قاتل سے قصاص لیا جائیگا یہ تبیین مین ہی۔ اور جو حربی امان لیکر آیا ہو اگر اُسنے دوسرے حربی کو جو امان لیکر آیا ہو قتل کیا تو قاتل سے ظاہر الروایہ کے موافق قصاص نہ لیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر مسلمان نے کسی مرتد مرد یا عورت کو قتل کیا تو اُسپر قصاص واجب نہوگا اور اگر دو مسلمان امان لیکر دار الحرب مین داخل ہوے اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو ہمارے نزدیک قصاص واجب نہوگا۔ اور اگر مسلمان نے کسی مسلمان کو جو کفار کے قبضہ مین قید ہو گیا ہو دار الحرب مین قتل کیا تو سب کے نزدیک

قتل پر قصاص نہوگا اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک دیت بھی نہوگی اور صاحبین کے نزدیک اُسکے مال مین دیت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور کمسنیر کے عوض کبیر اور اندھے اور لنگے کے عوض تندرست قتل کیا جائیگا یہ کافی مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو جو نزع کی حالت مین ہے قتل کیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اگرچہ یہ معلوم ہو کہ مقتول زندہ نرہتا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور لڑکون نابالغون کے باہمی قتل مین قاتل پر قصاص نہین ہے اور لڑکے کا عمد و خطا ہمارے نزدیک یکسان ہے حتی کہ دونون صورتون مین دیت واجب ہوتی ہے پس یہ دیت اُس لڑکے کے مال مین واجب ہوگی اگر اُسنے عمداً بھی قتل کیا ہے اور خطا کی صورت مین ہمارے نزدیک اُسپر کفارہ نہین ہے اور ہمارے نزدیک وہ میراث سے محروم نہوگا اور اگر مستوہ یا مجنون نے حالت جنون مین کسی کو قتل کیا تو اُسکا حکم بھی لڑکے نابالغ کے حکم کے موافق ہے یہ محیط مین ہے۔ اور جو شخص حالت صحت مین ہو اور بھلا چنگا تندرست ہو وہ مریض کے عوض اور ایسے شخص کے عوض جسکے اعضا مین صورت نقصان ہو یا معنی نقصان ہو جیسے شل ہو گیا یا اسکے شل کچھ ہو گیا ہو اور عاقل بعوض مجنون کے قتل کیا جائیگا اور مجنون بعوض عاقل کے قتل نکیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ قاضی نے اگر قاتل کے قصاص کا حکم دیا پھر قبل اسکے کہ ولی مقتول کے سپرد کیا جاوے قاتل مجنون ہو گیا تو استحساناً اُسپر قصاص نرہیگا اور دیت واجب ہو جائیگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر قاتل پر قصاص کا حکم ہو جانے اور ولی مقتول کے دیے جانے کے بعد قاتل مجنون ہو گیا تو قتل کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ عیون مین ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسکا ایک ولی ہے پھر جب قاضی نے قصاص کا حکم دیا تو قاتل نے کہا کہ میرے پاس حجت ہے پھر وہ مجنون ہو گیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ قیاساً وہ قتل کیا جائیگا اور استحساناً اُس سے دیت لیجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ فتاوی صغرے مین ہے کہ جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہو اور کبھی اُسکو افاقہ ہو جاتا ہو اگر اُسنے حالت افاقہ مین کسی کو قتل کیا تو مثل صحیح سالم آدمی کے قصاص مین قتل کیا جائیگا پھر اگر وہ بعد قتل کرنے کے مجنون ہو گیا پس اگر جنون مطبق ہو جاوے تو اُسکے ذمہ سے قصاص ساقط ہو جائیگا اور اگر غیر مطبق ہو تو ساقط نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر وہ معتوہ ہو گیا اور اُسپر گواہون نے قتل کرنے کی گواہی دی مگر ایسی حالت مین کہ وہ معتوہ تھا تو مین استحساناً قصاص کا حکم نہ دونگا بلکہ اُسکے مال سے دیت دلاؤنگا یہ محیط مین ہے اور جسپر قصاص واجب ہوا اگر وہ مرجاوے تو قصاص ساقط ہو جائیگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر فرزند نے والد یا والدہ یا اسکے دادا و پردادا وغیرہ یا اسکی دادی و پردادی وغیرہ یا اسکے نانا و پرنانا وغیرہ یا اسکی نانی و پرنانی وغیرہ کو قتل کیا تو قصاص مین قتل کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ باپ نے اگر اپنے بیٹے کو قتل کیا تو قتل نہ کیا جائیگا اور سگا دادا و پردادا وغیرہ و سگا نانا و پرنانا وغیرہ اس حکم مین بمنزلہ باپ کے ہین اسی طرح اگر والدہ یا اسکی دادی و پردادی وغیرہ و نانی و پرنانی وغیرہ نے قتل کیا خواہ نزدیک کی ہو یا دور کی ہو یعنے نانی ہو یا پرنانی ہو یا نگڑنانی ہو اُسنے فرزند کو قتل کیا تو قتل نہ کیا جائیگی۔ کذا فی الکافی پھر ابا و اجداد پر جب اُنھون نے فرزند کو عمداً قتل کیا ہو اُنکے مال سے تین سال مین دیت واجب ہوگی اور اگر والد نے خطا سے فرزند کو قتل کیا ہو تو اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا اور ہمارے نزدیک قتل عمد مین اُسپر کفارہ نہین ہے اور اگر فرزند نے کسی شخص کے مملوک کو قتل کیا پھر اُسکو اُسکے باپ نے عمداً قتل کیا تو مولاے مقتول کے واسطے اُسپر قصاص نہوگا یہ شرح مبسوط مین ہے۔ اور اگر وارثان مقتول مین قاتل کا بیٹا یا پوتا یا پرپوتا وغیرہ ہو تو قصاص باطل ہو جائیگا اور دیت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک مان و باپ سے دو بیٹے جا

ہین اُنہین سے ایک نے عمداً اپنے باپ کو اور دوسرے نے عمداً اپنی ماں کو قتل کیا تو امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ دونون مین سے کسی پر قصاص نہوگا اور ہر ایک پر اُسکے مقتول کی دیت تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی بشرطیکہ مقتولین کے واسطے کوئی دوسرا وارث سوائے ان دونون کے نہووے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی نے اپنے غلام یا مدبر یا مکاتب یا اپنے فرزند کے غلام کو قتل کیا تو اُس سے قصاص نہ لیا جائیگا اسی طرح اگر ایسے غلام کو قتل کیا جسکے تھوڑے حصہ کا مالک ہواہی تو بھی قصاص نہوگا یہ ہدایہ مین ہی اور اگر غلام نے اپنے مولے کو قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے غلام وقف کو قتل کیا تو قصاص واجب نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر ایسے شخص کے ساتھ جسپر قصاص نہین ہی کوئی اجنبی شریک قتل ہو تو اُسپر بھی قصاص واجب نہوگا جیسے باپ و اجنبی۔ عمداً قتل کرنے والا و خطاسے قتل کرنے والا۔ صغیر و کبیر۔ کذا فی التاتارخانیہ عن التہذیب اور جیسے اجنبی نے کسی شخص کے ساتھ اُسکی بزوجہ کے قتل مین شرکت کی حالانکہ اُسکا اس عورت سے ایک فرزند ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر دو شخص ایک شخص کے قتل مین شریک ہوے کہ ایک نے اُسکو عصا سے مارا اور دوسرے نے دھاردار سے مارا تو دونون مین سے کسی پر قصاص واجب نہوگا اور دونون پر آدھا آدھا مال دیت واجب ہوگا اور پھر ہر ایک پر جسقدر دیت لازم آئی ہی یعنے نصف دیت اُسکے حق مین وہ مثل منفرد کے قرار دیا جائیگا پس دھاردار سے قتل کرنے والے پر نصف دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور عصا سے قتل کرنے والے پر نصف دیت اُسکی مددگار برادری پر لازم ہوگی یہ شرح مبسوط مین ہی۔ ہر معقون الدم کے قتل سے برابر قصاص واجب رہیگا بشرطیکہ اُسکو عمداً قتل کیا ہو یہ ہدایہ مین ہی۔ اور جب قصاص لیا جاوے تو تلوار سے یا جو تلوار کے مثل ہو اُس سے قصاص لیا جاویگا یہ کافی مین ہی۔ حتے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو آگ سے جلا دیا یا پانی مین غرق کر دیا تو اُسکے گردن پر تلوار ماری جائیگی اسی طرح اگر کسی شخص کا کوئی عضو کاٹ ڈالا جس سے وہ مر گیا تو پشت کی طرف سے اُسکی گردن پر تلوار مار کر قطع کیا جائیگی اور اُسکا عضو نہ کاٹا جائیگا اسی طرح اگر اُسکے سر پر زخم لگا کر کھوپڑی توڑ ڈالی اور وہ مر گیا تو تلوار سے اُسکی گردن قطع کر دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا سر خود زخمی کیا پھر دوسرے نے اُسکا سر زخمی کیا پھر شیر نے اُسکو زخمی کیا پھر اُسکو سانپ نے کاٹا اور ان سب سے وہ مر گیا تو اجنبی پر جسنے اُسکے سر کو زخمی کیا ہی تہائی دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک جماعت کو قتل کیا اور اولیاء مقتولین حاضر ہوے۔ تو سب کی طرف سے وہ قتل کیا جائیگا اور اُن لوگون کو سوائے اسکے کچھ استحقاق نہوگا اور اگر ایک ولی حاضر ہوا تو اُسکے قصاص مین قاتل قتل کیا جائیگا اور باقیون کا حق ساقط ہو جائیگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر ایک جماعت نے ایک شخص کو قتل کیا تو ایک کے قصاص مین یہ جماعت سب قتل کیجائیگی یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مردہ پتھر سے مارا پس اگر وہ دھار کی طرف سے لگا اور وہ قتل ہو گیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اور اگر گونڈی سے چوٹ کھائی ہو تو قاتل پر دیت واجب ہوگی اور مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہی کہ جب دھار کی تیزی کی طرف سے لگا ہو اور قتل کیا ہو اور اگر دھار کی پشت کی طرف سے لگا تو صاحبین رح کے نزدیک قصاص واجب ہوگا اور یہی امام اعظم سے بھی مروی ہی اور امام اعظم سے ایک روایت مین یہ ہی کہ قصاص جب واجب ہوگا کہ جب جرح سے زخم آیا ہو اور یہی صحیح ہی اسی طرح ترازو کے بانٹون سے جو پتھر کے ہون مارنے مین یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مجروح کیا اور وہ برابر زخمی ہو کر چارپائی پر پڑا رہا یہانتک کہ آزاد ہو گیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اگر کسی شخص کو مانند سوئی وغیرہ کے کسی چیز سے

ع ۵ یعنی جلادیا و غرق کیا جائیگا

زخمی کیا اور وہ مرگیا تو ہمین قصاص نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر مانند سوجا وغیرہ کے کسی چیز سے زخمی کرکے مار ڈالا تو قصاص لازم ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر ایسی جگہ سوئی گڑوئی جہان سے آدمی قتل ہوجاتا ہی تو قاتل پر قصاص ہوگا ورنہ نہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر کسی شخص کو دانتون سے کاٹ کھایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اجناس مین ہی کہ جس آلہ سے بہائم حلال ہوجاتے ہین ایسے آلہ سے آدمی کو مار ڈالا تو قصاص لازم ہوگا اور جو ایسا نہو اُس سے قصاص نہوگا جیسے دانتون سے کاٹ کھانے سے قصاص واجب نہوگا اور اگر کسی شخص کو پیر سے یا کوڑے مارے یہانتک کہ وہ مرگیا تو قصاص واجب نہوگا یہ خلاصہ مین ہی چھوٹے عصا سے اگر پے در پے یہانتک کہ وہ مرگیا تو ہمارے نزدیک قصاص واجب نہوگا یہ شرح مبسوط مین ہی اگر ایک شخص نے دوسرے کو سو کوڑے مارے اور وہ نوے کوڑون سے چنگا بچ رہا اور دس کوڑون سے مرگیا تو اُسپر ایک ہی دیت واجب ہوگی اور نوے کوڑون کے واسطے اُسپر کچھ واجب نہوگا اور جو واجب ہوا تھا اُسکا اثر زائل ہوگیا اُسکی بابت ظاہر حکم یہ ہی کہ اُسمین کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے حکومت عدل واجب کی ہی اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے طبیب کی اجرت اور دواؤن کے دام واجب کیے ہین اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہی یہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب وہ نوے کوڑون سے اچھا ہوگیا اور اُسکا اثر بالکل زائل ہوگیا اور اگر اُسکا اثر باقی رہا تو نوے کوڑون کے واسطے حکومت عدل ہوگی اور قتل کے واسطے دیت واجب ہوگی - اور اگر ایک شخص کو کوڑے مارے اور زخمی کیا اور مجروح اچھا ہوگیا مگر اثر باقی رہا تو حکومت عدل بوجہ اثر باقی رہنے کے واجب ہوگی یہ کافی مین ہی اگر کسی شخص کا کلا گھونٹ کر مار ڈالا تو قصاص مین قتل نکیا جائیگا لیکن اگر قاتل اس فعل مین معروف ہو کہ اُسنے ایک سے زیادہ بہتون کے گلے گھونٹے ہون تو براہ سیاست قتل کیا جائیگا - یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - پھر اگر اُسنے اس فعل سے توبہ کرلی پس اگر امام کے قابو مین آنے سے پہلے توبہ کی تو اُسکی توبہ قبول کیجائیگی اور اگر امام کے قابو مین آنے کے بعد اُسنے توبہ کی تو اُسکی توبہ قبول نہ کیجائیگی اور یہ حکم ویسا ہی ہی جیسا ساحر کے حق مین ہی کہ جب اُسنے توبہ کی تو اُسکے حق مین یہی تفصیل ہی اور شیخ الاسلام نے شرح زیادات و اصل مین ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے آدمی کو پانی مین غرق کردیا پس اگر پانی اسقدر قلیل ہو کہ غالبًا اسقدر پانی مین آدمی نہین مرجاتا ہی اور اکثر اُسمین سے سر کر نجات پاسکتا ہی مگر وہ شخص مرگیا تو قاتل پر قصاص واجب نہوگا اور یہ بالاتفاق خطا شبہ عمد ہی اور اگر پانی بہت ہو پس اگر ایسی حالت ہو کہ سر کر اُس سے نجات ممکن ہو مثلًا جسکو پانی مین ڈالا ہی وہ بندھا ہوا نہو اور نہ اُسکو گرانبار کردیا ہو اور وہ پیرنا اچھی طرح سے جانتا ہو تو بھی مرجانے کی صورت مین شبہ عمد ہی قصاص نہوگا اور اگر ایسی حالت ہو کہ نجات ممکن نہ معلوم ہوتی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ شبہ عمد ہی قصاص نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک یہ محض عمد ہی قصاص واجب ہوگا یہ محیط مین ہی اگر کسی شخص کو پکڑ کر اُسکے ہاتھ پانون باندھ کر کے اُسکو دریا مین ڈال دیا اور وہ نیچے بیٹھ گیا اور مرگیا پھر مردہ اُترایا تو قصاص نہوگا اور قاتل پر دیت واجب ہوگی مگر دیت خطا ہوگی اور اگر کسی شخص کو سمندر یا فرات مین برابر غوطہ دیتا رہا یہانتک کہ وہ اس صدمہ سے مرگیا تو بھی یہی حکم ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کو سمندر یا فرات ودجلہ مین کشتی پر سے ڈھکیل دیا اور وہ پیرنا نجانتا تھا پس تہ مین بیٹھ گیا اور مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک قصاص واجب نہوگا اور قاتل پر دیت واجب ہوگی اور اگر ایک ساعت اُترایا اور پیر ابھر غرق ہوکر مرگیا تو امام اعظم رح نے کہا اگر گرانے والے پر دیت و قصاص کچھ واجب نہوگا اسی طرح جو شخص اچھی طرح پیرنا جانتا ہو اور اُسنے گرتے ہی پیرنا شروع کیا تاکہ کنارے لگ جاوے اور بچ جاوے مگر تھک کر ڈوب گیا اور مرگیا تو بھی قصاص و دیت کچھ واجب نہوگی - اور اگر دریا

یعنی گرانے کے بعد اسکا حال کچھ معلوم نہوا اگر گرایا نکل گیا اور اسکا کچھ پتا نہ لگا تو گرانے والے پر کچھ واجب نہوگا یہانتک کہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مرگیا ہی اور اگر وہ دو یا تین دفعہ اچھلا اور ڈوبا اور اسمین جان باقی تھی پھر معلوم نہوا کہ اسکا کیا حال گذرا اور کہین وہ پایا نہ گیا تو گرانے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے تنور گرم کرکے اسمین کسی آدمی کو ڈالدیا یا اسی آگ مین ڈالدیا جسمین سے وہ نکل نہین سکتا ہی اور آگ نے اسکو جلا دیا تو قصاص واجب نہوگا اور یہ موضوع مسئلہ اس امر پر اشارت کرتا ہی کہ تنور کا گرم ہونا کافی ہی اگرچہ اسمین آگ نہو اور بقالی نے اپنے فتاوی مین فرمایا کہ یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر اسکو آگ مین ڈالا پھر اسکو نکال لیا اور اسمین قدرے جان باقی تھی پھر وہ چند روز چارپائی پر زندہ پڑا رہا آخر کار مرگیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر وہ آتا جاتا ہو پھر مرگیا تو قصاص واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر ایک شخص کے ہاتھ پانون باندھ کر اسکے واسطے ایک دیگ مین پانی گرم کیا حتے کہ پانی جب مثل آگ کے گرم ہوگیا تو اسکو پانی مین ڈال دیا پس ڈالتے ہی اسکے بدن کی کھال اتر گئی اور مرگیا تو اسکے عوض قتل کیا جائیگا - اور اگر پانی نہایت گرم ہو مگر جوش شدید اسمین نہو اور اسمین اسکو ڈال دیا پھر تھوڑی دیر تک رہنے کے بعد وہ مرگیا حالانکہ اسکے جسم پر چھالے پڑ گئے تھے یا وہ پانی مین اُبل گیا تھا تو قاتل اسکے قصاص مین قتل کیا جائیگا ورنہ قتل نہ کیا جائیگا اور اگر ان صورتون مین ڈالنے والے نے اسکو دیگ مین سے نکال لیا حالانکہ اسکا پوست اتر گیا اور کسی وقت یا اسی روز مرگیا یا کئی روز زندہ رہا مگر اسپر اس صدمہ کی وجہ سے مرجانے کا خوف رہا اور وہ مرگیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اور اگر وہ کچھ اچھا ہو کر آنے جانے لگا پھر اسی صدمہ سے مرگیا تو قاتل قتل نہ کیا جائیگا بلکہ اسپر دیت واجب ہوگی اور یہ قیاس قول امام اعظم رح ہی - اور اگر ایک شخص کو سخت جاڑے مین سرد پانی مین ڈال دیا اور وہ اسی وقت ٹھٹھر کر مرگیا تو فاعل پر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اسکو ننگا کرکے سخت سردی کے دن چھت پر لٹایا اور برابر اسی طرح رکھا یہانتک کہ وہ سردی سے مرگیا تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر اسکے ہاتھ پانون باندھکر برف مین ڈالدیا تو بھی یہی حکم ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پانون باندھکر دھوپ مین سورج کے سامنے ڈالدیا اور نہ کھولا یہانتک کہ وہ حرارت آفتاب سے مرگیا تو فاعل پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر ایک شخص کو چھت یا پہاڑ سے نیچے گرا دیا یا کنوئین مین ڈال دیا تو بنا بر قول امام اعظم رح کے یہ خطاے عمد ہی اور صاحبین رح کے قول کے موافق اگر ایسی جگہ ہو جس سے غالبًا نجات کی امید ہو تو خطاء عمد ہی اور اگر اس سے نجات کی امید نہو تو یہ محض عمد ہی اسمین صاحبین رح کے نزدیک قصاص واجب ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص کو زہر پلایا اور وہ اسکے پینے سے مرگیا پس اگر زبردستی اسکے منہ مین ڈالکر نگلایا ہی یا پہلے اسکو دیکر پھر اسکے پینے پر اسکو مجبور کیا ہی - یہانتک کہ اسنے پی لیا یا بغیر اکراہ کرنے کے اسکو دیدیا ہی پس اگر زبردستی نگلایا ہی یا دیکر اسکے پینے پر مجبور کیا ہی تو مجبور کرنے والے پر قصاص ہوگا ولیکن اسکی مدد گار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر اسکو دیدیا اور بدون اکراہ کرنے کے اسنے پی لیا تو دینے والے پر نہ قصاص اور نہ دیت ہوگی خواہ پینے والا جانتا ہو کہ یہ زہر ہی یا نہ جانتا ہو یہ ذخیرہ مین ہی اور جسنے زہر پلایا ہی وہ مقتول کا وارث ہو سکتا ہی اور اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ کھانا کھا کہ یہ پاکیزہ ہی پس اسنے کھا لیا لیکن وہ زہر ملا ہوا تھا پس کھانے والا کیا تو کہنے والا ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کو پکڑکر شیر یا ن ڈالکے ایک کوٹھری مین قید کیا یہانتک کہ وہ بھوک سے مرگیا تو امام محمد رح نے

فرمایا کہ مین ایسے شخص کو سزا دیکر دردناک کرونگا اور میت کی دیت اُسکی مدد گار برادری پر واجب ہوگی مگر امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ قید کرنے والے پر کچھ نہوگا اور اسی پر فتوی ہے اور اگر کسی شخص کو زندہ پکڑ کر قبر مین دفن کر دیا اور وہ مر گیا تو دفن کرنے والا قصاص مین قتل کیا جاویگا اور یہ امام محمد رحمہ کا قول ہے مگر فتوی اس بات پر ہے کہ اُسکی مدد گار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص سوتے ہوے یا بیہوش یا ایسے شخص کو جو معتوہ ہوگیا ہے اپنی کوٹھری مین اکیلا پاکر کوٹھری کا دروازہ بند کر دیا اور اُس نے اُس کوٹھری مین پیشاب یا پاخانہ کر دیا تو نابالغ اور معتوہ کی صورت مین ضامن نہوگا اور سوتے ہوے کی صورت مین ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ فرماتے تھے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ یا پاؤن باندھکر ایک درندہ کے آگے ڈالدیا اور درندہ نے اُسکو ہلاک کیا تو ایسا کرنے والے پر قصاص اور دیت کچھ نہوگی دلیکن اُسکو سزا دیجائیگی اور مارا اور قید کیا جائیگا یہان تک کہ توبہ کرے اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ مین شرع کے موافق یہ سمجھتا ہون کہ برابر قید رکھا جاوے یہانتک کہ مر جاوے کذا فی المحیط فصل اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک کوٹھری مین داخل کیا اور اُسکے ساتھ ایک درندہ جانور بھی داخل کیا اور کوٹھری کا دروازہ بند کر دیا پھر درندہ نے اُس آدمی کو مار ڈالا تو بند کرنے والا قصاص مین قتل نکیا جائیگا اور اُسپر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر اُس شخص کو سانپ یا بچھو نے کاٹا تو بھی کچھ نہوگا خواہ سانپ یا بچھو کو اُسی آدمی کے ساتھ کوٹھری مین داخل کر دیا ہو یا یہ دونون کوٹھری مین پہلے سے موجود ہون اور اگر اُسنے ایسا فعل کسی نابالغ لڑکے کے ساتھ کیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ پھاڑکر اُسکی آنتین نکال دین پھر ایک شخص نے اُسکی گردن پر تلوار ماری تو قاتل وہی ہے جسنے گردن ماری پس اگر اُسنے عمداً ایسا کیا ہو تو قصاص لیا جاویگا اور اگر خطاءً ایسا کیا ہو تو دیت واجب ہوگی اور جس شخص نے پیٹ پھاڑا ہے اُسپر تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر اُسکے پھاڑنیکا شگاف دوسری جانب کو اُٹھ گیا ہو تو دو تہائی واجب ہوگی۔ اور یہ اُس صورت مین ہے کہ جب پیٹ پھاڑنے کے بعد وہ شخص پورے دن بھر یا دن سے کم زندہ رہ سکتا ہو اور اگر زندہ نہین رہ سکتا ہو اور ایسے زخم کے باوجود اُسکے جینیکا دم نہو اور سوائے موت کے اضطراب کے اُسمین کچھ باقی نرہا ہو تو قاتل وہی ہوگا جسنے پیٹ پھاڑا ہے پس اگر عمداً ہو تو قصاص لیا جائیگا اور اگر خطاءً ہو تو دیت واجب ہوگی اور جسنے گردن ماری تھی اُسکو سزا دیجائیگی۔ اور اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایسا سخت مجروح کیا کہ اس زخم کے ساتھ اُسکی زندگی کا گمان نرہا پھر ایک شخص نے اُسکو دوسرے زخم سے مجروح کیا تو قاتل وہی پہلا ہے جسنے زخم کاری سے مجروح کیا ہے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ دونون زخم ایکے پیچھے واقع ہوے ہون اور اگر دونون ایک ساتھ واقع ہوے ہون تو دونون قاتل ہونگے اور اسی طرح اگر ایک نے دس زخم لگائے ہون اور دوسرے نے ساتھ ہی ایک ہی جسم لگایا ہو تو بھی دونون قاتل ہونگے یہ خلاصہ مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی گردن کاٹ ڈالی۔ مگر ذرا سی حلقوم لگی رہگئی اور ہنوز اُسمین روح باقی ہے کہ دوسرے نے اُسکو قتل کر ڈالا تو دوسرے پر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہ میت ہے۔ اور اگر ایسی حالت مین اسکی روح نکلنے سے پہلے اُسکا بیٹا مر جاوے تو بیٹا اسکا وارث ہوگا اور یہ اپنے بیٹے کا وارث نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ بشر ابن الولید نے امام ابو یوسف رحمہ سے اور ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے عمداً دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ہاتھ کٹے ہوے نے کاٹنے والے کے بیٹے کو عمداً قتل کر ڈالا پھر ہاتھ کٹا ہوا اسی زخم سے مر گیا تو ہاتھ کٹے ہوے کے ورثہ کیواسطے ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا

اور یہی مسئلہ منتقی مین دوسرے مقام پر امام محمد رح سے مروی ہی اور اسمین قیاس و استحسان مذکور ہی یعنی فرمایا کہ قیاساً ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص واجب نہوگا بلکہ اُسکے مال سے اُسپر دیت واجب ہوگی - زید نے بکر کے بیٹے کو عمداً قتل کیا پھر بکر نے خطا سے زید کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید اس زخم سے مرگیا تو بدلا ہوجائیگا اور زید کے وارث کے واسطے بکر پر دیت واجب نہوگی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کو تلوار مارکر قتل کیا ہی تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ خطا پر محمول کیا جائیگا جب تک یون نہ کہے کہ عمداً ایسا کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنی تلوار ماری پس فلان شخص کو قتل کیا یا کہا کہ مین نے چھری بھوکی پس فلان شخص کو قتل کیا پھر کہا کہ مین نے اس مقتول کے سوا دوسرے کا قصد کیا تھا مگر چوک کر اسکو زخم پہونچا ہی تو اُسکے ذمہ سے قتل دور کیا جائیگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے کہا کہ مین نے عمداً فلان شخص کو تلوار ماری اور مین یہ نہین جانتا ہون کہ وہ اسی زخم سے مرا ہی لیکن جان مرگیا ہی اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تیری ضرب سے مرا ہی تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا - اور اگر قاتل نے کہا کہ میری ضرب اور سانپ کے کاٹ کھانے سے یا دوسرے شخص کے لاٹھی مارنے سے مرا ہی اور وارث نے کہا کہ تیری ہی ضرب سے مرا ہی تو مارنے والے کا قول قبول ہوگا اور اُسپر آدھی دیت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر قاتل کو کسی اجنبی نے قتل کیا پس اگر قتل عمد ہو تو قصاص واجب ہوگا اور اگر قتل خطا ہو تو اجنبی کی عاقلہ پر برادری پر دیت واجب ہوگی - اور اگر اجنبی کے قتل کرنے کے بعد وارث نے کہا کہ مین نے اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا حالانکہ اُسکے پاس اس بات کے گواہ نہین ہین تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی یہ محیط مین ہی - ایک صف مسلمانون کی اور ایک صف کافرون کی دونون لڑائی مین باہم ملگئین پس ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو مشرک گمان کرکے قتل کیا تو اُسپر قصاص نہوگا مگر کفارہ اور دیت واجب ہوگی یہ صدر الشہید کی شرح جامع صغیر مین ہی - اور مشائخ نے فرمایا کہ دیت بھی واجب نہوگی کہ جب دونون باہم مختلط ہون اور اگر مسلمان مقتول مشرکون کی صف مین ہو تو اُنکی جماعت کی تشہیر کرنے کی وجہ سے عصمت ساقط ہوکر دیت بھی واجب نہوگی یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر کسی نے مسلمانون پر تلوار کھینچی تو اُسکا قتل کر دینا واجب ہی اور اُسکے قتل کر دینے سے کچھ نہوگا - اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک مسلمان پر ہتھیار اُٹھایا اور مسلمان نے اُسکو قتل کر ڈالا یا مسلمان کے سوا دوسرے نے مسلمان سے ضرر دور کرنے کے واسطے اُسکو قتل کر ڈالا تو اُسکے قتل سے کچھ لازم نہوگا خواہ رات مین ایسا واقعہ ہو یا دن مین خواہ شہر مین ہو یا شہر سے باہر ہو یہ تبیین مین ہی - اگر رات مین شہر کے اندر یا دن مین شہر کے باہر ایک شخص نے مسلمان پر لاٹھی اُٹھائی پھر مسلمان نے اس لاٹھی اٹھانے والے کو عمداً قتل کر ڈالا تو اُسپر کچھ نہوگا اور اگر شہر کے اندر دن مین اُسنے لاٹھی اُٹھائی اور جسپر اُٹھائی تھی اُسنے اُٹھانے والے کو عمداً قتل کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک اُسپر قصاص نہوگا یہ کافی مین ہی - اور اگر مجنون نے غیر مجنون پر ہتھیار اُٹھایا اور غیر مجنون نے اُسکو عمداً قتل کر دیا تو قاتل پر اپنے مال سے دیت واجب ہوگی اور نابالغ اور چوپایے کی صورت کا بھی یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہتھیار اُٹھاکر ایک ہاتھ مارا پھر منھ پھیر کر چلا پھر اُس زخمی نے اس مارنے والے کو ضرب کاری سے قتل کیا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا مگر یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ پہلے شخص نے ایک زخم لگاکر اسطرح منھ پھیرا ہو کہ دوبارہ مارنے کا قصد نہ رکھتا ہو یہ کافی مین ہی - اگر شہر مین ایک شخص نے دوسرے پر ہتھیار اُٹھاکر ایک ہاتھ مارا پھر مارنے والے کو زخمی کے سوا دوسرے نے قتل کر ڈالا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا

اور اسکے معنی یہ ہین کہ ہتھیار اٹھانے والے نے ایک ہاتھ مار کر مجنی علیہ لیا تھا دوبارہ مارنے کا قصد نہ تھا یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر ایک شخص کے یہان رات مین دوسرا شخص گیا اور چور انکے کے واسطے مال نکالا پھر مالک نے اسکا پیچھا کرکے اُسکو قتل کیا تو اُسپر کچھ نہوگا اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہوگی کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب بدون قتل کیے اپنا مال واپس لے سکتا ہو کذا فی الہدایہ اور اگر ایسا ہو کہ اگر وہ چیخے تو چور اُسکا مال پھینکر بھاگ جائیگا مگر اُسنے ایسا نکیا بلکہ اُسکو قتل کر ڈالا تو قاتل پر

قصاص واجب ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی -

تیسرا باب - قصاص حاصل کرنے والون کے بیان مین - باپ کو اختیار ہی کہ اپنے نابالغ بیٹے کا مال تلف کرنے یا جان تلف کرنے سے کم کا قصاص لیوے اور ہر شخص جو اللہ تعالی کے فرائض کے موافق مستحق میراث ہی وہ قصاص کا مستحق ہوتا ہی پس اسمین شوہر اور جورو بھی داخل ہین اور دیت کا بھی یہی حکم ہی اور جب وارث لوگ بالغ ہون تو جب تک سب وارث متفق نہون تب تک بعض وارثون کو یہ اختیار حاصل نہوگا کہ قصاص لیوین اور سب وارثون یا کسی وارث کو یہ اختیار نہین ہی کہ قصاص حاصل کرنے کے واسطے کسی شخص کو وکیل کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور مستحق قصاص اصل مین مقتول ہوتا ہی پھر اُسکا وارث اُسکا قائم مقام ہوجاتا ہی یہ ہدایہ مین ہی - اگر ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور اُسکا ایک ہی وارث ہی تو اُسکو جائز ہی کہ قاتل کو قصاص مین قتل کر ڈالے خواہ قاضی نے اسکا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور تلوار سے قتل کرے اور گردن جدا کردے اور اگر اُسنے سوا تلوار کے دوسری چیز سے قتل کرنا چاہا تو اس سے منع کیا جائیگا اور اگر اسنے ایسا کیا تو تعزیر دیجائیگی لیکن اُسپر ضمان واجب نہوگی اور چاہے جسطرح سے قتل کرے بہرصورت اپنا حق بھرپور لانیوالا ہوجائیگا یہ محیط مین ہی - اگر معتوہ کا ولی قتل کیا گیا تو اُسکے باپ کو اختیار ہی کہ قاتل کو قصاصاً قتل کرے یا اُس سے صلح کرلے مگر یہ اختیار نہین ہی کہ اُسکو معاف کردے اسی طرح عمداً اگر معتوہ کا ہاتھ کاٹا گیا تب بھی یہی حکم ہی اور باپ کا وصی ان سب صورتون مین بمنزلہ باپ کے ہی لیکن وہ قتل نہین کرسکتا اور اس حکم مطلق کی بحث مین جان کے صلح کرنا اور کسی عضو کا قصاص حاصل کرنا بھی مندرج ہی اور نابالغ اور کا اس حکم مین بمنزلہ معتوہ کے ہی اور قاضی صحیح مذہب کے موافق بمنزلہ باپ کے ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور اس بات پر اجماع ہی کہ جب قصاص کا پورا استحقاق نابالغ کے واسطے ہو تو برادر بالغ کو اُسکے حاصل کرنے کا اختیار نہوگا یہ محیط مین ہی - اگر استحقاق قصاص بالغ اور نابالغ کے درمیان مشترک ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بالغ کو اُسکے حاصل کرنے کا اختیار ہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ بالغ کو یہ اختیار نہین ہی الا اُس صورت مین کہ یہ بالغ اُس نابالغ کا باپ ہو تو حاصل کرسکتا ہی اسی طرح اگر بالغ کا شریک کوئی معتوہ یا مجنون ہو اور اُسکا بھائی ہو تو بھی یہی اختلاف ہی اور اسی طرح امام اعظم رح کے نزدیک بالغ کے ساتھ سلطان کو قصاص حاصل کرنے کا اختیار ہی اور صاحبین رح نے اسمین اختلاف کیا ہی - اور اگر سب وارث نابالغ ہون تو بعض نے فرمایا کہ قصاص حاصل کرنے کا استحقاق سلطان کو ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ وارثون یا کسی وارث کے بالغ ہونے تک انتظار کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسکا کوئی ولی نہین ہی تو سلطان کو اور نیز قاضی کو اُسکا قصاص لینے کا اختیار ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی - اگر کوئی غلام عمداً قتل کیا گیا تو اُسکے قصاص کا استحقاق اُسکے مالک کو ہی اور مدبر اور مدبرہ و ام ولد اور اُنکے بچہ بمنزلہ غلام کے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص کے دو غلام ہین اُنمین سے ایک نے دوسرے کو عمداً قتل کیا تو مولے کو اختیار ہی کہ قاتل سے مقتول کا قصاص لے یہ محیط مین ہی اور مبسوط مین لکھا ہی کہ اگر بالغ اور نابالغ

کا شریک غلام قتل کیا گیا تو بالاجماع نابالغ کے بالغ ہونے سے پہلے بالغ کو اُسکا قصاص لے لینے کا اختیار نہیں ہے یہ معنی شرح ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک غلام دو یا تین آدمیوں میں شریک ہو تو اُسکے قصاص کا استحقاق ان سب کو متفق ہو کر حاصل ہو سکتا ہے تنہا کسی ایک کو نہ ملیگا اور اگر انمیں سے کسی ایک نے عفو کیا تو باقیوں کا حق مال سے متعلق ہو کر غلام کی قیمت کی طرف منقلب ہوگا جیسا کہ آزاد کی صورت میں دیت کی طرف منقلب ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا پھر وہ اس زخم سے مر گیا پس اگر مولی کے سوا اُسکا کوئی وارث نہو تو مولی کو اختیار ہوگا کہ اُسکے قاتل کو قصاصاً قتل کرے اور اگر سوائے مولی کے کوئی اور اُسکا وارث ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک قاتل پر قصاص نہوگا کذا فی الکافی۔ اور انوار اور ہشام میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اسطرح مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر ایک شخص نے اگر دعوی کیا کہ یہ غلام تھا اور گواہ قائم کیے مگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ مدعی کا غلام تھا لیکن مدعی نے اُسکو آزاد کر دیا اور وہ مقتول ہونے کے روز آزاد تھا پس اگر کوئی اُسکا وارث ہو تو قتل عمد کی صورت میں اُسکے وارث کے واسطے استحقاق قصاص کا حکم ہوگا اور خطا کی صورت میں دیت کا حکم دونگا اور اگر کوئی اُسکا وارث نہو تو قتل خطا اور قتل عمد دونوں صورتوں میں اُسکے مولی کو اُسکی قیمت دلیگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مکاتب قتل کیا گیا اور سوائے مولے کے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے اور اُسنے ادائے کتابت کے واسطے کافی مال چھوڑا تو امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکے مولی کو قصاص ملیگا اور اگر اُسنے وفای کتابت کے لائق مال چھوڑا اور سوائے مولے کے اُسکا کوئی وارث دوسرا ہے تو قصاص نہوگا اگرچہ وہ مولی کے ساتھ اتفاق کریں اور اگر اُسنے وفای کتابت کے لائق مال نچھوڑا اور اُسکے آزاد وارث موجود ہیں تو سب امامون کے نزدیک بالاتفاق مولی کے واسطے قصاص کا استحقاق ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر ایسا غلام جسکا تھوڑا حصہ آزاد ہو چکا ہے باقی کی ادا سے عاجز ہونے کی حالت میں قتل کیا گیا تو منتقی میں لکھا ہے کہ قصاص واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے اپنے غلام کو قتل کیا تو قصاص نہیں ہے اور اگر اپنے مکاتب کے غلام کو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر اُسکے بیٹے کو عمداً قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر غلام ماذون عمداً قتل کیا گیا اور اُسپر قرضہ ہے تو قصاص نہوگا اگرچہ مولے اور اُسکے قرضخواہ لوگ قصاص لینے پر اتفاق کریں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام مرہون قتل کیا گیا تو جب تک راہن و مرتہن دونوں قصاص لینے پر اتفاق نکریں تب تک قصاص واجب نہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر راہن و مرتہن نے اتفاق کیا تو قصاص حاصل کرنے کا استحقاق راہن کو ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اجارہ کا غلام قتل کیا گیا تو موجر کے واسطے استحقاق قصاص حاصل ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اگر غلام مبیع مشتری کے قبضہ سے پہلے عمداً قتل کیا گیا تو مشتری کو بیع پورا کرنے اور بیع رد کرنے میں اختیار ہوگا پس اگر اُسنے بیع کو پورا کیا تو اُسکو قصاص لینے کا اختیار ہوگا لیکن بائع کو ثمن ادا کرنے کے بعد اُسکو قصاص بھر پانے کا اختیار ہوگا یہ محیط کی فصل ۸ میں ہے۔ اور اگر مشتری بیع توڑ دے تو بائع کو اختیار ہوگا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر مشتری نے بیع کو پورا کیا تو یہی حکم ہے اور اگر فسخ کیا تو بائع کو قصاص نہ ملیگا بلکہ اُسکے واسطے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں قیمت واجب ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مشتری کے پاس مبیع قتل ہوا اور خیار اُسی کا ہے تو قصاص کا استحقاق اُسی کو ہوگا خواہ بائع نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو

اور اگر خیار بائع کا ہو تو قاتل کا بیچا کر کے چاہے اُسکو قتل کرے یا چاہے مشتری سے اُسکی قیمت تاوان لے یہ محیط سرخسی مین ہی اور جب مشتری سے قیمت تاوان لی تو مشتری کو حق قصاص حاصل نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور جو غلام مہر قرار دیا گیا ہی اور ہنوز شوہر کے قبضہ مین ہی یا جو خلع کا عوض قرار دیا گیا ہی اور وہ ہنوز عورت کے قبضہ مین ہی یا جو بدل صلح قرار دیا گیا ہی اور ہنوز اُسپر قبضہ نہین ہوا ہی اگر ایسا غلام قتل کیا گیا تو یہ بمنزلہ مبیع کے ہی جبکہ مبیع قبضہ سے پہلے قتل ہوئی ہو یعنے اگر مستحق نے قاتل کا بیچا کرنا اختیار کیا تو اُسکی ملک پوری ہوگئی اور تمام ہوگئی پس اُسکے واسطے قصاص واجب ہوگا اور اگر اُسنے قیمت طلب کی تو غلام مذکور کی ملکیت فسخ ہوگئی پس دوسرے کے واسطے قصاص واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - غلام مغصوب اگر عمداً غاصب کے قبضہ مین قتل کیا گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے قاتل سے قصاص لے اور چاہے غاصب سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے پھر غاصب نے جو کچھ تاوان دیا ہی وہ قاتل سے واپس لیگا اور غاصب کو یہ اختیار نہوگا کہ قاتل کو قتل کراوے - اور جو غلام کہ اسکے رقبہ کے کسی کے نام وصیت کی گئی ہی اور دوسرے کے نام اُسکی خدمت کی وصیت کی گئی ہی اگر وہ عمداً قتل کیا گیا تو اُسمین قصاص نہین ہی الا اُس صورت مین کہ دونون اتفاق کرین اور اتفاق کرنے کی صورت مین جسکے واسطے رقبہ کی وصیت کی گئی ہی وہ قصاص کو حاصل کریگا - اور اگر خدمت کا مستحق قصاص پر راضی نہوا تو قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور اُسکے عوض دوسرا غلام خرید کیا جائیگا اور اسکا حال مثل حال اول کے ہوگا یہ محیط کی فصل ہ مین ہی - اور اگر اپنے غلام کی دوسرے کے نام وصیت کی اور موصے لہ کے وصیت قبول کرنے سے پہلے وہ غلام عمداً قتل کیا گیا - اور موصی مرگیا ہی اور اُسنے وارث چھوڑا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ غلام مذکور وصیت کرنے والے کی موت سے پہلے مرا ہی یا پیچھے مرا ہی تو ایک کے واسطے قصاص بھر پانے کا استحقاق نہوگا اور اگر اس بات مین اتفاق کیا گیا کہ موصی پہلے مرا ہی پھر غلام قتل کیا گیا ہی تو بھی دونون مین سے ایک کے واسطے استحقاق استیفاء قصاص نہوگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر موصی لہ نے وصیت قبول کی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ قاتل سے غلام مقتول کی قیمت لے لے اور اگر اُسنے وصیت رد کر دی تو اُسکی قیمت وارثان موصی کو ملیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر دو شخصون نے ایک شخص کو قتل کیا پھر ولی نے دونون مین سے ایک کو معاف کر دیا تو اُسکو اختیار رہیگا کہ دوسرے کو قتل کرے اسی طرح اگر ایک شخص نے دو شخصون کو قتل کیا پھر ایک مقتول کے ولی نے قاتل کو معاف کیا تو دوسرے مقتول کے ولی کو قاتل کے قتل کرنے کا اختیار ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی

چوتھا باب جان تلف کرنے سے کم مین قصاص لینے کے بیان مین - جان سے کم مین قصاص و بدلا لینے مین مساوات معتبر ہی پس دو ایان بائین کے عوض قطع نہ کیا جائیگا اور بایان دائین کے عوض قطع نہوگا اور نہ صحیح سالم ہاتھ بعوض شل ہاتھ کے اور نہ عورت کا ہاتھ بعوض مرد کے ہاتھ کے اور نہ مرد کا ہاتھ بعوض عورت کے ہاتھ کے اور نہ آزاد کا ہاتھ بعوض غلام کے ہاتھ کے اور نہ غلام کا ہاتھ بعوض آزاد کے ہاتھ کے اور نہ غلام کا ہاتھ بعوض غلام کے ہاتھ کے قطع کیا جائیگا سوا اسکے کہ غلام کے ہاتھ مین اُسکی نصف قیمت واجب ہوتی ہی اور قیمتیں باہم مختلف ہوتی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اعضا کے قصاص مین مسلمان و ذمی کے درمیان قصاص واجب ہوتا ہی اسی طرح دو آزاد عورتون کے درمیان و مسلمان عورت و کتابیہ عورت کے درمیان واجب ہوتا ہی اور نیز دو کتابیہ عورتون کے درمیان واجب ہوتا ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - اور بالون مین بالکل قصاص نہین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور سر یا بدن کی کھال

اگر کچھ قطع کیا دے تو اُسمین قصاص نہوگا اور اسی طرح اگر دونوں گالون وپیٹھ وپیٹ کے گوشت مین سے اگر کچھ قطع کیا جاوے تو اُسمین قصاص نہین ہی اور ایسا ہی ٹھوڑھی مین بھی قصاص نہین ہی یہ محیط مین ہی - اور لطمہ و لکمہ و دجاوہ دوقہ مین قصاص نہین ہوتا ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - اور ہڈی مین قصاص نہین ہوتا ہی سوائے دانتون کے یہ کافی مین ہی - اور ہر قطع جو مفصل سے ہو اُسمین اسی موضع مین قصاص ہوگا اور جو قطع مفصل سے نہو بلکہ ہڈی ٹوٹ جانے سے ہو اُسمین ہمارے نزدیک قصاص نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر کسی نے دوسرے کی آنکھ مین ماراجس سے اُسکی روشنی جاتی رہی حالانکہ آنکھ کا ڈھلا سلامت ہی تو اُسپر قصاص ہوگا یا اینطور کہ ایک آئینہ گرم کیا جائیگا اور وہ گرم آئینہ اُسکی آنکھ سے قریب کیا جائیگا اور اُسکی دوسری آنکھ پر پٹی باندھی جائیگی اور اُسکے چہرہ پر بھیگی روئی رکھی جائیگی اور اُسکی آنکھ اُس گرم آئینہ سے مقابل کیجائیگی پس اُسکی روشنی جاتی رہیگی یہ کافی مین ہی - اور مشائخ نے روشنی جاتی رہنے کی پہچان مین گفتگو کی ہی محمد بن مقاتل رازی نے فرمایا کہ اُسکی آنکھ کھولکر سورج کے سامنے کیجاوے پس اگر آنکھ جھپ آوین تو سمجھنا چاہیے کہ روشنی باقی ہی اور اگر آنسو نہ بھرین تو سمجھنا چاہیے کہ روشنی جاتی رہی ہی - اور طحاوی نے ذکر کیا کہ اُسکے سامنے سانپ ڈالا جاوے پس اگر سانپ سے بھاگے اور ڈرے تو معلوم ہوگا کہ روشنی باقی ہی اور محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اہل بصارت کو دکھلایا جاوے اور اگر یہ معلوم نہووے تو اُسمین دعوے وانکار کا اعتبار کیا جاویگا اور قسم کے ساتھ جنایت کرنے والے کا قول قبول ہوگا مگر قسم قطعی لیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی - اور کرخی نے ذکر کیا کہ اگر آنکھ مقصور منخسف ہوجاوے تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر کسی نے دوسرے کی آنکھ مین عمداً مارا اور وہ سپید ہوگئی ایسی کہ اُس سے کچھ دکھلائی نہین دیتا تھا تو عامہ علماء کے نزدیک قصاص واجب نہوگا اور جس صورت مین قصاص واجب ہوتا ہی اُس صورت مین خواہ ہتھیار مارے یا انگلی وغیرہ کسی چیز سے مارے کچھ فرق نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی - امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما نے فرمایا کہ حدقہ چشم کے قلع کرنے مین قصاص نہین ہی پس اگر کسی آدمی کا حدقہ چشم قلع کیا اور اُسنے کہا کہ مین اس بات پر راضی ہوتا ہون کہ اس مجرم کی آنکھ خسف کردی جاوے اور اُسکا حدقہ چشم اُکھاڑا نجاوے مین اپنے حق سے کم ہی بدلے لونگا تو منتقے مین مذکور ہی کہ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کی دائین آنکھ تلف کردی اور مجرم کی بائین آنکھ کانی ہی اور اُسکی دائین آنکھ درست ہی تو اُسکی دائین آنکھ سے قصاص لیا جاویگا یعنے پھوڑ کر اندھا چھوڑ دیا جاویگا یہ ظہیریہ مین ہی - امام حسن سے روایت ہی کہ اگر کسی شخص کی آنکھ پھوڑی گئی حالانکہ اُسکی آنکھ احول تھی لیکن اس سے اُسکی بصارت مین کچھ ضرر نتھا اور نہ کچھ نقصان تھا پس اُسکی آنکھ کو ایک شخص نے مُدیا پھوڑ ڈالا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر بھینڈاپن سخت ہو کہ بصارت مین ضرر ہو اور وہ پھوڑی گئی تو اُسمین حکومت عدل پر حکم ہوگا - اور اگر ایک شخص کی آنکھ مین حول زیادہ ہو کہ اُسکی آنکھ کی بصارت مین ضرر ہو اور اُسنے ایسی آنکھ پھوڑی جسمین بھینڈاپن نہین ہی تو جسپر ظلم ہوا ہی اُسکو اختیار ہوگا چاہے قصاص لے اور ناقص بدلے پر راضی ہوجاوے اور چاہے مجرم سے اُسکے مال سے نصف دیت تاوان لے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر ایک شخص کی دائین آنکھ مین سپیدی ہو اور اُسنے ایک دوسرے شخص کی دائین آنکھ ضائع کردی تو اس شخص کو اختیار ہوگا چاہے مجرم کی ناقص آنکھ سے قصاص لے جبکہ قصاص ممکن ہوسکتا ہو مثلاً کچھ دکھلائی دیتا ہو اور چاہے اپنی آنکھ کی دیت لے اور اگر اُسکی آنکھ بالکل چرپلی سپید ہو کہ اُس سے بالکل دکھلائی نہ دیتا ہو تو اُسمین بالکل

قصاص

قصاص نہوگا اور اگر اُسنے ہنوز کچھ اختیار نکیا ہو یہانتک کہ پھوڑنے والے کی دائین آنکھ کسی شخص نے پھوڑ ڈالی تو اول کا حق جو اُسکی آنکھ سے متعلق تھا باطل ہوجائیگا اور اگر اُس شخص نے جسکی آنکھ پہلے پھوڑی گئی ہو دیت لینا اختیار کیا پھر ایک شخص اجنبی نے مجرم کی آنکھ پھوڑ ڈالی پس اگر اول شخص کا اختیار کرنا صحیح ہو تو آنکھ کے تعلق سے اُسکا حق منتقل ہوکر دیت کی طرف آجائیگا اور عین مذکور فوت ہوجانے سے اُسکا حق باطل نہوگا اور اگر اُسکا اختیار کرنا صحیح نہو تو حق باطل ہوجائیگا اور اختیار صحیح ہونے کی بنا یہ ہی کہ جنایت کرنے والا اُسکو اختیار دے ورنہ اگر اُسنے خود ہی یہ اختیار کیا تو اختیار صحیح نہوگا - اور جس صورت مین اُسکا اختیار صحیح نہ ٹھہرے تو جب آنکھ کی سپیدی جاتی رہے تو اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ قصاص کی طرف رجوع کرے اور جس صورت مین اُسکا اختیار صحیح ہوگیا ہی اُس صورت مین رجوع بالقصاص نہین کرسکتا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - نوادر ہشام مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص کی دائین آنکھ سپید ہو اور اُسنے دوسرے شخص کی دائین آنکھ ضائع کردی پھر اُسکی آنکھ سے سپیدی جاتی رہی تو جسپر جرم کیا ہی اُسکو اختیار ہوگا کہ مجرم سے قصاص لیا جائیگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے دوسری آنکھ مین مارا اور وہ اس صورت سے سپید ہوگئی پھر سپیدی جاتی رہی تو مارنے والے پر کچھ نہوگا لیکن یہ اُسوقت ہی کہ آنکھ کی بینائی ایسی ہی ہوگئی ہو جیسی پہلے تھی اور اگر پہلے کی بہ نسبت کم آئی تو اُسمین حکومت عدل ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ پر جسمین سپیدی ہی اور اُس سے نظر آتا ہی جنایت کی اور جنایت کرنے والے کی آنکھ مین بھی سپیدی ہی اور اُس سے نظر آتا ہی تو دونون مین قصاص نہوگا یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ مین ایک ضرب لگائی جس سے تھوڑی تیلی سپید ہوگئی یا اُسمین قرحہ پڑگیا یا پانی بہ چل آگئی یا اور کوئی ایسی چیز جو آنکھ کو خراب کرتی ہی پیدا ہوگئی اور اُسمین نقصان آگیا تو اسکا قصاص نہوگا بلکہ اسمین حکومت عدل واجب ہی - یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ہارونی مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر ایک عورت کے پیٹ سے ولادت کے وقت فقط بچہ کا سر نکلا تھا اور ہنوز سر سے زیادہ کچھ نہین نکلا تھا کہ اتنے مین ایک شخص نے آکر اُس بچہ کی آنکھ پھوڑ دی تو اُسپر دیت قرار دونگا اور آنکھ کا قصاص واجب نکرونگا جب تک کہ سر کے ساتھ آدھا دھڑ یا زیادہ برآمد نہوا ہو یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے ایک بچہ کی آنکھ ولادت کے وقت یا چند روز بعد پھوڑ ڈالی پس اگر کہا کہ اُس سے اُسکو دکھلائی نہین دیتا تھا یا کہا کہ مین نہین جانتا ہون کہ دکھلائی دیتا تھا یا نہین تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُسپر عادلون کا تجویز کیا ہوا ارش واجب ہوگا اور اگر معلوم ہوجائے کہ اُس آنکھ سے اُسکو دکھلائی دیتا تھا مثلاً دو گواہ اُس آنکھ کے صحیح سالم ہونے کے گواہی دین پس اگر اُسنے خطا سے ایسا کیا تو نصف دیت واجب ہوگی اور اگر عمداً ہو تو اُسپر قصاص ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - اور بائین آنکھ کا قصاص دائین سے یا دائین کا بائین سے نہ لیا جائیگا اور اگر جنایت کرنے والے کی آنکھ بہ نسبت مظلوم کی آنکھ کے بڑی یا چھوٹی ہو تو یہ کچھ فرق نہین ہی دونون برابر ہین اور قصاص لے لیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اگر پورا کان کاٹا گیا پس اگر عمداً ہو تو اُسمین قصاص ہی اور اگر تھوڑا کاٹا گیا تو اُسمین بھی قصاص ہی بشرطیکہ اسکی استطاعت ہو اور پہچانا جاوے یہ کرخی کی عبارت ہی اور امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ کان مین مفاصل ہی پس جب کان تھوڑا کاٹا جاوے پس اگر معلوم ہوجاوے کہ مفصل سے قطع کیا گیا ہی تو قصاص لیا جائیگا اور مفصل کی پہچان کا مرجع اہل بصارت ہین پس اگر اہل بصارت نے کہا کہ کان کے واسطے مفاصل ہین اور اسنے مفصل سے قطع کیا ہی تو اسی مفصل

سے مجرم سے قصاص لیا جائیگا اور اگر انھون نے کہا کہ اسکے مفصل نہین ہی تو کاٹنے والے کے کان سے اسی قدر کاٹ لیا جاویگا جسقدر اُسنے کاٹا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اجناس مین لکھا ہی کہ اگر کاٹنے والے کے کان کا حلقہ چھوٹا ہو اور جسکا کان کاٹا ہی اُسکے کان کا حلقہ بڑا ہو تو مظلوم کو اختیار ہوگا چاہے نصف دیت لے لے اور چاہے اُسکی چھوٹائی کے اندازپر کاٹے اور اگر کان پھٹا ہوا تنگا فدار ہو پس اگر یہی کان کاٹا گیا تو اُسمین حکومت عدل ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص کا کان کھینچا اور اُسکی گدی پر نوچ لی تو قصاص نہوگا مگر مجرم پر اُسکے مال سے اسکا ارش واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر پورا حلقہ عمداً کاٹ لیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا تو قصاص نہوگا اور اگر ناک کا بانسا تھوڑا کاٹ لیا تو بالاتفاق قصاص نہوگا اسواسطے کہ وہ ہڈی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور بعض مشائخ نے ارنبہ بینی کے حق مین فرمایا کہ حکومت عدل ہوگی اور یہی صحیح ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور اگر کاٹنے والے کی ناک چھوٹی ہو تو جسکی ناک کاٹی ہی اُسکو اختیار ہوگا چاہے اُسکی ناک کاٹ لے یا اپنی ناک کا ارش لے لے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ناک کاٹنے والا اخشم ہو یعنے اُسکو بو نہ معلوم ہوتی ہو یا اخرم ہو یا کسی حصہ سے بو پہچنے سے اُسکی ناک مین نقصان ہو تو ناک کٹے ہوے کو اختیار ہوگا چاہے کاٹنے والے کی ناک کاٹے یا اپنے ناک کی دیت لے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ناک کی جڑ مین سے کچھ کاٹ لیگئی تو قصاص نہوگا اسواسطے کہ وہ ہڈی ہی مفصل نہین ہی اور اگر بچہ کی ناک ہڈی کی جڑ سے کاٹی گئی تو کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا خواہ وہ بولتا ہو یا نہین۔ اور اگر اُسنے خطا سے ایسا کیا تو دیت واجب ہوگی اور اس سے مراد مارن و جو حصہ نرم ہی وہ ہی جیساکہ بالغ مین گذرا ہی اسواسطے کہ بچہ کی ناک کی ہڈی اگرچہ مثل عضروف کے ہوتی ہی لیکن اسکا اعتبار نہین ہی جیساکہ اُسکی باقی ہڈیون مین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ طحاوی نے اپنی شرح مین ہشام سے روایت کرکے ذکر کیا ہی کہ اگر کسی شخص کا ہونٹھ اوپر کا یا نیچے کا کاٹا گیا پس اگر کاٹنے والے سے قصاص ممکن ہو تو اوپر کے عوض اوپر کے ہونٹھ سے اور نیچے کے عوض نیچے سے قصاص لیا جائیگا اور قدوری مین لکھا ہی کہ اگر پورا ہونٹھ کاٹا گیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا گیا تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور زبان کاٹنے مین قصاص نہین ہی عمداً ہو یا نہو خواہ کل کاٹی ہو یا تھوڑی اور یہی فتوے کے واسطے مختار ہی یہ خزانۃ المفتین ذخیرہ مین ہی اور دانت مین قصاص ہی اگرچہ جس سے قصاص لیا جاتا ہی اُسکا دانت مظلوم کے دانت سے بڑا ہو اور سوائے دانت کے کسی ہڈی مین قصاص نہین ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور بڑھے دانت مین قصاص نہین ہی بلکہ حکومت عدل واجب ہوتی ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور دانت کے قصاص لینے مین توڑنے والے اور جسکا دانت توڑا گیا ہی اُسکے دانت کی مقدار و صغیر و کبیر کا اعتبار نہین ہی بلکہ قصاص مین اُسی قدر حصہ توڑا جائیگا جسقدر اُسنے توڑا ہی یعنے نصف یا تہائی یا چوتھائی جسقدر توڑا ہی اُسی قدر دوسرے کا دانت توڑا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور دائین کے عوض بایان اور بائین کے دایان نہ توڑا جائیگا اور اگلے دو دانت بعوض اگلے دو دانتون کے اور دانت بعوض دانت کے اور ڈاڑھین بعوض ڈاڑھون کے توڑی جاوینگی اور نیچے والے کے عوض اوپر والے یا اوپر والون کے عوض نیچے والے نہ لیے جاوینگے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اگر ایک دانت مین سے آدھا یا تہائی یا چوتھائی مستوی توڑا ہو کہ اُسمین قصاص لیا جاسکتا ہی تو سوہان سے قصاص لیا جائیگا اور اگر اُسنے بطور مستوی نہ توڑا ہو کہ اُسمین قصاص لینا ممکن نہو تو قصاص نہ لیا جائیگا بلکہ ارش واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر اُسنے اُکھاڑ لیا تو اُسکا دانت اُکھاڑا نجائیگا

بالکہ سوہان سے ریت لیا جائیگا یہانتک کہ گوشت تک پہونچ جاوے اور اس سے زیادہ نہ لیا جائیگا یہ فتاوے صغری مین ہی۔ اور اگر تھوڑا دانت توڑا پھر باقی سیاہ یا سرخ یا سبز پڑ گیا اور کسی طرح کا اُسمین توڑنے کی وجہ سے عیب آگیا تو قصاص نہوگا اور دیت واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر مظلوم نے جسکا دانت توڑا گیا ہی یون کہا کہ مین بقدر توڑے ہوے کے قصاص لونگا اور جسقدر سیاہ ہوگیا ہی اُسکا ترک کرونگا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص کے دانت مین سے کسی قدر توڑا گیا تو ایک سال انتظار کیا جائیگا اگر سال پورا ہوجانے پر اُسمین تغیر نہ آیا تو توڑنے والے پر قصاص واجب ہوگا کہ اُسکا دانت سوہان سے ریتا جائیگا اور اسکے واسطے ایک طبیب حاذق تلاش کیا جائیگا اور اُس سے دریافت کیا جائیگا کہ ہمسے بیان کر کہ اسکے دانت مین سے کسقدر جاتا رہا ہی پس اگر اُدھا جاتا رہا تو توڑنے والے کے دانت سے نصف ریتا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کے دانت کاٹکر توڑ دیا اور باقی خود گر گیا تو مشہور مذہب کے موافق قصاص نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ دو شخص کھیل کی جگہ کھڑے ہوے تھے اور ایک دوسرے کو گھونسا مارے جیسا کہ عادت ہی پس ایک نے دوسرے کو گھونسا مارا اور اُسکا دانت توڑ دیا تو مارنے والے پر قصاص ہوگا اور یہ مسئلہ واقع ہوا تھا جسپر فتوے طلب کیا گیا تو سب فتوے کے جواب اس حکم پر متفق تھے اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا ہوکہ (لگا لگا) اور اُسنے گھونسا لگایا اور دانت توڑ دیا تو اُسپر کچھ قصاص وغیرہ نہوگا اور یہی صحیح ہی بمنزلہ اسکے قول کے کہ میرا ہاتھ کاٹ اُسنے کاٹ دیا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے اگلے دو دانت توڑے اور توڑنے والے سے قصاص لیا گیا پھر توڑنے والے کے یہ دونون دانت جو قصاص مین رہتے گئے ہین اُگے تو جسکے واسطے قصاص لیا گیا تھا اُسکو دوبارہ جمے ہوے دانتون کے اُکھڑوانے کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا دانت اُکھاڑ لیا پھر جسکا دانت اُکھاڑا ہی اُسنے اُکھاڑنے والے کا دانت قصاص مین اُکھاڑا پھر اول کا دانت جم آیا تو دوسرے اُکھاڑنے والے پر پہلے اُکھاڑنے والے کے واسطے پانچ سو درم اُسکے دانت بارش واجب ہوگا اور اگر اُسکا دانت ٹیڑھا اگا تو اسمین حکومت عدل ہوگی اور اگر اُدھا دانت جم آیا تو اُدھا ارش واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی شخص کے دانت مین مارا اور دانت گر گیا تو اُسکی جڑ اچھے ہوجانے تک انتظار کیا جائیگا اور ایک سال تک انتظار نہ کیا جائیگا مگر روایت مجرد کے موافق اور وجہ عدم انتظار کی یہ ہی کہ بالغ کا دانت دوبارہ جمنا نادر ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر بالغ کا دانت اُکھاڑا ہو تو انتظار کیا جائیگا یہ سراجیہ مین ہی۔ اور چاہیئے کہ مجرم سے کفیل لیا جاوے پس اگر نابالغ کے دانت کی جگہ دوسرا دانت جم آوے تو مجرم پر کچھ نہوگا اور اگر نابالغ مذکور سال گذرنے سے پہلے اور دانت جمنے سے پہلے مرگیا تو مجرم پر کچھ نہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین حکومت عدل ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کے دانت مین مارا جس سے اُسکا دانت ہلنے لگا تو اصل مین مذکور ہی کہ ایک سال تک انتظار کیا جائیگا خواہ وہ شخص جسکے دانت مین چوٹ لگی ہی بالغ ہو یا نابالغ پھر ایک سال پورا ہونے کے بعد دیکھا جاوے کہ اگر وہ دانت نہین گرا ہی تو مارنے والے پر کچھ نہوگا اور اگر اسی ضرب سے سال مین وہ دانت گر گیا پس اگر ضرب عمداً ہو تو قصاص لیا جائیگا اور اگر خطا سے ہو تو دانت کی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر قاضی نے اُسکو دانت جنبش کرنے کی حالت مین مہلت دی پھر سال گذرنے سے پہلے مضروب آیا اور اُسکا دانت گرا ہوا تھا اور کہا کہ اُسی ضرب سے گر گیا ہی اور ضارب نے کہا کہ تجھے دوسرے شخص نے مارا تھا اُسکی مار سے گرا ہی تو

مضروب کا قول قبول ہوگا اور اگر سال گذرنے کے بعد آیا ہو تو ضارب کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی حسن بن زیاد نے امام اعظم رحمۃ سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دانت اکھاڑا پھر آدھا دانت جم آیا تو اُسپر آدھا ارش واجب ہوگا اور اسمین قصاص نہوگا اور اگر پورا سپید دانت جم آیا پھر اس دانت کو دوسرے نے اکھاڑا تو ایک سال تک انتظار کیا جائیگا پس اگر جم آیا تو خیر ورنہ دوسرے سے قصاص لیا جائیگا اور اول ضارب پر کچھ واجب نہوگا اور اگر چھوٹا جما تو اسمین حکومت عدل ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کا دانت توڑ لیا اور توڑنے والے کا دانت سیاہ یا زرد یا سرخ یا سبز ہو تو مظلوم کو اختیار ہوگا چاہے اسی ناقص دانت کا قصاص لے لے یا اپنے دانت کا ارش پانچ سو درم لے لے اور اگر مظلوم کے دانت مین عیب ہو تو حکومت عدل ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر مظلوم نے ہنوز کچھ اختیار نکیا ہو کہ جنایت کرنے والے کا عیب دار دانت ساقط ہوگیا اور بجاے اُسکے اچھا دانت جم آیا تو مظلوم کا حق باطل ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کے اگلے دو دانت اکھاڑ ڈالے اور زید کے اگلے دونون دانت اکھڑے ہوے ہین پھر بعد اکھاڑنے کے زید کے دونون دانت جم آئے تو قصاص واجب نہوگا اور عمرو کے واسطے زید پر اسکے دانتون کا ارش واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ دانتون سے چبایا اور عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور کھینچنے مین زید کا دانت توڑ تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ظالم کے ایسے مقام پر تیر یا دانت توڑنا چاہا جہان لوگ تیری فریاد کو نہین پہونچ سکتے ہین تو تجھے اُسکا قتل کر دینا جائز ہی اور اگر اُسنے تیر یا دانت ریت دینا چاہا ہو تو اُسکو قتل نکر اگر ایسی جگہ پر ہو جہان لوگ تیری فریاد کو نہ پہونچ سکتے ہون یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ جڑ پر سے عمداً کاٹ دیا تو اُسکا ہاتھ بھی کاٹا جائیگا اگرچہ اُسکا ہاتھ مظلوم کے ہاتھ سے بڑا ہو اور یہ حکم اچھا ہوجانے کے بعد ہی اور قبل اچھے ہوجانے کے قصاص نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اسی طرح انگلیون مین بھی قصاص ہوتا ہی بشرطیکہ جڑ پر سے قطع کی گئی ہو اور اگر جڑ پر سے قطع نہ کی گئی ہو تو قصاص نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور عمداً پانون کاٹنے مین قصاص ہی جبکہ مفصل قدم یا مفصل ورک سے قطع کیا جاوے اور اگر غیر مفصل سے قطع کیا جاوے تو حکم اسکے برخلاف ہی۔ اسی طرح پانون کی انگلیون مین بھی اگر جوڑ پر سے (جوڑ یا ان کے اوپر کی ہڈی) کاٹی جاوین تو قصاص ہی جبکہ عمداً کاٹے اور اگر جوڑ پر سے نہ کاٹے تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور ہاتھ بعوض پانون کے یا ہاتھ کی انگلی بعوض پانون کی انگلی کے قطع نکیجائیگی اور ہمارے نزدیک ایک ہاتھ کے بدلے دو ہاتھ قطع نہ کیے جاوینگے یہ بسوط مین ہی۔ اور دائین کلمہ کی انگلی سواے دائین کلمہ کی انگلی کے عوض دوسری کے قصاص مین کاٹی جاویگی اور بائین کلمہ کی انگلی سواے بائین کلمہ کی انگلی کے دوسری کے عوض نہ کاٹی جاویگی اسی طرح انگوٹھا بعوض کلمہ کی انگلی کے یا کلمہ کی انگلی بعوض انگوٹھے کے نہ کاٹی جاویگی اور حاصل یہ ہی کہ قطع کرنے والے کے اعضا مین سے سواے مثل کے دوسرا عضو نہ لیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور جس ہاتھ کی انگلیون مین کمی ہو اُسکے عوض پوری انگلیون والا نہ کاٹا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا حالانکہ کاٹنے والے کے ہاتھ مین ایک ناخن سیاہ ہی یا زخم ہی پس اگر اسمین سیاہ ناخن ہو تو قصاص واجب ہوگا اور اگر سیاہ ناخن نہو پس اگر اُسمین ایسی جراحت ہو جس سے ہاتھ کی دیت مین نقصان نہین آتا ہی مثلاً ایسا زخم ہو جس سے گرفت مین سستی نہین آتی ہی تو یہ وجوب قصاص سے مانع نہین ہی اور ایسے عیب کا وجود و عدم یکسان

قرار دیا جائیگا اور اگر ایسا نقصان ہو جس سے گرفت مین سستی آتی ہو جیسے کہ اُسمین حکومت عدل واجب ہو نہ نصف دیت تو یہ بمنزلہ شل ہاتھ کے ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے زائد انگلی کاٹ ڈالی اور کاٹنے والے کے ہاتھ مین بھی ایسی ہی انگلی ہو تو امام اعظم رح و ابو یوسف رح کے نزدیک اُسپر قصاص نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور اگر ہتھیلی کو کاٹ ڈالا اور اُسمین ایک انگلی زائد ہے جو ہتھیلی کو سست کرتی ہو تو اُسمین قصاص نہوگا اور اگر ہتھیلی کو سست نکرتی ہو تو قصاص واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ آدھے ساعد سے کاٹ ڈالا یا پالون آدھی پنڈلی سے کاٹ ڈالا اور عمداً ایسا فعل کیا تو اُسپر قصاص نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ہاتھ کاٹے ہوئے کا ہاتھ درست کاٹا گیا ہو اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہے یا اُسمین انگلیان کم ہین تو ہاتھ کٹے ہوئے کو اختیار ہے چاہے قصاص مین عیب دار ہاتھ کٹوائے اور اسکے سوائے اُسکو کچھ نہ ملیگا اور چاہے پورا ارش لے لے یہ کافی مین ہے۔ اور صدر الشہید برہان الائمہ اس صورت مین ہاتھ کٹے ہوئے کے واسطے جبھی خیار ثابت کرتے تھے کہ جب ایسا شل ہو کہ اُس سے کام کاج کر سکتا ہو اور اگر محض بیکار ہو تو وہ محل قصاص نہین ہے پس ہاتھ کٹے ہوئے کو خیار نہوگا بلکہ اُسکو اچھے ہاتھ کی دیت ملیگی جیسا کہ اگر کاٹنے والے کا یہ ہاتھ ہی بالکل نہو تو یہی حکم ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر مجرم کا عیب دار ہاتھ مظلوم کے اختیار کرنے سے پہلے تلف ہو گیا یا کسی نے ظلم سے قتل کر ڈالا تو ہمارے نزدیک مظلوم اول کا حق باطل ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر ظالم کا ہاتھ کسی حق واجب کی وجہ سے کاٹا گیا ہو مثل قصاص و سرقہ وغیرہ کے تو اُسپر مظلوم کے ہاتھ کی دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب ہاتھ کاٹنے کے وقت اُسکا ہاتھ ناقص ہو اور اگر کاٹنے کے بعد ناقص ہو گیا تو اسمین دو صورتین ہین ایک کہ نقصان بدون کسی کے فعل کے پیدا ہو گیا مثلاً آسمانی آفت سے اُسکی کوئی انگلی گر گئی تو اسکا حکم وہی ہوگا جو کاٹنے کے وقت ناقص ہونے کا حکم ہے اور اگر نقصان کسی کے فعل سے پیدا ہوا مثلاً کسی نے ظلم سے اُسکی انگلی کاٹ دی یا خود اُسنے اپنی انگلی کاٹ دی یا کسی حق واجب سے اُسپر انگلی کاٹنے کا حکم جاری ہوا تو اسکا حکم وہی ہے جو آفت آسمانی سے تلف ہونے کا حکم ہے ایسا ہی شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر فرمایا ہے اور شیخ الاسلام احمد الطواویسی نے اپنی شرح مین ذکر کیا کہ اگر ظالم کا ہاتھ قصاص مین ناقص کیا گیا اور کاٹا گیا تو مظلوم کو خیار ہوگا اور اگر ظلم سے یا آفت آسمانی سے ناقص کیا گیا تو خیار نہوگا اور فرق کی طرف یون اشارہ کیا کہ جب قصاص مین قتل کیا گیا تو وہ معذوب ہے پس گویا اُسنے منع کیا پس یہ امر موجب خیار ہوگا اور جب آفت آسمانی سے تلف ہوا تو ایسا نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر عمداً ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا یہانتک کہ قصاص واجب ہوا پھر قاطع کا ہاتھ کسی ظالم نے ناحق کاٹ ڈالا یا بوجہ بیماری آکلہ کے کاٹا گیا تو قصاص باطل ہو جائیگا اور منتقل بارش نہوگا اور اگر قاطع کا ہاتھ دوسرے کے قصاص یا سرقہ مین کاٹا گیا تو اس قاطع پر مظلوم کے واسطے ارش واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع کا داہنا ہاتھ نہین ہے تو مظلوم کا استحقاق اُسکے مال سے دیت کا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی دو انگلیان کاٹ ڈالین اور قاطع کی فقط ایک انگلی ہے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ ایک انگلی قصاص مین کٹوائے اور دوسرے کا ارش لے لے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے جوڑے سے دوسرے کا ہاتھ کاٹا اور قاطع سے قصاص لیا گیا اور وہ اچھا ہو گیا پھر دونون مین سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ کسی پر سے کاٹ ڈالا تو قصاص نہوگا اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ دو ہاتھ کٹے مین یاد و شل مین قصاص نہین ہے۔ اور

یہی امام حسن رحمہ اللہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی دائیں ہاتھ کی انگلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر بکر کا دائیاں ہاتھ کاٹ ڈالا پہلے بکر کا ہاتھ کاٹا پھر عمرو کی انگلی کاٹی پھر دونوں مظلوم حاضر ہوئے تو پہلے مجرم کی انگلی کے عوض انگلی کے کاٹی جاوے گی پھر بکر کو اختیار دیا جائیگا چاہے ناقص ہاتھ کا قصاص لے یا اپنے ہاتھ کی دیت لے اور اگر بکر پہلے آیا تو اسکے قصاص میں ہاتھ کاٹا جائیگا پھر جب عمرو آوے تو اسکی انگلی کے ارش کا حکم دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی میں سے اوپر کے جوڑ سے پورا کاٹ ڈالا پھر بکر کی اسی انگلی میں سے درمیانی جوڑ سے پورا کاٹ ڈالا پھر خالد کی اسی انگلی میں سے نیچے کے جوڑ سے باقی پورا کاٹ ڈالے پھر اگر سب مظلوم حاضر ہوئے اور انھوں نے قاضی سے داد خواہی کی تو قاضی عمرو کے واسطے زید کی انگلی میں سے اوپر کا پورا کاٹ دیگا اور بکر و خالد کے واسطے درمیانی و نیچے کا پورا نہ کاٹیگا اگرچہ بکر و خالد کا استحقاق اوپر کے پور میں بھی ثابت ہے پھر بکر کو اختیار کریگا چاہے زید کی انگلی میں سے بیچ کا پور قصاص لے اور اسکے سوائے اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے تو قصاص نہ بلکہ انگلی کی تہائی دیت لے لیوے اگر اسنے قصاص لینا اختیار کیا اور انگلی کا پورا کاٹ لیا تو پھر خالد کو اختیار دیا جائیگا چاہے قصاص میں انگلی کاٹ ڈالے اور اسکے سوائے اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر قصاص نہ لیا تو اسکو زید کے مال سے انگلی کی پوری دیت ملیگی۔ اور اگر تینوں میں سے ایک حاضر ہوا اور باقی دونوں حاضر نہوے پس اگر یہ حاضر ہوا تو اسکی واسطے اوپر کا پور قصاصاً کاٹا جائیگا پھر کاٹنے کے بعد اگر باقی دونوں حاضر ہوے تو دونوں کو اختیار دیا جائیگا پس اگر دونوں نے قصاص لینا اختیار کیا تو سوائے قصاص کے کسی کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط میں ہے اور اگر پہلے فقط خالد حاضر ہوا باقی دونوں حاضر نہوے تو خالد کے نام پوری انگلی کے قصاص کا حکم ہوگا پھر اگر باقی دونوں حاضر ہوے تو دونوں کے واسطے ارش کا حکم ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کی ہتھیلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر بکر کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا پھر دونوں ساتھ ہی حاضر ہوے تو ہتھیلی والے کے واسطے ہتھیلی کاٹی جائیگی پھر بکر کو اختیار دیا جائیگا چاہے باقی کا قصاص لے اور چاہے ارش لے یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک حاضر ہوا دوسرا غائب رہا تو جو شخص پہلے حاضر ہوا ہے اسی کا حق دلایا جائیگا خواہ کوئی ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کی انگلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر عمرو نے اسکا ہاتھ جوڑ پر سے کاٹ ڈالا تو زید کو اختیار دیا جائیگا چاہے ناقص ہاتھ قصاص میں لے یا ارش لے اور عمرو کا حق باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع میں فرمایا کہ زید نے عمداً عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید کا ہاتھ درست ہے پھر عمرو نے زید کی ایک انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے کسی دوسرے خالد کا درست ہاتھ کاٹ ڈالا تو خالد کو اختیار ہوگا چاہے عمرو اور خالد دونوں زید کا ناقص ہاتھ کا ثمن یا خالد اپنے ہاتھ کی دیت اس سے لے لے، اور اگر خالد نے بھی زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی ہو تو اسکا قصاص باطل ہو جائیگا اور اسکے واسطے اور عمرو دونوں کے واسطے زید کا ناقص ہاتھ قصاص میں کاٹ دیا جائیگا پھر جب زید کا ہاتھ دونوں کے واسطے کاٹا گیا تو زید پر عمرو کے واسطے اسکے ہاتھ کا آدھا ارش دو سال میں دینا واجب ہوگا کہ جسمیں سے دو تہائی سال اول میں اور ایک تہائی دوسرے سال میں ادا کرے اور خالد کے واسطے بھی تین آٹھوین حصے اسکے ہاتھ کی دیت واجب ہونگے کہ اسکو بھی موافق مذکورہ بالا کے دو سال کی میعاد میں ادا کرے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور زید کا ہاتھ درست ہے پھر عمرو نے اسکی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے خالد کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر خالد نے زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے

بکر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور بکر نے بھی زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر سب قاضی کے پاس جمع ہوئے تو انہیں سے کسی کو دیت لینے کا اختیار نہ ہوگا اور زید کا باقی ہاتھ سب کے قصاص میں کاٹا جائیگا پھر زید پر عمرو کے واسطے تین پانچویں حصے اسکی ہاتھ کی دیت کے اور پانچویں حصے کی تہائی واجب ہوگی اور خالد کے واسطے ہاتھ کی نصف دیت اور بکر کے واسطے تہائی کی تہائی دیت واجب ہوگی اور بکر کے واسطے چار نویں حصے اسکے ہاتھ کی دیت کے واجب ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا داہنا ہاتھ اور بکر کا بایاں ہاتھ کاٹا تو اسکے دونوں ہاتھ ان دونوں کے قصاص میں کاٹے جاوینگے اسی طرح اگر ایک شخص کے دونوں ہاتھ کاٹے ہوں تو بھی اسکے دونوں ہاتھ کاٹے جاوینگے اور اگر ایک شخص نے دو شخصوں کا دایاں ہاتھ کاٹا تو اسکا دایاں ہاتھ ان دونوں کے قصاص میں کاٹا جائیگا اور دونوں کے واسطے ایک ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا جو دونوں میں برابر بٹیگی یہ ہمارے نزدیک ہے خواہ اسنے دونوں کے ہاتھ ایک ہی ساتھ کاٹے ہوں یا آگے پیچھے کاٹے ہوں۔ اور اگر وقوع قصاص سے پہلے ایک نے اسکو عفو کر دیا تو اسکا ہاتھ باقی کے واسطے کاٹا جاویگا اور عفو کرنے والے کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر ایک مظلوم حاضر ہوا اور دوسرا غائب رہا تو اسکا انتظار نہ کیا جائیگا اور حاضر کے واسطے قصاص دلایا جائیگا پھر جب دوسرا آوے تو اسکو ارش ملیگا۔ اور اگر دونوں جمع ہوئے اور دونوں کے واسطے قصاص اور دیت کا حکم دیا گیا اور دیت لے لی۔ پھر دونوں میں سے ایک نے اسکو قصاص سے عفو کر دیا تو عفو جائز ہے اور دوسرے کو قصاص لینے کا اختیار نہ رہیگا بلکہ اسکو فقط آدمی دیت ملیگی اور اگر دونوں نے دیت وصول نہ پائی ہو یہاں تک کہ ایک نے اسکو قصاص عفو کر دیا بعد ازانکہ حکم قاضی ہو چکا ہے تو امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک دوسرے کو قصاص لینے کا اختیار ہوگا اور یہ قیاس ہے اور امام محمد رح کے نزدیک استحساناً دوسرا شخص قصاص نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر دونوں نے مال دیت نہ لیا ہو اور اسکا کفیل لے لیا ہو پھر ایک نے اسکو عفو کیا تو بھی مسئلہ میں اختلاف ہے اور اگر دونوں نے مال دیت کے عوض رہن لیا ہو تو یہ بمنزلہ مال وصول پانے کے ہے پھر اگر ایک نے اسکے بعد اسکو عفو کیا تو استحساناً دوسرے کو قصاص لینے کا استحقاق نہ ہوگا یہ شرح بسوط میں ہے۔ زید نے عمرو کا ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا اور بکر کا بھی یہی ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا پھر دونوں میں سے ایک نے زید کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا تو زید کے ذمہ سے ایک ہاتھ ساقط ہو جائیگا اور اسپر ایک ہاتھ کی دیت واجب ہوگی جو عمرو و بکر کے درمیان برابر مشترک ہوگی پھر زید کو اختیار ہوگا چاہے اسکا ہاتھ کاٹنے سے اسکی زراع سے قصاص لے اور چاہے اپنے ہاتھ کی دیت کی ضمان لے اور حکومت عدل زراع میں ہوگی اور یہ دیت اسکو دو سال میں ملیگی کہ دو تہائی سال اول میں اور ایک تہائی سال دوم میں لیکن اگر یہ مقدار دو تہائی دیت سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے تیسرے سال میں واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی کا اوپر کا پور جوڑ سے عمداً کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہو گیا اور ہنوز قصاص نہ لیا گیا تھا کہ اسنے اسی انگلی کا پور دوسرے جوڑ پر سے عمداً کاٹا تو عمرو کے واسطے قصاص میں زید کا اوپر کا پور جوڑ سے کاٹا جائیگا بیچے والا نہ کاٹا جائیگا اور بیچے والے کا ارش اسکو ملیگا اسی طرح اگر دوسرا اچھا ہو گیا پھر اسنے تیسرا پور کاٹا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دوسری دفعہ کاٹنے تک پہلا زخم اچھا نہ ہوا ہو تو زید پر پوری انگلی کا قصاص واجب ہوگا کہ ایک دفعہ اسکی پوری انگلی جڑ سے کاٹ ڈالی جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی کا اوپر کا پور جوڑ پر سے کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہو گیا پھر کسی دوسرے سبب سے مر گیا اور ایک بیٹا خالد چھوڑا جسکا اوپر کا پور اسی انگلی کا کٹا ہوا ہے پھر زید نے اگر خالد کا دوسرا پور جوڑ پر سے کاٹا تو زید پر عمرو کے واسطے پہلے

اوپر کے پور کا قصاص واجب ہوگا پھر اُسکا بیٹا دوسرے جوڑ کا ارش لے لیگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ اور اگر جوڑ سے اوپر کا پور کاٹا اور اچھا ہوگیا اور قاطع سے قصاص لیا گیا پھر اُسنے دوبارہ دوسرے جوڑ سے کاٹا اور اچھا ہوگیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر آدھا پور کاٹا اور ٹکڑے کرکے کاٹا اور وہ اچھا ہوگیا پھر باقی جوڑ تک کاٹا اور اچھا ہوگیا تو اسمین سے کسی مین قصاص نہ ہوگا اور اگر درمیان مین زخم اچھا نہ ہوگیا ہو تو جوڑ سے قصاص واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر عمداً ایک شخص کی انگلیان کاٹین پھر اچھا ہونے سے پہلے جوڑ سے اُسکی ہتھیلی کاٹی تو قاطع کی ہتھیلی جوڑ سے کاٹی جاویگی انگلیان نہ کاٹی جاوینگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر درمیان مین انگلیون کا زخم اچھا ہوگیا ہو تو انگلیون مین قصاص واجب ہوگا اور ہتھیلی کے حق مین حکومت عدل ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر جوڑ سے اوپر کا پور انگلی کا کاٹا اور اچھے ہونے سے پہلے دوبارہ دوسرے پور کا آدھا کاٹا تو قصاص واجب نہوگا اور اگر اچھا ہوجانے کے بعد دوبارہ زخمی کیا تو پہلے زخم کا قصاص واجب ہوگا اور باقی کا ارش واجب ہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ امام ابوحنیفہ رح سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی مین عمداً مارا اور ہتھیلی سے ساقط ہوگیا پس اگر جوڑ سے کاٹا اور جوڑ سے ساقط ہوا ہو تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر کوئی مفصل پر سے نہو تو قصاص نہ لیا جائیگا اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ مین فقط سقوط کی طرف دیکھتا ہون اصل جراحت کی طرف نہین دیکھتا ہون پس اگر سقوط جوڑ پر سے ہو تو قصاص لیا جائیگا ورنہ نہین اور امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اسمین قصاص نہین ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر عمداً ایک شخص کی انگلی قطع کی پس ہتھیلی شل ہوگئی تو انگلی کا قصاص نہوگا اور ہمارے اصحاب کے نزدیک ہاتھ کی دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر انگلی کا جوڑ قطع کیا اور ہتھیلی شل ہوگئی تو جسقدر شل ہوگئی ہی اُسکی دیت واجب ہوگی اور بالاتفاق قصاص نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک انگلی قطع کی اور اُسکے پہلو کی انگلی شل ہوگئی تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ امنین سے کسی بات مین قصاص نہوگا اور اُسپر دونون انگلی کی دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کا ارش واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص کی انگلی کاٹی اور اُسکے پہلو کی دوسری انگلی گر گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسمین سے کسی مین قصاص نہین ہی ولیکن دونون انگلیون کی دیت واجب ہوگی اور امام ابویوسف رح سے روایت ہی کہ پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ دونون کا قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی عمداً کاٹ ڈالی پھر مجروح دوسری انگلی پر انگل پڑی۔ تو بلاخلاف پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر کلمہ کی انگلی کا جوڑ کاٹا اور ضرب سے بیچ کی انگلی ساقط ہوگئی تو بیچ کی انگلی اور جوڑ کلمہ کی انگلی کا کاٹا جائیگا اور اگر کلمہ کی باقی انگلی شل ہوگئی اور بیچ کی انگلی گر گئی تو مین بیچ کی انگلی کا قصاص لونگا اور کلمہ کی انگلی کا قصاص نہ لونگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید نے عمر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید سے اُسکا قصاص لیا گیا پھر عمرو زخم مذکور سے مرگیا تو زید اُسکے قصاص مین قتل کیا جائیگا اور اگر زید اس قصاص سے مرگیا تو اُسکی دیت عمرو کی بدگار پدر کی پر واجب ہوگی یہ امام اعظم کا قول ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ عمرو پر کچھ واجب نہوگا یہ تبیین مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا پس اُسکو قتل کیا تو اُس سے دونون کا مواخذہ کیا جائیگا خواہ دونون جرم عمداً ہون یا خطاً ہون

۵۱ یعنی بلک ہی اور ترجمہ مختصر کا شعر یا ہاتھ کا جو مین انگلیان کاٹی ہون

یا ایک عمداً دوسرا خطاً ہو خواہ اول زخم اچھا جانے کے بعد دوسرا فعل ہوا ہو یا اچھا نہ ہوا ہو الا اُس صورت مین کہ دونون خطاسے ہون کہ اُنکے درمیان مین زخم سے صحت نہوئی ہو تو ایک ہی دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ عمداً کاٹا پھر اچھا ہونے سے پہلے اُسکو قتل کیا تو امام المسلمین کو اختیار ہے چاہے یون حکم دے کہ اسکا ہاتھ کاٹ کر پھر اسکو قتل کر دیا یون حکم فرماوے کہ اسکو قتل کر دو اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ قتل کیا جائیگا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک ہی شخص پر دو جنایتین کین پس اگر دونون کی جنس واحد ہو مثلاً دونون عمداً ہون یا دونون خطاً ہون اور نہ ظلوم مرگیا تو ہم ان دونون جنایتون کو ایک ہی اعتبار کرینگے اور اگر دونون جنایتون مین بیچ مین صحت ہوگئی ہو یا دونون مختلف ہون مثلاً ایک عمداً ہو دوسری خطاً ہو اور جنایت کرنے والا ایک ہو یا دو ہون تو ہر ایک پر اُسکے ذاتی فعل کا حکم ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک ظالم نے کسی شخص کا ہاتھ یا انگلی کاٹی پھر دوسرے ظالم نے اُسکا باقی ہاتھ کاٹا اور وہ مرگیا تو جان تلف کرنے کا قصاص دوسرے ظالم پر ہوگا اول پر نہوگا اور اول کا ہاتھ یا انگلی کاٹی جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جسمیں عمداً کاٹ ڈالنے مین قصاص واجب ہوتا یا نہوتا کتب ظاہرہ مین نہین پایا گیا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر پورا حشفہ یا اُسمیں سے کچھ کاٹ ڈالا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا تو قصاص نہوگا۔ محیط مین ہے۔ اور اگر تھوڑا ذکر کاٹ ڈالا تو قصاص نہین ہے اور اگر پورا ذکر کاٹ ڈالا تو اصل مین مذکور ہے کہ اسمین قصاص نہین ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اسمین قصاص ہے کذا فی الظہیریہ مگر ظاہر الروایۃ کا حکم صحیح ہے یہ مضمرات مین ہے۔ اصل مین فرمایا کہ اگر مولود کا ذکر کاٹ ڈالا پس اگر اُسکی صلاحیت ظاہر ہونے کی تھی یعنی بقدر وستادہ کرتا تھا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اگر خشف سے کاٹا ہووے اور اگر خطا سے کاٹا۔ تو پوری دیت واجب ہوگی اور جنبش سے یہ مراد ہے کہ پیشاب کرنے کے واسطے جنبش ہوتی ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر جنبش نہو تو حکومت عدل ہوگی جیسے خصی اور عنین کے آلہ مین ہوتی ہے کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الشہید حسام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ

پانچوان باب ۔ واقعہ قتل مین گواہی اور اقرار قتل اور مدعی لینے دلی جنایت کے قاتل کی طرف سے تصدیق کرنیکے بیان مین۔ اگر ایک شخص پر دو شخصون نے عمداً قتل کی گواہی دی تو وہ قید کیا جائیگا یہان تک کہ گواہون کا حال دریافت کیا جاوے اور اگر ایک شخص عادل نے گواہی دی تو بھی چند روز قید رکھا جائیگا پس اگر دوسرا گواہ لایا تو ثابت ہوگا ورنہ رہا کیا جائیگا اور اس حکم مین قتل عمد و خطا و شبہ عمد سب برابر ہین یہ شرح مبسوط مین ہے۔ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اسنے خطا سے میرے باپ کو قتل کر ڈالا ہے اور دعوی کیا کہ میرے گواہ شہر مین موجود ہین۔ اور درخواست کی کہ مدعا علیہ سے کفیل لیا جاوے تاکہ مین اسکے روبرو اپنے گواہ پیش کرون تو مدعا علیہ کو قاضی حکم فرمائیگا کہ تین روز کے واسطے کفیل دے اور اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین اور درخواست کی کہ جب تک گواہ لاون تب تک مدعا علیہ سے کفیل لیا جاوے تو قاضی اُسکے کفیل لینے کی درخواست قبول نفرمائیگا اور اگر عمداً قتل کرنے کا اقرار کیا اور کفیل لینے کی درخواست کی تو قاضی اس درخواست کو منظور نکریگا نہ گواہ قائم کرنے سے پہلے اور نہ اُسکے بعد لیکن گواہ قائم کرنے سے پہلے مدعی اُسکے ساتھ ساتھ رہیگا اور گواہ قائم کرنے کے بعد قاضی زجراً اُسکو قید رکھیگا پھر جب گواہون کی عدالت ثابت ہوجاوے اور اُنھون نے ایسے قتل کی گواہی دی جس سے قصاص واجب ہوتا ہے تو مدعی کی درخواست سے قاضی قصاص کا حکم فرمائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسکے

قتل کا اقرار کرنیکے بعد قاتل کا مکر ہوجانا

دو شخصون کا ایک شخص کے قتل کا اقرار کرنا

ایک شخص کا دو شخصون کے قتل کا اقرار کرنا

قتل کا اقرار کرنیکے بعد مقر کا مرتد ہوجانا

دوسرا ایک حاضر اور دوسرا غائب ہو پس حاضر نے اسکے مقتول ہونے کے گواہ قائم کیے تو قبول ہونگے اور اقدام قصاص نہوگا لیکن قاتل قید رکھا جائیگا پھر جب غائب آجاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تکلیف دی جائیگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ یہ تکلیف نہ دیجائیگی۔ اور اگر قتل بخطا ہو یا دونون کے باپ کا کسی شخص پر قرضہ ہو تو ایسی صورت مین غائب بالاجماع دوبارہ گواہ پیش نکریگا اور اس بات پر اجماع ہو کہ قاتل قید رکھا جائیگا اور اسپر بھی اجماع ہو کہ جب تک غائب نہ آجاوے تب تک قصاص کا حکم نہوگا۔ اسی طرح اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو اور وہ عمداً قتل کیا گیا اور ایک شریک غائب ہو تو اسمین بھی یہی تفصیلی حکم ہو یہ کافی مین ہو۔ اگر سب وارث ہوے اور اُنھون نے دو شخصون پر جنمین سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہو اپنے باپ کے خون کا دعوے کیا اور اُن دونون پر قتل عمد کے گواہ قائم کیے تو حاضر پر گواہون کی سماعت ہوکر اُسپر قصاص کا حکم دیا جائیگا اور غائب کے حاضر ہونے سے پہلے وہ قتل کیا جائیگا اور غائب پر یہ گواہ قبول نہونگے پھر اگر اُسنے حاضر ہوکر قتل سے انکار کیا تو وارث کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے ایک شخص کو تلوار سے مارا اور وہ برابر چارپائی پر پڑا رہا یہان تک کہ مرگیا تو اُسپر قصاص کا حکم ہوگا اور قاضی کو نچاہیے نہ قتل عمد مین نہ قتل خطا مین کہ گواہون سے یون دریافت کرے کہ آیا اسی زخم سے مرا ہی یا نہین لیکن اگر وہ لوگ یون گواہی ادا کرین کہ وہ اسی زخم سے مرا ہی تو اُنکی شہادت باطل نہوگی جائز ہوگی جبکہ گواہ عادل ہون۔ اور اگر دونون نے یون گواہی دی کہ اسنے اُسکو تلوار سے مارا یہان تک کہ وہ مرگیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ قتل عمد ہوگا لیکن اگر قاضی دریافت کرے کہ آیا عمداً ایسا کیا ہو تو اولیٰ ہو۔ اسی طرح اگر یون گواہی دی کہ اسنے اُسکو نیزہ سے یا اور کسان یا خرد سے مارا ہو تو بھی قتل عمد ہوگا یہ شرح مبسوط مین ہو۔ اور اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ اسنے کہا کہ خطاءً تلوار سے اُسکو قتل کیا ہو تو دونون کی گواہی قبول ہوگی اور قاتل کی مدگار ہو اوری پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور اگر دونون نے کہا کہ ہم یہ نہین جانتے ہین کہ اُسکو خطا سے قتل کیا ہو یا عمداً قتل کیا ہو تو ایسی گواہی قبول ہوگی اور دیت کا حکم قاتل کے مال سے دیا جائیگا اور گواہی مقبول ہونے کا حکم استحساناً ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر ایک گواہ نے ایک شخص پر خطا سے قتل کرنے کی گواہی دی اور دوسرے نے یون گواہی دی کہ قاتل نے ایسا اقرار کیا ہو تو یہ باطل ہو۔ اسی طرح اگر دونون نے قتل کی گواہی دی مگر جگہ اور وقت مین اختلاف کیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ مبسوط مین ہو۔ امام خواہرزادہ نے شرح دیات الاصل مین فرمایا کہ اگر دونون نے مکان مین اختلاف کیا پس اگر مکان مثل چھوٹی کوٹھری کے ہو پس ایک نے گواہی دی کہ مین نے قاتل کو اس جانب قتل کرتے دیکھا ہو اور دوسرے نے دوسری جانب قتل کرتے ہوے دیکھنے کی گواہی دی تو استحساناً گواہی قبول ہوگی یہ محیط مین ہو۔ اور اگر مقتول کے بدن مین جس جگہ زخم آیا ہو اُسمین اختلاف کیا تو گواہی باطل ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر ایک نے تلوار سے قتل کرنے کی اور دوسرے نے پتھر سے قتل کرنے کی گواہی دی حتےٰ کہ آلۂ قتل مختلف ہوگیا تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر ایک نے تلوار سے قتل کرنے کی اور دوسرے نے چھری سے قتل کرنے کی یا ایک نے پتھر سے اور دوسرے نے لاٹھی سے قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہوگی۔ اور اگر ایک نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے عمداً اُسکو تلوار سے قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے عمداً اُسکو چھری سے قتل کیا ہو اور مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے یون ہی اقرار کیا ہو جیسا گواہ بیان کرتے ہین لیکن درواقع مدعا علیہ نے نیزہ مارکر قتل کیا

پانچوین گواہی گواہ کے مجرم ثابت ہونے مین کافی نہین مین جب قتل اگر گواہ دوبارہ بلکو دوبارہ پیش ہون

تو گواہی جائز ہی اور قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام محمد رح سے ذکر کیا کہ اگر دونون میں سے ایک گواہ نے کہا کہ اُسنے تلوار سے یا لاٹھی سے قتل کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ قتل کیا ہی مگر مجھے معلوم نہین کہ کس چیز سے قتل کیا ہی تو ایسی گواہی قبول نہوگی اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے گواہی دی کہ اُسنے قتل کیا ہی اور کہا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ کس چیز سے قتل کیا ہی تو قیاساً ایسی گواہی مقبول نہوگی اور استحساناً مقبول ہوگی مگر قصاص کا حکم نہ دیا جائیگا بلکہ اُسکے مال سے دیت دلائی جاویگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون گواہون نے دو شخصون پر یون گواہی دی کہ ان دونون نے قتل کیا ہی ایک نے تلوار سے اور دوسرے نے لاٹھی سے مگر گواہ یہ نہین جانتے ہین کہ کسنے تلوار سے اور کسنے لاٹھی سے قتل کیا ہی تو دونون کی گواہی ناجائز ہوگی اسی طرح اگر دونون نے ایک شخص پر ایک اُنگلی کاٹنے کی اور دوسرے پر اسی ہاتھ کی دوسری اُنگلی کاٹنے کی گواہی دی مگر اُنکو یہ تمیز نہین ہی کہ اس اُنگلی کا کاٹنے والا کون ہی اور دوسری کا کون ہی تو بھی گواہی ناجائز ہی اسی طرح اگر دونون نے خطا سے جنایت کرنے کی گواہی دی تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے عمداً جوڑ پر سے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہی اور ایک گواہ نے گواہی دی کہ اسنے عمداً جوڑ پر سے اُسکا پانون کاٹ ڈالا ہی پھر بالاتفاق گواہی مین بیان کیا کہ مجروح اس زخم سے برابر چارپائی پر لگ گیا یہان تک کہ مر گیا اور ولی اس سب کا مدعی ہی تو مین قاتل پر اُسکے مال سے نصف دیت کی ڈگری کرونگا اسی طرح اگر پانون کاٹنے پر دو گواہون نے گواہی دی مگر دونون گواہون کی عدالت ثابت نہوئی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر ہاتھ کے دونون گواہون اور پانون کے دونون گواہون مین سے ایک ایک گواہ کی عدالت ثابت ہوئی تو قاتل سے کچھ مواخذہ نکیا جائیگا اور اگر دونون قسم کے گواہان مین سے سب گواہون کی عدالت ظاہر ہوگئی تو قاطع پر قصاص کا حکم دونگا اور اگر ولی نے یہ درخواست کی کہ ہاتھ دیا پانون کا قصاص لیوے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ ہادی مین ہی۔ اور اگر ایسے دو گواہون نے یون گواہی دی کہ اسنے جوڑ پر سے عمداً اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر عمداً اُسکو قتل کیا تو وارث کو اختیار ہوگا کہ پہلے اُس سے ہاتھ کا قصاص لے پھر اُسکو قتل کرے اور اگر قاضی نے اُسکو حکم دیدیا کہ اسکو قتل کردے ہاتھ کا قصاص نہ لے تو یہی بہتر ہی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی۔ اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اُسکو ہاتھ کا قصاص لینے کی اجازت نہ دیگا بلکہ اُسکو قتل کرڈالنے کا حکم دیگا اور اگر دونون جنایتون مین سے ایک خطا سے ہو اور دوسری عمداً ہو تو دونون کے واسطے ماخوذ ہوگا پس اگر ہاتھ کاٹنا خطا سے ہو تو ہاتھ کی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور وہ قصاص مین قتل کیا جائیگا اور اگر دوسری خطا سے ہو تو ہاتھ کا اُسپر قصاص واجب ہوگا اور جان تلف کرنے کی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر خطا سے ایک آدمی کے قتل کرنے کی گواہی دی اور دیت کا حکم دیا گیا پھر جسکے مقتول ہوجانے کی گواہی دی ہی وہ زندہ نظر آیا تو مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے دل سے تاوان لے یا گواہون سے پھر گواہ اُسکو دل سے واپس لینگے اور اگر عمداً قتل کی گواہی دی ہو اور جسپر گواہی دی ہی وہ قتل کیا گیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دی ہی وہ زندہ موجود ہوا تو وارثون کو اختیار ہوگا چاہین دل سے دیت تاوان لین یا گواہون سے پس اگر گواہون سے تاوان لی تو امام اعظم رح کے نزدیک دل سے واپس نہین لے سکتے ہین اور صاحبین رح کے نزدیک جیسے خطا کی صورت مین ہی ویسے ہی واپس لینگے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر خطا یا عمد کی صورت مین گواہون نے اسطرح گواہی دی ہو کہ اس قاتل نے ایسا اقرار کیا ہی تو مقتول کے زندہ موجود ہونے کی صورت مین گواہون پر ضمان نہوگی لفظا

ولی پر دونوں صورتوں مین ضمان ہوگی - اسی طرح اگر دو گواہون نے قتل خطا کی دو گواہون کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے مدرگار برادری پر دیت کا حکم دیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو فرع پر ضمان واجب نہوگی لیکن ولی اُس دیت کو مدرگار برادری پر جس سے لی ہو واپس کریگا اور اگر گواہان اصول نے اگر فرع کو گواہ کرنے سے انکار کیا تو اُنکا انکار فرع کے حق مین صحیح نہوگا حتے کہ اُنپر ضمان واجب نہوگی اور اصول پر بھی ضمان واجب نہوگی اور اگر اصول نے کہا کہ ہمنے ان فرع کو جھوٹ بات پر گواہ کیا تھا حالانکہ ہم اوسوقت جانتے تھے کہ ہم جھوٹے ہین تو امام ابوحنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونون ضامن نہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک مدرگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے گواہان اصول سے تاوان لے یا ولی سے ضمان لے پس اگر اصول سے تاوان لیا تو وہ ولی سے واپس لینگے اور اگر ولی سے تاوان لیا تو کسی سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے - زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ اسنے میرے موکل کو موضحہ زخم پہونچایا اور وہ اس زخم سے مرگیا ہے پس دو گواہون نے موضحہ زخم کی اور اُس سے اچھے ہوجانے کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اور موضحہ کے قصاص کا حکم دیا جائیگا اسی طرح اگر ایک گواہ نے موضحہ زخم کی سرایت کی اور دوسرے نے صحت کی گواہی دی تو بھی موضحہ زخم سر کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ دونون اس بات پر متفق ہین کہ اگر مدعی نے صحت کا دعوی کیا تو جسنے سرایت کی گواہی دی ہے اُسکی گواہی باطل ہوگی یہ شرح زیادات عتابی مین ہے - اور اگر زخم سر پر نسبت موضحہ کے کم ہو تو ہدون سرایت پائی جانے کے مدرگار برادری اُسکے ارش کی متحمل نہوگی - جیسے ساق وغیرہ ہوتا ہے پس اگر ولی نے دعوی کیا کہ وہ اس زخم سے مرگیا ہے اور میرے واسطے مدرگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور دو گواہ لایا جسمین سے ایک نے ویسے ہی گواہی دی جیسا مدعی دعوی کرتا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ اس سے اچھا ہوگیا ہے تو زخم سر ثابت ہونے کے واسطے گواہی مقبول ہوگی اور جنایت کنندہ کے مال سے ارش دینے کا حکم دیا جائیگا اسی طرح اگر میت کسی شخص کا غلام ہو اور اُسکے مولے نے دعوی کیا کہ جنایت کنندہ نے اُسکے سر مین عمداً زخم لگایا اور وہ اس زخم سے مرگیا ہے اور میرے واسطے قصاص واجب ہوا ہے اور دو گواہ لایا جسمین سے ایک نے ایسی گواہی دی جیسا مدعی دعوی کرتا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ اس زخم سے اچھا ہوگیا ہے تو قاضی اس زخم سر کے ارش کو جنایت کرنے والے کے مال سے ادا کرنے کا حکم دیگا یہ محیط مین ہے اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسنے دو بیٹے چھوڑے پس ایک بیٹے نے ایک شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے نے اُس شخص پر اور ایک دوسرے شخص پر گواہ پیش کیے کہ ہمارے باپ کو ان دونون نے عمداً قتل کیا ہے تو قصاص نہوگا اور پہلے مدعی نے جسپر گواہ قائم کیے ہین اُس سے نصف دیت پاویگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو بیٹے چھوڑے جسمین سے ایک نے زید پر یہ گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے بیٹے نے عمرو پر یہ گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو خطا سے قتل کیا ہے تو دونون مین سے کسی پر قصاص کا حکم نہوگا اور قتل عمد کے مدعی کے واسطے جسپر اُسنے گواہ قائم کیے ہین اُس مدعا علیہ کے مال سے آدھی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا اور جو شخص قتل خطا کا مدعی ہے اُسکے واسطے اُسکے مدعا علیہ کی مدرگار برادری پر آدھی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا یہ محیط مین ہے - اگر ایک شخص مرا اور اُسنے دو بیٹے اور ایک موصی لہ چھوڑا پھر ایک بیٹے نے دعوی کیا کہ زید نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور اُسپر گواہ قائم کیے اور دوسرے

ف ۱ فرع دو گواہ کیساتھ قرار - جو اصل کی گواہون کی گواہی پر گواہ ہون جو اصل کی گواہی پر گواہ ہون ان ۱۲ منہ

اسی زید پر یا دوسرے شخص پر دعوی کیا کہ اسنے خطا سے میرے باپ کو قتل کیا ہی اور اسپر گواہ قائم کیے پس اگر موصی لہ نے مدعی خطا کی تصدیق کی تو مدعی خطا اور موصی لہ کے نام دو تہائی دیت کا قاتل کی مدد گار برادری پر تین سال مین ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا اور قتل عمد کے مدعی کے نام مال قاتل سے تہائی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا اور اگر موصی لہ نے مدعی عمد کی تصدیق کی ہو تو مدعی خطا کے نام قاتل کی مدد گار برادری پر تہائی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا اور نصف کی تہائی موصی لہ کے نام اور نصف کی دو تہائی دیت کا مدعی عمد کے نام مال قاتل سے ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا اور اگر موصی لہ نے ان دونون کی تکذیب کی تو اسکو کچھ نہ ملیگا اسی طرح اگر دونون کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ مجھے نہین معلوم ہی کہ عمداً قتل کیا گیا ہی یا خطا سے تو اسکا حق باطل نہوگا تہی اگر اسنے کسی ایک معین کی تصدیق کی تو اسکے نام بھی ڈگری ہوگی جسطرح کہ ہمنے ذکر کیا ہی اور اگر سوا ے موصی لہ کے تیسرا بیٹا ہو تو جو کچھ حکم ہمنے ذکر کیا ہی سب صورتون مین وہی حکم ہوگا سوا ے ایک صورت کے وہ یہ ہی کہ تیسرے بیٹے نے اگر مدعی عمد کے قول کی تصدیق کی تو دونون کے نام دو تہائی دیت کا حکم ہوگا اور موصی لہ کی صورت مین دونون کے نام نصف دیت کا حکم دیا گیا تھا۔ پھر جس صورت مین ایک کے واسطے مدد گار برادری پر اور دوسرے کے واسطے مال قاتل سے ادا کرنے کا حکم ہوا ہی اگر ایک کا حق وصول ہو جاوے اور دوسرے کا ڈوب جاوے تو جسکا ڈوب گیا ہی اسکو یہ اختیار نہوگا کہ جسکا حق وصول ہوا ہی اسمین شریک ہو جاوے یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ ایک شخص مر گیا ہی اسکے دو بیٹے ہین انمین سے بڑے نے چھوٹے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور چھوٹے نے ایک اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہی تو بڑے کے نام چھوٹے پر نصف دیت کی اور چھوٹے کے نام اجنبی پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر قتل خطا کا دعوے ہو تو بڑے کے واسطے چھوٹے پر دیت کا اور اگر عمداً قتل کا دعوی ہو تو بڑے کے واسطے چھوٹے پر قصاص کا حکم ہوگا۔ اور اگر ہر ایک بیٹے نے دوسرے پر گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے دوسرے پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور دونون مسلمون مین مقتول کی میراث دونون بیٹون کو ملیگی یہ کافی مین ہی۔ اگر تین بیٹے ہون اور فرض کرو کہ ان تینون کے نام عبداللہ و زید اور عمرو ہین پس عبداللہ نے زید پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور زید نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور عمرو نے عبداللہ پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا تو سب کے گواہ بالاجماع قبول ہونگے اور بالاجماع کسی پر قصاص نہوگا پھر امام اعظم رح کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اسکے مدعا علیہ پر اسکے مال سے تہائی دیت کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہوا اور اگر قتل خطا ہو تو اسکی مدد گار برادری پر تہائی دیت کا حکم ہوگا۔ اور میت کی میراث ان سب مین تین تہائی تقسیم ہوگی۔ اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اسکے مدعا علیہ پر نصف دیت کا حکم ہوگا۔ اور میت کی میراث صاحبین رحمہ اللہ کے قول پر بھی ان سب مین تین تہائی تقسیم ہوگی۔ اور اگر عبداللہ نے زید و عمرو دونون پر گواہ قائم کیے کہ ان دونون نے باپ کو عمداً یا خطاً قتل کیا ہی اور زید و عمرو نے عبداللہ پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو عمداً یا خطاً قتل کیا ہی تو صاحبین رح کے نزدیک دونون فریق کی گواہیان ساقط کر دی جاوینگے اور ان سب مین وراثت تین تہائی رہیجائیگی۔ اور بنا بر قول امام اعظم رح کے عبداللہ کے واسطے زید و عمرو پر درصورت قتل عمد کے ان دونون کے

مال سے نصف دیت کی اور درصورت دعوی خطا کے دونون کی مددگار برادری پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور زید وعمرو کے واسطے عبداللہ پر درصورت قتل عمد کے اُسکے مال سے نصف دیت کی اور درصورت قتل خطا کے اُسکی مددگار برادری پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور جسقدر میراث ہو وہ نصف عبداللہ کو اور نصف زید وعمرو کو ملیگی ۔ اور اگر عمرو نے زید پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور زید نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور ان دونون مین سے کسی نے عبداللہ پر کچھ گواہ پیش نکیے تو عبداللہ سے کہا جائیگا کہ تو اس مقدمہ مین کیا کہتا ہے پس اس مسئلہ مین تین صورتین ہین یا تو عبداللہ ان دونون مین سے کسی خاص پر قتل کا دعوی کریگا یا دونون مین سے کسی پر دعوے نکریگا یا دونون پر دعوی کریگا کہ ان دونون نے باپ کو قتل کیا ہے پس اگر خاص ایک پر قتل کا دعوی کیا اور فرض کرو کہ عمرو پر دعوے کیا تو امام اعظم رح کے قول پر عمرو پر تین چوتھائی دیت کی ڈگری ہوگی اور یہ مال زید وعبداللہ کے درمیان نصفا نصف ہوگا پس اگر قتل عمد ہو تو عمرو کے مال سے اور اگر خطاء ہو تو اُسکی مددگار برادری سے دیجائیگی اور عمرو کے واسطے زید پر چوتھائی دیت کی ڈگری ہوگی پس اگر قتل عمد ہو تو زید کے مال سے اور اگر خطاء ہو تو اُسکی مددگار برادری سے دلائی جاویگی ۔ اور میراث مین سے نصف عبداللہ کو اور نصف زید وعمرو کو ملیگی ۔ پھر جو زید کے واسطے واجب ہوا ہے وہ اُس مال مین جو عبداللہ کے واسطے واجب ہوا ہے ملایا جائیگا اور دونون مین تقسیم کیا جائیگا ۔ اور امام ابو یوسف وامام محمد رح کے قول پر عبداللہ کے واسطے عمرو پر قصاص کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہوا اور اگر خطا سے ہو تو اُسکی مددگار برادری پر دیت کا حکم ہوگا اور یہ مال زید وعبداللہ کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا اور میراث بھی ان دونون کے درمیان مساوی تقسیم ہوگی ۔ اور اگر عبداللہ نے ان دونون مین سے کسی پر قتل کا دعوی نکیا مثلاً کہا کہ ان دونون مین سے کسی نے قتل نہین کیا ہے تو بنا بر قول امام اعظم رح کے زید کے واسطے عمرو پر چوتھائی دیت کا اور عمرو کے واسطے زید پر چوتھائی دیت کا حکم دیا جائیگا پس اگر قتل عمد ہو تو ہر ایک کے مال سے ہوگا اور اگر قتل خطا ہو تو ہر ایک کی مددگار برادری پر ہوگا اور دیت مین سے عبداللہ کو کچھ نہ ملیگا اور میراث ان سب مین تین تہائی ہوگی اور امام ابو یوسف رح وامام محمد رح کے نزدیک ایسی صورت مین کچھ حکم نہ دیا جائیگا نہ دیت کا اور نہ قصاص کا اور میراث ان سب مین تین تہائی ہوگی اور اگر عبداللہ نے ان دونون پر قتل کا دعوی کیا کہ تم دونون نے باپ کو قتل کیا ہے تو بنا بر قول امام اعظم رح کے عبداللہ کیواسطے کچھ دیت کا حکم نہوگا اور ان دونون مین سے ہر ایک کیواسطے دوسرے پر چوتھائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث مین سے نصف عبداللہ کو اور نصف زید وعمرو کو ملیگی اور صاحبین کے قول پر زید وعمرو کی گواہی ساقط کردیجاوینگی اور عبداللہ کے گواہ نہین ہین پس اسکے نام کچھ حکم دیت کا نہوگا اور میراث ان سب مین تین تہائی ہوگی یہ محیط مین ہے ۔ اور اگر بیٹا وبھائی چھوڑا اور ہر ایک نے دوسرے پر دعوے کیا تو بھائی کے گواہ نہونگے اور اسپر ڈگری کیجائیگی اور اگر یہان دو بیٹے ہون اور ہر ایک نے دوسرے پر گواہ قائم کیے اور بھائی نے کسی ایک کی تصدیق کی تو اسپر التفات نکیا جائیگا یہ کافی مین ہے ۔ اور اگر ہر ایک بیٹے کے دوسرے پر قاتل ہونے کے گواہ قائم کرنے کے بعد بھائی نے گواہ دیے کہ ان دونون نے قتل کیا ہے تو امام ابو یوسف رح وامام محمد رح کے نزدیک بھائی کے گواہ قبول ہونگے اور میراث اُسی کو ملیگی پس اگر قتل عمد ہو تو دونون بیٹے قتل کیے جاوینگے اور اگر قتل خطا ہو تو اُنکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اس مسئلہ مین امام اعظم رح کا قول ذکر نہین کیا اور اُنکے قول کے بنا پر چاہیے کہ بھائی کے گواہ قبول نہون اور میراث دونون بیٹون مین مشترک ہو اور ہر ایک کے واسطے دوسرے پر نصف دیت

واجب ہوا اور اگر اُسنے تین بیٹے چھوڑے جسمین سے دو بیٹون نے تیسرے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور تیسرے نے کسی اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہے تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک قتل دونون بیٹون کے گواہ قبول ہوکر تیسرے بیٹے پر قصاص کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہو اور اگر قتل خطا ہو تو اُسکی مددگار برادری پر دیت کا حکم ہوگا اور تیسرے بیٹے کو میراث مین سے کچھ نہ ملیگا اور تمام میراث دونون بیٹون مین جو مدعی تھے تقسیم ہوگی - اور امام اعظم رح کے نزدیک دونون بیٹون کے گواہون کو تیسرے بیٹے کے گواہون پر ترجیح نہوگی پس دونون کیواسطے تیسرے پر دو تہائی دیت کا حکم ہوگا پس اگر قتل عمد ہو تو اُسکے مال اور اگر قتل خطا ہو تو اُسکی مددگار برادری سے وصول کیجائیگی اور تیسرے کیواسطے اجنبی پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث ان تینون مین تین تہائی ہوگی اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسنے تین بیٹے چھوڑے پس بڑے بیٹے نے دریانی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور دریانی نے چھوٹے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے ایک اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک ہر ایک مدعی کیواسطے اُسکے مدعا علیہ پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث ان سب مین تین تہائی ہوگی - اور بنا بر قول صاحبین رح کے بڑے بیٹے کیواسطے دریانی پر نصف دیت کا اور دریانی کیواسطے چھوٹے پر نصف دیت کا حکم ہوگا اور چھوٹے کیواسطے اجنبی پر کچھ حکم نہوگا اور میراث بڑے اور دریانی کیواسطے انصافا نصف ہوگی اور چھوٹے کو محروم کیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اگر دو شخص ہون مین سے ہر ایک نے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص کو قتل کیا ہے اور ولی مقتول دعوی کرتا ہے کہ تم دونون نے اُسکو قتل کیا ہے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونون کو قصاص مین قتل کرے اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے مقتول کو قتل کیا ہے اور دوسرے گواہون نے ایک شخص دیگر پر مقتول کے قتل کرنیکی گواہی دی اور ولی نے دعوی کیا کہ تم سب نے اُسکو قتل کیا ہے تو یہ سب باطل ہوگیا یہ ہدایہ مین ہے - نوادر ہشر مین امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ولی کو عمدا قتل کیا ہے پس اُسنے تصدیق کرکے اُسکو قتل کیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے کہا کہ مین نے اسکو عمدا قتل کیا ہے تو ولی کو اختیار ہے کہ اسکو بھی قصاصا قتل کرے اور اگر ایسا ہو کہ اول کے اقرار کے وقت ولی نے کہا ہو کہ تو نے تنہا اسکو قتل کیا ہے پھر اسکو قصاص مین مار ڈالا پھر دوسرا شخص آیا - اور اسنے کہا کہ بلکہ مین نے اُسکو تنہا قتل کیا ہے تو اُسپر اُس شخص کی جسکو اُسنے قتل کیا ہے دیت واجب ہوگی اور دوسرے پر اُسکی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے - اگر ایک شخص نے زید کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اور زید کے ولی نے عمدا قتل کا دعوی کیا تو ولی کو استحسانا قاتل کے مال سے دیت دلائی جائیگی یہ مبسوط مین ہے - اور اگر قاتل نے قتل عمد کا اقرار کیا اور ولی مقتول نے خطا سے قتل کرنے کا دعوی کیا تو وارثان مقتول کو کچھ نہ ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - پھر اسکے بعد اگر ولی نے قاتل کی تصدیق کی اور کہا کہ تو نے اُسکو عمدا قتل کیا ہے تو قاتل پر اُسکی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے دو آدمیون پر دعوی کیا کہ ان دونون نے میرے مورث کو عمدا دھار دار آلہ سے قتل کیا ہے پھر ایک نے اُسکے عمدا قتل کر ڈالنے کا اقرار کیا اور دوسرے پر دو گواہون نے تنہا عمدا قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہوگی اور ولی کو اختیار ہوگا کہ مقر کو قصاصا قتل کرے اور اگر قتل خطا ہو تو مقر پر نصف دیت واجب ہوگی اور جسپر گواہون نے گواہی دی ہے اُسپر کچھ نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے - اگر دو مدعا علیہ مین سے ایک نے اقرار کیا کہ مین نے اُسکو تنہا عمدا قتل کیا ہے اور دوسرے نے قتل سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہین ہین تو مدعی کو مقر کے قتل کا اختیار ہوگا یہ محیط مین ہے - اگر دو شخصون پر قتل عمد کا دعوی کیا اور ایک نے عمدا قتل کرنے کا اور دوسرے نے

خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا تو دونون پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - امام محمد رحمہ نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص نے دو شخصون پر دعوی کیا کہ ان دونون نے میرے ولی کو عمداً قتل کیا ہی اور میرا ان دونون پر قصاص چاہیے ہی پس دونون مین سے ایک نے کہا کہ تو نے سچ دعوی کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے اُسکو خطاءً لاٹھی سے مارا ہی تو ولی مقتول کے واسطے دونون پر دونون کے مال سے تین سال مین دیت کا حکم ہوگا - اور یہ جواس مقام پر مذکور ہی یہ استحسان ہی - اور اگر اس صورت مین ولی نے خطا کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے قتل عمد کا اقرار کیا تو کچھ دیت وغیرہ کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر ولی نے اس صورت مین قتل خطا کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُسکے دعوے کے موافق قتل خطا کا اقرار کیا تو دیت واجب ہوگی اور اگر ولی نے دونون پر اس صورت مین خطا سے قتل کرنے کا دعوی کیا اور ایک مدعا علیہ نے قتل عمد کا اور دوسرے نے قتل خطا کا اقرار کیا تو یہ صورت اور جس صورت مین دونون نے قتل خطا کا اقرار کیا ہی دونون یکسان ہین یہ محیط مین ہی - اور اگر دونون پر قتل عمد کا دعوی کیا پس ایک نے کہا کہ ہمنے اُسکو عمداً قتل کیا ہی اور دوسرے نے بالکل قتل کرنے سے انکار کیا تو اقرار کرنے والا قصاصاً قتل کیا جائیگا اور اگر اس صورت مین مدعی قتل خطا کا دعوی کرتا ہو تو کچھ واجب نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اور فلان شخص نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہی اور فلان شخص نے کہا کہ ہمنے اُسکو خطا سے قتل کیا ہی اور ولی نے ہر قتل عمد سے کہا کہ تو نے اُسکو تنہا عمداً قتل کیا ہی تو ولی کو اختیار ہوگا کہ ہر کو قصاصاً قتل کرے اور اگر ولی نے اس صورت مین خطا سے قتل کا دعوی کیا ہو تو کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر دونون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے عمداً اُسکا ہاتھ کاٹا اور فلان شخص نے عمداً اُسکا پانون کاٹا پس اُس صدمہ سے وہ مرگیا اور ولی نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے ہی عمداً اُسکا ہاتھ و پانون کاٹا ہی اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو مقر کو ولی قتل کرسکتا ہی اور اگر ولی نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے عمداً اُسکا ہاتھ کاٹا ہی اور مین نہین جانتا ہون کہ اُسکا پانون کس نے کاٹا ہی تو مقر قتل نہ کیا جائیگا لیکن اگر ابہام زائل ہوجاوے مثلاً اُسنے کہا کہ مجھے یاد آگیا کہ فلان شخص نے عمداً اُسکا پانون کاٹا ہی تو اُسکو مقر کے قتل کردینے کا اختیار ہوگا اور یہ عذر ہوگا جسکے کہ اگر مبہم کردینے کے وقت قاضی نے اِسکے حق باطل ہونے کا حکم دیدیا پھر اسنے یاد کرکے بیان کیا تو اسکا حق عود نکریگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی - ایک شخص مقتول کے دونون ہاتھ کٹے ہوئے ہین اُسکے وارث نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے اسکا دایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور فلان شخص نے اسکا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور دونون کے زخم سے وہ مرگیا ہی پس جسپر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوی ہی اُسنے کہا کہ مین نے عمداً اُسکا بایان ہاتھ کاٹا ہی اور وہ اسی زخم سے خاصتہ مرگیا ہی اور دوسرے نے اُسکے قطع کرنے سے انکار کیا تو مدعی کو مقر کے قتل کرڈالنے کا اختیار ہوگا - اور اگر ولی نے کہا کہ فلان شخص نے اُسکا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور مجھے دریافت نہین ہی کہ اُسکا دایان ہاتھ کسنے کاٹا ہی لیکن یہ جانتا ہون کہ وہ بھی عمداً کاٹا گیا ہی اور مقتول ان دونون زخمون سے مرگیا ہی اور جسپر مدعا علیہ پر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوے ہی اُسنے کہا کہ مین نے اُسکا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور وہ اسی زخم سے خاصتہ مرگیا تو مقر پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ولی نے کہا کہ فلان شخص نے اسکا بایان ہاتھ عمداً اور فلان شخص نے دایان ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا ہی اور جسپر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوی ہی اُسنے کہا کہ مین نے عمداً اُسکے بائین ہاتھ کو کاٹا ہی اور مین یہ نہین جانتا ہون کہ دایان ہاتھ کسنے کاٹا ہی لیکن یہ جانتا ہون کہ دایان بھی عمداً کاٹا گیا ہی اور وہ اسی

سے مرگیا ہو تو مقرر پر قصاص نہوگا اور استحسانًا اُسپر نصف دیت واجب ہوگی اور قیاسًا اُسپر کچھ دیت بھی لازم نہوتی ہے یہ محیط مین ہو۔

چھٹا باب ۔ صلح وعفو واسمین ادا سے شہادت کے بیان مین ۔ باپ کو اختیار ہو کہ اپنے بیٹے کی جان تلف ہونے سے کم جنایت مین صلح کرلے اور جان تلف ہونے سے صلح کرنے مین روایات مختلف ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اگر قاتل وادلیاء مقتول نے کسی قدر مال پر باہم صلح کرلی تو قصاص ساقط ہوجائیگا اور مال واجب ہوگا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اگر انھون نے میعاد سے ادا کرنے یا فی الحال ادا کرنے کا کچھ ذکر نکیا تو وہ مال فی الحال واجب الادا ہوگا یہ ہدایہ مین ہو۔ اور اگر قتل خطا ہو اور کہا کہ مین نے تجھسے ہزار دینار یا دس ہزار درہم پر صلح کی اور اسکے ادا کرنے کو اسنے کوئی میعاد مقررہ کی پس اگر ایسی صلح قبل حکم قاضی کے اور قبل اسکے کہ دونون باہم کسی نوع دیت پر راضی ہون واقع ہوئی ہو تو یہ مال موجل یعنے میعادی ہوگا یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور اگر قاتل ایک آزاد اور ایک غلام ہو اور آزاد نے اور غلام کے مولی نے ایک شخص کو قتل کیا کہ ان دونون پر جو خون ہو اُس سے ہزار درہم پر صلح کرے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ ہزار درہم مولاے غلام و آزاد پر نصفا نصف ہونگے یہ ہدایہ مین ہو۔ پھر واضح ہو کہ قتل خطا کی صورت مین جب صلح واقع ہوئی پس اگر کسی نوع دیت کا حکم ہونے یا کسی نوع دیت پر دونون کی باہمی رضامندی ہونے کے بعد صلح ہوئی پس اگر اُسی نوع دیت پر صلح ہوئی جسکا قاضی نے حکم دیا یا جسپر دونون باہم راضی ہوچکے ہین یا صلح مقدار دیت سے زائد پر واقع ہوئی تو جائز نہین ہو۔ اور اگر جسقدر قاضی نے حکم دیا ہو اُس سے کم مقدار پر صلح واقع ہوئی تو جائز ہو خواہ نقد ہو یا اُدھار ہو۔ اور جس نوع کا حکم قاضی نے دیا ہو اگر اُسکے خلاف جنس پر صلح واقع ہوئی حالانکہ جسقدر کا حکم قاضی نے دیا ہو اُس سے زیادہ پر صلح ٹھہرائی تو جائز ہو لیکن اگر قاضی نے دراہم کا حکم دیا ہو اور باہم دینارون پر صلح کرلی تو صلح جبھی جائز ہوگی جب ہاتھون ہاتھ نقد ہو اور اگر گھوڑے یا گدھے یا غلام پر صلح کرلی پس اگر وہ غیر معین ہو تو نہین جائز ہو اور اگر معین ہو تو جائز ہو اگرچہ مجلس صلح مین اُسپر قبضہ نہووے۔ اور جسقدر کا حکم ہوا ہو اگر اُس سے کم پر صلح کی پس حکم قضا و مال صلح مین کوئی درہم و کوئی دینار ہو تو جب تک نقد ہاتھون ہاتھ نہ دے تب تک صلح جائز نہوگی اور اگر وہ مال جسکا حکم ہوا تھا وہ دراہم ہون اور جسپر صلح ٹھہری ہو وہ عروض ہو پس اگر اُدھار ہو تو نہین جائز ہو اور اگر معین ہو تو جائز ہو خواہ اُسکا مطلب مین قبضہ ہو جاوے یا نہو۔ یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہو اُسوقت ہو کہ جب (یعنے غیر معین ۱۲) دونون نے بعد حکم قاضی وباہمی رضامندی کے صلح کی ہو اور اگر حکم قضاء و باہمی رضا سے پہلے دونون نے صلح ٹھہرائی پس اگر ایسے مال پر صلح ٹھہرائی جو دیت مین معروض کیا گیا ہو پس اگر وہ مال مقدار دیت سے زائد ہو تو صلح جائز نہین ہو اگرچہ ہاتھون ہاتھ دیا جاوے اور اگر دس ہزار درہم یا ہزار دینار یا سو اونٹ سے کم پر صلح واقع ہوئی تو یہ جائز ہو خواہ نقد ہو یا اُدھار ہو۔ اور اگر کسی دوسری جنس پر جو دیت مین معروض نہین ہو صلح واقع ہوئی پس اگر غیر معین اُدھار ہو تو نہین جائز ہو اور اگر معین ہو تو جائز ہو یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص عمدًا قتل کیا گیا اور اُسکے دو ولی ہین۔ پس دونون مین سے ایک نے قاتل سے بچاس ہزار درہم پر پورے خون سے صلح کی تو بقدر اُسکے حصے کے پچیس ہزار درہم پر صلح جائز ہوگی اور دوسرے کو نصف دیت ملیگی تو پانچ ہزار درہم ملینگے۔ اور امام اعظم رحمہ سے روایت ہو کہ دیت سے زیادہ مال پر صلح کرنا باطل ہو۔ اور ہر ایک کے واسطے نصف دیت کے پانچ ہزار درہم واجب ہونگے۔ مگر مشہور روایت وہی ہو جو ہمنے پہلے ذکر کی ہی یہ ظہیریہ مین ہو

(یعنے صلح کرنا جائز ہو ۱۲)

اور وارثان مقتول مین سے مرد یا عورت یا مان یا دادی یا نانی وغیرہ یا انکے سوائے عورتون مین سے جنسے قصاص ساقط کردیا یا مقتول عورت ہی اور اُسکے شوہر نے قصاص معاف کردیا تو پھر قصاص کی کوئی راہ نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر شریکون مین سے کسی وارث نے اپنے حصہ سے کسی قدر مال پر صلح کرلی یا عفو کردیا تو قصاص سے باقیون کا حق ساقط ہوگیا مگر اُنکو دیت مین سے اُنکا حصہ ملیگا اور عفو کرنے والے کے واسطے کچھ مال واجب نہوگا۔ اور اگر حق قصاص دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک نے قاتل کو عفو کردیا تو دوسرے کو تین سال مین مال قاتل سے نصف دیت ملیگی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر دو وارثون مین سے ایک نے عفو کیا اور دوسرے کو معلوم ہوا کہ اب قاتل کو قتل کرنا حرام ہی مگر اُسنے قتل کیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اور قاتل کے مال سے اُسکو نصف دیت ملیگی اور اگر حرام ہونے سے آگاہ نہو تو اُسکے مال سے اُسپر دیت واجب ہوگی خواہ عفو سے واقف ہوا ہو یا نہوا ہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو عمداً قتل کیا اور دونون کا ولی ایک شخص ہی پس اُسنے ایک کا قصاص معاف کردیا تو اُسکو دوسرے کے عوض قاتل کو قتل کرنے کا اختیار نرہیگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ ولیکن محیط سرخسی مین لکھا ہی کہ دو قاتلون مین سے اگر ایک کو ولی نے عفو کیا تو دوسرے کو قتل کرسکتا ہی انتہے **قال المترجم** وہو الظاہر۔ اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو قتل کیا اور ہر ایک کا ایک ولی ہی پس ایک ولی نے اُسکو معاف کیا تو دوسرے ولی کو اختیار ہوگا کہ اُسکو قصاصاً قتل کرے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر مجروح کے مرجانے سے پہلے ولی نے قاتل کو عفو کیا تو استحساناً جائز ہی اور قیاساً وہ قتل کیا جائیگا اور اگر ولی نے قاتل کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکو معاف کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا اور صاحبین اسمین خلاف کرتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور ولی کے واسطے قاتل سے قصاص لینے کا حکم دیا گیا پھر ولی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ قاتل کو قتل کرے پھر ایک شخص نے ولی سے درخواست کی کہ قاتل کو عفو کردے پس اُسنے عفو کیا پھر امور نے قاتل کو قتل کردیا اور اُسکو عفو کرنے کا حال معلوم نہوا تو فرمایا کہ مامور پر دیت واجب ہوگی اور وہ مال دیت کو حکم دہندہ سے واپس لیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر نابالغ کا خون اُسکے ولی یا وصی نے معاف کیا تو جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور اُسکے بھائی نے گواہ قائم کیے کہ مین اُسکا وارث ہون میرے سوائے کوئی اُسکا وارث نہین ہی اور قاتل نے گواہ پیش کیے کہ مقتول کا ایک بیٹا موجود ہی تو قاضی اُسکے بھائی کے گواہون پر حکم نہ دیگا بلکہ تاخیر کریگا اور اگر قاتل نے گواہ قائم کیے کہ مقتول کا ایک بیٹا ہی وہ اسکا وارث ہوا اور اُسنے مجھسے دیت پر صلح کرکے وصول کرلی ہی یا اس امر کے گواہ دیے کہ بیٹے نے مجھے معاف کردیا ہی تو قاتل کے گواہ قبول ہونگے پھر اگر اُسکے بیٹے نے آکر صلح سے اور عفو سے انکار کیا تو قاتل کو حکم دیا جائیگا کہ بیٹے کے روبرو گواہ دوبارہ سناوے اور فقط ان گواہون پر جو قاتل نے بمقابلۂ بھائی کے پیش کیے تھے بیٹے پر حکم نہ دیگا اور اگر مقتول کے دو بھائی ہون اور قاتل نے دونون مین سے ایک بھائی پر گواہ قائم کیے کہ یہ بھائی غائب ہی اُسنے مجھسے پانچ ہزار درم پر صلح کرلی ہی تو یہ جائز ہی پھر اگر غائب نے حاضر ہوکر صلح سے انکار کیا تو قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی اور جب کہ قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کا حکم نہ دیا گیا تو حاضر کو نصف دیت ملیگی اور غائب کو کچھ نہ ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مقتول کے دو ولی ہون اور ایک غائب ہو پس قاتل نے دعوی کیا کہ غائب نے مجھے خون معاف کردیا ہی اور اس دعوے پر گواہ پیش کیے تو مین اُسکے گواہون پر

غائب کی طرف سے عفو جائز رکھونگا اور جب عفو کا حکم دیا گیا پھر غائب آیا تو اُسکے روبرو دوبارہ گواہون کا اعادہ نکریگا اور اگر اُسنے غائب کی طرف سے عفو کا دعوی کیا مگر اُسکے پاس گواہ نہ تھے اور اُسنے چاہا کہ حاضر سے قسم لے تو امین تاخیر دیجائیگی یہانتک کہ غائب آجاوے تو اُس سے قسم لیگا پھر اگر اُسنے حاضر ہوکر عفو کرنے پر قسم کھائی۔ تو قاتل سے قصاص لیا جائیگا یہ بسوط مین ہی۔ اور اگر قاتل نے کہا کہ غائب کے عفو کرنے کے میرے پاس گواہ ہین وہ شہر مین موجود ہین تو اُسکو تین روز کی مہلت دیجائیگی اور فی الحال اُس سے قصاص نہ لیا جائیگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ قاضی کو اختیار ہی کہ عفو کے دعوے مین جسقدر اُسکی اُسے مین آوے مہلت دے اور فرمایا کہ جو کتاب مین تین روز کی مہلت مذکور ہی یہ مقدار لازمی نہین ہی پس اگر اُسنے تین روز کے بعد کہا کہ میرے گواہ غائب ہین یا ابتدا سے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین تو قیاس چاہتا ہی کہ اُس سے قصاص لے لیا جاوے اور تاخیر نہ دیجاوے لیکن استحساناً اُس سے قصاص فی الفور نہ لیا جاویگا الا اُس صورت مین کہ قاضی کے علم مین یہ بات آوے کہ اگر اُسکے پاس گواہ ہوتے تو اُنکو پیش کرتا یہ محیط مین ہی۔ دو ولیون مین سے ایک نے دوسرے کے حق مین گواہی دی کہ اسنے قاتل کو عفو کردیا ہی۔ تو یہان پانچ صورتین ہین اول یہ کہ شریک نے اُسکے قول کی تصدیق اور قاتل نے بھی تصدیق کی دوم شریک وقاتل دونون نے تکذیب کی سوم شریک نے تکذیب اور قاتل نے تصدیق کی چہارم شریک نے تصدیق اور قاتل نے تکذیب کی پنجم شریک وقاتل دونون نے سکوت کیا۔ پس ان سب صورتون مین قصاص سے عفو ہوگا اور رہی دیت پس اگر صورت اول ہو تو مدعی کو نصف دیت ملیگی اور دوم ہو تو بھی مدعی کو کچھ نہ ملیگا اور سالث کو نصف دیت ملیگی اور تیسری صورت ہو تو قاتل پوری دیت دیگا جو ان دونون مین مشترک ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر قاتل نے شاہد کے قول کی تکذیب کی اور شریک نے تصدیق کی تو قصاص عفو ہوگا اور قیاساً قاتل پر کچھ دیت واجب نہوگی مگر استحساناً شریک شاہد کے واسطے مال قاتل سے نصف دیت واجب ہوگی اور استحسان ہی کو ہمارے علماء ثلثہ نے اختیار کیا ہی۔ اور اگر قاتل ومشہود علیہ نے شاہد کے قول کی نہ تصدیق کی اور نہ تکذیب کی بلکہ دونون خاموش رہے تو اسکا وہی حکم ہی جو دونون کی تکذیب کرنے کا حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے پر عفو کرنے کی شہادت دی تو ضرور ہی کہ یا تو دونون نے ایک ساتھ شہادت دی ہوگی یا آگے پیچھے۔ پس اگر ساتھ ہی شہادت دی۔ پس اگر قاتل نے دونون کی تکذیب کی تو دونون کا حق باطل ہوگا اور اسی طرح اگر قاتل نے معاً دونون کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر آگے پیچھے دونون کی تصدیق کی تو دونون کو پوری دیت ملیگی۔ اور اگر اُسنے دونون مین سے ایک کی تصدیق اور دوسرے کی تکذیب کی تو جسکی تصدیق کی ہی اُسکے واسطے نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر دونون نے آگے پیچھے گواہی دی پس اگر قاتل نے دونون کی تکذیب کی تو پہلے دفعہ گواہی دینے والے کو نصف دیت ملیگی اور اول کو کچھ نہ ملیگا اسی طرح اگر اسنے ساتھ ہی دونون کی تصدیق کی تو اول کو کچھ نہ ملیگا اور دوم کو نصف دیت ملیگی۔ اور اگر آگے پیچھے دونون کی تصدیق کی تو اُسپر دونون کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے ایک کی تصدیق کی پس اگر اول کی تصدیق اور دوم کی تکذیب کی تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اول کی تکذیب اور دوسرے کی تصدیق کی تو دوسرے کو نصف دیت ملیگی اور اول کو کچھ نہین ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر خون مین تین آدمیون کا استحقاق ہو

پھر دو آدمیون نے ان شریکون مین سے تیسرے شریک پر گواہی دی کہ اُسنے عفو کیا ہی تو اسمین چار صورتین ہین اول آنکہ قاتل اور مشہود علیہ دونون آدمی ان دونون شاہدون کی تصدیق کرین اور اس صورت مین مشہود علیہ کا حصہ باطل ہو جائیگا اور شاہدین کا حق قصاص منقلب ہو کر مال ہو جائیگا اور اگر دونون نے دونون کی تکذیب کی تو دونون شاہدون کو کچھ نہ ملیگا اور مشہود علیہ کا حق مال کی طرف منقلب ہو جائیگا اور اگر دونون شاہدین کی فقط مشہود علیہ نے تصدیق کی تو قاتل تہائی دیت یعنے حصہ مشہود علیہ کا ضامن ہوگا اور یہ مال دونون شاہدین کو ملیگا اور اگر فقط قاتل نے دونون کی تصدیق کی تو قاتل پوری دیت کا ضامن ہوگا جو ان سب مین مشترک ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر وارثون مین سے دو وارثون نے بعض وارثون پر قتل خطا کی صورت مین گواہی دی کہ ان بعض نے اپنا حصہ دیت عفو کر دیا ہی تو گواہی جائز ہوگی بشرطیکہ ہر دو شاہدین نے اپنا حصہ دیت وصول نہ پایا ہو دے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک قوم نے مجتمع ہو کر ایک کتے کو تیر مارنے شروع کیے پس ایک تیر خطا کر کے ایک نابالغ جاریہ کے لگا یعنے چھوٹی لڑکی کے لگا اور وہ مر گئی اور ایک قوم نے گواہی دی کہ یہ فلان شخص کا تیر تھا اور یہ گواہی دی کہ اسکو فلان شخص نے مارا ہی پھر لڑکی مذکورہ کے باپ سے تیر والے نے ایک باغ انگور پر صلح کی پھر صاحب صلح نے صلح کرنے والے سے مطالبہ کیا پس اگر معلوم ہو کہ صلح کرنیوالا ہی زخمی کرنیوالا ہی اور لڑکی اسی زخم سے مری ہی تو صلح جائز ہوگی اور اگر اس مقدمہ مین سوائے تیر کی شناخت کی اور کچھ معلوم نہو تو صلح باطل ہوگی۔ اور اگر یون دریافت ہوا کہ تیر والے نے تیر مارا اور لڑکی کے باپ نے لپک کر اس لڑکی کو تھپڑ مار کر ہٹایا اور وہ گر کر مر گئی اور یہ دریافت نہین ہوتا ہی کہ تیر سے مری ہی یا تھپڑ سے پس اگر باپ نے باقی وارثون کی اجازت سے صلح کی ہو تو جائز ہی اور بدل الصلح باقی وارثون کو ملیگا باپ کو نہین ملیگا اور اگر بدون اُنکی اجازت کے صلح کی تو باطل ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ عفو مین ضرور ہی کہ یا جنایت عمد مین معاف کیا یا جنایت خطا مین عفو کیا اور ہر ایک صورت ان احوال سے خالی نہین کہ یا تو جنایت سے ہوگا یا زخم سے اور جو اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہی یا ہاتھ وغیرہ کاٹنے سے اور جو اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہی یا فقط ہاتھ وغیرہ کاٹنے سے یا فقط زخم سر سے عفو کیا ہی اور اگر جنایت عمداً ہو پھر قاطع سے مقطوع نے کہا کہ مین نے تجھے جنایت سے یا قطع سے اور جو اس سے پیدا ہوتا ہی یا زخم سر سے اور جو اس سے پیدا ہوتا ہی عفو کیا تو وہ قطع سے اور جو اُسکی سرایت سے پیدا ہوتا ہی بری ہو جائیگا اور اگر کہا کہ مین نے تجھے قطع سے یا زخم سر سے معاف کیا تو سرایت سے یعنی جو نتیجہ اس سے پیدا ہو مثلاً زخم سر کی وجہ سے دائم المرض ہو کر مر جاوے تو اس نتیجہ سے بری نہوگا حتے کہ اگر مجروح مر جاوے تو قیاساً قصاص واجب ہوگا اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک استحساناً دیت واجب ہوگی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک وہ سرایت سے بھی بری ہو جائیگا۔ اور اگر جنایت بخطا ہو اور اُسنے قطع یا زخم سے عفو کیا پھر اُسکا اثر ساری ہو گیا اور وہ مر گیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی۔ اور اگر جنایت سے یا قطع سے اور جو اثر اُس سے پیدا ہو دے عفو کیا تو مثل عمداً جنایت کرنے کی صورت کے ان سب سے عفو صحیح ہی۔ لیکن عمداً کی صورت مین پورے مال سے دیت کا اعتبار ہوگا اور خطا کی صورت مین تہائی سے اعتبار ہوگا اور وہ مدوگار برادری کو وصیت ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس مرد نے اُس عورت کے ساتھ اسی پر نکاح کیا پس اگر عمداً قطع کیا ہو اور مرد نے اسی پر اُس سے نکاح کیا پس اگر وہ مرد اس زخم سے اچھا ہو گیا (حتے کہ اسکا ارش اُس عورت پر واجب ہوا) تو مہر کا تسمیہ صحیح ہو جائیگا اور بالاجماع اسکا ارش

اس عورت کا مہر ہو جائیگا - پھر اگر دخول کے بعد اُس عورت کو طلاق دی یا مرد اُسکو چھوڑ کر مر گیا تو پورا ارش اس عورت کو مسلم ہیگا اور اگر دخول سے پہلے اسکو طلاق دی تو دو ہزار پانچ سو درم عورت مذکورہ کو مسلم ہینگے اور باقی دو ہزار پانچ سو درم شوہر کو واپس کریگی اور اگر مرد مذکور اس زخم سے مر گیا تو بالاجماع تسمیہ باطل ہوا اور عورت مذکور کو مہر مثل ملیگا پس اگر دخول سے پہلے اُسکو طلاق دی تو عورت مذکور کے واسطے متعہ واجب ہوگا پھر امام اعظم رح کے نزدیک قیاساً عورت مذکور پر قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص نہوگا بلکہ فقط عورت کے مال سے عورت پر دیت واجب ہوگی اور اگر عورت مذکور سے جنایت پر یا قطع اور اُسکے اثر سے جو پیدا ہوا اُسپر نکاح کیا پس اگر اس زخم سے وہ اچھا ہو گیا تو اُسکے ہاتھ کا ارش عورت مذکور کا مہر ہو جائیگا یہ بالاجماع ہے - اور وہ اُسکے سپرد نہیگا اگرچہ مال ارش بہ نسبت اُسکے مہر مثل کے زائد ہو اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو تسمیہ باطل ہو گیا اور عورت مذکور کے واسطے مہر مثل واجب ہوگا اور قصاص سقت بے عوض ساقط ہو گیا اور اگر جنایت بخطا ہو اور مرد نے اُس سے قطع پر نکاح کیا ہو پس اگر اس زخم سے اچھا ہو گیا تو اُسکے ہاتھ کا ارش اسکا مہر ہو گیا اور اگر اُسنے عورت مذکور کے ساتھ دخول کر کے طلاق دی یا مر گیا تو عورت مذکور کو پورا ارش سپرد نہیگا اور عاقلہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر دخول سے پہلے طلاق دی - تو عورت کو اسمین سے نصف دیا جائیگا یعنے دو ہزار پانچ سو درم اور باقی دو ہزار پانچ سو درم اُسکی مدد گار برادری (۲۵۰۰) اُسکے شوہر کو ادا کریگی اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک تسمیہ مہر باطل ہوگا اور اُسکو مہر مثل ملیگا اور عورت کی مدد گار برادری پر شوہر کی دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک تسمیہ صحیح ہوگا اور شوہر کی دیت اُسکا مہر ہوگا - اور اگر جنایت بخطا پر یا قطع بخطا پر اور جو اس سے پیدا ہوے نکاح کیا پس اگر وہ اچھا ہو گیا تو اُسکے ہاتھ کا ارش اسکا مہر ہو گیا اور اُسکی مدد گار برادری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگی پھر اُسکے مہر مثل اور مقدار دیت پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر دونوں مساوی ہوں تو بلاشک پوری دیت اُسکے سپرد نہیگی خواہ قطع کرنے کے بعد ایسے حال مین نکاح کیا ہو کہ جب وہ چلتا پھرتا تھا یا ایسے حال مین کہ جب وہ چارپائی پر پڑ گیا تھا - اور اگر اُسکا مہر المثل دیت سے کم ہو پس اگر ایسی حالت مین نکاح کیا کہ جب چلتا پھرتا تھا تو بھی سب دیت اُسکو ملیگی - اگرچہ اُسکے مہر مثل سے زائد دینے مین تبرع پایا گیا ہے اور اگر ایسی حالت مین نکاح کیا کہ جب وہ چارپائی پر پڑ چکا ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر مہر مثل سے زائد پوری دیت تک اسقدر ہے کہ شوہر کے مال کی تہائی سے نکلتا ہے تو عورت کی مدد گار برادری دیت سے بری ہوگی اور جسقدر مہر المثل سے زائد ہے وہ اُسکی مدد گار برادری کے حق مین وصیت قرار دیجائیگی اور اگر اسقدر کثیر ہو کہ یہ مہر المثل سے زائد مقدار شوہر کے مال کی تہائی سے زائد ہو تو جسقدر تہائی مال سے نکل سکتی ہے اُسقدر مدد گار برادری سے ساقط ہوگی اور یہ مدد گار برادری کے حق مین وصیت شمار ہوگی اور باقی کو مدد گار برادری شوہر کے وارثون کو ادا کریگی - یہ اُس صورت مین ہے کہ شوہر نے عورت مذکور کو قبل اپنی موت کے طلاق نہ دی ہو یہان تک کہ وہ مر گیا اور اگر دخول سے پہلے قبل موت کے اُسکو طلاق دیدی تو عورت مذکور کو اس دیت مین سے پانچ ہزار درم دیے جاوینگے بشرطیکہ پانچ ہزار درم اُسکا مہر مثل ہوا و جسقدر مدد گار برادری سے ساقط ہو جائیگا اور اگر اُسکا مہر مثل پانچ ہزار سے کم ہو پس اگر مہر مثل سے پانچ ہزار تک جو زیادتی ہو وہ شوہر کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو بھی مدد گار برادری سے پورے پانچ ہزار درم ساقط ہو جینگے اور اگر یعنے زیادتی باطن وصیت ہے

زیادتی کی مقدار اُسکے نہائی مال سے برآمد نہوتی ہو تو جسقدر اُسکا نہائی مال ہوسکتی ہو اُسقدر مددگار برادری سے بطور وصیت کے ساقط ہوگی اور باقی کو مددگار برادری وارثان شوہر کو واپس دیگی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے سر مین دو موضحہ زخم پہونچائے پھر زخمی نے ایک زخم موضحہ اور جو اُس سے پیدا ہوا اُس سے معاف کردیا پھر زخمی مذکور ان دونون زخمون سے مرگیا تو فرمایا کہ اگر یہ امر زخمی کرنے والے کے فقط اقرار سے ثابت ہوتا ہی تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی اور اُسکے مال سے لیجاویگی اور عفو جائز نہوگا اسواسطے کہ یہ قاتل کے واسطے وصیت ہوگی اور اگر یہ امر گواہون سے ثابت ہو تو یہ مددگار برادری کے واسطے وصیت ہوگی پس جائز ہوگی اور مددگار برادری سے نصف دیت ساقط ہوجائیگی بشرطیکہ یہ مقدار مال زخمی کے نہائی مال سے برآمد ہوتا ہو۔ اور اگر یہ دونون زخم عمداً ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو زخمی کرنے والے پر کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ ایک زخم سے عفو کرنا دونون سے عفو ہی یہ ظہیریہ مین ہی ایک شخص نے دوسرے کو موضحہ زخم سر سے عمداً زخمی کیا پھر زخمی نے اُس سے اور جو اُس سے پیدا ہووے عفو کردیا پھر ظالم نے اُسکو دوسرے زخم سر سے عمداً زخمی کیا پھر زخمی نے اُسکو یہ زخم معاف نکیا تو قاتل پر درصورت ان دونون زخمون سے مرجانے کے اُسکے مال سے پوری دیت تین سال مین واجب ہوگی اور اُسپر قصاص واجب نہوگا اور عفو صحیح نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو موضحہ زخم سر سے عمداً زخمی کیا پھر عمرو نے اس موضحہ زخم اور جو اس سے پیدا ہو سب سے کسی قدر مال معین پر زید سے صلح کی اور یہ مال سپرد کردیا پھر دوسرے شخص خالد نے عمرو کو موضحہ زخم سر سے عمداً زخمی کیا اور وہ دونون زخمون سے مرگیا تو خالد پر قصاص واجب ہوگا اور زید پر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر زید سے بعد خالد کے زخمی کرنے کے صلح واقع ہوئی ہو تو بھی صورت مذکورہ مین یہی حکم ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ زید نے عمرو کو عمداً موضحہ زخم سر سے زخمی کیا پھر عمرو نے اُس زخم اور اُسکے اثر سے زید سے دس ہزار درم پر صلح کرلی اور وصول کرلیے پھر خالد نے اُسکا سر خطا سے زخمی کیا پھر عمرو ان دونون زخمون سے مرگیا تو خالد کی مددگار برادری پر پانچ ہزار درم واجب ہونگے اور زید مقتول کے مال سے پانچ ہزار درم واپس لیگا یہ محیط مین ہی۔

ساتوان باب - حالت قتل کے اعتبار کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے ایک مسلمان کو تیر مارا اور مسلمان کو تیر پہونچنے سے پہلے مرتد ہوگیا پھر تیر اُسکے لگا اور وہ مرا تو مارنے والے پر اسکی دیت وارثان مرتد کے واسطے واجب ہوگی اور یہ امام اعظم کا قول ہی اور صاحبین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مارنے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کو تیر مارا اور وہ مرتد تھا پھر تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوا پھر اُسپر تیر لگا اور وہ مرگیا تو مارنے والے پر بالاتفاق کچھ واجب نہوگا۔ اسی طرح اگر کسی حربی کو تیر مارا پھر تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک غلام کو تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے اُسکو اُسکے مولی نے آزاد کیا پھر اُسکے تیر لگا اور وہ مرگیا تو مارنے والے پر امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک غلام مذکور کی قیمت اُسکے مولی کو دینی واجب ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اگر قاضی نے ایک شخص پر زخم کا حکم دیا پھر ایک شخص نے اُسکو پتھر مارا اور ہنوز پتھر نہین لگا تھا کہ ایک گواہ نے گواہی سے رجوع کیا پھر پتھر اُسکے لگا تو پتھر مارنے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر مجوسی نے ایک شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے مجوسی مذکور مسلمان ہوگیا پھر تیر لگا تو یہ شکار نکھایا جائیگا۔ اور اگر ایک مسلمان نے شکار کو تیر مارا پھر تیر لگنے سے پہلے نعوذ باللہ وہ مسلمان مجوسی ہوگیا پھر تیر لگا تو وہ شکار کھایا جائیگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر

محرم نے شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے وہ حلال ہوگیا پھر شکار کے تیر لگا تو محرم مذکور پر جزا واجب ہوگی اور اگر حلال نے شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے وہ محرم ہوگیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہی۔

آٹھوان باب - دیتون کے بیان مین - دیت اُس مال کو کہتے ہین جو جان تلف کرنے کے بدلے واجب ہوتا ہی اور جان تلف کرنے سے کم زخم کے بدلے جو واجب ہووے وہ ارش کہلاتا ہی یہ کافی مین ہی - پھر واضح ہو کہ قتل بخطا مین اور جو اسکے قائم مقام ہی اور شبہہ عمد مین اور قتل بسبب مین اور نابالغ ومجنون کے قتل کرنے مین دیت واجب ہوتی ہی اور یہ سب دیتین مددگار برادری پر واجب ہوتی ہین سوائے باپ کے بیٹے کو عمداً قتل کرنے کے کہ یہ دیت باپ کے مال سے تین سال مین ادا کرنی واجب ہوتی ہی اور مددگار برادری پر واجب نہین ہوتی ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - اور جس قتل عمد مین بسبب شبہ کے قصاص ساقط ہوجاوے اسکی دیت مال قاتل سے ادا کرنی واجب ہوگی - اور جو اس بسبب صلح کے واجب ہووے قاتل کے مال مین ہوگا مگر فرق یہ ہی کہ دیت مذکور تو تین سال مین دینی پڑتی ہی اور ارش مذکور فی الحال دینا پڑتا ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور جو دیت بسبب نفس قتل کے واجب ہوتی ہی وہ امام اعظم رح کے نزدیک تین چیزون سے ادا کیجاتی ہی اونٹ وسونا وچاندی یہ شرح طحاوی مین ہی - امام اعظم رح نے فرمایا کہ اونٹ مین سے سوا اونٹ اور سونے مین سے ہزار دینار اور چاندی مین سے دس ہزار درم اور قاتل کو اختیار ہی جس قسم مین سے چاہے ادا کرے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور صاحبین نے فرمایا کہ اور بھی گاؤن مین سے دو سو گائے اور بکریون مین سے ہزار بکریان اور حُلّون مین سے دو سو حُلّے اور ہر جوڑا دو کپڑے ہونگے یہ ہدایہ مین ہی - پھر واضح ہو کہ اونٹون مین سے سب اونٹ ایک ہی سن کے واجب نہونگے بلکہ اسنان مختلفہ کے واجب ہونگے پس خطائے محض کی صورت مین پانچ سن کے سو اونٹ واجب ہونگے جسمین سے بیس بنت مخاض اور بیس ابن مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور شبہ عمد مین سو اونٹ چار قسم کے واجب ہونگے یہ امام اعظم وامام ابو یوسف رح کا قول ہی کہ پچیس بنت مخاض وپچیس بنت لبون وپچیس حقہ وپچیس جذعہ واجب ہونگے کذا فی المحیط قال المترجم ان الفاظ کی تفسیر کتاب الزکوۃ مین مفصل گذر چکی ہی فتذکر - اور واضح ہو کہ مسلمان اور ذمی اور حربی جو امان لیکر آیا ہی سب کی دیت برابر ہی یہ کافی مین ہی - اور عورت کی جان اور جان سے کم زخم وقطع کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہی اور جو جنایت ایسی ہوتی ہی کہ اُسکا کوئی ارش متعین نہین ہی اور اُسمین حکومت عدل واجب ہی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اسمین مرد وعورت برابر ہین اور بعض نے فرمایا کہ مرد کی آدھی دیت عورت ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر قتل بخطا ہوا اور شریک دیت ایک نابالغ اور دوسرا بالغ ہو پس اگر بالغ باپ ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ پوری دیت وصول کرے جسمین سے اپنا حصہ بوجہ ملک کے اور نابالغ کا حصہ بوجہ ولایت کے - اور اگر بالغ بھائی یا چچا ہو اور نابالغ کا کوئی وصی نہو تو وہ صرف اپنا حصہ وصول کرسکتا ہی نابالغ کا نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی - اگر کسی نے دوسرے کے سر کے بال زبردستی مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ اُگے تو اُسمین پوری دیت واجب ہوگی اور اسمین مرد وعورت وبالغ ونابالغ برابر ہین لیکن ظالم سے اُسوقت دیت دینے کے واسطے نہ کہا جائیگا بلکہ ایک سال کی مہلت دیجائیگی اور اگر ظالم کو سال کی مہلت دیگئی اور بغیر ادا کرنے کے دیا ہوا سال اندر مرگیا اور رہنوندا اُسکے بال نہین جمے تھے تو امام اعظم رح کے نزدیک ظالم پر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک حکومت عدل واجب ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور حاجبین کو اگر اسطرح مونڈا کہ منبت رہنے جمان بال سمجھے ہین دو

ہگ جراب وغیرہ کردی یا اسطرح اکھاڑا کہ منبت کو خراب کردیا تو دونوں مین پوری دیت اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی یہ بسوط مین ہی - اور دو پلکون مین آدھی دیت اور ایک مین چوتھائی دیت اور سب پلکون کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے ڈاڑھی مونڈ ڈالی اور بجاے اُسکے دوسری نہ جمی تو پوری مین پوری دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - اور سر کے بال اور ڈاڑھی مونڈ ڈالنے مین عمد اُسونڈنا یا خطا سے مونڈنا دونون یکسان ہین یہ کافی مین ہی - اور اگر آدھی داڑھی یا آدھا سر مونڈا تو بعضے اصحاب نے فرمایا آدھی دیت واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر آدھی ڈاڑھی مونڈی تو آدھی دیت واجب ہوگی جبکہ یہ معلوم ہوجاوے کہ یہ نصف ہی اور اگر یہ معلوم نہو اگر کسقدر مونڈی ہی تو حکومت عدل واجب ہوگی اور فتاوای فضلی مین ہی کہ اگر تھوڑی داڑھی اُکھاڑی تو اُگھڑی ہوئی اور باقی ڈاڑھی دونون پر دیت تقسیم کیجائیگی پس جسقدر اُکھاڑی ہوئی کے حصہ مین پڑے اُسقدر واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہی - اور مشائخ نے کوسہ کی داڑھی مین گفتگو کی ہی اور اسمین اصح وہ تفصیل ہی جو شیخ ابوجعفر نے بیان فرمائی ہی کہ اگر کوسہ کی ٹھوڑھی پر گنتی کے چند بال جمے ہون تو اُسکے مونڈ ڈالنے مین کچھ واجب نہوگا اور اگر اس سے زائد ہون اور ٹھوڑھی و گال دونون پر بال ہون مگر وہ متصل نہون تو اُسمین حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر متصل ہون تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ اُگے اور جیسے تھے اُسی کے برابر ہوگئے تو اسمین کچھ واجب نہوگا لیکن مونڈنے والے کو اُسکی حرکت پر تنبیہ وادب دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر بجاے سیاہ بالون کے سپید جمے تو یہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین ہی اور غیر روایۃ اصول مین مذکور ہی کہ امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ اگر آزاد ہو تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر غلام ہو تو حکومت عدل واجب ہوگی اور صاحبین رحمہما نے فرمایا کہ دونون صورتون مین حکومت عدل واجب ہی یہ محیط مین ہی - اور فقیہ ابواللیث صاحبین کے قول پر فتوی دیتے تھے یہ خلاصہ مین ہی - اور شمس الائمہ حلوائی نے امام ابویوسف وامام محمد رحمہما سے اس مسئلہ مین آزاد کی صورت مین حکومت عدل کی تقدیر اسطرح روایت کی ہی کہ اُس آزاد کو غلام فرض کرکے اندازہ کیا جاوے کہ سیاہ بال ہونے کی حالت مین اسکی کیا قیمت ہی اور سپید ہونے کی حالت مین کیا قیمت ہی - پس جسقدر دونون مین تفاوت ہو اُسی قدر نقصان تاوان لیا جاوے یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص کی ڈاڑھی مونڈ ڈالی پھر تھوڑی جمی اور تھوڑی نہین جمی تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اجناس ناطفی مین ہی کہ اگر اپنی عورت یا غیر کی عورت کا ضفیرہ کاٹ ڈالا تو فی الحال اُسمین کچھ واجب ہونا نہین چاہیے ہی اور ابن رستم نے امام محمد رحمہ سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک عورت کے قرون یعنے گیسو کاٹ ڈالے یا کسی باندی کا سر مونڈ ڈالا حالانکہ اس سے اُسمین نقصان آگیا تو فرمایا کہ اُسپر کچھ واجب نہوگا لیکن اُسکو تادیب کیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر ایک شخص کو مجبوب کیا یعنے اُسکے آلہ تناسل کو کاٹ دیا یہانتک کہ اُسکی ڈاڑھی گرگئی تو ڈاڑھی کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی محیط مین ہی - اگر مونچھ کو مونڈ ڈالا اور وہ پھر نہ جمی تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - جنایات الحسن مین ہی کہ اگر ڈاڑھی کے ساتھ مونچھ مونڈ ڈالی تو ڈاڑھی کے ضمان مین مونچھ داخل نہوگی یہ محیط مین ہی - ہارونی مین مذکور ہی کہ اگر ایک شخص نے زبردستی دوسرے کا سر مونڈ ڈالا اور بال نہ اُگے اور ظالم نے کہا کہ یہ شخص اصلع تھا تو جسقدر مونڈنے والے کے زعم مین اُسکے سر پر بال تھے اُسقدر کا ضامن ہوگا

لہ لیس علی الطلاق بالکل بعد الشیب یعنے داڑھی و سر اوپری داڑھی اور نیچے کی داڑھی خفیف داڑھی والے سے آدھا دام یعنی دوم اظہر ہے اصلع جسکی پیشانی کے اوپر خلاف سر دفن بال نہ بچے ہون ۱۲

اسی طرح اگر ڈاڑھی کو مونڈا اور پھر کہا کہ یہ شخص کو سہ تھا اسکے گالون پر بال نہ تھے تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح حاجبین و اشفار مین بھی یہی حکم ہی کہ قسم کے ساتھ جنایت کرنے والے کا قول قبول ہوگا لیکن اگر وہ شخص بسبب ظلم ہوا ہی گواہ قائم کرے کہ مین صحیح سالم تھا تو اُسکے گواہ قبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور نکلے ہوے کانون مین خطا کی صورت مین پوری ہی دیت دونون کی اور ایک کی نصف دیت واجب ہوگی اور جو خشک ہوگئے ہون یا دھنسے ہوے ہون تو اُنمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص کے کان کو صدمہ پہونچایا جس سے اُسکی سماعت جاتی رہی تو دیت واجب ہوگی اور سماعت جاتی رہنے کی پہچان کا یہ طریقہ ہی کہ غفلت کی حالت ڈھونڈھی اُسکو حالت غفلت مین پکارا جاوے پس اگر جواب دے تو معلوم ہو جائیگا کہ سماعت نہین گئی ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر خطا سے دونون آنکھین پھوڑی گئی ہون تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی اسطرح اگر پپوٹے ہون لیکن وہ دھنس گئین یا انکی بینائی جاتی رہی حالانکہ ڈھیلے ویسے ہی موجود ہین تو بھی دونون مین پوری دیت اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ کانے آدمی کی آنکھ کے واسطے نصف دیت ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر پلکون سمیت پپوٹے کاٹ ڈالے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور جن پپوٹون مین پلکین نہین ہین انکے کاٹنے مین حکومت عدل ہی اور اگر پلکون پر ستم کرنے والا ایک شخص ہو اور پپوٹون پر ستم کرنے والا دوسرا ہو تو پلکون پر ستم کرنے والے پر پوری دیت اور پپوٹے کاٹنے پر حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور ناک کاٹنے مین جان تلف کرنے کی دیت واجب ہی اسی طرح اگر ناک کا نرمہ کاٹ ڈالا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ناک کا بانسا کاٹ ڈالا تو اُسمین قصاص نہین ہی مگر جان تلف کرنے کی دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ منتقے مین ہی کہ اگر ناک پر ایسا ستم کیا کہ مظلوم ناک سے سانس نہین لے سکتا ہی مگر مُنھ سے سانس لیتا ہی تو اسمین ملتے عدل واجب ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ شرح طحاوی مین ہی کہ اگر ناک کا نرمہ کاٹا پھر ناک کاٹی پس اگر اچھے ہونے سے پہلے دوسرا زخم دیا ہی تو ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر اچھے ہونے کے بعد ایسا کیا تو نرمہ کے واسطے دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اصل مین ہی کہ اگر کسی شخص کی ناک توڑ دی تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص کی ناک مین ایسا صدمہ پہونچایا کہ جس سے اُسکو خوشبو و بدبو کچھ نہین معلوم ہوتی ہی تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ نوادر بن رستم مین امام محمد رح سے مروی ہی اور جنایات ابی سلیمان مین ذکر کیا کہ اگر مارنے والے نے اقرار کیا کہ اسکی ناک سے سونگھنے کی قوت جاتی رہی ہی تو اسمین دیت واجب ہوگی اور اسکا حکم مثل سماعت کے ہی ایسا ہی قدوری نے بھی ذکر کیا ہی اور اسی پر فتوی ہی اور سونگھنے کی قوت جاتی رہنے کی پہچان کا یہ طریقہ ہی کہ بدبودار چیزون کی بو سے دریافت کیا جاوے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور دونون ہونٹون کے واسطے پوری دیت ہی اور ایک کے واسطے نصف دیت ہی اوپر کا اور نیچے کا اس حکم مین دونون یکسان ہین یہ محیط مین ہی۔ نابالغ کے کان و ناک کے واسطے پوری دیت ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور ہر دانت کے واسطے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہی اور اس حکم مین انیاب و ضواحک و نواجذ و طواحن سب یکسان ہین یہ مبسوط مین ہی۔ آدمی کے بدن مین اعضا مین سے کوئی ایسا نہین ہی جسکی دیت اُسکے نفس کی دیت سے زائد ہو جاتی ہو سوائے دانتون کے یہ خزانۃ المفتین مین ہی حتے کہ اگر اٹھائیس دانت ہون تو چودہ ہزار درہم واجب ہونگے اور اگر تیس دانت ہون تو پندرہ ہزار درہم ہونگے

یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر تیس ۳۰ دانت ہون تو سولہ ہزار درم واجب ہونگے اور یہ مقدار ایک دیت کامل اور تین پانچوین حصے ایک دیت کی ہی اور یہ تین ۳ سال مین ادا کیجائیگی - یعنے سال اول مین چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) دو تہائی درم اور دوسرے سال مین چھ ہزار تین سو تینتیس (۶۳۳۳) دو تہائی درم اور تیسرے سال مین تین ہزار درم اور اس تفصیل کے ساتھ اسکو منتقی مین ذکر فرمایا ہی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کا دانت اکھاڑ ڈالا اور بجاے اُسکے دوسرا جم آیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ارش ساقط ہو جائیگا اور صاحبین نے فرمایا کہ اُسپر پورا ارش واجب ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - اور اگر دوبارہ جو دانت اُگا ہی وہ سیاہ ہو تو ارش اپنے حال پر واجب رہیگا یہ محیط مین ہی - اگر دوسرے کا دانت اُکھاڑ ڈالا - اور مظلوم نے اُس دانت کو اپنی جگہ جما دیا اور اُسپر گوشت جم آیا تو ظالم پر پورا ارش واجب ہوگا یہ کافی مین ہی - اگر ایک شخص کے دانت کو صدمہ پہونچایا اور وہ ہلنے لگا تو سیعاد دیجائیگی پھر اگر وہ سبز یا سرخ ہو گیا تو دانت کی دیت پانچ سو درم واجب ہونگے اور اگر زرد ہو گیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی - کہ اسمین کچھ واجب نہوگا اور اگر سیاہ ہو گیا تو دانت کی دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کا کام نہ دے سکے اور اگر یہ نفع نجاوے لیکن وہ دانت ایسا ہی کہ دکھلائی دیتا ہی کہ جس سے اُس شخص کا جمال جاتا رہا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ان دونون باتون مین سے کوئی بات نہو تو اسمین دو روایتین ہین اور صحیح یہ ہی کہ ظالم پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر مارنے والے نے کہا کہ یہ دانت میرے مارنے کے بعد دوسرے آدمی کی چوٹ سے سیاہ پڑ گیا ہی اور مضروب نے اس سے انکار کیا تو قسم سے مضروب کا قول قبول ہوگا لیکن اگر مارنیوالا اپنے دعوی کے گواہ پیش کرے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے یہ مبسوط مین ہی اور اگر مملوک کا دانت زرد پڑ جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک حکومت عدل واجب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک زرد پڑنے مین خواہ مملوک ہو یا آزاد ہو حکومت عدل واجب ہی اور اگر ایک شخص کے دانت مین صدمہ پہونچایا کہ جس سے وہ سیاہ پڑ گیا پھر دوسرے نے آکر اُسکو اُکھاڑ ڈالا تو پہلے شخص پر پورا ارش واجب ہوگا اور دوسرے پر حکومت عدل لازم ہوگی یہ محیط مین ہی اور زبان کیواسطے دیت واجب ہی اسیطرح اگر تھوڑی زبان کاٹ ڈالی کہ گفتگو سے مانع ہوئی تو بھی پوری دیت واجب ہی اور اگر بعض حروف بولنے کی قدرت باقی ہو تو بعض نے فرمایا کہ اعداد حروف پر دیت تقسیم ہو کر بحساب واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ جسقدر حروف کا زبان سے تعلق ہی فقط اُنھین حروف پر تقسیم کیجائیگی اور بعض نے کہا کہ اگر اکثر حروف ادا کر سکتا ہو تو حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر اکثر حروف ادا کرنے سے عاجز ہو تو پوری دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہی - اور مشائخ رح نے فرمایا کہ اول اصح ہی کذا فی المحیط اور اول ہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مظلوم نے دعوی کیا کہ مین کلام نہین کر سکتا ہون تو غفلت کی تاک کیجاوے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ وہ کلام کر سکتا ہی یا نہین کر سکتا ہی اور گونگے کی زبان کے واسطے حکومت عدل واجب ہی یہ محیط مین ہی - اگر کسی بچہ کی زبان کاٹ ڈالی پس اگر وہ صرف بچون کے مانند ہتھلال کرتا ہو یعنی آواز لگاتا ہو جیسا پیدا ہونے کے وقت روتا ہی تو حکومت عدل واجب ہی اور اگر بات بولتا ہو تو دیت واجب ہوگی یہ شرح جامع صغیر شیخ حسام الدین مین ہی - اور دونون جبڑون مین پوری دیت اور ایک کے واسطے آدھی دیت ہی یہ محیط مین ہی - اور ہر دو دست مین اگر خطا سے کاٹ ڈالے گئے ہون - تو پوری دیت اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی اور دائین کو بائین پر دیت کی راہ سے فضیلت نہوگی اگرچہ منفعت گرفت دائین ہاتھ مین بہ نسبت بائین کے زیادہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اصل اطراف مین یہ قرار پائی ہی کہ اگر خطا سے کرنے والے

نے کسی عضو کی جنس منفعت پوری پوری زائل کردی یا جو جمال آدمی مین مقصود ہوتا ہو وہ تمام و کمال زائل کردیا تو پوری دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہے۔ اور خنثے کے ہاتھ کاٹنے مین امام اعظم رح کے نزدیک اُسقدر دیت واجب ہوگی جو عورت کے ہاتھ مین واجب ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک مرد کی آدھی اور عورت کی آدھی واجب ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور دونون ہاتھون اور دونون پانون کی انگلیون مین سے ہر ایک انگلی کے واسطے دیت کا دسوان حصہ واجب ہوگا اور انگلیان سب یکسان ہون اور جس انگلی مین تین جوڑ ہون اُسکے ہر جوڑ کے واسطے انگلی کی دیت کی تہائی واجب ہوگی اور جسمین دو جوڑ ہون اُسکے ہر جوڑ کے واسطے پوری انگلی کی دیت کا آدھا واجب ہوگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور زائد انگلی کے واسطے حکومت عدل واجب ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور شل ہاتھ کے واسطے حکومت عدل ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر ہتھیلی معہ تھوڑی سی انگلیون یا پوری انگلیون کے کاٹ ڈالی تو بالاجماع اگر اُسنے ہتھیلی کو سطح کاٹا ہو کہ اُسمین سب انگلیان لگی ہین تو ہتھیلی انگلیون کی تابع کیجائیگی جسسے کہ انگلیون کا ارش واجب ہوگا اور ہتھیلی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اگر اُسنے ہتھیلی کو کاٹا اور اُسکے ساتھ اُسمین لگی ہوئی تین انگلیان کٹ گئین تو انگلیون کا ارش تین ہزار درم یا تین سو دینار واجب ہونگے اور ہتھیلی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اور اگر ہتھیلی مین دو انگلیان یا ایک انگلی یا انگلی کا ایک پورہ تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے کہ ہتھیلی انگلی کی تابع ہوگی اور صحیح امام ابوحنیفہ کا قول ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ مین مارا اور ہاتھ شل ہوگیا تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی کا اوپر کا پورہ کاٹ ڈالا پس باقی انگلی یا پورا ہاتھ شل ہوگیا تو اُسمین سے کسی چیز مین اُسپر قصاص نہوگا اور یہ چاہیے ہے کہ اوپر کے پورے کے واسطے دیت واجب ہو اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہو اور اگر ساعد کو توڑ ڈالا تو حکومت عدل واجب ہوگی اور یہی حکم بند دست کے توڑ دینے مین بھی ہے کہ حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر نصف ساعد سے ہاتھ کاٹا گیا تو ہاتھ کی دیت اور ہتھیلی سے ساعد تک کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر ہاتھ مرفق سے تو ہاتھ کی دیت کے بعد ذراع کیواسطے حکومت عدل واجب ہوگی مگر وہ نصف ساعد کی بہ نسبت زیادہ ہوگی اور یہ ابوحنیفہ رح کا قول ہے یہ مبسوط مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا ہے کہ زید نے عمرو بکر دونون کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر عمرو نے زید کا انگوٹھا کاٹ ڈالا پھر خالد نے اُسکی باقی انگلیان کاٹ ڈالین پھر بکر نے اُسکی بے انگلیون کی ہتھیلی کاٹ ڈالی پھر یہ سب قاضی کے پاس جمع ہوئے تو قاضی زید پر ایک ہاتھ کی دیت یعنے پانچہزار درم کا حکم دیگا جو عمرو اور بکر کے درمیان پانچ حصہ ہوکے تقسیم ہوگی اور خالد چار ہزار درم زید کو دیگا اور اگر عمرو اور بکر نے متفق ہوکر زید کی ہتھیلی کاٹی ہو پھر ہاتھ کی دیت لی ہو تو یہ دیت دونون کے درمیان پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگی جسمین سے تین حصہ بکر کو اور دو حصہ عمرو کو ملینگے اور اگر خالد نے پہلے زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر اسکے بعد عمرو نے مثلاً زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر دوبارہ خالد نے کوئی اُسکی انگلی کاٹ ڈالی پھر بکر نے اُسکی ہتھیلی کاٹی حالانکہ اُسپر دو انگلیان لگی ہین تو قاضی زید پر ایک دیت کا حکم دیگا جسمین سے چوتھائی بکر کو اور تین چوتھائی عمرو کو ملیگی اور اگر عمرو اور بکر نے متفق ہوکر زید کی ہتھیلی کاٹی حالانکہ اُسپر دو انگلیان لگی ہین تو جو دیت زید سے اُنھون نے لی ہے وہ ان دونون مین آٹھ حصہ ہوکر تقسیم ہوگی جسمین سے تین حصہ عمرو کو اور پانچ حصہ بکر کو ملینگے یہ محیط مین ہے۔ انگلی کے سرے کاٹنے مین حکومت عدل ہے اور ناخن اگر جیسا تھا ویسا ہی جم آیا تو مثل اور اعضا کے

اُسمین کچھ واجب نہوگا اور اگر نہ جاتا تو حکومت عدل ہوگی اور اگر عیب دار جاتا تو حکومت بہ نسبت اول کے کم ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور دونون پانون مین خطا کی صورت مین پوری دیت واجب ہوگی اور ایک کے واسطے آدھی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ بچے کے ہاتھ اور پانون کے واسطے حکومت عدل ہی بشرطیکہ وہ چلتا اور نہ بیٹھتا ہو اور نہ ان دونون کو حرکت دیتا ہو اور اگر حرکت دیتا ہو تو دونون کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ لنگڑا پانون کاٹ ڈالنے مین حکومت عدل ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر نصف ساق سے پانون کاٹ ڈالا تو دو تہائی دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کسی کی ران توڑ ڈالی پھر وہ اچھا ہوگیا اور ران سیدھی ہوگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسپر حکومت عدل واجب ہوگی۔ اور ابو سلیمان رح نے امام محمد سے کتاب الحج مین روایت کی کہ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی ہڈی ہاتھ یا پانون وغیرہ کی توڑ ڈالی اور وہ اچھا ہوگیا اور جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا تو اسمین دیت نہین ہی اور اگر اُسمین نقصان یا کجی رہگئی ہی تو کجی کے نقصان کے حساب سے اُسمین دیت ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور پسلی مین اور ہنسلی مین حکومت عدل واجب ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور پستان مرد مین حکومت عدل ہی اور مرد کی پستان کی بونڈی مین بہ نسبت پستان کے کم حکومت عدل ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور مرد کی ایک پستان مین اُسکا نصف ہی۔ یہ محیط مین ہی۔ اور عورت کی چھاتیون مین دیت ہی اور اسی طرح اُسکی چھاتی کی بونڈیون مین بھی اور ایک چھاتی مین نصف دیت ہی اور کتب ظاہرہ مین یہ نہین پایا گیا کہ اگر عورت کی چھاتی عمداً کاٹی جاوے خواہ وہ نابالغہ ہو یا بالغہ ہو قصاص واجب ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور خنثی کی چھاتیون مین امام اعظم رح کے نزدیک وہی ہی جو عورت کی چھاتی کے واسطے ہی اور صاحبین رح کے نزدیک عورت کی چھاتی اور مرد کی چھاتی کا نصف واجب ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کی پیٹھ مین ایسی ضرب لگائی جس سے وہ جماع سے عاجز ہوگیا یا کبڑا ہوگیا تو جان کی دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر جماع سے عاجز نہوا اور نہ کبڑا ہوا پس اگر جراحت کا اثر باقی رہا تو اُسمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسمین چوٹ کا اثر نہو تو کچھ واجب نہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ طبیب کی اجرت واجب ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ عورت کا سینہ اگر توڑ دیا اور دہان سے منی کی آمد منقطع ہوگئی تو دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ذکر مین پوری دیت واجب ہوگی اور خصی کے ذکر کے واسطے ہمارے نزدیک حکومت عدل ہی خواہ اُسمین جنبش ہو یا نہو خواہ وہ جماع پر قادر ہو یا نہو اور عنین کے ذکر مین بھی یہی حکم ہی اور بوڑھے آدمی کے ذکر مین یہ حکم ہی کہ اگر وہ جماع پر قادر نہو تو اُسکا حکم مثل عنین و خصی کے ذکر کے ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر حشفہ کاٹ ڈالا تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ باقی ذکر بھی کاٹ ڈالا پس اگر اول زخم سے صحت پانے سے پہلے کاٹا ہی تو ایک ہی دیت واجب ہوگی اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا اُسنے ایک مرتبہ پورا ذکر کاٹ ڈالا ہی اور اگر درمیان مین اچھا ہوگیا ہو تو حشفہ کے واسطے پوری دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور دونون خصیون مین پوری دیت ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر تندرست آدمی کے خصیے اور ذکر دونون خطا سے کاٹے پس اگر پہلے ذکر کاٹا ہو تو اسمین دو دیت ہونگی۔ اور اگر پہلے دونون خصیے کاٹے پھر ذکر کاٹا تو خصیون کی پوری دیت واجب ہوگی اور ذکر مین حکومت عدل ہوگی اور اگر دونون کو ران کی طرف سے

ایکیارگی کاٹ ڈالا ہو تو اُسپر دو دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ایک خصیہ کاٹ ڈالا اور اُسکی منی منقطع ہوگئی تو اُسمین دیت واجب ہوگی اور یہ بات معلوم نہوگی الا اُس صورت مین کہ جنایت کرنے والا ایسا اقرار کرے یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور اگر دونون چوتر خطا سے کاٹ ڈالے تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص کے پیٹ مین نیزہ مارا اور ایسا ہوگیا کہ اُسمین کھانا نہین ٹھہر سکتا ہی تو اُسمین دیت واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر مقعد مین نیزہ وغیرہ مارا اور ایسا ہوگیا کہ اُسکے جوف مین کھانا نہین ٹھہر سکتا ہی تو پوری دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر ایسا زخم لگایا جس سے پیشاب کا استمساک نہین ہوسکتا ہی بلکہ جاری رہتا ہی تو اسمین دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر ایک عورت کی فرج کاٹ ڈالی اور ایسی ہوگئی کہ اُس سے جماع نہین ہوسکتا ہی تو اُسمین دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اگر ایک عورت کو مارا جس سے وہ صدمہ اُٹھاکر مستحاضہ ہوگئی تو ایک سال تک انتظار کیا جائیگا پس اگر اچھی ہوگئی تو خیر ورنہ دیت کا حکم دیا جائیگا اور پیشاب جاری ہوجانے کے مسئلہ مین بھی ایک سال تک انتظار واجب ہی بخلاف پیٹ مین نیزہ مارنے کے مسئلہ کے یہ محیط مین ہی۔ اگر عورت کا سوراخ پیشاب و مقعد ایک کردیا کہ وہ پیشاب نہین روک سکتی ہی تو دیت واجب ہوگی اور اگر رُکتا ہو تو جائفہ ہوگی پس تہائی دیت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے ایسی نابالغہ سے جو لائق جماع نہین ہی جماع کیا پس وہ مرگئی پس اگر وہ نکاحی نہو اجنبی ہو تو زنا کی مذکار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر منکوحہ ہو تو مدد کار برادری پر دیت اور شوہر پر مہر واجب ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے جسکا سن اسقدر ہی کہ ایسی عورت سے جماع کیا جاتا ہی جماع کیا اور وہ اس حرکت سے مرگئی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر اپنی چوردسے جماع کیا اور اُسکی آنکھ جاتی رہی یا اُسکا مقام پیشاب و مقعد کا سوراخ ایک کردیا پس وہ مرگئی تو وہ ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اس سب مین ضامن ہوگا سوائے پیشاب گاہ و مقعد کا سوراخ ایک کردینے اور جماع سے مرنے کے کہ اس صورت مین ضامن نہوگا اور فرمایا کہ یہی امام اعظم کا قول ہی اور ہشام نے امام محمد سے یہ بھی روایت کی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ فقیہ ابو نصر الدبوسی سے روایت ہی کہ اگر اجنبیہ عورت کو اُٹھایا اور وہ گر پڑی جس سے اُسکا پردہ بکارت زائل ہوگیا تو اُٹھانے والے پر اُسکا مہر مثل واجب ہوگا اور اُسکو تعزیر دیجائیگی اور ابو حفص سے روایت ہی کہ مرد مذکور پر اُسکے مال سے مہر واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر اپنی عورت کو اُٹھایا اور ہنوز اُسکے ساتھ دخول نہین کیا ہی پس اُسکی بکارت زائل ہوئی پھر اُسکو طلاق دی تو نصف مہر واجب ہوگا اور اگر غیر کی جورو کو اُٹھایا اور اُسکا پردہ زائل ہوا پھر اُس سے نکاح کیا اور اُسکے ساتھ دخول کیا تو دو مہر واجب ہونگے یہ محیط مین ہی

فصل - شجاج کے بیان مین - **قال المترجم** شجاج جمع شجہ کی ہی اور اصطلاح فقہا مین شجہ سے مراد وہ ہی جو کتاب مین فرمایا کہ شجہ کی جگہ سر اور چہرہ تا ٹھوڑی ہی اور ٹھوڑی سے نیچے شجہ کی جگہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور دونون جبڑے ہمارے نزدیک چہرہ مین داخل ہین یہ ہدایہ مین ہی۔ شجاج دس ہوتے ہین خارصہ وہ ہی جو کھال کو خرص کرے یعنے چھیلے اور خون بہا نہو۔ دامعہ جس سے خون چھنک آوے مگر نہ بہے جیسے آنکھ

ہین آنسہ ڈھڈیاتے ہین - وآمیہ جس سے خون بہے - باضعہ جس سے کھال کٹ جاوے - متلاحمہ جو گوشت مین پہونچ گیا ہو - سمحاق جو سحاق تک پہونچا ہو اور سحاق ایک باریک کھال سر کی ہڈی اور گوشت کے درمیان ہی - موضحہ جس سے ہڈی کھل جاوے - ہاشمہ جو ہڈی کو توڑ دے - منقلہ جو ہڈی توڑنے کے بعد اسکو جگہ سے بے جگہ کر دے - آمہ جو ام الراس تک پہونچ جاوے اور ام الراس اُس ہڈی کو کہتے ہین جسمین بھیجا رہتا ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور ایک جائفہ ہی جو کھال پھاڑ کر دماغ تک پہونچ جاوے اور اسکو امام محمد رح نے ذکر نہین فرمایا ہی اسواسطے کہ ایسے زخم سے آدمی زندہ نہین رہتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور سوائے موضحہ کے دوسرے شجون مین قصاص نہین ہی اور یہ حسن نے امام اعظم سے روایت کی ہی اور بنا بر ظاہر الروایۃ کے موضحہ سے کم مین بھی قصاص ہوتا ہی اسکو امام محمد رح نے اصل مین ذکر فرمایا ہی اور یہی اصح ہی کذا فی التبیین - اور اسی کو عامہ مشائخ نے اختیار کیا ہی یہ محیط مین ہی - اور زخم موضحہ مین قصاص واجب ہوتا ہی جبکہ عمداً ہو یہ تبیین مین ہی - اور جو شجاج موضحہ سے بڑھکر ہین اُنمین بالاجماع قصاص نہین ہی اگرچہ عمداً ہون جیسے ہاشمہ و منقلہ یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - اور جن شجاج مین ہمنے ذکر کیا کہ قصاص نہین ہی انکے عمد و خطاء دونون کا یکسان حکم ہی - پس اُن زخمون کے عمداً ہونے کی صورت مین جو واجب ہی وہی بخطا ہونے کی صورت مین واجب ہی یہ محیط مین ہی - اور موضحہ مین اگر خطا سے ہو تو دیت کا بیسوان حصہ واجب ہوگا اور ہاشمہ مین دیت کا دسوان حصہ اور منقلہ مین دسوان حصہ و بیسوان حصہ واجب ہوگا اور آمہ کے واسطے تہائی دیت اور جائفہ کے واسطے تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر وار پار ہو جاوے تو دو جائفہ ہونگے پس دو تہائی دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہی - اور ان سب مین اگر اچھا ہو جاوے اور اُسکا کچھ اثر باقی نہ رہے تو کچھ واجب نہو گا لیکن امام محمد رح کے نزدیک چھپے ہونے تک جسقدر اُسنے خرچ کیا ہی وہ واجب ہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص کو منقلہ زخم پہونچایا اور وہ اچھا ہو گیا مگر بعد اچھے ہونے کے اُسکا کچھ اثر رہگیا اگرچہ قلیل ہی رہگیا ہو تو بھی منقلہ کا ارش واجب ہوگا اسواسطے کہ ارش جب واجب ہوتا ہی تو وہ ساقط نہین ہوتا ہی جب تک کہ سبب وجوب بالکل زائل نہو جاوے یہ محیط مین ہی - اور اسی پر فتوے ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور چھ شجہ جو موضحہ سے اول مذکور ہوے ہین اگر بخطا ہون تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اور حکومت عدل کی تفسیر مین مشائخ رح نے اختلاف کیا ہی ملخصاً رح نے فرمایا کہ اسکا طریقہ یہ ہی کہ اُسکو مملوک فرض کرکے اس زخم کے ساتھ اُسکی قیمت اندازہ کیجاوے اور بدون اس زخم کے اندازہ کیجاوے پس اگر تفاوت قیمت اصل قیمت کا بیسوان حصہ ہو تو دیت کا بیسوان حصہ واجب ہوگا اور اگر چالیسوان حصہ ہو تو چالیسوان حصہ دیت واجب ہوگا اور اسی پر فتوے ہی یہ کافی مین ہی - اور زخم آمہ سوائے سر کے یا سوائے چہرہ کے ایسی جگہ جہان سے دماغ تک پہونچ جاوے کہین نہین ہوتا ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کے کان مین نیزہ مارا جو دوسرے کان سے نکل گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسمین حکومت عدل واجب ہی اور اگر منہ مین نیزہ مارا اور وہ دماغ مین جا نکلا حتے کہ منہ سے دماغ تک سوراخ ہو گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسمین حکومت عدل ہی اور اگر دماغ سے کھوپڑی تک سوراخ ہو گیا تو دماغ سے کھوپڑی تک کیواسطے تہائی دیت واجب ہوگی - اور اگر کسی شخص کی آنکھ مین نیزہ یا تیر مارا اور اُسکی گدی کی طرف سے نکلا تو آنکھ کے واسطے نصف دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر دماغ تک پہونچکر کھوپڑی سے پار ہو گیا ہو

ف
اگر کسی نے کسی کو زخم لگایا جو موضحہ سے کم تھا پھر اسکا اثر رہگیا تو اسکا اصل سے ارش واجب ہوگا یہ موضحہ ہے

تو آنکھ کے واسطے نصف دیت اور دہان سے دماغ تک کے واسطے حکومت عدل اور دماغ سے کھوپڑی تک کے واسطے ثلثائی دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور جو جراحات سر و چہرہ کے سوائے دوسری جگہ ہون پس اگر اُنسے ہڈی کھل گئی یا ٹوٹ گئی تو حکومت عدل واجب ہوگی بشرطیکہ اُنکا اثر باقی رہا ہو اور اگر اُس جراحت کا اثر باقی نہ رہا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ظالم پر کچھ واجب نہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک مجروح نے اچھے ہونے تک جو کچھ خرچ کیا ہی وہ واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور جائفہ وہ ہی جو جوف تک پہونچے جیسے جوف شکم یا پشت یا سینہ یا حلق گردن سے ایسی جگہ تک پہونچے کہ دہان اگر شیر اب پہونچے تو شراب پہونچنے سے مقطر ہو جاوے تو یہ سب جائفہ ہی اور اُس سے اوپر جائفہ نہین ہی اور دونون ہاتھون اور دونون پانون اور ران و منخہ و سر مین جائفہ نہین ہوتا ہی اور اگر خصیے اور ذکر کے درمیان زخم لگے یہان تک کہ جوف تک پہونچ جاوے تو وہ جائفہ ہی۔ یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور شجہ کا قصاص اسطرح لیا جائیگا کہ شجہ کی مساحت طول و عرض کے موافق قصاص لیا جائیگا پس اگر قدم سر یا و خر سر یا درمیان مین یا سر کے دونون پہلو مین کسی طرف ہو تو زخم کرنے والے کے بھی سر مین سے اسی جگہ سے اتنا ہی زخم کردے۔ اور اگر زید نے عمرو کے سر مین موضحہ زخم لگایا جس سے عمرو کے ہر دو کنارہ سر کے بیچ کی ہڈی کھل گئی اور اسقدر طول و عرض کا زخم زید کا سر مین ہر دو کنارہ تک نہین پڑتا ہی یعنے زید کا سر بہت بڑا ہی تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے اُس سے قصاص لے اور جس کنارے سے چاہے زخم لگانا شروع کرے یہانتک کہ اُسکے ہر دو کنارہ سر کے بیچ مین جہان عمرو کے زخم لگا ہوا ہے زخم کے برابر جہان تک پہونچ سکے لگاتا جاوے پھر جہانتک طول مین اُسکا زخم تھا اگرچہ ہر دو کنارہ تک نہ پہونچا ہو لیکن آیندہ باز رہے اور چاہے قصاص چھوڑ کر اُس سے دیت لے لے اور اگر عمرو کا زخم زائد ہوا اور زید کا سر چھوٹا ہو کہ ہر دو کنارہ سر زید سے مقدار مساحت زخم عمرو کے زائد ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے ارش لے لے اور چاہے زید کے ہر دو کنارہ سر کے بیچ مین جسقدر وسعت ہی اُسقدر قصاص لے لے اور اس سے زیادہ نہین بڑھا سکتا ہی اگرچہ عمرو کا زخم طول و عرض مین زائد ہی۔ اور اگر زخم مذکور عمرو کے سر کے طول مین ہوا اور وہ زید کے سر مین پیشانی سے گدی تک پہونچتا ہو تو چاہے ارش لے لے یا زید کے سر مین سے اُسی جگہ تک جہان عمرو کے زخم آیا ہی قصاص لے اور اس سے زیادہ نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر عمرو کے سر مین پیشانی سے گدی تک ہووے اور زید کے سر مین اسکے نصف ہی تک پہونچتا ہو تو عمرو کو اختیار ہوجاتا ہے ارش لے لے یا جہانتک طول مین اُسکا زخم زید کے سر مین پہونچ سکے وہانتک قصاص لے لے اور جس جانب سے چاہے زخم دینا شروع کرے یہ ذخیرہ مین و محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص کے سر مین بیس موضحہ زخم لگائے پس اگر درمیان مین اچھا نہوتا گیا ہو تو پوری دیت تین سال مین واجب ہوگی اور اگر درمیان مین اچھا ہوتا گیا ہو تو پوری دیت ایک سال مین واجب ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص کے موضحہ زخم لگایا پس اُسکی عقل جاتی رہی یا پورے سر کے بال گرگئے پھر نہ جمے تو موضحہ کا ارش دیت مین داخل ہوجائیگا اور ان دونون کے سوائے ارش موضحہ دیت مین داخل نہین ہوا ہی۔ اور اگر کوئی حصہ بالون کا یا بہت کم کسی قدر بال گرگئے تو ہر موضحہ کا ارش واجب ہوگا اور بالون کی دیت اُسمین داخل ہوگی اور یہ اُسوقت ہی کہ اُسکے سر کے بال نہ جمے ہون اور اگر موافق سابق کے جم آئے ہون تو اُسپر کچھ لازم نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کی بھون مین

موضحہ زخم لگایا اور بال گر گئے اور پھر نہ جمے تو اُسپر آدھی دیت واجب ہوگی اور موضحہ کا ارش اسمین داخل ہوجائیگا یہ ابو الوہاج مین ہی۔ اور اگر اُسکی سماعت بابصارت یا کلام کی قوت اس سے جاتی رہی تو اُسپر موضحہ کا ارش معہ دیت کے واجب ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ سماعت و کلام کی دیت مین زخم مذکور داخل ہوجائیگا اور بصارت کی دیت مین داخل نہوگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے عمداً دوسرے کو موضحہ زخم پہونچایا جس سے اُسکی آنکھین جاتی رہین تو امام اعظمؒ کے نزدیک اسمین کچھ قصاص نہین ہی اور دونون آنکھون کی دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ موضحہ کا قصاص ہوگا اور آنکھون کی دیت واجب ہوگی اور ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ موضحہ اور دونون آنکھون کا قصاص واجب ہوگا یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص اصلع جسکے سر کے بال بوڑھاپے سے جاتے رہے تھے اُسکو ایک شخص نے عمداً موضحہ زخم پہونچایا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قصاص نہوگا اور مجرم پر ارش واجب ہوگا اور اگر مجرم نے کہا کہ مین راضی ہوتا ہون کہ مجھسے قصاص لیا جاوے تو یہ نہین ہوسکتا ہی اور اگر مجرم بھی اصلع ہو تو اُسپر قصاص لازم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ واقعات ناطفی مین ہی کہ اصلع کا موضحہ بہ نسبت موضحہ غیر اصلع کے ناقص ہوتا ہی تو ارش بھی ناقص ہوگا اور ہاشمہ مین دونون برابر ہین۔ منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے اصلع کے سر مین خطا سے موضحہ زخم پہونچایا یا تو خطا کار پر موضحہ کے ارش سے کم مال اُسکے مال سے واجب ہوگا اور اگر ہاشمہ زخم پہونچایا یا تو ہاشمہ کے ارش سے کم مال اسکی مددگار برادری پر واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔

نوان باب - جنایت کے واسطے حکم کرنے اور جنایات کو دکان و اُسکے مناسبات کے بیان مین - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اُسکو قتل کرے پس اُسنے تلوار سے اُسکو قتل کیا تو قصاص نہوگا اور امام اعظمؒ سے اصح الروایتین کے موافق دیت بھی واجب نہوگی اور یہی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی اور اگر اُسکو حکم دیا کہ اُسکا ہاتھ کاٹ دے یا اُسکی آنکھ پھوڑ دے پس مامور نے ایسا ہی کیا تو دونون صورتون مین ضمان واجب نہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا ہاتھ اس شرط پر کاٹ دے کہ تو مجھے یہ کپڑا دیدے یا یہ درم دیدے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو اُسپر قصاص واجب نہوگا بلکہ پانچ ہزار درم واجب ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک سیب کو فروخت کیا پس اُسنے قتل کر ڈالا تو قصاص واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ زید نے عمرو سے کہا کہ میرے پسر کو قتل کردے یا اُسکا ہاتھ کاٹ دے چنانچہ وہ نابالغ ہی تو قصاص واجب ہوگا اور امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ انھون نے کہا کہ مین اسمین استحسانًا یون حکم دیتا ہون کہ وہ دیت دیگا۔ اور اگر کہا کہ میرے غلام کو قتل کردے یا اُسکا ہاتھ کاٹ دے پس عمرو نے ایسا ہی کیا تو عمرو پر کچھ واجب نہوگا یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میرے بھائی کو قتل کردے اور حکم دہندہ اُسکا وارث ہی تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ استحسانًا قاتل سے دیت لیجائیگی۔ اور اگر اُسکو حکم کیا کہ اُسکا سر یا چہرہ زخمی کرے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو فاعل پر کچھ واجب نہوگا لیکن اگر وہ مرگیا تو قاتل پر دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر ایک شخص سے کہا کہ میرے باپ کو قتل کردے اُسنے قتل کردیا تو قاتل پر واجب ہوگا کہ اُسکے بیٹے کو دیت مقتول ادا کرے اور اگر کہا کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ ڈال اُسنے کاٹا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ واقعات حسامیہ مین ہی۔ ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے آپ کو قتل کردے اُسنے ایسا ہی کیا تو حکم دہندہ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی کذا فی الظہیریہ اقول وفیہ نظر۔ منتقی مین ہی کہ ایک

یہان کا بیان ہی اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم اسکو اپنے موقع پر لکھینگے

شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے اوپر جنایت کر پس اُسنے ایک پتھر پھینک مارا اور اُس سے ایسا زخم آیا کہ ایسے زخم سے آدمی زندہ رہ سکتا ہی تو وہ شخص جانی یعنے جنایت کنندہ کہلائیگا قاتل نہ کہلائیگا پھر اگر وہ شخص مجروح مرگیا تو جانی پر کچھ نہو گا - اور اگر ایسا زخم آیا جس سے آدمی زندہ نہین رہتا ہی تو وہ قاتل ہوگا نہ جانی پس مجروح کے مرجانے کی صورت مین اُسپر دیت واجب ہوگی - اور اگر کہا کہ مجھپر کوئی جنایت کر پس مامور نے اُسکو تلوار سے قتل کر ڈالا تو مامور سے قصاص نہ لیا جائیگا اور اُسپر اُسکے مال سے دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے کو حکم دیا کہ فلان شخص کو قتل کر دے اُسنے قتل کیا تو قتل کنندہ کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری یہ مال حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس نہین لے سکتی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر مامور کوئی غلام ہو تو اُسکے مولے سے جو کچھ تاوان دیا ہی وہ حکم دہندہ سے واپس لیگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی - ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم کیا کہ فلان شخص کو قتل کر دے اُسنے قتل کیا تو لڑکے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری اس مال کو حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر مامور ایک غلام مجور ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو تو اُسکے مولی کو اختیار دیا جائیگا - کہ چاہے اس غلام مجرم کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور جو کچھ اُسنے اختیار کیا بہر حال جو مقدار دونون مین کم ہو خواہ فدیہ یا غلام کی قیمت اُسکو حکم دہندہ کے مال سے واپس لیگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی - اور اگر بالغ نے دوسرے بالغ کو ایسا حکم دیا تو قاتل پر ضمان واجب ہوگی اور حکم دہندہ پر کچھ نہو گا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم دیا کہ فلان شخص کا جو پایہ مار ڈال یا اُسکا کپڑا پھاڑ ڈالنے یا اُسکا کھانا کھا لینے کا حکم دیا اور اُسنے حکم کے موافق کیا تو اُسکا تاوان لڑکے کے مال مین واجب ہوگا اور اس مال تاوان کو حکم دہندہ سے واپس لیگا اور اگر لڑکے نے بالغ کو ان افعال کا حکم دیا اور اُسنے ایسا فعل کیا تو لڑکے پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر غلام ماذون نے کسی لڑکے کو ایک شخص کا کپڑا پھاڑ ڈالنے کا حکم دیا یا لڑکے کو اپنے کسی کام مین لگایا جس سے وہ مرگیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ حکم دہندہ ضامن ہوگا اور اگر اُسنے لڑکے کو کسی شخص کے قتل کا حکم دیا اور اُسنے قتل کیا تو حکم دہندہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - غلام ماذون نے جو صغیر ہی یا کبیر ہی کسی غلام مجور یا ماذون کو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو ایک شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور مامور نے قتل کر دیا اور مولے کو اختیار دیا گیا کہ مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے تو مولی اُسکی فدیہ و قیمت دونون مین سے کم مقدار کو حکم دہندہ کے رقبہ سے وصول کر لیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر حکم دہندہ غلام مجور ہو اور مامور بھی ایسا ہی ہو اور قاتل کے مولی نے اُسکا دینا یا اُسکا فدیہ دینا کچھ اختیار کیا تو مولے اس مال تاوان کو حکم دہندہ سے فی الحال واپس نہین لے سکتا ہی ولیکن مجور مذکور کے آزاد ہونے کے بعد اُس سے مواخذہ کر سکتا ہی - اور اگر اس صورت مین حکم دہندہ نابالغ ہو تو بعد آزاد ہونے کے بھی اُس سے مواخذہ نہین کر سکتا ہی - اور اگر مامور آزاد صغیر ہو اور حکم دہندہ غلام مجور ہو تو نابالغ کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور مددگار برادری کے لوگ اسکو مجور کے مولے سے فی الحال یا مجور سے بعد آزاد ہونے کے واپس نہین لے سکتے ہین یہ شرح زیادات عتابی مین ہی - مکاتب صغیر یا کبیر نے غلام مجور یا ماذون کو جو صغیر ہی یا کبیر ہی کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اُسنے قتل کیا اور مولے نے

گذانی مختصر الجامع اور اسمین سے نصف اُسکے مال مین سے اور نصف اُسکی مددگار برادری سے لیا جائیگا پھر اسمین سے مارنے والا غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے مارے ہوے کے لے لیگا اور پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان غلام کو ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو اُسکا نصف مولاے آزاد کنندہ اور باقی مارنے والے کے قریب عصبہ کو ملیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی کذانی مختصر الجامع اور اگر مسئلہ مذکورہ بحالہ ہو پھر حکم دہندہ نے اُسکو ایک کوڑا مارا پھر ایک اجنبی نے اُسکو ایک کوڑا مارا اور ان سب سے وہ مرگیا تو مامور پر دوسرے کوڑے کا نصف رش اُسکے مال سے بحساب ایک کوڑا کھائے ہوے کے اپنے شریک کے واسطے واجب ہوگا اور مامور کی مددگار برادری پر بشرطیکہ آزاد کنندہ خوشحال ہو تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگا اور اُسکی قیمت کا چھٹا حصہ بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگا اور حکم دہندہ پر چوتھے کوڑے کا ارش بحساب تین کوڑے کھائے ہوے کے اور تہائی حصہ قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوے کے اُسکے مال سے واجب ہوگا اور اجنبی کی مددگار برادری پر پانچوین کوڑے کا ارش بحساب چار کوڑے کھائے ہوے کے اور تہائی قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگی اور اجنبی کی مددگار برادری اور حکم دہندہ اور مامور سے جو کچھ وصول کیا گیا ہی وہ غلام کا ہوگا اور مامور اپنے حکم دہندہ سے غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوے کے لے لیگا اور حکم دہندہ اسقدر مال کو مال غلام سے واپس لیگا۔ اور جو کچھ غلام کا مال باقی رہا وہ عصبات حکم دہندہ کو ملیگا۔ بشرطیکہ غلام کا کوئی عصبہ نہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر حکم دہندہ تنگدست ہو تو مامور پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اُسکے مال سے واجب ہوگا اور تیسرے کوڑے کا ارش اور چھٹا حصہ قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگا جسمین سے نصف اُسکے مال پر اور نصف اُسکی مددگار برادری کے اوپر ہوگا اور حکم دہندہ پر دی واجب ہوگا جو ہمنے اُسکے خوشحال ہونے کی حالت مین بیان کردیا ہی لیکن یہ اُسکی مددگار برادری سے وصول کیا جائیگا اور اجنبی پر وہی واجب ہوگا جو ہمنے بیان کردیا ہی اور مامور اسمین سے غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوے کے لے لیگا اور جو باقی رہا وہ دونون مولاؤن کے عصبات کو ملیگا یہ مختصر الجامع الکبیر مین ہی اور عیون مین ہی کہ اگر ایک شخص نے دو آدمیون سے کہا کہ تم دونون میرے اس مملوک کو سو کوڑے مارو تو وہ دونون مین سے ایک کو یہ اختیار نہین ہی کہ پورے سو کوڑے مارے اور اگر ایک نے اُسکو ننانوے (۹۹) کوڑے مارے اور دوسرے نے فقط ایک کوڑا مارا تو قیاساً زیادہ مارنے والا ضامن ہوگا اور استحساناً ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو ایک ہتھیار دیدیا تاکہ لیے رہے اور اس سے لڑکا ہلاک ہوگیا تو دینے والے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے اسکو لیے رہ تو بھی مختار یہی ہی کہ وہ ضامن ہوگا اور اگر کسی لڑکے کو ہتھیار دیدیا اور اُسنے اپنے آپ کو یا دوسرے کو ہلاک کیا تو بالاجماع دینے والا ضامن نہوگا کذانی الخلاصہ اور قولہ اور اُس سے لڑکا ہلاک ہوگیا اس قول سے یہ مراد نہین ہی کہ لڑکے نے اپنے تئین قتل کردالا کیونکہ اس صورت مین دینے والے پر ضمان نہین ہی بلکہ اس سے یہ مراد ہی کہ وہ ہتھیار لڑکے کے ہاتھ سے اُسکے بعضے عضو پر گرا جس سے وہ ہلاک ہوگیا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کے مجبور سے یہ کہا کہ تو اس درخت پر چڑھکر میرے واسطے اسکے پھل توڑ دے پس وہ لڑکا چڑھا اور وہان سے گرکر ہلاک ہوگیا تو حکم دہندہ کی مددگار برادری

لڑکے مذکور کی دیت واجب ہوگی - اسی طرح اگر اُسکو اپنے واسطے کسی بوجھ اُٹھانے یا لکڑی توڑنے کا حکم دیا ہو تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر طفل مذکور سے یون کہا کہ اس درخت پر چڑھ جا اور پھل توڑ اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے توڑ دے اور لڑکے نے ایسا ہی کیا اور ہلاک ہوا تو شائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ ضامن ہوگا خواہ اُسنے یہ کہا ہو کہ میرے واسطے توڑ دے یا فقط یہ کہا ہو کہ پھل توڑ یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور جامع صغیر مین لکھا ہی کہ اگر دوسرے شخص کے غلام سے کہا کہ اس درخت پر چڑھکر پھل توڑ تاکہ تو کھاوے اور اُسنے ایسا کیا اور اگر ہلاک ہوگیا تو کہنے والا ضامن نہوگا اور اگر یون کہا ہو کہ تاکہ مین کھاؤن اور باقی مسا بحالہ رہے تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر غیر کے غلام کو لکڑیان توڑنے یا کسی اور کام کے واسطے حکم دیا تو جو نتیجہ اس سے پیدا ہوا اُسکا ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی - اگر ایک شخص نے ایک طفل کو اپنے سواری کے جانور پر چڑھایا اور کہا کہ میرے واسطے اسکو تھامے رہنا اور اس کام کے واسطے اُسکو کوئی راہ نہ تھی پھر وہ جانور پر سے گر پڑا اور مر گیا تو جسنے اُسکو سوار کیا ہی اُسکی مددگار برادری پر طفل مذکور کی دیت واجب ہوگی خواہ طفل مذکور ایسا ہو کہ اتنے بڑے لڑکے سوار ہوتے ہین یا ایسا نہو - اور اگر طفل مذکور نے جانور کو چلایا یہانتک کہ اُسکی رفتار مین کوئی آدمی دبکر قتل ہوگیا اور طفل مذکور اُسکو تھامے ہوے بیٹھا تھا تو مقتول کی دیت طفل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور جسنے چڑھایا اُسکی مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور اگر طفل مذکور ایسا ہو کہ اتنے چھوٹے لڑکے جانور کو نہین چلا سکتے ہین اور نہ بیٹھکر تھام سکتے ہین تو مقتول کا خون ہدر ہوگا اور اگر جانور کی رفتار مین وہ لڑکا اُسکے اوپر سے گر کر مر گیا تو اُسکی دیت سوار کرنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی خواہ جانور کے روان ہونے کے بعد گرا ہو یا پہلے گرا ہو خواہ طفل مذکور ایسا ہو کہ اُسکو تھام سکتا ہو یا نہ تھام سکتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر ایک شخص ایک طفل کو ساتھ لیکر ایک جانور پر سوار ہوا اور لڑکا ایسا ہو کہ نہ چلا سکتا ہو اور نہ اُسپر جم سکتا ہو پھر جانور مذکور نے کسی شخص کو تلف کر دیا تو اُسکی دیت خاصکر مرد مذکور کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اُسی پر کفارہ واجب ہوگا - اور اگر طفل مذکور ایسا ہو کہ جانور کو چلاتا ہو اور اُسپر سوار رہتا ہو تو مقتول کی دیت دونون کی مددگار برادری پر واجب ہوگی پھر طفل کی مددگار برادری اس دیت کو مرد کی مددگار برادری سے واپس لیگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر ایک غلام نے ایک آزاد طفل کو ایک جانور پر سوار کیا اور طفل مذکور اُسپر سے گر کر مر گیا تو اُسکی دیت غلام کی گردن پر ہوگی کہ مولاے غلام اُسکو دیگا یا اُسکا فدیہ دیگا اور اگر طفل کے ساتھ غلام بھی اُس جانور پر سوار ہوا اور دونون روان ہوے پھر جانور مذکور نے کسی آدمی کو روند ڈالا اور وہ مر گیا تو طفل کی مددگار برادری پر نصف دیت اور غلام کی گردن پر نصف دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر آزاد بالغ نے ایک غلام صغیر کو جانور پر سوار کیا حالانکہ اتنا بڑا غلام اُسکو چلا سکتا اور تھام سکتا ہو کہ اُسپر جما رہے پھر اُسکو حکم کیا کہ اُسپر روان ہو پھر جانور مذکور نے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکی دیت غلام مذکور کی گردن پر ہوگی چاہے اُسکا مولی اس غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پھر اُسکا مولے ارش واُسکی قیمت سے کم مقدار کو غاصب سے واپس لیگا اور اگر مرد مذکور نے غلام کو چڑھایا حالانکہ ایسا چھوٹا غلام جانور کو نہین چلا سکتا ہی اور نہ اُسپر جمکر بیٹھ سکتا ہی اور جانور مذکور روانہ ہوا اور اُسنے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر وہ جانور وہین کھڑا ہو جہان اُسنے کھڑا کیا تھا تو وہ خالی نہوگا جسکے کہ اگر جانور نے اپنے ہاتھ یا لات سے کسی کو مارا یا مکدوم کیا تو غلام صغیر پر کچھ واجب نہوگا اور مقتول

یا مجروح کی ضمان اُس شخص کی مددگار برادری پر واجب ہوگی جسنے اُسکو کھڑا کیا ہے لیکن اگر اُسنے اپنی ملک مین کھڑا کیا ہو تو اُسپر بھی ضمان نہوگی یہ شرح مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک طفل کو دیوار یا درخت پر دیکھکر بلند آواز سے کہا کہ گر نہ پڑنا پھر وہ گر کر مر گیا تو مرد آواز دہندہ ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ گر پڑ اور وہ گر کر مر گیا تو آواز دینے والا اُسکی دیت کا ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک لڑکا اپنے باپ کی گود مین ہے اُسکو ایک غیر شخص نے کھینچا حالانکہ اُسکا باپ اُسکو پکڑے رہا یہانتک کہ اُسکے کھینچنے مین وہ مر گیا تو طفل مذکور کی دیت اُس کھینچنے والے پر ہوگی اور باپ اُسکا وارث ہوگا اور اگر دونون نے اُسکو کھینچا ہو اور وہ مر گیا تو اُسکی دیت دونون پر واجب ہوگی اور باپ اُسکا وارث نہوگا یہ واقعات حسامیہ مین ہے۔ ایک لڑکا پانی مین گر کر یا چھت سے گر کر مر گیا پس اگر ایسا ہو کہ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے تو مان و باپ پر کچھ نہوگا اور اگر اپنی حفاظت خود نکر سکتا تو مان و باپ پر کفارہ واجب ہوگا بشرطیکہ دونون کی گود مین پرورش پاتا ہو اور اگر دونون مین سے ایک کی گود مین پرورش پاتا ہو تو فقط اُسی پر کفارہ واجب ہوگا ایسا ہی شیخ نصیہ سے مروی ہے اور شیخ ابو القاسم سے حج والدین مین یہ منقول ہے کہ اگر دونون نے بچہ کا تعاہد نکیا یہانتک کہ وہ چھت سے گر کر مر گیا یا آگ سے جلکر مر گیا تو دونون پر سوائے توبہ و استغفار کے کچھ واجب نہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے یہ اختیار کیا ہے کہ دونون پر کچھ واجب نہوگا اور نہ ایک پر کچھ واجب ہوگا الا اُس صورت مین کہ اُسکے ہاتھ سے گر پڑے اور فتوی اسی پر ہے جسکو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے کذا فی الظہیریہ اور یہی صحیح ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ بچہ کی مان نے اگر بچہ باپ کے پاس چھوڑ دیا اور چلی گئی حالانکہ وہ بچہ سوائے باپ کے دوسری عورت کی چھاتی لیتا ہے مگر باپ نے اُسکے واسطے کوئی دائی نہ لگائی یہانتک کہ وہ بھوک سے مر گیا تو باپ گنہگار ہوگا اور اُسپر کفارہ و توبہ واجب ہے اور اگر وہ دوسری عورت کی چھاتی نہ لیتا ہو اور اُسکی مان یہ بات جانتی ہو تو مان گنہگار ہوگی کیونکہ اُسی نے اُسکو ضائع کیا ہے اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا یہ حکم شیخ نصیر سے مروی ہے اور چاہیے کہ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہو جیسے مسئلہ اولے مین اختلاف ہے یہ محیط مین ہے۔ چھ برس کی لڑکی کو بخار آتا تھا اور وہ آگ کے قریب بیٹھی تھی پھر باپ کے چلے جانے کے بعد اُسکی مان بھی اُسکو چھوڑ کر کسی پڑوسی کے یہان گئی پھر وہ لڑکی جل گئی اور مر گئی تو مان پر دیت واجب نہوگی لیکن اگر اُسکے پاس مال ہو تو مجھے نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان باندی آزاد کر دے ورنہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے اور برابر تاسف و ندامت مین رہے اور استغفار کرتی رہے امید ہے کہ اللہ تعالے اُسکو غفر کر دے اور یہ حکم مستحب ہے اور رہا وجوب کفارہ سو اُسکا حال بیان ہو چکا ہے یعنے کفارہ واجب نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اصل مین ہے کہ اگر کسی شخص نے آزاد بچہ کو غصب کر لیا اور لیگیا اور وہ مر گیا تو اسمین دو صورتین ہین اول آنکہ کسی ایسے سبب سے مر گیا جس سے احتراز و حفاظت ممکن نہین ہے مثلاً اُسکو بخار آنے لگا اور اس صورت مین بالاجماع غاصب ضمان نہین ہے اور دوم آنکہ ایسے سبب سے مرا جس سے احتراز و حفاظت ممکن ہے مثلاً وہ قتل کیا گیا یا اُسکے پتھر لگا یا اُسپر دیوار گر پڑی یا آسمان سے بجلی گری اور وہ صدمہ اُٹھا کر مر گیا یا اُسکو سانپ نے کاٹا یا درندہ نے پھاڑا یا دیوار یا پہاڑ سے گر پڑا تو ہمارے علماے ثلثہ کے نزدیک غاصب ضامن ہوگا اور اسپر اجماع ہے کہ اگر بچہ مذکور نے اپنے آپ کو قتل کیا تو غاصب پر ضمان نہوگی اور اگر غلام غصب کیا ہو تو بہر حال ضامن ہوگا خواہ ایسے سبب سے مرا جس سے احتراز ممکن ہے یا ایسے سبب سے جس سے احتراز ناممکن ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک طفل غصب کر کے ممالک کے قریب کر دیا یعنے ایسی چیز مین سے قریب کر دیا جس سے آدمی مر جاتا ہے اور وہ مر گیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی اگر وہ آزاد ہو یہ کذا فی ضمان

اگر طفل مغصوب نے کسی کو قتل کیا تو غاصب پر کچھ واجب نہو گا یہ محیط مین ہی - اگر طفل کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا گیا ہو اُسکو طفل نے قتل کر ڈالا تو اُسکی مدد گار برادری پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر طعام ودیعت رکھا گیا اُسکو طفل نے کھا لیا تو ضامن نہو گا یہ امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین ضامن ہوگا اور علی ہذا اگر غلام محجور کو مال ودیعت دیا گیا اور اُسنے تلف کر دیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک فی الحال وہ ماخوذ نہوگا اور بعد آزاد ہونے کے اُس سے تاوان مال کا مواخذہ کیا جائیگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ماخوذ ہوگا اور اقرار جنایت واعارہ اور بیع وتسلیم اگر طفل یا غلام محجور کے ساتھ ہو تو اُسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہوگا اور صحیح قول کے موافق یہ اختلاف طفل عاقل مین ہی حتے کہ غیر عاقل بالاجماع ضامن نہوگا - اور اگر بدون ایداع کے کچھ مال تلف کر دیا تو ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی اگر باپ نے بیٹے کو یا وصی نے یتیم کو تادیباً مارا اور وہ مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ ضامن ہوگا اور اگر معلم نے اسکو مارا پس اگر ان دونون کے بغیر اجازت ہو تو کسی پر ضمان واجب نہوگی - اور اگر شوہر نے زوجہ کو تادیباً مارا کہ وہ مر گئی تو ضامن ہوگا اور باپ پر کفارہ و دیت واجب ہوگی اور ادب سکھلانے والے پر کفارہ واجب ہوگا دیت نہوگی اور شوہر پر کفارہ و دیت دونو واجب ہونگے یہ واقعات حسامیہ مین ہی - والدہ نے اگر اپنے نابالغ فرزند کو تادیب کے واسطے مارا اور وہ مر گیا تو بنا بر قول امام اعظم رح کے بلاشک والدہ ضامن ہوگی اور صاحبین رح کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ والدہ ضامن نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے اپنے نابالغ فرزند کو تعلیم قرآن مجید مین مارا اور وہ مر گیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ والد اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اُسکا وارث نہوگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ والد اُسکا وارث ہوگا اور ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - پچھنے لگانے والے یا فصد کھولنے والے یا جراح یا ختنہ کرنے والے نے اگر پچھنے لگانے یا فصد کھولی یا نشتر دیا یا ختنہ کیا اور جسکے ساتھ کیا ہی اُسکی اجازت سے کیا پھر یہ زخم بجانب نفس سرایت کر گیا اور وہ مر گیا تو ضامن نہوگا کذا فی السراجیہ جراح یا فصد کھولنے والے یا پچھنے لگانے والے نے اگر مولی کی اجازت سے غلام کے ساتھ یا ولی کی اجازت سے طفل کے ساتھ ایسا کیا اور جراحت بجانب نفس سرایت کر گئی اور وہ مر گیا تو انمین سے کسی پر ضمان نہوگی اور یہی حکم ختنہ کرنے والے کا ہی اور بلا خلاف یہ لوگ سرایت زخم سے ضامن نہین ہوتے ہین یہ محیط مین ہی - ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی اگر ختنہ کرنے والے نے باپ کی اجازت سے اُسکے بیٹے کا ختنہ کیا اور استرہ چل گیا کہ جس سے حشفہ کٹ گیا اور طفل مر گیا تو ختنہ کرنے والے کی مدد گار برادری پر آدھی دیت واجب ہوگی اور اگر طفل زندہ رہا تو ختنہ کرنے والے کی مدد گار برادری پر پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور یہ حکم ایسی صورت مین ہی کہ جب حشفہ کٹ گیا اور طفل مر گیا تو ہمنے ذکر کیا کہ آدھی دیت واجب ہوگی یہ امام محمد رح نے روایت کی ہی اور یہ روایت مجموع النوازل مین مذکور ہی اور اصل مین ذکر فرمایا کہ اگر مر گیا تو کچھ واجب نہوگا اور ایسا ہی بنایات العتابی مین مذکور ہی کذا فی الذخیرہ

دسواں باب - جنین کے بیان مین

اگر مرد نے ایک عورت حاملہ کے پیٹ مین خواہ وہ سلیمہ ہو یا کافرہ ہو مارا جس سے اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ آ پڑا خواہ وہ نر ہو یا مادہ ہو تو مارنے والے کی مدد گار برادری پر غرہ واجب ہوگا اور غرہ غلام ہی یا باندی ہی یا گھوڑا ہی جسکی قیمت پانچ سو درم ہو اور یہ مال اس جنین کی میراث ہوتا ہی اور اگر مارنے والا اُسکا وارث ہو تو اب وارث نہوگا اور اسمین کچھ کفارہ نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی اور اگر ضرب مذکور سے

دو بچہ گرے تو دو غرہ واجب ہونگے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور جس جنین کی بعض خلقت مثل ناخن وبال کے ظاہر ہوگئی ہو تو وہ بمنزلہ پورے جنین کے ہوگا یعنے تمام احکام مین مثل پورے جنین کے ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ضرب کے بعد جنین زندہ ساقط ہوا پھر مرگیا تو اُسکی پوری دیت اور کفارہ واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر عورت مذکور کے پیٹ کا بچہ مردہ گر پڑا پھر وہ عورت مرگئی تو مارنے والے پر عورت کے قتل کرنے کی دیت اور بچہ گرانے کا غرہ واجب ہوگا اور اگر چوٹ کھاکر پہلے عورت مذکورہ مرگئی پھر اُسکے پیٹ سے جنین زندہ برآمد ہوا پھر مرگیا تو اُسپر عورت مذکورہ کے قتل کی دیت اور جنین کی دیت واجب ہوگی اور اگر وہ مرگئی پھر مردہ بچہ گرا تو اُسپر عورت کے واسطے دیت واجب ہوگی۔ اور جنین کے واسطے کچھ واجب نہوگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر بچہ کا سر نکلا اور وہ آواز سے رویا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو ذبح کر ڈالا تو اُسپر غرہ واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ جنین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک مرد نے کسی عورت کے پیٹ مین مارا جس سے دو جنین گر پڑے ایک زندہ اور دوسرا مردہ پھر زندہ بھی اسی چوٹ کی وجہ سے بعد پیدا ہو جانے کے مرگیا تو مارنے والے پر جنین میت کا غرہ اور زندہ کی پوری دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ منتقی مین ہی۔ کہ ایک شخص نے اپنی جورو کے پیٹ مین مارا جس سے زندہ جنین گر پڑا پھر وہ مرگیا پھر دوسرا جنین مردہ گرا پھر اسکے بعد عورت مذکور مرگئی اور مرد مارنے والے کے اور بیٹے ہین جو اس عورت کے سوائے دوسری عورت کے پیٹ سے ہین اور اس عورت سے سوائے اس اولاد کے جو مارنے کے وقت پیدا ہوئی ہی اور کوئی اولاد نہین ہی اور اس عورت کے ایک ماں باپ کے سگے بھائی موجود ہین تو مرد مذکور کی مددگار برادری پر زندہ جنین کی دیت واجب ہوگی جسمین سے اُسکی ماں چھٹا حصہ میراث پاویگی اور جو باقی رہے وہ اُسکے باپ کی اولاد یعنے اسکے سوتیلے علاتی بھائیون کو ملیگی اور باپ پر دو کفارہ واجب ہونگے ایک کفارہ زندہ جنین کا اور ایک کفارہ اُسکی ماں کا۔ اور جو بچہ مردہ گر پڑا ہی اُسکے واسطے باپ کی مددگار برادری پر پانچ سو درم کا ایک غرہ واجب ہوگا اور اسمین سے اُسکی ماں کا چھٹا حصہ ہوگا اور باقی اُس بچہ کا ہوگا جو زندہ ساقط ہوا ہی اسواسطے کہ غرہ بسبب ضرب کے واجب ہوا ہی اور جنین زندہ اُسوقت زندہ تھا پھر اسمین سے بھی جنین زندہ کی ماں چھٹے حصے کی وارث ہوگی پھر جسقدر یہ سب ماں کو میراث پہونچا ہی ماں کے بھائیون کو ملیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکے پیٹ مین دو جنین ہون پھر ایک اُسکے مرنے سے پہلے نکلا اور دوسرا اُسکے مرنے کے بعد نکلا حالانکہ دونون مردہ تھے پھر جو بچہ اُسکی موت سے پہلے نکلا ہی اُسکے واسطے غرہ پانچ سو درم ہونگے اور جو بعد موت کے نکلا ہی اُسکے لیے کچھ نہوگا پھر جو مرنے سے پہلے مردہ نکلا ہی وہ اپنی ماں کی میراث سے وارث نہوگا اور ماں اُسکی میراث سے وارث ہوگی اور جو بچہ اُسکے مرنے کے بعد اُسکے پیٹ سے نکلا ہی اگر وہ زندہ نکلا پھر مرگیا ہو تو اُسکے واسطے دیت واجب ہوگی اور وہ اپنی ماں کی دیت سے وارث ہوگا اور جسقدر اُسکی ماں نے اُسکے بھائی کے غرہ سے میراث پائی ہی اُسمین سے بھی وارث ہوگا اور اگر اُسکے بھائی کا باپ زندہ نہو تو اُسکے بھائی کی میراث بھی اُسی کو ملیگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی باندی کے پیٹ مین مارا اور اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ ساقط ہوا اور باندی مذکور زندہ رہی تو دیکھا جائیگا کہ اگر بچہ آزاد ہو مثلاً باندی کے مولی کا نطفہ ہو تو غرہ واجب ہوگا خواہ مؤنث ہو یا مذکر ہو اور اگر بچہ مذکور رقیق ہو تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ مین یون مذکور ہی کہ جس ہیئات و لون کے ساتھ خارج ہوا ہی زندہ فرض کرکے اُسکی قیمت اندازہ کیجائیگی پھر جب اُسکی قیمت

ف ۱ قتل اور اگر بچہ کے زندہ نکلا ہو تو دیت واجب ہوگی ۱۲ منہ

معلوم ہو جاوے تو دیکھا جائیگا اگر نر ہو تو ضارب پر بیسوان حصہ قیمت واجب ہوگا اور اگر مونث ہو تو دسوان حصہ قیمت واجب ہوگا اور اگر بچہ مذکور ضائع ہو گیا اور اُسکی قیمت کا اندازہ کرنا ممکن نہو سکا کہ زندہ فرض کرکے اسکے ہیئات و رنگ پر اُسکی قیمت اندازہ کیجاوے اور ضارب و باندی کے مولے کے درمیان اُسکی قیمت کی بابت جھگڑا ہوا تو قول ضارب کا قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور جو مال کہ باندی کے جنین کے عوض واجب ہوا وہ مال ضارب سے فی الحال لے لیا جائیگا اسکو حسن نے روایت کیا ہے اور جو مال آزاد عورت کے جنین کی بابت واجب ہو وہ ضارب کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ ایک سال مین ادا کرے یہ شرح طحاوی مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی کے پیٹ مین مارا اور وہ مردہ جنین ڈال گئی اور خود مر گئی تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ مارنے والے پر تین سال مین مان کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک باندی کے پیٹ مین مارا پھر اُسکے مولی نے جو کچھ اُسکے پیٹ مین ہے آزاد کر دیا پھر اُس سے زندہ جنین ساقط ہوا پھر مر گیا تو ضارب پر اُسکے زندہ کی قیمت واجب ہوگی اور دیت واجب نہوگی اگرچہ بعد آزاد ہونے کے مراہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر باندی کو چوٹ کھانے کے بعد فروخت کیا پھر اُسکے پیٹ سے بچہ ساقط ہوا تو غرہ بائع کو ملیگا اور اگر ضرب کے وقت باپ غلام ہو پھر آزاد کیا گیا پھر جنین ساقط ہوا تو باپ کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسوقت کی حالت معتبر ہے جسوقت ضرب واقع ہوئی ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ نوادر بشر مین امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جو اُسکی باندی کے پیٹ مین ہے آزاد کیا پھر ایک شخص نے اُسکے پیٹ مین مارا جس سے مردہ بچہ ساقط ہو گیا اور اُسکا باپ آزاد ہے تو ضارب پر دیہ واجب ہوگا جو جنین حرہ یعنے آزاد عورت کے بچہ کے حق مین واجب ہوتا ہے یعنے غرہ واجب ہوگا اور وہ باپ کو ملیگا مولی کو نہ ملیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر جنین کا باپ یا مان قبل ضرب کے آزاد کی گئی تو وہ مولی کی بہ نسبت جنین کے معاوضہ کے حقدار ہونگے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی باندی سے کہا کہ دو بچہ جو تیرے پیٹ مین ہین اُنمین سے ایک آزاد ہے پھر مر گیا پھر ایک شخص نے اُس باندی کے پیٹ مین مارا پس دو جنین مردہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی اُسکے پیٹ سے ساقط ہوئی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ضارب پر مذکر بچہ کے واسطے نصف غرہ یعنی ڈھائی سو درم اور نیز اُسکے زندہ فرض کرنے کی قیمت کی چوتھائی واجب ہوگی۔ اور اُسپر مونث جنین کے واسطے ڈھائی سو درم اور بیسوان حصہ قیمت واجب ہوگا یہ محیط مین۔ عورت نے اگر اپنے پیٹ مین مار کر صدمہ پہونچایا یا کوئی دوا پی لی تاکہ عمداً بچہ کو ساقط کر دے یا اپنی فرج مین کوئی ایسا دستی فعل کیا کہ جس سے بچہ ساقط ہو گیا تو اُسکی مددگار برادری غرہ کی ضامن ہوگی بشرطیکہ اُسنے شوہر کی بلا اجازت ایسا کیا ہو اور اگر شوہر کی اجازت سے ایسا کیا تو کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہے۔ ایک عورت نے ایک دوا پی مگر اُس سے عمداً بچہ گرانے کا قصد نہین کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ فتاوی نسفی مین لکھا ہے کہ جس عورت نے خلع کر لیا ہے اور وہ حاملہ ہے اُسنے عدت ساقط کرنے کی غرض سے پیٹ کا سقاط کر تو فرمایا کہ اگر اُسنے اپنے فعل سے ساقط کیا تو اُسپر غرہ واجب ہوگا اور یہ شوہر کو ملیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کی باندی خرید کر اُس سے وطی کی اور وہ اُس سے حاملہ ہو گئی پھر باندی مذکور نے اپنے پیٹ کو عمداً صدمہ ضرب پہونچایا یا کوئی دوا پی تاکہ بچہ ساقط کر دے پھر مردہ جنین ساقط ہوا پھر وہ باندی استحقاق مین لیلئی تو قاضی بنام مستحق اس باندی اور اُسکے عقر کا حکم دیگا اور مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس لیگا پھر مستحق سے کہا جائیگا کہ تیری باندی نے

اپنے بچہ کو قتل کیا حالانکہ وہ آزاد تھا اسواسطے کہ وہ مشتری مغرور کا بچہ تھا اور جنین آزاد مضمون ہوتا ہے کہ غرہ اُسکے ضمان مین واجب ہوتا ہے پس تجھکو اختیار ہے کہ چاہے غرہ مین باندی قیمت کورہ دے یا اِسکا فدیہ دے پھر جب اُسنے باندی دی یا فدیہ دیا تو مشتری سے کہا جائیگا کہ ہرگاہ تو نے غرہ لیا تو تجھکو بچہ کے بدلے مال دیا گیا اور اگر تجھکو بچہ دیا جاتا یا زندہ ساقط ہوکر مرنے کی صورت مین قیمت دیجاتی تو تجھپر مستحق کے واسطے پوری قیمت واجب ہوتی پس جب تجھکو غرہ دیا گیا تو اسی حساب سے تجھپر قیمت دینی واجب ہے اور آزاد بچہ کی قیمت دس ہزار ہے اگر مذکر ہو اور پانچ ہزار ہے اگر مونث ہو پس دیت مذکر مین سے پانچ سو درہم اُسکا بیسوان حصہ ہے اور مونث کی دیت مین سے دسوان حصہ ہے پس اِس حساب سے مشتری ضمان دیگا اور مستحق نے جب باندی دی یا اُسکا فدیہ دیا تو قیمت وال مضمون سے کمتر کو چاہے بائع سے واپس لے یا مشتری سے پس اگر بائع سے لی تو مشتری سے بائع واپس لیگا اور اگر مشتری سے لی تو وہ بائع سے واپس نہ لیگا پھر مشتری نے جسقدر قیمت بچہ تاوان دی وہ بحکم غرور اپنے بائع سے واپس لیگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اگر حاملہ باندی خریدی اور ہنوز اُسپر قبضہ نکیا تھا کہ جو کہ اُسکے پیٹ مین تھا اُسکو آزاد کردیا پھر ایک شخص نے اُسکے پیٹ مین مارا اور اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ ساقط ہوا تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے پورے ثمن مین باندی لیکر ضارب کا ذمہ منگیر ہو کہ اُش جنین مین آزاد جنین کا ارش لے لے اور جسقدر زیادتی ہو وہ اُسکو حلال ہوگی اور چاہے بیع باندی فسخ کردے اور اُسکا بچہ بعوض اپنے حصہ کے اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور اگر جنین کا باپ آزاد ہو یا کوئی وارث مولی العتاقہ سے رتبہ مین مقدم ہو تو دونون صورتون مین جنین کا ارش اُسی کو ملیگا اور مشتری کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک حاملہ کے پیٹ مین چھوری ماری اور وہ اُسکے پیٹ کے بچہ کے ہاتھ پر پہونچی اور ہاتھ کاٹ دیا پھر وہ عورت اس بچہ کو زندہ جنی تو نصف دیت اس مارنے والے کی برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ خطاء ہے کذا فی الظہیریہ

گیارہوان باب ۔ دیوار و جناح و پائخانہ کی جنایت اور انکے سوائے اور چیزون کی جنکو انسان راستہ پر بناتا ہے اور اُسکے مناسبات کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے ابتدا سے جھکی ہوئی دیوار بنائی ہو پھر وہ کسی شخص پر گر پڑی اور وہ قتل ہوگیا یا کسی شخص کا مال تلف ہوگیا تو دیوار مذکور کا مالک ضامن ہوگا خواہ بیشتر اُس سے توڑنے کے واسطے کہدیا گیا ہو یا نہ کہا گیا ہو اور اگر اُسنے ابتدا سے سیدھی بنائی تھی پھر مدت دراز گذرنے سے وہ جھک گئی اور کسی آدمی یا کسی مال پر گری اور وہ تلف ہوگیا پس اگر مالک دیوار سے بیشتر گرنے سے کہا گیا ہو تو ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک مالک دیوار ضامن نہوگا اور اگر بیشتر اس سے کہدیا گیا ہو پھر وہ دیوار گری حالانکہ اطلاع دینے کے بعد مالک کو ایسا موقع تھا کہ وہ دیوار مذکور توڑ سکتا تھا مگر اُسنے نہ توڑی تو قیاساً ضامن نہوگا اور استحساناً ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ پھر ایسی دیوار سے جو جان تلف ہوجاوے اُسکی ضمان مالک دیوار کی مددگار برادری پر ہوگی اور جو مال تلف ہوا اُسکا خود ضامن ہوگا یہ تبیین مین ہے۔ اور دیوار کے مالک سے دیوار توڑنے کی اطلاع دینا اُسکے ٹوٹے ہوئے کے حق مین بھی وہی اطلاع کافی ہوگی جسکے کہ اگر اُسکی دیوار بعد اطلاع کے ٹوٹ گری اور اُسکی ٹوٹن سے کوئی شخص ٹھوکر کھاکر مر گیا تو اُسکی دیت مالک دیوار پر ہوگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور اصحاب لاثالی نے امام ابو یوسف رح سے یون روایت کی ہے کہ مالک دیوار پر ضمان نہوگی مگر امام محمد رح کا قول صحیح یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر دیوار ایک شخص پر گری اور وہ مر گیا پھر دیوار کے ٹوٹن سے ایک شخص ٹھوکر کھاکر مر گیا پھر ایک شخص اُس مقتول سے ٹھوکر

کھا کر مر گیا تو دیوار والے کی مدد گار برادری پر ضمان نہوگی اور اگر بجائے دیوار کے جناح ہو کہ جسکو اسنے راستہ کی طرف بڑھایا تھا پھر وہ راہ مین ٹوٹ پڑا اور اُسکے ٹوٹنے سے ایک آدمی ٹھوکر کھا کر مر گیا اور دوسرا شخص اس مقتول سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو دونو مقتولون کی دیت اس جناح کے مالک پر ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور مالک کو اطلاع دہی کرنا سلطان وغیر سلطان سب کے نزدیک صحیح ہی یہ کافی مین ہی۔ اور بیشتر اطلاع دہی کی تفسیر یہ ہی کہ صاحب حق مالک دیوار سے کہے کہ تیری دیوار جھکی ہی یا کہے کہ جھکی ہوئی ہی پس اُسکو توڑ دے تا کہ گر کر کچھ تلف نہ کرے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مالک سے کہا گیا کہ تیری دیوار جھکی ہوئی ہی تجھے چاہیے ہی کہ تو اُسے منہدم کرادے تو یہ مشورہ ہی طلب نہین ہی کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اور طلب شرط ہی اور گواہ کر دینا شرط نہین ہی حتے کہ اگر توڑ کر صاف کر دینے کی طلب کی اور گواہ نکیے مگر مالک دیوار نے مثلاً اُسکو دور نکیا حالانکہ اُسکے دور کرنے پر قادر تھا یہانتک کہ وہ کسی شخص پر یا مال پر گری اور اُسکو تلف کر دیا اور مالک دیوار طلب کے اقرار کرتا ہی تو وہ ضامن ہوگا اور گواہ کر لینے کا فائدہ یہ ہی کہ وقت انکار مالک کے اُسپر ثابت کیا جاوے یہ کافی مین ہی اور اگر طلب پر دو گواہ مرد یا ایک مرد دو عورتین گواہی دین تو مطالبہ ثابت ہو جائیگا اور اسطرح بھی ثابت ہوتا ہی کہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام ہو۔ اور اگر جھکی ہوئی دیوار کے مطالبہ پر دو غلام یا دو کافر یا دو لڑکے گواہ کر دیے گئے پھر دونون غلام آزاد ہو گئے یا دونون کافر مسلمان ہو گئے یا دونون لڑکے بالغ ہو گئے پھر وہ دیوار گری اور کوئی آدمی تلف ہو گیا تو دیوار کا مالک ضامن ہوگا اسی طرح اگر ہر دو غلام کی آزادی و کافرون کے اسلام اور لڑکون کے بلوغ سے پہلے دیوار مذکور گری پھر دونون نے گواہی دی تو گواہی جائز ہوگی اسواسطے کہ دونون اہل ادائے شہادت ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور دہل جانے اور جھکنے سے پہلے گواہ کر لینا صحیح نہین ہی۔ اسواسطے کہ اسوقت تک کوئی تعدی نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ بیشتر اطلاع دہی کے صحیح ہونے کے واسطے یہ بھی شرط ہی کہ ایسے شخص کو اطلاع دے اور مطالبہ کرے کہ جسکو اُسکے دور کرنے کا اختیار حاصل ہی حتے کہ اگر ایسے شخص سے مطالبہ کیا جو اُس مکان مین اجارہ پر یا بطور عاریت رہتا ہی اور اُسنے دیوار گرا کر صاف نکیا یہانتک کہ وہ کسی آدمی پر گری تو کوئی ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور یہ بھی شرط ہی کہ اختیار و ولایت گر پڑنے کے وقت تک برابر باقی رہے حتے کہ اگر صاحب ولایت کے ہاتھ بعد مطالبہ و اشہاد کے نکل گئی باین طور کہ اُسنے مکان فروخت کر دیا تو وہ ضمان سے بری ہو جائیگا یہ تبیین مین ہی۔ اور مشتری پر ضمان نہوگی یہان اگر مشتری کے خریدنے کے بعد مشتری سے بھی مطالبہ و اشہاد کیا گیا ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر مطالبہ و اشہاد کے بعد مالک و ولی کو جنون مطبق ہو گیا یا نعوذ باللہ مرتد ہو کر دار الحرب مین چلا گیا اور قاضی نے اُسکے دار الحرب مین جا ملنے کا حکم دیدیا پھر مجنون کو افاقہ ہو گیا یا مرتد مذکور مسلمان ہو کر دار الحرب سے واپس آیا اور اُسکا مکان اُسکو دیدیا گیا پھر اسکے بعد دیوار گری اور اُسنے کچھ تلف کیا تو وہ ہدر ہوگا۔ اسی طرح اگر اُسنے مکان کو فروخت کر دیا حالانکہ اس سے پہلے اُس سے دیوار کا مطالبہ و اشہاد ہو چکا ہو پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بغیر عیب کے بسبب مشتری کے خیار رویت یا خیار شرط کے بائع کو واپس دیا گیا پھر دیوار گری اور اُسنے کچھ تلف کیا تو بعد واپس ہونے کے جب تک نئے سرے مطالبہ و اشہاد یا تجدید نہ کرے تب تک وہ شخص ضامن نہوگا اور اگر خیار بائع کا ہو پس اگر اُسنے بیع توڑ دی اور پھر دیوار گری اور کچھ تلف کیا تو بائع ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر مکان خریدنے والے سے اُس مکان کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا حالانکہ مشتری کو بیع مین تین دن کا خیار شرط حاصل ہی۔

پھر اُسنے بسبب خیار کے بیع رد کردی تو اشہاد باطل ہوجائیگا اور اگر بیع پوری کرلی تو باطل نہوگا اور اگر ایسی حالت مین بائع سے مطالبہ و اشہاد واقع ہوا ہو تو وہ ضامن نہوگا۔ اور اگر بائع کا خیار ہوا اور اُس سے دیوار مذکور کا مطالبہ و اشہاد کیا پس اگر اُسنے بیع توڑدی ہو تو اشہاد صحیح رہیگا اور اگر اُسنے بیع پوری کردی تو اشہاد باطل ہوجائیگا اور اگر بائع کا خیار ہونے کی صورت مین مشتری سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا ہو تو صحیح نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور ضمان واجب ہونے کے واسطے یہ شرط ہی کہ بعد مطالبہ و اشہاد کے اُس شخص کو اتنا موقع ملے کہ اُسمین وہ دیوار مذکور کو منہدم کرسکے حتی کہ اگر اُس سے مطالبہ و اشہاد کیا اور اُسی وقت وہ دیوار گر پڑی اتنا موقع نہ ملا کہ وہ گرا کر میدان خالی کرسکے تو جو چیز تلف ہوئی اُسکا ضامن نہوگا یہ تبیین مین ہی۔ اور یہ شرط ہی کہ مطالبہ ایسے شخص کی طرف سے ہو جو صاحب حق ہو اور عام راستہ کے حقدار سب عام لوگ ہین حتی کہ اگر ایک شخص نے عام لوگون مین سے مطالبہ کیا ہو تو کافی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور مسلمان مطالبہ کرے یا ذمی مطالبہ کرے دونون اس حکم مین یکسان ہین یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور اگر دیوار عام راستہ کی طرف جھکی ہو تو مطالبہ کا استحقاق تمام لوگون کو حاصل ہی خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو بشرطیکہ وہ آزاد بالغ عاقل ہو یا صغیر ہو مگر اُسکو اُسکے ولی نے اس معاملہ مین خصومت کا اختیار دیا ہو یا غلام ہو کہ اُسکو اُسکے مولے نے اسمین خصومت کا اختیار دیا ہو یہ کفایہ مین ہی۔ اور خاص کوچہ مین اصحاب کوچہ کو استحقاق مطالبہ ہی پس ایک کا مطالبہ کرنا کافی ہی اور دار کی صورت مین مالک یا ساکن کا مطالبہ شرط ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ جامع مین لکھا ہی کہ ایک شخص کی دیوار دوسرے کے دار کی طرف جھکی ہوئی تھی پس اُسپر مالک دار نے اسکی طلب و اشہاد کیا پس مالک دیوار نے قاضی سے درخواست کی کہ مجھے دو یا تین روز یا اسکے مثل کچھ قلیل روز مہلت دیجاوے اور قاضی نے اس درخواست کو منظور کرلیا پھر وہ دیوار مال یا کسی آدمی پر گری تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مالک دار نے یا ساکنان دار نے اُسکو مہلت دی یا مطالبہ سے بری کیا تو صحیح ہی اور دیوار سے جو کچھ تلف ہوا اُسکا ضامن نہوگا کذا فی الکافی اور اگر ایام معلوم۔ مہلت کے بعد دیوار گری تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر راستہ کی طرف جھکی ہوئی ہونے کی صورت مین اُسنے قاضی سے مہلت کی درخواست کی اور قاضی نے مہلت دی تو باطل ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اسی طرح اگر قاضی نے اُسکو مہلت ندی بلکہ جسنے اسپر اشہاد کیا ہی اُسنے مہلت دی تو بھی صحیح نہین ہی نہ اپنے حق مین اور نہ دوسرے کے حق مین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دیوار رہن ہوا اور اسکے بابت مرتہن سے بیشتر اطلاع دیگئی تو نہ مرتہن ضامن ہوگا اور نہ راہن اور اگر راہن سے اطلاع دیگئی ہو تو راہن ضامن ہوگا یہ شرح مبسوط مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ دار پر دعوی کیا اور اُسمین ایک جھکی ہوئی دیوار ہی تو جب تک مدعی کے گواہون کا تزکیہ ثابت نہو تب تک اُسکے توڑنے کی اطلاع کسکو اور اشہاد کسکو ہوگا تو فرمایا کہ جسکے قبضہ مین وہ مذکور ہی اُس سے دیوار کے توڑنے کا مواخذہ اور اشہاد کیا جائیگا اور جب تک مدعی کے گواہون کی تعدیل نہو تب تک بمنزلہ ایسے دار کے قرار دیا جائیگا کہ جسپر کچھ دعوی نہین ہوا ہی اور اگر قابض نے اُس دیوار کو گروا دیا پھر گواہون کی عدالت ثابت ہوئی تو جسنے توڑا ہی وہ مدعی کو دیوار کی قیمت تاوان دیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی نابالغ کا مکان ہو پس اُسکے باپ یا وصی پر اشہاد کیا گیا تو اشہاد صحیح ہی پس اگر دیوار گری اور اُسنے کچھ تلف کیا تو اُسکی ضمان نابالغ پر واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اور اس صغیر کی مان پر بھی اشہاد صحیح ہی کذا فی الکافی اور اگر دیوار ساقط

نہونی یہانتک کہ صغیر مذکور بالغ ہوگیا پھر ساقط ہوئی اور کوئی آدمی دب گیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر نابالغ کی نابالغی
مین اُسکا باپ یا وصی مرگیا پھر دیوار گری اور کوئی آدمی مرگیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر صغیر کے بالغ ہونے کے بعد
اُس سے جدید مطالبہ اشہاد کیا گیا پھر دیوار کسی آدمی پر گری تو اُسکی مددگار برادری پر مقتول کی دیت واجب ہوگی یہ محیط
مین ہے۔ ایک مسجد کی دیوار جھکی تو اشہاد اُس شخص پر ہوگا جسنے اُسکو بنایا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص نے
اپنا دار مساکین کے واسطے وقف کرکے اپنے قبضہ سے نکالکر ایک شخص کے قبضہ مین دیا کہ اسکا کرایہ مساکین پر
خرچ کیا کرے پھر اُسکی ایک دیوار جھکی کا مطالبہ وکیل سے کیا گیا پھر وہ کسی آدمی پر گری تو اُسکی دیت وقف کرنے والے
کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اُن لوگون پر بغیر وقف کیا گیا ہے یعنے مساکین پر اشہاد کیا گیا تو ضمان نہوگی یہ محیط مین ہے
ایک غلام ماذون کے مکان کی دیوار جھکی ہوئی ہے پس اُسپر اشہاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی تلف ہوگیا
تو ماذون کے مولی کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی خواہ غلام مذکور پر قرضہ ہو یا نہو اور اگر دیوار سے مال
تلف ہوا تو ضمان مال اس غلام کی گردن پر ہوگی جسکے واسطے وہ فروخت کیا جائیگا اور اگر اُسکے مولی پر اشہاد کیا گیا
تو اشہاد صحیح ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر مکان ترکہ کی دیوار مائل کا اشہاد کسی وارث پر کیا گیا تو قیاسا
وارثون مین سے کسی پر ضمان واجب نہوگی مگر مین استحسانا یہ حکم دیتا ہون کہ جسقدر دیوار جھکی ہوئی وارث پر اشہاد کیا گیا ہے اُسکے حصہ
مین جسقدر دیوار گرتی ہوا اُسکے حساب سے تلف شدہ کا تاوان اُسپر عائد ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک دیوار پانچ
آدمیون مین مشترک ہے پھر ایک شریک پر مطالبہ کیا گیا کہ یہ جھکی ہوئی ہے اور اشہاد کردیا گیا پھر وہ دیوار گری اور ایک
آدمی تلف ہوا تو جسپر اشہاد ہوا ہے اُسکی مددگار برادری سے دیت کا پانچوان حصہ ضمان لیا جائیگا۔ اسی طرح اگر ایک
دار تین آدمیون مین مشترک ہو انمین سے ایک نے اُسمین کنوان کھودا یا دیوار بنائی اور اپنے دونون شریکون
سے اجازت دلی پھر اُسمین کوئی آدمی تلف ہوگیا تو اُسپر تہائی دیت واجب ہوگی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح
نے فرمایا کہ ہر دو مسئلہ مین اُسپر نصف دیت واجب ہوگی کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الحسام رح۔ اور اگر کنوان
کھودنا یا دیوار بنانا دونون باقیون کی اجازت سے ہو تو یہ جنایت نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ ایک
شخص مرگیا اور اُسنے ایک بیٹا اور ایک دار چھوڑا اور میت پر اسقدر قرضہ ہے کہ تمام دار کی قیمت اُسمین مستغرق ہے اور اُسمین ایک
دیوار جھکی ہوئی ہے اور عام راستہ کی طرف جھکی ہے اور میت مذکور کا سوائے اس بیٹے کے کوئی وارث نہین ہے تو دیوار
مذکور کا مطالبہ اسی بیٹے سے کیا جائیگا اگرچہ وہ اُس دار کا مالک نہین ہے اور اگر اُس سے مطالبہ کرنے کے بعد
دیوار مذکور گر پڑی تو اُسکی دیت باپ کی مددگار برادری پر ہوگی بیٹے کی مددگار برادری پر نہوگی یہ محیط مین ہے۔ امام
محمد رح نے فرمایا کہ ایک مکاتب کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ مکاتب سے کیا گیا پس اگر اُسکے منہدم کرانے کا قابو پانے سے
پہلے گرگئی تو ضامن نہوگا اور اگر اُسنے اُسکے منہدم کرنے کا قابو پایا مگر منہدم نکرایا اور وہ گرگئی تو ضامن ہوگا اور یہ استحسان
ہے۔ اور ولی مقتول کو اُسکی قیمت اور دیت سے کہ مقدار کی ضمان دیگا اور اگر مکاتب کے آزاد ہوجانے کے بعد
دیوار گری تو اُسکی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی۔ اور اگر وہ عاجز ہوکر رقیق ہوگیا پھر دیوار گری تو اُسپر ضمان نہوگی
اور نیز اُسکے مولی پر ضمان نہوگی۔ اسی طرح اگر اُسنے دیوار کو فروخت کردیا پھر گری تو کسی پر ضمان نہوگی اور اگر فروخت نکیا
اور وہ گر پڑی پھر اُسکی ٹوٹن سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو وہ ضامن ہوگا۔ اور اگر عاجز ہوکر رقیق ہوگیا

تو مولی اُسکے دینے اور اُسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا اور اگر دیوار سے دیگر مرے ہوے سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو مالک دیوار پر ضمان نہوگی یہ شرح زیادات عتابی مین ہی - اور اگر اُسنے پاخانہ وغیرہ راہ پر بنایا پھر سو نے اُسکو فروخت کیا یا وہ آزاد ہوگیا اور وہ گرا اور کسی آدمی کو تلف کیا تو قیمت اور دیت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور اگر عاجز ہوکر رقیق ہوگیا ہی تو مولے اُسکے دینے یا اُسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا اور اگر پاخانہ کی ٹٹی سے کوئی آدمی ٹھوکر کھاکر مرگیا تو پاخانہ کا باہر بنانے والا ضامن ہوگا اور اگر اس مقتول سے ٹھوکر کھاکر کوئی آدمی مرا تو بھی باہر بنانے والا ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی - اگر ایک شخص کی مان کسی کی مولی العتاقہ ہی اور اُسکا باپ غلام ہی پس اس شخص پر ایک جھکی دیوار کا مطالبہ واشہاد کیا گیا اور اُسنے دیوار نہ گرائی یہانتک کہ اُسکا باپ آزاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی قتل ہوا تو اُسکی دیت اُسکے باپ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر باپ کے آزاد ہونے سے پہلے دیوار گری تو مان کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی - اور اگر اُسنے راہ پر پاخانہ بنایا پھر باپ آزاد کیا گیا پھر پاخانہ گرنے سے کوئی آدمی مرا تو اُسکی دیت مان کی مددگار برادری پر ہوگی اسواسطے کہ راہ پر پاخانہ بنانا خود جرم ہی اور اس جرم کی بنیاد کے وقت مان کی مددگار برادری اُسکی عاقلہ تھی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص اپنی جھکی ہوئی دیوار یا بغیر جھکی ہوئی دیوار پر چڑھا ہو پھر دیوار اُسکے اوپر گری اور بدون اُسکے فعل کے کسی آدمی کو صدمہ پہونچا اور وہ قتل ہوگیا تو شخص مذکور جھکی ہوئی دیوار کی بابت ضامن ہوگا بشرطیکہ اُس سے پیشتر اطلاع دی ومطالبہ کیا گیا ہو اور اسواسے اسکے اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر خود بدون دیوار کے گرا اور کوئی آدمی مرگیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر گرنے والا مرگیا تو نیچے کی جگہ کو دیکھا جاوے اگر اسکی ملک نہو پس اگر وہ شخص راہ پر چلا جاتا ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور اگر رستہ مین کھڑا ہو یا بیٹھا ہو یا سوتا ہو تو جسپر گرا ہی اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر نیچے کی جگہ اُسکی ملک ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور اوپر والے پر ان حالات مین نیچے والے کی ضمان ہوگی اسی طرح اگر اوپر والا غافل ہوگیا اور گر پڑا یا سوگیا اور کروٹ لیکر گر پڑا تو جو صدمہ نیچے والے کو پہونچے اُسکا ضامن ہوگا اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا اسی طرح اگر پہاڑ کے اوپر سے کسی شخص پر گرا اور وہ قتل ہوگیا تو اُسپر اُسکی ضمان واجب ہوگی خواہ نیچے کی جگہ اُسکی ملک ہو یا نہو اسی طرح اگر ایک کنوئین مین جسکو اُسنے اپنی ملک مین کھودا ہی گر پڑا اور اُسمین کوئی آدمی تھا وہ مرگیا تو اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر کنوان رستہ پر ہو تو گرنے والے اور جسپر گرا ہی دونون کی ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جسنے کنوان کھودا ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک کھڑا دیوار پر رکھدیا اور وہ ایک شخص پر گر پڑا اور وہ مرگیا تو ضامن نہوگا اسواسطے کہ کھڑا دیوار پر رکھدینے سے اُسکے فعل کا اثر منقطع ہوگیا اور وہ اس رکھنے مین متعدی نہین ہی پس آدمی کا تلف کرنا اسکی طرف مضاف نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی - اگر ایک شخص نے دیوار پر کوئی چیز رکھی اور یہ چیز کسی آدمی پر گری اور وہ مرگیا تو اُسپر ضمان نہوگی بشرطیکہ اُسنے لبنان مین رکھی ہو اور اگر چوڑان مین رکھی کہ اُسکا ایک کنارہ رستہ کی طرف نکل گیا اور وہ گری پس اگر اُسکا نکلا ہوا کنارہ اُس شخص کے لگا تو ضامن ہوگا اور اگر دوسرا کنارہ لگا ہی تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر دیوار جھکی ہوئی ہو اور شہتیر اُسپر لبنان مین رکھا ہو تھے کہ اُسمین سے کچھ راہ کی طرف نہ نکلا پھر یہ شہتیر کسی آدمی پر گرا اور وہ مرگیا تو وہ ضامن نہوگا ایسا ہی کتب مین مذکور ہی اور حکم مطلق مذکور ہی اور ہمارے بعض مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب دیوار خفیف جھکی ہوئی ہو بہت نہو اور اگر دیوار زیادہ

جھکی ہوئی ہو تو وہ ضامن ہوگا خواہ پیشتر اُس سے دیوار مذکور کو درست کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو یا نہیں اور بعض نے فرمایا کہ حکم یہی ہے جیسا امام محمد رح نے مطلقاً بیان فرمایا ہے کہ دونوں حالتوں مین ضامن نہوگا اور اگر پہلے اُسکو دیوار گرانے کے واسطے اطلاع دیگئی ہو پھر اُسنے شہتیر رکھا پھر شہتیر گر گیا اور کوئی آدمی مرا تو فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے ایک جھکی ہوئی دیوار کی بابت اشہاد کیا گیا پھر دیوار کے مالک یا دوسرے نے اُسپر گھڑا رکھا پھر دیوار گری اور اُسنے گھڑا کسی شخص پر پھینکا اور وہ مر گیا تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہوگی اور اگر گھڑے سے یا دیوار کی ٹوٹن سے کسی شخص نے ٹھوکر کھائی پس اگر وہ گھڑا مالک دیوار کے سوائے دوسرے کا ہو تو کوئی ضامن نہوگا اور اگر وہ گھڑا مالک دیوار کا ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے - منتقی مین ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ جھکی ہوئی دیوار کے مالک سے اُسکے منہدم کرنے کا پیشتر مواخذہ کر دیا گیا مگر اُسنے منہدم نکیا یہانتک کہ ہوا نے اُسکو گرا دیا تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے - اگر ایک شخص کے مقبوضہ دار کی ایک دیوار جھکی ہوئی کے واسطے اُس سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا مگر اُسنے منہدم نکرائی یہانتک کہ وہ ایک آدمی پر گری اور وہ مر گیا اور اُسکی مددگار برادری نے یہ دار اُسکی ملک ہونے سے انکار کیا یا کہا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ یہ دار اُسکا ہے یا غیر کا ہے تو جب تک گواہون سے یہ بات ثابت نکرائی جاوے کہ یہ دار اُسی کا ہے تب تک مددگار برادری ضامن نہوگی اور اگر قابض نے اقرار کیا کہ یہ دار میرا ہے تو اسکے قول کی مددگار برادری کے حق مین تصدیق نہوگی اور قیاساً اُسپر ضمان واجب نہوگی اور استحساناً اُسپر مقتول کی دیت واجب ہوگی بشرطیکہ اُسنے مطالبہ متقدمہ کا اقرار کیا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - ایک شخص کی جھکی ہوئی دیوار کی نسبت اُس سے مواخذہ کیا گیا مگر اُسنے منہدم نکرائی یہانتک کہ اُسکے پڑوسی کی دیوار پر گری اور اُسکو منہدم کر دیا تو وہ پڑوسی کی دیوار کا ضامن ہوگا اور پڑوسی کو اختیار ہوگا چاہے اُس سے اپنی دیوار کی قیمت تاوان لے تو ٹوٹن اس ضامن کا ہو جائیگا اور چاہے ٹوٹن لیکر اس سے بقدر نقصان کے ضمان لے اور اگر اُسنے چاہا کہ بجبر اُس سے ویسی ہی دوسری بنوالے جیسی تھی تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر کوئی شخص دیوار اول کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو اُسکے مالک سے یعنی جس سے پیشتر اُسکے توڑنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اس مقتول کی دیت کی ضمان لیجائیگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور اگر دوسری دیوار کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرا خواہ پڑوسی کے تاوان لینے سے پہلے مرا ہو یا اُسکے بعد مرا ہو بہرحال کوئی ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے - اور اگر دوسری دیوار بھی مالک دیوار اول کی ملک ہو تو دوسری دیوار کی ٹوٹن سے جو شخص ٹھوکر کھا کر مرے مالک دیوار اُسکا بھی ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - دو دیوارین جھکی ہوئی ہین دونون کے مالکون سے مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر ایک دیوار دوسرے پر گری اور اُسکو منہدم کر دیا تو جو کچھ اول یا ثانی کے گرنے یا اول کی ٹوٹن سے تلف ہوا اُسکا ضامن مالک دیوار اول ہوگا اور جو کچھ دیوار ثانی کی ٹوٹن سے تلف ہوا وہ ہدر رہوگا یہ کافی مین ہے - اور اگر بجائے دیوار کے جناح ہو جسکو کسی شخص نے راستہ کی طرف بڑھا لیا ہو اور وہ ایک جھکی دیوار پر جو دوسرے شخص کی ہے اور اُس سے اس دیوار کی بابت مواخذہ و اشہاد کر دیا گیا ہے گر پڑا اور وہ دیوار اس صدمہ سے ایک شخص پر گری اور وہ مر گیا یا دیوار کی ٹوٹن سے کوئی شخص ٹھوکر کھا کر مر گیا تو یہ سب مالک جناح پر ہوگا یہ محیط مین ہے - اور اگر کسی شخص کی دیوار جھکی جسمین سے تھوڑی عام راستہ کی طرف اور تھوڑی ایک قوم کے دار کی طرف جھکی ہے پھر اہل دار نے اس سے مواخذہ کر لیا پھر اُس دیوار کا وہ حصہ ساقط ہوا جو راہ پر تھا تو وہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر اہل راہ مین سے کسی نے مواخذہ کر لیا ہو پھر دار کی طرف جھکی ہوئی دیوار اہل

دار پر گری تو وہ ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک دیوار طول مین سے تھوڑی دہلی ہوئی اور باقی نہین دہلی ہی پھر دہلی ہوئی اور بے دہلی ہوئی سب گر گئی اور ایک آدمی مر گیا تو دیوار کا مالک جسقدر دہلی ہوئی کے صدمہ سے نقصان ہوا ہی اُسکا ضامن ہوگا اور جسقدر بے دہلی ہوئی سے نقصان ہوا ہی اُسکا ضامن نہوگا اور اگر دیوار چھوٹی ہو یعنے طول مین کم ہو تو سب کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک دیوار جھکی ہوئی ہی اگر اُسکے منہدم کرانے کا اُسکے مالک سے قاضی نے فیصلہ کیا پھر ایک شخص نے مالک کی اجازت سے اُسکے گرانے کی ضمانت کر لی تو یہ جائز ہی اور ضامن کو اختیار ہوگا کہ بدون اجازت مالک کے اُسکو منہدم کرا دے کذا فی المنتقی و محیط مین ہی۔ اگر ایک جھکی ہوئی دیوار پر مواخذہ کرنے کے دو گواہ گیے پھر وہ دیوار ایک گواہ یا اُسکے باپ یا غلام یا مکاتب پر گری اور مالک دیوار پر انہدام دیوار کے مواخذہ کے سوائے ان دو گواہون کے کوئی گواہ نہین ہی تو اس گواہ کی گواہی جسکا نفع اُسکے نفس کو ہی یا ایسے شخصون کے حق مین ہی جنکے واسطے اُسکی گواہی جائز نہین ہی جائز نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص سے اُسکی ایک جھکی ہوئی دیوار کی بابت جسکے خود راستہ پر گرنے کا خوف نہین ہی بلکہ یہ خوف ہی کہ وہ مالک دیوار کے دوسری اچھی دیوار پر گرے اور وہ راستہ پر گرے منہدم کرانے کا مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار جھکی ہوئی نگری بلکہ اچھی دیوار راستہ پر گر پڑی اور کوئی آدمی تلف ہوا یا اُسکی ٹوٹن سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو خون ہدر ہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک لقیط کی دیوار جھکی ہوئی ہی اور اُس سے اُسکی بابت مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی تلف ہوا تو اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی اسیطرح اگر کوئی کافر مسلمان ہوا اور اُسکی موالات کسی کے ساتھ نہین ہی تو وہ بھی مثل لقیط کے ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک دیوار اور ہے ایک شخص کی اونچے سے دوسرے شخص کی ہی جھکی ہوئی اور دونون مین سے ایک شخص سے اُسکی بابت مواخذہ و اشہاد کیا گیا تو اسپر گر پڑنے کی صورت مین جس سے مواخذہ کر لیا گیا تھا وہ نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اوپر کا حصہ گرا اور اسکے مالک سے پہلے مواخذہ کیا گیا تھا تو اوپر کے حصہ کا مالک ضامن ہوگا نیچے والا ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے چند فرسخون کی اپنی دیوار منہدم کرنے کیواسطے مقرر کیا پھر ٹوٹن نے اُسکے فعل سے اُمن سے کسی شخص کو یا کسی اجنبی کو قتل کیا تو ضمان و کفارہ نہین لوگون پر واجب ہوگا مالک دیوار پر واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص کی دیوار جھکی ہوئی ہی اُس سے مواخذہ و اشہاد نہ کیا گیا یہانتک کہ گر پڑی پھر ٹوٹن کی بابت راہ سے اُٹھا لینے کا۔ طالبہ و اشہاد کیا گیا مگر اُسنے نہ اُٹھایا یہانتک کہ کوئی آدمی یا جانور ٹھوکر کھا کر مر گیا تو وہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ بنتقی مین فرمایا کہ ایک شخص نے دیوار سے اغریز نکالا پس اگر بڑا ہو تو جسقدر اس سے صدمہ پہونچے اُسکا ضامن ہوگا اور اگر چھوٹا خفیف ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص سے جھکی ہوئی دیوار کی بابت جسپر جناح ہی جسکو مائل دار نے نکالا ہی مواخذہ کیا گیا پھر وہ دیوار مع جناح گر گئی پس اگر دیوار ہی نے جناح کو گرایا ہو تو دیوار کا مالک جو کچھ اس سے صدمہ ہوا ہو اُسکا ضامن اور اگر خالی جناح گر گیا ہو تو اُسکا تاوان اُس بائع پر پڑیگا جسنے اُسکو ایجاد کیا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ سفل ایک شخص کا ہی اور علو دوسرے کا ہی اور دونون سے خوف ہی پس اگر دونون کے مالکون سے مواخذہ کیا گیا مگر دونون نے نگرایا یہانتک کہ سفل گرا اور اُسنے علو کو اچھالا اور وہ ایک آدمی پر گرا اور وہ مر گیا تو اُسکی دیت صاحب سفل کی مددگاری پر واجب ہوگی اور سفل کی ٹوٹن سے جو شخص ٹھوکر کھا کر مرے اُسکی ضمان بھی اُسکے مالک پر ہوگی اور جو شخص علو کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرے اُسکا تاوان کسی پر نہوگا یہ محیط مین ہی۔ سفل ایک شخص کا اور علو بالاخانہ دوسرے کا ہی اور سب ڈھل گیا پھر دونون سے اسکی بابت مواخذہ کر دیا گیا پھر بالاخانہ گرا اور اُسنے ایک آدمی

۵۱ یعنے ٹوٹن کسی شخص پر گرا ہو

کو مار ڈالا تو اُسکی ضمان مالک علو پر ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ جامع صغیر مین ہی کہ ایک شخص نے عام راستہ پر پائخانہ یا پرنالہ نکالا یا دوکان یا چھپر بنایا تو ہر ایک شخص کو جسکے سامنے یہ پیش آوے اختیار ہوگا کہ اسکو منہدم کر ڈالے بشرطیکہ بنانے والے نے بدون اجازت امام کے اُسکو بنایا ہو خواہ یہ عامہ مسلمین کے حق مین مضر ہو یا نہو اور اس حکم مین مسلمان وکافر وعورت سب برابر ہین لیکن غلام کو راستہ پر بنے ہوے مکان کے گرادینے کا اختیار نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی اور اگر یہ چیزین قدیمی ہون تو کسی کو انکے دور کرنے کا استحقاق نہوگا اور اگر انکا حال معلوم نہو تو جدید قرار دیجائینگی حتے کہ امام کو اختیار ہوگا کہ انکو دور کروے کذا فی المحیط۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ عام راستہ پر اپنی ذاتی کوئی چیز بنائی ہو اور اگر عام کے نفع کے واسطے کوئی چیز بنائی جیسے مسجد وغیرہ اور اُس سے کچھ ضرر نہو تو وہ نہ توڑا جائیگا ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہی یہ نہایہ مین ہی اور اگر ایک کو چہ غیر نافذہ کے راستہ خاص مین بنایا تو اہل کوچہ مین سے ہر ایک کو اُسکے توڑنے کا اختیار ہی بشرطیکہ ان چیزون کے نیچے سے اُسکا مرور ہو اور اگر اُسکا مرور نہو تو اُسکو توڑنے کا استحقاق نہین ہی۔ اور اگر یہ چیزین قدیمی ہون تو کسی کو اُسکے توڑنے کا اختیار نہین ہی اور اگر انکا حال دریافت نہو تو یہ قدیمی قرار دیجائینگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے عام راستہ پر چھتا بنانا چاہا حالانکہ اس سے عام لوگون کو کچھ ضرر نہین ہی تو امام ابوحنیفہ کا مذہب صحیح یہ ہی کہ مسلمانون مین سے ہر ایک شخص کو اُسکی ممانعت کرنے اور دور کرنے کا اختیار ہی۔ اور اگر کوچہ غیر نافذہ مین چھتا ایجاد کرنے کا ارادہ کیا تو ہمارے نزدیک اُسمین ضرر وعدم ضرر کا اعتبار نہین ہی۔ بلکہ اہل کوچہ کی اجازت کا اعتبار ہی اور عام راستہ پر چھتا ایجاد کرنا آیا مباح ہی۔ طحاوی رح نے ذکر کیا کہ مباح ہی اور گنہگار نہوگا مگر قبل اسکے کہ کوئی مخاصمہ کرے اور اگر مخاصمہ کرنے کے بعد اُسکا بنانا اور اُس سے انتفاع اٹھانا کچھ مباح نہین ہی اور اگر اُسنے بنا ہوا چھوڑ دیا تو گنہگار ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اور اہل دریبہ غیر نافذہ مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ بدون اجازت تمام اہل دریبہ کے پائخانہ باہر نکالے یا پرنالہ بہاوے خواہ اُنکے حق مین ضرر ہوتا ہو یا نہوتا ہو یہ خلاصہ مین ہی۔ اصل مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے عام راستہ پر چھپر رکھا یا کوئی عمارت بنالی یا اپنی دیوار سے شہتیر یا پتھر راستہ کی طرف باہر نکالا یا باہر کی طرف پائخانہ یا جناح یا پرنالہ یا ظلہ بنایا یا راستہ مین شہتیر ڈالدیا پس اگر اُس سے کوئی چیز صدمہ ناک یا تلف ہوجاوے تو وہ ضامن ہوگا لیکن اگر آدمی تلف ہوگیا تو اُسکی ضمان اُسکی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر آدمی مجروح ہوا تلف نہوا تو اگر اُسکا ارش موضحہ کے ارش کے برابر ہی تو وہ بھی اُسکی مددگار برادری پر ہوگا اور اس سے کم ہو تو اُسکے مال سے ہوگا اور اُسپر کفارہ نہوگا اور نہ وہ میراث سے محروم ہوگا اگر یہ آدمی مجروح یا مقتول اُسکا وارث ہو اور اگر کسی مال کو صدمہ پہونچا اور تلف ہوا تو اُسکی ضمان اُسکے مال سے واجب ہوگی اور واضح ہو کہ اس مسئلہ کو اصل مین مطلقاً ذکر فرمایا ہی حالانکہ اسمین تفصیل ہی یعنے اگر اُسنے یہ افعال بدون امام المسلمین کی اجازت کے کیے ہون تو اسطرح ضامن ہوگا اور اگر یہ اجازت کیے ہون تو ضامن نہوگا۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ امام المسلمین کو ایسے فعل کی اجازت دینا جبھی جائز ہی کہ جب عام لوگون کو اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو مثلاً راستہ چوڑا ہو اور اگر عام کے حق مین ضرر ہو مثلاً راستہ تنگ ہو تو امام المسلمین کو ایسی اجازت دینا مباح نہین ہی۔ پھر جو جواب کتاب مین مذکور ہی ایسی حالت مین ہی کہ جب اُسنے یہ افعال عام بڑے راستہ یا کوچہ نافذہ کے راستہ پر کیے ہون۔ اور اگر اُسنے کوچہ غیر نافذہ مین ایسا کیا اور اُس سے کوئی آدمی مر گیا تو دیکھا جائیگا کہ جو کچھ اُسنے کیا ہی منجملہ امور سکونت کے نہین ہی تو بقدر اپنے حصہ کے ضامن نہوگا اور باقی شہریون کے حصہ کی قدر ضامن ہوگا اور اگر یہ منجملہ امور سکونت کے ہو تو قیاساً یہی حکم ہی لیکن استحساناً کچھ ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی منتقی مین ہی

گر ایک غلام تاجر نے جسپر قرضہ ہی بغیر اجازت اپنے دار سے پاخانہ باہر راہ پر بنایا اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اسکی دیت غلام مذکور کی گردن پر ہوگی اور امام اعظم رح کے قول پر اگر اُسنے ایسا فعل باجازت مولی کیا ہی تو ضمانت مولی کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر بدون اُسکی اجازت کے کیا ہی تو ضمان غلام کی گردن پر ہوگی اور اگر غلام مذکور نے اوس دار کے اندر کوئی کنوان کھودایا کوئی عمارت بنائی اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر مولی نے ایسا فعل بغیر اجازت غلام کے کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے قول مین کچھ ضمان نہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا یہ قیاس ہی مگر ہم قیاس کو چھوڑکر استحساناً حکم دیتے ہین کہ ضامن نہوگا - اسی طرح اگر راہن نے دار مرہونہ مین بغیر اجازت مرتہن کے کوئی عمارت بنائی یا اُسمین کنوان کھودایا چوپایہ باندھا تو وہ بھی ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر مالک مکان نے باہری جناح یا ظلہ بنانے کے واسطے مزدورون و کاریگرون کو مقرر کیا پھر قبل اسکے کہ وہ لوگ بناکر فارغ ہوجاوین بیع ہی مین وہ گر پڑا اور کوئی آدمی اس سے مرگیا تو ضمان اُنھین کاریگرون پر ہوگی مالک مکان پر نہوگی پس اُنپر کفارہ و دیت واجب ہوگی اور اگر مقتول اُنھین سے کسی کا مورث ہو تو وہ اُسکی میراث سے محروم ہوگا اور اگر اُنکے فارغ ہوجانے کے بعد گرا ہو تو قیاساً یہ مثل اول کے ہی لیکن استحساناً مالک مکان پر ضمان واجب ہوگی یہ کافی و مبسوط و سراج الوہاج و جوہرہ نیرہ مین ہی - اور اگر کاریگرون مین سے کسی کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی یا پتھر گرا جس سے کوئی آدمی مرگیا تو جسکے ہاتھ سے گرا ہی اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر کسی شخص نے راہ پر پرنالہ نکالا اور وہ گرا اور کوئی آدمی قتل ہوگیا پس اگر پرنالہ کا اندر کا کنارہ جو دیوار سے محروم ہوتا ہی اُس سے آدمی مذکور تلف ہوا تو ضمان نہوگی اور اگر آدمی مذکور کو باہری نکلا ہوا کنارہ لگا تو ضامن ہوگا اور اگر دونون کنارے اُسکے لگے اور یہ معلوم ہوجاوے تو آدمی ضمان واجب ہوگی اور نصف ہدر ہوجائیگی اور اگر یہ معلوم نہو کہ کون کنارہ اُسکے لگا ہی تو استحساناً نصف ہدر ہوگا اور نصف کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر راہ کی طرف جناح نکالا پھر مکان فروخت کردیا پھر جناح مذکور گرا اور اُسکے صدمہ سے کوئی آدمی قتل ہوا یا راہ مین کوئی لکڑی ڈالی پھر اُسکو فروخت کیا اور مشتری نے اس سے برابر اسکو رکھا کہ اگر کسی کے لگ جاوے تو مین بری ہون پھر مشتری نے اُسکو چھوڑ دیا یہانتک کہ اُس سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو بائع پر ضمان واجب ہوگی اور مشتری پر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہی - اگر راہ مین لکڑی ڈالدی اور کوئی شخص اُسمین پھنسا اور اُسکا گھٹنا پھوٹ گیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر جانے والا اُس لکڑی کے اوپر پاؤن رکھتا ہوا چلا اور گر کر مرگیا پس اگر وہ عمداً نہین پھسلا ہی تو لکڑی ڈالنے والا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ جب وہ لکڑی اس لائق ہو کہ ایسی لکڑی پر لوگ چلا کرتے ہین اور اگر چھوٹی لکڑی ہو جسپر نہین چلتے ہین تو وہ ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اگر کسی شخص نے راستہ جھاڑا تو اسمین اُسپر کچھ ضمان نہوگی اگر اُس سے کوئی آدمی مرجاوے - لیکن اگر اُسنے سب جھاڑا ہوا کوڑا راہ مین ایک جگہ جمع کردیا اور کوئی شخص اُسمین پھنسا اور مرا تو جسنے جھاڑا ہی وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر راہ مین پانی چھڑکا یا وضو کیا تو ضامن ہوگا اور اس مسئلہ مین کچھ تفصیل نہین فرمائی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ چھڑکنے والا جبھی ضامن ہوگا کہ جب گذرنے والا ایسی جگہ ہو کر گذرا ہی جہان اسنے پانی چھڑکا ہی حالانکہ اُسکو معلوم نہ تھا مثلاً رات تھی یا راہ گیر اندھا تھا پس ٹھوکر کھاکر گر مرگیا - اور اگر راہ گیر کو وہان پانی چھڑکنے وبہانے کا حال معلوم تھا تو یہ ضامن نہوگا اسی طرح اگر عمداً وہ پتھر یا لکڑی پر چلا اور ٹھوکر کھاکر پھسل کر گر کر مرگیا تو پھینکنے والا

ضامن نہوگا اور ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُسنے تھوڑے راستہ مین پانی ڈالا یا تھوڑے راستہ مین پتھر یا لکڑی رکھی ہو اور اگر پورے راستہ مین پانی چھڑک دیا یعنی چوڑان راستہ کا بالکل تر ہوگیا یا لکڑی و پتھر سے راستہ بالکل گھیر دیا اور راہگیر اُسپر سے گذرا اور پھسل گرا تو چھڑکنے والا اور رکھنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر چوپایہ گذرا اور ہلاک ہوا تو ہر حال مین ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر دوکاندار کی اجازت سے دوکان کے آگے پانی چھڑکا اور کوئی شخص کے پھسل گرا تو قیاساً چھڑکنے والے پر ضمان واجب ہوگی اور استحساناً صاحب دوکان پر واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے راہ مین پانی چھڑک دیا اور ایک شخص دودھ لایا تھا اُسمین سے ایک کولہ اپنے ہاتھ مین پکڑے تھا اور دوسرا اُسکے پیچھے تھا پھر پیچھے والا پھسلا اور اُسکا پانون ٹوٹ گیا پس اگر گدھے والا دونون کو ہانکے لاتا ہو تو کوئی ضامن نہوگا اور اگر دونون کا ہانکنے والا نہو تو چھڑکنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے راہ مین پانی ڈالدیا اور وہ کسی گڈہے مین بھر گیا اور جمکر برف ہوگیا پھر اس برف سے کوئی آدمی پھسل گرا تو فرمایا کہ جسنے پانی ڈالا ہی وہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر برف مذکور پگھل گیا اور اس سے کوئی آدمی پھسل گرا یا کسی نے راہ مین برف ڈالا اور وہ پگھلا اور کوئی آدمی پھسل گرا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر راستہ غیر نافذ ہو تو اُس راہ کے لوگون مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ اُس راہ مین لکڑی رکھے و اپنا چوپایہ باندھے اور وضو کرے اور اگر اس سے کوئی آدمی تلف ہوجائے تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اُسنے اس راہ مین کوئی عمارت بنائی یا کنوان کھودا جس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو وہ ضامن ہوگا اور ہر گھر والے کو اختیار ہی کہ اپنے فناے دار مین مٹی و لکڑی ڈالے و چوپایہ باندھے و دوکان بناوے و تنور بناوے بشرطیکہ سلامتی کے ساتھ ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر راہ مین پھینکے ہوے برف سے کوئی آدمی یا جانور مرجاوے تو امام محمد رح نے آخر جنایات کسی کا گھر توڑنے کے بیان مین ذکر فرمایا کہ اگر وہ چیز غیر نافذہ ہو تو پھینکنے والے پر ضمان نہوگی اور اگر نافذہ ہو تو جسنے پھینکا ہی وہ ضامن ہوگا اور فقیہ ابواللیث رح نے فرمایا کہ جو حکم امام محمد رح نے ذکر فرمایا یہ قیاسی حکم ہی اور ہم استحساناً کہتے ہین کہ ضمان واجب نہوگی خواہ کوچہ نافذہ ہو یا غیر نافذہ ہو اور عیون مین ہی کہ اسمین شرط سلامت کی قید ہی اور ہمارے زمانہ کے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ان لوگون نے یہ امر امام المسلمین کی اجازت سے کیا ہی یا کوچہ ایسا ہو کہ انکو برف اُٹھا ڈالنے مین حرج عظیم پیش آوے تاکہ یہ پہچانا جاوے کہ دلالتاً انکو برف ڈالنے کی اجازت ہی تو حکم وہی ہوگا جو فقیہ ابواللیث رح نے ذکر کیا ہی ورنہ حکم وہ ہوگا جو امام محمد رح نے بیان فرمایا ہی اور جو فقیہ ابوالقاسم سے منقول ہی اسی کی تائید کرتا ہی یعنے فقیہ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہر مین برف بہت ہوتا ہی کہ راہ مین بہت کیچڑ ہوجاتی ہی پس ہر ایک نے اپنے فناے دار مین یا قریب دار کے ایک ایک پتھر ڈالدیا پھر اُسمین کوئی آدمی پھسکر ٹھوکر کھاکر گرا تو فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہی کہ وہ لوگ امام المسلمین کی اجازت سے پتھر ڈالین اور اگر بدون اجازت امام کے ایسا کیا تو قیاس یہ ہی کہ اُسپر ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک پتھر مین ٹھوکر کھاکر دوسرے پتھر پر گرکر مرگیا تو پہلے پتھر کے ڈالنے والے پر ضمان ہوگی اور اگر پہلے پتھر کا ڈالنے والا نہو تو دوسرے پتھر ڈالنے والے پر ضمان واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے راہ مین کوئی ناجائز چیز ایجاد کی اور اُس سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور دوسرے آدمی پر گرا اور وہ مرگیا تو جسنے ٹھوکر کھائی ہی وہ ضامن نہوگا بلکہ جسنے وہ چیز ایجاد کی ہی وہ ضامن ہوگا اور اگر کسی شخص نے پتھر و لکڑی وغیرہ راہ مین پڑی ہوئی کو اپنی جگہ سے ہٹاکر ایک طرف کردیا پھر اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوا تو جسنے اُسکو اپنی جگہ سے ہٹایا ہی وہ ضامن ہوگا اور شخص اول ضمان سے نکل جائیگا یہ فتاوی قاضیخان

مین ہو۔ اگر ایک شخص نے راہ مین تلوار ڈالی اور کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مر گیا اور تلوار ٹوٹ گئی تو تلوار کا مالک اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور ٹھوکر کھانے والا اسکے تلوار کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر ٹھوکر کھانے والا تلوار پر گرا اور تلوار ٹوٹ گئی اور وہ شخص مر گیا تو تلوار کا مالک اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور مقتول تلوار ٹوٹنے کا ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اگر کسی شخص نے راہ مین درندہ کھڑا کیا تو جو چیز وہ تلف کرے اُسکا ضامن ہوگا بشرطیکہ وہ بندھا ہوا اور بندھے ہوئے ہونے کی حالت مین اُسنے صدمہ پہونچایا ہو۔ اور اگر کھل گیا اور کھل جانے کے بعد اُسنے اپنی جگہ سے ہٹ کر صدمہ پہونچایا تو باندھنے والا ضامن نہوگا۔ اسی طرح اگر ہوام مثل سانپ بچھو وغیرہ موذی جانور کسی کو کسی شخص پر ڈالا اور اُسنے اس شخص کو کاٹ کھایا تو ڈالنے والا ضامن نہوگا اس لئے کہ کسی شخص پر کاٹنا تو ہی جانور کا ہے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر راہ مین انگارا آگ کا ڈالدیا اور اُس سے کچھ جل گیا تو ڈالنے والا ضامن ہوگا اور اگر ہوا اُسکو اڑا کر اپنی جگہ سے دوسری جگہ لیگئی اور کوئی چیز اُسنے جلائی تو وہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ جب پورا انگارا اپنی جگہ سے ہوا لیگئی ہو۔ اور اگر اُسکے شرارے لیگئی اور کچھ جلگیا تو بھی ضمان واجب ہوگی اور امام شمس الائمہ سرخسی فرماتے تھے کہ اگر دن ایسا ہو کہ ہوا تیز چلتی ہو تو ڈالنے والا بہرحال ضامن ہوگا اگرچہ پورے انگارے کو ہوا اڑا لیجاوے۔ اور شمس الائمہ حلوانی نے اس تفصیل کے ضمان واجب ہونا نہین فرماتے تھے یہ ذخیرہ مین ہو۔ لوہار نے اپنی دوکان مین اگر کچھ سے ہوا کا تقلب ہو کر آگ سے مارنا شروع کیا اور اُسکے شرارے عام راستہ کی طرف اُڑے اور کسی شخص کو جلایا یا اسکی کچھ چیز جلادی تو لوہار پر اسکی ضمان واجب ہوگی اور اگر کسی شخص کا کپڑا جلایا تو اُسکی قیمت لوہار کے مال سے واجب ہوگی اور اگر لوہار نے اُسکو شہر سے نہ مارا بلکہ ہوا سے اُسکے شرارے اُڑے اور نقصان مذکور اُس سے واقع ہوا تو وہ ہدر ہوگا ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور اگر لوہار نے اپنی دوکان مین کنارے دوکان کے راہ کی طرف ضمان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہو کہ اگر آگ کا شتعال راہ مین پہونچیگا اور آگ نے کچھ جلایا تو وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر ایک شخص آگ لیکر یا بغیر لئے مکان یا غیرہ مکان مین جاتا تھا اور اُسمین سے ایک شرارہ ایک شخص کے کپڑے پر گرا اور کپڑا جل گیا تو اور مین مذکور ہو کہ وہ ضامن ہوگا اور اگر ہوا کوئی چنگاری اڑا لیگئی اور کسی شخص کے کپڑے مین لگی تو وہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور شیخ علماء نے فرمایا کہ اگر آگ ایسی جگہ سے گذرا جہان اُسکو گذرنے کا استحقاق حاصل ہو اور اُسمین سے کوئی شرارہ کسی شخص کے [illegible] مین گرایا ہوا نے گرا دیا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اس شخص کو اس جگہ سے گذرنے کا [illegible] ہوا نے [illegible] ہاتھ سے گری تو ضامن ہوگا اور اُسکو ہوا لیگئی تو ضامن نہوگا اور یہ اظہر ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اگر ایک شخص بت وغیرہ کے واسطے راہ پر بیٹھا اور کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی پس اگر بانا جارت [illegible] ہو تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہو۔ ایک شخص ایک سوتے ہوئے کے پاس گذرا اور اُسکے پاؤن سے ٹھوکر کھائی کہ اُسکی ہنڈلی ٹوٹ گئی اور اُسپر گرا کہ اُسکی آنکھ کانی ہو گئی اور گرنے والا مر گیا تو گرنے والے پر سوتے ہوئے [illegible] واجب ہوگی کیونکہ اُسکے فعل سے تلف ہوا ہو اور سونے والے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر دونون مر گئے تو [illegible] والے پر گرنے والے کی دیت اور گرنے والے پر سونے والے کی نصف دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ بقالی مین ہو کہ اگر راہ مین سوتے ہوئے سے ایک شخص نے جو جاتا تھا ٹھوکر کھائی پس اُسکی انگلی اور سوتے ہوئے کی انگلی ٹوٹی پھر دونون مر گئے تو دونون مین سے ہر ایک کی مددگار برادری

قال المترجم قال الامام شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالی ہو الصحیح جہزا توفیق الروایات فی الظاہر فوفقہا فی الظاہر فوفقہا من الکتب وان ذکر کان فی روایتان والصحیح ۱۲ منہ

جو صدمہ اُسکی ذات سے دوسرے کو پہونچا ہو اُسکی ضمان واجب ہوگی اور اگر دونون مین سے ایک مرگیا تو زندہ کی مدد گار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے ٹھوکر کھائی اور مُنہ کے بل سوتے ہوئے کے مُنہ پر گرا اور اُسکا سر سوتے ہوئے کے سر پر گرا اور دونون زخمی ہوے اور دونون کی اُنگلی ٹوٹی تو سوتے ہوے کی اُنگلی زخم سہ کا ضامن ہوگا اور گرنے والے کی اُنگلی کا ضامن نہوگا زخم سہ کا ضامن نہوگا اور اگر دونون مرگئے تو سونے والے کی مدد گار برادری گرنے والے کی دیت واجب ہوگی اور گرنے والے کی مدد گار برادری پر سونے والے کی نصف دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ایک شخص راہ مین جاتا تھا کہ ناگاہ مردہ ہوکر گرا اور کسی شخص نے اُسکے ساتھ کوئی جنایت نہین کی اور اسکے گرنے سے ایک شخص دبکر مرگیا تو کوئی ضامن نہوگا نہ میت مذکور اور نہ اُسکی مدد گار برادری یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص راہ مین چلا جاتا تھا کہ ناگاہ اُسکو بیماری نے پکڑا کہ وہ بیہوش ہوکر گرا یا ضعف طاری ہوا کہ وہ چل نسکا اور گرا اور ایک آدمی پر گرا کہ وہ کچل کر مرگیا یا شخص مذکور زندہ زمین پر گرکے مرگیا پھر کسی آدمی نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو اُس شخص کی مدد گار برادری پر ضمان واجب ہوگی پس جس صورت مین کہ وہ کسی آدمی پر گرا ہی اور وہ آدمی مرگیا تو اس شخص پر کفارہ بھی واجب ہوگا اور اگر یہ شخص جسپر گرا ہی اُسکا نوکر ہوتو اُسکی میراث سے بھی محروم ہوگا اور اگر جس صورت مین کہ زمین پر گرا ہی اور دوسرے نے ٹھوکر کھاکر جان دی تو اُسپر کفارہ نہوگا اور نہ میراث سے محروم ہوگا اور یہ امام محمد رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہی یہ محیط مین ہے۔ ایک غلام راہ مین بیٹھا یا سویا اور برابر سوتا یا بیٹھا رہا یہان تک کہ آزاد کیا گیا پھر ایک شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور گرکر مرگیا تو اُسکی دیت غلام کی مدد گار برادری پر واجب ہوگی اور اُسکی مدد گار برادری اُسکے مولی کی مدد گار برادری ہی۔ اور اگر اُس غلام کا پانون ٹوٹ گیا ہو کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہین کرسکتا ہو پھر اُسکے مولی نے اُسکو آزاد کردیا پھر کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی تو اُسکے مولی پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر غلام نے راہ مین ایک چوپایہ کھڑا کیا پھر اُسکے سونے سے اُسکو آزاد کردیا پھر ایک شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو اُسکا مولی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کے غلام کے ہاتھ پانون باندھکر راہ مین ڈال دیا پھر عمرو نے اُسکو آزاد کردیا پھر ایک شخص اُس سے ٹھوکر کھاکر گرا اور مرگیا تو اُسکی دیت زید پر واجب ہوگی اور اگر غلام مذکور باوجود دست و پا بستہ ہونے کے چلے جانے کی طاقت رکھتا ہو پھر عمرو نے اُسکو آزاد کردیا اور وہ چلا گیا یہان تک کہ اُس سے کسی نے ٹھوکر کھائی تو جنایت کا ارش اُسکے مولے یعنے عمرو پر واجب ہوگا اور اگر زید نے اُس غلام کو راہ مین بٹھایا ہو مگر اُسکو باندھا اور ہاتھ پانون سے جکڑا نہین ہی پھر عمرو نے اُسکو آزاد کردیا پھر وہ اپنی جگہ سے چلا گیا یہان تک کہ ایک شخص اُس سے ٹھوکر کھاکر مرگیا تو اُسکی جنایت کا ارش اُسکے مولی پر واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص بوجھ لیے ہوے راستہ مین چلا جاتا تھا پھر اُسکا بوجھ کسی شخص پر گر پڑا اور وہ مرگیا تو بوجھ والا ضامن ہوگا اور اگر گرے ہوے بوجھ سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور مرا تو اُسکا بھی ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص راہ مین چلا جاتا تھا اور وہ اپنے بدن پر ایسی چیز پہنے تھا جسکو لوگ پہنتے ہین پس اُس سے کوئی شخص مرگیا یا وہ کسی آدمی پر گری یا راہ مین گری اور کوئی شخص اُس سے ٹھوکر کھاکر مرگیا تو ان سب صورتون مین سے کسی صورت مین اُسپر ضمان نہوگی اور اگر ایسی چیز نہو جسکو لوگ پہنتے ہین تو وہ بمنزلہ ایسے شخص کے ہوگا جو بوجھ اُٹھائے ہوے ہو اور جو شخص اُس سے ٹکرا ہو اُسکا ضامن ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی چوپایہ کا سائق یا قائد ہو یا سوار ہو پھر اُسپر سے اُسکے بعض آلات مثل لگام و زین وغیرہ کے کسی آدمی پر گرے اور وہ مرگیا یا وہ چوپایہ راہ مین

پیچھے ہے

گر گیا یا اُسکا بعض اسباب راہ مین گر گیا اور اُس سے کسی شخص نے ٹھوکر کھائی تو سائق و قائد و سوار اُسکا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے - اگر ایک شخص مثلاً زید نے راہ مین اپنا گھڑا رکھا اور دوسرے شخص مثلاً عمرو نے بھی اسی راہ مین اپنا گھڑا رکھا پس زید کا گھڑا اوندھا اور عمرو کے گھڑے سے لگا اور عمرو کا گھڑا ٹوٹ گیا تو زید جسکا گھڑا اندھکا ہے ضامن نہوگا اور اگر زید کا گھڑا ٹوٹا ہو تو عمرو جسکا گھڑا رکھا ہے ضامن ہوگا اسی طرح اگر راہ مین زید نے اپنا گھوڑا کھڑا کیا اور عمرو نے بھی اپنا گھوڑا کھڑا کیا پھر ایک کا گھوڑا بدکا اور دوسرے سے صدمہ کھایا تو جسکا گھوڑا بدکا ہے وہ ضامن نہوگا اور اگر بدکا ہوا گھوڑا دوسرے سے صدمہ کھا کر مر گیا تو دوسرا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - زید نے راہ مین اپنا خالی گھڑا یا تیل سے بھرا ہوا رکھا اور عمرو نے بھی اُسی راہ مین اپنا گھڑا رکھا پھر ایک کا گھڑا ڈھنگا اور اُسنے دوسرے سے ٹکر کھائی اور دونون ٹوٹ گئے تو فرمایا کہ جسکا گھڑا نہین ڈھنگا ہے وہ دوسرے کے گھڑے کا اور اُسکے تیل کے مثل تیل کا ضامن ہوگا اور جسکا گھڑا ڈھنگا ہے وہ کچھ ضامن نہوگا اور اگر دونون ڈھنگے ہون تو وہ دونون مین سے کوئی ضامن نہوگا اور اگر ایک گھڑا اُلٹھکا اور بدون اسکے کہ اپنی جگہ سے ہٹ جاوے دوسرے گھڑے سے ٹکر کھائی اور دونون ٹوٹے یا چھکنے والا ٹوٹا یا برقرار رہا ہو اُلٹا ٹوٹا تو ہر ایک پر جسقدر اُسکے گھڑے سے نقصان ہوا ہے اُسکا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے - اگر ایک شخص نے بڑے حوض سے ایک گھڑا بھر کر کنارے پر رکھا اور دوسرا شخص آیا اُسنے بھی اپنا گھڑا بھر کر کنارے پر رکھا پھر دوسرا گھڑا ڈھنگا اور پہلے گھڑے سے ٹکر کھائی اور دونون ٹوٹ گئے تو دوسرے گھڑے کا مالک پہلے گھڑے کے مالک کے گھڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک دوسرے کے گھڑے کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اور بعض نے فرمایا کہ جسکا گھڑا رکھا رہا ہے اُسی پر ہر حال مین ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے - ایک شخص نے کوئی چیز راہ مین رکھدی پھر اُس سے کوئی چوپایہ بدک گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو رکھنے والے پر ضمان واجب نہوگی بشرطیکہ اُسنے وہ چیز اُس چوپائے سے ملائی نہو اسطرح اگر جھکی ہوئی دیوار کے مالک سے پیشتر اسکی بابت مطالبہ کیا گیا ہو پھر وہ دیوار زمین پر گری اور اُس سے کوئی چوپایہ بدک گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو مالک دیوار ضامن نہوگا مالک دیوار یا راہ مین کوئی چیز رکھنے والا جبھی ضامن ہوگا جب اُسکی دیوار سے یا رکھنے والے کی چیز سے کسی چیز کو صدمہ پہونچا ہو پس وہ تلف ہو گئی ہو یہ محیط مین ہے - امام محمد نے کتاب الآثار مین فرمایا اگر اہل مسجد نے اپنی مسجد مین بارش کے پانی کے واسطے ایک کنوان کھودا یا اُسمین قندیلین لٹکانے یا تیل رکھنے کو جسمین پانی بھرا جاتا تھا اُسمین بڑی چٹائی ڈالی یا اُسمین دروازہ لگایا یا اُسمین بوریا بچھایا یا اُسمین سائبان بنایا پس اگر اُنسے کوئی شخص تلف ہو جائے تو اہل مسجد پر ضمان نہوگی اور اگر سوائے اہل محلہ کے کسی دوسرے شخص نے یہ چیزین ایجاد کین اور اُس سے کوئی شخص مر گیا پس اگر اُسنے اہل محلہ کی اجازت سے اُنکو بنایا ہے تو ضامن نہوگا اور اگر اُسنے بدون اجازت اہل محلہ کے اُنکو بنایا ہے پس اگر کوئی عمارت یا کنوان بنایا اور اُس سے کوئی تلف ہوا تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر اُسنے پانی پینے کے واسطے ٹکرہ رکھا یا چٹائی یا بوریے بچھائے یا قندیلین لٹکائین حالانکہ اہل محلہ سے اجازت نہ لی پھر چٹائی سے کوئی شخص اُلجھکر گرا اور مر گیا یا قندیل گری اور اُسنے کسی آدمی کا کپڑا جلایا یا خراب کر دیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ضامن نہوگا شمس الائمہ حلوائی فرماتے تھے کہ ہمارے اکثر مشائخ نے اس مسئلہ مین صاحبین کا قول اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر اہل مسجد مین سے کوئی شخص مسجد مین بیٹھا اور اُس سے کوئی آدمی ٹھوکر کھا کر مر گیا پس اگر نماز مین نہو تو ضامن ہوگا اور اگر نماز

قال المترجم والظاہر فی قندیلہ والظاہر الاول یا یجوز صدرت لکلا ظاہر ۱۲ منہ

مین ہو تو ضامن نہوگا اور یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کسی حال مین ضامن نہوگا کذا فی الکافی اور صدر الاسلام نے فرمایا کہ صاحبین رح کا قول اظہر ہی کذا فی التبیین - اور اگر عبادت کے واسطے بیٹھا مثلاً نماز کا انتظار کرتا تھا یا پڑھانے کے واسطے یا فقہ سکھلانے کے واسطے بیٹھا یا اعتکاف کے واسطے بیٹھا یا بیٹھکر اللہ کا ذکر کرتا یا تسبیح یا قرآن پڑھتا تھا پھر کوئی آدمی اُس سے ٹھوکر کھاکر مر گیا تو کتاب مین اسکی کوئی روایت نہین ہی - اور مشائخ متاخرین نے اسمین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک ضامن ہوگا اور شیخ ابو بکر رازی اسی طرف گئے ہین اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور شیخ ابو عبد اللہ جرجانی کا یہی مذہب ہی یہ محیط مین ہی اور شمس الائمہ نے ذکر کیا کہ صحیح مذہب امام اعظم رح کا یہ ہی کہ جو شخص نماز کے انتظار مین بیٹھا ہو وہ ضامن نہوگا اور خلاف ایسے عمل مین ہی جسکی خصوصیت مسجد کے ساتھ نہین ہی جیسے قرات قرآن و درس فقہ و حدیث وغیرہ اور فقیہ ابو جعفر نے کشف الغوامض مین ذکر کیا کہ مین نے شیخ ابو بکر سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر قرات قرآن یا اعتکاف کی غرض سے بیٹھا ہو تو بالاجماع ضامن نہوگا اور فخر الاسلام و صدر الشہید نے ذکر کیا کہ اگر حدیث کے واسطے بیٹھا تو بالاجماع ضامن ہوگا یہ تبیین مین ہی اور اگر مسجد مین چلتا تھا اور چلنے مین اُسنے کسی آدمی کو روندڈالا یا سو یا اور دابہ نے کسی آدمی پر گرا اور اُسکو ہلاک کیا تو اُسکے ضامن ہونے مین کچھ اختلاف نہین ہی یہ شرح مبسوط مین ہی - امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے بلا اجازت امام المسلمین کے ایک نہر پر پل باندھا پھر اُسپر عمداً ایک شخص گذرا اور وہ پل گرا اور وہ شخص مر گیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ مسئلہ اس مقام پر یون مذکور فرمایا ہی - اور جاننا چاہیے کہ یہ مسئلہ دو طرح پر ہی کہ اگر نہر اُسکی ملک ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر اُسکی ملک نہو پس اگر وہ کسی خاص قوم کی نہر ہو تو اُسپر ضمان نہوگی بشرطیکہ گذرنے والا اُسپر عمداً گذرا ہووے اور اگر وہ عمداً اُسپر نگذرا ہو تو بنانے والا ضامن ہوگا اور بقیاس پانی چھوڑنے کے مسئلہ کے چاہئے کہ اگر گذرنے والے نے کوئی راہ گذرنے کی بنائی ہو یا بغیر نہر کے کوئی جگہ بنائی ہو تو بنانے والا ضامن ہوگا اگرچہ وہ شخص عمداً پل پر سے گذرا ہو اور اگر وہ جماعت مسلمانون کے واسطے نہر عام ہو اور پل بنانے والے نے بدون اجازت امام کے پل باندھا تو اُسکا جواب ویسا ہی جیسا کہ قوم خاص کی نہر پر بڑا یا چھوٹا پل بنانے کا حکم ہی ایسا ہی ظاہر الروایۃ مین مذکور ہی محیط مین ہی - ایک شخص نے راہ مین کنوان کھودا اور ایک شخص نے اگر عمداً اُسنے کنوین اُس کنوین مین ڈالدیا تو کھودنے والا ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر ایک شخص نے عام راستہ پر اپنے فنائے مملوک سے علیحدہ کنوان کھودا اور اُسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا تو بالاجماع کھودنے والے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب نہوگا اور ہمارے نزدیک وہ میراث سے محروم نہوگا اور اگر اُسنے فنائے دار مین کھودا پس اگر فنا دوسرے کی ملک مین ہو تو وہ ضامن ہوگا اور اگر فنا اُسکی ملک ہو یا اُسکو وہان کھودنے کا قدیمی حق حاصل ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی ملک نہو بلکہ جماعت مسلمانون کی ملک ہو یا مشترک ہو مثلاً کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے راہ مین کنوان کھودا پھر ایک شخص آیا اور اُسمین گر پڑا اور مر گیا خواہ بھوک کی وجہ سے یا پیاس کی وجہ سے یا کسی رنج و غم کی وجہ سے تو امام اعظم رح کے نزدیک کھودنے والے پر ضمان واجب نہوگی یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص نے [illegible] کنوان کھودا [illegible] کنوان گذرگاہ نہین ہی اور نہ کسی کی اندورونی کار راستہ ہی یہ بدون اجازت امام کے کنوان کھودا [illegible] اگر [illegible] ضامن [illegible] اگر

جنگل مین کوئی شخص بیٹھا یا خیمہ گاڑا اور کوئی آدمی اُس سے ٹھوکر کھاکر گر پڑا یا گر گیا تو بیٹھنے والا اور خیمہ گاڑنیوالا ضامن نہوگا اور اگر ایسا منزل راستہ مین کیا ہو تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے راہ مین کنوان کھودا پھر دوسرے شخص نے اُسکے اسفل مین کھودا پھر اُسمین ایک شخص گر پڑا تو پہلا کھودنے والا ضامن ہوگا اور امام محمد نے فرمایا کہ یہ قیاس ہے اور ہم اسیکو اختیار کرتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر دوسرے نے آکر اُسکا مُنہ چوڑا کردیا پھر اُسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا تو ضمان دونون پر نصفا نصف واجب ہوگی ایسا ہی کتاب مین مذکور ہے اور جواب میں اطلاق ہے اور فقیہ ابوجعفر سے منقول ہے کہ وہ اس مسئلہ کے جواب مین تفصیل فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنیوالے کا قدم دونون کے کھوداؤ پر پڑا تو دونون پر نصفا نصف ضمان واجب ہوگی اور اگر دوسرے نے بہت کم چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنیوالے کا قدم دوسرے کے کھوداؤ سے ملاقی نہین ہوا بلکہ پہلے کھوداؤ سے ملاقی ہوا تو صرف پہلا شخص ضامن ہوگا دوسرا ضامن نہوگا اور اگر دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا قدم پہلے شخص کے کھوداؤ سے ملاقی نہین ہوا بلکہ دوسرے ہی کے کھوداؤ سے ملاقی ہوا تو دوسرا ہی ضامن ہوگا اور اگر دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ ہوسکتا ہے کہ گرنے والے کا قدم دونون کے کھوداؤ پر پڑے اور ہوسکتا ہے کہ فقط ایک کے کھوداؤ پر پڑے تو ایسی صورت مین دونون پر نصفا نصف ضمان واجب ہوگی۔ اور شیخ امام زاہد احمد طواویسی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر اُسنے اسقدر چوڑا کیا کہ اُسکے کھوداؤ کی چوڑان مین قدم نہین سما سکتا ہے پس ایک شخص نے آکر بیچ کنوئین مین اپنا قدم رکھا اور گر پڑا تو ضمان فقط اول پر واجب ہوگی اور اگر نارہ کنوئین کے قدم رکھا تو ضمان دونون پر نصفا نصف ہوگی اور اگر اُسنے اسقدر چوڑا کیا کہ اُسکے کھوداؤ کے چوڑان مین قدم سما سکتا ہے پس اگر گرنے والے نے بیچ کنوئین مین قدم رکھا تو اول پر ضمان واجب ہوگی اور اگر کنوئین کے کنارہ قدم رکھا تو فقط دوسرے پر ضمان واجب ہوگی اور اگر قدم رکھنے کا حال معلوم نہوا تو دونون پر نصفا نصف ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر راہ مین کنوان کھودا پھر اُسکو پاٹ دیا پس اگر اُسکو مٹی یا گچ وغیرہ ایسی چیز سے جو اجزاے زمین سے ہے پاٹا ہے پھر دوسرے نے آکر اُسکو خالی کردیا پھر اُسمین کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا تو دوسرا شخص ضامن ہوگا اور اگر ایسی چیز سے جو اجزاے زمین سے نہین ہے مثل اناج وغیرہ کے پاٹا ہو تو شخص اول ضامن ہوگا اسی طرح اگر راہ مین کنوان کھود کر اُسکا مُنہ ڈھانک دیا پھر دوسرے نے آکر اسکا ڈھانکن کھول دیا پھر اُسمین کوئی شخص گر گیا تو شخص اول ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر ایک شخص راہ مین رکھے ہوے پتھر سے اٹھکر اکر پھر کنوئین مین گر پڑا تو پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا کنوان کھودنے والا ضامن نہوگا اور اگر پتھر کوسی نے نہ رکھا ہو تو کنوان کھودنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے کنوئین مین پتھر یا دھاردار لوہا وغیرہ رکھدیا پھر اُسمین ایک شخص گر پڑا اور پتھر و دھاردار چیز کی وجہ سے وہ قتل ہوگیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے شارع عام پر کنوان کھودا اور وہان کسی شخص نے پانی بہایا پھر ایک شخص آیا اور وہ پانی مین پھسل کر کنوئین مین گر کر مر گیا تو ضمان اُسپر واجب ہوگی جسنے پانی بہایا ہے اور اگر یہ پانی آسمانی پانی ہو تو کنوان کھودنے والا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک کنوان ایک شخص کی ملک ہو یا عام راستہ پر ہو اُس شخص نے ایک شخص کو اس کنوئین مین ڈھکیل دیا تو ڈھکیلنے والا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص راہ کے کنوئین مین گر گیا اور مر گیا پھر کھودنے والے نے کہا کہ گرنے والا اسمین عمداً گر پڑا ہے اور مجھپر ضمان واجب نہین ہے اور گرنے والے کے وارثون سے کہا کہ اُسنے اپنے تئین خود کنوئین مین نہین

ڈالا ہو بلکہ بدون قصد وارادہ کے گر پڑا ہو اور تجھپر ضمان واجب ہو تو امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ گرنے والے کے وارثون کا قول قبول ہوگا اور کھودنے والا ضامن ہوگا اسپر قیاس ہو پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ کھودنے والے کا قول قبول ہوگا اور اُسپر ضمان واجب نہوگی اور یہ استحسانا ہی یہ محیط مین ہی - اگر شارع عام پر ایک کنوان کھودا اور اُسمین ایک شخص گر پڑا اور مر انہین بلکہ بچ گیا اور اُسمین سے نکلنا چاہا پھر جب درمیان کنوئین تک چڑھ آیا تھا کہ ناگاہ وہان سے گر پڑا اور مر گیا تو ضمان واجب نہوگی اور اگر گرنے والا کنوئین کی تہ تین چلا اور اُسمین ایک پتھر سے صدمہ کھاکر مر گیا پس اگر وہ پتھر جس جگہ زمین مین تھا اُسی جگہ جما ہوا تھا کنوان کھودنے والے نے اُسکو ہٹایا نہ تھا تو ضمان واجب نہوگی اور اگر کنوان کھودنے والے نے اُسکو اپنی جگہ سے اکھاڑ کر کنوئین کے اندر کسی طرف کو جما دیا تھا تو کھودنے والے پر ضمان واجب ہوگی ایسا ہی منتقی مین مذکور ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر راہ کے کنوئین مین ایک آدمی گر پڑا پھر ایک شخص نے کہا کہ یہ کنوان مین نے کھودا ہی تو اسکے اقرار کی تصدیق اُسکی ذات پر کیجائیگی اُسکی مددگار برادری پر تصدیق نکیجائیگی اور گرنے والے کی دیت اس اقرار کنندہ کے مال سے تین سال مین ادا کی جائیگی یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کی ملک مین ایک کنوان کھودا اور اُسمین ایک آدمی گر گیا پس مالک زمین نے اقرار کیا کہ مین نے کھودنے والے کو کھودنے کا حکم دیا تھا اور گرنے والے کے ولی نے اس سے انکار کیا تو قیاسا مالک زمین سے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی اور استحسانا تصدیق کیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر کسی شخص نے عام راستہ یا عام بازار مین باجازت سلطان کنوان کھودا یا اپنا چبوترہ کھڑا کیا یا عمارت بنائی تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان کھودا پھر اُسمین ایک آدمی گرا اور کنوئین مین ایک آدمی موجود تھا یا اُسمین چوپایہ گرا اور گرنے والے کے صدمہ سے جو آدمی اُسمین تھا وہ مر گیا تو گرنے والا اُس شخص کے خون کا جو اُسمین تھا ضامن ہوگا اور اگر یہ کنوان راہ مین ہو تو گرنے والے کو اور جسپر گرا ہی اُسکو جو کچھ مصیبت پہونچے ان دونون کا ضامن کنوان کھودنے والا ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے دار مین بدون اُسکی اجازت کے اناج کے واسطے ایک کھتا کھودا اور اُسمین ایک گدھا گر کر مر گیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر راہ مین ایک کنوان کھودا اور اُسمین ایک شخص گرا اور اُسکا ہاتھ اُکھڑ گیا پھر اُسمین سے نکلا پھر اُسکو دو آدمیون نے شبہ سے زخمی کیا پھر وہ ان سب زخمون سے مریض ہو کر مر گیا تو ان سب پر اُسکی دیت تین تہائی ہوکر واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی - اگر تین آدمی ایک کنوئین مین گرے اور باہم ایک دوسرے سے چپٹے تھے یعنی ایک نے دوسرا اور دوسرا تیسرا اُسکو پکڑے تھا پس اگر یہ لوگ گرنے سے مر گئے اور بعض بعض پر نہین گرا تو پہلے کی دیت کنوان کھودنے والے پر اور دوسرے کی اول پر اور تیسرے کی دوسرے پر واجب ہوگی اور اگر گرنے سے مرے مگر بعض بعض پر گرا ہی اور یہ بات معلوم ہوگئی مثلاً یہ لوگ زندہ نکالے گئے اور انھون نے اپنے حال سے خبر دی پھر سب مر گئے تو اول شخص کا مرنا سات وجہ سے خالی نہین ہو سکتا ہی اوّل یہ کہ اپنے گرنے ہی سے مر گیا اور کوئی بات نہین ہی تو اُسکی دیت کنوان کھودنے والے پر ہوگی دوم یہ کہ دوسرے آدمی کے اُسپر گرنے سے وہ مر گیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا سوم اگر تیسرے شخص کے اُسپر گرنے سے مرا ہی تو اُسکی دیت دوسرے پر ہوگی چہارم اگر دوسرے و تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہی تو نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت دوسرے پر واجب ہوگی پنجم اگر اپنے گرنے اور دوسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہی تو

اُسکا نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت کھودنے والے پر واجب ہوگی ششم اگر اپنے گرنے اور تیسرے کے گرنے سے مرا ہی تو اُسکی نصف دیت کھودنے والے پر اور نصف دیت دوسرے پر واجب ہوگی ہفتم اگر اپنے گرنے اور دوسرے وتیسرے شخص کے اُسپر گرنے سے مرا ہی تو اُسمین سے ایک تہائی خون ہدر ہوگا اور تہائی دیت کھودنے والے پر اور تہائی دیت دوسرے شخص پر واجب ہوگی۔ اور دوسرے شخص کا مرنا تین حال سے خالی نہین اگر اپنے گرنے سے مرا ہی تو اُسکی دیت شخص اول پر ہوگی۔ اور اگر تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہی تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اپنے گرنے اور تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہی تو اُسکا نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت شخص اول پر واجب ہوگی اور تیسرے شخص کے مرنے مین فقط ایک صورت ہی یعنے اپنے گرنے سے مرگیا ہی پس اُسکی دیت دوسرے شخص پر واجب ہوگی۔ اور اگر ان لوگون کی موت کا حال دریافت نہوا تو قیاس یہ ہی کہ اول کی دیت کھودنے والے کی مددگار برادری پر اور دوسرے کی اول کی مددگار برادری پر اور تیسرے کی دوسرے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہی اور استحسانًا یہ حکم ہی کہ اول کی تہائی دیت ہدر ہوگی اور تہائی کھودنے والے پر اور تہائی دوسرے پر واجب ہوگی اور دوسرے شخص کی دیت مین سے آدھی ہدر ہوگی اور آدھی اول پر واجب ہوگی۔ اور تیسرے کی دیت دوسرے پر واجب ہوگی اور امام محمد رح نے یہ بیان نفرمایا کہ یہ استحسان کسکا قول ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح کا قول ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر ایک شخص نے ایک مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کنوان کھودے پس مزدور نے کنوان کھودا اور اُسمین ایک آدمی گرکر مرگیا پس اگر اُسنے مسلمانون کے عام راستہ مین جسکو ہر شخص جانتا ہی کنوان کھودا ہی تو مزدور پر ضمان واجب ہوگی خواہ مستاجر نے اس سے اُسکو آگاہ کردیا ہو یا نکیا ہو اور اسیطرح اگر مزدور نے مسلمانون کے غیر مشہور راستہ مین کنوان کھودا مگر مستاجر نے اُسکو آگاہ کردیا تھا کہ یہ راستہ عام مسلمانون کا راستہ ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مستاجر نے مزدور کو اس سے آگاہ نکیا ہو تو ضمان مستاجر پر واجب ہوگی اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہی کہ ایک شخص کو مزدور کیا کہ یہ بکری ذبح کردے اور اُسنے ذبح کردی پھر معلوم ہوا کہ یہ بکری مستاجر کے سوائے دوسرے شخص کی ہی تو اس صورت مین مزدور ضامن ہوگا خواہ مستاجر نے اُسکو آگاہ کیا ہو کہ یہ بکری غیر شخص کی ہی یا آگاہ نکیا ہو لیکن درصورتیکہ آگاہ نہ کیا ہو تو مزدور کو جو کچھ تاوان دینا پڑا ہی اُسکو مستاجر سے واپس لیگا۔ اور اگر مزدور نے فنا رمار مین کنوان کھودا پس اگر فنا سے مذکور غیر شخص کی ہو اور مزدور اس بات کو جانتا ہو یا مستاجر نے اُسکو اس بات سے آگاہ کردیا ہو تو مزدور ضمان واجب ہوگی اور اگر مزدور کو یہ بات معلوم نہوئی کہ یہ فنا سے مذکور مستاجر کے سوائے دوسرے شخص کی ہی اور نہ مستاجر نے اُسکو آگاہ کیا تو مستاجر پر ضمان واجب ہوگی۔ اور اگر فنا سے مذکور مستاجر کی ہو پس اگر اُسنے اجیر سے کہا کہ مجھے کھودنے کا قدیمی حق حاصل ہی تو مستاجر پر ضمان واجب ہوگی اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے کھودنے کا قدیمی حق حاصل نہین ہی مگر یہ میرے دار کی فنا رہی تو استحسانًا مستاجر پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے چار مزدور اپنے واسطے کنوان کھودنے کے لیے مقرر کیے اور اُنکے کھودنے مین وہ کنوان اُنپر گر پڑا اور ایک مرگیا تو باقی تین مین سے ہر ایک پر اُسکی چوتھائی دیت واجب ہوگی اور چوتھائی ہدر ہوگی اور اسی طرح اگر باقی تین آدمی مزدور نہون بلکہ مقتول کے مددگار ہون تو [illegible] اگر کھودنے والا ایک ہی شخص ہوا اور اُسنے کھودنے مین کنوان دہل گیا اور وہ دب کر مرگیا تو اُسکا خون

ہدر ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو حکم کیا کہ راہ مین کنوان کھودے پس اگر اُسکے فنا ہونے مین کسی شخص کے تلف ہونے مین اُسکی دیت مولی کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اسکے فنا ہونے مین نہو تو ضمان غلام کی گردن پر ہوگی خواہ غلام کو یہ بات معلوم ہو یا معلوم نہو یہ تاتارخانیہ نقلا عن التجرید مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین ایک نہر کھودی اور اُسمین کوئی آدمی یا چوپایہ تلف ہوا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر غیر ملک مین نہر کھودی تو مثل کنوان کھودنے کے ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے غیر ملک مین ایک نہر کھودی اور اُس سے پانی پھوٹ نکلا اور کوئی زمین یا گانون غرق ہوگیا تو ضامن ہوگا اور اگر اپنی ملک مین کھودی ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو پانی دیا اور پانی پھوٹ نکلا اور اُسکی زمین سے باہر جاکر اُسنے کسی مال کو یا زراعت یا باغ انگور کو خراب کردیا تو وہ شخص ضامن نہوگا اسی طرح اگر اپنی زمین کی گھانس جلائی یا کٹے ہوے پولے یا اجمہ کے نرکل جلائے پھر آگ اُسکی زمین سے نکل کر غیر کی زمین کی طرف متعدی ہوئی اور کچھ جلا دیا تو ضامن نہوگا اور بعض مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہے کہ جب اُسنے ایسے روز جلائی کہ جب ذرا ہوا ٹھہری ہوئی تھی اور اگر ہوا کے روز جلائی کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہوا اس آگ کو دوسرے پڑوسی کی زمین مین اُڑا لیجائیگی تو استحسانا ضامن ہوگا جیسے ایک شخص نے اپنے پرنالہ مین پانی بہایا اور پرنالہ کے نیچے غیر شخص کا مال رکھا ہو وہ خراب ہوگیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایک شخص نے اپنے دار یا تنور مین آگ جلائی تو جو کچھ اُس سے جل جاوے وہ ضامن نہوگا اسی طرح اگر اپنے دار مین نہر یا کنوان کھودا اور اُس سے پڑوسی کی زمین نمناک ہوگئی تو ضامن نہوگا اور حکم قضا مین اُسکو یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ اسکو اس جگہ سے تحویل کرے مگر فیما بینہ وبین اللہ تعالے اُسپر واجب ہے کہ جب وہ سرے کو ضرر پہونچتا ہے تو اس فعل سے باز رہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ پانی پھوٹ کر اتنا پانی نکلا کہ جسکو عرف وعادت کے موافق اُسکے ملک کی زمین برداشت کرسکتی ہے اور اگر اُسکی ملک برداشت نکر سکتی ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین پانی جاری کیا اور اُسکے پانی جاری کرنے سے یہ پانی غیر کی زمین کی طرف پھوٹ نکلا اور کچھ چیز خراب کردی تو قیاسا وہ ضامن نہوگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اپنی ملک مین پانی بہایا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ پانی غیر کی زمین کی طرف پھوٹ نکلیگا تو وہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پانی اُسکے پڑوسی کی زمین مین پھوٹ گیا پس اگر اسنے اپنی زمین مین اسطرح پانی جاری کیا کہ اسکی زمین مین ٹھہرتا نہین بلکہ پڑوسی کی زمین مین جاکر ٹھہرتا ہے تو ضامن ہوگا اور اگر اسکی زمین مین ٹھہر کر پھوٹ کر پڑوسی کی زمین مین گیا پس اگر پڑوسی نے پیشتر اس سے بندش اور مضبوطی کر لینے کے واسطے کمدیا تھا مگر اسنے نکیا تو ضامن ہوگا اور اگر پیشتر اس سے نکما ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی زمین اونچی اور پڑوسی کی زمین نیچی ہو کہ جس سے یہ بات معلوم ہو کہ اگر اپنی زمین سینچے گا تو پڑوسی کی زمین مین پانی جائیگا تو وہ ضامن ہوگا اور اُسکو حکم دیا جائیگا کہ بندان باندھے یہ غرائۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر اُسکی زمین سے کوئی چھید یا چوہے کا بل ہو پس اگر اُسکو یہ بات معلوم ہو اور اُسنے بند نکیا یہانتک کہ پڑوسی کی زمین مین پانی گیا اور خراب کیا تو ضامن ہوگا اور اگر نجانتا ہو تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین نہر عام سے سینچی اور اس نہر عام سے اور چند نہرین چند لوگون کی نکلی ہوئین جنکے دہانہ کھلے ہوے ہین پس ان دہانون سے چھوٹی نہرون مین پانی بھرا اور اقوام مذکورہ کی زمینین خراب ہوگئین تو یہ شخص ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص مملوک نے راہ

مین کنوان کھود ا پھر اُسمین ایک آدمی مرگیا اور اُسکے مولے نے غلام مذکور کا فدیہ دیدیا پھر اُسمین دوسرا آدمی گر پڑا تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ مولی کو اختیار ہی چاہے پورا غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر غلام نے مسلمانون کے راستہ مین ایک کنوان کھودا اور اُسمین ایک شخص گر پڑا اور مولے نے کہا کہ مین نے اُسکو اسکے کھودنے کا حکم دیا تھا تو مولی کی مددگار برادری اُسکی دیت کی ضامن ہوگی اور مولے کے قول کی برادری کے حق مین تصدیق ہوگی لیکن اگر گواہ قائم کرے تو تصدیق ہوگی پس بدون گواہون کے مقتول کی دیت اُسکے مال مین ہوگی یہ بسوط مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ایک غلام نے شارع عام پر کنوان کھودا پھر اُسمین ایک شخص گر پڑا اور مقتول کے ولی نے اُسکو معاف کردیا پھر اُسمین دوسرا شخص گر کر مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مولی کو اختیار دیا جائیگا چاہے پورے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ مولی اُسکا نصف دیگا گویا دونون آدمی ایکبارگی اُسمین گرے پھر ایک کے ولی نے معاف کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر غلام نے بلا اجازت اپنے مولی کے راہ مین کنوان کھودا پھر مولے نے اُسکو آزاد کردیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ غلام نے کنوان کھودا ہی پھر اُسمین ایک آدمی گر کر مرگیا تو مولے پر ولی مقتول کے واسطے غلام کی قیمت واجب ہوگی پھر اگر اُسمین دوسرا آدمی گرا تو دونون مقتولون کے ولی اس قیمت مین شریک ہوجائینگے اور اگر اس کنوئین مین وہی غلام گر پڑا تو اُسکے وارث بھی اس قیمت مین شریک ہونگے اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ غلام کا خون ہدر ہوگا۔ اور اصل اس مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ غلام نے راہ مین کنوان کھودا پھر مولی نے اُسکو آزاد کیا پھر وہی غلام اس کنوئین مین گر کر مرگیا تو امام محمد رح کے نزدیک اُسکا خون ہدر ہوگا اور ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکے وارثون کے واسطے مولی پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ بسوط مین ہی۔ اور اگر مولی نے پہلے اُس غلام کو آزاد کردیا پھر اُس غلام نے راہ مین کنوان کھودا اور خود اُسمین گر کر مرگیا تو بلا خلاف مولی پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُس کنوئین مین کوئی آدمی گر جانے کے بعد مولے نے اُس غلام کو آزاد کیا پس اگر مولی اُس کنوئین مین آدمی گرنے سے خبردار نہو تو اُسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر آدمی گر جانے کا حال جانتا ہو تو مولے پر اُسکی دیت واجب ہوگی پھر اگر اُسمین دوسرا آدمی گر کر مرگیا تو وہ پہلے مقتول کے وارث سے دیت بٹوالیگا پس امام اعظم رح کے نزدیک پہلا بقدر قیمت کے اور دوسرا بقدر قیمت غلام کے اُس دیت مین شریک ہونگے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مولی پر دوسرے کے واسطے نصف قیمت واجب ہوگی اور وہ پہلے کا دیت مین شریک نہوگا یہ بسوط مین ہی۔ اور اگر غلام نے راہ مین بلا اجازت مولی کے کنوان کھودا پھر کسی کو خطا سے قتل کیا اور مولے نے اُسکو ولی مقتول کو دیدیا پھر کنوئین مین کوئی آدمی گر کر مرگیا تو ولی مقتول کو اختیار ہوگا چاہے نصف غلام دیدے اور چاہے اُسکے فدیہ مین دیت دیدے یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر گرنے والے کے ولی نے عفو کیا تو کچھ غلام مولی کی طرف واپس نہوگا اور اس مسئلہ مین گرنے والے کے ولی اور مولائے غلام کے درمیان کچھ خصومت نہوگی بلکہ خصومت اُسکے ساتھ ہوگی جسکے قبضہ مین بالفعل وہ غلام ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر پہلے اُس کنوئین مین کوئی آدمی گر کر مرگیا اور مولے نے اُسکے ولی کو غلام مذکور دیدیا پھر غلام نے خطا سے کسی کو قتل کیا اور ولی ساقط نے بھی غلام وارث مقتول کو دیا پھر کنوئین مین دوسرا آدمی گر کر پھر گیا تو ولی مقتول کو اختیار ہوگا چاہے تہائی غلام گرنے والے کے وارث کو دیدے یا اُسکے فدیہ مین دیت دیدے یہ بسوط مین ہی۔ اور اگر غلام نے باجازت مولی کنوان کھودا پس اگر ملک مولی مین کھودا ہو تو گرنے والے کی ضمانت

مسئلہ قیمت غلام ایک ہزار اور دیت دس ہزار ہو تو اول کو اور دوم کو ایک حصہ دوسرا گیارہ

مولی کی مدد گار برادری پر واجب ہوگی اور اگر غیر ملک مولی مین ہو تو غلام کی گردن پر ضمان ہوگی خواہ غلام اسکو جانتا ہو یا نجانتا ہو یہ جامع الصغیر مین ہی - اور اگر کنوئین مین کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا پھر اُسمین دوسرا آدمی گر گیا کہ اُسکی آنکھ جاتی رہی اور غلام جسنے کنوان کھودا ہی بعینہ موجود ہی تو مولی اُسکو دونون کو دیدیگا کہ دونون کے درمیان تین تہائی بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم ہوگا اور اگر اُسکا فدیہ دینا چاہے تو پندرہ ہزار درم اُسکا فدیہ دے کہ دس ہزار درم (دہ ہزار درم) ولی مقتول کو اور پانچ ہزار درم آنکھ والے کو ملینگے اور اگر دونون کا حال جاننے سے پہلے اُسنے غلام کو آزاد کر دیا تو اُسکی قیمت دونون کو دیگا جو تین تہائی دونون مین تقسیم ہوگی اور اگر قتل کو جانتا ہو اور آنکھ پھوٹنے کو نجانتا ہو تو اُسپر ولی مقتول کے واسطے دس ہزار درم اور آنکھ والے کے واسطے تہائی قیمت واجب ہوگی - اور اگر اُسنے (یعنے جسشخص نے کنوئین مین غلام گرایا) غلام کو قبل اسکے کہ کنوئین مین کوئی گرے فروخت کیا پھر اُسمین کوئی گر گیا اور مر گیا تو بائع پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر غلام نے خود اپنے تئین اُسمین ڈالدیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق بائع پر اُسکی قیمت مشتری کو دینی واجب ہوگی اور بروایۃ امام محمد رح کے اُسکا خون ہدر ہوگا جیسا ہمنے آزاد کر دینے کی صورت مین بیان کیا ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر کسی مدبر نے راہ مین کنوان کھودا پھر اُسکو مولی نے آزاد کیا یا مولی مر گیا پس مدبر آزاد ہو گیا پھر مدبر نے اپنے تئین اس کنوئین مین ڈالدیا اور مر گیا تو اُسکے وارثون کے واسطے مولی کے ترکہ مین سے اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - مدبر نے ایک کنوان کھودا اور اُسمین اُسکا مولی گر گیا یا ایسا شخص گرا جسکا مولی وارث ہوگا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اُسمین مولی کا مکاتب گرا تو قیمت کا ضامن ہوگا پس مولے سے مدبر کے کھودنے کے روز کی قیمت اور مکاتب کے گرنے کے روز کی قیمت دونون مین سے کم مقدار کا مواخذہ کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مدبر یا ام الولد نے راہ مین کنوان کھودا اور اُسکی قیمت ہزار درم ہی پھر اُسمین ایک آدمی گر کر مر گیا تو مولے پر اُسکی قیمت واجب ہوگی پھر اگر اُسمین ایک بعد دوسرے کے گر گیا اور جتنے گرے سب مر گئے اور مملوک کی قیمت اس درمیان مین متغیر ہو کر ناقص یا زائد ہو گئی تو مولی پر ایک ہی اُسکی قیمت واجب ہوگی جو کھودنے کے روز تھی یعنے ہزار درم اور کچھ واجب نہوگا کہ وہی ان سب مین برابر تقسیم ہوگی اسی طرح اگر اُسمین کوئی آدمی گرنے سے پہلے مدبر مر گیا یا مولی نے اُسکو آزاد یا - مکاتب کیا یا کسی آدمی کے گر کر مرنے کے بعد مولے نے اسمین سے کوئی فعل کیا تو بھی مولی پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی - نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک مکاتب نے راہ مین کنوان کھودا پھر ایک شخص کو قتل کیا اور اُسپر مکاتب کی قیمت دینے کی ڈگری کی گئی پھر کنوئین مین ایک آدمی گر کر مر گیا تو فرمایا کہ گرنے والے کا ولی مکاتب کی قیمت مین اُسکا شریک ہو جاوے جتنے قیمت لی ہو اور فرمایا کہ مدبر کا بھی یہی حکم ہی اور فرمایا کہ جب گرے ہوے کا ولی آیا اور اُسنے اُس شخص سے جتنے مدبر کی قیمت اُسکے مولے سے لی ہی قیمت کی بابت مواخذہ کیا تو اُسکے اور جتنے قیمت لی ہی دونون کے درمیان خصومت نہوگی اور مین اُسکے گواہ قیمت لینے والے پر قبول نکرونگا بلکہ مولاے مدبر پر اُسکے گواہ قبول کرونگا پھر جب مولی پر پیش کیے گواہون کی تعدیل ہو جاوے تو البتہ جتنے قیمت لی ہی اُس سے نصف قیمت واپس لیگا یہ محیط مین ہی - ایک مدبر نے کنوان کھودا اور اُسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا اور مولے نے بحکم قاضی اُسکی قیمت ہزار درم موديدی پھر ولی مذکور جتنے قیمت لی ہی مر گیا اور ایک ہزار درم ترکہ چھوڑا اور اُسپر دو شخصون کے دو ہزار درم قرضہ مین ہر ایک کے ہزار درم قرضہ مین پھر کنوئین مین دوسرا شخص گر گیا اور مر گیا تو ہزار درم جنکو پہلے ولی جنایت نے

قیمت کا ضامن ہوگا

چھوڑا ہی اُسکے قرضخواہون اور دوسرے ولی جنایت کے درمیان پانچ حصے ہوکر تقسیم ہونگے یعنے قرضخواہون کو چار حصے اور اُسکو ایک حصہ ملیگا پس اگر بکر قضا اُنھون نے اسطرح حصہ تقسیم کرلیا پھر اور ایک آدمی اُنھون مین گر پڑا تو دوسرے ولی جنایت سے اِسکا وارث آدھا مال جو اُسکے پاس جرمانہ کا وصول کیا ہوا ہی لیگا اور دونون ملکر دونون قرضخواہون کا دامن پکڑ کر اُنسے جو کچھ اُنھون نے لیا ہی اُسمین سے ہزار درم کی چوتھائی تک جسقدر ان دونون کا حصہ ملا کر کم ہو وہ بھی لے لینگے - اور اگر اخیر جنایت کا ولی پہلے ولی جنایت سے نہ ملا بلکہ ایک قرضخواہ سے ملاقات ہوئی تو جو کچھ اُسنے میت کے مال سے لیا ہی اُسمین سے چوتھائی لے لیگا پھر جب یہ قرضخواہ دوسرے قرضخواہ سے ملے تو دونون اپنے پاس کا مال جمع کرکے نصفا نصف تقسیم کرلینگے اور دونون ولی جنایت جب باہم ملتی ہون تو اپنے پاس کا مال جمع کرکے باہم آدھا آدھا تقسیم کرلینگے اور اگر اُسکے بعد یہ سب باہم مجتمع ہوے تو جو کچھ اُنکے پاس ہی سب آٹھ حصون پر تقسیم ہوگا جسمین سے دونون ولی جنایت کو چوتھائی اور قرضخواہون کو تین چوتھائی دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مولے نے پانچ سو درم بلا حکم قاضی ولی اول کو دیدیے پھر اُسنے جو کچھ لیا ہی وہ مولی کو ہبہ کردیا تو دوسرے کے ولی کو اختیار ہوگا چاہے مولی سے نصف تاوان لے یا مولی سے چوتھائی اور ولی اول سے چوتھائی تاوان لے - اور اگر مولی نے ولی اول کو بحکم قاضی دیا ہو تو ولی ثانی کو دو طرح کا خیار نہوگا بلکہ مولے سے چوتھائی اور ولی اول سے چوتھائی لے لیگا یہ کافی مین ہی - اگر ایک شخص نے ایک غلام مجبور اور ایک آزاد کو مزدور مقرر کیا کہ دونون اُسکے واسطے کنوان کھودین پھر کنوان دونون پر گر پڑا اور دونون مرگئے تو مستاجر پر غلام کی قیمت اُسکے مولے کے واسطے واجب ہوگی پھر یہ قیمت وارثان آزاد کو ملیگی بشرطیکہ نصف دیت سے کم ہو پھر مولے اسکو مستاجر سے واپس لیگا پھر مستاجر چونکہ ادائے ضمان سے غلام کا مالک ہوا اور آزاد شخص اُسکے نصف پر جنایت کرنیوالا ہوگیا پس آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت مستاجر کے لیے واجب ہوگی اور اگر غلام ماذون ہوتا تو مستاجر پر کچھ واجب نہوتا اور آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت ہوگی پھر یہ وارثان آزاد کو ملیگی بشرطیکہ نصف دیت سے کم ہو اور اگر ایک غلام مجبور اور ایک آزاد اور ایک مکاتب کو اپنے واسطے کنوان کھودنے کے لیے مزدور مقرر کیا پھر کنوان ان سب پر گر پڑا اور مرگئے تو مستاجر پر آزاد و مکاتب کی ضمان واجب ہوگی اور غلام کی قیمت اُسکے مولی کو دیگا پھر جب مولی کو قیمت دیدی تو مولی اُسکو وارثان آزاد و مکاتب کو دیدیگا پس وارثان آزاد اُسمین بقدر تہائی دیت کے اور وارثان مکاتب بقدر تہائی قیمت مکاتب شریک کیے جاوینگے پھر مولای غلام مستاجر سے دوبارہ غلام کی قیمت لے لیگا اور وہ اُسی کو سپرد کیجائیگی - اور مستاجر کو اختیار ہوگا کہ آزاد کی مددگار برادری سے غلام کی تہائی قیمت واپس لے اور وارثان مکاتب بھی آزاد سے مکاتب کی تہائی قیمت واپس لینگے پھر مکاتب کے ترکہ سے بقدر اُسکی قیمت کے لیجائیگی اور وہ وارثان آزاد و مستاجر کے درمیان مشترک ہوگی اُسمین وارثان آزاد بقدر تہائی دیت کے اور مستاجر بقدر تہائی قیمت غلام کے شریک ہونگے یہ حاوی مین اور یہی تاتارخانیہ مین تجرید سے منقول ہی - اور اگر آزاد و مکاتب و مدبر و غلام کو مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کنوان کھودین پھر چاروں کے کھودنے مین وہ کنوان چارون پر گر پڑا اور سب مرگئے اور مدبر و غلام کو کام کی اجازت نہ تھی تو ہم کہتے ہین کہ انمین سے ہر ایک اپنے فعل اور اپنے ساتھیون کے فعل سے تلف ہوا ہی پس اُسکی ذات کا چوتھائی حصہ ہدر ہوگا اور اُسکے ساتھیون کی جنایت اُسکی تین چوتھائی حصہ مین معتبر ہوگی پھر مستاجر پر غلام و مدبر کی قیمت اُسکے مولے کو دینی واجب ہوگی پھر وارثان آزاد کے واسطے آزاد کی چوتھائی دیت انمین سے

ہر آدمی کی گردن پر واجب ہوگی اور ولی مکاتب کے واسطے مکاتب کی چوتھائی قیمت انمین سے ہر شخص کی گردن پر واجب ہوگی۔ پس ان دونوں قیمتون مین وارثان آزاد اور وارثان مکاتب بقدر نصف قیمت وہ مکاتب کے شریک کیے جاوینگے پھر اسی حساب سے باہم تقسیم کرلینگے پھر دونون کے مولی اسکو مستاجر سے واپس لینگے پھر مستاجر کے واسطے آزاد کی مددگار برادری پر ان دونون مین سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی اور نیز اسکے واسطے مکاتب کی گردن پر ان دونون مین سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی حالانکہ مکاتب کے واسطے بھی ان دونون سے ہر ایک کی گردن پر اسکی چوتھائی قیمت جسکو ہر ایک نے چھوڑ رکھا ہو واجب ہوئی ہے پس بعض بعض کا بدلا ہو جائیگا اور آپسمین جسکا جو کچھ زیادہ نکلے وہ لے لیگا اور مکاتب کی چوتھائی قیمت آزاد کی مددگار برادری پر ہوگی پھر یہ قیمت وارثان آزاد لے لینگے بدین اعتبار کہ مکاتب نے چوتھائی آزاد پر جنایت کی ہے لیکن اگر اسکی قیمت بہ نسبت چوتھائی دیت کے زائد ہو تو بقدر چوتھائی دیت کے لیکر باقی کو مولاے مکاتب کو واپس دینگے۔ مگر یہ حکم اسشخص کے قول پر درست ہوگا جو کہتا ہے کہ جنایت مین مملوک کی قیمت جہانتک پہونچے معتبر ہوتی ہے اور دونون مین سے ہر غلام کی قیمت کی چوتھائی دوسرے غلام کی قیمت مین واجب ہے لیکن چونکہ یہ مستاجر کے ذمہ ہے اسواسطے اسکا اعتبار کرنا مفید نہین ہے پس اگر دونون غلام کام کے واسطے ماذون ہون تو مستاجر پر ضمان واجب نہوگی اور ہر ایک کی چوتھائی قیمت دوسرے کی گردن پر ہوگی اور دونون مین سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت آزاد کی مددگار برادری پر ہوگی اسی طرح مکاتب کی چوتھائی قیمت بھی آزاد کی عاقلہ پر ہوگی اور آزاد کی تین چوتھائی دیت ان تین سے ہر ایک پر ایک چوتھائی ہوگی پھر جب آزاد کی مددگار برادری نے ہر ایک کی چوتھائی قیمت دیدی اور ہر ایک نے اسکو لیا تو ہم کہتے ہین کہ مولاے مدبر سے پوری قیمت لیجائیگی جبکہ یہ قیمت جو اسکو چاہیے اسکے برابر یا کم ہو پھر یہ قیمت باقیون مین اسطرح تقسیم ہوگی کہ وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے غلام بقدر اسکی چوتھائی قیمت کے اور مولاے مکاتب بقدر چوتھائی قیمت۔ مکاتب کے شریک کیے جاوینگے اور اگر مکاتب نے بقدر اداے کتابت کے چھوڑا ہو تو اسکے ترکہ سے تمام قیمت لے لیجائیگی بشرطیکہ یہ قیمت جسقدر اسپر واجب ہو اس سے کم ہو پھر اسمین وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے غلام بقدر چوتھائی قیمت کے اور مولاے مدبر بقدر چوتھائی قیمت کے شریک کیے جاوینگے پھر مولاے غلام سے سب جو کچھ اسنے لیا ہو لے لیا جائیگا اور اسمین وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے مدبر بقدر چوتھائی قیمت مدبر کے اور مولاے مکاتب بقدر چوتھائی قیمت مکاتب کے شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہے۔

بارہوان باب - بہائم کی جنایت اور بہائم پر جنایت کرنے کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ چوپایہ کی جنایت تین حال سے خالی نہین یا تو مالک چوپایہ کی ملک مین ہوگی یا غیر مالک کے ملک مین ہوگی یا مسلمانون کی راہ مین ہوگی۔ پس اگر اسکی جنایت اسکے مالک کی ملک مین واقع ہوئی اور مالک اسکے ساتھ نہ تھا تو اسکا مالک ضامن نہوگا خواہ چوپایہ جنایت کے وقت کھڑا ہو یا چلتا ہو خواہ اسنے اپنے ہاتھ یا پانون سے روندڈالا ہو یا ہاتھ یا پانون سے مار دیا ہو یا دُم ماردی ہو یا دانت سے کاٹ کھایا ہو۔ اور اگر اسکا مالک اسکے ساتھ ہو پس اگر اسکا قائد یا سائق ہو تو بھی ان سب صورتون مین ضامن نہوگا اور اگر سوار ہو اور چوپایہ رواں ہو پس اگر ہاتھ یا پانون سے روندڈالا تو ضامن ہوگا اور اسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اسپر کفارہ لازم ہوگا

اور وہ میراث سے محروم ہوگا اور اگر کاٹ کھایا یا ہاتھ یا پانون یا دم سے مار دیا تو ضمان واجب نہوگی اور اگر غیر مالک چوپایہ کی ملک میں داخل ہوا پس اگر بدون مالک کے داخل کرنے کی دوسرے کے ملک میں داخل ہوگیا ہو مثلاً چھوٹ بھاگا ہو تو اُسکے مالک پر ضمان واجب نہوگی اور اگر اُسکے مالک کے داخل کرنے پر داخل ہوا ہو تو مالک سب صورتون میں ضامن ہوگا خواہ چوپایہ کھڑا ہو یا روان ہو خواہ اُسکا مالک اُسکے ساتھ اُسکا سائق یا قائد یا سوار ہو خواہ اُسکے ساتھ نہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اُسکے مالک کی اجازت سے ہو تو وہ ایسا ہے جیسے اُسکی ملک میں ہو یہ تبیین میں ہے اور اگر اُسکی جنایت مسلمانون کے راستہ میں ہو پس اگر چوپایہ راستہ میں کھڑا ہو اُسکے مالک نے کھڑا کیا ہو تو سب صورتون میں جو کچھ اُسکے فعل سے تلف ہوا اُسکا مالک تلف شدہ کا ضامن ہوگا اور اگر چوپایہ روان ہو اور اُسکا مالک اُسکے ساتھ نہو پس اگر اُسکے مالک کے روان کر دینے سے روان ہوگیا ہو تو جب تک اسی رخ روان رہے دائین بائین نہ گھوم جاوے تب تک اُسکا مالک جس نے اسکو روان کیا ہے ضامن رہیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر دائین یا بائین مڑ گیا پس اگر اُسکا راستہ سوائے اسکے دوسرا نہو تو روان کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر اُسکے چلنے کا دوسرا راستہ بھی ہو تو روان کرنے والا ضامن نہوگا اور اگر چوپایہ ٹھہر گیا پھر روانہ ہوا تو ناکنندہ الاضمان سے بری ہوگیا اور اگر کسی پھیرنے والے نے اُسکو لوٹایا پس اگر وہ نہ پھرا اور اپنی سیدھ پر چلا گیا تو روان کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر پھرا پھر ٹھہر کر روانہ ہوا تو کوئی ضامن نہوگا اور اگر پھرا مگر نہ ٹھہرا اور اسی سیدھ پر روانہ ہوا تو پھیرنے والا ضامن ہوگا اگر اُسنے کچھ تلف کیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر چوپایہ بدون اپنے مالک کے روانہ کیے ہوئے چلا جاتا ہو مثلاً وہ مالک کے ہاتھ سے چھوٹ بھاگا ہو تو سب صورتون میں اُسکے مالک پر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اگر چوپایہ نے روندا یا ہاتھ یا پانون یا سر سے صدمہ پہونچایا یا کاٹ کھایا یا ہاتھ پانون مارے تو اُسکا سوار ضامن ہوگا اسی طرح اگر کسی چیز سے ٹکرایا تو بھی ضامن ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر لات ماری یا دم ماری تو اُسکے نقصان کا ضامن نہوگا اور اگر قائد ہو تو اسکا بھی وہی حکم ہے جو سوار کا حکم ہے اور سائق یعنے پیچھے سے ہانکنے والے کا حکم لات مارنے کی صورت میں یہ ہے سو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور یہ مذہب شیخ ابو الحسن قدوری و مشائخ عراق میں سے ایک جماعت کا ہے اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور اسطرف ہمارے مشائخ نے میل کیا ہے کذا فی الذخیرہ اور صحیح یہ ہے کہ ہانکنے والا اُسکے لات مارنے سے ضامن نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور روندڈالنے کی صورت میں سوار پر کفارہ واجب ہوگا سائق و قائد پر واجب نہوگا اسی طرح روندڈالنے کی صورت میں سوار کے حق میں میراث سے محروم ہونا اور وصیت سے محروم ہونا لازم ہوتا ہے سائق و قائد کے حق میں ایسا نہیں ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر چوپایہ کے ساتھ ایک شخص سوار ہو اور ایک سائق ہو تو بعض نے فرمایا کہ چوپایہ جو کچھ روندڈالے سائق اُسکا ضامن نہوگا بلکہ سوار ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ دونون پر تاوان لازم ہوگا یہ نہایہ میں ہے۔ منتقی میں ہے ایک شخص ایک چوپایہ سواری پر سوار ہوا اور اُسکے پیچھے ایک شخص ردیف ہے اور چوپایہ کے پیچھے سائق ہے اور آگے قائد ہے پھر چوپایہ نے کوئی آدمی کو روندڈالا تو اُسکی دیت ان لوگون پر چار حصہ بانٹی ہو کر واجب ہوگی اور سوار و ردیف پر کفارہ بھی واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چوپایہ نے راہ چلتے ہوئے راہ میں لید یا پیشاب کیا اور اس سے کوئی شخص پھسلکر یا اور کسی طرح تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر چوپایہ کو اس وقت

کے واسطے کھڑا کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اسی طرح اگر خود چوپایہ لید کرنے یا پیشاب کرنے کیواسطے کھڑا ہوگیا یا اُسکا لعاب بہا اور اُسکے ذریعہ سے کوئی آدمی تلف ہوا تو بھی ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر چوپایہ کو کسی اور غرض سے کھڑا کیا پھر کوئی آدمی اُسکی لید یا پیشاب سے تلف ہوا تو ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر اُسنے اپنے ہاتھ یا پاؤن سے کنکریان یا خرنے کی ٹھلیان ٹاپ کر اُڑائین یا غبار یا سنگریزے اُڑائے اور کسی شخص کی آنکھ پھوڑی یا اُسکے کپڑے خراب کیے تو ضامن نہوگا اور اگر ٹھوکر اپتھر ہو تو ضامن ہوگا اور سوار و ردیف وسائق وقائد اس حکم مین یکسان ہین یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص اپنے جانور سواری پر سوار ہوکر راہ مین چلا جاتا تھا پھر اُسنے ایک پتھر سے جسکو ایک شخص نے راہ مین رکھا ہی یا ایک دکان سے جسکو کسی نے راہ مین بنایا ہی ٹھوکر کھائی یا پانی سے جسکو کسی نے راہ مین ڈالا ہی پھسلکر کسی آدمی پر گرا اور وہ مرگیا تو ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جسنے اُن چیزون کو راہ مین پیدا کیا ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ سوار اس چیز کو جو راہ مین پیدا کی گئی ہی نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو پھر قصداً اُسنے جانور کو اسی جگہ چلایا تو ضمان اُسی پر ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ قدوری مین ہی کہ اگر کسی شخص نے مسلمانون کی بڑی مسجد یا کسی مسجد کے دروازہ پر اپنا گھوڑا کھڑا کیا اور اُسنے کسی آدمی کو لات ماری تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر امام نے دروازہ مسجد کے پاس جانور (سواری کا جانور) کے کھڑے ہونے کے واسطے کوئی جگہ مقرر کردی ہو تو وہان کھڑے ہونے سے جو حادثہ جانوردن سے پیش آوے اُسکی ضمان نہوگی یہ تبیین مین ہی۔ لیکن جب جانور سواری کو آگے سے چلایا یا پیچھے سے ہانکا یا اُس مقام مین سوار چلا گیا تو نقصان کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر چوپاون کے بازار مین اپنا چوپایہ کھڑا کیا اور اُسنے لات ماری تو اُسکے مالک پر ضمان واجب نہوگی اور جو شتی کنارے پر بندھی ہو اسکا بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ منتقے مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر سلطان کے دروازہ پر اپنا گھوڑا کھڑا کیا حالانکہ اُسکے دروازہ پر سواری کے جانور کھڑے کیے جاتے ہین تو فرمایا کہ جو صدمہ اُس سے پہونچے اُسکا ضامن ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر جنگل مین اپنا چوپایہ کھڑا کردیا تو ضامن نہوگا الا اُس صورت مین کہ پاک ڈنڈی پر کھڑا کردیا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا چوپایہ کسی زمین مین جو اُسکے اور غیر کے درمیان مشترک ہی کھڑا کیا پھر اُسنے اپنے پاؤن یا ہاتھ سے کوئی صدمہ پہونچایا تو قیاس یہ ہی کہ وہ نصف کا ضامن ہو اور استحساناً کچھ ضامن نہوگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ ایسے مقام پر کھڑا کیا جہان چوپایہ کھڑے کیے جاتے ہین اور اگر ایسی جگہ کھڑا کیا جہان چوپایہ نہین کھڑے کیے جاتے ہین تو قیاساً و استحساناً فعل چوپایہ سے جو کچھ تلف ہوا اُسکا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے اپنا چوپایہ مسلمانون کی راہ مین کھڑا کیا اور اُسکو نہ باندھا پھر وہ اُس جگہ سے چلا گیا اور کوئی چیز تلف کی تو مالک ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اسکو راستہ مین باندھکر کھڑا کیا اور وہ کھونٹے مین بندھا ہوا کھولا اور کسی چیز کو تلف کیا پس اگر رسی کھل جانے کے بعد اپنی جگہ سے ہٹکر اُسنے تلف کی تو اُسکے مالک پر ضمان نہوگی اور اگر رسی اپنے حال پر رہی اور اُسنے کچھ تلف کیا تو اُسکی جنایت کا ضامن ہوگا اگرچہ جہان کھڑا کیا تھا وہان سے جنبش کرجاوے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر گھوڑے نے سرکشی کرکے اڑنا شروع کیا اور مالک نے اُسکو مارا یا لگام کھینچی پس اُسنے لات یا دُم سے کسی کو مارا تو مالک ضامن نہوگا اسی طرح اگر مالک اُسکی پیٹھ پر سے گر پڑا اور گھوڑا اپنی سیدھ پر چلا گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو مالک پر کچھ واجب نہوگا

یہ حاوی مین ہی۔ اگر ایک گدھا کرایہ کیا اور راہ مین چند لوگ بیٹھے تھے وہان کھڑا کر کے اُن لوگون کو سلام کیا پھر اسکے مالک نے اُسکو اُنگلی سے ٹھیلا یا مارا یا ہانکا اور اُسنے کسی کو لات ماری تو دونون ضامن ہونگے اور وہ مثل ہانکنے کا حکم کرنے والے کے ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر جانور چلا جاتا ہو اور اُسپر ایک آدمی سوار ہو پس اُسکو کسی شخص نے اُنگلی سے ٹھیلا اور چوپایہ نے سوار کو گرا دیا تو اُنگلی چونکنے والے پر کچھ واجب نہوگا بشرطیکہ اُسنے مالک کی اجازت سے یہ فعل کیا ہو اور اگر اُسکی بلا اجازت ایسا کیا تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی اور اگر چوپایہ نے ٹھیلنے والے کو مارا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر کسی دوسرے شخص کو دم یا لات سے یا اور کسی طرح صدمہ پہونچایا پس اگر بدون اجازت سوار کے ہو تو ٹھیلنے والا ضامن ہوگا اور اگر اُسکی اجازت سے ہو تو دونون پر ضمان واجب ہوگی سوائے دم سے مارنے یا لات مارنے کے کہ یہ دونون ہدر ہین یہ خلاصہ و محیط و فتاوی قاضی خان مین ہی۔ لیکن اگر سوار اپنے غیر ملک مین کھڑا ہوا اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اُسکو اُنگلی سے ٹھیلے پس چوپایہ نے اُسکے ٹھیلنے سے کسی شخص کو لات ماری تو دونون پر ضمان واجب ہوگی اور اگر سوار کی اجازت نہو تو پوری ضمان ٹھیلنے والے پر واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب نہوگا کذا فی الخلاصہ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ چوپایہ نے بفور اُنگلی سے ٹھیلنے کے لات ماری ہو اور اگر فی الفور نہ ماری ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کوئی شخص گھوڑے کو آگے سے پکڑے ہوے لیے جاتا ہو اور کسی شخص نے اُسکے بدن پر اُنگلی سے چونکا اور وہ بدک کر قائد کے ہاتھ سے چھوٹ بھاگا اور فی الفور کسی کو تلف کیا تو اُنگلی چونکنے والے پر ضمان واجب ہوگی اسی طرح اگر چوپایہ مذکور کا کوئی سائق ہو اور کسی شخص نے اُسکو اُنگلی سے چھیڑ دیا تو بھی یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ ایک چوپایہ کا ایک سائق و ایک قائد ہی اور ان دونون مین سے کسی کے بغیر اجازت ایک شخص نے اُسکو اُنگلی سے ٹھیلا اور اُسنے کسی کو لات ماردی تو چھیڑنے والے پر خاصۃً ضمان واجب ہوگی اور اگر اُنگلی سے ٹھیلنا ان دونون مین سے کسی کی اجازت سے ہو تو اُسی پر ضمان واجب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اُنگلی سے چونکنے والا کوئی غلام ہو تو چوپایہ کی جنایت غلام کی گردن پر ہوگی اور اگر لڑکا ہو تو وہ مثل مرد کے ہی یہ حاوی مین ہی۔ اگر ایک شخص کا چوپایہ روان ہوا اور وہ اُسپر سوار ہو پھر اُسنے کسی غلام کو حکم دیا کہ اسکو چونک دے اور چوپایہ نے چونکنے سے کسی شخص کو لات ماردی تو ان دونون مین سے کسی پر ضمان واجب نہوگی اور اگر چونکنے کے ساتھ ہی کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکی ضمان ان دونون پر بقسط نصف واجب ہوگی پس نصف سوار کی مددگار برادری پر اور نصف غلام کی گردن پر کہ جسکے عوض وہ غلام دیا جائیگا یا اُسکا مولی اُسکا فدیہ دیگا پھر مولاے غلام اس سوار سے غلام کی قیمت لے لیگا بشرطیکہ اُسکی قیمت نصف دیت سے کم ہو بشرطیکہ یہ غلام جسکو چونکنے کا حکم دیا ہی غلام محجور ہووے۔ اور اگر یہ غلام ماذون ہو تو اُسکا موالے جو کچھ اُسکو تاوان دینا پڑا ہی وہ حکم دہندہ سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر سوار نے چوپایہ کے پیچھے سے ہانکنے یا آگے سے لے چلنے کا حکم دیا تو مثل چونکنے کے حکم دینے کے اسکا بھی جواب ہی اور اگر سوار غلام ہو اور اُسنے دوسرے غلام کو حکم دیا کہ چوپایہ کو پیچھے سے ہانک دے اور چوپایہ نے کسی شخص کو روند ڈالا پس اگر دونون ماذون ہون تو ضمان ان دونون کی گردن پر آدھی آدھی ہوگی کہ جسکے عوض یہ دونون غلام دیدیے جاوینگے یا انکے مولی انکا فدیہ دینگے اور غلام مامور کا مولی غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر غلام مامور محجور ہو اور حکم دہندہ ماذون ہو تو بھی ضمان ان دونون

کی گردن پر ہوگی اور جب مولاے مامور نے وہ غلام دیدیا یا اُسکا فدیہ نصف دیت دیدی - تو غلام حکم دہندہ سے اپنے غلام کی قیمت واپس لیگا - اور اگر دونوں مجبور ہوں تو بھی ضمان ان دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب غلام مامور کے مولی نے اُسکو دیا یا نصف دیت اُسکا فدیہ دیا تو فی الحال غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی پھر جب وہ آزاد ہو جاوے تو اُس سے اپنے غلام کی قیمت واپس لے سکتا ہی اور اگر حکم دہندہ مجبور اور مامور ماذون ہو تو بھی ضمان ان دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب غلام مامور کے مولی نے اپنا نصف غلام دیا یا اُسکا فدیہ دیا تو غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی - نہ فی الحال اور نہ بعد اُسکے آزاد ہو جانے کے یہ محیط مین ہی اور اگر چوپایہ سواری راہ مین ایسی چیز کے پاس گذرا جو راہ مین کھڑی کی گئی تھی پس اس چیز کی ٹھیس اُسکے بدن مین لگی یعنے یہ چیز جبھی پس اسنے لات ماری اور کوئی آدمی مر گیا تو جسنے اس چیز کو کھڑا کیا ہی اُسپر ضمان واجب ہوگی یہ جادی مین ہی - منتقی مین ہی کہ ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار راہ مین کھڑا ہی پس اُسنے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس جانور کو چونکا دے اُسنے چونکا پس اُسنے ایک آدمی کو ہلاک کیا اور حکم دہندہ کو گرا دیا تو مرد اجنبی کی دیت اُس چونکنے والے اور حکم کرنے والے دونون پر واجب ہوگی اور جسنے حکم کیا تھا اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر وہ گھوڑا بعد حکم کے اپنی جگہ سے روانہ ہو گیا ہو پھر مامور نے چونکا اور فی الفور اُسنے لات ماری تو ضمان چونکنے والے پر ہوگی حکم دہندہ سوار پر نہوگی - اور اگر روانہ نہوا مگر چونکنے والے اور ایک اجنبی کو لات مار کر دونون کو مار ڈالا تو اجنبی کی دیت چونکنے والے پر اور سوار پر ہوگی اور چونکنے والے کی نصف دیت سوار پر ہوگی - اور اگر سوار نے اُسکو راہ مین کھڑا نکیا لیکن گھوڑے نے خود ہی کی اور ٹھہر گیا پس اُسنے یا غیر نے اُسکو چونکا تا کہ چلے اور اُسنے کسی شخص کو لات ماردی تو دونون مین سے کسی پر ضمان واجب نہوگی - ایک شخص نے راہ مین اپنا گھوڑا کھڑا کر دیا تھا اُسپر دوسرا شخص سوار ہو گیا پس اُسنے لات مار کر کسی کو تلف کیا تو اُسکی دیت گھوڑے کے مالک اور سوار دونون پر نصفا نصف ہوگی - اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا چوپایہ راہ مین کھڑا کر کے باندھ دیا اور خود غائب ہو گیا پھر مالک نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اسکے چونک دے پس اُسکے چونکنے سے اُسنے لات ماری خواہ کسی غیر کو یا حکم دہندہ کو اُسکی دیت چونکنے والے پر ہوگی اور اگر حکم دہندہ نے اُسکو راہ مین کھڑا کیا ہو پھر ایک شخص کو اُسکے چونکنے کا حکم کیا اور چوپایہ نے کسی کو قتل کیا تو اُسکی دیت چونکنے والے اور حکم دہندہ دونون پر نصفا نصف ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر چوپایہ ایک پتھر سے جسکو کسی نے راہ مین رکھا ہی بدک گیا تو پتھر رکھنے والا بمنزلہ چونکنے والے کے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص نے اپنا گدھا چھوڑا اور وہ ایک شخص کے کھیت مین گیا اور اُسکی کھیتی خراب کر دی پس اگر چھوڑنے والے نے اُسکو چھوڑا اور اُسکو کھیتی کی طرف بالکا ہو مثلاً اُسکے پیچھے ہو تو ضامن ہوگا اور اگر پیچھے نہو لیکن وہ گدھا اپنی سیدھ پر چلا گیا اور دائین یا بائین نہین مڑا اور فوراً چلا گیا اور اُسنے کوئی کھیت پا کر اُسکو خراب کیا تو بھی ضامن ہوگا اور اگر دائین بائین ہمت گیا پھر کھیتی کو پا کر خراب کیا پس اگر یہی ایک ہی راہ نہو تو ضامن نہوگا اور اگر ایک ہی راہ ہو تو ضامن ہوگا - اور اگر مالک نے اُسکو چھوڑا اور وہ ایک ساعت ٹھہر گیا پھر کھیت مین گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والا ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاری رح سے منقول ہی کہ ایک شخص نے گانون مین سے اپنی گاے اپنی زمین کی طرف چھوڑی اور اُسنے دوسرے کے کھیت مین گھسکر اُسکا کھیت کھایا پس اگر سواے اس راہ کے اُسکا دوسرا راستہ ہو

تو ضامن نہوگا اور اگر راستہ ہی ایک ہو تو ضامن ہوگا۔ اور اگر چوپایہ سواری اپنے تھان سے نکلا اور اُسنے کسی شخص کا کھیت خراب کیا یا چراگاہ میں چھوڑا اور اسنے وہان سے کھیت اُبار ڈالا تو ضمان واجب نہوگی اسیطرح کتے اور بلیوں کا حکم ہے کہ اگر انھوں نے لوگوں کے باغ میں سے کچھ خراب کیا تو مالک پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے بہائم میں سے کسی بہیمہ کو چھوڑ دیا اور اُسکا ہانکنے والا ہوا اور فی الفور اُسنے کسی مال یا آدمی کو صدمہ پہونچایا تو ضامن ہوگا۔ اور اگر پرند کو چھوڑا اور اُسکو ہانکا اور فی الفور اُسنے کسی کو صدمہ پہونچایا تو ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا کتا ایک بکری پر چھوڑا پس اگر وہ ٹھہر گیا پھر اُسنے جاکر بکری کو مار ڈالا تو ضامن نہوگا اور اگر فوراً چھوڑتے ہی جاکر بکری کو مار ڈالا تو جامع صغیر میں مذکور ہے کہ ضامن نہوگا اگر وہ سائق نہو یعنے اُسکے پیچھے نہو اور ایسا ہی قدوری نے ذکر کیا ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور مشائخ نے امام ابو یوسف رح کا قول اختیار کیا ہے اور فقیہ ابو اللیث رح نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنا کتا چھوڑا اور فی الفور اُسنے کسی آدمی کو قتل کیا یا اُسکے کپڑے پھاڑ ڈالے تو چھوڑنے والا ضامن ہوگا۔ اور ناطفی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنے کتے کو ایک شخص پر للکارا اور اُسنے اُسکو کاٹا یا اُسکے کپڑے پھاڑے تو امام ابو حنیفہ رح کے قول میں ضامن نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور فتوے کے واسطے امام ابو یوسف کا قول مختار ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کا کتا کٹکھنا ہو کہ جو اُسطرف گذرتا ہے اُسکو کاٹ کھاتا ہے تو اہل شہر کو اُسکے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہے اور اگر اُسنے آدمی کو تلف کیا پس اگر اس سے پہلے اُسکے مالک کو اس سے اطلاع دیگئی اور مطالبہ کیا گیا تھا تو وہ ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا جیسا کہ جھکی ہوئی دیوار کا حکم ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر شکار پر اپنا کتا چھوڑا اور اُسنے کسی آدمی کو پکڑ کر صدمہ پہونچایا اور مالک اُسکے پیچھے اُسکا سائق نہ تھا تو روایت ظاہرہ کے موافق ضامن نہوگا اور روایات ظاہرہ ہی پر اعتماد ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا مست اونٹ دوسرے کے دار میں داخل کیا اور دار میں اُسکا اونٹ ہے پس مست اونٹ اُسکے اونٹ پر چڑھ بیٹھا اور اُسکو مار ڈالا تو مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ مست اونٹ کے مالک پر ضمان نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ اگر مست اونٹ کے مالک نے اُسکو مالک مکان کی اجازت سے دار میں داخل کیا ہے تو ضمان نہوگی اور اگر بدون اجازت داخل کیا ہے تو ضامن ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے اور اسی فتوے پر ہے یہ محیط میں ہے۔ اور راہ میں جو قطار کا قائد ہو یعنے آگے سے ناتھ پکڑے ہوئے لیے جاتا ہو وہ اور اخیر قطار سب کا ضامن ہے اگرچہ قطار بہت بڑی ہو کہ قائد سے اُسکے آخر تک کا ضبط ممکن نہو۔ اور اگر اُسکے ساتھ سائق ہو پیچھے سے ہانکتا ہو تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی اور اگر دو سائق ہوں تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی اور اگر تیسرا درمیان قطار میں ہو تو سب تین ثلثی کے ضامن ہونگے۔ اور اس قول سے یہ مراد ہے کہ دوسرا شخص قطار کے کسی جانب ہانکتا چلتا تھا پس بعض کا بعض کو مثل کل کے ہانکنے کے ہوگا بدین وجہ کہ اتصال ہے اسوجہ سے ضمان دونوں پر نصفا نصف ہوگی اور اگر اُسنے درمیان قطار میں ہو کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی تو بقدر اونٹ اُسکے صحن میں اُسنے جو صدمہ پہونچایا اُسکا خاص یہی ضامن ہوگا اور جو اسکے آگے کے اونٹوں سے صدمہ پہونچا وہ دونوں پر نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر کبھی درمیان میں ہو جاتا ہو اور کبھی آگے اور کبھی پیچھے تو وہ سائق ہوگا اور ضمان دونوں پر نصفا نصف رہیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر وہ شخص جو درمیان قطار میں ہے اونٹ کی نکیل

اقول ظاہر کلام امام محمد رح یہ ہے کہ وہ ضامن ہو بالکلیہ خ

الا ترین ۱۲ فاطمۃ والاولاد ۱۲ الا یخلو ۱۲ ریاض الکلام ۱۲ منہ

پکڑے ہوے اپنے پیچھے کے اونٹون کو کھینچے لیے جاتا ہو اور سامنے کے اونٹون کو نہ ہانکتا ہو پس جو نقصان اسکے پیچھے کے اونٹون سے ہوا اُسکی ضمان قائد اول پر نہوگی اور جو اسکے آگے والے اونٹون سے ہوا اُسکی ضمان اسپر نہوگی بلکہ قائد اول پر ہوگی اسوجہ سے یہ اگلے اونٹون کا سائق نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر درمیان قطار مین ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہو اور ان اونٹون مین سے کسی کا سائق نہو یعنے پیچھے سے نہ ہانکتا ہو تو سامنے والے اونٹون سے جو نقصان پہونچے اُسکا یہ ضامن نہوگا لیکن جسپر یہ سوار ہی اُس سے یا اُسکے پیچھے والے اونٹون سے جو نقصان پہونچے اُسکی ضمان مین یہ بھی باقی قائد و سائق کا شریک ہوگا اور بعضے متاخرین نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب پچھلے اونٹون کی مہار اسکے ہاتھ مین ہو کہ یہ اُنکا قائد ہو۔ اور اگر اپنے اونٹ پر سوتا یا بیٹھا ہوا ایسا کوئی فعل نکرتا ہو جس سے پچھلے اونٹون کا قائد ہو تو اُسپر پچھلے والون کی ضمان بھی کچھ نہوگی اور وہ پچھلے اونٹون کے حق مین ایسا ہی جیسے ایک اونٹ پر اسباب لدا ہوا ہی یہ مبسوط سے [illegible] مین منقول ہی۔ منتقی مین فرمایا کہ اگر ایک شخص ایک قطار کا قائد ہو اور قطار کے پیچھے سائق ہو اور آگے ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہو پھر سوار کے اونٹ نے کسی آدمی کو تلف کر دیا تو دیت ان سب پر تین تہائی ہوگی اسی طرح اگر سوار کے پیچھے اونٹون مین سے کسی اونٹ نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر سوار کے اگلے اونٹون مین سے کسی نے ایسا کیا تو اسکی ضمان قائد و سائق پر نصف نصف ہوگی اور سوار پر کچھ نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص ایک قطار کا قائد ہو اور ایک شخص نے اپنا اونٹ بھی اس قطار مین باندھ دیا اور قائد نکو کر کو معلوم نہوا یعنے اس باندھے ہوے اونٹ سے یہ جنایت ہوئی کہ ایک آدمی کو مار ڈالا تو اُسکی دیت قائد کی مددگار برادری پر ہوگی پھر قائد کی مددگار برادری مال دیت کو باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس لیگی اور اگر قائد کو اُسکا باندھنا معلوم ہو تو اُسکی مددگار برادری مال دیت کو باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس نہین لے سکتی ہی۔ اور اگر اونٹ کی قطار کھڑی ہو اور اس حالت مین ایک شخص نے اپنا اونٹ قطار مین باندھ دیا پھر قائد اپنی قطار کو لیچلا پھر اس اونٹ نے کسی آدمی کو تلف کیا تو قائد کی مددگار برادری ضامن ہوگی اور باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس نہین لے سکتی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر کوئی چوپایہ چوٹ بھاگا اور اُسنے کسی آدمی یا مال کو تلف کیا خواہ دن ہو یا رات ہو تو اُسکے مالک پر ضمان ہوگی یہ ہمارے مین ہی تو زیادتی مین ہی کہ اگر کھیتی کے مالک نے چوپایہ کے مالک سے کہا کہ تیرا چوپایہ میری کھیتی مین ہی پس چوپایہ کے مالک نے اُسکو نکالا اور نکالنے کی حالت مین اُسنے کھیتی کو برباد کیا پس اگر کھیتی کے مالک نے اُس سے یہ نکہا ہو کہ اپنے چوپایہ کو نکال لے تو چوپایہ کا مالک ضامن ہوگا اور اگر نکال لینے کا حکم دیا ہو تو ضامن نہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور فقیہ ابو نصر نے فرمایا کہ دونون صورتون مین وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک نے اپنی کھیتی مین رات کے وقت دو بیل گھسے ہوے دیکھے اور گمان کیا کہ یہ میرے گانون والون کے ہین پس اگر دونون گانون والون کے ہون اور اُسنے چاہا کہ دونون کو مربط مین داخل کرے پھر ایک بیل مربط مین داخل ہو گیا اور دوسرا فرار ہو گیا اور اُسنے پیچھا کیا مگر نہ پایا اور بیل کا مالک آیا اور اُسنے اس سے ضمان لینی چاہی تو امام ابو بکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اگر پکڑنے کے وقت اُسکی نیت یہ ہو کہ اُسکے مالک کو ندے تو ضامن ہوگا اور اگر یہ نیت ہو کہ پکڑے تاکہ اُسکے مالک کو واپس کر دے لیکن اُسکو گواہ کر لینے کا موقع نہ ملا اور نہ کسی گواہ کو پایا تو ضامن نہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان

پھر شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر یہ امر دن مین واقع ہو تو فرمایا کہ اگر بیل دوسرے کا نون والون کا ہووے تو اُسکا حکم لقطہ کا حکم ہوگا اگر اُسنے باوجود قدرت کے اس امر پر گواہ نکیے کہ مین اسواسطے اسکو پکڑکر مربط مین باندھتا ہون کہ اُسکے مالک کو واپس کردون تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے گواہ بنائے تو یہ امر اُسکے واسطے عذر ہوگا اور اگر بیل اُسکے کانون کا ہو اور اُسنے اپنی کھیتی سے نکال دیا اور اس سے زیادہ کچھ نکیا تو ضامن نہوگا اگرچہ ضائع ہوجاوے اور اگر اپنی کھیتی سے باہر نکالنے کے بعد اُسکو ہانکا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی کھیتی مین کوئی چوپایہ پاکر اُسکو کھیتی سے باہر نکال دیا پھر بھیڑیے نے اُسکو کھالیا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کھیتی سے باہر نکال کر پھر اُسکو نہ ہانکا تو ضامن نہوگا اور اگر نکالنے کے بعد اُسکو ہانکا تو ضامن ہوگا اور امام ابوبکر محمد بن الفضل اور شیخ علی سغدی اسی پر فتوے دیتے تھے اور فقیہ ابونصر الدبوسی فرماتے تھے کہ اگر اُسکو کھیتی سے نکالنے کے بعد ایسی جگہ تک جہان سے اپنی کھیتی مین دوبارہ آجانے سے مامون ہوجاوے ہانک دیا تو ضامن نہوگا اور اگر اس سے زیادہ ہانکا تو ضامن ہوگا اور فتوی اُسی پر ہے جسکو امام فضلی نے اختیار کیا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسکو اسواسطے ہانکا کہ اُسکے مالک کو واپس کردے اور وہ راہ مین مرگیا یا اُسکا پانون ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ چرواہے نے اگر اپنی چراگاہ مین اجنبی گائے دیکھی اور اُسکو اتنی دور تک ہانک دیا کہ اُسکی چراگاہ سے نکلجاوے تو اُسپر ضمان نہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک کاشتکار نے خاص یا مشترک چرواہے سے بکریان مانگین بدین معنی کہ میری زمین مین رات کو رکھا کرے جیسے کہ عادت جاری ہے پس چرواہے مذکور نے منظور کیا اور رات کو بکریان اُسکی زمین مین رکھین اور سوگیا پس بکریان اُسکے پڑوسی کی کھیتی مین چلی گئین تو کسی پر ضمان واجب نہوگی یہ قنیہ مین ہے۔ اگر اپنی کھیتی یا باغ انگور مین دوسرے کا چوپایہ پایا اور اُسنے کچھ خراب کردیا تھا پس مالک باغ یا کھیتی نے اُسکو قید کرلیا اور وہ مرگیا تو مالک باغ یا کھیتی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص کے دار مین بدون اُسکی اجازت کے اپنا چوپایہ داخل کردیا پھر مالک دار نے اُسکو نکال دیا اور وہ تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا۔ اور اگر کسی شخص کی کوٹھری مین بدون اُسکی اجازت کے اپنا کپڑا رکھا اور کوٹھری کے مالک نے اُسکو پھینک دیا حالانکہ یہ امر کپڑے کے مالک کی غیبت مین کیا تو کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص لکڑی لدا ہوا گدھا مانگتا تھا اور کہتا تھا کہ گوشت گوشت اور اُسکے آگے ایک شخص تھا جسنے اُسکا کلام نہین سنا پس اُسکے کپڑے مین صدمہ پہونچا کہ وہ پھٹ گئے تو سائق ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر اُسنے اُسکا آواز دینا سنا مگر اُسکو اسقدر فرصت نہ ملی کہ کنارہ ہوجاوے تو بھی یہی حکم ہے اور اس حکم مین خواہ نہرا ہو یا نہو کچھ فرق نہین ہے اور اگر اُسکو کنارے ہوجانے کی فرصت ملی ہو مگر سننے کے بعد وہ کنارے نہوا تو سائق ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ فتاوای فضلی مین ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے چوپایہ کا ہاتھ یا پانون کاٹ ڈالا پس اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُسکا گوشت نکھایا جاتا ہو تو جنایت کنندہ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ اُس چوپایہ کو رکھ لے اور جنایت کنندہ سے نقصان لے لے۔ اور اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُسکا گوشت کھایا جاتا ہو جیسے بکری وگائے واونٹ وغیرہ تو بھی ظاہر الروایۃ کے موافق یہی حکم ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے پنجرے کا دروازہ کھول دیا اور چڑیا اُڑ گئی

یا طبل کا دروازہ کھول دیا اور سواری کا جانور نکل گیا اور گم ہو گیا تو کھولنے والا ضامن نہو گا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ضامن ہو گا یہ کافی مین ہی - اور منتقی مین لکھا ہی کہ جسکی پیٹھ پر بوجھ لادا جاتا ہی اُسکی آنکھ کے نقصان مین اُسکی چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ بڑون اور اونٹ وگدھے وخچر کی آنکھ کے واسطے چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہی اور نیز گاے جوان و بچھڑے اور بچھیرے کے بھی آنکھ کے واسطے چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہی اور نیز فصیل وخچر کی آنکھ کے واسطے بھی یہی حکم ہی - اور بکری و بار برداری کے جانورون وچڑیا وکتے و بلی کی ایک آنکھ کے واسطے اُسقدر واجب ہو گا جسقدر اسکی قیمت مین کمی آجاوے اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ جمیع بہائم مین جو نقصان واجب ہوتا ہی وہی واجب ہو گا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی

تیرھوان باب - مملوکون کی جنایت کے بیان مین اور اسمین چند فصلین ہین - **فصل اول** رقیق کی جنایت کے بیان مین اور جس سے مولی فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا ہو جاتا ہی - امام محمد رح نے اصل مین فرمایا کہ اگر غلام نے کسی آدمی پر ایسی جنایت کی جو موجب مال ہی تو اُسکے مولی کو اختیار ہو گا چاہے اس جنایت کے عوض اُس غلام کو دیدے اور چاہے غلام کا فدیہ یعنی ارش دیدے اور بہر حال جو کچھ اختیار کرے وہ فی الحال لیا جائیگا اُسکی میعاد مقرر نہو گی اور جب تک وہ شخص جسپر جرم واقع ہوا ہی اچھا نہو جاوے تب تک دُگری نکیجائیگی اور سوائے قتل نفس کے اس سے کم جرم مین غلام کا عمد اُ جرم و خطاءً دونون یکسان ہین کہ دونون سے مال واجب ہوتا ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر مولے نے ہنوز کچھ اختیار نکیا تھا کہ وہ غلام جس سے جنایت واقع ہوئی تھی مر گیا تو جسپر جنایت واقع ہوئی تھی اُسکا حق باطل ہو جائیگا یہ کافی مین ہی - اور اگر وہ نہین مرا لیکن اُسکے مولے نے اُسکو قتل کر ڈالا تو ولی ارش کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا - اور اگر اُسکو مولے نے قتل نہین کیا بلکہ اُسکو کسی اجنبی نے قتل کر دیا پس اگر عمداً قتل کیا تو حق جنایت اول باطل ہو جائیگا اور مولی تو اُس سے قصاص لینے کا اختیار ہی اور اگر خطا سے قتل کیا ہو تو مولے اُس سے قیمت لیکر وہی قیمت وارثان مقتول کو دیدیگا اور اُسکو اختیار نہ رہیگا حتی کہ اگر اس قیمت کو صرف کر ڈالے تو اس سے وہ ارش کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا یہ شرح طحاوی مین ہی - اور اگر مولے نے فدیہ دینا اختیار کیا پھر وہ غلام مر گیا تو غلام مذکور کے مرنے سے اُسکا مولی بری نہو گا یہ کافی مین ہی - اور اگر غلام نے خطا سے جرم کیا اور مولی نے فدیہ دینا اختیار کیا حالانکہ اُسکے پاس اتنا قدر نہین ہی جس سے فدیہ ادا کرے تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ فدیہ کا اختیار کرنا بحالہ باقی رہیگا اور وارثان جنایت کو یہ اختیار نہو گا کہ جو کچھ اُسنے اختیار کیا ہی اُسکو توڑ دین اور اپنا استحقاق غلام کی گردن پر اعادہ کرا دین مگر ہان اُنکو یہ اختیار ہی کہ مولی سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرین یہانتک کہ مولی اُس غلام کو فروخت کر کے اُنکا قرضہ یعنے دیت اُسکے ثمن سے ادا کرے اور جو کچھ باقی رہجاوے وہ اُسپر قرضہ رہیگی - اور اگر مولی نے غلام کو خود فروخت نکیا تو قاضی اُسکی طرف سے فروخت نکریگا بلکہ اُسکو قید کریگا یہانتک کہ وہ خود فروخت کرے یا دوسرے شخص کو اُسکے فروخت کرنے کا حکم دے - اور بنا بر قول امام ابویوسف رح و امام محمد رح کے اگر مولی نے فدیہ ادا کر دیا تو اُسکا اختیار کرنا پورا ہو جائیگا اور اسی حال پر رہا اور اگر فدیہ دینے سے عاجز ہوا تو وارثان جنایت کو اختیار ہو گا چاہین مولی کا اختیار توڑ دین تاکہ انکا حق غلام کی گردن پر عود کرے یا مولی نے جو اختیار کیا ہی اُسکو نہ توڑین بلکہ قاضی سے درخواست کرین کہ بدون رضامندی مولی کے غلام کو اُسکی طرف سے فروخت کر دے

اور اُسکے تئین سے ہمارا حق ادا کردے پھر جو باقی رہجائیگا وہ مولی پر قرضہ رہیگا یہ محیط مین ہی - اور غلام محض نے اگر ایک مرتبہ مولی کے فدیہ دیدینے کے بعد پھر جنایت کی تو مولی کو اُسکے دینے یا اُسکا فدیہ دینے مین اختیار دیا جائیگا جیسے جنایت اول مین تھا اسی طرح فدیہ دینے کے بعد جب کبھی جنایت کریگا تب ہی مولی کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر پہلی جنایت کی بابت مولی نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا تھا کہ غلام مذکور نے پھر جنایت کی یا دونون جنایتین ایک ہی ساتھ کین یا چند جنایتین ایکبار گی کین تو اُسکے مولی سے کہا جائیگا کہ چاہے اس غلام کو سب جنایتون کے بدلے دیدے یا ہر جنایت کا ارش اسکا فدیہ دے پھر اگر اُسنے غلام کو سب اہل جنایت کو دیدیا تو وہ لوگ اُسکو اپنے مقدار حصون کے موافق باہم تقسیم کرلینگے اور ہر ایک کا حق اُسی قدر ہوگا جتنا اُسکی جنایت کا ارش ہی یہ تبیین مین ہی - پس اگر غلام نے ایک کو قتل کیا ہوا ور دوسرے کی آنکھ پھوڑدی ہو تو دونون اُسکی قیمت کو تین تہائی تقسیم کرلینگے یہ سرخسی الوہاج مین ہی - اسی طرح اگر تین آدمیون کو تین زخم شجاج یعنی تین زخم سر وچہرہ سے زخمی کیا اور تینون مختلف ہین تو یہ سب باہم اُسکی قیمت کو بقدر اپنی اپنی جنایت کے تقسیم کرلینگے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی کو اُسکے دینے یا اُسکا فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا پس اُسنے آدھا غلام دینا اور آدھے کا فدیہ دینا اختیار کیا تو اسمین چند صورتین ہین ایک یہ کہ ولی جنایت ایک شخص ہو مثلاً ایک شخص کو اُسنے قتل کیا اور اُسکا ایک بیٹا ہی یا غلام نے ایک شخص کا خطاسے ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس صورت مین اگر مولی نے نصف غلام کا فدیہ دینا اختیار کیا تو پورے کا فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا - اسی طرح اگر نصف غلام دینا اختیار کیا تو کل غلام دینے کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا اور یہ حکم باتفاق الروایات ہی دوم یہ کہ مقتول دو شخص ہون مثلاً غلام نے دو شخصون کو خطاسے قتل کیا اور ہر ایک کا ایک ایک بیٹا ہی پس مولی نے ایک کو غلام دینا یا فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کے حق مین اُسکو خیار رہیگا اور یہ بھی باتفاق الروایات ہی سوم یہ کہ مقتول ایک ہو اور اُسکے دو ولی ہون پس مولی نے ایک کو فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کے لیے بھی عامۂ روایات کے موافق فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا اور کتاب الدور کی دو روایتون مین سے ایک کے موافق فدیہ کا اختیار کرنیوالا نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر غلام نے چند جنایتین کین پھر اُسکو کسی غاصب نے غصب کرلیا پھر اُسنے غاصب کے پاس چند جنایتین کین پھر اُسکے پاس مرگیا تو اُسکی قیمت اولیاء جنایت کے درمیان بمثل اُسکے رقبہ کے تقسیم ہوگی اور مولی کو خیار نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر باندی نے خطاسے جنایت کی پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا (یعنے باندی کا ہاتھ کاٹا ۱۲) تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے اہل جنایت کو باندی مذکور معہ اُسکی نصف قیمت کے دیدے اور چاہے اُسکو معہ اُسکے بچہ کے دیدے اور چاہے دونون کو رکھ لے اور ارش جنایت دیدے خواہ ارش جنایت اُسکی نصف قیمت سے کم ہو یا برابر ہو یہ مبسوط مین ہی - ایک باندی نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اپنی ماں کو قتل کردیا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے بچہ کو دیدے اور چاہے اُسکا فدیہ دیدے اور فدیہ ہاتھ کی دیت اور باندی کی قیمت دونون مین سے کم مقدار ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطاسے قتل کیا پھر مولی کی ایک باندی نے اس غلام کو خطاسے قتل کیا تو مولی سے کہا جائیگا کہ باندی کو دیدے یا غلام کی قیمت اسکا فدیہ دیدے - اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطاسے قتل کیا اور باندی نے ایک شخص کو قتل کیا اور یہ دونون ایک ہی شخص کے ہین پھر غلام نے باندی کو خطاسے قتل کیا

تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو اسمین وارثان آزاد بقدر دیت آزاد کے اور اولیا جنایت باندی بقدر قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے پس غلام دونون مین اسی حساب سے تقسیم کیا جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دونون اولیا جنایت کو اسطرح فدیہ دیگا کہ آزاد کے وارثون کو آزاد کی دیت اور وارثان باندی کو اُسکی قیمت دیگا - اور اگر باندی نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر ایک لڑکی جنی اور لڑکی نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر لڑکی نے اپنی مان کو قتل کیا پھر مولی نے اُس لڑکی کا دینا اختیار کیا تو باندی کے مقتول کے وارث اسمین بقدر قیمت باندی کے اور لڑکی کے مقتول کے وارث بقدر دیت کے اسمین شریک ہونگے اور اگر مولی نے لڑکی کا فدیہ دینا چاہا تو اُسکے مقتول کی دیت اُسکے مقتول کے وارثون کو دیگا اور اُسکی مان کے مقتول کے وارثون کو مان کی قیمت دیگا یہ بسوط مین ہی - اور اگر لڑکی نے مان کی آنکھ پھوڑ دی اور اُسکو قتل نہین کیا تو اسمین چار صورتین ہین یا تو مولی نے دونون کا دینا اختیار کیا یا دونون کا فدیہ دینا اختیار کیا یا مان کا فدیہ اور لڑکی کا دینا اختیار کیا یا لڑکی کا فدیہ اور مان کا دینا اختیار کیا - پس اگر دونون کا دینا اختیار کیا تو مان کو اُسکے مقتول کے وارثون کو دیگا اور لڑکی کو مقتول باندی اور مقتول دختر دونون کے وارثون کو دیگا پھر مقتول دختر کے وارث اُسمین بقدر دیت کے اور مقتول مادر کے وارث بقدر نصف قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے - اور اگر دونون کا فدیہ دینا اختیار کیا تو ہر فریق کو پوری دیت دیگا اور لڑکی نے جو جنایت اپنی مان پر کی ہی وہ ساقط ہوجائیگی - اور اگر مان کا دینا اور لڑکی کا فدیہ دینا اختیار کیا تو مان کو اُسکے قتیل کے وارثون کو اُسکی نصف قیمت کے دیگا اور لڑکی کے قتیل کے وارثون کو پوری دیت دیگا - اور اگر لڑکی کا دینا اور اُسکی مان کا فدیہ دینا اختیار کیا تو لڑکی کو اُسکے مقتول کے وارثون کو دیدے اور اُسکی مان کے مقتول کے وارثون کو فدیہ دیت دیدے یہ حاوی مین ہی - اور اگر لڑکی نے اپنی مان کی جب آنکھ پھوڑی ہی اُسکے بعد مان نے بھی لڑکی کی آنکھ پھوڑی ہو اور مولے نے دونون کا دینا اختیار کیا تو وہ لڑکی کو دیدیگا تو اسمین اُسکے مقتول کے وارث بقدر دیت کے اور اُسکی مان کے مقتول کے وارث بقدر نصف قیمت مان کے شریک کیے جاوینگے اور یہ مقدار جو مان کو لڑکی مین سے اُسکی آنکھ کا ارش ملی ہی مان کے ساتھ ملائی جائیگی اور مان مع اسقدر ارش کے اپنے مقتول کے ولی کو دیگی مگر اسمین سے جسقدر اُسکو لڑکی مین سے آنکھ کا ارش ملا ہی وہ فقط اُسکے مقتول کے وارثون کا ہوگا پھر خالی باندی مذکور مین اُسکے مقتول کے وارث باقی دیت کے حساب سے اور لڑکی کے مقتول کے وارث بقدر نصف قیمت لڑکی کے شریک کیے جاوینگے پس اس حساب سے انمین تقسیم ہوگی اور اگر مولے نے دونون کو رکھا دونون کا فدیہ دینا اختیار کیا تو ہر دو فریق وارثون کو پوری پوری دیت دیگا یہ بسوط مین ہی - اور اگر غلام مجرم کو کسی شخص کے غلام نے قتل کیا تو دوسرے غلام کا مولی اُسکے دینے یا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا پس اگر اُسنے مقتول کی قیمت فدیہ دینی اختیار کی تو یہ قیمت وارثان جنایت اولی کے درمیان بقدر اُنکے حقوق کے تقسیم ہوگی اور مولی کو خیار ہوگا کہ چاہے یہ قیمت دے یا ارش دے اور اگر دوسرے کے مولی نے اُسی کو دینا اختیار کیا اور غلام مقتول کے مولی کو دیا تو مولائے مقتول کو اختیار ہوگا چاہے لیے ہوے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے یہ حاوی مین ہی - اور اگر آزاد مرد کے قاتل غلام کو کسی غلام نے قتل کیا اور وہ دیدیا گیا پھر جدید مولی نے اُسکو آزاد کیا یا فروخت کیا تو آزاد

مقتول کی دیت دینا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر باندی نے کسی پر جنایت کی پھر اس باندی پر کسی نے جنایت کی اور مولی نے اس جنایت کا ارش لے لیا تو باندی کو معہ ارش کے دیدے (اگر دینا اختیار کرے) اور اگر باندی کی جنایت کرنے سے پہلے اُسپر کسی نے جنایت کی ہو تو مولی اس ارش کو باندی کے ساتھ نہ دیگا اور اگر باندی کے جنایت کرنے کے بعد ارش واجب ہوا ہو پھر مولی نے باندی کا فدیہ دینا اختیار کیا تو اُسکو روا ہی کہ اس ارش کی مدد سے اُسکا فدیہ دے اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار نکیا یہانتک کہ اُسنے ارش کو تلف کرڈالا یا جسنے اُسپر جنایت کی تھی اُسی کو ہبہ کیا تو کچھ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا بلکہ اُسکو اختیار ہوگا کہ باندی کو دیدے لیکن اُسپر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسنے تلف کیا ہی اُسکے مثل باندی کے ساتھ ملا کر دیدے اور اگر باندی پر جنایت کرنے والا کوئی غلام ہوا اور وہ غلام دیدیا گیا تو مولی پر واجب ہوگا کہ چاہے دونون کو دیدے یا دونون کو رکھ لے اور فدیہ مین پوری دیت دیدے اور اگر مولے نے دیے ہوئے غلام کو آزاد کر دیا تو یہ فعل اُسکی طرف سے دیت کا اختیار کرنا ہی پس باندی رکھ لے اور واجب ہی کہ دیت دیدے اسی طرح اگر اُسنے باندی کو آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اُسنے غلام مدفوع کو آزاد کیا اور اُسکو باندی جنایت کے کرنے سے آگاہی تھی پھر اُسنے باندی کا دینا اختیار کیا تو باندی کے ساتھ غلام کی قیمت ملا کر دیدے۔ اور اگر اس غلام نے باندی کی آنکھ پھوڑدی اور باندی نے اُسکی آنکھ پھوڑدی پس غلام دیا گیا اور باندی لی گئی تو یہ غلام بجاے باندی کے ہو جائیگا چاہے مولے اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیت دیدے یہ بسوط مین ہی۔ اور اگر باندی پر کسی نے جنایت کی اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ باندی کی جنایت کرنے سے پہلے باندی پر جنایت ہوئی ہی یا اُسکے بعد ہوئی ہی پس اگر باہم دونون نے اتفاق کیا کہ باندی کے جنایت کرنے سے پہلے اُسپر جنایت ہوئی ہی تو جسپر دونون نے اتفاق کیا ہی اُسی کے موافق حکم دیا جائیگا اور اگر دونون نے اتفاق کرکے کہا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ باندی پر جو جنایت واقع ہوئی ہی اُسکی خود جنایت کرنے سے پہلے ہوئی یا بعد ہوئی ہی تو درصورتیکہ مولی اُسکا دینا اختیار کرے ارش کیا جائیگا تو مشائخ نے فرمایا کہ کتاب الوکالہ کے بعض نسخون مین لکھا ہی کہ ارش مذکور اُسکے مولی اور صاحب جنایت کے درمیان نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر دونون نے اختلاف کیا پس جسپر جنایت ہوئی ہی اُسنے کہا کہ مجھپر جنایت کرنے کے بعد باندی کا ارش واجب ہوا ہی اور جب تو نے باندی کا دینا اختیار کیا تو یہ ارش بھی مجھے ملیگا اور مولے نے کہا کہ نہین بلکہ باندی کی جنایت کرنے سے پہلے ارش واجب ہوا ہی اور درصورتیکہ مین نے باندی دینا اختیار کیا ہی یہ ارش مجھے ملیگا تو مذکور ہی کہ قسم سے مولی کا قول قبول ہوگا اور ارش اُسی کو ملیگا الا اُس صورت مین کہ جسپر جنایت واقع ہی وہ گواہ قائم کرے کہ جنایت کے بعد ارش واجب ہوا ہی یہ محیط مین ہی اور اگر غلام نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر ایک شخص نے غلام کی آنکھ پھوڑدی پھر غلام نے خطا سے دوسرے کو قتل کیا پھر مولی نے اُسکا دینا اختیار کیا تو اُسکی آنکھ کا ارش جو اُسنے وصول کیا ہی وہ وارثان اول کو دیگا پھر غلام مذکور دونون فریق وارثون مین مشترک ہوگا جسمین وارثان اول بقدر دیت کے سوا سے مقدار ارش کے شریک کیے جاوینگے اور وارثان ثانی بقدر دیت کے شریک کیے جاوینگے حتی کہ اگر اُسکی قیمت ہزار درم ہو اور آنکھ کا ارش پانچ سو درم ہو تو غلام دونون مین اثنا لیس حصون پر تقسیم ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ شخص جسنے غلام کی آنکھ پھوڑی تھی غلام ہو اور اس جرم مین دیا گیا تو وارثان اول اس غلام مدفوع کے حقدار ہونگے پھر غلام مجرم مین دوسرے مقتول کے وارثون کے ساتھ بقدر دیت کے شریک کیے جاوینگے لیکن اُنکی مقدار دیت مین سے اسقدر حصہ جسقدر غلام مدفوع کی قیمت ہی کم کر دیا جائیگا۔

یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر غلام مجرم نے کچھ کمایا یا مجرمہ باندی کے بچہ ہوا اور مولی نے اُسکا دینا اختیار کیا تو کمائی یا بچہ کو دیگا یہ حاوی مین ہی۔ فرمایا کہ اگر غلام نے جنایت کی پھر اُسمین آسمانی آفت سے عیب پیدا ہوگیا تو مولی کو اختیار دیا جائیگا کہ اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور اس عیب کی وجہ سے اُسپر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر اُسکو مولی نے کسی کام کے واسطے بھیجا یا کچھ خدمت لی اور وہ مرگیا یا نقصان آگیا تو جو کچھ اس وجہ سے اُسکو لاحق ہوا اُسکا مولی ضامن ہوگا اور اگر اُسکے جنایت کرنے کے بعد مولی نے اُسکو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکی گردن کو قرضہ نے گھیر لیا تو مولی اُسکی قیمت کا اہل جنایت کے واسطے ضامن ہوگا اور ارش کا ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک غلام کو تجارت کی اجازت دیگئی پھر اُسپر ہزار درم قرضہ ہوگیا پھر اُسنے خطا سے کوئی جنایت کی پھر مولی نے اُسکو آزاد کردیا پس اگر مولی آگاہ ہو تو اصحاب جنایت کے واسطے اُسپر ارش واجب ہوگا اور قرضخواہون کے واسطے غلام کی قیمت واجب ہوگی اور قرضہ وجنایت دونون سے آگاہ نہو تو اُسپر دو قیمتین واجب ہونگی ایک قیمت اولیاء جنایت کے واسطے اور ایک قیمت قرضخواہون کے واسطے پھر واضح ہو کہ اصحاب جنایت کو قیمت جبھی دیگا کہ جب ارش سے قیمت کم ہو اور اگر ارش کم ہو تو ارش سے دیکر چھوٹ جائیگا بخلاف اسکے اگر مولی نے اُسکو آزاد نکیا تو غلام مذکور کو اولیاء جنایت کو دیدیگا پھر اُنکو اختیار دیا جائیگا چاہین قرضخواہون کو غلام دیدین یا قرضہ ادا کردین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی اجنبی نے خطا سے ایسے غلام کو قتل کیا تو فقط ایک قیمت مالک کو دیگا پھر یہ قیمت مولی قرضخواہون کو دیدیگا یہ کافی مین ہی۔ غلام ماذون نے اگر جنایت کی تو مولی کو اُسکے دینے اور اُسکے فدیہ دینے مین اختیار دیا جائیگا پس اگر اُسکو جنایت مین دیدیا تو وہ قرضخواہون کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکا ثمن بعد قرضہ دینے کے بچ رہا تو وہ صاحب جنایت کو ملیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر قرضہ سے اُسکا ثمن کم پڑا تو قرضخواہون کو مولی یا کسی سے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہانتک کہ غلام خود آزاد کیا جاوے تب اُسکے دامنگیر ہوکر باقی قرضہ وصول کرینگے اور مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا ہی کہ اگر مولی نے غلام مذکور بدون حکم قاضی اولیاء جنایت کو دیدیا تو قرضخواہون کے واسطے قیاساً اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور استحساناً کچھ ضامن نہوگا اور اگر مولی نے قرضخواہون کو غلام دیدیا کہ باہم بانٹ لین پس اگر جنایت سے آگاہ ہو تو مختار جنایت ہوجائیگا اور اُسپر ارش جنایت لازم ہوگا اور اگر آگاہ نہو تو اُسپر قیمت غلام لازم ہوگی۔ اور اگر قاضی نے اسکو قرضہ کے واسطے بوجہ گواہ قائم ہونے کے فروخت کردیا اور اُسکو جنایت کا حال معلوم نہ تھا پھر ولی جنایت حاضر ہوا اور ثمن مین قرضہ دیکر کچھ نہین بچتا ہی تو ولی جنایت کا حق ساقط ہوگیا یہ حاوی مین ہی۔ غلام مرہون نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور مرہون کی قیمت قرضہ کے برابر ہی تو مرتہن کو اختیار رہوگا کہ اُسکا فدیہ دیدے اور یہ اختیار نہوگا کہ مجرم غلام کو دیدے اور اگر اُسنے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن کو اختیار رہوگا کہ جنایت مین اُس غلام کو دیدے اور اگر اُسنے آزاد کردیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایسے غلام کو جسنے جنایت کی ہی مولی نے فروخت کیا یا آزاد یا مدبر یا مکاتب کردیا حالانکہ وہ جانتا ہی کہ اسنے جنایت کی ہی تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوگیا اور اگر جنایت سے آگاہ نہو تو مختار فدیہ نہوگا اور اُسکی قیمت ومقدار ارش دونون مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی اور بہبہ کرنے اور باندی کا ام ولد بنانے مین بھی یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر باندی نے جنایت کی اور مولی نے کہا کہ مین نے اسکو جنایت کرنے سے پہلے آزاد کردیا تھا یا مدبر کردیا تھا یا میری ام ولد تھی تو اولیاء جنایت کے

اپنے اگر محجرہ باندی کو ام ولد بنایا تو اختیار کرنا اگر اُسکی جنایت سے آگاہ ہو ۱۲

حق مین اُسکی تصدیق نہوگی اور وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا بشرطیکہ جنایت سے آگاہ ہونے کے بعد اُسنے یہ بات کہی ہو اور اگر جنایت سے آگاہ ہونے سے پہلے ایسا کہا تو اُسپر قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اُسکو بیع کے واسطے پیش کیا یا اجارہ پر دیا یا رہن کیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوجائیگا اور اگر بطور بیع فاسد کے فروخت کیا تو بھی مختار فدیہ نہوجائیگا تاوقتیکہ سپرد نہ کرے اور اگر بطور کتابت فاسدہ کے مکاتب کیا تو فقط عقد کتابت سے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا یہ کافی مین ہی اور اگر جنایت سے آگاہ ہونے کے بعد اُسکو قطعی بیع کرکے فروخت کیا پھر مشتری نے بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس کیا تو بائع فدیہ دیت کا اختیار کرنے والا ہوگیا اسی طرح اگر فروخت کیا اور بیع مین مشتری کا خیار ہی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر خیار بائع کے واسطے ہو اور اُسنے بیع توڑدی حالانکہ وہ حال جنایت سے آگاہ ہی یا نہین ہی تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا اور اُس سے کہا جائیگا کہ اس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر اُسکو بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا حالانکہ اُسکو جنایت کے حال سے آگاہی نہین ہی اور نہنوز جنایت کے مقدمہ مین اُسکے ساتھ خصومت نہین کی گئی تھی کہ وہ غلام بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بخیار رویت یا بخیار شرط اُسکو واپس دیا گیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ چاہے اس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اُسپر ارش لازم نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ الملتقی مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر غلام نے اُسکے قبضہ مین جنایت کی اور وہ مبیع ہی پس اُسنے بیع کی اجازت دیدی تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا نہین ہی یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی اور مشتری سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر غلام نے دو جنایتین کین پھر ایک کا حال معلوم ہوا اور دوسری جنایت کا حال نہ معلوم ہوا پھر مولے نے اُسکو فروخت کیا یا آزاد کیا یا اُسکے مثل کوئی تصرف کیا تو جس جنایت کا حال معلوم ہوچکا ہی اُسکے حق مین فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا اور جسکا حال نہین معلوم ہوا ہی اُسکے واسطے غلام کی قیمت مین سے بقدر اُسکے حصہ کے مولے کے ذمہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مولی اپنے تصرف سے اُسکا حق تلف کرنے والا ہوگیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مجرم کوئی باندی ہو اور مولی نے اُس سے وطی کی تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا الا اُس صورت مین کہ اُسکے حمل رہگیا یا وہ باکرہ تھی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اصل مین مذکور ہی کہ اگر مولی نے اُسکا نکاح کردیا تو یہ اختیار فدیہ نہین ہی یہ حاوی مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ اگر مولی نے غلام مجرم کو باوجود جنایت سے آگاہی کے یا بدون آگاہی جنایت کے اُسی شخص کو جسپر اُسنے جنایت کی ہی ہبہ کردیا تو پھر مولے پر کچھ واجب نہیگا اور اگر اُسکے ہاتھ فروخت کیا پس اگر جنایت سے آگاہ ہونے کے باوجود فروخت کیا تو مولے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر بغیر آگاہی کے فروخت کیا تو غلام کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکو مکاتب کردیا حالانکہ جنایت سے آگاہ ہی پھر وہ عاجز ہوگیا پس اگر عاجز ہونے سے پہلے مقدمہ جنایت مین خصومت کی گئی ہی اور قاضی نے دیت کا حکم دیدیا ہی پھر وہ عاجز ہوگیا تو حکم قضا دور نہوگا یعنے دیت واجب ہوگی اور اگر مقدمہ جنایت کی نالش ہونے سے پہلے وہ عاجز ہوگیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے فدیہ دیدے یا غلام کو دیدے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر دو غلامون نے ایک شخص کو قتل کیا پھر مولی نے دونون مین سے ایک کو آزاد کردیا تو پوری دیت کا اختیار کرنے والا نہوجائیگا بلکہ نصف دیت کا اختیار کرنے والا ہوگا۔ یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولے نے اُسکو فروخت کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ نہین ہی پھر اُسکو خرید لیا پھر فروخت کیا در حالیکہ اُسکی جنایت سے آگاہ ہوگیا تھا تو پہلی بیع کی وجہ سے اُسپر

قیمت واجب ہوگی اور یہ نہوگا کہ دوسری بیع کے موافق اُسپر دیت واجب ہو۔ اور اگر بیع اول کے بعد اُسکو بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیا گیا ہو پھر اُسنے جنایت سے آگاہ ہو کر اُسکو فروخت کیا تو اُسنے فدیہ اختیار کیا اور اُسپر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُسکو مکاتب کیا اور وہ جنایت سے آگاہ نہ تھا پھر عاجز ہو گیا پھر مولی نے اُسکو باوجود جنایت سے آگاہ ہونے کے فروخت کیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُسکو جنایت سے بے علمی کی حالت مین ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع کیا پھر اُسکو فروخت کیا حالانکہ جنایت سے آگاہ ہو گیا تھا تو بھی دیت واجب ہوگی۔ یہ محیط مین ہے۔ اور اگر زید کے قبضہ مین ایک غلام نے جنایت کی اور مولی جنایت نے کہا کہ یہ تیرا غلام ہے اور زید نے کہا کہ یہ میرے پاس عمرو کی ودیعت ہے یا عاریت ہے یا بطور اجارہ کے ہے یا رہن ہے پس اگر زید نے اس امر کے گواہ قائم کیے تو اس مقدمہ مین تاخیر کیجائیگی یہانتک کہ عمرو حاضر ہو۔ اور اگر زید نے گواہ قائم نکیے تو اُس سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دیا پھر عمرو حاضر ہوا تو مفت اپنا غلام لے لیگا اور اگر اُسنے دیدیا ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے اسی کو برقرار رکھے اور چاہے غلام کو لیکر اُسکا ارش دیدے پس اگر اُسنے زید کے دیدینے کو برقرار رکھا تو گویا اُسنے ابتدا سے خود دینا اختیار کیا ہے اور اگر ارش دینا اختیار کیا تو غلام کو لے سکتا ہے اور اگر عمرو نے آکر اپنا غلام ہونے سے انکار کیا تو زید نے اُسکی بابت جو کچھ کیا ہے وہ جائز ہوگا یہ بسوط مین ہے۔ اور اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے تو اسمین دو قسمین ہین ایک یہ کہ پہلے جنایت کا اقرار کیا پھر غیر کے ملک ہونے کا اقرار کیا دوم یہ کہ پہلے غیر کے ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا اور ہر قسم مین ضرور ہے کہ یا تو یہ بات معروف ہو کی کہ یہ غلام فلان مقر لہ کا ہے یا مجہول ہوگی۔ پس اگر جنایت کا اقرار کیا پھر غیر کی ملک ہونے کا اقرار کیا اور غیر کی ملک اس غلام مین معروف ہے پس اگر مقر لہ نے ملک اور جنایت دونون مین اُسکے قول کی تصدیق کی تو مقر لہ سے کہا جائیگا کہ یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر دونون باتون مین اُسنے تکذیب کی تو اقرار کرنے والا فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر ملک مین اُسکی تصدیق کی اور جنایت مین تکذیب کی تو اقرار کرنے والا فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر پہلے غیر کی ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا پس اگر مقر لہ نے جسکی ملک اس غلام مین معروف ہے۔ دونون باتون مین اُسکے قول کی تصدیق کی تو خصم اس مقدمہ مین وہی مقر لہ ہوگا اور اگر دونون باتون مین مقر کی تکذیب کی تو مقر خود ہی خصم ہوگا اور اگر اقرار ملک کی تصدیق اور جنایت کی تکذیب کی تو جنایت ہدر ہوگی اسی طرح اگر غلام مجہول ہو یہ معلوم نہو کہ وہ مقر کا ہے یا غیر کا ہے پس مقر نے جنایت کا پھر غیر کی ملک ہونے کا اقرار کیا یا غیر کی ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ زید کے قبضہ مین ایک غلام ہے یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ زید کا ہے یا غیر کا ہے اور زید نے یہ دعوی نہین کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور نیز غلام کی طرف سے بھی کوئی اقرار نہین سنا گیا کہ مین قابض یعنے زید کی ملک ہون لیکن وہ اپنے غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے پھر اس غلام نے جنایت کی اور یہ امر گواہون سے یا زید کے اقرار سے ثابت ہو گیا پھر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام عمرو کا ہے اور عمرو نے اُسکے قول کی تصدیق کی مگر جنایت سے تکذیب کی پس اگر جنایت گواہون سے ثابت ہو گئی ہو تو عمرو سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر جنایت کا ثبوت باقرار زید ہو تو عمرو اپنا غلام لے لیگا اور جنایت باطل ہوگی اور زید پر جنایت کی بابت کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی نے کہا کہ مین نے جنایت سے پہلے اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے

اور فلان شخص نے اسکے قول کی تصدیق کی تو مشتری سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر فلان شخص نے اُسکی تکذیب کی تو مولی سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مولے نے اُس شخص کو جسپر غلام نے جنایت کی ہی حکم دیا کہ میرے اس غلام کو آزاد کردے اُسنے آزاد کر دیا تو مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا بشرطیکہ جنایت سے آگاہ ہو یہ کافی مین ہی۔ نوادر بن سماعہ مین ہی کہ اگر مولی نے ولی جنایت کی اجازت سے غلام مجرم کو آزاد کیا تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا ہی اور اُسپر دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مولی نے غلام مجرم کو قتل کیا خواہ عمداً یا خطاً حالانکہ اُسکو غلام کی جنایت کرنے کا حال نہین معلوم ہی تو اُسپر غلام کی قیمت فی الحال اپنے مال سے دینی واجب ہوگی یہ جامع مین ہی۔ اور اگر اُس غلام مجرم کو مارا جس سے چوٹ کا اثر اُسمین آیا اور اُسمین نقصان پیدا ہو گیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہی تو اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا اور اگر آگاہ نہو تو اُسپر ارش جنایت اور اُسکی قیمت سے جو مقدار کم ہو وہ واجب ہوگی لیکن اگر ولی جنایت اُسکے ناقص لینے پر راضی ہو جاوے تو ہو سکتا ہی اور مولے پر ضمان نہوگی۔ اور اگر مولی نے اُسکی آنکھ مین مارا جس سے اُسکی آنکھ سپید ہو گئی حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہی پھر مقدمہ جنایت کی نالش سے پہلے اُسکی آنکھ کی سپیدی جاتی رہی تو اُسکو غلام دینے یا اُسکا فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر آنکھ سپید ہونے کی حالت مین نالش ہو گئی اور قاضی نے مولے پر دیت کا حکم دیدیا پھر سپیدی جاتی رہی تو حکم قاضی رد نہوگا یہ خلیہ مین ہی۔ اگر ایک باندی نے عمداً ایک شخص کو قتل کیا اور اُسکے دو ولی ہین پھر مولی نے دونون مین سے ایک کے ساتھ باندی مذکور کے بچہ پر صلح کی تو دوسرے کے حق مین دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا پس اُسکو نصف دیت دیگا اور کتاب الدار مین لکھا ہی کہ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ایک سے تہائی باندی پر صلح کی تو باقی مین اُسکو خیار ہوگا چاہے باندی دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور جامع دوار مین ہی کہ اُسکو خیار نہو گا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ املا مین لکھا ہی کہ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہی اُسنے کوئی جنایت کی پھر دونون مولاؤن مین سے ایک نے دوسرے پر گواہی دی کہ اسنے اسکو آزاد کر دیا ہی تو اُسکی گواہی دوسرے پر جائز نہوگی اور جب اُسنے ایسی گواہی دی تو وہ مانع ہوا پس اُسپر نصف دیت لازم ہوگی اور دوسرے پر نصف قیمت واجب ہوگی۔ اور نیز املا مین ہی کہ ایک غلام خریدا یا میراث پایا پھر اُسنے جنایت کی اور مولی نے اُسکی جنایت کے بعد زعم کیا کہ جسنے میرے ہاتھ بیچا اُسنے بیع سے پہلے اسکو آزاد کر دیا ہی یا یہ زعم کیا کہ اُسکے باپ نے اُسکو آزاد کر دیا ہی تو وہ اس اقرار سے مانع دفدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر غلام نے جنایت کی مگر قتل نفس سے کم ہی پھر مولے نے مجروح کے اچھے ہونے سے پہلے اُس غلام کو جنایت سے آگاہ ہو کر آزاد کر دیا پھر وہ جراحت پھوٹ گئی تھی کہ مجروح مر گیا تو مختار فدیہ ہوا اور اُسپر دیت واجب ہوگی اور اگر غلام نے کسی کو مجروح کیا اور مولی نے بحکم قاضی اُسکا ارش دیدیا پھر زخم پھوٹ گیا حتی کہ مجروح مر گیا تو استحساناً مولی کو از سر نو خیار حاصل ہوگا اور یہ امام ابو یوسف رح کا پہلا قول اور یہی قول امام محمد رح کا ہی پھر امام ابو یوسف رح نے استحسان سے رجوع کیا اور قیاس کو اختیار کیا اور امام محمد رح نے استحسان ہی کو لیا ہی لیکن امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ انھون نے درصورتیکہ بغیر حکم قاضی ارش دیا اور درصورتیکہ بحکم قاضی ارش دیا ہی دونون صورتون مین فرق کیا ہی چنانچہ فرمایا کہ اگر اُسنے بحکم قاضی ارش دیا پھر مجروح مر گیا تو اُسکو از سر نو خیار نہوگا بخلاف اُسکے اگر بغیر حکم قاضی دیا ہو تو اُسکی طرف سے بخوشی دیت کا اختیار کرنا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو عمرو کو قتل کرے یا تیرا ہاتھ کاٹے یا شجہ سے زخمی کرے تو تو آزاد ہی پس اُسنے اسمین سے کوئی فعل کیا تو مولی اُسکے

اختیار کرنے والا ہی اور اگر غلام کی جنایت ایسی ہو جس سے قصاص لازم آتا ہی مثلاً اُس سے کہا کہ اگر تو عمرو کو تلوار سے مار ڈالے تو تو آزاد ہی تو مولی پر نہ قیمت اور نہ دیت کچھ واجب نہوگی یہ کافی مین ہی۔ ایک غلام نے جنایت کی اور مولی کے بیٹے نے زعم کیا کہ وہ آزاد ہی پھر مولی مر گیا اور یہ بیٹا اُسکا وارث ہوا تو اُسکے اقرار پر یہ غلام آزاد ہوگا اور اُس بیٹے وارث پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک حاملہ باندی نے جنایت کی اور جو کچھ اُسکے پیٹ مین ہی مولی نے اُسکو آزاد کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہی تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اگرچہ صاحب جنایت اُسکے وضع حمل سے پہلے آیا یا پیچھے آیا ہو اور اگر جنایت سے آگاہ نہو اور صاحب جنایت اُسکے وضع حمل سے پہلے حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے مولی سے اُسکی قیمت لیلے بر تقدیر یکہ حاملہ ہونے کے دن سے لیکر اور چاہے تو حاملہ مذکورہ کو جنایت مین لے لے پس وہ حاملہ اُسکی ہوگی اور بچہ آزاد ہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد آیا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے باندی کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور ولی جنایت کو قیمت کے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ نوادر ابی سلیمان مین ہی کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے جو کچھ اُسکی باندی کے پیٹ مین ہی آزاد کر دیا پھر اُسنے کوئی جنایت کی اور مولے نے باندی کو جنایت مین دیدیا تو جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک باندی فروخت کی اور وہ مشتری کے پاس چھ مہینے سے کم تین بچہ جنی پھر بچہ نے کوئی جنایت کی پھر بائع نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہی تو اُسپر اولیاے جنایت کے واسطے دیت واجب ہوگی اور اسی پر فتوی ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہی اُسکے بچہ پیدا ہوا اور اُس بچہ نے جنایت کی پھر دونون شریکون مین سے ایک نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُسپر دیت واجب ہوگی اور اگر واقف نہو تو اُسپر قیمت واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر مولے نے کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی پھر دونون مین سے ایک نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مولی نے اُسی جنایت کرنے والے کو آزادی کے واسطے معین کیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر دوسرے کو معین کیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے جنایت کرنے والے کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے یہ کافی مین ہی اور اگر مولی کے مبہم آزاد کرنے کے بعد دونون مین سے ہر ایک نے جنایت کی پھر مولی نے بیان مین ایک کو معین کیا تو اُسپر اُسکی قیمت و مقدار دیت دونون مین سے جو کم ہو وہ لازم ہوگی اور دوسرا اُسکی ملک ہی سو اُسکی نسبت کہا جائیگا کہ اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیت دیدے اور ایسی صورت مین بیان سے یعنے اُسکو آزاد کیا ہی معین کرے فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا اسی طرح اگر ایک نے قتل نفس کیا اور دوسرے نے اس سے کم فقط ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی حکم مختلف نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر اپنی صحت مین اپنے دو غلامون سے جنمین سے ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہی کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی پھر دونون مین سے ایک نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر بیان و تعیین سے پہلے مولے مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور نصف قیمت کے واسطے ہر ایک سعی کریگا اور ولی جنایت کے واسطے مال مولی مین سے جنایت کنندہ کی قیمت واجب ہوگی بشرطیکہ اُسکی قیمت ارش سے کم ہو اور اسکا اعتبار مولے کے پورے مال سے ہوگا اور مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے ایک آدمی کو خطا سے قتل کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو ہر ایک غلام اپنی نصف قیمت کے واسطے سعی کریگا اور ہر مقتول کے ولی کے واسطے مال مولی مین سے اپنے مجرم کی قیمت واجب ہوگی اور مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر مولی نے اپنی صحت مین جنایت سے آگاہ

ہو کر کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی پھر بیان کرنے سے پہلے مولی مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے ہر ایک سعایت کریگا اور جنایت کنندہ کے بارہ مین مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا پس بقدر اُسکی قیمت کے مولی کے تمام مال سے لیجائیگی اور قیمت سے زیادہ پوری دیت تک جسقدر باقی رہے وہ تہائی مال سے معتبر ہوگی - اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے جنایت کی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو جسطرح ہمنے بیان کیا ہی ہر ایک سعایت کریگا اور مولے دونون کے حق مین فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوا ولیکن مولی کے مال مین دیت واحدہ واجب ہوگی پس پوری قیمت ایک غلام کی مولی کے پورے مال سے واجب ہوگی اور قیمت سے زائد پوری دیت تک تہائی مال سے اعتبار کیجائیگی پھر جسقدر پورے مال سے اور جسقدر تہائی مال سے واجب ہوا ہی یہ سب دونون جنایتون کے وارثون کو نصفا نصف ملیگا اسواسطے کہ کوئی ولی جنایت بہ نسبت دوسرے کے ترجیح نہین رکھتا ہی یہ محیط مین ہی - زید کے دو غلام بنام سالم و غانم ہین پس مولی کی صحت مین سالم نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور مولی سے کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی پھر غانم نے صحت مولی مین قبل مولی کے بیان و تعیین کرنے کے دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر مولے مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا پھر مولی پر سالم کے مقتول کی دیت لازم آویگی لیکن بقدر قیمت سالم کے مولے کے تمام مال سے واجب ہوگی اور باقی یعنی قیمت سے زائد پوری دیت تک جسقدر ہی وہ تہائی مال سے واجب ہوگا اور مولی پر غانم کے مقتول کی دیت لازم نہوگی بلکہ غانم کی قیمت واجب ہوگی اور یہ اُسکے پورے مال سے دلائی جاویگی - اور اگر مولی نہین مرا بلکہ مولی نے بیان کیا کہ سالم مراد ہی یعنے سالم کو مین نے آزاد کیا ہی تو مقتول سالم کی دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر غانم کا عتق بیان کیا تو اُسپر غانم کی قیمت لازم آویگی یہ محیط مین ہی - ایک غلام نے کوئی جنایت کی پھر مولی نے اپنے مرض مین اُسکے آزاد کرنے کی وصیت کی حالانکہ وہ اُسکی جنایت کو جانتا تھا پھر اُسکے مرنے کے بعد وارث یا وصی نے اُسکو آزاد کر دیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی جسمین سے بقدر قیمت غلام کے مولی کے تمام مال سے دیجائیگی اور قیمت سے جسقدر زائد ہو وہ تہائی مال سے دلائی جائیگی - اور اگر اُسکو جنایت کا حال معلوم نہو تو اُسکی قیمت میت کے مال سے دلائی جائیگی یہ امام ابو یوسف رح کا دوسرا قول ہی اور یہی قول امام زفر رح کا ہی ایسا ہی فقیہ ابو اللیث رح نے عیون مین ذکر کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر جنایت کرنے سے پہلے مولے نے اُسکے آزاد کر دینے کی وصیت کی پھر مولے کے مرنے کے بعد اُسنے جنایت کی پھر وصی نے اُسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف تھا تو وصی اس جنایت کا ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو وصی غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور وارثون سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی پھر غلام نے ایسی جنایت کی جسکا ارش ایک درم ہی پھر میت کی موت کے بعد وارثون نے کہا کہ ہم اُسکا فدیہ نہ دینگے تو اُنکو یہ اختیار ہی اور جب اُنھون نے فدیہ نہ دیا تو جنایت مین وہ غلام دیا جائیگا اور وصیت باطل ہو جائیگی الا اُس صورت مین یا طل نہوگی کہ جب غلام خود اس ارش کو ایسے مال سے جو اُسنے کمایا نہین ہی ادا کر دے مثلاً کسی شخص سے کہے کہ تو میری طرف سے ایک درم ادا کر دے اور اوسنے ادا کیا تو صحیح ہی اور یہ درم اُس غلام کی گردن پر قرضہ ہو جائیگا کہ بعد آزادی کے اُس سے اس درم کا مطالبہ کیا جا سکتا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرا غلام آزاد کر دے پھر غلام نے کوئی جنایت کی

پھر وکیل نے باوجود جنایت کے حال سے واقف ہونے کے آزاد کر دیا تو مولی اس غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اگرچہ وہ جنایت سے آگاہ نہو یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے اس غلام کو مکاتب کردے پھر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر وکیل نے اُسکو مکاتب کر دیا خواہ وہ غلام کی جنایت کرنے سے آگاہ تھا یا نہ تھا تو مولی پر اُسکی قیمت واجب ہوگی نہ دیت یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور ولی جنایت نے مولاے غلام کو آگاہ کر دیا پھر مولی نے اُسکو آزاد کیا اور کہا کہ مین نے اُسکی خبر کی تصدیق نہین کی تھی تو مولی اُسکے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوتا ہے اسی طرح اگر ولی جنایت کے ایلچی نے مولی کو اس سے آگاہ کیا ہو خواہ فاسق ہو یا عادل ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مولی کو کسی اجنبی نے اسکی خبر دی ہو پس اگر مولے نے اس اجنبی کی خبر کی تصدیق کرکے پھر اُسکو آزاد کر دیا تو بھی وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا اور اگر اُسکی تکذیب کی یا نہ تصدیق کی اور نہ تکذیب کی یہانتک کہ غلام کو آزاد کیا پس اگر خبر دینے والا عادل ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر فاسق ہو تو امام اعظم رح کے قول پر فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا ولیکن اُسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ اُسنے غلام کو گویا تلف کر دیا ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر اُسکو دو فاسقون نے خبر دی تو دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق اُسمین بھی یہی حکم ہی اور دوسری روایت کے موافق وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اور اگر مولی کو خود اُسکے غلام نے اپنی جنایت کرنے کی خبر دی پھر مولے نے اُسکو آزاد کر دیا اور کہا کہ مین نے اُسکے قول کی تصدیق نہین کی تھی تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا جب تک اُسکو دو آزاد عادل خبر نہ دے اور صاحبین رح کے نزدیک دیت کا ضامن ہوگا اگرچہ مخبر فاسق یا غلام یا کافر ہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ابن سماعہ نے اقتیاب مین ذکر کیا کہ مین نے امام محمد بن الحسن رح کو لکھا کہ ایک غلام نے ایک شخص کو قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین کہ انمین سے ایک غائب ہی پھر حاضر نے نالش کی تو کیونکر حاکم کو چاہیے کہ مولاے غلام کو اختیار دے تو امام محمد رح نے جواب مین لکھا کہ جو وارث حاضر ہو وہی خصم ہوگا اور مولے جو کچھ اختیار کرے وہ اُسپر بروے کے واسطے واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین پھر مولی نے بحکم قاضی غلام مجرم دونون مین سے ایک کو دیدیا پھر غلام مذکور نے اُسکے پاس دوسرے آدمی کو قتل کیا پھر پہلے جنایت کا شریک اور دوسرے مقتول کا ولی دونون حاضر ہوے تو پہلے مدفوع الیہ سے کہا جائیگا کہ تو نصف غلام اپنے حصہ کا اس دوسرے مقتول کے ولی کو دیدے یا نصف دیت خدیہ دے پس اگر اُسنے نصف غلام دیدیا تو نصف دیت سے بری ہوگیا اور نصف ثانی مولے کو واپس دیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دس ہزار درم دے کہ پانچ ہزار درم دوسرے مقتول کے ولی کو اور پانچ ہزار درم ولی اول کو جسنے کچھ نہین لیا ہی دیدے پس اگر اُسنے غلام دیدیا تو ہر ایک دونون مین سے اسمین شریک کیا جاویگا اور یہ ولی جسکے قبضہ مین دوسری جنایت واقع ہوئی ہی اُسکی چوتھائی قیمت مولے کو دیگا اور مولی اسکو اوسط کو دیدیگا اور جب تک مولی اس چوتھائی قیمت کو اول سے نہ وصول پا دیگا تب تک اوسط کے واسطے کچھ ضامن نہوگا۔ اور اگر مولی نے دونون مین سے ایک ولی جنایت کو وہ غلام مجرم بغیر حکم قاضی دیدیا تو اوسط کو اختیار ہوگا چاہے مولی سے اس چوتھائی قیمت کی ضمان لے بدین وجہ کہ اُسنے بدون حکم قاضی اُسکے شریک کو دیا ہی اور چاہے اپنے شریک سے اسکی ضمان لے پس اگر اُسنے مولے سے ضمان لی تو مولی اُسکو اول سے مدفوع الیہ سے واپس لیگا۔ اور اگر غلام نے دو شخصون کو خطا سے قتل کیا پھر مولے

خلاصہ دیا ہی ۱۲

نے ایک کے ولی کو وہ غلام بدون حکم قاضی دیدیا پھر غلام نے اسکے پاس ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر سب جمع ہوے اور سب نے دینا اختیار کیا تو پہلے مدفوع الیہ سے کہا جائیگا نصف غلام دوسرے کو دیدے اور باقی نصف مولی کو واپس دیگا پھر مولی اسکو وسط و آخر کو دیدیگا کہ اوسط اسمین بحساب دس ہزار درم کے اور آخر بحساب پانچ ہزار درم کے شریک کیے جاوینگے پس یہ نصف ان دونون مین تین تہائی ہوگا جسمین سے دو تہائی اوسط کا اور ایک تہائی آخر کا ہوگا پھر مولی غلام کی قیمت کا چھٹا حصہ اوسط کو دیگا اور یہ وہ ہی جو اس نصف مین سے ولی جنایت اخیرہ کو دیا گیا ہی اور اسکو اول جسکے پاس غلام تھا واپس لیگا اور اوسط کو اختیار ہی چاہے وہ چھٹا حصہ تا وان لے جو اسکے قبضہ مین تھا یعنے مدفوع الیہ اول سے ایسا ہی ہمارے عراقی مشائخ فرماتے ہین اور میرے نزدیک صحیح یہ ہی کہ اسکو اس امر کا اختیار اس صورت مین نہین ہی اور نہ صورت اول مین ہی۔ اور اگر مولی نے بحکم قاضی غلام مجرم دیا ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہی لیکن مولی اس صورت مین اوسط کے واسطے کچھ ضامن نہوگا مگر مدفوع الیہ اول سے چھٹا حصہ قیمت لیکر اوسط کو دیدیگا اور بنا بر قول مشائخ عراقیین کے خود اوسط اس چھٹے حصہ قیمت کو مدفوع الیہ اول سے واپس لیگا۔ اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑی پھر مولے نے اسکو اس شخص کو جسکی آنکھ پھوڑی ہی دیدیا اور غلام نے اسکے پاس دوسرے کو قتل کیا پھر سب جمع ہوے اور سب نے غلام کو دینا اختیار کیا تو آنکھ کا حقدار اسکا تہائی دوسرے آخر کو دیدیگا اور دو تہائی مولی کو واپس دیگا پھر مولے اسکو دونون مقتولون کے وارثون کو دیدیگا کہ اسمین اول کا ولی بحساب دس ہزار درم کے اور آخر کا ولی بحساب دو تہائی دیت کے شریک کیا جائیگا پس اسقدر غلام دونون مین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے تین حصے اول والے کو اور دو حصے اخیر والے کو ملینگے پھر اول کے واسطے مولی اس غلام کی دو تہائی قیمت کے سولہ جزو دو تہائی جزو مین چھ جزو دو تہائی جزو کا ضامن ہوگا اور اسکا حاصل یہ ہی کہ اسکی دو تہائی قیمت مین سے دو پانچوین حصے کا ضامن ہوگا یہ اسکا بدل ہی جو اخیر مقتول کے وارث کو اس دو تہائی مین سے دیا گیا ہی اور پھر اسکو مولی اس شخص سے جسکی آنکھ پھوڑی گئی ہی واپس لیگا یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اور اگر غلام پر قتل خطا کے گواہ قائم ہوے اور مولی نے اسپر دوسرے شخص کے قتل کا اقرار کیا تو مولی اسکو دونون کو نصفا نصف دیگا پھر اول کیواسطے اسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اسنے تیسرے کے قتل کا اقرار غلام کی نسبت کیا تو سب کو تین تہائی دیدیگا پھر اول کے واسطے اسکی دو تہائی قیمت کا اور دوسرے کے واسطے چھٹا حصہ قیمت کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر زید کا غلام ہو اور عمرو نے اقرار کیا کہ اسکے مولے نے اسکو آزاد کیا ہی پھر خطا سے اس غلام نے عمرو کے کسی مورث کو قتل کیا تو اسکو کچھ نہ ملیگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور ولی جنایت نے اقرار کیا کہ یہ غلام آزاد ہی تو مسئلہ مین تین صورتین ہین یا تو ولی جنایت نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام اصلی آزاد ہی یا اقرار کیا کہ وہ آزاد ہی یا اقرار کیا کہ مولے نے اسکو آزاد کر دیا ہی پس اگر اقرار کیا کہ وہ اصلی آزاد ہی تو ولی جنایت کی ضمان کسی پر نہوگی نہ غلام پر اور نہ مولے پر اسی طرح اگر اقرار کیا کہ وہ آزاد ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اقرار کیا کہ مولی نے اسکو آزاد کر دیا ہی پس اگر یہ اقرار کیا کہ جنایت سے پہلے اسکو آزاد کر دیا ہی تو اسکا وہی حکم ہی جو اصلی آزاد ہونے کے اقرار کا ہی اور اگر یہ اقرار کیا کہ اسنے جنایت کے بعد اسکو آزاد کر دیا ہی تو غلام کے برات کا اقرار کیا اور مولی پر قیمت کا دعوی کیا اگر یہ اقرار کیا کہ مولے نے جنایت سے آگاہ ہو کر آزاد کیا ہی یا مولے پر ضمان قیمت کا دعوی کیا اگر بدون آگاہی کے آزاد کرنے کا اقرار کیا ہی مگر مولے نے جو کچھ اسپر

ضمان قیمت یا فدیہ کا دعوی کرتا ہو اُس سے انکار کیا تو قسم سے مولی کا قول قبول ہوگا اور ولی جنایت پر گواہ لانے واجب ہین - یہ سب اُس صورت مین ہی کہ غلام دینے سے پہلے ولی جنایت نے ایسا اقرار کیا اور اگر گواہ لائے تو اُسکو غلام دیدیا پھر اُسنے اقرار کیا کہ یہ اصلی آزاد ہی یا یہ آزاد ہی تو مولے و غلام کسی پر اُسکی کوئی راہ نہین ہی لیکن غلام آزاد ہو جائیگا اور غلام کی ولا کسی کی نہوگی اور اگر اقرار کیا کہ اُسنے جنایت سے پہلے اُسکو آزاد کیا ہی تو اُسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور اُسکی ولا مولا موقوف رہیگی یہ محیط مین ہی - اور غلام کا جنایت کا اقرار کرنا جائز نہین ہی خواہ ماذون ہو یا محجور ہو اور بعد عتق کے اپنے اس اقرار پر ماخوذ نہوگا یہ حاوی مین ہی - اگر غلام نے آزاد ہو جانے کے بعد اقرار کیا کہ مین نے اپنی رقیت کی حالت مین عمداً یا خطاً جنایت کی تھی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا لیکن عمداً قتل کرنے کے اقرار مین قصاص ہو سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی - ایک غلام نے خطا سے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہو گیا پھر مولے اُسکو بسبب جنایت کے دیدیا پھر وہ زخم پھوٹ نکلا اور مجروح اس سے مر گیا اور وہ غلام موجود ہی تو وہ مجروح میت کے وارثون کا ہوگا اور اگر مولے نے اُسکو ہاتھ کی پوری دیت پانچ ہزار درم فدیہ دیکر اختیار کیا ہو پھر غلام مذکور کو آزاد کر دیا پھر مجروح کا زخم پھوٹا اور وہ مر گیا تو فرمایا کہ وہ غلام کی قیمت دیدیگا اگرچہ سو درم ہون اور فدیہ کے پانچ ہزار درم واپس لیگا یہ محیط مین ہی - ایک غلام آزاد کیا گیا پس اُسنے ایک شخص سے کہا کہ مین نے خطا سے تیرے بھائی کو جس حالت مین مین غلام تھا قتل کیا تھا اور اس شخص نے کہا کہ تو نے اُسکو اپنے آزاد ہونے کی حالت مین قتل کیا ہی تو بالاجماع غلام کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر اُسنے بعد آزادی کے اپنے مولے سے کہا کہ مین نے رقیت کی حالت مین تیرا مال لے لیا ہی یا تیرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہی اور مولے نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے بعد آزادی کے ایسا کیا ہی تو بالاجماع غلام کا قول قبول ہوگا یہ کافی مین ہی - اور اگر ایک شخص نے باندی کو آزاد کیا پھر اُس سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا ہی در حالیکہ تو میری باندی تھی اور باندی نے کہا کہ تو نے میرے آزاد ہونے کی حالت مین میرا ہاتھ کاٹا ہی تو باندی کا قول قبول ہوگا اسی طرح جو چیز اُس سے لے لی ہو اُسکے بارہ مین بھی ایسے اختلاف کی صورت مین یہی حکم ہی سوائے جماع کے یا کمائی کے کہ اسمین استحساناً مولے کا قول قبول ہوگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ کچھ ضامن نہوگا الا ایسی چیز کا جو مال عین ہو کہ اُسمین یہ حکم دیا جائیگا کہ باندی کو واپس کر دے یہ ہدایہ مین ہی اگر ایک غلام خرید ا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے کہا کہ مین نے تیرے خریدنے سے پہلے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہی اور مشتری نے کہا کہ تو نے میرے خریدنے کے بعد اسکا ہاتھ کاٹا ہی تو مشتری کا قول قبول ہوگا یہ کافی مین ہی - اگر غلام نے کسی شخص کا ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا اور اس جرم مین خواہ بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی اُسکو دیدیا گیا پھر اُسنے اُسکو آزاد کر دیا پھر وہ ہاتھ کے زخم کی وجہ سے مر گیا تو یہ غلام جنایت کے مصالحہ مین قرار دیا جائیگا اور اگر اُسنے آزاد نکیا ہو تو مولی کو واپس دیگا پھر وارثان مقتول سے کہا جائیگا کہ چاہو اسکو قتل کر دیا اسکو عفو کر دو یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اگر غلام نے کسی کو قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین پس دونون مین سے ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو مولے سے کہا جائیگا کہ جس نے معاف نہین کیا ہی اُسکو نصف غلام دیدے یا نصف دیت فدیہ دے اور عفو کرنے والے کا کچھ استحقاق نہوگا یہ محیط مین ہی - ایک غلام نے دو آدمیون کو قتل کیا اور ہر ایک مقتول کے دو دو ولی ہین پھر ہر ایک کے دو وارثون مین سے ایک نے معاف کیا تو باقی دونون کو مولے نصف غلام دیگا یا دس ہزار درم فدیہ دیگا اور اگر غلام نے ایک کو عمداً اور

دوسرے کو خطا سے قتل کیا ہو اور عمداً مقتول کے دونوں وارثوں مین سے ایک نے عفو کیا پس اگر مولی اسکا فدیہ دینا چاہے تو پندرہ ہزار درم فدیہ دیگا جسمین سے دس ہزار درم وارثان مقتول بخطا کو اور پانچ ہزار درم دوسرے وارث مقتول بعمد کو دیگا۔ اور اگر اُسنے غلام دیا تو تین تہائی دونون کو دیگا یعنے دو تہائی وارثان مقتول بخطا کو اور ایک تہائی وارث مقتول عمد کو جنسے معاف نہین کیا ہے یہ امام اعظم رح کے نزدیک بطریق عول کے ہے کہ دونون وارث خطا اُسمین پوری دیت کے حساب سے اور وارث عمد اُسمین نصف دیت کے حساب سے شریک ہونگے اور صاحبین رح کے نزدیک بطریق منازعت کے چار حصے ہونگے جسمین سے تین چوتھائی ہر دو وارثان خطا کو اور ایک چوتھائی ایک وارث عمد کو ملیگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر غلام نے دو شخصون کو خطا سے قتل کیا پھر دونون مقتولون مین سے ایک کے ولی نے اُسکو معاف کر دیا تو آدھا غلام دوسرے کو دیدیگا یا دیت سے اُسکا فدیہ دیگا۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو در صورتیکہ مولے نے اُسکو دونون کو دیدیا ہو دے ہاتھ کاٹنے والا اُسمین نو ہزار پانچ سو درم کے حساب سے شریک کیا جائیگا کیونکہ اُسنے ہاتھ کاٹ کر پانچ سو درم بھر پائے ہین اور دوسرا بحساب دس ہزار درم کے اُسمین شریک کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر اُسنے ایک شخص کو قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی پس یا یہ جرم عمد ہوگا یا خطا سے ہوگا پس اگر عمداً ہو تو مولے سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے یہ غلام اُسکو جسکی آنکھ پھوڑی گئی ہے دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو آنکھ کی جنایت کا فدیہ پانچ ہزار درم دیگا اور غلام مذکور اس جنایت سے پاک ہو جائیگا پھر ولی مقتول اُسکو قصاص مین قتل کریگا اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو وارثان مقتول اگر اُسکو قصاص مین قتل کرینگے پھر جسکی آنکھ پھوڑی ہے وہ مولے سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر قتل بخطا ہو تو مولی کو دونون کے حق مین اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اسکو دونون کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو پندرہ ہزار درم فدیہ دیدے جنمین سے دس ہزار درم وارث مقتول کے اور پانچ ہزار درم اُسکے جسکی آنکھ پھوڑی ہے اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو غلام مذکور دونون مین تین تہائی ہوگا جسمین سے دو تہائی وارث مقتول کی اور ایک تہائی آنکھ پھوٹی ہوئی کی ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک مملوک نے دوسرے مملوک کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر اپنے مولے کے بھائی کو خطا سے قتل کیا اور بھائی کا وارث سوائے اسکے مولے کے کوئی نہین ہے تو نصف قاتل مقتول مملوک کے مولی کو دیا جائیگا یا مولاے قاتل اُسکا فدیہ دیگا اور باقی آدھا اپنے مولی کا ہوگا۔ اور اگر اُسنے اپنے مولے کے بھائی کو پہلے قتل کیا تو پورا قاتل مملوک مقتول کے مولے کو دیا جائیگا یا مولاے قاتل اُسکا فدیہ دیگا اور اگر اُسنے اپنے مولی کے بھائی کو پہلے قتل کیا اور بھائی کے ایک لڑکی ہے تو تین چوتھائی قاتل مملوک مقتول کے مولی کو دیا جائیگا اور چوتھائی اس لڑکی کو دیا جائیگا۔ اور اگر اُسنے دونون کو ایک ہی ضرب سے قتل کیا ہو اور بیٹی نہو تو قاتل دونون مین نصا نصف ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہے اُسنے دونون کے قریب یعنے مورث کو عمداً قتل کیا پھر دونون مین سے ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا پورا خون معاف ہو جائیگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ عفو کرنے والا اُسکا آدھا حصہ دوسرے کو دیگا یا چوتھائی دیت فدیہ دیگا۔ اور بعضی نسخون مین امام محمد رح کا قول امام اعظم رح کے ساتھ مذکور ہے اور اشہر یہ ہے کہ امام محمد رح کا قول مثل قول امام ابو یوسف رح کے ہے۔ اور اگر ایک غلام نے اپنے مولے کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو بیٹے ہین پھر ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو امام اعظم

وامام محمدؒ کے نزدیک پورا خون باطل ہوجائیگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلے مسئلہ کے موافق یہاں بھی حکم ہریہ کافی مین ہی - منتقی مین ہی کہ ایک غلام نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا پھر مولے - نے اُسکو آزاد کردیا پھر ہر دو وارثان مقتول مین سے ایک نے اُسکو معاف کردیا تو غلام مذکور اپنے نصف قیمت کے واسطے جسنے معاف نہین کیا اُسکے لیے سعایت کریگا اور مولی پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہی - اگر کسی نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکو کسی نے غصب کرلیا اور وہ غاصب کے پاس اسی زخم قطع سے مرگیا تو غاصب پر اُسکی قیمت ہاتھ کٹے ہوے کے حساب سے واجب ہوگی اور اگر مولی نے غاصب کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ اس زخم سے غاصب کے پاس مرگیا تو غاصب پر کچھ واجب نہوگا یہ ہدایہ مین ہی - جامع کبیر مین ہی کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو موضحہ زخم سر یا چہرہ سے زخمی کیا پھر ایک شخص کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض رہن کیا اور اس غلام زخمی کی قیمت باوجود اس زخم کے ہزار درم ہی پھر وہ غلام مرتہن کے پاس اسی زخم سے مرگیا تو جسقدر قرضہ کے عوض رہن ہی اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اگر رہن کرنے کے بعد مولے نے اُسپر جنایت کی ہو تو مرہون واپس کرنے والا ہوجائیگا حتے کہ اگر وہ اس زخم سے مرجاوے تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا - اسی طرح اگر اجنبی نے اُسکے ساتھ کوئی جنایت کی تو رہن سے پہلے جنایت کرنے اور رہن کے بعد جنایت کرنے مین ان دونون صورتون مین ابطال رہن کے حق مین فرق ہوگا جیسا کہ مذکور ہوا ہی - اور نیز جامع کبیر مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو موضحہ شجہ سے زخمی کیا اور وہ غلام بیمار پڑا پھر اُسکو غاصب نے غصب کرلیا اور وہ اس جنایت سے غاصب کے پاس مرگیا تو مولاے غلام کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کنندہ سے غلام تندرست کی قیمت تین سال مین وصول کرلے یعنے اُسکی مددگار برادری ضامن ہوگی پھر اُسکی مددگار برادری غاصب سے اُس غلام کی قیمت جو روز غصب کے حق وصول کرلیگی - اور اگر چاہے تو غاصب سے غلام مذکور کی روز غصب کی قیمت فی الحال اُسکے مال سے لے لے اور جنایت کنندہ سے موضحہ زخم کا ارش اور جو نقصان اُس سے غاصب کے غصب کرنے کے روز تک پیدا ہوا ہی تاوان لے اور یہ سب جنایت کرنے والے کے مال مین سے دلایا جائیگا - اور اگر غاصب نے ادا ے ضمان کے بعد چاہا کہ جنایت کرنوالے یا اُسکی مددگار برادری سے ضمان لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا - اور اگر اُسکو غاصب نے غصب نکیا بلکہ مولے نے اُسکو بعد جنایت کے کسی شخص کے ہاتھ اس شرط سے کہ بائع کو تین روز تک خیار حاصل ہی فروخت کردیا اور وہ مشتری کے پاس مرگیا تو اسکا حکم ویسا ہی ہی جیسا ہمنے غاصب کی صورت مین بیان کیا ہی - اور اگر مولے نے اس غلام کو بطور بیع فاسد کے اُسکے ہاتھ فروخت کیا اور وہ اسی جنایت سے مشتری کے پاس مرگیا تو مولے جنایت کرنے والے سے موضحہ کا ارش اور جو کچھ اس جراحت سے مشتری کے قبضہ کرنے کے روز تک نقصان پیدا ہوا ہی تاوان لیگا اور یہ مال تاوان جنایت کرنے والے کے مال مین فی الحال واجب ہوگا اور مشتری پر اُسکے قبضہ کرنے کے روز کی قیمت فی الحال اُسکے مال مین واجب ہوگی - اور اگر مولے نے اُسکو فروخت نکیا ولیکن اپنے قرضہ کے عوض جو اُسپر آتا ہی اور وہ قیمت غلام کے برابر ہی رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس اس جنایت سے مرگیا تو وہ بعوض قرضہ میت قرار دیا جائیگا اور مرتہن کو جنایت کنندہ سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہین ہی اور راہن ارش جنایت کو جنایت کرنے والے سے لے لیگا اور جسقدر نقصان تا وقت قبضہ مرتہن اُسمین آیا ہی وہ بھی لے لیگا

اور جنایت کرنے والے سے تاوان قیمت باطل ہوگی اور اگر غلام کی قیمت قرضہ سے زائد ہو مثلاً قیمت غلام دو ہزار درم اور قرضہ ایک ہزار درم ہی اور وہ مرتہن کے پاس مرگیا تو حکم وہی ہی جو تہنے قرضہ کے برابر قیمت ہونے کی صورت مین بیان کیا ہی کہ مرتہن کو جنایت کرنے والے سے تاوان لینے کا اختیار نہوگا اور مولاے غلام اُس جنایت کرنے والے سے موضحہ کا نصف ارش اور نصف اُس نقصان کا جو وقت رہن تک ہوا ہی لیگا اور یہ سب جنایت کرنے والے کے مال سے ہوگا اور نیز مولاے غلام اُس جنایت کرنے والے سے غلام کے مرنے کے روز کی نصف قیمت اور نصف ارش موضحہ اور نصف نقصان جنایت لے لیگا اور یہ مال اُسکی مددگار برادری پر ہوگا اور جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین نے زید کے غلام کا ہاتھ خطا سے کاٹا ہی اور اُسکی مددگار برادری نے اس سے انکار کیا یعنے تکذیب کی پھر ایک شخص نے اُسکو غصب کیا اور اقرار کیا کہ مین نے اُسکے مولے سے غصب کرلیا ہی اور وہ غاصب کے پاس مرگیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کرنے والے سے اُسکی قیمت اُسکے مال سے تین سال مین وصول کرے اور جنایت کرنے والا غاصب سے اُس غلام کے ہاتھ کٹے ہوے کے حساب سے جو قیمت ہوتی الحال اُسکے مال سے لے لیگا اور چاہے مالک غاصب کے مال سے فی الحال اُسکی قیمت ہاتھ کٹے ہوے کے حساب سے لے لے اور جنایت کرنے والے سے اُسکے ہاتھ کا ارش یعنے اُسکی نصف قیمت اُسکے مال سے لے لے اور جنایت کرنے والا نصف غلام کا ضامن نہوگا - اور یہ چاہیے تھا کہ جنایت کرنے والا وقت غصب تک کے نقصان کا بھی ضامن ہو لیکن اسکو کتاب مین ذکر نہین فرمایا ہی پس یا تو ذکر نہین فرمایا یا مسئلہ کی صورت اس طور پر واقع ہوئی کہ فوراً قطع کرنے کے بعد ہی غصب واقع ہوا ہو - اور اگر عمداً قطع کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو ہم کہتے ہین کہ مولے کو اختیار ہی چاہے قاتل سے قصاص لے پھر غاصب سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی نہ مولے کو اور نہ وارثان جنایت کنندہ کو - اور چاہے ابتدا سے اس غلام کے ہاتھ کٹے ہوے کی قیمت غاصب سے تاوان لے پھر ہاتھ کاٹنے والے سے مولی قصاص نہین لے سکتا ہی لیکن جنایت کنندہ پر ہاتھ کا ارش اُسکے مال سے واجب ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر غاصب نے اُسکو واپس دیدیا پھر اُسنے دوسری جنایت کی تو مولے اُسکو دونون فریق جنایت کو دیدیگا پھر غاصب سے اُسکی نصف قیمت لیکر اول کو دیدیگا پھر یہ قیمت غاصب سے واپس لیگا اور یہ امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ غاصب سے نصف قیمت لے لیگا کہ وہ اسی کو دیجا سکی یہ ہدایہ مین ہی - اگر ایک غلام غصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام مرگیا تو غاصب پر اُسکی قیمت واجب ہوگی پھر مولی یہ قیمت ولی جنایت کو دیدیگا پھر دوبارہ غاصب سے اُسکی قیمت واپس لیگا - اور اگر غلام نہ مرا ہو لیکن اُسکی آنکھ جاتی رہی پھر غاصب نے مولی کو کانا واپس کردیا پھر اُسنے مولی کے پاس دوسرے شخص کو قتل کیا پھر سب جمع ہوے پھر مولے نے اُسکو دونون جنایتون مین دیدیا تو وہ غاصب سے اُسکی نصف قیمت لیگا بدین اعتبار کہ اُسکی ایک آنکھ جاتی رہی ہی پس یہ نصف قیمت وارث اول کو دیگا اور جب اُسکو یہ نصف قیمت ملی تو وہ غلام مدفوع مین دیت مین سے اسقدر کم کرکے باقی کے حساب سے شریک کیا جائیگا اسواسطے کہ جسقدر اُسنے قیمت لی ہی وہ اُسی کی رہیگی پس اُسکے قدر حصہ کا شریک نہ کیا جائیگا بلکہ باقی حق کے واسطے شریک کیا جائیگا اور دوسرے مقتول کا وارث پوری دیت کے واسطے شریک کیا جائیگا پھر مولے نصف قیمت

جو اُس سے لے لیگئی ہو غاصب سے واپس لیگا اور نیز وارث مقتول اول کو جو کچھ غلام کا نے مین سے حصہ رسد ملا ہو وہ بھی مولی غاصب سے لے لیگا اور جو حصہ دوسرے مقتول کے وارث کو ملا ہو وہ واپس نہین لے سکتا ہو پھر وارثان اول مولی سے جو اُسنے لیا ہو غلام کی پوری قیمت تک جسقدر رہا ہو لے لینگے اور یاد رہے کہ یہ حکم خاص امام اعظم رح و امام ابو یوسف کا قول ہو پھر مولی غاصب سے اُسکے مثل جو اُس سے لیا گیا ہو واپس لے لیگا یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام غصب کر لیا پھر اُسکے پاس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مولی و وارثان مقتول مجتمع ہوے تو وہ غلام اُسکے مولی کو واپس دیا جائیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ اُسکو دے یا اُسکا فدیہ دے پس اگر اُسنے دیا یا اُسکا فدیہ دیا تو غاصب سے غلام کی قیمت وارش دونون مین سے کم مقدار واپس لیگا اور اگر غاصب کے پاس اُسمین زیادت متصلہ پیدا ہو گئی اور مولی نے دینا اختیار کیا تو معہ زیادتی دیدیگا خواہ یہ زیادتی قبل جنایت کے پیدا ہوئی ہو یا اُسکے بعد پیدا ہوئی ہو پھر غاصب سے اس زیادت کی قیمت واپس نہین لے سکتا ہو اگرچہ وہ زیادت کسی ایسے سبب سے ہو جو غلام نے غاصب کے پاس کیا ہو استحقاق مین لے لیگئی ہو۔ اور اگر غاصب کے پاس غلام کانا ہو گیا اور اُسکے پاس اُسنے کوئی جنایت کی ہو پس اگر بعد جنایت کے کانا ہوا ہو اور مولی نے دینا اختیار کیا تو ولی جنایت کو کانا دیدیگا پھر غاصب سے اُسکی تندرست صحیح سالم کی قیمت واپس لیگا اور جب اُسنے تندرست کی قیمت لے لی تو ولی جنایت مولی سے اُسکی نصف قیمت واپس لیگا پھر مولی یہ نصف قیمت دوبارہ غاصب سے لے لیگا تاکہ اُسکے پاس غلام کی پوری قیمت ہو بچ جاوے اور اگر جنایت سے پہلے کانا ہو گیا اور مولی نے دینا اختیار کیا تو کانا غلام دیدیگا پھر غاصب سے اُسکے صحیح سالم کی قیمت لے لیگا اور یہ سب قیمت مولی کو مسلم ملیگی اور ولی جنایت اسمین سے کچھ نہین لے سکتا ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا اور اُسنے خطا سے اپنے مولی کو یا اپنے مولے کے غلام کو قتل کیا حالانکہ غلام مقتول کی قیمت قاتل سے زائد ہو یا اپنے مولی کا مال تلف کر دیا تو غاصب غلام مغصوب کی قیمت اُسکے مولے کو دیدیگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو۔ اور اگر غلام مغصوب نے غاصب پر یا اُسکے مال پر جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہو اور صاحبین رح کے نزدیک معتبر ہو کہ مالک غلام سے کہا جائیگا کہ تو یہ غلام غاصب کو اگر وہ زندہ ہو یا اُسکے وارثون کو دیدے یا اُسکی دیت فدیہ دے اگر غاصب کو قتل کیا یا اُسکے مال کی قیمت دے اگر مال تلف کیا ہو یہ جامع مین ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام و ایک باندی کسی شخص سے غصب کر لی اور ہر ایک نے اسمین سے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام مذکور نے باندی مذکور کو قتل کیا پھر غاصب نے وہ غلام مولی کو واپس کر دیا اور مولے نے اُسکا دیدینا اختیار کیا تو اسمین وارثان مقتول غلام بقدر دیت کے اور وارثان مقتول باندی بقدر قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے پھر مولے غاصب سے غلام کی قیمت اور باندی کی قیمت لے لیگا پھر مقتول غلام کے وارث اُسکی قیمت مین اسقدر لے لینگے کہ جو کچھ اُنکے پاس اُسکے ساتھ ملا کر غلام کی پوری قیمت ہو جاوے اور جسقدر اُنھون نے اپنا حق پورا کرنے کے واسطے مولی سے غلام کی قیمت مین سے لے لیا ہو اسقدر مولی غاصب سے پھر واپس لیگا اور نیز وارثان مقتول باندی بھی باندی کی قیمت سے اپنا حق بقدر اُسکی قیمت کے پورا کر لینگے اور اسقدر کو بھی مولی غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر مولی نے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام کے مقتول کی دیت دیدیگا اور مقتول باندی کے وارث کو باندی کی قیمت دیدیگا پھر غاصب سے غلام

ف غلام نے آقا کی قیمت لے لی پھر غلام بھی دیدیگا اور جو کچھ اسمین سے غاصب کو ملا ہو وہ بھی واپس لیگا اور جو کچھ اسمین سے غاصب کو نہین ملا ہو وہ بھی واپس نہین لے سکتا ہو یہ ہدایہ مین ہو

وباندی کی قیمت واپس لیگا اور جو حکم اس مسئلہ مین مذکور ہوا اسکی تاویل یہ ہو کہ یہ حکم اُس صورت مین ہو کہ غاصب تنگدست یا غائب ہو اور اگر حاضر ہو اور مولی اُس سے باندی کی قیمت لے سکتا ہو تو مسئلہ کی تخریج دوسرے طور پر ہو جیساکہ اسکے بعد ذکر فرمایا ہو اور یہ مسئلہ ابوحفص رح کے نسخہ مین ہو اور ابوسلیمان کے نسخہ مین مسئلہ طویلہ مذکور ہو اور حکم مین تفصیل ہو چنانچہ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام و باندی جسمین سے ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہو غصب کی اور ہر ایک نے غاصب کے پاس ایک ایک شخص کو قتل کیا پھر غلام نے باندی کو قتل کیا پھر غاصب نے غلام کو واپس کر دیا تو غاصب اُس غلام کے ساتھ باندی کی قیمت بھی واپس دیگا پھر مولی یہ قیمت مقتول باندی کے وارث کو دیدیگا پھر غاصب سے دوبارہ یہ قیمت واپس لیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دیت مقتول غلام اُسکے وارث کو دیدیگا اور غلام کی قیمت غاصب سے واپس نہین لے سکتا ہو اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو غلام کو اُسکے مقتول کے وارث اور غاصب کو دیگا جسمین سے گیارہ حصون مین سے دس حصے وارث مقتول غلام کے اور ایک حصہ غاصب کا ہوگا پھر غاصب سے غلام کی قیمت اُسکا مولی لے لیگا جسمین سے گیارہ حصون مین سے ایک حصہ وارث مقتول غلام کو دیدیگا پھر غاصب سے یہ حصہ بھی واپس لیگا - اور اگر غاصب تنگدست ہوا اور اُس سے باندی کی قیمت لینی ممکن نہو سکے اور مولے نے دینا اختیار کیا پس اگر مقتول باندی کے وارث نے کہا کہ مین غلام مین بقدر قیمت باندی کے شرکت نہین کرونگا بلکہ انتظار کرونگا پھر جب باندی کی قیمت وصول ہو جائیگی تو اُسکو لے لونگا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا پھر بقیاس قول امام ابوحنیفہ رح کے پورا غلام مقتول غلام کے وارث کو دیدیگا اور بعد دینے کے غاصب سے غلام کی قیمت اور باندی کی قیمت لیکا پھر باندی کی قیمت اسکے مقتول کے وارث کو دیدیگا پھر غاصب سے بھی قیمت دوبارہ لے لیگا پس اُسکے قبضہ مین دو قیمتین آوینگی اور بقیاس قول امام ابویوسف رح و امام محمد رح کے غلام مین سے گیارہ حصون مین سے دس حصے اُسکے مقتول کے وارث کو دیگا اور ایک حصہ اپنے پاس رکھیگا یہانتک کہ جب باندی کی قیمت وصول ہو تو مولے اُسکو لیکر اُسکے مقتول کے وارث کو دیدیگا پھر اس قیمت کو غاصب سے واپس لیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ یہ جزو غاصب کو دیدے یا باندی کی قیمت اسکا فدیہ دے پس اگر یہ جزو دیدیا تو اُس سے غلام کی قیمت لے لیگا پھر اس قیمت مین سے گیارہ جزون سے ایک جزو وارث مقتول غلام کو بعوض اُس جزو غلام کے جو وارث مذکور کو نہین دیا گیا ہو دیدیگا اور پھر اس جزو قیمت کو غاصب سے واپس لیگا - اور اگر اُسکا فدیہ دیا تو باندی کی قیمت اُسکا فدیہ دیوے لیکن غلام کی قیمت اس صورت مین بھی غاصب سے لے لیگا لیکن چونکہ دونون قیمتین برابر ہین اسواسطے ایک دوسرے کا قصاص ہو جائیگی اور وارث مقتول غلام کو بجاے اس جزو کے اُسکی قیمت کا گیارہواں حصہ دیدیگا پھر اُسکی قیمت غاصب سے واپس لیگا - اور اگر مقتول باندی کے وارث نے کہا کہ مین بقدر قیمت باندی کے غلام مین شریک ہو جاونگا تو غلام مذکور دونون کو دیا جائیگا جسمین سے وارث مقتول غلام بقدر دیت کے اور وارث مقتول باندی بقدر قیمت باندی کے حصہ دار ہوگا پس دونون مین گیارہ حصون پر تقسیم ہوگا جیسا کہ ہمنے بیان کیا ہو پھر جب غاصب پر قابو پایا یا وہ خوشحال ہو گیا تو مولے کو غلام اور باندی سے قیمت ادا کریگا پھر غلام کی قیمت مین سے گیارہواں حصہ وارث مقتول غلام کو بجاے اُس حصہ غلام کے جو اسکو نہین ملا ہی دیدیگا اور پھر غاصب سے اسقدر حصہ واپس لیگا اور بقیہ مقتول باندی کے وارث کو سوائے اسکے جو کچھ اسکو اسمین سے مل چکا ہی باندی کی قیمت مین سے

کچھ نہ لیگا - اور اس سے پہلے ایک چھوٹے مسئلہ مین بیان فرمایا ہی کہ باندی کی قیمت مین سے اُسکے مقتول کے وارث کو اسقدر دیدیا جائیگا کہ جو کچھ اُسکو ملا ہی اُسمین ملاکر باندی کی قیمت پوری ہوجاوے - پس اس حکم مین دو روایتین ہین - اور اگر مولے نے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام کے دس ہزار درم فدیہ اور باندی کی قیمت دیگا پھر غاصب سے غلام کی قیمت لیگا اور باندی کی دو قیمتین لے لیگا جسمین سے ایک قیمت بجاے اُس قیمت کے ہوگی جو اُسنے باندی کے مقتول کے وارث کو دی ہی اور دوسری قیمت بوجہ غصب کے ہوگی جو مولی کو بجاے باندی کے سلم لیگی اور یہ امام اعظم کا قول ہی اور بقیاس قول صاحبین کے جب غاصب نے غلام کی قیمت اور دونون قیمتین باندی کی ادا کردین تو ایسا ہوگیا کہ گویا باندی اُسکی ہوگئی بسبب اسکے کہ اُسپر ضمان مقرر ہوئی ہی پس مولے سے کہا جائیگا کہ غلام کے گیارہ جزون مین سے ایک جزو غاصب کو ملا ہی یا اُسکا فدیہ دے اور فدیہ باندی کی قیمت ہی اور جو کچھ اُسنے کیا بہرحال غاصب سے کچھ واپس نہ لیگا - یہ بوجہ کہ جو ہر ایک کو دوسرے سے پانا ہی اُسمین مقاصہ واقع ہوگا جیسا کہ ہمنے بیان کردیا ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ایک غلام غصب کیا پھر اُسکو حکم کیا کہ اس شخص کو قتل کردے اُسنے قتل کردیا پھر غاصب نے اُسکے مولی کو واپس کردیا پھر اُسکے پاس غلام نے خطا سے دوسرے آدمی کو قتل کیا پھر مقتول اول کے ولی نے خون معاف کیا تو مولے پر واجب ہوگا کہ نصف غلام ولی مقتول دیگر کو دیدے یا دیت اُسکا فدیہ دے اور غاصب سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر عفو سے پہلے دونون فریق وارثون کو دیدیا پھر ولی اول نے اُسکو عفو کیا تو مولے غاصب سے نصف قیمت واپس لیگا پھر ولی اول کو اس نصف قیمت کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ اُسنے عفو کردیا ہی پس یہ قیمت مولی کو مسلم رہیگی اور دوبارہ غاصب سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ حاوی مین ہی - اگر زید نے عمرو کا غلام غصب کیا اور عمرو نے زید کے پاس اپنی ایک باندی ودیعت رکھی پھر غلام نے زید کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام کو باندی نے قتل کیا تو غاصب پر اُسکے پاس غلام کے مرجانے سے غلام کی قیمت واجب ہوگی پھر جب مولے اُسکو وصول کرلے تو یہ قیمت وارثان مقتول کو دیدیگا پھر غاصب دوبارہ اُسکی قیمت مولاے غلام کو دیدیگا تاکہ بجاے غلام کے اُسکے پاس مسلم رہے پھر مولے سے کہا جائیگا کہ اپنی ودیعت کی باندی غاصب کو دیدے یا غلام کی قیمت اُسکا فدیہ دیدے - اور اگر اس مسئلہ مین غلام نے باندی کو قتل کیا ہو باوجودیکہ آزاد کو قتل کیا ہی اور مولے نے غلام دینا اختیار کیا تو یہ غلام مقتول کی دیت اور باندی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی پس وارثان مقتول اسمین سے جسقدر بمقابلہ دیت کے پڑے وہ لینگے اور جسقدر باندی کی قیمت کے پڑتے مین پڑے وہ مولے لے لیگا پھر غاصب مولاے کنیز کو باندی کی پوری قیمت دیدیگا اور نیز مولی اُس سے اُسکے مثل جو وارثان مقتول نے غلام مین سے لیا ہی غلام کی قیمت مین سے لے لیگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر غلام مین مولی اپنی باندی کی قیمت کے قدر بالکل شریک نکیا جائیگا بلکہ پورا غلام وارثان مقتول کو دیدیگا اور اُسکی قیمت غاصب سے واپس لیگا - اور اگر ایک باندی غصب کی اُسنے غاصب کے پاس خطا سے کسی کو قتل کیا پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اسکو قتل کیا تو غاصب پر واجب ہوگا کہ بچہ اور باندی کی قیمت مولی کو واپس کردے پھر مولے سے کہا جائیگا کہ یہ قیمت وارثان مقتول کو دیدے پھر غاصب سے اسی قدر واپس لے کہ وہ تیری ہوگی پھر اُس سے کہا جائیگا کہ یہ بچہ غاصب کو دیدے یا باندی کی قیمت اُسکا فدیہ دے یہ مبسوط مین ہی - غلام مرہون نے اگر راہن پر جنایت کی یا راہن کے مملوک

یا مال پر جنایت کی تو آیا اُسکی جنایت معتبر ہوگی سو مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کتاب الرہن مین مذکور ہی اور یہ حکم مذکور ہر کہ جنایت ہدر رہوگی اور اسمین کوئی اختلاف مذکور نہین ہی لیکن مشائخ رح نے فرمایا کہ ہدر ہونے کا حکم جو کتاب الرہن مین مذکور ہی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی جنایت راہن پر بقدر قرضہ کے معتبر ہوگی اسواسطے کہ وہ بقدر قرضہ کے مضمون ہی حاصل آنکہ مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائیگا - اور اگر اُسنے مرتہن پر جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ جنایت بقدر قرضہ کے معتبر نہوگی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ معتبر ہوگی یہ محیط مین ہی -

فصل دوم

ام الولد و مدبر کی جنایت کے بیان مین - اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولی اُسکی قیمت و ارش جنایت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور یہ ام ولد مین اُسکی تہائی قیمت ہی اور مدبر مطلق کی صورت مین دو تہائی ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - دو آدمیون کے مشترک مدبر نے جنایت کی تو دونون مولی مین سے ہر ایک پر اُسکی قیمت کا اُسقدر حصہ واجب ہوگا جتنی اسمین سے ہر ایک کی ملک ہی - اور اگر دو توان مین سے ایک نے اُسکو مدبر کیا اور اُسنے جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک دونون پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک مدبر کرنے والا ضمان دیکر اپنے شریک کے حصہ کا مالک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور مدبر کی جنایت اسکے مولے کے مال مین فی الحال واجب ہوگی اُسکی مدد گار برادری پر نہوگی اور یہی حکم ام ولد کا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر مدبر کی قیمت کثیر ہو تو مولے پر دس ہزار درم سے دس کم کے سوا سے زیادہ واجب نہوگی اور مدبر کی جنایت جان تلف کرنے کی ہو یا اس سے کم ہو یکسان حکم ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ایک زمانہ کے بعد دیگر جنایت اور مولے نے باہم اُسکی قیمت مین اختلاف کیا اور ولی جنایت نے کہا کہ جس دن اُسنے جنایت کی ہی اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی اور مولے نے کہا کہ پانچ سو درم تھی تو قسم سے مولی کا قول قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رح نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر مدبر بعد جنایت کرنے کے فوراً بلا فصل مر گیا تو مولے کے ذمہ سے قیمت ساقط نہوگی اسی طرح اگر وہ اندھا ہو جاوے تو بھی مولی پر پوری قیمت واجب ہوگی یہ حاوی مین ہی - اور اگر اُسکے مرنے کے بعد دونون نے اُسکی قیمت مین اختلاف کیا تو مولی کا قول قبول ہوگا اور ولی جنایت پر واجب ہوگا کہ جو اُسنے دعوی کیا ہی اُسکو گواہون سے ثابت کرے یہ مبسوط مین ہی - اور ام ولد کی قیمت کا ایک ہی مرتبہ ضامن ہوگا چنانچہ اگر اُسنے ایک مرتبہ جنایت کی پھر اُسکے بعد جنایت کی تو دوسری جنایت کا وارث پہلے کے ساتھ شریک ہو جانے کا خواہ دوسری جنایت قبل اسکے کہ اول کے واسطے قیمت کی ڈگری ہووے پائی گئی ہو یا اسکے بعد پائی گئی ہو یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مدبر نے چند جنایتین کین تو اُسکی قیمت سب جنایات کے وارثون کے درمیان مشترک ہوگی خواہ باہم جنایات کے درمیان تھوڑی تھوڑی مدت ہو یا مدت دراز ہو - اگر مدبر نے ایک کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی تو مولے پر دونون جنایت والون کے واسطے اُسکی قیمت واحد واجب ہوگی جو تین تہائی تقسیم ہوگی پس دو تہائی مقتول کے وارث کو اور ایک تہائی آنکھ والے کو ملیگی اور اگر مدبر مذکور کو کچھ مال ہبہ کیا گیا یا اُسنے کچھ مال کمایا تو صاحبان جنایت کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مدبر نے دو آدمیون کو قتل کیا ایک کو عمداً اور دوسرے کو خطاءً تو مولے پر واجب ہوگا کہ اُسکی قیمت مقتول بخطا کے وارث کو دیدے - پس اگر مقتول عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے اُسکو عفو کیا

تو قیمت مذکور بقول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے ہر دو فریق مین چار حصے ہوکر تقسیم ہوگی اور بقول امام اعظم رح کے تین حصے ہوکر تقسیم ہوگی یہ حاوی مین ہی - اور ہر صاحب جنایت کے واسطے مدبر کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو اُسکی قیمت جنایت کرنے کے روز تھی اور مدبر کیے جانے کے روز کی قیمت کا اعتبار نہوگا پس اگر اسنے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور روز قتل کے اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر اُسکی قیمت بڑھ گئی اور ڈیڑھ ہزار درم ہوگئی پھر اُسنے دوسرے شخص کو خطا سے قتل کیا تو دوسری جنایت کا وارث مولے سے پانچ سو درم لے لیگا یعنے جسقدر پہلی قیمت کی بنسبت زیادتی ہوگئی ہی پھر باقی یعنے ہزار درم دونون جنایتون کے وارثون مین اُنتالیس حصے ہوکر تقسیم ہوگی پس ہر پانچ سو درم کا ایک حصہ قرار دیا جائیگا پس جنایت اول کے وارث کو بیس حصے اور دوسرے جنایت کے وارث کو انیس حصے چاہیے مین پس اسی حساب سے ہزار درم باہم تقسیم کرلینگے یہ سراج الوہاج مین ہی - اگر مدبر نے ایک شخص کو قتل کیا درحالیکہ مدبر کی قیمت ہزار درم تھی پھر ایک شخص نے مدبر کی آنکھ پھوڑدی پس اُسنے پانچ سو درم تاوان دیے پھر مدبر مذکور نے دوسرے شخص کو قتل کیا تو آنکھ کا ارش خاص مولی کا ہوگا وارثان جنایت کا اُسمین کچھ نہوگا اور مولے پر اُسکی قیمت کے ہزار درم جو مقتول اول کے قتل کرنے کے روز تھی واجب ہونگے اُسمین سے پانچ سو درم خاصکر مقتول اول کے وارث کو لینگے اور باقی پانچ سو درم مین دونون شریک ہونگے جسمین دوسرا پانچ سو درم کم پوری دیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور اگر آنکھ پھوڑنے والا غلام ہو اور وہ جنایت مین دیا گیا تو وہ بھی مولی کا ہوگا یہ بسوط مین ہی - اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا درحالیکہ اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر اُسنے دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر اُسکی قیمت گھٹ کر پانچ سو درم رہگئی پھر اُسنے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا تو مولی پر دو ہزار درم کی ڈگری کیجائیگی پس دوسرے مقتول کا وارث اُسمین سے ہزار درم لے لیگا اور باقی ہزار درم مین سے پانچ سو درم مین حق اول و دوم جمع ہوا اور حق اول دس ہزار کا اور حق دوم نو ہزار کا ہی پس پانچ سو درم دونون مین اُنیس حصون پر تقسیم ہونگے جسمین سے دس حصے اول کو اور نو حصے دوم کو ملینگے اور باقی پانچ سو درم مین سب تینون کا حق جمع ہوا پس وہ سب مین بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم ہونگے پس تیسرا اُسمین بحساب دس ہزار اور دوسرا بھی بقدر دس ہزار کے سوائے اُسقدر کے جسکو دوم تبے چکا ہی اور اول بقدر دس ہزار کے سوائے اُسقدر کے جسکو ایک مرتبہ سے چکا ہی شریک کیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اگر مولے نے اُسکی قیمت ولی جنایت کو دیدی اور اُسمین کچھ عیب نہین پیدا ہوا ہی پھر اُسنے دوسرے شخص کو خطا سے قتل کیا پس اگر قیمت اول کو بحکم قاضی دی ہی تو دوسرے کو مولے سے لینے کی کوئی راہ نہوگی لیکن اول کا دانستگیر ہوکر اُس سے نصف قیمت لے لیگا اور اگر اول کو قیمت بغیر حکم قاضی دی ہی تو بھی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر یہی حکم ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دوسرے کو خیار ہوگا چاہے اول سے نصف قیمت لے لے اور چاہے مولے سے لے اور اگر اُسنے مولے سے نصف قیمت لے لی تو مولے اسکو اول سے واپس کرلیگا یہ بسوط مین ہی - اسی طرح اگر مولے کی بلا اجازت مدبر نے عام مسلمانون کی راہ مین کنوان کھودا اور اُسمین کوئی آدمی گرگیا اور مرگیا پھر مولے نے اُسکی قیمت ولی جنایت کو بغیر حکم قاضی دیدی پھر اُسمین دوسرا آدمی گرگیا پس آیا دوسرے کے وارث کو مولے کے دانستگیر ہونے کا اختیار ہی یا نہین ہی سو اس مسئلہ مین بھی ایسا ہی اختلاف ہی جو مذکور ہوا - اور اس بات پر اجماع ہی کہ اگر کنوان کھودنے والا غلام محض رہا اور مولے نے وہ غلام وارث مقتول کو دیدیا پھر اُسمین دوسرا گرگیا اور مرگیا تو دوسرا مولی سے

کچھ نہین لے سکتا ہی خواہ مولے نے غلام مذکور اول کو بحکم قاضی دیا ہو یا بغیر حکم قاضی دیا ہو اور اسپر بھی اجماع ہی کہ اگر مولے نے مقتول اول کے وارث کو مدبر کی قیمت ندی یہانتک کہ دوسرا آدمی اس کو مین مین کر کر مر گیا پھر مولی نے اُسکی قیمت بغیر حکم قاضی کے اول کو دیدی تو مقتول دوم کے وارث کو اختیار ہوگا کہ مولے کا دانستگیر ہو کر اُس سے مدبر کی نصف قیمت لے لے پھر مولے اُسکو وارث اول سے واپس لیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر مدبر نے راہ مین پتھر رکھدیا یا پانی بہا دیا یا جانور اسطرح ہانکا کہ کوئی تلف ہوا تو یہ بمنزلہ کنوان کھودنے کے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - مدبر نے اگر خطا سے جنایت کی اور اُسکی قیمت بلا حکم قاضی دیگئی پھر وہ مکاتب کر دیا گیا پھر اُسنے جنایت کی اور قیمت دینے کا حکم دیا گیا اور پھر مذبحگئی پس اُسنے دوسری جنایت کی پھر مکاتب سو درم چھوڑ کر مر گیا تو سو درم دوسرے مقتول کے وارث کو ملینگے اور بقیہ کو اختیار ہوگا چاہے اول کے ساتھ شریک ہو جاوے یا مولے کا دانستگیر ہو یہ کافی مین ہی - اور اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور اُسکی قیمت اسوقت ہزار درم ہی پس بحکم قاضی مولے نے قیمت اُسکو دیدی پھر اُسکی قیمت پانچ سو درم رہگئی - پھر اُسنے دوسرے کو قتل کیا تو ہزار درم جو اول نے وصول کیے ہین اُسمین سے پانچ سو درم خاص اول کے ہونگے - اور پانچ سو درم باقی مین دونون شریک ہونگے پس اول پانچ سو درم کم دس ہزار کے حساب سے اور دوسرے مقتول کا دس پورے دس ہزار کے حساب سے شریک کیا جائیگا پس یہ دراہم دونون مین اثنا لیس حصون پر ہر پانچ سو درم کا ایک حصہ قرار دیکر تقسیم ہونگے پس اُنیس حصہ اول کو اور بیس حصے دوم کو ملینگے یہ مبسوط مین ہی - اصل مین فرمایا کہ اگر مدبر نے اپنے مولے کو خطا سے قتل کیا تو اُسکی جنایت ہدر ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے بسبب رد وصیت کے اور اگر مدبر نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا تو اُسپر اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرنا واجب ہوگا اور قصاص واجب ہوگا اور جب سعایت و قصاص دونون واجب ہوے تو وارثون کو اختیار ہوگا چاہین اُسکی قیمت کے واسطے اُس سے سعایت کر اکر پھر اُسکو قتل کرین یا فی الحال اُسکو قتل کر دین اور اپنا حق سعایت باطل کر دین - اور اگر مولی کے دو بیٹے ہون کہ اُنکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہو پس ایک نے اُسکو عفو کیا تو مدبر پر واجب ہوگا کہ اپنی پوری قیمت اور اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے پس پوری قیمت مین بوجہ رد وصیت کے سعایت کریگا کہ وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگی اور نصف قیمت خاص اُس وارث کے واسطے جسنے عفو نہین کیا ہی یہ محیط مین ہی - ایک غلام تاجر نے جسپر قرضہ ہی اپنے مولے کو خطا سے قتل کیا تو اُسپر اپنی قیمت کے واسطے جو قرضخواہون کو ملیگی سعی کرنی واجب ہی پھر اگر اُس قیمت کے بعد بھی قرضہ رہجاوے تو بحالہ باقی رہیگا - اسی طرح اگر غلام ماذون نے جسپر قرضہ ہی اپنے مولے کو مجروح کیا کہ وہ چارپائی پر پڑ گیا - اور برابر بیمار پڑا رہا یہان تک کہ مر گیا حالانکہ اُسنے بیماری مین اس غلام کو آزاد کر دیا ہی اور اس غلام کے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر اُسنے ایسی حالت مین آزاد کیا کہ جب چلتا پھرتا تھا پس اگر کچھ مال چھوڑا ہو تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا چاہین مولی کے ترکہ سے اُسکی قیمت وصول کرین اور باقی قرضہ کو غلام سے لین یا پورا قرضہ غلام سے وصول کرین اور غلام پر وارثان مولی کے واسطے سعایت واجب نہوگی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر اُسکو مولے نے اپنے مرض مین آزاد کیا اور اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر اُسنے اپنے مولی کو خطا سے قتل کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک دو قیمتون کے واسطے سعایت کریگا اور صاحبین رح کے نزدیک ایک قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور مولے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی - اسی طرح اگر مولی کا مال ہو اور یہ غلام اُسکی تہائی سے نکل سکتا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی

اور اگر مدبر نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو ولی ہین ایک مدبر کا بیٹا ہی تو مدبر پر دو قیمتون کے واسطے سعایت کرنی واجب ہوگی ایک قیمت بسبب رد وصیت کے اور دوسری بسبب جنایت کے یہ بسوط مین ہی۔ مدبرہ باندی نے جو حاملہ ہو اپنے مولے کو خطا سے قتل کیا پھر مولی کی موت کے بعد اُسکے بچہ پیدا ہوا تو بچہ کچھ سعایت نکریگا اور اگر اُسنے مولی کو مجروح کیا پھر بچہ جنی پھر مولے اس زخم سے مرگیا تو مدبرہ اپنے قیمت کے واسطے سعایت کریگی اور بچہ مولی کے تہائی مال سے آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مدبر دو آدمیون مین مشترک ہو اور اُسنے ایک مولے کو قتل کیا اور ایک اجنبی کو خطا سے قتل کیا تو مولے سے پہلے اجنبی کے خون کا تصفیہ کیا جائیگا پس زندہ مولے پر اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی اور مولائے مقتول کے مال سے نصف قیمت واجب ہوگی پھر اس پوری قیمت مین سے مولائے مقتول کے وارث کو چوتھائی حصہ ملیگا اور اجنبی کے وارث کو تین چوتھائی۔ اسوجہ سے کہ مولائے مقتول نے جو کچھ تاوان دیا ہی اُسمین اُسکا کچھ حق نہین ہی کیونکہ خطا سے مدبر کی جنایت اپنے مولی پر ہرگز ہوتی ہی پس یہ نصف قیمت وارث اجنبی کو سالم ملیگی پھر دوسرے نصف مین وارث مقتول وارث اجنبی کے ساتھ شریک ہوگا پس پانچ ہزار کے حساب سے یہ اور پانچ ہزار کے حساب سے وہ اس نصف قیمت مین شریک ہونگے پس دونون مین نصف نصف ہوگی پھر مدبر پر واجب ہوگا کہ اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے جسمین سے نصف وارثان مولائے مقتول کو اور نصف مولائے زندہ کو ملیگی۔ اور اگر اُسنے مولے کو عمداً قتل کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو مولائے مقتول کے مال سے اور مولائے زندہ سے اُسکی پوری قیمت وارث مقتول اجنبی کو دلائی جائیگی پھر مدبر اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا وہ دونون مولا ؤن مین نصفا نصف ہوگی اور غلام مذکور قصاص مین قتل کیا جائیگا اور اگر مقتول عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے عفو کیا تو جسنے عفو نہین کیا ہی اُسکے واسطے نصف قیمت کی سعایت کریگا اور قصاص ساقط ہوگا۔ اور اگر مدبر نے کسی کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو ولی ہین پس دونون مین سے ایک نے عفو کیا پھر ہر دو مولی مین سے ایک کو خطا سے قتل کیا تو زندہ مولے پر اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی پس اس نصف کے دو حصہ ہوکر ایک حصہ وارث مولائے مقتول کو اور ایک حصہ مین سے آدھا وارث مولائے مقتول کو اور آدھا وارثان عمد کے اُس وارث کو جسنے عفو نہین کیا ہی ملیگا اور مال قتیل سے چوتھائی قیمت مدبر اُس وارث عمد کو دلائی جائیگی جسنے عفو نہین کیا ہی۔ پھر مدبر اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کریگا جو مولائے زندہ اور وارثان مولائے مقتول کے درمیان مشترک ہوگی۔ اور اگر مدبر نے اپنے دونون مولا ؤن کو خطا سے قتل کیا تو رد وصیت کی وجہ سے اپنی پوری قیمت کے واسطے دونون کے وارثون کے لیے سعایت کریگا اور ہر دو فریق وارث مین سے ایک کا دوسرے پر کچھ نہوگا ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک مدبر چھوڑا اور سوائے اسکے اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر مدبر نے کوئی جنایت کی تو اُسپر واجب ہوگا کہ جنایت اور اپنی قیمت دونون مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور امام اعظم رح کے نزدیک مدبر اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا یہ بسوط مین ہی۔ اور صاحبین رح کے نزدیک یہ مدبر گویا آزاد قرضدار ہی پس جرمانہ اُسکی مددگار برادری پر ہوگا اور اگر میت کا کچھ مال ہو جسمین سے تہائی مال سے یہ غلام برآمد ہوتا ہو تو بالاتفاق جرمانہ مددگار برادری پر ہوگا اسی طرح اگر اپنے مرض مین کسی غلام کو آزاد کیا تو ایسی صورت مین مدبر اور ایسے غلام دونون کا حکم یکسان ہی لیکن مولے پر جنایت کرنے مین دونون کے حکم مین فرق ہی تو مدبر

خطا سے اپنے مولے پر جنایت کرنے سے سعایت نکریگا اور دوسرا امام اعظم رح کے نزدیک مکاتب ہی کہ جسنے اپنے مولے پر جنایت کی ہو اور مکاتب اپنے مولے پر خطا سے جنایت کرنے سے سعایت کرتا ہی پس اگر سعایت کرنے سے پہلے مرگیا اور مال چھوڑا اور وہ تہائی مال سے برابر نہوا تو اُسکے مال مین سے اُسکی قیمت اور ارش جنایت سے کم مقدار دلائے جانے کا حکم ہوگا اور اگر اُسنے کوئی بچہ چھوڑا ہو تو وہ اس سب کے واسطے یعنے قرضہ و جنایت وحق وارثان سب کے واسطے سعایت کریگا اور اگر اُسنے حصہ وارثان کے واسطے سعایت کی اور ہنوز حصہ جنایت کے واسطے سعایت نکی تھی کہ مرگیا اور ایک بچہ چھوڑا تو اُسکے بچہ پر کچھ واجب نہوگا - اور اگر اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور مرگیا پھر غلام نے جنایت کی تو وارثان کو اختیار ہی چاہین بعوض جنایت کے دیدین پس عتق باطل ہوجائیگا اور چاہے بطور احسان کے اُسکا فدیہ دیدین پھر اُسکو آزاد کردین خواہ تہائی مال میت سے نکلتا ہو یا نہین پس اگر تہائی مال سے نہ نکلتا ہو تو اپنی قیمت کی دو تہائی کے واسطے وارثان کے لیے سعایت کریگا اور اگر اُسکو جنایت مین دینے یا اُسکا فدیہ دینے سے پہلے وارثون نے اُسکو میت کی طرف سے آزاد کردیا تو اسکو امام محمد رح نے ذکر نہین کیا ہی اور فقیہ ابوجعفر رح نے فرمایا کہ جب اُنھون نے جنایت کا حال معلوم کیا تھا تو دے فدیہ اختیار کرنے والے ہوگئے اور اگر نجانتے تھے تو ارش جنایت اور اسکی قیمت سے کم مقدار کے ضامن ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی ایک مدبرہ کے ایک بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک کی قیمت تین سو درم ہی پھر مدبرہ نے ایسی جنایت کی جسنے اُسکی گردن کو گھیر لیا اور اُسکا مولے مرگیا اور سوائے ان دونون کے کچھ مال نچھوڑا تو دونون صاحب جنایت اور وارثون کے واسطے دو تہائی قیمت یعنے دو سو درم کی سعایت کرینگے اور ایک تہائی یعنے سو درم اُنھین کو مسلم رہینگے یہ کافی مین ہی - اور اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور مال تلف کردیا تو مولے پر وارثان مقتول کے واسطے اُسکی قیمت واجب ہوگی اور مدبر پر واجب ہوگا کہ جو مال اُسنے تلف کیا ہو وہ سعایت کرکے ادا کرے اور کوئی فریق حقدار دوسرے کے ساتھ جو اُسنے لیا ہو شریک نہوگا اور اگر انمین سے کسی مقدمہ کی بابت حکم ہونے سے پہلے مولے مرگیا اور سوائے اس مدبر کے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو مدبر اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور اصحاب جنایت اس قیمت کے مستحق نہونگے بلکہ قرضخواہون کو جنکا مال تلف کیا ہی اس مال کے لینے کی ترجیح ہوگی اور اگر مال قرضہ بہ نسبت قیمت کے زائد ہو تو وہ زیادتی کے واسطے بھی سعایت کریگا - اور اگر قیمت کی بہ نسبت قرضہ کم ہو تو قرضہ سے جسقدر زائد ہو وہ وارثان جنایت کو ملیگا اور اس سے زیادہ وارثان جنایت کا اُسپر کچھ حق نہوگا اسی طرح اگر مولے پر قاضی نے وارثان جنایت کے واسطے اُسکی قیمت کی ڈگری کی اور مدبر پر مال کے واسطے سعایت کرنے کا حکم کیا ہو اور ہنوز مولے زندہ ہو تو بھی حکم یہی ہی اور ام ولد اصحاب جنایت کے واسطے کچھ سعایت نکریگی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر مدبر نے دو آدمیون کا مال تلف کیا اور ایک کے نام مدبر پر سعایت قیمت کا حکم دیا گیا تو دوسرا حقدار بھی اسمین شریک ہوجائیگا اور اگر سعایت کرنے سے پہلے مدبر مرگیا تو باطل ہوگیا اور اگر اُسکو مال ہبہ کیا گیا تو بہ نسبت مولے کے اُسکے قرضخواہ اسکے حقدار ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مدبر نے ہزار درم کسی کا مال تلف کردیا پھر اُسکو مولے نے آزاد کردیا تو صاحب قرض کے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور اگر مولے نے اُسکو آزاد نکیا بلکہ مدبر کو کسی شخص نے قتل کرڈالا اور اُسکی قیمت تاوان ادا کردی حالانکہ مدبر نے بھی اپنی زندگی مین جنایت کی تھی پھر مولے مرگیا اور اُسکا مال سوائے اس قیمت کے نہین ہی - تو قرضخواہ کو بہ نسبت صاحب جنایت کے قیمت پانے مین ترجیح ہی یہ شرح مبسوط مین ہی - اور اگر مدبر کو کسی نے غصب کرلیا اور اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی تو مولی اُسکی قیمت اور ارش دونون مین سے

کم مقدار کا ضامن ہوگا اور اسکو غاصب سے واپس لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر کسی مدبر کو غصب کیا اور اسکے پاس مدبر نے ایک شخص کو عمداً قتل کرنے کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ قتل مولی کے پاس ہوا ہی تو مولے کے پاس یہ قتل ہونا یا غاصب کے پاس ہونا دونون طرح کا اقرار یکسان ہی اور جب مولی کے پاس واپس دیے جانے کے بعد وہ قصاص مین قتل کیا جاوے تو غاصب پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر دو ولی عمد مین سے ایک نے عفو کیا تو دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر اُسنے غاصب کے پاس چوری کا اقرار کیا یا اسلام سے مرتد ہوگیا پھر مولی کو واپس دینے کے بعد وہ ردت پر قتل کیا گیا تو غاصب پر اسکی قیمت واجب ہوگی یا اگر ہاتھ کاٹا گیا تو غاصب پر نصف قیمت واجب ہوگی یہ بسوط مین ہی - ایک شخص نے ایک مدبر کو غصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر اُسنے مولی کو واپس دیا پھر دوبارہ غصب کیا پھر اُسنے غاصب کے پاس دوسری جنایت کی تو مولے پر اسکی قیمت واجب ہوگی جو دونون اصحاب جنایت کے درمیان نصفا نصفا ہوگی پھر غاصب سے اسکی قیمت لیکر نصف قیمت اول کو دیدیگا پھر اسکو دوبارہ غاصب سے واپس لیگا اور وہ مولی کو مسلم رہیگی کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الاسلام رحمہ اللہ تعالے اگر ایک شخص نے ایک مدبر غصب کیا اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر مولے کو واپس دیا پھر اُسنے مولے کے پاس دوسری جنایت کی تو مولی پر اُسکی قیمت دونون فریق جنایت کے واسطے نصفا نصف واجب ہوگی پھر مولے اُسکی قیمت دونون کو ادا کرنے کے بعد نصف قیمت غاصب سے لیکر ولی اول کو دیدیگا پھر اسکو دوبارہ غاصب سے واپس لیگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نصف قیمت غاصب سے لیگا اور وہ مولی کو مسلم رہیگی - اور اگر اُسنے پہلے مولے کے پاس جنایت کی ہو پھر غاصب کے پاس جنایت کی تو مولی کی قیمت ہر دو فریق وارثان جنایت کے درمیان نصفا نصف دیدیگا پھر غاصب سے نصف قیمت واپس لیکر ولی اول کو دیدیگا پھر بالاتفاق اُسکو غاصب سے واپس نہ لیگا یہ کافی مین ہی - اگر مدبر نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر اُسکو ایک شخص نے غصب کر لیا اور غاصب کے پاس اُسنے ہی شخص کو عمداً قتل کیا پھر اُسنے مولی کو واپس کیا تو وہ غلام قصاص مین قتل کیا جائیگا اور مولے پر واجب ہوگا کہ جو جنایت خطا سے اُسنے مولے کے پاس کی تھی اُسکے عوض اُسکی قیمت مقتول کے وارث کو دے پھر غاصب سے اُسکی قیمت واپس لیگا اور اگر دو وارثان عمد مین سے ایک نے خون معاف کیا تو ایک وارث عمد و وارث خطا کے درمیان اُسکی قیمت چار حصے ہوکر تقسیم ہوگی یہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک تین تہائی تقسیم ہوگی پھر جسقدر وارث عمد نے اُس سے لیا ہی اسکو غاصب سے لیکر وارث خطا کو دیدیگا - اور اگر اُسنے پہلے غاصب کے پاس عمداً قتل کیا پھر غاصب نے مولے کو واپس دیا اور مولے کے پاس اُسنے خطا سے ایک آدمی قتل کیا بعد ازانکہ ہر دو وارث عمد مین سے ایک وارث نے اسکو خون معاف کر چکا ہی تو مولے پر ہر دو فریق کے مستحق وارثون کے درمیان اُسکی قیمت اُسی حساب سے واجب ہوگی جیسے ہمنے بیان کی ہی پھر غاصب سے اُسقدر قیمت جو وارث عمد نے جسنے معاف نہین کیا ہی وصول کی ہی مولی لیکر اُسی وارث کو جسنے معاف نہین کیا ہی آدھی قیمت غلام پوری کر دیگا پھر جسقدر مین نصف قیمت پوری کر دی ہی اُسکے مثل غاصب سے دوبارہ واپس لیگا یہ بسوط مین ہی - اگر مدبر نے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا اور مولے نے اُسکی قیمت تاوان دیدی اور اُسکو غاصب سے لے لیا پھر اُسکو دوسرے غاصب نے غصب کیا اور اُسکے

پاس بھی اُسنے کسی کو قتل کیا تو اُسکا وارث بھی اُسی قیمت مین جسکا پہلے نے وصول کیا ہی شریک ہوجائیگا پھر مولے دوسرے غاصب سے نصف قیمت لیکر ولی مقتول اول کو دیدیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر مدبر نے غاصب کے پاس کسی شخص کو خطا سے قتل کیا اور مال تباہ کردیا پھر اسکو کسی آدمی نے خطا سے قتل کیا تو قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ اسکی قیمت اُس شخص کو جسکا مال تباہ کیا ہی دیدے اور مولی پر واجب ہوگا بسبب جنایت کے اُسکی قیمت وارث جنایت کو دیدے پھر اس سب کو غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر مدبر یا غلام مغصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس مال تلف کیا پھر اُسنے مولی کو واپس کیا اور وہ مرگیا تو جسکا مال تلف کیا ہی اُسکو کچھ نہ ملیگا بواسطے کہ اُسکے حق کا محل قیمت ہوگیا ہی اور محل حق کمائی ہوتی ہی یا رقبہ کی مالیت۔ اور مولی کا بھی غاصب پر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر واپس دینے سے پہلے وہ غاصب کے پاس مرگیا تو غاصب پر اُسکی قیمت واجب ہوگی پھر جب مولی اسکو وصول کرے تو قرضخواہون کو دیدیگا پھر اسکے مثل مولی دوبارہ غاصب سے واپس لیگا اور اگر وہ مولی کے کسی خطا سے قتل کیا گیا تو قاتل کی مددگار برادری پر قرضخواہون کے واسطے اُسکی قیمت واجب ہوگی جسکو مولی وصول کرکے قرضخواہون کو دیدیگا پھر اس قیمت کو غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر مدبر نے مولی کے پاس مال تلف کردیا پھر اُسکو غاصب نے غصب کرلیا اور اُسکے پاس مدبر نے اور مین نقصان کھوا پھر اُسنے مولی کو واپس کردیا پھر اُسکو کسی شخص نے خطا سے قتل کیا اور اُسکی قیمت مولی کو تاوان دیدی اور اس قیمت کو قرضخواہون نے لیا پھر غاصب سے ایک چوتھائی کا مالک صاحب قرض کے ساتھ جسنے قیمت وصول کی تھی قیمت مین شریک ہوجائیگا پھر مولی اسکو غاصب سے واپس لیکر اسکو صاحب قرض کو دیدیگا پھر اگر دو آدمی کنوئین مین گرکر مرگیا تو مولی پر مدبر کی قیمت واجب ہوگی اور اسکو غاصب سے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مدبر نے غاصب کو یا اُسکے مالک کو یا ایسے شخص کو جو غاصب کا وارث ہوسکتا ہی قتل کیا تو خون ہدر ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مدبر کے دو مولاؤن مین سے ایک نے اُسکو غصب کرلیا اور اُسکے پاس مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر اُسکو واپس کردیا پھر اُسنے کسی شخص کو عمداً قتل کیا یا مقتول کے دو وارث ہون اُنمین سے ایک نے خون معاف کیا تو دونون پر اُسکی پوری قیمت واجب ہوگی جسمین سے تین چوتھائی وارث مقتول خطا کو اور ایک چوتھائی اُس وارث عمد کو جسنے خون معاف نہین کیا ہی پھر جس مولی نے غصب نہین کیا ہی وہ غصب کرنے والے سے تین چوتھائی قیمت مدبر کا نصف لے لیگا یعنی جسقدر اُسنے وارث مقتول خطا کو تاوان دیا ہی اسمین سے وارث خطا کو آٹھوان حصہ غلام کی قیمت کا دیدیگا اور پھر مولای غاصب سے اسکو واپس لیگا یہ شرح مبسوط مین ہی اور ذمی کا مدبر غلام ان سب احکام مین مثل مدبر غلام مسلمان کے ہی اور ذمی کے غلام مدبر کی جنایت اُسکے مولی پر ہوگی لیکن مولی کے مسلمان ہونے کی وجہ سے مدبر ذمی مذکور پر سعایت کا حکم دیا جائیگا جسسے کہ اُسکا حکم مثل حکم مکاتب کے ہوگا۔ اسی طرح حربی مستامن کے مدبر کا بھی یہی حکم ہی۔ لیکن اگر حربی مذکور نے اُسکو دارالاسلام مین مدبر کیا پھر وہ دارالحرب مین واپس گیا اور وہان مسلمانون نے ملک فتح کرکے اُسکو قید کیا تو مدبر آزاد ہوجائیگا اور وہ ذمی مسلمانان ہوگا اور مدبر نے جو جنایت اسکے قید ہوجانیکے بعد کی ہی اُسکا وہ ضامن نہوگا۔ یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ام ولد نے عمداً اپنے مولی کو قتل کیا پس اگر مولے کا اُس سے کوئی بچہ نہو تو ام ولد مذکورہ پر قصاص واجب ہوگا اور اُسپر سعایت واجب نہوگی بسبب اسکے کہ وہ آزاد ہوگئی ہی اور اگر مولی کی اُس سے کوئی اولاد ہو تو اُسپر قصاص واجب نہوگا پھر وہ اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کریگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مولی کو اُسکی ام ولد نے عمداً قتل کیا اور وہ مولے سے حاملہ ہی اور اُسکا کوئی بچہ نہین ہی تو اُسپر قصاص واجب نہوگا پس

ف۵ قولہ الخ مفہوم اس کا یہ ہی کہ مکان کا پہلا حصہ

اگر ام ولد پیٹ کے بچہ کو زندہ جنی تو تمام وارثوں کے واسطے ام ولد مذکورہ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر مردہ بچہ جنی تو اُسپر فصاص واجب ہوگا اور اگر کسی شخص نے اسکے پیٹ مین صدمہ پہونچایا کہ وہ بچہ مردہ ساقط ہوا تو مارنے والے پر غرہ واجب ہوگا اور ام ولد کو اس غرہ مین سے میراث ملیگی اور وہ اپنے مولی کے قصاص مین قتل کیجائیگی پھر غرہ مین سے جو اُسکی میراث تھی وہ اُسکے سوئے کے بیٹون کو میراث ملیگی اور وہ لوگ اسکی میراث سے محروم نہونگے اسواسطے کہ انھون نے اسکو حق پر قتل کیا ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر ام ولد نے اپنے سوئے کو اور ایک اجنبی کو عمداً قتل کیا اور مولی سے اُسکے کوئی اولاد نہین ہے پھر مولی کے دو وارثون مین سے ایک نے اور اجنبی کے دو وارثون مین سے ایک نے اُس ام ولد کو ساتھ ہی خون معاف کیا تو ام ولد پر اُسکی نصف قیمت ہر دو وارثان باقی کے واسطے واجب ہوگی اور یہ قیمت اسی کے مال سے واجب ہوگی مولی پر واجب نہوگی اور اگر دونون معاف کرنے والون نے آگے پیچھے معاف کیا تو بالاتفاق اپنی تین چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کریگی یہ امام اعظم رح کے نزدیک یہ تین چوتھائی قیمت بطریق عول ومضاربت کے تقسیم ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک بسبیل منازعت کے تقسیم ہوگی - اور واضح ہو کہ بر سبیل منازعت کے اس مسئلہ کی تصحیح اسطرح پر ہوگی کہ ہر دو ولی مولی مین سے ایک ولی کے واسطے جو نصف قیمت واجب ہوا اُسمین سے چوتھائی قیمت ہر دو ولی اجنبی مین سے ایک ولی نے تعلق حق سے فارغ ہی پس وہ ولی مولی کو بلا منازعت دیدی جائیگی اور چوتھائی قیمت جو نصف واجب ہے اُسمین سے آدھی ہر دو مستحق ولی اجنبی کو بلا منازعت دیدی جائیگی اور باقی رہی ایک چوتھائی قیمت اسمین دونون منازعت یکسان ہین پس دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی - پس ہر دو مستحق مین سے ہر ایک کا حصہ قیمت کا تین آٹھوان حصہ ہوے - اور بطریق عول ومضاربت کے اسکی اسطرح پر کہ نصف قیمت جو اول کے واسطے واجب ہوئی اسمین دو حق صحیح ہوے ایک حق مولی اُسکے پورے کے حساب سے اور حق دیگر اُسکے نصف کے حساب سے پس اسمین ہر ایک بمقدار اپنے حق کے شریک کیا جائیگا پس اُسکے تین حصے ہوکر دو حصہ اول کو اور ایک حصہ دوسرے کو ملیگا اور پھر وہ چوتھائی قیمت کا مستحق ہوا ہی اور یہ چھٹا حصہ اوپر چھٹے حصہ کا نصف ہی پھر اسکو پہلے حصہ کی طرف ملانے سے اُسکے واسطے دو تہائی قیمت اور بارہوان حصہ قیمت ہوگیا - اور اگر ام ولد نے اپنے مولی کو قتل کیا اور مولی کا اُس سے کوئی بیٹا نہین ہے اور ایک اجنبی کو بھی قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین پس ایک نے اُسکو عفو کیا تو ام ولد مذکور اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگی جسمین سے دو تہائی وارثان مولی کو ملیگی اور ایک تہائی اجنبی کے وارث کو جسنے عفو نہین کیا ہی ملیگی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک تین چوتھائی وارثان مولے کو ملیگی اور اگر اجنبی کے وارث کے عفو کرنے سے پہلے وارثان مولی نے قیمت بحکم قاضی لے لی تو ورثان اجنبی کو اُسمین شرکت کرنے کا اختیار ہی اور ام ولد مذکورہ کے دامنگیر نہونگے اسواسطے کہ جو کچھ اُسپر واجب تھا اُسنے ادا کردیا اور اسی طرح اگر بغیر حکم قاضی کے لی ہو تو بھی صاحبین رح کے نزدیک یہی حکم ہی مگر امام اعظم رح کے نزدیک اُنکو اختیار ہوگا - اور اگر اجنبی کے وارث نے عفو کرنے کے بعد اُنھون نے لے لی ہو تو صحیح یہ ہی کہ وارث اجنبی کو اختیار ہوگا چاہے وارثان مولی سے بحکم قاضی لی ہو یا بدون حکم قاضی وصول کرلی ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک بحکم قاضی لینے کی صورت اور بغیر حکم قاضی لینے کی صورت دونون صورتون مین فرق کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر مدبر ومکاتب وام ولد وغلام سب نے متفق ہوکر ایک شخص کو قتل کیا پس ہر ایک نے چوتھائی جان تلف کی ہی پس مولا غلام سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا چوتھائی دیت اسکا فدیہ دے اور مکاتب اپنی قیمت اور چوتھائی دیت دونون مین سے کم مقدار کے واسطے سعی کریگا اور مولا سے مدبر وام ولد پر ہر ایک کی قیمت اور چوتھائی دیت مین سے کم مقدار واجب ہوگی

یہ مبسوط مین ہی۔

فصل سوم ۔مکاتب کی جنایت و جنایت کا اقرار کرنے کے بیان مین ۔مکاتب نے اگر ایسی جنایت کی جس سے مال واجب ہوتا ہی تو وجوب مال مکاتب ہی پر ہوگا اُسکے مولی پر نہوگا یہ بالاجماع ہی ہمارے علماء مین اسمین اختلاف نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر مکاتب نے خطا سے جنایت کی تو اُسپر واجب ہوگا اپنی قیمت جو جنایت کے روز تھی اور مقدار ارش جنایت مین سے جو کم مقدار ہو ادا کرے یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اگر مکاتب نے جسکی قیمت دس ہزار درم یا زیادہ ہی کسی شخص کو قتل کیا تو دس درم کم دس ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر وارث جنایت اور مکاتب نے مکاتب کے خطا سے قتل کیا ہو روز جنایت کی قیمت مین اختلاف کیا تو مکاتب کا قول قبول ہوگا یہ جامع مین ہی۔ اسی طرح اگر مکاتب کی آنکھ پھوڑی گئی پس مکاتب نے کہا کہ میری آنکھ پھوڑی جانے کے بعد مین نے جنایت کی ہی اور دوسرا کہا کہ پہلے جنایت کی ہی تو قول اُسی کا قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ مکاتب کے نفس جنایت کرنے سے امام اعظم رح و امام محمد رح دو دوم قول امام ابو یوسف رح کے موافق یہی واجب ہوتا ہی کہ وہ دیدیا جاوے اور اس واجب کی تحویل مال کی جانب تین باتون مین سے ایک بات کے پائے جانے سے ہوتی ہی یا تو قاضی نے مال کا حکم دیا ہو یا مال پر صلح ہوگئی ہو یا بسبب عتق کے یا وفاے کتابت کے لائق مال چھوڑ کر مکاتب کے مرنے سے اسکے دیے جانے سے یاس ہو جاوے۔ پس اگر مکاتب نے جنایت کی اور عاجز ہو کر پھر رقیق ہو گیا پس اگر قاضی کے مال کا حکم دینے سے یا مال پر باہمی صلح ہونے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا ہو تو مولے سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اگر بعد قاضی کے مال کا حکم دینے یا باہمی مال پر صلح کرنے کے وہ عاجز ہوا تو امام اعظم رح و امام محمد رح دو دوم قول امام ابو یوسف رح کے موافق وہ اس مال کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور خود دیا نجائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر حاکم نے جنایت کے عوض مال کا حکم دیا تو مکاتب کے ذمہ بطور قرضہ ہو جائیگا اور اُسکی گردن پر سے ساقط ہو جائیگا اور قبل ایسے حکم کے اُسکی گردن پر ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے چند جنایتین کین پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا تو مکاتب پر اُسکی قیمت وارث جنایت سے کم مقدار اُسکے ذمہ قرضہ ہو جائیگی۔ اور اگر اُسپر اس مال کا حکم دیا گیا اور اُسنے بعض کا حق ادا کیا تو جو اُسنے کیا ہی وہ جائز ہوگا اور دوسرے والیان جنایت اُسکے اس مال مین شریک نہونگے اور اگر اُسپر جنایت کی ڈگری ہوئی یہانتک کہ وہ عاجز ہو گیا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا پس اگر جنایت سے آگاہ ہو کر آزاد کیا تو وہ فدیہ اختیار کرنے والا ہوا اور اگر آگاہ نہ تھا تو اُسنے اُسکے رقبہ کو تلف کیا اسواسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا اور ہنوز اُسپر کچھ ڈگری نکی گئی یہان تک کہ وہ عاجز ہو گیا اور اُسپر قرضہ ہی اور مولی نے اُسکو جنایت مین دیدیا تو قرضخواہ اُسکو قرضہ مین فروخت کرا سکتا ہی اور اگر مولی نے اُسکا فدیہ دیدیا تو قرضہ مین فروخت کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے خطا سے دوسری جنایت کی پس اگر قاضی نے دوسری جنایت کرنے سے پہلے اُسپر اُسکی قیمت وارث جنایت مین سے کم مقدار کا حکم دیا ہو تو اُسپر دوسرے مقتول کے وارث کے واسطے بھی اُسی قدر واجب ہوگا جسقدر پہلے کے واسطے واجب ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اسی طرح جو جنایت پہلی جنایت کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد اُس سے صادر ہوا اُسکا یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر قاضی نے اُسپر جنایت اول کے واسطے حکم نہ دیا ہو یہان تک کہ اُسنے دوسری جنایت کی تو اُسپر واجب ہوگا کہ دونون کے واسطے اپنی قیمت اور ہر دو جنایت کے ارش سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور یہ قیمت دونون مین مشترک ہوگی

اور یہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح دوم قول امام ابو یوسف کا ہے ذخیرہ مین ہی۔ اور ہر جنایت مین مکاتب کے روز جنایت کی قیمت کی طرف لحاظ کیا جائیگا اور بعد جنایت کے اگر اُسکی قیمت زیادہ ہوجاوے تو اسکا کچھ اعتبار نہوگا اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور راہ مین ایک کنوان کھودا اور راہ مین کوئی امر ناجائز پیدا کردیا پھر کنوئین مین ایک آدمی گر کر مر گیا پھر قاضی نے اُسپر کنوئین مین گرنے والے اور مقتول کے واسطے اُسکی قیمت کی ڈگری کی اور دونون کے واسطے اُسنے سعایت کی پھر جو اُسنے راہ مین پیدا کردیا ہی اُس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو وہ بھی پہلے والون کے ساتھ اس قیمت مین شریک ہوجائیگا اور اسطرح اگر کنوئین مین دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اُسنے دوسرا کنوان کھودا اور اُسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا تو قاضی اُسپر دوسری قیمت کی ڈگری کریگا اور اگر پہلے کنوئین مین کوئی گھوڑا گر کر مر گیا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہوگی وہ اُسکے ذمہ قرضہ رہیگی کہ اُسکے واسطے وہ سعایت کریگا چاہے جسقدر ہوا اور اصحاب جنایات اسکے ساتھ شریک نہین ہوسکتے ہین یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور اُسوقت اُسکی قیمت ہزار درم تھی اور ہنوز اُسپر کچھ حکم نہ دیا گیا تھا اُسنے دوسرے کو خطا سے قتل کیا اور اُسوقت اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی پھر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو وہ مکاتب پر حکم کریگا کہ دو ہزار درم کے واسطے سعایت کرے جسمین سے ایک ہزار درم جو قیمت مین بڑھ گئے ہین خاصۃً مقتول ثانی کے وارث کے ہونگے اور ایک ہزار درم جنایت اولی کے وقت کی قیمت مین اول و ثانی دونون کے ولی بقدر اپنے اپنے حق کے شریک ہونگے اور ولی مقتول ثانی کا حق نو ہزار درم ہوگا اسواسطے کہ ایک ہزار درم اُسکو مل چکے ہین اور ولی اول کا حق پورا دس ہزار درم کا ہوگا پس ہزار درم کے اُنیس (۱۹) حصے کیے جاوینگے جسمین سے دس (۱۰) حصے اول کو اور نو (۹) حصے دوم کو ملینگے پس سعایت سے جو کچھ حاصل ہوا اُسکا نصف خاصۃً دوسرے کا ہوگا اور باقی ایک نصف مین اُنیس (۱۹) حصے ہوکر اول و دوم بقدر اپنے اپنے حق کے لے لینگے یہ محیط مین ہی۔ مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اُسوقت اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی پھر کانا ہوگیا پھر اُسنے دوسرے کو خطا سے قتل کیا اُسوقت اُسکی قیمت ہزار درم تھی تو اُسپر دو ہزار درم کی ڈگری ہوگی جنمین سے ایک ہزار درم خاصۃً اول کے ہونگے اور باقی ہزار درم دونون مین اپنے اپنے حق کے موافق مشترک ہونگے اور اول کا حق بحساب نو ہزار درم کے اور دوسرے کا بحساب دس ہزار درم کے ہوگا پس ہزار درم دونون مین اُنیس (۱۹) حصے ہوکر تقسیم ہونگے جسمین سے دس حصے دوسرے کے اور نو حصے اول کے ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر اُسپر ایک جنایت کے مقدمہ مین حکم دیا گیا پھر اُسنے تیسرے کو خطا سے قتل کیا تو جسکے نام ڈگری ہوئی ہی اُسکے واسطے نصف قیمت جسکی ڈگری ہوئی ہی ہوگی پھر تیسرے کے واسطے غلام کی نصف قیمت کی ڈگری ہوگی وہ خاصۃً اُسکی ہوگی پھر جسکے نام کچھ ڈگری نہین ہوئی ہی اُسکے نام نصف قیمت کی ڈگری اسطرح ہوگی کہ وہ اُسکے اور تیسرے کے درمیان تین تہائی ہو کہ جسمین سے دو تہائی دوسرے کو اور ایک تہائی تیسرے کو ملیگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے دو آدمیون کو خطا سے قتل کیا پس ایک کے واسطے نصف قیمت کی ڈگری کی گئی اور دوسرا غائب ہی پھر مکاتب نے تیسرے کو خطا سے قتل کیا پھر عاجز ہوکر رقیق کردیا گیا تو مولی کو اختیار دیا جائیگا چاہے اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو مذکور ہی کہ نصف ولی مقتول ثالث کو دیدیگا پھر یہ نصف بعوض اُس نصف قیمت کے جسکی ڈگری ولی مقتول اول کے نام ہوئی فروخت کیا جائیگا اور دوسرا آدھا قتیل ثالث اور ثانی کے وارثون کے درمیان بقدر اُن دونون کے حقوق کے تقسیم ہوگا اور دوسرے کا حق بحساب دس ہزار کے ہی اور تیسرے کا بحساب

پانچ ہزار کے ہی پس دوسرا نصف ان دونون مین تین تہائی ہوگا کہ نصف کا دو تہائی دوسرے کے وارث کو اور ایک تہائی تیسرے کے وارث کو ملیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کو دس ہزار درم اور تیسرے کو بھی دس ہزار درم فدیہ دینگا اور غلام مذکور دوم و سوم کے حق سے پاک ہوجائیگا اور اول کے واسطے غلام کی نصف قیمت غلام پر قرضہ رہیگی پس مولی سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکا قرضہ ادا کردے یا غلام تیری طرف سے فروخت کیا جائیگا پھر جب مولی نے قرضہ ادا نکیا حتے کہ بیع کرنا واجب ہوا تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ پورا غلام اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا نہ آدھا بخلاف اسکے اگر دوسرے کے واسطے نصف قیمت کا حکم دیا گیا اور مولی نے باقی دونون کو فدیہ دیدیا کہ اس صورت مین اگر مولی نے قرضہ غلام ادا نکیا حتے کہ قرضہ کے عوض غلام کا فروخت کرنا لازم آیا تو نصف غلام فروخت کیا جائیگا پورا نہین فروخت کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر مکاتب نے ایک شخص کو خطاسے قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین پس اُسپر قاضی نے ایک کے واسطے نصف قیمت کی ڈگری کردی اور دوسرے کے واسطے کچھ چلا نکیا پھر اُسنے دوسرے کو قتل کیا اور دوسرے نے آکر قاضی سے نالش کی اور مکاتب ہنوز مکاتب ہی۔ تو اُسکے واسطے تین چوتھائی قیمت کی ڈگری کریگا پھر اگر مکاتب عاجز ہوگیا اور درمیانی شخص آیا تو مولے اُسکو چوتھائی غلام دیدیگا یا نصف دیت اُسکا فدیہ دیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے جنایت کی پھر مرگیا پس اگر اُسپر جنایت کا حکم ہونے سے پہلے عاجز ہوکر مرا ہی اور سوم چھوڑے ہین حالانکہ کتابت کا مال اس سے زیادہ ہی تو جنایت باطل ہوگی اور سوم جو اُسنے چھوڑے ہین وہ مولے کو ملینگے اور اگر اُسپر جنایت کا حکم ہوجانے کے بعد مرا ہی تو جسقدر اُسنے چھوڑا ہی اُسمین سے جنایت کا حق ادا کیا جائیگا۔ اور اگر اُسپر جنایت کا حکم ہوجانے کے بعد یا اس سے پہلے وہ اسقدر مال چھوڑ مرا جس سے کتابت ادا ہوجاوے تو جنایت باطل نہوگی بلکہ پہلے اس مال سے جنایت پھر کتابت ادا کیجائیگی پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان مکاتب کو ملیگا۔ یہ حکم اُسوقت ہی کہ مکاتب پر سوائے جنایت کے اور قرضہ نہو اور اگر سوائے جنایت کے اُسپر اور قرضہ ہو اور اُسنے اسقدر چھوڑا ہی کہ جس سے قرض و جنایت و کتابت ادا ہوسکتی ہی پس اگر اُسپر جنایت کا حکم ہوجانے کے بعد مرا ہی تو دلی جنایت قرضخواہون کی راہ پر اُنکا شریک ہوگا اور قرضے جنایت پر مقدم نہونگے پس پہلے سب قرضے سمیت جنایت ادا کیے جاوینگے پھر کتابت پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان مکاتب کا ہوگا اور اگر قاضی نے اُسپر جنایت کا حکم نکیا ہو یہانتک کہ وہ مرگیا تو جنایت پر قرضے مقدم ہونگے اور یہ اُسوقت ہی کہ جب مکاتب نے اسقدر چھوڑا ہو کہ جس سے قرضے و جنایت و کتابت سب ادا ہوسکتے ہین اور اگر کتابت ادا نہوسکے بلکہ فقط قرضے اور جنایت ادا ہوسکتی ہی پس اگر مکاتب کی موت سے پہلے قاضی نے اُسپر جنایت کا حکم دیدیا ہو تو جنایت باطل نہوگی اور اُسکی کمائی سے قرضے و جنایت سب ادا کیے جاوینگے اور اگر قاضی نے اُسپر قبل موت کے جنایت کا حکم نہ دیا ہو تو جنایت باطل ہوجائیگی اور اُسکی کمائی سے قرضے ادا کیے جاوینگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر یہ مکاتب مرگیا اور اُسنے ایسی اولاد چھوڑی جو کتابت کی حالت مین اُسکی باندی سے پیدا ہوئی ہی اور اُسپر قرضہ ہی اور جنایت ہی خواہ جنایت کا حکم قاضی نے دیدیا ہی یا نہین دیا ہی تو اُسکا فرزند قرضہ و جنایت و کتابت سب کے واسطے سعایت کریگا اور امین سے کسی کے اولاً ادا کرنے کی بابت اُسپر جبر نکیا جائیگا اور اگر اُسپر جنایت کا حکم ہوجانے کے بعد اُسکا فرزند عاجز ہوگیا اور رقیق کردیا گیا تو فروخت کیا جائیگا اور اُسکا ثمن قرضخواہون و اولیاء جنایت کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگیا اگر جنایت کا حکم ہونے سے پہلے عاجز ہوگیا تو جنایت باطل ہوجائیگی پھر قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اگر مکاتب کی موت کے وقت اُسکی ام الولد زندہ ہو اور مکاتب پر قرضہ نہو اور اُسپر جنایت کا حکم ہوگیا ہی یا نہین ہوا ہی تو مان و بچہ

دونون پر مکاتب کی قیمت وارث جنایت معہ بدل کتابت مین سے جو کم مقدار ہو اُسکے واسطے سعایت واجب ہوگی اور اگر دونون پر اسکا حکم دیا گیا ہو یا ندیا گیا ہو حتے کہ انمین سے کسی نے خطا سے کسی کو قتل کیا تو اس جنایت کرنے والے پر وارث مقتول کے واسطے اُسکی قیمت کا حکم ہوگا سوائے اُس مال کے جو دونون پر جنایت مکاتب کے ولی کا واجب ہی پھر اسکے بعد اگر دونون عاجز ہوگئے تو ہر ایک اپنی جنایت کے واسطے خاصۃً فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن مین سے اُسکی جنایت کے ولی کو دیکر کچھ باقی رہا تو مکاتب کی جنایت کے ولی کو ملیگا یہ مبسوط مین ہی - ایک مکاتبہ نے جنایت کی پھر اسکے بچہ پیدا ہوا پھر وہ عاجز ہوگئی اور ہنوز اُسپر جنایت کا حکم نہین کیا گیا ہی تو وہ اکیلی دیدی جائیگی اور اگر مکاتبہ پر ڈگری کی گئی ہو پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ فروخت کیجائیگی پس اگر اُسکے ثمن مین جنایت کا پورا پڑا تو خیر ورنہ اُسکا بچہ بھی فروخت کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مکاتبہ مرگئی اور اُسنے سود رم اور ایک بیٹا جسکو وہ حالت کتابت مین جنی ہی چھوڑا اور مکاتبہ پر قرضہ ہی اور اُسنے خطا سے کسی کو قتل کیا ہی خواہ جنایت کا حکم اُسپر ہوچکا ہی یا نہین ہوا ہی تو اُسکے بیٹے پر حکم دیا جائیگا کہ جنایت اور کتابت کے واسطے سعایت کرے پھر یہ سود رم اہل جنایت و اہل قرضہ کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہونگے اور اگر بیٹے نے کچھ قرضہ لیا اور کوئی جنایت کی اور اُسپر اسکا معہ اُسکے جو اُسپر اُسکی مان کی جنایت و قرضہ کا حکم دیا گیا ہی حکم کیا گیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ اس سب کے واسطے سعایت کرے پھر اگر وہ عاجز ہوگیا تو خاصۃً اپنے قرضہ جنایت کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن سے کچھ بچ رہا تو اُسکی مان کے قرضہ و جنایت مین حصہ رسد دیا جائیگا اور اگر اُسپر اُسکے جنایت کا حکم ہونے سے پہلے وہ عاجز ہوگیا تو اُسکا مولے اس جنایت کے عوض اُسکو دیدیگا یا اُسکا فدیہ دیدیگا اور اگر اُسکو دیدیا تو فقط اُسکے قرض خواہ پیچھا کرکے اُسکو فروخت کراوینگے اور اُسکی مان کے قرض خواہ و اہل جنایت اُسکا پیچھا نہین کرسکتے ہین پھر اُسکے ثمن مین سے کچھ باقی رہا تو اُسکی مان کے قرض خواہ و اہل جنایت کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی - اور اگر مولے نے اُسکا فدیہ دیدیا تو وہ جنایت سے پاک ہوگیا پس اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن مین سے کچھ باقی رہا تو اُسکی مان کے قرضہ و جنایت مین دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی - ایک مکاتب نے تین آدمیون کو خطا سے قتل کیا پھر ایک کے وارث نے اُسکو اپنا حصہ ہبہ کیا پھر وہ عاجز ہوا تو تہائی غلام مولی کو دیا جائیگا اور دو تہائی غلام کو چاہے مولی دیدے یا اُسکا فدیہ دے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین پس ایک نے اُسکو معاف کردیا تو دوسرے کے واسطے نصف قیمت کے لیے سعایت کریگا یہ مبسوط مین ہی - ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہی پھر ایک نے اُسکو بدون اجازت دوسرے شریک کے مکاتب کردیا پھر اُسنے جنایت کی تو اپنے نصف کے واسطے سعایت کریگا اور شریک اُسکے نصف اور نصف ارش سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اگر اُسنے کتابت ادا نکی ہو یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر غلام دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک نے اپنا حصہ بدون اجازت دوسرے کے مکاتب کردیا پھر اُسنے جنایت کی پھر ادا کرکے آزاد ہوگیا تو مکاتب پر اُسکی نصف قیمت و نصف ارش مین سے کم مقدار کا حکم دیا جائیگا اور جس شریک نے اُسکو مکاتب نہین کیا ہی وہ مکاتب کی کمائی سے جو اُسنے مکاتب کرنے والے شریک کو دی ہی نصف لے لیگا پھر مکاتب کرنے والا اسقدر مکاتب سے واپس لیگا پھر جسنے مکاتب نہین کیا ہی اُسکو اختیار ہی آزاد کردے اور چاہے غلام سے سعایت کراوے اور چاہے شریک سے ضمان لے - اور

ان صورتون مین سے جو اُسنے اختیار کی اور قبضہ کیا تو وہ مکاتب کی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا - اسی طرح اگر اُسنے شریک کی اجازت سے (یعنے درصورتیکہ ضمان دیدینے کے) مکاتب کیا ہو تو بھی یہی حکم ہوگا لیکن اس صورت مین شریک مکاتب کنندہ پر ضمان نہین ہوسکتی ہی - یہ امام اعظم رح کا قول ہی - اور اگر مکاتب سے قبل اُسکے آزاد ہوجانے کی جنایت کی خصومت کی گئی اور اُسپر نصف ارش جنایت کا حکم دیا گیا پھر وہ کتابت سے عاجز ہوا تو جسقدر مال کی اُسپر ڈگری ہوئی ہی اُسکے واسطے اُسکا نصف فروخت کیا جائیگا اور وہ نصف اُسکا حصہ ہی جسنے مکاتب کیا ہی اور جسنے مکاتب نہین کیا ہی اُس سے کہا جائیگا کہ اتنا حصہ جرمانہ جنایت مین دیدے یا نصف ارش اُسکا فدیہ دے یہ جامع مین ہی - اور اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے اُسکو بقدر اپنے حصہ کے مکاتب کیا پھر مکاتب نے ایک غلام خریدا پھر غلام نے کوئی جنایت کی پھر مکاتب نے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہوگیا تو مکاتب خرید کرنے والے کو اور جسنے مکاتب نہین کیا ہی دونون کو اختیار دیا جائیگا چاہین اُسکو دیدین اور چاہین اُسکے فدیہ مین دیت دین اور اگر یہ غلام مجرم مکاتب کا بیٹا ہوا یا اُسکی باندی سے اُسکے پاس پیدا ہوا ہو تو مجرم مذکور پر واجب ہوگا کہ اپنی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور جس شریک نے مکاتب نہین کیا ہی اُسپر جب تک آزاد نکرے یا سعایت کرا کے وصول نکرے تب تک کچھ واجب نہوگا ہان بعد اسکے اُسپر واجب ہوگا کہ اُسکی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت مین سے کم مقدار کی ضمان دے - اور اگر اس بیٹے نے اپنے باپ پر جنایت کی ہو اور پھر باپ ادا کر کے آزاد ہوگیا تو بیٹے پر نصف قیمت واجب ہوگی پس اسکے واسطے جسنے مکاتب نہین کیا ہی سعایت کریگا اور مکاتب کرنے والے پر اسکی ضمان نہوگی بخلاف ہان کے کہ مکاتب کرنے والا اُسکی نصف قیمت کا جسنے مکاتب نہین کیا ہی اُسکے واسطے ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اگر مشترک باندی کو بدون اجازت اپنے شریک کے مکاتب کیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر دوسرے نے اپنا حصہ ولد مکاتب کیا پھر فرزند نے مان پر یا مان نے اُسپر جنایت کی یعنے قتل کیا تو ہر ایک دونون مین سے مقتول کی تین چوتھائی قیمت امام اعظم رح کے نزدیک واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر دو شخصون کے درمیان ایک باندی مشترک ہو اُسمین سے ایک نے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر اُسمین ایسی کوئی بات پیدا ہوگئی جس سے قیمت بڑھ جاتی ہی یا کسی عیب سے اُسمین نقصان ہوکر پھر زیادتی آگئی پھر وہ آزاد ہوگئی پھر شریک نے مکاتب کرنے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو جس روز آزاد ہوئی ہو اُسکی اس روز کی نصف قیمت تاوان لیگا اور شریک مذکور کو جسنے مکاتب نہین کیا ہی یہ اختیار ہوگا کہ بچہ سے اُسکی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرا دے اور اگر ایک نے اُس باندی مین سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر دوسرے نے بچہ مین سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر بچہ نے اپنی مان پر یا مان نے بچہ پر ایسی جنایت کی جو قتل نفس سے کم ہی - پھر دونون مال کتابت ادا کر کے آزاد ہوگئے اور دونون مولے خوشحال ہین تو جس شریک نے بچہ کو مکاتب کیا ہی اُسکو اختیار ہوگا کہ جسنے مان کو مکاتب کیا ہی اُس سے مان کی نصف قیمت ضمان لے اور چاہے اُس سے سعایت کرا دے اور چاہے اُسکو آزاد کر دے اور جسنے مان کو مکاتب کیا ہی اُسکو بچہ کے مکاتب کرنے والے سے بچہ کی بابت ضمان لینے کچھ استحقاق نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - زید و عمرو مین ایک غلام مشترک ہی اُسنے دونون مین سے ایک کی آنکھ پھوڑ دی مثلاً زید کی آنکھ پھوڑ دی پھر زید نے اُسمین سے اپنا حصہ مکاتب کیا پھر غلام نے زید کو زخمی کیا کہ جس سے زید مر گیا

تو مکاتب مذکور اپنی نصف قیمت دو چوتھائی دیت مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کریگا اور عمر جسنے مکاتب نہین کیا ہو وہ غلام کی نصف قیمت وارثان مقتول یعنے زید کو تاوان دیگا لیکن اگر غلام مذکور مال کتابت ادا کرکے آزاد ہوگیا ہو تو عمر پر یہ نصف قیمت اُسوقت تک دینی واجب نہوگی کہ جب تک وہ اپنے حصہ کا مال بطور تاوان کے یا غلام کی سعایت سے حاصل نکرلے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو اور اُسنے دونون مین سے ایک کی آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے نے اپنا آدھا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کیا حالانکہ وہ اس جنایت سے آگاہ نہو پھر غلام نے اُسپر جنایت کی پھر جسنے اپنا آدھا حصہ فروخت کیا ہو اُسنے یہ حصہ خرید لیا پھر جسپر جنایت کی ہو اُسنے اپنا آدھا حصہ مکاتب کردیا پھر غلام نے اُسپر کوئی جنایت کی پھر غلام ادا کرکے آزاد ہوگیا پھر مکاتب کرنے والا مولی اسکی سب جنایتون سے بری ہوگیا تو مکاتب پر اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت سے کم مقدار واجب ہوگی اور جسنے مکاتب نہین کیا ہو اُسپر اپنے شریک کی دیت کا پہلا حصہ اور چھٹے کا چوتھائی حصہ واجب ہوگا اور غلام کی نصف قیمت اور چھٹے حصہ دیت و چھٹے کی چوتھائی حصہ دیت مین سے جو کم مقدار ہو واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ زید و عمرو کے درمیان ایک غلام مشترک ہو اُسنے عمرو پر جنایت کی پھر عمرو نے جنایت سے آگاہ ہونے کے باوجود اُسکو مکاتب کردیا پھر غلام نے اُسپر دوبارہ جنایت کی پھر زید نے اُسکو مکاتب کیا پھر غلام نے عمرو پر جنایت کی پھر وہ ان سب جنایتون سے مرگیا تو ہم کہتے ہین کہ غلام کے دو حصے ہین اور ہر نصف حصہ نے نصف نفس کو حقیقۃً تین جنایتون سے اور حکماً دو جنایتون سے تلف کیا پس عمرو کے حصہ نے نصف نفس کو ایک جنایت سے قبل کتابت کے تلف کیا اور وہ ہدر ہوا اور دو جنایتون سے بعد کتابت کے تلف کیا اور دونون کا جرانہ ایک ہے یعنی مکاتب پر اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت سے کم مقدار واجب ہوگی اور زید کا نصف حصہ کہ اُسنے بھی قبل کتابت کے آدھے نفس کو دو جنایتون سے تلف کیا اور انکا حکم یہ ہے کہ انکا جرانہ مولے پر واجب ہے پس زید کے ذمہ غلام مذکور کی نصف قیمت و چوتھائی دیت مین سے کم مقدار واجب ہوگی اور بعد کتابت کے جو اُسنے ایک جنایت کی ہو وہ مثل اول کے مکاتب کی گردن پر نہوگی۔ اور اگر غلام مذکور نے کسی اجنبی پر جنایت کی پھر زید یا عمرو مین سے کسی نے اُسکو مکاتب کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہے پھر اُسنے اجنبی پر جنایت کی پھر دوسرے شریک نے اُسکو مکاتب کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہے پھر غلام نے اجنبی پر جنایت کی اور وہ ان سب جنایتون سے مرگیا پس شریک اول کے نصف حصہ مین نصف اجنبی کو تین جنایتون سے تلف کیا اور یہ تین جنایتین حکماً دو جنایتین ہین پس پہلی جنایت کے واسطے شریک اول بسبب مکاتب کرنے کے چوتھائی دیت کا اختیار کرنے والا ہوگیا اور باقی جنایت کی جزا مکاتب کی گردن پر ہو یعنے چوتھائی دیت اور نصف قیمت (یا) ان سے کم مقدار کا ضامن ہوگا۔ اور دوسرے شریک کے نصف حصہ نے کتابت سے پہلے دو جنایتین کین کہ جنکا حکم ایک ہے یعنی ایک جنایت کے حکم مین ہین پس حکم یہ ہے کہ انکا جرانہ مولی پر واجب ہے کہ چوتھائی دیت اور نصف قیمت غلام مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور رہی تیسری جنایت سو وہ مکاتب کی گردن پر ہے کہ اُسکے جرانہ مین اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا۔ اور اگر ہر دو مولی کتابت کے وقت غلام کی جنایت سے واقف نہوے ہون تو دونون اُسکی قیمت اور نصف دیت مین سے کم مقدار کے ضامن ہونگے اور مکاتب بھی اپنی قیمت اور نصف دیت مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی لونڈی کو مکاتب کیا پھر اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا پھر بچے نے کوئی جنایت کی تو وہ اپنی نصف جنایت کے واسطے سعایت کریگا اور نصف جنایت باقی مولی کے ذمہ ہوگی اسواسطے کہ اسکا دیدنا بدیں وجہ متعذر ہے کہ عقد کتابت اس جنایت سے پہلے واقع ہوگیا ہے پس اُسپر نصف قیمت واجب ہوگی پھر اگر مولے نے ماں کو بعد بچہ کی جنایت کرنے کے آزاد کردیا تو آدھا بچہ یعنے جنایت تین (یا) چار

آزاد ہوجائیگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے مولے کے لیے سعایت کریگا اور نصف جنایت اُس بچہ پر ہوگی اور نیز اگر مولی نے بچہ کو آزاد کردیا تو بھی حکم جنایت ایسا ہی ہے لیکن اس صورت مین بچہ پر سعایت لازم نہوگی ۔ اور اگر دونون مین سے کوئی آزاد نکیا گیا اور نہ دونون نے کسی اجنبی پر جنایت کی بلکہ ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ہر ایک پر اپنی جنایت کی وجہ سے اپنی قیمت اور نصف جنایت دونون سے کم مقدار واجب ہوگی باعتبار اُنکہ کتابت نصف مین ہے اور نصف اسکا مولی پر ہوگا بدین وجہ کہ نصف حصہ اُسکی ملک ہے اور اُسنے کتابت سابقہ سے اسکو تلف کردیا ہے اور نیز اسکا نصف مولی کے واسطے جنایت کرنے والے پر ہوگا اسواسطے کہ جسپر اُسنے جنایت کی ہے اُسمین سے آدھا مولی کی ملک (یعنے محل تعین کا تابع) نہین ہے پس بعض بعض کا قصاص ہوجائیگا ۔ اور اگر باندی مذکورہ نے جنایت کی اور قبل اسکے کہ اُسپر اس جنایت کی بابت حکم دیا جاوے وہ مرگئی یا اور کوئی چیز بگھوڑی تو اُسکا بچہ بمنزلہ اُسکے ہوگا اور نصف جنایت اور مکاتبت کے واسطے سعایت کریگا اور مولی پر نصف جنایت واجب ہوگی خواہ اُسپر جنایت کا حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو پھر اگر اسکے بعد بچہ نے بھی جنایت کی پھر عاجز ہوگیا حالانکہ اُسپر (کی جنایت کی ڈگری ہوچکی ہے ۔ تو جسقدر مان اُس جنایت کی بابت اُسپر ڈگری ہوچکی ہے وہ اُسکے نصف پر قرضہ ہوگا لیکن مولے کو اختیار ہوگا کہ اُسکی جنایت کے بدلے مین اُسکو دیدے پس مولی کو اختیار ہوا چاہے اُسکی جنایت مین اُسی کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر فدیہ دیا تو اُسکا نصف حصہ اُسکی مان کے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر اُسی کو دیا تو اس قرضہ مین اُسکا نصف فروخت نکیا جائیگا یہ شرح مبسوط مین ہے ۔ اور اگر مکاتب نے کسی جنایت کے عمداً یا خطاءً اُس سے صادر ہونے کا اقرار کیا تو اُسکے ذمہ لازم ہوگی اور اگر خطاء سے جنایت صادر ہوئی اور اُسپر اُس جنایت کی ڈگری ہوگئی پھر وہ عاجز ہوگیا تو یہ جنایت امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہوگی اس بنا پر کہ اگر مکاتب نے ایسی جنایت کا جو موجب مال ہے اقرار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بعد عاجز ہونے کے وہ اس جنایت کی بابت ماخوذ نہوگا خواہ اسپر اس جنایت کا مال قرضہ ہوگیا ہو یا نہوا ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے واسطے ماخوذ ہوگا اور فروخت کیا جائیگا جبکہ ڈگری ہونے سے اُسکے ذمہ قرضہ ہوگیا ہو اور اگر وہ آزاد کردیا جاوے تو ماخوذ ہوگا خواہ اُسپر اس مال جنایت کی ڈگری ہوگئی ہو یا نہوئی ہو یہ محیط سرخسی مین ہے ۔ اور اگر وہ عاجز نہوا بلکہ کتابت کا مال ادا کرکے آزاد ہوگیا تو یہ مال اُسپر قرضہ ہوجائیگا یہ حاوی مین ہے ۔ اور اگر مکاتب نے کسی کو عمداً قتل کیا پھر اپنے نفس سے کسی قدر مال پر صلح کرلی تو یہ جائز ہے اور مال اُسپر لازم ہوگا جب تک کہ عاجز نہوجاوے اور اگر ادائے مال سے پہلے عاجز ہوگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ مال اُسکے ذمہ سے باطل ہوجائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک لازم رہیگا کہ اُسکے واسطے فروخت کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے اور اگر مکاتب نے اپنے بچہ پر کچھ اقرار کیا تو اُسکے ذمہ لازم نہوگا خواہ بچہ آزاد ہوجاوے یا عاجز ہوجاوے اور اگر وہ بچہ مرگیا اور اداے کتابت کے لائق مال چھوڑ مرا تو اُسکے مال مین قیمت اور ارش دونون مین سے کم مقدار کی ڈگری کیجائیگی ۔ اور اگر بچہ نے اپنی مان پر جنایت کا اقرار کیا تو ثابت نہوگا پھر اگر مان مرگئی تو اُسکے ذمہ قیمت اور ارش سے کم مقدار اور کتابت لازم ہوگی پھر اگر اسکے بعد عاجز ہوگیا تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہوگا اور اگر اُسنے مقررلہ کو ادا کردیا پھر عاجز ہوگیا تو مقررلہ سے وہ مال واپس نہ لیا جائیگا اور اگر مان نے اپنے بچہ پر جنایت کا اقرار کیا پھر بچہ خطاء سے قتل ہوا اور اُسکی قیمت لےلیگئی تو قیمت مین سے وہ مقدار کا جسکا مان نے اقرار کیا ہے لیجائیگی اسی طرح اگر مان نے اپنے بیٹے پر قرضہ کا اقرار کیا اور بیٹے کے قبضہ مین مال ہے اور اُسپر قرضہ نہین ہے تو مان کا اقرار اُسکے بیٹے کے مال مین سے جائز ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے ۔ اگر مکاتب کے بیٹے نے کسی کو خطاء سے قتل کیا پھر مکاتب نے اپنے اس بیٹے کو قتل کیا اور وہ غلام ہے اور ایک شخص اجنبی کو خطاء سے قتل کیا تو مکاتب پر اُسکی قیمت واجب ہوگی جسمین اجنبی کے وارث بقدر دیت اور بیٹے کے وارث

بقدر بیٹے کی قیمت کے حصہ رسد شریک کیے جاوینگے یہ بسوط مین ہی خطا سے مولی کا مکاتب پر جنایت کرنا یا مکاتب کا مولی پر جنایت کرنا بمنزلۂ جنایت اجنبی کے ہی اور عمداً قتل کرنے مین اگر مولی نے کیا ہو تو اُسپر قصاص واجب ہوگا بلکہ مکاتب کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مکاتب نے مولی کو عمداً قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر مولی نے مکاتب کے مملوک یا مال پر یا مکاتب نے مولی کے مماوک یا مال پر جنایت کی تو دونون مین سے ہر ایک پر وہی حکم ہوگا جو اجنبی پر ہوتا ہی یہ جامع مین ہی - اور جو شخص مکاتب کی کتابت پر مکاتب ہوگا تو وہ جنایت کے حکم مین بمنزلۂ مکاتب کے ہی کہ اُسی طرح اُسپر سعایت لازم آویگی اسی طرح اُسکی ام ولد جو اُس سے جنی ہی اُسکا بھی یہی حکم ہی یہ بسوط مین ہی - اور مکاتب کے غلام کی جنایت مثل آزاد کے غلام کی جنایت کے ہی لیکن اگر مکاتب نے اُسکا فدیہ دینا چاہا حالانکہ فدیہ بہ نسبت اُسکی قیمت کے حد سے زائد ہی یا مکاتب نے اُسکو دینا چاہا حالانکہ اُسکی قیمت بہ نسبت ارش جنایت کے حد سے زائد ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک مکاتب کا ایسا تصرف صحیح ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک صحیح نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مکاتب مرگیا اور اُسپر قرضہ ہی اور اُسنے ایک غلام ماذون التجارۃ چھوڑا اور اُسپر بھی دوسرا قرضہ ہی تو یہ غلام خاص اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن مین سے کچھ بچ رہا تو وہ مکاتب کے قرضہ مین دیا جائیگا اور اگر اس غلام پر قرضہ نہو مگر اُسنے کوئی جنایت کی ہو جسکا جرمانہ واجب ہوا اور مکاتب کا سوائے اسکے کچھ مال نہو تو مولی کو اختیار دیا جائیگا چاہے مولی اور اُسکے تمام قرضخواہ اُسکو خوشی سے وارث جنایت کو دیدین یا اُسمین قرضخواہون کا کچھ استحقاق نہیگا جبکہ اُنکی رضامندی سے اُسکو دیدیا ہی اور اگر یہ لوگ چاہین اُسکا فدیہ دیدین یعنی وارث مقتول کو دیت دیدین تو پھر وہ غلام انکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر اس غلام پر بھی قرضہ ہو تو مولے کو اختیار دیا جائیگا چاہے اس غلام کو دیدے پھر جو قرضہ اُسپر ہی وہ اُسکے پیچھے ہوگا کہ وارث جنایت کے پاس سے قرضخواہ اُسکو فروخت کراکر اپنا قرضہ لے لیگا اور قرضخواہان مکاتب کو کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے تو اُسکا فدیہ دیدے پھر وہ غلام اپنے خاص قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ مکاتب کے قرضہ مین دیا جائیگا یہ بسوط مین ہی - ایک غلام نے ایک آزاد کو شجہ موضحہ سے زخمی کیا پھر اُسکے مولے نے اُسکو مدبر کردیا پھر غلام مذکور نے دوسرے موضحہ زخم سے زخمی کیا پھر مولی نے اُسکو مکاتب کردیا پھر اُسکو شجہ سے زخمی کیا پھر وہ ادا کرکے آزاد ہوگیا پھر اُسنے اُس زخمی کو اور شجہ سے زخمی کیا اور ایک اجنبی نے بھی شجہ سے اُسکو زخمی کیا پس وہ زخمی مرگیا اور مولے ان سب جنایتون سے واقف تھا تو اجنبی کی مدد گار برادری پر نصف دیت واجب ہوگی اور باقی نصف کو غلام نے چار جنایتون سے تلف کیا ہی اور ان جنایتون کے احکام مختلف ہین اور جنایات مین اعتبار احکام کا ہی پس اول جنایت کا حکم یہ ہی کہ مولے اُسکو دیدے یا فدیہ دے اور دوم کا حکم یہ ہی کہ مولے پر قیمت واجب ہی اور سوم کا حکم یہ ہی کہ مکاتب پر قیمت واجب ہی اور چہارم کا حکم یہ ہی کہ مدد گار برادری پر قیمت واجب ہی پس اس نصف کے چار حصے ہوے پس کل کے آٹھ حصے ہوے جنمین سے چار کو اجنبی نے تلف کیا اور چار کو غلام نے تلف کیا پس غلام کے چار حصون مین سے اول کی بابت بسبب اسکے کہ مولے نے جنایت سے واقف ہوکر اُسکو مدبر کیا ہی مولے دیت کا اختیار کرنے والا ہوگیا پس دیت کا آٹھوان حصہ مولی پر لازم آیا اور حصہ دوم مین چونکہ جنایت سے پہلے ایسا فعل واقع ہوا جس سے غلام کا دینا ممتنع ہوگیا ہی اسواسطے مولے کے حق مین یہ ثابت نہوا کہ وہ دیت کا اختیار کرنے والا ہوگیا ہی پس مولی پر قیمت غلام کا آٹھوان حصہ واجب ہوا لیکن اگر دیت کا آٹھوان حصہ اس سے کم ہوگا تو وہی واجب ہوگا اور سوم مکاتب سے صادر ہوئی ہی اسواسطے اسی پر اُسکی قیمت اور آٹھوان حصہ دیت دونون مین سے کم مقدار واجب ہوگی اور چہارم اسوقت واقع ہوئی کہ جب مکاتب آزاد ہوگیا ہی پس دیت اُسکی مدد گار برادری پر ہوگی - اور اگر غلام مذکور مدبر نکیا گیا ہوا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے

تو نصف دیت اجنبی کی مددگار برادری پر ہوگی اور باقی نصف غلام کی تین جناتون سے تلف ہوا پس اس نصف کے تین حصے ہوے پس کل کے چھ حصے ہوے جسمین سے تین حصہ اجنبی کے فعل سے تلف ہوے اور تین بسبب جنایت غلام کے تلف ہوے پس اول حصے کی بابت مولی پر چھٹا حصہ دیت کا واجب ہوگا اور دوم کی بابت مکاتب پر چھٹے حصے کی دیت اور چھٹا حصہ قیمت مین سے کم مقدار واجب ہوگی اور سوم کی بابت اسکی مددگار برادری پر چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا یہ کافی مین ہے

چودھوان باب ۔ ہمالیک غیر پر جنایت کرنے کے بیان مین ۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام کو خطا سے قتل کیا تو اسپر اسکی قیمت واجب ہوگی پس اگر اسکی قیمت دس ہزار درم یا زیادہ ہو تو قاتل پر دس کم دس ہزار درم دینے کا حکم کیا جائیگا اور یہ مال قاتل کی مددگار برادری تین سال مین دینا واجب ہوگا اور یہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کا قول ہے اور اگر بجاے غلام کے باندی ہو اور اسکی قیمت بہ نسبت دیت کے زائد ہو تو قاتل پر پانچ درم کم پانچ ہزار درم واجب ہونگے اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ دس درم کم پانچ ہزار درم واجب ہونگے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے یہ سراج الوہاج مین ہے ۔ اگر بیس ہزار درم قیمت کا غلام غصب کیا اور وہ غاصب کے پاس مرگیا تو اسکی قیمت واجب ہوگی چاہے جسقدر ہو جاوے یہ بالاجماع ہے یہ ہدایہ مین ہے ۔ اور اگر غلام ماذون کو خطا سے قتل کیا تو مالک کو فقط ایک قیمت تاوان دیگا پھر اگر وہ ماذون قرضدار ہو تو سولے یہ قیمت اسکے قرضخواہون کو دیدیگا یہ کافی مین ہے ۔ نوادر بن سماعہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام پر بدون مولی کی اجازت کے ایک گون لادی اور دوسرے شخص نے بھی اسی طرح دو گونین لادین پھر وہ غلام اس سب بارگران سے مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک گران والے پر انتہائی قیمت اور دو گون والے پر دو انتہائی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے ۔ اور ہمالیک پر جسنے خطا سے سوا سے قتل نفس کے جو جنایت کی اسکی ضامن مددگار برادری نہین ہوتی ہے اگرچہ یہ جنایت کرنے والا مدآزاد ہو اور جب جنایت قتل نفس تک پہونچ جاوے تو مددگار برادری تین سال مین دیت کی ضامن ہوگی یہ محیط مین ہے ۔ اور اطراف غلام پر جو جنایت ہو اسکی نسبت امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ آزاد کے جس عضو مین دیت واجب ہوتی ہے غلام کے اس عضو مین قیمت واجب ہوگی اور آزاد کے جس عضو مین نصف دیت واجب ہوتی ہے غلام کے اس عضو مین نصف قیمت واجب ہوگی لیکن اگر غلام کی قیمت دس ہزار یا زیادہ ہو تو امام کے نزدیک دس ہزار مین سے دس درم یا پانچ درم کم کیے جاوینگے اور صاحبین رح کے نزدیک غلام صحیح سالم کی قیمت اندازہ کیجاوے اور جنایت سے عیب دار ناقص کی قیمت اندازہ کیجاوے جسقدر دونون قیمتون مین فرق ہووہ واجب ہوگا اور یہی امام ابویوسف رح نے امام اعظم رح سے بھی روایت کی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے ۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب اس عضو کے زائل ہونے سے منفعت مقصودہ زائل ہوجاوے جیسے آنکھ و ہاتھ وغیرہ اور اگر ایسا عضو ہو جس سے زینت و جمال مقصود ہوتا ہے جیسے گوش و ابرو وغیرہ تو امام اعظم کے پہلے قول کے موافق یہی حکم ہے اور دوسرے قول کے موافق یہ نہوگا بلکہ مجرم قدر نقصان قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے ۔ اور غلام کے ہاتھ کے واسطے نصف قیمت غلام واجب ہوگی مگر پانچ درم کم پانچ ہزار سے زائد نہ کیجاوینگی کذا فی الہدایۃ قال المترجم اور ایک مقام پر ہدایہ مین لکھا ہے کہ دس درم کم اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اسی واسطے کفایہ مین فرمایا کہ یہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور مبسوط مین لکھا ہے کہ صحیح حکم کے موافق اسکی نصف قیمت واجب ہوگی چاہے جسقدر ہو اور یہی نہایہ و کافی مین ہے ۔ اور جس جنایت کی بابت آزاد کے حق مین کوئی ارش مقرر نہین ہے اسمین غلام مین نقصان قیمت واجب ہوگا یہ سراجیہ مین ہے ۔ اور ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ اگر مملوک کی پلکین کسی آدمی نے نوچ ڈالین تو امام محمد نے مجھے خبر دی کہ امام اعظم رح فرماتے تھے کہ مملوک کی پلکون بھوؤن اور کانون کے واسطے بقدر نقصان کے واجب ہوگا اور یہی میرا

قول ہی اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ داڑھی کے حق مین امام ابو حنیفہ رح کا کوئی قول مجھے یاد نہین ہی لیکن سر کے بالون کا یاد ہی کہ اسکے مولی کو اختیار ہی چاہے غلام کو دیدے اور مجرم سے اُسکی قیمت لے لے اور چاہے نہ دے اور مجرم سے نقصان قیمت لے لے - اور اصل مین لکھا ہی کہ غلام کے بالون و داڑھی کے حق مین حکومت عدل واجب ہی اور شاید یہ امام اعظم رح کا دوسرا قول ہی جیسا کہ قدوری نے ذکر کیا ہی اور حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ غلام کے کان و ناک و داڑھی کی بابت اگر وہ نہ بڑھے تو نقصان قیمت ہی جیسا کہ امام محمد رح نے کہا ہی بنا بر ذکر شیخ ابو الحسن قدوری رحمہ اللہ نے - اور مختلفات مین امام ابو یوسف و امام محمد رح سے ان دونون روایتون مین نقصان قیمت کا حکم مذکور ہی اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہی اور مجرد مین لکھا ہی کہ اسی پر فتوی ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی شخص نے غلام کے گھونگھرو والے بال مونڈ ڈالے اور بجاے اُنکے سپید بال جمے تو اُسپر نقصان لازم ہوگا اور اس صورت مین نقصان پہچاننے کا یہ طریقہ نہین ہی کہ غلام گھونگھرو والے بال کی قیمت اندازہ کیجاوے اور غلام بے گھونگھرو والے بال کی قیمت اندازہ کیجاوے بلکہ یہ طریقہ ہی کہ غلام کو معہ سیاہ بالون کے اندازہ کیا جاوے اور غلام کو معہ سپید بالون کے اندازہ کیا جاوے پس جو فرق ہی اُسی قدر نقصان کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر غلام کی دونون آنکھین پھوڑ دین تو مولی کو اختیار ہی چاہے مجرم کو دیکر اُسکی قیمت لے لے اور چاہے رکھ لے اور اُسکو کچھ نقصان نہ ملیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور شمس ائمہ حلوانی نے فرمایا کہ چاہے رکھ لے اور نقصان لے لے اور چاہے غلام دیکر پوری قیمت لے لے یہ ہدایہ مین ہی - امام اعظم رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی پس وہ مر گیا مگر اس آنکھ کے صدمہ سے نہین مرا تو آنکھ پھوڑنے والے پر کچھ واجب نہوگا اور اگر نہین مرا بلکہ اُسکو کسی آدمی نے قتل کر دیا تو آنکھ پھوڑنے والے پر بھی نقصان قیمت لازم آویگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین نقصان قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر زید نے غلام کی دونون آنکھین پھوڑ دین اور عمرو نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو زید پر بقدر نقصان قیمت کے لازم ہوگا اور عمرو پر ہر دو آنکھ پھوٹے ہوئے کی قیمت آدھی واجب ہوگی - اور امام ابو یوسف رح نے روایت کی کہ یہ بنا بر قول امام اعظم رح کے استحسان ہی یہ ذخیرہ مین ہی - فتاوای اہل سمرقند مین ہی کہ دو آدمیون نے ساتھ ہی ایک غلام کے دونون ہاتھ کاٹ ڈالے ایک نے دایان ہاتھ اور دوسرے نے بایان کاٹا تو دونون مین سے ہر ایک پر اُسکی نصف قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ غلام ایسی حالت مین ہی کہ اُسکا ہاتھ کاٹا جاویگا پس ایسا غلام جس قیمت مین خریدا جاوے اُسکا نصف واجب ہوگا - اور یہ مسئلہ دوسرے مسئلہ مین حجت ہی اور دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ ایک شخص نے ایک غلام کی طرف تیر مارا اور ہنوز تیر نہ پہونچا تھا کہ اُسکو ایک شخص نے قتل کیا تو قاتل پر غلام کی قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ ایسا غلام جسکی طرف تیر لگایا گیا ہی اور ہنوز نہین پہونچا ہی کیا قیمت ہی پس جو قیمت اندازہ کیجاوے وہی واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - ایک غلام ہاتھ کٹا ہوا ہی پس زید نے اسی طرف کا پانون کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹا ہوا ہی کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوے غلام کی قیمت مین زید کے فعل سے جو نقصان آیا اُسکا ضامن ہوگا اور اگر دوسری طرف کا پانون کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوے غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا - اور علی ہذا اگر بائع نے غلام مبیع کا ہاتھ کاٹا تو نصف ثمن ساقط ہوگا اور اگر غلام ہاتھ کٹا ہوا ہو اور اُسنے دوسرا کاٹ ڈالا تو نقصان کا اعتبار کیا جائیگا اور بقدر نقصان کے مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا حتے کہ اگر تہائی قیمت کا نقصان ہو تو تہائی ثمن ساقط ہوگا اسی طرح اگر بجاے ہاتھ کاٹنے کے آنکھ پھوڑتا ہو تو بھی یہی حکم ہوگا یہ ترتاشی مین ہی - اور اگر غلام ہاتھ کٹا ہوا اور ایک آدمی نے اُسکا دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اُسپر ہاتھ کٹے ہوئے کی قیمت مین جو نقصان آگیا ہی وہ واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - منتقی مین امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہی کہ زید نے ایک شخص کے غلام کا بائیان ہاتھ کاٹ ڈالا اور عمرو نے اُسکا دایان ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ

ان دونوں زخموں سے مرگیا تو اول پر نصف قیمت اور دوسرے پر بقدر نقصان کے واجب ہوگا اور جسقدر باقی رہی یعنی پوری قیمت
مین سے جو کچھ باقی رہگیا وہ دونوں پر آدھا آدھا واجب ہوگا اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی یہ محیط مین ہی - اگر زید نے ایک غلام
کا ہاتھ کاٹا جسکی قیمت ہزار درم ہی پھر کاٹنے کے بعد ہنوز اچھا نہوا تھا کہ اُسکی قیمت ہزار درم ہوگئی جیسے کاٹنے سے پہلے تھی پھر عمرو نے دوسری
جانب کا اُسکا پانون کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونوں زخمون سے مرگیا تو زید چھ سو پچیس درم کا ضامن ہوگا اور عمرو سات سو پچاس
درم کا ضامن ہوگا اور اگر ہاتھ کٹا ہوا دو ہزار درم کا ہوگیا تو زید پر چھ سو پچیس درم اور عمرو پر ایک ہزار پانچ سو درم واجب ہونگے
یہ محیط سرخسی مین ہی - نوادر ابن رشید مین ہی کہ زید نے عمرو کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر سال بھر تک کچھ جھگڑا نہوا پھر زید
وعمرو نے اختلاف کیا زید نے کہا کہ جس روز مین نے اُسکا ہاتھ کاٹا ہی اُسدن اُسکی قیمت ہزار درم تھی پس مجھپر پانچ سو درم
واجب ہین اور عمرو نے کہا کہ دو ہزار درم تھی اور جسدن جھگڑا ہوا ہی اُسدن غلام کی قیمت ہزار درم ہی اور اگر ہاتھ درست ہوتا
تو وہ ہزار درم ہوتی تو زید کا قول قبول ہوگا پھر اگر زید نے تاوان دیا ہو یا ندیا ہو حتے کہ اُسکا ہاتھ چھوٹ نکلا اور وہ زخم
مذکور سے مرگیا تو زید کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی پس ہاتھ کا ارش وہی ہوگا جو زید کہتا ہی اور تلف نفس مین
دونون مین سے کسی کے قول کی تصدیق نہوگی پس جس روز جان تلف ہوئی ہی اُسکی اُسدن کی قیمت کا زید ضامن ہوگا
پس مددگار برادری پر ایک ہزار پانچ سو درم واجب ہونگے جسمین سے پانچ سو درم ہاتھ کا ارش ہی یہ محیط مین ہی - اور غلام
کے زخم موضحہ مین اُسکی قیمت کے دسوین حصے کا آدھا واجب ہوگا لیکن اگر آزاد کے زخم موضحہ کے ارش سے یہ مال زائد
ہوتا ہو تو زیادہ ندیا جائیگا بلکہ آدھا درم اُس سے کم کر دیا جائیگا یہ مضمرات مین ہی - نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی
کہ اگر زید نے عمرو کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اُسکے غلام کو شجہ سے زخمی کیا پھر عمرو نے اُسکو فروخت کر دیا پھر بسبب عیب کے بحکم
قاضی اُسکو واپس دیا گیا یا عمرو نے اُسکو ایک شخص کو ہبہ کر دیا پھر بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی اپنے ہبہ کو واپس لے لیا پھر وہ
غلام زخم مذکور سے مرگیا تو عمرو اُسکی پوری قیمت زید سے لے لیگا - نوادر بشر رح مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر باندی
کا ہاتھ خطا سے کاٹا گیا اور مولے نے اُسکو فروخت کر دیا بدین شرط کہ بائع کو خیار ہی یا مشتری کو خیار ہی پھر بسبب خیار کے بیع
ٹوٹ گئی اور باندی بائع کو واپس ملی اور زخم مذکور سے بائع کے پاس مرگئی تو کاٹنے والے پر اُسکی پوری قیمت واجب
ہوگی اور اگر عمداً ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو استحساناً قصاص ساقط کر دیگا یہ محیط مین ہی - اگر زید نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم مین سے
ایک آزاد ہی پھر دونون زخم شجہ سے زخمی کیے گئے پھر زید نے اپنے بیان سے ظاہر کیا کہ فلان غلام کا عتق میری مراد ہی تو
دونون کا ارش مولی کو ملیگا اور شجہ کے حق مین دونون مملوک اعتبار کیے جاوینگے - اور اگر ایک ہی وقت مین ایک ساتھ
دونون کو ایک شخص نے قتل کیا تو قاتل پر آزاد کی دیت اور غلام کی قیمت واجب ہوگی پس یہ سب مولی اور
آزاد شدہ کے وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اگر دونون کی قیمت مختلف ہو تو قاتل پر ہر ایک کی نصف قیمت
اور آزاد کی پوری دیت واجب ہوگی اور وہ بھی پہلی صورت کے موافق تقسیم ہوگی - اور اگر اُسنے دونون کو آگے پیچھے قتل کیا
تو قاتل پر پہلے کی قیمت اُسکے مولے کے واسطے اور دوسرے کی دیت اُسکے وارثون کے واسطے واجب ہوگی اور اگر ہر ایک
کو ایک ایک شخص نے ساتھ ہی قتل کیا تو دونون مملوکون کی قیمت واجب ہوگی اور یہ سب مولی اور غلام کے وارثون کے
درمیان نصفا نصف ہوگی پس مولے ہر ایک کی قیمت کا آدھا لیگا اور آدھا وارثون کے واسطے چھوڑ دیگا اور
اگر دونون کو آگے پیچھے قتل کیا ہو تو قاتل اول پر اُسکی قیمت اُسکے مولی کے واسطے واجب ہوگی اور قاتل ثانی پر اُسکی

دیت اُسکے وارثون کے واسطے واجب ہوگی اور اگر یہ معلوم نہو کہ دونون مین سے پہلے کون قتل کیا گیا تو ہر ایک قاتل پر اُسکے مقتول کی قیمت واجب ہوگی اور ہر ایک قیمت مین سے مولی کو نصف ملیگا یہ تبیین مین ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام کی دونون آنکھین پھوڑ دین اور دوسرے شخص نے اُسکا ہاتھ یا پانون کاٹ ڈالا اور دونون نے ایک ساتھ اپنا اپنا فعل کیا پھر وہ غلام اچھا ہوگیا تو دونون پر اُسکی قیمت تین تہائی واجب ہوگی اور دونون اُس غلام کو لے لینگے اور وہ دونون مین اسی مقدار کے حساب سے مشترک ہوگا۔ اسی طرح جو جراحت دو آدمیون سے ایک ساتھ واقع ہو کہ ایک آدمی اس عضو کو مجروح کرے اور دوسرا آدمی دوسرے عضو کو مجروح کرے کہ یہ سب زخم اُسکی سب قیمت کو گھیر لین تو مولی اُس غلام مجروح کو دونون خطاکارون کو دیدیگا اور دونون مین سے ہر ایک بقدر اپنی خطا کے اُسکے ارش کا ضامن ہوگا اور غلام اسی حساب سے اُنمین مشترک ہوگا۔ اور اگر غلام ان دونون جراحتون سے مرگیا اور جراحت خطا سے واقع ہوئی تھی تو ہر ایک پر اپنی اپنی جراحت کا ارش علیحدہ علیحدہ غلام تندرست کی قیمت مین واجب ہوگا اور جسقدر قیمت ارش جراحت کا حساب کرکے باقی رہجاوے وہ دونون پر نصفا نصف ہوگی اور اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ ایک جراحت دوسرے سے پہلے واقع ہوئی ہے تو اول زخمی کرنے والے پر غلام تندرست کی قیمت مین سے بقدر ارش جراحت کے واجب ہوگی اور دوم پر غلام مجروح بزخم اول کی قیمت مین سے بقدر اُسکے ارش جراحت کے واجب ہوگی اور جو کچھ قیمت باقی رہگئی وہ دونون پر نصفا نصف ہوگی۔ اور اگر دونون زخمون سے اچھا ہوگیا اور جراحت دوم ایسی ہے کہ غلام کی تمام قیمت کو گھیرے ہوئے ہے یعنی اُسکا ارش اسقدر ہے کہ غلام کی تمام قیمت ہے اور اول جراحت تمام قیمت کو محیط نہین ہے تو شخص اول پر اُسکی جراحت کا ارش واجب ہوگا اور دوم پر غلام مجروح بجرح اول کے قیمت واجب ہے اور مولی یہ غلام اُسکو دیدیگا۔ اور اگر جراحت اول اُسکی قیمت کو محیط ہو تو دوسرے شخص پر اپنی جراحت کا ارش واجب ہوگا اور اول پر اپنی جراحت کا ارش واجب ہوگا اسواسطے غلام مذکور اُسکو نہین دیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر آزاد نے کسی مدبر پر جنایت کی تو اُسکا حکم مثل محض مملوک پر جنایت کرنے کے ہے حتی کہ اگر اُسکے کسی آزاد نے قتل کیا تو اُسکی مدگار برادری پر قیمت واجب ہوگی اور اگر اُسکا ہاتھ کاٹا تو اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا لیکن دونون مین ایک بات مین فرق ہے وہ یہ ہے کہ آزاد نے اگر مدبر کے دونون ہاتھ یا دونون پانون کاٹ ڈالے یا آنکھین پھوڑ دین تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور اگر تین لینے محض مملوک کے ساتھ ایسا کیا تو پوری دیت واجب ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے مدبر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُسکی قیمت ہزار درم ہے اور وہ اچھا ہوگیا پھر اُسکی قیمت بڑھگئی یہان تک کہ دو ہزار درم ہوگئی پھر دوسرے شخص نے آنکھ پھوڑ دی پھر اُسکا زخم جو اچھا ہوگیا تھا پھوٹ گیا اور مدبر مذکور ان دونون زخمون سے مرگیا حالانکہ مدبر دو آدمیون مین مشترک ہے پھر دونون مین سے ایک نے ہاتھ کی جنایت کو عفو کر دیا اور جو نتیجہ اُس سے پیدا ہوا اُسکو بھی عفو کیا اور دوسرے نے آنکھ کے زخم سے اور جو اُس سے نتیجہ پیدا ہوا ہے معاف کر دیا تو جس نے ہاتھ کے زخم سے عفو کیا ہے اُسکے واسطے آنکھ پھوڑنے والے پر سات سو پچاس درم اُسکی مدگار برادری پر واجب ہونگے بشرطیکہ یہ زخم خطا سے ہوا اور اگر عمداً ہو تو زخمی کرنے والے کے مال سے واجب ہونگے اور جسنے آنکھ کا زخم عفو کیا ہے اُسکے واسطے ہاتھ کاٹنے والے پر تین سو بارہ درم و آدھا درم اُسکے مال سے واجب ہونگے اگر زخم عمداً ہو اور اگر خطا سے ہو تو اُسکی مدگار برادری پر واجب ہونگے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو زخم شجہ سے کیا پھر اُسکے مالک نے اُسکو مدبر کر دیا پھر زخمی کرنے والے نے اُسکو دوبارہ دوسرے زخم شجہ زخمی کیا پھر مالک نے اُسکو مکاتب کر دیا پھر اُسنے تیسرے زخم سے اُسکو زخمی کیا پھر مکاتب مال کتابت ادا کرکے آزاد ہوگیا پھر زخمی کرنے والے نے اُسکو چوتھے زخم شجہ سے زخمی کیا پھر وہ سب زخمون سے مرگیا تو پہلے شجہ کے واسطے اُسکے تندرست کی قیمت کے بیسوین (۲۰) حصہ کا

ضامن ہوگا اور دوسری جنایت کرنے تک اس اول شجہ کے نقصان کا بھی ضامن ہوگا اور دوسرے شجہ کے واسطے زخمی بشجہ واحدہ مدبر کی قیمت کے بتیسوین حصہ کا ضامن ہوگا اور اُسکے نقصان کا بھی تا وقت مکاتب کیے جانے کے ضامن ہوگا - اور تیسرے شجہ کے واسطے مدبر مکاتب زخمی بشجتین کی قیمت کے بتیسوین حصے اور وقت آزادی تک کے نقصان کا ضامن ہوگا اور تہائی قیمت ابتدای موت تک کا ضامن ہوگا اور چوتھے شجہ کے عوض تہائی دیت کا ضامن ہوگا اور بعد آزادی کے جو زخم شجہ ہو اُسکے ارش اور نقصان کا ضامن نہوگا یہ کافی ہین ہے - اور اصل اسمین یہ ہے کہ جنایت کے بعد اگر مدبر کیا جاوے تو مدبر کر نا زخم جنایت کے سرایت کرنے سے جو نقصان پیدا ہوا اُسکو ہدر نہین کرتا ہے بلکہ اس سرایت سے جو نقصان پیدا ہوا اُسکا ضامن جنایت کرنے والا ہوتا ہے اور جنایت کے بعد اگر عتق یا کتابت واقع ہو تو یہ سرایت کو باطل کرتی ہے حتے کہ جنایت کرنے والے پر سرایت زخم کی ضمان واجب نہین ہوتی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے -

پندرہوان باب - قسامۃ کے بیان مین - یہ قسمین ہین کہ اُن اہل محلہ سے لیجاتی ہین جنمین مقتول پایا جاوے کذا فی الکافی اور اسکا سبب قتیل کا پایا جانا محلہ مین یا جو محلہ کے معنی مین ہے جیسے دارو وہ موضع متصل شہر جہان سے آواز سُنائی دیوے یہ نہایہ مین ہے - اگر ایک قوم کے محلہ مین ایک قتیل پایا گیا اور ولی قتیل نے اہل محلہ پر دعوے کیا کہ انھین سب نے اُسکو خطا سے یا عمداً قتل کیا ہے اور اہل محلہ نے انکار کیا تو اُنمین سے پچاس آدمیون سے قسم لیگا ہر واحد قسم کھائیگا کہ واللہ مین نے اُسکو قتل نہین کیا ہے اور نہ مین اُسکے قاتل کو جانتا ہون اور اسطرح قسم لیجائیگی کہ واللہ نے قتل نہین کیا ہے - پس اگر اہل محلہ پچاس سے زائد ہون تو ولی مقتول کو اختیار ہے کہ اُنمین سے پچاس آدمی جنکو چاہے چھانٹ لے چھانٹنے کا اختیار اُسی کو ہوگا اور اگر کم ہون تو اختیار ہوگا کہ بعض سے مکرر قسم لیوے کہ قسمین پچاس ہو جاوین پس اگر ان لوگون نے قسم کھالی تو دیت کے ضامن ہونگے اور اگر انکار کیا تو قید کیے جاوینگے یہان تک کہ وہ قسم کھاوین اور مدعی سے یہ قسم نہ لیجائیگی کہ میرے مورث کو انھین اہل محلہ نے قتل کیا ہے خواہ ظاہر حال مدعی کے واسطے شاہد ہو کہ اُسکے مورث اور اہل محلہ کے درمیان عداوت ظاہرہ ہو یا شاہد نہو - کہ اُسکے مورث و اہل محلہ کے درمیان عداوت ظاہرہ نہو - پھر مال دیت اہل محلہ کی مدد گار برادری پر تین سال مین واجب ہوگا اور اگر مدعی نے بعض اہل محلہ غیر معین پر دعوی کیا کہ بعض لوگون نے انمین سے قتل کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ قسامت اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگی اور اگر اُسنے اہل محلہ مین سے بعض معین پر دعوی کیا تو بھی استحساناً یہی حکم ہے - اور اگر اُسنے غیر اہل محلہ مین سے ایک شخص پر قتل کرنے کا دعوی کیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی پھر مدعی سے کہا جائیگا کہ تیرے پاس تیرے دعوی کے گواہ ہین پس اگر اُسنے کہا کہ ہان تو گواہ قائم کریگا اور گواہون سے اُسکا دعوے ثابت ہو جائیگا اور اگر گواہ نہون تو مدعی علیہ سے ایک قسم لیجائیگی اور پچاس قسمین نہ لیجائینگی - اور وارثان مقتول کو اختیار ہوگا کہ جنمین مقتول پایا گیا ہے وہان محلہ سے یا شہر سے یا قرابت دارون سے پرہیزگار لوگ قسم کے واسطے معین کرلے اور قرابت دارون مین سے پرہیزگارون کو چن لینا یہ استحسان ہے پس اگر محلہ مین پچاس آدمی پرہیزگار نہ پائے جاوین - اور وارث مقتول نے چاہا کہ جسقدر پائے گئے ہین انھین سے مکرر قسم لیوے یہانتک کہ پچاس قسمین پوری ہو جاوین آیا اُسکو یہ اختیار ہے یا قرابت دارون مین سے فاسق لوگ ملاکر پچاس آدمی پورے کرلے کریگا سو اس صورت کو امام محمد رح نے کتاب مین ذکر نہین فرمایا ہے اور غیر روایۃ الاصول مین مروی ہے کہ ولی مقتول کو یہ اختیار نہین ہے لیکن باقی اہل محلہ مین سے چھانٹ کر پچاس پورے کرلے یہ محیط مین ہے - اور اسکو اختیار ہے چاہے اُنمین سے نوجوان و فاسقون کو اختیار کرے اور چاہے بڈھون اور پرہیزگارون کو چھانٹ لے

اندافی الکافی اور یہ اختیار وارث مقتول کو ہی امام کو نہین ہی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی - اور قسامت مین لڑکا اور مجنون داخل نہین ہوتا ہی اور اندھا و محدود القذف و کافر داخل ہوسکتا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور قسامت مین عورتین اور مملوک مثل مکاتب وغیرہ کے داخل نہین ہوتے ہین اور محقق البعض امام اعظم رح کے نزدیک مثل مکاتب کے ہی یہ مبسوط مین ہی - اور مقتول وہ ہی جسمین قتل کا اثر موجود ہو اور میت وہ ہی جسمین قتل کا اثر نہو یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر کوئی میت پایا گیا کہ جسمین قتل کا کوئی اثر نہین ہی تو قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی اور اثر یہ ہی کہ جراحت ہو یا چوٹ کا نشان ہو یا گلا گھوٹے جانے کا نشان ہو یا آنکھ یا کان سے خون نکلا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر منہ سے خون بہا ہووے پس اگر پیٹ سے آیا ہو تو وہ قتیل ہوگا اور اگر سر کی طرف سے آیا ہو تو قتیل نہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر اُسکے دُبر یا ذکر سے خون بہا ہووے تو وہ مقتول نہین ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی - اور اگر کسی محلہ مین مقتول کا بدن یا نصف بدن سے زائد یا نصف بدن سے کم سر کے پایا گیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر طول مین آدھا چرا ہوا یا نصف سے کم معہ سر کے پایا گیا ہاتھ یا سر پایا گیا تو اسمین اہل محلہ پر کچھ نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر محلہ مین جنین یا ساقط شدہ بچہ جسمین ضرب کا کچھ اثر نہین ہی - پایا گیا تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور اگر اُسمین چوٹ کا اثر ہو حالانکہ اسکی خلقت پوری ہو تو اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر خلقت ناقص ہو تو اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہی - اور اگر غلام یا مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا ایسا مملوک جو اپنی تھوڑی قیمت کے واسطے سعایت کر رہا ہی کسی محلہ مین مقتول پایا گیا تو اُنپر قسامت واجب ہوگی اور اہل محلہ کی مدد گار برادری پر تین سال مین مقتول کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر بہائم یا سواری کے چوپاؤن مین سے کوئی مقتول پایا گیا تو اسمین کچھ نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور کرایہ وغیرہ پر رہنے والے مالکون کے ساتھ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قسامت مین داخل نہونگے یہ تبیین مین ہی - اور یہ قسامت اُن لوگون پر واجب ہوگی جنکو وہ زمین اول فتح کے وقت عطا ہوئی ہی اگر اُنمین سے کوئی باقی رہا ہو اور جنھون نے اُسنے خریدی ہی اُنپر واجب نہوگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی اور اگر اُنمین سے کوئی باقی نرہا ہو چنانچہ سب نے فروخت کردی تو یہ قسامت اُسکے خریدنیوالے پر بالکون پر واجب ہوگی اور جو لوگ وہان کرایہ وغیرہ پر رہتے ہین اُنپر واجب نہوگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی یہ ایران مین ہی - اگر ایک محلہ مین جو اجاڑ و خراب ہوگیا ہی ایک شخص مقتول پایا گیا اور اُس محلہ مین کوئی نہین ہی اور اس محلہ سے قریب ایک محلہ آباد ہی اُسمین بہت لوگ ہین تو آباد محلہ کے لوگون پر دیت و قسامت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر چند لوگ تلوار باندھے ہوے باہم ملاقی ہوے پھر جب وہ لوگ جدا ہوگئے تو ایک مقتول وہان پایا گیا تو اسکی قسامت وغیرہ اہل محلہ پر ہوگی لیکن اگر وارثان مقتول نے ان لوگون پر جو تلوار باندھے تھے یا انمین سے کسی خاص آدمی پر اُسکے قتل کا دعوی کیا پس اگر اُنکے پاس گواہ ہون تو گواہون سے ثابت کرے اور اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور جبتک گواہ قائم نکرین تب تک ان لوگون پر بھی کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہی - اگر کسی شخص کے دار مین ایک مقتول پایا گیا تو دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور قسامت اُسپر اور اُسکی قوم پر واجب ہوگی اگر وہ لوگ حاضر ہون اور اگر وے لوگ نہون بلکہ غائب ہون تو قسامت اُسی شخص پر جو مالک دار ہی واجب ہوگی کہ مکرر اُس سے قسمین لی جاوینگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر مشترکون مین سے کسی کے دار مین مقتول پایا گیا تو اُسی پر قسامت اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی جیسے کہ محلہ مین ایسے لوگ ہون جنکو اول فتح مین وہ زمین عطا ہوئی ہی اور اُنمین سے

کسی کے دارمین کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت اُسی مالک پر ہوگی اور دیت اسی کی عاقلہ برادری پر ہوگی اور باقی ایسے لوگ جنکو اول فتح مین یہ ملک ملی ہی اس قسامت سے بری ہونگے محیط مین ہی۔ اور اگر ولی مقتول نے محلہ مین سے کسی خاص شخص پر قتل کا دعوے کیا پھر محلہ کے دو آدمیون نے مدعا علیہ پر دعوی مدعی کی گواہی دی تو بالاجماع اُنکی گواہی مقبول نہوگی یہ ہیدایہ اور اوسپ مین ہی۔ اگر ایک محلہ مین ایک شخص مقتول پایا گیا اور وارث مقتول نے غیر اہل محلہ مین سے کسی شخص پر دعوی کیا اور اُس محلہ کے لوگون کے سوائے دوسرے دو گواہون نے دعوی مدعی کی گواہی دی تو اُنکی گواہی مقبول ہوگی اور اہل محلہ قسامت اور دیت سے بری ہوجائینگے اور اگر اس محلہ کے دو آدمیون نے غیر مین مقتول پایا گیا ہی دعوی مدعی کی گواہی دی تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اُنکی گواہی مقبول نہوگی لیکن اہل محلہ قسامت و دیت سے بری ہوجاوینگے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ مدعا علیہ پر قاتل ہونیکا حکم ہونے کے واسطے دونون کی گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ پھر امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر ولی مقتول نے اُنمین سے جسنے قسم کھائی ہی دو گواہ اختیار کیے تو دونون سے فقط یہ قسم لیگا کہ ہمنے اُسکو قتل نہین کیا ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون سے اسطرح قسم کھاوین کہ ہمنے اُسکو قتل نہین کیا اور نہ ہمنے اُسکا کوئی قاتل سوائے فلان شخص کے جانا ہی یہ کافی مین ہی۔ نوادر مین مذکور ہی کہ اگر کسی محلہ مین ایک شخص مقتول پایا گیا اور اہل محلہ نے زعم کیا کہ ہم مین سے ایک شخص نے اسکو قتل کیا ہی اور ولی مقتول نے اُنمین سے کسی خاص شخص پر دعوی نہین کیا تو قسامت و دیت سب اہل محلہ پر واجب ہوگی پھر امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قسم کی کیفیت یون ہوگی کہ اسطرح قسم لیجائیگی کہ واللہ ہمنے نہین قتل کیا اور نہ اسکا کوئی قاتل سوائے فلان شخص کے ہمنے جانا ہی۔ اور یہی احوط ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر محلہ مین کوئی مقتول پایا گیا اور اہل محلہ نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے سوائے ہمارے اسکو قتل کیا ہی اور اس امر پر سوائے اپنے محلہ کے غیر لوگون کو گواہ کرکے پیش کیا تو اُنکی گواہی جائز ہوگی اور اہل محلہ قسامت و دیت سے بری ہونگے خواہ ولی مقتول نے یہ دعوی کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ نوادر ہشام مین ہی کہ مین نے امام محمد رح سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر ایک محلہ مین ایک مقتول پایا گیا اور ولیا سے مقتول نے ان لوگون پر دعوی کیا اور اہل محلہ نے گواہ پیش کیے کہ فلان شخص نے جو اُنکے محلہ کا نہین ہی اسکو قتل کیا ہی یا یہ شخص مجروح اس محلہ مین آیا اور گرکر مرگیا تو فرمایا کہ اہل محلہ دیت سے بری ہوجائینگے اور اگر ولیا سے مقتول نے کسی خاص شخص پر قتل کا دعوی کیا اور اسپر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ فلان شخص نے اسکو قتل کیا ہی۔ تو فرمایا کہ مین اس گواہی کو قبول نکرونگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص ایک قبیلہ مین مجروح کیا گیا اور وہان سے اُسنے اپنے لوگون مین اُٹھا گیا پھر اس زخم سے مرگیا پس اگر چارپائی پر بیمار رہا یہان تک کہ مرگیا تو قسامت و دیت اس قبیلہ پر واجب ہوگی اور اگر صاحب فراش نرہا ہو تو اسمین قسامت و دیت کچھ نہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین قسامت و دیت نہین ہی آور علے ہذا اگر ایک شخص کی پشت پر مجروح پایا گیا کہ وہ اُسکو اُسکے گھر کی طرف اُٹھائے لیے جاتا تھا پھر وہ ایک یا دو روز کے بعد مرگیا پس اگر وہ چارپائی پر بیمار پڑا رہا یہان تک کہ مرگیا تو اسکا جرم اُسپر ہوگا جو اُسکو بیٹھا کر یلا دے ہوے تھا جیسا کہ اگر اُسکی بیٹھ پر مرجانے کی صورت مین حکم ہی اور اگر وہ چلتا پھرتا تھا تو لادنے والے پر کچھ نہوگا اور اسمین بھی امام ابو یوسف رح کا خلاف ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر کسی محلہ یا قبیلہ مین مجروح کیا گیا اور وہان سے مجروح اُٹھایا گیا اور اسی زخم سے دوسرے محلہ مین آکر مرگیا تو قسامت و دیت اُسی محلہ والون پر ہوگی جسمین مجروح کیا گیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ جامع مین فرمایا کہ محلہ یا مسجد تین قبیلون نے اول فتح مین پایا ہی ایک قبیلہ بکرین وائل اور دو بیش آدمی ہین

اسواسطے اور دی والی پہلے قبیلہ پر قسامت و دیت دونا پھر دوسرے پر ہین ۱۲

دوم بنوقیس اور وے تیس آدمی ہین اور سوم بنو تمیم اور وے پچاس آدمی ہین پھر اس محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت تینون قبیلون پر تین تہائی واجب ہوگی یعنے ہر قبیلہ پر ایک تہائی واجب ہوگی اسی طرح اگر ایک قبیلہ سے صرف ایک ہی شخص ہو تو بھی تہائی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر یہ شخص ہر دو قبائل مین سے ہو بلکہ غیرون مین سے ہو لیکن ان دونون قبیلون مین سے ایک کا حلیف ہو تو دیت ان دونون قبیلون پر نصفا نصف ہوگی اور حلیف قبیلہ پر کچھ نہوگا - اور نیز جامع مین فرمایا کہ ایک محلہ کو اول فتح مین تین قبیلون نے عطیہ پایا اور اُسمین اُنھون نے ایک مسجد بنائی پھر ایک شخص نے جوان تین قبیلون کے سوائے غیر قبیلہ کا ہو ان تین قبیلون مین سے ایک قبیلہ کے سب گھر خرید لیے یہان تک کہ اس قبیلہ باقیہ مین سے کوئی نرہا پھر اس محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو دیت تین تہائی ہوگی جسمین سے ایک تہائی مشتری کی مددگار برادری پر اور دو تہائی باقی دونون قبیلون پر ہوگی اور اگر قبیلہ باقیہ کے مکانات خریدنے والا ہر دو قبیلہ باقیہ مین سے کوئی شخص ہو تو دیت ہر دو قبیلہ باقیہ پر نصفا نصف ہوگی اور اگر ان تینون قبیلون کے سوائے غیر قبیلہ مین سے ایک شخص نے دو قبیلون کے تمام گھر خرید لیے اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دیت مین سے نصف مشتری کی مددگار برادری پر ہوگی اور نصف باقی ایک قبیلہ کی مددگار برادری پر ہوگی - اور اگر کسی مشتری نے جوان تینون قبیلون مین سے نہین ہی تینون قبیلون کے مکانات سب خرید لیے پھر اُسنے ایک قبیلہ کے سب مکانات اقوام متفرقہ کے ہاتھ فروخت کیے تو مقتول کی دیت مشتری اول پر ہوگی جب تک ان مکانون مین سے اُسکی کچھ جگہ باقی رہے اور اگر سب گھر خریدنے والے نے ایک قبیلہ کے گھر اُنھین لوگون کے ہاتھ فروخت کیے جنکے سابق مین یہ گھر تھے یا اُنکے ساتھ بیع کا اقالہ کر لیا یا انپر حکم قاضی کے بسبب عیب کے انکو واپس کر دیے پھر محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت مشتری کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اُسنے بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کیے ہون تو مشتری کی مددگار برادری پر نصف دیت اور جن لوگون کو گھر واپس کیے ہین اُنکی مددگار برادری پر نصف دیت ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر بازار یا جماعت کی مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی بشرطیکہ یہ بازار عام ہو یا سلطانی ہو اور اگر کسی قوم خاص کی مملوک ہو تو قسامت و دیت اُنھین پر واجب ہوگی - اور واضح ہو کہ مسجد سے جامع مسجد مراد ہی یا ایسی مسجد جماعت جو بازار مین عام مسلمانون کی ہو اور اگر مسجد محلہ مین پایا جاوے تو دیت و قسامت اہل محلہ پر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر شارع اعظم یعنے بڑے عام راستہ پر کوئی مقتول پایا گیا تو اُسمین قسامت کسی پر نہین ہی اور اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی یہ کافی مین ہی - اور اگر مسجد حرام مین بدون اسکے کہ لوگون کا مسجد مین ازدحام ہو یا عرفہ مین یا غیر عرفہ مین کوئی مقتول پایا گیا تو بغیر قسامت کے اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر زمین یادار وقف مین جو چند معلوم لوگون پر وقف ہی کوئی مقتول پایا گیا - تو قسامت و دیت انھین معلوم لوگون پر واجب ہوگی اور اگر یہ زمین یا دار اخراجات مسجد کے واسطے وقف ہو تو ایسا ہی جیسے مسجد مین مقتول پایا گیا کہ اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مسجد کے وقف مین کوئی مقتول پایا گیا تو دیت بیت المال پر ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر گانون مین ایک مقتول پایا گیا اور در اصل وہ گانون اقوام متفرقہ کی ملک ہی اُسمین مسلمان و کافر دونون مذہب کے مالک ہین تو گانون والون پر قسامت ہوگی مسلمان و کافر سب پر برابر مین پھر انپر دیت واجب ہوگی سو جسقدر مسلمانون کے حصہ مین پڑے وہ اُنکی مددگار برادری پر ہوگی اور جسقدر ذمیون کے حصہ مین پڑے پس اگر اہل ذمہ کی مددگار برادری ہو تو اُسپر وہ ذمیون کے ذاتی مالون سے وصول کیجائیگی یہ مبسوط مین ہی

ف

اور اگر مسلمانون کے محلہ مین کوئی مقتول پایا گیا اور اُنکے یہان کوئی ذمی اُترا ہوا تھا تو ذمی مذکور سے قسم نہ لیجائیگی بیحیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر دو گانون یا دو کوچون کے بیچ مین کوئی مقتول پایا گیا تو مقتول سے جو قریہ و کوچہ زیادہ قریب ہو اُسی کے لوگون پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جہان مقتول پایا گیا ہو وہان دونون گانون یا دونون کوچون کی آواز پہونچتی ہو اور اگر نہ پہونچتی ہو تو کسی گانون والے پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ اگر دو گانون کے بیچ مین مقتول پایا گیا کہ دونون کی زمین اور دونون کا راستہ ایک قوم کی ملک ہی کہ اپنی زمین و راستہ فروخت کرتے ہین تو دیت عدد رؤس پر تقسیم ہوگی اور فرمایا کہ یہ امام محمد رح کا قول ہی۔ اور نیز منتقی مین ہی کہ اگر ایک گانون کی زمین مین ایک مقتول پایا گیا حالانکہ وہ دوسرے گانون کی آبادی کے گھر سے قریب تر ہی اگر وہ زمین جسمین قتیل پایا گیا ہی مملوک ہو تو مالک ماخوذ ہوگا اور اگر مملوک نہو تو جو گانون مقتول سے بہت قریب ہو اُس سے ماخذہ ہوگا۔ اور نیز منتقی مین ہی کہ امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک مقتول دو گانون کے بیچ مین پایا گیا پس آیا اُسکا مواخذہ اُس گانون والون سے ہوگا جسکی آبادی مکانات سے زیادہ قریب ہی یا زمین سے قریب والون سے مواخذہ ہوگا تو فرمایا کہ اگر اراضی اُنکی ملک نہو بلکہ صحرا کے مثل اُس گانون کی طرف منسوب ہو تو جسکی آبادی سے قریب تر ہی اُس سے مواخذہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر دو گانون کے بیچ مین کوئی مقتول پایا گیا اور وہ دونون گانون کے ٹھیک بیچ مین ہی۔ کہ دونون طرف فاصلہ برابر ہی اور ایک گانون مین ہزار آدمی مین اور دوسرے مین اس سے کم ہین تو بالاتفاق اُسکی دیت دونون گانون پر نصفا نصف ہوگی۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایک مقتول تین دار کے ٹھیک بیچ مین کہ سب سے اُسکا فاصلہ برابر ہی پایا گیا اور ایک دار تمیمی کا اور دو دار ہمدانیون کے ہین تو دیت دونون پر نصفا نصف ہوگی پس قریب کا اعتبار نکیا بلکہ قبیلہ کا اعتبار کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا اور ہنوز قبضہ نہین ہوا ہی کہ اُسمین مقتول پایا گیا اور بیع مین کسی کے واسطے خیار نہین ہی تو بائع کی مدد گار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر بیع مین خیار ہو تو قابض کی مدد گار برادری پر ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اگر بیع مین خیار نہو تو مشتری کی مدد گار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر خیار ہو تو انجام کار وہ دار جسکا ہو جائیگا۔ اُسی کی مدد گار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کے قبضہ مین دار ہو اور اُسمین ایک مقتول پایا گیا تو مدد گار برادری اُسوقت تک دیت کی ضامن نہوگی کہ جب تک گواہ یہ گواہی نہ دین کہ یہ دار اسکی ملک ہی اور جب گواہ یہ بات ثابت ہو جاوے تو ضامن ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص کے دار مین مقتول پایا گیا اور اس دار مین اُسکے خادم و غلام لوگ و آزاد لوگ ہین تو قسامت و دیت فقط مالک دار پر واجب ہوگی اُن لوگون پر کچھ نہوگا یہ ہیجانی سے تاتارخانیہ مین منقول ہی۔ اور اگر ملک مشترک مین مقتول پایا گیا تو مالکون پر قسامت و اُنکی مدد گار برادری پر بحساب رؤس مالکون کے دیت واجب ہوگی یعنی جو تعداد مالکون کی ہی دیت کے اُسیقدر برابر حصے ہونگے تعداد حصہ واجب ہوگی چنانچہ اگر ایک شخص کا حصہ تہائی دار ہو اور دوسرے کا دو تہائی ہو تو دیت ہر ایک کی مدد گار برادری پر آدھی آدھی واجب ہوگی اسیطرح اگر چند اقوام کے درمیان ایک نہر مشترک ہو اور اسمین کوئی مقتول پایا جاوے تو اُسمین بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ جامع مین فرمایا کہ ایک دار گیارہ آدمیون مین مشترک ہی جنمین سے دس آدمی قبیلہ بکر بن وائل کے ہین اور ایک آدمی بنو قیس مین سے ہی پس اسمین ایک شخص مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت کے گیارہ جزو ہونگے اُسمین سے دس جزو بنی بکر بن وائل کی مدد گار برادری پر ہونگے اور ایک جزو بنو قیس کی مدد گار برادری پر ہوگا اسیطرح اگر ایک بنی بکر کا ہو اور دو بنی قیس کے ہون

یہ نقشہ ایک ملک مین اُنکی قسامت کا ہی

اور دار اُن سب مین تین تہائی ہو تو دیت تین تہائی ہو کر اُنکی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ حکم امام محمد کا قول ہی جسکو امام محمد رح نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہی اور امام ابو یوسف رح سے اُسکے برخلاف روایت کیا ہی چنانچہ فرمایا کہ ایک دار ایک تیمی اور دو ہمدانیون مین مشترک ہی اُسمین ایک مقتول پایا گیا تو نصف دیت تیمی پر اور نصف دیت دونون ہمدانیون پر واجب ہوگی - اور فرمایا کہ یہ حکم عدد قبائل پر ہی جسقدر قبائل ہون دیت کے اُسی قدر حصے مساوی کیے جاوینگے بمنزلہ دو گانون کے جنمین جہان سے دو گانون کا فاصلہ برابر ہی ایک مقتول پایا گیا تو ہر گانون والون پر نصف دیت واجب ہوگی اور گانون والون کی تعداد پر نہ لیا جائیگا اور ایسا ہی اگر ایک دار ایک تیمی اور چار ہمدانیون مین مشترک ہو اور اُسمین کوئی مقتول پایا گیا تو امام ابو یوسف رح کا قول ہی کہ دیت دونون پر نصفا نصف ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دیت کے پانچ حصے ہونگے یہ محیط مین ہی - منتقی مین ہی کہ امام محمد رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ ایک دار مین دو آدمی تھے کہ اُنکے سوائے تیسرا نہ تھا پھر اُنمین سے ایک مقتول پایا گیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دوسرا اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مین اُسکو دیت کا ضامن نکرونگا اسواسطے کہ شاید مقتول نے اپنے آپ کو خود قتل کر ڈالا ہو یہ خلاصہ مین ہی - ایک دار تین نفر مین مشترک ہی اُسمین ایک مقتول پایا گیا تو دیت ان سب کی مددگار برادری پر تین تہائی ہوگی اور قسامت بھی ان سب کے گروہ پر ہوگی پس ہر ایک کے گروہ مددگار برادری کے سولہ سولہ آدمی ہوے اور بڑھے پچاس کی کسر مین دو آدمی سو ولی مقتول کو اختیار ہی چاہے جسکی مددگار برادری مین سے چھانٹ لے اور یہ اُسکو اختیار نہین ہی کہ سب پچاس کسی ایک نفر کی مددگار برادری سے چھانٹ لے یہ محیط مین ہی - ایک شخص اپنے دار مین مقتول پایا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی مددگار برادری پر اُسکی دیت اُسکے اقربا کے واسطے واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا - اور بنا بر قول امام اعظم رح کے قسامت واجب ہونے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے یہ اختیار کیا ہی کہ ایسی صورت مین قسامت نہوگی یہ کافی مین ہی اور اگر مکاتب اپنے دار مین مقتول پایا گیا تو یہ بالاجماع ہدر ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر مکاتب اپنے مولی کے دار مین مقتول پایا گیا تو اُسکی قیمت اُسکے مولی پر تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی اسمین سے اُسکی کتابت کا مال ادا کیا جائیگا اور اُسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور جو کچھ باقی رہیگا وہ اُسکے وارثون کو اُسکی میراث ملیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر مکاتب کے دار مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ اُسکی دیت اور اپنی قیمت دونون مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کر کے تین سال مین ادا کرے اور اسکو اُسکی مددگار برادری نہ اُٹھاویگی یہ ظہیریہ مین ہی - اور آیا مکاتب پر قسامت واجب ہوگی سو یہ کتاب مین مذکور نہین ہی اور کچھ شک نہین ہی کہ بنا بر قول امام اعظم رح و امام محمد رح کے قسامت واجب ہوگی اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اُنکے دوسرے قول پر قسامت واجب نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر مکاتب کے دار مین اُسکا مولی مقتول پایا گیا تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت اور مولی کی دیت دونون مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر غلام اپنے مولے کے دار مین مقتول پایا گیا تو اسمین کچھ واجب نہوگا - اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب غلام پر قرضہ نہو اور اگر غلام پر قرضہ ہو تو مولی اُسکی قیمت اور مقدار قرضہ مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی - اسیطرح اگر غلام نے کسی پر کوئی جنایت کی پھر اپنے مولی کے دار مین مقتول پایا گیا تو بھی یہی حکم ہی کہ مولے بطریق مذکور ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اگر غلام ماذون التجارۃ کے دار مین کوئی مقتول پایا گیا تو شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی کہ اگر اُسپر قرضہ نہو تو قسامت اُسکے

مولی پر اور دیت مولی کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ حکم قیاساً و استحساناً ہی اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو بھی صاحبین رح کے نزدیک یہی حکم ہی اور استحساناً امام اعظم رح کے نزدیک بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر غلام ماذون کے دارمین اُسکا مولی مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت مولی کی مددگار برادری پر واجب ہوگی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر دارالحرب یا مرتہن مین غلام مرہون مقتول پایا گیا تو اُسکی قیمت مالک دار پر واجب ہوگی نہ مددگار برادری پر یہ خزانۃ المفتیین مین ہی - اگر کوئی شخص ایسے قرابت دار کے گھر مین مقتول پایا گیا جسکی گواہی مقتول کے حق مین مقبول نہین ہوسکتی ہی یا عورت اپنے شوہر کے دار مین مقتول پائی گئی تو اسمین قسامت و دیت لازم ہی اور میراث سے محروم نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر شہر مین ایک عورت کے مکان مین کوئی شخص مقتول پایا گیا حالانکہ اس گھر مین اُسکے قرابت دارون مین سے کوئی نہین ہی تو عورت مذکور سے مکرر پچاس قسمین لیجائینگی پھر جو قبیلہ اُسکی قرابت مین سب سے قریب ہو اُسپر مقتول کی دیت واجب ہوگی - اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور یہی قول امام محمد رح کا اور اول قول امام ابو یوسف رح کا ہی یہ شرح مبسوط مین ہی - اور اگر اُسکے عشیرہ مین سے یعنے خویش و بیگانون مین سے دو مان حاضر ہون تو قسامت مین اُسکے ساتھ شریک کیے جاوینگے یہ کفایہ مین ہی - اور اگر عورت کے گانون مین کوئی مقتول پایا گیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُس عورت پر قسامت واجب ہوگی مکرر اُس سے قسمین لیجاوینگی اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری وہ قبیلہ ہوگا جو نسب مین سب سے زیادہ اُسکا قریب ہو اور ہمارے متاخرین اصحاب نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دیت اُٹھانے مین مددگار برادری کے ساتھ یہ عورت بھی شریک ہوگی یہ کافی مین ہی - اور اگر نابالغ کے دارمین کوئی شخص مقتول پایا گیا تو بالاجماع یہ حکم ہی کہ اُسپر قسامت واجب نہوگی بلکہ قسامت و دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور مجنون کے دارمین بھی بالاجماع یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر یتیمون کے دار یا قریہ مین کوئی مقتول پایا گیا پس اگر اُنمین کوئی بالغ ہو تو اُسپر قسامت واجب ہوگی اور دیت ان سب کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر بالغ نہو تو قسامت و دیت ان سب کی مددگار برادری پر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ذمی کے دارمین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسپر قسامت واجب ہوگی کہ اُس سے مکرر پچاس قسمین لیجاوینگی پھر جب اُنسے قسم کھالی پس اگر اُسکی مددگار برادری ہو کہ باہم ایسے معاملات مین مددگاری کرتے ہون تو دیت اُسکی مددگار برادری پر ہوگی ورنہ اُسکے مال سے واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص اپنے بیٹی و بیٹا کے دارمین جو دونون مین نصفا نصف مشترک ہی مقتول پایا گیا پھر ہر ایک نے دوسرے پر اُسکے قتل کا دعوی کیا تو پسر کے واسطے تہائی دیت دختر کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور دختر کی مددگار برادری پسر کی مددگار ہوگی اور دختر کے واسطے اپنے بھائی کی مددگار برادری پر چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا - اور اگر پسر نے اپنی بہن کے شوہر پر باپ کے قتل کا دعوی کیا تو پسر کے واسطے کچھ واجب نہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہی مجموع النوازل مین ہی کہ اگر ایک شخص اپنے پسر کے گھر مین مقتول پایا گیا حالانکہ اُسنے اپنے مجروح ہونے کی حالت مین موت سے پہلے یہ کہا کہ مجھے فلان شخص نے قتل کیا ہی تو اُسنے پسر کی مددگار برادری کو دیت سے بری کردیا لیکن اس سے جو اُسکے پسر پر لازم آیا ہی وہ باطل نہوگا اگر مال عطار من سے ہی تو پانچ درہم یا اس سے کم - اور یہ مجموع النوازل مین ہی کہ اگر مہمان اپنے مہمان دار کے گھر مین مقتول پایا گیا تو اسکا مواخذہ مالک مکان سے ہوگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر وہ علیحدہ کوٹھری مین اُترا ہوا ہو تو دیت و قسامت کچھ نہوگی اور اگر مختلط ہو تو مالک مکان پر دیت و قسامت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر اپنے وارث کے مکان مین

مقتول پایا گیا اور اسکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہے تو اس وارث کے واسطے مددگار برادری دیت نہ بھرگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص ایک نہر مین جسمین پانی بہتا ہے مقتول پایا گیا پس اگر نہر عظیم ہو جیسے فرات وغیرہ پس اگر پانی اُس مقتول کو بہائے لاتا ہوا اور اس دریا کا نکاس دارالحرب سے ہو تو مقتول کا خون ہدر ہوگا خواہ وہ بیچ دھار مین بہتا ہو یا کنارے بہتا ہو اگر دریا کا نکاس دارالاسلام سے ہو تو دیت بیت المال سے واجب ہوگی اور اگر مقتول مذکور بہتا نہو بلکہ کسی کنارے لگا ہوا ہو تو اسکی دیت دہان سے جو گانون سب سے زیادہ نزدیک ہو اُسپر واجب ہوگی اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جو گانون سب سے زیادہ قریب ہو وہان کی آواز یہان تک پہونچتی ہو اور اگر آواز نہ پہونچتی ہو تو اُنپر بھی کچھ واجب نہوگا بلکہ فقط بیت المال پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر نہر غیر اقوام معروف کی ہو تو اصحاب نہر پر قسامت اور اُنکی مددگار برادریون پر اُسکی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور نہر صغیر و کبیر مین یہ فرق ہے کہ جس نہر سے استحقاق شفعہ ثابت ہوتا ہے وہ صغیر ہے۔ اور جس سے استحقاق شفعہ ثابت نہو وہ کبیر ہو جیسے فرات وغیرہ جیسا کہ کتاب الشفعہ مین معلوم ہو چکا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کشتی مین کوئی مقتول پایا گیا تو کشتی کے سوار لوگ و ملاح لوگ جو اُسمین ہین سب پر قسامت واجب ہوگی۔ اور یہ لفظ ارباب کشتی کو بھی شامل ہے کہ جو ارباب اُسمین موجود ہین سب پر قسامت واجب ہوگی اور کنارہ پر اور جو اُسکو کھینچتے ہین اُنپر واجب ہوگی اور اسمین مالک و غیر مالک سب یکسان ہین۔ اور گردون کا بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک سواری کے چوپایہ پر ایک شخص مقتول پایا گیا اور جانور مذکور کے ساتھ سائق یا قائد یا راکب ہو تو مقتول کی دیت اُسی کی مددگار برادری پر ہوگی اہل محلہ پر نہوگی اور اگر سائق و قائد و راکب سب اس جانور کے ساتھ ہون تو سبھون پر دیت واجب ہوگی اور یہ شرط نہین ہے کہ یہ لوگ جانور مذکور کے مالک ہون بخلاف دار کے کہ دار مین یہ شرط ہے اور اگر جانور سواری کے ساتھ کوئی نہو صرف اُسپر مقتول پایا گیا تو جس محلہ مین چوپایہ پر وہ مقتول پایا گیا ہے اس محلہ والون پر دیت و قسامت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہے اگر ایک سواری کا جانور مقتول کو لادے ہوے دو گانون کے بیچ مین ہو کر گذرا تو جو گانون وہان سے بہت قریب ہو اُسپر دیت و قسامت واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب اس سبب سے قریب والے گانون کو آواز یہان کی پہونچتی ہو اور اگر اتنا فاصلہ ہو کہ یہان کی آواز وہان والون کو نہ سنائی دیتی ہو تو اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر بیابان مین کوئی مقتول پایا گیا پس اگر وہ زمین کسی کی ملک ہو تو مالک پر قسامت و دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر کسی کی ملک نہو پس اگر کسی آبادی تک وہان کی آواز سُنائی دیتی ہو تو اُنھون پر قسامت واجب ہوگی اور اگر وہان کی آواز نہین سُنائی دیتی ہو پس اگر اُس جنگل سے مسلمانون کو جھلانے کی لکڑیان یا ہری یا سوکھی گھاس کی منفعت ہو تو دیت بیت المال سے واجب ہوگی اور اگر اُس سے مسلمانون کی منفعت بھی منقطع ہو تو مقتول کا خون ہدر ہوگا۔ ہدایہ جس بیابان جنگل مین جسکے قریب آبادی نہو مقتول پایا جاوے اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ اگر چھوٹے یا بڑے پل پر کوئی مقتول پایا گیا تو بیت المال پر اُسکی دیت ہوگی اور نیز منتقی مین ہے کہ اگر شہر البصرہ کے خندق مین کوئی مقتول پایا گیا تو یہ منزلہ بڑے راستہ کے ہے کہ جو محلہ وہان سے سب سے زیادہ قریب ہوگا اُسی پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر لشکر گاہ مین کوئی مقتول پایا گیا حالانکہ یہ لوگ ایک جنگل بیابان مین اُترے ہین جو مملوک ہو کسی کی ملک نہین ہے پس اگر چھوٹی چھولداری یا بڑے خیمہ مین پایا گیا تو قسامت و دیت اُسی پر واجب ہوگی جو اُسمین رہتا ہے اور اگر اُس سے باہر پایا گیا اور یہ لوگ ہر ہر قبیلہ جدا جدا اُترے ہین تو اُس قبیلہ پر واجب ہوگی جسمین وہ مقتول

پایا گیا ہو اور اگر دو قبیلوں کے بیچ مین پایا گیا تو جو مقتول سے نزدیک ہو اُسپر واجب ہوگی اور اگر فاصلہ برابر ہو تو دونون قبیلون پر واجب ہوگی یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر ایک جگہ سب مجتمع مختلط اُترے ہون پس اگر کسی شخص کے خیمہ یا بڑے خیمہ مین پایا گیا تو خیمہ والے پر دیت و قسامت واجب ہوگی اور اگر خیمون سے باہر پایا گیا تو تمام اہل لشکر پر واجب ہوگی یہ محیط مین ہے اور اگر لشکر کسی شخص کی زمین مملوکہ مین ہو تو اُسی پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اہل لشکر اپنے کافرون دشمنون سے ملاقی ہوئے ہون پھر جب جدا ہوے تو ایک مسلمان مقتول پایا گیا تو مقتول کے واسطے قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی اگرچہ یہ معلوم نہو کہ اُسکو کسنے قتل کیا ہے۔ اسی طرح اگر دونون گروہ مسلمان ہون لیکن ایک گروہ باغی ہو اور دوسرا عادل ہو اور اہل عدل مین سے ایک شخص اُنکے جدا ہونے کے بعد مقتول نظر آیا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ اُسکو کسنے قتل کیا ہے تو اُسکے واسطے دیت و قسامت واجب نہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قید خانہ مین مقتول نظر آیا تو دیت بیت المال پر واجب ہوگی اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے دیت و قسامت قید خانہ والون پر واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر خالی گھر مین قفل لگا ہوا ہو پھر اُسمین کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت مالک مکان کی مدد گار برادری پر واجب ہوگی اور یہ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رح سب کا قول ہے کذا فی المحیط

سولھوان باب

عاقل کے بیان مین۔ معاقل جمع معاقلہ بمعنی دیت ہے کذا فی الہدایہ۔ عاقلہ اُن لوگون کو کہتے ہین جو دیت ادا کرتے ہین اور دیت کو عقل و حمل اسوجہ سے کہتے ہین کہ وہ خونریزی سے روکتی ہے یہ کافی مین ہے۔ ہر شخص کے عاقلہ ہمارے نزدیک اسکے اہل دیوان ہوتے ہین کذا فی المحیط۔ اور اہل دیوان اہل رایات ہین یعنے وہ لشکری لوگ جنکے نام دیوان مین لکھے ہین یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر قاتل اہل دیوان مین سے ہو پس اگر غازی ہو اور اُسکا دیوان ہو کہ وہان سے لڑائی کے واسطے روزینہ پاتا ہو تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہونگے جو غازیون مین سے اُسکے دیوان مین درج مین اور اگر وہ کاتب ہو اور اُسکا دیوان ہو کہ اُسمین سے روزینہ پاتا ہے تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہونگے جو دیوان کتاب سے روزینہ پاتے ہین شرط یہ کہ باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہون۔ اور اگر اُسکا دیوان نہو تو اُسکے مددگار لوگ اُسکے عاقلہ ہونگے پس اگر اُسکی مدد از جانب مخلات و دریبات ہو تو دیت اُنپر ڈالی جائیگی اور اگر قاتل گانون کا رہنے والا ہو اور اُسکی مدد اہل دیہ سے ہو تو دیت اُنھین پر ڈالی جائیگی یہ محیط مین ہے۔ اور حاصل یہ ہے کہ اس معاملہ مین اعتبار باہمی مددگاری کا اور بعض کا بعض کے کام آنے کا ہے پس اگر اہل محلہ و اہل بازار و اہل دیہ و خویشان و بیگانگان باہم ایسے ہون کہ اگر ایک پر کچھ مصیبت پڑے۔ تو سب اُسکی مددگاری و کفایت کارمین شریک ہو جاتے ہون تو وے لوگ عاقلہ ہونگے ورنہ اگر اُسکی مدد گار اہل دیوان اور خویشان و بیگانگان اور اہل محلہ و اہل بازار ہون تو اہل دیوان کو ترجیح ہوگی پس اگر اہل دیوان نہون تو خویشان و بیگانگان اولی ہین پھر اسکے بعد اہل محلہ و بازار مددگار قرار دیے جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر بعض مددگار بعض نہون تو اُسکے عاقلہ وہ خویش و بیگانہ ہونگے جو اُسکے باپ کی طرف کے رشتہ دار ہین کذا فی المحیط۔ اور دیت ان لوگون پر تین سال مین پھیلائی جائیگی کہ ہر واحد سے ہر سال مین سوائے ایک درم کے یا ایک درم و تہائی درم کے لیا جائیگا اور پوری دیت مین سے تین سال مین ہر واحد پر تین درم یا چار درم سے زیادہ نکیا جائیگا۔ اور اگر پورے قبیلہ مین پھیلانے سے یہ پورا نہ پڑتا ہو یعنے اسقدر گنجائش نہو تو اس قبیلہ کے ساتھ اُسکے نسبی قبائل مین سے جو سب سے قریب ہو وہ ملایا جائیگا پھر بھی اگر پورا نہ پڑے تو دوسرا جو باقی سب سے قریب ہو وہ ملایا جائیگا اسی طرح عصبات کی ترتیب سے قریب بقریب

ملائے جاوینگے کہ پہلے بھائی پھر اُنکی اولاد پھر چچا پھر اُنکی اولاد ملائے چلے جاوینگے اور رہے آباء وابنا یعنی باپ و دادا اوپر دادا وغیرہ و بیٹا و پوتا پرپوتا وغیرہ سو بعض نے فرمایا کہ یہ لوگ داخل کیے جاوینگے اور بعض نے فرمایا کہ نہین داخل کیے جاوینگے یہ کافی ہین ہے اور عاقلہ باپ کی طرف کا ہوتا ہے اور عاقلہ نہین ہوتا ماں کی طرف کا اسی طرح جورو بھی خاوند کی عاقلہ نہین ہوتی ہے اور بیٹا اپنی ماں کا عاقلہ نہین ہوتا ہے اور ماں بیٹے کی عاقلہ نہین ہوتی ہے جب اُسکی ماں کا شوہر بیٹے اُسکا باپ اُسکی ماں کے باپ کی طرف سے نسبی شرکت دار ان مین سے ہو یہ محیط مین ہے پھر قاتل بھی ایک عاقلہ مین سے ہوتا ہے کہ جو ہر ایک پر عاقلہ مین سے لازم آتا ہے وہی اُسپر بھی لازم آویگا یہ ہدایہ سے نزدیک ہے یہ محیط مین ہے اور خود قرابتون ہو ذریات مین سے جسکے نام عطیہ دیوان مین لکھا ہوا اُسپر اعقل لازم نہین ہوا اور یہ ہدایہ مین ہے اگر قاتل کوئی لڑکا نابالغ یا عورت ہو تو ان دونون پر دیت مین سے کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہے اور مجنون و فالج مارون و ناندیون سے کچھ نہ لیا جائیگا یہ محیط مین ہے اور اگر عاقلہ قلیل ہون یہان تک کہ ہر ایک کے حصہ مین تین سال مین چار درم سے زیادہ آتے ہون تو دوسرے دیوان مین سے جو اقرب ہون وہ ملائے جاوینگے اور اس شہر کے دیوان مین سے جو اقرب ہون وہ بہ نسبت ابعد کے اولی ہین یہ محیط سرخسی مین ہے اور قاتل کے دیوان سے اقرب وہ دیوان ہوگا جو قائد اس دیوان کا ہو سو اُس دیوان کے قائد کے ہاتھ سے جسمین قاتل کا نام درج ہے پھر اگر اس شہر کے اقرب دیوان کو قاتل کے دیوان سے ملانے سے کافی نہوا تو اس شہر کے ابعد دیوان کو دیوان قاتل و اقرب کے ساتھ ملا دینگے اور دیوان ابعد وہ ہے جسکا قائد اُس قائد کے ہاتھ سے نہو جسمین قاتل کا نام درج ہے بلکہ اُسکا قائد والی ملک کے ہاتھ سے ہو پھر اگر ابعد دیوان کے ملانے سے بھی کافی نہوا تو اُسکے خویش جو باپ کی طرف سے ہین ملائے جاوینگے - اور اگر اس شہر کے دیوانون مین سے ایک دیوان اقرب بدیوان قاتل ہو لیکن یہ لوگ اجنبی ہون اور ایک دیوان ابعد از دیوان قاتل ہو لیکن وے لوگ اُسکے خویش ہین اور باپ کی جانب سے خویش ہین تو دیوان قاتل کے ساتھ اقرب دیوان کے لوگ ملائے جاوینگے اگرچہ وہ لوگ اجنبی ہون یہ محیط مین ہے - اور اگر دو دیوان از راہ قرب کے برابر ہون اور ایک دیوان قاتل کے باپ کی جانب سے خویش ہین اور دوسرے ماں کی جانب سے خویش ہین تو اُسکے ساتھ اُسکے خویشون کا دیوان ملایا جائیگا اور نسب کی راہ سے ترجیح کا اعتبار ہوگا اور ترجیح پہلے تو قربت دیوان کی راہ سے معتبر ہوگی اور جب اس قرب مین برابر ہون تو نسب کی راہ سے ترجیح معتبر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے - اور شیخ ابو جعفر سے منقول ہے کہ اگر قاتل ایسا شخص ہو جسکا نام دیوان مین درج ہے اور اُسکے اقربا کے بھی دیوان ہون تو اُسکی مدد گاری دیت ادا کرنے مین اُسکے اُن خویشون پر ہوگی جو اُسکے دیوان مین ہین پس اگر یہ کافی نہون تو اُسکے سب اقربا اُن پر ہوگی خواہ اُسکے دیوان مین سے ہون یا غیر دیوان مین سے ہون - اور اگر قاتل کا نام دیوان مین درج نہو لیکن اُسکے اقربا کا نام دیوان مین درج ہو تو اُسکی دیت ادا کرنے کی مدد گاری اُسکے اُن اقربا دیوانیان پر ہوگی جنکا رشتہ قاتل سے بہت قریب ہے پس اگر کافی نہون تو اُسکے سب اقربا پر ہوگی - اور اگر قاتل کا نام دیوان مین درج نہو لیکن اُسکے بعضے اقارب کا نام دیوان شہر مین درج ہو اور بعض کا نام درج نہو اور وہ لوگ دیہات مین رہتے ہون تو دیکھا جائیگا کہ اگر قاتل بھی دیہ مین رہتا ہو تو اُسکی مدد گاری اُن اقاربون پر ہوگی جو دیہات مین رہتے ہین اور اگر یہ لوگ کافی نہون تو اُسکی مدد گاری مین اُسکے خویشان دیہاتی بھی و شہری جنکا نام دیوان مین درج ہے شامل کیے جاوینگے پھر اگر کچھ مال زائد رہے تو خاص قاتل کے مال سے دیا جائیگا اور اگر قاتل شہر مین رہتا ہو تو اُسکی مدد گاری مین وہ لوگ لیے جاوینگے جو شہر مین ہین کہ اُنکا نام دیوان مین درج ہے پھر اگر کفایت نہ کرے تو باقی خاص اُسکے مال سے دیجائیگی اور اُسکے

ان قرابت داروں پر جو دیہات مین رہتے ہین کہ اُنکا نام دیوان مین درج نہین ہی کچھ دیت کا حصہ واجب نہوگا - اور اگر اُسکا اور اُسکے قرابت داروں کا دیوان نہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر وہ اہل حرفہ سے مدد لیتا ہو تو اُسکی مدد گاری اہل حرفہ پر واجب ہوگی اور جو کچھ زائد ہو وہ خاص اُسکے مال سے دلائی جائیگی اور اگر اہل محلہ سے مدد گاری لیتا ہو تو اُسکے جرم کی دیت کی مدد گاری اہل محلہ پر ہوگی اور باقی اپنے مال سے دیگا اور اگر اہل شہر سے مدد لیتا ہو تو اُسکی مدد گاری اہل شہر پر ہوگی یہ محیط مین ہی - اور جن لوگون کا نام دیوان مین درج نہین ہی جیسے شہر سے باہر دیہاتی لوگ وغیرہ تو اُنکی باہم مدد گاری باعتبار نسب کے ہوگی اگرچہ اُنکے رہنے کے ٹھکانے دور دور اور دیہات مختلفہ ہون یہ مبسوط مین ہی - اور اگر دیہاتی آدمی شہر مین اُترا اور اُسکا گھر شہر مین نہین ہی تو اہل مصر جنکو دیوان سے عطیہ ملتا ہو وہ اُسکی مدد گاری مین دیت ادا کرینگے جیسے کہ شہری لوگون مین سے اگر کوئی شخص دیہات مین گیا ہو تو دیہاتی لوگ اُسکی مدد گاری ادا سے دیت مین نکرینگے یہ کافی مین ہی - اور جس شخص کے قرابت دار نہون اور نہ اُسکا نام دیوان مین درج ہو تو امام ابوحنیفہ رح سے روایت ہی کہ اُسکی دیت اُسکے مال سے دیجائیگی اور اسیکو عصام رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور ظاہر الروایۃ کے موافق بیت المال پر واجب ہوگی اور اسی پر فتوی ہی - اسکو صدر الشہید حسام الدین رح نے ذکر کیا ہی یہ سراجیہ مین ہی - اور کتاب الولاء مین ذکر فرمایا کہ بیت المال ایسے شخص کی طرف سے دیت نہین ادا کرتا ہی جسکے خویش موجود ہون یا وارث ہو خواہ وارث مذکور مستحق میراث ہو مثلاً آزاد مسلمان ہو یا نہو مثلاً کافر یا غلام ہو حتے کہ فرمایا کہ اگر حربی ستامن نے ایک مسلمان غلام خریدا پھر اُسکو آزاد کر دیا پھر مستامن مذکور دار الحرب کو لوٹ گیا پھر وہان مسلمانون کے ہاتھ قید ہو کر دار الاسلام مین لایا گیا پھر غلام آزاد کردہ شدہ مر گیا تو اُسکی میراث بیت المال مین رہیگی اسواسطے کہ اُسکا آزاد کرنے والا رقیق ہی اور اگر اس غلام آزاد شدہ سے جنایت کی تو ادائے دیت مین اُسکی مدد گاری اُسی پر ہوگی بیت المال پر نہوگی کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہی یہ نہایہ مین ہی - اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ متاخرین نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ سوائے عرب کے باقی ملک عجم کے واسطے عاقلہ نہین ہی اور یہی قول فقیہ ابوبکر بلخی اور ابوجعفر ہندوانی کا ہی اسواسطے کہ عجم نے اپنے انساب کی حفاظت نہین رکھی ہی اور نہ باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہین اور نہ اسکے واسطے دیوان ہی اور دیت کا بار دوسرے غیر پر ڈالنا عرب کے حق مین برخلاف قیاس ثابت ہوا ہی کہ اُنھون نے اپنے نسبون کو ضائع نہین کیا ہی اور باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہین پس عجم لوگ اُنکے ساتھ نہین ملائے جاوینگے - اور بعض نے فرمایا کہ عجم کے واسطے بھی عاقلہ ہی وقت باہمی مدد کی ضرورت کے اور کسی کے ساتھ لڑائی کرنے کے شریک ہوتے ہین جیسے مرو کے موزہ دوز اور نخشیر سے اور بخارا کے دریہ وکلاباد کے بڑھئی پس اگر انمین سے کسی نے خطا سے قتل کیا اور دیت واجب ہوئی تو اُسکے اہل محلہ و دیہاتی عزیز اُسکے عاقلہ ہونگے اور یہی حال طالب علمون کا ہی اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی رح نے اور بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہی - اور امام ظہیر الدین مرغینانی فقیہ ابوجعفر کا قول اختیار کرتے تھے اسواسطے کہ باہمی مدد گاری برادرانہ کا اعتبار ہی اور موزہ دوزون و طالب علمون وغیرہ کا جمع ہو جانا کچھ اسواسطے نہین ہی پس انپر یہ واجب نہوگا کہ غیر کا بار اپنے ذمہ برداشت کرین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور ایک شہر کے لوگ دوسرے شہر کے لوگون کی دیت ادا کرنے مین مدد گاری نکرینگے جبکہ ہر اہل شہر کے واسطے علیحدہ دیوان ہو اور اگر اُنمین باہمی مدد گاری باقتضاء نزدیکی سکونت کے ہو تو دوسرے شہر کے بہ نسبت اہل شہر زیادہ قریب ہین کذا فی الہدایہ اور اگر سگے دو بھائی ایک مان و باپ سے ہون اور ایک کا دیوان کوفہ مین اور دوسرے کا بصرہ مین ہی تو ایک بھائی دوسرے کا عاقلہ نہوگا بلکہ اُسکے عاقلہ اُسکے دیوان

کے لوگ ہونگے یہ بسوط مین ہی۔ اور ہر شہر والے کے عاقلہ اُسکے اہل سواد و دیہاتی ہونگے اور جسکا گھر بصرہ مین ہو اور اُسکا نام کوفہ کے دیوان مین درج ہو تو اہل کوفہ اُسکے عاقلہ ہونگے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے خطا سے قتل کیا اور اُسکا مرافعہ برسون قاضی کے سامنے ہوا پھر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو قاضی قاتل کی مدد گار برادری پر تین سال مین دیت ادا کرنے کا حکم دیگا جس روز سے قضیہ فیصل ہوا ہی اُسدن سے تین سال مین ادا کیجاوے پس اگر اُسکے عاقلہ اُسکے اہل دیوان ہون تو اُنکے عطیات مین مال دیت دینے کا حکم جاری کریگا اور ایک تہائی اُنکے اول عطا مین قرار دیگا کہ جو اول عطا بعد اس حکم کے ہو اُسمین سے ایک تہائی دیت وہ لوگ ادا کرین اگرچہ قتل اور اُسکا قضیہ فیصل ہونے مین اور اُنکے عطیات ملنے مین فقط ایک مہینہ یا اس سے بھی کم ہو۔ اور دوسری تہائی سے کے واسطے حکم دیگا کہ جب دوسرا عطیہ وصول ہو خواہ سال گذر جانے اور دیر ہو جانے کے بعد وصول ہو یا سال سے پہلے وصول ہو جاوے اور اسی طرح تیسری تہائی کے واسطے بھی یون ہی حکم کریگا یہ بسوط مین ہی۔ اور اگر بعد فیصلہ مقدمہ قتل کے قاتل کے اہل دیوان کو اُنکا عطیہ تین سال کا پیشگی ایکبارگی عطا کیا گیا تو پوری دیت اس سب عطیہ مین سے فی الحال وصول کر لیجائیگی۔ اور اگر عاقلہ کا عطیہ جو حکم دیت جاری ہونے سے پہلے کا تھا بعد فیصلہ مقدمہ کے عطا ہو تو اُسمین سے کچھ دیت نہ لیجائیگی بلکہ بعد حکم دیت کے جو عطا یا واجب ہون جب وہ وصول ہون تو اُسمین سے دیت لیجائیگی اور اگر ہر شش ماہی مین عطیہ ملتا ہی تو اُسمین چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا اور اگر ہر چار ماہ کے بعد ملتا ہی تو اُسمین نو ان حصہ دیت واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر قاتل کے عاقلہ مددگار برادری اہل رزق ہون جنکو روزینہ ماہواری ملتا ہی تو اُنکے روزینہ مین سے دیت ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا پس اگر دیت ادا کرنے کا حکم ہونے سے پہلے مہینون کا روزینہ وصول ہوا تو اُسمین سے کچھ نہ لیا جائیگا اور اگر حکم دیت ہونے کے بعد مہینون کا روزینہ وصول ہوا تو اُسمین سے بقدر حصہ کے دیت لیجائیگی پس دیکھا جائیگا کہ اگر اُنکو ماہواری روزینہ ماہ یا ہ وصول ہوتا ہی تو ہر مہینہ کے روزینہ مین سے چھتیسوان حصہ لیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر قاضی کے حکم دینے کے ایک یا دو روز کے بعد روزینہ وصول ہوا تو اس مہینہ کے روزینہ کے بقدر ایک ماہ کے حصہ کی دیت لیجائیگی۔ اور اگر اُسکی مددگار برادری کے واسطے ماہواری روزینہ اور سالانہ عطیہ مقرر ہو تو اُنکے عطیات مین سے دیت دینا لازم کیا جائیگا روزینہ مین سے دینا لازم نکیا جائیگا یہ کافی مین ہی۔ اور رزق و عطا مین فرق یہ ہی کہ رزق وہ ہی جو لوگون کے واسطے بقدر حاجت و کفایت کے کہ اُسکو روزانہ مدینہ مین کافی ہو بیت المال سے مقرر کیا جاتا ہی اور عطیہ وہ ہی کہ سالانہ مقرر کیا جاتا ہی بلحاظ تنگی و تکلیف در باب قرضہ کے نہ بلحاظ حاجت و کفایت کے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر قاتل اہل کوفہ مین سے ہو اور وہان اُسکا عطیہ تعاقب اُسپر دیت کی ڈگری نہوئی یہان تک کہ اُسکا دیوان بصرہ مین بدل گیا تو اہل بصرہ مین سے اُسکے عاقلہ پر دیت ادا کرنے کی مددگاری واجب ہوگی یہ بسوط مین ہی۔ اور اگر اُسکے عاقلہ کوفہ پر تین سال مین دیت ادا کرنے کا حکم ہو گیا ہو اور اُس سے تہائی دیت لیگئی ہو یا نہ لی گئی ہو پھر اُسکا نام بدل کر اہل بصرہ کے دیوان مین داخل کیا گیا تو دیت ادا کرنے کی مددگاری اہل کوفہ پر رہیگی اور اہل بصرہ کی طرف تحویل نکیجائیگی لیکن بصرہ کے قاتل کے عطیہ سے اُسکا حصہ دیت لے لیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکا مسکن کوفہ مین ہو اور اُسکا کچھ عطیہ نہو اور اُسنے خطا سے کسی کو قتل کیا اور ہنوز اُسپر قاضی کا حکم نہین ہوا تھا کہ اُسنے کوفہ چھوڑ کر بصرہ مین وطن اختیار کیا تو اُسکے عاقلہ بصرہ پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور اگر اسکے عاقلہ کوفہ پر دیت کا حکم ہو گیا ہو پھر اُسنے کوفہ چھوڑ کر بصرہ مین وطن اختیار کیا تو عاقلہ کوفہ سے دیت منتقل نہوگی۔ اسی طرح اگر دیہاتی نے قتل کیا اور حکم دیت ہونے سے پہلے وہ شہر مین رہنے لگا اور اُسکا نام دیوان مین

درج ہوگیا تو اہل دیوان اُسکے عاقلہ ہوکر دیت میں مددگار ہونگے اور اگر اُسکے دیہاتی عاقلہ پر دیت کا حکم ہو جانے کے بعد وہ شہر میں آکر دیوان میں درج ہوا تو عاقلہ دیہات سے دیت منتقل نہوگی یہ کافی میں ہے۔ اگر بدوی نے کسی شہری کو خطا سے قتل کر ڈالا تو اُسکے خویش و برادری میں سے وہ تین سو اونٹ جو اُسپر واجب ہوے ہیں جمع کیے جاوینگے اور اُسکے ننھیال والوں اسکو جمع کرینگے پھر دلی مقتول کو حکم دیا جائیگا کہ اُنھیں کے مقامات سکونت میں جاکر اُنسے یہ مقدار دیت وصول کرلے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی بدوی نے کوئی جنایت کی اور ہنوز اُسکی بابت حکم نہیں ہوا تھا کہ امام المسلمین نے اُسکو اور اُسکی قوم کو بادیہ سے منتقل کراکے شہر میں بسایا اور اُنکا عطیہ دینار مقرر کیے پھر مقدمہ جنایت قاضی کے پاس پیش ہوا تو قاضی اُنپر دیت میں دینار دینے کا حکم دیگا اونٹوں کا حکم نہ دیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر اُسپر سو اونٹ کا حکم ہوگیا ہو پھر امام المسلمین نے اُسکو اور اُسکی قوم کو منتقل کراکے اُنکا عطیہ دینار مقرر کیے تو اُنسے اونٹوں یا اُنکی قیمت کا مواخذہ کیا جائیگا اور اگر سوا سے عطیہ کے اُسکا کچھ مال نہو تو اونٹوں کی قیمت اُنکے عطیات سے لے لیجائیگی خواہ قیمت کم ہو یا زیادہ ہو یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر کوفہ کے اہل عطائین سے ایک شخص نے جنایت کی اور اُسکی مددگار برادری پر جنایت کی دیت کا حکم ہوگیا پھر اُسکی قوم میں ایک قوم دیہاتی یا شہری جنکا عطیہ مقرر نہیں ہوا مل گئی تو اُسکی قوم کے ساتھ یہ لوگ بھی مددگاری میں داخل کیے جاوینگے اور جسقدر اونٹ باقی ہے سب میں شامل کیے جاوینگے۔ اور اس معاملہ سے پہلے اگر کوئی دیت اُنھوں نے ادا کی ہو تو اُنمیں یہ لوگ جو شامل ہیں شامل نہ کیے جاوینگے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے قتل بخطا کا اقرار کیا اور قاضی کے پاس مرافعہ نکیا گیا الا بعد چند سال کے تو قاضی اُسکے مال سے روز حکم سے تین سال میں دیت ادا کرنے کا حکم دیگا اور اگر قاتل و وارث مقتول دونوں نے باتفاق بیان کیا کہ فلان شہر کے قاضی نے گواہوں کی گواہی پر اسکے کوفہ کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا تھا اور مددگار برادری نے ان دونوں کے قول کی تکذیب کی تو مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور اُسکے مال میں سے اُنکا کچھ نہوگا الا اُس صورت میں کہ اسکا عطیہ اُنکے ساتھ ہو تو اُسپر بقدر اسکے حصہ کے لازم ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور محاقل میں ذکر فرمایا کہ ایسے قتل کے گواہ جس سے مددگار برادری پر دیت واجب ہوتی ہے مددگار برادری کی غیبت میں مقبول نہونگے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ اُسنے فلان شخص کو خطا سے قتل کیا ہے پھر وارث مقتول نے گواہ قائم کیے کہ مدعا علیہ نے اسکو قتل کیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور مدعا علیہ کا اقرار قتل ایسی گواہی کے قبول کیے جانے سے مانع نہیں ہے۔ اسواسطے کہ گواہی سے وہ بات ثابت ہوتی ہے جو باقرار مدعا علیہ ثابت نہ تھی اور اسکے نظائر بہت ہیں یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دلی مقتول نے بعد اقرار مدعا علیہ کے بیان کیا کہ میں کوئی گواہ نہیں جانتا ہوں پس میرے واسطے دیت کا حکم قاتل کے مال سے جاری کردے پس قاضی نے مال مقرر سے دیت دینے کا حکم دیدیا پھر وارث مقتول نے گواہ پائے اور چاہا کہ دیت کو عاقلہ پر منتقل کرادے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا۔ اور اگر دلی نے کہا کہ ابھی حاکم دیت کا مال قاتل پر حکم نہ دے شاید مجھے گواہ دستیاب ہوجاویں پس قاضی نے حکم میں تاخیر کی پھر وارث مذکور نے گواہ پائے۔ تو قاضی اُنکی گواہی پر مددگار برادری پر دیت کا حکم دیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور مملوک آزاد شدہ کا عاقلہ اُسکے مولی کی مددگار برادری ہے اور مولی الموالات کی مددگار برادری اُسکا مولے اور مولی کا قبیلہ ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک عورت آزاد ہوا اور وہ بنی تمیم کی موالاۃ ہوا اور اسکا خاندان اہل ہمدان میں سے ایک شخص کا غلام ہو پھر اُسکے ایک لڑکا پیدا ہوا تو اُس لڑکے کے عاقلہ اُسکے مان کے عاقلہ ہیں اور اگر لڑکے نے کوئی جنایت کی اور ہنوز قاضی نے اُسکی دیت کا حکم نہیں دیا ہے کہ اُسکا باپ بھی آزاد

کیا گیا تو قاضی اُسکی ولاء اُسکے باپ کے موالی کی طرف منتقل کردیگا پھر جو جنایت اُسنے کی ہی اُسکی دیت کا حکم اُسکی مان کی مددگار برادری پر جاری کریگا اُسکی مان کی مددگار برادری سے اسکو منتقل نکریگا - اسی طرح اگر باپ کے آزاد ہونے سے پہلے اُسنے کنوان کھودا اور باپ کے آزاد ہونے کے بعد اُسمین کوئی شخص گرکر مرگیا تو دیت کا حکم ہونے کے وقت اسکی مدعا علیہ اُسکی مان کی مددگار برادری ہوگی بشرطیکہ جنایت کرنے والا بالغ ہوا ور اگر نابالغ ہو تو اُسکا باپ ہوگا یہ مبسوط مین ہی

اگر ایک شخص نے دوسرے سے موالات پیدا کی پھر کسی شخص کو خطا سے قتل کیا - پھر دیت ادا کرنے سے پہلے اُسکے موالات کو چھوڑ کر دوسرے شخص سے موالات پیدا کی تو دوسرا اُسکا عاقلہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک حربی مسلمان ہوگیا اور اُسنے دار الاسلام مین ایک مسلمان سے موالات کر لی پھر اُسنے کوئی جنایت کی تو جس سے موالات پیدا کی ہی اُسکی مددگار برادری اسکے دیت کے واسطے عاقلہ ہوگی پھر بعد مددگاری ادائے دیت کے اسکو یہ اختیار نہوگا کہ جس سے موالات کی ہی اُسکے موالات کو چھوڑ دے - اور اگر ان لوگون نے اُسکی طرف سے مددگاری کرکے دیت ادا کی یا ہنوز قاضی نے ادائے دیت کا حکم نہین کیا ہی کہ دار الحرب سے اُسکا باپ قید کرکے دار الحرب مین لایا گیا اور اُسکو ایک شخص نے خرید کر کے آزاد کردیا تو وہ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی جانب کھینچ لیجائیگا پھر جس سے موالات پیدا کی تھی اُسکی مددگار برادری اسکے باپ کے آزاد کرنے والون کی مددگار برادری سے کچھ واپس نہین لے سکتے ہین - اسی طرح اگر اپنے باپ کے قید کیے جانے سے پہلے کنوان کھودا پھر اُسکے باپ کے آزاد کیے جانے کے بعد اُسکے کنوئین مین کوئی آدمی گرکر مرگیا تو اسکی دیت اُس شخص کی مددگار برادری پر ہوگی جسنے اُس سے موالات کی تھی اُسکے باپ کی مددگار برادری پر نہوگی یہ مبسوط مین ہی - ایک ذمی مسلمان ہوگیا اور اُسنے کسی سے موالات نکی یہان تک کہ خطا سے کسی کو قتل کیا اور ہنوز اُسپر کوئی حکم نہ دیا گیا تھا کہ اُسنے بنی تمیم مین سے ایک شخص سے موالات کی پھر دوسری جنایت کی تو دونون جنایتون کا حکم بیت المال پر ہوگا اور اُسکی موالات باطل ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر کنوان کھودا پھر کسی شخص سے موالات پیدا کی پھر کنوئین مین ایک آدمی گرکر مرگیا تو اُسکی دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور بیت المال اُسکی طرف سے دیت ادا نکریگا بخلاف اسکے اگر اُسنے تیر پھینکا یا پتھر پھینکا اور پہونچنے سے پہلے اُسنے ایک شخص سے موالات کر لی پھر تیر یا پتھر پہونچا اور اُسنے ایک شخص کو قتل کیا تو بیت المال پر اُسکی طرف سے دیت ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک مسلمان عورت نے جو مولے بنی تمیم کی ہی کوئی جنایت کی یا کنوان کھودا اور ہنوز جنایت کی بابت حکم نہین ہوا تھا کہ عورت مذکور مرتد ہوکر دار الحرب مین چلی گئی پھر وہان سے مسلمان لشکر نے جہاد مین اُسکو قید کیا پھر ہمارے ایک شخص نے اُسکو آزاد کردیا پھر کنوئین مین ایک آدمی گرکر مرگیا تو اُسکی دیت کا حکم بنی تمیم پر ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ایک بدوی نے راہ مین کنوان کھودا پھر امام نے بدویون کو شہر مین بلالیا اور شہر مین متفرق ہوکر صاحب عطیات ہوگئے پھر اس کنوئین ایک شخص گرکر مرگیا تو دیت اُسکی اُس روز کی مددگار برادری پر ہوگی - جسدن وہ گرا ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر اُسنے کنوان کھودا اور وہ صاحب عطیہ تھا پھر امام نے اُسکا عطیہ باطل کردیا اور اُسکو اُسکے نسبی رشتہ دارون کی طرف واپس کردیا کنوئین نے زمانہ دراز تک اُسکے ساتھ مددگاری کی پھر کنوئین مین گرکر ایک آدمی مرگیا تو جس روز مال واجب ہوا ہی اُس روز کی اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی - ملاعنے کے بیٹے کی مددگار برادری اُسکی مان کی مددگار برادری ہوگی پس اگر مان کی مددگار برادری نے اُسکی طرف سے دیت ادا کی ہو پھر باپ نے اپنی تکذیب کی اور دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی تو مان کی مددگار برادری نے جسقدر سال ادا کیا ہی وہ باپ کی

مددگار برادری سے واپس لینگے اور تین سال مین جس روز سے قاضی باپ کی مددگار برادری پر حکم کرے کہ اُسکی مان کی مددگار برادری کو واپس دیوین واپس لینگے - اسی طرح اگر مکاتب ادائے کتابت کے لائق مال چھوڑ کر مر گیا اور اُسکا بیٹا آزاد ہوا اور ہنوز مکاتب کی کتابت ادا نہ کی گئی تھی کہ اُسکے بیٹے نے جنایت کی اور بیٹا ایک آزاد عورت سے مولاۃ بنی تمیم کے پیٹ سے ہوا اور مکاتب ایک شخص ہمدان کا مکاتب ہو پس مان کی قوم نے اُسکی طرف سے دیت ادا کی پھر اُسکے باپ کی کتابت ادا کی گئی تو مان کی مددگار برادری اس مال دیت کو باپ کی مددگار برادری سے واپس لینگی - اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک نابالغ کو حکم دیا کہ اس شخص کو قتل کر دے اُسنے قتل کر دیا پس لڑکے کی مددگار برادری نے دیت ادا کی تو حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی بشرطیکہ حکم دینے گواہون سے ثابت ہوا اور اگر حکم دینا اُسکے اقرار سے ثابت ہو تو مددگار برادری کے لوگ اس مال کو حکم دہندہ کے مال سے تین سال مین واپس لینگے یعنے جس روز سے قاضی اُسپر حکم دے کہ واپس دے یا اُسکی مددگار برادری پر واپس دینے کا حکم دے یہ کافی مین ہی - اور اگر ابتدائے مقدمہ مین یہ سب مجتمع ہوے ہون تو قاضی وارثان مقتول کے واسطے لڑکے کی مددگار برادری پر اور لڑکے کی مددگار برادری کے واسطے حکم دہندہ کی مددگار برادری پر حکم دیگا پس جب وارث مقتول کی مددگار برادری سے کچھ لیگا اُسی قدر لڑکے کی مددگار برادری حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی - اور اگر بلا عنہ کے بیٹے نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور قاضی نے مان کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا اور اُنھون نے تہائی دیت ادا کر دی پھر باپ نے اُس لڑکے کے نسب کا دعوی کیا پس سب حاضر ہوے تو مان کی مددگار برادری کے واسطے باپ کی مددگار برادری پر تہائی دیت کا جو اُنھون نے ادا کی ہی دینے کا حکم دیگا اور آیندہ سال مین پہلے ابتدا انھین سے کیجائیگی کہ وارثان جنایت سے پہلے اِنکو تہائی دیت جو اُنھون نے ادا کی ہی ادا کر دیجائیگی پھر مان کی مددگار برادری کے ذمہ سے باقی دیت باطل ہو جائیگی پھر باقی دو تہائی دیت دو سال مین بعد پہلے سال کے باپ کی مددگار برادری پر ادا کرنی واجب ہوگی اور وارثان جنایت نے جسقدر مان کی مددگار برادری سے لیا ہی وہ واپس نہ لیا جائیگا - پھر پہلے سال مین مان کی مددگار برادری کو ادا کر دینے کے بعد وارثان جنایت کو یہ اختیار نہوگا کہ باپ کی مددگار برادری سے کچھ وصول کرین - اور مکاتب کے بیٹے کا بھی یہی حکم ہی یہ بمبسوط مین ہی - اور مسلمان کسی کافر کی طرف سے یا کافر کسی مسلمان کیطرف سے دیت ادا کرنے مین مددگار نہوگا اور کفار باہم ایک دوسرے کی مددگار برادری ادائے دیت مین ہونگے اگر اُنھون نے تعاقل اور ادائے دیت کی مددگاری کا طریقہ اختیار کیا ہی اگرچہ اُنکی ملتین مختلف ہون یہ محیط مین ہی - اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہی کہ باہم اُنمین عداوت ظاہرہ نہو اور اگر عداوت ظاہرہ ہو جیسے یہود و نصاری تو چاہیے کہ بعض کا بعض عاقلہ نہووے اور ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے روایت ہی یہ کافی مین ہی - اور اگر دو سے لوگ باہم دیت ادا کرنے کی مددگاری کا طریقہ نہ اختیار کرتے ہون تو جنایت کرنیوالے کے مال سے دیت واجب ہوگی اور اگر اُنمین تعاقل کا طریقہ ہو لیکن جنایت کرنے والے کی کوئی مددگار برادری نہو تو جنایت کرنے والے کے مال سے دیت واجب ہوگی اور بیت المال سے واجب نہوگی یہ محیط مین ہی -

فصل - اگر خطا سے قتل کرنے والے کی کوئی مددگار برادری نہو تو دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور محض قتل عمد مین جب دیت واجب ہو کر تو قاتل کے مال سے واجب ہوگی خواہ قتل نفس ہو یا اس سے کم جرم ہوا اور خطا کی صورت مین خواہ قتل نفس ہو یا اس سے کم ہو دونون حالتون مین عاقلہ پر واجب ہوگی اور شبہ عمد مین قتل نفس مین مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور نفس سے کم مین جنایت کرنیوالے پر واجب ہوگی اگرچہ جرمانہ بقدر پوری دیت کے ہو جاوے یہ خلاصہ مین ہی - اور اگر

ع ۵

واضح ہو کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کے اقرار سے بدون گواہون کے یا گواہون سے مدعا علیہ کا بلوغ کی عمر کو پہونچنا ثابت ہو تو اسکی مددگار برادری پر کچھ نہوگا پس برادری کو دو عورتون کی گواہی سے بلوغ ثابت ہو تو قاضی کو پہلے اُنکی گواہی پر اُسکی نابالغی کا حکم دینا چاہیے پھر بالغ ہونیکا حکم دیوے اور تین سال کی مدت دیوے پھر اگر اُسکی نابالغی ظاہر ہو تو اُسکی مددگار برادری پر کچھ نہوگا

دیت کے بیسویں حصہ سے کم ہو تو عاقلہ اُسکو ادا نکریگی اور بیسوان حصہ یا اس سے زیادہ کے عاقلہ متحمل ہونگے یہ کافی مین ہی - اور جس قتل عمد مین شبہ واقع ہوجاوے اُسمین جو کچھ واجب ہو یا جنایت سے صلح کرنے مین مال واجب ہو یا اپنی ذات پر خطا سے قتل کرنے کے اقرار کرنے سے واجب ہو یا ارش موضحہ سے کم واجب ہو یا غلام کی جنایت سے واجب ہو تو وہ عاقلہ پر واجب نہوگا بلکہ جنایت کرنے والے کے مال مین واجب ہوگا اور غلام کی جنایت کا مال مولی پر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور مولے کی مدد گار برادری پر اُسکے غلام یا مدبر یا ام ولد کی جنایت کی دیت وغیرہ مین سے کچھ واجب نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور جنایت کرنے والے کے خود ہی اقرار سے جو لازم آوے اُسکے عاقلہ متحمل نہونگے الا اُس صورت مین کہ اسکے اقرار کی تصدیق کرین یہ ہدایہ مین ہی - اور مکومت عدل سے جو واجب ہو پس اگر ارش موضحہ سے کم یا برابر ہو تو مدد گار برادری اُسکی متحمل نہوگی اور اگر اس سے زیادہ ہو تو ہمارے اصحاب سے کوئی روایت نہین ہی اور متاخرین نے اسمین اختلاف کیا ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ مدد گار برادری اُسکو اُٹھا دیگی اور جوڑ بند کے ارش بلا خلاف نہ اُٹھا دیگی یہ محیط مین ہی - اور جو دیت بنفس قتل واجب ہوئی قتل خطا مین یا شبہ عمد مین یا عمد مین جسمین شبہ واقع ہوگیا ہی تو جسپر واجب ہوئی اُسپر تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی کہ ہر سال مین ایک تہائی واجب ہوگی اسی طرح جسنے خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اُسکے مال سے دیت تین سال مین واجب ہوگی اور اگر جنایت سے مال پر صلح کرلی تو وہ مال جنایت کرنے والے کے مال سے فی الحال واجب ہوگا الا اُس صورت مین کہ میعاد شرط کرلی تو موافق شرط کے میعاد پر واجب ہوگا اور امام قدوری نے فرمایا کہ جو جزو دیت مدد گار برادری پر یا مال جنایت کنندہ مین سے واجب ہوا وہ جزو تین سال مین ادا کرنا واجب ہوگا چنانچہ اگر دس آدمیون نے خطا سے ایک آدمی کو قتل کیا تو ہر ایک کی مدد گار برادری پر دیت کا دسوان حصہ تین سال مین واجب ہوگا اسی طرح اگر اُنھون نے عمداً قتل کیا لیکن ان دس مین سے ایک آدمی مقتول کا باپ ہی تو بھی ہر واحد کے مال سے دسوان حصہ دیت تین سال مین واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر فضل مجرمانہ کی وجہ سے تہائی دیت نفس واجب ہو یا اس سے کم واجب ہو تو ایک سال مین ادا کرنی واجب ہوگی اور تہائی سے زائد دو تہائی تک جسقدر ہو وہ دوسرے سال مین اور دو تہائی سے زائد جسقدر پوری دیت تک ہو وہ تیسرے سال مین واجب ہوگی کذا فی الہدایہ

ستر ہوان باب - متفرقات کے بیان مین - نوادر ہشام مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص قتل کیا گیا اور دوسرے شخص نے آکر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام تھا اور گواہ قائم کیے اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ شخص مقتول اس مدعی کا غلام تھا پھر مدعی نے اُسکو آزاد کردیا اور وہ روز قتل کے آزاد تھا پس اگر مقتول کے وارثون نے قتل عمد کی صورت مین اُسکے وارثون کے واسطے قصاص کا حکم دیا جائیگا اور قتل خطا کی صورت مین دیت کا حکم ہوگا اور اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو مولی کو عمد و خطا دونون صورتون مین اُسکی قیمت ملیگی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص عمداً مجروح کیا گیا پھر مجروح نے اپنے اوپر گواہ کردیے کہ مجھے فلان شخص نے مجروح نہین کیا ہی پھر مجروح اس زخم سے مرگیا پس آیا ایسا اشہاد صحیح ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اسمین دو صورتین ہین یا تو فلان شخص کا مجروح کرنا لوگون اور قاضی کو معلوم ہی یا نہین معلوم ہی پس اگر معلوم ہو تو اسطرح گواہ کرلینا صحیح نہین ہی - اور اگر فلان کا مجروح کرنا قاضی اور لوگون کے نزدیک معلوم و معروف نہو تو ایسا اشہاد صحیح ہوگا پھر اگر بعد اُسکے وارث نے فلان شخص کے مقابلہ مین اُسکے مجروح کرنے کے گواہ قائم کیے تو قبول نہونگے یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص مجروح کیا گیا اور اُسنے کہا کہ مجھے زید نے قتل کیا ہی پھر مرگیا پھر اُسکے وارث نے زید کے

۷ شکار متعلق دیت سے ایک ہزار درہم زر خالص تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی سال اول مین تین سو تینتیس درہم اور تہائی اور سال دوم مین اسی طرح

سوا ہے دوسرے شخص نے قتل کر دیا ہے تو ایسے گواہ قبول نہونگے - ایک شخص مجروح کیا گیا پس کہا کہ مجھے فلاں شخص نے مجروح کیا ہے پھر مر گیا پھر اُسکے بیٹے نے گواہ قائم کیے کہ مقتول کے اس دوسرے بیٹے نے اُسکو خطاسے مجروح کیا ہے تو گواہ مقبول ہونگے یہ ظہیریہ مین ہے - اور اگر دو سوار باہم ٹکرائے اور ہر ایک کے صدمہ سے دوسرا مر گیا پس اگر خطا سے واقع ہوا پس اگر دونون آزاد ہون تو تین سے ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی دیت واجب ہوگی اور یہ استحسان ہے اور اگر دونون غلام ہون تو ہر ایک کے مولی کے واسطے دوسرے کی مولی پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو مقتول آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی پس اُسکو وارثان آزاد نے لینگے اور آزاد مقتول کی دیت جسقدر اس قیمت کی بہ نسبت زائد باقی رہے وہ باطل ہو جائیگی - اور اگر یہ فعل عمداً واقع ہوا پس اگر دونون آزاد ہون تو ہر ایک کی مددگار برادری پر نصف دیت واجب ہوگی - اور اگر دونون غلام ہون تو جنایت ہدر ہو جائیگی اور اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت واجب ہوگی اور آزاد کی نصف دیت غلام کے رقبہ گردن پر واجب ہوگی پھر چونکہ غلام مر گیا سو اسطے یہ حق جاتا رہا مگر اپنے نصف کا بدل چھوڑ گیا ہے یعنی نصف قیمت جو آزاد کی مددگار برادری پر واجب ہے پس آزاد کا وارث آزاد کی مددگار برادری سے آزاد کی نصف دیت مین سے بقدر نصف قیمت غلام کے لے لیگا اور باقی اُسکا حق باطل ہو جائیگا - اسی طرح اگر دونون پیدل ہون اور ٹکرا صدمہ کھا کر مر گئے تو بھی ایسے ہی تفصیل سے حکم ہے یہ محیط مین ہے - ایک سوار چلا جاتا ہے اُسکے پیچھے سے ایک سوار آیا اور اُس سے ٹکرایا اور ٹکرانے والا صدمہ کھا کر مر گیا تو جو سوار چلا جا رہا ہے اُسپر کچھ ضمان واجب نہوگی اور اگر سوار جو چلا جاتا تھا اس صدمہ سے مر گیا تو جو شخص پیچھے سے آیا اور ٹکرایا ہے اُسپر ضمان واجب ہوگی اور یہی حکم دو کشتیون مین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - ایک سوار کھڑا ہے اور دوسرا روان ہے اور دونون ٹکرائے یا ایک شخص پیدل جاتا ہے اور دوسرا کھڑا ہے اور دونون ٹکرائے تو سوار روان پر دو پیدل جاتے ہوے پر کفارہ واجب ہوگا اور سوار یا پیادہ جو کھڑا ہے اُسپر کفارہ نہوگا اور باہم وارث ہونگے - اگر استحقاق میراث ہووے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر دو کشتیان ٹکرائین پس اگر سوار یا ملاح کے فعل سے ہو تو وہی ضامن ہوگا اور نفوس کا ضامن نہوگا اور مال کا ملاح ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اور اگر دو شخص ایک رسی کو کھینچتے تھے پس رسی ٹوٹی اور دونون گر کر مر گئے تو فرمایا کہ اگر ہر ایک چت گرا ہے تو ہر ایک کا خون ہدر ہوگا - اور اگر دونون مُنہ کے بل گر کر مرے ہین تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی دیت واجب ہوگی اور اگر ایک چت گرا اور دوسرا مُنہ کے بل گرا ہے تو چت گرنے والے کا خون ہدر ہوگا اور مُنہ کے بل گرنے والے کی دیت چت گرنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی - اور اگر کسی اجنبی نے آکر رسی کو کاٹ دیا یہان تک کہ دونون گر کر مر گئے تو اجنبی کی مددگار برادری پر دونون مین سے ہر ایک کی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے - ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک آزاد کے پاس تلوار ہے اور ایک غلام کے پاس عصا ہے دونون ملاقی ہوے اور ہر ایک نے دوسرے کو مارا یہان تک کہ دونون مارے گئے اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ پہلے چوٹ کس نے ماری ہے تو وارثان آزاد مع مولاے غلام پر کچھ واجب نہوگا - اور اگر غلام کے ہاتھ مین تلوار ہو آزاد کے ہاتھ مین عصا ہو تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت واجب ہوگی اور وارثان آزاد کے واسطے مولاے غلام پر کچھ واجب نہوگا اور اگر دونون کے ہاتھ مین لاٹھی ہو اور ہر ایک نے دوسرے کو لاٹھی مار کر موضحہ زخم شجہ پہونچایا یا پھر دونون مر گئے اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ کسنے پہلے چوٹ لگائی ہے تو آزاد کی مددگار برادری غلام صحیح سالم کی نصف قیمت اُسکے مولی کو دیدیگی پھر مولی سے کہا جائیگا کہ اس قیمت مین سے ارش شجہ وارثان آزاد کو دیدے اور یہ استحسان ہے یہ محیط مین ہے - زید نے عمرو کا

ہاتھ پکڑا پس عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور اُسکا ہاتھ پس اُسکا ہاتھ اُٹھ گیا پس اگر زید نے اُسکا ہاتھ مصافحہ کے واسطے پکڑا تھا تو زید پر ہاتھ کا کچھ ارش واجب نہوگا اور اگر زید نے اُسکا ہاتھ دبایا اور اُسنے اذیت پاکر ہاتھ کھینچا اور اُسکو یہ صدمہ پہونچا تو زید پر اُسکے ہاتھ کے ارش کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ پکڑا اور عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور جھٹکے سے گر کر مر گیا تو مین دیکھونگا کہ اگر زید نے مصافحہ کے واسطے پکڑا ہو تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر پکڑ کر دبایا تھا کہ عمرو نے اذیت پاکر ہاتھ کھینچا تو زید اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور۔ اگر اس صورت مین زید کا ہاتھ ٹوٹ جاوے تو عمرو ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر زید نے عمرو کو پکڑا یہانتک کہ بکر نے اُسکو قتل کر ڈالا تو جو قاتل ہی وہ قصاص مین قتل کیا جائیگا اور زید برابر قید رکھا جائیگا اور اُسکو عذاب دیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو پکڑ لیا یہانتک کہ بکر نے اگر اُسکے درم لے لیے تو ہمارے نزدیک درمون کا ضامن بکر ہوگا اور زید ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص دوسرے کے کپڑے پر بیٹھ گیا اور جان بوجھ کر نہین بیٹھا ہی پھر کپڑے والا اُٹھا اور کپڑا دبا ہوا بیٹھنے والے کے نیچے دبنے سے پھٹ گیا تو وہ آدھے کپڑے کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ زید عمرو کے پاس گیا اور اُسنے زید کو ایک مسند پر بیٹھنے کی اجازت دی پس زید اُسپر بیٹھ گیا اور اُسکے پہلو مین ایک تیل بھری شیشی رکھی تھی زید کو معلوم نہ تھا پس وہ ٹوٹ گئی اور تیل بہ گیا تو زید اُس تیل کا اور جسقدر مسند پھٹی اور خراب ہوئی ہی اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر قارورہ کسی چادر کے نیچے ڈھنکا ہوا ہو اور عمرو نے زید کو اس چادر پر بیٹھنے کی اجازت دی تو زید پر ضمان نہوگی اور اگر زید کو ایک چھت پر بیٹھنے کی اجازت دی اور وہ چھت زید کو لیکر گری اور عمرو کا کوئی مملوک دب گیا تو زید ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ مثل چادر کی صورت کے مسند پر بیٹھنے مین بھی ضمان واجب نہوگی اور کہا کہ یہی اقرب الی القیاس ہی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ اجارات قدوری مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک قوم کو اپنے گھر مین بلایا پس وہ لوگ اُسکے فرش بچھے ہوئے پر چلے یا اُسکی مسند پر بیٹھے اور وہ پھٹ گئی تو ضامن نہونگے اور اگر اُنھون نے کوئی برتن یا ایسا کپڑا جو بچھایا نہین جاتا ہی روندکر پھاڑ ڈالا یا توڑ ڈالا تو ضامن ہونگے اور اگر اُسکا کوئی برتن ہاتھون ہاتھ ایک دوسرے کو اُٹھا دیا اور وہ ٹوٹ گیا تو ضامن نہونگے اور اگر کوئی شخص تلوار باندھے ہوا اور تلوار سے بچھونا پھٹ گیا تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ متفرقات فقیہ ابو جعفر مین لکھا ہی کہ ایک آدمی دوسرے کے یہان مہمان گیا اور میزبان نے اُسکو مسند پر بیٹھنے کی اجازت دی اور بچھونے کے نیچے میزبان کا ایک لڑکا چھوٹا تھا کہ وہ مہمان کے بیٹھنے سے دبکر مر گیا تو مہمان بیٹھنے والے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر بچھونے کے نیچے مالک مکان کا کوئی مملوک نابالغ ہو تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر بچھونے کے نیچے غیر شخص کا شیشہ کا برتن ہو تو اسمین بھی مثل مالک مکان کے لڑکے کے حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک سوئے ہوئے آدمی کی فصد کھول دی پس خون یہان تک بہا کہ وہ مر گیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کو قتل کیا ہی اور یہ بیان نکیا کہ عمداً یا خطأً کسطرح قتل کیا ہی تو فرمایا کہ مین سمجھتا ہون یہ حکم دیتا ہون کہ اُسکی دیت اقرار کرنے والے کے مال مین سے واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ فتاوے مین خلف رح سے روایت ہی کہ مین نے اسد بن عمرو سے پوچھا کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے ہاتھ یا پاؤن سے مارا پس وہ مر گیا تو فرمایا کہ شبہ عمد ہی اور حسن بن زیاد نے بھی یون ہی فرمایا ہی جبکہ اُسنے مارنے مین اصرار و سختی کی ہو اور وہ مر گیا تو یہی حکم ہی اور اگر اُسکو زخم کے طور پر مارا کہ ایسی مار سے مر جانے کا خوف نہین ہوتا ہی اور باوجود اُسکے وہ مر گیا تو یہ خطا ہی اور فقیہ ابو اللیث الکبیر نے فرمایا

۹۷ قال الشیخ الامام ابو الفضل الکرمانی رح اذا کان الامر کما ذکرتم فی ذلک الزمان لیس علی اهل زماننا هذا ان یقتلوا احدا قصاصا الا بالسیف لان الناس فی زماننا هذا لا یعرفون القتل بالحجر و نحوه و ان فعل احد ذلک یعد متلاعبا و یستحق التعزیر و لا یجب القصاص بالتلاعب و هذا هو المختار للفتوی و به کان یفتی الامام الاستاذ ظهیر الدین رح و به کان یفتی الامام الاجل شمس الائمة الحلوانی رح و هو المختار عند عامة المشائخ رح

گر میرے نزدیک اسدرح کا قول پسندیدہ ہو یہ محیط مین ہو - منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو تلوار مارنے کا قصد کیا اور دوسرے نے تلوار پکڑلی پس اُسنے تلوار دوسرے کے ہاتھ سے کھینچی پس تلوار اُسکی انگلیان کاٹ گئی تو فرمایا کہ اگر جوڑون پر سے نہ کٹی ہون تو تلوار کھینچنے والے پر دیت واجب ہوگی اور اگر جوڑون پر سے کٹ گئی ہون تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو - زید نے عمرو کا غلام عمداً قتل کیا پس عمرو نے کہا کہ مین نے اپنے غلام سے تجھے بری کیا تو زید اُسکی قیمت سے بری نہوگا بلکہ زید پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہو - اگر زید نے اپنے دانت مین کسی قسم کے درد پیدا ہوجانے کی وجہ سے عمرو کو اُسکے اُکھاڑنے کا حکم دیا اور عمرو کو معین طور پر بتلادیا کہ یہ دانت اُکھاڑے اور عمرو نے اسکے سوائے دوسرا دانت اُکھاڑا پھر دونون نے اختلاف کیا تو زید کا قول قبول ہوگا مگر قسم کے ساتھ پس جب زید قسم کھا جاوے کہ مین نے اُکھاڑے ہوے دانت کے اُکھاڑنے کا نہین بلکہ دوسرے دانت کے اُکھاڑنے کا حکم دیا تھا تو عمرو کے مال سے اُسکی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمرو نے عمداً ایسا کیا ہو مگر قصاص اسوجہ سے ساقط ہوا کہ شبہہ پیدا ہوگیا ہو یہ قنیہ مین ہو - اگر کسی نے اپنے مکاتب پر جنایت کی تو جنایت کرنے والے کے مال پر دیت واجب ہوگی خواہ جنایت تلف نفس ہو یا اس سے کم ہو اور اگر غیر کے مکاتب پر جنایت کی پس اگر تلف نفس ہو تو جنایت کرنے والے کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر تلف نفس سے کم ہو تو جنایت کرنے والے کے مال پر واجب ہوگی جیسا کہ قن یعنے محض مملوک کی صورت مین ہو یہ محیط مین ہو - دو آدمیون نے ایک شخص کا دانت خطا سے اُکھاڑ ڈالا تو دیت دونون کے مال پر واجب ہوگی اسواسطے کہ جسقدر ہر ایک پر واجب ہوتا ہو وہ ارش موضحہ سے کم ہو یہ قنیہ مین لکھا ہو - اگر کسی شخص کے مکاتب پر کوئی جنایت کی پھر مکاتب مال کتابت ادا کرکے آزاد ہوگیا تو زخم مذکور اگر سرایت کرکے مکاتب کو ہلاک کرے تو سرایت ہدر نہوگی مگر جنایت کرنے والے پر مکاتب کی قیمت واجب نہوگی نہ دیت اگرچہ وہ آزاد ہوکر مرا ہو یہ محیط مین ہو - ایک شخص نے اپنے گھر مین آگ جلائی پھر اُس سے پڑوسی کا گھر جل گیا پس اگر اسطرح جلائی جیسے جلائی جاتی ہو تو ضامن نہوگا - ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ مطلقاً ضامن نہوگا - یہ فصول عمادیہ مین ہو - فتاوای اہل سمرقند مین لکھا ہو کہ اگر اپنے تنور مین اسقدر لکڑیان ڈال دین کہ تنور اُنکو برداشت نہین کرسکتا ہو پس اُسکا خود گھر جل گیا اور آگ نے متعدی ہوکر غیرون کے گھر جلادیے تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہو - ایک شخص نے اپنے پسر کو حکم دیا کہ میری زمین مین آگ جلادے اُسنے ایسا ہی کیا اور آگ اُسکے پڑوسی کی زمین کی طرف متعدی ہوئی اور کسی چیز کو جلا کر تلف کیا تو باپ ضامن ہوگا اسواسطے کہ حکم صحیح ہوا پس لڑکے کا فعل باپ کی طرف منتقل ہوا پس ایسا ہوگیا گویا باپ نے خود ایسا کیا ہو یہ قنیہ مین ہو - منتقی مین فرمایا کہ زید مدعی کے واسطے دو گواہون نے عمرو پر یہ گواہی دی کہ عمرو نے اس مدعی کا فلان بیٹا قتل کیا ہو اور دوسرے دو گواہون نے بھی زید کے واسطے عمرو پر یہ گواہی دی کہ اسنے زید کا فلان بیٹا ایک دوسرے بیٹے کا نام لیکر سوائے اسکے جسکی بابت پہلے گواہون نے گواہی دی ہو قتل کیا ہو پس پہلے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی اور دوسرے گواہون کی ثابت نہوئی پس عمرو اُس مدعی یعنے زید کو دیا گیا کہ اسکو قصاص مین قتل کرے پس زید نے کہا کہ مین تجھکو اپنے اُس بیٹے کے عوض قتل کرتا ہون جسکے قتل کے گواہون کی عدالت ثابت نہین ہوئی اور جسکے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی ہو اُسکے عوض قتل نہین کرتا ہون پھر اُسکو قتل کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر کہا کہ تو نے میرے اُس بیٹے کو نہین قتل کیا ہو جسکے مقدمہ کے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی ہو بلکہ تو نے میرے دوسرے بیٹے کو قتل کیا ہو پھر اُسکو قصاص مین قتل کرڈالا تو سخسانا اُسپر دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہو - اور کنز المفتی مین ہو کہ اگر کسی شخص کے گھر کے دروازہ سے

یعنے عمرو اس غلام کے قصاص سے بری ہوا اسواسطے کہ یہ قصاص سے ساقط ہوا

جھانکا پس مالک مکان نے اُسکی آنکھ پھوڑدی تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اُسکا دفع کرنا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے ممکن ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اُس اجنبی نے اپنا سر اندر کیا اور مالک مکان نے کچھ پھینکا ، را اور اُسکی آنکھ پھوٹ گئی تو بالاجماع ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی - اور منتقی مین بروایت حسن بن مالک از امام ابو یوسف از امام ابوحنیفہ رح مذکور ہی کہ ایک شخص کی اولاد دو بیٹے ہین اُنمین سے ایک نے ایک شخص پر دعوے کیا کہ اسنے میرے باپ کو فلان سنہ مین بقرعید کے روز بلخ مین قتل کیا ہی اور دوسرے نے اسی شخص پر یا دوسرے شخص پر دعوی کیا کہ اسنے میرے باپ کو اُسی روز جو اول مدعی نے دعوی کیا ہی کوفہ مین قتل کیا ہی اور دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے نصف دیت کا حکم ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر چار آدمیون نے ایک شخص کو گھونسے مارے اور اُنکے مارنے سے اُس شخص کا دانت گر گیا اور دوسرا دانت ٹوٹ گیا پس اگر یہ معلوم ہو کہ آخر جو چوٹ مارنے والا کون ہی تو اُسی پر دیت واجب ہوگی ورنہ اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ قنیہ مین ہی - منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ زید کی باندی نے عمرو کے پسر کو عمداً قتل کیا پس زید نے وہ باندی عمرو کو دیدی پس عمرو نے اُس سے وطی کی اور اُس سے بچہ پیدا ہوا پسر نے کہا کہ مین نے تجھکو باندی اسواسطے دی تھی کہ تو اُسکو قتل کر دے اور عمرو نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے مجھ سے اس باندی پر خون سے صلح کر لی ہی تو عمرو اُس باندی کو معہ اُسکے عقر کے واپس کر دیگا اور بچہ غلام ہوگا اور عمرو کو اُس باندی کی طرف کوئی راہ نہوگی یہ محیط مین ہی - اگر ایک کپڑا بل دیکر اس سے ایک شخص کے سر مین مارا اور موضحہ زخم پہونچایا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر اس سے وہ مر گیا تو قصاص واجب نہوگا اور یہ اُس صورت کی مثال ہی کہ سبب مین قصاص ہی اور سبب مین نہین ہی - اور اسکے برعکس یعنے جسکے سبب مین قصاص نہین ہی اور سبب مین قصاص ہی اُسکی مثال یہ ہی کہ دھار دار چیز سے شکستہ کر دیا تو قصاص واجب نہوگا اور اگر اس سے وہ مر گیا تو قصاص واجب ہوگا اور جسمین سبب و سبب دونون مین قصاص واجب ہوتا ہی اُسکی مثال یہ ہی کہ دھار دار چیز سے کسی کو موضحہ زخم پہونچایا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو بھی قصاص واجب ہوگا - اور اسکے برعکس یعنے سبب و سبب دونون مین قصاص واجب نہین ہوتا ہی اسکی مثال یہ ہی کہ بڑی لکڑی سے کسی کو زخم پہونچایا تو قصاص نہین ہی اور اگر وہ اس سے مر گیا تو بھی قصاص نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک نابالغ عاقل نے دوسرے کی بکریون پر کتا لگا دیا کہ وہ بکریان متفرق ہو کر بھاگ گئین اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ کہان گئین تو وہ ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی - دو شخصون نے ایک درخت کو کھینچا پس وہ ان دونون پر گر پڑا اور دونون مر گئے تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی نصف دیت واجب ہوگی اور اگر ایک ہی مرا تو دوسرے کی مددگار برادری پر اُسکی نصف دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کی کھیتی مین گھس گیا کہ اُسکو تباہ کرتا ہی پس اگر یہ شخص اُسکو نکالنے جاتا ہی تو اس سے بھی کھیتی خراب ہوتی ہی لیکن یہ بنسبت چوپایہ مذکور کے خراب کرنے کے کم خراب ہوتی ہی تو اُسپر واجب ہی کہ گھس کر اُسکو نکال دے اور جو کچھ نقصان ہوا اُسکا ضامن ہوگا اور اگر غیر کا چوپایہ ہو تو اُسپر نکالنا واجب نہوگا - لیکن اگر نکال دیا اور وہ چوپایہ تلف ہو گیا تو ضامن نہوگا - ایک شخص نے اپنے گدھے کو دیکھا کہ دوسرے کے گیہون کھاتا ہی پس اُسکو منع نکیا یہان تک کہ اُسنے کھا لیے تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو بدون اجازت اُسکے مالک کے اپنے کام کے واسطے بھیجدیا پھر غلام نے لڑکون کو کھیلتے دیکھا پس اُنکے پاس چلا گیا اور ایک کوٹھری کی چھت پر چڑھا اور وہان سے گر پڑا تو بھیجنے والے پر ضمان

واجب ہوگی اسواسطے کہ وہ غلام کو اپنے کام مین لگانے کی وجہ سے غاصب ہوگیا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کے اثیثین مین صدمہ ضرب پہونچایا پس ایک خصیہ یا دونون پھول گئے تو اسمین حکومت عدل واجب ہی یہ قنیہ مین ہی۔ جامع اصغر مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کا مربط غصب کرکے اُسمین اپنے چوپایہ باندھے پس اُنکو مالک مربط نے نکال دیا تو ضامن ہوگا اور عیون مین لکھا ہی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے گدھے یا خچر کو اُسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کرکے تلف کردیا تو مالک کو اختیار ہی چاہے یہ ناقص جانور اُسکو دیکر اُس سے تاوان لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور کچھ تاوان نہین لے سکتا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔

کتاب الوصایا

اور اسمین دس باب ہین

باب اول - وصیت کی تفسیر وشرط جواز وحکم کے بیان مین اور جسکے واسطے وصیت جائز اور جسکے واسطے ناجائز ہی اور جو امر وصیت سے رجوع کرنا نہین ہوتا ہی اُسکے بیان مین - **قال المترجم** الایصاء وصیت کرنا وہ وصیت معروف ہی - موصی یہ جس چیز کی وصیت کی ہی - موصی وصیت کرنے والا - اور جسکے حق مین وصیت کی ہو اُسکو موصی لہ کہتے ہین اور وصی وہ ہوتا ہی جو میت کے قائم مقام اُسکا خلیفہ ہو - قال فی الکتاب شرع مین ایصاء ایسی تملیک کو کہتے ہین جو مرنے کے بعد کی طرف مضاف ہو اور مراد اس سے تملیک بطریق تبرع ہی یعنے بطور احسان کے مرنے کے بعد مالک کردینا اور جس چیز کا مالک کرتا ہی خواہ وہ عین ہو یا منفعت ہو کذا فی التبیین - اور رکن اسکا یہ قول ہی کہ اوصیت بکذا للفلان یا اوصیت الی فلان یعنے یون کہنا کہ مین نے اس چیز کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی یا فلان شخص کے لیے اس چیز کی وصیت کی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور وصیت مستحب ہی اور مستحب ایسی صورت مین ہی کہ جب اُسپر اللہ تعالے کا کوئی حق واجب نہو اور اگر اللہ تعالے کا کوئی حق واجب ہو جیسے زکوۃ ورروزے رمضان کے اور حج ونماز فریضہ جنکو اُسنے ترک کیا ہو تو ایسی حالت مین وصیت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہی - اور وصیت مین موصی لہ کا صریحًا یا دلالۃً قبول کرنا شرط ہی اور دلالۃً قبول کرنے کی یہ صورت ہی کہ موصی لہ صریح قبول کرلے یا رد کرنے سے پہلے مرجاوے تو اُسکا مرنا وصیت کا قبول کرنا ہی پس اُسکے وارث اس وصیت سے میراث پاوینگے یہ وجیز کردری مین ہی - اور واضح ہو کہ قبول وصیت موصی کے مرنے کے بعد ہی ہوتا ہی پس اگر موصے کی زندگی مین اُسنے وصیت قبول کی یا رد کی تو یہ باطل ہی اسکا کچھ اعتبار نہین ہی حتے کہ موصے کے مرنے کے بعد اُسکو قبول کرلینے کا اختیار ہوگا یہ سراجیہ مین ہی - بفضل قبول کرنا جیسے وصیت نافذ کرنا یا اُسکے واسطے کوئی چیز خریدنا یا ادا سے قرضہ کرنا مثل بقول قبول کرنے کے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور شرط وصیت یہ ہی کہ موصی تملیک یعنی مالک کردینے کی اہلیت رکھتا ہو اور موصی لہ تملک یعنے مالک ہوجانے کی اہلیت رکھتا ہو اور بعد موصے کے موصی بہ ایسا مال ہو جو قابل تملیک ہی - اور حکم وصیت یہ ہی کہ موصی لہ موصی بہ کا مثل ہبہ کے بملک جدید مالک ہوجاتا ہی یہ کفایہ مین ہی - اور مستحب ہی کہ آدمی اپنے مال سے اگر وصیت کرے تو ثلث سے کم کی وصیت کرے خواہ اُسکے وارث غنی ہون یا فقیر ہون یہ ہدایہ مین ہی - اور جسکے پاس مال قلیل ہو تو افضل یہ ہی کہ وہ بالکل وصیت

قال المترجم ہوا
کتیب ۱۲ منہ
قلت وفی الوجیز
الوصیۃ ایجاب
الموصی وقبول
الموصی لہ فی
حیاتہ وبعد
وفاتہ جمیعا
ویصح الوصیۃ
بکل مال
یملک حال
حیاتہ ۱۲ منہ
قال المترجم
الفتوی فی
ظاہر الروایۃ
علی ان
الوصیۃ
بدون القبول
صحیحۃ
مجتبی
والقبول
الفعلی
کالقبول
القولی
۱۲ منہ

نکرے بشرطیکہ اُسکے وارث موجود ہون - اور جسکے پاس مال کثیر ہو تو افضل یہ ہی کہ وصیت کرے وصیت مین کوئی معصیت نہو وے تاہم تہائی مال سے تجاوز نکرے یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور گو موصی لہ قبول کرنے سے مالک ہو جاتا ہی پس اگر موصی کے مرنے کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول کی تو موصی بہ مین اُسکی ملک ثابت ہو جائیگی خواہ اسپر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو اور اگر موصی لہ نے وصیت رد کر دی تو ہمارے نزدیک اُسکے رد کرنے سے وصیت رد ہو جائیگی یہ کافی مین ہی - پھر واضح ہو کہ اجنبی کے واسطے وصیت بدون اجازت وارثون کے صحیح ہو جاتی ہی کذا فی التبیین لیکن تہائی سے جسقدر زائد کی وصیت کی ہی وہ جائز نہوگی الا اُس صورت مین کہ وارث اُسکی موت کے بعد اجازت دیدین اور وہ بالغ ہون اور اُسکی زندگی مین وارثون کی اجازت دینے کا کچھ اعتبار نہین ہی یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر اپنے پورے مال کی وصیت کر دی اور اُسکا کوئی وارث نہین ہی تو وصیت نافذ ہو جائیگی اور بیت المال کے اجازت دینے کی کچھ حاجت نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور ہمارے نزدیک وارث کے واسطے وصیت نہین جائز ہی الا در صورتیکہ وارث اجازت دیدین - اور اگر اُسنے وارث و اجنبی دونون کے واسطے ایک چیز کی وصیت کی تو اجنبی کے حصہ مین صحیح ہوگی اور وارث کے حصہ مین دوسرے وارثون کی اجازت پر موقوف رہیگی پس اگر انھون نے اجازت دیدی تو جائز ہو جائیگی اور اگر اجازت نہ دی تو باطل ہو جائیگی اور موصی کی زندگی مین وارثون کی اجازت دینے کا کچھ اعتبار نہین ہی حتے کہ بعد موت موصی کے اُنکو اپنی اجازت سے رجوع کر لینے کا اختیار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور موصی لہ کے وارث یا غیر وارث ہونے کا اعتبار موصی کی موت کے وقت ہی نہ وقت وصیت کے حتے کہ اگر اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور وقت وصیت کے وہ وارث تھا پھر موصی کے ایک لڑکا پیدا ہوا تو بھائی کے واسطے جو وصیت کی ہی وہ صحیح ہوگی اور اگر بھائی کے واسطے وصیت کی درحالیکہ موصے کا فقط ایک لڑکا موجود ہی پھر موصی کی موت سے پہلے وہ لڑکا مر گیا تو بھائی کے حق مین جو وصیت ہی وہ باطل ہو جائیگی یہ تبیین مین ہی - اور ہر گاہ وارث کی اجازت سے وصیت جائز ہوئی ہی تو جسکے حق مین اجازت پائی گئی ہی وہ موصی بہ کا ہمارے نزدیک موصی کی طرف سے مالک ہو جائیگا حتے کہ ملکیت بغیر قبضہ تمام ہو جائیگی اور موصی بہ مین شیوع ہونا صحت اجازت سے مانع نہین ہی اور پھر وارث کو یہ اختیار رہیگا کہ اجازت سے رجوع کر لے یہ کافی مین ہی اور اگر اجازت دینے والا مریض ہو حالانکہ وہ بالغ ہی پس اگر اس مرض سے اچھا ہو گیا تو اجازت صحیح ہو جائیگی اور اگر اس مرض سے مر گیا تو اس مریض کا اجازت دینا بمنزلہ ابتداے وصیت کے ہوگا حتی کہ اگر موصی لہ اسکا وارث ہو تو اجازت جائز نہوگی - الا اُس صورت مین کہ مریض کے وارث اجازت دیدین اور اگر موصی لہ وارث نہو بلکہ مریض کا اجنبی ہو تو جائز ہو جائیگی کذا فی المحیط یہ تہائی مال سے معتبر ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر بعض نے اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو بقدر حصہ اجازت دینے والے کے جائز ہوگی اور اجازت نہ دینے والے کے حصہ مین باطل ہوگی یہ کافی مین ہی - اور جس صورت مین اجازت کی ضرورت ہوتی ہی تو اجازت جبھی جائز ہوگی جب اجازت دہندہ اسکی اہلیت رکھتا ہو جیسے اُسنے بالغ و عاقل و تندرست ہونے کی حالت مین اجازت دی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر اپنے وارث کے مکاتب یا وارث کے غلام کے واسطے وصیت کی تو باطل ہی یہ بسوط مین ہی - اور قاتل کے واسطے خواہ عمداً قتل کیا ہو یا خطا سے جبکہ خود مباشر قتل ہو تو وصیت نہین جائز ہی یہ ہدایہ مین ہی - خواہ اُسکے مجروح کرنے سے پہلے وصیت کی ہو یا اُسکے بعد اور اگر وارثون نے قاتل کے حق مین جو وصیت ہی اُسکی اجازت دیدی - تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہو جائیگی یہ بسوط مین ہی - اور اگر قاتل لڑکا یا مجنون ہو تو اُسکے حق مین وصیت جائز ہوگی اگر وارث اجازت ندین اور اگر اپنے قاتل کے واسطے وصیت کی اور اُسکا سوا سے قاتل کے کوئی وارث نہین ہی تو امام ابو حنیفہ رح

ہے جسقدر مال کسی مریض نے اجازت دینے کی ہی وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اجازت دینے کی حالت مین دیا ہو اور اگر اجازت دینے کی حالت مین مریض کے پاس مال نہو اور اجازت دینے کے بعد مال ہو گیا تو اجازت جائز نہوگی اور اگر اجازت دینے کی حالت مین مال ہو اور اجازت دینے کے بعد مال نہو تو اجازت جائز ہوگی

وامام محمد رح کے نزدیک وصیت جائز ہی اور اگر قاتل کے مکاتب یا مدبر یا ام ولد کے واسطے وصیت کی تو بدون وارثون کی اجازت کے جائز نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر عورت نے کسی مرد کو دھار دار یا بغیر دھار دار چیز سے زخمی کیا پھر مرد نے اُسکے حق مین کچھ وصیت کی پھر اُس سے نکاح کرلیا تو عورت مذکور کو نہ میراث ملیگی اور نہ وصیت بلکہ اُسکو فقط مہر مقررہ کی مقدار سے بقدر مہر المثل کے ملیگا اور جو کچھ اس سے زیادہ ہو جو بمعنی وصیت کے رہا وہ بسبب قتل کرنے کے باطل ہوجائیگا - اگر ایک شخص کے قتل مین دس آدمی شریک ہوے اُنمین سے ایک آدمی اُسکا غلام ہو اور اُسنے بعد جنایت کے بعض کے واسطے وصیت کی اور اپنے غلام کو آزاد کردیا تو وصیت باطل ہوگی لیکن عتق بعد نافذ ہونے کے اُسکا دور کرنا ممکن نہین ہی پس اُسکا رد کرنا اسطرح ہوگا کہ غلام مذکور پر اُسکی قیمت کے واسطے سعایت واجب کردیجائیگی اور قتل عمد مین قاتل کو عفو کرنا جائز ہی - اور اگر قتل بخطا ہو اور اُسنے عفو کیا تو یہ فعل اُسکے عاقلہ کے واسطے اُسکی طرف سے وصیت ہوگی پس تہائی مال مین جائز ہوگی اور اگر اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی پھر اگر غلام نے اُسکو قتل کیا تو وصیت باطل ہوجائیگی لیکن غلام آزاد ہوکر اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور علی ہذا مدبر سے بھی اگر اپنے مولی کو عمداً یا خطأً قتل کیا تو وصیت رد ہوجانے کی وجہ سے اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور قتل عمد مین اُسپر قصاص واجب ہوگا - اور اگر کسی شخص کے واسطے وصیت کی پھر گواہ قائم ہوے کہ یہ قاتل ہی اور بعض وارثون نے اُنکی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب کی تو جنھون نے گواہون کی تکذیب کی ہی اُنکے حصہ دیت سے مدعا علیہ بری ہوجائیگا اور اُنکے حصہ مین اُسکی وصیت تہائی سے جائز ہوگی - اور جنھون نے گواہون کی تصدیق کی ہی اُنکا حصہ دیت مدعا علیہ پر لازم ہوگا اور تہائی سے اُنکے حصہ سے اُسکی وصیت باطل ہوجائیگی - اور اگر زید نے عمرو وبکر دو آدمیون کے واسطے وصیت کی اور زید کے خالد وشعیب دو وارثون مین سے ہر ایک نے ایک ایک موصی لہما پر گواہ قائم کیے کہ اسنے ہمارے مورث کو خطأ سے قتل کیا ہی تو عمرو وبکر ہر ایک پر پانچ پانچ ہزار درم دیت کے اپنے اپنے مدعی کے واسطے واجب ہونگے اور ہر مدعا علیہ کا حق وصیت اپنے مدعی کے حصہ مین جسنے اُسپر قتل کے گواہ قائم کیے ہین کچھ نہوگا اور دوسرے کے حصہ مین سے حساب سے ہوگا - اگر زید نے عمرو وبکر دونون مین سے ہر ایک کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور خالد کے واسطے ایک غلام کی وصیت کی پھر عمرو بکر نے جنمین سے ہر ایک کے واسطے تہائی مال کی وصیت ہی خالد پر یہ گواہی دی کہ اسنے زید کو قتل کیا ہی تو دونون کی گواہی باطل ہی - اسی طرح اگر دونون نے کسی وارث یا اجنبی پر یہ گواہی دی کہ اسنے خطأ سے قتل کیا ہی تو بھی باطل ہی - اگر ایک شخص نے اپنے مرض مین ایک غلام صغیر کو آزاد کیا اور اسکے سوا اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر اس نابالغ نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی دو قیمتون کے واسطے سعایت کرے جسمین سے ایک تہائی بطور وصیت رفع کیجائیگی اور باقی کے واسطے سعایت کریگا اور اگر بالغ ہو اور اُسنے مولے کو خطأ سے قتل کیا تو وارثون کے واسطے اپنی دو قیمت کے لیے سعایت کریگا اور اُسکو وصیت مین کچھ نہ ملیگا اور یہ سب امام اعظم کا قول ہی اور صاحبین رح کے رد وصیت کی وجہ سے اُسپر سعایت لازم آویگی اور دیت اُسکی مددگار برادری پر ہوگی یہ مبسوط مین ہی اور اگر اپنے وارث کے بیٹے کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی اسی طرح اگر اپنے مکاتب یا مدبر کے واسطے وصیت کی تو بھی سب استحساناً جائز ہی اور اپنے قاتل کے باپ کے واسطے وصیت جائز ہی اگرچہ آبائی رشتہ کتنا ہی اونچا ہووے اسی طرح اپنے قاتل کے بیٹے کے واسطے وصیت کی تو بھی جائز ہی اگرچہ فرزندی کا رشتہ کتنا ہی نیچا ہو جیسے پوتا پڑپوتا وغیرہ اور نیز انکے مکاتب ومدبر وغلامون کے واسطے بھی وصیت جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر کسی شخص کے غلام کے واسطے یون

وصیت کی کہ ہر مہینہ اُسکو دس درم نفقہ دیا جاوے تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ وصیت غلام کے واسطے ہوگی کہ جہان وہ جائیگا اسکے ساتھ جائیگا خواہ فروخت کردیا جاوے یا آزاد کردیا جاوے اور اگر یہ اسکے مولی نے صلح کرلی اور غلام نے اجازت دیدی تو جائز ہی اور اگر غلام آزاد کیا گیا پھر اُسنے اجازت دی تو اجازت باطل ہی اور اگر ایک شخص نے گھوڑے کے واسطے یہ وصیت کی کہ اُسکو ماہوار کی دس درم نفقہ دیا جاوے تو یہ مالک اسپ کے واسطے وصیت ہوگی پس اگر وہ مرگیا یا مالک نے اُسکو فروخت کردیا تو وصیت باطل ہوجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ مسلم نے اگر ذمی کے واسطے وصیت کی یا اسکے برعکس تو جائز ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ذمی نے کسی حربی غیر مستامن کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہین ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی کے واسطے جو دارالحرب مین ہی وصیت کی تو باطل ہی اگرچہ وارث لوگ اجازت دیدین پھر اگر وہ حربی موصی لہ اپنے دارالحرب سے امان لیکر دارالاسلام مین وصیت کا مال لینے کے واسطے آیا تو اُسکو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اگرچہ وارث لوگ اجازت دیدین یہ جب اُسوقت ہی کہ موصی دارالاسلام مین ہوا اور موصی لہ حربی دارالحرب مین ہو۔ اور اگر موصے بھی دارالحرب مین ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی۔ اور اگر حربی دارالاسلام مین امان لیکر آیا ہوا اور اُسکے واسطے وصیت کی تو مذکور ہی کہ تہائی مال کی وصیت بدون اجازت وارثون کے جائز ہوگی اور تہائی سے زائد مین اجازت وارثان کی ضرورت ہی اور اسی طرح اگر اُسکو کچھ ہبہ کیا یا نقل صدقات مین سے اُسکو صدقہ دیا تو ظاہر الروایہ کے موافق یہی حکم ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر مسلمان نے مرتد کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایسے شخص نے وصیت کی جسپر اسقدر قرضہ ہی جو اُسکے تمام مال کو گھیرے ہوئے ہی تو وصیت جائز نہوگی الا اُس صورت مین کہ قرضخواہ لوگ اپنا قرضہ معاف کردین کذا فی الہدایہ۔ اور وصیت فقط ایسے ہی شخص کی طرف سے صحیح ہوتی ہی جسکی طرف سے تبرع و احسان صحیح ہوتا ہی پس مجنون یا مکاتب یا ماذون کی وصیت صحیح نہین ہی اسی طرح اگر مجنون نے وصیت کی پھر بعد افاقہ کے مرگیا تو صحیح نہین ہی کیونکہ حالت مباشرہ وصیت مین وہ اہلیت نہین رکھتا تھا یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور مکاتب کی وصیت صحیح نہین ہی اگرچہ ادا کے کتابت کے واسطے کافی مال چھوڑا ہو یہ ہدایہ مین ہی۔ مکاتب کی وصیت تین قسم کی ہوتی ہی ایک قسم بالاجماع باطل ہی وہ ایسی وصیت ہی کہ اپنے اعیان مال مین سے کسی مال عین کی وصیت کرے اور ایک قسم بالاجماع جائز ہی وہ یہ کہ وصیت کی اضافت ایسے مال کی طرف کرے جسکا وہ بعد آزادی کے مالک ہو مثلاً یون کہے کہ جب مین آزاد ہوجاؤن تو فلان شخص کے لیے میرے تہائی مال کی وصیت ہی پس اگر قبل موت کے بدل کتابت ادا کرکے یا اور طور پر آزاد ہوگیا پھر مرگیا تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور ایک قسم مختلف فیہ ہی وہ یہ ہی کہ مثلاً مکاتب نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی پھر وہ آزاد ہوگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور لڑکے کی وصیت اگر وہ مراہق نہو یعنی قریب بلوغ نہو تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہی اور نیز اگر مراہق ہو تو بھی ناجائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی خواہ لڑکا ماذون التجارۃ ہو یا محجور ہو کذا فی البدائع خواہ وہ بعد بالغ ہونے کے مرا ہو یا قبل بالغ ہونے کے مرگیا ہو کذا فی الکافی۔ اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ اگر مین بالغ مرجاؤن تو میرا تہائی مال فلان شخص کے واسطے وصیت ہی تو نہین صحیح ہی اسواسطے کہ وہ اہلیت نہین رکھتا ہی پس تجنیز و تعلیق کچھ ممکن نہین ہی اور غلام و مکاتب نے اگر وصیت کی اضافت اپنے آزاد ہوجانے کے بعد کی طرف کی تو صحیح ہوجائیگی یہ اختیار شرح مختار مین ہی اور جسنے بطور ہزل کے یا بسبب اکراہ کے یا خطا سے وصیت کی اسکی وصیت صحیح نہوگی یہ بدائع مین ہی۔ آزاد عاقل کی وصیت خواہ مرد ہو یا عورت ہو جائز ہی اور نابالغ محجور کی وصیت جو بالغ ہو کر بے راہ رہا قیاساً نہین جائز ہی اور استحساناً جائز ہی

اور ابن السبیل کی وصیت جو اپنے مال سے دور ہو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر نابالغ یا مکاتب نے وصیت کی پھر وہ بالغ ہوا یا آزاد کیا گیا پھر اُسنے اجازت دی تو از سر نو وصیت ہو کر صحیح ہو جائیگی اور حمل کے واسطے وصیت جائز ہے اور نیز حمل کی وصیت کسی کے واسطے کر دینا کہ اگر یہ باندی بچہ جنے تو فلان کے واسطے وصیت ہو تو جائز ہے بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینہ سے کم مین بچہ جنے اور اگر کسی نے دوسرے کے واسطے باندی کی سوائے اُسکے حمل کے وصیت کر دی تو وصیت اور استثنا دونون صحیح ہین یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ایک عورت کے پیٹ مین جو ہے اُسکے واسطے وصیت کی پھر ایک مہینہ وصیت کے بعد اور موصی کی موت کے بعد وہ عورت مردہ بچہ جنی تو اُسکے واسطے کچھ وصیت نہوگی اور اگر زندہ بچہ جنی پھر وہ مر گیا تو تہائی سے وصیت جائز ہوگی اور یہ مال اس بچہ کے وارثون کے درمیان میراث تقسیم ہوگا اور اگر دو بچہ جنی ایک زندہ اور دوسرا مردہ تو مال وصیت زندہ کے واسطے ہوگا اور اگر دونون زندہ جنی پھر ایک مر گیا تو مال وصیت دونون کے واسطے نصفا نصف ہوگا اور جو مر گیا ہے اُسکا حصہ اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہوگا جیسا کہ میراث مین ہے۔ اور اگر اسطرح وصیت کی کہ اگر فلان عورت کے پیٹ مین لڑکی ہو تو اُسکے واسطے ہزار درم کی وصیت ہے اور اگر لڑکا ہو تو دو ہزار درم کی وصیت ہے پھر وہ عورت وقت وصیت سے ایک دن کم چھ مہینے مین ایک لڑکی جنی اور اس سے دو یا تین روز بعد ایک لڑکا جنی تو مال وصیت تہائی مین سے دونون کو ملیگا۔ اور اس صورت مین اور دوسری صورت جو مذکور ہوئی ہے دونون مین فرق ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی عورت سے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ مین ہے اگر وہ لڑکا ہو تو اُسکے لیے دو ہزار درم کی وصیت ہے اور اگر لڑکی ہو تو اسکے لیے ہزار درم کی وصیت تھی پھر وہ عورت ایک ہی پیٹ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنی اور موصی کے وقت موت سے چھ مہینہ سے کم مین جنی تو دونون بچون مین سے کسی کے واسطے وصیت مین سے کچھ نہ ملیگا۔ پھر مسئلہ اولی مین اگر عورت مذکور چھ مہینہ سے کم مین دو لڑکے اور دو لڑکیان جنی تو وارثان موصی کو اختیار ہوگا کہ دونون لڑکون اور دونون لڑکیون مین سے جس ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو چاہین مال وصیت دیدین یہ محیط مین ہے۔ اور موصی کا اپنے وصیت سے رجوع کرنا صحیح ہے پھر رجوع کبھی صریحاً ثابت ہوتا ہے اور کبھی دلالۃً ثابت ہوتا ہے۔ پس اول کی یہ مثال ہے کہ مثلاً موصے کہے کہ مین نے رجوع کیا یا اسکے مثل کوئی لفظ کہے اور دوم اسطرح ہے کہ کوئی ایسا فعل کرے جو رجوع کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر جو فعل ایسا ہے کہ اگر انسان اُسکو دوسرے کی ملک کے ساتھ کرے تو ملک سے مالک کا حق منقطع ہو جاوے پس جب ایسا فعل موصی کریگا تو یہ رجوع ہوگا اور نیز جو فعل موصی بہ مین زیادتی کا موجب ہوا اور بدون اس زیادت کے تسلیم ممکن نہین ہے پس جب ایسا فعل موصی کریگا تو یہ رجوع پر دلالت کریگا اور رجوع ثابت ہوگا اسی طرح جو فعل موجب زوال ملک موصی ہو وہ رجوع ہے۔ اور جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہین کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کے واسطے ایک کپڑے کی وصیت کی پھر اُسکو قطع کر کے سلایا یا رونی کی وصیت کی اور اُسکو کاتا یا سوت کی وصیت کی اور اُسکو بُنایا یا لوہے کی وصیت کی پھر اُسکا کوئی ظرف بنوایا تو یہ رجوع ہے۔ اور اگر ستو کی وصیت کی پھر اُنکو مسکہ مین ملا دیا یا احاطہ کی وصیت کی اور پھر اُسمین عمارت بنوائی یا روئی کی وصیت کی پھر اُسکو بھر لیا یا استر کی وصیت کی پھر قبا مین اُسکا استر لگایا یا ابرہ کی وصیت کی پھر اُسکا ابرہ لگایا تو وصیت باطل ہو جائیگی یہ کافی مین ہے۔ وصیت چار صورتون پر ہے ایک صورت مین قول و فعل دونون سے فسخ ہو سکتی ہے۔ اور ایک صورت مین قول سے فسخ ہو سکتی ہے نہ فعل سے اور ایک صورت مین فعل سے فسخ ہو سکتی ہے نہ قول سے۔ اور ایک صورت مین دونون سے فسخ نہین ہو سکتی ہے پس اول کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص کے واسطے مال عین کی وصیت کی پس قول سے اُسکا فسخ یہ ہے کہ کہے کہ مین نے وصیت

فسخ کردے یا مین نے رجوع کر لیا۔ اور فعل سے اُسکا فسخ یون ہو کہ اُسکو فروخت کردے یا آزاد کردے یا ایسے سبب سے اُسکو اپنی ملک سے نکال دے جو فسخ نہین ہو سکتا ہو چنانچہ مطلقاً مدبر کردے۔ اور دوم کی صورت یہ ہو کہ اپنے تہائی یا چوتھائی مال کی وصیت کرے پس اگر اس سے بقول رجوع کرے تو صحیح ہو اور اگر اُسکو اپنی ملک سے خارج کر دیا تو وصیت باطل ہوگی بلکہ دوسرے ثلث سے نافذ ہو جائیگی اور سوم کی صورت یہ ہو کہ غلام کو مدبر کرے مگر تقیید پس اگر بقول رجوع کرے تو صحیح نہین ہو اور اگر بفعل رجوع کرے مثلاً اُسکو فروخت کردے تو صحیح ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر چاندی کے تبر کی۔ کسی کے واسطے وصیت کی پھر اُسکو ڈھال کر کنگن یا انگوٹھی یا اسکے مانند کوئی چیز بنوالی تو وصیت سے رجوع ہو اور یہ حکم امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر ظاہر ہو اور بنا بر قول امام اعظم رح کے واجب ہو کہ رجوع نہ ہووے اور یہی صحیح ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر مال عین کی وصیت کی پھر اُسکو فروخت کر دیا پھر اُسکو خرید لیا یا بائع کو ہبہ کر دی پھر اُسکی وصیت سے رجوع کر لیا تو وصیت باطل ہو جائیگی اور جس بکری کے دینے کی وصیت کی تھی اگر اُسکو ذبح کیا تو رجوع ہو اور جس کپڑے کی وصیت کر دی ہو اگر اُسکو دھلایا تو رجوع نہین ہو۔ اور اگر کسی نے وصیت سے انکار کیا تو یہ رجوع نہین ہو یہ جامع کبیر مین مذکور ہو اور مبسوط مین لکھا ہو کہ رجوع ہو اور بعض نے فرمایا کہ جو حکم جامع کبیر مین لکھا ہو وہ ایسی صورت پر محمول ہو کہ جب موصی لہ کی غیبت مین اُسنے انکار کیا ہو اور ایسا انکار سب روایتون کے موافق رجوع نہین ہو اور جو مبسوط مین ہو وہ ایسی صورت پر محمول ہو کہ جب موصی لہ کے حضور مین اُسنے انکار کیا اور اُسکے سامنے انکار کرنا وصیت سے رجوع کرنا ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین۔ اور بعض نے فرمایا کہ جو حکم جامع مین مذکور ہو وہ امام محمد رح کا قول ہو اور جو مبسوط مین لکھا ہو وہ امام ابو یوسف رح کا قول ہو اور یہی قول اصح ہو اور اگر کہا کہ ہر چیز جسکی وصیت فلان شخص کے واسطے ہو وہ حرام یا رہو ہو تو یہ قول رجوع نہوگا بخلاف اسکے اگر کہا کہ وہ باطل ہو تو رجوع ہو سکتا ہو یہ کافی مین ہو۔ اگر ایک شخص کے واسطے کچھ وصیت کی پس اُس سے کہا گیا کہ تو اچھا ہو جائیگا وصیت مین تاخیر کرو پس اُسنے کہا کہ مین نے وصیت کی تاخیر کر دی تو یہ رجوع نہین ہو اور اگر کہا گیا کہ وصیت کو ترک کر دے پس اُسنے کہا کہ مین نے ترک کر دی تو یہ رجوع ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر کہا کہ جس غلام دیدینے کی مین نے وصیت کی تھی وہ فلان کے واسطے ہو تو یہ رجوع ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ وہ میرے وارث کے واسطے ہو تو یہ رجوع ہو پہلی وصیت سے اور دوبارہ وارث کے واسطے وصیت ہو پس دیگر وارثون کو اختیار ہوگا چاہین اسکی اجازت دین یا رد کر دین اور اگر دوسری وصیت کے وقت دوسرا شخص جسکے واسطے دوسری وصیت کی ہو مر گیا ہو تو پہلی وصیت اپنے حال پر باقی رہیگی اور اگر دوسری وصیت کے وقت دوسرا موصی لہ زندہ ہو مگر موصی کی موت سے پہلے مر گیا تو غلام مذکور وارثون کا ہوگا اسوجہ سے کہ دونون وصیتین باطل ہو گئی ہین یہ کافی مین ہو۔ اور اگر کسی کے واسطے اپنے غلام کی وصیت کی پھر اُسکو رہن کیا تو یہ رجوع ہو اور اگر اُسکو اجارہ پر دیا یا باندی تھی کہ اُس سے وطی کرلی تو یہ رجوع نہین ہو اور اگر لوہا ہو کہ اُسکے دینے کی وصیت کی پھر اُسکی تلوار یا زرہ بنالی تو یہ رجوع ہو اور اگر اپنا غلام دینے کی کسی کے واسطے وصیت کی پھر اُسکو مکاتب یا مدبر کر دیا یا کسی وجہ سے اُسکو اپنی ملک سے نکال دیا تو یہ وصیت سے رجوع ہو مگر اگر وہ غلام پھر اسکی ملک مین عود کرے تو وہ وصیت کی چیز نہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر کہا کہ جس غلام کی مین نے فلان شخص کے واسطے وصیت کی تھی اور بھی اُسکی وصیت فلان دوسرے شخص کے واسطے کی تو وہ غلام دونون مین نصفا نصف ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ اور بھی اُسکی نصف کی وصیت فلان دوسرے کے واسطے کر دی تو بھی وہ غلام دونون مین مشترک ہوگا اور

سوائے موصی لہ کے دوسرے کو بیان کیا ہو

اگر تہائی غلام کی وصیت زید کے واسطے کردی پھر کہا کہ وہ تہائی غلام کی جسکی وصیت مین نے زید کے واسطے کی ہو اُس تہائی کی نصف کی وصیت عمرو کے واسطے کردی یا کہا کہ اُسکے آدھے کی وصیت عمرو کے واسطے کردی تو یہ قول تہائی مین سے نصف سے جو زید کے واسطے وصیت تھا رجوع نہین ہی بلکہ تہائی غلام دونون مین مشترک ہوگا اور اگر کہا کہ وہ تہائی جسکی وصیت زید کے واسطے مین نے کردی تھی اور بھی اُسکی نصف کی وصیت عمرو کے واسطے کردی تو زید کو اس تہائی کا تہائی ملیگا - اور اگر زید کے واسطے ایک چیز کی وصیت کی پھر کہا کہ جو کچھ مین نے زید کے واسطے وصیت کی تھی اُسکی نصف کی وصیت عمرو کے واسطے کردی تو وہ غلام دونون مین مشترک ہوجائیگا پس آدھے غلام سے رجوع ثابت ہوگا - اور اگر ایک شخص کے واسطے ایک باندی کی وصیت کردی پھر اُس باندی کو ام ولد بنایا تو یہ وصیت سے رجوع ہی اسی طرح اگر گیہون کی وصیت کی پھر اُنکو پسایا یا آٹے کی وصیت کی پھر اُسکی روٹیان پکوائین تو یہ رجوع ہی - اور اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ تو نے اپنے فلان غلام کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی ہی پس اُسنے کہا کہ نہین بلکہ اُس شخص کے واسطے مین نے اپنی فلان باندی کی وصیت کی ہی تو یہ غلام کی وصیت سے رجوع ہی - اور اگر اپنے دار کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی پھر اُسمین گچ کرائی یا اُسکو منہدم کیا تو یہ رجوع نہین ہی اور اگر اُسمین کمگل کرائی تو رجوع ہی بشرطیکہ دار کبیر ہو - اور اگر زمین کی وصیت کی پھر اُسمین رطبہ بویا تو یہ رجوع نہین ہی اور اگر درخت انگور جمائے یا اور درخت لگائے تو یہ رجوع ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر اُسکے درخت خرما مین جو کفری لگے ہین اُنکی وصیت کی پھر موصے کے مرنے سے پہلے وہ بسر ہوگئین یا بسر کی وصیت کی اور وہ رطب ہوگئین اور ہنوز موصی نہین مرا ہی یا تازہ انگورون کی وصیت کی اور وہ موصی کی موت سے پہلے زبیب ہوگئے یا ستیل کی وصیت کی اور وہ کیہون ہوگئے یعنے بالیون مین سے کیہون پختہ ہوکر نکال لیے گئے یا چاندی کی وصیت کی اور وہ انگوٹھی ہوگئی یا انڈے کی وصیت کی اور وہ بچہ ہوگیا یعنے انڈے سے بچہ نکل آیا اور یہ سب موصی کی موت سے پہلے ہوگیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ جس چیز کی وصیت کی تھی وہ متغیر ہوکر دوسری چیز ہوگئی ہی اور اگر موصے کے مرنے کے بعد وہ متغیر ہوگئی تو وصیت نافذ ہوجائیگی - اور اگر بسر کی وصیت کی پھر اُسمین بعض رطب ہوگئے تو جسقدر رطب ہوگئے ہین اُنکی وصیت باطل ہوجائیگی اور جو بسر ہین اُنمین باقی رہیگی اعتباراً للبعض بالکل کے بعض قائم مقام کل کے ہونگے - اور اگر رطب کی وصیت کی پھر موصی کے موت سے پہلے وہ تمر یعنے چھوارے ہوگئے یا بھیڑی کے بچہ کی وصیت کی اور وہ کبش ہوگیا تو استحساناً وصیت باطل نہوگی یہ کافی مین ہی - اور اگر غیر کے مال سے ہزار درم کی کسی کے واسطے وصیت کی یا اُسکے غلام یا اُسکے کپڑے کی کسی کے واسطے وصیت کردی پھر اس غیر شخص نے موصے کے مرنے سے پہلے یا اُسکے مرنے کے بعد اسکی اجازت دیدی تو غیر شخص کو اختیار ہوگا کہ جب تک اُسنے مال وصیت موصی لہ کو نہین دیا ہی تب تک اس سے رجوع کرلے اور جب اُسکو دیدیا تو جائز ہی اسواسطے کہ مال غیر سے وصیت کرنا بمنزلۂ مال غیر ہبہ کرنے کے ہی گویا اُسنے غیر کا مال ہبہ کردیا پس بدون تسلیم و قبضہ کے صحیح نہوگا یہ مبسوط مین ہی -

دوسرا باب - اُن الفاظ کے بیان مین جو وصیت ہوتے ہین اور جو نہین ہوتے ہین اور جو وصیت جائز ہی اور جو نہین جائز ہی - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میری موت کے بعد وکیل ہی تو وہ وصی ہوگا اور اگر کہا کہ تو میری حیات مین میرا وصی ہی تو وکیل ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے واسطے سو درم اجرت اس شرط پر ہی کہ تو میرا وصی ہو تو شرط باطل ہی اور سو درم اُسکے واسطے وصیت جائز ہونگے اور بنا بر قول نخعی کے وہ شخص

وصی ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ بن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے فلان شخص کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور وصیت کی کہ فلان شخص کے واسطے میرے مال مین ہزار درم ہین تو پہلے ہزار درم وصیت ہین اور دوسرے اقرار ہین۔ اور اصل مین ہی کہ اگر وصیت مین کہا کہ میرا انتہائی دارو واسطے فلان شخص کے ہی پس مین اسکی اجازت دیتا ہون تو وصیت ہی اور اگر کہا کہ چھٹا حصہ میرے دارین واسطے فلان شخص کے ہی تو یہ اقرار ہی یعنے فلان کا اسقدر اس دارین استحقاق ہی اور علی ہذا اگر کہا کہ فلان شخص کے واسطے میرے مال سے ہزار درم ہین تو یہ استحساناً وصیت ہی اگر وصیت کے تذکرہ مین کہا ہو اور اگر کہا کہ میرے مال مین تو یہ اقرار ہوگا۔ اور اگر کہا کہ میرا یہ غلام واسطے فلان کے ہی اور میرا یہ دار واسطے فلان کے ہی اور یہ نہا کہ وصیت ہی اور نہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کہا اور نہ یہ کہا کہ یہ میری موت کے بعد تو یہ قیاساً و استحساناً ہبہ ہی پس اگر فلان مذکور نے اُسکی زندگی مین قبضہ کر لیا تو صحیح ہوگا اور اگر قبضہ نکیا یہان تک کہ وہ مر گیا تو باطل ہی۔ اور اگر وصیت کے تذکرہ مین ایسا کہا تو شیخ امام زاہد احمد طواویسی نے شرح وصایا الاصل مین ذکر کیا کہ قیاس یہ ہی کہ یہ وصیت ہو مگر استحساناً وصیت نہوگی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے اپنے مرض مین فارسی مین کہا کہ (تیمار دار فرزندان مرا بسپس من) یعنے میرے مرنے کے پیچھے میرے فرزندون کی تیمارداری کر تو اُسکو اپنے ترکہ کا وصی قرار دیا اسی طرح اگر کہا کہ انکا تعہد کر یا اُنکے کام کی خبر گیری کر یا جو اسکے معنی مین بولے جاتے ہین اور اگر مریض نے دوسرے سے کہا کہ (غم کار من و آن فرزندان من بعد از وفات من بخور) یا کہا (فرزندان مرا ضایع مگذار) تو فرمایا وہ وصی ہو جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر اپنے بھائی سے کہا کہ فلان شخص کو اجارہ پر مقرر کر حتے کہ میری وصیت نافذ ہو تو بھائی وصی ہو جائیگا اگر اسکو قبول کرلے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد میرا انتہائی دار فلان شخص کو ہبہ کیا جاوے تو یہ وصیت ہی اور موصے کی زندگی مین اُسکا قبضہ کرنا شرط نہوگا۔ اور اگر کہا کہ میری تہائی واسطے فلان کے ہی یا میری جو تہائی یا میرا اچھا حصہ واسطے فلان کے ہی پھر قبل اسکے کہ فلان قبضہ کرے وہ مر گیا تو قیاساً باطل ہی اور استحساناً یہ وصیت جائز ہوگی اور اسکی تاویل یہ ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کلام کیا ہو اسکو امام محمد رح نے امام ابو یوسف رح کی روایت سے امام اعظم رح سے روایت کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک مریض نے دوسرے سے کہا کہ میرے قرضے ادا کر دے تو وہ وصی ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے مرض یا اپنی صحت مین کہا کہ اگر میرے کو کوئی حادثہ حادث ہو تو فلان کے واسطے اسقدر ہی تو یہ وصیت ہی اور حادثہ ہمارے نزدیک موت ہی اسی طرح اگر کہا کہ میری تہائی سے فلان کے واسطے ہزار درم ہین تو یہ وصیت ہی اگرچہ اسمین موت کا ذکر نہین کیا ہی۔ اور اگر کہا کہ فلان شخص کے واسطے ہزار درم میرے مال سے ہین یا کہا میرے نصف مال سے یا کہا کہ میرے چوتھائی مال سے ہین تو یہ باطل ہی الا اُس صورت مین کہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کلام ہو تو یہ وصیت ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ جو میرے باپ کی وصیت لکھی ہوئی پائی جاوے اور مین نے اُسکو نافذ نکیا ہو تو اُسکو نافذ کر دینا یا اپنی ذات پر اپنے مرض مین ایسا اقرار کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ وصیت ہی اگر وارثون نے اُسکی تصدیق کی تو اُنکی تصدیق صحیح ہوگی اور اگر اُسکی تکذیب کی تو یہ تہائی مال سے قرار دیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ایک مریض نے کہا کہ تم لوگ ہزار میرے مال سے نکالو یا ہزار درم نکالو اور اس سے زیادہ نکلا اور مر گیا تو فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر یہ کلام تذکرہ وصیت مین کیا ہو تو جائز ہی اور فقرا کو دیے جاوینگے۔ اور اگر کسی مریض سے کہا گیا کہ کوئی چیز وصیت کر دے اُسنے کہا کہ میرا انتہائی مال اور اس سے زیادہ کچھ نکلا

تو فقیہ ابوبکر نے فرمایا کہ اگر یہ کلام سوال کے پیچھے لگا ہوا کہا تو اُسکا تہائی مال فقیرون پر صرف کیا جائیگا اور محمد بن سلمہ سے مروی ہے کہ انھون نے جواب مطلقاً چھوڑا اُسکی تفصیل نہین فرمائی اور کہا کہ اُسکا مال فقیرون مین صرف کیا جائیگا اور محمد بن مقاتل سے مروی ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ لوگون کو ہزار درم دیے جاوین تو فرمایا کہ یہ وصیت باطل ہے اور اگر کہا یہ تم لوگ ہزار درم صدقہ کر دینا تو یہ جائز ہے اور فقیرون کو صدقہ کیے جاوینگے - ایک مریض نے فارسی مین کہا (صد درم از من بخشش کنید) سو درم میری طرف سے بخشش کر دینا تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ یہ باطل ہے اسواسطے کہ یہ فقیرون و تونگرون سب کے واسطے ہوگی - اور اگر کہا کہ (صد درم از من روان کنید) تو فرمایا کہ یہ وصیت جائز ہوگی اسواسطے کہ اس لفظ سے قربت مراد ہوتی ہے اور قاضی ابو الحسن علی بن الحسین السغدی نے فرمایا کہ قولہ (روان کنید) ہماری زبان کا محاورہ نہین ہے ہم اسکو نہین جانتے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - ایک شخص نے کہا کہ اگر مین اپنے اس سفر مین مرجاؤن تو فلان کے واسطے مجھ ہزار درم قرضہ ہین تو یہ تہائی مال سے وصیت ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر یہ وصیت کی کہ مین بعد موت کے فلان مقام پر لیجایا جاؤن اور وہین دفن کیا جاؤن اور وہان ایک رباط میرے تہائی مال سے بنایا جاوے پھر مرگیا اور اوس مقام پر اُٹھا کر نہین لیجایا گیا تو ابو القاسم رح نے فرمایا کہ رباط کی وصیت جائز ہے اور اُٹھالیجانے کی وصیت باطل ہے اور اگر وصی اُسکو اُس مقام پر اُٹھوا کر لیگیا تو جو کچھ اسکے اُٹھوا کر لیجانے مین خرچ ہوا ہے وصی اُسکا خود ضامن ہوگا اگر اُسنے بدون اجازت وارثون کے ایسا کیا اور اگر وارثون کی اجازت سے ایسا کیا تو ضامن نہوگا - اور میت کے نیچے قبر مین مضربہ کے مانند کوئی چیز نہین بچھائی جاویگی اور شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے یہ مثل کفن مین زیادتی کرنے کے ہے اور بعض مشائخ نے اس سے انکار فرمایا ہے یعنی ممنوع جانا ہے - اور اگر زینت کے واسطے اپنے قبر کی عمارت کی وصیت کی تو یہ باطل ہے اور اگر اپنی موت کے بعد ماتم کے واسطے کھانے پکانے کی وصیت کی کہ جو لوگ تعزیت کے واسطے آوین اُنکو کھلایا جاوے تو فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ یہ تہائی مال سے جائز ہے اور جو لوگ یہان دیر تک قیام کرین یا دور سے آوین اُنکو کھانا حلال ہے اسمین تونگر و فقیر سب برابر ہین اور جس شخص کا قیام دیر تک نہو اور نہ وہ بہت دور سے آیا ہو اُسکو حلال نہین ہے پس اگر کھانے مین سے بہت بچ جاوے تو وصی ضامن ہوگا اور اگر تھوڑا بچے تو ضامن نہوگا - اور شیخ امام ابوبکر بلخی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد تین روز تک لوگون کے واسطے کھانا پکوایا جاوے تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ ایسی وصیت باطل ہے اور شیخ ابو القاسم سے روایت ہے کہ اہل مصیبت کے یہان کھانا لیجانا اور انکے ساتھ کھانا کیسا ہے فرمایا کہ ابتدائی حال مین کھانا لیجانا مکروہ نہین ہے اسواسطے کہ اہل میت اُسکی تجہیز وغیرہ مین مشغول ہوتے ہین (قال المترجم بلکہ یہ سُنت ہے) اور رہا تیسرے روز کھانا لیجانا سو یہ نہین مستحب ہے اسواسطے کہ تیسرے روز رونے والی عورتین جمع ہوتی ہین پس اس روز کا اُنکا کھلانا گناہ کرنے پر مدد دینا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور واقعات ناطفی مین ہے کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ ہزار دینار کے کفن مین کفنایا جاوے یا دس ہزار درم کے کفن مین کفنایا جاوے تو یہ شخص درمیانی کفن سے کفنایا جائیگا جسمین نہ اسراف ہو اور نہ تقتیر اور تضییق ہو اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ وہ شخص اپنی زندگی مین جیسے کپڑے پہنکر جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز اور شادی کی دعوت ولیمہ مین جاتا تھا اُنکو دیکھا جائیگا پس برابر برابر درمیانی کفن دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک عورت نے اپنے شوہر کو وصیت کی کہ شوہر اُسکو اُس مہر سے جو عورت کا

لہ اسمین جو جرح ہوئی ہین اور ظاہر الروایہ کے مطابق ہونا وغیرہ ہون ۱۲ منہ

اُسپر آتا ہو کفن دیوے تو فرمایا کہ کفن کے باب مین عورت کی امر دنی سب باطل ہو محیط سرخسی مین ہو ایک شخص نے وصیت کی کہ اسکے دارمین دفن کیا جاوے تو اُسکی وصیت باطل ہو الا یہ کہ یہ وصیت کرے کہ میرا دارمسلمانون کا مقبرہ بنایا جاوے اور خلاصہ مین ہو کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اسنے بیت مین دفن کیا جاوے تو صحیح نہین ہو اور مسلمانون کے مقبرہ مین دفن کیا جائیگا۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ مجھپر فلان شخص نماز پڑھے تو عیون مین لکھا ہو کہ یہ وصیت باطل ہو اور خلاصہ مین لکھا ہو کہ یہ نہین صحیح ہو۔ (قال المترجم) مراد یہ ہو کہ اسکی تعمیل مثل وصیت کے لازم نہین ہو ورنہ جسکو پڑیگا جانیوالے اُس سے نماز پڑھانے کو کہا جاوے تو اولی والنسب ہو) نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا تمامی مال مسلمان مردون کے کفن مین یا مسلمان مردون کی قبر کھودنے مین یا مسلمانون کو پانی پلانے مین خرچ کیا جاوے تو فرمایا کہ یہ باطل ہو اور اگر یہ وصیت کی کہ میرا تمامی مال فقیر مسلمانون کے کفن دینے مین یا انکی قبرین کھودنے مین خرچ کیا جاوے تو جائز ہو اور اگر وصیت کی کہ میرا دار تجہیز کردیا جاوے پھر اُسکا وارث مرا تو اسکا دفن کرنا اس مقبرہ مین جائز ہو۔ اور فتاوا ے فضلی مین ہو کہ اگر یہ وصیت کی کہ میرا دار کاروان سرائے کردیا جاوے کہ آسمین لوگ اتریں (یعنی بموجب موسمی کے) اگر کرین تو نہین صحیح ہو اور اسی قول پر اعتماد ہو۔ بخلاف اسکے اگر یہ وصیت کردی کہ سقایہ کردیا جاوے تو یہ صحیح ہو اور وارث اُسمین سے پانی نہین پی سکتا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک شخص نے اپنی زندگی مین تابوت خریدا تھا پس وصیت کی کہ مین اس تابوت مین کفن دیا جاؤن اور سیسے کے پانون مین پہنا ن اور گردن مین طوق ڈالا جاوے تو یہ غیر مشروع چیزکے ساتھ وصیت ہو پس باطل ہوگی اور اُسکو کفن مثل دیا جائیگا (یعنے جیسا وہ پہنتا تھا روز دایام خوشی مین اُسکا درمیان دیا جائیگا جیسا ایسے لوگون کو دیا جاتا ہو) اور جسطرح لوگ دفن کیے جاتے ہین اسی طرح دفن کیا جائیگا۔ اگر یہ وصیت کی کہ اُسکی قبر پر گنبد کیجاوے یا اُسپر قبہ بنایا جاوے تو وصیت باطل ہو الا اُس صورت مین جائز ہو سکتی ہو کہ وہان درندون وغیرہ کے خوف سے گنبد لگانے کی ضرورت ہو۔ اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی دختر کو اپنے مرض مین پچاس درم دیے اور کہا کہ اگر مین مرجاؤن تو میری قبر پر عمارت بنوانا اور مجاورت کرنا اور پانچ درم تیرے واسطے ہین اور باقی کے گیہون خرید کر صدقہ کردینا تو فرمایا کہ اُسکے واسطے پانچ درم نہین جائز ہین اور جس قبر کی عمارت کا حکم دیا ہو اُسکو دیکھا جاوے اگر محافظت کے واسطے عمارت کی ضرورت ہو نہ بغرض زینت کے تو بقدر حفاظت کے بنوائی جاویگی اور باقی درم فقیرون کو دیدیے جاوینگے اور اگر حاجت ضروری سے علاوہ عمارت کا حکم دیا ہو یعنے عمارت کی وہان کوئی حاجت نہین ہو تو وصیت باطل ہوگی۔ اور اگر وصیت کی کہ کسی شخص کو میرے مال سے اسقدر دیا جاوے تاکہ میری قبر پر قران پڑھے تو ایسی وصیت باطل ہو۔ بعض نے فرمایا کہ اگر قاری یعنے پڑھنے والا کوئی معین ہو تو چاہیے کہ وصیت بطور صلہ کے جائز ہو نہ بطور اجرت کے اور بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہو اگرچہ قاری معین ہو اور ایسا ہی شیخ ابو نصر نے فرمایا ہو۔ شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ دس قبرین کھودی جاوین تو فرمایا کہ اگر مقبرہ معین کردیا کہ اُسمین مردے دفن کیے جاتے ہین تو وصیت جائز ہو اور اگر کھودنا بغرض ابنا سبیل وفقیرون کے دفن کے ہو بدون اسکے کہ کوئی جگہ معین کرے تو وصیت باطل ہو اور واقعات مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر وصیت کی کہ تو قبرین کھودی جاوین تو مین استحساناً اسکے محلہ مین رکھتا ہون اور کبیر وصغیر پر ہونگی۔ اور ہمارے بعضے مشائخ نے قبور کے مسئلہ مین یہ اختیار کیا ہو کہ اگر اُسنے مقبرہ معین نکیا تو نہین جائز ہو۔ اور اگر وصیت کی کہ اُسکی کتابین دفن کردی جاوین تو نہین جائز ہو الا اُس صورت مین کہ اُن کتابون مین ایسی بات لکھی ہو جسکو کوئی نہین سمجھ سکتا ہو یا اُسمین کوئی فساد کی بات ہو تو انکو دفن کردینا چاہیے محیط مین ہو۔ اور اگر بیت المقدس کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کردی تو جائز ہو

اور بیت المقدس کی تعمیر اور اُسکے چراغ وغیرہ مین خرچ کیے جاوینگے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہی کہ وقف مسجد سے اُسکی قندیل وچراغ مین خرچ کرنا اور رمضان مین قندیلون کے واسطے لفظ ۱۲ روغن زیتون خریدنا جائز ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام مسجد کی خدمت کرے اور اُسمین اذان دے تو جائز ہی اور اُسکی کمائی وارث کی ہوگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرایا جاوے تو ایک شخص کو خرچہ جہاد دیا جائیگا جو اُسکو اپنی آمد و رفت مین خرچ کرے اور جبتک سرحد ملاک کفار مین مقیم رہے تب تک خرچ کرے اور اُسمین سے اپنے اہل وعیال کے خرچ مین کچھ نہ لاوے پھر اگر کچھ باقی بچا دے تو وہ وارثون کو واپس کردے اور چاہیے کہ جہاد کرانے والے گھر سے جہاد کے واسطے نکلے یعنے اسی مقام سے خرچہ متعین ہوگا اور یہ مثل حج کے لیے وصیت کرنے کے ہی اور اگر وہ شخص جو اسکی طرف سے جہاد کرتا ہی تونگر ہو تو بھی جائز ہی اور نیز وصی کو اختیار ہی کہ اُسکی طرف سے خود جہاد کرے اور نیز موصی کے بیٹے کو بھی اختیار ہی۔ اور مسلمان کو جائز ہی کہ نصرانی فقیرون کے واسطے وصیت کرے اسواسطے کہ نصرانی فقیرون کے واسطے وصیت کرنا گناہ نہین ہی بخلاف اُنکی بیعہ تعمیر کرانے کی وصیت کے کہ یہ معصیت ہی پس جو شخص اُسکی تعمیر مین مدد کریگا وہ گنہگار ہوگا۔ اور اگر وصیت کی کہ مسجد مین خرچ کیا جاوے تو جائز ہی اور مسجد کی عمارت وچراغ مین خرچ کیا جائیگا اور اگر چراغ مسجد کی وصیت کی تو نہین جائز ہی یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی۔ اور اگر کہے کہ اسمین چراغ جلایا جایا کرے تو یہ جائز ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے اور کسی مشتری کو معین نکیا تو یہ جائز نہین ہی الا یہ کہ کہے کہ اور اُسکا ثمن صدقہ کردو یا اُسکو اُدھار فروخت کرو یا مشتری کے ذمہ سے تہائی ثمن کم کردو۔ اسی طرح اگر (اسواسطے کہ الخ) وصیت کی کہ میری باندی ایسے مشتری کے ہاتھ فروخت کرو جو اُسکو ام ولد بنا دے یا اُسکو مدبر کردے تو بھی جائز ہی۔ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت ایک قوم سے جو اُسکے پاس حاضر تھے کہا کہ دیکھو کُل وہ جو مجھے جائز ہی کہ مین اُسکی وصیت کرون اُسکو فقیرون کو دیدو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ وصیت جائز ہی اور یہ تہائی مال پر ہوگی اور کہا کہ جو مجھے جائز ہی کہ مین اُسکی وصیت کرون تو بھی جائز ہی اور اسکا اختیار وارثون کو ہوگا جو چیز فقیرکو دیدین جائز ہو جائیگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو بخلاف اُسکے قول اول کے کہ (کل وہ جو مجھے جائز ہی کہ مین اُسکی وصیت کرون) کہ اس صورت مین پوری تہائی پر وصیت ہوگی۔ اور اگر اپنے غلام کی کسی شخص کے واسطے وصیت کردی اور غلام پر قرضہ ہی پھر موصی مر گیا پھر غلام کے قرضخواہ نے کہا کہ مین وصیت کی اجازت نہین دیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکا قرضہ غلام کی گردن پر ہی۔ ایک زمین مین کھیتی ہی پس مالک زمین نے زمین کی بدون کھیتی کے وصیت کردی تو یہ جائز ہی اور کھیتی اُس زمین مین اجر المثل پر چھوڑی جائیگی یہانتک کہ کھیتی کاٹی جاوے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے گھوڑے پر راہ خدا مین میری طرف سے جہاد کیا جاوے تو وصیت صحیح ہی اور اُسکی طرف سے جہاد کیا جائیگا خواہ تونگر جہاد کرے یا فقیر۔ پھر جب غازی واپس آوے تو وارث کو وہ گھوڑا واپس دے پھر وارث لوگ برابر ہمیشہ اُس گھوڑے کو دیا کرینگے کہ اُسپر موصی کی طرف سے جہاد ہوا کریگا یہ محیط مین ہی اور اگر کہا کہ میرا گھوڑا اور میرے ہتھیار اللہ تعالی کی راہ مین مین یعنی صدقہ ہین تو اسمین تملیک ہی۔ پس ایک مرد فقیر کو بطور تملیک دے جاوین۔ اسی طرح اگر کہا کہ میرا تہائی مال جہاد مین یا فی سبیل اللہ یا فی السبیل ہو تو اسکا بھی فقیرون کو مالک کردینا چاہیے اور میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہی کہ وارث لوگ ایسے مرد کو دین جو جہاد کرتا ہی۔ ایک شخص نے اپنا گھوڑا راہ جہاد مین کردیا تو فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالی کسی فقیر کو دیا جاوے اور جب فقیر اُسکا مالک ہوجاوے تو جو چاہے کرے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ گھوڑا اللہ تعالی کی راہ مین محبوس کردیا تو فرمایا کہ رباط مین باندھا جاوے کہ اُسپر لوگ جہاد کیا کرین پھر اگر اُسکی حاجت نہ رہے

۱۲ فی کا بیت المال اور اسکا عمال ہی کتنے لوگون کا مصالحہ کھاوے جو مانع ہو فرض ہونے سے ۱۲ منہ

۱۲ یا اسلئے کہ ملک سلام کی ہر چیز پر اشکال ہی جیسے شکر کا شکار بنانے مین جو اشکال ہی ۱۲ منہ

تو امام المسلمین اُسکو بقدر اُسکے چارہ کے کرایہ پر دیا کریگا۔ اور اگر اُسکو کوئی کرایہ پر نہ لے تو امام اُسکو فروخت کرکے اُسکا ثمن رکھے رکھے کہ جب مجاہدین کو کسی سواری کی ضرورت ہو تو امام اُسکے ثمن سے سواری کا گھوڑا خرید کرے کہ اُسپر جہاد کیا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر اُسنے مصاحف مجید کی وصیت کی کہ مسجد مین وقف کیے جاوین کہ لوگ اُسنے تلاوت کیا کرین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہی اور امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ وصیت باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری یہ زمین مساکین کا مقبرہ بنائی جاوے یا وصیت کی کہ یہ زمین مسافرون کے واسطے سرائے بنائی جاوے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ باطل ہی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ زمین مسجد بنائی جاوے تو بلا خلاف جائز ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال للہ تعالی ہی تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک وصیت باطل ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہی اور نیک کامون مین خرچ کیا جائیگا اور فتوے امام محمد رح کے قول پر ہی اور وہ فقیرون پر خرچ کیا جائیگا۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت فی سبیل اللہ تعالی کی تو امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالی جہاد ہی پھر امام ابویوسف رح سے کہا گیا کہ اوجح ہی۔ تو فرمایا کہ سبیل اللہ تعالی جہاد ہی یعنے حج نہین ہی۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی حاجی منقطع کو دیا گیا تو جائز ہی اگر سبیل اللہ سے حاجی منقطع مراد لیا ہو یہ نزدیک پسندیدہ یہ ہی کہ جہاد مین دیا جاوے اور فتوے امام ابویوسف رح کے قول پر ہی۔ اور اگر اعمال خیر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو فتاوے ابواللیث مین مذکور ہی کہ جسمین تملیک نہو وہ اعمال خیر مین سے ہی جیسے کہ مسجد کی عمارت واسکے چراغ مین صرف کرنا جائز ہی مسجد کی زینت مین خرچ نکیا جائیگا اور قید خانہ بنانے مین خرچ کرنا جائز نہین ہی اور قید خانہ فاسق وقید خانہ سلطان کی کوئی تفصیل نہین فرمائی کذا فی المحیط۔ اور فتاوی خلاصہ مین ہی کہ اگر نیک کامون مین اپنا تہائی مال صرف کرنے کی وصیت کی تو پل باندھنے یا مسجد بنانے مین یا طالبعلمون کی کفالت مین خرچ کیا جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر رباط کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ رباط مین کچھ لوگ مقیم ہین پس اگر وصیت کے وقت کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جس سے ثابت ہو کہ اس وصیت سے اُسنے رباط کے مقیم لوگ مراد لیے تو انھین پر خرچ کیا جائیگا اور رباط کی عمارت مین خرچ نکیا جائیگا۔ اور فتاوی فضلی مین ہی کہ اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال گانون کی مصلحتون مین خرچ کیا جاوے تو یہ باطل ہی اور فتاوے ابواللیث مین ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے سودرم کی واسطے فلان مسجد یا فلان پل کی وصیت کی تو امام محمد رح نے صریح فرمایا ہی کہ یہ جائز ہی پس اُسکی مرمت و اصلاح مین خرچ کیے جاوینگے اور اسی کو ابن مقاتل نے اختیار کیا ہی اور حسن بن زیاد نے کہا کہ اگر اُسنے مرمت یا اصلاح کو بیان نکیا تو وصیت باطل ہی۔ اور یہی ہمارے اکثر اصحاب سے روایت اور اسی پر فتوی ہی عیون مین امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے کعبہ معظمہ کے ہی تو جائز ہی اور مساکین مکہ معظمہ کو دیا جائیگا اور اگر کہا کہ واسطے نور فلان کے ہی تو قیاس یہ ہی کہ یہ باطل ہو اور استحسانا جائز ہی یہ محیط مین ہی۔

تیسرا باب — تہائی مال یا اسکے مانند کسی حصہ کی وصیت کرنے اور اپنے پسر یا دختر کے حصہ کے برابر مال کی وصیت کرنے اور اس سے کم یا زیادہ کی وصیت کرنے مین کہ بعد موت کے وارث لوگ اُسکی اجازت دین یا نہ دین یا بعض بعض اجازت دین ان سب احکام کے بیان مین — اگر زید کے واسطے اپنے چوتھائی مال کی اور عمرو کے واسطے نصف مال کی وصیت کی پس اگر وارثون نے اُسکی اجازت دیدی تو نصف مال عمرو کو اور چوتھائی مال زید کو دیا جائیگا اور باقی تمام وارثون مین موافق فرض خدا تعالی کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال سے دونون کو سات حصے ہو کر اسطرح ملینگے کہ عمرو کو چار حصے اور زید کو تین حصے دیے جاوینگے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک تین

تین حصے ہوکر تقسیم ہونگے جنمین سے دو حصے عمرو کو اور ایک حصہ زید کو ملیگا - اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک سات حصے ہوکر اس وجہ سے تقسیم ہوگا کہ امام کا مذہب یہ ہی کہ عمرو جسکے واسطے نصف کی وصیت ہی وہ فقط تہائی کے حساب سے حصہ دار کیا جائیگا اور زید جسکے واسطے چوتھائی کی وصیت ہی وہ پوری چوتھائی کا حصہ دار کیا جائیگا پس حصص مین ایسے عدد کی حاجت ہوئی جسکی تہائی و چوتھائی پوری نکلے اور وہ بارہ ہی جسکی تہائی چار ہی اور چوتھائی تین ہی پس زید و عمرو کی وصیت سات ہوئی اور یہ تہائی مال ہی اور دو تہائی مال (جو دو) ہی پس تمام مال اکیس (۲۱) ہی جسمین سے زید و عمرو کو سات حصے باین طور کہ چار حصے عمرو کو اور تین حصے زید کو دیے جاوینگے اور صاحبین کے نزدیک تہائی کے تین حصے ہونگے اسواسطے کہ عمرو نصف کا موصی لہ صاحبین کے نزدیک پورے حصہ کا شریک کیا جائیگا اور زید چوتھائی کا پوری چوتھائی کا شریک کیا جائیگا اور چوتھائی آدھا نصف کا ہی پس ہر چوتھائی ایک سہم قرار دیا گیا پس نصف کے دو سہم ہوے اور چوتھائی کا ایک سہم ہوا پس تین سہم ہوے پس تہائی مال کے تین حصے کیے جاوین جنمین سے دو حصہ عمرو کو اور ایک حصہ زید کو دیا جاوے - اور اصل امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہ ہی کہ جس شخص کے واسطے تہائی سے زائد کی وصیت ہو وہ تہائی سے زائد کا شریک نکیا جائیگا الّا تین وصیتون مین وصیت بعتق و محاباۃ و دراہم مرسلہ - اور وصیت بعتق کی تفسیر یہ ہی کہ اگر دو غلامون معین کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور ایک کی قیمت ہزار درم اور دوسرے کی دو ہزار درم ہی اور سوا ان دو غلامون کے اُسکا کچھ مال نہین ہی پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو دونون ساتھ ہی آزاد ہوجاوینگے اور اگر اجازت ندی تو دونون تہائی مال سے آزاد ہونگے اور اُسکا تہائی مال ایک ہزار درم ہین پس ہزار درم دونون مین بحساب اُنکی وصیت کے ہونگے کہ ہزار درم کی دو تہائی اُس غلام کے واسطے جسکی قیمت دو ہزار درم ہی اور باقی کے واسطے وہ سعایت کریگا اور ایک تہائی اُس غلام کے واسطے جسکی قیمت ہزار درم ہی اور وہ باقی کے واسطے سعایت کریگا اور یہی حکم محاباۃ مین ہی کہ اگر اُسکے دو غلام ہون ایک کی قیمت ایک ہزار ایک سو درم اور دوسرے کی قیمت چھ سو درم ہون پس وصیت کی کہ ایک غلام زید کے ہاتھ سو درم کو اور دوسرا عمرو کے ہاتھ سو درم کو فروخت کیا جاوے تو اس صورت مین ایک ثلثی کے واسطے ہزار درم کی محاباۃ اور دوسرے کے واسطے پانچ سو درم کی محاباۃ حاصل ہوئی اور یہ سب وصیت ہی اسواسطے کہ حالت مرض مین واقع ہوئی ہی پس اگر یہ تہائی مال سے برآمد ہو تو جائز ہوگی اور اگر تہائی مال سے برآمد نہوئی اور نہ وارثون نے اجازت دی تو دونون کی محاباۃ بقدر تہائی کے جائز ہوگی اور یہ تہائی دونون مین بقدر ہر ایک کی محاباۃ کے تقسیم ہوگی یعنے ایک شخص بقدر نہ ہزار درم کے اور دوسرا بقدر پانچ سو درم کے شریک کیا جائیگا - اور اسی طرح دراہم مرسلہ مین ہی چنانچہ اگر ایک کے واسطے ہزار درم کی اور دوسرے کے دو ہزار درم کی وصیت کی اور اُسکا تہائی مال ہزار درم ہی پس یہ تہائی دونون مین تین تہائی ہوکر تقسیم ہوگی کہ ہر ایک دونون مین سے اپنے پورے حصہ کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور سرحسی رح ان صورتون مین اپنے پوری وصیت کی مقدار پر اسی وجہ سے شریک کیا جاتا ہی کہ وصیت اپنے مخرج پر صحیح ہی بسبب اسکے کہ جائز ہی کہ موصی کا کوئی دوسرا مال ہو جسکی تہائی اسقدر ہووے - اسی طرح اگر ایک کے واسطے نصف مال کی اور دوسرے کے واسطے تہائی مال کی یا پورے مال کی وصیت کی تو بھی یہی حکم ہی یہ شرح طحاوی مین ہی - اور اگر ایک کے واسطے تہائی مال کی اور دوسرے کے واسطے چھٹے حصہ کی وصیت کی تو اُسکا ایک تہائی مال دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال فلان و فلان کے واسطے ہی کہ ایک کے واسطے سو درم اور دوسرے کے واسطے پچاس درم ہین اور اُسکا تہائی مال تین سو درم نکلا تو ہر ایک کے واسطے اُسقدر ہوگا جو بیان کردیا ہی اور جو باقی رہا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اُسکا پورا مال زید کو دیا جاوے اور عمرو کو تہائی مال

دینے کی وصیت کی پس اگر اُسکے وارث نہون یا وارثون نے اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا مال دونون مین بطریق منازعت کے تقسیم ہوگا پس تہائی سے جسقدر زائد ہو یعنی دو تہائی وہ زید کو بلا منازعت دیا جاویگا اور باقی ایک تہائی مین دونون کی منازعت برابر ہو پس دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک بطریق عول کے دونون مین تقسیم ہوگا کہ ہر ایک اپنی پوری وصیت کی مقدار پر اُسمین شریک کیا جائیگا پس عمرو اپنی تہائی کی مقدار پر جسکا ایک حصہ قرار دیا جائیگا اور زید اپنے پورے مقدار مال پر جسکے تین حصے قرار دیے جاوینگے پس پورا مال دونون مین چار حصے ہوکر تقسیم ہوگا - یہ اُسوقت ہو کہ وارث لوگ اجازت دیدین اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال سے وصیت جائز ہوگی پس تہائی مال دونون مین امام اعظم رح کے نزدیک نصفا نصف تقسیم ہوگا بدین وجہ کہ جس شخص کے واسطے تہائی سے زائد کی وصیت ہو وہ صرف بقدر تہائی کے شریک کیا جائیگا (اور دوسرا تہائی کا موصی لہ ہو وہ پورے حق کے واسطے شریک کیا جائیگا پس دونون مساوی ہوے پس مال نصفا نصف ہوا) اور صاحبین رح کے نزدیک ہر ایک اپنے پورے حق کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اسوجہ سے تہائی کے چار حصے ہونگے یہ شرح طحاوی مین ہی - اگر ایک شخص نے زید کے واسطے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی تو ایک تہائی دونون مین برابر تقسیم ہوگی یہ کافی مین ہی - اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید و عمرو کے واسطے وصیت کی زید کے واسطے پچاس درہم کی اور عمرو کے واسطے سو درہم کی اور اُسکا مال تین سو درہم ہو تو تہائی زید و عمرو کے واسطے تین حصے ہوکر تقسیم ہوگی اور دوسرے کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اسپر اجماع ہی کہ اگر وصیتون مین سے کوئی وصیت ایک تہائی سے زائد ہو مثلاً ایک کے واسطے تہائی کی وصیت اور دوسرے کے واسطے چوتھائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اس سب کی اجازت نہ دی تو ایک تہائی مین ہر واحد اپنی پوری مقدار وصیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا چاہے جسقدر ہو اور ایک تہائی اُنمین اسی حساب سے برابر تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے بطریق وصیت کی کہ خط از مال من - یا تکتب از مال من - یا نصیب از مال من - یا بعض از مال من - دیا جاوے تو جب تک موصی زندہ ہی اسوقت تک بیان مقدار اُسکے بیان پر ہی اور جب وہ مر گیا تو وارثون کے بیان پر ہی یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور اگر کسی کے واسطے بسہم از مال خود - وصیت کی یا بجزو از مال خود وصیت کی تو وارثون سے کہا جائیگا کہ جسقدر تمہارا جی چاہے اسکو دیدو اور یہ جو ہنے بیان کیا ہی اسکو مشائخ نے اختیار کیا ہی بنا بریں کہ ہمارے عرف مین سہم مثل جزو کے ہی اور اصل روایت اسکے برخلاف ہی چنانچہ مبسوط مین مذکور ہی کہ اگر کسی کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت کی تو اُسکو وارثون مین سے جو کا حصہ سب سے کم ہو اُسکے برابر دیا جائیگا لیکن اگر یہ مقدار ششم حصہ سے کم ہو تو اس صورت مین اُسکو چھٹا حصہ پورا دیا جائیگا - لیکن موافق روایت اصل کے امام ابو حنیفہ رح نے چھٹے سے کم کو جائز رکھا ہی اور چھٹے حصہ سے زائد کو جائز نہین رکھا ہی اور موافق روایت جامع صغیر کے چھٹے حصے سے زائد کو جائز رکھا ہی اور چھٹے حصے سے کم کو جائز نہین رکھا ہی - اور صاحبین رح نے فرمایا کہ موصی لہ کو وارثون مین سے سب سے کم جسکا حصہ ہی اُسکے برابر دیا جائیگا لیکن اگر یہ مقدار ایک تہائی مال سے بڑھ جاتی ہو تو اُسکو فقط ایک تہائی دیا جائیگا یہ کافی مین ہی - اور اگر ایک شخص کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت کی پھر مر گیا اور اُسکا کوئی وارث نہین ہی تو اُسکو نصف ملیگا اسواسطے کہ بیت المال بمنزلہ بیٹے کے ہی پس ایسا ہو گیا کہ گویا اُسکے دو بیٹے ہین پس دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر وصیت مین استثنا کیا مثلاً وصیت کی کہ اُسکو میرے مال سے دیجاوے تہائی الا قلیل - یا تہائی الا جزے - یا تہائی الا یسیر - یا الا طیب وصیت کی بزیادۃ الف یا الا تمامۃ ہذہ الالف - یا الا نقصان ہذہ الالف - یا الا عظیم ہذہ الالف - اور یہ مقدار اُسکی تہائی مال ہی تو اُسکو ہمیشہ

نصف دیا جائیگا اور جسقدر نصف سے زائد ہی وہ وارثون کے اختیار ہوگی جسقدر اُسکو چاہین دیدین اسواسطے کہ اُسمین اس سے زیادہ بات نہین ہی کہ مستثنے مجہول ہی اور اُسکی جہالت متثنی منہ کے جہالت کی موجب ہی لیکن مجہول کی وصیت صحیح ہوتی ہی کذا فی المبسوط۔ اور یہ جو فرمایا کہ نصف سے زائد مین وارثون کو اختیار ہی جو چاہین دیدین اس اختیار سے یہ مراد ہی کہ چاہین دین یا نہ دین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کے واسطے وصیت کی کہ میرے پسر کے حصہ کے برابر دیا جاوے تو اسمین کئی صورتین ہین اگر اُسنے اسطرح وصیت کی کہ میرے پسر یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جاوے خواہ اُسکا بیٹا ہو یا نہو یا پسر یا دختر کا حصہ دیا جاوے یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جاوے یا پسر کا حصہ دیا جاوے اگر پسر ہوتا اگر کوئی دختر ہوتی یعنے بالفرض پس اگر پسر یا دختر کے حصہ کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی موجود ہی تو وصیت صحیح نہوگی اور اگر پسر یا دختر کے حصہ کی وصیت کی اور بیٹا یا بیٹا نہین ہی تو وصیت جائز ہوگی۔ اور اگر اپنے پسر یا دختر کے حصہ کے مثل کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی موجود ہی تو جائز ہی کیونکہ مثل کسی چیز کا اُسکا غیر ہوتا ہی عین نہین ہوتا ہی پس ترکہ مین سے پہلے پسر کا حصہ جدا کیا جائیگا پھر اُسکے مثل موصی لہ کو دیا جائیگا پس اگر وہ ثلث سے زائد ہو تو وارثون کے اجازت کی ضرورت ہوگی اور اگر ثلث یا اس سے کم ہو تو بلا اجازت جائز ہی مثلاً اپنے پسر کے حصہ کے مثل وصیت کی اور اُسکا ایک بیٹا ہی تو موصی لہ کے واسطے نصف مال ہوگا بشرطیکہ بیٹا اجازت دیدے اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو فقط ثلث مال ملیگا اور اگر اُسکے دو بیٹے ہون تو مال ان سب مین تین ثلث ہوگا پھر بیٹون کے اجازت کی حاجت نہوگی۔ اور اگر مثل حصہ دختر کے وصیت کی اور اُسکے ایک دختر ہی تو موصی لہ کے واسطے نصف مال ہوگا لیکن اگر دختر نے اجازت نہ دی تو اُسکو فقط ثلث مال ملیگا اور اگر دو بیٹیان ہون اور مسئلہ یہی ہی تو موصی لہ کو ثلث مال ملیگا اور اجازت کی کچھ ضرورت نہین ہی اور اگر وصیت کی کہ پسر کا حصہ دیا جاوے اگر پسر ہوتا۔ تو اسکا حکم وہی ہی جو مثل حصہ پسر کے دینے کی وصیت مین مذکور ہوا ہی کہ اُسکو نصف مال دیا جائیگا بشرطیکہ وارث اجازت دیدین اور اگر وصیت کی کہ اُسکو مثل نصیب الابن دیا جاوے اگر بیٹا ہوتا تو موصی لہ کو ثلث مال دیا جائیگا یہ شرح طحاوی مین ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے ماں و پسر چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت کی تو مال کے سترہ (۱۷) سہام کیے جاوینگے جسمین سے پانچ حصے موصی لہ کو اور دس حصے پسر کو اور دو حصے ماں کو دیے جاوینگے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اگر بالفرض وصیت نہوتی تو ہم کہتے ہین کہ اصل مسئلہ چھ سے ہوتا جسمین سے ایک سہم ماں کو اور پانچ سہم پسر کو ملتے و چونکہ اُسمین نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت ہی تو اسمین نصیب دختر یعنے نصف نصیب پسر یعنے ڈھائی بڑھائے جاوینگے پس کل ساڑھے آٹھ ہوے اور چونکہ کسر آگئی ہی اسواسطے دو چند کر دیے گئے جو سترہ ہوے پس سہام ہر ایک کے بھی دو چند ہوگئے پس پہلے اسمین سے پانچ سہم موصی لہ کو دیے جاوینگے اسواسطے کہ اسکی وصیت ثلث سے کم ثابت ہوئی پس میراث سے وصیت مقدم ہوگئی اور باقی رہے بارہ سہام اُسمین سے دو ماں کو دیے جاوینگے اور باقی رہے دس سہام وہ پسر کا حصہ ہی اور جانچ کرنے سے معلوم ہوا کہ ہمنے موصی لہ کو حصہ دختر اگر ہوتی اسی قدر دیا ہی کہ وہ پسر کے حصہ سے نصف ہی پس تخریج ٹھیک ثابت ہوئی۔ اور فرمایا کہ اگر اُسنے بی بی اور ایک بیٹا چھوڑا اور دوسرے پسر کے حصہ کی اگر ہوتا وصیت کر دی اور وارثون نے وصیت کی اجازت دیدی تو مسئلہ (۱۵) سے ہوگا جسمین سے سات سہام موصی لہ کو اور ایک سہم بی بی کو اور سات سہام پسر کو دیے جاوینگے اور صورت وہی ہی جو ہمنے بیان کر دی ہی کہ اولاً ہم نے تخریج مسئلہ کی اسطرح کی کہ فرض کیا کہ وصیت نہین ہی پس ہم کہتے ہین کہ اگر وصیت نہوتی تو مسئلہ آٹھ سے ہوتا جسمین سے ایک سہم بی بی کو اور سات سہم پسر کو ملتے اور چونکہ اُسنے دوسرے پسر کے حصہ کی اگر ہوتا وصیت کر دی ہی تو مسئلہ مفروضہ پر ایک پسر کا حصہ بڑھایا گیا یعنے سات ملا لیے گئے تو کل پندرہ ہوگئے اور اس

مسئلہ مین وارثون کا وصیت کی اجازت دینا شرط کیا گیا سواسطے کہ وصیت ایک تہائی سے زائد ہوتی ہی اور ایسی صورت مین وارثون کے اجازت کی ضرورت ہوتی ہی - اسی طرح اگر اُسنے مثل نصیب دختر کے وصیت کی تو بھی جواب اسی طرح ہوگا جیسا ہمنے بیان کیا ہی سواسطے کہ مثل شے اُسکا غیر ہوتا ہی پس یہ صورت اور جب نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کی ہو دونون یکسان ہین - اور اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے دختر و بھائی چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کی اور دونون وارثون نے وصیت کی اجازت دیدی تو موصی لہ کو دو تہائی مال ملیگا اور ایک تہائی مال دختر و بھائی کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا - یہ اُسوقت ہی کہ دونون وارثون نے اجازت دیدی - اور اگر اجازت نہ دی تو موصی لہ کو تہائی مال اور دو تہائی دختر و برادر کے درمیان نصفا نصف ہوگا - اور اگر مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کردی اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو موصی لہ کو دو پانچوین حصہ مال ملیگا بشرطیکہ دونون وارث اجازت دیدین - اور فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے بھائی و بہن چھوڑے اور ایک شخص کے واسطے نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کردی اور دونون نے اجازت دیدی تو موصی لہ کو پورا مال ملیگا اور بھائی و بہن کو کچھ نہ ملیگا اور اگر مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کردی تو موصی لہ کو نصف مال ملیگا بشرطیکہ دونون اجازت دیدین اور باقی نصف بھائی و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا - اور اگر دونون نے اجازت نہ دی تو موصی لہ کو ایک تہائی مال ملیگا اور دو تہائی بھائی و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا - اور اگر دختر و بہن چھوڑی اور ایک شخص کے واسطے نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت کردی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا خواہ دونون وارث اجازت دین یا ندین - اور اگر مثل نصیب دختر کے اگر ہوتا وصیت کردی تو موصی لہ کو چوتھائی مال ملیگا خواہ دونون اجازت دین یا ندین - فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے بیٹا و باپ چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے مثل نصیب دختر کے اگر ہوتی یا مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کردی تو موصی لہ کو درصورتیکہ دونون اجازت دیدین گیارہ حصون مین سے پانچ حصے ملینگے اور پسر کو پانچ حصے اور باپ کو ایک حصہ ملیگا اور اگر دونون نے اجازت ندی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور باقی باپ اور پسر کے درمیان چھ حصون پر تقسیم ہوگا پس ایسے عدد کی ضرورت ہوگی جسکا تہائی نکلے اور اُسکی دو تہائی کا چھٹا حصہ نکلے اور کم سے کم ایسا عدد تو ہی ہیں مال کے تو حصے کرکے اُسمین سے تین یعنے ایک تہائی موصی لہ کو دیجائیگی اور باقی چھ مین سے ایک باپ کو اور پانچ بیٹے کو ملینگے - اور اگر ایک نے اجازت دی دوسرے نے اجازت ندی تو کتاب مین مذکور ہی کہ حال اجازت و حال عدم اجازت کی طرف لحاظ کیا جاوے پس اجازت کی صورت مین مسئلہ گیارہ سے ہی جسمین سے موصی لہ کے پانچ سہم ہین اور عدم اجازت کے وقت مسئلہ تو سے ہی جسمین سے موصی لہ کے تین سہم ہین پس اول کو دوم مین ضرب دیا جاوے پس ننانوے ہوے پس عدم اجازت کے وقت مین موصی لہ کی تہائی یعنے تینتیس سہم ہوے اور باپ کے واسطے باقی کا چھٹا حصہ یعنے گیارہ ہوے اور بیٹے کے واسطے باقی یعنے پچپن ہوے اور اجازت کے وقت موصی لہ کو گیارہ مین سے پانچ مضروب تو مین یعنے پینتالیس ہوے اور باپ کے واسطے ایک تو مین یعنے نو ہوے اور بیٹے کے واسطے بھی پینتالیس ہوے پس ہر دو حالت مین موصی لہ کے حق مین بارہ کا فرق ہی جسمین سے (۲) سہم باپ کی طرف سے ہین یعنے (۹) سے گیارہ تک اور (دس) بیٹے کے حصہ مین سے ہین یعنے پینتالیس سے پچپن تک جب یہ معلوم ہوگیا تو ہم کہتے ہین کہ اگر دونون مین سے فقط ایک نے اجازت دی تو اسکی اجازت اُسی کے حق مین موثر ہوگی دوسرے کے حق مین موثر نہوگی پس اگر فقط باپ نے اجازت دی تو اُسکے حصہ مین سے دو حصہ موصی لہ کے تہائی مین ملائے جاوینگے پس ۳۳ اور (دو) پینتیس ہوجاوینگے اور اگر اجازت دینیوالا فقط بیٹا ہو تو بیٹے کے حصہ مین سے دس سہم موصی لہ کے حصہ مین ملائے جاوینگے پس موصی لہ

تہائی لیس ہوجاوینگے۔ اور فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو بیٹے چھوڑے اور زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک بیٹے کے دونون مین سے یا مثل نصیب تیسرے بیٹے کے اگر ہوتا وصیت کردی پس دونون بیٹون نے دونون وصیتون کی اجازت دیدی تو زید کو تہائی مال ملیگا اور باقی ہر دو پسر اور عمرو کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا۔ اور حساب (۹) سے ہوگا پس اسمین سے زید کو (۳) ملینگے اور باقی (۶) ہر دو پسر اور عمرو کے درمیان تین تہائی برابر حصے پر رہے پس ہر پسر کو دو دو اور عمرو کو (۲) ملینگے کہ وہ ایک پسر موجود کے حصہ کے برابر ہی اور اگر دونون پسر نے اجازت ندی تو ایک تہائی مال ہر دونون موصی لہا یعنے زید و عمرو کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا۔ اور اگر دونون بیٹون نے عمرو کے وصیت کی اجازت دیدی اور زید کے وصیت کی اجازت ندی تو زید کو تہائی مال مین سے نصف ملیگا یعنے چھٹا حصہ جیسا کہ دونون وصیتون کی اجازت نہونے کی صورت مین مذکور ہوا ہی اور عمرو کے واسطے باقی کی تہائی ہوگی اسواسطے کہ اُسکے حق مین اجازت صحیح ہوگئی ہی پس ہمکو ایسے عدد کی ضرورت ہوئی کہ اگر اُسمین سے اُسکا چھٹا حصہ نکال ڈالا جاوے تو باقی پورے تین حصون پر تقسیم ہوجاوے اور کم سے کم ایسا عدد اٹھارہ ہی پس اُسمین سے زید کو چھٹا حصہ یعنے تین سہم دیدیے جاوینگے اور باقی پندرہ سہام تینون مین یعنے ہر دو پسر و عمرو کے درمیان حصہ رسد تین تہائی تقسیم ہونگے پس ہر ایک کے حصہ مین پانچ سہام آوینگے اور اگر ہر دو پسر مین سے ایک نے فقط عمرو کے وصیت کی اجازت دیدی اور وصیت زید کی اجازت ندی اور دوسرے بیٹے نے دونون وصیتون کی اجازت ندی تو ہم کہتے ہین کہ اگر دونون بیٹے اجازت ندیتے تو عمرو کو اٹھارہ سہام مین سے تین سہم ملتے اور اگر دونون اجازت دیتے تو اٹھارہ سہام مین سے عمرو کو پانچ سہام ملتے پس ان دونون مین تفاوت دو سہام کا ہی پس ہر ایک بیٹے کے حصہ مین سے ایک ایک سہام ہی پس جب دونون مین سے ایک نے اجازت دی ہی تو خاص اُسی کے حصہ مین اجازت صحیح ہی پس عمرو کے واسطے چار سہام ہوگئے اور زید کے واسطے تین سہام رہے اور جس بیٹے نے اجازت دی ہی اُسکے پانچ سہام رہے اور جتنے اجازت نہین دی ہی اُسکے چھ سہام ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص کے پانچ پسر ہون اور اسنے عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک کے ان پانچون مین سے وصیت کی اور باقی ایک تہائی مین سے ایک تہائی کی زید کے واسطے وصیت کردی تو اس صورت مین مسئلہ کے سہام اکیاون (۵۱) ہونگے اُسمین سے عمرو کو آٹھ سہام اور زید کو تین (۳) اور ہر ایک بیٹے کو آٹھ آٹھ سہام ملینگے اور مسئلہ کی تخریج بطور کتاب کے اسطرح ہی کہ ہم کہتے ہین کہ بیٹون کی تعداد یعنی پانچ (۵) سہم اور ایک سہم اسپر بڑھایا جاوے اسواسطے کہ میت نے مثل نصیب واحد کے وصیت کی ہی اور مثل شی اُسکا غیر ہوتا ہی پس چھ ہوئے پھر اسکو تین مین ضرب دیا جاوے اسواسطے کہ اسنے باقی ایک تہائی مین سے تہائی کی وصیت کی ہی پس اٹھارہ ہوئے پھر اسمین وہ حصہ جو زیادہ کیا گیا ہی نکال ڈالا جاوے پس سترہ رہے پس یہ ایک ثلث ہی اور دو ثلث اس سے دوچند ہونگے پس کل مال اس سے سہ چند یعنی اکیاون (۵۱) سہم ہی اور ہمنے سہم زائد کو اسواسطے طرح دیدیا کہ مقدار تہائی دو تہائی کی ظاہر ہوجاوے اور دو تہائی مین وصیت نہین ہی پس اُسمین حصہ زائد کا اعتبار کرنا ممکن نہین ہی اُسی واسطے ہمنے اُسکو طرح دیدیا پھر جب معلوم ہوگیا کہ تہائی مال سترہ (۱۷) سہام ہی تو اسمین سے حصہ پہچاننے کا یہ طریقہ ہی کہ تو ایک حصہ لے اور وہ واحد ہی پھر اسکو تین مین ضرب دے پھر اسکو تین مین ضرب دے پس نو ہوے پھر اسمین سے ایک طرح دیدے جیسے تو نے ابتدا مین طرح دیا تھا پس آٹھ باقی رہے اور یہی حصہ ہی پس جب اسکو سترہ مین سے طرح دیا تو (۹) باقی رہے پس اسمین سے زید کے واسطے تہائی کی وصیت ہی۔ پس مین اُسکے ہوے اور چھ باقی رہے پس انکو دو تہائی کے ساتھ ملا دیا اور دو تہائی چونتیس ہی پس سب چالیس ہوے

۵۷ یعنی تہائی مین سے بعد دیدینے زید کے تین سہم باقی ۱۲ رہے انکی تہائی کی نیند سکے واسطے دیدیے کردی ۱۲ منہ

پس یہ پانچ پسر کے درمیان برابر برابر تقسیم ہو کر ہر ایک کے حصہ مین آٹھ آٹھ سہام آوینگے اور یہ مثل حصہ عمرو کے ہی پس تخریج جامع پر ٹھیک اتری اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب واحد کے ان پانچون مین سے اور زید کے واسطے تہائی سے مابقی کے چوتھائی کی وصیت کی تو اکہتر (۷۱) سہام کیے جاوینگے جسمین سے عمرو کے گیارہ سہام اور زید کے واسطے تین سہام اور ہر ایک پسر کے واسطے گیارہ گیارہ سہام ہونے اور اسکا بیان بطریق کتاب کے یہ ہے کہ تو تعداد پسران کو لے لے کہ وہ پانچ ہین اور اُسپر ایک سہم اور بڑھاوے جو نصیب مثل کے وصیت کا ہی پھر اسکو چار مین ضرب دیدے جو اسکے کہ مابقی کی چوتھائی کی ہے پس چوبیس ہوے پھر اسمین سے ایک طرح دیدے تو تیئیس باقی رہے یہ تہائی ہے اور دو تہائی اسکا دوچند ہی پس کل مجموعہ اکہتر ہوے یہ پورا مال ہے اور تہائی تیئیس ہے اور نصیب یعنے حصہ ہر واحد پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ نصیب یعنے واحد کو لے اور اسکو چار مین ضرب دے پھر تین مین ضرب دے پس بارہ ہوے اسمین سے ایک طرح دیدے پس گیارہ رہے یہی نصیب ہے پس جب تیئیس مین سے گیارہ نکال ڈالے تو بارہ باقی ہے اسمین سے چوتھائی کی زید کے واسطے وصیت ہے وہ تین ہوے پس تین نکالنے کے بعد ۹ باقی رہے انکو دو تہائی مال مین جو چھیالیس ہے ملایا تو پچپن ہوے جو پانچ بیٹون مین مساوی مشترک ہے پس ہر واحد کے واسطے گیارہ ہوے۔ اور اگر اُسنے عمرو کے واسطے پانچ بیٹون مین سے ایک کے نصیب سے مثل کی وصیت کی اور زید کے واسطے تہائی کے مابقی کی پانچوین حصہ کی وصیت کر دی تو ستائیس سہام کل مال کے ہونگے جنمین سے عمرو کو چودہ اور زید کو تین اور ہر ایک بیٹے کو چودہ چودہ دیے جاوینگے۔ اور اسکی تخریج بطریق کتاب کے اسطرح ہے کہ تعداد پسران پر ایک زیادہ کر دے کیونکہ مثل نصیب کے وصیت ہے پس چھ ہوے اسکو پانچ مین ضرب دے کیونکہ مابقی کے پانچوین حصہ کی وصیت ہے پس تیئیس ہوے پھر زائد کردہ کو طرح دیدے پس اٹھائیس باقی رہے یہ ایک تہائی ہے اور دو تہائی اسکا دوچند یعنے اٹھاون ہوے پس تمام مال ستاسی ہوا۔ اور نصیب پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ تو نصیب مفروض لے لے اور وہ ایک ہے اور اسکو پانچ مین ضرب کر پھر تین مین ضرب دے پس (۱۵) ہونگے اُنمین سے ایک طرح دیدے تو چودہ باقی رہینگے یہی نصیب ہے پس جب اسکو (۲۹) ایک تہائی سے خارج کیا تو (۱۵) باقی رہے اور زید کے واسطے اس مابقی کے پنجم کی وصیت ہے پس پنجم تین ہے پھر بارہ اسکو دو تہائی مال یعنے (۵۸) مین جمع کیا تو ستر ہوے اور یہ پانچ بیٹون مین مشترک ہے ہر ایک کے چودہ چودہ سہام ہوے جسقدر عمرو کا حصہ ہے۔ اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب کی ازینہا سوائے تہائی کے مابقی از حصہ سوم کی وصیت کی تو مسئلہ مین کل مال کے ستاون حصہ ہونگے جسمین نصیب ہر ایک کا دس ہوگا اور استثنا تین ہوگا اور ہر بیٹے کو دس دس ملینگے اور اسکی تخریج بطریق بیان کتاب کے اسطرح ہے کہ بیٹون کی تعداد پانچ لیکر اُسپر ایک یعنے جو عمرو کے واسطے ایک نصیب کی وصیت ہے وہ زیادہ کیا جاوے پھر یہ تین سے ضرب دیا جاوے پس (۱۸) ہوے پھر اسمین ایک سہم زیادہ کیا جاوے جیسا اول مین زیادہ کیا گیا ہے پس (۱۹) ہوے پس یہ تہائی مال ہے اور دو تہائی (۳۸) ہے پس مجموعہ کل مال (۵۷) ہے اور نصیب پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ نصیب مفروض کو لیکر تین مین ضرب کیا جاوے اور نصیب مفروض واحد ہے پس تین ہوے پھر تین مین ضرب کیا جاوے تو (۹) ہوے پھر اسمین ایک زیادہ کیا جاوے جیسا اصل مال مین کیا گیا ہے تو (۱۰) ہوے پس یہی نصیب کامل ہے اور جب اسکو (۱۹) سے دور کیا تو (۹) باقی رہے پھر نصیب کامل یعنے دس (۱۰) مین سے مابقی (۹) کی تہائی مستثنے ہے کہ اس (۹) مین ملے تو (۱۲) ہوے پھر یہ دو تہائی مال (۳۸) مین ملائے گئے تو کل پچاس (۵۰) ہوے جو پانچ بیٹون پر تقسیم ہوے اور ہر ایک کے حصہ مین

دس دس مثل نصیب کامل کے پڑے - اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے دو دختر - اور مان - اور جورو - اور عصبہ چھوڑا اور عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک بیٹی کے اور زید کے واسطے تہائی کے باقی کی تہائی کی وصیت کی تو کل مال کے (۶۶) سہام ہونگے اور نصیب (۱۶) ہوگا اور ثلث باقی (۲) ہوگا اور تخریج مسئلہ کی اسطور سے ہوگی کہ پہلا فریضہ بدون وصیت کے تصحیح کیا جاوے تو ہم کہتے ہین کہ اصل مسئلہ (۶) سے ہوگا جسمین سے دو بیٹیون کو دو تہائی (۴) ملینگے اور مان کو چھٹا حصہ (۱) ملیگا اور باقی ایک رہا اُسمین سے جورو کو آٹھوان حصہ تین چوتہائی ملیگا اور ایک چوتہائی باقی عصبہ کو ملیگا پس جورو کے حصہ مین کسر آجانے کی وجہ سے تقسیم چوبیس (۲۴) سے ہوگی لیکن چونکہ جورو کا نصیب معلوم کرنے مین اسکی حاجت نہین پڑیگی اسواسطے اصل مسئلہ (۶) سے رکھا جائیگا اور اسپر ایک لڑکی کے حصہ کے برابر (۲) بڑھائے جاوینگے اسواسطے کہ عمرو کے واسطے وصیت ہے پس (۸) ہوے پھر اسکو تین مین ضرب دیا جاوے پس چوبیس ہوے پھر اسمین سے قدر زائد کردہ دینے (۲) کم کر دیے جاوین تو (۲۲) رہے اور یہی تہائی ہے پس دو تہائی (۴۴) ہوے پس کل مال کا مجموع (۶۶) ہوا - اور نصیب کی پہچان اسطور سے ہوگی کہ نصیب سے (۲) گھٹا لیکر (۳) مین ضرب کیا جاوے پھر (۳) مین ضرب کیا جاوے پس (۱۸) ہوے پھر اسمین (۲) طرح دیے جاوین تو (۱۶) رہے یہی نصیب ہے اور دب اسکو (۲۲) تہائی مین سے دور کیا تو (چھ) باقی رہے پس اسمین سے زید کے واسطے تہائی (۲) ہوے اور چار باقی رہے اُنکو دو تہائی مال (۴۴) مین ملایا (۴۸) ہوے جسمین سے دو دختر کی دو تہائی (۳۲) ہوے کہ ہر ایک کے واسطے (۱۶) ہوے جو مثل نصیب کے ہین اور مان کو چھٹا حصہ (۸) ہوے اور جورو کو آٹھوان حصہ (۶) ہوے اور باقی (۲) سہم عصبہ کے واسطے ہوئے - اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک دختر کے سوائے تہائی کے باقی کی تہائی کی وصیت کی تو کل مال کے (۶۶) حصے ہونگے اور نصیب کی مقدار (۱۶۰) ہوگی اور باقی کی تہائی (۱۶) ہوگی پس امام محمد رح نے اس مسئلہ مین حساب کو بہت طول دیا بدین غرض کہ جورو کی میراث پوری پوری نکل آوے حالانکہ ہمکو معرفت وصیت مین اسکی حاجت نہین ہے اور مسئلہ کی تخریج اس سے کم پر ہو سکتی ہے بنا بر اُس قاعدہ کے جو ہمنے بیان کیا ہے کہ فرض مسئلہ (۶) سے کیا جاوے پھر عمرو کے واسطے مثل نصیب دختر کے وصیت ہے پس (۲) اسپر زیادہ کیے جاوین جو ایک دختر کا حصہ ہے پس (۸) ہوے پھر اسکو تین مین ضرب کیا جاوے پس (۲۴) ہوے پھر اسپر (۲) بڑھائے جاوین جیسا مسائل استثنا مین اصل ہے پس (۲۶) ہوے اور یہی تہائی مال ہے اور دو تہائی اسکا دوچند ہے یعنے (۵۲) ہے پس تمام مال (۷۸) ہوا - اور نصیب کی پہچان اسطور سے ہے کہ نصیب سے فرض (۲) کو لیکر تین مین ضرب کیا جاوے (۶) ہوے پھر (۳) مین ضرب کیا جاوے (۱۸) ہوے پھر اسپر (۲) بڑھائے جاوین (۲۰) ہوے - یہی نصیب کامل ہے پس جب اسکو تہائی (۲۶) سے دور کیا تو (۶) رہے اور بسبب استثنا کے باقی کی تہائی (۲) مستثنے ہو کر اسمین ملگئی تو (۸) ہوگئے اُنکو دو تہائی (۵۲) مین ملایا جاوے تو (۶۰) ہوے یہ وارثون مین مشترک ہونگے جسمین سے دونون بیٹیون کو دو تہائی لینے چاہئین ملے ہر ایک کے واسطے بیس (۲۰) ہوے جو کامل نصیب عمرو کے مثل ہے اور مان کو چھٹا حصہ (۱۰) ملے اور جورو کے واسطے آٹھوان حصہ ہے لیکن (۶۰) کا آٹھوان حصہ صحیح نکل سکتا ہے اسی واسطے امام محمد رح نے اصل حساب (۷۸) کو (۸) مین ضرب دیا کہ (۶۲۴) ہوگئے اور اُس سے سب حصص پورے پورے نکالے گئے - اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب جورو کے اور زید کے واسطے تہائی کی باقی مین سے تہائی کی وصیت کی ہو تو تمام مال کے (۲۲۴) حصے ہونگے اور نصیب (۲۴) ہوگا اور تہائی کی باقی کی تہائی (۱۸) ہوگی اصل اسکی تخریج بنا بر طریقہ کتاب کے اس طور سے ہے کہ صورت مسئلہ (۲۴) فرض کیا جاوے اسواسطے کہ اُسنے حصہ جورو کے برابر کی وصیت کی ہے پس جورو کا پورا حصہ معلوم کرنا ضرور ہے اسواسطے (۲۴) سے مسئلہ فرض کیا گیا پس دونون دختر کی دو تہائی

(۲۱)

(۱۶) ہوے اور مان کا چھٹا حصہ (۴) ہوے اور چچا کا آٹھوان (۳) ہوے اور باقی ایک سہم عصبہ کا ہے پھر اسپر چچا کے حصہ کی برابر (۳) زیادہ کیے جاوینگے کیونکہ اسکے حصہ کی برابر حصہ کی وصیت ہے پس (۲۷) ہوے اسکو تین مین ضرب کیا جاوے اسواسطے کہ باقی تہائی مین سے تہائی کی وصیت ہے تو (۸۱) ہوے پھر جسقدر زیادہ کیا ہے وہ طرح دیا جاوے پس تین نکالی ڈالے تو (۷۸) باقی رہے پس یہی تہائی مال ہے اور دو تہائی اسکا دوچند (۱۵۶) ہے پس تمام مال (۲۳۴) ہوے اور نصیب معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ نصیب مفروض (۳) کو لیکر تین مین ضرب دیا جاوے (۹) ہوے پھر تین مین ضرب دیا جاوے (۲۷) ہوے پھر تین طرح دیے جاوین تو (۲۴) رہے پس یہی نصیب ہے اور جب اسکو تہائی مال (۷۸) سے دور کر دیا تو (۵۴) رہے پھر زید کے واسطے اسمین سے تہائی (۱۸) یعنیگے پس (۳۶) باقی رہے وہ دو تہائی مال (۱۵۶) مین ملائے گئے تو (۱۹۲) ہوے جسمین سے عورت کا آٹھوان حصہ (۲۴) ہوے جو مثل نصیب عمرو کے ہے اور باقی کی تقسیم وارثون کے درمیان جسطرح بننے بیان کردی ہے معلوم ہے۔ اور اگر ایک شخص کے پانچ پسر ہون پس اُسنے ایک پسر کے واسطے یہ وصیت کی کہ اسکے حصہ مین اسقدر بطور وصیت کے دیا جاوے کہ اسکا حصہ ملکر چوتھائی مال ہو جاوے اور تہائی مین سے باقی کے تہائی کی زید کے واسطے وصیت کر دی پھر وارثون نے ایک پسر کے حق مین جو وصیت ہوئی اُسکی اجازت دیدی تو تمام مال کے بارہ حصے ہونگے اور نصیب (۲) ہوگا اور چوتھائی پوری کرنی (ایک ۱) سے ہوگی اور باقی تہائی مین سے تہائی ایک ہوگا۔ اور تخریج مسئلہ کی بطریق کتاب کے اسطرح ہے کہ ہم کہتے ہین کہ اگر وصیت نہوتی تو مسئلہ (۵) سے ہوتا کہ ہر ایک بیٹے کو ایک ایک دیا جاتا پس جب اُسنے یہ وصیت کی کہ فلان بیٹے کے حصے کو پورا کرکے چوتھائی مال کر دیا جاوے تو یہ وصیت وارث کے حق مین ہے پس بدون اجازت باقی وارثون کے جائز نہوگی اور جب اُنھون نے اجازت دیدی تو طریقہ یہ ہوگا کہ مفروض مین سے جو بیٹا موصی لہ ہے اُسکا حصہ طرح دیا جاوے وہ ایک ہے تو چار رہے پھر اسکو تین مین ضرب دیا جاوے کیونکہ زید کے واسطے تہائی باقی مین سے تہائی کی وصیت ہے پس (۱۲) ہوے اسمین سے تہائی (۴) ہے اور چوتھائی (۳) ہے اور نصیب کے معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ نصیب مفروض (۱) لیکر (۳) مین ضرب کیا جاوے پس (۳) ہوے اُسمین سے ایک طرح دیا جاوے (۲) رہے یہی نصیب ہے پس جب پسر موصی لہ کے حصہ کو چوتھائی سے پورا کیا گیا تو اُسمین سے ایک ملایا گیا تاکہ (۲) مین (۱) ملکر (۳) ہوے یہی چوتھائی ہے اور ایک واپس رہا تو ہمنے جان لیا کہ چوتھائی کی تکمیل ایک سے ہوئی پھر جب اس سہم کو جس سے تکمیل ہوئی ہے تہائی مال یعنے (۴) سے دور کیا تو (۳) رہے اُسکی تہائی (۱) ہے یہ زید کو دیا گیا پس (دو ۲) باقی رہے انکو دو تہائی مال (۸) مین ملایا (۱۰) ہوے جو پانچون بیٹون کے درمیان تقسیم ہونگے ہر ایک کے واسطے (۲) ہونگے جو نصیب کے برابر ہین پھر جب پسر موصی لہ کے ان (۲) سہم مین وہ سہم ملایا گیا جو اُسکو بوصیت حاصل ہوا ہے تو تین ہوگئے پس یہی اُسکے حصہ مین ملکر تمام مال کی چوتھائی ہو گئی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کے واسطے مثل نصیب پسر خود والا نصیب پسر دیگر کی وصیت یا الا مثل نصیب پسر دیگر کی وصیت یا الا نصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا یا مثل نصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا۔ وصیت کی اور ایک بیٹا چھوڑا تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور پسر کو دو تہائی ملیگا اسواسطے کہ ایک ہی بیٹا ہونے کی وجہ سے تمام مال ایک سہم قرار دیا جائیگا اور اُسپر ایک سہم بوجہ وصیت کے زیادہ کیا جائیگا پس دو سہم ہوے پھر نصیب پسر دو سہم قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ ہلکو پسر دیگر کا نصیب دریافت کرنا ضرور ہے اور جب اُسکا نصیب (۲) سہم ہوا تو موصی لہ کا نصیب بھی (۲) ہوا اسواسطے کہ اُسکے مثل ہے پس ظاہر ہوا کہ نصیب پسر دیگر ایک سہم ہے اگر پسر دیگر ہوتا پس سہم جو نصیب پسر دیگر قرار دیا گیا ہے طرح دیا جائیگا پس مال کے تین سہم رہے جسمین سے موصی لہ کے دو سہم اور پسر کا ایک سہم رہا پھر بسبب استثناء کے موصی لہ کے نصیب (۲)

مین سے ایک سہم نصیب پسر دیگر مستثنے ہوگیا تو موصی لہ کے لیے ایک سہم باقی رہا اور تین سہم مین سے (۲) سہم پسر کے واسطے رہے - اور اگر اس مسئلہ مین بمثل نصیب پسر خود الا نصیب پسر ثالث کی اگر ہوتا وصیت کی تو موصی لہ کو مال کا دو پانچوان حصہ ملیگا بشرطیکہ سب وارث اجازت دیدین ورنہ اُسکو تہائی مال ملیگا اور بیان اسکا یہ ہے کہ ایک بیٹا ہونے کی وجہ سے تمام مال ایک سہم ہوا پھر وصیت کی وجہ سے ایک سہم زیادہ کیا گیا تو (۲) ہوے پھر نصیب پسر (۳) کر دیا جائیگا - کیونکہ نصیب پسر ثالث دریافت کرنے کی ضرورت ہی تو موصی لہ کا نصیب بھی (۳) ہوجائیگا کیونکہ اسکے مثل ہی پھر نصیب پسر مین سے ایک سہم طرح دیا گیا تو مال کے پانچ سہم رہے پھر نصیب موصی لہ (۲) مین سے ایک سہم مستثنے ہوکر پسر کے نصیب مین آجائیگا پس موصی لہ کے پاس دو سہم یعنے دو پانچوان حصہ مال اور پسر کے پاس تین سہم رہ جائینگے - اور اگر ایک شخص نے (۳) پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب ہر پسر ان خود الا نصیب پسر کی وصیت کی یا از پسران کی وصیت کی یا الا مثل نصیب یکی از پسران کی وصیت کی تو موصی لہ کو دو پانچوان حصہ مال اور تینون بیٹون کے تین تین سہم ملینگے اسواسطے کہ تین بیٹے ہین اور اسپر (۲) بڑھائے جاوینگے اسواسطے کہ سب کے نصیب کے مثل کی وصیت کی ہی تو (۶) ہوے تین سے ہر پسر کے واسطے ایک سہم ہوا اور موصی لہ کے واسطے (۳) سہام ہین پھر اسمین سے ایک پسر کا نصیب طرح دیا گیا وہ ایک سہم ہوا پس مال کے پانچ سہام رہے جسمین سے موصی لہ کے (۳) اور بیٹون کے (۲) ہین پھر موصی لہ کے نصیب مین سے ایک لسہم مستثنے ہوکر بیٹون کے نصیب مین آیا تو موصی لہ کے واسطے (۲) رہے اور بیٹون کے واسطے (۳) سہام رہے (قال المترجم) اور اسمین بھی اجازت وارثان کی ضرورت ہی اور اگر اُسنے دو پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکے از پسران الا نصیب پسر ثالث کی یا الا مثل نصیب پسر ثالث کے وصیت کی تو موصی لہ کو سات سہام مین سے ایک سہم ملیگا اور ہر پسر کو (۳) سہام ملینگے اسواسطے کہ ہر دو پسر کا نصیب (۲) لیا جائیگا اور اُسپر ایک سہم وصیت کا بڑھایا گیا پس مال کے (۴) سہم ہوے جسمین سے ایک سہم موصی لہ کا اور ہر دو سہم ہر دو پسر کے پھر ہر دو پسر کے نصیب کو تین پر تقسیم کیا جاوے تاکہ پسر ثالث کا حصہ ظاہر ہو اور چونکہ (۲) کی تقسیم (۳) پر مستقیم نہین ہی اسواسطے اُسکو تین مین ضرب دیا گیا تو (۶) ہوے اور موصی لہ کا نصیب جو واحد ہی وہ بھی اسمین ضرب دیا گیا تو سب (۹) ہوے پھر اسمین سے نصیب پسر ثالث (۲) طرح دینے کے بعد سات باقی رہے جسمین سے موصی لہ کے (۳) اور وارثون کے (۴) ہین پھر موصے لہ کے نصیب مین سے نصیب پسر ثالث (۲) مستثنے ہوکر ہر دو پسر کے نصیب مین آیا تو نصیب پسران (۶) ہوا اور موصی لہ کے واسطے ایک سہم باقی رہا - اور اگر اُسنے ایک پسر چھوڑا اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصف مال خود کے وصیت کی اور ایک بیٹا چھوڑا ہی تو وصیت و استثنا دونون صحیح ہین اور موصی لہ کو چوتھائی مال ملیگا اسواسطے کہ ایک لڑکا ہونے سے مال ایک سہم ہوگا اور اسکے مثل وصیت ہونے سے ایک اسپر زیادہ کیا جائیگا اور ہر سہم دو چند کیا جائیگا اسواسطے کہ ہمکو نصف مال دریافت کرنے کی ضرورت ہی پس کل مال (۴) سہم ہوا پس اسمین سے موصی لہ کو (۳) سہم دیدے اسواسطے کہ جب اُسنے موصی لہ کے حق مین نصف المال کا استثنا کیا تو ضرور ہی کہ اُسکا حصہ نصف مال سے زائد ہوگا پھر اسمین سے نصف مال مستثنے ہوکر پسر کے ساتھ ملیگا تو موصی لہ کے واسطے ایک سہم یعنے چوتھائی مال باقی رہا

نقل دسہم ہوا فلم
لاجور الصحیح زیادۃ دہم
علی الصحیح من دون ان
یبقی اثر لہذین الاحتمالین
بالوصیۃ ان یکون نصیب
بالاسہام فافہم
فی تصحیح ذوی الفروض
المال کما تعرف فی محلہ
قولہ کما ذکرنا الخ
بان لم یکن ثمہ ثالث
ویجب ان یکون فصلہ
بکلمۃ من دون فلہذا
نبہ ۱۲ منہ

اور پسر کے واسطے (۳) سہام ہو گئے۔ اور اگر اُسنے چار پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے اپنے نصف مال الا نصیب یکی از پسران کی وصیت کی تو موصی لہ کو ثمانی مال یعنی پنجم سہام مین سے دو سہام ملینگے۔ اور اگر اُسنے دو پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکے از پسران الا نصیب پسر ثالث کی وصیت کی اور زید کے واسطے ثمانی سے وصیت اول نکالنے کے بعد باقی کے ثمانی کی وصیت کی تو پندرہ مین سے عمرو کو (۲) سہم اور زید کو (۱) سہم اور ہر ایک پسر کو (۶) سہم ملینگے اسواسطے کہ مخرج اول دو پسر کی تعداد پر (۲) یکے کو پسر عمرو کا ایک سہم بڑھایا جائیگا پس (۳) ہوے پھر نصیب ہر دو پسر (۳) مین ضرب کیا جاوے تا کہ نصیب پسر ثالث دریافت ہو پس (۶) ہوے اور نصیب موصی لہ (۳) ہوا کہ وہ بھی ضرب ہوا ہی پھر نصیب ہر دو پسر سے نصیب پسر ثالث (۲) طرح دیا گیا تو (۲) رہے پھر نصیب عمرو (۳) سے بقدر (۲) نصیب پسر ثالث مستثنی ہو کر نصیب ہر دو پسر مین ملگیا تو (۶) ہوے ہر ایک پسر کے واسطے (۳) ہوے اور کل مال سات سہام ہوے پھر مفروض اول (۷) دو چند کیا گیا (۱۴) ہوے اور وصیت دوم کا ایک بڑھایا گیا تو (۱۵) ہوے اور نصیب کامل (۳) تھا وہ بھی دو چند ہو کر (۶) ہو گیا۔ اور اگر یہ مسئلہ بحالہ رہے مگر مستثنا مین یوں ہو جاوے الا نصیب پسر چہارم تو عمرو کو (۲۱) سہام مین سے (۸) اور زید کو (۱) اور ہر ایک پسر کو (۸) ملینگے اسواسطے کہ مفروض اول بعد اور پسران (۲) ہوگا پھر (۱) بسبب وصیت کے زیادہ کیا گیا پس وصیت ہر دو پسر بغرض دریافت نصیب پسر چہارم کے (۴) مین ضرب دیا جاوے پس (۸) ہوے اور موصی لہ کا نصیب بھی (۴) ہو گیا پھر ہمنے نصیب ہر دو پسر مین سے نصیب پسر چہارم (۲) طرح دیا تا کہ نصیب سے مستثنا ممکن ہو پس مال دس (۱۰) سہام ہوا اور نصیب چار (۴) ہوا اور مستثنی (۲) ہوا اور جب دوسری وصیت نکالنی منظور ہوئی تو مفروض اول دو چند کیا گیا تو (۲۰) ہوے پھر اُسپر (۱) زائد کیا گیا تو (۲۱) ہوے یہی کل مال ہوا اور نصیب (۴) بعد دو چند کرنے کے (۸) ہو گیا۔ اور اگر اُسنے کہا کہ الا نصیب پسر پنجم اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عمرو کو (۲۷) سہام مین سے (۶) اور زید کو (۱) اور ہر پسر کو دس دس ملینگے اسواسطے کہ نصیب ہر دو پسر (۲) پنج گونہ کیا جائیگا پس (۱۰) ہوے اور نصیب موصی لہ ایک بھی پنج گونہ ہو کر پانچ ہو گیا اور نصیب ہر دو پسر مین سے نصیب پسر پنجم (۲) طرح دیا گیا تا کہ استرجاع از نصیب ممکن ہو تو (۱۵) مین سے (۲) طرح ہو کر (۱۳) باقی رہے جسمین نصیب (۵) ہوا اور مستثنی (۲) ہوا پس جب دوسری وصیت ملائی گئی تو مفروضہ دو چند کو کے ایک ملایا گیا تو (۲۶) مین ایک ملانے سے (۲۷) ہو گئے اور بعد دو چند کرنے کے نصیب بھی دو چند ہو کر (۱۰) ہو گیا اور وصیت اول (۶) ہو گئی اور اسی قاعدہ پر اگر استثنا مین زیادتی ہوتی جاوے مثلاً کہے الا نصیب پسر ششم یا الا نصیب پسر ہفتم یا ہشتم باہم یا دہم وغیرہ سب نکل آوینگے۔ اور اگر ایک بیٹا چھوڑا اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصیب پسر دیگر کی وا الا حصہ سوم یا الا حصہ سوم یا الا حصہ چہارم از باقی حصہ سوم کی وصیت کی تو استثنا دوم یا طل ہوا اسواسطے کہ وصیت اول نکالنے کے بعد تہائی مین سے کچھ باقی نرہیگا پس ثلث باقی کا استثنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہوا اور اسطرح اگر بجاے استثنا دوم کے باقی از حصہ سوم مین سے تہائی کی وصیت ہو یا باقی از حصہ سوم مین سے چوتھائی وغیرہ کی وصیت ہو تو بھی دوسری وصیت باطل ہو گی اسی وجہ سے جو ہمنے بیان کر دی ہو۔ اور اگر دو پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکی از دو پسران الا نصیب پسر ثالث کی وصیت کی اور زید کے واسطے حصہ سوم مین سے وصیت اول نکالنے کے بعد باقی کی تہائی کی وصیت کی تو دونون صحیح ہین اسی طرح اگر نصیب نکالنے کے بعد کہا یا استثنا مین پسر چہارم کہا تو بھی دونون صحیح ہونگے۔ یہ متفرقات کافی ہین ہو۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ میرا چھٹا حصہ مال واسطے فلان شخص کے ہو پھر اسی مجلس مین یا دوسری مجلس مین کہا کہ اُسکے واسطے میرا تہائی مال ہو اور وارثون نے اجازت دیدی تو اُسکو فقط تہائی مال ملیگا اُسمین چھٹا حصہ آجاویگا یہ

یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دراہم مین سے تہائی کی یا غنم مین سے تہائی کی وصیت کی پھر اس مال کی دو تہائی تلف ہو گئی اور ایک تہائی باقی رہی اور یہ ایک تہائی باقی اُسکے مابقی مال کی تہائی ہے تو موصی لہ کو یہ تہائی پوری ملیگی۔ اور اگر اُسنے تین رقیق مین سے تہائی کی وصیت کی پھر انمین سے دو مرگئے تو امام اعظم رحہ کے نزدیک اُسکو باقی کی فقط تہائی ملیگی اور صاحبین رحہ کے نزدیک اُسکو پورا باقی غلام ملجائیگا۔ اور اگر اپنے کپڑون مین سے تہائی کی وصیت کی پھر انمین سے دو تہائی تلف ہو گئی اور تہائی باقی رہی حالانکہ مابقی اُسکا تہائی مال ہے تو وہ ان کپڑون باقی مین سے فقط تہائی کا مستحق ہوگا اور مشائخ رحہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب کپڑے اجناس مختلفہ سے ہون اور اگر سب کپڑے ایک جنس کے ہون تو وہ بمنزلہ دراہم کے ہین اور اسی طرح مکیل و موزون بھی بمنزلہ دراہم کے ہے اور دور مختلفہ امام اعظم رحہ کے نزدیک مثل مختلف کپڑون کے ہین یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ہزار درم کی وصیت کی اور میت کا مال عین بھی ہے اور دین بھی ہے۔ پس اگر ہزار درم اُسکے مال عین کی تہائی ہو تو موصی لہ کو ہزار درم دیے جاوینگے اور اگر مال عین کی تہائی نہو تو اُسکو بقدر تہائی مال عین کے دیے جاوینگے پھر قرضہ مین سے جو کچھ وصول ہوتا جاوے اُسمین سے تہائی لیتا جائیگا یہان تک کہ ہزار درم پورے ہوجاوین یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے زید و بکر کے وصیت کی حالانکہ بکر مرچکا ہے اور موصی یہ بات جانتا ہے یا نہین جانتا ہے یا واسطے زید و بکر کے اگر زندہ ہو لیکن وہ مرچکا تھا یا واسطے زید کے اور اُس شخص کے جو اس بیت مین ہے حالانکہ بیت مذکور مین کوئی نہ تھا یا واسطے زید کے اور اُس شخص کے جو اسکے عقب مین رہجاوین بیٹا و پوتا وغیرہ یا اسکے واسطے اور واسطے فرزند بکر کے مگر بکر کا فرزند موصی کی موت سے پہلے مرگیا یا واسطے زید کے اور زید کی فقیر اولاد کے یا جو اسکی اولاد فقیر ہوجاوے پھر موصی کی موت کے وقت یہ شرط جاتی رہی یعنے اُسکی اولاد کوئی فقیر نہ رہی تو ان صورتون مین سب مال وصیت واسطے زید کے ہوگا اسواسطے کہ معدوم وصیت استحقاق کی صلاحیت نہین رکھتا ہے پس زید کا مزاحم ثابت نہوا اور ایسا ہوا کہ گویا یہ کہا کہ واسطے زید و دیوار کے۔ اور اسی طرح عقب کا بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عقب وہ ہے جو اُسکی موت کے بعد رہجاوے پس فی الحال وہ معدوم ہوگا۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال درمیان زید و بکر کے وصیت ہے حالانکہ بکر میت ہے یا درمیان زید و بکر کے اگر مین مرگیا حالانکہ وہ زندہ موجود ہے یا درمیان زید و فقیر کے پھر موصی مرگیا درحالیکہ فقیر مذکور مرچکا تھا یا زندہ تھا مگر غنی تھا یا کہا کہ درمیان زید و بکر کے اگر بکر اس بیت مین ہو حالانکہ اُسمین نہ تھا یا درمیان زید و فرزند بکر کے پھر بکر کا فرزند پیدا ہوا یا موجود تھا مگر موصی کی وفات سے پہلے مرگیا پھر دوسرا پیدا ہوا یا کہا کہ درمیان زید و اولاد فلان کے اگر اولاد فلان فقیر ہوجاوین مگر وے فقیر نہوے یہانتک کہ موصی مرگیا یا کہا کہ درمیان زید و میرے وارث کے یا درمیان زید و دو پسر زید کے حالانکہ زید کا ایک ہی بیٹا ہے تو ان سب صورتون مین زید کو تہائی کا نصف ملیگا۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال درمیان بنی زید و بنی بکر کے وصیت ہے حالانکہ انمین سے ایک کے کوئی اولاد نہین ہے تو پوری تہائی دوسرے کی اولاد کو ملیگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر واسطے زید و واسطے عمرو کے تہائی مال کی وصیت کی یا کہا کہ درمیان زید و عمرو کے وصیت ہے پھر موصی مرگیا پھر ایک موصی لہ مرگیا تو تہائی کا نصف زندہ موصی لہ کو اور نصف دیگر موصی لہ مردہ کے وارثون کو ملیگا۔ اسی طرح اگر موصی کے مرنے کے بعد قبول وصیت سے پہلے ایک موصی لہ مرگیا پھر زندہ نے قبول کی تو موصی لہما دونون مالک ہوجاوینگے۔ اور اگر موصی کے مرنے سے پہلے ایک موصی لہ مرگیا تو اُسکا حصہ موصی کی طرف واپس ہوجائیگا۔ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان کے و واسطے ہر اُس شخص کے جو اولاد عبداللہ مین سے فقیر ہوجاوے پھر موصی مرگیا اور اولاد عبداللہ سب تونگر تھی تو پوری تہائی فلان شخص کو ملجائیگی۔ اور اگر عبداللہ کی بعض اولاد فقیر ہوگئی

٥ اور اگر سب باقی رہتے تو سب مین سے تہائی تہائی ملتی۔ یہ قول الاعظم بر دلیل مجموعہ تہائی مال سے زائد نہونا یا وارث اجازت دیتے ۱۲

پھر موصی مرگیا تو تہائی مال درمیان فلان کے اور درمیان اُن لوگون کے جو اولاد عبداللہ مین سے فقیر ہوے ہین بتعداد رؤس تقسیم ہوگا اور اگر اولاد عبداللہ جب سے پیدا ہوے ہین برابر فقیر چلے آئے یہان تک کہ موصی مرگیا تو ظاہر لفظ جو کتاب مین ذکر کیا گیا ہی اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ اُنکو تہائی مین سے کچھ نہ ملیگا بلکہ پوری تہائی فلان کی ہوگی - اور اگر اولاد عبداللہ جو وقت وصیت کے موجود تھی مرگئی پھر اُسکے اولاد پیدا ہوئی اور وہ سب غنی ہوے پھر موصی کی موت سے پہلے فقیر ہوگئے تو تہائی مال وصیت فلان اور انکے درمیان سب کی تعداد پر تقسیم ہوگا - اسی طرح اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان و واسطے ولد عبداللہ کے ہی پھر عبداللہ کا ولد مرگیا اور دوسرا ولد اُسکے پیدا ہوا اور ہنوز موصی نہین مرا ہی تو تہائی مال درمیان فلان و درمیان ولد عبداللہ کے تقسیم ہوگا - اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان اور واسطے ان اولاد عبداللہ کے ہی اگر یہ لوگ فقیر ہوجاوین مگر وہ لوگ فقیر نہوے یہان تک کہ موصی مرگیا تو سب کی تعداد پر تقسیم ہوکر جو حصہ فلان کو پہونچے وہ اُسکو ملیگا یہ محیط مین ہی - ایک عورت اپنا شوہر چھوڑ کر مرگئی اور اپنے نصف مال کی کسی اجنبی کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی اور شوہر کو تہائی مال ملیگا اور موصی لہ کو نصف ملیگا اور چھٹا حصہ باقی واسطے بیت المال کے ہوگا اسواسطے کہ تہائی مال وصیت اجنبی کے واسطے میراث سے مقدم ہوگا پس باقی رہا دو تہائی اُسمین نصف شوہر کو ملیگا جو کل مال کا تہائی ہوا اور باقی رہا تہائی مال سو اُسکا کوئی وارث مستحق نہین ہی پس اُسمین سے باقی وصیت نافذ ہوگی اور باقی چھٹا حصہ ہی پس موصی لہ کو نصف پورا کردینے کے بعد چھٹا حصہ باقی رہا جسمین سے وصیت ہی اور نہ اُسکا کوئی وارث ہی پس بیت المال مین داخل ہوگا اسی طرح اگر مرد مرگیا اور اپنی جورو چھوڑی اور اپنے پورے مال کی کسی اجنبی کے واسطے وصیت کی مگر جورو نے اجازت نہ دی پس عورت کو چھٹا حصہ ملیگا اور پانچ چھٹے حصے اجنبی کو ملینگے اسواسطے کہ تہائی مال تو وصیت مین بلا نزاع ہوجائیگا اور باقی دو تہائی مین شرکت رہی پس اسمین سے عورت کا جو تہائی حصہ ہی اور باقی پھر موصی کو ملیگا اسواسطے کہ بیت المال سے وصیت مقدم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اصل مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے تہائی مال کی اولاد زید کے واسطے وصیت کی حالانکہ روز وصیت کے زید کا کوئی لڑکا نہ تھا پھر موصی کی موت سے پہلے اُسکے اولاد ہوئی پھر موصی مرگیا تو تہائی مال اولاد زید کو ملیگا - اور اگر روز وصیت کے زید کی اولاد موجود ہو مگر موصی نے نہ اُنکا نام لیا کہ احمد و عمرو بکر وغیرہ اور نہ اُنکی طرف اشارہ کیا کہ ان لوگون کے واسطے تو یہ وصیت اُسکی اُن اولاد کے واسطے ہوگی جو موصی کی موت کے روز موجود ہون حتے کہ اگر یہ اولاد موجود مرجاوے اور دوسری اولاد پیدا ہوا اور وہ موصی کی وفات تک زندہ موجود رہے تو اُنکو تہائی مال ملیگا اور اگر موصی نے اُسکی اولاد نام بنام بیان کردی ہو یا اُنکی طرف اشارہ کردیا ہو تو وصیت خاصۃً اُنھین تک رہیگی حتے کہ اگر وہ مرجاوے تو وصیت باطل ہوجائیگی اور جبکہ اُنکا نام لے لیا یا اُنکی طرف اشارہ کردیا تو موصی لہ متعین ہوگا پس روز وصیت کے صحت ایجاب معتبر ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے عبداللہ و زید و عمرو کے ہی عمرو کیواسطے ۱۵۰ سو درم ہین - پھر معلوم ہوا کہ تہائی کل سو درم ہین تو یہ سب عمرو کو ملینگے اور اگر تہائی مال ۱۵۰ درم سو درم ہون تو اُسمین سے سو درم عمرو کو اور باقی پچاس زید و عبداللہ کے درمیان نصفا نصف ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر اپنے تہائی مال کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی حالانکہ وقت وصیت کے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو موصی لہ کو اس مال سے تہائی ملیگی جسکا وقت موت کے مالک ہو خواہ اُسکو بعد وصیت کے کمایا ہو یا اُس سے پہلے مگر شرط یہ ہی کہ موصی بہ مال عین یا نوع معین نہو وے - اور اگر مال عین یا نوع معین کی اپنے مال سے مثل تہائی اپنی بکریون کی وصیت کی پھر وہ قبل اُسکے موت کے تلف ہوئی تو وصیت باطل ہوجائیگی حتے کہ اگر اسکے بعد اُسنے دوسری بکریان یا دوسرا مال عین کمایا تو موصی لہ

ف چونکہ فلان اولاد موجود پر بین سے فقیر ہوجاوین تہائی مال فلان کے واسطے ہوا اور اولاد موجود پر بین سے فقیر ہوجاوین تہائی مال فلان کے واسطے ہوا اور اولاد موجود پر بین سے فقیر ہوجاوین تہائی مال فلان کے واسطے ہوا

کا حق اس سے متعلق نہوگا اور اگر وصیت کے وقت بکریان موجود نہون پھر اُنکو حاصل کیا پھر مرگیا تو صحیح یہ ہی کہ وصیت صحیح ہوگی۔ اور اگر کہا کہ میرے مال سے ایک بکری وصیت ہی حالانکہ اُسکے پاس بکریان نہین ہین تو موصی لہ کو ایک بکری کی قیمت دیجائیگی اور اگر ایک بکری کی وصیت کی اور اپنے مال کی طرف اضافت نہ کی یعنے یہ نہ کہا کہ میرے مال سے ایک بکری وصیت ہی حالانکہ اُسکے پاس بکریان نہین ہین تو بعض نے فرمایا کہ وصیت نہین صحیح ہی اور بعض نے فرمایا کہ صحیح ہی۔ اور اگر کہا کہ میری بکریون مین سے ایک بکری حالانکہ اُسکے پاس بکریان نہین ہین تو وصیت باطل ہی علے ہذا القیاس النوع مال سے ہر نوع مین مثل اونٹ و گاے وغیرہ کے یہی حکم ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے تہائی مال صدقہ کردے پھر ایک شخص نے وصی سے یہ مال غصب کرکے تلف کرڈالا پھر وصی نے چاہا کہ یہ مال اسپر صدقہ قرار دیدے اور غاصب اسکا مقر ہی تو مین اسکو جائز قرار دونگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے اپنے مال سے ایک بکری کی وصیت کی تو جو بکری روز وصیت اُسکے مال مین ہو اُس سے موصی لہ کا حق متعلق نہوگا بلکہ اس بکری سے متعلق ہوگا جو روز موت کے اُسکے مال مین موجود ہو۔ پھر جبکہ وصیت صحیح ہوئی اور انصراف وصیت اس بکری کی طرف ہوا جو موت کے روز موصی کے مال مین موجود ہو تو ہم کہتے ہین کہ اگر موصی اسکے بعد مرگیا اور اُسنے مال چھوڑا پس اگر مال مین بکری ہو تو وارثون کو اختیار ہوگا چاہین موصی لہ کو یہ بکری دیدین یا بکری کی قیمت دیدین پھر کتاب مین یہ نہ کور نہین ہی کہ بکری مین سے اعلے یا ادنی یا اوسط کیسی بکری کی قیمت دینگے یا جس بکری کی قیمت چاہین دیدین تو حسن بن زیاد نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہی کہ وارثون کو اختیار ہی چاہین درمیانی بکری دین یا درمیانی بکری کی قیمت دیدین یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ میرا بزدون اشقر واسطے فلان کے وصیت ہی تو یہ وصیت اُسی بزدون پر رہیگی جسکا وہ فی الحال مالک ہو نہ اُسپر جسکا وہ آیندہ مالک ہودے اسی طرح اگر کہا کہ میرا اندھا غلام یا سندھی یا حبشی غلام واسطے فلان کے وصیت ہی تو بھی جسکا اسوقت مالک ہی اُسی پر وصیت رہیگی نہ اُسپر جسکا آیندہ مالک ہو۔ اور اگر کہا کہ میرا غلام واسطے فلان کے اور میرا بزدون واسطے فلان کے ہی اور اُسکی نسبت کسی طرف نکی یعنی کوئی اُسکا وصف وغیرہ بیان نکیا تو وصیت مین جو بزدون و غلام اسوقت موجود ہو وہ داخل ہوگا اور نیز وقت موت تک جسکا مالک ہوجاوے وہ بھی داخل ہوگا۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ گاے واسطے فلان کے وصیت ہی تو شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ وارثون کو اُسکی قیمت دینے کا اختیار نہوگا۔ اور اگر کہا کہ یہ گاے واسطے مساکین کے ہی تو وارثون کو اُسکی قیمت صدقہ کردینے کا اختیار ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنی تین ام ولد باندیون اور فقرا و مساکین کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو ام ولد باندیون کو پانچ حصون مین سے تین حصے اور ایک حصہ فقیرون کو اور ایک حصہ مسکینون کو دیا جائیگا۔ اور یہ امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہی۔ یہ کافی مین ہی۔ اور اگر تہائی مال کی واسطے فلان و واسطے مساکین کے وصیت کی تو نصف فلان کو اور نصف مساکین کو دیا جائیگا یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے تہائی مال کی مسکینون کے واسطے وصیت کی تو وصی کو اختیار ہی کہ پوری تہائی ایک مسکین کو دیدے یہ صاحبین کے نزدیک ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دو مسکینون سے کم کو نہین دے سکتا ہی اور اگر ایک شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی پھر دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے تجھے شریک کردیا یا اُسکے ساتھ تجھے داخل کردیا تو تہائی مال دونون مین تقسیم ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے سو درم کی اور دوسرے کے واسطے سو درم کی وصیت کی

مثلاً میرے گاؤن مین سے ایک گاے فلان کو دیدی یا دونون مین سے ایک اونٹ یا اونٹنی گاے اُسکے پاس نہین ہو تو وصیت باطل ہی ۱۲ منہ

کامل الترجمہ وفیہ نظر تامل ۱۲

پھر تیسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اُن دونون کے ساتھ شریک کر دیا تو اُسکو ہر یکڑے مین سے تہائی ملیگی - اور اگر ایک شخص کے واسطے چار سو درم کی اور دوسرے کے واسطے دو سو درم کی وصیت کی پھر تیسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اُن دونون کے ساتھ شریک کر دیا تو اُسکو نصف مال ہر ایک کا ملیگا - اگر ایک شخص نے موت کے وقت وارثون سے کہا کہ فلان شخص کا مجھپر قرضہ ہی پس وارثون نے اُسکے قول کی تصدیق کی پھر وہ مر گیا تو تہائی مال تک اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی یعنے اگر قرضخواہ نے تہائی سے زیادہ کا دعوے کیا اور وارثون نے تکذیب کی تو تہائی مال تک پاسکتا ہی اور یہ استحسان ہی اور اگر باوجود اسکے اُسنے وصیتین کی ہون تو صاحبان وصیت کے واسطے تہائی مال نکال دیا جائیگا اور دو تہائی وارثون کو ملیگا کذا فی الکافی - پھر جب صاحبان وصیت کو تہائی مال جدا کرکے دیدیا گیا تو اصحاب وصیت سے کہا جائیگا کہ تم لوگ جسقدر چاہو میت کی تصدیق کرو اور وارثون سے کہا جائیگا کہ جسقدر چاہو تصدیق کرو پس اگر ہر فریق نے کسی قدر مال کی تصدیق کی تو ظاہر ہوگا کہ قرضہ تمام ترکہ کے ہر دو حصے مین شائع ہی پس صاحبان وصیت کی تہائی مین سے تہائی مال اقراری کی لے لیجائیگی اور وارثون سے اُنکے اقرار کی مقدار کی دو تہائی لے لیجائیگی اور ہر فریق کا اقرار اُسکے مقادیر حق مین نافذ ہوگا اور دونون مین سے ہر فریق سے اُسکے حق پر قسم لیجائیگی اگر مقر لہ نے اس سے زیادہ کا دعوے کیا یہ ہرایہ مین ہی - اور اگر اجنبی وارث دونون کے واسطے وصیت کی تو نصف وصیت اجنبی کو ملیگی اور وارث کے حق کی وصیت باطل ہو جائیگی اور علی ہذا اگر قاتل اور اجنبی کے واسطے وصیت کی تو قاتل کا حق نصف وصیت باطل ہوگی اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہی کہ جب کسی مال عین یا دین کا اجنبی و وارث دونون کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت مین اجنبی کے واسطے بھی اقرار صحیح نہوگا یہ تبیین مین ہی اور امام ترتاشی نے فرمایا کہ یہ اقرار باطل ہونے کا حکم جو ذکر فرمایا ہی ایسی صورت مین ہی - کہ جب دونون نے دونون کے واسطے شرکت ہونے کی تصدیق کی اور اگر اجنبی نے شرکت وارث ہونے سے انکار کیا یا وارث نے شرکت اجنبی سے انکار کیا تو وارث کے حق مین اقرار باطل ہی اور فرمایا کہ اجنبی کے حصہ مین اقرار صحیح ہوگا یہ نہایہ مین ہی - اور اگر کسی کے حق مین چوپایہ سواری کی یا کپڑے کی وصیت کی تو وارثون کو اختیار ہوگا کہ موصی لہ کو جو جانور سواری یا جو کپڑا چاہین دیدین یہ محیط مین ہی - اور اگر ایک شخص کے تین کپڑے اعلی و اوسط و ادنی ہون پس اُسنے تین شخصون مین سے ہر ایک شخص کے واسطے ایک ایک کپڑے کی وصیت کی پھر ایک کپڑا ضائع ہوگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ کسکا کپڑا تلف ہوا ہی اور وارث لوگ انکار کرتے ہین تو وصیت باطل ہو جائیگی اور وارثون کے انکار کے یہ معنی ہین کہ وارث ہر ایک موصی لہ مین سے یہ کہتا ہی کہ جو کپڑا تیرا حق تھا وہی ضائع ہوگیا ہی پس مستحق مجہول ہی اور اُسکا مجہول ہونا صحت حکم فصل و تحصیل مقصود سے مانع ہی پس وصیت باطل ہو جائیگی الا یہ کہ وارث لوگ دونون باقی کپڑون کو تسلیم کرین پس اگر انھون نے تسلیم کیا تو تلف یعنے انکار زائل ہوگیا پس مستحق اعلے کو اعلے کپڑے کی دو تہائی ملیگی اور مستحق اوسط کو اعلے مین سے ایک تہائی اور ادنے مین سے ایک تہائی اور مستحق ادنے کو ادنی مین سے دو تہائی دیجائیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو پھر دونون مین سے ایک شریک نے اُسمین سے ایک بیت معین کی زید کے واسطے وصیت کردی تو وارثکو تقسیم کیا جائیگا پس اگر وہ بیت سعین موصی کے حصہ مین پڑا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک پورا بیت موصی لہ کو دیدیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکا نصف دیا جائیگا اور اگر دوسرے شریک کے حصہ مین آیا تو موصی لہ کو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیت مذکور کے گزون کی پیمائش کے برابر موصی کے حصہ مین سے ناپ دیا جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نصف بیت کے گزون کی پیمائش کے برابر

ثابت دیا جائیگا - اور اگر زید نے غیر کے مال سے ہزار درم معین کی کسی شخص کے واسطے وصیت کردی پھر موصی کی موت کے بعد مالک مال نے اجازت دی اور موصی لہ کو دراہم مذکورہ دیدیے تو جائز ہے اور مالک مال کو بعد اجازت کے بھی دیدینے سے انکار کرجانے کا اختیار باقی ہے بخلاف اسکے اگر موصی نے اپنے مال مین سے ثلثائی سے زائد کی وصیت کی یا قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر وارثون نے اجازت دیدی تو اس صورت مین وارثون کو بعد اجازت دینے کے سپرد کرنے سے انکار کرنے کا اختیار نہین ہے یہ تبیین ہے - اور اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے زید کے واسطے ثلثائی مال کی وصیت کی ہے اور گواہون نے گواہی دی کہ اسکے باپ نے عمرو کے واسطے ثلثائی مال کی وصیت کی ہے تو گواہون کی گواہی پر اعتبار کرکے عمرو کو دیا جائیگا اور جسکے واسطے وارث نے اقرار کیا ہے اُسکو کچھ نہ ملیگا - فرمایا کہ اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے ثلثائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی ہے پھر اسکے بعد کہا کہ نہین بلکہ عمرو کے واسطے ثلثائی کی وصیت کی ہے یا کہا کہ ثلثائی کی وصیت کی ہے واسطے زید کے نہین بلکہ واسطے عمرو کے تو مال مذکور دونون صورتون مین اول کو ملیگا دوسرے کو کچھ نہ ملیگا - فرمایا کہ اگر وارث نے باقرار متصل اقرار کیا کہ ثلثائی کی وصیت واسطے زید کے ہے اور اسکی وصیت واسطے عمرو کے کی ہے تو مین ثلثائی مال دونون مین برابر شترک کرونگا - فرمایا کہ اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے ثلثائی کی وصیت واسطے زید کے کی ہے اور اُسنے زید کو دیدیا پھر کہا کہ نہین بلکہ واسطے عمرو کے کی ہے تو وہ عمرو کے واسطے ضامن ہوگا حتے کہ اُسکے مثل عمرو کو دیگا اور اول لینے زید کے حق مین اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر اُسنے اول کو بحکم قاضی دیا ہو تو دوسرے کے واسطے ضامن نہوگا - اور اگر وارث نے زید کے واسطے ہزار درم سمعین کی وصیت کا اقرار کیا اور یہ ثلثائی مال ہے پھر اسکے بعد عمرو کے واسطے ثلثائی مال کی وصیت ہونے کا اقرار کیا پھر مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا تو قاضی اس ہزار مذکور کی وصیت واسطے اول کے نافذ کریگا اور دوسرے کا وارث پر کچھ نہوگا - اور فرمایا کہ اگر دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ میت نے واسطے زید کے ثلثائی کی وصیت کی ہے پھر زید کو دونون نے اسقدر مال دیا پھر دونون نے گواہی دی کہ میت نے اس مال کی فقط عمرو کے واسطے وصیت کی تھی اور دونون نے کہا کہ ہمین سے غلطی واقع ہوئی ہے تو زید کے حق مین دونون کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی - اور دونون اسقدر مال کے مثل کے عمرو کے واسطے ضامن ہونگے پس عمرو کو اسقدر مال دینگے - اور اگر دونون نے زید کو کچھ دیا نہو تو عمرو کے حق مین دونون کی گواہی کو جائز نہ کرینگا اور اول کے حق مین وصیت باطل کردینگا یعنے حکم دونگا کہ اول کے حق مین وصیت باطل ہے - فرمایا کہ اگر وارث تین ہون اور مال تین ہزار درم ہون پھر ہر وارث نے ایک ہزار درم لیے پھر انمین سے ایک نے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے ثلثائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی تھی اور باقی دونون نے اس سے انکار کیا تو اقرار کرنے والا استحساناً اپنے مقبوضہ کی ثلثائی زید کو دیدیگا اسی طرح اگر دو وارث ہون اور مال دو ہزار درم ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی وارث مقر اپنے مقبوضہ مین سے استحساناً ایک ثلثائی زید کو دیگا - اور اگر ترکہ ایک ہزار مال عین ہو اور ایک ہزار دونون وارثون مین سے ایک پر قرضہ ہو پھر جسپر قرضہ نہین ہے اُسنے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اس شخص زید کے واسطے ثلثائی مال کی وصیت کی ہے تو زید اس ہزار درم عین مین سے ثلثائی لے لیگا اور باقی دو ثلثائی اقرار کرنے والے کی ہونگی - فرمایا کہ اگر ایک شخص نے (۲) بیٹے اور (۲۰) درم چھوڑے پس دونون نے آدھے آدھے بانٹ لیے پھر دونون مین سے ایک وارث غائب ہوگیا اور حاضر پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے حق مین ثلثائی کی وصیت ہے تو وہ حاضر کے مقبوضہ مین سے نصف لیگا اسواسطے کہ اُسنے گواہون سے یہ بات ثابت کردی کہ دونون کا حق ترکہ مین برابر ہے - پس اس مقام پر موافق حکم

قیاس کے اختیار کیا ہی بخلاف مسئلہ اقرار کے اسواسطے کہ اس مقام پر مشہود لہ کی وصیت حاضر و غائب دونون کے حق مین ثابت ہوتی ہر حتے کہ جب غائب آویگا تو ان دونون کو اختیار ہوگا کہ غائب نے جو کچھ اپنے حق سے زائد لیا ہی اُس سے واپس لیوین پس وہ معہ اپنے مقبوضہ کے کالمعدوم قرار دیا جائیگا بخلاف مسئلہ اقرار کے کہ وہان اقرار فقط اُسکی ذات پر حجت ہی دوسرے پر نہین ہر کذا فی المبسوط جو ضیح سن المترجم - موصی بہ مین بعد موت موصے کے قبل اسکے کہ موصی لہ وصیت کو قبول کرے جو زیادتی پیدا ہو جاوے جیسے بچہ یا کرایہ یا کمائی یا ارش تو وہ بھی موصی بہ ہو جائیگی حتے کہ اسکا اعتبار بھی تہائی سے ہوگا اور اگر موصی لہ کے قبول کرنے کے بعد تقسیم سے پہلے حادث ہو تو اسکو امام محمد رح نے ذکر نہین کیا ہر اور قدوری نے ذکر فرمایا کہ وہ موصی بہ نہو گی حتے کہ وہ موصی لہ کو تمام مال سے اعتبار کرکے ملیگی گویا کہ بعد تقسیم کے حادث ہوئی ہر اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ وہ بھی موصی بہ ہو جائیگی حتے کہ اعتبار کیا جائیگا کہ یہ تہائی مال ہوتا ہی یا زائد ہوتا ہی پس تہائی مال کا معتبر رہیگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک شخص نے زید کے واسطے ایک باندی کی وصیت کی اور وہ موصی کی موت کے بعد تقسیم سے پہلے بچہ جنی اور دونون تہائی مال ہوتے ہین تو دونون موصی لہ کو ملینگے اور اگر دونون تہائی مال مین نہ آتے ہون تو پہلے اُسکی وصیت باندی مین نافذ ہوگی پھر بچہ مین نافذ ہوگی - اور صاحبین رح کے نزدیک دونون مین برابر نافذ ہوگی اور اسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص کے پاس چھ سو درہم ہین اور ایک باندی تین سو درہم کی ہی پس اُس ایک شخص نے واسطے باندی کی وصیت کی پھر مرگیا پھر تقسیم سے پہلے باندی ایک بچہ جنی جو تین سو درہم قیمت کا ہی تو امام رح کے نزدیک موصی لہ کو باندی اور دو تہائی بچہ ملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک تہائی باندی اور دو تہائی بچہ کو ملیگا - اور یہ سب اُسوقت ہر کہ جب بٹوارہ سے پہلے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی اور اگر بعد قبول کے اور بعد تقسیم کے جنی تو بچہ بالاتفاق موصی لہ کا ہوگا اور اگر بعد قبول کے تقسیم سے پہلے جنی تو قدوری نے ذکر کیا کہ بچہ موصی بہ نہو گا - اور تہائی سے اُسکا برآمد ہونا اعتبار نہ کیا جائیگا اور پورے مال سے موصی لہ کا ہوگا یعنے اعتبار کیا جائیگا کہ پورے مال کا تہائی ہی جیسا کہ بعد تقسیم کے پیدا ہونے کا حکم ہر کہ وہ موصی لہ کا ہوگا اور موصی بہ ہو کر تہائی سے معتبر نہو گا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ موصی بہ ہو جائیگی حتے کہ اُسکا تہائی سے برآمد ہونا اعتبار کیا جائیگا جیسا کہ قبل قبول کے پیدا ہونے مین حکم ہی - اور اگر موصی کی موت سے پہلے بچہ جنی ہو تو بچہ وصیت مین داخل نہوگا اور وصیت کے ملک کے احکام مین باقی رہیگا اسواسطے کہ قصداً و ضرورۃً وہ وصیت مین داخل نہین ہوا اور اگر موصی بہ نے کچھ مال کمایا تو سب صورتون مین مثل بچہ کے تفصیل وار اُسکا بھی حکم ہی یہ کافی مین ہی ایک شخص کی باندی تین سو درہم قیمت کی ہی اور سوا اسکے اُسکا کچھ مال نہین ہی پس مالک نے زید کے واسطے اسکی وصیت کردی پھر مرگیا پھر اُسکے وارث خالد نے بدون حاضری زید کے اُسکو بکر کے ہاتھ فروخت کردیا پھر بکر کے پاس وہ باندی تین سو درہم قیمت کا بچہ جنی پھر زید آیا اور اُسنے بیع کی اجازت ندی تو شتری کو دو تہائی باندی اور دو تہائی بچہ دیا جائیگا اور تہائی باندی اور نو ان حصہ بچہ زید کو ملیگا اور دو نو ین حصہ بچہ کے وارثون کو واپس ملینگے - اور اگر باندی کے بدن مین نقصان ہوگئی یا اُسکی قیمت بڑھ کر چھ سو درہم ہوگئی تو دو تہائی باندی مشتری کو مسلم دیجائیگی اور ایک تہائی وارثون کو ملیگی - اور اگر باندی مین نقصان آگیا جس سے اُسکی قیمت سو درہم رہگئی تو موصی لہ اُلمین سے تہائی لے لیگا اور وارثون سے اُسکی قیمت مین سے (۲۴) درہم اور چار نو ین حصے درہم کے یعنی پوری تہائی کرکے لے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی -

چوتھا باب - بیٹے کا اپنے مرض مین اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دینے اور اپنے اوپر یا اپنے باپ پر قرضہ کا

اقرار کرنے کے بیان مین اور جسکی تقدیم اُسکے ترکہ مین کیجائیگی اُسکے بیان مین - اگر ایک شخص ایک بیٹا اور تین ہزار درم چھوڑکر مرا اور اُسنے زید کے واسطے ان درمون مین سے دو ہزار درم کی وصیت کردی ہو پھر بیٹے نے اپنے مرض مین اس وصیت کی اجازت دی پھر مرگیا اور اُسکا اُسکے سوائے کچھ مال نہین ہو تو موصی لہ کو ایک ہزار درم بلا اجازت ملینگے - اور دو ہزار درم کی تہائی بھی بلا اجازت ملیگی جو بیٹے کا مال ہو - اور اگر بیٹے نے باوجود اجازت کے اقرار کیا کہ میرے باپ نے عمرو کے واسطے (یعنی دو ہزار درم جو بیٹے کا مال ہو) اسکی تہائی بھی بلا اجازت ملیگی ۱۲ بھی تہائی مال کی وصیت کی ہو - تو دو ہزار درم کی ایک تہائی امام اعظم رح کے نزدیک زید و عمرو دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور اسکی اجازت بھی دیدی ۱۲ اور صاحبین رح کے نزدیک پانچ حصے ہوکر اسطرح تقسیم ہوگی کہ زید کو تین پانچوین حصے اور عمرو کو دو پانچوین حصے ملینگے اور اگر بیٹے کی وصیت اپنے مرض مین خود کسی مملوک کا آزاد کرنا ہو تو باپ کی وصیت کی اجازت پر اسکے آزاد کرنے کی وصیت کو ترجیح ہوگی اسی طرح اگر اپنے اوپر یا اپنے باپ پر قرضہ کا اقرار کیا (یعنی مرض مین کسی مملوک کو آزاد کیا) ۱۲ قرضہ مقدم ہوگا اسواسطے کہ وارث کا اجازت دینا بمنزلہ وصیت کے ہو اور مرض مین آزاد کرنا بھی وصیت ہو اور دو وصیتین ہوگاہ مجتمع ہون اور دونون مین سے ایک عتق کی وصیت ہو تو عتق کی وصیت کو ترجیح ہوگی اور قرضہ بہ نسبت وصیت کے مقدم ہوتا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو -

اور اگر وارث نے اپنی صحت مین اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دی ہو تو عتق اور اقرار قرضہ و وصیت مذکورہ سب سے مقدم ہوگی - اسی طرح اگر اُسنے باپ کے وصیت کی اجازت اور باپ پر قرضہ کا اقرار دونون اپنی صحت مین کیا تو پہلی وصیت ادا کیجائیگی پھر اگر کچھ باقی رہا تو قرضخواہون کو ملیگا پس اگر اُنکا قرضہ پورا ادا ہوگیا تو وارث کچھ ضامن نہوگا اور اگر پورا ادا نہوا تو جسقدر اُسنے اجازت مین ضائع کیا ہو اُسکے مثل ضامن ہوگا - اور اگر زید نے وارث کے باپ پر قرضہ کا دعوے کیا اور موصی لہ نے یہ دعوی کیا کہ اس وارث کے باپ نے اپنے باپ کی وصیت جو میرے حق مین ہو اسکی اجازت دیدی ہو پس وارث نے دونون کی تصدیق کی اور ساتھ ہی تصدیق کی تو قرضخواہ کا قرضہ مقدم ہوگا پھر اگر موصی لہ کے واسطے کچھ بچا تو وارث اُسکے واسطے کچھ ضامن نہوگا خواہ اُسنے حالت مرض مین دونون کی تصدیق کی ہو یا حالت صحت مین - اور فرمایا کہ اگر وارث نے اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دیدی پھر اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو قرضہ مقدم ہوگا پھر اسکے بعد اگر کچھ باقی رہا پس اگر وارث میت کے وارثون نے اس اجازت کو تمام منظور نکیا تو موصی لہ کو اس باقی مین سے فقط ایک تہائی ملیگی یہ محیط مین ہو - اور اگر مرض مین اُسنے وصیت پدر کی اجازت دی پھر اپنے باپ پر اور اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو پہلے اُسکے باپ کا قرضہ دیا جائیگا پھر اُسکا قرضہ پھر وصیت جسکی اجازت دی ہو وہ نافذ کیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہو - زید کا ایک غلام ہو اس غلام کے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہو اُسنے اپنے مرض الموت مین اسکو آزاد کیا اور ایک وارث عمرو چھوڑکر مرگیا اور اس وارث کا بھی ایک غلام ہو جسکی قیمت غلام اول کی قیمت کے برابر ہو اور اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہو پھر عمرو نے اپنے مورث کی وصیت کی اجازت دیدی اور اپنے مرض الموت مین اپنا غلام آزاد کردیا تو اسکے وارث کی بلا اجازت اول غلام مین سے تہائی آزاد ہوجائیگا بدون اسکے کہ اُسپر سعایت لازم آوے اور یہ ظاہر ہو پھر دو تہائی غلام اول اور پورا غلام دوم دونون غلامون مین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے تین حصے غلام اول کو اور دو حصے غلام دوم کو ملینگے یہ ایک مریض کے دو ہزار درم ہین اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہو پھر اُسکا موت کا وقت آیا اور اُسنے موت کے وقت درمون مین سے ایک ہزار درم کی زید کے لیے وصیت کردی اور عمرو کیواسطے باقی ہزار درم کی وصیت کردی پھر مرگیا پھر اُسکے بیٹے نے دونون وصیتون کی آگے پیچھے اجازت دیدی مگر اجازت حالت مرض مین دی اور سوائے اس میراث کے

اُسکا کچھ مال نہین ہی تو دو ہزار کی تہائی دونون زید وعمرو کے درمیان میت اول کی وصیت پر تقسیم ہوگی - ایک شخص کے پاس ہزار درم ملک ہین اُسنے ان درمون کی زید کے واسطے وصیت کی پھر مرگیا اور عمرو اُسکا وارث ہوا اور عمرو کے پاس بھی ہزار درم ملک ہین پس عمرو نے اپنے ذاتی درمون کی اور جسکا وارث ہوا ہی سب کی خالد کے واسطے وصیت کردی پھر عمرو مرگیا اور اُسنے بکر وارث چھوڑا پھر بکر نے اپنے مرض الموت مین اپنے باپ دادا دونون کے وصیتون کی اجازت دیدی پھر مرگیا اور سوائے مال میراث کے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو پہلے موصی لہ کو اول ہزار درم مین سے تہائی بلا اجازت ملیگی پھر اول ہزار کی باقی دو تہائی دوسرے ہزار مین ملائی جائیگی پھر اسمین سے ایک تہائی دوسرے موصی لہ کو بلا اجازت ملیگی پھر تیسرے میت کے مال کی تہائی لیکر موصی لہ اول اور موصی لہ دوم کے درمیان بحساب ہر ایک کے حق کے جو اُسکا اجازت کے بعد باقی رہیگا اُسکی تقسیم کیجائیگی یہ محیط مین ہی -

فصل - حالۃ الوصیۃ کے اعتبار کے بیان مین - اگر ایک مرد مریض نے ایک عورت کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا یا اُسکے واسطے وصیت کی یا اُسکو کچھ ہبہ کیا پھر اُس سے نکاح کرلیا پھر مرگیا تو ہمارے نزدیک اُسکا اقرار جائز ہوگا اور وصیت وہبہ باطل ہونگے - اور اگر مریض نے اپنے بیٹے کافر یا رقیق کے واسطے وصیت کی یا اُسکو کچھ ہبہ کرکے سپرد کردیا یا اُسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسکی موت سے پہلے بیٹا آزاد کردیا گیا یا مسلمان ہوگیا تو یہ سب باطل ہوگیا - اسی طرح اگر بیٹا مکاتب ہوتو بھی یہی حکم ہی یہ کافی مین ہی - ایک مریض نے وصیت کی حالانکہ وہ ضعف کی وجہ سے بول نہین سکتا ہی پس سر سے اشارہ کیا اور اُسکی حالت سے معلوم ہی کہ وہ یہ سمجھتا ہی کہ میرا اشارہ سمجھا جائیگا تو جائز ہی ورنہ نہین - اور یہ اُسوقت ہی کہ جب بولنے پر قادر ہونے سے پہلے مرجاوے کیونکہ ایسی ہی صورت مین یہ ظاہر ہوجائیگا کہ اُسکے کلام کرنے سے یاس ہوچکی تھی پس شل گونگے کے ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور جو شخص پاؤن سے لنجا یا ہاتھ سے لنجا یعنی اُسکا ہاتھ خشک ہوگیا ہو یا جاتا رہا ہو اور جو شخص مفلوج ہو یعنی فالج نے مارا ہو یا اُسکو سل کی بیماری ہو پس اگر ایسے مریض کو زمانہ دراز گذرا اور حالت ایسی ہوئی کہ اُسکے موت کا خوف نرہا تو وہ مثل صحیح آدمی کے ہی حتے کہ اگر اُسنے پورا مال ہبہ کردیا تو صحیح ہی پھر اگر اسکے بعد وہ چارپائی سے لگ گیا تو یہ بمنزلہ مرض جدید پیدا ہوجانے کے ہی - اور اگر ابتداے حال مین جب اُسکو مرض پیدا ہوا ہی اُنھین ایام مین مرگیا حالانکہ چارپائی سے لگ گیا تھا تو وہ ایسا مریض ہی کہ جسکی ہلاکت کا خوف ہی اسی وجہ سے اُسکی دو تہائی ہی پس وہ یقین مرض الموت کا مریض ہی کہ اُسکے ہبہ کا اعتبار تہائی مال سے ہوگا یہ کافی مین ہی - ایک شخص نے وصیت کی پھر مجنون ہوگیا پس اگر جنون مطبق ہوگیا تو یہ قاضی کی راے پر ہی اگر اُسنے اجازت دیدی تو جائز ہوگی ورنہ باطل ہوجائیگی اور اگر کچھ مدت مقرر کرنے کی ضرورت پیش آئی تو فتوی اس بات پر ہی کہ تصرفات کے حق مین جنون مطبق کی میعاد ایکسال ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر ایک شخص قید خانہ مین قصاص یا رجم کے واسطے قید ہو تو اُسکا حکم مثل مریض کے نہین ہی اور جب قتل کے واسطے نکالا گیا تو اس حالت مین اُسکا حکم مثل مریض کے ہی - اور اگر صف قتال مین ہو تو مثل صحیح کے ہی اور جب لڑائی کے واسطے نکلا تو اس حالت مین مثل مریض کے ہی - اور اگر کشتی مین ہو تو حکم اُسکا مثل صحیح کے ہی اور جب موجین شورش کرین تو اس حالت مین اُسکا حکم مثل مریض کے ہی - اور اگر دوبارہ قید خانہ مین لوٹایا گیا قتل نکیا گیا یا لڑائی کے بیچ میدان سے لوٹکر صف مین آگیا یا موجین ٹھہر گئین تو اُسکا حکم ایسے مریض کے مانند ہی جو مرض سے اچھا ہوگیا کہ اُسکے تمام تصرفات اُسکے پورے مال سے نافذ ہونگے یہ شرح طحاوی مین ہی - اور مجذوم اور چوتھیا بخار اور بارسی بیچ دیکر بخار والا اگر چارپائی

لگ گیا تو اُسکا حکم مرض الموت کے مریض کے مانند ہی یہ یعنی شرح ہدایہ مین ہی - ایک شخص کو فالج نے مارا پس اُسکی زبان جاتی رہی یا کوئی مرض ایسا پیدا ہوا پس اُسکو گویائی کی طاقت نہ رہی پھر اُسنے (وصیت مین) کسی شی کی طرف اشارہ کیا یا کسی چیز کی وصیت لکھدی حالانکہ اس حالت پر اُسکا زمانہ دراز ہوگیا (اور اس سے مراد یہ ہی کہ ایک سال گذر گیا) تو یہ بمنزلہ گونگے کے ہی خزانۃ المفتین مین ہی - اگر عورت کے روزہ شروع ہوا تو جو فعل وہ اس حالت مین کرے اُسکے تہائی مال سے معتبر ہوگا اور اگر وہ اس سے بچ گئی تو اُسکا یہ فعل اُسکے پورے مال سے جائز ہوگا یہ شرح طحاوی مین ہی -

پانچوان باب - مرض الموت مین عتق و محاباۃ و ہبہ کے بیان مین - اگر اپنا غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تو آزاد نہوگا الا اُس صورت مین کہ وارث لوگ اُسکو آزاد کردین اور اُسکو اختیار رہیگا کہ اس وصیت سے بقول یا بفعل رجوع کرلے جیسا کہ اور وصایا مین حکم ہی سوا اسکے کہ یہ حکم باعتاق ہی تو جبتک آزاد کیا نجاوے تب تک فقط حکم دینے سے وہ آزاد نہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنے مرض مین آزاد کیا یا بیع محاباۃ کی یا ہبہ کیا تو یہ سب جائز ہی اور اسکا اعتبار تہائی مال سے ہوگا اور صاحبان وصیت کے ساتھ شریک کیا جائیگا - اسی طرح مثل کفالت وضمان کے جو مریض نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہو وہ بھی وصیت کے حکم مین ہی - اور اگر بیع ہی کے ساتھ محاباۃ سے فروخت کیا پھر آزاد کیا حالانکہ تہائی مال مین قدر محاباۃ وعتق دونون کی گنجایش نہین ہی یعنی تہائی اس سے کم ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک محاباۃ اولی ہوگی اور اگر آزاد کیا پھر محاباۃ کی تو بھی یہی حکم ہی اور صاحبین رح کے نزدیک دونون مسئلون مین عتق اولی ہی اور امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر محاباۃ کی پھر آزاد کیا پھر محاباۃ کی تو تہائی مال دونون محاباتون مین بسبب دونون کے برابر ہونے کے نصفا نصف تقسیم کردیا جائیگا پھر جو کچھ محاباۃ اخیرہ کے حصہ مین آیا ہی وہ دونون محاباتون اور عتق کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا - اور اگر آزاد کیا پھر محاباۃ کی پھر آزاد کیا تو تہائی مال درمیان محاباۃ اور عتق اول کے تقسیم ہوگا پھر جو عتق کے حصہ مین آیا ہی وہ عتق اول اور عتق ثانی کے درمیان تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک ہر حال مین عتق اولی ہی کذا فی الہدایہ اور محاباۃ کی صورت یہ ہی کہ مریض نے سو درم کی چیز پچاس درم مین فروخت کردی یا پچاس درم کی چیز سو درم مین خریدی تو جسقدر مال صورت خرید مین زائد دیا ہی - یا بیع مین کم لیا ہی وہ محاباۃ ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی - اگر وصیت کی کہ میرا غلام میری موت کے بعد آزاد کیا جاوے یا کہا کہ تم لوگ اُسکو آزاد کردو یا کہا کہ میری موت سے ایک روز بعد وہ آزاد ہی اور ایک شخص کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی تو دونون تہائی مال مین حصہ دار ہونگے اور یہ ایسا عتق نہین ہی جو تہائی مال سے اولا شروع کیا جاوے پھر اگر بچے تو موصی لہ وغیرہ کا ہو بلکہ اول اُسی سے شروع کیا جائیگا کہ جب اُسنے یون کہا وہ غلام میری موت کے بعد آزاد ہی بطور مبہم کہا یا اُسکو اپنے مرض مین قطعا آزاد کردیا یا کہا کہ اگر اس مرض مین مجھے موت آوے تو یہ آزاد ہی تو ایسے عتق کے حق مین یہ حکم ہی کہ وصیت سے پہلے اسکے ساتھ ابتدا کیجاویگی اسی طرح جو عتق بعد موت کے بلا قید وقت واقع ہو اُسکی ابتدا وصیت سے کیجاوے گی یہ بسوط مین ہی - اور اگر کہا کہ وہ میری موت کے ایک روز یا ایک مہینہ بعد آزاد ہی پھر مدت گذر گئی تو امام محمد رح سے ابن سماعہ کی روایت کے موافق یہ حکم ہی کہ بدون اعتاق وارثان یا وصی کے وہ آزاد نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر اپنی باندی کو اپنے مرض مین آزاد کردیا اور بعد آزاد ہونے کے قبل موت مریض کے یا بعد موت مریض کے بچہ جنی تو اُسکا بچہ وصیت مین داخل نہوگا اور اگر اپنے ایک غلام کو مدبر کیا اور دوسرے سے کہا کہ اگر مجھے اس مرض مین موت آجاوے تو تو آزاد ہی پھر اسی مرض مین مرگیا تو دونون تہائی مین حصہ دار ہونگے اسواسطے کہ بعد موت کے استحقاق مین سادی ہین

بدین معنی کہ دون کے حق مین اُسنے مرض الموت مین کہا ہی (پس دونون موصی لہ ہوے) پس تہائی مال مین حصہ دار ہونگے - اور اگر اپنے غلام کے واسطے کسی قدر دراہم معلومہ کی یا کسی چیز معلوم کی وصیت کی تو جائز نہین ہی اور فرمایا کہ اگر اُسکے واسطے کسی قدر اُسکے رقبہ کی وصیت کی (یعنے مثلاً تیرا چوتھائی تیرے واسطے وصیت ہی) تو اسقدر آزاد ہوجائیگا اور باقی کے واسطے سعایت کریگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی یہ مختصر لہ ایسی صورت کی ہی کہ اپنی زندگی مین اُسکو اُسکے رقبہ مین سے کسی قدر ہبہ کردیا اور اگر اُسکے واسطے پورے رقبہ کی وصیت کی تو تہائی مال سے آزاد ہوگا اسی طرح اگر اُسکو اُسکا رقبہ ہبہ کیا یا اُسپر صدقہ کردیا اور یہ اپنے مرض مین کیا تو بھی تہائی سے آزاد ہوگا یہ بسوط مین ہی - اور اگر اپنے غلام کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت جائز ہی اور تہائی غلام بعد موت کے آزاد ہوجائیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکا مال درم یا دینا رہون تو غلام کی دو تہائی قیمت اگر اسی قدر ہو جسقدر اُسکے واسطے باقی مال سے واجب ہوا ہی تو قصاص ہوجائیگا یعنے بدلا برابر ہوکر پورا غلام آزاد ہوجائیگا اور اگر مال مین اُسکا حق زیادہ ہو تو بقدر زائد اُسکو دیدیا جائیگا اور اگر غلام کی دو تہائی قیمت مین زیادتی ہو تو بقدر زائد وارثون کو دیدیگا اور اگر ترکہ عروض ہو تو بدلا برابر نہین ہوسکتا ہی جب تک وارثون و غلام مین باہمی رضامندی نہو جاوے اسواسطے کہ جنس مختلف ہوا اور بعد رضامندی باہمی کے قصاص ہوجائیگا پس اگر رضامندی نہوئی تو اُسپر لازم ہوگا کہ اپنی دو تہائی قیمت سعایت کرکے ادا کرے اور غلام کے واسطے اُسکے باقی مال سے تہائی تہائی یلیگی اور وارثون کو اختیار ہوگا کہ باقی مالون مین سے تہائی فوقت تہائی یہانتک کہ اُنکو سعایت کا مال حاصل ہو اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین کے نزدیک پورا غلام مدبر ہوجائیگا اور جب مریض مرجاوے تو پورا غلام آزاد ہوجائیگا اور عتق باقی تمام وصیتون سے مقدم رہیگا پس اگر تہائی مال اُسکی مقدار قیمت سے زائد ہو تو وارثون پر واجب ہوگا کہ زیادتی اُس غلام کو دیدین اور اگر اُسکی قیمت زائد ہو تو زیادتی کے واسطے اُسپر سعایت کرنی واجب ہوگی یہ بدائع مین ہی - اور اگر اپنے غلام کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی پھر اس غلام کو آزاد کرنے یا مدبر کرنے کی وصیت کی تو یہ وصیت اول سے رجوع ہی یہ بسوط مین ہی - اور اگر اپنے مرض مین اپنے ایک غلام سے اور ایک مدبر سے جن دونون کی قیمت برابر ہی یہ کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہی پھر بیان کرنے سے پہلے مرگیا تو تہائی مال دونون مین تین حصے ہوگا جسمین سے ایک حصہ غلام کے واسطے اور دو حصہ مدبر کے واسطے ہونگے اور اگر وصیت کی کہ میرے غلام سے اسقدر درم لے لیے جاوین پھر آزاد کردیا جاوے تو جسقدر مریض نے اُسکے ذمہ سے گھٹائے ہین وہ اُسکو تہائی مال سے بطور وصیت ملینگے پس اگر وہ مقدار جو مریض نے غلام کے ذمہ سے گھٹائی ہی مریض کا تہائی مال ہو تو غلام پر سعایت واجب نہوگی اور اگر تہائی سے زائد گھٹائے ہون تو زیادتی کے واسطے سعایت کریگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر اُسنے کہا کہ ہر مملوک جو میری صحبت مین قدیم سے ہی اُسکو آزاد کردو یعنی وصیت کی تو جو مملوک ایک سال سے اُسکے پاس ہو وہ آزاد کیا جائیگا اور یہی مختار ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے پسر کا غلام خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پھر مرگیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ وصیت باطل ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وصیت صحیح ہی پس بقدر قیمت غلام کے دیکر خرید کرکے آزاد کیا جائیگا اور اگر موصی کی موت سے پہلے وارث نے وہ غلام کسی شخص اجنبی کے ہاتھ فروخت کردیا تو بالاجماع خرید کرکے آزاد کردیا جائیگا اور اگر وارث نے اُسکو موصی کی موت کے بعد کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا ہو تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ وصیت باطل ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ غلام مذکور کی قیمت دیکر خرید کرکے آزاد کیا جائیگا ایک شخص نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہی مین نے یہ وصیت کی تو فرمایا کہ یہ آزاد کرنے کی

وصیت ہی پس بعد موت مولی کے آزاد کیا جائیگا - اور اگر وصیت کی کہ فلان شخص کا غلام خریدا جاوے تو فرمایا کہ جسقدر اُسکی قیمت اُسکے عوض خریدا جائیگا اُس سے زیادہ داموں نہین خریدا جائیگا پس اگر فلان شخص نے جسکا غلام ہی اپنا غلام فروخت کرنے سے انکار کیا تو وصی اُسکا ثمن وارثون کو واپس دیگا اور اگر اُسنے کہا کہ فلان کا غلام خرید کر کے اُسکو آزاد کر دینا اور اُسکے مولی نے اُسکے فروخت کرنے سے انکار کیا تو وصی اُسکا ثمن روک رکھیگا یہانتک کہ غلام مذکور خریدنے سے مایوسی ہو جاوے کہ وہ غلام مرجاوے یا آزاد کر دیا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر اپنے غلام کی زید کے واسطے وصیت کی پھر وصیت کی کہ یہ غلام عمرو کے ہاتھ فروخت کیا جاوے اور ثمن بتلا دیا مگر ثمن مین اسقدر کمی رکھی کہ بہ نسبت قیمت کے تہائی مال کا نقصان ہی اور مولی کا سوائے اس غلام کے کچھ مال نہین ہی تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے غلام کا پانچ چھٹا حصہ اُسکی دو تہائی قیمت کے عوض لے لے یا ترک کر دے اسواسطے کہ محاباۃ کی وصیت بمنزلہ باقی وصیتون کے ہوتی ہی اور اس مقام پر دونون وصیتین برابر ہین کہ ہر ایک وصیت تہائی مال کو حاوی ہی پس تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی کہ عمرو کو نصف تہائی یعنی چھٹا حصہ ملیگا اور زید کو بھی چھٹا حصہ اسی قدر ملیگا پس باقی غلام مین سے فقط پانچ چھٹے حصے عمرو کے ہاتھ دو تہائی قیمت مین فروخت کیے جاوینگے اور زید کے واسطے اُسکا چھٹا حصہ ہی وہ زید کو دیا جائیگا اور اگر عمرو نے اُسکے خریدنے سے انکار کیا تو زید کو پوری تہائی غلام کی ملیگی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر فقط ایک غلام چھوڑا اور اُسکی قیمت ہزار درم ہی اور وصیت کی کہ زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے پھر اُس غلام کی وصیت کر دی تو اسمین تین صورتین ہین یا تو عین غلام کی وصیت کی یا مال کی یا تہائی کی - پس اگر وصیت اول کے بعد یا اُس سے پہلے عین غلام کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی یا اجازت دی مگر زید نے اجازت ندی تو دوسرے موصی لہ کو چھٹا حصہ غلام کا ملیگا اور باقی پانچ چھٹے حصے زید کے ہاتھ بعوض ہزار درم کے پانچ چھٹے کے فروخت کیا جائیگا اور یہ وارثون کو ملیگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ صاحبین رح کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دوسرے موصی لہ کو غلام کا بارہوان حصہ ملیگا اور زید کے ہاتھ گیارہ حصے اسکی باقی قیمت کے عوض فروخت کیے جاوینگے اور وہ قیمت وارثون کو ملیگی - اور اگر وارثون نے اجازت دیدی اور زید بھی راضی ہو گیا تو پھر موصی لہ اسمین اپنی پوری وصیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا پس وہ غلام دونون موصی لہ مین نصفا نصف ہوگا کہ نصف غلام دوسرے موصی لہ کو ملیگا اور باقی نصف زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا - اور اُسکا ثمن وارثون مین تقسیم ہوگا اور وجہ دوم یہ ہی کہ اُسنے یہ وصیت کی کہ غلام اُسکا زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے اور عمرو کے واسطے اپنے پورے مال کی وصیت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ مسئلہ مثل اول کے ہی مگر فرق یہ ہی کہ عمرو اس صورت مین وارثون سے ہزار درم ثمن مین سے اُسکا چھٹا حصہ لے لیگا اور مسئلہ اول مین اُسکو ثمن مین سے کچھ نہین مل سکتا ہی کیونکہ اس مسئلہ مین موصی نے اُسکے واسطے مال کی وصیت کی ہی اور ثمن بھی مال ہی جیسے رقبہ تو ثمن سے اُسکی وصیت کا نفاذ ممکن ہی اور مسئلہ اول مین عین کی وصیت کی ہی وہ رقبہ ہی اور ثمن سوائے عین کے دوسری چیز ہی پس ثمن سے اسکی وصیت کی تکمیل نہین ہو سکتی ہی اور وجہ سوم یہ کہ زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کرنے کی اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو اس صورت مین امام محمد رح کا قول مثل قول امام ابو حنیفہ رح کے ہی کہ عمرو اُس غلام کے بارہ حصون مین سے ایک حصہ لے لیگا اور باقی گیارہ حصے غلام کے زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیے جاوینگے لیکن اس صورت مین عمرو وارثون سے ثمن مین سے لیکر اپنی تہائی پوری کر لیگا اسوجہ سے کہ اسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہی اور ثمن مال ہی - اور

امام ابو یوسف رح کے نزدیک پورا غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا اور ثلث مین سے تہائی عمرو کو دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر وصیت کی کہ ان ہزار درہمون سے میری طرف سے ایک غلام آزاد کیا جاوے پھر اثنین سے ایک درہم ہلاک ہوگیا تو باقی سے امام اعظم رح کے نزدیک غلام خرید کر کے آزاد کیا جائیگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ باقی سے غلام زید کر کے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے تمام مال سے غلام خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے مگر وارثون نے اجازت ندی تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت باطل ہوجائیگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ تہائی مال سے غلام خرید کر کے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک غلام ہزار درہم کے عوض خرید کر کے آزاد کیا جاوے مگر ہزار درہم اُسکے تہائی مال سے زائد ہین تو امام اعظم کے نزدیک وصیت باطل ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ تہائی مال سے غلام خرید کو کے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ان سو درہم سے حج کیا جاوے پھر اثنین سے ایک درہم تلف ہوگیا تو جہان سے باقی دو ون سے پہونچے سکے وہان سے حج کرایا جائیگا اور اگر کچھ تلف نہوا تو اسنے حج کیا جائیگا پھر اگر اثنین سے کچھ باقی رہا تو حاجی وارثون کو واپس کردیگا اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے میری طرف سے حج کیا جاوے پھر اُس سے کہا گیا کہ تیرا تہائی اس کام کے واسطے کافی نہوگا پس اُسنے کہا کہ اس مال سے حاجی کی مدد کرو تو محتاج حاجیون کی مدد گاری کیجائیگی۔ اور اگر اپنے غلام کو آزاد کیے جانے کی وصیت کی اور مرگیا پھر غلام نے کوئی جنایت کی جسکے جرم مین دیدیا گیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اور اگر وارثون نے اُسکا فدیہ دیا تو فدیہ مال وارثون سے ہوگا اور غلام مین وصیت نافذ کرینگے۔ اگر اپنے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی پھر مرگیا اور ایک غلام و مال وارث چھوڑا پھر موصی لہ نے کہا کہ میت نے اسکو اپنی صحت مین آزاد کیا ہی اور وارث نے کہا اپنے مرض مین آزاد کیا ہی تو وارث کا قول قبول ہوگا اور موصی لہ کو کچھ نملیگا الا اُس صورت مین کہ تہائی مین سے کچھ بچ جاوے یا اس امر کے گواہ قائم ہون کہ میت نے اسکو صحت مین آزاد کیا تھا اور اگر ایک شخص مرگیا اور ایک بیٹا اور غلام چھوڑا پس زید نے دعوی کیا کہ تیرے باپ پر میرے ہزار درم قرضہ ہین اور غلام نے دعوی کیا کہ تیرے باپ نے مجھے اپنی صحت مین آزاد کیا ہی پس وارث مذکور نے جواب دیا کہ تم دونون سچے ہو تو غلام مذکور اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور یہ قیمت قرضخواہ کو دیدیجائیگی۔ اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ کچھ بھی سعایت نکریگا اور علی ہذا الخلاف اگر ایک شخص مرگیا اور ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے پس زید نے دعوی کیا کہ تیرے باپ پر میرے ہزار درم قرضہ ہین اور عمرو نے دعوی کیا کہ یہ ہزار درم جو تیرے باپ نے چھوڑے ہین میری ودیعت ہین اور وارث نے کہا کہ تم دونون سچے ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ہزار درم ستر و کہ دونون مین نصفا نصف ہونگے اور صاحبین رح کے نزدیک ودیعت اول ہر لیے فقط عمرو لیگا یہ کافی مین ہی اگر دو بیٹے اور سو درم اور سو درم قیمت کا غلام چھوڑا حالانکہ اُسکو اپنے مرض مین آزاد کرچکا ہی اور وارثون نے اسکی اجازت ندیدی تو وہ سعایت نکریگا یہ ہدایہ مین ہی۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے مرض مین اپنا بیٹا ہزار درم کو خریدا اور یہی اُسکی قیمت ہی اور سوائے اسکے اُسکے پاس ہزار درم تھے تو اُسکا بیٹا خرید کردہ آزاد ہوگا اور اُسپر سعایت واجب نہوگی اور وارث ہوگا یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ ہزار درم اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا مگر اُسکی میراث سے قصاص ہوجائیگا۔ اور اگر پانچ سو درم قیمت کا اپنا بیٹا ہزار درم مین خریدا اور پانچ سو درم قیمت کا اپنا غلام آزاد کردیا اور سوائے ان دونون کے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک محابات مقدم ہوگی اسواسطے کہ اُسنے محابات کو پہلے کیا ہی اور ثلث مال اسمین مستغرق ہوگیا پس دونون غلامون مین سے ہر ایک پر اپنی قیمت کے واسطے سعایت لازم ہوگی اور بیٹا کچھ وارث

نہوگا اسواسطے کہ اُسپر سعایت واجب ہی اور صاحبین رح کے نزدیک عتق مقدم ہی لیکن بیٹا چونکہ وارث ہوا اسواسطے اُسکے لیے وصیت نہوگی لیکن دوسرا غلام مفت آزاد ہوجائیگا اور بیٹا اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور بائع سے مطالبہ کیا جائیگا کہ جسقدر اُسکے ثمن مین قیمت سے زائد ہی اُسکو واپس کردے پس یہ مال موافق فرائض کے وارثون مین میراث ہوگا۔ اور اگر ہزار درم قیمت کا بیٹا ہزار درم مین خریدا اور ہزار درم کا دوسرا غلام آزاد کردیا تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی مال مین دونون حصہ دار ہوجائینگے اور حصے سے زائد جسقدر قیمت پسر رہے اُسکے واسطے بیٹا سعایت کریگا اور اُسکو میراث ملیگی۔ اور صاحبین رح کے نزدیک بیٹا وارث ہوگا مگر اُسکے واسطے وصیت نہوگی۔ پس اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور میراث کے حصہ سے جو اسپر سعایت قیمت واجب ہی اُسکا بدلا ہوجائیگا۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی باندی کو آزاد کیا پھر اُس سے نکاح کرلیا حالانکہ وہ مریض تھا پھر اُس باندی کے ساتھ دخول کیا اور باندی کی قیمت ہزار درم تھی اور اُسکا مہر مثل سو درم ہو پس اگر اُسکی قیمت اور مہر المثل تہائی مال سے برآمد ہوسکتا ہی تو مین اُسکے واسطے میراث قرار دونگا اور مہر دلاؤنگا اور نکاح جائز قرار دونگا۔ اور اگر اُسکی قیمت و مہر تہائی سے برآمد نہو تو اُسکو اُسکا مہر المثل دیا جائیگا اور بعد مہر نکالنے کے جو باقی ہی اُسکی تہائی دیجائیگی پھر باقی قیمت کے واسطے سعایت کریگی اور اُسکو میراث نہ ملیگی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ نکاح جائز ہی ہر حال مین۔ اسواسطے کہ جسپر سعایت واجب ہو وہ صاحبین کے نزدیک ایسی حیثیت ہوتی ہی جسپر قرضہ ہو پس اُسکو اُسکا مہر المثل ملیگا اور میراث ملیگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے۔ اور اگر ہزار درم قیمت کی اپنی باندی آزاد کردی پھر اُس سے سو درم قرضہ لیے پھر اُس سے نکاح کیا اور اُسکے ساتھ دخول نکیا یہانتک کہ مرگیا اور سوائے اسکے دو ہزار درم چھوڑے تو صاحبین رح کے نزدیک یہ دونون صورتین یکسان ہین اور نکاح جائز ہی اور وہ وارث ہوگی اور اُسکو مہر المثل ملیگا بسبب اسکے کہ موت سے نکاح کی انتہا ہوگئی اور اُسکا قرضہ جو میت نے لیا ہی وہ ملیگا اسواسطے کہ اُسکا سبب معائنہ ہی اور اُسپر اپنی قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور اُسکے واسطے وصیت نہوگی اور امام اعظم رح کے نزدیک نکاح باطل ہی اور وہ مال متروکہ مین سے اپنا قرضہ وصول کریگی پھر تہائی باقی مال کی بطریق وصیت کے اُسکو ملیگی اور چونکہ اُسکی قیمت و مہر المثل تہائی مال سے زائد ہی اسواسطے نکاح باطل ہوا۔ اور اگر اُس باندی کو آزاد کردیا اور سوائے اسکے اسکا کچھ مال نہین ہی پھر اُس سے نکاح کیا پھر اُس سے دو سو درم قرض لیے اور اُنکو اپنی ذات پر خرچ کرڈالا اور یہ اپنے مرض مین کیا ہی پھر مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نکاح باطل ہی اور باندی مذکور کو میراث نہ ملیگی اور اگر اُسکے ساتھ دخول نکیا ہو تو اُسکو مہر بھی نہ ملیگا اور قرضہ کے بعد باقی کی تہائی کے واسطے اُسپر سعایت واجب ہوگی۔ اور اگر اُسکو اپنے مرض مین آزاد کیا پھر اُس سے نکاح کیا اور سوائے اسکے اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر اسقدر مال کمایا کہ یہ باندی اور اسکا مہر اُسکی تہائی سے برآمد ہوتا ہی تو نکاح جائز ہی اور اُسکو مہر و میراث ملیگی اور اُسپر سعایت واجب نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ایک رقبہ کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور تہائی مال سے اُسکو اسقدر مال دینے کی وصیت کی پس اگر باندی معینہ ہو تو اُسکے واسطے عتق و مال دونون جائز ہونگے اور معینہ نہو تو عتق جائز ہوگا اور وصیت مال جائز نہوگی الا اُس صورت مین کہ میت نے یہ کہا ہو کہ مین نے یہ وصی کی رائے پر چھوڑ دیا اگر وہ چاہے تو باندی کو مال دیدے تو جائز ہی مثل اس قول کے کہ میرا مال جہان تیرا جی چاہے صرف کر۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ اسقدر گیہون یا درمون سے ایک غلام خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے اور اُسکا ایک غلام ہی تو یہ جائز نہین ہی کہ اُسکا وہ غلام جو اُسکے پاس ہی آزاد کیا جاوے بخلاف اسکے اگر یہ وصیت کی کہ اسقدر درمون وغیرہ سے

اسقدر گیہون خریدے جاوین اور مسکینون کو تقسیم کر دیے جاوین حالانکہ اُسکے پاس گیہون موجود ہین تو جائز ہی کہ ان گیہون سے جو اُسکے پاس موجود ہین مسکینون پر تقسیم کیے جاوین - اور اگر کہا کہ میری طرف سے ایک غلام آزاد کرنا تو وصی سے کہا جائیگا کہ میت کے پاس وقت موت کے جو غلام موجود تھا وہ آزاد کر دے اور اگر اُسنے یہ غلام فروخت کیا ہو پھر اُسکو خرید کر کے آزاد کیا تو جائز ہی - اور بعض نے فرمایا کہ جو غلام موت کے وقت اُسکی ملک مین ہو - اُسکا آزاد کرنا جائز نہین ہی اور اُسکے اس قول مین کہ میری طرف سے ایک غلام آزاد کرنا اور اس قول مین کہ میرے واسطے ایک غلام خرید کر کے اُسکو آزاد کرو - کچھ فرق نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام آزاد کیا جاوے اور غلام نے اسکے قبول سے انکار کیا تو وہ تہائی مال سے آزاد ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر تین غلام مساوی قیمت کے اور ایک بیٹا چھوڑ کر مر گیا پھر ایک غلام نے دعوی کیا کہ مریض نے اپنے مرض مین مجھے آزاد کر دیا ہی پھر پسر وارث سے قسم لیگئی اور اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا تو بلا سعایت اُسکے عتق کا حکم دیا جائیگا - اور اگر دوسرے نے بھی ایسا ہی دعوے کیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو وہ آزاد کیا جائیگا اور اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور اسی طرح تیسرے نے اگر ایسا کیا تو اُسکا بھی یہی حکم ہی اور اگر اول نے سوائے قاضی کے کسی حکم کے سامنے جو دونون نے قرار دیا تھا مقدمہ پیش کر کے عتق کا حکم حاصل کیا ہو تو دوسرا غلام درحالیکہ مسئلہ بحالہ ہو بلا سعایت آزاد ہو جائیگا اسی طرح اگر تیسرے نے دعوے عتق ایک حکم کے پاس کیا جسکو دونون نے برضامندی مقرر کیا ہی تو اُسمین بھی یہی حکم ہوگا - اور اگر اول نے ایک حکم کے پاس جسکو دونون نے برضامندی مقرر کیا ہی مقدمہ اپنا پیش کیا اور حکم نے بسبب نکلوں مدعا علیہ کے اُسکی آزادی کا حکم دیا - پھر دوسرا غلام وارث کو قاضی کے پاس لیگیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو دوسرا بھی بلا سعایت آزاد ہو جائیگا پھر اگر تیسرا غلام بھی وارث کو قاضی کے پاس یا کسی حکم کے پاس جسکو دونون نے برضامندی مقرر کیا ہی اپنا ایسا ہی دعوی پیش کیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو وہ بھی بلا سعایت آزاد ہوگا - اور بعض نے فرمایا کہ اگر دوسرے کا آزادی کا حکم قاضی کی طرف سے ہو تو تیسرا غلام اپنی پوری قیمت رقبہ کے واسطے سعایت کریگا - اور جو حکم اوپر مذکور ہوا ہی اسکی تاویل یہ ہی کہ معلوم نہ ہو کہ وقت ثانی غلام کے مرافعہ سے پہلے غلام ثالث نے مرافعہ کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک غلام کے آزاد کیے جانے کی وصیت کی اور دوسرے غلام کی فلان شخص کے ہاتھ اسقدر ثمن پر فروخت کرنے کی وصیت کی حالانکہ بہ نسبت قیمت کے ثمن مین سے اسقدر کم کیا ہو کہ اُسکا تہائی مال ہوتا ہی تو یہ تہائی دونون مین بالنصف نصف ہوگی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر دو غلام چھوڑے اور دو وارث چھوڑے اور دونون غلام اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہین (یعنی غلام اول و دوسری ۱۲) اور وصیت کی ہو کہ ان دونون مین سے ایک غلام زید کو دیا جاوے تو دونون وارثون پر جبر کیا جائیگا کہ دونون غلامون مین سے کسی ایک پر وصیت ہونے کے واسطے اتفاق کرین اور اگر موصی لہ نے دونون غلامون کو آزاد کر دیا پھر وارثون نے کسی ایک پر اتفاق کیا تو وہی آزاد ہو جائیگا اور اگر موصی لہ نے کسی معین کو آزاد کیا پھر وارثون نے بھی اُسی پر اتفاق کیا تو وہ آزاد نہوگا - اور اگر میت نے ان دونون مین سے ایک آزاد کیے جانے کی وصیت کی پھر دونون وارثون نے ایک ساتھ یا آگے پیچھے ایک ایک کو اختیار کیا تو دونون پر جبر کیا جائیگا کہ ایک ہی غلام پر اتفاق کرین - اور اگر دونون مین سے ایک نے دونون غلامون مین سے ایک کو میت کی طرف سے آزاد کیا پھر دوسرے کو تو دوسرا میت کی طرف سے ہوگا اور پہلا خود وارث کی طرف سے ہوگا پس اگر خواہ مخواہ تو اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا - اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے ایک ساتھ کہا کہ مین نے یہ غلام میت کی طرف سے آزاد کیا تو دونون پر جبر کیا جائیگا کہ دونون ایک ہی غلام پر اتفاق کرین پس جب دونون نے ایک پر اتفاق کیا

تو دوسرا غلام اُسکے آزاد کرنے والے کی طرف سے ہوا پس اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا بشرطیکہ خوشحال ہو۔ اور اگر دونون نے آزاد نکیا بلکہ دونون نے ایک غلام پر اتفاق کیا کہ اسکو میت کی طرف سے آزاد کردین پھر دونون نے رجوع کرکے دوسرے کو اسواسطے معین کیا تو دونون کو رجوع کا اختیار نہوگا اور اول ہی میت کی طرف سے آزاد کیا جائیگا پس اگر دونون مین سے ایک وارث نے اول غلام جسکو دونون نے معین کیا ہے آزاد کردیا تو میت کی طرف سے اُسکا آزاد کرنا صحیح ہے اسی طرح دونون کے باتفاق معین کرنے کے بعد اُسکو وصی نے آزاد کردیا تو بھی صحیح ہے۔ اور اگر اپنے غلام آزاد کرنے کی وصیت کی اور وہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے۔ تو وارث کی جانب سے قرابت ہونے کی وجہ سے وصی سے آزاد نہوگا اور نہ وصی کی جانب سے بسبب قرابت کے آزاد ہوگا۔ اور دونون مین سے جسنے اُسکو آزاد کیا تو میت کی طرف سے آزاد ہوجائیگا۔ اور اگر وصی نے اُسکے عتق کی تعلیق شرط یا اضافت کے ساتھ یا وقت آیندہ کے ساتھ کی تو آزاد نہوگا۔ اور وارث کی طرف سے ایسی تعلیق مین آزاد ہوجائیگا جبکہ شرط پائی جاوے اور یہ میت کی طرف سے آزادی ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے اور اس سے زیادہ کچھ نہایا وصیت کی کہ غلام اپنی قیمت سے فروخت کیا جاوے تو یہ باطل ہے کیونکہ اس وصیت مین کوئی شئی قربت نہین ہے تاکہ موصی کے حق کے واسطے اُسکی تنفیذ واجب ہو یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اپنی بیٹی کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ برضامندی دختر کردیا اور غلام مذکور کی وصیت کسی شخص کے واسطے کردی اور وہ تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے پھر مرگیا تو نکاح فاسد نہوگا اور اگر غلام مذکور موصی لہ کا قریب رشتہ دار ہو تو جب تک موصی لہ وصیت کو قبول نکرے یا وصیت سے پہلے مرنجاوے تب تک اُسکے پاس سے آزاد نہوجائیگا اور اگر میت کے عصبہ کا قریب ہو پس اگر موصی لہ نے وصیت کو رد کیا تو اُنکے پاس سے آزاد ہوجائیگا اسواسطے کہ اُنکی ملک مین داخل ہوا ہے۔ اور اگر غلام مذکور تہائی مال سے برآمد نہوتا ہو تو نکاح فاسد ہوجائیگا اسواسطے کہ دختر مذکور اُسکے کسی قدر رقبہ کی مالک ہوئی ہے۔ اور اگر غلام مذکور کے عتق کی وصیت کی اور میت کا اسکے سوائے کچھ مال نہین ہے تو نکاح فاسد نہوگا اور جب وارثون نے اُسکو آزاد کردیا تو اُنکے حصہ کے واسطے اپنی قیمت مین سے سعایت کریگا اور اگر آزاد کرنے سے پہلے وہ غلام مرگیا تو وصیت باطل ہوگئی کیونکہ محل عتق فوت ہوگیا ہے اور اگر دختر نے اپنا مہر نہ لیا ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ وصیت باطل کردے اور غلام اُسکے مہر کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور نکاح فاسد نہوگا اور مہر دینے کے بعد شئی غلام مین سے جو کچھ باقی رہے وہ میراث ہوگا۔ اور اگر غلام پر دختر کا مہر بلکہ میت پر اُسکی قیمت کے برابر یا زیادہ قرضہ ہو تو قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور نکاح فاسد نہوگا پھر اگر مشتری نے بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کردیا تو حال جیسا تھا ویسا ہی ہوجائیگا۔ اور اگر بغیر حکم قاضی واپس کیا اور کسی وجہ سے میت کا قرضہ ساقط ہوگیا تو وصیت غلام باطل ہوجائیگی اور نکاح فاسد ہوجائیگا اسواسطے کہ یہ بیع جدید ہوگی بحق ثالث۔ اور اسی طرح اگر میت پر قرضہ نہو بلکہ غلام نے کوئی جنایت کی جسمین وہ دیدیا گیا یا وارثون کے اُسکا فدیہ دیدیا تو بھی نکاح فاسد نہوگا یہ مبسوط سرخسی مین ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ ایک آدمی فروخت کیا جاوے تو وصیت صحیح ہوگی پھر جسطرح وصیت کی ہے اُسی کے موافق فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن مین سے مقدار تہائی کے کم کیجائیگی اگر ایسا کوئی شخص خریدار بنایا جاوے جو وارثون کو اس سے زیادہ دے۔ اور اگر وصیت کی کہ زید کے ہاتھ فروخت کیا جاوے اور ثمن بیان کیا تو اُسکی قیمت کے عوض زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا قیمت مین سے کچھ کم نکیا جائیگا چاہے زید اُسکو خریدے یا نخریدے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مساوی قیمت کے تین غلام اور ایک وارث چھوڑ کر مرگیا پھر وارث نے ایک غلام سے کہا

یعنی اگر وہ غلام تہائی مال سے برآمد ہو تو قرضہ ثابت نہوگا پس اگر وہ وارث خوشحال ہو تو قرضہ ثابت کرکے غلام کو بیچ دیگا پس اگر وہ وارث ناداری کی وجہ سے بیچ نہوسکا تو قرضہ ساقط ہوجائیگا پس اگر وہ وارث خوشحال ہوگیا تو قرضہ ثابت کرکے غلام کو بیچ دیگا پس اگر وہ وارث ناداری کی وجہ سے بیچ نہوسکا تو قرضہ ساقط ہوجائیگا پس اگر وہ وارث خوشحال ہوگیا تو قرضہ ثابت کرکے غلام کو بیچ دیگا پس اگر وہ وارث ناداری کی وجہ سے بیچ نہوسکا تو قرضہ ساقط ہوجائیگا

کہ تجھے میت نے آزاد نہین کیا پھر کہا کہ نہین بلکہ آزاد کیا ہی پھر دوسرے وقتہ سے یون ہی کہا تو سب کے سب آزاد ہو جائینگے اور کسی پر سعایت واجب نہوگی اسی طرح اگر اُسنے پہلے میت کی طرف سے آزاد کرنے کا اقرار کیا پھر انکار کیا تو بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ اقرار کے بعد انکار واقع ہونے سے اقرار باطل نہین ہوتا ہی۔ اور اگر اُسنے کہا کہ سب تمکو آزاد نہین کیا ہی پھر کہا کہ نہین بلکہ تمکو آزاد کیا ہی پھر کہا کہ سب کو تو استحسانًا اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کرینگے اسی طرح اگر کہا کہ تم کو میت نے آزاد کیا ہی پھر کہا کہ تم مین سے کسی کو آزاد نہین کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر کہا کہ تمکو آزاد کیا ہی پھر کہا کہ اسکو نہین آزاد کیا ہی تو یہ دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور دونون باقیون مین سے ہر ایک نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور اگر اسکے بعد دوسرے سے کہا کہ تجھے آزاد نہین کیا ہی تو تیسرا بلا سعایت آزاد ہو جائیگا اور اول دوم کی سعایت بحالہ باقی رہیگی۔ اور اگر کہا کہ تمکو آزاد کیا ہی پھر کہا کہ اسکو آزاد نہین کیا ہی اور نہ اسکو اور نہ اسکو۔ تو سب آزاد ہو جائینگے اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کی سعایت کریگا۔ اور اگر کہا کہ اسے غلام نے تجھے میت نے آزاد نہین کیا ہی اور سکوت کیا پھر دونون باقیون سے بھی اسی طرح کہا پھر کہا کہ تمکو آزاد کیا ہی تو سب آزاد ہو جائینگے اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اگر پھر ایک بعد دوسرے کے سب کے حق سے انکار کیا ہی۔ اور اگر ایک کے واسطے کہا کہ تجھکو آزاد کیا ہی پھر سکوت کیا پھر دوم و سوم سے بھی اسی طرح کہا تو سب اول اور نصف دوم اور ربعہ سوم از سوم آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے اور زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو اُسکا تہائی مال مقدار تہائی اور بمقدار ادنی قیمت غلام پر تقسیم کیا جائیگا (پس جسقدر تہائی کے پرتے مین آوے وہ زید کو ملیگا اور جسقدر ادنی قیمت غلام کے پرتے مین آوے اُس سے غلام خرید کر آزاد کیا جاویگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی ثلث سودرم کے آزاد کیا جاوے حالانکہ اُسکا تہائی مال سودرم سے کم ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی طرف سے کچھ آزاد نکیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے تہائی مال سے خرید کرنے آزاد کیا جائیگا۔ اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اگر اپنی طرف سے تہائی مال سے ایک آدمی آزاد کرنے کی وصیت کی اور وصی نے اسکی تعمیل کی پھر اسقدر قرضہ لاحق ہوا جو باقی دو تہائی کو گھیرے ہوے ہی تو عتق مذکور موصی کی طرف سے ہوگا اسی طرح اگر ایسا وصی ہو جسکو قاضی نے مقرر کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر قاضی یا امین قاضی نے ایسا کیا پھر قرضہ ظاہر ہوا تو عتق باطل ہوگا اور قاضی یا اُسکا امین اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا نہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ زید کا غلام خرید کر کے میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے تو وہ غلام تہائی مال سے خریدا جائیگا اور اگر تہائی مال کے عوض زید نے اپنا غلام فروخت کرنے سے انکار کیا تو تہائی مال روک رکھا جائیگا یہانتک کہ زید اسکے عوض فروخت کرے اور اگر غلام مذکور مر گیا تو اس وصیت کے نفاذ کا محل فوت ہوگیا پس اسید نفاذ نہی پس یہ تہائی مال وارث کو واپس دیا جائیگا۔ یہ اُسوقت ہی کہ جسکے عوض خریدا جاوے اُسکو تہائی بیان کر دیا ہو اور اگر ایک شخص کو وصیت کی کہ ان سودرمون معینون سے ایک مملوک خرید کر کے تہائی سے میری طرف سے آزاد کر دے پس وصی نے ان دراہم کے عوض خرید کر کے میت کی طرف سے آزاد کر دیا پھر ایک مدعی نے ان سودرمون پر یا انمین سے بعض پر اپنا استحقاق ثابت کیا یا میت کے مال پر اسقدر قرضہ ثابت ہوا جسکی تہائی سے سودرم زائد ہوتے ہین تو وصی ان سودرم کا ضامن ہوگا پھر اگر میت کا کچھ مال عین یا دین ظاہر ہوا جو معلوم نہ تھا اور مملوک آزاد کردہ شدہ کا ثمن اسکا تہائی ہوتا ہی تو وصی ضمان سے بری ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام مسمی میرے واسطے فروخت کیا جاوے اور اُسکے ثمن سے دوسرا غلام خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پس وصی نے اُسکو فروخت کر کے اُسکے ثمن سے دوسرا خرید کر کے آزاد کر دیا پھر مشتری نے غلام اول مین کوئی عیب پا کر وصی کو واپس دیا تو وصی اُسکے ثمن کا ضامن ہوگا پھر اگر اُسکو دوبارہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا

پس اگر مثل ثمن اول کے فروخت کیا تو عتق میت کے واسطے جائز ہوگا اور اگر کم یا زیادہ کے عوض فروخت کیا تو عتق وصی کی طرف سے ہوگا اور میت کی طرف سے اسی ثمن سے دوسرا غلام خرید کر کے آزاد کیا جائیگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب مشتری نے وصی کو بحکم قاضی واپس دیا ہو کہ اس صورت مین بیع کے نحی مین بیع فسخ ہوگی پس غلام مذکور میت کی قدیمی ملک مین عود کریگا اور اگر دو باہمی رضامندی سے ہو تو ایسا نہین ہی اسواسطے کہ باہمی رضامندی سے جو واپسی ہووہ متعاقدین کے سوائے تیسرے کے حق مین بیع جدید ہوتی ہی پس ایسا ہوگا گویا وصی نے اسکو نئی خرید پر اپنے واسطے خریدا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر غلام مذکور بسبب عیب کے واپس نہ دیا گیا بلکہ استحقاق مین لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا پھر وصی وارثون کے حصہ مین سے کچھ نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ایک آدمی خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے اور اُسکا مال تین سو درم ہی پس وصی نے سو درم مین ایک غلام خرید کر کے آزاد کیا اور باقی دو سو درم وارثون کو دیدیے پھر وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا اور رقیق کر دیا گیا اور وصی نے بائع سے سو درم لے لیے تاکہ اُنسے دوسرا غلام خرید کرے پس وہ سو درم تلف ہوگئے تو وصی وارثون سے جو کچھ اُنھون سے لیا ہی اُسکا تہائی لے لیگا نا کہ اُس سے دوسرا غلام خریدے یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور پہلے اس سے جو مقاسمہ ہوگیا ہی وہ جب تک موصی کا مقصود حاصل نہووے بتنک باطل ہی اور صاحبین رح کے نزدیک وصی نے وارثون کے ساتھ جو حصہ بانٹ کر لیا ہی وہ جائز رہیگا اور جو کچھ وارثون کو پہونچا ہی اُسمین سے وصی پھر کچھ نہین لے سکتا ہی اور وصیت باطل ہوگئی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے واسطے فلان مملوک خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پس وصی نے اُسکو خریدا پھر وہ مرگیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اسی طرح آزاد ہونے سے پہلے اگر اُسنے کوئی ایسی جنایت کی جسکے جرم مین دیدیا گیا تو بھی وصیت باطل ہوگئی۔ اور اگر وارثون نے اُسکا فدیہ دیدیا تو فدیہ دینے مین متطوع ہونگے اور وہ میت کی طرف سے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر ایک باندی کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور وہ اُسکے تہائی مال سے برآمد نہین ہوتی ہو تو اُسکا حال بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور اگر باندی یا نفسہ قبل آزاد کیے جانے کے بچہ جنی تو بچہ اور وارثون کی تہائی مملوک ہوگا اور باندی ہر دو حال مین وارثون کی قرابت دار نہی ہو تو اس وجہ سے آزاد نہو جائیگی بلکہ میت کی طرف سے آزاد کرنے سے آزاد ہوگی اور اگر بعضے وارثون نے اُسکو اپنی طرف سے آزاد کیا تو اُسکی طرف سے آزاد نہوگی بلکہ میت کی طرف سے آزاد ہو جائیگی۔ اسی طرح اگر وارث نے کہا کہ تو آزاد ہی اگر تو دارمین داخل ہویا کہا تو آزاد ہی بعد میری موت کے تو وہ مدبرہ نہوگی بلکہ اگر دارمین داخل ہویا وارث مذکور مر جاوے تو وہ میت کی طرف سے آزاد ہو جائیگی۔ اور اگر وارث نے اُس سے کہا کہ تو ہزار درم پر آزاد ہی اگر تو قبول کرے پس اُسنے قبول کیا تو مکاتبہ آزاد ہو جائیگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک رقبہ آزاد کیا جاوے کسی حق واجب کی وجہ سے جیسے ظہار کی کفارہ یمین کی تو مثل تطوعات کے اُسکے تہائی مال سے آزاد کیا جائیگا اور حج ذرکوٰۃ کا بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اپنی طرف سے ایک آدمی آزاد کیے جانے کی وصیت کی اور وہ اُسکے لیے خریدا گیا یا اپنی مملوکہ ایک باندی آزاد کیے جانے کی وصیت کی اور وہ اُسکا تہائی مال ہی پھر اس رقیق پر کسی نے کوئی جنایت کی تو اُسکا ارش وارثون کو ملیگا اور اگر وارثون نے اُسکا نکاح کر دیا تو جائز نہین ہی۔ اور اگر ایک شخص کو وصیت کی کہ میرا یہ غلام فروخت کر کے اسکا ثمن مسکینون کو صدقہ کر دے پس وصی نے اُسکو فروخت کر کے اُسکا ثمن وصول کیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہوگیا پھر غلام مذکور مشتری کے پاس سے استحقاق مین لے لیا گیا تو فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رح پہلے فرماتے تھے کہ وصی ثمن مشتری کا ضامن ہوگا اور کسی سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ وصی ثمن کا ضامن ہوگا اور اُسکو مال میت سے واپس لیگا۔

۵۷ مجلس میں سو درم تین آدمی سے زائد کی وصیت کی ہو تو جائز ہی یا نہین فتاوی ہی ۱۲

اور یہی صاحبین رح کا قول ہی یہ مبسوط مین ہی -

فصل - اگر چند وصیتین مجتمع ہوجاوین تو تہائی مال مین یا تو کل وصیتون کی گنجایش ہوگی یا سب کی گنجائش نہوگی پس اگر سب کی گنجائش ہو تو سب وصیتین تہائی مال سے نافذ کیجائینگی خواہ یہ وصیتین اللہ تعالی کے واسطے ہون مثلاً وصیت قربت جیسے حج فرض وزکوۃ وروزہ و نماز وکفارہ ونذر وصدقہ فطر وقربانی وحج تطوع وروزہ نفل وبناے مسجد واعتاق مملوک وذبح بدنہ وغیرہ یا بندون کے واسطے ہون جیسے زید وبکر وخالد وغیرہ کے واسطے - اور اسی طرح اگر تہائی مال مین اسقدر گنجائش نہو لیکن وارثون نے اجازت دیدی کہ تمام مال سے نافذ کیجاوین - اور اگر تہائی مین گنجائش نہو اور وارثون نے اجازت بھی ندی پس یا تو سب وصیتین اللہ تعالے کے واسطے ہونگی یعنے وصایاے تقرب ہون - یا بعض اللہ تعالے کے واسطے اور بعض بندون کے واسطے ہونگی - یا سب وصیتین بندون کے واسطے ہونگی - پس اگر سب وصیتین اللہ تعالے کے واسطے ہون پس یا تو سب وصیتین فرائض ہونگی یا سب واجبات ہونگی یا سب نوافل ہونگی یا وصیتون مین فرائض وواجبات ونوافل مین سے سب قسم کی جمع ہونگی - پس اگر سب فرائض برابر ہون تو پہلے وہ وصیت نافذ کیجائیگی جسکو موصی نے مقدم کیا ہی یہ ہدائع مین ہی - اور اگر حج وزکوۃ کی وصیت کی تو حج مقدم ہوگا اگرچہ موصی نے لفظاً اُسکو موخر کیا ہو - اور کفارہ قتل وکفارہ قسم مین جسکو میت نے مقدم کیا ہو وہی مقدم کیا جائیگا اور کفارہ فطر اور کفارہ قتل بخطا مین پہلے کفارہ قتل ادا کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور مشائخ نے فرمایا کہ حج وزکوۃ دونون کفارات پر مقدم کی جائینگی اور کفارات سب کے سب صدقہ فطر پر مقدم ہین اور صدقہ فطر قربانی پر مقدم ہی اگرچہ ہمارے نزدیک قربانی بھی واجب ہی لیکن صدقہ فطر کے واجب ہونے پر اتفاق ہی اور قربانی کا واجب ہونا محل اجتہاد ہی پس جسپر اتفاق ہی اُسکی تقدیم بسبب اُسکے اقوی ہونے کے اولی ہی اسی طرح صدقہ فطر ایسے روزہ کے کفارہ سے جو رمضان مین نہین رکھا ہی مقدم ہی - اور مشائخ نے فرمایا کہ صدقہ فطر بہ نسبت نذر کے مقدم کیا جائیگا اور نذر بہ نسبت قربانی کے مقدم ہی اور قربانی بہ نسبت نوافل کے مقدم ہی - اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہی اُسوقت ہی کہ جب وصیتون مین کوئی اعتاق منجز نہو اور اعتاق مرض الموت نہو اور اعتاق معلق بموت یعنے مدبر نکیا ہو اور اگر ہوگا تو پہلے وہی مقدم کیا جائیگا کیونکہ اعتاق منجز واعتاق معلق بموت قابل فسخ نہین ہوتا ہی پس بسبب اقوی ہونے کے مقدم کیا جائیگا - ایک شخص نے حج وقربت کے کامون اور ایک مسجد معین کے سامان درستی کی وصیت کی اور اقوام معین کے واسطے اور بھی وصیتین کین اور تہائی مال مین ان تمام وصیتون کے تنفیذ کی گنجائش نہین ہی تو تہائی مال تمام وصیتون پر تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر اقوام معین کے حصہ مین آیا اُسمین سے ہر ایک اپنا اپنا حصہ رسد لیگا اور جسقدر کارہاے ثواب کے پرتے مین پڑا اور اُسمین سے سواے حج کے کوئی قربت واجبہ نہین ہی تو پہلے حج کی تقدیم کیجائیگی پس اگر سب مال حج مین صرف ہوگیا تو باقی کارہاے ثواب کی وصیتین باطل ہوجائینگی اور اگر حج مین سے کچھ باقی رہا تو نوافل مین سے جسکو میت نے مقدم کیا ہی اُسی سے ابتدا کیجائیگی پھر اسکے بعد جسکو میت نے مقدم بیان کیا ہو علی ہذا القیاس - اور اگر میت نے نوافل مین سے کسی کی تقدیم نہ کی ہو تو باقی سب پر حصہ رسد تقسیم کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور آزاد کیے جانے کی وصیت مین اگر اعتاق کسی کفارہ کا واجب ہو تو اُسکا حکم مثل حکم کفارات کے ہی اور ہم اسکو بیان کرچکے ہین اور اگر واجب نہو تو اُسکا حکم مثل نفل وصیتون کے ہی جیسے فقیرون پر صدقہ کردینا اور مسجد بنانا اور نفل حج کرانا وغیرہ - اور اگر وصیتون مین سے بعض للہ تعالے ہون اور بعض بندون کے واسطے ہون پس اگر اُسنے اقوام معین کے واسطے وصیت کی ہو تو وہ لوگ بقدر اپنی اپنی وصیتون کے تہائی مال مین حصہ دار

گیے جاوینگے پھر جسقدر بندون کے حصہ مین زیادہ امنین یکسان رہیگا بعض کو بعض پر تقدیم نہوگی اور جو للہ تعالے وصیتون کے پورے مین پڑا ہو وہ جمع کرکے پہلے اُس سے فرائض ادا کیجاوینگی پھر واجبات اور پھر نوافل - اور اگر للہ تعالی وصیتون کے ساتھ بندون مین سے ایک شخص معین کے واسطے وصیت ہو تو قربت کی وصیتون کے ساتھ وہ شخص بھی اپنی وصیت کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور ہر جہت قربت ایک علیحدہ شریک قرار دیجائیگی پس اگر اُسنے کہا کہ میرا تہائی مال حج وزکوۃ وکفارات وزید کے واسطے ہو تو تہائی مال چار حصون پر تقسیم ہوگا جسمین سے ایک حصہ زید کو ملیگا اور ایک حصہ حج کے واسطے اور ایک حصہ زکوۃ کے واسطے اور ایک حصہ کفارات کے واسطے ہوگا یہ بدائع مین ہے - اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ہر سال سو درم سے حج کیا جاوے تو ایک سال اُسکی طرف سے حج کردیا جائیگا اسی طرح ثواب کی نظر سے کسی آدمی کا آزاد کرنا اور فقیرون کو صدقہ دینا بھی یہی حکم رکھتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر سب وصیتین بندون کے واسطے ہون تو سب سے قوی مقدم ہوگی پھر اُس سے نیچے جو سب سے قوی ہو علی ہذا القیاس اور یہ ہوگا کہ جسکو میت نے مقدم کیا ہے وہی مقدم ہوگی حتی کہ کہا گیا ہے کہ اگر وصایا مین عتق متخیر ہو تو باقی وصیتون پر مقدم ہوگا اور اگر سب وصیتین قوت مین برابر ہون تو صاحبان وصیت باہم حصہ رسد بانٹ لینگے اور اسکے معنی یہ ہین کہ سب لوگ اپنے اپنے حق کے واسطے تہائی مال مین بقدر حقوق شریک ہوجائینگے اور یہ ہوگا کہ جسکی میت نے تقدیم کی ہے وہ مقدم کیا جاوے - اور اگر سب وصیتین نوافل ہون اور اُنمین سے کوئی معین نہو مثلاً یون وصیت کی کہ میری طرف سے نفل حج کیا جاوے اور وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے یعنی نفل طور پر اور اُسکو معین نکیا اور اسطرح وصیت کی کہ میری طرف سے فقیرون کو صدقہ دیا جاوے اور اُنکو معین نکیا تو ایسی صورت مین جس سے میت نے شروع کیا ہے اُسی سے شروع کیا جائیگا ظاہر الروایۃ مین امام محمد رح نے اسکو صریح بیان فرمایا ہے - اسی طرح ازراہ ثواب ایک غیر معین مملوک آزاد کردینا ایسی وصیت کی صحت للہ تعالی ہے اور عاملے بندے کے تعین صحیح ہے یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے وصیت کی کہ سو درم فقیرون کو دیے جاوین اور سو درم اقربا کو دیے جاوین اور سو درم میرے باپ کے فلان دوست کو دیدیے جاوین اور میری قضا نمازون کے واسطے فقیرون کو کھانا دیا جاوے پھر مرگیا اور اُسپر ایک مہینہ کی نمازین قضا ہین اور اُسکا تہائی مال ان سب وصیتون کے واسطے کافی نہین ہے تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ تہائی مال مین تین حصے کیے جاوین سو درم فقیرون کا حصہ اور سو درم اقربا کا اور ہر نماز کے واسطے ایک سیر گیہون کے حساب سے جسقدر گیہون ہون اُنکی قیمت کا ایک حصہ قرار دیکر تہائی مال ان سب پر حصہ رسد تقسیم کیا جاوے پس جسقدر اقربا کے حصہ مین پڑے وہ اُنکو دیدیا جائیگا اور جسقدر فقیرون وطعام کے حصہ مین آوے اُسمین طعام پہلے دیا جاویگا اور جب طعام پورا ہوجاوے تو باقی فقیرون کو دیا جائیگا یعنے نقصان فقیرون کے حصہ مین رکھا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور کسی نے حجۃ الاسلام کی وصیت کی تو اُسکی طرف سے اُسکے شہر سے ایک شخص کو سوار کرکے حج کرادینگے پس اگر نفقہ میت یہان سے پورا نہ پڑتا ہو تو جہان سے پورا پڑے وہان سے حج کرادینگے - اگر ایک شخص اپنے شہر سے حج کے واسطے نکلا اور راہ مین مرگیا اور وصیت کرگیا کہ میری طرف سے حج کرایا جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے شہر سے حج کرایا جائیگا اور یہی قول زفر رح کا ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک جہانتک پہنچ گیا ہے استحسانًا وہان سے حج کرایا جائیگا اسی طرح اگر غیر کی طرف سے حج کرنے والا راہ مین مرگیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ کافی مین ہے -

چھٹا باب - اقارب و اہل بیت و پڑوسیون وبنی فلان اور یتیمون وموالی و شیعہ و اہل علم و حدیث وغیرہ کے

حق مین وصیت کرنے کے بیان مین - امام ابو حنیفہ رح نے ایسی وصیت کے استحقاق مین چار شرطون کا اعتبار کیا ہو ایک یہ کہ مستحق دو یا زیادہ ہون دوم یہ کہ امام رح اقرب کا اعتبار کرتے ہین چنانچہ اقرب کے ہوتے ہوے ابعد محجوب ہوگا جیسا کہ میراث مین ہوتا ہو سوم یہ کہ موصی کا ذی رحم محرم ہو حتے کہ چچا کا بیٹا ایسی وصیت کا مستحق نہین ہو اور چہارم یہ کہ ایسا نہو کہ جو موصی کا وارث ہو سکے اور اسمین عمر تین مرد سب یکسان ہین لذانی المحیط السرخسی اور نیز اسمین مسلمان و کافر مذکر و مؤنث و آزاد و غلام صغیر و کبیر سب برابر ہین اور صالحین رح کے نزدیک اُسکا ہر رشتہ دار بدوی جو مان یا باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہو اس وصیت مین داخل ہوگا اور انتہا اسکی اُس دادا یا نانا تک ہوگی جو اسلام مین اُسکا جد اعلی ہو اور حق وصیت مین اقرب و ابعد و واحد و جماعت و کافر و مسلمان سب برابر ہونگے - پھر آیا جد اعلی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہو تو بعض نے فرمایا کہ شرط ہو اور بعض نے فرمایا نہین شرط ہو لیکن یہ شرط ہو کہ اُسنے اسلام کا زمانہ پایا ہو اور بعد اسلام کے معروف ہو حتے کہ علوی نے اگر اپنے اہل قرابت کے واسطے وصیت کی تو جسنے اسلام کی شرط لگائی ہو وہ مال وصیت فقط اولاد علی رضی اللہ عنہ کی طرف صرف کریگا اور اولاد ابو طالب کی طرف صرف نکریگا اور جسنے اسلام کی شرط نہین لگائی ہو وہ اولاد ابو طالب کی طرف بھی صرف کریگا اُسمین اولاد عقیل و جعفر داخل ہونگے - اور اولاد عبد المطلب بالاجماع داخل نہونگے اسواسطے کہ عبد المطلب نے زمانہ اسلام نہین پایا ہو اور نیز وارث بھی بالاجماع داخل نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہو - اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر ترتیب ایک ہو تو وہ نصف وصیت کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو - اور جب ایسی وصیت مین والد و ولد داخل ہوے پس آیا دادا و نانا و پڑدادا وغیرہ داخل ہونگے تو زیادات مین مذکور ہو کہ داخل ہونگے اور اسمین کوئی اختلاف ذکر نہین فرمایا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو کہ یہ داخل نہونگے اور ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے مروی ہو اور یہی صحیح ہو - اور اگر ایک شخص نے دو چچا اور دو ماموں چھوڑے اور یہ لوگ اُسکے وارث نہین ہین مثلاً اُنکے ساتھ میت کا بیٹا بھی ہو تو مال وصیت ہر دو چچا کو ملیگا دونو ماموں محروم رہینگے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور صاحبین رح کے نزدیک مال وصیت ہر دو چچا و ہر دو ماموں کے درمیان چار حصہ ہوکر تقسیم ہوگا اور اگر اُسکا ایک چچا ہو اور دو ماموں ہون تو چچا کو تہائی کا نصف ملیگا اور باقی نصف ہر دو ماموں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک پوری تہائی ان سب مین تین حصہ ہوکر برابر تقسیم ہوگی - اور اگر اُسکا ایک چچا ہو اور سوا اُسکے اُسکا کوئی ذی رحم محرم نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی کا نصف اُسکے چچا کو ملیگا اور نصف باقی وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک نصف باقی اُسکے ذی رحم غیر محرم کی طرف صرف کیا جائیگا یہ بدائع مین ہو - اور اگر اُسنے ایک چچا و پھوپھی و ایک ماموں و خالہ چھوڑی تو مال وصیت چچا و پھوپھی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اسوجہ سے کہ دونون کی قرابت یکسان ہی یہ ہدایہ مین ہو - اور اگر اُسنے اپنے ایک ذی قرابت یا ایک ذی رحم کے واسطے وصیت کی تو ایک ہی تمام مال کا مستحق ہوگا حتے کہ اگر اُسنے چچا و ماموں چھوڑا تو چچا امام اعظم رح کے نزدیک کل مال کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو - اور اگر وصیت واسطے قرابت کے ہو اور اہل قرابت اسقدر ہون کہ شمار سے باہر ہون تو مشائخ نے اسکے جواز مین اختلاف کیا ہو بعض نے فرمایا کہ وصیت باطل ہو اور محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہو اور اسی پر فتوی ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو - اور اگر اہل بیت کے واسطے وصیت کی تو جو شخص اُسکے باپ کی طرف سے اُسکی طرف منسوب ہو داخل ہوگا اور اعلی باپ وہ قرار دیا جائیگا جو زمانہ اسلام مین ہو پس اُس باپ تک جتنے لوگ خاص باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہون سب داخل ہونگے حتے کہ اگر موصی علوی ہو تو اُسکی ایسی وصیت مین کل اولاد علی رضی اللہ عنہ جو باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہو داخل ہوگی اور اگر عباسی ہو تو کل اولاد عباس جو باپ کی طرف سے منسوب ہو داخل ہونگے

۱۲ منہ

شافعی کا یہ قول کہ پڑدادا اسلامین نہین پایا ہو تو وصیت سے نکلا ہو اسکا رد ہو کہ اسلام کا زمانہ پایا ہو

خواہ وہ مذکر ہون یا مونث ہون بشرطیکہ اُنکی نسبت باپ کی جانب سے ہو اور جسکی نسبت مان کی جانب سے ہو اُنمین سے کوئی داخل نہوگا اسی طرح اگر اُسنے اپنے نسب یا اپنے حسب کے واسطے وصیت کی تو یہ وصیت بھی اُسکے اہل قرابت کے واسطے جو اسلام کے زمانہ مین انتہائی پدر کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہون ہوگی حتے کہ اگر اُسکے آبا و اجداد اُسکے دین کے برخلاف غیر دین پر ہون تو وہ بھی داخل ہونگے اسواسطے کہ نسب وہ ہی کہ جو باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہو نہ ان کی طرف سے اور یہی حال حسب کا ہی چنانچہ اگر ہاشمی نے اپنی باندی سے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو وہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوگی نہ ان کی طرف و حسب اُسکے باپ کے اہل بیت ہین نہ مان کے پس ثابت ہوا کہ حسب و نسب باپ کے ساتھ مختص ہین مان کا داخل نہین ہی اسی طرح اگر جنس فلان کے واسطے وصیت کی تو باپ کی اولاد مراد ہوگی اور اسی طرح حی فلان سے بھی باپ کی اولاد مثل جنس کے مراد ہوگی اسی طرح آل فلان کیواسطے وصیت کرنا بھی بمنزلہ اہل بیت فلان کے ہی اور ایسی وصیت مین اہل قرابت مادری مین سے کوئی داخل نہوگا یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اہل بیت کے واسطے وصیت کی تو اُسکا ولد داخل نہوگا اسواسطے کہ اُسکا ولد اپنے باپ کی طرف منسوب ہی نہ مان کی طرف الا اُس صورت مین داخل ہوسکتا ہی کہ جب اُسکا شوہر اُسکے اہل قرابت مین سے ہو یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے اپنے اہل یا اہل فلان کے وصیت کی تو یہ وصیت خاصتہً اُسکی زوجہ کے واسطے ہوگی اور کسی کے واسطے نہوگی یہ قیاس ہی لیکن ہمنے استحساناً یہ حکم دیا ہی کہ اس وصیت مین ہر وہ شخص داخل ہوگا جو اُسکے گھر مین رہتا ہی جسکا نفقہ اُسپر ہی اور اُسکے ساتھ پرورش پاتا ہی لیکن اس وصیت مین اُسکے مملوک داخل نہونگے سا اور اگر دو شہرون یا دو بستیون مین اُسکے اہل ہون تو بسبب عدم افظ کے سب داخل ہوجائینگے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے اپنے متفرق تین بھائیون کے واسطے وصیت کی اور اُسکا ایک بیٹا ہو اور تو بھائیون کے واسطے وصیت جائز ہوگی اور تین حصہ برابر ہوکر تقسیم ہوگی اسواسطے کہ وہ سے ایک بیٹے کے ہوتے ہوسے وارث [illegible] اور اگر دختر ہو تو فقط باپ کی طرف یا فقط مان کی طرف کے بھائی کے واسطے وصیت جائز ہوگی اور مان و باپ دونون کی طرف سے [illegible] ہی اُسکے حق مین جائز نہوگی اسواسطے کہ وہ دختر کے ساتھ بطور عصبہ وارث ہوگا۔ اور اگر اُسکا بیٹا یا بیٹی نہو تو پوتی وصیت باپ کی طرف کے بھائی کے واسطے ہوگی اسواسطے کہ وہ وارث نہوگا اور حقیقی و اخیافی بھائی کے حق مین باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ یہ دونون اُسکے وارث ہونگے۔ اور اگر ایک عورت مرگئی اور اُسنے ایک شوہر چھوڑا اور ایک اجنبی کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو اجنبی کے واسطے اُسکا نصف مال ہوگا اور تہائی مال شوہر کو ملیگا اور چھٹا حصہ بیت المال مین داخل ہوگا اسواسطے کہ اجنبی پہلے تہائی مال بلا منازعت لے لیگا پھر وہ تہائی مال جو باقی رہا اُسمین سے آدھا شوہر لے لیگا اور باقی رہا تہائی مال سو اُسمین سے اجنبی کی تمام وصیت پوری کردی جائیگی پس چھٹا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی ایک چھٹا حصہ بلا مستحق و وارث رہگیا وہ بیت المال مین داخل ہوگا اور اگر عورت نے مال و شوہر چھوڑا اور اپنے قاتل کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو شوہر اُسکا نصف مال لے لیگا اسواسطے کہ قاتل کے حق مین جو وصیت ہوئی ہی اُس سے میراث مقدم ہی پھر باقی نصف مال کو قاتل موصی لہ سے لیگا اور بیت المال مین کچھ داخل نکیا جائیگا۔ اور اگر عورت نے اپنے شوہر کے واسطے نصف مال کی وصیت کی اور دوسری کوئی وصیت نہین کی تو شوہر اُسکا سب مال لے لیگا یعنے نصف مال بحکم میراث اور نصف مال بحکم وصیت لے لیگا۔ اور اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنی جورو چھوڑی کہ اُسکے سوا اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور ایک اجنبی کے واسطے اپنے پورے مال کی وصیت کی۔

لہ یعنی ایک سگا بھائی دوسرا باپ کی طرف سے علاتی اور تیسرا انقطاعی کی طرف سے اخیافی ۱۲

اور اپنی جورو کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو اجنبی تہائی مال کو بلا منازعت لے لیگا اور جورو کو باقی کی چوتھائی میراث ملیگی یعنے چھٹا حصہ کل مال کا پھر نصف مال باقی مین دونون پر برابر شریک ہونگے - اور اگر کوئی عورت مرگئی اور اپنے پورے مال کی اپنے شوہر کے واسطے وصیت کی اور سوائے شوہر کے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور ایک اجنبی کے واسطے بھی اپنے پورے مال کی وصیت کی یا دونون مین سے ہر ایک کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو پہلے اجنبی تہائی مال بلا منازعت لے لیگا باقی دو تہائی مین سے نصف مال یعنے ایک تہائی شوہر کو ملیگا سوا سطے کہ اجنبی کے واسطے وصیت بقدر تہائی کے میراث سے مقدم ہوتی ہی پھر باقی ایک تہائی مال تین حصے کیا جائیگا جسمین سے ایک حصہ اجنبی کو اور دو حصہ شوہر کو دیے جائینگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی واسطے اپنے اہل قرابت کے وغیر اہل قرابت کے وصیت کی تو فرمایا کہ یہ سب اہل قرابت کو دیا جائیگا اسمین سے وارثون کو کچھ واپس نہ دیا جائیگا گویا اُسنے یون کہا کہ واسطے اپنے اہل قرابت کے و بنی آدم کے وصیت کی - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اپنے برادرون کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو برادر مین وہ لوگ ہونگے جو اُسکے برادران معروف ہین اور اُسکی طرف منسوب ہین - اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے اپنے خشم کے وصیت کی تو خشم وہ لوگ ہین جنکی وہ شخص پرورش کرتا ہی اُسکے عیال مین ہین اور اُنکو نفقہ دیتا ہی پس اس وصیت مین اُسکا ولد و والد و زوجہ اور اُسکی ام ولد باندیان و مدبر و رقیق داخل نہونگے اور باقی اہل قرابت داخل ہونگے یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر اپنی قوم و عترت کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہی الا اُس صورت مین کہ یون کہے فقراء قوم یا فقراء عترت - اور اس صورت مین بھی اُنکے مماوک داخل نہونگے - اور اگر اپنے قدیمی لوگون کے واسطے وصیت کی تو وہ لوگ ہونگے جو تین سال سے اُسکے ساتھ ہین کذا فی محیط السرخسی **قال** المترجم خزانۃ المفتین مین ایک سال ہی فتوی ہی اور فرمایا کہ اگر نبی فلان کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو فلان جسکا نام لیا ہی وہ ایک قبیلہ کا پدر اعلی ہوگا جیسے بنی میم کا تمیم اور بنی اسد کا اسد ہی یا یہ فلان شخص فقط پدر خاص ہوگا یعنے جماعت کثیر کا باپ نہوگا - اور واضح رہے کہ اس باب مین جو سب سے اول ہوتا ہی وہ شعب ہی بفتح شین معجمہ پھر قبیلہ ہی پھر عمارہ ہی پھر بطن ہی پھر فخذ ہی پھر فصیلہ ہی چنانچہ قریش کے واسطے مضر شعب ہی اور کنانہ قبیلہ ہی اور قریش عمارہ ہی اور قصی بطن ہی اور ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پردادا فخذ ہی اور عباس فصیل ہی یہ ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی اور ان سب کا بیان اسطرح ہی کہ اگر اُسنے بنی کنانہ کے واسطے وصیت کی حالانکہ کنانہ ایک قبیلہ کا پدر ہی تو اس وصیت مین اولاد مضر داخل نہونگے اور اولاد کنانہ فصیلہ تک داخل ہوجائینگے بشرطیکہ وہ شمار مین ہون اور اگر بنی قریش کے واسطے جو پدر عمارہ ہی وصیت کی تو وصیت مین اولاد کنانہ و مضر داخل نہونگی اور اولاد قریش و قصے و اولاد قصے ہاشم و اولاد ہاشم و عباس و اولاد عباس سب داخل ہوجائینگی - اور اگر اولاد قصے کے واسطے جو قریش مین سے ایک بطن ہی وصیت کی تو اولاد مضر و کنانہ و قریش داخل نہونگی اور جو اُنسے نیچے ہین وہ سب داخل ہونگی اور اگر بنی ہاشم کے واسطے جو فخذ ہی وصیت کی تو جو اُنسے اوپر ہین وہ داخل نہونگی اور جو اُنسے نیچے ہین سو اولاد فصیلہ سب داخل ہونگی اور اگر بنی فصیلہ کے واسطے وصیت کی تو وصیت مین اولاد عباس و اولاد ابو طالب و اولاد علی کرم اللہ وجہہ داخل ہونگی اور جو اُنسے اوپر ہین وہ داخل نہونگی اور جب یہ سب معلوم ہوچکا تو ہم اُس مسئلہ کی طرف جو ہمنے اوپر ذکر کرکے چھوڑا ہی توجہ کرتے ہین یعنے جبکہ ایک شخص نے بنی فلان کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور فلان ایک قبیلہ کا پدر ہی اور اُسکی اولاد

مذکر و مؤنث سب ہین تو بالاجماع اُسکا تہائی مال مذکر و مونث سب اولاد مین برابر تقسیم ہوگا بشرطیکہ سب شمار مین داخل ہون اور اگر اولاد سب مؤنث ہون تو یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ تہائی مال ان سب عورتون کے واسطے ہووے - اور اگر سب مذکر ہون تو سب تہائی مال کے مستحق ہونگے - اور اگر فلان شخص پدر خاص ہو اور اُسکے اولاد ہو اور سب اولاد مذکر ہون تو مال وصیت ان بھون کا ہوگا اور اگر اولاد سب مؤنث ہون تو اُنکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اُسکی اولاد مین مذکر و مونث دونون ہون تو اسمین اختلاف ہے - امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مال وصیت فقط اُسکی اولاد مذکر کو ملیگا مونث کو نہ ملیگا - اور اگر فلان مذکور کی اولاد صلبی نہون بلکہ اُسکی اولاد کی اولاد ہون پس اگر اُسکی دختر کی اولاد ہون تو وہ اس وصیت مین داخل نہونگے - اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ اُسنے فلان کے واسطے وصیت کی ہو اور اگر ولد فلان کے واسطے وصیت کی ہو اور فلان مذکور کی فقط لڑکیان ہین تو وصیت مین داخل ہو جائینگی اور اگر فلان کے لڑکے اور لڑکیان دونون ہون تو بالاجماع یہ سب مال وصیت کے مستحق ہونگے اور مال وصیت ان سب کو برابر تقسیم کر دیا جائیگا مذکر کو مونث پر کچھ تفضیل نہوگی - اور فرمایا کہ اگر فلان مذکور کی کوئی حرہ حاملہ ہو تو جو کچھ اُسکے پیٹ مین حمل ہو وہ بھی وصیت مین داخل ہو جائیگا اور اس وصیت مین اولاد کی اولاد شامل نہوگی اور یہ اسوقت ہے کہ فلان مذکور پدر خاص ہو اور اگر پدر مخدج ہو تو اُسکے پشت کی اولاد کے ہوتے ہوے بھی اُسکی اولاد کی اولاد شامل ہو جائیگی - اور اگر فلان مذکور کے فقط ایک ہی ولد ہو تو پورا مال وصیت اُسی کا ہوگا بخلاف اسکے اگر اولاد فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کا فقط ایک ولد ہے تو وہ نصف وصیت کا مستحق ہوگا - اور اگر اولاد فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کی اولاد صلبی موجود نہین ہے تو اُسکے پسرون کی اولاد اس وصیت مین شامل ہوگی اور دخترون کی اولاد کے شامل ہونے مین دو روایتین مختلف ہین یہ محیط مین ہے - اور اگر وارثان فلان کے واسطے وصیت کی تو مال وصیت ان سب مین اسطرح تقسیم ہوگا کہ مذکر کو دو حصہ اور مونث کو ایک حصہ کے حساب سے دیا جائیگا یہ ہدایہ مین ہے - اور اگر وارثان فلان کے واسطے وصیت کی تو اس وصیت مین لڑکون کی اولاد داخل ہوگی اور لڑکیون کی اولاد شامل ہونے مین دو روایتین ہین اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ اختلاف روایت بھی لڑکیون کی مذکر اولاد کے شامل ہونے مین ہے اور لڑکیون کی مؤنث اولاد کے باب مین ایک روایت واحد ہے کہ لڑکیون کی لڑکیان شامل نہونگی یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر بنات فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کے لڑکے اور لڑکیان دونون ہین تو وصیت خاصتہ لڑکیون کے واسطے ہوگی اور اگر فلان کے لڑکے ہون اور لڑکون کی اولاد لڑکیان ہون تو وصیت خاصتہ لڑکون کی لڑکیون کے واسطے ہوگی - اور اگر فلان کی اولاد مین فقط لڑکیون کی لڑکیان ہون تو وہ وصیت مین شامل نہونگی اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہ حکم دو روایت مختلف مین سے ایک روایت کے موافق ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک اس حکم مین ایک ہی روایت ہے یعنے اسپر اتفاق ہے کہ لڑکیون کی لڑکیان داخل نہونگی اور اگر موصی نے وصیت کے ساتھ کوئی ایسی بات بیان کی ہو جس سے معلوم ہو کہ اُسنے لڑکیون کی لڑکیان مراد لی ہین مثلاً یون کہا کہ فلان شخص کے لڑکیان ہین اور اُنکی مائین مرگئی ہین یا مین نے اُسکی لڑکیون کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی - تو باتفاق الروایات لڑکیون کی لڑکیان شامل ہو جائینگی اسمین مشائخ کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہے - اور اگر آباے فلان و فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ اُنکے اباء و امہات موجود ہین تو سب وصیت مین شامل ہونگے اور اگر

اُنکے باسوا اُنکے نہوں بلکہ فقط اجداد و جدات ہوں تو وے وصیت مین داخل نہونگے اور اگر اُنکا ہر ولد فلان کے واسطے وصیت کی اور فلان شخص کے دو پسر ہین ایک دس برس کا اور دوسرا بارہ برس کا ہی تو یہ نیمچہ اکابر کے ہوگا۔ اور اگر بنی فلان کے واسطے وصیت کی اور فلان پسر نخستہ ہی یا بطن ہی یا قبیلہ ہی تو اسمین دو صورتین ہین یا بنی فلان شمار مین داخل ہونگے یا بے شمار ہونگے پس اگر شمار مین داخل ہون تو وصیت صحیح ہوگی خواہ وہ غنی ہون یا فقیر ہون اور اگر بے شمار ہون پس اگر سب فقیر ہون تو وصیت جائز ہوگی اور اگر غنی و فقیر دونون ہون اور اُنمین سے جتنے غنی ہین وہ بے شمار ہون بیچان مین نہ آتے ہون تو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ وصیت باطل ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی واسطے بنی فلان کے وصیت کی اور وہ پانچ ہین۔ پھر ظاہر ہوا کہ وہ تین یا دو ہین تو تہائی ان سب کو ملیگی۔ اور اگر کہا کہ واسطے ہر دو پسر فلان کے حالانکہ فلان کا فقط ایک لڑکا ہی تو اُسکو تہائی مین سے نصف ملیگا اور اگر کہا کہ واسطے زید و عمرو دو پسر فلان کے پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا فقط ایک لڑکا ہی تو اُسکو تہائی مال پورا ملیگا۔ اور اگر کہا کہ مین نے تہائی مال کی واسطے بنی فلان کے۔ اور وہ تین ہین وصیت کی پھر معلوم ہوا کہ وہ پانچ ہین تو وصیت انمین سے تین کے واسطے ہوگی اور انمین سے تین کے چھانٹنے کا اختیار وارثان موصی کو ہوگا اور اگر انکے ساتھ کسی اجنبی دیگر کے واسطے وصیت کی ہو تو چوتھائی اُسکو ملیگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے واسطے بنی فلان کے تہائی مال کی وصیت کی اور وہ پانچ ہین اور واسطے زید کے تہائی مال کی وصیت کی پھر معلوم ہوا کہ فلان شخص کے فقط تین لڑکے ہین تو زید ان سب کے ساتھ حصہ چہارم کا شریک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور موصی کو خبر دیگئی کہ اُسکا تہائی مال ہزار درم ہی یا اُسنے خود کہا کہ وہ یہ ہی پھر اُسکا تہائی مال اس سے زیادہ نکلا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ زید کو اُسکے پورے مال سے تہائی ملیگی اور جو تعداد بیان کی گئی ہی وہ باطل ہی اور اُسکا غلطی کرنا مقدار وصیت مین نقصان نہ پیدا کریگا کہ اُسنے حساب مین غلطی کی ہی اور یہ وصیت سے رجوع نہوگا اور یہی امام ابو یوسف کا قول ہی اور اگر کہا کہ مین نے اپنی تمام بکریون کی وصیت کی اور وہ سو بکریان ہین پھر ظاہر ہوا کہ بکریان زیادہ ہین۔ اور سب اُسکے مال سے برآمد ہوتی ہین تو پوری بکریون مین وصیت جائز ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اپنی بکریون کی وصیت کی اور وہ یہ ہین حالانکہ اُسکے پاس ان بکریون کے سوائے اور بھی بکریان ہین تو قیاساً یہ بھی مثل اول کے ہی لیکن مین اس مقام پر قیاس کو ترک کرتا ہون اور یہ حکم دیتا ہون کہ موصی لہ کو انھین بیان کردہ بکریون ہین سے بقدر تہائی مال کے ملینگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اپنے چھ قفیزون کی وصیت کی اور وہ تین ہین پھر ظاہر ہوا کہ وہ پانچ ہین تو پانچون تہائی مال سے وصیت قرار دیے جاوینگے یہ بدائع مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے تہائی مال کے واسطے شیعہ و محبین آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو فلان شہر مین مقیم ہین وصیت کی تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ بے شمار ہون تو قیاساً یہ وصیت باطل ہی ولیکن استحساناً جائز ہی اور اُنمین سے جسقدر فقیر ہین اُنھین کے واسطے ہوگی یہ تتمہ مین ہی قیاس ہی اور فرمایا کہ شیعہ وہ لوگ ہین جو آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف میلان رکھنے کے ساتھ معروف ہین اور وہی اس نام سے موسوم ہین نہ غیر اور یہی وہم موصی مین واقع ہوگا ایک شخص نے اپنے پڑوسیون پر تہائی مال کی وصیت کی تو بعض نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ شمار مین داخل ہون تو مال وصیت اُنمین سے فقیرون و تونگرون سب پر تقسیم کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر اہل مسجد فلان کے واسطے وصیت کی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر

وصیت کی کہ میرا تہائی مال مجاوران مکہ کے واسطے نکالا جاے تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہی پس اگر وہ لوگ بے شمار ہون تو اُنمین سے محتاجون پر تقسیم کیا جائیگا اور اگر شمار مین ہون تو سب افراد پر تقسیم ہوگا اور شمار کی تعریف امام ابویوسف رح سے اسطرح مروی ہی کہ اگر وہ لوگ بدون حساب و تحریر کے شمار نہ کیے جاوین تو وے شمار مین اور بشر رح نے فرمایا کہ اسکے واسطے وقت نہین ہی۔ ابوحفص نے فرمایا کہ اگر شمار کرنیوالا اُنکے شمار سے فارغ نہونے پاوے کہ اُنمین کوئی بچہ پیدا ہوجاوے یا کوئی مردہ مرجاوے تو وہ بے شمار کہلائینگے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر وہ سو سے زیادہ ہون تو بے شمار ہین اور بعض نے فرمایا کہ یہ قاضی کی راے پر ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ اور آسان وہ قول ہی جو امام محمد رح نے فرمایا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر یتیمان بنی فلان کے واسطے وصیت کی اور یتیمان بنی فلان شمار مین داخل ہین تو وصیت صحیح ہوگی اور مال وصیت سب کو دیا جائیگا جیسے کہ اگر یتیمان ایتن کو یا یتیمان ایتن دار کے واسطے وصیت کرنے کی صورت مین ہی اور سا سین غنی و فقیر سب برابر ہین اور اگر یتیمان بنی فلان بے شمار ہون تو بھی وصیت جائز ہی مگر اُنمین سے محتاجون کو مال وصیت دیا جائیگا۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے ارامل بنی فلان کے وصیت کی اور ارامل بنی فلان شمار مین ہین یا بے شمار ہین تو وصیت جائز ہی اور جب بہر حال وصیت جائز ہی پس اگر وہ شمار مین ہون تو مال وصیت اُن سب افراد کو دیا جائیگا اور اگر بے شمار ہون تو جانتک دسترس ہو اور معلوم ہوجاوین اُنکو تقسیم کیا جائیگا اور ادنی مقدار امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف کے نزدیک ایک ہی اور امام محمد رح کے نزدیک دو ہین۔ اور اگر واسطے اپنے پڑوسیون یا فلان کے پڑوسیون کے وصیت کی حالانکہ پڑوسی داخل شمار نہین ہین تو وصیت باطل ہی۔ اسی طرح اگر واسطے فلان مسجد والون یا فلان قید خانہ والون کے وصیت کی تو بھی یہی حکم ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر اپنی بیٹیون کے شوہرون کے واسطے وصیت کی تو یہ شامل ہی کہ جب بیٹی اُسکی وقت موت کے زوجہ ہو اور نیز جو طلاق سے عدت مین ہو اور بائن کے شوہر کو شامل نہین ہی۔ اور یتیمون کے واسطے وصیت کرنے مین غنی و فقیر سب شامل ہین بشرطیکہ داخل شمار ہون ورنہ خاصۃً فقیر یتیمون کو تقسیم کیا جائیگا اور نیز اندھون و لنجون اور قرضداروں اور مسافرون کے واسطے جو راہ مین محتاج ہوگیا ہو اور قیدیون و غازیون و ارامل کے واسطے وصیت مین بھی اگر یہ لوگ داخل شمار ہون تو غنی و فقیر سب کو شامل ہی اور اگر بے شمار ہون تو فقیرون کو تقسیم ہوگا قال ارامل جمع ارملہ وہ عورت ہی کہ بالغ ہوجانے کے بعد اُس سے مجامعت کی گئی ہو مگر اُسکا شوہر نہین ہی۔ شاب وہ نئی پندرہ برس سے نیتس یا چالیس برس تک ہی الا اُس صورت پر نہوگا کہ اس سے پہلے اُسپر بوڑھاپا غالب ہوجاوے اور کہل تیتس سے یا چالیس سے (۶۰) برس تک الا اس صورت مین پہلے ہوگا کہ اس سے پہلے اُسپر بوڑھاپا غالب ہوجاوے اور شیخ پچاس برس سے ہوتا ہی غلام یعنی لڑکا پندرہ برس سے کم ہوتا ہی الا یہ کہ وہ اس سے پہلے محتلم ہوجاوے تو بالغ ہوجائیگا اور عقب وہ ہوتا ہی جو اپنے باپ کی موت کے بعد باقی رہے اور نیز ورثہ بھی عقب ہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر اپنے پڑوسیون کے واسطے وصیت کی تو امام اعظم رح و امام زفر رح کے نزدیک بنا بر قیاس کے وہ لوگ ہین جو موصی کے دار سے ملاصق ہون اور استحسان کے موافق اور یہی قول صاحبین رح کا ہی کہ وصیت تمام ان لوگون کو شامل ہوگی جو موصی کے محلہ مین رہتے ہین اور مسجد محلہ اُنکا محل اجتماع ہو خواہ وہ مالک ہو یا کرایہ پر رہتا ہو مذکر ہو یا مونث ہو مسلمان ہو یا ذمی ہو صغیر ہو یا کبیر ہو سب برابر ہین مگر غلامون و باندیون و مدبرون و ام ولدون کو شامل نہین ہی اور مکاتب اس وصیت مین داخل ہی ایسا ہی محیط و زیادات مین بلا ذکر اختلاف مذکور ہی یہ کافی مین ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے ایک بڑھئی کے واسطے سو درم کی وصیت کی پھر اپنے پڑوسیون کے واسطے تمام مال کی وصیت کی تو

دیکھا جائیگا کہ جسقدر اس خاص پڑوسی کے حصہ مین پڑوسیون کی وصیت مین آتا ہو پس اگر سو درم سے کم ہو تو اُسکو سو درم دیے جاوینگے زیادہ کچھ نہ دیا جائیگا یعنی اکثر کے ضمن مین داخل کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر بنی فلان کے اندھون کے واسطے وصیت کی یا لنجون بنی فلان کے واسطے وصیت کی پس اگر وہ لوگ داخل شمار ہون تو وصیت مذکورہ اُنمین سے غنی و فقیر و مذکر و مونث سب کو شامل ہوگی اور اگر داخل شمار نہون تو وصیت خاصۃً اُنمین سے فقیرون و محتاجون کے واسطے ہوگی - اور اگر شابان بنی فلان یا ایامی بنی فلان یا ثیبات بنی فلان یا ابکار بنی فلان کے واسطے وصیت کی پس اگر یہ لوگ داخل شمار ہون تو وصیت جائز ہوگی ورنہ نہین - اور اگر اپنے آزاد کیے ہوؤن کے واسطے وصیت کی تو وصیت باطل ہے الا اُس صورت مین جائز ہوگی کہ جب اپنی حیات مین اُنکو بیان کردے اور آزاد کیے ہوؤن کی وصیت مین جنکو اپنی صحت مین اور جنکو مرض مین آزاد کیا ہی سب داخل ہونگے اور اُسکے مدبر و امہات اولاد و اولاد داخل نہونگی اور اگر اپنے غلام سے کہا ہو کہ اگر مین تجھے نہ ماردون تو تو آزاد ہی پھر اُسکے مارنے سے پہلے خود مر گیا تو وہ بھی وصیت مین داخل ہوگا - اور اگر موصی ایک شخص عرب کا ہو اور اُسنے اپنے موالی کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور اسمین اسفل معہ اپنی اولاد کے داخل ہوگا اور موالی موالات و معتق المعتق اسمین داخل نہونگے اور اگر اُسکے موالی اور اولاد موالی نہون تو تہائی مال مذکور اُسکے موالی موالی کو ملیگی یہ کافی مین ہی - اور اگر اُسکے موالی مین سے جنکو اُسنے آزاد کیا ہی یا اُنکی اولاد مین سے دو یا زیادہ رہے ہون یا اُن مین سے کوئی ایک اور اُسکے آزاد کیے ہوؤن کے آزاد کیے ہوے ہون تو مال وصیت اول کے دونون یا زیادہ کو ملیگا - اور اگر موالی کے واسطے بلفظ جمیع وصیت کی ہو حالانکہ اُسکے موالی یا اُسکی اولاد موالی مین سے کوئی ایک مرد رہا ہو سوائے ایک کے تو اُسکو تہائی کا نصف ملیگا اور نصف دیگر وارثون کو واپس کیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر واسطے بنی فلان کے مولاؤن کی وصیت کی اور فلان پدر فخذ ہی اور موالی مذکور داخل شمار ہین تو اُسمین آزاد کیا ہوا اور آزاد کیے ہوے کا آزاد کیا ہوا داخل ہوگا جسکا عتق نہ مارنے پر معلق کیا ہی سب داخل ہونگے اور مدبر و ام ولد داخل نہونگے یہ کافی مین ہی - فتاوی فضلی مین ہی کہ اگر اپنے موالی کے واسطے وصیت کی اور اس موصے کی ایک باندی تھی اُسکو اُسنے آزاد کر دیا تھا اور وہ ایک بچہ جنی تھی تو بچہ بھی وصیت مین داخل ہوگا بشرطیکہ اس بچہ کا باپ سوائے موصی کے دوسرے کا آزاد کردہ شدہ نہو اور اگر بچہ کا باپ سوائے موصی کے دوسرے شخص عربی کا آزاد کیا ہوا ہو تو بچہ بلا خلاف وصیت مین شامل نہوگا اور اگر بچہ کا باپ سوائے عرب کے کسی قوم کا آزاد کیا ہوا ہو تو امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک یہ بچہ مولایان مادر کا آزاد کردہ شدہ قرار دیا جائیگا اور اسمین امام ابو یوسف رح نے اختلاف کیا ہی - اور اگر ایک شخص نے اپنے موالی کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ اسکا کوئی مولی آزاد کیا ہوا نہین ہی اور نہ اُسکے آزاد کیے ہوے کی اولاد ہی اور نہ اُسکے آزاد کیے ہوے کے آزاد کیے ہوے ہین بلکہ اُسکے باپ یا بیٹے کے موالی ہین تو اُنکو وصیت مین سے کچھ نہ ملیگا اور اگر موصی کا کوئی مولا نہو سوائے ایسے موالی کے جو اُسکے یا اُسکے باپ کے ہاتھ پر اسلام لائے ہون تو تہائی مال وصیت اُنمین کو ملیگا اور اگر اُنکے ساتھ موصی کے آزاد کیے ہوے یا اُنکی اولاد ہون تو قیاساً یہ دونون فریق یکسان ہونے چاہیے ہین مگر استحساناً اُنمین کو ملیگا سوی الموالات کو کچھ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - نوادر بشر بن امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے اپنی امہات اولاد کے واسطے وصیت کی اور اُسکے بعض امہات اولاد اپنے ہین جو اُسکی زندگی مین آزاد ہو گئے ہین اور بعض امہات اولاد ایسے ہین جو اُسکی موت پر آزاد ہوے ہین تو وصیت خاصۃً بمعنین امہات

اولاد کے واسطے ہوگی جو اُسکے مرنے پر آزاد ہوسے ہین اور اگر امہات اولاد وہی ہون جو اُسکی زندگی مین آزاد ہوگئے ہین تو مال وصیت اُنکو ملیگا۔ اور اگر اُسنے اپنی امہات اولاد کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور اپنی موالات کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور اُسکی امہات اولاد ایسی ہین کہ اُسکی زندگی مین آزاد ہوگئی ہین اور اُسکے سوائے دوسری آزاد کی ہوئی باندیان ہین تو ہر فریق علیحدہ علیحدہ معتبر ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے اصہار کے واسطے وصیت کی تو اُسکی جورو کا جو شخص ذی رحم محرم ہو اُسکے واسطے وصیت ہوگی اور نیز وصیت مین ہر وہ شخص داخل ہوگا جو اُسکے باپ کی بوجہ یا ہر اُسکے ذی رحم محرم کی بوجہ کا ذی رحم محرم ہو اسواسطے کہ یہ سب اصہار ہین۔ اور وصیت مین وہی داخل ہوگا جو موصی کی موت کے روز اُسکا صہر ہو مثلاً اُسکی قوت کے وقت اُسکی جورو منکوحہ ہو یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو اسواسطے کہ حالت موت کا اعتبار ہوتا ہے کہ اگر موصی مرا اور جورو اُسکے نکاح مین ہی یا طلاق رجعی کی عدت مین ہی تو صہر مستحق وصیت ہوگا اور اگر طلاق بائن یا مین طلاقون کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت نہوگا۔ اور اگر اپنے اختان کے واسطے وصیت کی تو جو عورت موصی کی ذات رحم محرم ہو ہر ایک کے شوہر کو شامل ہی چنانچہ بیٹیون بہنون دخالاؤن وپھپھیصون کے شوہرون کو شامل ہی اور نیز انکے ازواج مین سے ہر ذی رحم محرم کو شامل ہی ایسا ہی امام محمد رح نے ذکر کیا ہی اسواسطے کہ ہر ایک ختن کہلاتا ہی یہ کافی مین ہی۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بنا بر عرف اہل کوفہ کے ہی اور باقی شہرون مین یہ عرف ہی کہ ختن اُسکو کہتے ہین جو دختر یا ذی رحم محرم کا شوہر ہو اور ازواج مین سے ذی رحم محرم پر اطلاق نہین کیا جاتا ہی اور حکم کا اعتبار عرف پر ہی یہ محیط مین ہی۔ اور موصی کی عورتون کی طرف سے ختن نہوگا مراد یہ ہی کہ اگر موصی کی جورو کے دوسرے شوہر سے کوئی لڑکی ہو تو اُسکا شوہر موصی کا ختن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر اپنے ننانی مال کی فقرا اپنی فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ وہ لوگ داخل شمار نہین ہین تو اُنکے موالی اور موالی موالی اور موالی الموالات و حلفاء و عدید سب شامل ہوجاوینگے پس جہانتک ممکن ہوگا اور قابو پاویگا ان سب پر برابر تقسیم کردیگا۔ حلیف وہ ہی جسنے کسی قوم سے موالات کی اور کہا تو مین سے ہوجا مین تجھ سے ہون اور تو مجھ سے ہو اور اسپر قسم کھائی اور وہی لوگ اُسکے واسطے موالات پر قسم کھاوین۔ عدید وہ ہی جو بلا قسم اُنمین شمار ہوجاوے۔ اور اگر سب مال انمین سے ایک ہی کو دیدیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دو یا زیادہ کو دیگا۔ اور اگر فلان مذکور بدیں مقاص ہو پدر قبیلہ یا فخذ تو ننانی مال مذکور اُسکے پشت کے اگر کون کو ملیگا اور سولی داخل نہوگا اور نیز حلیف بھی وصیت مین داخل نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور فقیہ ابو جعفر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وصیت کی تو ذکر فرمایا کہ ابو نصیر بن یحیی رح فرماتے تھے کہ یہ وصیت امام حسن و امام حسین علیہما السلام کی اولاد کے واسطے ہوگی ان دونون کے سوائے دوسرے کے واسطے نہوگی اور رہے عمری سو داخل وصیت ہونگے یا نہین پس فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ جو حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہو اور ان دونون سے متصل ہو وہ اس وصیت مین داخل ہوگا اور جو ان دونون کی طرف منسوب نہو اور نہ متصل ہو تو اس وصیت مین داخل نہوگا۔ اور اگر علویہ کے واسطے وصیت کی تو فقیہ ابو جعفر سے منقول ہی کہ نہین جائز ہی اسواسطے کہ وہ بے شمار ہین اور اس زمین ایسی کوئی ولایت نہین ہی جو فقط فقرا و حاجت پر واقع ہو پس فقرا علویہ و محتاجین کے واسطے وصیت ہوسکے کہ جائز ہوجاوے اور اگر فقرا علویہ کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی وعلی ہذا القیاس اگر فقہا کے واسطے وصیت کی تو جائز نہین ہی اور فقیر فقہا کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی۔ اسی طرح اگر طالب علمون کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہی اور اگر محتاج طالب علمون کے

واسطے وصیت کی تو جائز ہی اور امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی امام فرماتے تھے کہ علی ہذا القیاس اگر طالب علمان شہر فلان کے واسطے یا طالب علمان یتیم فلان کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی اور اگر وصی نے فقیہ طالب علمون یا علمون مین سے ایک کو دیدیا تو جائز ہی یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جب تک دو یا زیادہ کو نہ دے جائز نہین ہی اور اگر دو یا زیادہ کو دے تو جائز ہی۔ اور اگر فقیہ فقہاء کے واسطے وصیت کی تو فقیہ ابو جعفر رح سے منقول ہی کہ ہمارے نزدیک فقیہ وہ ہی کہ فقہ مین انتہا درجہ تک پہونچ گیا ہو اور فقہ سیکھنے والا فقیہ نہین ہی اور اُسکو وصیت مین سے حصہ نملیگا۔ اور اگر شہر فلان کے اہل علم کے واسطے وصیت کی تو اسمین اہل فقہ و اہل حدیث سب داخل ہونگے اور جو شخص فلسفہ کی باتین بیان کرتا ہی وہ داخل نہوگا اور آیا متکلمین داخل ہونگے یا نہین سو اس مسئلہ کا صریح ذکر کتابون مین نہین ہی اور شیخ ابو القاسم سے مروی ہی کہ کتب کلام کتب علم نہین ہین یعنے عرف مین اُنکو کتب علم نہین بولتے ہین اور فہم کی طرف تبادر نہین ہی پس مطلق کتابون کی تحت مین داخل نہونگی اور اس مسئلہ کے قیاس پر مسئلہ وصیت مین متکلمین داخل نہونگے۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے طالب علمان علم حدیث کے جو فلان شہر مین ایسے مدرسہ مین جو مدرسہ حدیث مشہور ہی علم فقہ سیکھنے کو جاتے ہین اُنمین سے محتاجون کے لیے وصیت کی تو یہ وصیت شافعی مذہب والون کے واسطے جو فقہ سیکھنے کو ایسے مدرسہ مین جاتے ہین جو اُنکے طرف منسوب ہی کچھ مفید نہین ہی جبکہ وہ لوگ منجملہ اصحاب حدیث کے نہون تو یہ وصیت خواہ مخواہ شافعی مذہب والون کو شامل نہوگی بلکہ ہر ایسے شخص کو شامل ہوگی جو احادیث پڑھتا ہی اور احادیث کی سماعت کرتا ہی اور اسی کے طلب مین سرگرم ہی خواہ وہ شافعی ہو یا حنفی ہو یا کوئی دوسرا ہو اور جو شافعی مذہب ہو لیکن وہ احادیث نہ پڑھتا ہو اور نہ سنتا ہو اور نہ اسکی طلب مین ہو تو اصحاب حدیث کا لفظ اُسکو فقط شافعی مذہب ہونے کی وجہ سے شامل نہوگا یہ محیط مین ہی۔ امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے واسطے فلان و واسطے بنی تمیم کے وصیت کی تو فرمایا کہ کل مال فلان کو ملیگا اور بنی تمیم کے واسطے کچھ نہوگا جبکہ وہ لوگ بے شمار ہون اسواسطے کہ یہ ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے کہا کہ واسطے فلان کے اور واسطے موتے کے حالانکہ موتے کے واسطے وصیت باطل ہی اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان کے و واسطے ایک مرد کے مسلمانون مین سے وصیت ہی تو تہائی سے فقط نصف اُس فلان کو ملیگا اور باقی دارثون کو واپس دیا جائیگا اسی طرح اگر کہا کہ واسطے فلان کے اور واسطے دس مسلمانون کے تو بھی گیارہ حصون مین سے ایک حصہ فلان شخص کو دیا جائیگا اور مسلمانون کو کچھ نہ دیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی

ساتوان باب ۔ سکنی و خدمت و ٹہروکرایہ غلامان و حاصلات باغات و زمین وغیرہ اور جانوران سواری کی سواری وغیرہ کی وصیت کے بیان مین ۔ جاننا چاہیے کہ خدمت رقیق و سکنی دار و کرایہ غلامان و مکانات و حاصلات اراضی و باغات کی وصیت ہمارے علماء کے قول کے موافق جائز ہی۔ اور جب خدمت رقیق کی وصیت جائز ہوئی تو ہم کہتے ہین کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال تک خدمت کرنے کی وصیت کی اور سوائے اسکے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو سال معین ہوگا مثلاً کہا کہ مین نے سال (نسئہ) اس غلام کے خدمت کی زید کے واسطے وصیت کی یا غیر معین ہوگا مثلاً سال کی تعیین نکی کہ فلان سال۔ پھر ہر ایک صورت مین دو صورتین ہین کہ یہ غلام یا تو موصی کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہوگا یا نہوتا ہوگا۔ پس اگر زید کے واسطے غلام مذکور کے خدمت کی سال معین مین وصیت کی پس اگر موصی کی موت سے پہلے یہ سال معین گذر گیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اور اگر موصی کے مرنے کے وقت اس سال معین سے کسی قدر گذرا تھا مثلاً چھ مہینہ گذرے تھے اور چھ مہینے باقی تھے یا موصی اس سال سے پہلے مرگیا پھر اُسکے مرنے کے بعد

۴ پہلا فصل اس مسئلہ پر جو عرف مین فقہی اصحاب حدیث کہلاتے ہین

یہ سال آیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ غلام اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو یا برآمد نہوتا ہو لیکن وارثون نے اجازت دیدی تو غلام مذکور موصی لہ کو دیا جائیگا تاکہ وہ اپنی وصیت پوری حاصل کرلے لیکن اگر سال مین سے چھ مہینے باقی رہے ہون تو فقط چھ مہینہ تک خدمت لیگا کہ وہی اُسکی پوری وصیت ہو اور اگر موصی اس سال معین سے پہلے مرگیا ہو تو موصی لہ اُس سے پورا سال بھر خدمت لیگا اور اگر غلام مذکور اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتا ہو اور نہ وارثون نے اجازت دی تو غلام مذکور اس تمام سال معین تک ایک روز موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو روز وارثون کی خدمت کریگا یہان تک کہ جب سال معین گذر جاوے تو غلام مذکور وارثون کے سپرد کیا جائیگا - یہ اُسوقت ہو کہ سال معین ہو - اور اگر سال غیر معین ہو پس اگر غلام مذکور اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو یا برآمد نہوتا ہو لیکن وارثون نے اجازت دیدی تو غلام مذکور موصی لہ کو دیا جائیگا کہ وہ ایک سال کامل اُس سے خدمت لیکر وارثون کو واپس دیگا - اور اگر وارثون نے اجازت ندی اور غلام موصی کے تہائی مال سے برآمد نہین ہوتا ہی تو غلام مذکور تین سال تک ایک روز موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو روز تک وارثون کی خدمت کریگا پھر جب تین سال پورے ہوجاوین تو وصیت خدمت پوری ہو جائیگی اور واجب یہ ہو کہ جس سال موصی مرا ہی اُسی سال سے سطح وصیت کا حساب شروع ہووے - اور جو حکم ایک سال تک غلام کے خدمت کی وصیت مین معلوم ہوا ہی اُسی طرح ایک سال غلام کے کرایہ یا سکونت دار کی وصیت مین بھی حکم ہی کہ سال معین ہوگا یا نہوگا آخر تک اسی تفصیل سے جو خدمت مین بیان ہوئی ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی خدمت کی اور عمرو کے واسطے اُسکے رقبہ کی وصیت کی اور غلام مذکور اُسکا تہائی مال ہی تو اُسکا رقبہ عمرو کا ہوگا اور زید کے واسطے اُسپر خدمت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہی - اور اگر وصیت خدمت مطلقاً ہو یعنے وقت کی مقدار سال یا روز وغیرہ کچھ بیان نکی ہو تو خدمت کا موصی لہ کے واسطے موصی لہ کی موت تک اس منفعت کا استحقاق ثابت ہوگا پھر اگر غلام کے رقبہ کی کسی شخص کے واسطے وصیت ہو تو بعد موت موصی لہ خدمت کے وہ غلام موصی لہ برقبہ کو دیا جائیگا اور اگر نہو تو وارثون کی طرف واپس ہوگا - اور اگر زید کے واسطے کرایہ دار یا غلام کی وصیت کی پھر زید نے چاہا کہ مین خود اس دار مین رہون یا خود غلام سے خدمت لیا کرون پس آیا اُسکو یہ اختیار ہی یا نہین سو اس مسئلہ کو اصل مین ذکر نہین فرمایا ہی اور مشائخ رح نے اسمین اختلاف کیا ہی ابو بکر اعمش نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور یہی صحیح ہی یہ بدائع مین ہی - اور اگر زید کے واسطے ایک سال تک اپنے دار کی سکونت کی وصیت کی اور سوائے اس دار کے موصی کا کچھ مال نہین ہی تو زید اُسمین سے تہائی دار مین رہیگا اور وارث لوگ دو تہائی مین رہینگے اور وارثون کو یہ اختیار نہوگا کہ دو تہائی دار جو اُنکے قبضہ مین ہی اُسکو فروخت کردین - اور جس شخص کے واسطے سکونت دار یا خدمت غلام کی وصیت ہوا اُسکو ہمارے نزدیک یہ اختیار نہوگا کہ ان دونون کو کرایہ پر چلاوے اور اُسکو یہ بھی اختیار نہوگا کہ غلام کو کوفہ مین سے باہر لیجاوے لیکن اگر موصی لہ کے اہل وعیال کوفہ کے سوائے بغداد وغیرہ دوسرے شہر مین ہون تو خدمت کے واسطے غلام مذکور کو باہر لیجائیگا بشرطیکہ غلام مذکور موصی کا تہائی مال ہو یہ مبسوط مین ہی - اور اگر موصی لہ دو وارثون نے دار کو بطور میراث زمانی کے تقسیم کرلیا تو بھی جائز ہی اسواسطے کہ حق اُنھین کا ہی لیکن طریقہ اول اولی ہی اسواسطے کہ اُسمین انصاف زیادہ ہی یہ کافی مین ہی ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا بیت فلان شخص کو عاریت دیا جاوے تو یہ باطل ہی اسی طرح اگر یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ایام حج مین ایک مہینہ تک پانی سبیل اللہ پلایا جاوے تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہی - ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان کے چوپاؤن کے واسطے اس بھوسہ کی وصیت کی تو باطل ہی اور اگر کہا کہ یہ فلان شخص کے چوپاؤن کو کھلایا جاوے وصیت جائز ہوگی یہ خانیہ مین ہی قاضی خان مین ہی منتقی مین بروایت معلی رح از امام ابو یوسف رح مذکور ہی کہ اگر ایک شخص کے واسطے

اپنے دار کے سکونت کی وصیت کی اور اسکا کچھ وقت مقرر نہین کیا تو جب تک موصی لہ زندہ رہے تب تک کے واسطے ہوگا اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اگر زید کے واسطے اپنے اس غلام کے کرایہ کی وصیت کی اور مدت مقرر نہ کی تو اگر غلام مذکور اسکا تہائی مال ہی تو موصی لہ کو اپنی زندگی تک اسکا کرایہ ملیگا اگرچہ مقدار تہائی مال سے زائد ہوجاوے اسی طرح حاصلات باغ وسکونت دار وخدمت غلام کی وصیت مین بھی ایسی صورت مین یہی حکم ہی اور یہی امام ابو یوسف وامام محمد رح کا قول ہی۔ اور نوادر بشر مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اگر زید کے غلام کے واسطے اپنے غلام کی خدمت یا دار کی سکونت کی وصیت کی تو جائز ہی اور غلام موصی لہ اُس سے خدمت لیگا اُسکا مولی نہین لے سکتا ہی اور غلام موصی لہ اُس دار مین رہیگا اُسکا مولی نہین رہسکتا ہی پھر اگر غلام موصی لہ مرگیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اور اگر فروخت کیا گیا یا آزاد کیا گیا تو اُسکی وصیت اُسکے ساتھ جائیگی۔ نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا غلام زید کی خدمت کرے یہانتک کہ زید مستغنی ہوجاوے پس اگر زید صغیر ہو تو غلام مذکور اُسکی خدمت کریگا یہانتک کہ وہ بالغ ہوجاوے اور اگر بالغ فقیر ہو تو یہانتک خدمت کریگا کہ وہ ایک خادم کا ثمن پاجاوے جو اُسکی خدمت کرے اور اگر بالغ غنی ہو تو وصیت باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ اور جس شخص کے واسطے سکونت دار وخدمت غلام کی وصیت ہی اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ دار وغلام کو کرایہ پر چلاوے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے غلہ کی وصیت کی تو زید کو جو غلہ اسوقت موجود ہی وہ ملیگا اور جو آیندہ پیدا ہووے وہ نہ ملیگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے پھلون کی وصیت کی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو کہا کہ ہمیشہ کے واسطے یا یہ نکالا پس اگر یہ لفظ نکالا ہو تو اسمین بھی دو صورتین ہین اگر موصی کی موت کے وقت اُسمین پھل موجود ہون تو موصی لہ کو یہ پھل اُسکے تہائی مال سے ملینگے اور آیندہ موصی لہ کی موت تک جو پھل پیدا ہون وہ موصی لہ کو نہ ملینگے بشرطیکہ باغ اُسکا تہائی مال ہو۔ یہ اُسوقت ہی کہ موصی کی موت کے وقت اُسمین پھل موجود نہون اور اگر نہون تو قیاس یہ ہی کہ وصیت باطل ہوجاوے اور جو پھل بعد موت کے پیدا ہون اُنکی طرف وصیت منصرف نہو لیکن استحساناً یہ حکم ہی کہ وصیت باطل نہوگی بلکہ بعد موت موصی کے جو پھل باغ مین موصی لہ کی موت تک پیدا ہون سب موصی لہ کے ہونگے بشرطیکہ باغ اُسکا تہائی مال ہو۔ اور یہ اسوقت ہی کہ موصی نے ہمیشہ کے واسطے صریح بیان نکیا ہو اور اگر یون کہا کہ مین نے زید کے واسطے ہمیشہ کے لیے اپنے باغ کے پھلون کی وصیت کی تو باغ مین جو پھل بعد موت موصی کے موجود ہون اور جو اسکے بعد پیدا ہون سب موصی لہ کو ملینگے۔ اور منتقی مین ہی کہ اگر ایک شخص کے واسطے ہمیشہ کے لیے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی پھر باغ مذکور مین درخت خرمائی جڑ پھولی اور ایک درخت ہوگیا اور اُسمین پھل آئے تو اُسکی پیداوار بھی وصیت مین داخل ہوگی۔ اور اگر کسی شخص کے واسطے اپنے باغ کی تہائی حاصلات کی ہمیشہ کے واسطے وصیت کردی حالانکہ موصی کا اسکے سوائے کچھ مال نہین ہی تو جائز ہی اور اگر موصی لہ نے وارثون کے ساتھ بٹائی کرلی پھر جو درخت موصی لہ کے حصہ مین بڑے اُنمین پھل آئے اور جو وارثون کے حصہ مین بڑے ہین اُنمین پھل نہ آئے یا جو درخت وارثون کے حصہ مین بڑے ہین اُنمین پھل آئے اور جو موصی لہ کے حصہ مین بڑے ہین اُنمین پھل نہ آئے تو موصی لہ پیداوار مین وارثون کا شریک ہوجائیگا اور وارث لوگ بھی اسکے شریک ہوسکتے ہین۔ اور فرمایا کہ وارثون کو اختیار ہی کہ اپنا درختہائی حق فروخت کردین پس مشتری موصی لہ کا شریک ہوجائیگا بخلاف اسکے اگر وارثون نے سب باغ فروخت کیا تو تہائی کی بیع جائز نہین ہی۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر کرایہ دار کی وصیت ہو تو موصی لہ کو تہائی کرایہ ملتا رہیگا۔ اور وارثون کو اختیار نہوگا کہ موصی لہ سے بٹائی کرلین کیونکہ مجھے خوف ہی کہ شاید بٹائی کرنے کے بعد وہ کرایہ پر نہ اُٹھے

پس اُسکو کچھ نہ ملے ساور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ وارثون کو اختیار ہی کہ بٹائی کرلین پس موصی لہ کے واسطے تہائی الگ کیا جائیگا پس اگر اُسمین سے کرایہ آیا تو موصی لہ کا ہوگا اور اگر نہ آیا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا ساور وارثون کو اختیار ہی کہ اپنا دو تہائی حق تقسیم سے پہلے یا اُسکے بعد فروخت کردین ساور اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے اپنے زمین کے حاصلات کی وصیت کی حالانکہ اُس زمین مین درخت و درختان خرما کچھ نہین ہین اور اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو وہ زمین کرایہ پر دیجائیگی پس موصی لہ کو تہائی کرایہ دیدیا جائیگا اور اگر اُسمین درختان خرما و اشجار ہون تو موصی لہ کو درختان خرما و اشجار کی تہائی حاصلات دیجائیگی - اور وہ زمین آدھی یا تہائی کی بٹائی پر نہ دیجائیگی اگرچہ کاشتکار و عامل کی طرف سے بیج ہونے کی صورت مین یہ بھی اجارہ ہوتا ہی - اور اگر وصیت کی کہ میری زمین شروع فلان سال سے اتنے برسون کے واسطے ہر سال ایک کر گیہون کے عوض اُجرت پر دیجاے اور یہی زمین اُسکا کل مال ہی تو اُسکی اجرت کو دیکھا جائیگا اگر اُسکی اجرت مثل اسی قدر ہو جسقدر اُسنے پوتہ مقرر کیا ہی تو اس وصیت کی تنفیذ واجب ہوگی اور اگر پوتہ مقررہ اُسکے اجر المثل سے کم ہو پس کمی کو دیکھا جائیگا اگر مقدار کمی جو محابات ہی اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو بھی یہ وصیت نافذ کیجائیگی اور اگر مقدار محابات اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو تو موصی لہ سے کہا جائیگا کہ اگر تو اس زمین کو کرایہ پر لینا چاہتا ہی تو دو تہائی اجر المثل پورا کردے پس اگر وہ پورا کرنے پر راضی ہوا تو زمین اُسکو کرایہ پر دیجائیگی اور اگر اُسنے پورا نکیا تو نہ دیجائیگی یہ محیط مین ہی - اور اگر ایک شخص نے زید کے واسطے ہمیشہ کے لیے اپنی بکریون کے بال کی یا بکریون کے بچون کی یا بکریون کے دودھ کی وصیت کی پھر مرگیا تو جسدن موصی مرا ہی اُسدن جسقدر صوف ان بکریون پر ہو یا جسقدر دودھ اُنکے تھنون مین ہو یا جو بچہ اُنکے پیٹون مین ہون سب موصی لہ کے ہونگے خواہ موصی نے ہمیشہ کے واسطے کہا ہو یا نکہا ہو ہدایہ مین ہی - اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی پھر زید نے وارثان میت سے وہ باغ خرید لیا تو جائز ہی اور وصیت باطل ہوجائیگی - اسی طرح اگر وارثون نے فروخت نکیا بلکہ اس بات پر باہم رضامند ہوے کہ موصی لہ کو اسقدر دیدین بدین شرط کہ وہ حاصلات وصیت ہمکو دیدے اور اُس سے بالکل لاد عوی ہوجاوے تو یہ بھی جائز ہی اسی طرح مسکونت دار و خدمت غلام کی وصیت سے بھی صلح کرلینا جائز ہی اگرچہ ان حقوق کی بیع جائز نہین ہی ساور اگر اپنے دار کے کرایہ کی یا غلام کے کمائی کی مسکینون کو دینے کے واسطے وصیت کی تو اُسکے تہائی مال سے جائز ہی اور اگر اپنے دار کی سکونت یا اپنے غلام کی خدمت یا اپنے جانورن سواری کی سواری کی مسکینون کے واسطے وصیت کی تو وصیت جائز نہین ہی لیکن اُس صورت مین جائز ہوگی کہ جب موصی لہ معلوم ہو یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا باغ انگور تین سال تک مسکینون کے واسطے چھوڑ دیا جاوے پھر مرگیا اور اُسوقت سے تین سال تک اُسکے باغ مذکور مین کچھ پیداوار نہین ہوئی تو بعض نے فرمایا کہ وصیت باطل ہوجائیگی اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ باغ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو تو جب تک تین سال تک اسکا غلہ صدقہ نکیا جاوے تب تک موقوف رکھا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ یہ قول ہمارے اصحاب کے قول کے موافق ہی - اور اگر اپنے باغ انگور کے حاصلات کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو حاصلات مین قوائم و اوراق و بیخ داخل ہین یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص نے اپنے تن کے کپڑون کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی اور موصی لہ کو اُسکے جبہ و قمیصین و چادرین کندھے کی دوپٹا سامہ و اکسیہ سب ملینگی اور ٹوپیان و موزے اور جانماز نہ ملینگی اسواسطے کہ یہ بدن نہین ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ اس کپڑے کو صدقہ کردو تو وارثون کو اختیار ہی چاہین اُسکو فروخت کرکے اُسکا ثمن صدقہ کرین یا اُسکی قیمت صدقہ کردین اور

کال الترجمہ یہ وصیت اور اسکے ہر دو احکام پہلی زبان مین مذکور ہوچکا ہی ۱۲ منہ

کپڑا رہنے دین - زید نے اپنے وصی سے کہا کہ (دو یتیم راجامہ کن) یعنے دس یتیم لوگون کے کپڑے بنوا دینا پس وصی نے ہر یتیم کو کپڑا اعتقاد دیدیا کہ جس سے وہ ایک جامہ بنوا سکتا ہی پس اگر کپڑے کے ساتھ درزی کی سلائی دیدی تو جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور عیون مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے درختون کے پھل کی جو پختہ ہو گئے ہین یا کھیتی کی جو تیار ہو گئی ہی مگر کاٹی نہین گئی ہی وصیت کی تو اُسکا خراج موصی لہ پر ہوگا اور اسکی تفسیر یہ ہی کہ اگر اپنے درختون کے پھلون کی جو درخت پر لگے ہین اور پختہ ہین یا کھیتی کی جو پکی کھڑی ہی وصیت کی تو اُسکا خراج موصی لہ پر ہوگا اور اگر پھل توڑ لیے گئے یا کھیتی کاٹ لی گئی پھر زید کے واسطے اُسکی وصیت کر دی تو خراج موصی پر ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر اس جراب ہروی کی وصیت کی تو موصی لہ کو جراب معہ اُسکے جو اُسمین ہی ملیگی اور اسی طرح زنبیل خرما مین بھی یہی حکم ہی - اور اگر گون کے گیہون کی کسی کیواسطے وصیت کی تو موصی لہ کو گون نہ ملیگی - اور اگر زید کے واسطے سبد زعفران کی وصیت کی تو وصیت مین زعفران داخل ہوگی نہ سبد - اور شہد و گھی و روغن زیتون کی وصیت مین مشک جسمین بھرے ہین وہ داخل نہونگے اور یہ چیزین داخل ہونگی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر کسی کے واسطے تلوار کی وصیت کی تو اُسکو تلوار معہ نیام و پرملے کے ملیگی - اور اگر کسی کے واسطے زین کی وصیت کی تو موصی لہ کو زین معہ توابع کے ملیگی یعنے غدہ و زیاہ و دچی در رکابین و دوال یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہی اور اگر زید کے واسطے مصحف کی وصیت کی اور مصحف کا غلاف ہی تو امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق اُسکو فقط مصحف ملیگا نہ غلاف اور یہی امام اعظم رح کا قول ہی ایسا ہی قدوری نے ذکر کیا ہی - اور اگر اُسکے واسطے قبہ کی وصیت کی تو قبہ معہ اُسکی لکڑیون کے ملیگا - اور اگر اُسکے واسطے قبہ ترکی کی وصیت کی جسکو فارسی مین خرگاہ کہتے ہین تو اُسکو قبہ معہ نمدون کے ملیگا اور اگر حجار کی وصیت کی تو اُسکو اُسکا کپڑا ملیگا اور لکڑیان نہ ملینگی یہ بدائع مین ہی - اور اگر ایک مٹکا سرکہ کی وصیت کی تو مٹکا معہ سرکہ کے ملیگا - اور اگر دو رچار پایان کی وصیت کی تو دار کی وصیت ہوگی نہ دو اب کی اسی طرح اگر کہا کہ اناج کی کشتی تو اناج کی وصیت ہی نہ کشتی کی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر زید کے واسطے ترازو کی وصیت کی تو یہ عمود و ہر دو پلہ و ڈنڈیون کی وصیت ہی - اور اسمین بانٹ اور علاق داخل نہونگے اور یہ اُسوقت ہی کہ ترازو غیر معین ہو اور اگر معین ہو تو یہ بھی داخل ہو جاوینگے ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص مر گیا اور اپنا غلام آزاد کیا اور کہا کہ میرا لباس اسکے واسطے ہی تو فرمایا کہ اُسکو وصیت کے دونون موزے اور ٹوپی اور قمیص و ازار و پائجامہ ملیگا اور اس وصیت مین اُسکی تلوار اور پیٹی داخل نہوگی اور اگر کہا ہو کہ میری متاع اسکے واسطے ہی تو یہ بھی داخل ہوگی - اور نوادر بشیر مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنی بکریون مین سے ایک بکری کی وصیت کی اور یہ نہ کہا کہ میری ان بکریون مین سے پھر وارثون نے موصی لہ کو ایسی بکری دی جو موصی کے مرنے کے بعد بچہ جنی ہی تو فرمایا کہ اُسکی بکری کا بچہ اُسکے ساتھ نہ دیا جائیگا اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اپنی ان بکریون مین سے ایک بکری کی وصیت کی پھر وارثون نے اُسکو ایسی بکری دی جو بعد موت موصی کے بچہ جنی ہی تو فرمایا کہ اُسکا بچہ اُسکے تابع ہوگا یعنے بچہ بھی دیا جائیگا اور اگر وارث نے اُس بچہ کو قبل اسکے کہ اُسکی مان کو موصی لہ کے دینے کے واسطے معین کرے تلف کیا ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی - اسی طرح اگر زید کے واسطے ایک درخت خرما کی معہ اُسکی جڑ کے وصیت کی اور یہ نکما کہ میرے ان درختان خرما مین سے تو اسکا حکم بھی مثل بکری کے ہی جسکی وصیت کی تھی پس وارثون کو اختیار ہوگا کہ جو درخت خرما چاہین بدون اسکے اُن پھلون کے جو بعد وفات موصی کے اُس درخت پر آئے ہین دیدین اور اگر وارثون نے ان پھلون کو تلف کر دیا ہو تو ضامن نہونگے - اور اگر وصیت کی کہ میری موت کے بعد میری یہ باندی آزاد کیجیو دے پھر مر گیا پس قبل اسکے کہ وہ آزاد کیجائے

ایک بچہ جنی اور وہ باندی موجہ بچہ کے اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو باندی آزاد کیجائیگی اور بچہ آزاد نکیا جائیگا اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی مکاتب کیجاوے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد یہ باندی اسی کے ہاتھ فروخت کیجاوے یا مال لیکر آزاد کیجاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو بچہ مین وصیت نافذ نہ کیجائیگی اور اگر یہ وصیت کی کہ میری یہ باندی یا مکینون کو صدقہ کردیجاے یا فلان شخص کو صدقہ مین دیجاوے یا فلان شخص کو ہبہ کیجاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو مثل باندی کے بچہ مین بھی وصیت نافذ کیجائیگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری باندی فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیجاوے پھر وہ بعد موت موصی کے بچہ جنی تو باندی مذکور فروخت کیجائیگی اور اُسکا بچہ فروخت نکیا جائیگا اور اگر یہ وصیت کی کہ میری باندی فروخت کرکے اسکا ثمن مسکینون کو یا فلان شخص کو صدقہ دیا جاوے پھر اُسکی موت کے بعد باندی مذکور بچہ جنی تو بچہ مین بھی وصیت نافذ کیجائیگی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم مین فروخت کیجاوے پھر ایک غلام نے اُسکو قتل کیا اور اس جرم کے عوض غلام قاتل دیدیا گیا یا باندی مذکور کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اسکے جرم مین دیدیا گیا یا کسی وطی کرنے والے نے اُس سے شبہ سے وطی کی حتے کہ اسکا عقر تاوان دیا تو غلام مدفوع یا ارش یا عقر فروخت نکیا جائیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر وہ باندی قتل ہوئی ہو تو محل وصیت فوت ہونے کی وجہ سے وصیت باطل ہوجائیگی۔ اور اگر اُسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو تو موصی لہ کے ہاتھ اگر وہ چاہے تو نصف ثمن کے عوض فروخت کیجائیگی۔ اور اگر اُسکے ساتھ وطی کی گئی حالانکہ وہ باکرہ تھی تو بھی ثمن مین سے بقدر نقصان بکارت کے کم کیا جائیگا اور اگر اُس سے وطی کی گئی حالانکہ وہ ثیبہ تھی کہ وطی سے اُسمین کچھ نقصان نہ آیا تو ثمن مین سے کچھ کم نہ کیا جائیگا اسی طرح اگر اُسکی آنکھ یا ہاتھ کسی آسمانی آفت سے جاتا رہا تو بھی پورے ثمن کے عوض اگر موصی لہ چاہے تو فروخت کیجائیگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی ہزار درم کے عوض فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ کردیا جاوے پھر فلان شخص نے خریدنے سے انکار کیا تو دونون وصیتین باطل ہوجاوینگی اسی طرح اگر موصی کی موت کے بعد باندی قتل کی گئی اور قاتل نے اُسکی قیمت تاوان دی تو بھی دونون وصیتین باطل ہوجاوینگی۔ اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی بعد میرے مکاتب کیجاوے اور اُسکا بدل کتابت صدقہ کیا جاوے یا باندی خود اُسی کے ہاتھ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن صدقہ کیا جاوے پس باندی نے کتابت کی وصیت یا بیع کی وصیت قبول کرنے کو رد کیا تو دونون وصیتین باطل ہوجاوینگی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی نسمہ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن مسکینون پر صدقہ کردیا جاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو خالی باندی نسمۃً فروخت کیجاویگی اُسکے ساتھ اُسکا بچہ فروخت نکیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال خدمت کی اور عمرو کے واسطے دو برس تک اُسکی خدمت کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی تو وارثون کے واسطے چھ روز تک خدمت کریگا اور تین روز تک دونون موصی لہ کے واسطے کہ ایک روز زید کے واسطے اور دو روز عمرو کے واسطے خدمت کریگا یہانتک کہ تو برس گذر جاوین۔ اور اگر موصی نے سال معین کردیا ہو کہ زید کے واسطے فلان سنہ سال اور عمرو کے واسطے فلان فلان سال تو پہلے سال مین چار روز وارثون کے واسطے اور دو روز دونون موصی لہ کے واسطے خدمت کریگا اور دوسرے سال مین وارثون کے واسطے دو روز اور عمرو کے واسطے ایک روز خدمت کریگا۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اس باندی کی اور عمرو کے واسطے اسکے حمل کی وصیت کی یا اس دار کی زید کے واسطے اور اسکی عمارت کی عمرو کے واسطے وصیت کی یا اس انگوٹھی کی زید کے واسطے اور اسکے نگینہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی یا اس زنبیل کی زید کے واسطے اور جو اسمین خرمے ہین اُنکی عمرو کے واسطے وصیت کی پس اگر بکلام متصل دونون کے واسطے وصیت کی تو ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے واسطے وصیت کی ہے اور

اگر بکلام مفصل بیان کیا تو بھی امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہی حکم ہی اور امام محمد رح کے نزدیک دونوں جزون مین سے جو اصل کی اُسکی وصیت جسکے نام ہو وہ خاصتہً اس اصل کو لے لیگا اور جو چیز تابع ہی اُسمین دونون شریک ہونگے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر اس غلام کی زید کے واسطے اور اُسکی خدمت کی عمرو کے واسطے یا اس دار کی فلان کے واسطے اور اُسکی سکونت کی عمرو کے واسطے یا اس شجر کی فلان کے واسطے اور اُسکے ثمر کی عمرو کے واسطے یا اس بکری کی زید کے واسطے اور اسکے صوف کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو دونون مین سے ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے واسطے وصیت کی ہی اسمین کچھ اختلاف نہین ہی خواہ بکلام موصول وصیت کی ہو یا بکلام مفصول وصیت کی ہو اور اگر ان مسائل مین پہلے توابع کی وصیت کی پھر اصول کی وصیت کی باین طور کہ خدمت غلام کی زید کے واسطے پھر غلام کی عمرو کے واسطے یا سکونت دار کی زید کے واسطے پھر دار کی عمرو کے واسطے یا پھلون کی زید کے واسطے پھر درخت کی عمرو کے واسطے وصیت کی پس اگر بکلام موصول وصیت کی تو دونون مین سے ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے واسطے وصیت کی ہو اور اگر بکلام مفصول وصیت کی تو اصل اُسکو جسکے واسطے اصل کی وصیت کی ہی اور توابع مین دونون مساوی شریک ہونگے اور اگر غلام کی زید کے واسطے پھر اُسکی خدمت کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد غلام کی خدمت کے وصیت کے غلام کی وصیت کی یا اپنی انگوٹھی کی زید کے واسطے پھر اُسکے نگینہ کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد نگینہ کے وصیت کے انگوٹھی کی وصیت کی یا باندی کی زید کے واسطے پھر اُسکے بچہ کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد بچہ کی وصیت کی باندی کی وصیت کی تو اصل و توابع دونون مین نصفا نصف ہونگے یعنی نصف غلام زید کا اور نصف عمرو کا ہوگا اور غلام کی نصف خدمت واسطے زید کے اور نصف خدمت واسطے عمرو کے ہوگی اسی طرح باندی معہ بچہ اور انگوٹھی معہ نگینہ مین بھی یہی حکم ہی اور اگر ان مسائل مین عمرو کے واسطے نصف غلام کی وصیت کی ہو تو غلام تین حصے ہوکر دو حصے زید کو اور ایک حصہ عمرو کو دیا جائیگا اور عمرو کو اُسکی نصف خدمت ملیگی اور ابن سماعہ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف رح نے اس سے رجوع کیا ہی اور فرمایا کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی اور عمرو کے واسطے اُسکی خدمت کی وصیت کی پھر عمرو کیواسطے غلام کی وصیت کی تو غلام دونون مین نصفا نصف ہوگا اور اُسکی پوری خدمت فقط عمرو کے واسطے ہوگی اور فرمایا کہ اگر زید کے واسطے باندی کی جو اُسکا تہائی مال ہی وصیت کی اور عمرو کے واسطے جو اُسکے پیٹ مین ہی اُسکی وصیت کی پھر عمرو کے واسطے باندی کی بھی وصیت کی تو باندی دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور بچہ پورا عمرو کا ہوگا اُسمین زید شریک نہوگا۔ اور اگر اپنے دار کی زید کے واسطے اور اُسمین سے ایک بیت معین کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو بیت مذکور دونون مین حصہ رسد تقسیم ہوگا۔ اسی طرح اگر ہزار درم معین کی زید کے واسطے اور اُسمین سے سو درم کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو نو سو (۹۰۰) درم زید کے ہونگے اور سو درم مین دونون نصف نصف کے شریک ہونگے اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہی۔ بلکہ اختلاف کیفیت تقسیم مین ہی پس امام اعظم رح کے نزدیک بطریق منازعت تقسیم ہونگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بطریق مضاربت تقسیم ہونگے۔ اور اگر دار کے بیت معین کی زید کیواسطے اور عمارت دار کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو عمارت دونون مین حصہ رسد تقسیم ہوگی یہ بدائع مین ہی۔ اگر ایسے غلام نے جسکی خدمت کی زید کے واسطے اور اُسکے رقبہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی گئی ہی کوئی جنایت کی تو اُسکا فدیہ زید کی طرف ہوگا پس اگر فدیہ دیدیا تو موافق وصیت کے اُس سے خدمت لیگا اسلیے کہ زید نے اُسکو جنایت سے پاک کرلیا اور اگر زید مر گیا تو وصیت ٹوٹ جائیگی پھر عمرو سے کہا جائیگا کہ وارثان زید کو یہ فدیہ دیدے تاکہ وہ وارث جنایت کو ادا کرے پس اگر عمرو نے اس سے انکار کیا تو غلام اسکے واسطے واجب کیا جائیگا

اور یہ مال غلام کی گردن پر بمنزلہ قرضہ کے ہوگا اور اگر زید نے ابتداسے فدیہ دینے سے انکار کیا تو اسپر مجبور نکیا جائیگا اور عمرو سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے اور دونون باتون مین سے جو بات اُسنے اختیار کرکے پوری کی تو زید کے واسطے جو وصیت ہو وہ باطل ہو جائیگی - اور اگر غلام نے جنایت نکی بلکہ اُسکو کسی شخص نے قتل کیا تو قاتل کی مدد گار براوری پر اُسکی قیمت واجب ہوگی جسکے عوض دوسرا غلام خریدکیا جائیگا جس سے زید اپنی خدمت لیگا - اور اگر قاتل نے اُسکو عمداً قتل کیا تو قصاص ہوگا الا اُس صورت مین کہ زید و عمرو دونون قصاص لینے پر اتفاق کرین اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قصاص لینا متعذر ہو جائیگا پس مال قاتل سے قیمت واجب ہوگی جسکے عوض غلام دیگر خریدکیا جائیگا جو بجاے مقتول کے زید کی خدمت کریگا - اور اگر کسی نے اُسکی آنکھین پھوڑدین یا دونون ہاتھ کاٹ ڈالے تو یہ غلام اُس مجرم کو دیا جائیگا اور اُس سے غلام تندرست کی قیمت لے لیجائیگی اور اُسکے عوض دوسرا غلام بجاے اُسکے خریدا جائیگا - اور اگر اُسکی آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا گیا یا موضحہ زخم پہونچایا گیا اور قاطع مجرم نے ارکا ارش ادا کیا پس اگر اس جنایت سے قدر منفعت مین نقصان آتا ہو تو ارش کے عوض دوسرا غلام خریدا جائیگا جو اول کے ساتھ زید کی خدمت کریگا یا غلام فروخت کرکے اُسکا ثمن اس ارش مین ملا کر دوسرا غلام خریدا جائیگا تاکہ اول کے قائم مقام ہو لیکن یہ اُسوقت ہوگا جب دونون اسپر اتفاق کرین اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو فروخت نکیا جائیگا بلکہ ارش کے عوض دوسرا غلام خریدا جائیگا اور اگر ارش کے عوض کوئی غلام نہ ملتا ہو تو ارش موقوف رکھا جائیگا یہان تک کہ دونون باہم صلح و اتفاق کرین پس اگر دونون نے اس امر پر صلح کی کہ ارش کو نصف نصف بانٹ لین تو مین اجازت دونگا کہ وہ دونون مین تقسیم کیا جاوے - اور اگر جنایت سے خدمت مین کچھ نقصان نہ آتا ہو تو اُسکا ارش عمرو کا ہوگا - اور جو مال غلام کو ہبہ کیا جاوے یا صدقہ دیا جاوے یا وہ خود کماوے وہ سب عمرو کا ہوگا - اور اگر بجاے غلام کے باندی ہو تو باندی جو اولاد جنے وہ عمرو کی ہوگی - اور غلام کا کھانا و کپڑا زید کے ذمہ ہوگا - اور اگر غلام صغیر کی خدمت کی زید کے واسطے اور رقبہ غلام مذکور کی عمرو کے واسطے وصیت کی حالانکہ غلام مذکور اُسکا تہائی مال ہی تو جب تک وہ بالغ ہوکر لائق خدمت نہو تب تک اُسکا نفقہ عمرو پر ہوگا اور جب سنے وہ خدمت کے لائق ہو جاوے تب سے اُسکا نفقہ زید پر ہوگا - اور اگر عمرو کے واسطے اپنے جانور سواری کی وصیت کی اور اُسکی سواری و منفعت حاصل کرنے کی زید کے واسطے وصیت کی تو یہی مثل غلام کے ہے کیونکہ فی المعنی دونون یکسان ہین یہ بسوط مین ہے ایک شخص کا کل مال تین غلام ہین پس اُسنے ایک غلام کی زید کیواسطے وصیت کی اور قیمت اُسکی تین سو درم ہین اور دوسرے کی خدمت کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور اُسکی قیمت پانچ سو درم ہین اور تیسرے غلام کی قیمت ہزار درم ہین تو ہر ایک کیواسطے تین چوتھائی وصیت جائز ہوگی چنانچہ زید کو اُسکی وصیت کا غلام تین چوتھائی دیا جائیگا اور عمرو کے واسطے تین روز اُسکا غلام خدمت کریگا اور دو روز وارثون کی خدمت کریگا اسوجہ سے کہ وصیتین تہائی سے تجاوز کرگئین کیونکہ تہائی فقط چھ سو درم ہین اور وصیت کے آٹھ سو درم ہوتے ہین پس تہائی مال کی وصیتون کا تین چوتھائی ہوا یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر خدمت کا موصی لہ مرگیا تو جسکے واسطے رقبہ غلام کی وصیت ہو وہ غلام پورا لیگا اسی طرح اگر وہ غلام مرگیا جو خدمت کرتا تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلامون کی قیمت برابر ہو تو خدمت کے موصی لہ کو نصف خدمت اور صاحب رقبہ کو دوسرے غلام کا نصف رقبہ ملیگا - اور اگر اُسنے زید کے واسطے سب غلامون کے رقبہ کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے تین سے ایک غلام کے خدمت کی وصیت کی تو زید فقط ایک غلام کے قیمت کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور عمرو بحساب دوسرے کی قیمت کے شریک کیا جائیگا پس یہ صورت مثل اول کے ہو جائیگی یہ امام اعظم رح کا قول ہی بنابرین کہ وصیت بمال عین جب تہائی سے زاید ہو جاوے تو دصورت وارثون کی اجازت ندینے کے انراہ شرکت و ازراہ استحقاق دونون راہ سے باطل ہوتی ہے اور اگر یہ سب غلام موصی کے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہون تو زید کو سب غلام جنکے رقبہ کی اُسکے لیے وصیت کی ہی ملینگے اور عمرو کو اُسکی وصیت

لیگی کیونکہ محل وصیت مین گنجائش ہوا اور ایک غلام مین زید کے واسطے وصیت رقبہ اور عمرو کے واسطے وصیت خدمت مجتمع ہوجاوینگی پھر جب عمرو مرجاوے تو وہ زید کی طرف رجوع کریگا۔ اور اگر موصی کا کچھ مال سوا اسے ان غلاموں کے نہو پھر اُسنے ہر ایک غلام کے تہائی کی زید کے واسطے وصیت کی اور ایک معین غلام کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو تہائی دونون مین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگی پس عمرو کو تہائی کے پانچ حصون مین سے تین حصے ملینگے پس غلام مذکور تین روز عمرو کی خدمت کریگا اور دو روز وارثون کی خدمت کریگا پس زید کے واسطے باقی دو غلامون مین سے دو پانچوین حصے یعنی ہر غلام مین سے پانچوان حصہ رقبہ ملیگا اور اگر اُسنے زید کیواسطے اسے تہائی مال کی وصیت کی اور غلامون مین سے ایک غلام معین کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور سوائے ان غلامون کے اُسکا کچھ مال نہین ہو تو تہائی دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کے خدمت کی اور عمرو کے واسطے اُسکی کمائی کی وصیت کی اور وہ غلام تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو تو وہ غلام ایک مہینہ زید کی خدمت کریگا اور اُسکا کھانا زید پر ہوگا اور ایک مہینہ عمرو کے واسطے کمائی کریگا اور اُسکا کھانا عمرو پر ہوگا اور اُسکا کپڑا دونون پر نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر اس غلام نے کوئی جنایت کی تو دونون سے کہا جائیگا کہ دونون اسکا فدیہ دو پس اگر دونون نے اُسکا فدیہ دیا تو بدستور سابق حالت باقی رہیگی اور اگر دونون نے فدیہ سے انکار کیا اور وارثون نے اُسکا فدیہ دیا تو دونون کی وصیت باطل ہوجائیگی یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی کمائی مین سے ماہواری ایک درم کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ سوائے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی غلام دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اُسکا کرایہ رکھ چھوڑا جائیگا جسمین سے ماہواری ایک درم موافق وصیت کے زید کو دیا جائیگا اور رقبہ کے چار سہام وارثون کو دیے جاوینگے پھر اگر زید مرگیا اور کرایہ مین سے کچھ باقی ہو تو وہ عمرو کو دیدیا جائیگا اسی طرح جسقدر کرایہ غلام محبوس رکھا گیا ہو وہ بھی عمرو کو دیدیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک تہائی کے چار حصے ہونگے جسمین سے زید پورے کے تین سہام کا اور عمرو تہائی کے ایک سہام کا شریک کیا جائیگا۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے دار کے کرایہ کی اور عمرو کے واسطے اپنے غلام کی اور بکر کے واسطے کپڑے کی وصیت کی تو اس مسئلہ مین دو صورتین ہین کہ یا یہ چیزین سب اُسکے تہائی مال سے برآمد ہونگی یا نہونگی پس اگر تہائی سے برآمد ہون تو ہر موصی لہ کے واسطے جس چیز کی وصیت کی وہ اُسکو ملیگا اور اگر تہائی مال سے برآمد نہون لیکن وارثون نے اجازت دیدی تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو ہر موصی لہ بقدر اپنے حق کے شریک کیا جائیگا لیکن اگر کسی کی وصیت تہائی سے زائد ہو تو تہائی کی مقدار سے زائد کے حساب سے شریک نہ کیا جائیگا۔ یہ امام اعظم رح کے قول پر ہو۔ اور جب زید مرجاوے تو اُسکی وصیت باطل ہوجائیگی۔ اور تہائی مال باقیون مین تقسیم ہوگا۔ اور اگر اپنے دار کے کرایہ کی زید کے واسطے اور اُسکے سکونت کی عمرو کے واسطے اور اُسکے رقبہ کی بکر کے واسطے وصیت کی حالانکہ وہ اُسکا تہائی مال ہو پھر موصی کی موت کے بعد اُسکو کسی نے منہدم کردیا تو جو کچھ منہدم کیا ہو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پھر اُسمین جیسی عمارت تھی ویسی بنائی جائیگی پھر وہ کرایہ پر دیا جائیگا پس زید اُسکا کرایہ لیگا اور عمرو اُسمین سکونت رکھیگا۔ اسی طرح اگر باغ کے حاصلات کی زید کے واسطے اور رقبہ باغ کی عمرو کے واسطے وصیت کی پھر ایک شخص نے اُسمین سے درخت خرما یا کوئی درخت کاٹ ڈالا تو وہ قیمت کا ضامن ہوگا اور اس قیمت سے درختان مقطوعہ کے مثل درخت خرید کر لگائے جاوینگے۔ اور اگر زید کے واسطے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے اپنے کرایہ دار کی وصیت کی اور قیمت دار ہزار درم ہین اور موصی کا مال اسکے سوائے دو ہزار درم ہو تو عمرو کو کرایہ مکان مین سے نصف کرایہ ملیگا اور زید کو مابقی مال دوار مین سے چھٹا حصہ ملیگا جسمین سے دار مین سے پانچوان حصہ

اور مال مین سے چار پانچوین حصہ لینگے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح کے قول پر وارث مذکور بطریق عول ومضاربت تقسیم ہوگا پس زید بحساب تہائی کے ایک سہم کے اور عمرو بحساب کل کے تین سہام کے شریک کیا جائیگا اور اگر عمرو مرگیا تو زید کو تہائی دارو مال ملیگی اور اگر وارث مذکور استحقاق مین لے لیا گیا تو عمرو کی وصیت باطل ہوگئی اور زید باقی مال مین سے تہائی لے لیگا اور اگر وارث مذکور استحقاق مین نہ لیا گیا بلکہ منہدم ہوگیا تو عمرو سے کہا جائیگا کہ اپنا حصہ بتا دے اور زید اپنا حصہ بتا دیگا اور وارث لوگ اپنا حصہ بتا دینگے اور انمین سے جسنے بتانے سے انکار کیا اُسپر جبر نکیا جائیگا اور جس دوسرے نے اپنا حصہ بتانا چاہا اُسکو ممانعت نکیجائیگی اور چاہے کرایہ پر دے اور چاہے اُسمین رہے یہ بدائع مین ہی اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اُسکے رقبہ کی وصیت کی اور باغ مذکور اُسکا تہائی مال ہی تو باغ مذکور عمرو کا ہوگا اور اُسکی حاصلات زید کے واسطے ہوگی اور رقبہ اور خراج اور اُسکی درستی کی چیزین اور اُسکے درستی کی چیزون کی مرمت زید پر ہوگی - اور اگر کسی کے واسطے اپنی بکریون کے صوف کی یا اُنکے دودھ کی یا مسکہ کی یا بچون کی ہمیشہ کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہی الا اُسقدر کے حق مین جائز ہوگی جو موصی کی موت کے روز اُن بکریون کی پیٹھ پر بال ہین یا تھنون مین دودھ ہی یا تھنون کے دودھ مین مسکہ ہی یا جو بچہ پیٹ مین ہین - اور پھر اسکے بعد جو کچھ ان چیزون سے نئی پیدا ہون تو اُسمین حق وصیت کچھ نہوگا - اور اگر اپنے درختان خرما کے حاصلات کی زید کے واسطے ہمیشہ کے لیے وصیت کردی اور اُسکے رقبہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور ہنوز وہ درخت پھل آنے کے قابل نہین ہوے ہین اور پھل نہین آئے ہین تو اُنکے سینچنے اور پرداخت کرنے کا خرچہ عمرو پر ہوگا پھر جب اُنمین پھل آوین تو اُسکا خرچہ زید پر ہوگا اور اگر ایک سال اُسمین پھل لگے پھر بیچ مین خالی دیا اور کچھ پھل نہین آئے تو اُسکا خرچہ زید پر ہوگا اور یہ نظیر غلام خدمت کی ہی کہ جس غلام کے خدمت کی وصیت ہی اُس غلام کا نفقہ رات دن سب کا موصی کے ذمہ ہوتا ہی اگرچہ غلام مذکور رات مین اُسکی خدمت نہین کرتا ہی بلکہ سوتا رہتا ہی اور اگر زید نے جسکے واسطے حاصلات کی وصیت ہی ان ایام کا خرچہ نہ اُٹھایا اور عمرو نے جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہی اُسنے خرچہ اُٹھایا یا پھر اُنمین پھل آئے تو عمرو اس حاصلات سے اپنا خرچہ سب وصول کرلیگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر زید کے واسطے اپنی روئی کی اور عمرو کے واسطے بنولون کی وصیت کی یا باری معین کے گوشت کی زید کے واسطے اور اُسکے کھال کی عمرو کے واسطے وصیت کی یا زید کے واسطے گیہون کی اور عمرو کے واسطے جو بالیون کے اندر بین وصیت کی اور عمرو کے واسطے اُسکے بھوسہ کی وصیت کی تو دونون کے واسطے وصیت جائز ہی اور زید وعمرو دونون پر واجب ہوگا کہ کھلیان کو روندوادین اور باری کو مسلوخ کرادین - اور اگر گدے کی وصیت زید کے واسطے اور اُسکے اندر کے روئی کی وصیت عمرو کے واسطے کی تو بالاتفاق گدے سے روئی نکلوانا عمرو پر لازم ہی - اور اگر ان تلون کے تیل کی زید کے واسطے اور اُسکے کھل کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو زید پر تیل نکلوانے کا خرچہ پڑیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر زید کے واسطے معین بکری کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اُسکے بالون کی وصیت کی تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر یہ بکری تہائی مال سے برآمد ہو تو زید کو ملیگی اور عمرو کو کچھ نہ ملیگا اور اگر باوجود اسکے بکرے کے واسطے اُسکے ہاتھ کی اور خالد کے واسطے اُسکے کھال کی وصیت بھی کی ہو تو فرمایا کہ بکری ذبح کیجائیگی اور عمرو کو بالون اور بکر کو ہاتھ اور خالد کو کھال دیدی جائیگی اور باقی زید کے واسطے ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر وصیت کی کہ اس ڈھینڈی مین سے مسکہ زید کے واسطے اور اسکا ٹھاٹھ عمرو کے واسطے ہی تو مسکہ نکالنا زید کے ذمہ ہوگا - اور اگر حلقہ انگشتری کی زید کے واسطے اور اُسکے نگینہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو وصیت دونون کے حق مین جائز ہوگی پھر اگر نگینہ جدا کرنے مین ضرر ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر نگینہ

کی بہ نسبت حلقہ کی قیمت زائد ہو تو زید سے کہا جائیگا کہ اسکو نگینہ کی قیمت دیدے اور نگینہ تیرا ہو جائیگا اور اگر نگینہ بیش قیمت ہو تو عمرو سے کہا جائیگا کہ زید کو اُسکے حلقہ کی قیمت دیدے اور یہ مسئلہ مثل اِسکے ہو کہ ایک شخص کی مرغی نے دوسرے کا سونا نگل لیا تو اُسمین بھی ایسا ہی حکم ہو اور اگر ایک شخص کی زمین مین انگور وغیرہ کے درخت لگے ہین پس اُسنے زمین کی وصیت زید کے واسطے اور درختان انگور و دیودون وغیرہ درختون کی وصیت عمرو کے واسطے کی پھر عمرو نے اپنے درخت کٹوائے اور زمین مین گڈھے ہو گئے اور زید نے اُس سے مطالبہ کیا کہ زمین جیسی تھی ویسی برابر کردے تو عمرو پر اُسکا برابر کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر اپنے غلام کی زید کے واسطے اور اسکے خدمت کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو غلام کا نفقہ عمرو پر ہوگا پھر اگر غلام تو کو کی مرض عارضہ لاحق ہوا یا بسبب کبر سنی پن وغیرہ کے وہ خدمت سے عاجز ہو تو اُسکا نفقہ زید پر ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے باغ کے حاصلات پھل وغیرہ کی جو اُسمین موجود ہین زید کے واسطے وصیت کی اور نیز زید کیواسطے ہمیشہ کے لیے اُسکے حاصلات کی وصیت کردی پھر مر گیا اور سوائے اس باغ کے اُسکا کچھ مال نہین ہے اور باغ مین سو درم کا غلہ یعنے پیداوار موجود ہے اور باغ تین سو درم کا ہے تو موصی لہ کو موجودہ پیداوار کی تہائی ملیگی اور آیندہ ہمیشہ تک جو حاصلات ہوا کرے اُسکی تہائی ملا کریگی۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے کرایہ غلام سے بیس درم سالانہ کی وصیت کی پھر کسی سال کرایہ زیادہ آیا اور کسی سال کم آیا تو زید کے واسطے ہر سال کا تہائی کرایہ روک رکھا جائیگا اُسمین سے بیس درم زید کو جب تک زندہ رہے خرچ دیے جاوینگے جیسا کہ موصی نے وصیت کی تھی اور بسا اوقات بعض سال مین کرایہ نہین حاصل ہوتا ہے اسواسطے تہائی کرایہ اُسکے حق کا روک رکھا جائیگا اسی طرح اگر یہ وصیت کی کہ زید کو میرے مال سے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو بھی پوری تہائی نہ رکھچھوڑی جائیگی تاکہ موافق وصیت موصی کے اسمین سے پانچ درم ماہواری اُسکو نفقہ دیا جاوے اور تہائی روک رکھنے کے حق مین خواہ وہ ایک درم ماہواری کی وصیت کرے یا دس درم ماہواری کی سب برابر ہین یہ مبسوط مین ہے۔ ہشام نے فرمایا کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دو شخصون کے واسطے وصیت کی کہ ہر ایک کو ماہواری اس اس قدر خرچ دیا جاوے اور تہائی مال دونون کے واسطے روک رکھا گیا پھر دونون موصی لہ مین سے ایک کے ساتھ وارثون نے صلح کرلی اسطرح کہ اُسکو کچھ مال پدین شرط دیا کہ وہ اپنی وصیت سے لاد عوی ہو جاوے تو فرمایا کہ تہائی مال دونون کے واسطے رُکا رہیگا اور جسنے صلح کرلی ہے اُسکا حصہ وارثون کو واپس نہ دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا دار زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے اور عمرو کو ہزار درم سال بھر کے واسطے قرضہ دیے جاوین اور وارثون نے عین مال سوائے دار کے تلف کر دیا پھر وہ دار ہزار درم کے عوض جو اُسکی قیمت ہے فروخت کیا گیا تو یہ دراہم عمرو کو قرضہ دیے جاوینگے پھر سال کے بعد وارثون کے ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے زید کو جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری دیے جاوین اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت دیدی تو مال کے چھ حصے کیے جاوینگے جسمین سے عمرو کو ایک حصہ دیا جائیگا اور باقی پانچ حصے روک رکھے جاوینگے اور اُسمین سے موافق وصیت کے پانچ درم ماہواری زید کو دیے جاوینگے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ مال کے چار حصے کیے جاوینگے۔ پھر کتاب مین فرمایا کہ اور جسقدر زید کے حصے مین پڑا ہے وہ اُسکے سپرد نکیا جائیگا۔ اور کتاب مین قلیل و کثیر کی کوئی تفصیل مذکور نہین ہے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ یہ حکم قلیل مین ہے اور اگر مال کثیر ہو تو جس مقدار سے زیادہ زید کی زندگی کی توقع نہو یعنے معلوم ہو کہ غالباً اس سے زیادہ زندہ نہ رہیگا تو اُس سے زیادہ مال نہ روکا جائیگا بلکہ وارثون کو دیدیا جائیگا

لیکن جو کتاب مین مذکور ہی وہی اصح ہی - اور اگر تمام مال جو زید کے واسطے روکا گیا ہی اُسکے خرچ ہو جانے سے پہلے زید مر گیا تو عمرو کی وصیت حصہ سوم پوری کردی جائیگی اور مال کی وہ تہائی معتبر ہوگی جو موصی کی موت کے روز تھی اور وہ تہائی معتبر نہو گی جو زید کی موت کے روز ہی اسواسطے کہ حق عمرو اُس تمام مال کی تہائی سے متعلق تھا جو مرگ موصی کے روز تھا لیکن زید کی مزاحمت کی وجہ سے اُسکے حق مین نقصان ہو گیا تھا پھر جب مزاحمت جاتی رہی تو اُسکو پورے مال کی تہائی پوری کر دیجائیگی لیکن اگر دو تہائی مال سے زائد خرچ ہو چکا ہو تو ایسی حالت مین اُسکو نفقہ دیا جائیگا اور تہائی پوری نہ کیجائیگی اسواسطے کہ مال مین سے اسقدر باقی نہین رہا ہی جس سے تہائی پوری کیجاوے پھر جب عمرو کا حق پورا کر دیا گیا تو جسقدر باقی رہے وہ وارثان موصی کو دیا جائیگا اور وارثان زید کو نہ دیا جائیگا - یہ سب اُسوقت ہی کہ وارثون نے وصیتون کی اجازت دیدی اور اگر اجازت نہ دی تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی مال زید و عمرو کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک چار حصے ہو کر تقسیم ہوگا - پھر بنا بر قول امام اعظم رح کے تہائی کا نصف عمرو کو دیا جائیگا اور نصف باقی روک رکھا جائیگا تاکہ زید کو ماہواری نفقہ دیا جاوے پھر اگر زید اس مال کے سب خرچ ہونے سے پہلے مر گیا تو جسقدر باقی رہا ہی وہ عمرو کو دیدیا جائیگا - اور اگر زید و عمرو دو شخصون کے واسطے وصیت کی کہ جب تک زندہ رہین انکو ماہواری دس درم دیے جاوین اور بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وارثون کی اجازت دینے کی صورت مین امام اعظم رح کے نزدیک تمام مال کے چھ حصے کیے جاوینگے اور عدم اجازت کی صورت مین دو حصے کیے جاوینگے اور صاحبین کے نزدیک چار حصے کیے جاوینگے - پھر اگر زید و عمرو مین سے ایک مر گیا تو بکر کو مال موقوف مین سے کچھ نہ دیا جائیگا بلکہ جو کچھ دونون کے واسطے روک رکھا گیا تھا وہ ویسا ہی سب کا سب رُکا رہیگا اور دونون مین سے جو زندہ باقی ہی اُسکو نفقہ دیا جایا کریگا اور اگر موصی نے آخر وصیت مین یہ لفظ کہا ہو کہ دونون مین سے ہر ایک کو پانچ درم نفقہ دیے جاوین تو اُسکے مطلق ایجاب سے جو امر واجب ہو گیا تھا یہ اُسکا بیان ہو جائیگا پس اس سے حکم مختلف نہوگا - اور اگر میت نے عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور زید کے واسطے جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری دیے جانے کی وصیت کی اور بکر کے واسطے جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیے جانے کی وصیت کی پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک نو حصے کیے جاوینگے جنمین سے عمرو کو ایک حصہ دیا جائیگا اور باقی آٹھ سہام مین سے زید و بکر کے واسطے چار چار سہام روک رکھے جاوینگے - اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک مال کے سات حصے کیے جاوینگے جنمین سے ایک حصہ عمرو کو دیا جائیگا اور باقی چھ حصص مین سے تین تین حصے زید و بکر کے واسطے روک رکھے جاوینگے - یہ سب اُسوقت ہی کہ وارثون نے اجازت دیدی - اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو بھی صاحبین رح کے نزدیک تہائی مال کے سات حصے کیے جاوینگے - اور امام اعظم رح کے نزدیک تہائی سے زائد کا استحقاق وا سکی مقدار پر شریک کیا جانا باطل ہو گیا پس گویا وے سب ایک تہائی کے مستحق ہین پس امام کے نزدیک تہائی مال ان سب مین برابر تین تہائی تقسیم ہوگا اور اس صورت مین اگر زید و بکر اپنا نفقہ پورا کر لینے سے پہلے مر گئے تو باقی مال عمرو کو دیا جائیگا اور اگر زید و بکر مین سے ایک مر گیا اور ہنوز اُس مال مین سے جو دونون پر وقف ہی باقی ہی تو اُسمین سے نصف مال عمرو کو دیدیا جائیگا اور باقی نصف مال دوسرے زندہ کے واسطے وقف رہیگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اسمین سے ایک چوتھائی عمرو کو ملیگی اور تین چوتھائی دوسرے زندہ کے واسطے وقف رہیگی - اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے پانچ درم ماہواری زید

کو جب تک زندہ رہے نفقہ دیا جاوے اور عمرو وبکر کو دس درم ماہواری جب تک دونون زندہ رہین نفقہ دیا جاوے خواہ یہ لفظ بھی کہا کہ ہرایک کو پانچ درم ماہواری یا یہ نکہا۔ پھر وارثون نے اجازت دیدی تو تمام مال زید کے وعمرو وبکر کے درمیان برابر نصفا نصف تقسیم ہوگا پس نصف مال زید کے واسطے موقوف رکھا جائیگا اور نصف مال عمرو وبکر کے درمیان رکھا جائیگا اسواسطے کہ زید کے حق مین خود پورے مال کی تنہا وصیت ہی اور عمرو وبکر دونون کے واسطے پورے مال کی تنہا وصیت ہی پس گویا موصی نے زید کے واسطے پورے مال کی وصیت کی اور عمرو وبکر کے واسطے پورے مال کی وصیت کی ہی پس بالاتفاق انمین تمام مال نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر اگر زید مرگیا تو اُسکے حصہ کے مال مین سے جسقدر باقی رہا ہو وہ عمرو وبکر پر وقف کردیا جائیگا اور دونون کو دس درم ماہواری دیے جاوینگے اور اگر عمرو وبکر دونون مین سے ایک مرگیا اور زید زندہ باقی رہا تو میت کا مابقی حصہ اُسکے شریک پر وقف کیا جائیگا اور شریک کو پانچ درم ماہواری دیے جاوینگے۔ اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال دو حصون پر برابر تقسیم ہوگا اُسمین سے نصف زید کے واسطے ہوگا اور نصف عمرو وبکر کے واسطے ہوگا اسمین بھی امامون کا اتفاق ہی اسواسطے کہ زید تمام مال کا موصی لہ ہی اور عمرو وبکر دونون تمام مال کے موصی لہ ہین تو وارث کی اجازت نہ دینے کی صورت مین تہائی مال مین زید بقدر تہائی کے اور عمرو وبکر بھی بقدر تہائی کے شریک کیے جاوینگے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی۔ پس برابر کے شریک ہوے اور صاحبین رح کے نزدیک زید پورے مال کے حساب سے اور عمرو وبکر بھی پورے مال کے حساب سے شریک کیے جاوینگے پس صاحبین رح کے نزدیک بھی برابر کے شریک ہوے پس بالاتفاق تہائی مال کے برابر دو حصے ہونگے۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے عمرو کو جبتک زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور بکر کو جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو باوجود اختلاف تخریج مجین کے سب کے نزدیک تمام مال تین حصون پر تقسیم ہوگا اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال ان سب کے واسطے برابر تین حصے ہوکر وقف رکھا جائیگا یہ بھی بالاتفاق ہی اگرچہ امام اور صاحبین رح کی تخریج مین اختلاف ہی پھر اگر انمین سے ایک مرگیا تو مابقی اُسکے ساتھی پر وقف کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے چار درم ماہواری زید کو نفقہ دیا جاوے جبتک زید زندہ رہے اور وصیت کی کہ عمرو وبکر کو دس درم ماہواری جب تک زندہ رہین میرے تہائی مال سے نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو تہائی مال زید پر وقف کیا جائیگا اور دوسری تہائی عمرو وبکر پر وقف کیجائیگی پھر اگر زید اپنے حصہ وصیت کا مال پورا لینے سے پہلے مرگیا تو باقی مال وارثان موصی کو دیا جائیگا اور اگر عمرو وبکر مین سے کوئی مرگیا تو اُسکے حصہ کا باقی اُسکے شریک کے واسطے وقف کیا جائیگا پھر اگر اسکے بعد دوسرا بھی مرگیا تو باقی مال وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا۔ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال کے دو حصے کیے جاوینگے جنمین سے نصف تہائی زید کے واسطے اور نصف تہائی عمرو وبکر کے واسطے سب امامون کے نزدیک باوجود اختلاف تخریج مجین کے وقف کیجائیگی۔ نیز امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی وہ وقف کیا جاوے اُسمین سے زید کو جب تک زندہ رہے چار درم ماہواری دیے جاوین اور مین نے عمرو وبکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی وہ وقف کیا جاوے اور اُسمین سے دونون کو دس درم ماہواری جب تک زندہ رہین نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو زید کو پوری تہائی دیدی جائیگی اُسکو چاہے کرے اور عمرو وبکر کو بھی دوسری تہائی دیدی جائیگی جو چاہین کرین اور وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور قلیل وکثیر کچھ وقف نہ کیا جائیگا اور جو کوئی ان زید وعمرو وبکر مین سے مرگیا اُسکا حصہ اُسکے وارثون کا ہوگا۔ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو ایک تہائی

مین سے نصف فقط زید کو اور نصف باقی عمرو و بکر کو نصف نصف دیدی جائیگی - اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی اُسمین سے اُسکو چار درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور عمرو و بکر کے واسطے تہائی کی وصیت کی عمرو کو پانچ درم ماہواری اُسمین سے نفقہ دیا جاوے اور بکر کو تین درم ماہواری دیا جاوے پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو زید کو تہائی مال دیدیا جائیگا اور عمرو و بکر کو دوسری تہائی دیدی جائیگی جو دونون مین نصفا نصف ہوگی پس زید و عمرو و بکر اپنے اپنے مال سے جو چاہین کرین انکو اختیار ہوگا اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو ایک تہائی مین سے نصف زید کو اور باقی نصف عمرو و بکر کے درمیان ہر ایک بقسیم ہوگا اور انمین جو مر جاوے اُسکا حصہ اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہوگا یہ محیط مین ہے - اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے زید کو چار درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور عمرو کو میرے باغ سے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو تہائی باغ مین دونون کا نصفا نصف استحقاق ہوگا پس ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ باغ کا خانہ فروخت کرکے اُسکا ثمن وصی کے پاس یا اگر وصی نہو تو کسی عادل آدمی کے پاس موقوف رکھا جائیگا اور ہر ایک کو اُسکے حصہ سے جسقدر ماہواری اُسکے واسطے بیان کی ہے دیجائیگی اور اگر دونون مرگئے اور اسمین سے کچھ باقی رہا تو وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا اسوجہ سے کہ دونون کی وصیت بسبب موت کے باطل ہوگئی ہے - اسی طرح اگر کہا کہ زید کو چار درم ماہواری اور عمرو و بکر کو پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو چھٹا حصہ فقط زید کے واسطے اور چھٹا حصہ عمرو و بکر دونون کے واسطے موقوف رکھا جائیگا - اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی اور عمرو کے واسطے نصف حاصلات باغ کی وصیت کی اور اُسکا مال کل یہی باغ ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی غلہ ہر سال دونون پر نصفا نصف تقسیم کیا جائیگا اور اگر اُسکا مال زائد ہو کہ یہ باغ اُسکی تہائی ہو تو زید کو سال کی حاصلات باغ کا تین چوتھائی حصہ اور عمرو کو ایک چوتھائی ملیگا اور تقسیم امام کے نزدیک اُنکے اصول کے موافق بطریق منازعت ہوگی اور صاحبین کے نزدیک چونکہ تقسیم بطریق حول و مضاربت ہے لہذا اگر باغ مذکور کے سوائے اُسکا کچھ مال نہو تو تہائی حاصلات دونون کو تین تہائی تقسیم کر دیجائیگی اور اگر مال ہو کہ باغ اُسکا تہائی ہو سکتا ہو تو تمام حاصلات دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگی اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی اور اُسکی قیمت ہزار درم ہے اور عمرو کے واسطے اپنے غلام کی کمائی کی وصیت کی اور اُسکی قیمت تین سو درم ہے اور موصی کا مال تین سو درم سوائے اسکے اور بھی ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک تہائی دونون مین گیارہ حصے ہو کر تقسیم ہوگی جسمین سے زید کو حاصلات باغ کے چھ حصے اور عمرو کو کرایہ غلام سے پانچ حصے ملینگے اور اگر زید کے واسطے اپنی زمین کے حاصلات غلہ کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اُس زمین کے رقبہ کی وصیت کی حالانکہ زمین مذکور اُسکا تہائی مال ہے پھر عمرو نے اُسکو فروخت کیا اور زید نے اُسکے بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہے اور زید کی وصیت باطل ہوگئی اور ثمن مین زید کا کچھ استحقاق نہوگا - اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے غلہ کی وصیت کی پھر موصی کے مرنے سے پہلے کئی سال تک باغ مذکور کا غلہ آیا پھر موصی مرگیا تو موصی لہ کو اس غلہ مین سے کچھ نہ ملیگا لیکن موت موصی کے وقت باغ مین جو غلہ یعنے پھل وغیرہ موجود ہین یا جو آئندہ پیدا ہونگے سب ملینگے یہ محیط مین ہے - اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اس ہزار درم کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اس ہزار درم مین سے سو درم کی وصیت کی تو یہ قول وصیت اول سے رجوع نہین ہے بلکہ نو سو درم زید کو ملینگے پھر سو درم مین سے نصف زید کو اور نصف عمرو کو ملینگے اور کہا کہ اس ہزار درم کی زید کے واسطے الا اسمین سے سو درم کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو سو درم عمرو کو اور نو سو درم زید کو ملینگے - اور اگر زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی پھر کہا کہ مین نے عمرو و بکر کے واسطے اُسقدر کی وصیت کی جسقدر زید پسند کرے تو فرمایا کہ زید جسقدر پسند کرکے اختیار کرے اُسی قدر کے واسطے تہائی

مال مین عمرو وبکر حصہ دار کیے جاوینگے پس اگر زید نے پوری تہائی کو پسند کیا تو تہائی مین سے نصف زید کا اور نصف دوسرے موصی لہما کا ہوگا اور اگر پوری تہائی مین سے سوائے ایک درم کے پسند کی تو تہائی مین سے ایک درم کم کی مقدار پر شریک کیے جاوینگے - اور اگر کہا کہ مین نے زید و عمرو کے واسطے ہزار درم کے لیے کہ اُسمین سے زید کو سو درم اور عمرو کو کو دو سو درم دیے جاوین وصیت کی تو فرمایا کہ مین ہزار درم مین سے جسقدر جسکے واسطے بیان کردیا ہی دیگر باقی وارثون کو واپس دونگا اور اگر ہزار درم مین سے فقط ایک کے واسطے کوئی مقدار بیان کی ہو تو اسقدر اُسکو دیکر باقی کا استحقاق دوسرے کے واسطے قرار دونگا - اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال زید و عمرو کے واسطے ہو کہ اُسمین سے زید کے واسطے سو درم ہین پھر اُسکا تہائی مال ستر درم نکلا تو یہ سب زید ہی کو دیے جاوینگے واسطے سو درم کی مقدار بیان کی ہو دیدیا جائیگا - اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال بکر و زید و عمرو کے واسطے کہ زید کے واسطے پچاس درم اور عمرو کے واسطے سو درم ہین اور اُسکا کل مال تین سو درم ہو تو تہائی سو درم دونون کے واسطے جسکے لیے مقدار بیان کی ہو تین تہائی تقسیم ہوگا اور دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر تہائی مال تین سو درم ہو تو زید کو پچاس اور عمرو کو سو درم اور باقی ڈیڑھ سو درم بکر کو ملینگے جسکے واسطے کوئی مقدار بیان نہین کی ہو - اور اگر کہا کہ تہائی واسطے زید و عمرو کے ہو زید کے واسطے سو درم اور عمرو کے واسطے پچاس اور تہائی مال تین سو درم ہو تو ہر ایک کو اسقدر ملیگا جسقدر اُسکے واسطے بیان کردیا ہو اور باقی دونون مین نصفا نصف ہوگا - اور اگر ہزار درم کی زید و عمرو کے واسطے باین طور وصیت کی کہ واسطے زید کے اسمین سے سو درم ہین تو موافق اُسکے کہنے کے سو درم زید کو دیے جاوینگے اور باقی نو سو درم عمرو کو ملینگے اور اگر انمین سے تھوڑے درم تلف ہوگئے تو باقی کے بھی دس حصے کیے جاوینگے اور اگر اُسنے بکر کے واسطے دوسرے ہزار درم کی وصیت بھی کی ہو حالانکہ اُسکا تہائی مال ہزار درم ہو تو پانچ سو درم بکر کو ملینگے اور پانچ سو درم مین زید و عمرو کے واسطے دس حصے کیے جاوینگے جنمین سے ایک حصہ زید کو اور نو حصے عمرو کو دیے جاوینگے - اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم زید و عمرو کے واسطے ہین زید کے واسطے اُسمین سے سو درم ہین اور باقی عمرو کے واسطے ہین تو زید کو سو درم ملینگے - اور اگر سوائے سو درم کے باقی سب تلف ہوگئے تو یہ سو درم زید کو ملینگے اور عمرو کے واسطے وصیت ہی جو بعد سو درم کے باقی رہے اور اگر باوجود اسکے اُسنے بکر کے واسطے ہزار درم دوسرے کی وصیت کی حالانکہ اُسکا تہائی مال ہزار درم ہو تو درمیانی کو کچھ نہ ملیگا اور ہزار درم باقی دونون مین گیارہ حصے ہوکر تقسیم ہونگے جسمین سے دس حصے ہزار درم کی وصیت والے کو ملینگے اور ایک حصہ سو درم کی وصیت والے کو ملیگا - اور اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید و عمرو کے واسطے وصیت کی اُسمین سے سو درم زید کے ہین اور اُسکا تہائی مال ہزار درم ہی مگر تقسیم کے روز تک تلف ہوکر پانچ سو درم رہگیا ہی تو اسمین سے زید کو پورے سو درم ملینگے اور باقی عمرو کو ملینگے اور اگر باوجود اسکے بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی بھی وصیت کی ہو اور مال مین کچھ نقصان نہین آیا تو ہزار کا نصف بکر کو ملیگا اور باقی نصف کے دس حصے ہوکر اُسمین سے ایک حصہ زید کو ملیگا اور (۹/۱۰) حصے عمرو کو دیے جاوینگے - اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اپنے تہائی مال سے سو درم کی اور عمرو کے واسطے باقی مال کی وصیت کی اور بکر کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عمرو کو کچھ نہ ملیگا اور ہزار درم اُسکا تہائی مال درمیان زید و بکر کے گیارہ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے زید کو ایک اور بکر کو (۹/۱۰) حصے ملینگے - اگر ایک شخص کے پاس تین ہزار درم ہون اور ہر ہزار درم ایک خاص تھیلی مین ہون پس اُسنے زید سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے جو کچھ اس تھیلی مین سے باقی رہجاوے اُسکی وصیت کی تو اُسکو پورے ہزار درم ملینگے اور یہ وصیت باقی تمام وصیتون سے موخر ہوگی حتے کہ اگر اُسنے عمرو کے واسطے دوسرے ہزار درم کی وصیت کی تو اول کو کچھ نہ ملیگا اور اگر کہا کہ مین نے ان ہزار درمون کی زید و عمرو کے واسطے وصیت کی زید کے واسطے سات سو درم کی اور عمرو کے واسطے تین سو

درم کی تو یہ ہزار درم ان دونون مین تیرہ حصے ہوکر تقسیم ہونگے اور اگر کہا کہ مین نے ان ہزار درمون کی زید وعمرو کے واسطے وصیت کی انمین سے ہزار درم زید کے واسطے ہین تو پورے ہزار درم فقط زید کو ملجاوینگے اور اگر کہا کہ انمین سے ہزار درم زید کے واسطے اور ہزار درم عمرو کے واسطے ہین تو ہزار درم معین دونون مین نصفا نصف تقسیم ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر کہا کہ مین نے زید وعمرو کے واسطے ان ہزار درم کی وصیت کی انمین سے زید کے واسطے ہزار درم ہین اور عمرو کے واسطے ان ہزار درم مین سے جسکی مین نے زید کے واسطے وصیت کی ہی ہزار درم ہین - یا کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید وعمرو کے واسطے وصیت کی - انمین سے ہزار درم زید کے ہین اور ان ہزار درم مین سے عمرو کے واسطے ہزار درم ہین حالانکہ اُسکا تہائی مال ہزار درم ہی تو ہر صورت مین پورے ہزار درم عمرو کو ملینگے - اگر ایک شخص نے ایک قوم کے واسطے چند وصیتین علٰحدہ علٰحدہ کین پھر صاحبان وصیت مین سے کوئی حاضر ہوا اور اُسنے گواہ قائم کرکے اپنا حق وصیت لینا چاہا تو فرمایا کہ اُسکا حصہ دیکر باقیون کا حصہ روک رکھونگا پھر اگر مابقی ضائع ہوگیا تو جنسے جو کچھ لیا ہی اُسکے لیے ہوے مین حصہ رسد شریک ہوجاوینگے اور جسکو اُسکا حصہ وصیت دیا گیا ہی اُسکے دینے مین تقسیم بحق الباقی لازم نہ آویگی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے وصیت کی کہ فلان شخص کو ہزار درم دیے جاوین کہ وہ قیدیون کو خریدے یعنے کفار سے قید اسلام یا مسلمانان اسیر بدست کفار کو خریدے پس اگر یہ شخص قبل اسکے مرگیا تو یہ مقدمہ حاکم کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ وہ کسی شخص کو اس کام کے واسطے مقرر کردے یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک مریض نے کہا کہ میرے مال سے بیس ہزار درم نکالکر اُسمین سے فلان کو اسقدر دو اور فلان کو اسقدر دو حتے کہ اُسنے اسی طور سے گیارہ ہزار کا حساب بتلایا پھر کہا کہ باقی فقیرون کے واسطے ہی پھر مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا تہائی مال فقط نو ہزار درم ہین تو فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ ہر ایک کی وصیت کے بیس حصے کرکے اُسمین سے اُسکو نو حصے دیے جاوینگے اور گیارہ حصے باطل ہوجاوینگے اور قولہ مابقی واسطے فقیرون کے ہی اسمین گویا اُسنے نو ہزار درم فقیرون کے واسطے بیان کردیے اسواسطے کہ جب اُسنے ابتدا مین تمام مال بیان کیا تو باقی اسی قدر ہوا جو ہم کہتے ہین بخلاف اسکے اگر اُسنے یہ کہا کہ میرے تہائی مال سے فلان کو اسقدر اور فلان کو اسقدر دو حتے کہ اُسنے کہا کہ باقی فقیرون کو دو تو ایسی صورت مین فقیرون کو کچھ نہ ملیگا اور صاحبان وصیت مین سے ہر ایک کو وصیت کے گیارہ جزون مین نو جزو ملینگے اور دو جزو باطل ہوجاوینگے - ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا دار فروخت کیا جاوے اور اُسکے ثمن سے دس گون گیہون خریدے جاوین اور ہزار روٹیان خریدی جاوین اور اُسنے دوسری کچھ وصیت بھی کی ہی پھر اُسکا دار فروخت کیا گیا اور اُسکے ثمن مین اسقدر گنجائش بھی نہوئی جس سے اسقدر گیہون و روٹیان خریدی جاوین اور وصیت کا اسکے سوا اور مال بھی ہی تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر اُسکے تہائی مال مین اس وصیت اور دوسری وصیتون کے پورا کرنے کی گنجائش ہو تو تہائی مال سے سب پوری کیجاوین اور ایسا ہوگا گویا اُسنے یہ وصیت کی کہ میرے مال سے دس گون گیہون اور ہزار روٹیان خریدا اور اُسکا ثمن میرے مکان کے ثمن سے قرار دو مگر وارثون نے اُسکو دوسرے مال سے قرار دیا تو یہ امر وارثون کے حق مین مضر نہوگا لیکن اگر میت نے جو مال تجویز کیا ہی اُسمین کوئی دلیل پائی جاوے جس سے اُسی کا برقرار رکھنا ضرور ہو مثلاً معلوم ہو کہ اُسکا تھوڑا مال پاک حلال ہی اور باقی پلید وحرام ہی تو وصیتین اسی مال حلال سے نافذ کیجاوینگی - ایک شخص نے چند وصیتین کین پھر اُسکے فرزندون کو خبر پہونچی کہ ہمارے باپ نے چند وصیتین کی ہین اور اُنکو یہ معلوم نہین ہی کہ کیا وصیتین کین ہین پس اُنھون نے کہا کہ جسکی ہمارے باپ نے وصیت کی ہی ہمنے اُسکی اجازت دیدی تو ممکن ہین مذکور ہو کہ اُنکی اجازت صحیح نہوگی اور اجازت جبھی صحیح ہوگی کہ جب بعد واقف ہونے کے اجازت دین - ایک شخص نے زید کے واسطے مال کی وصیت کی اور فقیرون کے واسطے مال کی

وصیت کی حالانکہ زید بھی محتاج ہی پس آیا اُسکو حصۂ فقرا مین سے دیا جائیگا تو علماء نے اسمین اختلاف کیا ہی اور محمد بن مقاتل رہ و خلف رشد اور رہ نے فرمایا کہ دیا جائیگا اور ابراہیم نخعی وحسن بن مطیع نے فرمایا کہ نہ دیا جائیگا اور اول اصح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ نوازل مین ہی کہ اگر وصیتین کین اور فقیرون کے واسطے وصیت کی اور اپنے آزاد کردہ شدہ کے واسطے سو درم کی وصیت کی پھر اُسکا آزاد کیا ہوا اُسکی موت سے بعد مرگیا پس اگر اُسنے ہر وصیت کے واسطے کوئی مقدار بیان کردی ہو اور باقی فقیرون کے واسطے کہا ہو تو اُسکے آزاد کردہ شدہ کے سو درم فقیرون پر صرف کردیے جاوینگے اور اگر اُسنے ہر ایک وصیت کے واسطے کوئی مقدار بیان کی ہو اور فقیرون کے واسطے بھی مقدار بیان کی ہو تو آزاد کردہ شدہ کے سو درم وارثان موصی کو دیے جاوینگے اور علی ہذا اگر چند وصیتین کین پھر کہا کہ باقی فقیرون پر تقسیم کردیا جاوے پھر بعض وصیتون سے رجوع کرلیا یا بعضے موصی قبل موت موصی کے مرگئے تو باقی فقیرون کو تقسیم کیجائیگی اگر اُس سے رجوع نکیا ہو یہ محیط مین ہی۔

آٹھوان باب - ذمی وحربی کی وصیت کے بیان مین - ذمی کی وصیت اگر اجنبی معاملات ہو تو بالاجماع صحیح ہی۔ اور اگر اجنبی معاملات نہو تو اسمین چار اقسام ہین اول آنکہ وہ فعل ہمارے اور اُنکے نزدیک قربت ہو پس ایسی وصیت بھی صحیح ہی خواہ واسطے قوم معین کے ہو یا غیر معین کے۔ دوم آنکہ ہمارے اور اُنکے دونون کے نزدیک معصیت ہو پس اگر ایسی وصیت قوم معین کے واسطے ہو تو صحیح ہی اور یہ اعتبار کیا جائیگا کہ موصی نے اُن لوگون کو مالک کردیا ہی پس اسمین کوئی وجہ قربت اللہ تعالے کی شرط نہوگی۔ اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو باطل ہی۔ سوم آنکہ ہمارے نزدیک قربت اور اُنکے نزدیک معصیت ہو پس اگر یہ قوم معین کے واسطے ہو تو صحیح ہی اور اُنکے واسطے تملیک شمار کیجائیگی پس اسمین موصی کی طرف تقرب شرط نہوگا۔ اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو باطل ہی۔ چہارم آنکہ ہمارے نزدیک معصیت اور اُنکے نزدیک قربت ہو تو ایسی وصیت امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک صحیح ہی خواہ قوم معین کے واسطے ہو یا غیر معین کے واسطے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر قوم معین کے واسطے ہو تو خیر ورنہ باطل ہی۔ فرمایا کہ اگر ایک ذمی نے وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے رقبات یعنے مملوک لوگ خواہ معین یا غیر معین خریدے جاوین اور میری طرف سے آزاد کیے جاوین یا یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقیرون و مسکینون کو صدقہ مین دیا جاوے یا اُس سے بیت المقدس مین چراغ جلائے جاوین یا اُسمین عمارت بنائی جاوے یا تہائی مال سے ترک وڈیلم پر جہاد کیا جاوے اور موصی نصرانی ہی تو وصیت صحیح ہی۔ اور اگر تہائی مال کی گانے والیون یا رونے والیون کے واسطے وصیت کی پس یہ عورتین معین کردی ہون تو صحیح ہوگی اور یہ شمار کیا جائیگا کہ اُسنے ان عورتون کو تہائی مذکور کا مالک کردیا ہی اور اگر غیر معین ہون تو باطل ہی۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ایک قوم مسلمان کو حج کرایا جاوے یا اُس سے مسلمانون کی مسجد بنائی جاوے پس اگر قوم معین کے واسطے ہو تو وصیت صحیح ہوگی اور اُن لوگون کے حق مین تملیک قرار دیجائیگی اور موصی کے وارث لوگ مفتقر ہونگے چاہین حج کرادین و مسجد بنادین اور چاہین ایسا نکرین اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو وصیت باطل ہوگی اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے بیعۃ یا کنیسہ بنایا جاوے یا میراث یا کنیسہ کردیا جاوے تو صاحبین رح کے نزدیک وصیت مذکور باطل ہی الاجیکہ یہ وصیت قوم معین کے واسطے ہو تو یہ اُنکے حق مین تملیک قرار دیجائیگی اور امام اعظم رح کے نزدیک ہر حال مین وصیت صحیح ہی اور یہ حکم اختلافی بقیاس مسئلہ مختلف فیہا ہی۔ اور ہمارے مشائخ رح نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول پر یہ حکم گانون مین ہی اور اگر شہر مین ایسی وصیت کی تو اُنکی وصیت نافذ نہوگی یہ محیط مین ہی۔ حربی مسلمان نے اگر مسلمان وذمی کے واسطے وصیت کی تو صحیح ہی لیکن اگر اُسکے ساتھ اُسکا وارث دارالاسلام مین آیا ہو اور حربی مسلمان

نے تہائی سے زائد کی وصیت کی تو تہائی سے زائد کے حق مین اُسکے وارث کی اجازت کی ضرورت ہوگی اور اگر اُسکا کوئی وارث ہی نہو تو تمام مال سے وصیت صحیح ہوگی جیسا کہ مسلمان و ذمی کے حق مین ہی۔ اسی طرح اگر وارث ہو لیکن دار الحرب مین ہو تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اصل مین مذکور ہی کہ اگر حربی نے دار الحرب مین وصیت کی پھر دار الحرب سے لوگ مسلمان ہو گئے یا سب ذمی ہو گئے پھر دونون نے اس وصیت کی بابت قاضی کے پاس نالش کی پس اگر چیز وصیت بعینہ قائم ہو تو قاضی اُسکو نافذ کریگا اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے وہ تلف ہو گئی تو قاضی اُسکو باطل کر دیگا یہ بدائع مین ہی۔ حربی مستامن نے اگر ذمی کے واسطے اپنے بعض مال کی وصیت کی تو باقی اُسکے وارثان اہل حرب کو دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر دار الاسلام مین حربی مستامن نے اپنے غلام کو عند الموت آزاد کیا یا مدبر کیا تو صحیح ہوگا بدون اسکے کہ اُسکے تہائی مال سے اعتبار کیا جاوے اور اگر ذمی نے تہائی سے زاید کی یا بعض وارثون کے واسطے وصیت کی تو مثل مسلمان کے صحیح نہین ہی اور اگر اپنے برخلاف ملت کے واسطے وصیت کی تو مثل ارث کے صحیح ہی اور اگر حربی غیر مستامن کے واسطے وصیت کی تو نہین صحیح ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ذمی نے حربی مستامن کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کوئی مسلمان نعوذ باللہ مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہو گیا پھر اُسنے ان وصیتون مین سے کوئی وصیت کی تو امام اعظم رح کے قول پر اُسکی وصیتون مین سے جو ایسی وصیتین ہین کہ مسلمان کی طرف سے صحیح ہوتی ہین وہ موقوف رہینگی اور جو مسلمان کی طرف سے صحیح نہین ہوتی ہین وہ باطل ہونگی اور صاحبین رح کے نزدیک تصرفات مرتد فی الحال نافذ ہوتے ہین پس جس قوم کی طرف مرتد ہو گیا ہی جو وصیتین اُس قوم کی طرف جمع ہو سکتی ہین ویسی وصیتین اسکی صحیح ہونگی حتے کہ اگر اُسنے ایسی وصیت کی جو اُس قوم کے نزدیک کار ثواب اور ہمارے نزدیک معصیت ہی اور یہ وصیت ایک قوم غیر معین کے واسطے واقع ہوئی تو صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگی اور رہی مرتدہ عورت سو وہ جس قوم کی طرف مرتد ہو کر گئی ہی جو اُس قوم سے صحیح ہو سکتی ہین وہ اس عورت مرتدہ کی وصیتین بھی صحیح ہونگی اور کتاب مین فرمایا کہ سوائے ایک صورت کے وہ یہ ہی کہ ایسی وصیت کی کہ اُنکے نزدیک کار ثواب ہی اور ہمارے نزدیک معصیت ہی مثلاً کنیسہ یا بیعہ کی تعمیر کی وصیت کی یا اسکے مانند کوئی وصیت کی اور یہ وصیت ایک قوم غیر معین کے واسطے واقع ہوئی تو مین اس مسئلہ مین امام ابو حنیفہ رح سے کوئی حکم یاد نہین رکھتا ہون اور مشائخ رح نے اسمین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ صحیح ہی اور بعض نے فرمایا کہ نہین صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اور بدعتی اگر اُسکی تکفیر کا حکم نہو تو حق وصیت مین بمنزلہ مسلمان کے ہی اسواسطے کہ بظاہر وہ اسلام کا دعوی کرتا ہی اور اگر اُسکی تکفیر کا حکم ہوا تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہی پس اُسکے تصرفات مین امام اعظم وصاحبین رح کے درمیان وہی اختلاف ہوگا جو مرتد کے حق مین معروف ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر یہودی یا نصرانی نے اپنی طبیعت مین کنیسہ یا بیعہ بنایا پھر مر گیا تو وہ میراث ہوگا یہ ہدایہ مسائل شتی مین ہی۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین کوئی وصیت نکرونگا پھر اُسنے مرض الموت مین کوئی چیز ہبہ کی یا اپنا بیٹا خرید اجو آزاد ہو گیا تو وہ شخص حانث نہوگا۔ اور اگر اپنے وارث کو کچھ ہبہ کیا حالانکہ مرض الموت کا مریض ہی یا وارث کے واسطے کسی چیز کی وصیت کی اور اُسکے نافذ کرنے کا حکم کیا تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ دونون باطل ہین اور اگر باقی وارثون نے اسطرح اجازت دی کہ ہمنے فعل میت کی اجازت دی تو ہبہ و وصیت دونون کے حق مین اجازت صحیح ہوگی۔ ایک مریض نے کچھ وصیتین کین پھر وہ اس مرض سے اچھا ہو گیا اور برسون زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اُسکی وصیتین باقی رہینگی بشرطیکہ اُسنے ان وصیتون کے وقت یہ نکہا ہو کہ اگر مین اس مرض سے مر جاؤن تو یا اگر مین اس مرض سے اچھا نہون تو مین

ل یعنی باپ کے مال کی وصیت آزاد ہو جائیگی بعد مین اگر وہ مالک ہو تا ہی وہ وصیت سے

یہ وصیت کی یا فارسی مین کہا (کہ مرا ازین بیماری اگر مرگ آید یا اگر ازین بیماری بمیرم) اور اگر اُسنے یہ شرط لگائی ہو تو اچھے ہوجانے کی صورت مین یہ وصیتین باطل ہوجائینگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے وصیت کی اور کہا کہ اگر مین اپنے اس مرض سے مرجاؤن تو میرے غلام آزاد ہین اور فلان کو میرے مال سے اسقدر دیا جاوے اور میری طرف سے حج کیا جاوے پھر وہ اس مرض سے اچھا ہوگیا پھر دوبارہ بیمار ہوا اور جن گواہون کو پہلی بیماری مین وصیت پر گواہ کیا تھا اُنھین سے یا دوسرے گواہون سے کہا کہ تم گواہ رہو کہ مین اپنی پہلی وصیت پر ہون (یعنی عہد مرض ہین ۱۲) تو امام محمد رحہ نے فرمایا کہ قیاساً یہ باطل ہی کیونکہ وہ جب مرض اول سے اچھا ہوا جبھی یہ وصیتین باطل ہوچکی ہین ولیکن مین اس مسئلہ مین استحسان کو لیتا ہون اور حکم دیتا ہون کہ یہ سب جائز ہی اور سب وصیتون کا حصہ تہائی مال مین سے لگایا جائیگا۔ اور یہ قیاس و استحسان ایسی صورت مین ہی کہ مریض نے کہا کہ مین نے عبد اللہ کے واسطے سو درم کی وصیت کی اور مساکین کے واسطے سو درم کی وصیت کی پھر کہا کہ مین اگر اس مرض سے مرجاؤن تو میرے غلام آزاد ہین پھر اچھا ہوگیا اور پھر دوبارہ بیمار ہوا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے کچھ وصیتین کین اور اُسکا وصیت نامہ لکھدیا پھر اسکے بعد بیمار ہوا اور پھر بھی کچھ وصیتین کین اور وصیت نامہ لکھدیا پس اگر وصیت نامہ ثانی مین یہ تحریر نکیا کہ مین نے وصیت اول سے رجوع کیا ہی تو دونون وصیتون کی تعمیل کیجائیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے کچھ وصیت کی پھر اُسکو سو اُس نے گھیرا جس سے وہ معتوہ ہوگیا اور ایک مدت ایسا ہی رہا پھر اسکے بعد مرگیا تو امام محمد رحہ نے فرمایا کہ وصیت باطل ہی۔ ایک مریض بسبب ضعف کے گفتگو کرنے پر قادر نہین ہی لیکن اُسکی عقل موجود ہی پس اُسنے سر سے کسی وصیت کا اشارہ کیا تو محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ اشارہ سے اُسکی وصیت جائز ہی اور ہمارے اصحاب نے اس وصیت کو جائز نہین رکھا ہی اور ناطقی نے فرمایا کہ کیسانیات مین مذکور ہی کہ ایک شخص کو فالج نے مارا پس اُسکی زبان جاتی رہی اور گفتگو سے عاجز ہوگیا پس اُسنے اشارہ سے وصیت کی یا لکھدیا پھر ایک مدت تک یہی حال رہا اور زمانہ دراز گذر گیا تو اُسکا حکم مثل گونگے کے ہی۔ اور حسن بن زیاد سے روایت ہی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ یہ ہزار درم زید کے واسطے ہین اگر مین مرجاؤن (یعنی عہد مرض ہی ہے) تو تو اُسکو دیدینا پھر مرگیا تو تو مامور زید کو موافق حکم میت کے دیدیگا۔ اور اگر یہ نکہا کہ یہ واسطے فلان کے ہین بلکہ یہ کہا کہ زید کو یہ درم دیدینا پھر مرگیا تو مامور یہ درم زید کو نہ دیگا۔ شیخ ابو نصر الدبوسی سے روایت ہی کہ مریض نے ایک شخص کو دراہم دیے اور کہا کہ انکو زید کو دینا یا کہا کہ میرے بیٹے کو دینا پھر مرگیا حالانکہ میت پر قرضے ہین تو فرمایا کہ اگر اُسنے فقط یہی کہا کہ میرے بھائی یا بیٹے کو دیدینا اور اُس سے زیادہ کچھ نکہا تو مامور ان دراہم کو قرضخواہان میت کو دیدیگا۔ اور شیخ نصیر رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ یہ دراہم یا یہ کپڑے زید کو دیدینا اور یہ نہ کہا کہ یہ اُسکے واسطے ہین اور یہ بھی نہ کہا کہ یہ اُسکے واسطے وصیت ہین تو فرمایا کہ یہ باطل ہی اسواسطے کہ یہ نہ اقرار ہی اور نہ وصیت ہی۔ ایک شخص نے وصیتین کین اور اُسکے پیچھے لوگون نے اُسکی وصیتون کو زیوف و ردی درمون سے نافذ کیا تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر وصیت کسی قوم معین کے واسطے ہو اور وہ لوگ باوجود علم اس بات کے ایسے درمون پر راضی ہوگئے تو جائز ہی اور اگر غیر معین فقیرون کے واسطے کی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی۔ ایک شخص نے وصیا نقد کی وصیت کی حالانکہ نقود مختلف رائج ہین تو خرید فروخت مین جو نقد سب سے زیادہ رائج ہو اُسی سے اُسکی وصیتین نافذ کیجائینگی۔ ایک مریض نے ہزار درم شکستہ کی وصیت کی حالانکہ اُسکے دراہم ثابت ہین تو اُسکے ثابت درمون سے

(شکستہ نہین ہین ۱۲)

۷ شیخ فرماتے ہین کہ اسکے واسطے ہوگا جو اسکے وارث ہونگے اور اسکے وارث نہ ہونگے تو غالب الرائے یہ ہی کہ یہ وصیت اُسکے اہل بیت کے واسطے ہوگی

۸ قال الفقیہ ابو اللیث رح یہ اُسوقت ہی کہ جب اُسکے سال بھر مین ایک دو درم رائج ہون اور اگر ہر سال مین بہت سے درم رائج ہون تو یہ وصیت باطل ہوجائیگی

کوئی چیز خرید کر پھر یہ چیز شکستہ درموں سے فروخت کر کے اُسکی وصیت ناقذ کیجائیگی - ایک مریض سے لوگون نے کہا کہ تو وصیت کیون نہین کرتا ہے اُسنے کہا کہ مین نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال نکالا جاوے پس ہزار درم مسکینون کو صدقہ دیے جاوین اور اس سے زیادہ کچھ نکلا یہانتک کہ مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا تہائی مال دو ہزار درم ہی تو شیخ امام ابوالقاسم نے فرمایا کہ فقط ہزار درم صدقہ کیے جاوینگے اور اگر مریض نے کہا کہ مین نے وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے نکالا جاوے اور کچھ زیادہ نکلا تو اُسکا پورا تہائی مال فقیرون کو صدقہ دیا جائیگا اور حسن بن زیاد سے مروی ہو کہ ایک مریض نے کہا کہ مین نے فلان کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وہ ہزار درم ہین پس ظاہر ہوا کہ تہائی مال اس سے زیادہ ہو تو حسن نے فرمایا کہ تہائی پوری وصیت مین دیجائیگی چاہے جسقدر ہو اسی طرح اگر کہا کہ مین نے اس وارث سے اپنے حصہ کی وصیت کی اور وہ تہائی ہو پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا حصہ نصف ہو تو بھی فرمایا کہ پورا تہائی مال جو نصف وارث ہی دیا جائیگا اور اگر کہا کہ مین نے ہزار درم کی وصیت کی اور وہ میرا دسوان حصہ مال ہو تو موصی لہ کو فقط ہزار درم ملینگے خواہ دسوان حصہ اس سے زیادہ ہو یا کم ہو - اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے تمام اُس مال کی جو اس تھیلی مین ہو وصیت کی اور وہ ہزار درم ہین پھر ظاہر ہوا کہ اسمین دو ہزار درم ہین تو زید کو جو کچھ اُس تھیلی مین ہو سب ملیگا بشرطیکہ اُسکے تہائی مال سے زائد نہو اسی طرح اگر تھیلی مین بجاے درم کے دینار و جواہر وغیرہ کوئی چیز پائی گئی تو بھی زید کو ملیگی - اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور وہ پورا وہ مال ہو جو اس تھیلی مین ہو تو زید کو فقط ہزار درم ملینگے - اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اُس مال کی جو اس تھیلی مین ہو ہزار درم کی وصیت کی حالانکہ ہزار درم اس تھیلی کے مال کا نصف ہو یا تھیلی مین تین ہزار درم ہین تو زید کو فقط ہزار درم ملینگے اور اگر تھیلی مین ہزار درم ہون تو زید کو ملینگے اور اگر تھیلی مین فقط پانچ سو درم ہون تو اُسکو پانچ سو درم ملینگے اور کچھ نہ ملیگا اور اگر تھیلی مین دینار یا جواہر وغیرہ ہون تو زید کو کچھ نہ ملیگا - فقیہ ابواللیث رح نے فرمایا کہ بنا بر قیاس امام اعظم رح کے چاہیے کہ موصی لہ کو اسمین سے بقدر ہزار درم کے دیے جاوین یہ فتاوی قاضی خان مین ہو - اور اگر کہا کہ مین نے تمام اُس چیز کی جو اس بیت مین ہو وصیت کی وہ ایک گیہون ہین پھر معلوم ہوا کہ اُسمین کئی گیہون ہین یا گیہون و جو ہین تو سب موصی لہ کو ملینگے بشرطیکہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہو - اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اس تھیلی مین سے ہزار درم کی وصیت کی اور اس دوسری تھیلی مین سے زید کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی تو دونون تھیلیون سے اسکو ملینگے محیط مین ہو - ایک شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درم صدقہ کیے جاوین پھر وارثون نے اُسکی طرف سے گیہون صدقہ کیے یا اسکے برعکس واقع ہوا تو ابن مقاتل نے فرمایا کہ یہ جائز ہو - اور فقیہ ابواللیث رح نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ اُسنے یون وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درم گیہون دیکر صدقہ کیے جاوین لیکن یہ لفظ سہواً مین سے ساقط ہو گیا ہی پھر ابن مقاتل رح سے دریافت کیا گیا کہ اگر گیہون موجود ہون الادارثون نے گیہون کی قیمت دیدی تو فرمایا کہ مجھے امید ہو کہ یہ بھی جائز ہوگا - اور اگر ایک شخص نے درمون کی وصیت کی ہو مگر لوگون نے گیہون دیے تو نہین جائز ہو اور فقیہ ابواللیث رح نے فرمایا کہ بعض مشائخ نے کہا کہ یہ جائز ہی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین - اور اگر اُسنے وصیت کی کہ یہ غلام فروخت کر کے اسکا ثمن مساکین کو صدقہ کیا جاوے تو وارثون کو روا ہو کہ نفس غلام صدقہ مین دیدین - اور اگر وصی سے کہا کہ دس کپڑے خرید کر اُنکو صدقہ کرنا پھر وصی نے دس کپڑے خریدے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ کپڑون کو فروخت کر کے اُسکا ثمن صدقہ کردے - اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر معین ہزار درم کے صدقہ کرنے کی وصیت کردی پھر وصی نے بجاے ان درمون کے مال میت سے صدقہ کر دیا تو جائز ہو اور اگر دراہم وصیت قبل اسکے کہ وصی صدقہ کرے تلف ہو گئے تو مثل اُنکے وارثون کے واسطے تاوان دیگا - اور نیز امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر ایک

شخص نے ہزار درم معین اپنی طرف سے صدقہ کرنے کی وصیت کی پھر یہ درم تلف ہو گئے تو وصیت باطل ہو جائیگی - ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے کسی قدر محتاج حاجیون کو صدقہ مین دیا جاوے تو کیا سوائے محتاج حاجیون کے دوسرے فقیرون کو دینا روا ہی یا نہین ہی تو امام ابو نصر رح نے فرمایا کہ یہ جائز ہی کیونکہ امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ فقراء مکہ معظمہ کو صدقہ دیا جاوے تو فرمایا کہ سوائے فقراء مکہ کے غیر دن کو بھی صدقہ دینا جائز ہی - ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال صدقہ کر دیا جاوے پھر ایک شخص نے وصی سے مال غصب کر کے تلف کر دیا پس وصی نے چاہا کہ یہ مال اسی غاصب کو صدقہ دیا ہوا قرار دے حالانکہ غاصب تنگدست ہی تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ یہ جائز ہی - ایک شخص نے مال حرام پایا اور مرتے وقت وصیت کی کہ یہ مال اسکے مالک کی طرف سے صدقہ کر دیا جاوے تو فرمایا کہ اگر اُسکا مالک معلوم ہو تو یہ مال اُسکو واپس دیا جاوے اور اگر معلوم نہو تو صدقہ کیا جاوے اور اگر وارثون نے اس اقرار مین اپنے مورث کی تکذیب کی تو فرمایا کہ اسمین سے بقدر ایک تہائی کے صدقہ کیجاوے - ایک عورت نے اپنی وصیت مین کہا کہ (خویشان مرا یادگار ہست از مال من) یعنے میرے مال مین میرے اقربا کے واسطے بھی یادگار ہی تو فرمایا کہ مال مین سے اُسکے ایسے رشتہ دار نسبی کو دیا جاوے جو اُسکا وارث نہین ہی اور اس مال کی مقدار مقرر کرنے مین اُس شخص کو اختیار ہوگا جس سے عورت نے اس وصیت کا خطاب کیا ہی پس عورت مذکور کے مال سے جسقدر چاہے دیدے اور ادنی مقدار وہ کہلاویگی جسپر یادگاری کا اطلاق ہو سکے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر اپنے افضل غلامان یا غیر غلامان کی مساکین کے واسطے وصیت کی اور یہ وصیت کی کہ فروخت کر کے اُسکا ثمن مسکینون مین خرچ کیا جاوے تو غلامون مین جو از راہ قیمت افضل و بہتر ہو وہ لیا جائیگا - اور اگر کہا کہ مین نے اپنے غلامون مین سے بہتر یا افضل کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو ذہن کی راہ سے جو غلام سب سے افضل ہو اُسکو دیا جائیگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے مساکین کے وصیت کی حالانکہ اُسکا وطن دوسرے شہر مین ہی اور فی الحال وہ ایک غیر وطن مین موجود ہی تو فرمایا کہ اگر اُسکے ساتھ کچھ مال ہو تو وہ اس شہر کے فقیرون کو دیدیا جائیگا اور جو اُسکے وطن مین ہو وہ اُسکے وطن کے مسکینون کو دیا جائیگا - اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقراء بلخ کو دیا جاوے تو افضل یہی ہی کہ اُنھین فقیرون کو دیا جاوے اور اگر غیرون کو دیا گیا تو بھی جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ سوائے فقراء بلخ کے غیر فقیرون کو دینا روا نہین ہی اور اگر وصیت کی کہ دس روز مین یہ صدقہ کیا جاوے پس وصی نے ایک ہی روز مین صدقہ کر دیا تو نوازل مین لکھا ہی کہ جائز ہی اور نیز نوازل مین لکھا ہی کہ اگر وصیت کی کہ ہر فقیر کو ایک درم دیا جاوے پس وصی نے اُسکو نصف درم دیا اور پھر دوسرا نصف دیا حالانکہ فقیر اول نصف کو خرچ کر چکا ہی تو مجھے امید ہی کہ وصی ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی - اور اگر وصیت کی کہ میرے کفارہ کے واسطے دس مسکین کھلائے جاوین پس وصی نے دس مسکینون کو صبح کا کھانا کھلایا پھر وہ سب مرگئے تو وصی ضامن نہوگا اور دوسرے دس مسکینون کو شام کا کھانا کھلاوے - اور اگر کہا کہ میری طرف سے دس مسکینون کو صبح و شام کا کھانا کھلایا جاوے اور کفارہ کا نام نہ لیا پس وصی نے دس مسکینون کو صبح کا کھانا کھلایا پھر وہ سب مرگئے تو دوسرے دس مسکینون کو شام کا کھانا کھلاوے اور بعض نے دوسری صورت مین فرمایا ہی کہ استحسانا وصی ضامن نہوگا اور سوائے اُنکے دوسرے دس مسکینون کو صبح و شام کھانا کھلاوے اور اسی پر فتوی ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر وصیت کی کہ میری وفات کے بعد تین من گیہون فقیرون کو صدقہ دیے جاوین

پس وصی نے موصی کی حیات مین دو سو من بانٹ دیے تو شیخ ابونصر نے فرمایا کہ جسقدر اُسنے موصی کی حیات مین بانٹے ہین اُنکا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ موصی کی وفات کے بعد بحکم حاکم تقسیم کرے تاکہ ضمان سے بری ہوجاوے اور اگر بعد وفات موصی کے اُسنے بغیر حکم حاکم تقسیم کیے تو ضمان سے بری نہوگا پس شیخ موصوف رح سے دریافت کیا گیا کہ اگر اُسنے بعد وفات موصی کے بحکم وارثان تقسیم کیے تو فرمایا کہ اگر وارثون مین کوئی نابالغ بھی ہو تو وارثون کا حکم ناجائز ہے اور اگر نابالغ نہو تو اُنکا حکم جائز ہوگا اور جب اُسنے تقسیم کردیا تو ضمان سے خارج ہوجائیگا اور شیخ رحمۃ اللہ کہتے ہین کہ بالغون کا حکم واجازت بقدر اُنکے حصہ کے صحیح ہے اور نابالغون کے حصہ مین صحیح نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض مین وصیت کی کہ مین نے رمضان مین روزہ رکھکر دن مین اپنی زوجہ سے وطی کی تھی پس تم لوگ فقیہون سے دریافت کرنا جو کچھ بھیر واجب ہو اُسکو ادا کرنا پس اگر ملوک کی قیمت اُسکی باقی وصیتون کے ساتھ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو اُسکی طرف سے ایک ملوک آزاد کیا جائیگا اور نیز اُسکی طرف سے نصف صاع گیہون کھانے مین دیے جاوینگے اور اگر ملوک کی قیمت اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو اور وارثون نے زیادہ مین سے اجازت نہ دی تو اُسکی طرف سے ساٹھ مسکین کھلائے جاوینگے ہر ایک کے واسطے دو مد گیہون ہونگے اور دو مد ایک مسکین کے واسطے ہونگے بشرطیکہ یہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر وصیت کی کہ گیہون و روئی خرید کر مسکینون کو صدقہ دیدی جاے تو جو لوگ گیہون و روئی لاد کر لاوینگے ان حمالون کی اجرت کس پر واجب ہوگی تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر میت نے اسکی حمالی کی وصیت نہ کی ہو کہ کس مقام تک اُٹھوا کر لائی جاوے تو موصی کو چاہیے کہ جو شخص بلا مزدوری اُٹھا لاوے اُس سے مدد لیکر اُٹھوا لے اور بطور صدقہ کے اُسکو اسمین سے دیدے۔ اور اگر میت نے مساجد تک اُٹھانے کی وصیت کی ہو تو اُسکی مزدوری مال میت سے ہوگی۔ ایک شخص کو وصیت کی یعنے وصی مقرر کیا کہ میرا تہائی مال صدقہ کردے پس اگر اُسنے اپنے واسطے رکھ لیا تو نہین جائز ہے اور اگر اپنے بالغ بیٹے کو یا نابالغ جو قبضہ کو سمجھتا ہے دیدیا تو جائز ہے اور اگر صغیر مذکور قبضہ کو نہ سمجھتا ہو تو نہین جائز ہے اور فتاوے مین لکھا ہے کہ عامل سلطان نے وصیت کی کہ میرے مال سے اسقدر مال فقیرون کو دیا جاوے تو شیخ ابوالقاسم رح نے فرمایا کہ اگر یہ بات معلوم ہو کہ یہ غیر کا مال ہے تو اُسکا لینا حلال نہین ہے اور اگر معلوم ہو کہ یہ اُسکے مال مین مختلط ہے تو لینا جائز ہے اور اگر معلوم نہو تو جائز ہے یہانتک کہ یہ ظاہر ہو کہ یہ غیر کا مال ہے فقیہ رح نے فرمایا کہ اگر مختلط ہو تو امام ابویوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک وہ مال اپنے مالک کی ملک باقی ہے تو اُسکا لینا جائز نہوگا اور سواے مالک کو واپس دینے کے کوئی راہ نہین ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک خلط کرنے سے غاصب اُسکا مالک ہوگیا پس اسکا لینا جائز ہے بشرطیکہ مال میت مین اسقدر ہو کہ جس سے اُسکے خصوم راضی ہوسکتے ہین۔ اور جامع مین لکھا ہے کہ اگر اپنے تہائی مال کی مسکینون کے واسطے وصیت کی کہ اُسمین سے ہر سال آٹھ درم صدقہ کیے جاوین یا کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال سے ہر سال سو درم صدقہ کرنے کی وصیت کی تو وصی پوری تہائی کو سال اول مین صدقہ کردیگا اور اُسکو کئی سالون پر متفرق نکریگا۔ ایک شخص نے موت کے وقت وصیت کی کہ میرے قاتل کو عفو کیا جاوے حالانکہ قتل عمد ہے تو بقیاس قول امام اعظم رح کے باطل ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر زید کے واسطے اپنے چھٹے حصہ مال کی وصیت کی پھر اسی مجلس مین یا دوسری مجلس مین زید ہی کے واسطے چھٹے حصے کی وصیت کی اور ایک وصیت کے دو گواہ کرلیے یا نہین کیے تو بالاجماع زید کو فقط ایک چھٹا حصہ ملیگا لیکن اگر وصیت زائد ہو یا ہر دو وصیت مین سے ایک زائد ہو تو ایسی صورت مین زیادہ

حسن بن منصور قاضی خان ۱۲

مین کم داخل ہوجائیگی اور موصی لہ کو زیادہ دیجائیگی اور باقی کا حکم ساقط ہوجائیگا یہ شرح طحاوی مین ہی شیخ رحمہ سے دریافت کیا گیا ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی فقیرون کے واسطے وصیت کی پس وصی نے تونگرون کو دیا حالانکہ وہ نہین جانتا تھا کہ یہ لوگ تونگر ہین تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ یہ کافی نہوگا اور فقیرون کے واسطے بالاتفاق وصی ضامن ہوگا یہ تتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے زید کے واسطے تہائی مال دین کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے تہائی مال عین کی وصیت کی اور دین سو درم ہی تو سو درم مال عین کی تہائی دونون نصف نصف تقسیم کرلینگے پھر اگر قرضہ مین سے پچاس درم حاصل ہوے تو وہ مال عین مین ملائے جاوینگے اور اس سب کی تہائی دونون مین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگی۔ اور اگر تہائی مال عین کی زید کے واسطے اور تہائی مال عین و دین کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور قرضہ مین سے کچھ حاصل نہوا تو تہائی مال عین کو دونون نصف نصف تقسیم کرلینگے پھر اگر قرضہ مین سے پچاس درم حاصل ہوے تو یہ مال عین مین ملائے جاوینگے پس صاحبین رحمہ کے نزدیک اسکے تہائی یعنے پچاس درم دونون مین تین حصے ہوکر اسطرح تقسیم ہونگے کہ اسمین سے ایک تہائی زید کو اور دو حصے عمرو کو ملینگے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک اس صورت مین بھی پچاس درم دونون مین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہونگے۔ اور اگر ایک شخص کے پاس سو درم عین ہون اور سو درم کسی اجنبی پر دین ہون پس اُسنے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ مال عین تہائی لے لیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور فتاوے فضلی مین مذکور ہی کہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضہ کی نسبت جو دوسرے شخص پر آتا ہی یہ وصیت کی کہ وہ کارہاے خیر مین صرف کیا جاوے تو وصیت قرضہ مذکور سے باطل ہوگی پھر اگر اسکے بعد کسی قدر قرضہ قرضدار کو ہبہ کردیا تو اسی قدر سے وصیت بھی باطل ہوجائیگی گویا اُسنے وصیت سے اسقدر مین رجوع کرلیا اور بقالی نے فرمایا کہ گیہون دین مین داخل ہین اور فرمایا کہ وصیت بعین مین درم ودینار داخل ہوتے ہین یہ محیط مین۔ فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ اگر متاع بدن خویش کی وصیت کی تو وصیت مین ٹوپی وموزہ ولحاف داوپر پہننے کے کپڑے اور بچھونا سب داخل ہونگے اور سیر مین لکھا ہی کہ متاع کا لفظ عرف وعادت مین اوڑھنے بچھونے پر اطلاق کیا جاتا ہی پس علے ہذا متاع کی وصیت مین جاہماے پوشیدنی وبچھونے وقمیص وفرش وپردہ سب داخل ہونگے اور آیا ظروف بھی داخل ہونگے یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور امام محمد رحمہ نے سیر مین اشارہ کیا ہی کہ داخل ہونگے۔ اگر ایک شخص نے اپنے گھوڑے معہ سلاح کے وصیت کی تو امام ابو یوسف رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ آیا یہ وصیت گھوڑے کے سلاح پر ہوگی یا موصی کے سلاح پر ہوگی تو فرمایا کہ موصی کے ہتھیارون پر ہوگی اور بقالی نے اپنے فتاوے مین فرمایا کہ اونے سلاح مین ڈھال۔ تلوار۔ نیزہ وکمان ہی۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے سونے یا چاندی کی وصیت کی اور موصی کی ایک تلوار سونے یا چاندی سے محلے ہی تو حلیہ موصی لہ کا ہوگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر حلیہ الگ کرنے سے ضرر فاحش نہو تو تلوار سے الگ کرکے دیا جائیگا اور اگر اُسکے الگ کرنے مین ضرر فاحش ہو تو تلوار کی قیمت اور حلیہ کی قیمت کو دیکھا جائیگا پس اگر تلوار کی قیمت زیادہ ہو تو وارثون کو اختیار ہوگا چاہین موصی لہ کو حلیہ کی قیمت دوسری جنس سے دیدین پس تلوار معہ حلیہ اُنکی ہوجاویگی۔ اور اگر حلیہ کی قیمت زائد ہو تو موصی لہ کو اختیار ہوگا چاہے تلوار کی قیمت دیکر لے پس تلوار بھی اسی کی ہوجاویگی اور چاہے چھوڑ دے اور اگر دونون کی قیمت برابر ہو تو وارثون کو اختیار ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے قز کی وصیت کی اور موصی کا ایک جبہ یا قبا ہی جسمین قز بھرا ہوا ہی تو موصی لہ کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے جامہ قز کی وصیت کی اور موصی کا ایک جبہ ہی جسکا استر قز ہی اور بزہ دوسرا کپڑا ہی تو استر موصی لہ کا ہوگا اور دوسرا وارثون کا ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے لیے جبہ حریر کی

وصیت کی اور موصی کا ایک جبہ ہو جبکا ابرہ حریر ہی اور استر بھی حریر ہی تو پورا جبہ وصیت مین داخل ہوگا اور اگر ابرہ حریر ہو اور استر دوسرا کپڑا ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر استر حریر ہو تو اُسکو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر کسی کے واسطے زیور کی وصیت کی تو جنیز زیور کا اطلاق کیا جاتا ہی وہ سب وصیت مین داخل ہونگی خواہ مرد و یا قوت سے جڑاؤ ہون یا نہون اور یہ سب موصی لہ کو ملینگے۔ اور اگر کسی کے واسطے سونے کی وصیت کی اور موصی کا ایک کپڑا دیباج کا ہی جسمین تار سونے کے ہین پس اگر تانا سونے کا ہو مثل سوت کے تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اُسمین سونا ایسا ہو کہ دکھلائی دیتا ہو تو وہ موصی لہ کا ہوگا اور اسکے ماسوائے وارثون کا ہوگا پس کپڑا فروخت کیا جائیگا اور اُسکا ثمن اس سونے پر و باقی کپڑے پر تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر سونے کے حصہ مین بڑے وہ موصی لہ کا ہوگا اور اگر زیور کی وصیت کی تو وصیت مین چاندی کی انگوٹھی داخل ہو جائیگی پس اگر ایسی انگوٹھیان ہون جنکو عورتین پہنتی ہین مرد نہین پہنتے ہین تو وہ وصیت مین داخل ہونگی اور اگر ایسی انگوٹھیان ہون جنکو مرد پہنتے ہین عورتین نہین پہنتی ہین تو وہ داخل نہونگی اور آیا زیور کی وصیت مین موتی و زمرد و یاقوت داخل ہونگے یا نہین پس اگر یہ جواہرات سونے یا چاندی مین جڑاؤ ہون تو بالاتفاق داخل ہو جاوینگے اور اگر جڑاؤ نہون تو امام اعظم رح کے نزدیک داخل نہونگے اسواسطے کہ یہ زیور نہین ہین اور صاحبین رح کے نزدیک زیور ہین پس داخل ہونگے یہ محیط مین ہی۔

نوان باب - وصی اور اُسکے اختیارات کے بیان مین۔ کسی شخص کو نہ چاہیے کہ وصیت قبول کرے یعنے وصی ہونا قبول نکرے کیونکہ امام ابو یوسف رح سے روایت کی گئی ہی کہ فرمایا کہ وصی ہونا اول مرتبہ غلطی ہی اور دوسری مرتبہ خیانت ہی اور تیسری مرتبہ چوری ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ وصی تین طرح کے ہوتے ہین ایک امین کہ جس بات کی اُسکو وصیت کی گئی ہی اُسکے انجام دینے پر قادر ہو تو ایسا وصی مقرر رہیگا اور قاضی اُسکو معزول نہین کرسکتا ہی دوم امین کہ انجام دہی سے عاجز ہو تو قاضی اُسکے ساتھ اُسکا مددگار مقرر کردیگا۔ سوم فاسق یا کافر یا غلام ہی پس اسکا معزول کرنا و بجاے اسکے دوسرا مقرر کرنا واجب ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو روبرو وصی مقرر کیا اُسنے جواب دیا کہ مین وصیت نہین قبول کرتا ہون تو اُسکا رد کرنا صحیح ہی اور وہ وصی نہوگا پھر اگر موصی نے اُس سے کہا کہ مجھے تجھسے یہ امید نہ تھی کہ تو میری وصیت قبول نہ کرے پس موصے الیہ نے کہا کہ مین نے قبول کرلی تو جائز ہی اور اگر موصی کی زندگی مین اُسنے سکوت کیا پھر موصی مرگیا تو اُسکو اختیار رہیگا چاہے وصیت قبول کرے یا رد کردے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر زید کو وصی مقرر کیا حالانکہ زید غائب ہی پھر موصی کی موت کے بعد زید کو یہ خبر پہونچی پس اُسنے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون پھر کہا کہ مین نے قبول کرلی تو یہ جائز ہی تاوقتیکہ اُسکے قبول کرنے سے پہلے سلطان نے اُسکو خارج نکیا ہو یہ سراج الوہاج مین ہی۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے زید کو وصی مقرر کیا اُسنے موصی کی زندگی مین وصی ہونا قبول کرلیا تو یہ لازم ہو جائیگا حتے کہ اگر اُسنے موصی کی موت کے بعد اس سے الگ ہونا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر اُسے موصی کی زندگی مین اسکو رد کردیا پس اگر اسطرح رد کیا کہ موصی کو معلوم ہو گیا تو رد کرنا صحیح ہی اور اگر اسطرح رد کیا کہ اُسکو معلوم نہوا تو رد کرنا صحیح نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ زید کو ایک شخص نے وصی مقرر کیا اور اختیار دیا کہ جب چاہے وصی ہونے سے نکل جاوے تو یہ جائز ہی اور اُسکو اختیار ہوگا کہ جب اور جسوقت چاہے وصی ہونے سے الگ ہو جاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص کو وصیت کی اُسنے کہا کہ مین قبول نہین کرتا ہون پھر موصی خاموش رہا یہانتک کہ مرگیا پھر موصے الیہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہین ہی۔ اور اگر وصی نے اُسکے مُنھ پر یہ نکہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون بلکہ سکوت کیا پھر موصی کی زندگی مین اُسکے پیٹھ پیچھے یا اُسکی موت کے بعد ایک جماعت کے سامنے یہ کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ جائز ہی اور وہ وصی ہو جائیگا خواہ یہ قاضی کے سامنے

کہا ہو یا قاضی کے سامنے نہو۔ اور اگر اُسکے اس کہنے کے وقت کہ مین قبول نہین کرتا ہون اُسکو خارج کر دیا ہو پھر اسنے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہوگا اور اگر اُسنے موصی کی پیٹھ پیچھے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون اور اس پیغام کے واسطے ایک ایلچی بھیجدیا یا خط بھیجدیا حتے کہ موصی کو اسکی خبر پہونچ گئی پھر اُسنے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہوگا۔ اور اگر وصی نے موصی کے روبرو وصیت قبول کی پھر جب وصی غائب ہو گیا تو موصی نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے اُسکو وصی ہونے سے خارج کر دیا تو حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہی کہ اُسکا نکال دینا صحیح ہی۔ اور اگر وصی نے موصی کی پیٹھ پیچھے یعنے بغیر اُسکی آگاہی کے وصایت رد کر دی تو ہمارے نزدیک اُسکا رد کرنا باطل ہی۔ اور اگر زید نے عمرو کو وصی مقرر کیا اور عمرو کو یہ حال معلوم نہوا پھر عمرو نے زید کی موت کے بعد اُسکے ترکہ مین سے کوئی چیز فروخت کی تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور وصی ہونا اُسکو لازم ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے زید و عمرو دونون کو وصی کیا پس زید نے وصایت قبول کی اور عمرو نے سکوت کیا پھر موصی کی موت کے بعد قبول کرنے والے نے ساکت سے کہا کہ میت کے واسطے کفن خرید کر اُسنے کہا کہ اچھا تو یہ قبول وصیت ہی۔ اسی طرح اگر سکوت کرنے والے کا خادم ہو لیکن وہ آزاد ہو اُسکے پاس کام کیا کرتا ہو اور قبول کرنے والے نے اُس سے کہا کہ میت کے واسطے کفن خرید کر اُسنے کہا کہ اچھا یا خرید کیا تو یہ قبول وصایت ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ کرخی نے فرمایا کہ اگر جس نے وصایت قبول کی یا بعد موت کے تصرف کیا پھر چاہا کہ اپنے آپ کو وصی ہونے سے خارج کرے تو جائز نہین ہی الا حاکم کے نزدیک جائز اُسکے حکم سے خارج ہو سکتا ہی اور مشائخ رح نے فرمایا ہی کہ جب وصی نے التزام کر لیا پھر قاضی کے پاس حاضر ہو کر اپنے آپ کو خارج کرنا چاہا تو حاکم اُسکے حال کو دیکھیگا اگر وہ امین و انجام دہی کار پر قادر ہو تو خارج نکریگا اور اگر حاکم کو اُسکا عجز و کثرت اشغال و کم فرصتی ثابت ہو تو خارج کریگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ فرمایا کہ اگر کسی نے اپنے غلام کو یا غیر کے غلام کو وصی کیا تو اسمین تین صورتین ہین اول آنکہ سب وارث بالغ ہون دوم آنکہ بالغ و نابالغ دونون ہون سوم آنکہ سب نابالغ ہون۔ پس اگر اول و دوم صورت ہو تو وصیت باطل ہی ایسا ہی امام محمد رح نے جامع صغیر و اصل مین ذکر کیا ہی اور باطل کہنے سے یہ مراد ہی کہ عنقریب وہ باطل کر دی جائیگی حتے کہ اگر باطل کیے جانے سے پہلے اُسنے ترکہ مین مانند بیع وغیرہ کے کوئی تصرف کیا تو اُسکا تصرف نافذ ہوگا اور اُسکا عہدہ وارقون کے ذمہ ہوگا اور اگر تیسری صورت ہو پس اگر غیر کے غلام کو وصی کیا ہو تو وصیت باطل ہی اور اگر اپنے غلام کو وصی کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت جائز ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ باطل ہی اور باطل سے وہی مراد ہی جو ہمنے بیان کر دی ہی اور امام محمد رح کا قول اس مسئلہ مین مضطرب ہی بعض روایات مین وہ امام ابو حنیفہ رح کے ساتھ مذکور ہین اور بعض مین امام ابو یوسف رح کے ساتھ مذکور ہین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنے مکاتب کو وصی مقرر کیا تو جائز ہی خواہ وارث بالغ ہون یا نابالغ ہون پس اگر مکاتب مذکور مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو برابر وصی رہیگا اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو اُسکا حکم وہی ہی جو غلام کا مذکور ہوا ہی۔ اور اگر ایسے غلام کو وصی مقرر کیا جو سعایت کرتا ہی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بھی جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر فاسق کو وصی مقرر کیا جسکی طرف سے موصی کے مال تباہ کرنے کا خوف ہی تو اصل مین مذکور ہی کہ وصیت باطل ہی یعنے قاضی اُسکو وصی ہونے سے خارج کر دیگا اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اگر فاسق کو وصی مقرر کیا تو قاضی کو چاہیے کہ اُسکو خارج کر کے بجاے اُسکے دوسرا وصی مقرر کر دے درحالیکہ فاسق ایسا شخص ہو

جو وصی ہونے کے لائق نہین ہی - اور اگر قاضی نے وصیت کو نافذ کیا اور اس وصی نے قرضہ میت ادا کیا اور اُسکا ترکہ اسطرح فروخت کیا جیسا وصی لوگ فروخت کرتے ہین قبل اسکے کہ قاضی اُسکو وصی ہونے سے خارج کرے تو جو کچھ اُسنے کیا ہی سب جائز ہوگا اور اگر قاضی نے اُسکو خارج نکیا یہانتک کہ اُسنے فسق سے توبہ کرلی اور صالح ہوگیا تو قاضی اُسکو برحال خود وصی چھوڑ دیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر قاضی کو معلوم نہوا کہ میت کا کوئی وصی ہی پس اُسنے وصی کے سامنے دوسرا وصی مقرر کیا پس وصی اول نے کام مین مداخلت کی تو اُسکو اختیار ہوگا اور قاضی کا یہ فعل اُسکو وصیت سے خارج کرنا شمار نہوگا یہ خلاصہ مین ہی - اور اگر قاضی کو میت کا وصی مقرر کرنا معلوم نہوا پس اُسنے وصی کی غیبت مین دوسرا آدمی وصی مقرر کیا تو وصی وہی میت کا وصی ہوگا نہ وصی قاضی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مسلمان نے کسی حربی مستامن یا غیر مستامن کو وصی مقرر کیا تو یہ باطل ہی یعنے قاضی اُسکے وصی ہونے کو باطل کردیگا اسواسطے کہ اگر مسلمان نے ذمی کو وصی مقرر کیا تو قاضی اُسکو باطل کریگا تو یہ بدرجہ اولے باطل کرنے کے لائق ہی - اور اگر ذمی نے حربی کو وصی مقرر کیا تو نہین جائز ہی اسواسطے کہ ذمی کی نسبت حربی کی طرف اس معاملہ مین ویسی ہی ہی جیسے مسلمان کی ذمی کی طرف - اور مسلمان نے اگر ذمی کو وصی کیا تو باطل ہی اسی طرح ذمی کا حربی کو وصی مقرر کرنا بھی باطل ہی - اور اگر حربی ایسا شخص ہو جسکی طرف سے مال تلف کرڈالنے کا خوف ہو تو قاضی اُسکو وصی ہونے سے خارج کردیگا اور بجاے اُسکے دوسرا شخص عادل مقرر کریگا - اور اگر ذمی نے دوسرے ذمی کو وصی مقرر کیا تو جائز ہی اور قاضی اُسکو وصی ہونے سے خارج نکریگا اور اگر حربی دارالاسلام مین امان لیکر آیا اور اُسنے کسی مسلمان کو وصی مقرر کیا تو جائز ہی اور وہ خارج نہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر مسلمان نے کسی حربی کو وصی مقرر کیا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اپنے حال پر وصی رہیگا اسی طرح اگر کسی مرتد کو وصی مقرر کیا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر ایک عاقل کو مقرر کیا پھر وہ مجنون ہوگیا اور اُسکا جنون مطبق ہی تو قاضی کو چاہیے کہ اُسکی جگہ دوسرا شخص وصی مقرر کردے اور اگر ہنوز قاضی نے ایسا نکیا یہانتک کہ وہ اچھا ہوگیا تو برحال خود وصی رہیگا - اور اگر طفل یا معتوہ کو یا ایسے مجنون کو جسکا جنون مطبق ہو وصی مقرر کیا تو جائز نہین ہی خواہ مجنون مذکور کو اسکے بعد افاقہ ہوجاوے یا نہو - اور اگر مرتد نے اپنے فرزند نابالغ مسلمان کا مال فروخت کیا پھر مرتد مذکور مسلمان ہوگیا تو ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اُسکی بیع جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر کسی مرد نے عورت یا اندھے کو وصی مقرر کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر ایسے شخص کو جو تہمت لگانے مین شرعی حد مارا گیا ہو وصی کیا تو بھی جائز ہی - اور اگر طفل کو وصی مقرر کیا تو قاضی اُسکو خارج کردیگا اور بجاے اسکے دوسرا وصی مقرر کریگا ایسا ہی خصاف رح نے ذکر فرمایا ہی اور آیا طفل کے تصرفات قبل اُسکے خارج کیے جانے کے مثل غلام وذمی کے تصرفات کے نافذ ہونگے یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ نافذ ہونگے اور بعض نے فرمایا کہ نہین نافذ ہونگے اور یہی صحیح ہی اور فرمایا کہ اگر طفل وغلام وذمی کو قاضی نے ہنوز وصایت سے خارج نکیا ہو کہ طفل بالغ ہوگیا وغلام آزاد کیا گیا وذمی مسلمان ہوگیا تو ذمی وغلام وصی باقی رہینگے اور پھر قاضی اُنکو وصی ہونے سے خارج نکریگا - اور رہا طفل تو اُسکے حق مین اختلاف ہی امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ وصی نہوگا اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ وصی ہوگا اور امام محمد رح کا قول مثل قول ابویوسف رح کے ہی اور نوادر ابراہیم مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر زید کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ اگر تو مرجاوے تو تیرے بعد عمرو وصی ہوگا پس زید کو جنون مطبق ہوگیا تو قاضی بجاے اُسکے دوسرا وصی مقرر کریگا یہانتک کہ مجنون مذکور مرجاوے پھر عمرو وصی ہوجائیگا - اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین امام محمد رح سے

روایت کی کہ اگر ایک شخص نے اپنے طفل نابالغ کو وصی مقرر کیا تو فرمایا کہ قاضی بجاے اُسکے دوسرا وصی مقرر کریگا مگر حکم میت جائز ہی لہذا جب وہ طفل بالغ ہوجائیگا تو جائز ہوگا کہ قاضی اپنے مقرر کردہ وصی کو خارج کردے اور بدون اخراج قاضی کے وہ خارج نہوجائیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر ایسے شخص کو وصی مقرر کیا جو کارہاے وصیت کے انجام دینے سے عاجز ہی تو قاضی اُسکے ساتھ دوسرا مددگار مقرر کردیگا - اور اگر وصی نے قاضی کے پاس جاکر اپنی عاجزی کی شکایت کی تو قاضی اُسکی درخواست کو منظور نکریگا جبتک کہ تحقیق کرکے اس حال کو معلوم نکرے پھر اگر قاضی کے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ بالکل عاجز ہی تو اُسکو موقوف کرکے دوسرا وصی مقرر کردیگا اور اگر وہ شخص کارہاے وصیت کی انجام دہی پر قادر ہوا اور موامین ہو تو قاضی کو اُسکے موقوف کرنے کا اختیار نہین ہی اسی طرح اگر وارثون نے یا بعض وارثون نے قاضی کے پاس وصی کی شکایت کی تو بھی قاضی کو اُسکا موقوف کرنا نچاہیے یہانتک کہ قاضی کو اُسکی کوئی خیانت ثابت ہوجاوے پھر اگر اُسکی کوئی خیانت ثابت ہو تو اُسکو معزول کردے یہ کافی مین ہی - قاضی کے نزدیک اگر وصی متہم ہوا تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ قاضی اُسکو موقوف نکریگا بلکہ اُسکے ساتھ دوسرا آدمی مقرر کردیگا اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ معزول کردیگا اور یہی ظاہر ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - فتاوای فضلی مین ہی کہ ایک شخص جو مال وقف یا ترکہ میت کے واسطے وصی مقرر ہی کارہاے ترکہ میت یا اموال وقف کے انجام دینے سے عاجز ہوا پس حاکم نے دوسرا وصی مقرر کیا پھر وصی اول نے بعد چند روز کے کہا کہ جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا اب مین اُسکی انجام دہی پر قادر ہوگیا ہون پس آیا قاضی اُسکو دوبارہ اپنی حالت سابق پر پہونچاویگا فرمایا کہ وہ اپنی حالت پر بدستور وصی ہی اُسکو قاضی کی طرف سے دوبارہ مقرر کرنے کی ضرورت نہین ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا تو امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون مین سے ایک وصی تنہا تصرف نہین کرسکتا ہی اور اگر تصرف کیا تو بدون اجازت دوسرے کے نافذ نہوگا لیکن چند چیزون مین تنہا ایک کا تصرف نافذ ہوگا از انجملہ تجہیز و تکفین میت و اداے قرضہ میت بشرطیکہ ترکہ از جنس قرضہ ہو اور مال عین کی وصیت میت کا نافذ کرنا جبکہ وصیت بعین ہو اور ثواب کی راہ سے بردہ آزاد کرنا اور مالہای مغصوبہ و ودائع کا واپس دینا اور میت کا قرضہ دوسرے سے وصول کرنا یا میت کی ودیعت کسی سے وصول کرنا نہین تنہا ایک وصی قبضہ نہین کرسکتا ہی اسواسطے کہ یہ از باب امانت ہی اور میت کے حقوق جو لوگون پاس یا اُنپر ہین اُنکی نالش تنہا ایک وصی کرسکتا ہی اور تنہا ایک وصی کو اختیار ہی کہ صغیر کی طرف سے اُسکا ہبہ قبول کرلے یا کیلی و وزنی چیز تقسیم کرلے یا صغیر کو کسی کام کی اجازت دیدے اور نیز ایسی چیز کہ جسکے تباہ و تلف ہوجانے کا خوف ہو وہ ذخیرہ نہین رکھی جاتی ہی تنہا فروخت کرسکتا ہی جیسے ساگ پات وغیرہ - اور اگر میت نے وصیت کی کہ میرے مال سے اس اس قدر صدقہ کردیا جاوے اور کسی فقیر کو معین نکیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا ایک وصی اسکو نہین کرسکتا ہی اور امام ابویوسف رح کے نزدیک کرسکتا ہی اور اگر کسی فقیر کو معین کردیا ہو تو بالاتفاق تنہا اسکو ایک وصی نافذ کرسکتا ہی اور اگر مساکین کے واسطے کسی چیز کی وصیت کی اور مساکین کو معین نکیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی کہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا نہین دیسکتا ہی اور امام ابویوسف رح کے نزدیک تنہا دیسکتا ہی اور اگر مسکین کو معین کردیا تو بالاتفاق تنہا دیسکتا ہی - یہ سب اُس صورت مین ہی کہ ایک ہی کلام مین ایک ساتھ دونون کو وصی مقرر کیا ہو اور اگر ایک کو پہلے مقرر کیا پھر دوسرے کو مقرر کیا تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ ایسی صورت مین ہر ایک تنہا تصرف کا مختار ہی اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح و امام محمد رح

کے نزدیک بہر حال ایک کو تنہا تصرف کا اختیار نہین ہی اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر دو آدمیون کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ ہر ایک ان دونون مین سے پورا وصی ہی تو ہر ایک کو تنہا تصرف کا اختیار ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک شخص نے ایک کو خاص ایک شی کا وصی مقرر کیا مثلاً اسکو اپنے قرضہ کے تصرفات کا جو لوگون پر آتا ہی وصی مقرر کیا اور دوسرے کو دوسرے نوع کا وصی کیا مثلاً کہا کہ جو مجھپر قرضہ ہی اُسکے ادا کرنے کا تو وصی ہی اور تیسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اپنے مال کے کامون کی پرداخت کا وصی مقرر کیا یا ایک سے کہا کہ مین نے تجھے اپنے قرضہ کے تقاضے کا وصی مقرر کیا اور اسکے سوائے اُسکو کچھ وصیت نہین کی اور فلان دوسرے کو اپنے تمام مال کی پرداخت کا وصی مقرر کیا تو ہر ایک وصی امام اعظم رح و امام ابو یوسف کے نزدیک تمام انواع کے واسطے وصی ہو جائیگا گویا اُسنے دونون کو وصی مقرر کر دیا ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جسکو جس امر کی وصیت کی ہی اُسی کے کام کے واسطے وہ وصی ہو گا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر زید کو اپنے ایک پسر پر وصی مقرر کیا اور عمرو کو دوسرے پسر پر وصی مقرر کیا یا ایک کو اپنے مال حاضر پر وصی کیا اور دوسرے کو مال غائب پر وصی کیا پس اگر شرط لگادی کہ جس کام کے واسطے ایک وصی ہی اُسمین دوسرے کو کچھ اختیار نہین ہی تو بالاتفاق اُسکی شرط کے موافق حکم ہو گا اور اگر ایسی شرط نہ لگائی ہو تو مسئلہ مین اختلاف مذکور جاری ہو گا اور فتوی امام ابو حنیفہ رح کے قول پر ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا پھر ایک مر گیا تو بنا بر قول امام اعظم رح و امام محمد رح کے زندہ کو اُسکے مال مین تصرف کا اختیار نہو گا پس یہ مقدمہ قاضی کے پاس پیش کیا جائیگا پس اگر قاضی کی رائے مین آیا کہ اسکو تنہا وصی کر کے تمام اختیار دیدے تو ایسا کریگا اور اگر بجاے میت کے اسکے ساتھ دوسرا آدمی مقرر کرنا مصلحت معلوم ہوا تو ایسا کریگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جسطرح اُسکی زندگی مین دوسرے کو تنہا تصرف کا اختیار تھا اُسیطرح اُسکے مرجانے کے بعد بھی دوسرے کو تنہا تصرف کا اختیار رہیگا اور یہان تین مسئلہ ہین ایک تو یہی ہی اور دوسرا یہ کہ ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا پھر مر گیا پھر دونون مین سے ایک نے وصیت قبول کی دوسرے نے قبول نکی یا موصی کی موت سے پہلے ایک وصی مر گیا اور دوسرے نے وصی ہونا قبول کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قبول کرنے والے کو تنہا تصرف کا اختیار نہو گا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہو گا سوم اگر دو شخصون کو وصی مقرر کیا پھر انمین سے ایک فاسق ہو گیا تو قاضی کو اختیار ہی چاہے دوسرے کو تمام مختار کر دے اور چاہے فاسق کے بجاے دوسرا وصی مقرر کر کے اُسکے ساتھ کر دے پھر قبل حکم قاضی کے جو وصی صالح رہا ہی اُسکو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا تصرف کا اختیار نہین ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تنہا تصرف کا اختیار ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر ایک شخص ایک قوم کے ساتھ سفر مین مر گیا تو فرمایا کہ استحساناً وہ لوگ اُسکی متاع و کپڑون کو فروخت کر دین اور اُسکے رفیقون کو فروخت نکرین اور ان رفیقون کے نفقہ مین مال میت خرچ نکرین لیکن اگر رفیقون کے پاس اُنکے مولی کا اناج ہو یا وہ مولے کے دراہم لیتا ہو تو رفیق خود ہی کھا دے یہ نہو کہ یہ لوگ اُسکو دیدین اسی طرح اگر دراہم ہون تو رفیق خود ہی لیکر کھا دے یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص مر گیا اور لوگون پر اُسکے قرضہ ہین اور اُسپر لوگون کے بھی قرضہ ہین اور اُسنے بہت مال اور وارث چھوڑے پھر ایک شخص نے دو گواہ قائم کیے کہ میت نے مجھے اور فلان غائب کو وصی مقرر کیا ہی تو قاضی اسکی گواہی قبول کریگا اسواسطے کہ اس شخص نے اپنے حق پر گواہ قائم کیے ہین اور اسکا حق متصل بحق غائب ہی پس وہ غائب کی طرف سے خصم ہو سکتا ہی پس دونون وصی ہو جاوینگے پھر امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جبتک غائب حاضر نہو تب

سوائے اُن تصرفات کے جنکو تنہا ایک وصی کرسکتا ہی باقی تصرفات مین اسکو تنہا تصرف کا اختیار نہوگا - پھر اگر اسکے بعد غائب حاضر ہوا اور اُسنے حاضر کی تصدیق کی اور دعوی کیا کہ میت نے ہم دونون کو وصی مقرر کیا تھا تو اُسکو دوبارہ گواہ لانے کی کوئی حاجت نہوگی اور دونون وصی ہوجاوینگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غائب جو حاضر ہوا ہی جب تک دوبارہ گواہ پیش نکرے تب تک وصی نہوگا - اور اگر غائب نے حاضر ہوکر اپنے وصی مقرر کیے جانے سے انکار کیا تو قاضی کو اختیار ہی کہ اول کو تنہا وصی کردے یا اُسکے ساتھ دوسرا مقرر کردے - ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا تو دونون مین سے کسی کو اختیار نہین ہی کہ مال یتیم مین سے کوئی چیز دوسرے وصی سے خرید کرے اسی طرح اگر دونون دو یتیمون کے وصی ہون تو یہ اختیار نہین ہی کہ ایک یتیم کے مال سے کوئی چیز دوسرے یتیم کے واسطے دوسرے وصی سے خرید لے - ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا پھر زید نے آکر میت پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا پس دونون وصیون نے بلا حجت اُسکا قرضہ ادا کردیا پھر دونون نے قاضی کے پاس زید کے قرضہ کی گواہی دی تو قاضی انکی گواہی کو قبول نکریگا اور جو کچھ دونون نے زید کو دیا ہی قرضخواہان میت کے لیے دونون اسکے ضامن ہونگے - اور اگر پہلے دونون نے زید کے واسطے اُسکے قرضہ کی گواہی دی پھر قاضی نے دونون کو قرضہ ادا کرنے کے واسطے حکم دیا تو اُنپر پھر ضمان واجب نہوگی - اسی طرح اگر دو وارثون نے میت پر قرضہ کی گواہی دی تو قبل اسکے کہ دونون وارث اُسکے ترکہ سے قرضہ ادا کردین دونون کی گواہی جائز ہوگی اور اگر قرضہ دیکر پھر گواہی دی تو مقبول نہوگی - میت کے وصی نے اگر قرضہ میت بعد گواہون کے گواہی دینے کے ادا کیا ہی تو جائز ہی اور کوئی اُس سے تاوان نہین لے سکتا ہی اور اگر بغیر حکم قاضی کے کسی کا قرضہ میت کی طرف سے اُسکو دیدیا تو قرضخواہان میت کے واسطے اُسکا ضامن ہوگا اور اگر بحکم قاضی بعض کا قرضہ دیدیا تو ضامن نہوگا اور دوسرا قرضخواہ اول کے مقبوضہ مین شریک کیا جائیگا - ایک شخص نے زید و عمرو کو وصی مقرر کیا پھر زید مرگیا اور اُسنے عمرو کو اپنی طرف سے وصیت کردی تو یہ جائز ہی اور عمرو کو اختیار ہوگا کہ تنہا تصرف کرے اسواسطے کہ اگر تنہا ایک باجازت دوسرے کے اُسکی زندگی مین تصرف کرتا تو جائز تھا اسی طرح بعد موت کے بھی اُسکی اجازت سے تنہا تصرف جائز ہی اور بعض روایات مین آیا ہی کہ نہین جائز ہی مگا اول ہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - وصی کو اپنی موت کے وقت اختیار ہی کہ دوسرے کو بجاے خویش وصی مقرر کردے اگر یہ موصی نے اُسکو اختیار ندیا ہو کہ دوسرا وصی مقرر کرے یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص نے وصی مقرر کیا پھر مرگیا اور اُسکے پاس ایک شخص کی دو ودیعتین ہین پھر میت کے گھر مین سے ایک وصی نے بدون اجازت دوسرے وصی کے یا کسی وارث نے بدون اجازت باقی وارثون کے ان دو ودیعتون پر قبضہ کرلیا اور یہ مال اُسکے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر میت پر قرضہ نہو اور دونون وصی مین سے ایک نے اُسکے ترکہ پر قبضہ کیا اور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو کچھ ضامن نہوگا اور اگر کسی وارث نے قبضہ کیا ہو تو باقی وارثون کے حصہ کا ضامن ہوگا لیکن اگر مال ترکہ ایسے موقع پر پڑا ہو جہان سے تلف ہوجانے کا خوف ہو اور وارث نے اُسکو قبضہ مین کرلیا تو تلف ہوجانے سے استحساناً ضامن نہوگا - اور اگر میت پر قرضہ محیط ہو اور کسی شخص کے پاس اُسکی ودیعت ہو اور مستودع نے مال ودیعت اُسکے وارث کو دیا اور وہ وارث کے پاس تلف ہوگیا تو قرضخواہ کو اختیار ہوگا چاہے مستودع سے ضمان لے یا وارث سے اور یہ مثل میت کے گھر سے اُسکا ترکہ لے لینے کے نہین ہی اور اگر میت کا مال غاصب کے قبضہ مین ہو تو ہر دو وصی اُسکو مستودع و غاصب سے نہین لے سکتے ہین لیکن اگر وارثون مین سے کوئی شخص ثقہ ہو تو غصب کی صورت مین غاصب سے قاضی لیکر وارث کو دیگا

اور وودیعت کی صورت مین مستودع کے پاس چھوڑ دیا جائیگا دونون وصی مین سے ایک نے میت کا جنازہ قبر تک لیجانے کے واسطے دوسرے کو دیکھا اور دوسرا حاضر ہو مگر خاموش ہو یا وارثون مین سے کسی نے ہر دو وصی کے سامنے ایسا کیا اور دونون وصی خاموش رہے تو یہ جائز ہو اور یہ بھی خرچہ تمام ترکہ سے ہوگا اور یہ بمنزلہ خرید کفن کے ہے۔ اور اگر میت نے وصیت کی ہو کہ جنازہ اٹھانے سے پہلے فقیرون پر گیہون تصدق کیے جاوین اور اسکو ایک وصی نے سنکر ایک دوسرے کے اجازت کی خبر نہ دی کیا تو فقیہ ابوبکر نے فرمایا کہ اگر گیہون ترکہ مین موجود ہون تو دینا جائز ہوگا اور دوسرے وصی کو اس سے مخالفت کا اختیار نہوگا اور اگر گیہون ترکہ مین نہون پھر ایک وصی نے گیہون خرید کر صدقہ کیے تو یہ صدقہ اُسی کی طرف سے ہوگا اور فقیہ ابوبکر نے فرمایا کہ مین اس مسئلہ مین امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کا قول اختیار کرتا ہون اور ناطفی نے ذکر کیا کہ اگر ترکہ مین کھانا و کپڑا ہو اور ایک وصی نے اسکو یتیم کو دیدیا تو جائز ہو اور اگر ترکہ مین نہو تو کوئی وصی بدون دوسرے وصی حاضر کی اجازت کے تنہا نہین خرید سکتا ہو اور اگر میت نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا اور میت نے اپنی زندگی مین کوئی غلام فروخت کیا تھا پھر مشتری نے اُسمین عیب پاکر ہر دو وصی کو واپس دیا تو دونون مین سے ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ اُسکا ثمن اُسکو واپس دیدے اور دونون مین سے ایک کو یہ اختیار نہوگا کہ تنہا مبیع کو مشتری سے لیکر قبضہ کرے اور جس وصی کے قبضہ مین جو کچھ ترکہ میت سے آیا ہو اُسکو تنہا یہ اختیار ہو کہ کسی کے پاس ودیعت رکھے۔ اور اگر میت نے ایک غلام خرید کر آزاد کرنے کی وصیت کی تو تنہا ایک کو غلام خریدنے کا اختیار نہین ہو اور بعد دونون کے خریدنے کے تنہا ایک اُسکو آزاد کر سکتا ہو ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ تم دونون میرا تہائی مال جہان چاہو اور جسپر چاہو خرچ کر دینا پھر ایک وصی مر گیا تو ابن سماعہ نے فرمایا کہ وصیت باطل ہوجاویگی اور تہائی مذکور وارثون کو واپس ملیگی۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے مساکین کے ہو پھر دونون وصیون سے جسطرح ہمنے بیان کیا ہو کیا پھر ایک وصی مر گیا تو فرمایا کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کریگا اور اگر چاہے تو دونون مین سے باقی کو حکم دیدے کہ تنہا تقسیم کردے اور امام ابویوسف کے دوسرے قول مین باقی کو تنہا تقسیم کا اختیار ہو۔ ایک دیوار دو نا بالغون کے درمیان مشترک ہو اور دونون کا اُسپر دھیان ذخیرہ بار لدا ہوا ہو جس سے اُسکے گر جانے کا خوف ہو اور ہر نابالغ کا ایک وصی ہو پھر دونون وصیون مین سے ایک وصی نے دیوار کی مرمت کا مطالبہ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو امام ابوبکر نے فرمایا کہ قاضی اپنے امین کو بھیجکر دریافت کریگا اگر معلوم ہوا کہ چھوڑ رکھنے مین دونون کا ضرر ہو تو انکار کرنے والے پر جبر کیا جائیگا کہ دوسرے کے ساتھ مرمت کرادے۔ ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کرکے کہا کہ میرے تہائی مال سے ایک غلام اسقدر روپون کو خرید کر اور ہر دو وصی مین سے ایک کے پاس ایک غلام ہو جسکی قیمت اس مقدار سے جو موصی نے بیان کی ہو زائد ہو پھر دوسرے وصی نے چاہا کہ میت نے جو مقدار بیان کی ہو اُتنے کو یہ غلام خریدے تو شیخ ابوالقاسم رح نے فرمایا کہ اگر موصی نے ہر ایک وصی کو یہ کام تفویض کر دیا ہو تو اس وصی کا دوسرے وصی سے یہ غلام خریدنا جائز ہوگا اور اگر ایسا نکرے بلکہ وصی نے کسی دوسرے کے ہاتھ یہ غلام فروخت کرکے اُس مشتری اجنبی کے سپرد کر دیا پھر دونون اُس اجنبی سے میت کے واسطے خرید لین تو یہ اصوب ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ ایک شخص نے وصی مقرر کرکے کہا کہ میرا تہائی مال جہان تجھے اچھا معلوم ہو خرچ کر دینا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے اپنی ذات کے واسطے رکھ لے اسی طرح اگر موصی نے صریح بیان کر دیا کہ اپنے واسطے خرچ کرے تو بھی جائز ہو اور اگر کہا کہ جسکو تیرا جی چاہے عطا کرنا تو اپنے آپ کو نہین عطا کر سکتا ہو اسواسطے کہ عطا کرنا متحقق نہین ہوتا ہو بدون اُسکے کہ دوسرا

۵ قرار دی ساقط ہو مین۔ قال ہم ہکذا ذکر ہنا والاصل ابراء احد ہما من الاثر جائز فافہم ۱۲ منہ

اُسکو لے سے پس لینا دونوں ایک ہی آدمی سے متحقق نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو وصی کیا اور کہا کہ فلان شخص کی آگاہی کے ساتھ کام کرنا تو وصی تو اختیار رہوگا کہ بدون آگاہی فلان کے کام کرے اور اگر کہا کہ بدون آگاہی فلان کے کام نکرنا تو اُسکو بدون آگاہی فلان کے کام کرنا روا نہین ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ اور اگر ایک شخص کو وصی کرکے کہا کہ فلان شخص کی راے پر کام کرنا تو اس صورت مین وصی وہی ہی جسکو وصی کیا ہی اور اگر کہا کہ بدون راے فلان کے کام نکرنا تو مختار مذہب کے واسطے دونون وصی ہوجاوینگے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ اگر موصی نے کہا کہ اسمین فلان کے حکم سے کام کرنا تو وصی وہی رہیگا جسکو وصی کیا ہی اور اگر کہا کہ بدون حکم فلان کے کام نکرنا تو وہ دونون وصی ہوجاوینگے اور یہی ہمارے اصحاب کے قول کے ساتھ اشبہ ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے وارث کو وصی کیا تو جائز ہی پھر اگر یہ وصی اسنے مورث کی موت کے بعد مرگیا اور زید کو وصی مقرر کیا پس اگر یون کہا کہ مین نے تجھکو اپنے مال کا اور مال میت اول کا جسکا مین وصی ہون وصی مقرر کیا تو زید دونون ترکون کا وصی ہوجائیگا اور اگر اُسنے زید سے فقط یہ کہا کہ مین نے تجھکو وصی مقرر کیا تو بھی ہمارے نزدیک زید دونون ترکون کا وصی ہوگا اور اگر اُسنے زید سے کہا کہ مین نے تجھکو دونون ترکون کا وصی مقرر کیا تو امام اعظم رح سے روایت ہی کہ دونون ترکون کا وصی ہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ فقط میت دوم کے ترکہ کا وصی ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو وصی مقرر کیا پھر بکر نے زید کو وصی مقرر کیا پھر بکر مرگیا تو زید اُسکا وصی ہوگا غیر اگر زید مرا اور اُسنے دوسری وصیت نہ کی تو عمرو ان دونون یعنے زید و بکر کا وصی ہوگا یہ شرح طحاوی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک جماعت کو خطاب کرکے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد ایسا کرو پس اگر سب نے قبول کیا تو سب وصی ہوجاوینگے۔ اور اگر سب خاموش رہے یہان تک کہ موصی مرگیا پھر بعض نے قبول کیا پس اگر دو یا تین نے قبول کیا تو وصی ہوجاوینگے اور اُنکے تصرفات نافذ ہونگے۔ اور اگر ایک نے قبول کیا تو وہ بھی وصی ہوجائیگا لیکن اُسکا تصرف نافذ نہوگا یہان تک کہ حاکم کی طرف رجوع کیا جائیگا پس حاکم کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے ساتھ دوسرا شخص مقرر کردے یا اُسی کو بالکل اختیار دیدے۔ ایک شخص نے زید کو وصی کیا اور عمرو کو اُسکا مشرف قرار دیا تو مال کا قابض وہی زید ہوگا اور عمرو وصی نہوگا لیکن عمرو کے مشرف ہونے کا حاصل یہ ہوگا کہ زید کا کوئی تصرف بدون علم عمرو کے جائز نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر دو وصیون نے باہم اختلاف کیا کہ مال کسکے پاس رہیگا پس اگر مال قابل تقسیم ہو تو دونون تقسیم کرلینگے اور ہر ایک کے پاس نصف مال رہیگا اور اگر مال قابل تقسیم نہو تو مہایات کرلینگے اور اگر دونون اس امر پر راضی ہوے کہ ایک شخص کے پاس سب مال ودیعت رکھین یا دونون مین سے ایک کے پاس رکھین تو جائز ہی۔ اور اگر دونون آدمی یتیمون کے وصی ہون اور ایک نے مقاسمہ کرلیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی الا اُس صورت مین کہ دونون حاضر ہون یا ایک حاضر نے غائب کی اجازت سے ایسا کیا ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور اگر دو وصیون مین سے ایک نے صغیر کے مال مین سے کوئی چیز فروخت کی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی الا اس صورت مین کہ دونو حاضر ہون یا حاضر نے غائب کی اجازت سے فروخت کی ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہر حال مین جائز ہی اور یہی حکم بٹائی کرلینے کا ہی۔ اور اگر ایک عورت نے اپنے باپ اور اپنے شوہر کو اپنا وصی مقرر کیا اور آزاد کرنے اور صلہ وغیرہ کی چند وصیتین کین اور اُسنے زمین اور کپڑے اور زیور اور دو دودھ پیتے ہوے بچے چھوڑے پس شوہر نے کہا کہ مین اُنکی وصیتین اپنے خالص مال سے نافذ کیے دیتا ہون اور کپڑے و زیور فروخت نہین کرونگا پس اگر شوہر نے دوسرے وصی

یعنے باپ کی اجازت سے ان وصیتون کو نافذ کیا پس جو وصیتین صلہ ہون یا ایسی ہون کہ جنمین کسی چیز کے خریدنے کی ضرورت ہو مثلاً شوہر نے اس شرط سے اُسکا نفاذ کیا کہ مین ترہ سے واپس لونگا تو یہ مال ترکہ پر قرضہ ہوجائیگا اور اگر اس شرط سے کیا کہ ترکہ سے واپس نہ لونگا تو یہ فعل وصیت کا نفاذ نہوگا اور وصیت ادا نہوگی اور جس وصیت صدقہ مین خرید کی ضرورت نہو تو اُسمین کسی وجہ سے وصیت جاری نہوگی پس اگر شوہر نے پسند کیا کہ یہ مال عین اپنی اولاد کے واسطے باقی رکھے اور وصیت اپنے مال سے نافذ کردے تو نابالغون کو کچھ مال ہبہ کردے پھر دونون وصی اس مال مین سے بقدر وصیت کے کسی کے ہاتھ فروخت کردینگے پھر باپ ان نابالغون کے واسطے اس مشتری سے بعد اُسکے سپرد کرنے کے برابر یا زیادہ ثمن پر اسکو خرید کرلیگا پھر یہ مال بائع کو دیکر دونون وصی ثمن زمین وصول کرکے اُس سے وصیت کو نافذ کرینگے یہ محیط مین ہے۔ ایک وصی نے عقار کو بدین غرض فروخت کیا کہ اُس سے میت کا قرضہ ادا کرے حالانکہ اُسکے قبضہ مین اسقدر مال ہے جس سے ادائے قرضہ ہوسکتا ہے تو بھی یہ بیع جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ باپ کا وصی نابالغ کے مال کا بٹوارہ کرسکتا ہے چاہے جو مال ہو خواہ مال منقول ہو یا عقار ہو اگرچہ تقسیم مین خفیف خسارہ ہو اور اگر تقسیم مین خسارہ بہت ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ ایسے خسارہ کے ساتھ بٹائی کرادے۔ اور ایسے مسائل مین اصل یہ ہے کہ جسکو کسی چیز کے فروخت کا اختیار ہے اُسکو اُسکے تقسیم کرانے کا بھی اختیار ہے یہ محیط مین ہے۔ اور وصی کو اختیار ہے کہ موصی لہ کے ساتھ مشترک مال وصیت مین بٹوارہ کرالے بشرطیکہ یہ مال عقار نہو پھر جسقدر حصہ نابالغون کے پڑتے مین آوے وہ اپنے قبضہ مین رکھیگا اگرچہ وارثون مین کوئی بالغ وغائب ہو۔ اور اگر وصی نے وارثون کے واسطے بٹائی کرائی اور ترکہ مین کسی شخص کے واسطے وصیت ہے اور موصی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم موصی لہ غائب کے حق مین جائز نہوگی اور موصی لہ کو اختیار ہوگا کہ وارثون کے ساتھ شریک ہوجاوے۔ اور اگر سب وارث نابالغ ہون اور وصی نے موصی لہ کے ساتھ بٹائی کرکے اُسکو تہائی دیدی اور دو تہائی وارثون کے واسطے رکھ چھوڑی تو جائز ہے حتے کہ جو کچھ وصی کے قبضہ مین وارثون کا مال ہے اگر وہ تلف ہوگیا تو وارث لوگ موصی لہ سے کچھ واپس نہین لے سکتے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے واسطے ہر شے کا مختار وصی مقرر کیا اور اُسنے یتیم کے واسطے حصہ بانٹ کرالیا خواہ عروض کا یا عقار کا تو جائز ہے یہ اُسوقت ہے کہ ہر شے کا وصی کیا ہو اور اگر نفقہ کا یا کسی شے مبین کی حفاظت کا وصی کیا ہو تو اُسکی تقسیم جائز نہوگی۔ اور اگر وصی نے تہائی مال کے موصی لہ سے حصہ بانٹ کرالیا اور وارث لوگ نابالغ ہین پس تہائی موصی لہ کو دیدی۔ اور دو تہائی وارثون کے واسطے لے لی تو صحیح ہے حتے کہ اگر وارثون کا حصہ وصی کے پاس تلف ہوجاوے تو اُسپر ضمان واجب نہوگی۔ اور اگر وارث سب بالغ ہون یا بعض بالغ ہون اور بالغ حاضر ہون تو وصی کی تقسیم از جانب وارث بالغ خواہ عقار مین ہو یا منقول مین ہو باطل ہے لیکن اگر نصیب وارث بالغ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی لیکن موصی لہ سے جو اُسنے لیا ہے اُسکا دو تہائی واپس لینگے بشرطیکہ جو کچھ موصی لہ نے لیا ہے وہ اُسکے پاس موجود ہو اور اگر جو کچھ موصی لہ نے لیا ہے وہ تلف ہوگیا ہو تو وارث بالغ کو اختیار ہوگا چاہے وصی سے ضمان لے یا موصی لہ سے۔ اور اگر وارث بالغ ہون مگر غائب ہون اور موصی کے ساتھ وصی نے بٹائی کرلی تو غیر منقول کی تقسیم باطل ہے اور اختلافات زفر و امام ابو یوسف رح مین مذکور ہے کہ اس صورت مین اختلاف ہے کہ بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح و زفر کے تقسیم جائز نہین ہے اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے جائز ہے اور مال منقول مین موصی لہ کے ساتھ اُسکی تقسیم جائز ہے۔ اور اگر وصی نے موصی لہ کے واسطے وارثون سے تقسیم کی و وارث لوگ بالغ ہین اور حاضر ہین اور موصی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم غیر منقول و منقول دونون مین باطل ہے

ف دو خسارہ بین کیا گیا کہ ایک دہم خسارہ تقسیم کے وقت ہو

اور اختلافات زفر و امام ابو یوسف رح مین اس مسئلہ مین بھی اختلاف مذکور ہو کہ امام زفر و امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک تقسیم نہین جائز ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی پس اگر موصی لہ کا حصہ وصی کے پاس تلف ہوگیا اور وارثون کے حصے باقی رہے تو موصی لہ کو اختیار ہوگا کہ وارثون کے پاس جو باقی ہی اُسمین سے تہائی لے لے اور اگر وصی کے پاس موصی لہ کا حصہ اور وارثون کے پاس وارثون کا حصہ بھی تلف ہوگیا تو جسقدر حصہ موصی لہ وصی کے پاس تلف ہوا ہی اُسکا ضامن نہوگا اور جسقدر وارثون کے پاس موصی لہ کا حصہ تلف ہوا ہی اُسکی بابت اُسکو اختیار ہوگا چاہے وصی سے اُسکا تاوان لے یا وارثون سے یہ محیط مین ہی - اور اگر ایک شخص نے ہزار درم کی تہائی کی وصیت کی اور وارثون نے یہ درم قاضی کو دیدیے اُسنے حصہ بانٹ دیا حالانکہ موصی لہ غائب ہی تو قاضی کی تقسیم صحیح ہی حتے کہ اگر موصی لہ کا حصہ مقبوضہ تلف ہوگیا پھر موصی لہ حاضر ہوا تو اُسکو وارثون سے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ کافی مین ہی - ایک وصی کے پاس دو یتیمون کے دو ہزار درم مین پھر دونون بالغ ہوے پھر ایک کو وصی نے ہزار درم دیے اور دوسرا بھی حاضر ہی پھر جسکو دیے اُسنے وصول پانے سے انکار کیا تو وصی پانچ سو درم کا دونون کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر غائب ہو تو وصی کی تقسیم اُسپر جائز ہوگی پس ایک کو اُسکا حصہ دینے سے ضامن نہوگا اور اگر وصول پانے والا مقر ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے پانچ سو درم لے لے اور اگر چاہے تو وصی سے ضمان لے اور وصی اسکو دوسرے سے واپس لیگا - ایک وصی دو یتیمون کا ہی اُسنے دونون کے بالغ ہونے کے بعد دونون سے کہا کہ مین نے تم دونون کو ہزار درم دیے ہین پس ایک نے اُسکی تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی تو منکر اپنے بھائی سے دو سو پچاس درم واپس لیگا اور اگر دونون نے انکار کیا تو دونون کا وصی پر کچھ نہوگا - اور اگر وصی نے کہا کہ مین نے تم مین سے ہر ایک کو پانچ پانچ سو درم علیحدہ دیے ہین پھر ایک نے تصدیق اور دوسرے نے تکذیب کی تو انکار کرنے والا وصی سے دو سو پچاس درم واپس لیگا اور اگر دونون غائب ہون تو وصی کی تقسیم دونون کے حق مین جائز ہوگی - ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو نابالغ بیٹے چھوڑے پھر جب دونون بالغ ہوے تو دونون نے اپنے باپ کی میراث طلب کی پس وصی نے کہا کہ تمہارے باپ کا سب ترکہ ہزار درم تھا جسمین سے تم دونون مین سے ہر ایک پر مین نے پانچ سو درم خرچ کیے ہین پس ایک نے تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی تو منکر اپنے بھائی سے دو سو پچاس درم واپس لیگا اور اس صورت مین امام زفر رح کے نزدیک وصی سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور یہی امام اعظم رح سے مروی ہی اور ابن ابی مالک نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ وصی سے واپس لے سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - وصی مادر کو اختیار ہی کہ مادر مجھے نابالغ بچہ کے واسطے اُسکے مال منقولہ کو جو اُسنے اپنی مان کی میراث مین پایا ہی تقسیم کرا لے بشرطیکہ باپ زندہ نہو اور نہ باپ کا وصی ہو اور اگر ان دونون مین سے کوئی ہو تو وصی مادر کو اختیار قسمت نہوگا اور مال غیر منقولہ کی تقسیم کا کسی حال مین اُسکو اختیار نہین ہی اور نابالغ مذکور نے سوا اُسے مان کی میراث کے اور کسی میراث سے جو کچھ پایا ہی اُسکی بٹائی کا مان کے وصی کو اختیار نہین ہی خواہ میراث مال منقول ہو یا غیر منقول ہو یا مخلوط ہو - اور جو حکم مان کے وصی کا ہی وہی بھائی وچچا کے وصی کا ہی اور اگر وصی نے وارثون مین میراث تقسیم کی اور ہر وارث کا حصہ الگ کر دیا تو اسمین پانچ صورتین ہین اوّل آنکہ وارثون مین کوئی بالغ نہو بلکہ سب نابالغ ہون تو ایسی صورت مین اُسکی تقسیم بالکل جائز نہین ہی اور یہ بخلاف حکم پدر کے ہو کہ اگر باپ نے اپنی نابالغ اولاد کا مال تقسیم کیا حالانکہ اُمین کوئی بالغ نہین ہی تو یہ جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ وصی کے واسطے اس صورت مین حیلہ یہ ہو کہ اگر مثلاً دو نابالغ ہون تو وصی دونون مین سے ایک کا

حصہ غیر مقسوم کسی شتری کے ہاتھ فروخت کرے پھر شتری سے حصہ بانٹ کرالے پھر جسکا حصہ فروخت کیا ہی اُسکا حصہ پھر شتری سے خرید لے پس ایک کا حصہ دوسرے سے جدا ہو جائیگا اور دوسرا حیلہ یہ ہی کہ دونون کا حصہ کسی شتری کے ہاتھ فروخت کرے پھر اُسی شتری سے دونون کا حصہ علیحدہ علیحدہ بٹا ہوا خریدے۔ دوم آنکہ سب وارث بالغ ہون جنہین سے بعضے حاضر اور بعضے غائب ہون پس جو وارث حاضر ہین اُنکے ساتھ وصی نے بٹائی کرکے اُنکا حصہ الگ کر دیا تو یہ جائز ہی اور مراد یہ ہی کہ عروض کی تقسیم جائز ہی اور عقار مین وصی کی تقسیم بالغون پر جائز نہوگی۔ سوم آنکہ وارث لوگ صغیر و کبیر دونون ہون اور کبیر سب غائب ہون تو وصی کا حصہ بانٹ کرنا جائز نہوگا چہارم آنکہ وارثون مین صغیر و کبیر دونون ہین پس اُسنے بالغون کا حصہ جدا کرکے اُنکو دیدیا اور سب وارثان بالغ حاضر موجود ہین اور نابالغون کا سب کا حصہ مجموعہ جدا کر لیا اور ہر ایک صغیر کا حصہ الگ الگ نہ کیا تو یہ جائز ہی۔ پنجم آنکہ وصی نے کبیرون وصغیرون مین سے ہر ایک کا حصہ جدا کیا اور سب کو تقسیم کر دیا تو پوری تقسیم فاسد ہی اور اگر اُسنے بالغون کو اُنکا حصہ دیدیا اور نابالغون کا حصہ مجموعہ رکھ لیا پھر نابالغون کا حصہ باہم تقسیم کر دیا تو بالغون ونابالغون سب کے حق مین تقسیم صحیح ہوگی۔ اور اگر بعض وارث بالغ ہون اور بعض نابالغ ہون اور بالغون مین سے ایک شخص نابالغون کا وصی ہی اور اُس سے تقسیم کی درخواست کی تو امام زاہد ابوحفص الکبیر رح سے منقول ہی کہ وصی بالغون کے درمیان تقسیم کر دیگا اور نابالغون کا حصہ الگ کر لیگا اور اپنا حصہ نابالغون کے حصہ مین رکھیگا پھر اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کریگا پھر اجنبی شتری اور نابالغون کے درمیان حصہ بانٹ کرائیگا پھر شتری مذکور سے اپنا حصہ خرید لیگا پس اسطور سے سب مین تقسیم متحقق ہو جائیگی یہ محیط مین ہی۔ اگر وصی نے باپ کے ترکہ مین سے کوئی چیز فروخت کی تو اسمین دو صورتین ہین اول آنکہ میت پر قرضہ نہو اور نہ اُسنے کچھ وصیت کی ہو دوم آنکہ اُسنے کچھ وصیت کی ہو یا اُسپر قرضہ ہو پس صورت اول کے واسطے کتاب مین فرمایا کہ وصی کو اختیار ہی کہ جب وارث لوگ نابالغ ہون تو ترکہ کی متاع وعروض وعقار مین سے ہر چیز فروخت کرے سوائے عقار کے بیع اسوجہ سے جائز ہی کہ اُسمین حفاظت کی ضرورت ہی اور دور نہین ہی کہ ثمن کی حفاظت کرنا اُسکے نزدیک زیادہ آسان ہو اور بیع عقار مین بھی موافق جواب کتاب کے جواز کا حکم ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ جو حکم کتاب مین مذکور ہی یہی سلف کا قول ہی کذا فی فتاوے قاضی خان اور متاخرین کے نزدیک نابالغ کا مال عقار فروخت کرنا بھی جائز ہی کہ جب میت پر اسقدر قرضہ ہو کہ بدون عقار کے فروخت کرنے اور اُسکے ثمن سے ادا کرنے کے ادا نہو سکے۔ یا صغیر کو ایسی ضرورت ہو کہ بغیر ثمن عقار کے حاجت رفع نہو یا مشتری کو اس عقار کی جانب ایسی رغبت ہو کہ دوچند قیمت دیکر خریدتا ہو اور اسی پر فتوے ہی کذا فی الکافی اور یا ترکہ مین وصیت مرسلہ ہی کہ اُسکے پوری کرنے کے واسطے ثمن عقار کی طرف حاجت ہو یا عقار کا فروخت کرنا یتیم کے حق مین بہتر ہو مثلاً اُسکا خراج وذخیرہ اُسکے حاصلات سے زیادہ ہوتا ہو یا عقار ایسی دوکان یا دار ہو جو گرا پڑتا ہو یا خراب وبرباد ہوا چاہتا ہو۔ پس اگر یتیم کو اُسکے ادائے خراج کی ضرورت پیش آوے پس اگر ترکہ مین عقار کے سوائے عروض بھی ہو تو سوائے عقار کے باقی مین سے فروخت کیا جاوے اور اگر بدون عقار کے باقی سے حاجت رفع نہو سکے تو ایسی صورت مین عقار کو اُسکی برابر قیمت پر یا خفیف نقصان پر فروخت کرے۔ اور اسقدر نقصان کے ساتھ جو لوگ اپنے اندازہ مین نہین اُٹھاتے ہین وصی کو فروخت کرنیکا اختیار نہین ہی۔ اسی طرح اگر وصی نے اسقدر نقصان کے ساتھ جو لوگ اپنے اندازہ مین نہین اُٹھاتے ہین

یتیم کے واسطے کوئی چیز خریدی تو بھی جائز نہین ہی یہ سب اُسوقت ہی کہ سب وارث نابالغ ہون اور اگر سب بالغ ہون اور حاضر ہون تو ترکہ مین سے وصی کا کسی چیز کو فروخت کرنا جائز نہین ہی الا وارثان مذکور کی اجازت سے - اور اگر وارثان بالغ غائب ہون تو وصی کا عقار فروخت کرنا جائز نہین ہی اور ماسوائے عقار کے فروخت کرنا جائز ہی اور سب کا اجارہ پر دینا جائز ہی اور وجہ یہ ہی کہ مال غائب کی حفاظت کا وصی کو اختیار ہی اور عروض کا فروخت کر دینا حفاظت مین شمار ہی اور عقارات خود ہی محفوظ ہوتے ہین لیکن اگر عقار ایسا ہو کہ اگر فروخت نکیا جاے تو تلف ہو جائیگا تو ایسی صورت مین عقار بھی بمنزلہ عروض کے ہو جائیگا (غیر منقول) - اور اگر سب وارث بالغ ہون مگر بعضے غائب ہون اور باقی حاضر ہون تو غائب کے حصہ مین سواے عقار کے دوسری چیز کی بیع کا بغرض حفاظت کے وصی کو اختیار ہی اور اسمین اتفاق ہی اور جب غائب کے حصہ کی بیع بالاتفاق وصی کی طرف سے جائز ہوئی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وصی کی طرف سے حاضر کے حصہ کی بیع بھی جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک حاضر کے حصہ کی بیع کا وصی کو اختیار نہین ہی یہ سب اُسوقت ہی کہ ترکہ پر قرضہ نہو کذا فی فتاوی قاضی خان - اور اگر میت پر قرضہ ہو پس اگر اسقدر قرضہ ہو کہ تمام ترکہ کو محیط ہو تو بالاجماع تمام ترکہ فروخت کیا جائیگا اور اگر محیط نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کیا جائیگا اور قرضہ سے زائد مین امام اعظم رح کے نزدیک وصی باقی کو بھی فروخت کر سکتا ہی اور صاحبین رح کے نزدیک نہین کذا فی الکافی اگر ترکہ مین وصیت مرسلہ ہو تو بالاتفاق سب کے نزدیک وصی کو یہ اختیار ہی کہ ترکہ مین اسقدر فروخت کرے جس سے وصیت نافذ ہو جاوے اور جب تھوڑے ترکہ کی بیع کا مختار ہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک باقی کی بیع کا بھی مختار ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک نہوگا - اور اگر وارثون مین ایک صغیر ہو اور باقی کبیر ہون اور ترکہ پر قرضہ نہین ہی اور نہ وصیت ہی اور ترکہ مال منقول تو بالاتفاق وصی کو حصہ نابالغ کی بیع کا اختیار ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک باقی کی بیع کا بھی اختیار ہی پس اگر اُسنے سب ترکہ فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کل کی بیع جائز ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک بقدر حصہ بالغون کے جائز نہوگی - اور اصل امام اعظم رح کے نزدیک قرار پائی ہی کہ اگر وصی کو بعض ترکہ کی بیع کا اختیار حاصل ہوا تو اُسکو پورے ترکہ کی بیع کا اختیار ہوگا - اور باپ کا وصی بمنزلہ باپ کے ہوتا ہی اسی طرح سگے دادا کا وصی بھی بمنزلۂ وصی پدر کے ہوتا ہی - اور سگے دادا کے وصی کا وصی بھی بمنزلۂ سگے دادا کے وصی کے ہی (یعنی حق تصرف مین) اور قاضی کے وصی کے وصی کا حکم بمنزلہ وصی قاضی کے ہی بشرطیکہ اُسکو عام اختیار ہو - اور مان کا وصی یا بھائی کا وصی سو ایسا نہین ہی چنانچہ اگر کسی شخص کی بیوی مر گئی اور اُسنے ایک بچہ نابالغ چھوڑا اور کسی شخص کو وصی کر دیا یا ایک مرد مر گیا اور ایک نابالغ بھائی چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کر دیا تو اس وصی کو اختیار ہو کہ اس میت کے ترکہ مین سے ماسوائے عقار کے فروخت کر دے اور عقار کی بیع نہین کر سکتا ہی اور اس موصی کو یہ اختیار نہین ہی کہ صغیر کے واسطے کوئی چیز خریدے سواے کھانے وکپڑے کے اسواسطے کہ یہ چیزین خریدنا منجملہ حفاظت صغیر کے ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور مان کے وصی کو یہ اختیار نہین ہی کہ صغیر نے جو مال اپنے باپ کے ترکہ مین پایا ہی اُسمین سے کچھ فروخت کرے خواہ عقار غیر منقول ہو یا مال منقول ہو خواہ وہ قرضہ مین پھنسا ہوا ہو یا خالی از قرضہ ہو - اور جو مال صغیر کو مان کے ترکہ مین ملا ہی اگر وہ قرضہ و وصیت سے خالی ہو تو منقول کو فروخت کر سکتا ہی اور غیر منقول کو اُسمین سے فروخت نہین کر سکتا ہی - اور اگر ترکہ قرضہ مین یا وصیت مین پھنسا ہوا ہو پس اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی مذکور کو کل ترکہ کے فروخت کا اختیار ہی اور غیر منقول بھی اسمین آگیا اور اگر قرضہ محیط نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کر سکتا ہی اور قرضہ سے زائد کے فروخت کرنے مین ویسا ہی اختلاف امام اور صاحبین کے درمیان ہی جیسا ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہین اور جو حکم وصی مادر کے حق مین معلوم ہوا وہی وصی برادر وچچا

ہین ہی۔ اور اگر سب وارث بالغ ہون پس اگر حاضر ہون اور ترکہ قرضہ کے پھنساؤ سے خالی ہی تو مان کا وصی اُسکے ترکہ مین سے کچھ فروخت نہین کرسکتا ہی اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو جو حکم باپ کے وصی کی صورت مین مذکور ہوا ہی وہی حکم مان کے وصی کا ہی جسمین اتفاق ہی اُسمین اتفاق ہی اور جسمین اختلاف ہی اُسمین یہان بھی اختلاف ہی۔ اور اگر وارثون مین صغیر و کبیر دونون ہون اور کبیر وارث غائب ہون پس اگر ترکہ قرضہ سے خالی ہو تو وصی کو مان کے ترکہ مین سے مال منقول مین سے نابالغون و بالغون سب کے حصہ کے فروخت کا اختیار ہی اور مال غیر منقول سے نابالغ و بالغ کسی کا حصہ فروخت نہین کرسکتا اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو وصی مادر کا وہی حکم ہی جو وصی پدر کا مذکور ہوا ہی اور اگر وارثان بالغ حاضر ہون اور ترکہ قرضہ سے خالی ہو تو نابالغون کا مان کے ترکہ مین سے مال منقول کا حصہ فروخت کرسکتا ہی اور مال منقول مین سے بالغون کا حصہ فروخت کرنے مین اختلاف ہی۔ اور مال غیر منقول مین سے کسی کا حصہ فروخت نہین کرسکتا ہی۔ اور اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت ہو پس اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی کو مال منقول و غیر منقول سب کے فروخت کا اختیار ہی۔ اور اگر غیر محیط ہو تو منقول سب فروخت کرسکتا ہی اور مال غیر منقول مین سے بقدر قرضہ کے بالاجماع فروخت کرسکتا ہی اور قرضہ سے زائد کے فروخت کرنے مین اختلاف مشائخ ہی یہ محیط مین ہی۔ اصل یہ ہی کہ وصی کی ولایت اُسی قدر ہوتی ہی جسقدر موصی کی ولایت ہی اور ولایت حفاظت ولایت تصرف کی تابع ہی۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہی اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا اور دونون نے معاً اُسکے نسب کا دعوی کیا حتے کہ اُسکا نسب دونون سے ثابت ہوگیا پھر باندی مذکورہ آزاد کی گئی پھر وہ مرگئی اور کچھ مال چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا تو اُسکے بچہ و بچہ کے مال کی ولایت اُسکے دونون باپ کو حاصل ہی باندی مذکورہ کے وصی کو حاصل نہوگی اسواسطے کہ مان کا وصی منجملہ مان کے ہی حالانکہ باندی مذکورہ کو ولایت تصرف حاصل نہ تھی پس ایسا ہی حکم اُسکے وصی کا ہی اور اُسکے وصی کو ولایت حفاظت بھی حاصل نہوگی اسواسطے وہ ولایت تصرف کی تابع ہی حتے کہ اگر دونون باپ اُسکے غائب ہوجاوین تو مان کے وصی کو ولایت حفاظت حاصل ہوگی پس وہ مال منقول کی بیع کا مختار ہوگا اسواسطے کہ منقول کی بیع حفاظت مین داخل ہی کذا فی الکافی لیکن وصی مذکور کو اُسی مال مین ولایت حاصل ہوگی جو صغیر نے اپنی مان کے ترکہ مین پایا ہی یا مان کی موت سے پہلے صغیر کا اکتساب ایسے مال مین جو اُسکے بعد صغیر مذکور کی ملک مین آیا ہی جسطرح اُسکو ولایت حفاظت حاصل ہوگی اُسی طرح جو تصرف ارباب حفاظت ہی اُسکا اختیار بھی حاصل ہوگا جیسے مال منقول کا فروخت کرنا یا ایسی چیز کا فروخت کرنا جسمین جلد خرابی آجانے والی ہی اور وہ چیز جلد بگڑ جانے والی ہی۔ اور اگر دونون باپ مین سے ایک غائب ہوا اور دوسرا حاضر ہی تو بھی امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک یہی حکم ہی۔ اور اگر صغیر مذکور کی مان مرجانے کے بعد اُسکے دونون باپ مین سے بھی ایک مرگیا اور سوائے اس صغیر کے کوئی وارث نہین چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا اور دوسرا باپ زندہ حاضر ہی تو اُسکی سب میراث اس صغیر کو ملیگی اور دونون ترکون مین ولایت تصرف اُسکے دوسرے باپ کو حاصل ہوگی اور یہ مرد کے وصی کو حاصل نہوگی اور نہ مان کے وصی کو حاصل ہوگی اور فرمایا کہ جو باپ زندہ ہی اُسکے ساتھ قاضی دوسرا شخص وصی مقرر کریگا تاکہ اُسکے ساتھ تصرف کرے اور اگر دوسرا باپ غائب ہو تو مان کے وصی کو جسقدر مان کا ترکہ ہی اُسکی حفاظت کا اختیار ہوگا اور جو چیز قبیل سے ہی اور باپ میت کے وصی کو اُسکے ترکہ مین تصرف کا اختیار حاصل ہوگا اور نیز جو امر ارباب حفاظت ہی اُسکا اختیار حاصل ہوگا پھر اگر اسکے بعد دوسرا والد بھی مرگیا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا تو اسکے وصی کو مان کے وصی سے اور اُس باپ کے وصی سے جو پہلے مرگیا تھا ترجیح ہوگی اور اگر اس باپ کا جو پہلے مرگیا تھا باپ موجود ہو مینے صغیر کا دادا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی

جو باپ اخیر مین مرا ہی اُسکے وصی کو تصرف مال مین ترجیح ہوگی اسی طرح اگر دوسرے باپ کا جو اخیر مین مرا ہی باپ یعنی صغیر کا دادا موجود ہو تو بھی بہ نسبت اُسکے باپ کے اُسکے وصی کو تصرف مال صغیر مین ترجیح ہوگی - اور اگر اس باپ کا وصی جو اخیر مین مرا ہی مر گیا اور دوسرے شخص کو اُسنے وصی مقرر کیا تو یہ وصی بھی بہ نسبت اُن لوگون کے جنکو ہمنے بیان کیا ہی اولی ہوگا یعنے یہی مختار ہوگا - اور اگر اس باپ کا وصی جو اخیر مین مرا ہی مر گیا اور کسی کو وصی مقرر نکیا یا جو باپ اخیر مین مرا ہی اُسنے کسی کو وصی مقرر نہین کیا اور حالت یہ ہی کہ جو باپ پہلے مرا ہی وہ اپنا وصی اور اپنا باپ یعنے صغیر کا دادا چھوڑ گیا ہی پس یہ دادا بہ نسبت اُسکے وصی کے اولی ہوگا - اور اگر دونون باپ ایک دوسرے کے بعد مر گئے اور ہر ایک نے اپنا باپ چھوڑا اور ہر ایک نے ایک ایک آدمی کو وصی بھی مقرر کیا ہی پس اگر یہ ثابت نہو کہ کون پہلے مرا ہی اور کون پیچھے تو ولایت تصرف ہر دو وصی کو حاصل ہوگی کیونکہ جب پہلا مرنے والا اور پچھلا مرنے والا ثابت و ظاہر نہوا تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا دونون ساتھ ہی مرے ہین - اور اگر دونون ساتھ ہی مرین تو مال مین تصرف کرنے کی ولایت دونون وصی کو حاصل ہوگی - اور اگر پہلا مرنے والا و پچھلا مرنے والا معلوم ہو گیا تو مال صغیر مین تصرف کا اختیار پچھلے مرنے والے کے وصی کو ہوگا اور اگر پچھلا مرنے والا باپ مر گیا اور اُسنے کسی کو وصی نکیا یا وصی کیا اور اسکا وصی مر گیا اور کسی کو وصی نکیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو تصرف کی ولایت دونون دادا کو حاصل ہی کسی ایک کو تنہا حاصل نہوگی یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص مر گیا اور اولاد صغیر اور ایک باپ چھوڑا اور کسی کو وصیت نکی تو باپ بمنزلہ وصی کے ہوگا کہ ترکہ کی حفاظت کریگا اور اُسمین ہر طرح کا تصرف کریگا اور اگر میت پر قرضہ کثیر ہو تو اُسکا باپ یعنے نانا خود کا دادا یہ اختیار نہین رکھتا ہی کہ ادائے قرضہ کے واسطے ترکہ فروخت کرے - اسی طرح اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ مراہق پسر کو جو بیع و شرا سمجھتا ہی تجارت کی اجازت دی اور پسر مذکور کے تصرف کیا اور اُسپر بہت قرضے ہو گئے پھر یہ پسر مر گیا اور باپ نے اُسکے قرضے ادا کرنے کے واسطے باپ کو اُسکے ترکہ مین تصرف کا اختیار نہین ہی - میت کے وصی نے اگر ادائے قرضہ کے واسطے ترکہ فروخت کیا اور قرضہ محیط نہین ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی بیع جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہی اور اگر ترکہ پر قرضہ نہو لیکن وارثون مین کوئی نابالغ ہو اور قاضی نے پورا ترکہ فروخت کیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اُسکی بیع نافذ ہوگی اور امام ابوحنیفہ رح نے وصی میت اور پدر میت مین فرق کیا ہی کہ وصی میت کو اختیار ہی کہ ادائے قرضہ و تنفیذ وصیت کے واسطے ترکہ فروخت کرے اور پدر میت یعنی نابالغون کے دادا کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے پسر کے واسطے نابالغون پر ترکہ فروخت کردے اور یہ اختیار نہین ہی کہ قرضہ میت ادا کرنے کی غرض سے اولاد صغیر کا ترکہ فروخت کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ امام خصاف رح نے افادہ فرمایا ہی اور امام محمد رح نے دادا کو بجائے باپ کے قائم کیا ہی - کتاب مین فرمایا کہ اگر ایک شخص مر گیا اور ایک وصی اور باپ چھوڑا تو وصی بہ نسبت باپ کے اولی ہوگا اور اگر اُسکا کوئی وصی نہو تو باپ اولی ہی علی ہذا القیاس دادا وغیرہ یہانتک کہ فرمایا کہ پھر دادا کا وصی پھر قاضی کا وصی اولی ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ہمارے امام خصاف کے قول پر فتوی دیتے ہین - ایک صغیر کو مال میراث ملا اور اسکا باپ مردود بندہ مستحق تعزیر ہی تو شمس الائمہ کے نزدیک ایسے شخص کا مجبور کرنا روا ہی اُسکے نزدیک پدر مذکور کو مال صغیر مین ولایت تصرف حاصل نہوگی - اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح ادب القاضی مین ذکر کیا کہ اگر قاضی نے یتیم کے واسطے ایک وصی مقرر کیا جسکے باپ کا وصی نہین ہی تو وصی قاضی بمنزلہ وصی پدر کے ہوگا بشرطیکہ قاضی نے اُسکو عام اجازت دیدی ہو کہ تمام انواع تصرف کا وصی ہو اور اگر کسی نوع خاص کے تصرف کا مختار کیا تو اسی نوع خاص کا وصی رہیگا بخلاف وصی پدر کے کہ وہ قابل تخصیص نہین ہی چنانچہ اگر باپ نے کسی شخص کو ایک نوع خاص مین وصی مقرر کیا تو وہ تمام انواع تصرف مین وصی ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خانین ہی اور اگر وصی نے

ترکہ میت مین سے کچھ مال اُدھار فروخت کیا پس اگر اسمین یتیم کے حق مین ضرر ہو مثلاً مشتری کی طرف سے یہ خوف ہو کہ وہ میعاد آنے پر منکر ہو جائیگا یا ندیگا تو نہین جائز ہی اور اگر ضرر نہو تو جائز ہی - ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کوئی مال یتیم بعوض ہزار درم کے خریدنا چاہا اور دوسرے نے بعوض ایک ہزار ایک سو درم کے خریدنا چاہا اور شخص اول بہ نسبت دوسرے کے تونگر ہی تو وصی کو چاہیے کہ اول کے ہاتھ فروخت کرے جس سے ثمن طلب کرنے کے وقت انکار یا دہندگی کا خوف نہین ہی اسی طرح اگر یتیم کا ایک دار ہو جسکو ایک شخص آٹھ درم ماہواری کے عوض کرایہ پر مانگتا ہی اور دوسرا دس درم ماہواری پر مانگتا ہی مگر اول بہ نسبت دوسرے کے تونگر ہی تو اول کو کرایہ پر دینا چاہیے اور علیٰ ہذا جو شخص متولی و قف ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی وہ نیز سب لوگون کو جو مالہاے وقف کے امین قرار دیے جاوین ایسا ہی کرنا چاہیے یہ ذخیرہ مین ہی - ایک وصی نے یتیم کی زمین ایک مفلس کے ہاتھ فروخت کی جسکو جانتا ہو کہ یہ ادائے ثمن پر قادر نہو گا تو شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ اگر بیع بہ غبت ہو تو قاضی تین روز تک مشتری کو مہلت دیگا پس اگر اُسنے اس عرصہ مین ادا کر دیا تو خیر ورنہ بیع توڑ دی جاویگی اسواسطے کہ وصی کا ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا مال کا تلف کرنا ہی لیکن اگر اُسنے بیع ٹوٹنے کا حکم دینے سے پہلے ثمن ادا کر دیا تو بیع صحیح ہو گی شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ درصورتیکہ یہ بات معلوم ہو کہ مشتری ادائے ثمن پر قادر نہو گا تو چاہیے کہ قاضی کی بیع بھی جائز نہو اسواسطے کہ قاضی سب کے واسطے خصوصاً نابالغون کے واسطے درستی و اصلاح کی نظر کرنے پر مقرر ہی اور پوری نظر اصلاح اسی مین ہی جو ہمنے بیان کی ہی - وصی نے مال یتیم مین سے کوئی چیز فروخت کی پھر ایک شخص نے وصی سے جسقدر ثمن کو فروخت کی ہی اس سے زیادہ کے عوض لینے کی درخواست کی تو قاضی اہل بصارت و امانت کی طرف رجوع کریگا - پس اگر اہل بصارت و امانت مین سے دو آدمیون نے قاضی کو خبر دی کہ وصی نے اُسکو پوری قیمت پر فروخت کیا ہی اور اُسکی قیمت اسقدر ہی تو جو شخص زیادہ دینا چاہتا ہی اُسکی طرف التفات نکریگا اور اگر بطریق بیع زائد کے زیادہ ثمن کو فروخت ہوتی ہو اور بازار مین اس سے کم کو فروخت ہوئی تو ایسی زیادتی کے واسطے وصی کی بیع نہ توڑیگی بلکہ اہل بصارت و امانت کی طرف رجوع کریگا پس اگر اُنمین سے دو آدمی اس بات پر متفق ہوے کہ یہ قیمت ہی تو وصی کے مشتری سے وہی قیمت لے لیجائیگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہی کہ دو آدمی اتفاق کرین اور امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رح کے قول پر ایک ہی عادل کافی ہی جیسا کہ ترکہ وغیرہ مین ہی اور علیٰ ہذا متولی وقف نے اگر وقف مین سے جو چیز کرایہ پر چلتی ہی کسی کو کرایہ پر دی پھر دوسرے شخص نے اگر اس سے زیادہ کرایہ پر لینی چاہی تو اسمین بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - ایک وصی نے میت کے ترکہ مین سے کوئی چیز واسطے تنفیذ وصیت کے فروخت کی پھر مشتری بیع سے منکر ہو گیا یعنی کہا کہ مین نے نہین خریدی ہی اور وصی اُسکو قاضی کے پاس لایا اور قسم طلب کی اُسنے قسم کھائی حالانکہ وصی جانتا ہی کہ وہ جھوٹا ہی تو قاضی وصی سے کہیگا کہ اگر تو سچا ہی تو مین نے تم دونون کے درمیان سے بیع فسخ کر دی تو ایسا فسخ جائز ہی اگرچہ بخاطرہ ہو اور فسخ حاکم کی ضرورت اس واسطے ہی کہ اگر بعد انکار مشتری کے وصی اُسکے ساتھ خصومت ترک کرنے کا عزم کرے تو یہ امر بمنزلہ اقالہ کے ہو گا تو مثل حقیقۃً اقالہ کرنیکے مبیع وصی کے ذمہ لازم ہو گی اور جب قاضی نے بیع کو فسخ کیا تو اُسکے ذمہ لازم نہو گی بلکہ بیع ملک میت مین عود کریگی یہ فتاوی کبری مین ہی - فتاوے ابواللیث مین ہی کہ ایک شخص مر گیا اور اسنے تہائی مال کی وصیت کی ہی اور اقسام عقارات ترکہ چھوڑا اور وصی کسی صنف کو بیع کے واسطے فروخت کرتا ہی تو وارث کو اختیار ہی کہ راضی نہو لیکن اگر اُسنے ہر چیز کی تہائی جسمین سے تہائی فروخت ہو سکتی ہی فروخت کرنی چاہیے تو ایسا اختیار نہو گا - اور شیخ ابوبکر اسکاف سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے وصیت کی کہ اُسکی زمین فروخت

کرکے اُسکا تہائی ثمن فقیرون کو صدقہ دیا جائے پھر وہ مرگئی اور بالغ وارث چھوڑے پھر وصی نے تمام زمین فروخت کرنی چاہی اور وارثون نے قدر وصیت سے زائد فروخت کرنے سے منع کیا تو فرمایا کہ اگر فقط تہائی زمین گھٹے دامون بکتی ہو جس سے وارثون واہل وصیت کو ضرر پہونچتا ہو تو وصی کو کل فروخت کرنے کا اختیار ہوگا ورنہ فقط بقدر وصیت فروخت کریگا اور شیخ ابو نصر الدبوسی عدم ضرر کی صورت مین صاحبین رح کے قول پر اور ضرر کی صورت مین امام اعظم رح کے قول پر فتوی دیتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی۔ فرمایا کہ وصی کو مال یتیم سے تجارت کرنے کا اختیار نہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور یہ جائز نہین ہی کہ یتیم کے مال سے اپنے واسطے یا میت کے مال سے اپنے واسطے تجارت کرے اور اگر کریگا اور نفع کمائیگا تو راس المال کا ضامن ہوگا اور نفع کو صدقہ کرنا پڑیگا یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ وصی کو اختیار ہی کہ مال یتیم مضاربت پر دیدے۔ یا دوسرے سے اس مال سے شرکت کرے یا بضاعت پر دیدے یہ محیط مین ہی۔ ایک وصی نے بعض مال ترکہ کو اجارہ طویلہ پر بدین غرض دیا کہ میت کا قرضہ ادا ہوجاوے تو نہین جائز ہی۔ ایک شخص نے وصی مقرر کیا و مرگیا اور وصی غائب ہوگیا پس بعضے وارثون نے قصداً بعض ترکہ کو فروخت کرکے میت کا قرضہ ادا کیا اور اُسکی وصیتین نافذ کردین تو بیع فاسد ہی الا اُس صورت مین کہ قاضی نے اجازت دیدی ہو یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ تمام ترکہ قرضہ مین مستغرق ہو اور اگر مستغرق نہو تو وارث کا تصرف اُسکے حصہ مین جائز ہوگا الا اُس صورت مین کہ مبیع دارین سے ایک بیت معین ہو۔ وارث بالغ نے ترکہ میت مین سے کوئی چیز یا عقار مین سے کوئی عقار فروخت کیا اور ہنوز میت پر قرضہ یا وصیت باقی ہی اور وصی نے اُسکی بیع رد کرنی چاہی پس اگر وصی کے پاس اسقدر مال ہو جس سے فروخت کرنے کے بعد قرضہ و وصیت پوری کرسکتا ہو تو وارث کی بیع رد نکریگا۔ ایک عورت اپنا شوہر و دختر و بھائی چھوڑکر مرگئی اور بھائی کو وصی کردیا اور اُسنے وصیت قبول کی پھر قبل ازانکہ اُسکی وصیت و قرضہ ادا کرے شوہر سے اُسکا حصہ اسباب و عقارین سے خرید لیا اور بائع کو اپنے حصہ کی مقدار معلوم نہین ہی اور مشتری کو معلوم ہی پس اگر اُسنے وصایا کو قبل نالش کرنے کے نافذ کردیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر اُسنے نافذ نکین یہانتک کہ اُنھون نے قاضی کے پاس نالش کی تو قاضی اس بیع کو باطل کردیگا اور پہلے قرضہ میت و اُسکی وصیتین نافذ کردیگا پھر میراث کا حکم دیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک قرضدار نے چند وصیتین کین جو بعد ادائے قرضہ کے اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہین اور ایک دا چھوڑا اور وصی کو بدون ثمن دار کے اُسکی وصیتین و قرضہ ادا کرنے کی قدرت نہین ہی اور وارث پورے دار کی بیع پر راضی نہین ہوتا ہی پس اگر قرضہ پورے دار تک یا اکثر دار تک پہونچتا ہو کہ اُسمین سے خفیف باقی رہا جاتا ہو پس اگر اُسکو معلوم ہو کہ درصورتیکہ فروخت نہ کیا جاوے تو قرضہ میت پر زمانہ دراز تک رہیگا تو اُسکو فروخت کرنے کا اختیار ہی جبکہ اور گنجائش نہو اور اہل وصیت وارث کے شریک ہونگے اور اگر وصی نے سوائے اپنے غیر کو مال یتیم قرض دینا چاہا تو باتفاق روایات اُسکو اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسنے قرض دیدیا تو ضامن ہوگا اور قاضی کو بھی قرض دینے کا اختیار نہین ہی اور باب مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی کہ امام اعظم رح سے روایات مختلف ہین اوصحیح یہ ہی کہ باب بمنزلۂ وصی کے ہی نہ بمنزلۂ قاضی کے اور اگر وصی یا باپ نے اپنے ذاتی قرضہ مین مال یتیم رہن کیا تو قیاساً نہین جائز ہی اور استحساناً جائز ہی اور اگر وصی نے اپنا قرضہ مال یتیم سے ادا کیا تو نہین جائز ہی اور اگر باپ نے ادا کیا تو جائز ہی۔ وصی نے قرضدار یتیم سے دوسرے پر حوالہ قبول کیا پس اگر دوسرا بنسبت قرضدار کے توانگر ہو تو جائز ہی اور اگر برابر تو نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ وصی نے اگر مال یتیم اپنے قرضخواہ کے ہاتھ بعوض اُسقدر ثمن کے جسقدر اُسپر قرضہ ہی فروخت کردیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور ثمن اُسکے قرضہ کا قصاص ہوجائیگا

اور نہ وصغیر کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصی نے مال یتیم ایسے قرضہ کے عوض جسکو اُسنے صغیر کے واسطے لیا ہی رہن کیا اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر وصی نے اُسکو مرتہن سے صغیر کی حاجت کے واسطے مستعار لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو یتیم کا مال گیا اور قرضہ مرتہن بحالہ باقی رہیگا کہ وصی سے اُسکا مطالبہ ہوگا اور اگر وصی نے مرتہن سے مال مرہون غصب کر لیا اور صغیر کی ضرورت مین استعمال کیا اور وہ تلف ہوگیا تو مرتہن کے حق کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا حق یتیم کے واسطے ضامن نہوگا اور اگر بعد غصب کے اپنی ضرورت مین استعمال کیا اور وہ تلف ہوا تو دونون کے حق کے واسطے ضامن ہوگا چنانچہ صورت اول مین اگر قرضہ مرتہن ادا کیا یعنی ضمان دیکر تو اُسکو مال یتیم سے واپس لیگا اور دوسری صورت مین واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر وصی نے غیر کا غلام غصب کر کے صغیر کی ضرورت مین استعمال کیا پھر تلف ہونے پر اُسکی قیمت مالک کو تاوان دیدی پس آیا مال صغیر سے واپس لیگا سو اسکی کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہین ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ واپس لے سکے اور اگر وصی نے یتیم کو کارہائے خیر مین سے کسی کام مین اجرت پر دیا تو جائز ہی اسی طرح اگر صغیر کا غلام یا اور اُسکا مال ایسے کام مین اجرت پر دیا تو بھی جائز ہی پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوگیا تو اُسکو اختیار ہوگیا کہ جو اجارہ وصی نے اُسکی ذات پر معقود کیا ہی اُسکو فسخ کر دے اور جو اُسکے مال پر معقود کیا ہی اُسکو فسخ نہین کر سکتا ہی۔ وصی نے اگر یتیم کے واسطے ایک شخص مزدور کیا اسقدر اجرت پر کہ لوگ اجر المثل سے زائد اسقدر اجرت دیکر ایسا نقصان اندازہ مین نہین اٹھاتے ہین تو رکن الاسلام علی سغدی نے شرح الکبیر مین فرمایا کہ وصی اپنے واسطے مزدور کرنے والا قرار دیا جائیگا اور پوری اجرت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ اجارہ صغیر کے واسطے واقع ہوگا لیکن مزدور کے کام کرنے پر اجر المثل واجب ہوگا اور جسقدر زیادہ ٹھہرا کر دیا ہی صغیر کو واپس دیا جائیگا۔ وصی نے اگر صغیر کی حویلی اجر المثل سے کم کرایہ پر دیدی پس آیا مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا یا وہ مسکن کا غاصب قرار دیا جائیگا کہ اُسپر سکونت کی وجہ سے اجرت واجب نہوگی تو امام فضلی نے اپنے فتاوی مین ذکر فرمایا کہ ہمارے اصحاب کے اصول پر تو یہ لازم آتا ہی کہ غاصب قرار دیا جاوے اور اُسپر کرایہ واجب نہو اور خصاف نے اپنی کتاب مین ذکر فرمایا کہ مستاجر غاصب نہوگا اور اُسپر اجر المثل واجب ہوگا پس امام فضلی سے کہا گیا کہ آپ امام خصاف کے قول پر فتوی دیتے ہین فرمایا کہ ہان اور مین نے دوسرے نسخہ مین دیکھا کہ پورا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر کرایہ مین بمقدار بیان کردیگئی ہو تو بمقدار بیان کردہ واجب ہوگی اُس سے زیادہ نکیا جائیگا اور ہمارے بعضے مشائخ یہ فتوی دیتے ہین کہ اجر المثل واجب ہوگا لیکن اگر کمی مین یتیم کے حق مین بہتری ہو تو ایسی صورت مین ناقص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ وصی کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے تئین یتیم کو مزدوری پر دیدے بخلاف باپ کے اگر باپ نے اپنے تئین صغیر کو مزدوری پر دیا تو جائز ہی یہ قدوری مین ہی۔ اور ایسا ہی امام فضلی نے جواب دیا ہی کہ اگر وصی نے اپنے تئین یا اپنی کسی چیز کو یتیم کے پاس مزدوری پر اُسکے کام مین لگایا تو نہین جائز ہی اور امام علی سغدی نے فرمایا کہ اگر وصی یا باپ نے اپنے آپ کو یتیم کو مزدوری پر دیا تو بالاتفاق جائز ہی مگر فتوی اُسی قول پر ہی جو قدوری نے ذکر کیا ہی یہ کبری مین ہی۔ اور اگر وصی نے خود یتیم کو مزدوری پر لیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز ہونا چاہیے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور وصی کو یہ اختیار نہین ہی کہ مال یتیم بعوض یا بلا عوض کسی کو ہبہ کر دے اور یہی حکم باپ کا ہی اور اگر کسی نے صغیر کو مال ہبہ کیا اور باپ نے اُسکا عوض مال صغیر سے دیا تو نہین جائز ہی اور واہب کو حق رجوع باقی رہیگا اسی طرح اگر وصی نے مال یتیم سے عوض دیا تو نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ نوادر ہشام مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ وصی نے غلام یتیم ہزار درم کو فروخت کیا اور اُسکی قیمت بھی ہزار درم ہی بدین شرط

کر وصی کو اختیار ہی باقی ہی پھر مدت خیار مین اُسکی قیمت بڑہ کر دو ہزار درم ہوگئی تو وصی کو بیع نافذ کرنے کا اختیار نہین ہی یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور نیز امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک وصی نے غلام صغیر پر یہ شرط کر وصی کو تین روز تک خیار ہی فروخت کیا پھر صغیر تین روز کے اندر بالغ ہوگیا پھر تین روز گذر گئے - تو بیع تمام ہوگئی اور اگر وصی نے تین روز مین خود اجازت دیدی یا مر گیا تو جائز نہو جائیگی یہانتک کہ صغیر خود کو خود اجازت دیدے - اور اگر وصی یتیم نے غلام یتیم پر بشرط خیار سہ روز فروخت کیا پھر مدت خیار مین یتیم مر گیا تو بیع جائز ہوگئی اور یہی حکم والد کا ہی اور اسکی وجہ یہ بین طور بیان فرمائی کہ عقد بیع صغیر کے واسطے واقع ہوا تھا - اور اگر وصی نے اپنے واسطے تین روز خیار کی شرط کر کے یتیم کا غلام فروخت کیا پھر مدت خیار مین یتیم بالغ ہوگیا تو بیع تمام ہوگئی اور خیار باطل ہوگیا - اور اگر وصی نے صغیر کے واسطے باندی خریدی پھر صغیر بالغ ہوگیا پھر وصی اسکے کسی عیب پر واقف ہوکر راضی ہوگیا قبل اسکے کہ یتیم اُسکو تصرف سے منع کرے یا تصرف سے منع کرنے کے بعد راضی ہوا تو وہ ان سب صورتون مین مثل وکیل کے ہی اور اگر وصی نے صغیر کے واسطے ہزار درم کو ایک غلام اپنے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کر کے خریدا پھر تین روز مین یتیم بالغ ہوگیا پھر وصی نے بیع کی اجازت دیدی تو یتیم کو اختیار ہی چاہے راضی ہوجاوے اور چاہے وصی کے ذمہ لازم کرے اور اگر اُسنے کچھ اختیار نہ کیا یہان تک کہ وصی بعد بیع پر راضی ہوجانے کے یا اس سے پہلے مر گیا تو یتیم اپنے خیار پر رہیگا اور اگر وصی نہ مرا اور مدت خیار کے اندر یا بعد گذرنے کے وصی کے پاس غلام مر گیا یا مدت خیار کے اندر وصی کی بیع پر راضی ہوجانے سے پہلے یا بعد اسکے یتیم مر گیا تو خریدہ مذکورہ بہ ذمہ یتیم لازم ہوگی یہ محیط مین ہی - وصی نے مال یتیم سے کوئی چیز فروخت کی پھر وہ بالغ ہوگیا اور مشتری کو ثمن سے بری کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ اگر صلح غیر مفسد ہوا اور کہا کہ تو اُس چیز سے جس سے تجھکو میرے قاضی نے میرے مال سے بری کر دیا ہی بری ہی تو جائز ہی اور اگر کہا کہ تو اُس مال سے جو تجھپر ہی بری ہی تو بری نہوگا اور فقیہ رح نے فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہی ہم اسکو نہین لیتے ہین بلکہ طفل مذکور کے بالغ ہوکر بری کرنیکے بعد مشتری بری ہوجائیگا یہ فتاوے کبرے مین ہی - اور اگر وصی نے مال یتیم اپنے ہاتھ یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ فروخت کیا تو ہر دو روایت مین امام ابو یوسف رح سے ایک روایت کے موافق و قول امام اعظم کے موافق اگر اُسمین یتیم کے واسطے منفعت ظاہرہ ہو تو جائز ہی اور اگر یتیم کے واسطے منفعت ظاہرہ نہو تو نہین جائز ہی اور بقول امام محمد رح کے دو موافق اظہر الروایت کے امام ابو یوسف رح سے یہ حکم ہی کہ ہر حال مین نہین جائز ہی اور بنا بر قول امام اعظم رح کے منفعت ظاہرہ کی تفسیر مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اپنا ہزار درم کا مال طفل کے ہاتھ آٹھ سو درم کو فروخت کرے اور طفل کا آٹھ سو درم کا مال خود ہزار درم کو خریدے اور بعض نے فرمایا کہ اپنا ہزار درم کا مال طفل کے ہاتھ پانچ سو درم کو بیچے اور اُسکا پانچ سو درم کا مال ہزار درم کو خریدے - اور موافق قول امام اعظم کے ہر گاہ وصی کا اپنے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہوا پس آیا مین نے خرید ایا مین نے فروخت کیا پر اکتفا کرے جیسا کہ باپ کے حق مین حکم ہی یا رکنین عقد کی ضرورت ہی پس یہ صورت اس مقام پر ذکر نہین فرمائی اور ناطفی نے اپنے واقعات مین ذکر کیا کہ وصی کو ہر دو رکن کی حاجت ہی بخلاف باپ کے - اور اگر دو یتیمون کے ایک وصی نے ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو نہین جائز ہی - اسی طرح اگر وصی نے دونون کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے دوسرے کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا تو نہین جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اسی طرح اگر دو یتیمون کے دو غلامون کو اجازت دی اور ایک نے دوسرے کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا تو نہین جائز ہی یہ محیط مین ہی باپ یا وصی نے اگر صغیر یا اُسکے غلام کو تجارت کی

اجازت دی تو صحیح ہی اور اگر دونون نے خرید فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو یہ اجازت مین شمار ہی اور اگر صغیر کے بالغ ہونے سے پہلے باپ یا وصی مرگیا تو اجازت باطل ہوجائیگی اور اگر صغیر کے بالغ ہوجانے کے بعد باپ یا وصی مرا تو اجازت باطل نہوگی اور اگر باپ یا وصی نے صغیر کا مال فروخت کرنے یا اُسکے لیے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر باپ مرگیا یا صغیر بالغ ہوگیا تو وکیل معزول ہوجائیگا - قاضی نے اگر صغیر یا معتوہ کو یا دونون کے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہی اسی طرح اگر معتوہ کے غلام کو مجور کیا تو صحیح ہی اور اگر قاضی نے معتوہ کے غلام کو خرید فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو یہ قاضی کی طرف سے اجازت نہوگی - اگر قاضی کی راے مین صغیر یا اُسکے غلام کو تجارت کی اجازت دینا مصلحت معلوم ہوا اور باپ یا وصی نے انکار کیا تو دونون کا انکار کرنا باطل ہی - اور اگر قاضی کی اجازت دینے کے بعد باپ نے یا وصی نے اُسکو محجور کردیا تو دونون کا مجور کرنا صحیح نہوگا اسی طرح اگر یہ قاضی مرگیا تو وہ محجور نہوگا الا اُس صورت مین کہ یہ مقدمہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش کیا جاوے اور وہ محجور کردے تو مجور ہوجائیگا اسواسطے کہ اس قاضی کی ولایت مثل ولایت قاضی اول کے ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر اس طفل نے وصی کے ہاتھ کوئی چیز بیچی یا اُس سے خریدی تو بقول امام محمد رح کے بالکل نہین جائز ہی جیساکہ وصی خود اپنے ہاتھ فروخت کرے اور بقول امام اعظم رح کے بنا بر روایت جامع ذخیرہ اور بعض روایت کتاب الماذون کے اگر اُسمین صغیر کے واسطے نفع ظاہر ہو تو صحیح ہی اور اگر صغیر کے واسطے نفع ظاہر نہو تو نہین صحیح ہی - ذخیرہ مین ہی - وصی نے اگر یتیم کی زمین مزارعت پر لی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ مطلقاً جائز ہی جیسے دوسرے کو دینا جائز ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر بیع یتیم کی طرف سے ہون تو نہین جائز ہی اور اگر وصی کی طرف سے ہون تو جائز ہی ذخیرہ مین ہی - عامہ مشائخ کے نزدیک اگر اجر المثل یا تاوان نقصان لینا یتیم کے واسطے بہتر ہوگا بہ نسبت اُس حاصلات کے جو یتیم کے حصہ مین پڑتی ہی تو مزارعت جائز نہوگی اور اگر حاصلات اُسکے حق مین بہتر ہو تو مزارعت جائز ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر یتیم مالدار ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کو اختیار ہوگا کہ اُسکی طرف سے قرباتی اُسکے مال سے کردے یا اُسکا صدقہ فطر ادا کردے اور وصی کو اختیار نہین ہی کہ قرضدار میت کو بری کردے یا اسکے ذمہ سے کچھ ساقط کردے یا اُسکو مہلت دیدے بشرطیکہ جو قرضہ واجب ہی وہ وصی کے عقد سے واجب نہوا ہو اور اگر وصی کے عقد سے واجب ہوا ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک کچھ ساقط کرنا و مہلت دینا و بری کردینا سب جائز ہی لیکن وصی ضامن ہوگا اور اگر وصی نے کسی قرضدار میت کے ساتھ قرضہ سے صلح کرلی پس اگر میت کے گواہ اس قرضہ کے ہون یا قرضدار مقر ہو یا قاضی کو اسکا حال معلوم ہو تو وصی کی صلح جائز نہوگی اور اگر حق کے گواہ وغیرہ نہون تو صلح وصی جائز ہی - اگر میت پر قرضہ سے صلح کی یا یتیم پر قرضہ سے صلح کی پس اگر مدعی کے پاس اپنے حق کے گواہ ہون یا قاضی نے اُسکے حق کی ڈگری کردی ہو تو وصی کی صلح جائز ہوگی اور اگر مدعی کے پاس اپنے حق کے گواہ نہون اور نہ قاضی نے اُسکے نام ڈگری کی ہو تو وصی کی صلح جائز نہوگی اسواسطے کہ یہ اُسکے مال کا تلف کرنا ہی اور یہ نظیر اس مسئلہ کی ہی کہ سلطان ظالم یا زبردست نے مال یتیم مین طمع کی اور وصی کو پکڑ کر دھمکایا تاکہ یتیم کا کچھ مال لیوے تو شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ وصی کو نہ دینا چاہیے اور اگر وصی دیدیگا تو ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر وصی کو اپنے جان پر قتل کا یا کسی عضو کے تلف کرنے کا خوف ہو یا تمام مال یتیم کے چھین لینے کا خوف ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اُسے اپنی ذات پر قید کیے جانے یا پیٹے جانے کا خوف ہو یا یہ جانے کہ ظالم مذکور وصی کا کچھ مال لے لیگا اور اُسکے پاس اسقدر رہجائیگا جو اُسکو کافی ہی تو اُسکو یہ گنجائش نہوگی کہ مال یتیم دیدے اور اگر دیدیگا تو ضامن ہوگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ وصی خود اُسکو مال دیوے اور اگر سلطان یا حاکم زبردست

نے خود اپنے ہاتھ سے مال لے لیا تو وصی ضامن نہوگا وفتوی اُسی قول پر ہی جسکو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہی - ایک وصی مال یتیم لیکر ایک ظالم کی طرف گذرا اور اُسکو خوف ہوا کہ اگر اسکو کچھ نہ دونگا تو سب مال میرے ہاتھ سے چھین لیگا پس اُسنے مال یتیم مین سے کچھ مال دیا تو بعض نے فرمایا کہ اُسپر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر مضارب مال مضاربت لیکر گذرا تو بھی یہی حکم ہی اور شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کا قول نہین ہی بلکہ یہ محمد بن سلمہ کا قول بطریق استحسان ہی اور فقیہ ابواللیث سے منقول ہی کہ امام ابویوسف رح وصی لوگون کے واسطے مصالغت کو اموال یتیمان مین جائز رکھتے تھے پس جو امر ابو سلمہ رح نے اختیار کیا ہی وہ موافق قول امام ابویوسف رح کے ہی اور اسی پر فتوے دیا جائیگا - ایک وصی نے قاضی کی کچہری مین مال یتیم خرچ کیا اور بطریق اجرت دیا تو ضامن نہوگا اور شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ بقدر اجر المثل اور عین پیسہ کے ضامن نہوگا اور جو بطور رشوت کے دیا ہی اُسکا ضامن ہوگا اور مشائخ نے فرمایا ہی کہ اپنے اوپر سے یا اپنے مال سے ظلم دفع کرنے کے واسطے مال دینا اس دینے والے کے حق مین رشوت نہین ہی اور اپنا حق جو دوسرے پر آتا ہی اُسکے برآمد کرانے کے واسطے مال دینا رشوت ہی - ایک شخص مرگیا اور اپنی جورو کو وصی مقرر کیا اور نابالغ وارث چھوڑے پھر سلطان ظالم اُسکے دارین آیا پس عورت مذکورہ سے کہا گیا کہ اگر تو اسکو کچھ تواضع نکریگی تو دار وعقار سب چھین لیگا پس عورت مذکورہ نے عقار مین سے کچھ اُسکو دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکی مصالغت جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور مسائل میراث فتاوی نسفی مین ہی کہ اگر وصی سے دار یتیم کی جبایت طلب کی گئی اور حالت یہ ہو کہ اگر انکار کیا جاوے تو مؤنت زیادہ ہوئی جاتی ہی - پس وصی نے ترکہ مین سے اُسکے دار کی جبایت ادا کی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور مثل مصالغہ کے قرار دیا جائیگا اور فقیہ ابوجعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مرگیا اور دو دختر وعصبہ چھوڑا پس سلطان نے ترکہ طلب کیا اور وصی نے ترکہ مین سے کچھ دم دیکر اُسکو ٹالا کہ سلطان نے تعرض ترک کیا پس جو کچھ وصی نے دیا ہی وہ مخصوص حصہ عصبہ مین سے ہوگا یا تمام مال مین سے ہوگا فرمایا کہ اگر وصی کو بدون اس فعل کے حفاظت ترکہ کی قدرت نہو تو تمام ترکہ مین سے محسوب ہوگا یہ محیط مین ہی - وصی نے مال یتیم مین سے اُسکی تعلیم قرآن شریف وادب مین خرچ کیا پس اگر طفل اس لائق ہو تو جائز ہی اور وصی کو ثواب ملیگا اور اگر طفل اسکی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وصی کو ضرور ہی کہ اسقدر تعلیم قرآن مین تکلیف اُٹھاوے جس سے نماز صحیح ہوجاتی ہی - اور وصی کو چاہیے کہ یتیم کو وسعت کے ساتھ نفقہ دے اُسمین نہ اسراف ہو اور نہ تنگی ہو اور یہ امر بلحاظ قلت وکثرت مال طفل کے متفاوت ہوگا اور نیز بنظر اختلاف حال تفاوت ہوگا پس اُسکے مال وحال پر لحاظ کرکے اُسکے لائق اُسپر خرچ کرے - ایک وصی کا یتیم کے واسطے سفر کو جاتا ہی اور مال یتیم سے سواری کرایہ لیتا ہی اور اپنی ذات پر خرچ کرتا ہی تو اسمین سے بقدر ضروری صرف کرنے کا استحساناً اُسکو اختیار ہی - اور شیخ نصیر سے روایت ہی کہ وصی کو اختیار ہی کہ مال یتیم مین سے کھاوے اور اُسکی سواری پر سوار ہو بشرطیکہ اُسکے کام کے واسطے جاوے اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ وصی محتاج ہو اور بعض نے فرمایا کہ وصی کو اُسکے مال سے کھانا اور اُسکی سواری پر سوار ہونا نہین جائز ہی اور یہ قیاس ہی اور استحساناً اُسکو بقدر معروف کھاوے اگر محتاج ہو بقدر اُسکے مال مین سعی ومکوشش کرتا ہی ایک وصی نے مال میت مین سے کوئی چیز اپنے واسطے خریدی پس اگر میت کا کوئی وارث صغیر وکبیر نہو تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور واقعات ناطفی مین ہی کہ فرمایا کہ اگر وصی نے مال یتیم لیکر اپنے واسطے خرچ کیا پھر جسقدر لیا ہی اُسکے مثل رکھدیا تو ضمان سے بری نہوگا الا اُس صورت مین کہ یتیم بالغ ہوجاوے اور وصی اُسکو دیدے یا یتیم کے واسطے کوئی چیز خرید کر گواہون سے کہے کہ یتیم کا مجھپر اسقدر آتا ہی اور عین اُسکے واسطے یہ چیز خریدتا ہون پس ثمن سے

مصالغت کیا ہی
یعنی صلح کرنا
جائز ہی

[illegible] سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر وصی نے ترکہ میں سے ہو کہ دوسرے کا دعویٰ سچا ہے تو وہ بری
[illegible] قاضی [illegible] ثابت کیا ہو اور اگر میت نے وصی کے سامنے اقرار کیا ہو کہ
[illegible] قرضہ [illegible] وصی نے دیکھا ہو کہ میت نے اپنی زندگی میں کسی کا مال تلف
کر دیا یا اسکے پاس [illegible] آیا وصی اسکو ادا کر سکتا ہے [illegible] وارث لوگ منکر ہیں تو کتاب میں اسکی کوئی روایت نہیں
[illegible] اگر چاہے کہ اسکا ادا کرنے کا اختیار نہ ہو
[illegible] تو میرے بیٹے کو دینا اور میت
[illegible] ضامن ہوگا اور وہ شخص اسی بابت سے وصی نہیں ہو سکتا ہے
اور اگر [illegible] تو اسکو دینے سے ضامن ہوگا۔ ایک مریض کے پاس اہل
[illegible] نے فرمایا کہ اگر باجازت مریض کھاتے ہیں تو جائز ہیں
[illegible] سے محسوب ہوگی اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ
[illegible] اور اُسکے عیال کے ساتھ کھایا پیا حالانکہ بدون
[illegible] ایک شخص [illegible] اور اسپر قرضہ ہے پس اُسکے وصی نے قرضخواہوں کے واسطے
[illegible] وصی کے پاس [illegible] یا مشتری کو غلام مذکور دینے سے پہلے بعض غلام وصی کے
پاس [illegible] واپس لیگا۔ اور اگر غلام مذکور استحقاق میں
[illegible] واپس نہیں لے سکتا ہے الا اُس صورت
[illegible] اسکو فروخت کیا [illegible] اگر قرضخواہوں نے اُس سے یون کہا ہو کہ فلان میت کا
[illegible] تو وصی [illegible] قرضخواہوں نے [illegible] کہ فلان کا یہ غلام فروخت
[illegible] قرضہ کے واپس
[illegible] اور اگر انھوں نے [illegible] اور وصی نے کہا کہ میں اسکو نہیں
فروخت کرونگا [illegible] استحقاق میں لے لیا گیا [illegible] قرضخواہ سے واپس لیگا اور اگر میت
پر قرضہ [illegible] میں بمنزلہ قرضخواہ [illegible] ہے اور
اگر وارث [illegible] اور اگر قاضی نے میت کو قرضخواہوں کے واسطے فروخت کیا
اور [illegible] استحقاق میں لے لیا گیا تو مشتری [illegible] قرضخواہ سے
واپس لیگا نہ قاضی سے۔ ایک شخص نے [illegible] کی وصیت کی پھر غلام نے بعد موت [illegible] وصی کے کوئی جنایت
کی اور وصی نے [illegible] آزاد کر دیا تو فدیہ کا ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو قیمت کا ضامن ہوگا
[illegible] واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر میون کے غلام نے کوئی جنایت کی تو اُسکے [illegible]
اختیار ہوگا کہ [illegible] غلام کا رکھ لینا اختیار کرے اور اُسکے مال سے ارش جنایت ادا کردے لیکن اگر ارش جنایت
و قیمت غلام میں بہت بڑا فرق ہو تو ایسا نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر وصی نے قاضی کے پاس کہا کہ میں نے غلام رکھ لینا
اختیار کیا [illegible] گواہ کر لیے تو اُسکو یہ اختیار نہ رہیگا کہ اس سے رجوع کرکے غلام کا دیدینا اختیار کرے پھر اگر وہ [illegible]

کچھ مال سوائے اس غلام کے نہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ غلام فروخت کرکے اُسکے ثمن سے ارش جنایت ادا کرے اور اگر قبل فروخت کرنے کے غلام مرگیا حالانکہ وہ غلام رکھ لینا اختیار کرچکا ہی تو ارش جنایت بذمۂ یتیمان قرضہ لازم ہی یہانتک کہ اُسکو ادا کرین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ امام محمد نے جامع کبیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے ہزار درم کو غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور ثمن نہ دیا یہانتک کہ مرگیا اور اُسپر دوسرے شخص کے ہزار درم بھی قرضہ ہین اور سوائے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر وصی نے غلام مذکور مین کوئی عیب پاکر بسبب عیب کے بغیر حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو یہ جائز ہی اور قرضخواہ دوم اُسکو نہین توڑ سکتا ہی پھر وصی مذکور بائع سے نصف ثمن واپس لیکر دوسرے قرضخواہ کو دیدیگا اور اگر بائع پر ثمن ڈوب گیا تو وصی ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ واپسی ہرگاہ حق قرضخواہ دوم مین بیع جدید شمار کی گئی تو ایسا ہوا کہ گویا وصی نے غلام کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن اُسپر ڈوب گیا وصول نہوا اور اس صورت مین ضامن نہین ہوتا ہی پس صورت مذکور مین بھی ضامن نہوگا اور اس صورت مین اور صورت ذیل مین فرق ہی کہ جب وصی نے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کرکے ثمن وصول کرکے بائع کو سب دیدیا تو اس صورت مین دوسرے قرضخواہ کے واسطے ضامن ہوگا اور فرق یہ ہی کہ جب وصی نے سوائے بائع کے دوسرے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کیا تو ثمن سے دونون قرضخواہون کا حق متعلق ہوا پس وصی نے جب ایک ہی کو دیدیا تو اُسنے دوسرے کا حق تلف کیا پس ضامن ہوگا اور صورت مذکورہ بالا مین وصی نے کچھ وصول نہین کیا ہی فقط عیب کی وجہ سے واپس کیا ہی اور یہ امر حق قرضخواہ دوم مین بیع جدید ہی اور وصی کو بیع کا اختیار ہی پس کوئی ایسی بات نہین پائی گئی جو موجب ضمان ہو۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جب وصی نے میت کا قرضہ ادا کیا اور اُسکو خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ میت پر دوسرا قرضہ ظاہر ہو اور وصی کو ضامن ہونا پڑے تو اُسکے واسطے یہی حیلہ ہی کہ قرضخواہ میت کے ہاتھ اُسکے قرضہ کے عوض میت کی کوئی چیز فروخت کرے پھر اگر میت پر دوسرا قرضہ ظاہر ہوگا تو وصی ضامن نہوگا۔ اور اگر ایسا ہوا کہ جب وصی نے بسبب عیب کے بائع کو واپس دینا چاہا تو اُسنے انکار کیا یہان تک کہ مقدمہ قاضی کے پاس پیش ہوا پس اگر قاضی کو دوسرے قرضخواہ کے قرضہ کا حال معلوم ہو تو غلام کو بسبب عیب کے واپس نہ دیگا بلکہ فروخت کرکے اُسکا ثمن دونون کو تقسیم کر دیگا اور بائع کے ذمہ سے نقصان ساقط ہو جائیگا کہ قاضی کی بیع سے پہلے یا اُسکے بعد نقصان عیب کا ضامن نہوگا۔ اور اگر قاضی کو دوسرے قرضخواہ کا حال معلوم نہوا تو بائع کو واپس کر دیگا اور بائع کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائیگا پھر اسکے بعد اگر دوسرے قرضخواہ نے گواہ قائم کیے تو قاضی کو اختیار ہی چاہے واپسی کو باقی رکھے اور قرضخواہ دوم کو نصف ثمن تاوان دلاوے اور چاہے واپسی کو توڑ کر غلام مذکور دونون کے قرضہ مین فروخت کرے یہ محیط مین ہی۔ ایک قوم نے میت پر قرضہ کا دعوے کیا اور اُنکے پاس گواہ نہین ہین لیکن وصی کو اُنکے قرضہ کا حال معلوم ہی تو شیخ نصیر رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ وصی مال ترکہ کو قرضخواہ کے ہاتھ فروخت کرے پھر قرضخواہ ثمن سے منکر ہو جاوے یہان تک کہ مر جائیگا اور اگر ترکہ درم و دینار ہون تو قرضخواہ کے پاس بقدر قرضہ کے ودیعت رکھے پھر وہ ودیعت سے منکر ہو جاوے پس قصاص ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر گواہان عادل نے وصی کے سامنے گواہی دی کہ فلان شخص کا میت پر قرضہ ہی اور قاضی کے سامنے یہ گواہی نہین دیتے پس آیا وصی کو اور حالانکہ وارث لوگ منکر ہون ایسا قرضہ ادا کرنے کا اختیار ہی اسکی کوئی روایت نہین ہی اور مشائخ نے اسمین بھی اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ ادا کرسکتا ہی اور بعض کے نزدیک نہین ادا کرسکتا یہ محیط مین ہی۔ اگر میت نے وصی کے سامنے قرضہ کا اقرار کیا اور وصی نے چاہا کہ اُسکا قرضہ ادا کرے اور اُسپر ضمان لازم نہ آوے تو اسمین مشائخ کے پانچ اقوال مختلف ہین بعض نے فرمایا کہ قاضی کے پاس جاوے اور اُس سے کہے کہ آپ میرا شکوہ دار ثون مین

تقسیم کردین تاکہ اگر ثبوت گواہان میت پر کوئی قرضہ ظاہر ہو تو قرضخواہ مجھسے خصومت نکرسکے اور نہ مجھسے تاوان لے سکے۔ اور بعض نے فرمایا کہ قرضخواہ مقرلہ کو بقدر اُسکے قرضہ کے خفیہ دیدے تاکہ وارث لوگ واقف نہون کہ اُس سے ضمان لین۔ اور بعض نے فرمایا کہ ترکہ مین سے بقدر قرضہ کے ایک تھیلی مین بھر کر رکھے اور قرضخواہ کے پاس ایک آدمی بھیج کر بلادے پس قرضخواہ آکر اُسکو خفیہ وظاہر لے اور وصی اُس سے تغافل کرجاوے پس اگر وارثون کو معلوم ہوجاوے تو وارثون سے کہے کہ تم لوگ خود خصومت کو بجا میرے دوسرے کو خصومت کے واسطے مقرر کرو۔ اور بعض نے فرمایا کہ جنس قرضہ سے بقدر قرضہ کے ترکہ مین سے ایک تھیلی مین بھر کر قرضخواہ کو ودیعت دیدے پھر قرضخواہ مذکور ودیعت سے منکر ہوجاوے پس قصاص ہوجائیگا اور وصی ضامن نہوگا کیونکہ اُسکو ودیعت رکھنے کا اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ جسوقت میت نے وصی کے سامنے قرضہ کا اقرار کیا ہے اُسوقت وصی کو چاہیے کہ میت سے کہے کہ دو گواہ بلا کر شاہد کردے یا میرے سوائے دوسرے ایک آدمی کو بلا کر گواہ کردے تاکہ اگر پیچھے قرضخواہ آوے تو دونون گواہ یا وصی معہ ایک گواہ کے گواہی دین پس وصی اُسکا قرضہ ادا کردیگا اور ضامن نہوگا اور اگر وارثون نے وصی پر دعوی کیا کہ تو نے ترکہ مین سے میت کی طرف سے ایسا قرضہ ادا کیا ہے جو اُسپر واجب نہ تھا پس ضامن ہوا اور وصی نے ضمان سے انکار کیا اور وارثون نے اُس سے قسم طلب کی تو قاضی وصی سے اُسکے حق کی رعایت کرکے یہ قسم نہ لیگا کہ واللہ مین نے ادا نہین کیا ہے بلکہ یون قسم لیگا کہ واللہ ان لوگون کا جو میری جانب مجھپر ضمان واجب ہونے کا دعوی کرتے ہین نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر علاوہ قرضون کے زید کا بھی قرضہ تھا پس زید نے کہا کہ مین نے اپنے ہزار درم میت سے اُسکی صحت مین وصول کیے ہین اور قرضخواہان میت نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے اُسکے مرض مین جسمین وہ مرا ہے وصول کیے ہین پس ہم کو تیرے ساتھ تیرے مقبوضہ مین حق شرکت حاصل ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہزار درم مقبوضہ قائم ہون تو اُسمین شریک ہوجاوینگے اسواسطے کہ وصول کرنا مرجوح ہے پس اقرب اوقات کی طرف جو حالت مرض ہے راجع کیا جائیگا اور اگر مقبوضہ دراہم تلف ہوگئے ہون تو قرضخواہان میت کے واسطے زید پر کچھ واجب نہوگا اسواسطے اقرب اوقات کی طرف راجع کرنا بنوع ظاہر ہے اور ظاہر واسطے دفعیہ کے صالح ہے موجب ضمان ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہے پس درصورتیکہ مقبوضہ قائم ہے زید اپنے واسطے ان سب کے مسلم ہونے کا دعوی کرتا ہے اور قرضخواہ لوگ اس سے منکر ہین اور اسپر سب متفق ہین کہ یہ مقبوضہ ملکیت میت تھا پس ظاہر زید کے واسطے شاہد نہین ہے اور بعد مقبوضہ تلف ہونے کے قرضخواہون کو موجب ضمان کی حاجت ہے اور ظاہر اُنکے واسطے شاہد نہین ہے ایک وصی پر میت کا قرضہ ہے اور میت نے چند وصیتین کی ہین پس وصی نے چاہا کہ جو کچھ اُسکے ذمہ ہے اُسکی ذمہ داری سے خارج ہوجاوے تو مشائخ نے فرمایا کہ میت کی وصیتین باقرضے اپنے ذاتی مال سے ادا کردے پس یہ اُس قرضہ کا جو وصی پر ہے قصاص ہوجائیگا لیکن یہ چاہیے کہ ادا کرنے کے وقت قصاص کی نیت کرے اور کہے کہ مال میت سے ادا کرتا ہون تاکہ قصاص ہوجاوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر وصی نے وصایت سے خارج ہونے کے بعد یتیم کا قرضہ وصول کیا پس اگر یہ قرضہ یتیم کے واسطے موروثی ہو یا وصی کے ایسے عقد سے واجب ہوا ہو جسکے حقوق بجانب عاقد راجع نہین ہوتے ہین تو قبضہ نہین صحیح ہے اور قرضدار بری نہوگا اور اگر وصی کے ایسے عقد سے واجب ہوا ہو جسکے حقوق بجانب عاقد راجع ہوتے ہین تو اُسکا قبضہ صحیح ہے اور قرضدار بری ہوجائیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک وصی نے میت پر قرضہ کا دعوی کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ قاضی آیا اُسکے قبضہ سے مال نکال لیگا یا نہین سو بعض نے فرمایا

۹۷ بیان وصی کے اختیارات اور میراث سے متعلق ہونے کا اور اسکے احکام

کہ نہین نکالیگا الا اگر وصی نے کسی مال عین پر اپنی ملک ہونے کا دعوی کیا تو قاضی اُسکو اُسکے قبضہ سے نکال لیگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر اُسکے پاس اُسکے دعوے کے گواہ نہوں تو قاضی اُسکو وصایت سے خارج کردیگا اور فقیہ ابواللیث رح نے کہا کہ یون کرے کہ یا توصیت کو اپنے اس دعوی سے بری کردے یا اپنے دعوی کے گواہ قائم کرتا کہ قرضہ وصول کرلے ورنہ مین نے تجھکو وصایت سے خارج کردیا پس اگر اُسنے گواہ قائم نہ کیے تو اُسکو وصایت سے خارج کردیگا اور محمد بن سلمہ سے روایت ہی کہ اگر وصی نے میت پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا اور اُسکے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی اُسکو وصایت سے معزول کردیگا اور اگر گواہ ہون تو قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کریگا تاکہ مدعی اُسکے مقابلہ مین گواہ قائم کرے پھر اسکے بعد قاضی کو اختیار ہی چاہے دوسرے کو وصی رکھے پس اول وصایت سے خارج ہوگیا اور چاہے اول کا قرضہ ادا کرنے کے بعد اول کو پھر وصی مقرر کردے اور خصاف رح نے ذکر فرمایا کہ قاضی میت کی طرف سے دوسرا وصی اُسی قدر کے واسطے مقرر کریگا جسقدر مدعی کا قرضہ ہی اور وصی مدعی کو پوری وصایت سے خارج نکریگا اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوی ہی میت کا ایک شخص پر قرضہ ہی اور اُسکا وصی اور بیٹا وارث ہی پھر بیٹا بالغ ہوگیا پھر وصی نے قرضہ میت وصول کیا تو اُسکا قبضہ جائز ہی اور اگر بیٹے نے وقت بالغ ہونے کے اُسکو قبضہ سے منع کردیا ہو تو قبضہ صحیح نہوگا - ایک شخص مرگیا اور اُسپر زید کے ہزار درم قرضہ ہین اور میت کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہین پس عمرو نے میت کا قرضہ اُسکے قرضخواہ زید کو ادا کرنا چاہا تو حاصل مین نہ کور ہی کہ اگر عمرو ادا کردے تو میت کے قرضہ سے بری ہوجائیگا اگرچہ بغیر [illegible] وارث کے ادا کیا ہو اور ادا کرنے کی کیفیت امام محمد نے یون بیان فرمائی ہی کہ قاضی کے سامنے عمرو میت کے قرضخواہ زید سے یون کہے کہ یہ ہزار درم جو مجھپر میت فلان کے تھے تجھکو اُن ہزار درم کے عوض دیتا ہون تو تیرے میت پر قرضہ [illegible] پس یہ جائز ہوگا - اور اگر اُسنے یون نہ کہا بلکہ میت کی طرف سے زید کو ہزار درم ادا کردیے تو بھی بری ہوگا اور اُسپر میت کا قرضہ بحالہ باقی رہیگا - اور اگر مستودع نے مال ودیعت مین سے مودع کا قرضہ ادا کردیا تو مودع کو اختیار ہوگا چاہے [illegible] ادا کرنے کی اجازت دیدے اور چاہے مستودع سے تاوان لے پھر قابض [illegible] جو کچھ وصی نے کیا ہی وہ اُسکو [illegible] یا جائیگا - میت نے اپنی جورو کو وصی کیا اور مال چھوڑا اور جورو کا مہر باقی ہو پس اگر میت نے [illegible] چھوڑے ہون تو چونکہ عورت مذکور نے اپنی جنس حق پر قابو پایا ہی اُسین سے بقدر دین [illegible] کے لے لے اور اگر درم و دینار چھوڑے نہ ہون تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جو مال فروخت کرنے کے لائق ہی اُسکو فروخت کرکے [illegible] دینار وصول کرلے - ایک قرضدار مرگیا اور قرضخواہ اُسکا وارث یا وصی ہی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دون غرماء کے بقدر اپنے حق کے لے لے - ایک شخص نابالغ اولاد چھوڑکر مرگیا اور کسی کو وصی نہین کیا پھر قاضی نے [illegible] کا وصی مقرر کیا کہ ترکہ کی حفاظت کرے پھر کسی مدعی نے میت پر قرضہ یا ودیعت کا دعوی کیا اور اسکی جورو نے مہر کا دعوی کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ ترجمہ وودیعت جب تک کہ گواہون سے ثابت نکیے جائین ادا نکیے جاوینگے - اور مہر اگر نکاح معروف ہو یعنے لوگون مین اس عورت سے نکاح معروف ہو تو مہر مثل تک [illegible] کا قول قبول ہوگا کہ بقدر مہر مثل اُسکو دیدیا جائیگا اور فقیہ ابواللیث رح نے فرمایا کہ اگر یہ امر قبل اسکے ہو کہ عورت نے اپنے آپ کو مرد نکور کے قابو مین دیا ہی تو یہی حکم ہی اگر عورت اپنے آپ کو مرد کے قابو مین دیچکی ہو تو جسقدر مہر معجل قبل قابو دینے کے ادا کرنے کی عادت جاری ہی وہ بھی عورت کو ندیا جائیگا [illegible] کہ ظاہر یہ ہی کہ اُسنے بدون وصول قدر معجل کے اپنے آپ کو مرد کے قابو مین نہ دیا ہوگا - مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ [illegible] نہ ظاہر ہی [illegible]

قال المترجم وفی جواب عن ظہر الاشکال ان الفتوی لا یقبل بما یخالف ظاہر الروایۃ ثابت قبل ہذا القول بانہ معلل بانہ الاصل ان المرأۃ تستحق المعجل بالعقد والظاہر انہا لا تسلم نفسہا الا بعد ما یسلم لہا المعجل وقد اختار ہذا القول کثیر من المشائخ کما فی الخلاصۃ وغیرہا

کہ کل مہر بکاح واجب ہوا ہی پس بکر ظاہر اُسمین سے کسی مقدار کی ساقط ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ ظاہر ایسی چیز کے باطل کرنے کے واسطے حجت صالحہ نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص مر گیا اور ایک وارث وہ اں چھوڑا پھر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میت پر میرے ہزار درم قرضہ ہین اور قاضی نے اُسکے نام حکم دیا اور وارث نے ہزار درم ادا کر دیے پھر غائب ہو گیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے گواہ قرضہ قائم کرنے چاہے تو قرضخواہ اول اُسکا خصم ہوگا اور اگر قرضخواہ اول غائب ہو گیا ہو تو وارث اُسکا خصم ہوگا پس اگر دوسرے کے واسطے بھی وارث پر قاضی نے حکم دیدیا حالانکہ جو کچھ وارث نے وصول کیا ہو وہ سب تلف ہو گیا ہی تو دوسرا قرضخواہ پہلے قرضخواہ کا دہنگیر ہوکر جو کچھ اُسنے وصول کیا ہی اسمین سے حصہ رسد لے لیگا پھر دونون اپنے باقی حق کے واسطے وارث کے دہنگیر ہونگے۔ اور اگر اول قرضخواہ نہو بلکہ تہائی کا موصی لہ ہو پس اُسنے مال وصیت وصول کر لیا پھر وارث غائب ہو گیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کرنے چاہے کہ میت پر میرا اسقدر قرضہ ہی تو موصی لہ اُسکا خصم نہوگا اسی طرح اگر اول قرضخواہ ہو اور دوسرا موصی لہ مدعی ہو تو قرضخواہ اُسکا خصم نہوگا۔ اور انوازل مین مذکور ہی کہ ایک شخص مر گیا اور اُسپر اسقدر قرضہ ہی کہ تمام ترکہ کو محیط ہی پس قرضخواہ اپنے ساتھ وارث میت کو لایا تو بعض نے فرمایا کہ وارث اُسکا خصم نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ خصم ہوگا اور حق خصومت مین میت کا قائم مقام ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ اگر ترکہ تمام قرضخواہون کے قرضہ مین مستغرق ہو پھر ایک شخص نے آکر میت پر ہزار درم قرضہ کا دعوی کیا اور گواہ قائم کرنے سے عاجز ہو کر وارثون و قرضخواہون سے قسم طلب کی تو قرضخواہون پر بالکل قسم عاید نہوگی اسی طرح جبکہ پورا ترکہ قرضہ مین مستغرق ہی تو وارثون پر بھی قسم عائد نہوگی۔ اور اگر اُسکے پاس گواہ ہون تو وصی فقط اُسکا خصم ہوگا اور اگر میت کا کوئی وصی یا وارث نہو تو قاضی اُسکا وصی مقرر کر دیگا۔ اور اگر قرضہ کی بہ نسبت ترکہ زائد ہو تو وارث سے قسم لیجائیگی۔ اور ہمنے کتاب ادب القاضی مین ذکر کیا ہی کہ جب وارث کو ترکہ کچھ نہ ملا تو موافق اختیار فقیہ ابو اللیث و فقیہ ابو جعفر کے مدعی کے گواہون کی سماعت کرنے کے واسطے وارث خصم قرار دیا جائیگا لیکن قبل اسکے میت کا کچھ مال ظاہر ہو وارث سے قسم نہین لیجائیگی۔ ایک شخص نے میت پر قرضہ کا دعوی کیا اور اُسکا وصی بغیبت منقطعہ غائب ہو گیا ہو تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی کھڑا کریگا تاکہ مدعی کی جوابدہی کرے اسی طرح اگر وصی حاضر ہو اور اُسنے مدعی کے قرضہ کا اقرار کیا تو قاضی میت کی طرف سے خصم مقرر کریگا ایسا ہی امام فضلی نے اپنے فتاوی مین ذکر کیا ہی۔ اور اقرار و اقعات مین لکھا ہی کہ اگر وصی میت نے اقرار کیا کہ مین نے فلان میت کا ہر قرضہ جو لوگون پر تھا وصول کیا پھر میت کا ایک قرضدار آیا اور اُسنے وصی سے کہا کہ مین نے تجھکو اسقدر دیا ہی اور وصی نے کہا کہ مین نے تجھسے کچھ وصول نہین کیا اور نہ مجھے معلوم تھا کہ میت کا تجھپر کچھ قرضہ ہی تو قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر اصل قرضہ پر گواہ قائم ہوے تو اس سے وصی پر کچھ لازم نہ آویگا اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ مین نے میت کا کوفہ کا قرضہ وصول کر لیا یا کسی دوسرے شہر یا سواد کی طرف نسبت کی تو بھی یہی حکم ہی اور جو شخص قرضہ و دیعت و مضاربت وصول کرنے کا وکیل ہو اُسکا بھی ان سب صورتون مین یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی ایک وصی نے وصیت میت اپنے مال سے نافذ کر دی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ وصی وارث ہو تو ترکہ مین سے واپس لیگا ورنہ واپس نہین لے سکتا ہی اور بعض نے کہا کہ اگر وصیت بندون کے واسطے ہو تو واپس لیگا اسواسطے کہ اُسکا مطالبہ از جانب بندہ ہی اور اگر وصیت اللہ تعالی کے واسطے ہو تو واپس نہین لے سکتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ ہر حال مین واپس لے سکتا ہو اور اسی پر فتوی ہی۔ اسی طرح اگر وصی نے صغیر کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے خریدا تو بھی واپس لے سکتا ہی

اسی طرح اگر بغیر اجازت وارث کے قرضہ میت اپنے مال سے ادا کیا اور گواہ کر لیے تو بھی واپس لے سکتا ہی اسی طرح اگر وارث بالغ نے وارثان نابالغ کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے خرید اتو مال میت و ترکہ سے واپس لیگا اسی طرح اگر وصی نے تیم کا خراج وعشر اپنے مال سے ادا کیا تو واپس لیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ کسی وارث نے اگر قرضہ میت اپنے مال سے ادا کیا حتے کہ اسکو واپس لینے کا اختیار حاصل ہوا پھر قبل واپس لینے کے جو قرضہ ادا کیا ہی وہ مال دوسری میت سے سبھون نے میراث پایا تو ادا کرنے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسری میت کے ترکہ سے وہ مال جو اُسنے قرضہ مین دیا تھا واپس لیوے یہ ذخیر مین ہی۔ وارث کو اختیار ہی کہ بدون حکم وارثان میت کے اُسکا قرضہ ادا کرے اور اُسکو کفن دے اور اُسکو اختیار ہوگا کہ مال میت سے اسکو واپس لے۔ اور اگر وارث یا وصی نے میت کے واسطے کفن خرید اپھر بعد دفن میت کے کفن کے عیب پر واقف ہوا تو وارث یا وصی کو نقصان عیب واپس لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اجنبی نے میت کے لیے کفن خریدا اور بعد دفن کے عیب کفن پر واجب ہوا تو ناطفی نے ذکر کیا کہ اجنبی نقصان عیب واپس نہین لے سکتا ہی۔ اور بعض روایات مین ہی کہ واپس لے سکتا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اجنبی واپس نہین لے سکتا ہی۔ ایک مسافر ایک شخص کے مکان مین اترا پھر مرگیا اور کوئی وصی مقرر نہین کیا اور دراہم چھوڑے تو شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ مقدمہ حاکم کے پاس پیش کرے پس حاکم کے حکم سے اُسکو اوسط درجہ کا کفن دے اور اگر اُسنے کسی حاکم کو نپایا تو اوسط درجہ کا کفن دیدے اور اگر میت مذکور پر قرضہ ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ قرضہ ادا کرنے کے واسطے اُسکا مال فروخت کرے اسی طرح اگر کوئی باندی چھوڑی ہو تو اُسکو فروخت نہین کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر اہل کوچہ مین سے کسی نے مال تیم مین خرید فروخت کا تصرف کیا اور میت کا کوئی وصی نہین ہی اور وہ شخص جانتا ہی کہ اگر حاکم کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا جاے تاکہ وہ وصی مقرر کردے تب تک یہ مال لیکر برباد کر دیگا تو قاضی دبوسی رح نے فتوی دیا کہ بضرورت اُسکا تصرف جائز ہی اور امام قاضی خان نے فرمایا کہ یہ استحسان ہی اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ فتاوی کبرے مین ہی۔ بشر بن الولید سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کسی گانون مین مرگیا اُسکا وارث آیا اور کہا کہ یہ میرا باپ مرگیا اور اُسنے کئی قسم کا مال چھوڑا ہی اور کسی کو وصی نہین کیا اور اُسپر قرضہ ہی اور وارث مذکور اسوجہ سے گواہ قائم نکر سکا کہ گواہ گانون کے لوگ تھے اور قاضی کو اُنکی عدالت کا حال معلوم نہ تھا پس آیا قاضی کو اختیار ہی کہ اُس سے کہے کہ اگر تو سچا ہی تو مال فروخت کر یہانتک کہ قرضہ ادا کردے تو فرمایا کہ اگر قاضی نے ایسا کیا تو اچھا ہی۔ اور شیخ ابونصر سے مروی ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُسکے وارثون نے قرضخواہون نے کہا کہ فلان مرگیا اور کسی کو وصی نہین کیا اور حاکم کو اسمین سے کچھ معلوم نہین ہی پس آیا حاکم اُنسے کہہ سکتا ہی کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو مین نے اسکو وصی کیا تو فرمایا کہ اگر حاکم نے ایسا کیا تو مجھے امید ہی کہ وہ ایسا کر سکتا ہی اور وہ شخص وصی ہو جائیگا بشرطیکہ یہ لوگ سچے ہون۔ ایک عورت نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور ایک مرد کو وصی مقرر کیا پس وصی نے اُسکی مقدار وصیت مین سے بعض وصیتین نافذین اور کچھ مال وارثون کے پاس باقی رہگیا پس آیا وصی اُس باقی کو وارثون کے پاس چھوڑ سکتا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وصی کو وارثون کی دیانت سے معلوم ہو کہ باقی بھی وصیت مین دیدینگے تو چھوڑ سکتا ہی اور اگر اسکے برخلاف جانتا ہو پس اگر اُسکو یہ قدرت ہو کہ وارثون کے قبضہ سے باقی تہائی نکال لے تو نہین چھوڑ سکتا ہی۔ ایک شخص نے اپنے ولد صغیر کے واسطے کوئی چیز خریدی اور اپنے مال سے ثمن ادا کیا بدین نیت کہ صغیر کے مال سے واپس لیگا تو نوادر مین مذکور ہی کہ اگر ادا سے ثمن کے وقت اُسنے اس بات کے گواہ نکیے ہون کہ مین اپنے مال سے اسطور سے ادا کرتا ہون کہ صغیر کے مال سے واپس لونگا تو واپس

نہین لے سکتا ہی بخلاف وصی کے کہ اگر وصی نے اپنے مال سے ادا کیا تو اُسکو گواہ کر لینے کی ضرورت نہین ہی اور فرق یہ ہی کہ والدین کی اکثر عادت یہ ہوتی ہی کہ اپنی اولاد کے ساتھ صلہ وسلوکی کا قصد رکھتے ہین پس اُنکے حق مین گواہ کر لینے کی ضرورت ہی اسی طرح اگر باپ نے اپنے پسر کی جورو کا مہر اپنے پاس سے ادا کیا تو گواہ کرلے ورنہ واپس نہین لے سکتا ہی اسی طرح اگر ان وصیہ ہو تو وہ بھی بمنزلہ باپ کے ہی کہ اگر اُسنے ادا سے ثمن کے وقت گواہ نکر لیے ہون تو واپس نہین لے سکتی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ مین نے اتنے برس تجھپر تیرے مال سے تیرے نفقہ مین خرچ کیا ہی تو اتنی مدت مین یتیم مذکور کے نفقہ مثل مین وصی کے قول کی تصدیق کیجائیگی اور نفقہ مثل سے زائد کے حق مین تصدیق نہ کیجائیگی پھر نفقہ مثل وہ ہوتا ہی جسمین اسراف نہو وتنگی نہو یہ محیط مین ہی - اور اگر وصی نے کہا کہ تیرا باپ دس برس ہوے کہ مرا ہی اور یتیم نے کہا کہ تیرے باپ کو مرے ہوے فقط پانچ برس ہوے ہین تو کتاب مین مذکور ہی کہ یتیم کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ کتاب مین امام محمد رح کا قول مذکور ہی اور بقول امام ابو یوسف رح کے وصی کا قول قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر وصی نے کہا کہ تیرے باپ نے غلام چھوڑے تھے مین نے اُنکو تیرے مال سے اسقدر درم نفقہ دیے پھر وہ سب مرگئے یا بھاگ گئے اور یہ نفقہ جو دیا ہی نفقہ مثل ہی اور یتیم اُسکے قول کی تکذیب کرتا ہی اور کہتا ہی کہ میرے باپ نے کوئی رقیق نہین چھوڑا تھا تو وصی کا قول قبول ہوگا اور خانیہ مین ہی کہ امام محمد وحسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر وصی نے دعوی کیا کہ یتیم کا غلام بھاگ گیا تھا اُسکو ایک شخص پکڑ لایا پس مین نے اُسکو چالیس درم جعل دیے ہین اور یتیم اُسکے بھاگنے سے انکار کرتا ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور امام محمد وحسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول قبول ہوگا لیکن اگر وصی اپنے گواہ لاوے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے کذا فی فتاوی قاضی خان - اور اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ تیرے باپ نے کوئی رقیق نہین چھوڑا تھا مگر مین نے تیرے واسطے تیرے مال سے غلام خریدے اور تیرے مال سے اُنکا ثمن ادا کیا اور تیرے مال سے اُنکا نفقہ دیا تو ان سب باتون مین اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور جب قول اُسی کا قرار دیا جائیگا تو اس سے قسم لیجائیگی یہ کتاب مین مذکور ہی - لیکن ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جب وصی کی کوئی خیانت ظاہر نہین ہوئی تو ہمارے نزدیک اُس سے قسم لینا مستحسن نہین ہی - نوادر ہشام مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر وصی نے دعوی کیا کہ والد صغیر نے اسقدر غلام چھوڑے تھے اور مین نے اُنکو اسقدر نفقہ دیا ہی پھر وہ سب مرگئے پس اگر ایسے میت کے اسقدر غلام ہوتے ہون تو وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر یہ بات فقط وصی کے قول سے ثابت ہوتی ہو اور ایسے شخص کے اسقدر غلام نہوتے ہون تو مین اُسکے قول کی تصدیق نکرونگا - اور اگر وصی نے کہا کہ مین نے یتیم کو مہینے مین سو درم دیے اُسنے ضائع کر دیے حالانکہ وہ فریضہ زکوۃ تھے پھر مین نے اُسکو سو درم اسی مہینہ مین دوبارہ دیے تو مین اُسکے قول کی تصدیق کرونگا تا وقتیکہ ایسی بات بیان نہ کرے جو کھلی ستبعد ہو مثلاً بیان کرے کہ مین نے اُسکو اسی مہینہ مین بہت مرتبہ دیے اور اُسنے ضائع کر دیے - ایک شخص کے پاس ایک غلام ہی وہ دعوی کرتا ہی کہ یہ میرا ہی اور وصی نے یتیم سے کہا کہ مین نے یہ غلام اس سے تیرے مال سے ہزار درم کو تیرے لیے خریدا تھا اور قبضہ کرکے ثمن ادا کر دیا تھا اور اسکو اتنے عرصہ تک اسقدر نفقہ دیا پھر یہ قابض مجھپر غالب آیا اور تجھسے یہ غلام لے لیا اور یتیم دونون قابض اُسکی تکذیب کرتے ہین تو وصی مذکور کی اُسکے حق مین ضمان سے بری ہونے کے واسطے

تصدیق کیجائیگی مگر قابض کے حق مین غلام اُسکے قبضہ سے نکال لیے جانے کے واسطے تصدیق نہوگی اسوجہ سے کہ قابض کے حق مین وہ مدعی بریا گواہ ہو پس مدعی کے دعوی پر یا ایک گواہ پر حکم نہین دیا جاتا ہی اور اپنے حق مین وہ منکر ضمان ہی پس قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصی نے کہا کہ قاضی نے تیرے اس بھائی کنجے کے واسطے تیرے مال سے اسقدر ما ہوار تی نفقہ مقرر کر دیا تھا پس مین دس برس سے اسکو اسقدر ما ہواری تیرے مال سے دیتا ہون اور یتیم نے اُسکی تکذیب کی تو بالاجماع وصی کا قول قبول نہوگا اور وہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر وصی نے کہا کہ تیرا باپ مر گیا اور یہ زمین تیرے واسطے میراث چھوڑی اور یہ زمین خراجی ہی پس مین نے دس برس سے اسقدر سالانہ اسکا خراج سلطان کو ادا کیا ہی اور وارث نے کہا کہ میرے باپ کو مرے ہوئے فقط دو برس ہوئے ہین تو اسمین ویسا ہی اختلاف ہی جو جُعل مین مذکور ہوا ہی اسی طرح اگر باپ کے مرنے کی مدت دس برس ہونے پر دونون نے اتفاق کیا لیکن زمین مذکور جسمین پانی بھرا ہوا ہی جسکی وجہ سے زراعت ممکن نہین ہی اختلاف کیا پس وارث نے کہا کہ یہ زمین برا برا سوقت سے ایسی ہی ہی اسکا خراج واجب نہین ہوا اور وصی نے کہا کہ اسمین نی الحال پانی آگیا ہی اور مین نے دس برس تک اسکا خراج ادا کیا ہی تو اسمین بھی وہی اختلاف ہی جو جُعل مین مذکور ہی۔ اور اگر وقت خصومت کے زمین مذکور قابل زراعت ہوا اُسمین پانی نہلو اور باقی مسکل سمجھا لیا رہے تو بالاجماع قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا۔ نوازل مین ہی کہ اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے صغرسنی مین اس شخص کا اسقدر مال تلف کر دیا تھا پس مین نے تیری طرف سے اُسکو ادا کر دیا اور یتیم نے اس سب سے انکار کیا تو یتیم کا قول قبول ہوگا اور بالاجماع وصی ضامن ہوگا۔ اور اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ تیرا یہ غلام شام کی طرف بھاگا تھا پس مین نے ایک شخص کو اجرت پر مقرر کیا جو اُسکو شام سے پکڑ لایا اور سو درم اجرت پر مقرر کیا تھا پس نے اُسکو سو درم دیدیے اور یتیم نے اس سے انکار کیا تو بالاجماع وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر وصی نے اس سب مین یہ کہا کہ مین نے اپنے مال سے ادا کیا تاکہ تجھسے واپس لون اور یتیم نے انکار کیا تو بالاجماع بدون گواہون کے وصی کے قول کی تصدیق نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصی ایک شخص کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ یہ شخص صغیر کے غلام کو جو بھاگ گیا تھا واپس لایا ہی پس اسکے واسطے مال واجب ہوا پس مین نے اسکو مال صغیر سے جو میرے پاس ہی اسکا حق دیدیا پس آیا قاضی اُسکے قول کی تصدیق کریگا سو بعض نے فرمایا کہ اسمین بھی اختلاف ہی اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق تصدیق نکریگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر میت کا زید پر مال ہو اور میت کے وصی نے اقرار کیا کہ میت نے یہ مال وصول کر لیا ہی تو اسکے بعد وصی مذکور اس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے خصم نہوگا بلکہ قاضی از جانب میت ایک شخص اُسکے وصول کرنے کے واسطے مقرر کریگا اور امام محمد نے اقرار الاصل مین فرمایا کہ اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے میت کا سب مال جو فلان بن فلان پر تھا وصول کر لیا اور یہ بیان نکیا کہ کسقدر تھا پھر کہا کہ مین نے اُس سے فقط سو درم وصول کیے ہین اور قرضدار نے کہا کہ میت کے مجھپر ہزار درم تھے تو نے سب وصول کر لیے ہین تو اسمین دو صورتین ہین یا تو یہ مال وصی کے قرضہ کر دینے سے قرضدار پر واجب ہوا ہوگا یا خود میت کے معاملہ سے واجب ہوا ہوگا اور دونون صورتون مین سے ہر ایک مین ضرور ہی کہ قرضدار سے قرضہ کا اقرار یا تو وصی کے اقرار کے بعد کہ مین نے سب وصول یا یا ہی واقع ہوا ہوگا یا وصی کے اقرار سے پہلے واقع ہوا ہوگا اور ہر ایک مین دونون صورتون مین سے یا تو وصی نے یہ اقرار کہ وہ سو درم ہین اپنے اس اقرار سے کہ مین نے سب وصول پایا ہی ملا کر کہا ہوگا یا الگ کہا ہوگا پس اگر ایسا ہوگا کہ قرضدار پر قرضہ میت کے معاملہ سے واجب ہوا اور وصی نے پہلے پورا قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا کہا کہ وہ سو درم ہین بعد ازان قرضدار نے اقرار کیا کہ اُسپر ہزار درم قرضہ ہی اور وصی نے اُس سے ہزار درم وصول کر لیے ہین تو امام محمد رح نے

قال المترجم یہ قول امام ابو حنیفہ رح اور صاحبین رح کے نزدیک یتیم کا قول اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا۔ قال المترجم ہذا ہو الصحیح عندی قولنا لان الاصل ان الوصی امین

ظاہر ہوا کہ یہ زمین اگر بسبب پانی کے زراعت کے قابل نہو تو اسکا خراج ساقط ہوجاتا ہی کما لا یخفی علی الواقف بامور الزراعت

فی ہذا التفصیل بین الوجوب والسقوط

قول الوصی علی حال الزراعۃ ان پانی الان لا یمکن الزراعۃ فیہ

یعنی پانی ان لا یمکن الزراعۃ فیہ

ہ منہ

ذکر فرمایا کہ قرضدار ہزار درم سے بری ہو جائیگا اور وصی کو اُس سے کچھ زیادہ لینے کا اختیار نہوگا اور اس باب مین کہ وصی نے سو درم پر قبضہ کیا ہی قسم کے ساتھ وصی کا قول قبول ہوگا اور قرضدار کے قول کی وصی کے حق مین تصدیق نکیجائیگی حتی کہ انکار وارثان کی وجہ سے وصی نو سو درم کا ضامن نہوگا پھر اگر میت کی طرف سے گواہ قائم ہون مثلاً میت کا وارث یا اُسکا قرضخواہ گواہ قائم کرے کہ قرضدار مذکور پر میت کے ہزار درم تھے تو قرضدار ہزار درم سے بری ہوگا حتی کہ وصی کو اُس سے نو سو درم واپس لینے کا اختیار نہوگا مگر وصی وارثون کے واسطے نو سو درم کا ضامن ہوگا - اور اگر پہلے قرضدار نے اقرار کیا کہ قرضہ ہزار درم ہی پھر وصی نے سب قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا اقرار کیا کہ وہ نو سو درم تھے تو اسکا حکم ویسا ہی جیسا کہ گواہ قائم ہو کر ہزار درم قرضہ ثابت ہونے کی صورت مین مذکور ہوا کہ قرضدار بسبب اقرار وصی کے بری ہوگا اور وصی نو سو درم کا وارثون کے واسطے ضامن ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ وصی نے اپنے اقرار تمام وصول سے جدا کرکے اقرار کیا کہ وہ سو درم ہین اور اگر متصل اقرار کیا کہ مین نے تمام قرضہ میت جو فلان پر تھا وصول پایا اور وہ سو درم تھے اور قرضدار نے کہا کہ نہین بلکہ ہزار درم تھے تو کہا فرمایا کہ اس اقرار مین وصی کے قول کی تصدیق ہوگی حتے کہ وصی کو اختیار ہوگا کہ قرضدار تمام اُس مال سے جو اُسپر تھا بری ہوگا سبب اقرار وصی کے اور وصی نو سو درم کا وارثون کے واسطے ضامن ہوگا یہ سب اُس صورت مین ہی کہ وصی نے یہ اقرار کیا کہ وہ سو درم تھے جدا کرکے بیان کیا ہو اور اگر متصل بیان کیا مثلاً کہا کہ مین نے سب جو اُسپر تھا وصول کیا اور وہ سو درم تھے پھر قرضدار نے کہا کہ مجھپر ہزار درم قرضہ تھا اور تو نے سب وصول کیا ہی تو قرضدار پورے قرضہ سے جو اُسپر تھا بری ہوگا حتے کہ وصی کو اُس سے کچھ مطالبہ کا اختیار نہوگا اور وارثون کے واسطے وصی فقط اُسی قدر کا ضامن ہوگا جسقدر اُسنے پہلے وصول پانے کا اقرار کیا ہی - اور اگر قرضدار نے پہلے ہزار درم کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ مین نے سب جو اُسپر تھا وصول پایا اور وہ سو درم ہین تو قرضدار پورے ہزار درم سے بری ہوگا اور وصی وارثون کے واسطے نو سو درم کا ضامن ہوگا - اور فرمایا کہ اگر وصی نے وارثون کے واسطے کوئی خادم فروخت کیا اور گواہ کیے کہ مین نے تمام ثمن وصول پایا ہی اور وہ سو درم ہین اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ ایک سو پچاس درم ہین تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وصی نے یہ قول کہ وہ سو درم ہین اپنے اقرار سے متصل بیان کیا یا منفصل پس اگر متصل بیان کیا تو یہ بیان صحیح نہین ہی اور مشتری پورے ثمن ڈیڑھ سو درم سے باقرار وصی کہ اُسنے سب جو کچھ مشتری پر تھا وصول پایا ہی بری ہو جائیگا اور وصی کی تصدیق مقدار مین وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر مالک نے خود فروخت کیا اور جو کچھ مشتری پر تھا سب وصول پانے کا اقرار کیا پھر متصل یا منفصل بیان کیا کہ وہ سو درم تھے تو اسکا حکم بھی وہی ہی جو وصی کی صورت مین بیان ہوا ہی - اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے فلان مشتری سے سو درم وصول پائے اور وہ پورا ثمن ہی پس مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ پورا ثمن ایک سو پچاس درم ہین تو وصی کو اختیار ہوگا کہ مشتری سے پچاس درم اور لیوے - اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے سب جو کچھ فلان شخص یعنے مثلاً زید کا عمرو پر تھا وصول پایا اور وہ سو درم تھے اور وارثون یا قرضخواہ میت نے گواہ قائم کیے کہ وہ دو سو درم تھے حتے کہ یہ گواہی قبول کی گئی تو قرضدار سے باقی سو درم بھی وصول کیے جاوینگے اور وصی

زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصیت سے معزول کر دیا ہے اور فلاں شخص کو مقرر کیا ہے تو دونوں کی گواہی جائز ہوگی - فرمایا کہ اگر دو بیٹوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی کیا تھا پھر اسکو معزول کر کے اس عمرو کو وصی مقرر کیا ہے تو دونوں کی گواہی جائز ہے - اور فرمایا کہ اگر فلاں شخص کے وصی ہونے پر میت کے دو بیٹوں نے جو میت کے قرضدار ہیں یا قرضخواہ ہیں ایسی گواہی دی اور فلاں اسکا مدعی ای تو مسئلہ میں موافق قیاس کے عدم جواز کا اور موافق استحسان کے جواز کا حکم ہے - اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اس زید کو اپنے تمام ترکہ کا اپنی موت کے بعد وکیل کیا ہے تو میں اسکو وصی قرار دونگا - اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے زید کو وصی گردانا تو یہ کہنا اور قولہ اوصیت الیہ یعنے اسکو وصیت کر دی - دونوں یکساں ہیں پس زید وصی ہو جائیگا - اور اگر دو گواہوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ میت نے اسکو جمعرات کے روز وصی کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ میت نے اسکو جمعہ کے روز وصی کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے - اگر دو وصیوں نے وارث کے واسطے جو صغیر ہے مال میت یا غیر میت میں سے کسی چیز کی گواہی دی تو دونوں کی گواہی باطل ہے - اور اگر بالغ وارث کے واسطے مال میت میں سے کسی چیز کی گواہی دی تو نہیں جائز ہے اور اگر میت کے سوائے دوسرے کے مال میں سے کسی چیز کی گواہی دی تو جائز ہے - اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر وارث بالغ کے واسطے دونوں نے گواہی دی تو دونوں صورتوں میں جائز ہے یہ ہدایہ میں ہے - اور اگر موصی لہ معلوم ہو مگر جس چیز کی اسکے واسطے وصیت کی ہے وہ مجہول ہو پس گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس موصی لہ کے واسطے وصیت کا اقرار کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی اور موصی بہ کے بیان کے واسطے وارثان موصی کی طرف رجوع کیا جائیگا یہ محیط میں ہے - اگر دو گواہوں نے عمرو زید کے واسطے میت پر ہزار درم قرضہ کی گواہی دی پھر زید و عمرو نے (پس جسقدر تعیین اقرار کریں) اپنے دونوں گواہوں کے واسطے میت پر ہزار درم قرض کی گواہی دی تو دونوں فریق گواہوں کی گواہی جائز ہے اور اگر ہر دو فریق گواہوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے واسطے ہزار درم وصیت کی گواہی دی تو نہیں جائز ہے - اور اگر زید نے گواہی دی کہ میت نے ان دونوں کے واسطے اپنی نابندی دینے کی وصیت کی ہے پھر جن دونوں کے واسطے اسنے گواہی دی ہے انھوں نے گواہی دی کہ میت نے اسکے بعد زید کے واسطے اسکی وصیت کر دی ہے تو یہ گواہی بالاتفاق جائز ہے - اور اگر زید و عمرو نے بکر و خالد کے واسطے گواہی دی کہ میت نے ان دونوں کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہے پھر بکر و خالد نے گواہی دی کہ میت نے زید و عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو گواہی باطل ہے - اسی طرح اگر زید و عمرو نے گواہی دی کہ میت نے بکر و خالد کے واسطے اپنے غلام کی وصیت کی ہے اور بکر و خالد نے گواہی دی کہ میت نے زید و عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو بھی باطل ہے سوا اسکے کہ اس مقدمہ میں گواہی مثبت شرکت ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے ان دونوں کے واسطے دراہم کی وصیت کی ہے پھر دوسرے گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے ان دونوں کے واسطے دراہم کی وصیت کی ہے تو دونوں کی گواہی باطل ہے اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اسکے واسطے دینار کی وصیت کی ہے اور دوسروں نے دراہم کی گواہی دی یا دو گواہوں نے غلام کے وصیت کی گواہی دی اور دوسروں نے دراہم دینے کے وصیت کی گواہی دی تو گواہی جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر ایک شخص نے

ایک قوم کو وصیت پر گواہ کر لیا حالانکہ وصیت نامہ اُنکو پڑھکر نہین سُنایا اور نہ اُنکے سامنے تحریر کیا اور اس وصیت نامہ مین اعتاق واقرار بقبضہ و وصیت نہین ہین تو اشہاد صحیح نہین ہے کذا فی المحیط۔

کتاب المحاضر والسجلات

اقول محاضر جمع محضر و سجلات جمع سجل۔ محاضر و سجلات مین اصل یہ ہے کہ تصحیح بیان کرنے مین مبالغہ کرے اور اجمال پر اکتفا نکرے یہ خلاصہ مین ہے۔ امام شمس الاسلام عمر النسفی نے فرمایا کہ دعوی و محاضر مین اشارہ (لفظ شہادت ضروری ہے اسی طرح سجلات مین بھی اشارہ ضروری ہے حتی کہ مشائخ نے فرمایا کہ اگر محضر دعوی مین یون لکھا کہ فلان شخص کچہری مین حاضر ہوا اور فلان کو اپنے ساتھ لایا پھر اس شخص نے جو حاضر ہوا ہے اسپر دعوی کیا تو اس محضر کی صحت کا فتوی ندیا جائیگا اور یون لکھنا چاہیے کہ پھر اس شخص نے جو حاضر ہوا ہے اُس شخص پر جسکو اپنے ساتھ حاضر لایا ہے۔ اسی طرح استناے محضر مین مدعی و مدعا علیہ کے ذکر کے وقت بھی اسم اشارہ ذکر کرنا ضرور ہے چنانچہ لکھے کہ پس اس مدعی نے اور اس مدعا علیہ نے اسواسطے کہ بعض مشائخ بدون اسکے صحت کا فتوی نہین دیتے تھے۔ اسی طرح سجلات مین بھی مشائخ نے فرمایا کہ اگر قاضی نے لکھا کہ مین نے اس زید کے واسطے اس عمرو پر حکم دیا تو اسکے ساتھ ضرور ہے کہ یون لکھے کہ مین نے اس زید مدعی کے واسطے اس عمرو مدعا علیہ پر حکم دیا یہ محیط مین ہے۔ اسی طرح مشائخ نے فرمایا کہ اگر محضر مین گواہون کی گواہی لکھنے کے وقت یون لکھا کہ گواہون نے ہر دو متداعیین کی طرف اشارہ کیا تو صحت کا فتوی ندیا جائیگا۔ اور نیز مشائخ نے فرمایا کہ اگر چک اجارہ مین لکھا کہ فلان بن فلان کو اپنی زمین (مدعی و مدعا علیہ) بعد ازانکہ دونون مین درختان و درختان انگور کی جو اس زمین مین واقع ہے بیع صحیح واقع ہوگئی اجارہ پر دیا یا لکھا کہ بعد ازینکہ ان دونون متعاقدین مین درختان انگور و درختان دیگر کی جو اس زمین مین واقع ہین بیع صحیح واقع ہوگئی تو ایسی چک کی صحت کا فتوی ندیا جائیگا بلکہ یون لکھنا چاہیے کہ اپنی زمین اس مستاجر کو بعد ازانکہ اس اجارہ دہندہ نے درختان انگور و درختان دیگر اس مستاجر کے ہاتھ فروخت کیے اجارہ پر دی۔ اور نیز فرمایا کہ اگر محضر مین لکھا کہ مدعی معہ اپنے گواہون کے حاضر ہوا اور مجھسے گواہون کی سماعت کی درخواست کی پس گواہون نے موافق دعوے کے گواہی دی تو اس محضر کی صحت کا فتوی ندیا جائیگا بلکہ الفاظ گواہی بیان کرنے چاہیے ہین اسواسطے کہ شاید قاضی کے گمان مین دعوی و گواہی مین موافقت ہو حالانکہ درحقیقت دونون مین موافقت نہو۔ نیز مشائخ نے فرمایا کہ اگر سجل مین یہی لکھا کہ گواہون نے موافق دعوے کے گواہی دی تو ایسی سجل کی صحت کا فتوی ندیا جائیگا۔ اسی طرح خط قاضی بجانب قاضی دیگر مین اگر لکھنے والے قاضی نے لکھا کہ گواہون نے موافق دعوی کے گواہی ادا کی ہے تو اس خط کی صحت کا حکم ندیا جائیگا اور بعضے مشائخ نے خط قاضی و سجل مین اور محضر دعوی مین فرق کیا ہے پس خط قاضی و سجل کی صحت کا حکم دیا اور محضر دعوی مین ایسا لکھتے۔ مے اُسکے فاسد ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور نیز مشائخ نے فرمایا کہ اگر سجل مین بطور ایجاز لکھا کہ جسطرح حوادث حکمیہ و نوازل شرعیہ ثابت ہوا کرتے ہین اُسی طرح میرے نزدیک متقدا ثابت ہوا تو ایسی سجل کی صحت کا فتوی ندیا جائیگا جب تک کہ ہر بات جسطرح واقع ہوئی ہے بیان نکرے یہ ذخیرہ مین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ محضر دعوی مین لکھے کہ گواہون نے ایسی گواہی بعد دعوی اس مدعی کے ادا کی اور نیز لکھے کہ اس مدعا علیہ کی طرف انکاری جواب دینے کے بعد ادا کی تاکہ کسی کو یہ گمان نہو کہ گواہون نے قبل دعوی کے یا مدعا علیہ

اقراری پر گواہی دی ہو اسواسطے کہ جو مدعا علیہ اقراری ہوا اُسپر گواہی کی سماعت نہین ہوتی ہو سوائے چند مقامات معدودہ کے اور ذخیرہ مین فرمایا کہ میرے نزدیک انمین سے کوئی شرط نہین ہو اور شروط مین ذکر فرمایا کہ ضرور ہو کہ یون بیان کرے کہ ہر ایک گواہ نے بعد دعوی و بعد جواب بانکار کے مدعی کی طرف سے گواہی طلب کرنے کے بعد گواہی دی تاکہ اختلاف سے نکلجاوے اسواسطے کہ امام طحاوی کے نزدیک اگر گواہون نے بعد دعوی مدعی وجواب مدعا علیہ بانکار کے بدون درخواست مدعی کے گواہی دی تو سماعت نہوگی - اور ذخیرہ مین فرمایا کہ میرے نزدیک اسمین سے کچھ شرط نہین ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو - اور امام فخر الاسلام علی بزدوی فرماتے تھے کہ مدعی کو اپنے دعوی مین یون کہنا چاہیے کہ (این مدعا بحق من ست) اور اسپر اکتفا نکرے کہ (آن مین ست وحق من) تاکہ یہ ممکن نہو کہ اسکے آخر مین لاحق کیا جاوے کہ (حق من نے) اسی طرح فرماتے تھے کہ مدعا علیہ کو اسپر اکتفا نکرنا چاہیے کہ (این مدعا ملک من ست وحق من) بلکہ یون کہنا چاہیے کہ (ملک من ست وحق من ست) تاکہ اُسکے آخر مین کلمہ نفی نہ لگایا جاسکے اسی طرح گواہ اسپر اکتفا نہ کرے (کہ این مدعاے اوست وحق وے) یعنے حق وے ست کہنا چاہیے اور بعضے مشائخ مدعی کے اس قول پر اکتفا کرتے ہین کہ (ملک من است وحق من) اور مدعا علیہ کے اس قول پر کہ (ملک من ست وحق من) و گواہ کے اس قول پر کہ (ملک این مدعی ست وحق وے) اور اگر مدعی نے کہا کہ (ملک وحق من ست) تو یہ بالاتفاق کافی ہو اسی طرح مدعا علیہ و گواہ نے بھی اگر اسی طرح کہا تو بالاتفاق کافی ہو یہ محیط مین ہو - اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ یہ مال عین اسکا ہی یا فارسی مین کہا کہ (این آن مدعی راست) تو اسپر اکتفا نہ کیا جائیگا جب تک ملک کی تصریح نکرین اسواسطے کہ جسطرح ملک کی وجہ سے چیز آدمی کی طرف منسوب ہوتی ہو اُسی طرح بوجہ عاریت وغیرہ کے منسوب ہوتی ہو پس اس احتمال دور کرنے کے واسطے ملک کی تصریح ضرور ہو اور فتاوی رشید الدین باب پنجم مین ہو کہ اگر گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ (این غلام آن فلان ست) تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہو کہ ملک فلان ست (سواسطے کہ یہ ترجمہ آں عبارت کا ہو کہ ہذا لہ) اور یہ لفظ ملک کے واسطے لایا جاتا ہو - اور اگر قاضی نے اُنسے استفسار کر لیا کہ تمھاری کیا مراد ہو تو اُنکو یہ اختیار ہو - اور اگر گواہون نے اپنی گواہی مین بیان کیا کہ این مدعا ملک این مدعی ست اور یہ نہ کہا کہ در دست این مدعا علیہ بناحق است تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور صحیح یہ ہو کہ اگر مدعی نے یہ درخواست کی کہ میرے نام میری ملک ہونے کا حکم دیا جاوے تو ایسی گواہی قبول ہوگی اور اگر مدعی کی درخواست یہ ہو کہ مجھے دلادی جاوے تو ایسی گواہی ہی پر اسکا حکم نہ دیا جائیگا جب تک کہ گواہ یہ بیان نہ کرین کہ در دست این مدعا علیہ بناحق ست اور آیا یہ بھی شرط ہو کہ گواہ یون بیان کرین کہ (واجب ست بر ین مدعا علیہ کہ در دست گوتاہ کند) تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور

صحیح یہ ہو کہ یہ شرط نہین ہو مگر گواہ اسکو ذکر کرے تو زیادہ احتیاط ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو

محضر در اثبات محضر مطلق - بعد تسمیہ کے لکھے کہ مجلس قضاء کورہ بخارا مین فلان قاضی کے سامنے اسکا نام ونسب ولقب بیان کردے جو بخارا مین متولی قضاء واحکام اور اہل بخارا مین نافذ القضاء والامضاء از جانب فلان امیر یا سلطان ہو فلان تاریخ فلان مہینہ فلان سنہ مین حاضر ہوا پھر اگر مدعی و مدعا علیہ دونون اپنے نام ونسب سے معروف ہون تو اُنکا نام ونسب بیان کرکے پس لکھے کہ فلان بن فلان حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلان بن فلان کو لایا اور اگر دونون اپنے نام ونسب سے معروف نہون تو لکھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اُسنے بیان کیا کہ فلان بن فلان میرا نام ہو اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا اور بیان کیا کہ فلان بن فلان اسکا نام ہو پھر اس حاضر ہونے والے نے اس شخص کو جسکو ساتھ حاضر

ملہ
الاتری ان الفتوی الیوم بحکم الدعوی الخ ۱۲ فاضع البلیس علیہ الرحمۃ ان ہذا کان فی الزمان الاول اما فی زماننا فلا یحکم بشئی ۱۲ منہ

لایا ہو دعوی کیا کہ اس حاضر ہونے والے کے اسپر جسکو ساتھ حاضر لایا ہو اسقدر دینار نیشاپوری سرخ جید مناصفہ موزونہ بوزن مثاقیل مکہ کے بسبب صحیح قرضہ لازم و حق واجب ہین اور اسی طرح اس شخص نے جسکو اپنے ساتھ حاضر لایا ہو اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع و رغبت خود ان تمام دیناروں کا جنکا ذکر و وصف اس محضر مین مذکور ہوا ہو اس شخص کے واسطے جو حاضر ہوا ہو اپنے اوپر بسبب صحیح قرضہ لازم و دین واجب ہونے کا اقرار کیا ہو کہ جسکے اس حاضر ہونے والے نے خطابا تصدیق کی ہو پس اس شخص پر جسکو اپنے ساتھ حاضر لایا ہو اس شخص کو جو حاضر ہوا ہو اس مال کا ادا کرنا واجب ہو پھر اُس سے جواب کا مطالبہ و درخواست کی پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو کام پورا ہو گیا اور مدعی کو گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہین رہی اور اگر اُسنے دعوی مدعی سے انکار کیا تو مدعی کو گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہوگی پھر لکھے کہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے درخواست کی کہ اُنکی گواہی کی سماعت کرون پس مین نے منظور کیا اور وہ فلان و فلان و فلان ہین کہ اُنکا نام و نسب و حلیہ و مسکن و مصلا سب لکھے اور قاضی کو چاہیے کہ لفظ شہادت فارسی مین ایک ٹکڑے کاغذ پر لکھنے کا حکم دے تاکہ صاحب مجلس قاضی اُسکو قاضی کے سامنے گواہون کو پڑھ سُنا دے اور الفاظ شہادت اسطرح لکھے اگر گواہی شہید ہم کہ این مدعی علیہ شخص را اور اُسکی طرف اشارہ کرے بحال رواے اقرار خویش بہمہ وجوہ مقرر آمد بطوع و رغبت و چنین گفت کہ برمن ست این مدعی را (اور اُسکی طرف اشارہ کرے) بست دینار زر سرخ بخاری سرہ مناصفہ موزونہ بوزن مثاقیل مکہ چنانکہ اندرین محضر یاد کردہ شد (اور محضر کی طرف اشارہ کرے) پس امر لازم و حق و واجب ست بسبب درست و اقراری درست و این مدعی را (اور اُسکی طرف اشارہ کرے) ہست کہ داشت و بر ادرین اقرار روبا روی - پس اسکو صاحب مجلس گواہون کو قاضی کے سامنے پڑھ سنا دے پھر قاضی گواہون سے کہے تمنے یہ الفاظ شہادت جو تمکو پڑھ سُنائے ہین تمنے سُنے اور تم ایسی گواہی کے اول سے آخر تک گواہ ہوتے ہو پس اگر اُنھون نے کہا کہ ہمنے سُنا اور ہم اسی طرح گواہ ہین تو قاضی ہر ایک گواہ سے کہے کہ کہو (کہ ہمچنین گواہی شہید ہم کہ خواجہ امام صاحب برخواند از اول تا آخر مر این مدعی را بر بن مدعا علیہ - اور قاضی اشارہ کریگا کہ انمیں سے ہر ایک کو حکم دیا جاوے کہ الفاظ شہادت اول سے آخر تک جسطرح اُسکو پڑھ سُنائے گئے ہین بیان کرے پھر جب وہ لوگ اُسکو بیان کردین تو محضر مین گواہون کے نام و نسب و مسکن و مصلے لکھنے کے بعد لکھے کہ ان گواہون نے بعد از انکہ دعوی مدعی و انکار مدعا علیہ واقع ہوا بعد درخواست گواہی از جانب مدعی کے شہادت مستقیمہ صحیحہ متفقۃ اللفظ و المعنی ایک نسخہ سے جو ان سب کو سنایا گیا ہو اور ہر ایک نے اشارہ کی جگہ اشارہ کیا ہو ادا کی -

سجل این دعوی - بعد تسمیہ کے لکھے کہ فلان قاضی اُسکا نام و نسب و لقب بیان کرے جو خاقان عادل عالم فلان ثبت اللہ تعالے ملکہ و اعز نصرہ کی طرف سے بخارا (بسم اللہ الرحمن الرحیم) اور اُسکی نواحی مین متولی قضا و احکام و اہل بخارا و نواحی کے درمیان نافذ القضا ہو ادام اللہ تعالی توفیقہ کہتا ہو کہ میری مجلس قضا کورہ بخارا این فلان روز فلان تاریخ فلان سنہ مین ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ فلان اُسکا نام ہو اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا اور بیان کیا کہ اسکا فلان نام ہو - اور اگر قاضی دونون مدعی و مدعا علیہ کو پہچانتا ہو تو لکھے کہ فلان حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلان کو حاضر لایا پھر یہ جو حاضر ہوا ہو اُسپر جسکو ساتھ حاضر لایا ہو دعوی کیا کہ اس حاضر ہونے والے کے اس شخص پر جسکو یہ حاضر لایا ہو بیس دینار سرخ نیشاپوری جید مناصفہ بوزن مثاقیل مکہ بسبب صحیح قرضہ لازم و دین واجب ہو اور ایسا ہی اس شخص نے جسکو اپنے ساتھ حاضر لایا ہو اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اس سب مال کا جسکے مبلغ و جنس و عدد و محضر دعوی مین مذکور ہو اس مدعی کے واسطے اپنے اوپر

قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح ہونے کا اقرار کیا ہی جسکی تصدیق اس حاضر ہونے والے نے کی اور اُس سے اس سب مال کے ادا کردینے کا مطالبہ کیا اور جواب دعوی مانگا پس اُسنے فارسی مین جواب دیا کہ مرا باین مدعی ہیچ چیز ادائی نیست پس یہ مدعی اپنے ساتھ چند نفر کو لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے اُنکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس مین نے منظور کیا اور اُسنے گواہون سے گواہی طلب کی اور وہ فلان بن فلان جسکا یہ حلیہ ہی اور فلان جگہ رہتا ہی اور اُسکا محلے اس کوچہ کی مسجد ہی اور دوسرا فلان بن فلان ہی اور اُسکا یہ حلیہ اور یہ سکن اور یہ محلے ہی اور سوم فلان بن فلان کہ جسکا حلیہ یہ ہی اور سکن یہ ہی اور محلی یہ ہی پس ان گواہون نے بعد درخواست مدعی کے اور دعوی اس مدعی اور انکار اس مدعا علیہ کے شہادت مستقیمہ صحیحۃ متفقۃ اللفظ والمعنی ایک نسخہ سے (نسخہ فلان سے) جو اُنکو پڑھ سنایا گیا تھا ادا کی اور مضمون اُس نسخہ کا جو اُنکو پڑھ سنایا گیا ہی یہ ہی کہ گواہی میدہم الی آخرہ یعنے تمام الفاظ شہادت فارسی مین جسطرح ہمنے بیان محضر مین ذکر کیا ہی لکھے پھر جب الفاظ شہادت لکھنے سے فارغ ہو تو لکھے کہ پس ان گواہون نے یہ گواہی جیسا چاہیے ہی اور جو گواہی کا طریقہ ہی بیان کی اور ہر ایک نے اشارہ کی جگہ اشارہ کیا پس مین نے اُنکی یہ گواہی سنی اور اُسکو بر یطہ حکم مین محضر مجلد مین ثبت کر لیا پھر اسکے بعد اگر گواہ لوگ قاضی کے نزدیک عدالت مین معروف ہون تو لکھے کہ مین نے اُنکی گواہی قبول کی کیونکہ میرے نزدیک وہ عدالت مین معروف ہین اور جائز الشہادت ہین اور اگر معروف بعدالت نہون بلکہ معدل لوگون کے تزکیہ سے اُنکی عدالت ثابت ہوئی ہو تو لکھے کہ مین نے ان گواہون کے حال دریافت کرنے کے واسطے جو لوگ اس ناحیہ مین مقرر ہین کہ عدالت بیان کرین اُنکی طرف رجوع کیا پھر اگر سب گواہون کی تعدیل ہوگئی ہو تو لکھے کہ معدلین نے سب کو عادل وجائز الشہادت بیان کیا پس مین نے ان گواہون کی گواہی قبول کی کیونکہ علم نے انکی گواہی قبول کرنا واجب کردیا ہی اور اگر معدلین نے بعض کو عادل کہا ہو اور بعض کو نہین تو لکھے کہ معدلین نے دو گواہون کو انمین سے عادل کہا اور وہ اول ودوم ہی اور علے ہذا القیاس زیادہ مین بھی سمجھنا چاہیے پس مین نے ان دونون گواہون کی گواہی بسبب ایجاب علم کے قبول کی اور یہ سبب اُسوقت ہی کہ مشہود علیہ یعنے مدعا علیہ نے گواہون پر طعن کیا ہو اور اگر اُسنے طعن نکیا ہو تو اس تحریر کے بعد کہ مین نے اُنکی گواہی سنی اور اُسکو محضر مجلد مین بر یطہ حکم مین ثبت کر لیا ہی لکھے کہ اس مدعا علیہ نے ان گواہون مین طعن نہین کیا اور مجھسے یہ درخواست نہین کی کہ معدلین سے انکا حال دریافت کرون پس مین نے معدلین سے انکا حال دریافت کرنے کی طرف توجہ نہ کی اور انکی ظاہر عدالت اسلام پر اکتفا کیا اور ائمہ دین وعلماء مسلمین سے ایسے امام کے قول پر عمل کیا کہ جو ظاہر عدالت پر حکم دینے کو جائز فرماتا ہی پس مین نے اُنکی گواہی قبول کی کیونکہ ایسی گواہی کا قبول کرنا جسطرح بیان کیا گیا ہی شرع نے واجب کیا ہی پس میرے نزدیک ان گواہون کی گواہی سے جسکی انھون نے گواہی دی ہی جسپر گواہی دی اُسپر ثابت ہوگیا پس مین نے مشہود علیہ کو اس سے آگاہ کیا اور خبر دیدی کہ میرے نزدیک یہ بات ثابت ہوگئی ہی اور اُسکو قابو دیا کہ اس دعوی کا دفعیہ لاوے اگر اُسکے پاس ہو پس وہ کچھ دفعیہ نہ لایا اور خلاصی کی کوئی بات نہ لایا اور میرے نزدیک اس سے اُسکا عاجز ہونا ظاہر ہوگیا پھر مجھسے اس مدعی نے اس مشہود علیہ کے روبرو جو بات اس سے میری نزدیک ثابت ہوئی ہی اپنے واسطے اس مشہود علیہ پر حکم دینے کی اور سجل لکھنے کی اور اُسپر گواہ کردینے کی درخواست کی تاکہ اس معاملہ مین اُسکے واسطے حجت ہو پس مین نے اُسکی درخواست منظور کی پس مین نے اللہ تعالے سے استخارہ طلب کیا اور زیغ وزلل سے عصمت طلب کی اور خطا وخلل مین پڑجانے سے بچانے کی دعا کی اور سچا حکم حاصل ہونے کے واسطے اُس سے مضبوطی طلب کرکے اس مدعا علیہ پر اس مدعی کے واسطے یہ حکم دیا کہ اس مدعا علیہ کو اپنے اوپر اس مال کا جسکے مبلغ وعدد وجنس وصفت اس سجل مین مذکور ہی بطریق دین لازم وحق واجب کے بسبب صحیح اس مدعی کے واسطے

اقرار کرنا اور تصدیق اس مدعی کی اُسکے اس اقرار کی بطور خطاب جسطرح اس سجل مین مذکور ہی ثابت ہوگیا پھر اگر گواہ لوگ معروف بعدالت
ہون تو بعد لکھنے اس عبارت کے کہ جسطرح اس سجل مین مذکور ہی لکھے کہ بگواہی ان گواہون کے جو معروف بعدالت ہین اور اگر
اُنکی عدالت بتزکیہ معدلین ثابت ہوئی ہو تو لکھے کہ بگواہی ان گواہون کے جنکی عدالت بتعدیل معدلین ثابت ہوئی ہی اور اگر
بعض کی عدالت ظاہر ہوئی اور بعض کی نہ ظاہر ہوئی ہو تو لکھے بگواہی ان دو گواہون کے جنکی عدالت بتعدیل معدلین ثابت ہوئی ہی منجملہ
اُن گواہون کے جنکا نام محضر مین بیان کیا گیا ہی اور ہر دو گواہ عادل نے روبرو اس مدعی و اس مدعا علیہ کے ہمایک کی طرف اشارہ کرکے یہ ہی
مجلس قضا واقع کورہ بخارا کہ لوگون کے درمیان بر سبیل تشہیر و اعلان کے ہو گواہی دی پس مین نے ایسا حکم دیا کہ قطعی کر دیا
اور نافذ کر دیا جو تمام شرائط صحت و نفاذ کا جامع ہو اور مین نے اس محکوم علیہ پر اس مال کا ادا کرنا جسکے بیان و جنس و عدد و صفت
اسمین مذکور ہی لازم کر دیا کہ اس محکوم لہ یعنی مدعی کو ادا کرے اور مین نے اس محکوم علیہ کو اور ہر ذی حق و حجت دفع کو اپنے حق و
حجت و دفعیہ پر چھوڑ دیا کہ ہمیشہ جب اُسکا جی چاہے اپنے حق کا دعوی یا حجت پیش کرے یا دفعیہ پیش کرے اور مین نے اس
سجل کی کتابت کا حکم دیا کہ اس محکوم لہ کے واسطے اس مقدمہ مین حجت رہے۔ اور مین نے اپنے مجلس کے حاضرین اہل علم و
عدالت و امانت و صیانت کو اسپر گواہ کر دیا اور یہ سب فلان روز فلان ماہ فلان سنہ مین واقع ہوا فقط۔ پس یہ صورت جو ہمنے اس
سجل مین تحریر کردی ہی تمام سجلات مین اصل ہی اور اسمین کوئی چیز بدلی نجائیگی سوائے دعوی کے کہ دعوی بہت ہوتے ہین بعض
کے بعض مشابہ نہین ہی اور کتابت سجل مین اور کچھ نہین ہوتا ہی سوائے اسکے کہ بعینہ وہی دعوی جو محضر مین مذکور ہی اور اُسکے
بعد الفاظ شہادت بعینہ سجل مین اعادہ کرے اور الفاظ شہادت کے بعد سب سجلات مین تمام شرائط ویسے ہی ہین جیسے ہمنے
اس سجل مین بیان کر دیے ہین۔ پھر قاضی کو چاہیے کہ صدر سجل کو اپنے توقیع معروف سے مزین کرے اور آخر سجل مین قبل تاریخ
لکھنے۔ کے سجل کی بائین طرف یہ لکھے کہ فلان بن فلان نے یہ سجل میرے حکم سے میری طرف سے لکھا اور جو ماجرا اسمین مذکور ہی اُسکا حکم میرے
پاس اور میری طرف سے جاری ہوا ہی اور جو حکم اسمین مذکور ہی وہ میرا حکم و میری قضا ہی کہ مین نے اُسکو بسبب حجت کے جو
میرے نزدیک ظاہر ہوئی ہی نافذ کیا ہی اور توقیع مین نے صدر سجل پر لکھی ہی اور یہ چار یا پانچ سطرین جیسے خط مین آئی ہون
میرے ہاتھ کی تحریر ہی۔ اور کبھی یہ سجل بطریق معائنہ لکھا جاتا ہی کہ یہ وہ تحریر ہی جسپر ان گواہون نے جنکا نام اس تحریر کی آخر
مین مذکور ہی سب شاہد ہوسے کہ مجلس قضا و واقعہ کورہ بخارا مین سامنے فلان بن فلان قاضی کے جو اسوقت فلان امیر کی
جانب سے متولی قضا و احکام اس کورہ کے واسطے ہی ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ فلان اُسکا نام ہی اور اپنے ساتھ
ایک شخص کو لایا اور بیان کیا کہ فلان اسکا نام ہی پھر الفاظ دعوی اسی طرح لکھے جیسے ہمنے صورت اولی مین بیان کیا ہی اور نیز الفاظ
شہادت بھی اُسی طرح لکھے جیسے ہمنے صورت اولی مین بیان کیا ہی پھر جب اس سے فارغ ہو تو لکھے کہ پس قاضی نے اُنکی گواہی
سُنی اور اُسکو محضر مجلد مین خزینہ حکم مین ثبت کر لیا پھر ان گواہون کی تعدیل کے واسطے جو لوگ اسواسطے ہین کہ نوٹ مین
گواہون کی تعدیل کرین اُنکی طرف رجوع کیا آخر تک وہی عبارت تفصیل سے لکھے جسطرح ہمنے بیان کر دی ہی پھر لکھے کہ پس قاضی
کے نزدیک ان گواہون کی گواہی سے جسطرح کی گواہی جسپر انھون نے دی تھی وہ ثابت ہوگیا اور اُسنے دعوی اور الفاظ شہادت
اُن گواہون کے سامنے پیش کیا جنکی گواہی ناعیہ مین فتوی کا مدار ہی پس انھون نے اسکی صحت کا اور اسکے موافق حکم قضا جاری
کرنے کا فتوی دیا اور قاضی نے مشہود علیہ کو آگاہ کر دیا کہ قاضی کے نزدیک جس امر کی گواہون نے جسپر گواہی دی ہی وہ ثابت
ہو گیا تاکہ وہ کوئی دفعیہ پیش کرے اگر اُسکے پاس ہو مگر وہ کوئی دفعیہ نہ لایا اور نہ کوئی ایسی بات لایا جس سے اُسکا چھٹکارا

ہو اور قاضی کے نزدیک اُسکا عاجز ہونا اس بات سے ظاہر ہو گیا پھر مشہود لہ (یعنے مدعی) نے قاضی سے موافق اُسکے جیسا اُسکے نزدیک اس مقدمہ مین ثابت ہوا ہو حکم کی اور اس مقدمہ کی سجل تحریر کرنے کی اور اُسپر گواہی کرا دینے کی درخواست کی تاکہ اُسکے واسطے حجت ہو پس اس قاضی نے اللہ تعالی کی جناب مین استخارہ کیا اور اُس سے ذریع وذلیل ووقوع خطاء وخلل سے عصمت کی دعا کر کے اس مشہود لہ کی درخواست پر اُسکے واسطے اس مشہود علیہ پر یہ حکم دیا کہ اس مشہود علیہ کا اس مال کا جسکے مبلغ وجنس وعدد وصفت اس سجل مین مذکور ہو اپنے اوپر بسبب صحیح اس مشہود لہ کے واسطے دین لازم وحق واجب ہونے کا اقرار کرنا اور مشہود لہ کا اُسکے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کرنا جسطرح کہ اس سجل مین مذکور ہو بگواہی ان گواہون کے روبرو ان دونون متخاصمین کے اُنکے حاضر ہونے کی حالت مین اس قاضی کی مجلس مین جو کورہ بخارا مین لوگون مین معروف ہو اس قاضی نے قطعی حکم دیا اور قضاء کو نافذ کر دیا اور اس محکوم علیہ کو حکم دیا کہ اس محکوم لہ کو یہ مال جسکے عدد ومبلغ وجنس وصفت اس سجل مین مذکور ہو ادا کر دے اور محکوم علیہ وہر صاحب حجت ودفعیہ کو اپنی حجت ودفعیہ پر چھوڑ دیا کہ اُسکو اختیار ہو کہ ہمیشہ جب چاہے پیش کرے اور اس قاضی نے اس سجل کے لکھنے کا اور اسپر گواہی کرنے کا حکم دیا واقعہ تاریخ فلان سنہ فلان اور یہ سجل بھی اصل ہو لیکن لوگون مین مستعمل وہی سجل ہو جو اول مذکور ہوا ہو۔ اور کبھی یہ سجل بطریق ایجاز لکھا جاتا ہو کہ قاضی فلان بن فلان متولی قضاء واحکام بلدہ بخارا الی آخرہ کہتا ہو کہ میرے نزدیک جسطرح حوادث شرعیہ ونوازل حکمیہ ثابت ہوتے ہین بعد دعوی صحیحہ از جانب خصم حاضر بر خصم حاضر کے کہ حکم نے اُسطرف توجہ کرنا واجب کر دیا ہو بذریعہ گواہان عادل کے جو میرے سامنے قائم ہوے یا شہادت فلان وفلان کے جنکی عدالت وجواز شہادت میرے نزدیک معروف ہو یہ ثابت ہوا کہ فلان نے اقرار کیا ہو کہ فلان کے اُسپر اسقدر دینار قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیحہ ہین اور ایسی طرح ثابت ہوا کہ اسکا حکم دینا واجب کر دیا پس مین نے اس مشہود لہ کی درخواست سے اس مشہود علیہ پر حکم تمام اُس مال کا جسکا اس مشہود علیہ نے اس مشہود لہ کے واسطے اقرار کیا ہو دونون کے روبرو اسطرح دیا کہ اُسکو قطعی کر دیا اور قضاء کو نافذ کر دیا بعد استماع شرائط صحت حکم جو اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین جو لوگون مین معروف ہو اور مین نے اس محکوم علیہ پر اس مال مذکور کا ادا کرنا محکوم لہ کو لازم کر دیا اور محکوم علیہ وہر ذی حق وحجت ودفعیہ کو اپنے حق وحجت ودفعیہ پر مختار چھوڑ دیا ہمیشہ جب چاہے پیش کرے اور مین نے اس محکوم لہ کی درخواست سے اس سجل کے لکھنے کا حکم دیا تاکہ محکوم لہ کے واسطے حجت رہے اور اسپر اپنے حاضرین مجلس کو گواہ کر دیا واقع تاریخ فلان

صحضر واثبات وضع برائے این دعوی بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کے بعد لکھے قاضی فلان متولی کار قضاء واحکام بلدۂ بخارا لاواہم اللہ توفیقہ کی مجلس قضاء واقع کورہ بخارا مین فلان روز ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اُسکا نام زید ہو اور اپنے ساتھ دوسرے کو لایا ہو اور بیان کیا کہ اُسکا نام عمرو ہو پھر اس زید نے اس عمرو پر اس عمرو کا جو دعوی اس زید کی جانب ہو اُسکے دفعیہ مین دعوی کیا کیونکہ اس عمرو نے اس زید پر پہلے دعوے کیا تھا کہ اس عمرو کے اس زید پر بیس دینار قرضہ ہین (اگر اُنکی نوع وصفت عدد بیان کر دے اور ایسا ہی اس زید نے اپنے حالت جواز اقرار مین ان دینارون مذکورہ کا اس عمرو کے واسطے قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح ہونے کا ایسا اقرار صحیح کیا تھا کہ اس عمرو نے اُسکے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کی تھی اور عمرو نے ان دینار مذکورہ کے ادا کرنے کا اُس سے مطالبہ کیا تھا اور اُسکے اس دعوی کے انکار کے بعد اُس نے اس زید پر گواہ قائم کیے تھے پس اب یہ زید اُسکے اس دعوے کے دفعیہ مین جسکا ذکر کیا گیا ہو

اس عمرو پر یہ دعوی کرتا ہی کہ یہ عمرو اپنے اس دعوی مین جھوٹا ہی کیونکہ اس زید کے اُسکو یہ دینار ادا کرنے سے اس عمرو نے یہ سب دینار مذکورہ بقبضہ صحیحہ وصول پائے ہین اور ایسا ہی اس عمرو نے اپنی حالت جواز اقرار مین بطوع خود قبضہ کر پانے کا ایسا اقرار صحیح کیا کہ اس زید نے خطاباً اُسکی تصدیق کی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اس زید کی طرف اپنا یہ دعوے ترک کر دے پھر زید نے اُس جواب کا مطالبہ کیا - یہ صورت اُسوقت ہی کہ جب دعوی اول کا حکم اسی قاضی نے نہ دیا ہو اور اگر اسی قاضی نے دعوی اول کا حکم دیا ہو تو اس قول کے بعد کہ اُس سے ان دیناروں کے واپس دینے کا مطالبہ لیا اور زید کی طرف سے اُسکے اِس دعوی کا انکار ہونے کے بعد اس عمرو نے اپنے گواہ قائم کیے اور میری طرف سے اس عمرو کے واسطے اس زید پر حکم جاری ہوا پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دفعیہ کا دعوی کیا آخر تک جیسا ہمنے بیان کیا ہی پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو سے اپنے دعوی کا جواب طلب کیا پھر اسکے بعد لکھے کہ پھر قاضی نے اس عمرو سے جواب مانگا پس اُسنے فارسی مین کہا کہ من مبطل نیم اندرین دعوی - پس مدعی دفع یعنے زید چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے درخواست کی کہ اُنکی گواہی سمعون پس مین نے اُسکو منظور کیا اور وہ لوگ فلان و فلان ہین یعنی گواہون کے نام ونسب وحلیہ ومسکن وغیرہ لکھے پھر لکھے کہ ان گواہون نے بعد دعوی دفعیہ اس زید کے اور اس عمرو کی طرف سے جواب باقرار کے اس زید کی گواہی طلب کرنے کے بعد سب نے ایک نے بعد دوسرے کے گواہی صحیحہ متفقہ الالفاظ والمعانی ایک نسخہ سے جو اُنکو پڑھ سنایا گیا تھا ادا کی اور اس نسخہ کا مضمون یہ ہی گواہی میدہم کہ مقر آمد اندین فلان - اور اس عمرو کی طرف اشارہ کیا ہی بحال رواے اقرار موثق بطوع ورغبت وچنین گفت کہ قبض کردہ ام ازین فلان - اور مدعی دفعیہ یعنی زید کی طرف اشارہ کیا ہی - این بست دینار مذکور شدہ است درین محضر - اور اس محضر کی طرف اشارہ کیا ہی - قبض درست بر سانیدن این فلان - اور مدعی دفعیہ یعنی زید کی طرف اشارہ کیا ہی - این زر ہا را اقرارے درست واین مدعی دفع - اور زید کی طرف اشارہ کیا ہی - راست گوید داشت مر این مدعا علیہ را - اور عمرو کی طرف اشارہ کیا ہی - اندرین اقرار کہ آوردہ روبرد - اور اگر گواہون نے قبضہ معائنہ کرنے پر گواہی دی تو بجاے اقرار بقبضہ کے معائنہ قبضہ تحریر کرے جسطرح ہمنے اقرار کی تحریر مین بیان کیا ہی اور لکھے اور پھر عمرو نے یہ دینار ہاے موصوفہ اس زید مدعی سے بقبضہ صحیحہ بدین طور کہ زید نے اُسکو سب ادا کیے ہین وصول پائے - اور اگر زید نے اسطرح دفعیہ کا دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکو تمام دعوی وخصومات سے بری کر دیا ہی وہ بری ہو گیا تو لکھے کہ مدعی دفع اس زید نے دعوی کیا کہ اس عمرو نے قبل اپنے دعوے کے اس زید کو اپنے تمام دعوی خصومات سے جو اُسکے بجانب اس زید کے ہون مال وغیرہ کے بارا صحیح بری کر دیا ہی اور اقرار کیا ہی کہ اس عمرو کا اس زید کی طرف کوئی دعوی و کوئی خصومت قلیل یا کثیر مال مین کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین ہی اور اس زید نے اس عمرو سے یہ ابرا قبول کیا اور خطاباً اُسکی تصدیق کی ہی اور یہ کہ یہ عمرو بعد ازانکہ اُسنے زید کو جمیع دعوے سے بری کرنے کا اقرار کیا ہی اُسکی جانب دعوی کرنے مین مبطل ہی حق پر نہین ہی پس اس عمرو مذکور پر واجب ہی کہ ایسے دعوے سے باز رہے اور زید سے تعرض چھوڑ دے - اور اس عمرو سے اُسنے جواب کا مطالبہ کیا پس اُسنے جواب دیا کہ مین اپنے اس دعوی مین مبطل نہین ہون پس مدعی نے چند نفر ساتھ لاکر بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین - پھر یہان سے آخر تک وہی عبارت لکھے جو ہمنے بطریق وصول پانے کے دفعیہ مین بیان کی ہی لیکن بطریق قبضہ مین جہان لفظ قبضہ لکھا تھا وہان اس ابرا کی صورت مین ابرا لکھ کر

سجل این دعوی - بعد تسمیہ کے لکھے کہ قاضی فلان کہتا ہی کہ زید مذکور حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا

یعنے دفعیہ کا تھا ۱۲ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۲

اور تمام دعوی جو محضر مین مذکور ہوا ہی اول سے آخر تک اعادہ کرے پھر جب مدعی دفیعہ یعنی زید کے گواہون کی گواہی کی تحریر سے فارغ ہو تو لکھے کہ مین نے اُنکی یہ گواہی سنی اور اُسکو محضر مجلد خریطہ حکم مین ثبت کر لیا اور برابر عبارت لکھتا جاوے یہان تک کہ اس عبارت پر آوے کہ میرے نزدیک جس بات کی گواہی جس شخص پر گواہون نے دی ہی وہ ثابت ہوگئی پس مین نے مدعا علیہ یعنی اس عمرو پر یہ پیش کیا اور اُسکو آگاہ کیا کہ میرے نزدیک یہ ثابت ہوگیا ہی اور اُسکو کہا بودیا کہ اگر اُسکے پاس اسکا دفیعہ ہو تو لاوے پس وہ کوئی دفیعہ و مخلص نہ لایا اور نہ ایسی کوئی حجت پیش کی جس سے یہ دفیعہ ساقط ہو اور میرے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ دفیعہ پیش کرنے سے عاجز ہی اور مجھسے اس مدعی زید نے اس مدعا علیہ عمرو کے سامنے درخواست کی کہ جو میری نزدیک ثابت ہوا ہی اُسکا حکم دون اور سجل لکھکر گواہی کرا دون یہانتک کہ یہ لکھے کہ پس مین نے اس زید کے واسطے اُسکی درخواست پر اس عمرو مدعا علیہ پر اس عمرو کے روبرو اس دفیعہ کے ثبوت کا بگواہی ان گواہون کے جنکا نام اسمین مذکور ہی اپنی مجلس قضا واقع بخارا مین حکم دیا ایسا حکم کہ قطعی ہو اور ایسی قضا کہ مین نے اُسکو نافذ کر دیا ہی جو شرائط صحت و نفاذ کو مجتمع ہی سامنے ان دونون متخاصمین کے دونون کی حاضری کے وقت دونون کی طرف اشارہ کر کے حکم دیا ہی اور اس عمرو کو حکم کیا کہ اس محکوم لہ زید سے اس مال مذکور کے ادا کرنے کے مطالبہ کا تعرض ترک کرے اور اس عمرو کو اور ہر صاحب حق و حجت و دفیعہ کو اپنے حق و حجت و دفیعہ پر جھوڑا کہ ہمیشہ جب چاہے پیش کرے اور اس زید کی حجت ہونے کے واسطے مین نے اس سجل کی کتابت کا حکم دیا اور اپنے حکم پر حاضرین مجلس قضا کو گواہ کر دیا واقعہ تاریخ فلان سنہ فلان - اور اگر دعوے قرضہ کا دفیعہ اس طور سے ہو کہ زید نے دعوی کیا کہ سلطان نے مجھسے اسقدر مال کے اقرار پر اکراہ کیا تھا تو لکھے کہ اس زید نے جسکو اپنے ساتھ لایا ہی یعنی اس عمرو پر اُسکے دعوی کے دفیعہ مین یہ دعوی کیا کہ مین اس اقرار پر سلطان کی طرف سے باکراہ صحیح مجبور کیا گیا تھا اور یہ کہ میرا یہ اقرار صحیح نہین ہوا اور یہ کہ عمرو اپنے ان دیناروں کے دعوی مین مبطل ہی پس اُسپر واجب ہی کہ اس دعوی سے باز رہے اور اگر دعوے قرضہ کا دفیعہ بدعوی صلح بمال ہو تو دعوی دفع مین لکھے کہ اس زید نے یہ دعوی کیا کہ یہ عمرو اپنے دعوی مین مبطل ہی اسواسطے کہ اس عمرو نے اس زید کے ساتھ اسقدر مال پر اپنے قرضہ سے صلح کر لی تھی اور تمام بدل صلح پر قبضہ کر لیا تھا - اور مدعیہ کے دعوی بہت ہو سکتے ہین پس دعوی ہاے دفیعہ مین سے جو دعوی پیش آوے اُسکو اسی مثال پر لکھے - اور اگر دعوی قرضہ کسی سبب سے ہو تو اس سبب کو محضر دعوی مین تحریر کرے اور اگر سبب قرضہ غصب ہو تو لکھے کہ اسقدر دینار قرضہ لازم و حق واجب ہین بہ سبب کہ اس شخص نے جسکو ساتھ حاضر لایا ہی اس شخص کے دیناروں مین سے جو حاضر ہوا ہی اسقدر مبلغ مذکور بوصف مذکور مغصوب کر کے صرف کر ڈالے ہین اور مثل ان دیناروں کے اُسکے ذمہ قرضہ ہو گئے ہین - اور اگر سبب قرضہ بیع ہو تو لکھے کہ دین لازم و حق واجب ثمن ایسی متاع کا ہی جو حاضر ہونے والے نے اس شخص کے ہاتھ جسکو حاضر لایا ہی فروخت کر کے اُسکے سپرد کر دی ہی - اور اگر سبب قرضہ اجارہ ہو تو لکھے کہ قرضہ لازم و حق واجب اجرت ایک چیز کی ہی جسکو اُسنے مدعا علیہ کو اجرت پر دیکر سپرد کر دی تھی اور مدعا علیہ نے مدت اجارہ تک اُس سے انتفاع حاصل کیا ہی - اور اگر سبب قرضہ کفالہ یا حوالہ ہو تو کفالت کی صورت مین لکھے کہ قرضہ لازم و حق واجب بسبب کفالت کے ہر کہ مدعا علیہ نے فلان کی طرف سے اسکی کفالت کی تھی اور اس شخص نے جو حاضر ہوا ہی اُسکی کفالت کی اپنے واسطے مجلس کفالت مین اجازت دیدی تھی اور اس شخص نے جسکو ساتھ حاضر لایا ہی اسی طرح اپنے اوپر اس مال کی آمد حاضر ہونے والے کے واسطے بسبب مذکور واجب ہونے کا اقرار کیا ہی - اور حوالہ کی صورت مین تحریر کرے کہ قرضہ لازم و حق واجب بسبب حوالہ کے ہر کہ فلان نے اسپر حوالہ کر دیا تھا اور اسنے اُسکی طرف سے یہ حوالہ اُسی مجلس مین بالمشافہہ روبرو قبول کیا ہی اور اس شخص نے جسکو اپنے ساتھ لایا ہی اسی طرح اس حاضر ہونے والے کے واسطے اپنی ذات پر اس

مال کا بسبب مذکور واجب ہونے کا اقرار کیا ہی۔ اور اگر دعوی قرضہ بذریعہ دستاویز کے ہو تو لکھے کہ اس حاضر ہونے والے زید نے اس شخص پر جسکو ساتھ لایا ہی مسمی عمرو پر تمام سب باتون کا جنکو اُسکی دستاویز متضمن ہی جسکو پیش کرتا ہی دعوی کیا اور دستاویز کی عبارت یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم پھر دستاویز اقراری کو اول سے آخر تک تحریر کرے پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ تمام سب جسکو اُسکی دستاویز متضمن ہی کہ اُس مال کا جو اسمین مذکور ہی اور اس مال کا اس عمرو کا اپنے اوپر اس زید کے لیے قرضہ لازم وحق واجب ہونے کا اقرار اور اس زید کا اُس تاریخ مین اس عمرو کے اقرار کی تصدیق کرنے کا دعوی کیا پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اس زید کو یہ مال ادا کردے اور اس زید نے اُس سے اسکے جواب کا مطالبہ کیا۔ اور اگر کفالت و حوالت تحریری ہو تو لکھے کہ اُسپر تمام اُسکا جسکو تحریر ضمان یا تحریر حوالہ متضمن ہی جسکو پیش کرتا ہی دعوی کیا اور یہ اُسکی عبارت ہی پھر تحریر کفالت وحوالت کو بعینہ نقل کردے پھر لکھے کہ قبول واقرار وتصدیق جو کفالت نامہ وحوالہ نامہ مین اول سے آخر تک ہی

تمام اُن باتون کا جنکو تحریر حوالہ یا کفالہ جو اس محضر مین منقول ہی شامل ہی دعوی کیا یہ محیط مین ہی۔

محضر دعوی قرضہ جو میت پر ہی۔ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید کے اس عمرو کے والد فلان شخص پر اسقدر دینار۔ الخ وصف بیان کرے اور رسالغہ کرے۔ بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب تھے اور ایسا ہی والد عمرو فلان نے اپنی زندگی وصحت وجواز اقرار وطوع ونفاذ تصرفات کی حالت مین بطوع خود ان دیناروں مذکورہ کا اس زید کے واسطے اپنے اوپر قرضہ ہونے کا اقرار صحیح کیا تھا جسکی اس زید نے خطابا فلان تاریخ تصدیق کی تھی پھر والد عمرو فلان شخص نے ان دیناروں کو اس زید کو ادا کرنے سے پہلے وفات پائی اور اس زید کے واسطے مثل ان دیناروں کے اُسکے ترکہ مین قرضہ ہووے اور اس متوفی مذکور نے وارثون مین اپنا ایک بیٹا صلبی بھی جسکو ساتھ لایا ہی یعنے یہ عمرو چھوڑا اور ترکہ مین اپنا مال جنس مال مذکور سے ادا سے مال قرضہ مذکور کی مقدار سے زائد اس عمرو کے قبضہ مین چھوڑا ہی اور اس عمرو کو اس معاملہ سے آگاہی ہی پس اسپر واجب ہی کہ یہ قرضہ مذکور اپنے مقبوضہ مال مین سے مال مذکور کے مثل ترکہ متوفی مین سے اس زید کو ادا کردے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا پس مدعا علیہ سے پوچھا اور محضر کو معہ الفاظ شہادت کے بروفق دعوی لکھکر ختم کرے یہ خیرہ مین ہی

سجل اینِ دعوی۔ قاضی فلان کہتا ہی کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر دعوی بعینہ اعادہ کرے اور گواہون کے نام والفاظ شہادت وگواہون کی عدالت اور یہ کہ اُسنے اُنکی گواہی بوجہ ظاہری عدالت اسلام کے یا بسبب اُنکے عادل معروف ہونے کے یا بوجہ تعدیل مزکین کے عدالت ثابت ہونے کے قبول کی یہان تک کہ اس عبارت تک پہونچے کہ مین نے حکم دیا پس لکھے کہ مین نے اس زید کے واسطے اس عمرو پر متوفی مذکور کے حالت زندگی وصحت ونفاذ تصرفات مین اپنے اوپر اس زید کے واسطے اس مال مذکور کے قرضہ ہونے کا اقرار واس زید کی اسکے اقرار کی خطابا فلان تاریخ مذکور مین تصدیق اور مال مذکور مین سے کچھ اس زید کو ادا کرنے سے پہلے قرضدار مذکور کی وفات اور عمرو کے پاس اسقدر ترکہ جس سے مثل مال مذکور ادا ہو سکتا ہی معہ زیادتی کے چھوڑنا سب ثابت ہونے کا بذریعہ ان گواہان کے جنکا نام اسمین درج ہی حکم مبرم دیا اور ان سب باتون کی بگواہی گواہان ثابت ہونے کی قضا اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین جو لوگون مین معروف ہی مستجمع بشرائط صحت ونفاذ بحضور ہر دو متخاصمین دونون کے روبرو نافذ کردی اور اس عمرو کو حکم کیا کہ اپنے پدر متوفی کے ترکہ مین سے جو اُسکے قبضہ مین ہی قرضہ مذکور اس زید کو ادا کردے فقط

محضر در اثبات دفعیہ برائے این دعوی - عمرو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ زید کو حاضر لایا پس اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی کے دفعیہ مین جو اسمین عمرو پر مذکور ہی دعوے کیا اور یہ اسواسطے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا تھا کہ اس زید کا اس عمرو کے پدر متوفی پر آخر تک پورا دعوی اعادہ کرے پھر لکھے کہ اس عمرو نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا کہ زید اس دعوی مین جو وہ اس عمرو پر کرتا ہی مبطل ہی اسواسطے کہ اس زید نے اُسکے پدر متوفی سے جسکا نام ونسب محضر مین مذکور ہی اُسکی زندگی مین یہ دینار ہاے مذکورہ بطور صحیح وصول کر لیے ہین اور ایسا ہی اس زید نے اپنی حالت صحت وثبات عقل مین بطوع خود ان دینارون کا اُسکے پدر متوفی فلان سے وصول پانے کا بقبضہ صحیحہ اقرار کیا ہی اور یہ اقرار کیا ہی کہ اُس متوفی مذکور پر اُسکا کچھ دعوی کسی سبب اور کسی وجہ سے نہین ہی یا اقرار صحیح جائز اقرار کیا جسکی متوفی مذکور نے قطعاً بالتصدیق کی ہی اور یہ کہ یہ زید اپنے دعوی مذکورہ مین جو عمرو کی جانب کرتا ہی بعد ازانکہ حالت یہ ہی جو بیان کی گئی ہی مبطل ہی محق نہین ہی - یہ لکھکر محضر کو تمام کردے اور کبھی دعوی ودفعیہ بدین طور ہوتا ہی کہ اس زید نے متوفی مذکور کو اپنے تمام دعوون سے بری کر دیا ہی اور دوسرے وجوہ سے بھی ہوتا ہی جنکا بیان اس سے پہلے گذر چکا ہی پھر اُن صورتون مین اُسی طرح لکھے جسطرح ہمنے پہلے بیان کر دیا ہی

سجل - این دفعیہ - بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کے اُسی طور سے لکھے جسطرح ہمنے پہلے بیان کیا ہی پھر دعوی ودفعیہ محضر دعوی سے جسطرح ہمنے پہلے لکھا ہی بعینہ نقل کردے یہانتک کہ تحریر علم تک پہونچے تو بعد استخارہ کے لکھے کہ مین نے اس عمرو کے واسطے اس دفعیہ مذکورہ کے ثابت ہونے کا اس زید پر بگواہی ان گواہون کے جنکا نام مذکور ہی دونون متخاصمین کی موجودگی مین دونون کے روبرو حکم دیدیا پھر جسطرح ہمنے پہلے بیان کیا ہی عمل کو تمام کردے یہ محیط مین ہی

محضر دعوی نکاح ایسی عورت کے ساتھ جسکا کوئی شوہر نہین ہی اور نہ وہ کسی کے قبضہ مین ہی - زید نے ہندہ کے نکاح کا دعوی کیا اور زید یہ زعم کرتا ہی کہ اس ہندہ کے ساتھ دخول کیا ہی اور ہندہ نکاح سے منکر ہی اور ضرورت اثبات نکاح کی اور تحریر محضر کی پیش آئی - تو لکھے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک عورت کو لایا جسنے بیان کیا کہ میرا نام ہندہ بنت عمرو ہی پس اس زید نے اس ہندہ پر دعوی کیا کہ یہ ہندہ اس زید کی جورو ہی اور اُسکی منکوحہ وحلال ومدخولہ بنکاح صحیح ہی کہ اسنے زید کے ساتھ اپنا نکاح در حالیکہ عاقلہ بالغہ سب صورتون سے نافذۃ التصرفات تھی اور بغیر کی طرف سے اور اس زید کی طرف سے عدت مین نہ تھی بموجودگی وحضور گواہان مردان آزاد بالغ ومسلمان کے باستقدر مہر پر کر لیا اور اس زید نے در حالیکہ سب صورتون سے نافذ التصرفات تھا اس ہندہ کے ساتھ اسی مجلس تزویج مین انھین گواہون کے سامنے جو اس مجلس تزویج مین حاضر تھے اسی قدر مہر مذکور پر اپنے واسطے بتزویج صحیح نکاح قبول کیا اور البتہ ان گواہون نے جو اس مجلس تزویج مین حاضر ہوے تھے ان دونونی متعاقدین کا کلام سنا اور یہ ہندہ آج کے روز بحکم نکاح مذکور کے اُسکی جورو منکوحہ وحلالہ ہی واجب احکام نکاح مین اُسکی اطاعت سے انکار کرتی ہی - پس اس ہندہ پر واجب ہی کہ احکام نکاح مین اس زید کی تابعداری واطاعت کرے - پس درخواست کی کہ اس سے جواب دعوی کا مطالبہ ہو پس ہندہ مذکورہ سے دریافت کیا گیا - اور اگر شوہر نے اُسکے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو محضر مین لکھے کہ اس زید نے اس عورت ہندہ پر دعوی کیا کہ یہ ہندہ اُسکی جورو منکوحہ وحلالہ ہی اور دخول سے کچھ تعرض نکرے - اور اگر یہ عقد نکاح کا اجرا اس زید اور ہندہ کے ولی مثلاً اُسکے والد کے درمیان در حالیکہ ہندہ بالغہ تھی واقع ہوا ہو تو محضر مین لکھے کہ اس ہندہ کو اُسکے والد عمرو بن بکر قریشی نے در حالیکہ ہندہ سب صورتون سے نافذۃ التصرفات عاقلہ بالغہ تھی ونکاح غیر و عدت غیر سے خالی تھی ہندہ کے حکم ورضامندی سے سامنے گواہان عادل کے باستقدر مہر پر بتزویج صحیح اس زید کے ساتھ

نکاح کردیا پھر محضر کو تمام کردے۔ اور اگر یہ عقد زید وہندہ کے وکیل کے درمیان جاری ہوا ہو تو لکھے کہ اس ہندہ کا نکاح اس زید کے ساتھ ہندہ کے وکیل خالد بن محمد نے اور آگے سب وہی لکھے جو ہنے باپ کی صورت مین بیان کیا ہی۔ اور اگر یہ عقد ہندہ کی صغرسنی کی حالت مین والد ہندہ اور اس زید کے درمیان جاری ہوا ہو اور زید بعد ہندہ کے بالغ ہوجانے کے اُس سے خصومت کرتا ہو تو لکھے کہ اس ہندہ کو اُسکے باپ عمرو بن بکر قریشی نے اسکی صغرسنی مین بولایت پدری زید کو بفنوذ دیکھکر اسقدر مہر پر جو اُسکا مہر مثل ہی نکاح کردیا۔ اور اگر عقد نکاح زید وہندہ دونون کے والدین کے درمیان دونون کی صغرسنی مین جاری ہوا ہو اور دونون نے اپنے بالغ ہونے کے بعد مخاصمہ کیا تو لکھے کہ اس زید نے دعوی کیا کہ یہ ہندہ اُسکی جورو حلالہ ومنکوحہ ہی اُسکو اسکے باپ عمرو بن بکر قریشی نے اُسکی صغرسنی مین بولایت پدری اس زید کے ساتھ سب طرح سے اپنے تصرفات نافذ ہونے کی حالت مین سامنے گواہان عادل کے بتزویج صحیح بیاہ دیا اور اس زید کے باپ فلان بن فلان نے اس تزویج موصوف کو اپنے پسر اس زید کے واسطے اسکی صغرسنی مین مجلس تزویج مین بولایت پدری سب طرح اپنے نفوذ تصرفات کی حالت مین ان گواہان عادل کے سامنے جو مجلس تزویج ہذا مین حاضر ہوے تھے بطور صحیح قبول کیا اور محضر کو تمام کرے۔

سجل - این دعوی - سجل کی پیشانی موافق رسم کے تحریر کرکے نسخہ محضر سے تمام دعوی کا اعادہ کرے اور اسماے گواہان و لفظ شہادت تمام لکھتا جاوے یہانتک کہ حکم لکھنے کے مقام تک پہونچے پھر حکم کی جگہ لکھے کہ مین نے اس زید کی درخواست سے اس زید کے واسطے اس عورت ہندہ پر اُسکا منکوحہ زید وہ اسکے حالالہ ہونا سب جو میرے نزدیک ان گواہان مذکورہ کی گواہی سے بسبب نکاح صحیح مذکور مبین کے ثابت ہوا ہی ہر دو متخاصمین کے سامنے حکم کیا اور اس سب کا حکم قطعی وقضاے شرعی بتمام بشرائط صحت ونفاذ اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین نافذ کردیا اور اس ہندہ پر احکام نکاح مین اس زید کی طاعت لازم کردی پھر سجل کو تمام کردے یہ ذخیرہ مین ہی

محضر - در وقوع دعوی نکاح - ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ زید کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین جو اسکا اس ہندہ کی جانب تھا دعوی کیا کہ اس زید نے اس ہندہ پر دعوی کیا تھا پھر دعوی کو بعینہ اول سے آخر تک اعادہ کرے پھر لکھے کہ اس زید کا یہ دعوی نکاح بجانب ہندہ ساقط ہی اس وجہ سے کہ اس ہندہ نے ہر طرح اپنے تصرفات نافذ ہونے کی حالت مین اس نکاح مذکور مین (تحریر دعوی مدعیہ کی) اُس زید سے بطلاق واحد اپنے مہر ونفقہ عدت وہر حق پر جو عورتون کا اپنے شوہرون پر خلع سے پہلے یا بعد واجب ہوتا ہی اور ہر ایک کے واسطے دونون مین سے دوسرے کے سب دعوی وخصومات سے برئت ہونے پر خلع کرالیا تھا اور یہ کہ اس زید نے سب طرح اپنے نفوذ تصرفات کی حالت مین اس ہندہ کو بطلاق واحد بر شرائط مذکورہ اسی مجلس باختلاع مین بخلع صحیح خالی از شروط مفسدہ ومعانی مبطلہ خلع کردیا اور یہ کہ یہ زید اپنے اس نکاح کے دعوی مین جو ہندہ کی طرف کرتا ہی بعد از انکہ اس زید واس ہندہ مین مخالعہ مذکورہ واقع ہوچکی ہی مبطل ہی محق نہین ہی پس اس زید پر واجب ہی کہ اسی دعوے سے باز رہے۔ پھر ہندہ مذکورہ نے اُس سے جواب کا مطالبہ کیا اور جواب دعوے مانگا کذا فی الظہیریہ۔

سجل - این دفعیہ - بدستور سابق لکھتا جاوے یہان تک کہ حکم پر پہونچے پس لکھے کہ میرے نزدیک بگواہی این گواہان مبین کے ثابت ہوا کہ اس ہندہ نے اپنے مہر ونفقہ عدت پر اور ہر حق پر جو عورتون کا اپنے شوہرون کی طرف خلع سے پہلے یا

اُسکے بعد اجب ہوتا ہی اس زید سے بطلاق واحدہ اپنا خلع کرالیا ہی اور اس زید نے بعوض بدل مذکور کے اس مجلس خلع مین اُسکو بطلاق واحد خلع دیدیا ہی اور یہ مخالعت دونون متخاصمین مین سب طرح دونون کے جواز تصرفات کی حالت مین جاری ہوئی ہی پس مین نے اس سب کا اس ہندہ کے واسطے اس زید پر حکم دیا اور قضائے شرعی بدین طور کہ یہ ہندہ اس زید پر بسبب مخالعت مذکورہ کے بطلاق واحدہ حرام ہوگئی ہی ہر دو متخاصمین کے روبرو باستماع شرائط صحت و نفاذ کے نافذ کردی اور سجل تمام کردے یہ ذخیرہ مین ہی۔

مختصر۔ دعوی نکاح ایسی عورت پر جو دوسرے مرد کے پاس ہی اور یہ عورت اس مرد کے واسطے نکاح کا اقرار کرتی ہی سلکھے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک عورت کو لایا جسنے بیان کیا کہ میرا نام ہندہ ہی اور ایک مرد کو لایا جسنے کہا کہ میرا نام عمرو ہی پھر اس زید نے اس ہندہ پر اس عمرو کے سامنے دعوی کیا کہ یہ ہندہ اس زید کی جورو و حالہ و مدخولہ بنکاح صحیح ہی اور یہ ہندہ اس زید کی طاعت سے باہر ہوگئی ہی اور یہ عمرو اس ہندہ کو اس زید کی طاعت سے منع کرتا ہی اور احکام نکاح مین تابعداری کرنے سے روکتا ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ روکنے سے باز رہے اور دونون مین سے ہر ایک سے زید نے مطالبہ کیا اور جواب دعوی مانگا پس ہندہ نے جواب دیا کہ مین اس زید کی جورو نہین ہون اور مجھپر اسکی اطاعت واجب نہین ہی بلکہ مین اس عمرو کی جورو ہون اور عمرو نے جواب دیا کہ یہ ہندہ میری جورو و حالہ و منکوحہ ہی اور مین اس بات کا مستحق ہون کہ اس زید کی اطاعت سے اُسکو منع کرون پھر یہ مدعی زید چند نفر حاضر لایا اور کہا کہ یہ میرے گواہ ہین اور قاضی سے اُنکی گواہی کی سماعت کرنے کی درخواست کی پھر ہر ایک گواہ نے موافق دعوی مدعی کے شہادت بفقہ الفاظ و المعنی ادا کی تو قاضی یہ حکم دیگا کہ یہ ہندہ اس زید مدعی کی جورو ہی اور اگر عمرو نے بھی گواہ قائم کیے کہ یہ عورت اُسکی منکوحہ و حالہ ہی تو قاضی اس عمرو کے نام ڈگری کریگا اور ان گواہون سے گواہان مدعی کو ساقط کردے اور جب قابض و غیر قابض دونون متقدمہ نکاح مین مطلقاً بدون بیان تاریخ کے گواہ قائم کرین تو قابض کے گواہون پر حکم ہوگا کہ انکا متقدم ملک مطلق ہے اور اگر قاضی نے گواہان غیر قابض کی گواہی پر حکم دیدیا ہو پھر قابض نے گواہ قائم کیے پس آیا قابض کے گواہون کے موافق حکم دیگا یا نہین سو اسمین مشائخ کا اختلاف ہی کذا فی الظہیریہ اور اس وقیعہ کا یہ طریقہ ہی کہ عمرو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ہندہ کو جسکے نکاح مین جھگڑا ہوا لایا اور اپنے ساتھ زید کو لایا پھر اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی دگواہون کے وقیعہ مین یہ دعوی کیا کہ اس زید نے اولاً اس ہندہ پر اس عمرو کے روبرو دعوی کیا تھا کہ یہ عورت اُسکی جورو و حالہ و مدخولہ بنکاح صحیح ہی اور یہ عورت اُسکی طاعت سے خارج ہوگئی اور یہ عمرو اُسکو اس مدعی کی اطاعت سے منع کرتا ہی اور بیان کردے کہ اس زید نے اس عورت سے اپنے انقیاد کا اور عمرو سے منع اطاعت سے باز رہنے کا مطالبہ کیا اور بیان کردے کہ اس عورت نے اور اس مرد نے اس مدعی کے اس عورت کی جانب دعوی سے انکار کیا اور بیان کردے کہ اس عورت مذکورہ نے اس عمرو کے واسطے اپنے نکاح کا اقرار کیا اور اس عمرو نے اُسکے قول کی تصدیق کی اور بیان کردے کہ زید مدعی نے اس عورت پر اپنے نکاح مذکور کے دعوی کے گواہ قائم کیے پھر لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی کے وقیعہ مین جو عورت مذکورہ کی جانب ہی اُسکے روبرو یہ دعوی کیا کہ یہ عورت جو اس زید کے ساتھ حاضر ہی اس عمرو کی حالہ و مدخولہ بنکاح صحیح جو دونون مین جاری ہوا ہی ہی اور اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے اور کہا کہ مین اسکے نکاح کا مستحق ہون بحکم آنکہ مین قابض بھی ہون اور میرے پاس گواہ بھی ہین پس اس زید پر واجب ہی کہ اس عورت ہندہ کی طرف اپنا دعوی نکاح و مطالبہ ترک کرے تاکہ عورت مذکورہ اپنے شوہر اس عمرو کی اطاعت پر قادر ہو پھر مدعا علیہ نے مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔ اور اس وقیعہ کا وقیعہ چند طرح سے ہو سکتا ہی۔ ایک یہ کہ زید غیر قابض عمرو قابض پر دعوی کرے کہ اس عمرو نے اُسکو بطلاق بائن یا رجعی طلاق دی اور اُسکی عدت گذر گئی پھر اس زید نے اُس عورت سے عمرو کی عدت گذر جانے

کے بعد نکاح کر لیا ہو پس اگر اسطرح دفعیہ کا دفعیہ ہو تو ایسے دعوی کے تحریر کی یہ صورت ہو کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو بن شعیب اور ہندہ بنت سالم کو لایا پس اس زید نے اس عمرو پر اس عمرو کے دفع دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا پس پہلے دعوی نیا تحریر کرے پھر عمرو کی جانب سے اسکے دعوی کا دفعیہ تحریر کرے پھر زید کا دفعیہ تحریر کرے پس لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اسنے اپنی جورو اس ہندہ بنت سالم کو فلان تاریخ طلاق دی پھر اُسکی عدت گذر گئی پھر اس مدعی کو بعد انقضاے عدت کے فلان تاریخ عورت مذکورہ کے فلان ولی کی تزویج برضامندی عورت مذکورہ سے بحاضری گواہان عادل اس مہر معلوم پر نکاح مین دیا اور اس مدعی نے اُسکی تزویج بنفسہ اسی مجلس تزویج مین بقبول صحیح قبول کیا اور اب آج کے روز یہ عورت اس مدعی کی جورو وحلالہ اس سبب سے ہو اور یہ عمرو اسنے اس دعوے مین جو اس زید کی جانب کرتا ہو بعد ازانکہ حالت یہ ہو جو بیان کی گئی باطل ہو محق نہین ہو اور مدعی کو تمام کر دے اور وجہ دیگر اس دعوی کے دفعیہ کی یہ ہو کہ زید دعوے کرے کہ اس عمرو نے فلان کو وکیل کیا کہ میری اس عورت ہندہ کو طلاق بائن یا جعی دیدے پھر وکیل عمرو نے اس عورت کو موافق اس عمرو کے حکم کے طلاق دی اور اُسکی عدت گذر گئی پھر اس زید نے اُس سے نکاح کیا۔ وجہ دیگر انکہ یہ زید دعوی کرے کہ اس عمرو نے اقرار کیا ہو کہ یہ عورت اُسپر بسبب مصیبت یا شدت یا (شاید اسکی ناس ہو) ۱۲ (شاید عمرو مدعی ہے) ۱۲

رضاعت کے حرام ہونے پر ذخیرہ مین ہو۔

محضر - مہر کا ترکہ شوہر پر قرضہ ثابت کرنا - ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ ایک مرد زید نامے کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس زید پر دعوی کیا کہ یہ ہندہ جورو فلان بن فلان والد اس زید کی تھی اور اُسکی منکوحہ وحلالہ ومدخولہ بنکاح صحیح تھی اور اس عورت کے اُسپر اپنے باقی مہر کے جسپر اُسنے نکاح کیا تھا اسقدر دینار قرضہ لازم وحق واجب ومہر ثابت بنکاح صحیح جو دونون مین قائم تھا واجب ہے اور ایسا ہی اس زید کے والد فلان بن فلان نے اپنی صحت وسب طرح نفاذ تصرفات کی حالت مین ان دیناروں کا اپنے اوپر اس عورت ہندہ کے واسطے بسبب نکاح مذکور کے قرضہ ہونے کا اقرار صحیح کیا اور اُسکے اقرار کی تصدیق اس عورت نے بالمواجہہ حالانکہ فلانہ خطاباکی پھر یہ فلان بن فلان مذکور قبل اسکے کہ اس عورت کو اسقدر مہر سب یا اسمین سے کچھ ادا کرے مرگیا پس یہ مہر مذکور اس عورت کے واسطے اُسکے ترکہ مین قرضہ ہو گیا اور وارثون مین اُسنے ایک یہ جورو چھوڑی ہو جو حاضر ہو کر مدعی ہوئی ہو اور ایک یہ بیٹا صلبی جسکو عورت مذکورہ اپنے ساتھ حاضر لائی ہو چھوڑا ہو ان دونون کے سوا سے اُسکا کوئی وارث نہین ہو اور اُسنے ترکہ مین دینار ہاے مذکورہ کی جنس سے اس زید کے قبضہ مین اسقدر چھوڑا ہو جو قرضہ مذکورہ کے ادا کرنے کے واسطے کافی ہو اور اس سے زائد ہو یہ ظہیریہ مین ہو۔

سجل - اس دعوی ومحضر وقفیہ اس دعوے کا وسجل دفع اُسی طور پر لکھا جاوے جسطرح ہمنے ترکیست مین قرضہ مطلق کا دعوی کرنے مین بیان کیا ہو۔

محضر - در اثبات مہر المثل - اگر کسی شخص نے اپنی دختر بالغہ کو اُسکی رضامندی سے کسی شخص کے ساتھ بنکاح صحیح بیاہ دیا اور اُسکا مہر کچھ بیان نکیا تھا کہ مہر المثل واجب ہوا اور مہر المثل کے اثبات کی ضرورت ہوئی باین طور کہ مرد مذکور نے اسکے ساتھ خلوت صحیحہ کر کے یا دخول کر کے اُسکو طلاق دی اور مہر المثل سے انکار کیا پس اگر دختر مذکورہ نے اپنے باپ کو وکیل کیا ہو تھا کہ اُسنے اپنی دختر کے واسطے دعوی کیا تو محضر مین لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور اس زید نے اپنی دختر ہندہ کے واسطے بوجہ وکالت کے جو زید کے واسطے اپنی دختر مذکورہ کی طرف سے ثابت ہو اس عمرو پر دعوی کیا کہ اُسکی دختر ہندہ موکلہ اس زید کی اس عمرو کی بنکاح صحیح جورو ہو کہ اُسکو اُسکے باپ اس زید نے اُسکی رضامندی سے گواہون کے سامنے اس عمرو کے ساتھ بیاہ دیا ہو اور عقد کے وقت اُسکا کچھ مہر بیان نہین کیا اور اُسکا مہر مثل اسقدر دینار ہین اسواسطے کہ اُسکی بڑی بہن یا چھوٹی بہن مسماۃ

قلا۔ جو اُسکی اور پدر کی طرف سے یا پدر کی طرف سے بہن ہو اُسکا مہر اسی قدر ہو اور زید کی موکلہ مسماۃ ہندہ اپنی اس بہن کے ساتھ حسن و جمال و بکارت و سن مین برابر ہو۔ اور ہمنے یہ چیزین اسواسطے ذکر کردین کہ ان چیزون کے مختلف ہونے سے مہر مختلف ہوجاتا ہے اور یہ بھی بیان کرے کہ موکلہ ہندہ کی بہن جسکا ذکر کیا گیا ہو اسی شہر مین مقیم ہو جسمین موکلہ مذکورہ ہو اسواسطے کہ شہرون کے اختلاف سے مہر مختلف ہو جاتا ہو۔ پس اس عمرو پر واجب ہو کہ اُسکی دختر موکلہ کے واسطے ان درہمون یا دینارون کے مثل ادا کرے پھر اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور دعوے کا جواب طلب کیا پس اس عمرو سے دریافت کیا گیا پھر آخر تک تحریر کرے۔ اور اگر ہندہ مذکورہ کی کوئی بہن نہو تو اُسکے باپ کی برادری مین سے ایسی عورت تلاش کیجاوے جو حسن و جمال و سن و بکارت مین اسکے مثل ہو اور یہ شرط ہو کہ یہ عورت بھی اسی شہر سے ہو کیونکہ اُسکی وجہ ہمنے ذکر کردی ہو۔ اور اگر اُسکے باپ کی قوم مین کوئی عورت ان اوصاف کی نپائی جاوے تو اُسی شہر کے اجنبی لوگون مین سے کسی عورت کے مہر مثل پر اسکے مہر مثل کا اعتبار کیا جائیگا اور اُسکی مان کی قوم مین سے کسی عورت کے مہر مثل پر اسکا اعتبار نہ کیا جائیگا ایسا ہی شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اول باب المہور مین ذکر کیا ہو اور نیز شیخ رح نے مسئلہ اختلاف الزوجین مین بیان کیا ہو کہ موافق امام اعظم رح کے اُسکے مہر مثل کی تقدیر اجنبیون مین سے کسی عورت کے مہر پر جو اُسکے شبیہ ہو نہ کیجائیگی پس اس روایت کے موافق جو حکم اول باب المہور مین ذکر کیا ہو وہ صاحبین رح کے قول کے موافق ہوگا۔ اور اگر اس عورت نے کسی اجنبی کو وکیل کیا ہو تو اسکے کہ عیسی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس عیسی نے اپنی موکلہ ہندہ بنت زید مخزومی کے واسطے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اُسکی موکلہ یہ عورت ہندہ اس عمرو کی بنکاح صحیح جو روحی جسکو اُسکے باپ ندید بن خالد مخزومی نے اس عمرو کے ساتھ برضامندی ہندہ مذکورہ کے گواہون کے سامنے بیاہ دیا تھا اور کچھ مہر مقرر و بیان نہین کیا تھا آخر تک تمام عبارت تحریر کرے یہ محیط ہین ہو۔

محضر۔ در اثبات مہر المثل۔ ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لائی اور اس ہندہ نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اُسکو اُسکے ولی مسمے زید نے اس عمرو کے ساتھ برضامندی ہندہ کے بشہادت گواہان عادل کے بنکاح صحیح بیاہ دیا تھا اور کچھ مہر بیان نہین کیا تھا پس شرع نے اس ہندہ کے واسطے مہر مثل واجب کیا اور اُسکا مہر مثل اسقدر ہو اسلیے اُسکی بہن ایک مادر و پدر کی مسماۃ سلیمہ کا مہر اسی قدر تھا اور یہ ہندہ مال و جمال و سن و بکارت مین اُسکے مساوی ہو اور گرانی و ارزانی کی راہ سے اُسکا اور اسکا زمانہ ایک ہو پس دونون کا مہر ایک ہو پس اس عمرو کو مثل ان سب دینارون کے بشرطیکہ ہندہ کو اسنے اور پر حرام کر لیا ہو ورنہ بقدر سہل کے اسمین سے ہندہ مذکورہ کو ادا کرنا واجب ہو فقط واللہ اعلم

محضر۔ در اثبات متعہ۔ ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لائی پھر ہندہ نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس عمرو نے اس ہندہ سے نکاح کیا اور کچھ مہر بیان نہ کیا تھا پھر قبل دخول کے اُسکو طلاق دیدی پس ہندہ کے لیے اس عمرو پر متعہ واجب ہوا اور وہ تین کپڑے یعنی درع و خمار و ملحفہ ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ اسکے عہدہ سے خارج ہو۔

محضر۔ در اثبات خلوت۔ ہندہ حاضر ہوئی اور عمرو کو حاضر کرکے اُسپر دعوی کیا کہ اس عمرو نے اس ہندہ کے ساتھ تزویج اُسکے فلان وکیل یا ولی کے اسکے ساتھ برضامندی ہندہ مذکورہ کے اسقدر مہر پر سامنے گواہان عادل کے جو حاضر ہوئے تھے نکاح کیا پھر اس عمرو کے اس ہندہ کے ساتھ خلوت صحیحہ کی کہ ان دونون کے ساتھ کوئی تیسرا نہ تھا اور کوئی مانع شرعی یا طبعی نہ تھا پھر اسکے بعد اُسنے ہندہ مذکورہ کو طلاق بائن دیدی اور ایسا ہی شوہر اپنے اس عمرو نے بھی اسکا اقرار صحیح کیا

پس اس عمرو پر واجب ہو کہ مثل ان دینارون کے اس ہندہ کو ادا کرے اور اسکی ذمہ داری سے خارج ہو پھر اپنے دعوی کے جواب کا مطالبہ کیا یہ ظہیریہ مین ہی۔

محضر - در اثبات حرمت غلیظہ - جاننا چاہیے کہ دعوی حرمت بطلاق چند اقسام ہین ایک یہ کہ دعوی حرمت صریح تین طلاق کے ساتھ ساتھ اور اس دعوی کے محضر کی تحریر کی یہ صورت ہو کہ ہندہ حاضر ہوئی اور اُسنے اپنے ساتھ عمرو کو حاضر کیا پھر اس ہندہ نے اس عمرو پر یہ دعوی کیا کہ یہ ہندہ اس عمرو کی منکوحہ و حلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح تھی اور اس ہندہ کے اس عمرو پر اسقدر دینار یا اسقدر درہم بسبب اس نکاح کے قرضہ لازم وحق واجب تھے اور اس عمرو نے اس ہندہ کو اپنے اوپر تین طلاق سے بحرمت غلیظہ حرام کیا کہ اسکے بعد اُسپر حلال نہین ہو سکتی ہی یہان تک کہ غیر شوہر سے نکاح کرے اور آج کے روز یہ ہندہ اس عمرو پر بوجہ اسی سبب مذکور کے حرام ہوا اور یہ عمرو باوجود علم اس بات کے کہ دونون کے درمیان حرمت غلیظہ ثابت ہو گئی ہی اسی طرح حرام اپنے ساتھ رکھتا ہی اور اپنا ہاتھ اُس سے کوتاہ نہین کرتا ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اس ہندہ کو جدا کرکے اُسکی راہ روکتا چھوڑ دیوے اور جو مہر اسکا اس عمرو پر ہی اسکو ادا کردے اور مثل نفقہ عدت سے اُسکی عدت منقضی ہونے تک اُسکو دیا کرے۔

پھر ہندہ مذکورہ نے اُس سے جواب کا مطالبہ کیا۔

سجل - این دعوی - بدستور سابق تحریر کرنے کے بعد حکم کے وقت لکھے کہ مین نے اس ہندہ مدعیہ کے واسطے اس جہت غلیظہ کے ثبوت کا اس عمرو پر بسبب مذکور کے بعد از انکہ عمرو کی حلالہ بعقد نکاح تھی بگواہی ان گواہان کے ہر دو متخاصمین کی حاضری مین دونون کے روبرو حکم دیا اور اس عمرو محکوم علیہ پر اس ہندہ کا چھوڑ دینا و اُس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرنا لازم کر دیا اور اس عمرو کو اُسکے مال مہر مذکور کے اُسکو ادا کر دینے کا اور اُسکی عدت منقضی ہونے تک اُسکا نفقہ مثل اُسپر جاری رکھنے کا حکم دیا اور سجل کو تمام کردے وجہ دوم انکہ حرمت کا دعوی اسوجہ سے کرے کہ عمرو نے اقرار کیا کہ مین نے اُسکو تین طلاق دیدی ہین - اور اُسکے محضر کی تحریر کی یہ صورت ہو کہ ہندہ حاضر ہوئی اور عمرو کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ یہ ہندہ اس عمرو کی جورو منکوحہ و مدخولہ بنکاح صحیح تھی پھر اس عمرو نے اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات مین اقرار کیا کہ مین نے اس ہندہ کو تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کر دیا پھر اس ہندہ کو اسی طرح حرام ساتھ رکھتا ہی اور نہین چھوڑتا ہی پس اُسپر واجب ہو کہ اسکو جدا کر دے اور اسکا مہر مذکور اسکو ادا کر دے اور سجل اس دعوی کا بطریق سجل دعوی اول کے ہی لیکن اس صورت مین حکم مین اقرار کا بیان کرے پس یون لکھے کہ مین نے اس ہندہ کے واسطے اس عمرو پر بثبوت اقرار عمرو مذکور با ین حرمت غلیظہ مذکورہ بشہادت گواہان مسمین کا حکم دیا اور سجل کو تمام کرے - وجہ سوم انکہ تین طلاق سے حرام ہو جانے کا بسبب حلف کے دعوی کرے کہ جس حالت مین ہندہ و عمرو کے درمیان نکاح قائم تھا یہ قسم کھائی تھی کہ اگر وہ یہ فعل کرے تو اُسکی جورو ہندہ پر تین طلاق ہین پھر اُسنے یہ فعل معین جسپر قسم کھائی تھی کیا اور اپنی قسم مین جانبٹ ہوا اور ہر سہ طلاق مشروطہ اُسکی جورو ہندہ پر واقع ہو گئین اور یہ عورت ہندہ اُسپر حرام بحرمت غلیظہ ہو گئی اور یہ عمرو باوجود علم اس حرمت غلیظہ کے اُسکو حرام اپنے ساتھ رکھتا ہی اور جدا نہین کرتا ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اُسکو جدا کر دے اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا پھر محضر کو تمام کر دے - اسی طرح اگر ایک طلاق یا دو طلاق کی وجہ سے حرمت کا دعوی کرے تو اسکو محضر مین بیان کر دے اور اسی طرح اگر کسی دوسرے سبب سے حرمت کا دعوے کرے تو وہ سبب محضر مین بیان کر دے

محضر جبکہ بدون دعوی عورت کے گواہون نے بحج شرع تین طلاق کی وجہ سے ہندہ و عمرو مین حرمت غلیظہ ثابت

۴ شخص عمرو کی زوجہ ہندہ نے اُسکی منکوحہ ہونے کا دعوی کیا اور عمرو نے اُسکی زوجیت سے انکار کیا پس گواہ قائم ہوئے

ہونے کی گواہی دی اور یہ کہ ہندہ مذکور آج کے روز تین طلاق سے اُسپر حرام ہی۔ ایک قوم نے قاضی کے سامنے ایک مرد حاضر مسمی عمرو پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی جورو حاضرہ اس ہندہ کو تین طلاق دی ہین اور یہ عورت آج اس مرد پر تین طلاق کی حرمت غلیظہ سے حرام ہی پس گواہون نے گواہی کو اپنے طریقہ پر ادا کیا اور گواہی کے موافق بیان پر اُسکو بیان کیا تو محضر مین تحریر کرے کہ مجلس قضا مین ایک قوم حاضر ہوئی جنھون نے بیان کیا کہ ہم حسبۃً للہ تعالی گواہ ہین اور وہ فلان وفلان وفلان علی ہذا القیاس اُنکے نام ونسب وحلیہ ومسکن ومحلے بیان کردے اور اپنے ساتھ ایک مرد مسمی عمرو کو اور ایک عورت مسماۃ ہندہ کو لائے اور ان گواہون مین سے ہر ایک نے گواہی دی کہ اس عمرو نے اپنی جوروا س ہندہ کو طلاق دی (اور اس عورت ہندہ کی طرف اشارہ کیا) تین طلاقین۔ پھر شخص عمرو اس عورت کو نہین چھوڑتا ہی اور اسی طرح حرام اپنے ساتھ رکھتا ہی پھر دونون سے دریافت کیا گیا یعنی اس عمرو اور اس ہندہ سے پس دونون نے طلاق سے انکار کیا۔ تو اس صورت مین حکم یہ ہے کہ قاضی ان لوگون کی گواہی قبول کرکے دونون مین جدائی کا حکم دیگا۔

سجل - این دعوی - سجل کی پیشانی اپنی رسم کے موافق لکھکر اس قوم گواہان کا اپنی مجلس مین حاضر ہونا اور اُنکی گواہی جسطرح انھون نے ادا کی ہی لکھے اور مرد مذکور وعورت مذکورہ کا طلاق سے انکار کرنا لکھے پھر لکھے کہ پس مین نے ان گواہون کی گواہی سنی اور اُسکو محضر مجلد مین درج ان حکم مین ثبت کردیا اور گواہون کا احوال بزعم خود اُن لوگون سے بغیر مدار رسم تعدیل وتزکیہ اس لواح مین ہی دریافت کیا پس اُنھون نے ان کو بجانب عدالت وجواز شہادت منسوب کیا اور قابل قبول بیان کیا پس مین نے اُنکی گواہی قبول کی اور میرے نزدیک اُنکی گواہی سے جس چیز کی گواہی جسپر اُنھون نے دی تھی ثابت ہوگیا اور مین نے مشہود علیہ کو آگاہ کردیا تاکہ اگر اُسکے پاس اسکا کوئی دفعیہ ہو تو پیش کرے مگر وہ کوئی دفعیہ نہ لایا اور میرے نزدیک اس سے اسکا عاجز ہونا ظاہر ہوا پس مین نے اللہ تعالی سے استخارہ کرکے آخر تک اسکی عبارت لکھے پھر لکھے کہ مین نے حکم دیا کہ یہ ہندہ بنت خالد اپنے شوہر اس عمرو بن بکر پر تین طلاق سے حرام ہی اور یہ حکم مین نے دونون کی حاضری مین دونون کے روبرو دیا آخر تک یہان کی عبارت بدستور سابق لکھے اور مین نے دونون مین سے ہر ایک کو حکم دیا کہ وہ دوسرے سے جدا ہوجاوے یہان تک کہ اس ہندہ کی عدت اس شوہر سے گذر کر یہ ہندہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور وہ اسکے ساتھ دخول کرلے پھر دوسرا بھی اسکو طلاق دیدے اور اسکی عدت اُس سے بھی گذر جاوے پھر اگر یہ عمرو چاہے تو برضامندی اس ہندہ کے اسکے ساتھ نکاح کرلے

محضر - مرد غائب پر حرمت غلیظہ ثابت کرنے کا دعوی - ایک عورت مثلاً ہندہ کا ایک شوہر مثلاً عمرو ہی جسنے اُسکے ساتھ دخول کیا ہی پھر ہندہ کو اپنے اوپر تین طلاق دیکر حرام کرلیا اور گواہون کے سامنے یہ طلاق دی ہین پھر قبل اسکے کہ قاضی اس حرمت کا حکم دیوے عمرو مذکور غائب ہوگیا پھر اس عورت نے چاہا کہ یہ حرمت قاضی کے سامنے ثابت کرادے تاکہ قاضی اُسکے گواہون پر اسکا حکم دیدے تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ ہندہ مذکورہ ایک مرد حاضر مثلاً بکر پر دعوی کرے کہ میرے شوہر فلان یعنے عمرو پر میرے ہزار درم یا دینار جسکے نصف اسقدر ہوتے ہین میرے باقی مہر کے قرض تھے اور تو نے میرے شوہر اس عمرو کی طرف سے میرے واسطے اس مال کی اسطرح ضمانت کرلی تھی کہ اگر تیرا شوہر عمرو مجھکو اپنے اوپر تین طلاق دیکر حرام کرلے تو یہ ہزار درم مجھپر ہونگے اور مین نے اسی مجلس ضمانت مین تیری اس ضمانت معلق بالشرط کی اجازت دیدی تھی پھر مجھے میرے شوہر عمرو مذکور نے مجھے اپنے اوپر تین طلاق دیکر حرام کرلیا ہی پس یہ دراہم مذکورہ میرے واسطے تجھپر بحکم ضمانت

مذکورہ قرضہ لازم ہوتے حالانکہ تجھکو سبب مذکورہ سے اس حرمت مذکورہ کا علم ہی پس تجھپر واجب ہی کہ یہ دراہم مجھکو ادا کرکے اسکی ذمہ داری سے باہر ہو۔ پھر مدعا علیہ اسطرح ضمانت کرنے کا اقرار کرے لیکن اس حرمت کے واقع ہونے سے انکار کر جاوے تو یہ دعوی کی صورت ہی اور محضر کی یہ صورت ہی کہ ہندہ حاضر ہوئی اور بکر کو اپنے ساتھ حاضر لائی اور اس ہندہ نے اس بکر پر دعوی کیا پھر جسطرح ہمنے دعوی کا طریقہ بیان کیا ہی اول سے آخر تک تحریر کرے۔

سجل۔ این دعوی۔ بدستور جسطرح رسم ہی پھر جسطرح ہمنے دعوی کی عبارت بیان کی ہی اعادہ کرے یہان تک کہ مدعیہ کے گواہون تک پہونچے پس لکھے کہ پھر یہ ہندہ مدعیہ چند نفر اپنے ساتھ حاضر لائی اور بیان کیا کہ یہ میرے دعوی کے موافق گواہ ہین اور مجھسے انکی گواہی سننے کی درخواست کی پس مین نے درخواست کو منظور کیا پھر دعوی مدعیہ کے بعد اور مدعا علیہ کی طرف سے ایسی حرمت واقع ہونے کے انکار کی مدعیہ مذکورہ کی درخواست سے ایک نے بعد دوسرے کے ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا گواہی دی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہی کہ (گواہی میدہم کہ این زان حاضر آمدہ۔ اور مدعیہ عورت کی طرف اشارہ کیا نزان فلان بن فلان بود و این فلان دیرا بخانہ خویشتن حرام کردہ است بسہ طلاق و امروز این زن حاضر آمدہ حرام است بر فلان بسبب طلاق) اور ہر ایک نے تمام مواضع اشارہ مین اشارہ کردیا پس مین نے انکی گواہی سُنی یہان تک کہ بدستور لکھتے ہوے حکم تک پہونچے تو لکھے کہ مین نے حکم کیا کہ یہ عورت ہندہ حاضرہ اپنے شوہر فلان پر بسبب مذکور حرام ہی اور مین نے حکم دیا اس عورت ہندہ حاضرہ کے واسطے اس مرد حاضر بکر پر کہ واجب ہی اس مرد بکر پر کہ اسکو یہ مال مذکور جسکے مبلغ و جنس و عدد مذکور ہی اور وہ اسقدر ہی ادا کردے بسبب ضمانت مذکورہ کے در وقتیکہ اسکی شرط پائی گئی ہی اور وہ یہ ہی کہ فلان شخص اس ہندہ حاضرہ کے شوہر نے اسکو اپنے اوپر حرام کرلیا ہی جسطرح کہ اسمین مذکور ہی اور یہ حکم و قضا مین نے ہر دو متخاصمین کے روبرو نافذ کی ہی۔ پھر سجل کو تمام کردے۔ وجہ دوم انکہ ایک مرد حاضر پر نفقہ عدت کی ضمانت کرنے کا اسطرح دعوی کرے کہ تو نے میرے نفقہ عدت کی اگر مجھے میرا شوہر تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کرے ضمانت کرلی تھی اور مین نے تیری اس ضمانت کی اسی مجلس ضمانت مین اجازت دیدی تھی پھر میرے شوہر نے مجھے فلان تاریخ تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کرلیا ہی اور مین آج کے روز اسکی عدت مین ہون اور تجھپر میرے واسطے میری عدت کا نفقہ واجب ہوا یہانتک کہ میری عدت گذر جاوے کیونکہ تو نے ضمانت مذکورہ کرلی تھی پس تجھپر واجب ہی کہ میرا نفقہ عدت جو تجھپر بسبب ضمان مذکور کے لازم آیا ہی وہ مجھکو ادا کرکے عہدہ ضمانت سے خارج ہو۔ پھر مدعا علیہ نفقہ عدت کے ضمانت کرنے کا بشرط تحریم مذکور اقرار کرے کہ تحریم مذکور واقع ہوئے سے انکار کرے پس عورت مذکورہ چند گواہ لاوے جو اس مضمون کی گواہی دین کہ اسکے شوہر فلان شخص نے اسکو اپنے اوپر تین طلاق دیکر حرام کیا ہی اور یہ عورت اسوقت اپنے شوہر فلان کی عدت مین ہی پس یہ دعوی کی صورت ہوئی۔ اور اس دعوی کے محضر کی یہ صورت ہی کہ ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ بکر کو حاضر لائی اور ہندہ حاضرہ نے اس بکر حاضر پر یہ دعوی کیا کہ اس بکر نے میرے لیے میرے نفقہ عدت کی اگر میرا شوہر مجھے تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کرلے میرے شوہر کی طرف سے ضمانت کرلی تھی پھر اول سے آخر تک اُسکا دعوی لکھے اور آگے یہان تک کہ پھر اس ہندہ نے چند آدمیون کو حاضر کیا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین آخر تک لکھے

سجل۔ این دعوی۔ صدر و دعوی و غیرہ برابر بدستور سابق لکھتا جاوے یہان تک کہ اس عبارت تک پہونچے کہ پس مین نے اُن گواہون کی سماعت کی اور اُنکی گواہی کو قبول کیا کیونکہ علم نے اسکے مثل گواہی کو قبول کرنا واجب کردیا ہی اور

مین نے حکم دیا کہ یہ عورت اپنے شوہر فلان پر حرام ہی اور یہ آج کے روز اُسکی عدت مین ہی اور حکم قضا دیا مین نے اس عورت کے واسطے اس بکر پر اسکی نفقہ عدت اسپر واجب ہونے کا یہان تک کہ عدت گذر جاوے بگواہی ان گواہون کے بحضوری ہر دو متخاصمین کے دونون کے روبرو اور محضر کو تمام کردے

محضر - تفریق بیان شوہر وزوجہ بسبب عجز از نفقہ - ایک صغیرہ کے تحت مین ایک صغیرہ ہی اور یہ صغیرہ اس صغیرہ کو نفقہ دینے سے عاجز ہی کیونکہ وہ فقیر ہی کسی چیز کا مالک نہین ہی پس اس صغیرہ کے باپ نے اسکا مقدمہ اسکی نیابت مین قاضی کے پاس پیش کیا تاکہ قاضی حنفی اس مقدمہ مین قاضی شافعی مذہب کو جو نفقہ دہی سے شوہر کے عاجز ہونے سے تفریق جائز سمجھتا ہی بنا خلیفہ کردے پس قاضی حنفی اُسکو اس حادثہ مین خط تحریر کریگا اُسکی صورت یہ ہی کہ بعد تسمیہ وتحیہ کے لکھے کہ صغیرہ مسماۃ فلانہ کی نیابت مین اُسکے باپ اس فلان نے اُسکا مقدمہ میرے پاس اسطرح پیش کیا کہ یہ صغیرہ مذکورہ فلان بن فلان صغیر کی جورو ہی جسکو اُسکے ساتھ اس صغیرہ کے باپ فلان بن فلان نے بولایت پدری اسقدر مہر پر گواہون کے سامنے بتزویج صحیح بیاہ دیا تھا اور صغیر مذکور کے باپ نے اپنے پسر اس صغیر کی طرف سے یہ تزویج بقبول صحیح قبول کی اور یہ صغیرہ اس صغیر کی بنکاح صحیح جورو ہوگئی اور یہ صغیر معدم ہی کہ دنیا کی کسی چیز کا مالک نہین ہی اور وہ کمائی والا نہین ہی اور نہ پیشہ ور ہی اور میرے نزدیک اُسکے گواہون سے جنکی تعدیل ہوگئی ہی جنھون نے میرے پاس اس سب کی گواہی دی ہی یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ صغیر اس صغیرہ کو نفقہ دینے سے عاجز ہی اور مجھسے اس صغیرہ کے باپ نے درخواست کی تم کو ادام اللہ تعالی فضلہ خط لکھون پس نے اُسکے التماس کو قبول کرکے تمکو خط لکھا کہ بمہربانی اس خصومت واقعہ مین توجہ کرکے موافق اپنی راے واجتہاد کے اللہ تعالی سے استعانت واصابۃ الحق کی توفیق طلب کرکے مجتہد ہو - پس یہ صورت اُس خط کی ہی جو قاضی حنفی بجانب قاضی شافعی تحریر کریگا - پھر جب یہ خط مکتوب الیہ کو پہونچے تو پدر صغیرہ قاضی مکتوب الیہ کے سامنے پدر صغیر سے موافق تحریر قاضی حنفی کے خصومت کریگا اور اسبات کے گواہ قائم کریگا کہ اسکا طفل صغیر جسکا نام خط مین مذکور ہی معدم ہی اُسکا کچھ مال ہی نہین ہی اور وہ اپنی جورو اس صغیرہ کو نفقہ دینے سے عاجز ہی اور قاضی سے درخواست کریگا کہ ان دونون مین تفریق وجدائی کرادے پس قاضی شافعی ان دونون مین جدائی کرادیگا اور بحل اس صورت سے لکھیگا کہ فلان بن فلان شفعوی کہتا ہی کہ مجھے فلان بن فلان متولی کار قضا واحکام کورہ بخارا ادام اللہ تعالی توفیقہ از جانب خاقان فلان کا خط پہونچا جسمین وہ واقعہ لکھا تھا کہ جو اُسکے پاس شرع ہوا کہ فلان بن فلان اموی اپنی دختر صغیرہ فلانہ بنت فلان کے واسطے خصومت کرتا تھا اور فلان بن فلان مخزومی اپنے پسر صغیر فلان کی جانب سے خصومت کرتا تھا اور یہ اسوجہ سے تھا کہ اس فلان پدر صغیرہ مذکورہ نے اس قاضی کاتب کے پاس یہ دعوی کیا کہ میری دختر صغیرہ مذکورہ اس صغیر مسمے فلان بن فلان اس شخص کی جورو ہی وحلالہ ہی بنکاح صحیح جسکو مین نے اسکے ساتھ بتزویج صحیح بیاہ دیا ہی اور اس صغیر کے والد اس فلان بن فلان نے اس صغیر کے واسطے یہ نکاح اس مجلس تزویج مین بقبول صحیح قبول کیا ہی اور میری یہ دختر صغیرہ محتاج نفقہ ہی اور اُسکا شوہر یہ صغیر معدم ہی نفقہ دینے سے عاجز ہی جسکا عاجز ہونا اس قاضی کاتب کے نزدیک ثابت ہوگیا اور پدر صغیرہ مذکورہ فلان بن فلان نے اس قاضی سے درخواست کی کہ مجھے خط لکھے اور اس خصومت کی سماعت کی اور موافق اجتہاد وراے اپنی کے اسمین فیصلہ کرنے کی اجازت دی - پس مین نے اُسکا خط پڑھا اور سمجھکر اُسکے حکم کی پابندی سے اس خصومت کی سماعت کی اور اسکے واسطے ایک جلسہ مقرر کیا اور میرے سامنے اس صغیرہ کا والد مسمے فلان اور اُسکے ساتھ صغیر کا والد مسمے فلان حاضر

ہوے پھر اس فلان حاضر نے اس فلان حاضر کردہ پر اپنے اس صغیرہ کے واسطے یہ دعوی کیا کہ صغیرہ مسماۃ فلانۃ جو اس حاضر تو ندہ کی دختر ہی اس صغیر کی جو اس حاضر کردہ شدہ کا بیٹا ہی جورو ہی اور یہ صغیر مسمی اس شخص کا بیٹا جسکو حاضر لایا ہی معدم ہی اس صغیرہ مسماۃ کو نفقہ دینے سے عاجز ہی اور یہ صغیرہ مسماۃ مذکورہ نفقہ کی محتاج ہی پھر گواہ عادل اس بات کے قائم کیے کہ یہ صغیر مسمی جو اس شخص کا جسکو ساتھ لایا ہی بیٹا ہی اس صغیرہ کو نفقہ دینے سے عاجز ہی۔ پھر اس صغیرہ کے والد نے مجھسے درخواست کی کہ مین اس صغیرہ مذکورہ اور اس صغیر مذکور مین جدائی کرادون پس مین نے اسمین تامل کیا تو میرا اجتہاد اس امر پر واقع ہوا کہ ایسی تفریق ان دونون مین جائز ہو باخذ قول ایسے عالم کے علماء سلف مین سے جو فرماتا ہی کہ جورو و مرد مین بسبب عاجز از نفقہ ہونے کے تفریق جائز ہی پس مین نے بعد ازانکہ دونون کے درمیان نکاح ہونا معلوم ہوگیا اور بعد ازانکہ اس صغیر کا نفقہ دینے سے عاجز ہونا معلوم ہوگیا دونون مین تفریق صحیح کردی اور اس سجل کی تحریر کا اس مقدمہ مین حجت ہونے کے واسطے حکم دیا۔ اور اگر اُسنے قاضی اصل سے اس سجل کے امضاء کی درخواست کی تو قاضی اصل حکم کریگا کہ اس سجل کی پشت پر لکھا جاوے کہ قاضی فلان کہتا ہی کہ تمام ماجرے جسکو یہ سجل متضمن ہی اول سے آخر تک بتاریخ مذکور کہ مین نے فلان بن فلان کو خط متضمن تفویض سماع خصومت مذکورہ و سماعت گواہان و عمل بموافقت راے واجتہاد و مکتوب الیہ تحریر کیا ہی سب میری طرف سے تھا اور مین نے مکتوب الیہ فلان کو اپنا نائب مقرر کیا کہ موافق اپنی راے واجتہاد کے عمل کرے پس مین نے اس نائب کا حکم نافذ کردیا اور اُسکی اجازت دیدی اور حکم دیا کہ اس امضاء کی تحریر لکھی جاوے واقع تاریخ فلان۔ اور اگر شوہر و جورو دونون بالغ ہون اور شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تو اسکا طریقہ وہی ہی جو دونون کے صغیر ہونے کی صورت مین ہمنے بیان کیا ہی لیکن اس صورت مین جب قاضی شافعی مذہب ہو سامنے شوہر و جورو مین خصومت واقع ہوئی اور جورو نے اُسپر دعوی کیا کہ میرا یہ شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہی پس اگر شوہر نے اسکا اقرار کرلیا تو شوہر کے اقرار سے جورو کی درخواست پر قاضی دونون مین تفریق کرادیگا اور اگر شوہر نے اقرار نکیا تو عورت اُسکے عاجز ہونے کے گواہ پیش کریگی اور قاضی دونون مین باقرار شوہر یا ثبوت گواہان تفریق کرادیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔

محضر۔ در فسخ قسم مضاف۔ ایک مرد نے قسم کھائی کہ جس عورت سے نکاح کرون ہر ایک کو طلاق ہی پس اگر ایسے مرد کو اس قسم کے فسخ کی ضرورت ہوئی تو چاہیے کہ کسی عورت سے بتزویج اُسکے ولی کے اگر اُسکا ولی ہو یا تبزویج قاضی کے اگر اُسکا ولی نہو نکاح کرے حتی یہ نکاح بالاجماع صحیح ہوجاوے پھر یہ مقدمہ قاضی حنفی کے پاس پیش کرے اور اُس سے درخواست کرے کہ قاضی شافعی مذہب کو خط لکھدے تو قاضی حنفی اسکو خط لکھدیگا کہ بعد تسمیہ وصلوۃ کے بسوے شیخ امام قاضی بالقابہ اطال اللہ تعالی بقاوہ میرے پاس یہ مقدمہ آیا کہ مسماۃ ہندہ بنت زید بن عمرو نے دعوی کیا کہ خالد نے مجھسے نکاح کیا تھا حالانکہ اُسنے میرے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے ہر عورت کے جسکے ساتھ نکاح کرے اُسکے طلاق کی قسم کھائی تھی پھر اس قسم کے بعد اُسنے مجھسے نکاح کیا پس مجھپر طلاق واقع ہوگئی اور مین اس سبب سے اُسپر حرام ہوگئی حالانکہ وہ اسی طرح حرام سمجھے روک رکھتا ہی اور اپنا ہاتھ کوتاہ نہین کرتا ہی پھر مجھسے درخواست کی کہ مین اس مقدمہ مین اُسکے واسطے خط تحریر کردون پس مین نے اُسکا التماس قبول کرکے تمکو یہ خط لکھا ہی کہ مہربانی سے اس خصومت کو جو دونون مین واقع ہوئی ہی موافق اپنی راے واجتہاد کے بتوفیق اللہ تعالی فیصلہ کردو۔ پھر جب یہ خط مکتوب الیہ کو پہونچے تو یہ عورت مذکورہ اپنے شوہر مذکور پر قاضی مکتوب الیہ کے سامنے اُسی طرح دعوی کرے جیسا اُسنے قاضی کاتب کے سامنے دعوے کیا تھا پس اُسکا شوہر اس قسم و اس نکاح کا اقرار کرے لیکن یہ کہے کہ یہ عورت مجھپر حلال ہی طلاق واقع نہین ہوئی کیونکہ قسم مذکور منعقد نہین ہوئی۔ پس قاضی مکتوب الیہ اس قسم کے باطل ہونے کا اور دونون مین

نکاح قائم ہونے کا حکم نقول اُس عالم کے علماء سلف مین سے جو ایسی قسم کے باطل ہونے کو فرماتا ہی دیگا

سجل درفسخ قسم مضاف۔ اور اگر اُسکا سجل چاہا تو لکھے کہ قاضی فلان بن فلان شافعی مذہب کہتا ہی کہ میرے پاس قاضی فلان متولی کار قضا و احکام کورہ بخارا و نواحی بخارا من جانب سلطان فلان کا خط متضمن بمقدمہ متدائرہ خصومت میان فلانہ بنت فلان و میان خالد بن شعیب در معاملہ وقوع طلاق بسبب قسم مضاف بسوی نکاح وارد ہوا اور اُسنے مجھکو اُس خصومت کے سننے و فیصلہ کرنے و گواہون کی سماعت کا و موافق اپنی راے و اجتہاد کے حکم دینے کا حکم کیا پس مین نے اُسکے حکم کی پابندی کرکے اسکے واسطے ایک مجلس مقرر کی پس اس مجلس مین ہندہ بنت زید حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ اپنے شوہر خالد بن شعیب کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس خالد پر دعوی کیا کہ یہ خالد مجھسے احکام نکاح مین اطاعت طلب کرتا ہی بدین زعم کہ مین اُسکی جورو ہون حالانکہ اسنے مجھسے نکاح کرنے سے پہلے ہر عورت کی جس سے نکاح کریگا اُسکے طلاق کی قسم کھائی تھی پھر اسکے بعد مجھسے نکاح کیا پس مجھپر طلاق پڑگئی اور مین اس سبب سے اسپر حرام ہوگئی ہون۔ پھر خالد نے نکاح کا اقرار کیا اور اس سبب سے وقوع طلاق سے انکار کیا پھر شوہر مذکور نے مجھسے درخواست کی کہ مین اپنی راے و اجتہاد کے موافق اس معاملہ مین حکم دون پس مین نے اجتہاد کیا اور تامل کیا اور میری راے مین یہ آیا کہ جو قسم مضاف بجانب نکاح ہو وہ باطل ہی کہ مین نے اسمین بموافق قول ایسے امام کے علماے سلف مین سے عمل کیا کہ جو قسم مضاف بجانب نکاح کو صحیح نہین فرماتا ہی پس مین نے اس قسم کے باطل ہونے کا اور اس نکاح سے اس عورت کے اس مرد پر حلال ہونے کا حکم دیا اور اس عورت کو اپنے اس شوہر کی اطاعت کرنے کا حکم دیدیا کہ احکام نکاح مین اس شوہر کی اطاعت کرے اور یہ حکم ان دونون متخاصمین کی حاضری کے وقت دونون کے روبرو اسطرح دیا کہ حکم مبرم ہوا اور قضاء شرعی کہ اُسکو مین نے نافذ کردیا اور یہ حکم و قضا اپنے اس مجلس حکم مین لوگون کے درمیان بسبیل شہرت و اعلان بدون خفیہ و کتمان کے نافذ کیا ہی۔ اور یہ امر بعد اُسکے ہوا کہ قاضی فلان بن فلان نے مجھے اس خصومت مین مطلقاً اختیار دیا کہ اپنی راے و اجتہاد کے موافق حکم کرون واقعہ تاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان قاضی امام نقہ الدین محمد بن علی حلوائی رحمہ نے فرمایا کہ مین بہت بڑے بڑے قاضیون کی صحبت مین رہا مگر مین نے کسی کو نہ دیکھا کہ اُسنے کسی حادثہ مجتہد فیہ مین کسی قاضی شافعی کو خط لکھنے کی درخواست منظور فرمائی ہو سواے اس قسم مضاف کے کہ اس مسئلہ مین اصحاب حدیث کے دلائل بہت لائح اور اُنکے براہین واضح ہین اور نوجوان لوگ ایسی قسم کھانے پر جرأت کرجاتے ہین پھر بیاہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہی اور مضطر ہوتے ہین پس اگر قاضی اُنکی اس درخواست کو منظور نکرے تو بسا اوقات اُنکے فتنہ مین پڑجانے کا خوف ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی۔

مختصر۔ تفریق کے واسطے عینہ کا اثبات۔ اور اگر عورت نے قاضی کے پاس اپنے شوہر سے خصومت کی اور کہا کہ یہ میری طرف سیدہ نہین ہوا اور شوہر دعوی کرتا ہی کہ مین اسکی جانب پہونچ گیا ہون پس اگر عورت مذکورہ وقت نکاح کے باکرہ ہو تو قاضی اُسکو عورتون کو دکھلا دیگا اور ایک عورت عادلہ کافی ہی اور احوط یہ ہی کہ دو عورتین ہون پس اگر اُنھون نے کہا کہ یہ باکرہ ہی تو قاضی اُسکے مرد کو ایک سال کی مہلت دیگا اور اگر اُنھون نے کہا کہ یہ ثیبہ ہی تو شوہر مذکور سے قسم لیجائیگی کہ وہ اُس تک پہونچ گیا ہی۔ اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ ہی کہ قسم سے عورت کا قول قبول ہو پھر اگر استحسان کے موافق قسم لینے سے شوہر نے قسم کھالی تو ثابت ہوگیا کہ مرد مذکور نے اس عورت سے دخول کیا ہی پس سال کی میعاد نہ دیجائیگی اور اگر اُسنے انکار کیا تو نارسیدہ ہونے کا سقر بلکہ گیا پس اُسکو ایک سال کی میعاد دیجائیگی اور اگر اس مدت دینے کے واسطے تحریر چاہی۔ تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ قاضی امام فلان بن فلان متولی کار قضا و احکام

عنین اور خصومت سے جدا کرنے کا اسکو اختیار ہی لکھتین اور عرض ۱۲ منہ

اقول قالوا الواو بمعنی او ۱۲ منہ

الستہ اشعۃ خلافا لمن والیہ ۱۲ منہ

گورہ بخارا نافذ الاذن والقضاء وفصل وا الاعضاء درمیان اہل بخارا اندرین ایام نے فلان بن فلان کو مہلت دی جبکہ فلانہ بنت فلان نے اُسکے پاس مقدمہ پیش کیا کہ اسنے میرے ساتھ تبزوج صحیح نکاح کیا اور مین نے اُسکو عنین پایا ہی کہ مجھتک نہین پہونچتا ہی اور یہ امر قاضی موصوف کے نزدیک ثابت ہوگیا جس طریق سے ثابت ہوا کرتا ہی پس مین نے موافق حق شرع کے جو اُسنے عنین کے حق مین واجب کیا ہی کہ وقت خصومت سے ایک سال تک مہلت دیجاوے بدین امید کہ شاید وہ اس مدت مین جماع کرنے پر قادر ہوجاوے اسکو دنون کے حساب سے موافق اختیار اکثر مشائخ کے ایک سال کی مہلت اس تحریر کی تاریخ سے جو روز خصومت ہی باجال صحیح دیدی اور مرد نے کی حجت کے واسطے اس تحریر کا حکم کیا واقعہ تاریخ فلان سنہ فلان - پھر جب مہلت کی تاریخ سے سال تمام ہوگیا اور شوہر نے دعوی کیا کہ مدت تاجیل مین اُسنے عورت مذکورہ سے جماع کر لیا ہی اور عورت نے اس سے انکار کیا پس اگر نکاح کے وقت عورت مذکورہ بالغہ ہو تو موافق مذکورہ بالا کے قاضی اُسکو عورتون کو دکھلائیگا پس اگر اُنھون نے کہا کہ یہ باکرہ ہی تو ثابت ہوگا کہ مرد مذکور نے اُس سے جماع نہین کیا ہی پس قاضی اُس عورت کو اختیار دیگا کہ تبراجی چاہے اس مرد کے ساتھ - وہ یا جدائی کرلے اور اگر عورتون نے کہا کہ یہ ثیبہ ہی تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا پس شوہر سے قسم لیجائیگی کہ اُسنے اُس عورت کے ساتھ جماع کیا ہی جیسا کہ گذرا پس اگر وہ قسم کھا گیا تو عورت مذکورہ کو خیار نہوگا اور اگر قسم سے انکار کیا تو عورت مذکورہ کو خیار ہوگا

محضر - ورود دفع این دعوی - اس مرد نے جو حاضر ہوا اس عورت پر جسکو حاضر لایا ہی بطور دفعیہ دعوی عورت مذکورہ دعوی کیا کہ یہ عورت اپنے اس دعوی مین کہ یہ مرد عنین ہی اور تفریق کا مطالبہ کیا ہی بعد گذرنے مدت مہلت کے پس مدت مہلت گذرنے کے بعد یہ عورت تفریق کے مطالبہ مین مبطل ہی کیونکہ اسنے قاضی کی مہلت دینے کے بعد اس مرد کے ساتھ رہنا اختیار کیا ہی اور عنین ہونے پر اپنی زبان سے برضامندی صحیح راضی ہوئی ہی یا یون کہے کہ مین نے مدت مہلت کے اندر اس سے جماع کر لیا ہی اور اس بات کا اس عورت مذکورہ نے اقرار کیا ہی -

محضر - دعوی نسب - ایک عورت کے پاس ایک لڑکا ہی و ایک مرد پر دعوی کرتی ہی کہ یہ لڑکا اُسکا بیٹا اس مرد سے ہی اسکی فراش سے درحالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا اسکو جنی تھی اور اس مرد سے اُسکا کھانا و کپڑا طلب کرتی ہی یا ایک مرد کے پاس ایک لڑکا وہ ایک عورت پر دعوی کرتا ہی کہ یہ لڑکا اُسکا بیٹا اس عورت کے پیٹ سے ہی کہ عورت اُسکے فراش سے درحالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا جنی تھی اور عورت اس سے انکار کرتی ہی - یا ایک عورت کے پاس ایک لڑکا ہی وہ دعوی کرتی ہی کہ یہ میرا بیٹا اس میرے شوہر سے ہی اور شوہر اس سے منکر ہی پس یہ سب دعوے صحیح ہین اور جاننا چاہیے کہ پدری یا مادری کا دعوی صحیح ہی خواہ اس دعوے کے ساتھ مال ہو یا نہو اور اسکی یہ صورت ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد پر دعوی کیا کہ مین اس مرد کا باپ ہون یا دعوے کرے کہ مین اس مرد کا بیٹا ہون اور یہ مرد اس سے منکر ہو پس دعوی صحیح ہی حتے کہ اگر مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکے دعوی کی سماعت کریگا اور اُسکے گواہون پر مدعا علیہ پر حکم کردیگا - اور اسی طرح مادری کا دعوے بھی بدون دعوی مال کے صحیح ہی حتے کہ اگر کسی عورت نے ایک مرد پر دعوے کیا کہ مین اسکی مان ہون اور گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکے گواہ قبول کریگا اور اُسکے گواہون پر حکم دیدیگا کہ یہ عورت اس مدعا علیہ کی مان ہی -

صورت محضر - جبکہ ایک عورت کے پاس لڑکا ہو اور وہ اپنے شوہر پر یہ دعوی کرتی ہو کہ یہ میرا بیٹا اس شوہر سے ہی - ہندہ حاضر ہوئی اور عمرو کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ یہ لڑکا جو ہندہ کی گود مین ہی اور اُسکی طرف اشارہ کیا بیٹا اس عمرو کا ہی کہ اسکے فراش پر درحالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا ہندہ جنی تھی پھر اسکے بعد اگر چاہے تو یہ بھی دعوی کرے

کہ اوراس عمرو پر اس طفل کا کھانا وکپڑا واجب ہو اور اگر چاہے یہ دعوی نکرے

صورت محضر - جبکہ مرد کے پاس صغیر بچہ ہو وہ دعوی کرے کہ یہ بچہ میرا بیٹا ہے اس عورت کے پیٹ سے ہو - عمرو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ہندہ کو حاضر لایا پھر عمرو نے اس ہندہ پر دعوی کیا کہ یہ طفل جو میرے پاس ہو اور اسکی طرف اشارہ کیا یہ مجھسے اس عورت کا بیٹا ہو رحالیکہ ہم دونوں مین نکاح تھا میرے فراش سے جنی ہو پھر اسکے بعد چاہے یہ بیان کرے کہ اس عورت پر واجب ہی کہ اسکو دودھ پلا دے اور چاہے ذکر نکرے -

صورت محضر - مرد بالغ کا ایک مرد پر دعوی کرنا کہ مین اسکا بیٹا ہون - زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ یہ زید اس عمرو کا بیٹا ہی اس زید کی مان فلانہ بنت فلان اسکو اس عمرو کے فراش سے در حالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا جنی ہی -

صورت محضر - ایک مرد نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ مدعی اسکا باپ ہی - اس عمرو حاضر شوندہ نے اس زید پر مبکو حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ یہ عمرو اس زید کا باپ ہو اور یہ زید اس عمرو کا بیٹا ہی عمرو کے فراش سے اسکی جورو فلانہ بنت فلان کے پیٹ سے در حالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا پیدا ہوا ہو آخر تک تحریر کرے - اور بھائی یا چچا یا سگا بھتیجا یا سگا پوتا ہونے کا دعوی صحیح نہین ہی الا اُس صورت مین کہ اس دعوی نسب کے ساتھ مال کا دعوی ہو مثلاً مدعی لنجا ہو اور وہ کسی شخص پر بھائی یا چچا ہونے کا دعوی کرے اور اپنے واسطے نفقہ کا مدعی ہو اور اسکی ایک دوسری صورت ہی کہ برادران مدعا علیہ کے واسطے متوفی کی طرف سے وصیت کا دعوی کرے - **صورت** یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ فلان میت نے اس عمرو کو وصی کر دیا تھا کہ بعد اسکی وفات کے اسکے کام کی درستی کرے اور اپنے ترکہ مین سے اسقدر اس شخص کے پاس چھوڑا اور میت مذکور نے حامد بن خالد سب بھائیون کے واسطے اسقدر مال کی وصیت کر دی تھی اور حامد بن خالد تین بھائی ہین شعیب وحامد و زید یہی مدعی پس اس عمرو پر واجب ہی اس مال وصیت مین سے زید کا حصہ اسکو دیدے اور وہ اسقدر مال ہو پھر مدعا علیہ سے جواب کا مطالبہ کرے پس مدعا علیہ مذکور وصیت میت کا اور اپنے وصی ہونے کا اقرار کرے اور زید کے شعیب وحامد کے بھائی ہونے سے انکار کرے - اور اسکی ایک دوسری صورت ہی کہ عورت دعوی کرے کہ شوہر نے مجھپر طلاق واقع ہونا اسپر معلق کیا تھا کہ اگر حامد کے بھائی سے خود کلام کرے حالانکہ شوہر مذکور نے زید سے کلام کیا ہی یہ وصیت مین ہی

محضر - دعوی ولا رعتاقہ - زید مر گیا پھر عمرو آیا اور دعوی کیا کہ یہ میت میرے والد خالد کا آزاد کیا ہوا ہی کہ اسکو میرے والد نے اپنی صحت وحیات مین آزاد کیا ہو اور اس میت کی میراث مجھے چاہیے ہو اسواسطے کہ مین اسکے آزاد کرنے والے کا بیٹا ہون میرے سوائے اُسکا کوئی اور وارث نہین ہی - پس ہمارے بعضے مشائخ نے اس دعوے کے فاسد ہونے کا فتوی دیا ہی اور بعض نے اسکی صحت کا فتوی دیا ہو اور صحیح یہ ہی کہ یہ دعوی فاسد ہی اسواسطے کہ مدعی نے اپنے دعوی مین یہ بیان نہین کیا کہ اُسکا باپ آزاد کرنے کے روز اُسکا مالک تھا اور غیر مالک کا آزاد کرنا باطل ہوتا ہی - اسی واسطے اگر کسی شخص نے ایک غلام پر اپنے مملوک ہونے کا دعوی کیا - اور غلام نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص نے اسکو آزاد کر دیا ہی تو مدعی ملک کے واسطے حکم دیا جائیگا اور اگر غلام کے گواہون نے کہا کہ فلان نے اسکو آزاد کیا در حالیکہ اسکا مالک تھا تو غلام کے گواہ مقبول ہونگے اور یہ مسئلہ دعوی الاصل مین مذکور ہی

محضر - دعوی وفیہ - اسکی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ غلام کی نسبت دعوے کیا کہ مین نے اسکو خالد بن بکر

سے تاریخ فلان سنہ فلان مین خریدا ہی اور قابض نے اس سے انکار کیا پھر زید نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے پس اُسکے موافق حکم ہونا لازم آیا پس عمرو نے زید کے دعوی کے دفعیہ مین یہ دعوی کیا کہ تو جسکی طرف سے ملک حاصل ہونے کا تو دعوی کرتا ہی یعنے خالد بن بکر اُسنے تیرے خرید کی تاریخ سے یا تیری خرید سے ایک سال پہلے بطوع خود یہ اقرار کیا ہی کہ یہ غلام میرے بھائی شعیب بن بکر کی ملک وحق ہی اور شعیب ابن بکر نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی ہی اور مین نے یہ غلام اُسی مقر لہ شعیب بن بکر سے خریدا ہی پس اس سبب سے تیرا دعوی مجھپر باطل ہی پس سب مُفتیون نے بالاتفاق جواب لکھا کہ یہ دفعیہ صحیح ہی پھر اسکے بعد استفتا کیا گیا کہ آیا زید کو یہ اختیار ہی کہ مدعی دفعیہ سنیے عمرو سے اس اقرار کا بیان وقت طلب کرے کہ کہان ہوا تھا اور کس مہینہ مین ہوا تھا پس قاضی اُسکو اسکے بیان کی تکلیف دیگا تو بھی جواب سب مفتیون کے متفق ہوے کہ قاضی اُسکو ایسی تکلیف نہ دیگا اسواسطے کہ اُسنے ایک بار جسقدر ضرورت تھی بیان کر دیا کہ تیری خرید کی تاریخ سے پہلے اقرار کیا ہی یہ فصول اشتروشنی مین ہی

محضر - در اثبات عصوبت - **قال المترجم** فقط عصبہ شرع مین وہ وارث ہی جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہی بعد اُن لوگون کے جنکا حصہ مفروض ہی جو باقی رہتا ہی وہ سب لے لیتا ہی اور اگر تنہا ہوتا ہی تو سب لے لیتا ہی اب بیان کتاب سُننا چاہیے

قال مجلس قضا کردہ بخارا مین فلان قاضی کے سامنے ایک شخص آیا اور بیان کیا کہ اُسکا نام احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمرو ہی اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا جسنے بیان کیا کہ اُسکا نام ابو بکر بن محمد بن عمرو ہی پھر اس احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمر نے اُس ابو بکر بن محمد بن عمرو پر دعوی کیا کہ سعد بن احمد بن عبد اللہ بن عمر نے وفات پائی اور جو وارث چھوڑے ہین وہ یہ ہین ایک اُسکی جورو سارۃ بنت فلان بن فلان ہی اور ایک دختر مسماۃ سُعادہ بنت سعد ہی اور ایک اُسکے چچا کا بیٹا یہی مدعی ہی کیونکہ یہ عمرو کا بیٹا ہی اور سعد متوفی احمد کا بیٹا ہی اور احمد اس متوفی کا باپ اور عمرو اس مدعی کا باپ دونون ایک باپ کی اولاد سگے بھائی ہین کہ دونون کا باپ عبد اللہ بن عمرو ہی اور متوفی مذکور نے ترکہ مین اس ابو بکر بن محمد بن عمرو کے پاس بارہ دینار نیشاپوری چھوڑے ہین اور اُسکی موت سے یہ مال ان وارثون کے واسطے بفرائض اللہ تعالی میراث ہو گیا چنانچہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور دختر کے واسطے نصف اور باقی اس چچازاد بھائی کے واسطے ہوا اور اس ابو بکر بن محمد بن عمرو کو اسکا علم ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس مدعی کو اُسکا حصہ اسمین سے جو چوبیس سہام مین سے نو سہام ہوتے ہین دیدے پھر اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور اپنے دعوے کا جواب مانگا پس مدعا علیہ نے فارسی مین جواب دیا (کہ مرا از میراث خواری کی این مدعی علم نیست) پھر اس مدعی نے چند نفر حاضر کیے اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے درخواست کی کہ اُنکی گواہی کی سماعت کرون پس مین نے اُسکی درخواست منظور کر کے اُنکی طرف توجہ کی اور وہ فلان وفلان وفلان ہین پس ان لوگون نے گواہی دی

بجل - این دعوی - فلان قاضی کہتا ہی برابر لکھتا جاوے جسطرح پہلے بیان کیا گیا ہی یہان تک کہ گواہون کی گواہی کا بیان آوے پس لکھے کہ پھر اس مدعی کے دعوی وانکار اس مدعا علیہ و درخواست اس مدعی کے بعد ان گواہون نے میرے پاس گواہی دی کہ جو متفق الالفاظ والمعانی ایک نسخہ سے تھی جو اُنکو پڑھ سُنایا گیا تھا اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہی کہ گواہی میدہم کہ این سعد بن احمد بن عمرو بن عبد اللہ بمرد وازدے میراث خوار ماندزن دے سارہ بنت فلان بن فلان ودخترے سعادہ وابن عم این مدعی احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمر پسر عم دے ازروے پدر بدانکہ ابن احمد اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا - پسر عمرو بود وآن سعد متوفی پسر احمد بود وعمرو پدر این مدعی یا احمد پدر این متوفی

برادران پدری بودند پدر ایشان عبد اللہ بن عمر بخریشان ہر سہ میراث خوار دیگر نمیدانیم۔ پس گواہی دہند بآنچہ گواہی میدہند تا آخر کار چنانچہ ہوا دا کی سجل کو برابر تا حکم لکھتا جاوے جسطرح معلوم ہی یہان تک کہ اس قول تک پہونچے کہ پھر مجھسے اس مدعی احمد بن عمرو بن عبد اللہ نے اسکے موافق جو میرے نزدیک ثابت ہوا ہی حکم اور اسکی تحریر سجل معہ گواہی کرا دینے کے اپنی حجت ہونے کے واسطے مانگا پس مین نے اسکی درخواست منظور کی اور اللہ تعالی سے استخارہ کیا یعنے توفیق خیر مانگی یہان تک کہ اس لکھنے تک پہونچے کہ مین نے اس مدعی احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمر کے واسطے اس مدعا علیہ ابو بکر بن محمد بن عمرو پر درحالیکہ دونون متخاصمین میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین حاضر تھے روبرو حکم دیا کہ میرے نزدیک بگواہی ان گواہان عادل کے یہ ثابت ہوا کہ سعد بن احمد بن عبد اللہ بن عمر نے وفات پائی اور ثابت ہوا کہ اُسنے وارثون مین سے باپ کی طرف سے چچازاد بھائی یہ مدعی اور اپنی جورو سارہ بنت فلان اور اپنی دختر مسماۃ سعادہ چھوڑی ہی ایسا حکم دیا کہ وہ مبرم کردیا اور ایسی قضا کہ وہ نافذ کردی پھر آخر تک بدستور معلوم سجل کو ختم کرے۔ اور اگر مدعی میت کے چچازاد بھائی کا بیٹا ہو تو صورت محضر یہ ہی کہ محمود بن ظاہر بن احمد بن عبد اللہ بن عمرو بن علی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک شخص کو حاضر لایا اُسنے بیان کیا کہ اُسکا نام حسن بن علی بن عبد اللہ بن عمرو ہی پھر اس حاضر ہونے والے نے اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہی یہ دعوے کیا کہ عمرو بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو نے وفات پائی اور وارثون مین ایک اپنے چچازاد بھائی کا بیٹا یہی مدعی چھوڑا جو بسبب ظاہر بن احمد ہی اور عمرو متوفی ابن محمد ہی۔ اور محمد والد متوفی ہذا اور احمد اس مدعی کا دادا دونون ایک باپ کے بیٹے دونون بھائی ہین کہ دونون کا باپ عبد اللہ بن عمر ہی اور اس متوفی کا سوائے اسکے جو حاضر ہوا ہی کوئی وارث نہین ہی اور یہ شخص جسکو حاضر کیا ہی اسکے پاس اس متوفی کے ترکہ مین اسقدر دینار نیشاپوری ہین اور یہ دینار ہائے مذکورہ اُسکی موت سے اس حاضر ہونے والے کے واسطے میراث ہوگئے اور یہ شخص جسکو حاضر لایا ہی اسکو یہ حال معلوم ہی پس اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہی واجب ہی کہ یہ سب دینار اس مدعی کو ادا کردے پھر اس مدعا علیہ سے اسکا مطالبہ کیا اور اپنے دعوے کا جواب مانگا پس اُسنے فارسی مین جواب دیا (کہ مرا نمیرسد خوارگی این مدعی علم نیست) یعنے مجھے اس مدعی کی میراث خوارگی کا علم نہین ہی پھر مدعی چند نفر لایا اور بیان کیا کہ میرے گواہ ہین آخر تک بدستور معلوم لکھے

سجل اس دعوی کا۔ بطریق مذکورہ بالا کے ہی۔ اور اگر مدعی اُسکے چچازاد بھائی کے پسر کا پسر ہو تو اُسکے محضر کی صورت یہ ہی کہ محمد بن محمود بن ظاہر بن احمد بن عبد اللہ بن عمرو بن علی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا جسنے بیان کیا کہ اُسکا نام حسن بن علی بن عبد اللہ ہی پس اس حاضر ہونے والے نے اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ عمرو بن عبد اللہ بن عمر بن علی نے وفات پائی اور وارثون مین فقط اپنے پدری چچازاد بھائی کے پسر کا پسر چھوڑا ہی وہ یہی ہی جو حاضر ہوا ہی۔ اسواسطے کہ یہ حاضر ہونے والا پسر محمود بن ظاہر ہی اور ظاہر اس مدعی کا دادا پسر احمد ہی اور عمرو متوفی اور احمد اس مدعی کے دادا کا باپ دونون ایک باپ کے بیٹے بھائی ہین کہ دونون کا باپ عبد اللہ بن عمر بن علی ہی اور متوفی مذکور کا کوئی وارث سوائے اس حاضر ہونے والے کے نہین ہی اور اس متوفی مذکور نے مال نقدی مین اسقدر دینار نیشاپوری اس شخص کے پاس جسکو حاضر لایا ہی چھوڑے ہین اور یہ دینار اُسکی موت سے اس حاضر ہونے والے کے واسطے میراث ہوگئے اور اس شخص کو جسکو حاضر لایا ہی اسکا علم ہی پس اسپر واجب ہی آخر تک بدستور سابق لکھے

سجل - اس دعوی کا بھی بطریق سجل مذکورہ بالا ہی - اور اگر مدعا علیہ نے اس صورت مین دعوی مدعی کے دفعیہ مین یہ دعوی کیا کہ اس مدعی نے پہلے اقرار کیا ہی کہ وہ ذوی الارحام مین سے ہی تو یہ دعوی مدعی کے دعوی عصوبت کا دفعیہ ہوگا اسواسطے کہ تناقض لازم آتا ہی

محضر - دعوی حریۃ الاصل - یعنی مدعی اصلی حر ہی اور اصلی حر اُسکو کہتے ہین جسمین کسی وقت رقیت ثابت نہین ہوئی ہی مجلس قضاء شرفہ اللہ تعالی واقع کورہ بخارا مین قاضی فلان کے سامنے ایک مرد حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اُسکا نام زید بن عمرو مخزومی ہی وہ شخص نوجوان ہی اسکا تمام حلیہ ذکر کردے - اور اپنے ساتھ ایک مرد کو لایا جسنے بیان کیا کہ میرا نام بکر بن خالد ہی پس اس زید بن عمرو نے اس بکر بن خالد پر دعوی کیا کہ یہ زید بن عمرو حر الاصل ہی اور اُسکا نطفہ حالت حریت مین قرار پایا ہی کیونکہ یہ زید جو حاضر ہوا ہی عمرو مخزومی کا بیٹا ہی اور عمرو مخزومی حر الاصل تھا اور اُسکی مان ہندہ بنت شعیب ہی وہ بھی اصلی حرہ تھی اور یہ زید اپنے والدین کے فراش سے جو دونون حرین متولد ہوا ہی اسپر یا اسکے ہر دو والدین پر کبھی رقیت اسدم تک طاری نہین ہوئی ہی اور یہ بکر بن خالد اس زید مذکور سے ناحق استرقاق و استیعاد جانتا ہی باوجودیکہ یہ اس امر کو دیکھ آگاہ ہی پس اس بکر بن خالد پر واجب ہی کہ اس خواہش سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے پھر اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب دعوی طلب کیا پس اُسنے فارسی مین جواب دیا کہ این حاضر آمدہ ملک من ست و رقیق من ست مر اورا آزادی دے علم نیست - پھر اس زید بن عمرو نے چند نفر کو حاضر کیا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے اُنکے گواہی کی سماعت کی درخواست کی اور وہ فلان و فلان و فلان ہین پس مین نے اُنکی درخواست کو منظور کرکے گواہون سے گواہی چاہی پس اُنھون نے شہادت صحیحہ متفقۃ اللفظ والمعنی ایک نسخہ سے جو اُنکو پڑھ سنایا گیا ادا کی اور اس نسخہ کا مضمون یہ ہی پس آخر تک بدستور لکھے

سجل - این دعوی - اس سجل کی پیشانی موافق اپنی رسم کے لکھکر عبارت دعوی نسخہ محضر سے بتمامہ نقل کرے اور اسامی گواہان و الفاظ شہادت لکھے اور بعد تحریر عبارت استحضارہ لکھے کہ مین نے اس زید بن عمرو کے واسطے اس بکر بن خالد پر حکم دیا کہ یہ زید بن عمرو خود معہ والدین کے حر الاصل ہی اسپر و اُسکے والدین پر رقیت طاری نہین ہوئی اور اس بکر بن خالد کو حکم دیا کہ اُس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور اُس سے احکام رقیت کا مطالبہ کرنے سے باز رہے

محضر - قابض پر اُسکے اعتاق کرنے کی وجہ سے عتق کا دعوی کرنا - اس زید نے جو حاضر ہوا ہی اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ یہ زید اس عمرو کا مملوک و مرقوق تھا پھر اس عمرو نے اس زید کو اپنی صحت و ثبات عقل و بہمہ وجہ جواز تصرفات کی حالت مین بطوع خود خالصۃ لوجہ اللہ تعالی و طلب مرضاتہ بعتق صحیح جائز نافذ بغیر بدل آزاد کردیا اور یہ زید آج کے روز اس سبب سے آزاد ہی اور اس عمرو کو اسکا علم ہی پس یہ عمرو اس زید سے خدمت لینے کا مطالبہ کرنے اور اُسپر رقیت کا دعوی کرنے مین مبطل ہی محق نہین ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس زید سے ہاتھ کوتاہ کرے اور تعرض چھوڑ دے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا

سجل این دعوی - بطریق سابق تحریر کرنے کے بعد جب حکم لکھنے تک پہونچے تو بعد استحضارہ کے لکھے کہ مین نے بگواہی گواہان سمیان اس زید کے واسطے اس عمرو پر یہ حکم دیا کہ یہ زید آزاد اپنے نفس کا مالک ہی بسبب مذکور کسی کا مملوک تا بعد ار نہین ہی - اور سبب مذکور یہ ہی کہ اس عمرو نے اُسکو خود آزاد کردیا ہی اور یہ کہ اس عمرو کا اُسپر رقیت کا دعوے کرنا باطل ہی اور سجل کو ختم کردے

محضر - قابض پر اُسکے سوائے دوسرے کی طرف سے اعتاق کی وجہ سے آزادی کا دعوی کرنا - اس زید حاضر شوندہ نے

اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی یہ دعوی کیا کہ یہ زید مملوک و مرقوق خالد بن بکر کا اُسکے قبضہ و تصرف مین تھا اور خالد بن بکر نے بخوف عذاب الٰہی و طلب جنت و ثواب آخرت و رضاے الٰہی خالصۃً بوجہ اللہ تعالی اپنے خالص مال و ملک سے اس زید کو آزاد کر دیا اور اس اعتاق مذکور کی وجہ سے یہ زید آزاد ہو گیا اور اسی سبب سے آج کے روز وہ آزاد ہی اور یہ عمرو باوجود علم اس بات کے اس زید سے خدمت غلامانہ ازراہ ظلم و تعدی لیتا ہی پس اسپر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ کوتاہ کرے آخر تک بدستور لکھے

سجل - این دعوی - بطریق گذشتہ برابر لکھتا جاوے یہانتک کہ حکم تک پہونچے پس بعد استخارہ کے لکھے کہ مین نے اس زید کے واسطے اس عمرو پر یہ حکم دیا کہ یہ زید آزاد اپنے نفس کا مالک ہی بسبب مذکور کے کسی کا غلام نہین ہی اور بسبب مذکور یہ ہی کہ خالد بن بکر نے اُسکو اپنے خالص مال و ملک سے آزاد کر دیا ہی اور یہ کہ عمرو کا اُسپر رقیت کا دعوے کرنا باطل ہی اور وہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے آخر تک سب لکھے

محضر - در اثبات رقیت - زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک مرد کو لایا جسنے بیان کیا کہ اُسکا نام کلو ہندوستانی ہی اور یہ مرد نوجوان ہی اُسکا سب حلیہ بیان کر دے پھر لکھے کہ اس زید نے اس کلو پر دعوی کیا کہ یہ کلو اس زید کا (یعنے میرا) مملوک و مرقوق ہی بسبب اسکے کہ زید بسبب صحیح اُسکا مالک ہی اور یہ کلو احکام رقیت مین اُسکی تابعداری و فرمانبرداری سے باہر ہو گیا ہی پھر اس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب دعوی طلب کیا اور محضر تمام کر دے

سجل - این دعوی - بدستور سابق سب لکھکر بعد استخارہ کے لکھے کہ مین نے ان گواہان مسمیان کی گواہی کے ثبوت سے اس زید کے واسطے اس کلو ہندوستانی پر یہ حکم دیا کہ یہ کلو ہندوستانی اس زید کا مملوک و مرقوق ہی اور یہ کہ یہ کلو احکام رقیت مین اس زید کی تابعداری و فرمانبرداری سے انکار کرنے مین مبطل ہی اور مین نے اس کلو مذکور کو حکم دیا کہ احکام رقیت مین اس زید کی تابعداری و فرمانبرداری کرے پھر سجل کو تمام کر دے اور واضح رہے کہ رقیت کا حکم دینے اور اسکا سجل لکھدینے مین ضرور نہیں کہ مدعا علیہ اپنے واسطے حریت ثابت کرنے سے عاجز ہو جاوے اور قبل اسکے رقیت کا حکم نہ دے اور نہ سجل تحریر کرے یہ ذخیرہ مین ہی

محضر - در دفع این دعوی - اس دعوی کے دفعیہ کے بہت طریقہ ہو سکتے ہین ایک یہ کہ مدعا علیہ اپنے واسطے حریۃ الاصل کا دعوے کرے اور اُسکے تحریر کی صورت یہ ہو کہ کلو حاضر ہوا اور زید کو ساتھ حاضر لایا اور زید کے دعوی کے دفعیہ مین جو زید نے اُسپر کیا ہی۔ دعوی کیا اور زید نے اُسپر یہ دعوی کیا تھا کہ یہ کلو اُسکا مملوک و مرقوق ہی اُسکی اطاعت سے خارج ہو گیا ہی اور فرمانبرداری کا مطالبہ کیا تھا پس اس کلو نے اُسکے دعوی کے دفعیہ مین زید نے اُسپر کیا ہی یہ دعوی کیا کہ کلو حر الاصل ہی اور اُسکا نطفہ حالت حریت مین قرار پایا ہی کیونکہ اُسکا باپ منصور ولد خیر و ہی اور اُسکی مان جمیلہ دختر امامی ولد مولا بخش ہی اور یہ دونون مادر و پدر اُسکے اصلی آزاد ہین اور یہ کلو ان دونون والدین آزاد کے فراش سے متولد ہوا ہی اُسپر بلا اسکے والدین ان دونون پر کبھی رقیت طاری نہین ہوئی اور اس زید کو اسکا علم ہے پس وہ باوجود ایسا حال ہونے کے جو بیان کیا گیا ہی کلو سے تابعداری غلامانہ چاہنے اور اُسپر رقیت کا دعوی کرنے مین مبطل ہی محق نہین ہی پس اُسپر واجب ہی کہ اس سے باز رہے پھر اسکا مطالبہ کیا اور دفعہ است کی پس زید سے دریافت کیا گیا پھر محضر کو تمام کر دے

سجل - این دفعیہ - اول سے بدستور سابق لکھے یہان تک کہ جب حکم تک پہونچے تو لکھے کہ مین نے اس کلو کے واسطے اس زید پر وہ سب جو میرے نزدیک اس زید کے اس کلو پر دعوی رقیت کے دفعیہ مین کلو کے دعوی سے ثابت ہوا حکم دیا کہ یہ کلو حر الاصل ہی اور اس زید کا اُسپر رقیت کا دعوی باطل ہی اور یہ ثبوت بگواہی ان گواہان مسمیان کے بعد انکہ اُنکی عدالت بتعدیل معدلین این نواح ظاہر ہو گئی ہی ہوا اور مین نے یہ حکم ان دونون محکوم لہ و محکوم علیہ کے حضور مین دونون کے روبرو اپنی مجلس قضا و حکم

واقع بخارا مین دیا اور اس سب کی صحت کا حکم قضا نافذ کیا اور اس زید کا ہاتھ اس کلو سے جسکے واسطے حریت کا حکم دیا ہی کوتاہ کر دیا اور کلو مذکور سے اُسکی فرمانبرداری اُٹھانا دور کیا۔ اور اس محکوم علیہ زید کو اختیار دیدیا کہ اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لے (بشرطیکہ زید نے اُسکو کسی بائع سے خرید کر بروز عقد اُسکے بائع کو اُسکا ثمن نقد ادا کر دیا ہو) پھر سجل کو تمام کر دے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ جہان حریت ثابت کرنے کی ضرورت پیش آوے تو واجب ہی کہ اُسکا اثبات بطریق دفعیہ ہو یا ین طور کہ قابض اُسپر مملوک و مرقوق ہونے کا دعوی کرے اور گواہ قائم کرے پھر مملوک بطریق دفع اپنی حریت ثابت کرے۔ وجہ دوم یہ کہ مدعا علیہ اسی رقیت کے مدعی کی طرف آزاد کرنے کا دعوی کرے۔ صورت تحریر یہ ہی کہ کلو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ زید کو حاضر لایا اس کلو نے اس زید کے دعوے کے دفعیہ مین جو زید نے اُسپر کیا ہی یہ دعوی کیا کہ یہ کلو آزاد ہی اسواسطے کہ یہ کلو اس زید کا مملوک و مرقوق تھا اور اس زید نے سب طرح اپنے جواز تصرفات کی حالت مین باعتاق صحیح جائز نافذ اُسکو آزاد کر دیا اور یہ کلو بوجہ اس اعتاق کے آزاد ہو گیا اور یہ زید احکام رقیت مین اُسکی اطاعت و انقیاد کا مطالبہ کرنے مین مبطل ہی اور محضر کو تمام کرے

سجل - اس محضر کا سجل بھی بطریق سجل محضر اول کے ہی لیکن حکم مین اس صورت مین یون لکھے کہ مین نے اس ثبوت کا حکم دیا کہ یہ کلو بسبب مذکور سے آزاد اپنے نفس کا مالک ہی اور بسبب مذکور یہ ہی کہ اس زید نے اُسکو آزاد کیا ہی اور یہ کہ کلو بسبب اس اعتاق کے تمام آزادون کے ساتھ ملحق ہو گیا اور یہ کہ یہ کلو بروز اعتاق مذکور اس زید کا مملوک تھا اور سجل کو تمام کر دے

وجہ سوم آنکہ جسپر مدعی نے رقیت کا دعوی کیا ہی وہ غیر مدعی کی طرف سے اپنے آزاد کرنے کا دعوے کرے۔ اُسکی صورت تحریر یہ ہی کہ کلو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس کلو نے اس زید پر اُس دعوی کے دفعیہ مین جو زید نے کلو پر کیا ہی یہ دعوے کیا کہ یہ کلو پہلے عمرو بن بکر مخزومی کا غلام و مملوک تھا اور اُسنے اللہ تعالے کے عذاب سخت و عقاب شدید سے بچنے اور اُسکی رضامندی و ثواب حاصل کرنے کی غرض سے اس کلو کو خالصۃً لوجہ اللہ تعالی اپنے خاص مال و ملک سے سفت بدون بدل کے اپنی صحت و ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین آزاد کیا اور آج یہ کلو اس اعتاق مذکور کے سبب آزاد ہوا الخ

سجل - اس محضر کا مثل مذکورہ بالا کے ہی لیکن قاضی اسمین حکم کا مقام یون لکھیگا کہ مین نے اس کلو کی حریت کا حکم اس سبب سے جو اسمین مذکور ہی دیا اور وہ یہ ہی کہ خالد بن بکر مخزومی نے اسکو آزاد کیا ہی اور یہ حکم دیا کہ یہ کلو اُس خالد بن بکر مخزومی کا بروز اعتاق مملوک تھا یہ محیط مین لکھا ہی

محضر - اثبات تدبیر و استیلاد - اگر تدبیر و استیلاد کے ثابت کرنے کی ضرورت ہو اور مولے پر اُسکا ثابت کرنا ممکن نہو سکے اسواسطے کہ فی الحال اُسکا کوئی حق مولے پر ثابت نہین ہوتا ہی پس اُسکے اثبات کا طریقہ یہ ہی کہ مولی اُسکو کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دے پھر اسپر مدبر یا ام ولد اسطرح دعوی کرے کہ اس کلو حاضر ہونے والے نے اس زید پر دعوی کیا کہ یہ کلو حاضر شونده عمرو بن خالد کا غلام مملوک تھا پھر اُسنے اسکو بدون طمع حطام دنیاوی کے بغرض تحصیل رضائے الٰہی خالصۃً لوجہ اللہ تعالی اپنے خالص مال و ملک سے تبدبیر صحیح مدبر کیا کہ بعد وفات اُسکے کے آزاد ہی اور آج کے روز یہ کلو اُسکا مدبر ہی۔ اور اگر ام ولد مدعیہ ہو تو لکھے کہ فلانہ ام ولد نے دعوی کیا کہ وہ خالد بن عمرو کی ام ولد ہی اُسکی ملک مین اُسکے فراش سے بچہ جنی ہی اور آج کے روز وہ اُسکی ام ولد ہی۔ اور یہ شخص زید اُس سے ناحق استرقاق و استیلاد چاہتا ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا یہ ظہیریہ مین ہی۔

محضر - دعوی تدبیر - ایک شخص نے اپنے غلام کو تبدبیر مطلق مدبر کر دیا اور بعد مدبر کرنے کے مر گیا اور وارث چھوڑے

اور وارثون نے مدبر کرنے کے حال سے واقف ہونے سے انکار کیا اور مدبر کو گواہون سے اسکے اثبات کی ضرورت ہوئی اور تحریر محضر کی حاجت پیش آئی تو لکھے کہ اس کلو نے جو حاضر ہوا ہی اس زید پر جسکو ساتھ حاضر لایا ہی دعوی کیا کہ یہ کلو اس زید کے والد عمرو بن خالد کا غلام مملوک تھا اُسنے اپنی زندگی وسب طرح جواز تصرفات کی حالت مین بطوع و رغبت خود بتدبیر مطلق مدبر کر دیا اور عمرو بن خالد اس اس زید کا والد مر گیا پس یہ کلو مدبر آزاد ہو گیا اور یہ زید اس حالت سے واقف ہی پس اس زید پر واجب ہی کہ اس کلو حاضر آئندہ سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے الی آخرہ (تحریر محضر پر تفصیل دیکھو ۱۲ منہ)

سجل - این محضر - ابتدا سے بدستور لکھتا جاوے اور بیان حکم کے وقت لکھے کہ مین نے ان گواہان سمیان عادلان کی گواہی سے اس کلو کے واسطے اس زید پر تمام اُس بات کا جو میرے نزدیک ثابت ہوئی ہی حکم دیا کہ اس کلو کو اس زید کے والد عمرو بن خالد نے درحالیکہ یہ کلو اُسکا مملوک و مرقوق تھا اپنے خالص مال و ملک سے بتدبیر مطلق صحیح بلا قید مدبر کیا ہی اور یہ کہ یہ کلو بسبب موت عمرو بن خالد کے آزاد ہو گیا اور یہ کہ اس زید کے والد عمرو بن خالد نے ترکہ کا مال اس زید کے پاس اسقدر چھوڑا ہی کہ جسکی تہائی سے یہ کلو برآمد ہوتا ہی اور یہ کہ یہ کلو آج کے روز آزاد ہی زید کو اُسپر بسبب رقیت کے کوئی استحقاق نہین ہی سوائے سبیل ولاء کے اور یہ حکم مین نے ہر دو متخاصمین کی حاضری مین دونون کے روبرو بطور مبرم دیا اور حکم قضا نافذ کر دیا یہ ذخیرہ مین ہی۔

سجل - اثبات حق بر غائب - قاضی فلان کہتا ہی کہ میرے سامنے میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین ایک شخص زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ میرے اس شخص پر اسقدر دینار دین لازم وحق واجب بسبب صحیح ہین (اور دینار ہاے مذکورہ کی نوع وصفت بیان کردے) پس اسپر واجب ہی کہ اس عہدہ سے خارج ہو پس اس سے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے انکار کیا کہ مجھپر اسکا کچھ نہین ہی پھر مدعی مذکور دو مرد حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور وہ فلان و فلان ہین اور مدعی و ہر دو گواہ نے بیان کیا کہ یہ دونون گواہ خالد بن بکر کے آزاد کردہ ہین جسنے ان دونون کو اپنے مملوک ہونے کی حالت مین آزاد کیا ہی اور مدعی نے مجھسے اُنکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پھر ان گواہون نے بعد دعوی مدعی و انکار مدعا علیہ و استشہاد مدعی کے ایک نے بعد دوسرے کے گواہی صحیحہ متفقۃ اللفظ والمعنی موافق دعوی مدعی کے ایک نسخہ سے جو دونون کو پڑھ سنایا گیا ہی ادا کی اور یہ مضمون اس نسخہ کا تھا (پس مضمون نسخہ ہذا بیان کردے) پھر جب دونون نے گواہی کو جیسا چاہیے ادا کیا تو مدعا علیہ نے اس گواہی کے دفعیہ مین بیان کیا کہ یہ دونون گواہ مملوک خالد بن بکر کے ہین جسکی نسبت مدعی اور ہر دو گواہ زعم کرتے ہین کہ اُسنے انکو آزاد کر دیا ہی حالانکہ یہ سب جھوٹے ہین اُسنے ان دونون کو آزاد نہین کیا ہی پس مین نے یہ دفعیہ اس مدعی پر پیش کیا پس اُسنے کہا کہ یہ دونون آزاد ہین ان دونون کے مولی نے درحالیکہ یہ دونون اُسکے مملوک تھے باعتاق صحیح آزاد کر دیا ہی اور میرے پاس اسکے گواہ ہین پس مین نے اُسکو تکلیف دی کہ اپنے صحت دعوی کے واسطے گواہ قائم کرے پس وہ چند نفر کو لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے اس دعوی کے موافق گواہ ہین اور مجھسے اُنکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس مین نے اُنکی گواہی کی سماعت کی اور میرے نزدیک اُنکی گواہی سے ہر دو شاہدین کی حریت ثابت ہو گئی کہ باعتاق خالد بن بکر یہ دونون آزاد اور اہل شہادت ہین پس مدعی ہذا لے مجھسے ان دونون گواہون کی حریت کا اور دونون کے اہل شہادت ہونے کا اور بگواہی ان دونون گواہون کے اپنے واسطے مال مدعی بہ کا حکم قضا طلب کیا پس مین نے اُسکی درخواست کو منظور کیا اور حکم کیا کہ یہ دونون گواہ باعتاق خالد بن بکر کے درحالیکہ دونون اُسکے مملوک تھے باعتاق صحیح آزاد ہین اور

یہ کہ یہ دونوں اہل شہادت ہین اور اس مدعی کے واسطے اس مدعلیہ پر بگواہی ان دونون گواہون کے مال مدعی بہ کا حکم دیدیا ایسا حکم کہ مبرم ہو اور ایسی قضا کہ نافذ کردی ہو اور سجل کو تمام کردے پس جب قاضی نے اسطرح حکم دیا تو مولی کے حق مین بھی ان دونون کا اعتاق ثابت ہوجائیگا حتے کہ اگر اُسنے حاضر ہوکر اس سے انکار کیا تو اُسکے انکار پر التفات نکیا جائیگا اور غلام کو اُسکے انکار سے دوبارہ بمقابلہ مولی کے گواہون کے قائم کرنے کی حاجت نہوگی اسواسطے کہ مشہود لہ یعنے مدعی نے مشہود علیہ یعنے مدعا علیہ پر آزادی گواہان مذکور کا دعوی کیا ہو اور اُسکی طرف سے یہ دعوی صحیح ہو کیونکہ وہ مشہود علیہ پر اپنا حق بدون اسکے ثابت نہین کرسکتا ہو۔ اور مشہود علیہ نے اس سے انکار کیا اور اُسکا انکار بھی صحیح ہو اسواسطے کہ وہ اس گواہی کو بدون انکار حریت گواہان کے دفع نہین کرسکتا ہو۔ اور اصل یہ ہو کہ جو شخص کسی حاضر پر ایسے حق کا دعوی کرے جسکا اثبات بدون اسکے ممکن نہو کہ وہ اُسکا سبب کسی غائب پر ثابت کرے تو ایسی صورت مین جو حاضر ہو وہ غائب کی طرف سے خصم ہوجاتا ہو۔ پس بنا بر اس اصل کے مشہود علیہ پر گواہ قائم کرنا مثل مولاے غائب پر گواہ قائم کرنے کے ہو یہ محیط مین ہو

محضر۔ در اثبات حد القذف۔ زید حاضر ہوا اور عمر کو حاضر لایا اور دعوی کیا کہ اس زید کو اس عمرو نے قذف کیا ایسا قذف جو موجب حد ہو پس اس عمرو پر اسّی کوڑے حد قذف کے واجب ہین الی آخرہ۔ اور اگر یہ کہا ہو کہ اس نے مجھکو فلان کہا ہو جو موجب تعزیر ہو تو لکھے کہ اس عمرو نے اس زید کو شتم کیا اور ایسے شتم کو جو موجب تعزیر ہو معین کرے پس کہا کہ اسنے مجھکو ایسے ایسے بھدے لکھے کہ پس شرع مین اسکی تنبیہ کے واسطے کہ آیندہ ایسا نکرے اسپر تعزیر واجب ہوئی پس اس سے مطالبہ کیا وجواب نکا۔

محضر۔ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ تو نے میرے درمون مین سے اسقدر درم جو اس دار مین فلان مقام پر رکھے تھے چرائے ہین اور عمرو اس دار کے رہنے والون مین سے ہو اور اس مدعا علیہ نے اس مدعی سے کہا تھا کہ اگر تو قسم کھالے کہ مین نے تیرے درمون مین سے اسقدر درم جسکا تو دعوی کرتا ہو چرائے ہین تو مین تجھے اسقدر درم دیدونگا پس مدعی نے اپنے دعوی پر قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اُسکو اسکے نصف دیکر اور باقی کے واسطے ایک دستاویز لکھدی۔ پھر مدعا علیہ نے اپنے اسقدر درم جو دیے ہین واپس لینے چاہے تو اسکا کیا حکم ہو تو شیخ نجم الدین نسفی رح نے جواب مین تحریر فرمایا کہ اگر مدعا علیہ نے نصف مقدار دیدی اور باقی نصف دینے کا بطور صلح کے دعوی مدعی سے اپنے اوپر التزام کرلیا اور یہ اقرار کیا کہ مین نے درم چرائے ہین تو اُسپر باقی کا دینا لازم ہوگا اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ نصف مقدار جو دی ہو اُسکو واپس کرلے اور اگر اُسنے بنا بر قسم مدعی دو فاے قول خود کے نصف مقدار دیکر باقی کے واسطے ایک دستاویز تحریر کردی ہو تو اُسپر کچھ لازم نہوگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ دیا ہوا واپس کرلے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہو کہ دونون صورتون مین واپس کرلے اسواسطے کہ مدعی اپنی قسم سے مدعا علیہ پر کسی چیز کا مستحق نہین ہوتا ہی چنانچہ امام محمد رح نے کتاب الصلح مین صریح فرمایا کہ اگر مدعی نے مدعا علیہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ اگر مدعی اپنے دعوی پر قسم کھاجاوے تو مدعا علیہ مدعی کے واسطے اس مال کا جسکا دعوی کرتا ہو ضامن ہوگا تو صلح باطل ہو۔

محضر۔ ایک نانوائی نے ایک شخص کو اپنی دوکان پر اس غرض سے بٹھلایا کہ میری روٹیان میرے واسطے لوگون کے ہاتھ فروخت کرے اور اُس سے دام وصول کرے اور ایسے شخص کو صاحب دوکان کہتے ہین پھر اسپر دعوی کیا اور صورت دعوی یہ ہو کہ نانوائی نے مقدار دعاوم مال کا دعوی کیا اور کہا کہ تو نے روٹی کے دامون مین سے میرا مال اسقدر چرایا ہو اور اُسپر دعوی کیا کہ تو نے کہا ہو کہ مین نے لوگون سے ہر روز بانچ درم اسطرح لیے کہ انکی روٹیون مین سے اُنکو کم دین مگر تیری روٹیون کے دام مین سے کچھ نہین لیا ہو اور صاحب دوکان اس سب سے انکار کرتا ہو اور آخر محضر مین تحریر کیا ہو کہ اس شخص پر جسکو ساتھ حاضر لایا ہو

واجب ہو کہ یہ دراہم مجلس قضا مین حاضر لاوے تاکہ مدعی اُنکے واسطے گواہ قائم کرسکے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ ناتوانی کی طرف سے یہ دعوی صاحب دکان پر متوجہ نہین ہوسکتا ہی یعنی نامسموع ہی۔ خلاصہ مافی الباب یہ ہی کہ وہ یہ چاہتا ہی کہ صاحب دکان کا یہ دراہم اسطرح لینے کا اقرار جسطرح اُسنے دعوی مین بیان کیا ہی ثابت کرے لیکن اگر یہ ثابت بھی ہو تو ناتوانی کو کچھ فائدہ نہین ہی بلکہ حق خصومت اسمین اُن لوگون کو حاصل ہی جنکے دام تھے کیونکہ جب اُسنے اُن لوگون سے دام لیے اور اُسقدر روپیہ اُنکو دین تو اُسپر واجب ہوا کہ یہ درم اُنھین کو واپس کرے اور واپس لینے کا استحقاق اُنھین لوگون کو ہوا اس ناتوانی کو اسواسطے کہ یہ اُنکی طرف سے خصم نہین ہی اور اگر ناتوانی نے اُسپر یہ دعوی کیا کہ تونے اقرار کیا ہی کہ مین نے ہر روز پانچ درم تیرے مال سے لیے ہین اور مشتری کو روٹیان کم کم دی ہین تو بھی یہ دعوی صحیح نہین ہی اسواسطے کہ جب اُسنے مشتری کو روٹیان کم دین حالانکہ ثمن پورا لیا تو جو دراہم بمقابلہ نقصان کے ہوے ہین وہ ناتوانی کی ملک نہین ہین بلکہ مشتری کی ملک ہین پس ناتوانی کو اُنکے واپس لینے کا استحقاق نہوگا یہ ذخیرہ وفصول اشتروشنی مین ہی

محضر۔ دعوی شرکۃ العنان۔ اسکی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو کے ساتھ فلان تجارت مین شرکت عنان بدین شرط کی تھی کہ ہر ایک کا راس المال اسقدر ہی بدین شرط کہ دونون مال شرکت مین تصرف کرین اور ہر ایک اپنی اپنی راے سے تصرف کرے وبدین شرط کہ جو کچھ نفع حاصل ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہو اور جو کچھ نقصان وخسارہ پڑے وہ ہر ایک پر اُسکے راس المال کے حساب سے پڑے اور ہر ایک اپنا راس المال مجلس شرکت مین لایا اور دونون کو خلط کردیا حتے کہ دونون مال ایک ہوگئے اور دونون نے یہ مال شرکت اس عمرو کے پاس رکھا اور اُسنے اُسمین تصرف کیا اور اسقدر نفع حاصل کیا پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اس مدعی کے راس المال سے وحصہ نفع سے جو اسقدر ہی چھٹکارا کرے لینے مدعی کو سب دیدے۔ اور اگر اس شرکت کا شرکت نامہ ہو تو شرکت نامہ مین بھی اسی طرح سے لکھنا چاہیے پھر شرکت نامہ ہونے کی صورت مین لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر تمام اُن باتون کا جسکو شرکت نامہ متضمن ہی از بیان شرکت وراس المال بنفع مشروط وخلط ہر یکے راس مال خود بمال دیگر بنا بر اینکہ شرکت نامہ سے اول سے آخر تک اُسکی تحریر کی تاریخ سے ظاہر ہوا اور دونون نے تمام مال اس عمرو کے قبضہ مین رکھا اور اس عمرو نے اسقدر نفع حاصل کیا ہی پس اُسپر واجب ہی کہ اس زید کا راس المال واُسکا حصہ نفع اس زید کو دیدے اور اُسکا راس المال اسقدر اور نفع اسقدر ہی اور محضر کو تمام کردے

محضر۔ در دفع این دعوی۔ اس عمرو حاضر ہونے والے نے اس زید پر جسکو حاضر لایا ہی اُسکے دعوی کے دفعیہ جو اس زید نے اس عمرو پر کیا تھا کہ اسقدر راس المال سے باہم شرکت کی تھی اور اپنے راس المال وحصہ منافع کے واپس کرنے کا دعوی کیا تھا پس عمرو مذکور اُسکے اس دعوے کے دفعیہ مین دعوی کرتا ہی کہ وہ اس دعوی مین مبطل ہی کیونکہ زید مذکور نے اُس سے مقاسمہ کرلیا تھا اور راس المال وحصہ منافع بٹوالیا ہی اور عمرو سے یہ سب عمرو کے اُسکو سپرد کرنے سے وصول کرلیا ہی اور محضر کو تمام کردے۔

محضر۔ در اثبات دفعیہ۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے بحکم اس اجازت کے جو اُسکو قاضی فلان کی طرف سے مقدمہ اثبات وقفیت مذکورہ این محضر حاصل ہوئی ہی اس عمرو پر تمام اُس مضمون کا جسکو وقف نامہ جو پیش کرتا ہی متضمن ہی دعوی کیا پھر وقف نامہ کو اول سے آخر تک تحریر کردے اور یہ مضمون وقف نامہ ہی پھر لکھے کہ پس اس

تمام مضمون کا جسکو وقف نامہ متضمن ہو کہ بکر بن خالد مخزومی نے اس زمین محدودہ مذکورہ مین وقف نامہ منقولہ اندرین محضر کو اپنے خالص مال وملک سے برشرائط مذکورہ ومصارف معلومہ مذکورہ وقف نامہ منقولہ اندرین محضر از اول تا آخر بتاریخ تحریر وقف نامہ مذکورہ وقف کیا اور قبل وقف کرنے کے یہ تمام زمین محدودہ مذکورہ وقف نامہ اس وقف کرنے والے کی ملک تھی اور اُسکے قبضہ مین تھی یہانتک کہ اُسنے وقف کرکے اس متولی کو جسکا نام ونسب اس وقف نامہ مین جو اول سے آخر تک اس محضر مین منقول ہو مذکور ہو سپرد کردی۔ اور آج یہ زمین مذکورہ محدودہ اندرین محضر بروجہ مذکور وقف وصدقہ ہو اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ یہ زمین اس زید کے سپرد کردے تاکہ اُسمین شرائط وقف کی مراعات کرے اور اُس سے جواب طلب کیا اور یہ اُسوقت ہو کہ مدعی نے وقف نامہ پیش کیا ہو اور اگر مدعی کے پاس وقف نامہ نہو تو لکھے کہ اس زید حاضر ہونے والے نے اس عمرو پر جسکو ساتھ حاضر لایا ہو یہ دعوی کیا کہ تمام زمین جو دس کھیت باہم ایک دوسرے سے متصل شہر بخارا کے پرگنہ فلان دیہ فلان کے زمین اس موضع کے فلان جانب واقع ہو جو کھیہ والی کہلاتی ہو اور اُسکے حدود اربعہ مین سے ایک حد شارع عام ہو اور اس گلیان مین شارع عام کے نام سے فقط ایک ہی راستہ ہو اور دوم وسوم وچہارم راستہ ہو اور اسی طرف مدخل ہو یہ زمین معہ اپنے سب حدود وحقوق ومرافق کے وقف دائمی وحبس معروف ہو جسکو بکر بن خالد مخزومی نے اپنی صحت حیات وبعد وفات کے اپنے خالص ملک ومال سے بدین شرط وقف وصدقہ کیا ہو کہ اجارہ دہی مین جو طریقہ افضل ہو اسطرح دیجاوے اور اللہ تعالی کے فضل سے جو حاصلات ہو پہلے اُسمین سے اُسکے کھائین صندق وغیرہ کی مرمت واصلاح مین خرچ کیا جاوے پھر جسقدر باقی رہے اُس سے اندرون شہر بخارا مین جو مسجد فلان محلہ مین اس نام سے معروف ہو جسکے حدود اربعہ یہ ہین اُسکی درستی واصلاح مین خرچ کیا جاوے پھر جو باقی رہے وہ مسلمان فقیرون کو تقسیم کیا جاوے اور وقف کرنے کے روز یہ زمین محدودہ اس وقف کرنے والے کی ملک اور اُسکے قبضہ مین تھی اور وقف کرنے والے نے یہ تمام زمین وقفی اپنے پسر فلان یا فلان اجنبی کے سپرد کی بعد ازانکہ اس پسر یا اس اجنبی کو اس وقف کا متولی وقیم قرار دیا اور اس متولی نے اُسکی طرف سے یہ قوامت وولایت بقبول صحیح قبول کرلی اور تمام زمین موقوفی جسکا ذکر کیا گیا ہو وقف کنندہ سے لیکر بقبضہ صحیح اپنے قبضہ مین کرلی۔ اور آج کے روز یہ سب زمین جسکا وقف ہونا بیان کیا گیا ہو بروجہ مذکور وقف ہو اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ یہ تمام زمین وقفی جسکے حدود اس محضر مین بیان کردیے گئے ہین اس حاضر مدعی کو دیدے تاکہ یہ شخص اُسمین وقف کرنے والے کی مقرری شرطین مرعی رکھاوے وعلیہ سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب دعوی طلب کیا پس عمرو مذکور سے جواب طلب کیا گیا تو اُسنے جواب دیا کہ مجھے اس محدودہ کے وقف ہونے کا اور اس مدعی حاضر آمدہ کو سپرد کرنے کا علم نہین ہو پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین پھر آخر تک دستور سابق تحریر کرے

مجمل - این دعوی ومحضر - فلان قاضی کہتا ہو پس تمام دعوی مدعی وشہادت گواہان مدعی مع اشارہ مقامات اشارہ بتمامہ نقل کرے یہانتک کہ حکم تحریر کرنے تک پہونچے پھر لکھے کہ مین نے بگواہی ان گواہان تعدیل شدگان کے جنکا نام مذکور ہو تمام سب باتون جو انکی گواہی سے مجھے ثابت ہوئی ہین کہ یہ زمین محدودہ مذکورہ از جانب بکر مین خالد مخزومی بشرائط بسینہ وجوہ مصارف مذکورہ اُسکے خالص مال وملک سے وقف صحیح ہو اور اُسنے فلان کو متولی کرنے کے بعد یہ زمین اُسکے سپرد کردی ہو اور وہ یہ مدعی ہو اور یہ کہ یہ زمین اس مدعا علیہ عمرو کے پاس ناحق ہو بدرخواست مدعی مذکور اپنی مجلس قضا

واقع کورہ بخارا مین لوگون کے سامنے اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر حکم دیا پس آخر تک بدستور لکھکر سجل کو تمام کرے اور اگر وقف کرنے والے نے متولی کو سپرد کرنے کے بعد اپنے وقف سے رجوع کر لیا ہو تو صورت محضر یہ ہی کہ ابتدا مین جسطرح ہمنے بیان کیا ہی لکھ کر پھر لکھے کہ اس حاضر ہونے والے نے جواز جانب فلان قاضی اثبات وقفیت مذکورہ کا اجازت یافتہ ہی اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہی یعنے وقف کرنے والے پر یہ دعوے کیا کہ اُسنے تمام زمین واقع موضع فلان جسکے حدود اربعہ یہ ہین اپنے خالص مال و ملک سے اپنی زندگی مین بر شرائط مذکورہ وقف کی۔ اور اس وقف کرنے والے نے یہ تمام زمین محدودہ مذکورہ وقفیہ فلان متولی کے سپرد کر دی۔ پھر اس وقف کرنے والے کی رای مین اس سے رجوع کر لینا آیا پس اُسنے موافق قول اُس امام کے جو وقف کو لازم نہین سمجھتا ہی اپنے وقف سے رجوع کر لیا اور متولی کے قبضہ سے نکالکر اپنی باقی املاک مین داخل کر لیا پس اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہی واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اُس سے کوتاہ کرے اور فلان مذکور متولی کو سپرد کرے تاکہ اُسمین شرائط وقف مذکورہ مرعی رکھے پھر اُس سے مطالبہ کیا اور جواب دعوے مانگا پس اُس سے جواب مانگا گیا اور اُسنے فارسی مین جواب دیا (کہ این محدود ملک من ست و در دست من و بکسے سپردنی نے

سجل - این محضر - بدستور سابق لکھتا جاوے یہانتک کہ حکم لکھنے تک پہونچے پس لکھے کہ مین نے اس وقف کرنے والے فلان بن فلان پر اُسکے روبرو بدرخواست اس مدعی کے وقف صحیح ہونے اور لازم ہونے کا حکم کیا اور وقف مذکور کا رجوع کر لینا باطل کر دیا اور اُسکا قبضہ اُس سے دور کر دیا بنا بر قول ایسے عالم کے علماے سلف مین سے جو اس وقف کو لازم فرماتا ہی اور مین نے یہ زمین مذکورہ اُسکے متولی کو بعد ازانکہ میرے نزدیک یہ وقف کرنا اور صدقہ کرنا جو مذکور ہوا ثابت ہو گیا ہی سپرد کر دی۔ اور سجل کو تمام کر دے یہ محیط مین ہی۔

محضر - در اثبات ملک محدود - زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لا کر اُسپر دعوی کیا کہ جمیع اراضی تعدادی مثلاً بیگھہ موسومہ بیگھہ و الی ازویہ فلان پرگنہ فلان جسکے حدود اربعہ بیان کر دے معہ اپنے حدود و سب حقوق و مرافق کے۔ اور اگر دعویدار ہو تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بیوت خود واقع کوچہ فلان از محلہ فلان از کورہ فلان پھر اُسکے حدود اربعہ سب بیان کر دے معہ اپنے حدود و حقوق کے ملک اس زید کی ہی اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس اراضی یا دار سے کوتاہ کر کے اس زید کے سپرد کر دے اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا پس سے دریافت کیا گیا پس اُسنے جواب دیا کہ این زمینہا یا این خانہ کہ ای مدعی دعوی میکند ملک من ست و حق من ست باین مدعی سپردنی نیست پھر مدعی چند نفر حاضر لایا کہ یہ میرے گواہ میرے دعوی کے موافق ہین اور مجھسے (الخ) کی گواہی سنے کی درخواست کی پس مین نظر کیا اور وہ فلان و فلان ہین اُنکے نسب و حلیہ آخر تک جسطرح ہمنے بیان کیا ہی تحریر کرے پھر ان گواہون نے دعوی اس مدعی دامحاد اس مدعا علیہ کے بعد گواہی صحیحہ متفقۃ الالفاظ و المعانی ایک نسخہ سے جو اُنکو پڑھ سنایا گیا ادا کی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہی۔ گواہی میدہم کہ این زمینہا یا این شراکت جایگاہ و حدود دوے درین محضر یاد کردہ شدہ است۔ اور محضر کی طرف اشارہ کیا بحدود و بہاے دوے جملہ حقوقہاے دوے ملک این حاضر آمدہ دوے ست۔ اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا۔ و بدست این حاضر آوردہ بناحق ست و واجب ست بروے تسلیم کردن باین مدعی۔ اور محضر کو تمام کر دے۔

سجل - این دعوی - لکھے کہ فلان قاضی کہتا ہی کہ میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر دعوی اول سے آخر تک اعادہ کرے یعنے لکھے کہ اس زید نے دعوی کیا کہ سب آراضی واقع موضع فلان

جسکے حدود اربعہ یہ ہین یا دار واقع موضع فلان جسکے حدود اربعہ یہ ہین معہ جمیع حدود وحقوق کے ملک اس زید کی ہے اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہے اور اس عمرو کو اسکا علم ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اپنا ہاتھ اس اراضی محدودہ یا دار محدودہ محضر دعوی سے کوتاہ کرکے اس زید کے سپرد کرے اور جواب طلب کیا پس مدعا علیہ سے دریافت کیا گیا کہ اس مدعی کے دعوی کی نسبت تو کیا کہتا ہے اُسنے فارسی مین جواب دیا کہ این زمینہا کہ دعوی میکند این مدعی یا این خانہ ملک من ست وبا ین مدعی سپردنی نیست پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے اُنکی گواہی سننے کی درخواست کی اور وہ فلان وفلان وفلان ہین اُنکے نام ونسب جسطرح ہمنے سابق مین بیان کیا ہے اُسی طرح برابر لکھتا جاوے یہان تک کہ موضع حلف تک پہونچے پھر حکم اسطرح لکھے کہ مین نے اس زید مدعی کے واسطے اس عمرو مدعا علیہ پر یہ حکم دیا کہ یہ اراضی محدودہ مذکورہ اندرین سجل یا یہ دار محدودہ مذکورہ اندرین سجل معہ اپنے سب حدود وحقوق ومرافق کہ جو اُسکے حقوق سے اُسکو ثابت ہین ملک وحق اس مدعی کا ہے اور اس مدعا علیہ عمرو کے پاس اُسکے قبضہ مین ناحق ہے یہ حکم بگواہی ان گواہان مسمیان کے دیا اور حکم قضا نافذ کیا کہ یہ مدعی بہ ملک اس مدعی مذکور کی ہے بگواہی ان گواہان مذکور کے اور یہ حکم وقضا بعد ازانکہ مین نے ان گواہون کا حال اُن لوگون سے جنپر مدار تعدیل وتزکیہ کا اس نواح مین ہے دریافت کیا اور اُنھون نے انکی تعدیل کی اور بعد ازانکہ مین نے دعوی مدعی والفاظ شہادت اُن علما کے پاس پیش کیے جنپر اس نواح مین فتوی کا مدار ہے اور اُنھون نے صحت دعوی ہذا وجواز شہادت مذکورہ کا فتوی دیا ہے میری طرف سے صادر ہوا اور یہ حکم وقضا میری طرف سے میری مجلس واقع کورہ بخارا مین صادر ہوا اور یہ حکم مبرم دینا اور یہ قضا نافذ کردینا درحالیکہ مستجمع جمیع شرائط صحت ونفاذ ہے دونون متخاصمین کی حاضری مین ودونون کے روبرو مین نے کیا ہے اور مین نے اس محکوم علیہ کو حکم دیا کہ اپنا ہاتھ اس اراضی محدودہ یا اس دار محدودہ سے کوتاہ کرے پس اُسنے اپنا قبضہ چھوڑکر اس محکوم لہ مدعی کے سپرد کردیا اور یہ اُسنے بغرض امتثال حکم شرع کیا ہے اور سجل کو اسی طرح ختم کرے جیسا ہمنے پہلے بیان کیا ہے

محضر - در دفع این دعوی - اگر مدعا علیہ مذکور نے اس مدعی سے خرید کرنے کا دعوی کیا تو لکھے کہ عمرو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس عمرو نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین جو اُسنے عمرو پر کیا تھا دعوی کیا اور دعوی زید یہ تھا پھر آخر تک زید کا دعوی نقل کرے پھر لکھے کہ اس عمرو نے اُسکے دفعیہ مین یہ دعوی کیا کہ یہ زید اپنے دعوی مذکورہ مین جو اُسنے اس عمرو پر کیا ہے مبطل ہے اسواسطے کہ اس زید نے سب طرح اپنے جواز تصرفات کی حالت مین یہ دار محدودہ مع اُسکے حدود وحقوق اور تمام اُسکے مرافق کے جو اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت ہین قبل اپنے اس دعوی مذکورہ کے اس عمرو کے ہاتھ درحالیکہ یہ دار محدودہ مذکورہ اس زید کی ملک وحق تھا اور اُسکے قبضہ مین تھا بعوض اسقدر دینار کے بیع صحیح فروخت کیا اور اس عمرو نے اس دار مذکورہ کو اُس سے بحدودہ وحقوق ومرافق جو اُسکو اُسکے حقوق سے ثابت ہین بعوض اسقدر ثمن مذکور کے اپنی سب طرح جواز تصرفات کی حالت مین بخرید صحیح خرید کیا اور دونون مین سے ہر ایک نے باہمی قبضہ صحیح کرلیا اور اگر عمرو نے باوجود اسکے زید کے ایسے اقرار کا دعوی کیا ہو تو تحریر مین بعد لکھنے باہمی قبضہ صحیح کے اسقدر زیادہ کرے کہ اور اسی طرح اس زید نے اپنے جواز اقرار وسب طرح نفاذ تصرفات کی حالت مین بطوع خود اس بیع وشراء مذکور کا اپنے اور اس عمرو کے درمیان اس زمین محدودہ مذکورہ مین یا اس دار محدودہ مذکورہ مین معہ اُسکے حدود وحقوق وتمام مرافق کے جو اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت ہین بعوض اسقدر ثمن مذکور کے سب طرح دونون کے نفاذ تصرفات کی حالت مین واقع

ہونے کا اور دونوں مین باہمی قبضہ واقع ہونے کا باقرار صحیح اقرار کیا جسکی اس عمرو نے تصدیق کی اور یہ زید اپنے اس دعوی مذکورہ مین جو وہ اس عمرو کی طرف کرتا ہی بعد ازانکہ ثابت ہوا کہ حال یہ ہی جو بیان کیا گیا بطل ہی محق نہین ہی یا لکھے کہ بعد ازانکہ اُس سے ایسا اقرار صادر ہوا ہی بطل ہی محق نہین ہی پس اس زید پر واجب ہی کہ اپنے اس دعوی کو جو اس عمرو کی طرف کرتا ہی ترک کرے اور مدعی یہ مین اُسکے ساتھ تعرض کرنا چھوڑ دے پھر جواب کا مطالبہ کیا اور سنر تمام کردے۔ اور اگر اس عمرو نے اس دعوی کے دفعیہ کے واسطے اجرت پر مانگنا وغیرہ کسی بات کا دعوی کیا مثلاً یہ دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو سے یہ دار محدودہ مذکورہ قبل اپنے دعوی مذکور کے اجارہ پر مانگا تھا یا درخواست کی تھی کہ اُسکے ہاتھ فروخت کردے تو اس محضر مین اُسکی جگہ پر لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر یہ دعوی کیا کہ اس زید کا اس دار محدودہ مذکورہ کی ملکیت کا دعوی کرنا بجانب عمرو ساقط ہی اسواسطے کہ اس زید نے یہ دار محدودہ مذکورہ معہ اپنے حدود و حقوق الی آخرہ کو اس عمرو سے کرایہ پر مانگا تھا یا لکھے کہ یہ درخواست کی تھی کہ اسکو میرے ہاتھ اسقدر ثمن کے عوض فروخت کردے اور اس عمرو نے اُسکو کرایہ پر دینے یا اُسکے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا پس اس زید کا یہ دار محدودہ اس عمرو سے کرایہ پر مانگنا یا اُسکے خریدنے کی درخواست کرنا اُسکی طرف سے اس بات کا اقرار ہی کہ یہ دار محدودہ مذکورہ اس عمرو کی ملک ہی اور جب اُس سے ایسا اقرار صادر ہوگیا ہی تو اسکے بعد اپنے دعوی مذکورہ مین وہ بطل ہی محق نہین ہی اور محضر کو تمام کردے

سجل ۔ این دفعیہ ۔ صدر سجل و دعوی دفع تمامہ موافق ہمارے بیان مذکورہ سابق کے تا مقام تحریر حکم لکھے پھر لکھے کہ مین نے ان گواہان مسمیان کی گواہی پر ہر دو متخاصمین کی حاضری مین دونون کے روبرو اپنی مجلس قضا واقع کوربنجار این آذیبون کے درمیان اس عمرو مدعی کے واسطے اس زید مدعا علیہ پر اس دفعیہ مذکورہ کے ثبوت کا حکم دیا اور محضر کو آخر تک تمام کردے ۔ اور اگر اس عمرو نے اس زید کے دعوی کا دفعیہ بسبب بکر سے یہ دار محدودہ خرید کرنے کے یا لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی کے دفعیہ مین یہ دعوے کیا کہ اس زید کا دعوی اس دار کی ملکیت کا بجانب اس عمرو کے ساقط ہی کیونکہ عمرو نے قبل دعوی اس زید کے یہ دار مذکورہ محدودہ بکر بن خالد سے جو اسکا مالک تھا بعوض اسقدر ثمن کے بزمید صحیح خرید کیا ہی اور محضر کو آخر تک تمام کردے اور سجل اس دفعیہ کا بطریق سابق ہی

محضر ۔ اثبات دعوی میراث و دلہ از پر ۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ دار جو فلان موقع پر واقع ہی جسکے حدود اربعہ یہ ہین معہ اپنے حدود و حقوق و اپنے مرافق کے جو اُسکے واسطے اسکے حقوق ثابت ہین وہ اُسکے والد خالد بن بکر کی ملک اور حق تھا اور برابر اُسکے تحت و تصرف مین رہا یہان تک کہ اُسنے وفات پائی اور وارثون مین فقط اُسنے ایک صلبی بیٹا چھوڑا اور وہ یہی مدعی ہی اور اسکے سوا سے کوئی وارث نہین چھوڑا پس یہ دار مذکور جسکا موقع و حدود بیان کردیے گئے ہین اُسکے واسطے اُسکے باپ خالد بن بکر کی میراث ہوا اور اس سبب مذکور سے آج کے روز یہ دار جسکے حدود و موقع بیان کیا گیا ہی اس مدعی کی ملک ہی اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہی اور اس عمرو کو اسکا علم ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس دار مذکورہ سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے اس مدعی کے سپرد کرے اور اس عمرو سے اسکا جواب طلب کیا پس عمرو سے جواب مانگا گیا پس اُسنے فارسی مین جواب دیا کہ این دار محدودہ ملک من ست وحق من ست و مرا باین مدعی سپردنی نیست پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ میرے دعوی کے موافق میرے گواہ ہین اور مجھسے اُنکی گواہی سننے کی درخواست کی پس اس مدعی کے دعوی و انکار مدعا علیہ ہذا کے بعد ان گواہون نے گواہی صحیحہ

مستثنیٰ اللفظ و المعنی ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا اور اسکی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہے کہ۔ گواہی میدہیم کہ این خانہ کہ بارگاہ و حدود وے یاد کردہ شدہ است و محضر این دعوی۔ اور محضر دعوی کی طرف اشارہ کیا۔ بحدہائے و حقہائے و مرافق وے کہ از حق ہائے وے ست ملک خالد بن بکر پدر این مدعی بود۔ اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا۔ و حق وے بود در قبض و تصرف وے تا این زمان کہ وفات یافت و از وے دیر ایک پسر ماند ہمین مدعی۔ اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا۔ و بجز از وے وارثے دیگر نماندہ این متوفی را و این خانہ بہ ارث شد از ین متوفی مر پسر وے را این مدعی۔ اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا و امروز این خانہ محدود در ین محضر۔ اور محضر دعوی کی طرف اشارہ کیا بحدہائے و حقہائے ملک این مدعی ست و حق وے ست و در دست این مدعا علیہ بنا حق ست۔ اور اس مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور محضر کو تمام کر دے واللہ تعالے اعلم

سجل ۔ این دعوی۔ قاضی فلان کہتا ہے اپنے رسم کے موافق لکھکر اول سے آخر تک بعینہ دعوی کا اعادہ کرے پھر سب اسماے گواہان و الفاظ شہادت و اس بات کا بیان کہ مین نے ان گواہون کے معروف بعدالت ہونے کی وجہ سے یا تعدیل کرنے والون کی تعدیل سے عدالت ظاہر ہونے کی وجہ سے یا مدعا علیہ کی عدم طعن سے ظاہر اسلام عدالت کی وجہ سے ان گواہون کی گواہی قبول کی اور سب جو سجلات مین لکھا جاتا ہے مقام حکم تک لکھے پھر لکھے کہ مین نے اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین لوگون کے درمیان در حالت حاضری ہر دو متخاصمین کے دونون کے روبرو حکم مبرم و قضاے نافذ مستجمع بجمیع شرائط نفاذ ان گواہان مسمیان کی گواہی پر اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر تمام اُس بات کا جو ان گواہون سے ثابت ہوئی کہ یہ دار محدودہ مذکورہ ملک خالد بن بکر والد اس مدعی کا تھا اور اُسکی وفات تک برابر اسکے تحت و تصرف مین رہا اور بعد اُسکی وفات کے اس مدعی کے واسطے اُسکے باپ سے میراث ہوا اُس سجل مین حکم دیدیا اور سجل کو بدستور تمام کر دے۔

محضر ۔ در دفع این دعوی۔ عمرو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی کے وفعیہ مین دعوی کیا اور اس زید نے پہلے اس عمرو پر یہ دعوی کیا تھا کہ دار جو فلان موضع پر واقع ہے جسکے یہ حدود ہین وہ اُسکے باپ کی میراث اُسکے واسطے ہے اُسکا دعوے بعینہ سب اعادہ کرے پس اس عمرو نے اس زید سے اس دعوی مذکورہ کے وفعیہ مین دعوی کیا کہ اسکا یہ دعوی ساقط ہے اسواسطے کہ اسکے والد خالد بن عمرو نے اپنی صحت و حیات مین یہ دار محدودہ مذکورہ محضر نامہ ہذا اس عمرو کے ہاتھ اسقدر ثمن کے عوض بہ بیع صحیح فروخت کیا تھا اور اس عمرو نے اس ثمن مذکور کے عوض اُس سے یہ دار محدودہ مذکورہ بشراے صحیح خرید کیا تھا اور باہم دونون مین قبضۂ صحیحہ ہو گیا تھا اور آج کے روز یہ دار محدودہ مذکورہ اس سبب سے اس عمرو کی ملک ہے اور اُسی کا حق ہے اور یہ زید اپنے دعوے مین جو مجھیر کرتا ہے بعد از انکہ حال یہ ہے جو بیان کیا گیا ہے مبطل ہے محق نہین ہے پس اسپر واجب ہے کہ ایسے دعوے سے باز رہے پھر اُس سے اسکا جواب طلب کیا پس اُس نے دریافت کیا الی آخرہ

سجل ۔ این دفعیہ۔ بدستور معلوم لکھنے کے بعد تجویز حکم کے وقت لکھے کہ مین نے اپنی مجلس قضاء واقع کورہ بخارا مین ہر دو متخاصمین کی حاضری کی حالت مین دونون کے روبرو اس عمرو مدعی کے واسطے اس زید مدعا علیہ پر اس دفعیہ مذکورہ کے ثبوت کا بگواہی ان گواہان مسمیان کے حکم دیا اور زید کو حکم کیا کہ اپنے اس دعوے سے باز رہے اور

عمرو سے اسکی بابت کوئی تعرض نکرے پھر سجل کو تمام کردے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

محضر - دعوی ملکیت مال منقول بملک مطلق - زید حاضر ہوا اور عمرو کو ساتھ لایا اور اس عمرو کے ساتھ ایک گھوڑا دیسانی جنسہ کا ہی اور ایسے رنگ کے گھوڑے کو ابلق کہتے ہین شقراق اور اُسکے باین پٹھے پر داغ ہی صورت اُسکی ایسی ہی

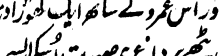

اور اُسکی یال بجانب راست مائل ہی اُسکی دُم پوری ہاتھ یا نون پنجیل ہین اور لنبائی مین اُسکا دائیان کان کٹا ہوا ہی ایسے گھوڑے کو سوتال کہتے ہین پس وہ اس دعوی کی مجلس مین حاضر لایا گیا تاکہ اُسکی طرف اشارہ کیا جاوے پس اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ یہ گھوڑا اور اسپ حاضر کی طرف اشارہ کیا اس زید کی ملک وحق ہی اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہی اور اس عمرو کو اسکا علم ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس برذون سے جسکی طرف اشارہ کیا ہی اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے اس مدعی کو سپرد کرے اور اپنا جواب دعوے طلب کیا پس عمرو سے استفسار کیا گیا پس اُسنے جواب دیا کہ این اسپ ملک من ست وحق من ست مرا باین مدعی سپردنی نیست - پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور اُسنے گواہی طلب کی اور وہ فلان وفلان وفلان ہین الی آخرہ

سجل - این دعوے - بر سم خود صدر سجل تحریر کرنے کے بعد جب گواہون کی گواہی تک پہونچے تو لکھے کہ ان گواہون سے گواہی طلب کی گئی پس اُنھون نے بعد دعوی مدعی و انکار مدعا علیہ کے بدرخواست مدعی ہر ایک نے اسطرح گواہی دی - گواہی میدہم کہ این اسپ - اور اسپ حاضر کی طرف اشارہ کیا - ملک این حاضر آمدہ است - اور مدعی کی طرف اشارہ کیا - وحق وے ست و در دست این حاضر آوردہ - اور مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا - بناحق ست پس مین نے اُنکی گواہی سُنی پھر برابر بدستور معلوم تا تحریر حکم لکھا جاوے پھر لکھے کہ مین اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین در حالت حاضری ان ہر دو متخاصمین واس اسپ متدعویہ کے ان گواہان معروف بعدالت کی گواہی پر اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر یہ حکم دیا کہ یہ اسپ متدعویہ جسکی طرف اشارہ کیا ہی ملک اس مدعی کی اور اسی کا حق ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی اور سجل کو تمام کردے

محضر - در دفع دعوی برذون مذکور - اس دعوی کے دفعیہ کے وجوہ بہت ہوسکتے ہین مگر ہم اُسمین سے تین وجہین بطور مثال تحریر کرتے ہین کہ جب اُسنے کاتب واقف ہوجائیگا تو اُسی مثال پر دوسری وجہین بھی تحریر کرسکتا ہی ایک یہ کہ خرید کی درخواست کرنے کے ذریعہ سے اس دعوی کا دفعیہ کرے - اور اسکی صورت یہ ہی کہ عمرو حاضر آیا اور زید کو حاضر لایا جسکے ہاتھ مین ایک گھوڑا تھا جسکا حلیہ یہ ہی پھر چونکہ اس زید نے اس عمرو پر اس اسپ مذکور کی ملک کا جو مجلس دعوی مین حاضر ہی دعوی کیا تھا اور اسکا دعوی تمامہ نقل کردے پھر لکھے پس اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوے مذکورہ کے دفعیہ مین دعوی کیا کہ اس زید کا اس اسپ مذکور کی ملکیت کا دعوی بجانب اس عمرو کے جو مذکور ہوا ہی ساقط ہی اسواسطے کہ اس زید نے اس اسپ مذکور کے خریدنے کے اور اسپ حاضر کی طرف اشارہ کیا - اس عمرو سے درخواست کی تھی درحالیکہ ہر طرح اسکے تصرفات نافذ ہوسکتے تھے اور اس عمرو نے اُسکے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا پس اس زید کا اس عمرو سے اس برذون مدعی بہ کے خریدنے کی درخواست کرنا اس زید کی طرف سے اس بات کا اقرار ہی کہ اس زید کی اس برذون متدعویہ مین کچھ ملکیت نہین ہی اور بعد صدور ایسے اقرار کے اس زید سے یہ زید اپنے دعوی ملکیت اس برذون مین مبطل ہی پس اس زید پر واجب ہی کہ اپنے دعوی سے جو اس عمرو کی جانب کرتا ہی باز رہے

پھر اُس سے مطالبہ کیا اور جواب مانگا - وجہ دوم اس طور پر کہ زید نے عمرو سے اسکو اجارہ پر مانگا تھا پس تحریر کرے کہ یہ زید جسنے دعوی مین جو اس اسپ کے اپنی ملک ہونے کا اس عمرو پر کرتا ہی مبطل ہی اسواسطے کہ اس زید نے یہ اسپ مذکور سب طرح اپنے نفاذ تصرفات کی حالت مین اس عمرو سے کرایہ پر طلب کیا تھا اور کرایہ پر طلب کرنا اُسکی طرف سے اس بات کا اقرار ہی کہ اس برزدون مین اُسکی کچھ ملک نہین ہی پس اسپر واجب ہی ترا آخرہ جیسا پہلے درخواست خرید مین ذکر کیا ہی - وجہ سوم دفعیہ بطور نتاج اور اسکی صورت یون تحریر کرے کہ اس عمرو نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین جو وہ عمرو پر اس برزدون مذکور کے اپنی ملک ہونے کا کرتا ہی یہ دعوی کیا کہ زید کا یہ دعوی اُسکی جانب ساقط ہی کیونکہ یہ برزدون حاضر اور اُسکی طرف اشارہ کیا اس عمرو کے یہان اُسکے گھوڑے سے پیدا ہوا ہی اور یہ گھوڑی اس بچہ دینے کے روز اس عمرو کی ملک تھی اور اُسی کا حق اُسی کے قبضہ مین تھی اور یہ برزدون حاضر مذکور اس عمرو کی ملک سے روز پیدائش سے آج تک نہین نکلا پس جبکہ یہ ہی تو یہ زید اس برزدون پر اپنی ملک کا دعوے کرنے مین مبطل ہی محق نہین ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس عمرو پر اپنا ایسا دعوی کرنے سے باز رہے اور جواب کا مطالبہ کیا

تجمل - این دفعیہ - صدر سجل تا تحریر حکم برسم مذکورہ بالا تحریر کرے پھر بر تقدیر وجہ اول حکم یون تحریر کرے کہ بدرخواست مدعی ہذا بحضوری ان ہر دو متخاصمین و اسپ مذکور کے روبرو ان دونون کے بگواہی ان گواہان مسمیان مین نے اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر یہ حکم دیا کہ اس مدعی کا دعوی دفعیہ کہ اس مدعا علیہ نے اس اسپ مذکورہ حاضر بشدہ کے خرید کی درخواست اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات مین اس مدعی سے قبل اپنے دعوی ملکیت اسپ مذکور کے بجانب اس مدعی مذکور کے کی تھی اور اس مدعی نے اُسکے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا تھا ثابت ہو گیا اور یہ کہ اس مدعا علیہ حاضر آوردہ کا دعوی مذکورہ بالا بجانب اس مدعی کے باطل ہی - اور در صورت ثانی کے یون لکھے کہ اس مدعی کا دعوی دفعیہ بجانب اس مدعا علیہ کے کہ اس مدعا علیہ نے قبل اپنے دعوی مذکورہ کے بجانب اس مدعی کے اس اسپ مذکورہ کے کرایہ لینے کی درخواست اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات مین اس مدعی سے کی تھی ثابت ہو گیا جیسا کہ ہمنے صورت اول مین تحریر کیا ہی اسی طرز سے تحریر کرے اور در صورت ثالث کے یون لکھے کہ مین نے یہ حکم دیا کہ اس مدعی کا دعوی دفعیہ اس مدعا علیہ پر کہ یہ اسپ مذکورہ بالا اس مدعی کی گھوڑی سے جو اسکی مملوکہ تھی اور اُسکے قبضہ و تصرف مین تھی پیدا ہوا ہی اور روز پیدائش سے آج تک اُسکی ملک سے خارج نہین ہوا ہی ثابت ہو گیا اور یہ کہ اس مدعا علیہ کا دعوی بجانب اس مدعی کے ملکیت اس اسپ مذکور کا جیسا مذکور ہوا ہی اس مدعی سے ساقط ہی اور مین نے یہ حکم مبرم و قضیہ نافذ تجمیع بجمیع شرائط نفاذ اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین لوگون کے سامنے نافذ کیا اور محکوم علیہ کو حکم دیا کہ اس محکوم لہ سے تعرض نکرے پھر آخر سجل تک بدستور معلوم لکھکر تمام کردے

محضر - دعوی ملکیت بعقار بسبب خرید از صاحب قبضہ لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ وارد واقع موضع فلان (یا بمحلہ فلان) جسکے حدود اربعہ یہ ہین اور وہ اس عمرو کے قبضہ مین ہی آج کے روز اس مدعی کی ملک ہی اُسی کا حق ہی بسبب اسکے کہ اس زید مدعی نے اُسکو اس عمرو مدعا علیہ سے اسقدر دینار کے عوض بخرید صحیح خرید کیا ہی اور اس عمرو نے یہ دار اس مدعی کے ہاتھ بہ بیع صحیح فروخت کیا اور اس مدعی کے یہ تمام ثمن مذکور اس عمرو کو دینے سے اس عمرو نے اس تمام ثمن پر بقبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا ہی اور یہ دار مذکورہ بروز خرید اس عمرو کی ملک اور قبضہ مین تھا پس اس سبب

مذکور سے یہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعی کی ملک ہوگیا ہے اور یہ عمرو مدعا علیہ اس دار مذکورہ کو اس زید مدعی کے سپرد کرنے سے براہ ظلم و تعدی انکار کرتا ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ یہ دار محدودہ مذکورہ اس زید کے سپرد کرے پھر اُس سے اسکے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے جواب مانگا گیا۔ اور اگر بیع کے واسطے بیعنامہ ہوا اور بائع پر مضمون بیعنامہ دعوی کیا حالانکہ دار مذکور بائع کے پاس ہے اور وہ دینے سے انکار کرتا ہے تو لکھے کہ زید حاضر ہوا اور اُسنے عمرو کو حاضر کیا پھر زید نے اس عمرو پر تمام اُس مضمون کا جسکو تحریر بیعنامہ متضمن ہے جسکو وہ پیش کرتا ہے اور نسخہ بیعنامہ مذکور یہ ہے پھر اول سے آخر تک بدون زیادت و نقصان کے عبارت بیعنامہ مذکور تحریر کردے پھر اس سے فارغ ہو کر لکھے کہ پس زید نے عمرو پر تمام مضمون بیعنامہ کا جو اس محضر مین مذکور ہوا کہ عمرو نے زید کے ہاتھ دار مذکورہ فروخت کیا اور اُسنے خرید کیا اور ثمن سب ادا کیا اور عمرو نے قبضہ کر لیا اور مبیع کے درک کا ضامن ہوا جیسا کہ مضمون بیعنامہ مورخہ تاریخ بیعنامہ مذکورہ محضر ہذا سے واضح ہے دعوی کیا اور یہ دار مذکورہ جسکے حدود اُسکے بیعنامہ منقولہ محضر ہذا مین مذکور ہین بروز خرید اس عمرو کی ملک تھا پھر یہ دار مذکورہ محدودہ بنا بر تحریر بیعنامہ متذکرہ محضر ہذا کے بسبب خرید مذکورہ کے اس زید کی ملک ہوگیا مگر یہ عمرو یہ دار اس زید کو سپرد کرنے سے انکار کرتا ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ یہ دار مذکورہ اس زید کے سپرد کرے پھر اُس سے جواب مانگا۔ اور اگر دونون نے باہمی قبضہ بھی کر لیا ہو تو اسطرح لکھے کہ اس زید حاضر نے اس عمرو حاضر شدہ پر دعوے کیا تمام مضمون بیعنامہ منقولہ محضر ہذا کا کہ باہم خرید و فروخت ہوئی اور مشتری نے ثمن دیا اور بائع نے قبضہ کیا اور بائع نے دار دیا اور مشتری نے قبضہ کیا اور بائع اس مبیع کی ضمان درک کا ضامن ہوا جیسا کہ عبارت بیعنامہ سے واضح ہے اور یہ کہ یہ دار محدودہ مذکورہ بیعنامہ منقولہ محضر ہذا بروز خرید اس عمرو کی ملک تھا پس بسبب خرید مذکور کے یہ دار مذکور اس زید کی ملک ہوگیا پھر اس عمرو نے بعد اس خرید و فروخت و باہمی قبضہ کے اس دار محدودہ مذکور پر دست درازی کر کے اسکو زید کے قبضہ سے بغیر حق کے نکال لیا پس اسپر واجب ہے کہ یہ دار مذکور اس مدعی کے سپرد کرے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا۔

محضر - اثبات سجل جسکو زید مثلاً دوسرے شہر سے لایا ہے تاکہ اس شہر مین اپنے بائع سے ثمن بروزن واپس لے جو استحقاق مین لے لیا گیا ہے۔ صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ثمن معلوم ایک گھوڑا خریدا اور باہمی قبضہ کر لیا اور یہ بیع بخارا مین واقع ہوئی پھر مشتری اس بروزن کو سمرقند لے گیا وہان کسی شخص مثلاً خالد نے گواہ پیش کر کے قاضی سمرقند کے سامنے اس گھوڑے پر اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا اور قاضی سمرقند نے مستحق کے نام اس مشتری مذکور پر بروزن مذکور اُسکی ملک ہونے کا حکم دیا اور مشتری مذکور کے واسطے اس مقدمہ کا سجل تحریر کر دیا پس مشتری مذکور اس سجل کو لیکر بخارا مین آیا اور چاہا کہ ثمن وصول کرنا سے اپنا ثمن واپس لے پھر بائع مذکور نے وقوع استحقاق و ثبوت سجل سے انکار کیا تو مشتری مذکور کو ضرورت ہوگی کہ قاضی بخارا کے سامنے گواہون سے بائع کے مقدمہ مین اس سجل کو ثابت کرے پس ایسی حالت مین محضر لکھنے کی ضرورت ہوگی۔ پس لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور عمرو پر دعوی کیا تمام اُس مضمون کا جسکو سجل جواب جانب قاضی سمرقند لایا ہے متضمن ہے اور اسکی عبارت یہ ہے پس اول سے آخر تک اُس سجل کو نقل کرے اور صدر سجل پر توقیع قاضی سمرقند تحریر کرے اور بعد تاریخ سجل کے خط قاضی سمرقند کہ قاضی سمرقند مسمی فلان کہتا ہو کہ یہ میرا سجل ہے آخر تک جو کچھ لکھا ہو لکھدے پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو سے یہ بروزن جسکا ذکر سجل منقولہ محضر ہذا مین ہے اسقدر دینار یا درہم کو خریدا تھا اور اس عمرو نے اُسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور دونون نے باہمی قبضہ بھی کر لیا تھا پھر خالد بن بکر نے اسی بروزن مذکور کو اس

مشتری کے ہاتھ سے مجلس حکم کر۔ وہ سمرقند میں وہان کے قاضی کے سامنے عادل گواہ قائم کر کے استحقاق میں لے لیا اور اس خالد بن بکر کے واسطے اس زید پر اس برذون کا حکم جاری ہو گیا اور اس قاضی نے یہ برذون اس زید کے ہاتھ سے نکالکر اس خالد بن بکر کو بتاریخ تحریر سجل مذکور جیسا کہ سجل مورخہ تاریخ خود تمام منقولہ محضر ہذا سے واضح ہو دیدیا اور یہ قاضی سمرقند فلان بن فلان جسکا نام اس سجل منقولہ محضر ہذا میں مذکور ہے ہر وزحکم از جانب خاقان فلان قاضی سمرقند نافذ القضاء میان اہل سمرقند تھا اور اس زید کو اس عمرو سے اپنا ثمن واپس لینے کا استحقاق ہوا اور اس عمرو کو مجھسے باستحقاق اسطرح لیے جانے کا علم ہو پس اسپر واجب ہو کہ جسقدر ثمن اسنے اس زید سے لیا ہو واپس کر دے۔ یہ اس سے جواب کا مطالبہ کیا پس عمرو نے جواب دیا۔ کہ مرا ازین سجل علم نیست و مرا چیزے دادنی نیست۔

سجل - این دعوے مصدر سجل بر سم خود لکھا اور دعوی مدعی تا جواب مدعا علیہ اعادہ کر کے پھر لکھے کہ مدعی چند نفر گواہ لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور وہ فلان وفلان تھے اور مجھسے انکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی۔ پس مین نے قبول کیا پس ان گواہون نے بعد دعوی مدعی و انکار مدعا علیہ وطلب گواہی کے ایک نسخہ سے جو اُنکو پڑھ سنایا گیا گواہی صحیحہ متفق اللفظ والمعنی ادا کی اور مضمون نسخہ یہ ہو کہ۔ گواہی میدہم کہ این سجل - اور اس سجل کی طرف جسکو یہ مدعی لایا ہو اشارہ کیا۔ سجل قاضی سمرقند ست اینکہ نام ونسب وے درین سجل ست و مضمون وے حکم و قضاے قاضی سمرقند ست حاکم کرد مرا این مستحق را باین اسپ کہ صفت وے درین سجل مذکور ست بر این مستحق علیہ و آنروز کہ این قاضی حکم کرد باین مضمون کہ اندرین سجل ست و ما را برین سجل گواہ گردانید وے قاضی بود بشہر سمرقند نافذ القضاء میان اہل وے۔ پس گواہ لوگون نے گواہی کو جیسا کہ چاہیے ہو ادا کیا اور گواہی کے طریقہ سے اسکو روان کیا پس مین نے اُنکی گواہی سُنی اور اُسکو محضر مجلد دیوان حکم مین اپنے پاس ثبت کر لیا اور ان لوگون کا حال دریافت کرنے کے واسطے مین نے اُن لوگون کی طرف رجوع کیا جنپر مدار تعدیل و تزکیہ گواہان اس نواح مین ہو پس اُنھون نے ان گواہون مین سے دو گواہون فلان وفلان کو عدالت وجواز شہادت کی طرف منسوب کیا اور میرے نزدیک ان دونون گواہون سے جنکی تعدیل ثابت ہوئی ہو وہ امر جسکی اُنھون نے جسپر گواہی دی ہو۔ ثابت ہو گیا ہو پس مین نے مشہود علیہ کو اس حال سے آگاہ کیا کہ میرے نزدیک یہ امر ثابت ہو گیا ہو اور مین نے اُسکو قابو دیا کہ اگر اُسکے پاس کوئی دفعیہ ہو تو پیش کرے مگر وہ کوئی دفعیہ نہ لایا یہان سے تا تحریر حکم بدستور معلوم لکھے۔ پھر مین نے اس سجل کی ثبوت کا جسکا نسخہ اس سجل مین منقول ہو حکم دیا کہ وہ قاضی فلان کا سجل ہو اور اُسکے حکم کا مضمون ہو اور وہ اس حکم دینے اور اُسپر گواہ کرنے کے روز کورہ سمرقند کا قاضی نافذ القضاء تھا اور مین نے اُسکا یہ حکم مذکور نافذ کیا اور اُسکی صحت کا حکم دیا اور یہ میرا حکم ہر دو متخاصمین کی حاضری مین دونون کے روبرو ہوا اور مین نے اس مستحق علیہ یعنے مشتری کے واسطے اختیار دیدیا کہ اس عمرو سے اپنا ثمن واپس لے بعد ازانکہ مین نے دونون کے درمیان سے عقد بیع جو دونون مین واقع ہوا تھا فسخ کر دیا اور یہ سجل جسکو یہ مدعی حاضر لایا ہو تحریر نسخہ محضر کے وقت حاضر تھا اور اُسکی طرف اشارہ کیا گیا ہو اور مین نے اس سجل پر اپنے اہل مجلس حاضرین کو گواہ کر دیا اور یہ سب میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین بروز فلان وتاریخ وماہ فلان سنہ فلان مین واقع ہوا۔ اور اگر زید مشتری نے وہ برذون سالم کے ہاتھ فروخت کیا ہو پھر سالم اُس برذون کو سمرقند لیگیا اور اُسکے ساتھ اُسکا بائع زید بھی گیا پھر خالد بن بکر نے قاضی سمرقند کی مجلس مین سالم پر اس برذون کے استحقاق کے گواہ عادل قائم کیے اور قاضی سمرقند نے خالد

بن بکر کے نام اس برذون کی ڈگری سالم پر کردی اور قاضی مذکور نے سالم کے واسطے اپنے بائع زید سے اپنا ثمن واپس لینے کا حکم کیا اور قاضی سمرقند نے زید کے واسطے ایک سجل لکھدیا کہ سالم نے اس سے اپنا ثمن بابت برذون مذکور کے واپس لیا ہے پھر زید اُسکو لیکر بخارا مین آیا اور مجلس قاضی بخارا مین اپنے بائع عمرو کو حاضر لاکر اُس سے اپنا ثمن واپس لینا چاہا اور اُسنے استحقاق مذکور اور سجل مذکور سے انکار کیا اور سجل مذکور کے ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی تو اسکا حوالہ بدین طور لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ اس عمرو نے اس زید کے ہاتھ ایک گھوڑا جسکا حلیہ یہ ہی بعوض اسقدر درم یا دینار کے فروخت کیا تھا اور اس زید نے اس عمرو سے یہ گھوڑا بعوض اسقدر ثمن مذکور کے خریدا تھا اور دونون مین باہمی قبضہ ہوگیا پھر اس زید نے برذون سالم بن غانم کے ہاتھ فروخت کیا پھر خالد بن بکر مجلس قضا کورہ سمرقند مین وہان کے قاضی کے سامنے حاضر ہوا اور اپنے ساتھ سالم بن غانم کو حاضر کیا پھر اس خالد بن بکر نے اس سالم پر بحضوری اس برذون مذکور کے اُسکی طرف اشارہ کرکے یہ دعوی کیا کہ یہ برذون میری ملک و حق ہی اور اس سالم کے قبضہ مین ناحق ہی پس مدعا علیہ نے اُسکے دعوی سے انکار کیا اور فارسی مین کہا کہ یہ برذون مندعو میری ملک ہی پھر اس مدعی خالد بن بکر نے بحضوری مدعا علیہ مذکور و بحضوری برذون مذکور قاضی سمرقند کی مجلس مین جسکا لقب ونام اس محضر مین مذکور ہی اپنے دعوے کے موافق گواہان عادل قائم کیے پھر قاضی مذکور نے اُسکے گواہون کی سماعت کی اور گواہی مذکور کو اُسکے شرائط کے ساتھ قبول کیا اور خالد بن بکر مذکور کے واسطے اس سالم پر دونون متخاصمین اور برذون مذکور کی حضوری مین برذون متدعویہ کی ملکیت کا حکم دیا اور یہ برذون مذکور اس سالم سے لیکر اس خالد بن بکر کو دیدیا اور یہ قاضی برفر حکم از جانب خاقان فلان سمرقند و اُسکے نواحی کا قاضی نافذ القضاء والامضاء تھا پھر اس سالم نے اپنے بائع اس حاضر یعنے زید سے اپنا ثمن جو اسقدر دیا تھا مجلس قضا کورہ سمرقند مین قاضی فلان مذکور کے سامنے واپس لیا اور پورا وصول کرلیا بعد ازانکہ اس سالم کے واسطے اس قاضی کی طرف سے اس زید حاضر پر بسبب نکول اس حاضر کے تین مرتبہ اللہ تعالے کی قسم کھانے سے یہ حکم جاری ہوا اور بعد ازانکہ اُسنے دونون کے درمیان عقد بیع کو جو واقع ہوا تھا فسخ کرکے اختیار واپسی ثمن مذکور دیدیا تھا اور اس سب امور مذکورہ پر مضمون سجل جسکو پیش کرتا ہی شاہد ہی اور اس زید کو اپنے بائع عمرو سے اپنے ثمن مذکورہ کے واپس لینے کا جو اُسنے وقت باہمی خرید فروخت کے اپنے بائع کو ادا کیا تھا استحقاق حاصل ہوا ہی پس عمرو مذکور سے جواب کا مطالبہ کیا اور مانگا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے جواب دیا کہ مرا باین سجل علم نیست و باین مدعی چیزے واد نی نیست۔ پھر یہ مدعی حاضر چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے اُنکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی

سجل - اس دعوی کا اُسی طور سے ہی جسطرح پہلے لکھا گیا ہی لیکن اتنی بات ہی کہ اس سجل مین سالم کا زید سے ثمن واپس لینے کا حکم جو قاضی سمرقند نے مفصل دیا ہی اس سجل کا دوسرا نسخہ بطریق ایجاز کے سجل قاضی سمرقند کے پشت پر قاضی بخارا اسطرح تحریر کرے کہ۔ فلان بن فلان قاضی بخارا و نواحی آن الی آخرہ کہتا ہی کہ جسطور سے حوادث حکمیہ و نوازل شرعیہ ثابت ہوا کرتے ہین ثابت ہوا کہ اس محکوم علیہ نے جسکا نام و نسب اس سجل کی رو مین مذکور ہی یہ برذون جسکا حلیہ بھی اس سجل کی رو مین مذکور ہی۔ بعوض اسقدر ثمن کے جو رو سے سجل مین مذکور ہی اپنے بائع فلان بن فلان سے خریدا تھا اور فلان بن فلان مذکور رو سے سجل نے بھی اسکے ہاتھ اس ثمن مذکور کے عوض فروخت کیا تھا پھر اس محکوم علیہ نے جو

روے سجل مین مذکور ہوا اپنے بائع سے جو روے سجل مین مذکور ہوا اپنا ثمن جو روے سجل مین مذکور ہو میرے حکم سے بسبب اُسکے نکول کے تین مرتبہ اللہ تعالی کی قسم کھانے سے واپس لیا بعد ازانکہ بین نے برزون کے معاملہ مین جو عقد دونون کے درمیان واقع ہوا تھا فسخ کر کے اس مرجوع علیہ کو اپنے بائع فلان بن فلان سے ثمن مذکور جسکے عوض برزون مذکور خریدا تھا واپس لینے کا اختیار مطلق دیدیا اور اس واپسی کا حکم اس سجل کی پشت پر اس مرجوع علیہ کے واسطے حجت ہونے کے لیے لکھے گا حکم دیا اور اسپر اپنے حاضر بن مجلس کو گواہ کر دیا اور سجل دوم بھی اسی طور سے لکھے لیکن اتنی بات ہو کہ اُسمین دوسرے مشتری کا اول سے واپس لینا پھر مشتری اول کا اس بائع سے واپس لینا تحریر کریگا یہ محیط مین ہو۔

محضر - در اثبات قود - زید حاضر ہونے والے نے عمرو پر جسکو حاضر لایا ہو دعوی کیا کہ اس عمرو نے اُس زید کے باپ خالد بن بکر مخزومی کو عمداً (قصاص) تیز لوہے کی چھری سے قتل کیا اُسکو مار کر سخت مجروح کیا پس اس ضرب سے وہ اُسی وقت مر گیا اور شرع مین اسپر قصاص واجب ہوا - اور اگر اُسنے یہ نہ لکھا کہ اُسی وقت مر گیا بلکہ یہ لکھا کہ اس زخم سے برابر چارپائی پر پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو یہ کافی ہو - اسی طرح اگر لکھا کہ وہ اس ضرب سے مر گیا تو بھی کافی ہو - پھر لکھے کہ اس مقتول نے اپنے صلب سے ایک وارث چھوڑا وہ یہی مدعی ہو اسکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہو اور اُسکو شرع مین اُس قاتل سے قصاص لے لینے کا اختیار ہو پس اس قاتل پر واجب ہو کہ وہ اسکو قابو دیدے تاکہ اُس سے قصاص حاصل کرے پھر اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اُس سے پوچھا گیا اور اُسنے جواب دیا - اسی طرح اگر اُسکو نیزہ یا تلوار سے مارا اور اسی طرح اگر سوئی سے یا تیر سے مار کر قتل کیا تو بھی یہی حکم ہو اور حاصل یہ ہو کہ وجوب قصاص کے واسطے حدید سے قتل کرنا ضرور ہو خواہ اس حدید مین دار ہو کہ مثل نشتر کے شگاف کر دے یا نہو جیسے عمود و ترازو کا بانٹ اور یہ بنا بر روایت اصل کے ہو اور طحاوی نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اگر ترازو کے بانٹ یا عمود سے قتل کیا جنمین دھار نہین ہو تو قصاص واجب نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک اگر غالباً اُس سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہو تو قصاص ہوگا اور اگر غالباً اُس سے مرتا نہو تو قصاص واجب نہوگا پس صاحبین رح نے بنا بر روایت اصل کے جس حدید مین دھار نہو اُسکو تلوار کے ساتھ لاحق کیا ہو اور بنا بر روایت طحاوی کے اُسکو لاٹھی وغیرہ لکڑی کے ساتھ لاحق کیا ہو اور لکڑی کی صورت مین صاحبین رح کے نزدیک جواب مین تفصیل ہو کہ اگر غالباً اُس سے ہلاک ہو جاتا ہو تو قصاص واجب ہوگا ورنہین - اسی طرح اگر مقتول نے باپ یا مان یا دختر یا برادر از جانب پدر چھوڑا تو بھی اُسکو قصاص کے دعوی کا اختیار ہو اور ہمارے نزدیک قصاص مین ارث جاری ہوتا ہو اور حق استیفاے قصاص ہر ایک کو جو وارث ہو حاصل ہوتا ہو پس جسطرح ہمنے پسر کی صورت مین لکھا ہو اُسی طرح ہر وارث کے دعوی مین تحریر کرے اور اگر مقتول نے چند وارث چھوڑے تو اثبات قصاص کا حق وارثون مین سے ہر ایک کو حاصل ہوگا اور حق استیفاے قصاص ہر شخص کو جو وارث ہو حاصل ہوگا پس اگر سب بالغ ہون تو لکھے اور اگر بعضے بالغ اور بعضے نابالغ ہون تو بالغون کو حق استیفاے قصاص حاصل ہونے مین اختلاف معروف ہو اور اگر قاضی کے نزدیک یہ مذہب ہو کہ حق استیفاے قصاص بالغون کو حاصل ہو تو محضر بنام بالغ لکھے پھر محضر مین مقتول کے وارث چھوڑنے کے ذکر کے وقت تمام وارثون کے نام لکھے اولاً نابالغون کا نام لکھے پھر بالغون کا نام لکھے پھر لکھے کہ اس وارث بالغ کو حق استیفاے قصاص حاصل ہو اور محضر کو تمام کر دے

محضر - در ایجاب دیت - لکھے کہ اس زید نے حاضر ہو کر اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہو دعوی کیا کہ اس عمرو نے اُسکے باپ

کو خطا سے قتل کیا ہو کیونکہ اس عمرو نے لوہے دایتر کو جو لوہے کا تھا اس شکار کو دیکھا مارا اور وہ تیر اسکے باپ کے لگا اور اُسکو مجروح کر دیا جس سے وہ اُسی وقت مر گیا یا یہ کہا جس سے وہ برابر چلا پائی پر پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو یہ کافی ہو بہتیر لکھے کہ اس مقتول کی دیت اس قاتل اور اسکی عاقلہ مددگار برادری پر واجب ہوئی اور یہ دیت دس ہزار درہم چاندی یا ہزار دینار خالص جید موزون بوزن مثاقیل مکہ یا سو اونٹ ہین پس اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہو اور اُسکی مددگار برادری پر یہ دیت اس زید کو ادا کرنی واجب ہو پھر اسکا جواب طلب کیا پس عمرو سے پوچھا گیا اُسنے جواب دیا۔ محضر۔ در اثبات حد قذف۔ زید نے حاضر ہو کر عمرو کو حاضر لا کر اُسپر دعوی کیا کہ اس عمرو نے اس زید کو قذف کیا یعنی ایسی تہمت لگائی ہو جس سے حد واجب ہوتی ہو پس اسپر حد قذف کے اسی کوڑے واجب ہوے الی آخرہ اور اگر اسکو شتم کیا ہو جو موجب تعزیر ہو تو لکھے کہ اس عمرو نے اس زید کو شتم کیا اور اُس شتم کو جو موجب تعزیر ہو بطور معین بیان کرے یعنے کہا کہ اے ایسے پھر لکھے کہ شرع مین اسپر تعزیر واجب ہو تا کہ پھر ایسا نکرے اور اس سے مطالبہ کیا محضر۔ در اثبات وفات و وراثت مع متاسخہ۔ متاسخہ یہ ہو کہ ایک شخص مرجاوے اور وارث چھوڑے پھر قبل تقسیم میراث کے کوئی وارث مرجاوے اور وہ اپنے وارث چھوڑے پھر ان وارثون مین سے بھی کوئی تیسرا مرجاوے قبل اسکے کہ میراث تقسیم ہو اور اپنے وارث چھوڑ جاوے اور علی ہذا القیاس۔ اور محضر تحریر کرنے کی یہ صورت ہو کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ تمام حویلی جسکے حدود و صفت و بیان کرے معہ اپنے حدود و حقوق کے ملک وقتی بکر بن خالد مخزومی والد اس مدعی کی تھی اور برابر اُسکے تخت و تصرف مین رہی یہانتک کہ اُسنے وفات پائی اور وارثون مین ایک جورو مسماۃ ہندہ بنت شعیب اور ایک بیٹا صلبی وہی مدعی ہو اور دو دختر صلبیہ مسماۃ حلیمہ و سلیمہ چھوڑین اور انکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہو اور اپنے ترکہ مین یہ حویلی مذکورہ ان لوگون کے واسطے بر فرائض اللہ تعالے میراث چھوڑی کہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور باقی اولاد کے درمیان مرد کے واسطے عورت سے دوچند حصہ کے حساب سے ہو پس اصل مسئلہ (۸) سے اور قسمت (۳۲) سے جسمین سے جورو کے واسطے چار سہام اور پسر کے واسطے (۱۴) اور ہر دختر کے واسطے سات سات سہام ہوے پھر اس متوفی کی یہ جورو مرگئی جسکا نام ہندہ ہو قبل اسکے کہ اپنا حصہ ترکہ اس حویلی مذکور محدود سے اپنے قبضہ مین لاوے اور وارثون مین ایک بیٹا اور دو بیٹیان چھوڑین اور وہ یہی مدعی حاضر اور اُسکی دونون بہنین ہین جنکا نام مذکور ہوا ہی انکے سوائے اس عورت مذکورہ کا کوئی وارث نہین ہو پس اس حویلی محدودہ مذکورہ مین سے (۳۲) سہام مین سے اُسکا حصہ مذکورہ (۴) سہام اُسکے ان وارثون مذکور کے واسطے بر فرائض اللہ تعالی اسکی میراث ہوئی جسمین سے (۲) سہام پسر کے اور ایک ایک سہم ہر ایک بیٹی کے واسطے ہوے پھر ان دونون دخترون مذکورہ مین سے ایک دختر مرگئی جسکا نام حلیمہ ہو قبل اسکے ان دونون ترکون مین سے اپنا حصہ وصول کرے اور یہ آٹھ سہام منجملہ (۳۲) سہام اس حویلی محدودہ مذکورہ مین سے ہین جسمین سے سات سہام ترکہ اول مین سے اور ایک سہم ترکہ ثانی مین سے ہو اور اسنے ایک اپنی دختر مسماۃ وسیمہ اور ایک بھائی از جانب مادر و پدر یہی مدعی اور ایک بہن از جانب مادر و پدر وہ سلیمہ مذکورہ چھوڑی اور انکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہو پس اُسکا تمام ترکہ اُسکی موت سے اُسکے ان وارثان مسمیان کے واسطے اُسکی میراث پر فرائض اللہ تعالے ہوا جنمین سے نصف اُسکی دختر مسماۃ وسیمہ کے واسطے اور باقی اُسکے بھائی و بہن کے درمیان

بسبب عصبہ ہونے کے مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے ہوا پس اصل فریضہ دو سے اور اُسکی تقسیم جم سے ہوئی جمیع سے تین سہام اُسکی دختر کے اور دو سہام اُسکے برادر حقیقی کے اور ایک سہم اُسکی حقیقی بہن کا ہوا لیکن اس سماۃ متوفات کا حصہ بر دو ترکہ مین سے آٹھ سہام ہین جنکی تقسیم جم پر بطور استقامت نہین ہو سکتی ہے پس (۸ و ۶) کی نسبت توافق دو سے دیکھکر نصف بفرض سہم لیئے (۴) کو فریضہ اول لیئے (۴) مین ضرب دیا تو (۹۶) ہوے اور متوفات مذکورہ کے (۲۴) سہام تین سے جو آٹھ سہام لیئے وہ بھی تین مین مضروب ہوکر (۲۴) ہو گئے پس اس سے اُسکے وارثون کے حصص باستقامت نکل سکتے ہین کہ اُسکی دختر کے واسطے (۱۲) ہوے اور اسکے بھائی اس مدعی حاضر کے واسطے (۸) ہوے اور اُسکی بہن سلیمہ کے واسطے (۴) ہوے پس اس مدعی حاضر کے واسطے تینون ترکون مین سے (۵۶) سہام منجملہ (۹۶) سہام اس حویلی محدودہ مذکور سے بدین تفصیل ہوے کہ ترکہ اول سے (۴۲) سہام اور ترکہ دوم سے (۶) سہام اور ترکہ سوم سے (۸) سہام جملہ (۵۶) سہام ہوے اور تمام یہ حویلی محدودہ مذکورہ آج کے روز اس شخص عمرو کے قبضہ مین ہے جسکو حاضر لایا ہے اور یہ عمرو اس زید کو اس حویلی محدودہ مذکورہ کے جملہ (۹۶) سہام سے اس زید کے ہر سہ ترکہ کے (۵۶) سہام سے ناحق مانع ہوتا ہے حالانکہ اُسکو اسکا علم ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ حویلی محدودہ مذکورہ مین سے اسکے حصص سے ہاتھ کوتاہ کرکے اس زید کے سپرد کرے اور اس مدعا علیہ سے مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا پھر محضر کو تمام کر دے

محضر۔ مثالیہ دیگر برائے این جنس دعوی۔ زید مر گیا اور ایک جورو اور تین پسر و ایک دختر چھوڑی اور یہ عورت ان اولاد کی مان ہے پھر قبل تقسیم میراث کے یہ عورت بھی مری اور یہی اولاد وارث چھوڑی اور اُسکا حصہ ان اولاد کے واسطے میراث ہو گیا پھر قبل تقسیم میراث کے ان پسران مین ایک پسر مر گیا اور دو بھائی اور ایک بہن از جانب مادر و پدر وارث چھوڑے اور اسکا حصہ ان دونون بھائیون و بہن کے واسطے میراث ہو گیا۔ ایک مرد حاضر ہوا اور اُسنے بیان کیا کہ اُسکا نام محمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن اسحاق ہے اور اپنے ساتھ ایک مرد کو حاضر لایا اسنے بیان کیا کہ اسکا نام ناصر بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن اسحٰق ہے پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ ہم دونون کے باپ مسمے ابراہیم بن اسمٰعیل بن اسحاق نے وفات پائی اور وارثون مین اپنی جورو مسماۃ سعادہ بنت عمرو بن عبد اللہ العمری و تین پسر ایک یہ جو حاضر ہوا ہے اور ایک یہ جسکو حاضر لایا ہے اور ایک اور مسمی عیسی تھا اور ایک دختر مسماۃ عائشہ چھوڑی ان لوگون کے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہے اور ترکہ مین اس حاضر آوردہ کے قبضہ مین مال نقد درم یا دینار اسقدر چھوڑے ہین پس یہ مال اُسکے ان وارثان مذکور کے واسطے بفرائض اللہ تعالے میراث ہو گیا۔ کہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ ہے اور باقی اُسکی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے ہے پس اصل مفروضہ (۸) سے ہے پھر قبل تقسیم میراث کے اس اولاد کی مان مسماۃ سعادہ مذکورہ مر گئی پھر اُسکا حصہ ترکہ میت اول مین سے مال نقد مذکور سے اس اولاد کے واسطے مرد کے لیے عورت سے دوچند کے حساب سے میراث ہوا پھر ہر دو ترکہ کے تقسیم سے پہلے مسمی عیسی مر گیا اور وارثون مین از جانب مادر و پدر دو بھائی و ایک بہن چھوڑے پس اُسکا حصہ ان ہر دو ترکہ مین سے اس مال نقد مین سے اُسکے ان دونون بھائی و بہن کے واسطے میراث ہو گیا۔ اور سب ترکون کے سہام (۲۸۰) ہوے پس جورو کے واسطے ترکہ اول مین سے (۳۵) سہام اور ہر پسر کے واسطے (۷۰) سہام اور اُسکی دختر کے واسطے (۳۵) سہام ہوے پھر جب تقسیم میراث کی مسماۃ سعادہ ان اولاد کی مان مر گئی تو منجملہ (۲۸۰) سہام کے اُسکا حصہ (۳۵) سہام اس اولاد کے واسطے میراث ہوا کہ ہر پسر کے واسطے دس سہام اور

دختر کے واسطے پانچ سہام ہوے پھر چونکہ قبل تقسیم ہر دو ترکہ کے مسمی عیسی مرگیا ہی پس اُسکا حصہ ہر دو ترکون مین سے منجملہ (۲۸۰) سہام کے (۸۰) سہام ہین اُسکے ہر دو برادر و دختر کے درمیان بہن کے میراث ہوا جسمین سے ہر بھائی کے واسطے (۳۲) سہام اور بہن کے واسطے (۱۶) سہام ہوے پس اس حاضر شوندہ محمد بن ابراہیم کے واسطے ترکہ میت اول اس مال نقد سے منجملہ (۲۸۰) سہام کے (۷۰) سہام اور ترکہ میت دوم مین سے منجملہ (۳۵) سہام کے جو اُسکو (۲۸۰) مین سے ملے ہین (۱۰) سہام ہوے اور میت سوم کے (۸۰) سہام از جملہ (۲۸۰) سہام سے (۳۲) سہام ہوے پس اس مال نقد ہر سہ ترکات مین سے جسقدر سب اس حاضر آوردہ کو ملا ہی وہ (۱۱۲) سہام منجملہ (۲۸۰) کے ہین اور یہ شخص جسکو ساتھ حاضر لایا ہی اس مدعی کو اس مال نقد مذکور سے اسقدر حصہ جو اُسکو ان تینون ترکون مین سے ملا ہی جو (۱۱۲) سہام منجملہ (۲۸۰) سہام کے ہین نہین دیتا ہی اور اسکا مطالبہ وجواب طلب کیا پس حاضر آوردہ سے دریافت کیا گیا الی آخرہ۔

محضر۔ دعوی جویلی میراث از پدر خویش۔ ایسا محضر پہلے گذر چکا ہی لیکن اسمین اور اُسمین فرق یہ ہی کہ پہلے کا مفروضہ یہ تھا کہ وارث ایک ہی۔ اور اسکا مفروضہ یہ ہی کہ وارث کئی آدمی ہین۔ اُسکی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ تمام دار واقع محلہ فلان محدودہ بحدود ہذا بجمیع حدود وحقوق وعمارت و زمین وسفل وعلو وبناء وبنیاد وبہر حق کہ اُسکے واسطے ثابت ہوا اُسمین داخل ہی اور پھر حق کہ اُسکے واسطے ثابت ہوا اس سے خارج ہی اس زید کے والد سے عمرو بن خالد کی ملک حق واُسکے تحت وتصرف مین تھا یہانتک کہ اُسنے وفات پائی اور وارثون مین ایک پسر یہ مدعی اور اسکے سوائے دوسرے وارث فلان وفلان پسر فلانہ وفلانہ دختر چھوڑی کہ انکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی پس یہ دار محدودہ اُسکے ان وارثان مسمیان کے واسطے برفرائض اللہ تعالی اُسکی میراث ہوگیا۔ اور سب کے اسقدر سہام ہوے منجملہ اُنکے اس زید مدعی کا اسقدر سہام حصہ ہوا اور آج کے روز یہ تمام دار اس شخص کے قبضہ مین ہی جو حاضر ہوا ہی اور یہ شخص اس زید کو اُسکے حصہ سے جو اسقدر سہام منجملہ اسقدر سہام کے ہوے۔ بالغ ہوتا ہی الی آخرہ۔ اور اگر اس زید نے تمام دار مذکورہ کا اپنے واسطے دعوی کیا بسبب اینکہ وارثون کے درمیان تقسیم ہونے مین یہ دار تمام اُسکے حصہ مین آیا ہی باین معنی کہ متوفی مذکور نے سوائے اس دار کے دیگر مال غیر منقول و منقول از اراضی ونقود چھوڑے پھر باہمی رضامندی سے وارثون کے درمیان اس ترکہ کی تقسیم واقع ہوئی جس سے یہ دار مذکور پورا اس پسر مدعی کے حصہ مین آیا تو محضر مین لکھے کہ متوفی نے ترکہ مین یہ دار محدودہ چھوڑا اور اسکے ساتھ یہ عقار اور یہ عروض واسقدر نقد چھوڑا پھر ان وارثون مین باہم برضامندی تقسیم صحیحہ واقع ہوئی پس یہ دار مذکورہ محدودہ اس پسر کے حصہ مین جو حاضر ہو کر دعوے کرتا ہی آیا اور اس مدعی مذکور نے اس دار پر قبضہ کرلیا اور باقی وارثون مین سے ہر ایک نے اپنے اپنے حصہ پر قبضہ کیا اور آج کے روز یہ سب دار بسبب مذکور اس مدعی کی ملک ہی اور یہ دار مذکور اس حاضر آوردہ کے قبضہ مین ناحق ہی اور وہ اس مدعی کو اس سب سے روکتا ہی

سجل۔ این دعوی۔ اسکا سجل بھی اُسی طور سے ہی جیسا ہمنے گذشتہ محضر دعوی میراث دار از پدر خویش کی سجل مین بیان کیا ہی پھر اس سجل کے آخر مین لکھے کہ مجھسے اس مدعی نے جسکا نام ونسب اس سجل مین مذکور ہی درخواست کی کہ جو کچھ میرے نزدیک اس مدعا علیہ پر ثابت ہوا ہی اُسکا حکم قضا نافذ کرون پس مین نے حکم قضا یہ نافذ کیا کہ فلان نے وفات پائی اور اُسنے وارثون مین فلان وفلان کو چھوڑا اور یہ کہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعی کے والد کی ملک تھا

اور برابر اسکے تحت وتصرف مین رہا یہانتک کہ اسنے وفات پائی اور اس دار محدودہ مذکورہ کو اپنے ان وارثون کے واسطے جنکا نام بیان کیا گیا ہی میراث چھوڑا الی آخرہ اور یہ کہ اس شخص کے واسطے جو حاضر آیا ہی اس دار محدودہ کے منجملہ اسقدر سہام کے اسقدر سہام ہین اور یہ کہ یہ شخص جسکو حاضر لایا ہی اس دار محدودہ کے اسکے حصہ سے اسکو ناحق منع کرتا ہی اور ہمنے اس مدعا علیہ کو حکم دیا کہ اس مدعی کو دار محدودہ مین سے اُسکا حصہ اُسکے سپرد کردے اور یہ سب میری طرف سے میری مجلس قضا واقع کورہ والے آخرہ - اور اگر مدعی تمام دار مذکورہ کا اپنے واسطے دعوی کرتا ہوا اُسی سبب سے جسکا ذکر ہمنے اوپر بیان کیا ہی (یعنے تقسیم ترکہ مین تمام دار اُسکے حصہ مین آیا) تو قاضی آخر سجل مین لکھے کہ مین نے یہ قضا نافذ کی کہ فلان نے وفات پائی اور اپنے وارثون مین فلان وفلان کو چھوڑا اور اُسنے ترکہ مین یہ دار محدودہ اور عقار وعروض ونقود مین اس اس قدر چھوڑے اور باہمی تقسیم ان وارثان مذکور مین اس متوفی کے ترکہ مین جاری ہوئی اور تمام یہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعی کے حصہ مین آیا الی آخرہ

محضر - در اثبات وصایت - زید جو حاضر ہوا ہی اُسنے اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی یہ دعوی کیا کہ اس زید کا بھائی بکر بن خالد مرگیا اور اُسنے وارثون مین اپنے باپ خالد اور اپنی مان فلانہ بنت فلان اور لڑکون مین فلان وفلان ولڑکیون مین فلانہ وفلانہ کو چھوڑا انکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور اُسنے اس زید کو اپنی صحت عقل وبدن وجواز امر کی حالت مین اپنے سب ترکہ مین اور جسکو وہ اپنے بعد چھوڑ جاوے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہوا اپنا وصی مقرر کیا ہی اور اسکے اصلاح کا کا متولی کیا ہی اور اس زید نے اُسکی اس وصایت کو اور متولی کار ہونے کو قبول کیا ہی اور اس زید کے بھائی متوفی کے اس عمرو پر اسقدر دراہم وزن سبعہ سکہ جہرہ شاہی فی الحال واجب الادا ہین اور اس زید کے پاس اپنے دعوی کے گواہ ہین - ایسا ہی صاحب لاقضیہ نے ذکر کیا کہ مدعی کے اس قول سے ابتدا کی کہ اُسکے پاس اپنے دعوی کے گواہ ہین اور یہ امام محمد رح کا اخیر قول ہی حتے کہ مدعا علیہ قرضہ دیدینے سے بری ہوگا اور اسواسطے کہ ایسے دعوی کا جواب چاہیے ہوتا ہی جو از جانب خصم ہو اور اس مدعی کا خصم ہونا جبھی ثابت ہوگا جب وہ وصایت کو ثابت کرلے ہی واسطے اُسکے قول سے ابتدا کی کہ اُسکے پاس اس دعوی کے گواہ ہین - پھر لکھے کہ مدعی مذکور ایک جماعت کو حاضر لایا اور اُنھون نے گواہی دی کہ فلان بن فلان اس مدعی کا بھائی جسکو یہ گواہ لوگ بمعرفت قدیمی نام ونسب وصحبت سے پہچانتے تھے مرگیا اور وارثون مین اپنے باپ فلان کو اور اپنی مان فلانہ کو اور لڑکون مین سے فلان وفلان کو اور لڑکیون مین فلانہ وفلانہ کو اور اپنی جورو مسماۃ فلانہ بنت فلان کو چھوڑا ہی اور یہ لوگ حاضر نہین ہوے ہین اور گواہ لوگ سوائے ان لوگون کے اُسکا کوئی وارث نہین پہچانتے ہین اور اس متوفی مذکور نے اپنی صحت عقل وبدن وجواز تصرف کی حالت مین اس اپنے بھائی کو جو حاضر ہوا ہی وصی کرنے کے وقت ہم لوگون کو شاہد کیا کہ مین نے اسکو اپنے تمام اُسکا جسکو بعد وفات کے چھوڑ جاؤن وصی کیا ہی اور یہ اُسکا بھائی اُس مجلس مین جسمین اُسنے ہم لوگون کو گواہ کیا تھا حاضر تھا پس اُسنے اُسکی وصایت قبول کرلی اور قاضی ان گواہون کو بصفت عدالت وجواز شہادت پہچانتا تھا پس قاضی نے مدعا علیہ مذکور سے اِسکا دعوی جو وہ اپنے بھائی کے واسطے دراہم مذکورہ کی بابت کرتا ہی دریافت کیا پس اس مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ اس مدعی حاضر کے بھائی فلان بن فلان کے اسقدر درہم وزن سبعہ نقد جہرہ شاہی مجہرہ فی الحال بلا میعادی واجب الادا ہین پس مدعی وصایت نے جو حاضر ہوا ہی قاضی سے درخواست کی کہ سب

جو کچھ اُسکے نزدیک ان گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا کہ اُسکا بھائی فلان مرگیا اور اسقدر وارث چھوڑے اور اُسنے اس مدعی کو وصی کیا اور یہ کہ مدعا علیہ مذکور پر جن دیون موصوف کا اُسنے فلان کے واسطے اقرار کیا ہے اُنکے ثبوت کا اور اُنکے ادا کرنے کا اس وصی کو سپرد کا حکم قضاناً نافذ کردے پس قاضی موصوف نے اپنا حکم قضاءً اسطرح نافذ کیا کہ فلان بن فلان اس مدعی حاضر کے بھائی نے وفات پائی اور اسقدر وارث فلان وفلان آخر تک چھوڑے بنا بر آنکہ یہ گواہ لوگ اسکی گواہی پر متفق ہوے ہین پھر قاضی نے یہ حکم قضاناً نافذ کیا کہ فلان بن فلان متوفی نے اپنے اس بھائی کو جو حاضر آیا ہے اپنے تمام ترکہ کا وصی کیا اور اس حاضر آمدہ کے اس وصایت کو قبول کیا ہے بنا بر آنکہ یہ گواہ لوگ اسکی گواہی پر متفق ہوے ہین اور یہ امر بعد از انکہ قاضی کے نزدیک اس وصی کی عدالت وامانت ثابت ہوگئی اور یہ معلوم ہوگیا کہ وہ اس کام کے واسطے گویا رکھا گیا ہے اور اُسنے اُسکو حکم دیدیا کہ اپنے بھائی فلان بن فلان کے تمام ترکہ مین خالصۃً للہ تعالی بجاے موصی کے خود تصرف کرے اور قاضی نے فلان بن فلان اس مدعا علیہ پر جن دیون مذکورہ موصوفہ کا فلان بن فلان کے واسطے اپنے اوپر اقرار کیا ہے وہ اُسپر لازم کردے، اور اس سب کا اُسپر حکم دیدیا اور اُسکو حکم کیا کہ یہ در اہم فلان کو دیدے اور یہ فلان جو حاضر ہوا ہے اُس متوفی مذکور کا وصی ہے اور اسکا بھائی ہے اور اُسنے مدعا علیہ مذکور کے روبرو اس سب کا جسطرح اس تحریر مین بیان کیا گیا ہے حکم دیدیا اور یہ سب اُسنے اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین کیا ہے۔ اور بہت لوگ علماء مین سے پہلے مدعا علیہ کے جواب سے ابتدا کرتے ہین جیسا کہ اسمین رسم ہے بخلاف باقی دعوی وخصومات کے

محضر۔ دیگر اندرین مثال۔ اس زید نے جو حاضر ہوا ہے اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہے دعوی کیا کہ فلان نے اس زید کو بعد اپنی وفات کے اپنی نابالغ اولاد فلان وفلان کی درستی کار کا اور اپنی وفات کے بعد اپنے مال سے تہائی لیکر کارہاے خیر وثواب مین صرف کرنے کا بایصا صحیحہ وصی کیا اور اس حاضر آمدہ زید نے اُس سے یہ وصیت بقبول صحیح قبول کی اور یہ وصی مقرر کرنا اُسکی آخری وصیت تھی جسکی اس حاضر آمدہ کی طرف وصیت کی ہے پھر یہ وصیت کنندہ نے وفات پائی درحالیکہ اس وصیت پر ثابت تھا اس سے رجوع نہین تھا اور آج کے روز یہ حاضر آمدہ اس متوفی کی اولاد صغار کی درستی کار کا اور اُسکے تمام مال سے تہائی لیکر موافق اُسکی وصیت کے جیسا اس مدعی نے دعوی کیا ہے صرف کرنے کا وصی ہے اور اس موصی کا مال اسقدر اس وصی کے قبضہ مین ہے اور اسقدر اُسکا مال اس عمرو پر ہے پس اسپر واجب ہے کہ یہ مال اس وصی کو دیدے تاکہ اُسمین سے موصی مذکور کی وصیتین نافذ کرے اور اس عمرو کو اسکا علم ہے پھر اُس سے مطالبہ کیا اور جواب دعوی طلب کیا پس عمرو مذکور سے دریافت کیا گیا پس اُسنے جواب دیا

محضر۔ در اثبات دعوی بلوغ یتیم۔ زید نے حاضر ہوکر عمرو پر جسکو حاضر لایا ہے دعوی کیا کہ یہ عمرو اس زید کے باپ کا اُسکی وفات سے بعد اسکے درستی کار وحفظ ترکہ کا اُسکے وارثون کے واسطے وصی تھا اور اُسکے باپ نے سوا اسے اس زید کے کوئی وارث نہین چھوڑا ہے اور ایک یہ زید بلوغ تک جسپر لڑکا مرد ہوتا ہے باحتلام یا بقول سن یا بقول آنکہ اٹھارہوان یا اُنیسوان سال شروع ہوگیا پہونچ گیا ہے اور اس حاضر آوردہ کے قبضہ مین اُسکے باپ کے ترکہ مین سے اسقدر مال ہے پس اسپر واجب ہے کہ یہ سب مال اس زید کے سپرد کردے۔

محضر۔ در اثبات اعدام وافلاس بنا بر قول ایسے امام کے جو اسکو جائز فرماتا ہے۔ زید نے حاضر ہوکر عمرو پر دعوی کیا کہ اس عمرو نے اس زید پر جو دعوی کیا ہے کہ اسقدر دراہم وہ عمرو کو دیدے اور دیگر اسکے مطالبہ سے خارج ہو پس

قال (بعض) بطلب مطالبہ عمرو ولا یطالبہ بشیء آخر حتی یثبت افلاسہ وعجزہ عن اداء الدین بمحضر من الناس کذا فی المحیط

نہ یہ مذکور اس دعوی کے وقیہ مین دعوی کرتا ہی کہ یہ عمرو اپنے اس دعوی مین مبطل ہی اسواسطے کہ یہ زید فقیر ہی اسکے پاس ایسا مال واسباب کچھ نہین ہی جس سے فقر و افلاس سے خارج ہو۔ اور گواہ لوگ بیان کرین کہ ہم اسکے واسطے ایسا کوئی مال واسباب نہین جانتے ہین جس سے حالت فقر سے خارج ہو اور اسی کو امام خصاف وفقیہ ابو القاسم نے اختیار کیا ہی اور چاہیے کہ گواہ لوگ یون کہین کہ آج کے روز یہ نادار ہی ہم اسکی ملک مین کوئی مال سوائے اسکے ان کپڑون کے جو اسکے تن پر ہین اور اسکے رات کے کپڑون کی نہین جانتے ہین اور رہنے اسکی حالت کو خفیہ وظاہر ہر طرح سے جانچ لیا ہی۔

مسئلہ این محضر بدستور لکھکر مقام ثبوت مین لکھے کہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ یہ شخص نادار مفلس فقیر ہی سوائے اپنے تن کے کپڑون کے کسی مال کا مالک نہین ہی اور ثابت ہوا کہ اُسپر جو لوگون کا مال ہی اُسکا مطالبہ اُس سے ساقط ہی اور مین نے حکم دیا تمام اُس امر کا جو میرے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ فقیر ہی کسی چیز کا مالک الی آخرہ

محضر - در اثبات ہلال رمضان۔ محضر کو ایک شخص کے نام سے دوسرے پر کسی قدر مال معلوم میعادی بماہ رمضان تحریر کرے پس لکھے کہ اس زید نے حاضر ہوکر اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی اسقدر دینار قرضہ لازم وحق واجب بدین سبب ہونے کا دعوی کیا اور اسکی میعاد اس سال کا ماہ رمضان تھا پس ماہ رمضان داخل ہونے سے یہ دینار فی الحال واجب الادا ہوگئے کیونکہ یہ دن غرۂ ماہ رمضان ہی پس مدعا علیہ بدل کا اقرار کرے اور میعاد آجانے سے اور یہ دن غرۂ ماہ رمضان ہونے سے انکار کرے پس مدعی گواہ قائم کرے کہ یہ دن غرۂ رمضان ہی اور گواہون کو اختیار ہی کہ چاہین یہ گواہی دین کہ یہ روز ماہ رمضان کا ہی اور کچھ تفسیر بیان نکرین اور چاہین تفسیر کے ساتھ بیان کرین کہ مین گواہی دیتا ہون کہ ماہ شعبان کی انتیسوین تاریخ کل شام کے وقت نماز کے وقت مین نے چاند دیکھا اور آج کے روز غرہ ماہ رمضان اس سال کا ہی۔ اور اگر گواہون نے بدون کسی دعوی کے ایسی گواہی دی تو بھی گواہی کی سماعت ہوگی اور قبول کیجائیگی یہ ذخیرہ مین ہی۔

محضر - اس امر کا اثبات کہ جس عورت پر دعوے ہی وہ پردہ نشین ہی بدین غرض کہ مطالبہ مدعی کہ وہ مجلس حکم مین حاضر ہو دفع ہوجاوے۔ محضر مین لکھے کہ زید چہندہ بہت عمرو کی طرف سے دعوی ومصومات وگواہ قائم کرنے کے انتیابات مین اُسکی طرف سے ثابت الوکالۃ ہی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ بکر بن خالد کو لایا پھر اس وکیل مذکور نے اس بکر بن خالد پر جسے اُسکی ہو کلہ پر اپنے دعوی کی جوابدہی کے واسطے مجلس حکم مین حاضر ہونے کا مطالبہ کیا ہی اُسکے وقیہ مین دعوی کیا کہ موکلہ مذکورہ پردہ نشین ہی اپنے حاجات کے واسطے اپنی حویلی سے باہر نہین نکلتی ہی اور مردون مین مختلط نہین ہوتی ہی اور یہ بکر بن خالد اپنے دعوی مین کہ وہ مجلس حکم مین حاضر ہو کر جوابدہی کرے بطل ہی پس اسپر واجب ہی کہ ایسے دعوی سے باز رہے

محضر - غائب پر تحریر حکمی مال کا دعوے کرنا صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص مسمے زید کا عمرو پر مال ہی اور اس مال کے گواہ شہر مین موجود ہین لیکن عمرو غائب ہی اور اس شہر سے مسافت سفر کی دوری پر ہی اور قرضخواہ نے قاضی شہر سے درخواست کی کہ میرا دعوی وبیرے حق کے گواہ سنکر جس شہر مین قرضدار موجود ہی وہان کے قاضی کے نام خط لکھدے تو قاضی اُسکی درخواست منظور کریگا بنا بر قول ایسے امام کے جو اسکو جائز فرماتا ہی کیونکہ لوگون کو ایسی ضرورت بہت ہوتی ہی۔ پس اسکے **محضر** تحریر کرنے کی یہ صورت ہی کہ مجلس قضا واقع کورہ فلان بن قاضی فلان کے روبرو رسمی زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ کسی خصم کو حاضر نہ لایا اور خصم کا نائب بھی حاضر نہ لایا پھر اس حاضر آمدہ نے دعوی کیا کہ اسکے فلان شخص غائب پر جسکا یہ نام ونسب واُسکا یہ حلیہ ہی پس شناخت کی باتین بدرجہ غائت جہان تک ممکن ہون تحریر کرے۔ اسقدر دینار بسبب

صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہین اور بسبب مذکور کو بیان کردے اور ایسا ہی اس غائب مذکور نے جسکا حلیہ اس محضر مین بیان ہی از اپنی صحت وہمہ وجوہ جواز اقرار ولفاذ تصرفات کی حالت مین بطوع خود ان دینارون مذکورہ کا اس شخص زید کے واسطے اپنے اوپر قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح ہونے کا باقرار صحیح اقرار کیا ہی جسکی تصدیق اس زید نے خطاباً کی ہی اور آج کے روز یہ شخص غائب مذکور اس شہر سے بمسافت سفر غائب ہو کر فلان شہر مین مقیم اور اس زید کے اس دعوی سے منکر ہی اور اس زید کے گواہان عادل اسی شہر مین اسکے دعوی کے موافق گواہی دیتے ہین اور یہ زید بسبب دوری مسافت کے اس بات سے مجبور ہی کہ غائب مذکور اور ان گواہون کو ایک ساتھ جمع کرسکے اور اس زید نے اس قاضی سے درخواست کی کہ اس دعوی پر اس غائب مذکور پر اسکے گواہون کی جو موافق دعوے کے گواہی دیتے ہین سماعت کرکے اس فلان شہر کے قاضی کو جسمین غائب مذکور ہی باین عنوان کہ اور جس شخص کو قاضیان مسلمین وحکام اسلام مین سے یہ خط پہونچے اسکے موافق فیصلہ کردے پس قاضی مذکور نے اسکی درخواست منظور کی اور مدعی مذکور چند نفر لایا اور بیان کیا کہ یہ اسکے گواہ ہین اور وہ فلان وفلان وفلان ہین انکے نام ونسب وحلیہ ومساکن جسطرح ہمنے بیان کیا ہی تحریر کردے پھر جب انہون نے موافق دعوی مدعی کے اول سے آخر تک گواہی دی اور موضع اشارہ مین اشارہ کیا اور قاضی مذکور انکو عادل جانتا ہی یا بکہاحال دریافت کرکے عادل معلوم کیا تو خط حکمی تحریر کرنے کا بدین طور حکم فرماوے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط پہونچے بسوے قاضی امام فیض الاسلام اسکے القاب لکھے نام ونسب نہ لکھے اطال اللہ تعالی بقاؤہ وبسوے ہر کسے کہ از قاضیان اسلام وحکام مسلمین بدست وے در آید ادام اللہ عزہ وغزہم وسلامتہ وسلامتہم والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین اور یہ میری تحریر میری مجلس قضا واقع کورہ فلان مین سے صادر ہوئی ہی اور جس روز مین نے اسکی تحریر کا حکم دیا ہی اس روز مین از جانب خاقان فلان عزنصرہ اس کورہ واسکے نواح کا قاضی ہون میری قضایا واحکام اس کورہ واس نواح کے لوگون مین نافذ وجاری ہین والحمد للہ علی نعمائہ التی لاتحصی والایہ التی لاتستقصی اما بعد میری مجلس قضا واقع کورہ فلان مین بروز فلان ماہ فلان سنہ فلان مین ایک مرد حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اسکا نام زید بن بکر مخزومی ہی اور اپنے ساتھ کسی خصم کو نہین لایا اور نہ خصم کا نائب لایا پھر اس زید نے ایک شخص غائب پر دعوے کیا جسکا نام بیان کیا کہ اسکو عمرو بن خالد مخزومی کہتے ہین پھر دعوے اول سے آخر تک نقل کرے پھر لکھے کہ اسنے مجھسے درخواست کی کہ مین اسکا یہ دعوی اس غائب مذکور پر جسکا حلیہ بیان کردیا گیا ہی سنون اور اس دعوی کے موافق اسکے گواہ سنون اور آپ کو ادام اللہ عزہ اور ہر شخص کے نام بطور عام کہ قاضیان اسلام وحکام مسلمین سے جسکو یہ تحریر پہونچے کوئی ہو اسکو خط حکمی متضمن مضمون مذکور تحریر کردون پس مین نے اسکی درخواست کو منظور کیا پس یہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور وہ فلان وفلان وفلان ہین پس اُن لوگون نے بعد طلب شہادت کے اس مدعی کے اس دعوے کے بعد (اور اس مقام پر یہ نہ لکھے کہ اور بعد انکار اس مدعا علیہ کے اسواسطے کہ مدعا علیہ کے غائب ہونے کی وجہ سے اسکی طرف سے کوئی جواب پایا نہین گیا ہی) ہر ایک نے ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا ہی گواہی دی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہی الی آخرہ پھر الفاظ شہادت لکھنے سے فارغ ہو کر لکھے کہ گواہون نے یہ گواہی جسطرح واقع مین تھی ادا کی اور جیسا چاہیے ہی گواہی دی پس مین نے اسکو سنکر محضر مجلد دیوان حکم مین اپنے پاس ثبت کرلی پھر مین نے ان گواہون کا حال دریافت کرنے کے واسطے ان لوگون کی طرف رجوع کیا جو اس نواح مین تعدیل وتزکیہ گواہان کے واسطے ہین اور وہ

فلان وفلان ہین بعد ازان اگر معدلین ومزکین نے سب کو بجانب عدالت وجواز شہادت منسوب کیا ہو تو لکھے کہ پس اہل تعدیل نے سب کو بجانب عدالت وجواز شہادت منسوب کیا اور اگر بعض کو بعدالت منسوب کیا ہو تو لکھے کہ انھون نے فلان وفلان کو عادل وجائز الشہادۃ بیان کیا پس چونکہ علم نے اُنکی گواہی قبول کرنی واجب کردی اسواسطے مین نے اُنکی گواہی قبول کی پھر مجھسے اس مدعی نے بعد اس تمام معاملہ کے یہ درخواست کی کہ فلان قاضی کو اور ہر حاکم وقاضی کو جو مسلمانون کے واسطے مقرر ہی جسکو یہ خط پہونچے خط حکمی لکھون اور جو کچھ میرے پاس اس ماجرے سے ثابت ہوا ہی اُس سے اس مکتوب الیہ کو اور ان سب لوگون کو بطور عموم آگاہ کرون اور نیز ہر ایک کو اسکی خبر کردون تاکہ بسوقت مکتوب الیہ معلوم یا کسی حاکم وقاضی اسلام کو یہ خط پہونچے جسپہ میری مہر ہی جسطرح رسم ہی اور اُسکے نزدیک بھی ایسی طرح سے جو موجب حکم ہی ثابت ہو جاوے تو قبول کرکے اس خط کے لانے والے کے حق مین جو امر اُسکے نزدیک اللہ تعالی اپنی توفیق سے الہام کرے اُسکی تقدیم کردے - اور جاننا چاہیے کہ آخر تحریر کو کلیہ استثنا (یعنی انشاء اللہ تعالی) سے محفوظ رکھے اسواسطے کہ یہ استثناء امام اعظم رح کے نزدیک تمام خط سے متعلق ہو جاتا ہی پس تمام خط باطل ہو جائیگا پھر قاضی کاتب اس خط کو جسکو اسپر گواہ کرتا ہی پڑھ سناوے اور اُسکو اُسکے مضمون سے آگاہ کردے اور اُسکو گواہ کردے کہ یہ خط میری طرف سے بنام قاضی کورہ فلان کے ہی اور رسم ایسے خط کی یہ ہی کہ بسبب انصاف کاغذ پر یا زیادہ یا کم پر بقدر ضرورت ہو جو بعض سے بعض متصل ہون اور خط کے دو عنوان ہون ایک خارج سے اور دوسرا داخل سے پس دائین جانب خط کے لکھے کہ بجانب قاضی فلان بن فلان قریشی قاضی کورہ فلان ونواح آن جو دہان کے لوگون کے درمیان نافذ القضاء والامضاء ہی اور بائین جانب لکھے کہ از جانب فلان بن فلان مخزومی قاضی کورہ فلان ونواح آن جو دہان کے لوگون کے درمیان نافذ القضاء والامضاء ہی - اور اُسکے اوصال پر خارج سے اور جانبین سے اعلام کردے کہ وصل صحیح ہی اور اُسکے داخل پر دائین جانب سے لکھے کہ بحکم اللہ تعالی اور خارج سے سوے قاضی کے جسکی طرف سے خط حکمی ہی بعد شہادت کے بثبوت اقرار فلان بن فلان فلانی براے فلان بن فلان بایںقدر دینار رہا - اور اُن گواہون کا نام جنکو خط پر گواہ کیا ہی آخر خط مین لکھے اور اُنکے انساب ومصلے بیان کردے پھر صدر خط کو اپنی توقیع سے اپنے خط سے مزین کرے اور آخر خط مین تحریر کرے کہ فلان بن فلان الفلانی کہتا ہی کہ یہ خط میرے حکم سے میری طرف سے لکھا گیا اور جو ماجرا اسمین مذکور ہی وہ میرے سامنے میرے پاس واقع ہوا ہی اور یہ سب بسبب انصاف کاغذ پر موصول بوصلین تحریر ہی ہر وصل پر خارج سے لکھا ہوا ہی کہ وصل صحیح ہی ہر دو جانب سے اور داخل سے مکتوب ہی وصل پر دائین جانب سے بحکم اللہ تعالی معنون بدو عنوان ہی ایک داخل ودوم خارج اور میری اس توقیع سے موقع ہی اور میری مہر اسپر ہی اور اس خط پر جو مین نے اپنی مہر کی ہی اُسکا نقش یہ ہی اور اس کتاب کے مضمون پر مین نے اُن گواہون کو گواہ کیا ہی جنکا نام اس خط کے آخر مین تحریر ہی اور عنقریب اُنکو جبکہ ختم کردونگا تو بند کے مہر پر بھی شاہد کردونگا اور مین نے توقیع کو صدر خط پر تحریر کردیا ہی اور یہ سات یا آٹھ سطرین یا جسقدر تحریر مین آئی ہون میرے ملحق کاغذ کا خط ہی حامداً للہ تعالی ومصلیاً علی نبیہ محمد وآلہ وسلماً پھر رسم کے موافق خط کی مہر کرے اور قاضی انھین گواہون کو جنکو مضمون خط پر گواہ کیا ہی اس تہ بند پر بھی گواہ کرے اور قاضی کو چاہیے کہ اس خط کی دوسری نقل بعینہ کرلے جو گواہون کے پاس رہے اور اُنکی گواہی کے وقت وہ لوگ اُسکے مضمون کی گواہی ادا کرین اور اسکو فارسی مین (کشادنامہ) کہتے ہین -

کتاب حکمی ورنقل کتاب حکمی - یعنے خط حکمی کے نقل کے بارہ مین خط حکمی تحریر کرنا - بعد تحریر صدر خط ودعا کے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی لکھے کہ زید بن عمرو نے قاضی امام اطال اللہ بقاوہ کا خط حکمی میرے سامنے پیش کیا اور اُسکا نسخہ یہ ہی پھر اول سے آخر تک اُسکو نقل کرے پھر اس سے فارغ ہوکر تحریر کرے کہ زید بن عمرو نے یہ خط میرے سامنے پیش کیا اور دعوی کیا کہ یہ خط فلان بن فلان کا ہی جو کورہ بخارا واُسکے نواح کا قاضی ہی اور اسی کی مہر اُسپر ہی اور اسی کی توقیع ہی اور اُسنے اسکے مضمون اور اپنی مہر پر گواہ کردیے ہین درحالیکہ وہ اسوقت کورہ بخارا مین قاضی تھا اور یہ خط مذکور اُسکی جانب سے تیرے نام ہی - اور میری طرف اشارہ کیا اور بدین مضمون ہی کہ اس خط لانے والے یعنے زید بن عمرو کے واسطے گواہی جو اُسنے خالد بن بکر پر دلائی ہی اسمین منقول ہی اور کہا کہ شہود علیہ یعنی خالد بن بکر جسکا نام ونسب اس خط مین تحریر ہی وہ اس شہر سے بھی غائب ہی اور کورہ سمرقند مین مقیم ہی اور مجھسے درخواست کی کہ اس خط کی نقل کا خط حکمی بنام قاضی امام فلان ادام اللہ بقاوہ تحریر کردون پس مین نے اس خط پر گواہ طلب کیے پس وہ دو گواہ لایا فلان وفلان جنھون نے بعد درخواست شہادت کے بعد اس دعوی کے یہ گواہی دی کہ یہ خط فلان بن فلان قاضی کورہ بخارا کا مزین بہر اُونہ موقع بتوقیع او تیرے نام ہی اور میری طرف اشارہ کیا اور دونون نے کہا کہ ہمکو اُسنے اسکی مہر پر اور اسکے مضمون پر اندرین معنی کہ زید بن عمرو کے واسطے خالد بن بکر پر اس مدعا بہ کی گواہی ثابت ہوئی ہی - پس مین نے انکی گواہی سُنی اور میرے نزدیک ان لوگون کی عدالت اس نواح کے تعدیل کرنے والون سے ثابت ہوگئی تب مین نے خط کو قبول کیا اور اُسکو کھولا پس اُسکو معنون بعنوان داخل وعنوان خارج پایا اور موقع بتوقیع صدر وآخر پایا اور اوصاف پر ظاہر وباطنا اعلام پایا جسطرح قاضیون کے خطوط مین ہوتا ہی پس میرے نزدیک یہ بات صحیح ہوئی اور یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ خط فلان قاضی کا ہی جسنے میرے نام اس معنی مین لکھا ہی درحالیکہ وہ کورہ بخارا کا قاضی تھا - پھر مجھسے اس زید بن عمرو نے یہ درخواست کی کہ مین اسکی نقل بجانب آپکے تحریر کردون پس مین نے اُسکی درخواست کو منظور کیا اور اپنے اس خط کی تحریر کا حکم دیا پھر خط بطریق گذشتہ تمام کرے اور اگر وہ خط جسکے نقل کی ضرورت پیش آئی ہی کسی دوسرے خط کی نقل ہو تو اُسکی ترتیب اسی طور سے ہوگی جسطرح ہمنے بیان کی ہی -

سجل - ورثبوت ملک محدود بکتاب حکمی - قاضی فلان کہتا ہی کہ میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ تمام دار واقعہ موقع فلان جسکے حدود یہ ہین ملک اس زید حاضر آمدہ کی اور اسکا حق ہی اور اس عمرو حاضر آوردہ کے قبضہ مین ناحق ہی پس اسپر واجب ہی کہ یہ دار مذکورہ اس زید کے سپرد کردے اور اُس سے مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اس مدعا علیہ سے دریافت کیا گیا کہ اُسنے فارسی مین جواب دیا - کہ این خانہ کہ این مدعی دعوی میکند ملک من ست وحق من ست واندر دست من بحق ست - پس مین نے اس مدعی سے اُسکے دعوی کی حجت مانگی پس اُسنے میرے پاس یہ خط حکمی پیش کیا جسکا نسخہ یہ ہی پس اول سے آخر تک تحریر کرے پھر لکھے کہ یہ خط میرے سامنے پیش کیا اور دعوی کیا کہ یہ خط قاضی کورہ سمرقند کا تیرے نام ہی اور میری طرف اشارہ کیا اور خط کی طرف اُسنے بدین مضمون تحریر کیا ہی کہ ملکیت اس دار کی بحدود آن وحقوق آن میرے واسطے ہی یہ خط اُسکے توقیع کے موقع اور اُسکی مہر سے مزین ہی اور وہ اس تحریر کے وقت قاضی سمرقند تھا اور اسکے مضمون اور اپنی مہر خانہ پر اُسنے گواہ کردیے ہین - پس مین نے اُس سے گواہ طلب کیے تو وہ چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین

اور وہ فلان وفلان ہین اور مجھسے انکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس مین نے منظور کیا اور گواہون کی طرف متوجہ ہوا پس اُسکے ان گواہون نے گواہی دی کہ یہ خط (اس خط کی طرف جو میری مجلس قضا مین حاضر تھا اشارہ کیا) قاضی کورہ سمرقند کا ہی جسنے تیرے نام تحریر کیا ہی درحالیکہ وہ قاضی سمرقند تھا بدین مضمون کہ ملکیت اس دارمحدود کی اس مدعی کے واسطے جسنے خط پیش کیا ہی (اور مدعی مذکور کی طرف اشارہ کیا) ثابت ہوا اور یہ خط اُسکی مہر خاتمہ سے مزین اور اُسکی توقیع سے موقع ہی اور قاضی مذکور نے ہمکو اس خط کے مضمون اور اپنی مہر خاتمہ پر گواہ کر لیا ہی۔ پس مین نے اُنکی گواہی سُنکر اس نواح کے تعدیل کرنے والون کی طرف انکی دریافت کے واسطے رجوع کیا پس اُنھون نے انمین سے دو آدمیون کو جو فلان وفلان ہین عادل وجائز الشہادۃ بیان کیا۔ پس مین نے خط کو قبول کیا اور ہر دو خصم کی حاضری مین اُسکو کھولا پس مین نے اُسکو معنون بعنوان داخل وخارج وموقع بتوقیع صدر وآخر ومعلم الاوصال بظاہر وباطن پایا اور اُسنے ان گواہون کو اُسکے مضمون اور اپنی مہر پر گواہ کر لیا ہی اور جو مضمون اُس سے نکلا وہ میرے نزدیک صحیح ہوا اور جو کچھ اُسمین درج ہی وہ ثابت ہوا پس مین نے یہ بات مدعا علیہ پر پیش کردی اور اُسکو اس حال سے آگاہ کر دیا اور اُسکو قابو دیا کہ اِسکا دفعیہ پیش کرے اگر اُسکے پاس ہو پس وہ کوئی دفعیہ نہ لایا اور نہ اِس سے چھٹکارے کی کوئی بات پیش کی اور میرے نزدیک اس بات سے اُسکا عاجز ہونا ظاہر ہوا پھر مجھسے مدعی نے درخواست کی کہ جو کچھ اس سے میرے نزدیک اس مدعی کے واسطے ثابت ہوا ہی اُسکا حکم اس مدعا علیہ پر دون۔ پس مین نے اُسکی درخواست کو منظور کر کے اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر ملکیت اس دارمحدودہ کا اسلئے آخرہ۔

مختصر۔ دعوی مضاربت وبضاعت مین کتاب حکمی پر گواہ پیش کرنا۔ مجلس قضا کورہ بخارا مین قاضی فلان بن فلان کے سامنے زید حاضر ہوا بدون کسی خصم یا نائب خصم کے کہ اسکو حاضر نہین لایا پھر اس زید نے ایک غائب پر جسکا نام عمرو واُسکا حلیہ ایسا ایسا بیان کیا دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو غائب کو نوّے دینار سرخ مناصفہ بخارا جید وہ رائجہ موزونہ بوزن سمرقند کو بطریق مضاربت صحیحہ کے جسمین کچھ فساد نہین ہی دیدیے تھے کہ وہ اس مال سے جس قسم کی تجارت اُسکا جی چاہے حضر یا سفر مین کرے بدین شرط کہ اللہ تعالے جو کچھ اسمین نفع دے وہ ان دونون مین تین تہائی بدین طریق تقسیم ہو کہ دو تہائی اس رب المال زید کی اور ایک تہائی اس مضارب غائب کی جسکا نام و نسب مذکور ہوا ہی اور جو کچھ اسمین خسارہ پڑے وہ اس رب المال کے ذمہ ہی۔ اور اس مدعا علیہ غائب نے اس زید سے یہ راس المال بروجہ مضاربت صحیحہ مذکورہ اس مجلس عقد مین اس زید کے اُسکو بروجہ مضاربت دینے سے بقبضہ صحیح قبضہ کیا اور اس قبضہ کا بریں شرائط مذکورہ اس زید کی طرف سے باقرار صحیح اقرار کیا جسکی اس زید نے جو حاضر ہوا ہی خطاباً تصدیق کی۔ اور نیز اس زید سے اسی غائب کو بیس دینار طلا سرخ بخاریہ مناصفہ موزونہ بوزن سمرقند بروجہ بضاعت صحیحہ دیدیے کہ اسکے عوض اس زید کو اُونی کپڑون مین سے جو اُسکی راے مین آوین کہ جو اہل ماوراء النہر وقمرتاش کے لائق ہون دیدے اور اسی غائب نے اس زید کی طرف سے یہ دینار ہاے مذکورہ

بروجہ بضاعت مذکورہ مبینہ بقبضہ صحیحہ قبضہ کیے اور بقبول صحیح قبول کی اور ان دیناروں کے قبضہ کا اسکی طرف سے بر وجہ بضاعت بطور مذکور مبین باقرار صحیح اقرار کیا جسکی اس زید نے خطاباً تصدیق کی اور آج کے روز یہ شخص غائب اس شہر و نواح سے غائب ہو کر قصبہ اوزجند مین مقیم اور اس مدعی کے ہر دو دعوے مذکورہ سے منکر ہی اور اس مدعی کے پاس ان دونون کے گواہ ہین یہان سے آخر تک بدستور سابق تحریر کرے کذا فی المحیط وہکذا فی الذخیرہ۔

محضر۔ وریکہ بیت پر اُسکے دارثون کو حاضر لاکر مال مضاربت کا دعوی کرنا۔ اسکی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو و بکر و خالد کو حاضر لایا یہ سب اولاد ابراہیم ہین پس اس زید نے ان سب پر جنکو ساتھ لایا ہی دعوی کیا کہ اس زید نے انکے مورث ابراہیم کو ہزار درم بروجہ مضاربت دیے تھے اور اُسنے انمین تصرف کیا اور طرح طرح کا نفع حاصل کیا اور قبل تقسیم اس سب مال کے وہ مر گیا اور قبل اسکے کہ راس المال اس زید کو دے اور اُسکا حصہ نفع اسکو دے اس سب مال کو تہیل کے ساتھ چھوڑ کر مر گیا اور یہ مال اُسکے ترکہ مین قرضہ ہو گیا الی آخرہ یعنی آخر تک بدستور معلوم لکھے پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر مدعی راس المال و نفع دونون کا ہو تو مقدار نفع کا بیان کرنا ضرور ہی اور اگر بیان نہ کرے تو دعوے مین فساد و خلل ہوگا اور اگر دعوی فقط راس المال مین ہو تو مقدار نفع کا بیان ترک کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی۔ یہ

فصول اشتروشنی مین ہی۔

خط حکمی در اثبات شرکت عنان در کار گلہ فروشی۔ زید نے حاضر ہو کر ایک مرد غائب پر جسکا نام فراہ سالار بن ادیم کیم بہمنیاری معروف باکدش بچہ بیان کیا اور اُسکا حلیہ ایسا ایسا بیان کیا دعوی کیا اور بیان کیا کہ اس حاضر اور اس غائب مذکور نے تجارت گلہ فروشی مین شرکت عنان برتقوی اللہ تعالے و ادائے امانت و اجتناب خیانت کے بدین شرط کی تھی کہ اس شرکت مین دونون مین سے ہر ایک کا راس المال سو دینار سرخ بخاریہ رائجہ موزونہ بوزن سمرقند ہون پس سب راس المال اس تجارت کا دو سو دینار سرخ بخاری رائجہ موزونہ بوزن سمرقند ہوے بدین شرط کہ تمام راس المال مذکور اس غائب مذکور کے قبضہ مین رہے اور دونون اور ہر ایک دونون مین سے اس سب سے حضر و سفر مین تجارت گلہ فروشان کی تجارت کرے اور متاع گلہ فروشان و انکی تجارت معہودہ کے لائق جو مال ہو اُسکو دونون اور ہر ایک دونون مین سے جو اُسکی راے مین آوے خریدے اور دونون اور ہر ایک دونون مین سے اسمین سے جو اُسکی راے مین آوے نقد یا اُدھار جسطرح اُسکی راے مین آوے فروخت کرے اور اسمین سے جو باقی ہو اُس سے دونون اور ہر ایک دونون مین سے جو اسباب اُسکی راے مین یا دونون کی راے مین آوے مبادلہ کرلے وہ اسباب جو گلہ فروشون کی تجارات مین معہود و معروف ہی اور دونون اور ہر ایک اس کل مال کے ساتھ بلاد اسلام یا کفر مین جہان دونون کی راے مین یا ہر ایک کی راے مین آوے ملکر سفر کرے اور بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالی اس تجارت مین نفع بخشے وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اور جو کچھ خسارہ ہو یا گھٹی پڑے وہ بھی دونون پر نصفا نصف ہوگا اور دونون مین سے ہر ایک اپنا راس المال مذکور اس مجلس شرکت مین حاضر لایا اور دونون نے اس مال کو باہم خلط کر دیا اور بعد خلط کرنے کے دونون نے اس سب کو بطور صحیح کے اس غائب کے قبضہ مین کر دیا اور اس غائب نے اس مال شریک مذکور کے وصول پانے کا باقرار صحیح اقرار کیا جسکی اس زید حاضر نے خطاباً بالمشافہ اس مجلس شرکت مین تصدیق کی۔ اور نیز اس زید حاضر آمدہ نے بیان کیا کہ اسکے اس غائب مذکور پر سو دینار سرخ جید بخاریہ رائجہ موزونہ بوزن سمرقند کے قرضہ لازم و حق واجب بسبب قرض صحیح کے ہین کہ الکو اس زید نے اس غائب کو اپنے

مال سے بقرض صحیح قرض دیا ہو اور اس غائب مذکور نے اس سے لیکر بقبضہ صحیحہ بقبضہ کرکے اس شرکت مذکورہ مین اپنا راس المال قرار دیا ہو اور ایسا ہی اس غائب مذکور نے اپنی حالت صحت اقرار وبسمہ وجوہ نفاذ تصرفات مین بطوع خود اس عقد شرکت مذکورہ کے واقع ہونے اور اس تمام راس المال شرکت مذکورہ کے وصول پانے اور اس زید کے سود دینار مذکورہ بطریق مذکور اسکو قرض دینے کا اقرار صحیح کیا اور یہ قرار صحیح سالار مذکور آج کے روز اس شہر بخارا اور اسکے نواح سے غائب ہو اور شہر سمرقند مین مقیم ہو اور اب زید کے دعوی مذکورہ سب سے منکر ہو الی آخرہ

محضر در اثبات خط حکمی مجلس قضا واقع کردہ بخارا این قاضی فلان کے سامنے ایک آدمی حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اُسکا نام عمرو بن عبد اللہ بن ابی بکر ترمذی ہو اور وہ آج کے روز سگی ماں وباپ کی طرف سے اپنے دو بھائیون ابی بکر احمد اور اپنی مان سماۃ گوہر سنی بنت عمرو بن احمد ترمذی پزازی کی طرف سے وکیل اور سب کی طرف سے سب دعوی وخصومات واقامت گواہان درسب طرح دوسرے مدعی کے گواہون کی اپنر سماعت کرنے اور تمام سب لوگون پر جو کچھ انکے حقوق ہون اُنکے طلب کرنے اور انکے واسطے اُنپر قبضہ کرنے کا سوائے تعدیل ایسے گواہ کے جو اُنپر گواہی دے اور سوائے اُنپر کسی چیز کا اقرار کرنے کے ثابت الوکالت ہو اور اُسکے ہاتھ مین ایک خط حکمی ہو جسکے عنوان ظاہر پر لکھا ہو بسم اللہ الملک الحق المبین بجانب ہر ایسے شخص کے جسکو قاضیان مسلمانان وحکام مسلمانان مین سے پہونچے از جانب موفق بن منصور بن احمد قاضی ترمذی کے در مقدمہ نقل اقرار ابی بکر بن طاہر بن محمد کاغی بمضمون تحریرات جو بعض سے بعض میری آخر تحریر مین ملصق ہین بنا بر آنکہ جسطرح پر تحریر متضمن ہو اور اس خط پر میری مہر ہو اور میری مہر کا نقش یہ ہو - الموفق بن منصور بن احمد کاغی - اور یہ حاضر آمدہ اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا اُسنے بیان کیا کہ اُسکو ابو بکر بن طاہر بن محمد ترمذی معروف باولیا ر المکاغیین کہتے ہین اور اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آمدہ پر اپنی طرف سے بطریق اصالت اور اپنے موکلون کی طرف سے بطریق وکالت جو اُسکو ان موکلون کی طرف سے حاصل ہو دعوی کیا کہ شیخ عبد اللہ بن ابی بکر ترمذی کے اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہو دو سو چالیس دینار رکیہ موزونہ بوزن مکہ بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہونے کا اور اس حاضر آوردہ نے اپنی صحت اقرار کی حالت مین بطوع خود اس سب مال مذکور کا شیخ مذکور کے واسطے اقرار کیا اور اسکا یہ اقرار تین دستاویزون مین مذکور ہو ایک مین ایک سو چالیس دینار اور دوسری مین ستر دینار کا اور تیسری مین بیس دینار کا کہ اُسنے اپنے اوپر بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہونے کا باقرار صحیح اقرار کیا جسکی شیخ عبد اللہ بن ابی بکر مذکور نے اپنی مذکور مین اس سب کی خطا بالتصدیق کی اور اس سب کا قاضی کورہ ترمذ موفق بن منصور بن احمد نے درحالیکہ وہ ترمذ کا قاضی و اہل ترمذ کے درمیان نافذ القضاء و الاحکام تھا اپنی مجلس قضا و احکام مین حکم دیدیا اور سجل لکھدیا ہو پھر اس شیخ عبد اللہ بن ابی بکر مذکور نے قبل اسکے کہ اس حاضر آوردہ سے اس مال مین سے کچھ وصول کرے وفات پائی اور وارثون مین اپنی جورو کو ہر ستی مذکورہ اور تین پسر اپنے صلب سے چھوڑے جنمین سے ایک یہ شخص ہو جو حاضر آیا ہو اور باقی دونون اسکے دو موکل ہین جنکا نام مذکور ہوا ہو اور شیخ عبد اللہ مذکور کا انکے سوائے کوئی وارث نہین ہو اور اسنے اپنے ترکہ مین اپنے مال مین یہ مال مذکور اس حاضر آوردہ پر قرضہ چھوڑا ہو اور یہ مال مذکور اُسکی موت سے برفرائض اللہ تعالے اُسکے ان وارثون کے درمیان میراث ہو گیا کہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور باقی اُسکے تینون بیٹون کے درمیان برابر رہو اور اصل مقرر فریضہ آٹھ سہام سے اور اُسکی تقسیم چوبیس سہام سے ہوئی جنمین سے جورو مذکورہ کے واسطے تین سہام اور ہر ایک پسر کے واسطے سات سات سہام ہونگے اور یہ مال مذکور اس مدعا علیہ پر اسکے اس شیخ عبد اللہ کے حین حیات مین اُسکے

واسطے اقرار کرنے سے ثابت تھا اور یہ اقرار اسنے مجلس قضا واقع کورہ ترمذ مین دہان کے اس قاضی مذکور کے سامنے کیا تھا اور اُسنے اس شخص پر اس مال کا حکم دیکر سجل لکھدیا تھا اور اُس سے اس مدعی حاضر اور اُسکے موکلون نے جو کچھ اُسکے نزدیک اُنکے مورث کے واسطے ثابت ہوا ہی اور محکوم بہ وسجل ہی اُسکے اس خط حکمی (اور اس خط کی طرف جو اُسکے ہاتھ مین ہی اشارہ کیا) کے بجانب ہر شخص کے جو مسلمانون کا حاکم وقاضی ہو تحریر کرنے کی درخواست کی پس اُسنے اس درخواست کو منظور کرکے اس خط کے۔ (اور خط مذکور کی طرف اشارہ کیا) بمضمون مذکور تحریر کرنے کا بتاریخ مذکورہ آخر تک حکم دیا بعد استجماع شرائط صحت خط ہذا کے اول سے آخر تک (اور خط کی طرف اشارہ کیا) اور قاضی مذکور جس روز اُسنے اس خط کے لکھنے کا حکم دیا ہی (اور خط کی طرف اشارہ کیا) کورہ ترمذ واُسکے نواح کا قاضی تھا اور آج کے روز بھی وہ اُسی طرح قاضی ہی اور یہ شخص جسکو ساتھ لایا ہی اسکے اس سب کا علم ہی پس اسپر واجب ہی کہ مال مذکورہ جو بسبب مذکورہ اسپر لازم ہی اس مدعی مذکور کو ادا کرے تاکہ اپنے واسطے اسکو اور اپنے موکلون کے واسطے وکالۃً بر سہام مذکورہ قبضہ کرلے اور اپنے دعوی کا جواب طلب کیا پس اس مدعا علیہ مذکور سے جواب طلب کیا گیا تو اُسنے فارسی مین جواب دیا کہ (مرا ازین وام واز ین نامہ معلوم نیست ومرا باین مدعی چیزے واذو نی نیست باین سبب کہ دعوی میکند) پھر مدعی مذکور چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ اُسکے گواہ ہین پھر ہر ایک نے ان الفاظ سے گواہی دی (گواہی میدہم کہ این نامہ حکمی) اور اشارہ اس خط کی طرف کیا۔ ازان قاضی ترمذ ست الموفق بن منصور بن احمد کہ نام ونسب وے برعنوان ظاہر این نامہ مکتوب ست وابن موفق بن منصور کہ برعنوان ظاہر این نامہ مذکور ست۔ اور اس خط کی طرف کیا۔ آنرو در کہ بشتن فرمود این نامہ را۔ اور خط کی طرف اشارہ کیا۔ قاضی بود بشہر ترمذ ونواحی آن وازان روز باز بر عمل قضاے ترمذ ست ونواحی ان وآن نامہ۔ اور خط مذکور کی طرف اشارہ کیا۔ بہر وے ست ونقش بہر وے الموفق بن منصور بن احمد ست ومضمون این نامہ۔ اور اُسکی طرف اشارہ کیا۔ این ست کہ این مدعا علیہ اقرار کردہ است۔ اور اس مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا۔ بحال جواز اقرار خویش بطوع کہ بر من ست ودر گردن من ست براین عبد اللہ بن بکر را کہ نام ونسب وے اندرین محضر واندرین نام مذکور ست۔ اور اس محضر وخط کی طرف اشارہ کیا وو بست وچہل دینار یکی بلخی سرہ بوزن مکہ حقی واجب ودوامی لازم بسبب درست اقرارے درست واین مقرلہ کہ اندرین محضر واندرین نامہ مذکور ست۔ اور اس محضر وخط کی طرف اشارہ کیا تصدیق کردہ بود ومقرر اا اندرین اقرار او یاروے پس این عبد اللہ بن ابی بکر کہ نام ونسب وے اندرین محضر ونامہ مذکور ست۔ اور محضر وخط دونون کی طرف اشارہ کیا۔ بمرد بیش از قبض کردن وے چیزے ازین زر ہا کہ بسلفے وصفت وجنس وزن وے اندرین محضر ونامہ مذکور ست۔ اور دونون کی طرف اشارہ کیا۔ واز وے میراث خوار ماندہ ست یکی زن این گوہرینی کہ نام ونسب وے اندرین محضر ونامہ مذکور ست وسہ پسر صلبی ماندہ یکی از ایشان این مدعی۔ اور اُسکی طرف اشارہ کیا۔ دو دیگر موکلان این مدعی کہ نام ونسب ہر دو درین نامہ ومحضر مذکور ست وپاخر اینہا دیگرے را پس ماندہ خوارش نمیدانیم وہمگین این زر ہا کہ اندرین محضر ونامہ مذکور ست۔ اور دونون کی طرف اشارہ کیا۔ بمرگ وے میراث شدہ است براین وارثان اور اکہ نام ونسب ایشان اندرین محضر ونامہ مذکور ست بدین سمی کہ اندرین محضر واندرین نامہ یاد کردہ شدہ است۔ اور دونون کی طرف اشارہ کیا۔ واجب ست بدین مدعا علیہ تا این حال چنانکہ اندرین محضر نامہ مذکور ست۔ اور دونون کی طرف اشارہ کیا۔ پھر قاضی بخارا اس محضر کے آخر مین لکھے کہ جس بات کی گواہون نے اور وہ یہ دونون گواہ ہین گواہی دی ہی اُسکے ثبوت کا حکم میری طرف سے جاری ہوا ہی

خط - دیگر حکمی - مجلس قضا کورہ بخارا مین شیخ امام عفیف الدین عبد الغنی بن ابراہیم بن ناصر الحجاج قزوینی حاضر آیا اور شیخ حجاج محمود بن احمد الصفار قزوینی جو امر وفد وکیل مسماۃ قرۃ العین بنت ابراہیم بن ناصر قزوینیہ کا اُسکی طرف سے دعوے وخصومات واقامت گواہان کا اور اگر اُسپر کوئی گواہ قائم کرے تو اُسکی سماعت کا سب امور لون مین سوائے تعدیل ایسے شخص کے جو اُسپر گواہی دے اور سوائے اُسپر کسی چیز کا اقرار کرنے کے ثابت الوکالت ہوا اور اُسکی طرف سے اسکو اجازت ہے کہ جسکو چاہے اپنے بیچے اُسی طور سے جسطرح اُسنے اِسکو وکیل کیا ہی دوسرے کو وکیل کرلے حاضر آیا اور دونون اپنے ساتھ الامام حسن بن حجاج جلاب کو حاضر لائے پھر شیخ امام عبد الغنی حاضر آمدہ نے اپنے واسطے باصالت اور شیخ امام محمود حاضر آمدہ نے اپنی اس موکلہ کے واسطے بوکالت اس شخص حاضر آمدہ پر دعوی کیا کہ عمرو بن ابراہیم بن ناصر حجاج قزوینی نے وفات پائی اور وارثون مین اپنی دختر صلبی مسماۃ فرخندہ اور اپنا ایک مان وباپ سے سگا بھائی یہی شیخ امام عبد الغنی اور اپنی ایک مان وباپ کی سگی بہن یہی شیخ امام محمود کی موکلہ چھوڑی انکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور اپنے ترکہ مین اس شخص حاضر آمدہ کے پاس دس کھالین مدبوغ قندز حسین سے ہر ایک کھال کی قیمت چار دینار نیشاپوری جید رائجہ سرخ متاصفہ لونون مثاقیل ملکہ ہی چھوڑی ہین اور یہ سب اُسکی موت سے اُسکے ان وارثان نامبردہ کے واسطے بفرائض اللہ تعالی میراث ہوئین کہ دختر کے واسطے نصف اور باقی سگے بھائی وبہن کے واسطے ہوئی اور اصل مفروض (۲) سے اور اسکی تقسیم (۹) سے ہوئی جسمین سے (۳) سہام دختر کو اور ایک بہن کو اور (۲) بھائی کے واسطے ہوے اور ان دونون نے جو حاضر ہوے ہین گواہ عادل مجلس قضا کورہ قزوین مین عمرو بن عبد الحمید بن عبد العزیز خلیفہ اپنے والد شیخ امام ابو عبد اللہ عبد الحمید بن عبد العزیز قاضی کورہ قزوین ونواح آن جسکو اُس کورہ ونواح مین اپنے قضا نافذ کرنے اور اپنا نائب مقرر کرنے کی اجازت ہی اُسکے سامنے اور کورۂ رے کی مجلس قضا مین محمد بن الحسین بن محمد بن احمد استرآبادی خلیفہ اپنے والد صدر امام ابی محمد الحسین بن محمد بن احمد استرآبادی قاضی کورۂ رے ونواح آن جو نافذ القضاء ولا مضاء وصاحب اجازت درباره تقرری خلیفہ کے ہی ادام اللہ توفیقہ کے سامنے پیش کیے خلیفہ اور قاضی کورہ رے کے سامنے تمام اُن باتون کے گواہ پیش کیے جسکو قاضی کورہ قزوین کے خلیفہ نے باجازت اپنے والد کے بعد ثبوت بگواہان عادل کے خط حکمی مین جو بنام ہر قاضی وحاکم مسلمانان کے جسکو پہونچے لکھا تھا کہ عمرو بن ابراہیم بن ناصر حجاج قزوینی نے وفات پائی اور وارثون مین اپنی دختر صلبی واز جانب مادر ودپدر ایک بھائی وایک بہن جنکا نام درج خط ہی چھوڑا اور انکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی پس قاضی کورہ رے ونواح رَے کے خلیفہ قاضی نے بھی اسکا حکمی خط بنام ہر قاضی وحاکم مسلمانان کے جسکو یہ خط پہونچے بعد ثبوت بگواہان عادل کے لکھا اور یہ دونون خط یہ ہین جنکو یہ دونون جو حاضر ہوے ہین پیش کرتے ہین اور دونون مین سے ہر ایک نے خط حکمی تحریر کرنے کا حکم دیا ہی - اور ان دونون حاضر آمدہ کی طرف سے مجلس قضا واقع کورہ قزوین مین وہان کے قاضی کے سامنے گواہ پیش کرنا اور مجلس قضا واقع کورہ رَے مین خط حکمی پیش کرنا بعد اس بات کے ہوا کہ جب پہلے اس محمود بن احمد نے اپنی وکالت از جانب موکلہ مذکورہ خود قاضی کورہ قزوین کے سامنے ثابت کرے اور قاضی کورہ رَے کے سامنے خط حکمی کے وقت ثبوت وکالت کے باوجود تمام اُس ماجرے کو جو اُسنے خط حکمی مین بجانب قاضی کورہ رَے وبجانب ہر قاضی وحاکم مسلمانان کے جسکو پہونچے تحریر کیا ہی ثابت کردیا اور ان دونون نائبون مین سے حکم وقضا مین اپنے اپنے کورہ مین جسوقت اُسنے خط کی تحریر کا حکم دیا ہی کہ بنام ہر قاضی وحاکم مسلمانان کے ہو جسکو پہونچے ہر ایک اسوقت

اپنے منصوب کی طرف سے نائب تھا در حالیکہ جسکا وہ نائب ہوا وہ اپنے کورہ مین قاضی تھا اور اُسکو نفاذ قضا و نائب مقرر کرنے کا اختیار تھا اور یہ ہر ایک نائب اُسوقت سے کہ اُسنے اس تحریر خط کا حکم دیا ہی اسوقت تک حکم قضا و امضاء اپنے کورہ مین ایسا ہی ثابت ہی جیسا تھا اور یہ شخص جسکو حاضر لائے ہین اسکو ان دونون خطون کا حال معلوم ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس مال مذکور مین سے حصہ شیخ عبد الغنی اس حاضر آمدہ کا اسکے سپرد کرے تاکہ وہ اپنے واسطے اُسپر قبضہ کرلے اور یہ پنجمانچہ سہام کے دو سہام ہین اور اسمین سے شیخ محمود کی موکلہ مذکورہ کا حصہ اُسکی موکلہ کے واسطے اُسکے سپرد کرے تاکہ اُسکے واسطے قبضہ کرلے اور یہ پنجمانچہ سہام کے ایک سہم ہی اور دونون نے اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اُسنے جواب دیا کہ مجھکو اس نامبردہ کی وفات سے آگاہی نہین ہی اور ان مدعیون کی وراثت دان خطون حکمی کا علم نہین ہی اور ان مدعیون کو بوجہ مقدار جس سبب سے وہ دعوی کرتے ہین یہ مقدار اس سبب سے دینا نہین ہی۔ پھر وہ دونون حاضر آمدہ چند نفر حاضر لائے اور بیان کیا کہ یہ ہمارے گواہ ہین اور وہ فلان و فلان ہین اور گواہون کے نام اسطرح سے لکھے کہ شاہد اصل شیخ محمود بن ابراہیم بن فلان معروف بشتر دانی اور فرع اسکی شیخ احمد بن اسمعیل بن ابی سعید معروف بغازی سالار و شیخ صابر محمد بن محمود الصالح الخزی ساکن علی رودی کویہ ناحیہ مسجد فلان پھر لکھے کہ اصل دوم شیخ ابو الحسن احمد بن الحسین قزوینی تاجر پھر اسکے نیچے اُسکے دو فرع جو اول اصل کی گواہی پر گواہ ہین اور شیخ محمد بن احمد بن محمد کسائی پھر کاتب اسماے فرع ثانی کے نیچے انکے نام و نسب لکھے اور اصل ثالث شیخ احمد بن محمد حجاج اسکاف معروف باحمد خوب اور اس اصل کے واسطے فرع ثانی اسواسطے کہ یہ خود گواہی دیتا ہی اور قاضی بخارا نے اس تحریر مین لکھا بعد ازانکہ ان گواہون نے ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا گواہی ادا کی مین نے ان دونون اصلون کی گواہی پر ان فروع کی گواہی دینے سے ان دونون حکمی خطون کے شہرت حکم دیا اور الفاظ شہادت بر شہادت جو انکو پڑھ سنائے گئے ہین یہ ہین۔ گواہی میدہم کہ گواہی دادہ پیش من محمد بن ابراہیم بن فلان شروانی و ابو الحسن احمد بن الحسین قزوینی و چنین گفتند ہریکے از ایشان کہ گواہی میدہم کہ این ہر دو نامہ و ہر دو خطون کی طرف اشارہ کیا۔ یکی از دو نامہ۔ اور خاص ایک خط کی طرف اشارہ کیا۔ نامہ نائب قاضی شہر قزوین است اینکہ نام و نسب وے و نام و نسب منوب عنہ وے و لقب وے اندرین محضر مذکور ست۔ اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ و این نامہ دیگر۔ اور دوسرے خط کی طرف اشارہ کیا۔ نامہ نائب قاضی شہر ست کہ نام و نسب منوب عنہ وے و لقب وے درین محضر مذکور ست۔ اور اس محضر کی طرف اشارہ کیا۔ و این ہر دو مہر۔ اور دونون مہر کی طرف اشارہ کیا۔ و این دو نامہ۔ اور ہر دو خط کی طرف اشارہ کیا۔ این یکے مہر نائب قاضی قزوین ست اینکہ نام و نسب وے اندرین محضر مذکور ست و ہر دو محضر کی طرف اشارہ کیا۔ و این یکے دیگر مہر نائب قاضی شہر ست اینکہ نام و نسب وے اندرین محضر مذکور ست و ہر دو محضر کی طرف اشارہ کیا۔ و مضمون این ہر دو نامہ۔ اور دونون خطون کی طرف اشارہ کیا۔ این ست کہ اندرین محضر یاد کردہ شدہ است۔ اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ و آنروز کہ ہریکے از ایشان ہر دو این نبوشتن فرمودند این نامہ۔ اور دونون خطون کی طرف اشارہ کیا۔ نائب بودند اندرین شہر خویش اندر عمل قضا این منوب عنہ خود کہ نام و نسب وی درین محضر مذکور ست۔ اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ و این منوب عنہ وے نیز قاضی بود اندرین شہر خویش کہ اذن و قضا و نائب کردن او تا خذ بود و قاضی بود و امروز ہر یکے از ایشان ہمچنین نائب ست اندر شہر خویش اندر عمل قضا را ز ہمین منوب عنہ خود لذان روز کہ نبشتن فرمودند این نامہ را۔ اور محضر کیطرف اشارہ کیا تا امروز

مرا گواہ گردانید بر گواہی خود بدین ہمہ و بفرمود مرا تا گواہی دہم بر گواہی وے بریں ہمہ و من اکنون گواہی میدہم بر گواہی وے بر نہیم از اول تا آخر و ہر دو گواہ اصل مرا بگواہی خود بریں ہمہ گواہ گردانیدند و امر فرزا شہر بخارا و نواحی وے غائب اند بغیبت سفر و عدل اند - واللہ تعالے اعلم بالصواب -

خط - حکمی اُسی قاضی کی طرف سے جسنے خود کسی دعوی کا فیصلہ کیا ہو کے حکم دیگر بسجل لکھدیا ہو - بعد تحریر پیشانی خط و دعا کے لکھے کہ فلان روز میرے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ فلان اُسکا نام ہی پس اسکا نام و نسب و حلیہ بیان کردے اور اپنے ساتھ ایک شخص کو حاضر لایا اُسنے اپنا نام و نسب بیان کیا پس اُسکا نام و نسب و حلیہ تحریر کردے پھر حاضر آمدہ کا دعوی اور اپنا حکم اس محضر پر اور نسخہ بسجل اول سے آخر تک معہ تاریخ تحریر سجل مذکور لکھکر پھر لکھے کہ یہ مدعی پھر میرے پاس حاضر ہوا اور دعوے کیا کہ محکوم علیہ فلان اس شہر سے غائب ہو کر فلان شہر مین مقیم ہی اور وہ اس متدعویہ چیز کی ملکیت مدعی سے اور حکم قضاسے منکر ہی اور اس مدعی نے مجھسے درخواست کی کہ آپ کے نام ادام اللہ تعالی عزکم اس مضمون کا خط لکھون اور اُسپر گواہ کردون پھر خط کو تمام کردے -

نسخہ - دیگر برا سے این تحریر یہ صورت ہی کہ بسجل کو آخر تحریر مین نقل کردے پس لکھے کہ اطال اللہ تعالی بقاء القاضی الامام فلان کہ یہ عبارت اندرین مضمون ہی کہ مین نے اپنا سجل فلان کے واسطے مرتب کیا تھا کہ اُسپر فلان شخص کا حق متعدر ثابت ہوا ہی اور اسواسطے کہ اُسکے ہاتھ سے اسقدر بنکال کر مستحق مذکور کو دیدیا جاوے اور اس محکوم علیہ نے بیان کیا کہ اُسنے یہ فلان شخص سے جو اس نواح مین مقیم ہی خریدا ہی اور اس حاضر آمدہ نے مجھسے یہ درخواست کی کہ آپ کو ادام اللہ تعالی عزکم آگاہ کردون اور خط لکھدون -

نسخہ - دیگر بعد پیشانی لکھنے اور دعا لکھنے کے لکھے کہ مین نے اپنے اس خط مین اپنا سجل جو مین نے فلان کے واسطے لکھا اور مین نے اُسمین فلان بن فلان کے واسطے اس امر کا حکم بگواہی گواہان عادل جنھون نے میری مجلس قضا مین جیسا کہ سجل سے واضح ہی گواہی دی تھی حکم دیا ہی پھر بعد ازانکہ میری قضا کا حکم اُسمین ثبت و امضی ہی پھر مجھسے یہ درخواست کی کہ آپ کے نام ادام اللہ عزکم اس مضمون اور اُسپر گواہی گذرنے کا خط لکھون پس مین نے درخواست کو منظور کر لیا - واللہ تعالی اعلم بالصواب یہ ذخیرہ مین لکھا ہی -

محضر - دعوی شفعہ - زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس عمرو نے دار واقعہ کوچہ فلان محلہ فلان از محلات شہر فلان خریدا کیا اور اس دار کے حدود مین سے ایک حد اس مدعی کے دار سے ملاصق ہی اور حد دوم و سوم و چہارم جنین و چنان ہین اس مشتری نے اُسکو اُسکے حدود و حقوق و جمیع مرافقہاے داخلہ و خارجہ کے ساتھ بعوض وزن سبعہ کے اسقدر درمون کے خریدا کیا اور اسنے اس دار پر قبضہ کر لیا اور وہ اُسکے قبضہ مین ہو گیا اور یہ مدعی حاضر آمدہ اس دار کا شفیع بجوار ہی کہ اس مدعی کا دار مملوکہ اس دار مبیعہ سے ملاصق ہی کہ وہ اس دار مبیعہ کے جوار مین واقع ہی اور اُسکے حدود دار مبیعہ یہ ہین اور حد ملصق فلان ہی اور اس حاضر آمدہ کو اس حاضر آوردہ کے یہ دار محدودہ مذکورہ خریدنے کا علم ہوا اور اسنے آگاہ ہوتے ہی بدون درنگ و تاخیر کے بطلب مواثبہ اُسکا شفعہ طلب کیا پھر یہ شخص مدعی اس حاضر آوردہ کے پاس آیا کیونکہ یہ بنسبت دار مبیعہ مذکورہ کے یہ حاضر آوردہ قریب تھا اور اُس سے اپنا حق شفعہ اس دار مذکورہ مین طلب کیا اور اس پر گواہ کر لیے اور یہ مدعی اسوقت تک اپنی طلب شفعہ پر باقی ہی اور اپنے ساتھ ثمن مذکور حاضر لایا ہی اور اس حاضر آوردہ کو آگاہ

کہ یہ مدعی اس دار خرید کردہ شدہ کا شفیع ہی اور اسنے وقت تکا ہی کہ یہ دار اس حاضر آوردہ نے خریدا ہی بدون درنگ وتاخیر کے فوراً اپنا شفعہ طلب کیا تھا اور اسکے بعد بدون تاخیر کے اس خرید کنندہ کے پاس آیا تھا اور اسکے سامنے اپنے شفعہ لینیپر گواہ کردیے تھے پس اسپر واجب ہی کہ یہ ثمن حاضر آوردہ اس شخص مدعی سے لے لے اور یہ دار خرید کردہ اس مدعی کے سپرد کردے پھر اُس سے دعوی کے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا۔ اور ایسی صورت مین یا تو یہ مدعا علیہ اس دار محدودہ مذکورہ کو بعوض ثمن مذکور کے خرید کرنے کا اقرار کریگا یا انکار کریگا کہ یہ مدعی اُس دار سے جسکی اسنے حد بیان کی ہی اس دار خرید کردہ کا شفیع نہین ہی یا اسطرح انکار کریگا کہ جس دار کی اسنے حد بیان کی ہی جس سے شفعہ کا استحقاق ثابت کرتا ہی وہ اس مدعی کی ملک نہین ہی اور ایسی صورت مین بعد جواب مدعا علیہ کے تحریر کرے کہ یہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور وہ فلان وفلان ہین اور قاضی سے انکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس قاضی نے اسکی درخواست کو منظور کیا پس بعد دعوی مدعی ہذا اور انکار مدعا علیہ ہذا بعد درخواست طلب شہادت کے ہر ایک گواہ نے ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا ہی گواہی دی کہ مضمون نسخہ ہذا یہ ہی کہ گواہی میدہم کہ خانہ کہ بفلان موضع ست حدہاے وے کذا وکذا چنانکہ این مدعی یاوکردہ است درجوار این خانہ کہ خریدشدہ است ملک این مدعی بود پیش ازانکہ این مدعا علیہ مراین خانہ راکہ موضع وحدود وے درین محضر یادکردہ شدہ است بخریدست وبر ملک وے ماند تاامروزہ امروز این خانہ ملک این مدعی ست۔ پھر اسکے بعد دیکھا جاوے کہ اگر مدعا علیہ اس بات کا مقر ہو کہ مدعی مذکور نے شفعہ کو بطلب مواثبہ وبطلب اشہاد طلب کیا ہی تو اسپر گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہوگی اور اگر اس سے منکر ہو تو لکھے کہ وہمین گواہان نیز گواہی دادند کہ این مدعی راچون خبر دادند بخریدن این مدعا علیہ مراین خانہ راکہ این مدعی دعوی شفعہ وے میکند ہمان ساعت طلب شفعہ وے کرد بے تاخیر ودرنگ ونزدیک این مشتری آمد کہ این مشتری نزدیک تر بود بوے ازانخانہ کہ خریدہ شدہ است بے تاخیر وگواہ گردانید مارا بروے این خرندہ بطلب کردن خویش شفعہ این خانہ کہ حدود وے درین محضر یادکردہ شدہ است وامروز برہمان طلب ست دوے برحق ترست باین خانہ کہ خریدن وے اندرین محضر یاد کردہ شدہ است از خرندہ۔ اور اگر مدعا علیہ نے اس دار محدودہ کے خرید کرنے سے انکار کیا اور اسکے سوا سے مدعی کا بطلب مواثبہ وبطلب اشہاد طلب شفعہ کرنے کا اقرار کیا اور یہ بھی اقرار کیا کہ اس مدعی کو حق جوار دار مذکور حاصل ہی تو مدعی کو اُسکے خرید کرنے کی ثابت کرنے کی ضرورت ہوگی پس محضر مین لکھے کہ قاضی نے فلان مدعا علیہ سے اس امر کو جسکا فلان مدعی اُسپر دعوی کرتا ہی دریافت کیا کہ آیا تو نے دار محدودہ مذکورہ محضر ہذا خرید کر اُسپر قبضہ کیا ہی پس مدعا علیہ مذکور نے خریدنے اور قبضہ کرنے سے موافق دعوے مدعی کے انکار کیا پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور وہ فلان وفلان ہین الی آخرہ پھر بعد دعوی اس مدعی اور انکار اس مدعا علیہ کے گواہی طلب کرنے پر ان گواہون نے یون گواہی دی کہ گواہی میدہم کہ فلان بن فلان مدعا علیہ۔ یہ جسکو حاضر لایا ہی۔ بخرید از فلان بن فلان خانہ راکہ موضع وحدود وے درین محضر یاد کردہ است بچندین از بہا واین مدعا علیہ مراین خانہ راقبض کرد وامروز در دست وے ست واین مدعی سزاوار ترست باین خانہ بحکم شفعہ جوار بخانہ کہ ملک این مدعی ست درہمسائگی این خانہ کہ خریدہ شدہ است چنانکہ درین محضر یادکردہ شدہ است اور اگر مدعا علیہ نے ابتدا سے مدعی کی دونون طرح کے طلب شفعہ سے انکار کیا اور اسکے سوا سے سب کا اقرار کیا تو محضر مین لکھے کہ یہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین پس ہر ایک نے گواہی دی۔ کہ گواہی میدہم کہ این مدعی

چون خبر دادند بخبر بدن این مدعا علیہ این خانہ را کہ درین محضر یاد کردہ شدہ است شفعہ طلب کرد مر این خانہ را طلب مواثبہ بے پیچ درنگ و تاخیر و نزدیک این خریدہ این مدعا علیہ رفت کہ وے نزدیک تر بود و بوے بے پیچ درنگ و تاخیر الی آخرہ۔ اور اگر مدعا علیہ اسوجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہو کہ مبیع میں اُسکی شرکت ہو تو محضر میں لکھے کہ اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ نے فلان زمین سے اُسکا نصف یعنے منجملہ دو سہام کے ایک سہم شاع غیر مقسوم خرید کیا ہو اور یہ مدعی جو حاضر آیا ہو اس زمین مبیعہ کا شفیع ہو بشفعہ شرکت اسواسطے کہ باقی نصف اس زمین محدودہ سے یعنی منجملہ دو سہام کے ایک سہم غیر مقسوم اس مدعی کی ملک وحق ہو۔

سجل۔ این محضر۔ قاضی فلان کہتا ہو۔ بدستور تا تحریر حکم لکھے پھر لکھے کہ میں نے فلان بن فلان اس مدعا علیہ کے روبرو بدرخواست مدعی ہذا تمام اُس امر کا جو میرے نزدیک بگواہی ان گواہون کے ثابت ہوا کہ اس مدعا علیہ نے دار محدودہ مذکورہ بعوض ثمن مذکور کے خریدا اور آج کے روز یہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو اور یہ مدعی اس دار مبیعہ کا بجوار ملاصقہ بطریق مذکورہ محضر ہذا اُسکا شفیع ہو اور اس مدعی نے جب اُسکو اس دار محدودہ مذکورہ کے خریدے جانے کی خبر دیگئی ہو بطلب مواثبہ و بطلب اشہاد اُسکا شفعہ طلب کیا ہو حکم دیدیا اور میں نے حکم قضا بنام اس مدعی کے بدین مضمون کہ اسکو حق شفعہ جوار اس دار محدودہ مذکورہ میں جسکی خرید مذکور ہوئی ہو بثمن مذکور حاصل ہو۔ اور میں نے اس مدعی کو حکم دیا کہ یہ ثمن مذکور نقد اس مدعا علیہ کو دیدے اور اس مدعا علیہ کو حکم دیا کہ یہ دار محدودہ اس مدعی کو دیدے اور یہ سب میری طرف سے میری مجلس قضا میں لوگون کے درمیان ان ہر دو متخاصمین کے روبرو واقع ہوا الی آخرہ۔

محضر دردعوی مزارعت۔ جاننا چاہیے کہ کاشتکار و مالک زمین کے درمیان کبھی قبل زراعت کے خصومت واقع ہوتی ہو اور کبھی بعد زراعت کے اور اگر قبل زراعت کے خصومت ہو تو خصومت جبھی متوجہ ہو سکتی ہو کہ جب بیج ازجانب کاشتکار ٹھہرے ہون ورنہ اگر بیج ازجانب مالک زمین قرار پائے ہون تو خصومت متوجہ نہوگی اسواسطے کہ ایسی صورت میں مالک زمین کو اختیار ہو کہ عقد مزارعت باقی رکھنے سے انکار کر جاوے پھر اگر بیج ازجانب کاشتکار ہون اور اُسنے مزارعت کو ثابت کرنا چاہا تو محضر میں لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو سے فلان زمین واقع دیہ فلان از پرگنہ فلان (اُسکے حدود بیان کردے) تین سال کے واسطے یا ایک سال کے واسطے (جیسی دونون میں شرط ہوئی ہو) از تاریخ فلان تا تاریخ فلان بدین شرط مزارعت پر لی ہو کہ اپنے بیجون اور بیلون و کار پردازون سے ربیع و خریف کے غلہ میں سے جو چاہے زراعت کرے اور اُسکو نیچے اور اُسکی پرداخت کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالے اُسمیں پیدا کرے وہ دونون میں نصفا نصف ہو۔ اور اس عمرو نے یہ آراضی اسکو بمزارعت صحیحہ بجمیع شرائط صحت دیدی۔ پھر یہ عمرو یہ اراضی اس زید کو زراعت کرنے کے لیے دینے سے انکار کرتا ہو پس اسپر واجب ہو کہ بحق مزارعت واقعہ مذکورہ اسکے سپرد کرے اور اُس سے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے جواب دیا۔ اور اگر کاشتکار کے پاس کسی کوئی تحریر پٹہ ہو تو لکھے کہ اس زید نے حاضر ہو کر اس عمرو پر تمام اُس مضمون کا جسکو یہ تحریر پٹہ متضمن ہو جسکو وہ پیش کرتا ہو اور عبارت پٹہ یہ ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم پس پٹہ اول سے آخر تک نقل کردے پھر لکھے اینکہ اس مدعا علیہ نے یہ بین اُسکو دی اور اُسنے بمضمون مذکورہ پٹہ مزارعت پر لی جیسا کہ اول سے آخر تک پٹہ مرقومہ بتاریخ فلان سے ظاہر ہو۔ دعوے کیا پس اس عمرو پر واجب ہو کہ یہ اراضی بحق این مزارعت مذکورہ اسکے سپرد کرے اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب کا

اور اگر بعد زراعت کے نزاع واقع ہو پس اگر غلہ زمین مذکور مین موجود ہو تو محضر مین بطریق اول اس قول تک لکھے کہ بطریق مزارعت صحیحہ مستجمعہ شرائط صحت اُسکو دیدی - پھر لکھے کہ اُسنے گیہون شلاً اسمین بوئے اور اپنے بیجون اور بیل وکارپردازون سے کھیتی تیار کی اور امروز یہ کھیتی اس اراضی مین لگی کھڑی ہی اور بیان کردے کہ اُسمین بالین آگئی ہین یا ہنوز وہ خالی درخت ہین جیسا حال ہو لکھدے - اور یہ سب ان دونون کے درمیان بشرط مذکورہ مزارعت نصفا نصف ہی اور یہ عمرو اس کاشتکار کو ناحق اُسمین کام کرنے اور حفاظت کرنے سے منع کرتا ہی پس اسپر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے کھیتی تیار لائق کاٹنے کے ہونے تک تعرض نکرے یہان تک کہ بعد کاٹ لینے کے وہ اپنا حصہ اسمین سے اپنے واسطے وصول کرلے پھر مطالبہ کیا اور جواب مانگا - اگر کھیتی تیار ہوکر کاٹ لی گئی ہو تو جھگڑا پیداوار مین ہوگا پس محضر مین جسطرح مذہب بیان کیا ہی تحریر کرے لیکن اس صورت مین یہ نہ لکھے کہ یہ کھیتی امروز اس اراضی مین لگی کھڑی ہی بلکہ یہ لکھے کہ اس کاشتکار نے اپنے بیجون وبیلون وآدمیون سے اُسمین زراعت کی اور پیداوار تیار ہوکر کاٹ لی گئی اور وہ دونون کے درمیان موافق شرط مذکورۂ مزارعت کے نصفا نصف مشترک ہی اور یہ عمرو اُسکو اُسکے حصہ سے جو اسقدر ہی ناحق مانع ہوتا ہی پھر جواب عمرو مانگا اور اس سے دریافت کیا گیا۔

سجل - این دعوی - اگر زراعت سے پہلے نزاع واقع ہوا ہو تو لکھے کہ قاضی فلان کہتا ہی تا موضع تحریر حکم پدستور سابق تحریر کرے پھر حکم کی جگہ اسطرح لکھے کہ میرے نزدیک ان گواہون کی گواہی سے جنکی تعدیل ثابت ہوگئی وہ سب بات جسکی اُنھون نے گواہی دی ہو کہ اس حاضر آمدہ نے اس عمرو سے یہ اراضی محدودہ مذکورہ بمزارعت صحیحہ لی ہی اور اس عمرو نے اسکو یہ اراضی مذکورہ محدودہ بمزارعت صحیحہ برشرائط مذکورہ وبرحصہ مذکورہ دی ہی ثابت ہوگئی پس مین نے ہر دو متخاصمین کے روبرو ان دونون کے درمیان اس مزارعت مذکورہ کے برشرائط مذکورہ واقع ہونے کا بدرخواست مدعی نفاذ حکم مبرم دیدیا اور اس مدعا علیہ کو حکم کیا کہ یہ اراضی مذکورہ اس مدعی کے سپرد کردے پس سجل کو تمام کردے - اور اگر کھیتی کاٹے جانے کے بعد دونون مین نزاع واقع ہوا ہو تو موضع حکم مین تحریر کرے کہ مین نے بدرخواست مدعی ہذا روبرو فلان بن فلان مدعا علیہ کے اُسپر تمام اُس بات کا جو میرے نزدیک ان گواہون کی گواہی سے جنکی تعدیل ثابت ہوگئی ہی کہ چنین وچنان واقع ہوا ہی حکم مبرم دیدیا اور اس مدعا علیہ کو حکم کیا کہ اس مدعی کا حصہ اور یہ نصف پیداوار اراضی مذکورہ ہی بحکم مزارعت مذکورہ برشرائط مذکورہ کے اسکو دیدے پھر سجل کو تمام کرے - اور اگر قبل زراعت کے مالک زمین نے مزارعت کا دعوی کیا اور بیچ مالک زمین کی طرف سے ہین اور اُسکو عقد مزارعت ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی تو محضر مین لکھے کہ اور یہ شخص جسکو ساتھ لایا ہی کہ اس اراضی مین کام کرنے سے جسپر عقد مزارعت واقع ہوا ہی انکار کرتا ہی اور اگر بعد کھیتی کاٹے جانے کے عقد مزارعت کا دعوے کرتا ہی اور غلہ خارج ہوچکا ہی تو ایسی صورت مین اُسکا دعوی پیداوار حاصلہ مین ہوگا پس محضر مین لکھے کہ اور یہ شخص جسکو ساتھ لایا ہی اسکو اُسکے حصہ پیداوار دینے سے انکار کرتا ہی

محضر - در اثبات اجارہ - زید نے اپنی اراضی عمرو کو کچھ مدت معلومہ کے واسطے باجرت معلومہ اجارہ پر دی تاکہ اس مدت مین اس اراضی مین گیہون وجو وغیرہ جو اُسکی رائے مین آوے زراعت کرے اور اراضی مذکورہ متاجر کو دیدی پھر مدت مذکورہ گذرنے سے پہلے زید مذکور نے اس اراضی مذکورہ پر اپنا قبضہ کرلیا اور عمرو کو عقد اجارہ ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی پس اگر اس اجارہ کے واسطے کوئی تحریر ہو کہ عمرو نے اُسکو اجارہ لینے کے وقت اپنی حجت کے واسطے لکھدی اگر گواہ

کرا لیے ہون تو محضر مین لکھے کہ عمرو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس عمرو نے اس زید پر تمام اُس مضمون کا جسکو تحریر اجارہ متضمن ہی دعوی کیا جسکی عبارت یہ ہی پس اول سے آخر تک اس تحریر کو نقل کرکے بعد فراغت کے لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر تمام اُن امور کا جسکو تحریر اجارہ منقولہ محضر ہذا متضمن ہی کہ اس زید نے اس عمرو کو اراضی مذکورہ جسکے حدود و مقام اس تحریر اجارہ مین جو اس محضر مین منقول ہی مذکور ہین بمدت معلومہ بکرایہ معلومہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا اجارہ پر دی اور اراضی مذکورہ کی بابت باہم تسلیم و تسلم ہو گیا چنانچہ اس سب کا اس اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا کے اول سے آخر تک سے اُسکی تاریخ مورخہ کے روز واقع ہونا واضح ہی پھر اس زید نے مدت اجارہ گذرنے سے پہلے بدون کسی فسخ کے جو انکے درمیان جاری ہوا ہونا حق اس اراضی محدودہ پر اپنا قبضہ کیا پس اسپر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس اراضی سے کوتاہ کرکے اس مستاجر کے سپرد کرے تاکہ اس سے براہ زراعت تمام مدت مقررہ تک نفع حاصل کرے پھر اس سے اُسکا مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے جواب دیا۔

سجل۔ این دعوی۔ شروع سے موافق طریق سابق کے تا تحریر ثبوت لکھے پھر لکھے کہ میرے نزدیک اس عمرو کا اس زید سے یہ زمین محدودہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا بمدت معلومہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا اجارہ لینا اور پھر اس زید کا اس اراضی محدودہ مذکورہ پر قبل مدت اجارہ گذرنے کے بدون کسی فسخ کے جوان دونون کے درمیان جاری ہوا ہونا حق قبضہ کر لینا ثابت ہوا پس مین نے حکم دیا کہ یہ سب ثابت ہوا کہ اس عمرو نے الی آخرہ اور قاضی اسطرح نہ لکھیگا کہ مین نے حکم دیا تمام اُسکا جو مین نے لکھا ہی بلکہ مین نے حکم دیا تمام اُسکا جو میرے نزدیک ثابت ہوا ہی۔ اور اگر عقد اجارہ کے واسطے کوئی تحریر نہو تو محضر مین لکھے کہ اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ نے تمام اراضی جو اسکی ملک فلان گانون فلان پرگنہ مین واقع ہی اور اسکے حدود اربعہ بیان کردے اس عمرو کو ایک سال یا دو سال یا تین سال کے واسطے فلان تاریخ سے فلان تاریخ تک باجارہ صحیحہ اجارہ پر دی۔ تاکہ اُسمین جو کچھ اُسکی رائے مین آوے خریف یا ربیع کے غلہ سے زراعت کرے اور اس عمرو نے یہ اراضی محدودہ بشرط مذکور باجارہ صحیحہ اُس سے اجارہ پر لی۔ پس آخر تک بدستور مذکور تحریر کرے۔ اور اجارا طویلہ مرسومہ بخارا کی صورت مین اگر تسلیم و تسلم واقع ہو مگر پھر مدت گذرنے سے پہلے بدون فسخ باہمی کے اجارہ دہندہ نے اُسپر اپنا قبضہ کیا اور مستاجر کو اثبات اجارہ کی ضرورت ہوئی تو بھی محضر اسی طور سے تحریر کرے جیسا ہمنے بیان کیا ہی۔ اور اگر ایام اجارہ مین اجارہ دہندہ کے حضور مین مستاجر کے فسخ کرنے سے اجارہ طویلہ فسخ ہوا اور مستاجر نے اجارہ دہندہ سے باقی مال اجارہ ادا دینے کا مطالبہ کیا اور موجر نے اجارہ واقع ہونے سے انکار کیا اور مستاجر کو اُسکے اثبات کی ضرورت ہوئی پس اگر مستاجر کے پاس اجارہ کی تحریر ہو تو محضر مین اس تحریر کا حوالہ دینے کو جسطرح ہمنے بیان کیا ہی تحریر کرے پھر اس کرایہ نامہ کو لکھکر لکھے کہ اس عمرو مدعی نے اس زید پر جسکو حاضر لایا ہی تمام اُس مضمون کا جسکو تحریر اجارہ متضمن ہی از سنیکہ اجارہ دینا و اجارہ لینا بشرائط مذکورہ تحریر ہذا و تعجیل اجرت و تعجیل آن و تسلیم معقود علیہ و تسلم آن و ضمان درک چنانچہ نامہ منقولہ محضر ہذا سے اول سے آخر تک ظاہر ہی دعوی کیا اور اس مستاجر نے اس عقد مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا کو ایام اجارہ مین در حالت اپنے اختیار کے بحضوری اجارہ دہندہ مذکور کے بفسخ صحیح فسخ کیا اور اس اجرت مذکورہ اجارہ نامہ سے اتنی مدت تک کی اجرت جو زمانہ فسخ تک گذری ہی جاتی رہی پس اس حاضر آوردہ پر واجب ہی کہ اس اجارہ فسخ شدہ کی میعاد باقی کے مقابلہ مین جسقدر

اجرت باقی ہو وہ اس حاضر آمدہ کو واپس دے اور محضر کو بدستور تمام کردے

سجل - این محضر - شروع سے تا تحریر بثبوت موافق رسم مذکورہ سابقہ کی تحریر کرے پھر لکھے کہ میرے نزدیک فلان شخص کا یہ تمام زمین محدودہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا واسطے مدت مذکور کے بعوض مال مذکور کے بشرائط مذکورہ محضر نامہ ہذا اجارہ لینا اور تحویل اجرت وتحویل آن وتسلیم متعقود علیہ وتسلم آن واس مستاجر کا جو حاضر ہوا ہی ایام اجارہ مین بحضوری موجر اس اجارہ مذکورہ کا فسخ کرنا سب ثابت ہوگیا اور یہ کہ اس موجر پر واجب ہوا کہ باقی مال اجارہ اس مستاجر کو واپس دے اور یہ استقدر مال ہی پھر لکھے اور حکم کیا مین نے تمام ان باتون کا جو میرے نزدیک ثابت ہوئی ہین اور یہ بجاے اس عبارت کے کہ جسکا مین نے ذکر کیا ہی لینے بجاے ذکر کے ثبوت لکھے - اور اگر اجارہ مذکورہ بسبب موت موجر کے فسخ ہوگیا ہو تو محضر کو وارثان موجر سے اسی طرح لکھے جسطرح موجر پر لکھتا تھا درصورتیکہ وہ زندہ تھا اور اس سے استقدر زیادہ کرے اور یہ اجارہ بسبب موت فلان موجر کے فسخ ہوگیا اور وقت اجارہ سے تا وقت موت اس موجر کی اجرت مذکورہ محضر ہذا مین سے استقدر جاتی رہی اور استقدر باقی رہی اور یہ بقیہ مال اجارہ ترکہ اس موجر متوفی پر قرضہ ہوگیا پھر محضر کو بطریق سابق تمام کرے

سجل - اس محضر کا اسی طرح ہی جیسا ہمنے پہلے بیان کیا ہی لیکن اسمین استقدر زیادہ ہی کہ اس موجر کی وفات اور اسکی موت سے اس اجارہ کا ٹوٹ جانا اور وارث موجر پر مستاجر کو باقی اجرت معجلہ جو استقدر ہی واپس دینا واجب ہونا زیادہ بیان کرے اور اگر مستاجر مرگیا اور موجر زندہ ہی لیکن وہ اجارہ واقع ہونے سے منکر ہی اور وارثان مستاجر کو اثبات اجارہ اور اسکے فسخ کی ضرورت ہوئی تو محضر کو اسی طور سے تحریر کرے جیسا ہمنے بیان کیا ہی لیکن استقدر زیادہ کرے کہ یہ اجارہ بسبب موت فلان مستاجر کے فسخ ہوگیا اور اسنے وارثون مین اپنا یہ بیٹا جو حاضر آیا ہی چھوڑا اور اس اجرت مذکورہ مین سے وقت اجارہ سے تا موت مستاجر فلان جو مدت گذری استقدر کی اتنی اجرت جاتی رہی اور باقی مال اجارہ مفسوخہ اس مستاجر مستوفی کی میراث اسکے اس وارث کے واسطے رہا اور اس موجر کو اسکا علم ہی پس اسپر واجب ہی کہ باقی مال اجارہ مفسوخہ اس وارث مذکور کو دیدے اور محضر کو تمام کرے -

محضر - در اثبات رجوع از ہبہ - محضر مین لکھے کہ زید حاضر آیا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو کو یہ مال ہ ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور اس عمرو سے اس زید نے یہ مال مجلس ہبہ مین بقبضہ صحیحہ قبضہ کرلیا اور یہ مال موہوب اس عمرو کے پاس قائم ہی دا سکے قبضہ مین کم ہوا ہی اور نہ زیادہ ہوا ہی اور نہ کسی طرح متغیر ہوا ہی اور اس عمرو نے اس زید کو اس ہبہ کے مقابلہ مین کوئی چیز عوض نہین دی ہی پھر اس زید نے اس ہبہ مذکورہ سے رجوع کیا اور اس عمرو سے بسبب رجوع کرنے کے مطالبہ کیا کہ اس زید کو سپرد کردے اور جواب مانگا

سجل - این محضر - مقام ثبوت مین لکھے کہ مجھے ان گواہون سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس زید نے اس عمرو کو یہ مال ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور عمرو نے اس سے یہ مال مجلس ہبہ مین بقبضہ صحیح قبضہ کرلیا اور اس زید نے پھر اپنے ہبہ مذکورہ سے رجوع کرلیا بنا بر انکہ گواہون نے گواہی دی ہی پس مین نے اسکے اس ہبہ سے رجوع کرنے کی صحت کا حکم دیا اور ہبہ فسخ کردیا اور اس مال ہبہ کو قدیم ملک اس واہب مین عود کردیا اور اس موہوب لہ کو حکم دیا کہ یہ مال موہوب اسکے اس واہب کو دیدے اور سجل کو بدستور تمام کردے -

محضر - در اثبات منع رجوع از ہبہ - اس عمرو نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا اور بات یہ ہی

کہ اس زید نے اس عمرو پر پہلے دعوی کیا تھا کہ مین نے اسکو یہ مال ہبہ کیا تھا الی آخرہ پھر مین نے اُس ہبہ سے رجوع کر لیا پس یہ عمرو اُسکے دعوے کے دفعیہ مین دعوی کرتا ہی کہ یہ مال موہوب اس عمرو کے پاس بزیادتی متصلہ زائد ہو گیا ہی اور اسکا رجوع کرنا ممنوع ہو گیا ہی اور محضر کو تمام کر دے۔

محضر۔ در اثبات رہن۔ اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آمدہ نے اس عمرو کو اسقدر کپڑے اُنکی صفت بیان کر دے بعوض اسقدر دینار قرضہ واجب کے برہن صحیح رہن دیے ہین اور اس عمرو نے یہ کپڑے جنکا ذکر ہوا ہی اس زید سے بعوض ان دیناروں مذکورہ کے بطور صحیح رہن لیے ہین اور اس زید کے اُسکو سپرد کرنے سے اُنپر قبضہ صحیح کر لیا ہی اور آج کے روز یہ کپڑے مذکور اس عمرو کے پاس رہن ہین اور یہ زید اب اس دیناروں مذکورہ کو حاضر لایا ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ ان دیناروں کو وصول کر کے یہ مال مرہون اس زید کے سپرد کرے پس اپنے دعوے کا مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔

محضر۔ در اثبات استصناع۔ صورت استصناع یہ ہی کہ ایک شخص دوسرے کو لوہا یا تانبا دے تاکہ اُسکے واسطے برتن ڈھال دے یا اسکے مثل کوئی اور چیز ڈھالنے کے واسطے دے پس اگر وہ چیز اُسکے شرط کے موافق ڈھالی تو صانع کو دینے سے انکار کا اختیار نہو گا اور نہ مستصنع کو جسنے ڈھالنے کے واسطے دیا ہی قبول سے انکار کا اختیار ہو گا اور اگر شرط کے برخلاف ہوا تو مستصنع کو اختیار ہو گا چاہے اپنے لوہے کے مثل اُس سے لوہا تانبا وان لے اور وہ لوہا اُس صانع کا ہو جائیگا اور اُسکو مزدوری کچھ نہ ملیگی اور چاہے برتن لیکر صانع کو اُسکے کام کا اجر المثل دیدے جو مقدار رسمی سے زائد نہو گا۔ پس اگر اُسنے شرط کے موافق ڈھالا مگر دینے سے انکار کیا تو محضر مین لکھے کہ اس زید حاضر آمدہ نے (یعنے عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس زید نے اُسکو اسقدر لوہا اس صفت کا برتن اسقدر اجرت پر بنانے کو دیا تھا اور اُسکو اجرت دیدی تھی اور اسنے اُس لوہے سے موافق شرط کے برتن ڈھالا مگر وہ اسکو یہ برتن دینے سے انکار کرتا ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس زید کو یہ برتن دیدے پس اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے فارسی مین جواب دیا۔ اور اگر صانع نے شرط مین خلاف کیا اور مستصنع نے چاہا کہ اُس سے اپنے لوہے کے مثل لوہا تانبا وان لے تو لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید نے اسکو اسقدر تانبا اس صفت کا ایسی صفت کا برتن اس اجرت پر ڈھالنے کے واسطے دیا تھا اور اُسکو اجرت دیدی تھی پس اسنے خلاف بشرط مقررہ کے ڈھالا پس یہ زید اس سے راضی نہوا پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اس زید کو اُسکے تانبے اور اجرت کے مثل جنکی مقدار و صفت بیان کر دیگئی ہی واپس دے پس اُس سے مطالبہ کیا اور جواب دریافت کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا کذا فی المحیط

خط۔ حکمی در دعوی عقار۔ اگر دعوی عقار کی بابت واقع ہوا اور مدعی نے قاضی سے خط حکمی کی درخواست کی تو اسمین دو صورتین ہین۔ اوّل آنکہ عقار مذکور شہر مدعی مین واقع ہو اور مدعا علیہ دوسرے شہر مین ہو اور ایسی صورت مین قاضی اُسکو خط لکھ دیگا اور جب یہ خط مکتوب الیہ کو پہونچیگا تو اُسکو اختیار ہو گا چاہے مدعا علیہ یا اُسکے وکیل کو مدعی کے ساتھ روانہ کرے تاکہ قاضی کاتب اُسپر ڈگری کر کے مدعی کو عقار مذکور سپرد کرا دے اور چاہے خود حکم دیدے کہ حجت موجود ہو اور سجل لکھدے اور فیصلہ تحریر کر کے اُسپر گواہ کر کے مدعی کو دیدے لیکن عقار مذکور سپرد نکریگا اسواسطے کہ وہ اُسکی ولایت مین داخل نہین ہی پس اُسکے سپرد کرانے پر قادر نہو گا مگر سپرد کرانے پر قادر نہونا سپرد کرانے ہی سے مانع ہی حکم دینے سے

ملک نہین ہی اسی واسطے فرمایا کہ مدعی کے نام عقار کی ڈگری کردیگا مگر اُسکے سپرد نکریگا - اور جب مدعی حکم قبضہ قاضی مکتوب الیہ کو قاضی کاتب کے پاس جاکر اُسکے اس قبضہ پر گواہ قائم کریگا تو قاضی کاتب اس گواہی کو قبول نکریگا اسواسطے کہ اُسکو تنفیذ قضا کی ضرورت ہی اور تنفیذ قضا بمنزلہ قضا کے ہی پس شخص غائب پر جائز نہوگی - اسی طرح دار مذکور بھی مدعی مذکور کے سپرد نکریگا اسواسطے کہ دار سپرد کرنا قضا ہی پس غائب پر جائز نہوگا لیکن قاضی مکتوب الیہ کو چاہیے کہ جب اُسنے مدعی کے واسطے ڈگری کرکے اُسکے واسطے سجل لکھدیا تو مدعا علیہ کو حکم دے کہ مدعی کے ساتھ اپنا امین بھیجے کہ وہ مدعی کو دار مذکور سپرد کردے اور اگر مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قاضی مکتوب الیہ قاضی کاتب کو ایک خط لکھیگا اُسمین اُسکو آگاہ کریگا کہ اُسکا خط مکتوب الیہ کو پہونچا اور مدعی کے حضور مین مدعا علیہ و مدعی کے درمیان یہ ماجرا واقع ہوا اور مین نے مدعی مذکور کے نام اس عقار کا مدعا علیہ پر حکم دیا اور مدعا علیہ کو حکم کیا کہ مدعی کے ساتھ اپنا امین روانہ کرے تاکہ وہ مدعی کو دار مذکور سپرد کردے اور اُسنے اس بات سے انکار کیا پھر لکھے کہ یہ امر تیرے اوپر ہی اور مدعی نے مجھسے درخواست کی کہ مین تجھکو خط لکھون اور اُسمین آگاہ کرون کہ مین نے اس مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دار متدعویہ کا حکم دلایا ہی تاکہ تو یہ دار مذکور اس مدعی کے سپرد کردے پس تو اسکی کارروائی اللہ تعالی کے واسطے کردے اللہ تعالی تجھپر مجھپر سب پر رحم کرے اور عقار مذکورہ محدود خط ہذا اس مدعی فلان بن فلان رسانندہ خط ہذا کو سپرد کردے پس جب یہ خط قاضی کاتب کو پہونچیگا تو وہ مدعا علیہ کے قبضہ سے دار مذکور نکالکر مدعی کے سپرد کریگا دوم اگکہ عقار متدعویہ شہر مدعی کے سوائے دوسری جگہ ہو اور اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ عقار ایسے شہر مین ہو جہان مدعا علیہ ہی اور ایسی صورت مین بھی قاضی وہان کے قاضی کو خط لکھیگا اور جب مکتوب الیہ کو خط پہونچیگا اور اُسنے مدعی کے واسطے حکم دیدیا تو مدعا علیہ کو حکم دیگا کہ دار مذکور اس مدعی کے سپرد کرے اور اگر اُسنے سپرد کرنے سے انکار کیا تو قاضی مذکور خود سپرد کردیگا اسواسطے کہ دار مذکور اُسکی ولایت مین واقع ہی - اور اگر عقار مذکور کسی دوسری جگہ جہان مدعا علیہ نہین ہو واقع ہو تو بھی قاضی ایسے قاضی کو خط لکھیگا جہان مدعا علیہ موجود ہی پھر مکتوب الیہ کو اختیار ہوگا چاہے مدعا علیہ یا اُسکے وکیل کو مدعی کے ساتھ ایسے قاضی کے پاس روانہ کرے جہان وہ دار واقع ہی اور اُسکو خط لکھدے تاکہ وہ مدعی کے واسطے مدعا علیہ کے روبرو دار مذکور کا حکم دیدے اور چاہے مدعی کے واسطے حکم دیکر اُسکو سجل لکھدے ولیکن عقار مذکور اسکے سپرد نکریگا جیسا کہ ہمنے بیان کردیا ہی کیونکہ عقار مذکور اُسکی ولایت مین نہین ہی

خط - حکمی دربارہ غلام گریختہ بنا بر قول ایسے امام کے جسکا روا فرماتا ہی - اگر ایک شخص بخاری کا غلام سمرقند کو بھاگ گیا وہان کسی سمرقندی نے اُسکو گرفتار کیا اور اُسکے مولی کو خبر دیگئی اور موے کے گواہ سمرقند مین نہین ہین بلکہ بخارا مین موجود ہین پس مولی نے قاضی بخارا سے درخواست کی کہ جس امر کی گواہی موے کے گواہ اُسکے سامنے دیتے ہین اُسکو خط مین لکھدے تو قاضی اسکی درخواست کو منظور کریگا اور اُسکے واسطے ایک خط بنام قاضی سمرقند لکھدیگا جیسا کہ ہمنے فرضون کی صورت مین بیان کیا ہی مگر یون لکھیگا کہ میرے سامنے فلان و فلان نے گواہی دی کہ غلام سندھی جسکا نام فلان ہی اور اُسکا حلیہ ایسا ہی اور قد و قامت ایسا ہی ملک اس فلان مدعی کی ہی اور وہ سمرقند کو بھاگ گیا ہی - اور آج کے روز وہ سمرقند مین فلان کے قبضہ مین ناجع ہی اور اپنے خط پر ایسے دو گواہون کو گواہ کردے جو بجانب سمرقند شخص ہون اور اُن دونون کو مضمون خط سے آگاہ کردیگا تاکہ قاضی سمرقند کے سامنے خط اور اُسکے مضمون کی گواہی دین پھر جب یہ خط قاضی سمرقند کو پہونچے تو غلام کو معہ اُسکے قابض کے حاضر کرادے تاکہ دونون گواہ

اس خط کی اور اسکے مضمون کی گواہی دین کہ ایسی گواہی بالاجماع قبول ہووے پھر جب قاضی نے اُنکی گواہی قبول کی اور اُنکی عدالت اُنکے نزدیک ثابت ہو گئی تو خط کو کھولیگا پس اگر اُسنے غلام مذکور کے حلیہ کو اُسکے برخلاف پایا جیسا گواہون نے قاضی کاتب کے سامنے گواہی دی ہی تو جبکہ ظاہر ہوا کہ یہ غلام اُسکے سوائے دوسرا ہی جو خط مین مذکور ہی تو خط کو واپس کردیگا اور اگر اُسکے موافق ہو تو خط کو قبول کریگا اور غلام مذکور اس مدعی کو دیدیگا بدون اسکے کہ اُسکے نام ڈگری کرے اسواسطے کہ گواہون نے غلام کی موجودگی مین گواہی نہین دی ہی اور مدعی سے نفس غلام کے واسطے کوئی کفیل لیگا اور غلام کی گردن مین ایک رانگ کی انگوٹھی ڈال دیگا تاکہ راہ مین کوئی اس غلام سے تعرض کرے کہ اسنے یہ غلام چورایا ہی اور قاضی بخارا کو اس حال کا خط لکھدے اور اپنے ضمن خط پر اور مہر پر دو گواہ کردے پھر جب خط مذکور قاضی کو پہونچیگا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ خط قاضی سمرقند کا اور اسی کی مہر ہی تو مدعی کو حکم کریگا کہ اُن گواہون کو حاضر کرے جنھون نے پہلے اُسکے روبرو گواہی دی تھی پس یہ لوگ غلام کی موجودگی مین گواہی دینگے کہ یہ غلام اس مدعی کی ملک ہی۔ اور جب اُنھون نے ایسی گواہی دی تو پھر قاضی بخارا کیا کریگا پس اسمین امام ابو یوسف سے مختلف روایات ہین بعض روایت مین یہ ہی کہ قاضی بخارا اس مدعی کے نام اس غلام کی ڈگری نکریگا اسواسطے کہ خصم غائب ہی ولیکن دوسرا خط قاضی سمرقند کے نام لکھیگا اور جو کچھ ماجرا اُسکے نزدیک پیش آیا ہی تحریر کرکے مضمون خط اور مہر پر دو گواہ کرکے مدعی کو خط معہ غلام سمیت سمرقند بھیجدیگا تاکہ قاضی سمرقند بحاضری مدعا علیہ اس مدعی کے نام حکم دے پھر جب یہ خط قاضی سمرقند کو پہونچیگا اور گواہ لوگ مضمون خط و خط و مہر کی گواہی دینگے اور گواہون کی عدالت ظاہر ہو جائیگی تو مدعی کے واسطے بحضور مدعا علیہ کے غلام کی ملکیت کا حکم دیگا اور کفیل مدعی کو بری کردیگا۔ اور دوسری روایت مین ہی کہ قاضی بخارا بنام مدعی ملکیت غلام کا حکم دیدیگا اور قاضی سمرقند کو لکھدیگا کہ کفیل مدعی کو بری کردے اور جس روایت کے موافق امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے باندیون کی صورت مین خط حکمی قاضی جائز رکھا ہی اُسکی صورت بھی ایسی ہی جیسی ہمنے غلام کی صورت مین بیان کردی ہی فرق اتنا ہی کہ اگر مدعی مرد ثقہ مامون نہو تو قاضی اس باندی متدعویہ کو اُسکے حوالہ نکریگا بلکہ مدعی کو حکم دیگا کہ ایک مرد ثقہ مامون جسکی عقل و دین پر اعتماد ہو حاضر لاوے جسکے ساتھ اس باندی کو بھیجے اسواسطے کہ باب الفروج مین احتیاط واجب ہی۔

فصل سوم - قضاۃ و حکام و ارباب تفلید اوقاف کے بیان مین

لکھے کہ قاضی کورہ بخارا و نواح آن جو اس کورہ کے لوگون مین قاضی ہو (قاضیون کی رسم ہی) از جانب خاقان فلان خاقان فلان پہنچنے نہل وقف کا کسی کو متولی کرتا ہی کہ شہر بخارا کے محلہ فلان کو جہ فلان کی مسجد فلان کے لوگون مین سے ایک جماعت نے جو مسمی فلان و فلان و فلان ہین سب نے باتفاق یہ پسند کیا کہ اس مسجد کے واسطے جو چیزین وقف ہین اُسکی درستی کار فلان بن فلان الفلانی کے ذمہ ہو اور وہی متولی رہے کیونکہ ان لوگون نے اُسکا مرد صالح امانت دار ہونا اور تصرفات مین اچھے حال سے بکفایت چلنا معلوم کیا ہی پس مین نے اُسکے اختیار و پسند کرنے کو روان کرکے اُنکے اس پسندیدہ آدمی کو متولی مقرر کردیا کہ یہ اُسکا قیم ہی تاکہ اُسکی حفاظت و نگہداشت وضائع ہونے سے بچانے اور اُسکے حاصلات کو بر عایت شرائط وقف کنندہ اُسکے مصارف مین خرچ کرنے کے کامون مین اچھی طرح مستعد رہے اور مین نے اُسکو اس معاملہ مین اللہ تعالے سے ڈرنے اور ادائے امانت اور عذر و منکرات ناجائز سے و خیانت خفیہ و علانیہ و در رسنے کی وصیت کردی اور مین نے اُسکے پاس مال وقف کے حاصلات سے دہ یازدہ چھوڑ دیا یعنے اختیار دیا کہ فی ڈھائی ایک

لے لے تاکہ اُسکو اس کام مین مدد ملتی رہے اور مین نے اُسکو اس کام کے واسطے مقرر کیا پس اُسنے میری طرف سے شرائط حفاظت تقرری قبول کیے اور مین نے اُسکے لیے حجت ہونے کے واسطے اس تولیہ نامہ لکھنے کا حکم دیا اور اہل علم و عدالت جو لوگ میرے پاس حاضر تھے انکو اسپر گواہ کر دیا پھر قاضی مذکور اس تحریر کے صدر پر توقیع معروف لکھدے اور آخر مین لکھے کہ فلان بن فلان کہتا ہی کہ یہ سب میری طرف سے میرے پاس جاری ہوا ہی اور مین نے توقیع پیشانی پر لکھی ہی اور یہ سطرین آخر مین میرے خط سے ہین -

خط - قاضی بجانب بعض حکام نواحی دربارہ اختیار متولی اوقاف - اللہ تعالی فلان کا مددگار رہے میرے پاس پیش کیا گیا کہ جو مالہاے وقف تمھاری گانون کی مسجد کے واسطے ہین وہ متولی سے خالی ہین اُنکا کوئی متولی نہین ہی کہ اُنکی پرورش کرے اور حاصلات جمع کرکے اُسکو مصارف مین خرچ کرے اور ضائع ہونے سے بچا دے پس مین نے بدین غرض تجھکو لکھا کہ کوئی متولی جو اچھی طرح کام دیسکتا ہو صاحب عفت و امانت اور کامون مین اچھی چال سے بکفایت چلتا ہو اور تقوی و دیانت مین نیک ہو پسند کرکے میرے اس خط کی پشت پر شرح جواب لکھے تاکہ مین اُسپر وقف ہوکر جسکو قیم ہونے کے لیے پسند کیا ہی اُسکو قیم مقرر کردون بعون اللہ تعالے -

جواب خط از مکتوب الیہ - شیخ القاضی الامام ادام اللہ تعالے ایامہ آپکا خط پہونچا اور مین نے اُسکو پڑھا اور اُسکے مضمون سے واقف ہوا اور آپ کے حکم کی تعمیل مین کہ کوئی قیم اپنے گانون کی مسجد کے واسطے پسند کرین مین نے اور میرے گانون کے مشائخ نے اپنے گانون کی مسجد کے اوقاف کے متولی و قیم ہونے کے واسطے فلان بن فلان کو پسند کیا کیونکہ ہم لوگ اُسکی پرہیزگاری و دیانت و عفت سے واقف ہین اور ہمنے اُسکے واسطے اس وقف کی حاصلات سے دہ یازدہ چھوڑ دیا تاکہ اُسکے واسطے کار وقف مین مصروف ہونے مین مدد ملتی رہے اور مین اللہ تعالے کے فضل سے تندرست شکرگزار ہون

تقلید وصایت - قاضی فلان کہتا ہی کہ میرے پاس مرافعہ کیا گیا کہ فلان مرگیا اور ایک پسر نابالغ چھوڑا اور کسی کو اس صغیر کے کام کی درستی کے واسطے وصی نہین کیا حالانکہ اس صغیر کے واسطے کوئی شخص ضرور ہی جو اُسکے کامون کی درستی کرے اور اسکا ایک چچا فلان شخص ہی اور وہ مرد دیندار پرہیزگار کامون مین بکفایت و چلن چلتا ہی پس مین نے اُسکے حال کی جستجو کی تو مجھے فلان و فلان و فلان ایک جماعت نے خبر دی کہ یہ شخص دینداری و پرہیزگاری امانتداری مین مشہور ہی اور نیک چال سے خرچ کرنے و بکفایت کام انجام دینے مین معروف ہی پس مین نے اس مرد مذکور کو اسباب صغیر کا قیم مقرر کیا کہ اُسکے اسباب و تمام اموال کی اچھی طرح حفاظت کرے و پرورش کرے اور ضائع ہونے سے بچا دے اور جو اسباب اُسکا کرایہ پر چلانے کے لائق ہی اُسکو کرایہ پر چلا دے اور اُسکی حاصلات وصول کرے اور حفاظت سے رکھے اور جو اُسکے مصارف کی صورتین ہین امین اور صغیر مذکور کے ضروری حاجات کھانے و پینے و لباس مین بدون بخل یا اسراف کے خرچ کرے اور مین نے اُسکو اس معاملہ مین فقیہ و علانیہ اللہ تعالے سے ڈرنے اور اُسے امانت و پرہیز از غدر و خیانت کی وصیت کی اور مین نے اُسکے واسطے صغیر مذکور کے مال و اسباب کی حاصلات سے دہ یازدہ چھوڑ دیا کہ خود لیا کرے تاکہ اُسکے واسطے کام مین مدد ملتی رہے اور مین نے اُسکو اس سب کے شرط و قیات تقلید کے محدود کی بیع سے بدون استطلاع صاحب راے کے منع کر دیا اور مین نے اُسکو اس سب کے شرط و قیات تقلید کے

اور اس تحریر وصایت نامہ لکھنے کا حکم دیا کہ اُسکے واسطے حجت رہے اور اپنے پاس کے حاضرین ثقات کو گواہ کر دیا اور یہ واقع فلان تاریخ واقع ہوا۔

خط - بجانب بعض حکام نواح برائے قسمت ترکہ و پسندیدگی وصی برائے وارث صغیر - یہ میرا خط بجانب شیخ فقیہ حاکم فلان الی آخرہ اطال اللہ تعالی بقاوہ میرے پاس مرافعہ کیا گیا ہے کہ فلان گانون کا فلان شخص وہین مر گیا اور وارثون مین ایک نابالغ چھوڑا ہے جسکا نام فلان ہے اور ایک دختر بالغہ مسماۃ فلانہ چھوڑی اور بہت مال طرح طرح کا چھوڑا ہے اور یہ دختر بالغہ اس تمام مال پر محیط ہو کر اُسکو تلف کرتی ہے اور ضرور ہے کہ اس صغیر کا حصہ الگ کر کے اس دختر بالغہ مذکور کے ہاتھ سے نکال لیا جاوے پس مین تمکو اس معاملہ مین لکھتا ہون کہ تمام ترکہ منجمد وات غیر منقولات کو اور منقولات وحیوانات کو تحریر کروا اور جو شخص وہان اسکو جانتا ہو اُس سے تفحص حال کر کے سب لکھوا اور تمام ترکہ اس صغیر اور اس کبیرہ کے درمیان دونون کے حصہ کے موافق ہر ایک کو تقسیم کر دو اور اس تقسیم مین عدل وانصاف کو کام فرماؤ اور ایک شخص وصی کرنے کے واسطے جو پرہیزگار صاحب عفت وصایت و دیانت وکفایت وہدایت ہو پسند کر کے تحریر ترکہ کے ساتھ میرے پاس بھیجدو تاکہ مین اُسکو صغیر کے واسطے وصی قیم مقرر کر دون اور تقسیم کو نافذ کر دون اور حصہ صغیر اُسکے سپرد کر دون اور مجھے امید ہے کہ تمکو اس کام کے انجام دینے مین اللہ تعالی کی طرف سے توفیق حاصل ہوگی انشاء اللہ تعالی کذا فی الذخیرہ

خط - در باب تقرری حکام در دیہات - قاضی فلان کہتا ہے کہ ہرگاہ میرے نزدیک یہ بات ظاہر ہوئی کہ فلان بن فلان مرد صالح اور باوجود ادراک حقائق احکام وعلم حلال وحرام سب کامون مین یہ شخص صاحب صیانت وسداد و دیانت وکفایت وہدایت ہے تو مین نے اُسکو فلان نواح مین حکم مقرر کیا کہ جن دو آدمیون مین خصومت ونزاع ہو اُنکی باہمی رضامندی سے بطریق مصالحت اُن دونون کے بیچ مین درمیانی تصفیہ کرنے والا ہو جاوے بعد ازانکہ اس واقعہ مین اچھی طرح تامل کرے اور یہ دیکھے کہ کسی شریف کی اُسکی شرافت کی وجہ سے حمایت کرے یا کسی ضعیف پر اُسکے ضعف کی وجہ سے ظلم کرے اور مین نے اُسکو یہ حکم نہین کیا کہ کسی حادثہ مین گواہ سنے اور کسی صورت مین کسی کے واسطے کسی پر حکم قضا جاری کرے اور جب خصومات کا بتراضی فیصلہ کرنا اُس سے ناممکن ہو تو مدعی ومدعا علیہ کو مجلس حکم مین بھیجدے - اور مین نے اُسکو حکم کیا کہ جن عورتون کے شوہر نہین ہین اور وہ نکاح وعدت سے خالی ہین - اور انکا ولی نہین ہے اُنکو اُنکے ہمسر کے ساتھ مہر مثل پر بیاہ دے مگر خوب احتیاط کے ساتھ کرے - اور مین نے اُسکو حکم کیا کہ مالہائے وقفی ومالہائے یتیمان کے واسطے قیم ایسا پسند کرے جسکی پرہیزگاری وثقاہت پر اتفاق ہو اور وہ اسکو انجام دیسکتا ہو اور اختیار کرے اور مین نے اُسکو حکم کیا کہ ہر حال مین پوشیدہ وظاہر اللہ تعالی کی فرمانبرداری کرے اور اُس سے ڈرے اور اُسکے احکام کو بجالاوے اور اُسکے منہیات سے دور رہے پس مین نے اُس سے یہ عہد لیا ہے - اور جو شخص اس تحریر کو پڑھے یا اُسکو پڑھ سنائی جاوے اُسکو چاہیے کہ اس شخص کا حق وحرمت پہچانے اور جو کچھ اُسکو تفویض کیا گیا ہے اُسمین خوض نکرے اور اپنے آپ کو ملامت سے دور رکھے واللہ الموفق للصواب

خط - در تزویج - بعد دعا کے لکھے کہ شیخ فقیہ فلان ایدہ اللہ تعالی کو معلوم ہو کہ مسماۃ فلانہ بنت فلان کو فلان شخص نے خطبہ کیا کہ اُسکو حرہ بالغہ عاقلہ خالیہ از نکاح وعدت پایا اور یہ خطبہ کرنے والا اُسکا کفو ہے پس اگر اُسکا کوئی ولی حاضر

یا ولی غائب جسکے آجانے کا انتظار ہو نہووے تو برضامندی مسماۃ مذکورہ کے اس فلان کے ساتھ گواہون کے سامنے اسقدر مہر پر نکاح کردے اور اگر وہ مسماۃ صغیرہ ہو مگر ایسی ہو کہ مردون کے لائق ہو گئی پس اگر اُسکا کوئی ولی حاضر یا ولی غائب جسکے حاضر ہونے کا انتظار ہو نہووے تو خط اس طور سے تحریر کرے جیسا ہمنے بیان کیا ہو اور لکھے کہ اگر تو اس مسماۃ کو ایسی پاوے کہ شوہر کے گھر بھیجنے کے لائق ہو گئی ہو اور اسکا کوئی ولی حاضر یا غائب جسکے حضور کا انتظار ہو نہووے اور اس فلان مرد کے ساتھ اس مسماۃ مذکورہ کا نکاح کرنا تیری راے مین مصلحت معلوم ہو تو اس مسماۃ کو اس مرد کے ساتھ برمہر معلوم یا برمہر مثل بیاہ دے اور جسقدر مہر کے معجل لے لینے کی رسم ہو اُسقدر مہر مین سے بطور تعجیل لیکر اسکو اُسکے شوہر کے سپرد کردے اور شوہر سے بقیہ مہر کا وثاقت نامہ لکھوا کر اُسپر گواہی کرا دے

خط - قاضی بجانب نواح کے کسی حکم کے جو مدعی و مدعا علیہ کے درمیان مین حکم ہوا ہو - فلان بن فلان بن فلان نے میرے پاس مرافعہ کیا اور اُسکا دعوی فلان بن فلان بن فلان پر ہو اور وہ اُسکے ساتھ انصاف کا برتاو نہین کرتا ہو اور اسکو اسکا حق نہین دیتا ہو اور اسکے ساتھ مجلس حکم مین حاضر نہین ہوتا ہو اور اہلکاران سلطانی سے ملکر اپنا بچاؤ کرتا ہو پس مین اس مقدمہ مین تجھکو لکھتا ہون کہ دونون کو جمع کرکے دعوی مدعی و جواب مدعا علیہ سُنکر دونون کے درمیان برضامندی حکم ہو کر دونون کا فیصلہ کردے پس اگر اصلاح ہو جاوے تو خیر ورنہ دونون کو میری مجلس حکم مین بھیجدے تاکہ حکم دیکر دونون مین فیصلہ کردون انشاء اللہ تعالے

خط - قاضی بجانب حاکم دیہ برائے اینکہ زمین کو متوقف رکھے - اسکی صورت یہ ہو کہ زید نے عمرو کی مقبوضہ زمین پر دعوی کیا اور صحت دعوے کے گواہ قائم کیے اور قاضی ہنوز ان گواہون کی عدالت دریافت کرنے مین مشغول ہو پس مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ حاکم دیہ کو تحریر فرماوے کہ زمین متدعویہ جو اُس گانون مین ہو اُسمین کسی طرح کا تصرف زیادتی یا کمی کا نہونے دے تو قاضی لکھیگا - بدین صورت کہ پیشانی موافق رسم کے لکھکر اُسکے بعد لکھیگا کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان پر ملکیت اراضی کا جو ایک چہار دیواری کا باغ انگور معہ عمارت منیہ اور اسقدر جریب زمین ہو جو فلان موضع کی زمین فلان جانب جسکے حدود اربعہ یہ ہین دعوی کیا کہ یہ زمین مذکورہ مدعی کی ملک ہو اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین بغیر حق ہو اور اسپر گواہ قائم کیے ہین اور ہنوز مجھے گواہون کا حال معلوم نہین ہوا ہو پس اس مدعی نے مجھسے درخواست کی کہ تجھکو تحریر کردون کہ یہ اراضی متنازعہ کو مدعا علیہ کے قبضہ مین متوقف رکھے کہ اُسکے غلہ مین وہ کچھ کمی یا زیادتی کسی طرح کا تصرف نہ کرے بلکہ اُسکے قبضہ مین موقوف رہے یہان تک کہ گواہون کا حال ظاہر ہو پس اگر مدعا علیہ مذکور اس حکم پر مان جاوے تو خیر ورنہ مجھے جواب سے آگاہ کر بعون اللہ تعالی

غائبہ - پر قرعہ لینے کی اجازت دینے کی تحریر لکھے کہ قاضی امام فلان فرماتا ہو کہ مسماۃ فلانہ بنت فلان قریشی نے میرے پاس مرافعہ کیا کہ اُسکا شوہر فلان بن فلان کورہ بخارا اُسکے نواح سے غائب ہو اور اس مسماۃ کو بدون روٹی کپڑے کے ضائع چھوڑ گیا ہو اور یہ مسماۃ اس نان نفقہ کے واسطے مضطر ہو حالانکہ فی الحال دونون مین نکاح قائم ہو اور وہ اپنے ساتھ اسنے پڑوسیون مین سے فلان و فلان و فلان کو لائی اُنکے نام و نسب تحریر کردے پس ان لوگون نے مجھے خبر دی کہ اول سے آخر تک سب حال ایسا ہی ہو جیسا اسنے دعوی کیا ہو پس اس مسماۃ نے مجھسے درخواست کی کہ مین اسکا نفقہ و کپڑا معین کرکے اُسکو اجازت دیدون کہ اس غائب مذکور پر قرضہ لے پس نے اُسکی

درخواست منظور کرکے اس سماۃ کو اجازت دی کہ اس تاریخ سے اپنے نان نفقہ کے واسطے ماہواری اسقدر درم اس غائب پر قرضہ لے اور اپنے کپڑے کے واسطے ہرشش ماہی اسقدر درم اس غائب پر قرضہ لے یہان تک کہ یہ غائب مذکور حاضر آوے اور جو کچھ اس سماۃ نے اُس پر قرضہ لیا ہو وہ ادا کردے اور یہ سماۃ اس تعیین پر راضی ہوگئی اور مین نے اس تحریر کا اس سماۃ کے واسطے حکم دیا تاکہ اس معاملہ مین حجت رہے اور اپنی مجلس کے ثقہ لوگون کو اسپر گواہ کردیا۔

عورت کے نفقہ قرض کرنے کی تحریر۔ ایک عورت اپنے شوہر سے نفقہ طلب کرتی ہو اور دعوی کرتی ہو کہ وہ اسکو نفقہ نہین دیتا ہو اور اُسنے قاضی سے درخواست کی کہ اُسکا نفقہ قرض کردے تو لکھے کہ قاضی فلان کہتا ہو کہ میرے پاس سماۃ فلانہ بنت فلان نے مرافعہ کیا کہ اُسکا شوہر اُسکو نفقہ نہین دیتا ہو اور مجھسے اُسنے التماس کیا کہ اُسکا نفقہ مقرر کردون پس مین نے اُسکی درخواست منظور کرکے اُسکے شوہر پر اُسکے نان نفقہ کے واسطے اس تاریخ سے ماہواری اسقدر درم اور اُسکے کپڑے کے بدلے شش ماہی اسقدر درم مقرر کردیے اور شوہر مذکور پر لازم کردیا کہ اسکو برابر جاری رکھے تاکہ وہ اپنی تن پروری کرسکے اور یہ سماۃ مذکورہ اس تقدیر پر راضی ہوئی اور مین نے اس تحریر کا حکم دیا۔ یا لکھے کہ قاضی فلان نے فلان بن فلان پر اُسکی زوجہ منکوحہ سماۃ فلانہ بنت فلان کا نان نفقہ ماہواری اسقدر درم اس تاریخ سے اور اُسکا کپڑا الی آخرہ۔ اور قاضی مذکور اس تحریر کی پیشانی پر اپنی توقیع لکھے اور آخر مین لکھدے کہ یہ تحریر میری طرف سے میرے حکم سے لکھی گئی اور تقدیر نان وجامہ جو اسمین مذکور ہو میری طرف سے ہو کذا فی المحیط۔

تحریر مستورہ بجانب تعدیل کنندہ دربارہ دریافت احوال گواہان۔ قاضی ایک ٹکڑے کاغذ پر بعد تسمیہ کے لکھے کہ اللہ تعالے فقیر کی مدد کرے در معاملہ دریافت احوال چند نفر گواہون کے جنھون نے میرے پاس فلان روز فلان بن فلان کے واسطے فلان بن فلان پر اُسکے اس دعوے کی گواہی دی ہو اور دعوی کو لکھدے پھر لکھے کہ مین ان گواہون کے نام اپنے خفیہ خط نہاد کے آخر مین مفصل تحریر کرتا ہون تاکہ اُنکا احوال دریافت کرکے مجھکو آگاہ کرو جو کچھ تمھارے نزدیک اُنکا احوال اور معاملہ عدالت ظاہر ہو تاکہ مین اُسپر واقف ہون اور اُسی پر کارروائی ہوگی انشاء اللہ تعالی۔ پھر گواہون کے نام فلان بن فلان اور اُسکا حلیہ کہ ایسا ایسا ہو اور اُسکا مقام تجارت کہ فلان بازار ہو اور اُسکا محلے کہ فلان مسجد ہو سب لکھدے

جواب از جانب تعدیل کنندہ۔ تعدیل کنندہ کو چاہیے کہ اُنکے تین درجہ کرے اعلی درجہ جائز الشہادۃ یا عدل شمس الائمہ سرخسی رح نے فرمایا کہ فقط عدل کہنے پر اکتفا نکرے بلکہ عادل مقبول الشہادۃ کہے کیونکہ یہ جائز ہو کہ آدمی عادل ہو مگر مقبول الشہادۃ نہو اسواسطے کہ عدالت یہ ہو کہ آدمی اُن باتون سے پرہیز رکھے جنکو کرنے سے وہ اپنے دین مین ضرر و حرام جانتا ہو اور یہ جائز ہو کہ ایک شخص ایسا ہو مگر اُسکی گواہی قبول نہو بایں طور کہ اُسکو حد قذف ماریگئی ہو پھر توبہ کرکے ایسا ہوگیا ہو اور درجہ دوم مستور اور مستور وہ فاسق ہو اور ثقہ وہ ہو جسکی گواہی مقبول نہو نہ اسوجہ سے کہ وہ فاسق ہو بلکہ اسوجہ سے کہ اُن مثل غفلت و نسیان وغیرہ کے مانند کوئی امر ہو اور قاضیون مین سے بعضے دو ثقہ کو بجاے ایک عادل کے قرار دیتے ہین ایسا ہی شیخ حاکم سمرقندی نے ذکر کیا ہو اور مستور ہمارے مشائخ کے عرف مین اُسکو کہتے ہین جسکا حال معلوم نہو نہ متدین معلوم ہو اور نہ فاسق معلوم ہو یہ خلاصہ یہ مین ہو۔

محاضر و سجلات۔ جو کسی خلل کی وجہ سے رد کردیے گئے۔ ایک محضر پیش ہوا جسمین ایک شخص نے جو زعم کرتا ہو کہ وہ صغیر کا اُسکے باپ کی طرف سے وصی ہو اس صغیر کے واسطے قرضہ کا دوسرے شخص پر دعوی کیا ہو پس یہ محضر رد کردیا ہو

بدین وجہ کہ محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ اس صغیر کے واسطے قرضہ کس وجہ سے ہی حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہی اسواسطے کہ اگر قرضہ مورو ثی ہو اور میت کا اس صغیر کے سوائے دوسرا وارث ہو تو یہ قرضہ صغیر کے واسطے جبھی ہوگا جب تقسیم جاری ہو اور قرضہ کی تقسیم باطل ہی اور گواہون نے اپنی گواہی مین باپ کے مرنے اور اس مدعی کو وصی کرنے کی گواہی نہین دی حالانکہ یہ بھی ضرور ہی۔

محضر۔ دعوی عقار برائے صغیر باجازت حکمی۔ اسکی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پس اس زید نے اس عمرو پر باجازت حکمی یہ دعوی کیا کہ جو دار اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ہی جسکے حدود وچہین وچنان ہین ملک فلان صغیر کی ہی۔ بدین سبب کہ یہ دار اس صغیر کے والد فلان شخص کا تھا جسکا نام محضر مین مذکور ہی اُسنے اپنے سے اس صغیر کے واسطے جسکا نام محضر مین مذکور ہی اس صغیر کے مال سے بولایت پدری بثمن معلوم جو مثل قیمت دار مذکور ہی خرید کیا تھا اور آج کے روز یہ دار محدودہ اس صغیر کی ملک ہی اسی سبب سے جو ذکر کیا گیا ہی اور اس عمرو کے قبضہ مین بغیر حق ہی پس اس عمرو پر واجب ہی کہ اس حاضر آمدہ کو سپرد کرے تاکہ اس صغیر مذکورہ محضر ہذا کے واسطے قبضہ کرے پس یہ محضر دکر دیا گیا بدین سبب کہ اسمین یہ مذکور نہین ہی کہ اجازت حکمی اس قاضی کی طرف سے اُسکو حاصل ہوئی ہی یا کسی دوسرے قاضی کی طرف سے حاصل ہوئی ہو بر تقدیر یکہ اُسکو اجازت حکمی دوسرے قاضی کی طرف سے حاصل ہوئی ہی تو ضرور ہی کہ اجازت حکمی اس قاضی کے نزدیک ثابت کرے تاکہ اُسکی خصومت کی سماعت کرے۔ اور بدین وجہ کہ محضر مین یہ مذکور نہین ہی کہ اس مدعی کو اجازت قبضہ کرنے کی بھی حاصل ہی اسمین صرف اسقدر مذکور ہی کہ اُسنے باجازت حکمی دعوی کیا اور اسمین احتمال ہی کہ شاید اُسکو دعوی وخصومت کی اجازت ہو قبضہ کی اجازت نہو پس اگر اُسکو قبضہ کی اجازت حاصل نہوگی تو اُسکو حق قبضہ امام زفر رح کے نزدیک حاصل نہوگا اسواسطے کہ جسکو دعوی وخصومت کی اجازت ہو وہ بمنزلہ وکیل خصومت کے ہی اور وکیل خصومت کو امام زفر رح کے نزدیک قبضہ کا اختیار نہین ہوتا ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ پس ضرور ہی کہ یہ ذکر کرے کہ اُسکو قبضہ کی اجازت حاصل ہی یا ایسا امر ذکر کرے جس سے اُسکا وصی ہونا ثابت ہو کیونکہ وصی ہونے سے اختیار قبضہ کرنے کا ثابت ہو جاتا ہی۔ اور بدین وجہ کہ اُسنے محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ ثمن مذکور وقت عقد کے بھی اس دار کی قیمت کے مثل تھا حالانکہ اس عقد کے صحیح ہونے کے واسطے یہ ضرور ہی کہ وقت عقد کے ثمن مذکور اُسکی قیمت کے مثل ہو کذا فی المحیط

محضر۔ دربنکہ جورو کا وارث شوہر پر میراث کا دعوی کرتا اور وارث کا یہ دعوی کرنا کہ اس عورت نے اپنے تمام حصہ میراث سے اور تمام دعوی وخصومات سے صلح کر لی ہی اور بدل صلح پر قبضہ کر لیا ہی۔ پس محضر اسوجہ سے رد کر دیا گیا کہ محضر مین ترکہ کا بیان نہین ہی اور جائز ہی کہ ترکہ مین قرضہ ہو اور اس تقدیر پر صلح جائز نہوگی الا اس صورت مین کہ صلح مین قرضہ کا استثنا کر دیا ہو۔ اور اگر ترکہ مین قرضہ نہو تو احتمال ہی کہ شاید ترکہ مین جنس بدل صلح سے نقد مال اسقدر ہو کہ بدل صلح مین جو نقد اس عورت کو ملا ہی وہ میراث کے اُسکے نقدی حصہ کے برابر یا زیادہ ہو اور ایسی صورت مین بسبب ابو ہونے کے صلح جائز نہوگی۔ اور اگر ترکہ مین جنس بدل صلح سے نہو تو جائز ہی کہ اُسمین خلاف بدل صلح کے نقد ہو اور ایسی صورت مین مجلس بدل صلح پر قبضہ شرط ہوگا۔ اور فقیہ ابو جعفر فرماتے تھے کہ ایسی صلح جائز ہی اور فرماتے تھے کہ جائز ہی کہ ترکہ مین قرضہ نہو اور جائز ہی کہ ترکہ مین جنس بدل صلح سے نہو اور اگر ہو تو جائز ہی کہ اس عورت کا حصہ میراث مثل بدل صلح کے یا کم نہو بلکہ زائد ہو اور جائز ہی کہ ترکہ مین کوئی چیز نقد سے نہو پس جو کچھ ذکر کیا ہی یہ سب ہم ہی

اور وہم سے ابطال صلح نہین ہوسکتا ہی یہ فصول اشتروشنی ومحیط مین ہی۔

محضر۔ دعوی تجہیل ودلیت۔ ابراہیم حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس ابراہیم نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ مین نے اس عمرو کے باپ فلان کو ایک تھیلی سربمہر جسپر لکھا تھا کہ توکلت علی اللہ بضاعۃ ابراہیم الحاجی ودلیعت دی تھی اور اسمین پانچ عدد لعل بدخشانی تھے جسمین ہر ایک کا وزن سات درم اور ہر ایک کی قیمت اسقدر تھی اور اس عمرو کے باپ فلان نے مجھے لیکر بقبضہ صحیح اپنے قبضہ مین کر لی تھی اور وہ قبل مجھے واپس کرنے کے مرگیا اور تجہیل کے ساتھ بدون بیان کرنے کے مرا ہی پس اُس ودلیت کی سب قیمت مذکورہ اُسکے ترکہ پر قرضہ ہوئی اور گواہون نے اسکی گواہی دی۔ پس یہ محضر باین وجہ رد کر دیا گیا کہ مدعی نے اپنے دعوے مین اور نیز گواہون نے اپنی گواہی مین یہ بیان نہ کیا کہ تجہیل کے روز ان چیزون کی کیا قیمت تھی بلکہ فقط دینے کے روز کی قیمت بیان کی ہی حالانکہ ایسی صورت مین واجب اُس قیمت کا بیان کرنا ہوتا ہی جو تجہیل کے روز ہوا سواسطے کہ ایسی صورت مین سبب ضمان ہی تجہیل ہی پس روز تجہیل کی قیمت کا لحاظ کیا جائیگا واللہ تعالے اعلم۔

مین کہتا ہون کہ امام محمد نے کفالۃ الاصل مین ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کو مال عین ودلیت دیا اور مستودع نے اُس سے انکار کیا اور وہ مستودع کے پاس تلف ہوگیا پھر مودع نے ودلیعت دینے کے اور روز انکار کی قیمت کے گواہ قائم کیے تو مستودع پر روز انکار کی قیمت کی ڈگری کیجائیگی اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم روز انکار کی اُسکی قیمت نہین جانتے ہین مگر ودلیعت دینے کے روز کی قیمت جانتے ہین کہ وہ اسقدر تھی تو قاضی مستودع پر بحکم ایداع قبضہ کرنے کے روز کی قیمت کی ڈگری کریگا اور یہ اسوجہ سے ہی کہ مستودع پر ضمان واجب ہونے کا سبب درصورت انکار ودلیعت کے انکار ہی بشرطیکہ روز انکار کی ودلیعت کی قیمت معلوم ہو اور اگر روز انکار کی قیمت معلوم نہو اور روز ایداع کی قیمت معلوم ہو تو سبب ضمان اسکے حق مین بحکم ایداع قبضہ کرنا ہی اور یہ اسوجہ سے کہ ضمان مستودع پر بسبب انکار وقبضہ سابق کے واجب ہوتی ہی کیونکہ اگر شلاً وہ ودلیعت سے انکار کر جاوے اور کہے کہ یہ میرے پاس تیری ودلیعت کچھ نہین ہی اور بات یہی ہو جیسی وہ کہتا ہی باین طور کہ اُسنے قبضہ نکیا ہو تو ضمان واجب نہوگی (باوجودیکہ انکار پایا گیا) اور اگر اُسنے قبضہ کیا ہو اور انکار نکیا تو بھی ضمان واجب نہوگی اسی وجہ سے جو ہمنے بیان کردی ہی ولیکن ان دونون سببون مین سے انکار بسبب وجود پیچھے ہی پس ضمان تا امکان اُسی پر ڈالی جائیگی پس جب گواہون نے روز انکار کی قیمت کی گواہی دی تو ضمان اُسپر ڈالنا ممکن ہوا پس ہمنے مستودع کے حق مین سبب ضمان یہی انکار کو قرار دیا اور اُسپر روز انکار کی قیمت واجب کر دی اور جب گواہون نے روز انکار کی قیمت کی گواہی نہ دی بلکہ روز ایداع کی قیمت کی گواہی دی تو انکار پر ضمان کا حالہ کرنا متعذر ہوگیا پس ہمنے اُسکو قبضہ سابق پر احالہ کیا اور سبب ضمان اُسکے حق مین قبضہ سابقہ قرار دیا۔ اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم اُسکی قیمت بالکل نہین جانتے ہین نہ قیمت روز انکار اور نہ قیمت روز ایداع۔ تو مستودع مذکور پر اُسی قدر قیمت کی ڈگری کیجائیگی جسقدر وہ روز انکار کے قیمت خود بیان کرے جیسا کہ غاصب کی صورت مین ہوتا ہی کہ اگر مال منصوب غاصب کے پاس تلف ہوگیا اور اُسکی روز غصب کی قیمت معلوم نہوئی تو اُسپر اُسی قیمت کا حکم دیا جائیگا جسکا خود بروز غصب ہونے کا اقرار کرے پس بقیاس اس مسئلہ کے مسئلہ تجہیل مین یون کہنا چاہیے کہ اگر گواہون نے روز تجہیل کے قیمت بضاعت کی گواہی نہ دی بلکہ جس روز اُسنے بضاعت دی ہی اُس روز کی قیمت کی گواہی دی تو اُسپر روز ایداع کی قیمت کی ڈگری کیجائیگی اور اگر گواہون نے بالکل اُسکی قیمت جاننے کی گواہی نہ دی تو روز ایداع جسقدر قیمت ہونے کا خود اقرار کرے اسقدر کی ڈگری

کیجائیگی اور یہی صحیح ہی۔

سجل - ایسا ہیغیں ہوا جسمین آخر مین حکم کے وقت یون نہین لکھا کہ مین نے اس حکم کو اپنی مجلس قضا کورہ فلان مین صادر کیا ہی یعنے کورہ کا ذکر کرنا چھوڑ دیا تو یہ سجل اسوجہ سے رد کر دیا گیا کہ نفاذ قضا کے واسطے ظاہر الروایۃ کے موافق شہر ہونا شرط ہی۔ اس طعن کے دفع کرنے والون نے فرمایا کہ کیا یہ بات موجود نہین ہی کہ اُسنے ابتدائی سجل مین لکھا ہی کہ میری مجلس قضا واقع کورہ فلان مین حاضر ہوا پس اسکے جواب مین کہا گیا کہ یہ پہلے دعوی کی حکایت ہی اور یہ جائز ہی کہ دعوی شہر مین واقع ہو اور حکم وقضا شہر سے خارج صادر ہو پس ذکر حکم وقضا کے وقت شہر کا ذکر کرنا ضرور ہی تاکہ یہ احتمال جاتا رہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ طعن فاسد ہی اسواسطے کہ روایت نوادر کے موافق نفاذ قضا کے واسطے شہر شرط نہین ہی پس اگر قاضی نے شہر سے باہر کسی امر کا حکم نافذ کیا تو اُسکی قضا ایک صورت مجتہد فیہ مین واقع ہوئی اور صورت مجتہد فیہ مین جو حکم قضا واقع ہو وہ بالاتفاق نافذ ہو جاتا ہی پس سجل صحیح ہوگا اور اتفاقی ہو جائیگا۔

سجل - ایک قاضی کے پاس ایک سجل آیا جسنے اُسکے آخر مین لکھا تھا کہ فلان قاضی کہتا ہی کہ یہ سجل میری طرف سے میرے حکم سے لکھا گیا ہی اور اسکا مضمون میرا حکم ہی کہ چنین وچنان پس مشائخ نے اُسپر مواخذہ کیا اور کہا کہ اُسکا یہ کہنا کہ اسکا مضمون میرا حکم ہی خطا ہی اسواسطے کہ مضمون سجل مین تحریر بسم اللہ الرحمن الرحیم وسکاتب دعوی مدعی وانکار مدعا علیہ وشہادت گواہان ہی اور ان سب مین کوئی حکم قاضی نہین ہی اور حکم قاضی صرف بعض مضمون سجل ہی پس یون لکھنا چاہیے کہ اسکے مضمون مین میرا حکم ہی یا یون لکھے کہ جو حکم اسمین مذکور ہی وہ میرا حکم ہی یا یون لکھے کہ اسمین جو قضا مذکور ہی وہ میری قضا ہی جسکو مین نے ایسی حجت کی وجہ سے جو میرے نزدیک واضح ہوئی ہی نافذ کیا ہی۔

محضر - یہ مضمون وارد ہوا کہ راس المال شرکت کے دینار ہاے مکیہ کا دعوی کیا ہی صورت اُسکی یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو کے ساتھ بشرکت عنان بدین شرط اشتراک کیا کہ دونون مین سے ہر ایک کا راس المال اسقدر عدالی اس ضرب کے ہون وبدین شرط کہ ہر ایک دونون مین تنہا سے اور غیر دونون ملکہ متاع وقماش مین سے جو راے مین آوے اُسکو خرید وفروخت کرین اور دونون اپنا اپنا راس المال حاضر لائے اور دونون نے اُسکو مخلوط کر کے اس عمرو کے قبضہ مین رکھا پھر اس عمرو نے کل راس المال عدالیات سے ایسے اسقدر تھان خرید پھر اُنکو بعوض اسقدر دینار ہاے مکیہ موزونہ بوزن مکہ کے فروخت کیا پس اسپر واجب ہی کہ ان دینار ہاے مکیہ سے اس زید کا حصہ جو اسقدر ہوا ادا کرے اسلیے کہ یہ بعینہ اسکے پاس موجود ہین اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔ پس یہ محضر بین علت رد کر دیا گیا کہ دعوی مذکورہ دینار ہاے مکیہ مین واقع ہوا ہی اسواسطے کہ ثمن کرابیس مین دعوے واقع ہوا ہی اور ثمن کرابیس یعنے دینار ہاے مکیہ مال منقولہ ہی اور مال منقولہ پر دعوی وگواہی درحالیکہ وہ سامنے موجود نہو غیر مسموع ہوتا ہی۔ اقول رد ہمارے نزدیک صحیح نہین ہی اور اس علت کی وجہ سے محضر کا رد کرنا جائز نہین ہی اسواسطے کہ مال منقول مین اُسکا حاضر وسامنے موجود ہونا اسی واسطے شرط ہوتا ہی کہ اسکی طرف اشارہ کر دیا جاے اور دینارون کے مانند چیزون مین اشارہ ناممکن ہی اسواسطے کہ بعض دینار بعض سے مشابہ ہوتے ہین کہ جنمین فصل وتمیز ممکن نہین ہو سکتی ہی پھر واضح ہوا کہ ایسا مقدار (یعنے) اعظم رد (یعنے) امام ابو یوسف رح کے نزدیک موافق مشہور قول اُن دونون اماموں کے شرکت نہوگا اسواسطے کہ عدالی جو ہمارے زمانہ مین ہین وہ منز فلوس کے ہین اور ان دونون اماموں کے مشہور قول کے موافق فلوس عقد شریک کا راس المال نہین ہوتے ہین۔ پھر اسکے بعد

دیکھا جاوے کہ اگر روپیہ دینے والے نے اپنے شریک سے عدالیات دینے کے روز یہ کہا ہو کہ انکے عوض پے درپے خرید و فروخت کر تو جب شریک نے بعوض عدالیات کے تھان خریدے اور اُنکو دینار ہائے مکیہ کے عوض فروخت کیا پھر دینار ہائے مکی کے عوض کوئی چیز خریدی۔ اور پھر اُسکو فروخت کیا اسی طرح پے درپے خرید و فروخت کی تو سب معاملات بیع نافذ ہونگے اور جو چیز ہر بار خریدی ہو وہ دونوں مین ہر بار مشترک ہوگی اور ثمن معہ نفع ہر بار۔ اسی طرح مشترک ہوگا اسواسطے کہ یہ تصرفات از جانب شریک اگرچہ دینے والے پر بحکم شرکت نافذ ہونگے کیونکہ شرکت صحیح نہین ہوئی ہو لیکن بحکم وکالت نافذ ہونگے کہ اُسنے حکم دیا ہو۔ اور اگر دینے والے نے اپنے شریک سے فقط یہ کہا کہ ان عدالیات کے عوض خرید کرو فروخت کرو اور یہ نہ کہا کہ پے درپے خرید و فروخت کر پھر اُسنے ان عدالیات کے عوض تھان خریدے اور پھر انکو فروخت کر دیا تو وکالت تام ہو جائیگی اور شریک پر واجب ہوگا کہ ان دینار ہائے مکیہ مین سے دینے والے کو بقدر اُسکے حصہ راس المال کے معہ حصہ نفع کے دیدے اور اگر اسکے بعد اُسنے کوئی چیز خرید لی تو اپنے وارث کے واسطے خرید نے والا ہوگا اور اگر اُسنے ان دینار ہائے مکیہ مین سے اسکا ثمن ادا کیا تو دینار ہائے مکیہ مین سے حصۂ دہندہ مذکور کا غاصب ہوگا پس اُسکے حصہ کے قدر ضامن ہوگا

محضر۔ حسین تہائی مال کی وصیت کا دعوی ہر زید حاضر آمدہ نے عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس عمرو کے باپ نے اس حاضر آمدہ کے واسطے اپنے تمام مال سے تہائی کی وصیت کی تھی اور یہ وصیت اپنی صحت و ثبات عقل کی حالت مین وصیت صحیحہ کی تھی اور اس زید نے بعد موت اس عمرو کے باپ کے اُسکی اس وصیت مذکورہ کو بقبول صحیح قبول کیا تھا پس بحکم اس وصیت کے اس عمرو کے باپ کے تمام ترکہ کی تہائی اس زید کے واسطے ہو گئی اور اس عمرو کے باپ کے ترکہ مین اس عمرو کے پاس چنین وچنان مال ہو پس بحکم وصیت مذکورہ اس عمرو پر واجب ہو کہ اسقدر اس زید کو دیدے تاکہ وہ اپنے واسطے اُسپر قبضہ کرلے۔ پس یہ محضر اسوجہ سے رد کر دیا گیا کہ اسمین یہ نہین لکھا ہو کہ اُسنے بہمہ وجوہ اپنے نفاذ تصرفات کی حالت مین وصیت کی ہو بلکہ فقط یہ مذکور ہو کہ اُسنے اپنی حیات وصحت وثبات عقل کی حالت مین وصیت کی ہو حالانکہ صحیح وثابت العقل ہونے کے واسطے یہ ضرور نہین ہو کہ اُسکی وصیت بھی صحیح ہو اسواسطے کہ بقول ایسے امام کے جواز اُس کا مجور کرنا روا فرماتا ہو اُسکی وصیت جائز نہوگی اور کتاب الحجر مین مذکور ہو کہ جو مرد سفیہ اپنے مال کو بااسراف برباد کرتا ہو اگر اُسنے وصیتین کین تو قیاساً جائز نہونگی اور استحساناً جائز ہونگی مگر اُسی قدر وصیتین جائز ہونگی جو اہل صلاح کی وصیتون کے موافق ہون اور ایسی وصیت کو لوگ موصی کی طرف سے اسراف نہ شمار کرین اور اپنے درمیان اُسکو سفیہ ہو وہ رجوع نہ جانین۔ اور نیز محضر مین یہ مذکور نہین ہو کہ اُسنے بطوع خود وصیت کی حالانکہ یہ لفظ ذکر کرنا ضرور ہو اسواسطے کہ جو شخص وصیت کرنے پر مجبور کیا گیا ہو اُسکی وصیت ہمارے نزدیک صحیح نہوگی۔ اور ہمارے بعضے مشائخ نے ایک اور وجہ اس محضر کے رد کرنے کے واسطے خیال کی ہو وہ یہ ہو کہ موصی کا آزاد ہونا مذکور نہین ہو اور یہ وہم ہو اسواسطے کہ آزاد ہونا اسی سے مستفاد ہوا کہ اسنے اپنے تہائی مال کی وصیت کی۔

محضر۔ دعوی کفالت۔ صورت اُسکی یہ ہو کہ اس حاضر آمدہ زید نے اس حاضر آوردہ عمرو پر دعوی کیا کہ اس عمرو نے میرے واسطے نفس خالد کی کفالت باین شرط کی تھی کہ اگر مین اُسکو فلان روز تجھے سپرد نکردن تو جو مال اس زید کا اُس خالد پر ہو وہ مجھپر ہوگا اور یہ ہزار درم تھے اور مین نے اسکی کفالت کی اجازت دیدی پھر اس عمرو نے مجھے اس خالد کو بروز معین سپرد نہ کیا اور جو مال میرا اُسپر تھا اُس مال کا کفیل ہو گیا اور یہ ہزار درم ہین اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا

اوجواب طلب کیا۔ پس یہ محضر بدین وجہ رد کر دیا گیا کہ محضر مین اسکا ذکر نہین ہی کہ یہ ہزار درم مال کفالت جنکا دعوی کرتا ہی کس وجہ سے مکفول عنہ پر واجب ہوے ہین حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہی اسواسطے کہ بعض مال کی کفالت صحیح نہین ہوتی ہی جیسے بدل کتابت و دیت وغیرہ پس ضرور ہوا کہ اسکو بیان کرے تاکہ دیکھا جاوے کہ آیا کفالت صحیح ہوئی تھی یا نہین اور دعوی کفالت آیا صحیح ہی یا نہین۔ اور وجہ دیگر یہ ہی کہ اُسنے یہ ذکر نہین کیا کہ مدعی نے مجلس کفالت مین اسکی کفالت کی اجازت دیدی تھی حالانکہ یہ ضرور ہی کہ مجلس کفالت مین کفالت کی اجازت دیوے چنانچہ اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے کسی غائب کے واسطے کفالت کر لی اور مجلس کفالت مین اسکی طرف سے کسی نے اجازت ندی اور نہ کسی اجنبی نے اُسکی طرف سے خطاب کیا پھر غائب مذکور کو خبر پہونچی اور اُسنے اس کفالت کی اجازت دیدی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک کفالت صحیح نہوگی اور امام ابو یوسف رح کا قول اول بھی یہی ہی۔ اور ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ کفالت مین دعوی اجازت کچھ شرط نہین ہی اور دعوے کفالت خود متضمن دعوی اجازت ہی چنانچہ دعوی بیع متضمن دعوی خریدہی ہی۔ پھر جسنے دعوی اجازت شرط کیا ہی اُسکے قول پر دعوے اجازت کا مجلس کفالت مین واقع ہونا شرط ہی اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے اُسکی کفالت کی اپنی مجلس مین اجازت دیدی اور یہ نہ کہا کہ مجلس کفالت مین اجازت دیدی تو یہ کافی نہین ہی اسواسطے کہ شاید مکفول لہ نے کفالت کی اجازت نہ دی ہو یہانتک کہ کفیل اس مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا پھر اُسنے اجازت دیدی تو یہ اجازت مجلس مکفول لہ مین اجازت ہوگئی حالانکہ یہ بالاجماع معتبر نہین ہی اور اگر اُسنے ایک بار کفالت کرنے کا دعوی کیا اور اسکے ساتھ اجازت کا دعوی نہین کیا پھر ذکر کیا کہ اُسنے دوبارہ کفالت کی اور دعوی کیا کہ مین نے مجلس کفالت مین اسکی کفالت کی اجازت دیدی تو یہ صحیح ہوگا۔

محضر دعوی مہر بکفالت ضمان۔ صورت یہ ہی کہ مسماۃ ہندہ نے زید پر دعوے کیا کہ یہ عورت منکوحہ عمرو تھی کہ اُسنے اس عورت کو بعوض ہزار درم مہر کے بنکاح صحیح نکاح مین لیا تھا اور اس زید نے اس ہندہ کے واسطے اُسکے تمام مہر کی ضمانت صحیحہ کر لی تھی اور اس ہندہ نے اسکی ضمانت کی مجلس ضمانت مین اجازت دیدی تھی پھر یہ ہندہ اپنے شوہر عمرو پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی اور اسکا مہر اسکے شوہر عمرو پر واس زید پر جسنے مہر کی ضمانت کر لی تھی فی الحال دینا واجب ہوگیا پس اسپر واجب ہی کہ تمام مہر اُسکا اسکو ادا کر دے اور یہ ہزار درم مہین پھر اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس یہ محضر بدین وجہ رد کر دیا گیا کہ اُسنے سبب حرمت بیان نہ کیا کہ وہ کس وجہ سے اپنے شوہر پر حرام ہوگئی ہی اور حرمت کے سبب دو طرح کے ہین ایک متفق علیہ و دوم مختلف فیہ پس احتمال ہی کہ اُسنے ایسے سبب سے حرمت کا زعم کیا ہو جسمین اختلاف ہی اور مفتی و قاضی کے نزدیک اسکے برخلاف ہو اور بدین وجہ کہ سبب حرمت غلیظہ کبھی عورت کی طرف سے کوئی بات ہوتی ہی اور ایسی صورت مین اگر دخول سے پہلے اُسنے ایسا کیا ہو تو شوہر و کفیل دونون کے ذمہ سے پورا مہر ساقط ہو جائیگا اور کبھی شوہر کی جانب سے اسکا موجب ہوتا ہی اور ایسی صورت مین اگر دخول سے پہلے ہو تو شوہر و کفیل کے ذمہ سے نصف مہر ساقط ہوگا حالانکہ عورت مدعیہ نے کچھ نہ بیان کیا کہ آیا سبب حرمت از جانب شوہر ہی یا از جانب عورت مدعیہ ہی آیا دخول سے پہلے ہی یا بعد دخول کے ہی پس بدون بیان کے اُسکا تمام مہر کا دعوے کفیل پر ٹھیک نہین ہی۔

محضر۔ دعوی کفالت چیزے از مال مہر بدین شرط کہ اگر شوہر سے جدائی واقع ہو تو کفیل مال مہر مین سے اسکا ضامن ہی

صورت یہ ہو کہ ایک عورت مسماۃ ہندہ نے زید پر دعوی کیا کہ تو نے میرے شوہر عمرو کی طرف سے میرے واسطے میرے مہر سے جو میرا میرے شوہر عمرو پر ہو ایک دینار سرخ جید کی کفالت بدین شرط کر لی تھی کہ اگر تم دونوں میں جدائی واقع ہو تو مین ایک دینار سرخ جید کا تیرے واسطے ضامن ہون اور مین نے تیری ضمانت کی مجلس ضمانت مین اجازت دیدی تھی اور اب میرے اور میرے شوہر کے درمیان جدائی واقع ہو گئی بدین سبب کہ میرے شوہر نے امر طلاق کا اختیار میرے قبضہ مین بدین شرط دیدیا تھا کہ جب وہ میرے پاس سے ایک مہینہ غائب ہو تو مجھے اختیار ہو کہ اپنے تئین ایک طلاق بائن دیدون اور وہ اختیار دینے کی تاریخ سے میرے پاس سے ایک مہینہ غائب ہوا ہو اور مین نے بحکم اس اختیار کے اپنے تئین طلاق دیدی اور تو میرے واسطے میرے مہر مین سے ایک دینار کا کفیل ہو گیا پس تجھپر واجب ہو کہ یہ دینار مجھے ادا کر دے پھر اس عورت مذکورہ نے اس سب دعوی پر اپنے گواہ قائم کیے۔ تو مشائخ نے اس محضر کی صحت کا فتوی دیا اور فرمایا کہ اُسکے گواہ قبول کیے جاوین اور کفیل ہر ایک دینار کا حکم قضاء نافذ کیا جاوے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم قضاء اُسکے شوہر پر بھی حکم بفرقت ہوگا اسواسطے کہ عورت مذکورہ نے کفیل پر ایسے امر کا دعوی کیا ہو جسکے توصل بدون اسکے ممکن نہین ہو سکتا ہو کہ شوہر پر ایک دوسرا امر ثابت کیا جاوے اور وہ یہ ہو کہ اُسنے امر طلاق اس عورت کے اختیار مین دیا اور اس عورت نے بحکم اس اختیار کے شرط پائی جانے کے وقت اپنے آپ کو طلاق دیدی۔ پس اس بات مین کفیل مذکور اُسکے شوہر کی طرف سے خصم مقرر ہو جائیگا اور یہ اصل قواعد شرع مین معہود ہو۔ لیکن میرے نزدیک اسمین اشکال ہو اسواسطے کہ دعوی مین دو باتین ہین کہ غائب پر فرقت کا دعوی ہو اور حاضر پر مال کا دعوے اور غائب پر جو دعوے ہو وہ اُس دعوے کے ثبوت کا جو حاضر پر ہو سبب نہیں ہو بلکہ اُسکے واسطے شرط ہو اور ایسی صورت مین شخص حاضر از جانب غائب خصم نہین ہو جاتا ہو اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہو۔

پس چاہیے کہ حاضر پر مال کا حکم دیدے اور شوہر پر فرقت کا حکم ندے۔

محضر - ملکیت زمین ایسے شخص پر جسکے قبضہ مین اسمین سے تھوڑی زمین ہو - اسکی صورت یہ ہو کہ زید نے عمرو پر ایک زمین کا جو اُسکے قبضہ مین ہو دعوی کیا کہ یہ زید کی ملک ہو اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہو اور مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے بعد ازانکہ مدعا علیہ نے اُسکے دعوے سے انکار کیا اور قاضی نے مدعی کے واسطے زمین مذکور کا حکم دیدیا جیسا کہ رسم ہو پھر ظاہر ہوا کہ یہ زمین جسکا مدعی نے دعوی کیا ہو اس مدعا علیہ کے اور ایک شخص خالد کے قبضہ مین ہو تو بعض نے فرمایا کہ مسئلہ کی دو صورتین ہین کہ اگر یہ بات مدعی کے اقرار سے ظاہر ہوئی تو ظاہر ہوا کہ حکم قضاء باطل ہو اسواسطے کہ مدعی نے اطرح اقرار کرنے سے بعد حکم قضاء کے اپنے گواہون کی بعض شہادت مین تکذیب کی اور بعد قضاء کے مدعی کا اپنے گواہون کی بعض شہادت مین تکذیب کرنا موجب بطلان قضاء ہوتا ہو جیسا کہ اشارات اصحاب وجامع سے واضح ہو اور اگر مدعا علیہ نے اس بات کے گواہ قائم کرنے چاہے کہ جس زمین کا میرے قبضہ مین ہونے کا دعوی کیا گیا ہو وہ دعوے کے وقت میرے اور فلان کے قبضہ مین تھی تو اُسکے گواہ قبول نہونگے کہ وہ دعوی کے چیز کی اُسکے قبضہ مین ہونے کی نفی کرتے ہین بعد ازانکہ یہ امر مدعی کے گواہون سے ثابت ہو گیا ہو پس ایسے گواہ قبول نہونگے اور اس سے حکم قضاء کا باطل ہونا ثابت نہو گا کذا فی المحیط۔

محضر - دعوی حصہ شائع از اراضی - مثلاً کسی زمین کے اسقدر سہام مین سے اتنے سہام کا دعوی کیا اور گواہون

وہ مدعی نے یہ دعوی کیا کہ یہ تمام زمین مدعا علیہ کے قبضہ مین ہی تو اسمین مفتیون کے جواب مختلف ہین بعضون نے جواب دیا کہ یہ فاسد ہی اسواسطے کہ جب ان لوگون نے مدعا علیہ کے قبضہ مین پوری زمین کا ہونا بیان نکیا تو درصورتیکہ حصہ مشاع کا مدعی ہی تو یہ بھی ثابت نہوگا کہ یہ بعض مشاع اسکے قبضہ مین ہی رتاکہ مدعا علیہ پر مطالبہ وارد ہو) اور بعض نے اسکی صحت کا فتوی دیا ہی اسواسطے کہ ایک چیز مین سے بعض شائع پر اپنا قبضہ جادینے کے واسطے یہ شرط نہین ہی کہ پوری چیز پر اپنا قبضہ جادے پس قول اول مین اشارہ ہی کہ مال عین مین سے نصف شائع کا غصب کرنا متصور نہین ہی اور ایسا ہی رکن الاسلام ابو الفضل رح نے اپنے اشارات مین اور صدر الشہید رح نے ذکر فرمایا ہی اور قول دوم مین یہ اشارہ ہی کہ مال عین مین سے نصف شائع کا غصب کرنا متصور ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ دو آدمیون کا ایک غلام کو غصب کر لینا متصور ہی اور ایسی حالت مین ہر ایک غاصب نصف غلام شائع کا غصب کرنے والا قرار دیا جائیگا اور آیا نہین دیکھتا ہی کہ اگر دو آدمیون نے ایک مکان کرایہ پر لیا یا اسکو خرید کیا اور دونون نے اسکو اپنی متاع مشترک سے گھیر لیا تو دونون مین سے ہر ایک اسکے نصف شائع پر اپنا قبضہ جانے والا ہوگا اور امام محمد رح نے جامع مین چند مقام پر صریح فرمایا ہی کہ مال عین کے نصف شائع کا غصب متصور ہی یہ فصول اشتروشنی مین ہی -

محضر - چیز محدود کا والد قابض سے خریدنے کا دعوی - اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ حویلی محدودہ بحدود وتعیین وچنان واقع مقام فلان اس حاضر آوردہ کے والد فلان کی ملک وحق تھی اور اُسنے اپنی حیات وصحت ونفاذ تصرفات کی حالت مین میرے ہاتھ اسقدر داموں کو فلان روز فلان ماہ فلان سنہ مین فروخت کی اور ایسا ہی اُسنے میرے واسطے اپنی حیات مین اس محدودہ کی اس تاریخ فروخت کرنے کا اقرار کیا ہی اور چند گواہ لایا جنھون نے قابض کے والد فلان کی اس بیع مذکور کے اقرار کی گواہی دی اور گواہون نے کہا کہ آج کے روز یہ حویلی بسبب مذکورہ محضر ہذا اس مدعی کی ملک ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین بغیر حق ہی - پس بعض مفتیون نے زعم کیا کہ اس محضر مین دو وجہ سے خلل ہی ایک یہ کہ گواہون نے بائع کا اس بیع کے اقرار کی گواہی دی جو دعوے مدعی مین مذکور ہی اور دعوے مدعی مین اقرار بائع مضاف بتاریخ بیع مذکور ہی اور وہ فلان روز ہی - پس شاید یہ اقرار اُس روز واقع ہوا ہو لیکن احتمال ہی کہ اُس روز بیع واقع ہونے سے پہلے واقع ہوا ہو پس اقرار بتاریخ بیع ہوگا لیکن بیع سے پہلے ہوگا اور اس تقدیر پر گواہون کی گواہی اور اقرار بیع کی بیع واقع ہونے سے پہلے ہوگی - اور قبل بیع کے اقرار بیع باطل ہی تو قبل بیع کے اقرار بیع کی گواہی بھی باطل ہوگی - اور اسوجہ سے کہ گواہون نے اپنی گواہی مین کہا کہ آج کے روز یہ حویلی اُس سبب سے جو اس محضر مین مذکور ہی اس مدعی کی ملک ہی اور اس محضر مین جو سبب مذکور ہی وہ بیع ہی نہ اقرار بیع اسواسطے کہ اقرار سبب ملک ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہی اور بیع پر اُنکی گواہی نہین ہی بلکہ اُنکی گواہی اقرار بیع پر ہی - لیکن یہ زعم فاسد ہی - پس وجہ اول دو وجہون سے فاسد ہی ایک یہ کہ مطلق کلام عاقل اور اُسکا تصرف بروجہ صحت محمول کیا جائیگا بحکم فقیہ الاصل اور یہ اس مقام پر بایں طور ہی کہ دعوی مدعی باقرار بیع بتاریخ مذکور اُسکے دعوی اقرار بیع بتاریخ مذکورہ بعد بیع کے واقع ہونے کے محمول کیا جاوے اور گواہی مین بھی یہی صورت ہی اور دوم آنکہ مطلق کلام عاقل ایسی صورت پر محمول کیا جاتا ہی جیسی لوگون مین عادت ہو اور لوگ اپنی عادت کے موافق ایسے بول چال مین ایسے کلام سے بھی مراد لیتے ہین کہ بیع کے بعد اس تاریخ مین بیع کا اقرار کیا - وجواب وجہ دوم یہ ہی کہ بیان یہ اقرار بیع کی گواہی ہی اور بیع

سبب ملک ہو اور یہ صحیح ہو۔

محضر۔ باندی پر ملک کے دعوی کرنے کے مقدمہ مین۔ زید حاضر آیا اور اپنے ساتھ ایک باندی کو حاضر لایا اور دعوی کیا کہ یہ باندی اُسکی ملک ہو حالانکہ باندی اس سے منکر ہو پھر زید چند گواہ لایا جنھون نے گواہی دی باین عبارت (روزے مرد سے بیامد واین جاریہ حاضر آورد و را باین حاضر آمدہ بفروخت بہ بہاے معلوم و بوے تسلیم کرد)۔ پس یہ محضر دو علتون سے رد کر دیا گیا دونون مین سے ایک یہ ہو کہ گواہون نے مدعی کے واسطے ملک کی بطریق انتقال گواہی دی یعنی دوسرے کی ملک سے منتقل ہو کر اس مدعی کی ملک مین بوجہ بیع کے آئی ہو پس ضرور ہو کہ پہلے اُس بائع کی ملک ثابت کیجاوے تاکہ انتقال ملک مذکور بجانب مدعی ثابت ہو حالانکہ اس صورت مین ایسی گواہی سے ملک بائع ثابت نہوئی کیونکہ بائع مجہول ہو اور مجہول کے واسطے ملک کا اثبات متحقق نہین ہوتا ہو اور جبکہ اس صورت مین اس گواہی سے بائع کے واسطے ملک ثابت نہوئی تو اس گواہی سے مدعی کے واسطے کیونکر انتقال ملک ثابت ہو گا سکتے کہ بائع اگر مرد معلوم ہوتا تو یہ گواہی مقبول ہوتی اور مدعی کے واسطے باندی کی ملک کا حکم نہ دیا جاتا۔ اور دوسری علت یہ ہو کہ گواہون نے فقط یہ گواہی دی ہو کہ ایک شخص نے اس مدعی کے ہاتھ فروخت کی اور یہ گواہی نہین دی کہ اس مشتری نے بھی اسکو اُس سے خریدا ہو اور یہ ہو سکتا ہو کہ بائع مذکور سے نے باندی مذکور اس مدعی کے ہاتھ فروخت کی ہو مگر مدعی مذکور نے اسکو نہ خریدا ہو اور فقط بیع سے بدون خرید کے ملک ثابت نہین ہوتی ہو۔ لیکن علت دوم صحیح نہین ہو اسواسطے کہ ذکر بیع متضمن ذکر خرید ہو اور نیز ذکر خرید متضمن ذکر بیع ہوتا ہو۔ آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر کسی نے دوسرے پر دعوی کیا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ باندی اسقدر ثمن کے عوض فروخت کی اور اُس سے ثمن کا مطالبہ کیا تو اُسکا یہ کا دعوے صحیح ہو گا اگرچہ مدعا علیہ پر اُسنے یہ دعوی نہین کیا کہ اُسنے خریدی ہو۔ اور اسی طرح اگر کسی نے دعوی کیا کہ میرے ہاتھ اس مرد نے یہ باندی فروخت کی ہو تو اُسکا دعوے صحیح ہو گا اگرچہ اُسنے یہ دعوے نہین کیا کہ مین نے اسکو اس سے خرید لیا ہو اس امر کو امام محمد رح نے بہت جگہ ذکر کیا ہو۔ اور نیز ایک محضر باندی پر دعوی کرنے کے مقدمہ کا پیش ہوا کہ زید حاضر ہوا اور ایک باندی کو حاضر لایا اور دعوی کیا کہ یہ میری باندی ہو مین نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہو پس میری طاعت اسپر واجب ہو اور باندی مذکور اس سے منکر ہو پھر یہ زید مذکور چند گواہ لایا جنھون نے یہ گواہی دی کہ اس مدعی نے اس باندی کو فلان شخص سے خریدا ہو۔ تو اسمین مفتیون کے جواب مختلف ہوے بعضون نے فتوی دیا کہ ملکیت کا حکم دینے کے واسطے یہ دعوی صحیح ہو اور اطاعت واجب ہونے کی قضا نافذ کرنے کے واسطے صحیح نہین ہو اسواسطے کہ اطاعت جب واجب ہو گی کہ جب بائع نے باندی مذکور اس مدعی کے سپرد کر دی ہو اور اسکا سپرد کرنا بعد ادا ے ثمن کے ہو گا اور مدعی نے اپنے دعوے مین یہ ذکر نہین کیا ہو کہ اُسنے ثمن ادا کر دیا ہو۔ اور بعضون نے دعوی بالکل صحیح نہونے کا فتوی دیا ہو اور یہی صحیح ہو۔ اسواسطے کہ گواہون نے ملک بائع کی صریحًا یا دلالۃً کسی طرح گواہی نہین دی اور بدون اسکے مشتری کی ملک کا حکم نہ دیا جائیگا اور یہ مسئلہ کتاب الشہادہ مین ہو۔

محضر۔ دربارہ دعوی ولاء عتاقہ پیش ہوا کہ زید مر گیا پھر عمرو آیا اور دعوے کیا کہ میت مذکور میرے والد بکر کا آزاد کیا ہوا ہو کہ اُسکو میرے والد نے اپنی زندگی مین آزاد کیا تھا اور اُسکی میراث مجھے چاہیے ہو کیونکہ مین اُسکے آزاد کنندہ کا بیٹا ہون میرے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہو پس بعضے مشائخ نے اسکے فاسد ہونے کا فتوی دیا ہو اور بعضون نے

اس دعوی کی صحت کا فتوی دیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ دعوی فاسد ہی اسواسطے کہ مدعی نے اپنے دعوی مین یہ نہین کہا کہ میرے والد نے اُسکو اپنی زندگی مین آزاد کیا درحالیکہ میرا والد اسکا مالک تھا اور شیر مالک کا آزاد کرنا باطل ہی اور جو ہمنے بیان کیا ہی اسکی صحت کی دلیل وہ ہی جو امام محمد رح نے دعوی الاصل مین باب دعوی العتق مین ذکر فرمایا کہ اگر کسی غلام نے گواہ قائم کیے کہ اُسکو زید نے آزاد کردیا ہی اور زید اس سے منکر ہی یا اسکا مقر ہی اور عمرو نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہی تو قاضی عمرو کے نام ڈگری کردیگا اسواسطے کہ آزادی کے گواہون نے عتق باطل کی گواہی دی ہی کیونکہ انھون نے اپنی گواہی مین یہ نہین بیان کیا کہ اُس حالت مین زید اُسکا مالک تھا اور بدون گواہی کے زید کی ملک ثابت نہوگی اور عتق بلا ملک باطل ہی اور ہمارے اس قول کی کہ گواہون نے عتق باطل کی گواہی دی ہی یہی معنی ہین پس ایسی گواہی کا وجود و عدم یکسان ہی اور اگر بالفرض ایسی گواہی موجود نہ ہوتی تو عمرو کے واسطے ملک کی ڈگری کیجاتی پس ایسا ہی درصورت موجود ہونے ایسی گواہی کے بھی یہی حکم ہوگا - اسی طرح اگر عتق کے گواہون نے غلام کے واسطے اسطرح گواہی دی کہ زید نے اسکو آزاد کیا درحالیکہ یہ غلام اُسکے قبضہ مین تھا تو بھی عمرو کے واسطے جسنے اپنی ملک ہونے کے گواہ قائم کیے ہین ملک کا حکم دیا جائیگا اسواسطے کہ اعتاق صحیح ہونے کے واسطے ملک معتبر ہی قبضہ کا اعتبار نہین ہی اور گواہون نے ملک کی گواہی نہین دی ہی - اور اگر عتق کے گواہون نے یون گواہی دی کہ زید نے اسکو درحالیکہ زید اسکا مالک تھا آزاد کیا ہی اور عمرو کے گواہون نے گواہی دی کہ یہ اس عمر کا غلام ہی تو عتق کے گواہون پر حکم ہوگا اسواسطے کہ غلام کا اپنے آزاد کنندہ کی ملک ثابت کرنا مثل آزاد کنندہ کے اپنی ملک ثابت کرنے کے ہی - اور اگر آزاد کنندہ بالفرض گواہ قائم کرے کہ یہ میرا غلام سابق ہی مین نے اسکو اپنی ملک کی حالت مین آزاد کردیا ہی تو عتق کے گواہون پر حکم ہوگا اسواسطے کہ دونون فریق گواہ ملک ثابت کرنے کے حق مین یکسان ہین مگر ایک فریق مین اثبات عتق زائد ہی پس ایسا ہی اس صورت مین جبکہ غلام نے ایسے گواہ قائم کیے ہین یہی حکم ہوگا پس یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہی کہ غیر کی طرف سے عتق کا دعوی کرنے مین اس غیر کی ملک کا ذکر کرنا ضرور ہی -

محضر - درد عوی دفعیہ پیش ہوا جسکی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ غلام کی نسبت عمرو پر دعوی کیا کہ مین نے اسکو خالد سے ۱۳ - تاریخ محرم سنہ ۱۳۰۰ ہجری کو خریدا ہی اور مدعا علیہ نے اسکے دعوی سے انکار کیا پس زید نے اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے اور حکم قضا ہر بنا گواہان زید کے واسطے عمرو پر اس غلام کی ملک کی نسبت متوجہ ہوا پھر مدعا علیہ نے اس دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا کہ یہ شخص جسکی طرف سے تو ملک حاصل ہونے کا دعوی کرتا ہی اسنے تیری خرید کی تاریخ سے ایک سال پہلے بطرع عمرو یہ اقرار کیا ہی کہ یہ غلام میرے بھائی بکر کی ملک وحق ہی اور اُسکے بھائی بکر نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق کی ہی اور مین نے یہ غلام اُسکے بھائی بکر سے خریدا ہی پس اس سبب سے تیرا دعوی مجھپر باطل ہی - تو مفتیون نے بالاتفاق جواب دیا کہ یہ دفعیہ صحیح ہی پھر اسکے بعد فتوی طلب کیا گیا کہ اگر زید نے مدعی دفعیہ عمرو سے اس اقرار کا وقت طلب کیا کہ کس روز کس شہر مین واقع ہوا ہی پس آیا قاضی اُسکو اس بیان کی تکلیف دیگا تو یہی بالاتفاق جواب دیا کہ قاضی اُسکو یہ تکلیف نہ دیگا اسواسطے کہ اُسنے ایکبار بقدر ضرورت یہ بیان کردیا کہ تیری تاریخ خرید سے یا تیری خرید سے پہلے اقرار کیا ہی -

محضر - دربارہ دعوی میراث پیش ہوا جسکی صورت یہ ہی کہ مجلس قضا مین زید و عمرو و ہندہ حاضر ہوے اور یہ سب اولاد بکر ہین پھر ان سب نے خالد پر جسکو حاضر لائے ہین ایک دار محدود کا اپنی مادر سلیمہ میت کی میراث اپنے واسطے ہونے کا دعوے کیا اور محضر مین یہ لکھا ہی کہ یہ دار محدود ملک مسماۃ سلیمہ والدہ ان ہر دو مدعیون کا اور اسی کا حق تھا اور

برابر تا دم موت اُسکے قبضہ مین رہا یہانتک کہ وہ مرگئی اور اُسکے فرزندون کے واسطے میراث رہگیا۔ تو یہ محضر وہ علتون سے رد کردیگا ایک یہ کہ محضر مین یون لکھا ہی کہ ان دو مدعیون کی والدہ حالانکہ چاہیے کہ ان سب مدعیون کی والدہ لکھا جاوے اور دوم آنکہ محضر مین لکھا ہی کہ مرگئی اور اُسکے فرزندن کے واسطے میراث رہگیا اور اُسمین یہ مذکور نہین ہی کہ کیا یہ فرزندون کے واسطے میراث رہگئی اور یون لکھنا چاہیے کہ یہ وارمحدود اُسکے فرزندون کے واسطے میراث رہگیا یا یون لکھنا چاہیے۔ کہ یہ اُسکے فرزندون کے واسطے میراث رہگیا تاکہ مال متروک بصریح یا بکنایہ مذکور ہوجاوے اور بدون صریح یا کنایہ ذکر کرنے جسمین دعوی واقع ہوا اُسکی خبر میراث تام نہوگی۔ اور شیخ امام نجم الدین عمر نسفی نے حکایت کی کہ مین نے خبر میراث مین ایک فتوی لکھا اور اُسکے شرائط صحت بیان کرنے مین خوب سبالغہ کیا لیکن اتنی بات تھی کہ اس قول کی جگہ کہ اُسکو میراث چھوڑا عمیر چھوڑ دی تھی صرف یہ لکھا تھا کہ اور میراث چھوڑا تو شیخ الاسلام علی بن عطاء بن حمزہ السغدی رہنے اُسکی صحت کا فتوی نہ دیا اور مجھسے کہا کہ اسمین ضمیر لکھدے اور یون کردے کہ اُسکو میراث چھوڑا تب مین صحت کا فتوی دونگا۔ امام زاہد نجم الدین نسفی نے فرمایا کہ میرے سامنے ایک محضر پیش ہوا جسمین زید نے عمرو پر ایک زمین کا دعوی کیا تھا کہ یہ زمین اس مدعی کی ملک وحق ہی اور اس مدعا علیہ کے مورث فلان نے اُسپر بغیر حق اپنا قبضہ کرلیا اور برابر اپنے قبضہ مین رکھا یہان تک کہ مرگیا پھر اسکے وارث اس حاضر آوردہ کے قبضہ مین بھی تا حق ہی پس اسپر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرکے اس مدعی کو سپرد کردے اور مدعا علیہ نے اسکے دعوے کے دفعیہ مین کہا کہ میرے مورث فلان نے اسکو اس مدعی کے مورث سے بطور بیع قطعی خرید کیا تھا اور باہمی قبضہ طرفین سے ہوگیا تھا اور میرے مورث کے قبضہ مین تا حیات اُسکے بحق رہی یہان تک کہ اُسنے وفات پائی پھر میرے واسطے بحق اُسکے میراث رہی پس مدعی نے اس دفعیہ کے دفع مین کہا کہ اس مدعا علیہ کے مورث نے اقرار کیا کہ جو بیع ہمارے درمیان مین جاری ہوئی ہی وہ بیع وفا ہی کہ جب بائع مجھکو ثمن دیدے تو مجھپر اس زمین کا واپس کرنا لازم ہوگا اور اسپر گواہ قائم کردیے پس آیا اس طور سے دفعیہ کا دفع کرنا صحیح ہی تو شیخ نجم الدین رحمہ نے فرمایا کہ قاضی القضاۃ عماد الدین علی بن عبد اللہ اور شیخ امام علاء الدین عمر وبن عثمان معروف بعلاء بدر نے جواب دیا کہ صحیح ہی اور مین جواب دیتا ہون کہ صحیح نہین ہی کیونکہ مدعی نے اولاً دعوی کیا کہ اس مدعا علیہ کا قبضہ بغیر حق ہی پھر جب بیع وفا کا اقرار کیا تو اقرار کیا کہ اُسکے قبضہ مین بحق ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ دعوی دفعیہ کا صحیح ہونا واجب ہی بنا بر قول ایسے امام کے کہ بیع الوفا رہن کے حکم مین ہی اسواسطے کہ مدعی نے اس دفعیہ مین مدعا علیہ کے واسطے جس بات کا ابتدا مین بالکل انکار کیا تھا یعنے یہ زمین مبیع و اسکے قبضہ مین ناحق ہی اُسمین سے تھوڑے کا اقرار کیا اور یہ بدین طور کہ جب اس بیع کو حکم رہن حاصل ہی تو مبیع مدعی کی ملک رہی لیکن مدعا علیہ کو روکنے اور اپنے پاس رکھنے کا استحقاق حاصل ہی حالانکہ مدعی نے اس ارا ضی محدودہ کی اپنی ملک ہونے کا اور مدعا علیہ کے قبضہ مین بغیر حق ہونے کا دعوی کیا ہی پھر جب اسکے بعد مدعا علیہ کے واسطے بیع بالوفا کا اقرار کیا تو اپنے واسطے محدود مذکور کی ملکیت کا دعوی اور مدعا علیہ کے واسطے بحق قبضہ رکھنے کا اقرار کیا اور یہی ہمارے اس قول کے معنی ہین کہ جب امر مدعا علیہ کے حق مین اولا انکار کیا تھا اُسمین سے بعض بات کا اقرار کیا۔ اور بنا بر قول عامہ مشائخ کے نزدیک اگر وفا عقد بیع مین مشروط نہو تو بیع صحیح ہوگی پس دعوی مدعی کی سماعت نہوگی اور اگر وفا عقد بیع مین مشروط ہو تو بیع فاسد ہوگی پس اگر اسنے فسخ عقد کا دعوی کیا تو دعوی دفعیہ صحیح ہوگا ورنہ نہین کذا فی المحیط

محضر شیخ نجم الدین نسفی رح کے سامنے پیش کیا گیا جسمین مذکور ہی کہ زید نے عمرو پر ایک باغ انگور کا استحقاق ثابت کیا اور

اُسکے حاصلات کا مطالبہ کیا اور اسکو بیان کر دیا ہو پس اس محضر مین مدعا علیہ نے اُسکے دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا کہ مدعی نے اس سے بدل معلوم پر صلح کر لی ہو اور مقدار بدل کا ذکر نہین ہو اور نہ قبضہ مذکور ہو پس آیا یہ دفعیہ صحیح ہوگا تو فرمایا کہ یہ دفعیہ نہین صحیح ہو اور اگر بدل صلح پر قبضہ کرنا مذکور ہو تو صحیح ہوگا اگرچہ مقدار بدل مذکور نہو اسواسطے کہ مقدار بدل کا بیان ایسی صورت مین ترک کرنا جسمین اب قبضہ کرنے کی ضرورت نہین باقی ہو مضر نہین ہو واضح ہو کہ یہ مسئلہ دو طرح پر ہو اگر فقط باغ انگور سے صلح واقع ہوئی اور بدل معلوم ہو یا نہین معلوم ہو لیکن گواہون نے بدل الصلح پر قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو صلح صحیح ہوگی اور دعوی دفعیہ صحیح ہوگا اور اگر صلح باغ انگور اور اُسکی حاصلات غلہ سے جسکو مدعا علیہ نے تلف کر دیا ہو بعوض ایسے بدل کے واقع ہوئی جو اس مال کے برخلاف ہو جو تلف کرنے کی وجہ سے واجب ہوا ہو اور بدون قبضہ کے دونون جدا ہو گئے تو حق پیداوار غلہ مین صلح صحیح نہوگی خواہ بدل صلح معلوم ہو یا نہو پس یہ دعوی حق غلہ مین دفعیہ نہوگا یہ فصول اشتروشنی مین ہو

محضر - جسمین وارث نے ترکہ کی زمین کے دعوی کے دفعیہ مین دعوی کیا ہو اسکی صورت یہ ہو کہ زید نے ترکہ میت عمرو مین سے ایک زمین کا اُسکے وارث بکر پر دعوی کر کے استحقاق ثابت کیا پس بکر نے اُسکے دعوے کے دفعیہ مین کہا کہ تو اس دعوی مین مبطل ہو اسواسطے کہ تو نے مجھسے ایکبار کہا ہو کہ تو نے باپ سے میراث پائی ہو یا یون دعوی کیا کہ تو نے مجھسے ایکبار کہا ہو کہ تو نے باپ کے مرنے کے پیچھے بہت مال پالیا ہو مین نے کہا کہ مین نے کون مال پالیا ہو کون مال میراث پایا ہو تو تو نے کہا کہ فلان زمین پس یہ تیری طرف سے میری ملک ہونے کا اقرار ہو اور تیرا دعوے باطل ہو پس آیا اس کلام سے بحث پکر سکتا ہو اور یہ اُس دعوی کا دفعیہ ہو سکتا ہو تو اسمین شیخ نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ یہ جواب دیا ہو کہ زید کے اس کلام مین کہ میراث پایا ہو حجت ہو اور دفعیہ ہو سکتا ہو اسواسطے کہ یہ بات اُسکی طرف سے بکر کے واسطے ملکیت کا اقرار ہو اور اس کلام مین کہ تو نے مالیا ہو اس سے دفعیہ نہین ہو سکتا ہو اسواسطے کہ یہ ملکیت کا اقرار نہین ہو اور یہ جواب ظاہر ہو - اور نیز ایک محضر پیش ہوا جسمین مذکور ہو کہ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ باغ انگور چہار دیواری والا جو فلان مقام پر واقع ہو اور اُسکے حدود یہ ہین وہ اس مدعی کی مان کے قبضہ مین تھا اور اُسکی مان نے اقرار کیا تھا کہ وہ اس مدعی کی ملک ہو اور بعد اس اقرار کے اس مدعا علیہ نے یہ باغ مذکور اس مدعی کی مان سے خریدا پس اس مدعا علیہ پر واجب ہو کہ یہ باغ مذکور اس مدعی کے سپرد کرے - پس ائمہ سمرقند مین سے ایک جماعت نے جواب دیا کہ یہ دعوی صحیح ہو اور امام نجم الدین نسفی نے جواب دیا کہ فاسد ہو اور فساد کی وجہین ظاہر ہین - لیکن بیان نہین فرمائین اور شاید منجملہ وجود فساد کے ایک یہ بات ہو کہ مدعی نے اپنے واسطے ملک کا دعوی نہین کیا اور اگر اپنے واسطے ملک کا دعوی بھی کرتا اور دعوے کرتا کہ اُسکی مان نے اُسکے واسطے اس باغ مذکور کا اقرار کیا ہو تو بھی دعوی کی سماعت نہوتی اسواسطے کہ اُسنے اپنی ملک کو ایسی چیز کی طرف مضاف کیا جو سبب ملک ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہو اور وہ اقرار ہو حتے کہ اگر وہ اپنی ملک کو ایسی چیز کی طرف مضاف کرے جو سبب ملک ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو مثلاً یون کہے کہ یہ باغ انگور میری ملک ہو مین نے اس مدعا علیہ کے خریدنے سے پہلے اسکو اپنی مان سے خریدا ہو تو اُسکا دعوی صحیح ہوگا

محضر - دعوی میراث معہ عتق پیش ہوا جسمین یہ مذکور ہو کہ زید نے ایک شخص سے عمرو پر دعوی کیا کہ یہ غلام میرے چچا زاد بھائی بکر کا غلام تھا اور وہ مر گیا اور جسوقت مرا ہو اُسوقت یہ اُسکی ملک تھا اور مین اُسکا وارث ہون اور میرے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہو پس یہ غلام اُسکی طرف سے میرے واسطے میراث ہو گیا حالانکہ یہ غلام میری اطاعت سے انکار کرتا ہو پس مدعا علیہ نے اسکے دعوے کے دفعیہ مین دعوی کیا کہ اسکے مورث مذکور نے مجھکو اپنے مرض الموت مین آزاد

کردیا تھا اور مین اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہون اور آج کے روز مین آزاد ہون اُسکے واسطے مجھپر کوئی راہ نہین ہی اور اسپر گواہ قائم کردیے پھر اس مدعی نے دوبارہ دعوی کیا کہ مین نے اس غلام کو اپنے چچازاد بھائی فلان مذکور سے اُسکی صحت مین خرید کیا ہی تو شیخ نجم الدین نسفی رح نے جواب دیا ہی کہ دوسرا دعوی اُسکا صحیح نہین ہی اسواسطے ہر دو دعوی مین تناقض واقع ہوتا ہی اور توفیق نہین ہوسکتی ہی کیونکہ اُسنے پہلے میراث پانے کا دعوی کیا پھر مورث مذکور کی زندگی مین اُس سے خریدنے کا دعوی کیا اور یہ جواب صحیح ہی اور علت مذکورہ ظاہر ہی اور امام محمد رح نے آخر جامع کبیر مین ذکر فرمایا ہی کہ زید کا باپ عمرو مرگیا پس زید نے بکر کے مقبوضہ دار پر دعوی کیا کہ یہ دار میرا ہی مین نے اسکو اپنے باپ سے اُسکی حیات وصحت کی حالت مین خرید کیا ہی اور اسپر گواہ قائم کیے مگر اُنکی تعدیل نہوئی یا اُسکے پاس گواہ تھے اور اُسنے مدعا علیہ سے قسم لے لی پھر اُسنے گواہ قائم کیے کہ یہ دار اسکے باپ کا ہی وہ مرگیا اور اسکو اُسکے واسطے میراث چھوڑ گیا ہی اور گواہ لوگ کہتے ہین کہ ہم اسکے سواے اُسکا کوئی وارث نہین جانتے ہین تو قاضی بنام مدعی اس دار کی ڈگری کردیگا اسواسطے کہ پہلے باپ سے حالت حیات وصحت مین خریدنے کے دعوی اور پھر دوبارہ اُس سے میراث پانے کے دعوی مین تناقض نہین رہتا ہی اسواسطے کہ وہ کہہ سکتا ہی کہ مین نے اُس سے خریدا تھا جیساکہ مین نے پہلے دعوی کیا تھا لیکن مین اپنی خرید ثابت کرنے سے عاجز ہوا اور بحسب ظاہر یہ دار میرے باپ کی ملک مین رہا پس بطا ہر وہ میرے باپ کے مرنے کے بعد میرے واسطے میراث ہوا اور اگر ایسی صورت مین پہلے اُسنے باپ سے میراث پانے کا دعوی کیا پھر اسکے بعد اُس سے خریدنے کا دعوی کیا تو دعوی خرید کی سماعت نہوگی اسواسطے کہ پہلے میراث پانے کے دعوے اور پھر خریدنے کے دعوی مین تناقض ہی اسواسطے کہ وہ نہین کہہ سکتا ہی کہ مین نے اپنے باپ سے میراث پایا جیساکہ مین نے پہلے دعوی کیا ہی پھر جب مین میراث ثابت کرنے سے عاجز ہوا تو مین نے اُس سے خریدا اور اسکی توضیح یہ ہی کہ باپ سے جو چیز خریدی ہی وہ کبھی میراث ہوسکتی ہی بایں طور کہ مثلاً اُسکی زندگی مین دونون کے درمیان بیع فسخ ہوجاوے یا بعد موت کے فسخ ہو کہ وارث اُسمین کوئی عیب پاکر اُسکو واپس کردے پس تناقض متحقق نہین ہوسکتا ہی اور جو چیز باپ کی طرف سے میراث ملی ہو وہ اُسکی طرف خریدہ شدہ نہین ہوسکتی ہی پس تناقض متحقق ہوگا۔

مختصر۔ دعوی میراث۔ اُسکی صورت یہ ہی کہ زید مرگیا پھر ایک شخص مستحق عمرو آیا اور چچازاد بھائی ہونے کی وجہ سے عصبہ ہونے کا دعوی کیا اور نسب پر گواہ قائم کیے کہ دادا تک نام ونسب ذکر کیے پھر اس نسب واس میراث کے منکر نے گواہ قائم کیے کہ میت کا دادا فلان شخص ہی اور یہ سواے اُس شخص کے ہی جسکو مدعی نے دادا اثابت کیا ہی پس آیا یہ دعوی مدعی اور اسکے گواہون کا دفعیہ ہوگا یا نہین تو شیخ نجم الدین نسفی رح نے جواب دیا کہ اگر پہلے گواہون کے موافق حکم قضا نافذ ہوچکا ہی تو دفعیہ نہوگا اور اگر پہلے گواہون کے موافق حکم قضا نافذ نہین ہوا ہی تو بسبب تعارض کے کسی فریق گواہ کے موافق حکم دینا جائز نہین ہی اور فرمایا کہ یہ نظیر مسئلہ طلاق جور وعتاق غلام ہی کہ ایک فریق گواہون نے گواہی دی کہ اُسنے کوفہ مین اس سال کی قربانی کے روز اپنی جورو کو طلاق دی ہی اور دوسرے فریق گواہون نے غلام کے واسطے گواہی دی کہ ایسے شخص نے اسی سال کی قربانی کے روز مکہ مین اس غلام کو آزاد کیا ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ چاہیے کہ مدعی کے گواہون کا دفعیہ نہو اور مدعا علیہ کے گواہ قبول نہون کیونکہ اگر مدعا علیہ کے گواہ ہون تو یا تو داد اکے نام کے اثبات پر قبول ہونگے اور اسکی کوئی وجہ نہین ہی اسواسطے کہ وہ اسمین خصم نہین ہی اور یا دعوی مدعی کی نفی پر قبول ہونگے اور اسکی بھی کوئی راہ نہین ہی اسواسطے کہ نفی پر گواہی قبول نہین ہوتی ہی اور یہ نظیر اس صورت کی ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اس مدعی نے اس مدعا علیہ کو فلان روز ہزار درم قرضہ دیے ہین اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ یہ شخص اس روز فلان شہر مین تھا کسی دوسرے شہر کا نام لیا تو

مدعا علیہ کے گواہ قبول نہونگے اسواسطے کہ یہ گواہ درحقیقت نفی پر قائم ہوئے ہین

محضر - درمقدمہ دعوی دویرہ وسرانچہ پیش ہوا اور گواہون نے بلفظ خانہ گواہی دی تو محضر مذکور بدین علت رد کردیا گیا کہ جس چیز کی گواہون نے گواہی دی ہی وہ تحت دعوی داخل نہین ہی اسواسطے کہ دعوی سرانچہ کا ہی اور گواہون نے خانہ کی گواہی دی ہی حالانکہ سرانچہ اور ہی اور خانہ اور ہی اور یہ جواب ایسی صورت مین صحیح ہوسکتا ہی کہ جب دعوی بزبان عربی اور گواہی بزبان عربی ہو اور اگر دعوی فارسی مین اور گواہی فارسی مین ہو تو دعوے وگواہی دونون صحیح ہونگی اسواسطے کہ فارسی مین خانہ کا اطلاق سرانچہ پر ہوسکتا ہی بان عربی مین ایسا نہین ہی -

محضر - درمقدمہ دعوی بیع شکستی جسمین لکھا تھا کہ اُسکو معہ اُسکے حدود وحقوق کے فروخت کیا اور یہ محضر شیخ الاسلام سغدی کے سامنے پیش کیا گیا تو شیخ رحمۃ اللہ نے اسکو رد کردیا کہ شکستی نقلی ہی اور نقلی کے واسطے حد نہین ہوتی ہی - اور نیز شیخ رحمہ اللہ کے سامنے لکھکر دوسرا محضر پیش ہوا جسمین مدعا علیہ کے دادا کا نام مذکور نہ تھا جسکی صورت یہ تھی کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا - تو شیخ رحمۃ اللہ نے اسکی صحت کا فتوی دیا اسواسطے کہ مدعا علیہ حاضر ہی اور حاضر مین اشارہ کافی ہی اُسکے اور اُسکے باپ کے نام کی ذکر کی ضرورت نہین ہی پس دادا کے نام بیان کرنے کی بدرجہ اولی ضرورت نہوگی اور اگر مدعا علیہ غائب ہو تو دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہی اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی اسی طرح حدود کے بیان مین صاحب حد کے دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہی اسی طرح ہر دو متخاصمین کی شناخت مین دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہی اور قاضی امام رکن الاسلام علی بن حسین سغدی ابتدا مین اُسکی شرط نہین فرماتے تھے کہ دادا کا نام ذکر کرنا ضرور ہی پھر آخر عمر مین اسکی شرط کرنے لگے اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی -

محضر - پیش ہوا جسمین شفعہ کا دعوی ہی - اور اسمین بہر سہ طریق شفعہ کا طلب کرنا مذکور ہی پس یہ محضر اس علت سے رد کیا گیا کہ دعوے و گواہی مین یہ مذکور نہین ہی کہ شفیع نے طلب کے گواہ وقت قدرت مین فی الفور کرلیے ہین اور اُسنے اس محدود کے شفعہ طلب کرنے پر گواہ کرلیے ہین اور محدود مذکور بہ نسبت بائع ومشتری کے شفیع سے زیادہ نزدیک تھا حالانکہ اسکا بیان ضرور ہی اسواسطے کہ شرط یہ ہی کہ ایسے پر گواہ کرلے جو شفیع سے زیادہ نزدیک ہو خواہ محدود ہو یا بائع ہو یا مشتری ہو - اور جاننا چاہیے کہ طلب شہادی کی مدت کی تقدیر اسقدر ہی کہ بخلاف قدرت بائع یا مشتری یا محدود ان تین مین سے ایک کی حاضری مین فوراً گواہ کرلے اور مشتری سے طلب کرنا ہر حال مین صحیح ہی خواہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور بائع سے طلب کرنا جب صحیح ہی کہ جب وہ اُسکے قبضہ مین ہو اور اگر وہ اُسکے قبضہ مین نہو تو شیخ الاسلام نے بھی شرح مین ذکر کیا کہ استحساناً اُس سے شفعہ طلب کرنا صحیح ہی قیاساً صحیح نہین ہی اور شیخ ابوالحسن قدوری نے اپنی شرح مین اور ناطفی نے اپنی اجناس مین اور عصام نے اپنی مختصر مین ذکر کیا کہ یہ صحیح نہین ہی اور استحسان و قیاس کا کچھ ذکر نہین کیا اور اگر شفیع نے بغرض طلب شہادان تین مین جو زیادہ قریب ہی اُسکو چھوڑکر دوری والے کے پاس جانے کا قصد کیا پس اگر یہ سب ایک ہی شہر مین ہون تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین اور عصام نے اپنی مختصر مین ذکر کیا ہی اسواسطے کہ شہر واحد باوجود تباین اطراف کے حکم مین مثل مکان واحد کے ہی اور خصاف نے ادب القاضی مین ذکر فرمایا کہ اگر وہ نزدیک کو چھوڑکر دور والے کے پاس گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور ایسا ہی صدر الشہید نے اپنے واقعات مین ذکر کیا ہی اور اگر یہ سب متفرق دو یا زیادہ شہرون مین ہون پس اگر انمین سے کوئی ایک اسی شہر مین موجود ہو جسمین شفیع ہی پھر شفیع اُسکو چھوڑکر دوسرے شہر مین طلب شہاد کے واسطے گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر شفیع و دار محدود مشتری و بائع ان سب

مین سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ شہر مین ہو پس وہ نزدیک والے کو چھوڑ کر ایسے کے پاس گیا جو بہ نسبت اُسکے دور ہی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایسا ہی عصام نے اپنی مختصر مین ذکر کیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل نہوگا اور ایسا ہی ناطقی نے اجناس مین ذکر کیا ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ گاہے ایسا اتفاق ہوتا ہی کہ شفیع کسی سبب سے نزدیک والے کے پاس نہین جا سکتا ہی پس دور والے کے پاس جانا اُسکے شفعہ کا مبطل نہوگا اور علی ہذا اگر نزدیک والے کے پاس پہونچنے کے دور راستہ ہون پس شفیع نے نزدیک کا راستہ چھوڑ کر دور کا راستہ اختیار کیا تو بقیاس اُسکے جو عصام رحمہ نے ذکر کیا ہی اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور بقیاس اُسکے جسکو ناطقی نے ذکر کیا ہی اُسکا شفعہ باطل نہوگا - پھر جس شہر مین ان سب سے زیادہ قریب موجود ہی جب اُس شہر مین پہونچا تو طلب صحیح ہونے کے واسطے یہ شرط ہی کہ اس چیز کے حضور مین طلب ہو خواہ یہ شے دار ہو یا بائع ہو یا مشتری ہو سب کا حکم یکسان ہی یہی مشہور و معروف ہی اور قاضی امام ابوزید کبیر فرماتے تھے کہ بائع و مشتری مین اور دار مین فرق ہی کہ صحت طلب کے واسطے بائع یا مشتری کا حضور شرط ہی اور دار اگر زیادہ قریب ہو تو اُس شہر مین پہونچکر دار کا حضور شرط نہین ہی بلکہ اُس شہر مین جسمین دار ہی بدون تاخیر کے جہان چاہے شفعہ طلب کرنے کے گواہ کرے تو طلب اشہاد صحیح ہو جائیگی اور فرماتے تھے کہ اسی طرف امام محمد رح نے باب شفعہ اہل البغی مین اشارہ فرمایا ہی اور علی ہذا اگر دار مذکور اُسی شہر مین ہو جہان شفیع موجود ہی تو طلب اشہاد کی صحت کے واسطے بنا بر اختیار امام ابوزید کبیر رح کے دار مذکور کا بطلب اشہاد شفعہ طلب کرنے کے واسطے اس دار کا سامنے ہونا شرط نہوگا اور اگر بائع و مشتری شہر شفعہ مین ہون تو اُسکے حضور مین طلب اشہاد بالاتفاق شرط ہی کذا فی المحیط -

مختصر - اس مقدمہ مین پیش ہوا کہ مادہ خرید کردہ پر استحقاق ثابت کر کے لیے جانے کے بعد مشتری نے اپنا ثمن واپس لینے کا دعوے کیا - اسکی صورت یہ ہی کہ مجلس قضاء بخارا مین سمیے حمید رحمیری حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک شخص مسمی عثمان حمیری کو حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ نے میرے ہاتھ ایک مادہ خرپورے جثہ کی اسقدر ثمن کے عوض فروخت کی اور یہ فروخت ماہ فلان سنہ فلان مین واقع ہوئی اور مین نے اس مادہ خر کو اس سے خرید لیا اور ہم دونون مین باہمی قبضہ واقع ہو گیا پھر مین نے یہ مادہ خر بدست احمد بن خالد بثمن معلوم فروخت کی اور اُسنے مجھسے اس ثمن معلوم کے عوض خرید لی اور ہم دونون مین باہمی قبضہ ہو گیا پھر احمد بن خالد نے یہ مادہ خر بدست علی بن محمد دہقان فروخت کی پھر سمیے نے زید نے اس مادہ خر کو علی بن محمد کے ہاتھ سے مجلس قضاے کورہ نسف مین قاضی معین الدین بن فلان کے سامنے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا اور قاضی معین الدین اسوقت مین از جانب قاضی امام علاء الدین عمر بن عثمان متولی احکام قضاے کورہ سمرقند و اکثر شہر و اراضہا کے کورہ نسف و اُسکے نواح کا قاضی تھا اور یہ استحقاق بذریعہ گواہان عادل کے جو قاضی معین الدین کے حضور مین شاہد ہوے تھے ثابت کیا اور قاضی معین الدین کی طرف سے زید کے واسطے علی بن محمد دہقان پر اس مادہ خر کا حکم جاری ہوا اور قاضی موصوف نے اس مادہ خر کو اُسکے ہاتھ سے نکالکر اس مستحق کو دیدیا پھر قاضی امام سدید الدین ظاہر کی طرف سے جو بخارا مین از جانب متولی احکام قضاء شہر بخارا و نواح آن قاضی امام صدر الدین احمد بن محمد کے ثابت الحکم ہی اس مستحق علیہ دہقان علی بن محمد کے واسطے اپنے بائع احمد بن فلان سے اپنے ثمن ادا کردہ شدہ واپس لینے کا حکم جاری ہوا پس اُسنے اپنے بائع سے اپنا ثمن تمام و کمال واپس لیا پھر اس قاضی سدید الدین کی طرف سے اس احمد بن فلان کے واسطے حکم جاری ہوا کہ اپنے بائع سے اپنا ادا کردہ شدہ ثمن واپس لے پس اسنے مجھسے اپنا تمام و کمال ثمن واپس لے لیا اور مجھے استحقاق

حاصل ہوا کہ مین نے جو شن اس حاضر آورہ کو ادا کیا ہی سب اس سے واپس لون پھر اس مدعا علیہ سے جسکو مدعی حاضر لایا ہو جواب مانگا گیا تو اُسنے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس مدعی کو کچھ دینا نہین پھر یہ مدعی اپنے دعوی پر چند گواہ حاضر لایا۔ پس اس دعوی کی صحت کا فتوی طلب کیا گیا تو بعض نے جواب دیا کہ اس دعوی مین چند طرح سے خلل ہی۔ اول آنکہ مدعی نے یہ نہین بیان کیا کہ قاضی علاء الدین کے خلیفہ کرنے کی اجازت حاصل تھی حالانکہ یہ شرط ہی کیونکہ اگر اُسکو خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت نہو گی تو اُسکا خلیفہ کرنا صحیح نہوگا اور معین الدین قاضی نہوگا اور دوم آنکہ اُسنے قاضی معین الدین کے قاضی مقرر ہونے کی تاریخ نہین لکھی تاکہ دیکھا جاے کہ قاضی علاء الدین اُسکو قاضی مقرر کرنے کے وقت خود قاضی تھا یا نہ تھا تاکہ معلوم ہو کہ قاضی معین الدین اُسکے مقرر کرنے سے قاضی ہو گیا اور نیز اُسنے صریحا یہ ذکر نہ کیا کہ قاضی سمرقند کو نسبت بروالایت دعوی تھی یا نہ یہ ذکر کیا کہ اکثر شہر ہاے اور اراالنہر حالانکہ ماوراالنہر مین بہت سے شہر ہین پس اتنی بات ذکر کرنے سے نسف داخل نہو جائیگا۔ اور نیز اُسنے یہ بیان کیا کہ قاضی معین نے عادل گواہون پر حکم دیدیا اور یہ بیان نکیا کہ یہ گواہ مدعا علیہ کے روبرو قائم ہوے تھے حالانکہ جب تک گواہی وحکم روبرو مدعا علیہ کے نہو تب تک حکم صحیح نہین ہوتا ہی۔ اور نیز اُسنے صرف یہ بیان کیا کہ قاضی معین الدین کے روبرو اسکے گواہ عادل قائم ہوے اور یہ بیان نہ کیا کہ آیا گواہون نے اس بات کی گواہی دی کہ مشتری نے اس مدعی حق کی ملک ہونے کا اقرار کیا ہی کہ ایسی صورت مین اُسکو اپنے بائع سے شن واپس لینے کا استحقاق نہوگا یا گواہون نے مستحق کی ملک ہونے کی گواہی دی ہی کہ ایسی صورت مین شن واپس لینے کا استحقاق ہوتا ہی حالانکہ دونون صورتون مین حکم مختلف ہوا جاتا ہی۔ پھر اُسنے بیان کیا کہ قاضی امام سدید الدین ثابت احکام شہر بخارا کی طرف سے اس مستحق علیہ کے واسطے اپنے بائع سے اپنا شن واپس لینے کا حکم جاری ہوا اور یہ نہ بیان کیا کہ یہ بیع قاضی سدید الدین کے نزدیک ثابت تھی اور قاضی سدید الدین نے اسکے فسخ کا حکم دیا اور اس سے خلل پیدا ہوتا ہی اسواسطے کہ شن واپس لینے کا حکم بھی صحیح ہوتا ہی جب حاکم کے نزدیک بیع ثابت ہو جاوے پھر بیع فسخ کرنے کا حکم دیوے پھر مشتری اپنے بائع سے اپنا شن واپس لیگا خواہ قاضی اُس سے شن واپس لینے کا حکم دے یا نہ دے اور نیز یہ بھی ذکر نہ کیا کہ قاضی امام صدر الدین کو خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت حاصل تھی حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہی جیسا کہ ہمنے بیان کر دیا ہی اور نیز یہ وجہ کہ مدعی اپنے شن کا دعوی کرتا ہی اور دعوی مین یہ نہین کہتا ہی کہ ایسے درہم شہر مین رائج ہین اور اگر ایسے درم شہر مین نپائے جاتے ہون یا پائے جاتے ہون لیکن رائج نہون تو چاہیے کہ قیمت کا دعوی کرے اور کہے کہ مدعا علیہ پر واجب ہی کہ ایسے درمون کی قیمت جو امروز اسکو دینے واجب ہین مجھے دیدے اور شن کا دعوی ایسی حالت مین صحیح نہین ہی اور منقول ہی کہ قاضی امام لامشی جب سمرقند کے قاضی مقرر ہوے تو لگے قاضیان سمرقند کی سجل پر عمل نہین کرتے تھے پس اسنے دریافت کیا گیا کہ اسکی کیا وجہ ہی تو فرمایا کہ اس وجہ سے کہ اُسنی اپنی سجل مین لکھا ہی کہ وہ آج کے روز سمرقند وماوراالنہر مین قاضی القضاۃ ہی حالانکہ قاضی سمرقند بخارا کا قاضی نہین ہی پس یہ بعض دروغ ہی اور جھوٹا کیونکر قاضی ہو سکتا ہی اور ہمارے زمانہ کے بعضے مشائخ اسکا جواب یون دیتے ہین کہ قاضی سمرقند اکثر شہر ہاے ماوراالنہر کا قاضی ہی اور احکام شرع مین اکثر کے واسطے کل کا حکم ہی پس قاضی ماوراالنہر کہنا جائز ہوگا۔

محضر۔ در معاملہ فروخت سہم واسد شائع بحدود خود بحضور شیخ نجم الدین نسفی رح پیش کیا گیا۔ تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ سمرقند فرماتے تھے کہ اسمین فساد ہی اسواسطے کہ اس سے افراز کا وہم ہوتا ہی کہ یعنی حدود ہوتے ہین اور جو مشاع ہو یعنے مقسوم علیحدہ نہو اُسکے نہین ہوتے ہین اور فرمایا کہ میرے نزدیک یہ موجب فساد نہین ہی اور شیخ ابوجعفر طحاوی رح نے اپنے

شرط مین ایک مقام پر لکھا ہو کہ مشتری نے اُس سے نصف دار بحدودہ اربعہ نصف خرید کیا - اور فرمایا کہ مین نے سید امام محمد بن بلی شجاع بلخی سے سنا کہ فرماتے تھے کہ مین اس مسئلہ مین اپنے والد مرحوم سے کچھ یاد نہین رکھتا ہون اور ہمارے اصحاب سے اسمین کوئی روایت نہین ہو پس مین نے اُنسے جو امام طحاوی نے ذکر کیا ہو بیان کیا تو اُنھون نے اسکو مستحسن جانا اور اسکو لے لیا اور یہ اسوجہ سے ہو کہ حدود کے ذکر کرنے مین ایسی کوئی بات نہین ہو جو افزار پر دلالت کرتی ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ سہم وشکرے کا ذکر کرنا افزار پر دلالت نہین کرتا ہو پس اسی طرح اُسکے حدود کے ذکر مین بھی ایسا ہی ہو -

محضر - در دعوی اجارہ طویلہ - جسمین لکھا تھا کہ اول رمذر اس اجارہ کا روز چہارشنبہ چھٹی ماہ شوال ہو اور اسکے بعد لکھا اور دونون نے تاریخ مذکور مین باہمی قبضہ کر لیا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ تاریخ مذکور مین قبضہ کر لیا بیان کرنا خطا ہو اسواسطے کہ یہ مشعر ہو کہ تقابض جو حکم عقد ہو وہ عقد کے ساتھ زمانہ واحد مین واقع ہوا ہو حالانکہ ایسا نہین ہوتا ہو اسواسطے کہ تقابض جو حکم عقد ہو وہ بعد عقد کے ہوتا ہو پس یون لکھنا چاہیے کہ دونون نے تقابض اُسی روز کر لیا جسدن عقد واقع ہوا یا یون لکھے کہ جسدن عقد کر دیا ہو اُسی روز باہمی قبضہ کر لیا تا کہ تقابض بعد عقد کے ثابت ہو اور میرے نزدیک صحیح یہ ہو کہ یون لکھے کہ عقد قرار دینے کے بعد دونون نے باہمی قبضہ اُسی روز کر لیا جسدن عقد واقع ہوا ہو -

محضر - در دعوی مال اجارہ منسوخہ - اسکی صورت یہ تھی کہ اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس عمرو کے والد نے بکر نے مجھے ایک حویلی محدودہ بحدود ذیلین وچنان بعوض اتقدر مال کے باجارہ طویلہ مرسومہ جو کرایہ وی تھی پھر وہ مر گیا اور اُسکی موت سے اجارہ فسخ ہو گیا اور بقیہ مال اجارہ اُسکے ترکہ پر سیراقرضہ ہو گیا - پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ محضر مین مذکور نہین ہو کہ موجر نے مال اجارہ لیتے کرایہ پر قبضہ کر لیا تھا حالانکہ جب تک موجر مال کرایہ وصول نہ پاوے تب تک اُسکی موت سے اُسکے ترکہ مین اسکا کچھ بھی قرضہ نہوگا اور نیز اُسنے اجارہ کی اول تاریخ وآخر تاریخ ذکر نہین کی حالانکہ اسکا ذکر ضروری ہو تا کہ دیکھا جاوے کہ مال اجارہ مین سے کچھ باقی رہا ہی یا نہین - اور بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ مال اجارہ پر قبضہ کرنے کی تصریح کرنی چاہیے اور اسپر اکتفا نہ کرنا چاہیے کہ دونون نے بقبضہ صحیحہ باہمی قبضہ کر لیا اسواسطے کہ اگر مستاجر مال اجارہ لایا مگر موجر کو دیا نہین اور جو چیز اجارہ پر لی ہو اُسپر قبضہ کر لیا بتسلیم موجر اور موجر نے مال اجارہ پر قبضہ کر لیا بدون تسلیم مستاجر کے تو یہ قول کہ تقابض واقع ہو گیا ہو صحیح ہوگا بدین اعتبار باوجود انکہ ہر دو بدل مین سے ایک پر قبضہ نہین پایا گیا اور ہمارے بعضے مشائخ نے اس قول کی تزئیف کی ہو اور فرمایا کہ یہ کچھ بات نہین ہو اسواسطے کہ نظیر شرع وقواعد شرع مین لوگون کے مفہوم کا اعتبار ہو اور اس قول سے کہ دونون نے باہمی قبضہ کر لیا یہی مفہوم ہوتا ہو کہ موجر نے اجرت پر اور مستاجر نے جو چیز اجارہ لی ہو اُسپر قبضہ کر لیا اور بعض نے فرمایا کہ پٹہ مین یون نہ لکھنا چاہیے کہ علی ان یزرع المستاجر ما بدا لہ یعنے بدین شرط کہ مستاجر اسمین جو اُسکی رائے مین آوے زراعت کرے اسواسطے کہ کلمہ علے کلمہ شرط ہو اور ظاہر ہو کہ مستاجر کا بنفس خود زراعت کرنا مقتضاے عقد مین سے نہین ہو پس یہ لازم آئیگا کہ اس عقد مین ایسی بات مشروط ہو جو مقتضاے عقد نہین ہو بان یون لکھے کہ لیزرع ما بدا لہ تا کہ جو اُسکی رائے مین آوے زراعت کرے اور یہ موجب فساد نہین ہو اسواسطے کہ اسکا مرجع بیان غرض مستاجر ہو شرط کی جانب نہین ہو لیکن یہ قول میرے نزدیک نہایت ضعیف ہو اسواسطے کہ اجارہ دراصل مستاجر کی نفع حاصل کرنے کی ضرورت کے واسطے مشروع ہوا ہو پس اُسکا بنفس خود انتفاع حاصل کرنا مقتضاے عقد سے ہوا اور اگر مانا کہ مستاجر کا بنفس خود نفع اُٹھانا مقتضاے عقد نہین ہو لیکن غیر مقتضاے عقد کے عقد مین شرط لگانا موجب فساد عقد نہین ہوتا ہو جبکہ دونون عاقدین مین سے

کسی کے واسطے اسمین نفع ہو بالاجماع یا دونون مین سے کسی کے واسطے مضرت ہو بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے پس جبکہ دونون مین سے کسی کے واسطے نفع یا ضرر نہو تو عقد فاسد نہوگا چنانچہ اگر انا ج خریدا اور بائع نے مشتری پر شرط لگائی کہ اسکو کھاوے تو فاسد نہین ہی اور اس مقام پر بھی دونون مین سے کسی کے واسطے اس شرط مین نہ نفع ہی اور نہ ضرر ہی اور اگر عقد اجارہ مین جو چیز زراعت کریگا وہ بیان نکیا تو جامع صغیر مین ذکر کیا کہ اجارہ فاسد ہی اور دوسرے مقام پر ذکر کیا کہ استحسانًا اجارہ جائز ہی کذا فی الذخیرہ

محضر - در مقدمہ دعوی اجارہ دور ینکہ موجر نے جو چیز اجارہ پر لی ہی اُسپر قبضہ کر لیا - اس زید حاضر آمدہ نے اس عمر حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس عمر و نے مجھے دس کھیت زمین از اراضی فلان جسکے حدود یہ ہین اجارہ پر دی تھی اور مجھے سپرد کر دی تھی پھر اسنے اس زمین پر بغیر حق اپنا قبضہ کر لیا پس اسپر واجب ہی کہ اس اراضی سے اپنا ہاتھ کو تاہ کرے اور تعرض چھوڑ کر مجھے سپرد کرے پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اسمین یہ ذکر نہین کیا کہ اسنے مجھے یہ اراضی اجارہ پر دی در حالیکہ یہ اس اراضی کا مالک تھا اور اسکا ذکر کرنا ضرور ہی اسواسطے کہ مالک کے سوائے دوسرے کا اجارہ دیدینا صحیح نہین ہی اگرچہ اسکے بعد اسکا مالک ہوجاوے اور نیز یہ ذکر نہ کیا کہ اُسنے یہ اراضی مجھے اجارہ پر دی اور اُسوقت یہ اُسکے قبضہ مین تھی حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہی اسواسطے کہ ہوسکتا ہی کہ اراضی خرید کردہ ہو مگر ہنوز اُسپر قبضہ نکیا ہو اور قبضہ سے پہلے اراضی خرید کردہ شدہ کا اجارہ دینا صحیح نہین ہی یا تو باختلاف نہین صحیح ہی جیسا کہ قبضہ سے پہلے عقار کے فروخت کرنے مین ہی بنا بر قول بعضے مشائخ کے یا بالاتفاق نہین صحیح ہی جیسا کہ بعضے مشائخ نے فرمایا ہی - اور نیز اسوجہ سے کہ اُسنے یہ ذکر نکیا کہ یہ اراضی لائق زراعت تھی حالانکہ صحت عقد کے واسطے ضرور ہی کہ وقت عقد کے اراضی لائق زراعت ہو اور اس قول پر کہ باستیجار صحیح اجارہ لی الاتفاق کیا جائیگا اسواسطے کہ ہوسکتا ہی کہ اراضی وقت عقد کے لائق زراعت نہو لیکن ایسی ہو کہ مستاجر کے درست کرلینے سے قابل زراعت ہوجاوے پس گمان کیا جاوے کہ جو زمین ایسی ہو کہ مستاجر کی محنت و درستی سے قابل زراعت ہوجاوے صحت عقد کے واسطے کافی ہی -

محضر - دعوی بقیہ مال اجارہ مفسوخہ - زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور یہ شخص حاضر آمدہ اپنی بہن بالغہ مسماۃ فلانہ کی طرف سے دعوی مذکورہ محضر کے واسطے وکیل ہی اور اپنی بہن صغیرہ مسماۃ فلانہ کی طرف سے باجارت حاکم دعوی مذکورہ محضر کے واسطے وصی ہی اور یہ سب اولاد فلان بن فلان ہین پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر اپنی ذات کے واسطے بطریق اصالت اور بالغہ بہن کی طرف سے بطریق وکالت اور بہن صغیرہ کے واسطے باجازت حکمی اُس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ نے ہمارے باپ فلان کو تمام اراضی محدودہ بحدود چنین و چنان بعوض اسقدر دینار ون کے باجارہ طویلہ مرسومہ اجارہ دی تھی اور ہمارا باپ قبل اسکے کہ یہ اجارہ فسخ ہو اور قبل اسکے کہ مال اجارہ مذکورہ مین سے کچھ وصول کرے مر گیا اور اُسکی موت سے اجارہ فسخ ہوگیا اور یہ مال اجارہ جو اسقدر دینار ہین اُسکے ان وارثون مذکورہ کے واسطے اُسکی میراث ہوگیا سوائے ایک دینار کے کہ اسمین سے کسی قدر کچھ مدت اجارہ گذرنے سے گیا اور کسی قدر اسوجہ سے گیا کہ ہمارے باپ نے اپنی زندگی مین اس سے اسکو بری کر دیا تھا پس اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ یہ دینار یا مذکورہ سوائے ایک دینار کے سب ادا کرے تاکہ مدعی اپنا حصہ بطریق اصالت اور مسماۃ فلانہ اپنی بہن بالغہ کا حصہ بطریق وکالت اور فلانہ اپنی بہن صغیرہ کا حصہ باجازت حکمی وصول کرے پس یہ محضر بدین وجہ رد کر دیا گیا کہ اسمین مذکور ہے کہ اجارہ اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہوگیا ماسوائے ایک دینار کے کہ اُسمین سے کسی قدر اسوجہ سے جاتا رہا کہ تمہارے

باپ نے اس موجر کو اپنی زندگی مین اُس سے بری کر دیا تھا حالانکہ اس صورت سے دعوی ابراء فاسد ہی اسواسطے کہ ابراء فقط بعد وجوب کے یا بعد سبب وجوب کے صحیح ہوتا ہی اور مستاجر کی زندگی مین مال اجارہ موجر پر واجب نہین ہی درحالیکہ اجارہ قائم ہو اور بہنوز فسخ نہوا ہو۔ اور نیز سبب وجوب بھی پایا نہین گیا اسواسطے کہ سبب وجوب یہ ہی کہ اجارہ فسخ ہوجاوے اور اجارہ ہنوز فسخ نہین ہوا ہی اور دوسری علت اسمین یہ ہی کہ دعوی مین مذکور ہی کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ مال اجارہ اس مدعی کو دیدے تاکہ وہ اپنا حصہ بطریق اصالت اور اپنی بہن بالغہ کا حصہ بطریق وکالت وصول کرے حالانکہ جو شخص خصومت کے واسطے وکیل ہو وہ امام زفر رح کے نزدیک قبضہ کرنے کا مختار نہین ہوتا ہی اور اسی پر فتوی ہی پس بنا بر قول اُسکے اُسکا حصہ موکلہ کا مطالبہ صحیح نہوگا۔ اور واضح ہو کہ پہلی وجہ رد محضر کے واسطے صحیح نہین ہی اسواسطے کہ دعوی ابراء اگرچہ صحیح نہوا لیکن یہ ایسی بات ہی کہ اُنکے ذمہ لازم آئے اور اس سے باقی مال اجارہ کے دعوی مین کچھ خلل نہوگا کیونکہ یہ مال تو اُنکا حق بذمہ موجر لازم آیا ہی۔

محضر۔ دعوی مال اجارہ منسوخہ از وارثان مستاجر بسبب موت موجر۔ اور اس محضر مین وارثان مستاجر کی طرف سے دعوی ٹھیک تھا اُسمین کوئی خلل نہ تھا پھر لکھا کہ مدعا علیہ نے دفع دعوی مدعی کے واسطے بیان کیا کہ تیرے باپ نے میرے باپ سے میرے باپ کی زندگی مین اسقدر من گیہون بعوض مال اجارہ کے جسکا تو دعوی کرتا ہی وصول کیے ہین پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ مال اجارہ کے عوض گیہون دینا جبھی ہو سکتا ہی کہ جب مال اجارہ واجب ہوجاوے حالانکہ موجر کی زندگی مین موجر پر مال اجارہ واجب نہوگا اسواسطے کہ موجر کی زندگی مین اجارہ برحال خود قائم تھا اور مال اجارہ جبھی واجب ہوتا ہی کہ جب اجارہ فسخ ہوجاوے پس ایسی حالت مین مال اجارہ کے عوض مستاجر کا گیہون وصول کر لینا کیونکر متصور ہو سکتا ہی اور دوسری علت یہ ہی کہ اُسنے یہ بیان نکیا کہ اُسنے گیہون عوض مین دیے ہین بلکہ یہ ذکر کیا کہ تیرے باپ نے عوض مین گیہون وصول کر لیے ہین اور اُسکے عوض مین وصول کرنے سے گیہون عوض نہوجاوینگے جب تک کہ گیہون کے مالک کی طرف سے بطور عوض دینا ثابت نہو

اجارہ نامہ پیش کیا گیا جسمین لکھا تھا کہ فلان نے فلان کو اراضی محدودہ بحدود چنین وچنان جو لائق زراعت ہی اس شرط پر اجارہ دی کہ مستاجر اُسمین اس چیز کی زراعت کرے تو بعض نے فرمایا کہ یہ اجارہ نامہ باطل ہی اسواسطے کہ کسی خاص چیز کی زراعت کی مزارعت مین شرط کرنا مقتضیات عقد مین سے نہین ہی پس اُسی عقد مین ایسی شرط لگانی جو مقتضاے عقد نہین ہی حالانکہ اسمین ہر دو عاقدین مین سے ایک کے واسطے نفع ہی اور وہ موجر ہی اور ایسی شرط بالاتفاق موجب فساد عقد ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ اتنی بات سے بخیز فاسد نہوگی اسواسطے کہ اُسنے اس مقام پر یہ کہنا کہ علی ان یزرع فیہا کذا کہ اُسمین یہ چیز زراعت کرے اور یہ کہنا لیزرع فیہا کذا تاکہ اسمین اس چیز کی زراعت کرے دونون یکسان ہین ظاہر ہی کہ لیزرع فیہا کذا کہنا شرط نہین ہی بلکہ یہ بیان کے واسطے ہی پس موجب فساد نہوگا اور موجب فساد کیونکر ہو سکتا ہی حالانکہ ہمنے اس سے پہلے جامع صغیر سے نقل کر دیا ہی کہ اگر مستاجر نے یہ بیان نکیا کہ وہ کس چیز کی زراعت کریگا تو عقد فاسد ہوگا پس جس چیز کی زراعت کریگا اُسکا بیان ترک کرنے سے جب عقد فاسد ہوتا ہی تو بیان کرنے سے کیونکر فاسد ہوگا

محضر۔ در بیان شناخت مملوک۔ شیخ الاسلام علی سغدی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک محضر کے اول مین لکھا ہی کہ روزبہ بن عبد اللہ ہندی نے فلان پر دعوے کیا تو جواب دیا کہ یہ صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اسطرح ثبت کرنے سے آگاہی و شناخت

نہین ہوتی ہی اور واجب ہی کہ یون لکھا جاوے کہ وہ فلان کا غلام ہی یا فلان کا مولی ہی یعنے آزاد کیا ہوا غلام ہی۔ اور نیز محضرمین لکھا تھا کہ قرضدار فلان نے اُسکے واسطے اسکا اقرار بطوع خود کیا تو فرمایا کہ یہ ضرور بیان کرنا چاہیے کہ روزیہ بن عبد اللہ آزاد ہی اُسکو اُسکے مولے نے آزاد کیا ہی تاکہ اقرار اُسکے واسطے اور مال اُسکے واسطے ہو یا یہ بیان کرے کہ وہ اپنے مولی کا غلام مجور ہی تاکہ اقرار اُسکے مولی کے واسطے واقع ہو اور مال اُسکے مولی کا ہو یا یون بیان کرے کہ ماذون مدیون ہی پس اقرار اُسکے واسطے ہوگا اور مال اُسکے مولی کی ملک ہوگا اور حکم اقرار باختلاف اقوال مختلف ہوتا ہی اسواسطے اُسکا بیان کرنا ضرور ہی اور فرمایا کہ آزاد شدہ کی شناخت اُسکے مولی کی طرف نسبت کرنے سے ہوتی ہی اور اگر اُسکا مولی بھی آزاد کیا ہوا ہو تو ضرور یون کہنا چاہیے کہ وہ فلان کا آزاد کیا ہوا ہی اور اگر تیسرا مولی بھی آزاد کیا ہوا ہو اور اُسکو اُسکے مولی آزاد کرنے والے کی طرف منسوب نکیا تو مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ تیسرا مولی ایسا ہی جیسے نسب مین دادا ہوتا ہی پس پیر اقتصار کرنا جائز ہی

سجل ۔ پیش کیا گیا جسمین قاضی سمرقند کے نائب کا حکم ہی ۔ پس وہ چند وجوہ سے رد کر دیا گیا اول انکہ اُسمین لکھا تھا کہ فلان نے حکم کیا اور وہ قاضی سمرقند فلان کا نائب ہی اور اُسمین یہ ذکر نکیا کہ قاضی سمرقند کو خلیفہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہی دوم انکہ اُسمین لکھا تھا کہ قاضی سمرقند از جانب سلطان سنجر قاضی تھا حالانکہ بخلاف واقع تھا بلکہ قاضی سمرقند از جانب خاقان قاضی تھا اور خاقان محمد از جانب سلطان سنجر والی تھا لیکن یہ امر مفسد نہین ہی اسواسطے کہ قاضی سمرقند جب خاقان محمد کی طرف سے قاضی ہوا اور خاقان محمد سلطان سنجر کا نائب ہی تو قاضی سمرقند از جانب سلطان سنجر قاضی ہوگا آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ ولایت سلطان سنجر کی اہل سمرقند پر ابتدا مین ظاہر تھی وسوم انکہ گواہون نے اپنی گواہی مین فقط اسقدر بیان کیا کہ جس چیز کی نسبت دعوی واقع ہوا ہی اس مدعی کی ملک ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی اور یہ نکہا کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے اس دعوی کی چیز کو اس مدعی کے سپرد کرے تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہی اور ہم اگرچہ ایسا نہین کہتے ہین لیکن اسکا لکھدینا ضرور چاہیے تاکہ اُسمین کوئی طعن نہ کرسکے چہارم انکہ اُسکے آخر مین لکھا تھا کہ مین نے اپنے اس حکم کو قاضی فلان کے نافذ کرنے پر موقوف رکھا اور قاضی فلان وہ ہی جسنے اُسکو قاضی مقرر کیا ہی اور یہ اس حکم کو حکم ہونے سے خارج کرتا ہی اسواسطے کہ جو کسی چیز پر موقوف ومعلق ہو وہ اُسکے پائے جانے سے پہلے ثابت نہین ہوتا ہی اور یہ خلل قوی ہی بشرطیکہ حکم اسی طور سے پایا گیا ہو اور اگر یہ حکم مطلقاً پایا گیا ہو لیکن لکھنے والے نے اسطور سے لکھا تو یہ حکم مین خلل نہوگا بلکہ تحریر مین اس سے خلل ہوگا یہ فصول الستروشنی مین ہی

محضر ۔ جسمین غلام اجارہ پر دینے کا دعوی مذکور ہی ۔ اسکی صورت یہ مذکور ہی کہ زید نے اسکے شخص کے پاس جو غلام ہی اُسکا دعوے کیا کہ مین نے یہ غلام اس قابض کو ایک درم روزانہ پر اجارہ پر دیا تھا اور اتنے ایام گذر گئے ہین پس اسپر واجب ہی کہ یہ غلام معہ اسقدر اجرت کے مجھے سپرد کرے ۔ پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اُسنے یہ ذکر کیا ہی کہ مین نے ایک درم روزانہ پر اجارہ پر دیا اور مدت اجارہ کی کوئی انتہا بیان نہ کی ہر روز جو آتا ہی اُسمین نیا اجارہ منعقد ہوتا ہی اور یہ روز جسمین دعوے واقع ہوا ہی اسمین اجارہ منعقد ہوا اور مستاجر کو اُس سے انتفاع حاصل کرنے اور روکنے کا اختیار ہوا پس کیونکر مدعی کی طرف سے مستاجر پر اُسکے سپرد کر دینے کا مطالبہ صحیح ہوگا اور اگر اسکے واسطے کوئی مدت بیان کی ہو اور یہ دعوے کا روز بمجلد مدت مذکور سے ہو تو بھی یہی ہوگا اسواسطے کہ جب یہ روز دعوی بمجلد مدت اجارہ کے ہو تو عقد اجارہ مین داخل ہوگا اور مستاجر کو اختیار ہوگا کہ غلام کو اپنے پاس روک رکھے اور اُس سے انتفاع حاصل کرے اور بدینوجہ

کہ اُسنے غلام اجارہ پر دیا اور محضر دعوی مین لکھا ہو کہ اُسنے غلام اجارہ پر دیا اور بعد ثبوت سے کلمات لکھنے کے بیان کیا اور اُسکے سپرد کر دیا اور یون بیان نکیا کہ اور یہ غلام اُسکے سپرد کر دیا پس ایسی تحریر سے غلام کا سپرد کر دینا ثابت نہین ہوتا ہو اسواسطے کہ جائز ہو کہ اُسنے کوئی اور چیز سپرد کی ہو اور جب تک غلام کا سپرد کر دینا ثابت نہو تب تک اجرت واجب نہوگی پس اجرت کا مطالبہ کرنے کا دعوی ٹھیک نہوگا

خط صلح و ابرار - ایک خط پیش ہوا جسمین صلح و ابرار کا ذکر تھا اور اُسمین لکھا تھا کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان پر مال معدوم کا دعوی کیا پس فلان نے اُس سے ہزار درم پر صلح کر لی اور فلان نے بدل الصلح پر قبضہ کر لیا اور اُسکے آخر مین لکھا کہ مدعی نے مدعا علیہ کو اپنے تمام دعوی و خصومات سے بابراء صحیح عام بری کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ صلح صحیح نہین ہو اسواسطے کہ اُسمین مقدار مال متدعویہ مذکور نہین ہو حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہو تاکہ معلوم ہو کہ صلح باسقاط واقع ہوئی یا بمعاوضہ اور تاکہ معلوم ہو کہ صلح صرف ہو کہ جسمین مجلس صلح مین بدل الصلح پر قبضہ شرط ہو یا نہین شرط ہو اور یہ ذکر کیا ہو کہ بدل صلح پر مجلس مین قبضہ ہو گیا اور یہ بیان نکیا کہ مجلس صلح مین قبضہ ہو گیا پس باوجود اس احتمال کے صلح کے صحیح ہونے کا حکم نہین دیا جا سکتا ہو اور چونکہ ابرار بسبیل عموم واقع ہوا ہو یعنے بطور عام اُسنے بری کر دیا ہو اسوجہ سے مدعی کا کوئی دعوے اسکے بعد مدعا علیہ مذکور پر مسموع نہوگا اور نا مسموع ہونا اسوجہ سے نہین ہو کہ صلح صحیح ہو

محضر - مین میت کے وارثون کے حضور مین میت پر مال مضاربت کا دعوی - مذکور ہو بدین صورت کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلان و فلان و فلان کو جو سب اولاد فلان ہین حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے ان سب پر جنکو حاضر لایا ہو دعوی کیا کہ مین نے انکے مورث فلان کو ہزار درم بطریق مضاربت دیے تھے اور اُسنے ان درمون مین تصرف کر کے طرح طرح کا نفع حاصل کیا پھر وہ قبل تقسیم مال کے اور قبل اسکے کہ رب المال کو اُسکا راس المال دیدے اور نفع تقسیم کر کے دیدے اس مال کو بہیل چھوڑ کر مر گیا یعنے بیان نکیا اور یہ اُسکے ترکہ مین قرضہ ہو گیا الی آخرہ پس بعض نے فرمایا کہ اگر دعوی راس المال و منافع دونون کا ہو تو مقدار نفع بیان کرنا ضرور ہو اور اسکے چھوڑنے مین خلل پیدا ہوگا اور اگر فقط راس المال کا دعوے ہو تو مقدار نفع کا بیان چھوڑنے مین کچھ مضائقہ نہین ہو -

محضر جسمین قیمت اعتاقی مستہلکہ کا دعوے ہو - زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر ہزار دینار قیمت اپنے مالہاے عین مین سے کسی مال معین تلف کردہ کا جسکو سمرقند مین تلف کیا ہو دعوے کیا - تو یہ محضر بسبب وجوہ رد کر دیا گیا اول آنکہ اُسنے مال تلف کردہ کو بیان نہین کیا حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہو کیونکہ بعض مال عین ایسے ہوتے ہین جنکے تلف کرنے پر اُنکی قیمت واجب ہوتی ہو اور بعض ایسے ہین کہ تلف کرنے پر اُسکے مثل ضمان واجب ہوتی ہو اور شاید یہ مال تلف کردہ ایسا ہو جسکی ضمان بمثل واجب ہوتی ہو تو مطلقاً دعوی قیمت کسطرح ٹھیک ہوگا - اور اس وجہ سے کہ امام اعظم کے اصول مین سے یہ ہو کہ فقط تلف کرنے سے مالک کا حق اس مال عین سے منقطع نہین ہوتا ہو اور اسی واسطے امام رہنے جو مال مغصوب تلف کر دیا ہو اُس سے اسکی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا جائز رکھا ہو اور اُسکا حق مال عین سے منقطع ہو کر قیمت کے ساتھ بھی متعلق ہوتا ہو کہ جب حکم قاضی جاری ہو یا باہم دونون اسپر رضامند ہون اور قبل اسکے مالک کا حق متعلق نہین ہوتا ہو پس اسکا بیان کرنا ضرور ہو - اور اسوجہ سے کہ اُسنے بیان نہ کیا کہ مقدار اس مال عین تلف کردہ کی قیمت سمرقند یا بخارا مین یہی ہو جہان اُسکو تلف کیا ہو اور مختلف شہرون مین ایک ہی چیز کی قیمت مختلف ہو جاتی ہو

اور معتبر اُسی مقام کی قیمت ہی جہان اُسکو تلف کر دیا ہی - پس اسکا بیان کرنا ضرور ہی -

محضر جسمین گیہون کا دعوی ہی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ کے بھائی بکر نے اس حاضر آمدہ سے ہزار من گیہون لیکر اپنے قبضہ مین اسطرح کیے تھے کہ اُنکا واپس کرنا واجب تھا اور گیہون کے اوصاف بیان کر دیے اور ایسا ہی اس حاضر آوردہ کے بھائی بکر نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین ان گندم موصوفہ پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا ہی کہ اُسنے فارسی مین کہا ہی - کہ ترا ہزار من گندم آنچہ پاکیزہ میانہ سرخ ترازوزن اہل بخارا یا من ست - اور یہ اقرار صحیح کیا جسکی اس حاضر آمدہ نے خطاباً تصدیق کی ہی پھر اس بکر نے قبل اسکے کہ ان گیہون مین سے کچھ ادا کرے وفات پائی درحالیکہ ان گیہون کو وہ جمیل چھوڑ کر بدون بیان کرنے کے مرا ہی پس یہ گیہون مذکورہ اس حاضر آمدہ کے واسطے اُسکے ترکہ مین مضمون ہوے اور وارثون مین اپنا یہ بھائی چھوڑا ہی اور ترکہ مین اس بھائی کے قبضہ مین طرح طرح کا مال چھوڑا جسمین ہزار من گیہون بھی اسی وصف مذکورہ کے ہین پس اس حاضر آوردہ پر واجب ہی کہ اس مدعی کو مثل گندم متدعویہ کے ترکہ کے گیہون سے جو باوصاف مذکورہ ہین ادا کر دے اور گواہون نے مدعا علیہ کے ایسے اقرار کی گواہی دی - پس یہ محضر تین وجہ سے رد کر دیا گیا اول آنکہ اُسنے پہلے دعوی کیا کہ میرا مال اسطرح اپنے قبضہ مین لیا ہی جسمین واپس کرنا واجب ہی اور قبضہ مطلق اور علی الخصوص جسمین یہ وصف بھی بیان ہو کہ اُسکا رد کرنا واجب ہی راجع بجانب غصب ہونا ہی اسی طرح مطلق لے لینا بھی یہی حکم رکھتا ہی پھر اُسنے کہا کہ ایسا ہی مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ اُسنے فارسی مین کہا - کہ ترا ہزار من گندم اے آخرہ جیسا کہ تحریر ہوا اور یہ اقرار مدعا علیہ ایسا نہین ہی جیسا مدعی نے دعوی کیا ہی کیونکہ مدعا علیہ نے کہا کہ ترا باسن ست - اور یہ مدعا علیہ کی طرف سے ودیعت ہونے کا اقرار ہی اور گواہون نے اقرار مدعا علیہ کی گواہی دی ہی اور اقرار مدعا علیہ ودیعت ہونے کا ہی پس اُنکی گواہی ودیعت ہونے کی ہوئی پس گواہی موافق دعوی مذکورہ کے نہوئی - دوم آنکہ مدعی نے اُسپر وزن و من دعوی کیا ہی اور گیہون کی ضمان طلب کی ہی اور تاوان ادا کرنے پر حکم تاوان ادا کیا ہی وہ ضامن کی ملک ہوجاتا ہی پس ان وزن کیے ہوے گیہون مین اور اسکی ضمان مین مقابلہ ہوا اور گیہون کیلی ہین وزنی نہین ہین پس ایسی صورت مین وزن و من کے ساتھ اُسکا دعوی صحیح نہوگا و سوم آنکہ اُسنے کہا کہ اسپر اسکے مثل ترکہ مین ادا کرنا واجب ہی حالانکہ وارث پر عین ترکہ مین سے قرضہ ادا کرنا لامحالہ واجب نہین ہوتا ہی بلکہ وارث کو اختیار ہوتا ہی چاہے ترکہ مین سے ادا کرے اور چاہے اپنے مال سے ادا کر دے اور وارث کے قبضہ مین ترکہ ہونے کی شرط اسواسطے ہی کہ اُسپر مطالبہ قائم ہوسکے اسواسطے نہین ہی کہ اُسمین سے لامحالہ ادا کرے اور واضح ہو کہ یہ تیسرا اعتراض صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اصل وجوب ترکہ مین ہوتا ہی لیکن وارث کو یہ اختیار دیا جاتا ہی کہ اپنے مال سے قرضہ ادا کرکے ترکہ بچا لیوے اور ہر گاہ ثابت ہوا کہ اصل وجوب ترکہ مین ہوتا ہی تو نظر بر اصل مذکور ترکہ سے ادا کرنے کا دعوی ٹھیک ہوا

محضر - عدالیات پر بغیر رجوع قبضہ کرکے تلف کر دینے کے دعوی مین - اسکی صورت یہ ہی کہ زید نے حاضر ہوکر عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ نے اس حاضر آمدہ سے بغیر حق درا ہم عدلیہ (اُنکے عدد و صفت و جنس بیان کر دی ہی) اپنے قبضہ مین لیکر اُنکو تلف کر دیا ہی پس اسپر واجب ہی کہ مثل ان دراہم عدلیہ کے اگر اُنکے مثل پائے جاوین یا اُنکی قیمت اگر اُنکے مثل نہ پائے جاوین اس حاضر آمدہ کو ادا کرے اور قبضہ کے روز ان عدالیہ کی قیمت اسقدر تھی اور آج کے روز اسقدر ہی پس بعضے مشائخ نے گمان کیا کہ اس دعوی مین ایک طرح کا خلل ہی

بذیعہ کہ اُسنے یہ ذکر کیا کہ اسنے ان درمون پر بغیر حق قبضہ کیا اور اُنکو تلف کر دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اُسنے بغیر حق و بغیر حکم حاکم اُنکو تلف کر دیا ہی اور یہ احتمال ہی کہ شاید تلف کرنا باجازت مالک تھا یا بدون اجازت مالک تھا۔ اور اس اعتراض کا جواب اسطرح دیا گیا کہ اگر مانا کہ تلف کرنا موجب ضمان اسوجہ سے نہین ہوسکتا ہی کہ اُسمین احتمال ہی تو غصب سابق پر ہی اتلاف ضمان واجب کرنے کے واسطے کافی ہی۔ پھر اس جواب کا جواب اسطرح دیا گیا کہ غصب سابق کی وجہ سے ضمان کا واجب کرنا ممکن نہین ہوسکتا ہی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ شاید مالک ان درمون کے قبضہ کرنے پر راضی ہوگیا ہو اور مالک جب غاصب کے قبضہ کرنے پر راضی ہوجاوے اور غاصب نے (غرض حفاظت قبضہ کیا ہو تو ضمان سے بری ہوجاتا ہی اسکو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے آخر کتاب الصرف مین ذکر کیا ہی۔ اور اکثر مشائخ کے نزدیک اصل خلل مذکور و حقیقت کچھ خلل نہین ہی اسوجہ سے کہ غصب و قبضہ ناحق فی نفسہ وجوب ضمان کے واسطے صالح ہی اسی طرح تلف کر دینا بھی فی نفسہ وجوب ضمان کے واسطے سبب صالح ہی لیکن مالک کا قبضہ غاصب کی یا تلف کرنے کی اجازت دیدینا غاصب کو ضمان سے بری کرتا ہی مگر مدعی پر اسکے نفی یا اثبات سے تعرض کرنا کچھ واجب نہین ہی لیکن اگر اسمین سے مدعا علیہ نے کسی چیز کا دعوی کیا تو ایسی صورت مین یہ مدعی کے دفعیہ کا دعوے ہوجائیگا ان اگر مدعی کے ذمہ اسکے بیان کی شرط کیجاوے تو اُسپر اس تفصیل کا بیان کرنا لازم ہوگا پھر واضح ہو کہ اگر مدعی نے اس دعوی مین تلف کر دینے کا ذکر نکیا بلکہ فقط ناحق قبضہ کر لینے کا ذکر کیا تو چاہیے کہ مدعا علیہ سے پہلے بعینہ ان مسروقون کے واپس دینے کا مطالبہ کرے اسواسطے کہ دراہم اگر بعینہ قائم ہون اور اُنپر ناحق قبضہ کرنا ثابت ہو تو مدعا علیہ پر بعینہ ان درمون کا واپس دینا واجب ہوگا کیونکہ سابق مین معلوم ہوچکا ہی کہ درم و دینار غصب کی صورت مین متعین ہوجاتے ہین پس مدعی بعینہ ان درمون کے واپس دینے کا مطالبہ کرے پس جب وہ بعینہ ان درمون کے دینے سے عاجز ہوگا تو اُنکے مثل واپس دیگا پھر اگر مثل دینے پر بھی قادر نہوا تو اُنکی قیمت دیگا۔ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ مدعی کو چاہیے کہ پہلے ان درمون کے حاضر لانے کا مدعا علیہ سے مطالبہ کرے تاکہ اُنپر گواہ باشارہ قائم کرے پھر اُس سے ان درمون کے اپنے سپرد کرنے کا مطالبہ کرے جیسا کہ دیگر اموال منقولہ مین حکم ہی ولیکن ہم کہتے ہین کہ اس صورت مین مطلقاً یہ مطالبہ کہ حاضر لاوے ٹھیک نہین ہوسکتا ہی بخلاف باقی منقولات کے اسواسطے کہ منقولات مین حاضر لانے کا مطالبہ اسی غرض سے ہوتا ہی کہ جب گواہ گواہی دین تو مدعی بہ کی طرف اشارہ کرین اور اس مقام پر گواہون سے اشارہ ممکن نہین ہوسکتا ہی کیونکہ دراہم ایک دوسرے سے مشابہ ہوتے ہین پس ہوسکتا ہی کہ اشارہ دوسرے درمون کی طرف واقع ہو بخلاف باقی منقولات کے کہ بظاہر اُنکی شناخت ہوسکتی ہی لیکن اگر ان درمون پر ایسی کوئی علامت ہو جس سے اپنے جنس کے دوسرے درمون سے اُنکی تمیز ہوسکتی ہی تو ایسی صورت

مین البتہ حاضر لانا شرط ہوگا

مختصر۔ دعوی ثمن۔ صورت اُسکی یہ ہی کہ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ مین نے اسکے ہاتھ تین گز اطلس عدنی کا نکرا (اگا طول و عرض بیان کر دیا ہی) بعوض ثمن معلوم کے فروخت کیا اور یہ ثمن بھی بیان کر دیا ہی اور اسنے مجھسے یہ نکرا اطلس کا مجلس بیع مین اسی ثمن معلوم کے عوض جو بیان کیا گیا ہی خریدا اور دو کلاہ عراقی دوازدہ گمہ اسقدر ثمن کے عوض فروخت کیے اور (ثمن کو بیان کر دیا ہی) اور اس مشتری کے سپرد کر دیے ہین اور اسنے مجھسے لیکر قبضہ مین کر لیے ہین

۷ سوا سے ان درمون کے جنکا دعوی کیا ہے اسپر دوسرا درہم جنکا حاضر لانا ہے درمون جنکا دعوی ہے ہوا ہے

مگر ثمن نہین دیا ہی پس اسپر واجب ہی کہ ثمن مذکور ادا کرے اور محضر مین شرائط خرید و فروخت بلوغ وغیرہ سب بیان کردیے ہین پھر ثمن مذکور کا مطالبہ کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے خرید کرنے سے انکار کیا اور اپنے اوپر ثمن واجب ہونے سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوی کے موافق گواہ قائم کردیے جیسے شرائط چاہیے ہین سب گواہی مین موجود تھے پھر محضر تحریر کرکے فتوی طلب کیا گیا تو بعضے مفتیون نے زعم کیا کہ اس دعوی مین خلل ہی ازین جہت کہ اُسنے محضر مین یہ نہین ذکر کیا کہ آیا مبیع بائع کی ملک تھی یا نہ تھی کیونکہ جائز ہی کہ اُسنے غیر کی ملک بدون اُسکی اجازت کے فروخت کردی ہو پس ثمن کا مطالبہ کرنے کا استحقاق حاصل نہوگا اور اس وجہ سے کہ اُسنے محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ یہ اندازناپ کی اہل بخارا کے گزون سے ہی یا اہل خراسان کے گزون سے ہی اور ان دونون مین تفاوت ہی پس مبیع مجہول رہیگی - لیکن قائل کا زعم موجب خلل نہین ہوسکتا ہی اور دونون کی تفصیل یہ ہی کہ اول اسوجہ سے نہین ہوسکتا ہی کہ اُسنے دعوی مین ذکر کیا کہ بائع نے اس مبیع کو مشتری کے سپرد کردیا اور یہ سپرد کردینا بمنزلہ اس قول کے ہی کہ یہ میری ملک تھی اور یہ مسئلہ کتاب الشہادات مین ہی اور دوم اسوجہ سے نہین ہوسکتا ہی کہ اُسنے دعوی مین ذکر کیا ہی کہ اُسنے مشتری کے سپرد کردی اور بعد سپرد کرنے اور قبضہ کرنے کے مدعی بہ درحقیقت وہ ثمن ہی کہ عقد سے واجب ہوکر اُسکے ذمہ قرضہ ہوگیا ہی اور ثمن مین کچھ جہالت نہین ہی اور خلل اس دعوے مین دوسری وجہ سے ہی کہ دعوی مین یہ مذکور ہی کہ اُسنے اُسکے ہاتھ اطلس کا ٹکڑا اس صفت کا اور ڈوٹو پیان اس صفت کی فروخت کین اور مشتری نے انکو اُس سے خرید کیا اور بائع نے اُسکو مشتری کے سپرد کیا اور یہ نہین کہا کہ بائع نے انکو فروخت کیا اور مشتری نے انکو خریدا اور بائع نے انکو سپرد کیا یا بعد ازانکہ بائع نے اس سب کو فروخت کیا مشتری نے اس سب کو اُس سے خرید لیا اور بائع نے اس سب کو مشتری کے سپرد کیا اور اسنے سب پر قبضہ کیا تاکہ یہ سب چیز ہر ایک سے متعلق ہو ورنہ شاید یہ ہو کہ اسنے اطلس کا ٹکڑا اور ٹوپیان فروخت کین اور مشتری نے فقط اطلس کا ٹکڑا خریدا ٹوپیان نخریدین یا اطلس کا ٹکڑا سپرد کیا ٹوپیان سپرد نہین کین فائدہ مافی الباب یہ ہی کہ کلمہ ہا ضمیر پیشے اس - جائز ہی کہ ہر ایک کی طرف راجع ہو (پس قولہ اسکو سپرد کیا یہ معنی ہوسکے کہ اس ہر ایک کو سپرد کیا) - لیکن یہ بھی جائز ہی کہ ایک ہی کی طرف راجع ہو پس یہ احتمال دور نہوگا - پس ضرور ہی کہ ایسا کوئی لفظ ذکر کیا جاوے جس سے یہ احتمال مذکور زائل ہوا ور وہ لفظ ان ہی یا سب ہی اور بدون اسکے یہ احتمال زائل نہوگا تو مبیع اور جو چیز سپرد کی ہی سب مجہول رہی پس بعض کا دعوی درست نہوگا پس سب دعوی رد ہوگا کیونکہ جو کچھ سپرد کیا ہی وہ معلوم نہین ہی تاکہ اسی کے قدر دعوی ثمن مستقیم ہو

محضر جسمین وکیل نے اپنے موکل کی وکیلیت کا دعوی کیا ہی - ایک شخص نے دوسرے پر بحکم وکالت کے جو اُسکو اُسکے باپ کی طرف سے ثابت ہی یہ دعوی کیا کہ اُسکے باپ نے اس حاضر آورندہ کو تختہ و پانچ اٹنگے مدد اور اُسکی صفت ایسی اور ریک ایسا ہی اور ہر دو پانچ کا طول اسقدر عرض اسقدر ہی بطریق امانت کے دیے تھے اور اسکے باپ کو اسپر قابو نہ ملا کہ اس سے لے لے اور اُسکے والد نے اس حاضر آمدہ کو وکیل خصومت کیا کہ جب اس حاضر آورندہ کو پاوے اُس سے اس مال مین خصومت کرے اور اس سے اس مال کے وصول کرنے کا بھی وکیل کیا ہی اور یہ وکالت اُسکے حق مین مجلس قضا مین ثابت ہوئی ہی پس اس مدعا علیہ پر دعوی کیا کہ یہ مال مجلس قضا مین حاضر لاوے تاکہ وکیل اُسپر گواہ قائم کرے پس مدعا علیہ نے سرے سے قبضہ کرنے سے انکار کیا اور مدعی نے گواہ قائم کیے کہ اس مدعا علیہ نے اقرار کیا ہی کہ مین نے اسکے والد سے اس مال مذکور کو پہلے قبضہ مین لیا تھا لیکن اسکے والد کو واپس کیا ہی پھر محضر لکھا گیا اور مفتیون سے فتوی طلب کیا گیا پس بعضون

جواب لکھا کہ اسمین خلل ہی اور شاید وجہ خلل یہ ہی کہ اُسنے محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ مدعی نے اُسکے اس قول کی کہ بازرد کردم تکذیب نہین کی ہی اور یہ اسوجہ سے کہ مدعی نے اگر اُسکے اس قول کی کہ مین نے اسکے والد کو پھر واپس دیدیے ہین تصدیق کی تو پھر اُسکو حق خصومت باقی نہ رہیگا پس ضرور ہی کہ رد کرنے مین تکذیب کرنا بیان کرے تاکہ اُسکی طرف سے مجلس قضا رمین حاضر لانے کا دعوی ٹھیک ہو۔ اور میرے نزدیک یہ بات خلل نہین ہی اسواسطے کہ جب اُسنے تحتہا سے مذکور مجلس قضا رمین حاضر لانے کا مطالبہ کیا تو یہ اُسکے قول واپس کرنے کی تکذیب ہی۔

محضر۔ درینکہ ایک عورت نے ایک مرد کی مقبوضہ حویلی کا جسکو اس عورت نے اپنے والد سے خریدا ہی دعوی کیا۔ ایک عورت نے ایک مرد پر ایک حویلی کا جو اُسکے قبضہ مین ہی دعوی کیا اور کہا کہ یہ حویلی (اور اُسکی جگہ وحدود بیان کرتی ہی) میرے والد فلان کی ملک وحق تھی اور اُسنے میرے ہاتھ بعوض اسقدر ثمن کے فلان مہینہ مین درحالیکہ وہ نافذ التصرف تھا فروخت کی ہی اور مین نے اسکو بعوض اسقدر ثمن مذکور کے ایسی مجلس بیع مین بحالت اپنی صحت تصرفات کے خریدی ہی اور آج کے روز بدین سبب مذکور یہ تمام حویلی میری ملک وحق ہی اور اس قابض حاضر آوردہ نے اُسپر اپنا قبضہ جدید ناحق کرلیا پس اسپر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے اور مجھے سپرد کرے پس مدعا علیہ نے جواب دیا کہ این منزل ملک من ست باین مدعیہ سپردنی نیست باین سبب کہ دعوی میکند۔ پھر مدعیہ مذکورہ چند نفر حاضر لائی اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین پھر ہر ایک گواہ نے بعد درخواست گواہی کے اسطرح گواہی دی کہ گواہی میدہم کہ ابن فلان بن فلان والد این مدعیہ اقرار کرد بر حال اداے اقرار وگفت من آنخانہ کہ حدود دوے درین محضر مذکور ست باین دختر خویش فلانہ فروختہ ام دوے این خانہ از من خریدہ است بہمین بہا کہ درین محضر مذکور ست بہمین تاریخ کہ درین محضر مذکور ست فروختنی وخریدنی درست وامر وزین خانہ ملک این فلانہ است باین سبب کہ اندرین محضر یاد کردہ شدہ است واین مدعا علیہ دست لو کردہ است واین خانہ بناحق اور مفتیون سے استفتا طلب کیا پس بعض نے زعم کیا کہ اسمین خلل ہی ازین جہت کہ اُسنے دعوے مین ذکر کیا ہی کہ اُسنے اس مدعیہ کے ہاتھ بتاریخ فلان فروخت کی اور ایسا ہی اقرار بائع کا اس تاریخ بیع کا مذکور ہی اور یہ موجب خلل ہی اسوجہ سے کہ اُسنے اقرار کی اضافت بسوے تاریخ بیع بروز فلان کی ہی اور شاید یہ اقرار قبل بیع واقع ہونے کے ہو۔ مگر یہ عزم فاسد ہی اسوجہ سے کہ اقرار اگر بیع سے پہلے ہونے پر محمول کیا جاوے تو باطل ہوگا اور اگر بیع کے بعد ہونے پر محمول کیا جاوے تو صحیح ہوتا ہی اور عاقل کے تصرف مین اصل یہ ہی کہ اُسکی تصحیح کی جاوے نہ یہ کہ اُسکو باطل کیا جاوے۔ اور بعض زعم کرنے والے نے زعم کیا کہ الفاظ شہادت مین بھی خلل ہی کہ گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ اُسنے بیع کا اقرار کیا اور اُسکے اقرار کی گواہی دی پھر کہا کہ آج کے روز یہ حویلی اس سبب سے جو محضر ہذا مین مذکور ہی اس مدعیہ کی ملک ہی اور محضر مین سبب مذکور بیع ہی اور اقرار بیع سبب ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہی حالانکہ اُنھون نے بیع پر گواہی نہین دی ہی پس گواہی باطل ہوگی۔ اور اسکا جواب دو طرح سے ہی ایک یہ کہ یہ امر اُنکی گواہی مین موجب فساد وخلل نہین ہی اسواسطے کہ جب گواہون نے اقرار بائع مبیع کی اور اقرار مدعیہ تحریر کی گواہی دی تو گواہون کی گواہی سے خرید وفروخت ثابت ہوگئی لیکن بر بنا اقرار ثابت ہوئی۔ اور بیع سبب ملک ہی۔ اور دوم یہ کہ گواہون نے بائع کے اقرار بیع کی گواہی دی اور ہمکو یہ علم نہین ہی کہ ابتداے بیع پر اُنکی گواہی نہین ہی اور شاید گواہ لوگ ابتداے بیع پر گواہ ہوے ہون لیکن جسکو اُنھون نے اقرار بائع بیع کی اولاً گواہی دی پھر بیع کی گواہی دی اور یہ سبب موجب ملک ہی تو گواہی مین کوئی خلل نہوا

محضر - دعوی ثمن روغن سمسم - ایک شخص نے دوسرے پر چندین دینار نیشاپوری جید کا حق واجب و دین لازم بسبب صحیح شرعی ہونے کا دعوی کیا اور سبب اسمین بیان کردیا اور مدعا علیہ نے ان دینارون مذکورہ کا اپنے اوپر بسبب صحیح ہونے کے کہ اُسنے اس مدعی سے اسقدر روغن سمسم صاف اور سب اوصاف بیان کردیے بخرید صحیح خریدا اور اس سے لیکر بقبضہ صحیحہ قبضہ کرلیا ہی اقرار کیا پس اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ یہ دینار ہاے مذکورہ اس مدعی کو ادا کرے اور محضر مین جواب مدعا علیہ باانکار بیان کیا پھر اسکے بعد گواہون کی گواہی کہ مدعا علیہ نے اسقدر روغن سمسم صاف باوصاف مذکورہ خریدکرنے کا اقرار کیا ہی بیان کی اسطرح کہ ہرگواہ نے فارسی مین یون گواہی دی کہ گواہی میدہم کہ این مدعا علیہ - اور اُسکی طرف اشارہ کیا - مقر آمد بحال صحت و روا ے خویش بطوع و رغبت و چنین گفت بخریدم ازین مدعی - اور اُسکی طرف اشارہ کیا - صفت صدمن روغن گنجد پاکیزہ سمانی خریدنی درست و قبض کردم قبضے درست - پھر اس دعوی کی صحت کا فتوی طلب کیا گیا تو بعض نے کہا کہ یہ دو وجہ سے فاسد ہی اور گواہی مطابق دعوی کے نہین ہی - پس ہر دو وجہ فساد دین سے ایک یہ ہی کہ مدعی نے دعوے کیا ہی کہ مدعا علیہ نے اس مال کا اقرار کیا ہی اور دعوی اقرار مال عامہ علماء کے نزدیک دو وجہ سے نہین صحیح ہی ایک کہ دعوی اقرار دعوی حق کے واسطے صحیح نہین ہی اسواسطے کہ حق مدعی مال ہی نہ اقرار پس جب اقرار کا دعوے کیا تو ایسی چیز کا دعوی کیا جو اُسکا حق نہین ہی - دوم آنکہ اس دعوی مین وجہ کذب ظاہر ہوئی اسواسطے کہ نفس اقرار وجوب مال کا سبب نہین ہی بلکہ وجوب مال کا سبب کوئی دوسرا امر مثل مبایعت یعنے خرید و فروخت یا قرضہ کا دین لین وغیرہ ہوگا پس اگر مدعی کا حق اسی سبب سے ثابت ہوتا تو وہ اسکا دعوی کرتا اور سبب بیان کرتا اور جب اُسنے اس سے اعراض کیا اور اقرار کی طرف جھکا تو معلوم ہوا کہ وہ اس دعوی مین جھوٹا ہی - اور وجہ دوم فساد دعوے کی یہ ہی کہ ہرگاہ اُسنے سبب وجوب مال یعنے تیل خریدنا بیان کیا تو ضرور بیان کرنا چاہیے کہ اسقدر تیل جسکی بیع کا دعوی کرتا ہی اُسکے اس وقت بیع واقع ہونے کے موجود تھا تا کہ بیع صحیح واقع ہو اسواسطے کہ اگر بر تقدیر تمام یا تھوڑا معدوم ہونے کے انعقاد بیع ہوا تو کل یا بعض کے حق مین بیع منعقد نہوگی پس ثمن مدعا علیہ پر واجب نہوگا تو بسبب خرید و فروخت کے دعوی ٹھیک نہوگا غایۃ مافی الباب یہ ہی کہ اُسنے بیان نکیا کہ مشتری مذکور نے بقبضہ صحیحہ قبضہ کرلیا ہی لیکن یہ امر صحت بیع و وجوب ثمن کے واسطے کافی نہین ہی بدو وجہ ایک یہ کہ اسقدر تیل وقت بیع کے موجود نہ تھا اور نہ اُسنے در واقع قبضہ کیا ہی لیکن کاتب نے ایسا ہی تحریر کیا اور دوم آنکہ احتمال ہی کہ وقت بیع کے موجود نہ تھا پھر بائع نے اُسکو تیار کرکے مشتری کے سپرد کیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کرلیا اور مآل یہ ہی کہ اُسنے یہ بیان نہین کیا ہی کہ مجلس خرید و فروخت مین اُسنے اس مبیع پر قبضہ کیا ہی اور مجلس خرید سے اُٹھ جانے کے بعد اور بر تقدیر یکہ وہ وقت بیع کے معدوم تھا پھر سپرد کرنا کچھ نافع نہوگا اسواسطے کہ ایسی صورت مین عقد بیع باطل واقع ہوا ہی اور بیع باطل پر تسلیم و سپرد کرنا کچھ مفید نہین ہی پس یہ بیع تعاطی بھی نہوگی اسواسطے یہ سپردگی بر بناے بیع باطل ہی اور بیع تعاطی ایسے مقام پر اعتبار کرلیجاتی ہی جہان سپردگی بر بناے عقد فاسد نہو اور یہ نظیر اُسکی ہی جو ہمنے اجارہ مین بیان کیا ہی کہ اگر اپنا دار یا زمین دوسرے کو اجارہ پر دی حالانکہ وہ دار اسباب موجر سے یا وہ زمین موجر کی کھیتی سے گھری ہوئی ہی پھر موجر نے اسکو خالی کرکے سپرد کیا تو اجارہ مذکورہ منقلب ہوکر جائز نہوجاتا پس اُن دونون مین از سر نو اجارہ تعاطی بھی منعقد ہوگا اسواسطے کہ سپردگی بر بناے اجارہ فاسد واقع ہوئی ہی پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہی - اور بعضے مشائخ نے اس دعوی مین وجہ قیاس سے انکار کیا اور ہر دو وجہ فساد دین سے

ہر ایک کے واسطے جواب ذکر کیا پس اول کا جواب یہ فرمایا کہ ہم کہتے ہین کہ دعوی اقرار بمال جبھی نہین صحیح ہوتا ہی کہ جب دعوے مال فقط بحکم اقرار واقع ہو مثلاً مدعی نے کہا کہ میرے تجھپر اسقدر درہم ہین کیونکہ تو نے میرے واسطے اسقدر درہم کا اقرار کیا ہی یا کہا کہ یہ مال عین میری ملک ہی کیونکہ تو نے میرے واسطے اسکا اقرار کیا ہی اور اس مقام پر دعوی مال بحکم اقرار نہین ہوا بلکہ دعوے مال مطلقاً ہی لیکن اُسنے دعوی مال کے ساتھ مدعا علیہ کے اقرار بمال کا بھی دعوی کیا اور یہ موجب خلل نہین ہی اور قولہ اس دعوی مین ایک وجہ دروغ کی ظاہر ہوئی ہی یہ بھی ممنوع ہی اور قولہ اُسنے سبب کا دعوی نکیا اقول سبب کا دعوی نکرنا اسوجہ سے نہین ہی جو تم کہتے ہو بلکہ اسوجہ سے ہی کہ مدعی کو ایسے گواہ نہ ملے جو سبب پر گواہی دین اور ایسے گواہ ملے جو مدعا علیہ کے اقرار مال کی گواہی دین اور وجہ دوم کے جواب مین فرمایا کہ قولہ یہ ضرور ہی کہ بیان کرے کہ اسقدر تیل وقت انعقاد بیع کے موجود تھا اقول اسکی ضرورت ایسی گواہی مین ہی کہ جہان گواہ لوگ مثلاً لوگون کو گواہی دین کہ اس مدعی نے اس مدعا علیہ کے ہاتھ اس مقدار تیل کو فروخت کیا اور اس صورت مین گواہ لوگون نے بیع کی گواہی نہین دی ہی بلکہ اقرار بیع کی گواہی دی ہی اور اُسکا خرید صحیح کا اقرار واقع ہوا اور جب کسی آدمی کا اقرار تصرف صحیح پایا گیا تو اُسکا حکم اُسکے حق مین ثابت ہوگا اگرچہ محتمل فساد ہو بخلاف گواہی کے کہ اُسمین ایسا نہین ہوتا ہی اور گواہی و اقرار مین جو فرق ہی وہ اپنے مقام پر مذکور ہی۔ اب باقی رہا بیان اس بات کا جو ہمنے کہا ہی کہ گواہی دعوی مین مطابقت نہین ہی سو اسطرح ہی کہ گواہی مین صرف یہ مذکور ہی کہ مدعا علیہ نے قبضہ کا اقرار کیا اور یہ نہین ہی کہ مبیع پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا چنانچہ گواہون نے کہا کہ مقرآمد این مدعا علیہ کہ بخریدم ازین مدعی ہفتصد من روغن کنجد صافی پاکیزہ و قبض کردم قبضے درست۔ اور دعوی قبضہ باشارہ مذکور ہی چنانچہ مدعی نے کہا کہ بائع سے بیکر اُسپر قبضہ صحیح کیا پس گواہون کو چاہیے تھا کہ اقرار مدعا علیہ کی گواہی مین یون بیان کرتے کہ قبض کردش قبضے درست

محضر۔ تہائی مال کی وصیت کے دعوی مین جسکی صورت یہ ہی کہ موصی لہ نے کسی ایک وارث پر دعوے کیا کہ میت نے اپنی زندگی مین اپنے عاقل بالغ ہونے کی حالت مین میرے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہی اور مجلس حکم مین ایک انگوٹھی سونے کی لایا جسکا نگینہ فیروزہ ہی اور وارث پر دعوی کیا کہ یہ انگوٹھی منجملہ مال ترکہ سے ہی جسکو میت نے چھوڑا ہی اور یہ تیرے قبضہ مین ہی پس تجھپر واجب ہی کہ اسمین سے تہائی مشاع بحکم وصیت مجھے سپرد کردے پس وارث نے وصیت سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوی کے موافق گواہ قائم کیے پھر دعوی کی صحت کا فتوے طلب کیا گیا پس مفتیون نے فساد دعوی ہذا کا فتوی دیا مگر وجہ فساد مین باہم اختلاف کیا بعض نے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ اُسنے محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ موصی نے برضا و رغبت وصیت کی پس احتمال ہی کہ اُسنے باکراہ یعنی مجبور کیے جانے پر وصیت کردی ہو اور وصیت باکراہ باطل ہی اور بعض نے کہا کہ یہ وجہ ہی کہ اُسنے انگوٹھی مین سے تہائی مشاع کا مطالبہ کیا ہی اور یہ متصور نہین ہی مگر صحیح اول ہی اسواسطے کہ تسلیم جزو شائع کی تسلیم کل سے ہی۔

محضر۔ دعوی نکاح ایک عورت پر بدین صورت۔ کہ فلان مرد نے فلانہ عورت پر یہ دعوی کیا کہ وہ عورت اسکی منکوحہ و حلالہ ہی بسبب اسکے کہ اس مرد نے اس عورت سے مہر معلوم پر بحضوری گواہان عادل بسبب اس عورت کے اپنے نفس کو اس مرد کے نکاح مین دینے کے نکاح کر لیا ہی اور یہ عورت اس مرد کی اطاعت سے خارج ہو گئی ہی پس اس عورت پر احکام نکاح مین اس مرد کی اطاعت واجب ہی اور جواب عورت مذکورہ یہ ہوا کہ تجھپر احکام نکاح مین اسکی اطاعت واجب نہین ہی اسوجہ سے کہ اسنے تین طلاق اس عورت کو دلائی ہین اور یہ عورت اُسپر بسبب طلاق حرام ہی

اور عورت مذکورہ نے اس بات کو بطریق دفعیہ دعوی نکاح مرد مذکور کے گواہون سے ثابت کر دیا پھر مرد کی طرف سے اُسکے دفعیہ مین یہ دعوی مذکور ہی کہ مرد نے دعوی کیا کہ یہ عورت اپنے دعوی دفعیہ مین مبطل ہی اور اسکا یہ دعوی دفعیہ ساقط ہی اسوجہ سے کہ اس عورت نے اپنے اس دعوی دفعیہ سے پہلے اقرار کیا ہی کہ اس عورت نے ان تین طلاق کے بعد اسکی عدت پوری کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اس دوسرے شوہر نے اسکے ساتھ دخول کیا پھر اسکو طلاق دیدی اور اسنے اُسکی عدت بھی پوری کی اور دونون عدتون کے پوری کرنے کی مدت اسقدر بیان کی کہ جسمین دونون عدتون کا گذر جانا متصور ہی پھر اس شوہر سے بہر معلوم بحضوری گواہان عدول نکاح کیا اور آج کے روز یہ اُسکی جورو ہی - پس اس محضر پر بڑے بڑے مشائخ سمرقند کا جواب یہ لکھا تھا کہ صحیح ہی اور مشائخ بخارا نے اتفاق کیا کہ محضر صحیح نہین ہی اور اسکی ایک وجہ بیان کی کہ شوہر نے عورت کی ان باتون کے اقرار کا دعوی کیا ہی اور مدعا علیہ پر کسی چیز کے اقرار کا دعوی مدعی کی طرف سے صحیح نہین ہوتا ہی یہ شیخ ادب القاضی مین مذکور ہی - اور میرے نزدیک جو وجہ فساد اُنھون نے ذکر کی ہی وہ صحیح نہین ہی اُسکی وجہ یہ ہی کہ شوہر اُسکے اقرار پر دعوی نکاح کا مدعی نہین ہی بلکہ اُسپر نکاح کا دعوی مطلقاً کرتا ہی اور دعوی اقرار فقط بدین بیان ہی کہ وہ اپنے دفعیہ کے دعوی مین مبطل ہی اور یہ صحیح ہی اور اسی طرف آخر جامع مین اشارہ کیا ہی اور رہنے یہ مسئلہ قبل اسکے مشرح بیان کیا ہی کذا فی الذخیرہ -

سجل - در اثبات ملکیت محل شہر مرو سے آیا جسمین لکھا ہی کہ قاضی فلان صاحب مظالم واحکام شرعیہ بشہر مرو نواح آن از جانب سلطان فلان عزنصرہ کہتا ہی کہ مجلس حکم اینجا مین بتاریخ فلان ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اُسکا نام فلان ہی اور اپنے ساتھ ایک خصم کو حاضر لایا جسنے بیان کیا کہ اُسکا نام فلان بن فلان ہی پس اُسپر اُسکے حضور مین دعوی کیا - پس مشائخ نے فرمایا کہ اس محضر مذکور مین یہانتک دو خلل ہین ایک یہ کہ اُسنے لکھا کہ مجلس حکم اینجا مین اور اسسے پہلے ذکر ہوا ہی کہ وہ مرو کا اور اُسکے نواح کا قاضی تھا پس اُسکے قول اینجا مین احتمال ہی کہ مرو مراد ہی یا نواح مرو پس نواح مرو کی صورت مین حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق صحت قضاء کے واسطے شہر شرط ہی اور اسی طرف الکرشانی نے میل کیا ہی یہ ادب القاضی للخصاف مین مذکور ہی - اور میرے نزدیک یہ خلل نہین ہی اسواسطے کہ موافق روایت نوادر کے شہر شرط نہین ہی پس اگر قاضی نے خارج شہر مین حکم قضاء دیا تو اُسکی قضاء ایک صورت مختلف فیہ مین ہوگی پس نافذ ہو جائیگی اور دوم آنکہ اُسنے ذکر کیا کہ اُسنے اُسکی حضوری مین اُسپر دعوے کیا حالانکہ ضرور تصریح چاہیے بلفظ اس حاضر آمدہ و اس حاضر آوردہ کے پس اسطرح لکھنا چاہیے کہ پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا - کیونکہ اُسکی تحریر پر احتمال ہی کہ شاید اس مدعی کے سوائے دوسرے سے یا اس مدعی سے اس مدعا علیہ کے سوائے دوسرے پر صادر ہوا ہو اور نیز یون لکھے کہ بحضوری اس مدعا علیہ کے تاکہ یہ احتمال نہ رہے کہ اس مدعا علیہ کی غیبت مین اُسپر دعوے کیا ہی - پھر اس سجل مین لکھا کہ دعوی کیا ایک محل کا جسکی صفت یہ ہی اور سن اسقدر ہی اور قیمت اُسکی اسقدر ہی بحضوری مجلس قضاء کے اور اُسکی طرف اشارہ کیا کہ یہ اُسکی ملک و اُسکا حق ہی - تو مشائخ نے فرمایا کہ ان الفاظ مین خلل ہی کہ بعض کے بیان کی ضرورت نہین ہی چنانچہ صفت و سن و قیمت کے بیان کی کچھ حاجت نہین ہی اسواسطے کہ وہ مجلس حکم مین موجود اور قولہ اور اُسکی طرف اشارہ کیا کہ یہ اُسکی ملک و اُسکا حق ہی اسمین خلل ہی یون بیان کرنا چاہیے کہ اس بچہ کو سفند کی طرف جو حاضر ہی اشارہ کیا کہ یہ مدعی کی ملک و اُسکا حق ہی - پھر لکھا کہ اور مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی - اسکو ضرور اسطرح

لکھنا چاہیے کہ اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی۔ پھر لکھا کہ اسپر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے۔ اسکو یون لکھنا چاہیے کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس بچہ گوسفند متدعویہ سے کوتاہ کرے۔ پھر لکھا کہ اسکا اعادہ اُسکے قبضہ مین کرے۔ اور اسمین احتمال ہی کہ شاید اول مین مدعی مذکور کے قبضہ مین نہ آیا بلکہ مثلاً اُسکا وارث ہوا ہو اور ہنوز قبضہ نکیا ہو کہ مدعا علیہ مذکور نے غصب کرلیا ہو پس ایسے احتمال کی صورت مین لفظ اعادہ لکھنا نہ چاہیے بلکہ بجاے اسکے لفظ تسلیم لکھے کہ اس بچہ گوسپند کو اس مدعی کے سپرد کرے۔ پھر بعد بیان درخواست جواب مدعی دانکار مدعا علیہ کے لکھا کہ پس مدعی ایک جماعت کو حاضر لایا مگر یون لکھنا چاہیے کہ یہ مدعی ایک جماعت کو حاضر لایا۔ پھر گواہون کی گواہی یون لکھے کہ اُنھون نے گواہی دی کہ حمل متدعویہ ملک مدعی ہی اور مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی۔ مگر ضرور ہی کہ یون لکھے کہ گواہی دی کہ یہ بچہ گوسفند متدعویہ تلک (نسبہ) اس مدعی کی ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی۔ اور اسکے بعد لکھا کہ اور گواہون نے متدعیین کی طرف اشارہ کیا حالانکہ یہ لفظ دونون مین سے ہر واحد کو شامل ہی پس ہر واحد کے ذکر کے وقت اشارہ کرنے کا بیان تحریر کرنے کی حاجت اس لفظ سے دفع ہوگی کہ شاید اُنھون نے مدعا علیہ کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت کے وقت مدعی کی طرف کیا ہو اور بچہ گوسفند کے ذکر کے وقت بچہ گوسفند کی طرف اشارہ کرنا تحریر کرنا چاہیے ہی لیکن اگر یہ ذکر کردیا کہ (وذہبت الشہود الی انہم اشاروا فقط الی المدعی) اُنھون نے اس مشہود بہی طرف اشارہ کیا اور اگر لفظ اس ذکر نکیا تو بھی خیر ہوسکتا ہی اور بڑی احتیاج تو محضر وسجل مین یہ ہوتی ہی کہ الفاظ شہادت دعوی مین اُنھون نے مقامات اشارہ مین اشارہ کیا تاکہ اشتباہ رفع ہوجاوے اور دعوی صحیح ہو۔ اور اپنے اس قول کے بعد کہ مجھسے اس مدعی نے حکم کی درخواست کی یون بیان کیا کہ پس مین نے مدعا علیہ کو آگاہ کیا اُس حکم سے جو اُسپر متوجہ ہوا ہی۔ مگر مدعا علیہ کے ساتھ لفظ ہذا لینے اشارہ ذکر نکیا اسی طرح آخر سجل تک مدعا علیہ کے ساتھ کہین (اس) کا لفظ کہ اس مدعا علیہ تعین کیا لیکن ان جگہون مین اسکا لفظ ذکر نکرنے مین تساہل کیا اور اسکا لفظ ذکر کرنے مین فقط دعوی وگواہی مین مبالغہ کیا جاتا ہی یعنے دعوی وگواہی مین ضرور ذکر کرنا چاہیے اور نیز اس سجل مین لکھا کہ مین نے ہر دو متخاصمین کے حضور مین مدعی کے واسطے ملکیت مذکورہ کے ثبوت کا اور مدعا علیہ کے قبضہ مین بناحق ہونے کا حکم کیا اور یہ ذکر نکیا کہ اس بچہ گوسفند کے سامنے موجود ہونے کی حالت مین حالانکہ اسکا ذکر کرنا لامحالہ ضرور ہی اسواسطے کہ مال منقول کا حکم دینے کے وقت قاضی کو اشارہ کی ضرورت ہوتی ہی جیسا کہ گواہ کو وقت گواہی کے ضرورت ہوتی ہی لیکن اگر اولاً قیمت کا دعوے ہو تو اس صورت مین اس قیمت کے حاضر کرنے کی ضرورت نہین ہی جیسا کہ استحقاق مین رجوع کرنے کی حالت مین ہوتا ہی کہ قاضی بدون چیز مستحق حاضر کرنے کے رجوع کا حکم دیتا ہی پس ایسا ہی قیمت کے دعوے مین بھی ہی اور قاضی مذکور نے آخر سجل مذکور مین لکھا کہ فلان سے صادر ہوا اور یہ نہین لکھا کہ مین نے ان گواہون کی گواہی پر یا ایسی دلیل سے جو میرے نزدیک ظاہر ہوئی یا اور اسکے مانند الفاظ جو اس معنی مین ہون حکم دیا حالانکہ اسکا لکھنا ضرور تھا تاکہ معلوم ہو کہ یہ دعوی وگواہی اُسکے سامنے ہوئی ہی کیونکہ احتمال ہی کہ شاید دعوی وگواہی اُسکے نائب کے حضور مین ہوئی اور متولی حکم خود آپ ہوگیا اور ایسی صورت مین قضا جائز نہوگی پس ایسا کلام بیان کرنا ضرور ہی جو اسپر دلالت کرے اور قاضی بخارا نے آخر اس سجل مین لکھا کہ اُسکی جانب بگواہی دو عادلون کے حکم صادر ہوا اور یہ نہ لکھا کہ خصم کے حضور مین۔ پس شاید خصم کی غیبت مین صادر ہوا ہو پس صحیح نہوگا اور اگر وہ یون لکھتا کہ مین نے اس سجل کے ثبوت کا اُسکے شرائط کے ساتھ حکم کیا تو بھی کافی

تھا اسواسطے کہ قاضی شرائط پر واقف نہین ہوتا ہی پس بیان کرنا ضرور ہی جیسا کہ ہمنے اس صورت مین لکھا ہی کہ اگر قاضی نے کہا کہ گواہون نے موافق دعوی کے گواہی دی تو یہ کافی نہین ہی اسواسطے کہ قاضی دعوی وگواہی کی موافقت کو نہین جانتا ہی پس ایسا ہی اس صورت مین بھی ہی

محضر - تہائی مال کی وصیت کرنے کے اثبات مین - اور موصی ایک عورت سماۃ ہندہ بنت استاد محمد بخاری سمرقندی معروف باستاد دسنارہ تھی کہ اُسنے اپنے تہائی مال کی وصیت اسطرح پر کی تھی کہ اسکی تہائی سے گیہون خرید کر اُسکی نماز ہاے فوت شدہ کے واسطے فقیرون کو بانٹ دیے جاوین اور ایک تہائی سے ایک بکری خرید کر ایام قربانی کے اول روز قربانی کردیجاے اور ایک تہائی سے نان گردہ وحلوا وکوزہ وغیرہ چیزین موافق لوگون کی عادت کے جو ایام عاشورا مین خریدتے ہین خریدی جاوین اور اُسنے اپنی بہن کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور اُسکو حکم دیا تھا کہ ان وصیتون کو نافذ کرے پس اُسکی بہن نے اُسکے شوہر پر بحضوری شوہر مذکور دعوے کیا اور محضر کی تحریر مین وصیت کرنے کا بیان لکھا اور اور آخر مین لکھا کہ اُسکے شوہر اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ایک زین پوش ہی جسکا طول اسقدر وعرض اسقدر اور اُسکی قیمت ڈیڑھ دینار ہی پس اسپر واجب ہی کہ اسکو مجلس حکم مین حاضر کرے تاکہ اُسمین سے تنفیذ وصیت کا قابو ہاتھ آوے بشرطیکہ اُسکے حاضر کرنے پر قادر ہو اور اگر اُسکے حاضر لانے سے عاجز ہو اور اُسکو تلف کردالا ہو تو اسپر واجب ہی کہ نصف دینار ادا کرے اور یہ اُسکی تہائی قیمت ہی تاکہ اُس سے وصیت نافذ کیجاوے - اور اس تحریر سے خلل پیدا ہوا سوجہ سے کہ مذکور فقط قیمت ہی اور یہ مذکور نہین ہی کہ یہ قیمت اُسکے قبضہ کے روز کی یا تلف کرنے کے روز کی ہی اور اسمین شک نہین ہی کہ بظاہر یہ زین پوش اس شوہر کے قبضہ مین بطور امانت ہوگا جبکہ یہ ذکر نہین کیا گیا کہ اُسنے بغیر حق قبضہ کرلیا ہی پس ایسی حالت مین اسکے ذمہ ضمان بھی واجب ہوگی کہ جب اُسنے تلف کردیا ہی پس جس دن تلف کردیا ہی اُسی روز کی قیمت کا اعتبار ہوگا پس فی الحال اُسکا مطالبہ نصف دینار کا صحیح نہوگا تاوقتیکہ یہ معلوم نہو جاے کہ تلف کرڈالنے کے روز بھی اُسکی قیمت ڈیڑھ دینار تھی اور چاہیے یہ تھا کہ یون بیان کرتی کہ اسپر اس زین پوش کا حاضر لاکر اس وصیہ کے سپرد کرنا واجب ہی تاکہ یہ وصیہ فروخت کرکے اُسمین سے تہائی لے لیوے اور اگر وہ اس زین پوش بقبضہ کا اس موصیہ کی ملک ہونے سے انکار کرتا ہی تو بدین عرض کہ مدعیہ اُسپر گواہ قائم کرنے پر قادر ہو پس حاضر لانے کا مطالبہ کرنے کی وجہ صحیح درصورتیکہ شوہر مذکور مقر ہو تو تنفیذ وصیت کے واسطے اسی طور سے ہوسکتی جیسا ہمنے بیان کیا کہ اُسکو فروخت کرکے اُس سے تنفیذ وصیت کرے اور درصورتیکہ منکر ہی تو اُسپر گواہ قائم کرے -

سجل - در اثبات وقفیت - جسمین تحریر ہی کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا اور بجاے اپنے مقرر کیا درین باب کہ اُسکے حقوق کا جن لوگون پر آتے ہین مطالبہ کرے اور اُسکے واسطے انکو وصول کرے اور یہ توکیل ایسی شرط پر معلق تھی جو قبل اس توکیل کے متحقق ہوگئی اور وہ یہی وقف ہی اور اُسنے توکیل مین یون کہا کہ اگر فلان نے یہ موضع اپنے برادر وخواہر فلان وفلانہ پر بدین شرائط وقف کیا ہی اور ہر روز وقف جسکو متولی مقرر کیا تھا اسکے سپرد کیا ہی اور اسکا وقف ہونا لوگون مین مشہور ہوگیا ہی اور یہ وقف اوقاف قدیمہ مشہورہ سے ہوگیا ہی تو تو اُن قرضون کے وصول کرنے کا جو لوگون پر مین وکیل ہی اور حال یہ ہی کہ اس موضع کا وقف ہونا بدین شرائط مذکورہ ثابت ہوگیا

اور یہ وقف اوقاف مشہورہ مین سے ہوگیا اور شرط وکالت جو لوگون سے قرضۂ فلان وصول کرنے کے واسطے تھی متحقق ہوگئی اور فلان موکل کا اس حاضر آوردہ پر ایسا ایسا قرضہ ہی پس خصم نے جواب دیا کہ بلے فلان ترا وکیل گردانیدہ است بران وجہ کہ دعوی میکنی وکالتے معلوم بان شرط کہ یاد کردی ومرا بفلان چندین کہ دعوے میکنی دادنی ہست ولیکن مرا از وقفیت این موضع معلوم نیست واز شہرت واستفاضت او خبر نے ومرا بتو باین وجہ کہ دعوی میکنی دادنی نیست۔ پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ اُسکے گواہ ہین کہ اسکے وقف ہونے پر گواہی دیتے ہین پس گواہون نے اسکی گواہی جیسی چاہیے ہی ادا کی اور گواہی کی طریق پر گواہی کو روان کیا اور بیان کیا کہ فلان نے اس موضع مذکورہ کو فلان و فلانہ پر بدین شرائط وقف کیا ہی اور قاضی نے اس وقفیت کے اور تحقیق شرط وکالت کے اور مدعی پر یہ مال لازم ہونے کے ثبوت کا حکم دیدیا اور اُسکو حکم دیا کہ یہ مال مدعی مذکور کو ادا کردے اور اس سجل کی تحریر کا حکم دیا پس یہ لکھا گیا اور قاضی نے صدر سجل پر اپنی توقیع لکھی اور اخیر مین برسم معتاد تحریر کیا۔ پھر اس سجل کی صحت کا فتوے طلب کیا گیا۔ پس بعض مشائخ نے اسکی صحت کا فتوی دیا اور محققین نے جواب دیا کہ یہ فاسد ہی پھر وجہ فساد مین باہم اختلاف کیا بعضے نے کہا کہ اس وجہ سے فاسد ہی کہ گواہون نے اصل وقف و اُسکے شرائط پر بشہرت و استفاضت گواہی دی حالانکہ اصل وقف پر بشہرت گواہی دینا جائز ہی اور شرائط وقف پر بشہرت گواہی دینا نہین جائز ہی اور جب شرائط پر گواہی مقبول نہوئی حالانکہ گواہون نے دونون کی گواہی دی ہی تو اس صورت مین اصل وقف کی گواہی بھی مقبول نہوگی خواہ بدین وجہ کہ گواہی ایک ہی پس جب بعض گواہی باطل ہوئی توکل باطل ہوگئی یا بدین وجہ کہ جب گواہون کو شرائط پر بشہرت گواہی دینا حلال نہ تھی تو بھی انھون نے اسکی گواہی دی تو ایسا فعل کیا جو انکو حلال نہ تھا اور یہ اُنکے فسق کا موجب ہی اور فسق لمنع شہادت ہی۔ اور اگر گواہ لوگ نادانستگی کا عذر کرین کہ جانتے نتھے تو یہ عذر مقبول نہوگا اسواسطے کہ یہ امر احکام مین سے ہی اور دار الاسلام مین احکام کی نادانستگی کا عذر نہین مقبول ہوتا ہی۔ رہی یہ بات کہ گواہون کا اس معاملہ مین سنی ہوئی گواہی دینا کیونکر ثابت ہوا سو اسوجہ سے معلوم ہوا کہ انھون نے وقف قدیمی کی گواہی دی ہی جسپر بہت برسین گذر گئی ہین اور یہ وقف قدیمی شمار کیا جاتا ہی جس سے قطعاً معلوم ہی کہ یہ لوگ اس وقف کرنے والے کی زندگی مین موجود نہ تھے اور انھون نے اُس سے نہین سنا ہی۔ اسی طرح ہر جگہ جہان کسی وقف قدیم پر جسپر بہت برسین گذر گئی ہین جس سے یقیناً ثابت ہوتا ہی کہ یہ لوگ وقف کرنے والے کی زندگی مین نہ تھے اور انھون نے اس سے نہین سنا ہی گواہی دین تو یہ بات ضرور معلوم ہوگی کہ ان لوگون نے سُنی سُنائی گواہی دی ہی۔ اقول میرے نزدیک یہ بات کوئی چیز نہین ہی اسواسطے کہ گواہون نے اگرچہ ایسے وقف قدیمی کی گواہی دی جسپر بہت برسین گذر گئی ہین لیکن اس سے یہ بات ثابت نہین ہوتی ہی کہ اُنھون نے سُنی سنائی گواہی دی ہی اسواسطے کہ جائز ہی کہ گواہون نے بچشم خود کسی قاضی کو دیکھا ہو کہ اُسنے اس موضع کا بشرائط مذکورہ وقف ہونے کا حکم دیا۔ اور ایک طریقہ اور ہی جس سے یہ بات ثابت ہو کہ گواہون نے سنی سُنائی گواہی دی ہی وہ یہ ہی کہ گواہ لوگ یون کہین کہ ہمنے یہ گواہی دی اسوجہ سے کہ ہم مین یہ بات مشہور ہوگئی ہی اور یہ مقبول ہوگی بخلاف اسکے اگر انھون نے کہا کہ ہمنے اسوجہ سے گواہی دی کہ ہم نے لوگون سے یہ بات سنی ہی تو ظاہر الروایت کے موافق قبول نہوگی چنانچہ اگر انھون نے کہا کہ ہمنے اس مال عین کی اس فلان کے ملک ہونے کی گواہی دی کیونکہ ہمنے اسکو اس فلان کے قبضہ مین اسطرح دیکھا کہ وہ اسمین مالکانہ تصرف کرتا تھا یہ شہادت مختصر عصام رح مین ہی اور

ایک روایت مین ہی۔ کہ ایسی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ وہ لوگون سے سنے کو بیان کردین اس روایت کو کتاب القاضیہ مین ذکر کیا ہی۔ اور بعض محققین نے فساد سجل کی یہ وجہ بیان کی کہ متولی کا نام ونسب بیان نہین کیا گیا ہی بلکہ ایک مرد مجہول ذکر کیا ہی اور مجہول کو سپرد کرنا متحقق نہین ہوسکتا ہی اور سپرد کرنا وقف صحیح ہونے کی شرط ہی لیکن یہ علت قابل اعتماد نہین ہی اور اعتماد اسی پہلی علت پر ہی اور میرے نزدیک وکیل کی طرف سے اس موضع کے وقف ہونے کا دعوی جسطرح بیان کیا ہی صحیح نہین ہی اگرچہ دعوی وجہ دیگر سے جو ذکر کی ہی خالی ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اس دعوی مین وکیل اپنے حق کی شرط اسطور سے ثابت کرنا چاہتا ہی کہ ایک شخص غائب پر ایسا فعل ثابت کرتا ہی جس سے اسکی مملوک چیز سے اسکا حق باطل ہوا جاتا ہی حالانکہ کوئی آدمی اسکی صلاحیت نہین رکھتا ہی کہ اپنے حق کی شرط اسطرح ثابت کرے کہ کسی غائب پر ایسا فعل ثابت کرے جس سے اسکے حق کا ابطال ہو۔ آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر زید نے اپنے غلام کی آزادی کو اس بات پر معلق کیا کہ عمرو اپنی جورو کو طلاق دے پھر غلام نے گواہ قائم کیے کہ عمرو نے اپنی جورو کو طلاق دی ہی تو قاضی اس غلام کے دعوی کی سماعت نکریگا اور اسکے گواہ قبول نکریگا۔ یہ مسئلہ طلاق جامع الصغیر مین اسی طرح مذکور ہی اور بعضے متاخرین نے ایسے دعوی کی سماعت اور قبول گواہی پر فتوی دیا ہی مگر اول اصح ہی۔

ملخص جسمین مذکور ہی کہ مدعی نے مدعا علیہ کو چیزین فروخت کرنے کے واسطے بھیجی تھین اور انکے ثمن کا دعوی کرتا ہی اور صورت یہ مذکور ہی کہ زید بن عمرو مخزومی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ بکر کو حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوے کیا کہ اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ کے پاس اپنے امین خالد کے ہاتھ اتنے تھان زنہ نجی بخاری ممسوح جسکے ہر واحد کا طول اسقدر وعرض اسقدر تھا بدین غرض بھیجے تھے کہ اسکے خریدار کے ہاتھ اسکو بعوض اسقدر درمون کے جو اسکے دانا کار اندازہ کرین فروخت کرے اور خالد امین نے یہ تھان اس حاضر آوردہ کو بہو سونپا دیے اور اس حاضر آوردہ نے ان سب پر امین کی طرف سے لیکر قبضہ کرلیا اور انکو دانائے کار کے اندازہ پر خریدنے والے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کرلیا اور یہ ثمن اسقدر ہی پس اس حاضر آوردہ پر واجب ہی کہ یہ ثمن اس مدعی کے سپرد کرے اگر بعینہ اسکے پاس موجود ہو اور اگر اسکو اسنے تلف کردیا ہو تو اسپر واجب ہی کہ ان دیناروں مذکورہ کے مثل اس مدعی کو ادا کرے پھر اس دعوی کا جواب مانگا پس اس مدعا علیہ مذکور سے جواب طلب کیا گیا تو اسنے بانکار جواب دیا پس مدعی گواہ حاضر لایا۔ اس دعوی کی صحت کا فتوی طلب کیا گیا تو بعض نے فرمایا کہ یہ دعوی صحیح نہین ہی اور اسمین دو طرح سے خلل ہی ایک یہ کہ مدعی نے مدعا علیہ پر ان تھانون کے ثمن دینے کا دعوی کیا ہی جنکا ذکر اس دعوی مین ہی اور دعوی مین مذکور ہی کہ اس مدعا علیہ نے یہ تھان مذکورہ اسقدر داموں کو فروخت کیے اور ثمن وصول کیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اسنے یہ تھان بیکر مشتری کے سپرد کیے ہین پس احتمال رہا کہ شاید یہ تھان مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے اس بائع کے پاس تلف ہوگئے ہون اور اس تقدیر پر تھانون کے مالک کے واسطے یہ ثمن نہوگا بلکہ بیع باطل ہوجائیگی اور مشتری کو اسکا ثمن واپس ملیگا اور ثمن مذکور مالک تھان کے واسطے جبھی ہوگا جب بائع مذکور نے یہ تھان فروخت کرکے مشتری کے سپرد کردیے ہون پس جب تک یہ ذکر نہ کرے کہ بائع مذکور نے یہ تھان اسکے مشتری کو سپرد کردیے تھے تب تک بائع سے تھانون کے ثمن سپرد کرنے کا مطالبہ صحیح نہوگا۔ اور وجہ دوم یہ ہی کہ اسنے دعوے مین کہا کہ اس

حاضر آورده پر واجب ہی کہ اس مدعی کو یہ ثمن سپرد کرے حالانکہ ایسے دعوی کی صورت مین اسطرح کا مطالبہ دو وجہ سے ٹھیک نہین ہو سکتا ہی ایک یہ کہ اُسنے ذکر کیا کہ واجب ہی۔ حالانکہ برتقدیر یکہ بیع صحیح ہوئی اور بائع مذکور نے ان تھانون کو مشتری کے سپرد کردیا ہو تا ہم یہ ثمن اس مدعا علیہ کے پاس بطور امانت رہا کیونکہ وہ بیع کا وکیل تھا اور امین پر مالک امانت کو امانت تسلیم کرنا واجب نہین ہوتا ہی بلکہ اُسپر فقط تخلیہ اور روک دور کردینا واجب ہوتا ہی پس تسلیم کا مطالبہ کرنا ٹھیک نہین ہی۔ اور دوم آنکہ ثمن مذکور اگر امین مذکور کے پاس قائم ہو تو متعین ہوگا اور جو مال منقول متعین ہو اُسکے واسطے اسطرح مطالبہ کرنا کہ مجلس حکم مین حاضر لاوے تاکہ مدعی اُسکی موجودگی مین دعوی اور گواہ قائم کرسکے ٹھیک ہوتا ہی اور یہ مطالبہ و دعوے کہ اُسکو سپرد کرے ٹھیک نہین ہوتا ہی۔ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ فساد کی دونون وجہون مین سے دوسری وجہ جو بیان کی ہی صحیح نہین ہی اور قولہ برتقدیر یکہ بیع صحیح ہوئی اور بائع نے ان تھانون کو مشتری کے سپرد کردیا تاہم یہ ثمن اس مدعا علیہ کے پاس امانت ہوگا اور امین پر امانت تسلیم کرنا واجب نہین ہی اقول امین پر اگرچہ امانت کا حقیقۃً تسلیم کرنا واجب نہین ہی۔ مگر مجازاً تسلیم کرنا واجب ہی یعنی تخلیہ کردے اور روک دور کردے پس تسلیم کا دعوی کرنا اسی تخلیہ پر محمول کیا جائیگا تاکہ حتے الامکان دعوی صحیح رہے۔ اور قولہ ثمن مذکور اگر امین مذکور کے پاس قائم ہو تو متعین ہوگا پس اشارہ کرنے کے واسطے حاضر لانا واجب ہوگا اور تسلیم کرنا واجب نہوگا اقول اس مقام پر حاضر لانا کچھ مفید نہین ہی سوا اسطے کہ حاضر لانا اشارہ کرنے کے واسطے ہوتا ہی اور گواہون سے یہ بات ناممکن ہی کہ دراہم کی طرف جو اثمان ہین یعنے متمیز نہین ہوتے ہین اشارہ کرین۔ اور کچھ بیان اسکا پہلے گذر چکا ہی۔

محضر۔ دعوی ملکیت خر۔ جسکی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو پر ایسے گدھے کی ملکیت کا جو مجلس حکم مین حاضر کیا گیا ہی دعوی کیا کہ یہ گدھا جو اس مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی مین نے اسکو بکر سے خریدا ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی پس اسپر واجب ہی کہ مجھے سپرد کرے اس دعوی کی صحت کا فتوی طلب کیا گیا پس جواب دیا گیا کہ یہ دو وجہ سے فاسد ہی ایک یہ کہ اُسنے بکر سے خریدنے کا ذکر کیا اور ثمن نقد دینا بیان نہ کیا اور ہمنے اس کتاب مین بیان کردیا ہی کہ مشتری نے اگر خریدی چیز کو دوسرے کے قبضہ مین پایا اور وہ ثمن ادا نہین کرچکا ہی تو اُسکو قابض کے ہاتھ سے لیلینے کا اختیار نہوگا اور ہمنے اسکی تائید مسئلہ مذکورہ متقی سے کردی ہی اور دوم آنکہ بسبب خرید کے ملک کا دعوی کرنے مین ضرور کہنا چاہیے کہ فلان بائع نے میرے ہاتھ فروخت کیا درحالیکہ وہ اسکا مالک تھا یا یہ ذکر کرے کہ اُسنے سپرد کردیا یا یہ کہے کہ یہ میری ملک ہی مین نے اسکو فلان سے خریدا ہی اور یہان انمین سے کوئی بات نہین پائی گئی اور حاصل یہ ہی کہ ہر دو جانب مین سے کسی جانب سے ملک کا ذکر کرنا خرید کی وجہ سے دعوی کرنے کی صحت کے واسطے کافی ہی۔

محضر جسمین یہ دعوی مذکور ہی کہ ایک شخص نے اپنی دختر کے باقی مہر کا اُسکے شوہر پر بسبب طلاق واقع ہوجانے کے کہ شوہر کی طرف سے قسم کھانے اور حانث ہوجانے سے اُسپر طلاق پڑگئی ہی دعوی کیا۔ اور صورت دعوی یہ ہی کہ زید بن عمرو کے میرے داماد پر اسقدر دینار بدین سبب قرضہ تھے اور اُسنے اسمین سے اسقدر ادا کردیے اور اسقدر اُسپر باقی رہے اور قرضخواہ کے پاس میرے داماد کا اس مضمون کا خط اقراری تھا پھر میرے داماد مقر نے ایک روز اس خط اقراری پر قابو پاکر اُسکو چاک کرڈالا پھر قرضخواہ نے اُسکو ایک روز گرفتار کیا اور باقی مال کا اُس سے مطالبہ کیا اور مجھے انکا کہا پس قرضخواہ نے اُس سے قسم لی کہ اگر اسمین سے کچھ مال تجھپر ہو تو تیری عورت پر تین طلاق ہین پس اسنے

اپنی عورت پر تین طلاق کی قسم کھائی کہ اسپر کچھ نہین ہی پھر اُسنے اسکو دھمکایا اور قید کیا تو اسنے باقی مال کا جو اسپر واجب تھا اقرار کیا اور اُسکو اس مضمون کی دستاویز لکھدی اور ایسا ہی مدعا علیہ نے قسم کھانے اور خط دینے اور باقی مال کا جو اُسپر قرضخواہ کا تھا اقرار کرنے کا اقرار کیا پس اس معاملہ کی اُسکی جورو و اُسکے خسر کو خبر دیگئی پس اُنھون نے اسکا مع اقرار قاضی کے پاس کیا پس اُسکے خسر نے بذریعہ وکالت از جانب دختر خود کے اُسکے باقی مہر کا بسبب وقوع طلاق بوجہ قسم مذکور کے اُسپر دعوی کیا پس مرد مذکور نے قسم سے اور اُسکے بعد اقرار کرنے سے انکار کیا پھر مدعی گواہ لایا جنھون نے ان الفاظ سے گواہی دی کہ اس شوہر نے اقرار کیا کہ مین نے تین طلاق کی اس بات پر قسم کھائی ہی کہ فلان کے واسطے مجھپر اسقدر قرضہ نہین ہی اور یہ وہ ہی جسکا وہ مجھپر دعوے کرتا تھا کہ میرا باقی قرضہ ہی پھر مین نے اُسکو اسقدر مال کی اقراری دستاویز لکھدی - اس دعوی کی صحت اور گواہی مطابق دعوی کے ہونے کا استفتا کیا گیا پس جواب دیا گیا کہ یہ گواہی موافق دعوے کے نہین ہی اسواسطے کہ دعوی مین یہ ہی کہ اُسنے قرضخواہ کے واسطے بعد قسم کھانے کے باقی مال کا جو قرضخواہ کا اسپر تھا اور اُسکو اس مضمون کی دستاویز لکھدینے کا اقرار کیا اور گواہی مین گواہون نے اسطرح گواہی دی ہی کہ اُسنے بعد قسم کھانے کے اُسکو اسقدر مال کی دستاویز لکھدینے کا اقرار کیا اور یہ گواہی نہین دی کہ اُسنے دستاویز اُسی مال کی لکھدی جو قرضخواہ کا اُسپر تھا پس احتمال ہی کہ شاید اُسنے صلحنامہ لکھدیا ہو اور یہ بالکل اقرار نہو گا اور شاید اُسنے اقراری خط مال کا لکھا ہو مگر کسی دوسرے مال کا اقرار کرکے لکھدیا اُس مال کا نہو جسپر قسم کھائی ہی پس اس سے اُسکی قسم جھوٹی نہوگی پس یہ گواہی بدین وجہ موافق دعوی کے نہین ہی اور ایک وجہ اسمین یہ ہی کہ مرد مذکور اس اقرار مین مکرہ تھا یعنے مجبور کیا گیا تھا اور مجبور کے اقرار سے مال واجب نہین ہوتا ہی پس قسم جھوٹ نہوگی پس اس مقام پر یہ خلل ظاہر ہی -

محضر - دعوی استیجار طاحونہ - اور اسمین حدود کے ذکر مین لکھا کہ حد اول مغترف آب نہر و حد دوم وہ مقام جہان وادی سے نہر مین پانی گرتا ہی - اور یہ محضر بدین علت رد کردیا گیا کہ یہ نہر کی حد بیان ہوئی طاحونہ کی نہوئی حالانکہ دعوی فقط طاحونہ کا ہی اور اگر دعوی طاحونہ و نہر دونون کا ہو تو جو بیان کیا ہی یہ نہر کی حد ہو سکتی ہی واللہ تعالے اعلم

محضر - دعوی اجارہ محدودہ باجرت معلومہ - پس یہ محضر اسوجہ سے رد کردیا گیا کہ اسمین اجرت مطلقاً ذکر کی گئی ہی پس شاید اجرت کیلی چیز ہو پس جبکہ اجرت کیلی یا وزنی ہو تو اسکے ادا کرنے کی جگہ بیان کرنا شرط ہی حالانکہ محضر مین اسکا ذکر نہین ہی -

محضر - در دعوی اجارہ جو مضاف بزمانہ معلوم معین ہی - اور اس اجارہ کے واسطے ایک دستاویز اس وقت معین کے آنے سے پہلے لکھی گئی اور اُسمین لکھا کہ دونون نے بقبضہ صحیح باہم قبضہ کرلیا تو جواب دیا گیا کہ یہ کہنا کہ دونون نے باہمی قبضہ صحیح کرلیا صحیح نہین ہو سکتا ہی اسواسطے کہ اس زمانہ معین کے آنے سے پہلے عقد کا وقوع نہوگا اور اس سے پہلے

قبضہ صحیح نہوگا -

محضر - در استحقاق کنیز مسماۃ دلبر - پس جب مشتری نے چاہا کہ اس استحقاق واقع ہونے کو قاضی کے نزدیک ثابت کرے تاکہ بائع سے اپنا ثمن واپس لے تو باندی کا نام بنفشہ بیان کیا پس بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ایسی کو کی باندی نہین بیچی جسکا نام بنفشہ ہو فقط مین نے تیرے ہاتھ باندی مسماۃ دلبر فروخت کی ہی تو کہا گیا ہی کہ قاضی دعوی مشتری کی طرف التفات نکریگا اور وہ بائع سے اپنا ثمن واپس نہین لے سکتا ہی اسواسطے کہ بائع ایسے نام کی باندی جسکا مشتری دعوے کرتا ہی مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کرتا ہی اور بعض نے کہا ہی کہ قاضی اُسکے دعوی کی سماعت کریگا بشرطیکہ اُسنے

یون کہا ہو کہ مین تجھسے اُس باندی کا ثمن جو مین نے تجھسے خریدی ہی واپس لونگا اسواسطے کہ جائز ہی کہ اُس باندی کے دو نام ہون نقشہ اور دلبر۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ مین تجھسے اُس باندی کا ثمن جو مین نے تجھسے خریدی ہی اور وہ تجھسے استحقاق ثابت کر کے لے لیگی ہی واپس لونگا تو اُسکے دعوی کی سماعت ہوگی اور جب اُسنے گواہ قائم کیئے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اُسکے نام ثمن کی ڈگری کر دیجائیگی

محضر۔ دراثبات استحقاق ورجوع ثمن۔ اس محضر مین مذکور ہی کہ قاضی فلان سے فلان شخص پر حکم ایک جاریکے استحقاق ثابت ہونے کا جو اُسنے خریدا تھا بسبب گواہی گواہون کے صادر ہوا۔ یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اُسنے یہ ذکر نہین کیا کہ جس شخص پر استحقاق ثابت کیا گیا ہی اُسکے اقرار کے گواہ کہ اُسنے صاحب استحقاق کے واسطے اقرار کر دیا ہی قائم ہوئے یا صاحب استحقاق کے فقط دعوی پر گواہ ہوے کہ یہ چیز اس مدعی کی ہی۔ حالانکہ بغیر حکم مختلف ہوجاتا ہی اور محضر مین اُسنے یہ بیان نہ کیا کہ استحقاق بذریعہ ملک مطلق ہوا یا کسی سبب سے ملک کا استحقاق ثابت کیا ہی۔

محضر۔ مال عین خرید کردہ کے ثمن کا مشتری پر دعوے ہی۔ اور اس محضر مین آخر دعوی مین مذکور ہی کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ ثمن مذکور اس مدعی کو سپرد کرے۔ یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ محضر دعوی مین اُسنے یہ ذکر نہ کیا کہ اُسنے مبیع کو مشتری کے سپرد کر دیا تھا حالانکہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہی تاکہ تسلیم ثمن کے مطالبہ کا دعوی ٹھیک ہو کیونکہ اگر سپرد کرنے سے پہلے مبیع تلف ہوگئی تو بیع ٹوٹ جاویگی اور ثمن بذمہ مشتری واجب نہ رہیگا اور دوم آنکہ آخر دعوی مین مذکور ہی کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ ثمن مذکور اس مدعی کے سپرد کرے حالانکہ ثمن بر تقدیر صحت بیع کے مدعا علیہ کے پاس امانت ہوگا اور امانات ودولیع مین یہ واجب ہی کہ مستحق کے واسطے امانت لینے سے روک ٹوک دور کر دے یعنے تخلیہ کر دے اور تسلیم وسپرد کرنا واجب نہین ہی۔ اقول میرے نزدیک یہ سب تقریر فاسد ہی پس اول اسوجہ سے کہ جب مال عین بعوض درمون کے فروخت کیا جاوے تو حکم شرع کے موافق پہلے مشتری سے ثمن سپرد کرنے کا مطالبہ کیا جائیگا۔ اور دوم اسوجہ سے کہ ثمن بذمہ مشتری واجب ہوتا ہی اور جو چیز اُسکے ذمہ واجب ہو وہ امانت کیونکر ہوگی اور یہ قول درست کیونکر ہو سکتا ہی حالانکہ اگر مشتری کا تمام مال تلف ہوجاوے تب بھی یہ ثمن اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگا۔

محضر۔ پیش ہوا جسمین کھرے سرخ دینار ہاے نیشاپوری کا دعوی باین طور تھا کہ ثمن رقوعن مقدار معلوم ہی جسکو مدعا علیہ نے مدعی سے خریدا اور رقوعن خریدہ شدہ پر قبضہ کر لیا ہی اور گواہون نے بھی اس سب کی گواہی دی اور قبضہ کرنا گواہی دعوی سب مین مذکور ہی پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ مدعی نے اپنے دعوی مین اور گواہون نے اپنی گواہی مین یہ بیان نہین کیا کہ اسقدر تیل آیا وقت بیع کے بائع کی ملک مین تھا اور بر تقدیر یکہ اُسکی ملک مین اُسوقت نہ تھا تو بیع جائز نہوگی اور مشتری پر ثمن واجب نہوگا۔ اور یہ امر درحقیقت کچھ خلل نہین ہی اسواسطے کہ یہ دعوی درواقع دعوی قرضہ ہی اسواسطے کہ تیل پر قبضہ کرنا ثابت ہوگیا ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر مقدار تیل ذکر نہ کیجاوے تو دعوی صحیح ہوگا اگرچہ اُسکا قبضہ ذکر نہ کیا ہو پس اسی وجہ سے دعوے صحیح ہوتا ہی کہ درحقیقت یہ قرضہ کا دعوی ہی

محضر۔ پیش ہوا جسکی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ تو نے مجھسے اسقدر گیہون بعوض پچاس دینار کے خریدے ہین اور مدعی دو گواہ لایا جنمین سے ایک نے پچاس دینار کے عوض بیع واقع ہونے کی اور دوسرے نے پینتیس دینار کے عوض بیع واقع ہونے کی گواہی دی۔ پس کہا گیا ہی کہ یہ گواہی صحیح نہین ہی کیونکہ دونون گواہون نے

باہم اختلاف کیا ہو اور بعض نے فرمایا کہ اگر دعوی بشرائط خود صحیح ہو تو بیس دینار پر گواہی مقبول ہوگی کیونکہ دونوں نے بیس دینار ثمن پر لفظاً و معنی اتفاق کیا ہے۔ لیکن اول قول اصح ہے کہ ہر ایک گواہ نے ایسے عقد کی گواہی دی جو اُس عقد کا غیر ہے جسکی دوسرے نے گواہی دی ہے اسواسطے کہ پچیس دینار کے عوض جو عقد ہے وہ اُس عقد کا غیر ہے جو بعوض بیس دینار کے ہوا یا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر ایسا اختلاف ہر دو متبائعین کے درمیان واقع ہو تو دونوں سے باہم قسم لیجائیگی۔

محضر پیش ہوا جسمین مذکور ہے کہ زید نے عمرو پر چند دن قبل گیہون کا دعوی کیا اور اپنے دعوی مین کہا کہ یہ گیہون میرے مشاجر کی زمین سے اتنے گیہون ناحق اُٹھا لیگیا ہے پس اگر یہ گیہون بعینہ قائم ہون تو اسپر واجب ہے کہ مجھے انکو واپس دے اور اگر تلف ہوگئے ہون تو اسپر اُنکے مثل واپس دینا واجب ہے اور یہ محضر بدون علت رد کر دیا گیا کہ اُسنے دعوی مین یہ بیان نہین کیا کہ اتنے گیہون میرے مزرعہ سے لیگیا ہے یا میرے کاشتکار کے مزرعہ سے لیگیا ہے حالانکہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہے تاکہ واپس دینے کا طلب صحیح ہو اسواسطے کہ جائز ہے کہ کسیکی دوسرے کی زمین مین ہو پس کھیتی اس غیر کی ہوگی نہ اس مدعی کی اور جب یہ بیان کر دیا کہ یہ اُسکے کاشتکار کی مزروعہ ہے تو آیا کاشتکار کا نام و نسب بیان کرنا ضرور ہے یا نہین ہے تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے

محضر۔ فتاوی نسفی مین مذکور ہے کہ ایک محضر پیش کیا گیا کہ جسمین چار ہزار دینار کا دعوی لکھا تھا اور گواہی مین چار دینار مذکور تھے تو شیخ علی سغدی نے فرمایا کہ دعوی و گواہی مین مخالفت ظاہر ہے تو اُسنے کہا گیا کہ ہزار کا لفظ لکھنے بھول گیا ہے تو فرمایا کہ اگر بھول گیا ہے تو تحریر فاسد ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ چار دینار پر گواہی مقبول ہونی چاہیے اور ہمنے اسی جنس کی صورت پہلے بیان کر دی ہے۔

محضر پیش ہوا جسمین چند مال عین کا جنکی جنس و نوع و صفت باہم مختلف ہے دعوی مذکور ہے۔ اور ان سب کی قیمت اکٹھا مذکور ہے اور ہر ایک مال کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہین ہے تو شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اسمین مشائخ نے اختلاف کیا بعضون نے مجمل قیمت پر اکتفا کیا اور بعضون نے شرط لگائی ہے کہ صحت دعوی کے واسطے تفصیل بیان کرنا چاہیے۔ اور اس مسئلہ کے حاصل مین دو صورتین ہین کہ اگر یہ اموال اعیان بعینہ قائم ہون تو دعوے کے وقت انکا حاضر لانا ضرور ہوگا پس ایسی حالت مین اُنکی قیمت بیان کرنے کی کچھ حاجت نہوگی اور اسکی جنس کا مسئلہ گذر چکا ہے اور اگر انکو تلف کر دیا ہو تو ہر مال عین کی قیمت بیان کرنی ضرور ہوگی اسواسطے کہ بسا اوقات ایسی صورت مین عالم بعض کے تلف کرنے کا اقرار کرتا ہے اور بعض سے انکار کرتا ہے تو ایسی حالت مین قاضی کو اپنا حکم دینے کے واسطے ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس مقدار کا حکم دیگا اور باوجود اسکے اگر اُسنے اسکا بیان نکیا تو اس کے دعوی مین کچھ خلل نہین آتا ہے اسواسطے کہ اُسنے قرضہ کا دعوی کیا ہے اور قرضہ کی مقدار بیان کر دی ہے۔

محضر اُنٹنی کے دعوی کا پیش ہوا۔ اور محضر مین لفظ جمل مذکور ہے اور یہ موجب فساد ہے کیونکہ وصف کی جہالت لازم آتی ہے اور اسی وجہ سے اگر اُسنے ایک اُنٹنی اور ایک اونٹ کا دعوی کیا اور محضر مین دو اُنٹنیان یا دو اونٹ لکھے تو محضر اسوجہ سے رد کر دیا جائیگا جو ہمنے بیان کی ہے اور یہ علت درصورتیکہ دعوی قرضہ ہو ٹھیک ہے اور اگر بعینہ اس اُنٹنی کا دعوے ہو تو اسمین اشارہ کی حاجت ہوگی پس مجلس حکم مین حاضر لانا ضرور ہوگا اور اشارہ کے وقت کسی وصف کے بیان کی حاجت نہین ہے پس مال عین کے دعوی کی صورت مین یہ علت ٹھیک نہوگی۔

محضر پیش ہوا جسکی یہ صورت ہے کہ فلان نے فلان پر دعوی کیا کہ اسنے میرے باغ انگور مین سے اتنے گٹھے لکڑی کے

جسکی قیمت اسقدر ہی کاٹ لیے ہین اور اسقدر تو کہے انگور غصب کر لیے ہین - پس محضر اسوجہ سے رد کر دیا گیا کہ اسمین نوع انگور و ہیئرم کا بیان نہین ہی - پس بعض نے فرمایا کہ یہ جواب انگور کے حق مین ٹھیک ہی اسواسطے کہ انگور مثلی ہی اور ہیئرم کے حق مین ٹھیک نہین ہی اسواسطے کہ ہیئرم قیمتی چیزون مین سے ہی پس اُسکے اسکی مقدار قیمت بیان کردی ہی اسپر اکتفا کیا جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ اول اصح ہی اسواسطے کہ قیمت بتفاوت نوع وصفت مختلف ہوتی ہی چنانچہ اخروٹ و شہتوت کی لکڑی کی قیمت بہ نسبت بید کی قیمت کے زیادہ ہوتی ہی - اسی طرح سوکھی لکڑی کی قیمت بہ نسبت گیلی لکڑی کے زیادہ ہوتی ہی پس ضرور ہی کہ نوع ہیئرم مع مقدار قیمت بیان کرے تاکہ معلوم ہو کہ آیا مدعی اسقدر کا دعوی کرنے مین سچا ہی

محضر - پیش ہوا جسمین ایک عورت کا اپنے شوہر پر دعوے مذکور ہی - اور صورت یہ مذکور ہی کہ عورت نے دعوی کیا کہ اسنے میرے مال سے کذا و کذا بغیر حق بطور سے لیا ہی کہ جسمین اسپر یہ واجب ہی کہ مجھے واپس دے اور اسنے بطوع خود اسقدر مال اس عورت سے لینے کا اقرار صحیح کیا ہی - اور اقرار کے ذکر مین یہ نہین مذکور ہی کہ اسنے بغیر حق لے لینے کا اور اسطور سے قبضہ کر لینے کا جسمین اسپر واپس کرنا واجب ہوا اقرار کیا ہی شیخ امام سغدی رح نے فرمایا کہ مدار اس اقرار پر ہی حالانکہ اس اقرار مین بغیر حق قبضہ کرنا مذکور نہین ہی اور نہ اس اقرار کی اضافت بسوے مال مذکور ہی کہ اُسنے یون کہا ہو کہ اُسنے اسی مال کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا تاکہ یہ اقرار راجع بجانب اول ہو بلکہ یہ اقرار از سر نو اقرار مطلق ہی اور اس سے خواہ مخواہ ضمان واجب ہونا ضرور نہین ہی پس دعوی صحیح نہوگا - اور بعض نے کہا کہ دعوے صحیح ہونا چاہیے اور یہی قول اشبہ ہی اسواسطے کہ مطلق قبضہ کر لینا ضمان اول و ثانی دونون کا سبب ہوتا ہی پس اُسکے مطلق اقرار سے رد کرنے کا واجب ہونا مثل صریح ذکر کرنے کے ہو گیا آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اصل و جامع صغیر مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ کپڑا غصب کر لیا ہی اور مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے تجھسے ودیعت کے طور پر لیا ہی تو قرلہ کا قول قبول ہوگا اور مقر ضامن نہوگا باوجودیکہ مقر نے اس صورت مین بطور ودیعت قبضہ کرنے کے تصریح کر دی ہی تاہم ضامن ہوا پس صورت مذکور مین بدرجہ اولی ضامن ہوگا -

محضر - شیخ الاسلام علی سغدی کے حضور مین پیش ہوا جسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر اعیان مال کا دعوے کیا از انجملہ ایک قمیص ہی کہ اُسکی جنس و نوع و صفت و قیمت بیان کر دی ہی اور پائجامہ ہی کہ اُسکی نوع و جنس و صفت و قیمت بیان کر دی ہی - تو شیخ الاسلام رح نے فرمایا کہ یہ صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اُسنے محضر مین یہ ذکر نکیا کہ مردانہ ہی یا زنانہ ہی چھوٹی ہی یا بڑی ہی اور اس مسئلہ مین دو صورتین ہین کہ اگر یہ چیزین بعینہ قائم ہون تو محضر حکم مین انکا حاضر لانا انکی طرف اشارہ کرنے کے واسطے ضرور ہی اور ایسی حالت مین ان باتون کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی اور اگر تلف کردہ شدہ ہون تو قیمت کے ساتھ ان باتون کا بیان کرنا ضرور ہوگا -

محضر - پیش ہوا جسمین شکستہ تانبے کا دعوی ہی - اور غصب کرنا شہر مرو مین واقع ہوا اور دعوی بخارا مین واقع ہوا - اور جاننا چاہیے کہ مال غصب دو طرح کا ہوتا ہی بعض مال غصب ایسا ہوتا ہی کہ اُسکا مثل موجود ہی یعنے مثلی ہی اور بعض ایسا ہوتا ہی کہ وہ مثلی نہین ہی اور ہر قسم کی بھی دو قسمین ہین - ایک قسم وہ کہ اُسکے واسطے بار برداری و خرچہ چاہیے دوم وہ کہ اُسکی بار برداری و مئونت نہین ہی - پس اگر مال مغصوب مثلی نہو جیسے چوپایہ و خادم و ضیعہ اور مغصوب منہ کسی دوسرے شہر مین غاصب سے ملا اور مال مغصوب اس غاصب کے پاس موجود ہی پس اگر مال

منصوب کی قیمت اس شہر مین اُسی کے برابر ہو جو اُس شہر مین تھی جہان غصب کیا ہی یا زیادہ ہو تو منصوب منہ اپنا عین مال لے لیگا اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ غاصب سے قیمت کا مطالبہ کرے اسواسطے کہ اُسکو اپنا عین حق بدون کسی ضرر لاحق ہونے کے مل گیا اور اگر جاے غصب سے اس شہر کا نرخ گھٹا ہوا ہو تو منصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے مال منصوب لے لے اور زیادہ اُسکو کچھ نہ ملیگا اور چاہے اُس سے مقام غصب مین قیمت لے لے اور چاہے انتظار کرے یہانتک کہ غاصب اسکو لیکر مقام غصب مین واپس جاوے پس وہان غاصب سے یہ مال عین لے لے اور یہ اسواسطے ہی کہ اگر اُسنے اپنا مال عین لے لیا تو اُسکو اُسکا عین مال پہونچ گیا لیکن ضرر کے ساتھ جو اُسکو غاصب کی طرف سے لاحق ہوا کیونکہ چیزون کی قیمت جگہون کے اختلاف سے مختلف ہو جاتی ہی اور یہ تفاوت اُسکے مال مین غاصب کی طرف سے ایک فعل صادر ہونے سے لاحق ہوا ہی اور وہ فعل یہ ہی کہ غاصب اُسکے مال کو اس مقام پر منتقل کر لایا ہی پس اُسکو اختیار ہی چاہے مال عین لیکر اس ضرر کا التزام کرے اور چاہے التزام نکرے اور مقام غصب کے روز خصومت کی قیمت لے لے یا انتظار کرے بخلاف اسکے اگر غاصب سے اُسی شہر مین ملا جہان غصب واقع ہوا ہی حالانکہ اسوقت نرخ گھٹ گیا ہی تو اُسکو خیار حاصل نہوگا اسواسطے کہ نقصان ہو جانے مین غاصب کے فعل کا دخل نہین ہی بلکہ اسکا مرجع لوگون کی رغبت کی طرف ہی پس غاصب ضامن نہوگا - اور درصورتیکہ غاصب اُسکو دوسری جگہ لے گیا تو یہ نقصان فعل غاصب کی جانب مضاف ہوا اپنے اُسنے منتقل کرکے نقصان کیا پس اُسپر ضمان واجب کرنا ممکن ہوا - اور اگر غاصب کے ہاتھ مین مال منصوب تلف ہو گیا پھر منصوب منہ اُس سے دوسرے شہر مین ملا پس اگر مقام غصب مین اُسکی قیمت بہ نسبت اس شہر کے زائد ہو تو منصوب منہ کو اختیار ہی چاہے مقام غصب مین اسکی قیمت جو بروز خصومت ہو وے اُسکا مطالبہ کرے اور اگر اس شہر مین جسمین خصومت کرتا ہی اُسکی قیمت بہ نسبت مقام غصب کے زائد ہو تو غاصب اُسکو اُسکی قیمت مقام غصب مین دیگا اسواسطے کہ مالک کو واپس لینے کا استحقاق اسی شہر مین ہی جہان غصب واقع ہوا ہی - اور اگر مال غصب مثلی چیزون مین سے ہو اور اُسکے واسطے باربرداری وخرچہ ہو جیسے ایک گرگیہون یا جو یا فلسته تانبا وغیرہ پس اگر یہ مال غصب اپنے غاصب کے پاس قائم ہو اور منصوب منہ اُس سے دوسرے شہر مین ملا تو اسپر واپس اگر اس شہر مین نرخ وہی ہو جو مقام غصب مین ہی یا زائد ہو تو منصوب منہ اپنا عین مال لے لیگا اور اس سے زائد اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اس شہر مین نرخ کم ہو تو منصوب منہ کو اختیار ہی چاہے عین مال منصوب لے لے اور چاہے بروز خصومت جو اس مال کی قیمت ہو مقام غصب مین لے لے اور چاہے انتظار کرے اور اگر یہ مال عصب غاصب کے پاس تلف ہو گیا ہو پس اگر مقام غصب کا نرخ مثل شہر خصومت کے نرخ کے ہو تو غاصب اسکے مثل دیکر بری ہو جائیگا اور منصوب منہ بھی اُس سے مثل مال غصب واپس دینے کا مطالبہ کریگا کیونکہ اس صورت مین دونون کے حق مین کوئی ضرر نہین ہی اور اگر مقام غصب مین اُسکا نرخ زائد ہو تو منصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے اُس سے مثل واپس دینے کا مطالبہ کرے یا بروز خصومت مقام غصب مین قیمت کا مطالبہ کرے اور چاہے انتظار کرے - اور اگر شہر خصومت مین اُسکی قیمت زائد ہو تو غاصب کو اختیار ہی چاہے اُسکو اُسکا مثل دیدے اور چاہے اُسکو مقام غصب مین قیمت دیدے کیونکہ مالک کو مقام غصب ہی مین اُسکے واپس لینے کا استحقاق ہی پس اگر ہم غاصب کے ذمہ فقط مثل واپس دینا لازم کرین تو اس سے غاصب کے حق مین ضرر پہونچیگا کہ اُسکو کچھ قیمت زائد دینی پڑیگی جسکا منصوب منہ مستحق نہ تھا اسواسطے

ہمنے اُسکو مختار کیا کہ چاہے فی الحال اُسکا مثل دیدے یا مقام غصب مین قیمت دیدے لیکن اگر منصوب منہ انتظار کرنے پر راضی ہوجاوے تو اُسکو ایسا اختیار ہی اور اُسکو یہ اختیار ہی کہ مقام غصب کی قیمت فی الحال نہ لے جب ان صورتون کا حکم معلوم ہوگیا تو جواب محضر اس سے نکلا کہ اگر تانے کی قیمت بخارا مین وہی ہو جو مرو مین ہی تو منصوب منہ کا حق ایسے تانبے سے متعلق ہوگا پس اگر اُسنے مثل کا دعوے کیا تو صحیح ہوگا ورنہ نہین - اور اگر اُسکی قیمت مرو مین بہ نسبت بخارا کے زائد ہو تو منصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے مثل کا فی الحال مطالبہ کرے اور اگر چاہے تو مرو مین قیمت پر روز خصومت کا مطالبہ کرے پس جوہات امین سے اُسنے اختیار کی اور معین کرکے اُسکا دعوی کیا تو اُسکا دعوی صحیح ہوگا اور اگر اُسکی قیمت بخارا مین بہ نسبت مرو کے زائد ہو تو دونون باتون مین سے غاصب نے جسکو اختیار کی اُسکا مطالبہ غاصب سے کیا جائیگا اور قاضی اُس سے کیگا تیرا جی چاہے اُسکی قیمت مرو مین ادا کر اور چاہے اُسکا مثل فی الحال دیدے -

محضر - پیش ہوا جسکی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو بن بکر کو حاضر لایا اور محضر مین عمرو کے دادا کا نام مذکور نہین ہی تو صحت کا فتوی دیا گیا ہی اسواسطے کہ مدعا علیہ حاضر ہی اور حاضر کی طرف اشارہ کافی ہی نام ذکر کرنے کی بھی حاجت نہین ہی پس دادا کا نام ذکر کرنے کی بدرجہ اولے احتیاج نہوگی - اور غائب کی صورت مین امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک دادا کا نام ذکر کرنا ضرور ہی اور یہی صحیح ہی -

محضر - پیش ہوا جسکی صورت یہ ہی کہ ایک عورت نے وارثان شوہر پر اپنے باقی مہر کا جو اُسکے شوہر پر باقی ہی اور اُسکے شوہر نے اس عورت کے واسطے اس مہر کا اقرار کیا ہی اور بطوع خود اقرار کیا ہی اور قبل اسکے ادا کرنے کے مرگیا اور ترکہ مین ان وارثون کے ہاتھ مین اسقدر چھوڑا ہی کہ جس سے قرضہ نذکور بخوبی ادا ہوکر کچھ بچ رہتا ہی پس شیخ نجم الدین نسفی رح نے جواب دیا ہی کہ یہ فاسد ہی اسواسطے کہ اُسنے اعیان ترکہ کی جو وارثون کے قبضہ مین ہین تفصیل نہین کی ہی حالانکہ اسکا بیان اسطرح کرنا ضرور ہی جس سے شناخت ہوجاوے مثلاً محدودات مین حدود ذکر کردے وعلی ہذا القیاس - لیکن یہ صورت ایسی ہی کہ جسمین مشایخ نے اختلاف کیا ہی اور بعض نے اعیان ترکہ مین ہر ایک چیز تفصیل وار بیان کرنے کی شرط لگائی ہی اور حاکم احمد سمرقندی نے اپنے شروط مین لکھا ہی کہ سجل اثبات قرضہ مین اگر بااجمال تحریر کیا تو کافی ہی اور اگر تفصیل سے بیان کردیا تو احوط ہی اور فقیہ ابواللیث رح نے بیان اعیان ترکہ شرط نہین کیا ہی اور اسپر اکتفا کیا ہی کہ یہ بیان کردے کہ اسقدر چھوڑا ہی جس سے قرضہ ادا ہوجائیگا اور خصاف رح نے ادب القاضی کے باب قسمۃ الترکہ مین بھی مثل اسکے ذکر کیا ہی جیسا فقیہ ابواللیث نے بیان کیا ہی اور فتوی کے واسطے مختار یہی ہی کہ اثبات قرضہ اور اُسکا حکم ہونے کے واسطے اعیان ترکہ کا بیان کرنا شرط نہین ہی لیکن وارث کو قاضی ادائے قرضہ کا حکم اُسی وقت دیگا جب وارثون کو ترکہ وصول ہونا ثابت ہوجاوے اور اگر اُنھون نے وصول ترکہ سے انکار کیا تو مدعی کو اُسکا اثبات کرنا ممکن نہوا الا جبکہ وارثون کے قبضہ مین اعیان ترکہ ہونا اسطرح بیان کردے جس سے شناخت ہوجاوے اور ایسا شمس الاسلام اوزجندی کا فتوی منقول ہی -

محضر - پیش ہوا جسکی صورت یہ ہی کہ اُسمین اقرار بمال مذکور ہی پس اُسکو امام نسفی رح نے بدین علت رد کردیا کہ اُسمین یہ ذکر نہین ہی کہ اُسنے بطوع خود اقرار کیا ہی اور فرمایا کہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ ضرور نہین ہی بلکہ از قبیل احتیاط ہی اور لازم نہین ہی اسواسطے کہ لوگون مین اکراہ کا وقوع ظاہر نہین ہی بلکہ بطریق ندرت کہین واقع ہوتا ہی

اور جو چیز طریق ندرت واقع ہوتی ہو اُسپر احکام شرعیہ مین التفات نہین کیا جاتا ہو۔

محضر جسمین دو شخصون نے مشترکہ باندی کے مہر کا دعوی کیا ہو۔ اور اُسکی صورت یہ ہو کہ مسماۃ فلانہ ترکیہ دونون مین مشترک ہو اور اس مسماۃ مذکورہ کا اس مرد پر اُسکے دین مہر کا اسقدر مال ہو اور ایسا ہی اس مرد نے اقرار کیا ہو اور گواہون نے آکر اس مسماۃ ترکیہ کے واسطے اس مدعا علیہ کی اس مہر مذکور کے اقرار کرنے کی گواہی دی پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اسمین نکاح کرنے والے کا ذکر نہین ہو پس احتمال ہو کہ شاید غیر کی طرف سے ہبہ یا ارث یا صدقہ یا وصیت وغیرہ کی وجہ سے یہ باندی ان دونون کی ہو گئی ہو اور احتمال ہو کہ اسی غیر نے اسکا نکاح کر دیا ہو پس اگر بائع یا واہب یا صدقہ دہندہ کی طرف سے تزویج ہو گی تو مہر اُسکا ہو گا نہ ان دونون مدعیون کا پس دونون کا دعوی صحیح نہو گا اور اگر بوجہ ارث کے انکی ہو گئی ہو اور انکے مورث نے اُسکا نکاح کر دیا ہو تو مہر مذکور اولاً مورث کے واسطے واجب ہو گا پس بیان حق میراث ضرور ہو۔ اور بدین علت رد کر دیا گیا کہ مدعیون نے کہا کہ اس مسماۃ کا اس مدعا علیہ پر اسقدر دین مہر ہو حالانکہ مہر واسطے مالک باندی کے واجب ہوتا ہو نہ واسطے باندی کے اور نیز بدین علت کہ گواہون نے یہ گواہی دی ہو کہ مدعا علیہ نے اس مسماۃ کے واسطے اپنے اوپر مہر کی گواہی دی ہو اور یہ گواہی نہین دی ہو کہ یہ مسماۃ ان دونون مدعیون کی مملوکہ ہو پس جب تک بحجت یہ بات ثابت نہو کہ یہ باندی ان دونون مدعیون کی مملوکہ ہو تب تک دونون مدعیون کے واسطے مہر مذکور انکے سپرد کیے جانے کا حق مطالبہ ثابت نہو گا۔

محضر پیش ہوا جسمین ایک طفل کا دعوی مذکور ہو پس بدین علت رد کر دیا گیا کہ طفل کا دعوی صحیح نہین ہو۔ اور یہ علت ایسے طفل کے حق مین صحیح ہو جو محجور ہو اور اگر طفل ماذون ہو تو اُسکا دعوی صحیح ہو اور نیز اگر اُسپر دعوی کیا جاوے تو اُسکا جواب بھی صحیح ہو۔

محضر جسمین ایک شخص کا دوسرے پر یہ دعوی مذکور ہو کہ اس شخص نے اس مدعی کو خطا سے گھونسا مارا جو اُسکے چہرہ پر پڑا اور شدت ضرب سے اسکے اگلے دو دانتون مین سے داہنا ایک دانت جڑ سے ٹوٹ گیا پس اس مدعی کے واسطے اُسپر پانچ سو درہم واجب ہوے اور اُس سے جواب کا مطالبہ کیا تو یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ جب ضرب بخطا تھی تو اسکی دیت عاقلہ پر ہو گی نہ فقط مارنے والے پر اگرچہ اسمین اختلاف ہو کہ آیا مارنے والا منجملہ مددگار برادری کے دیت ادا کرنے مین شامل ہو یا نہین ہو اور اختلاف اس صورت مین دو طرح پر ہو ایک یہ کہ آیا ابتدا مین اسپر واجب ہوتی ہو پھر مددگار برادری اسکو برداشت کر لیتی ہو یا ابتدا سے مددگار برادری پر واجب ہوتی ہو دوم انکہ مارنے والا آیا منجملہ مددگار برادری ادا کرنے مین حصہ رسد ادا کرتا ہو یا نہین پس تمام دیت کا اس مارنے والے سے مطالبہ کرنا ٹھیک نہو گا۔

محضر پیش ہوا جسمین ضمان کا دعوی ہو۔ اور بایں علت رد کر دیا گیا کہ مدعی نے اپنے دعوی مین بیان کیا ہو کہ اس شخص نے مال مذکور کی ضمانت کر لی اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے۔ حالانکہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہو تاکہ مدعی کا اُس سے مطالبہ کرنا بحکم اس ضمانت کے صحیح ہو۔ اور میرے نزدیک یہ کوئی خلل نہین ہو۔

محضر پیش ہوا جسمین دفعیہ کے طور پر دعوے ہو صورت یہ ہو کہ ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا چھوڑا اور طرح طرح کا مال چھوڑا پھر ایک عورت نے میت کے پسر پر دعوے کیا کہ اسکے باپ اس میت نے اس عورت سے اسقدر مہر پر نکاح

کیا تھا اور قبل اسکے کہ اس عورت کو اسمین سے کچھ ادا کرے مرگیا اور اس پسر کے ہاتھ مین چندین ترکہ چھوڑا اور یہ مال اسقدر ہی کہ یہ مہر ادا کرنے کے بعد بچ رہیگا پس پسر نے انکار کیا کہ اس عورت کا میرے باپ پر کچھ مہر نہین چاہیے ہی پس عورت مذکورہ نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے۔ پھر پسر نے اسکے دعوی کے دفعیہ مین کہا کہ تو نے میرے باپ کو اسکے مرنے کے بعد اس دعوی سے بری کردیا ہی اور اس دعوی پر گواہ قائم کیے۔ پھر عورت مذکورہ نے پسر مذکور کے دعوے کے دفعیہ کا دفعیہ اس طور سے کیا کہ تو بری کرنے کے دعوے مین مبطل ہی کیونکہ تو نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد مجھسے اسقدر عوض پر صلح کی درخواست کی تھی پس بعض نے فرمایا ہی کہ اسمین شک نہین کہ عورت مذکورہ کے دعوے کا دفعیہ پسر مذکور کی طرف سے صحیح ہی باوجودیکہ پسر نے اپنے باپ پر اسکا کچھ مہر ہونے سے انکار کیا ہی اسواسطے کہ توفیق ممکن ہی جبکہ یہ ہوسکے جب ولیسکتا ہی کہ اس عورت کا میرے باپ پر کچھ مہر نہ تھا لیکن ہرگاہ اسنے دعوی کیا تو مین نے اسکے پاس سفارش کی اتا کہ یہ اسکو بری کردے پس اسنے بری کردیا اور عورت نے جو اسکے دفعیہ کا دفعیہ کیا ہی تو دیکھا جائیگا کہ اگر عورت مذکورہ نے یہ دعوی کیا ہی کہ اسنے میرے دعوی سے صلح کرلی تو یہ دفعیہ بجاے خود دفعیہ نہوگا اسواسطے کسی چیز کے دعوے سے صلح کرنا مدعی کے واسطے اس چیز کا اقرار نہین ہوتا ہی اور نیز اگر اس سے اس طور سے صلح کرے کہ دعوی نکرے تو بھی اقرار نہین ہوتا ہی پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہوگا کہ پسر کا اسکے دعوی مہر سے صلح کرنا اسکے واسطے مہر کا اقرار نہوگا اور اگر عورت مذکورہ نے یون دعوی کیا کہ اسنے میرے مہر سے مجھسے صلح کی درخواست کی تو اس مسئلہ کا حکم باختلاف ہونا چاہیے کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک دفعیہ صحیح نہو اور امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہو اسوجہ سے کہ کسی چیز سے صلح کرنا اس چیز کا مدعی کے واسطے اقرار ہی پس عورت کے گواہون سے یہ بات ثابت ہوگی کہ پسر نے اپنے باپ پر اس عورت کے مہر کا اقرار کیا ہی اور پسر کے گواہون سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عورت نے میت کو مہر سے بری کیا ہی اور ان دونون کی تاریخ معلوم نہین ہوئی پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا دونون ایک ساتھ واقع ہوئے یعنے بری کرنا اور صلح طلب کرنا ایک ساتھ واقع ہوئے ہین پس پسر اس عورت کے بری کرنے کا رد کرنے والا ہوگا جبکہ اسنے مہر سے صلح کرنے کی درخواست کی اور قرضخواہ نے اگر میت کو قرضہ سے بری کیا اور وارث نے اس بری کرنے کو رد کردیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک رد کرنا صحیح ہی اور اسکا بری کرنا رد ہوجائیگا اور موافق قول امام محمد رح کے اسکے رد کرنے سے رد نہوگا اور جب رد نہوگا تو دفعیہ صحیح ہوگا۔

مجمل ۔ خوارزم سے در مقدمہ اثبات حریت پیش ہوا جسمین الفاظ شہادت ذکر نہین کیے گئے بلکہ یہ لکھا ہی کہ گواہون نے موافق دعوی کے گواہی دی۔ پس ہمارے بعض مشائخ نے گمان کیا کہ یہ خلل ہی۔ حالانکہ اسنے اول محاضر مین ذکر کردیا ہی کہ محضر دعوی مین لفظ شہادت کا ترک کرنا خلل ہوتا ہی مجمل مین مخل نہین ہی۔ اور نیز اسمین لکھا تھا کہ مین نے فلان کے واسطے فلان پر حکم دیا اور یہ ذکر نکیا کہ دونون کی موجودگی مین۔ تو بعض مشائخ نے گمان کیا کہ یہ خلل ہی حالانکہ یہ خلل نہین ہی کیونکہ حتے الامکان اسکے حکم قضا کو صحت پر رکھنے کے واسطے یہ حکم اس حالت پر محمول کیا جائیگا کہ اسنے دونون کی موجودگی مین ایسا کیا ہی۔ اور نیز اس تحریر مین غلطی ہی کہ موکل کی جگہ وکیل کا نام اور وکیل کی جگہ موکل کا نام یعنے دونون مین ایک دوسرے کا نام بدل کر لکھا ہی پس بعضے مشائخ نے کہا کیا کہ یہ خلل ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ خلل نہین ہی اسواسطے کہ وکیل و موکل دونون صاحب خصومت ہین اور اشارہ

پایا گیا ہی پس نام کی کوئی حاجت نہین ہی۔

سجل پیش ہوا جسکے آخر مین لکھا تھا کہ میرے نزدیک ثابت ہوا اور یہ نہین لکھا کہ مین نے حکم کیا پس اس علت سے یہ سجل رد کر دیا گیا حالانکہ یہ سہو ہی کیونکہ قاضی کا یہ کہنا کہ میرے نزدیک یہ ثابت ہوا بمنزلہ اس قول کے ہی کہ مین نے حکم دیا۔

سجل ۔ وقف ہونے کے دعوی مین پیش ہوا اسکی صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو اپنے ساتھ حاضر لایا اور یہ حاضر آمدہ از جانب قاضی فلان اجازت یافتہ ہی کہ فلانہ اور اسکی اولاد و اسکی اولاد کی اولاد پر اس زمین کی جسکے حدود یہ ہین وقف ہونا ثابت کرے کہ اسکو فلان نے اپنی دختر فلانہ پر پھر اسکی اولاد پر پھر اسکی اولاد کی اولاد پر اور بعد اسکے نابود ہو جانے کے فلان مسجد جامع پر وقف کیا ہی پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ نے اس زمین محدودہ پہ جو فلانہ عورت و اسکی اولاد پر وقف ہی ناحق اپنا قبضہ کر لیا ہی پس اسپر واجب ہی کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کے یہ زمین مجھے سپرد کرے تاکہ مین باجازت حکمی اسپر قبضہ کردن۔ پس بعض نے فرمایا کہ یہ سجل فاسد ہی اسواسطے کہ مدعی نے اپنے دعوے مین یہ ذکر نہین کیا کہ یہ اس زمین فروخت کا دعوے بدین غرض کرتا ہی کہ اسکا غلہ فلانہ و اسکی اولاد پر صرف کرے یا اسکا غلہ جامع مسجد مذکور کی درستی مین صرف کرے حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہی اسواسطے کہ بتقدیر یکہ فلانہ یا اسکی اولاد مین سے کوئی باقی ہوگا۔ تو اسکا غلہ اصلاح جامع مسجد مین صرف نکیا جائیگا اور بر تقدیر ان سب کے نابود ہو جانے کے مدعی اسکا خصم نہین ہو سکتا ہی اسواسطے کہ قاضی نے اسکو اسی واسطے مقرر کیا ہی تاکہ ان لوگون کے واسطے اس زمین وقف ہونے کا دعوے کرے جامع مسجد کے واسطے دعوے کرنے کے لیے مقرر نہین کیا ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ سجل صحیح ہی اور یہ خلل کی وجہ کچھ نہین ہی اسواسطے کہ وقف واحد ہی البتہ اسکے مصارف مختلف ہین جنمین سے بعض سے بعض مقدم ہین پس بعض مصارف کے واسطے اس مدعی کے لیے قاضی کی طرف سے اس زمین کے وقف ثابت کرنے کی اجازت سب مصارف کے واسطے اسکے وقف ثابت کرنے کی اجازت ہوگی پس سب کے واسطے وقف ثابت کرنے کے لیے اجازت یافتہ ہو جائیگا پس دعوی مین اسکو کسی مصرف کے معین کرنے کی حاجت نہین ہی بلکہ اسکی طرف اصل وقف ہونے کا دعوی کافی ہی پس جب در اصل اسکا وقف ہونا ثابت ہو گیا پس اگر اس فلانہ کی اولاد مین سے کوئی باقی ہوگا تو غلہ اسکے مصارف مین صرف کر دیا جائیگا ورنہ مصالح جامع مسجد مین صرف کیا جائیگا۔

سجل ۔ حریت اصلی کے دعوی کا پیش ہوا۔ اور دعوی مین مذکور ہی کہ مدعی حر الاصل ہی اور اسکا نطفہ آزاد قرار پایا ہی اور فراش آزادی پر متولد ہوا ہی اور مدعی کی یہ مان آزاد شدہ ہی پس گواہون نے گواہی دی کہ یہ حر الاصل ہی فراش آزادی پر پیدا ہوا ہی اور یہ گواہی نہین دی کہ اسکا نطفہ آزاد قرار پایا ہی یا گواہون نے فقط اسکے اصلی حر ہونے کی گواہی دی اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس ہمارے بہت مشائخ نے اسکی صحت کا فتوی دیا ہی اسواسطے کہ امام محمد رح نے کتاب الولاء مین ذکر فرمایا ہی کہ اگر گواہون نے گواہی دی کہ یہ شخص حر الاصل ہی تو اسپر اکتفا کیا جائیگا اور بعض مشائخ نے اس سجل کے فاسد ہونے کا گمان کیا ہی اسواسطے کہ اگر بچہ کا نطفہ مان کے آزاد ہونے کے بعد قرار پایا تو بچہ آزاد ہوگا اور اگر اس سے پہلے قرار پایا ہی تو آزاد نہوگا پس جبکہ دعوی و گواہی مین یہ بیان نکیا تو بچہ کی آزادی کا حکم کیونکر دیا جائیگا اور کیونکر صحت سجل کا حکم کیا جاوے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ہکذا فی المحیط۔

کتاب الشروط

اسمین چند فصلین ہین

فصل اول - حلی وشیات کے بیان مین - حلی کا اطلاق آدمیون مین ہوتا ہی یعنے فلان آدمی کا حلیہ - وشیات باقی حیوانات مین بولا جاتا ہی مثلاً شیۃ فرس یہ محیط مین ہی - اور انسان جب تک رحم مادر مین ہوتا ہی جنین کہلاتا ہی - اور جب پیدا ہوگیا تو ولید کہلاتا ہی پھر جب تک دودھ پیتا رہے تب تک ضیع ہی پھر جب سات راتین پوری گذر جاوین تو صبی بغین معجمہ کہلاتا ہی پھر جب اُسکا دودھ بڑھایا جاوے تو قطیم ہی - پھر جب رینگنے لگے اور نمو ہو تو دراج کہلاتا ہی پھر جب پانچ بالشت کا لمبا ہوجاوے تو خماسی کہلاتا ہی - پھر جب اُسکے دودھ کے دانت گرین تو مثغور کہلاتا ہی پھر جب دودھ کے دانت اگر کر اناج کے دانت نکلین تو مثغیر کہلاتا ہی - پھر جب دس برس سے تجاوز کرے تو وہ مترعرع وناشی کہلاتا ہی اور جب قریب بلوغ پہونچے تو بالغ ومراہق کہلاتا ہی پھر جب اُسکو احتلام ہوا اور اُسکی قوت مجتمع ہوئی تو وہ جزور ہی اور ان سب حالتون مین اُسکا نام غلام ہی (غلام یعنی لڑکا نہ بمعنی مخروف یعنی لڑکا کہلاتا ہی) پھر جب اُسکے مونچھین ہرائین اور سبزہ آغاز ہوا تو وجیہ ہی اور جب صاحب فتا ہوگیا تو فتی وشارخ کہلاتا ہی پھر جب اُسکے ڈاڑھی بھر آئی اور انتہاے شباب کو پہونچ گیا تو وہ مجتمع کہلاتا ہی پھر جب تک تیس وچالیس برس کے درمیان رہتا ہی تب تک شاب ہی پھر ساٹھ برس ہونے تک کہل کہلاتا ہی پھر اشمط ہوتا ہی پھر جب بالکل بال سپید ہوگئے تو مختلس ہی پھر بجال بفتح الباء دو الجیم یعنے بوڑھا پھوس - اور جب کہل ومجتمع کے درمیان ہی اُسوقت اُسکا حلیہ یون بیان کیا جائیگا کہ وخط اشیب ہی یعنے شباب شروع ہوگیا ہی اور مملوکون کو اُنکی اجناس ترکی وسندی وہندی وغیرہ کی طرف منسوب کرکے پھر اسی طور سے جسطرح ہو بیان کیا ہی اُسکا حلیہ بیان کیا جاوے سر کا حلیہ اگر سر بڑا ہو تو کبے اُراس ہی یا رواسی ہی - اور اگر اُسکی کنپٹیان بیٹھی ہوئی ہون اور جبینین نکلی ہوئی ہون جیسے خواز میون کا سر ہوتا ہی تو مصفح ہی اور اگر ہر دو جانب جبہہ کے اوپر کی طرف بال نہون تو وہ انزع ہی - اور اگر پیشانی سے اوپر چار انگل بال نہون تو اصلع کہلاتا ہی - اور اگر تمام چہرہ بالون نے گھیر لیا تو زعم کہلاتا ہی اور اگر اکثر سر کے بال جاتے رہے ہون تو اسط ہی اور اجب اجہر چوڑے جبہہ والے کو کہتے ہین - اور بولا جاتا ہی کہ بجبۃ عضون یعنے اُسکی جبہہ پر عضون ہین اور عضون جمع عضن کی ہی بفتح ضاد وبسکون ضاد دونون طرح مستعمل ہی اور اسکے معنی ہین کھال کی شکن (جسکو ہندی مین بھری کہتے ہین اور فارسی مین ازنگ کہتے ہین) اور بولتے ہین کہ بین حاجبیہ انمشار یعنی اُسکی دونون ابرون مین انتشار ہین جبکہ دونون مین تفاوت ہو اور اگر دونون ابرو مین کشادگی ہو تو بلج بولتے ہین اور اگر تنگی ہو تو ابرخ بولتے ہین اور مقوس الحاجبین اُسکو کہتے ہین جسکے ابرو کمان کے مشابہ ہون اور اعین اسکو کہتے ہین جسکی آنکھین بڑی بڑی ہون اور رحاظ العینین اُسکو کہتے ہین جسکی آنکھین باہر کو اُبھری ہوئی ہون اور غائر العینین وہ ہی جسکی آنکھین اندر کو گھسی ہوئی ہون - اور ناتی الوجنتین جسکے رخسارے اُبھرے ہوے ہون - اسیل الخدین چکلا رخسارہ ہو - مجدر وہ ہی جسکے چیچک کا داغ ہو - اکحل العینین جسکی آنکھ ایسی معلوم ہو جیسے اسمین سرمہ دیا ہوا ہی اور امرہ اسکی ضد ہی - احوہ جسکی آنکھ کی سپیدی خوب سفید اور سیاہی خوب سیاہ ہو - اشہل جسکی آنکھ کی سیاہی مین سرخی

ہو۔ اور اشکل جسکی آنکھ کی سپیدی مین سرخی ہو۔ احول مشہور ہی یعنے بھینڈا۔ اقبل جسکی نظر اُسکے ناک کے تھونپ پڑتی ہو۔ اغمش جسکی پلکین سرخ ہو گئی ہون اور بال پلکون کے گر گئے ہون۔ اہدب جسکی پلکون مین بہت بال ہون ازرق یعنین آنکھ سبزی مائل لیئے کہ نیلا۔ مکوکب العینین جسکی دونون آنکھون مین سپیدی لفظہ ہو۔ اغمص جسکی آنکھون کے کویہ سے کیچر بہا کرتا ہو۔ ارمص جسکی آنکھون مین ایسا کیچڑ جما رہتا ہو۔ اغنار جسکی پشت بینی خمیدہ پشت ہو۔ اشم جسکی ناک باوجود لمبائی کے اُسکا بانسا اونچا ہو۔ ازلف چھوٹی ناک والا۔ افطن جسکی ناک جڑسے آدھی دور تک بیٹھی ہو۔ اجنس جسکا ارنبہ بیٹھا ہو۔ اجدع جسکی ناک کا کنارہ کٹا ہوا ہو۔ افوہ جسکا منھ چوڑا دانت ظاہر ہون۔ اہدل جسکے نیچے کا ہاتھ لٹکا ہوا ہو۔ اعس جسکے لبون کا رنگ گندم گون ہو۔ افلج نیچے کا ہونٹھ شق ہو اور اعلم اسکی صد ہو۔ اصیم جسکا منھ اُسکے کسی کنارہ کی طرف جھکا ہوا ہو۔ متفج الاسنان جسکے دانت اندر کی طرف بڑھے ہوے ہون۔ اردد جسکے دانت لنبے ہون۔ اکس اسکی ضد ہو۔ اخت لوتے وقت جسکا لوا دانتون پر نیچے سے لگتا ہو۔ افلج ومفلج جسکے دانتون مین جھری ہو۔ اور وجسکے دانت جاتے رہے ہون۔ اہتم جسکے اگلے دانت گر جاتے رہے ہون۔ اقصم جسکے دانت ٹوٹکر ٹکڑے رہگئے ہون۔ انعل جسکے دانت پر دانت جما ہو۔ مقطب الوجہ جسکے چہرہ پر تلوار کے زخم کا نشان ہو۔ اجہل جسکے چہرہ پر خال ہو۔ اشیم جسکے تن پر خال ہو۔ امش جسکے چہرہ پر تل ہو۔ اصہب اللحیۃ جسکے ڈاڑھی کے بالون مین سرخی ہو۔ انطع کوسہ جسکے ڈاڑھی نہ نکلتی ہو۔ کث اللحیۃ گھنی ڈاڑھی ہو۔ آدای بڑے کانون والا۔ اصمع چھوٹے کانون والا۔ اثافی بڑی ناک والا۔ اہیفہ دشفاہی جسکے ہونٹھ بڑے موٹے ہون۔ اشدق جسکے مُنھ کا پھاڑ زیادہ ہو۔ اصرم کان کا کنارہ کٹا ہوا ہو۔ اجید دراز گردن یا ایسکہ مستوی ہو یعنے خوبصورتی کے ساتھ دراز ہو آوقص اسکی ضد ہو۔ اصعر جسکی گردن کسی طرف جھکی ہوئی ہو۔ مدید القامۃ دراز قد۔ قصیر القامۃ پست قد مربوع میانہ قد۔ نوع دیگر خیل کی شیات مین خیل کا لفظ چند انواع کو شامل ہی اور فرس خاص عربی گھوڑے کو کہتے ہین برذون عجمی گھوڑے کو کہتے ہین۔ ہجین جسکا باپ عربی اور مان دوسرے ملک کی ہو۔ مقرف مان عربی ہو اور باپ کسی اور ملک کا ہو۔ فرس اقمر جسکا رنگ برنگ قمر ہو۔ ادغم بغین معجمہ وسیرہ وبعین مہملہ جسکے سینہ پر سپیدی ہو۔ ورد جسکا رنگ برنگ گل گاؤ ہو۔ ورد اغبس جسمین زردی چھا گئی ہو مع خفیف سبزی کے۔ بقس جسکی کھال مین ٹپا مثل فلوس کے ہو۔ مدثر جسکی کھال پر سیاہ وسپید ٹپے مثل دینار کے ہون۔ اوبس جسکا رنگ سیاہی وسرخی کے درمیان ہو کہ مثل دبس کے اُسکا رنگ ہو۔ اورق جسکا رنگ برنگ خاکستر ہو۔ ارثم جسکا جحفلہ بالائی سپید ہو ارمظ جسکا جحفلہ زیرین سپید ہو۔ افرح خفی جسکے چہرہ کی سپیدی ایک درم تک نہ پہونچی ہو اور جب پورے درم تک پہونچگئی ہو تو افرح کہلاتا ہی۔ اغر مبرقع جسکا پورا چہرہ سپید ہو گویا برقع پڑا ہوا ہی اور جب سپیدی زیادہ بڑھی ہوئی ہو تو اغر سائل کہتے ہین۔ برذون دلول وہ ہی جو کرایہ پر چلایا جاتا ہی اور جموح دسموس اسکے برخلاف ہی۔ برذون مذمی جسکا رنگ برنگ خون ہو۔ مُغفر بضم میم وفتح راے مہملہ جسکی پلکین سپید ہون۔ بطیم جسکے چہرہ مین سے آدھا سپید ہو ارثم جسکا سر سپید ہو۔ اصقع جسکا بیچ سر سپید ہو۔ اقنف جسکی گدی سپید ہو۔ آذن جسکے کان مین سپیدی ہو۔ اسقی جسکی پیشانی باریک وچھوٹی ہو۔ مشعر کثیر العرف۔ اوزع سینہ وگردن سپید رکھتا ہو۔ ارحل مچھر سپید ہو۔ ابطہ پیٹ سپید ہو۔ انصف پٹھا سپید ہو۔ محجل چارون ہاتھ پانون سپید ہون۔ اخصم دونون ہاتھ سپید ہون۔ ارجل

ارجل دونوں پانوں مین سے ایک سپید ہو۔ اور اگر دونوں ہاتھون مین سے ایک ہاتھ سپید ہو تو اعصم الیمنی یا اعصم الیسری کہتے ہین۔ اور برذون کو اعور نہین کہتے ہین بلکہ یون کہتے ہین کہ قابض العین الیمنی او الیسرے۔ اور عُرف دم کی راہ کمیت و شقر مین فرق ہوتا ہی پس اگر سرخ عرف درم ہو تو اشقر ہی اور اگر سیاہ ہو تو کمیت ہی محجل الید الیمنی او الیسری مطلق الید الیمنی او الیسری پھر جب دونوں ہاتھ یا پانون سپید ہون تو کہتے ہین کہ محجل الیدین یا محجل الرجلین ہی۔ اور اگر تین ٹانگین سپید ہون تو کہینگے محجل الثلث و مطلق الیمنی او الیسری۔ اور اگر سپیدی ایک ہی طرف ہاتھ و پانون مین ہو تو کہتے کہ ممسک الایاسر یا ممسک الایاسر مطلق الایاسر یا ممسک الایامن۔ اور تحجیل اُس سپیدی کو کہتے ہین کہ سب پہونچے سے تجاوز کرکے آدھے طلیف یا ٹخنے تک پہونچی ہو۔ اور اگر فتائل وطلیف سے سپیدی کم رہے اور فقط اُسکے دونون پانون مین گول گھوم گئی ہو یا ہاتھون مین نہو وے تو برذون مخدم کہلاتا ہی۔ اور اگر بیاض مذکور ایک ہاتھ یا ایک پانون مین ہو تو کہا جائیگا کہ فلان پانون سے یا فلان ہاتھ سے منعل ہی۔ گھوڑے کے بچہ کو مہر یا قلو کہتے ہین یہانتک کہ اُسپر ایک سال گذر جاوے اور اُسکی جمع افلاء ہی۔ اور جب چھ مہینہ یا سات مہینہ گذر جاوین تو حرف کہتے ہین ایسا ہی اصمعی نے لکھا ہی اور جب سال گذر جاوے تو حولی کہتے ہین اور جب دو برس پورے ہو جاوین تو جذع ہی اور جب تین برس گذر جاوین تو ثنی ہی اور جب چار برس پورے ہون تو رباع ہی پھر قارح ہی اور بعد قروح کے اُسکا کوئی سن نہین ہی بلکہ اُسکو مزکی کہتے ہین اُسکی جمع مزاکی آتی ہی اور بیس برس مین ہرم کہلاتا ہی اور بعض نے کہا ہی کہ اُسکی عمر تیس برس ہوتی ہی اور بعض نے کہا کہ تینتیس برس ہوتی ہی اور دانت اُسکے چالیس ہوتے ہین بیس اوپر اور بیس نیچے۔ اور اگر نہایت سیاہ ہو تو آدھم دجوجی بولتے ہین اور سبزی وسیاہی کے درمیان ہو تو اکہب کہتے ہین۔ اور سپیدی چکدار ہو تو اشہب قرطاسی بولتے ہین اور اگر اُسکے بالون مین سپید بال مختلط ہون تو صنابی کمیت یا صبابی اشقر بولتے ہین منسوب بصناب یعنے خرد ل۔ اور اگر ایک طرف کے ایک ہاتھ اور دوسرے طرف کے پانون مین سپیدی ہو تو شکال بولتے ہین اور جسکی دم دونون جانب مین سے کسی طرف مائل ہو تو اغرل بولتے ہین۔ اور جسکی دم وسر سیاہ یا سرخ ہو اُسکو ابلق مطرف بولتے ہین۔ اونٹ و گاے و بکری کے اسنان۔ واضح ہو کہ اونٹ مین ابن مخاض وہ ہی جسپر ایک سال گذر گیا ہی پھر ابن لبون۔ پھر حقہ۔ پھر جذعہ۔ پھر ثنی پھر رباع۔ پھر سدیس۔ پھر بازل۔ پھر مخلف۔ پھر مخلف عام پھر مخلف عامین علے ہذا القیاس اگرچہ بہت برس اسپر زیادہ ہو جاوین۔ اور گاے مین جسپر ایک سال گذرا ہو وہ تبیع ہی۔ پھر جذع۔ پھر رباع۔ پھر سدیس۔ پھر صالغ۔ پھر صالغ یک سال۔ پھر صالغ دو سال علے ہذا القیاس جہانتک زائد ہون۔ اور بکری مین چھ مہینے سے کم یا پورے چھ مہینے کا بچہ حمل ہی اور جسپر سات مہینہ گذرے ہون تا ایک سال کامل جذع کہلاتا ہی۔ پھر ثنی۔ پھر رباعی پھر سدیس۔ پھر صالغ اور بعد صالغ کے کسی سن کا نام نہین ہی اور واضح ہو کہ اونٹ و گاے کے واسطے اور شیات ہین جنکو اسنین اونٹ و گاے والے اس زمانہ مین بولتے ہین (اور ہر زمانہ مین اِنکا تغیر و تبدل ہو سکتا ہی) اور یہ الفاظ شناخت کے سمجھتے ہین پس اُنکی دانست کے واسطے اُنھین لوگون کی طرف رجوع کیا جائیگا۔ نوع دیگر وہ الفاظ جو شروط مین استعمال کیے جاتے ہین۔ طاحون وطحانہ وہ چکی جو پانی کے زور سے چلتی ہی اور بعض نے فرمایا کہ طحانہ اُسکو کہتے ہین جسکو چوپایہ چلاتے ہین اور طاحونہ پن چکی کو کہتے ہین اور بولتے ہین کہ فروخت کیا طاحونہ واقع دیہ فلان بر نہر فلان بحدود آن و ہر دو حجر آن و محف آن و لوابیت ان و قلب آن و ناوق آن و بنواعیر متعلقہ آن پس محف اُسکا دلو ہی اور قطب سے مراد

وہ لوہے کا کیلا ہی جسپر چلی گھومتی ہی۔ ناوق معروف ہی۔ نواعیر جمع ناغورہ وہ لکڑی وغیرہ ہی جسپر پانی گرنے سے چکی گھومتی ہی حامم کا لفظ عرب لوگ اپنی زبان مین بولنے لگے ہین ایسا ہی عین الخلیل مین مذکور ہی اور یہ بروزن فعال مشتق از حمہ ہی واستحم الرجل اُسوقت بولتے ہین جب آدمی حمام مین داخل ہو اور حقیقی معنی یہ ہین کہ گرم پانی سے نہادے تو یون کہینگے سیاک وارہ پہلا درجہ حمام کا جسکو مسلخ کہتے ہین اور اکثرون نے فرمایا کہ مشہور ساک دارہ بدون یاے تحتانیہ ہی صفنبور باصرہ جسکو میزاب یعنے پرنالہ بھی کہتے ہین۔ فجانات جمع فجان کی معرب بمعنی طاش ہی۔ قدس بمعنی سطل عیدہ الواح وعاے آن۔ آواری جمع آری بمعنی حوض حمام۔ آتون بتشدید تاے مثناہ فوقانیہ جسمین آگ روشن کی جاتی ہی۔ قرطالہ کوارہ۔ خفیق خفیہ کا معرب ہی۔ ملاحۃ بتشدید لام جہان نمک پیدا ہوتا ہی کشتی کے ساتھ کتاب مین مذکور ہی کہ سفینہ معہ اپنے الواح وعوارض ودخل وشراع وطلل وسکان ومرادی ومجادف وقلوس کے۔ عوارض وہ لکڑیان جو الواح کے اوپر چوڑان مین اُسپر جڑی ہوئی ہوتی ہین۔ دقل لمبی لکڑی جو اُسکے ساتھ معلق ہوتی ہی جسکو فارسی مین تیر کشتی کہتے ہین۔ شراع بادبان۔ طلل السفینۃ بطاے مہملہ ایسا سائبان جو اُسپر مثل چھت کوٹھری کے چھاتے ہین اُسکی جمع اطلال آتی ہی۔ سکان دنبالہ کشتی۔ مُردی بضم میم وتشدید یاے تحتانیہ جس لکڑی سے اُسکو گھیتے ہین۔ مجدف وہ ہی جسکے سرے پر لوح ہوتی ہی قلس بفتح قاف وسکون لام مونڈارسا۔ انجر ومرساۃ لنگر۔ بیت الطرار جولاہون کا گاڑہ۔ کتاب العین مین لکھا ہی کہ طراز وہ جگہ جہان عمدہ کپڑے بنے جاتے ہین۔ وہدہ وہ گڈھا جسمین جولاہہ اپنا پانون لٹکا کر بیٹھتا ہی۔ الطشت عجمی لفظ مونث ہی اسواسطے کہ عربی مین طاء وتا ر ایک کلمہ مین جمع نہین ہوتی ہی۔ اور بعضے طس بولتے ہین اور اُسکی جمع طاس وتصغیر طُسَیّۃ اور کہا گیا ہی کہ اطساس وطسوس بھی اُسکی جمع آتی ہی۔ رقاق بالضم جمع رقاقہ چپاتی روٹی رغیف نان گردہ جمع آن رغفان۔ صبف بکسر میم منسغہ وفارسی مین پرکو لتے ہین۔ محور گوسو وہ فارسی وُدھرا ہندی۔ مزاح جسمین بکریان آرام دینے کو بٹھائی جاتی ہین اور رات مین سولائی جاتی ہین۔ معالیق جمع معلاق جس کانٹے مین گوشت لٹکایا جاتا ہی۔ وضم اللحم خوان گوشت۔ غضائر جمع غضارہ بڑا پیالہ۔ قصعہ پاتیلہ۔ سطامہ معلقہ۔ مہراس ہاون اور اُسکے دستہ کو قائمہ بولتے ہین۔ قولہ اشتری کذا اوقیہ رباعیۃ وکذا اوقیہ نصفیہ وبشارہ کبیرۃ وبشارہ صغیرۃ اوقیہ وزن چہل درم۔ بشارہ بالضم بطۃ الدہن یعنے ایک چیز تانبے یا پیتل کی ہوتی ہی جسکی گردن دراز ہوتی ہی اور اُسمین ٹونٹی اور سونڈ بنی ہوتی ہی۔ کانون ذوو طیس کانون انگیٹھی ووطیس تنور۔ وبعض نے کہا کہ جس گڈھے مین روٹی لگائی جاتی ہین اور اُسمین گوشت بھونا جاتا ہی۔ ہریدلین خاثر یعنی صقاط قلت یعنے جغرات یعنے دہی کو کہتے ہین در اصل ہرابہ تھا اسمین قصر کردیا گیا ہی۔ تماخض جمع مخضہ جسمین دودھ متھا جاتا ہی۔ مرکن لگن۔ مداک وصلوۃ جسکا وہ صلابہ آتا ہی وہ پتھر جسمین خوشبو پیسی جاتی ہی اور اُسکے دستہ کو مدوک کہتے ہین۔ اوعے الحجنے یہ گمان کیا ہی کہ صلابہ وہ ایک ہی چیز ہی اُس سے سہو واقع ہوا ہی۔ ادوات فقاعی مین بولتے ہین خمر رانات اربعہ۔ خطاطیف اربعہ یعنی خمر رانات جمع خمر ران فارسی معرب ہی۔ خطاطیف جمع خطاف لمبی لکڑی ہوتی ہی جسکے سرے پر مُڑا ہوا لوہا لگا ہوتا ہی جس سے برف کھینچتے ہین۔ لوہار کے آلات مین کیرد ھونکنی۔ کور بھٹی۔ نفخ ومنفاخ پھکنی۔ علات سندان یعنے نہائی۔ مطرقہ ہتھوڑی وقطیس بڑا ہتھوڑا۔ کلالیب جمع کلوب لوہے کا لمبا جسکے سر پر پیالہ بنا ہوتا ہی یا لکڑی کا جسکے سرے پر لوہے کا خول چڑھا کر اُسکا سرا موڑ دیتے ہین اُس سے انگارے کھینچتے ہین۔ نشاستہ معروف ہی اُسکو گاہے نشتہ بھی بولتے ہین

قولہ الکرم بجائط مبنی بساتین او تلث ساقات - اقول کرم باغ جسکے گرد دیوار ہو - ساف جسکی جمع سافات ہی کچی اینٹ یا مٹی کی دیوار کو کہتے ہین - رَہص جس دیوار مین نیچے پشتہ ہو اور وَصص اسکی ضد ہی اور عرق دونون کو شامل ہی - شاخرو خُمدان - اطینہ خمدان کوزہ - زراجین جمع زرجین درخت انگور اور بعضے اُسکے دانون کو کہتے ہین - آوہات جمع وہط زمین مستوی اُسکو وہطہ بھی کہتے ہین - عریش الکرم جو انگور چڑھنے کے واسطے بنائے جاتے ہین اُسکی جمع عرائش ہی - مقصد جہان نرکل اُگتے ہین اُسکی جمع مقاصب ہی اور قصبار بھی بدین معنی ہی - اراضی کی خرید مین اگر اُسکے گرد دیوارین ہون تو لکھتے ہین محوطۃ بالحوط یعنے دیوارون سے گھری ہوئی اور اگر محوطہ نحس ہو تو اُسکو بیان کردے اور قولہ مالکیس من التراب مقدار ذراع من وجہ الارض یعنے روے زمین بقدر ایک ہاتھ کی مٹی سے بھر اُوہ دیگئی اور برابر کی گئی ہی اور اس مٹی کو جس سے پاٹی گئی اور بھراؤ دیگئی ہی کبس یکسر کاف بولتے ہین - قولہ طارمات جمع طارمہ کی ہی قولہ اذن لہ ان یتینا ولہ من انزالہ ومن رطابہ پس انزال جمع نزل خوشہاے انگور و رطاب جمع رطبہ اور وہ قسم تازہ ہی - اور وقف المنفی مین مرقوم ہی تم راے الواقف نفسہ فی انتقاص وحواسہ فی کلال وانتکاص پس انتکاص مصدر از باب افتعال ہی از نکوص بمعنی اُلٹے پاؤن پھر جانا وقولہ ذہبت قواہا والقصت عراباپس القصت ماخوذ از قص بمعنے کسر مراد یہ ہی کہ انکسرت یعنے ٹوٹ گئی - اور قولہ فی کرار السفینۃ ویرفی اوار فی الناس ولیسیر اذا سار وا اور صحیح یہ ہی کہ یرفار اذا رفار الناس اور یرفار چنانچہ بولتے ہین کہ رفار السفینۃ ویرفار رفارًا ورفارًا جبکہ کشتی کو کنارہ سے قریب کرکے ٹھہرا دیتے ہین - اور ئی بہمزہ تو تگری - کیج بضم کاف وسکون یا روجار مہملہ رحیمین ومصل نزف - قولہ دفع الکرم الیہ یقوم بصلح النہر یعنے نہر کو کھود کر اُسکی جداولین صاف کرے ونشذیب الزراجین یعنے درختان انگور کا چھانٹنا یعنے جو اُنکی شاخین بے ترتیب بڑھگئی ہین اُنکو پیراستہ کرے وقولہ وانا منہا یعنے اُنکو دفن کرے اور چھپا دے بطریق استعارہ - اور دُبرہ بسکون یا روموحدہ مشارہ یعنے موضع کراب از قطعات اراضی یعنے کیاری کذا فی الظہیریہ -

فصل - در نکاح - اگر باپ نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح کیا تو اسطرح لکھے یہ تحریر اس مضمون کی ہی کہ فلان مرد نے فلانیہ عورت کے ساتھ تبرویج اُسکے ولی فلان شخص کے جو اُسکا باپ ہی برضامندی عورت مذکورہ اور اجازت اور اپنے باپ کو حکم دینے کے بعوض اسقدر مہر کے بطریق نکاح صحیح جائز نافذ کے سامنے ایک جماعت عادلون کی اپنے نکاح مین لیا اور یہ شوہر اُسکا حسب وغیرہ من اُسکا کفو ہی اور اُسکے مہر ونفقہ کے ادا کرنے پر قادر ہی اور ان دونون مین کوئی ایسا سبب نہین ہی جو نکاح کے ٹوٹنے یا اُسکے فاسد ہونے کی جانب مقضی ہو اور جو مہر مسمی اس تحریر مین لکھا گیا ہی وہ اس عورت کا مہر المثل ہی اور یہ عورت اس نکاح موصوف کی وجہ سے اُسکی جورو ہی اور یہ مہر اس عورت کے واسطے اس مرد پر حق واجب اور دین لازم ہی اور یہ سب اُس تاریخ مین واقع ہوا - صورت دیگر یہ وہ تحریر ہی کہ جسپر گواہون نے جنکا نام اس تحریر کی آخر مین بیان کیا گیا ہی سبون نے یہ گواہی دی کہ فلان شخص نے اپنی بالغہ دختر کا جسکا نام فلانہ ہی اُس دختر کی رضامندی کے ساتھ گواہان عادل کے روبرو فلان شخص کے ساتھ نکاح صحیح کردیا بعوض اسقدر مہر کے اور یہ گواہی دی کہ فلان مرد نے عورت مذکور سے اسقدر مہر مذکور پر اسی مجلس مین نکاح صحیح کرلیا اور اس تزویج مذکور کی وجہ سے فلانہ عورت فلان مرد کی جورو ہوگئی اور یہ سب فلان تاریخ مین واقع ہوا پس اگر شوہر کے باپ کے اپنی بیٹی کے دلانے پر یہ عقد قبول کیا حالانکہ یہ بیٹا مانع ہی تو یون تحریر کرے کہ فلان ابن فلان نے جو اس شوہر سے فلان کا باپ ہی اُسے اپنی

بیٹی کے واسطے بعوض اسقدر مہر مذکور کے یہ عقد اس مجلس مین اپنی بیٹی کے حکم سے قبول صحیح کیا۔ صورت دیگر اسطرح کہ شوہر کا اقرار نکاح تحریر کرے اور جورو کی طرف سے اسکے قول کی تصدیق اور جورو کی طرف سے اقرار نکاح اور شوہر کی طرف سے اقرار کی تصدیق تحریر کرے یا ولی کی طرف سے اقرار نکاح اور شوہر و روجہ کی طرف سے اُسکے اقرار کی تصدیق تحریر کرے۔ لذا فی الخلاصہ اور اسمین احتیاط زیادہ ہی اسواسطے کہ بدون ولی کے نکاح جائز ہونے مین علما کا اختلاف ہی۔ صورت دیگر در تزویج بکر بالغہ۔ اسطرح لکھے کہ اس شوہر کے ساتھ اُسکے نکاح کر دینے کا ولی اُسکا باپ ہو بعد ازانکہ باکرہ مذکورہ سے شوہر کا نام بیان کر دیا اور مہر مذکور سے اُسکو آگاہ کر دیا پس وہ چپ ہو گئی یا لکھے کہ پس وہ رونے لگی حالانکہ وہ باکرہ عاقلہ بالغہ عقل و بدن سے صحیح و تندرست تھی اور باپ کا اُس سے یہ ذکر کرنا اور اُسکا چپ ہونا فلان و فلان کے سامنے ہوا اور یہ دونون آدمی باکرہ کے نام و نسب سے واقف ہین اور فلانہ بنت فلان اس عقد مذکور کی وجہ سے فلان شخص کی جورو ہی۔ اور شوہر کا نام لکھنا اور باکر مذکور کو مہر سے آگاہ کرنا بیان کرنا امر ضروری ہی اسواسطے کہ بدون اسکے اس بات مین اختلاف معروف ہی کہ باکرہ مذکورہ کا سکوت کرنا آیا اُسکی طرف سے رضامندی ہی یا نہین ہی کہ اگر دختر صغیرہ ہو تو یون تحریر کرے کہ فلان شخص فلانہ عورت کے ساتھ اُسکے باپ کے بولایت پدری نکاح کر دینے سے اپنے نکاح مین لیا اور اگر شوہر بھی نابالغ ہو تو اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے اپنی دختر صغیرہ مسماۃ فلانہ کو بولایت پدری فلان ابن فلان نابالغ کے ساتھ اسقدر مہر پر بہ تزویج صحیح جائز نافذ لازم سامنے گواہان عادل کے بیاہ دیا اور اس نکاح کے اس مہر پر اس مرد نابالغ کے واسطے اُسکے باپ فلان شخص نے بولایت پدری اس عقد کی مجلس مین قبول صحیح کیا اور یہ نابالغ اس نابالغہ کا کفو ہی اور مہر مذکور اُسکا مہر مثل ہی۔ پھر اگر باپ نے اپنے نابالغ پسر کی طرف سے مہر کی ضمانت کر لی ہو تو یون تحریر کرے کہ اس شوہر نابالغ کے والد فلان شخص نے اپنے پسر نابالغ کی طرف سے اس تمام مہر کے واسطے اس عورت نابالغہ کی ضمانت صحیحہ قبول کر لی اور اس نابالغہ کے والد نے اسکی اجازت دی اور اس مجلس مین مشافہۃً قبول کیا۔ اور اگر باپ نے اپنے مال مین سے کچھ مہر معجل ادا کیا ہو تو یون تحریر کرے کہ اس شوہر صغیر کے والد فلان شخص نے منجملہ مہر مذکور کے اسقدر دینار اپنے ذاتی مال سے براہ احسان اس نابالغہ عورت کے والد فلان شخص کو ادا کیے اور اُسنے بولایت پدری نابالغہ مذکورہ کے واسطے ان دینارون پر بقبضہ صحیحہ کیا اور اس شوہر کے واسطے منجملہ اس مہر مذکور کے اس مقدار سے بُریت ہو گئی اور اسقدر ادا کرنے کے بعد اُسپر نابالغہ کے واسطے اتنا باقی رہا۔ اور اگر باپ نے مہر مین سے کچھ بطور معجل ادا کر کے باقی کی ضمانت کر لی ہو تو اسطرح لکھے کہ اس نابالغ کے والد فلان نے منجملہ اس مہر کے اسقدر دینار اپنے ذاتی مال سے بطور احسان ادا کر کے اس نابالغ کی روجہ کے واسطے مہر مین سے جو کچھ اس نابالغ پر باقی رہا اور وہ اسقدر دینار مہر مین ضمانت صحیحہ کر لی اور شرع مین جسکی ولایت رضامندی ہی وہ راضی ہوا اور جسکی ولایت اجازت ہی اُسنے اجازت دی فقط۔ اور اگر عورت کے باپ نے کسی قدر مہر کی ہبہ کی یا اُسکے بھر پانے کے اقرار کی درخواست کی تو وصول پانے کا اقرار باطل ہو جیکا یہ اقرار مجلس عقد مین واقع ہوا اسواسطے کہ اہل مجلس جانتے ہین کہ یہ درحقیقت جھوٹ ہی اور اگر دوسری مجلس مین وصول پانے کا اقرار ہو پس اگر عورت نابالغہ ہو تو اقرار وصول صحیح ہی اور اگر باکرہ بالغہ ہو تو بھی صحیح ہی اور اگر بالغہ ثیبہ ہو تو اُسکی اجازت اور رضامندی ضرور ہی اور رہا ہبہ پس اگر عورت نابالغہ ہو تو یقیناً ہبہ نہین صحیح ہی اور اگر بالغہ ہو پس اگر اُسکی اجازت اور رضامندی سے نہو تو ہبہ صحیح ہی پس یون تحریر کرے کہ اس عورت کے والد فلان شخص نے اپنی دختر کی اجازت سے مجلس عقد مین منجملہ اس مہر کے اس شوہر کو اسقدر درہم ہبہ کیے اور اس شوہر نے اس باپ کی طرف سے یہ ہبہ اپنے واسطے بطور

صحیح قبول کیا اور عورت مذکورہ کے اُسپر اسقدر دینار باقی رہے کہ مطالبہ کے وقت اُنکا مطالبہ کرسکتی ہی۔ اور یہ جسکہ اُسوقت ہی کہ جب قاضی کو اُس عورت کا اپنے باپ کو ہبہ کی اجازت دینا گواہونکی گواہی سے ثابت ہو اور اگر فقط باپ کے کہنے سے معلوم ہو تو یون لکھے کہ عورت کے باپ نے بیان کیا کہ میری اس دختر نے اس مہر مین سے اس شوہر کے واسطے اسقدر ہبہ کرنے کی اجازت دی ہی اور وہ اُس عورت کی اجازت سے ہبہ کرتا ہی اور اگر عورت کی طرف سے اجازت ہبہ سے انکار ثابت ہو تو اُسکے واسطے درک کا ضامن ہوتا ہی اور یہ فلان تاریخ مین واقع ہوا۔ تو اس معاملہ مین زیادہ احتیاط کے واسطے یہ بات ہی کہ عورت مجلس نکاح مین حاضر ہو اور اُسکا اُسکی اجازت سے نکاح کرے اور وہ خود اپنے شوہر کو کچھ مہر ہبہ کرے واللہ اعلم صورت دیگر باپ اپنی دختر صغیرہ کا نکاح کرے اور شوہر بالغ ہو۔ اسطرح تحریر کرے۔ کہ فلان مرد نے فلانہ بنت فلان سے اُسکے باپ فلان شخص کے نکاح کردینے سے کہ جسنے اپنی ولایت پدری سے اُسکا نکاح کیا ہی نکاح کرلیا اب باپ کی ولایت اسوجہ سے ہی کہ وہ عورت نابالغہ ہی خود اپنے کام کی متولی نہین ہوسکتی اُسکا متولی بولایت پدری اُسکا باپ ہی ہوگا پس اُسکے باپ اس شخص نے اس فلان شخص سے اسقدر مہر بدین شرط کہ مہر مذکورہ مین سے اسقدر نقد معجل ہی اور اسقدر میعادی بوعدہ ایک سال ہی اور بدین شرط کہ عورت مذکورہ کے معاملہ مین اللہ تعالے سے ڈرتا رہے اور اُسکی صحبت اور معاشرت مین بطور معروف طریقہ نیک اختیار کرے جیسا کہ اللہ تعالے کا حکم اور اُسکے نبی صلعم کا سنت طریقہ ہی اور شوہر مذکور پر اس عورت کے بالغ ہونے کے بعد جسقدر اُسپر باقی ہی واجب ہوگا۔ بعد ازان کہ مہر مذکورہ بالا بوصف معجل و موجل کے اسقدر ہو کہ جیسا اُسکے مثل عورتون کا مہر ہی اور اُسکی مقدار مہر کے واسطے اُسکے مثل عورتون کے مہر کی مقدار دیکھی جائیگی۔ اور فلان شخص نے اس نکاح کو جسطرح اُسمین مذکور ہی کہ مہر معجل اور موجل ہی فلان شخص کے مواجہ مین جسنے اُس سے ایسا خطاب کیا ہی سب قبول کیا۔ اگر نابالغہ کا نکاح کرنے والا اُسکے باپ کا باپ یعنے سگا دادا ہو تو اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلانہ بنت فلان کو اُسکے باپ فلان شخص کے مرنے کے بعد اُسکے دادا فلان شخص نے بولایت جدی الی آخرہ اور اگر نکاح کرنے والا بھائی ہو خواہ اُسکا مان اور باپ کی طرف سے یا فقط باپ کی طرف سے تو یون تحریر کرے۔ کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے اپنی بہن فلانہ بنت فلان این فلان کو بولایت برادرانہ از جانب مادر و پدر بنکاح کردیا بشرطیکہ اس صغیرہ کا اس بھائی سے زیادہ کوئی قریب نہو اور بعد خصومت معتبرہ کے جو اس معاملہ مین ہوئی ہی کسی حاکم عادل جائز الحکم نے اس بھائی کی ولایت کی صحت کا حکم دیدیا ہو اور حاکم کا حکم اس معاملہ مین اسوجہ سے لاحق کیا گیا کہ سوائے باپ اور دادا کے نابالغہ کا نکاح کردینا دوسرے ولی کی طرف سے جائز ہونے مین علما کا اختلاف ہی اور اگر نکاح کردینے والا اُسکا چچا ہو تو یون تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے اپنے بھائی فلان شخص کی دختر مسماۃ فلانہ کو بولایت عمومت از جانب مادر و پدر یا فقط از جانب پدر الی آخرہ اور اسکے آخر مین بھی جو حکم بھائی کی صورت مین لاحق کیا گیا ہی لاحق کیا جاوے۔ اور اگر عورت کا کوئی ولی نہو اور اُسنے قاضی کی اجازت سے خود نکاح کیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان مرد نے فلانہ عورت سے اسقدر مہر پر بروگواہان عادل کے باجازت قاضی فلان کے اُسکے خود نکاح کرنے سے نکاح صحیح کیا اور اُسکا کوئی ولی حاضر یا غائب نہ تھا اور اگر وہ عورت بلا اجازت قاضی خود نکاح کرے تو آخر مین عبارت زیادہ کردے کہ حکام مسلمین سے اسکی صحت کا حاکم نے

حکم دیا۔ اور لکھے کہ مین نے اس شوہر سے بنجملہ اس مہر مذکور کے اسقدر درم وصول پائے اور اسقدر اُسپر باقی رہے۔ اور غلام کے نکاح مین تحریر کرے کہ یہ بدین مضمون ہو کہ فلان غلام فلان نے یا مملوک فلان نے فلانہ بنت فلان ابن فلان سے جسکہ وہ بالغہ ہو اپنے مالک فلان شخص کی اجازت سے جسنے اُسکو اس عقد مذکور کی اجازت دی ہو عادل گواہون کے سامنے اسقدر مہر پر بہ تزویج اُسکے پدر فلان ابن فلان کے جسکو اُس عورت نے اپنی رضامندی سے اجازت دی تھی بعقد صحیح نافذ لازم و تزویج صحیح نکاح کر لیا فقط۔ اور اگر یہ عورت صغیرہ ہو تو آخر مین حاکم کی اجازت تحریر کرے اسواسطے کہ باپ کو اپنی دختر نابالغہ کا غلام کے ساتھ نکاح کر دینے مین امام اعظم رح اور صاحبین رح کے درمیان اختلاف معروف ہو۔ اور باندی کے نکاح کرنے مین تحریر کرے کہ فلان شخص نے فلانہ مملوکہ فلان ابن فلان کو یا کنیز فلان ابن فلان کو بتزویج اُسکے مالک فلان ابن فلان کے اُسکے ساتھ اسقدر مہر پر نکاح کر لیا الی آخرہ۔ اور دیہاتون مین یہ عادت جاری ہو کہ شوہر یا اُسکا باپ مال غیر منقولہ اور زمین عورتون کے ہاتھ ثمن معلوم کے عوض فروخت کرتے ہین اور اس ثمن کو مہر کا بدلا قرار دیدیتے ہین تو کاتب کو چاہیے کہ تسمیہ کے بعد اگر شوہر سے خرید واقع ہوئی ہو تو لکھے کہ یہ فلانہ بنت فلان نے اپنے شوہر فلان ابن فلان سے تمام زمین جو ایک باغ انگور احاطہ دار ہو معہ اُسکی عمارت کے یا پانچ کھیت زمین قابل زراعت جو فلان گانون مین واقع ہو یا تمام حویلی دو چھتون دار یا ایک چھت والی جسمین اسقدر بیوت ہین خریدی اور مبیعہ کے حدود اربعہ بیان کرے اور ثمن کو مفصل بیان کرے اور جو کچھ بیعنامون مین لکھا جاتا ہو وہ سب لکھے یہانتک کہ جب ثمن وصول کرنے کے بیان تک پہونچے تو لکھے کہ پھر ان دونون بائع و مشتری نے یہ تمام ثمن مذکور بعوض پورے مہر کے جو اس عورت مشتریہ کا اپنے شوہر اس بائع پر آتا ہو اور اُسکا مہر اس ثمن کے برابر ہو باہم مقاصہ کر لیا اور یہ عورت مشتریہ اس ثمن سے بہ برائت مقاصہ بری ہو گئی اور اُسکا شوہر یہ بائع بھی بسبب اس مقاصہ کے اُسکے پورے مہر سے بری ہو گیا پھر لکھے کہ اس عورت مشتریہ نے وہ تمام مبیع کہ جسکی خرید بیان کی گئی ہو بائع کے سپرد کرنے سے بطور صحیح اپنے قبضہ مین کر لی۔ اور بائع اُسکے واسطے ضمان درک کا بطور صحیح ضامن ہوا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا ہو۔ اور اگر یہ بیع تھوڑے مہر کے عوض ہو یعنے نکاح مین قبل زفاف کے جسکی تعجیل شرط کی گئی ہو جسکو فارسی مین۔ دست بیمان۔ کہتے ہین تو یون لکھے کہ دونون نے تمام ثمن کو بنجملہ مہر کے جسقدر کی تعجیل شرط کی گئی تھی اُس سے مقاصہ کر لیا پھر مبیع پر عورت مذکورہ کا قبضہ کرنا بیان کرے پھر لکھے کہ اس عورت مشتریہ کا اپنے شوہر اس بائع کے ذمہ اپنے مہر مین سے اس اس قدر دین لازم وحق واجب و مہر ثابت بسبب نکاح کے جو دونون مین فی الحال قائم ہو باقی رہا اور یہ فلان تاریخ کا واقعہ ہو۔ اگر یہ خرید شوہر کے والد سے واقع ہو تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلانہ عورت نے اپنے شوہر کے والد مسمی فلان سے یہ چیز خریدی الی آخرہ۔ اور مقاصہ کے بیان کے وقت لکھے کہ پھر ان دونون بائع و مشتری نے تمام ثمن کا بعوض تمام مہر عورت مذکورہ کے جو عقد نکاح مین بیان ہو کر اُسکے شوہر فلان پر واجب ہوا تھا اور وہ اسقدر درم یا دینار ہین باہم مقاصہ صحیح کر لیا حالانکہ اس شوہر کے والد نے عورت مسطورہ کے واسطے اُسکے تمام مہر کی جو اُسکے پسر لینے عورت مذکورہ کے شوہر فلان پر واجب ہوا تھا اپنی طرف سے اُسکی اجازت سے بطور صلہ رحم اور تحمل مؤنت کے ضمانت صحیحہ قبول کر لی تھی اور عورت مشتریہ اس ثمن سے بری ہو گئی اور والد شوہر اور شوہر بھی

اس مقاصہ کی وجہ سے اسکے تمام مہر سے بری ہوگئے فقط واقع تاتارخانیہ فلان کذا فی المحیط

فصل سوم - در طلاق - اگر ایک مرد نے اپنی عورت سے بعوض مہر کے جو عورت کا اسپر آتا ہو اور بعوض نفقہ عدت کے خلع کر دینا قبول کیا پس اگر عورت اُسکی مدخولہ ہو اور مرد نے اس خلع کی تحریر لکھنی چاہی تو اسطرح لکھے کہ یہ تحریر فلان ابن فلان کے واسطے ہو یعنے شوہر کے واسطے از جانب فلانہ بنت فلان اور امام ابوحنیفہ اور اُنکے اصحاب سب اسی طرح لکھتے تھے اور خصاف اور طحاوی اور شمنی اور ہلال اور ابوزید شروطی اس عبارت پر کچھ بڑھاتے تھے اور اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر فلان ابن فلان یعنے شوہر کے واسطے ہو جسکو فلانہ بنت فلان نے اُسکے واسطے تحریر کیا ہو پھر لکھے کہ مین نے تیری صحبت کو مکروہ جانا اور تیری جدائی چاہی ایسا ہی امام ابوحنیفہ اور اُنکے اصحاب لکھتے تھے اور خصاف اور ہلال اور شمنی اور عامہ اہل شروط اسطرح لکھتے تھے کہ تو نے میرے ساتھ نکاح صحیح جائز بولایت اسی ولی کے جو میرا سب سے قریب العصبہ ہو اور سامنے گواہان آزاد مسلمان عاقل بالغ کے اور بعوض مہر مسمی معجل کے کیا اور مین نے تجھے اپنا وہ مہر جسپر تو نے مجھسے نکاح کیا تھا وصول نہین کیا اور اسمین سے کچھ بھی وصول نہین کیا اور تو نے میرے ساتھ دخول کیا اور میرے ساتھ مجامعت کی اور مین نے بدون اس بات کے کہ تیری طرف سے میرے حق مین کوئی ضرر رسانی یا بدی ہو تیری صحبت کو مکروہ جانکر تجھسے جدائی چاہی پھر لکھے کہ مین نے تجھسے یہ درخواست کی کہ مجھے بعوض میرے پورے دین مہر کی جو تجھپر آتا ہو اور اس اس قدر درم مین خلع کر دے ایسا ہی امام ابوحنیفہ رح اور اُنکے اصحاب لکھتے تھے اور عامہ اہل شروط یون لکھتے تھے۔ کہ مین نے بعد اس خوف کے کہ ہم اللہ تعالے کے حدود پر قائم نرہینگے تجھسے درخواست کی کہ تو مجھے ایک طلاق بائن بعوض میرے تمام دین مہر کے جو میرا تجھپر آتا ہو اور وہ اس اس قدر درم مین دیدے۔ اور عامۂ اہل شروط نے یہ عبارت کو بعد اس خوف کے کہ ہم اللہ تعالے کے حدود پر قائم نرہینگے تبرگاً بکتاب اللہ تعالی بڑھائی ہو چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا (فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ) یعنے پس اگر خوف کرو تم لوگ اس بات کا کہ شوہر و زوجہ دونون اللہ تعالے کے حدود پر اچھی طرح قائم نرہینگے۔ اور ان لوگون نے لفظ خلع کو چھوڑ کر لفظ طلاق کو اختیار کیا ہو چنانچہ لکھا کہ تو مجھے ایک طلاق بائن دیدے اور یہ نہ لکھا کہ مجھے خلع کر دے اسوجہ سے کہ مال کے عوض طلاق کے حکم پر اجماع ہو کہ وہ بالاجماع طلاق بائن ہو اور حکم خلع مین صحابہ اور سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اختلاف ہو اور اسمین شک نہین ہو کہ مختلف فیہ کو چھوڑ کر متفق علیہ کا لکھنا اولے ہو۔ اور ان لوگون نے اسطرح کہ بعوض میرے پورے دین مہر کے جو میرا تجھپر آتا ہو اور وہ اسقدر درم مین اسواسطے لکھا تا کہ خلع کی وجہ سے جو مقدار ساقط ہوئی ہو معلوم ہو جاوے تاکہ اختلاف سے نکل جاوے اسواسطے کہ ساقط کا مجہول ہونا صحت تسمیہ کا مانع ہو پس اسکو بیان کر دے کہ بالاجماع خلع صحیح ہو جاوے۔ پھر لکھے اور بعوض میرے پورے نفقہ کے جب تک مین اپنی عدت مین رہون۔ اسواسطے کہ بائنہ ہمارے نزدیک مستحق نفقہ ہوتی ہو خواہ حاملہ ہو یا حائلہ ہو۔ اور فقط مہر و نفقہ عدت لکھنے پر اقتصار کیا اور کچھ مال زائد نہ لکھا اگرچہ مال زائد لکھنا بھی ایسی صورت مین صحیح ہو سکتا ہو اسواسطے کہ اس صورت مین موضوع یہ ہو کہ نافرمانی عورت کی جانب سے ہو اور جب نافرمانی عورت کی جانب سے ہو تو شوہر کو جسقدر اُسنے دیا ہو روایت جامع کے موافق اُس سے زیادہ لینا دیانۃً و قضاءً حلال ہو لیکن روایت کتاب الطلاق کے موافق زیادہ لینا دیانۃً حلال نہین ہو اگرچہ نافرمانی عورت کی جانب سے ہو پس اِن لوگون نے فقط مہر اور نفقہ پر

اقتصار کیا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ باتفاق الروایات شوہر کو فدیہ لینا حلال ہی۔ پھر لکھے کہ مین نے اُنکو قبول کیا۔ اور یہ اسواسطے لکھے تاکہ شوہر کی طرف سے ایجاب ثابت ہوجاوے کیونکہ طلاق جبھی واقع ہوتی ہی کہ جب ایجاب شوہر کی طرف سے ہو۔ پھر لکھے کہ تو نے مجھکو بعوض میرے پورے دین مہر کے جو میرا تجھپر آتا ہی اور وہ اسقدر ہی اور بعوض میرے پورے نفقہ عدت کے جب تک مین عدت مین رہون خلع کردیا۔ اس عبارت کا اعادہ واسطے تاکید کے ہی۔ پھر لکھے کہ مین اسپر راضی ہوئی اور مین نے اسکو قبول کیا۔ تاکہ اُسکا خلع قبول کرنا ثابت ہوجاوے پس سب روایتون کے موافق خلع تمام ہوجاوے۔ پھر لکھے پس مین نے تجھسے خلع پالیا پھر اب میرا حق تیری طرف نہین ہی اور نکچھ دعوے ہی اور نہ مہر اور نفقہ وغیرہ کا مطالبہ ہی۔ اس عبارت کو بغرض تاکید اور اتباع سلف کے تحریر کرے۔ پھر جبکہ خلع اُس دین مہر کے عوض واقع ہو جو شوہر کے ذمہ ہی تو آیا ضمانت درک کی تحریر کریگی یا نہین سو ہمارے اصحاب رحمہم اللہ اسکو نہین لکھا کرتے تھے اور ابوزید شروطی اسطرح لکھا کرتے تھے۔ بدن کہ مین اُس درک کی ضامن ہون جو تجھکو کسی طرف سے پہونچے۔ طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اسکا سبب وہی ہوسکتا ہی جو عورت کی طرف سے ہوے شوہر کے دوسرے کے ساتھ مال مہر مین کوئی تصرف ہو اور سواے شوہر کے دوسرے کے ساتھ اُسکا تصرف مال مہر مین صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اسمین دین کا مالک کرنا ایسے شخص کو لازم آتا ہی جسپر وہ دین نہین ہی پس ایسی صورت مین ضمانت درک کے ذکر کرنے کے کچھ معنی نہین ہین ہان ضمانت درک کا ذکر کرنا اُسوقت صحیح ہوسکتا ہی کہ جب بدل خلع مال عین ہو پس اُسمین عورت کی جانب سے کسی سبب سے درک متحقق ہوسکتا ہی۔ اور امام محمد رح اور اہل شروط مین سے کسی نے یہ نہین کہا کہ عورت یون لکھے کہ تو نے مجھے وقت سُنت مین خلع کردیا ہی لیکن بعضے متاخرین نے اسکو اختیار کیا ہی اسواسطے کہ وقت سنت مین خلع مباح ہی اور غیر وقت سنت مین مکروہ پس اُسکو لکھدے تاکہ معلوم ہو کہ یہ خلع بصفت اباحت واقع ہوا ہی یا بصفت کراہت یہ محیط مین ہی۔ صورت دیگر عورت کے حق مین مضبوطی کے واسطے لکھے کہ فلان ابن فلان قرشی نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود یہ اقرار کیا کہ مین نے اپنی زوجہ مسماۃ فلانہ بنت فلان کا بطلاق واحد بعوض اُسکے مہر کے اور وہ اسقدر درہم ہین اور بعوض اُسکے نفقہ عدت کے اور بعوض عورت مذکور کے ہر حق کے جو عورت کا اُسپر آتا ہی اور بعوض اسقدر مال کے بشرطیکہ دونون نے کچھ مال مشروط کیا ہو اور بدین شرط کہ دونون مین سے ہر ایک دوسرے کے سب دعوی اور خصومات سے بری ہی خلع کردیا ایسا خلع کہ صحیح اور جائز اور نافذ ہی اور استثنا اور تمام معنی مبطلہ سے خالی ہی اور یہ کہ عورت مذکورہ نے بھی ان شرائط مذکورہ پر اپنا خلع باختلاع صحیح منظور کیا اور یہ فلان تاریخ کا واقعہ ہی۔ اور عورت کی طرف سے شوہر کی مضبوطی کے واسطے لکھے کہ فلانہ بنت فلان نے بطوع خود یہ اقرار کیا کہ اُسنے اپنے شوہر فلان شخص سے اپنے اسقدر مہر پر بطلاق واحدہ بائنہ یا اُسکا باقی مہر تحریر کرے کہ اسقدر مہر پر بطلاق واحدہ بائنہ کے اور پورے نفقہ عدت پر جب تک وہ عورت عدت مین ہی اور ہر حق پر جو عورت مذکور کا اُسپر آتا ہی اپنا خلع کرالیا اور اپنے تمام دعوی اور خصومات سے بابرا صحیح اُسکو بری کردیا یعنی عورت مذکورہ کا اُس مرد پر کچھ دعوی نہ رہا اور نہ مرد مذکور کا اُس عورت پر کچھ دعوی رہا اور دونون مین نکاح باقی نہ رہا اور علائق نکاح مین سے بھی سواے عدت کے کوئی علاقہ نہ رہا اور اُسکے شوہر نے اُسکے کلام کی خطاباً تصدیق کی فقط۔ اور اگر خلع مین مہر سے زائد کسی مال پر باہم شرط کی ہو تو اسطرح تحریر کرے کہ مرد مذکور نے عورت مذکورہ کو اُسکے تمام مہر پر اور اسقدر درہم یا دینارون پر خلع جائز خلع کردیا اور اگر خلع مین کوئی مال عوض زائد ہو تو لکھے اور اس چیز پر پھر اُس چیز کے اوصاف بیان کرے اور اچھی طرح بیان کرے

اور اُسکا طول و عرض بیان کرے اور اگر قیمتی چیزون مین سے ہو تو اُسکی قیمت بیان کرے اور بیان کرے کہ عورت مذکورہ نے مجلس خلع مین شوہر کی طرف سے اسکو قبول کیا اور شوہر نے مال عین مسمے عورت مذکورہ کے سپرد کرنے سے اپنا قبضہ کرلیا اور عورت مذکورہ نے شوہر کو اپنے تمام دعوی سے بری کردیا فقط - اور اگر خلع مین کوئی زمین ٹھہرائی ہو تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ احوط یہ ہی کہ درم یا دینار زیادہ کرے پھر خلع تمام ہونے کے بعد مرد اس زمین کو ان درم یا دینارون مشروطہ کے برابر کے عوض خریدے پھر دونون اس زیادتی کے عوض ثمن کا مقاصہ کرلین تاکہ اگر سبیع استحقاق مین لے لیجاوے اور شوہر اُس عورت سے اسکا عوض لینا چاہے تو جھگڑا نہ واقع ہو پس اسطرح تحریر کرے کہ فلان شخص نے اپنے جواڑا اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے اپنی عورت مسماۃ فلان کا اُسکے تمام مہر یا باقی مہر پر لکھے اور اُسکے نفقہ عدت پر اور اس شرط پر کہ عورت مذکورہ اُسکو اپنے خالص مال سے اسقدر دینار نیشاپوری مثلاً پچاس دینار دیوے خلع کیا اور عورت مذکورہ نے مجلس خلع مین اسکو قبول کیا الی آخرہ -- پھر اس خلع کرنے والے نے اس خلع چاہنے والی عورت سے تمام زمین جو چہار دیواری کا بانع ہی یا دس جریب زمین یا تمام دار ہی جسمین اسقدر بیوت ہین پس اُسکی جگہہ اور اُسکے حدود اربعہ بیان کردے بعوض پچاس دینار نیشاپوری کے بعد صحیح خرید کیا اور اس عورت مذکورہ نے اس مرد مذکور کے ہاتھہ اس مبیع کو بہ بیع صحیح فروخت کیا پھر ان دونون بائع مشتری نے اس ثمن مذکورہ بالا کا بعوض اس مال کے جو خلع کے عوض مرد مذکور کا اُسپر واجب ہوا ہی مقاصہ صحیحہ کرلیا اور بسبب مقاصہ کے دونون مین باہم برائت ثابت ہوگئی اور اس مرد خلع کردینے والے مشتری نے اس مبیع پر جسکی خرید بیان کی ہی کہ زن بالغہ کی اجازت سے قبضہ کرلیا اور دونون مین سے کسی کا کچھ حق و خصومت و دعوی دوسرے پر باقی نرہا فقط - اور اگر عورت کے ساتھہ دخول کرنے سے پہلے خلع واقع ہو - تو اسطرح تحریر کرے کہ عورت کے ساتھہ دخول کرنے اور خلوت کرنے کے پہلے عورت نے اُس سے بطلاق واحد اُس مہر پر جو عورت مذکورہ کا مرد مذکور پر طلاق قبل دخول کے بعد واجب اور وہ نصف مہر مسمے یعنے اسقدر ہی - اور اس امر پر کہ ہر ایک دونون مین سے دوسرے کے تمام معاملات نکاح وغیرہ کے خصومات و دعوی سے بری ہی خلع لے لیا اور مرد مذکور نے بھی انھین شرائط مذکورہ پر باتوا خلع کردیا فقط - اور ایسی صورت مین نفقہ عدت کا ذکر نہ لکھے اسواسطے کہ جو خلع قبل دخول کے واقع ہوا اُسمین عدت نہین ہی - اور شوہر کی جانب سے لکھے کہ اُسنے اپنی زوجہ فلانہ بنت فلان کا خلع کردیا اور بیان قبول مین لکھے عورت کی طرف سے کہ اُسنے ان سب شرائط پر خلع قبول کیا - اور اگر نکاح مین مہر بیان نکیا گیا ہو اور قبل دخول اور خلوت کے خلع واقع ہوا تو اسطرح لکھے کہ جو مال عورت مذکورہ کا اس مرد مذکور پر ثابت ہوا - اور مہر کا نام نہ لکھے اسواسطے کہ ایسی صورت مین متعہ واجب ہی یا اسطرح تحریر کرے کہ مرد کے اُسکے ساتھہ دخول کرنے اور خلوت کرنے سے پہلے ہر حق پر جو عورتون کا اپنے شوہر پر ایسے نکاح مین جسمین مہر بیان نہین کیا گیا ہی واجب ہوتا ہی مرد مذکور سے خلع صحیح لے لیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اگر والد نے اپنی دختر صغیرہ مسماۃ فلانہ کا اُسکے شوہر سے بعد دخول کرنے کے خلع کرایا - تو اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے یہ اقرار کیا کہ اُسکی دختر صغیرہ مسماہ فلانہ (اور اُسکا سن وغیرہ بیان کردے) فلان شخص کے نکاح مین تھی اور یہ عورت اُس شخص پر بنکاح صحیح حلال تھی جسکو عورت مذکورہ کی طرف سے اُسکے والد نے بولایت پدری گواہون کے سامنے قرار دیا تھا اور یہ کہ مرد مذکور نے اُسکے ساتھہ دخول کیا اور

صحبت کی اور یہ عورت بھی ایک زمانہ تک اُس مرد کی صحبت مین رہی پھر اس شوہر نے اسکی صحبت کو اپنے واسطے مکروہ جانا اور عورت مذکورہ کے والد نے اُسکے واسطے مرد مذکور کی صحبت مکروہ جانی اور اُسکے والد نے اُسکے مہر مین سے اسقدر وصول کر لیا تھا اور اُسکے اس شوہر نے بطلب اُسکے والد اس شخص کے بطلاق واحد اُسکے باقی مہر پر جو اسقدر ہی اور اس مہینہ کی تاریخ سے تین مہینہ تک نفقہ عدت پر جو اسقدر ہو اخلع کر دیا ایسا خلع جو صحیح اور جائز ہی اُسمین کسی طرح کا فساد نہین ہی اور نہ تعلیق بالخطر ہی اور نہ زمانہ آیندہ کی طرف اضافت ہی اور والد نے بدین شرط خلع کرایا ہی کہ وہ اپنے مال سے اس سب کا ضامن ہو جسکے کہ اُسکی تخلیص کی اُسکا اپنے مال سے اسقدر اُسکو تاوان دیگا پس یہ مسماۃ کو بوجہ خلع مذکور کے اُس مرد مذکور سے بائن ہو گئی اور مرد مذکور کو اُس عورت کی جانب کوئی راہ نہین ہی اور نہ استحقاق رجعت ہی اور نہ کوئی کسی وجہ سے مطالبہ ہی اور مجلس خلع مین دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے سے یہ خلع بالموجہ و بالمشافہہ قبول کیا - اور شوہر کی برئت تحریر یہ نکریگا اسواسطے کہ شوہر ایسی صورت مین بقیہ مہر سے بری نہو گا بلکہ خلع باپ کے مال کے عوض واقع ہوا ہی پس گویا شوہر نے اس عورت مذکورہ کو بدون ذکر مہر و نفقہ کے باپ کے مال کے عوض طلاق دیا اور خلع مین بقیہ مہر اور نفقہ عدت کا ذکر کرنا اس غرض سے ہی کہ باپ کی ضمانت سے باپ پر جسقدر مال واجب ہی اُسکی مقدار معلوم ہو جاوے اور یہ غرض نہین ہی کہ شوہر کے ذمہ سے اُسکی وجہ سے اسقدر ساقط ہو جاوے اور علی ہذا تمام لوگ سواے باپ کے جو صغیرہ کے ولی ہون سب کا یہی حکم ہی اور نیز ولی کے سواے اور لوگون کا بھی یہی حکم ہی اور باپ اور دوسرے لوگون مین جو ولی ہون فرق اس بات مین ہو جاتا ہی کہ مہر مین سے کچھ وصول پانے کا اقرار باپ کی طرف سے صحیح ہی باقی لوگون کی طرف سے جو ولی ہین ایسا اقرار صحیح نہین یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر ایسا خلع عورت مذکورہ کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے واقع ہو تو لکھے کہ اس عورت کے باقی مہر پر اور یہ نہ لکھے کہ اُسکے نفقہ عدت پر اور ایسے خلع کا حکم یہ ہی کہ دونون مین جدائی واقع ہو جاتی ہی اور حرمت ثابت ہو جاتی ہی لیکن صغیرہ جسوقت بالغ ہو تو اُسکو اختیار ہو گا کہ شوہر سے اپنا باقی مہر واپس لے پھر شوہر اسکو صغیرہ مذکورہ کے باپ سے واپس لیگا کیونکہ وہ ضمان درک کا ضامن ہوا ہی اور بعضے اہل شروط خلع صغیرہ مین یہ اختیار کرتے ہین کہ باپ اُسکے مہر اور نفقہ عدت کے وصول پانے کا اقرار کرے بعد ازانکہ نفقہ عدت کی کوئی مقدار معلوم مقرر ہو جاوے پھر شوہر کا اقرار تحریر کرے کہ اُسنے عورت کو بطلاق واحدہ بائنہ طلاق دی ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ یون لکھے کہ فلان ابن فلان یعنے والد صغیرہ نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود یہ اقرار کیا کہ اُسکی دختر صغیرہ مسماۃ فلانہ بنت فلان مشکوحہ جرد و فلان ابن فلان کی تھی پھر اُسکے شوہر اس فلان نے بسبب اُسکی صغر سنی کے اُسکی صحبت کو اچھا نہ جانا اور اُسکو ایک طلاق بائن دیدی اور وہ اس طلاق دینے سے اُس سے بائن ہو گئی اور اُسکے شوہر پر اُسکے اس مہر سے اسقدر درم اُسکے لیے واجب تھے اور نفقہ عدت کے اسقدر واجب تھے پس مین نے بسبب اپنی دختر نابالغہ کے واسطے بولایت پدری اُسکے اس شوہر کے یہ سب مال مجھے ادا کرنے سے بقبضہ صحیحہ وصول کیا اور اس صغیرہ کا اپنے شوہر اس شخص پر کوئی دعوے اور خصومت کی وجہ اور کسی سبب سے باقی نہ رہا یہ سب اُسنے باقرار صحیح اقرار کیا اور صغیرہ کے شوہر اس شخص نے اُسکے اس اقرار کی خطا یا تصدیق کی - پھر جب اسطرح پر لکھا گیا اور بعد اسکے وہ صغیرہ بالغ ہوئی تو اُسکو اپنے مہر اور نفقہ عدت مین اپنے شوہر کے ساتھ کچھ حق خصومت نہو گا اسواسطے کہ باپ نے اس سب کے وصول پانے کا اقرار کیا ہی - اُسکو اس سب کے وصول کرنے کا اختیار ہی کذا فی المحیط -

اور علی ہذا اگر سوا نے اپنی باندی کا اُسکے مہر اور نفقہ عدت پر خلع کرالیا تو بھی یہی صورت ہی مگر فرق اسقدر ہی کہ باندی کی صورت مین یہ نہ کہا جائیگا کہ بدین شرط کہ مولی اس سب کا اپنے مال سے ضامن ہی کیونکہ مولی کو اختیار ہی کہ شوہر کو تمام مہر سے بری کردے بخلاف باپ کے کہ وہ ایسا نہین کرسکتا ہی اور اگر مولی نے چاہا کہ یہ سب باندی کے سوائے اُسپر قرضہ ہے تو اُسکی تحریر اسی طرح لکھی جاے جیسے والد کا اپنی دختر صغیرہ کے خلع کرانے مین بیان ہوئی ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر شوہر اور زوجہ مین کوئی صغیر بچہ ہو پس مرد نے اُس عورت کے ساتھ اس شرط پر خلع کیا کہ عورت اس بچہ کو اپنے پاس رکھے اور برس یا دو برس اُسکی حضانت کرے اور مدت حضانت مین اُسکا خرچہ اپنے مال سے اُٹھا دے تو بعضے اصحاب شروط کے نزدیک یہ جائز ہی اور فقیہ ابو القاسم صفار فرماتے تھے کہ یہ نہین جائز ہی سوا اسطے کہ نفقہ کی مقدار اور جو کھانے پینے کی چیز صغیر کے واسطے ضروری ہی وہ مجہول ہی پس ایسی صورت مین حیلہ یہ ہی کہ جسقدر اس صغیر کے واسطے کافی ہو درم اور دینار سے اُسکا تخمینہ لگا دے اور خلع مین اسقدر مال عورت کے ذمہ شرط کرے پھر شوہر اُس عورت کو حکم دے کہ مدت حضانت مین یہ مال صغیر کی حاجات ضروریہ مین خرچ کرے یا یہ مقدار مدت حضانت تربیت کی اُجرت عورت کے واسطے مقرر کردے پھر مرد اُس عورت کو وکیل کردے بدین طور کہ صغیر کے مرجانے کے وقت یا دوسرے شوہر اجنبی سے مدت حضانت کے اندر نکاح کرنے سے جو مال اس اقبال کردہ شدہ سے اُسکے ذمہ باقی رہجاوے اُس سے وہ بری ہو پھر اگر اسکی تحریر لکھنی چاہے تو یون لکھے کہ فلان یعنے شوہر نے اقرار کیا کہ اُسنے اپنی زوجہ مسماۃ فلانہ کو بطلاق واحدہ بائنہ کے اُسکے باقی مہر اور نفقہ عدت پر اور اُسکے ہر حق پر جو بجانب مقر ہوا و نسو دینار رُسخ کھرے نیشاپوری پر کہ جنکو عورت مذکورہ اپنے مال سے اُسکو دیگی خلع کردیا ایسا خلع کہ صحیح ہی - اور استثنا اور شروط فاسدہ سے خالی ہی اور اس خلع کرنے والے کا اس عورت خلع کرنے والی کے بطن سے ایک دودھ چھوٹا ہوا بچہ ہی پس اس مرد نے اس عورت سے یہ درخواست کی کہ اس بچہ کو اپنے ساتھ رکھے اور فلان تاریخ سے فلان تاریخ تک جو کامل ایک سال ہی اُسکی تربیت کرے اور سو دینار جو عقد خلع کی وجہ سے اُسپر واجب ہوے ہین اُنکو مدت تربیت کے اندر بچہ مذکور کی حاجات ضروری مین خرچ کرے پس عورت مذکورہ نے یہ سب بقبول صحیح قبول کیا - یا اسطرح لکھے کہ اس خلع کرنے والی عورت کا اس خلع کردینے والے مرد سے ایک چھوٹا بچہ ہی - پس اس مرد نے اس عورت کو اس بچہ صغیر کی تربیت اور پرورش کے واسطے ایک سال کامل تک جو فلان تاریخ سے فلان تاریخ تک ہی بعوض اُن سو دینار کے جو اُس عورت پر اُسکے شوہر مذکور کے واسطے واجب ہوے ہین باجارہ صحیحہ اجارہ لیا اور عورت مذکورہ نے اپنے تئین اسقدر مال مذکور پر مرد مذکور کو باجارہ صحیحہ اجارہ پر دیا اور اگر بچہ دودھ پیتا ہوا ہو تو اسطرح تحریر کرے کہ اس خلع کرنے والے مرد نے اس خلع کرنے والی عورت سے اس دودھ پینے بچہ کا دودھ پلانا اور اُسکی تربیت اور پرورش کرنا ایک سال کامل تک بعوض اُن سو دینارون کے جو مرد مذکور کے عورت مذکورہ پر واجب ہوے ہین طلب کیا - یا اسطرح لکھے کہ اس عورت مذکورہ کو ایک سال تک اس بچہ کے دودھ پلانے اور تربیت کرنے پر اجارہ پر مقرر کیا اور وہی عبارت لکھے جو ہمنے بیان کردی ہی پھر لکھے کہ اس خلع کردینے والے مرد نے عورت مذکورہ کو وکیل کیا اور اس بات مین اپنے قائم مقام کیا کہ اگر مدت تربیت گذرنے سے پہلے بچہ مذکور مرجاوے تو اسمین سے جو کچھ اُسپر باقی رہے اُس سے وہ بری ہی اور یہ وکالت صحیحہ لازمہ اس شرط کے ساتھ کردے کہ ہرگاہ مرد مذکور عورت مذکورہ کو اس وکالت سے معزول کرے تو اس سب کی بدستور

وکیل رہیگی - اور اسطرح توکیل ہمنے اسواسطے لکھی کہ اسمین عورت کے حق مین خرابی نہ پڑیگی کیونکہ اگر ایسا نہ لکھا جاوے
تو مدت تربیت گذر جانے سے پہلے بچہ مذکور مر جانے کی صورت مین اُسکا شوہر بحساب باقی رت کے سو دینارون مین سے جو حصہ ہوگا
واپس لیگا پس ہمنے اسطور پر تحریر کر دیا تاکہ اگر مدت گذرنے سے پہلے بچہ مذکور مر جاوے تو شوہر اُس سے کچھ واپس
نہین لے سکتا ہی کیونکہ اُسنے اپنی بریت کر لی ہی - اور نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر یہ شرط کی مدت
تربیت گذرنے سے پہلے اگر بچہ مذکور مر جاوے تو عورت مذکور باقی مدت کے حصہ سے بری ہی تو یہ جائز ہی - پس اگر
بعد اجارہ لینے کے ذکر کے یون لکھا کہ اس عورت نے یہ شرط لگائی کہ اگر یہ بچہ مدت تربیت گذرنے سے پہلے
مر جاوے - تو اِن سو دینارین سے جو حصہ باقی مدت کے پر تہ مین پڑتا ہی اُس سے بری ہی اور یہ نہ لکھا
کہ مرد نے اُسکو اپنے بری کرنے کا وکیل کیا تو بھی درست ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر بچہ پیٹ مین ہو اور شوہر نے
چاہا کہ خلع مین اُسکی رضاعت کی شرط لگا دے تو مشائخ متقدمین سے مثل خصاف اور ابو زید وغیرہ کا یہ حکم محفوظ ہی
کہ یہ جائز ہی پس بدل خلع کے ذکر مین اتنا بڑھا دے کہ اور بدین شرط کہ عورت مذکورہ اُس بچہ کو جو اُسکے اس شوہر کا
اُسکے پیٹ مین ہی اگر اُسکو زندہ جنی تو وقت ولادت سے دو برس تک اُسکو دودھ پلاوے خواہ وہ ایک ہو یا دو ہون
خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو بشرطیکہ اگر بچہ مذکور اسکے بعد مدت رضاعت پوری ہونے سے پہلے مر جاوے تو عورت
مذکورہ بری ہی - اور یہ روایت ہمارے علماے ثلاثہ سے محفوظ نہین ہی اور امام ابو القاسم صفار فرماتے تھے کہ یہ مسئلہ
تردیک اصح یہ ہی کہ یہ حکم جنین مین ہی اسواسطے کہ تصرف اُسپر حکم نفقہ مین ہی حالانکہ یہ صحیح نہین ہی اور یہ اُسکے باقی تصرفات
پر قیاس ہی کذا فی الظہیریہ - اور حیلہ اس بات مین یہ ہی کہ مال کی کوئی مقدار معلوم عقد خلع مین عورت پر مقرر کر دے
پھر عورت مذکورہ کو اجارہ پر لے لیکن اُسکی اضافت ولادت کے بعد کرے پس عورت مذکورہ اُس بچہ کو جو اُسکے
پیٹ مین ہی بعد وضع حمل کے دودھ پلائیگی - اور خلع کا وکالت نامہ تحریر کرے تو کاغذ کی پیشانی پر پہلے لفظ توکیل
لکھے پھر لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے فلان شخص کو وکیل کر کے اس باب مین اپنے قائم مقام کیا
کہ وہ اُسکی جورو مسماۃ فلانہ کو بطلاق واحدہ بائنہ اُن شرائط پر جو اس وکالت نامہ سے کچھ پیچھے اسی کاغذ مین تحریر
خلع مین مذکور ہین خلع کر دے اور تو توکیل صحیحہ وکیل کیا اور فلان مذکور نے اس توکیل کو اُسکی طرف سے اسی مجلس مین
خطاباً قبول کیا واقعہ تاریخ فلان - پھر خلع کو اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان ابن فلان اپنی وکیل
نے جسکا ذکر اسی کاغذ کے اوپر وکالت نامہ مین ہی بو کالت خلع کے جو وکالت نامہ مین مذکور ہی اپنے موکل فلان سے
جو یہ شخص ہی اُسکی جورو مسماۃ فلانہ بنت فلان کو بعد اسکے کہ موکل مذکور نے عورت مذکورہ کے ساتھ دخول کر لیا ہی بطلاق
واحدہ بائنہ کے اُس مال پر جو عورت مذکورہ کا مرد مذکور پر باقی مہر اور نفقہ عدت سے جب تک وہ اُسکی عدت مین رہے
واجب ہی اور ہر حق پر جو عورتون کا اپنے شوہرون پر قبل جدائی یا بعد جدائی کے واجب ہوتا ہی خلع کر دیا اور اس مسماۃ فلانہ
مذکورہ نے اس خلع کو بعوض اس بدل کے بقبول صحیح بالمشافہہ بعد ازانکہ عورت مذکورہ نے وکیل مذکور کے اُسکے
شوہر اس شخص کی طرف سے اس خلع کے واسطے وکیل ہونے کی تصدیق کر لی ہی قبول کیا فقط - اور اگر وکیل از جانب
عورت ہو تو کاغذ کی پیشانی پر اولاً توکیل لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلانہ بنت فلان نے فلان شخص کو وکیل
کر کے اس بارہ مین اپنا قائم مقام کیا کہ اُسکو اُسکے شوہر فلان شخص سے خلع کرا دے پھر بعد اختلاع لکھنے کے لکھے

کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے یعنے وکیل نے جسکا ذکر وکالت نامہ مین مذکور ہی اپنی موکلہ فلانہ بنت فلان کو اُسکے شوہر فلان شخص سے الیٰ آخرہ - اور اگر شوہر نے چاہا کہ عورت کے وکیل کو اُسکے مہر اور نفقہ عدت کے درک کا ضامن کرے اور درک اسطرح سے ہوسکتا ہی کہ عورت مذکورہ وکیل کرنے سے منکر ہوجائے اور گواہ لوگ مرجائین یا غائب ہوجائین پھر وہ اپنے شوہر سے مہر اور نفقہ عدت کا دعوی کرے تو اسطرح تحریر کرالے کہ اس فلان شخص وکیل عورت نے فلان شخص یعنے شوہر کے واسطے اسطرح ضمانت کرلی کہ اگر فلانہ عورت کے مہر مین جو اسقدر درہم ہین اور اُسکے نفقہ عدت مین جو اسقدر ہی کوئی درک پیدا ہو تو وکیل مذکور ضامن ہی حتے کہ شوہر مذکور کو اس سے چھڑا دیگا یا اُسکو عورت مذکورہ کا تمام مہر جو اسقدر ہی اور تمام نفقہ عدت جو اسقدر ہی اپنے مال سے دیگا واللہ اعلم - صورت در ذکر خلع فضولی - اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ جن گواہون کا نام آخر مین اس تحریر کے مذکور ہی یہ گواہی دی کہ فلان شخص یعنے فضولی نے زید سے یہ درخواست کی کہ اپنی عورت ہندہ کو اس فضولی کے مال سے ہزار درم پر خلع کردے بدین شرط کہ یہ فضولی اس خلع کو بعوض اس مال کے بغیر حکم ہندہ بغیر اسکے کہ ہندہ وکیل اسکو کرے خود قبول کرتا ہی بدین شرط کہ یہ فضولی ضامن ہی کہ اسقدر مال اپنے ذاتی مال سے زید کو دیدیگا پس زید نے اسکی درخواست منظور کی اور اپنی عورت ہندہ کو بعوض اس مال کے خلع کردیا اور اس فضولی نے یہ خلع بعوض اس مال کے زید کی طرف سے باملاحظہ منظور کیا اور ہندہ اپنے شوہر سے اس خلع کی وجہ سے بائنہ ہوگئی اور دونون مین نکاح باقی نہ رہا اور زید نے یہ مال مذکور اس فضولی کے دینے سے وصول کرلیا اور یہ فضولی اس مال سے جو اس خلع کی وجہ سے اسکی طرف واجب ہوا تھا زید کے قبضہ کرنے اور بھر پانے سے بری ہوگیا لیکن ایسے خلع کی وجہ سے ہندہ کے مہر سے زید بری نہوگا اور ہندہ کو اختیار رہیگا کہ جب چاہے زید سے اپنے مہر کا مطالبہ کرے پس اگر زید کو یہ منظور ہو کہ ہندہ کے مہر کی بابت جو درک اُسپر پیش آوے اُسکا فضولی کو ضامن کرے تاکہ جب ہندہ اپنا مہر اُس سے لے تب زید اسکو فضولی سے واپس لے تو اسطرح تحریر کراوے - اور زید کو جو درک ہندہ کی مہر کے بابت پیش آوے اُسکا یہ فضول ضامن ہوا کہ ہندہ نے اپنا مہر ایک بار وصول پایا ہی پھر جب دوبارہ وصول کریگی تو ناحق وصول کرنے والی ہوگی - اور یہ بات ٹھیک ہی کیونکہ فضولی نے جب یہ اقرار کیا کہ ہندہ نے اپنا مہر وصول پایا ہی تو اُسکے زعم پر یہ بات ضرور ہی کہ اگر ہندہ دوبارہ وصول کرے تو ناحق وصول کرنے والی ہوگی اور مال مقبوضہ ناحق مقبوض ہوگا کہ جسکا تاوان ہندہ پر واجب ہوگا پس یہ کفالت زمان وجوب کی طرف مضاف ہی اور ایسی کفالت صحیح ہی مثل ایسی کفالت کے جو تیرا فلان شخص پر ثابت ہوا اُسکا مین کفیل ہون - صورت در طلاق عورت پیش از دخول خلوت - اگر طلاق واحد ہو تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ اُن گواہون نے جنکا نام اس تحریر کے آخر مین مذکور ہی یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی عورت مسماۃ ہندہ بنت فلان کو قبل اُسکے ساتھ دخول وخلوت کرنے کے بطلاق واحدہ بائنہ طلاق دی جسمین نہ رجعت ہی اور نہ تنویہ اور نہ تعلیق بشرط اور نہ اضافت بسوے زمانہ آیندہ اور نہ اشتراط عوض ہی پس زید سے اس طلاق کی وجہ سے ہندہ بائنہ ہوگئی اور اگر طلاق ایک سے زائد ہو تو دو طلاق مین لکھے کہ اُسنے ہندہ کو دو طلاق دیے ہین اور تین طلاق مین لکھے کہ اُسکو پوری تین طلاق دیدی ہی پس وہ بائنہ ہوگئی اور تین طلاق کی صورت مین یہ بھی لکھے کہ ہندہ مذکورہ زید پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی کہ زید کے واسطے حلال نہین ہوسکتی ہی یہانتک کہ زید کے سوا دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور وہ اُسکے ساتھ دخول کرے اور پھر اُسکو جدا کرے اور اسکی

عدت پوری ہوجاے۔ صورت درطلاق صریح بعد دخول لکھے کہ زید نے ہندہ اپنی جورو سے بعد اُسکے ساتھ دخول کرنے کے کہا کہ تجھکو ایک طلاق بائن دی اور پھر اسکے بعد زید سے رجعت نہوگی اور ہندۂ مذکورہ اس عدت مین ہی جو اس طلاق کی وجہ سے اُسپر واجب ہوئی اور زید نے گواہ کرنے کا اس سب کا اقرار کیا واقع تاریخ فلان۔ صورت درطلاق قبل دخول وبعد خلوت صحیحہ۔ لکھے کہ تحریر ہدین مضمون ہی کہ جن گواہون کا نام اس تحریر کی آخر مین لکھا ہی یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی جورو ہندہ کو بعد ازانکہ اُسکے ساتھ خلوت صحیحہ خالیہ از تمام موانع شرعیہ وطبیعیہ کرلی ہی ایک طلاق واحدہ بائنہ جائزہ دیدی پس اس طلاق کی وجہ سے ہندہ اُسپر حرام ہوگئی۔ اور ہندہ کا زید پر تمام مہر مسمے اجو اسقدر درم ہی اور اُسکا نفقہ عدت جو اسقدر ہی واجب ہوا فقط۔ پس اگر زید کا یہ مذہب ہو کہ مہر واجب ہونے اور نفقہ عدت واجب ہونے کے واسطے خلوت صحیحہ کے قائم مقام دخول کے نہ سمجھتا ہو پس اُسنے عورت کے مطالبہ کے بعد اسکے ادا کرنے سے انکار کیا تو ہندہ کو چاہیے کہ اپنا مقدمہ ایسے قاضی کے یہان پیش کرے جو ایسا سمجھتا ہی یا کہ وہ زید پر پورے مہر ونفقہ عدت کا حکم دیدے پھر اسکے بعد طلاق نامہ مین تحریر کرے پھر اس ہندہ نے جبکو بعد خلوت صحیحہ کے طلاق دیگئی ہی اپنے شوہر زید سے اپنے پورے مہر اور نفقہ عدت کا مطالبہ کیا لیکن زید نے اسکے دینے سے انکار کیا کیونکہ اُسکا یہ مذہب ہی کہ خلوت صحیحہ ان دونون حکمون کے واسطے دخول کے قائم مقام نہین ہی پس ہندہ اُسکو فلان قاضی کے پاس لیگئی یا بلا تعین اسطرح لکھے کہ ہندہ اُسکو ایسے قاضی عادل کے پاس لیگئی کہ جسکا حکم مسلمانون کے درمیان جائز اور نافذ ہی اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور خلوت صحیحہ کا اور اُسکے بعد طلاق کا دعوی کیا پس زید نے خلوت مذکورہ کا اقرار کیا لیکن مہر مسمی کامل اور نفقہ عدت کے واجب ہونے سے انکار کیا پس ہندہ کے واسطے زید پر قاضی نے پورے مہر مسمے اور نفقۂ عدت کا حکم دیدیا۔ کیونکہ اُسکا یہی مذہب تھا اور اُسکا اجتہاد یہ تھا کہ عورت منکوحہ کے ساتھ خلوت کرنا پورا مہر اور نفقہ عدت واجب ہونے کے حق مین مثل دخول کے ہی پس اُسنے دونون کے روبرو مرد مذکور پر عورت مذکورہ کے لیے اسکا حکم دیا اور اُسکو جاری ونافذ کردیا اور اپنے سامنے اس بات پر گواہ کردیے واقعہ تاریخ فلان۔ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنی جورو کا کار طلاق اُسکے اختیار مین دیدے تو اُسمین چند انواع ہین ایک یہ کہ تفویض مطلق ہو معلق بشرط نہو اور اسکی دو قسمین ہین ایک موقت دوم مطلق پس موقت کی تحریر اسطرح ہو کہ یہ تحریر ہدین مضمون ہی کہ جن گواہون کا نام اس تحریر کی آخر مین مذکور ہی وہ اس بات پر شاہد ہوے کہ فلان شخص نے اپنی جورو مسماۃ ہندہ کا کار طلاق ایک مہینہ یا ایک سال تک جسکا شروع فلان روز سے اور آخر فلان روز ہی اُسکے اختیار مین دیدیا بدین شرط کہ اس مہینہ یا اس سال مین جسوقت چاہے اپنے آپ کو ایک طلاق بائن یا تین طلاق دیدوے اور اُسکا اختیار اُسکے سپرد کردیا اور عورت مذکورہ نے اُسکی طرف سے یہ اختیار اپنی مجلس مین قبل اسکے کہ عورت مذکورہ دوسرے کام مین مشغول ہو یا مجلس سے اُٹھ کھڑی ہو بقبول صحیح قبول کیا واقعہ تاریخ فلان اور اسکی صورت مطلق مین لکھے کہ گواہ ہوے کہ زید نے اپنی جورو ہندہ کا کار طلاق اُسکے قبضہ مین بدین شرط دیدیا کہ جب چاہے ایک یا تین طلاق اور جسوقت چاہے ہمیشہ تک اپنے آپ کو دے لے اور عورت مذکورہ نے یہ اختیار اُسکی طرف سے الی آخرہ۔ دوم تفویض معلق بشرط اور اسمین چند اقسام ہین ایک یہ کہ تفویض بغیبت ہو اور اُسکی تحریر یون ہو کہ زید نے اپنی عورت مسماۃ ہندہ کا امر طلاق اُسکے قبضہ مین اس شرط کے ساتھ معلق کیا

دیا کہ جب زید اُسکے پاس سے فلان موضع یا فلان جگہ سے جسمین دونون رہتے ہین بمسافت سفر غائب ہو جاوے اور اُسکے غائب ہونے پر ایک مہینہ یا جسقدر مدت دونون شرطون کے درمین گذر جاوے اور زید اس مدت مین لوٹ کر اُسکے پاس نہ آوے تو اُسکے بعد ہندہ کو اختیار ہی ہمیشہ جسوقت چاہے اپنے آپ کو طلاق واحدہ بائنہ دیدے اور اس امر کا اختیار اُسکے سپرد کر دیا اور ہندہ نے اُسکی طرف سے یہ اختیار مجلس تفویض مین بقبول صحیح قبول کیا فقط - قسم دوم انکہ کسی میعاد تک مہر معجل او انکرنے پر تفویض طلاق ہو اور اسکی تحریر یون ہو کہ زید نے ہندہ کو طلاق واحدہ بائنہ کا اختیار مطلق بدین شرط دیدیا کہ اگر ایک مہینہ جسکا اول فلان روز سے اور آخر فلان روز ہو گذر جاوے اور زید اُسکو تمام وہ مہر جسکا اُسنے بطور معجل دینا قبول کیا ہو اور وہ اسقدر ہی ادا نکرے تو اُسکو اختیار ہو کہ ہمیشہ جب چاہے اپنے آپ کو طلاق واحدہ بائنہ دیدے اور اس امر کا اختیار اُسکے سپرد کر دیا اور ہندہ نے مجلس تفویض مین اُسکے طرف سے یہ اختیار قبول کیا قسم سوم تفویض طلاق بشرط قمار یا بشرط آنکہ مرد شراب پیے یا عورت کو ایسا مارے جسکا اثر اُسکے بدن پر ظاہر ہو اور اُسکے تحریر کی وہی صورت ہو کہ جیسی ہمنے بیان کر دی ہی - قسم سوم آنکہ ہر عورت کا طلاق جسکو مرد اس عورت موجودہ کے بعد اپنے نکاح مین لاوے عورت موجودہ کے اختیار مین دیدے - گواہ ہوے کہ زید نے ہر ایسی عورت کے امر طلاق کا اختیار جسکو کسی طریق سے وہ اپنے نکاح مین لاوے خواہ وکیل نکاح کر دے یا فضولی جسکے نکاح کی زید اپنے قول یا فعل سے اجازت دے یا خود نکاح کرے اپنی عورت مسماۃ ہندہ کو جو فی الحال موجود ہی تین طلاق تک دیدیا اس شرط پر کہ ہندہ اس عورت کو جو اُسکے نکاح مین داخل ہوئی ہمیشہ جب چاہے طلاق دیدے اور اُسکا اختیار اُسکے سپرد کیا یا یون لکھے کہ ہندہ اُسکو تین طلاق مین سے جتنے چاہے دیدے اور ہندہ نے اس مجلس تفویض مین اُسکی طرف سے اسکو بقبول صحیح قبول کیا - اور جو تفویض بشرط ہو تو جب شرط پائی جاوے اور عورت اپنے تئین طلاق دینا چاہے تو اُسکو اختیار ہوگا - اور اگر اُسنے طلاق لے لی تو اولی یہ ہی کہ مضبوطی کے واسطے تفویض نامہ کی پشت پر لکھا دے گواہ ہوے کہ فلان یعنے شوہر نے اُس شرط کو جسپر طلاق معلق تھی جیسا کہ تفویض نامہ مین مذکور ہی پورا کیا اور اُسکی زوجہ کو اس تفویض کی وجہ سے اپنے تئین طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوا اور ان گواہون کے سامنے جنکی گواہی درج کاغذ ہی اپنے تئین طلاق دی واقعہ تاریخ فلان واللہ اعلم یہ محیط مین ہی -

فصل چہارم - در عتاق - اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا اور چاہا کہ اُسکو اس مضمون کی تحریر دیدے تو لکھے کہ فلان ابن فلان قریشی نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے اپنے مملوک مسمی کلو کو آزاد کر دیا یا اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ جن گواہون کا نام اس تحریر کے آخر مین مذکور ہی گواہ ہوے کہ فلان ابن فلان نے اُنکے سامنے اقرار کیا اور اپنے اقرار پر جو اپنی صحت جسم اور ثبات عقل اور جواز اقرار کی حالت مین جبکہ اُسکو کوئی مرض وغیرہ جو صحت اقرار کا مانع ہو نہ تھا اقرار کیا ہی اُنکو گواہ کیا کہ اُسنے اپنے غلام اور مملوک اور رقیق مسمے کلو ہندوستانی کو جو نوجوان آدمی ہی آزاد کیا اور غلام مذکور کا سن اور حلیہ بیان کر دے اور لکھے کہ اپنے خالص مال اور ملک سے بعتاق صحیح ناقد لازم پورا پورا آزاد کیا جسمین نہ رجعت ہو اور نہ مشیت اور نہ تعلیق بشرط کذا فی الذخیرہ - اور نہ تعلیق بخطر اور نہ اضافت بزمانہ مستقبل ہی مفت آزاد کیا کذا فی الظہیریہ اور نہ اشتراط عوض ہی اسطرح پر اُس غلام کو اللہ کے واسطے بغرض ثواب الٰہی اور تحصیل رضاے الٰہی اور بخوف عذاب سخت الٰہی اور بثبوت وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ

فرمایا جو شخص کہ گردن آزاد کرے اللہ تعالی اُسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو آتش دوزخ سے چھوڑا ہوا آزاد کیا - پس یہ کلو ہندوستانی اپنے اس مولی کے آزاد کرنے سے آزاد ہو گیا ہے کہ نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ میراث ہو سکتا ہے اور نہ کسی وجہ سے مملوک ہو سکتا ہے اور نہ اسکے کسی پر اور نہ کسی کی اسپر کوئی راہ ہے سوائے ولاء کے کہ اسکی ولاء اسکے آزاد کرنے والے اس مولے کی ہے جب تک یہ زندہ ہے اور اسکے بعد اسکے عصبات مذکر کی ہو گی اب بعد عتاق کے اُسکا یہ نام رکھا اور اس آزاد شدہ نے اپنے اس آزاد کرنے والے کی اس بات مین بالمشافہہ تصدیق کی کہ اعتاق کے وقت وہ اُسکا مملوک تھا واقعہ تاریخ فلان - اور بعضے اہل شروط بعد اس قول کے کہ (بخوف سخت عذاب الٰہی کے) یون لکھتے ہین اور تاکہ اللہ تعالے اسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو آگ سے چھوڑا دے بعتاق صحیح وجائز آزاد کیا اور اپنے ملک ورق سے خارج کر دیا اور محرر کر دیا پس وہ اپنے اختیارات مین آزاد ہو گیا کسی پر اُسکا کچھ حق نہین ہے اور نہ اُسپر کسی کا کچھ حق ہے سوائے حق ولاء کے اور جو شخص اللہ تعالے ورسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہے اُسکو روا نہین ہے کہ اُس سے کار غلامی واستر قاق طلب کرے اور اُسکو دوبارہ رقیق وغلام بناوے اور آزاد شدہ نے وقت اعتاق کے اُسکا مملوک ہونے کا اقرار کیا واقعہ تاریخ فلان اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب یون لکھتے تھے کہ یہ تحریر از جانب فلان لینے از جانب مولی واسطے اُسکے مملوک فلان ہندی کے ہے کہ تو میرا مملوک تھا یہانتک کہ مین تجھکو آزاد کرون پس مین تجھے اللہ تعالے کے واسطے اسکے ثواب کی خواہش سے آزاد کرتا ہون اور مین اسوقت بدن سے تندرست اور عقل سے صحیح ہون اور مجھ مین کوئی مرض وغیرہ علت نہین ہے میرے تصرفات جائز ہین تجھے بعتق جائز نافذ البتہ آزاد کرتا ہون تیرے ذمہ کوئی شرط نہین کرتا ہون اور نہ تجھسے کچھ مال عوض مین طلب کرتا ہون پس تو اس آزاد کرنے کی وجہ سے آزاد ہو گیا جو آزادون کو اختیار ہے وہ تجھے حاصل ہوا اور جو اُسپر واجب ہے وہ تجھپر واجب ہوا میرے واسطے یا کسی کے واسطے تجھپر کوئی راہ نہین ہے اور میرے واسطے تیری اور تیرے آزاد کردہ کی ولاء ہے واقعہ ماہ فلان سنہ فلان - (اور اللہ تعالی کے واسطے) اسوجہ سے لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہین کہ اگر اللہ کے واسطے آزاد نہ کیا بلکہ دکھلانے کو آزاد کیا تو آزاد نہوگا - اور مین اسوقت بدن سے تندرست اور عقل سے صحیح ہون اور مجھ مین کوئی مرض وغیرہ علت نہین ہے یہ اسواسطے لکھا کہ مریض کا آزاد کرنا اُسکے تہائی مال سے معتبر ہوتا ہے اور صحیح کا آزاد کرنا پورے مال سے معتبر ہے اور قولہ وغیرہ یہ مراد ہے کہ جنون اور حماقت اور بسبب خانہ بربادی کے محجور نہین اسواسطے کہ حماقت اور جنون بالاجماع صحت عتاق سے مانع ہین اور بسبب فساد کے محجور ہونا بنزدیک علماء کے مانع ہے - اور قولہ عتق نافذ الیتہ - اسواسطے لکھا تاکہ مولی اُسپر ایسے امر کا دعوے نکرے جسکے عتق کے متوقف ہونے کا موجب ہے یا تعلیق بشرط کا دعوے نکرے - قولہ تیرے ذمہ کوئی شرط نہین کرتا ہون اور تجھسے کچھ مال عوض نہین طلب کرتا ہون اسواسطے لکھا کہ سب دعوی اور جھگڑے منقطع ہو جاوین قولہ پس تو اس آزاد کرنے کی وجہ سے آزاد ہو گیا جو آزادون کو اختیار ہے وہ تجھے حاصل ہوا اور جو اُسپر واجب ہے وہ تجھپر واجب ہوا یہ بطریق تاکید کے لکھا قولہ میرے واسطے تیری اور تیرے آزاد کردہ کی ولاء ہے یہ باتباع سلف تحریر کیا ہے اور تاکہ حکم ایک ثابت ہو اور یہ جو لکھا کہ تیری آزاد کردہ کی ولاء ہے یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ یہ نہین لکھتے تھے - اور اگر عتق بعوض مال ہو تو بعد لکھنے عتاق جائز ونافذ کے لکھے کہ اسقدر دینار پر آزاد کیا اور اس غلام نے یہ عتق بعوض

اس مال کے قبول کیا پھر اسکے بعد اگر مولی نے اس مال پر قبضہ کیا ہو تو لکھے کہ آزاد کرنے والے نے یہ مال بدین طور کہ آزاد شدہ نے اُسکو ادا کیا ہو وصول پایا اور آزاد شدہ اس سب سے بوجہ آزاد کنندہ کے قبضہ کرنے اور بھر پانے کے بری ہو گیا اور اگر اُسنے مال پر قبضہ نہ کیا ہو تو لکھے کہ یہ سب مال اس آزاد شدہ پر اس مولی کا قرضہ ہو کہ بدون اس سب مال کے مولی کو ادا کرنے کے اس ارادہ شدہ کی بریت نہین ہو اور اس مولی کے واسطے سوائے ولاء اور مطالبہ مال مذکور کے اس آزاد شدہ پر کوئی راہ نہین ہو واقعہ تاریخ فلان کذا فی الذخیرہ - اگر اپنی باندی اور اپنے غلام کو جن دونون مین نکاح ہو اور اُن دونون کی اولاد کو اٹھا آزاد کیا تو لکھے کہ زید نے اپنے غلام فلان کو اُسکا نام اور حلیہ بیان کردے اور اپنی باندی فلانہ کو اور اُسکا نام اور حلیہ بیان کردے آزاد کیا اور یہ دونون جورو و شوہر ہین اور ان دونون کے ساتھ انکی اولاد فلان اور فلان و فلانہ کو آزاد کیا اور وہ آزاد کرنے کے وقت ان سب کا مالک تھا پس ان سب کو بغرض حصول رضامندی الٰہی و طمع ثواب آخرت الی آخرہ - جیسا کہ سابق مین بیان کیا گیا ہو سب لکھے - اور اگر ایک غلام دو یا زیادہ آدمیون مین مشترک ہو اور سبھون نے اُسکو آزاد کیا تو لکھے کہ یہ تحریر زید ابن عمرو قریشی اور بکر ابن خالد قریشی کی طرف سے ان دونون کے مملوک مسمی کلو کے واسطے بدین مضمون ہو کہ تو ہمارا مملوک تھا اور ہمنے تجکو البتہ آزاد کر دیا پھر دونون مین سے ہر ایک کا حصہ جسقدر اس غلام مین ہو بیان کردے تاکہ جسقدر ہر ایک کے واسطے اُسکی ولاء پہونچتی ہو معلوم ہو جاوے باقی تحریر اسی طرح ہو جیسی ہمنے ایک ہی شخص کے غلام کے حق مین بیان کی ہو - اور اگر مالکان غلام کسی شخص کو اُسکے آزاد کرنے کے واسطے وکیل کرین تو لکھے کہ گواہ ہو لوگ جنکا نام اس تحریر کی آخر مین مذکور ہو سب اس بات کے گواہ ہوئے کہ زید و عمرو نے بکر کے وکیل خالد نے اُنکے غلام مسمی کلو کو جو ان سب مین برابر مشترک ہو آزاد کیا اور اس وکیل نے اُسکو مفت بلا عوض یا اسقدر مال پر بمطابق صحیح اُنکے خالص مال و ملک سے آزاد کر دیا پس اُنکے اس وکیل کے آزاد کرنے سے یہ غلام آزاد ہو گیا کہ فروخت نہین ہو سکتا ہو اور نہ ہبہ اور نہ میراث اور نہ کسی وجہ سے مملوک ہو سکتا ہو اور ان موکلون یا کسی آدمی کے واسطے اُسپر کوئی راہ نہین ہو سوائے ولاء کے کہ اُسکی ولاء ان موکلون کی زندگی مین اُنکے واسطے اور اُنکے مرنے کے بعد اُنکے عصبات کے واسطے ہو گی - اور اگر عتق بعوض مال ہو اور وکیل نے اس غلام سے اُنکے واسطے مال کو وصول کیا تو اسطرح لکھے کہ غلام نے یہ عتق بعوض اس مال کے منظور کیا پھر لکھے کہ وکیل نے اُن لوگون کے واسطے یہ مال اُس سے وصول کر لیا اور اگر وکیل نے وصول نکیا ہو تو جسطرح ہمنے ایک شخص کے غلام کے حق مین بیان کیا ہو اسی طرح تحریر کرے اور اگر غلام مشترک مین سے دو شخصون مین سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جتنے آزاد نہین کیا ہو اُسکو تین طرح کا اختیار ہو بشرطیکہ آزاد کرنے والا خوش حال ہو اور اگر تنگدست ہو تو دو طرح کا اختیار ہو اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک اگر آزاد کرنے والا خوشحال ہو تو جتنے آزاد نہین کیا ہو اُسکو اختیار ہو کہ اپنے حصہ کی ضمان لے اور اگر تنگدست ہو تو اُسکو غلام مذکور سے سعایت کرانے کا اختیار ہو اور دونون صورتون مین غلام مذکور آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور پوری ولاء اُسی کو ملیگی - پس اگر اُس شخص نے جتنے آزاد نہین کیا ہو اس مضمون کی تحریر لکھوانی چاہی اور موافق مذہب امام اعظم رح کے تحریر چاہی تو لکھے کہ گواہ ہو لوگ اس بات کے گواہ ہوئے کہ زید نے فلان مملوک مین سے کہ جسکا یہ نام اور یہ حلیہ ہو اور وہ زید اور عمرو کے درمیان

مشترک ہو اپنا پورا حصہ آزاد کردیا اور زید مذکور نے اپنا حصہ بدون اجازت اپنے شریک عمرو کے باعتاق صحیح آزاد کیا ہو اور زید وقت آزاد کرنے کے خوشحال تھا اور عمرو کو امام اعظم رح کے قول کے موافق تین طرح کا اختیار حاصل ہوا ہو پس عمرو نے اپنے شریک زید آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت تاوان لینا اختیار کیا اور جن لوگون کو قیمت اندازہ کرنے مین بعبارت ہو اُنکے اندازے سے عمرو کے حصہ کی قیمت دس دینار تھی اور یہ اندازہ کرنے والے لوگ عادل ہین پس عمرو نے فلان قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا اور زید پر اس مقدار کا دعوی کیا پس قاضی نے اُسکے واسطے اس مقدار کا حکم دیدیا کیونکہ اُسکے اجتہاد مین یہی آیا اور زید پر ان دس دینار کا ادا کرنا اس مدعی کو لازم ہوا پس زید آزاد کنندہ پر اسقدر مال اپنے شریک اس مدعی کے واسطے قرضہ لازم ہو۔ اور اگر آزاد کرنے والے نے یہ مقدار ادا کردی تو لکھے کہ آزاد کنندہ نے اسقدر مال بوجہ قاضی کے لازم کرنے کے اپنے شریک کو ادا کردیا اور پورا غلام اس آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد ہوگیا اور اُسکی پوری ولاء اس آزاد کنندہ کی ہوئی فقط۔ اور اگر شریک نے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو لکھے کہ شریک مذکور عمرو نے اپنے حصہ کی نصف قیمت کے واسطے جو اسقدر ہو سعایت کرانا اختیار کیا اور قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا اور قاضی نے غلام پر سعایت لازم کردی پس غلام پر واجب ہو کہ اُسکے واسطے سعایت کرے اور جب وہ سعایت پوری کردیگا تو دونون کی طرف سے آزاد ہوجائیگا اور اُسکی ولاء دونون مین مشترک ہوگی۔ اور اگر شریک نے اپنا حصہ آزاد کرنا اختیار کیا تو لکھے کہ پھر شریک نے اپنا حصہ آزاد کرنا اختیار کر اُسکو آزاد کردیا پس وہ دونون کی طرف سے آزاد ہوگیا اور اُسکی ولاء دونون مین مشترک ہوئی۔ اور اگر شریک آزاد کنندہ تنگدست ہو حتے کہ دوسرے شریک کو موافق قول امام اعظم رح کے دو طرح کا اختیار حاصل ہوا پس شریک نے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو لکھے کہ یہ آزاد کنندہ تنگدست تھا کہ اسکا حال سب لوگون کو معلوم تھا حتے کہ دوسرے شریک عمرو کے واسطے موافق قول امام اعظم رح کے دو طرح کا اختیار حاصل ہوا پس اُسنے اپنے حصہ کی نصف قیمت کے واسطے غلام سے سعایت کرانی اختیار کی اور یہ قیمت اسقدر ہی پس قاضی فلان نے اُسکے اختیار کا حکم جاری کردیا اور غلام کے ذمہ یہ سعایت لازم کردی اور بعد سعایت کے غلام مذکور دونون کی طرف سے آزاد ہوجائیگا اور اُسکی ولاء دونون مین مشترک ہوگی۔ اور اگر اُسنے اپنا حصہ آزاد کرنا اختیار کیا تو اسی طرح لکھے جیسا شریک کے خوشحال ہونے کی صورت مین مذکور ہوا ہو۔ پھر جس صورت مین اُسنے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا اور غلام کے ذمہ قسط بندی مقرر کی تو لکھے کہ پس قاضی نے اُسکا اختیار نافذ کردیا اور غلام کے ذمہ اُسکے حصہ کی قیمت جو اسقدر ہو لازم کی اور اُسکی تین قسطین تین مہینہ مین مقرر کردین تاکہ ہر مہینہ گذرنے پر اسقدر ادا کرے فقط۔ پھر اگر غلام مذکور نے اُسکے حصہ کی قیمت سے اُس سے کم مقدار پر صلح کرلی تو لکھے کہ اُسنے اپنے حصہ کی قیمت سے اسقدر مالی پر بوعدہ اسقدر مدت کے صلح کرلی۔ پس اگر قسط بندی مقرر کی اور ایک مہینہ گذر گیا اور اُسنے ایک قسط ادا کردی اور چاہا کہ اسکی تحریر کرادے تو لکھے کہ ایک مہینہ گذرا اور اُسنے ایک قسط ادا کی اور وہ اسقدر مال ہو اور باقی اسقدر مال موافق قسطون کے اُسپر واجب ادا آویگی تو اُس سے مطالبہ کریگا پھر سب قسطون کے ادا ہونے کے بعد لکھے کہ فلان شخص نے اپنا غلام جو اُسکے اور فلان کے درمیان مین مشترک تھا جسکا یہ نام ہو آزاد کردیا۔ اور اگر آزاد کنندہ تنگدست ہو پس شریک نے اس غلام مین سے اپنے حصہ کی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرانی اختیار کی اور اُسپر اس قیمت کی تین مہینہ مین

تین قسطین مقرر کردین ہر مہینہ مین اسقدر پھر ایک مہینہ گذرا پس اُسنے اِسقدر وصول کیا تھی کہ بعد تیسرے مہینہ کے سب اسقدر وصول کیا اور یہ آخری قسط تھی پس اُس غلام پر اور اُسکی جانب اور اُسکے پاس اور اُسکے ساتھ قلیل وکثیر کچھ باقی نہ رہا اور پورا غلام اُن دونون کی طرف سے آزاد ہوگیا پس وہ دونون کا مولی ہوا اور اُسکی ولاء دونون کے درمیان مین نصفا نصف ہو فقط - اور اگر موافق مذہب امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے تحریر چاہی تو لکھے کہ زید نے مسمی کلو مملوک مابین سے جو اُسکے اور اُسکے شریک عمرو کے درمیان مشترک تھا اپنا پورا حصہ آزاد کردیا تھے کہ پورا غلام زید کی طرف سے آزاد ہوگیا بنا بر قول ایسے امام کے جسکی یہ رائے ہو اور وہ امام ابو یوسف اور امام محمد رح ہین اور آزاد کرنے والا خوشحال تھا جو لوگون مین خوشحال مشہور تھا عمرو نے اُس سے اپنے حصہ کی قیمت کا مطالبہ کیا اور فلان قاضی کے سامنے مقدمہ پیش کیا اُسنے اسکو نافذ کرکے آزاد کنندہ کے ذمہ عمرو کے حصہ کی قیمت لازم کی اور زید کی طرف سے پورا غلام آزاد ہونے کا حکم دیا فقط - اور اگر آزاد کنندہ تنگدست ہو تو لکھے کہ آزاد کنندہ تنگدست لوگون مین معروف تھا تھے کہ عمرو کو غلام سے اپنے حصہ کی قیمت کی سعایت کا حق حاصل ہوا پس اُسنے غلام کو ماخوذ کرکے فلان قاضی کے پاس مرافعہ کیا اُسے اسکو نافذ کرکے غلام کو حصہ عمرو کی قیمت کی سعایت کرنے کا حکم دیا پس یہ قیمت غلام پر عمرو کا قرضہ ہو اور پورا غلام زید کی طرف سے آزاد قرار دیا اور اُسکی ولاء کامل زید کے واسطے قرار دی فقط یہ محیط مین لکھا ہی اور اگر ایک غلام دو آدمیون مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکو آزاد کرنا چاہا اور دونون کو خوف ہوا کہ اگر مین پہلے آزاد کرتا ہون تو شاید دوسرا شریک مجھے اپنے حصہ کا تاوان لے تو احتیاط یہ ہی کہ دونون اُسکے آزاد کرنے کے واسطے ایک شخص کو وکیل کرین اور سب سے زیادہ احتیاط یہ ہی کہ ہر ایک شریک اپنے حصہ کی آزادی کو دوسرے شریک کے آزاد کرنے سے معلق کرے حتی کہ اگر وکیل دونون مین ایک حصہ آزاد کرے تو نافذ نہوگا اور جب وکیل نے اُسکو آزاد کردیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ زید نے اقرار کیا کہ مین عمرو اور بکر کی طرف سے اُن دونون کے غلام مسمے کلو کے آزاد کرنے کے واسطے وکیل ہون اور اُسنے دونون کے غلام مسمے کلو کو جو دونون مین برابر مشترک ہی مفت یا اسقدر مال پر باعتاق صحیح دونون کے خالص ملک ومال سے آزاد کیا پس یہ غلام دونون کے وکیل زید کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگیا پھر آخر تک وہی عبارت لکھے جو ہمنے اصالتاً آزاد کرنے کے بیان مین لکھی اسی طرح اگر دونون اُسکو غلام مذکور کے مدبر کرنے کا وکیل کرین تو بھی یہی تحریر ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر اپنے غلام کو ایک سال تک اپنی خدمت کرنے کی شرط پر آزاد کیا ہی تو لکھے کہ گواہ لوگ اس بات کے شاہد ہوے کہ زید نے اپنے غلام مسمی کلو کو جسکا یہ خلیہ ہی باعتاق صحیح جائز نافذ اس شرط پر آزاد کیا کہ ایک سال کامل بارہ مہینہ جسکا اول فلان روز سے اور آخر فلان روز ہی برابر اُسکی خدمت کرتا رہے کہ جو خدمت اُسکی مولی کے رائے مین آوے اور جس قسم کی خدمت پیش آوے جہان چاہے جسوقت چاہے اور جسطرح چاہے جو شرع مین حلال ہی رات دن مین بقدر طاقت وقت معتاد مین خدمت لے پس مسمی کلو نے اس آزادی کو بعوض اس خدمت کے قبول کیا اور اُسکی خدمت کرنے کا بروجہ مذکور ضامن ہوا پس کلو خالصۃً بوجہ اللہ آزاد ہوگیا زید کو اُسکی طرف سوا ے ولاء اور طلب خدمت مشروطہ مذکورہ کے اور کوئی راہ نہین ہی فقط اور بدل عتق کا وثاقت نامہ یون لکھے کہ گواہ لوگ جنکا نام اس تحریر کی آخر مین مذکور ہی اس بات کے شاہد ہوے کہ کلو ہندوستانی نے بطوع خود یہ اقرار کیا کہ وہ بملک صحیح واجب الازم زید کا مملوک تھا اور مدت تک اُسکی خدمت کی پھر اُسکو اپنی آزادی کی خواہش ہوئی پس اُسنے زید سے درخواست کی کہ مجھے اسقدر عوض پر آزاد کردے اُسنے اُسکی درخواست کو منظور کرکے اُسکو اسقدر مال کے عوض مین صحیح آزاد کردیا

جسمین نہ رجعت ہو اور نہ متنویت اور نہ تعلق بخطر اور نہ اضافت بزمانہ مستقبل پس اُس غلام نے اُسکی طرف سے یہ امر اُسکے مخاطب کرنے کے ساتھ جدا ہونے اور اُسکے سوائے دوسرے کام مین مشغول ہونے سے پہلے قبول کیا پس اس سبب سے آزاد ہوگیا اور اپنے نفس کا مالک ہوگیا اور یہ بدا اُسکے اوپر قرضہ رہا کہ جسکے واسطے کچھ معیاد نہین ہو جب چاہے اُسے دے کلو مذکور کو اِس سے کوئی انکار نہوگا - اِس سب مال کے ادا کرنے کے کسی طرح اُسکی برائت بھی نہوگی اور مقر لہ نے اِسکی تصدیق کی ہو فقط یہ محیط مین ہے - وصی ہونے کے اختیار سے غلام کو آزاد کرنے کی تحریر یون ہو گواہ لوگ اس بات کے شاہد ہوے کہ زید پسر میت نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکے باپ فلان شخص نے اپنی حیات مین اُسکو وصیت کی تھی کہ اُسکے غلام اور مملوک مسمی فلان کو اس غلام کا نام اور حلیہ بیان کردے اُسکی وفات کے بعد خالصۃً لوجہ اللہ تعالے آزاد کردے اُسمین کوئی شرط نہ لگاوے اور نہ غلام مذکور پر کچھ مال کا عوض قرار دے اور اس زید نے اپنے باپ فلان کی طرف سے یہ وصیت قبول کی تھی اور اُسکے باپ فلان نے مرتے وقت تک اس پوری وصیت یا اسمین سے کسی قدر سے رجوع نہین کیا اور اس زید نے اپنے باپ کی موت کے بعد یہ وصیت نافذ کی اور فلان مذکور کو آزاد کردیا اور یہ وہی غلام ہو جسکے آزاد کرنے کی اُسکو اُسکے باپ نے وصیت کی تھی پس غلام مذکور اسوجہ سے خالصۃً لوجہ اللہ تعالے آزاد ہوگیا اُسکو وہی استحقاق حاصل ہو جو آزادون کو ہوتا ہو اور اُسپر وہی بات لازم ہو جو آزادون پر ہوتی ہو اس زید کو اُسپر غلام بنانے یا خدمت یا سعایت کرانے کا کوئی استحقاق نہین ہو پس اُسکے ہاتھ مین اپنے باپ کے ترکہ سے دو چند قیمت اس غلام کی جسکو آزاد کیا ہو حاصل ہوگئی اب زید کو اُس غلام پر کوئی راہ نہین ہو سوائے سبیل ولار کے جو شرع مین آزاد کرنے والے کو اپنی زندگی مین اور اُسکے پس ماندگان کو اُسکی وفات کے بعد حاصل ہوتی ہو پھر تحریر کو ختم کردے - اور اگر اپنی باندی کو آزاد کرکے بعد آزادی کے اُس سے نکاح کیا تو لکھے کہ زید نے اپنے جواز اقرار کی حالت بطوع خود اقرار کیا کہ اِسنے اپنی باندی مسماۃ فلانہ ترکیہ یا ہندیہ کو باعتاق صحیح آزاد کیا آخر تک وہی عبارت لکھے جو عتاق نامہ مین لکھی جاتی ہو پھر تحریر عتق کے بعد لکھے کہ پھر اس زید نے بعد اس عتق مذکور کے اپنی اس آزاد کی ہوئی باندی کے ساتھ گواہان عادل کے حضور مین اسقدر دینار مہر یہ پر تزویج صحیح نکاح کرلیا اور اس باندی مذکورہ نے بھی جو آزاد ہوگئی ہو اسی مجلس مین اسی مہر مذکور پر تزویج صحیح اپنے آپ کو اُسکے نکاح مین دیا پھر تحریر کو ختم کردے - واللہ تعالے اعلم یہ ذخیرہ مین لکھا ہو -

فصل پنجم - تدبیر کے بیان مین - امام محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ سطرح لکھے کہ یہ تحریر زید ابن عمرو کی جانب سے واسطے اپنے مملوک مسمی کالو ہندوستانی کے بدین مضمون ہو کہ مین نے تجھکو اپنی موت کے بعد خالصۃً لوجہ اللہ تعالے اور واسطے ثواب الٰہی آزاد کردیا اور مین اسوقت صحیح ہون (اور اس سے مراد صحت بدن ہو) آیا نہین دیکھتا ہو تو کہ امام محمد رح نے اسکے بعد فرمایا کہ مرض وغیرہ کی کوئی علت تجھ مین نہین ہو - اس تحریر کی کوئی حاجت نہین ہو اسواسطے کہ صحیح اور مریض دونون کا حکم کرنا اس بات مین یکسان ہو کہ دونون مین سے ہر ایک کی تدبیر کا اعتبار ثلث مال سے ہوتا ہو اور امام طحاوی رح اسمین لکھتے تھے کہ مین نے تجھکو اپنی زندگی مین مدبر اور اپنی موت کے بعد آزاد کردیا اور فرمایا کہ مین نے دونون لفظون کو اسواسطے جمع کیا کہ بعضے علما کا مذہب یہ ہو کہ جب تک دونون لفظون کو جمع نہ کرے تب تک وہ مدبر نہین ہوتا ہو پس مین نے اس مذہب سے احتراز کرنے کے واسطے دونون لفظون کو جمع کردیا پھر لکھے کہ میرے واسطے تیری ولار اور تیرے بعد تیرے آزاد کیے ہوؤن کی ولار ہوگی اور امام طحاوی رح لکھتے تھے اور میرے واسطے جو کچھ

تجھے بسبب تدبیر مذکورہ تحریر ہذا کے آزاد ہو جاوے اُسکی ولاء ہوگی اسواسطے کہ بعض علما کا یہ مذہب ہے کہ اگر مولے مرجاوے اور اسپر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے تمام ترکہ کو محیط ہو تو اُسکا مدبر آزاد ہوگا بلکہ رقیق ہوگا کہ اُس قرضہ کے عوض کو جو اسکے مولی پر ہے فروخت کیا جاویگا اور ایسی حالت مین اُسکے مولی کے واسطے اُسکی ولاء نہوگی پس اگر ہم علی الاطلاق اسطرح لکھین کہ میرے واسطے تیری ولاء ہوگی تو اس مذہب کے موافق یہ غلط ہوگا حالانکہ جہانتک ممکن ہو تحریر کو غلطی سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور بعض اہل شروط اسطرح لکھتے ہین کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ زید نے اپنے غلام ورقیق ومملوک ہندی یا ترکی یا رومی اسمی فلان کو اور اُسکا حلیہ بیان کردے مدبر کردیا پھر لکھے اور اپنی موت کے بعد اُسکو آزاد کردیا اور یہ تدبیر مطلق غیر مقید صحیح ونافذ مدبر کیا ہے کہ نہ فروخت کیا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور نہ میراث ہوسکے اور نہ مہر ہوسکے اور نہ ایک ملک سے دوسری ملک مین منتقل ہوسکے اور اس تدبیر مین نہ رجعت ہے نہ مشیت پس یہ غلام اپنے مولی کا مدبر ہے جب تک اُسکا یہ مولے زندہ ہے کہ اس سے وہ انتفاع حاصل کرسکتا ہے جیسا غلامون سے نفع لیا جاتا ہے سوائے بیع اور اُسکے مانند امور کے اور یہ غلام مذکور اسکی وفات کے بعد آزاد ہے کہ اُسکے وارثون مین سے کسی کو اسپر کوئی راہ نہوگی سوائے اُسقدر حصہ کی سعایت کے کہ جو تہائی سے برآمد نہو اور سوائے سبیل ولاء کے کہ اُسکی ولاء اسکی مولی کے وفات کے بعد اُسکے عصبات کے واسطے اور اس مدبر نے وقت تدبیر کے اُسکے مملوک ہونے کی تصدیق کی اور یہ امر اس مدبر کی صحت اور ثبات عقل اور جواز اقرار کی حالت مین مدبر سے صادر ہوا ہے کہ جسکے ساتھ حکم حاکم راجح کرے پس لکھے کہ پھر اس مولی نے فلان شخص کے ہاتھ اس مدبر کے فروخت کرنے کا قصد کیا پس اس مدبر نے قاضی عادل نافذ القضاء کے سامنے اسکی نالش کی پس قاضی نے اس مدبر کے واسطے اُسکے مولی پر یہ حکم دیدیا کہ بحکم اس تدبیر کے مولاے مذکور کو اُسکی بیع کا اختیار نہین ہے بعد ازانکہ یہ حکم قاضی کی راے اور اجتہاد مین واقع ہوا کہ اُسنے ایسکے عالم کا قول اختیار کیا جسکا یہ مذہب ہے اور اُس حدیث پر عمل کیا جو اس باب مین وارد ہے اور قاضی نے اپنے حکم پر اپنے مجلس کے حاضرین کو گواہ کردیا واقعہ تاریخ فلان اور اگر ایک غلام دو شریکون مین مشترک ہو پھر دونون مین سے ایک نے اپنا حصہ مدبر کردیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ زید نے اپنا نصف حصہ جو مثلاً نصف ہے پورے غلام ہندی مسمے کالو مین سے جو زید اور عمرو کے درمیان نصفا نصف مشترک ہے مدبر کیا اور اُسمین سے اپنا حصہ جو نصف ہے اپنی حیات مین مدبر مطلق کردیا اور بعد اپنی وفات کے اپنا حصہ آزاد کردیا پھر اس تحریر کو جسطرح ہمنے بیان کیا ہے تمام کردے اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر زید خوشحال ہو تو عمرو کو تین طرح کا اختیار ہوگا (یعنے چاہے زید سے اپنے حصہ کا تاوان لے یا غلام سے اپنے حصہ کے واسطے سعایت کراوے یا اپنا حصہ بھی مدبر کردے) اور اگر زید تنگدست ہو تو دو طرح کا اختیار ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک اگر زید خوشحال ہو تو اُس سے تاوان لے سکتا ہے اور اگر تنگدست ہو تو غلام سے سعایت کرا سکتا ہے پھر اگر اُسنے موافق قول امام اعظم رح اور صاحبین رح کے لکھنا چاہا تو درصورتیکہ عمرو نے بھی مدبر کرنا اختیار کیا تو اُسی طرح لکھے جیسا ہم بیان کرچکے ہین اور اگر اُسنے تاوان لینا اختیار کیا تو لکھے کہ عمرو نے مدبر مذکور سے روز تدبیر کے اپنے حصہ کی قیمت طلب کی اور وہ اندازہ کرنے والون کی اندازہ سے اسقدر دینار ہین اور اُسکو قاضی عادل اور جائز الحکم کے پاس لیگیا پس قاضی نے مدبر کے ذمہ یہ قیمت لازم کردی پھر عمرو نے مدبر سے یہ قیمت پوری وصول کرلی اور عمرو کے قبضہ کرنے اور پھیر لانے سے مدبر اس قیمت سے بری ہوگیا پس یہ پورا کالو اس زید کی طرف سے مدبر ہوگیا نہ عمرو کی طرف سے اور نہ باقی تمام جہان کے

آدمیون کی طرف سے اور اسکے بعد اس عمرو کو اس زید پر کوئی دعوی نہین ہی اور نہ غلام پر کوئی دعوی ہی اور جب اس زید کو حادثہ موت پیش آوے تو یہ پورا مدبر خالصۃً لوجہ اللہ آزاد ہی اور زید کو اور نہ اُسکے وارثون مین سے کسی کو اس مدبر پر کوئی راہ نہین ہی سوائے سبیل ولا کے اور سوائے سبیل سعایت کے بقدر اُس قیمت کے جو تہائی سے برآمد نہو۔ اگر غلام دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکے مدبر کرنے کے واسطے ایک شخص کو وکیل کیا تو اسی طرح ہوگا جیسا ہمنے آزاد کرنے کے واسطے دونون کے ایک شخص کو وکیل کرنے کی صورت مین بیان کیا ہی لیکن فرق یہ ہی کہ صورت اعتاق مین اگر وکیل نے کہا کہ مین نے اسکو دونون کی طرف سے آزاد کیا یا کہا کہ یہ دونون کی طرف سے آزاد ہی یا کہا کہ دونون مین سے ہر ایک کی طرف سے آزاد ہی تو یہ کافی ہی اور غلام مین سے دونون مین سے ہر ایک کا حصہ فی الحال آزاد ہو جائیگا اور تدبیر کی صورت مین یہ ضرور ہی کہ یون بیان کرے کہ مین نے اس مملوک مین سے دونون مین ہر ایک کا حصہ کیا۔ اور ہر ایک کا حصہ اُسکی موت کے بعد آزاد کیا حتے کہ ہر ایک کی موت کے بعد آزاد ہو جائیگا اور اگر وکیل نے کہا کہ مین نے دونون کی طرف سے اسکو مدبر کیا یا کہا کہ دونون کی موت کے بعد یہ دونون کی طرف سے آزاد ہی تو جبھی آزاد ہوگا کہ جب دونون مرجاوین اور جو شخص پہلے مرے اُسکی موت سے اُسکا حصہ آزاد نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔

فصل ششم - تحریر استیلاد کے بیان مین - اگر ام ولد کے واسطے تحریر لکھنی چاہے تو یون لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہ لوگ جنکا نام اس تحریر کی آخر مین مذکور ہی شاہد ہوے ہین بدین مضمون ہی کہ زید نے اقرار کیا کہ اُسکی باندی ترکیہ یا رومیہ یا ہندیہ جسکا نام اور حلیہ اور سن بیان کر دیوے اُسکی ام ولد ہی کہ اُسکی ملک اور فراش سے اُسکے پیسے عمرو کو یا اُسکی دختر مسماۃ ہندہ کو جنی ہی پس یہ اُسکی حیات مین اُسکی ام ولد ہوگی کہ اُس سے مثل مملوک کے نفع اُٹھا سکتا ہی لیکن اُسکو فروخت نہین کر سکتا ہی اور نہ کسی وجہ سے اُسکو غیر کی ملک مین دے سکتا ہی اور وہ بعد وفات زید کے آزاد ہی اُسکے وارثون مین کسی کو اُسکی طرف کوئی راہ نہین ہی سوائے سبیل ولا کے کہ اُسکی ولا زید کے واسطے ہی اور اُسکی موت کے بعد اُسکے وارثون کے واسطے ہوگی۔ اور اسکے ساتھ حکم حاکم اور ام ولد مذکورہ کی تصدیق لاحق کرے اور اس مقام پر سبیل سعایت کے استثنا کی ضرورت نہین ہی کہ اسواسطے کہ اس ام ولد پر سعایت واجب نہوگی اگرچہ اُسکے تہائی مال سے برآمد نہو لیکن اگر مولی سے یہ اقرار اُسکے مرض الموت مین ہوا ہوا اور کوئی بچہ موجود معلوم نہو تو ایسی صورت مین تہائی مال سے آزاد ہوگی پس ایسی صورت مین اسطرح لکھنا ہوگا کہ سوائے سبیل سعایت کے اگر تہائی مال سے برآمد نہو اور اگر باندی مذکور ایسا پیٹ ڈال گئی ہو کہ جسکی خلقت یا بعض خلقت ظاہر ہو گئی ہو تو لکھے زید نے ان گواہون کے سامنے اقرار کیا اور اپنے اقرار پر ان لوگون کو بخوشی گواہ کیا کہ اُسکی باندی مسماۃ فلانہ اُسکی ام ولد ہی جو اُسکے نطفہ سے ایسا پیٹ ڈال گئی ہی جسکی پوری خلق یا بعض خلق ظاہر تھی پس اُسکی ام ولد ہونی پھر آخر تک بدستور مذکور لکھے جیسا ہمنے ذکر کر دیا ہی۔ یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔

فصل ہفتم - تحریر کتابت کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ اہل شروط نے ابتداے تحریر کتابت مین اختلاف کیا ہی پس امام ابوحنیفہ رح اور اُنکے اصحاب اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر اُسکی ہی جسپر فلان نے اپنے مملوک مسمی فلان منسوب بفلان کو مکاتب کیا ہی اور امام طحاوی و خصاف اور بہت سے مشائخ بلخ اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر فلان ابن فلان منسوب بفلان کی جانب سے اُسکے مملوک فلان منسوب بفلان کے واسطے ہی اور شیخ یوسف ابن خالد یون لکھتے تھے کہ یہ تحریر وہ ہی

جسپر زید مخزومی نے اپنے مملوک کلو ہندی کو مکاتب کیا ہی۔ اور ابوزید شروطی لکھتے تھے کہ یہ تحریر جسپر گواہ لوگ جنکا نام ہی تحریر کی آخر مین مذکور ہی بدین مضمون گواہ ہوے ہین کہ زید ابن عمرو نے اُنکے سامنے بخوشی اقرار کیا۔ کہ مین نے اپنے غلام کلو کو مکاتب کیا ہی اور ہماوگ اُسکو اپنی آنکھون سے بصرف صحیح پہچانتے ہین اور اُسکا نام ونسب جانتے ہین اور زید مذکور نے اپنی صحت عقل وبدن وجواز اقرار کی حالت مین گواہ کیا انتے آخرہ پس علمار نے ابتداے تحریر کتابت مین اسطرح سے اختلاف کیا ہی اور عامہ اہل شروط نے خرید کی تحریرات مین اتفاق کیا ہی کہ اسطرح لکھا جاوے کہ یہ اُس چیز کی تحریر ہی جسکو خرید کیا الی آخرہ بخلاف بصرہ کے اہل شروط کے کہ وہ اسطرح نہین لکھتے ہین۔ اور تحریرات خلع مین اسطرح لکھنے پر اتفاق کیا ہی کہ یہ تحریر از جانب فلان ہی الی آخرہ۔ اور اقرارات کی تحریر مین اسطرح لکھنے پر اتفاق کیا ہی کہ یہ تحریر وہ ہی جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے ہین الی آخرہ پھر اسکے بعد امام ابوحنیفہ رح اور اُسکے اصحاب نے فرمایا کہ عقد کتابت بمعنی خرید فروخت ہی حتے کہ باپ اور وصی کی طرف سے صغیر کے غلام کا مکاتب کرنا صحیح ہی جیسا کہ دونون کا اُسکو فروخت کرنا صحیح ہی اور فسخ کتابت بھی صحیح ہی جیسا کہ فسخ بیع صحیح ہی پھر چونکہ خرید فروخت مین اسطرح لکھا جاتا ہی کہ یہ اُس چیز کی تحریر ہی الی آخرہ۔ پس ایسا ہی کتابت مین بھی جو بمعنی بیع ہی یون لکھا جاوے کہ یہ اُسکی تحریر ہی جسپر مکاتب کیا الی آخرہ۔ اور یوسف بن خالد بھی ایسا ہی کہتے ہین کہ کتابت بمعنی خرید فروخت ہی لیکن انتے نزدیک تحریر خرید مین بھی یون لکھا جاتا ہی کہ یہ تحریر وہ ہی جسکو خرید کیا الی آخرہ پس کتابت مین بھی یون ہی لکھا جاوے کہ یہ تحریر وہ ہی جسپر مکاتب کیا۔ اور طحاوی وخصاف فرماتے ہین کہ کتابت ایسا عقد ہی جسمین امر متقدم کے اختیار کی حاجت ہی پس لکھا جاوے کہ فلان نے اپنے مملوک فلان کو مکاتب کیا پس مثل خلع کے ہوگا۔ کہ خلع مین بھی امر متقدم کے اختیار کی حاجت ہی پس یون لکھتے ہین کہ فلان نے اپنی جورو فلانہ کا خلع کر دیا پس چونکہ خلع مین لکھتے ہین کہ یہ تحریر از جانب فلان ہی پس اسی طرح کتابت مین بھی لکھنا چاہیے کہ یہ تحریر از جانب فلان ہی بخلاف خرید کے کہ خرید مین امر متقدم کے اختیار کی ضرورت نہین ہی کیونکہ خرید کی تحریر مین ملک بائع اور اسکا منتقل جسپر مدار صحت خرید ہی ذکر نہین کیا جاتا ہی اور ابوزید شروطی فرماتے تھے کہ کتابت ہر طرح سے بیع کے معنی مین نہین ہی تاکہ بیع سے لاحق کیجاوے اسواسطے کہ بیع مبادلہ مال بمال ہی اور کتابت مبادلہ مال ہی بعوض ایسی چیز کے جو مال نہین ہی اور کتابت مین معاوضہ قرضا اُسکے ذمہ ثابت ہوتا ہی اور بیع مین ایسا نہین ہوتا ہی اور نیز ہر طرح سے مثل خلع کے بھی نہین ہی تاکہ اُسکے ساتھ لاحق کیا جاوے اسواسطے کہ خلع بعد واقع ہونے کے مستقل فسخ نہین ہی اور کتابت بعد واقع ہونے کے بھی مستقل فسخ ہی پس خلع وخرید دونون کے ساتھ اُسکا لاحق کرنا متعذر رہا پس ہمنے اُسکو اقرارات کے ساتھ لاحق کیا اور اقرارات مین یون لکھا جاتا ہی کہ یہ وہ تحریر ہی جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے ہین اور اسمین کوئی اختلاف نہین ہی پس ایسا ہی کتابت مین بھی لکھا جائیگا صورت یہ ہوگی اصحاب نے تحریر فرمائی ہی کہ یہ تحریر اُسکی ہی جسپر فلان ابن فلان مخزومی نے اپنے مملوک مسمی کلو ہندی کو مکاتب کیا بدینطور کہ اسکو وزن سبعہ کے ہزار درہم پر مکاتب کیا کہ ان درمون کو قسطون سے پانچ برس مین ہر سال دوسو درہم کے حساب سے ادا کرے اور یہ نہین لکھا کہ بدین شرط کہ ان درمون کو فی الحال ادا کرے یا ایک ہی قسط مین ایک سال یا ایک مہینہ کے بعد ادا کرے اور یہ نہ لکھنا اسوجہ سے ہی کہ امام شافعی رح کے قول سے اقرار ہو جاوے کیونکہ

امام شافعی رح کے نزدیک فی الحال ادا کرنے کی کتابت جائز نہین ہی اسی طرح جس کتابت مین قسط ہو لیکن یک ہی قسط ہو وہ بھی امام شافعی رح کے نزدیک ناجائز ہی پس ہمنے چند قسطین کرکے لکھا تاکہ امام شافعی کے قول سے احتراز ہو - اور یہ لکھا کہ پانچ برس مین ہر سال دو سو درم کرکے ادا کرے یہ اسواسطے لکھا تاکہ مقدار اقساط اور حصہ ہر قسط معلوم ہو جاوے پھر فرمایا کہ لکھے اور پہلی قسط کا وقت فلان سال کے فلان مہینہ کا چاند ہی اور یہ اسواسطے لکھا کہ پہلی قسط کا وقت معلوم ہو جاوے پھر فرمایا کہ لکھے اور فلان ہملوگ مذکور پر اللہ کا عہد و میثاق ہی کہ وہ ضرور اچھی کوشش کرے حتی کہ پورا مال کتابت جسپر اُسکو مکاتب کیا ہی ادا کردے اور یہ بتحریر غلام مذکور کی کمائی پر برانگیختہ کرنے کے واسطے ہی تاکہ وہ مال کتابت ادا ہی کرے اور یہ عبارت بمنزلہ نہین لکھی جاتی اسواسطے کہ مشتری ادائے ثمن پر مجبور کیا جاتا ہی پس اُسکو برانگیختہ کرنے کی حاجت نہین ہی اور مکاتب مجبور نہین کیا جاتا پس اُسکو برانگیختہ کرنے کی حاجت ہی پھر امام اعظم اور اُنکے اصحاب کتابت نامہ مین یہ نہین لکھتے تھے کہ ہدین شرط کہ مکاتب جب تک مکاتب ہی بدون اجازت مولی کے نکاح نکرے اور امام طحاوی اور خصاف اسکو لکھتے تھے اور یہ بھی لکھتے تھے کہ جب تک مکاتب خشکی اور تری مین جہان چاہے سفر کرے اور ان دونون نے یہ بات کہ جب تک مکاتب ہی بدون اجازت مولی کے نکاح نکرے اسواسطے لکھی کہ شیخ ابن ابی لیلی کے قول سے احتراز ہو کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ مکاتب کو بدون اجازت مولی کے نکاح کرلینے کا اختیار ہی الا اُس صورت مین نہین ہی کہ جب عقد کتابت مین یہ بات مشروط ہو جاوے اور سفر کا اختیار اسواسطے تحریر کیا کہ بعض علماء مدینہ کے قول سے جو یہ فرماتے ہین کہ اگر عقد کتابت مین مسافرت کی اجازت مشروط نہو تو مکاتب کو سفر کا اختیار نہین ہی احتراز ہو جاوے پھر فرمایا کہ لکھے پس اگر مکاتب مذکور ان اقساط کے ادا کرنے سے عاجز ہوا یا اُسکی میعاد سے تاخیر کردی تو وہ رقیت مین واپس ہوگا اور یہ بات ہمنے اسواسطے لکھی حالانکہ یہ بات بدون شرط کے ثابت ہی تاکہ حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قول سے احتراز ہو کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ اگر کتابت مین یہ شرط کرلی کہ جب مکاتب عاجز ہوگا تو رقیق کردیا جائیگا تو عاجز ہونے کے وقت وہ رقیق کردیا جائیگا خواہ وہ اس بات پر راضی ہو یا نہو اور اگر عقد کتابت مین یہ شرط نہ کی ہو تو عاجز ہونے کے وقت بدون رضامندی غلام مذکور کے وہ رقیق نہ کیا جائیگا پس یہ عبارت اس قول سے احتراز ہونے کے واسطے لکھدی جاوے اور شیخ ثمنی اور ابوزید شروطی لکھتے تھے کہ اگر ان اقساط مین سے کسی کے ادا کرنے سے یا دو قسطون کے ادا کرنے سے عاجز ہوا تو رقیق ہو جائیگا اور یہ ہمنے اسواسطے تحریر کیا کہ امام ابویوسف رح کے قول سے احتراز ہو جاوے کیونکہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کا مذہب یہ ہی کہ جب مکاتب پر کوئی قسط ادا کرنے کا وقت آیا اور مولے نے اس سے اُسکا مطالبہ کیا اور قاضی کے پاس مرافعہ کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر مکاتب کل کچھ مال حاضر موجود ہو تو اُسکو اُسکے مولی کو دیدیگا جبکہ مولے کے حق کی جنس سے ہو اور اگر اُسکا مال غائب ہو لیکن اُسکے حاصل ہو جانے کی امید ہو تو قاضی اُسکو دو دن یا تین دن بسبب اپنی رائے کے اس بارہ مین اُسکو مہلت دیگا - پس اگر اُسنے اس قسط کا مال جو اُسپر واجب الادا ہوا ہی ادا کردیا تو خیر ورنہ اُسکو رقیق کردیگا اور امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ جب تک اُسپر دو قسطین پے در پے نہ گذر جاوین تب تک اُسکو رقیق نہین کریگا پس یون لکھا جاوے کہ پھر اگر یہ غلام ان قسطون مین سے کسی قسط کے ادا کرنے سے یا دو قسطون کے ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو رقیت مین واپس کردیا جائیگا تاکہ یہ واپسی اجماعی ہو جاوے پھر فرمایا کہ لکھے کہ اور جو کچھ فلان نے اُس سے لیا ہی وہ اُسکو حلال ہوگا - اور یہ اسواسطے لکھا تاکہ کوئی وہم کرنے والا یہ وہم نکرے کہ عقد ہر گا فسخ ہوا اور معقود علیہ یعنے غلام پھر اپنے مولے کے ملک مین عود کر گیا

تو مولی پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسنے بدل کتابت مین سے وصول کیا ہی اُسکو واپس کردے ورنہ بدون تحلیل اُس غلام کے اُسکے مولے کے واسطے حلال نہوگا اور طحاوی رح اسکو نہین تحریر فرماتے تھے اسواسطے کہ جو کچھ اُسنے لیا ہی وہ اُسکے واسطے بدون ذکر کرنے کے حلال ہی اسواسطے کہ اُسکے غلام کی کمائی ہی۔ پھر لکھے کہ اور اگر اُسنے جمیع وہ مال جسپر اُسکو مکاتب کیا ہی ادا کردیا تو وہ خالصتہً بوجہ اللہ تعالی آزاد ہی ایسا ہی امام ابوحنیفہ اور اُنکے اصحاب تحریر کرتے تھے اور امام طحاوی رح اسکو نہین لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا یہ مذہب ہی کہ مکاتب جسقدر ادا کردے اُسی قدر آزاد ہوجاتا ہی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض کا یہ مذہب ہی کہ اگر مکاتب نے تہائی یا چوتھائی بدل کتابت ادا کردیا تو آزاد ہوجائیگا اور مولی کے قرضداروں مین شمار ہوگا کہ باقی بدل کتابت کے واسطے اُسکا قرضدار رہا اور حضرت زید بن ثابت رض و عبداللہ بن عمر رض و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تک اُسپر کچھ بدل کتابت باقی رہیگا تب تک اُسمین سے کچھ آزاد نہوگا اور یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہی اور یہی عامہ علماء کا مذہب ہی پس اگر ہم یون لکھین کہ اگر اُسنے تمام وہ مال جسپر اُسکو مکاتب کیا ہی ادا کردیا تو وہ خالصتہً لوجہ اللہ تعالے آزاد ہی حتے کہ اُسکا عتق پورے بدل کتابت ادا کرنے سے متعلق ہو تو حضرت علی کرم اللہ وجہ و حضرت عبداللہ بن مسعود رض کے نزدیک یہ شرط خلاف مقتضاے عقد ہوگی پس شاید اسکا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور مین ہو جو اُن دونون رضی اللہ عنہم کے مذہب کے موافق اعتقاد رکھتا ہی اور اُسکے نزدیک کتابت ایسی چیز ہی جو بشروط فاسدہ فاسد ہوجاتی ہی تو اُسکو باطل کردیگا پس اسکا ذکر کرنا مضر ہوگا اور ذکر نہ کرنا مضر نہین ہی اگرچہ اسکا ترک کرنا اولی ہی پھر لکھے کہ فلان یعنی آزاد کنندہ کے واسطے اُسکی ولاء اور اُسکے عتق کی ولاء ہوگی۔ اور یہ تحریر باتباع سلف ہی۔ اور امام طحاوی رح صرف اسقدر لکھتے تھے کہ اُسکی ولاء ہی اور یہ نہین لکھتے تھے کہ اُسکے عتق کی ولاء ہی اسواسطے کہ اُسکے عتق کی ولاء کبھی اُسکے آزاد کرنے والے کے واسطے نہین ہوسکتی ہی چنانچہ اگر اس معتق نے کسی باندی سے نکاح کیا اور اُس سے اسکے اولاد ہوئی پھر اولاد مذکور کو باندی کے مولی نے آزاد کردیا تو اس اولاد کی ولاء باپ کے آزاد کرنے والے کے واسطے ہوگی بلکہ مان کے آزاد کرنے والے کے واسطے ہوگی پھر تحریر کو ختم کرے۔ اور بہت متاخرین اہل شروط اُسی طور سے لکھتے ہین جیسے شیخ ابوزید شروطی تحریر کرتے ہین چنانچہ کتاب حاویین لکھتے ہین کہ یہ وہ مضمون ہی جسپر گواہ لوگ جنکا نام اس تحریر کی آخر مین ہی مذکور ہی شاہد ہوے ہین اور سب اس بات پر شاہد ہوے کہ فلان بن فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے اپنے مملوک فلان ہندی کو مثلاً اُسکا نام وحلیہ بیان کردے اسقدر رسمون پر بکتابت صحیحہ جائزہ نافذہ حالہ مکاتب کردیا جسمین فاسد نہین ہی اور نہ میعاد ہی اسپر طریقہ ہی کہ جو کچھ مولی نے اُسپر شرط کیا ہی بدون تاخیر کے ادا کردے بدین شرط کہ اگر اُسنے اسمین زیادتی کی کہ تین روز تک مال اُسکو ادا نکردیا یا بعض ادا کیا اور بعض ادا نکیا تو اسکے بعد مولی کو اختیار ہوگا کہ اُسکو پھر رقیق کردے اور جو کچھ مولے نے اُس سے وصول کیا وہ اُسکو حلال ہوگا اور اگر اُسنے تمام مال مذکور اس طریق پر مولاے مذکور کو یا ایسے شخص کو جو اُسکی زندگی مین یا اُسکی وفات کے بعد اُسکے حقوق وصول کرنے کا قائم مقام ہجاز ہی ادا کردیا تو وہ آزاد ہی پھر مولے یا اُسکے وارثون کو اس غلام کی جانب کوئی راہ نہوگی سواے ولاء کے کہ اُسکی ولاء اُسکے مولے کے واسطے اُسکی زندگی تک ہوگی اور بعد وفات مولے کے اُسکے اولاد کے واسطے ہوگی اور اس مکاتب نے اُس سے بالمواجہہ یہ کتابت قبول کی اور اس مکاتب نے اس بات مین اُسکی تصدیق کی کہ یہ مکاتب برزر کتابت اُسکا مملوک تھا اور اس کتابت

ف ۱۷ عبارت طحاوی یہ ہی کہ جب اسنے بدل کتابت مین سے کچھ ادا کیا ہی تو اسکی ولاء اسکے مولے کی ہی اور اسکے عتق کی ولاء اسکے مولے کی ہی اور اسکے عتق کی ولاء اسکے مولے کی ہی اور اسکے عتق کی ولاء اسکے مولے کی ہی

کی صحت پر مسلمانون کے قاضیون مین سے کسی قاضی نے حکم دیدیا پھر تحریر کو ختم کرے کذا فی الذخیرہ والمحیط۔ اور اگر بدل کتابت کبلی یا ذرعی یا مجدود یا مذروع یا حیوان ہو تو ایسا ہی حکم ہی لیکن حیوان کی صورت مین اسکے اسنان و صفات بیان کردے اور اگر اوصاف مسلم ہون لیکن اسی جنس سے ہو جو کتابت مین بیان ہوئی ہی تو ہمارے نزدیک جائز ہو اور اسمین بعضے لوگون نے خلاف کیا ہی اور اگر اس کتابت کے ساتھ حکم حاکم لاحق کیا جاوے تو بالاتفاق جائز ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور درصورت کتابت میعادی کے لکھتے ہین کہ۔ بکتابت صحیحہ جائزہ نافذہ منجملہ بدہ بنجم تا دہ ماہ پے در پے کہ ابتدا اسکی غرہ ماہ فلان وانتہا سلخ ماہ فلان اور ہر قسط اسقدر ہی مکاتب کیا کہ اسمین سے ہر مہینے کے گذرنے پر ایک قسط ادا کرے اور اس مکاتب پر اللہ تعالی کا عہد و میثاق ہی کہ ہر قسط اپنے وقت پر اپنے اس مولی کو ادا کرنے کی کوشش کرے اسمین کوتاہی نہ کرے اور اُس سے روپوش نہو جاوے وبدین شرط کہ اگر یہ مکاتب اس مال کو ان قسطون پر ادا کرنے سے عاجز ہوا یا کسی قسط کے آجانے پر تین روز تک دینے سے تاخیر کی تو اسکے اس مولی کو اختیار ہوگا کہ اسکو رقیق کردے یا لکھے کہ وہ رقیت مین واپس ہو جائیگا اور اسمین زیادہ وثوق ہی سو اسطے کہ صورت اولی مین مولی کو حکم قاضی یا رضامندی غلام کی ضرورت ہوگی اور دوسری تحریر مین اسکی کچھ حاجت نہین ہی بلکہ فقط عاجز ہونے سے وہ رقیت مین واپس ہو جائیگا۔ اور جو کچھ مولے نے اُس سے بدل کتابت لیا ہو وہ اسکو حلال ہوگا اور اگر اُسنے یہ سب قسطین بدون تاخیر کے مولی کو یا ایسے شخص کو جو مولی کی زندگی و بعد وفات کے اسکے حقوق پر قبضہ کرنے مین اسکے قائم مقام ہی ادا کردین تو وہ آزاد ہی اُسکے مولی کو اُسکی جانب کوئی راہ نہوگی اور نہ اُسکے بعد اسکے وارثون کو یا کسی آدمی کو اُسکی جانب کوئی راہ نہوگی سوائے ولاء کے کہ مولی کی زندگی مین مولی کے اور بعد اُسکے اسکے وارثون کے واسطے ہوگی اور تحریر کو ختم کردے۔ اور اگر اپنے غلام و باندی کو دونون زوج و زوجہ مین مکاتب کیا تو لکھے گواہ ہوے کہ فلان نے اپنے فلان غلام کو مکاتب کیا اُسکا نام وحلیہ بیان کردے اور اپنی باندی فلانہ کو مکاتب کیا اُسکا نام وحلیہ بیان کردے اور یہ باندی اس غلام کی جورو ہی ان دونون کو اُسنے بکتابت واحدہ یکجا مکاتب کیا اور اسقدر روز مون پر مکاتب کیا اور دونون کی قسطین ایک ہی وقت مقرر کین اور وہ چنین وچنان میعادتک ہین کہ اُسکی ابتدا ایسے وقت سے اور انتہا ایسے وقت پر ہی اور ہر قسط اسقدر ہی اور دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کے واسطے دوسرے کے حکم سے تمام اُس مال کی جو دونون کے اس مولی کا اُسپر ہی بضمانت صحیحہ جائزہ جو شرع مین لازم ہی ضمانت کرلی وفلان وفلانہ پر اللہ تعالی کا عہد و میثاق ہی اور دونون اس مال کتابت کو اپنے مولی فلان کو ادا کرنے کے واسطے کوشش کرین اور یہ واقعہ تا بہ فلان ماہ فلان مین واقع ہوا۔ اور بعضے اہل شروط مین سے بعد اس قول کے کہ ہر قسط اسیے اسقدر ہی یہ لکھتے ہین کہ اور بدین شرط کہ دونون مین کوئی سب یا کچھ بدون تمام مال کتابت ادا کرنیکے آزاد نہوگا اور بدین شرط کہ مولی کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے ہر ایک سے جس سے چاہے پوری بدل کتابت کا مواخذہ کرے۔ اور یہ لوگ کفالت وضمانت کا ذکر چھوڑ دیتے ہین تاکہ کوئی طعن کرنے والا یہ طعن نہ کرے کہ یہ کفالت مکاتبہ ہی کفالت بدل کتابت صحیح نہین ہی اور یہ طریقہ اچھا ہی۔ اور علی ہذا اگر اپنے دو غلامون کو مکاتب کیا۔ تو لکھے کہ اُسنے اپنے دو غلام فلان وفلان کو بکتابت واحدہ اسقدر مال پر مکاتب کیا بدین طور کہ دونون کی قسطین ایک وقت پر مقرر کردین آخر تک موافق مذکورہ بالا تحریر کرے اور لکھے کہ بدین شرط کہ مولی کو اختیار ہوگا کہ دونون

مین سے ہر ایک کو جسکو چاہے پورے اس مال کے واسطے ماخوذ کرے اور بدین شرط کہ دونون مین سے کوئی سب یا کچھ
بدون اس تمام مال کتابت کے ادا کرنے کے آزاد نہو گا اور جب کوئی اسمین سے کچھ بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز
ہوا تو مولی کو اختیار ہو گا کہ دونون کو رقیق کردے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اپنے غلام و اپنی باندی کو جو دونون زوج و
زوجہ ہین اور اُنکے ساتھ اُنکی اولاد صغیر کو مکاتب کیا تو لکھے کہ فلان نے اپنے غلام فلان کو اور اپنی باندی فلانہ کو جو
اس غلام کی جورو منکوحہ ہی اور ان دونون کے ساتھ انکی اولاد فلان و فلان و فلانہ کو جو صغیر اپنے والدین کے گودمین
پرورش پاتے ہین شب کو بکتابت واحدہ اسقدر درہمون پر اتنی قسطون پر کہ ہر قسط اسقدر ہی مکاتب کیا پس اگر فلان یعنے
غلام مذکور اس مال کے ادا کرنے سے یا اسمین سے کچھ ادا کرنے سے عاجز ہوا یا کسی قسط کو اپنے وقت سے دینے مین تاخیر کردی
یہانتک کہ پانچ روز یا چند دین روز دیر ہو گئی تو اس مولی فلان کو اختیار ہو گا کہ اُسکو اور اُسکی جورو کو اور اُنکی اولاد ان
سب کو رقیق کردے اور اس سے پہلے جو کچھ مولی نے بدل کتابت لیا ہو وہ سب اُسی کا ہو گا اور اگر اُسنے یہ سب مال
اپنی قسط مقررہ سے ادا کردیا تو یہ سب آزاد ہونگے پھر انکے مولی اس شخص کو سواے استحقاق ولار کے اور کوئی استحقاق نہو گا
اور پھر تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر اپنے غلام مدبر کو مکاتب کیا تو لکھے کہ اپنے غلام مدبر پہلے فلان کو مکاتب کیا۔ اور اگر اپنی
ام ولد کو مکاتب کیا تو لکھے کہ اپنی ام ولد مسماۃ فلانہ کو مکاتب کیا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اپنے اور دوسرے کے درمیان
مشترک غلام کو باجازت اپنے شریک کے مکاتب کیا۔ تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہی کہ زید نے تمام غلام ہندی مسمی فلان کو
بیان کردے جو اُسکے اور عمرو کے درمیان مشترک تہائی تھا باجازت اپنے شریک عمرو کے بدین شرط مکاتب کیا کہ اگر
اس غلام نے یہ مال کتابت اپنیان دونون مولاؤن کو ادا کردیا تو یہ آزاد ہی اور شریک عمرو اس زید مکاتب کنندہ کو
اجازت دیدے کہ بدل کتابت مین اُسکا حصہ بھی وصول کرے اور اُسکو مباح کردیا بدین شرط کہ ہرگاہ اُسکو اسکے وصول
کرنے سے منع کرے تو وہ ان سب مین باجازت جدید اجازت یافتہ ہی اور ان سب باتون مین اُسکے شریک نے اور
اس غلام نے اُسکی بالمشافہہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر باجازت شریک کے غلام مشترک مین سے اپنا حصہ
مکاتب کیا تو ہم کہتے ہین کہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک دو شریکون مین سے ایک شریک کا اپنا حصہ غلام
مشترک مین سے باجازت شریک دیگر مکاتب کرنا بمنزلہ پورا غلام مکاتب کرنے کے ہی اسواسطے کہ صاحبین رح کے نزدیک
کتابت تجزی نہین ہوتی ہی پس کتابت مین نصف کا ذکر کرنا کل کا ذکر ہو گا پس لکھے کہ زید نے تمام غلام ہندی مستحق
فلان کو باجازت اپنے شریک عمرو کے آخر تک بدستور مذکورہ بالا تحریر کرے۔ اور اگر بدون اجازت اپنے شریک
کے مکاتب کیا تو یہ صورت اور درصورتیکہ باجازت شریک کے کل مکاتب کیا ہی دونون یکسان ہین اور اُس
صورت مین اپنے شریک کے حصہ کا مالک ہو جاتا ہی پس اُس صورت مین بھی ایسا ہی ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک
کتابت تجزی ہوتی ہی پس کتابت فقط حصہ مکاتب کنندہ پر ہمیشگی پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے بدون اجازت
شریک کے مکاتب کیا ہی تو شریک کو اُسکے فسخ کردینے کا اختیار ہو گا اور اگر شریک کی اجازت سے مکاتب کیا ہی
تو شریک کو فسخ کا اختیار نہو گا۔ اور اگر بنا بر قول امام اعظم رح کے تحریر کرنی چاہے تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہی جسپر فلان
بن فلان نے اپنا پورا حصہ جو نصف اُس غلام کا ہی جو اُسکے اور فلان کے درمیان مشترک ہی اسقدر درہم پر مکاتب
کیا اور اگر مکاتب کنندہ نے غلام مذکور سے کچھ مال کتابت وصول کیا تو شریک دیگر کو اختیار ہو گا کہ اسمین سے نصف

لے بشرطیکہ کتابت بدون اجازت شریک دیگر ہو اور اگر اُسکی اجازت سے ہو تو بھی یہی حکم ہی بشرطیکہ شریک دیگر نے اسکو اپنا حصہ وصول کرنے کی اجازت نہ دی ہو اور اگر شریک دیگر نے اُسکو اپنا حصہ وصول کرنے کی اجازت دی ہو تو شریک دیگر کو اسمین سے کچھ لینے کا اختیار نہو گا پس تحریر کرے یہ تحریر کتابت جسپر فلان نے اپنا پورا حصہ آخر تک متفق مذکورہ بالا تحریر کرے پھر لکھے کہ اس مکاتب کنندہ کو اُسکے شریک فلان نے اپنا حصہ بھی مکاتب کرنے کی اجازت دیدی اور اپنے حصہ کی بدل کتابت وصول کرنے کی اجازت دیدی پھر تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر پورا غلام ایک ہی شخص کا ہو اور اُسنے اُسمین سے نصف مکاتب کیا تو ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک کتابت تجزی نہین ہوتی ہی پس جب نصف مکاتب کر دیا تو کل مکاتب ہو جائیگا پس لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہی کہ زید نے اپنا غلام فلان ہندی الی آخرہ اور امام اعظم رح کے نزدیک کتابت متجزی ہوتی ہی پس لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہی کہ فلان نے اپنا غلام فلان کا نصف جو پورے غلام کے دو سہام مین سے ایک سہام ہی اسقدر درمون پر بکتابت صحیحہ مکاتب کیا بدستور اس عبارت تک لکھے کہ جسپر اس مکاتب نے یہ مال کتابت ادا کر دیا تو یہ نصف حصہ جو اُسمین سے مکاتب کیا گیا ہی آزاد ہو گا۔ اور اس صورت مین یہ نہ لکھے کہ مولی کو اُسکی جانب کوئی راہ نہو گی اسواسطے کہ مولی کو باقی نصف کے واسطے دو طرح کا اختیار ہی چاہے باقی نصف کو آزاد کر دے اور چاہے باقی کے واسطے اُس سے سعایت کرا دے پس اسکا بیان ترک کر دے پھر دیکھا جائیگا کہ آخر مولی کس بات کو اختیار کرتا ہی تو اُسکے موافق دوسری تحریر لکھیگا کذا فی المحیط۔ اور ایام کتابت نصف مین باقی نصف کی کمائی اُسکے مولی کی ہو گی لیکن مولی اُس سے خدمت نہین لے سکتا ہی اور نہ اُسمین تملیک یعنے غیر کو مالک کر دینے کا تصرف کر سکتا ہی اور اگر باندی ہو تو اُس سے وطی نہین کر سکتا ہی اور اس سے حکم حاکم لاحق کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر اس صورت مین مکاتب نے بدل کتابت ادا کر دیا تو اُسکے واسطے تحریر کرے کہ فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے اپنے غلام فلان کا نصف اسقدر مال پر اتنی قسطون پر ادا کرنے کی شرط سے مکاتب کیا تھا اور اُسنے سب قسطین ادا کر دی ہین اور اُسمین سے اُسکا نصف مکاتب کردہ شدہ آزاد ہو گیا اور اس نصف کے بدل کتابت سے یہ غلام ادا کرنے کی بریت سے بری ہو گیا اور تحریر کو ختم کر دے۔ اور جب باقی نصف کسی بات پر مقرر ہوا تو اُسی کے موافق اُسکے لیے تحریر لکھے۔ اور اگر باپ نے اپنے صغیر کا غلام مکاتب کیا تو اس معاملہ مین تحریر کرے کہ یہ تحریر کتابت ہی کہ فلان نے اپنے صغیر فرزند مسمی فلان کا غلام مسمی فلان پس غلام کا نام وحلیہ بیان کر دے اُسکی جانب سے اسقدر دینار پر جو اُسکی قیمت امروزہ کے برابر ہین نہ اسمین کمی ہی نہ بیشی ہی مکاتب کر دیا اور اس عقد مین اس صغیر کے واسطے بہبودی ہی اور اس صغیر کے مال کا اچھے طور پر برقرار رکھنا ہی اور یہ مالک صغیر ہی اپنے کام کو خود انجام نہین دیسکتا ہی بلکہ اسکی طرف سے یہ اُسکا باپ ہی کہ ولایت پدری اُسکے کام کا متولی ہی پھر جب ادا سے کتابت تک پہونچے تو لکھے کہ اگر اس غلام نے یہ مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو سوائے سبیل ولاء کے اور کسی طرح کا کسی کو اسپر اختیار نہو گا لیکن اُسکی ولاء اس صغیر کی زندگی مین اُسکے واسطے اور اسکی وفات کے بعد اسکے پس ماندگان کے واسطے ہو گی پھر تحریر کو ختم کر دے۔ اور اگر وصی نے یتیم کا غلام مکاتب کیا تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہی کہ فلان نے جو فلان کا مقرر کیا ہوا وصی ہی یتیم کے باپ کا نام لکھے کہ اُسنے اپنے صغیر فلان کے واسطے وصی کیا ہی اور یہ یتیم صغیر ہی اس وصی کی گود مین پرورش پاتا ہی اور صغیر اپنے کام کا خود متولی نہین ہو سکتا ہی بلکہ اسکے کام کا یہ وصی بحکم وصی ہونے کے متولی ہوتا ہی پس اس وصی نے اس یتیم کا غلام فلان جو غلام ہی یتیمان ہی اور اُسکا طیلسان

ے بتکرار اختلاف صاحبین رح و امام رح

بیان کردے اسقدر مال پر بکتابت صحیحہ مکاتب کیا پھر جسطرح باپ کی صورت مین جب اُسنے اپنے صغیر کا غلام مکاتب کیا ہی تحریر کیا گیا ہی اسی طور سے اسمین بھی تحریر کو لکھکر ختم کرے - اور اگر مکاتب نے اپنا غلام مکاتب کیا تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت فلان مکاتب کی جو فلان کا - مکاتب ہی بین تقریر کہ اس فلان مکاتب نے اپنے ذاتی غلام مسمی فلان ہندی کو مکاتب کیا اور اس غلام کا حلیہ بیان کردے اسکو اسقدر مال پر بتیر المالکیہ مکاتب کیا اور یہ مال اُسکی قیمت کے مثل ہی اور بر مکاتب صحیحہ مکاتب کیا برابر بدستور سب شرائط لکھتا جاوے یہانتک کہ لکھے کہ پس اگر اس مکاتب دوم نے مال کتابت پورا مکاتب اول کو ادا کردیا در حالیکہ مکاتب اول ہنوز مکاتب ہی تو اسکی ولا اس مولا مکاتب اول کے واسطے اُسکی زندگی مین اور اُسکی وفات کے بعد اُسکے پس ماندگان کے واسطے ہوگی اور اگر مکاتب اول کے آزاد ہوجانے کے بعد اسنے ادا کی تو اسکی ولا اس مکاتب اول کے واسطے اور اسکے مرنے کے بعد اسکے پس ماندگان کے واسطے ہوگی محیط مین ہی -

فصل ہشتم موالات کے بیان مین - لکھے کہ یہ وہ تحریر ہی جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے کہ زید نصرانی یا یہودی یا مجوسی یا حربی پرستندۂ صنم یا وثن تھا پس اللہ تعالے نے اُسکو اسلام پر حق کی جانب ہدایت فرمائی اور اُسکو اپنے اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے کے ساتھ مزین کیا پس اسکے دل مین ملت کفر کی کراہت ڈال دی اور اسکو پرہیزگاری و تقوے کے ساتھ مکرم کردیا اور اسکے تن سے لباس شرک کو دور کرکے حلہ توحید سے آراستہ و پیراستہ کردیا اور اسپر یہ احسان و فضل کیا کہ اسنے اُسکے ربوبیت والوہیت و وحدانیت کا اور تمام اُن باتون کا جسکو محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکے پاس سے فرماتے ہین اقرار کیا اور اسکی دل سے تصدیق کی اور جن باتون مین کفر و طغیان ہی اُسنے بیزار ہوا اور اسکی زبان پر کلمۂ اخلاص شہادہ ان لا الہ الا اللہ وان محمد اعبدہ و رسولہ جاری فرمایا اور اُسکو کفر و ضلالت و پرستش طاغوت سے دور کردیا - اور اُسکو اُس صراط مستقیم کے جسکو اپنے بندون کے واسطے پسند کیا ہی راہ بتائی اور اُسکو عذاب سخت سے نجات دی اور اُسکا اسلام فلان کے ہاتھ پر درستی کیا پھر یہ اُسکے ہاتھ پر اسلام لایا پھر اسکے بعد اسکے ساتھ موالات کی اور عقد موالات قرار دیا تاکہ اگر یہ نومسلم کوئی جنایت کرے جسکا ارش مددگار برادری پر واجب ہوتا ہی اور وہ پانچ سو درم یا اس سے زیادہ ہین اُسکا یہ عاقلہ ہوا اور حکم حاکم جسقدر واجب کرے اُسکو یہ برداشت کرے اور جسوقت یہ نومسلم مرجاوے تو یہی شخص اُسکا وارث ہوگا پس یہ مرد اُسکی زندگی و موت مین اُسکے حق مین بہ نسبت دوسرون کے اولی ہوا اور اسکی ولا اُسی کی ہی اور بعد اُسکے اُسکے پس ماندگان کی ہی بشرطیکہ اس نومسلم کا کوئی حقدار وارث نہو پس اُس سے اس قرارداد پر موالات کی اور عقد کیا بموالات صحیحہ جائزہ اور فلان مذکور نے اسکی اس موالات مذکورہ موصوفہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور اس فلان نے اس نومسلم پر جو اُسکے ہاتھ پر ایمان لایا ہی اور اُسسے موالات کی ہی اور عقد موالات قرار دیا ہی اللہ تعالے کا عہد و میثاق اور اُسکے رسول کا ذمہ قرار دیا کہ یہ اسکے اس ولا سے دوسرے کی طرف برگشتہ نہوجاوے اور اپنے نفس پر موافق اس موالات معقودہ کے جو دونون مین قرار پائی ہی اس نومسلم کے واسطے یاری و مددگاری لازم کی اور اُسکے واسطے اس سب کی وفاداری کی ضمانت کرلی تاوقتیکہ اسکی ولا سے دوسرے شخص کی طرف برگشتہ نہوجاوے اور دونون نے اپنے اپنے اوپر گواہ کرلیے اور تحریر کو ختم کردیے تحریر دیگر اندرین معاملہ بسبیل ایجاز - یہ تحریر اس مضمون کی ہی جسپر گواہان مسمیان ہین - تا این عبارت کہ فلان شخص فلان کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اُسکا اسلام اچھا ہوا جیسا چاہیے ہی اور اُسکا کوئی وارث قریب یا بعید اُسکے عصبات یا ذوی الفروض

یا ذوی الارحام مین مسلمان نہ تھا پس اُسنے اس شخص سے جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہی موالات کی بموالات صحیحہ اور اُس سے یہ عقد جائز معاقدہ کیا برینکہ اگر یہ اسلام لانے والا کوئی ایسی جنایت کرے جسکو شرعاً مددگار برادری برداشت کرتی ہی تو یہ اُسکا عاقلہ ہوا اور یہ نومسلمان مرجاوے اور کوئی وارث قریب یا بعید نچھوڑے تو یہ شخص جس سے موالات کی ہی اُسکا وارث ہوا اور فلان نے اس موالات کو اور اس معاقدہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور یہ امر دونون کی صحت بدن اثبات عقل وجواز تصرفات کی حالت مین بطوع وخبت خود درحالیکہ دونون مین کوئی ایسی علت نہ تھی کہ تصرف واقرار سے مانع ہووے واقع ہوا اور اس شخص سے جو مسلمان ہوا ہی اپنے نفس پر اللہ تعالی کا عہد ومیثاق قرار دیا کہ اس شخص کی موالات سے جسکے ساتھ عقد موالات کیا ہو[ویسے] کسی ولا کی جانب برگشتہ نہوگا اور دونون نے اپنے اپنے اوپر گواہ کرلیے اور تحریر کو ختم کرے اور اس تحریر مین موالات لازمہ کا لفظ لکھنا نچاہیے کیونکہ اسلام لاکر موالات کرنے والے کو اختیار ہی کہ جب تک اُسنے جس سے موالات کی ہی اسکی طرف سے عقل ندیا ہو یعنے عاقل نہوا ہو تب تک اسکی موالات سے دوسرے کی طرف رجوع کرجاوے اور اگر ایک شخص نے جو خود مسلمان ہوا ہو کسی شخص پر جسکے ہاتھ پر مسلمان نہین ہوا ہی موالات کی تو صحیح ہی اور یون لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا اس بات پر شاہد ہوے کہ فلان مسلمان ہوا اور اُسکا اسلام جیسا چاہیے ہی اچھا ہوا اور اُسکا کوئی وارث قریب یا بعید مسلمان نہ تھا پس اُسنے فلان سے بموالات صحیحہ جائزہ موالات کے روز اُسکے ساتھ اس بات پر معاقدہ کیا کہ اُسکی طرف سے عاقلہ ہوا الی آخرہ - اور اگر ایک شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوا مگر اُس سے موالات نکی بلکہ غیر سے موالات کی تو صحیح ہی اور اسکی تحریر مین لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا اس امر پر شاہد ہوے کہ فلان محض فلان کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اُس سے موالات نہین کی اور نہ معاقدہ کیا بلکہ فلان سے موالات ومعاقدہ اسطرح پر کیا کہ آخر تک بدستور سابق تحریر کرے - اور اگر اس شخص نے جو اسلام لایا ہی ایسی جنایت کی کہ جسکا ارش پانچ سو درم یا زیادہ ہی اور مولاے اعلے اور اسکی عاقلہ نے اسکی مددگاری کرکے ادا کیا تو اسکی تحریر اسطرح لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر اس امر پر شاہد ہوے کہ فلان تاریخ فلان اسلام لایا اور اُسنے فلان سے موالات کی تھی بدین شرط کہ اگر وہ کوئی ایسی جنایت کرے جسکا ارش پانچ سو درم تک پہونچتا ہو تو یہ مولی اعلی اُسکا عاقلہ ہوا اور اگر یہ مرجاوے تو یہ مولا اعلی اُسکا وارث ہو پس یہ شخص بہ نسبت اور لوگون کے اسکے حق مین اُسکی زندگی وموت مین اولی ہی اور اس فلان نے اُس سے یہ معاقدہ قبول کیا تھا اور ہم نے دونون کے واسطے اسکی تحریر لکھدی تھی اور اُسکا نسخہ یہ ہی اور چاہے کاتب یون لکھے کہ جسنے دونون کے درمیان اسکی تحریر بتاریخ فلان بگواہی فلان وفلان لکھدی تھی جسکا نسخہ یہ ہی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم اول سے آخر تک تحریر سابقہ کو نقل کردے پس اسی سے متصل نیچے لکھے اور اس فلان نے جو اسلام لایا ہی جنایت کی جسکا ارش پانچ سو درم ہی اور اگر اس سے زائد ہو تو اُسکی مقدار بیان کردے اور یہ جنایت ایسی حالت مین واقع ہوئی جبکہ یہ موالات کرنے والا اسکی ولا سے منتقل وبرگشتہ بجانب غیر نہین ہوا تھا پس فلان اور اُسکی قوم نے اسکے اس مال کو اسکی طرف سے بحکم قاضی کے جو مسلمانون کی قضات مین ہی جسنے ان لوگون پر اسکا حکم کیا ہی درحالیکہ وہ نافذ القضا تھا ادا کیا ہی پس اس سبب سے یہ موالات لازم ہوجانے کے بعد اس فلان اسلام لانے والے کو یہ اختیار نہین ہی کہ اسکی ولا سے دوسرے کی طرف برگشتہ ہوجاوے - اور اگر دو ذمی مسلمان ہوے اور باہم ایک نے دوسرے سے موالات کرلی - تو لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے کہ فلان وفلان

اقول ظاہر یہ ہی کہ عرب کے دو ذمی مرتد ہوکر مسلمان ہوے ہون اور موالات کرلی ہو اور یہ بھی ہی کہ عرب مین نہ ہون تو بھی ہی حکم ہی منہ

دونون نصرانی تھے پس اللہ تعالیٰ نے دونون کو اسلام کی ہدایت کی پس دونون مسلمان ہوئے اور جیسا چاہیے دونون کا اسلام اچھا ہوا پھر دونون نے اسلام لانے کے بعد ہر ایک نے دوسرے سے معاقدۂ و موالات صحیحہ جائزہ کرلی کہ جب تک دونون زندہ ہین ہرگز کوئی دونون مین سے ایسی جنایت کرے جسکا ارش پانچ سو درم یا زیادہ ہو تو ہر ایک دونون مین سے دوسرے کے واسطے ادا کرنے کی مددگار برادری اور اسکا متحمل ہو اور جب دونون مین سے کوئی مرجاوے تو دوسرا اُسکا وارث ہو پس جو پہلے مرے اُسکے اور اُسکے عتق کے جو اسکے بعد ہو میراث دوسرے زندہ کے واسطے ہو شرطیکہ اس میت اور اسکے عتق کا کوئی وارث مسلمان قریب یا بعید عصبہ یا ذوی الفروض یا ذوی الارحام مین سے نہو پس دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے سے اس شرط پر معاقدہ جائزہ و موالات صحیحہ کرلی اور دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے سے اس معاقدت و اس موالات کو بقبول صحیح قبول کیا اور ہر ایک نے دوسرے کے واسطے اپنے اوپر اس بات مین اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق کرلیا کہ اُسکی ولا سے برگشتہ ہو کر دوسرے کی طرف نہ جاویگا اور اُسکے واسطے اسکے وفا کرنے کی ضمانت کرلی اور دونون نے گواہ کردیے پھر تحریر کو ختم کرے کذا فی الذخیرہ۔

فصل نہم بیعنامون کے بیان مین - اگر ایک شخص نے ایک دار خریدنا چاہا اور اسکا بیعنامہ لکھوانا چاہا تو کاتب اسطرح لکھے کہ یہ خرید پر مضمون ہو کہ فلان بن فلان مخزومی نے فلان بن فلان مخزومی سے تمام دار مشتملہ بر بیوت خود جنکو بائع نے اپنی ملک و حق و اپنا مقبوضہ بیان کیا ہو خریدا اور وہ فلان شہر کے فلان محلہ فلان کوچہ و فلان زقاق مین فلان مسجد کے سامنے واقع ہو اور وہ اس زقاق کے مکانات مین سے تیسرا مکان ہو یا چوتھا ہو اور وہ کوچہ مین جانے والے کے دائین ہاتھ یا بائین ہاتھ پڑتا ہو اور اس دار کو چار حدین شامل ہین اول اُس دار سے لازق ہو جو فلان کا دار معروف ہو یا فلان بن فلان بن فلان کی طرف منسوب ہو یا لکھے کہ حد اول تصیق دار معروفہ برائے فلان ہو یا لکھے کہ متصل دار معروفہ برائے فلان ہو یا لکھے ملاصق یا لکھے کہ ملازق دار معروفہ برائے فلان ہو پھر دوسرے و تیسرے و چوتھے اسی طور سے لکھے اور چہارم مین لکھے کہ لازق این کوچہ ہو اور اسی طرف سے اُسکا دروازہ و مدخل ہو پس اس مشتری نے جسکا نام اس تحریر مین مذکور ہوا اُس بائع سے جسکا نام اس تحریر مین مذکور ہوا ہو یہ تمام دار محدودہ تحریر ہذا یا جملہ حدود و حقوق و عمارت بالائی و زیرین و راستہ دار و مسیل آب از حقوق آن و بمرافق آن جو اُسکے حقوق سے اسکے واسطے ثابت ہین و معہ ہر قلیل و کثیر کے جو اسمین اِسکے حقوق سے ہین و معہ ہر حق کے جو اسکے واسطے اسکے حقوق سے داخل ہو اور جو خارج ہو اور معہ ہر اسکے حقوق کے جو اسکی طرف معروف و منسوب ہو بعوض اسقدر ثمن کے اور ثمن کی جنس و نوع و قدر و صفت وغیرہ اس طور سے بیان کرے جس سے جہالت مرتفع ہو جاوے۔ جسکے نصف اسقدر ہوتے ہین بخرید صحیح جائز نافذ قطعی خالی از شروط مفسدہ و معانی مبطلہ و عدۃ موہنہ جسمین نہ خلابہ ہو نہ جنایت ہو نہ وثیقہ بمال ہو اور نہ مواعدہ ہو نہ رہن ہو نہ ملجیہ ہو بلکہ بیع برغبت ہو و ازالۂ ملک از یکے بدیگرے ہو اور خرید بمد ہو خرید کیا اور اس بائع سے مذکورہ تحریر ہذا نے اس مشتری سے مذکورہ تحریر ہذا سے تمام یہ ثمن جسکی جنس و نوع و قدر و صفت اس تحریر مین مذکور ہوئی ہو تمام و کمال اس مشتری مذکور کے اُسکو سب ادا کرنے سے وصول پایا اور بائع مذکور کے سب بہ مالے سے مشتری مذکور اس سے بری ہو گیا بہ بریت استیفاء اور نہ بریت استیفاط و ابراء بری نہین ہوا اور اس مشتری مذکور نے تمام وہ چیز جسپر عقد بیع واقع ہوا ہو بائع مذکور کے سب سپرد کرنے سے درحالیکہ اُسنے ہر مانع و منازع سے خالی سپرد کیا ہو

قبضہ کر لیا اور دونون اس مجلس عقد سے بعد صحت عقد و تمام ہونے اُسکے نافذ و مبرم ہونے و مستقرر و محکم ہونے کے بتفرق ابدان جدا ہوے اور یہ سب بعد اسکے ہوا کہ دونون عاقدین نے اقرار کیا کہ ہمنے اس سب کو دیکھا و پہچانا و اس سے راضی ہوے ہین پس اس مشتری کو جو اسمین یا اسکے حقوق مین سے کسی چیز مین کوئی درک پیش آوے تو اس بائع پر جو اس بیع مذکور کی وجہ سے واجب ہوا ہو اُسکا تسلیم کرنا واجب ہوگا اور دونون نے اپنے اوپر ان لوگون کو گواہ کر دیا جنکا نام آخر مین مذکور ہے بعد ازانکہ یہ تحریر اُنکو ایسی زبان مین پڑھ سُنائی گئی جسکو دونون نے پہچان لیا اور دونون متعاقدین نے اقرار کیا کہ ہم اسکو سمجھ گئے ہین اور ہمنے اسکو بخوبی جان لیا ہے اور یہ سب دونون کی حالت صحت بدن و ثبات عقل مین بطوع خود واقع ہوا کہ درحالیکہ دونون پر کوئی اکراہ و اجبار نہ تھا اور دونون ایک کے ساتھ کوئی ایسی علت مرض ذخیرہ کی نہ تھی جو صحت اقرار و نفاذ تصرف سے مانع ہو اور یہ سب بتاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان مین واقع ہوا - پس یہ بینامہ تمام بینامون کے واسطے اصل ہے اور اختلاف باعتبار احوال کے الفاظون مین ہو جائیگا - پھر امام محمد رحمہ نے اصل مین فرمایا کہ اگر کوئی شخص دار خریدنا چاہے تو لکھے کہ یہ خرید بدین مضمون ہے کہ فلان نے خریدا اور یہ نہین فرمایا کہ یون لکھے کہ یہ بیع بدین مضمون ہے باوجودیکہ دونون مین سے ہر ایک کو اپنے تائید حق کی ضرورت ہے اور دونون لفظون مین سے ہر ایک دوسرے کو شامل ہے اسواسطے کہ خرید بدون بیع کے اور بیع بدون خرید کے متحقق نہین ہو سکتی ہے - پس ایسا اسواسطے کہا کہ فصل سنت کے موافق ہو تبرکاً کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عداء بن خالد بن ہودہ سے غلام خریدا تو لکھا کہ ہذا ما اشتری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عداء بن خالد بن ہودہ یعنے یہ وہ ہے خرید کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عداء بن خالد بن ہودہ سے خریدا اور یہ حکم تنکیا کہ ہذا ما باع عداء بن خالد بن ہودہ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - اور نیز امام محمد رحمہ نے ذکر کیا کہ یون لکھے کہ ہذا ما اشتری اور یہ نہین کہا کہ لکھے کہ ہذا کتاب ما اشتری یہ تحریر خرید ہے اور اہل بصرہ یون ہی لکھتے ہین کہ ہذا کتاب ما اشتری اسواسطے کہ ہذا اس سپید کاغذ کی طرف اشارہ ہے جسپر تحریر خرید ہے نہ حقیقۃً خرید ہے الا یہ کہ امام محمد رحمہ نے تبرکاً بسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی اختیار کیا کہ ہذا ما اشتری اور اسوجہ سے کہ ہذا کتاب ما اشتری مین لفظ ما محتمل ہوتا ہے کہ نافیہ ہو اور محتمل ہے کہ اثبات کے واسطے ہو پس اس احتمال سے ایک طرف ہونے کے واسطے یہی لکھا کہ ہذا ما اشتری - اور نیز امام محمد نے بیان کیا کہ بائع و مشتری کے ذکر کے وقت اُنکا نام اور اُنکے باپ کا نام لکھے اور اُن دونون نے دادا کا نام بیان نہین کیا اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے دادا کا نام ذکر کرنا ضرور ہے - اور اگر بائع و مشتری اپنے نام سے مشہور لوگون مین ہون جیسے طاوس و شریح اور اُنکے مثل لوگ تو فقط اُنکا نام ایک کافی ہے اور نسب کے ذکر کرنے کی حاجت نہین ہے - اور اگر بائع و مشتری کا نام و باپ کا نام ذکر کیا اور بجاے دادا کے اُسکا قبیلہ ذکر کر دیا پس اگر چھوٹا قبیلہ ہے یا فخذ خاص ہے کہ لامحالہ اُسمین اس فلان بن فلان کے نام سے دوسرا اسمین نہ پایا جائیگا تو کافی ہے - اور اگر قبیلۂ اعلی کا ذکر کیا تو یہ کافی نہین ہے بلکہ اسکے ساتھ دادا کا بیان کرنا ضرور ہے اور اگر داد کا نام بھی ذکر کیا لیکن پھر بھی اس قبیلہ مین اس نام و نسب کا دوسرا بھی ہے تو یہ کافی نہین ہے پس اسکے ساتھ کسی اور بات کا ذکر کرنا ضرور ہے اور اگر اُسکا اور اُسکے باپ کا نام ذکر کیا اور اُسکے دادا و قبیلہ کو ذکر کیا بلکہ اُسکی صناعت ذکر کر دی پس اگر اُسکی صناعت ایسی ہو کہ اُسمین دوسرا اُسکا شریک نہو مثلاً یون کہا کہ فلان بن فلان خلیفہ فلان بن فلان قاضی شہر تو یہ تعریف کے واسطے کافی ہے اور اگر اُسکی صناعت مین اُسکا دوسرا شریک ہو سکتا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک شناخت کے واسطے کافی نہین ہے - اور علیہ

از اسباب شناخت بروجہ تعریف نہین ہی اسواسطے کہ ایک حلیہ دوسرے سے مشابہ ہوتا ہی لیکن اگر باوجود ذکر ایسے امور کے جنسے تعریف حاصل ہوتی ہی حلیہ بھی ذکر کیا ہو تو یہ اولے ہی اسواسطے کہ اس سے زیادہ تعریف حاصل ہوتی ہی اور اسی طرح سب باتین جو اسباب تعریف مین سے نہین ہین اُنکا یہی حکم ہی کہ اگر اُنکو تحریر کیا تو یہ اولی ہی۔ اور اگر اسکی کمیت تحریر کی اور سوائے اسکے کچھ نہین لکھا پس اگر وہ اس کمیت سے لامحالہ پہچانا جاتا ہی تو یہ کافی ہی جیسے ابوحنیفہ رح اور اُنکے امثال اور اگر بلفظ مین فلان لکھا حالانکہ وہ لامحالہ اس سے پہچانا جاتا ہی جیسے بن ابی لیلی تو یہ تعریف کے واسطے کافی ہی۔ اور اگر بائع یا مشتری آزاد کردہ فلان ہو تو لکھے کہ فلان ہندی وترکی آزاد کردہ فلان بن فلان۔ اور اگر وہ شخص جسنے اسکو آزاد کیا خود بھی کسی کا آزاد کیا ہوا ہو تو لکھے کہ فلان ہندی عتیق فلان ترکی آزاد کردہ امیر فلان بن فلان اور اگر بائع یا مشتری کسی شخص کا مملوک ہو تو لکھے کہ فلان ہندی یا ترکی مملوک فلان بن فلان بن فلان جو کچھ اپنے اس مولی کی طرف سے تمام انواع تجارت کے واسطے ماذون ہی یا بجاے مملوک کے غلام فلان لکھے اور باندی کی صورت مین لکھے کہ فلانہ ہندیہ باندی فلان بن فلان بن فلان۔ اور مکاتب مین لکھے کہ فلان ہندی مکاتب فلان بن فلان بن فلان۔ اور مکاتبہ باندی کو لکھے کہ فلانہ ہندیہ مکاتبہ فلان بن فلان بن فلان۔ پھر تحریر کرے جو دار خرید کیا ہی اُسکے حدود اربعہ سب اگرچہ یہ دار معروف مشہور ہو اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اگر دار معروف ومشہور ہو تو اُسکے حدود تحریر کرنے کی ضرورت نہین اور یہ نہ لکھے کہ یہ دار ملک بائع ہی کہ یہ تحریر کرنا مشتری کے حق مین اچھا نہین ہی اسواسطے کہ اگر یہ تحریر کیا تو مشتری ملک بائع کا مقر ہو جائیگا پھر اگر کسی وقت مشتری کے ہاتھ سے یہ دار استحقاق مین لے لیا گیا تو امام زفر اور اہل مدینہ کے قول کے موافق مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس نہین لے سکیگا اسواسطے کہ مشتری کی طرف سے بائع کی ملکیت کا اقرار اُسپر ثمن واپس نہ لینے کے حق مین حجت ہوگا پس ایسا نہ لکھنا چاہیے کہ یہ دار بائع کی ملک ہی تاکہ نظر بجانب مشتری ان لوگون کے قول سے احتراز ہو اور یہ بھی نہ لکھے کہ وہ بائع کے قبضہ مین ہی اور یہ ہمارے علماء وعامہ اہل شروط کے نزدیک ہی اور شیخ ابوزید شروطی لکھتے تحریر کرتے تھے کہ وہ بائع کے قبضہ مین ہی اور ہمارے علماء نے اُس تحریر سے حجت پکڑی ہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کی خرید مین تحریر فرمائی ہی کہ آپ نے عداء بن خالد بن ہوذہ سے غلام خریدا اور اُسمین یہ تحریر نہین فرمایا کہ یہ غلام اُسکے قبضہ مین ہی اور یہ حجت ہی کہ شاید دونون ایسے قاضی کے پاس مرافعہ کرین تو بائع کے قبضہ کا اقرار اُسکی ملکیت کا اقرار چاہتا ہی کیونکہ قبضہ ظاہری دلیل ملک ہی پس درحالیکہ مشتری سے یہ دار استحقاق مین لیا جاے مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن بنا بر قول امام زفر وابن ابی لیلی وعلماے مدینہ اختیار کرنے کے واپس نہ لے سکیگا پس نظر بجانب مشتری اس بات سے جو ہمنے بیان کی ہی احتراز کے واسطے ایسا تحریر کرے ولیکن یہ لکھدے کہ بائع نے بیان کیا کہ یہ دار اُسکی ملک اور اُسکے قبضہ مین ہی جیسا کہ ہمنے اول فصل مین ذکر کیا ہی۔ پھر امام محمد رح نے اصل مین یہ ذکر نہین فرمایا کہ تحریر مین کس حد سے شروع کیا جاوے اور شیخ یوسف بن خالد وہلال دونون فرماتے تھے دروازہ دار کی حد سے شروع کیا جاوے۔ پھر وہ حد بیان کرے جو اندر جانے والے کے دائین ہاتھ پڑتی ہی پھر جو اسکے متصل ہی آخر تک اسی لحاظ سے بیان کرے اور امام ابوحنیفہ وامام ابویوسف فرماتے تھے کہ پہلے جو نزدیک قبلہ بجانب مشرق ہو لکھے پھر جو نزدیک قبلہ بجانب مغرب ہو پھر قبلہ کے دائین طرف کی حد پھر قبلہ کے بائین طرف کی حد تحریر کرے اور

بعضے علماء نے کہا کہ جانب غربی سے شروع کرے اور اگر اس ترتیب کو ترک کرکے اسی طور سے لکھا جیسا اس زمانہ مین تحریر کرتے ہین تو کچھ مضائقہ نہین ہی کیونکہ مقصود معرفت ہی وہ ان حدود اربعہ کے ذکر سے حاصل ہوجاتی ہی - اور شمسی ہلال دونون تحریر حدمین لکھتے تھے کہ حداول تا دار فلان منتہی ہوتی ہی اور امام محمد رح فرماتے تھے کہ یلے الی دار فلان یعنی نزدیک بدار فلان میرے نزدیک پسندیدہ ہی اسواسطے منتہی کا لفظ ذکر نہین کرتا ہی اور یلی لکھنا واسطہ کی نفی کرتا ہی اگرچہ فرجہ کی نفی نکرتا ہو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلینی منکم اولوا الاحلام والنہی یعنی نماز کی صف مین تم لوگون مین سے جو لوگ صاحب علم و دانش ہین وہ مجھسے قریب رہین پس یلی سے مراد آپ کی قرب ہی اتصال نہین ہی - اور بعضے لوگون نے فرمایا کہ الی صحیح و ملازق لکھنا بہترین الفاظ مین سے ہی کہ فرجہ و واسطہ دونون کی نفی کرتا ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر ہر دو دار کے درمیان گلی ہو تو امام طحاوی نے ذکر فرمایا کہ کاتب کو اختیار ہی چاہے یون لکھے کہ اسکی حداول اُس گلی تک منتہی ہی جو اس دار کے اور معروف بدار فلان کے درمیان ہی اور چاہے یون لکھے کہ حداول اُس گلی تک منتہی ہی جو اس دار کے اور معروف بدار فلان کے درمیان حاصل ہی اور امام طحاوی رح نے فرمایا کہ اول سے یہ دوسری تحریر اولی ہی اسواسطے کہ اول سے وہم ہوتا ہی کہ شاید گلی ہر دو دار مین سے ہو پس بعض اس دار سبیعہ مین داخل ہوگی حالانکہ محدود مین اسکی حد داخل نہین ہوتی ہی پس یون لکھے کہ منتہی اُس گلی تک ہی جو اس دار اور دار معروف بفلان کے درمیان فاصل ہی پھر بعضے اہل شروط یون لکھتے ہین کہ حداول منتہی تا دار فلان ہی اور ہمارے اصحاب نے اسکو مکروہ جانا ہی اور فرمایا کہ یون لکھنا چاہیے کہ منتہی تا دار معروف بفلان ہی تا دار منسوب بفلان ہی کیونکہ اگر یون لکھا کہ منتہی تا دار فلان ہی تو یہ بائع و مشتری کی طرف سے اس بات کا اقرار ہوگا کہ یہ دار ملک فلان ہی پھر اگر بائع یا مشتری نے یہ دار اس فلان سے خریدا اور پھر کبھی مشتری کے ہاتھ سے کسی نے استحقاق ثابت کرکے لیا تو اپنا ثمن فلان سے واپس نہ لے سکیگا بنا بر اختیار قول زفر و ابن ابی لیلے و اصحاب مدینہ کے لہذا اسی طور سے لکھنا چاہیے جیسا ہمنے بیان کیا ہی تاکہ اس سے احتراز ہو اور ہمنے یہ عبارت کہ اُسکی حداول منتہی تا دار فلان یا ملازق بدار فلان ہی اسواسطے اختیار کی اور یہ نہ لکھا کہ اُسکی حداول دار فلان ہی کہ امام ابو یوسف رح سے دو روایتون مین سے ایک روایت یہ ہی کہ بیع کی صورت مین محدود مین حد داخل ہوجاتی ہی پس بنا بر ین اگر مسجد یا عام راستہ حد قرار دیجائیگی تو مودی بفساد بیع ہوگا کیونکہ وہ ایسی دو چیزون کا جمع کرنے والا ہوگا جسمین سے ایک کی بیع جائز اور ایک کی ناجائز ہی باوجود اجمال ثمن کے اور نیز اگر حد دار فلان قرار دیگئی اور فلان نے اپنا دار اس بیع مین اُسکے سپرد نہ کیا تو مشتری کے واسطے خیار حاصل ہوگا اور بائع کے واسطے ثمن مین کمی آجاویگی اسواسطے کہ بعض ثمن بمقابلہ دار خیار کے ہوجائیگا اسی واسطے ہمنے اختیار کیا کہ منتہی ملازق ملاصق یہ الفاظ لکھے اور ہمنے بعد ذکر حدود دار کے فقط خرید کا اعادہ کیا برخلاف بعضے اہل شروط کے کہ وہ اعادہ نہین کرتے ہین اسواسطے اعادہ کیا کہ اہل زبان کی عادت ہی کہ جب خبر و مخبر عنہ کے درمیان عبارت زائد آجاتی ہی تو پھر نظر تاکید و زود فہمی کی خبر کا اعادہ کرتے ہین پھر امام محمد رح نے کتاب مین ذکر کیا کہ اُس سے وہ دار خریدا جو مقام فلان مین واقع ہی اور اہل شروط کہتے ہین کہ وہ تمام دار خریدا اسواسطے کہ ہوسکتا ہی کہ دار کا لفظ ذکر کیا جاوے اور اُس سے بعض دار مراد ہو کہ کل کا نام اُسکے ٹکڑے پر اطلاق کرنا جائز ہوتا ہی پس اُنھون نے لفظ تمام یا کل اس وہم کے دور کرنے کے واسطے

لکھدیا۔ اور امام محمد رح نے بھی کتاب مین لکھا ہی کہ وہ دار جو ہماری اس تحریر مین محدود مذکور ہی خریدا۔ اور ہلال وغیرہ فقط یون لکھتے تھے کہ جو اس تحریر مین محدود مذکور ہی اور دونون نے اسکی وجہ یون بیان کی ہی کہ ہماری اس تحریر مین تحریر کی اضافت بجانب بائع و مشتری ہوتی ہی پس یہ دونون کی طرف سے اقرار ہوگا کہ یہ تحریر دونون کی ملک ہی پس ایسا نہو کہ بائع اُس سے جھگڑا کرے کہ یہ تحریر بائع کے پاس رہے اور مشتری کے پاس رہنے مین مانع ہو جاوے پس اس وہم کے دور کرنے کے واسطے یون لکھا کہ جو اس تحریر مین محدود مذکور ہی۔ اور نیز ذکر کیا کہ اسطرح تحریر کرے کہ دار محدود بجمیع حدود آن خرید کیا اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ و امام محمد تحریر کرتے تھے اور امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ بحدودہا ان تحریر نہ کرے اسواسطے کہ اگر اُسنے اسطرح تحریر کیا تو حد بیع مین داخل ہو جائیگی اور اسمین فساد ہی جیسا کہ ہمنے بیان کر دیا ہو اور امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاس یہی ہی جو امام ابو یوسف رح نے بیان کیا لیکن ہمنے قیاس کو بسبب عرف کے ترک کیا کیونکہ عرف مین ایسا تحریر کرتے ہین اور یہ مراد نہین لیتے ہین کہ بحدودہا آن کہنے سے حد بیع مین داخل ہو بلکہ یہ مراد ہوتی ہی کہ ماسوائے حد کے بیع مین داخل ہی۔ اور ابو زید شروطی نے اپنی شروط مین ذکر کیا کہ بحدودہا آن کہنے سے حدود کی بیع مین داخل ہونے یا نہونے مین قیاس و استحسان جاری ہی پس قیاس یہ ہی کہ حد بیع مین داخل ہو جاوے اور استحسان یہ ہی کہ داخل نہوگی پس جب بحکم استحسان بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے باوجود ذکر بحدودہا آن کے حد بیع مین داخل نہوئی تو بدون ذکر اس قول کے بنا بر قول امام ابو یوسف رح بدرجہ اولی حد بیع مین داخل نہوگی پس یہ جو شیخ ابو زید نے ذکر کیا ہی یہ ایک روایت امام ابو یوسف رح سے ہوگی کہ استحساناً حد بیع مین داخل نہوگی اور مین نے بعض نسخہاے شروط مین دیکھا کہ جب اسطرح تحریر کرے کہ اس دار کی حدود مین سے ایک حد دار فلان ہی اور اسی طرح دوم و سوم و چہارم کو ذکر کرے تو ایسی حالت مین یون نہ لکھے کہ مشتری نے یہ دار بحدودہا آن خرید کیا اسواسطے کہ حد بیع مین داخل ہو جائیگی اور جب اسطرح لکھے کہ اسکے حدود مین سے ایک حد منتہی تا دار فلان ہی یا ملاصق دار فلان ہی تو یون لکھے کہ اس دار کو بحدودہا آن خرید کیا۔ اور ہمارے بعضے محققین مشائخ نے شرح کتاب الشروط مین ذکر کیا کہ اسطرح لکھتے ہین کہ اسکے حدود مین سے ایک حد ملاصق دار فلان یا ملاصق دار فلان ہی احتیاط نہین ہی بلکہ احسن ترک احتیاط ہی اسواسطے کہ جب امام ابو حنیفہ و امام محمد رح کے نزدیک اور دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح کے نزدیک حد بیع مین داخل نہوئی تو طرف ملاصق بدار فلان ملک بائع پر باقی رہیگی پس مشتری اُسمین عمارت بنانے وغیرہ کا کچھ تصرف نہ کر سکیگا اور بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری اُسمین جو کچھ تصرف کرے اُسکو توڑ دے اور جو اُسمین عمارت بنا دے اُسکو گرا دے اور اسمین جیسا ضرر عظیم مشتری کے حق مین ہی وہ ظاہر ہی اور نیز اس سے شفعہ بجوار کا حق باطل ہوگا اسواسطے کہ دار مبیعہ و دار جوار مین ایک کنارہ فاصل رہگیا ہی جو ہنوز داخل بیع نہین ہوا ہی اور اگر دار جوار فروخت کیا گیا اور اُسکی حد مین لکھا گیا کہ لزیق دار فلان ہی تو یہ کذب ہوگا پس اسمین ترک احتیاط ہی۔ اور اگر ہمنے اسطرح تحریر کیا کہ اس دار کی حدود مین سے ایک حد دار فلان ہی تو امام ابو یوسف رح سے دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق اسمین بھی ترک احتیاط ہی کہ حد بیع مین داخل ہو جاتی ہی اور اس جہت سے بائع و مشتری دونون فلان کے واسطے اس دار کی ملکیت کے مقر ہو جاتے ہین کذا اگر کبھی دونون مین سے کوئی اس دار کو خریدے اور وہ مشتری کے پاس سے استحقاق ثابت کرکے

لے لیا جاوے تو بنا بر اختیار قول زفر و ابن ابی لیلی و علماے مدینہ کے مشتری اپنا ثمن بائع فلان سے واپس نہین لے سکتا ہی پس ثمن واپس لینے کا دروازہ بند ہوا جاتا ہی لیکن بات اتنی ہی کہ یہ امر موہوم ہی - اور نیز امام محمد رح نے ذکر کیا کہ لکھے کہ اس دار کی زمین اور اسکی عمارت - پس امام محمد رح نے زمین کا لکھنا ذکر کیا - لانکہ لفظ دار لامحالہ اس ارضی پر اطلاق کیا جاتا ہی پس اسکو بطریق تاکید بیان کیا ہی - رہا عمارت کا ذکر لکھنا سو اسکا ذکر کرنا ضروری ہی اسواسطے کہ لفظ دار کا اطلاق خواہ نخواہ عمارت پر نہین ہوتا ہی - اور امام محمد رح نے یہ ذکر نکیا کہ اُسکی عمارت بالائی و زیرین کے ساتھ اور متاخرین نے یہ اختیار کیا ہی کہ اسکو ذکر کرے اور یہی صحیح ہی اسواسطے کہ جب اُسنے عمارت بالائی کا ذکر نکیا تو یہ وہم دور نہوگا کہ شاید عمارت بالائی غیر بائع کی ملک ہو اور جب عمارت زیرین کا ذکر نکیا تو یہ وہم دور نہوگا کہ شاید دار کے نیچے سرداب ہو وہ غیر بائع کی ملک ہو - پھر واضح ہو کہ شیخ ہلال و شمنی رح لکھتے تھے کہ سفلہ و علوہ اور یہ نہین لکھتے تھے کہ سفلہا و علوہا اور دونون نے اسکی وجہ یہ بیان فرمائی ہی کہ علوہ و سفلہ مین ضمیر مذکر راجع بجانب بناء ہی اور یہ معلوم ہی کہ یہ دونون بائع کی ملک ہین پس اپنی ملک فروخت کرنے والا ہوگا اور سفلہا و علوہا مین ضمیر مؤنث راجع بجانب دار ہی اور دار نام اُس زمین کا ہی پس شاید کوئی وہم کرنے والا وہم کرے کہ اُسکا علو یعنی بالائی تا آسمان مراد ہی پس ہوا کا فروخت کرنے والا ہوگا اور ہوا کی بیع جائز نہین ہی پس اسواسطے دونون نے علوہ و سفلہ لکھنا اختیار کیا اور ان دونون کے سواے اور علمار نے سفلہا و علوہا لکھنا اختیار کیا ہی اور ایسا ہی شیخ ابوزید شروطی تحریر فرماتے تھے اور ان علمار نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ بسا اوقات زمین دار کے نیچے تہ خانہ ہوتا ہی اور سفلہ لکھنے مین ضمیر راجع بجانب بناء ہوگی اور بناء کا لفظ تہ خانہ کو شامل نہین ہی پس یہ معلوم نہوگا کہ آیا سرداب اُسکا ہی یا نہین اور آیا بیع مین داخل ہوا ہی یا نہین - اور سفلہا کی ضمیر مؤنث راجع بجانب عرصۂ دار ہی پس معلوم ہوگا کہ تہ خانہ اُسکا ہی اور بیع مین داخل ہوگیا ہی اور رہا علوہا کو بضمیر مؤنث اسواسطے لکھا کہ یہ وہم دور ہو جاوے کہ شاید علو دو سری عمارت پر نہو اور دوسرے کو اُسپر بالاخانہ قائم کرنے کا استحقاق نہو - اور یہ جو وہم بیان کیا تو بالائی تا آسمان بیع مین داخل ہونے کا وہم نہو یہ فاسد ہی اسواسطے کہ ہر ایک اس بات کو جانتا ہی کہ اس سے جو چیز بیع مین داخل ہوا کرتی ہی اُسکے سواے مراد نہین ہوتی ہی بلکہ وہی مراد ہوتی ہی جو داخل عقد بیع ہوتی ہی اور وہ عمارت ہی پھر امام محمد رح نے صرف اُسکا راستہ ذکر کیا اور اسکے آخر مین یہ نہ لگایا کہ اُسکا راستہ جو اُسکے حقوق سے ہی اور اہل شروط اس لفظ کو بھی آخر مین لاحق کرتے ہین کہ راستہ جو اُسکے حقوق سے ہی کذا فی الذخیرہ اور امام طحاوی نے ذکر کیا کہ اکثر اہل شروط طریق کا لفظ ذکر کرتے ہین اور مختار ہمارے نزدیک یہ ہی کہ یہ ترک کیا جاوے اور اسی طرح مسیل کا بھی ذکر ترک کرنا ہمارے نزدیک مختار ہی اسواسطے کہ اگر اُنھون نے طریق کو مطلقاً ذکر کیا تو یہ عام راستہ کو بھی شامل ہوا جسکی بیع جائز نہین ہی اسی طرح مسیل مین بسا اوقات ایسا ہوتا ہی کہ یہ نالہ عام راستہ کے جزو مین لگایا جاتا ہی پس جب اسکو مطلقاً ذکر کیا تو بیع مین ایسی چیز داخل ہو جائیگی جسکی بیع جائز نہین ہی پس عقد بیع فاسد ہوگا اور اگر یون کہا کہ اس دار کا راستہ اور اسکی مسیل آب جو اُسکے حقوق مین سے ہی تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہی کہ دار کا کوئی خاص راستہ ایسا نہین ہوتا ہی جو اُسکے حقوق مین سے ہو پس عقد بیع مین معدوم و موجود کا جمع کرنے والا ہوگا اور اس سے عقد فاسد ہوتا ہی پس نہایت بہتر یہ ہی کہ طریق و مسیل کا بالکل ذکر ہی نکرے اسواسطے کہ مقصود لفظ

مرافق ذکر کرنے سے حاصل ہو کہ اگر اُس دار کا خاص راستہ خاص سیل آب ہو گی تو مرافق کے ذکر کرنے سے بیع مین داخل ہو جائیگی اور اگر نہو گی تو لفظ مرافق ان دونون کے سوائے باقی مرافق کی طرف راجع ہو گا یہ مبسوط مین ہی اور بعضے متاخرین اہل علم نے فرمایا کہ اگر اس دار کا بالکل کوئی راستہ نہو یا دار کا دروازہ عام راستہ پر ہو تو بموجب امام طحاوی رح نے فرمایا ہی احتیاط اسی مین ہی کہ ذکر طریق ترک کرنا چاہیے تاکہ ایسی چیز کا بائع نہو جاوے جسکا وہ مالک نہین ہی اور دروازہ دار عام راستہ پر نہو تو طریق کے ذکر کرنے ہی مین احتیاط ہی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق راستہ بدون ذکر کرنے کے داخل بیع نہین ہوتا ہی سوائے ایک روایت کے جسکو امام خصاف نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہی پس احتیاط اسی مین ہی کہ طریق کا ذکر کر دیا جاوے ولیکن اُسکے آخر مین یہ لفظ ذکر کر دیا جاوے کہ جو اُسکے حقوق مین سے ہی اور اگر اُس کا راستہ بجانب راستہ عام نافذ ہو تو لکھے کہ بیع اُسکے راستہ کے جو راستہ عام تک نافذ ہی اور اگر اُسکے ساتھ یہ ملایا جاوے کہ جو اُسکے حقوق سے ہی تو یہ اولے ہی اور بعضے علماء اُسکے مسیل آب کا بھی ذکر کرے اور اُسکے آخر مین جو اُسکے حقوق سے ہی لاحق کرے اور بعضے اہل شروط مسیل آب کے ساتھ بھی جو اُسکے حقوق سے ہی یہ لفظ لاحق کرتے ہین اور بعضے متاخرین نے مسیل آب مین بھی ویسا ہی بیان کیا ہی جیسا طریق کے ساتھ بیان کیا ہی کہ اگر اس دار کے واسطے مسیل آب بالکل نہو یا ہو مگر پرنالہ عام راستہ پر ہو تو مسیل آب کا ذکر نکرے اور اگر پرنالہ عام راستہ پر نہو تو لکھے کہ معہ اُسکے مسیل آب کے اور اُسکے آخر مین یہ ملا دے کہ جو اُسکے حقوق مین سے ہی اسواسطے کہ جائز ہی کہ مسیل آب اس جگہ سے عام راستہ تک ہو پس عام راستہ کا فروخت کرنے والا ہو جائیگا اور اسواسطے کہ بسا اوقات موضع مسیل آب یعنے رقبہ پرنالہ دوسری بائع کی ملک نہین ہوتا ہی بلکہ اسکو فقط پانی بہانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہی پس اگر آخر مین جو اُسکے حقوق مین سے ہی یہ لفظ نہ ملایا جاوے تو ہم ہو گا کہ داخل بیع رقبہ ہی اور یہ جائز نہین ہی اور مرافق کا بھی ذکر کرے اسواسطے کہ دار کے واسطے سوائے مسیل آب کے اور طریق کے اور بھی مرافق ہوتے ہین پس اگر مرافق کا ذکر چھوڑ دیا تو جسقدر ذکر کیا ہی راستہ و مسیل آب کے سوائے باقی مرافق بیع مین داخل نہین ہونگے پس منافع دار اُسکے حق مین معطل ہو جاوینگے - اور امام محمد رح نے مرافق کے ساتھ حقوق کو لاحق نہین کیا اور اہل شروط لاحق کرتے ہین پس یون لکھتے ہین کہ معہ اُسکے مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین کیونکہ یہ احوط ہی - اور نیز امام محمد رح نے ذکر کیا کہ وکل قلیل او کثیر ہو فیہا او منہا یعنے معہ ہر قلیل و کثیر کے جو اُسمین یا اُس سے ہی اور بعضے اہل شروط او نہین لکھتے ہین بلکہ واو لکھتے ہین یعنے کل قلیل ہو فیہا و منہا یعنے ہر قلیل و کثیر جو اُسمین اور اُس سے ہی اور وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ کلمۂ او تشکیک کے واسطے آتا ہی پس دونون مین سے ایک چیز غیر معین کو شامل ہوا اور یہ مجہول رہی اور اسطرح مجہول رہی جو جھگڑے مین ڈالتی ہی پس بیع مین خلل واقع ہونے کی موجب ہوئی لیکن امام محمد رح نے لفظ او حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحریر وقف کی اتباع کر کے اختیار کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حصہ خیبر کے وقف مین تحریر کیا ہی کہ لاجناح علی من ولیہ ان یاکل او یوکل صدیقا غیر متمول یعنی اس وقف کے تولی پر کچھ گناہ نہین ہی کہ خود کھاوے یا اپنے دوست کو کھلاوے در حالیکہ اُسکو متمول نکرے اور اسواسطے آو اختیار کیا کہ کلمۂ آو کبھی بمعنی واو آتا ہی چنانچہ بولتے ہین جالس الحسن او ابن سیرین یعنی حسن و ابن سیرین کے ساتھ ہمنشین ہوا اور کتاب اللہ تعالی اسکی موئید ہی قال اللہ تعالی وارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون یعنی حسن و ابن سیرین کے یہ ہین کہ اور بھیجا اُسکو بجانب ایک لاکھ اور زیادہ آدمیون کے - اور امام ابو یوسف رح سے بحرف واو مروی ہی جیسا کہ اہل شروط لکھتے ہین اور امام محمد رح نے معہ

ہر قلیل وکثیر کے جو اُسمین یا اُس سے ہو اس جملہ کے ساتھ جو اُسکے حقوق سے ہو یہ لفظ لاحق نہین کیا اور اہل شروط لاحق کرتے ہین پس لکھتے ہین کہ معہ ہر قلیل وکثیر کے جو اُس سے یا اُسمین ہو جو اُسکے حقوق سے ہو اور ایسا ہی ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہو اسواسطے کہ لفظ تمام اُس چیز کو شامل ہو جو دار مین موجود ہو خواہ اُسکی بیع جائز ہو یا جائز نہو بنا بر قول امام زفر رح کے حق کہ بیع فاسد ہو جائیگی - اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تمام اُن چیزون کو شامل ہو جو دار مین ایسی ہین جنکی بیع جائز ہو از قسم متاع ولکڑی وغیرہ کے - اور مثل شراب وسور وغیرہ کے جسکی بیع جائز نہین ہو اُسکو شامل نہین ہو بہر حال احتیاط اسمین ہو کہ یہ لفظ کہ جو اُسکے حقوق سے ہو ذکر کر دیا جاوے تاکہ بالاتفاق یہ چیزین داخل بیع نہون - اور زمین کی بیع مین پھل وکھیتی داخل نہین ہوتی ہو اسواسطے کہ یہ حقوق زمین سے نہین ہو - اور نیز ذکر کیا کہ معہ ہر حق کے جو اس دار کے واسطے ثابت ہو اسمین داخل ہو یا اس سے خارج ہو - اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح اُنکے بعد یوسف بن خالد ہلال لکھا کرتے تھے اور انکے سوائے ہمارے اصحاب اسطرح لکھتے ہین کہ معہ ہر حق کے جو اسکے واسطے ثابت ہو اسمین داخل ہو اور ہر حق کے جو اسکے واسطے ثابت اس سے خارج ہو اور ان لوگون نے وجہ یہ بیان کی کہ اگر بطرز اول لکھا جاوے تو ایسے حق کو شامل ہوگا جو اُسمین داخل اور اُس سے خارج ہو حالانکہ حق واحد مین یہ متصور نہین ہو کہ داخل بھی ہو اور خارج بھی ہو پس یون لکھنا چاہیے کہ معہ ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُسمین داخل ہو اور معہ ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُس سے خارج ہو تاکہ جسکو داخل ہونے کے ساتھ موصوف کیا ہو وہ جدا ہو اور جسکو خارج ہونے کے ساتھ موصوف کیا ہو وہ جدا ہو - اور جسکو امام محمد رح نے ذکر کیا ہو اسکی وجہ یہ ہو کہ عطف مقتضی ہو کہ جو اول مذکور ہوا ہو اُسکا تقدیراً او اعتباراً اعادہ ہو چنانچہ کہتے ہین کہ یہ حُر ہو اور وہ - اور اسکے معنی یہ ہین کہ وہ حر ہو پس بحسب تقدیر عبارت یہی ہو گیا کہ گویا یون کہا کہ معہ ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُس سے خارج ہو کذا فی الذخیرہ اور طحاوی نے ذکر کیا کہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہو کہ یون لکھا جاوے کہ معہ ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُسمین داخل ہو اور معہ ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُس سے خارج ہو یہ مبسوط مین ہو - اور امام محمد رح نے اسکے بعد یہ نہین لکھا کہ معہ اُسکی قناء کے - اور اہل شروط اسکو لکھتے ہین اور امام محمد رح نے اسواسطے اسکو ذکر نہین کیا کہ امام اعظم رح کے نزدیک قناء کے ذکر سے بیع فاسد ہوتی ہو اور یہ مسئلہ نوادر بن سماعہ مین مذکور ہو اور صاحبین رح نے فرمایا کہ قناء دار بائع کی مملوک ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اُسکو اختیار ہو کہ اُسمین کنوان کھودے اور اپنے چوپایہ باندھے اور بیع مین ایسی دو چیزون کا جمع کرنا کہ دونون اُسکی مملوک ہون مفسد بیع نہین ہو اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ قناے دار اُسکی مملوک نہین ہو بدین دلیل کہ اگر عامہ کے حق مین کنوان کھودنا مضر ہو تو اُسکو اس سے ممانعت کی جائیگی پس اگر اسی وجہ سے مملوک بائع تصور کیجاوے جسکو صاحبین رح نے بیان کیا ہو تو اس اعتبار سے جبکہ عامہ کے ضرر ہونے کی صورت مین اُسکو ممانعت کی جاتی ہو لازم آتا ہو کہ وہ عامہ کی مملوک جگہ ہو پس وہ بائع اور غیرون کے درمیان مشترک کے مثل ہو جائیگی - پھر امام محمد رح نے ثمن کا ذکر کیا اور کہا کہ چند ین - اور جاننا چاہیے کہ ثمن ضرور ہو کہ موزون ہو گا یا کیل یا معدود یا مذروع یا عروض یا حیوان یا عقار - پس اگر موزون ہو تو ضرور ہو کہ یا تو نقودین سے ہو گا جیسے دراہم ودینار وفلوس یا غیر نقودین ہو گا جیسے زعفران وحریر وروئی وغیرہ وغیرہ ورشیات - پس اگر نقودین سے ہو پس اگر دراہم ہون تو لکھے کہ اتنے درم اور اُنکی نوع تحریر کرے کہ وہ بالکل چاندی ہو یا اسمین میل ہو اور میل جست ہو یا رانگا ہو دراہم غلہ ہین یا نقد بیت المال ہو - اور اُنکی

صفت بیان کرے کہ جید ہین یا ردی ہین یا درمیانی ہین اور اُنکی قدر بیان کرے کہ چندین درم موزون پونزن سبعہ یعنی اسمین سے ہر دس درم پونزن سات مثقال ہین اور اگر بعض مذکور کی تحریر چاہے پس اگر شہر مین درمون مین ایک ہی نقد ہو تو مطلق بیع اُسی طرف راجع ہوگی اور یہ مثل بیان کردہ کے ہو جائیگا پس صفت ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہین ہی اور اگر شہر مین نقود مختلفہ موجود ہون پس اگر سب کا رواج یکسان ہو اور بعض کو بعض پر فضیلت نہو تو بیع جائز ہی۔ اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ بائع کو جسقسم چاہے دیدے ولیکن کاتب کو کوئی قسم ضرور تحریر کرنا چاہیے واسکا وزن و قدر تحریر کرے اور اگر سب کا رواج یکسان ہو لیکن بعض کو بعض پر فضیلت ہو جیسا کہ غطریفیہ وعدالیہ ہے تو بیع جائز نہوگی الا بعد بیان ایک قسم کے پس کاتب اُسکو تحریر کردے جسپر بیع واقع ہوئی ہی اور اُسکی صفت و قدر و وزن تحریر کرے اور اگر نقود مین سے کوئی نقد زیادہ رائج ہو تو بیع مطلق اُسی طرف راجع ہوگی اور یہ مثل ملفوظ کے ہوگا اور اُسکی صفت بیان کرنے کی حاجت نہوگی لیکن اُسکی مقدار و وزن بیان کرنے کی حاجت ہوگی۔ اور اگر ثمن دینار ہون تو لکھے کہ چندین دینار اور لکھدے کہ بخاری ہین یا نیشاپوری یا ہروی علی ہذا القیاس جیسے ہون بیان کردے اور یہ بھی بیان کردے کہ مناصفہ ہین یا قراضیات ہین یا پورے ثابت ہین اُنمین کسر نہین ہی اور لکھے کہ جید ہین یا درمیانی یا ردی ہین اور اُنکی قدر بیان کردے اور کیفیت وزن بھی بیان کرے کہ موزون ہون بوزن مثاقیل کہ ہین یا بوزن مثاقیل خوارزم یا سمرقند علی ہذا القیاس جہان کے وزن پر موزون ہون بیان کردے اسواسطے کہ مثقال اکثر شہرون کے مختلف ہین۔ اور اگر ثمن خالص سونا یا خالص چاندی ہو تو سونا یا چاندی لکھدے اور اُسکی نوع وصفت و وزن ضرور بیان کردے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی لیکن اسمین درم و دینار کا نام نہ لے اسواسطے کہ درم و دینار کا لفظ غیر مضروب پر نہین بولا جاتا ہی پس سونے کی صورت مین یون لکھے کہ خالص طلاے سرخ جید خالی از آمیزش کے اسقدر مثقال اور اگر سونے مین میل ہو تو اسکو بیان کردے کہ وہ دہی ہی یا وہ نہی ہی علی ہذا القیاس اور اسی طرح چاندی کی صورت مین لکھے کہ اسقدر درم وزن چاندی خالص بے میل کھری جید اور باوجود اسکے لکھے کہ طمغاچی ہی یا کلیچ ہی کیونکہ چاندی ان دو قسمون کی ہوتی ہی اسی طرح باقی قرنیات مین جسپر عقد واقع ہوا ہی اسکو۔ اور اُسکی نوع وصفت و قدر بیان کردے۔ اور اگر ثمن کیلی ہو تو جسپر عقد واقع ہوا ہی اُسکو تحریر کرے مثلاً گیہون پر عقد ہوا تو گیہون لکھے اور اُسکی نوع کہ جید ہی یا بد ہی اور یہ ہین نصف کہ وزنی ہین یا بخارا کے ہین اور اُنکی صفت بیان کرے کہ سرخ ہین یا سپید ہین جید ہین یا درمیانی ہین یا ردی ہین اور اُسکی مقدار لکھے کہ فلان قفیز سے اسقدر پیمانہ ہین اور جَو کی صورت مین بھی اسی طرح نوع وصفت و مقدار بقفیز فلان بیان کردے اور گیہون و جو مین وزن نہ لکھے اسواسطے کہ یہ دونون نص سے کیلی ہین اور حکم منصوص کا تغیر کرنا جائز نہین ہی اور کتاب البیوع مین کیلی چیزون کی بیع سلم بحساب وزن کے اور وزنی چیزون کی بیع سلم بحساب کیل کے قرار دیکر دراہم دینے مین ہمارے اصحاب سے دو روایتین ہین حسن رحمہ اللہ نے روایت کی ہی کہ یہ جائز ہی اور طحاوی نے روایت کی ہی کہ یہ جائز نہین ہی پس احتیاط اسی مین ہی کہ کیل کا ذکر کیا جاوے تاکہ اختلاف سے نکلجاوے اور یہ اُس صورت مین ہی کہ گیہون یا جَو فی الحال دینا ٹھہرے ہون اور اگر اُنکے واسطے میعاد ٹھہری ہو تو باوجود ان باتون کے جو ہمنے ذکر کردی ہین مدت کی مقدار بھی ذکر کرے اور ادا کرنے کی جگہ بھی ذکر کردے تاکہ امام اعظم رح کے قول سے احتراز ہو بارے اگر ثمن معدودات مین سے ہو پس اگر یہ چیز اقران مین سے ہو یعنی غیر متعین متعین

ثمن ہو جیسے غطارفہ و عدلیات تو غطارفہ مین لکھے کہ اتنے درم غطریفیہ بخاریہ معدودہ سیاہ جید - اور عدلیات مین لکھے
کہ اتنے درم عدلیہ رسمیہ رائجہ بخاریہ معدودہ - اور انکی نوع بھی بیان کردے بشرطیکہ انواع مختلفہ ہون اور اگر یہ نقد
مختلف شہرون مین مختلف ہو تو لکھدے نقد شہر فلان - اور اگر ثمن مذروعات مین سے ہو جیسے کرباس و کتان وغیرہ
پس اگر معین ہو تو اُسکے عوض بیع جائز ہی اور اُسکی طرف اشارہ کردینا ضرور ہی پس اُسکو تحریر مین ذکر کرے اور اسکی صفت
بیان کردے اور لکھدے کہ معین اس عقد کی مجلس مین حاضر کردہ شدہ جنکی طرف اشارہ کردیا گیا ہی - اور اگر غیر معین
ہو پس اگر فی الحال دینا ٹھہرا ہو تو نہین جائز ہی اور اگر میعاد سے ٹھہرا ہو تو مثل سلم کے جائز ہی پس جسپر عقد واقع ہوا ہی
مثلاً کرباس پر اُسکو ذکر کردے اور اُسکی نوع اور اُسکی موٹائی و باریکی بیان کردے اور اُسکا ثانا کہ پانصدی ہی یا
چہصدی وغیرہ ہی بیان کردے اور اُسکی مقدار ذکر کرے اور مقدار اُسکے گزون کی بیان سے ہوتی ہی اور ذراع کو
بیان کردے کہ ذراع ملک یا ذراع کرباس یا ذراع مساحت وغیرہ مثلاً اور مدت اور مقدار مدت بیان کرے
اور اگر اُسکے واسطے بار برداری و خرچہ ہو تو ادا کرنے کی جگہ بیان کردے تاکہ امام اعظم رح کے قول سے احتراز ہو - اور
اگر ثمن کوئی ایسا اسباب ہو یا حیوان ہو جسکے دینے کے واسطے مدت مقرر کرنا بالکل جائز نہین ہی اور وہ بطور قرضہ کے
ذمہ نہین ثابت ہو سکتا ہی تو اُسکا ثمن ہونا جبھی صحیح ہی کہ اُسکو معین کردے یعنی حاضر کردے اور جس صورت مین ثمن معین ہو
وہان اشارہ ضرور چاہیے ہی اسواسطے کہ حاضر معین کا اعلام اشارہ سے ہوتا ہی پس اس بات کو تحریر مین بیان کردے
پس اسکی صفت بیان کرے اور بیان کردے کہ یہ چیز مجلس عقد ہذا مین حاضر اور اُسکی طرف اشارہ کیا گیا ہی - اور اگر
ثمن محدودات مین سے ہو جیسے دار و ارض وغیرہ تو اُسکا اعلام اُسکے حدود کے بیان سے ہوگا پس لکھے کہ دار واقعہ
موضع فلان اُسکے حدود بیان کردے بعوض دار واقعہ موضع فلان اُسکے حدود بھی بیان کردے خرید کیا - اور جب قبضہ کا ذکر کرنے
کے مقام تک پہونچے تو لکھے کہ اور ہر ایک نے ان دونون متعاقدین مین سے وہ تمام دار جسکو اُسنے خرید کیا ہی بنا بر مذکورۂ تحریر
اُسکے دوسرے سے لیکر اُسکے سپرد کرنے سے قبضہ کر لیا - اور درک کے تذکرہ کے وقت لکھے کہ ان دونون متعاقدین مین سے جسکو
کچھ درک اُس چیز مین لاحق ہوا جسکو اُسنے اس دوسرے سے خریدا ہی - تو چنین و چنان ہوگا جسکا بیان آگے آتا ہی - پھر واضح ہو کہ
امام اعظم و اُنکے اصحاب امام ابو یوسف رح و امام محمد رح و زفر اُنکے بعد ہلال رح اس تحریر کے بعد یہ نہین لکھتے تھے کہ بخریداری صحیح خرید
کیا اور ابو زید شروطی اور اُنکے بعد بعضے اہل شروط اسکے بعد لکھتے تھے کہ بخریداری صحیح خرید کیا جو قطعی ہی جسمین کوئی شرط نہین ہی اور
نہ خیار ہی نہ فساد ہی نہ عدت وفا ہی اور نہ بطریق رہن ہی نہ بطور تلجیہ ہی بلکہ ایسی بیع ہی جیسے مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے ہاتھ فروخت
کرتا ہی اور یہ اسواسطے لکھتے تھے کہ بخریداری صحیح خرید اکہ ان دونون کی غرض خرید صحیح ہی پس بروجہ تاکید مقصود لکھدیتے تھے
اور قطعی ہونے کی صفت اسواسطے بیان کردیتے تھے تاکہ معلوم ہو کہ یہ بیع دوسرے کی اجازت پر موقوف نہین ہی اور کوئی شرط نہونا
اسواسطے لکھدیتے تھے کہ دونون مین سے کوئی پیچھے یہ دعوی نہ کرسکے کہ بیع مذکور بشرط فاسد تھی کیونکہ اگرچہ ظاہر الروایۃ کے موافق منکر شرط
کا قول قبول ہی لیکن نوادر کی روایت کے موافق قول مدعی فساد کا قبول ہی پس احتیاطاً اسکو لکھدینا چاہیے اور نیز یہ تحریر کہ اسمین
فساد نہین ہی اور نہ وعدہ وفا اور نہ سوا اسکے اسواسطے ہی کہ روایت نوادر کے موافق مدعی فساد کا قول قبول ہی کیونکہ وہ اپنی ملکیت
زائل ہونے سے منکر ہی پس احتیاطاً اسکو لکھنا چاہیے - اور امام طحاوی فرماتے تھے کہ یہ نہ لکھا جاوے کہ اسمین خیار نہین ہی کیونکہ بعضے علماء
[illegible] ہی تو [illegible] دستوری جب تک ایک مجلس مین موجود رہین تب تک اُنکو خیار باقی رہتا ہی پس بنا بر اس قول کے

۵۷ بخلاف بائع فی ادراک ثمنی کی تحریر مین اُسکو دیدی اور اُسنے قبضہ کر لیا ۱۲ منہ

یہ شرط کہ اسمین خیار نہین ہو شرط خلاف مقتضاے عقد بلکہ مقتضاے عقد کے تغیر کرنے والی ہوگی پس اگر یہ شرط تحریر کی تو تمام یہ واقعہ ایسے حاکم کے پاس پیش ہو جسکا یہی مذہب ہو تو وہ اس بیع کو باطل کردیگا اور امام طحاوی رح نے فرمایا لیکن یہ لکھا جاوے کہ ایسی بیع ہو جیسے مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے ہاتھ فروخت کرتا ہو یہ تبرکاً سنت لکھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرگاہ عداء ابن خالد بن ہودہ سے خرید غلام کی تحریر لکھوائی تو حکم دیا کہ یہ لفظ تحریر کرے کذا فی الذخیرہ اور ہمارے اصحاب نے خرید صحیح و بیع مسلمان بدست برادر مسلمان و نیز اسمین فساد نہین ہو وغیرذالک اسواسطے نہ لکھے کہ اگر یہ عبارت لکھی جاوے تو مشتری کی طرف سے صحت بیع اور مبیع ملک بائع ہونے کا اقرار ہوگا پھر اگر اسکے بعد مشتری کے پاس مبیع استحقاق مین لے لیگئی تو بنا بر قول زفر و ابن ابی لیلی و علماے مدینہ کے مشتری کو بائع سے ثمن واپس لینے کا استحقاق نہوگا اور اگر دونون مین بیع فسخ ہوئی پھر وہ عود کرکے مشتری کے قبضہ مین آئی تو اسکو حکم دیا جائیگا کہ بائع کے سپرد کرے پس اسکو تحریر نہ کریگا جیسے ملک بائع ہونا تحریر نہین کرتا ہی۔ پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ فلان بن فلان یعنی مشتری نے تمام ثمن نقد ادا کیا اور بائع کو ادا کرکے اس سے بری ہوگیا اور وہ اسقدر یعنی درم وزن سبعہ کے ہین۔ اور صرف اس تحریر پر اکتفا نکیا کہ فلان نے ثمن ادا کردیا اسواسطے کہ اگر بائع کا قبضہ کرنا تحریر نہ لکھا اور پھر اسکے بعد بائع نے کہا کہ تو نے مجھے نقد دیے تھے لیکن مین نے اُنپر قبضہ نہین کیا تو امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی پس امام ابو یوسف رح کے قول سے احتراز کے واسطے بائع کا قبضہ کرلینا تحریر کرے۔ پھر امام محمد رح نے اختیار کیا کہ بری الیہ منہ یعنی مشتری کی جانب سے ثمن مذکور بائع کو دیکر مشتری کو بریت حاصل ہوگئی اسواسطے یہ اختیار کیا کہ یہ لفظ جامع و موجز ہی کہ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ بریت کی ابتدا مشتری کی طرف اور انتہا بائع پر ہوئی اور یہ دینے اور قبضہ کرنے سے ہوگی اور اس سے قبضہ صحیح ہونا بھی ظاہر ہوتا ہی کیونکہ اگر بائع کسی کی طرف سے بیع کا وکیل ہو تو بقبضے علماء کے قول کے موافق مشتری اُسکو ثمن دیکر ثمن سے بری نہوگا تا وقتیکہ وکیل مذکور اپنے موکل کی طرف سے ثمن وصول کرنے کا مختار نہو اور جب یہ لکھا گیا کہ مشتری بائع کو ثمن دیکر بری ہوگیا تو یہ قبضہ اور صحت قبضہ کا اقرار ہو۔ اور یوسف بن خالد یون لکھتے تھے کہ فلان یعنے مشتری فلان یعنے بائع کو تمام ثمن جو اس تحریر مین مذکور ہی دیکر بری ہوا درحالیکہ فلان بن فلان نے اُس سے لیکر بھرپور اُسپر قبضہ کرلیا اور وہ اسقدر ایسے دراہم وزن سبعہ ہین اور اسطرح اسواسطے لکھتے تھے کہ بری الیہ منہ کہنے سے اگرچہ ازراہ معنی بائع کا قبضہ ثابت ہوتا ہی لیکن بحسب نص ظاہر ثابت نہین ہوتا ہی اور معنی پر ہر شخص کو وقوف حاصل نہین ہی پس چاہیے کہ اسطرح لکھے کہ بائع نے ثمن پر قبضہ کیا تاکہ صریح قبضہ کرنا اور معنی قبضہ کرنا ثابت ہوجاوے کہ یہ امر واضح ہی اور جھگڑے کے دور کرنے کے واسطے ظاہر ہو۔ اور ابو زید شروطی رح اسطرح لکھتے ہین کہ فلان بن فلان یعنے بائع نے فلان بن فلان یعنے مشتری سے تمام ثمن جو اس تحریر مین مذکور ہی بھرپور وصول پایا یا یون طور کہ فلان بن فلان نے اُسکو دیا اور مشتری اس ثمن کو اُسکو دیکر بری ہوگیا اور وہ چند درم وزن سبعہ ہین یہ محیط مین ہی۔ کیونکہ ہرگاہ قبضہ کی تصریح واجب ہوئی تو دینے کی تصریح بھی واجب ہی تاکہ بائع کا قبضہ مشتری کے دینے سے ہو کیونکہ بنا بر قول شیخ بن ابی لیلی کے جس شخص نے اپنے قرضدار کے مال سے اپنے حق کی جنس پر قابو پایا تو اُسکو لے لینا روا نہین ہی اور اگر لے لیا تو مالک نہوگا بلکہ غاصب ہوگا پس مشتری کا دینا تحریر کرے تاکہ قول بن ابی لیلے سے احتراز ہو۔ اور طحاوی

تحریر فرماتے تھے کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان کو تمامی حق سب بھر پور دیا کہ اُس سے لیکر فلان نے قبضہ کر لیا اور اُسکو پورے ثمن سے بری کر دیا کیونکہ ہر گاہ قبضہ اور دینے دونوں کی تصریح واجب ہوئی تو دینا قبضہ سے مقدم ہونا چاہیے ہو اسواسطے کہ قبضہ کرنا دینے کا حکم ہے اور حکم چاہیے کہ سبب سے موخر ہو پس واجب ہو کہ دینا قبضہ سے پہلے ہو۔ لیکن جو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اسمین ایک طرح کا خلل یہ ہے کہ قولہ اور اُسکو پورے ثمن سے بری کر دیا یہ ابتدائے برات کا مقتضی ہے نہ برات بقبضہ کا اور بائع اگر مشتری کو ثمن سے بعد ثمن وصول کرنے کے بری کرے تو بری کرنا صحیح ہوگا اور بائع پر واجب ہوگا کہ جو ثمن اُسنے وصول کیا ہے اُسکو واپس کر دے پس اصوب یہ ہے کہ یون تحریر کرے کہ فلان نے ثمن تمام بھر پور فلان کو دیا اور فلان سنے اُس سے لیکر قبضہ کر لیا اور فلان اسکو دیکر اس سے بری ہو گیا اور وہ چندین درم وزن سبعہ ہین پس دینا قبضہ سے مقدم ہوگا اور برات اُسکو دیکر حاصل ہونے سے صحت قبضہ ثابت ہو جائیگی اور برات ابتدائیہ کا وہم بھی دور ہو جائیگا اور تمام سب بھر پور لکھنا تاکید کے واسطے ہے اور ایسی تحریر مین تاکید کے واسطے زوائد عبارات لکھی جاتی ہین۔ اور امام محمد رح نے تحریر مین قبضہ مبیع نہین لکھا حالانکہ جسطرح قبضہ ثمن تحریر کرنے کی ضرورت ہے کہ مشتری کے واسطے حجت ہو اسی طرح قبضہ مبیع تحریر کرنے کی حاجت ہے کہ بائع کے واسطے حجت ہو پس اُسکا لکھنا ضرور ہے اور اہل شروط نے اسکی عبارت مین اختلاف کیا ہے پس سمتی و ہلال و ابو زید شروطی اسطرح تحریر کرتے تھے کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان کو تمام وہ چیز جسپر عقد واقع ہوا ہے جسکا بیان اس تحریر مین ہے سپرد کیا اور یہ حسن بن زیاد اور امام طحاوی اسطرح لکھتے تھے کہ فلان نے فلان کو تمام وہ چیز جسپر عقد واقع ہوا ہے جسکا بیان اس تحریر مین ہے سپرد کیا اور یہ لفظ سپرد کر دینا اختیار کیا اور یہ نہ لکھا کہ فلان نے قبضہ کیا اسواسطے کہ قولہ فلان نے قبضہ کیا اس سے یہ نہین سمجھا جاتا ہے کہ بائع نے مشتری کو قبضہ و اذن اجازت دی ہے اور بعضے لوگون کا یہ مذہب ہے کہ مشتری بعد ادائے ثمن کے مبیع پر قبضہ کرنے کا مختار نہین ہے تاوقتیکہ بائع اُسکو اجازت نہ دے اور اگر بغیر اُسکی اجازت کے قبضہ کر لیا تو مثل غاصب کے ہوگا اور بائع کو اختیار ہوگا کہ اُسکے قبضہ سے نکال لے پس علمائے موصوف نے سپرد کر دینے کا لفظ اختیار کیا کہ یہ لکھا جاوے کہ اس سے بائع کا قبضہ کی اجازت دینا سمجھا جاتا ہے تاکہ اس قائل کے قول سے احتراز ہو جاوے اور نیز امام محمد رح نے تحریر مین مقدار مبیع کا مبیع کو دیکھ لینا تحریر نہین کیا ہے۔ حالانکہ اسکا لکھنا ضرور ہے اسواسطے کہ بعضے علمائے مجتہدین نے بے دیکھی ہوئی چیز کا بیچنا اور خریدنا جائز نہین فرمایا ہے اور بعض نے بے دیکھی چیز کا بیچنا جائز رکھا ہے اور بے دیکھی چیز کا خریدنا جائز نہین فرمایا ہے اور بعضون نے دونون کو جائز فرمایا ہے لیکن اُنکے نزدیک مشتری کو خیار رؤیت حاصل ہوتا ہے جب دیکھے اور بائع کو نہین ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ بیع مین بائع کو اور خرید مین مشتری کو خیار رؤیت حاصل ہوتا ہے پس اسکا لکھنا ضرور ہے تاکہ بالاتفاق بیع جائز اور خیار منتفی ہو جاوے پھر اُسکی عبارت مین اہل شروط نے اختلاف کیا ہے پس سمتی رح اسطرح لکھتے تھے کہ اور فلان و فلان دونون نے اقرار کیا کہ ہم دونون نے تمام دار محدودہ مذکورہ تحریر ہذا سمیت اُسکے حدود و حقوق کے اور جو اُسمین داخل اور جو اُس سے خارج ہے اور ان دونون کو سب کو بیان کر دے اور تمام جو کچھ اُسمین ہے قلیل و کثیر سب دیکھ لیا ہے اور پہچان کر لیا ہے اور ہم دونون نے اسکو وقت عقد بیع کے جو اس تحریر مین مذکور ہے اور اس سے پہلے دیکھ لیا ہے اور اسی حال پر ہم دونون نے باہم خرید فروخت کی ہے اور شیخ ابو زید رح لکھتے تھے کہ اور مشتری فلان نے تمام دار محدودہ تحریر ہذا کی طرف نظر کر لی ہے اور اُسکو دیکھکر راضی ہو گیا ہے۔ اور جو سمتی رح نے بیان کیا ہے وہ احسن و اصح ہے۔ اور یہ جو سمتی رح نے بیان کیا کہ دونون نے اُسکو عقد بیع کے وقت دیکھا ہے یہ امر ضروری ہے اسواسطے کہ بعضے علما کا یہ مذہب ہے

کہ جو چیز خریدی یا فروخت کی اور اُسکو بیع سے پہلے دیکھا تھا اور وقت بیع کے اُسکا معائنہ نہین کیا بلکہ وہ آنکھون کے سامنے سے غائب تھی تو جائز نہین ہی پس ہمنے اس قول سے احتراز کیا اور یون لکھا کہ عقد بیع کے وقت اُسکو دونون نے دیکھا ہی اور یہ جو بیان فرمایا کہ قبل اسکے بھی دیکھا ہی سو اسکی حاجت نہین ہی بلکہ اسکو بغرض تاکید ذکر کیا ہی - اور یہ جو فرمایا کہ دونون نے تمام دار معہ اُسکے حدود و حقوق و قلیل و کثیر کے جو اُسمین داخل اور اُس سے خارج ہی سب دیکھ لیا ہی تو یہ امر ضروری ہی اسواسطے کہ ہمارے علما کا مذہب یہ ہی کہ اگر مشتری نے دار کے باہر سے نظر کی یعنے باہر کو دیکھ لیا اور اسکے سوائے نہین دیکھا تو اُسکا خیار رویت باطل ہوجائیگا اور بنا بر قول زفر رح کے جب تک وہ پورے خارج کو اور پورے داخل کو اور بعض زمین کو نہ دیکھ لے تب تک اُسکو خیار حاصل رہیگا اور حسن بن زیاد کے نزدیک جب تک تمام قلیل و کثیر اُسکا اور تمام اُسکی زمین اور تمام عمارت و ذخیرہ جو اُسمین ہی - نہ دیکھ لے تب تک اُسکو خیار حاصل رہیگا پس ہمنے ان اختلافات سے بچنے کے واسطے ان چیزون کا ذکر کر دیا - اور نیز امام محمد رح نے عاقدین کا بابدان متفرق ہونا بھی بیان نکیا اور امام خصاف بھی اسکو نہین لکھتے تھے اور عامہ اہل شروط اسکو لکھتے ہین یعنے دونون اذا راہ سے متفرق ہوجائین اور اذا راہ کلام متفرق ہونا بیع مین اصحاب ظہیریہ کے نزدیک مشہور ہی اسواسطے کہ امام شافعی رح کے نزدیک جب تک متعاقدین بعد فراغ گفتگوے خرید و فروخت کے از راہ بدن جدا نہو جاوین تب تک اُنکو اُسی مجلس مین اختیار رہتا ہی اور ہمارے نزدیک بعد ختم گفتگوے خرید و فروخت کے اُنکو خیار مجلس نہین رہتا ہی پس شاید اُن دونون مین جھگڑا واقع ہو بایں طور کہ دونون معتقد مذہب شافعی رح ہون پس ایک کہے کہ مین نے قبل تفرق کے عقد فسخ کر دیا تھا اور دوسرا اجازت کا دعوی کرے اسواسطے ہمنے تفرق بابدان کو تحریر کر دیا کہ بعد نفاذ اس بیع کے دونون بابدان متفرق ہوگئے تھے تاکہ یہ جھگڑا منقطع ہوجاوے اور اہل شروط نے اسکی عبارت مین باہم اختلاف کیا ہی پس شیخ ابوزید اسطرح لکھتے تھے کہ بعد اس بیع مذکورہ تحریر ہونے کے اور اُسکے صحیح ہوجانے اور واجب ہوجانے کے باہم رضامندی کے ساتھ پھر متفرق بابدان ہوگئے اور طحاوی یون لکھتے تھے کہ بعد وقوع اس بیع مذکورہ تحریر ہونے کے تمام اس بیع پر باہمی رضامندی اور دونون سے اسکے نافذ کرنے کے پھر دونون متفرق بابدان ہوگئے اور جو امام طحاوی نے ذکر کیا ہی اسمین مشتری کے حق مین زیادہ احتیاط ہی کہ اس سے مشتری صحت خرید کا مقر نہین ہوا جاتا ہی تاکہ بروقت استحقاق مبیع کے بنا بر قول بعضے علما کے وہ اپنا ثمن بائع سے واپس نہ لے سکے - پھر امام محمد رح نے فرمایا فما ادرک فلان بن فلان من درک فی ہذہ الدار فعلی فلان بن فلان خلاصہ حتے تسلیمہ لہ یعنے اسکے بعد پھر اگر فلان بن فلان کو اس دار کی بابت کوئی درک پیش آوے تو فلان بن فلان پر واجب ہوگا کہ اُسکو خلاص کر کے مشتری کو سپرد کرے اور علماے امام محمد کے قول کہ فما ادرک فلان بن فلان اسکی ترکیب مین اختلاف کیا ہی کہ آیا فلان منصوب ہی یا مرفوع ہی لیکن نصب یا رفع واضح ہی اور معنی یہ ہین کہ فلان کو جو درک لاحق ہو - اور قولہ تو فلان بن فلان پر واجب ہوگا کہ اُسکو خلاص کرے یہان تک کہ مشتری کے سپرد کرے اس سے امام محمد رح کی یہ مراد نہین ہی کہ لامحالہ مبیع کو خلاص کر کے مشتری کے سپرد کرے اسواسطے کہ ایسی شرط ہی کہ شاید اسکے پورے کرنے پر وہ قادر نہو سکے بلکہ یہ مراد ہی کہ اگر صاحب استحقاق اس بیع کی اجازت دیدے تو مبیع کو خلاص کر کے مشتری کے سپرد کرے یا اگر وہ اجازت نہ دے تو ثمن مشتری کو واپس کرے اور اس شرط کا وفا کرنا ممکن ہی - اور بعض نسخہ شروط مین جسطرح ہمنے بیان کیا ہی اسی طرح صریح عبارت مذکور ہی کہ فعلی فلان خلاص ذلک حتے تسلیمہ الیہ او یرد الثمن علیہ یعنے پس بائع پر واجب ہوگا کہ اس مبیع کو چھوڑا کر مشتری کے سپرد کرے یا مشتری کا ثمن اُسکو واپس دے اور اس

مقام پر فرمایا کہ اور ایسا ہی امام ابوحنیفہ رح و ابو یوسف رح لکھا کرتے تھے۔ اور یوسف بن خالد سمتی و ہلال دونون اسطرح تحریر فرماتے تھے کہ پھر اگر اس دار محدودہ تحریر نہ کی بابت یا اسمین کسی کی بابت یا اسکے کسی حقوق مین کوئی درک تمام لوگون مین سے کسی کی طرف سے پیش آوے تو فلان بن فلان پر واجب ہوگا کہ اس سب کو فلان بن فلان کے واسطے خلاص کرے یہان تک کہ اسکے سپرد کرے یا اسکو مشتری کے واسطے ہر درک و مشقت سے خلاص کردے اور شیخ ابوزید شروطی یون لکھتے تھے کہ فلان بن فلان کو جو اسکی بابت یا اسمین سے کسی جزو کی بابت یا اسکے حقوق کی بابت یا حقوق مین سے کسی کی بابت کچھ درک پیش آوے تو فلان یعنی بائع پر واجب ہوگا کہ فلان یعنی مشتری کے وہ سپرد کرے جسکو اسنے اسکو بیع مذکورہ تحریر ہذا سے مشتری کے واسطے دیا ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ شیخ ابوزید کی تحریر ہمارے پسند ہے بہ نسبت تحریر یوسف بن خالد و ہلال کے اسواسطے کہ یوسف و ہلال نے درک کو مضاف بجانب مشتری تحریر نہین کیا ہے بلکہ مطلق رکھا ہے پس اس مشتری کو اور نیز ہر ایسے شخص کو شامل ہے جو اس مشتری سے اس دار مذکورہ کی ملکیت اسی سبب سے مثل خرید و ہبہ و صدقہ وغیرہ کے حاصل کرے پس ضمان درک ان لوگون کے واسطے جو مشتری سے ملکیت حاصل کرین اس بائع پر مشروط ہوگی اور اگر مشتری سے خریدنے والے کے ہاتھ سے کسی مستحق نے استحقاق ثابت کرکے یہ دار لے لیا اور مستحق نے بیع کی اجازت ندی تو اس شرط تحریر کے موافق مشتری دوم کو بھی اسی بائع سے ثمن واپس لینے کا اختیار ہوگا حالانکہ استحقاق ثابت ہونے کے وقت مشتری کو اپنے بائع سے ثمن واپس لینے کا استحقاق نہین ہوتا ہے بائع کے بائع سے واپس لینے کا اختیار نہین حاصل ہوتا ہے اور وارث مشتری کو اپنے مورث کے بائع سے ثمن واپس لینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے باوجودیکہ یہ اسکا بائع نہین ہے سواسوجہ سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ مورث کا قائم مقام ہے اسی واسطے اس ثمن سے مورث کا قرضہ ادا کیا جاتا ہے اور اسی واسطے اگر مشتری میت پر اسقدر قرضہ ہو جو اسکے تمام ترکہ کو محیط ہے تو وصیہ تیکہ دار مذکور پر استحقاق ثابت ہو تو ثمن واپس لینے کا اختیار وصی میت کو ہوتا ہے نہ وارث کو پس اگر اسی طور پر لکھا جاوے جسطرح یوسف و ہلال لکھتے ہین تو بیشتر اسکا وہم ہوسکتا ہے کہ بیع مین یہ ایسی شرط ہے جسکا عقد بیع مقتضی نہین ہے پس وہ فساد بیع کا حکم دیگا اسواسطے ہمنے اس سے احتراز کرنے کی غرض سے درک کی اضافت بجانب مشتری کر دی ہے۔ اور بعضے لوگ اسطرح لکھتے ہین کہ جو درک فلان بن فلان کو اور ہر کسی کو اسکے سبب سے پیش آوے تو فلان بائع پر اسکا خلاص واجب ہے۔ اور اسطور سے نہ لکھنا چاہیے اسواسطے کہ اسباب مین اسکے وارث لوگ اور اُس سے خریدنے والے اور اُسکی طرف سے صدقہ یا ہبہ پانے والے اور نیز تمام لوگ جو اس مشتری کی جہت سے یہ ملکیت دار مذکورہ حاصل کرین سب لوگ ہوسکتے ہین حالانکہ ہمنے بیان کر دیا ہے کہ وقت استحقاق وارد ہونے کے ان لوگون کو اس بائع سے ثمن واپس لینے کا اختیار نہوگا پس اگر اسطور سے تحریر کیا تو بائع کے ذمہ ایسی شرط لگائی جسکو عقد بیع نہین چاہتا ہے پس بیع فاسد ہوگی۔ اور بعضے لوگ لکھتے ہین کہ پس فلان یعنے بائع پر اسکا عہدہ ہے اور اسطور سے بھی نہ لکھنا چاہیے اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک عہدہ قدیم دستاویز کو کہتے ہین حالانکہ استحقاق ثابت ہونے کے وقت بائع پر مشتری کا قدیمی دستاویز کا استحقاق نہین ہوتا ہے پس اگر ایسی شرط بائع کے ذمہ لگائی تو تملک کے مقتضی عقد شرط لگائی پس بیع فاسد ہوجائیگی۔ اور متاخرین اہل شروط نے فرمایا کہ اسطرح نہ لکھنا چاہیے کہ جو درک فلان مشتری کو پیش آوے پس فلان بائع پر اسکا خلاص کرکے مشتری مذکور کے سپرد کرنا واجب ہے۔ بلکہ اُس طور سے لکھے جسطرح شیخ ابوزید نے تحریر کیا ہے کہ مشتری کو اسکی بابت یا اسمین سے کسی جزو کی بابت یا اسکے حقوق یا حقوق مین سے کسی کی بابت کچھ درک

پیش آوے تو بائع پر واجب ہوگا کہ فلان مشتری کو وہ سپرد کرے جو بیع مذکورہ تحریر ہذا نے مشتری کے واسطے اُسپر واجب کیا ہی اسواسطے کہ جب مشتری کے پاس سے بیع استحقاق ثابت کرکے لیجاوے اور مستحق اس بیع کی اجازت نہ دیوے تو علما کے درمیان اس امر مین اختلاف ہی کہ مشتری کے واسطے بائع پر بحکم بیع کیا واجب ہوگا پس ہمارے نزدیک اسپر واجب ہوگا کہ مشتری کو اسکا ثمن واپس کرے اور عثمان لیثی وسوار بن عبداللہ عمری نے فرمایا کہ دار بیعہ کے مثل بلندی وپستی وقیمت وعمارت وگزدن کی مساحت کا اُسی مقام پر دوسرا دار سپرد کرنا واجب ہوگا اور بعض نے کہا کہ اسپر واجب ہوگا کہ دار بیعہ کی قیمت واپس کرے خواہ ثمن اُسکے برابر ہو یا کم ہو یا زیادہ ہو اور ہر گاہ علما نے اسطور سے اختلاف کیا ہی تو احوط یہی ہی کہ استحقاق کے وقت جو واجب ہوگا وہ بیان نہ کیا جاوے تاکہ جو قاضی اسکے برخلاف اعتقاد رکھتا ہو وہ اسکو باطل نہ کرے اور جو تحریر ہی اُسکو خلاف مقتضاے عقد نہ خیال کرے - اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ صاحب استحقاق نے بیع مذکور کی اجازت نہ دی اور اگر صاحب استحقاق نے استحقاق ثابت کرنے کے بعد اس بیع کی اجازت دیدی تو بعضے علما کا قول ہی کہ یہ اجازت بالکل کارآمد نہوگی بنا برین کہ اُنکے نزدیک فضولی کی بیع منعقد نہین ہوتی ہی اور نہ اجازت مالک پر موقوف ہوتی ہی اور ہمارے نزدیک اگر قاضی نے صاحب استحقاق کے واسطے اس عین کا حکم نہین دیا ہی اور حکم دینے سے پہلے صاحب استحقاق نے اجازت دیدی تو اُسکی اجازت کارآمد ہوگی پس بائع پر بھی مال عین مشتری کو سپرد کرنا واجب ہوگا - لیکن امام اعظم رح سے ایک روایت مین اسکے برخلاف یون مروی ہی کہ مستحق کا خصومت کرنا اور قاضی سے حکم کی درخواست کرنا بیع کے نقض کی دلیل ہی پس اس سے بیع ٹوٹ جاویگی جیسے کہ صریح توڑدینے سے ٹوٹ جاتی ہی پھر اسکے بعد مستحق کا اجازت دینا کارآمد نہوگا - اور اگر بعد حکم قاضی صادر ہونے کے صاحب استحقاق نے اجازت دی تو بعض مواضع مین مذکور ہی کہ بنا بر قول امام اعظم رح کے اسکی اجازت کارآمد نہوگی اسواسطے کہ مستحق کے واسطے مال عین کا حکم قاضی کی طرف سے صادر ہونے سے بیع فسخ ہوجاتی ہی - اور صاحبین رح کے نزدیک اجازت کارآمد ہوگی اسواسطے کہ صاحبین رح کے نزدیک استحقاق ثابت اور مستحق کے واسطے مال عین کا حکم قاضی کی طرف سے صادر ہونے سے بیع فسخ نہین ہوتی ہی ایسا ہی بعض کتب مین مذکور ہی اور شرح زیادات مین لکھا ہی کہ ظاہر الروایت کے موافق بیع فسخ نہوگی اور اجازت کارآمد ہوگی - اور امام ابو یوسف سے مروی ہی کہ مال عین قاضی کے حکم سے مستحق کا لے لینا دلیل شکست بیع ہی پس اس سے بیع ٹوٹ جاویگی پھر اسکے بعد مستحق کا اجازت دینا کارآمد نہوگا پس بنا بر قول ایسے عالم کے جو فرماتا ہی کہ بیع فسخ ہوجائیگی اور صاحب استحقاق کی اجازت کارآمد نہوگی اگر بائع کے ذمہ وقت ثبوت استحقاق کے دار بیعہ سپرد کرنے کی شرط لگائی تو بائع اس دار کو بھی سپرد کرسکتا ہی کہ جب صاحب استحقاق سے اسکو خریدے پھر مشتری کے سپرد کرے اور ایسے طور سے شرط لگانا عقد کو فاسد کرتا ہی پس احوط یہ ہی کہ یون لکھا جاوے کہ ایسی حالت مین اسپر اُس چیز کا سپرد کرنا واجب ہوگا جسکو بیع مذکورہ تحریر ہذا نے اُسپر واجب کیا ہی اور اسی طرح یہ بھی نہ لکھے کہ اُسپر ثمن واپس کرنا واجب ہی اسواسطے کہ اگر پورے دار پر استحقاق ثابت ہوا تو ہمارے نزدیک پورا ثمن واپس کرنا واجب ہوگا اور بعضے مخالفین کے نزدیک اُسپر اس دار کے مثل جو صورت و معنی مین اسکا مثل ہو واپس کرنا واجب ہوگا اور بعض کے نزدیک اگر پورے دار کا استحقاق ثابت ہو تو اس دار کی قیمت واپس کرے اور اگر تھوڑے دار کا استحقاق ثابت ہو تو اسمین دو صورتین ہین اگر استحقاق کسی غیر معین حصہ کا ثابت ہوا جیسے ثہائی وچوتھائی وغیرہ تو ہمارے نزدیک مشتری کو اختیار ہو جاتا ہے باقی بائع کو واپس کرکے اُس سے

۹۷ کسی حصہ کا جو استحقاق نہین ہوا اسکے نہین کرسکتا ہی نقض بیع فاسد کی طرف سے قاضی کے حکم کی وجہ سے

اپنا پورا ثمن واپس لے اور چاہے باقی کو رکھ لے اور جسقدر استحقاق مین لے لیا گیا ہو اُسکے حساب سے بائع سے ثمن واپس لے۔ اور اگر کسی معین ٹکڑے کا استحقاق ثابت ہو واپس اگر قبضہ سے پہلے استحقاق مذکور ثابت ہوا تو مشتری کو ایسا ہی اختیار ہوگا جیسا ہمنے بیان کیا ہو اور اگر قبضہ کے بعد ایسا واقع ہوا تو مشتری کو خیار نہوگا بلکہ جسقدر استحقاق مین لیا گیا ہو اُسی قدر ٹکڑے کا ثمن بائع سے واپس لیگا اور یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہوگا کہ جیسے اُسنے دو چیزین خریدین پھر قبضہ کے بعد ایک استحقاق مین لے لیگئی ایسا ہی طحاوی نے اپنے شروط مین ذکر کیا ہو۔ اور خصاف رحمہ نے فرمایا کہ مشتری کو اختیار ہو چاہے باقی کو رکھ لے اور جسقدر استحقاق مین لیا گیا ہو اُسکا ثمن واپس لے اور چاہے باقی کو واپس کرکے بائع سے اپنا پورا ثمن واپس کرلے۔ اور بعضے علماء کے نزدیک کل مبیع کی بیع فاسد ہوجائیگی اور بائع پر پورا ثمن واپس دینا واجب ہوگا پس بنا بر قول ایسے عالم کے جو اس دار کے مثل واپس دینا واجب کہتا ہو اور بنا بر قول ایسے عالم کے جو قیمت دار واپس دینا واجب کہتا ہو بیعنامہ مین ثمن واپس کرنے کی شرط تحریر کرنا ایسی شرط ہوگی جو مقتضاے عقد نہین ہو پس اس سے عقد فاسد ہوگا پس ان لوگون کے قول سے احتراز ہونے کے واسطے اسکو تحریر نکرے اور ہمارے نزدیک بھی بعض صورتون مین پورا ثمن اور بعض صورتون مین تھوڑا ثمن واپس کرنا واجب ہوتا ہو پس اگر ہم بیعنامہ مین مطلقاً پورا ثمن واپس کرنا شرط کرین تو یہ شرط خلاف مقتضاے عقد ہوکر موجب فساد ہوگی اور اگر ہمنے اسطرح تحریر کیا کہ پس بائع پر وہ چیز واجب ہوگی جو بیع مذکورہ تحریر ہذا نے مشتری کے واسطے اُسپر واجب کردی ہو تو درصورت استحقاق ثابت ہونے کے اور صاحب استحقاق کا بیع کی اجازت نہ دینے کے جس چیز کا حکم قاضی کی طرف سے اُسپر صادر ہوا وہ سب کے نزدیک بموجب اس بیع کے ہوگی جیسا کہ بیعنامہ مین شرط تحریر ہوئی ہو پس قاضیون مین کسی قاضی کو خواہ کسی قول کا معتقد ہو اس بیع کے باطل کردینے کا اختیار نہوگا جبکہ اُسکے پاس یہ مقدمہ پیش ہو پس اسوبہ سے یہی لکھنا احوط ہو اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رح بعد تحریر واقعہ درک کے یون لکھا کرتے تھے کہ پس فلان پر اُسکا خلاص کرنا واجب ہوگا حتے کہ اسکو مشتری کے سپرد کرے یا اُسکو اُسکا ثمن معہ قیمت اُس چیز کے واپس کرے جو عمارت و درخت وزراعت وغیرہ بائع کے حکم سے مشتری نے خود ایجاد کی ہون یا اُسکے واسطے ایجاد کی گئی ہون۔ اور ہمنے ان چیزون کی قیمت کی ضمان اسواسطے تحریر کردی کہ بنا بر قول بعضے علماء کے استحقاق ثابت ہونے کے وقت مشتری کو بائع سے ان چیزون کی قیمت واپس لینے کا اختیار بھی ہوتا ہو کہ جب بائع نے اسکی ضمانت قبول کرلی ہو اور اگر ضمانت قبول نکی ہو تو نہین۔ اور ہمنے بائع کے حکم سے اسواسطے تحریر کیا کہ بعضے علماء مدینہ منورہ کہتے ہین کہ بائع نے اگرچہ مشتری کے واسطے ان چیزون کی قیمت کی ضمانت کرلی ہوتا ہم مشتری اُس سے اس قیمت کو بھی واپس لے سکتا ہو کہ جب بائع نے ایسا حکم کیا ہو پس ہمنے بائع کا ضمانت کرنا اور اُسکا یہ حکم دینا ان علماء کے قول سے احتراز کرنے کے واسطے تحریر کردیا۔ اور بعضے لوگ یون تحریر کرتے ہین کہ معہ ضمانت اُس چیز کے جسکو مشتری عمارت و درخت وغیرہ سے نوایجاد کرے۔ اور یہ صحیح نہین ہو اسواسطے کہ مشتری کبھی دار مین ایسی چیز ایجاد کرتا ہو کہ استحقاق ثابت ہونے کے وقت اُسکی قیمت لینے کا اختیار بائع سے اُسکو حاصل نہین ہوتا ہو جیسے کنوان اگارنا اور چھپر صاف کرنا و مورے صاف کرنا ایسی چیزین جنکو بائع کے سپرد نہین کرسکتا ہو پس اگر انکی ضمانت بھی بائع کے ذمہ شرط کی تو ایسی شرط اُسکے ذمہ لگائی جسکو عقد مقتضی نہین ہو اور اُسمین ہر دو عاقدین مین سے ایک کے واسطے نفع ہو۔ اور امام طحاوی فرماتے تھے کہ احوط یہ ہو کہ یہ نہ لکھا جاوے کہ معہ قیمت اُس چیز کے جسکو مشتری پیدا کرے بلکہ یون لکھا جاوے کہ فلان

قید نفع ہر دو ایسی شرط بالاتفاق موجب فساد ہو ہے

بن فلان بن فلان کو اس دار محدودہ یا اسکے حقوق مین سے کسی حق مین یا ایسی چیز مین جسکو ایجاد کرے مثل عمارت و درخت و زراعت کے کوئی درک پیش آوے تو بائع پر حکم بیع مذکورہ بینامہ ہذا جسکا سپرد کرنا واجب ہی اُسکو تسلیم کرے اور وجہ یہ ہی کہ جب دار مبیعہ کا استحقاق ایسی حالت مین ثابت ہوا کہ مشتری اُسمین کوئی عمارت بنا چکا ہی یا درخت لگا چکا ہی یا اُسمین کھیتی بوئی ہی تو اسمین علما کا اختلاف ہی پس ہمارے اصحاب سے اسمین دو روایتین ہین ایک روایت شاذہ مین فرمایا کہ اگر بائع حاضر ہو تو مشتری بائع سے ان چیزون کی قیمت اسطرح قائم کے حساب سے لیگا اور یہ عمارت اور پودے اور زراعت بعوض اُس مال قیمت کے جو بائع نے تاوان دیا ہو بائع کے ہو جاوینگے پھر اسکے بعد صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے بائع سے مواخذہ کرے کہ ان چیزون کو اُسکی زمین سے اُکھاڑے اور دور کردے اور چاہے بائع کو انکی قیمت اُکھڑی ہوئی اور توڑی ہوئی کے حساب سے دیکر انکو اپنے واسطے رہنے دے اور اگر بائع غائب ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا کہ مشتری سے مؤنۂ کو کے ان چیزون کو اپنی زمین سے دور کرا دے اور بائع کے آنے تک کا انتظار کرے۔ پھر جب اُسکو مشتری نے اُکھاڑ لیا تو جب کبھی بائع پر قابو پاوے تو اُسکو دیکر اسی طرح اُکھڑی ہوئی کی قیمت اُس سے تاوان لے کیونکہ اُسنے بائع کو ایسا ہی سپرد کیا ہی اور اگر صاحب استحقاق چاہے تو مشتری کو انکے اُکھاڑنے سے منع کرے اور اپنے واسطے رہنے دے اور مشتری کو اُکھڑی ہوئی کے حساب سے اسکی قیمت دیدے پھر مشتری بائع سے سوائے اپنے ثمن کے اور کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور ظاہر الروایۃ مین فرمایا کہ اگر مشتری سے ان چیزون کے دور کرنے کا مواخذہ کیا گیا تو مشتری اسکو دور کردیگا پھر ٹوٹن مشتری کی ہوگی پھر اُسکو اختیار ہوگا چاہے یہ ٹوٹن بائع کو دیکر اُس سے ثابت کی قیمت لے لے اور چاہے ٹوٹن اپنے واسطے رہنے دے اور بائع سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی پس جب ہمارے نزدیک یہ حکم ہوا کہ بعضی صورتون مین مشتری بائع سے عمارت کی قیمت لیتا ہو اور بعض صورتون مین نہین پس اگر بیعنامہ مین یہ لکھین کہ واپس لیگا مطلقاً تو ہمنے مشتری کے واسطے ہر حال مین قیمت واپس لینے کا اختیار ثابت کردیا حالانکہ یہ شرط خلاف مقتضاے عقد ہی اور ہر دو عاقدین مین سے ایک یعنے مشتری کے واسطے اُسمین نفع ہی پس ہمارے نزدیک ایسی شرط موجب فساد عقد ہوئی اور بعضے علماے مدینہ نے زعم کیا کہ اگر مشتری نے عمارت بنائی اور اُسکو یہ معلوم نہین ہی کہ یہ دار صاحب استحقاق کی ملک ہی حتے کہ اُسنے دھوکے و نادانستگی مین بنایا پھر صاحب استحقاق ظاہر ہوا تو قاضی اُس سے کہیگا کہ تجھکو اختیار ہی چاہے مشتری کو اُسکی ثابت عمارت کی قیمت دیدے کیونکہ اُسنے دھوکے و نادانستگی مین بنائی ہی اور یہ عمارت تیری ہوگی اور اگر چاہے تو اسکی قیمت نہ دے اور مشتری تیرا شریک رہیگا اور مشتری کو عمارت دور کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا اور وہ بائع سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر مشتری جانتا ہو کہ یہ دار ملک مستحق ہی اور باوجود اسکے اُسنے عمارت بنائی تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے مشتری کو اس عمارت کے منقوضہ کی قیمت کے حساب سے قیمت دیکر مشتری سے یہ عمارت لے لے اور مشتری بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہی پس اگر ہم بیعنامہ مین یہ شرط تحریر کرین کہ مشتری بائع سے واپس لے تو بنا بر قول ان علما کے ہمنے ایسی شرط لگائی جو خلاف مقتضاے عقد ہی۔ پس موجب فساد عقد ہوگی اور نیز امام شافعی رح کا یہ مذہب ہی کہ جو چیز مشتری نئی ایجاد کرے اُسکی قیمت بائع سے واپس نہین لے سکتا ہی پس اُنکے قول کے موافق بھی ایسی شرط خلاف مقتضاے عقد ہوگی پس ایجاد مشتری کی قیمت کی ضمان کی شرط بائع پر کرنے سے احتراز واجب ہی تاکہ ہمارے قول و غیرون کے قول کے موافق عقد بیع فساد سے محفوظ رہے لیکن یہ تحریر کرے کہ بائع پر وہ چیز مشتری کو سپرد کرنا واجب ہوگی جو اس بیع مذکورہ بینامہ

ہذا نے اُسپر واجب کیا ہی حتی کہ اگر یہ بیعنامہ کسی قاضی کے پاس پیش کیا جاوے تو وہ اس بیع کے فاسد ہونے کا حکم نہین دیگا بلکہ اُسکے مذہب کے موافق جو چیز بحکم اس بیع کے بذمہ بائع واجب ہوگی اُسکا حکم بائع پر صادر کریگا۔ اور واضح ہو کہ یہ تقریر امام طحاوی کی اگرچہ عقد بیع کو فساد سے بچاتی ہی لیکن اسمین حق مشتری کی صیانت ان چیزون سے جو عمارت و درخت و زراعت اُسنے ایجاد کی ہین نہین ہی اسواسطے کہ امام طحاوی نے یہ تحریر نہین کیا کہ جو درک اُسکو ان چیزون مین سے انمین سے کسی چیز مین جو اُسنے بحکم بائع ایجاد کی ہین پیش آوے۔ حالانکہ اسکا ذکر کرنا بعضے اہل علم کے قول سے بچنے کے واسطے ضرور ہی۔ اسی طرح اُسنے مقدار ضمان جو اسپر انکی قیمت مین پیش آوگی بیان نکی حالانکہ ابن ابی لیلے کے قول کے موافق ضمانت صحیح ہونے اور مشتری کے بائع سے رجوع کرنے کے واسطے اسکا ذکر کرنا ضرور ہی کیونکہ شیخ بن ابی لیلے رح کے نزدیک جب تک مقدار مضمون بہ کی معلوم نہو تب تک ضمان صحیح نہین ہی پس اسکا حیلہ یہ ہی کہ ان چیزون کا ضمانت نامہ علحدہ تحریر کرے یا ان چیزون کی ضمانت کا ذکر بیعنامہ مین تحریر کرے اور لکھدے کہ یہ ضمانت بائع کی طرف سے اس بیع مین مشروط نہ تھی بلکہ اُسنے بعد بیع کے اسکی ضمانت کر لی ہی اور ان چیزون کی مقدار قیمت ایسی ذکر کروے کہ اس امر کا یقین اُسکو ہو کہ ان چیزون کی قیمت اس سے نہین بڑھیگی مثلاً ایک درم سے ہزار درم تک یا دو ہزار درم تک علے ہذا القیاس پس عقد فاسد ہونے سے بھی احتراز ہو جائیگا۔ اور حق مشتری کی حفاظت بھی ان چیزون مین جنکو وہ ایجاد کریگا از قسم عمارت و درخت و زراعت حاصل ہو جائیگی یہ ذخیرہ مین ہی پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ گواہ ہوے یعنے گواہان مسمیان گواہ ہوے۔ اور بعضے اہل شروط اس عبارت کو اول تحریر مین لکھتے ہین یعنے یہ وہ ہی جسپر گواہ لوگ گواہ ہوے اور ہمارے نزدیک احسن یہ ہی کہ اسکو اخیر مین تحریر کرے اسواسطے کہ گواہ لوگ اپنی گواہی آخر مین تحریر کرتے ہین پس اس لفظ کا ذکر کرنا بھی وہین بہتر ہی جہان گواہ لوگ اپنے اپنے نام ثبت کرین یہ بسطہ مین ہی اور امام محمد رح نے اسی پر اقتصار کیا اور کچھ اور ذکر نکیا اور امام ابوحنیفہ رح و امام ابو یوسف بھی اسی پر اقتصار کرتے تھے یعنی گواہ ہوے اور اہل شروط یوسف بن خالد و ہلال و ابوزید نے اسپر عبارت بڑھائی ہی پس یوسف بن خالد و ہلال یون تحریر فرماتے تھے کہ گواہان مسمیان تحریر ہذا فلان و فلان تمام اُس چیز کی جو اس تحریر مین ہی اور دونون کے اس اقرار کی کہ دونون نے جو کچھ اس تحریر مین بیان ہی سمجھ لیا ہی در حالیکہ دونون صحیح تھے اور دونون کے تصرفات جائز تھے گواہ ہوے اور یہ ماہ فلان سنہ فلان مین واقع ہوا۔ اور شیخ ابوزید اسطرح لکھتے تھے کہ گواہان مسمیان گواہ ہوے فلان و فلان کے تمام اُس چیز کے اقرار پر جو ہماری اس تحریر مین مذکور و موصوف ہی اور اس اقرار پر کہ دونون نے تمام اُسکو جو اسمین مذکور ہی سمجھ لیا بعد ازانکہ دونون کو یہ تحریر پڑھ سنائی گئی اور دونون نے اقرار کیا کہ ہم دونون نے اسکو حرفاً حرفاً سمجھ لیا ہی اور دونون نے ان گواہون کو تمام اُس چیز کا جو اس تحریر مین ہی اپنے اوپر گواہ کر لیا اپنی صحت عقول و ابدان و جواز تصرفات کی حالت مین در حالیکہ بطوع خود بدون اکراہ و اجبار کے ایسا کیا اور در حالیکہ ان دونون کے امور مین اُنپر کوئی متولی نہ تھا بلکہ یہ دونون خود اپنے مالون کے مختار تھے یہ دونون کسی بات مین محجور نہ تھے اور نہ ایک محجور تھا اور دونون کو مرض و ذخیرہ کی کوئی علت نہ تھی اور یہ تحریر ماہ فلان سنہ فلان مین لکھی گئی اور یوسف بن خالد و ہلال نے گواہون کی گواہی باثبات تمام مرقومہ بیعنامہ اختیار کی اور شیخ ابوزید نے دونون متبایعین کے تمام مرقومہ بیعنامہ کے اقرار کی گواہی اختیار کی۔ اور ہمارے بعضے متاخرین مشائخ فرماتے ہین کہ تحریر مین بعضی ایسی بات ہوتی ہی جسپر گواہ لوگ حقیقۃً واقف ہوتے ہین جیسا کہ خرید و فروخت و قبضہ ثمن و قبضہ مبیع و تفرق متعاقدین یا ابدان و ضمان درک وغیرہ اور بعضی ایسی بات ہوتی ہی جسپر گواہون کو

جدائی اقرار ہ ہدی ۱۲

حقیقۃً وقوف نہین ہوتا ہی چنانچہ بیع مین بھی ہوتا ہی بیونا شبہ نہین اور قدامۃ شہود واقعی کیونکہ احتمال ہی دونون نے در پردہ قرار داد کرلی ہو کہ بیع بطور تلجیہ ہو اور ظاہر مین دکھلانے کو بیع کرتے ہون اور نیز در پردہ قرار داد ہو نہ بیع بعوض ہزار درم کے ہو اور ظاہر دو ہزار درم کہتے ہین اسی طرح متبایعین کا معاملہ ہی یہ بھی ایسی بات ہی کہ حقیقۃً اسپر گواہ واقف نہین ہو سکتے ہین اسلئے کہ آدمی دوسرے کے دیکھ لینے کو کیونکر جان سکتا ہی دیکھ سکتا ہی کہ وہ اُسطرف آنکھ سے متوجہ ہی اور بسا اوقات آدمی آنکھ ایک چیز کی طرف کرتا ہی اور اُسکو نہین دیکھتا اور بسا اوقات دیکھتا ہوتا ہی اور اسی طرح تحریر کتابت مین جو کچھ ہی اُسپر دونون متعاقدین کا علم ہو جانا بھی ایسا ہی ہی کہ گواہ لوگ حقیقۃً اس سے واقف نہین ہو سکتے ہین مگر یہ باتین ایسی ہی ہین کہ متعاقدین کے اقرار ہی سے لوگون کو وقوف ہوتا ہی اور گواہ ہونا اور اس گواہی کو اسینے ذمہ لینا اُسی قدر صحیح ہی جتنا گواہ کو وقوف ہو پس جسگواہ نے حقیقۃً معلوم کیا ہی اُسمین اُنکی گواہی باثبات لکھنی چاہیے کیونکہ اُس سے وہ لوگ حقیقۃً واقف ہوے ہین اور جس سے حقیقۃً واقف نہین ہوے ہین اُسمین متعاقدین کی اقراری گواہی تحریر کرے پس یون لکھنا چاہیے کہ گواہان مسمیان نام مرقومہ بینامہ کے باین طور شاہد ہوے کہ جسکا اُنکو حقیقۃً وقوف ہوا ہی اسلئے باثبات اور جسکا حقیقۃً وقوف نہین ہوا ہی اُسکے باقرار متعاقدین پھر یوسف بن خالد و ہلال نے یون لکھا کہ دونون کی حالت صحت وجواز تصرفات مین - اور ابو یوسف نے لکھا کہ دونون کی صحت بعقل وجواز تصرفات کی حالت مین اور طحاوی نے لکھا کہ دونون کی صحت عقل وجواز تصرفات کی حالت مین اور جو طحاوی نے تحریر فرمایا ہی یہ اوفق واحوط ہی - اور آیا گواہون کا متعاقدین کی روشناسی و نام ونسب سے پہچاننا بھی تحریر کیا جاوے یا نہ شمنی و ہلال اسکو تحریر نہین فرماتے تھے اور ان دونون سے سوا ے اہل شروط تحریر فرماتے تھے اور بعضے متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ اگر دونون متعاقدین لوگون مین مشہور ہون تو اسکے لکھنے کی حاجت نہین ہی اور اگر مشہور نہون تو اسکا لکھنا ضرور ہی کیونکہ گواہون کو دونون کے مواجہہ مین اداے گواہی کی ضرورت ہی پس دونون کی روشناسی ضرور ہی تاکہ دونون پر گواہی دیسکین اور نیز دونون کے غیبت مین اور دونون کی موت کے بعد اداے شہادت کی ضرورت ہوتی ہی تو اُنکا نام ونسب پہچاننا ضرور ہی اور متعاقدین کے اقرار پر کہ ہمارا یہ نام ونسب ہی اعتماد کرنا جائز نہین ہی شاید ہر ایک اپنا نام و نسب غیر کا نام ونسب بیان کرے تاکہ گواہون کو فریب دے بدین غرض کہ غیر کی ملک سے مبیع نکال لے پس شاید متعاقدین کے قول پر اعتماد کرنا غیر متعاقدین کی ملک کھو دے اور یہ ایسی بات ہی کہ اس سے بہت لوگ غافل ہین کہ وہ لفظ بیع و شرا و اقرار بقبضہ باہمی لیسے دو شخصون سے سُن لیتے ہین جنکو پہچانتے نہین ہین پھر جب بعد موت صاحب مبیع کے اُسنے گواہی طلب کیجاتی ہی تو اسی نام ونسب پر گواہی دیتے ہین حالانکہ اُنکو اسکا علم نہین ہی پس اس سے احتراز کرنا چاہیے تاکہ لوگون کی املاک باطل ہو جانے سے بچین اور خود خداع و خیانت سے محفوظ رہے - پھر گواہ کو نسب کا حال معلوم ہونے کا طریقہ یہ ہی کہ اُسنے لوگ اُسکو خبر دین جنکا جھوٹ بات پر اتفاق کرنا غیر متصور ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اس بات کی گواہی دین - پس اگر نسب کی گواہی بسماعت کرنے کا قصد کیا اور ایسی جماعت کا حاضر کرنا متعذر ہوا جسکی امام اعظم رح نے شرط کی ہی کہ علم نسب اسطور سے حاصل ہونا چاہیے تو یہ کرنا چاہیے کہ گواہون کے پاس دو گواہ اس نسب کی گواہی دین پس ان گواہون کی گواہی پر یہ گواہ ہون تاکہ جب اداے شہادت کی حاجت پیش آوے تو نسب پر ان گواہون کی گواہی پر گواہی دین اور جو بعینا مین تحریر ہی اُسکی اپنی ذاتی گواہی دین - اور کسی عورت کی گواہی برداشت کرنے کے واسطے بعضے مشائخ کے نزدیک اُسکا چہرہ دیکھنا ضرور ہی اور فقط اتنے پر کہ گواہون کو پہچنوا دیا کہ یہ فلانہ ہی

۹۷ تفصیل نہین ہی درین جا ہر دو قول را ذکر کردہ اند و ہر دو را مصحح گفتہ اند و ہر دو را مفتی بہا نوشتہ اند و ہر دو را مختار گفتہ اند و ہر دو را اصح گفتہ اند و ہر دو را اظہر گفتہ اند و ہر دو را اقرب گفتہ اند و ہر دو را اوفق گفتہ اند و ہر دو را احوط گفتہ اند و ہر دو را ارفق گفتہ اند و ہر دو را اسہل گفتہ اند و ہر دو را اولی گفتہ اند و ہر دو را احسن گفتہ اند و ہر دو را اعدل گفتہ اند و ہر دو را اجمل گفتہ اند و ہر دو را اکمل گفتہ اند و ہر دو را ابلغ گفتہ اند و ہر دو را اشمل گفتہ اند و ہر دو را اعم گفتہ اند و ہر دو را اخص گفتہ اند و ہر دو را اقوی گفتہ اند و ہر دو را اضعف گفتہ اند و ہر دو را اقرب گفتہ اند و ہر دو را ابعد گفتہ اند و ہر دو را اسلم گفتہ اند و ہر دو را اخطر گفتہ اند و ہر دو را اکثر گفتہ اند و ہر دو را اقل گفتہ اند و ہر دو را اکبر گفتہ اند و ہر دو را اصغر گفتہ اند و ہر دو را اعلی گفتہ اند و ہر دو را ادنی گفتہ اند و ہر دو را اوسط گفتہ اند و ہر دو را اعدل گفتہ اند و ہر دو را اجمل گفتہ اند و ہر دو را اکمل گفتہ اند و ہر دو را ابلغ گفتہ اند و ہر دو را اشمل گفتہ اند و ہر دو را اعم گفتہ اند و ہر دو را اخص گفتہ اند و ہر دو را اقوی گفتہ اند و ہر دو را اضعف گفتہ اند و ہر دو را اقرب گفتہ اند و ہر دو را ابعد گفتہ اند و ہر دو را اسلم گفتہ اند و ہر دو را اخطر گفتہ اند و ہر دو را اکثر گفتہ اند و ہر دو را اقل گفتہ اند و ہر دو را اکبر گفتہ اند و ہر دو را اصغر گفتہ اند و ہر دو را اعلی گفتہ اند و ہر دو را ادنی گفتہ اند و ہر دو را اوسط گفتہ اند

گواہون کو اسپر گواہی حلال نہین ہی - اور در حالیکہ وہ عورت غائب ہو یا مر گئی ہو اور گواہون کو اُسپر گواہی دینے کی ضرورت پیش آئی کہ نام و نسب کی گواہی ادا کرین تو نام و نسب کی گواہی برداشت کرنا صحیح ہونے کے واسطے وہی طریقہ ہی جو مجہول کی صورت مین بیان کیا ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک ایک جماعت کو اہی دے جسکا دروغ پر اتفاق کرنا متصور نہو اور صاحبین رح کے نزدیک دو گواہ گواہی دین اور یہہ صورت پوری کتاب الشہادت مین ذکر کر دی ہی - اور اگر مدرک کا کوئی کفیل ہوا تو فرمایا کہ اگر مدرک کے واسطے مشتری نے بائع سے کوئی ضامن مانگا تو کیونکر تحریر کرنا چاہیے تو مسئلہ دو طرح پر ہی - یا تو فقط مدرک کا کفیل لیا اور کسی بات سے تعرض نکیا - یا تمام اُس حق کا جو اس بیع کی وجہ سے مشتری کا بائع پر واجب ہوا یعنے ثمن و قیمت ایجاد عمارت و زراعت و درخت وغیرہ سب کا کفیل لیا پس چاہے جسطرح کفالت لی ہو بہر حال جائز ہی اسواسطے کہ یہ ایسے قرضہ کی کفالت ہی جو عنقریب واجب ہوگا اور ایسی کفالت جائز ہی یہ کتاب الکفالہ مین معلوم ہو چکا ہی لیکن پہلی صورت مین کفیل پر وقت رد و استحقاق کے فقط ثمن واپس کرنا واجب ہوگا اور قیمت عمارت و زراعت و درخت مین سے کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ جب مدرک مطلقاً بیان کیا جاوے تو عرف مین اس سے یہی مراد ہوتی ہی کہ استحقاق کے وقت ثمن واپس کرے پس کفالت بمدرک اسی طرف راجع ہوگی اور کسی طرف راجع نہوگی - پس خرید کی تحریر لکھنے کے بعد یون لکھیگا کہ جو کچھ اس دار کی بابت مدرک پیش آوے تو فلان یعنے بائع پر و فلان یعنے کفیل پر اسکا خلاص واجب ہی پس مشتری کو اختیار ہی چاہے دونون کو ماخوذ کرے یا دونون کو متفرق ایک بعد دوسرے کے ماخوذ کرے یہان تک کہ دونون سے کو اپنا سپرد کرین یا اسکا ثمن جو چنین و چنان ہی واپس کرین اور ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب مین ذکر کیا ہی اور دونون کے ماخوذ کرنے کا اختیار اسواسطے لکھا کہ ابن ابی لیلی کے قول سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ ابن ابی لیلی کا یہ مذہب ہی کہ کفالت مثل حوالہ کے اصیل کو بری کر دیتی ہی لیکن اُس صورت مین بری نہین کرتی ہی کہ جب کفالت مین یہ شرط کر لیجاوے کہ اُسکو اختیار ہی کہ دونون مین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے اور دونون کا متفرق ایک بعد دوسرے کے ماخوذ کرنا اسواسطے لکھا کہ ابن شبرمہ کے قول سے احتراز ہو کہ ابن شبرمہ کے نزدیک کفالت موجب بریت اصیل نہین ہی لیکن حقدار نے اگر اصیل و کفیل دونون مین سے کسی کا دہن پکڑا اور اُس سے مطالبہ کیا تو دوسرا مطالبہ سے بری ہو جائیگا لیکن اُس صورت مین بری نہوگا کہ جب کفالت مین یہ شرط کر لی کہ اُسکو اختیار ہی کہ ایک بعد دوسرے کے دونون سے مطالبہ کرے کذا فی الذخیرہ اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ مشائخ نے فرمایا کہ اس مقام پر اور شرطین بھی ہین جنکا ذکر کرنا ضرور ہی ازانجملہ یہ ہی کہ کفیل نے کفالت کی بدون اسکے کہ یہ بات بیع مین شرط کیجاوے اسواسطے کہ بیع بشرط کفیل قیاساً نہین جائز ہی اور اسی کو زفر رح نے اختیار کیا ہی پس شیخ زفر کے قول سے احتراز ہونے کے واسطے اسکا لکھنا ضرور ہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ لکھے کہ کفالت بحکم بائع تھی اسواسطے کہ عثمان البتی رح کا مذہب یہ ہی کہ بدون حکم مکفول عنہ کے کفالت صحیح نہین ہوتی پس بائع کا حکم اس قول سے احتراز ہونے کے واسطے تحریر کر دے - ازانجملہ یہ لکھے کہ مکفول لہ یعنے مشتری نے مجلس کفالت مین اس کفالت کی بجانب طیبت اجازت دیدی اسواسطے کہ امام اعظم و امام محمد کا مذہب یہ ہی کہ غائب کے واسطے کفالت جائز نہین ہی جبکہ اسکی طرف سے قبول نہ کیا جاوے سوائے ایک خاص صورت کے اور یہ سب کتاب الکفالت مین معلوم ہو چکا ہی پس مشتری کا بحالت مجلس کفالت مین اجازت دینا دونون امامون کے قول سے احتراز ہونے کے واسطے لکھنا ضرور ہی - اور ازانجملہ یہ ہی کہ یہ بھی لکھنا چاہیے کہ بائع و کفیل اجنبی ان دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی اجازت سے دوسرے کے نفس کا بھی کفیل ہی اسواسطے کہ

بسا اوقات دونون مین سے ایک غائب ہوتا ہی اور دوسرا حاضر ہوتا ہی پس اُس سے مشتری کو اپنا حق وصول نہین ہوسکتا ہی پس اُسکو دوسرے کے نفس کا کفیل کردے تاکہ ایسی حالت مین اُس سے دوسرے غائب کے حاضر لانے کا مواخذہ کرسکے پس اس غائب کی طرف سے اپنا حق وصول پاویگا اور کفالت بحکم بائع کے (حسن احتراز از قول عثمان البتی رح تحریر کرے - اور از انجملہ یہ ہی کہ یہ لکھدے کہ اس بیع کی وجہ سے بائع یا کفیل کسی پر جو دعوی مشتری اپنی زندگی مین یا موت کے بعد کرے یا ہمارے وارث مشتری دعوی کرے اُس دعوی کی خصومت کا ہر ایک ان دونون مین سے دوسرے کی طرف سے وکیل بوکالت صحیحہ بدین شرط ہی کہ جب اس وکالت کو فسخ کرے تو پھر اسکے بعد وہ وکیل بدستور ہوجائیگا - پس اسکا ذکر کرنا ضرور ہی تاکہ مشتری کو وثوق حاصل ہو اسواسطے کہ جب تک مال اصیل پر واجب نہوگا تب تک کفیل پر واجب نہوگا اسواسطے کہ کفیل اپنے اصیل کی طرف سے برداشت کرتا ہی اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہی کہ مشتری پر بائع کی غیبت مین استحقاق ثابت ہوتا ہی حالانکہ کفیل حاضر ہوتا ہی اور مشتری کفیل پر دعوی کرکے اپنا استحقاق بائع پر ثابت نہین کرسکتا ہی اسواسطے کہ کفیل اس غائب کی طرف سے خصم نہین ٹھہرتا ہی اور حالانکہ کفیل اس غائب کی طرف سے وکیل خصومت مقرر نہو خواہ کفالت اسکے حکم سے ہو یا بدون اسکے حکم کے ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی ایسا ہی امام ابو یوسف رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی پس کفیل سے مطالبہ کرنا ممکن نہوگا اور امام ابو یوسف رح نے املا مین فرمایا کہ اگر کفالت بحکم ہو تو بائع کی طرف سے کفیل خصم ٹھہریگا اور اگر بلا حکم ہو تو بائع کی طرف کفیل شخص نہ ٹھہریگا - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ کفیل بہر حال خصم ٹھہریگا خواہ کفالت بحکم بائع ہو یا بحکم نہو - پس ہرگاہ مسئلہ مین اسطور سے اختلاف ہی تو ہر ایک کے واسطے دوسرے کی طرف سے وکالت بروجہ مذکور تحریر کرنا چاہیے تاکہ اس اختلاف سے احتراز ہو اور لازم یہ ہی کہ خصومت مین کفیل از جانب بائع وکیل کیا جاوے تاکہ بائع کی غیبت مین مشتری کو بائع پر اپنا حق ثابت کرنے کا قابو ہاتھ آوے کہ کفیل سے مطالبہ کرے اور رہا کفیل کو بائع کی طرف سے وکیل خصومت کرنے کی کچھ حاجت نہین ہی اسواسطے کہ مشتری بسبب بیع مذکورہ بیعنامہ کے جو کچھ اُسپر دعوی کریگا بائع اسکا اصیل ہوگا اور مشائخ نے اسکی وجہ اور فائدہ بیان کیا ہی ہمکو یہ ظاہر نہین ہوا - یہ سب اُس صورت مین ہی کہ فقط ضمانت درک کا کفیل لیا ہو اور اسکے سوا سے کسی بات سے تعرض نکیا ہو اور اگر تمام اُس حق کا جو اس بیع کے سبب سے مشتری کا بائع پر واجب ہوا ہی کفیل لیا تو کفالت کو اُنھین شرائط پر تحریر کرے جنکو ہمنے بیان کردیا ہی اور قیمت عمارت و درخت و زراعت مین جس مقدار کی کفالت کی ہی اُسکو بیان کردے کہ ایک درم سے ہزار درم تک مثلاً پس ایسی مقدار ذکر کرے کہ معلوم ہو کہ غالبًا قیمت عمارت و درخت و زراعت اس سے زائد نہوجائیگی واللہ تعالی اعلم بالصواب - اور اگر ایسے شخص سے جسکی طرف سے اس بیع مین جھگڑا کرنے کا خوف ہی یہ اقرار لیا کہ یہ بیع اُسکی رضامندی سے ہوئی ہی اور اُسکو اسمین کچھ تنازع نہین ہی مثلاً بائع کا بیٹا یا جورو یا باپ ہو کہ جسکی طرف سے یہ گمان ہو کہ مبیع مین بوجہ خرید وغیرہ کے اسکا کچھ دعوی ہوگا تو بعد تحریر درک کے اسطرح لکھے کہ فلان بن فلان یعنے اس بائع کے پسر نے یا فلانہ بنت فلان اس بائع کی جورو نے بطوع خود بحالت استجماع شرائط صحت اقرار کے ایسا اقرار جو اس بیع مین مشروط نہین اور ملحق نہین ہی اسطرح کیا کہ جمیع دار محدودہ مذکورہ بیعنامہ ہذا اس بائع فلان کی ملک و حق تھا اور اسنے اپنی ذاتی ملک کو فروخت کیا ہی اور میرا اس سب مین یا اسمین سے کسی جزو مین کچھ دعوے و کچھ حق نہین ہی اور یہ مشتری اب اس دار مذکورہ کا بہ نسبت میرے اور بہ نسبت سب آدمیون کے مستحق ہوگیا ہی اور اگر میں اس معاملہ مین اس مشتری پر کبھی کوئی دعوی کرون تو میرا دعوی باطل و مردود ہی اور اس مقر نے اُسکے اس اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی پھر انھون نے اپنے اوپر اس بات کی گواہ کرلی

یا اسطرح لکھے کہ فلان نے بطریق مذکورہ بالا تحریر کرکے [illegible] سب جو کچھ اس تحریر میں بیان کیا ہی بیع وقبضہ ثمن وتسلیم مبیع وتمامی درک از جانب بائع ہذا اندین بیع یہ سب اسی حوالہ [illegible] ہوا کہ میری طرف سے اس بائع کے واسطے حکم وہ اجازت ورضامندی تھی اور میرا اس سب میں کچھ حق وہ کچھ دعوی نہیں [illegible] تک موافق مذکورہ بالا تحریر کرے۔ یا ابتدائے تحریر میں اسطرح لکھنا شروع کرے کہ فلان مخزومی نے فلان مخزومی سے باجازت فلان وفلان مخزومین بیان کے عقد کیا۔ اور قبضہ ثمن کے وقت بھی فلان کا حکم واجازت تحریر کرے۔ اور اگر معقود علیہ دو دار ہوں پس اگر دونوں [illegible] لکھے کہ ہر دو دار [illegible] محلہ فلان کوچہ فلان میں واقع ہیں یعنے مع حدود وغیرہ سب جیسا کہ بیان ہوا ذیل تحریر کرے پھر حدود کی تحریر سے فارغ ہوکر لکھے کہ معہ دونوں کے حدود تمام کے دونوں کے حقوق کے دونوں کی زمین ودونوں کی عمارت اور دونوں کے سفل ودونوں کے علو کے ومعہ دونوں کے سب مرافق کے ومعہ ہر حق کے جو دونوں کے واسطے ثابت دونوں میں داخل ہی یا دونوں سے خارج ہی اور جو ہر قلیل وکثیر کے جو دونوں کے واسطے اور دونوں میں اور دونوں سے دونوں کے حقوق میں سے ہی پھر تحریر کو موافق بیان مذکورہ بالا ختم کرے۔ اور اگر دونوں دار ایک دوسرے سے جدا ہوں پس اگر دونوں ایک ہی کوچہ میں واقع ہوں تو لکھے کہ تمام دونوں دار علٰحدہ علٰحدہ جو کہ شہر فلان کے محلہ فلان کوچہ فلان میں واقع ہیں۔ پھر دونوں میں سے ہر ایک کے حدود علٰحدہ علٰحدہ بیان کردے پھر تحریر کو موافق مذکورہ بالا ختم کردے۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک دار ایک ایک علٰحدہ کوچہ میں واقع ہو پس اگر یہ دونوں کوچہ ایک ہی محلہ کے ہوں تو لکھے کہ پس ان دونوں میں سے ایک دار شہر فلان کے محلہ فلان کے کوچہ فلان میں مسجد فلان کے سامنے واقع ہی۔ اور اسکے حدود بیان کردے پھر اسکے حدود سے فارغ ہوکر لکھے کہ اور ان دونوں میں سے دوسرا دار شہر فلان کے اسی محلہ کے فلان کوچہ میں واقع ہی پھر اسکے حدود تحریر کرے پھر بعینہ کو بدستور سابق ختم کرے اور اگر دونوں کوچہ دو محلوں کے ہوں تو تفصیل کردے کہ پس ان دونوں میں سے ایک دار فلان محلہ میں اور دوسرا دار فلان محلہ میں ہی پھر تحریر کو بدستور سابق ختم کرے۔ پھر اگر ثمن میں تفصیل ہو تو ہر ایک درہم ثمن کا گرنے کے بعد تفصیل بیان کردے کہ اس ثمن میں سے چھ سو درہم اس دار کا حصہ ہی جسکے حدود اولاً بیان کیے ہیں اور چار سو درہم اس دار کا ثمن ہی جسکے حدود پیچھے بیان کیے گئے ہیں پھر تحریر کو بدستور سابق ختم کرے۔ اور اگر معقود علیہ ایک دار میں سے ایک بیت معین ہو تو لکھے کہ تمام بیت پرائی یا گرہائی یا تمام بیت تابہ یا تمام مطبخ یا تمام بیت پیزم یا تمام بیت بالا خانہ یا تمام بیت حساب کو فلان سے خریدا اور اگر معہ اسکے بالا خانہ کے خریدا ہو تو لکھے کہ تمام بیت فلان معہ اسکے بالا خانہ کے یا لکھے کہ معہ اسکے ہوا اسکے اوپر۔ بالا خانہ ہی منجملہ تمام دار کے جو شامل بیوت ہی جو محلہ فلان کوچہ فلان میں واقع ہی پھر حدود دار لکھدے پھر اس دار میں سے اس بیت کے واقع ہونے کی جگہ کہ وہ اندر جانے والے کے دائیں جانب ہی یا بائیں جانب یا سامنے ہی جیسا ہو لکھدے اور یہ کہ یہ بیت داہنی طرف یا بائیں طرف ہی بیوت میں سے اول ہی یا ثانی ہی یا ثالث ہی اور اس بیت کے حدود بھی لکھے پھر لکھے کہ یہ بیت معہ اپنے حدود وحقوق ورستہ کے جو صحن دار سے تا دروازہ فلان ہی سب لکھے اور چاہیے کہ راستہ کی مقدار لکھدے اگرچہ ہمارے نزدیک راستہ کی مقدار بقدر دروازہ فلان ہوتی ہی لیکن بعضے علماء کے نزدیک اسکی کوئی مقدار مقرر نہیں ہی پس مجہول ہوئی تو موجب فساد عقد ہوگی پس راستہ کا چھوڑا تحریر کردے تاکہ ان علماء کے قول سے احتراز ہو اور اگر فقط سفل خریدا ہو بالا خانہ نخریدا ہو تو لکھدے کہ مبیع فقط سفل ہی اسکا علو فلان یعنے بائع کا ہی اسمیں سے کچھ بیع میں داخل نہیں ہوا ہی اور قولہ [illegible] میں سے کچھ بیع میں داخل نہیں ہوا ہی یہ ذکر کردیا حالانکہ بالا خانہ بدون صریح ذکر کے بیت کی

بیع مین داخل نہین ہوتا ہی پس اسواسطے ذکر کر دیا کہ کوئی وہم کرنے والا وہم نکرے کہ جسطرح دار کی بیع مین بالاخانہ داخل ہوجاتا ہی اسی طرح شاید بیت کی بیع مین داخل ہوا ہو پس اس وہم کے دور کرنے کے واسطے بیان کر دیا واللہ تعالی اعلم بالصواب - اور اگر مقود علیہ دار کا کوئی ٹکڑا مقدر ہو تو لکھے کہ دار مین سے پورا حصہ مقدرہ مقسومہ معلومہ شائعہ خریدا اور دار کے حدود بیان کردے اور یہ ٹکڑا اس دار مین سے نصف ہی اور اس دار کے دروازہ سے اندر جانے والے کے داہنی جانب ہوتا ہی اور وہ اتنے بیت وصفہ واس دار کے صحن سے اتنا ٹکڑا ہی اور مساحت مین اسقدر گز طول واسقدر عرض ہی اور اسکے حدود اربعہ یہ ہین کہ ایک حد ملازق اس دار کی بیت سراوی سے ہی اور دوسری [illegible] اور اسی طرح سوم وچہارم بہ حسب موقع بیان کردے - اور اگر دار خریدہ کردہ شدہ مین سے کئی بیت [illegible] خریدے کے مستثنی کیا گیا ہی تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بیوت کو سوائے بیت واحد معہ اسکے بالاخانہ کے یا سوائے بیت واحد معہ اسکے علو کے یا بدون بیت واحد کے خریدا اور یہ دار فلان جگہ واقع ہی اور اسکے حدود بیان کرے اور یہ بیت [illegible] مستثنا کیا گیا ہی پس دار کے فلان جگہ پر واقع ہی اور اسکے حدود بیان کردے - اور بیت مستثنی کے حدود بیان کرنے کی حاجت اسواسطے ہوئی اگرچہ وہ مبیع نہین ہی کہ اگر وہ مجہول رہے تو اسکی جہالت موجب جہالت مستثنی منہ ہوگی جو مبیع ہی پس اس مشتری مسمی مذکورہ تحریر ہذا نے اس بائع مسمی مذکورہ تحریر ہذا سے تمام یہ دار محدودہ مذکورہ تحریر ہذا [illegible] حدود وحقوق زمین وعمارت وسفل وعلو ورستون کے ومعہ ہر قلیل وکثیر کے جو اسمین اسکے حقوق سے ہی اور معہ اسکے ہر حق کے جو اسمین داخل وانسے خارج ہی سوائے اس بیت کے جو اسمین سے مستثنی کیا گیا ہی کہ سوائے اس بیت معہ اسکے حدود وحقوق زمین وعمارت واس بیت کی راہ تا دروازہ کلان کے الی آخرہ اسقدر رشن کے عوض خریدا اور بیت کا راستہ اسواسطے ذکر کرنا ضرور ہی کہ بدون اسکے بائع اپنے بیت تک آمد رفت رکھنے کا مختار نہوگا پس اسکو ضرر پہونچیگا اور یہ امر ایسی چیز مین واقع ہوا جسپر بیع نہین واقع ہوئی ہی پس موجب فساد بیع ہوگا جیسا کہ چھت کی ایک ذہنی فروخت کرنے کی صورت مین ایسی نزاع کی وجہ سے بیع فاسد ہوتی ہی کذا فی المحیط اور معائنہ کر لینے کا بیان تحریر کے وقت لکھے کہ مشتری نے اس بیت مستثنی کو بھی دیکھ لیا اور پہچان لیا - اور اسکا لکھنا ضرور ہی اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ نے اصل مین ذکر کیا ہی اور یہ اسوجہ سے ہی کہ مستثنی کا دیکھنا ضرور ہی تاکہ خیار رویت باقی نرہے اور تاکہ باتفاق علماء بیع جائز ہوجاوے اور بیوت مین باہم ازراہ منافع کے تفاوت ہوتا ہی پس بدون مستثنی دیکھنے کے مستثنی معلوم نہوگا اور جب مستثنی مجہول رہا تو مستثنی منہ بھی مجہول رہا تو مستثنی منہ مجہول ہوجائیگا اور وہ مبیع ہی پس اسوجہ سے مستثنی کو دیکھنا شرط کیا گیا اور یہ مسئلہ شروط الاصل کے مختصات سے ہی کیونکہ باقی کتب شروط مین صرف مبیع کا دیکھنا شرط کیا گیا ہی - اور بعضے اہل شروط ایسی صورت مین یون لکھتے ہین کہ مشتری نے بائع سے خریدا تمام وہ دار جو فلان مقام پر واقع ہی بعوض اسقدر رشن کے بدین شرط کہ اسمین سے ایک بیت بائع کے واسطے ہی اور یہ تحریر خطا ہی اسواسطے کہ بیع تمام دار کی بدین شرط کہ اسمین سے ایک بیت بائع کے واسطے ہی فاسد ہی کیونکہ ثمن دار مجہول ہوگا بسواسطے کہ ایسی صورت مین مشتری دار کو ماسوائے بیت مذکور کے بعوض اسقدر رشن کے جو درصورت باقی دار و بیت مذکور پر ثمن تقسیم کرنے کے باقی دار کے حصہ مین پڑے خریدنے والا ہوجائیگا بخلاف بیع تمام دار کے سوائے ایک بیت کے بعوض اسقدر ثمن کے کہ یہ فاسد نہین ہی اسواسطے کہ ایسی صورت مین باقی دار کو بعوض پورے ثمن کے خریدنے والا ہوگا اور یہ جائز ہی اسی طرح اگر غرفہ مستثنی ہو تو اسکی بھی ایسی ہی صورت ہی کہ اگر اس غرفہ کے ساتھ دوسرا غرفہ بھی ہو تو غرفہ کی حد بھی بیان کرے

اور اگر دوسرا غرفہ نہو تو فقط اُس بیت کی حد بیان کرے جسمین یہ غرفہ ہو کذا فی الذخیرہ - اور اگر معقود علیہ دارمین سے ایک حصہ غیر مقسوم ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہی کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے دو سہام مین سے ایک سہم خریدا اور وہ نصف حصہ مشاع منجملہ اس چیز کے ہی یا تمام سہم واحد از چہار سہام خرید ا اور وہ چوتھائی مشاع منجملہ اس چیز کے ہی - پھر جسمین یہ حصہ مبیع واقع ہی اُسکے حدود بیان کردے اور حصہ مبیع کے حدود بیان نکرے بخلاف اسکے اگر مبیع دارمین سے کوئی حویلی معین یا بیت معین یا زمین معین سے کوئی معین ٹکڑا ہو تو ایسی صورت مین جسطرح دار کے حدود بیان کریگا اسی طرح منزل معین مذکور کے جو مبیع ہی حدود بیان کرنے ضرور ہونگے - اور فرق یہ ہی کہ منزل تو دارمین سے ایک جگہ معلوم ہی آنکھون سے معائنہ ہو پس اُسکے حدود معلوم نہونگے جیسے کہ دار کے ہین - اور دارمین سے حصہ شائع یعنے غیر مقسوم نظر سے معائنہ نہین ہو پس اُسکے حدود معلوم نہونگے اور نیز یہ وجہ ہی کہ دار کے حدود بیان کردینا وہی حصۂ مذکورہ کے واسطے ہونگے اسواسطے کہ نصیب مذکور تمام دارمین شائع ہی پس حصہ کے حدود بیان کرنے کی حاجت نہین ہی - اور منزل معلوم تمام دارمین شائع نہین ہوتی ہی پس دار کی تحدید منزل کی تحدید نہوگی - پھر جب قبضہ کا ذکر آوے تو لکھے کہ تمام دار پر قبضہ کرلیا اسواسطے کہ یہ حصہ پورے دارمین شائع ہی پس اُسپر قبضہ کرنا بدون قبضہ تمام دار کے ممکن نہین ہی بخلاف اسکے اگر مبیع منزل معین ہو تو اس صورت مین لکھیگا کہ اُسنے تمام اُس چیز پر جسکے حق مین بیع مذکورہ بینامہ ہذا واقع ہوئی ہی قبضہ کرلیا اسواسطے کہ حویلی تمام دارمین سے ایک جگہ معین ہی پس بدون قبضہ تمام دار کے اُسپر قبضہ کرنا ممکن ہی اور بعضے محققین مشائخ نے فرمایا کہ یون لکھے کہ اُسنے حصۂ مذکور پر قبضہ کرلیا یا لکھے کہ اُسنے تمام اُس چیز پر جسپر بیع مذکورہ بینامہ ہذا واقع ہوئی ہی اور وہ دار محدود مذکورہ کے دو سہام مین سے ایک سہم ہی قبضہ کرلیا اسواسطے کہ بیع سے بائع پر مبیع کا سپرد کرنا واجب ہوا ہی نہ غیر مبیع کا سپرد کرنا - اور نصف شائع پر قبضہ کرنا متصور ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ حصہ شائع کا غصب تصور ہی چنانچہ امام محمد رح نے بہت کتابون مین تحریر فرمایا ہی کہ اگر دو شخصون نے غلام غصب کیا اور دو مرد جب ایک چیز کو غصب کرینگے تو ہر ایک اُسمین سے نصف غیر مقسوم کا غاصب ہوگا پس معلوم ہوا کہ غیر مقسوم کا قبضہ متصور ہی پس اُسپر قبضہ کرنا یون ہی بیان کرے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی - اور جب منتابعین کے مبیع دیکھ لینے کے ذکر تک پہونچے تو لکھے کہ منتابعین سے تمام دار کو دیکھ لیا ہی اور دو صورتیکہ منزل معین خریدی ہو تو فقط منزل کا دیکھ لینا تحریر کرے اسواسطے کہ منزل تمام دارمین سے ایک جگہ معین ہی پس فقط اُسکا دیکھ لینا ممکن ہی اور نصیب تو تمام دارمین شائع ہی پس اُسکا دیکھ لینا بدون تمام دار دیکھنے کے ممکن نہین ہی یعنے تمام دار دیکھنے کے ضمن مین اُسکا دیکھنا بھی آجائیگا یہ سب اُس صورت مین ہی کہ تمام محدود بائع کی ملک ہو - اور اگر بائع کی ملک اُسی قدر ہو جو اُسنے فروخت کی ہی تو لکھے کہ فلان بن فلان نے اُس سے تمام اُس مقدار کو جسکو بائع نے اپنی تمام ملک وحق واپنا حصہ منجملہ تمام اُس چیز کے جسکے حدود بیان کیے گئے ہین بیان کیا ہی خرید کیا اور یہ ایک سہم منجملہ دو سہام کے ہی - اور تمام ملک اسواسطے لکھے کہ زفر رح کے قول سے احتراز ہوجاوے کیونکہ شیخ زفر رح کا یہ مذہب ہی کہ اگر دو شریکون سے ایک شریک نے منجملہ دو سہام کے ایک سہم فروخت کیا تو بیع ہر دو شریک کے نصیب مین سے ایک سہم کی جانب راجع ہوگی پس بائع اپنے نصف حصہ کا فروخت کرنے والا ہوگا اسواسطے تمام ملک وحصہ لکھدے تاکہ باتفاق علماء اپنے ہی تمام ملک کا فروخت کرنے والا ہووے واللہ تعالے اعلم -

اور اگر نصف باقی اسی مشتری کا ہووے۔ تو لکھے کہ اور نصف باقی غیر مقسوم اس محدود مین سے اس مشتری کا بوجہ
ترجمہ سابق یا میراث وغیرہ کے تھا پس اب تمام یہ محدود اسی مشتری کی ملک ہوگیا۔ اور اگر اس مشتری نے نصف شائع
کو خرید کیا اور نصف باقی کو باجارہ لیا ہو تو نصف شائع کا بیعنامہ جسطرح ہمنے بیان کیا لکھکر گواہی کرانے سے پہلے لکھدے
کہ اس بائع نے اقرار کیا ایسا اقرار کہ اس بیع مین شروط نہین ہی اور نہ اسکے ساتھ ملحق ہی کہ مین نے اس دار
محدودہ مین سے نصف مشاع جو میری ملک باقی رہا ہی بدان حدود کہ جسپر یہ عقد اجارہ واقع ہوا ہی اس مشتری کو ایک
سال کامل کے لیے اسقدر و رمون پر اجارہ دیا تاکہ اسکی نفع حاصل کرنے کی صورتون سے اس سے نفع اٹھاوے اور
اجرت پیشگی لینا اور اُسمین جو تصرف ہوا ہوا رمضان وغیرہ سب تحریر کردے پھر تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر معقود علیہ کسی
بیت کا بالاخانہ ہوا اُسکا سفل نہو تو لکھے کہ خریدا یا اُس سے وہ تمام غرفہ جو بیت سرائی یا گرماوی پر واقع ہی یا اتنا منجملہ دار
مشتملہ بیوت سے ہی اور دار کے حدود بیان کردے پھر اُس بیت کی جسپر علو ہی بیان کرے پھر اس بیت کے حدود بیان کرے اور علو
کے حدود بیان نکرے پس بیت کے حدود بیان کرنے کی ضرورت تو اسوجہ سے ہی کہ وہ ایک وجہ سے مبیع ہی اسواسطے کہ علو کا
قرار اُسی پر ہی پس اُسکے حدود بیان کرنے ضرور ہین اور علو کے حدود نہ بیان کرنے اسوجہ سے کہ بیت کے حدود بیان کرنے
سے علو کے حدود بیان کرنے کی ضرورت نہین رہتی ہی۔ پس تمام یہ علو یا یہ غرفہ جو اس بیت محدودہ مذکور پر جو اس دار
محدودہ مین سے ہی معہ اُسکی پوری عمارت کے بدون اس غرفہ کے سفل کے خریدا کہ سفل اس بیع مین داخل
نہین ہوا اور اس غرفہ کا راستہ کچی یا لکڑی کی سیڑھی سے ہی۔ جو اندر جانے والے کے دائین جانب اس دار کے صحن
مین قائم ہی اور لکھدے کہ اس دار کی دہلیز مین جیسا کہ اس دار کے دروازہ کا بان مین ہوتی ہی اور لکھدے کہ اسکے داخل
مین ہی یا خارج مین ہی۔ پس اگر اس غرفہ کے گرداگرد غرفہ ہون تو اسکے حدود بھی بیان کرنے چاہیے ہین کہ ایک حد اس
غرفہ کی غرفہ فلان ہی اور دوم و سوم و چہارم چنین و چنان ہی۔ اور امام محمد رح نے شروط الاصل مین جس بیت پر غرفہ ہی
اُسکی مقدار مساحت کے گزون کا بیان ذکر نہین کیا اسی طرح امام طحاوی رح نے بھی اپنے شروط مین اسکا ذکر نہین
کیا اور امام خصاف رح اُس بیت کے گزون کا بیان کرنا جسپر علو واقع ہی طول و عرض و بلندی کی ناپ شرط کرتے تھے
اور ایسا ہی شیخ نجم الدین نسفی سے منقول ہی تاکہ جسوقت سفل منہدم ہو تو اُسکی مقدار حق کی بابت دونون مین نزاع
نہو اور مشائخ رحمہ اللہ نے کہا کہ بالاخانہ کے گزون کا ذکر کرنا بھی ضرور ہی اسواسطے کہ بالاخانہ کبھی بقدر سفل کے ہوتا ہی اور
کبھی اس سے کم ہوتا ہی پس اسکا ذکر کرنا چاہیے تاکہ بالاخانہ منہدم ہو جانے کے بعد دوبارہ بنانے مین دونون مین
جھگڑا نہو۔ امام محمد رح نے اصل مین فرمایا کہ پھر لکھے کہ بتمام حدود آن۔ اور بعضے اہل شروط نے امام محمد رح پر اسکا عیب لگایا ہی
اور کہا ہی بحدود آن کہنے کے کچھ معنی نہین ہین اسواسطے کہ علو کی کوئی حد نہین ہی۔ لیکن یہ عیب کچھ نہین ہی اسواسطے کہ جیسے
سفل کی حد ہی ویسی علو کی حد ہوتی ہی اسواسطے کہ حد نام ہی نہایت کا پس جیسے سفل کی نہایت ہی ویسے ہی علو کی نہایت ہی
لیکن بات یہ ہی کہ سفل کی تحدید سے علو معلوم ہو جاتا ہی پس علو کی تحدید کی حاجت نہین رہتی ہی اور سفل ہی کی تحدید
علو کی تحدید ہو جاتی ہی اور یہ نہین ہی کہ علو کے واسطے تحدید نہو۔ پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکی زمین لکھے کہ معہ اسکی
عمارت و زمین کے۔ اور شیخ خصاف رح اسکو نہین لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ علو کے واسطے زمین نہین ہی بلکہ وہ ہوا
پر ہی۔ آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر قبضہ سے پہلے علو گر جاوے تو بیع باطل ہو جاویگی اور آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر شبہ ان علو

بعد اُسکے منہدم ہوجانے کے فروخت کرے تو نہین جائز ہی پس اُسکی زمین تحریر کرنے کا کچھ فائدہ نہین ہی اور اُسکے واسطے زمین ہی نہین ہی ولیکن ہم کہتے ہین کہ ارض الشے وہ ہوتی ہی جسپر اس چیز کا قرار ہو اور علو کا قرار سفل پر ہی پس اسطور سے سفل اُسکے واسطے زمین ہوا پس یہ جائز ہوا کہ زمین لکھا جاوے کہ معہ اُسکی عمارت اور زمین کے - یہ سب اُسوقت ہی کہ پورے علو کا قرار سفل بائع پر ہو اور اگر بعض علو بائع کے سفل پر اور بعض دوسرے اجنبی کے سفل پر ہو تو لکھے کہ ایسا علو خریدا جسمین سے بعض کا قرار اس بائع کے سفل پر ہی اور بعض کا قرار سفل فلان پر ہی اور جتنی عمارت جس سفل پر ہی اُسکی مقدار بیان کردے اسی طرح اگر یہ علو اس دار کے دو بیتون پر واقع ہو تو لکھے کہ ایسا علو خریدا جسمین سے بعض علو بیت گرمادمی پر اور بعض علو بیت سرماوی پر اس دار کے بیتون مین سے دو بیتون پر ہی پھر دونون بیتون کے حدود بیان کردے اور جس قدر عمارت علو کے ہر ایک بیت پر ہی اُسکی مقدار بیان کردے واللہ تعالے اعلم - اور اگر معقود علیہ ایسا دار ہو جسکے ساتھ ایک چھتا ہو تو لکھے کہ اُسنے تمام دار مشتمل بیوت و تمام اُسکا ساباط جسکی لکڑیون کا ایک کنارہ اسی دار پر ہی اور دوسرا کنارہ ایک دوسرے دار پر ہی جو اس دار مبیعہ کے مقابل ہی اور اس چھتے کا طول بذراع پیمائش جو فلان شہر مین رائج ہی اسقدر اور عرض اسقدر اور زمین سے بلندی اسقدر اور اُسمین لکڑیان اتنی عدد ہین معہ اُسکے سب حدود و حقوق و مرافق کے الے آخرہ تحریر کو ختم کرے یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر معقود علیہ فقط ساباط ہو - تو لکھے کہ فلان بن فلان نے تمام ساباط جسکی لکڑیون کا ایک کنارہ فلان شخص کے دار پر ہی اور دوسرا کنارہ دار فلان پر ہی اور یہ فلان جگہ واقع ہی اور مثل مذکورہ بالا کے مفصل بیان کردے - اگر یہ چھتا کوچہ کے اندر لکڑیان قائم کرکے بنایا گیا ہی تو اسکو بیان کردے اور طول و عرض ساباط کی مقدار بیان کردے اور لکڑیون کی تعداد بیان کردے جسطرح ہمنے اوپر ذکر کیا ہی - اور اگر معقود علیہ علو بدون سفل کے اور سفل بدون علو کے ہو تو لکھے کہ فلان بن فلان سے ایک دار مشتمل بیوت مین سے اور اس دار کے حدود اربعہ بیان کردے دو بیت خریدے کہ ایک بیت سفل ہی اور اُسکا علو اس بائع کا ہی اور دوسرا علو ہی کہ اُسکا سفل اس بائع کا ہی جس سفل کو خریدا ہی اور جس سفل کا علو خریدا ہی دونون سفل کے حدود علیحدہ علیحدہ بیان کردے جیسا تنہا سفل یا علو خریدنے کی صورت مین مذکور ہوا ہی - اور اگر دار مبیعہ مشتمل ہو ایک اصطبل و بھوسے کی کوٹھری و پائین باغ کو - تو لکھے کہ تمام دار جسمین بھوسے کی کوٹھری و اصطبل و پائین باغ شامل ہی جو فلان جگہ واقع ہی خریدا اور اگر اُسمین حمام شامل ہو تو لکھے کہ تمام دار مشتمل بیوت و حمام واقع مقام فلان خریدا اور مرافق دار ذکر کرنے کے بعد مرافق حمام بھی بیان کرے - اور اگر دار مین چکی گھر شامل ہو تو لکھے کہ تمام دار مشتمل بیوت و آسیا خانہ جسمین ایک چکی دو پاٹون کی اور دو چکیان پائین چکیان وغیرہ ہین جو فلان مقام پر واقع ہی خریدا اور بعد ذکر مرافق دار کے مرافق آسیا خانہ بھی ذکر کرے اور اگر اناج پیسنے کے واسطے ہو تو اسکو بیان کردے اور تیل نکالنے کے واسطے ہو تو اسکو بیان کردے اور علے ہذا القیاس ہر شی جو دار مین ہو بیان کردے واللہ اعلم - اور اگر معقود علیہ دار کوٹھی فقط ایک دیوار ہو تو پہلے جاننا چاہیے کہ دیوار کی خرید تین حال سے خالی نہین ایک یہ کہ دیوار کو معہ اُسکی زمین کے خریدے پس ایسی صورت مین یون لکھے کہ تمام دیوار واقع مقام فلان محدود ہ ہین حدود اور حدود دار بیان کردے - تین نے پوری دیوار جو اس چیز سے بنائی گئی ہی خریدی - پھر لکھے کہ یہ دیوار اس دار کے فلان جگہ واقع ہی اور دار فلان سے

ملازق ہو اور اس دیوار کا طول اسقدر اور عرض اسقدر اور بلندی اسقدر ہی اور اُسکی ابتدا فلان جگہ سے اور انتہا فلان جگہ تک ہی پس اس دیوار کو معہ اُسکے حدود و حقوق و زمین و عمارت و معہ ہر قلیل و کثیر کے آخر تک موافق بیان سابق تحریر کرے۔ اور آیا یہ بھی لکھے کہ معہ اُسکے راستہ کے سوا امام طحاوی نے فرمایا کہ اگر دیوار مذکور ملازق بدارِ شتری یا متصل بطریق کلان ہو تو اسکو نہ لکھے کیونکہ اس صورت مین راستہ کی ضرورت نہین ہی اور اگر ایسا نہو تو راستہ کا لکھنا ضرور ہی دوم آنکہ دیوار کو بدون زمین کے بدین شرط خریدے کہ اُسکو منتقل کر لیگا اور ایسی صورت مین اسی طور سے لکھے جسطرح (منتقل کر لیگا) اُسنے دیوار معہ اُسکی زمین خریدنے کی صورت مین بیان ہوا ہی لیکن اس صورت مین یہ لکھے کہ اس دیوار محدودہ مذکورہ کی زمین چھوڑ کر فقط اسی کو خریدا ہی پس یہ زمین یا اسمین سے کچھ اس دیوار کی بیع مین داخل نہین ہی اور اس صورت مین راستہ کا ذکر لکھنا ضرور نہین ہی اسواسطے کہ جب مشتری اُسکو منتقل کر لیگا تو اُس دیوار تک آمد رفت کی ضرورت اُسکے واسطے نہین رہیگی اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رح و اُنکے اصحاب لکھتے تھے اور بعضے اہل شروط یون لکھتے ہین کہ فلان بن فلان سے تمام دیوار کی ٹوٹن خریدی تاکہ اس بات کی دلیل ہو کہ مشتری کو اُسکے توڑنے اور منتقل کر لیجانے کا اختیار ہی اور طحاوی رح فرماتے تھے کہ یہ خطا ہی اسواسطے کہ اگر اُسنے لکھا کہ تمام دیوار کی سب ٹوٹن خریدی ہی اور دیوار ہنوز ٹوٹی ہوئی نہین ہی تو غیر موجود چیز کا خریدنے والا ہوا اور یہ جائز نہین ہی چنانچہ اگر اس گیہون کا آٹا خریدا یا اس تلی کا تیل خریدا تو جائز نہین ہی جبکہ ہنوز آٹا اور روغن خارج موجود نہین ہی۔ لیکن اسی طور سے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی ایسے الفاظ سے لکھے کہ جس سے معلوم ہو کہ مشتری کو اُسکے توڑنے کا اختیار ہی۔ وجہ سوم آنکہ دیوار کو مطلقاً خریدے تو اس صورت مین حکم یہ ہی کہ اُسکے نیچے کی زمین بدون ذکر کے بیع مین داخل ہو جائیگی یہ حکم سب کے نزدیک ہی سوائے قول خصاف رح کے پس دیوار معہ زمین کا خریدنا تحریر کرے اور آخر مین کسی حاکم کا حکم لاحق کر دے کذا فی المحیط۔ اور اگر بیع فقط عمارت بدون زمین کے ہو تو لکھے جمیع عمارت دار اور دار کے حدود و بیان کر دے پھر لکھے کہ فلان بن فلان سے تمام عمارت اس دار کے بیوت و دروازے کی جوڑیان و چھتین و دیوارین و قوت و دھنیان و عوارض و سہام دیواری و ہر اوی اور سب جو کچھ اسمین پختہ و خام اینٹین و مٹی ابتدائے نیو سے لیکر انتہا سے بلندی تک ہی بدون زمین کے خریدی اور اگر زمین کا استثنا ذکر نکیا تو بھی جائز ہی اسواسطے کہ عمارت کے تابع زمین نہین ہوتی ہی کذا فی الظہیریہ۔ ولیکن اسواسطے تحریر کر دی جاتی ہی کہ اسمین زیادہ وثوق ہی اور یون لکھنا بھی جائز ہی کہ تمام دار مشتملہ بیوت واقع مقام فلان اور اسکے حدود بیان کر دے خرید کیا پھر بعد ذکر حدود کے لکھے کہ پس یہ دار محدودہ مذکورہ معہ اپنی سب عمارت سفل و علو کے سوائے زمین کے خریدہ کیا کہ زمین اس بیع مین داخل نہین ہوئی ہی اور اس صورت مین معہ حدود کے تحریر نکرے پھر ایسی صورت مین یا تو اس دار کی زمین اسی مشتری کی ہو گی اور اُسکے قبضہ مین ہو گی تو ایسی صورت مین آخر تحریر مین گواہی کرانے سے پہلے تحریر کر دے اور اس بائع نے اقرار کیا کہ اس دار کی زمین مین میرا کچھ حق نہین ہی اور یہ اپنے تمام حدود و حقوق کے ساتھ اس مشتری کے قبضہ مین ہی نہ میرے قبضہ مین اصلہ نہ اور سب لوگون مین سے کسی کے قبضہ مین ہی اور سب جو کچھ میرا اس زمین پر یا اسمین سے کسی مقام پر قبل وقوع اس بیع مذکور کے تھا اور یہ سب ذکر کر دے یہ سب حق واجب لازم اس مشتری کا ہو گیا جو اُسکے حق مین معروف و معلوم ہوا ہی اور مین نے اس مشتری کے واسطے کر دیا تمام وہ حق جو اس دار مین میرے واسطے واجب ہی یا واجب ہو میری زندگی یا میری فات

کے بعد اوسنے اس مشتری کو اسمین اپنے قائم مقام کردیا بدین شرط کہ ہرگاہ مین اسمین سے جسکو مین نے اس مشتری کے واسطے کردیا ہو اور اُسکو بیان کردیا ہو کہ فسخ کرون تو وقت فسخ اور بعد فسخ کے وہ اس مشتری کے واسطے ویسا ہی ہو جیسا کہ قبل فسخ کے تھا۔ اور اس مشتری نے جو کچھ بائع نے اُسکے واسطے اقرار کیا ہی اور سب جو کچھ اُسکے واسطے کردیا ہی جو کہ مذکور ہوا ہر سب بالمشافہہ وبالمواجہہ قبول کیا اور اگر اس دار کی زمین اس مشتری کی نہو اور نہ اسکے قبضہ مین ہو بلکہ غیر کی زمین ہو حالانکہ مشتری نے اس عمارت کے خریدنے سے یہ ارادہ کیا ہو کہ مین اس دار مین رہا کرون تو ایسا کوئی سبب ضرور ہونا چاہیے جس سے اس دار کی زمین سے انتفاع حاصل کرسکے اسواسطے کہ اس دار کی سکونت بدون اس دار کی زمین مین رہنے کے نہین ہوسکتی ہو پس اسکا طریقہ یہ ہو کہ یا تو زمین بطور عاریت لے یا اجارہ لے تو خوب ہو اسواسطے کہ عاریت لازم نہین ہوتی اور مالک زمین کو دم بدم اختیار ہوگا کہ مشتری کو اپنی زمین سے نکال دے پس اُسکا قصد پورا نہوگا پس اُسکو چاہیے کہ اجارہ لینے کی فکر کرے کیونکہ اجارہ لازمی ہوتا ہی پس جب تک چاہتا ہی تب تک اسمین رہ سکیگا پھر اسکے بعد ضرور ہو کہ یا تو یہ زمین کسی مالک معروف کی ہوگی یا زمین وقف ہوا اور دونون حالتون مین اُسکا اجارہ پر لینا جائز ہی لیکن اگر مالک سے اجارہ پر لے تو لکھدے کہ فلان بن فلان مالک سے اجارہ پر لی اور اسمین یہ بیان کرنے کی ضرورت نہوگی کہ اجرت مذکورہ اس زمین کی اجرالمثل ہو اور جس مدت تک چاہے لے جائز ہی اور اگر زمین وقفی ہو کہ اُسکو متولی سے اجارہ پر لیا تو بیان کردے کہ یہ زمین فلان مسجد پر یا فلان جہت پر وقف ہی اور اسنے اُسکے متولی سے اجارہ پر لی ہی اور ہمارے عام متاخرین مشائخ کے نزدیک اجارہ وقف کی مدت طویل نہین ہوسکتی ہی اور یہ بھی تحریر کرے کہ یہ اجرت آج کے روز اس زمین کا اجرالمثل ہی اسواسطے کہ متولی کو فاش نقصان پر اجارہ دینے کا اختیار نہین ہی اور مدت اجارہ کی ابتدا و انتہا بیان کردے۔ یہ سب اُس صورت مین ہو کہ عمارت دار کو اپنے واسطے خریدا ہو اور اگر تو کر متقل کرلینے کے واسطے خریدی تو جسطرح دیوار تو کر متقل کرلینے کی صورت خرید مین مذکور ہوا ہی اسی طرح اسمین بھی تحریر کرے۔ اور اگر مقصود طلبہ اس دار مین سے راستہ ہو تو اسمین دو صورتین ہین اول آنکہ دار مین سے بقعہ معین بقدر چوڑائی دروازہ کلان کے تا دروازہ کلان خریدے پس ایسی حالت مین پہلے حدود دار لکھے پھر اس بقعہ کے حدود لکھے جسطرح دار مین سے بیت معین خریدنے کی صورت مین مذکور ہوا ہی اور اگر اس کے طول وعرض کے پیمایش کی گز بھی تحریر کرے تو اسمین زیادہ وثوق ہی اور وجہ دوم آنکہ ساحت دار مین سے راستہ کے بطور شائع غیر مقسوم خریدے اور ایسی صورت مین حدود دار لکھکر پھر ساحت دار کے حدود لکھیگا اور حدود طریق لکھنے کی حاجت نہین ہی اسواسطے کہ طریق جبکہ تمام ساحت دار مین شائع غیر مقسوم ہو تو مثل نصیب شائع کے ہوا اور دار مین سے اگر نصیب شائع خریدا تو دار کے حدود بیان کیے جاتے ہین نہ نصیب شائع کے پس ایسا ہی اس مقام پر ہو اور اگر راستہ کی چوڑائی بیان کردی تو زیادہ وثوق ہی اور اگر بیان نہ کی تو مشتری کو بقدر چوڑائی دروازہ کلان کے استحقاق ہوگا۔ اور بعضے اہل خبر وحلنے کے پیمائشی گزون کا ذکر ترک کرنا جائز نہین رکھا ہی اسواسطے کہ دروازہ کلان کی بندار پر چھوڑ رہنے مین ایک طرح کا ایہام ہو کہ شاید دروازہ تبدیل کرکے دوسرا دروازہ مقرر کیا جاوے اور امام محمد نے اسکو جائز رکھا ہی۔ یہ اُس صورت مین ہی کہ بقعہ طریق خرید کیا ہو۔ اور اگر فقط حق مرور یعنے آمد رفت کا استحقاق خرید کرنا چاہا تو بقعہ طریق خرید نہ کیا تو اسمین دو روایتین ہین بنا بر روایت زیادات کے ایسی بیع جائز نہین ہی اور ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی کہ یہ جائز ہی پس اگر ایسے عالم کے قول پر جو جائز رکھتا ہی حق مرور خرید کرکے اُسکی تحریر چاہی تو لکھے کہ بدین شرط کہ مشتری کو

قول ہذا ہو اصح روایات الاجارۃ المطلقۃ یفتی بہ وفی قول اکثر المشائخ لا یجوز الا اجارۃ سنۃ او سنتین کذا فی الخلاصۃ وہو المختار کذا فی المحیط السرخسی

اول در اجارہ مطلقہ و در اجارہ موقتہ

قول بلد کذا فی الخلاصۃ

قول ہذا ہو الصحیح

بقدر دروازہ کلان کے حق مرور حاصل ہو۔ اور مسیل آب کی بیع لینے جس راہ سے پانی بہتا ہو اسی طور سے ہو اور شیرخرمہ مسیل آب کا فروخت کرنا باتفاق روایات جائز نہین ہو اور شروط الاصل مین لکھا ہو کہ رقبہ دار بدین غرض فروخت کیا۔ کہ اُسمین سے پانی جاری ہو پس اگر جگہ وحدود بیان کردیے تو جائز ہو ورنہ نہین۔ اور اگر معقود علیہ ایسے دار کی زمین ہو جسکی عمارت مشتری کی ہو تو لکھے کہ نہاما مشتری لینے وہ ہو جسکو خرید کیا ہو آخر تک جسطرح عمارت کے ساتھ خریدنے مین لکھا جاتا ہو تحریر کرے لیکن بہ مقدار فرق ہو کہ اس صورت مین یہ نہ لکھے کہ یہ فارمعہ اسکی عمارت کے اسواسطے کہ عمارت مشتری کی ہو پس اپنی ملک وہ کیونکر خرید سکتا ہو۔ ایسا ہی امام محمدؒ نے اصل مین ذکر کیا ہو اور بعضے اہل شروط نے کہا کہ احسن یہ ہو کہ لکھے کہ زمین دار جسکی عمارت اس مشتری کی ہو اس مشتری نے خریدی اسواسطے کہ عرف مین دار کا لفظ علی الاطلاق تعمیر شدہ کی طرف راجع ہوتا ہو اور مقصود تحریر سے توثیق ہو پس ایسے الفاظ سے لکھنا چاہیے کہ جہانتک ممکن ہو مبیع کی شناخت ہو جاوے تاکہ اس سے کمال وثوق حاصل ہو۔ اور اگر معقود علیہ نصف دار ہو اور باقی نصف دار مذکور مشتری کا ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہی کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے خریدا ہو کہ اُس سے تمام سہم واحد منجملہ دو سہام کے اور وہ تمام دار کا نصف مشاع خریدیا ہو جس دار کی نسبت اس بائع نے بیان کیا کہ اسکے ان دو سہمون مین سے ایک سہم اس مشتری کی ملک ہو اور دوسرے ایک سہم کی نسبت اس بائع نے بیان کیا کہ یہ میری ملک وحق وہ میرے قبضہ مین ہو اور مین نے اس سہم کو جسکو مین نے اپنی ملک بیان کیا ہو اس مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ دار فلان مقام پہ واقع ہو اُسکے حدود اربعہ یہ ہین۔ اور نصف مبیع کے تحدید کی حاجت نہین ہو کیونکہ پہلے بیان کردیا ہو کہ نصف شائع کی تحدید درضمن تحدید کل حاصل ہو جاتی ہو واللہ تعالے اعلم۔ اگر ایک وارث نے باقی وارثون کے حصے خرید کیے تو لکھے کہ یہ وہ ہو کہ خریدہ کیا فلان بن فلان نے اپنے بھائی فلان و اپنی بہن فلانہ سے اور یہ سب فلان کی اولاد ہین اور اپنی والدہ فلانہ بنت فلان سے ان سب کے حصص تمام دار سے جو فلان مقام پہ واقع ہو اور اُسکے حدود اربعہ ہین۔ پس اس مشتری نے اس دار محدود مذکورہ مین سے منجملہ اس دار کے چالیس سہام کے چھبیس سہام جو ان لوگون کے سب حصہ ہائے موروثی از جانب فلان بن فلان ہین در حالیکہ وہ ایک زوجہ مسماۃ فلانہ اور ایک دختر مسماۃ فلانہ و دو پسر مسمے فلان و فلان یہ بائع و مشتری کو چھوڑ کر مر گیا اور یہ ترکہ اُسکا ان وارثون مین بر سہام مذکورہ مشترک ہوا کہ اُسکی اس جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور باقی اُسکی اولاد مذکور کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے مشترک ہوا پس اصل فریضہ (۸) سے اور اُسکی تقسیم چالیس سے ہوئی کہ جورو کے واسطے اُسمین سے (۵) سہام ملے اور ہر پسر کو (۱۴) سہام اور دختر کو (۷) سہام ملے اور یہ دار اس عقد بیع واقع ہونے کے روز تک ان لوگون کے قبضہ مین انھین سہام پہ مشترک غیر مقسوم ہو اور اس مشتری فلان کا حصہ کہ چھبیس سہام ہین اُسکے قبضہ مین مسلم ہو سمین باقی وارثون کا کچھ حق نہین ہو اور ان فروخت کرنے والون نے اپنے حصے اس مشتری کے ہاتھ بعوض ثمن مذکور کے بدین شرط فروخت کیے کہ یہ ثمن ان لوگون مین بقدر اپنے اپنے سہام کے مشترک ہوگا۔ پس اس مشتری نے ان لوگون سے سہام بحدودان سہام کے جنپر عقد واقع ہوا ہو خرید کیے آخر تک بطریق مذکورہ سابق تحریر کرے۔ و اگر موروثی از وارثان بائع خرید کرنے کی تحریر لکھے کہ یہ خرید فلان بن فلان مخزومی کی از فلان و فلان و فلانہ اولاد فلان بن فلان و از اولاد ایشان فلانہ بنت فلان بن فلان ہو کہ ان سب سے اُسنے بصفقہ واحدۃ جسکو ان چاروں بائعون نے بیان

کیا ہو کہ یہ ہمارے درمیان مین مشترک ہی بشرکت میراث از جانب فلان بن فلان کہ وہ مرگیا اور مرتے وقت اپنی زوجہ مسماۃ فلانہ یہ عورت اور دو پسر مسمے فلان وفلان یہ دونون اور ایک دختر مسماۃ فلانہ یہ عورت وارث چھوڑی کہ انکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہی اور ترکہ مین اُسنے تمام دار چھوڑا جو فلان مقام پر واقع ہی اور اسکے حدود چنین وچنان ہین اور یہ دار محدودہ مذکورہ ان وارثون مین بفرائض اللہ تعالے میراث ہوگیا کہ اُسکی اس جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور باقی اُسکی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے مشترک ہوا اصل فریضہ (۸) سے اور اُسکی تقسیم چالیس سے ہوئی کہ جورو کے واسطے (۵) سہام اور ہر پسر کے واسطے (۱۴) سہام اور دختر کے واسطے (۷) سہام ہوے اور یہ دار اس بیع واقع ہونے کے روز ان وارثون کے قبضہ مین اسی سہام پر مشترک غیر مقسوم ہی اور یہ لوگ اس سب کو بصفقۂ واحدہ بعوض ثمن مذکور کے اس مشتری کے ہاتھ اس قرارداد پر فروخت کرتے ہین کہ یہ ثمن مذکوران سب مین انھین سہام کے حساب سے مشترک ہوگا پس آخر تک بدستور سابق لکھے واللہ تعالے اعلم - اور اگر مقود علیہ دوکان ہو تو لکھے کہ فلان نے فلان سے تمام حانوت واقع شہر فلان محلہ فلان نرسیق فلان یا لکھے بازار فلان یا کوچہ فلان کے سرے پر فلان سرائے کے سامنے (دوکان) جسکے حدود اربعہ یہ ہین پس یہ دوکان معہ اُسکے حدود وحقوق وزمین وعمارت وتختون کے جو دوکان بند کرنے مین لگائے جاتے ہین وغلق ومُغلق کے اور اگر اُسکے ساتھ بالاخانہ بھی ہو تو لکھے اور اُسکا علو وسفل یا معہ دار کے جسکا یہ علو ہی خرید کیا - اور اگر نہر غامہ پر بنی ہو تو لکھے کہ تمام دوکان جو نہر عامہ معروف بنام چنان پر بنی ہی جو فلان مقام پر واقع ہی جسکی ایک حد اس نہر کی ہو اسے یا نی پینے کی جانب ملازق ہی اور دوسری ملازق دوکان فلان ہی اور تیسری ملازق ہو اسے نہر مذکور از جانب گذرگاہ آب ہی اور اگر مقود علیہ کوئی سرائے ہو تو لکھے کہ اُس سے تمام سرائے بنی ہوئی معہ اُسکی چہار دیواری جو اسکو محیط ہی اور پوری پختہ اینٹون کی ہی اور وہ مشتمل اتنے عدد دوکانون کو ہی جو اُسکے اسفل مین واقع ہین اور اتنے عدد انبار جا وحجرہ وغرفہ جو اُسکے اوپر ہین اور چار دوکانون کو جو اُسکے دروازہ پر ہین معہ اُنکے علو کے شامل ہی پھر لکھے کہ پس یہ سرائے معہ اُسکے حدود وحقوق وزمین وعمارت ودیوار ات وغرفہ ودوکانہاے ودروازہ واُسکے راہون ومسالک کے جو اُسکے حقوق سے ہین آخر تک بدستور معلوم تحریر کرے - اور اُسکے دو علو ہون ایک کے اوپر دوسرا ہو تو لکھے کہ پوری سرائے معہ اپنی تین چھتون کے جو اُسکے سفل پر اور دوسرے اُسکے نیچے والے بالاخانہ پر اور تیسرے اوپر والے بالاخانہ پر ہی الی آخرہ - یعنے آخر تک بدستور مذکور تمام کرے - اور اگر مقود علیہ رباط مملوک ہو - تو لکھے کہ پورا رباط مبنیہ مشتمل بصحن دار وچندین حدود مرابط وداری جو اُسکے سفل مین ہین ومشتمل ترتیب حسین رباطی رہتا ہی اور یہ سب اس صحن کے گرداگرد ہین ومشتمل بحجرات وغرفات جو اُسکے علو مین ہین پھر آخر تک بدستور معلوم ختم کرے - اور اگر معقود علیہ برج کبوتران ہو یعنے کبوترون کی ڈھابلی ہو تو لکھے کہ پوری ڈھابلی کبوترون کی بنی ہوئی جسکے منہ وکھڑکیان بند ہین اسطرح کہ بدون صید کے کبوترون کا پکڑنا ناممکن ہی معہ سب کبوترون وجھونجھ وبچون واندون وہراوی وملکر کے جو اُسمین ہی آخر تک بدستور لکھے اور ہمنے منہ وکھڑکیان بند ہونا اسواسطے تحریر کیا تاکہ اُسمین جو کبوتر ہین اُنکا سیر کرنا مشتری کو ممکن ثابت ہو تاکہ اُسکی بیع جائز ہو جاوے اسواسطے کہ جس چیز کے سیر کرنے پر قادر نہو اُسکی بیع جائز نہین ہوتی ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ کبوترون کی ڈھابلی رات مین خریدنی چاہیے کہ کبوتر رات مین بسیرا لیتے ہین

اور سب اگر مجتمع ہو جاتے ہین پس بیع انکو شامل ہو جاویگی اور دون وانہ پانی کے واسطے باہر نکل جاتے ہین پس سب کو بیع شامل نہوگی اور بدین اعتبار بیع کا اختلاط غیر مبیع سے اسطرح ہو گا کہ تمیز متعذر ہو گی - اور اگر معقود علیہ تیل نکالنے کا گھر ہو تو لکھے کہ اُس سے تمام بیت جو تیل پیرنے کے واسطے ہی جو سہام منصوبہ واجارہ اقفاص وادوات کو شامل ہی جو فلان مقام پر واقع ہی اُسکے حدود و بیان کر دے پھر لکھے کہ پس یہ بیت مع اُسکے سب حدود و حقوق و زمین و عمارت وہر چہار سہام و آسیائے کبیر کے جو مشتمل ہی ایک کھڑے پتھر کو جسکو سنگ رخ کہتے ہین اور دوسری چکی کو جسکو سنگ پشت کہتے ہین سب کو معہ استقدار اقفاص کے معہ اُسکے جو اُسمین پتھر و لوہے کی کڑا ہیان ہین جو اُسکے اندر بنی ہوئی بھٹی پر رکھی ہین جنمین تل جوش دیے جاتے ہین آخر تک بدستور - اور اگر معقود علیہ پن چکی گھر ہو تو لکھے کہ تمام طاحونہ مشتمل بآسیا واقع دیہ فلان بر نہر فلان اور اسکے حدود بیان کر دے پھر لکھے کہ پس یہ طاحونہ معہ اُسکے سب حدود و حقوق و زمین و عمارت اور ہر دو حجر اعلی و اسفل کے اور معہ اُسکے ڈول و توابیت و قطب و باقی آلات لوہے کے و معہ آلات لکڑی کے ناودق دونو غیر اجناح خود و معہ اسکے شرب باجاری و سائل کے جو اُسکے حقوق سے ہین اور معہ اُسکے تحتون کے جو اسکی زمین مین بچھے ہین اور جس اُس جگہ کے جہان اُسکے اناج کی گونین ڈالی جاتی ہین اور معہ اُسکے چوپاؤن کے کھڑے کرنے کی جگہ کے اور معہ ان جگہون کے جہان اسکا اناج صاف کیا جاتا ہی اور دانہ جدا کیا جاتا ہی اور معہ اُسکے مرج کی زمین و درخت و پودے و پانی جاری ہونے اور بہنے کی موریون سمیت جو اُسکے حقوق سے ہین خرید کیا پھر اسکے بعد دیکھا جاوے کہ اگر یہ طاحونہ نہر عام پر واقع ہو تو لکھے کہ اسکی ایک حد اسکے واسطے جہان سے نہر مین سے پانی لیا جاتا ہی اُس سے ملازق ہی اور دوسری حد اس طاحونہ کی نہر کے کنارے عام راستہ سے ملازق ہی اور تیسری اُس جگہ سے ملازق ہی جہان نہر مین اسکا پانی گرتا ہی اور چہارم ملازق اراضی فلان ہی اور اگر نہر مملوک پر واقع ہو جو اس بیع مین داخل ہوتی ہی تو لکھے کہ یہ طاحونہ ایک نہر خاص پر جو اسکے واسطے ہی بنا ہوا ہی اور یہ نہر فلان نہر سے پانی لیتی ہی سوا اور اگر معقود علیہ حمام ہو تو لکھے کہ فلان سے پورا حمام واحد جو عورتون و مردون دونون کے واسطے بنا گیا ہی خریدیا اور اگر دو حمام ہون کہ جسمین سے ایک مردون کے واسطے اور دوسرا عورتون کے واسطے ہی تو لکھے کہ اُس سے ہر دو حمام باہم ملازق ہین کہ دونون مین سے ایک مردون کے واسطے ہی اور دوسرا عورتون کے واسطے ہی اور دونون فلان مقام پر واقع ہین اور ایک حمام جسمین مرد و عورت دونون داخل ہوتے ہین لکھدے کہ مرد اول دن مین جاتے ہین اور عورتین باقی آخر روز مین جاتی ہین اور لکھدے کہ وہ مشتمل ہی سیاوارہ ایک لکڑی ایک چھت دار ہی اُسمین ایک تخت لکڑی کا ہی اور دوسرا تخت حمامی کے بیٹھنے کا ہی اور اُسمین ایک بیت خاص خانہ ہی کہ اُسمین نہانے والون مین سے معزز لوگ جاتے ہین اور اُسمین اتون ہی کہ ایک حمامی کی آمد نی جمع کرنے کے واسطے اور دوسرے شیابی کے فتخانات رکھنے کے واسطے ہی اور بعد ذکر حدود کے لکھے کہ پس یہ حمام معہ اُسکے سب حدود و حقوق اور زمین و عمارت و دیگہاے سی جو پانی گرم کرنے کے واسطے اُسمین جڑی ہین و معہ اُسکے کنوئین کے جسکی جگت پتھر و پختہ اینٹون سے بنی ہی و معہ اُسکے چرخ و ڈول و رسی کے و معہ اُن حوضون کے جو اُسکے اندر بنے ہین اور لکھدے اور معہ ان ظروف کے جو پانی لینے کے واسطے معمول ہین اور معہ اسکے اتون و راکھ ڈالنے کی جگہ پانی بہنے کی موری اور معہ تابہ ہاے مفروشہ و معہ اُسکے جاے خشت و تخفیف کے خرید کیا آخر تک بدستور - اور اگر معقود علیہ بیت طحانہ ہو - تو لکھے کہ تمام بیت طاحونہ جسمین ایک چکی جلتی ہوئی ہی و معہ سب آلات چکی کے جو اُسمین جڑے ہوے ہین لوہے اور لکڑی کے و معہ اُسکے دونون پاٹون کے اور سوا اسکے اوپر چیزین جو باندیون کے پیسنے مین کارآمد ہین

اور لکھدے کہ ان دونون متعاقدین نے یہ ادوات ایک ایک کرکے دیکھ لیے اور اسکے حال سے بخوبی اسطرح واقف ہوگئے کہ کسی طرح کی جہالت نرہی اور دونون نے اس سب کی معرفت اقرار صحیح کیا اور اگر مقصود علیہ بیت خشیق ہو تو لکھے کہ اُسمین ایک خشبہ لکڑی کا یا دو یا تین ہین اور ہر خشبہ کے دو چشمہ ہین اور ان خشبون کے درمیان مٹی کے خشبہ ہین پھر بعد ذکر حدود بیت کے لکھے کہ یہ بیت معہ اُسکی لکڑی و مٹی کے خشبون کے جسمین اتنے بڑے اتنے عدد اور درمیانی اتنے عدد اور چھوٹے اتنے عدد ہین اور یہ سب بعینہا اس بیت خشبہ مین موجود ہین اور انکو ان دونون متعاقدین نے ایک ایک کرکے خوب دیکھ سمجھ لیا ہی اور تحریر کو بدستور تمام کرے۔ کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر مقصود علیہ مجمدہ ہو۔ تو لکھے کہ تمام مجمدہ جو فلان مقام پر واقع ہی معہ تمام اس چیز کے جو اُسکی طرف منسوب ہی از غدیر ہاے ثلثہ یا دو غدیر یا ایک غدیر و معہ غازفین کے خرید کیا اور اس مجمدہ کا طول اتنے گز اور عرض اتنے گز ہی اور مجمدہ اور غدیر دن و غازفین کے حدود بیان کردے۔ اور اگر مقصود علیہ مشلح ہو تو لکھے کہ تمام مشلحہ معہ اُس سب کے جو اُسکی طرف اُسکے جوانب سے منسوب ہی خرید کیا اور اُسکے حدود بیان کردے اور اگر مقصود علیہ ملاحہ ہو یعنے نمک سار تو لکھے کہ پورا ملاحہ معہ تمام اُس چیز کے جو اُسکی طرف منسوب ہی اُسکے حوضون و تالاب وجو اُسمین نمک جمع کرنے کی جگہ وغیرہ ہی خریدا اور اُسکے حدود بیان کردے۔ اور اگر مقصود علیہ ایسی زمین ہو جسمین نفط یا قیر کے چشمہ ہون تو لکھے کہ اراضی معروف بنام چنان اور چشمہاے نفط و قیر جو اس زمین مین ہین خرید ے پس یہ زمین معہ ان چشمون کے باین نفط و قیر موجودہ کے خرید کیا اور ہمنے چشمون کے خاصکر تحریر کردیا اسواسطے کہ بعضے علماء کے نزدیک چشمہ زمین کی بیع مین داخل نہین ہوتے ہین اسواسطے کہ براہ زراعت اُنسے انتفاع نہین حاصل ہوسکتا ہی اور یہ جنس زمین سے برخلاف ہین پس اس اختلاف سے احتراز ہونے کے واسطے ہمنے خاصتہ تحریر کردیا اور جو قیر و نفط انمین موجود ہی اُسکو اسواسطے تحریر کردیا کہ وہ مثل نمک کے ان چشمون مین مانند ودیعت کے رکھی ہوئی ہی پس بدون ذکر کے بیع مین داخل نہوگی اور پانی جو کنوئین و چشمہ مین ہوتا ہی اگرچہ وہ بھی ایسا ہی ہی حالانکہ اُس پانی کو ذکر نہین کرتے ہین اور لفظ و قیر کو ذکر کیا لیکن اُسمین اور لفظ و قیر مین اسوجہ سے فرق ہی کہ کنوئین و چشمہ مین جو پانی رہ وہ کنوئین کے مالک کی ملک نہین ہوتا ہی پس اُسکو کیونکر فروخت کرسکتا ہی اور لفظ و قیر کا یہ حال نہین ہی۔ پھر اگر چشمہ و کنوئین کا کوئی نام ہو تو یہ نام بیان کردے اور نہر و چشمہ کی حد بیان کرنا ضرور ہی واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر نہر جاری کا رتبہ فروخت کیا تو اُسکا مفتح و منتہی اُسکا طول و عرض و عمق تحریر کردے کہ ہر جانب اُسکے بسقدر گز ہین اور اگر نہر کا کوئی نام ہو تو یہ نام بیان کردے اور اُسکے حدود ضرور بیان کرے اور اگر فقط حدود بیان کرنے پر اکتفا کیا تو گزون کی مقدار ترک کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ تحدید سے اُسکی شناخت ہوگئی اور یہی مقصود ہی۔ اور اگر نہر معہ اراضی کے خریدی تو نہر کو اور اُسکا طول و عرض و عمق اور نہر کا نام اور ہر طرف اُسکے حریم جسقدر ہی اُسکے گزون کی تعداد تحریر کرکے پھر اُسکے ساتھ جو زمین ہی اُسکو تحریر کرے اور اُسکے حدود بیان کرے اسواسطے کہ پوری شناخت حدود بیان کرنے سے ہوتی ہی پھر تحریر کو بدستور ختم کرے کذا فی المحیط۔ اور اگر مقصود علیہ کاریز ہو تو لکھے کہ بنام کاریز جو فلان موضع مین واقع ہی اور اُسکا منفتح فلان مقام سے اور مصب فلان مقام پر ہی اور اُسکا حریم دونون طرف سے اتنے گز ہی معہ اُسکے حدود و حقوق و زمین و بناء و سفل و علو کے خریدی اور یہی صورت نہر مین ہی لیکن نہر کا علو نہین ہوتا ہی ولیکن نہر مین اُسکا طول و عرض و عمق گزون سے لکھدے اور گزون کی ناپ سے اُسکے دونون جانب اُسکے حریم کی مقدار بھی بیان کردے۔ اور اگر مقصود علیہ فقط شرب ہو

بدون زمین وبدون قریبہ نہر کے - تو ایسی بیع جائز نہین ہی سواسطے کہ شرب حصہ آب سے مراد ہی اور پانی قبل حیازت کے ملک نہین ہوتا ہی اور جو چیز مملوک نہو اُسکی بیع جائز نہین ہی اور نیز اسوجہ سے کہ پانی گھٹتا بڑھتا رہتا ہی پس مبیع مجہول ہوگی اور یہ موجب فساد بیع ہی اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر لوگون مین اسکا عرف جاری ہو تو جائز ہوگی جیسا کہ نہر بلخ ونسف وغیرہ مین لوگون مین ایسی بیع کا متعامل ہی اور وہ لوگ اسکو جائز سمجھتے ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جسکو سب مسلمان بہتر جانین وہ اللہ تعالے کے نزدیک بہتر ہی اور قاضی ابوعلی الحسین النسفی رح اسی پر فتوی دیتے تھے اور سواے شیخ ابوعلی موصوف کے اور مشائخ نے اسکو جائز نہین رکھا ہی اور یہی صحیح ہی اسواسطے کہ قیاس صحیح جبھی ترک کیا جاتا ہی کہ جب تمام شہرون مین ایک بات کا متعامل پایا جاوے اور بعض شہرون مین ہونے سے ترک نہوگا سا اور اگر معقود علیہ قطعہ زمین معہ ایک نہر سے پانی کے جو ایک دیہ کے واسطے ہو اور اُنکے درمیان پانی معہ زمین کے فروخت کرنے کا رواج ہو تو لکھے کہ فلان گانون کے پانی کے اتنی جزون مین سے ایک جزو فریدا اور اُسکا سب پانی اتنے جزون پر تقسیم ہی اور یہ پانی اُسی گانون کے چشمون سے ماخوذ ہی اور یہ اُس گانون والون کے نزدیک معروف ومعلوم ہی اور وہ باہم انمین بقدر اُسکی زمین مذکورہ کے ان لوگون کے نزدیک بقسمت معلومہ منقسم ہی کہ ان لوگون پر انمین سے کچھ پوشیدہ نہین ہی پس اس گانون کے پانی کے منجملہ اتنے جزون کے یہ جزو معہ اس گانون کی زمین مین سے جسقدر حصہ اس جزو پانی کے مقابل ہی خریدا اور یہ پانی ان گانون والون کے درمیان اس گانون کی زمین مذکورہ مشترک پر جو اُنمین مشترک ہی تقسیم معلومہ ومعروضہ بحساب اراضی دیہ مذکورہ کے اُنمین باہم منقسم ہی پس اس جزو پانی کو معہ اُسکے حصہ زمین کے اور جسپر اس بیع کا عقد واقع ہوا ہی اُسکے حدود وحقوق کے خرید کیا پھر تحریر کو ختم کرے - اور بعضے گانون مین اسطرح لکھی جاویگی - کہ فلان اراضی معہ اُسکے حصہ پانی کے خریدی اور وہ اتنے طاس بھر کے یا فلان روز سے فلان روز تک دن رات کے ساتھ جو منجملہ اُس پانی کے ہی جو فلان گانون کی نہر مین جاری ہی اور یہ پانی اصل ثابت ولواقی خراجی ہی معہ اس پانی کے مجاری ومسائل وحقوق داخلہ وخارجہ کے اعلی چشمہاے وادی جنگل سے تا انتہاے حدود آن بنابر اُس عرف کے جو اس نہر کے سینچنے والون مین اپنے شرب مین پانی کے مقادیر معروف ومعلوم ہین - اور بعضے گانون مین اسطرح لکھی جاویگی - فلان نے فلان سے تمام زمین واقع موضع فلان مین سے اُسکا پورا حصہ جو اُسنے اپنی خود ملک بیان کیا ہی اور اسقدر حصہ پانی غیر منقسوم منجملہ اسقدر حصون کے جو اس گانون کے پانی کے اس گانون والون مین شائع غیر منقسوم ہین خرید کیا اور اس گانون کے پانی کے سہام کی مقدار کی شناخت یون معمول رکھی گئی ہی کہ غرفہ سے پہچان ہوتی ہی کہ ہر غرفہ اسقدر سہم ہی اور یہ تمام اراضی مقامات متفرقہ مین ہی از منجملہ ہر دو کنارہ ہاے نہر پر اسقدر ہی اور از انجملہ چنان ہی اور نسف کے بعضے دیہات مین محدودات سفرزہ ومحدودات غیر منقسومہ معہ اُسکے حصہ پانی کے خریدنے مین یون لکھتے ہین کہ تمام قطعہ کھیت مشتملہ بچہار دیواری واراضی جسمین سے بعضی خراجی غیر منقسوم اور بعضی خراجی منقسوم ہی جو نسف کے دیہات مین سے فلان دیہ مین واقع ہی اور تمام وہ نجو اُسنے بیان کیا کہ یہ سیر اپورا حصہ ہی اور اسقدر حصے پانی کے منجملہ اس دیہ کے اسقدر حصون پانی کے خرید کیا اور اس گانون کے پانی کا ہر حصہ مثل جریب مساحت کے سینچنے کا ہوتا ہی اور یہی معروف ہی اور اسمین سے منجملہ اتنے سہام کے اسقدر سہام اس گانون کی ایک جماعت کے واسطے ہین مشاع غیر منقسوم ہین کہ ان لوگون مین قرح کے حساب سے کہلاتے ہین اور یہ اسقدر قرح ہین اور ہر قرح کے اسقدر سہام ہین اور یہ ان لوگون

مین معروف ہی پس اسمین سے اسقدر سہام قرح فلان کے واسطے ہین اور اسقدر سہام قرح فلان کے واسطے ولو اب سلطان
وخراج اسی حساب سے سب پر پھیلایا جاتا ہی اور اس کانون کا پانی جو اصل وادی سے اسکی نہر مین جاری ہوتا ہی پھر منقسم
ہوتا ہی اور غیر خراجی مین کھیت چہار دیواری کا اور باغ انگور وار اضی جنمین وپنان ہین اُنکے حدود بیان کردے اور انکا
شرب فلانی نہر سے ہی واللہ تعالے اعلم - اور اگر معقود علیہ بیت طراز ہو تو لکھے کہ تمام بیت طراز بنا ہوا جسمین یہ یہ چیزین شامل
اور اتنی کاڑھین ہین جسمین جولاہے کام کرتے ہین یا یون لکھے کہ تمام کارگاہ مبنیہ جسمین یہ یہ چیزین شامل ہین اور اتنی
کاڑھین ہین جسمین جولاہے کام کرتے ہین پھر موضع وحدود بیان کردے - اور اگر معقود علیہ ایک کارہ معین ہو تو لکھے
کہ تمام ایک کاڑھ داہنے یا بائین یا سامنے کے نجلہ بیت طراز کے جسمین اسقدر کاڑھین ہین کہ انمین سے ایک کاڑھ یہ
معقود علیہ ہی اور اس بیت طراز کے حدود بیان کردے اور جگہ بیان کردے پھر جس کاڑھ کا عقد قرار پایا ہی اسکے حدود بیان
کردے یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر زمین زراعت یا گانون خرید ا اور حقوق کا ذکر چھوڑ دیا تو عمارت و درخت و درختان خرما
سب داخل ہو جائینگے جیسے باغ انگور و درختان سیب و امرود معہ سب انواع کے اور نصب وحطب وچھاؤ لیکن ایک
روایت مین جو امام ابو یوسف رح سے بشر بن ولید نے روایت کی ہی نصب فارسی نہین داخل ہوتا ہی اور نصب یکہ
ونصب الذریرہ بالاتفاق نہین داخل ہوتے ہین ونصب الذریرہ وہ ہی جو کوٹ کر سیت پر چھڑکا جاتا ہی اور جو درخت ایسے ہوتے
ہین کہ انمین پھل نہین آتے ہین جیسے چنار و سپیدار کہ ہمیشہ کاٹے جاتے ہین انمین متاخرین نے اختلاف کیا ہی بعض
نے کہا کہ بدون ذکر کے داخل نہونگے جیسے کھیتی اور بعض نے کہا کہ داخل ہو جائینگے اور یہی اصح ہی اور بادنجان کا درخت
مشتری کا اور پھل بائع کے ہونگے اور یہی حکم درخت کپاس وکسم مین ہی کہ اُسکا درخت بدون ذکر حقوق کے داخل ہوگا اور
جو پیداوار اس درخت پر موجود ہی وہ بدون ذکر کے داخل نہوگی اور علے ہذا القیاس جس درخت کی پیداوار توڑ لی جاتی
اور اُسکی جڑ نہین کاٹی جاتی ہی اُسکا یہی حکم ہی اور جو پھل درختون پر لگے ہین وہ بدون ذکر و حقوق و مرافق کے داخل نہونگے
اور حقوق و مرافق ذکر کرنے سے امام ابو یوسف رح کے نزدیک داخل ہونگے اور ظاہر الروایۃ کے موافق اور یہی
امام محمد رح کا قول ہی کہ بدون انکے صریح ذکر کرنے کے داخل نہونگے یا اسطرح ذکر کرے کہ ہر قلیل وکثیر جو اُسمین یا اُس
سے کبھو داخل ہونگے لیکن یہ لفظ نہ لکھے کہ جو اُسکے حقوق مین سے ہین اور رطبہ اور جو خورد و ہو کر پھل دار ہوتا ہی یا ہی
اُسکے پھل بائع کے اور اصل مشتری کی ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اسی زمین فروخت کی جسمین زعفران ہی
تو زعفران کی بوندی بائع کی اور درخت مشتری کے ہونگے اور یہی حکم کتان وچینہ دانہ اور تمام دانون کا ہی مثل چنا و باقلا
و سورے کے اور یہ سب بمنزلہ زراعت کے ہین - اور اگر مبیع قیطون ہو تو یہ الفاظ بڑھاوے معہ اُسکے دسون خنبہ
و شکون کے اور وہ اسقدر عدد ہین جنمین سے بڑے اتنے عدد اور درمیانی اتنے عدد اور چھوٹے اتنے عدد ہین اور
وہ سب امرا لینے رکھنے کی جگہ رکھے ہین اور معہ سب گیہون وجو وانا ج کے جو اُسمین موجود ہی بشرطیکہ متعاقدین کے
صریح ذکر کرنے پر مبیع مین داخل ہو گئے ہون اور اہراء خنبات اور بعضے کہتے ہین کہ کشادہ بیت اور بعضے کہتے ہین -
انبار خانہ اور مین نے یہ لفظ کتاب لغت مین نہین پایا لیکن جس سے مین نے پڑھا اُس سے ایسا ہی سنا ہی - اور
اگر مبیع باغ انگور یا پھلواری ہو تو اُسکے حقوق بیان کرنے کے وقت لکھے کہ معہ اُسکے درختان و پودے و تاک انگور و
قضبان وعرائس واوباط کے ومعہ اُسکے شرب ومشارب وسواقی واعمدہ ودعائم دانہار کے خریدا اور اوباط واوبج ہی

اور اعمدہ منجنین - اور دعائم جنپر غرائس نصب کیے جاتے ہین اور عرائش دوشبلہ نرکل سے بناکر انگور چڑھانے کے واسطے قائم کرتے ہین اور پھلواری داخل دیوار شہر پناہ ہو تو لکھے کہ داخل شہر پناہ فلان متصل دریبہ فلان برساقیہ نہر فلان اور اگر باغ فلان مین ہو تو لکھے کہ دیہ فلان از سواد فلان اور اگر اسمین پھل یا زراعت یا طبلہ ہو تو لکھے کہ معہ اسکے پھل وزراعت وطبلہ کے اور پھلون کے ذکر کے وقت اسقدر بڑھا دے کہ انکی صلاحیت ظاہر ہوگئی ہو - اور اگر اسمین کاٹی ہوئی کھیتی یا توڑے ہوے پھل یا بھوسا یا لکڑی ایندھن کی رکھی ہو اور یہ بیع مین داخل ہوگئی ہون تو اس سب کو ذکر کردے اور بیان کردے کہ متعاقدین نے اس سب کو دیکھ بھال لیا ہے یہ ظہیریہ مین ہے - اور باغ انگور چہار دیواری دارمین جو گردا رہین انکی تحریر اسطرح سے کہ اس احاطہ مین ایک چھوٹا قصر ہے اور اسکے بیوت سفل وعلو سمیت اور معہ ہر چہار دیواری باغ اوپر سے نیچے تک اور اتنے عدد درختان انگور اور تمام رہط جو کنارہ حوض یا سامنے قصر کے ہے اور چندین وچندان درخت انار وانجیر وشمش وفرنک یعنے شفترنگ اور علی ہذا تمام ساق میان شجر وتاک انگور سب لکھے - اور گرداگرد اضی مین پچاس جداول ودس مسانات وچندین توگرے کھاد کے جو اس اراضی کے کنارے پڑے ہین اور معہ تمام اُن درختون کے جو اسکے گرد اور اسکے مسانا تون پر واقع ہین اور معہ تمام اُس چیز کے جس سے زمین کے کھڈے پٹانے گئے ہین بقدر ہاتھ دو ہاتھ کے جیسی ہو اور اس سب کی تحریر کے ساتھ یہ عبارت لاحق کرنا واجب ہے کہ دونون متعاقدین نے انکے واضع ومقادیر دیکھ بھال لیے ہین اور ایک ایک کرکے ان چیزون کو دیکھ لیا ہے یہ ظہیریہ مین ہے - اور اگر معقود علیہ کاریز ہو جسپر چکی گھر مین چکی ہو - تو امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ اسکی تحریر مین یون لکھے کہ یہ وہ ہے کہ خریدہ کیا فلان نے فلان سے تمام کاریز جسکا نام یہ ہے اور وہ فلان پرگنہ کے فلان نواح مین یا دیہ مین واقع ہے اور جسمیت اس کاریز پر واقع ہے وہ فلان چیز سے متصل ہے اور اسمین ایک چکی ہے اور اسکو بیان کردے جسطرح مذکور ہوا ہے اور اس کاریز کا منفع لینے ابتدا فلان مقام سے اور مصب جہان گرتی ہے فلان جگہ ہے اور اسکا طول وعرض وعمق بیان کرے اور امام محمد رح نے حریم کاریز کی مقدار بیان کرنے کا ذکر نہین کیا اور امام طحاوی رح نے اسکو ذکر کیا ہے کہ اتنے گز ہر جانب سے ہے کہ دائین جانب سے اتنے گز اور بائین جانب سے اتنے گز حریم ہے اور اسکا عرض اتنے گز اور عمق اتنے گز ہے اور گز درمیانی سے اسکی ناپ ہے یعنی درمیانی ہاتھ اتنے اتنے ہاتھ ہے اور فلان شخص نے دونون متعاقدین کی رضامندی سے اسکو اپنے ہاتھ سے ناپا ہے اور ایسا ہی ناپ مین نکلا ہے جیسا بیان ہوا ہے اور دونون متعاقدین نے اسکو دیکھ بھال کر خوب جان بوجھ لیا ہے اور شیخ ابوزید شروطی فرماتے تھے کہ یون لکھے کہ یہ کاریز معہ اسکے حریم کے خریدی - اور امام طحاوی رح نے فرمایا کہ جو ہمنے لکھا ہے یہی احوط ہے اسواسطے کہ اس باب مین علماء کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ امام اعظم رح کے نزدیک کاریز کا حریم نہین ہوتا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اسقدر حریم ہوتا ہے کہ اسکی مٹی نکالکر ڈالی جاسکے پس بہر حال صحیح نہوگی اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک تو ظاہر ہے کہ حریم ہوتا ہی نہین ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اگرچہ حریم ہوتا ہے لیکن اسقدر کہ جتنے پر اسکی مٹی نکالکر ڈالی جاسکے اور یہ مقدار مجہول ہے کہ اسپر درحقیقت وقوف نہین ہوتا ہے پس وہ مجہول ومعلوم دونون کا ایک ہی صفقہ مین فروخت کرنے والا ہوگیا - اور نیز اسوجہ سے کہ جتنے کاریز کے واسطے حریم قرار دیا ہے اُسنے زمین موات مین قرار دیا ہے اور غیر کی مملوکہ زمین مین قرار نہین دیا ہے پس بدین اعتبار جبکہ کاریز کے واسطے حریم نہوا تو صفقہ واحدہ مین موجود ومعدوم دونون کو جمع کرکے فروخت کرنے والا ٹھہرا اور یہ جائز نہین ہے پس اس سے احتراز واجب ہے اور احتراز

اسطرح سے ہو سکتا ہی جسطرح ہمنے تحریر کی ہی اور اگر پانی کا حال جسطرح ہمنے پہلے بیان کیا ہی ذکر کردے تو یہ احسن و ادق ہی پھر حدود اربعہ ذکر کردے پھر لکھے کہ یہ کاریز معہ اپنے سب حدود کے اور بیت جو اس کا ریز پر واقع ہی معہ چکی کے جو اسمین چلتی ہی اپنے ادوات و آلات سنگین ولکڑی ولوہے کے ادوات و آلات سمیت معہ چرخ و دولاب و خنوف و قواسیت و قواعیہ معہ انجنہ و معہ اُن الواح کے جو اُسکی زمین مین بچھے ہوے ہین اور معہ اُس جگہ کے جہان اناج کی گونین ڈالی جاتی ہین اور پانی کے جانوروں کے کھڑے کرنے کی جگہ کے جو اُسکے حقوق مین سے ہی اور تحریر کو بدستور تمام کرے واللہ تعالی اعلم یہ محیط مین ہی - اور اگر مقصود علیہ اجمہ ہو تو قال اجمہ نیستان - تو لکھے کہ اُس سے اجمہ خرید ا جو فلان مقام پر واقع ہی اُسکے حدود چہارگانہ وچنان ہین اس اجمہ کو معہ اُسکے نرکل کے جو موجود ہین اور معہ نرکل کے اصول کے - اور اگر وہان نرکل کے بوجھ کاٹے ہوے رکھے ہون اور وہ بیع مین داخل ہوے ہون تو اُنکو بھی ذکر کردے کہ معہ اُسکے نرکلون کے بوجھ کے جو کاٹے ہوے اُسمین رکھے ہین یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر کشتی ہو تو لکھے کہ اُس سے تمام کشتی جسکو یہ کہتے ہین اور وہ ایسی لکڑی کی کشتی ہی اُسکے تختہ اتنے ہین اور عوارض اتنے ہین اور طول اُسکا اتنا اور عرض اتنا ہی پس اس کشتی کو معہ اُسکے عوارض و الواح و دو بالہ و نیز کشتی و مرادی اور وہ اتنے مرد ہین اور معہ اُسکے مجادیف کے جو اتنے مجادیف ہین لکڑی و تعداد بیان کردے اور معہ اُسکے سب ادوات و آلات کے جو اُسمین استعمال کیے جاتے ہین اُسمین داخل ہون یا اُس سے الگ ہون اور معہ اُس بادیان و لنگر کے اتنے کو خریدا درحالیکہ دونون متعاقدین نے پہلے اسی کو اور اسمین سے ہر ہر چیز کو خوب دیکھ بھال لیا ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر مقصود علیہ کوئی کنوان یا چشمہ ہو اور اُسکے سا تھ کوئی زمین نہو جو اس سے بیچی جاتی ہو بلکہ صرف پیاؤن کے پانی پلانے کے واسطے ہو تو لکھے کہ فلان سے کنوان یا چشمہ جو فلان مقام پر واقع ہی اور اُسکے حدود بیان کردے اور یہ بیان کرے کہ یہ چشمہ مدور ہی جسکی گولائی اتنے ہاتھ ہی اور ہاتھ کو بیان کردے کہ درمیانی ہاتھ یا کیے گزون سے ہو اور اُسکا عمق اتنے گز ہی اور اسی طرح کنوئین کی صورت مین اُسکی گولائی اور عمق ہاتھون کے ناپ سے بیان کردے اور نیز مثلاً اگر اُسکی جگہ پختہ اینٹون کی ہون تو بیان کردے اور چشمہ کی صورت مین اُسکا مبدا و منتہا بیان کرے اور لکھے کہ یہ کنوان یا یہ چشمہ مع اُس اراضی کے جو اُسکے گرداگرد کی ہی جو ہر جانب سے اوسط ہاتھ سے اتنے ہاتھ ہی اور اگر اُسکا پانی بیان کردے کہ اُسکا پانی خاصہ شیرین پاکیزہ خوشگوار ہی بدبودار کھاری ناگوار نہین ہی تو یہ احفظ و احسن ہی اور یہ نہ لکھے کہ کنوئین و چشمہ مین جو پانی ہی وہ داخل مبیع ہی اسواسطے کہ یہ اُسکا مملوک نہین ہی پس اُسکو کیونکر فروخت کریگا واللہ تعالے اعلم کذا فی الذخیرہ - اور اگر مبیع کوئی قطعہ زمین ہو اور اسلے حدود یا علام قائم ہون - جیسے مثلاً درختان معلومہ ہون تو پہلے حدود بیان کرے پس لکھے کہ اس قطعہ زمین کی ایک حد متصل درختان فلان ہی اور دوم و سوم و چہارم اسی طور سے بیان کردے اور چونکہ اس طریقہ کی تحدید مین جھگڑے کا احتمال ہی کہ جب یہ درخت کاٹ ڈالے جاوین تو فساد ہوگا تو اسکا دوسرا طریقہ ہی کہ اس سے سب جھگڑون کی خود بنیاد کٹ جاتی ہی اور نیز اگر اس زمین کے واسطے اعلام نہون تو بھی یہی طریقہ ہی کہ اس قطعہ زمین کلان کے حدود بیان کرے پھر اُسکا شمالی یا جنوبی یا کسی جانب شرقی یا غربی ہونا بیان کردے پھر اُسکی طولی و عرضی پیمائش گز بیان کردے اور اسی طرح اگر قطعہ کلان مین سے کوئی چھوٹا ٹکڑا مستثنے کیا تو بھی یہی بیان کرے - اور اگر مبیع مملوک ہووے تو اُسکی جنس و نام و علیہ بیان کردے جسطرح ہمنے بارہا بیان کردیا ہی اور اگر وہ بالغ ہو تو بیان کردے کہ وہ غلام و مملوک ہونے کا مقر ہی

بیان کرے اور اُسمین کوئی داروغائلہ وخبثہ نہین ہی اور اگر یہ لفظ بھی بڑھا دیا جاوے کہ اُسمین کوئی عیب نہین ہی تو یہ عام ہی اور احوط ہو لیکن داروغائلہ وخبثہ کے معنی جاننا چاہیے پس داروغہ عیب باطنی کو کہتے ہین خواہ اُسمین کچھ ظاہر ہو یا ظاہر نہو از انجملہ تلی وجگر و پھیپھڑے کی بیماری ہی اور کھانسی وفساد حیض و برص و جذام و بواسیر و درد النسا یعنے فساد معدہ و صفرہ یعنے پیٹ مین زرد آب جمع ہو جاتا و پتھری و فتق یعنے ریح اسعاء و درد عرق النسا وہ ایک رگ ران مین ہی و ناسور و خارش و خنازیر وغیرہ انکے مثل جو بیماریان ہون۔ اور جنون و وسواس و بھوت پریت کا کر دینا اور آنکھ کا جالا اور زائد انکلی اور بہرا ہونا و شکوری اور شل ہونا اور لنگڑا ہونا و سر کے زخم کا داغ دواغ دینے کا داغ و شامہ یہ سب عیب ہین دار نہین ہین اور بھگوڑا ہونا اور چور ہونا اور باندی کا چھنال ہونا اور غلام کا گرہ کٹ یا کفن چور یا راہزن ہونا یہ سب غائلہ ہی اور یہ فقط رقیق مین ہوتے ہین اور دار سب حیوانات مین ہوتی ہی اور خبثہ سے مراد زنا اور اسکے مانند امور ہین اور عوار بفتح عین جو فقط کپڑون کے اقسام مین پایا جاوے وہ پھٹا ہونا اور کہنگی ہی۔ اور اگر مبیع کسی باغ انگور یا دیہ کے پھل یا زراعت ہو تو لکھے کہ تمام پھل جو اُسکے باغ انگور مین ہین پھر اُس چہار دیواری کے باغ کے حدود بیان کر دے پھر لکھے کہ اُس سے تمام پھل موجودہ جو تمام اس باغ محدود مذکور مین ہین پھر سب پھلون کا بیان کر دے کہ اخروٹ و انگور و کشمش وغیرہ جو جو اُسمین ہون اور لکھدے کہ یہ پھل ایسے ہین کہ انمین صلاحیت آگئی ہی یا اس کیتی کی اصلاح ظاہر ہو گئی ہی پھر ان دونون نے بیع صحیح خرید کیا تا کہ انکو توڑو کاٹ لے جاؤ ان تقصیر و تقریط کے پھر اسکے بعد اگر مشتری نے یہ چاہا ہو کہ ان پھلون یا کھیتی کو پختہ ہونے تک باقی رکھے تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ ہر چاہے یون ذکر کرے کہ فلان بائع نے اس مشتری کو مباح کر دیا کہ ان پھلون کو جنکو فروخت کیا ہی ان درختون پر تا وقت فلان چھوڑ رکھے بدون اسکے کہ یہ بات بیع مین شرط قرار دی جاوے مگر ایسی صورت مین بائع مذکور کو اس اجازت سے رجوع کر لینے کا اختیار ہو گا پس اسکی پوری مضبوطی یون ہی کہ اسطرح لکھا جاوے کہ بائع مذکور نے اسطرح اجازت دی کہ جب بائع مذکور اس اجازت سے اس درمیان مین رجوع کرے تو مشتری ان پھلون یا کھیتی کو تا وقت معلوم باجازت جدید چھوڑ رکھنے کا ماذون ہو گا۔ اور دوم یہ کہ زمین کو باجرت معلومہ مدت معلومہ تک کے واسطے اجارہ پر لے پس لکھے کہ پھر اس مشتری نے اس بائع مذکور سے یہ تمام زمین اپنے واسطے اس کھیتی خریدنے کے بعد اجارہ پر لی اور بائع مذکور سے لیکر اُسپر قبضہ کر لیا بدون اسکے کہ یہ امر اس بیع مین شرط کیا گیا ہی پس اس زمین کو معہ اُسکے سب حدود و حقوق کے اتنے مہینون پے در پے کے واسطے اس تاریخ سے باجارہ صحیحہ نافذہ اجارہ لیا اُسمین کچھ فساد نہین ہی اور نہ خیار ہی تا کہ مشتری اس خریدی ہوئی کھیتی کو اس زمین مین اس مدت تک باقی رکھے۔ پھر اجرت کا و زمین کا باہمی قبضہ کرنا ذکر کر دے مگر یہ دوسری وجہ فقط کھیتی کی صورت مین ہو سکتی ہی درختون مین نہین ہو سکتی ہی اسواسطے کہ درختون پر پھل باقی رکھنے کے واسطے درختون کا اجارہ لینا جائز نہین ہی پس اسمین وہی صورت اول ہی کہ بائع اجازت دیدے و مباح کر دے بطریق مذکورہ بالا۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے نابالغ فرزند کے واسطے اپنی حویلی آپ بالغ ہو کر اُسکے واسطے خریدی۔ تو لکھے کہ یہ وہ خرید ہی کہ فلان بن فلان نے اپنی ذات سے اپنے فرزند صغیر فلان کے واسطے جو اتنے برس کا لڑکا ہی بولایت پدری مبیع کے مثل قیمت پر جسمین نہ کمی ہی نہ بیشی ہی یا قیمت سے کم داموں پر تمام حویلی بنی ہوئی خریدی پھر حویلی کا سب وصف بیان کر دے اور اُسکے چوہت کی تعداد و جہان واقع ہی اور حدود

سب بیان کردے پھر برابر بدستور لکھتا جاوے یہان تک کہ ثمن وصول کرنے کے مقام تک پہونچے پس اگر اُسنے فرزند صغیر کے مال سے ثمن وصول کیا ہو تو اسکو تحریر کردے کہ اس عاقد نے اپنے اس فرزند صغیر کے مال سے یہ تمام ثمن مذکور لیکر بقبضہ صحیح قبضہ کر لیا اور اس صغیر کے واسطے جسکے لیے یہ حویلی خریدی گئی ہی اس ثمن مذکور سے بائع کے بھر پانے اور قبضہ کرنے کے طور سے بریت حاصل ہو گئی اور اس عاقد نے اپنے فرزند صغیر مذکور کے واسطے یہ تمام حویلی مذکور خالی از تعلق غیر بقبضہ صحیح قبضہ کر لی پس اب اسکا قبضہ اُسپر قبضہ امانت و حفاظت ہوا کہ بولایت پدری اپنے اس صغیر مذکور کے واسطے اُسنے قبضہ کیا ہی بعد ازانکہ اُسکے قبضہ مین بقبضہ ملکیت تھی اور یہ عاقد بعد اس عقد کے صحیح و تمام ہونے کے اس مجلس سے کھڑا ہوا اور بدنی جدائی کر لی اور اس سب کا اقرار صحیح کیا۔ اور اگر باپ نے اُسکو اس ثمن سے بری کر دیا ہو تو لکھے کہ اس عاقد پدر نے اپنے اس فرزند صغیر کو جسکے واسطے حویلی خریدی گئی ہی تمام ثمن مذکور سے بابرا صحیح بری کر دیا از راہ صلہ رحم و عطا و محض شفقت پدری و نیکوئی در حق اولاد کے اور اس صغیر کو جسکے واسطے خرید واقع ہوئی اس ثمن سے بریت بطور بریت اسقاط کے حاصل ہوئی کذا فی الظہیریہ۔ اور اس سے صریح یہ بات ظاہر ہوئی کہ باپ کو اپنے فرزند نابالغ کے ہاتھ فروخت کرنے یا اُسکی چیز اپنے واسطے خریدنے مین کسی غیر کی ضرورت نہین ہی یہ بمبسوط مین ہی۔ اور اگر باپ نے اپنے فرزند صغیر کا دار اپنے واسطے خریدا تو لکھے کہ اپنی ذات کے واسطے اپنی ذات سے تمام دار جو اُسکے فرزند فلان کا ہو اُسکے مثل قیمت پر خریدا اور اُسکا فرزند آج کے روز نابالغ ہی اسکی پرورش مین ہی اور اُسکا ولی اُسکا یہی باپ ہی یہانتک کہ قبضہ ثمن کے مرکز تک پہونچے تو لکھے کہ اپنے مال سے اپنے فرزند فلان کے واسطے تمام اس ثمن پر قبضہ کیا اور تمام اس دار پر اپنے واسطے قبضہ کیا اور کھری بات اس صورت مین یہ ہی کہ ثمن کو گواہون کے سامنے وزن کرکے اپنے فرزند مذکور کے واسطے اُسپر قبضہ کرلے آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر اُسپر اُسکے نابالغ فرزند کا قرضہ ہو اور اُسنے چاہا کہ مین بری ہو جاؤن تو جس لفظ سے بریت چاہتا ہی اُسکو گواہون کے سامنے وزن کرے اور کہے کہ تملوک گواہ رہو کہ مجھپر میرے نابالغ فرزند فلان کا اسقدر قرضہ تھا اور مین نے یہ مال اپنے مال سے نکال کر اب اُسپر اپنے فرزند مذکور کے واسطے قبضہ کر لیا ہی۔ اور بعضے علما نے فرمایا کہ باپ اپنے فرزند نابالغ کے قرضہ سے اپنا مال الگ کرے اور گواہ کرنے سے بری نہوگا اور قرضہ مذکور اسی طرح باقی رہیگا۔ اور اسی طرح اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے واسطے خریدا تو اسمین بھی یہی صورت ہی جو باپ کے خریدنے مین مذکور ہوئی فقط فرق یہ ہی کہ وصی کے خریدنے لیکن یہ شرط ہی کہ اُسکی قیمت سے زیادہ کے عوض خریدے اور اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اسواسطے کہ اسمین اختلاف ہی۔ اور اگر صغیر نے اپنے باپ کا مال اُسکی اجازت سے خرید کیا اور اس صورت مین اس سے زیادہ احتیاط ہی کہ اپنا مال صغیر کے واسطے اپنی ذات سے فروخت کرے اور خود ہی اُسکی جانب سے مشتری ہو تو لکھے کہ یہ وہ خرید ہی کہ صغیر نے جسکو فلان کی جانب سے اس خرید کی اجازت ملی ہی مبیع کے مثل قیمت کے عوض جسمین نہ کمی ہی نہ بیشی ہی اپنے باپ فلان سے خرید کیا پھر بعینامہ کو اسی طور سے تمام کرے جسطرح ذخیرہ کا بعینامہ تمام کرتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر متولی وقف نے مال وقف سے کچھ خریدا تو لکھے کہ یہ وہ خرید ہی کہ فلان شخص قیم وقف کذا نے یا لکھے متولی وقف کذا نے جو فلان قاضی کی جانب سے متولی و قیم مقرر ہی اُسنے مال وقف سے جو وقف کی آمدنی اُسکے پاس مجتمع ہوئی ہی اس وقف کا مال بڑھانے کی غرض سے اور تاکہ اس وقف کے اخراجات ادا کرنے مین مدد ملے فلان بن فلان سے تمام یہ چیز لے آخرہ و احوط یہ ہی کہ اسمین یہ زیادہ کیا جاوے اور وقف

کرنے والے نے اپنے اس وقف مین یہ شرط کردی تھی کہ جب ممکن ہوسکے تو اسکی اس وقف کی آمدنی سے جو مجتمع ہوجاوے تو دوسری چیز آمدنی کے لائق خرید کرکے اُسکے اس وقف مین شامل کردیجاوے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر ایک شخص نے بعوض ثمن معلوم کے کوئی چیز خریدی پھر قبضہ کرنے کے بعد اُسنے چاہا کہ کسی دوسرے شخص کو یہ چیز بطور بیع تولیہ دیدے اور اسکی فروخت کا بیعنامہ لکھنا چاہا تو لکھے کہ یہ وہ ہے جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے ہین سب اس بات کے گواہ ہوے ہین کہ فلان بن فلان نے ان گواہون کے سامنے اپنی صحت بدن وثبات عقل وجواز تصرفات کی حالت مین بطوع رغبت خود درحالیکہ اُسمین کوئی ایسی علت مرض وغیرہ کی نہ تھی جو اُسکی صحت اقرار سے مانع ہو یہ اقرار کیا کہ اُسنے فلان شخص سے تمام وہ چیز خریدی تھی جو اس بیعنامہ کے اندر مندرج ہے جسکا نسخہ یہ ہے پس تمام بیعنامہ نقل کرے یہانتک کہ گواہ کرنے کا ذکر آوے تو لکھے کہ پھر فلان نے فلان کے ہاتھ تمام وہ چیز جسپر بیع مذکور واقع ہوئی بعوض اُسی ثمن کے جسکے عوض خریدی ہے جو اسمین مذکور ہے بطور بیع تولیہ صحیحہ فروخت کی جسمین شرط وخیار نہین ہے اور فلان نے اس بیع تولیہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور ثمن مذکور تمام وکمال اُسکو دیدیا اور اُسکو یہ ثمن دیکر اُسکے قبضہ کرنے سے بطور برئیت قبضہ و استیفاء کے بری ہوگیا پھر مبیع پر قبضہ کرنا اور اُسکا دیکھ بھال لینا اور دونون کا بابدان متفرق ہونا اور بیع تولیہ فروخت کرنے والے کا جسکے ہاتھ بیع تولیہ فروخت کی ہے اسکے لیے اس بیع مین درک کا ضامن ہونا تحریر کرے پھر گواہ کرلینا تحریر کرے اور اگر کسی کو اسمین شریک کیا تو بھی اسی طور سے لکھے فقط اسقدر فرق ہے کہ بجاے ذکر بیع تولیہ کے اُسی تہائی وچوتھائی وغیرہ جسقدر حصے کی شرکت واقع ہوئی ہو بعوض نصف یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ ثمن کی تحریر کرے اور بیع مرابحہ مین بھی اسی طور سے لکھے لیکن بجاے تولیہ کے یون لکھے کہ اُسکے ہاتھ ببیع مرابحہ اسقدر نفع پر

فروخت کی یہ نظیر یہ ہے

فصل دہم - تحریر بیع سلم کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ بیع سلم مین بیعنامون کی مثال کی تین صورتین ہین - ایک یون ہے کہ یہ وہ سلم ہے کہ فلان نے فلان کو اسقدر درہم - اور اس نقد کو مفصل بیان کردے پھر لکھے - جو مال عین مجلس سلم مین حاضر ہین جنسے قفیز گیہون سپید صاف جو آب جاری کے چشمے سے پیدا ہوے ہون جید ہون یہ پیمانہ ایسے قفیز کے جسکا رواج فلان شہر مین ہے اتنی مدت کے وعدہ پر جسکی ابتدا اس تحریر کی تاریخ سے ہے بطریق بیع سلم صحیح جائز کے جسمین کوئی شرط نہین ہے اور یہ سلم فاسد نہین ہے اس شرط پر دیے کہ یہ مسلم فیہ گیہون اس رب المال کو میعاد آنے پر جو اس تحریر مین بیان ہوئی ہے اُسکی حویلی واقع شہر فلان پر سپرد کرے اور اس مسلم الیہ نے یہ عقد سلم از جانب رب السلم بالموا جہہ قبول کیا اور اس سلم مذکور کے راس المال ان سب درہمون مذکور پر قبضہ کرلیا قبل اسکے کہ دونون متفرق ہون اور قبل اسکے کہ اس عقد کے سوا سے کسی دوسرے کام مین مشغول اور اس عقد کی صحت کے بعد وموجب عقد ہذا و اسکے انعقاد کے ساتھ باہم راضی رہکر دونون اس مجلس عقد سے بتفرق ابدان متفرق ہوے پھر تحریر کو تمام کرے - اور اسمین ضمان درک کو تحریر نکرے اسواسطے کہ مبیع پر قبضہ نہین ہوا ہے - اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اُن دونون کا اقرار تحریر کرے پس لکھے کہ یہ وہ ہے جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے کہ زید وعمرو نے اُنکے سامنے اقرار کیا کہ زید نے عمرو کو بیع سلم مین اسقدر درہم آخر تک موافق تحریر وجہ اول کے تمام کرے اور طریقہ سوم یہ ہے کہ پہلے مسلم الیہ کا اقرار لکھنا شروع کرے پھر رب السلم کی طرف سے مسلم الیہ کے اس اقرار کی تصدیق تحریر کرے - اور واضح ہو کہ ہم نے فقط صاف ہونا تحریر کیا اور مانند نقدین

اصحاب شروط کے بھوسے وکنکر وجو کے میل سے صاف ہونا تحریر نہین کیا اسواسطے کہ بسا اوقات گیہون ان چیزون کے میل سے صاف ہوتا ہو لیکن ان چیزون کے سواے دوسری چیزون کے میل سے جنکا میل عیب شمار کیا جاتا ہو صاف نہین ہوتا ہو اور مطلق صاف ہونا ان سب کو شامل ہو۔ اور نیز ہمنے اس سال کے پیداوار کے گیہون نہین لکھے جسطرح بعضے علما تحریر کرتے ہین اسواسطے کہ اسمین ایہام ہو کہ شاید اُسنے ایسے گیہون کی بیع سلم ٹھہرائی ہو۔ جو ہنوز موجود نہین ہوے ہین۔ اور اگر دو نوع مختلف کی بیع سلم قرار دی تو امام اعظم رح کے نزدیک دونون کا راس المال علیحدہ بیان کرنا ضرور ہو۔ اور جو بیع سلم اختلافی ہو اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرنا ضرور ہو تاکہ بالاتفاق صحیح ہوجاوے بنا بر انکہ ہمنے سابق مین بیان کر دیا ہو۔ اور جن اجناس مین بیع سلم صحیح ہوتی ہو از انجملہ ظروف صفریہ و شبہیہ وغیرہ مین لکھے کہ اتنے عدد شمع دان تانبے کے بنے ہوے منقش بہ ساخت بیزا راجنکا وزن بوزن بخارا اسقدر ہو یا اتنے عدد شمع دان تانبے کے جو معروف بخیر ران ہین۔ اور اگر قمقمہ ہون تو لکھے اتنے عدد جسمین قمقمہاے برنجی اتنے عدد بنے ہوے جسمین سے کلان اتنے عدد ہر ایک کا وزن بوزن بخارا اسقدر ہر ایک قمقمہ مین اسقدر پانی سماوے اور نیز قمقماے کلان معروف بقمقمہ سمرقندی اتنے عدد اور اُسمین سے خورد اتنے عدد اور وزن ہر ایک کا بوزن بخارا اسقدر اور اُسمین اسقدر پانی سماتا ہو۔ اور علے ہذا القیاس طاس وطشت کا بھی یہی طریقہ ہو۔ آور لوہے کے اوزار مین مثلاً کلید آہنی ساختہ از فولاد اتنے عدد اور ساختہ از آہن نرم اتنے عدد جو کار زراعت کے لائق ہو اسمین سے ہر کلند کا وزن بوزن بخارا اسقدر ہو اور مسمار مین بھی یہی صورت وحکم ہو۔ شیشہ کے برتنون مین سے طابقات الطارم مین جائز ہی لکھے کہ اتنے عدد طابقات شیشے کے جو طارم کے لائق ہون انمین سے ہر ایک کا قطر ایک بالشت ہو انمین سے ہر دس کا وزن دو سیر یا تین سیر جیسے ہوتے ہون اور از طابقات مشہورہ بطابقات کلیدانی کے اتنے عدد کہ ہر دس کا وزن چار سیر بوزن اہل بخارا اور قطر ہر ایک کا نصف گز اہل بخارا کے گزون سے اور بیخ سیری مین سے اتنے عدد اور اُسکا وصف اسی طور سے بیان کرے جسطرح شیشہ گرون مین معروف ہو اور انمین سے ہر دس کا وزن اسقدر ہو اور انمین سے ہر ایک مین اتنے سیر اشیاے مائعات مین سے سماوین۔ اور قرابات مین اتنے عدد قرابات زجاجیہ جسمین سے ہر ایک کا وزن آدھ سیر یا دس چھٹانک یا پون سیر بھر ہو اور ہر ایک مین اتنے سیر یا مائعات مین سے سماوے۔ اور قارورات مین پس چندین عدد قارورات زجاجیہ جسمین ہر ایک آدھ سیر کا ہوتا ہی بطریق مذکورہ بالا تحریر کرے اور قباب مین اتنے عدد پس چندین عدد قبہاے کلان معروفہ بشش تانگی کہ جسمین سے ہر ایک کا قطر گز بھر یا آدھ گز جیسا ہوتا ہو اور چندین عدد قبہاے درمیانی معروف بچہار تانگی جسمین سے ہر ایک کا قطر ایک گز ہوتا ہو سب مفروغ عنہ ہون اور خرد اسقدر بطریق مذکورہ بالا تحریر کرے اور مٹی کے برتنون مین پس چندین عدد کوزہ ہاے گلین ورکشی معروف بطباق اور چندین عدد کوزہ ہاے معروفہ بدوکانی یا سہ کانی اور چندین عدد از کوزہ ہاے درمیانی معروف بکاسفراک وچندین عدد کوزہ ہاے خرد معروف بدین اسم۔ اور یہ سب عددیات متقاربہ ہین انمین تفاوت فاحش نہین ہوتا ہی۔ اور عطار کی سلم اور عطار سے مراد وہ جو تنور پر ڈھانکی بھاتی ہی جائز ہی پس لون لکھے کہ اتنے عدد عطار گلین ورکشی جو تنور کا منہ ڈھانکنے کے لائق ہوتے ہین ہر ایک کا قطر اسقدر گز اہل بخارا کے گزون سے اور اُسکی مقدار اُسی طور سے بیان کرے جسطرح ہمنے کوزون مین بیان کر دی ہی اور اسی طرح گھڑون ومشکون مین اسی طور سے لکھے یہ ظہیریہ مین ہی۔

فصل یازدہم - تحریر شفعہ کے بیان مین - اصل مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک دار خرید کر کے اُسپر قبضہ کر لیا اور ثمن دیدیا اور اس دار کا ایک شفیع ہو اُسنے اس دار کو شفعہ مین لے لیا اور اسکی تحریر لکھوانی چاہے تو کیونکر لکھے سو ہم کہتے ہین کہ شفیع کو بحق شفعہ لے لینے کا اختیار جبھی ہو کہ جب اُسنے بطلب صحیح طلب شفعہ کر لیا ہو اور طلب شفعہ تین طرح کی ہوتی ہو طلب مواثبہ و طلب اشہاد و تقریر و طلب تملیک پس جب ان سب طرح کے طلبون سے طلب کر لیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ دار مذکور کو شفعہ مین لے لے پس جب اُسنے طلب مواثبہ سے طلب کیا (یعنی جونہی طرح ۱۲ منہ) اور اس طلب کی تحریر چاہی تاکہ اُسکے واسطے حجت ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہو جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے ہین کہ فلان نے فلان سے تمام دار واقع مقام فلان جسکے حدود اربعہ یہ ہین اتنے ثمن کے عوض بخرید صحیح خرید کیا اور دار مذکور پر قبضہ کر لیا اور ثمن دیدیا ہو اور فلان اس دار کا شفیع بدین سبب ہو اور سبب استحقاق شفعہ کو مفصل بیان کردے پس اس شفیع نے جبھی اُسکو اس دار کی بعوض اسقدر ثمن کے خرید کی پہلی خبر پہونچی ہو فوراً بلا درنگ و تاخیر کے بطلب صحیح طلب مواثبہ کے ساتھ شفعہ طلب کیا اور کہا کہ مین اس دار محدودہ مذکور کے اپنے شفعہ کا بدین سبب خواستگار ہون - پس یہ پوری تحریر طلب مواثبہ کی ہو - اور اس تحریر مین امام محمد نے مشتری و بائع کا نام تحریر کیا ہو اور اگر اس صورت مین بائع کا نام تحریر نکیا جاوے تو بھی ہمارے نزدیک جائز ہو اسواسطے کہ قبضہ کے بعد خصومت مشتری کے ساتھ ہو اور بائع بمنزلہ اجنبی آدمی کے ہو لیکن بعضے لوگ کہتے ہین کہ قبضہ کے بعد شفعہ مین لینا دونون سے ہوتا ہو پس ہمنے اس قول سے احتراز ہونے کے واسطے دونون کا نام لکھدیا - اور اس تحریر مین سبب استحقاق شفعہ بھی ذکر کیا اسواسطے کہ اسباب شفعہ مختلف ہین اور علما نے اسمین اختلاف کیا ہو بعض نے کہا کہ شفعہ بالجوار ہو اور بعض کے نزدیک بجوار مقابلہ ہو اور ہمارے نزدیک بجوار ملاصقہ ہو اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جوار سے شفعہ کا استحقاق بالکل نہین ہوتا ہو اور ہمارے نزدیک استحقاق شفعہ کے چند مراتب ہین اول آنکہ بسبب عین بقعہ مین شرکت کے پھر بسبب ملک کے حقوق مین شرکت ہونے کے اور وہ راستہ ہو پھر شفعہ کا استحقاق بسبب جوار کے ہوتا ہو پس (عین بقعہ کے شریک کا (یعنی راستہ حقوق ملک مین سے ہو ہمارے نزدیک شریک ہو ۱۲ منہ) کا شفعہ اعلی درجہ ہو پھر جو راستہ کا شریک ہو دوم درجہ ہو پھر جوار کے درجہ سے سوم درجہ کا استحقاق ہو) سبب شفعہ بیان کردے تاکہ قاضی کو معلوم ہوجاوے کہ آیا یہ شخص کسی مستحق درجہ اول کی وجہ سے مجوب ہو یا نہین ہو - اور یہ تحریر کیا کہ جبھی اسکو اس دار کے بعوض اس ثمن کے خرید کے پہلی خبر پہونچی اور یہ نہ لکھا کہ جبھی اسکو اس بات کا علم ہوا اسواسطے کہ حقیقۃً علم بدون خبر متواتر کے حاصل نہین ہوتا ہی حالانکہ شفعہ مین یہ حکم ہو کہ اگر خبر متواتر (خبر متواتر کی تعداد و شرائط سے گھٹ کے لوگ خبر دین اور شفعہ طلب نہ کرے تو حق شفعہ ساقط ہوجائیگا چنانچہ اگر خبر دہندہ ایلچی ہو خواہ وہ عادل ہو یا فاسق ہو آزاد ہو یا غلام ہو یا صغیر ہو یا بالغ ہو اور ایلچی نے پیغام پہونچا دیا اور شفیع نے شفعہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر خبر دہندہ نے اپنی طرف سے خبر دی تو حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو کہ اگر شفیع کو دو مرد یا ایک مرد دو عورت نے جو عادل ہون بیع کی خبر دی اور اُسنے شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور امام محمد رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اگر خبر دہندہ مین گواہی کی دونون چیزون مین سے خواہ عدالت یا تعداد ایک بات پوری پائی گئی اور شفیع نے شفعہ طلب نکیا - تو اُسکا شفعہ باطل ہوگا اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے اگر اُسکو ایک شخص نے خبر دی خواہ یہ شخص واحد کسی صفت کا ہو اور شفیع نے شفعہ طلب نکیا پس اگر اس

خبر کا سچا ہونا ظاہر ہوگا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا پس ہمنے یون تحریر کیا کہ جبھی اُسکو پہلی خبر پہونچی تاکہ کوئی وہم کرنے والا یہ وہم نہ کرے کہ اُسنے ایک شخص یا دو شخصون کی خبر پر شفعہ طلب نکیا اور خبر متواتر پہونچنے تک طلب شفعہ کے واسطے انتظار کیا جبکہ علم یقینی حاصل ہوجاوے حتے کہ اسکا شفعہ باطل ہوگیا اور نیز یہ لکھدیا کہ پہلی خبر تاکہ کوئی وہم نکرے کہ ایکبار خبر دینے پر اُسکے طلب نہین کیا پھر دوبارہ خبر دینے پر اُسنے طلب کیا حالانکہ یہ طلب صحیح نہین ہوتی پس اس وہم کے دور کرنے کے واسطے ہمنے پہلی خبر کا لفظ لکھدیا۔ اور ہمنے یون لکھا کہ فوراً بلا درنگ وتاخیر کے بطلب صحیح طلب مواثبہ کے ساتھ شفعہ طلب کیا اسواسطے کہ علماء نے طلب مواثبہ کی مقدار مدت مین اختلاف کیا ہی بعض علماء نے فی الفور بلا درنگ شفعہ طلب نہ کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور ہشام رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ خبر پہونچنے کی مجلس تک اُسکی مقدار ہی اور اسی کو شیخ ابو الحسن کرخی نے اختیار کیا ہی اور حسن بن زیاد سے روایت ہی کہ تین روز تک اُسکی مدت ہی اور یہی شیخ بن ابی لیلے کا قول ہی اور امام شافعی رح کے اقوال مین سے بھی ایک قول یہی ہی پس اگر ہم اسی قدر تحریر کرین کہ اُسنے بطلب صحیح اُسکو طلب کیا تو بہت احتمال ہی کہ اسکا وہم ہو کہ اُسنے فی الفور طلب نہین کیا بلکہ اسکے بعد طلب کیا اور کاتب نے یہ جو لکھا کہ بطلب صحیح طلب کیا تو بتاویل قول بعض علماء کے تحریر کیا ہی۔ پھر ہمنے طلب شفعہ کا لفظ تحریر کیا اور علماء نے اسمین بھی اختلاف کیا ہی مگر عامہ علماء کے نزدیک اگر اُسنے کسی ایسے لفظ سے شفعہ چاہا جیسے لوگون کے عرف مین یہ سمجھا جاتا ہی کہ وہ شفعہ طلب کرتا ہی مثلاً کہا کہ مین نے طلب کیا یا طلب کرتا ہون یا طالب شفعہ ہون یا اُس کے تو درست ہی (اگر بعض نے اسمین اختلاف کیا ہی) اور طلب مواثبہ کے واسطے گواہ کرلینا شرط نہین ہی اور نیز یہ بھی شرط نہین ہی کہ طلب مواثبہ بائع یا مشتری یا دار مین سے کسی کے حضور مین ہو۔ پھر طلب مواثبہ کے بعد طلب اشہاد و تقریر کی ضرورت ہی اور اس طلب کی صحت کے واسطے یہ شرط ہی کہ یہ طلب یا مشتری یا بائع یا دار خرید شدہ کے حضور مین ہو۔ لیکن اس طلب کی ضرورت جبھی ہی کہ جب طلب مواثبہ کے وقت ان تینون مین سے کوئی سامنے موجود نہو اور اگر طلب مواثبہ کے وقت انمین سے کوئی حاضر ہو تو یہ کافی ہی پھر اسکے بعد کسی دوسری طلب کے سوائے طلب تملیک کی ضرورت نہین ہی اور اس طلب اشہاد و تقریر کی مدت کی اندازہ یہ ہی کہ ان چیزون مین سے کسی کے حضور کو حاصل کرپاوے حتے کہ اگر اُسنے قابو پایا و باین اُسنے طلب اشہاد و تقریر نہ کی تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اس طلب کے وقوع پر گواہ کرلینا امر لازم نہین ہی حتے کہ اگر اُسنے گواہ نکرلیے اور مشتری نے اس طلب کے وجود کا اعتراف کرلیا تو کافی ہی اور یہ چاہیے کہ یہ طلب ان تینون مین سے ایسے کے حضور مین ہو جو شفیع سے سب سے زیادہ قریب ہی اور یہ حال کتاب الشفعہ مین مفصل معلوم ہوچکا ہی اور اگر شفیع نے چاہا کہ طلب اشہاد واقع ہونے کے وثوق کے واسطے تحریر کرائے تو یون تحریر کرنا چاہیے۔ کہ یہ تحریر ہی جسمین یہ مذکور ہی کہ فلان نے فلان سے خرید کیا پھر جیسا مہ کو اول سے آخر تک نقل کردے پھر اسکے بعد لکھے کہ فلان یعنے شفیع کو جبھی اس دار محدودہ کی بعوض ثمن مذکور خریدے جانے کی پہلی خبر دیگئی اُسی وقت فوراً اُسنے بطلب مواثبہ شفعہ طلب کیا جیسا ہمنے بیان کیا ہی پھر لکھے کہ اسکے بعد اُسنے بدون تاخیر وتقصیر کے بحضوری اُس چیز کے جو سب سے زیادہ اُس سے قریب تھی بطلب اشہاد و تقریر شفعہ طلب کیا پھر اُس چیز کو بیان کردے کہ بائع و مشتری و داران تینون مین سے کون چیز تھی مگر احوط یہ ہی کہ بائع اور مشتری کے حضور مین طلب کرنا تحریر کرے اسواسطے کہ اسمین علماء کا اختلاف ہی پس ابن ابی لیلی فرماتے ہین کہ شفیع مشتری کے قبضہ سے پہلے اسکے بعد بائع سے لیگا اور اُس سے خصومت کریگا اور عمدہ

بیع شفعہ بھی بائع پر ہوگا اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ ہر دو صورت مین مشتری سے لیگا اور اُسی کے ساتھ خصومت کریگا اور اسکا عہدہ بھی مشتری کے ذمہ ہوگا اور ہمارے نزدیک قبضہ سے پہلے خصومت بائع سے کریگا اور بائع پر عہدہ ہوگا اور قبضہ کے بعد مشتری سے خصومت اور اُسی پر عہدہ ہوگا لہذا احوط یہ ہے کہ بائع و مشتری دونون سے لینا تحریر کرے پھر جب شفیع نے ہر دو طلب سے طلب کر لیا پس اگر خصم نے اُسکو سپرد کرنے پر اتفاق کیا تو کام پورا ہو گیا اور اگر اُسنے سپرد کرنے سے انکار کیا تو شفیع اس معاملہ کو بحضور قاضی پیش کریگا اور اُس سے درخواست کریگا کہ میرے واسطے ملک کا حکم بوجہ شفعہ کے نافذ فرماوے - پس اگر دو صورتیکہ خصم نے اُسکے سپرد کرنے پر اتفاق کیا ہے شفیع نے مضبوطی کے واسطے اسکی تحریر لکھوانی چاہی تو موافق تحریر امام محمد رح کے اُسکی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر از جانب طان بن فلان یعنے مشتری کی طرف سے واسطے فلان بن فلان یعنے شفیع کے بدین مضمون ہے کہ مین نے فلان بن فلان سے تمام دار واقع موقع فلان محدود بحدود چنان و چنین بعوض اسقدر ثمن کے خریدا تھا پھر تحریر خرید کو آخر تک بیان کر دے پھر لکھے کہ تو اس دار مذکورہ کا بسبب شرکت یا خلط یا جوار کے شفیع تھا اور تو نے جسوقت مجھکو پہلی خبر اس دار مذکور کے بعوض ثمن مذکور خریدے جانے کی پہونچی تھی تو نے فی الفور بطلب مواثبہ و پھر بطلب تقریر و اشہاد بطلب صحیح شفعہ طلب کیا تھا اور طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کو مفصل جسطرح ہمنے بیان کیا ہے تحریر کرے اور لکھے کہ ایسی طلب صحیح کے ساتھ طلب کیا تھا کہ جو اس حکم کی موجب تھی کہ مین تجھے یہ دار بسبب شفعہ کے سپرد کرون اور دیدون پس مین نے تجھکو یہ دار سپرد کیا پھر تحریر کو اُسی طور سے تمام کرے جسطرح ہمنے بیان کیا ہے - یہ امام محمد رح کا عنوان تحریر ہے اور متاخرین مشائخ رح نے ایسی تحریر کی صورت یہ اختیار کی ہے کہ یہ وہ ہے جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے ہین سب اس بات کے گواہ ہوے ہین کہ فلان نے فلان کے ہاتھ تمام دار واقع موقع فلان فروخت کیا تھا پس بعینہ اول سے آخر تک نقل کرے پھر بعد ازین اگر مشتری نے دار پر قبضہ نہ کیا ہو تو قبضہ دار کا بیان نہ لکھے پس یہ لکھے کہ اور فلان اس دار محدود کا شفیع جوار بسبب اُس دار کے تھا جو اس دار خرید شدہ کی ایک حد سے متصل ہے یا لکھے کہ شفیع بشفعہ شرکت تھا کہ اس دار محدودہ مذکورہ مین سے نصف دار اسکی ملک ہے پس اس شفیع نے ہرگاہ اسکو اس دار محدودہ کے خریدے جانے کا علم ہوا بدون تفریط و تقصیر کے بطلب صحیح بمواجہہ آن ہر دو متعاقدین فلان و فلان کے اسطرح اپنا شفعہ طلب کیا کہ جو موجب اس حکم کا ہے کہ یہ دار بحق شفعہ اُسکو دیا اور سپرد کیا جاوے پس ان ہر دو متبائعان نے اُسکے ساتھ اتفاق کر کے دونون نے اسکو تمام وہ چیز جسپر عقد بیع واقع ہوا بعوض پورے ثمن مذکور کے باعطا صحیح دیدہ باجسین کوئی شرط نہین ہے اور نہ خیار اور نہ فساد ہے اور اس بائع نے تمام اس ثمن مذکور پر اس شفیع کے اُسکو ادا کرنے سے لیکر تمام و کمال قبضہ کر لیا و وصول پایا اور شفیع مذکور کے اُسکو دینے سے قبضہ کرنے سے شفیع مذکور اس سب ثمن سے بری ہو گیا اور باجازت اس مشتری مسمی مذکور کے جسنے اُسکو اس سب کی اجازت دی ہے یہ سب کیا اور اس شفیع نے تمام اُس پیرایہ جسپر عقد بیع واقع ہوا اور شفعہ مین دیدگی ہے اس بائع کے یہ سب اُسکو سپرد کرنے سے درحالیکہ اُسنے خالی فارغ از ہر مانع و تدارع سپرد کیا ہے باجازت اس مشتری مذکور کے اُسپر قبضہ صحیحہ کر لیا پس اس شفیع کو اسمین جو درک پیش آوے تو اس بائع پر اُسکا خلاص کرنا آخر تک بدستور معلوم تحریر کو ختم کرے اور درصورتیکہ اُسکو بحق شفعہ جوار لیا ہوا سکے آخر مین کسی قاضی کا حکم لاحق کرے اسواسطے کہ مختلف فیہ ہے اور ضمانت درک مین عمارت و درخت و زراعات کی ضمانت درج نکرے

۹۷ فتاوی عالمگیری جلد چہارم شفعہ مین تحریر شفعہ مین

اسواسطے کہ اسکی ضمانت ان دونون پر درصورت شفعہ واجب نہین ہوتی ہی۔ اور اگر مشتری نے دار پر قبضہ کرلیا اور ثمن ادا کردیا ہو تو بائع کے ساتھ کچھ خصومت نہوگی بلکہ خصومت مشتری سے ہوگی تو یہ تحریر بربناء اقرار مشتری بخریدکے وشفیع کے اُس سے شفعہ مین لینے کی ہو۔ اور یہ اُسوقت ہی کہ بحق شفعہ لینا بغیر حکم قاضی ہوا اور اگر بحکم قاضی ہو تو بجاے اس عبارت کے کہ دونون نے اس شفیع کے ساتھ اتفاق کیا یہ تحریر کرے کہ ان کسب نے یہ مقدمہ فلان قاضی کے سامنے پیش کیا پس اُسنے بعد خصومت صحیحہ کے جو ان تخاصمین مین جاری ہوئی اس حق شفعہ کے ثبوت کا حکم دیا اور ان دونون پر حکم نافذ فرمایا کہ یہ دار محدودہ بحق شفعہ اسکے سپرد کرین پس دونون نے اُسکو تمام وہ چیز جسپر عقد بیع واقع ہوا ہی دیدی آخر تک بدستور تمام کرے اور اگر باپ یا وصی نے صغیر کے واسطے شفعہ طلب کیا ہو تو لکھے کہ فلان صغیر اس دار کا شفیع تھا۔ اور درصورتیکہ حکم قضاء بسبب نکول کے جاری ہوا ہو تو لکھے کہ یہ سب بعد اسکے واقع ہوا کہ اس مشتری نے اس شفیع کے دعوی شفعہ سے جو اُسپر کیا تھا انکار کیا پس اس قاضی نے اُس سے اس دعوی پر قسم لی۔ اور اُسنے چند بار اس قسم سے قاضی کے سامنے انکار کیا پس اس قاضی نے اُسپر اس شفعہ کے ثبوت کا حکم دیدیا بعد ازانکہ اس شفیع نے قسم کھالی کہ واللہ مین نے یہ شفعہ اس مشتری کو سپرد نہین کیا ہی اور اُسنے اُسی مجلس مین جسمین اُسکو خبر پہونچی تھی طلب شفعہ کیا اور اُسکے طلب مین مشغول ہوا ہو۔ اور اگر ثمن درم یا دینار یا کیلی یا وزنی یا عددی متقارب ہو تو اُسکو بیان کرے اور تحریر کردے کہ شفیع نے اُسکے مثل بائع یا مشتری کو دیا اور اگر خرید مذکور بعوض غلام یا کسی اسباب وغیرہ کے جو قیمتی ہوتی ہی واقع ہوئی تو شفیع کا لینا بعوض اس چیز کی قیمت کے ہوگا پس اس وثیقت نامہ مین تحریر کرے کہ حکم قاضی نے بعوض اس قیمت کے لینا لازم کیا اور اسکی قیمت پر ہنرگار و امانت دار عدول کے جنسے ایسے اموال کی قیمت اندازہ کرنے کا مدار ہی اندازہ کرنے سے اسقدر دراہم غطریفیہ جیدہ ہوے اور احوط یہ ہی کہ ان اندازہ کرنے والون کا نام تحریر کردے اور یہ بیان کردے کہ بائع و مشتری نے اقرار کیا کہ قیمت اسی قدر ہی۔ اور اگر دار کے واسطے چند شفیع ہون اور ایک شفیع نے حاضر ہوکر پورا دار بحق شفعہ لے لیا پھر دوسرے نے حاضر ہوکر اپنا استحقاق شفعہ ثابت کیا پس اُسکا حصہ اُسکو دیا تو تحریر کرے کہ گواہان سمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے تمام دار محدودہ بچنین وچنان بعوض اسقدر کے خرید کرکے دونون نے باہمی قبضہ کیا اور دونون متفرق ہوگئے پھر فلان حاضر ہوا اور وہ اس دار کا شفیع تھا پس اُسنے حاضر ہوکر اپنا حق شفعہ بشرائط شفعہ طلب کیا پس اُسکے نام حکم ہوگیا اور قاضی نے بائع یا مشتری کو دار مذکور اُسکے سپرد کرنے کا حکم کیا پس اُسنے حکم کی تعمیل کی پھر فلان بن فلان حاضر ہوا اور گواہون سے ثابت کیا کہ وہ اس دار کا شفیع ہی اور اُسنے گہرگاہ اُسکو خبر پہونچی اپنا شفعہ دار مذکور بشرائط طلب شفعہ طلب کیا اور قاضی سے درخواست کی کہ مجھے میرا حصہ اس دار مین سے بعوض اُسقدر کے حصہ ثمن کے جو اتنا ہوتا ہی بسبب میرے شفعہ مذکورہ کے دلایا جاوے پس قاضی نے بائع اور شفیع اول پر لازم کیا کہ اس ثمن کو وصول کرین اور اس دار مین سے اسکا حصہ اسکے سپرد کرین پس دونون نے حکم کی تعمیل کی پس فلان یعنے شفیع دوم نے یہ ثمن ادا کرنے کے بعد دار مین سے اسقدر پر قبضہ کیا اور تحریر کو بدستور تمام کرے۔ کذا فی المحیط۔

فصل دوازدہم — تحریر اجارات ومزارعات کے بیان مین۔ اجارات مین سے ایک قسم بنام اجارہ طویلہ ہی اہل بخارا ہی اُسکی صورت تحریر یہ ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان مخزومی نے اُسکا حلیہ ومعروفیت وسکن

بیان کردے تمام حویلی مذکورہ ذیل مشتمل دار و دوبیت کو اسمین رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا اور اُسمین دو چھتین ہین - اور اس کرایہ پر دینے والے نے بیان کیا کہ یہ سب اُسکی ملک وحق و اُسکے قبضہ مین ہی اور یہ سب شہر فلان محلہ فلان کوچہ فلان پیش مسجد فلان واقع ہی محدود بحدود اربعہ جسکی ایک حد ملازق حویلی فلان دوم وسوم چہارم اُسکی طرف جانے و داخل ہونے کے راستہ سے ملازق ہی پس یہ حویلی مذکور معہ اپنے سب حدود و حقوق کے اور معہ سب مرافق کے جو اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت ہین زمین و عمارت وسفل و علو اور معہ ہر حق کے جو اُسکے لیے ثابت اُسمین داخل اور اُس سے خارج ہی واسطے کتابت برس پے در پے کے سوائے دس روز آخر ہر سال واحد کے تیس سال مین سے از ابتداے روز دوم تاریخ تحریر ہذا سے بعوض اجرت اسقدر دینار کے اس شرط سے کہ اجارہ کی ابتدا سے تیس سال پے در پے مین سے ہر سال کے سوائے دس روز منہا شدہ کی اجرت ان دینارون مین سے ایک دینار مین سے باقدر ایک جو کے ہو اور اس اجرت مذکورہ مین سے باقی اجرت بمقابلہ سال اخیر کے جو اس مدت کا متمم ہی ہو بدین شرط کہ دونون مین سے ہر واحد کو استحقاق فسخ بقیۂ عقد اجارہ مذکورہ ان ایام مستثنی شدہ مین حاصل ہی دونون مین سے جو چاہے فسخ کرے بدین قرار داد مذکور باستیجار صحیح اجارہ لی - اور اجارہ دہندہ مذکور نے تمام وہ چیز جسکا اجارہ اسمین مذکور ہوا ہی معہ اُسکے حدود و حقوق و مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہر بعوض اس اجرت مذکورہ کے باجارہ صحیحہ بہر وجہ خالی از معانی مبطلہ و وجوہ مفسدہ کے اجارہ پر دی بدین شرط کہ یہ مستاجر اسمین خرد رہے اور اپنا اسباب و متاع رکھے اور جسکو چاہے اسمین بسا دے اور جسکو چاہے اجارہ پر دے اور جسکو چاہے عاریت دے - اور اس مستاجر نے خود اس تمام حویلی مذکور محدود پر بقبضہ صحیحہ اس اجارہ دہندہ کے سب اُسکے بتسلیم صحیح فارغ سپرد کرنے سے قبضہ کر لیا اور اس اجارہ دہندہ نے اس مستاجر سے تمام اجرت مذکورہ بقبض صحیح بطور تعجیل اس مستاجر کے بوجہ تعجیل و پیشگی یہ سب اُسکے سپرد کرنے سے تمام و کمال وصول کر لی اور اس اجارہ دہندہ نے اس مستاجر کے واسطے تمام اُس چیز کی درک کی جسکا اجارہ اس تحریر مین ثابت ہوا ہی بضمانت صحیحہ ضمانت کر لی اور دونون بحالت نفوذ اپنے سب تصرفات کے بطوع خود ایسا کر کے اس سب کا اقرار کر کے اور اپنے اوپر اس سب کے گواہ کر کے ایسے حال پر دونون متفرق ہو گئے اور یہ سب فلان تاریخ مین واقع ہوا اور یہ تحریر جو ہمنے اجارہ طویلہ مین تحریر کر دی ہی اسی پر اسکے نظائر کو قیاس کرنا چاہیے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور متاخرین نے تحریر اجارہ مین یہ نسخہ اختیار کیا ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان مخزومی نے فلان بن فلان مخزومی سے تمام دار مشتملہ بر بیوت مملوکہ و مقبوضہ اُسکا واقع موقع فلان جسکے حدود و چنین و چنان ہین معہ اُسکے سب حدود و حقوق زمین و عمارت و سفل و علو کے و معہ سب مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین اور معہ اُسکے ہر حق کے جو اُسمین داخل اور اُس سے خارج ہی اور معہ ہر قلیل و کثیر کے جو اُسکے حقوق سے ہی ایک سال کامل قمری بارہ مہینے پے در پے کے واسطے جسکی ابتدا غرۂ ماہ فلان سنہ فلان و انتہا آخر ماہ فلان سنہ فلان ہی بعوض اسقدر درمون کے جسکے نصف اسقدر ہوتے ہین اور اس اجرت مین سے ماہواری اسقدر درم اجرت ہوتی ہی باجارۂ صحیحہ نافذہ جائزہ قطعیہ خالی از شرط مفسدہ و معانی مبطلہ اجارہ پر لیا اور یہ اجرت مذکورہ تمام اُس چیز کی جسپر عقد اجارہ جسمین واقع ہوا ہی اُسدن اسکی اجرت مثل ہی جسمین نہ کمی ہی اور نہ بیشی ہی بدین شرط اجارہ لیا کہ تمام اُس چیز مین جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہی اس تمام مدت مذکورہ مین خود ستا جو سکونت رکھے اور جسکو چاہے جسطرح چاہے جو چاہے اسمین رکھے

فصل اس شخص کے بیان مین جو اجارہ لیتا ہی

اس اجارہ کا حکم

اجارہ جائز ہوتا ہی کہ یہ

دار فلان کی ملک

اجارہ

اس اجارہ کا حکم

اجارہ جائز ہوتا ہی کہ یہ

معروف اسکے منافع کے طریقون سے اس سے نفع حاصل کرے۔ پھر اسکے بعد اگر مستاجر نے اجرت دیدی ہو تو لکھے کہ و بدین قرار داد کہ اس مستاجر نے یہ تمام اجرت مذکورہ جو تمام مدت مذکورہ کے واسطے ہی پیشگی دیدی۔ اور اس اجارہ دہندہ نے اس سب کو پیشگی اُس سے وصول کر لیا اور یہ مستاجر اس تمام اجرت مذکورہ سے جو اس تمام مدت مذکورہ کے واسطے ٹھہری ہی اس موجر کو دیکر اُسکے قبضہ کرنے سے بہریت قبض واستیفا بری ہو گیا اور اگر مستاجر نے اجرت ادا نہ کی ہو تو بدین قرار داد کہ یہ مستاجر اس تمام اجرت مذکورہ کو اس تمام مدت مذکورہ گذر جانے پر اس موجر کو ادا کرے یا لکھے کہ بدین شرط کہ اس اجرت مین سے اس مدت کے ہر مہینہ کے حصہ مین جسقدر اجرت پڑتی ہی اُسقدر ہر مہینہ گذرنے پر ماہ بماہ ادا کیا کرے۔ اور اس مستاجر نے اس موجر سے تمام وہ چیز جسپر عقد اجارہ جسطرح بشرائط خود واقع ہوا ہی تمام اس موجر کے اُسکو ہر مانع ومنازع سے خالی سپرد کرنے سے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اس اجارہ کے صحیح وتمام ہو جانے کے بعد اور اس مستاجر کے اس اقرار کے بعد کہ اُسنے یہ سب دیکھ بھال لیا ہی اور اس سے راضی ہو گیا ہی اور دونون کے اپنے اوپر اس سب معاملہ کے گواہ کرنے کے بعد دونون مجلس عقد سے بتفرق ابدان وانقول جدا ہو گئے اور تحریر کو بدستور ختم کر دے۔ اور شیخ امام نجم الدین نسفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس صورت مین اُجرت وصول نہین ہوئی ہی موجر کی طرف سے ضمانت درک تحریر نہ کرے اور جس صورت مین بطور تعجیل اجرت وصول کی گئی ہی ضمانت درک تحریر کرے اور اگر تھوڑی اجرت پیشگی وصول کی گئی ہو تو بقدر وصول شدہ کی ضمانت درک تحریر کرے اور اصل اجرت کی ضمانت مثل دوسرے قرضون کے ہوتی ہی پس جسطرح دوسرے قرضون مین لکھتا ہی اُسی طرح اسمین بھی تحریر کرے۔ اور بعضے مشائخ سمرقند نے اس صورت مین لفظ قبالہ لکھنا اختیار کیا بنظر بر کہ یہ وہ قبالہ ہی کہ فلان نے بقبول صحیح قبول کیا اور اس مقبل نے قبضہ کیا اور اس مستقبل نے سپرد کیا اور دونون اس مجلس قبالہ سے متفرق ہوئے اور اگر دوکان یا زمین یا حمام یا پن چکی یا بیل وانٹ چکی یا اور کوئی محدود اجارہ پر لے تو اسمین بھی صورت تحریر یہی ہی لیکن حدود وحقوق لکھنے کے وقت اُس چیز کی جو خاص مرافق ہون اُنکو تحریر کرے جیسا کہ تحریر خرید مین ہنے ہر ایک کے مرافق مخصوصہ بیان کر دیے ہین واللہ تعالے اعلم کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر چہار دیواری کا باغ انگور اجارہ لیا تو چاہیے کہ اصل کرم یعنے باغ احاطہ دار کا اجارہ تحریر کیا جاوے درختون وقضبان وتاک ہاے انگور کا اجارہ تحریر نکیا جاوے اسواسطے کہ انکا خاصۃً اجارہ لینا باطل ہی اور اسی طرح زمین کے اندر جو کھیتی ہی اسمین بھی یہی حکم ہی پس یون لکھے کہ فلان بن فلان نے اصل زمین جو احاطہ دار باغ انگور ہی بشرطیکہ اس باغ کا احاطہ ہو یا اتنی جریب زمین فلان اجارہ لی کہ جسکی نسبت موجر نے بیان کیا کہ یہ میری ملک وحق اور میری مقبوضہ ہی اور وہ فلان گانون کی زمین جو دیہات شہر ضلع بخارا پرگنہ وزایا پرگنہ قرعدریا پرگنہ سامحن ماذون مین سے ایک گانون ہی پھر اُسکے حدود جیسے ہون بیان کر دے پھر لکھے کہ یہ اراضی باغ یا کھیت معہ اپنے حدود وحقوق ومرافق کے جو اُسکے واسطے ثابت ہین اجارہ لیا بعد ازانکہ اس موجر نے اس مستاجر کے ہاتھ تمام وہ چیز جو اس باغ انگور چہار دیواری دار مین ہی از قسم درختان وقضبان ودرختان انگور وپودون کے یا جو اس زمین مین کھیتی ودرختان خربزہ ودرختان کپاس ہین معہ سب کی جڑون وعروق کے بعوض ثمن معلوم کے جو اسقدر ہی بیع صحیح فروخت کیا اور اس مستاجر نے اُس سے اس سب کو بعوض اس ثمن مذکور کے بخرید صحیح خرید کیا اور دونون نے باہمی قبضہ صحیحہ کر لیا پھر اُس سے تمام وہ چیز جسکا اجارہ اسمین ثابت ہی اکتیس برس پے درپے کے واسطے سوائے تین روز کے

آخر ہر سال واحد سے اجارہ لیا آخر تک بدستور مذکور تحریر کرے اور اگر اجارہ ایسے وقت مین ہو جبکہ درختون پر پھل اور انگور کے درختون مین انگور لگے ہون تو تمام درختان و درختان انگور روپو دون کے لکھنے کے بعد یہ بھی زیادہ کرے کہ اور معہ تمام اُن پھلون کے جو اُن درختون پر موجود ہین - اسواسطے کہ درختون کے پھل بدون ذکر کے بیع مین داخل نہین ہوتے ہین اور اگر اس باغ مین بید کے درخت ہون تو لکھے کہ اور معہ تمام درختان بید کے جو اس باغ مین ہین اسواسطے کہ بید کے درخت کی پالو بمنزلہ پھل کے ہر کہ بدون ذکر کے بیع مین داخل نہین ہوتی ہی اور یہی قول صحیح تر ہی - اور اس قسم کا اجارہ ایک مسئلہ سے استخراج کیا گیا ہی جسکو امام محمد رح نے ذکر کیا ہی اور وہ یہ ہی کہ اگر ایک شخص نے دو شخصون سے ایک دار دس برس کے واسطے اجارہ پر لیا اور اُسکو خوف ہوا کہ یہ دونون بیچ مین مجکو اس مکان سے شاید اُٹھا دین پس اُسنے مضبوطی چاہی تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ دار مذکور کو تمام مدت کی اولیں کے ہر ایک مہینہ کے واسطے ایک درم کے عوض اجارہ لے اور ماہ اخیر کو بعوض باقی سب اجرت کے کرایہ لے تو اس حالت مین جبکہ بہت اجرت بمقابلہ اخیر مہینہ کے ہوگی تو دونون اُسکو مکان سے باہر نہ کرینگے - اور منقول ہی کہ ابتدا مین لوگ بیع المعاملۃ لکھا کرتے تھے پس جب فقیہ محمد بن ابراہیم میدانی رح کا زمانہ آیا تو اُنھون نے اسکو مکروہ جانا کہ اسمین ربوٰ کا شبہہ ہی اور اس قسم کا اجارہ ایجاد کیا تاکہ لوگون کو اپنے مال سے نفع حاصل ہو اور اُنکو منفعت زمین و دار اسطرح حاصل ہو کہ مال مقصود مین سے کچھ ضائع ہونے کا بھی خوف نہ رہے پس نقیہ موصوف رح نے سالہاے اول کے مقابلہ مین بہت قلیل اجرت رکھی اور باقی اجرت بمقابلہ سال اخیر کے رکھی اور ہر سال سے تین روز اخیر مستثنے کر دیے اور دونون مین سے ہر ایک کے واسطے اُن ایام مین فسخ کا اختیار شرط کر دیا اور یہ اختیار اسواسطے ثابت کر دیا تاکہ وہ فسخ کر سکے اور جب اُسکو اپنے مال کی حاجت پڑے تو وصول کر سکے اور تین ہی روز کا اختیار اسواسطے شرط کر کے مستثنے کیا کہ عقد مین تین روز سے زیادہ خیار نہو جو موجب فساد عقد ہی امام اعظم رح کے نزدیک اور تاکہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے قول کے موافق صحت فسخ کے واسطے دوسرے کا حضور شرط نہ رہے لیکن غیر ایام عقد مین خیار کی شرط کی ہی اور مقدار مدت کے اکتیس (۳۱) سال اسواسطے مقرر کیے ہین کہ غالباً ہر سہ ماہی کے آخر سے تین روز مستثنے کرتے ہین اگرچہ ہمنے اس تحریر مین ہر سال کے آخر سے تین روز مستثنے کیے ہین پس تمام ایام مستثنے شدہ اس تمام مدت مین تین سو ساٹھ (۳۶۰) روز ہوے اور یہ ایکسال ہی پس عقد اجارہ تیس (۳۰) سال کے واسطے باقی رہا اور مقدار مدت اجارہ تیس (۳۰) سال مقرر کی اور اس سے زیادہ نہ کیا اسواسطے کہ شرع مین تیس (۳۰) سال آدھی عمر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی عمرین ساٹھ (۶۰) سے ستر (۷۰) کے درمیان ہین اور نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنون کی توجہ ساٹھ (۶۰) سے ستر (۷۰) کے درمیان ہوتی ہی پس ان مشائخ نے نصف عمر سے زیادہ کرنا مکروہ جانا اسواسطے کہ اس سے زیادہ اکثر عمر ہوگی اور اکثر در حکم کل کے ہی حتے کہ اکثر رکعت کا ملجانا بمنزلہ کل نماز پالینے کے ہی اور ایسی حالت مین ہمیشگی کا شبہہ ہوتا ہی کہ دائمی اجارہ ہی حالانکہ اجارہ کے واسطے مقدار مدت موقت ہونا شرط ہی پھر اس اجارہ کے جائز ہونے کے قول مین فقیہ محمد بن ابراہیم رح کے ساتھ فقیہ ابوبکر محمد بن الفضل نے اتفاق کیا اور نیز انکے پیچھے جو ائمہ بخارا ہوے ہین اُنھون نے اتفاق کیا اور آج جو لوگ ائمہ فتوے موجود ہین اسی پر فتوے دیتے ہین کہ ایسا اجارہ جائز ہی اور ہمارے زہاد مشائخ مثل شیخ ابوبکر بن حامد اور شیخ ابوحفص سغدی وری

وغیرہ اس اجارہ کو جائز نہین فرماتے ہین اور فرماتے ہین کہ اسمین شبہہ رہتا ہی اور ہمنے اس کتاب کی کتاب الاجارات مین فساد کی وجہین بیان کردی ہین اور امام استاذ شیخ ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ ہمنے اسکی صحت کی وجہین اور شبہہ رہنا دور ہونے کے وجوہ بیان کردیے ہین اور اگر اس طریق پر اجارہ جائز نہ کہا جاوے تو لوگون کا کاروبار بند ہو غیر کے مال کے اپنی حاجات دفعہ کرنے کا مسدود ہوجائیگا اسواسطے کہ ایسا شخص جو غیر کو مال کثیر قرض دے بدون طمع کچھ نفع مالی حاصل ہونے کے بہت نادر ہوا اور ایسے نادر سے حاجات دفع نہین ہوسکتے ہین اور مصلحتون کا انتظام نہین ہوسکتا ہی پس اس اجارہ کے جائز ہونے کے قول مین جانبین کے واسطے بہبودی و انصاف کی نظر ہی اور اسی نظر سے حمام مین باجرت داخل ہونا جائز کیا گیا ہی اگرچہ اجرت مجہول اور جسقدر پانی بہاویگا اسکی مقدار مجہول اور جہان بیٹھیگا وہ جگہ مجہول اور جتنی دیر تک ٹھہریگا اسکی مدت مجہول ہوتی ہی۔ پھر جن مشائخ نے اس اجارہ کو جائز کہا ہی انھون نے ایک صورت مین اختلاف کیا ہی اور وہ یہ ہی کہ اگر ہر دو متعاقدین مین سے ایک کا سن اسقدر ہو کہ غالبًا وہ تیس سال تک زندہ نہ رہیگا تو ایسی صورت مین یہ اجارہ جائز ہوگا یا نہین سو بعض نے فرمایا کہ جائز نہوگا اور انھین مشائخ مین سے قاضی امام ابو عاصم عامری ہین اور بعضون نے اسکو جائز رکھا ہی اسواسطے کہ متعاقدین کے کلام کے صیغہ کا اعتبار ہوتا ہی اور صیغہ مقتضی تاقیت ہی پس اجارہ صحیح ہوگا اور اسکی نظیر یہ ہو کہ اگر کسی عورت سے سو برس کے واسطے نکاح کیا تو یہ متعہ ہوگا اور نکاح صحیح نہوگا اور یہی اصحاب سے ظاہر الروایات مین یہی حکم مذکور ہی اگرچہ دونون غالبًا اس مدت تک زندہ نہ رہینگے لیکن چونکہ الفاظ کلام کا اعتبار ہی اسواسطے سو برس کا ذکر کرنا مبطل نکاح ہوا یہ ظہیریہ مین ہی ۔ اور اگر نصف شائع غیر مقسوم اجارہ لیا تو لکھے کہ فلان نجاری نے فلان سمرقندی سے تمام وہ چیز جسکو اسنے اپنی ملک و حق بیان کیا ہی منجملہ اس تمام چیز کے جسکے حدود و وصف ذیل مین بیان کیے گئے ہین اور وہ دو سہام مین سے ایک سہم مشاع تمام دار مشترکہ کا ہی جو ان دونون متعاقدین کے درمیان نصفا نصفا مشترک ہی اور یہ دار ہی جو فلان موقع پر واقع ہی اور تحریر کو بدستور ختم کرے۔ پس اگر شریک کے سوائے دوسرے کو نصف مشاع اجارہ دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی پس اگر بالاجماع جائز ہوجانا چاہا تو لکھے کہ اس سے سہم واحد منجملہ دو سہام تمام دار محدودہ ذیل سے اجارہ لیا جسکو اسنے بیان کیا کہ یہ سب میری ملک و حق و میرے قبضہ مین ہی اور یہ دار وہ ہی جو فلان مقام پر واقع ہی آخر تک بدستور لکھکر آخر مین حکم قاضی لاحق کردے کہ ہر دو عاقدین کے درمیان خصومت صحیحہ سامنے تائی فلان کے جاری ہوئی جسنے اس خصومت پر اس اجارہ کے صحیح ہونے کا حکم دیدیا کذا فی الذخیرہ اور وجہ دیگر یہ ہی کہ عقد اجارہ پورے دار پر دو چند مال اجارہ کے عوض قرار دے پھر نصف کا اجارہ بعوض نصف اجرت کے فسخ کردے پس نصف کا اجارہ بعوض اسقدر مال کے جسپر دونون نے اتفاق کیا ہی باقی رہیگا پس یہ شیوع بعد وقوع عقد کے طاری ہوگا جس سے عقد فاسد نہین ہوتا ہی اور اسمین حکم قاضی کی بھی ضرورت نہوگی۔ اور اگر حامیون کی سرکار کرایہ پر لی تو مدت اجارہ اکتیس سال سے کم لکھے اسواسطے کہ حامیون کی سرکار تیس سال تک بحال خود نہین رہتی ہی پس اسقدر مدت لکھے جو رائے صواب مین آوے پس عربی یا فارسی مین جسطرح ہمنے بیان کیا کرایہ نامہ تحریر کرے پھر اسکے بعد لکھے کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے تمام یہ سرکار رسعہ ادوات و آلات کے جنکا ذکر اس تحریر عربی یا فارسی مین اوپر گذر چکا ہی پے در پے پانچ برس کے لیے سوائے تین روز اول کے متواتر چار برسون کے

ہرششماہی کے اجارہ پر لی جسکا اول روز اس تاریخ تحریر سے دوسرے روز سے ہی بعوض اسقدر دینار کے اور دینارون کا وصف جسطرح ہمنے تبلایا ہی تحریر کردے بدین شرط کہ اسکے چار سال متواتر سوائے اُن ایام کے جو اسکے ہرششماہی کے آخر سے مستثنی کرکے ہوتے ہین اور بدون سال اخیر کے ہر سال یا ہرششماہی بعوض ایک دینار کے ایک جو سونے کے ہوا ور سال اخیر جو اس مدت باقیمتہ ہی بعوض باقی اجرت مذکورہ کے ہوا ور تحریر کو بدستور سابق تمام کردے اور اگر مال اجارہ کا کوئی ضمان ہو تو تحریر اجارہ تمام ہونے کے بعد لکھے کہ فلان بن فلان فلانے نے جسکا حلیہ ونشانت ومسکن لکھدے اس موجر کی طرف سے اس مستاجر مذکور کے واسطے اس مال اجارہ کی درصورت عدم تروج کے اجارہ فسخ ہونے کی ضمانت صحیحہ کرلی اور یہ مستاجر اسپر راضی ہوا اور مجلس ضمان مین اُسکی ضمانت کی اجازت صحیحہ دیدی پھر تحریر کو آخر تک تمام کردے اور اگر موجر کو کوئی شخص ضمانت کرنے والا نہ ملا اور مستاجر نے اُس سے درخواست کی کہ مجھکو یا کسی دوسرے کو اس امر کا وکیل کردے کہ درصورت فسخ اجارہ کے اگر موجر مال اجارہ ادا نکرے تو وہ وکیل ہو کہ اس سرکار کو بالتفاق اہل البصر کسی قدر ثمن پر فروخت کرکے اُسکے ثمن سے باقی مال اجارہ ادا کردے تو تحریر مین اسطرح لکھے کہ پھر اس موجر مذکور نے فلان بن فلان فلانے کو وکیل کیا اور اپنے قایم مقام اس بات مین کیا کہ درصورتیکہ اس موجر مذکور و اس مستاجر کے درمیان یہ اجارہ فسخ ہوجاوے بسبب تنگدستی وغیرہ کے تو اس سرکار کو کسی خریدار کے ہاتھ بعوض اسقدر ثمن کے جسپر دو آدمی اہل البصارت متفق ہون فروخت کردے اور مشتری سے یعنی ثمن تمام نمذکور وصول کرلے اور معقود علیہ اُسکے سپرد کردے اور مشتری کے واسطے اس موجر کی طرف سے ضمان درک کا ضامن ہوا اور بعد فسخ اجارہ کے بسبب قدر مال اجارہ مذکور مین سے اس مستاجر کے واسطے واجب ہو وہ اس مستاجر کو دیدے اس سب کا بتوکیل صحیح اسکو وکیل کیا بدرخواست اس مستاجر کے اور وکیل کو وکالت ثانیہ لازمہ کیا بدین شرط کہ جب کبھی اس وکیل کو یہ موجر اس وکالت سے معزول کرے تو وہ جدید طور پر اس سب کا وکیل ہو جیسا کہ پہلے تھا اور اس وکیل نے مجلس وکالت مین اُسکی طرف سے اس وکالت کو بہ قبول صحیح بخطاب قبول کیا پھر تحریر کو آخر تک ختم کردے اور اگر مستاجر نے اُس سے یہ بھی اجازت چاہی کہ بوقت ضرورت اس حمام خانہ کی اپنے مال سے تعمیر کرے بدین شرط کہ اس موجر کے مال سے اسکو واپس کرے تو لکھے کہ اس موجر نے اس مستاجر کو اجازت دی کہ اسکے بعد اس حمام خانہ مین جس چیز کی عمارت کی ضرورت ہو کوئی عمارت ہو اپنے مال سے بدون اسراف وتبذیر کے بحضوری دو آدمیون۔ کے اُسکے پڑوسیون سے صرف کرے بدینکہ یہ مال جو اُسنے اُسکی عمارت مین صرف کیا ہی اس موجر کے مال سے واپس لے یہ اجازت یا اجازت صحیحہ دیدی یا اُسکی جنایت ومؤنت دیوانی اگر واقع ہو تو پادگان سلطانی کو اپنے مال سے بدین شرط دیدے کہ اسکے مثل اس موجر کے مال سے واپس لے اس سب کی اجازت صحیحہ بدین شرط دیدی سکہ جب کبھی موجر اسکو اس اجازت سے معزول کرے تو وہ یہ اجازت جدید اُسکی طرف سے اُسکا اجازت یافتہ جیسا تھا ویسا ہی ہوجائیگا اور اُسنے اُسکی طرف سے یہ اجازت بقبول صحیحہ قبول کرلی اور اگر اجارہ پر اجارہ واقع ہو تو پہلے کرایہ نامہ کی پشت پر لکھے کہ فلان بن فلان یعنی مستاجر نے جسکا نام ونسب اس تحریر کی باطن مین مذکور ہی درحالت اپنے جواز اقرار کے بطوع خود اقرار کیا کہ اسنے استیجاب مذکور پر جو اسکے باطن مین مذکور ہی یہ چیز خود اجارہ پر دی کہ یہ چیز معہ اپنے حدود وحقوق ومرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین اُس تاریخ سے تا انتہاے مدت اجارہ اول جو باطن مین مذکور ہی سوائے ان ایام کے جو اسکے باطن مین مستثنے کیے گئے ہین

بعوض استقدر دینار کے اُنکا وصف بسطرح ہمنے بیان کیا ہی ذکر کردے بدین شرط اجارہ پر دی - کہ سوائے سال اخیر کے باقی سالہاے مذکورہ علاوہ ایام مستثنی شدہ کے ہر ایکسال اجرت مذکورہ مین سے ایک دینار رکہ ایک ایک جو وزن) کے عوض اور سال اخیر جو اس مدت مذکورہ کا تمتہ ہی بعوض باقی اجرت کے ہو باجارہ صحیحہ دی اور اس فلان نے اسکو اس سے مع سب حدود و حقوق و مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین بعوض اجرت مذکورہ کے بر شرائط مذکورہ پاسلیجا۔ صحیح اجارہ لی - اور باہمی تسلیم و قبضہ ان دونون کے درمیان جو اس اجارہ مین ثبت ہوا ہی موافق شرع کے ہوگیا اور موجر نے یہ تمام اجرت بھرپور بقبض صحیح وصول کرلی اور ہر ایک نے اُن دونون متعاقدین مین سے دوسرے کو اختیار بطور صحیح دیا کہ ان ایام مستثنی شدہ مین جو باطن مین مذکور ہین باقی مدت کا اجارہ جب چاہے فسخ کردے پھر آخر تک تحریر کو تمام کرے یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر کسی شخص کے نفس کو اجارہ لیا تو لکھے کہ فلان مخزوی نے فلان ترکی کے نفس کو سال کامل کے واسطے از ابتداے غرہ ماہ فلان تا انتہاے ماہ فلان بہ عوض اسقدر اجرت کے اس شرط پر اجارہ لیا کہ یہ ستاجر اسکو اس مدت مین ہر کام مین جو اسکو پیش آوے جس کام مین چاہے لگادے اسکو اسکے حکم سے انکار نہ ہوگا اور اس اجیر نے بحکم اس عقد کے اپنے تئین اُسکے سپرد کیا جس کام مین چاہے لگادے اور جس مہینہ مین کام لیگا اس مہینہ کی مزدوری اسکو وہ مہینہ گذرنے پر دیگا - اور اگر کسی خاص قسم کے کام و حرفہ کے واسطے اجیر مقرر کیا ہو تو لکھے کہ اسکو ہر قسم کے کپڑے سینے کے کام کے واسطے اور تمام جو سینے کا کام ہوتا ہی جسطرح اُسکی راے مین آوے پسند کرے سینے کے واسطے مزدور مقرر کیا - یا اس کام کے واسطے مزدور مقرر کیا کہ اسکے واسطے کنوان کھودے اور اُسکی جگہ و چوڑائی و عمق بیان کردے کہ گز وغیرہ کے حساب سے اسقدر ہو - یا اپنے اتنے معین اونٹون کے چرانے کے واسطے اونٹون کی صفت و تفصیل بیان کردے اگر باہم مختلف ہون اتنی مدت کے واسطے بدین شرط اجیر کیا کہ انکو چراوے و حفاظت کرے اور انکو پانی پلاوے اور تالاب پر لیجاوے اور انکو اُنکے رہنے کی جگہ کرجاوے اور اُنمین سے خارشتون کی دوا کرے اور دودھ والی انٹنیون کا دودھ دوہے جسوقت ایسی انٹنیان دوہی جاتی ہون اور بچہ دینے کے اُسکے متعلقون کو مہیا کردے اور انکی اور بچون کی حاجات ضروری مین غور و پرداخت کرے اور جو گم ہوجاوے اُسکو تلاش کرے بعوض اتنے درمون کے آخر تک بدستور سابق تمام کرے اور اجرت پیشگی یا میعاد جسطرح ٹھہری ہو بیان کردے اور اگر اونٹ غیر معین ہون تو اسکو بیان کردے اور در صورت غیر معین ہونے کے یہ شخص اجیر خاص ہوگا۔ پس اُسکو یہ اختیار نہ رہیگا کہ کسی دوسرے کی بھی اجیر گرفتی لیکے چرواہا ہونا قبول کرے اور جو ان اونٹون مین سے ضائع ہو بالاجماع یہ اُسکا ضامن نہوگا اور در صورت اونٹون کے معین ہونے کے وہ اجیر مشترک ہوگا اور اسکو اختیار رہوگا کہ دوسرے شخص کے گلہ چرانے کے واسطے بھی اپنے تئین اجارہ پر دے اور ان اونٹون مین سے جو ضائع ہوجاوے امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا ضامن نہوگا اور صاحبین رح نے اسمین اختلاف کیا ہی۔ اور اگر اسواسطے مزدور کیا کہ مثلاً سمرقند سے بخارا کو خط لیجاوے اور فلان کو دیکر اُس سے جواب لیکر ستاجر کے پاس لاوے تو لکھے کہ فلان نے فلان کو اپنے تئین اسواسطے اجارہ پر دیا کہ اُسکا خط جو اُسنے فلان کے نام لکھا ہی فلان شہر مین فلان مقام سے لیجاوے اور وہان سے اُسکا جواب اس کاتب کے پاس لاوے بعوض اتنے درمون کے باجارہ صحیحہ اجارہ دیا اور اس اجیر نے اس ستاجر سے تمام اجرت مذکورہ پیشگی بقبضہ صحیحہ

وصول کرلی اور اس سے یہ خط بجانب اس مکتوب الیہ کے جانب کورہ بخارا سے کورہ سمرقند کو لیجا کر اس مستاجر کو جواب لا دینے کے واسطے اپنے قبضہ مین لے لیا اور تحریر کو تمام کرے اور اگر غلام کو خدمت کے واسطے اجارہ پر لیا تو لکھے کہ فلان نے فلان سے اُسکا غلام ہندی مسمی کلو جسکو اس شخص نے بیان کیا کہ یہ میرا مملوک ورقیق اور میرے قبضہ مین ہی اور وہ کشیدہ قامت جوان اُسکا سب حلیہ بیان کردے ایک سال کامل از ابتدائے تاریخ ماہ فلان تا انتہائے ماہ فلان بعوض اسقدر درہون کے باجارہ صحیحہ اس شرط سے اجارہ لیا کہ اس مدت مین جو خدمت اُسکی راسے مین آوے اور مستاجر کو وہ حلال ہو اور اُسکو یہ مملوک اُٹھا سکے ہر طرح کی خدمتون سے اس مستاجر کی خدمت کرے اور جسکی خدمت کے واسطے چاہے اسکو اجارہ پر دیدے اور جسکی اس سے خدمت کراوے اور اُسکی راسے مین آوے تو اُسکو ساتھ فرمین لیجاوے اور اسمین اپنی راسے پر عمل کرے اور اگر اسکے سوائے کوئی خاص خدمت ہو تو اسکو بیان کردے پھر اجرت کا میعادی یا معجل ہونا بیان کردے اور عقود علیہ کا دیکھ بھال لینا ذکر کردے اور تحریر کو تمام کرے۔ اور مستاجر کو بدون شرط کر لینے کے اُسکو سفر مین لیجانے کا اختیار نہو گا اور جن خدمات کا ایسی تحریر مین وہ غلام سے مطالبہ کر سکتا ہو وہ ترکے سے بعد عشا تک اپنی خدمت اور اپنے عیال کی خدمت اور اپنے مہمانون کی خدمت ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر خدمت و اعمال وصناعات سب کے واسطے ہو تو اسکو بیان کردے پھر اجرت کا میعادی یا پیشگی ہونا و مقدار وقت و دیکھ بھال لینا بیان کردے۔ اور دوسرے مقام پر ذکر فرمایا کہ صغیر یا وقف کا مال محدود اسقدر مدت طویل کے واسطے اجارہ دینا نہین جائز ہی اور بقاطعہ پر دینا جائز ہی اُسکی تحریر اسطرح ہو کہ یہ وہ ہو کہ فلان نے بسبیل مقاطعہ فلان سے جو فلان صغیر کے درستی کار کے واسطے قیم ہو اور ثابت القوامۃ ہی اجارہ لیا اور اس قیم مذکور نے اس مستاجر کے ہاتھ بحکم اس ولایت قوامت مذکورہ کے بعوض اسقدر اجرت کے جو آج کے روز اس معقود علیہ کی اجرت مثل ہی جسمین کمی ہی اور نہ بیشگی ہی اجارہ پر دیا اور محدود مذکور کے حدود بیان کردے اور تحریر کو بدستور تمام کردے بظہیریہ مین ہی۔ اور اگر صغیر کو اُسکے باپ سے اجارہ پر لیا تو لکھے کہ اُس سے اُسکا نابالغ بیٹا مسمی فلان اس کام کے واسطے اتنی مدت کے واسطے اسقدر درہون پر باجارہ صحیحہ اس شرط سے اجارہ لیا کہ اس مستاجر کے واسطے یہ صغیر مذکور یہ کام مذکور اس تمام مدت مذکورہ مین انجام دے اور ہر مہینہ کی اجرت اُس مہینہ کے گذرنے پر ادا کریگا اور باپ نے اس صغیر کو بولایت پدری اس مستاجر کے سپرد کیا اور اس مستاجر نے اُس سے لیکر قبضہ کیا پھر دونون متفرق ہو گئے اور تحریر کو تمام کرے۔ اور اگر صغیر کو اُسکے کسی ذی رحم محرم سے اجارہ لیا تو جائز ہی اور اسمین اختلاف ہی پس اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے جیسا کہ ہمنے کئی بار بیان کر دیا ہی۔ اور اگر اجیر کو بعوض کھانے و کپڑے کے اجارہ لیا تو لکھے کہ فلان نے اپنے نفس کو فلان کے ہاتھ سال یا دو سال کے واسطے اس شرط سے اجارہ دیا کہ اُسکے واسطے ایسا کام اور جو کام اُسکی راسے مین آوے بقدر اپنی طاقت کے جسکا یہ مستاجر اُسکو حکم کرے کیا کرے بدین شرط کہ اُسکی ماہواری اجرت اسقدر درہم ہون اور اس اجیر نے اس مستاجر کو اجازت دیدی کہ اسکو جو میرے واسطے لازم ہوا کرے میرے کھانے و کپڑے و باقی حوائج ضروریہ مین صرف کیا کرے سو باجازت صحیحہ اجازت دیدی بدین شرط کہ جب کبھی اُسکو اس اجازت سے ممانعت کرے تو مستاجر مذکور اُسکی طرف سے باجازت جدید اس سب کا اجازت یافتہ ہو جائیگا اور اپنے نفس کو بتسلیم صحیح اس مستاجر کے سپرد کیا۔ اور اگر دائی کو اجارہ لیا تو لکھے کہ یہ تحریر اس مضمون کی ہی کہ فلان بن فلان نے فلانہ بنت فلان سے اُسکے نفس کو پے در پے دو سال کے واسطے از ابتدائے ماہ فلان سنہ فلان تا انتہائے ماہ فلان سنہ فلان اس شرط پر کہ

اس مستاجر کے فرزند مسمی فلان کو اُسکے گھر مین دودھ پلاوے اسطرح کہ دائی گیری کے کام مین کوئی قصور وکوتاہی نہ کرے بعوض اسقدر درمون کے جسمین سے ماہواری اسقدر درم ہوے باجارہ صحیحہ اجارہ لیا اور اس فلانہ بنت فلان نے اُسکی طرف سے یہ عقد اسی مجلس عقد مین بالمواجہہ قبول کیا اور اُسنے اس لڑکے کو معائنہ کرلیا اور پہچان لیا اور اپنے تئین اس مستاجر کے سپرد کیا کہ اس سب مدت مین رضاعت کریگی اور بچہ کی پرورش کریگی اور مستاجر مذکور اُسکو اُسکی پوری اجرت مدت تمام ہوجانے پر دیگا یا لکھے کہ ہر مہینہ کے تمام ہونے پر اُسکا حصہ دیدیگا یا لکھے کہ اسنے اپنی اجرت پیشگی وصول کرلی ہے اور اُسکے شوہر فلان نے اس عقد اجارہ کی اجازت دیدی اور اس بات سے راضی ہوکر اس دائی کو اس مستاجر کو اس رضاعت مذکورہ کے واسطے سپرد کیا اور اُسکو اجازت دیدی کہ اس مستاجر کے گھر رہے پس اُسکے حق مین اُس کام دائی گیری کے واسطے راضی ہوا پھر دونون متعاقدین متفرق ہوے اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر اُسنے بدون اجازت شوہر کے ایسا کیا ہو تو شوہر کو منع کرنے اور اجارہ فسخ کردینے کا اختیار رہوگا واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر اپنے لڑکے کو کوئی حرفہ سکھلانے کے واسطے اس حرفہ کے استاذ کو اجارہ پر لیا تو لکھے کہ اُسکو واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ مستاجر کے بیٹے مسمے فلان کو یہ حرفہ تمام سب طریقہ سے اتنی مدت مین بعوض اتنے درمون کے سکھلادے تاکہ اُسکی اوقات تعلیم مین اس لڑکے کی تعلیم مین مشغول ہو اور یہ لڑکا اُسکے سپرد کردیا اور پوری اجرت اُسکو پیشگی دیدی اور تحریر کو ختم کرے اور صورت ذیل مین اس سے زائد تحریر آتی ہے اسطرح اس صنعت کے لوگ لکھا کرتے ہین اور یہ ٹھیک نہین ہے صورت یہ ہے کہ یون لکھا جاوے کہ اُسکو واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ اتنی مدت اُسکو مثلاً بننا سکھانے کے کام پر بحفاظت قائم ہووے بدین شرط کہ اُسکو دلی طفل ماہواری اسقدر دیگا اور اگر اُسکے ذمہ بننا سکھلادینے کی شرط کردی اور یون نہ کہا کہ اسپر قائم ہووے تو جائز نہوگا سواسطے کہ اجارہ اس صورت مین سکھلادینے پر واقع ہوگا اور سکھلادینا اجیر کا کام نہین ہے بلکہ سیکھنے والے کی سمجھ ہے پس اسپر اجارہ جائز نہوگا جیسے کہ تعلیم قرآن یعنے سکھلادینے کا اجارہ جائز نہین ہے اور اگر اُسکو واسطے اجارہ پر لیا کہ اُسکی پرداخت پر قائم ہووے تو اجارہ اُسکی پرداخت وحفاظت کرنے پر واقع ہوگا ولیکن بناذکر کردیا کہ ولی کو رغبت ہو کہ اثناے عقد مین اُسکو یہ بنائی کا کام آجاوے اور بسا اوقات طفل اُسکو اپنی فہم وذکا سے سیکھ جاتا ہے پس یہ تابع کے طور پر جاری ہوا اور مقصود اصلی وہی پرداخت و حفاظت رہی اور اسکا ایفاء استاذ کی وسعت مین ہے۔ یہ اُسوقت ہے کہ اجرت دراہم ہون۔ اور اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ ایک سال مین اسکا لڑکا یہ حرفہ سیکھ جاوے اور دوسرے سال بھر تک استاذ کے واسطے کام کردے تو اسکی صورت یہ ہے کہ استاذ کو اسواسطے اجیر کرلے کہ ایک سال اُسکی بُنائی سکھلانے مین پرداخت وحفاظت کرے بعوض سو درم کے مثلاً پھر دوسرے سال مین استاذ اس طفل کو اپنے واسطے اسی حرفہ کا کام کرنے پر سو درم کے عوض اجیر کرلے اور یہ دراہم مثل اول کے ہون پس دونون باہم مقاصہ کرلین اور ان دونون عقدون کی تحریر اسطرح ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان بخاری نے فلان بخاری کو اجیر کیا کہ اوقات تعلیم درزی گری لباس ہر قسم مین ہر طرح کی سلائی مین اُسکے فرزند مسمی فلان کی پرداخت وحفاظت کرے اور جو باتین اس فن مین لے اور اس سے متصل ولحق ودخیل ہین اوقات تلقین مین انکو تلقین کرے اور یہ لڑکا عاقل ممیز ہے جو اُسکو تلقین کیا جاوے اُسکو اخذ کرسکتا ہے ایک سال کامل ابتداے تاریخ ماہ فلان سنہ فلان سے آخر ماہ فلان سنہ فلان کے واسطے بعوض سو درم غطریفیہ کے بدین شرط اجارہ پر مقرر کیا کہ اسمین اپنی کوشش مین کمی نکرے اور اپنی نصیحت اُس سے دریغ نہ رکھے بدین شرط کہ یہ والد اس اجرت مذکورہ کو یہ کام

اور یہ مدت تمام ہونے پر اس استاد کو دیدیگا اور یہ فرزند اُسکے سپرد کیا اور اُسنے یہ عقد قبول کیا اور اُسکی حفاظت پر دخت کا اس سب سکھلانے مین ضامن ہوا اور دونون متفرق ہوگئے - پھر یہ استاد اس والد سے یہ ولد دوسرے عقد مین دوسری مجلس مین اس سال مذکور کے متصل دوسرے سال کامل کے واسطے بدون اسکے کہ یہ اجارہ پہلے اجارہ مین مشروط یا اُس سے ملحق یا پہلا اس دوسرے مین مشروط یا ملحق ہو اس شرط سے اجارہ لے کہ یہ طفل اس استاد کے واسطے کارورزی گری انجام دے کہ استاد جو کپڑا سینے کا اُسکو حکم کرے وہ استاد کے واسطے سی دے اور جو اس کام سے متصل اور داخل ہو اُسکو انجام دے اس تمام مدت مین بعوض سو درم عطریفیہ کے باجارہ صحیحہ اجارہ لے بدین شرط کہ اس مدت کے تمام ہونے پر استاد اس والد کو یہ اجرت ادا کریگا اور تحریر کو ختم کرے - ایک مکاری سے اُسکے گدھے اپنا بارلادکر پہونچانے پر کرایہ لیے تو تحریر کرے کہ یہ تحریر اکترا فلان تاجر از فلان مکاری ہی کہ اُس سے اُسکے پانچ گدھے معین اسواسطے کرایہ پر لیے کہ اُسکے بار ہائے گندم ہر گدھے پر اتنے من گندم لادکر شہر سمرقند سے بخارا مین بعوض اتنے درم کے پہونچادے باکترا صحیح کرایہ لیے اور اس مکاری نے اُسکو یہ گدھے معین دکھلادیے اور اس متاجر نے اُسکو پسند کرلیا اور اس متاجر نے اس مکاری کو یہ بارہائے گندم جو اتنے عدد اتنے من ہین سپرد کیے اور اس مکاری نے اُنپر قبضہ کرلیا اور اس مکاری نے یہ بار شہر سمرقند سے بخارا تک پہونچاکر اس متاجر کو بخارا مین سپرد کرنا قبول کیا اور اس متاجر کی یہ تمام اجرت اُسکو پیشگی دینے سے اس مکاری نے اس تمام اجرت پر اُس سے لیکر قبضہ صحیحہ کرلیا اور اس مکاری نے اس متاجر کے واسطے تمام اُسکی ضمانت صحیحہ کرلی جو اسمین درک پیش آوے اور یہ تاریخ فلان سنہ فلان مین واقع ہوا اور اگر یہ گدھے غیر معین ہون تو امام اعظم رحہ و اُنکے اصحاب نے اسکو جائز فرمایا ہی اور شیخ ابوالقاسم صفار اور شیخ دبوسی نے ذکر کیا ہی کہ یہ فاسد ہی اسواسطے کہ یہ مجہول ہی اور تحریر ان معاملہ مین ان دونون کے نزدیک صحیح ہی کہ بدین طور لکھے کہ یہ قبالہ فلان بن فلان ہی کہ اُسنے اسکی جانب سے قبول کیا کہ اسقدر من روئی یا اتنے عدد اخروٹ یا اتنے قفیز گیہون یا اتنے تھان کپڑے کے اُسکی جنس و بوجہ بیان کردے فلان شہر سے اتنے گدھون پر یا شتران باربرداری چالاک قوی دودانت والے پر کہ ہر اونٹ اُسپر سے اسقدر بار اُٹھائیگا بقبول صحیحہ قبول کیا جسمین فساد نہین ہی اور نہ خیار ہی بعوض اتنے درم کے بدین شرط کہ اسکو بتاریخ سے فلان تاریخ از ماہ فلان لادکر منزل بمنزل لوگون کے عرف کے موافق روانہ ہوگا اور رات دون اُسکی حفاظت کریگا اور اُسکو فلان شہر مین فلان مقام پر سپرد کریگا اور اس متقبل نے تمام یہ اجرت اُس سے وصول کرلی اور اس مقبل نے یہ سب معقود علیہ اُسکے سپرد کیا اور یہ سب بذریعہ اس قبالہ کے اُسکے قبضہ مین ہوگیا اور تحریر کو تمام کرے یہ فخیرہ مین ہی - اور حج کے واسطے کرایہ کرنے کا وثیقت نامہ یون تحریر کرے کہ یہ تحریر قبالہ فلان از فلان ہی کہ اُسنے قبول کیا کہ تین محملون کو لادکر پہونچادیگا جسمین سے ہر ایک محمل مین دو سواریان ہین جنکو اس متقبل نے دیکھ لیا و بطور معین پہچان لیا ہی اور ہر ایک محمل کے واسطے اتنے بچھونے اور اوڑھنے اتنے رطل وزن بر طل عراقی ہین اور اتنے پردہ و چادرین اتنے رطل ہین اور لٹکانے کی چیزون مین گھی اور روغن زیتون اتنے رطل اور پانی اسقدر دیگیون جو اسقدر اور ستو و کشنش و مسکہ و حلوا اسقدر ہی تاکہ اسکو تین راحلون مین رکھکر اُنکے جوان فربہ چالاک قوی اونٹون پر لادے اور یہ سب بعد اسکے کہ دونون نے تمام یہ اوڑھنے و بچھونے و پردہ و چادرین و سواریان وغیرہ دیکھ بھال لی ہین بعوض بیس دینار کے اور دیناروں کا وصف بیان کردے بقبالہ صحیحہ جائزہ جسمین فساد و خیار نہین ہی قبول کیا تاکہ انکو فلان

روز از ماہ فلان سنہ فلان سب لادکر شہر فلان سے روانہ ہوگا بدین شرط کہ اُنکو منزل بمنزل لے چلیگا اور اوقات نماز مین اُنکو اونٹ پر سے اُتاریگا اور اُنکے ساتھ حج مین رہیگا اور اُنکو راہ مناسک حج بتلادیگا اور بعد سفر کے تین روز تک اُسکے ساتھ ٹھہریگا پھر جو تھے روز اُنکو لیکر روانہ ہوگا اور منزل بمنزل اُنکو لے چلیگا اور اوقات نماز مین اُنکو اتارتا بٹھالا دیگا یہانتک شہر فلان مین اُنکو اُنکے گھر پہونچا دیگا اور اسکو دونون نے پہچان لیا ہی وبدین شرط کہ ان سوارون کو اختیار ہی کہ اس بار ہمراہی فرش وبچھونے وغیرہ کو جنکا مفصل بیان کیا گیا ہی بدل ڈالین اور انکی جگہ اپنی راے کے موافق دوسرا بار لادین بشرطیکہ قدر جسقدر بیان کیا گیا ہی اور تحریر کو تمام کرے بہ محیط مین ہی - پس اگر اونٹ معین ہون تو اُنکو بیان کردے جیسے کہ گھوڑے معینہ کی صورت مین مذکور ہوا ہی اور اسکا حکم یہ ہی - کہ اگر یہ جانوران معین تلف ہوجاوین تو اجارہ ساقط ہوجائیگا اور اگر غیر معین ہون تو ساقط نہوگا - اور اگر مکار می کسی شہر مین مرگیا تو اجارہ ساقط ہوجائیگا اور اگر جنگل مین مرگیا تو استحساناً اجارہ باقی رہیگا - اور روانہ ہونے کا وقت بیان کرنا ضرور ہی اور اگر یہ سال گذر گیا تو اجارہ باطل ہوجائیگا اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے سال انکو سوار کرکے لیجاوے الا اُس صورت مین کہ دونون باہم راضی ہون اور بنیا عقد قرار دین اور اگر کشتی سواری بار برداری کے واسطے کرایہ کی تو لکھے کہ اُس سے کشتی ایسی لکڑی کی بنی ہوئی جسکو یہ کہنے مین معہ اسکے الواح ودفل ومجادیف ومرادی وشراع وظلل وسکان وحصر اور معہ اُسکے تمام آلات سے ایک مہینہ کے واسطے از ابتداے تاریخ فلان تا تاریخ فلان بدین شرط کہ اسمین ایسے ایسے گیہون جنکی مقدار بحساب ایسے قفیز کے اسقدر ہوتی ہی لادکر فلان مقام سے فلان مقام تک پہونچا دے بعوض نسو درم کے کرایہ کی بدین شرط کہ لوگون کے ساتھ یہان سے روانہ ہو اور اُنکے ساتھ چلے اتنی مدت مذکورہ تک اور لوگون کے ساتھ سوار ہو اور اُنکے چلنے پر چلے - اور اس مواجر نے تمام مدت مذکورہ اس مستاجر کے اُسکو پیشگی ادا کرنے سے لیکر قبضہ کرلی اور اس مستاجر نے تمام وہ چیز جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہی اس موجر کے ہاتھ سے اُسکے اس مستاجر کو تمام وکمال فارغ خالی از مانع ومنازع سے سپرد کرنے سے لیکر قبضہ کرلی اور دونون بعد دیکھ بھال لینے اور موجر کی ضمان درک کر لینے کے متفرق ہوے اور تحریر کو ختم کرے - اور اگر کشتی غیر معین ہو تو لکھے کہ فلان نے فلان سے ایسا بارا اسقدر وزن کا یا اسقدر کیل کا اس شہر سے تا شہر فلان کشتی مین لیجانا قبول کیا اور یہ کشتی فلان قسم کی کشتیون مین سے اس لکڑی کی صحیح سالم ہی کوئی عیب اسمین نہین ہی - بدین شرط کہ اس بار مذکور کو اپنے مزدورون ومددگارون سے جنکو پسند کرے اور خود ملکر لادکر آخر تک مثل اول کے سب امور تحریر کرکے ختم کرے - اور اگر دستاویز اجارہ لکھوانے کے واسطے ہر دو عاقدین مین سے ایک حاضر ہوا تو کاتب اُسکا اقرار تحریر کرے کہ اسنے فلان چیز فلان کو اجارہ دینے اور اُس سے اجرت وصول کر لینے کا اقرار کیا لیکن خطرہی کہ اگر اس مقر لہ نے آکر اجارہ لینے سے انکار کیا اور جس مال وصول پانے کا اس موجر نے اقرار کیا ہی وہ اُس سے واپس لینا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا پس اسمین دو طرح سے ایک طور پر لکھنا چاہیے یا تو یون لکھے کہ اس موجر نے یہ اجرت وصول پانے کا اقرار کیا لیکن یہ نہ لکھے کہ فلان سے وصول پانے کا اقرار کیا پس وصول پانا صحیح ہوگا اور اجرت ساقط ہوجائیگی اور اگر مستاجر نے آکر مطالبہ کیا تو یہ کہسکتا ہی کہ مین نے تجھے نہین وصول پائی ہی یا یون تحریر کرے کہ اور یہ اجرت اس مستاجر کے ذمہ سے ایسی وجہ سے ساقط ہوگئی کہ جس وجہ سے ساقط ہونا صحیح ہوتا ہی اور قبضہ کرنے کا بیان نہ لکھے اور ایسا ہی بیعنامہ وثمن مین بھی اسی طور سے لکھنا چاہیے یہ ذخیرہ مین ہی متولی وقف سے زمین اجارہ لینا - وقف منسوب بجانب فلان کے متولی فلان سے جواز جانب قاضی فلان

متولی ہی فلان نے تمام زمین باغ انگور جو منجملہ اس وقف کے ہی جسکا یہ متولی نیز متولی ہی اور اُسکے حدود بیان کردے معہ اُسکے سب حدود و حقوق کے قبول کے بدون اسکے درختان و درختان انگور و قضبان و جدران کے کہ یہ چیزین قبل اس قبالہ اس تقبیل کی ہوگئی ہین بوجہ ملک ثابت وحق لازم کے اور اس بات کو یہ دونون متعاقدین جانتے ہین اور یہ عقد فقط اسی زمین پر ایک سال کامل کے لیے از ابتدا ہے کذا الی انتہاے کذا اور بوض اسقدر دراہم کے جو اس معقود علیہ کی اجرت مثل ہر قرار دیا ہی اور قبول کیا ہی اور اس متولی نے تمام اجرت اس چیز کی جسپر عقد واقع ہوا ہی پیشگی اس متقبل کے اُسکو بسبب دیدینے سے وصول کرلی۔ اور اس متقبل نے تمام وہ چیز جسپر عقد واقع ہوا ہی سب اس متولی کے اُسکو ہر مانع و منازع سے خالی سپرد کرنے سے اُسپر قبضہ کرلیا پھر دونون متفرق ہوگئے پھر اس متولی نے یہ دراہم اسی متقبل کو دیے اور حکم کیا کہ اسکا خراج اسی مین سے ادا کرے جب اُسکا وقت آوے اور اس زمین کی نہرین و مسنیات اُسکا رنے اور درست کرنے کی جب حاجت پڑے تو اسی مین سے بطور معروف اسکو انجام دے اور اُسکو ایسی طرح بطور صحیح وکیل کیا کہ جب اُسکو اس وکالت سے معزول کرے تو وہ بوکالت جدید اُسکی طرف سے وکیل ہوگا اور اس متقبل نے اُس سے اس وکالت کو بالمشافہ قبول کیا اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کردیے اور تحریر کو ختم کرکے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر چن چکی گھر ایک نہر خاص پر جو اُسکے واسطے ہو بنایا ہوا ہو اُسکو اجارہ پر لینا چاہا اور وہ مشتمل پانچ توابیت پر ہی اور یہ توابیت مرکب ہین لکڑی کے تختون سے جنمین سے چار توابیت مین چار چکیان گھومتی ہین اور پانچوان تابوت معروف بشاخہ ہی اور اس موجر نے ذکر کیا کہ یہ تمام طاحونہ میری ملک وحق و میرے قبضہ مین ہی اور یہ طاحونہ شہر فلان پر کنہ فلان کے دیہ فلان کی زمین مین واقع ہی اور وہ اپنی خاص نہر پر بنا ہوا ہی اور اس نہر مین فلان وادی سے پانی آتا ہی اور نہر اس طاحونہ مین گرتی ہی اور اسکی صد معہ نہر خاص کے چنین دوم وسوم و چہارم چنین و چنان ہی پس یہ طاحونہ مذکورہ معہ اُسکے سب حدود و حقوق کے اجارہ لیا۔ اور اگر اُسکا اجارہ بر سبیل مقاطعہ ہو تو بعد ذکر حدود کے لکھے کہ یہ سب اُس سے ایک سال یا دو سال یا تین سال متواتر کے واسطے از ابتداے غرہ ماہ فلان سے ماہواری یا سالانہ اسقدر درہم سال یا اسقدر درہم ماہواری پر اجارہ لیا تاکہ یہ متاجر بعوض اُسکے جسپر اجارہ لیا ہی کرایہ پر چلا کر یا گیہون وجو وغیرہ کے مانند اناج پیسکر منافع اُٹھاوے اور ہر سال کی قسط اُس سال کے گذرنے پر ادا کردے اور اس متاجر نے تمام وہ چیز جو اجارہ پر لی ہی اس موجر کے اُسکو سب خالی از ہر مانع و منازع سپرد کرنے سے بقبضہ صحیحہ اپنے قبضہ مین کرلی اور بعد صحت اس عقد کے دونون اس مجلس عقد سے متفرق اقوال و ابدان جدا ہو گئے۔ اور اگر مجمدہ معہ فارقین کے اجارہ لیا اور فارقین اُس سے متصل ہین تو لکھے کہ یہ چیز بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان نے تمام مجمدہ جسکے واسطے دو فارقین ہین جو اُس سے متصل ہین معہ فارقین کے اجارہ لیا اور اس موجر نے بیان کیا کہ یہ سب اُسکی ملک وحق اُسکے قبضہ مین ہی اور اُسکا مقام و حدود بیان کردے پھر لکھے کہ معہ دونون کے حدود و حقوق و تمام دونون کے مرافق کے جو دونون کے واسطے اُنکے حقوق سے ثابت ہین دو سال یا تین سال کے واسطے اجارہ لیا اور اگر فارقین واحد مشتمل بہت سے مجمدون پر ہو تو لکھے کہ تمام فارقین حد مشتمل بسہ مجمدہ یا زیادہ جسقدر ہون اجارہ لی۔ پھر لکھے کہ اُس سے تمام یہ مجمدہ معہ اپنے فارقین کے اتنے سال کے واسطے اسقدر درہون کے عوض باجارہ صحیحہ اجارہ لی۔ تاکہ برف رکھکر ان مجمدون سے نفع اُٹھاوے اور ہر سال کی قسط اُس سال کے گذرنے پر ادا کریگا پھر اس تحریر کو آخر تک تمام کرے اور اگر ایسی زمین واقف کا اجارہ تحریر کرنا چاہا کہ جسکی اصل موقوف ہر جسنے زمین

موالی واقع قناے شہر بخارا ہی تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلان سے تمام اصل زمین جو ایک چہار دیواری کا باغ بنا ہوا ہی جسمین ایک قصر ہی اور پانچ کھیت زمین باہم ملازق ومتصل اُسکے آگے یا پیچھے پاگرداگرد ہی اجارہ لی اور اس موجر نے ذکر کیا کہ اس زمین مین جو سب کرادارات ہین وہ اُسکی ملک وحق واُسکے قبضہ مین ہی اور اُسکے کرادارات اس باغ کے گردکی چہار دیواری اور قصر کی عمارت واس زمین کے خرد و کلان درخت پھلدار یا بے پھل اور اس زمین کی مٹی جس سے تمام زمین بقدر آدھے ہاتھ کے پائی گئی ہی اور اس مٹی کے نیچے کی روے زمین وقف ہی جو امیر اساس الدین کی جانب منسوب ہی جسکو اُسنے اپنی دو کانون پر وقف کیا ہی اور یہ اوقاف حانوتیہ کے نام سے مشہور ہی اور اس موجر کے قبضہ مین اس حق سے ہی کہ اسنے اسکو ایسے شخص سے اجارہ لیا ہی جسکو اس زمین کے اُسکے ہاتھ اجارہ پر دینے کا سالہا سال ایک بعد دوسرے سال کے باجرت معلومہ جسکی مقدار اسکے اجر المثل کے برابر ہی اختیار حاصل تھا اور یہ موجر اُسکو یہ چیز وقف جو اُسکے اجارہ مین ہی اجارہ پر اجارہ کے طور پر اور یہ اُسکی ملک جو اس زمین مین ہی معہ اصل زمین کے بعقد اجارہ احد بحق ملک اجارہ دیتا ہی پھر زمین کی جگہ وحدود بیان کردے پھر لکھے کہ معہ حدود اُس چیز کے جسکا اجارہ ثابت مذکور ہوا ہی جو مشتمل ہی ملک و وقف اصل زمین کو اور معہ حقوق وسب مرافق کے جو اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت ہین اجارہ لیا بعد ازانکہ اس موجر نے تمام درخت اس زمین کے اور درختان انگور و قضبان بعوض تین درم کے اسکے ہاتھ فروخت کردیے اور اُس مستاجر نے اسکو بخرید صحیح خریدا اور باہمی قبضہ صحیح طرفین سے واقع ہوگیا پھر اُس سے اس سب کا اجارہ جو ثبت ہوا ہی معہ اس قصر کے جو اس باغ مین ہی اکتیس سال متواتر کے واسطے سواے تین روز آخر ہر سال ان پہلے تیس سال سے از ابتداے غرہ محرم سنہ فلان بعوض اتنے درم یا دینار کے جسکے نصف استقدر ہوتے ہین امنین سے واسطے اول تیس سال کے سواے ایام مستثنی شدہ کے بعوض یا بعوض مذکور اس مال اجارہ کے یا بعوض نصف دینار کے اس مال اجارہ کے واسطے ہر سال کے ان تیس سال مین سے سواے ایام مستثنی شدہ کے بقدر اُسکے پرتے ہین ان پانچ درم یا نصف دینار مین سے پڑے اور سال اخیرہ جو تمتہ اس مدت مذکورہ کا ہی بعوض باقی مال اجارہ مذکورہ کے اجارہ لیا پھر تحریر کو بطریق سابق تمام کرے شیخ امام حاکم ابو نصر احمد بن محمد سمرقندی نے فرمایا کہ یہ جو ہمنے باپ کے ساتھ لفظ یتیم متصل یعنی مملوکات مین ذکر کیا ہی اسمین مسامحہ ہی اور یتیمون کے اموال مین یہ حکم ہی کہ اگر باپ یا وصی نے یتیم کا دار اجارہ پر دینا چاہا تو بطور اجارہ مرسومہ طویلہ کے اجارہ دینا جائز نہین ہی اور اگر باپ یا وصی نے یتیم کے واسطے اجارہ لینا چاہا تو اجارہ طویلہ کے سال اخیرہ کے حق مین جائز نہوگا اسواسطے کہ اس سال مین اجارہ بعوض مال کثیر کے جو اجر المثل سے زائد ہی واقع ہوتا ہی اور یہی حکم اموال وقف مین ہی۔ اور فرمایا کہ یتیم کا دار اجارہ دینے کا طریقہ یہ ہی کہ عقد اجارہ اجر المثل پر قرار دے یعنی جسقدر اجر المثل اس مدت طویل کا ہو اسپر اجارہ قرار دے پھر مستاجر کو باپ یا وصی بری کردے پس امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جسکے وہ خود مباشر ہوے ہین اس عقد مین ابرا صحیح ہوگا پھر مستاجر کے واسطے دونون اتنے مال کا اقرار کرین جو بقدر مال اجارہ کے ہی اور اسکی میعاد ادا کی انقضاے اجارہ کا وقت قرار دین پھر جب اجارہ فسخ ہوگا تو مستاجر اس مال مقرر کا مطالبہ کریگا۔ اور امام محمد رح نے فرمایا اسکی ایک دوسری صورت ہی کہ باپ یا وصی مستاجر سے اسکے وصول کرنے کا اقرار کرے پس مستاجر بری ہوجائیگا اور باپ یا وصی ضامن ہوگا اور اگر مستاجر نے چاہا کہ فیما بینہ وبین اللہ تعالے اسکی مقنبوطی کرے

کیونکہ باپ یا وصی نے اگرچہ مال اجارہ وصول پانے کا اقرار کرلیا ہو لیکن مستاجر اس سے فیما بینہ وبین اللہ تعالی بری نہوگا تو اسکا طریقہ یہ ہو کہ انکے ہاتھ کوئی چیز اتنے درمون کو فروخت کرے جو اس مال اجارہ کے مثل ہون - اور اس معاملہ مین احوط وہی ہو کہ بری کردے کیونکہ اگر اُسنے وصول پانے کا اقرار کیا تو وصورتیکہ اجارہ فسخ کرنے سے یا موت موجر یا مستاجر سے فسخ ہوگا تو دو مال واجب ہونگے ایک وہ کہ جسکا اقرار کیا ہو اور دوسرا مال اجارہ جسکے قبضہ کا اقرار کیا ہو اور بری کردینے سے مال اجارہ مین سے ہنوز کچھ تاوان ادا نہین کیا ہو - اور یہان ایک ایسی بات ہو کہ اُس سے احتراز واجب ہو اور وہ یہ ہو کہ ان بعضی صورتون مین موجر کا ضرر ہو اور بعض مین مستاجر کا ضرر ہو اسواسطے مال مقررہ کی مدت اگر انقضاے مدت اجارہ قرار دیجاوے تو مستاجر کے حق مین ضرر ہو اسواسطے کہ شاید اجارہ بہ سبب موت کے یا مدت خیار مین فسخ کرنے کے فسخ ہوجاوے پس مال تا انقضاے مدت کے میعاد پر باقی رہیگا پس مستاجر ضرر اُٹھاویگا اور اگر اُسکی میعاد وقت فسخ مقرر کیجاوے تو وقت فسخ مجہول ہو پس اُسکی میعاد مقرر کرنا باطل ہو پس مال فی الحال واجب الادا رہیگا پس موجر کے حق مین ضرر ہوگا اسواسطے کہ مستاجر اُس سے فی الحال ادا ے مال کا مواخذ کریگا اور جو چیز اجارہ پر لی ہو وہ اُسکے قبضہ مین بحق اجارہ رہیگی بدون کسی عوض کے جو اُسنے ادا کیا ہو پس اسکی راہ یہ ہو کہ اس مال کو تا انقضاے مدت کے میعاد پر رکھے پھر مستاجر کو وکیل کردے کہ اُسکو بوکالت یہ اختیار دے کہ جب یہ اجارہ کسی وجہ سے فسخ ہو تو وہ اس میعاد کو وکیل ہوکر باطل کردے اور بدین شرط وکیل کرے کہ جب کبھی اُسکو اس وکالت سے معزول کرے تو باجازت جدید جیسا وکیل تھا ویسا ہی وکیل ہوجاوے اور جب ایسا کیا تو دونون کے ذمہ سے ضرر زائل ہوجاویگا اور وکالت کی تعلیق بوقت بنظر صحیح ہو اور وقف مین بھی یہی صورت ہو اور ظاہر الروایۃ مین وقف کی صورت مین مدت طویل وقصیر کی تفصیل نہین فرمائی اور ایسا ہی امام طحاوی نے اپنی مختصر مین مجمل ذکر کیا ہو اور بعض نے مدت طویلہ کا اجارہ وقف باطل کردیا ہو بخوف انکہ ملک کا مدعی ہوجاوے تو اسکا طریقہ یہ ہو کہ اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کردے - اور اگر یتیم کے واسطے یا وقف کے واسطے اسطرح اجارہ لینا چاہا تو یہ صورت اسمین بھی جاری ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسمین دوسری صورت ہو کہ مثلاً نیس سال کے واسطے ہزار درم پر عقد قرار دے پھر دیکھے کہ ہر سال اس معقود علیہ کا اجر المثل کیا ہو پس اگر مثلاً پچاس درم ہون تو عقد اجارہ دس برس کے واسطے سالانہ ایک درم کے چھٹے حصہ پر قرار دے اور سال اخیرہ بعوض باقی مال کے قرار دے تاکہ عقد بعوض اجر المثل کے واقع ہو پھر دسوین سال اجارہ فسخ کردے پھر از سر نو عقد دس برس کے واسطے قرار دے علے ہذا تیس برس پر عقد قرار پاوے اور یہ سب وہ ہو جو حاکم امام ابو نصر احمد بن محمد سمرقندی نے ذکر کیا ہو - اور اگر فسخ اجارہ کی تحریر لکھنی چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر فسخ بدین مضمون ہو کہ فلان نے اُس حویلی کا اجارہ جو اُسکے وفلان کے درمیان تھا جسکے حدود اربعہ یہ ہین اور یہ اجارہ طویلہ بعوض اسقدر درمون کے از ابتداے تاریخ ماہ فلان سنہ فلان تا انتہاے تاریخ ماہ فلان سنہ فلان تھا پس اُسنے اس اجارہ کو ان ایام جنمین اُسکے لیے فسخ کا اختیار مشروط تھا اور ان ایام کا اول واوسط وآخر ذکر کردے کہ وہ فلان روز تھا بفسخ صحیح فسخ کردیا اور اسپر اُن لوگون کو بشکی گواہی آخر تحریر ہذا مین ثبت ہو گواہ کردیا - اور اصح فسخ یہ ہو کہ درمیانی روز مین فسخ کرے اسواسطے کہ شاید اول وآخر روز مین ایسے وقت فسخ واقع ہو کہ جب اُسکے واسطے خیار ہنوز ثابت نہین ہوا ہو یا مدت خیار ختم ہوگئی ہو پس احتیاط اسمین ہو جو ہمنے بیان کیا ہو اور اگر اجارہ کسی نوع اعمال وصناعات کے واسطے ہو جیسے درزی گرمی وغیرہ تو اسکو بیان کردے کہ بدین شرط

کہ اُسکو پڑے کے جملہ اقسام کی سلائی وتمام سلائی کی چیزون مین اپنی راے وپسند کے موافق استعمال کرے اور جسکو چاہے اجرت پر دیدے اور اگر اُسکو مسافرت کا اتفاق ہو تو ساتھ لیجاوے ان سب باتون مین اپنی راے پر عمل کرے۔ اور اگر خدمت واعمال وصناعات سب کے واسطے ہو تو اس سب کو بیان کردے پھر اجرت کے پیشگی یا میعادی ہونے کو اور وقت کا بیان کرے اور متعاقدین کا دیکھ بھال لینا تحریر کرے۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ صغیر یا وقف کے مال محدود کا اسقدر مدت طویلہ کے واسطے اجارہ دینا نہین جائز ہی اسمین صرف مقاطعہ جائز ہی اور وہ یہ ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے برسبیل مقاطعہ فلان یعنے رب المال سے یا فلان قیم سے جو اصلاح ودرستی امور نابالغ فلان کے واسطے قیم مقرر ونابت القوامۃ ہی لیا اور یہ اس چیز کو اس ستاجر سے بدین ولایت وقوامیت مذکورہ بعوض ایسی اجرت کے جو امر وزا سکا اجر المثل ہی بدون کمی وبیشی کے باجرت مقاطعہ دیتا ہی اور اس معقود علیہ کے حدود بیان کردے اور تحریر کو آخر تک تمام کرے۔ اور اگر اجارہ لی ہوئی حویلی کا مقاطعہ قرار پایا ہو جیسا کہ معاملات مین جاری ہی باین طور کہ ایک شخص نے اپنی حویلی بعوض مال معلوم کے اجارہ دی پھر اس موجر نے برسبیل مقاطعہ باجرت معلومہ مستاجر سے اجارہ لی اور موجر اول یعنے مالک حویلی اس اجرت کا جسپر دونون نے اتفاق کیا ہی مستاجر کے واسطے ضامن ہوجاوے پھر اجارہ طویلہ پورا لکھنا چاہے اجارہ مقاطعہ تحریر کرے یا چاہے تو کرایہ نامہ طویلہ کی پشت پر تحریر کرے کہ یہ تحریر اجارہ فلان ہی کہ اُسنے برسبیل مقاطعہ فلان یعنے ستاجر سے جسکا نام ونسب استیجار اول مین مذکور ہی تمام یہ حویلی جسکا مقام وحدود اجارہ نامہ اول مین مذکور ہی۔ یہ ایسی صورت مین کہ اجارہ طویلہ کے سخت مین تحریر کرے اور اگر پشت اجارہ نامہ مذکور پر تحریر کرے تو لکھے کہ یہ تمام حویلی جسکا موقع وحدود اس تحریر کی بطن مین مذکور ہی معہ اُسکے حدود وحقوق ومرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین بعد ازانکہ اس موجر ثانی یعنے ستاجر اول نے جسکا نام ونسب اس کرایہ نامہ طویلہ مین مذکور ہی اس حویلی محدود مذکور مین ایسی زیادتی کردی ہی جس سے اُسکو جو کچھ ہر دو اجرتون مین تفاوت ہی وہ زیادتی اجرت حلال ہوگئی ہی ماہواری کرایہ پر از تاریخ فلان۔ عقد اول کی تاریخ سے ایک تاریخ بعد سے تحریر کرے تا انتہاے اجارہ اول مذکور سواے ایام منقضی شدہ کے جو اسمین مذکور ہین اسقدر درم ماہواری پر باستیجار صحیحہ کرایہ پر لی۔ تاکہ یہ ستاجر چاہے اُسمین خود رہے اور چاہے مدت اجارہ مین اُسمین دوسرے کو بسا دے اور اس موجر ثانی نے بھی جسکا نام ونسب اسمین مذکور ہی اس مقاطع کو باین اجرت مذکورہ باجارہ صحیحہ خالی از امور مبطلہ اجارہ پر دی اور موافق شرع کے دونون مین باہمی قبضہ جسکا اجارہ اسمین مثبت ہوا ہی پورا ہوگیا پھر بعد ازانکہ اس موجر اول مذکور کرایہ نامہ ہذا یعنی اس ستاجر ثانی نے جو مقاطع ہی اس ستاجر اول یعنے اس موجر ثانی کے واسطے جو اسکا اس مقاطع یعنے ستاجر ثانی پر اجرت مذکورہ سے واجب ہوا ہی بضمانت صحیحہ متعلق بلزوم کی ضمانت کرلی اور اس سے ستاجر اول راضی ہوا اور اُسکی ضمانت کی اجازت اسنے آپ اسی مجلس ضمانت مین باجازت صحیحہ دیدی دونون اس مجلس سے متفرق ہوے پھر تحریر کو ختم کرے واللہ تعالی اعلم یہ ظہیریہ مین ہی۔ قسم دیگر اگر اراضی مزارعت پر دی اور بیچ مالک زمین کی طرف سے عین ہین تو لکھے کہ یہ تحریر یہ مضمون ہی کہ فلان زمیندار نے فلان کاشتکار کو بطریق مزارعت تمام زمین دی جو کہ اتنی جریب زمین قابل زراعت ہی وراس دینے والے نے بیان کیا کہ یہ اُسکی ملک وحق واُسکے قبضہ مین ہی اور وہ فلان گانون کی زمین فلان جانب واقع ہی اُسکے حدود اربعہ یہ ہین اس زمین کو معہ اُسکے حدود وحقوق ومرافق کے جو اُسکے حقوق سے ثابت ہین اور اسکے ساتھ معین بیجون کو دیا اور یہ بیج سینچے ہوے پیداوار کے جید سپید پاکیزہ ہین اور فلان قفیز معروف کے پیمانہ سے اتنے قفیز ہین

تین سال متواتر کے واسطے ابتدائے تاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان سے آخر تاریخ ماہ فلان سنہ فلان تک مزارعت صحیحہ جسمین فساد و خیار و مواعدہ نہین ہی دیدی تاکہ یہ کاشتکار اُسمین یہ تخم مذکور بودے اور خود معہ اپنے مرد و زن و مع دگر کارکنان و بیلون و آلات کاشتکاری سے اس کام پر قیام کرے اور اس سب یلین اپنی راے پر کام کرے بدین شرط دی۔ کہ جو کچھ اللہ تعالی اسمین پیدا کرے وہ سب اناج و بھوسہ سمیت اس زمیندار و اس کاشتکار کے درمیان نصفا نصف یا بنین تہائی جسطرح دونون نے ٹھہرایا ہو شترک ہو اور اس کاشتکار نے اس زمیندار سے اس عقد مزارعت کو بقبول صحیحہ قبول کیا اور اس کاشتکار نے تمام یہ اراضی اور تمام یہ تخم اس زمیندار سے یہ سب اُسکے اس کاشتکار کو سپرد کرنے سے بقبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا اور یہ عقد دونون سے بقول ایسے عالم کے جو علماے سلف مین سے مزارعت جائز ہونے کا قائل ہی واقع ہوا اور پھر دونون اس مجلس عقد سے بعد اسکے صحیح و تمام ہونے کے بتفرق ابدان و اقوال متفرق ہوے زان بعد کہ اس زمیندار نے اس کاشتکار کے واسطے جو کچھ اسمین درک پیش آوے اسکی ضمانت صحیحہ کر لی۔ اور اگر دونون کو یہ منظور ہوا کہ یہ حکم اتفاقی ہو جاوے تو اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کر دے پس لکھے کہ قاضیان مسلمین سے ایک قاضی نے اس مزارعت کی صحت کا حکم دیدیا بعد ازانکہ دونون نے اُسکے حضور مین بخصومت معتبرہ دائر کی تھی۔ اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر لیے اور تحریر کو ختم کرے۔ اور ہمنے بھوسے کا ذکر اسواسطے کر دیا کہ اگر دونون مین سے کسی نے اسکا ذکر نکیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق وہ بیجون کے مالک کا ہوگا اور اگر دونون نے باہم شرط کر لی تو وہ دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگا۔ اور علے ہذا اگر کسی کو زمین کسی مدت معلوم کے واسطے اس شرط پر دی کہ اسمین درخت لگا دے جو اُسکی راے مین آوین اور جو پیداوار ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہی اور پودے اُسکے ہونگے جنے پیڑ لگائے ہین اور پھل دونون مین نصفا نصف ہونگے اور توقیت "مثلاً" یعنے وقت مقرر کرنا ضرور ہی اور مدت گذرنے پر اُسکو حکم کیا جائیگا کہ یہ درخت قطع کرے۔ اور اگر مزارعت مذکورہ مین بیج معین نہون اور راے زمیندار کی ہو تو ذکر حقوق تک اسی طور سے لکھے اور یہ نہ لکھے کہ اس زمین کے ساتھ بیج معین دیے بلکہ یون لکھے کہ یہ زمین اسواسطے دی کہ یہ کاشتکار اُسکو اس زمیندار کے بیجون سے موافق راے اس زمیندار کے خریف و ربیع کا غلہ بودے اور زمین پر قبضہ کرنے کے ذکر مین بیجون پر قبضہ کرنا تحریر نکرے۔ اور اگر کاشتکار کی طرف سے بیج معین ہون تو لکھے کہ بدین شرط کہ یہ کاشتکار اپنے بیجون سے اسمین زراعت کرے اور وہ ایک گرگیہون سینچے ہوے پیداوار کے سپید پاکیزہ جیدہ مین اور اتنے قفیز فلان قفیز سے ہون اور زمین کے قبضہ کے ساتھ بیجون کا قبضہ تحریر نکرے اور اگر بیج بغیر معین ہون اور راے کاشتکار کے حوالہ ہو تو لکھے کہ یہ زمین مذکور اُسکو اسواسطے دی تاکہ یہ کاشتکار اُسمین اپنی راے سے خریف و ربیع کا غلہ بودے۔ اور اس صورت مین حکم درک دونون کی طرف راجع ہوگا اسواسطے کہ اگر زمین باثبات استحقاق لے لیجاوے اور ہنوز زراعت پختہ نہین ہوئی ہو تو کاشتکار کو اختیار ہوگا چاہے زمیندار کے ساتھ کھیتی کو اُکھاڑ لے اور دونون نصفا نصف تقسیم کر لین اور چاہے زمیندار سے اپنے حصہ زراعت کی قیمت لے لے اور پوری کھیتی زمیندار کی ہو جائیگی اور اگر سواے زمین کے کھیتی پر استحقاق ثابت ہوا تو زمیندار کے واسطے کاشتکار پر اپنی زمین کا اجر مثل واجب ہوگا پس ضمان درک کا حکم دونون کی طرف راجع ہوگا پس ضمان درک کے مقام پر لکھے کہ اس تمام مذکورہ تحریر ہذا مین جو درک ان دونون مین سے کسی کو لاحق ہوا پس ہر ایک پر دوسرے کے واسطے وہ سپرد کرنا لازم ہوگا

جو ہر ایک کے واسطے دونون مین سے واجب ہوا ہی اور تحریر کو ختم کرے کذا فی المحیط سفر یا یا کہ اور اگر زمین دو شریکون مین مشترک ہو پس ایک شریک نے چاہا کہ دوسرے شریک کا حصہ مزارعت پر لے تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلان کو اپنا تمام حصہ فلان زمین قابل زراعت سے اور وہ نصف مشاع دو سہام مین سے ایک سہم ہی معہ اسکے حدود و حقوق کے بمزارعت صحیحہ تین سال متواتر کے واسطے ازابتداے غرہ ماہ فلان سنہ فلان بدین شرط دی کہ اسکے بیجون وخرچہ ومزدورون ومددگارون سے بودے پھر تو کچھ اللہ تعالی اُسمین پیدا کریگا وہ دونون مین تین تہائی ہوگا ایک تہائی دینے والے کی اور دو تہائی بونے والے کی اور تحریر کو بدستور مذکور ختم کرے اور واجب ہی کہ جب پیداوار دونون مین مشترک ہو کہ جب بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور اگر دینے والے کی طرف سے ہون تو مزارعت فاسد ہوگی اور تمام پیداوار بیجون والے کی ہوگی اور اُسپر عامل کے کام کا اجر المثل اور نصف زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین یہ لازم آیا کہ اُسنے اپنے شریک کو اجارہ پر لیا کہ دونون کے درمیان مشترک زمین مین زراعت کردی بخلاف اسکے اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو ایسا نہین ہی بلکہ یہ ہوا کہ اُسنے اپنے شریک کا حصہ زمین بعوض بعض پیداوار کے اجارہ پر لیا اور چیز مشترک کا اجارہ لینا جائز ہی اور یہ ایسا ہوا کہ جیسا مشائخ نے فرمایا ہی درمیان انکہ اُسنے اپنے شریک کا حصہ بعوض بعض پیداوار کے اجارہ لیا - اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین بعوض اجرت معلومہ کے ایک سال کے واسطے اجارہ پر دی پھر مستاجر نے موجر کو یہ زمین مزارعت پر دیدی پس اگر بیج از جانب موجر ہون تو جائز نہین ہی اور اگر از جانب مستاجر ہون تو جائز ہی - مزارعت کا بیان ہوگیا اب معاملت کا بیان سننا چاہیے کہ ہمنے بیان کردیا ہی - امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک درختون ودرختان انگور وقضبان وبقول درطاب واصول قصب مین معاملہ کرنا اور جو پھل ہنوز برآمد نہین ہوے ہین اُنمین معاملہ کرنا اور اسی طرح ہر چیز مین جو اگائی اور کاٹ لیجاتی ہی معاملہ کرنا جائز ہی اور نیز صاحبین کے مذہب کے موافق اگر نمک بطور سانبھر کے سائل چیز سے بنا کر جایا جاتا ہو تو جائز ہونا چاہیے کہ اسمین پانی لانے کی ضرورت ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ قبر ولفظ مین معاملہ نہین جائز ہی اسواسطے کہ اُسمین پانی کی کوئی ضرورت نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک ان سب چیزون مین بھی معاملہ جائز ہی کہ جب نمو کے واسطے عامل کے کام کی ضرورت ہو اور اگر نمو کے واسطے ضرورت نہو تو جائز نہین ہی پھر معاملہ مین تحریر کی ضرورت اسطرح ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلان کو تمام وہ رطبہ قائمہ جو فلان مقام پر واقع ہی یا تمام باغ چہار دیواری معہ تمام درختان خرما و اشجار مثمرہ کے جو اُسمین ہین اور اُسکے حدود بیان کردے معہ اُسکے حدود و حقوق کے ایک سال کامل بارہ مہینہ متواتر کے واسطے ابتداے ماہ فلان سے بمعاملہ صحیحہ جسمین فساد وخیار نہین ہی معاملہ پر دیا تاکہ اُس سب کی پرداخت پر قیام کرے اور اسکو سینچے اور اسکی حفاظت کرے اور تاک انگور کو کوڑے سے پاک کرے اور درختون کی زرد ڈالیان اور خشک کاٹ ڈالے اور کھاد دے اور درختان خرما کی نرمادی لگادے وتابیر کرے یہ سب کام اُسکے ذمہ ہین اپنے آپ اپنے مزدورون ومددگارون سے انجام دے اور اس سب مین اپنی راے پر عمل کرے بدین شرط کہ جو کچھ اُسمین اللہ تعالے کے فضل سے پیداوار حاصل ہوگی وہ بدین قرارداد (نصفا نصف یا تین تہائی وغیرہ) دونون مین مشترک ہوگی اور اس عامل نے تمام یہ معقود علیہ اس دینے والے کے سب اُسکو سپرد کرنے سے اپنے قبضہ مین کرلی پھر ضمان درک کا بیان لکھدے اور تحریر کو بدستور ختم کرے - اور اگر چہار دیواری کے باغ مذکور مین چند فرضہ

درختان خرما و درختان مثمرہ ہون تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلان کو تمام زمین مشتمل کروم و مزارع و درختان خرما و اشجار مثمرہ معاملت و مزارعت پر دو عقد متفرق مین جسمین سے کوئی عقد دوسرے عقد مین شرط نہین ہی ضمیمہ کرکے پھر زمین مذکور کے حدود بیان کرے پھر لکھے کہ پہلے اسکو جو کچھ اسمین کروم و اشجار مثمرہ ہین معاملہ مقاطعہ پر پانچ برس کے واسطے ابتدائے ماہ فلان سنہ فلان سے آدھے کی بٹائی پر معاملہ صحیحہ دیدے تاکہ اسکی پرداخت پر خود و اپنے مزدورون و مددگارون سے آخر تک مثل مذکورہ بالا تحریر کرے اور قبضہ تحریر کردے پھر لکھے کہ پھر اسکو تمام مزارع جو اس زمین مین ہین دوسرے عقد مزارعت مین پانچ برس کے واسطے بدین شرط کہ اسکی زمین کو اپنے بیجون سے غلہ ہاے ربیع و خریف سے اپنی رائے کے موافق کاشت کرے اور شرائط مزارعت موافق مذکورہ بالا کے سب بیان کردے اور ضمان درک کے بیان مین لکھے کہ پس ان دونون مین سے جسکو اس سب مین یا اسمین سے کسی چیز مین کوئی درک لاحق ہو تو دونون مین سے ہر ایک پر دوسرے کو وہ چیز سپرد کرنا واجب ہوگی جو اس عقد کی وجہ سے اوپر سپرد کرنا واجب ہوگی اور تحریر کو ختم کرے کذا فی الظہیریہ

فصل سیزدہم - شرکتون و وکالتون کے بیان مین - شرکت عنان کی تحریر کی یہ صورت ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان و فلان نے بتقوی اللہ تعالی و اداے امانت و تجنب از منکر و جنایت و پوشیدہ و ظاہر بدل نصیحت از ہر یکے بہر دیگرے باہم شرکت عنان بقدر اپنے اپنے راس المال کے جو تفصیل بیان کردیا گیا ہی قراردی اور اپنے درمیان اس شرکت موطوعہ کا بشرکت صحیحہ جائزہ جسمین فساد نہین ہی عقد شرکت قرار دیا پس اگر دونون تاجر ہون تو لکھے کہ بدین شرط کہ دونون اس مال سے جو انکی راے مین انواع تجارات سے آوے تجارت کرین اور اس سے اجارہ لین و اجارہ دین دونون متفق ہوکر اور دونون علیحدہ علیحدہ اور دونون اکٹھا ہوکر و متفرق فروخت کرین چاہین نقد و چاہین اُدھار اور جو انکی راے مین آوے متفق ہوکر اور جو ہر ایک کی راے مین آوے متفرق خرید کرین اور بدین شرط کہ دونون اسکو اپنے ذاتی مال سے مخلوط کرین اور لوگون مین سے جسکے مال سے چاہین مخلوط کرین اور جس آدمی کو چاہین مضاربت پر دین اور جسکو ہر ایک چاہے دیدے اور بدین کہ دونون جسکو چاہین وکیل کرین یا متفق ہوکر یا علیحدہ علیحدہ تنہا اور چاہین جسکو دونون متفرق ہوکر اسکو وکیل کرین یا متفق ہوکر وکیل کرین اور دارالاسلام و دارالحرب مین اور خشکی و تری مین جہان چاہین اسکو لیکر سفر کرین اسمین دونون متفق ہوکر کام کرین اور ہر ایک اپنی راے سے کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالے دونون کو یا ایک کو اس مال مین نفع دے اور بڑھے وہ دونون سے بقدر ہر ایک کے راس المال کے دونون مین مشترک ہو اور جو کچھ اسمین گھٹی ہو وہ بھی اسی حساب سے دونون کے ذمہ ہو اور صحت و تراضی کے ساتھ دونون مجلس عقد سے بابدان متفرق ہوے اور اگر شرکت وجوہ کی شرکت کی اور دونون نے اسکی تحریر چاہی تو صورت تحریر یہ ہی کہ یہ تحریر فلان و فلان کی شرکت کی ہی کہ دونون نے بتقوی اللہ تعالے و اداے امانت و بذل نصیحت از ہر یکے بحق دیگرے ظاہر و پوشیدہ اپنے بدنون سے شرکت وجوہ اس شرط کے ساتھ کی کہ اس شرکت مذکورہ تحریر ہذا مین دونون مین سے کسی کا کچھ راس المال نہین ہی دونون نے ایسی قسم کی تجارت مین اس شرط سے شرکت کی کہ دونون اپنی معرفت سے و بعوض اُس چیز کے جو دونون کے پاس ہو جاوے و دونون کی تجارت و دونون کی اس شرکت سے اس تجارت مین سے جو چیز دونون کی راے مین آوے خریدین اور ہر ایک دونون مین سے جو اُسکی راے مین آوے خود یا اپنے وکیلون کے ذریعہ سے خریدے اور دونون پر اسکا نفاذ

اور ہر ایک تنہا اپنی راے سے اسمین عمل کرے اور دونون متفق ہوکر اور ہر ایک تنہا اسکو اپنی راے کے موافق فروخت کرے اور ہر ایک اپنے وکیل سے فروخت کراوے جسکو اپنی اپنی راے سے وکیل کرے بدین شرط کہ جسکو دونون فروخت کرین یا ہر ایک دونون مین سے فروخت کرے یا اُنکے واسطے دونون کا وکیل یا ہر ایک کا وکیل فروخت کرے اُسکا ثمن دونون مین نصفا نصف ہوگا پھر تحریر کرکے ختم کرے - اور ایسی صورت مین دونون مین سے کسی کو نفع زائد یا اُسپر گھٹی زائد بہ نسبت دوسرے کے نہوگی - اور اگر دو آدمیون نے کسی خاص تجارت مین بدون راس المال شرکت عنان کا قصد کیا بطور قبول کے اور اسکو شرکت تقبل بھی کہتے ہین تو اُسکی تحریر کی یہ صورت ہو کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلان وفلان نے شرکت کی کہ دونون نے سلائی کے کام مین شرکت عنان اس شرط سے کی کہ دونون اپنے ہاتھون سے کام کرین اور دونون متفق وہر ایک تنہا لوگون سے یہ کام قبول کرے اور اس شرکت مین اجیرون کے دونون ضرورت دیکھکر یا اتفاق یا ہر ایک اپنی راے سے اجیر کرے اور دونون باتفاق اور ہر ایک تنہا کام کرے جسکی دونون کو اپنے کام مین احتیاج ہو اور دونون اُسکو فروخت کرین اور جو کچھ دونون کے ہاتھ مین اسکی متاع سے حاصل ہو اور جو دونون مین سے ہر ایک کی بیع سے حاصل ہو پس جو کچھ مجتمع ہو جو اُسمین فاضل ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہو اور جو گھٹی ہو وہ دونون پر نصفا نصف پس دونون نے اسطرح پر شرکت کی جسطرح سے اس تحریر مین بیان ہوئی ہو اور دونون نے باہم اسطرح عقد شرکت مذکور قرار دیا اور تحریر کو تمام کرے - اور علی ہذا دھولائی ورنگریزی وغیرہ ہر کام مین یہی طرز ہے اور علی ہذا اگر ایک کا کام درزی گری اور دوسرے کا کام دھولائی ہو تو لکھے کہ دونون نے اس کام واس کام مین شرکت کی اور اس شرکت مین نفع مین ایک کے واسطے بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہونا جائز ہو سکتا ہے اور یہ تین شرکتین ہین اور دوسری تین شرکتین انمین وجوہ مین شرکت مفاوضہ ہے پس اگر شرکت مفاوضہ براس المال ہو تو بجاے شرکت عنان کے شرکت مفاوضہ در ہر قلیل وکثیر ودرہم صنف از اصناف تجارات تحریر کرے اور راس المال بیان کردے پھر لکھے کہ یہ سب ان دونون کے قبضہ مین ہے اور دونون اس سے نقد وادھار جو دونون کی راے مین آویگا خریدینگے اور ہر ایک جو اُسکی راے مین آویگا ان اصناف تجارات سے خریدیگا اور تحریر کو ختم کرے اور اس صورت مین یہ نہین جائز ہے کہ نفع کی یا نقصان کی شرط کمی وبیشی کے ساتھ ہو اور نہ یہ بھی نہین جائز ہے کہ دونون مین سے کسی کا راس المال کم وبیش ہو برابر ہونا چاہیے ہے اور مفاوضہ کی شرکت مین شرکت تقبل وشرکت وجوہ کی تحریر کا بھی یہی طریقہ ہے جیسا شرکت عنان مین وجوہ وتقبل کی شرکت کا طریقہ گذرا ہے فرق یہ ہے کہ اس صورت مین شرکت مفاوضہ بجمیع تجارات لکھنا چاہیے ہے اور ہر شرکت مین شرکت نامہ کی دو نقلین تحریر کرے جو دونون مین سے ہر ایک کے پاس رہین - اور اگر شرکت کے فسخ کی تحریر چاہی تو لکھے کہ یہ وہ مضمون ہے جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے سب اس بات کے شاہد ہوے آخر تک مثل سابق اقرار وغیرہ تحریر کرے کہ فلان وفلان دونون شرکت عنان یا شرکت مفاوضہ کے شریک تھے اور نوع بیان کردے اور دونون اس شرکت پر اتنے برس تک رہے اور فلان کا راس المال اسقدر تھا اور فلان کا اسقدر تھا اور اس شرکت (وجوہ یا تقبل وغیرہ) سے دونون نے اتنی مدت تک کام کیا پھر دونون نے اس شرکت کے فسخ کرنے اور تمام مال باہم تقسیم کرلینے کا قصد کیا پھر دونون نے اسکو باہم تقسیم کیا اور ہر ایک نے اسمین سے اپنا حصہ وصول کرلیا بعد ازانکہ ہر ایک نے دونون مین سے اپنا حساب جسطرح چاہیے ہے ادا کردیا اور سمجھا دیا یہان تک کہ دونون مین سے ہر ایک اس سب سے واقف ہوگیا اور حقیقۃً اُسکو جان گیا پس دونون نے بقیت صحیحہ جائزہ جسمین فساد نہیاد

نہین ہی درحالیکہ تمام مال حاضر تھا اسمین سے کچھ قبضہ وغیرہ مین مشغول نہ تھا سب تقسیم کر لیا اور ہر ایک دوسرے سے لیکر قبضہ کرنے اور وصول پانے سے بری ہو گیا پس دونون مین سے کسی کا دوسرے کی طرف بعد اس تحریر کے کچھ بھی حق نہ رہا اور تحریر کو تمام کرے اور اگر مضاربت مین تحریر کرانی چاہے تو اسکا بھی یہی طریقہ ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان کا قصد کیا اور دونون مین سے ایک کے پاس مال نہین ہی تو اسکی صورت یہ ہی کہ جس شریک کے پاس مال نہین ہی وہ دوسرے سے جسکے پاس مال ہی مثلاً اسکے حصہ کے اس سے قرض لیوے اور وہ اپنا حصہ قرار دے اور شرکت نامہ کی تحریر مین بعد اس فقرہ کے کہ دونون راضی برضا متفرق ہوے یہ لکھے کہ پھر فلان نے اور وہ اس تحریر کی ترتیب مین دوسرا شریک ہی اپنے جواز اقرار وسب طرح اپنے نفاذ تصرفات کی حالت مین بدید اقرار کیا کہ اسپر اور اسکے ذمہ اسکے شریک فلان کے جو اس تحریر کی ترتیب مین اول مذکور ہی اسقدر دینار قبضہ لازم وحق واجب بسبب قرض صحیح کے ہین کہ انکو اس شریک نے اس مقر کو اپنے ذاتی مال سے قرض دیا ہی اور اسکو دیدیے ہین اور اسنے اُس سے لیکر اپنا قبضہ کر لیا ہی اور انکو اس شرکت مین اپنا حصہ قرار دیا ہی اسکا اقرار صحیح کیا جسکی اسکے اس شریک مذکور فلان نے خطاباً تصدیق کی۔ اور تاریخ تحریر کر دے اور اگر چاہے ان مین شرکت کرنی چاہی جسکو فارسی مین گاؤ دیزم سود داون کہتے ہین اور اسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے پاس گائین یا بکریان ہین اُسنے چاہا کہ دوسرے شخص کو شرکت پر دیدے تاکہ انکی حاصلات اور انکے بچہ دونون مین برابر مشترک ہون تو اسکا طریقہ یہ ہی کہ گاؤن و بکریون کا مالک جس سے شرکت کا قصد کرے اُسکے ہاتھ ان گاؤن و بکریون مین سے نصف مشاع بعوض ثمن معلوم کے فروخت کر دے پھر سب جانور اُسکے سپرد کر دے حتے کہ وہ اُنکی حفاظت کریگا اور انکو چرائیگا اور جو کچھ اُسنے حاصلات ہوگی وہ دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی تو اسکی تحریر کا یہ طریقہ ہی کہ جسکے پاس جانور نہین ہین اُسکا اقرار تحریر کرے کہ فلان بن فلان فلانے نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ میرے پاس چندین گائین اور چندین بکریان ہین پھر ان سب کے ایک ایک کے حلیے تحریر کرے پھر سب کے حلیے تحریر کرنے سے فارغ ہونے کے بعد لکھے کہ یہ سب میرے پاس ہین اسمین سے نصف بحق ملک ذاتی ہین۔ اور نصف بحق امانت از جانب فلان بن فلان یعنے مالک حیوانات مذکورہ ہین اور جو کچھ اللہ تعالے ان جانورون مین زیادتی کریگا خواہ بچہ یا منافع دونون مین نصفا نصف ہوگی۔ اور نیز اس فلان نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ مجھپر اور میرے ذمہ واسطے فلان اس مالک جانوران کے اسقدر درم قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح ہین اور وہ ثمن ان آدھے گاؤن کا ہی جو مین نے اُس سے مشاع خریدی ہین موافق شرع کے اور موافق حکم شرع کے اُس سے لیکر اُسپر قبضہ صحیحہ کر لیا ہی اور فلان بائع نے اُسکے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے کذا فی المحیط

فصل چہاردہم ۔ وکالتون کے بیان مین۔ اگر بیع کی وکالت عام تحریر کرنی چاہی تو چاہیے یون لکھے کہ یہ وہ تحریر ہی کہ جسپر گواہ ہوے گواہان میمیان آخر تحریر ہذا کہ فلان نے وکیل کیا فلان کو واسطے بیع اپنے دار کے اور دار کے حدود بیان کر دے معہ اُسکے سب حدود و حقوق و مرافق کے معہ اُسکی زمین و عمارت کے بوکالت صحیحہ جائزہ نافذہ بدین شرط کہ یہ وکیل اسمین اپنی راے سے کام کرے اور جسکو چاہے اس معاملہ مین وکیل کر دے اور جتنے کو چاہے فروخت کرے اور جو اس معاملہ مین کریگا وہ جائز ہوگا اور جب اُسکو فروخت کرے

اُسکے مشتری کو سپرد کرے اُسکا ثمن وصول کریگا اور اسکے وصول کرنے کے واسطے جبکو چاہے وکیل کریگا اور اس وکیل نے اس وکالت مذکورہ تحریر ہذا کو اس موکل کی طرف سے قبل دونون کے کسی اور کام مین مشغول ہونے کے اور قبل دونون کے متفرق ہونے کے بالمواجہہ قبول کیا اور اس موکل نامبردہ نے تمام وہ چیز جسکی بیع کے واسطے وکیل کیا ہی بوجہ مفصل مذکور ہوئی ہی اس وکیل نامبردہ کے سپرد کردیا اور اس وکیل نامبردہ نے اُس سے لیکر خالی از نزاع و منازع جو قبضہ کی صحت مین مخل ہوا اپنا قبضہ کرلیا پس یہ سب بحکم اس وکالت کے اُسکے قبضہ مین ہی پھر تحریر کو آخر تک بدستور معلوم ختم کرے یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر خرید و فروخت کی وکالت عامہ تحریر کرنی چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر وکالت ہی کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا - پس اسکو تمام اُس چیز کے واسطے جو مذکور ہوئی ہی بوکالت صحیحہ جائزہ وکیل کیا تاکہ تمام اموال اس موکل کے اور تمام املاک اسکی جسکی بیع جائز ہی تمام اموال و املاک سونے و چاندی و کپڑے و اسباب و رقیق و حیوان و متاع و عقارات و مستغلات جملہ منقول و منزوعات و غیرہ سب جبکا یہ موکل اس توکیل مذکورہ کے روز مالک ہی اور تمام اُسکا جبکا یہ موکل بملک جدید بعد اس وکالت کے تا ابد مالک ہو قلیل و کثیر سے جسکی ملکیت کسی وجہ سے استفادہ کرے تمام اصناف اموال مین سے سب اصناف مین سے جسکی خرید و فروخت اسکی رائے مین آوے جب تک وہ اس وکالت پر ہی اس سب کو موافق اپنی رائے کے مشارع و مجتمع و متفرق جسطرح چاہے اور جب چاہے اور جس چیز کے عوض چاہے اقسام اموال مین سے خواہ اثمان ہو یا عروض وغیرہ ہون فروخت کرے جو وہ اس معاملہ مین کریگا سب جائز ہوگا اور جسکا چاہے اُسکے فروخت کے واسطے اور قبضہ اثمان کے واسطے وکیل کرے اور جو اسمین سے فروخت کرے اُسکو سپرد کریگا اور اس سب مین اپنی رائے پر عمل کریگا اور اس موکل کے واسطے خرید کرے جسکی خرید اصناف اموال مین سے اُسکی رائے مین آوے جسطرح چاہے مشاعاً و مقسوماً و مجتمعاً و متفرقاً اور جب چاہے اور جتنے بار چاہے مرۃ بعد اخری بعوض تمام اصناف اموال کے عروض و اثمان وغیرہ سے جنکا ذکر اوپر مفصل ہوگیا ہی خریدے - اور اسمین جو اُسکی رائے مین آوے نقد و اُدھار خرید فروخت کرے اور اس سب مین اپنی رائے سے کام کرے اور اس سب مین جسکے واسطے جسکو چاہے وکیل کرے و معزول کرے جب چاہے اور جسطرح چاہے اور جتنی بار چاہے مرۃ بعد اخری اور اسمین سے جو موکل کے واسطے خریدے اُس سب کو قبضہ مین کرے اور اس سب کا ثمن مال موکل سے ادا کرے یا اپنے مال سے چاہے ادا کرے بدین طور کہ اس موکل سے واپس کرلے پس اُسکو ان سب امور کا وکیل کیا اور اُسکو اسپر مسلط کردیا اور اُسکو ان وجوہ مذکورہ تحریر ہذا کے موافق تصرف کی اجازت دیدی - اور اس وکیل نے اُس سے یہ سب اسی مجلس مین بالمواجہہ و بالمشافہہ قبول کیا کذا فی الذخیرہ - اور اگر چاہا کہ کسی کو ہر چیز کا وکیل کرے تو لکھے کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا واسطے حفاظت تمام اُس چیز کے جو فلان کے واسطے زمین و دور و عقار و مستغلات و منقولہ و رقیق و اوانی وغیرہ صنوف اموال سے ہی اور جو واسطے کرایہ پر دینے اُس چیز کے جسکا کرایہ پر دینے کی صورتون مین کرایہ پر دینا اسکی رائے مین آوے اور جسکی اسمین سے تعمیر کی ضرورت ہو اسکی تعمیر کے واسطے اور جسکا اسمین سے اجارہ دینا جسکے عوض اجارہ دینا جتنی مدت کے واسطے اجارہ دینا اُسکی رائے مین آوے اجارہ دے اور جسکا کوئی حق موکل کی جانب ہی یا موکل کا جسکی جانب انمین سے جس سے مصالحہ کرلینا اسکی رائے مین آوے اُس سے مصالحہ کرلے اور جو کچھ چھوڑ دینا اسکی رائے مین آوے اُسکو چھوڑ دے اور جہان بری کرنا اسکی رائے مین آوے اُسکو بری کردے اور جسکی میعاد مقرر کردینا اسکی رائے

مین آوے اُسکی میعاد مقرر کردے کذا فی المحیط۔ اور اسی وکیل کی رائے پر چھوڑ دیا کہ اموال فلان موکل کا حوالہ قبول کرے یا جسقدر اسمین سے چاہے حوالہ قبول کرے جسپر حوالہ چاہے قبول کرے اور ان اموال کے عوض رہن رکھ لے اور جس مال کے عوض اسکی رائے مین رہن دینا مصلحت معلوم ہو رہن دیدے کذا فی الظہیریہ اور اسی کو اختیار دیدیا کہ موکل کے واسطے اصناف تجارات مین سے جس چیز کی چاہے تجارت کرے اور تمام لوگون مین سے جسکو چاہے اموال فلان مین شریک کرلے۔ اور اسکو اختیار دیدیا کہ تمام لوگون سے جو اس موکل کا خصم ہو جو اسکی طرف کسی حق کا دعوی کرے یا موکل کا اُسپر حق ہو اُس سے خصومت کرے۔ اور اسکو اختیار دیا کہ تمام لوگون مین سے جسپر یا جسکے پاس یا جسکے ساتھ اس موکل کا حق مالی ہو اُسکو وصول کرلے اور اس سب مین خصومت کرے اور اس سب مین جو اُسکے واسطے یا اُسپر کرے اُسکا فعل جائز ہوگا اور فلان وکیل نے اس وکالت مین سب جو کچھ اُسکی طرف استادی ہے تمام کے ساتھ اس وکالت کو خطاباً قبول کیا پھر تحریر کو تمام کرے یہ محیط مین ہے طریق دیگر ایسے وکالت نامہ کی تحریر جو امور مذکورہ اور خصومت وغیرہ کی جامع ہے۔ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا کہ اُسکا ہر حق جو فی الحال لوگون پر آتا ہے اور جو اُنپر آیندہ واجب ہو اُنسے طلب کرے اور مال عین و دین و عروض و عقار و قلیل و کثیر سے جو کچھ اُسکا لوگون کے پاس و لوگون کی جانب و لوگون کے قبضہ مین ہو اسکا مطالبہ کرے اور قاضیان اسلام و حکام و سلاطین مین سے جسکے حضور مین چاہے اس سب کی نالش و خصومت دائر کرے اور اسکو شرعی حجتون و گواہون کو قائم کرکے ثابت کرے اور جسپر قسم متوجہ ہو اُس سے قسم لیوے اور جسپر قید کرنا واجب ہو اُسکو قید کراوے اور جسکا قید سے چھوڑا کر پھر قید مین اعادہ کرنا مصلحت دیکھے اُسکو اعادہ کراوے اور جو شخص اس موکل کا زمین و عقار و دور و بیوت و عروض و حیوان و قلیل و کثیر مین جو بر و ز اس وکالت سے اُسکی ملک ہین اور جو آیندہ اُسکی ملک مین آوین اُسمین جو اُسکا شریک ہو اور اُس سے وکیل مذکور کی رائے مین بٹائی کرانیمین مصلحت ہو اُس سے بٹائی کرے اور برائے خود جو اُسکا حصہ اُسکے وغیرہ کے درمیان بقدر دونون کے حقون کے شائع غیر مقسوم ہو اُسپر قبضہ کرے اور جسکی تقسیم موکل کے واسطے کرائی ہے اس تقسیم سے جو حصہ موکل کے واسطے بحق واجب ہوا ہے اُسپر قبضہ کرے۔ اور ان اموال مین سے جو اُسکے واسطے فروخت کرے جسکے ہاتھ فروخت کرے اُسکے سپرد کردے اور جو اُسکے واسطے فروخت کی ہے اُسکی تحریر کرادے اور جسکے ہاتھ فروخت کی ہے اُسکے واسطے ضمان درک کا اس فروخت شدہ چیز مین ضامن ہو جاوے اور اراضی و عقار و املاک و منقولات وغیرہ مین سے جس چیز کا موکل کے واسطے خریدنا مصلحت دیکھے اُسکو جتنی بار چاہے جب چاہے جسطرح چاہے خریدے اور اسمین سے خریدکردہ چیز کا ثمن جس سے خریدی ہے اُسکو ادا کردے اور جو چیز اُسکے واسطے خریدی ہے اُسپر قبضہ کرلے اور بیعنامہ بنام اُسکے باضافت وقوع خرید برائے موکل اُسکے شرعی سے تحریر کرالے۔ اور جو چیز فی الحال موکل کی ملک ہے اور آیندہ اصناف اموال قلیل و کثیر سے اُسکی ملک مین آوے اُسکی حفاظت کرے اور اُسکی پرداخت پر قائم ہو اور املاک کی تعمیر مرمت مین خرچ کرے اور جو لوگ اُسکے کارندہ و پرداخت کنندہ مقرر ہون اُنکا روزینہ دے اور جو خراج و صدقہ زراعت و ثمر اُسپر فی الحال واجب ہو یا آیندہ واجب ہو اُسکو ایسے شخص کو جو اُسکے وصول کرنے کا بطریق مقرر مستحق ہے ادا کرے اور جو فی الحال موجود ہین اور جو آیندہ اُسکی ملک مین مماليک آوین اُنکے کھانے کپڑے و تمام اخراجات ضروری مین جو موکل مذکور پر اُنکے واسطے

بسبب اُسکے مالک ہونے کے واجب ہون خرچ کرے اور جو چیز اجارہ دینے کے لائق زمین وعقار و دور و قلیل وکثیر سے فی الحال موجود ہی اور جو آیندہ اُسکی ملک مین آوے جسکا اجارہ دینا اُسکی راے مین آوے اور جسکو دینا اور جتنی اجرت پر جتنی مدت طویل یا قصیر کے واسطے اجارہ دینا اُسکی راے مین آوے اجارہ دے اور جو چیز انمین سے اُسکے واسطے جسکو اجارہ دے اُسکے سپرد کرے اور کرایہ نامہ و قبالہ جات اُسکے نام سے باضافت تحریر اجارہ بجانب اُسکے تحریر کرادے اور اسپر گواہ کرادے جسکا گواہ کرنا اُسکی راے مین آوے اور جسکی اجرت تعجیل ہو اور جسکی اجرت بعد انقضاے مدت اجارہ جسطرح ٹھہری ہو موکل کے واسطے وصول کرے اور جو چیز موکل کا کچھ حق فی الحال ہی یا آیندہ ہوجاوے اُنمین سے جس سے بطریق چھوڑ دینے و بری کر دینے کے جسطور پر سے مصالحت کر لینا مصلحت دیکھے اُس سے مصالحت کرے اور جسکو میعاد مقرر کر دینا مصلحت دیکھے اُسکو میعاد دیدے اور جو مال موکل کے فی الحال لوگون پر ہین اور جو آیندہ ہوجاوین اُنمین سے جسکی بابت جس شخص پر حوالہ قبول کرنا مصلحت دیکھے اُسکا حوالہ قبول کرلے اور اسمین سے موکل کے جس مال سے تجارت کسی قسم کی مصلحت دیکھے اُس سے تجارت کرے اور اُسپر گواہ کر دے اور موکل کے جس مال کے عرض ہونے فی الحال بروز وقوع وکالت موجود ہین اور جو آیندہ ہوجاوین اگر رہن لینا مصلحت دیکھے اُس سے جسپر موکل کا قرضہ ہو تو رہن لے اور جس شخص کا موکل پر قرضہ ہی یا آیندہ واجب ہوجاوے اُسکو اموال موکل مین سے جس چیز کا رہن دینا مصلحت دیکھے اُسکو رہن دیدے اور جسکو رہن دیا ہو اُسکو یہ چیز جو رہن دی ہو سپرد کر دے اور موکل کے اموال موجودہ فی الحال سے یا جو آیندہ اُسکی ملک مین آوین اصناف اموال سے جس سے چاہے جس قسم کی تجارت چاہے۔ جب چاہے موکل کے واسطے تجارت کرے اور جسکو چاہے جس شخص کو چاہے بطور بضاعت موکل کے واسطے دیدے اور جس مال موکل کو جو فی الحال موجود ہی یا جسکا آیندہ مالک ہو جس نفع پر چاہے جسکو چاہے بطور شرکت دیدے اور موکل کے اموال مین سے جو بروز وکالت موجود ہین اور جنکی آیندہ ملک حاصل کریگا جسکو چاہے جس نفع پر چاہے بطور مضاربت دیدے اور جو شخص موکل کی جانب یا موکل پر یا موکل کے پاس یا موکل کے قبضہ مین کسی حق کا دعوی کرے ہرگاہ اُسپر دعوے کرے اُس سے خصومت کرے اور جو کچھ وہ اس مقدمہ مین کرے وہ موکل مذکور پر جائز ہوگا اور بدین شرط وکیل کیا کہ اسمین جو کچھ موکل مذکور پر حکم حاکم نافذ ہو کر واجب ہو اُسکو دیدے اور اس سبب مذکور مین اُسکو اپنے قائم مقام کیا اور جو کچھ اسکی پیروی سے اُسکے واسطے یا اُسپر حکم ہو اُس سے راضی ہوا اور بدین شرط وکیل کیا کہ جن امور مذکورہ بالا کا اُسکو وکیل کیا ہی چاہے خود بذاتہ انکا سرانجام کرے یا وکیلون مین سے جسکو پسند کرے وکیل کرے اور جب چاہے جسکو چاہے ان وکیلون مین سے تبدیل کرے اسکے امور بدین وکالت مذکورہ موکل کے حق مین جائز ہونگے بدین شرائط مذکورہ مفصلہ بالا اُسکو وکالت مطلقہ عامہ بہمہ وجوہ وکیل کیا اور فلان نے فلان سے تمام اس وکالت مذکورہ کو بالمشافہہ قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے یہ محیط مین ہی۔ نوع دیگر وکالت بنکاح کی تحریر اگر عورت نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ اُسکو کسی مرد سے بیاہ دے تو لکھے کہ مسماۃ فلانہ بنت فلان بن فلان نے فلان بن فلان کو وکیل کرکے اپنے قائم مقام کیا اندرین معاملہ کہ اس مسماۃ مذکورہ کو فلان بن فلان سے اتنے درم مہر معجل اور اتنے درم مہر موجل پر بیاہ دے بوکالت صحیحہ وکیل کیا اور فلان نے اس وکالت کو بقبول صحیح قبول کیا اور یہ بتاریخ فلان واقع ہوا پھر لکھے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلانہ عورت کو اسکے وکیل فلان کے بعوض مہر مذکورہ بالا کے جو چنین وچنان ہی نکاح کردینے سے بنکاح صحیح جائز بحضور ایک جماعت گواہان عادل پسندیدہ کے بیاہ لیا اور تحریر کو ختم کردے - اور درصورتیکہ عورت نے اسکو اسواسطے وکیل کیا کہ اپنے ساتھ نکاح کرے تو لکھے کہ سماۃ فلانہ بنت فلان نے فلان بن فلان کو اس معاملہ مین وکیل کرکے اپنے قائم مقام کیا کہ اس سماۃ مذکورہ کو اتنے مہر معجل ومؤجل پر اپنے نکاح مین لاوے آخر تک بدستور مذکور تحریر کرے پھر لکھے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان وکیل نے اپنی موکلہ فلانہ کو بحکم وکالت مذکورہ بالا سے تحریر ہذا بالعوض مہر مذکورہ بالا سے تحریر ہذا بترویج صحیح بحضور ایک جماعت گواہان عادل پسندیدہ کے اپنے نکاح مین لے لیا اور تحریر کو ختم کردے - اور درصورتیکہ عورت کسی غیر کی عدت مین ہو - اور اسنے وکیل کو اپنے ساتھ نکاح کرلینے کا یا دوسرے مرد سے نکاح کردینے کا وکیل کیا تو لکھے کہ سماۃ مذکورہ نے اسکو اس بات مین اپنے قائم مقام کیا کہ اپنے ساتھ اسکا نکاح کرلے یا فلان سے اسکا نکاح کردے بعد ازانکہ اسکی عدت جسمین وہ فلان کی جانب سے ہی گذر جاوے واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر تمام آدمیون سے خصومت کرنے مین وکیل کرنا - یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلان کو وکیل کرکے اپنے قائم مقام کردیا اس امر مین کہ اسکے حقوق جو تمام لوگون مین سے جسکی طرف یا جسکے ساتھ یا جسکے پاس وجسکے قبضہ مین ہین مطالبہ کرے اور ان لوگون سے وصول کرے اور اسنے انکے واسطے خصومت کرے اور جسپر قسم عائد ہو اس سے قسم لے اور جو ستوجب حبس ہو اسکو محبوس کرادے اور جسکو چاہے چھوڑا دے پھر قید خانہ کی طرف اعادہ کرادے اور جس سے چاہے کفیل لے اسکو وکیل مخاصم کیا کہ خود خصومت کرے اور مخاصم کیا کہ لوگون کے خصومت کی اسپر سماعت کیجاوے کہ یہ خود لوگون پر گواہ قائم کرے اور مدعی لوگ اسپر گواہ قائم کرین سوائے اقرار کے کہ موکل پر اسکا کوئی اقرار جائز نہوگا اور اگر اسنے کسی گواہ کی جنے موکل پر گواہی دی ہو تعدیل کی تو تعدیل جائز نہوگی اور اس وکیل کو اجازت دی کہ اپنے ماتحت اپنے مثل ان سب باتون کا وکیل کرے اسطرح اسکو بوکالت صحیحہ جائزہ نافذہ وکیل کیا اور اس وکیل نے اسی مجلس توکیل مین اس وکالت مذکورہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور دونون مجلس عقد وکالت سے بعد اسکے صحت وتمام ہونے کے متفرق ہوے آخر تک واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر توکیل بخصومت خاصۃ اسکی عبارت بعینہ عبارت خصومت عامہ ہی جو اوپر مذکور ہوئی ہی فقط فرق اتنا ہی کہ بجاے عام لوگون کے فلان بن فلان جس سے خصومت و وصول کرنے کا وکیل کیا ہی تحریر کرے - نوع دیگر بیع دار کے واسطے وکیل کرنے کی یہ تحریر ہی کہ یہ تحریر وکالت ہی کہ فلان نے فلان کو اس امر مین وکیل کرکے اپنے قائم مقام کیا کہ اسکا تمام دار واقع شہر فلان معہ حدود وغیرہ سب لکھے سے معہ اسکے سب حدود وحقوق زمین وعمارت کے اسکے خریدار کے ہاتھ کسی قدر ثمن کو فروخت کرکے اسکا ثمن وصول کرے اور جسکو چاہے اس معاملہ مین وکیل کرے اور درک کا ضامن ہوجاوے اور خریدار کو جو فروخت کی ہی سپرد کرے اس سب کے واسطے اسکو بوکالت صحیحہ جائزہ نافذہ وکیل کیا اور اسنے مجلس وکالت مین اس وکالت کو علانیہ بالمشافہہ بقبول صحیح قبول کیا قبل اسکے کہ دونون متفرق یا کسی دوسرے کام مین مشغول ہون اور اس موکل نے تمام وہ چیز جسکے فروخت کرنے کے واسطے وکالت واقع ہوئی ہی اس وکیل کو سپرد کی اور وکیل مذکور نے اس سے لیکر درحالیکہ ہر نزاع ومنازع سے خالی تھی سب پر بحکم وکالت مذکورہ قبضہ کرلیا - اور اگر مشتری معین اور ثمن بھی مقدر ومعین ہو تو اسکو بیان کردے کہ اسلو

فلان کے ہاتھ بعوض اس ثمن کے فروخت کرے واللہ اعلم - نوع دیگر توکیل بحفظ املاک کی تحریر اسطرح لکھے کہ فلان نے فلان کو وکیل کرکے اپنے قائم مقام اس بات مین کیا کہ اُسکی تمام املاک واموال محدودات از قسم اراضی وعقارات وحیوانات وملکیات وموزونات وغلامان وکنیزان وعروض وجانہا وصامت وناطق وغیرہ جمیع اقسام اموال کی حفاظت کرے پس انکی حفاظت کرے اور انکو کرایہ پر چلاوے اور اراضی کی خود زراعت کرے اور چاہے کسی کو زراعت پر دیدے اور اُنکے غلات کو وصول کرلے اور اُسکے اسباب واملاک کی نگہبانی رکھے وتعہد کرے اور تعمیر ودرستی پر اچھی طرح قیام کرے اور جب تعمیر وخرچہ کی ضرورت ہو تو موکل ندلور کے مال سے خرچ کرے اور اسمین سے کوئی چیز فروخت نکرے بلا رہنے دے اور اُسکی حفاظت کرے پس سب کے واسطے اُسکو بوکالت صحیحہ جائزہ فائدہ وکیل کیا اور اس وکیل نے اس مجلس عقد وکالت مین اُس سے اس وکالت مذکورہ کو علانیہ خطاباً بالمشافہ قبول کیا اور یہ بتاریخ فلان واقع ہوا - نوع دیگر در توکیل خرید یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلان نے فلان کو بوکالت صحیحہ وکیل کیا کہ تمام دار واقع موضع فلان الی آخرہ کو اُسکے واسطے فلان سے خریدے (اور احوط یہ ہو کہ یون لکھے کہ ایسے شخص سے اُسکے واسطے خریدے جس سے اُسکی بیع کردینی جائز ہی) پس یہ تمام دار معہ اُسکی عمارت وزمین وچنین وچنان کے اُسکے لیے سب انواع اموال وقلیل وکثیر مین سے جسکے عوض خریدنا پسند کرے خریدے اور اسمین اپنی راے سے عمل کرے اور جو کچھ اسمین کرے وہ جائز تصور ہوگا اور اُسکو خریدکر اُسکا ثمن اس موکل کے مال سے ادا کرے اور چاہے اپنے مال سے بدین شرط ادا کرے کہ اُسکو موکل کے مال سے واپس لے اور اگر اُسمین کوئی عیب پاوے تو اس عیب کے واسطے خصومت کرے اور اس عیب کی وجہ سے واپس کردے اور اُسکو نہ دیکھا ہو تو بخیار رویت اُسکو چاہے واپس کردے پس اس معاملہ خرید مین اُسکے قائم مقام ہوا اور اس معاملہ کے واسطے جسکو چاہے وکیل مقرر کردے اور جب چاہے اُسکو معزول کردے اور اس وکیل نے اس توکیل کو بالمواجہہ قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے - نوع دیگر در توکیل بالجارہ - یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلان کو بوکالت صحیحہ اس امر کا وکیل کیا کہ اس موکل کا تمام دار واقع مقام فلان جسکے حدود وچنین وچنان ہین معہ اُسکے حدود وحقوق الی آخرہ جتنی مدت کے واسطے لوگون مین سے جسکو چاہے تمام اقسام اموال مین سے خواہ ثمن ہون یا دوسرا اموال جس مال کے عوض چاہے جس طریقہ سے چاہے اجارہ پر دیدے اور جسکو اجارہ پر دے اُسکے سپرد کرے اور جسطرح پر اجرت پسند کرے اُسکو وصول کرے اور اس سب مین اپنی راے پر عمل کرے اور چاہے کسی کو اس معاملہ مین وکیل کرے اور جب چاہے اُسکو معزول کرے اور جسطرح چاہے مرۃ بعد اخری وکیل کرے ومعزول کرے جبتک وہ اس وکالت مذکورہ پر ہی اور دونون کے افتراق سے پہلے اس وکیل نے یہ وکالت مذکورہ بالمواجہہ قبول کی اور اس وکیل نے تمام یہ دار مذکورہ موکل سے علیگرا اس موکل کے اُسکو یہ سب سپرد کرنے سے اپنے قبضہ مین بحکم اس وکالت کے کرلیا پس اس وکیل کو جو حق اس سب مین پیش آویگا - اس موکل پر اُسکے واسطے وہ واجب ہوگا جو حکم شرعی ہی اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کردیے واللہ تعالے اعلم - نوع دیگر کسی دار معین کے کرایہ لینے کے واسطے وکیل کرنے کی تحریر اُسکو تمام دار واقع موقع فلان محدودہ بحدودہ وچنین وچنان کو معہ اُسکے سب حدود وحقوق الی آخرہ اُسکے واسطے فلان سے اور جس سے اُسکا اجارہ دینا جائز ہو جب تک یہ وکیل اس وکالت پر ہی اجارہ لے پس اُسکو اس موکل

رہنے کے لیے جتنی مدت کے واسطے جس اجرت کے عوض جسطرح چاہے اجارہ پر لے اور جو اس معاملہ مین کرے وہ جائز تصور ہوگا اور اس معاملہ مین اپنی راے پر عمل کرے اور جسکو پسند کرے اس معاملہ کے واسطے وکیل کرے اور جب چاہے وکالت سے معزول کرے جب چاہے اور جسطرح چاہے اور جتنی مرتبہ چاہے مرۃ بعد اخری ایسا کرے اور اپنے وکیلون کو اپنے قائم مقام کرے اور اُنکے واسطے وہی اختیارات دیدے جو اُسکے واسطے جائز ہین اور جب اُسکو اجارہ پر لے تو اس موکل کے واسطے اسپر قبضہ کرلے خواہ اُسکو باجرت معجل لیا ہو یا موجل جسطرح اپنی راے کے موافق لیا ہو پس چاہے اس اجرت کو اپنے ذاتی مال سے ادا کرے تاکہ اس موکل کے مال سے واپس لے اور چاہے اس موکل کے مال سے ادا کردے اس سب مین اپنی راے پر عمل کرے پھر وکیل مذکور کا قبول کرنا از ضمان درک اور گواہ کرلینا تحریر کرے اور وکالت نامہ کو ختم کرے۔ نوع دیگر از غیر مبین اجارہ یعنی کی تحریر کی صورت اسطرح ہے کہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا اُسکو تمام اُس چیز کے واسطے جو بیان مذکور ہوئی ہے وکالت صحیحہ وکیل کیا تاکہ فلان مقام پر جو دار و حویلی و بیت موکل کے سکونت کے لائق دیکھے اُسکے واسطے جتنے دنون و برسون و مہینون کے واسطے جس اجرت پر اثمان وغیرہ سے جتنی کو اُسکی راے مین آوے جسطرح راے مین آوے اجارہ پر لے اور آیندہ مثل اول کے تحریر کرے۔ نوع دیگر اراضی کو مزارعت پر دینے کے واسطے وکیل کرنے کی صورت تحریر یہ ہے کہ فلان نے فلان کو اپنی تمام اراضی واقع موضع فلان محدود بحدود چنین وچنان جو کہ اراضی قابل زراعت ہے کی کہ صالح زراعت ہے مزارعت پر دینے کے واسطے بوکالت صحیحہ وکیل کیا تاکہ اُسکو معہ اُسکے حدود و حقوق کے جتنی مدت کے واسطے چاہے جس شخص کو چاہے مزارعت پر دیدے بدینکہ جو مزارعت پر دے وہ اپنے بیجون سے خریف و ربیع کا جو غلہ چاہے بودے اور وکیل مذکور کو اختیار ہے کہ جس حصہ پیداوار پر چاہے قلیل و کثیر سے مزارعت پر دے جو وہ اسمین کریگا وہ جائز متصور ہوگا اور اس سب کے واسطے جسکو چاہے وکیل کرے اور جب چاہے اور جسطرح چاہے مرۃ بعد اخری ایسا کرے اسمین اپنی راے پر عمل کرے اور جسکو چاہے اس معاملہ مین اپنے قائم مقام کرے اور جسکو یہ زمین مزارعت پر دے اُسکے سپرد کرے اور اسکی پیداوار مین جو حصہ دحق موکل کے واسطے واجب ہو اُسکو وصول کرے اور فلان نے اسکو قبول کیا اور موکل کا سپرد کرنا اور ضمان درک و گواہی کرا دینا سب تحریر کرے اور اگر بیج موکل کی طرف سے ہون۔ تو یون لکھدے تاکہ اُسکو اس موکل کے بیجون سے زراعت کرے واللہ تعالی اعلم

نوع دیگر زمین کو مزارعت پر لینے کے واسطے وکیل کرنے کی یہ صورت ہے کہ فلان نے فلان کو اپنے واسطے زمین مزارعت پر لینے کے واسطے بوکالت صحیحہ جائزہ وکیل کیا کہ اُسکے واسطے تمام اراضی واقع موضع فلان محدودہ بحدود چنین وچنان اُسکے مالک فلان سے اور جسکو اُسکی مزارعت پر دینے کا اختیار ہو جتنی مدت کے واسطے چاہے مزارعت پر لے تاکہ یہ موکل اُسمین اپنے بیجون سے جو غلہ خریف و ربیع کا چاہے زراعت کرے اور جتنے حصہ پر یہ وکیل چاہے لے لے اور اسمین اپنی راے پر عمل کرے۔ اور آگے بطریق سابق تمام کرے اور اگر دینے والے کی طرف سے بیج ہون تو اسکو بیان کردے۔ نوع دیگر باغ انگور معاملہ پر لینے کے واسطے وکیل کرنے کی یہ صورت تحریر ہے کہ فلان نے فلان کو تمام باغ انگور واقع موضع فلان محدودہ بحدود چنین وچنان موجود و حقوق معاملہ پر لینے کے واسطے بوکالت صحیحہ جائزہ وکیل کیا کہ اس کرمہ کو اُسکے واسطے اُسکے مالک سے یا جسکو اُسکا معاملہ پر دینا جائز ہے اُس سے جتنی مدت کے لیے

جتنے حصہ قلیل وکثیر پر چاہے معاملہ پر لے بدین شرط کہ یہ موکل اُسکے سینچنے وحفاظت کرنے واُسکے تمام مصالح پر قیام کرے اور اس سب کے واسطے جسکو چاہے جسطرح چاہے اور مرۃ بعد اخری جتنی مرتبہ چاہے وکیل کرکے اپنے قائم مقام کردے اور اس سب مین اپنی راے پر عمل کرے اور جو کچھ اس معاملہ مین کردیگا وہ جائز متصور ہوگا اور اس وکالت کے حکم سے جو چیز موکل کے واسطے معاملہ پر لے اور اسپر قبضہ کرلے اور وکیل کا قبول کرنا وگواہی کرا دینا سب تحریر کرے اور جائز ہے کہ اسطرح لکھون تحریر کرے کہ فلان مقام پر جو باغ انگور اور جو درخت جس حصہ بٹائی پر چاہے موکل کے واسطے معاملہ پر لے نوع دیگر اثبات نسب وطلب میراث کے واسطے وکیل کرنے کی صورت تحریر یہ ہے کہ فلان نے فلان کو اسواسطے وکیل کیا کہ اُسکا ہر حق جو اُسکے واسطے بسبب میراث اُسکے والد فلان سے ثابت ہے طلب کرے اور اُسکا نسب ثابت کرے واُسکے والد کی وفات وعدد وارثان ثابت کرے اور اُسکے ہر حق کے اس مقدمہ ثابت کرنے کے واسطے اور تاکہ اس سبب بین اُسکے واسطے خصومت ومنازعہ محکمہ مین دائر کرکے فیصلہ کرادے بدین شرط وکیل کیا کہ اس وکیل کا کوئی اقرار اس موکل پر نہین جائز ہے اور اُس سے صلح کرلینا بھی نہین جائز ہے اور جو گواہ موکل پر اُسکے ابطال حق کی گواہی دے اُسکی تعدیل بھی بحق موکل نہین جائز ہے اور فلان نے اس وکالت کو قبول کیا الی آخرہ - نوع دیگر اگر وکیل حفاظت کو موکل نے بری کیا تو اُسکے تحریر کی یہ صورت ہے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے فلان کو اپنی تمام اراضی وعقار واموال وعمارات کی پرداخت اور اس سب کی اصلاح والنفاق کے واسطے واُسکے نوائب ادا کرنے اور اُسکے غلات وحاصلات وصول کرنے کے واسطے اور سوا اسکے اور امور متعلقہ کے واسطے بوکالت صحیحہ وکیل کیا تھا پس اس وکیل نے اتنی برس اُسکو عدل وانصاف سے انجام دیا پھر چاہا کہ مین اُسکو اس وکالت سے خارج کردون اور جو کچھ اُسکے قبضہ مین ہے اُسپر قبضہ کرلون پس مین نے اُس سے جو کچھ اُسکے قبضہ مین تھا سب کا حساب کتاب فلان تاریخ تک بحساب صحیح سمجھ لیا اور اس وکیل نے مجھکو جو کچھ اُسکے قبضہ مین اس معاملہ مذکور کا باقی تھا سب ادا کردیا اور اُسکے دینے سے میرے قبضہ کرنے سے وہ بری ہوگیا اور اب مجھ موکل کا اس وکیل پر کوئی حق ودعوی وخصومت کسی وجہ سے نہین رہا اور اس وکیل نے اُسکے اس سب کی بالمواجہہ تصدیق کی اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کردیے اور تحریر کو ختم کرے واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر در اقرار وکیل بقبضہ دین - یہ تحریر وہ ہے جسپر گواہ ہوے تا این قول کہ فلان نے فلان سے تمام وہ چیز جو فلان کی یعنی موکل کی اسپر تھی وصول کرلی - یکبارگی اس فلان یعنے موکل نے اس فلان یعنے وکیل کو اُسکے وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور اُسپر قبضہ کرنے پر مسلط کیا ہے یکبارگی صحیح وتسلیط جائز بدین طور وصول کیا کہ اس موکل کے واسطے تمام وکمال اس مطلوب کے اس وکیل کو تمام وکمال دینے سے وصول کرلیا اور اس مطلوب کو وہ دستاویز جو موکل مذکور کے واسطے بابت مال مذکور کے اس مطلوب نے تحریر کردی تھی مطلوب کو دیدی - اور اب اس موکل کے واسطے اس مال کی بابت اس مطلوب کی جانب اسپر اور اُسکے پاس اور اُسکے ساتھ اور اُسکے قبضہ مین اور اُسکے سبب سے کسی آدمی کی جانب بعد اس تحریر کے کوئی حق وکوئی دعوے وکوئی مطالبہ کسی وجہ سے اور کسی سبب سے باقی نہین رہا اور اس مطلوب کے واسطے تمام اُس درک کو جو موکل مذکور کی طرف یا کسی آدمی کی طرف سے پیش آوے بضمانت صحیحہ ضامن ہوا کہ اُسکو اس درک سے خلاص کریگا یا بقدر اس درک کے جو مال اُس سے وصول کیا ہے واپس دیگا پھر تحریر بدستور تمام کرے - نوع دیگر ایسے طور پر توکیل کہ بعد وقوع کے باطل نہوسکے - ابتدا اسے بدستور لکھے پھر توکیل

قبول کے بعد تحریر کرے کہ یہ توکیل بدین شرط ہو کہ ہرگاہ یہ موکل اس وکیل کو اس وکالت سے معزول کرے تو یہ وکیل تمام امور مندرجہ وکالت توکیل جدید وکیل ہو جائیگا۔ جیسا پہلے بتایا وکیل کی طرف سے لکھے کہ بدین شرط کہ یہ وکیل ہرگاہ یہ وکالت اس موکل کو رد کردے تو وہ رد بوکالت جدید تمام امور مذکورہ کے واسطے اسکا وکیل ہو جائیگا اور اگر دونوں باتوں کو جمع کر دیا تو صحیح ہے اور لفظ اور کے ساتھ عطف کرے پس موکل کی طرف سے لکھے کہ بدین شرط کہ ہرگاہ یہ موکل اس وکیل کو اس وکالت سے معزول کرے آخر تک پھر وکیل کی طرف سے لکھے کہ اور بدین شرط کہ ہرگاہ یہ وکیل اس وکالت کو اس موکل کو واپس کرے الی آخرہ اور اسکے واسطے دوسرا طریقہ ہے کہ وکیل وکالت سے معزول نہ ہو سکے وہ یہ ہے کہ وکالت کو ایک مدت معلوم کے واسطے باجرت معلوم اجارہ کرے پس یوں لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو ایک سال کامل بارہ مہینہ متواتر ازاں ابتدا سے تاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان لغایت تاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان کے واسطے بعوض اتنے درم کے باجارہ صحیحہ اجارہ پر لیا جسمین فساد نہین ہے اسواسطے اجارہ پر لیا کہ یہ موجر اس مستاجر کے واسطے اسکے اصناف اموال اراضی و عقارات و سائر املاک و اعیان و منقول مین سے جنکی بیع جائز ہے جو اسکی رائے مین آوے اور نیز جن اموال کا مستاجر مذکور اس مدت اجارہ کے اندر مالک ہو جاوے انمین سے جو اسکی رائے مین آوے اس مستاجر کے واسطے فروخت کرے اور یہ موجر نے تمام اجرت مذکورہ اس مستاجر کے اسکو دینے سے لیا پوری وصول کر لی۔ اور یہ مستاجر اس سب سے بری ہو گیا پس اس موجر کو اسمین جو درک پیش آوے آخر تک بدستور تحریر کرے۔ نوع دیگر اگر حاضر نے غائب کو وکیل کیا تو اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو اسواسطے وکیل کیا بدستور معلوم لکھتا جاوے یہانتک کہ وکیل کی طرف سے قبولیت لکھنے کا ذکر آوے تو لکھے کہ فلان اس مجلس توکیل سے غائب ہے اور موکل اس فلان نے اس غائب فلان وکیل کو اس سب کے قبول کا اختیار دیا جبکہ اسکو یہ خبر پہونچے اور اسکو اس سب پر مسلط کر دیا اور اپنے اوپر اس سب کے گواہ کر دیے اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا۔ پھر جب وکیل مذکور کو خبر پہونچی اور اسنے قبول کر لیا تو تحریر کرے کہ گواہ ہوے کہ فلان یعنے وکیل نے بطوع خود اقرار کیا کہ اسکو فلان تاریخ یہ خبر پہونچی کہ اسکو فلان نے تمام اس بات کا جو وکالت نامہ ہذا مین مذکور ہے وکیل کیا ہے اور اس وکالت نامہ کی نقل یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پس وکالت نامہ کو اول سے آخر تک نقل کر دے اور اسکو ہرگاہ فلان کے وکیل کرنے کی خبر پہونچی اور اسنے یہ سب وکالت بقبول جائز قبول کی تو اس سے وہ فلان کا تمام ان امور مذکورہ کے واسطے وکیل ہو گیا اور تحریر کو ختم کرے۔ نوع دیگر در عزل وکیل۔ گواہان سمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے کہ فلان یعنے موکل نے بطوع خود اقرار کیا کہ اسنے فلان کو تمام ان امور کا جنکو وکالت نامہ ہذا متضمن ہے وکیل کیا تھا اور وکالت مذکور کی نقل یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پس وکالت نامہ کو اول سے آخر تک نقل کر دے پھر لکھے کہ اسنے اسکے بعد اسکو فلان روز بتاریخ فلان اسکے اس سب سے معزول کرنے کا خطاب کیا اور اسکو اس سب سے معزول کر دیا اور خارج کر دیا اور اسکا ہاتھ اس سب سے کوتاہ کیا بحضوری فلان و فلان و فلان کے اور یہ وہ لوگ ہین جنکو اسکے وکیل کرنے پر گواہ کر دیا تھا اور انکے کانون نے اسکا وکالت نامہ سنا تھا اور یہ لوگ اس وکیل اور اس موکل کو اچھی طرح بمعرفت صحیحہ پہچانتے ہین اور ان دونون کے نام و نسب سے واقف ہین اور انھون نے وکالت نامہ مذکور کی تاریخ ہین اپنے خطون سے اپنی گواہی اسپر ثبت کی تھی تمام اس معاملہ کی جو وکالت نامہ مذکور مین تحریر ہے۔ اور اگر معزول کرنا باوشاہ نحو بلکہ اسکے پاس خبر رہندہ و آگاہ کنندہ بھیجا۔ تو بعد اس تحریر کے کہ اسکو اس سے معزول کیا

اور اُسکا ماتحا اس سے کہ تو ہ کیا یون تحریر کرے کہ فلان و فلان کے ذمہ اُسنے یہ کام قرار دیا کہ اس وکیل مذکور کو اسکی خبر دین اور اُسکو اس سب سے آگاہ کردین اور اپنے اوپر اسکے گواہ کردے پھر جب اُسکو اسکی خبر پہونچے اور وہ معزول ہوجاوے تو لکھے کہ گواہ ہوے کہ فلان یعنے موکل نے فلان و فلان کے سپرد یہ کام کیا کہ دونون فلان یعنے وکیل کو یہ خبر پہونچا دین کہ اُسکے موکل فلان نے اُسکو تمام اُس چیز سے جسکا اُسکو وکالت نامہ مین وکیل کیا تھا جسکا یہ نسخہ ہی معزول کیا ہی اور وکالت نامہ کی نقل یہ ہی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پس وکالت نامہ کو اول سے آخر تک نقل کردے پھر لکھے کہ فلان و فلان سے یہ خبر و اعلام بحضور اہی گواہون نے واقع ہوا اور وہ فلان و فلان و فلان و فلان ہین اور انہون نے انکو اپنی آنکھون سے دیکھا اور کانون سے اُنکا کلام سُنا بعد ازانکہ اس موکل نے اُنکو فلان تاریخ اس بات پر گواہ کردیا تھا اور حالانکہ وہ بدن و عقل سے صحیح و تندرست تھا کہ مین نے ان دونون کو یہ کام سپرد کیا اور ان دونون کو اپنے قائم مقام کیا اور یہ اس فلان معزول کو بصفت صحیحہ پہچانتے ہین اور اُسکے نام و نسب سے واقف ہین پس اس فلان معزول نے اُسکا معزول کرنا جسطرح اُسنے اُسکو اپنی وکالت مذکورہ سے معزول کیا ہی قبول کیا اور انھون نے اپنی گواہی اپنے خط سے آخر تحریر ہذا مین ثبت کردی ہین اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا۔ اور اگر کسی ثابت الوکالت کو معزول کیا پس سے یہ کہا ہی کہ ہرگاہ مین تجھکو اپنی اس وکالت سے معزول کرون تو تو بوکالت جدید مثل سابق میرا وکیل ہی پس آیا اسکا معزول کرنا ممکن ہی یا نہین توقیح الاسلام حسن بن عطار بن حمزہ نے اختیار کیا کہ اس لفظ سے ممکن ہی کہ یون لکھے کہ مین نے تجھے کہا تھا کہ تو میرا اس سب کے واسطے وکیل ہی بدین شرط کہ ہرگاہ مین تجھے معزول کرون تو تو میرا اسواسطے بوکالت جدید وکیل ہوجائیگا اور مین نے تجھکو اب اپنی تمام وکالتون مطلقہ و علقہ سے معزول کیا۔ اور اسپر سب کا اتفاق ہی کہ اگر یون کہا کہ ہرگاہ تو میرا وکیل ہوجاوے تو مین نے تجھکو اس سے معزول کیا تو صحیح نہین ہی اسواسطے کہ عزل کو شرط کے ساتھ معلق کرنا باطل ہی اور یہ اطلاق صحیح ہی واللہ تعالے اعلم۔ اور بعض مشائخ اہل بصرہ کے نزدیک اس لفظ سے سب وکالتون سے معزول ہوگا بلکہ یون لکھے کہ مین نے تجھکو وکالت ثابتہ کے معزول کیا اور اپنی وکالات علقہ سے رجوع کرلیا پس اس سے سب وکالتین باطل ہوجائینگی کرجاہیے ہی کہ وکالات علقہ سے رجوع مقدم کیا جاوے پھر وکالات ثابتہ سے معزول کیا جاوے اور یہ کیا یا الوکالت یعنی کا ہی نوع دیگر اگر قرضخواہ کو وکیل کردیا کہ بصورتیکہ اُسکا قرضہ ادا نکرے تو قرضخواہ اُسکا دار فروخت کردے ایسطور پر وکیل کیا کہ معزول نہین ہوسکتا ہی تو اُسکی تحریر اسطرح ہی کہ فلان نے اقرار کیا کہ فلان کے اُسپر اور اُسکے ذمہ استحقاق درہم میعادی بوندہ مدت چھ مہین ہین اور اگر یہ قرضدار مذکور اس قرضخواہ کو یہ مال اُسکو ادا کی میعاد آنے پر ادا نکردے اور تین رات دن کی تاخیر ہوجاوے تو فلان نے اس قرضخواہ فلان کو اس بات کا وکیل کیا کہ قرضخواہ مذکور اُسکے دار کو جو فلان مقام پر واقع ہی اُسکے حدود بیان کردے جتنے ثمن کے عوض چاہے فروخت کردے یا لکھے کہ بعوض اتنے ثمن کے جس خریدار کے ہاتھ چاہے فروخت کردے اور اُسکا ثمن وصول کرلے اور اُس سے اپنا قرضہ لے اس بات کے واسطے اُسکو توکیل صحیح اس شرط سے وکیل کیا کہ ہرگاہ اُسکو اس وکالت سے قبل یہ قرضہ وصول ہونے اور اپنے بری الذمہ ہونے کے معزول کرے تو وہ اس وکالت سے خارج نہ ہوگا اور وصول ثمن کے واسطے بوکالت جدید مثل سابق کے وکیل ہوجائیگا واللہ تعالے اعلم۔ کذا فی المحیط اور اگر طلب شفعہ کے واسطے وکیل کیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلان کو بوکالت صحیحہ اسواسطے وکیل کیا کہ اُسکا حق شفعہ فلان دار محدودہ بحدود پڑھین و دیہان مین طلب کرے اور اُسکو شفعہ مین لے لے اور اس مقدمہ

مین اُسکی تحقیق وگواہیان قائم وثابت کرے اور اس سب مین اُسکو اپنے قائم مقام کیا اور اسمین خصومت ومنازعت دائر کرے اور ثمن اُسکو وہ دے اور دار مذکور بحق شفعہ اُسکے واسطے اپنے قبضہ مین کرلے اور اُسکو یہ اختیار نہین دیا کہ اُسکا حق شفعہ جو اس دار مین ہر دیدے اور یہ اختیار نہین دیا کہ اسمین اُسپر کچھ اقرار کرے اور یہ اختیار نہین دیا کہ جو گواہ اس موکل پر ایسی گواہی دے جس سے اُسکا کچھ حق باطل ہوتا ہو تو وہ اسکی تعدیل کرے اور فلان نے اسکو قبول کیا۔ اور اگر مضاربت کے واسطے تحریر لکھنی چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلان نے فلان کو اتنے درم یا دینار دیے اور اس نقد کا وصف وقدر اچھی طرح بیان کردے یہ درم ودینار بطریق مضاربت صحیحہ اُسکو دیے تاکہ یہ مضارب ان درمون یا دیناردن سے کاروبار تجارت کرے اور جو چیزین تجارت کی اُسکی رائے مین آوین اپنے خرید سے پھر جو خریدا ہو اُسکو نقد یا اُدھار جسطرح چاہے فروخت کرے۔ اور مال مضاربت سے انواع تجارات مین سے جس قسم کی تجارت چاہے کرے اور چاہے مال مضاربت سے خریدنے کے واسطے وکیل کرے اور جسکے ہاتھ یہ مضارب پسند کرے اُسکے ہاتھ فروخت کرے اور انواع تجارات مین سے جس قسم کی تجارت پسند مضارب اختیار کرے۔ اور اگر مضارب چاہے تو اس مال کے ساتھ دار الاسلام یا دار الحرب کی طرف سفر کرے اور جب سفر کرے تو اسمین سے بقدر ضرورت اپنے اوپر خرچ کرے اور اس سب مین اپنی رائے سے عمل کرے بدین شرط کہ اللہ تعالے اسمین جو کچھ نفع اور بڑھتی دے وہ دونون مین نصف نصف ہوگی اور جو کچھ اسمین خسارہ ونقصان ہوگا وہ رب المال پر ہوگا بشرطیکہ اسمین نفع شامل نہو اور اگر نفع شامل ہو تو خسارہ بجانب نفع راجع ہوگا اور اس مضارب نے قبول کرکے یہ تمام مال مضاربت بقبضہ صحیحہ وصول کرلیا اور بعد صحت وتمام ہونے اس عقد کے دونون اس مجلس سے بتفرق ابدان واقوال جدا ہوے اور بطوع خود دونون نے اسکا اقرار کیا یہ ظہیریہ مین ہے۔

فصل پانزدہم - کفالات کے بیان مین - لکھے کہ یہ تحریر وہ ہے جسپر گواہ ہوے تا اینقول کہ فلان نے فلان کے نفس کی کفالت اُسکے حاکم سے اُسکے خصم فلان کے واسطے اسطرح کی کہ ہرگاہ اُسکو مانگیگا اور اُسکے نفس کے سپرد کرنے کا مطالبہ کریگا کسی وقت مین رات یا دن مین اور حالیکہ اُسکا مطالبہ بحق خود ممکن ہوگا بدون کسی حائل کے جو دونون کے درمیان حائل ہو اور بدون کسی مانع کے جو اُس سے منع کرے تو اُسکے سپرد کردیگا اور فلان نے اس کفالت کو بالمشافہہ وبالمجلس قبول کیا اور اگر چاہے کاتب یون تحریر کرے کہ فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے نفس فلان کی اُسکے حکم سے واسطے اُسکے خصم فلان کے کفالت کی ہے تاکہ اُسکو سپرد کرے جبکہ اسکا خصم اُسکے نفس سپرد کرنے کا مطالبہ کرے الی آخرہ۔ اور اگر زیادہ مضبوطی چاہے تو یون لکھے کہ بدین شرط کہ ہرگاہ یہ کفیل اس مکفول لہ سے اس مکفول کو دیکر بری ہو جاوے تو جب تک اس مکفول عنہ پر اُسکا کچھ قرضہ باقی رہیگا تب تک یہ بحالہ بکفالت جدید کفیل رہیگا اور قرضہ اسقدر ہے جو کہ بتاریخ فلان دستاویز مین تحریر ہوا ہے پس جب اُسکو یہ مکفول لہ مانگے اور اُسکے نفس کا مطالبہ کرے کسی وقت مین الی آخرہ۔ یہ محیط مین ہے اور اگر نفس مال دونون کا کفیل ہو تو لکھے کہ فلان نے بحالت جواز اقرار لینے کے بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے نفس فلان کے واسطے اُسکے خصم فلان بن فلان کی کفالت کی ہے کہ جب وہ اُسکے نفس کا مجھسے مطالبہ کریگا تو مین اُسکو اُسکے سپرد کرونگا اور اگر بروز طلب سپرد نکرون تو اس مکفول لہ کے واسطے تمام اُس مال کا جو اُسکا اس مکفول عنہ پر اس مکفول عنہ سے مین ضامن ہونگا اور یہ مال اسقدر درم یا دینار ہین یہ بکفالت صحیحہ کفالت کرلی اور اس سے یہ مکفول لہ

راضی ہو اور اس کفالت کی بنفس خود اس مجلس کفالت مین باجازت صحیحہ اجازت دیدی - اور خطاباً اُسکے اقرار کی تصدیق
کی اور اگر کفالت مین کوئی مدت مقرر ہو تو لکھے کہ واسطے اُسکے خصم فلان بن فلان کے کفالت کی تاکہ نفس مکفول عنہ
کو اس تاریخ سے ایک مہینہ گذرنے کے بعد جب وہ اُسکے نفس کا مطالبہ مجھسے کریگا اُسکے سپرد کرونگا یہ طریقہ ہے مین ہر
نوع دیگر تعلیق کفالت بمال بشرط عدم سپردگی نفس مکفول عنہ - پس کفالت نفس کی تحریر اسی طور سے لکھے جسطرح مذکور
ہوئی ہو پھر قبول لکھنے سے پہلے لکھے کہ بدین شرط کفالت نفس کر لی - کہ اگر مکفول عنہ کو فلان روز یا جسوقت مکفول لہ مطالبہ
کرے سپرد نکرون تو تمام اُس مال کا جسکا اس مکفول عنہ پر مطالبہ کرتا ہے کفیل ہونگا اور وہ قدرو رہم ہین اور تمام اس چیز کا
جو اُسپر از قسم قرضہ ثابت ہوئی ہے اسمین کوئی علت وجہت نہوگی بدین شرط کہ اسکے بعد اس طالب کو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے
ہر واحد کو فلان کفیل و فلان مکفول عنہ کو تمام اس مال کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے دونون کو اسکے واسطے ماخوذ
کرے اور چاہے دونون مین سے ایک کو اس سب کے واسطے ماخوذ کرے جب چاہے اور جسطرح چاہے اور ہرگاہ چاہے
ان دونون کے واسطے اس قرضہ سے بریت نہین ہے اور نہ دونون مین سے کسی ایک کے واسطے اس سے بریت ہے یہانتک
کہ اس قرضخواہ کو اُسکا پورا قرضہ پہونچ جاوے یا کسی سبب سے اس سب قرضہ سے بریت واقع ہو جاوے اور یہ
سب کفالت بحکم فلان یعنے اس مطلوب کے حکم سے واقع ہوئی اور اس سب پر ان لوگون نے گواہ کر دیے الی آخرہ
اور اگر ایک شہر مین نفس مکفول عنہ سپرد کرنے کی شرط کر لی پھر اُسکو دوسرے شہر مین سپرد کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک
بری ہو جائیگا بشرطیکہ ایسے مقام پر ہو جہان اُس سے اپنا انصاف کرا سکتا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک جب تک
مقام مشروط مین سپرد نکرے تب تک بری نہوگا - اسی طرح اگر سپرد کرنے کے واسطے مجلس قاضی کی شرط کی
تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف حکم ہے اور اگر مکفول عنہ نے اپنے تئین کفیل کے سپرد کرنے سے انکار کیا تاکہ وہ مکفول لہ
کے سپرد کرے پس اگر اُسنے اقرار کیا کہ کفیل نے اُسکے حکم سے کفالت کی ہے تو اُسپر جبر کیا جائیگا کہ اپنے تئین کفیل کے سپرد کرے تاکہ وہ مکفول لہ
کے سپرد کرے اسی طرح اگر وہ دوسرے شہر مین ہو تو اُسپر جبر کیا جائیگا کہ مکفول لہ کے شہر مین جاوے اور اگر اُسنے اپنی اجازت سے
کفالت کرنے سے انکار کیا اور قسم کھا گیا اور گواہ موجود نہین ہین تو اُسپر جبر نکیا جائیگا - وجہ دیگر بیان کفالت بمال بر کفالت
بنفس کفالت صحیحہ جائزہ اور یہ حق کفیل مین احوط ہے کہ یون لکھے کہ بدین شرط کہ فلان کو فلان نے سپرد کر دیا کہ بروز فلان اور اگر بروز
فلان ہرگاہ وہ مطالبہ کرے اور مین سپرد نکرون اسے آخرہ اسواسطے کہ شاید مکفول لہ اُسدن خود ٹال جاوے تاکہ مال
بر ذمہ کفیل واجب ہو جاوے اسواسطے ہمنے کفیل کے حق مین رعایت رکھی اور شرط مین یہ درج کر دیا کہ درصورتیکہ
مکفول لہ طلب کرے اور وہ سپرد نکرے تو ایسا ہوگا - اور اگر ایک جماعت نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی تو اسکو
بیان کر دے اور یہ بھی تحریر کر دے کہ بدین شرط کہ مکفول لہ کو اختیار ہے کہ ان سب سے یا ہر ایک سے نفس مکفول عنہ کا
مطالبہ کرے اور بدین شرط کہ ہر ایک انمین سے اس طالب کے واسطے اپنے ساتھیون کے حکم سے اُنکے نفوس کا
بھی کفیل ہو یہانتک کہ فلان کو اس طالب کے سپرد کرین اور تحریر کو ختم کرے - نوع دیگر در کفالت بمال - یہ تحریر
بدین مضمون ہے جسپر گواہ ہوے کہ تا این قول کہ مین نے فلان کے واسطے فلان کی طرف سے اُسکی اجازت سے تمام
اُس مال کی جو فلان پر ہے اور وہ اسقدر ہے ضمانت صحیحہ کر لی پس فلان کے واسطے یہ مال فلان پر بسبب ضمانت مذکورہ
کے واجب ہوا پس فلان کو اختیار ہوا کہ فلان کفیل کو اسکے واسطے ماخوذ کرے اور اسمین سے جسقدر کے واسطے

چاہے ماخوذ کرے اور جب چاہے اور جس کیفیت سے چاہے اور ہر گاہ چاہے ماخوذ کرے۔ اور اگر دو کفیل یون تو لکھے کہ پس اس فلان کو اختیار ہوا کہ دونون کو اسکے واسطے اور اسمین سے جتنے کے واسطے چاہے ماخوذ کرے چاہے ان دونون کو ماخوذ کرے اور چاہے ایک کو اور چاہے ہر ایک کو جسطرح چاہے اور جب چاہے ایک بعد دوسرے کے دونون کو ماخوذ کرے اور فلان طالب کے دونون مین سے ایک کے ماخوذ کرنے سے دوسرے کو کچھ بریت نہوگی یہانتک کہ وہ اپنا پورا قرضہ وصول پاوے اور فلان وفلان مین سے ہر ایک بحکم دوسرے کے دوسرے کی طرف سے وکیل خصومت ہی کیونکہ فلان طالب کے جس حق کا وہ اسکے موکل پر مطالبہ کرے خصم ہوگا۔ اور دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کی وکالت کو بالمواجہہ قبول کیا اور فلان یعنے طالب نے دونون کی طرف سے اس کفالت کو بالمشافہہ قبول کیا۔ اگر دونون مین سے ایک کی دوسرے کی ملک کی کفالت کرنا شرط کی ہو تو لکھے کہ ان دونون کفیلون مین سے ہر ایک اس مکفول لہ کے واسطے دوسرے کے حکم سے دوسرے کے حصہ کا اس مال مین سے ضامن ہی پس اسکو اختیار ہی کہ دونون سے مطالبہ کرے یا دونون مین سے ہر ایک سے تمام اس مال کا مطالبہ کرے اگر چاہے۔ اور اگر بغیر حکم دوسرے کے ہو تو لکھدے کہ بدون اسکے حکم کے ہی۔ نوع دیگر اگر پسر نے بعد موت پدر کے ضمانت کی تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی گواہ لوگ جنکا نام آخر تحریر مین مذکور ہی گواہ ہوے تا اینکہ قول کیا کہ اسکے والد فلان پر اسقدر درم قرضہ لازم وحق واجب ہین اور اسکے والد فلان نے وفات پائی اور اسکی میراث اس پسر کے ہاتھ آئی اور وہ اسقدر درم ہین یا اتنی زمین ہی جسکی قیمت سے یہ قرضہ ادا ہو سکتا ہی اور کچھ بچتا ہی اور اس پسر نے اپنے والد کی طرف سے اس زید کے واسطے اس تمام مال کی ضمانت صحیح جائزہ کرلی اور زید نے اسکی ضمانت کو بالمشافہہ قبول کیا پس یہ تمام مال زید کے واسطے اس پسر پر بحکم اس ضمان مذکور کے ہوگیا اس پسر کو یہ مال اس زید کو دینے سے ہر گاہ مطالبہ کرے بسبب ایسے حق کے جو دعوی کرتا ہی بکولہی وقسم کچھ انکار نہین ہی اور اسکو کوئی حجت کسی وجہ سے اسکے ابطال مین نہین ہی جسکی اسنے زید کے واسطے ضمانت کرلی ہی اور دونون نے اپنے اوپر اسکے گواہ کر لیے آخر تک۔ اور یہ ہمنے لکھدیا کہ اسکے قبضہ مین پدر متوفی کا ترکہ آگیا ہی اسواسطے کہ امام اعظم رح فرماتے ہین کہ اگر اسنے کوئی ایسا مال نچھوڑا اور پسر نے کفالت کرلی تو نہین جائز ہی۔ پس اگر اسنے میراث نچھوڑی ہو اور اس کفالت کی ضرورت واقع ہوئی تو لکھے کہ وہ مرگیا اور اسنے کچھ مال نچھوڑا اور اس پسر نے چاہا کہ اسکی کھال کو آگ سے چھوڑا دے اور اسکا ذمہ فارغ کرادے پس اسکی طرف سے اسکے حق کی رعایت سے اس مال کی ضمانت کرتا ہی اور ایسے حاکم نے جسکا حکم مسلمانون کے درمیان جائز ہی اس کفالت کی صحت ولزوم کا حکم دیدیا۔ اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر کفیل نے مکفول عنہ کی طرف سے مال ادا کیا اور مکفول عنہ سے اسکا اقرار بغرض وثاقت تحریر کرانا چاہا تو لکھے گواہان مسمیان آخر تحریر یہ گواہ ہوے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ زید کے اوپر اسقدر درم قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح تھے اور فلان نے اسکی طرف سے اس قرضہ کی کفالت اسکے حکم سے اس زید کے واسطے بطور صحیح کی تھی اور اس کفیل نے اسکی طرف سے یہ مال تمام وکمال ادا کر دیا اور اس کفیل نے واسطے اوپر یہ مال فی الحال واجب الادا ہی اس مقر کو اس سے کچھ انکار نہین ہی اور نہ کسی وجہ سے کوئی دعوے ہی جو موجب اسکے ابطال کا ہووے اور اسکی کسی طرح بریت نہین ہی۔ الابدین طریق کہ یہ سب مال اسکو ادا کر دے اور یہ مقر آج کے روز اسکے ادا کرنے پر قادر ہی اور اس کفیل مقر لہ نے اسکے اس اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی پھر تحریر کو ختم کرے کذا فی المحیط۔

فصل شانزدہم - حوالہ کے بیان مین - یہ تحریر بدین مضمون ہو جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب گواہ ہوے ہین کہ زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے بکر پر اسقدر درم حق واجب و قرضہ لازم بسبب صحیح تھے اور بکر نے اس تمام مال کا اس عمرو کے واسطے اس زید پر حوالہ کیا اور زید نے تمام اس مال کا حوالہ اس عمرو کے واسطے بالمخاطبۃ اسی مجلس حوالہ مین قبول کیا پس تمام مال مذکور اس زید پر بحکم اس حوالہ مذکورہ کے عمرو کے واسطے ہو گیا اس زید کو عمرو کو یہ مال مذکور دینے سے ہرگاہ اُس سے مطالبہ کرے ایسے حق کا جسکا اُسپر بگواہی و قسم دعوے کرتا ہی کچھ انکار نہین ہی اور کسی وجہ سے اور کسی سبب سے کوئی حجت اس مال مذکور کے ابطال کی نہین ہی اور تحریر کو ختم کرے - اور اگر محیل کا محتال علیہ پر مال آتا ہو پس حوالہ بقید اس مال کے ہو تو لکھے کہ زید کا عمرو پر اسقدر قرضہ اور عمرو کا بکر پر اسقدر قرضہ ہی پس عمرو نے زید کو بکر پر حوالہ کر دیا اور بکر نے اس حوالہ کو قبول کیا باینکہ بکر اس زید کو یہ قرضہ اُس مال سے دیدیگا جو عمرو کا بکر پر آتا ہی - اور اگر بکر نے عمرو کی طرف سے بشرط بریت اصیل کفالت قبول کی ہو تو یہ ہمارے نزدیک حوالہ ہی پس اُسکو بدستور معلوم لکھے کہ آخر مین حکم حاکم بعد خصومت صحیحہ لاحق کرے اور اگر قرضہ کے واسطے دستاویز تاریخی ہو تو لکھے کہ قرضہ واجب بسبب صحیح جسکے واسطے دستاویز اقراری مورخۂ تاریخ فلان تحریر ہی - اور اگر قرضہ کسی مبیع کا ثمن یا کسی مال کی ضمانت یا دوسرے سبب سے ہو اور یہ ثابت ہو گیا ہو تو صحیح ہی اور زیادہ واضح ہوگا - اور اگر حوالہ بمیعاد ہو تو اسکو تحریر کرے اور یہ محیل بری ہو گیا اور اُسکے ذمہ سے یہ مال ساقط ہو گیا اور یہ مال محتال لہ کے واسطے بحکم اس حوالہ کے اس محتال علیہ پر میعادی اتنے معینون کی میعاد ابتداے تاریخ تحریر ہذا سے انتہاے تاریخ فلان پر واجب الادا ہوا پس بعد میعاد آجانے کے جب چاہے جسطرح چاہے مطالبہ کرے اُسکے واسطے کوئی بریت نہوگی اور اس مال کی ادائی کے وقت اُسکو تمام مال کے ادا کرنے سے کوئی انکار نہوگا اور اگر یہ شرط کر لی کہ اگر محتال علیہ عاجز ہوا تو محیل سے رجوع کریگا تو لکھے کہ اگر یہ مال اس محتال لہ کو نہ پہنچا اور وہ اس محتال علیہ سے وصول کرنے سے عاجز ہو گیا بسبب اُسکی موت کے یا غائب ہو جانے کے یا اعدام و افلاس کے یا سرکشی کے یا اس حوالہ سے انکار کر جانے کے تو اس محیل سے رجوع کریگا اور اُس سے مطالبہ کریگا اور یہ سب اس محیل نے قبول کیا اور ان لوگون مین سے بعض نے بعض کی اس سب مین بالمواجہہ تصدیق کی اور اسمین زیادہ توثیق کے واسطے تحریر کر دی - اور اس محیل نے اُسکو اسکے وصول کرنے کا اختیار دیدیا اور یہ اختیار دیا کہ حکام مین جسکے پاس چاہے نالش دائر کرے اور اس معاملہ مین اُسکو توکیل کا اختیار دیا کہ جسکو چاہے وکیل کرے اور معزول کرے مرۃ بعد اخری بتوکیل صحیح کذا فی المحیط - نوع دیگر زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکے عمرو پر اسقدر درم حق واجب و قرضہ لازم ہی اور اُسنے اپنے قرضخواہ بکر کو اس مطلوب پر اس مال کا حوالہ کر دیا تھا اور اُسنے اس حوالہ کو قبول کیا تھا پھر اس عمرو نے اپنے قرضدار خالد پر اس مال کا بکر کو حوالہ کر دیا اور اس خالد نے اس حوالہ کو قبول کر لیا پھر یہ خالد غائب ہو گیا اور فلان شہر کو چلا گیا پس بکر کو اس سے اپنا حق وصول نہو سکا اور عاجز ہو کر اُسنے محیل سے رجوع کیا اور محیل بھی غائب ہو گیا پس عاجز ہو کر اُسنے اسکے محیل سے رجوع کیا اور اُسنے حوالہ مین یہ شرط کر لی تھی پس بکر نے یہ تمام مال زید سے وصول پایا پھر جبکہ عمرو شہر فلان سے حاضر ہوا تو بسبب دونون حوالون کے باطل ہونے کی زید نے اُس سے اس مال کا مطالبہ کیا اور عمرو سے یہ مال تمام و کمال بھر پایا اور زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے عمرو کے یہ سب مال اُسکو ادا کرنے سے سب بھر پایا ہی اور اُسکو تمام دعوی و خصومات سے بری کر دیا ہی با اقرار صحیح اقرار کیا جو تمام دعوی و خصومات کا قاطع ہی اور زید کا عمرو کی جانب

یا عمرو پر الی آخرہ کچھ نہین رہا اور عمرو کے واسطے ضمان درک کا بطور صحیح ضامن ہوا اور اس مقر لہ نے اسکے اقرار کی مشافہۃ تصدیق کی اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر لیے واللہ تعالے اعلم کذا فی الذخیرہ - اور اگر محیل کا محتال علیہ پر مال ہو تو لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے ہین بدین مضمون ہی زید کا عمرو پر اسقدر قرضہ بسبب صحیح حق واجب و دین لازم ہی پس زید نے اپنے قرضخواہ بکر مذکور کو عمرو پر حوالہ کیا اور عمرو نے یہ حوالہ قبول کیا بدین شرط کہ یہ مال اُس مال سے جو عمرو پر آتا ہی ادا کریگا الی آخرہ کذا فی الظہیریہ -

فصل ہفدہم مصالحات کے بیان مین - اگر تمام دعوی و خصومات سے صلح کی تحریر چاہی تو لکھے کہ فلان بن فلان فلانے نے اسے آخرہ اقرار کیا کہ مین نے فلان سے اپنے تمام دعوی و خصومات سے جو اُسکی جانب مین اسقدر دینار پر بصلح صحیح جو تمام دعوی و خصومات کی قطع کرنے والی ہی صلح کی اور اُسنے مجھسے بقبول صحیح قبول کیا اور مجھکو بدل صلح اسی مجلس صلح مین ادا کر دیا اور مین نے اُسپر قبضہ صحیح کر لیا اور بعد اس صلح کے میرا اُسپر کسی سبب اور کسی وجہ سے کوئی دعوی و کوئی خصومت نہ قلیل مین نہ کثیر مین نہ قدیم مین نہ جدید مین نہ مال صامت مین نہ مال ناطق مین نہ حیوان مین نہ اعیان مین نہ منقول مین نہ محدود مین نہ دراہم مین نہ دینار مین نہ ایسی شی مین جسپر مال و ملک کا لفظ بولا جاتا ہی نہین رہی اس سب کا اُسنے اقرار صحیح کیا جسکی اس صلح قبول کرنے والے نے تصدیق کی یہ صورت تحریر تمام صلحنامون مین اصل ہی - اور اگر صغیر کا کوئی دعوے کسی اجنبی پر ہو اور اس سے صلح واقع ہوئی پس اگر صلح کرنے والا صغیر کا باپ ہو تو لکھے کہ فلان بن فلان نے اقرار کیا کہ مین نے فلان سے ہر خصومت سے جو اُسکے فرزند صغیر کے واسطے جسکا نام فلان ہی اور اُسکا کوئی لڑکا اس نام کا اسکے سوا نہین ہی اتنے درمون پر صلح کر لی بعد اسکے مجھکو اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ صلح اس صغیر کے حق مین اس سے بہتر ہی کہ خصومت طول دیجاوے اسواسطے کہ اس ولد صغیر کے واسطے گواہ عادل نہ تھے جنکو اس صغیر کے حق کے اثبات کے واسطے قائم کیا جاوے اور مدعا علیہ کے پاس وفیہ صحیح موجود تھا اور فلان نے اس صلح کو اُس سے بقبول صحیح قبول کیا اور اس صلح کرنے والے نے اس صغیر کے واسطے یہ بدل صلح مجلس صلح مین بقبضہ صحیح وصول کر لیا - اور اگر صلح کرنے والا اجنبی ہو اور قاضی نے اسکو صلح کرنے کی اجازت دیدی ہو تو لکھے کہ فلان بن فلان جو صغیر فلان کی جانب سے اس مصالحہ کرنے کے واسطے از جانب قاضی فلان بن فلان اس صلح کرنے اور بدل صلح وصول کرنے کا اجازت یافتہ ہی سب طرح اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان سے یعنے مدعا علیہ سے ہر خصومت سے جو صغیر فلان کی اُسپر تھی با جازت قاضی فلان کے صلح کر لی جبکہ اس صغیر کے واسطے کوئی وصی نہ تھا نہ از جانب پدر و نہ از جانب غیر اور یہ صلح بعوض اسقدر درمون کے صلح صحیح کر لی بعد ازانکہ یہ بات بیقین معلوم ہو گئی کہ اس صغیر کے واسطے یہ صلح بہتر ہی اور سبب بیان کر دے اور آخر تک تحریر کو ختم کرے یہ ظہیریہ مین ہی - اگر صغیر پر دعوی کیا اور مدعی کے پاس گواہ ہین اور اس دعوی سے صلح کی تو لکھے کہ فلان بن فلان نے اقرار کیا کہ وہ صغیر مسمے فلان بن فلان پر اُسکے والد کے حضور مین یا لکھے کہ اُسکے وصی کے حضور مین اُسکے روبرو یہ دعوے کرتا تھا کہ یہ سب اُسکی ملک و حق بسبب صحیح ہی اور اس باپ یا وصی کے قبضہ مین ناحق ہی اور اُس سے مطالبہ کرتا تھا کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے اس مدعی کو سپرد کر دے اور قابض مذکور اُسکے اس دعوی سے منکر تھا اور کہتا تھا کہ اس صغیر کی ملک و حق اُسکے باپ یا وصی کے قبضہ مین بحق ہی اور اُسپر اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے اس مدعی کے سپرد کرنا واجب

نہین ہی حالانکہ اس مدعی کے واسطے گواہان معروف بعدالت وجواز شہادت موجود تھے اور یہ مصالحہ جو اس صلحنامہ مین مذکور ہی اس صغیر کے واسطے خصومت طول دینے سے بہتر تھا پس دونون نے بجانب صلح میل کیا اور اس قرارداد پر صلح کی کہ باپ اس صغیر کے مال سے اسقدر دم اس مدعی کو دیدے پس مدعی نے اس سے اس امر پر صلح کرلی اور باپ نے اس صلح کو بالمشافہہ قبول کیا اور مدعی نے بہ بدل صلح اس باپ کے اسکو مال صغیر سے یہ سب ادا کرنے سے وصول پایا اور اس مدعی کا اس صغیر پر اس چیز مین کچھ دعوی نرہا نہ اس چیز کے عین مین نہ ثمن مین نہ قیمت مین نہ غلہ مین نہ حق قدیم مین نہ جدید مین اور اسکے اس اقرار کی اس شخص نے جسکو حق تصدیق حاصل ہی بالمشافہہ وبالمواجہہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کردے بعد ازانکہ آخر مین حکم حاکم لاحق کردے اور اسکا سبب مکرر بیان ہوچکا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص مرگیا اور اسکی جورو اور اسکے وارثون مین صلح ہوئی تو اسکی تحریر کی یہ صورت ہی کہ یہ تحریر جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے ہین بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان اس عورت فلانہ بنت فلان کا شوہر تھا بنکاح صحیح تھا اور وہ مرگیا اور وارثون مین ایک اپنی اس جورو کو چھوڑا اور اولاد مین فلان وفلان وارثون کے نام وتعداد بیان کردے اور ترکہ مین ان وارثون کے قبضہ مین اراضی فلان اسکے حدود بیان کردے اور دور دیہوت مین چنین وچنین اور اراضی وعقار اور ان سب کے حدود بیان کردے اور غلامون مین اتنے غلام انکا نام وحلیہ وجنس وسن بیان کردے اور کپڑون مین اتنے عدد انکی جنس وصفت وقیمت بیان کردے اور چوپاؤن مین اتنے چوپایہ ازانجملہ گھوڑے اتنے اور بچھڑے اتنے اور گدھے اتنے اور ہر ہر مال کو ایسی صفت سے بیان کردے جس سے تمیز ہوجاوے یہ سب ترکہ چھوڑا پس مہر نکالنے کے بعد اس عورت کے واسطے باقی کا آٹھوان فریضہ ترکہ چاہیے تھا پس اس عورت نے ان وارثون پر باقی مہر اور حصہ ہشتمین کا دعوی کیا اور وہ اسقدر ہی اور وارثون نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا اور صلح انکے واسطے بہتر تھی پس اس عورت نے اس سب ترکہ کو ایک ایک دیکھہ بھال کر اپنے حق وصداق سے صلح کرلی اور اسمین سے کچھ مال کسی شخص پر قرضہ نہ تھا اور نہ میت پر قرضہ ہونے کی وجہ سے گھرا ہوا تھا اور نہ سوائے قرضہ کے وصیت وغیرہ تھی یا لکھے کہ اور جو لوگون پر قرضہ تھا وہ برآمد ہوکر آگیا اور جو میت پر قرضہ تھا وہ برضامندی تمام وارثون کے ادا کردیا گیا پس اس عورت نے اپنے آٹھوین حصہ میراث وبہرے اسقدر پر صلح جائز نافذ کرلی جسمین نہ شرط ہی نہ مثنویت نہ فساد نہ خیار اور وارثون سے تمام وہ چیز جسپر صلح واقع ہوئی ہی وارثون کے اسکو سب دیدینے سے اپنے قبضہ مین کرلی اور جس سے صلح واقع ہوئی ہی اس سب کو اس عورت نے ان وارثون کو خالی از نافع ومنازع سپرد کردیا تمام سب چیزون جو اس تحریر مین مذکور ہوئی ہین بحدود وحقوق وتمام متاع باندی وغلام ولباس وگھوڑے کی زینین ولگامین اور اسکا سب سامان اور چوپاؤن گدھون کے اکاف وغیرہ وباغون وبستانون کے پھل واراضی واشجار وکھیتیان وپودے اور انکے تمام غلات ان باقی وارثون کے واسطے بحکم اس صلح مذکور کے ہوگئے کہ اس عورت کا اسمین کچھ حق ودعوے ومطالبہ قلیل وکثیر مین کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین رہا اور یہ عورت بعد اسکے جو دعوی ان وارثون کی جانب کرے وہ اسمین جھوٹی ہوگی اور جو گواہ ان لوگون پر قائم کرے وہ ظلم وعدوان ہوگا اور ان وارثون نے اس عورت سے اس صلح کو بالمواجہہ وبالمشافہہ مجلس صلح مین قبول کیا پس ان وارثون کو جس سے صلح واقع ہوئی اس سب مین یا اسمین سے کسی چیز مین جو دک پیش آوے تو اس صلحنامہ

عورت پر جو اُن لوگون کے واسطے اسپر واجب ہوگا اُسکا اسپر سپرد کرنا واجب ہوگا حتی کہ اُنکو سپرد کریگی اور سب کے سب بطوع خود متفرق ہوگئے کذا فی الظہیریہ - اور اگر ترکہ مین کسی پر قرضہ ہو تو ترکہ کے محدودات واعیان ذکر کرنے کے بعد لکھے کہ اور علیٰ ہذا ترکہ مین فلان وفلان پر اتنا اتنا قرضہ واجب ولازم ہی اور بعد صلح وحصول پانے کے اقرار کے لکھے کہ اس عورت کا کوئی دعوی وخصومت بعد اس صلح کے باقی نرہا - کیونکہ اُسنے یہ سب وصول پایا یا سوائے قرضہ کے جنکا اسمین مذکور ہوا ہی کہ وہ اس صلح مین داخل نہین ہوے ہین پس اگر انھون نے یہ چاہا کہ اُسکی خصومت ان قرضون مین بھی نرہے تو بعض کے نزدیک قبل گواہ کرنے کے لکھے کہ ان مسمیان نے ان قرضون مین اس عورت کا تمام حصہ جو کہ اسقدر ہی اپنے مالون سے ادا کردیا بدون اسکے کہ یہ امر اس صلح مین شرط ہو یہ ان لوگون کی طرف سے تعجیل وتبرع ہی پس اس عورت نے اسکو وصول کرلیا پس اب عورت مذکورہ کا ان قرضون مین کوئی حق ودعوی نرہا اور انھون نے اس بات کے گواہ کرلیے الی آخرہ ولیکن یہ بات اچھی نہین ہی اسواسطے کہ قرضدار لوگ اس تعجیل سے بری ہوجاوینگے اور وارثون واولاد کے واسطے مطالبہ کا استحقاق باقی نہ رہیگا اور اگر یہ شرط کرین کہ جو کچھ قرضداروں پر ہی وہ انکا مال ہوجاوے تو یہ صحیح نہین ہی پس بہتر طریقہ یہ ہی کہ یہ دیکھکر کہ یہ اُسکا حصہ اس قرضون مین سے کسقدر ہی پس اگر مثلاً سو درم ہون تو لکھے کہ ان وارثان اولاد نے اس عورت کو اپنے مالون مین سے برابر بشرکت سو درم عوض سیاہ پورانے جیدہ رائجہ معدودہ جسکے نصف پچاس درم غطریفیہ ہوتے ہین قرض دیے پس اس عورت نے اُنکو ان سے وصول کرلیا اور ان وارثون کو وکیل کردیا کہ ان قرضداروں سے اُسکا حصہ ترکہ سو درم وصول کرین پھر یہ بعض اُس مال کے جو انھون نے عورت مذکورہ کو قرض دیا ہی قصاص ہوجائیگا پس ان وارثان واولاد نے اُسکی اس کالت کو بالمشافہہ قبول کیا اور سب نے اپنے اوپر گواہ کرلیے - اور اگر وارثون مین کوئی نابالغ ہو اور عورت کے اپنے شوہر کے آٹھوین حصہ ترکہ اور اپنے صداق کے دعوی سے صلح واقع ہوئی تو بدستور لکھے یہانتک کہ اس قول تک پہونچے کہ اور یہ عورت ان وارثون پر اسقدر اپنے باقی مہر کا جو اُسکے شوہر فلان پر تھا دعوی کرتی تھی کہ اُسنے اسمین سے کچھ ادا نہین کیا یہانتک کہ مرگیا اور یہ اُسکے ترکہ پر قرضہ ہوگیا اور اُسکے پاس گواہ تھے جو اُسکے دعوی پر گواہی دیتے تھے اور وارثون کے پاس اسکا دفعیہ اور چھٹکارا نہ تھا پس یہ مصلحت اس صغیر کے حق مین واقع ہوئی کہ لوگ درمیان مین پڑکر مصالحہ کرادین پس لوگ درمیان مین پڑے اور مصالحہ واقع ہوا پس عورت مذکورہ کے اور ان وارثان بالتعین ومتولی صغیر کے درمیان جو حاکم کی اجازت سے مقرر ہوا ہی عورت مذکورہ دعوی مہر سے جو اسقدر ہی اور اُسکے آٹھوین حصہ ترکہ کے دعوی سے اس مقدار پر صلح واقع ہوئی اور اس صلح کو ان بالغ وارثون نے خود اور اس صغیر کی طرف سے جو شخص ولی مقرر ہوا ہی اُسنے بقبول صحیح قبول کیا اور اگر وارثون مین سے ایک وارث نے باقی وارثون سے صلح کی اور سب بالغ ہین تو لکھے کہ فلان نے اقرار کیا الی آخرہ کہ اُسنے فلان وفلان اپنے دونون بھائی اور فلانہ اپنی بہن جو کہ سب مان وباپ کے ہین اور اپنی والدہ مسماۃ فلانہ بنت فلان سے ہر خصومت سے جو اُسکے انکی جانب اپنے باپ فلان کے ترکہ مین ثابت ہو اور ہر حق سے جو اُسکا اس ترکہ مین ہی اسقدر پر صلح کرلی اور ان لوگون نے اُس سے بقبول صحیح قبول کیا آخر تک بدستور تحریر کرے - اگر دعوی وصیت بحصہ سوم یا حمارم یا اشہم سے کسی قدر مال پر صلح واقع ہوئی تو بھی اسی طرز پر لکھے کذا فی الذخیرہ اور اگر ترکہ مین درم ودینار ہون تو بدل صلح بیان کرنے کے وقت بیان کردینا چاہیے کہ اسکے حصہ

درہم دینار ترکہ سے یہ بدل الصلح زائد ہی یہ ظہیریہ مین ہی امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص دوسرے کے دار مین کچھ دعوی کرتا ہی پس اسنے مدعی سے مصالحہ کر لیا اور وہ اسکا اقرار نہین کرتا ہی پس آیا یہ جائز ہی فرمایا کہ ہان اور یہ صلح بر انکار ہی اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہی بخلاف شافعی رح و ابن ابی لیلی رح کے پس اگر مدعا علیہ نے تحریر چاہی تاکہ اسکے واسطے مدعی پر حجت رہے تو لکھے کہ یہ تحریر فلان کے واسطے یعنی مدعا علیہ کے واسطے از جانب فلان ہی یعنی مدعی ہر کہ مین نے تیرے دار مین دعوی کیا تھا اور یہ دارہ ہی جو فلان مقام پر واقع ہی اور اسکے حدود یہ ہین پس تو نے مجھسے اپنے دار کے دعوی سے اتنے درہم وزن سبعہ پر صلح کر لی بدین شرط کہ مین تجھے تمام وہ چیز جسکا مین دعوی کرتا ہو سپرد کردون اور تو اسپر راضی ہو گیا اور مین نے تجھسے صلح کی اور جسپر صلح واقع ہوئی وہ سب مال تجھے لیکر وصول کر لیا اور یہ اتنے درہم ہین اور تحریر کو ختم کرے اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح تحریر کرتے تھے اور شیخ یوسف بن خالد السطرخی لکھتے تھے کہ یہ تحریر واسطے فلان کے از جانب فلان بن فلان بدین مضمون ہر کہ مین نے تجھپر تیرے مقبوضہ دار مین جو فلان مقام پر ہی جسکے حدود چنین و چنان ہین دعوی کیا تھا اور یہ نہ لکھے کہ مین نے تیرے دار مین دعوی کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر یون لکھا کہ اُس دار مین جو تیرے قبضہ مین ہی تو یہ امر مدعی کی طرف سے مدعا علیہ کے حق دار کے ملک کا اقرار نہوگا کہ دعوی ملک اپنے واسطے صحیح ہو سکتا ہی پس صلح صحیح ہوگی اور جو امام محمد رح نے ذکر کیا ہی اُسکی وجہ یہ ہی کہ امام محمد رح نے صورت مسئلہ اسطرح مفروض کی تھی کہ اسکے دار مین کچھ دعوی کیا اور یہ ذکر نہین کیا کہ کس چیز کا دعوی کیا اور جائز ہی کہ دعوی کسی طریق یا سبل آب مین حق کا ہو پس مدعا علیہ اُس سے اس بنا پر صلح کرتا ہی کہ اپنا یہ دعوی چھوڑ دے اور مدعا علیہ کے واسطے ملکیت دار کا اقرار مدعی کی طرف سے اس دعوی سے مانع نہین ہی پس امام محمد رح کی تحریر اسوجہ پر محمول کیجائیگی بنا بر این کہ مراد اُسکی اس دعوے سے اپنے واسطے کوئی حق ہی نہ دعوی رقبہ دار کذا فی المحیط اور اگر صلح ایسے دو آدمیون مین واقع ہو جنمین سے ہر ایک دوسرے پر دعوی کرتا ہی تو لکھے کہ سب گواہ ہوے کہ زید نے عمرو پر مجلس حکم مین اسقدر درمون کا دعوی کیا اور عمرو نے انکار کیا اور عمرو نے اس زید پر اتنے دینار کا بسبب صحیح دعوی کیا اور زمانہ دراز تک دونون مجلس حکم مین دوڑ دھوپ کیا کیے اور دونون مین خصومت بڑھگئی اور نزاع شدید پیدا ہو گیا پس درمیانی لوگ دونون کے بیچ مین پڑگئے اور نظر بکتاب اللہ تعالی دونون کو صلح پر آمادہ کیا چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ الصلح خیر پس دونون نے اسکو منظور کیا اور صلح کی اجازت دی پس دونون نے اسطور سے صلح کی کہ فلان نے فلان کو فلان اسقدر درم دیدے پس اُسنے اس سے بالمشافہہ اسکو قبول کیا اور صلح صحیح جائز نافذ قاطع خصومت کر لی اور اُسنے اس سے اسکے اُسکو یہ سب مال دینے سے لیکر قبضہ صحیح کیا اور دینے والا اس سب سے اُسکے قبضہ کرنے سے بریت قبضہ و استیفاء بری ہو گیا اور اُسنے اقرار کیا کہ میری کوئی خصومت اسکی جانب نہین رہی اور اُسکو اپنے سب دعوی سے بری کر دیا اور دوسرے نے اُسکے قول کی اس سب مین تصدیق کی اور دوسرے نے بھی اُسکو ہر دعوی سے جو اُسپر کرتا تھا بری کر دیا اور دونون مین سے کسی کی دوسرے پر کچھ خصومت و کوئی دعوے و کچھ مطالبہ نرہا اور بعد اس صلح کے جو دعوی ان دونون مین سے کوئی دوسرے پر کرے آخر تک بدستور ختم کرے واللہ تعالے اعلم - اگر وکیل نے دعوی ترکہ سے اپنی موکلہ کی طرف سے بعد تقسیم واقع ہونے کے دعوی کر کے پھر صلح کی - لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوے کہ زید نے جو وکیل سماۃ ہندہ کا اُسکی طرف سے تمام دعوی و قبضہ و صلح و اقرارہ ضمان کے واسطے بوکالت مطلقہ عامہ سب عنورتون مین ثابت الوکالت اپنی موکلہ مذکورہ کے واسطے مجلس قضا مین بحضور قاضی فلان بن فلان کے دعوی کیا فلان و فلان و فلان

وارثون پر کہ اسکی یہ موکلہ ان لوگون کے باپ فلان کی جورو تھی و بنکاح صحیح بمہر معلوم اسکی حالا رتھی اور جب وہ مرا تو یہ موکلہ مذکورہ اسکے نکاح مین تھی اور اُسسے تزکیہ مین چنین وچنان مال چھوڑا اور یہ لوگ تمام اس ترکہ پر ناحق مستولی ہوگئے اور اس عورت نے ان لوگون سے اپنا مہر و میراث آٹھوان حصہ طلب کیا پس ان لوگون نے جواب دیا کہ ہمنے تمام ترکہ حصہ بانٹ کر دیا اور اس عورت کا حصہ اسکو پورا دیدیا ہے پس اس وکیل نے زعم کیا کہ یہ قسمت فاسد واقع ہوئی صحیح نہین ہوئی کیونکہ اسمین خلل ہا اور تفاوت ہوگیا اور عین فاحش ظاہر ہوا اور ترکہ مین بعض غیبہ چیز ظاہر ہوئی اور ان سب کے درمیان مدت دراز تک خصومت بڑھی پس شہر فلان کے بزرگ و مشائخ علما جمع ہوے اور انھون نے اس حادثہ مین تامل کرنے کے واسطے ایک مجلس بمقام فلان منعقد کی اور چاہا کہ بحضوری قاضی فلان کے درمیانی ہوکر باہم صلح کرادین پس بعد رضامندی فریقین کے سب اس بات پر متفق ہوے کہ یہ برادر لوگ اس فلانہ موکلہ کو اسکے اس ترکہ مین تمام دعوی و خصومات کے عوض اسقدر دیدین پس یہ لوگ باہم راضی ہوے پس اس وکیل نے بحکم وکالت مذکورہ اس عورت کے تمام دعوی سے جو مہر و حصہ ہشتی ترکہ شوہر مرحوم ان اولاد و وارثان سے اسقدر مال پر بصلح صحیح جائز قاطع خصومات صلح کرلی اور ان لوگون نے اس وکیل سے یہ صلح اسقدر مال پر قبول کرلی اور سبھون نے بطوع خود اس مال کو بدل الصلح کا اس موکلہ کے واسطے اس ترکہ مین واجب ہونے کا اقرار کیا اور ان لوگون نے اس عورت کے لیے اس مال کے بدلے تمام دار مشتملہ بیوت واقع مقام فلان محدود و بحدود و چنین وچنان و تمام باغ انگور واقع مقام فلان محدود و بحدود و چنین وچنان معہ سب حدود و حقوق و طپین وچنان کے عوض دیا اور قیمت اس دار مذکورہ کی اسقدر اور اس باغ مذکور کی اسقدر ہے اور اس وکیل نے اس سب کو قبول کیا اور ان دونون پر وکیل نے ان وارثون کے اسکو یہ دونون تمام و کمال فارغ از موانع و منازع تسلیم کرنے سے لیکر قبضہ کرلیا اور ان وارثون کو بدل الصلح مذکور سے بابرا جائز بری کردیا اور سبھون نے اقرار کیا کہ یہ ہر دو محدود اس موکلہ کی ملکیت ہین ان وارثون یا انمین سے کسی کی ملک یا کسی اور آدمی کا انمین کچھ حق و دعوی وچنین وچنان الی آخرہ نہین ہے پس ہرگاہ انمین سے کوئی انمین کچھ دعوی کرے الی آخرہ - اور سبھون نے اس عورت کے واسطے ان دونون محدود مین درک کی ضمانت کرلی اور وکیل نے اپنی موکلہ کی طرف سے اسکے باقی سب ترکہ مین جو ان وارثون کے پاس رہا درک کی ضمانت کرلی اور اس سب کی صحت کا قاضی اسلام مین سے ایک قاضی نے حکم دیدیا اور سبھون نے گواہ کرلیے الی آخرہ - اگر کسی وارث معین مین سکونت کی وصیت سے کسیقدر دیرمون پر صلح ہوئی تو لکھے کہ گواہان سمیمان گواہ ہوے کہ تاین قول کہ زید نے دعوی کیا کہ عم اس مدعا علیہ کے والد نے اس مدعی کے واسطے تمام دار واقع موقع فلان و محدود بحدود چنین وچنان کے سکونت کی ہمیشہ کے واسطے جب تک زندہ رہے یا اتنی مدت کے واسطے وصیت کردی تھی اور اس وصیت سے رجوع و تغیر نہین کیا یہانتک کہ مرگیا حالانکہ یہ دار اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے - اور اس مدعی نے اُسکی اس وصیت کو بعد اُسکی موت کے قبول کیا اور مرنے کے بعد اُسنے ایک وارث چھوڑا وہ یہی مدعا علیہ ہے اسکے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہے پھر اس سے اس اپنے تمام دعوی سے اسقدر دیرمون پر صلح جائز قاطع خصومت دافع منازعت کرلی اور اُسنے اس صلح کو اس بدل کے عوض منظور و قبول کیا الی آخرہ - اور اگر مدعین کی سکونت کی وصیت سے دوسرے دار کی سکونت پر صلح کی تو ابتدا مثل تحریر مذکورہ بالا کے لکھے پھر بدل الصلح کے ذکر کے وقت لکھے کہ پھر اُس سے اپنے تمام دعوی سکونت دار ہذا سے دوسرے دار کی سکونت پر جو اس ترکہ مین سے ہے اور فلان مقام پر واقع ہے محدود بحدود چنین وچنان ہے معہ

حدود و حقوق وجنین وجنان کے ایک سال کامل یا دو سال کامل یا تین سال کے واسطے از ابتدائے ماہ فلان سنہ فلان تا انتہائے ماہ فلان سنہ فلان صلح صحیح جائز کرلی اور لے لیا تاکہ اُسمین خود رہے اور جسکو چاہے رکھے اور اسمین اپنی رائے پر عمل کرے پھر قبضہ اور بری کرنا اور ضمان ودرک سب تحریر کرے - اور یہ امر ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک صحیح ہی اور بعضون کے نزدیک نہین جائز ہی جیسے سکونت دار کا اجارہ لینا اور احوط یہ ہی کہ ایسی صلح کے آخر مین حکم حاکم لاحق کردے اور اگر دعوی عین یا دین سے کسی دار کی سکونت یا دوسری منفعت پر صلح قرار پاوے تو لکھے کہ یہ وہ ہی جسپر گواہ ہوے تا این قول کہ فلان نے فلان پر تمام اُس دار کا جو فلان مقام پر واقع ہی یا اُسپر ہزار درم غطریفیہ سیاہ قدیمہ رائجہ جیدہ معدودہ کا دعوی کیا پھر دونون نے اس دعوی سے تمام اُس دار کی سکونت پر جو فلان مقام پر واقع ہی اور اُسکے حدود بیان کردے ایک سال کامل تک سکونت رہنے پر یا اپنی زمین جو فلان مقام پر واقع ہی اور اُسکے حدود بیان کردے اُسمین ایک سال کامل ہر طرح ربیع وخریفی غلہ کی زراعت کرنے پر یا اپنے غلام مسمّے فلان کی ایک سال کامل خدمت پر یا اپنے گھوڑے کی سواری لینے پر اور اُسکی جنس وصفت بیان کردے اور مدت کی ابتدا و انتہا کی تاریخ لکھے بصلح صحیح جائز صلح کی اور دوسرے کی طرف سے قبول وقبضہ کرنا اور جانبین سے ضمانت درک کا ضامن ہونا اور اپنے اوپر گواہ کردینا سب تحریر کرے - اور اگر کسی عورت کے ترکہ مین اُسکے شوہر اور باپ کے درمیان صلح ہوئی تو لکھے کہ گواہ ہوے کہ زید یعنے اُسکا باپ اور عمرو یعنی اُسکے شوہر دونون نے بطوع خود اقرار کیا کہ فلانہ عورت یعنی مسماۃ ہندہ نے وفات پائی اور اُسنے اپنے شوہر اور اپنے باپ کو چھوڑا اور وہ بی ہر دو مذکورہ بالا ہین اور اُس نے ترکہ چھوڑا جسکے یہ دونون وارث ہوے اور ان دونون کے سوائے کوئی وارث نہین چھوڑا اور چونکہ وہ لاولد مری ہی اسواسطے اُسکا نصف ترکہ اس شوہر کو پہونچا اور چھٹا حصہ اپنے والد کو بحکم فرض اور باقی بحکم عصوبت پہونچا اور اُسنے مال مین وہ تمام دار جو فلان مقام پر واقع ہی اور تمام فلان چیز سب بتفصیل بیان کرکے چھوڑا ہی اور یہ اُسکا تمام مال متروکہ اُسکے اس شوہر کے قبضہ مین ہی اُسکے باپ کے قبضہ مین نہین ہی پھر ان دونون نے اس تمام مال کو ایک ایک کرکے دیکھا اور اچھی طرح بمعرفت صحیح جان پہچان لیا کہ ان دونون کے نزدیک اُسمین کچھ شک نہ رہا اور نہ کم وبیش کچھ پوشیدہ رہا پھر بعد ازانکہ دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کے قول کی جسکا نام اسمین مذکور ہی اس شوہر نے اُسکے اس باپ سے اس باپ کے تمام حق و حصہ سے جو اسکا اپنی بیٹی کے ترکہ مین پہونچتا ہی بعد ازانکہ تمام مال عین سونا اور چاندی زیور جو اسمین مذکور ہی ان دونون کے حضور مین موجود تھا اسطرح کہ دونون اپنے ہاتھ سے اُسکو لے سکتے تھے اس حال مین اس بات پر صلح قرار دی کہ منجملہ تمام ان درمون کے جسپر صلح قرار پائی ہی اتنے درم اُن درمون کی صلح مین ہین جو باپ کے واسطے اُسکی دختریت کے ترکہ کے درم مذکورہ مین سے واجب ہوے ہین اور وہ اسقدر ہین اور ان درمون مین بہ نسبت اُن درمون کے جنکے عوض صلح قرار پائی ہی کچھ زیادتی نہین ہی اور اس بات پر صلح قرار دی کہ منجملہ اُن درمون کے جسپر یہ صلح واقع ہوئی ہی اتنے درم بعوض اُس حق واجب کے ہین جو باپ کے واسطے اپنی دختریت کے ترکہ سونے اور جواہرات مین سے واجب ہوا ہی اور وہ اسقدر ہی - اور اس بات پر کہ منجملہ اُن درمون کے جسپر صلح واقع ہوئی ہی اسقدر باقی درم اس باپ کے واسطے بعوض اُس حق کے ہین جو باپ کا اپنی دختریت کے ترکہ کی باقی اشیاے مذکورہ مین واجب ہوا ہی پس صلح بدین شرط کہ تمام مال جو باپ کے واسطے بحق وراثت اپنی دختریت کے ترکہ مین واجب

ہوا ہو اُسکے شوہر کے واسطے بسبب صلح مذکور کے ہو جاوے پس اس شوہر نے تمام یہ صلح مبنیہ مذکورہ بالمشافہہ قبول کی اور شوہر نے اس باپ کو تمام بدل صلح ہذا قبل اسکے کہ دونون اس مجلس سے بایدان متفرق ہون دیدیا اور اس باپ نے اس شوہر کو تمام وہ مال جو اسکے واسطے واجب ہوا تھا بحکم صلح مذکورہ کے سپرد کردیا اور اس شوہر نے اس باپ سے یہ سب مال بسبب اسی صلح کے اسی مجلس مین جسمین دونون نے یہ صلح قرار دی ہی قبل جدا ہونے کے قبضہ کر لیا اور یہ سب اس باپ اور اس شوہر کے اس اقرار کے بعد ہوا کہ ہم دونون نے یہ سب دیکھ لیا ہی اور وہ یہ ترکہ مذکورہ ہی اور باہمی صلح قرار دینے کے وقت اس سب کو اندر و باہر سے معائنہ کر لیا ہی اور اسی حال پر باہم دونون نے صلح قرار دی ہی اور بعد تمام ہونے اس صلح کے اسپر دونون کی رضامندی کے ساتھ دونون جدا ہوے اور دونون نے اسکے بعد تمام وہ دار جو اس ترکہ مین ہی اُسی ہیئت پر دیکھا جیسا اس صلح باہمی واقع ہونے سے پہلے دیکھا تھا اور یہ تمام ترکہ اس شوہر کے واسطے بسبب اس حق میراث کے جو اسکا اپنے اس جورو کے ترکہ مین واجب ہوا تھا اور بسبب اس صلح کے جو اُسنے اس باپ کے ساتھ اُسکے تمام حق سے جو اس باپ کا اپنی دختر میت کے ترکہ مین واجب ہوا تھا صلح کی ہی اس شوہر کا ہو گیا پس جس چیز کا شوہر اس ترکہ مین سے اس باپ کے مالک کرنے سے مالک ہوا ہی اُسمین یا اُسمین سے کسی جزو مین یا اُسکے حقوق زمین و دار مین سے کسی حق مین کسی آدمی کی طرف سے شوہر مذکور کو کوئی درک پیش آوے تو جس چیز کا شرع اور حکم فیصلہ کرے اسکا اُس باپ پر اس شوہر کو سپرد کرنا واجب ہوگا اور دونون مین سے ہر ایک نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس عورت میت کے ترکہ مین سے اُسکا کوئی حق دوسرے کی جانب اور دوسرے پر اور دوسرے کے پاس اور دوسرے کے قبضہ مین نہین ہی بعد ازانکہ دونون مین سے ہر ایک نے بطوع خود اس بات کو سمجھ لیا کہ اس سب کے متعلق اُسکا کوئی حق دوسرے کی جانب نہین ہی اور اگر اس عورت وفات یافتہ کے ترکہ کے اموال مذکورہ مین کسی مال کی نسبت دونون مین کوئی شخص دوسرے کی جانب کچھ دعوی کرے یا اسکی طرف سے کوئی آدمی دعوی کرے خواہ اسکی حیات مین یا اسکی وفات کے بعد اور گواہ لوگ گواہی دین تو یہ سب باطل و مردود ہوگا پھر بدستور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر فضولی نے صلح کی تو لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوے تا این قول کہ زید نے عمرو پر یہ دعوی کیا تھا پس اس دعوی سے اس مدعی کے ساتھ اس مقر نے براہ تبرع و احسان بدون حکم اس عادلہ کے اتنے درمون پر صلح کر لی بدین شرط کہ وہ اس مدعی کے واسطے اس مال صلح کا اپنے ذاتی مال سے ضامن ہوا بدین شرط کہ اس مدعی نے اس مدعا علیہ کو اس دعوی سے بری کیا اور اس مقر نے بدل صلح اُسکو دیدیا اور بدین شرط کہ مدعی تمام اُس چیز کا جو اس مدعا علیہ کو اس باب مین اس مدعی کی جانب سے اور اسکے سبب سے اور کسی آدمی کی طرف سے کوئی درک پیش آوے تو اس سب کا یہ مدعی ضامن ہی پس ان شرائط مذکورہ پر بصلح جائز قاطع خصومت دونون نے صلح کی اور اس صلح کو جو بقدر اس مال کے ہی اس مدعی نے اسکے صلح کرنے سے قبول کیا اور اس مدعا علیہ کی طرف سے براہ تبرع و احسان یہ مال مدعی کو مقر کے ادا کرنے سے مدعی نے وصول پایا پس تمام وہ چیز جسکے دعوی سے یہ صلح واقع ہوئی ہی اس مدعا علیہ کی ملک ہو گئی اس مدعی یا کسی آدمی کی ملک نہی اور یہ ملک بالملک صحیح و حق واجب ہوئی اور اس مدعا علیہ کی جانب اس مدعی کا کوئی حق دا عوے نرہا پھر تحریر کو بدستور تمام کرے اور فرمایا کہ اگر ایسی صلح فضولی کی جانب سے اس شرط پر واقع ہو کہ شی متدعیٰ فضولی کی ملک ہو اور مدعا علیہ کی تو بعد اس تحریر کے کہ اتنے درمون پر صلح کی

یون لکھنا چاہیے کہ بدین شرط کہ یہ دار محمد ودہ متدعو یہ اس صلح کرنے والے کی ملک ہوئی نہ اس مدعا علیہ کی
اور نہ کسی آدمی کی رہی پھر گواہی کرانے سے پہلے لکھے اور اس مدعی نے اس صلح کرنے والے کو اپنی زندگی مین
اپنا وکیل کیا کہ اس سب دار کو اس مدعا علیہ سے اور جسکے قبضہ مین پاوے اُس سے لیکر اپنے قبضہ مین کرے
اور اس معاملہ مین خصومت اور نالش کرنے کا بھی وکیل کیا باین طور کہ چاہے اس کا رد وکالت کو نفس خود
اتمام دے یا جسکو چاہے یکے بعد دیگرے وکیل مقرر کرے اور وکیلون مین جسکو چاہے یکے بعد دیگرے
تبدیل کرے اور اس معاملہ مین اپنی راے پر عمل کرے اور اس مدعی کا قائم مقام ہوگا اور اس معاملہ مین
جو کچھ کریگا جائز ہوگا اور اس معاملہ مین جسکا اُسکو وکیل کیا ہے اپنی وفات کے بعد اس سب کا فقط اسی کو وصی کیا اور لوگون مین
سے کسی کو نہین کیا اور اس صلح کرنے والے نے یہ سب جو مدعی نے اُسکے واسطے قرار دیا ہے بالمشافہہ قبول کیا پھر اگر
اس دار کو قابض سے لینے پر قادر نہو تو بدل صلح کو مدعی سے واپس کرلے پھر تحریر کو تمام کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر
صلح از دعوی امانت ہو تو لکھے کہ اُسنے اُسپر فلان چیز کا جسکو اُسنے اُسکے پاس ودیعت رکھا یا تھا اور اُسنے قبضہ کر لیا تھا
دعوی کیا باین وجہ کہ مالک ودیعت نے اُس سے اپنی ودیعت واپس مانگی اور اُسنے سرے سے ودیعت رکھنے کا انکار
کیا تا یہانتک کہ یہ امانت اُسکے ذمہ مال مضمون ہو گئی کہ اگر وہ مثلی چیزون مین ہو تو اُسکے مثل ضمانت اور قیمتی چیزون مین سے
ہو تو اُسکی قیمت تاوان لازم آئی پس مالک ودیعت نے اسکا دعوی کیا پس مدعا علیہ سے اس دعوی سے اسقدر رمون
پر صلح صحیح کر لی اور اُسنے اس صلح کو اس عوض پر باوجود اپنے انکار کے بقبول صحیح قبول کیا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر قتل عمد
سے کسی قدر مال پر صلح کی تو لکھے کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکے باپ بکر کو لوہے کے ہتھیار سے عمداً ناحق
وظلماً وعداوتاً قتل کیا اور اس مقتول نے کوئی وارث سوا اسے اس زید کے نہین چھوڑا اور اس زید کے واسطے اس
مدعا علیہ پر قصاص کا استحقاق ہے اور اس عمرو پر اُسکے سامنے اپنی گردن جھکانا اور اپنی جان اُسکے سپرد کرنا اور اُسکو قصاص حاصل
کر لینے دینا واجب ہوا پھر اس زید نے اپنے اس دعوے سے اسقدر مال پر اُس سے صلح کر لی پس اُسنے اس سے اس
صلح کو بالمشافہہ قبول کیا اور یہ صلح ایسی صلح صحیح ہے جو قاطع خصومت ہے اور مدعی نے اُس سے یہ بدل صلح مدعا علیہ کے ادا
کرنے سے لیکر قبضہ کر لیا اور اُسکو اپنے اس تمام دعوے سے بری کر دیا اور اُسی کے واسطے تمام اُس چیز کی درک کا
ضامن ہوا جو اُسکو کسی دوسرے وارث کی طرف سے اگر ظاہر ہو اور قرضخواہ اور موصی لہ اور حاکم اور صاحب سلطنت
وغیرہ کے آدمی کی طرف سے لاحق ہو حتی کہ اُسکو اس درک سے چھوڑا دیگا یا بقدر اس درک کے اس مال صلح مین سے
جو اُسنے وصول کیا ہے واپس دیگا پس اس درک کی ضمانت صحیحہ جائزہ کر لی پس اس صلح اور بری کر دینے کے سبب سے
اُسکا کوئی حق و دعوی۔ آخر تک مثل مذکورۂ بالا کے لکھے واللہ تعالی اعلم کذا فی المحیط۔ اور اگر جان تلف کرنے سے
کم سے قصاص سے صلح کی۔ تو لکھے کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکا داہنا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے عمداً ناحق براہ تعدی
وظلم کاٹ ڈالا اور وہ بعد اسکے اس زخم سے اچھا ہو گیا اور اُسپر اپنے اس ہاتھ کے قصاص کا بسبب اس جنایت
کے دعوے کیا پس مدعا علیہ نے اُس سے اس دعوی سے اسقدر مال پر صلح کر لینے کی درخواست اور اُسنے اسکو
منظور کر کے اس مال پر اُسکے ساتھ صلح کر لی پھر اسکو مثل تحریر اول کے تمام کرے واللہ اعلم۔ قتل خطا سے صلح
کرکے تحریر اسطرح لکھے کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکے باپ مسمے فلان کو خطا سے ناحق قتل کیا اور اُس سے

دیت طلب کی اور اُسنے درخواست کی کہ اس دیت سے اسقدر درمون پر تین سال کی میعاد پر اس تحریر کی تاریخ سے
اُسکی ابتدا ہوگی اس شرط پر صلح کرلی کہ اُسکو اپنے اس دعوی سے بری کردے بدین شرط کہ ان تین سالون مین
سے ہر سال ان درمون مذکورہ سے ایک تہائی ادا کریگا پس بصلح صحیح صلح کرلی آخر تک بدستور معلوم تحریر کرے اور
اس تحریر کے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے۔ اور اگر عمداً غلام قتل کرنے کے دعوے سے صلح کی تو لکھے کہ گواہان سمیان
تا این قول کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکے غلام ترکی یا ہندی مسمی فلان کو یا اُسکی ترکی باندی مسماۃ فلانہ کو
لوہے کے ہتھیار سے عمداً براہ ظلم و تعدی قتل کیا اور نیز اُسپر دعوی کیا کہ قاضی عادل جائز الحکم نے جسکا حکم مسلمانون
کے درمیان جاری ہو اس قاتل پر بسبب اس غلام کے قتل کرنے کے بدیعہ گواہون کے جنھون نے اُسکے پاس گواہی
دی یا بوجہ اقرار مدعا علیہ کے جیسی صورت واقع ہوئی ہو قصاص کا حکم بنا بر اختیار قول ایسے عالم کے جو مرد آزاد بغیر کفا
غلام قتل کرنے سے قصاص ہونا فرماتا ہو دیدیا پس اُسنے مدعا علیہ سے بذریعہ اپنے اس دعوے کے قصاص مانگا
پس مدعا علیہ نے اُسکے اس دعوی سے اسقدر درمون پر صلح کرنے کی درخواست کی پس اُسنے اس درخواست کو منظور کر
اُسکے ساتھ صلح کرلی آخر تک بدستور سابق تحریر کرے اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے تاکہ ایسے حادثہ مین قصاص
کا دعوی بالاتفاق صحیح ہوجاوے پھر حاکم حکم اسکے جائز ہونے کا تحریر کرے کیونکہ بدون اُسکے اقرار کے اسکا وقوع
نہ ہوا ہو اور کتاب الشروط مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میرے
بھائی کو عمداً قتل کیا ہو اور مین اُسکا وارث ہون میرے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہو پھر مدعا علیہ نے اس قصاص
سے دیت لینے پر صلح کرلی اور تین سال مین اُسکے ادا کی قسطین مقرر کین تو یہ صلح جائز ہو اسی طرح اگر دیت سے کم پر صلح
کی تو بھی جائز ہو لیکن بعض لوگون کے قول کے موافق نہین جائز ہو اور اسکا بیان پہلے گذر چکا ہو اور فرمایا کہ اگر اُسکے واسطے
تحریر لکھنی چاہے تو ولی مقتول کے واسطے قاتل کی طرف سے لکھے کہ مین نے تیرے بھائی فلان ابن فلان کو قتل کیا
اور تو اُسکا وارث ہو تیرے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہو اور تو نے اپنے بھائی کے خون سے اسقدر پر صلح کرلی ہو
پھر تحریر کو بدستور تمام کرے اور اگر قصاص کا استحقاق وارثان صغیر و کبیر دونون کو حاصل ہو تو بالغون کی صلح
بالاتفاق جائز ہو پس امام اعظم رح کے نزدیک اسی وجہ سے جائز ہو کہ بالغ کو قصاص حاصل کرلینے کا اختیار ہو پس
اُسکو صلح کا بھی اختیار ہو اور صاحبین رح کے نزدیک بالغ کی صلح فی نفسہ صحیح ہو پس قصاص ساقط ہوجائیگا اور باقی
نابالغون کا حصہ قصاص سے منقلب ہوکر مال پر آجائیگا پس اگر اس صلح کی تحریر لکھنی چاہی تو امام اعظم رح کے
نزدیک بالغ کی طرف سے صلحنامہ تحریر کرے جیسا ہمنے بیان کیا ہو اور صاحبین رح کے نزدیک فقط حصہ بالغ کا
صلحنامہ تحریر کرے اور اسمین لکھدے کہ بسبب عفو واقع ہونے کے نابالغون کا حصہ منقلب بمال ہوگیا۔ اور اگر
کسی نے ایک غلام کو قتل کیا تو امام المسلمین کو اختیار ہو کہ اُسکے خون سے قاتل سے صلح کرلے اور یہ حکم بھی اتفاقی ہو
پس امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اسوجہ سے کہ اُسکو قصاص لے لینے کا اختیار ہو پس صلح کرکے قصاص
ساقط کردینے کا بھی اختیار ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسوجہ سے کہ امام مثل وصی کے ہو اور وصی کو صلح
کرنے کا اختیار ہوتا ہو پس ایسا ہی امام کو بھی اختیار ہو اسوجہ سے اسمین عامۂ مسلمین کے واسطے نفع ہو پس اگر اسکا
صلحنامہ لکھنا چاہے تو اسی طور سے لکھے جیسا ہمنے بیان کردیا ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ خریدی ہوئی چیز کے عیب سے

صلح کرنے کی تحریر اسطرح ہو گواہ لوگ گواہ ہوے کہ فلان وفلان یعنی بائع ومشتری دونون نے بطوع خود اقرار کیا کہ فلان نے فلان سے یہ غلام مسمی فلان ہندی جسکا یہ حلیہ ہو بعوض اتنے درم کے خرید اتھا اور دونون مین باہمی قبضہ واقع ہو گیا پھر یہ مشتری اس غلام کے حسین وچنان عیب پر مطلع ہوا جسکو اُسنے خرید کے وقت نہین دیکھا تھا اور نہ بائع نے اُسکے عیوب سے بریت کر لی تھی پھر اسنے بائع سے بحالت موجودگی غلام کے بائع پر اس عیب کی نالش کی پس بائع نے اس عیب کا اقرار کیا اور مشتری کے قول کی تصدیق کی اور ثمن مین سے حصہ عیب کی مقدار پر دونون نے اتفاق کیا اور وہ اسقدر ہے پھر اسکے بعد دونون نے اس عیب سے ثمن مذکور مین سے اس مقدار پر بدین شرط صلح کر لی کہ یہ بائع اسقدر اس مشتری کو بدین شرط دیدے کہ یہ مشتری اس عیب سے اُسکو بری کر دے پس دونون نے ایسا کیا اور باہم صلح صحیح کر لی اور اس مشتری نے اس بائع سے یہ عوض وصول کر لیا اور اُسکو بری کر دیا پھر دونون جدا ہوے اور تحریر کو تمام کرے اور اس صلح نامہ کی دو نقلین بائع اور مشتری کے واسطے تحریر کر دے - مجہول سے معلوم پر صلح کرنے کی تحریر اسطرح لکھے گواہ لوگ اس بات پر گواہ ہوے کہ فلان نے بیان کیا کہ اُسکے اور فلان کے درمیان لین دین اور خلط ملط تھا اور اُسکا اُسپر اس معاملہ مین کچھ مال نکلتا ہو جسکی مقدار نہین معلوم ہو پس اُسنے درخواست کی کہ اس سے کسی چیز پر صلح کرلے پس دونون نے اتفاق کیا کہ اس سب سے اسقدر مال پر مصالحہ کیا اور اُسنے بالمواجہہ اس صلح کو قبول کیا پھر تحریر کو مثل مذکورہ سابق تمام کرے اور اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اسواسطے کہ مجہول سے صلح کرنا امام شافعی رح کے نزدیک نہین جائز ہو اور ہمارے نزدیک اگر عوض معلوم ہو تو جائز ہو - دعوی رقبت سے صلح کرنے کی تحریر - اسطرح لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوے کہ فلان ابن فلان نے زید ابن عمرو پر جو ایک شخص اپنے نسب سے مجہول ہو کہ سواے اُسکے نام کے اُسکے نسب سے وقوف نہین ہوتا ہو یہ دعوی کیا کہ یہ شخص بملک صحیح میرا مملوک و مرقوق ہو اور یہ میری تابعداری سے باہر ہو گیا ہو پس بحکم مملوکیت اُس سے تابعداری اور فرمانبرداری کا مطالبہ کیا پس مدعا علیہ نے اس دعوی سے کسی چیز پر صلح کر لینے کی درخواست کی پس مدعی نے اسکو منظور کیا اور اس دعوی سے اسقدر مال پر صلح صحیح صلح کی اور اُسنے اسکو بالمواجہہ قبول کیا اور تمام بدل پر مدعا علیہ کے اُسکے دینے سے لیکر قبضہ کر لیا پس بعد اس صلح کے اس مدعی کا اس مدعا علیہ پر کچھ حق دخصومت ودعوی نرہا - اور ایسی صورت مین اگر کسی حیوان پر جسکا وصف بیان کر کے اُسکے ذمہ قرار دیا ہو صلح کرنا جائز ہو اسواسطے کہ یہ مثل مال پر آجاوے گا اسے ہو اور اسمین ولاء منہی اسواسطے کہ مدعا علیہ نے مملوک ہونے کا اقرار نہین کیا ہو اور بجاے تحریر بدل کے لکھے کہ بعوض ایک غلام ترکی حوان عیب سے پاک کے یا ایک باندی ترکیہ جوان عیب سے پاک کے صلح کی اور نیز اگر کپڑون پر اُنکا وصف بیان کر کے ذمہ قرار دیکر صلح کی تو بھی جائز ہو لیکن اس صورت مین کپڑون کی جنس اور صفت اور مدت ادا سے اور مقام ادا سے بیان کر دے - اور اگر دعوی نکاح سے مال پر صلح کی تو صلحنامہ اسطور سے لکھے کہ زید نے ہندہ پر دعوی کیا کہ ہندہ اُسکی جورو منکوحہ وحلالہ بنکاح صحیح ہو اور یہ زید کی فراش ہو اسسے قبل اسکے زید کے اسکے ساتھ دخول کرنے کے یا بعد دخول کرنے کے باہر ہو گئی ہو اور اس ہندہ پر طرح طرح کے مالون مین اسسے چیز ہونے کا دعوی کیا اور ہندہ نے اُسکے اس دعوی سے جو ہندہ کی جانب کرتا ہو انکار کیا اور اُس سے درخواست کی کہ کسی چیز پر صلح کر لے پس اُسنے درخواست کو منظور کر کے نکاح اور ان مالون کے دعوی وخصومات سے اسقدر درمون پر صلح صحیح مصالحہ کیا اور بقبول صحیح اسکو قبول کیا

اور اس صلح کا سبب معاوضہ ہندہ کے اُسکو دینے سے لیکر بقبضہ صحیح قبضہ کیا اور اب اس زید کا ہندہ پر دعوے نکاح اور ان باتون مین سے کسی چیز کا دعوی نرہا پس یہ صورت کتب سلف مین موجود ہی اور ہمارے بعض مشائخ نے اس صورت کو باطل کردیا ہی کیونکہ یہ نکاح کا عوض ہی یا بطریق باطل مال کا لینا ہی پس اس مسئلہ مین مختار یہ ہی کہ دعوی مال سے صلح کرے اور بدون درخواست کے طلاق دیدے اور اُسکی تحریر کی صورت یہ ہی کہ زید نے ہندہ پر دعوی کیا کہ اسنے میرے مال سے چنین وچنان مال پر قبضہ کیا ہی اور یہ میری جورو ہی اور یہ میری فرمانبرداری سے انکار کرتی ہی اور ہندہ نے اس سب سے انکار کیا پھر دونون نے دعوی مالیہ اور خصومت مالیہ سے اسقدر زمین پر باہم صلح کی آخر تک تمام اُسکے شرائط تحریر کرے اور لکھے کہ زید اُسپر نکاح کا دعوی کرتا تھا اور وہ اُسکے دعوی سے منکر ہی اور دوسرے مرد کے نکاح مین ہونے کا اقرار کرتی ہی اور دوسرا مرد مذکور اُسکے قول کی تصدیق کرتا ہی پس اس مدعی نے بدون رضامندی ہندہ کے تنزہا و احتیاطاً ہندہ کو ایک طلاق بائن دیدی پھر تحریر کو ختم کرے - صورت دیگر تحریر صلح دعوی نکاح معہ زیادتی دعوی حرمت از جانب عورت - زید نے ہندہ پر دعوی کیا کہ یہ میری زوجہ وحلالہ ہی - اور اس سے میرا ایک لڑکا مسمے فلان ہی اور یہ میری اطاعت سے باہر ہوگئی ہی اور اسنے ناحق عمرو سے اتفاق پیدا کیا ہی اور مطالبہ کیا کہ یہ عورت احکام نکاح مین اُسکی اطاعت و انقیاد کرے پس ہندہ نے جواب دیا کہ وہ اُسکی جورو حلالہ نہی لیکن اسنے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر اسکے پاس سے سفر کرجاوے اور ایک مہینہ غائب رہے تو اسپر طلاق ثلثہ واقع ہون اور بدون اُسکی اجازت کے اس شہر سے باہر نجاویگا حالانکہ اسنے بعد اس قسم کے بلا اجازت سفر کیا اور ایک مہینہ سے زیادہ غائب رہا پس قسم مین جھوٹا ہوا اور عورت مذکورہ اُسپر بسبب طلاق حرام ہوگئی پھر اُسکی عدت کے تین حیض گذر گئے پھر اسنے اس عمرو سے نکاح کیا اور اس عورت نے قاضی فلان کے سامنے یہ حرمت کو امان عادل قائم کرکے ثابت کردی درحالیکہ قاضی مذکور ضلع فلان کا قاضی تھا اور اسکا حکم قضاءً بروجہ واشہاد بر قضاے مذکور جاری ہوگیا پھر ان دونون مین اسنے پر صلح واقع ہوئی پھر تحریر کو جسطرح ہمنے بیان کیا ہی ختم کرے کذا فی الذخیرہ - اگر دعوی خنان مین خطا واقع ہونے سے صلح کرلی تو اُسکی تحریر اسطرح ہی کہ زید بن عمرو نے درحالت جواز اقرار بموجوہ اقرار کیا کہ اسنے بکر بن خالد پر دعوی کیا تھا کہ اسنے میرے پسر سے شعیب کا جو پانچ برس کا لڑکا ہی اور وہ مجلس دعوی مذکور مین حاضر و مشار الیہ تھا بدون اجازت اُسکے والد مذکور کے ختنہ کیا اور استرہ سے اُسکا حشفہ کاٹ ڈالا جس سے اُسکے عضو کی منفعت بالکل زائل ہوگئی کہ اُسکے عود کرنے کی بظاہر امید نہین رہی ہی اور یہ منفعت احبال و اطلاق و تمسک بالمرأۃ اور اُسکا بیٹا برابر جاری رہتا ہی منقطع نہین ہوتا ہی اور اسپر حاذق جراحون و مجامون نے جو اس فن مین کامل مشہور ہین اتفاق کیا ہے کہ اسمین دیت کاملہ بوجہ اس فعل موجودے واجب ہوئی پس مدعی اس سے اسکے جواب کا طالب قاضی فلان کے حضور مین کرتا تھا اور یہ مدعا علیہ ختنہ کرنے کا مقر تھا اور اپنے فعل سے اس منفعت کے زائل ہونے سے منکر تھا یہ مین زعم کرتا ہی کہ یہ منفعت اُسکے فعل کے بعد کسی دوسرے سبب سے زائل ہوئی ہی پس ان دونون مین خصومت دراز ہوئی اور والد صغیر مذکور سے اپنا دعوی اس مدعا علیہ پر ثابت کرنا متعذر ہوگیا پس خصومت کے تمادی و طول دینے سے صلح کرنا بہتر ہوا پس اُس سے والد صغیر مذکور نے بولایت پدری اس دعوی سے اسکے وزن خالص چاندی کھری قابل سکہ ڈھالنے پر صلح کرلی اور بعد اس صلح کے اس صغیر کا اس مدعا علیہ پر کوئی دعوی و خصومت قلیل و کثیر مین

باقی نرہی اور اس مدعا علیہ نے خطاباً اُسکی تصدیق کی اور جس شخص کو علم مین مہارت و سمجھ ہو اُسکے واسطے اسقدر کافی ہے
کذا فی الظہیریہ

فصل ہشت دہم ۔ قسمت کے بیان مین ۔ متاخرین مشائخ اسطرح لکھتے ہین کہ تحریر بدین مضمون ہے جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے ہین کہ فلان و فلان نے اقرار کیا الی آخرہ کہ تمام دار مشتملہ بیوت واقع مقام فلان کوچہ بکدو دہنین وچنان معہ اپنے حدود و حقوق و مرافق و زمین و عمارت و ہر قلیل و کثیر کے جو اُسمین اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت ہے ان سب مین مشترک تھا اور ان سب کے قبضہ مین تین تہائی یا جیسا ہو تھا کہ فلان کا اسقدر و فلان کا اسقدر پھر ان لوگون نے اسکو ایک قاسم عادل کی تقسیم سے جسکو باہمی رضامندی سے مقرر کیا اور اُسکی تقسیم کی اپنے اوپر اجازت دیدی تھی باہم تقسیم کرایا پس اس قاسم عادل نے انکی باہمی رضامندی سے بعدل و انصاف بقسمت تقویم و اصلاح اس دار کو امین تقسیم کر دیا پس فلان کے حصہ مین اُس جانب کا آیا جو دروازہ سے اندر جانے والے کے دائین ہاتھ پڑتا ہے اور اُسکا دروازہ بجانب شرق ہے اور اُسمین تین بیوت ہین ایک بیت کا یہ نام اور دوسرے کا یہ نام اور ان دونون پر دو غرفہ ہین اور ان دونون کے درمیان ایک صفہ ہے اور آگے صحن ہے جسکا طول اُن گزون سے جنسے فلان شہر مین پیمائش کی جاتی ہے اتنے گز اور عرض اتنے گز ہے ۔ اور فلان کے حصہ مین اس دار مین سے دروازے سے اندر جانے والے کے بائین ہاتھ کی جانب کا کنارہ آیا اور بطریق مذکورہ اسکو بھی مفصل بیان کر دے ۔ اور فلان کے حصہ مین دروازہ سے اندر جانے والے کے سامنے کا کنارہ جو منتہاے دار ہے آیا اور نواحی ثلثہ مین سے ہر ایک ناحیہ کے حدود اربعہ یہ ہین پس ناحیہ جانب راست کی ایک حد لزیق چنین الی آخرہ اور ناحیہ جانب چپ کی ایک حد متصل بچنین الی آخرہ ۔ اور جانب مقابل کی ایک حد ملازق چنین الی آخرہ ہے پس ہر ایک کے پورے حصہ مین وہ ناحیہ جو اُسکے واسطے بیان ہوئی ہے معہ اپنے سب حدود و حقوق کے آئی اور یکدے کہ اس دار کی دہلیز تقسیم سے نکال لی گئی ہے وہ تمام حصص مذکورہ کی گذرگاہ ہے ان سب مین مشترک ہے وجہ دیگر اگر ہر ایک نے تقسیم سے اپنا دروازہ بڑے راستہ کی طرف یا راہ مشترک کی طرف پھوڑ لیا تو تحریر کر دے کہ وہ فلان مقام پر ہر ہر بنا بر تین تقسیم صحیحہ جائزہ کر لی جسمین فساد و خیار نہین ہے اور ہر ایک نے اپنا تمام حصہ جو تقسیم مین اُسکے حصہ مین آیا ہے اپنے اصحاب کے اسکو بہ سب خالی از منازع و مانع تسلیم کرنے سے اُسپر قبضہ کر لیا اور اس تقسیم کی صحت و تمام ہونے کے بعد یہ سب اس قسمت کی مجلس سے بتفرق ابدان و اقوال جدا ہوے بعد ازانکہ ہر ایک نے اس سب کے دیکھ بھال لینے اور اُس سے راضی ہو جانے کا اقرار کر لیا پس امین ہر ایک کو جو درک اس سب مین یا اسمین سے کسی قدر مین یا اسکے کسی حق مین لاحق ہوگا تو ہر ایک حصہ دار پر وہ واجب ہوگا جو مقتضاے شرع ہے اور ہر ایک کے واسطے اس حصہ مین جو دوسرے کے حصہ مین آیا ہے کوئی حق و دعوے و مطالبہ نہین ہے اور بعد اسکے جو کوئی امین سے کچھ دعوے کرے تو وہ مردود و باطل ہے اور سب نے اپنے اوپر اس امر کے گواہ کر لیے الی آخرہ کذا فی المحیط ۔ تقسیم چہار پایان ۔ گواہان سمیان آخر تحریر الے آخرہ ۔ سب اس امر کے گواہ ہوے کہ فلان و فلان و فلان نے اُنکے سامنے اقرار کیا اور اپنے اقرار پر سبھون نے جو بطوع خود بحالت صحت ابدان و قیام عقول و جواز تصرفات کے کیا ہے ان سب کو گواہ کر لیا کہ انکا باپ فلان مر گیا اور اُسنے چنین و چنان گھوڑے ان سب مین

میراث مشترک چھوڑے اور انکے سوائے کوئی وارث نہین چھوڑا اور یہ سب ان سب کے درمیان معروفی ہوگیا کہ برابر تین تہائی و مشترک ہوا اور انکی عمرین ورنگ مختلف ہین ازانجملہ جذاع اسقدر ہین وثنیہ اسقدر ہین وقوارح اسقدر ہین ان سب کے شیات بیان کردے۔ پس ان وارثون نے اپنے درمیان انکی تقسیم کرلینی چاہی حالانکہ یہ ایسی میراث ہی کہ جسمین کچھ قرعہ نہین ہی اور نہ وصیت ہی پس ان سب کو حاضر لائے وبعدل وانصاف انکی قیمت اندازکرائی۔ پس انکی قیمت اسقدر ٹھہری پھر بدون قسم وبغبن کے بعدل وانصاف انکے حصہ لگائے پس فلان کے حصہ مین یہ آیا اور فلان کے حصہ مین یہ آیا جنکے دانت ایسے اور قیمت اسقدر ہی اور فلان کو جو اسکے حصہ مین آیا ہی وہ اسکے نصیب مشاع مسمے مذکورہ تحریر ہذا مین اس تقسیم مذکورہ سے ملا ہی اور ہر ایک نے اپنا نصیب پورے ترکہ مین سے جان لیا اور جو کچھ بعد تقسیم کے اسکے حصہ مین پڑا ہی اسکو جان پہچان لیا اور یہ بعد اسکے واقع ہوا کہ سبھون نے باہمی رضامندی سے قرعہ ڈالا ہی۔ اور اگر سبھون نے باہمی رضامندی سے قرعہ نہ ڈالا ہو تو اسکے لکھنے سے سکوت کرے اور ہر ایک نے تمام وہ حصہ جو تقسیم مین اسکے حصہ مین آیا ہی اپنے دوسرے شریکون کے اسکو تمام وکمال بدون مانع ومنازع کے سپرد کرنے سے لیکر اسپر قبضہ کرلیا اور ہر ایک نے دوسرے کو اپنے ہر دعوے وخصومت ومطالبہ سے اس سب مین بری کردیا اور اقرار کیا کہ اس سب مین اسکا کوئی حق ودعوے بجانب شریکون کے یا کسی شریک کے باقی نہین رہا۔ اور ہرگاہ وہ کچھ دعوے کرے تو باطل ومردود ہوگا۔ اور سب حصہ دار راضی برضا متفرق ابدان واقوال متفرق ہوئے پس جو کچھ درک ان حصہ دارون مین سے کسی امین یا امینون سے کسی قدر مین لاحق ہو تو اسکے شریکون پر اسکو وہ تسلیم کرنا واجب ہوگا جو مقتضاے شرع ہی اور سبھون نے اپنے اوپر اس بات کے گواہ کرلیے آخر تک بدستور۔ اور اونٹون وگاؤن وبکریون وغیرہ کی تقسیم کی تحریر بھی اسی طور سے ہی اور ہر ایک کے ساتھ اسکے شیات والوان وصفات بیان کردے۔ اور رقیق یعنے غلام وباندی کی سوا امام اعظم رح انکی تقسیم مین خیر نہین جانتے ہین یعنی مگر وہ جانتے ہین اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی۔ پس اگر قاضی نے اسپر جبر کیا اور اپنا حکم قضا ایک مسئلہ مختلف فیہ سمجھکر حکم دیا تو اجماعی ہوجائیگا پس اسکے تحریر کی صورت یہ ہی کہ یہ وہ تحریر ہی کہ گواہ ہوگئے تا این قول کہ اور انکے باپ نے چندین باندیان وچندین غلام چھوڑے انمین سے ایک غلام کا نام یہ ہی اور اسکی صفت وحلیہ یہ ہی اور دوسرے کا چنین وچنان ہی سب کا بیان کردے اور ایک باندی کا نام وحلیہ صفت چنین وچنان اور دوسری کا علی ہذا القیاس اور یہ غلام بالغ ہوگئے اور یہ باندیان بالغہ ہوگئی ہین پس ان سبھون نے باہمی رضامندی سے انکی تقسیم چاہی یا لکھے کہ قرعہ ڈالکر چاہی یا لکھے کہ سبھون نے قاضی کے حضور مین مرافعہ کیا یا لکھے کہ پس ایک نے قاضی فلان سے مرافعہ کیا اور وہ خدا کی کہ باقی وارثون پر تقسیم کے واسطے جبر کرے اور یہ قاضی اسکو جائز جانتا تھا پس اسنے انکو اس تقسیم پر مجبور کیا اور فلان کو بھیجا جسنے انکو بانصاف اندازہ کیا پس انکی قیمت اسقدر آنکلی گئی اور یہ تقسیم ان لوگون مین قرعہ سے تھی پس اسنے امین قرعہ ڈالا پس فلان کو چنین پہونچا اور فلان کو چنان پہونچا۔ اور اگر یہ غلام و باندیان ان لوگون مین سوائے میراث کے بوجہ مشترک خرید وغیرہ کے مشترک ہون تو اسکو بیان کردے

اور اگر میراث مین استعہ ہون یا ظروف ہون یا کیلی یا وزنی چیزین ہون تو اسی قیاس پر جو اوپر مذکور ہوا ہے تحریر کرے لیکن مثلی مین قیمت تحریر نکرے - اور اگر میراث مین چند انواع و اقسام کا مال ہو تو اسکے تقسیم کی تحریر اسطرح پر کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو جیسے گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے ہین تا این قول کہ انکا یہ باپ جسکا نام اس تحریر مین مذکور ہوا ہے مر گیا اور اسنے چند اقسام کا مال ان لوگون مین تین تہائی میراث چھوڑا پس حیوانات مین جیل اسقدر جسمین عربی گھوڑے اتنے جنگاسن وشیہ یہ ہو اور باقی چنین وچنان اور ابل اتنے جسمین اتنے اونٹ اتنے اور اتنیان اتنی اور خچرون کو بھی اسی طور پر تحریر کرے اور گدھے اتنے اور گائین اتنی اور بکریان اتنی جن انجنس کے شیات وغیرہ بیان کردے اور عقارات اتنے انکے مواضع رحدود بیان کردے اور اراضی ودوکانون کو بھی اسی طرح بیان کردے اور فروش اتنے اور ظروف چنین وچنان اور سادے سی کپڑے اتنے اور نقود چنین وچنان یہ سب ترکہ چھوڑا - اور وارثون مین یہی تین پسر چھوڑے اور اسکا ترکہ ان سب مین تین تہائی ہوا اور اگر اسنے مختلف حصص کے وارث چھوڑے مثلاً مادر و پدر و دو پسر و ایک دختر و ایک زوجہ اور انکے شل تو لکھے کہ وارثون مین مادر و پدر فلانہ و فلان وجورو مسماۃ فلانہ و دو پسر فلان و فلان و ایک دختر مسماۃ فلانہ چھوڑی اور یہ سب مال ان سب مین بر فرائض اللہ تعالے میراث ہوا کہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ دامادر و پدر کے واسطے دو چھٹے اور باقی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے ہو اس اصل فریضہ چوبیس سہام سے اور اسکی تقسیم ایک سو بیس سہام سے ہوئی چنین سے جورو کو (۱۵) اور والدین کو (۴۰) ہر ایک کو بیس بیس اور ہر پسر کے واسطے (۲۶) اور دختر کے واسطے (۱۳) سہام ہوے اور تمام یہ ترکہ ایسے لوگون کے اندازکرنے سے جنکو آنکے کا مانکہ ہو اندازکرایا گیا تو دو ہزار چار سو درم کا ہوا جسمین سے جورو کے واسطے تین سو درم اور باپ کے واسطے (۴۰۰) چار سو درم اور مان کے واسطے بھی اسی قدر اور ہر پسر کے واسطے پانچ سو بیس درم اور دختر کے واسطے دو سو ساٹھ درم ہوے پس جورو کے اسکے حصہ کے عوض تمام وہ دار جو فلان مقام پر واقع ہے دیدیا گیا اور باپ کو تمام باغ انگور واقع موضع فلان دیدیا گیا اور علی ہذا القیاس باقیون کو آخر تک تحریر کرے کذا فی الذخیرہ - اگر میراث مین حیوانات ہون تو لکھے اور سبھون نے پسند کیا کہ باہم اسکو رضامندی کے ساتھ تقسیم کرلین بعد ان سب کے ان حیوانات کے اعیان وصفات وقیمت کی معرفت وانکو دیکھ لینے ونظر کرلینے اور اس سب سے واقف ہو جانے کے مع عورت کے مہر وعدت کے نفقہ کے نکالکر تقسیم کیا اور حال یہ ہو کہ یہ میراث ان لوگون کو ہر طرح کے قرضہ ووصیت سے خالی حاصل ہوئی ہر پس ان سبھون نے اسکو باہم تقسیم کیا پس فلان کو اسکے تمام حصہ میراث مین چند چین درم اور تمام گھوڑا مسمی چنین وتمام چنان حاصل ہوا اور فلان کو اسکے تمام حصہ میراث مین تمام چنین وتمام چنان حاصل ہوا علی ہذا القیاس یہ سب تقسیم انکی باہمی رضامندی بقسمت صحیح جائزہ نافذہ انکے درمیان جاری ہوئی اور کبھی ایسی صورت مین ایسا کرتے ہین کہ گھوڑون کی ایک قسم صحیح قرار دیتے ہین اور علے ہذا پس لکھے کہ گھوڑون سنہ گھوڑون کی ایک قسم صحیح قرار دی اور اونٹون کی ایک قسم اور گاؤن کی ایک قسم اور باہم راضی ہوے کہ یہ سب انمین قرعہ ڈال کر بانٹ دیا جاے پس سب نے اپنے درمیان قرعہ ڈالا پس فلان کو چنان پہونچا اور فلان کو چنان علے ہذا ہر ایک کو جو کچھ پہونچا اسنے بتسلیم صحیح از جانب دیگران اسپر قبضہ کر لیا اور ہر ایک نے

بریت کردی کہ اُسنے تمام اپنا حصہ ترکہ وصول پایا یا اب اُسکا اپنے شریکون مین سے کسی کی جانب کچھ نہین رہا اور اُسنے ہر دعوی سے اس ترکہ مین بریت کردی اور اس ترکہ مین کسی کا کچھ قرضہ نہ تھا اور اُسمین سے کچھ کسی پر قرضہ نہ تھا اور اب تک وہ اسکی بابت کچھ اُسپر دعوی کرے تو باطل مردود ہوگا اور سب متفرق ہوے اور سب نے ایک دوسرے کے واسطے درک کی ضمانت کرلی اور گواہ کرلیے اور تحریر کو تمام کرے اور ایک جماعت مشائخ رحمہم اللہ نزدیک یہ امام اعظم رح و امام محمد رح (یعنی صفحات ۱۰۰ و ۱۰۱ شمارہ پر خط کشیدہ عبارت) و امام ابو یوسف رح کے قول کے خلاف ہی کہ صناف مختلفہ مین قرعہ ڈالکر تقسیم نہین جائز ہی اسواسطے کہ تقسیم مثل بیع کے ہی اور بیع بشرط قرعہ ڈالنے کے مثل کنکری پھینکنے وغیرہ کے ہی پس چاہیے کہ ایسی تقسیم کے تئین حکم حاکم لاحق کیا جاوے یہ محیط مین ہی مدعی اگر وارثون کے درمیان تقسیم واقع ہوا اور بعض اُنمین سے غائب ہو تو اگر گواہ لوگ گواہ ہوے تا این قول کہ فلانہ عورت مرگئی اور اُسنے وارثون مین ایک مشہور غائب مسمی فلان بن فلان اور ایک پسر صغیر اپنے فلان ہی چھوڑا اور ترکہ مین چنین و چنان مال جسکی قیمت اندازہ کرنے سے اسقدر ہوئی ہی چھوڑا اور فلان شخص بطریق نظر شرعی کے از جانب فلان حاکم اس غرض سے نائب مقرر ہوا کہ ترکہ مقسومہ میان وارثان مین سے حصہ غائب پر قبضہ کرے اور اُسکے حاضر ہونے تک اُسکی حفاظت کرے اور ترکہ ان وارثون مین بفرائض اللہ تعالے تقسیم کیا گیا اور بقسمت صحیحہ تمام محدود واقع ہوئے فلان ہی اس مشہور غائب اور اس صغیر مذکور کے حصہ مین آیا اور فلان غائب کے حصہ مین تمام چنین و چنان آیا پس اس نائب نے حصہ غائب مذکور بحکم ثبابت مذکورہ بطور صحیح اپنے قبضہ مین کرلیا اور یہ بتاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان واقع ہوا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

فصل نوزدہم ۔ ہبات و صدقات کے بیان مین ۔ اہل شروط نے ہبہ و صدقہ کی ابتدا تحریر کرنے مین اختلاف کیا ہی

پس امام ابو حنیفہ و اُنکے اصحاب اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر فلان بن فلان بن فلان بخاری کی ہی اور شیخ یوسف بن خالد لکھتے ہین کہ یہ تحریر اُسکی ہی کہ ہبہ کیا فلان بن فلان نے اور طحاوی رح لکھتے تھے کہ ہذا ما وہب فلان بن فلان ۔ اور متاخرین اہل شروط اسی طرح لکھتے ہین جسطرح امام طحاوی لکھتے ہین کہ ہذا ما وہب فلان بن فلان انہ وہب من فلان اور امام محمد رح ہبہ و صدقہ مین ہبہ مخوزہ و صدقہ مخوزہ نہین لکھتے ہین اور عامہ اہل شروط اسکو لکھتے ہین اور اسکا لکھنا ضرور ہی اسواسطے کہ ہبہ بدون اسکے کہ مقبوضہ مخوزہ ہو ہمارے نزدیک نہین جائز ہی جیسی جائز ہی کہ جب مقبوضہ مخوزہ ہو حتے کہ جو چیز منقول تھی اُسمین ہبہ مشاع ہمارے نزدیک نہین جائز ہی بخلاف قول امام شافعی رحمہ اللہ کے اور صحت ہبہ و صدقہ کے واسطے عامہ علماء کے نزدیک قبضہ شرط ہی بخلاف قول ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے کہ وہ فرماتے ہین کہ اگر صدقہ کا اعلام کردیا تو جائز ہی اگرچہ اُسپر قبضہ نہوا ہو ۔ اور لکھے کہ یہ ہبہ صحیحہ جائزہ پھر اسکے بعد دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسا ہبہ جس سے ہبہ کرنے والا رجوع نہین کرسکتا ہی جیسے جورو و خاوند مین سے ایک نے دوسرے کو ہبہ کیا یا اپنے ذی رحم محرم مین سے کسی کو ہبہ کیا جیسے بالغ پسر کو یا بالغہ دختر یا اپنی ماں یا بھائی یا بھائی کے بیٹے یا اپنی بہن کو ہبہ کیا یا نوافل ہمشیرہ کو یا دادا یا دادی یا چچا یا پھپھی ۔ یا ماموں یا خالہ کو ہبہ کیا تو ایسی صورت مین بعد لکھنے ہبہ صحیحہ جائزہ کے لکھے تمتہ و تبلہ یعنی قطعی ہی اور اس ہبہ سے واہب رجوع نہین کرسکتا ہی ۔ اور اگر ایسا ہبہ ہو جس سے رجوع کرسکتا ہی تو فقط بتتہ و تبلہ لکھے اور اس سے زیادہ نہ لکھے ۔ اور شرح شروط الاصل مین لکھا ہی کہ ایسی صورت مین بتتہ و تبلہ کا لفظ بھی نہ لکھے ۔ صورت تحریر ہبہ بنا بر اختیار متاخرین کے یہ ہی کہ یہ تحریر ہبہ فلان بر ابن فلان ہی کہ فلان نے اُسکو تمام دار مشتملہ بیوت واقع مقام فلان و اُسکے حدود بیان کردے پس اس واہب مذکورہ تحریر ہذا نے اس موہوب لہ مذکورہ تحریر ہذا کو تمام یہ دار محدودہ مذکورہ معہ اُسکے تمام حدود و حقوق

وزمین وعمارت وسفل وعلو کے ومعہ اُسکے راستون وہر قلیل وکثیر کے جو اُسمین اُسکے متعلق ہے اور معہ ہر چیز کے جو اُسمین داخل اُسکے حقوق سے ہے اور معہ ہر چیز کے جو اُس سے خارج اُسکے حقوق سے ہے ہبہ کیا ہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ محوزہ مقسومہ فارغہ جسمین کسی طرح فساد نہین ہے بدون شرط عوض کے براہ صلہ وتبرع از واہب بحق موہوب لہ زبر سبیل تملیکہ و موعدہ ہبہ کیا اور اُس ہبہ کو اُس موہوب لہ نے بالمواجہہ اس مجلس ہبہ مین قبول کیا اور اس مجلس ہبہ مین اس موہوب لہ نے اُسپر ایسی حالت مین قبضہ کیا کہ اس واہب نے یہ تمام اُسکو ہر مانع وشاغل ومنازع سے خالی کرکے سپرد کرکے اُسکے قبضہ پر موہوب لہ کو مسلط کردیا پس یہ دار مذکورہ اس موہوب لہ کے قبضہ مین بسبب اس ہبہ مذکورہ کے ہے۔ اور ہبہ نامہ وصدقہ نامہ مین یہ نہین لکھیگا کہ دونون مجلس عقد سے بتفرق ابدان متفرق ہوے واللہ تعالی اعلم۔ اور چاہیے اسطرح تحریر کرے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان کو تمام دار مشتملہ بیوت اُسکے حدود بیان کرکے ہبہ کیا باین طور کہ اُسکو ہبہ صحیحہ جائزہ الی آخرہ یہ تمام دار مذکورہ معہ اُسکے سب حدود حقوق کے آخر تک بدستور مذکور لکھے واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر موہوب باغ انگور ہو تو لکھے کہ معہ اُسکے سب حدود حقوق وعمارت واشجار ثمرہ وغیر ثمرہ ودرختان انگور وبیوے داد وماط واغراس وانہار وسواقیہ وشرب معہ اُسکے مجاری ومسائل کے جو اُسکے حقوق سے ہے سب ہبہ کیا اور اگر درختون پر پھل موجود ہون یا کسی درخت پر ایسے پتے ہون جنکی قیمت ہوتی ہے جیسے فرصاد کے پتے تو اُسکا ذکر کردینا ضرور ہے اسواسطے کہ بدون ذکر کے داخل نہ ہونگے اور نہ داخل ہونے کی صورت مین ہبہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ وہ صحت تسلیم سے مانع ہونگے۔ اور اگر ہبہ بشرط عوض ہو تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلان برائے فلان بشرط عوض ہے جو اُسمین مذکور ہے کہ فلان نے اُسکو تمام دار واقع موضع فلان محدود بحدود چنین وچنان ہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ محوزہ مقبوضہ مقسومہ جسمین رجوع نہین ہے بدین شرط ہبہ کیا کہ موہوب لہ اُسکو تمام باغ انگور واقع موضع فلان محدود بحدود چنین وچنان تعویض جائز نافذ غیر مفتقر مقبوض جس سے رجوع نہین ہے عوض دے پس موہوب لہ نے جسکو دار ہبہ کیا ہے اس دار کے ہبہ کو بدین شرط مذکور قبول کیا اور دونون مین سے ہر ایک نے جو چیز اُسکے واسطے اس ہبہ وتعویض مذکور کی وجہ سے ہوگئی ہے دوسرے کے یہ سب اُسکو خالی از موانع تسلیم وبکر مسلط کرنے سے اپنے قبضہ مین کرلی پس تمام یہ دار بوجہ اس ہبہ کے واسطے اس فلان کے ہوا اور تمام یہ باغ انگور بوجہ تعویض مذکور کے اس فلان کا ہوا اور دونون مین سے کسی کو دوسرے سے جو چیز اُسکے قبضہ مین اس ہبہ وتعویض مذکور سے ہوگئی ہے رجوع کرنے کا اختیار نہین ہے دونون نے اس سب کا اقرار کیا اور دونون نے اپنے اقرار پر ان لوگون کو گواہ کردیا جنھون نے اپنا نام اس تحریر کے آخر مین ثبت کیا ہے اور یہ تاریخ فلان از ماہ فلان سنہ فلان واقع ہوا واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر ہبہ بدون شرط عوض کے ہو لیکن موہوب لہ نے واہب کو اُسکے ہبہ کا عوض دیا۔ تو یون لکھے کہ یہ تحریر براے عوض کی ہے جو فلان نے فلان کو اُسکے دار کے بدلے مین دیا ہے جو اُسنے اسکو ہبہ کرکے سپرد کردیا ہے اور اسکی بات دونون نے ایک تحریر لکھی ہے جسکی نقل یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پس ہبہ نامہ کو اول سے آخر تک نقل کرے پھر لکھے کہ پھر اس موہوب لہ فلان نے اس فلان واہب کو اُسکے اس ہبہ کے عوض یہ مال دیا اور واہب مذکور نے اُسکی طرف سے قبول کرکے اُسکے سپرد کرنے سے اسپر قبضہ کرلیا پس اس واہب کو اس موہوب لہ مین رجوع کرنے کا اختیار نہ رہا اور اس موہوب لہ کو اس عوض مین جو اُسنے دیا ہے رجوع کرنے کا اختیار بھی نہین ہے انتہی یہ فلان تاریخ واقع ہوا وہ اگر موہوب ایسی چیز ہو جو قابل قسمت نہین ہے اور اُسمین سے کسی قدر مشاع ہبہ کی گئی

جیسے رقیق و حیوان و موتی وغیرہ تو اُسکا ہبہ بلا خلاف جائز ہی اور لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلان بن فلان برائے فلان ہی کہ اُسنے فلان چیز کے دو سہام میں سے سہم واحد مشاع اور وہ نصف ہی آخر تک بدستور معلوم تحریر کرے۔ اور اگر قابل قسمت چیز میں سے نصف مشاع مثلاً ہبہ کیا جیسے اراضی و باغ انگور و دار وغیرہ تو ہمارے نزدیک اُسکا ہبہ فاسد ہی بخلاف قول امام شافعی رحمہ اللہ کے کہ اُنکے نزدیک جائز ہی پس اگر ایسے ہبہ کی تحریر لکھے تو اُسکے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے کہ فلان حاکم نے حکام مسلمین میں سے بعد خصومت معتبرہ کے جو اُسکے سامنے ان دونوں متعاقدین کے درمیان واقع ہوئی ہی اس ہبہ کی صحت کا حکم دیدیا ہی۔ اور اگر ایک شخص نے اپنا دار دو آدمیوں کو ہبہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک خواہ مساوی ہبہ کیا ہو یا بتفاوت ہبہ کیا ہو جائز نہیں ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر مساوی ہبہ کیا تو جائز ہی اور اگر بتفاوت (یعنی نصف نصف ہبہ کیا تو) نہیں جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک دونوں طرح جائز ہی اور اسکی تحریر کی صورت یہ ہی کہ یہ تحریر ہبہ فلان برائے فلان و فلان ہی کہ اُسنے تمام دار مشتملہ بیوت و حجرات واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین و چنان معہ اُسکے سب حدود و حقوق کے الی آخرہ بصفقۃ واحدۃ نصفاً شائعاً (یعنی نصف نصف) دونوں کو ہبہ جائزہ نافذہ محوزہ مقبوضہ ہبہ کیا اور دونوں نے ایک ساتھ اُس سے اس دار محدودہ مذکورہ کا ہبہ قبول کیا اور دونوں نے ایک ساتھ اس دار محدودہ مذکورہ پر اس واہب کے اُسکو ان دونوں کو سپرد کرنے اور دونوں کو اُسپر مسلط کرنے سے مجلس ہبہ میں قبضہ کر لیا پس یہ دار بحکم اس ہبہ کے ان دونوں کے قبضہ میں دونوں میں نصفاً نصف مملوک ہی اور اسکے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے۔ اور اگر دو آدمیوں نے ایک دار بصفقۃ واحدۃ ایک شخص کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلان و فلان برائے فلان ہی کہ دونوں نے اُسکو تمام وہ چیز ہبہ کی جسکی نسبت دونوں نے بیان کیا کہ یہ ہماری آدھی آدھی یا برابر برابر تہائی مملوک ہی کہ تہائی فلان کی اور دو تہائی فلان کی ہی اور یہ چیز تمام دار واقع مقام فلان ہی اسکو ہبہ صحیحہ محوزہ مقبوضہ دونوں نے ہبہ کیا اور موہوب لہ نے ان دونوں مجموع سے یہ ہبہ قبول کیا اور دونوں سے لیکر اس دار مذکور پر اسطرح قبضہ کیا کہ دونوں نے ایکبارگی یہ دار مذکور اُسکو سپرد کیا اور اسپر قبضہ کرنے پر مسلط کیا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا۔ اور اگر کسی نے کسی صغیر اجنبی کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلان برائے صغیر فلان بن فلان ہی کہ اُسکو یہ چیز ہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ محوزہ مقبوضہ ہبہ کی اور اس صغیر کے باپ فلان بن فلان نے یہ ہبہ واسطے اپنے صغیر پسر مذکور کے بولایت پدری قبول کیا۔ اور اگر اس صغیر کا باپ نہو مان ہو تو لکھے کہ اس صغیر کی مان فلانہ نے یہ ہبہ اپنے اس صغیر کے واسطے جو اُسکی پرورش میں ہی اور اُسکا باپ مرگیا ہی اور اُسکا کوئی وصی نہیں ہی قبول کیا اور اور اگر صغیر کی مان بھی نہو اور وہ اپنے چچا یا ماموں کسی قریب کی پرورش میں ہو تو لکھے کہ صغیر کے چچا فلان نے یا فلان نے صغیر کے واسطے یہ ہبہ قبول کیا اور حال یہ ہی کہ اُسکا باپ نہیں ہی اور نہ وصی ہی جو اُسکے امور کا متولی ہی اور اگر صغیر مذکور عاقل ممیز ہو تو لکھے کہ اس صغیر نے یہ ہبہ قبول کیا درحالیکہ وہ عاقل ممیز ہی اور اُسکا باپ مرگیا ہی اور اُسکا کوئی وصی نہیں ہی جو اُسکے امور کا متولی ہو اور نہ اُسکا کوئی ایسا قریب ہی جسکی پرورش میں ہو اور اس موہوب لہ نے یہ مال ہبہ اس واہب کے اُسکو خالی از مانع و منازع سپرد کرنے سے اپنے قبضہ میں کر لیا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا اگر کسی شخص نے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلان واسطے اپنے فرزند صغیر فلان کے ہی کہ اُسکو تمام دار واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین و چنان الی آخرہ یہانتک کہ قبضہ کا ذکر آوے تو لکھے کہ اس باپ نے اُس

صغیر کے واسطے یہ سب بولایت پدری اپنی ذات سے لیکر قبضہ کرلیا اور امام نجم الدین نفی رہنے اپنے شروط مین باپ کا قبضہ کرنا ذکر کیا ہی اور امام محمد رہنے شروط الاصل مین باپ کا قبضہ ذکر نہین کیا ہی اور شیخ رہنے فرمایا کہ اسواسطے ذکر کیا ہی کہ ہبہ باپ کے قبضہ مین ہی اور باپ کا قبضہ صغیر کے قبضہ کا نائب ہوگا اور ہبۃ الاصل مین فرمایا کہ بصورت اور قبضہ اسواسطے ہوتا ہی کہ معلوم ہوجاوے کہ کیا ہبہ کیا ہی اور اسی طرح امام محمد رہنے اس ہبہ مین باپ کا قبول کرنا بھی ذکر نہین کیا اسواسطے کہ آدمی جو کچھ اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کرے اُسمین قبول شرط نہین ہی۔ اور شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ اسی طرح اگر مان نے ہبہ کیا اور باپ مرچکا ہی تو قبضہ مان کا ذکر کرے اور کتابت کی یہی صورت ہی واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر ایک شخص نے اپنا قرضہ قرضدار کے سوائے دوسرے کو ہبہ کیا تو لکھے کہ تحریر ہبہ زید برائے عمرو ہی کہ زید نے عمرو کو اپنا تمام قرضہ جو اُسکا بہ اسکا ہی جسکی بابت بتاریخ فلان بگواہی فلان وفلان دستاویز لکھی ہی یہ سب قرضہ اُسکو ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور عمرو کو سلط کردیا کہ پھر سے اسکا مطالبہ کرے اور اسکی بابت اُس سے مخاصمہ کرے اور اگر وہ منکر ہو تو اسکو اُسپر ثابت کرے اور اپنے واسطے اسکو اُس سے یا اُس شخص سے جو ادائے قرضہ مذکور مین بکر کے قائم مقام ہو وصول کرلے اور عمرو نے یہ ہبہ اور تمام وہ امور جو اسکی طرف اس ہبہ نامہ مین منسوب کیے گئے ہین قبول کیے۔ اور اگر قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ ہبہ فلان برائے فلان ہی کہ اُسکو اپنا تمام قرضہ جو اُسپر اسکا ہی اور وہ اسقدر ہی ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور فلان نے اُس سے یہ ہبہ بقبول صحیح قبول کیا۔ اور اگر عورت نے اپنا مہر اپنے خاوند کو ہبہ کیا تو لکھے کہ فلانہ عورت نے اپنا تمام مہر جو اُسکا اُسکے شوہر فلان پر ہی اور وہ اسقدر ہی ہبہ صحیحہ بطور صلہ ومراعات حق شوہری بدون شرط عوض کے ہبہ کیا اور اُسکو اُس سے بابراء صحیح شرعی کیا پس اُسنے اس عورت کا یہ ہبہ اور یہ ابراء بالمواجہ قبول کیا اور عورت مذکورہ کا اس شوہر پر بعد اس ہبہ وابراء کے اس مہر مین سے کچھ قلیل وکثیر نہین رہا پس اگر بعد اسکے کبھی اُسمین سے کچھ دعوے کرے تو اُسکا دعوی باطل ومردود ہوگا پس شیخ نجم الدین رہنے اپنے شروط مین اسکی تحریر اسی طریق سے لکھی ہی اور جسپر قرضہ ہی اُسکا ہبہ قبول کرنا شرط کیا ہی اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی اور ایسا ہی واقعات ناطفی مین مذکور ہی۔ اور عامۂ مشائخ نے شرح کتاب الکفالت اور شرح کتاب الہبۃ مین ذکر کیا کہ قرضہ اسی قرضدار کو ہبہ کرنا بدون قبول کے تمام ہوجاتا ہی۔ اور یہ سب حق اصیل مین ہی اور حق کفیل مین بالاتفاق یہ بات ہی کہ جو قرضہ اُسپر ہی اگر اُسکو ہبہ کیا تو بدون قبول کے ہبہ تمام نہوگا۔ اور اگر اپنا دار یا کوئی اور چیز کسی فقیر کو صدقہ دے تو لکھے کہ یہ تحریر تصدق فلان بن فلان ہی کہ اپنا پورا دار واقع مقام فلان محدودہ بحدود حسین وچنان معہ اُسکے حدود وحقوق کے بصدقہ صحیحہ جائزہ نافذہ اُسکو صدقہ دیدیا جسمین فساد نہین ہی اور نہ رجعت ہی اور نہ شرط عوض ہی خالصۃً بوجہ اللہ تعالی وطلب رضاے اللہ تعالی وبامید ثواب وخوف عقاب صدقہ دیدیا ہی۔ اور اس متصدق علیہ نے تمام اس دار محدودہ پر بحکم صدقہ مذکورہ اس متصدق کے سپرد کرنے سے قبضہ کرلیا اور ہمنے متصدق کے سپرد کرنے سے متصدق علیہ کا قبضہ کرنا شرط کیا اسی وجہ سے جو ہمنے ہبہ کی صورت مین بیان کردی ہی پھر لکھے کہ بعد اس صدقہ وسپرد کرنے کے اس متصدق کا اُسمین کوئی حق ودعوی وخصومت ومطالبہ کسی وجہ سے نہین رہا اور بعد اسکے اگر کبھی یہ متصدق اسمین کوئی دعوے کرے تو وہ باطل ومردود ہوگا آخر تک کذا فی الذخیرہ پس صدقہ کی صورت مین وہی تحریر کرے جو ہبہ مین تحریر کرتا ہی اسقدر زیادہ لکھے کہ خالصۃً بوجہ اللہ تعالی وطلب رضاے اللہ تعالی وامید ثواب الٰہی کذا فی الظہیریہ۔

فصل

فصل بستم - وصیت کے بیان مین - وصیت در معنی ہبہ وصدقہ ہی اسواسطے کہ وصیت یا تو فقیر کے واسطے ہوگی یا غنی کے واسطے ہوگی - پس اگر فقیر کے واسطے ہو تو بمعنی صدقہ ہوئی - اور اگر غنی کے واسطے ہوگی تو بمعنی ہبہ ہوگی پس انمین دونون کے ساتھ لاحق کیجائیگی پس ہم کہتے ہین کہ اگر وصیت کی تحریر لکھنی چاہی - تو اسکا طرز وہی ہی - امام اعظم رحمہ اللہ نے ایک شخص کو جسنے اسکی درخواست کی تھی بالبداہتہ لکھوا دیا تھا اور وہ یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ تحریر اسکی ہی کہ جسکی وصیت کی کہ فلان بن فلان نے اور وہ شہادت دیتا ہی کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لم یلد ولم یولد ولم یتخذ صاحبتہ ولا ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وہو الکبیر المتعال وان محمدا عبدہ ورسولہ وامینہ علی وحیہ وان الجنۃ حق وان النار حق وان الساعۃ آتیۃ لا ریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور متبہلا الی اللہ تعالی ان یتم علیہ فی ذلک نعمتہ وان لا یسلبہ ما وہب لہ فیہ وما ہتن بہ علیہ حتی یتوفاہ الیہ فان لہ الملک وبیدہ الخیر وہو علی کل شئی قدیر اور اس فلان نے اپنی اولاد اہل وقرابت وبرادری کو اور جو اسکے حکم کی اطاعت کرے اس چیز کی وصیت کی جسکی حضرت ابراہیم ویعقوب علیہما السلام نے اپنے فرزندون کو وصیت کی تھی کہ اے میرے بیٹو البتہ اللہ تعالی نے برگزیدہ کیا ہی تمھارے واسطے دین کو پس ہرگز نہ مرنا تم الا اور حالیکہ تم مسلمان ہو اور ان سب کو وصیت کی اللہ تعالی سے جیسا ڈرنا چاہیے ہی اسطرح ڈرین اور اپنے پوشیدہ وظاہر معاملات مین اللہ تعالی کی اطاعت کرین اپنے قول مین اور اپنے فعل مین سب مین اور اسکی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کرین اور اسکی نافرمانی سے دور رہین اور دین کو اچھی طرح قائم رکھین اور اسمین متفرق ومختلف نہون - اور اللہ تعالے کی اطاعت واسکے حکم کے ساتھ تمسک سے باز نہ رہین اور فلان نے اقرار کیا کہ اسپر فلان کا اسقدر قرضہ ہی پس قرضخواہ کا نام اور اسکے باپ دادا کا نام بیان کردے اور وصیت کی کہ اگر اسکو حادثہ موت پیش آوے تو اسکی تجہیز وتکفین سے فارغ ہونے کے بعد اسکے تمام قرضہ ادا کیے جاوین پھر اسکے باقی ترکہ مین سے ثلثی مال حسبین وچنان مین صرف کیا جاوے پھر بعد قضیہ وانفاذ وصیتون کے جو باقی رہے وہ میرے وارثون کے درمیان میراث ہی اور وہ فلان وفلان ہین امینین ہر فرائض اللہ تعالی جو اسنے ہر ایک کے واسطے مقرر کی ہی مشترک ہونگا اور مجھے اختیار ہی کہ ثلثی مال مین جو مین نے وصیت کی ہی اسمین تغیر وتبدل کردون اور جو چاہون اس سے رجوع کردون اور اپنی رائے کو شکست کردون اور موصی لہ لوگون مین سے جسکو چاہون بدل دون پس اگر مر جاؤن تو میری وصیتین اسی طور پر نافذ ہونگی جس حال چھوڑ کر مرا ہون - اور مین نے فلان کو اپنی وفات کے بعد اپنے تمام امور کے واسطے وصی کیا اور فلان نے اس وصیت کو بالمواجہ قبول کیا اسکے گواہ کر لیے گئے ہین یہ پوری وصیت کی تحریر ہی کذا فی الظہیریۃ - تحریر وصیت جامع یہ تحریر اس وصیت کی ہی جو بندہ ضعیف فی نفسہ محتاج رحمت پروردگار سمی فلان نے اپنی حالت ثبات عقل وبسبب وجوہ جواز تصرفات مین وصیت کی ہی اور وہ گواہی دیتا ہی کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت ویمیت ویحیی وہو علی کل شئی قدیر ولم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ولم یتخذ صاحبتہ ولا ولدا ولم یکن لہ شریک فی ملکہ احد ویشہد ان محمد اصلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم عبدہ وصفیہ ورسولہ وامینہ علی وحیہ وارسلہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون اور گواہی دیتا ہی کہ جنت حق ہی اور دوزخ حق ہی اور راہ صراط حق ہی اور قیامت ضرور آنے والی ہی اسمین کچھ شک نہین ہی اور اللہ تعالی قبرون

کے مردون کو اٹھاویگا وانہ قد رضی باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلے اللہ علیہ وسلم نبیا و بالقرآن اماما و بالکعبۃ قبلۃ و بالمومنین اخوانا علے ذلک حق وعلی ذلک یموت - وعلی ذلک یبعث انشاء اللہ تعالے - ثم تہللا الی اللہ ان تیم علیہ فی ذلک نعمتہ وان لا یسلبہ ما وہب لہ وما تفق بہ علیہ حتے یتوفاہ الیہ فان لہ الملک وبیدہ الخیر وہو علے کل شی قدیر ویشہدان یخرج من ہذہ الدنیا العدارۃ المکارۃ الخداعۃ تائبا الی اللہ تعالے نادما علے ما فرط فیہا متاسفا علے ما قصر فیہ مستغفرا من کل ذنب زالۃ بدرت منہ موکلا من خالقہ ورازقہ تبارک اسمہ قبول توبتہ واقالۃ عثرتہ راجیا عفوہ وغفرانہ اذ وعد ذلک عبادہ فیما انزل علے نبیہ محمد صلے اللہ علیہ والہ وسلم فقال وہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیات وقولہ صدق ووعدہ حق وسبقت رحمتہ غضبہ وہو الغفور الرحیم - اور اپنے پس ماندگان وارثان و دوستان واولیاء کو اور جو میری بات کو مانے یہ وصیت کرتا ہون کہ تم لوگ اللہ تعالے کی عبادت عابدون مین شامل ہوکر کرو اور اسکی حمد کرنے والون مین داخل ہوکر کرو اور جماعت مسلمین کے واسطے خیر خواہی کرو اور ڈرو اللہ تعالے سے جیسا چاہیے ہے اور اپنے درمیان اصلاح رکھو اور اللہ تعالی و اسکے رسول کی فرمانبرداری کرو اور مومنین امانت دار ہوجاؤ اور رہو تمکو وہی وصیت کرتا ہون جو ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنے فرزندون کو کی تھی کہ اللہ تعالے نے ہمارے واسطے دین برگزیدہ کیا ہے اور وہ اسلام ہے پس تم نہ مرنا الا درحالیکہ تم مسلمان ہو - اور مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ پوشیدہ وظاہر قول و فعل مین اللہ تعالے کی اطاعت کرو اور اسکی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کرلو اور اسکی نافرمانی سے باز رہو اور دین کو اور نماز کو اچھی طرح قائم کرو اور دین مین مختلف نہو - اور وصیت کرتا ہون کہ اگر تمکو حادثہ موت پیش آوے جسکو اللہ تعالی نے اپنے بندون کے درمیان بعدل مقرر کیا ہے اور اپنی مخلوقات پر حتمی کردیا ہے کسی کو اس سے چھٹکارا و نجات نہین ہے بلکہ اللہ تعالے نے بندہ کے واسطے سب سے بہتر دن وہی رکھتا ہے جسدن وہ اپنے پروردگار سے ملیگا تو تم لوگ پہلے میرے ترکہ مین سے تجہیز و تکفین و تدفین کرو اور تین روز تک اہل تعزیت کو بطور معروف موافق سنت کے بدون اسراف و تبذیر و بخیلی کے نفقہ دو اور پھر لوگون کے جو قرضہ مجھپر ہین وہ ادا کرو پھر لوگون سے میرے قرضہ وصول کرو اور وصیتین وامانتین جن لوگون کی میرے پاس ہین سب واپس کرو اور میرے تہائی مال سے میری وصیتین نافذ کرو اور اسمین کچھ تغیر و تبدل نکرو فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما آثمہ علے الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم اور مین اقرار کرتا ہون کہ مجھپر فلان کا اتنے درم قرضہ بدستاویز قبالہ مورخہ تاریخ فلان ہے اور فلان کا اسقدر قرضہ بغیر قبالہ ہے اور فلان کا اسقدر بدین سبب ہے اور میرے جو قرضے لوگون پر ہین از انجملہ فلان پر اسقدر بندیعہ دستاویز مورخہ تاریخ فلان ہے و فلان بن فلان پر اسقدر رہے اور اعیان اموال جو اسکی ملک مین ہین پس دار واقع مقام فلان اسکے حدود بیان کردے اور باغ انگور واقع مقام فلان اسکے حدود بیان کردے اور اراضی واقع دیہ فلان اور اسکے حدود بیان کردے اور دوکانین واقع بازار فلان اور اسکے حدود بیان کردے اسی طرح تمام عقارات کو بیان کردے اور غلامون مین سے اتنے اور باندیون مین سے اتنی باندیان ان سب کے نام وحلیہ بیان کردے اور سونے و چاندی مین اتنا اتنا اور حیوانات مین چنین و چنان از مال تجارت کا

وبخزین اتنا اتنا اور دارمین ظروف پیتلی و برنجی او رخشب کے اتنے اتنے ہین اور فروش وبساط ومتاع بیت وکیلی وروزنی سب بیان کردے پس اسکا تمام مال بہ اعیان مذکورہ مفصلہ ہین اسکے سوائے نہین ہین پس وصیت کرتا ہون کہ اسمین سے پہلے میرا قرضہ ادا کیا جاے پھر لوگون پر جو میرا قرضہ آتا ہی وہ وصول کیا جاوے پھر مبلغ ترکہ دیکھا جاوے کہ اہل عدل وامانت وصدق مقال مین جو لوگ شہور ہین کہ انکو اندازہ کرنے کا ملکہ ہی انسے قیمت اندازکرائی جاوے پس اسمین سے پوری تہائی نکالی جاوے یا لکھے کہ اسمین سے اسقدر درہم اسکی وصیتون کے واسطے نکالے جاوین پس امنین سے فلان شخص کو جسنے اپنی طرف سے حج وعمرہ کیا ہی دیا جاوے تاکہ وہ موصی کی طرف سے حج وعمرہ بوصف قران ادا کرے یا لکھے کہ حج وعمرہ بوصف متمتع ادا کرے یا لکھے کہ حج وعمرہ بانواد ادا کرے اور اسقدر دیا جاوے کہ موصی کے گھر سے جاکر واپس آنے تک اسکے طعام ولباس وسواری وتمام اخراجات ضروریہ کے واسطے جنکی حاجیون کو ضرورت ہوتی ہی کافی ہووے یا فلان کو دیے جاوین کہ وہ اس موصے کی طرف سے حج کرے پس اگر فلان مذکور اس سے انکار کرے تو وصی کو چاہیے کہ لوگون مین سے جسکو پسند کرے اُس سے یہ کام لے وہ موصی کی طرف سے حج کرے پس ایسا شخص اختیار کرے جو اسکے لائق ہی کہ وہ مرد عفیف نقہ ہو جسنے حج اور عمرہ ادا کیا ہی پس اسکو آمد رفت کا خرچہ بطور معروف بدون اسراف وبخیلی کے دیدے اور نفقہ اسقدر درہم دے پس اگر اسمین سے کچھ باقی رہجاوے تو وہ اُسکے واسطے وصیت نہوگا اور اگر چاہے کہ ماموہج کو گنجائش دے تو لکھے کہ اور ماموہج کو اجازت دیدی کہ جب اُسکو کوئی مرض یا مانع ایسا پیش آجاوے جو اسکو بوراکرنے سے مانع ہو تو وہ باقی مال اسے شخص نقہ کو دیدے جو اس کام کو پورا کرسکتا ہی پس اُسکو حکم کرے کہ جو کام اسپر پورا کرنا تھا وہ پورا کردے اور اسمین اُسکو اپنے قائم مقام کردے جو وہ کریگا وہ جائز تصور ہوگا۔ اور اُسکو اجازت دیدے کہ اُسا جی چاہے ان دونون کو اپنے یا اپنے رفیقون کے درمون مین ملادے یہ امر اسکے تفویض کردے اُسپر تنگی نکرے۔ اور اگر موصی پر اتنی مدت کے نماز ہائے فریضہ ہین امنین سے ہر نماز کے واسطے نصف صاع گندم یا ایک صاع شعیر یا ایک صاع خرما یا اسقدر نقد جو امنین سے کسی کی قیمت پوری ہوتی ہو مسلمان مسکینون کو دیدے اور جو اسپر کوہ باقی ہی اُسکے واسطے اسقدر درہم فقیرون کو دیدے اور اسقدر درمون سے اتنے رقبات سالم از عیوب خریدے اور اُنکو موصی کی کفارات قسم یا لکھے کہ کفارات ظہار یا کفارات شکیت روزہ رمضان کے واسطے آزاد کرے اگر وصیت کی کہ تمیر فلان پل پر اسقدر درفلان رباط مین اسقدر وفلان مسجد کے بورے وپنبال وروغن چراغ کے واسطے اسقدر صرف کیا جاوے اور اتنی بکریان یا گائین یا اونٹ سالم از عیوب خریدے جاوین پس بروز بقرعید اُنکی قربانی کردیجاوے اور اُنکا گوشت وپوست و چربی وسری وپائے اور اوجھڑی وغیرہ جس سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہی فقیرون مسکینون کو صدقہ دیدیے جاوین اور جالب وذابح وذبح وسلاخ کی اجرت دیدی جاوے اور وصی کو گنجائش دیدے کہ وصی کو اختیار ہی کہ جسکو چاہے دے اور جسکو چاہے نہ دے اور جسکو چاہے زیادہ دے اور جسکو چاہے کم دے بعد ازانکہ اُسکا قصد بطریق ثواب وحصول ثواب ہو اور وصی کو اختیار ہی چاہے خود امنین سے بطریق معروف کھاوے اور اپنی عیال مین سے جسکو چاہے کھلاوے اور اتنے من روغنیان خریدے اور اُسکی وفات کے وقت فقیرون ومسکینون کو صدقہ کردے اور ایام گرما مین ہر جمعہ کے روز فلان سقایہ مین برف کا پانی رکھے اور ہر روز وہان پانی رکھے کہ راہ گیر ومسافر اُس سے پیین

اور فلان مدرسہ کے طالب علمون کو اسقدر درم تقسیم کرے اور وہان کے مدرس کو کم وبیش دینے کا اختیار ہو اور اسنے کپڑے خرید کر فقیرون ومسکینون کو بانٹ دے اور فلان کو اتنے درم دیدے اور فلان کو اسکا وہ جبہ دیدے جو اسنے پہنا ہو اور فلان کو اسکا عمامہ دیدے اور فلان کو اسکا بچھونا وکحاف دیدے اور جسپر وہ بیٹھا کرتا تھا وہ قالین وغیرہ فلان مسجد مین لیجاکر وقف رکھے تاکہ جس روز فلان وعظ فرماتا ہو منبر پر اسکے نیچے بچھایا جاوے اور اسی واسطے رکھچھوڑا جاوے اور اس فلان واعظ کے بعد بھی جو شخص اس مسجد مین وعظ فرمانے کے واسطے ہو اسکے لیے رکھا جاوے۔ پس یہ سب صورتین بھی اگر مجتمع ہون تو انکو تحریر کرے اور اگر کوئی بات اسنے زیادہ ہو تو تحریر مین بڑھائی جاوے اور اگر کم ہو تو تحریر مین گھٹائی جاوے۔ اور اسکے بعد وصایا کے بعد لکھے کہ اس موصے کو اختیار ہو کہ اپنی وصیتون مین جو اسنے ثلثای مال مین کی ہین تغیر کرے اور جس سے چاہے رجوع کرے اور جسمین چاہے جسقدر کمی کردے اور جن لوگون کے واسطے وصیت کی ہو انمین سے جسکو چاہے بدل دے پھر اگر مرگیا تو جس حالت پر چھوڑ کر مرا ہی اسی موافق اسکی وصیتین نافذ کردی جائینگی اور مال وصیت کے بعد جو کچھ اسکا مال باقی رہجاوے وہ اسکے وارثون فلان وفلان کے درمیان برفرائض الٰہی تقسیم ہوگا کہ فلان کو اتنا اور فلان کو اتنا یعنے سہام معلومہ ششم وسوم وچہارم ودہم ونصف وباقی۔ اور اسنے اس سب کے واسطے اور اپنی وفات کے بعد اپنے تمام امور کے واسطے اور اپنی اولاد خرد سال یا ولد خرد سال یا ولد فرزند خرد سال جیسا ہو اسکے امور کے واسطے فلان شخص کو وصی مقرر کیا جسکی دیانت وصیانت وامانت وکفایت وشفقت اسکے ذہن نشین ہو اور فلان نے اس سے اس وصایت کو بالموجہ و بالمشافہ بقبول صحیح قبول کیا اور دونون نے اپنے نفس پر اس سب کے گواہ کرلیے جنکا نام آخر تحریر مین مثبت ہو اور گاہے اس مقام پر یہ عبارت بڑھائی جاتی ہو کہ اور اسکو وصیت کی کہ اس سب مین وہ موصی اور اپنے واسطے نظر رکھے اور اللہ تعالے سے ڈرے اور اسکے غضب کا خیال رکھے اور اپنے پوشیدہ وظاہر پر اللہ تعالے کو خبردار جانے اور اس موصی نے جو کچھ اسکی طرف عہد کیا ہو اور جسکا اسکو حکم کیا ہو خلاف نہ کرے اور اس موصی نے بیان کیا کہ یہ اسکی آخر وصیت ہو اور جو وصیت اسنے اس سے پہلے کی ہو رجوع کیا اور اسکو باطل وفسخ کردیا اور یہ وصی آخری وصی ہو جسکو مقرر کیا ہو اسکے سوا اسکا کوئی وصی نہین ہو اور ہر وصی جو اس سے پہلے ہو مین نے اسکو وصایت سے خارج کردیا اور اس موصے نے اقرار کیا کہ اسنے فلان کو اپنے وصی اس فلان پر مشرف کیا ہو حتے کہ بدون اسکے علم واجازت کے کوئی کام وکوئی تصرف نکرے اور اگر اسنے کوئی بات اسکے بدون علم واجازت کے صادر کی تو وہ باطل ومردود ہوگی اور اس سب کے اپنے نفس پر گواہ کردیے اور تحریر کو ختم کردے۔ اور کبھی اسمین مبالغہ کیا جاتا ہو پس اسطرح لکھا جاتا ہو کہ اسنے اپنی یہ وصیتین بجانب فلان مسکین اور اسکو بعد اپنی وفات کے اپنے تمام ترکہ کا اور اپنے قرضہ وصول کرنے کا اور جو اسپر قرضہ ہین انکے ادا کرنے کا اور اپنی وصایا کے نافذ کرنے کا جنکا نافذ کرنا انمین سے اسکے ترکہ مین سے واجب ہو اور اپنے ہر خرد سال اولاد کے متولی ہونے کا وصی کیا اور جن امور کی اسکو وصیت کی ہو جنکا ذکر کیا گیا انمین جسطرح اپنی زندگی مین خود ہی بعد وفات اپنے کے اسکو اپنے قائم مقام کیا اور ان باتون مین سے جس بات کے واسطے چاہے اپنی حیات مین اور اپنی وفات کے بعد جسکو چاہے وکیلون ووصیون مین سے اپنی پسند راے پر مقرر کرے اور جب چاہے مقرر کرے جتنی دفعہ چاہے مقرر کرے

اور اس سب میں اُسکے امور جائز متصور ہونگے اور بدین شرط کہ جسکو ان امور مذکورہ میں سے کسی امر کی ولایت بعد موت اس موصی کے حاصل ہوئی وہ از جانب موصی مذکور ہو کی پس وکیلوں اور وصیوں میں سے جسکو اس وصی نے متولی مقرر کیا اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے وکیل و وصی مقرر کرے اور اسکو وکیلوں و وصیوں کے بدل دینے کا بھی اختیار ہوگا اُسکے تصرفات اُسی طرح جائز ہونگے جیسے اس وصی کے جس جسکو اُسنے مقرر کیا ہو تاکہ وہ مابقی قرضہ ادا کریگا اور لوگوں پر جو باقی قرضہ رہ گئے ہونگے اُنکو وصول کریگا اور مابقی پر قبضہ کریگا پس اس سب وصیت کو اس وصی نے بالمواجہہ خطاباً قبول کیا اور تحریر کر تمام کرے۔ اور اگر کسی شخص نے واسطے وصیت کی کہ اگر اُسکا بیٹا فلان بالغ ہونے پر صالح ہو تو وہ وصی ہوگا تو وصی کے اسکو قبول کرنے سے پہلے تحریر کرے کہ وصیت کی کہ اگر اُسکا بیٹا فلان جب بالغ ہو تو صالح ہو اور اس وصایت کی صلاحیت رکھتا ہو کہ اُسکا متولی ہو اور اُسنے اس وصایت کو جیسطرح اُسکے باپ نے وصیت کی ہو قبول کیا تو وہی اس سب کا وصی ہوگا۔ اور اگر دو شخص وصی مقرر کیے تو لکھے کہ فلان و فلان کو اُسکا وصی مقرر کیا کہ اُسپر جو قرضہ ہیں اُنکو ادا کرین اور اُسکی وصیتیں نافذ کرین اور اُسکے تمام امور کے اُسکی موت کے بعد متولی ہون کہ دونون اُنمیں اس سب کو انجام دین اور تنہا تنہا انجام دین پس ہر ایک ان دونوں امین سے بجائز الوصیت و نافذ الوصیت و نافذ الامر اس سب میں ہوگا اور اگر کہا کہ دونوں اسکو انجام دین پس اگر ایک نے اعیان میں اور دوسرے نے دیون یا ایک نے بعض امور میں اور دوسرے نے بعض امور میں یا ایک نے اس بیٹے کے تولی کا اور دوسرے نے دوسرے بیٹے کے تولی کا کام انجام دیا پس اگر اُسنے مطلق چھوڑا ہو تو دونوں امین وصی ہونگے اور اگر اُسنے خصوصیت کردی تو تخصیص کے موافق ہوگا اور اسکو یوں لکھنا چاہیے کہ فلان کو اپنے قرضہ ادا کرنے کے واسطے نائبہ وصی کیا کہ بعد اُسکی موت کے اسکے قرضہ ادا کرے سوائے دوسرے کاموں کے اور فلان کو وصی کیا کہ خاصتہ اُسکی وصیتیں نافذ کرے سوائے دوسرے امور کے تاکہ ہر ایک اُس کام میں بعدل و انصاف قیام کرے جسکی اُسکو وصیت کی ہو پس دونوں نے اس بات کو بالمواجہہ قبول کیا اور فلان کو بعد موت اپنی کے ہر مال عین کی حفاظت کے واسطے اور اُسکے مصالح کی پرداخت کے واسطے نائب وکیل کیا نہ اسکے سوائے دوسرے امور کے لیے۔ اور فلان کو اپنے تمام مخلفہ شہر فلان کے تعین دین کے واسطے اور اُسپر قبضہ وصول کرنے و اُسکے حفاظت کرنے و اُسکی درستی و اصلاح پر قائم ہونے کی وصیت کی اسکے سوائے دوسرے امور کی نہیں۔ ایسا ہی شیخ نجم الدین نسفی رح نے ذکر فرمایا ہے اور جاننا چاہیے کہ اگر کسی شخص کو اپنے مال مین وصی کیا تو وہ اُسکے مال و اولاد کا وصی ہوگا اور اگر ایک شخص حاضر کو وصی کیا پھر ایک غائب کو جب وہ آوے وصی کیا تو لکھے کہ اُسنے فلان کو اپنی موت کے بعد اپنے قرضہ ادا کرنے اور اپنے قرضہ وصول کرنے اور اپنی وصیتین نافذ کرنے اور تمام امور کے واسطے وصی کیا تاکہ بعدل و انصاف اُسپر قیام کرے یہان تک کہ فلان جگہ سے فلان غائب آجاوے اور جب وہ آجاوے تو وہی وصی ہوگا یہ حاضر ہوگا پس وہی اپنے آجانے کے بعد بعدل و انصاف کام کریگا یہ حاضر نکریگا۔ اور اگر وصیت کئی آدمیون میں بدین طور ہو کہ فلان و فلان و فلان کو وصی کیا تاکہ یہ سب جبتک زندہ ہین اُسکے امور میں کام انجام دین اور یہ سب حاضر ہون تندرست ہون اور امین سے کوئی بدون دوسرے کے کام نکرے اور امین سے جو کوئی مرجاوے یا مریض ہوکر عاجز ہوجاوے یا سفر کرجاوے تو امین سے باقی کو

بوصیت پوری ولایت تصرف حاصل ہوئی وہ اس سب امور مین بعدل وانصاف کام انجام دے اور بھون نے اس سے اس وصایت کو قبول کیا۔ نوع دیگر اگر ایک شخص نے حضر مین ایک شخص کو وصی کیا پھر اس موصے نے سفر کیا اور سفر مین مرگیا اور ایک دوسرے شخص کو وصی کیا تو لکھے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے حضر مین چند وصیتین کی تھین اور عمرو کو اپنی موت کے بعد اپنے تمام امور کے انجام دہی کے واسطے وصی کیا تھا اور اُس نے اس وصایت کو بالمواجہہ قبول کیا تھا اور اس وصایت کا ایک وصیت نامہ بتاریخ فلان بگواہی جماعت کو اہان عادل تحریر کیا تھا پھر اُسکو سفر پیش آیا اور اپنے وصی مذکور کے پاس سے غائب ہوا اور سفر مین اُسکو موت پیش آئی پس اُسکو ضرور ہوا کہ کسی دوسرے کو وصی کرے پس اُسنے بکر کو وصی کیا کہ اُسکو تمام امور متعلقہ سفر خدا کے درستی مین قیام کرے اور اُسکے قرضہ ادا کرنے کے بعد اُسکے اس سفر کے مال سے تہائی مین جو اُسنے وصیت کی نافذ کرے پھر مابقی کی حفاظت کرے اور اُسکو اُسکے پہلے وصی کو جسکو حضر مین وصی کیا ہی سپرد کردے تاکہ وصی اول بدون تغیر وتبدل کے بعدل وانصاف اُسکی وصیت پر قیام کرے اور اس وصی نے اسکو اُس سے بالمواجہہ قبول کیا۔ نوع دیگر ایسے دار کے خرید کے بیان مین جسکے خریدنے کے واسطے موصی نے خرید کرکے اُسکی طرف سے وقف کردینے کی وصیت کی تھی۔ زید وصی عمرو نے جو اُسکی موت کے بعد اُسکے تمام امور کے واسطے بوصیت صحیحہ ثابتہ وصی ہی اس موصی کے تہائی مال سے اُسکی طرف سے وقف کرنے کے واسطے بحکم اُسکی وصایت کے فلان سے تمام چیز مذکورہ ذیل خریدی تاکہ موصی کی طرف سے اُسکو بروجہ معلومہ جسکے واسطے اس موصی نے وصیت کی ہی وقف کرے اور وہ تمام دار مشتملہ چنین وچنان واقع مقام کذا محدودہ بحدود کذا وکذا ہی پس اس مشتری وصی مذکور نے اپنے موصی کے واسطے بحکم اُسکی وصیت کے اُسکے تہائی مال سے یہ تمام دار محدودہ مذکورہ اس بائع سے معہ اُسکے حدود وحقوق۔ یہانتک کہ باہمی قبضہ کے بیان تک پہونچے پس لکھے کہ اور اس بائع نے اس مشتری سے تمام یہ ثمن مذکور اس مشتری کے یہ سب اپنے موصی کے تہائی مال سے ادا کرنے سے لیکر قبضہ کیا آخر تک بدستور معلوم تمام کرے۔ اور گاہے اس تحریر مین مشتری کے اقرار سے شروع کیا جاتا ہی کہ گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب گواہ ہوے کہ زید نے عمرو کو اپنی موت کے بعد اپنے تمام امور کے واسطے بوصیت صحیحہ وصی کیا اسنے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان سے تہائی مال اس موصی سے بوجہ اُسکی وصیت کے کہ بوجہ معلومہ جسکا اُسنے اپنے وصیت نامہ مین ذکر کیا ہی وقف کیا جاوے تمام دار واقع مقام فلان خریدا۔ اور اس وصی نے اقرار کیا کہ مین نے اس بائع سے تمام یہ دار معہ اُسکے حدود کے تہائی مال اس موصے سے بوجہ اُسکی وصیت وقف کے خریدا اور اس بائع نے اس سب مین اُسکی تصدیق کی اور تحریر کو تمام کرے اور کبھی اس تحریر مین اقرار بائع سے شروع کیا جاتا ہی کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے تمام دار واقع مقام فلان کو فلان وصی فلان کے ہاتھ جو اُسکی موت کے بعد اُسکے تمام امور کا بوصیت صحیحہ وصی ہی فروخت کیا اور اس موصے نے اس وصی کو وصیت کی تھی کہ یہ دار اُسکے تہائی مال سے خرید کرکے اُسکی طرف سے اسکو وقف کردے اور تحریر کو ختم کرے۔ وجہ دیگر آنکہ فلان وصی فلان نے جو ثابت الوصایت ہر اپنے اس موصی کے مال سے بوجہ اُسکے حکم کے کہ اُسنے اپنی زندگی مین اسکو حکم دیا تھا کہ اُسکی وفات کے بعد اُسکی طرف سے اسکو بوقف صحیح دائمی فقیرون پر وقف کرے خرید کیا بایں شرط اس وقف کرنے والے نے جسطرح اُسنے اپنے وصیت نامہ مین تحریر کیا ہی بدون اسکے کہ یہ وقف اس بیان کیا ہی بدون اسکے کہ یہ

وقف اس بیع مین شرط ہووے تمام وار واقع موقع فلان اور اُسکے حدود بیان کردے یہانتک کہ اس تحریر تک پہونچے کہ اور اس بائع نے تمام یہ ثمن اس مشتری کے اُسکو یہ سب اس موصی کے مال سے ادا کرنے سے یکر وصول کر لیا اور تحریر کو تمام کردے۔ نوع دیگر اگر وصی نے کوئی بردہ واسطے تقرب کے خریدا۔ فلان وصی فلان نے بحکم اپنے موصے کے جسنے اُسکو حکم کیا تھا کہ اُسکے تہائی مال سے خرید سے فلان سے اسکو خرید کیا اور حال یہ ہو کہ فلان نے اُسکو وصیت کی تھی کہ اُسکے واسطے ایک بردہ واسطے ثواب کے غلام یا باندی بعوض اسقدر ثمن کے جو اُسمین مذکور ہو خرید کر کے اُسکی طرف سے آزاد کرے پس اس وصی نے فلان سے اس وصیت کی وجہ سے اس غرض سے تمام مملوک مسمی فلان اور اُسکا حلیہ بیان کردے موصی کے تہائی مال سے خرید اتا کہ اُسکو آزاد کردے پھر باہمی قبضہ و تفرق و ضمان درک تحریر کرے۔ نوع دیگر وصی کے غلام فروخت کرنے کی تحریر اسطرح ہو کہ زید نے عمرو سے جو بکر کا وصی ہو اُس سے تمام مملوک مسمی فلان خریدا اور یہ مملوک اس موصی کا تھا اور حال یہ ہو کہ اس موصی نے اس وصی کو وصیت کی تھی کہ اسکو بطور تسمیہ عتق فروخت کرے پس اسکو اُسکے ہاتھ اسی طور پر فروخت کیا جسطرح کہ اسمین مذکور ہی پس اس مشتری نے اس بائع سے تمام یہ مملوک مسمی معین درہم کے عوض بطور بیع صحیح شامل بیع مسلمان کے بدست برادر مسلمان خریدا تا کہ اُسکو آزاد کرے پھر باہمی قبضہ کا ذکر کرے و تحریر کو ختم کرے۔ نوع دیگر اگر وار معین کے واسطے شخص معین کی وصیت کی تو لکھے کہ یہ تحریر وصیت فلان برائے فلان ہی کہ اُسکے واسطے اپنے تمام وار واقعہ شہر فلان کے مفصل موحدود بیان کردے موا اُسکے تمام حقوق الی آخرہ۔ یہ وصیت صحیحہ مطلقہ قطعیہ جائزہ خالیہ از شروط مفسدہ و معانی مبطلہ وصیت کی ور حالیکہ یہ وار مذکور اُسکے تہائی مال سے برآمد ہو اور ہر طرح کے فرضہ سے خالی ہو اور ایسی حق غیر سے خالی ہو جسکے کہ اُسکی صحت سے مانع ہو اور یہ وصیت بغرض صلہ قرابت و احسان بجانب موصی لہ و تقرب بپروردگار تعالے شانہ بذریعہ ایسے عمل کے جسکے واسطے اُسنے تعریف کی ہو کہ اقربا وُن کے واسطے وصیت کرے اور باامید حصول ثواب روز قیامت ہو اور اس موصے لہ نے اس وصیت کو مجلس وصیت ہذا مین بالمشافہ بقبول صحیح قبول کیا اور حال یہ ہو کہ اگر اس موصے کو امروز موت آوے تو یہ موصے لہ امروز اُسکا وارث معین ہو سکتا ہو اور اس موصے نے وصی یا وارث کو جو اُسکی موت کے بعد اُسکے قائم مقام ہوگا حکم کیا کہ یہ کل وار اس وصی لہ کو بحکم اس وصیت کے بتسلیم صحیح سپرد کرے اور اس بات پر اُن لوگون کو گواہ کر دیا جنھون نے کہ آخر تحریر مین اپنی گواہی ثبت کی ہو بعد ازانکہ یہ وصیت نامہ اُنکو ایسی زبان مین پڑھ سُنایا گیا کہ انھون نے جان لیا اور اقرار کیا کہ اسکو سمجھ لیا ہو ایسی حالت مین اقرار کیا کہ اُسکی عقل ثابت اور اُسکے تصرفات بہبہ وجوہ جائز تھے اور تحریر کو ختم کرے۔ نوع دیگر اگر وصی نے کسی شخص کو مال دیا کہ میت موصے کی طرف سے حج ادا کرے۔ تو لکھے کہ یہ تحریر وہ ہو کہ جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے ہین کہ زید وصی عمرو نے جو عمرو کی طرف سے ثابت الوصایۃ ہو بطوع خود اقرار کیا کہ اس متوفے عمرو نے اسکو وصیت کی تھی کہ اُسکی وفات کے بعد اُسکے تہائی مال سے اتنے درم بحکالکر ایسے مرد عفیف امین کو دیوے جسنے اپنے واسطے حج اسلام ادا کیا ہو تا کہ اس موصی کی طرف سے اسکے گھر سے جو فلان مقام پر واقع ہی حج کرے پس ان دسون مین سے اپنی آمد و رفت مین خرچ کرے۔ اور اس وصی نے اس فلان کو دو عفیف امین حج ادا کرنے پر قادر پایا اور یہ اپنے واسطے حج کر چکا ہو پس یہ مال اسکو دیا کہ اس میت کی طرف سے بر وصف مذکور حج کرے اور اس فلان حاجی نے یہ امر اور یہ دینا اُسکی طرف سے بقبول صحیح قبول کیا اور اس موصے کے وارثون نے جو فلان و فلان ہین با اقرار صحیح اقرار کیا

کہ یہ سب جو اسمین مذکور ہی حق درست ہی اور ان لوگون نے اس فعل کی جو اس موصی میت اور اس وصی نے کیا ہی حق جانکر اجازت دیدی اور یہ اقرار کیا کہ یہ مال میت کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہی اور ان سب لوگون نے اپنے اوپر اس سب معاملہ کے گواہ کر دیے اور تحریر کو تمام کرے۔ وجہ دیگر سب گواہ ہوے کہ زید وصی عمرو نے جو عمرو کی طرف سے بوصایت صحیحہ ثابت الوصایت ہی اس موصی کے تہائی مال سے اسقدر مال باکر دیا اور اس وصی نے اس زید کو وصیت کی تھی کہ اسقدر مال کسی عزیز مین فقیر ثقہ کو خود پسند کرکے جسنے اپنی طرف سے حج کیا ہو اسقدر مال دیدے تاکہ وہ اس موصی کی طرف سے بروصف مذکور حج ادا کرے اور یہ موصی اسی وصیت پر مرگیا اور تا دم مرگ اس سے رجوع نہین کیا اور نہ اسمین کچھ تغیر کیا اور اسقدر درہم اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہین پس اس وصی نے اس شخص کو جسکو یہ درہم دیے ہین پسند کیا کیونکہ اسکو اسنے اسی صفت کا پایا جو مذکور ہوئی ہی پس اسکو یہ درہم دیے کہ اس موصی کی طرف سے فلان شہر سے حج کرے اور یہ شہر اس موصی کا وطن ہی جسمین وہ مرا ہی پس ان درہمون مین سے اپنی آمد و رفت مین اس شہر تک بطور معروف بدون اسراف و بخیلی کے اپنے کھانے پینے و لباس و سواری و جملہ ضروری چیزون مین خرچ کرے اور میقات سے احرام باندھے اور تمام مناسک حج موافق فرمانے اللہ تعالے و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادا کرے بدین شرط کہ اگر اسنے اس قرارداد سے مخالفت کی تو بقدر مخالفت کے اسمین ضامن ہوگا پس اسنے اسی شرط پر اس سے لیکر ان درہمون پر قبضہ کر لیا اور بدین شرط کہ اگر ان درہمون مین اسکو اس موصی کے قرضخواہ یا کسی وصی یا وارث یا حاکم یا کسی زبردست وغیرہ کسی آدمی کی طرف سے کوئی درک پہنچے تو اس وصی پر واجب ہوگا کہ اسکو اس سے خلاص کرے یا بقدر اس درک کے اسکے واسطے ضامن ہو بضمانت صحیحہ ضمانت کر لی اور بدین شرط کہ اگر یہ حاجی بسبب دشمن یا مرض وغیرہ کے جو بسبب احصار کے ہوتے ہین کسی سبب سے محصور ہوا تو اس وصی پر واجب ہوگا کہ ایسی صورت مین جسطرح ہدی وغیرہ بھیجکر چھوڑا دیتے ہین چھوڑا دے تاکہ امر واجب سے فوت کرنے کے خلاص ہو جاوے اور اس حاجی پر اس معاملہ کا عہد و میثاق ہو کہ اپنی طرف سے خیر خواہی کے ساتھ کوشش کرے کہ یہ تینون پر وصف مذکور ادا ہو جاوے پھر دونون نے قبل افتراق و اشتغال بکار دیگر کے ہر ایک نے دوسرے کے مواجہہ مین یہ عنوان درک پوری قبول کی پس یہ تمام درہم اس حاجی کے قبضہ مین بدین وجہ مذکور مین بدین شرط کہ اگر ان درہمون مین سے اس حاجی کے فارغ ہو کر آنے تک واپس آنے کے بعد کچھ باقی رہا تو اس وصی کو واپس کر دیگا کہ وہ میت کی طرف سے میراث مین داخل ہونگے اور اگر ان درہمون مین اس حاجی کے نفقہ مین کمی پڑے تو اپنے مال سے بدین شرط خرچ کریگا کہ اس موصی کے تہائی مال مین سے اس وصی سے واپس لیگا اور تحریر کو تمام کرے اور اگر بچے ہوے درہم حاجی کے واسطے کر دیے ہون تو لکھے کہ جو کچھ ان درہمون مین سے اس حاجی کے واپس آنے کے بعد باقی رہین وہ وصی مذکور کی طرف سے اس حاجی کے واسطے بطور وصیت ہونگے اور اگر اس حاجی کے واسطے وصی کی طرف سے اسکے حکم کے کسی نے وکالت کی تو لکھے کہ فلان اس وصی کی طرف سے اسکے حکم سے اس حاجی کے واسطے تمام اس چیز کا جو بوجہ درک مذکور اس وصی پر واجب ہو ضامن ہی بدین شرط کہ ان دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے دوسرے کے حکم سے تمام اس درک کا بضمانت صحیحہ ضامن ہوا بدین فساد و خیار نہین ہی بدین شرط کہ اس حاجی کو اگر یہ درک پہونچے تو چاہے دونون کو اس سب کے واسطے ماخوذ کرے

اور چاہے دونون مین ہر ایک کو جبطرح چاہے اور ہرگاہ چاہے مرۃ بعد اخری ان دونون مین کسی کو بریت نہوگی الا جبکہ یہ سب اس حاجی کو پہونچ جاوے اور ہر ایک نے دوسرے سے قبل افتراق کے سب نے ایک دوسرے سے مواجہہ مین یہ سب قبول کیا - اور اگر حاجی کی طرف سے کوئی شخص ضامن ہو اور صورتیکہ حاجی مذکور خلاف شرط کرے تو لکھے کہ اس حاجی کی طرف سے اسکے حکم سے اس وصی کے واسطے فلان شخص تمام اُس چیز کا جو بوجہ مخالفت مذکورہ کے اس حاجی پر واجب ہو بضمانت صحیحہ جائزہ جسمین فساد و خیار نہین ہی ضامن ہوا ہدین شرط کہ ان دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے بحکم اسکے اس سب کا کفیل ہی آخر تک یہ دستاول تحریر کرے - اور اگر میت کی طرف سے حج قران ادا کرنے کا حکم دیا ہو تو اپنے موقع پر لکھے کہ تاکہ اس میت کی طرف حج و عمرہ دونون کا قران کرکے ادا کرے اور اپنی ذات پر آمد و رفت مین خرچ کرے اور میقات سے دونون کا احرام باندھ اور پہلے افعال عمرہ اُسکے طریق پر ادا کرے پھر مناسک حج بطریق شریعت الٰہی پورے کرے اور قران کے شکریہ مین جو ہدی اُسکو میسر آوے اپنے مال سے بکری یا گائے یا اونٹ ذبح کرے - اور اگر میت کی طرف سے حج متمتع کا حکم کیا تو لکھے کہ اور اس موصی نے وصیت کی تھی کہ بس شہر مین اُسکا مکان ہی یہان سے اُسکی طرف سے کوئی شخص عمرہ کو حج ادا کرے اور ایام حج مین ان دونون کو اُسکی طرف سے بمتع ادا کرے پس پہلے عمرہ تنہا ادا کرے پھر بعد اسکے تنہا حج ادا کرے اور اسکے واسطے یہ وصی کوئی مرد صالح امین ثقہ جسنے اپنی طرف سے حج و عمرہ ادا کیا ہو پسند کرے پس اُسکے وصی نے اس فلان کو پسند کیا اور اُسکو یہ مال دیا تاکہ اس میت کی طرف سے عمرہ کا احرام باندھکر ادا کرکے پھر حج ادا کرے اور ایام حج مین عمرہ سے بجانب حج سود مند ہو اور اسمین سے اپنی رفت و آمد مین اپنے کھانے پینے و لباس وغیرہ حوائج ضروریہ مین بطور معروف بدون اسراف و بخیلی کے خرچ کرے پس جب میقات تک پہونچے تو وہان سے تنہا عمرہ کا احرام باندھے اور اُسکے افعال اُسکے طریق پر ادا کرے پھر اُس احرام سے حلال ہوکر اُسکی طرف سے تنہا حج کا احرام باندھے اور موافق شریعت اللہ تعالی کے اُسکے مناسک ادا کرے اور تمتع حاصل ہونے کے شکریہ مین اُسکو جو قربانی میسر آوے اُسکی قربانی کا اُسکو اختیار دیا جاتا ہی چاہے اپنے مال سے قربانی کرے یا اپنے فقیرون و ساتھیون کے مال سے - اور اگر دوسرے کو اس حج و عمرہ کے ادا کرنے کی اجازت دینے کا اختیار دیا ہو تو تحریر کرے کہ اور اس میت کی طرف اس حج کرنے والے کو اس وصی نے اجازت دیدی کہ اگر اُسکو مرض یا آفت یا ایسا کوئی سبب پیش آیا جس سے وہ اس کام کو پورا کرنے سے عاجز ہوا تو اُسکو اختیار ہی کہ جو مال مذکور اُسکو دیا گیا ہی اُسمین سے جو باقی رہا ہو وہ معینہ یا جو کچھ اُسکے عوض کپڑا وغیرہ اپنی ضروریات مین سے خریدا ہو وہ سب ایسے شخص کو دیدے جو اس لائق ہو جسکو وہ پسند کرے کہ وہ میت کی طرف سے حج و قران و تمتع ادا کرسکتا ہی پس اُسکو دیکر حکم کرے کہ وہ ادا کردے اور اُسکو اپنے قائم مقام کردے اور اُسکو اجازت دیدے کہ بروصف مذکور اپنی ذات پر خرچ کرے اور اس شخص نے اس سب کو بالمواجہہ منظور و قبول کیا اور تحریر کو تمام کردے کذا فی المحیط

فصل بست و یکم - عاریتون و التقاط لقطہ کی تحریرات مین - اگر زید نے عمرو سے ایک دار مستعار لیا اور عمرو نے چاہا کہ لکھکر اپنی مضبوطی کرے تو امام محمد رح نے کتاب الاصل مین اسکی صورت یون تحریر فرمائی ہی کہ یہ تحریر اسے فلان بن فلان یعنی معیر مسمی زید بن خالد از جانب عمرو بن بکر مستعیر کے بدین مضمون ہی کہ تو نے مجھکو اپنے گھر مین بعاریت لیا

یا جو کہ میری ملک واقع شہر فلان محدود بحدود حسین وچنان ہو۔ ایسا ہی امام ابو حنیفہ رح و انکے اصحاب تحریر فرماتے تھے اور امام خصاف رح و طحاوی رح یہ لکھتے تھے کہ تو نے مجھے اپنے دار مملوکہ میں بدین شرط ساکن کیا کہ میں خود اسمیں رہوں اور دوسرے کو بساؤں۔ اور فرمایا تاکہ اجنبی مستعیر کو دوسرے شخص کے ساکن کرنے کا اختیار بالاجماع حاصل ہو جاوے۔ اسواسطے کہ معیر سے اگر مستعیر سے یہ نکہا کہ تجھے اختیار ہو کہ دوسرے کو بساوے تو امام شافعی رح کے نزدیک اسکو دوسرے کے بسانے کا اختیار نہ ہوگا۔ اسواسطے کہ امام شافعی کے نزدیک مستعیر کو بدون اجازت معیر کے غیر کو عاریت دینے کا اختیار نہیں ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک اگر عاریت مطلقہ ہو مثلاً کہا کہ میں نے تجھے عاریت دیا اور یہ نہکا کہ تاکہ تو ہی اس سے انتفاع حاصل کرے تو مستعیر کو اختیار ہوگا چاہے خود انتفاع کرے اور چاہے غیر کو عاریت دیدے کہ وہ انتفاع حاصل کرے۔ اور مستعار ایسی چیز ہو کہ اس سے انتفاع حاصل کرنے میں لوگوں کا حال متفاوت ہوتا ہو سب لوگ اس سے یکساں انتفاع حاصل کرتے ہوں اور عاریت مقید ہو مثلاً اس سے کہدیا کہ تاکہ تو ہی اس سے انتفاع حاصل کرے پس [illegible] تو مستعیر کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کو عاریت دیدے بیچے سکونت۔ دار وغیرہ۔ پس بسکے مسئلہ میں اسطرح اختلاف ظہر تو امام خصاف و طحاوی رح نے اسطرح لکھنا اختیار کیا تاکہ مسئلہ اجماعی ہو جاوے۔ پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تجھے دیا اور میں نے تجھ سے لیکر قبضہ کر لیا اور یہ قبضہ بتاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان واقع ہوا پس امام محمد رح نے تحریر میں قبضہ کے وقت سے ذکر تاریخ لکھا اور اسواسطے ایسا کیا کہ حکم عاریت میں علماء کا اختلاف ہے پس ہمارے علماء کے نزدیک عاریت امانت ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک مضمون ہے پس وقت قبضہ سے تاریخ تحریر کرے تاکہ اگر ایسے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہو جسکے نزدیک عاریت مضمون ہوتی ہے تو اسکو معلوم ہو جاوے کہ کس وقت سے یہ چیز اسکی ضمانت میں داخل ہوئی تھی۔ اور اگر مستعیر نے چاہا کہ معیر سے اپنی سکونت کے [illegible] تحریر کرالے جو اسکے پاس رہے تو کیونکر تحریر کریگا سو مشائخ نے فرمایا کہ مستعیر کو تحریر کی حاجت فقط اس غرض سے ہوتی ہے کہ معیر اسپر یہ دعوی نکرنے کہ تو بدون عقد کے ہمیں ساکن ہوا ہے اور دونوں ایسے قاضی کے سامنے مرافعہ کریں جسکا مذہب یہ ہو کہ بدون عقد کے پھر منفعت کی تقویم ہوتی ہے یعنی انکی قیمت لگائی جاتی ہے پس وہ مستعیر پر اجر المثل کا حکم دیدے اسی طرح اگر اسکی سکونت سے منہدم ہوا تو مالک اس سے ضمان لیگا اگر اسکی سکونت سے منہدم ہوا ہے پس اس تحریر کی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر از جانب فلان بن فلان یعنی معیر کی طرف سے فلان بن فلان یعنی مستعیر کے واسطے بدین مضمون ہے کہ میں نے تجھکو اپنے اس دار میں جو فلان محلہ میں واقع ہے سکونت دی اربعہ یہ ہیں بعاریت اس شرط پر ساکن کیا ہے کہ تو خود اسمیں رہے اور چاہے جسکو ساکن کرے اور میں نے تیرے سپرد کیا اور تو نے مجھسے لیکر قبضہ کر لیا فلان تاریخ فلان ماہ فلان سنہ میں قبضہ ہوا اور متاخرین اہل شروط لکھتے ہیں کہ یہ تحریر وہ ہے جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے ہیں کہ فلان نے فلان سے تمام دار واقع موضع فلان محدود بحدود حسین وچنان ایک سال کامل غرہ ماہ فلان سنہ فلان سے آخر ماہ فلان سنہ فلان تک کے واسطے اس غرض سے مستعار لیا کہ اس مدت مذکورہ میں یہ مستعیر خود رہے اور جو چاہے اپنی چیز رکھے

اور اپنے عیال اور اپنے مملوک و نوکروں کو بسا وے اور اپنے مہمانوں کو رکھے اور سوا اسکے اسکے سب لوگوں میں سے جسکو چاہے رکھے یہانتک کہ یہ مدت مذکورہ منقضی ہوجاوے پس فلان مالک نے اُسکو یہ سب اس شرط مذکور تک مستعار دیا اور فلان مستعیر مذکور نے یہ سب مکان معیر کے اُسکو خالی از ہر مانع سپرد کرنے سے اُسپر قبضہ کر لیا پس یہ عاریت کا مال اس مستعیر کے قبضہ میں اسی عاریت مذکورہ کے سبب سے ہوگیا بدون اسکے کہ یہ مستعیر اس عاریت کی وجہ سے اس دار محدودہ میں معیر پر کسی حق کا مستحق ہوا اور معیر مقر ہے اُسکے اس اقرار کی تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر کسی نے دوسرے سے گھوڑا مستعار لیا تو مالک کے واسطے تحریر کرے کہ فلان یعنے مستعیر نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان یعنی معیر سے ایک گھوڑا موصوف بدین صفت مستعار لیا تاکہ اُسپر سوار ہوکر یوم فلان از مقام فلان تا مقام فلان جاوے اور واپس آوے بدین شرط کہ اُسکو سالم از آفات معیر کو جب اپنے وطن میں واپس آویگا اور اُس سے فارغ ہوجائیگا واپس دیگا پس فلان نے اُسکو اس شرط سے مستعار دیا اور مستعیر نے اُسپر قبضہ کر لیا پس اسکا قبضہ بحکم عاریت ہوا در حالیکہ وہ اس معیر کی ملک ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر کسی کی دیوار سے لکڑیاں رکھنے کی جگہ یعنے دھنیاں یا کپڑے سکھانے کی بانس وغیرہ رکھنے کی جگہ مستعار لی اور مستعیر نے اسکی تحریر چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر مستعار ہے کہ زید نے عمرو اسکے دار کی دیوار سے بدین لکڑیاں رکھنے کی جگہ مستعار لی اور دار کے حدود بیان کرے اور بیان کرے کہ یہ دیوار اُسکے دار میں سے ملاصق دار مستعیر واقع ہے اور یہ دیوار اسکے دار کے دائیں جانب کی دیوار ہے اور یہ دیوار ان دونوں داروں میں حاجز ہے اور اسکی جگہ کذا و طول دیوار کذا و بلندی اسکی کذا ہے اور تمام یہ دیوار اپنی زمین و ملکیت سمیت اس فلان معیر کی ملک و حق ہے اسمیں مستعیر کا کچھ حق نہیں ہے سوا اسکے حق عاریت کے کہ اسپر اپنی جگہ اپنی یہ لکڑیاں رکھیگا اور جب تک چاہیگا رکھے دیگا بدین شرط کہ اُسکو اس سے اس دیوار میں کچھ استحقاق حاصل نہوگا بلکہ وہ اسکے قبضہ میں بعاریت ہوگی اسکا اسمیں کچھ حق و دعوے نہوگا اور نیز ان لکڑیاں رکھنے کی جگہ میں بھی کچھ دعوے نہوگا۔ اور اسکے بنا اگر کوئی راستہ مستعار لیا یا اراضی کو یعنے اسکے واسطے شرب مستعار لیا تو بھی یہی صورت ہے کذا فی الظہیریہ۔ یہ تحریر وہ ہے جسپر گواہان سمیان آخر تحریر بنا سب شاہد ہوئے کہ زید نے انکے حضور میں انکی آنکھ کے سامنے فلان مقام پر لقطہ اٹھایا اور وہ اسقدر ہے اور یہ لوگ اُس سے واقف ہوئے اور اُسکو پہچان لیا ہے اور زید نے انکو اپنی صحت بدن و ثبات عقل و جواز تصرفات کی حالت میں گواہ کر لیا کہ اُسنے اسکو اسواسطے اٹھایا ہے کہ اسکی تعریف کراوے اور اُسکو اُسکے مالک کو واپس کردے اگر اُسکو پاویگا اور اُسکا اعلان کریگا اور اُسکا چھپانا جائز نہ رکھیگا اور اُسکی تعریف و شناخت کرانے میں حکم شرع کی پابندی کریگا اور اُسکو استعمال نکریگا اور نہ ضائع کریگا اور اُسکی حفاظت ترک نکریگا اور اسکو بلند آواز سے کوچہ کوچہ گلی گلی کے مجمع میں پکاریگا اور اس بات پر اُن لوگوں کو گواہ کر لیا جنھوں نے آخر تحریر ہذا میں اپنی گواہی ثبت کی ہے اور یہ فلان روز واقع ہوا کذا فی المحیط

فصل بست و دوم۔ ودائع کے بیان میں۔ ودیعت کی صورت میں تحریر کرے کہ فلان نے بطوع خود بسمہ وجوہ اپنے جواز اقرار کی حالت میں اقرار کیا کہ زید نے اُسکے پاس جنین ودیعت رکھی بدین شرط کہ یہ مودع اپنے بیت میں اسکی حفاظت خود کرے اور اپنے عیال میں جسپر اعتماد ہو اُس سے حفاظت کراوے

اور کسی اجنبی کو نہ دے اور اُسکو اپنے قبضہ سے خارج نکرے اور مقام غیر مضبوط و محفوظ کی طرف بلا ضرورت منتقل نکرے بدین شرط کہ اگر اُسکو تلف کردیا یا ضائع کردیا یا اسمین مخالفت کی تو وہ ضامن ہوگا اور اُسنے تمام یہ ودیعت اُسکی اسکو بطریق حفاظت سپرد کرنے سے اُسپر قبضہ کرلیا اور بدین شرط کہ جب یہ مودع اُسکو طلب کریگا تو اُسکو بعینہ واپس دیگا چاہے جسوقت طلب کرے خواہ دن یا رات مین کوئی تعلل نکریگا اُسکو واپس ہی دیدیگا اور یہ بتاریخ فلان ماہ فلان واقع ہوا واللہ تعالے اعلم کذا فی الذخیرہ۔

فصل بست وسوم - اقاریر کے بیان مین - اس فصل مین چند انواع شامل ہین اول آنکہ دین مطلق حالہ کا اقرار ہو - زید نے بطوع و رغبت خود اپنی صحت و ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین جبکہ اُسکو کوئی مرض و علت وغیرہ مانع صحت اقرار نہ تھا یہ اقرار کیا کہ اُسپر واُسکے ذمہ عمرو کے اسقدر درم یا دینار جسکے نصف اسقدر ہوتے ہین قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح حالہ غیر موجلہ ہین کہ انکا جب چاہے جطرح چاہے مطالبہ کرے زید کو اُسنے کوئی برات نہوگی الا اسی طرح کہ یہ مال مذکور زید کی طرف سے اس عمرو کو یا جو اُسکے قائم مقام ہو وکیل یا وصی یا وارث کو پہونچ جاوے اور زید کی کوئی حجت جس سے اُسکے ذمہ سے اس مال کا دفعیہ ہو سماعت نہ کیجائیگی الا اُسوقت کہ زید کی طرف یہ مال مذکور بطور مذکور عمرو کو حاصل ہوجاوے اور اس مقر نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق صحیح! واجبہ و بالمشافہہ کی اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا یا اسطرح تحریر کرے اور اُسکی طرف سے اس مقر نے یہ اقرار اُسکے واسطے اس مال مذکور کا بقبول صحیح قبول کیا اور دونون نے اپنے اوپر اس سب کے وہ لوگ گواہ کرلیے جنھون نے اپنا نام آخر تحریر ہذا مین ثبت کیا ہی بعد ازانکہ یہ مضمون اُنکو ایسی زبان مین پڑھ سنایا گیا جسکو اُنھون نے جان لیا اور اقرار کیا کہ ہم دونون نے اسکو سمجھ لیا ہی اور اچھی طرح اسکو جان گئے ہین اور یہ بتاریخ فلان واقع ہوا - اور اگر بیان سبب لکھنا چاہا تو کاتب اسکو تحریر کردے اور سبب بہت ہوا کرتے ہین از انجملہ یہ مال ثمن کسی دار یا فرس یا متاع یا غلام کا ہو جسکو قرضدار نے اُس سے خریدا ہی تو قرضہ لازم وحق واجب لکھنے کے ساتھ لکھے نہ ہین قرینا یا دار یا غلام ہی جسکو اس مقر نے اس مقر سے بعوض صحیح خرید کر اُس سے لیا قبضہ کرلیا ہی اور اُسکو دیکھ لیا ہی اور اُسپر راضی ہوگیا ہی اور اُسپر ثمن مقرر ہوگیا ہی اور اُسکو اچھی طرح دیکھ بھال لینے کے بعد اپنے بائع کو تمام عیوب مبیع سے بری کردیا ہی یہ ثمن حالہ غیر موجلہ ہی - اور اگر ثمن موجل ہو تو لکھے کہ موجل تا ماہ فلان یا تا سال فلان یا تا دو سال کامل قمری جب واقع ہو اور اس مقر کو یہ اختیار نہین ہی کہ اس میعاد کے اندر اُس سے مطالبہ کرے اور بعد میعاد آجانے کے اُسکو اختیار ہی کہ جب چاہے جطرح چاہے مطالبہ کرے اس مقر کو اس سے کسی طرح بریت الی آخرہ - اور اس مقر نے اس مقر سے اُس مبیع کو جسوقت عقد بیع واقع ہوئی ہی بلا تاخیر وصول کرلیا اور قبضہ کرلیا - اور ثمن عقد بیع واقع ہونے کے وقت قبضہ مبیع واقع ہونے کا تذکرہ اسواسطے لکھدیا کہ امام اعظم رح کا مذہب یہ ہی کہ اگر کسی نے کوئی چیز کسی قدر ثمن کے عوض بوعدہ ایک سال خریدی اور سال معین نکیا تو میعاد کا اعتبار اُسی وقت سے شروع ہوگا جسوقت مبیع پر قبضہ واقع ہوا اگرچہ قبضہ ایک سال کے بعد واقع ہو وقت بیع کے واقع نہو - اور اگر ثمن قسط وار ادا کرنا ٹھہرا ہو تو اسکو تحریر کرے

مثلاً لکھے کہ موجل تا شش ماہ چھ قسطوں پر کہ ہر قسط پر بالغ کو اسقدر ادا کریگا۔ اور اگر یہ چاہا کہ کسی قسط میں تاخیر ہونے کے وقت باقی مال فی الحال واجب الادا ہو جاوے تو لکھے کہ بدین شرط کہ ہر گاہ کسی قسط کے ادا کا وقت آیا اور اسنے تاخیر کی اور ایک قسط کو دوسری قسط میں داخل کر دیا تو سب مال اُسپر فی الحال واجب الادا ہو جائیگا اور قسط بندی باطل ہو جائیگی اور یہ لکھدے کہ بدون اسکے کہ یہ بات بیع میں شرط ہوا سواسطے کہ بیع میں اگر ایسی شرط ہو تو بیع کو فاسد کریگی۔ اور منجملہ اسباب کے قرض ہی پس لکھے کہ قرضہ لازم وحق واجب بسبب قرض صحیح کے کہ مقرلہ نے اس سے یہ مال قرض لیا اور مقرلہ نے اُسکو اپنے مال سے یہ اُسکو دیا اور اُسکے سپرد کر دیا اور مقرلہ نے یہ مال اُس سے لیکر اپنے قبضہ میں کر لیا اور اسکو اپنی ضرورت میں صرف کیا اور اس مقرلہ نے خطاباً اُسکی تصدیق کی اور قرض کی صورت میں وصول ہونا تحریر نکاح کے اسواسطے کہ قرض میعاد کو قبول نہیں کرتا ہی کذا فی المحیط۔ سواسے ایک مسئلہ کے جسکو طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد فلان بن فلان کو ہزار درم بوعدہ ایک سال قرض دیے جاویں تو اس مدت کا تقرر صحیح ہی کذا فی الظہیریہ۔ اور منجملہ اسباب کے غصب ہی تو لکھے کہ قرضہ لازم وحق واجب بسبب غصب کے کہ اس مقرلہ سے مثل ان درموں کے غصب کیے تھے۔ اور از انجملہ حوالہ وکفالت ہی پس حوالہ کی صورت میں لکھے کہ بسبب قبول حوالہ فلان کے جسنے اس مقر بہ اسقدر مال اس مقرلہ کے واسطے حوالہ کیا تھا اور کفالت میں لکھے کہ اسکے کہ اس مقرلہ نے اس مقرلہ کے واسطے فلان کی طرف سے جسپر اس مقرلہ کا قرضہ تھا کفالت کی ہی۔ اور اگر عورت کے باقی مہر کا اقرار تحریر کیا تو لکھے کہ اس عورت کا قرضہ لازم وحق واجب بسبب اس عورت کے باقی اس مہر کی جسپر اس کا نکاح ہوا اور تھوڑا ادا کیا ہی کہ یہ عورت اس مقر سے اسکا مطالبہ کریگی ہر گاہ کہ شرعاً اس عورت کا اس مال کا مطالبہ اس قدر پر متوجہ ہو۔ اور اگر مقر نے اس مال کے عوض اعیان منقولہ کو رہن بھی کیا ہو تو بعد اقرار مقر وتصدیق مقرلہ کے تحریر کرے کہ اور اس مقر نے اس قرضہ کے عوض اس مقرلہ کو اپنے اعیان مال سے ایک مندیل تعدادی جسکا طول اسقدر وعرض اسقدر وقیمت اسقدر ہی اور ایک تختہ دیبا جسکا طول اسقدر وعرض اسقدر ونقش ایسا اور قیمت اسقدر ہی اور نقرئی اسکا طول اسقدر وعرض اسقدر ورنگ ایسا وقیمت اسقدر ہی یہ سب چیزیں رہن ہیں اور مقرلہ کو سپرد دیدیں اور اسنے ان سب پر قبضہ کر لیا پس یہ سب چیزیں بعوض اسکے اس قرضہ کے اسکے پاس رہن ہیں کہ انکو تا استیفاء اسے قرضہ مذکور روک رکھیگا اور یہ سب ان گواہوں کی آنکھ کے سامنے واقع ہوا جنکا نام آخر تحریر میں ثبت ہی۔ اور اگر اُسنے مقر سے اس قرضہ کی بابت کوئی کفیل لیا ہو تو اقرار قرضہ وتصدیق مقرلہ کے بعد تحریر کرے کہ اور فلان نے اس مقر کی طرف سے تمام اس مال مذکور کی اس مقرلہ کے واسطے کفالت صحیحہ جائزہ نافذہ کر لی جسکی اس مقرلہ نے اس مجلس کفالت میں اجازت دیدی اور قبول کیا بدین شرط کہ اس مقرلہ کو اختیار ہی چاہے اس کفالت کے حکم سے اس کفیل سے مطالبہ کرے اور چاہے اس اصیل سے بحکم اصالت مطالبہ کرے۔ اور اگر صغیر پر مہر کی تحریر چاہی پس اُسپر اس مہر کے اقرار کی تحریر صحیح نہیں ہی پس نکاح کی حکایت تحریر کرے پس اس سے مہر اس صغیر کے ذمہ قرضہ ہو جائیگا اور اسکی صورت یہ ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان نے اپنی دختر صغیرہ کا نکاح بولایت پدری ساتھ صغیر سمجھے فلان بن فلان کے گواہان عادل کے سامنے بنکاح صحیح کر دیا اور اس صغیر فلان کے باپ نے فلان نے اپنی اس صغیرہ کے واسطے یہ نکاح بولایت پدری بقبول صحیح قبول کیا پس یہ صغیرہ اس صغیر کی جورو ہو گئی اور یہ مہر

اس صغیرہ کے واسطے اس صغیر پر لازم ہوگیا۔ نوع دیگر دو آدمیون نے ایک شخص کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا اور دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے اس مال کا کفیل ہوا۔ تو تحریر کرے کہ زید و عمرو نے بطوع و رغبت خود اپنی صحت ابدان و ثبات عقول و بہر وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین درحالیکہ دونون کو یا دونون مین سے کسی کو کوئی مرض و علت وغیرہ ایسی نہ تھی جو دونون کی صحت اقرار سے مانع ہو یہ اقرار کیا کہ ان دونون پر اور ان دونون کے ذمہ بکر کے واسطے اسقدر درم قرضہ واجب و حق لازم ایسے سبب صحیح سے ہین جسکو دونون بخوبی جانتے ہین اور دونون پر بکر کے واسطے ایسا اقرار لازم آیا ہی اور یہ دونون آسودہ بہرے خوش حال مالدار ہین اسقدر اعیان و اموال کے مالک ہین جس سے یہ قرضہ بھر پورا ادا ہو کر زیادہ باقی رہتا ہی بدین شرط کہ ہر ایک دونون مین سے اس سب قرضہ کا ضامن و کفیل ہی اور اس مقرلہ کو اختیار ہی چاہے دونون کو اس مال کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے تنہا ہر ایک کو بعد دوسرے کے ماخوذ کرے یہانتک کہ یہ سب مال وصول کرلے اور دونون مین سے کسی کو بدون مقرلہ کو ادا کرنے اس سب مال کے وقت مطالبہ اس مقرلہ کے کسی طرح بریت و خلاص نہین ہی اور دونون کے اس مقرلہ نے اس سب مین باہم واجبہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے۔ نوع دیگر اگر دستاویز مین قرضہ بنام ایک شخص کے ہو پس اُسنے چاہا کہ اقرار کردے کہ یہ قرضہ درحقیقت فلان شخص کا ہی اور میرا نام اسمین عاریت ہی تو اسکی تحریر کی یہ صورت ہی کہ گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ میرے نام سے عمرو پر اسقدر مال بذریعہ دستاویز ہی جسکی نقل یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم پھر اس دستاویز کو اول سے آخر تک معہ تاریخ تحریر نقل کردے پھر لکھے کہ فلان نے اقرار کیا کہ یہ سب مال جو میرے نام سے عمرو پر اس دستاویز مین تحریر ہی یہ بکر کا ہی میرا نہین ہی اور نہ اور سب آدمیون مین سے کسی کا ہی۔ اور اگر اسمین سے تھوڑا بکر کا ہو تو لکھے کہ اس سب قرضہ مین سے اسقدر درم بکر کے ہین میرے نہین ہین اور نہ تمام آدمیون مین سے کسی اور کے ہین اتنے درم مذکور بکر کے ملک صحیح و حق ثابت بسبب حق لازم واجب کے ہین جسکو زید جانتا ہی کہ اُسکے ذمہ اسکا اقرار لازم آیا اور یہ مال ہمیشہ سے بکر کا اور اُسکی ملک ہی اور اس زید کا نام اسمین بطور عاریت و بغرض معونیت بکر ہی اور اقرار کیا کہ زید کے واسطے جو کچھ عمرو نے دستاویز مین بوصف مذکور اقرار کیا ہی اُسکا عمرو پر کچھ حق و دعوی و مطالبہ کسی وجہ سے نہین ہی اور یہ بکر اس مال مین تصرف کا مستحق ہی یہ زید یا تمام لوگون مین سے کوئی اور مستحق نہین ہی اور بکر ہی کو استحقاق ہی کہ اُس سے بری کردے اور اُسکو وصول کرے اور اُسکے عوض کچھ خرید لے اور اُسکو ہبہ کردے یا صدقہ دیدے اور عمرو کو مہلت دیدے اور وہی اسپر مسلط ہی اور وہی اسکا ماذون لہ ہی اور اسمین خصومت کرنے کا ماذون ہی اگر مطلوب منکر ہوجاوے خواہ اس مقر کی زندگی مین یا اسکی وفات کے بعد اور بکر کو اختیار ہی چاہے اسمین بذات خود تصرف کرے اور چاہے کسی غیر کے ذریعہ سے تصرف کرے اور جسکو پسند کرے اس کام کے واسطے وکیل کرے اور جسکو چاہے اسولے مقرر کرے اسمین اپنی رائے کے موافق عمل کرنے کا مختار ہی جو چاہے کرے سب اُسکو روا ہی جب چاہے جسطرح چاہے اور ہرگاہ چاہے مرۃ بعد اخری تصرف کرے اس مقر کا اس سب مین یا اسمین سے کسی جزو مین کوئی حق نہین ہی اور اس مقر کو اُسکے بری کرنے و وصول کرنے و ہبہ کرنے وغیرہ کسی بات کا اختیار نہین ہی اور نہ کسی وجہ سے کوئی قدیم و جدید دعوے ہی اور جو تصرف اسمین مقر کی طرف ثابت ہوا ہو وہ باطل و مردود ہی اور مطلوب پر قرضہ مذکور بحالہ ثابت ہوگا اور اگر اس قرضہ مذکور یا اسمین سے کسی جزو پر استحقاق ثابت ہو

تو یہ مقر اس مقر لہ کے واسطے ضامن ہوگا اسواسطے کہ استحقاق اسمین جبھی ہوسکتا ہی کہ اس مقر کی طرف سے اسمین کوئی سبب حادث ہوا ہو اور بکر نے اُسکے اس سبب اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی اور تحریر کو تمام کردے۔ نوع دیگر اقرار وصول مالی فرضہ۔ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکا فلان پر اسقدر حق واجب بسبب صحیح تھا اور ہم دونون نے اسکے واسطے ایک دستاویز مرتب بگواہی گواہان عادل بدین مضمون اُسپر گواہ کردینے کے واسطے لکھی تھی اور وہ اسکے پاس تھی اور اسنے اس فلان سے تمام یہ مال جو اسمین مذکور تھا تمام وکمال پورا پورا بھر پایا بدین طریق کہ اس قرضدار نے یہ سب مال تمام وکمال دیدیا اور اسنے قبضہ کرلیا اور بعد اس وصول مالی کے قرضدار مذکور بالکل بری ہوگیا اور دستاویز اس مال کی جو اُسکے پاس اس مال کی اس شخص کی اقراری تھی اسکے پاس سے ضائع ہوگئی پس اگر اسمیں کبھی کسی وقت نکالے تو وہ باطل ہوگی اُسکے ذریعہ سے اسکے واسطے اس فلان پر کوئی حجت نہوگی اور اگر اسنے کبھی یا اسکے وکیل یا وصی یا وارث نے اس دستاویز کے ذریعہ سے اس سبب مال کا یا اسمین سے کچھ مال کا فلان سے دعوی کیا تو یہ خود اس دعوی مین اور جو اسکے قائم مقام ہو اس دعوی مین اس فلان کی جانب سے بذریعہ اس دستاویز کے بطل اور جھوٹا ہوگا اور فلان بن فلان نے مقر کے اس سب اقرار وبراءت کی مقر کے اُسکو اس سبب کے ساتھ خطاب کرنے کی حالت مین بقبول جائز قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے۔ نوع دیگر اگر دو قرضدارون مین سے ایک سے وصول پانے کا اقرار کیا حالانکہ دونون مین سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہی قرضے کے زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکا عمرو وبکر پر اسقدر دینار یا درم قرضہ تھا اور ہر ایک دونون مین سے دوسرے کے حکم سے دوسرے کا کفیل اس پورے قرضہ کا تھا اور اُنکے حکم سے زید نے واسطے اسکا ضامن ہوا تا بدین شرط کہ زید کو اختیار ہی کہ دونون مین سے ہر ایک کو اس پورے قرضہ کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے دونون کو ماخوذ کرے ایک کو یا دونون کو جب چاہے جسطرح چاہے ہرگاہ چاہے مرۃ بعد اخری ماخوذ کرے اور فلان نے یہ عہد نے یا بکر نے یہ پورا قرضہ جو دونون پر واجب تھا ادا کیا حالانکہ وہ دوسرے کی طرف سے اُسکے حصہ کا کفیل تھا پس یہ قرضہ دونون کے ذمہ سے ساقط ہوگیا اور دونون اس سے بری ہوگئے اور زید کا اس شخص پر جسنے ادا کیا ہی اور اسکے ساتھی دوسرے پر اس قرضہ مذکورہ مین سے قلیل وکثیر کچھ باقی نہین رہا اور نہ ان دونون کی جانب اس قرضہ کے تھوڑے یا سب کی بابت قدیم وجدید کوئی دعوے نہین رہا اور اس مقر نے زید کے اس اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی اور دونون نے گواہ کرلیے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے فقط اپنا حصہ ادا کیا ہو تو لکھے کہ دونون مین سے ایک فلان نے فقط اپنا حصہ ذاتی ادا کیا اور وہ اس سے بری ہوگیا اور اُسکا ساتھی بھی اسکی کفالت نفس سے بری ہوگیا اور اس قرضخواہ کے واسطے اُسکے ساتھی پر اسقدر اُسکا حصہ ذاتی باقی رہگیا اور اس ادا کرنے والے پر بھی اس جہت سے رہا کہ اسنے اُسکی طرف سے کفالت کی ہی واللہ اعلم۔ نوع دیگر در اقرار گندم زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے اُسپر اور اُسکے ذمہ اتنے قفیز گندم سپیدہ سینچے ہوئے پیداوار کے پاکیزہ جید حافیہ خریفیہ بپیمانہ قفیز عشاری متعارف اہل بخارا سے قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیح بین اوچاہے سبب معین کردے کہ بسبب اسکے کہ زید نے عمرو سے انکو قرض لیا تھا اور عمرو نے اُسکو یہ گیہون قرض دیے تھے یا لکھے کہ بسبب بیع سلم صحیح کے جو بمجمع شرائط صحت واقع ہوئی

اور اتنا اور بڑھاوے کہ موجل بمیعاد کذا بدین شرط کہ بمقام فلان ادا کرے - اور اس مقر لہ نے اسکے اقرار کی بابت جو تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے - اور علے ہذا باقی تکمیلات و موزونات و عددیات متقاربہ کے اقرار کی تحریر اسی طور پر ہی جیسے ہمنے گیہون مین بیان کی ہی اور جس چیز کے قرضہ ہونے کا اقرار کیا ہی اسکا وصف و قدر بخوبی بیان کردے چنانچہ چینہ دانہ مین لکھے کہ اتنے من چینہ دانہ درمیانی سرخ پاکیزہ موزون بوزن اہل بخارا اور ذرہ کی صورت مین لکھے کہ اتنے من کادرس درمیانی پاکیزہ موزون بوزن اہل بخارا - اور تل کی صورت مین لکھے کہ اتنے من سیاہ تل پاکیزہ یا اتنے من سپید تل درمیانی پاکیزہ اور روئی کی صورت مین لکھے کہ اتنے من روئی درمیانی صاف مع دراہم موزون بوزن اہل بخارا اور آٹے کی صورت مین لکھے کہ مثلاً اتنے من گندم سپید کا آٹا پن چکی کا پیسا ہوا موزون بوزن اہل بخارا اور اگر چھنا ہوا ہو تو لکھے کہ چھنا ہوا معروف بیک ویز موزون بوزن اہل بخارا اور کتابون مین مہملہ ہی اور برہان قاطع مین معجمہ ہی - اور کنجد مین لکھے کہ اتنے من کنجد ترش درمیانی موزون بوزن اہل بخارا اور صابون مین لکھے کہ اتنے من صابون درمیانی ساختہ روغن کنجد موزون بوزن اہل بخارا اور انگور مین لکھے کہ اتنے من انگور درخمی سرخ یا سپید یا خربزہ سرخ یا سپید موزون بوزن اہل بخارا یا طائفی سرخ یا سپید موزون بوزن اہل بخارا - اور دوشاب یعنی مین لکھے کہ دوشاب انگوری شیرین صاف ساختہ از انگور کذا درمیانی از راہ رفت و صورت موزون بوزن بخارا اور اسی طرح اتنے من روغن جلانے کا سرسون یا اسی سے نکالا ہوا موزون بوزن اہل بخارا اور روغن قرطم مین لکھے کہ اتنے من روغن قرطم خشبودار درمیانی موزون بوزن اہل بخارا اور علی ہذا القیاس باقی تکمیلات و موزونات مین بھی اسی طور سے تحریر کرے - نوع دیگر عورت نے اقرار کیا کہ اسکے شوہر نے اسکے واسطے اسکے مہر کے عوض چیزین خریدی ہین ہندہ نے بطوع خود اقرار کیا کہ وہ زید کی جورو و حلالہ بنکاح صحیح ہی کہ زید نے اس سے گواہان عادل کے سامنے بعقد دینار پر بکاح صحیح نکاح کیا ہی اور زید نے اسکے واسطے اسکے تمام مہر مذکور کے عوض متفرق اقسام کی چیزین خریدی ہین اور ان چیزون کو ایک ایک کرکے بیان کردے اور ہندہ نے اسکے وکیل کیا ہی بات کے ساتھ جسطرح اس زید کے اس زید کو وکالت صحیحہ وکیل کیا تھا اور ہندہ نے ان چیزون کو زید سے لیکر اسی بات کے ساتھ جسطرح اس زید کے اس زید کو وکالت وقبضہ کرنے کے روز تھین قبضہ مین کرلیا ہی اور اس زید کے اسکو یہ سب سپرد کرنے سے لیکر قبضہ کرنے سے یہ سب اسکے قبضہ مین ہوگئی ہین یا لیا ہی شیخ نجم الدین عمر والنسفی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی اور اسمین اعتراض ہی اسواسطے کہ اسکا حاصل یہ ہی کہ جورو نے اپنے شوہر کو بعوض اس مہر کے جو جورو کا اسپر ہی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور جو شخص کسی فرشندہ کو وکیل کرے کہ میرے واسطے اس قرضہ کے عوض جو میرا تجھپر ہی خرید دے تو بنا بر قول امام اعظم رح کے توکیل جائز نہوگی الا اس صورت مین کہ بائع کو معین کردے مثلاً یون کہے کہ میرے واسطے کپڑا فلان سے خرید دے یا مبیع معین کرکے بایں طور کہ میرے واسطے یہ غلام خرید دے اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے ہر حال مین وکالت جائز ہی پس بنظر قول امام اعظم رح کے احتیاط اسمین ہی کہ تحریر مین کچھ بڑھایا جاوے پس لکھے کہ ہندہ کے واسطے اسکے اس تمام مہر کے فلان بن فلان بالغ سے خریدی یا لکھے کہ اور حال یہ ہی کہ ہندہ نے اسکو ان چیزون

چیزون کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا کہ بعوض اُسکے اس مہر کے بعینہ یہ چیزین خریدوے - نوع دیگر دو آدمی
مین قرضہ کے لین دین کا معاملہ تھا ان دونون نے فریقین سے اپنے حقوق بھر پانے کا اقرار کیا - اسکی صورت
تحریر یہ ہو کہ سب گواہ ہوے کہ زید و عمرو دونون نے بطوع خود اقرار کیا کہ ان دونون مین سے کسی کے واسطے
دوسرے پر یا اُسکے پاس یا اُسکی جانب یا اُسکے ساتھ یا اُسکے قبضہ مین یا اُسکے نام سے یا بعد اُسکے کسی وکیل کے نام سے
یا کسی کی جانب اسکے سبب سے اس تمام معاملہ مین جو دونون کے درمیان تھا اسکے سب طریقون سے کوئی حق باقی
رہا اور نہ کوئی دعوے اور نہ کوئی خصومت و نہ مطالبہ کسی وجہ کسی سبب سے خواہ قدیم ہو یا جدید ہو نہین رہا بلکہ حال تک
کہ اس معاملہ مین ہم دونون مین سے جسکا حق جو کچھ تھا اُسنے دوسرے سے اپنا سب حق بھر پایا بین طور کہ دوسرے نے اُسکو
یہ سب حق بھر پور تمام و کمال دیدیا پس ہرگاہ ان دونون مین سے کوئی دوسرے پر یا اُسکی جانب یا اُسکے پاس یا اُسکے
قبضہ مین یا اُسکی سبب سے کسی اور کی طرف یا اُسکے نام سے یا اُسکے وکیل کے نام سے کچھ دعوی کرے وہ حق کا خواستگار
ہو یا سب وجوہ مین سے کسی وجہ سے قدیم یا جدید کوئی مطالبہ کرے جسطرح بیان کیا گیا ہو اور سوا اسکے اُسکے اور دوسرون سے
مطالبہ کرے خواہ قسم طلب کرے یا اُسکے گواہ قائم کرے اور اسمین سے کسی چیز کی وجہ سے اُسکے جانب کے حق کا دعوی
کرے بعد اس تحریر کے تو وہ زور و باطل و ظلم ہو اور جسپر دعوے کریگا اُسکا ساقط اس سب سے بری ہو اور وہ دنیا
و آخرت مین حلت مین ہو اور دونون مین سے ہر ایک نے یہ برأت مذکورہ دوسرے سے قبول کی - اور اسکی دو
نقلین تحریر کرے اور دونون مین کچھ تفاوت نہو تا کہ ہر ایک کے پاس ایک نقل رہے - اور اگر ان دونون مین
سے ایک کا دوسرے پر قرضہ ہو اور حال یہ ہو کہ اُسنے سب بھر پایا تو بدین الفاظ تحریر کرے ولیکن دونون جانب
مین ایک جانب سے فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے دوسرے سے دوسرے کے دینے سے تمام اپنا
قرضہ حق سب جو کچھ تھا وصول پایا پس اسکا اُس پر یا اُسکے پاس یا اُسکی جانب یا اُسکے قبضہ مین یا اُسکے سبب سے
کسی اور پر الی آخرہ - اور اگر اُسنے بدون وصول کرنے کے اُسکو بری کر دیا ہو تو لکھے کہ اور فلان نے فلان کو
اپنے ہر حق سے جو اُسکی جانب یا اُسکے پاس الی آخرہ - بابرا صحیح بری کر دیا اور فلان نے اس ابرار کو بالوجہ
بقبول صحیح قبول کیا اور اگر تھوڑا وصول کر لیا اور تھوڑے باقی کو معاف کر دیا تو لکھے کہ اُسنے فلان سے اس تمام
مین سے جو اُسکے پاس یا اُسکی جانب یا اُسپر الی آخرہ اسقدر بھر پایا اور باقی سے اُسکو بری کر دیا اور فلان نے
اس ابرار کو قبول کیا - اور اگر تھوڑا وصول پایا اور باقی کی مدت مقرر کر دی تو لکھے کہ اور اُسکا فلان پر اسقدر جو تھا
پس اُس سے اتنا وصول پایا پس اُسکا اقرار کیا اور باقی کے واسطے جو اسقدر ہو فلان وقت نمک بطور صحیح معاد
دیدی اور فلان نے اس مہلت کو قبول کیا اور اگر تھوڑے قرضہ کو معاف کر دیا اور باقی کی مدت مقرر کر دی
تو لکھے کہ اور اُسکو تمام اُس مال مین سے جو اسکا اس فلان پر تھا اور وہ اسقدر تھا اسقدر معاف کر دیا یا لکھے کہ تمام
اُس مال سے جسکا اُسپر دعوی کرتا تھا اور وہ اسقدر ہو اُسمین سے اسقدر معاف کر دیا اور باقی اسقدر کے واسطے اتنی
مدت مقرر کر دی - پس یہ باقی مال مذکور اُسپر اس میعاد پر واجب الادا ہوگا اسمین سے کچھ بھی مقدار معاف شدہ مین
داخل نہین ہوا ہو واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر در اقرار انسان بمقدار
محدود بحدود چنین و چنان معہ اُسکے حدود و حقوق و جملہ مرافق کہ جو اُسکے حقوق [illegible] یا جانبین چیزون کے

جو اُسکی جانب اُسکے حقوق سے منسوب ہین واسطے عمرو کے ہی بملک ثابت وحق واجب ولازم پس یہ سب اس عمرو کا ہی نہ زید کا اور نہ تمام آدمیون مین سے اور کسی کا ہی اور یہ عمرو اسمین تصرف کا مستحق ہی نہ زید اور نہ زید کے سوا سب آدمیون مین سے کوئی اور آدمی اور اس زید کا اسمین کچھ حق نہین ہی اور نہ اسکی جانب زید کے واسطے کوئی راہ اور نہ کسی وجہ وکسی سبب سے کوئی حق ہی اور نہ مطالبہ اور نہ خصومت ہی آخر تک بدستور مذکور لکھے اور فلان بنی عمرو نے اُسکے اس سب اقرار کی تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے - اور اگر چاہے تو معہ اسکے حدود وحقوق ومرافق الی آخرہ کے بعد لکھے کہ یہ سب ملک عمرو ہی کا حق ہی اور اس مقر کے قبضہ مین بطریق عاریت ہی اور عمرو مقر فقط اپنا ملک وقبضہ وتصرف اسکا مستحق ہی اس مقر اور اسکے سوا دوسرے کا اسمین کچھ حق نہین ہی سوائے اس مقر لہ عمرو کے اور مقر لہ عمرو نے اسکے اس سب اقرار کی بالمواجہ تصدیق کی - اور علے ہذا اگر کسی دوسری محدود چیزین اسطرح کا اقرار واقع ہو تو یون ہی تحریر کرے - اور اگر کسی داریا زمین کا اقرار کیا اور یہ اقرار کیا کہ یہ مقر کے قبضہ مین ہی اور چاہا کہ یہ بیان کردے کہ مقر لہ کا اسکا تسلیم کرنا مقر پر واجب ہی تو لکھے کہ تمام یہ دار ویہ زمین اس مقر کے قبضہ مین ہی اور اس مقر کے قبضہ مین اسطرح ہی کہ فلان کے واسطے اسکی ضمان اس مقر پر واجب ہی یعنے بطور امانت اسکے قبضہ مین نہین ہی اور مقر پر اسکا تسلیم کرنا مقر لہ کو واجب ہی ولازم ہی بسبب واجب وحق کے کہ جسکو یہ مقر بانتا ہی اور جسکے سبب سے مقر پر ایسا اقرار کرنا لازم آیا ہی یہ اُسوقت تک مضمون ہی کہ جب تک فلان کو سپرد نکرے پس اُسپر یہ مضمون ہی بیان تک کہ اسکو معہ اُسکے سب حدود وحقوق کے بتسلیم صحیح بدون مانع ومنازع کے فلان کو دیدے وسپرد کردے - تو یہ جائز ہی اور مقر پر اسکا تسلیم کردینا واجب ہوگا پس اگر اُسنے سپرد کیا تو خیر ورنہ مقر پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور قیمت بیان کرنے مین مقر کا قول قبول ہوگا - اور اگر اقرار مین اُسکی قیمت بیان کردے مثلاً یون کہے کہ مقر پر اسکا تسلیم کرنا واجب ہی پس اگر مقر نے اسکو سپرد کردیا تو خیر ورنہ مقر پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور وہ سب اسقدر ہی تو یہ احوط واصوب ہی اور اگر دار مذکور اُسکے قبضہ مین نہو اور اُسنے یون تحریر کرنا چاہا کہ مقر پر اس دار کا فلان کو سپرد کرنا واجب ہی یا اُسکی قیمت سپرد کرنا واجب ہی بشرطیکہ یعین دار سپرد کرنے سے عاجز ہو تو یہ بھی جائز ہی لیکن اس صورت مین یہ نہ لکھے کہ دار مذکور اُسکے قبضہ مین ہی - اور اگر ایسے اقرار مین مقر نے اپنی جانب اور اپنے سبب یا کسی شخص کی طرف سے مانحن فیہ خاص چند آدمیون کی طرف سے جنکے نام بیان کردیے ہون درک کی ضمانت کرلی تو لکھے کہ فلان کے واسطے فلان نے تمام اُس درک کی جاس دار مذکور وہ مین یا اسمین سے کسی چیز مین اسکی جانب یا اسکے سبب یا فلان کی جانب اور اسکے سبب سے پیش آوے ضمانت صحیحہ کرلی کہ فلان کو اس سب سے چھوڑا دیگا اور اس سب دار مذکور کو اُسکے سپرد کردیگا یا اُسکو اس دار کی قیمت واپس دیگا اور فلان نے تمام اس اقرار وضمان کو قبول کیا - اور اگر اُسنے تمام لوگون کی طرف سے درک پیش آنے کی ضمانت کرلی تو طحاوی نے عیسی بن ابان سے روایت کی ہی کہ عیسی بن ابان نے فرمایا کہ ہمکو ایک عقار کی بابت جو ہمارے قبضہ مین تھا ایک شخص کے واسطے اقرار کرنا پڑا پس اُسنے ہمسے ضمانت درک طلب کی پس ہمنے اُسکو اپنی جانب اور اپنے سبب سے ضمانت درک کو کینا قبول کیا مگر اُسنے اس سے انکار کیا اور اسی پر حکم کیا کہ ہم سب لوگون کی طرف سے ضمانت درک کے ضامن ہون - پس مین نے امام محمد بن الحسن سے ذکر کیا تو فرمایا کہ اگر اُسنے اسکو منظور کیا اور اسکے کہنے کے موافق ضامن ہوے

توضمان باطل ہوگی اور شیخ خصاف رح تمام لوگون کی طرف سے درک کا ضامن ہونا جائز رکھتے تھے پر یون لکھے کہ از جانب مقر واسکے سبب سے اور تمام سب آدمیون کی طرف سے درک کا ضامن ہوا - اور اگر دار مذکور اُسکے پاس ودیعت ہو تو لکھے کہ یہ دار محدودہ اس مقر کے پاس اس مقر کی طرف سے ودیعت ہی کہ جب وہ طلب کریگا اُسکو سپرد کریگا مقر کو اس سے کچھ انکار نہوگا - اور اگر اپنے فرزند کے واسطے عقار کا اقرار کیا پس اگر بیٹا جوان یعنی بالغ ہو تو اس صورت مین بھی اُسی طرح لکھے جسطرح اجنبی کی صورت مین تحریر کرتا ہی اور اگر لڑکا صغیر ہو تو لکھے کہ یہ دار محدودہ مذکورہ مقر کے فرزند صغیر مسمی فلان کے جو اتنے برس عمر کا ہی ملک وحق ہی اور اس مقر کا قبضہ بولایت پدری بغرض حفاظت ہی کہ اُسکی طرف سے یہ مقر لہ تا اُسکے بلوغ وصلاح کار ہونے کے حفاظت کرتا ہی اور اس اقرار مین اس مقر کی اُس شخص نے تصدیق کی جسکو تصدیق کرنے کا استحقاق ہی نوع دیگر اگر دار کا معہ اُس سب چیز کے جو اُسمین ہی کسی کے واسطے اقرار کیا - تو ابتدا سے مثل مذکورہ بالا تحریر کرنے کے بعد دار کے معہ حدود ذکر کرنے کے وقت لکھے کہ یہ دار معہ سب حدود وحقوق کے اور معہ کپڑون وامتعہ وعروض وکیل ومنوزون وفروش وبساط ہا واثاث البیت اور میوت کی ٹوٹن وسونا وچاندی کے ومعہ ظروف پیتل وبرنجی وتانبے وچوب ومٹی وشیشہ کے اور معہ آٹے وحیوانات وغیرہ سب اقسام اموال کے کثیر وقلیل کے جو اس دار مین ہی واسطے فلان کے ہی اور تحریر کو تمام کرے اور علے ہذا اگر باغہاے انگور دار اضی مزروعہ کا جسمین انگور وزراعت موجود ہی کسی شخص کے واسطے اقرار کیا تو مثل اقرار ایسے دار کے ہی جسمین اسباب موجود ہی کہ زراعت وپھلون کو مفصل بیان کرنا چاہیے اسواسطے کہ باغہاے انگور وار اضی کا اقرار کرنے مین کھیتی وپھل نہین داخل ہوتے ہین جیسے کہ دار کے اقرار مین متاعہاے دار داخل نہین ہوتی ہین پس اگر اصل ار اضی وباغہاے انگور کا اقرار ہوتو اُسی طرح تحریر کرے جیسے اصل دار کا اقرار تحریر کیا جاتا ہی اور اگر ار اضی وباغہاے انگور کا معہ اُس چیز کے جو اُسمین موجود ہی اقرار کیا تو اطرح لکھے جیسے دار معہ اسکی متاع کے اقرار کرنے مین تحریر ہوا ہی اور اگر اُس چیز کا جو دار مین ہی بدون دار کے اقرار کیا تو لکھے کہ وار دافع مقام فلان محدودہ بحدود چنین وچنان کے اندر جملہ اقسام اموال مین کپڑے وعروض وامتعہ وفروش وبساط وسونا وچاندی وباندی وغلام وگاے وبکری واونٹ وکیلی ووزنی واطعمہ واشربہ وجویلی گری ہوئی کاٹوٹن وپیتل وتانبے وکانسہ وشیشہ وغیرہ کے برتن یہ سب فلان کی ملک وحق ہی اسی طرح اگر باغہاے انگور کے پھلون کا سواے اصل باغ کے اقرار ہوا اور اگر زمین کی زراعت کا بدون زمین کے اقرار ہو تو کھیتی کی صورت مین تحریر کرے کہ ار اضی واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین وچنان مین سے اتنی جریب مین جو زراعت گندم ہی اور اُسمین بالین آگئی ہین قریب کاٹے جانے کے ہی یا لکھے کہ وہ کھیتی کاٹ لی گئی ہی اور گندم جو اس زمین مذکور محدودہ مین ہی وہ سب فلان کی ملک وحق ہی بدون رقبہ ار اضی مذکور کے اور تحریر کو تمام کرے اور پھلون کی صورت مین لکھے کہ باغہاے انگور واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین وچنان مین تمام پھل جو اس باغ کے درختان سے پیدا ہو کر انھین درختون پر موجود ہین فلان کی ملک وحق ہین بدون درختان انگور باغہاے مذکور وبدون ار اضی باغہاے مذکور کے اور تحریر کو ختم کرے واللہ تعالی اعلم نوع دیگر اگر اموال اعیان باجنکی اضافت سکان کی طرف نہین کی ہی اقرار کیا تو چاہیے

ایسی صورت مین ان اموال اعیان کی فہرست ایک کاغذ مین اویر تحریر کرے اور کیلی کا کیل دونی کا وزن اور ذرعی کا طولی وعرضی پیمائشی گز اور قیمتی کی قیمت تحریر کردے اور جو شئی اگر اسکی مثل ذکر کرنے کی حاجت نہین ہی پھر اس فہرست سے فارغ ہوکر تحریر کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان بن فلان الفلانی نے اپنے حواز اقرار وبہمہ وجوہ نفاذ تصرفات کی حالت مین بطوع خود ورغبت خود اقرار کیا کہ یہ تمام اعیان مذکورہ بالا کے تحریر اقرار ہذا انکے صفات ومقدار وپیمائش طولی وعرضی بیان کردی گئی ہی اور قیمتی کی قیمت تحریر کردی گئی ہی فلان کی ملک وحق ہین وہی ان چیزون کا مالک ومستحق تصرف ہی یہ مقر یا کوئی آدمی تمام سب آدمیون مین سے انکا کسی وجہ وکسی سبب سے مستحق نہین ہی اور تحریر کو تمام کردے - نوع دیگر دار مین سے ایک حویلی کا اقرار کرنا - یون تحریر کرے کہ دار معروفہ کذا محدودہ بحدود وکذا وکذا مین ایک حویلی جو اس دار مین جانے والے کے دائین ہاتھ یا بائین ہاتھ یا سامنے پڑتی ہی جسمین بیوت سرمائی یا گرمائی ہی جسکی ایک حد ملازق صحن دار ہذا ہی اور دوسری حد اس دار کی بیت سرماوی یا گرماوی سے ملازق ہی اور تیسری اس دار کی صفہ سے ملازق ہی اور چوتھی اس دار کی متوضی سے متصل ہی یہ تمام منزل حویلی معہ اپنے سب حدود وحقوق ومرافق وعمارت وسفل وعلو کے اور معہ اپنے راستہ کے دہلیز دار ہذا سے تا دروازہ کلان اس دار کی ہی اور معہ اپنے ہر قلیل وکثیر کہ جو اسمین اسکے حقوق سے ہی فلان کی ملک وحق ہی اور تحریر کو تمام کرے اور اگر دار کی منزل کے علو کا اقرار کیا تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ مبیوت واقع کوچہ فلان محدود بحدود وچنین وچنان سے بیت گرماوی یا سرادی جسکے حدود وچنین وچنان ہین ہو دار مین جانے والے کے دائین ہاتھ پڑتا ہی سیر ایک غرفہ واقع ہی پس اس مقر نے اقرار کیا کہ یہ تمام غرفہ مذکورہ بدون اسکی سفل کے ملک فلان ہی اور تحریر کو تمام کرے - اگر زید نے اپنے اور عمرو کے درمیان مشترک دار کے ایک بیت کا اقرار کیا تو جسطرح ہمنے بیان کیا ہی تحریر کرے پھر لکھے کہ اگر بعد تقسیم کے یہ دار اس مقر کے حصہ مین آیا تو سب بیت مذکور اس مقر کو سپرد کیا جائیگا اور اگر عمرو کے حصہ مین آیا تو زید اس مقر کے واسطے اپنے حصہ مین سے بقدر اسکے حق کے ضامن ہوگا اور یہ اسطرح ہوگا کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق اور امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق بنا بر دونون روایتون مین سے ایک روایت کے تمام حصہ مقر مین مقر بقدر دار کے گزون مین سے نصف تعداد کے اور مقر لہ بقدر بیت مذکور کے گزون کے شریک کیا جائیگا پس جسقدر مقر لہ کے حساب مین آوے اسقدر مقر کے حصہ مین سے لیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دار کے گزون مین سے نصف گزون کی تعداد سے مقر اور نصف بیت مذکور کی تعداد سے مقر لہ شریک کیا جائیگا نوع دیگر اگر مقر نے اپنے دار مین سے دوسرے کے واسطے راہ کا اقرار کیا تو لکھے کہ زید نے اقرار کیا کہ اسکے بقبوضہ ومملوکہ دار واقع مقام فلان محدودہ بحدود وچنین وچنان مین ایک راستہ ہی اور یہ راستہ اس دار مین فلان موقع پر مابین کذا وکذا ہی کرنا ہی اور بدا اس راستہ کا فلان جگہ سے تا دروازہ کلان اس دار کے مسلم اسی دار مین ہی اور مبدا سے تا دروازہ کلان اس راستہ کا طول اتنے گز اور عرض اتنے گز ہی اس راستہ مین ہوکر فلان شخص اپنے دار سے جو اس زید کے دار سے ملاصق ہی اس دار کے فلان مقام سے نکلکر اس راستہ سے ہوکر دار زید کے دروازہ کلان سے ہوکر شارع عام مین آجاتا ہی پس زید نے اقرار کیا کہ یہ تمام راستہ مذکورہ معہ اپنے حدود وحقوق کے فلان کی ملک ومقبوضہ ہی اور وہی اس راستہ کا مستحق ہی مقر یا کوئی آدمی تمام سب آدمیون سے اسکا مستحق نہین ہی اور تحریر کو ختم کرے - اور اگر یہ راستہ دونون مین مشترک ہو تو تحریر مین دونون مین مشترک ہونا بڑھاوے - نوع دیگر کسی کے واسطے دیوار دار اسکا اقرار کیا

تو تحریر مین اس دیوار کے واقع ہونے کی جگہ اور اسکا طول وعرض وانجائی تحریر کرے اور یہ بھی لکھنا واجب ہی کہ یہ دیوار محدودہ معہ اپنی زمین وعمارت کے ملک فلان الی آخرہ کیونکہ ہمنے دیوار کی بابت دو رواتین مختلف بیان کردی ہین کہ دیوار نام ہی عمارت وزمین کا یا فقط عمارت کا - نوع دیگر اگر نہر وکاریز کا اقرار کیا تو لکھے کہ نہر واقع بمقام فلان موسوم بکذا جسکا مینڈا فلان جگہ سے اور اسمین فلان نہر سے پانی آتا ہی اور فلان مقام پر یہ نہر گرتی ہی اور یہ نہر جسپر پانی آنے کی جگہ سے گرنے کی جگہ تک اتنے گز ہی فلان گزون کے حساب سے اور عرض اسکا اتنا ہی اور اس نہر کی پوری لمبائی مین دونون جانب پانچ پانچ گز حریم ہی پس مقر نے اقرار کیا کہ یہ سب نہر معہ اپنے حریم وسب حدود ومرافق کے جو اسمین داخل اور اس سے خارج ہی اس مقر لہ کی ہی اور تحریر کو تمام کرے - اور کاریز مین اتنا زیادہ کردے کہ معہ اپنی زمین وتعمیر کے - نوع دیگر - اگر مشتری نے اقرار کیا کہ خرید شدہ دوسرے کی ملک ہی اور وہ مشتری اس غیر کی طرف سے خرید کے واسطے وکیل تھا پس اگر بیعنامہ کی پشت پر اسکو لکھنا چاہا تو لکھے کہ مشتری نے اقرار کیا کہ خرید شدہ غیر کی ملک ہی اور مشتری اس غیر فلان کی طرف سے جسکا نام ونسب اس تحریر کے باطن کی جانب بیعنامہ مین تحریر ہی وکیل خرید تھا پس جواز اقرار بہمہ وجوہ نفاذ تصرفات کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے تمام زمین محدودہ مذکورہ روبرو تحریر ہذا یا تمام دار محدودہ مذکورہ روبرو تحریر ہذا بائع مذکور سے بعوض ثمن مذکور کے واسطے فلان بن فلان کے خرید کیا کہ اسکو اُسکے مال سے مقر کو اپنا وکیل مقرر کرنے سے مقر نے اُسکے واسطے خریدا اور اپنے موکل کے مال سے ثمن نقد ادا کیا اور اس معقود علیہ پر اُسی کے واسطے قبضہ کرلیا اور یہ تمام دار وبیہ زمین ملک فلان واُسکا حق ہی اور اس مقر کا نام جو روبرو بیعنامہ مین مذکور ہی عاریۃً ودکالۃً ہی استحقاقاً واضافۃً نہین ہی اور اسکا موکل فلان اس معقود علیہ مذکور مین سب تصرف کرنے کا مستحق ہی اور یہ مقر اور اسکے سوائے تمام سب لوگون مین سے کوئی اسکا مستحق نہین ہی اور اس مقر کو اس سب مین یا اسمین سے کسی چیز مین کچھ دعوی نہین ہی اور اگر اس سب کا یا تھوڑے کا بھی اس مقر نے دعوی کیا یا مقر کے قائم مقام نے مقر کی زندگی یا موت کے بعد دعوی کیا تو اُسکا دعوی باطل ہوگا اور مقر لہ مذکور نے اس سب اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی واقعہ تاریخ فلان - اور اگر وکیل مذکور کا اقرار علیحدہ ابتدا لکھا گیا تو لکھے کہ زید نے اقرار کیا کہ اُسنے بکر سے ایک دار واقع بمقام فلان محدود بحدود چنین وچنان بعوض اسقدر ثمن کے خرید اور اُسکے واسطے ایک بیعنامہ لکھا گیا جسکا نسخہ یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم پس نقل بیعنامہ آخر تک تحریر کردے پھر لکھے کہ اقرار کیا کہ اُسنے یہ معقود علیہ مذکور فلان بن فلان کے واسطے خریدا تھا باقی اُسی طور سے تحریر کردے جسطرح بیان کیا ہی - اور اگر نصف اپنے واسطے اور نصف دوسرے کے واسطے خریدنے کی تحریر چاہی تو لکھے کہ بطوع خود اقرار کیا کہ ہرگاہ اُسنے تمام دار واقع بمقام فلان خریدا تو اُسمین سے نصف شائع اپنے واسطے اور نصف شائع فلان کے واسطے اُسکے حکم سے اور اُسکے اس مقر کو اسواسطے وکیل کرنے کی وجہ سے خرید پس یہ تمام دار مذکورہ اس مشتری واس فلان کے درمیان بسبب ایسی خرید کے نصفا نصف مشاع دونون کے قبضہ مین ہی اور اس تمام ثمن مذکورہ کا نصف اس فلان کے مال سے ادا کیا گیا ہی اور اس مقر لہ نے اُسکے اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی - اور اگر وصی نے یتیم کے واسطے خرید کرکے اقرار کرنا چاہا کہ خریدہ شدہ یتیم کے واسطے خریدا ہی - تو لکھے کہ زید نے بموجب کی طرف سے اُسکے فرزند صغیر سمی بکر کا وصی ہی اقرار کیا کہ اُسنے تمام حویلی جو فلان بائع سے بعوض چندین ثمن

خریدی ہو وہ اس یتیم کے واسطے بحکم اپنی ولایت کے جو اُسپر بحکم اسکے پدر فلان کی جانب سے اُسکے واسطے وصی
ثابت ہونے کی وجہ سے ثابت ہو خریدی ہو کیونکہ اسکے خریدنے مین اُسکے مال کی احتیاط اور اُسکے حق مین حفاظت
و امید حصول نفع مالی و زیادتی و توفیر سمجھی ہو اور اُسنے اسکا ثمن بحکم اپنی ولایت مذکورہ کے اُسکے مال سے اس بائع کو ادا
کیا ہو اور اس یتیم کے واسطے جو چیز اس بائع سے خریدی ہو قبضہ کر لیا ہو پس یہ یتیم اس خریدشدہ کا مستحق ہو یہ مقر یا کوئی دوسرا
آدمی تمام سب آدمیون مین سے اسکا کچھ مستحق نہین ہو اور اس مقر کا نام بینامہ مین بطور عاریت ہو اور اس مقر کا اس سب
مین یا اسمین سے کچھ کسی جزو مین کوئی حق نہین ہو اور اس وصی نے یہ امر اس یتیم کے اوپر رکھا کہ بعد بالغ ہونے
کے اصلاح کاری ظاہر ہونے اور اپنے مال پر قبضہ کرنے کا مستحق ہونے پر مختار ہو کہ جو چیز اس وصی نے اُسکے واسطے خریدی
ہو اُسپر قبضہ کر لے اور جو شخص اسمین خصومت کرے اُسکے ساتھ خصومت کرے الی آخرہ - نوع دیگر اگر کسی نے اقرار کیا کہ وہ
بعاریت فلان کی خریدشدہ مین رہتا ہو - تو لکھے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ وہ معدم ہو دنیا کے مال سے کسی چیز کا
مالک نہین ہو نہ روے زمین پر اور زمین مین گڑا ہوا مال رکھتا ہو سوائے ان کپڑون کے جو اُسکے بدن پر ہین جنکی قیمت
چند درم ہو اور وہ فلان کی عیال مین ہو جو اُسکو نفقہ دیتا ہو اور وہ دار منسوبہ بفلان شخص مین بطور عاریت رہتا ہو اور
فلان کے قبضہ مین اُسکا کچھ مال و ملک و صامت و ناطق نہین ہو اور نہ ایسی کوئی چیز ہو جسپر لفظ مال اطلاق کیا جاسکے اور
فلان نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق کی نوع دیگر - اگر محدود و خرید کرنے کے بعد مشتری و بائع مین مفاسخہ ہوا اور اُسکا اقرار
مشتری نے تحریر کرنا چاہا تو لکھے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے عمرو سے برضا و رغبت و طوع خود ہر یع جو ان دونون
مین بابت تمام دار واقع مقام فلان محدود بحدود چنین و چنان کے جاری ہوئی تھی باہم فسخ کیا اور ہر عقد کو جو ان دونون
مین اس دار مذکور کی بابت رہن و وثیقہ بمال وغیرہ کا ثابت ہوا ہو باہم توڑ دیا اور یہ مفاسخہ بطوع صحیح جائز کیا جسمین فساد
و خیار نہین ہو اور نہ کوئی ایسی بات ہو جو اُسکے بطلان کی موجب ہو اور زید مذکور نے تمام یہ دار بحکم اس مفاسخہ مذکور کے
اس عمرو مذکور کو بردصحیح واپس دیا اور اُسنے عمرو مذکور سے اپنا ہر حق جو بحکم مفاسخہ مذکورہ وغیرہ کے مقرلہ عمرو مذکور پر واجب ہوا تھا
تمام و کمال وصول کر لیا اور عمرو مذکور اسکو دیکر بابرا صحیح بری ہو گیا پس اس مقر کا یا کسی دوسرے کا اس مقرلہ پر یا اسکی
جانب یا اسکے پاس یا اسکے قبضہ مین کوئی حق اور عین و دین کچھ نہین رہا اور نہ اس دار مین بیع و رہن و وثیقہ بمال
وغیرہ کسی عقد سے کچھ دعوی رہا اور اس مقرلہ نے بالمشافہہ اسکی تصدیق کی - نوع دیگر اقرار مفاسخہ رہن - زید نے
بطوع خود اقرار کیا کہ باغ انگور واقع مقام فلان محدود بحدود چنین و چنان اُسکے قبضہ مین از جانب عمرو رہن تھا
بعوض ایسے مال کے جو زید کا اس عمرو پر تھا جسکے عوض زید مذکور کے پاس مستغرق رہن کیا تھا اور اس عمرو نے یہ تمام
قبضہ مذکورہ اس زید کو ادا کر دیا اور اس مقر نے اُسکے ساتھ اس باغ انگور کے رہن کا مفاسخہ کر دیا اور اُسکو واپس کر دیا
اور اُسکے رہن سے چھوڑا کر واپس لیکر قبضہ کر لیا پس اس مقر کا اس مقرلہ پر کچھ قبضہ نہین رہا اور نہ اس مقرلہ کا اس مقر
کے پاس کوئی مال عین رہا اور نہ دونون مین سے ایک کی دوسرے پر کچھ خصومت نہ ہی اور ہر ایک نے دونون مین سے دوسرے
کی اس سب مین تصدیق کی اور دونون نے گواہ کر لیے واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر اقرار فسخ بیع و گم شدگی بینامہ زید نے بطوع
خود اقرار کیا کہ اسنے عمرو سے تمام دار واقع مقام فلان محدود بحدود چنین و چنان بطریق بیع الوفا و وثیقہ کے بر سبیل
قطعی بحقیقی کے بعوض اتنے درم کے خریدا تھا اور طرفین سے باہمی قبضہ دونون چیزون مین واقع ہو گیا تھا اور اُس سے

وفا کرنے کا اقرار کیا تھا کہ ہر گاہ وہ اسکو مثل اس ثمن کے نقد دیگا اور اسکے فروخت کردینے کا مطالبہ کریگا اور ثمن لیکر مبیع مذکور سپرد کردینے کا مطالبہ کریگا تو اُسکی درخواست کو منظور کریگا پھر عمرو مذکور نے اس ثمن مذکور کے مثل اس زید کو نقد دیا اور اس زید سے اسکے فروخت کردینے کا مطالبہ کیا پھر زید نے یہ دار مذکور اُسکے ہاتھ فروخت کردیا اور ثمن پر قبضہ کرلیا اور دار خریدشدہ اُسکو واپس کردیا اور عمرو نے اُس سے بعینا مہ طلب کیا پس وہ بعینا مہ دینے سے عاجز ہوگیا اور کہا کہ وہ گم ہوگیا ہے پس اُسنے مضبوطی کے واسطے اقراری تحریر مقر سے مانگی پس اس مقر نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان بائع سے یہ تمام ثمن اور وہ اسقدر بیع بائع مذکور کے اُسکو یہ سب دینے سے وصول کرلیا اور اسکے وصول و بھر پانے سے بائع مذکور اُسکو دیکر بری ہوگیا اور اس مقر نے اُسکو تمام وہ چیز جو تحت بیع داخل ہوئی ہے سپرد کردی اور یہ سب بعد اسکے ہوا کہ اس مقر نے اسکے ساتھ اسکو فروخت کیا اور اس بائع نے اُس سے یہ مبیع خریدی۔ اور اس مشتری نے اس سب مین اس بائع کے واسطے ضمانت درک کرلی اور اقرار کرلیا کہ اس مقر کا اس بائع پر اس سب مین کوئی دعوی و کچھ خصومت نہین رہی نہ اصل محدود مین اور نہ اُسکے کرایہ مین اور نہ اُسکے ثمن مین اور نہ اُسکی قیمت مین اور یہ تمام دار مذکور اس بائع کی ملک ہے وہی اسکا مستحق ہے یہ مقر یا کوئی دوسرا آدمی تمام سب آدمیون مین سے اسکا مستحق نہین ہے اور اگر یہ مقر کبھی اس بعینا مہ کو نکالے تو وہ بیکار ہے اور وہ اس بات پر اپنے گواہ قائم کرنے و ثمن طلب کرنے مین مبطل ہوگا اور اس مقر لہ نے اس اقرار مین اُسکی تصدیق کی و تحریر کو تمام کرے واللہ تعالے اعلم۔ نوع دیگر اگر ایک شخص نے اپنی دختر کی تجہیز کی اور باپ و شوہر نے سب جہیز کا اُسکے واسطے اقرار کیا۔ تو لکھے کہ گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب گواہ ہوے کہ فلان بن فلان نے اپنی دختر فلانہ کو اپنے خالص مال سے بطور صلہ و تعطف و احسان اور اُسکے مہر و عطیہ سے جو اُسکے شوہر نے اُسکے واسطے روانہ کیا ہے بعد ازانکہ دونون کے درمیان نکاح صحیح موافق شرع کے متمتع جمیع شرائط صحت جاری ہوگیا تھا تمام جہیز مذکورہ ذیل وقت اُسکے اپنے اس شوہر کے گھر جانے کے دیا ہے اور سپرد کیا ہے جمع اللہ تعالی بینہما بالخیر و البرکۃ و اکثر لہما بالمودۃ الطیبۃ اُسکے شوہر کے کپڑے اُسکے سپرد کرے اور اُنکی تفصیل بیان کردے اور ہر ایک کی صفت بیان کردے اور قیمتی چیزون کی قیمت بیان کرے اور جو کپڑا انگرزن کی ناپ ہو اُسکی ناپ گزون سے بیان کردے۔ اور زنانہ اُس عورت کے کپڑے سپرد کرے اور ہر ایک قسم کی تفصیل بیان کردے اور زیور و موتی و جواہرات کی تفصیل و صفت و قیمت بیان کردے اور علے ہذا فروش و بچھونے اور علی ہذا پیتل و تانبے و جست و لوہے وغیرہ کے ظروف۔ اور ممالیک مین تفصیل کرے کہ رومی باندی جسکی قیمت اسقدر و ترکی غلام جسکی قیمت اسقدر و ہندی باندی جسکی قیمت اسقدر ہے و باغ انگور واقع دیہ فلان محدود و حدچہ و حنین و چنان و تین دو کانین واقع بازار فلان محدہ و حدچہ و حنین و چنان اس سب تفصیل فہرست تحریر کرنے کے بعد لکھے بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان بن فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ تمام اموال مذکورہ جسکی اجناس و انواع و صفات و قیمت فہرست بالا مین مذکور ہے اُسمین سے سوائے جاہاے پوشیدنی اس شوہر سمے مذکور فہرست کی ملک اس فلانہ کی اور اسکا حق ہے اور اسکے قبضہ و تحت و تصرف مین ہے اور اس مقر کا اسمین کچھ حق نہین ہے اور یہ مسماۃ مذکورہ اسکی مستحق ہے یہ مقر یا تمام سب آدمیون مین سے کوئی اسکا مستحق نہین ہے اللہ

اگر کبھی اُسنے اسکا یا اسمین سے کسی چیز کا دعوی کیا کہ یہ اُسکی ملک ہی اور اس سماۃ کے پاس اسکی طرف سے عاریت تو اُسکا دعوی باطل و مردود ہوگا اور اُسکے واسطے اپنے اوپر اُن لوگون کو گواہ کر دیا جنھون نے آخر تحریر مین اپنے نام ثبت کیے ہین اور تحریر کو تمام کردے پھر گواہ لوگ اپنے اپنے نام تحریر کرین پھر بعد تحریر اسماے گواہان بے شوہر کا اقرار اسمین تحریر کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان بن فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ تمام اموال مذکورہ فہرست پیشانی کاغذ ہذا سواے جامہاے تن مقر وجو اُسکی طرف مضاف کیا گیا ہی باقی سب اُسکی اس زوجہ سماۃ فلانہ کی ملک وحق ہی اور اُسکے قبضہ و تحت و تصرف مین ہی اور اس سب کو وہ اس مقر کے گھر اسطرح لیے جاتی ہی جیسے عورتین اپنے شوہرون کے گھر لے جاتی ہین بدون اسکے کہ اس مقر کا اس سب مین یا اسمین سے کسی چیز مین کچھ دعوی یا ملک یا حق ہو اور اقرار کیا کہ اگر یہ مقر کبھی اُنمین سے کسی چیز مین سواے اپنے تن کے کپڑون کے جو اُسکی طرف مضاف کیے گئے ہین دعوی کرے تو اُسکا دعوی باطل و مردود ہوگا اور اقرار کیا کہ اس عورت کے واسطے اس مقر پر اُسکے باقی مہر کا استقرار حق واجب و دین لازم ہی کہ جب شرع سے اسکا مطالبہ اس شوہر پر متوجہ ہو تو مطالبہ کریگی الا اپنے اوپر اس سب اقرار کے گواہ کر دیے پھر اسکے بعد گواہ لوگ اپنے اپنے نام تحریر کرین واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر دختر نے اپنے جہیز کا اپنے باپ یا مان کے واسطے اقرار کیا اور اسکی چند صورتین ہین اول آنکہ فہرست جہیز مثل مذکورہ بالا کے پیشانی کاغذ پر تحریر کرکے پھر لکھے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہ فلانہ بنت فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ تمام اموال جو جنس وصفت واقسام وقیمت کے ساتھ پیشانی کاغذ ہذا مین تحریر ہی اُسکے باپ اس فلان کی ملک وحق بسبب صحیح ہی جسکو یہ مقرہ بخوبی جانتی ہی اور اسکا اقرار اُسکے واسطے یہ لازم آیا ہی اور اس مقرہ کے قبضہ مین بطریق عاریت کے ہی اور اُسکے اس اقرار کی اُسکے باپ اس فلان نے بالمشافہہ تصدیق کی اور دونون نے گواہ کر لیے۔ وجہ دوم آنکہ فلانہ نے بطوع خود اقرار کیا کہ اقسام ثیاب و امتعہ و فروش و بچھونے و زیور سونے و چاندی و جواہر و موتیون و ظروف برنجی و پیتلی و شیشے و لوہے و مٹی وغیرہ کے و اقسام امتعہ و اثاث البیت وغیرہ ہر قلیل و کثیر جو اُسکے جہیز کے کاغذ مین مذکور ہی اور یہ سب فی الحال اُسکے شوہر فلان کے گھر مین موجود ہی اُسکے باپ فلان کی بسبب صحیح و لازم ملک ہی جسکو یہ مقرہ اچھی طرح جانتی ہی کہ جس سے اُسکو یہ اقرار کرنا لازم آیا اور اُسکے اقرار کی اُسکے باپ اس فلان نے مشافہۃً تصدیق کی اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر لیے۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہی کہ اُسکا باپ اُسکو جہیز دینے کے وقت اس جہیز کی فہرست لکھکر اس امر پر گواہ کرلے کہ مین نے یہ چیزین اسکو بطریق عاریت دی ہین اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ احوط یہ ہی کہ جو کچھ اس فہرست مین لکھا ہی اُس سب کو اُسکا باپ بعوض ثمن معلوم کے خرید لے پھر اُسکی دختر اپنے باپ کو اس ثمن سے بری کر دے۔ اور میری نزدیک احوط وہی ہی جو مین نے اولاً تحریر کیا ہی واللہ تعالی اعلم۔ نوع دیگر در اقرار حیوان۔ اولاً پیشانی کاغذ پر حیوانات کے نام و صفات و شیات جیسے ہون تحریر کرے پھر فہرست کے بعد اقرار کا بیان اسی طرح لکھے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی یا لکھے کہ فلان بن فلان نے الی آخرہ اقرار کیا کہ اُسنے فلان کے ہاتھ اتنی عدد بکریان معین اُنکے اوصاف و شیات بیان کر دے اتنے درہمون کے عوض فروخت کین اور اُسنے یہ بکریان اس مقر سے خرید لین اور مقر نے انکا ثمن مذکور سب وصول پایا اور مبیع مذکور اُسکے سپرد نہین کی اور جب وہ طلب کریگا تو یہ فلان بکریان اُسکے سپرد کریگا اور مقر نے اُسکی تصدیق کی نوع دیگر اگر عورت نے اقرار کیا کہ مین نے اتنی مدت کا نفقہ و کپڑا اپنے شوہر سے وصول پایا۔ تو لکھے کہ فلانہ بنت فلان نے

بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے اپنے شوہر فلان سے اپنا تمام چھ مہینہ کا کھانا وکپڑا جو مقررہ کے واسطے اس شوہر پر واجب تھا جیسا کہ ایسی عورتون کا ہوتا ہی فلان تاریخ سے فلان تاریخ تک چھ مہینہ کا بقبضہ صحیح واستیفاے کامل وصول پایا اور اسکے شوہر فلان نے اُسکے اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی اور تحریر کو تمام کرے واللہ اعلم - نوع دیگر غلام نے اپنے مولی کے واسطے اپنے رقیق ہونے کا اقرار کیا تو لکھے کہ فلان ہندی نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ وہ فلان کا غلام مملوک ہی اور فلان مذکور اُسکے رقبہ کا بملک صحیح جائز ثابت مالک ہی اور فلان کی خدمت واطاعت اس مقر پر واجب ہی اور اگر فلان اُس سے خدمت لے یا فروخت کرے تو اسکو فلان کے امر سے کچھ انکار نہین ہی اور فلان پر اس باب مین کسی حق کا دعوی کرکے اُسکی ملک سے خارج ہوجانے کا بالکل مستحق نہین ہی اور اس مقر کا فلان کی جانب کوئی دعوی وحق ومطالبہ کسی وجہ سے اور کسی سبب سے نہین ہی اور فلان نے اُسکے اس سب اقرار پر بعد ازانکہ اُسکو ایسی زبان مین پڑھکر سُنایا گیا اور اُسنے سمجھ لیا وجان لیا گواہ کرلیے پس اگر اسکا کوئی سبب ہو تو اسکو تحریر کردے اور یہ صحت اقرار کا مانع نہوگا اور اس اقرار مین صحت بدن ہونا شرط نہین ہی اسواسطے کہ اسکا حکم صحت ومرض دونون حالتون مین یکسان ہی مختلف نہین ہی - نوع دیگر باندی کا اقرار کہ وہ اپنے مولی کی ام ولد ہی - یون لکھے کہ فلانہ ترکیہ یا ہندیہ نے اقرار کیا اُسکا حلیہ بیان کردے بطوع خود اقرار کیا کہ وہ فلان بن فلان کی ام ولد تھی اور اسکے قبضہ وتحت وتصرف مین بملک صحیح کامل تھی اور وہ اُس سے ایک بیٹا مسمی فلان یا دختر مسماۃ فلانہ جنی کہ وہ فرزند اس مقرہ کی گود مین موجود ہی اُسکے مالک مذکور سے ثابت النسب ہی اور یہ مقرہ اس مولی سے بچہ جننے کی وجہ سے اُسکی ام ولد ہوگئی اور اس مقرہ پر اُسکی خدمت اطاعت واجب ہی اور اسکو اس بات سے کوئی انکار نہین ہی جبتک یہ مولی زندہ ہی اور اُسکے مولی فلان مذکور نے بالمشافہہ اُسکی تصدیق کی واللہ تعالی اعلم - اور اگر مولی کی طرف سے اُسکے ام ولد ہونے کا اقرار ہو تو اسکی صورت تحریر ہم فصل امہات الاولاد مین ذکر کرچکے ہین اُسکا اعادہ نکرینگے - اور اگر پسر نے اقرار کیا کہ میرے باپ کی باندی میرے باپ کی ام ولد ہی اور اُسکی موت سے آزاد ہوگئی ہی - تو لکھے کہ فلان بن فلان نے بطوع خود اپنی صحت بدن وثبات عقل وبمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین اقرار کیا کہ فلانہ ترکیہ یا ہندیہ اُسکے باپ فلان کی مملوک باندی تھی اور اُسکے قبضہ وتصرف مین تھی کہ اسکا بملک صحیح مالک تھا اور اُسکے باپ فلان نے اپنی زندگی مین اُسکو ام ولد بنایا اور وہ اُسکے باپ فلان سے ایک بیٹا ثابت النسب مسمی فلان جنی یہ بچہ جننے سے یہ باندی اُسکی ام ولد ہوگئی اور اُسکے باپ فلان نے بھی اپنی زندگی مین اسکے اپنی ام ولد ہونے کا اقرار کیا ہی اور یہ باندی اُسکے باپ فلان کے مرنے سے اُسکے تمام مال سے آزاد ہوگئی اور اس مقر کا اس باندی مذکورہ پر کچھ دعوی وحق نہین ہی سواے استحقاق ولا وکے کہ بعد اپنے باپ کے اسکی ولا اس مقر کے واسطے ہی اور اس باندی نے بالمشافہہ اُسکی تصدیق کی - اور اگر پسر نے کسی غلام کے مدبر ہونے کا اقرار کیا کہ اُسکے باپ نے اُسکو مدبر کردیا ہی اور وہ اُسکے باپ کی موت سے آزاد ہوگیا تو لکھے کہ فلان بن فلان نے حالت جواز اقرار مین بطوع ورغبت خود اقرار کیا کہ غلام ہندی مسمی فلان اُسکے باپ مسمی فلان کی ملک وحق تھا کہ بسبب صحیح اُسکا کامل مالک تھا اور اُسکے باپ نے اپنی زندگی مین اس غلام کو بتدبیر مطلق صحیح اپنے خالص مال سے مدبر کردیا اور ایسا ہی اُسکے باپ نے اپنی زندگی مین اقرار کیا اور اُسکا باپ مرگیا اور یہ غلام اُسکے ترکہ کے ثلث سے برآمد ہونے کی وجہ سے آزاد ہوگیا اور اس پسر کو اس غلام پر کوئی

استحقاق نہیں ہے سوائے راہ دلانے کے اور بجہت میراث اسکا اس غلام پر کوئی دعوی نہیں ہے اور سعایت کرانے کے واسطے اسکے ساتھ کوئی خصومت نہیں ہے اور اس غلام نے اسکے اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی - نوع دیگر اگر وارث نے قرضدار سے ترکہ وصول پانے کا اقرار کیا تو لکھے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اسکا باپ فلان مرگیا اور اسکا عمرو پر اتنے درم قرضہ واجب دین لازم تھا اور اسکی موت سے یہ مال اسکے بیٹے اس زید کے واسطے میراث ہوگیا کہ اسکے سوائے اسکا کوئی وارث نہیں ہے اور عمرو نے یہ اسکو ادا کردیا اور پورا دیدیا پس زید نے اس سب کو بھی پورا بکامل وصول کرلیا اور وصول پانے کے ساتھ اسکو بابرا صحیح اس سے بری کردیا اور عمرو مذکور کے واسطے اس معاملہ میں ہر اس کی درک کی اس سب میں ہو یا اس میں سے کسی جزو میں ہو ضمانت صحیحہ جو شرع میں لازم ہوتی ہے کرلی اور عمرو نے اسکے اس اقرار کو بالمواجہہ قبول کیا اور تصدیق کی - اور اگر ایسا اقرار از جانب موصی لہ ہو تو لکھے کہ زید نے اقرار کیا کہ عمرو نے اپنی زندگی میں اپنی صحت عقل وجہہ وجود جواز تصرفات کی حالت میں زید کے واسطے اپنے تمام ترکہ کی اپنی وفات کے بعد وصیت کی تھی اور اسکا کوئی وارث براہ قرابت یا بزوجیت نہ تھا اور اسکو اس مہر کا وصی کیا تھا کہ اسکا ترکہ جہاں ہو جسکے پاس ہو اور جسپر ہو طلب کرے اسکے واسطے اسکو بوصایت صحیحہ وصی کیا تھا اور اس زید کے اسکی وصیت کو جو زید کے واسطے تھی اور اسکی وصایت کو کہ زید کو وصی مقرر کیا تھا قبول کی تھی اور زید نے بحجت شرعیہ فلان پر اتنے درم اس متوفی کے واسطے قرضہ لازم دین واجب ہونا ثابت کیے اور بحکم اس وصایت ثابتہ کے اس سے اس مال کا مطالبہ کیا پس اس فلان نے یہ سب اسکو دیدیے اور اس مقر نے یہ سب وصول کرلیے اور بھرپور اس سے وصول پائے الی آخرہ واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر اگر وصی نے اپنے پاس مال یتیم ہونے کا اقرار کیا تو لکھے کہ زید نے جو حفاظت ترکہ عمرو متوفی اور اسکے صغیر فلان کے درستی امور کا وصی بتقرری از جانب قاضی شہر فلان ہے اپنی صحت بدن کی حالت میں بطوع خود اقرار کیا کہ بحکم وصایت صغیر کا مال اسکے قبضہ میں ہے اور وہ اتنے درم نقد وچند عین اعیان اموال ہیں انکو بیان کردے اور انکا وصف بیان کردے اور یہ کہ اس وصی نے قبضہ کیا ہے تاکہ انکی حفاظت کرے اور صغیر مذکور کے بالغ ہونے پر اور جبکہ اس سے آثار صلاحیت ظاہر ہوں بدون عذر و تعلل کے اسکو واپس دے اور وہ اس اقرار میں بطور شرعی تصدیق کیا گیا اور تحریر کو ختم کرے واللہ تعالے اعلم - نوع دیگر بالغ ہونے کے بعد یتیم کا اقرار کہ اسنے وصی سے مال وصول پایا ہے - لکھے کہ زید نے مجلس حکم میں بطوع خود اقرار کیا کہ اسنے عمرو سے جو اسکے باپ فلان متوفی کی طرف سے حفاظت ترکہ و اصلاح امور اس مقر کے واسطے اسکی حالت صغر میں وصی مقرر تھا تمام وہ مال جو اس عمرو کے پاس از منقول وعقار و اراضی وحیوان وغلہ ونقد و اثمان وحاصلات باغ انگور وغیرہ اقسام اموال سے تھا اس وصی کے یہ سب اسکے سپرد کرنے سے لیکر بقبضہ جائز اپنے قبضہ میں کرلیا پس اب اس مقر کا اس وصی پر کوئی دعوے وخصومت نرہی پھر اگر اسکے بعد اس مقر نے اس وصی پر عین یا دین کا دعوی کیا یا جو اسکے قائم مقام ہوا اسکی حیات میں یا وفات کے بعد وکیل یا وصی یا نائب ہو اسنے ایسا دعوے کیا تو یہ سب باطل ومردود ہوگا اور تحریر کو تمام کرے واللہ اعلم - نسخہ دیگر اندریں مضمون - زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اسکا باپ عمرو مرگیا اور اسنے قبل اپنی وفات کے

بکر کو وصی کیا تھا کہ اسکے تمام ترکہ کی حفاظت کرے اور متوفی مذکور کے قرضے ادا کرے اور متوفی کے قرضے جو لوگوں پر ہین انکو وصول کرے اور اُسکی وفات کے بعد اُسکی وصیتین نافذ کرے اور اسی وصایت پر مر گیا اس سب سے یا اسمین سے کسی بات سے رجوع نہین کیا اور میرے سوائے کوئی وارث نہین چھوڑا پھر اس وصی نے اُس تمام کاموں کو جنکی بابت اسکو وصیت کی تھی انجام دیا اور ان امور مین موافق اقتضاے حکم شرع کے تصرف کیا کہ قرضہ ادا کیے اور وصول کیے اور تہائی مال سے وصیتین نافذ کین اور اس مقر پر اسکے مال سے اسکے کھانے و کپڑے وغیرہ بھیجونے مین بطور معروف خرچ کیا اور اس مقر نے یہ بھی اقرار کیا کہ وہ مردون کی حد تک پہونچ گیا ہے اور اُسکی اصلاح کاری ظاہر ہوئی ہے اور اپنے اموال پر قبضہ کرنے اور اپنے حقوق حاصل کر لینے کا مستحق ہو گیا ہے اور اس مقر نے اپنا تمام مال جو اس وصی کے قبضہ مین اُسکے باپ فلان متوفی کے ترکہ کا تھا بحکم ارث وصول کر لیا اور پھر تمام و کمال اس وصی کے دینے سے بھر پایا بعد ازانکہ تمام ترکہ باجناس و انواع ایک ایک کر کے جان پہچان لیا بدون اسکے کہ انمین سے کوئی چیز اُسپر پوشیدہ رہی ہو اور اس سب سے بخوبی واقف ہو گیا اور اس مقر نے اس وصی مذکور کو اپنے تمام دعوی و خصومات سے بری کر دیا پس اگر اسکے بعد یہ مقر یا اسکے مثل اس وصی مذکور پر دعوی کرے کہ اسکے پاس یا اسکے قبضہ مین اس مقر کے پدر متوفی فلان کے ترکہ مین سے قلیل و کثیر قدیم و جدید کچھ ہے یا کوئی اور اسکی طرف سے ایسا دعوے کرے تو یہ سب باطل و مردود ہے اور جو گواہ اس وصی پر اس قضیہ مین قائم کرے یا جس قسم کی حجت پیش کرے یا اس سے قسم طلب کرے اور اس سے اس بات مین منازعہ کرے تو یہ سب بہتان و دروغ ہو گا اور یہ وصی مذکور اس سب سے بری ہو گا اور یہ وصی دنیا و آخرت مین اس سے حلت مین ہے و اس وصی نے اسکا یہ اقرار بالمواجہہ قبول کیا۔ نوع دیگر یتیم کا اقرار کہ اُسنے اپنا مال دوسرے کو دینے کی اجازت دی تھی۔ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکی عمر کے اٹھارہ برس پورے ہو گئے اور اُنیسوان شروع ہو گیا اور اُسکو احتلام ہوا اور وہ مردون کی حد تک پہونچ گیا اور اسکی طرف احکام شرعی امر و نہی متوجہ ہوے اور اس مقر نے اقرار کیا کہ اُسنے فلان وصی کو جو اُسکے باپ کے ترکہ کی حفاظت اور اسکی صغر سنی مین اسکی پرداخت کے واسطے وصی تھا حکم کیا کہ اُسکا تمام مال جو اس وصی پر اور وصی کے پاس اور وصی کی جانب اور وصی کے قبضہ مین ہے اور اُسکا حصہ اُسکے باپ کی میراث کا سب جو کچھ ہوا اُسکی مان فلانہ بنت فلان کے سپرد کرے تاکہ اُسکی مان اس مال کی تا وقتیکہ اسکی حاجت ہے حفاظت کرے اور اس وصی نے تمام اُسکا مال جو وصی کے ذمہ یا وصی کے پاس تھا سب اسکی مان کو دیدیا یا سپرد اس مقر کے اُسکے وصی کے ذمہ یا وصی کے پاس کچھ مال اُسکے باپ کے ترکہ کا نہ رہا اور اس مقر نے فلانہ بنت فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے یہ سب مال وصول پایا۔ اگر زید نے اپنے کاشتکارون کو گیہون یا جو بطریق قرض دیے تاکہ وہ لوگ بیج بو دین اور چاہا کہ اُسنے اسکا اقرار نامہ لکھوا لے تو اسکی صورت یہ ہو کہ کاتب پہلے صدر کاغذ پر اسامی وار فہرست لکھے کہ انمین سے ایک اسامی کا نام و اُسکے باپ دادا کا نام لکھکر اُسکے مقابل گیہون یا جو وغیرہ جو اناج اُسنے قرض لیا ہے اُسکی تعداد لکھدے علی ہذا القیاس دوسرے و تیسرے و چوتھے وغیرہ سب کو اسی طرح لکھے پھر اسکے بعد اقرار نامہ شروع کرے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ان اسامیان مذکورہ فہرست بالا نے اقرار کیا کہ فلان بن فلان بن فلان کے انمین سے ہر ایک پر اُسقدر گیہون یا جو یا جنوان جو اُسکے نام کے آگے تحریر ہے قرضہ لازم و حق واجب

بسبب صحیح قرض کے کہ اس زمیندار نے انمین سے ہرایک کو یہ غلہ قرض دیا ہی تاکہ یہ لوگ اُسکی زمین واقع دیہ فلان مین اپنی اپنی زراعت کرین اور ان لوگون نے اُس سے لیکر قبضہ کرلیا ہی اور مقرلہ نے انکے اقرار کی خطاباً تصدیق کی اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا واللہ تعالی اعلم - نوع دیگر اقرار استاد بحق طفل صغیر جو اُسکو تعلیم عمل کے واسطے سپرد کیا گیا ہی اور نفقہ ولباس کا تذکرہ - یہ تحریر اقرار استاد فلان ہی جسنے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ عمر و نے اپنے پسر صغیر زید کو بولایت پدری اسکو سپرد کیا بعد ازانکہ اس شخص عمر و نے اپنے بیٹے کو اُسکے پاس بولایت پدری تین سال متواتر کے واسطے اجارہ پر دیا کہ ابتدا ان تین سال کی ابتدا سے ماہ فلان سنہ فلان ہی اور انتہا اُسکی آخر ماہ فلان سنہ فلان ہی اس غرض سے اجارہ پر دیا کہ استاد مذکور کے واسطے یہ کام بعوض اتنے درم کے کرے بدین شرط کہ یہ صغیر یہ کار مذکور اس استاد کے واسطے دن مین کرے نہ رات مین اور نہ ایام جمعہ مین اور نہ ایام عید مین بقدر اپنی طاقت کے کرے جسطرح اس کام کو اُسکا استاد اُسکو حکم دے اور یہ استاد اُسکو نمازون کو اپنی اوقات پر ٹھیک طرح سے ادا کرنے سے نہ روکے بدین شرط کہ اس صغیر کے کام کی اجرت اول سال مین ماہواری اسقدر درم اور دوسرے سال مین اُسکے کام کی اجرت ماہواری اسقدر درم اور تیسرے سال اسقدر درم لیوے دوسرے وتیسرے سال اس کام مین اُسکی مہارت وہوشیاری زیادہ ہوجانے سے اجرت مین زیادتی ہوگی بدین شرائط باجارہ صحیحہ اُسکو اجارہ پر دیا ہی اور اس صغیر کے باپ فلان نے اُسکے اس اقرار کی بالمشافہ تصدیق کی پھر صغیر کے باپ کا اقرار تحریر کرے کہ صغیر کے والد نے اس استاد کو اجازت دیدی کہ سال اول مین جو اجرت اُسکی واجب ہو اُسکو اس صغیر کے کھانے وپینے ولباس وباقی مصالح مین بطور معروف بدون اسراف وبخیلی کے خرچ کرے اور دوسرے سال اُسکی اجرت مین سے بقدر سال اول کی اجرت کے اُسکے کھانے وپینے ولباس وباقی مصالح مین صرف کرے اور جو باقی رہے وہ اس صغیر کے والد کو دیدے اسی طرح تیسرے سال کی اجرت مین سے بقدر سال اول کے اُسکے کھانے پینے ولباس ومصالح ضروریہ مین خرچ کرے اور جو باقی رہے وہ اُسکے والد کو دیدے اور اس مستاجر استاد نے والد صغیر کی طرف سے یہ اجازت قبول کی اور صغیر مذکور کو اُسکے والد کے سپرد کرنے سے لے لیا پھر اس مجلس عقد سے متفرق ابدان واقوال جدا ہوگئے اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا واللہ تعالے اعلم - نوع دیگر اقرار ہبہ دار - لکھے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے زید کو تمام دار مشتمل بحیوت محدودہ بحدود وچنین وچنان معہ سب حدود وحقوق وچنین وچنان کے ہبہ صحیحہ جائز نافذہ مستجمعہ شرائط صحت مخوزہ مقبوضہ فارغہ کے ہبہ کیا جسمین فساد نہین ہی ودنہ خیار ہی اور نہ اشتراط عوض ہی اور نہ تلجیہ ہی اور نہ مواعدہ ہی اور اس موہوب لہ نے اس ہبہ کو مجلس ہبہ مین قبل دونون کے افتراق واشتغال بکار دیگر کے بقبول صحیح قبول کیا اور بمعاینہ گواہون کے اُسپر قبضہ صحیحہ کرلیا بدین طور کہ واجب مذکور نے اُسکو یہ ہبہ پورا بتسلیم صحیح فارغ از ہر مانع ومنازع سپرد کیا پھر دونون منفرق ہوئے اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کرلیے واللہ تعالے اعلم -

فصل بست وچہارم - برتحون کی تحریر مین - بریت ہر ایسے مال سے جسکے واسطے دستاویز تحریر ہو

امام اعظم رح واُنکے اصحاب وشمنی وہلال رازی ایسی بریت کی ابتدا اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر واسطے فلان بن فلان بن فلان کے یعنی جسپر قرضہ ہی از جانب فلان بن فلان بن فلان ہر وہ شخص جسکا قرضہ ہی اور شمنی وہلال

اسکے آگے اتنا اور بڑھاتے تھے کہ اسکو واسطے فلان کے تحریر کیا ہے۔ اور ابو زید شروطی اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے ہین بدین مضمون ہے کہ فلان بن فلان یعنی قرضخواہ نے انکے نزدیک اقرار کیا کہ اُسکا فلان پر اسقدر قرضہ تھا۔ اور بعضے اہل شروط اسطرح لکھتے ہین کہ یہ برأت واسطے فلان بن فلان کے ہے۔ اور متاخرین نے یہ اختیار کیا کہ یہ تحریر جسپر گواہان تا این قول کہ اُسکا فلان پر اسقدر درم قرضہ تھا اور قرضدار مذکور نے اُسکو ادا کیا اور تمام و کمال پورا دیدیا پس اُس سے لیکر تمام و کمال وصول کر لیا بقبضہ صحیح اور قرضدار مذکور اس قرضہ سے اسکو دیکر بہ بریت قبضہ و استیفاء بری ہو گیا اور اُسکا اسپر اس سبب سے اب کوئی دعوی نہین رہا اور ہرگاہ وہ اسکی جانب یا اسکے سبب سے کسی اور آدمی کی جانب اسکا یا اسمین سے کسی چیز کا دعوے کرے تو اپنے دعوے مین بطل ہوگا کہ اُسکے گواہون کی سماعت نہوگی اور نہ اُسکے واسطے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی اور اُسکا خصم اس سے بری ہوگا اور دنیا و آخرت مین اس سے بری ہوگا اور اقرار کیا کہ اُسکے پاس اس قرضہ کی دستاویز تھی اور اس ادا کرنے اور بری کرنے سے وہ بیکار ہو گئی اور وہ ضائع ہو چکی ہے اور اُسکی ہاتھ نہین آئی تاکہ قرضدار بری شدہ کو واپس دے پس ہرگاہ اس دستاویز کو نکالے تو وہ معطل ہوگی اس سے کچھ حجت نہوگی اور مقر لہ نے اس سب اقرار کی بالمشافہ تصدیق کی اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر لیے آخر تک بدستور مذکور لکھے اور علی ہذا دین مہر کی بھی یہی صورت ہے۔ برأت از صفحہ دارد یہ تحریر جسپر گواہان تا این قول کہ فلان اس صفحہ کو فلان کے پاس لایا جو از جانب فلان واسطے اسقدر درم کے تھا اور اُسنے خط کو اس سے قبول کیا اور یہ مال اُسکو دیا اور اسکے سب یہ مال اُسکو دینے سے اُسنے بقبضہ صحیح قبضہ کر لیا اور اُسکے واسطے ہر درک کی جو صاحب صفحہ کی طرف سے دہندہ کو لاحق ہے بدین شرط ضمانت کر لی کہ اُسکے دعوے سے اسکو چھڑا دیگا یا جو کچھ وصول کیا ہے وہ واپس دیگا بضمانت صحیحہ ضامن ہوا اور دونون نے اپنے اوپر اسکے گواہ کر لیے الی آخرہ جن دو آدمیون مین باہم لین دین تھا اُن دونون کے حق مین بریت جامعہ اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر جسپر گواہان سمیان تا این قول کہ زید نے اُنکے سامنے اقرار کیا کہ زید و عمرو کے درمیان معاملات لین دین قسم خرید ہا و فروختہا و حوالات و کفالات و اجارات و ودائع و بضائع و مضاربات و سفتجہا و قرضہا بذریعہ دستاویز وغیر دستاویز بذریعہ رہن وغیر رہن و ضمانات و امانات اور انکے سوائے معاملات از وجوہ مختلفہ و اسباب متفرقہ جاری ہوے اور زید نے اس سے محاسبہ سچے و راست طور پر سمجھ لیا اور زید کا جو کچھ اُسپر نکلا وہ اُسکے تمام ادا کرنے سے لیکر تمام و کمال بقبضہ صحیح وصول کر لیا اور عمرو اُسکو دیکر بہ بریت قبضہ و استیفاء بری ہو گیا پس زید کا اُسکے اوپر اور اُسکی جانب و اُسکے پاس و اُسکے قبضہ مین و اُسکے ساتھ کوئی دعوی و کوئی مطالبہ خصومت وغیرہ کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین رہی پس ہرگاہ زید یا زید کی طرف سے کوئی شخص اُسپر الی آخرہ۔ اور اگر بریت بدون قبضہ کے ہو تو قبضہ تحریر نکرے بلکہ یون تحریر کرے کہ زید نے اُس سے محاسبہ سچے و راست طور پر سمجھ لیا اور اس سے اُسکو بابراء صحیح جائز تمام و کمال قاطع دعوی و خصومات سے بری کر دیا بعد ازانکہ سب حساب ایک ایک کرکے خوب سمجھ لیا اور اسکا اُسپر اسمین سے کچھ باقی نہین رہا آخر تک بدستور تحریر کرے اور اگر اُسپر کچھ باقی رہا ہو تو تحریر کرے کہ پس زید کا اُسپر و اُسکے ساتھ و اُسکے پاس کچھ باقی نہین رہا الا اسقدر۔ پس جو اُسپر عین یا دین باقی رہا ہے

اسکو بیان کردے - ابراء مطلق فلان بن فلان بن فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے فلان بن فلان بن فلان کو ہر خصومت سے جو اسکی بجانب اسکے اور اُسپر تھی خواہ خصومت مالیہ ہو یا غیر مالیہ سب سے بابرا صحیح کامل قاطع منہ خصومات بری کردیا اور بعد اس ابراء کے اسکا اُسپر کچھ نرہا نہ دعوی نہ خصومت نہ قلیل مین نہ کثیر مین نہ قدیم نہ جدید نہ مال صامت مین اور نہ مال ناطق مین نہ محدود مین نہ منقول مین نہ کسی چیز مین نہ نوزنی چیز مین نہ فروش مین نہ ظروف مین نہ کسی چیز مین جسپر لفظ مال اطلاق ہوسکے کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین رہا اسکا اقرار یا اقرار صحیح کیا اور اس مقر نے اُسکی خطا یا تصدیق کی اور تحریر کو تمام کردے - ایک شخص نے دوسرے کو ناحق عمداً گھونسا مارا پس وہ مرگیا پس وارثان مضروب نے ضارب پر دیت کا دعوی کیا پھر اُسکو اپنے دعوی سے بری کردیا تو لکھے کہ فلان و فلان و فلان نے جو اولاد فلان ہین در حالت جواز اقرار خود ہا بطوع خود اقرار کیا کہ ان مقران نے فلان بن فلان کو ہر دعوی و خصومت سے جو انکا اُسپر اور اُسکی جانب تھا خصوصاً دعوی دیت پدر سے بری کیا کیونکہ یہ لوگ اس فلان پر دعوے کرتے تھے کہ اسنے اُنکے باپ فلان کو عمداً ناحق گھونسا مارا جس سے وہ مرگیا اور اس ضارب پر اُنکے واسطے اُنکے باپ کی دیت واجب ہوئی اور وہ ان لوگون کے درمیان میراث ہوگئی اور فلان مدعا علیہ اُنکے اس دعوی سے منکر تھا پس ان لوگون نے اُسکو اس دعوی اور تمام دعوی سب خصومات سے بابرا صحیح بری کردیا اور اُسنے انکی ضمانت سے بابرا بقبول صحیح قبول کی اور تحریر کو تمام کردے - اور اگر مدعا علیہ نے وارثان میت مذکور پر دعوی کیا کہ ان لوگون نے اُسکو ناحق ماخوذ کیا یوجہ اس دعوے کرنے کے پھر اُنکو اپنے اس دعوی سے بری کیا - تو لکھے کہ فلان نے بحال بلوغ اقرار بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان و فلان و فلان کو اپنے دعوی سے جو انکی جانب کرتا تھا کہ ان لوگون نے اسکو من دعوی کرکے ناحق ماخوذ کیا ہر بری کردیا اور بات یہ تھی کہ ان لوگون نے اس مقر پر یہ دعوی کیا تھا کہ اسنے اُنکے باپ فلان کو ناحق گھونسا مار کر مار ڈالا اور اسپر دیت واجب ہوئی اور یہ دیت ان لوگون مین میراث ہوگئی اور اُنکے اس دعوی پر جو اس مقر پر کرتے تھے کوئی حجت اُنکے پاس قابل اعتماد موافق دعوے کے نہ تھی پس ان لوگون نے سر بمہر سلطانی کو بہت درہم وغیرہ دیکر اُسکو ماخوذ کیا پس اس مقر نے ان لوگون کو اپنے اس دعوی سے بابرا صحیح بری کیا اور ان لوگون نے اُسکے ابراء کو بقبول صحیح قبول کیا اور تحریر کو تمام کردے - قرضخواہ ترکہ نے بری کیا تو لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان - تمامن قول - کہ اس مقر کے فلان پر اسقدر درہم قرضہ تھے اور وہ مرگیا اور وارثون مین فلان و فلان و فلان کو چھوڑا کہ انکے سوے اسکا کوئی وارث نہین ہر اور اُن وارثون مین سے فلان نے یہ مال اپنے پاس سے بدین شرط ادا کردیا کہ وہ اپنے باپ کے ترکہ مین سے دیدیگا مقر نے یہ مال تمام وکمال اس وارث مذکور سے اُسکو دینے سے لیکر بھر پور وصول پایا اور فلان نے اپنے باپ کی طرف سے یہ مال اُسکو ادا کردیا تاکہ اپنے باپ کے ترکہ سے واپس لے اور یہ مقر اُسکے واسطے ہر درک کا جو اس سبب سے اُسکی جانب سے یا اسکی وجہ سے دوسرے کسی کی جانب سے لاحق ہو بدین شرط ضامن ہوا کہ اس فلان کو اس درک سے چھوڑا دیگا یا مقبوضہ مین سے جسطرح حکم شرعی جاری ہوگا اُسکو واپس دیگا اور اس مقر کا ترکہ فلان مین کوئی دعوی نہین رہا اور تحریر کو تمام کرے - اور اگر اس وارث نے اُس سے پانچ سو درم پر صلح کی اور قرضہ ہزار درم ہر تو ترکہ مین سے فقط پانچ سو درم واپس لیگا - اور اگر پانچ سو درم قیمت کے اسباب پر صلح کرلی - تو ترکہ مین سے ہزار درم پورے مقدار قرضہ لے سکتا ہر بشرطیکہ ہزار درم نے لینے کی شرط کرلی ہو -

اور اگر اُسنے براہ تطوع ادا کر دیا ہو یا کچھ شرط نکی ہو پھر کہا کہ مین نے اسواسطے ادا کیا تھا کہ ترکہ سے واپس دونگا تو اُسکی تصدیق نکیجائیگی اور وہ متبرع ہوگا - اور اگر قرضخواہ نے وصی سے وصول کیا اور وصی نے ترکہ مین سے ادا کیا تو بھی اسی طرح لکھے کہ جسطرح صورت اول مین بریت تحریر ہوئی ہی - قتل عمد سے بری کرنا اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر ہے گواہان سمیان نامین قول کہ زید نے دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکے باپ بکر کو عمداً لوہے کے ہتھیار سے ناحق براہ ظلم قتل کیا پس عمرو پر قصاص واجب ہوا اور مقتول نے سوائے اس زید کے کوئی وارث نہین چھوڑا پھر اس زید نے اُسکو یہ خون عفو کیا اور اپنے باپ فلان کے خون سے اُسکو بری کر دیا اور جو چیز اس زید کے واسطے عمرو اُسکے باپ کے قتل کرنے سے واجب ہوئی تھی اُس سے بری کر دیا پس زید کا اُسپر اور اسکی جانب اس سبب سے کوئی حق دعوی و مطالبہ کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین ہے پس ہرگاہ اُسپر کوئی دعوی الی آخرہ - اور قتل خطا کی صورت مین لکھے کہ اُسکو خطا سے قتل کیا عمداً قصد قتل نہین کیا پس اس عمرو اور اسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوئی اور مقتول نے سوائے اس زید کے کوئی وارث نہین چھوڑا پھر اس زید نے اس عمرو کو اور اسکی مددگار برادری کو عفو کیا الی آخرہ - اور قتل نفس سے کم مین مثلاً ہاتھ وغیرہ کاٹنا تو لکھے کہ اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اُسکی آنکھ پھوڑ دی یا اُسکا سر زخمی کیا اور اُسپر جنین و جنان واجب ہوا پس اُسکو اس واجب سے عفو کر کے بری کر دیا - اور چوری سے ہاتھ کاٹنے کا عفو تحریر نہ کرے بلکہ یون لکھے کہ اُسپر دعوی کیا کہ اُسنے میری جرز سے اسقدر درم یا اسقدر چاندی چوری پس اسپر یہ واجب ہوا پھر اُسکو یاد آیا کہ مدعی نے اُسکو اپنے دار مین داخل ہونے کی اجازت دیدی تھی پس اُسپر ہاتھ کاٹا جانا واجب نہین ہوا یا لکھے کہ اُسنے اقرار کیا کہ مقر نے اُسکو یا تمام باطل متہم کیا اور اُسنے اُسکا کچھ نہین چرایا ہی اور وہ اُس سے بری ہی جو اُسپر دعوی کیا تھا پس ہرگاہ اُسپر دعوے کرے الی آخرہ سال محدودہ کے دعوے سے بریت اسطرح لکھے کہ یہ تحریر اقرار فلان ہی کہ اُسنے اقرار کیا کہ اُسکا فلان کی جانب تمام زمین شاملہ جنین و جنان کی بابت دعوی تھا اور زمین مذکور کی جگہ و حدود بیان کر دے پھر بیان کر دے کہ یہ زمین معہ اپنے سب حدود و حقوق کے مدعی کی ملک ہی و حق ہی اور فلان کے قبضہ مین ناحق ہی اور مدعا علیہ پر بحق اس دعوی کے مدعی کو سپرد کرنا واجب ہی پھر مدعی نے اُسکو اس زمین کے بعینہ دعوی سے بری کر دیا پس بعد اس ابرا کے اس مدعی کا اس زمین مین بعینہ کچھ حق نہین رہا اور نہ خصومت رہی اور اگر کبھی یہ مدعی یا کوئی اُسکا قائم مقام الی آخرہ اور تحریر کو تمام کرے -

واللہ تعالی اعلم کذا فی الذخیرہ -

فصل بست و پنجم - رہن کے بیان مین - زید کے بطوع خود اقرار کی صحت و ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز اقرار کی حالت مین درحالیکہ اُسمین کوئی ایسا مرض دعلت نہ تھی جو اُسکی صحت اقرار سے مانع ہوا اقرار کیا کہ عمرو کے اُسکے ذمہ چندین درم قرضہ حالہ یا ثمن فلان چیز جو اُس سے خریدی ہی یا بوجہ غصب یا ودیعت مستہلکہ یا ضمان اتلاف فلان چیز یا بوجہ حوالہ فلان یا از کفالت فلان ہین اور زید نے اس قرضہ کے عوض اس قرضخواہ کو تمام دار واقع مقام فلان محدودہ بحدود و حقوق و جنین و جنان معہ سب حدود و حقوق کے برہن صحیح مقبوض محوز فارغ از مانع و منازع رہن دیا اور اُسکو دیدیا اور عمرو مذکور نے اُس سے لیکر مولا اسکے تمام حقوق و مرافق کے قبضہ کر لیا پس یہ دار مذکورہ اُسکے قبضہ مین بعوض اس قرضہ کے محبوس ہوا اس زمان کو جب تک اس قرضہ

مین سے کچھ باقی ہے اسکے چھوڑ لینے کا اختیار نہین ہے اور اس مقر نے اسکے سب اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی اور دونون نے گواہ کر لیے - اور اگر اس رہن مین مرتہن کو اسکے فروخت کرنے کا وکیل وامین کر دیا ہو تو بعد قبضہ کے تحریر کرے اور بدین شرط کہ اگر اس راہن نے یہ قرضہ اس مرتہن کو ادا نکیا اور نہ اسکو یہ قرضہ وصول ہوا تو غرہ ماہ فلان سنہ فلان مین یہ مرتہن اسکی بیع کا از جانب راہن مذکور وکیل ہوگا کہ اسکو فروخت کرے اور چاہے جسقدر اسمین سے فروخت کرے اور چاہے جسقدر ثمن کے عوض فروخت کرے اور اسکا ثمن اپنے قرضہ کی ادائی مین لے اگر اسکے قرضہ کے برابر ہو اور اگر ثمن مین کچھ زیادتی ہو تو راہن کو واپس دے اور اگر ثمن مین کچھ کمی ہو تو اسکو قرضہ مین لے اور جسقدر قرضہ باقی رہا وہ بذمہ راہن رہیگا کہ اس سے اسکا مطالبہ کرے - اور اگر اسکی بیع کا اختیار کسی شخص غیر کو سوائے مرتہن کے دیا ہو تو لکھے کہ اور بدین شرط کہ فلان بن فلان اسکی بیع کا فلان وقت پر وصل یا امین ہو کہ اسکو یا اسمین سے کسی جزو کو جسطرح چاہے فروخت کرکے اسکا ثمن وصول کرکے اس مرتہن کا قرضہ ادا کر دے پس اگر اسمین زیادتی ہو تو الی آخرہ مثل اول کے تحریر کرے - اور اگر اسمین یہ شرط ہو کہ مال مرہون کسی درمیانی عادل کے پاس رکھا جاوے تو بعد اس قول کے کہ بر ہن صحیح مقبوضہ محوزا مفرغ رہن کیا اسطرح لکھے کہ پھر یہ راہن اور یہ مرتہن دونون اس امر پر راضی ہوے کہ یہ رہن فلان بن فلان کے قبضہ مین رکھا جاوے وہ ان دونون کے درمیان عادل ہو اور اسکے قبضہ کرنے مین امین ہو اور اس راہن نے یہ مال مرہون اس عادل کو دیدیا پس عادل مذکور نے اس راہن کے اسکو یہ مال مرہون فارغ از ہر مانع ومنازع سپرد کرنے سے اسپر قبضہ کر لیا اور یہ مرتہن ضامن ہوا پس یہ عادل ان دونون کے درمیان اس بات مین امین ہے - اور اگر رہن مین عادل مذکور کی بیع کی شرط ہو تو اس مقام پر تحریر کرے اور دونون نے اسکو اس بات مین امین کیا کہ غرہ ماہ فلان مین اس رہن کو فروخت کر دے اور اگر قرضہ میعادی ہو تو اس مقام پر لکھے کہ وقت میعاد آنے کے فروخت کرے بدین شرط کہ اسکو فروخت کرے اور اسکا ثمن وصول کرے اور فلان کو اسکے قرضہ کی ادائی مین دیدے اور اگر ثمن مین زیادتی ہو تو زیادتی اس موکل کو واپس دے اور اگر ثمن مین کمی رہے تو باقی قرضہ اس راہن پر بحالہ قرضہ رہیگا کہ مرتہن مذکور اسکا اس راہن سے مطالبہ کریگا واللہ تعالے اعلم - تحریر رہن نامہ دار بعوض قرضہ بسبیل اختصار یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کے پاس اپنا تمام دار واقع مقام فلان محدودہ بحدودہ وحنین وفنان معہ اپنے حدود وحقوق کے بعوض اتنے درہون قرضہ کے جو اس مرتہن کے اس راہن پر واجب ہین وحق لازم بسبب صحیح ہین برہن جائز ونافذ رہن دیا جسمین فساد وخیار نہین ہے اور قبضہ واشہاد تحریر کردے واللہ تعالے اعلم - ایسی صورت مین مرتہن کی جانب سے تحریر کی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ زید نے عمرو سے تمام دار عمرو واقع مقام فلان تا این قول کہ بعوض اپنے قرضہ کے جو اس مرتہن کا اس راہن پر بسبب صحیح واجب ولازم ہے اور وہ اسقدر درہم ہین یا رہن صحیح جائز ونافذ رہن لیا الی آخرہ - اور اگر رہن مین از جانب راہن اجازت انتفاع مرتہن کو دی گئی ہو تو لکھے کہ اور اس راہن نے اس مرتہن کو اجازت دیدی کہ اس دار مرہون مین خود رہے اور چاہے دوسرے کو بسا دے اور جس طور سے چاہے اس سے نفع اٹھاوے اور یہ اجازت اس عقد رہن مین شرط نہین تھی اور مرتہن کو یہ انتفاع راہن نے مباح کیا بدین شرط کہ ہرگاہ اسکو اس انتفاع مذکور سے منع کرے تو وہ باجازت جدید ایسے

انتفاع کا اجازت یافتہ ہو جائیگا تاوقتیکہ راہن مذکور اس رہن پر اپنا قبضہ نہ کرے اور اس مرتہن سے اسکو یہ قرضہ مباح کر دیا اور اس مرتہن نے اس سے یہ امر یا المواجہہ قبول کیا اور تحریر کو تمام کر دے جو اقرار پر رہن مال منقول زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے اپنا غلام فلان جسکی صفت تعیین و بیان و قیمت اسقدر ہی فلان کو بعوض اپنے قرضہ کے جو اس راہن پر واجب ہی اور وہ اسقدر ہی برہن مقبوض رہن دیا ہے بین شرط کہ یہ مرتہن اس مال مرہون کو اپنی حفاظت میں اور اپنے عیال میں سے جسکو اہین جانتا ہو اسکی حفاظت میں اپنے قرضہ کے عوض محبوس رکھے اور اُسکو کام میں نہ لگاوے اور نہ اُسکو اپنے قبضہ سے خارج کرے اور نہ اُسکو تلف کرے اور اگر اُسکو تلف کر دیا یا اہین سے کوئی فعل کیا تو اُسپر اسکی ضمان واجب ہوگی اور اُسکے قرضہ میں سے بقدر اسکے ساقط ہو جائیگا اور مرتہن نے اُسکی اس سب میں تصدیق صحیح کی اور تحریر کو ختم کرے یہ ذخیرہ میں ہی۔

فصل بست وششم اوقاف کے بیان میں

(جمع وقف)

جاننا چاہیے کہ اگر مسلمان نے اپنے دار کو مسلمانوں کے واسطے مسجد بنایا اور یہ مسجد متولی کو سپرد کر دی اور لوگوں کو اُسمیں داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت عام دیدی اور اُسمیں ایک قوم نے بجماعت نماز ادا کی تو ہمارے اصحاب کے نزدیک وہ بالاتفاق مسجد ہو جائیگی بخلاف اسکے جو امام ابو حنیفہ رح باقی اوقاف میں فرماتے ہین چنانچہ اسکا بیان اپنے مقام پر ہو گیا اور متولی کو سپرد کرنا اور اُسکا قبضہ کرنا مسجد ہو جانے کے واسطے امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک شرط ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین شرط ہی لیکن امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قبضہ کے دو طریقہ ہین ایک یہ کہ متولی کو سپرد کر دے دوم آنکہ اسمین نماز ادا کیجاوے پھر ظاہر مذہب امام ابو حنیفہ رح کا یہ ہی کہ اگر اسمین وقف کرنے والے نے نماز پڑھی یا غیر نے پڑھی خواہ جماعت سے پڑھی یا بغیر جماعت پڑھی تو وہ مسجد ہو جائیگی اور امام محمد رح کے نزدیک مسجد نہوگی جب تک کہ اُسمین جماعت سے نماز نہ پڑھی جاوے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جب اُسکو بیات مسجد کر دیا تو مسجد ہو جائیگا اور کسی دوسری چیز کی ضرورت نہوگی ایسا ہی بعضے مشائخ نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی اور امام نجم الدین نسفی نے اپنی شروط مین ذکر کیا کہ امام اعظم رح کے نزدیک مسجد ہو جانے کے واسطے متولی کے سپرد کرنا یا جماعت سے اُسمین نماز پڑھنا شرط ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسکو مسجد کی بیات پر کر دیا تو وہ مسجد ہو گئی پس اگر لوگون نے اسکی تحریر لکھوانی چاہی تو کیونکر لکھنی چاہیے تو ہم کہتے ہین کہ امام محمد نے شروط الاصل مین اس نوع کی صورت تحریر نہین فرمائی ہی اور امام طحاوی وخصاف اسطرح تحریر فرماتے تھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان نے اپنی صحت عقل و بدن و جواز امور کی حالت مین بطوع خود و رغبت خود اپنا تمام دار جو اُسکی ملک و اُسکے قبضہ مین ہی اور ابو زید شروطی اسطرح تحریر فرماتے تھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے۔ اور بعضے متاخرین نے فرمایا کہ بنا بر قیاس قول امام ابو حنیفہ رح کے یون لکھنا چاہیے کہ یہ تحریر از جانب فلان ہی بیانکہ اُسنے زمین کو مسجد بنایا پس زمین کو اُسنے آزاد غیر مملوک کر دیا پس غلام آزاد کرنے پر قیاس کیا جائیگا اور غلام کے آزاد کرنے مین ہم تحریر کر چکے ہین کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح اسطرح تحریر فرماتے تھے کہ یہ تحریر ہر از جانب فلان ہی پس اس صورت مین بھی اسی طرح لکھنا چاہیے ہی۔ اور بہت سے متاخرین اوس طرح لکھتے ہین جسطرح شیخ ابو نصر نے تحریر کیا کہ یہ تحریر جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے کہ فلان نے اُنکے

نزدیک اقرار کیا اور اُنکو اپنے اقرار پر جو بحالت صحت بدن وثبات عقل وبہمہ وجوہ جواز تصرفات مین وحالیکہ اُسمین کوئی سبب
علت ومرض نہ تھا جو اُسکی صحت اقرار کا مانع ہو صادر ہوا ہی گواہ کر لیا کہ اُسنے اپنی تمام زمین یا دار جو اُسکی ملک وقبضہ ودست
وتصرف مین ہی اُسکو البتہ بہ نیت مسجد کر دیا اور وہ شہر فلان محلہ فلان کوچہ فلان مین واقع ہی جسکے حدود اربعہ
چنین وچنان ہین پس اس بقعہ محدودہ مذکورہ کو معہ اُسکی حدود وعمارت موجودہ کے درحالیکہ وہ ہر طرح کی مشغولیت
سے خالی ہو خالصۃ لوجہ اللہ تعالے وطلب ثواب وگریز از عذاب اوتعالی مسجد بنایا اور اپنی ملک سے نکالکر اُسکو
اللہ تعالے کے واسطے کر دیا پس اُسکو خانہ خدا کہا اور اُسکے بندون کے واسطے نماز گذارنے کی جگہ بنایا کہ اُسمین
بندگان خدا اپنی نماز ہاے فریضہ ونوافل ادا کرین اور نماز پنجگانہ واطراف نماز مین اللہ تعالی کی یاد کرین اور اُسمین
اور قرآن مجید کی تلاوت کرین اور اسمین علم کا درس ہو جو [illegible] رکھتے ہین اُسمین درس وتدریس کرین
اور اس مسجد والوگون کے درمیان تخلیہ کر دیا کہ اُسکا دروازہ روکنے کے واسطے بند نکیا جائیگا اور لوگون کے آنے
مسجد کے درمیان آمد ورفت مین کوئی حائل نہوگا اور لوگون کو اس سب کی اجازت عام دیدی اور بعد اُسکی اس اجازت
کے ایک جماعت مسلمانون کی اس مسجد مین داخل ہوئی اور اُنھون نے اذان واقامت کے ساتھ گواہان مذکور کی
موجودگی وعلم وچشم دیدن جماعت سے اپنی نماز فریضہ ادا کی پس یہ تمام بقعہ مذکورہ خانہ خدا ے تعالی اور اُسکے بندون
کے واسطے مسجد ومسجد ہوگیا اس مقر کی اسمین کچھ ملک وکچھ حق نرہا اور اسمین سے کسی چیز مین کچھ ملک وحق نرہا اور
نہ اس مقر کے سوا سے کسی دوسرے کا کچھ حق وملک رہا نہ اُسکی اصل زمین مین اور نہ اُسکی عمارت مین اور اس مقر کو یا
اُسکے وارثون مین سے کسی کو اسکے ابطال یا تغیر کا کچھ اختیار نرہا اور اس مقر نے اپنے اقرار پر ان لوگون کو گواہ کر دیا
جنھون نے آخر تحریر مین اپنے اپنے نام ثبت کیے ہین اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا - اور اگر اس تحریر مین اُسنے لوگون
کو جماعت سے نماز پڑھنا تحریر نکیا بلکہ یون لکھا کہ اس صدقہ کرنے والے نے تمام یہ مسجد اپنے قبضہ سے نکالکر فلان متولی
کے قبضہ مین دیدی اور متولی مذکور نے اسپر مسلمانون کے واسطے قبضہ کر لیا تاکہ اُسکے قبضہ مین اسی طور سے رہے
جسطرح اس متصدق نے قرار دیا ہی درحالیکہ اس متصدق نے اُسکو ہر طرح خالی از موانع سپرد کیا ہی پس یہ تمام
مسجد اس متولی کے قبضہ مین اُسی قرار داد پر ہی جو اس صدقہ کرنے والے نے قرار دیا ہی اور کسی کے واسطے اس مسجد
پر کوئی راہ الی آخرہ لیکن جطرح پہلے لکھا گیا ہی وہ احوط واصح ہی - نوع دیگر سیاح ومسافرون کے اترنے کے واسطے
رباط بنانے کی صورت سوم کہتے ہین کہ ظاہر مذہب امام ابوحنیفہ رح کا یہ ہی کہ یہ جائز نہین ہی یعنے لازم نہین ہوتے کہ وقف
کرنے والے کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے اس سے رجوع کر لے جیساکہ باقی اوقات مین ہی اور بنا بر قول امام ابو یوسف
وامام محمد رح کے جائز ہی اور اگر اسکی تحریر کرنی چاہی - تو اسطرح لکھے کہ یہ وہ ہی کہ وقف کیا اور صدقہ کیا - یا یہ تحریر یدین مضمون
کہ وقف کیا اور صدقہ کیا - یا لکھے کہ یہ تحریر سپرد کر گواہان سمیان آخر تحریر مندرج ہین شاہد ہوے ہین بدین مضمون ہی کہ فلان نے
تمام رباط جسمین منازل وغیرہ وصحن وحدود وحرائط ہین جو فلان جگہ واقع ہی صدقہ موقوفہ مقبوضہ صحیحہ جائزہ نافذہ کر دیا تاکہ اللہ تعالی
کی قربت ورضامندی حاصل کرے اور اس صدقہ موقوفہ کرنے مین کسی وجہ سے فساد نہین ہی اور نہ جہت ہی اور نہ شیوعیت ہی
اور نہ تملیک ہی اور نہ مواعدہ ہی اور نہ بیع وفروخت کیا جا سکتا ہی اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہی اور نہ میراث ہو سکتا ہی اور نہ
کسی وجہ سے مملوک ہو سکتا ہی اور نہ کسی وجہ سے تلف کیا جا سکتا ہی یہ اپنے اصول پر قائم ہی اور اپنی راہ پر جاری ہی

یہانتک کہ اللہ تعالی اُسکا وارث ہو جو ذات پاک کہ زمین کا اور جو زمین پر ہے سب کا وارث ہوا اور وہی بہترین وارثان ہوا اور بدین شرط اسکو صدقہ کیا کہ اس رباط مین جو منزلین و مسکن ہین وہ سیاحون و راہ گیرون و مسافرون کے واسطے ہین بدین شرط کہ انکے اُترنے والے کے اُترا رہنے دینے کی راے ہر وقت و ہر زمانہ مین اسکے قیم یعنی کارکنان کے اختیار مین ہو جسکو چاہین رہنے دین اور جسکو چاہین نکال دین بدین شرط کہ جو اس صدقہ کے بہتر و موافق تر ہو وہ کرین اور اسمین تخصیص جائز ہو سکتی ہو چنانچہ اگر وقف کنندہ نے شرط کر دی کہ اسمین کافر نہ اُترین اسمین فقط مسلمان ہی اُترا کرین تو لکھدے کہ بدین شرط کہ یہ فقط مسلمانون کے اُترنے کے واسطے ہو اسمین کفار نہین اُتر سکتے ہین ۔ اور اگر فقط اہل علم کے اُترنے کے واسطے مخصوص کر دیا تو لکھے کہ بدین شرط کہ یہ رباط فقط اہل علم کی سکونت کے واسطے خواہ پڑھانے والے ہون یا پڑھنے والے ہون دوسرا کوئی نہین اُتر سکتا ہی ۔ اور اگر حافظان قرآن مجید یا قاریون کے اُترنے کی تخصیص کر دی تو بھی اسی قیاس پر تحریر کرے ۔ پس اگر وقف کنندہ نے شکست و ریخت تعمیر رباط مذکور کے واسطے کوئی دوسرا وقف کیا ہو تو تحریر کر دے اور اگر اسکے واسطے دوسرا وقف نکیا ہو تو لکھے کہ کارندون کو ہمیشہ مہتمم رہے کہ اسکی منزلین و مرابط مین سے اسقدر کرایہ پر دیدین کہ جسکے کرایہ سے اسکی تعمیر ہو جاوے اور جب تعمیر پوری ہو جاوے تو پھر اسکو اُسی حال پر چھوڑ دین جسکے واسطے وقف کنندہ نے اسکو وقف کیا ہی بدین شرط کہ بقدار کرایہ و مدت اجارہ وغیرہ کا اختیار کارندون کو ہو ۔ اور اگر وقف کنندہ نے اسکی شرط نکی ہو تو جو شخص اُسمین رہے وہی اُسکی تعمیر کرے اُسی پر لازم ہوگی ۔ پھر تحریر یہ کرے کہ اس وقف کرنے والے نے اس مال موقوف مذکور کو اپنے قبضہ سے نکالا اور اپنے مال سے الگ کیا اور فلان کو متولی کرنے کے بعد اسکے قبضہ مین دیدیا تاکہ وہ اس وقف کی شرائط پر جب تک چاہے اسکا متولی رہے اور جو اسکے لائق ہو اسمین سے جسکو چاہے متولی کر دے ۔ اور جسکو چاہے اُسکو وصیت کر دے یعنی وصی مقرر کر دے پس یہ سب وقف مذکور خالی از ہر مانع و منازع اس وقف کرنے والے کے اس متولی کو سپرد کرنے سے متولی نے اُسپر قبضہ کر لیا پس یہ صدقہ اس متولی کے پاس بر شرائط مذکورہ وقف ہو پس کسی والی ملک اقلیم قاضی اور کارکن اور صاحب حکومت کو اسکا متغیر کرنا اپنی راہ سے یا اسکی کسی شرط کا تبدیل کرنا نہین جائز ہو اور جو ایسا کریگا وہ گنہگاری مین پڑیگا اور اپنے پروردگار کے غضب کا نشانہ ہوگا اللہ تعالی اُسکو جزا و سزاے کامل دہندہ ہو ۔ اور وقف کرنے والے کو اپنی نیت و عمل کے موافق ثواب ملیگا ۔ اور اس مقدمہ مین اس وقف کرنے والے اور ایک خصم کے درمیان اس وقف مین جھگڑا ہوا اور وہ بحضور حاکم عادل جائز الحکم میان مسلمانان کے مجلس قضا مین پیش ہوا پس اُسنے ایسے صدقہ کے جائز و لازم ہونے کا حکم دیدیا کہ جسطور پر ہو جائز ہی اور لازم ہو خصم کے حضور مین بدرخواست ایسا حکم دلایا اور اس حکم مین اپنی اجتہاد و راے پر عمل کیا اور اسپر ایک جماعت گواہان عادل کو جنھون نے اپنے نام آخر مین ثبت کیے ہین گواہ کر لیا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا ۔ نوع دیگر مقبرہ بنانے مین ۔ ہم کہتے ہین کہ ظاہر مذہب امام اعظم رح یہ ہی کہ نہین جائز ہی یعنے لازم نہین ہی کہ وقف کنندہ کو اس سے رجوع کر لینے کا اختیار ہو تا ہی اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ جس صورت مین کہ اسمین کوئی میت دفن کی گئی ہو تو رجوع نہین کر سکتا ہی اور اگر ایسا نہوا ہو تو رجوع کر سکتا ہی ۔ اور حاکم ابو نصر مہروی سے منقول ہی کہ مین نے نوادر مین امام اعظم سے یہ روایت پائی کہ امام رح نے مقبرہ و راہ کے وقف کو جائز رکھا ہی بخلاف باقی اوقاف کے ۔ اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح و

امام محمد رح کے مقبرہ کا وقف کرنا جائز ہی اور اسکو سپرد کردینے کی شرط ہونی سو اسمین ویسا ہی اختلاف ہی جو مسجد کی صورت مین گذرا اور اسکا سپرد کرنا بہتر طور پر ہی کہ یا تو متولی کو سپرد کرے یا اسمین مردہ دفن کیا جاوے پھر اگر اسکا تحریر کرنا چاہا تو لکھے کہ فلان نے اپنی زمین کو اسکی جگہ و حدود بیان کردیے۔ صدقہ موقوفہ بوقف صحیح جائز ناقذ کردیا تا اِن قبول کہ وہی بہترین وارثان ہی پس اُسکو مسلمانون کے واسطے مقبرہ کردیا کہ جسوقت اور جب چاہین ہمیشہ اسمین اپنے مردے دفن کرین پس مسلمانون مین سے ایک جماعت نے اسکے حال سے واقف ہونے کے بعد اپنے مردے اسمین دفن کیے اور وقف کنندہ نے انکو دفن کی اجازت دی پس یہ زمین مسلمانون کے واسطے مقبرہ مقبوضہ ہوگئی بنا بر آنکہ اس وقف کرنے والے نے وقف کیا ہی۔ اور اگر مسلمانون کا اپنا مردہ دفن کرنا تحریر نکیا بلکہ یہ لکھا کہ اس صدقہ کنندہ نے یہ زمین اپنے قبضہ سے نکالکر متولی فلان کے قبضہ مین دیدے تاکہ اُسکے قبضہ مین انھین شرائط پر رہے جسطرح واقف نے وقف کیا ہی تو یہ کافی ہی جیسا کہ ہمنے بیان کردیا ہی اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کردے تاکہ اجماعی ہوجاوے کیونکہ اسمین اختلاف ہی پس بعد حکم حاکم لاحق ہونے کے کوئی اسکے ابطال پر قادر نہوگا اور حاکم کے پاس مرافعہ کرنے کا طریقہ یہ ہی کہ جس شخص نے اُسمین اپنا مردہ دفن کیا ہی اُسکو حاکم کے حضور مین لیجاوے اور قاضی سے درخواست کرے کہ اسکو حکم دے کہ اُسکی زمین خالی کردے اسواسطے کہ یہ وقف لازمی نہین ہی پس حاکم اس وقف کنندہ کو حکم دیگا کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور اس وقف کے صحیح ہونے اور لازم ہونے کا حکم دیگا پس کاتب تحریر کردے کہ ایک حاکم عادل نے جسکا حکم مسلمانون کے درمیان نافذ ہی اس صدقہ کے لازم و صحیح ہونے کا جسطور پر ہی حکم دیدیا بعد اسکے کہ اس وقف کنندہ اور اُن فریقندگان مین سے ایک کے ساتھ اُسکے حضور مین خصومت متعبرہ واقع ہوئی جسکا اس وقف کنندہ نے اپنے وقف سے رجوع کرنے کا قصد کیا بنا بر قول ایسے عالم کے جو ایسے وقف کو لازم نہین فرماتا ہی پس حاکم موصوف نے اس وقف کنندہ پر اُسکے رو برو اُسکے خصم کے حضور مین اس وقف کے لازم ہونے کا حکم دیدیا کیونکہ اُسکا اجتہاد اسی حکم پر مودی ہوا پھر لکھے کہ کسی ولی ملک یا قاضی الی آخرہ۔ نوع دیگر اگر یہ زمین مین عام مسلمانون کے واسطے راستہ بنایا۔ تو ہم کہتے ہین کہ ظاہر مذہب کے موافق اسمین بھی اختلاف ہی۔ اور سوا قول روایت حاکم ابو نصر کے جو امام اعظم رح سے روایت کی ہی ظاہر ہوتا ہی کہ اسمین اتصاف ہی۔ اور اسکی تحریر لکھنے کا وہی طریقہ ہی جو ہمنے بیان کیا ہی صرف فرق مقدر ہی کہ راستہ کی صورت مین یون لکھے کہ اُسنے اپنی زمین کو وقف کرکے عام لوگون کا راستہ کردیا۔ اسمین کافر بھی شامل ہوگئے اسواسطے کہ راہ سے گذرنے مین کافر و مسلمان دونون یکسان ہین اور اس حکم مین رباط و راہ یکسان ہین بخلاف مقبرہ کے کہ وہ خاص مسلمانون کے واسطے ہوگا۔ سواسطے کہ کافر و مسلمان ایک مقبرہ مین جمع نکیے جاوینگے اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کردے کذا فی المحیط نوع دیگر۔ قنطرہ بنانے کی تحریر اسطرح لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان سمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے ہین بدین مضمون کہ فلان نے جو قنطرہ فلان نہر یا فلان وادی پر بنایا ہی۔ اور یہ تحریر کردے کہ باجازت سلطان وقت کے بنایا ہی بشرطیکہ یہ وادی یا نہر عام ہو۔ اور اگر کسی خاص قوم کی ہو تو لکھے کہ باجازت فلان و فلان سب کا نام لکھدے اور اگر کسی شخص معین کی ہو تو اسکی اجازت تحریر کرے۔ آخر یہ بھی بیان کردے کہ وہ لکڑی کا ہی یا پختہ اینٹ کا اور یہ بھی بیان کردے کہ اکہرا ہی یا دو درجہ کا یا تین درجہ کا۔ تاکہ عام لوگ اس قنطرہ کے اوپر سے آمد و رفت رکھین آخر تک موافق مذکورہ بالا

تحریر کرے واللہ تعالی اعلم یہ ذخیرہ مین لکھا ہے نوع دیگر اگر اپنے گھوڑے وہ ہتھیار فی سبیل اللہ تعالے کردیگے تو تحریر کرے بعد ابتدائے تحریر بمضمون مذکورہ بالا کے کہ اسنے اپنے گھوڑون کو اور وہ اپنے عدد جینلی و چغان مین اور تمام اپنے ہتھیار اور وہ جینین و چغان مین ان سب کو بوقف دائمی وحبس جائز کہ اپنے حال پر قائم رکھے جاوین فی اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کے واسطے وقف کیا کہ اسکو جو لوگ اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرتے ہین ہر وقت و ہر زمانہ مین جہاد مین استعمال کرین بدین شرط کہ جو لوگ اس وقف کے قوام ہو دین انکو اختیار ہو کہ جسکو چاہین جسطرح چاہین جتنی دفعہ چاہین جہاد کرنے والون مین سے دیدین اور جس سے چاہین لے لین جب چاہین جسطرح چاہین واپس لین اور بیان کردے کہ ہمیشہ اسکا قیم وہی شخص مقرر ہو جو نیکوکار و پرہیزگار مشہور ہو اور بدین شرط کہ جب انمین سے کوئی چیز بسبب بیماری یا خراب ہو جانے کے یا بڈھے ہو جانے کے یا شکستہ و خیرہ ہو جانے کے جہاد کے کام کی نہ رہے تو قیم اسکو فروخت کرکے دوسری اسکے بجاے لائق کار جہاد بدل لے اور ہر وقت و زمانہ مین جو قیم ہو وہ ایسا کرے کہ جب لائق جہاد کے نہ رہے تو اسکے بجاے اسی طور سے دوسری بدل لے اور اسکو اپنے پاس رکھے کہ بروقت حاجت موافق شرائط کے جہاد کرنے کو دیا کرے اور اسی طور پر جاری رہے اور تحریر کو ختم کرے اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اور علی ہذا اہل و اونٹ وغیرہ چوپایہ جانور اگر اہل جہاد کی باربرداری و پانی لانے و کھینچنے وغیرہ کام کے واسطے وقف کیے تو انمین بھی اسی طرح تحریر کرے اور علی ہذا اگر غلامون کو اہل جہاد کی خدمت کے واسطے وقف کیا تو بھی اسی طرح تحریر کرے اور یہ سب امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے پس تا این قول کہ بدین شرط کہ یہ وقف اپنے حال پر بدستور رکھا جاوے کہ اللہ تعالی کی راہ مین سامان جہاد رہے کہ غازی لوگ اسپر اپنا بار لادین اور پانی کھینچنے ولانے کے واسطے اگر وقف کیے ہین تو تحریر کرے کہ فی سبیل اللہ تعالے وقف کیے کہ انکے ذریعہ سے اہل جہاد کو پانی پہونچایا جاوے اور غلامون کی صورت مین لکھے کہ تاکہ یہ غلام اہل جہاد کی خدمت گزاری کرین - اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کردے اور اگر مثل اُشنیان و گائین و بکریان وغیرہ کے بدین شرط فی سبیل اللہ تعالے وقف کردین کہ انکا دودھ و بچہ واون اللہ تعالے کے واسطے صدقہ کیا جاوے تو حاکم احمد سمرقندی نے اپنی شروط مین ذکر کیا کہ انکے وقف مین کوئی قول اہل علم کا مسموع نہین ہوا اور مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ امام محمد رح کے قول پر جائز ہونا چاہیے اور فرمایا کہ سیر کبیر مین مذکور ہے کہ اگر وصیت کی اُس چیز کی جو اُسکی بکریون کے پیٹ مین ہو یعنے بکریون کے بچون کی وصیت کی یا انکے دودھ یا اون کی وصیت کی تو وصیت باطل ہے اور ان چیزون کی وصیت مثل وصیت غلہ یا نخ و ثمر اشجار نہین ہے - اور فرمایا کہ یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہے کہ چوپایون مذکورہ کا اس غرض سے وقف کرنا کہ انکا دودھ و اون و بچہ صدقہ ہے جائز نہین ہے - اور فتاوی ابو اللیث مین ہے کہ اگر اپنی گائے ایک رباط مین وقف کردی - کہ جو اُسکا دودھ وسکے نکلے وہ ساکنان رباط کو دیا جاوے تو جائز ہے - بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسے مقام پر یہ امر ہو کہ لوگون کے وقف بیشتر ایسے ہون تو امید ہے کہ یہ جائز ہوگا اور بعض نے اسکو مطلقاً جائز رکھا ہے اسواسطے کہ یہ تمام بلاد اسلام مین متعارف ہے اور اسکی تحریر کی یہ صورت ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے اتنی عدد اُشنیان یا گائین یا اتنی عدد بکریان بوقف دائمی جائز ناقذ وقف کردین جس وقف مین کوئی فساد و جہت و مثنویت نہین ہے اور یہ مال وقفی فروخت نہ کیا جائیگا اور نہ ہبہ کیا جائیگا الی آخرہ - بدین شرط کہ جو کچھ انکا دودھ و بچہ و اون حاصل ہو وہ مسافرون کو صدقہ مین بدین شرط

بیچا دے کہ اس معاملہ مین متولی کو اختیار ہوگا کہ جس مسافر کو چاہے اور جسقدر چاہے دے اور یہ سب اس وقف کنندہ نے فلان کو متولی کرکے سپرد کردین اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کردے - نوع دیگر در وقف عقارات اور اسکی بہت صورتین ہین - از انجملہ آنکہ اگر اُسنے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی مین اپنا دار مسکینون کے واسطے صدقہ کردے اور اسی بیان کو امام محمد رح نے بھی شروط الاصل کے باب الوقف مین پہلے شروع کیا ہے اور فرمایا کہ مین نے امام ابوحنیفہ رح سے کہا کہ ذرا توجہ فرمایئے کہ اگر ایک شخص نے اپنی زندگی مین چاہا کہ اپنا دار مسکینون کے واسطے صدقہ کردے تو یہ جائز ہے تو فرمایا کہ اگر وہ شخص ایسے حال مین مرا کہ یہ دار اُسکے قبضہ مین ہے تو یہ اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہوجائیگا اور یہ نہین فرمایا کہ یہ جائز نہین ہے اور جائز نہین ہے اسواسطے نفرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک وقف اسکو کہتے ہین کہ اصل چیز وقف کنندہ کی ملک رہے اور اُسکا غلہ و پھل و منفعت دار کو (اراضی) صدقہ کیجاوے پس مثل عاریت کے ہوا اور عاریت جائز ہے مگر لازم نہین ہوتی ہے چنانچہ اگر معیر مرگیا اور یہ وقف موجود ہے تو اُسکے وارثون کی میراث ہوجائیگا پس ایسا ہی حال امام اعظم رح کے نزدیک وقف کا ہے - تب مین نے کہا کہ آیا اس باب مین کوئی حیلہ ہے کہ یہ صدقہ جائز ہوجاوے اور کوئی اُسکو باطل نکرسکے تو فرمایا کہ یون کہدے کہ اگر وارث یا سلطان کوئی اس صدقہ کو باطل کرنا چاہے تو یہ میرے تہائی مال سے وصیت ہے کہ فروخت کرکے اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ کردیا جاوے - پس اس سے صیانت حاصل ہوجائیگی اسواسطے کہ جو شخص اسکو توڑنا چاہیگا اُسکو معلوم ہوگا کہ مجھے اسکے باطل کرنے سے کچھ حاصل نہوگا پس وہ باطل بھی نہ کریگا - پس امام اعظم رح نے حیلہ کی تعلیم مین یہ فرمایا کہ یون کہے کہ یہ میرے تہائی مال سے وصیت ہے کہ فروخت کرکے اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ دیا جاوے اور یہ نہین فرمایا کہ یون کہے کہ یہ میری وفات کے بعد وقف و صدقہ ہے کہ اگر وقف مضاف بما بعد زمانہ موت اُنکے نزدیک جائز لازم ہوجاتا کہ تہائی مال سے برآمد ہو تو وقف مضاف بجانب زمانہ بعد موت کے وصیت کے معنی مین ہوگا حالانکہ اعیان شیخ ابن ابی لیلے کا یہ مذہب ہے کہ غلہ و پھلون کی وصیت جائز نہین ہے پس شاید اسکا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور مین ہو جو مذہب ابن ابی لیلی کا قائل ہے پس وہ اسکو باطل کردیگا اسی واسطے جو کچھ امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے وہ اسی قول سے احتراز ہونے کے واسطے فرمایا ہے - پھر مین نے کہا کہ پھر اسکو کیونکر لکھے تو فرمایا کہ یون لکھے کہ یہ تحریر اُس عہد کی ہے جو فلان نے اپنی زندگی مین عہد کیا کہ اُسنے اپنا دار واقع محلہ ہے فلان کو اللہ تعالے عزوجل کے واسطے صدقہ موقوفہ کردیا ایسا ہی امام اعظم رح و اُنکے اصحاب تحریر کرتے تھے - در طحاوی و خصاف یون لکھتے تھے کہ یہ تحریر اُس تصدق کی ہے جو فلان بن فلان نے صدقہ کیا اور شیخ ابوزید شروطی یون لکھتے تھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے ہین کہ فلان نے اپنا پورا دار صدقہ کیا - اور بعضے متاخرین لکھتے ہین کہ یہ تحریر از جانب فلان ہے - اور اکثر متاخرین لکھتے ہین کہ یہ تحریر وقف و صدقہ ہے - اور یہ سب عنوان جائز اور اچھے ہین - اور امام محمد رح نے اپنی تحریر مین دار صدقہ شدہ کو بوصف فارغ تحریر نہین کیا - اور طحاوی و خصاف رح لکھتے تھے کہ یہ دار فارغ ہے - اور یہ اچھا ہے اسواسطے کہ اگر دار وقف شدہ خالی و فارغ نہوگا - تو جسکے نزدیک متولی کو سپرد کرنا صدقہ موقوفہ کی صحت کے واسطے شرط ہے جائز نہوگا پس اتنا

زیادہ کرنا ضرور ہو تاکہ اس قول سے احتراز ہو جاوے پھر فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل کے واسطے صدقہ موقوفہ کر دیا اور یہ اسواسطے فرمایا تاکہ یہ صدقہ دوسرے صدقہ مقیدہ سے ممتاز ہو جاوے اور طحاوی و خصاف یوں لکھتے تھے کہ اللہ تعالے عزوجل کے واسطے صدقہ موقوفہ موبدہ محررہ محتسبہ تبتلہ محفوظہ بشروط خویش سبیلہ یعنی اسنے وہ مذکورہ تحریر ہذا پر فروخت جاری رہے نہ فروخت کیا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور نہ کسی وجہ سے تملیک کیا جاوے اور نہ کسی طرح تلف کیا جاوے اپنے حال پر قائم رہے اور نہ میراث ہووے یہانتک کہ اللہ تعالے جل شانہ اسکا وارث ہو جسکے واسطے آسمان و زمین کی میراث ہے اور وہی بہترین وارثان ہے پھر فرمایا کہ بدین شرط کہ اسکو اجارہ پر دے اسواسطے کہ اسنے اسکی آمدنی صدقہ کر دینے کی وصیت کی ہے اور آمدنی صدقہ کرنا بدون اجارہ دینے کے نہیں ہو سکتی ہے پس امام محمد رح نے اجارہ کو مطلقاً ذکر فرمایا اور یہ اسوقت ٹھیک پڑیگا کہ جب متصدق نے اجارہ مطلقہ کا قصد کیا ہو نہ سال بسال اجارہ پر دیا جاوے تو تحریر مین لکھنا چاہیے کہ بدین شرط کہ سال بسال اجارہ پر دیا جاوے اس سے زیادہ مدت کے واسطے نہ دیا جاوے اور جب ایک سال منقضی ہو جاوے تو دوسرے سال کا اجارہ منعقد کیا جاوے پھر لکھے کہ اسکا کرایہ مساکین کو صدقہ دیدیا جاوے تاکہ مصرف بتصریح معلوم ہو جاوے پس ضرور ہے کہ یوں تحریر کرے کہ اور اسکا کرایہ ہمیشہ مساکین کو تقسیم کیا جاوے اسواسطے کہ صحت وقف کے واسطے سب کے نزدیک دوام شرط ہے سوائے قول امام ابو یوسف رح کے اور اگر اسنے یہ نہ لکھا کہ اسکا کرایہ مساکین کو صدقہ دیا جاوے تو عام مشائخ کے نزدیک جنھون نے وقف مذکور جائز رکھا ہے وقف جائز ہوگا اور بنا بر قول یوسف بن خالد کے جائز نہوگا اسواسطے کہ لفظ صدقہ اس امر پر دلالت نہین کرتا ہے کہ اسنے تمام مسکینون کو مراد لی ہے پس مسکین واحد پر صدقہ کر دینا جائز ہوگا حالانکہ اگر مسکین واحد پر وقف کرے تو یہ وقف جائز نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ یہ تملیک نہین ہو سکتا ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک جنھون نے ایسا وقف جائز رکھا ہے اسی صورت مین یہ ہے کہ لفظ صدقہ دلالت کرتا ہے کہ اسنے جنس مساکین کو مراد لیا ہے کیونکہ اسنے مطلق کہا ہے اور کسی ایک کو معین نہین کیا ہے پس ایسا ہو گیا کہ گویا اسنے تصریح کر دی آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ قولہ مالی صدقہ تسبیلہ میرا مال صدقہ اور قولہ مالی صدقہ فی المساکین یعنے میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے ان دونون قولون مین کچھ فرق نہین ہے لیکن ہر گاہ اس مسئلہ مین اختلاف ٹھہرا تو مساکین کے لفظ سے تصریح کرنا ضرور ہوا تاکہ حد اختلاف سے نکل جاوے اور اگر صدقہ کرنے والے نے چاہا کہ مسلمان فقیرون و مسکینون پر صدقہ کیا جاوے تو لکھے کہ اسکا کرایہ و آمدنی مسلمانون مین سے فقیرون و مسکینون و اہل حاجت کو ہمیشہ صدقہ دیا جاوے بدین شرط کہ جو اس وقت مین اسکا متولی ہو وہ اپنی رائے سے جن چاہے ان لوگون کو برابر تقسیم کرے اور چاہے بعض کو زیادہ اور بعض کو کم دے لیکن اسکا قصد اس صورت مین فضیلت و طلب مزید ثواب ہو اور امام محمد رح نے اس تحریر مین ذکر نہین فرمایا کہ اسکی اصلاحات سے متولی پہلے اسکی شکست و ریخت و مرمت و اصلاح کریگا اور جو اسکی آمدنی سے بڑھا ہو اسکی درستی کریگا اور قیم کی اجرت دیگا اور تمام اسکی ضروریات مین خرچ کریگا پھر جو باقی رہیگا وہ مسکینون کو صدقہ دیگا اور عامہ اہل شروط تحریر کرتے ہین کہ جو کچھ اسکی آمدنی سے بڑھا ہو اسمین سے اسکی مرمت و عمارت و اصلاح مین اور جو اسکی آمدنی سے بڑھا ہو اسکی تعلیم مین اور جو لوگ اسمین

کارندہ ہین اُنکی اجرت دینے مین خرچ کرے پھر اس سے جو بچے وہ مسلمان فقیرون و مسکینون کو ہمیشہ تقسیم کیا جاوے اور امام محمد رح نے جو اسکو صریح ذکر نہین کیا ہی سو اسواسطے نہین ذکر کیا کہ اقتضاءً یہ ثابت ہی اسواسطے کہ فرمایا کہ اُسکی آمدنی ہمیشہ مساکین کو صدقہ تقسیم کیجاوے حالانکہ ہمیشہ اُسکا کرایہ مساکین کو تقسیم کرنا بدون اسکے ممکن نہین ہی کہ پہلے اُسکی تعمیر و مرمت کیجاوے کہ قابل آمدنی کے ہوجاوے اور جو بات بدلالت اقتضاء ثابت ہووہ مثل صریح ثابت ہونے کے ہی۔ لیکن علامہ اہل شروط کہتے تھے کہ جو بات صریح ثابت ہو وہ اقتضاءً ثابت ہونے والی سے اقوی ہی۔ اور متاخرین اہل شروط ایامضی و باغ کے وقف مین یون تحریر کرتے ہین کہ بعد اداے خراج و مؤنت ضروری کے۔ اسواسطے کہ آمدنی حاصل ہونا بدون اسکے ممکن نہین ہی۔ اور دار و دکانون کی صورت مین تحریر کرتے ہین کہ بعد اداے مؤنت کے اور نوائب سلطانیہ موظفہ کے اسواسطے کہ یہ نوائب موظفہ بمنزلہ خراج کے ہوگئے ہین۔ پھر اسکے بعد تحریر کرے کہ کسی شخص کو جو اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لایا ہی یہ حلال نہین ہی کہ اس صدقہ کو رد کردے اور باطل کردے اور طحاوی خصاف رح اس عبارت پر تاکید اً زیادہ تحریر کرتے تھے کہ کسی شخص کو جو اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لایا ہی خواہ سلطان ہو یا حاکم یا کوئی اور آدمی ہو حلال نہین ہی کہ اس صدقہ مذکورہ تحریر ہذا مین تغیر و تبدیل کرے یا اسکو باطل کرے یا اسکے باطل کرنے پر کسی آدمی کی مدد کرے پھر اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ اپنے گناہ مین پھنسیگا اور صدقہ کرنے والے فلان کا ثواب و مزدوری موافق اُسکی نیت صدقہ و ثواب کے اللہ تعالی کے فضل و کرم پر ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ قولہ اور کسی شخص کو جو اللہ تعالے اور روز قیامت پر ایمان لایا ہی حلال نہین ہی کہ یہ صدقہ رد کردے یہ عبارت نہ لکھنی چاہیے اسواسطے کہ بنا بر قول امام اعظم رح کے اس صدقہ کا توڑ دینا جائز ہی اور جب توڑ دیا گیا تو مالک کی ملک مین ہوجائیگا جسطرح پہلے تھا اور توڑنے والا گنہگار نہوگا۔ پس بنا بر قول امام اعظم رح کے یہ کلمات در وقوع ہونگے اور در صورتیکہ یہ امر وقف مین شرط کیا جاوے تو اس سے وقف باطل ہوجائیگا۔ پھر اسکے بعد تحریر کرے کہ اور فلان صدقہ کرنے والے نے یہ وار مذکور فلان کو متولی امور صدقہ مذکور کرکے سپرد کیا اور فلان متولی نے اُس سے لیکر اسپر قبضہ کرلیا۔ اور متولی کے سپرد کرنے کا ذکر کرنا ضروری ہی۔ اسواسطے کہ متولی کا سپرد کرنا صحت وقف کے واسطے امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ضروری ہی۔ اور امام محمد رح نے اس تحریر کے آخر مین یہ نہین لکھا کہ اس متولی کو اختیار ہی کہ دوسرے وکیلون و وصیون کو مقرر کرے اور بجاے اُنکے اگر چاہے تو دوسرون کو تبدیل کرے حالانکہ اسکا تحریر کردینا چاہیے اسواسطے کہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ وصی متولی کو یا اختیار نہین ہی کہ دوسرے کو وکیل کرے الا اُس صورت مین کہ جب صدقہ کرنے والے نے اُسکو یہ اختیار دیا ہو جیسا کہ حالت زندگی کے وکیل کے حق مین حکم ہی اور اگر اُسکو وکیل کرنے کا اختیار دیا اور اُسنے دوسرے کو وکیل کیا تو اُسکو معزول نہین کرسکتا ہی الا اُس صورت مین کہ معزول کرنے کا اختیار اُسکو دیا گیا ہو۔ اور فرمایا کہ پھر لکھے کہ پس اگر سلطان وغیرہ نے اسکو روکیا یا کسی طعن کرنے والے نے طعن کیا تو یہ صدقہ اُسکے تہائی مال سے وصیت ہی کہ نافذ کیا جاوے اور اسکا ثمن مسکینون کو صدقہ دیا جاوے یہ تحریر اسواسطے ہی کہ یہ وقف اس امر سے محفوظ رہے کہ کوئی اُسکو توڑ دے جیسا کہ ہمنے پہلے ذکر کیا ہی۔ اور نیز اگر اسکے آخر مین کسی حاکم کا حکم لاحق کردیا جاوے کہ اُسنے اس وقف کی

صحت ولزوم کا حکم دیا ہے جسطرح ہمنے پہلے بیان کیا ہے تو اس سے بھی صیانت حاصل ہوجائیگی - صدر تحریر وقت جسکو شیخ نجم الدین نسفی رحمہ اللہ نے ایجاد کیا ہے - یہ تحریر اُس وقت کی ہے جبکہ وقف کیا اور صدقہ کیا [illegible] کیا بندہ ضعیف کہ نام کا [illegible] بامید قوی امید وار عفو ورحمت پروردگار فلان بن فلان نے خالصۃً لوجہ اللہ تعالے وطلب ثواب او تعالے و بامید رضاے الٰہی ونجات از عذاب وشدید عقاب او تعالی ہرگاہ اُسکے مقتضاے الٰہی سے اپنے آپ کو گرانبار پایا اور اسکی بخششون کا اپنے پاس انبار پایا در حالیکہ او تعالے شانہ نے اس ضعیف بندہ کو وہ نعمتین عطا فرمائی ہین جس سے اُسکی نظیر اور اشکال محروم ہین اور وہ نعمتین بخشی ہین جس سے اُسکے ابناے جنس مین سے سب فرزند وامثال محروم ہین - اللہ تعالے نے اسکو عزت وجاہت مین پیدا کیا اور فراخی وعیش اور وجاہت اور بلند نامی وحشمت مین اُسکی عمر گذاری اور اُسکا مرتبہ بلند کیا اور اُسکا ہاتھ کشادہ رکھا پھر اب وہ اپنے نفس کو شکستہ پاتا ہے اور حواس مین کندی پاتا ہے - کہ اوسکے پانون پھرتے ہین کام نہین دیتے ہین اُسکی قوتین جاتی رہین اور قبض کی چیزین ٹوٹ گئین اور شکر گزاری کم ہوئی اور شکایتین بڑھگئین اُسکے بال سپید ہوگئے اور کمر جھک گئی زوال کا وقت آگیا اور کوچ کا وقت نزدیک ہوا اور اُسپر واجب ہوا کہ اپنی دنیا سے آخرت کا سامان کرلے اور عاقبت کا توشہ یہان سے ساتھ لے اور کل کے روز کے واسطے اپنے پاس کی چیزون سے اچھی چیز پہلے بھونچا رکھے تاکہ اُسکی حاجت کے وقت کا ذخیرہ ہوا اور اُسکے فقر وفاقہ کا سامان ہوجاوے - اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ لن تنالوا البر حتے تنفقوا مما تحبون یعنے ہرگز نیکوکاری کے مرتبہ کو نہ پہونچوگے یہانتک کہ جنکو محبوب رکھتے ہو اُنسے خرچ کرو - اور ہرگاہ اُسکو اثار واخبار سے ثابت ہوا کہ جنت کے دروازہ پر تین سطرین لکھی ہین - اول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دوم بلدہ پاکیزہ ہے اور رب غفور ہے سوم آنکہ جو بھیجا کیا تھا وہ پایا اور جو پہلے بھیجا تھا اُس سے نفع اُٹھایا اور جو چھوڑ آئے وہ خسارہ رہا - اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کہتا ہے کہ یہ میرا مال وہ میرا مال حالانکہ تیرا مال کچھ مال بھی ہے الا وہی جو تو نے کھالیا سو فنا کردیا یا جو تو نے پہن لیا سو بوسیدہ کرڈالا یا صدقہ کردیا سو وہ باقی بھیجدیا ہے - اور حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکا حاصل یہ کہ قیامت کے روز مومن کے واسطے اُسکا صدقہ اُسکا سایہ ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکا حاصل یہ کہ صدقہ پروردگار کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے پس اس بندہ ضعیف نے جو کچھ اللہ تعالے نے دیا ہے اُسمین سے اُسکی رضامندی کے واسطے ابھی سے خرچ کرتا ہے بدین امید کہ اللہ تعالے اُسکو آیندہ ایسے وقت مین عطا فرماوے کہ جب وہ بے دست وپا آخرت مین محتاج ہوجاوے کہ یہ خرچ کیا ہوا اُسوقت آڑے آوے اور بدین امید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدہ فرمایا ہے وہ اس ضعیف کو بھی حاصل ہو چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکا حاصل یہ ہے کہ آدمی اپنی موت کے بعد جو کچھ چھوڑتا ہے اُسمین سے تین چیزین بہتر ہین ایک اولاد صالح جو اُسکے واسطے خضرت کی دعا کرے اور دوسرا صدقہ جاریہ کہ برابر جاری ہے اور اُسکا ثواب اس صدقہ کرنے والے کو پہونچتا رہتا ہے اور تیسرا علم کہ اُسکے بعد دوسرے اُسکے سکھلانے پر عمل کرتے ہین - پس اس بندہ ضعیف نے تہ دل سے چاہا کہ یہ بھی منجملہ اُن لوگون کے

ہو جاوے جنکے عمل منقطع نہیں ہوتے ہیں اگرچہ موت آجاوے پس اسنے اپنے خالص مال اور حلال کمائی سے فلان چیز وقف کردی الی آخرہ واللہ تعالی اعلم - وقف نامہ قدیم طویل مدرسہ بنانے اور اُسکے خرچ کے واسطے وقف کرنے کے بیان میں - یہ تحریر اُس وقف میں ہے کہ جسکو جسکے لئے اللہ تعالی خاقان اجل سعید ملک مظفر مؤید عدل عماد الدولہ تاج الملۃ طمغاج بعیر افراخان ابو اسحق ابراہیم بن نصر سیف خلیفہ اللہ تعالے امیر المومنین و اعلی اللہ تعالی امرہ واعز نصرہ نے بغرض تقرب بسوے رب جلیل وطلب ثواب جزیل وگریز از عقاب وتنکیل ورغبت در وعدہ جمیل کہ محکم تنزیل سے واضح ہے یعنے قول اللہ تعالی سے کہ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ہو خیرا و اعظم اجرا یعنے جو نیک چیز اپنے ذات کے واسطے تم لوگ پہلے بھیج رکھو اُسکو اللہ تعالے کے پاس اس سے بہتر اور بڑا پاؤگے اور اخبار میں نبی مختار صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس سے اُسکے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں الا تین صورتوں میں ایک ولد صالح جو اُسکی وفات کے بعد اُسکے حق میں دعاے خیر کرے اور صدقہ جاریہ کہ برابر جاری ہو اور اُسکا ثواب صدقہ کرنے والے کو پہونچے اور تیسرا علم جسپر لوگ عمل کریں پس اسنے پسند کیا کہ میں بھی اُن لوگوں میں مندرج ہوں جنکے عمل منقطع نہیں ہوتے ہیں اور اپنے نفس کے واسطے کوئی چیز بھیج رکھوں جو اللہ تعالے کے نزدیک یاؤں اور آخرت کا توشہ ہو اور قیامت کا ذخیرہ ہو جس روز ہر نیکو کار اپنا کار خیر آنکھوں کے سامنے پاوینگا پس ایک مدرسہ بنانے کا حکم دیا کہ مجمع اہل علم ودین ہو متصل مسجد جامع ہو مشتمل مسجد وجاہاے درس اور مکتب تعلیم قرآن شریف ہو اور ایک جگہ ایسی ہو جہاں لوگ قرآن تلاوت کریں اور ایک جگہ مورب کے واسطے ہو جہاں وہ لوگوں کو علم ادب سکھلاوے اور چند دار ہاے صغیرہ ہوں اور صحن ہو اور باغ ہو اور اُسنے اسمیں جو امور موافق علم کے ایسے معدقات کی صحت کے واسطے بروجوہ مذکورہ چاہیے ہیں سب جمع کردیے اور یہ سب شہر سمرقند کے اندر ایک جگہ پر جسکو باب الحدید کہتے ہیں واقع ہے اور اُسکے حدود اربعہ میں ایک حد شارع عام ہے دوم ملازق میدان منسوب بخاتون ملکہ بنت طرخان ملک وملازق فارقین ہے جو اُنکے مشہد پر وقف ہے اور سوم ملازق ایک منزل کے جو طالب علموں پر وقف ہے اور ملازق منزل احمد المقصص وملازق منزل ابو القاسم بن عطاء و متصل بچاروں منسوب بخاتون ملکہ ہے اور چہارم ملازق منزل منسوب بخاتون ولی انجلتاشی وملازق خانقاہ منسوب بامیر نظام الدولہ وملازق منزل منسوب بخاتون ملکہ ترکان خاتون وملازق طریق ہے اور اُسی طرف سے اُسمیں داخل ہونے کا دروازہ ہے پس اُسنے چاہا کہ یہ خیر اُسکی طرف سے برابر برسوں جاری رہے بذریعہ اوقاف صحیحہ کے جو اس مدرسہ پر اور سبیل خیر اور نیک کاموں پر وقف ہیں پس اُسکی نیت خیر وارادہ دلی کے موافق جاری رہے پس اُسنے تمام یہ مدرسہ محدود معہ اُسکی متصلات کے جنکے حدود اس تحریر میں مذکور ہیں واسطے کارہاے خیر کے جو اُسمیں انجام پاویں اور تمام سراے خالص جسمیں دارہاے خرد وصفلات ہیں اور کمانیں رکھنے کی جگہیں ہیں اور حوضہاے خرد وحجرات خرد وچار دوکانیں اُس سے متصل جنمیں تین دوکانیں اسکے اندر جانے والے کے بائیں جانب پڑتی ہیں اور ایک دوکان داہنی جانب پڑتی ہے اور یہ سراے معروف بسراے نیم بلاس نزد بازار سمرقند در محلہ زرکوبان بکوچہ مفلس ہے اور تمام سراے خالص جو مشتمل ہے پانچ دارہاے خرد وتین حجرات وتین غرفات اور پانچ بیوت اسوا اور تین دوکانیں

جو اُسکے دروازہ سے متصل ہین ۔ بازار سعد سمرقند سے دائین جانب محلہ راس الطاق کے کوچہ معروف بکوچہ شیر فروشان مین واقع ہی اور تمام سرائے خالص جو مشتمل ہی آٹھ دارہاے خرد و دارہاے کلان اور پندرہ غرفات اور بیوت اہوار پندرہ عدد اور دو بیت الخلا اور چار دوکانین متصل سرائے مذکور واقع بازار سعد سمرقند بمحلہ راس الطاق کوچہ عباد مین ہی اور تمام دارہاے کبیرہ معہ سفل و علو کے جو سرائے معروف بسرائے خانسامانی مین ہی جو بازار سعد سمرقند کے محلہ راس الطاق مین شارع دریب منارہ مین واقع ہی اور دیوارہاے مذکورہ اس سرائے کے اندر جانے والے کے دائین ہاتھ پڑتے ہین اور تمام جو اُسکے اوپر واقع ہین اور پانچ حجرے یکدریہ جو اُسکے وسط مین ہین جو متصل بسرائے مذکور ہین اور تمام حجرات کبیرہ یکدریہ جو اس سرائے سے متصل ہین اور اُسکے اوپر چڑھنے والے کے بائین ہاتھ پڑتے ہین اور تمام حمام معروف بحمام مروان واقع بازار سعد سمرقند محلہ راس قنطرہ عاہرہ کوچہ حماد اور تمام خانہاے کاشتکاران و بیت الطراز و باغ کرم و دستابر و مزارع و مداسات جو کہ سب قریہ حرمجہ یرگنہ انبار گرد شہر سمرقند مین واقع ہین اور تمام اراضی جو اس دیہ کے حدودین کے ٹیکرون سے متصل ہی اور یہ سب شہر سمرقند کے پرگنہ انبار گرد کے نواح مین واقع ہی ۔ پس سرائے معروف بمحلہ راس کی ایک حد اور دوسری و تیسری و چوتھی چنین و چنان اور علی ہذا سب محدودات کے حدود اربعہ بیان کر دیے گئے ہین پس جناب خاقان الی آخر القابہ موصوفہ تحریر ہذا نے اپنی زندگی و وفات کے بعد تمام یہ محدودات مذکورہ تحریر ہذا معہ اُسکے سب حدود و حقوق و مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین اور معہ اُسکے راستون و مسالک راہون کے ساتھ جو اُسکے حقوق سے ہین و معہ اراضی سراہاے مذکورہ دو دکانہاے مذکورہ و توابیت ترکیہ و بیوت اہوار و بیوت الخلا و دارہاے خرد و حجرات و غرفات و انکی عمارتین و لکڑی و دیوارین و انکا سفل و علو و چھتین و دھنیان و جھانپین و اسطوانات و دروازے کواڑ و خشتہاے پختہ و زمین حمام و بیوت اسکی و چھتین و لکڑیان و اسکی دیوارین و پختہ اینٹین و پانی کی دیگین و انبوبہ جات و راکھ ڈالنے کی جگہ و مزبلہ اور جہان اُسکا پانی گرتا ہی و اُسکا حوض اور اُسکے پانی بہنے کے مجاری جو اُسکے حقوق سے ہین ۔ اور کاشتکارون کے گھرون کی زمین و عملہ اور عقارات مین جو درخت قائم ہین و درختان انگور و اغراس اور باغ و اراضی کی نہرین و سواقی و انکا شرب معہ مجاری کے جو اُسکے حقوق سے ہین و مداسات منسوبہ بجانب اراضی و باغ مذکور جو اُسکے حقوق سے ہین اور پانی کے جاری ہونے کی راہین جو اُسکے حقوق سے ہین و اُسکے متعلقہ ہر قلیل و کثیر کے جو ان محدودات مین اور انکی جانب منسوب ہی جو اُسکے حقوق سے ہی اسمین داخل ہی اور اس سے خارج ہی یہ سب بصدقہ صحیحہ نافذہ واجبہ بتہ تبتلہ مؤبدہ محرمہ محتسبہ ای جنۃ للہ عز و جل صدقہ کیا انمین سے کسی چیز مین اس صدقہ کرنے والے کو رجوع نہین ہی اور نہ یہ سب چیزین فروخت کی جاوین اور نہ ہبہ کی جاوین اور نہ رہن کی جاوین اور نہ مملوک کی جاوین اور نہ کسی وجہ تلف سے تلف کی جاوین بلکہ اپنے حال پر و اپنی اصل پر قائم و جاری رہین اور اپنے مصارف و وجوہ مذکورہ تحریر ہذا کے طور پر انکا عملدرآمد ہوتا رہے اور انکا کوئی وارث ہونے کے یہانتک کہ اللہ تعالی ہی جو وارث زمین و آسمانے روے زمین کا ہی انکا وارث ہو اور وہی بہترین وارثان ہی بدین شرط صدقہ کیا کہ یہ سب چیزین صدقہ کی گئی ہی جسطرح کہ اس تحریر مین مفصل مذکور ہی اپنے اپنے طریقون سے کرایہ پر چلائی جاوے اور مقاطعہ پر اور مساقات و مزارعت پر دیجاوے جس سے آمدنی حاصل ہو خواہ ماہواری یا سالانہ لیکن انمین سے کوئی چیز ایک سال سے زائد کے واسطے نہ دی جاوے اور کوئی عقد مزارعت اٹھارہ سنے سے زائد کا قرار نہ دیا جاوے نہ ایک

عقد سے اور نہ کئی عقد سے اور بدون اس مدت کے گذرنے کے اسپر کوئی عقد جدید نہ کیا جاوے اسی طرح اسکا کام برابر
جاری رہے اور کبھی کسی ذی شوکت وحشمت کو جسکی طرف سے اس صدقہ کے ابطال کا یا اسکے وجوہ مشروطہ تحریر ہذا سے
متغیر کرنے کا خوف ہوا بارہ پرندیا جاوے پس جو کچھ اللہ تعالے اسکی حاصلات روزی کرے اسمین سے پہلے
اسکے انواع تعمیر وقابل مرمت کے مرمت و مستر اد آمدنی واداے مؤنات مین اور موافق رائے قیم صدقہ ہذا کے
جدید پودے ان عقارات مین لگائے جائے ہین اور گر ما مین مدرسہ مذکورہ تحریر ہذا کے واسطے بوریہ وچٹائیان
اور سرما مین پیال وگھاس وغیرہ خریدنے مین جسقدر کی ضرورت ہو صرف کیا جاوے اور درختان عقارات داخلہ
صدقہ ہذا مین سے جن درختون کے کاٹنے کی اس مدرسہ مذکورہ یا کسی اور محدود مذکورہ صدقہ ہذا کی تعمیر مین
ضرورت ہو بنا برراے قیم صدقہ ہذا کے کاٹے جا سکتے ہین اور جو درخت اسکے خشک ہو جاوین یا خراب ہونے پر ہون
وہ فروخت کیے جاوین اور اُنکا ثمن بھی اسکی باقی آمدنی مین شامل ہو کر موافق مشروط مذکورہ صدقہ ہذا کے براے
قیم اُسکے مصارف مین صرف کیا جاوے پھر باقی آمدنی حاصلہ مین سے ہر شخص کو جو اس صفقہ کے کامون کا پابند رہ
ہو اُسکو سالانہ ہزار درم موجد بہ عدلیہ اسمیہ النقد شہر سمرقند جو اس صدقہ کے واقع ہونے کے روز ہو دیے جاوین اور جو شخص
فقیہ عالم اس مدرسہ مین حنفی مذہب ہو اور واسطے تعلیم مذہب حنفیہ کے بیٹھے اسکو سالانہ اسی نقد مذکور سے تین ہزار
چھ سو درم کہ ماہواری تین سو درم ہوتے دیے جاوین اور اس مدرسہ کے طالب علمون کے لیے جو مذہب حنفی کی
تعلیم چاہین اس نقد مذکور سے سالانہ اٹھارہ ہزار درم کہ ماہواری ایک ہزار پانچ سو درم ہوے نکالے جائین جنکو مدرس
مدرسہ مذکور اپنی راے سے ان طالب علمون مین تقسیم کرے چاہے مساوی ہر ایک کو دے یا بعض کو زیادہ اور بعض کو
کم دے یا بعض کو دے اور بعض کو محروم رکھے لیکن ان سب صورتون مین کسی طالب علم کو ماہواری تیس درم مذکور سے
زائد نہ دیوے اور جو شخص یہ وظیفہ ان طالب علمون کو تقسیم کرنے پر مامور ہو اُسکو سالانہ چھ سو درم مذکور کہ ماہواری پچاس
درم ہوے دیے جاوین جو شخص اس مدرسہ مین تعلیم علم ادب کے واسطے بیٹھے اور وہ ادیب لائق پسندیدہ ہو کہ
طالب علمون کو ادب کی تعلیم کرے اُسکو اس نقد مذکور سے سالانہ بارہ سو درم کہ ماہواری سو درم ہوتے دیے جاوین
اور اس مدرسہ کے مکتب مین جو شخص قرآن شریف کی تعلیم کے واسطے ہو اور وہ لوگون کو قرآن مجید کی تعلیم کرے
اُسکو سالانہ بارہ سو درم کہ ماہواری سو درم ہوے دیے جاوین ومقری عالم بقرآن وروایات کو جو لوگون کو اس مدرسہ
مین تعلیم قرآن عزیز کرے اس نقد سے سالانہ ڈیڑھ ہزار درم دیے جاوین کہ ماہواری قسط ایک سو پچیس درم ہوے
اور چار قاریون کو جو اس مشہد مذکورہ تحریر ہذا مین قرآن شریف پڑھین اس نقد سے سالانہ تین ہزار درم کہ ہر ایک
کو سالانہ ساڑھے سات سو درم ہوے دیے جاوین اور اس مدرسہ اور مسجد و مشہد وطالب علمون کے حجرات و
بیت الخلا مین چراغ وقندیلین روشن کرنے کے واسطے تیل خریدنے مین اس نقد مذکور سے سالانہ سات سو
درم خرچ کیے جاوین اور اس مدرسہ کے برف پلانے کے سقایہ مین برف خریدنے مین ہر گرمی مین چار سو
درم صرف کیے جاوین اور اس مدرسہ مین ہر سال کے رمضان شریف کی شبہاے رمضان مین ضیافت کے واسطے
روٹی وگوشت خریدنے مین اس نقد مذکور مین سے تین ہزار تین سو پچاس درم صرف کیے جاوین اور ہر سال کے
ایام قربانی مین اضحیہ خریدنے کے واسطے اس نقد مذکور مین سے ہزار درم خرچ کیے جاوین جسمین سے پانچ سو درم

سے ایسی گایون جو قربانی کے لائق ہین جسقدر اسنے داموں سے ممکن ہو سکین خریدی جاوین اور اس صدقہ کنندہ مذکورہ تحریر ہذا کی طرف سے نیت کرکے قربانی کی جاوین اور انکا سب گوشت وغیرہ فقیرون ومحتاجون کو بانٹ دیا جاوے اور باقی پانچ سو درم کے عوض جتنی بکریان لایق قربانی کے خریدی جا سکین خریدکر اس صدقہ کنندہ کے والد کی طرف سے نیت کرکے قربانی کردی جاوین اور انکا گوشت وپوست وغیرہ مسکینون محتاجون کو بانٹ دیا جاوے اور ہر عاشورا مین اس نقد مذکور سے پچاس نفر محتاج ومسکینون کا کپڑا خرید دیا جاوے اور اس مدرسہ مین رہنے والون کے شام کی ضیافت کے لیے روٹی وگوشت وغیرہ خرید اجاوے اور اسمین ہزار درم صرف کیے جایا کرین اور دو شخص ایسے مامور کیے جاوین جو مدرسہ مذکور ومسجد ومشہد مذکور کی خدمت کرین کہ دروازہ بند کیا کرین کھولا کرین اور جھاڑو دیا کرین اور جہان مٹی بھرنے کی ضرورت ہو وہان پاٹ دین اور بوریہ وچٹائیان بچھوادین ولپیٹا کرین اور پیال وگھاس ڈالین اور جب اٹھانے کی حاجت ہو تو اسکو اٹھا ڈالین اور بیت الخلا کو پاک کرین اور نہانے کا وضو خانہ وشام چراغ وقندیلین روشن کیا کرین جہان جہان جسوقت حاجت ہو اور ان دونون کو سالانہ اس نقد سے بارہ سو درم ہر ایک کو چھ سو درم سال دیے جاوین اور اس مدرسہ کے مدرس کی پسند سے ایک شخص اہل فقہ وصلاح وامانت مین سے ایسا مقرر کیا جاوے کہ اسکو اس مدرسہ کے مشہد کے امور کی اصلاح سپرد ہو کہ وہ اسکی نگہبانی کرے اور یہین رہا کرے اور اس مدرسہ کے کتب خانہ کی حفاظت کرے اور اسکی دیکھ بھال وغیرہ پر دانست رکھا کرے اور جو اس مدرسہ ومشہد کی خدمت کے واسطے مامور ہی اسکا معین ہو اور اسکو اس نقد سے سالانہ بارہ سو درم کہ ماہواری سو درم ہوے دیے جاوین اور اگر مدرس مدرسہ کی راے مین آوے کہ اس کام کے واسطے دو آدمی مقرر ہون کہ ایک اسکے کتب خانہ کی غور وپرداخت کرے اور دوسرا بانی امور کی اصلاح کرے اور دونون اس مدرسہ مین رہا کرین تو اسکا اختیار اس مدرسہ کے مدرس کو ہوگا اور وظیفہ مذکورہ بارہ سو درم باستصواب راے مدرس موصوف ان دونون کو برابر برابر کم وبیش دیا جائیگا۔ اور اس نقد کی قیمت جو اس تحریر مین مذکور ہی بروز وقوع وقف ہذا ہر سیتالیس درم ایک مثقال سونا ابریز خالص ہی پھر اگر کسی زمانہ مین اس نقد مین کمی وبیشی کا تغیر ہو جاوے تو نقد جدید کو دیکھکر بسقدر نقد جدید بمعاوضہ ہر ایک مصرف کے نقد مذکور کے ان مصارف سے جو اس تحریر مین مذکور مین پڑتا ہو اسقدر ان جدید درمون سے دیا جاوے پھر اگر ان مصارف مین اس وقف کی آمدنی خرچ کرنے کے بعد کچھ بچتا ہو تو جو شخص اس وقف کا قیم ہو اپنی راے سے اراضی وباغات وغیرہ آمدنی کی چیز مین اس وقف مین خرید کرکے بڑھادے اگر اسکی راے مین یہ امر قرین صواب ہو پھر اس زیادت خریدشدہ کی آمدنی کا مصرف اسی طریق سے ہوگا جو اصل صدقہ کی آمدنی کا مصرف ہی اور اگر کسی سال کی آمدنی مین ان وجوہ مصارف کے صرف سے کمی ہوئی تو بقدر کمی کے ہر ایک مصرف سے حصہ رسد کمی کردی جاوے اور باوجود اچھی تلاش وجستجو کے ان لوگون مین سے جو اس تحریر مین مذکور ہین بعضے نہ بتائے گئے تو جو مال اسکے واسطے بیان کیا گیا ہی وہ باقی مصارف کی مقدار بیان کردہ پر حصہ رسد پھیلا دیا جاویگا اور اگر قیم وقف ہذا کی راے مین آیا کہ اس سے اور اور ایسے اسباب پیدا کرے جسکی آمدنی اس اصل صدقہ کی آمدنی کے موافق اسمین شامل ہو کر خرچ ہوا کرے تو وہ اس مقدار سے ایسا ہی کرے پس اس صدقہ کا نام بذریعہ اس طریق جاری رہے اسمین کچھ تغیر نہو یہانتک کہ اللہ تعالی ہی اسکا وارث ہو جو زمین ورو زمین کی چیزون کا وارث ہی

اور وہی بہترین وارثان ہو اور اگر کسی وقت مین اس مدرسہ کی ضرورت نہ رہے اور اُسکا اعادہ بر حال اول ممکن نہو تو اسکا خرچہ سمرقند کے محتاج طالب علمون کو جو معتقد مذہب امام ابوحنیفہؒ ہون تقسیم کیا جاوے اور اگر طالب علمون مین ایسے نہائے گئے جنکے صرف مین یہ حاصلات آوے تو ایسی صورت مین ہمیشہ محتاج مسلمانون کو تقسیم کیا جاوے ۔ اور البتہ اس صدقہ کنندہ نے یہ سب مال اپنے قبضہ سے نکالکر ابوطاہر عبدالرحمن بن الحسن الخزانی کے قبضہ مین دیدیا اور اُسکو اس صدقہ کے امور کا قیم بنایا اور اُسکو نصیحت کی کہ اس معاملہ مین تقوی اللہ تعالی اپنا شعار کرے اور اداے امانت اپنا وتار کرے اور خیرخواہی اپنا حصار کرے اور اُسکو مقرر کیا کہ اس صدقہ کے امور کو اسکے شرائط و طریقہ کے موافق انجام دے اور اسکے ذمہ شرط لگادی کہ ان امور مذکورہ مین کچھ تغیر و تبدل نہ کرے اور اس قیم مذکور نے اس سب پر بقبضہ صحیحہ خالی از موانع تسلیم و قبضہ کے قبضہ کر لیا پھر اگر یہ قیم ذاصل بحق قائم ہوا یا بجاے اسکے دوسرے قیم کے قائم کرنے کی ضرورت کسی وجہ سے پیش آئی تو اسکا اختیار اس مدرسہ کے فقیہ مدرس کو ہو کہ اہل علم کے مشورہ سے جنکے قول پر سمرقند مین مدار فتوی ہی کسی مرد پرہیزگار صالح کو مقرر کردے اور اگر اس مدرسہ مین کوئی مدرس فقیہ نہو تو قاضی سمرقند کے سپرد یہ کام ہو اور سلطان کو یا کسی قاضی کو یا حاکم ذی اختیار کسی کو ملا نہین ہو اس آخرہ اور گواہون کی گواہی تحریر ہو آخر تک ختم کرے نوع دیگر اپنی اولاد پوتے در پوتے وغیرہ پر وقف کرنے کی صورت تحریر ۔ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنی اولاد پر وقف کرے تو اسمین چند صورتین ہین ایک یہ کہ اُسنے یون کہا کہ یہ میری زمین میری اولاد پر صدقہ موقوفہ ہی پس ایسی صورت مین اس وقف کے مستحق لوگ اُسکے پہلی پشت ہوگی یعنے اُسکی اولاد صلبی اس وقف کی حاصلات کو پاوینگی اور دوسری پشت اسمین داخل نہوگی یعنے اولاد پسر کو نہ ملیگی پس جبتک اُسکی اولاد صلبی سے کوئی باقی رہیگا تب تک اسکی آمدنی اُسی کو ملیگی اور جب کوئی نہ رہیگا تو اُسکی آمدنی فقرا کو تقسیم ہوگی اور دوسری پشت والون کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اور اگر پہلی پشت والا کوئی نہ تھا اور دوسری پشت والے پائے گئے تو اسکی حاصلات دوسری پشت والون کو ملیگی اور اس سے نیچے کی پشتون کو کچھ نہ ملیگا اور دوسری پشت والون اور اس سے نیچون کے درمیان وہی حال ہوگا جو پشت اول و پشت دوم کے درمیان مذکور ہوا اور اگر پشت اول و دوم مین کوئی نہ تھا اور تیسری اور چوتھی و پانچوین پشت پائی گئی تو تیسری کی ساتھ اُسکے نیچے والی چوتھی پشت و پانچوین پشت وغیرہ کے اگرچہ کثیر ہون سب شریک ہونگے ۔ اور وجہ دوم آنکہ اُسنے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد پر صدقہ موقوفہ ہی اور ایسی صورت مین پشت اول و دوم اسکے ساتھ مخصوص ہوگی اور پشت دوم سے پسر کی اولاد مراد ہی اور ان دونون کے ساتھ تیسری پشت شریک نہوگی ۔ اور وجہ سوم آنکہ اُسنے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد اور میری اولاد کی اولاد کی اولاد کی اولاد پر صدقہ موقوفہ ہی اور ایسی صورت مین قیاس یہ ہی کہ اس وقف مین بھی تین پشتین شریک ہون خاصۃً اور استحساناً سب پشتین داخل ہونگی اگرچہ کتنی ہی نیچی ہون ۔ اور وجہ چہارم آنکہ اُسنے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد پر صدقہ موقوفہ ہی حالانکہ اُسکی پشت مین کوئی اولاد موجود نہین ہی اور اُسکے پسر کی اولاد ہی تو ایسی صورت مین اُسکی حاصلات اُسکے پسر کی اولاد مین صرف کیجائیگی پھر اگر اُسکی پشت سے کوئی اولاد پیدا ہوگئی تو آیندہ سے اسکی حاصلات اُسکی خاص اولاد کو ملیگی اور وجہ پنجم آنکہ اُسنے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد اور اُن اولاد کی اولاد پر نسلاً بعد

نسلاً بعد نسل ہمیشہ کے واسطے جبتک اُنکی اولاد باقی رہے معہذا وقف صحیح ہو اور ایسی صورت مین اس وقف مین ہر اُسکی اولاد داخل ہوگی جو بروز وقف موجود تھی اور ہر اولاد جو بعد وقف کے حاصلات پیدا ہونے کے موجود ہوئی ہین - اور جو شخص انمین سے حاصلات پیدا ہونے کے پہلے مرگیا اُسکا حصہ ساقط ہو جائیگا اور جو بعد اسکے مرا ہو اُسکا حصہ اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہوگا اور بطن اعلیٰ اور بطن اسفل اسمین یکسان ہونگے لیکن اگر اُسنے کہا کہ بدین شرط کہ پہلے بطن اعلیٰ سے شروع کیا جاوے پھر اسکے بعد جو بطن اُس سے ملا ہوا نیچے ہے پس اگر ایسا کہا تو جب تک بطن اعلے مین سے کوئی موجود رہیگا تب تک نیچے والے بطن کو حاصلات مین سے کچھ نہ ملیگا اور اس جنس کے مسائل بہت ہین جنکو ہمنے کتاب الوقف مین تحریر کردیا ہے - پھر جبکہ یہ ارادہ کیا کہ اپنی اولاد و اولاد اولاد پر نسلاً بعد نسل وقف کرے تو وقف نامہ مین اسطرح نہ لکھے کہ اُسنے اپنی اولاد و اولاد اولاد پر نسلاً بعد نسل ہمیشہ کے واسطے وقف کیا ہے بعد ازانکہ یہ مرجاوے اسواسطے کہ ایسی صورت مین اُسکی اولاد صلبی کے واسطے وقف جائز نہوگا کیونکہ یہ بمنزلہ اسکے ہوگیا کہ اُسنے وارث کے واسطے وصیت کی حالانکہ وارث کے واسطے جو وصیت ہو وہ بدون اجازت باقی وارثون کے جائز نہین ہوتی ہے لیکن اولاد کی اولاد کے واسطے یہ وقف جائز ہوگا اسواسطے کہ پسر کا پسر بحالت زندگی پسر کے یعنی اپنے باپ کے وارث نہین ہوتا ہے بلکہ یون لکھنا چاہیے کہ اُسنے اپنی اولاد و اولاد کی اولاد کے واسطے وقف کیا یعنی بدون اسکے کہ اضافت وقف بزمانہ مابعد موت ہو اور بدون اسکے کہ اُسکے واسطے وصیت ہو پس ایسی تحریر سے یہ وقف بنا بر قول ایسے امام کے جو اولاد صلبی کے واسطے وقف کو جائز فرماتا ہے بدون اضافت بزمانہ بعد موت کے (بدون وصیت کے جائز ہوگا اور یہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہے اسواسطے کہ صاحبین رح کے قول پر اُسکا پسر صلبی وقف کنندہ کی زندگی مین مستحق حاصلات ہے حالانکہ زندگی کی حالت مین استحقاق بطریق وصیت نہین ہوسکتا ہے پس اُسپر وقف صحیح ہوگا اور بسبب وقف کنندہ کی موت کے باطل نہوگا اور رہا بنا بر قول امام اعظم رح کے وقف بدون اضافت بزمانہ بعد موت کے جائز نہین ہے یا بعد موت کے اُسکے حق مین وصیت ہو اور بنا بر ین یہ وقف وارث کے حق مین وصیت ہوگیا پس امام کے نزدیک اولاد صلبی پر یہ وقف بالکل صحیح نہوگا لہذا ضرور ہے کہ اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے - پھر جو ہمنے ذکر کیا کہ اُسنے اپنی اولاد صلبی و اولاد اولاد پر اپنی زندگی مین وقف کیا تو اولاد اولاد کو پوری حاصلات نہ دی جائیگی جبتک کہ اولاد صلبی موجود ہے اسواسطے کہ وقف کنندہ نے اولاد اولاد کے واسطے پوری حاصلات نہین کی ہے جبتک کہ اولاد صلبی موجود ہو بلکہ سالانہ حاصلات تعداد اولاد صلبی اور تعداد اولاد اولاد پر تقسیم کیجائیگی پس جو کچھ اولاد اولاد کے حصہ مین آئیگا وہ اُنکے واسطے بوجہ وقف کے ہوگا اور جو اولاد صلبی کے حصہ مین آئیگا جو اُنکے واسطے بطریق میراث ہوگا - حتے کہ اُنکے ساتھ وارثان دیگر مثل شوہر یا جورو وغیرہ کے شریک ہونگے اسواسطے کہ میراث کے ساتھ خصوصیت کسی وارث کی نہین ہوتی ہے پھر اگر اولاد صلبی سب مرگئی تو تمام حاصلات اولاد اولاد کے واسطے بوجہ وقف کے ہوجائیگی ایسا ہی ہلال رح نے اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ جواب ایسے امام کے قول پر ہے جو کسی وقت مین وقف سے خالی ہونا جائز رکھتا ہے حتے کہ فرمایا کہ اگر اُسنے اپنی ذات پر اور بعد اُسکے فقراء پر وقف کیا تو وقف جائز ہے - اور بنا بر قول ایسے عالم کے جو وقف سے خالی ہونا کسی وقت مین جائز نہین فرماتا ہے یہ وقف جائز نہوگا حتے کہ اُسنے اس مسئلہ مین فرمایا کہ فقیرون پر وقف جائز نہوگا - اور چاہیے کہ پوری

حاصلات بعد موت اولاد صلبی کے اولاد اولاد پر وقف ہوجاوے اسواسطے کہ اولاد صلبی کو جو اسکی حیات مین پہونچتا ہی وہ وقف نہین ہی اور وقف جبھی ہوگا کہ جب وہ مرجاوے کہ اُسکے مرنے پر اولاد اولاد کے واسطے وقف ہوجائیگا پس ایک زمانہ ایسا رہا کہ جسمین وہ وقف ہونے سے خالی رہا اور اگر اُسے اپنی اولاد پر حالت زندگی و بعد وفات کے وقف کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اولاد پر وقف صحیح نہین ہی اور یہ ظاہر ہی کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک حالت زندگی مین وقف کرنا لغو ہی اسواسطے کہ امام کے نزدیک حالت زندگی مین وقف صحیح ہوتا ہی نہین ہی پس حالت زندگی مین وقف کرنا خارج ہوگیا اور باقی رہا بعد وفات کے وقف کیا سو یہ وارث کے واسطے وصیت ہوگئی اور یہ ناجائز ہی اور بنا بر قول صاحبین رح کے مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے کہا کہ وقف نہین جائز ہی اسواسطے کہ وقف بعد موت کے وصیت ہی اور بعض نے کہا کہ جائز ہی اسواسطے کہ صاحبین رح کے موافق بعد وفات کے وقف کرنا لغو ہی اسواسطے کہ اسکا وہی فائدہ ہی جو مطلق وقف سے ثابت ہی اور اسکا بیان یہ ہی کہ صاحبین رح کے نزدیک حالت زندگی مین وقف مذکور بالور صحیح لازم واقع ہوا کہ واقف کی موت سے وہ باطل نہوگا جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہوچکا ہی پس اُسکا یہ کہنا کہ بعد وفات کے وقف کیا محض اس امر کی تاکید ہی جو مطلق وقف سے ثابت ہوا ہی پس موجب بطلان وقف نہوگا واللہ تعالے اعلم - نوع دیگر اگر اپنا نصف دار یا نصف زمین بطور شائع غیر مقسوم وقف کی تو بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے جائز ہی اور بنا بر قول امام محمد رح کے نہین جائز ہی پس اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرنا ضرور ہی - اور اگر زمین وقف کی اور تا حین حیات اپنی اُسکی تمام حاصلات اپنے واسطے شرط کی یا بعض حاصلات اپنے واسطے شرط کی اور بعد کو واسطے فقیرون کے وقف کیا تو امام محمد رح کے نزدیک وقف باطل ہی اور امام ابو یوسف رح کے موافق وقف صحیح ہی اس اختلاف کو ایسے طور سے اکثر مقامات مین بیان کیا ہی اور فقیہ ابو جعفر نے ذکر کیا کہ اگر اُسنے شرط کی کہ حاصلات خود کھائیگا تو امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی پس تحریر مین اسطرح لکھے کہ اس واقف نے شرط کی کہ جبتک زندہ ہی تب تک حاصلات خود کھائیگا اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اور اگر چاہا کہ جب تک زندہ ہی خود ہی اسکا متولی رہے تو لکھے کہ اس واقف کو اختیار ہی کہ جبتک زندہ رہے خود ہی اسکا متولی ہو - اور اسکی حاصلات کو کار ہاے خیر و ثواب مین موافق اپنی پسند کے صرف کرے تو یہ اختیار اُسی کو ہی دوسرے کسی کے واسطے نہوگا جسطرح چاہے اور ہرگاہ چاہے زندگی بھر ایسا کرے حالانکہ یہ محدود بحال خود صدقہ موقوفہ ہوگیا پھر جب وہ مرجاوے تو یہ صدقہ بہ شرائط مذکورہ جاری رہیگا - اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اور اگر اُسنے چاہا کہ اس صدقہ کو یا اسمین سے تھوڑے کو بحالت مصلحت فروخت کرسکے کہ اُسکی قیمت سے دوسری چیز کو زیادہ نافع ہی وقف کے واسطے خرید دے تو لکھے کہ اور اس واقف کو اختیار ہی کہ اس وقف مذکور کو فروخت کردے یا اسمین سے جسقدر چاہے فروخت کردے بشرطیکہ اُسکی بیع کو بہتر جانے اور اُسکا ثمن دوسری چیز کی خرید مین صرف کرے جو وقف کے واسطے زیادہ نافع ہووے پس اُسکو خرید کر اسکے بجاے قائم کرے اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اور اگر اُسکی راے مین آوے کہ اُسکو اسمین تغیر و تبدیل کرنے کا اختیار حاصل رہے تو لکھے کہ واقف کو اختیار ہی کہ اس وقف کے مصارف مین سے جسکے حق مین چاہے کمی کردے اور جسکو چاہے اسمین بڑھادے اور جسکو چاہے اسمین سے خارج کردے اور اُسکی جگہ جسکو چاہے داخل کرے اور اختیار ہی کہ جسکو نکالا ہی اُسی کو پھر اعادہ کردے اسمین اپنی راے سے عمل کرے اور جو شخص اس وقف کا قیم ہوگا اُسکو یہ اختیارات نہونگے کہ نہین اپنی راے سے عمل کرے سواے اس وقف کننده

کہ اسکو تا حین حیات اپنے یہ اختیارات ہین اور اگر وقت کنندہ کو حادثہ موت پیش آیا حالانکہ اُسنے اسمین سے کسی کے حق مین کوئی کمی یا زیادتی نہین کی ہی اور نہ کسی کو داخل و نہ کسی کو خارج کیا ہی اور نہ اسمین کسی امر مین کچھ تغیر و تبدل کیا ہی تو ایسی صورت مین یہ وقف ایسی حالت پر وقف رہیگا جیسا اُسنے وقف کرنے کے وقت اسکو وقف کیا ہی اور کسی کو پھر یہ اختیار نہوگا کہ اسمین کچھ تغیر و تبدل کرے اور اگر وقف کنندہ نے اسمین کچھ تغیر و تبدل کر دیا پھر اُسکو حادثہ موت پیش آیا تو جس حالت پر چھوڑ کر مرا ہی اُسی حال پر یہ وقف ہوگا - اور صحت وقف کے واسطے حکم حاکم تحریر کرنے کی صورت یہ ہی کہ وقف نامہ کی پشت پر تحریر کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم قاضی فلان جو متولی کار قضا و احکام و اوقاف شہر فلان و اسکی نواح کا ہی اور اس صنلع کے لوگون مین اُسکا حکم قضاء نافذ و جاری و قطعی ہی ادام اللہ تعالے توفیقہ کہتا ہی کہ مین نے اس وقف کی صحت کا جو اس کاغذ کے رو کی طرف تحریر ہی اور اس وقف کے جائز و لازم و نافذ ہونے کا حکم دیدیا کہ یہ صدقہ تمام اُس چیز کے حق مین جسکا موضع و حدود بیان کیے گئے ہین ازدوکانہاے و رباط و سراہاے و حمام وغیرہ معہ تمام اُس چیز کے جو اسمین سے شامل ہی از عمارت زیرین و بالائی از حجرات و منازل و غرف و مرابط و صحن وغیرہ کے اپنے وجوہ و شرائط مذکورہ مفصلہ شرعہ کے موافق صحیح و جائز و لازم نافذ ہی بنا بر اختیار قول ایسے امام کے علماے سلف اور ائمہ دین مین سے جو ایسے صدقہ کو جسکے وجوہ و شرائط مفصل تحریر ہوئے ہین جائز فرماتا ہی اور یہ میرا حکم دینا بعد ثبوت صحیحہ معتبرہ کے واقع ہوا کہ اس وقف کنندہ کے اور ایسے شخص کے درمیان جسکو شرعاً خصومت کا استحقاق ہی میرے روبرو دونون مین اسکی صحت جواز مین خصومت معتبرہ واقع ہوئی اور اُسنے اسکی صحت و لزوم سے انکار کرکے بجانب فساد میل کیا پس مین نے حکم دیدیا اور اُسکو مبرم کر دیا اور نافذ کر دیا اور اسکے واسطے حکم مذکور جائز کیا اور اس وقف اسکے روبرو اسکے خصم کے روبرو اسکا احکام کیا بعد ازانکہ مین نے مواقع اختلاف کو جان لیا ہی پھر میرا اجتہاد اسی پر واقع ہوا - اور مین نے اس وقف کنندہ کو حکم دیا کہ ان سب محدودات سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور اس قیم مذکور کے سپرد کرے اور ایسا کوئی تعرض نہ کرے جو جواز وقف و صحت صدقہ ہذا کے مقتضا کے خلاف ہو اور یہ سب میری مجلس قضا واقع شہر فلان مین واقع ہوا اور مین نے اس وقف نامہ کی پشت پر اس سجل کی تحریر کا حکم دیا کہ اس معاملہ مین صحت رہے اور اسپر اپنے حاضرین مجلس کے ثقات لوگون کو گواہ کر دیا اور یہ تاریخ فلان واقع ہوا واللہ تعالی اعلم کذا فی المحیط

فصل بست و ہفتم در رسوم حکام بسبیل اختصار

پس اللہ تعالی کی توفیق پر بیان کرتے ہین کہ رسوم حکام مین سے اول جو بات شروع کیجاوے وہ تحریر مشہور ہی چنانچہ اسمعیل بن عباد سے اگر کوئی شخص کسی کام کو طلب کرتا تھا تو اسکے سامنے کاغذ سپید ڈالدیتے تھے اور کہتے تھے کہ اسپر عہد عمل تحریر کرے پس اگر وہ تحریر پر قادر ہوا تو اسکو مقرر کیا ورنہ اپنی مجلس سے دور کر دیا - شیخ حاکم سمرقندی نے فرمایا کہ تحریر مشہور اسطرح لکھی جاوے کہ یہ تحریر اُس عہد کی ہی جو فلان نے فلان سے عہد لیا درحینیکہ اُسکے علم و دیانت و نزاہت و صیانت سے آگاہ ہوا اور اُسکو چند روز امتحان کیا اور معرفت احکام مین آزمایا پس اُسکو پیرو راہ اخیار و ابرار پایا اُس سے کوئی زلت ثابت نہوئی اور خلل معلوم نہوا پس اُسپر اعتماد کرکے اُسکو حاکم شہر فلان مقرر کیا اور اُسکو حکم کیا کہ ظاہر و باطن اللہ تعالے سے ڈرے اور خفیہ و اعلان خوف خداے تعالے کرے کہ یہ سب سے بہتر توشہ ہی جو اُسنے قبر مین اپنے آگے روانہ کیا ہی اور ذخیرہ عقبی جمع کیا ہی اور اللہ تعالے

وتبارک فرماتا ہی کہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون یعنی اللہ تعالی پرہیزگارون ونیکوکارون کے ساتھ ہی اور اسکو جلکیا کہ تلاوت قرآن شریف پر دوام رکھے کہ اُسکی حجتہاے ظاہرہ ودلیلہاے باہرہ مین تدبر وتامل کرے اسواسطے کہ قرآن مجید ستون حق ہی وراہ وسیع صدق ہی ومژدہ رسان ثواب وترساننده از عذاب ہی الجھی باتون کا کھولنے والا اور اندھیری وتاریکی کا روشن کرنے والا ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی کہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید یعنی قرآن شریف محکم وپاکیزہ ہی کہ اسکے دائین یا ئین کسی جانب سے دروغ کی راہ نہین ہی اسکو دانائے مطلق ومستوده برحق کامل نے نازل فرمایا ہی اور اُسکو محکم وپایہ آثار وسنن رسول اللہ تعالی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی درست مین لاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث واختیار کا تعاہد کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم وصایا کا سامان اپنے واسطے جمع کرے اور آنحضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق شریفہ وبجایاے مرضیہ سے اپنے آپ کو حتے الامکان آراستہ کرے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف نے لوگون کو ہدایت کی راہ بتائی کہ کبھی انسانی خواہش کے موافق اس اشرف بشر صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات صادر نہین ہوتی تھی سو جو شخص اُنکی فرمانبرداری کریگا وہ بہت غنیمت لے گیا اور جو اُنکی مخالفت کی باتون سے باز رہا اُسنے صحیح سالم نجات پائی اور البتہ اللہ تعالی نے اُنکی فرمانبرداری کو قرآن مجید مین اپنی فرمانبرداری کے ساتھ ملایا ہی اور اُنکے فرمان ذی شان کی تعمیل کو مثل اپنے حکم کے قرار دیا ہی - اور اُسکو حکم کیا کہ اہل علم ودین کے ساتھ مجالس رکھے واہل فقہ ویقین کے ساتھ مدارست ومشاورت کرے اُن امور مین جنکو وہ لازم وجاری کرنا چاہتا ہی اسواسطے کہ سہو وغلط سے بالکل پاک رہنا وزلل وسقط سے تمام وکمال مامون ہونا مقتضاے بشر نہین ہی اور شورے سے عقل کی بات سچی پیدا ہوتی ہی اور چند آراے سلیمہ سے دریافت کرنے مین راہ صواب دریافت ہوتی ہی اور آدمی کو اپنی راے مین مدد لینا پختگی کی بات ہی اور اسنے بھائی مسلمان کی عقل سے روشنی لینا ہوشیاری کی تدبیر ہی حالانکہ اللہ تعالے نے اپنے پاک پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو جنکی شان حصول صواب تھی پھر بھی یہ حکم دیا چنانچہ فرمایا کہ وشاورہم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین - اور اُسکو حکم کیا کہ دروازہ گھلا رکھے اور درمیان مین حاجت نہ رکھے اور خصوم کے واسطے باہر طلب ہر رہے اور علی العموم اُنسے قریب متصل رہے اور مدعی ومدعا علیہ دونون پر یکسان منظر رکھے اور فیصلہ کے وقت انمین انصاف کرے اور کسی خصم کو اُسکے خصم پر نظر توجہ وکلام التفات سے فضیلت نہ دے اور کسی قول وفعل سے ایک کو دوسرے پر تقویت نہ دے کہ اللہ تعالے عزوجل نے حکم کو ترازوے عدل وانصاف قرار دیا اور باب انقباض وانبساط اور اسپین دنی وشریف کو برابر کیا اور ضعیف کے لیے قوی سے سوا مذہ کیا چنانچہ فرمایا کہ یاداود انا جعلناک خلیفۃ فی الارض الایۃ - اور اُسکو حکم کیا کہ جب مدعی ومدعا علیہ اُسکے روبرو دار القضہ کرین تو اس قضیہ کا حکم پہلی کتاب اللہ تعالی کی نص سے تلاش کرے پس اگر پاوے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ سے تلاش کرے پس اگر پاوے تو اجماع مسلمین رضی اللہ عنہم سے تلاش کرے پس اگر پاوے تو اپنی کوشش بلیغ حکم صواب حاصل کرنے مین صرف کرکے اپنی راے سے حکم دے - کیونکہ جسنے کتاب عزیز کے موافق حکم دیا اُسنے ہدایت پائی اور جسنے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اُسنے نجات پائی اور جسنے بالاجماع کو لیا وہ خطات بچا اور جسنے خود اجتہاد کیا وہ معذور ہی اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا الایۃ - اور اُسکو حکم دیا کہ حدود کے معاملات مین تثبت کے ساتھ کام کرے

قال فی البحر الرائق بالسرور ۱۲ منہ

اور گواہوں کی تعدیل سے استظہار حال اور عجلت سے اپنے آپ کو بچاوے جو موقع صحیح سے حکم کا مراہق ہوتا ہے اور بیشک
سے دور رہے جو باوجود ظہور کے روکتا ہے حتے کہ اشتباہ کے وقت بتوقف کام کرے اور ظہور کے وقت حکم نافذ کر دے
ولیکن بدین یقین کہ اُسنے حکم اللہ تعالی پورا کیا ہے اور یہی ہے ایذا منظور نہیں ہے اور ہرگز ایسا نکرے کہ تعمیل کر کے کسی بری
کو ماخوذ کرے جس سے غفت اُٹھاوے اور ایسا کرے کہ کسی مجرم کو ترس کھا کر چھوڑ دے چنانچہ اللہ تعالی کتاب عزیز میں
فرماتا ہے کہ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ہم الظالمون - اور اُسکو حکم کیا کہ جو شخص اُسکے سامنے گواہی دے اُسکے حال
کی تفتیش کرے پس ایسے شخص کی گواہی قبول کرے جو لوگوں میں پرہیزگار معروف و خوش سیرت شرعی مشہور ہو
عفیف و لطیف شرعی حرون ہو طامع نہو - اور اُسکو حکم کیا کہ یتیموں کے اموال میں بہت احتیاط رکھے کہ اُنکی حفاظت
و نگہداشت کے واسطے ثقات لوگوں کو جو عفیف و صاحب حفاظت و اہتمام ہوں اُنکو مقرر کرے - اور اُسکو حکم کیا
کہ اوقاف کے انتظام کے واسطے ایسے لوگوں کو متولی کرے جو اُسکے مصالح و انفع باط کو بحسن تدبیر انجام دے سکیں
اور اسکے کام میں کفایت کریں اور اس وقف کے فروع و اصول کے حق میں امانت دار سمجھے جاویں اور پسند
کریں کہ اسکی جا اصلات بطور حلال آوے اور اُسکے مصارف میں خرچ کی جاوے اور وقف کرنے والوں نے جو طرح
مزارعات و اجارات میں شرط کی ہے اسی کی پابندی کریں اور اُنھیں کے حکم استقلال و عمارات کے موافق کاربند ہونا
پسند کریں اور باایں ہمہ اُنکو بالکل مطلق العنان نچھوڑے بلکہ خود اُنکے چال چلن اس معاملہ میں دیکھ بھال کرتا رہے
اور اُسکو حکم کیا کہ یتیم و بیوہ و بے خاوند عورتوں کو اُنکے ہم کفو مردوں کے ساتھ نکاح کر دے بشرطیکہ اُنکے اولیاء
موجود نہوں اور اُسکو حکم کیا کہ کسی کاتب کو پسند کرے جو محاضر و سجلات سے واقف ہو اور دعوے و قضاء کے علم سے
ماہر ہو حفاظت شروط و عمود امور مذکورہ کو اچھی طرح کر سکے اور عقود کی تحریرات سے آگاہ ہو اور اُسکو حکم کیا کہ اپنے مخصوص
اعمال دیوان قضاء کو کسی عادل متدین کے سپرد کرے معہ اُسکے جو امین و ثیقہ جات و محاضر و سجلات دو کالات و
اسماء محبوسین ہیں اور خازنوں میں سے اپنے تفریس سے جو امین صلاحیت و پرہیزگاری دیکھے اُسکو اسپر وکل کرے
پھر کاتب لکھے کہ یہد فلان تیری جانب نافع اور تجھ پر کہ تجھے راہ راست بتاتا ہے اور سیدھی راہ چلاتا ہے کہ اسنے اعذار
و انذار و تقریب و تحریر سب کر دی ہے پس اُسکو اپنا پیشوا کرے کہ امور قضا میں تیرا مقتدا ہو - اور اپنی اقتدا کے واسطے
آئینہ بنالے اور اللہ تعالے واحد پر اپنا توکل مقدم رکھے اور اُسی کی توفیق پر بھروسا کرے کہ اُس سے ہمیشہ اپنی توفیق کے
واسطے دعا کرے اور نصرت طلب کرے کہ وہ تجھکو زیادہ عطا فرمائیگا انشاء اللہ تعالے - پھر جو امر اس سے متصل ہے وہ یہ ہے کہ
جو شخص قاضی مقرر ہوا ہے وہ پہلے قاضی کا دیوان اپنے قبضہ میں لے اور اجارات و قوارع کو مرتب کرے اور یہ بات
محاضر و سجلات کے حق میں اچھی طرح قبضہ کرنے و رکھنے کے واسطے ہے - اور خصاف کے ادب القاضی میں ہے کہ پھر جو
اس سے متصل ہے یہ ہے کہ قاضی کو پیشانی اور آخر تحریرات حجت کا لکھنا موافق اُسکے رسم کے معلوم ہو اور اسکے جو الوان
ایک وہ کہ جو توقیعات سجل پر کتب تربیع و اختیار قوام پر و تحریرات توسط و تقلیدات و ذکر حدود و اطلاق و فصل
و تقلیص و اختصار پر ہوتے ہیں اور یہ قاضیوں میں سے اپنی اپنی پسند ہے ہر ایک اپنی پسند کے لائق توقیع اختیار کرے
نحو اقصم بما یصم و فقنی باللہ تقنی آمن منہم من آمن باللہ الحق مفروض والباطل مرفوض الحمد للہ الجنۃ والشافیہ فیہ منتشر
طریق الاصابۃ الطمع قرین الندامۃ للافلاس خطے العاء والغضب فصدی العقل - قاضی نے ایک عورت کے

کے واسطے اسکے مرد پر نفقہ مقرر کیا کیونکہ قاضی کو اختیار ہی کہ مرد پر اُسکی جورو کے واسطے نفقہ مقرر کرے پس قاضی اُسکو حاضر کریگا اور اُسکو حکم دیگا کہ اسکا نفقہ دیا کرے اور اسکی اولاد کا نفقہ دیا کرے اور اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ یہ مرد اسکو مارتا ہی اور اسکو نفقہ نہ دیگا تو اُسکے واسطے اُسکی ماہواری خرچ کے موافق جسقدر اپنی عورتون کا کھانے سے خرچ ہوتا ہی اندازکرکے اسکی قیمت کے درم لگاکر یہ درم اس مرد پر ماہواری مقرر کردیگا۔ پھر اگر اسکی تحریر چاہے تو لکھے کہ قاضی فلان بن فلان کہتا ہی کہ مین نے فلانہ عورت کے واسطے اُسکے شوہر فلان پر اُسکے روبرو اسقدر درم مقرر کردیے اور اُسکو حکم دیا کہ یہ درم برابر ماہ بماہ اُسکو دیا کرے جسوقت اسکا ادا کرنا واجب ہو اُسوقت دیدے اور یہ مین نے اس عورت کے واسطے اس مرد پر مقرر کردیا اور اس عورت کو اجازت دیدی۔ کہ اگر یہ شخص دینے مین تاخیر کرے تو اسکے اوپر قرض لے لے اور وہ اس عورت کا اس مرد پر قرضہ ہوگا کہ اُس سے واپس لیوے اور مین نے اس عورت کے لیے حجت ہونے کے واسطے یہ تحریر لکھنے کا حکم کیا اور اگر شوہر غائب ہو اور عورت نے اگر نفقہ کی نالش کی اور بیان کیا کہ اُسکا شوہر اُسکے پاس سے غائب ہوگیا ہی اور اُسکا نفقہ نہین رکھ گیا ہی اور قاضی سے درخواست کی کہ اُسکے واسطے نفقہ مقرر کردے اور اور گواہ قائم کیے کہ وہ فلانہ بنت فلان بن فلان ہی اور اُسکا شوہر فلان بن فلان غائب ہی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مین غائب پر حکم نہ دونگا اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مین غائب پر نکاح کا حکم نہ دونگا لیکن اس عورت کے واسطے نفقہ فرض کردونگا پھر اگر شوہر نے نکاح کا اقرار کیا تو عورت مذکورہ اُس سے اپنے نفقہ کا مواخذہ کریگی اسی طرح اگر اُسنے انکار کیا مگر عورت نے اُسپر نکاح کے گواہ قائم کرکے ثابت کیا تو بھی نفقہ کا مواخذہ کریگی۔ پھر فرمایا کہ بنا بر قول امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اگر اُسکے واسطے نفقہ فرض کردیا تو عورت مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ قرضہ لے لے اور اگر خود قاضی نے اُسکو قرضہ لینے کی اجازت دی تو یہ بنا بر اصل ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہوگا۔ اور فرمایا اگر اسکی تحریر لکھنی چاہے تو لکھے کہ قاضی فلان بن فلان کہتا ہی کہ۔ بعد تقدیر نفقہ کے جسطرح ہمنے اوپر لکھا ہی یون تحریر کرے کہ مین نے یہ تقدیر مذکور اس غائب مذکور پر اُسکی جورو فلانہ کے واسطے مفروض کیا اور اس عورت کو اختیار دیدیا کہ اسکے مال سے اسقدر تناول کرے یا اس غائب پر اسقدر قرضہ لے بشرطیکہ اُسکے مال سے اپنی جنس حق سے بنا دے اور اُسکے واپس آنے پر اُس سے واپس لیگی اور یہ حکم مین نے بنا بر قول ایسے امام کے جاری کیا ہی جو اسکو جائز فرماتا ہی اور مین نے اس عورت کو اس معاملہ مین اللہ تعالے سے ڈرنے و پرہیزگاری کا اور ادائے امانت کا حکم کیا پس مین نے اس عورت کو بشرط وفاے عہد مذکور مختار کیا اور مین نے اس عورت کے واسطے حجت ہونے کے لیے اس تحریر کے لکھنے کا حکم دیا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا۔ اور اسی طرح اور نفقات فرض کرنے مین بھی یہی صورت ہی۔ اور اگر وقف کے واسطے قیم مقرر کرنے کی تحریر لکھے تو لکھے کہ قاضی فلان بن فلان کہتا ہی کہ میرے پاس وقف منسوب بفلان کا مرافعہ کیا گیا کہ اُسکا کام خراب و پریشان و تباہ ہو رہا ہی اور اُسکی آمدنی اُسکے مصارف مشروطہ سے کم پڑتی ہی کیونکہ اُسکا کوئی قیم نہین ہی جو اُسکی آمدنی کی فکر و درستی کرے یا اُسکا فلان قیم نالائق ہی یا بدخصلت ہی کہ اُسنے اپنی بے تدبیری سے خراب کر رکھا ہی اور اسوقت ایسے قیم کی حاجت پیش آئی جو اُسکے کام کی درستی و اصلاح و حفاظت و ضبط و توفیر مین کوشش کرے اور صدقہ کنندہ کے شرط کو جاری رکھے اور ایک جماعت ثقات نے مجھے خبر دی کہ بات یہی ہی جو مجھسے مراقعہ مین بیان کی گئی ہی۔ پس اس امر پر اسی

کہ فلان شخص اسکا قیم مقرر کیا جاوے کہ اُسکی صلاحیت و سداد کے اوصاف بیان کیے گئے پس مین نے اُسکو اس وقف کا قیم مقرر کیا بدین شرط کہ اسکی حفاظت و تعہد کرے اور اسکی آمدنی مین بڑھا وے - اور آمدنی کی وصولیابی مین نکالے اور اُسکی آمدنی کو اُسکے وجوہ و مصارف مین صرف کرے اور جو زمین اسمین سے مردہ ہوگئی ہو اُسکو زندہ کرے اور جو عمارت منہدم ہوگئی اُسکو تعمیر کرے اور اسکی آمدنی مین جو کچھ باقی ہو اُس سے وصول کرے اور جو قیم اسمین پہلے ہو مین نے اُسکو برطرف کر دیا اور اس قیم مامور کو تقوی اللہ عزوجل کا حکم دیا و وصیت کی الی آخرہ - وصی و قیم پر مشرف مقرر کرنے کی تحریر کی یہ صورت ہے - قاضی فلان بن فلان کہتا ہے کہ میرے سامنے فلان بن فلان قیم وقف فلان یا وصی ترکہ فلان پیش کیا گیا اور مرافعہ کیا گیا کہ یہ ترکہ کسی مشرف کا محتاج ہے کہ جو اس وصی یا قیم کی نگہداشت اور اسکا تفقد کرے پس مین نے ایک جماعت ثقات کی خبر دہی سے بات یہی پائی جو میرے سامنے مرافعہ مین بیان کی گئی کہ اس قیم یا وصی کے واسطے کسی مشرف کی ضرورت ہے کہ اسکے احوال کا تفقد کرتا رہے تاکہ اس ترکہ مین دست طمع دراز نکرے یا وے پس راے فلان شخص کے مشرف مقرر کرنے پر قرار پائی - کیونکہ اُسکی فطانت و دکاوت و امانت و سداد معلوم ہوئی ہے پس مین نے اُسکو جو پسند کیا گیا ہے اس قیم یا وصی پر مشرف مقرر کیا اور نافذ کر دیا کہ اس قیم یا جو قیم اسمین ہون سب پر یہ شخص مشرف ہے اور ہر قیم و وصی کو جو اس ترکہ مین آ مامور ہے قطعی کر دی کہ کسی تصرف کی بدون راے اس مشرف کے مبادرت نہ کرے اور اس قیم یا وصی کو حکم دیا کہ اس ترکہ کے امور مین کسی طرح کا عمل و عقد بدون دریافت راے اس مشرف کے نہ کرے اور مین نے حکم کیا کہ اسمین حجت ہونے کے واسطے یہ تحریر لکھدی جاوے اور اس مشرف کو مین نے تقوی اللہ عزوجل کی وصیت کر دی - اور شیخ ابو نصر صفار فرماتے تھے کہ قاضی ان سب مین نہین لکھیگا کہ مین نے اسکو تقوی اللہ عزوجل و امانت کی وصیت کی بلکہ یون لکھیگا کہ مین نے اسکو بشرط تقوی اللہ عزوجل و ادا ے امانت کے مقرر کیا یہ ظہیریہ مین ہے

فصل بست و ہشتم - مقاطعات کے بیان مین - واضح ہو کہ ان تحریرات مذکورہ مین جب کوئی تحریر لکھی جاوے تو اُسکے آخر مین تاریخ لکھنی ضرور ہے تاکہ اشتباہ و التباس نہونے پاوے اور جاننا چاہیے کہ ہر ملت و اہل ملت کے واسطے ایک ایک تاریخ ہے اور ایسے وقت سے تاریخ کو شمار کرتے ہین جب اُنمین کوئی حادثہ مشہورہ عامہ واقع ہوا ہو اور اہل روم کے واسطے تاریخین متفرقہ تھین بنا بر وقائع و حوادث کے جو اُنمین وقتاً فوقتاً واقع ہوئے یہانتک کہ پھر اُنکی تاریخ اس بات پر قرار پائی کہ جب سے سکندر ذوالقرنین مرا ہے اُسوقت سے اُنھون نے تاریخ کا شمار کیا اسی طرح اہل فارس کا حال ہے چنانچہ منقول ہے کہ مؤید نے جو زمانہ متوکل مین تھا یہ بیان کیا کہ فارسی لوگ اپنے زمانہ مین اپنے درمیان جو سب سے زیادہ عادل بادشاہ ہوتا تھا اُسکے حساب سے تاریخ لکھتے تھے یہانتک کہ اُنکی تاریخ آخرکار بزدگرد بادشاہ کے ہلاک پر قرار پائی جو سب سے آخر اُنکا بادشاہ تھا اور عرب لوگ عام تفرق کی تاریخ لکھا کرتے تھے یعنے جس سال اولاد اسمعیل علیہ السلام متفرق ہوئی اور مکہ سے خارج ہوئی پھر اُنھون نے سال غدر سے تاریخ لکھنی شروع کی اور اُسکا قصہ معروف ہے پھر عام الفیل سے تاریخ لکھنی شروع کی پھر اسکے بعد اُنکی تاریخ اس بات پر قرار پا گئی کہ اول سال ہجرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تاریخ لکھتے ہین اور اسکی ابتدا کرنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور وجہ یہ پیش آئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف

سے یمن مین جو عامل تھا وہ تشریف لایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ لوگ اپنی تحریرات مین تاریخ نہین تحریر فرماتے ہین پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ روز بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریخ قرار دین پھر کہا کہ بلکہ وقت وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تاریخ قرار دین پھر سب کی راے یہ ہوئی کہ ہجرت کے وقت سے تاریخ قرار دیجاوے کہ اسی وقت سے اسلام ظاہر ہونا شروع ہوا پھر سبھون نے ماہ رمضان سے شروع کی پھر سبھون نے محرم سے سال شروع کیا اور تواریخ عربیہ بحساب ہلالی ہین اور باقی فرقون کی تاریخین روز پر ہین اور وجہ یہ ہی کہ لوگون نے شمسی حساب رکھا ہی اور وہ روز کے حساب سے ہوا اور عرب نے قمری حساب رکھا ہی - وقف نامہ جسکے مال وقف کے مصارف پر وجوہ متفرقہ ہین - اُسکی صورت یہ ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان نے وقف وصدقہ اللہ تعالے کی راہ مین حبس کیا ہی بدین غرض کہ اللہ تعالے کے نزدیک تقرب حاصل کرے اور اپنے خالق ورازق کی جناب مین توسل پیدا کرے اور اُسکے واسطے حشر ونشر کے لیے ذخیرہ ہو جسدن سب لوگ جناب احدیت جل شانہ مین پیش ہونگے اور جسدن مال و اولاد کچھ کام نہ آویگی سواے قلب سلیم کے جسکے پاس ہوگا وہ نجات پاویگا پس اسنے سلطان جلیل کی بارگاہ مین کوچ کرکے حاضر ہونے کا قصد کیا اور سفر دور دراز کا توشہ تیار کیا اور دنیا مین ایسا تھا جیسے سرائے مین مسافر ہوتا ہی پس اُسنے سیادرت واجتہاد وسعی وکوشش سے نہایت خوشی سے ساتھ چاہا کہ یہ بندہ بھی اُن لوگون مین شامل ہو جنکی مرگ کے بعد اُنکے اعمال خیر منقطع نہین ہوتے ہین جیسا کہ سید البشر وصاحب اللواء فی المحشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حاصل آنکہ جب آدمی مرجاتا ہی الی آخر الحدیث اور اُسنے اپنی آسانی کے وقت بحضور اللہ تعالی عزوجل کے وسیلہ حاصل کیا تاکہ جنت کی طرف لیجانے مین اُسکے لیے ذریعہ ہو بنا بر آنکہ خالد بن معدان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جسکا حاصل یہ ہی کہ قیامت کے روز معروف ومنکر اپنی صورت پر آوینگے پس معروف یعنے اموات ثواب اپنے لوگون کو لیکر جنت کی طرف جائیگا اور منکر اپنے لوگون کو لیکر دوزخ کی طرف جائیگا اور جو لوگ دنیا مین اہل معروف ہین وہی آخرت مین اہل معروف ہین اور جو لوگ دنیا مین اہل منکر ہین وہی آخرت مین اہل منکر ہین لہذا اس بندہ ضعیف نے تمام جنین وجہان بہ نیت خالص وصدق طویت آخر تک بدستور مذکور جیسا کہ ہمنے کتاب الوصایہ وکتاب الوقف مین تحریر کیا ہی تحریر کرے لیکن ہم اس مقام پر (وقف وصدقہ کیا) باتین تحریر کرتے ہین جو وہان نہین لکھی ہین تاکہ کاتب کو اسکے تحریر کی قدرت وقوت حاصل ہو اور اُسکے حق مین نافع ہون پس ہم کہتے ہین کہ - اگر وقف کرنے والے نے چاہا کہ یہ وقف اُسکی اولاد پر ہو تو بسطرح ہونا وہان تحریر کیا ہی اُسی طرح برابر تحریر کرے یہانتک کہ اس تحریر تک پہونچے کہ پھر جو کچھ اُسکی آمدنی بچے وہ اس وقف کرنے والے کی اولاد کے صرف مین لایا جاوے کہ وہ فلان وفلان ہین اور یہ حاصلات باقی برابر اُنکے مصرف مین نسلاً بعد نسلاً صرف کیا جاوے لیکن جبتک اولاد وبطون اعلے مین سے زندہ ہین تب تک انھین کو مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے دیا جاوے اور اگر وقف کرنے والے نے مذکر ومؤنث کے درمیان برابر حصہ رکھنا شرط کیا تو یون تحریر کرے کہ مذکر ومؤنث اس حصہ کے استحقاق مین یکسان ہونگے کہ مذکرون کو مؤنثون پر فضیلت نہ دیجائیگی - ولیکن تحریر اول اقرب

بصواب ہو اور اُسمین اچھا ثواب ہو پھر اسکے بعد لکھے کہ اگر یہ پشت سب گذر گئی اور کوئی اُنمین سے باقی نہ رہا تو جو حاصلات انکو دیجاتی تھی وہ مسلمان فقیرون و محتاجون کو دیجائیگی اور اس وقف کرنے والے نے یہ وقف صدقہ اپنے قبضہ سے نکال کر اور اپنی باقی املاک و اسباب سے جدا کر کے فلان متولی کو بتسلیم صحیح سپرد کر دیا بعد ازانکہ فلان متولی مذکور نے اُسکی طرف سے اسکا متولی اور قیم ہونا بقبول صحیح قبول کیا آخر تک بدستور مذکور لکھے اور اگر کچھ ہوئی حاصلات اولاد کے مصرف مین دینے مین اسی طرح تفصیل کی کہ بدین شرط جو شخص ان اولاد مین سے مالدار ہو وہ اس حصہ سے محروم رہے پھر اگر وہ محتاج ہو جائے تو اُسکا حصہ اُسکو دیا جاوے تو یہ بہتر ہے اور اگر اُسنے اپنی اولاد پر وقف کرنا نہ چاہا بلکہ یہ شرط کی کہ جو کچھ بچے وہ اُسکی ذات کے واسطے رہے جیسا کہ ہمنے پہلے بیان کیا ہے اور چاہا کہ اُسکی موت کے بعد اُسکی طرف سے کوئی نیک مرد حج کرے اور وجوہ متفرقہ مین صرف کیا جاوے تو یون تحریر کرے کہ پھر اگر اُسکو حادثہ موت پیش آوے کہ جس سے کسی کو نجات و چھٹکارا نہین ہے تو یہ فاضلات جو اُسکی زندگی مین اسکے صرف مین آتی تھی وہ اسطرح صرف کیجائے کہ پہلے اسمین سے کسی نیک مرد کو جو اسکی طرف سے اسکے گھر سے جا کر حج کرے اسقدر دیا جائے جو اُسکی آمد و رفت کے واسطے کافی ہو پھر جو کچھ بچے اُسمین سے اتنی بکریان قربانی کے واسطے خریدی جائین کہ اُنمین سے ایک بکری از جانب سید اولاد آدم رسول رب العالمین صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم قربانی کی جائے اور دوسری اس وقف کرنے والے کے والد فلان مرحوم کی طرف سے اور تیسری اس وقف کرنے والے کی والدہ فلانہ بنت فلان مرحوم کی طرف سے اور چوتھی اس وقف کرنے والے کی طرف سے قربانی کی جاوے پس اُسکی وفات کے بعد ہر سال ایام قربانی مین یہ سب بکریان اسی طرح قربانی کی جایا کرین تاکہ وسیلہ نجات حاصل ہو اور ذبح کرنے والے اور کھال کھینچنے والے کی اجرت اسی فاضلات مین سے دیجائے اور ان قربانی کے جانورون کا گوشت و پوست اور چربی اور پائے مسلمان فقیرون اور محتاجون کو صدقہ دیدیا جائے پھر جو کچھ اس فاضلات مین سے باقی رہے اُسمین سے رسوم یوم عاشورا مین جسطرح تونگرون مین معروف ہے کہ روٹی اور حلوا در برف وغیرہ خریدتے اور پلاتے ہین بطور معروف خرید کر کے اُسکے حق مین اس قسم کو گنجائش دی جاوے پھر جو کچھ اس سے باقی رہے اُسمین سے اُس صدقہ کرنے والے کے اتنی نمازہاے فریضہ اور اتنی زکوۃ ہاے فریضہ کی قضا اور اسکی نذر کفارات مین صرف کیا جاوے اور جو شخص اسکا متولی ہو اگر وہ اسمین سے خود کھائے اور جسکو چاہے کھلائے تو بطور معروف ایسا کرنے مین کچھ مضائقہ و گناہ نہین ہے پھر جو کچھ باقی رہے اُسمین سے فلان سقایہ کی اصلاح مین جو فلان محلہ مین واقع ہے اور اُسکے واسطے برف خریدنے مین اور سقون کی اجرت دینے مین صرف کیا جائے اور ایام گرما مین اُسی برف کا پانی رکھا جائے اور جو کچھ اسمین ضرورت ہو اُسکے واسطے صرف کیا جاوے پس یہ صدقہ ہمیشہ ہو گیا کہ زمانہ گذرنے سے اسمین کوئی خرابی نہوگی بلکہ تاکید و تشدید ہوگی اور قاضیان و حکام اور والیان ملک وغیرہ مین سے جو شخص اللہ تعالی و روز قیامت پر ایمان لایا ہے یہ حلال نہین ہے کہ اسکی کسی شرط مین کچھ تغیر و تبدل کرے یا اسکو باطل و بیکار کر دے اور اگر اس سے آگاہ ہونے کے بعد اسکو کوئی شخص تبدیل کریگا تو تبدیل کرنے کا گناہ اُسی پر ہوگا جسنے تبدیل کیا ہے اور اُسپر اللہ تعالی کی لعنت و فرشتون و تمام لوگون کی لعنت ہوگی۔ اور اسمین احوط یہ ہے کہ اسکے آخر مین کسی حاکم اسلام کا حکم لاحق کر دے تاکہ اختلاف جاتا رہے اور حکم جاری کرنے کی تحریر کی

صورت یہ ہو کہ اس وقف نامہ کی پشت پر یوں لکھے کہ قاضی فلان بن فلان چو شہر فلان و اسکے نواح کے واسطے کا قضا و احکام کا متولی ہو اور اس شہر و نواح کے لوگوں میں اسکا حکم قضا نافذ و جاری ہو کہتا ہو کہ میں نے اس وقف کا معہ اسکی محدودات کے صحیح و لازم ہونے کا حکم دیدیا کہ جو کچھ اس وقف میں دو کانین و رباطات و سرایاے و حمامات وغیرہ معہ اپنے شاملات کے از عمارات سفل و علو و حجرات و منازل و صحن و مرابط وغیرہ کے بیان کیے گئے ہیں سب کا وقف صحیح و لازم ہو اور یہ حکم میں نے بنا بر اختیار قول ایسے عالم کے علماء سلف میں سے دیا ہو جو ایسے وقف کو باین شروط مفسدہ و وجوہ مذکورہ وقف نامہ ہذا جائز فرماتا ہو اور یہ حکم میں نے بعد اسکے دیا کہ جب میرے سامنے اس وقف کنندہ اور ایسے شخص کے درمیان جسکو اس وقف کی صحت و جواز میں خصومت کرنے کا استحقاق ہو خصومت واقع ہوئی اور مدعا علیہ نے صحت جواز وقف مذکور سے انکار کیا اور بجانب فساد میل کیا پس میں نے اس وقف کنندہ کے روبرو اور اسکے خصم کے روبرو اس وقف کنندہ پر حکم مبرم و قضاے نافذ اسکی صحت و جواز کا جاری کر دیا بعد ازانکہ میں نے مواضع اختلاف کو جان لیا ہو پھر بھی میرے اجتہاد میں یہ آیا کہ یہ صحیح و نافذ ہو پس میں نے اس وقف کرنیوالے کو حکم دیا کہ ان محدودات سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے یہ سب اس قیم مذکور کے سپرد کرے اور اسکی بابت اس قیم سے کوئی تعرض نہ کرے اور یہ میں نے بطریق شہرت و اعلان کیا نہ بطور خفیہ و کتمان اور میں نے اس سجل کی تحریر کا حکم دیا کہ اس وقف نامہ کی پشت پر لکھا جاوے تاکہ اس مقدمہ میں حجت رہے اور اپنی مجلس کے حاضرین ثقات کو گواہ کر دیا یہ بتاریخ فلان واقع ہوا کذا فی الظہیریہ

کتاب الحیل

اور اسمیں چند فصلیں ہیں

فصل اول - حیل کے جواز و عدم جواز کے بیان میں - ہمارے علماء کا مذہب یہ ہو کہ ہر حیلہ جسکو آدمی اسواسطے کرتا ہو کہ اس سے حق غیر باطل ہو جاوے یا اسمیں کوئی شبہہ پیدا ہو جاوے یا بغرض تمویہ باطل کرتا ہو تو وہ مکروہ ہو اور ہر حیلہ جسکو بدین غرض کرتا ہو کہ حرام سے خلاص ہو یا انکے وسیلہ سے حلال تک پہونچ جاوے یعنے حلت حاصل ہو تو یہ روا ہو اور اس قسم حیل کے جواز کے واسطے اصل یہ ہو جو اللہ تعالے نے فرمایا کہ خذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث یعنی اپنے ہاتھ میں ایک ضغث لیکر ایکبار مارے اور قسم میں چھوٹا نہو - اور یہ حضرت ایوب علی نبینا و علیہ السلام کے واسطے تعلیم تھی کہ اپنی قسم میں جھوٹے نہونے پاوین کہ انھوں نے قسم کھائی تھی کہ اپنی جورو کو سو عود مارونگا - اور علماء مشائخ کے نزدیک اسکا حکم منسوخ نہیں ہو اور یہی مذہب صحیح ہو کذا فی الذخیرہ -

دوسری فصل - مسائل وضو و نماز میں - ایک خندق کا طول دس گز شرعی سے زیادہ ہو لیکن اسکا عرض دس گز شرعی سے کم ہو اور اسمیں پانی ہو تو بنا بر قول بعضے مشائخ کے نزدیک اس خندق کے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں اگر پس ان مشائخ کے قول کے واسطے حیلہ یہ ہو کہ خندق کے قریب ایک چھوٹا گڈھا کھودے پھر خندق و اس گڈھے کے درمیان نیلی سی نہر کھودے کہ خندق سے اس گڈھے میں پانی جاری ہو جاوے پس پانی خندق کا آب جاری ہو جائیگا

پھر چاہے خندق سے وضو کرلے یا اس نہر سے وضو کرلے - اور اگر کسی شخص نے وضو کیا پھر دیکھا کہ اُسکے ذکر سے تری بہتی ہی اور شیطان اُسکو یہ سا اوقات ایسا دُھلاتا ہی تو اس وسوسہ کے قطع کرنے کا حیلہ یہ ہی کہ پانی چھڑک دے پھر جب اُسکو شیطان ایسا وسوسہ دلاوے تو اس تری کو پانی کی تری پر محمول کرے لیکن یہ حیلہ جبھی نافع ہوگا کہ جب تھوڑی دیر ہوئی ہو اور پانی کی نمی خشک نہوئی ہو اور اگر یہ نمی خشک ہوگئی ہو پھر اُسنے اپنے ذکر پر تری پائی تو وضو کا اعادہ کرے اسواسطے کہ اُسکو پانی کی نمی پر محمول نہین کرسکتا ہی - اگر موزہ یا جوتہ مین ایسی نجاست لگ گئی جسکا جرم نہین ہی جیسے پیشاب وشراب وغیرہ تو اُسکا دھونا ضرور ہی خواہ خشک ہو یا تر ہو اور اسکا حیلہ یہ ہی کہ اگر نجاست تر ہو تو مٹی یا ریگ مین چلے حتی کہ بعض اُسمین سے مٹی سے ملکر خشک ہوجاوے پھر اُسکو زمین مین رگڑ ڈالے تو پاک ہوجائیگا ایسا ہی فقیہ ابوجعفر رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی اور ایسا ہی امام ابویوسف رح سے مروی ہی الا انکہ امام ابویوسف رح نے خشک ہوجانا شرط نہین کیا ہی - ایک شخص مسجد مین گیا اور تین رکعات نماز فرض ظہر پڑھ چکا تھا کہ اتنے مین مؤذن نے اقامت کہی اور اس مصلی کو معلوم ہوا کہ ہنوز مسجد مین جماعت کی نماز نہین ہوگئی ہی پس اُسنے چاہا کہ مین امام کے ساتھ فرض ادا کرون اور سیرے فرض وہی ہون جو امام کے ساتھ ادا کرون اور یہ بات اُسنے مکروہ جانی کہ یہ نماز جسکو پڑھتا ہی یہ بالکل برباد جاوے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ چوتھی رکعت کے بعد قعدہ نکرے بلکہ پانچوین رکعت پڑھنے کو کھڑا ہوجاوے پس پانچوین چھٹی دو رکعات پڑھ لے حتے کہ یہ نماز اُسکی امام اعظم رح و امام ابویوسف رح کے نزدیک نفل ہوجاوے پس اپنی فرض نماز کو امام کے ساتھ ادا کرے یہ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہی - اور اگر چاہا کہ فریضہ فجر ادا کرنے کے بعد قبل طلوع آفتاب کے بدون کراہت کے سنت فجر پڑھے جبکہ مکروہ ہو تو اُسکو چاہیے یہ حیلہ کرے کہ پہلے سنت شروع کرے پھر اُسکو فاسد کرکے جماعت نماز فرض مین امام کے ساتھ شریک ہوجاوے پھر جب امام نماز فرض سے فارغ ہو تو اُسکو قبل طلوع آفتاب کے پڑھ لے اور مکروہ نہوگی اسواسطے کہ اُسکو فاسد کرنے سے وہ اس شخص کے ذمہ قرضہ ہوگئی پینے اُسکا قضا کرنا واجب ہوا اور جب کا قضا کرنا اُسکے ذمہ واجب ہوا اُسکا ایسے وقت قضا کرنا مکروہ نہین ہی ایسا ہی شیخ امام جلیل ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ سے منقول ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ بات جب ہی کہ اُسنے ایسی عادت نہ کرلی ہو بلکہ کاہ گاہے ایسا کرے اور اگر اُسنے عادت پکڑلی تو یہ بھی مکروہ ہی - اور یعنی متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ ایسی حالت مین ایک حیلہ اس سے بہتر ہی کیونکہ اس حیلہ مذکورہ مین ایک کار ثواب آخرت شروع کرکے فاسد کرنا پڑتا ہی حالانکہ یہ خود مکروہ ہی چنانچہ اللہ تعالی نے منع فرمایا کہ لا تبطلوا اعمالکم یعنے اپنے کامون کو باطل مت کرو پس احسن یہ ہی کہ سنت شروع کرے پھر دوبارہ فرض کے واسطے تکبیر کہے پس اس تکبیر سے سنت سے خارج ہوکر فریضہ نماز کا شروع کرنے والا ہوجائیگا اور عمل کا فاسد کرنے والا بھی نہوگا بلکہ ایک عمل سے دوسرے عمل کی طرف تجاوز کرنے والا ہوگا کذا فی المحیط

تیسری فصل - مسائل زکوۃ مین - ایک شخص کے پاس اُسکی ملک کے دو سو درم ایسی شرائط کے ساتھ موجود ہین کہ اُسپر زکوۃ واجب و لازم آتی ہی اور اُسنے چاہا کہ مجھپر زکوۃ لازم نہ آوے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ایک درم صدقہ کردے تاکہ سال کے تمام ہونے پر نصاب ناقص ہو یا سال تمام ہونے سے ایک روز پہلے ایک درم اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کردے یا اپنے سب دراہم اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کردے یا اپنے بعض دراہم اپنی اولاد پر پھیلا دے پس زکوۃ واجب نہوگی اور شیخ امام خصاف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے بعض اصحاب نے

اسقاط زکوۃ کے واسطے حیلہ کرنے کو مکروہ جانا ہی اور بعض نے رخصت دی ہی اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا
کہ جسنے مکروہ جانا ہی وہ امام محمد بن الحسن ہین اور جسنے اجازت دی ہی وہ امام ابو یوسف رح ہین اور خصاف رحمہ اللہ نے
حیلہ اسقاط زکوۃ ذکر کیا اور فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہی کہ زکوۃ واجب ہونے سے پہلے دے دیوے اور یہ مراد نہین ہی کہ واجب ہوکر
ساقط ہوجاوے قال الشیخ الامام اور نیز امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اسقاط نفع وحیلہ دفع ربوٰ وغیرہ بھی منقول ہین
ولیکن حیلہ اسقاط زکوۃ مین صدر الشریعۃ وغیرہ مشائخ کیا رنے امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر تشنیع کی ہی مگر حق یہ ہی کہ
امام ابو یوسف رحمہ اللہ بڑے پایہ کے آدمی ہین اور مجتہد پر تشنیع کرنا بیکار ہی اگرچہ یہ ضرور نہین ہی کہ جو بات مجتہد کے خلاف
صریح منصوص پاوے اُسکو خواہ مخواہ اختیار ہی کرے اور تقلید جا کو فرض جانے اور اس سے ظاہر ہی کہ جمہور مشائخ رح
نے امام محمد رح کا قول اختیار کیا ہی اور حیلہ دفع زکوۃ کو مکروہ جانا ہی اور یہی مختار ستر جم عفا اللہ عنہ ہی اگرچہ وہ بھی پسند نہین
کرتا ہی کہ امام ابو یوسف پر طعن کیا جاوے کیونکہ تجویز مجتہد نظر بکمال کوشش واجتہاد صحیح وحق وصدق ہی کہ امید ہی کہ
ثواب ملیگا ونظر برین مؤید اسکے وہ حکایت ہی جو افضل علمائے زمانہ خود واکمل عارفان عصر خویش شیخ زین الملۃ
والدین ابو بکر زنا بادی رحمہ اللہ سے حکایت کی گئی ہی کہ انھون نے خواب مین دیکھا کہ ایک عالم شافعی مذہب نے سید عالم
فخر آدم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس شریف مین ابو یوسف رحمہ اللہ پر طعن کیا کہ ابو یوسف رح نے حیلہ
اسقاط زکوۃ کو جائز رکھا ہی تو حضرت افضل البشر صلوات اللہ تعالے علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو ابو یوسف رح نے
جائز رکھا ہی وہ حق یا صدق ہی کہذا ذکر القہستانی واللہ اعلم بالحال قول امام ابو یوسف رح مختار نہین ہی۔ اور ہمارے مشائخ نے
امام محمد رحمہ اللہ کا قول اختیار کیا ہی تاکہ فقیرون سے مضرت دور رہے کیونکہ صورت جواز ایسے حیلہ کے انکو نقدی یا
غیر نقدی کسی مال واسباب کی زکوۃ میسر نہ آوے گی اسواسطے کہ جسکے پاس چرائی کے چوپائے ہونگے وہ سال تمام ہونے
سے ایک روز پہلے انکو انکی جنس یا غیر جنس کے جانورون سے بدل لینے سے کچھ بھی عاجز نہوگا پس سال کی تمامیت کا حکم
منقطع ہوجائیگا یا اس نصاب کو کسی ایسے آدمی کو ہبہ کردیگا جسپر اُسکا اعتماد ہوگا پھر سال کے دن پورے ہونے کے بعد اُسی
ہبہ سے رجوع کرلیگا پس سال کا شمار اُسی وقت سے ہوگا جسوقت اُسنے رجوع کرکے قبضہ کرلیا ہی اور جتنے ایام پہلے گذرے
ہین انکا اعتبار نہ رہیگا اسی طرح دوسرے سال بھی کریگا کہ جب سال ختم ہونے کو ہوگا تب بھی ایک دو روز پہلے ایسا ہی کریگا
علی ہذا ہر سال ایسا ہی کریگا پس اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ فقیرون کو ضرر ہو پہنچے۔ اور شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام محمد رح
نے کتاب الایمان مین دو مسئلہ ذکر کیے ہین اور دونون مین حیلہ کی راہ بتائی ہی باوجودیکہ دونون مین حیلہ سے حنث شرع
ساقط ہوتا ہی ایک یہ ہی کہ ایک شخص پر کفارہ قسم عائد ہوا اور اُسکے پاس ایک خادم ہی تو اسکو روا نہین ہی کہ روزے رکھکر
قسم کا کفارہ ادا کرے پھر فرمایا کہ اور اگر اُسنے خادم کو فروخت کیا یا ہبہ کردیا پھر کفارہ کے روزے رکھے پھر بیع کا اقالہ کرلیا
یا ہبہ سے رجوع کرلیا تو روزے سے اُسکا کفارہ ادا ہوگیا اور خادم اُسکی ملک مین باقی رہا پس امام محمد رح نے وجہ حیلہ کی
راہ بتائی دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ ایک شخص پر قسم کا کفارہ ہی اور اُسکے پاس اسقدر اناج ہی کہ جس سے کفارہ پورا دے سکتا ہی اور
اُسپر قرضہ بھی ہی تو اُسکو کفارہ قسم روزے رکھکر ادا کرنا جائز نہین ہی اسواسطے کہ یہ مستحیل ہی کہ اُسکے پاس طعام موجود ہو اور وہ
کفارہ کے واسطے روزے رکھے اور نیز مستحیل ہی کہ کھانا دیکر کفارہ سے نجات پاوے حالانکہ اُسپر قرضہ ہی پھر فرمایا کہ اگر اُسنے
اناج کو پہلے اپنے قرضہ مین دیدیا پھر کفارہ قسم کے روزے رکھے تو جائز ہی پس اسمین حیلہ کی راہ بتائی پس اگر یہ اعتراض

کی طرف سے حیلہ کی اجازت ہو تو باب زکوۃ عین امام محمد رح سے دور رہ جائینگی - ایک شخص کا کچھ مال ایک فقیر پر آتا ہی پس قرضخواہ نے چاہا کہ جسقدر اُسپر آتا ہی اُسی قدر اپنے مال کی زکوۃ عین سے اُسکو دیا تصور کرکے اپنی زکوۃ عین محسوب کرلے یعنی تصور کرے کہ جو اُسپر قرضہ ہی وہ میرے مال کی زکوۃ ہوگیا تو ہمارے اصحاب سے معروف ہی کہ زکوۃ مال عین کے عین سے ادا نہوگی اور نہ دوسرے دین کی زکوۃ اس دین سے ادا ہوگی مگر اسکا حیلہ یہ ہی کہ قرضخواہ اسکو مال عین میں سے اسی قدر مال جسقدر اُسپر آتا ہی بہ نیت اپنے مال کے زکوۃ کے دیدے پھر جب قرضدار مذکور اُسپر قبضہ کرکے پھر اُسکو اس قرضہ کی ادائی مین جو اُسپر آتا ہی اس قرضخواہ کو دیدے تو جائز ہی اور نوادر مین مذکور ہی کہ امام محمد رح سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ دوسرے کو دینے سے اسکا دینا افضل ہی - اور ہمارے مشائخ متقدمین اپنے مفلس قرضداروں کے ساتھ اس حیلہ کا برتاؤ کرتے تھے اور اسمین کچھ مضائقہ نہین سمجھتے تھے اور اگر اُسکو یہ خوف ہو کہ اگر اُسنے قرضدار کو بقدر قرضہ کے زکوۃ مین سے دیا اور اُسنے ادائے قرضہ سے انکار کیا تو کیا کریگا تو ایسا خوف نہین چاہیے کیونکہ وہ ہاتھ بڑھا کر اُسی وقت اُس سے یہ مال اپنے قرضہ کی ادائی مین لے سکتا ہی بواسطے کہ اُسنے اپنے حق کی جنس پر قابو پایا ہی اور اگر قرضدار نے اُسکو روکا اور نہ لینے دیا تو اُسی دم قاضی کے پاس مرافعہ کرسکتا ہی کہ قاضی اُسکو ادائے قرضہ پر مجبور کریگا اور دوسرا حیلہ یہ ہی کہ قرضدار مذکور سے پہلے ہی سے کہدے کہ تو میرے فادمون مین سے کسی کو اپنا وکیل کردے کہ وہ تیرے واسطے میرے مال کی زکوۃ مجھسے وصول کرلے اور اُسکو وکیل کردے کہ وہ تیرا قرضہ مجھے ادا کردے پس جب وکیل مذکور قبضہ کریگا تو یہ مال مقبوض اُسکے موکل یعنے قرضدار مذکور کی ملک ہوگا اور وہی وکیل واسطے ادائے قرضہ کے بھی وکیل ہی پس بحکم وکالت کے یہ مال اپنے موکل کے قرضخواہ کو ادا کردیگا - اور شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ سب سے بہتر قول اصل اس حیلہ مین یہ ہی کہ قرضدار کو اپنے مال عین مین سے زکوۃ مین اسقدر دے کہ جسقدر اُسپر قرضہ ہی اُس سے کچھ زیادہ ہو تاکہ وہ قرضہ پورا ادا کرے اور اُسکے پاس کچھ باقی رہجاوے جس سے وہ اپنا کام چلاوے پس اُسکے دل میں یہ خیال نہ آویگی کہ وعدہ کو وفا نہ کرے - اور اگر اس قرضہ مین دو شریک قرضخواہ ہون مثلاً دو آدمیون کا ایک شخص پر ہزار درم قرضہ ہو اور ایک قرضخواہ نے اپنے حصہ مین اس حیلہ مذکور کا برتاؤ کرنا چاہا اور قرضدار مذکور سے وصول کیا پھر دوسرے شریک نے چاہا کہ شریک مذکور نے جو کچھ وصول کیا ہی اُسمین سے اپنا حصہ رسد بٹالے تو اُسکو بٹا لینے کا اختیار ہوگا - پھر اگر شریک نے یہ چاہا کہ ایسی صورت نکلے کہ شریک دیگر اُسکے وصول یافتہ مین بٹائی نہ کرسکے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ قرضدار کو بقدر قرضہ کے اپنے مال عین سے زکوۃ کی نیت کرکے دیدے پھر قرضدار کو قرضہ مین سے اپنا حصہ صدقہ دیدے پھر قرضدار مذکور اسکو جو کچھ اُسنے وصول کیا ہی ہبہ کردے پس یہ صحیح ہوگا اور جو کچھ شریک نے وصول کیا ہی اُسمین دوسرے شریک کو شرکت کرنے کا استحقاق نہوگا - اور دوسرا طریقہ یہ ہی کہ قرضدار کسی شخص سے بقدر حصہ اُس شریک کے مال قرض لے اور قبضہ کرکے اس شریک کو ہبہ کردے پھر قبضہ کرکے یہ شریک اسکو اس قرضدار کے اپنے مال کی زکوۃ کی نیت کرکے دیدے پھر اس قرضدار کو یہ شریک اپنے حصہ قرضہ سے بری کردے پس دوسرے شریک کی جانب کوئی راہ نہوگی - مسئلہ اگر ایک شخص پر زکوۃ ہو اُسنے چاہا کہ مال زکوۃ سے کسی میت کا کفن دیدے تو یہ جائز نہین ہی اور اسکا حیلہ یہ ہی کہ میت مذکور کے اہل مین سے جو فقیر ہو اُسکو زکوۃ کا مال دیدے کہ وہ اُس میت کو کفن دیدیگا پس اس شخص کو ثواب زکوۃ ہوگا اور جسنے کفن دیا ہی اُسکو تکفین میت کا ثواب ہوگا اور علی ہذا جتنے امور خیر ایسے ہین

جنہیں تملیک نہیں پائی جاتی ہے یعنی زکوۃ کا مال صرف کرنے مین دوسرے کا مالک کر دینا نہین پایا جاتا ہے جیسے عمارت مساجد وپلہاے حوض ورباطات وغیرہ اور بسبب تملیک نہونے کے زکوۃ کا مال صرف کرنا جائز نہین ہوتا ہے کہ زکوۃ ادا نہین ہوتی تو ان سب مین یہی حیلہ ہے کہ بقدر زکوۃ کے کسی فقیر کو دیدے پھر اُسکو ان کاموں مین خرچ کرنے کا حکم کرے پس دینے والے کو ثواب زکوۃ ہوگا اور اس فقیر کو مسجد وپل وغیرہ بنانے کا ثواب ہوگا اور فتاوای ابواللیث مین ہے کہ کنارۂ جیحون پر زمین موات ہے اُسکو ایک قوم نے زندہ کیا تو سلطان کو اختیار ہوگا کہ اُسکے غلات مین سے عشر لے اور یہ حکم فقط امام محمد کے قول پر ٹھیک پڑتا ہے اسواسطے کہ جیحون کا پانی اُنکے نزدیک عشری ہے اور پانی ہی پر حاصلات کے پانے کا مدار ہے اور اگر وہاں کوئی رباط ہو اُسکے واسطے سلطان سے مسلمین سے کچھ مباح کیا تو جائز نہین ہے اور متولی کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکو رباط مین صرف کرے اور حیلہ یہ ہے کہ جسقدر رباط کے واسطے مباح کرتا ہے اس مقدار کو فقیرون کو دیدے پھر فقیر لوگ اسکو متولی کو دیدین پھر متولی اُسکو رباط مین صرف کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔

چوتھی فصل ۔ در مسائل روزہ ۔ اگر کسی نے پے در پے دو مہینہ کے روزے اپنے اوپر لازم کیے اور رجب وشعبان دونون مہینے پے در پے روزے رکھے پھر ناگاہ آخر شعبان مین ایک دن گھٹ گیا تو اسمین حیلہ یہ ہے کہ بقدر مسافت سفر کرے پس پہلا روز ماہ رمضان کا اپنے واجب کیے ہوے روزون مین شمار کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے چاہا کہ اپنے باپ کے روزون یا نمازون کا جو قضا ہوگئی ہین فدیہ ادا کردے لیکن یہ شخص فقیر ہے تو اُسکو چاہیے کہ دوسرے گیہون ایک فقیر کو دے پھر اُس سے بطور ہبہ مانگ لے پھر یہی گیہون دوسرے روزہ یا نماز کی قضا مین اُسکو دیدے پھر اُس سے ہبہ مانگ کر تیسرے روزہ یا نماز کے واسطے دے علی ہذا القیاس یہانتک کہ سب روزے ونمازین قضا کو پورا کردے یہ فتاوے سراجیہ مین ہے عیون مین ہے کہ ایک شخص زید نے قسم کھائی کہ اگر زید اس رمضان مین روزے رکھے تو اُسکی جورو پر تین طلاق ہین پھر اُسنے چاہا کہ قسم مین حانث نہو تو اُسکا حیلہ یہ ہے کہ اس ماہ مین برابر سفر کرے اور افطار کرے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔

پانچوین فصل ۔ مسائل حج مین ۔ اگر آفاقی یعنی جو مکہ کے کسی اور جگہ کے رہنے والے نے یہ چاہا کہ مکہ معظمہ مین بدون احرام کے داخل ہو کر میقات سے بغیر احرام باندھے مکہ مین داخل ہو تو اُسکا حیلہ یہ ہے کہ حرم شریف کے باہر کسی ایسی جگہ کسی کام کے واسطے جانے کا قصد کرے جو میقات سے آگے ہے جیسے بستان بنی عامر وغیرہ کہ بستان بنی عامر ایسی جگہ ہے جو میقات سے آگے ہے اور حرم سے خارج ہے پس ایسی ہی کسی جگہ کا قصد کرکے کسی کام کے واسطے داخل ہو پھر جب اس جگہ پہونچ جاوے تو وہان سے بغیر احرام باندھے مکہ معظمہ مین داخل ہو سکتا ہے۔ یہ ذخیرہ مین ہے۔

چھٹی فصل ۔ مسائل نکاح مین ۔ ہندہ نے زید پر دعوی کیا کہ اُسنے میرے ساتھ نکاح کیا ہے اور زید اس سے منکر ہے اور عورت مذکورہ کے پاس گواہ نہین ہین اور امام اعظم رح کے نزدیک نکاح مین قسم نہین لی جاتی ہے اور عورت مذکورہ نے قاضی سے کہا کہ مین نکاح نہین کر سکتی ہون اسواسطے کہ یہ شخص میرا خاوند ہے مگر نکاح سے انکار کرتا ہے پس آپ اسکو حکم کرین کہ یہ مجھے طلاق دیدے تاکہ مین دوسرا نکاح کرون اور زید اُسکو طلاق نہین دیسکتا ہے اسواسطے کہ طلاق دینے سے وہ اس امر کا مقر ہوا جاتا ہے کہ اُسنے نکاح کیا ہے پس ایسی صورت مین کیا کیا جاوے

تو امام زاہد علی بزدوی سے منقول ہی کہ قاضی اُسکے شوہر سے یون کہے کہ تو اس عورت سے کہدے کہ اگر تو میری عورت ہی جو تجھپر تین طلاق ہین کہ اس تقدیر پر شوہر اُسکے نکاح کا مقر نہوگا پس اُسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر وہ اُسکی جورو ہوتی تو اُسکے نکاح سے باہر ہوجائیگی اور اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ اپنا نکاح کرلے یہ ذخیرہ مین ہی زید نے ہندہ پر نکاح کا دعوی کیا اور قاضی نے بنا بر قول امام ابو یوسف رح امام محمد رح کے ہندہ سے قسم لینی چاہی تو ہندہ کے واسطے اپنی ذات سے یہ قسم دور کرنے کا حیلہ یہ ہی کہ ہندہ مذکورہ کسی دوسرے شخص سے اپنا نکاح کرلے کیونکہ جب اُسنے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا تو مدعی کے واسطے فسخ نہ رہیگی واسطے کہ قسم لینے کا فائدہ یہ کہ وہ قسم سے نکول کرے کہ جس سے مدعی کے واسطے اُسکا اقرار نکاح ثابت ہوجاتا کہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لینے سے بعد اگر اُسنے مدعی کے واسطے نکاح کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار صحیح نہین ہی پس قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ اُسکا کچھ فائدہ نہوگا - اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنی جورو کے نکاح کی تجدید کرے یعنے باوجودیکہ نکاح دونون مین ہی مگر اُسنے مکرر اسر نوع ایجاب وقبول کے ساتھ تجدید نکاح چاہی مگر اسطرح کہ اُسپر دوسرا مہر جدید بلا خلاف لازم نہ آوے تو کیا کرنا چاہیے سو جاننا چاہیے کہ اگر زید نے مثلاً ہندہ سے کسی قدر مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوبارہ اُس سے دوسرے مہر پر نکاح کیا تو اُسکے ذمہ دوسرا مہر واجب ہوتے مین اختلاف ہی اور یہ مسئلہ کتاب النکاح مین گذر چکا ہی پس اگر اُسنے چاہا کہ اسطرح نکاح کی تجدید کرے کہ بلا خلاف اُسکے ذمہ دوسرا مہر لازم نہ آوے تو یہ کرنا چاہیے کہ نکاح کی تجدید کرے یعنی ایجاب وقبول کرلے اور مہر کا ذکر نہ کرے یا یون کرے کہ مہر اول ہی پر تجدید نکاح کرے پس اُسکے ذمہ دوسرا مہر لازم نہ آویگا - اگر باپ نے اپنی دختر کا نکاح کسی مرد کے ساتھ کیا اور شوہر والون نے باپ سے یہ درخواست کی کہ کسی قدر مہر کے وصول پانے کا اقرار کرے تو وصول پانے کا اقرار کرنا باطل ہی اسواسطے کہ مجلس نکاح مین لوگ جانتے ہین کہ یہ بات درحقیقت جھوٹ ہی اور اگر ہبہ کرنے کی درخواست کی پس اگر دختر مذکورہ بالغہ ہی اور باپ سے کہا کہ مین اپنی دختر مذکورہ کی اجازت سے اسقدر مہر ہبہ کرتا ہون پھر شوہر کے واسطے دختر کی طرف سے درک کا ضامن ہو یعنے یون کہے کہ اگر دختر مذکورہ نے ہبہ کی اجازت دینے سے انکار کیا اور مجھسے پورا مہر لیا تو مین بقدر ہبہ کے اُسکی جانب سے تیرے واسطے ضامن ہون تو یہ ضمانت صحیح ہوگی بسبب اسکے کہ یہ ضمانت بجانب سبب وجوب مضاف ہی - اور اگر دختر مذکورہ صغیرہ ہو تو ایسی صورت مین ہبہ کے ذریعہ سے حیلہ نہین ہوسکتا ہی لیکن چاہیے کہ تھوڑا مہر جسقدر ہبہ وغیرہ سے ساقط کرنا منظور تھا اسقدر مہر کو شوہر اپنی جورو کے واسطے اس دختر کے باپ پر اُتروا دے اور حوالہ کردے بشرطیکہ دختر کا باپ نسبت شوہر کے تو انگر ہو پس شوہر کا ذمہ چھوٹ جائیگا یا یہ کرنا چاہیے کہ بقدر مہر کا ہبہ وغیرہ سے ساقط کرنا منظور تھا اُسقدر اصل مہر سے کم کرکے باقی پر عقد نکاح قرار دین چنانچہ اگر پانچ سو درم مین سے سو درم کے ہبہ واقع ہونے پر اتفاق کیا تو چاہیے کہ اصل مین ابتدا سے مہر فقط چار سو درم قرار دین - اور اگر ایک شخص نے اپنی دختر بالغہ کے مہر مین سے تھوڑا معجل اور تھوڑا موجل اور تھوڑا ہبہ قرار دیا جیسا کہ معتاد ہی اور شوہر والون نے باپ سے ضمانت طلب کی اور باپ کا ارادہ یہ ہی کہ اُسکے ذمہ کچھ لازم نہ آوے تو اُسکو یون کہنا چاہیے کہ مین اسقدر مہر ہبہ کرتا ہون پھر اگر دختر مذکورہ نے ہبہ کی اجازت نہ دی تو یہ مجھپر ہوگا - اور یون نہ کہے کہ مین دختر مذکورہ کی اجازت سے ہبہ کرتا ہون جیسا کہ ہمنے مسئلہ اولی مین ذکر کیا ہی پس ایسا کرنے سے اُسکے ذمہ کچھ لازم نہ آویگا - ایک شخص کا ایک غلام ہی اسنے درخواست

کہ باندی یا آزاد عورت سے اسکا نکاح کردے اور مولی کو خوف ہوا کہ اگر اُسکے ساتھ نکاح کر دیا تو یہ مولی کے کام مین سستی کریگا
یا کوئی مشتری اسکے بعد اسکی خریداری کی رغبت نہ کریگا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اُس سے یہ کہے کہ مین نے اپنی یہ باندی یا یہ عورت
آزاد تیرے نکاح مین بدین شرط دی کہ اس عورت کے طلاق کا اختیار میرے ہاتھ مین ہے جب چاہونگا اسکو طلاق دیدونگا
پس اگر غلام نے اسکو قبول کر لیا تو مولی اُسکی طلاق کا مختار ہو جائیگا جب چاہیگا اسکو طلاق دے سکیگا ایک شخص نے
ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا اور عورت کو یہ خوف ہوا کہ اُسکو اس شہر سے باہر لیجائیگا یا اسکے رو برو دوسرا نکاح کریگا
پس عورت مذکورہ نے سوا سے قسم کے دوسرے طور پر اس امر کی مضبوطی کرنی چاہی تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ اپنے
تئین کسی قدر مہر مسمی پر اُسکے نکاح مین بدین شرط دے کہ اُسکو اس شہر سے باہر نہ لیجاوے اور اگر لیجاوے تو اُسکو اُسکا پورا
مہر مثل دیوے [illegible] شوہر اس امر کا اقرار کرے کہ اسکا مہر مثل ایک لاکھ درم مثلاً مین [illegible] درم مقدار بیان کرے
[illegible] واقع اُسکے مہر مثل سے [illegible] اور وہ شوہر مذکور پر گران ہے اور اپنے اقرار پر گواہ کرلے پس جب شوہر
عورت کو شہر سے باہر دوسرے مقام پر لیجانے کا قصد کریگا تب یہ اس سے پورے مہر مثل کا مواخذہ کریگی - اور فقیہ
ابو اللیث [illegible] شوہر کی طرف سے یہ اقرار [illegible] مقدار مہر [illegible] اسکا مہر مثل ہونا محتمل ہو اور اگر یہ امر
محال ہو [illegible] ایسا نہین ہو سکتا ہے تو یہ اقرار صحیح نہوگا - اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ صورت مذکورہ بالا اسی امام کے
قول کے موافق حیلہ ہو سکتی ہے جو یہ فرماتا ہے کہ شرط دوم مثل شرط اول کے جائز ہے اور بنا بر قول ایسے امام کے جو شرط دوم کو
[illegible] فرماتا ہے [illegible] اُسکو لیکر اسی شہر مین [illegible] باہر لیگیا تو عورت مذکورہ کو صرف اسکا مہر مثل
[illegible] زیادہ [illegible] حیلہ [illegible] ایسا اقرار جائز ہوا اور ایسی [illegible] موافق قول ایسے امام کے جو حکم
جائز فرماتا ہے [illegible] عورت [illegible] جاتی ہے [illegible] مہر مثل کا شوہر نے اقرار کیا ہے وہ درحقیقت مہر مثل سے بہت
[illegible] اُسکو باہر لیجایا جاتا تو عورت مذکورہ کو حکم قضا کے موافق اس مہر اقراری کا شوہر سے لینے کا اختیار ہوگا
ولیکن فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ [illegible] دیانت اسکو [illegible] لینا جائز نہوگا الا اُس صورت مین کہ شوہر مذکور اسکو
[illegible] اس مقدار زائد کو دیدے - اور اگر عورت مذکورہ نے اُسکے ساتھ بدون حیلہ مذکورہ کے نکاح کیا پھر شوہر نے
[illegible] اسکو اس شہر سے باہر لیجاوے پس عورت مذکورہ نے ایسا حیلہ چاہا جس سے شوہر مذکور اسکو اس شہر سے باہر
[illegible] ہے کہ عورت مذکورہ اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی وغیرہ کے واسطے جس شخص پر اُسکو اعتماد ہو اپنے
اوپر [illegible] قرضہ کا اقرار کردے اور اسپر گواہ کرا دے حتیٰ کہ جب شوہر یہ چاہے کہ اسکو اس شہر سے باہر لیجاوے
تو جسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہے وہ اسکو باہر جانے سے مانع ہوگا - ولیکن یہ حیلہ امام ابو یوسف رحمہ کے قول کے موافق
[illegible] اور امام محمد رحمہ کے قول کے موافق یہ حیلہ [illegible] اسواسطے کہ امام محمد رحمہ کے نزدیک [illegible]
[illegible] اقرار [illegible] اُس عورت کے حق مین [illegible] اور شوہر کے حق مین کچھ اثر نہین ہے [illegible] واسطے قرضہ
[illegible] شوہر [illegible] مانع نہین ہو سکتا ہے [illegible] اپنے ساتھ باہر لیجاوے - پھر بنا بر قول امام محمد رحمہ
کے جب یہ حیلہ درست نہوا اور مقر لہ کو خوف ہوا کہ شاید شوہر [illegible] قسم دلاوے کہ تو قسم کھا کہ درحقیقت اس عورت پر میرا
اسقدر قرضہ نہین [illegible] قسم کھا سکتا ہے تو اُسکا حیلہ یہ ہے کہ مقر لہ مذکور اس عورت کے ہاتھ اسقدر قرضہ کے عوض
ایک کپڑا فروخت کردے [illegible] اسکے بعد اگر قسم کھا جائیگا تو گنہگار نہوگا - اور اگر اُسنے چاہا کہ ایسا حیلہ کرے جس سے

قول کے موافق درست ہو تو اُسکی صورت یہ ہے کہ جس شخص پر اس عورت کو اعتماد ہو اُس سے کوئی چیز بہت گران ثمن سے عوض خریدے یا کسی معتمد علیہ کی طرف سے اُسکے حکم سے یا بدون اُسکے حکم کے کفالت کرے تو بائع و مکفول لہ کو اختیار ہوگا کہ سب امامون کے قول کے موافق اس عورت مذکورہ کو باہر جانے سے منع کرے یہانتک کہ اُسکا ثمن یا قرضہ ادا کردے اور اگر عورت مذکورہ نے کفالت کا اقرار کر لیا تو بھی سب کے نزدیک مکفول لہ کو اختیار ہوگا کہ اسکو باہر جانے سے منع کرے پس سب کے نزدیک یہ بھی حیلہ صحیحہ ہو جائیگا - اور حاصل یہ ہے کہ جس صورت مین عورت مذکورہ اقرار کریگی اور اس مقر بہ کا کوئی سبب بیان کریگی تو اُسکا اقرار سب کے نزدیک مقرلہ و زوج کے حق مین صحیح ہوگا حتے کہ مقرلہ کو بالاتفاق اختیار ہوگا کہ عورت مذکورہ کو شوہر کے ساتھ باہر جانے سے منع کرے اور جس صورت مین اقرار کریگی اور مقر بہ کا سبب بیان نہ کریگی تو شوہر کے حق مین اُسکا اقرار موثر ہونے مین ویسا ہی اختلاف ہوگا جیسا پہلے اوپر بیان کیا ہے اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام کے ساتھ اپنی دختر کو بیاہ دیا پھر مولے مرگیا تو نکاح فاسد ہو جائیگا اسواسطے کہ دختر مذکورہ اگر تنہا وارث ہوئی تو پورے رقبہ غلام مذکور کی مالک ہوگئی اور اگر اُسکے ساتھ دوسرا کوئی وارث ہو تو حصہ غلام کی مالک ہوئی اور بہرحال کسی طرح مالک ہونے سے نکاح فاسد ہو جائیگا پھر اگر مولی نے چاہا کہ اُسکے مرنے کے بعد نکاح فاسد نہ ہونے پاوے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ غلام مذکور کو پہلے کسی قدر مال پر مکاتب کردے پھر اُسکے ساتھ اپنی دختر کا نکاح کرے پس مولی کے مرنے سے اسکا نکاح فاسد نہو گا یہ محیط مین ہے - ایک مرد نے ایک عورت سے درخواست کی کہ اسکے ساتھ نکاح کرے پس عورت نے اسکو منظور کیا لیکن عورت نے اس امر کو مکروہ جانا کہ یہ بات اُسکے ولی لوگون کو معلوم ہو پس عورت مذکورہ نے اپنے نکاح کرا دینے کا اختیار اسی مرد مذکور کے ہاتھ مین دیدیا تو اُسکا یہ نکاح جائز ہوگا - اور اگر شوہر نے اس امر کو مکروہ جانا کہ گواہون کے حضور مین اُسکا نام لے تو اسکا کیا حیلہ ہے سو امام خصاف رح نے فرمایا کہ جب عورت نے اپنے نکاح کرا دینے کا اختیار اُس مرد کو دیا اور دونون نے باہم کسی قدر مہر پر اتفاق کیا تو شوہر خود گواہون کے حضور مین اگر اُسنے کہدیا کہ مین نے ایک عورت سے اپنے ساتھ نکاح کرنے کو کہا اور اُسکو اسقدر مہر دیا پس وہ اس امر سے راضی ہوئی اور اُسنے اپنے اس کام کا اختیار مجھے دیا کہ مین اُس سے نکاح کرلون پس مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اس عورت سے اپنے نکاح کا اختیار اسقدر مہر پر مجھے دیا ہے نکاح کیا پس دونون کے درمیان نکاح منعقد ہو جائیگا بشرطیکہ وہ مذکور اُسکا کفو ہو ایسا ہی امام خصاف رح نے اس حیلہ کو ذکر فرمایا ہے اور شیخ اجل شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ امام خصاف رح نے جو زبان کے واسطے اسی قدر شناخت پر اکتفا کیا ہے - اور بعضے مشائخ فرماتے تھے کہ یہ خصاف رحمہ اللہ کی اپنی رائے ہے اور ایسے نکاح کے جائز ہونے مین کلام ہے اسوجہ سے کہ عورت مذکورہ اتنی بات سے شناخت مین نہین آئی ایسا ہی مشائخ سے منقول ہے اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ امام خصاف رح علمی کان ہین اور وہ ایسے شخص ہین کہ آنکی سیرت ذخیرہ مین ہے - فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رح سے دریافت کیا گیا کہ دو بھائیون نے دو بہنون سے نکاح کیا پھر شب عروسی کی رات مین لوگون مین نادانستگی مین ہر ایک کی جورو کو دوسرے کے پاس بھیجدیا اور آگاہ نہوئے یہانتک کہ صبح ہوگئی تو یہ معاملہ امام اعظم ابوحنیفہ رح کے پاس پیش کیا گیا تو فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک مرد اپنی منکوحہ کو ایک طلاق بائن دیدے پھر دونون مین سے ہر ایک اُس عورت سے نکاح کرلے جسکے ساتھ اُسنے دخول کیا ہے اور مناقب ابوحنیفہ رح مین اس مسئلہ کا ذکر ہے ایک حکایت کے ساتھ کہ کوفہ کے بعضے اشراف لوگون مین یہ واقعہ

ہوا تھا حالانکہ انھون نے طعام ولیمہ کی دعوت مین اُس زمانہ کے علمار کو بلایا تھا اور انمین امام ابوحنیفہ رح بھی تھے اور اُس زمانہ مین امام رحمہ اللہ نوجوان آدمیون مین شمار تھے پس سب علمار دسترخوان پر بیٹھے تھے کہ ناگاہ عورتون کا غُل غپاڑا سُنائی دیا تو دریافت کیا گیا کہ ان لوگون کو کیا سانحہ پیش آیا پس لوگون نے بیان کیا کہ شب زفاف مین لوگون نے غلطی کھائی کہ دونون بھائیون مین سے غلطی سے ہر ایک کی منکوحہ دوسرے کے پاس بھیجدی اور ہر ایک نے اُس عورت سے دخول کیا جو اُسکے پاس بھیجی گئی تھی اور لوگون نے کہا کہ عالم لوگ اسوقت دسترخوان پر تشریف رکھتے ہین اُنسے یہ مسئلہ دریافت کرنا چاہیئے پس اُنسے دریافت کیا گیا تو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ حکم دیا ہی کہ دونون شوہرون مین سے ہر ایک پر اُس عورت کا مہر لازم آیا جسکے ساتھ اُسنے دخول کیا ہی اور ہر ایک عورت پر عدت واجب ہی پھر جب عدت گذر جاوے تو اُسکا شوہر اُسکے ساتھ دخول کرے اور امام ابوحنیفہ رح دسترخوان کے کونے پر اپنی اُنگلی مارتے تھے اور خاموش تھے جیسے کوئی شخص متفکر ہوتا ہی پھر اتنے مین جو شخص امام ابوحنیفہ کے پہلو مین بیٹھا تھا اُسنے یہ حالت دیکھکر اُنسے کہا کہ اگر آپ کے پاس اس معاملہ مین کوئی اور حکم ہو تو اُسکو ظاہر کیجیے۔ تو امام سفیان ثوری رح یہ بات سُنکر غضبناک ہوگئے اور فرمایا کہ معاملہ وطی شبہہ مین حضرت علی کرم اللہ تعالے وجہہ کے حکم کے بعد اُنکے پاس کیا حکم ہوگا پھر امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ دونون شوہرون کو میرے پاس بلاؤ پس دونون بلائے گئے پس دونون سے پوچھا کہ آیا تجھکو وہ عورت پسند ہی جس سے تو نے زفاف کیا ہی تو کہا ہر ایک نے کہا کہ ہان پھر ہر ایک سے کہا کہ تو اپنی منکوحہ کو طلاق بائن دیدے پھر اُسکے بعد ہر ایک کے ساتھ اُسی عورت کا نکاح کر دیا جسکے ساتھ اُسنے دخول کیا تھا اور کہا کہ اب اپنی اپنی مدخولہ جورو کے پاس جاؤ اللہ تعالے تم مین برکت کرے پھر سفیان ثوری نے کہا کہ تُنے یہ کیا کیا تو ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ مین نے ایسی بات کی کہ جو سب سے بہتر ہو کہ جس سے باہمی اچھی محبت برادرانہ باقی رہیگی اور کسی طرح کی عداوت نہوگی تم یہ نہین دیکھتے ہو کہ اگر دونون مین سے ہر ایک اس امر پر صبر کرتا کہ عدت گذر جاوے پھر اُسکو اپنی جورو بنا دے تو کیا اُسکے دل مین یہ خیال نہ رہتا کہ میری اس جورو کے ساتھ میرے بھائی نے دخول کیا ہی سو مین نے یہ کیا کہ ہر ایک سے اُسکی منکوحہ کو طلاق دلوا دی۔ اور چونکہ اُسنے اپنی منکوحہ کے ساتھ دخول نہین کیا اور نہ خلوت واقع ہوئی اور نہ اُسپر طلاق کی عدت لازم آئی پھر مین نے ہر ایک کو اُسی عورت کے ساتھ تزویج کیا جس سے اُسنے دخول کیا ہی اور وہ اُسکی معتدہ ہی اور اُسکی عدت اُسکے نکاح سے خارج نہین ہی پس ہر ایک اپنی جورو کو لیکر خوش خوش چلا گیا پس اہل علم نے امام ابوحنیفہ رح کی فطانت اور حُسن تامل سے تعجب کیا اور اس حکایت مین اس مسئلہ کی فقاہت کا بیان ہی جسپر کتاب کو ختم کیا ہی کذا فی المبسوط۔

ساتوین فصل - در طلاق - ایک مرد نے اپنی جورو کو لکھا کہ میری ہر جورو سوائے تیرے اور سوائے فلانہ عورت کے طلاق ہی پھر فلانہ عورت کا ذکر محو کیا اور خط کو اپنی جورو کے پاس روانہ کیا تو فلانہ عورت مطلقہ نہوگی۔ اور طلاق ثلثہ کے واسطے یہ حیلہ جیدہ ہی کہ جب ایسی عورت کو جسکو تین طلاق دینگی ہین یہ خوف ہو کہ حلالہ کرانے مین دوسرا شوہر اُسکو رکھ لیگا اور طلاق نہ دیگا تو جس مرد سے تحلیل یعنے حلالہ کرانا منظور ہی اُس سے قبل نکاح واقع ہونے کے کہا جاوے کہ تو گواہ کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون اور ایک دفعہ تیرے ساتھ وطی کرون تو پھر تجھپر تین طلاق ہین پس جب ایسا کریگا تو بعد نکاح اور ایک مرتبہ وطی واقع ہونے کے بعد ہی وہ مطلقہ ہو جائیگی اور چھٹکارا حاصل ہو جائیگا

اور دوسرا حیلہ اصل مسئلہ مین یون ہی کہ عورت مذکورہ مرد حلالہ کرنے والے سے کہے کہ مین نے اپنے تئین تیرے نکاح مین اس شرط سے دیا کہ میری طلاق کا اختیار میرے ہاتھ مین ہی جب چاہونگی اپنے آپ کو طلاق دیدونگی پھر وہ مرد اسکو قبول کرلے تو عورت مذکورہ کو اختیار طلاق حاصل ہوجائیگا جب چاہیگی اپنے آپ کو طلاق دیدیگی - اور اگر محلل یعنے حلالہ کرنے والے مرد نے ابتدا سے یون کہا کہ مین نے تجھے اس شرط سے نکاح کیا کہ تیرا کار طلاق تیرے اختیار مین ہی جب چاہے تو اپنے تئین طلاق دیدے پس عورت نے اسکو قبول کیا تو کار طلاق اس عورت کے اختیار مین نہوگا لیکن اگر شوہر محلل نے ابتدا سے کہا کہ مین نے تجھسے اس شرط سے نکاح کیا کہ تیرا کار طلاق تیرے اختیار مین بعد میرے تجھسے نکاح کرنے کے ہی جب چاہے تو اپنے آپ کو طلاق دیدے پس عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو عورت مذکورہ کا کار طلاق اسکے اختیار مین ہوجائیگا - ایک عورت نے جسکو تین طلاق دیگئی ہین یہ کہا کہ حلالہ کرا کر پہلے خاوند کے پاس جاوے مگر اسکو یہ امر گران گذرتا ہی کہ کسی مرد سے نکاح کرے اور یہ مشہور ہو کہ یہ وہی عورت ہی جسنے حلالہ کرایا ہی تو اسکے واسطے حیلہ یہ ہو کہ اگر اس عورت کے پاس مال ہو تو اس مال مین سے ایک مملوک کا ثمن کسی ایسے شخص کو جسپر اسکو اعتماد ہو ہبہ کردے پھر وہ ہبہ موہوب لہ اس ثمن کے عوض ایک غلام صغیر قریب ببلوغ جو عورت سے جماع کرنے کے لائق ہو خریدے پھر وہ اس غلام کو اس عورت مذکورہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے - اور یہ عورت اسکے ساتھ دو گواہان عادل کے سامنے نکاح کرے پھر جب یہ غلام اسکے ساتھ دخول کرلے تو مولاے غلام مذکور اس غلام کو اسی عورت کو ہبہ کرے اور یہ عورت اسکو قبول کرکے قبضہ کرلے پس نکاح ٹوٹ جائیگا پھر جب عدت پوری ہوجاوے تو نکاح صحیح کرکے اپنے خاوند اول کے پاس واپس جاوے اور اس غلام کو کسی دوسرے شہر مین واپس دور بھیجدے کہ وہان فروخت کیا جاوے پس اسکا بھید پوشیدہ رہیگا ایسا ہی اس حیلہ کو امام خصاف رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہی - اگر ایک شخص نے کہا کہ اپنی جورو کو طلاق دے مگر طلاق واقع نہو تو اسکو چاہیے کہ طلاق مین استثنا کرے یعنی ان شاء اللہ تعالے کہے ولیکن یہ چاہیے کہ لفظ استثنا زبان سے کہے اور طلاق کے الفاظ سے ملا ہوا کہے (یعنے تجھے طلاق ہی ان شاء اللہ تعالے) جدا کرکے نہ کہے کہ جدا کیا ہوا استثنا کار آمد نہین ہوتا ہی جیسے کہ اگر اسنے اپنے دل مین پوشیدہ رکھا تو وہ کار آمد نہین ہی - اور استثنا کا مسموع ہونا آیا شرط ہی یا نہین ہی سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ شرط نہین ہی صرف یہ شرط ہی کہ حروف ٹھیک ہون اور الفاظ زبان سے برآمد ہون اور بعضون نے کہا کہ مسموع ہونا شرط ہی اور یہ مسئلہ کتاب الطلاق مین مذکور معروف ہی پھر جبکہ طلاق یا عتاق کے ساتھ لفظ استثنا کو متصل کیا تو جس عورت کو طلاق دی یا جس مملوک کو آزاد کیا ہی اسکو طلاق دہندہ یا آزاد کنندہ کہا جائیگا یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی حالانکہ بالاتفاق طلاق یا عتاق کا واقع ہونا ثابت نہین ہوا پس اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ واللہ مین آج کے روز اپنی جورو کو ایک طلاق یا تین طلاق دونگا پس اسی روز اس عورت سے کہا کہ تجھپر تین طلاق ہین ان شاء اللہ تعالے یا کہا کہ تجھپر تین طلاق بعوض ہزار درم کے ہین پس عورت نے کہا کہ مین نہین قبول کرتی ہون تو اس شخص کی قسم پوری ہوجائیگی اور اپنی قسم مین جھوٹا نہوگا اور اسی کو مشائخ بلخ نے اختیار کیا ہی اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رحمہ سے مروی ہی حتے کہ امام اعظم رحمہ سے صریح اسطرح مروی ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ واللہ آج کے روز اپنی جورو کو تین طلاق دونگا یا کہا کہ ایک طلاق دونگا تو اسمین حیلہ یہ ہی کہ اس سے کہے کہ

تجھکو طلاق ہی اگر اللہ تعالی چاہے یا کہے کہ تجھپر تین طلاق بعوض ہزار درہم کے ہین اور عورت اسکو قبول نکرے پس وہ مرد اپنی قسم مین جھوٹا نہوگا اور اُسکی قسم پوری ہو جائیگی اور اسی طرح اگر فروخت کرنے کی قسم کھائی تو بطور بیع فاسد فروخت کردے کہ قسم اُتر جائیگی پس اُسکا فروخت کنندہ ہونا اور موجب ملک ہونا اعتبار کیا جائیگا اگرچہ ملک ثابت نہین ہوئی پس ایسا ہی طلاق مین استثنا ہونے کی صورت مین بھی وہ طلاق دہندہ واقع کیا جائیگا اگرچہ اس سے طلاق واقع نہوگی اور ہمارے مشائخ فرماتے ہین کہ وہ طلاق دہندہ نہوگا اور اسکو انھون نے ظاہر الروایۃ کا حکم قرار دیا ہی اور نیز مسئلہ متقدمہ مین فرمایا کہ قسم کھانے والا اپنی قسم مین ظاہر الروایۃ کے موافق سچا نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر مین آج تجھے تین طلاق ندون تو تجھپر تین طلاق ہین تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ اس سے کہے کہ تجھپر تین طلاق بعوض اسقدر مال کے ہین اور عورت اسکو قبول نکرے پس ایک روایت کے موافق تمام اغلاط سے مروی ہی کہ طلاق واقع نہوگی اور اسی پر فتوے ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنی جورو کو طلاق بائن دیدی پھر اس سے انکار کیا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ عورت مذکورہ ایسے گھر مین داخل ہو جہان اسکا شوہر ہی پس اُسکے شوہر سے کہا جاوے کہ تو نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ اس گھر مین ہی پس وہ کیگا کہ میری کوئی جورو اس گھر مین نہین ہی پس اُس سے کہا جاوے کہ تیری ہر عورت جو اس دار مین ہو اسکو طلاق ہی پس جب وہ ایسی حلف کرلے تو عورت مذکورہ ظاہر ہو جاوے پس اُسکی طلاق ظاہر ہو جائیگی۔ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلان شخص سے کلام نکریگا اور اگر اُس سے کلام کرے تو اسکی جورو پر تین طلاق ہین تو اسمین حیلہ یہ ہی کہ جورو کو ایک طلاق بائن دیدے اور اسکو چھوڑ دے یہانتک کہ اُسکی عدت گذر جاوے پھر فلان شخص سے کلام کرے پھر اسکے بعد اس عورت سے نکاح کرلے یہ سراجیہ مین ہی۔

آٹھوین فصل - خلع کے بیان مین۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تجھپر تین طلاق ہین اگر تو مجھسے خلع کی درخواست کرے مگر مین تجھے خلع نکردون۔ اور عورت مذکورہ نے اپنے مملوکون کے آزاد ہو جانے پر اپنے مال کے صدقہ کی قسم کھائی اگر اُس سے رات ہونے سے پہلے خلع نمانگے پس مرد مذکور امام ابو حنیفہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور اُسنے دریافت کیا تو امام رحمہ اللہ نے عورت مذکورہ سے فرمایا کہ تو اس سے خلع کی درخواست کر پس اُسنے اپنے شوہر سے کہا کہ مین تجھسے درخواست کرتی ہون کہ تو مجھے خلع کردے پس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اسکے شوہر سے فرمایا کہ تو کہ مین نے تجھے ہزار درہم پر خلع دیا کہ تو ان ہزار درہم کو مجھے دے پس اُسکے شوہر نے یون ہی کہا پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عورت مذکورہ سے فرمایا کہ تو کہ کہ مین نے اسکو نہین قبول کرتی ہون پس عورت مذکورہ نے اس سے کہا کہ مین اسکو نہین قبول کرتی ہون پھر امام رحمہ اللہ نے دونون سے فرمایا کہ تم دونون میان و بیوی جاؤ تم دونون کی قسم اُتر گئی۔ اور دوسرا حیلہ جبکہ عورت مذکورہ نے اپنے مملوکون کے آزاد ہو جانے اور اپنے مال کے صدقہ کی قسم کھائی ہی تو عورت مذکورہ کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ عورت مذکورہ اس سب کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جسپر اسکو اعتماد ہو پھر وہ تمام دن گذر جاوے اور رات ہونے سے پہلے شوہر سے خلع کی درخواست نکرے یہانتک کہ جب رات آویگی تو اسکی قسم اُتر جاویگی مگر قسم کی جزا کچھ نہوگی اسواسطے کہ اسکی ملک مین کچھ مال ہی نہین ہی پھر اسکے بعد مشتری سے بیع کا اقالہ کرلے یہ محیط مین ہی۔

نویں فصل قسموں کے بیان میں ایک مرد نے قسم کھائی کہ فلانی عورت سے نکاح کریگا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مرد مذکور اور عورت کا ولی دونوں کوفہ سے باہر جاکر عقد نکاح قرار دیں اور ایجاب وقبول معتبر گواہوں کے پورا ہو جاوے پس وہ مرد اپنی قسم میں حانث نہوگا - اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ مرد مذکور کسی مرد کو وکیل نکاح کرے پھر وکیل اور عورت دونوں کوفہ سے باہر جاویں اور وہاں جاکر عقد نکاح قرار دیں تو موکل مذکور اپنی قسم میں حانث نہوگا و معتبر اس باب میں وکیل کا حانث ہونا ہے نہ موکل کا - اگر ایک مرد نے قسم کھائی کہ بخارا میں اپنی عورت کو طلاق نہ دیگا تو البتہ اس مسئلہ نکاح مذکورہ بالا کے یہ حیلہ ہے کہ خود بخارا سے باہر جاکر اسکو طلاق دیوے یا کسی کو وکیل کردے کہ وہ بخارا سے باہر جاکر اسکو طلاق دیدے پس اس قسم کھانے والا حانث نہوگا - ایک شخص نے سفر کا قصد کیا پس اسکی جورو نے اس سے قسم چاہی کہ ہر باندی جسکو وہ خریدے وہ آزاد ہو پس اگر عورت مذکورہ نے اسکو اسطور پر قسم دلائی تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ ان اور اس سے قسم دلانے والی عورت سے کوئی باندی خریدے جسکا مالک اسکو آزاد کرچکا ہو یا ایسا باندی خریدے جسکا کوئی مالک نہ ہو پس اگر اس شہر یا گانون کے سوائے دوسری جگہ باندی خریدے تو وہ آزاد نہو جاویگی - اور اس مسئلہ سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو قسم دلائی اور اس دوسرے نے اسکے جواب میں کہا کہ ہان تو یہ کافی ہے اور یہ شخص اس قسم کے ساتھ جو اسکو دلائی ہے قسم کھانے والا ہو جاویگا حالانکہ یہ صورت ایسی ہے کہ اسمیں متاخرین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ ہان کردینا کافی نہیں ہے بلکہ قسم کی تصریح کرنی ضرور ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہان کردینا کافی ہے اور یہی مسئلہ مذکورہ اسکی دلیل ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے - ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں ایسا کروں تو میرا غلام آزاد ہے اور تمام میرا مال جگہ میں مالک ہوں سب صدقہ ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ یہ سب مال ایسے شخص کو جسپر اسکو اعتماد ہو ہبہ کردے اور اسکے سپرد کردے پھر اس فعل کو کرے پھر جسکو ہبہ کیا ہے اس سے ہبہ سے رجوع کرکے واپس لے - ایک شخص نے یہ چاہا کہ اپنی باندی کو مکاتب کردے اور اس سے وطی بھی کرے تو وہ شخص اس باندی کو اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کردے پھر اس سے نکاح کرلے بشرطیکہ اسکے نکاح میں کوئی عورت حرہ نہو پھر اس سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ آزاد ہوگی یہ سراجیہ میں ہے اور عیون میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنے غلام کو مدبر کرے لیکن اس طرح مدبر کرے کہ اسکو اس غلام کے فوت کا بھی اختیار رہے تو اس غلام سے یوں کہے کہ اگر میں ایسی حالت میں مروں کہ تو میری ملک میں ہو تو تو آزاد ہے تو یہ جائز ہے اور جب وہ مرگیا تو غلام مذکور آزاد ہوگا ایسا ہی حسن بن زیاد نے امام اعظم سے روایت کی ہے کہ ایسے مدبر کی بیع جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے - اگر زید کے عمرو پر سو درم قرضہ ہوں پس زید نے کہا کہ اگر میں آج کے روز ان سو درم کو تفرق لوں تو میرا غلام آزاد ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ سو درم مذکور میں سے کوئی ٹکڑا متفرق لے یا اکٹھا لے لے - اور اگر اس نے کہا کہ اگر میں نے آج کے روز ان سو درم کو سوائے اکٹھا کے وصول کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس سے اکٹھا سو درم وصول کیے لیکن انمیں کوئی درم ستوق پایا اور چاہا کہ اسکو بدل لے اور قسم جھوٹی نہو تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اسکو دوسرے روز بدلے پس قسم جھوٹی نہوگی اسی طرح اگر اس نے بالکل تبدیل ہی نکیا تو بھی قسم جھوٹی نہوگی ولیکن اگر اس نے اسی روز اس درم کو بدل لیا تو قسم جھوٹی ہو جاویگی - اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلان سے اپنا حق لے لیگا یا وصول کرلیگا پھر اسکو یہ مصلحت پیش آئی کہ خود اس سے نہ وصول کرے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ کسی دوسرے کو وکیل کردے کہ وہ اس سے وصول کرلے پس قسم جھوٹی نہوگی - اسی طرح اگر اسکو یہ مصلحت پیش آئی کہ جس فلان سے لینے کی قسم کھائی ہے اسکے ہاتھ سے وصول نکرے

تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اس فلان کے وکیل کے ہاتھ سے وصول کرے تو بھی قسم جھوٹی نہوگی اسی طرح اگر اُسنے ایسے شخص کے ہاتھ سے وصول کیا جسنے فلان مذکور کی طرف سے اُسکے حکم سے مال مذکور کی کفالت کی ہو یا ایسے شخص سے وصول کیا جسپر فلان مذکور نے یہ مال اُتارا دیا ہو تو بھی قسم پوری ہوگی ایسا ہی امام قدوری نے ذکر فرمایا ہو اور عیون مین ایک مسئلہ مذکور ہو جو اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ اُسکی قسم جھوٹی ہو جائیگی اور اُسکی صورت یون مذکور ہو کہ زید نے قسم کھائی کہ آج کے روز اپنا قرضہ اپنے قرضدار عمرو سے وصول نکریگا پھر اُسی روز عمرو کے وکیل سے وصول کیا تو قسم جھوٹی ہو جائیگی اور اگر مطلوع سے وصول کیا تو جھوٹی نہوگی اسی طرح اگر قرضدار کے کفیل سے یا ایسے شخص سے جسپر قرضدار نے اُتارا دیا ہو وصول کیا تو بھی قسم جھوٹی نہوگی - اور قدوری مین لکھا ہو کہ اگر قرضدار نے قسم کھائی کہ مین فلان شخص کو اُسکا حق دیدونگا پس اُسنے اپنے وکیل کو ادا کرنے کا حکم دیا یا کسی پر اُتارا دیا جس سے قرضخواہ نے وصول کر لیا تو قرضدار مذکور کی قسم پوری ہو جائیگی اور اگر قرضدار مذکور کی طرف سے کسی شخص نے بطور احسان ادا کر دیا تو قرضدار مذکور کی قسم جھوٹی ہو جائیگی - اور اگر اُسنے کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ یہ فعل بنفس خود کرونگا تو قضاءً و دیانۃً اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی - اور نیز قدوری مین لکھا ہو کہ اگر قرضدار نے قسم کھائی کہ اُسکو ندیگا پھر اُسکو ان صورتون مین سے کسی صورت سے دیا تو حانث ہو جائیگا اور اگر اُسنے کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ مین خود بنفسہٖ اُسکو ندونگا تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نکی جائیگی اور دوسرے مقام پر لکھا ہو کہ اُسکی تصدیق کیجائیگی اور کوئی تفصیل نہین فرمائی اور صحیح وہی ہو جو پہلے بیان کیا ہو یہ ذخیرہ مین ہو - اگر ایک شخص نے دوسرے سے کوئی اسباب خریدا اور بائع نے بارہ درم سکہ کے عوض دینے سے انکار کیا پس مشتری نے کہا کہ اگر تو غلام آزاد ہو اگر وہ بارہ درم کو نہ دیدے پھر مشتری مذکور کی رائے مین آیا کہ اسکو خریدے تو یہ حیلہ کرنا چاہیے کہ اُسکو گیارہ درم دایک دینار کے عوض خریدے یا بائع اُسکو گیارہ درم و ایک کپڑے کے عوض فروخت کرے اور قسم مین حانث نہوگا اور یہ جو مذکور ہوا یہ جواب قیاس ہو اور موافق حکم اُسکے استحسان کے وہ شخص حانث ہو جائیگا چنانچہ امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہو کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ اپنا غلام دس درم کو فروخت نکریگا الا جبکہ دس سے اکثر یا زائد کے عوض ہو پھر اُسکو نو درم و ایک دینار کے عوض فروخت کیا تو قیاساً حانث ہوگا اور استحساناً حانث نہوگا اور اس صورت مین امام محمد رح نے یہ صورت ذکر نہین فرمائی کہ اگر اُسنے نو درم اور ایک کپڑے کے عوض فروخت کیا تو کیا حکم ہو اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ قیاساً و استحساناً قسم مین حانث ہوگا اسواسطے کہ درم و کپڑا قیاساً و استحساناً دونون مختلف ہین پس کپڑے کے ساتھ ملانے سے درمون مین زیادتی نو جائیگی پس ایسی بیع قسم مذکور سے مستثنیٰ نوگی بلکہ قیاساً و استحساناً قسم کی ہنت مین داخل ہوگی - اور اگر یون قسم کھائی کہ اپنا غلام دس درم کو فروخت نکریگا سے کہ زیادہ کیا جاوے پھر اُسکو ضرورت پیش آئی کہ غلام مذکور کو فروخت کرے اور اُسنے کوئی ایسا مسئلہ پیدا پایا جو اُسکو دس درم سے زیادہ دے تو فرمایا کہ اُسکو چاہیے کہ نو درم کے عوض فروخت کرے اور قسم مین حانث نہوگا - حالانکہ چاہیے یہ ہو کہ حانث ہو جاوے اسواسطے کہ اُسنے اپنی پوری قسم یہ ٹھہرائی ہو کہ دس درم سے زائد کے عوض فروخت کریگا حالانکہ یہ غایت پائی نہین گئی پس قسم باقی رہی پس واجب ہوا کہ حانث ہو جاوے جیسے کہ دس درم کے عوض فروخت کرنے کی صورت مین ہو لیکن اسکا جواب یہ ہو کہ حانث ہونا اُسسے قسم پر نہین آتا ہو بلکہ شرط حانث ہونے کی جب پائی جاوے تو حانث ہوتا ہو لیکن اس شرط کا پایا جانا بھی ایسی حالت مین ہونا چاہیے کہ جب قسم باقی ہو پس درصورتیکہ اُسنے نو درم کے عوض فروخت کیا ہو تو حانث ہونے کی شرط پائی گئی جیسا کہ اوپر بیان گذرا پس حانث ہونے کی شرط پائی جانے کی وجہ سے حانث

نہوگا اور یہ وجہ نہین ہو کہ قسم نہین باقی رہی ہو اور درصورتیکہ اسنے دس درہم کے عوض فروخت کیا تو حانث ہونے کی شرط پائی گئی در حالیکہ قسم بھی باقی ہو پس حانث ہوگا اور یہ سب جامع سے منقول ہو اور اسمین سے مسئلہ اخیرہ کو ہشام نے اپنی نوادر مین امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہو اور فرمایا کہ قیاس یہ ہو کہ حانث نہو اور ہم قیاس ہی کو اختیار کرتے ہین یہ محیط مین ہو۔ اور اگر یہ قسم کھائی کہ فلان شخص کے ہاتھ یہ کپڑا اتمن کے عوض تا ایدہ فروخت نہ کریگا تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ فلان مذکور اور کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرے پس اپنی قسم مین حانث نہوگا اور دوسرا حیلہ یہ ہو کہ کسی اسباب کے عوض فروخت کرے۔ اور حیلہ دیگر یہ ہو کہ کسی شخص کو وکیل کرے کہ وہ وکیل اسکو اُس شخص کے جسکے ہاتھ فروخت نہ کرنے کی قسم کھائی ہو فروخت کرے تو حانث نہوگا چنانچہ ایمان الاصل مین مذکور ہو کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ خرید و فروخت نہ کریگا۔ پس اسنے دوسرے آدمی کو وکیل کر دیا کہ خرید و فروخت کر دے تو حانث نہوگا لیکن اگر یہ شخص قسم کھانے والا سلطان ہو کہ ایسے امور کا بنفس خود متولی نہین ہوتا ہو تو وکیل کرکے خرید و فروخت کرنے سے بھی حانث ہو جائیگا اور یہ مسئلہ معروف ہو۔ اور حیلہ دیگر آنکہ جسکے ہاتھ فروخت نکرنے کی قسم کھائی ہو اُسکے ہاتھ کوئی فضولی فروخت کرے پھر مالک کو خبر دے پھر مالک اپنی قسم کھانے والا اسکی بیع کی اجازت دیدے تو بھی قسم مین حانث نہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر کسی نے کہا کہ اگر مین نے یہ غلام خرید کیا تو وہ آزاد ہو پھر اسکی رائے مین یہ آیا کہ اس غلام کو خرید کرنا چاہیے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اس شرط سے خریدے کہ اس بیع مین بائع کو خیار حاصل ہو پس قسم مین حانث نہوگا اور حیلہ دیگر بنا بر قول امام اعظم رح کے یہ ہو کہ اس شرط سے خریدے کہ اسمین مشتری کو خیار ہو کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک خیار مشتری اس امر سے مانع ہوتا ہو کہ مبیع ملک مشتری مین داخل ہو پس محض خرید سے اس غلام مذکور پر مشتری کی طرف سے آزاد نہو جائیگا مگر قسم اُتر جائیگی کذا فی المحیط۔ اور ایسا ہی امام مصنف رحمہ اللہ نے اس حیلہ کو بیان کیا ہو مگر اسمین ایک نظر ہو کیونکہ امام محمد رح نے جامع صغیر مین بیان فرمایا ہو کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر مین اس غلام کو خریدون تو یہ آزاد ہو پھر اُسکو اس شرط سے خریدا کہ اُسکو خیار حاصل ہو تو آزاد ہو جائیگا اور اسمین کوئی اختلاف بیان نہین فرمایا اور ہمارے مشائخ نے سب اماموں کے نزدیک مسئلہ مذکورہ مین یہی حکم نکالا ہو کہ وہ آزاد ہو جائیگا چنانچہ مشائخ نے فرمایا کہ صاحبین کے نزدیک ظاہر ہو کہ آزاد ہو جائیگا کیونکہ اُنکے نزدیک مشتری کا خیار ہونا اس امر سے مانع نہین ہوتا ہو کہ مبیع ملک مشتری مین داخل ہو پس شرط عتق ایسی حالت مین پائی گئی کہ غلام خریدنے سے بڑھکر اُسکی ملک مین بھی موجود ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک اسوجہ سے آزاد ہو جائیگا کہ مشتری کا خیار شرط اگرچہ مبیع ملک مشتری مین داخل ہونے سے مانع ہو لیکن آزاد ہونا ملک پر معلق نہین ہو بلکہ خریدنے پر معلق کیا گیا ہو اور جو چیز کسی شرط پر معلق ہو وہ شرط پائی جانے کے وقت ایسی ہی ہو جیسے بدون شرط کے محض مرسل آزاد کیا مثلاً پس گویا اُسنے یہ کہا کہ بعد خریدنے کے یہ غلام آزاد ہو۔ اور حیلہ دیگر آنکہ کسی دوسرے آدمی کے ساتھ شریک ہو کر اس غلام کو خریدے۔ اور حیلہ دیگر آنکہ اس غلام کے سو حصون مین سے ننانوے اپنے واسطے خریدے اور باقی ایک حصہ اپنے فرزند صغیر کے واسطے یا اپنی جورو کے حکم سے خریدے یا اسمین سے ننانوے حصے اپنے واسطے خریدے اور باقی حصہ کی نسبت بائع اقرار کر دے کہ یہ حصہ اس مشتری کی ملک ہو۔ اور علی ہذا اگر کسی دار کی نسبت یون ہی کہا کہ اگر مین اس دار کو خریدون تو چنین و چنان ہو پھر اُس دار کے سو حصون مین سے ننانوے حصے اپنے واسطے خریدے اور باقی ایک حصہ اپنے فرزند صغیر یا جورو کے واسطے خریدے تو بھی حانث نہوگا۔ اور اگر حصہ باقی اسکو ہبہ کیا گیا تو

غلام وغیرہ کے مانند چیزون مین جو مجتمل تقسیم نہین ہین یہ ہبہ صحیح ہوجائیگا اور جو مجتمل تقسیم ہین جیسے دار وغیرہ یہ ہبہ صحیح نہوگا ولیکن دونون صورتون مین وہ شخص اپنی قسم مین حانث نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ نوع دیگر کھانے کی صورتون مین اگر ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو نے اس گردہ نان مین سے کھایا تو مجھے طلاق ہی تو ایسا حیلہ کرے وہ عورت اس گردہ نان کو کھاوے اور اسپر طلاق واقع نہ ہو امام اعظم رحمہ سے اسطرح روایت کیا گیا ہی کہ عورت مذکورہ کو چاہیے کہ اس روٹی کو جو کر کے شوربے مین ڈالکر خوب پکاوے کہ بالکل اُسمین ملجاوے یعنے مثل لپٹی کے ہوجاوے پھر اُسکو کھاوے تو مرد حانث نہوگا۔ اور قدوری مین ایک اور حیلہ بتلایا ہی کہ اگر اُسکو خشک کرکے چورکر ڈالے پھر پانی کے ساتھ پی جاوے تو مرد حانث نہوگا اور اگر اُسے تر کرکے اُسکو کھایا تو حانث ہوگا۔ اور اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلان شخص مثلاً زید کا اناج نہ کھائیگا پھر قسم کھانے والے کو ضرورت پیش آئی کہ اُسکا اناج کھاوے تو جائز ہی کہ یہ حیلہ کرے کہ زید اس اناج کو جو مہیا کیا تھا اس حالف کے ہاتھ فروخت کردے پھر حالف اُسکو کھاوے تو حانث نہوگا اسی طرح اگر زید نے اُسکو ہبہ یا ہدیہ دیدیا پھر حالف نے اُسکو کھایا تو بھی حانث نہوگا اسواسطے کہ بیع کردینے اور ہدیہ دیدینے سے یہ اناج اُسکی ملک ہوگیا پس اُسنے اپنا اناج کھایا ہی۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ امام حصاف رحمہ اس مقام پر اناج کی بیع مطلقاً جائز فرمائی ہی والانکہ یہ بیع اسطور پر جائز ہی کہ یہ اناج مشار الیہ یا بائع کی کسی مقام کی طرف اشارہ کرے کہ فلان اُس خرمن کا یا اُس کھیت کا اناج ہی یا اُسکے مثل کسی طور سے اُسکو معرفہ کردے اور اگر اُسنے مطلقاً کہا تو بیع جائز نہوگی۔ ایک شخص نے ایک لقمہ اُٹھاکر اپنے منھ مین لیا تھا اُسکو کھاوے پس زید نے قسم کھائی کہ اگر تو نے یہ لقمہ کھالیا تو زید کی جورو پر طلاق ہی اور عمرو نے یون قسم کھائی کہ تو نے یہ لقمہ اگل ڈالا تو عمرو کی جورو پر طلاق ہی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ تھوڑا لقمہ کھالیوے اور تھوڑا اگل دے پس دونون قسم کھانے والون مین سے کوئی حانث نہوگا اور اگر لقمہ منھ مین لینے والے نے ہنوز کچھ نہ کیا ہو یہانتک کہ بکر نے آکر اُسکے منھ سے لقمہ نکالکر زمین پر ڈالدیا پس اگر بکر نے زبردستی نکال لیا ہی اور جسکے منھ مین ہی وہ اُسکو نہ کرتا ہی اور روکے جاتا ہی حتے کہ بکر اُسپر غالب آیا اور اُسنے نکال لیا تو بھی دونون قسم کھانے والون مین سے کوئی حانث نہوگا یہ محیط مین ہی۔ نوع دیگر زید نے قسم کھائی کہ اگر وہ اس عورت کو نفقہ دے تو اُسپر طلاق ہی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ اس عورت کو کچھ مال ہبہ کردے تاکہ وہ اُسمین سے اپنے نفقہ مین خرچ کرے یا اُسنے ہاتھ مال فروخت کرے یا اُس سے کسی چیز کو بعوض مال کے خرید لے یا کوئی چیز اُس سے کرایہ لے اور مال کرایہ پر دیدے کہ وہ اس مال سے اپنے نفقہ مین خرچ کرے پس زید حانث نہوگا اسی طرح اگر اُسکو کوئی دوکان مثلاً ہبہ کردی جسکے کرایہ سے وہ گذارہ کرے یا بہت تھوڑے کرایہ پر اُسکو دوکان کرایہ پر دیدی تاکہ اُسنے دوکان کو کرایہ پر چلاکر اُسکے کرایہ سے اپنا نفقہ چلایا تو بھی حانث نہوگا اور وجہ دیگر آنکہ عورت مذکورہ اپنے شوہر کو اجارہ پر مقرر کرنے کہ اسقدر اجرت پر اُسکو دیگی اور شوہر اُسکے واسطے انواع تجارت مین کوشش کرے پس شوہر کی کمائی تجارت کی اُس عورت کی ہوگی کہ جسمین سے اپنے نفقہ مین اور اپنے شوہر کے نفقہ مین خرچ کریگی اور یہ حیلہ ظاہر ہی۔ اور مسائل کی جنس سے وہ مسئلہ ہی جو حیل بالاصل مین مذکور ہی کہ زید نے عمرو کو مال دیا پھر زید نے کہا کہ اگر تو اس مال سے اپنے اہل وعیال کے خرچ کرے تو زید کی جورو پر طلاق ہی پھر عمرو نے چاہا کہ اس مال سے اپنا قرضہ جو

آتا ہو ادا کرے اور باقی اپنے اہل و عیال کے خرچہ مین صرف کرے پس آیا زید حانث ہوگا یا نہو گا سو فرمایا کہ نہین حانث ہوگا جب تک کہ عمرو کل مال مذکور کو اہل و عیال کے سوائے دوسری جگہ خرچ نہ کرے یہ محیط مین ہے شیخ الاسلام ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ زید کی دو جورو ہین ایک ہندہ اور دوسری صالحہ پس ایک نے مثلاً ہندہ نے اُس سے کہا کہ صالحہ کو طلاق دیدے اور زید کو بہت تنگ کیا کہ زید نہایت مجبور ہوا حالانکہ زید کی نیت مین نہین ہے کہ وہ صالحہ کو طلاق دے تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ صالحہ کے نام کی دوسری عورت سے نکاح کرے پھر ہندہ سے کہے کہ مین نے اپنی جورو صالحہ کو طلاق دی اور اس سے مراد وہ عورت ہے جس سے بالفعل نکاح کیا ہو اور وجہ دیگر یہ ہے کہ اس عورت اور اسکے باپ کا نام اپنی بائین ہتھیلی پر لکھے پھر اپنے دائین ہاتھ سے اس لکھے ہوے کی طرف اشارہ کرے اور کہے کہ مین نے اس فلانہ بنت فلان کو طلاق دی پس ہندہ کو وہم ہوگا کہ اُسنے اُسی عورت کو طلاق دیدی جسکی طلاق کی ہندہ نے درخواست کی تھی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک جماعت چند آدمیون کی ایک شخص کے پاس گھس گئی اور اُسکا سب مال لے لیا اور اُسکو قسم دلائی کہ کسی کو اُنکے نام کی خبر نہ دے تو انامون سے آگاہ کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس شخص سے کہا جاوے کہ ہم تیرے سامنے بہت سے نام و القاب بیان کرتے ہین پس جو شخص ان چوروں مین سے ہو اسکے نام پر تو نہین کرنا اور جب ہم چور کا نام لین تو تو خاموش ہو جانا یا کہنا کہ مین کچھ نہین کہتا ہون پس اس طریقہ سے بعید ظاہر ہو جائیگا اور وہ شخص اپنی قسم مین حانث نہوگا ایک شخص کو معلوم ہوا کہ امیر شہر کا ارادہ ہے کہ اُس سے قسم لے کہ وہ سلطان کی مخالفت نکریگا تو اُسکو چاہیے کہ اپنی بائین ہتھیلی پر وہ بادشاہ کو لکھے پھر جب اُس سے قسم لیجاوے کہ اگر تو اس بادشاہ کی مخالفت کرے تو تیرے مملوک آزاد ہین یا تیری عورتون پر طلاق ہو تو اُسکو چاہیے کہ اپنی قسم کھانے کے وقت اس بادشاہ کی طرف اشارہ کرے جو اُسکی بائین ہتھیلی پر لکھا ہو اور اپنے دونون انگوٹھون کو جسکی آستین مین اندر رکھے اور کہے کہ مین اس بادشاہ کی مخالفت نکرونگا یہ سراجیہ مین ہے۔ دو آدمیون مین سے ہر ایک نے قسم کھائی کہ دوسرے سے پیشتر مین کلام کرنے مین ابتدا نکرونگا تو چاہیے کہ دونون ایک ساتھ کلام کرین پس دونون مین سے کوئی حانث نہوگا اور اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ زید کے دار مین داخل نہوگا پس وہ زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہوگا لیکن یہ اُس صورت مین ہے کہ جب اُسکو کسی دوسرے نے لاکر مکان کے اندر داخل کر دیا ہو اور اگر اُسپر جبر کیا کہ اندر داخل ہو یہانتک کہ وہ مجبور ہو کر اندر داخل ہوا تو ہمارے نزدیک حانث ہو جائیگا۔ اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو کے پاس داخل نہوگا یعنے عمرو مہمان ہووے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ زید پہلے دالان داخل ہو جاوے پھر اُسکے بعد اُسکے پیچھے عمرو داخل ہو تو زید حانث نہوگا یہ محیط مین ہے

دسوین فصل عتق و تدبیر کے بیان مین

ایک مرد کی ایک باندی تھی اُسنے باندی مذکور کو عتق و تدبیر کو پیش کیا مگر اُسنے اسکو مکروہ جانا اور کہا کہ میرے نزدیک بیع نسمہ پسند ہے اور بیع نسمہ یہ ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیجاوے جو اُسکو آزاد کرنے کے واسطے خریدنا چاہتا ہو پس مولے نے چاہا کہ یہ وصیت کرے کہ یہ باندی ایسے شخص کے ہاتھ بیچ کیجاوے جو اسکو بیع نسمہ خریدنا چاہتا ہو اور یہ معلوم ہو کہ ثمن مثل سے کسی قدر گھٹانا ضرور ہے کہ مشتری اسکے خریدنے

مین رغبت کرے حالانکہ اگر مولی اسطرح وصیت کرتا ہو کہ یہ فروخت کی جاوے اور اسکے ثمن سے مشتری کے ذمہ سے کچھ گھٹا دیا جاوے تو یہ وصیت صحیح نہین ہو اسواسطے کہ یہ وصیت مجہول کے واسطے ہو اور مجہول کے واسطے وصیت جائز نہین ہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ مولے اسطرح وصیت کرے کہ اس باندی کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرو جسکو یہ باندی پسند کرے اور اُس شخص کے ذمہ سے اسکے ثمن مین سے ہزار درم گم کردو پس جب یہ باندی پسند کریگی کہ اس مرد مثلاً زید کے ہاتھ فروخت کی جاوے اور اسکو معین کریگی تو وہی وصیت مذکورہ کے واسطے متعین ہوجائیگا کہ بیع مین اُسی کے ساتھ معاملات کیجائیگی پس اس شخص سے کہا جائیگا کہ فلان شخص نے اس امر کی وصیت کی ہو کہ یہ باندی تیرے ہاتھ بطور بیع نسیہ کے اسکے ثمن مثل کے عوض فروخت کیجاوے اور تیرے ذمہ سے اسکے ثمن سے اسقدر درم گھٹا دیے جاوین پس اگر تجھکو منظور ہو تو تیرے ہاتھ فروخت کیجاوے۔ زید کی ایک باندی ہو اُسنے اپنے مولے سے درخواست کی کہ مجھکو آزاد کرکے اپنے ساتھ جیسے نکاح کرے اور زید نے اسکو مکروہ جانا مگر یہ چاہا کہ اُسکا دل خوش کردے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اُسکو کسی مرد معتمد کے ہاتھ اُسکے خریدنے سے فروخت کرے یا اسکو ہبہ کردے اور موہوب لہ مذکور اُسپر قبضہ کرلے پھر وہ شخص اسکو ہبہ یا بیع کے گواہون کے سامنے آزاد کردے پھر زید اُنھین کے سامنے اسکے ساتھ نکاح کرلے پھر جسکے ہاتھ فروخت کی ہو اُس سے کہے کہ میرے ساتھ اسکی بیع کا اقالہ کرلے پس جب وہ بیع کا اقالہ کریگا تو نکاح فسخ ہوجائیگا اور باندی مذکور اُسکی ملک مین آجائیگی پس اُسکو اختیار ہوگا کہ اُس سے ملکیت کی وجہ سے وطی کرے اور باندی اسمین سے کسی بات سے واقف نہوگی پس باندی کا دل خوش ہوجائیگا حالانکہ باندی مذکورہ اُسکی ملک ہوگی یہ محیط مین ہو۔ ایک غلام زید و عمرو کے درمیان مشترک ہو اُنمین سے ایک شریک نے خلاً زید نے اپنا حصہ مکاتب کیا تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک پورا غلام مکاتب ہوجائیگا اور عمرو اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ چاہے پورے غلام کی کتابت کو باطل کردے اور چاہے زید سے اپنے حصہ کی قیمت لے لے۔ پس اگر ہر ایک نے چاہا کہ ہر ایک کا حصہ غلام مکاتب ہوجاوے اور کوئی اپنے شریک کے واسطے ضامن نہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ دونون ایک شخص کو وکیل کردین کہ تو دونون کا حصہ ایک ہی کلمہ کے ساتھ معاً مکاتب کردے پس وکیل مذکور اس غلام سے کیگا کہ مین نے تجھکو تیرے دونون مولاؤن کی طرف سے اس اس قدر مال پر مکاتب کیا پس اگر غلام نے اسکو قبول کرلیا تو دونون مولاؤن کی طرف سے مکاتب ہوجائیگا اور صاحبین کے نزدیک اور نزد امام اعظم کے نزدیک دونون مین سے کوئی مولی اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہوگا پھر جب کوئی مولی اُسکے بدل کتابت مین سے کچھ وصول کریگا تو اس وصول شدہ مین دوسرا شریک اُس سے شرکت کرسکتا ہی خواہ دونون مولاؤن کی کتابت کا عوض ایک ہی جنس سے ہو یا مختلف جنس سے ہو۔ پھر اگر دونون نے چاہا کہ باوجود اسکے کہ ہر ایک کا حصہ مکاتب ہوجاوے یہ بھی ہو کہ مکاتب سے وصول کردہ مال مین دوسرا شریک بٹائی نہ کرسکے تو یہ حیلہ ہو کہ دونون ایک شخص کو وکیل کردین کہ وہ اس غلام کو مکاتب کردے اور وکیل مذکور اس غلام کے ذمہ دونون مین سے ہر ایک کے حصہ کی تفصیل کردے خواہ معاوضہ کتابت مین دونون کا یکسان حصہ بیان کرے یا مختلف بیان کرے پس وکیل اس غلام سے کیگا کہ مین نے تیرے دونون مولاؤن کی طرف سے تجھکو ایک ہزار پانچ سو درم پر مکاتب کیا جسمین سے حصہ زید ہزار درم ہو اور حصہ عمرو پانچ سو درم ہو اور غلام کہے کہ مین نے اس سب کو قبول کیا یا وکیل مذکور کہے کہ مین نے تجھکو ایک ہزار درم و پچاس دینار پر مکاتب کیا جسمین سے ہزار درم حصہ زید اور پچاس دینار حصہ عمرو ہین اور غلام کہے کہ مین نے اس سب کو قبول کیا

پس جبکہ وکیل نے اسطرح کیا تو اُسنے مضبوطی کردی اور دونون مین سے کوئی دوسرے کے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور جو کچھ ایک مولی وصول کریگا اُسمین دوسرا مولی شریک نہین ہوسکتا ہو اور شرکت و بٹائی نکرسکنے کے حق مین ایسا ہوگیا کہ جیسے اُسنے مکاتب کرنے مین جدا جدا مکاتب کیا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو زید کا ایک غلام ہو اُسنے چاہا کہ اس غلام کو آزاد کردے مگر زید بیمار ہو اور اُسکو یہ خوف ہو کہ باوجودیکہ یہ غلام اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو لیکن اُسکا وارث اُسکی وفات کے بعد ترکہ سے انکار کرجاوے حتے کہ یہ غلام تہائی سے برآمد ہوا اور یہ وہ اس غلام کو ماخوذ کرے کہ بقدر حق وارث کے وارث کو سعایت کرکے ادا کرے تو امام خصاف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہو کہ غلام مذکور کو اُسی کے ہاتھ بعوض مال کے فروخت کردے اور گواہون کے سامنے یہ مال وصول کرے پس جب غلام نے اپنے آپ کو خرید کیا تو اُسی وقت آزاد ہوجائیگا اور مال سے اسوجہ سے بری ہوجائیگا کہ مولے نے اُسکو اُس سے وصول کرلیا ہو اور شیخ شمس الائمہ طرخانی نے فرمایا کہ امام خصاف رحمہ نے یہ شرط لگائی کہ مولی ان گواہون کے سامنے مال پر قبضہ کرے حالانکہ اسکی ضرورت یہی ہو کہ جب مولی پر حالت صحت کا قرضہ ہوتے کہ حالت مرض مین مولے کا اقرار استیفاے ثمن جو غلام پر واجب ہی صحیح نہووے اور اگر مولی پر حالت صحت کا قرضہ ہو اور اُسنے مرض مین یہ اقرار کیا کہ مین نے وہ ثمن جو غلام پر واجب ہوا ہی بھر پایا تو اُسکا اقرار صحیح نہوگا۔ اور اصل مسئلہ یہ ہو کہ اگر اپنے غلام کو اپنے مرض مین مکاتب کیا پھر بدل کتابت وصول پانے کا اقرار کیا حالانکہ اُسپر قرضہ صحت نہین ہو تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا ولیکن تہائی مال سے معتبر ہوگا یعنے اگر اسقدر مال کتابت جسکے وصول پانے کا اقرار کیا ہو تہائی مال متروکہ ہوگا تو مکاتب بری ہوجائیگا بخلاف اسکے اگر مریض نے حالت مرض مین اُسکو فروخت کیا پھر استیفاے ثمن کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار صحیح ہو اور پورے مال سے معتبر ہوگا پھر وضع ہو کہ اگر غلام مذکور کے پاس کچھ مال نہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ مولی کچھ مال اُسکو بقدر ثمن کے پوشیدہ دیدے کہ اس سے وارث لوگ خبردار نہون پھر غلام مذکور گواہان بیع کے سامنے یہی مال اپنے مالک کو دیدیگا پس آزاد ہوجائیگا اور وارثون کو اُس سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ وہ لوگ یہ نہین جانتے ہین کہ مولی نے اس غلام کو کچھ دیا ہو اور یہی مسئلہ حیل الاصل مین ذکر کرکے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہو کہ مولے اس غلام کو کسی معتمد کے ہاتھ فروخت کرکے گواہون کے سامنے ثمن وصول کرلے پھر اُسکو آزاد کردے اور اُسکا آزاد کرنا صحیح ہوگا پھر مریض یہ ثمن مشتری مذکور کو خفیہ ہبہ کردے پس وارثون کو غلام پر سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی یہ ذخیرہ مین ہو۔

گیارہوین فصل ۔ وقف کے بیان مین

اگر کسی نے چاہا کہ اپنا دار یا زمین مسکینون کے واسطے صدقہ وقفی قرار دے کہ اُسکی زندگی اور اُسکی وفات کے بعد لون ہی رہے اور اُسکو خوف ہوا کہ شاید اسلام نہ رہے ایسے قاضی کے حضور مین ہو جو امام ابوحنیفہ کے مذہب کا قائل ہو پس وہ یہ صدقہ اور یہ وقف باطل کردے پس اُسنے اسکے واسطے کوئی حیلہ چاہا تو جاننا چاہیے کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک وقف مضاف بسوے زمانہ بعد موت نہین صحیح ہو الا بطریق وصیت ایسا ہی امام خصاف رحمہ نے امام اعظم رحمہ کا مذہب ذکر کیا ہو اور ہمارے نزدیک اسطرح محفوظ ہو کہ اگر مضاف بسوے زمانہ بعد موت ہووے یا اُسکی وصیت ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک صحیح ہو پس اسکا حیلہ یہ ہو کہ وقف کنندہ نے جو وقف کیا ہو وہ کسی شخص کو سپرد کرکے اُسکو اس وقف کا قیم قرار دے پھر یہ وقف کنندہ اُسکے حاصلات کو مسکینون کے خرچ مین لانے سے انکار کرے یا کسی مشتری کے ہاتھ اس وقف کو فروخت کرکے سپرد کرے پس درصورت بیع کے مشتری کے ہاتھ

اور درصورت انکار صرف حاصلات بالمصارف مساکین کے وقف کنندہ کے ساتھ یہ شخص متولی خصومت کرے یعنے مشتری واقف پر متولی نالش کرے اور اُسکو ایسے قاضی کے پاس لیجاوے جسکے نزدیک ایسا وقف صحیح ہی پس یہ قاضی اس وقف کی صحت کا حکم دیگا اور یہ حکم ظاہراً صحیح ہوگا کیونکہ مدعی کی طرف سے دعوی اور مدعا علیہ کی طرف سے خصومت پائی گئی ہی پھر بعد اس حکم کے کسی قاضی وغیرہ کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ بحکم شرعی اسکو باطل کرسکے اسواسطے کہ قاضی مذکور نے ایک مسئلہ مجتہد فیہ مین یعنے جسمین مجتہدون کا اختلاف رائے ہی بجانب جواز وعدم جواز ہی حکم دیا ہی پس اُسکی قضا نافذ ہوجاویگی یہ محیط مین ہی - زید کے واسطے کچھ مال ایک وقف سے ہی جو اسیر اور غیر پر مثلاً عمر وغیرہ پر بھی وقف کیا گیا ہی اور زید پر قرضہ واجب ہوا پس اُسنے چاہا کہ اپنے قرضخواہ کو اس امر کا وکیل کردے کہ ہر سال اس وقف کی حاصلات مین سے جو کچھ اُسکے واسطے ہوا کرے اُسکو اپنے قرضہ کی ادائی مین لے لیا کرے پس قرضخواہ نے کہا کہ مجھے اس بات سے اطمینان نہین ہی کہ تو مجھے اپنی وکالت سے خارج کردے پس مین چاہتا ہون کہ مجھے اسطرح وکیل کردے کہ تا ادائی میرے قرضہ کے جو تجھپر ہی تو مجھکو اپنی وکالت سے خارج نکرسکے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ قرضدار مذکور اس امر کا اقرار کرے کہ وقف کنندہ نے اپنی ذات کے واسطے یہ شرط لگائی تھی اس اصل وقف مین سے کہ جبتک وہ زندہ ہی اُسکی ذات اور اُسکے اہل وعیال کے واسطے اس وقف کی حاصلات مین سے اس اس قدر سالانہ نفقہ دیا جاوے اور اُسکی وفات کے بعد پہلے اُسکے قرضہ کی ادائی اس وقف سے کی جاوے پھر باقی حاصلات اُن لوگون کے واسطے ہو جنپر یہ وقف ہی اور اس فلان بن فلان یعنے اپنے قرضخواہ کا فلان بن فلان یعنے وقف کنندہ پر اسقدر درم قرضہ صحیحہ ہی اور مین نے اس قرضخواہ کے واسطے اُسکی طرف سے اس تمام مال کی ضمانت صحیحہ جائزہ قطعیہ قبول کرلی تھی اور اس وقف کنندہ نے اس فلان بن فلان یعنے قرضخواہ کو اپنی زندگی مین اس وقف کا متولی کیا تھا کہ اس وقف کی آمدنی سے اپنا قرضہ سب وصول کرلے اور جب سب بھر پاوے تو پھر اسکے بعد یہ کچھ متولی نہ رہیگا اور نیز تحریر کرے کہ مین نے اس قرضخواہ کو وکیل کیا کہ اس وقف مین سے میرا حصہ حاصلات برابر وصول کرے یہانتک کہ تمام وہ مال جسکی مین نے وقف کنندہ کی طرف سے اسکے واسطے ضمانت کی ہی بھر پاوے پس جب اُسنے اسطور سے اقرار کیا تو بعد اسکے اُسکو یہ اختیار نہ رہیگا کہ قرضخواہ مذکور کو وکالت سے خارج کرے اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ اس حیلہ مین ایک نوع کا اشتباہ ہی اسواسطے کہ اُسنے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ شرط لگائی ہی کہ پہلے اس وقف کی حاصلات سے اُسکا اور اُسکے عیال کا نفقہ دیا جاوے اور اُسکے قرضون کی ادائی مین صرف کیا جاوے پس یہ کسی قدر وقف کا اپنے واسطے استثنا کرلینا ہوا اور یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز نہین ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی پس یہ بھی لکھنا چاہیے کہ اس قرضدار نے اقرار کیا کہ کسی قاضی نے اس وقف کی صحت کا حکم دیدیا ہی تاکہ متفق علیہ ہوجاوے پھر اس حیلہ مین فرمایا کہ اس فلان یعنے قرضخواہ کے واسطے فلان یعنے وقف کنندہ پر اسقدر مال قرضہ واجب ہی پس یہ باقرار اس سقم کے صحیح ہوا اسواسطے کہ وہ حق غیر کے تقدم ہونے کا اقرار کرتا ہی پس اس اقرار مین اُسکی تصدیق کی جاویگی جیسے وارث نے اگر اپنے مورث پر قرضہ کا اقرار کیا تو اسی وجہ سے صحیح ہوتا ہی کہ اُسنے تقدیم حق غیر کا اقرار کیا ہی اور صاحب قرضہ بہ نسبت وارث کے مقدم کیا جاتا ہی پس ایسا ہی اس صورت مین ہوگا پھر اس حیلہ کے اقرار مین فرمایا کہ مین نے اس تمام مال کی بضمانت صحیحہ ضمانت کرلی تھی اور اسمین بھی ایک طرح کا شبہہ ہی

کیونکہ ضمانت مذکورہ کبھی صحیح ہوگی کہ جب وقف کنندہ بحالت تونگری مرگیا ہو اور اگر بحالت مفلسی مرا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ایسی ضمانت صحیح نہوگی پس اسکے واسطے بھی حکم حاکم لاحق کرے تاکہ متفق علیہ ہو جاوے پھر اس حیلہ مین فرمایا کہ اس وقف کنندہ نے اس صدقہ کا متولی ہونا اس فلان یعنی قرضخواہ کے سپرد کیا اور یہ زمین اس فلان کے قبضہ مین دیدی — اور یہ اقرار بھی اس مقر کی طرف سے صحیح ہو اسواسطے کہ اسنے اپنے ذاتی حق پر حق غیر کو مقدم کیا ہے پس اقرار صحیح ہوگا پھر تحریر کیا کہ اور جب یہ قرضخواہ اسقدر اپنا قرضہ کامل وصول کر چکے تو پھر اسکے واسطے اسکی ولایت کچھ نہ رہیگی — یہ بدین غرض تحریر کیا کہ تاکہ وہ اپنے قبضہ مین ہونے کی وجہ سے اسپر اپنے استحقاق کا مدعی نہو جاوے یہ ذخیرہ مین ہے

بارہوین فصل — شرکت کے بیان مین — زید و عمرو نے چاہا کہ باہم شرکت کرین اور ایک کے پاس خلاً زید کے پاس سو دینار رہین اور دوسرے عمرو کے پاس ہزار درم ہین تو شرکت جائز ہے اگرچہ دونون مال مختلط نہونگے اور یہ جواز اس وجہ سے ہوا کہ ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک مختلط ہو جانا شرط نہین ہے اور یہ مسئلہ کتاب الشرکت مین مذکور معروف ہے پھر اگر دونون مالون مین سے کوئی مال قبل اسکے کہ خرید واقع ہووے ضائع ہوگیا تو اپنے مالک کا مال گیا اور یہ بھی معروف ہے پس اگر دونون نے چاہا کہ قبل خرید واقع ہونے کے ہر دو مال مین سے کسی مال کے ضائع ہونے کی صورت مین نقصان دونون کے حق مین عائد ہو تو اسکا حیلہ کیا ہے تو امام خصاف رح نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ دیناروں کا ایک اپنے نصف دینار درمون والے کے ہاتھ اسکے نصف درمون کے عوض فروخت کردے پس دونون مال دونون کے درمیان مشترک ہو جاوینگے پھر اسکے بعد دونون عقد شرکت قرار دین جسطرح انکی باہمی قرارداد ہو اور اگر ایک شریک نے پاس متاع اور دوسرے کے پاس مال نقد ہو اور دونون نے شرکت چاہی تو یہ شرکت بعوض ہوگی اور یہ جائز نہین ہے اور امام خصاف رح نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ متاع والا اپنی نصف متاع کو مال نقد والے کے نصف مال نقد کے عوض فروخت کردے پس مال و متاع دونون مین مشترک ہو جاوینگے پھر دونون اپنی مراد کے موافق عقد شرکت قرار دینگے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصاف کا فرمانا کہ پھر دونون اپنے ارادہ کے موافق عقد شرکت قرار دینگے یہ امر نقد کے حق مین ٹھیک ہے کہ اگر نقد کے حق مین ارادہ یہ گیا کہ نفع کمی و بیشی کے ساتھ شرط کرین تو جائز ہے اور اگر راس المال اس متاع کو قرار دیا تو نفع مین کمی و بیشی شرط کرنا جائز نہین ہے بلکہ نفع بقدر راس المال کے ہوگا پس امام خصاف کا قول نقدی مال کے حق مین محمول کیا جائیگا نہ متاع کے حق مین یعنے انھون نے اس قول سے حصہ نقد مراد لیا ہے نہ متاع — اور اگر دونون کے پاس متاع ہو اور دونون نے شرکت کرنی چاہی تو امام خصاف رح نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ دونون مین سے ہر ایک اپنی نصف متاع کو بعوض دوسرے کی نصف متاع کے دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے پھر دونون اپنے ارادہ کے موافق باہم عقد شرکت قرار دین اور یہ حکم اسوقت ہے کہ ایک کی متاع کی قیمت دوسرے کی متاع کی قیمت کے برابر ہو اور اگر ایک کی متاع کی قیمت بہ نسبت دوسرے کے زائد ہو مثلاً ایک کی متاع کی قیمت چار ہزار درم ہون اور دوسرے کی متاع کی قیمت ہزار درم ہون تو کم قیمت والا اپنی متاع کے چار پانچون حصے دوسری کی متاع پانچوین حصے کے عوض فروخت کردیگا پس تمام متاع ان دونون کے درمیان

پانچ حصون پر مشترک ہوگی اور جو کچھ نفع حاصل ہوگا وہ بھی دونون مین بقدر راس المال کے مشترک ہوگا - وہ نقصان زید و عمرو مین سے زید کے پاس ہزار درم اور عمرو کے پاس دو ہزار درم ہین پس اگر دونون نے اسطرح شرکت چاہی کہ نفع دونون مین نصفا نصف اور گھٹی دونون پر نصفا نصف ہو تو یہ جائز نہین ہی اسواسطے کہ گھٹی بقدر راس المال کے ہوگی جیسا کہ کتاب الشرکت مین معلوم ہو چکا ہی اور امام خصاف رح نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ عمرو اپنے ہزار درم زائد مین سے نصف لیکر یا پچسو درم زید کو قرض دیدے تاکہ دونون کا راس المال برابر ہوجاوے پس ایسی حالت مین گھٹی کی اسطرح شرط کرنا روا ہوجائیگی - اسی طرح اگر ایک کے پاس مال ہو اور دوسرے کے پاس کچھ مال نہو اور دونون نے اسطرح شرکت چاہی کہ مال والے کے مال سے دونون کام کرین تو یہ جائز نہین ہی اور اسکا بھی وہی حیلہ ہی کہ مال والا اپنے مال مین سے کسی قدر مال دوسرے کو قرض دیدے تاکہ جائز ہوجاوے - اگر دو شریکون مین سے دوسرے کے غائب ہونے کی حالت مین ایک نے شرکت کو توڑنا چاہا تو جائز نہین ہی - اور امام خصاف نے فرمایا کہ اسکا یہ حیلہ ہی کہ جو شریک توڑنا چاہتا ہی وہ غائب کے پاس کوئی ایلچی یا خط بھیجکر اسکو خبر کردے کہ شریک نے شرکت توڑدی یا کسی شخص کو وکیل کردے کہ وہ جاکر شریک سے شرکت توڑدے اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ وکیل کو معزول کرنے اور غلام ماذون کو مجبور کرنے و مضاربت فسخ کرنے وغیرہ ہر عقد مین جو لازم ہوتا ہو یہی حیلہ ہی -

تیرھوین فصل

خرید و فروخت کے بیان مین - ایک شخص کے پاس زمین ہی وہ چاہتا ہی کہ اسکو ایک شتری کے ہاتھ فروخت کرے مگر وہ شتری کے سپرد نہین کرسکتا ہی پس اسنے چاہا کہ ایسا حیلہ نکالے کہ اگر ممکن ہو تو شتری کو سپرد کردیگا ورنہ شتری کو اسکا ثمن واپس کردیگا اور شتری یہ نہ کرسکے کہ خواہ مخواہ بائع کو مبیع سپرد کرنے پر مجبور کرے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ شتری اس امر کا اقرار کرے کہ بائع نے جسوقت اس زمین کو فروخت کیا ہی اسوقت یہ زمین ایک ظالم کے قبضہ مین تھی جسنے اسکو غصب کر لیا تھا اور وہ غصب کا اقرار کرتا ہی اور یہ مبیع بائع کے قبضہ مین ہرگز نہ تھی اور اس اپنے اقرار کے گواہ کردے پھر بعینامہ تحریر کیا جاوے اور امین مبیع پر قبضہ کرنے کا ذکر نہ کرے اور یہ تحریر کرے کہ بائع نے ثمن وصول پانے کا اقرار کیا پس اگر مبیع سپرد کرنے پر قادر ہوا تو اسکو سپرد کریگا ورنہ شتری کو اسکا ثمن واپس دیگا - اور یہ اس صورت مین ہی کہ غصب کرنے والا غصب کا منکر ہو اور اگر غاصب اپنے غصب کا منکر نہو بلکہ منکر ہو تو اسی مقام پر ذکر کیا کہ بیع باطل ہوگی اور اسکو بھاگے ہوئے غلام کی بیع پر قیاس کیا ہی یہ خصاف رحمہ اللہ نے اس حیلہ کی تعلیم مین فرمایا کہ شتری اقرار کرے کہ یہ زمین مبیعہ اپنے غاصب کے قبضہ مین تھی جو اسکے غصب کرنے کا اقرار کرتا ہی اور یہ اسوجہ سے کہ اگر شتری نے ایسا اقرار نہ کیا تو شاید وہ بائع سے اس مبیع کے سپرد کردینے کا مطالبہ کرکے قاضی سے درخواست کرے کہ یہ قید کیا جاوے تو قاضی بائع کو قید کریگا اور اگر قاضی کو یہ معلوم ہوجائیگا کہ شتری نے ایسا اقرار کیا کہ اُسنے زمین مغصوبہ خریدی ہی تو قاضی اُسکے بائع کو قید نہ کریگا اسواسطے کہ شتری کی طرف سے قبضہ کرنے مین تاخیر دینا تا وقت امکان تسلیم ثابت ہوا پھر یہ بھی کہا کہ بائع اسکے اقرار پر گواہ کرلے تاکہ بوقت انکار شتری گواہون کے ذریعہ سے قاضی کے سامنے بائع اسکو ثابت کرسکے یہ ذخیرہ مین ہی - زید نے چاہا کہ عمرو سے اسکا دار خرید کرے مگر اُسکو اطمینان نہین ہی کہ شاید

عمر و نے اس بیع سے پہلے اس دار مین کوئی اور معاملہ کر رکھا ہو لینے متلاً پہلے کے ہاتھ بیع وغیرہ کر چکا ہو پس زید نے چاہا
کہ یہ شرط کرے کہ اگر یہ دار بیعہ اُسکے پاس سے استحقاق مین لے لیا گیا تو وہ بائع سے اپنے ثمن کا دوچند واپس کر لیگا
اور یہ اُسکو حلال بھی ہو تو اُسکا حیلہ کیا ہی تو فرمایا کہ عمرو کے ہاتھ مشتری اپنا ایک کپڑا متلاً سو دینار کو فروخت کرے پھر اُس
سے دار مذکور کو بعوض سو دینار کے خریدے اور اسکو اور سو دینار کو جو جامہ مذکور کا ثمن ہی اُسکو دیدے پس دار کا ثمن
دو سو دینار ہو جائیگا پس اگر دار مذکور استحقاق مین لیا گیا تو بائع سے دو سو دینار واپس لیگا اور یہ اُسکو حلال ہونگے اور
دوسری صورت یہ ہی کہ دار کا خریدار اپنا ہزار درم کا کپڑا مالک دار کے ہاتھ بعوض دو ہزار درم کے فروخت کرے اور کپڑا
اُسکو دیدے پھر دار کا خریدار بائع دار سے اُسکا دار جو ہزار درم کا ہی دو ہزار درم کو خریدے اور دار پر قبضہ کر کے دونون متقابض
کر لین کہ ہر ایک پر جو دوسرے کا واجب ہوا ہی اُسکا قصاص کر لین پس جب دونون نے ایسا کیا پھر کسی نے گواہون سے
دار پر اپنا استحقاق ثابت کر کے لیا تو دار کا خریدار اُسکے بائع سے دو ہزار درم واپس لیگا حالانکہ جسکے عوض اُسکو دار
حاصل ہوا ہی یہ اُسکا دوچند ہی اور امام محمد رح نے یہ مسئلہ کتاب الاصل کی حیل مین ذکر کر کے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ بائع
دار مشتری کے ہاتھ اپنا دار بعوض ہزار درم کے فروخت کرے پھر پورے ثمن کے عوض مشتری ایک کپڑا پانچ
سو درم قیمت کا بائع کے ہاتھ فروخت کرے اور بائع دار اسپر قبضہ کر لے پھر بائع دار اس کپڑے کو مشتری مذکور کے
ہاتھ پانچ سو درم کے عوض فروخت کر دے پھر اگر دار مذکور استحقاق مین لیا گیا تو مشتری اپنے بائع سے اپنے دیے ہوے
درمون کا دوچند واپس لیگا کیونکہ اُسنے بائع کو در اصل فقط پانچ سو درم دیے ہین اور دعوت استحقاق کے اس سے ہزار
درم واپس لیگا اور یہ اُسکو حلال ہونگے - ایک شخص نے چاہا - کہ اپنا دار یا باندی یا کوئی دوسری چیز
فروخت کرے اور چاہتا ہی کہ اُسکے ہر عیب سے بریت کر لے الا چوری یا جزیہ سے ولیکن بائع کو اطمینان نہین ہی کہ مشتری
مشتری اُسکو واپس دے اور کہے کہ عیب کا نام نہین لیا اور اُسپر ہاتھ نہین رکھا اور ایسے قاضی کے پاس مرافعہ
کرے جو تمام عیوب سے بریت کا قائل نہین ہی جب تک کہ بریت کے وقت اُسپر ہاتھ نہ رکھے اور بیان نہ کرے تو
اسکا حیلہ کیا ہی تو جاننا چاہیے کہ اگر کسی نے کوئی غلام وغیرہ فروخت کیا اور اُسکے عیوب سے بریت کر لی تو یہ جائز ہی اور
اُسکے سب عیوب سے بری ہو جائیگا اگرچہ اُسنے عیوب کا نام نہ لیا ہو اور بعضون لوگون نے کہا کہ جبتک عیوب بیان نکرے
تب تک جائز نہین ہی اور بعضون نے کہا کہ عیوب کو بیان کرنے کے باوجود یہ بھی شرط ہی کہ عیب کی جگہہ پر ہاتھ رکھکر یون
کہے کہ مین اس عیب سے بری ہوتا ہون جسکو مین نے بیان کیا اور اُسپر اپنا ہاتھ رکھدیا ہی اور بدون اسکے بریت
صحیح نہین ہی اور یہی ابن ابی لیلی کا قول ہی پس اگر اُسنے عیوب کو بیان نکیا اور عیب کی جگہ ہاتھ نہ رکھا تا کہ اُسکو عیوب کے
نامون سے اطلاع نہ ہو یا تمام عیوب جو مبیع مین ہین اُسکو معلوم نہون اور اُسکو خوف ہوا کہ شاید مشتری اسکا مرافعہ
ایسے قاضی کے پاس کرے جو بدون بیان عیوب و بدون محل عیب پر ہاتھ رکھنے کی بریت کر لینا صحیح نہین جانتا ہی
اور اُسنے اس امر کا حیلہ طلب کیا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مبیع کا مالک کسی مرد مسافر کو حکم کرے کہ وہ اس مبیع کو مشتری کے
ہاتھ فروخت کر دے بدین شرط کہ مالک مبیع مشتری کے واسطے اسکے ہر طرح کے درک کا اور چوری و جزیہ کا ضامن ہی
پھر وہ مسافر بعد بیع کرنے کے جہان چاہے چلا جاوے پس بائع کو وثوق حاصل ہو جائیگا اسواسطے کہ اگر مشتری
نے سوائے چوری و جزیہ کے کوئی عیب پایا تو واپس کرنے کے واسطے وہ مالک عین سے خصومت نہین کر سکتا ہی

اسواسطے کہ عقد بیع کے حقوق بجانب عاقد راجع ہونگے اور مالک عین اسکا عاقد نہیں ہے بلکہ عاقد مرد مسافر ہے اسکا پتا نہیں معلوم ہے اور ایسا ہی امام محمد رح نے اس حیلہ کو جعل الاصل میں بنا بر روایت ابوحفص ذکر فرمایا ہے اور ابو سلیمان کی روایت میں اسطرح ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ مالک باندی کسی مرد مسافر جسنے بائع سے یہ باندی خریدی ہے حکم کرے کہ اسکو مشتری کے ہاتھ فروخت کردے بدین شرط کہ باندی کا مولی ہر طرح کے درک و زدی و جزیہ کا خاصتہ مشتری کے واسطے ضامن ہے پھر مرد مسافر غائب ہو جاوے پس اگر مشتری نے ان دونوں عیبوں کے سوا اسمیں کوئی عیب پایا تو وہ مشتری اول یعنی مرد مسافر کو واپس نہیں کر سکتا ہے اسواسطے کہ وہ غائب ہے اور مشتری اول کے بائع کو بھی واپس نہیں دے سکتا ہے اسواسطے کہ مشتری نے اُس سے نہیں خریدی ہے پس بائع کا مقصود حاصل ہو جائیگا اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جسطرح روایت ابوسلیمان میں مذکور ہے وہ مولا اسے باندی کے حق میں زیادہ مضبوطی کے ساتھ ہے اسواسطے کہ روایت ابوحفص کے موافق اگر اُسکو وکیل کرکے فروخت کرائے تو حقوق عقد اگرچہ ہمارے نزدیک وکیل کی جانب راجع ہوتے ہیں لیکن بعضے علماء کے نزدیک موکل کی جانب راجع ہوتے ہیں پس شاید مشتری ایسے قاضی کے حضور میں مرافعہ کرے جو ایسی صورت میں موکل کو واپس دینا جائز سمجھتا ہے پس مالک بیع کا مقصود حاصل نہوگا۔ ایک شخص نے چاہا کہ اپنی باندی کو ایک شخص کے ہاتھ بطور بیع نسیہ فروخت کرے مگر بائع کو یہ خوف ہوا کہ شاید مشتری اُسکو آزاد نہ کرے اور اگر بائع بذمہ مشتری اس بیع میں یہ شرط کرتا ہے کہ اسکو آزاد کرے تو بیع فاسد ہوئی جاتی ہے تو اسکا کیا حیلہ ہے سو فرمایا کہ بائع اس مشتری سے یہ کہے کہ تو اپنے اوپر اس امر کے گواہ کرلے کہ اگر تو اس باندی کو خریدے تو یہ آزاد ہے پس اگر مشتری نے ایسا کیا تو خریدنے کے بعد مشتری کی طرف سے آزاد ہو جائیگی اور یہ جائز ہے اسواسطے کہ ازادی کو بجانب خرید مضاف کرتا ہمارے نزدیک جائز ہے۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ یہ امر مجھے گران گذرتا ہے کہ میں اُسکو اپنے حین حیات آزاد کردوں بلکہ مجھے یہ ضرورت ہے کہ وہ میری خدمت کرے مگر میں اُسکو فروخت نکروں گا پس بائع نے اسکے واسطے بھی مضبوطی چاہی تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مشتری یوں کہے کہ اگر میں اسکو خرید کروں تو یہ میری موت کے بعد آزاد ہے یا یوں لکھے کہ اگر میں اسکو خرید کروں تو یہ مدبرہ ہے پس اگر اُسکو مشتری نے اس کہنے کے بعد خرید کیا تو یہ مدبرہ ہو جائیگی پس زندگی بھر اُس سے خدمت لے اور اُسکو فروخت نہیں کر سکتا ہے اسواسطے کہ مدبر کی بیع بدون حکم قاضی کے جائز نہیں ہوتی ہے پس بائع و مشتری دونوں کا مطلب حاصل ہو جائیگا۔ زید نے عمرو کی زمین غصب کرلی اور اُسکو واپس دینے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسکو میرے ہاتھ فروخت کردے مگر پوشیدہ یہ کہتا ہے اور علانیہ اس سے انکار کرتا ہے پس عمرو کو منظور ہوا کہ اس سے کسی حیلہ سے اپنی زمین نکالے پس عمرو کو چاہیے کہ کسی معتمد آدمی کے ہاتھ خفیہ یہ زمین فروخت کرکے اُسپر گواہ کرلے پھر اُسکو غاصب کے ہاتھ فروخت کرے اور دونوں بیع میں زیادہ مدت قرار دے جو اسقدر ہو کہ دونوں بیع کی تاریخ گواہوں پر مشتبہ نہو دے پس جب ایسا کریگا تو مشتری اول آکر اپنے گواہ قائم کریگا کہ میرا خریدنا اس سے پہلے واقع ہوا ہے پس وہ غاصب سے لے لیگا اور ایسے مخصوب کی خرید میں جسکا غاصب منکر ہو دے دو روایتیں مختلف ہیں منجملہ دونوں کے روایت نادر کے موافق جائز ہے پس روایت نادر مذکورہ کے موافق اُس صورت میں بھی یہ حیلہ ہو سکتا ہے اور اگر کوئی باندی خریدے تو لازم ہے کہ اُسکا استبرا کرائے یعنی حیض مقررہ کے ساتھ معلوم کرے کہ اُسکو حمل نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس استبرا کے ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور امام محمد رح

اسکو جائز نہین فرماتے ہین اور مختار یہ ہی کہ جس صورت مین یہ معلوم ہو کہ بائع نے اس باندی سے اس طہر مین جماع نہین کیا ہے تو امام ابو یوسف رح کا قول لیوے اور جس صورت مین معلوم ہو کہ بائع نے اُس سے اس طہر مین قربت کی ہی تو امام محمد رح کا قول لیوے یعنی امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق حیلہ نکرے اور وہ حیلہ یہ ہی کہ جبکہ مشتری کے نکاح مین کوئی حرہ عورت نہو تو قبل خریدنے کے اُس سے نکاح کرلے پھر اُسکو خرید لے اور اگر اُسکے نکاح مین کوئی آزادہ عورت ہو تو حیلہ یہ ہی کہ بائع یا قبضہ سے پہلے مشتری اُسکا نکاح کسی ثقہ کے ساتھ کردے پھر اُسکو خرید کر اُسپر قبضہ کرلے پھر شوہر مذکور اُسکو طلاق دیدے پس استبرا ساقط ہوگا اسواسطے کہ وجود سبب کے وقت یعنی ملک موکد بقبضہ حاصل کرنے کے وقت جبکہ اُسکی فرج اُسکو حلال نہ تھی تو اسکا استبرا اُسپر واجب نہوا اگرچہ اسکے بعد حلال ہوگئی کیونکہ معتبر وہی وقت ہی جسوقت سبب پایا گیا ہے جیسا کہ غیر کے معتدہ ہونے کی صورت مین ہی یہ ہدایہ مین ہی - ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور چاہا کہ اُسپر اُسکا استبرا کرانا لازم نہ آوے تو اسکا کیا حیلہ ہی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ بائع اُسکو کسی معتمد ثقہ کے ساتھ بیاہ دے جسکے نکاح مین کوئی عورت آزاد نہو پھر اُسکو مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پس اُسپر مشتری قبضہ کرے پھر اُسکا شوہر اُسکے ساتھ دخول کرنے سے پہلے اُسکو طلاق دیدے پس مشتری کے ذمہ استبرا واجب نہوگا اسواسطے کہ استبرا واجب ہونے کا سبب یہ ہوتا ہی کہ ملک وطی بملک یمین حاصل کرنے کے حاصل کرے خواہ بذریعہ خرید کے یا اور کسی سبب سے ملک یمین حاصل کرے پھر خریدنے کے وقت اُس باندی کی فرج اُسکو حرام تھی پس اس حالت مین اُسپر اسکا استبرا کرانا واجب نہ تھا پس اسکے بعد بھی واجب نہوگا لیکن یہ شرط ہی کہ اُسکے مولی نے جسنے اُسکا نکاح کردیا ہی پہلے ایک حیض سے اُسکا استبرا کرا کے تب نکاح کیا ہو کیونکہ اگر اُسنے ایسا نکیا تو یہ لازم آویگا کہ ایک ہی طہر مین دو مرد وطی نے ایک عورت سے اجتماع کیا - اور اسی طرح اگر ایک شخص نے اپنی باندی سے وطی کی پھر چاہا کہ کسی مرد سے اُسکا نکاح کردے تو چاہیے کہ ایک حیض سے استبرا کرادے پھر اُسکا نکاح کردے تاکہ دو منیون کا اجتماع لازم نہ آوے ایسا ہی خصاف رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہی اور جامع صغیر مین لکھا ہی کہ اگر بائع نے قبل اُسکا نکاح کردینے کے اُسکے ساتھ وطی کی ہی پھر اُسکا نکاح کردیا تو شوہر کو روا ہی کہ اُسکا استبرا کرانے سے پہلے اُس سے جماع کرے یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مجھے پسند نہین ہی کہ قبل استبرا کرکے اُسکے ساتھ وطی کرے پھر واضح ہو کہ خصاف رحمہ اللہ نے حیلہ مذکورہ مین یون فرمایا کہ مشتری اُسپر قبضہ کرے پھر شوہر اُسکو طلاق دیدے پس قبضہ کے بعد طلاق ہونا اسواسطے شرط کیا کہ اگر مشتری کے قبضہ سے پہلے اُسنے طلاق دیدی پھر مشتری نے قبضہ کیا تو مشتری پر استبرا واجب ہوگا چنانچہ امام محمد رح سے دو روایتون مین سے اصح روایت یہی ہی اسوجہ سے کہ قبضہ مشابہ عقد کے ہی اور اسی پر احکام کا دار مدار ہی خصوصاً ایسے احکام جنکی بنا احتیاط پر ہی پس اگر مشتری ایسی حالت مین اُسکو خریدے تو اُسپر استبرا واجب ہی پس جب ایسی حالت مین قبضہ کیا جو مشابہ عقد خرید کے ہی تو بھی استبرا لازم ہوا لہذا بعد قبضہ کرنے کے طلاق شرط کیا گیا - اور جوامع الاصل مین لکھا ہی کہ اگر شوہر نے باندی خریدی حالانکہ شوہر نے اُسکے ساتھ دخول نہین کیا ہی پھر قبل قبضہ مشتری کے شوہر نے اُسکو طلاق دیدی - تو مشتری پر لازم ہی کہ ایک حیض سے اُسکا استبرا کرادے اور حیل الاصل مین لکھا ہی کہ مشتری پر استبرا واجب نہین ہی پس روایت حیل مین وقت خرید کا اعتبار کیا کہ اُسوقت باندی مذکور مشغول بحق غیر تھی اور روایت جوامع مین قبضہ کا وقت اعتبار کیا کہ اُسوقت وہ حق غیر سے فارغ تھی اور یہی صحیح ہی - پس اگر بائع نے بیع سے پہلے

اسکا نکاح کر دینے سے انکار کیا تو کیا حیلہ ہی تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ مشتری اُسکو خرید کر کے ثمن دیدے اور باندی پر قبضہ نکرے ولیکن کسی معتمد شخص کے ساتھ جسکے نکاح مین عورت آزاد ہو اُسکا نکاح کر دے پھر نکاح کر دینے کے بعد اُسپر قبضہ کرے پھر بعد قبضہ مشتری کے شوہر مذکور اُسکو طلاق دیدے تو مشتری پر استبرا واجب نہوگا اسواسطے کہ جسوقت اُسکی ملک مین منتقل ہوئی ہی اُسوقت اسکی فرج اس مشتری پر حرام تھی اور جسوقت حلال ہوئی ہی اُسوقت کوئی ملک جدید حادث نہین ہوئی پس استبرا واجب نہوگا لیکن ہمارے مشائخ نے فرمایا ہی کہ امام محمد رح سے دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق ایسی صورت مین مشتری پر استبرا واجب ہی اسواسطے کہ جسوقت اُسنے باندی مذکور کو خریدا ہی اُسوقت حکماً اُسپر استبرا واجب ہوا تھا کیونکہ ملک حادث ہوئی تھی پس یہ استبرا واجب اس سے پیچھے اُسکا نکاح کر دینے سے ساقط نہوگا اور جب شوہر نے اُسکو طلاق دی تو استبرا واجب ہوگا لیکن اگر بعد نکاح کے قبل طلاق کے مشتری کے پاس اُسکو ایک حیض آگیا ہو تو ایسی صورت مین بالاتفاق استبرا واجب نہوگا اسواسطے کہ استبرا ایک دفعہ ہوچکا ہی پھر اگر مشتری کو یہ خوف ہوا کہ شاید شوہر اُسکو طلاق نہ دیوے تو اسکا کیا حیلہ ہی تو یہ حیلہ ہی کہ اُسکا نکاح اس شوہر کے ساتھ اس شرط سے کرے کہ اس باندی کا امر طلاق بعد اُسکے نکاح کر دینے کے اس شوہر کے ساتھ اُسکے مولی کے ہاتھ مین ہو جب چاہے اُسکو طلاق دیدے پس جب اس شرط سے اس مرد کے ساتھ اُسکا نکاح کر دیا تو اُسکے طلاق کا اختیار اُسکے مولی کے قبضہ مین رہیگا اور واضح ہو کہ جب چاہے اُسکو طلاق دیدے اُسکو اختیار ہی یہ شرط اسواسطے کی ہی کہ اگر اُسنے یہ نکہا کہ جب چاہے تو صرف اختیار مذکور اسی مجلس تک رہیگا جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہوچکا ہی پس شاید ایسا اتفاق پیش آوے کہ اُسی مجلس مین وہ طلاق نہ دیسکے تو اختیار مذکور اُسکے ہاتھ سے نکل جائیگا اسواسطے یہ لفظ اختیار کیا تاکہ یہ خرابی پیش نہ آوے اور جب چاہے طلاق دیسکے۔ اور اگر مشتری نے خود اس باندی سے نکاح کر لیا پھر بعد نکاح کے بعد اُسکو خریدا اور قبضہ کر لیا تو اُسپر باندی مذکور کا استبرا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ نکاح کی وجہ سے اُسکو باندی کے تحت مین لانے کا استحقاق حاصل ہوا اور جب اُسکو خریدا ہی تب وہ اُسکے فراش کے استحقاق مین تھی اور فراش کا استحقاق اُسپر ثابت ہونا اُسکے رحم کی نطفہ غیر سے بری ہونے کی شرعاً دلیل ہی۔ یہ ذخیرہ مین ہی۔

چودھوین فصل

ہبہ کے بیان مین۔ ایک عورت حاملہ نے چاہا کہ اپنے شوہر کو اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کردے کہ اگر ولادت مین مرجاوے تو شوہر اُسکے مہر سے بری ہو اور اگر زندہ رہے اور [illegible] سالم [illegible] بادے تو اُسکا مہر اُسکے شوہر پر عود کرے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ شوہر سے ایک کپڑا ہبہ کر دیوے [illegible] اپنے مہر کے جو شوہر پر ہی خریدے اور عورت مذکورہ اسکو دیکھے پھر اگر وہ اپنے بچہ جننے مین مرگئی تو اسکا شوہر اُسکے مہر سے بری ہوگیا اور اگر صحیح و سالم رہے تو بخیار رویت یہ کپڑا اپنے شوہر کو واپس کر دے پس اُسکا مہر اُسکے شوہر پر عود کریگا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ اسی طرح اگر ایک قرضخواد نے جسکا دوسرے پر قرضہ آتا ہی غائب ہونا یعنی سفر کو جانا چاہا اور اُسکو منظور ہی کہ اگر اپنے سفر سے واپس نہ آوے تو اُسکا قرضدار قرضہ سے بری ہو جاوے اور اگر واپس آوے تو قرضہ بحال خود اُسپر عود کرے اور وہ قرضدار سے وصول کر سکے تو اسکا بھی یہی حیلہ ہی کہ قرضدار سے بعوض قرضہ کے کوئی چیز خریدے اور اُسکو کسی عادل کے قبضہ مین رہنے دے پس اگر واپس آوے تو بخیار رویت اپنے بائع کو واپس دے پس اُسپر قرضہ بحال خود عود کریگا اور اگر مرگیا تو بیع مذکور لازم ہو جاویگی اور قرضدار مذکور اُسکے قرضہ سے [illegible] قلیل قیمت کے کپڑے کو فروخت کر کے بری ہو جائیگا اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا

کہ یہ صورت حیلہ بھی ٹھیک پڑیگی کہ جب وہ کپڑا اپنے حال پر باقی رہے تو اسکو واپس کر سکتی ہو اسواسطے کہ خیار رویت کے واسطے کوئی مدت مقررہ نہین ہو اور اس خیار کی وجہ سے واپس کرنے سے خرید فروخت مذکور جڑسے فسخ ہوجائیگی پس مہر اُسپر عود کریگا جیسا کہ پہلے واجب تھا لیکن اسمین یہ خدشہ ہو کہ شاید کپڑا اُسکے پاس عیب دار ہوجاوے یا تلف ہوجاوے تو پھر اسکو واپس نکر سکیگی تو اسکی راہ یہ ہو کہ کپڑے کو خریدلے اور اسپر گواہ کرلے بدون اسکے کہ اسکو شوہر سے لیکر اپنے قبضہ مین لاوے تاکہ جب ولادت مین صحیح سالم بچ جاوے تو کسی وجہ سے اُسکو واپس کرنا متعذر نہو۔ زید نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر آج کے روز مجھے ہبہ نکاردے تو تجھپر تین طلاق ہین پس عورت مذکورہ نے اپنے باپ سے اسکا تذکرہ کیا پس اُسکے باپ نے کہا کہ اگر تو نے اپنا مہر اُسکو ہبہ کیا تو تیری ماں کو تین طلاق ہین تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ عورت مذکورہ اسی روز اپنے شوہر سے ایک چیز کسی کپڑے وغیرہ مین اپنی ہوئی بعوض اپنے مہر کے خریدے اور شوہر سے لیکر اس چیز پر قبضہ کرلے پھر جب یہ روز گذر جاوے تو قسم کا وقت گذر گیا اور ایسی حالت مین گذرا کہ شوہر کے ذمہ اسکا کچھ نہ تھا پس قسم ساقط ہوجائیگی اور زید حانث نہوگا۔ اُسنے ہبہ نکیا پھر اس خریدی ہوئی چیز کو کھولے اور خیار رویت کے حکم سے واپس کردے پس اُسکا مہر اُسکے شوہر پر عود کریگا۔ اور اُسکی ماں پر بھی طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اُسنے اپنا مہر ہبہ نہین کیا یہ محیط مین ہو۔

پندرھوین فصل

معاملہ کے بیان مین ۔ زید نے عمرو سے مثلاً آٹھ سو درم طلب کیے اور عمرو نے انکار کیا لیکن اسطور سے دینا منظور کیا کہ اُسکو دو سو درم نفع حاصل ہو پس عمرو نے چاہا کہ زید کے ہاتھ کوئی چیز بعوض ہزار درم کے ایک سال کے وعدہ پر فروخت کرے پھر اُس سے یہی چیز بعوض آٹھ سو درم کے خرید کرکے فی الحال اسکا ثمن ادا کردے پس زید کو آٹھ سو درم حاصل ہوجاوینگے اور عمرو کے زید پر ہزار درم قرضہ رہینگے پس دونون کا مقصود حاصل ہوجائیگا تو ہم کہتے ہین کہ یہ جائز نہین ہو اسواسطے کہ ایسی صورت مین عمرو نے جو چیز زید کے ہاتھ فروخت کردی تھی اُسی چیز کو جو اپنے حال پر باقی ہو زید سے قبل زید کے اُسکے دام ادا کرنے کے بعوض کم داموں کے خریدنے والا ہوا جاتا ہو اور یہ جائز نہین ہو جیسا کہ کتاب البیوع مین خوب معلوم ہوچکا ہو پھر اگر دونون نے اسکا حیلہ طلب کیا تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ زید اس چیز مین خفیف نقصان کردے پھر عمرو کے ہاتھ اسکو بعوض آٹھ سو درم کے فروخت کردے پس ثمن کی کمی بمقابلہ اُس نقصان جزو کے ہوگی جو مشتری کے پاس سے جاتا رہا ہو پس بیع جائز ہوجائیگی اگرچہ یہ جزو قلیل ہو کیونکہ جزو قلیل کے مقابلہ مین ثمن کثیر ہونا جائز ہوسکتا ہو ایسا ہی امام خصاف رحمہ نے اس حیلہ کو بیان فرمایا ہو اور یہ امر خصاف رحمہ کی طرف سے ایک طرح کی آسانی کردینی ہو کہ انھون نے جزو قلیل کے مقابلہ مین بہت سا ثمن قرار دیا ہو اور ایسا اسوجہ سے کیا کہ جو چیز فروخت کی ہو اُسکا ثمن وصول پانے سے پہلے اُسکو کم داموں پر خریدنے مین علماء کا اختلاف ہو کہ یہ جائز ہو یا نہین جائز ہو پھر جب ادنی سی علت پائی گئی کہ مشتری کے نزدیک اسکا کوئی جزو جاتا رہا ہو تو اسی پر حکم کی بنیاد قرار دی اور اسی پر تکیہ کیا۔ اور دوسرا حیلہ یہ ہو کہ مشتری اس متاع مین سے تھوڑا سا جزو رکھ لے اور باقی کو خریدکردہ داموں پر فروخت کردے اور یہ جائز ہو اور نقصان ثمن بمقابلہ اُس جزو کے قرار دیا جائیگا جو مشتری کے پاس رہگیا ہو اور اگر مبیع ایسی چیز ہو جسکا عیب دار کردینا ممکن نہو یا اُسمین سے کوئی جزو رکھ چھوڑنا ممکن نہو مثلاً مبیع ایک موتی ہو یا ایک غلام ہو یا ایک گھوڑا ہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ بائع اس چیز کے ساتھ کوئی کم قدر چیز ملاکر فروخت کردے پھر مشتری یہ

کم قدر چیز رکھ لے اور متاع مذکور کو بائع کے ہاتھ کم داموں پر فروخت کردے اور نقصان ثمن بقابلہ اس کم قدر چیز کے ہوگا پس بیع مذکور جائز ہوگی اور حیلہ دیگر یہ ہی کہ مشتری تمام اس چیز کو جو اُسنے خریدی ہی بائع کے فرزند کو ہبہ کردے یا کسی معتمد علیہ کو ہبہ کردے اور موہوب لہ اسکو بائع کے ہاتھ قبضہ کرنے کے بعد فروخت کردے اور جس ثمن کو مشتری نے خریدی تھی اُس سے کم پر فروخت کرے پس بیع جائز ہوجائیگی اسواسطے کہ عقد کنندہ مختلف ہوگیا اور ملک بھی مختلف ہوگئی پس اسمین بیچی ہوئی چیز کا کم داموں پر خریدنے کا کچھ دخل ہی نہوگا یہ محیط مین ہی۔

سولھوین فصل مداینات کے بیان مین

زید کا عمرو پر کچھ مال آتا ہی مگر اُسکے گواہ نہین ہین پس عمرو نے اُسکے اسقدر مال اپنے اوپر ہونے کا اقرار کرنے سے انکار کیا لیکن یہ کہا کہ اگر میعاد مہلت مثلاً سال دو سال کی دیدے تو اقرار کرتا ہون یا مجھسے کسی قدر حصہ مال لے لینے پر صلح کرلے اور زید نے چاہا کہ ایسا حیلہ کرے جس سے وہ اس مال کا مقر ہوجاوے اور مہلت دینا اور صلح کرنا جائز نہوجاوے تو جاننا چاہیئے۔ کہ اگر قرضدار نے قرضخواہ سے کہا کہ مین تیرے مال کا اقرار نکرونگا یہانتک کہ تو مجھے میعاد دیدے یا تیرے واسطے اقرار نکرونگا یہانتک کہ تو مجھسے صلح کرلے یا تیرے واسطے اقرار نکرونگا یہانتک کہ جسقدر تو دعوی کرتا ہی اُس سے کچھ ساقط کردے پس آیا ایسا اقرار اُسکی طرف سے اقرار مال ہی یا نہین ہی سو بعضے علماء کے نزدیک اقرار مال ہی پس بنا برین قرضخواہ کو کسی حیلہ کی احتیاج نہین ہی اور امام محمد رح نے اس مسئلہ کو کتاب الاقرار مین ذکر کرکے فرمایا کہ یہ اقرار نہوگا پھر اگر قرضخواہ نے ایسا حیلہ چاہا کہ جس سے وہ بالاتفاق مقر ہوجاوے اور قرضخواہ کا مہلت دینا اور صلح کرنا صحیح نہونے پاوے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ قرضخواہ مثلاً زید کسی اپنے معتمد علیہ مثلاً خالد کے واسطے اس مال کا اقرار کردے اور اپنے اوپر اس امر کے گواہ کردے کہ اس قرضہ مین میرا نام عاریتی ہی اور اصل یہ مال اس خالد کا ہی پھر اس خالد کو اس مال کے وصول کرنے کا وکیل کردے جسطرح ہمنے سابق مین بیان کیا ہی پھر خالد مذکور قاضی کے پاس حاضر ہو اور زید کو بھی ساتھ لیجاوے اور کہے کہ عمرو پر میرا مال اس زید کے نام سے اس اس قدر ہی پھر جب زید نے قاضی کے حضور مین اسکا اقرار کرلیا تو خالد بعد اسکے قاضی سے کہے کہ اس زید کو اس مال کے وصول کرنے سے منع کردے اور اس امر سے بھی ممانعت فرمادے کہ یہ اُس مال مین کوئی تصرف جدید نکرنے پاوے یا اسکو اس معاملہ مین مجور فرمادے اور یہ درخواست اسواسطے کرنی پڑی کہ زید ہی اسکے وصول کرنے کا اختیار رکھتا ہی چنانچہ اسکے بعد انشاء اللہ تعالے بیان ہوگا پس اسکے مجور و ممنوع کرانے کی ضرورت ہوئی ہی کہ قاضی اُسکو مجور کردے پس جب اُسنے قاضی سے اس امر کی درخواست کی تو قاضی اُسکو مجور کردیگا اور اُسکو وصول کرنے سے منع کردیگا اور ہر قسم کے تصرف سے منع کردیگا۔ پھر زید مذکور اسکے بعد عمرو قرضدار کے پاس آوے اور اُس سے صلح کرلے یا اُسکو مہلت دیدے کہ وہ اس قرضہ کا مقر ہوجاوے اور گواہ لوگ سُن لین پھر جب اُسکے قرضہ کا اقرار کرلے پھر خالد مذکور قاضی کے حضور مین حاضر ہوکر اس ماجرے کے جو پہلے گذرا ہی گواہ قائم کرے اور زید کے ساتھ اُسکا صلح کرنا یا مدت مہلت دینا سب باطل کرائے اس مال کو فی الحال اُس سے لے لے اور یہ مسئلہ مبسوط مین نہین پایا جاتا ہی بلکہ امام خصاف رح کی جانب سے مستفاد ہوا ہی اور ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ اس حیلہ مین ایک طرح کا اعتراض ہی اور وہ یہ ہی کہ قاضی کو چاہیے تھا کہ زید کو مجور نکرتا اسواسطے کہ زید کو مجور کرنے مین عمرو کے حق کا ابطال ہی اسواسطے کہ زید کو عمرو قرضدار حق ادا کرنے اور اُسکے بری کرنے سے یا مہلت دینے سے مستحق بریت و تاجیل ہی پس اس حجر کے جائز ہونے مین مطلوب کے حق کا ابطال ہی اور قاضی ایسے موقع پر مجور نہین کرتا ہی۔ اور شاید خصاف رح نے اس حکم کو اس مسئلہ

سے لیا ہی جسکو امام محمد رح نے کتاب الحجر کے آخر مین ذکر کیا ہی کہ اگر قاضی نے کسی شخص کو تصرف کی اجازت دی پھر جب اُسنے تصرف کیا اور لوگون سے لین دین قرض اُدھار کا معاملہ کیا تو وہ مفسد یعنی تباہ کار ہوگیا تو امام محمد رح کے نزدیک مجور ہوجائیگا اگرچہ قاضی نے ہنوز اُسکو مجور نہ کیا ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بدون قاضی کے مجور کرنے کے مجور نہوگا اور جب قاضی نے اُسکو مجور کیا تو مجور ہوجائیگا اور قاضی کا مجور کرنا صحیح ہوگا حالانکہ ایسی صورت مین بھی اُسکا قرضدار اس مجور کو ادا کرنے اور اس مجور کے بری کرنے سے بری ہونا چاہیے پس اسکو مجور کرنے مین اُسکے مدیون کے حق کا ابطال ہی اور باوجود اسکے اسکو جائز رکھا ہی اور کتاب الحجر مین ایسی دلیلین بہت پائی جاتی ہین پس اس مقام پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے ہی پھر حصاف رح نے اسکے بعد ذکر کیا کہ امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ جسکے نام سے یہ مال ہی اُسکے اقرار کرنے کے بعد بھی اُسکو اختیار ہی کہ مال مذکور وصول کرے اور اُسکا مہلت دینا اور بری کرنا اور ہبہ کرنا اور ہر طرح کا تصرف جو کچھ کرے سب جائز ہی اور اس قول مین امام ابوحنیفہ رح کی خصوصیت اسوجہ سے کی ہی کہ امام اعظم رح مجور کرنے کو جائز نہین جانتے ہین پس جب اُنکے نزدیک مجور کرنا صحیح نہوا تو مجور کرنے کے بعد بھی ویسا ہی حال رہیگا جیسا مجور کرنے سے پہلے تھا اور قبل مجور کیے جانے کے اُسکے تصرفات اس قضیہ اقراری کی بابت جائز تھے اور کتاب الاقرار مین معلوم ہوچکا ہی کہ اگر کسی نے اقرار کیا کہ جو قرضہ اُسکا لوگون پر ہی وہ فلان شخص کا مال ہی تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا اور وصول کرنے کا استحقاق اسی مقر کو ہوگا کیونکہ اس قرضہ کا معاملہ اسی مقر نے کیا ہی اور عقد معاملہ قرار دینے والے یعنی عاقد کو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک یہ اختیار ہوتا ہی کہ وہ مہلت دے اور بری کردے اور یہ مسئلہ معروف ہی۔ زید کا عمرو پر مال آتا ہی پھر عمرو نے چاہا کہ یہ مال جو زید کا اُسپر آتا ہی یہ تحویل ہوکر بکر کا ہوجاوے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ عمرو اس شخص بکر سے کہے کہ تو اپنا غلام یا کوئی متاع زید کے ہاتھ بعوض اُسکے اُس ہزار درم قرضہ کے جو زید کا مجھپر آتا ہی فروخت کردے پس جب بکر اپنا غلام زید کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو عمرو پر آتا ہی فروخت کردیگا اور زید اس بیع کو بکر سے قبول کریگا تو قرضہ تحویل ہوجائیگا یعنی یہ قرضہ مذکورہ زید سے تحویل ہوکر بکر کے واسطے اس عمرو پر ہوجائیگا کیونکہ بیع کا تعلق اسی قرضہ سے نہوگا اسواسطے کہ دراہم و دینار عقد مین متعین نہین ہوتے ہین خواہ بطریق دین ہون یا بطریق عین ہون بلکہ تعلق عقد ایسے درم و دینار سے ہوتا ہی جو ذمہ ثابت ہوتے ہین پس ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے بکر سے یون کہا کہ اپنا غلام زید کے ہاتھ بعوض مثل اُس قرضہ کے جو زید کا مجھپر آتا ہی فروخت کردے پھر اسکا ثمن اس قرضہ کے ساتھ جو اُسکا مجھپر آتا ہی قصاص کردے اور یہ جائز ہی پس ایسی حالت مین یہ مال تحویل ہوکر بکر کے واسطے ہوجائیگا اور اس مسئلہ کو جامع صغیر مین ذکر کیا ہی اور اُسکے دو حیلہ ذکر کیے ہین پس ایک تو یہی ہی جو ہمنے بیان کیا اور دوسرا یہ ہی کہ قرضدار عمرو مذکور اس شخص بکر کو حکم کرے کہ زید سے اس قرضہ کے عوض جو اُسکا مجھپر آتا ہی اپنے اس غلام پر صلح کرلے پس جب اُسنے ایسا کیا تو جو مال عمرو پر ہی وہ اس بکر کے واسطے ہوجائیگا لیکن فرق یہ ہی کہ اس حیلہ صلح کی صورت مین غلام کی قیمت واپس لینے کا مستحق ہوگا اور اسکی وجہ یہ ہی کہ صلح کا وقوع اس غلام پر ہوا ہی بدل صلح پر نہین ہوا ہی کیونکہ صلح جب مضاف بعین ہوتی ہی تو اُسکا تعلق بعین ہوتا ہی نہ بمثل جو دین ہوکر ذمہ واجب ہوا سی لیے اگر دین پر صلح کی پھر دونون نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ اُسپر قرضہ نہ تھا تو صلح باطل ہوجاتی ہی اور جب صلح غلام پر واقع ہوئی تو ادائی قرضہ بعین غلام ہوئی پس قرضدار اُس ادا کرنے والے سے اُسکے غلام کا قرض لینے والا ہوگیا اور غلام کا قرضہ لینا اس غلام کی قیمت کو واجب کرتا ہی اور حیلہ بیع کی صورت مین عقد بیع متعلق بدین دین نہین ہوا بلکہ اُسکے مثل سے متعلق ہوا جو اُسکے ذمہ دین واجب ہوا اسی واسطے اگر طالب نے مطلوب سے اپنے قرضہ متدعویہ کے عوض کوئی چیز خریدی

پھر دونون نے باتفاق اقرار کیا کہ اس مطلوب پر کچھ قرضہ نہ تھا تو بیع باطل ہوگی - پس ہر گاہ حالت یہ ٹھہری تو مامور اپنے غلام کے ثمن سے اس قرضدار حکم دہندہ کا قرضہ ادا کرنے والا ہوگیا گویا اُسنے غلام کو درمون کے عوض فروخت کرکے پھر اُسکے ثمن کو قرضہ مذکورہ کا جو مشتری کا قرضدار حکم دہندہ پر تھا قصاص کر دیا پس جب ایسی حالت ہووے تو مامور مذکور اپنے حکم دہندہ سے اپنے غلام کا ثمن واپس لیگا اور وہ مثل قرضہ کے ہے پس ایسا ہی یہان بھی ہوا اور اگر قرضدار نے ایسا نچا ہا بلکہ طالب نے ایسا چاہا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ قرضخواہ مالک غلام یا متاع سے اُسکا غلام یا متاع بعوض ہزار درم کے مطلقاً خریدے اور یہ نہ کہے کہ بعوض ان ہزار درم کے جو اُسکے فلان قرضدار پر ہین اسواسطے کہ اگر ایسا کہیگا تو لازم آئیگا کہ اُسنے قرضہ کا مالک ایسے شخص کو کیا جسپر قرضہ نہین ہے یعنی سوائے قرضدار کے دوسرے کو قرضہ کا مالک کر دیا اور یہ جائز نہین ہے پس وہ مطلقاً ہزار درم کے عوض خرید سے پھر بائع کو اس ثمن کی اُتراوٹ اپنے قرضدار پر کراوے پس یہ قرضہ اس بائع کا ہو جائیگا - پھر اگر قرضدار نے اس حوالہ کو قبول نہ کیا تو آیا تمام ہوگا تو فرمایا کہ نہین اسواسطے کہ مطالبہ و تقاضا کرنے مین لوگون کی عادتون مین فرق ہے کوئی سخت تقاضا کرتا ہے اور کوئی آہستگی سے مطالبہ کرتا ہے اور مطالبہ کی تحویل و انتزائی غیر شخص پر بدون اُسکی رضامندی کے نہین ہو سکتی ہے پس اگر اُسنے چاہا کہ ایسا کوئی حیلہ نکلے کہ بدون حوالہ کے یہ مال اس بائع کا ہو جاوے تو اُسکی صورت وہی ہے جو ہمنے بیان کر دی کہ قرضخواہ مذکور اس قرضہ کا اقرار اس بائع کے واسطے کر دے اور بائع کو اُسکے وصول کرنے کا وکیل کر دے جسطرح کہ ہمنے اوپر بیان کیا ہے پھر مالک غلام اُسکو اپنے غلام کے ثمن سے بری کر دے اور اگر بائع مقر لہ کو یہ خوف ہوا کہ شاید یہ شخص مشتری مقر مجھکو اپنی وکالت سے معزول کر دے تو اسکی مضبوطی کی صورت حیلہ بھی سابق مین ہمنے بیان کر دی ہے اور نیز بات یہ ہے کہ مقر لہ یعنے بائع نے اگر مقر کو اپنے غلام کے ثمن سے بری کر دیا تو اُسکو کیا اطمینان ہو سکتا ہے کہ مقر اُس سے کہے کہ تو اس قرضہ کے وصول کرنے مین میرا وکیل ہے اور اُس سے اس امر پر قسم لے تو کیونکر قسم کھا سکتا ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مقر سے اپنے واسطے اس قرضہ کے اقرار کا اقرار نامہ لکھوا لے جسکی صورت ہمنے پہلے بیان کر دی ہے اور نیز اس تحریر مین یہ بھی لکھے کہ طالب یعنے مقر نے اقرار کیا کہ مین نے قاضیان اسلام مین سے ایک قاضی کے سامنے اس مقر لہ پر یہ دعوی کیا تھا کہ تو اس قرضہ کے وصول کرنے مین میرا وکیل ہے اور مین نے اس سے قسم لی تھی پھر اسکے بعد اس دعوی مین میرے واسطے اسپر قسم عائد نہین ہے - پس جب اُسنے اسطور سے اقرار کرکے اقرار نامہ تحریر کر دیا تو پھر اس مقر کے واسطے اس مقر لہ پر اور اس قرضدار پر اس مال کی بابت کوئی راہ نہوگی - زید کا عمرو پر مال آتا ہے پس عمرو نے زید سے درخواست کی کہ فلان وقت معلوم تک مجھے اسکے ادا کرنے کی مہلت دے یا اسکی قسط مقرر کر دے اور زید نے اسکو منظور کیا مگر عمرو کو خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ زید اس امر مین یہ حیلہ نکالے کہ اس مال کا کسی شخص غیر کے واسطے پہلے اقرار کر دے پھر مجھے مہلت دے یا قسط مقرر کر دے پس بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے اُسکا مہلت دینا یا قسط مقرر کرنا صحیح نہووے پس اُسنے ایسا حیلہ طلب کیا جس سے اُسکا مہلت دینا یا قسط مقرر کرنا بالاتفاق سب کے نزدیک صحیح ہو جاوے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ طالب یعنی زید سے اقرار کراوے کہ یہ مال جب سے عمرو پر واجب ہوا ہے تب سے اسی طور سے واجب ہوا ہے کہ اسکی میعاد ادائی فلان مدت تک ہے اور اگر اُسکی قسط بندی چاہتا ہے تو اُس سے اقرار کراوے کہ یہ مال جب سے واجب ہوا ہے تب سے اسی طور سے واجب ہوا ہے کہ اسکی میعاد ادائی تا وقت فلان بطور قسط بندی ہے اور قسطون کی تعداد و وقت ادائی وغیرہ سب مفصل بیان کر دے

اور باسطرح تحریر کرانے کی وجہ یہ ہو کہ علماء نے باہم اختلاف کیا ہو کہ جو شخص بیع کے واسطے وکیل ہووہ بیع تمام ہوجانے کے بعد مہلت دینے یا قسط بندی کرنے کا مختار ہو یا نہین ہو لیکن سب نے اس امر پر اتفاق کیا ہو کہ اُسکو یہ اختیار ہو کہ بیع کرتے وقت اوسطرح یہ میعادی ثمن یا ثمن قسط بندی کے ساتھ ادا کرنے کی شرط پر فروخت کرے۔ پس چاہیے کہ اُس سے اسی طور سے اقرار کرادے چنانچہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہو کہ قرضہ مطلقاً ثابت ہونے کے بعد مہلت دینا و قسط مقرر کرنا جائز نہین ہو اور امام ابو یوسف رح نے یہ جائز رکھا ہو کہ وہ یہ سے یہ اقرار کرے کہ یہ مال میعادی یا قسط بندی پر ادا کرنے کے ساتھ ہی واجب ہوا ہو اور یہ نظیر اس مسئلۂ ذیل کی ہو کہ انھون نے فرمایا کہ اگر قرضہ کے دو قرضخواہ شریک ہون پس ایک قرضخواہ نے اپنے حصہ کے واسطے مہلت دینی چاہی اور دوسرے نے انکار کیا تو ایسی مہلت دینا بالکل جائز نہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے کہا کہ یہ قرضہ جسوقت واجب ہوا ہو تبھی سے میعادی واجب ہوا ہو اور دوسرے نے اس سے انکار کیا تو مقر کے حصہ کے حق مین مہلت ثابت ہوجائیگی اسی طرح حد القذف کی صورت مین اگر حد قذف کسی تہمت لگانے والے پر واجب ہوئی پھر جسکو تہمت لگائی ہو اُسنے چاہا کہ اُسکو معاف کردے تو معاف کرنا کچھ کارآمد نہوگا اور اگر تہمت زدہ نے اسطرح اقرار کیا کہ مین اپنے دعوی مین مبطل تھا تو حد ساقط ہوجائیگی پس اس سے ظاہر ہوا کہ اگر کسی شخص نے کسی چیز کے سبب کا اقرار کیا تو اُسکا ثبوت اُسی طور سے ہوگا جسطرح اُسنے اقرار کیا ہو اور اگر کسی شخص نے اپنے اقرار سے کسی سبب کے بدل دلانے کا جو ثابت ہوچکا ہو قصد کیا تو اُسکا اقرار کارآمد نہوگا پس ایسا ہی ہمارے اس مسئلہ مین ہو شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ یہ سب اُس صورت مین ہو کہ جب اُسنے ایسی مدت کا اقرار کیا جو لوگون مین متعارف ہو اور اگر اُسنے ایسی مدت کی مہلت کا اقرار کیا جو لوگون کے عرف و رواج کے خلاف ہو تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک اُسکا یہ اقرار صحیح نہوگا اور یہ مسئلہ کتاب الوکالہ مین مذکور معروف ہو کہ وکیل بیع نے اگر مبیع کو میعادی اُدھار فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک صحیح ہو جاہے جیسی میعاد قراردی ہو اور صاحبین رح کے نزدیک ویسی ہی میعاد صحیح ہوگی جیسی لوگون مین رائج و معروف ہو اور نیز یہ بھی چاہیے کہ طالب اس مطلوب کے واسطے اسطرح ضمانت کرلے کہ اس مطلوب کو جو کچھ اس حامل مین درک پیش آوے اس طالب کی جانب یا سبب سے بطریق اقرار قلمیہ و ہبہ و تملیک و توکیل ہونے کے یا کسی تصرف کی وجہ سے جو اُسنے اس مال مین اسطرح کیا ہو جس سے اس مطلوب کی مہلت میعادی جسکا وہ مستحق ہوا ہو باطل ہوتی ہو تو یہ طالب اسکا ضامن ہو کہ اس مطلوب کو اس سے خلاص کرائیگا یا جو کچھ اسپر لازم آئیگا وہ اس مطلوب کو واپس دیگا۔ پس اگر دونون نے اسطرح حیلہ کرلیا پھر ایک شخص ثالث آیا جسکے واسطے اس طالب نے اس مطلوب کو مہلت دینے سے پہلے اس مال کا اقرار کیا ہو پس اُسنے مطلوب سے مال کا مواخذہ کیا اور مہلت دینے مین اُسکی تکذیب کی تو امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق مہلت ثابت نہوگی ولیکن مطلوب کو یہ استحقاق حاصل ہوگا کہ وہ طالب سے اس پیمبر کے واسطے جسکا وہ ضامن ہوا ہو رجوع کرے اسواسطے کہ اُسنے ضمانت کرلی تھی کہ جو کچھ اُسکو درک لاحق ہوگا اُسکا مین ضامن ہون پس اُسکو یہ درک لاحق ہوا پس مطلوب اُس سے رجوع کریگا پھر یا تو طالب اُسکو چھوڑائیگا یا جو کچھ اُسکے واسطے ضمانت کی ہو اسقدر مال اُسکو دیدیگا کہ وہ مطلوب پر تا میعاد مذکورہ و قسطہاے مقررہ قرضہ رہیگا زید کا عمرو پر مال آتا ہو پھر عمرو مر گیا اور اُسکے وارث نے زید سے درخواست کی کہ تو اس مال کے واسطے فلان وقت تک مہلت دیدے تو فرمایا کہ یہ مہلت ناجائز ہو اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ مسئلہ امام خصاف رح کی جانب سے مستفاد ہو اور اسکا ذکر مبسوط مین نہین ہو

ولیکن بسبوط مین اسقدر مذکور ہی کہ اگر قرضدار مر گیا تو اُسکے مرتے ہی میعاد جاتی رہیگی اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو جائیگا اور اسمین حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی ہی اور اس صورت کو اس مقام پر ذکر نہین فرمایا ہی اور خصاف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وارث کے حق مین قرضہ کی میعاد جو مقرر تھی ثابت نہوگی اسواسطے کہ قرضہ اسپر نہ تھا پس اُسکے حق مین میعاد بھی ثابت نہوگی پھر اسکے بعد اگر میعاد ثابت ہو تو یا تو میت کے واسطے ثابت ہوگی یا مال قرضہ کے حق مین ثابت ہوگی ولیکن میت کے حق مین ثابت نہین ہوسکتی ہی اسواسطے کہ اُسکی موت سے قرضہ اُسکے ذمہ ساقط ہوگیا پس اُسکی موت کے بعد اُسکے حق مین ابتدا اً کیونکر میعاد ثابت ہوگی اور مال کے حق مین بھی مہلت ثابت ہونا جائز نہین ہی اسواسطے کہ وہ عین ہی اور اعیان میعادون کو قبول نہین کرتے ہین اسی واسطے ہمنے کہا ہی کہ مہلت میعادی ثابت نہوگی - اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو کتاب مین مذکور ہی یہ امام محمد رح کا قول ہی اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے مہلت ثابت ہونی چاہیے اور اسکا مرجع اُنھون نے مسئلہ ذیل قرار دیا ہی اور وہ یہ ہی کہ قرضخواہ میت نے اگر میت کو اپنے قرضہ سے بری کر دیا اور وارث نے اسکو رد کر دیا تو وارث کا رد کرنا امام محمد رح کے نزدیک کام مین کچھ خلل انداز نہوگا اسواسطے کہ قرضہ اُسپر نہین ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا رد کرنا خلل انداز ہوگا اسواسطے کہ قرضہ کا مطالبہ اب اُسی سے ہی پس جبکہ اُسکا رد کرنا خلل انداز ہوا اور ایسا قرار دیا گیا کہ گویا قرضہ اُسی پر ہی تو میعاد بھی اُسکے حق مین کارآمد ہوگی پس اُسکے واسطے میعاد ثابت ہوگی پس ایسا ہی ان مشائخ نے فرمایا ہی ولیکن صحیح یہ ہی کہ جو کتاب مین مذکور ہی وہ اتفاقی حکم ہی پھر جبکہ وارث کے حق مین میعاد ثابت نہوگی تو اسکا حیلہ کیا ہی تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ وارث یہ اقرار کرے کہ مین نے میت کی زندگی مین میت کی طرف سے اس قرضخواہ کے واسطے اس مال کی ضمانت اس طور سے کر لی تھی کہ فلان وقت کی میعاد تک اسکی ادائی کا مین ضامن ہون اور قرضخواہ مذکور یہ اقرار کرے کہ یہ مال اس میت پر اور اُسکے اس کفیل پر فلان مدت تک میعادی تھا اور نیز قرضخواہ مذکور یہ بھی اقرار کرے کہ اس وارث کو مال میت کچھ نہین ملا ہی پس جب اسطرح اقرار دونون کا پایا گیا تو ایسی حالت مین یہ مال مذکور اس وارث پر میعادی اُدھار رہیگا اور یہ اسواسطے ہوا کہ مدت میعادی اگرچہ اصیل کے حق مین اُسکی موت کی وجہ سے ساقط ہوگئی ہی لیکن کفیل کے حق مین ساقط نہوگی پس وارث کے حق مین میعادی قرضہ رہیگا ایسا ہی ظاہر الروایۃ مین مذکور ہی اور یہ جو کتاب مین فرمایا کہ قرضخواہ اس امر کا اقرار کرے کہ اس وارث کو مال میت کچھ نہین ملا ہی تو اسواسطے ہی کہ اصیل پر یہ قرضہ بسبب اُسکی موت کے فی الحال واجب الادا ہوگیا پس اُسکو اختیار ہوا کہ اُسکا مال فروخت کراوے اور جہان کہین پاوے وصول کرے پس اُس سے اسطرح کا اقرار کرا لیا تاکہ وہ وارث سے رجوع نکر سکے اور نیز کتاب مین فرمایا کہ یون اقرار نکرے کہ یہ میت قرضدار مفلس مر گیا اور وارث نے اسکے بعد اُسکی طرف سے ضمانت کی ہی بلکہ یون اقرار کرے کہ اُسنے میت کی زندگی مین اُسکی طرف سے ضمانت کی تھی کیونکہ امام اعظم رح کا مذہب یہ ہی کہ مفلس میت کی طرف سے قرضہ کی کفالت کرنا صحیح نہین ہی پس اس قول پر اقرار ہونے کے واسطے اسی طور سے اقرار کرے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

سترھوین فصل - اجارات کے بیان مین - امام محمد رح نے اجارات اصل مین فرمایا کہ زید نے عمرو سے ایک حمام اجارہ پر لیا اور مالک حمام عمرو نے زید کے ذمہ حمام کے مرمت کی شرط لگائی تو اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مقدار مرمت داخل اجرت ہوگی حالانکہ وہ مجہول ہی پس اگر اسکے واسطے حیلہ چاہا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ دیکھنا چاہیے کہ مرمت مین کسقدر خرچ ہوگا پس اسکا اقرار

کرکے یہ مقدار اُسکی اجرت مین بڑھاوے پھر عمرو اُسکو حکم دے کہ اجرت مین سے اسقدر مال اسکی مرمت مین خرچ کرے چنانچہ اگر کرایہ کی مقدار دس درم ہو اور مرمت کے واسطے اخرچہ کی مقدار ضروری بھی مثلاً دس درم ہو تو مالک حمام اُسکو بیس درم کے عوض اجارہ پر دے پھر اُسکو حکم کرے کہ اسمین سے دس درم اسکی مرمت مین خرچ کرے پس مستاجر اُسکی طرف سے اُسکے حمام کی مرمت اُسکے مال سے کرنے کا وکیل ہو جائیگا اور یہ معلوم ہو پس جائز ہوگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حیلہ بنا بر قول صاحبین رح کے ٹھیک ہی اور بنا بر قول امام اعظم رح کے ٹھیک نہین ہی اسواسطے کہ اجرت قرضہ ہی حالانکہ اُسکو ایک مجہول چیز مین صرف کرنے کا حکم کیا ہی اور یہ مانع جواز ہی اسواسطے کہ مرمت و اجرت امام اعظم رح ہی کے قول پر مانع جواز وکالت ہی جیسے کہ اگر مدیون سے قرضخواہ نے کہا کہ جو میرا تجھپر ہی اُسکو فلان چیز کی بیع سلم مین دیدے یا کہا کہ میرے واسطے فلان چیز بعوض اُسکے جو میرا تجھپر ہی خرید دے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہی بلکہ یہ حیلہ بالاتفاق سب کے قول کے موافق ٹھیک ہی لیکن باہم اس امر مین اختلاف کیا کہ وجہ جواز کیونکر ہی سو بعض نے کہا کہ وکیل کرنے کے وقت اجرت واجب نہ تھی تاکہ یہ لازم آوے کہ اُسنے مجہول چیز مین قرضہ کے صرف کرنے کا حکم دیا ہی جو کہ جواز وکالت سے مانع ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر اُسکو قبل اجارہ کے اس امر کا وکیل کرے تو وکالت جائز ہی پس اسی وجہ سے جائز ہی جو ہمنے بیان کردی ہی بخلاف مسئلہ سلم کے کہ اس صورت مین وقت وکالت کے قرضہ واجب تھا پس جب اُسنے اس امر کے واسطے وکیل کیا اور سلم الیہ کو معین نہ کیا تو اُسکو اس امر کا وکیل کیا کہ جو قرضہ اسپر واجب ہی اُسکو مجہول کی جانب صرف کرے اور یہ جائز نہین ہی جیسے اگر یون کہا کہ جو میرا تجھپر ہی اُسکو کسی کو دیدے تو یہ جائز نہین ہی اور اس مسئلہ مذکورہ بالا مین اسکے خلاف ہی حتے کہ اگر وقت وکیل کرنے کے اجرت واجب ہوتی تو بنا بر قول امام اعظم رح کے جائز نہوتی تاوقتیکہ وہ اینٹون اور غنودہ آلات کو معین نکرتا جیسے کہ مسئلہ سلم مین ہی اور بعضون نے کہا کہ امام اعظم رح قرضہ خرچ کرنے کا وکیل کرنا بھی مین جائز کہتے ہین کہ جب وہ چیز جسکی طرف صرف کیا جاوے یعنی محل صرف مجہول ہو اور اگر معلوم ہو تو ناجائز نہین فرماتے ہین آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک گھوڑا یا غلام کرایہ پر لیا اور موجر نے مستاجر کو وکیل کیا کہ اس اجرت مین سے اسقدر اس جانور یا غلام کے دانہ و خوراک مین صرف کرے تو جائز ہی اسواسطے کہ محل صرف یعنے گھوڑا یا غلام معلوم ہی اور اس صورت مین بھی محل صرف یعنے مرمت حمام معلوم ہی بخلاف مسئلہ سلم کے کہ اسمین محل صرف یعنی مسلم الیہ مجہول ہی حتے کہ اگر وہ معلوم ہو مثلاً یون کہے کہ جو میرا تجھپر آتا ہی اُسکو فلان شخص کو فلان چیز کی بیع سلم مین دیدے یعنے مسلم الیہ کو معین کردے تو امام اعظم رح کے نزدیک بھی جائز ہی۔ پھر اگر مستاجر نے کہا کہ مین نے اتنے مال سے اس حمام کی مرمت کی ہی تو بدون حجت کے اُسکا قول قبول نہوگا اسی طرح اگر مالک حمام نے اس امر پر گواہ کردیے کہ مستاجر اسکی مرمت مین خرچ کرنے مین جو کچھ دعوی کرے اُسکی تصدیق ہوگی تو بھی مستاجر کا قول بدون حجت کے قبول نہوگا یعنی اگر اجارہ دینے کے وقت اور مستاجر کے ذمہ حمام کی مرمت کی شرط کرنے کے وقت مالک حمام نے اس امر کے گواہ کردیے کہ اسکے بعد یہ مستاجر جو کچھ دعوی کریگا کہ مین نے اسکی مرمت مین اسقدر خرچ کیا ہی تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ مستاجر مذکور اس مرمت کے خرچ کے دعوی مین اس امر کا مدعی ہی کہ جو اجرت اُسپر واجب ہوئی تھی وہ اُسنے ادا کردی ہی اور مالک حمام اس سے منکر ہی پس اُسی کا قول قبول ہوگا لیکن اگر مستاجر اپنے دعوی پر جسطرح دعوی کرتا ہی گواہ قائم کرے تو اُسکا دعوی ثابت ہوگا جیسے کہ اگر اُسنے حقیقۃً ادا کرنے کا دعوی کیا تو بھی

حکم ہی۔ پھر اگر مستاجر نے چاہا کہ ایسا حیلہ کرے کہ جس سے بدون حجت کے اُسکی مرمت مین صرف کرنے کا قول قبول ہو تو حیلہ ہی کہ بقدر مرمت کے مستاجر مذکور اس موجر کو پیشگی دیدے پھر مالک حمام اسکو وصول کرکے مستاجر کو دیدے اور اُسکو حکم کرے کہ اسکو مرمت حمام مین خرچ کرے پس اُسکے خرچ کرنے مین مستاجر امین کا قول قبول ہوگا کچھ گواہون کی ضرورت نہوگی اسواسطے کہ پیشگی ادا کرنے سے جو کچھ ادا کیا ہی وہ مالک حمام کی ملک ہو جائیگی پھر جب وصول کرکے اُسکو دیدیگا تو اسکے بعد مستاجر مذکور امین اُسکا امین ہوگا اور امانت کو امانت کی جگہ صرف کردینے مین امین کا قول قبول ہوتا ہی۔ اور حیلہ دیگر بدین غرض کہ مستاجر کے ذمہ سے گواہ ساقط ہون یہ ہی کہ بقدر مرمت کے خرچہ کے کسی درمیانی عادل کے پاس رکھے حتی کہ جسقدر خرچ ہوا اُسکی مقدار کی بابت اسی عادل کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ عادل مذکور امین ہوگا۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے میدان وار بعوض اجرت معلومہ کے مدت معلومہ تک کرایہ لیا اور اُسکو مالک وار نے حکم دیا کہ اسمین ایسی ایسی عمارت بنوادے اور اُسکا خرچہ اسکے کرایہ سے محسوب کرے تو یہ جائز ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک حمام کرایہ پر لیا اور مالک حمام نے اُسکو حکم دیا کہ اس حمام کی شکست و ریخت کی مرمت کرے اور اسکے کرایہ مین سے محسوب کرے تو جائز ہی پس جب یہ امر جائز ٹھہرا اور اُسنے عمارت مین خرچ کیا تو کرایہ مین سے بقدر خرچہ کے محسوب کریگا اسواسطے کہ اُسنے مالک وار کے حکم سے عمارت بنوائی ہی اور کرایہ اس مستاجر کے ذمہ قرضہ ہی پس دونون کی مقدار اگر برابر ہو کچھ کمی بیشی نہو تو قصاص کر لینگے اور اگر کمی و بیشی ہوگی تو بقدر اسکے ایک دوسرے سے واپس لیگا اور یہ عمارت اس وار کے مالک کی ہوگی۔ اور اگر مالک حمام نے یہ ذکر نہ کیا کہ عمارت کا خرچہ اسکے کرایہ مین سے محسوب کرے بلکہ فقط یہ حکم کیا کہ اسمین ایسی ایسی عمارت بنوادے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا کہ جو کچھ تو اسمین صرف کرے وہ کرایہ مین سے محسوب کرے پس اُسنے عمارت بنوائی تو یہ عمارت کسکی ہوگی سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ عمارت اُسی شخص کی ہوگی جسکی زمین ہی اور اسکی دلیل اُس سے نکالی جو امام محمد رح نے ضمان الاجارات مین ذکر کیا ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک حمام کرایہ پر دیا اور مستاجر کو حکم دیا کہ اسکی شکست و ریخت کی اور ضروری چیز کی تعمیر کرے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ عمارت مالک حمام کی ہوگی اور بعضون نے کہا کہ یہ عمارت اس مستاجر کی ہوگی اور اسکی دلیل اُس سے نکالی جو کتاب العاریہ مین مذکور ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک وار عاریت لیا اور اسمین عمارت بنائی حالانکہ مالک وار کے حکم سے بنائی ہی تو یہ عمارت اُس مستعیر کی ہوگی۔ پس بنا بر قول ایسے عالم کے جو کہتا ہی کہ اس صورت مین عمارت مذکورہ مستاجر کی ہوگی مستاجر کو یہ اختیار نہوگا کہ جو کچھ اُسنے تعمیر مین خرچ کیا ہی وہ موجر سے واپس لے پس اگر مستاجر کو خوف ہوا کہ اگر اُسنے عمارت بنائی اور ان سالون کے تمام ہونے سے پہلے مدت اجارہ گذر گئی تو شاید اسکا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور مین ہو جو ایسی صورت مین بنا بر قول بعضے مشائخ کے مستاجر کے واسطے موجر سے خرچہ واپس لینے کا استحقاق جائز نہین جانتا ہی پس اُسکا خرچہ جاتا رہیگا اور اُسکو ضرر پہونچیگا پس اُسنے اسکے واسطے حیلہ طلب کیا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مالک وار سے یون کہے کہ وہ جب اجازت عمارت دیتا ہی تو اسکے ساتھ یہ بھی کہے کہ مین تیرے خرچہ تعمیر کا حساب اسکے کرایہ سے کرونگا پس جب اُسنے ایسا کیا تو ہر گاہ ان سالون کے تمام ہونے سے پہلے اجارہ ٹوٹ جائیگا تو اسکو اختیار حاصل ہوگا کہ جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہی وہ موجر سے واپس لے۔ اور حیلہ دیگر یہ ہی کہ اس خرچہ کی مقدار کو دیکھا کرے کہ اسقدر تخمینہ سے ہوتی ہی اسکو وار مذکور کے آخر سال کے کرایہ مین ملا دے اور اسکو ملا کر

اسکا آخر سال کا کرایہ قرار دے پھر مالک دار اس امر کا اقرار کرے کہ مستاجر نے مجھکو اس دار کے کرایہ مین سے سال آخرہ کا کرایہ اس اس قدر پیشگی دیا ہے اور مین نے اسکو مستاجر سے وصول پایا ہے حتے کہ اگر اس مدت کے گذرنے سے پہلے اجارہ منقضی ہوا تو مستاجر مذکور اُسقدر مال جسکی بابت موجر نے اقرار کیا ہے کہ مین نے بابت کرایہ سال اخیرہ کے وصول کیا ہے موجر سے واپس لیگا اور اگر اجارہ مذکور اپنی پوری مدت تک رہا تو اجارہ کا مقصود حاصل ہو جائیگا اور پھر مستاجر کو اس موجر سے یعنی مالک دار سے اسکے واپس لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر مستاجر کو خوف ہوا کہ شاید موجر اُس سے قسم لے کہ تو قسم کھاکہ مین نے اسکو اسقدر اجرت بابت سال اخیرہ کے پیشگی دی ہے تو وہ قسم نہ کھا سکیگا پس کوئی دوسرا حیلہ چاہیے ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مستاجر مذکور اس موجر کے ہاتھ کوئی چیز کم قدر بعوض اسقدر مال کے فروخت کرکے موجر کو حوالہ کر دے پس اگر اس مدت مقررہ کے گذرنے سے پہلے اجارہ فسخ ہوا تو مستاجر مذکور اُس سے اس چیز کا ثمن واپس لے سکتا ہے اور وہ اس امر پر قسم کھا سکتا ہے کہ اس موجر پر میرا اسقدر مال واجب ہے - اور اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنی زمین جسمین کھیتی ہے کسی کو اجارہ پر دے تو اسمین کوئی حیلہ نہین نکل سکتا ہے سوائے ایک صورت کے اور وہ یہ ہے کہ کھیتی اسکے ہاتھ فروخت کرکے زمین اُسکو اجارہ پر دیدے اسواسطے کہ جواز عقد اجارہ کی شرط یہ ہے کہ بعد عقد اجارہ کے مستاجر اس زمین سے انتفاع حاصل کر سکے اور جب اُسکے ہاتھ کھیتی فروخت کی پھر زمین اُسکو اجارہ پر دیدی تو وہ زمین مذکور سے انتفاع حاصل کر سکتا ہے کہ اُسمین اپنی کھیتی کی تربیت کریگا اور اگر کھیتی اُسکے ہاتھ فروخت نکی تو مستاجر اس زمین سے انتفاع حاصل نہین کر سکتا ہے کیونکہ وہ موجر کی کھیتی مین پھنسی ہوا اور نیز مستاجر کو سپرد نہین کر سکتا ہے بدون اسکے کہ اپنی کھیتی اُسمین سے اُکھاڑ لے اور اسمین اُسکے حق مین خلل ہوا حاضر ہے اسواسطے عقد فاسد ہوگا اور علے ہذا اگر زمین مین درخت یا کوئی عمارت ہو اور چاہا کہ زمین کرایہ پر دیدے تو بھی چاہیے کہ درختون وعمارت پہلے اُسکے ہاتھ فروخت کر دے پھر زمین کو اجارہ پر دے یہ بسوط مین ہے - زید نے چاہا کہ عمرو کی زمین جسمین عمرو کی کھیتی ہے اجارہ پر لے تو جائز نہین ہے اور مشائخ نے اسکے عدم جواز کی وجہ بیان کرنے مین اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ اسوجہ سے جائز نہین ہے کہ اُسنے ایسی زمین اجارہ پر لی ہے جس سے مستاجر انتفاع نہین حاصل کر سکتا ہے پس عقد اجارہ ایسا ہوا کہ گویا اُسنے ایسی زمین اجارہ پر دی جو دنیا ہے یا ایسی زمین اجارہ پر دی جسمین سے پانی رستا ہے - اور بعضون نے کہا کہ یہ وجہ ہے کہ اُسنے حکماً مالک زمین کا قبضہ قائم ہوا اسواسطے کہ اُسمین اُسکی کھیتی موجود ہے پس اُسنے ایسی چیز اجارہ پر دی جسکو سپرد نہین کر سکتا ہے اور ایسا اجارہ صحیح نہین ہوتا ہے پس اگر اُسنے اسکے جواز کا حیلہ چاہا تو حیلہ یہ ہے کہ جسکو اجارہ پر دینا چاہتا ہے اُس مستاجر کے ہاتھ پہلے اپنی کھیتی فروخت کر دے پھر اسکے بعد یہ زمین اجارہ پر دیدے تو اجارہ جائز ہوگا اسواسطے کہ کھیتی مذکور بعد مستاجر کے خریدنے کے اُسکی ملک ہو جائیگی پس مستاجر اس زمین سے انتفاع حاصل کر سکیگا اسطرح کہ اُسکی کھیتی اس زمین مین تربیت پاویگی پس اس صورت مین ایسا ہوگا کہ اُسنے ایسی چیز اجارہ پر دی جس سے مستاجر انتفاع حاصل کر سکتا ہے اور اس وجہ سے کہ جب کھیتی مذکور مستاجر کی ملک ہوگئی تو زمین سے موجر کا قبضہ حکمی وخلیفی سب دور ہو گیا پس ایسی چیز اجارہ پر دی جسکو بخوبی سپرد کر سکتا ہے پس اجارہ صحیح ہوگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اس حیلہ سے اس زمین کا اجارہ جبھی صحیح ہوگا کہ جب اُسنے اپنی کھیتی کو بیع رغبت وبنذ فروخت کیا ہو اور اگر بطور بیع ہزل وتلجیہ فروخت کیا ہو تو اجارہ جائز نہوگا کیونکہ جب بیع ہزل ہو گئی تو زراعت مذکور ملک بائع سے خارج نہوگی پس بعد بیع کے

بھی وہی حال رہیگا جو بیع سے پہلے تھا اور بیع رغبت وجد کی پہچان یہ ہی کہ زراعت مذکور بعوض اتنے دامون کے فروخت کی جاوے جو اُسکی قیمت کے برابر یا زیادہ ہین یا اسقدر کم ہین کہ جسقدر لوگ اپنے اندازمین خسارہ اُٹھا لیتے ہین اور بیع ہزل ہونے کی پہچان یہ ہی کہ زراعت کے دام اتنے ہون جو قیمت زراعت سے اسقدر کم ہین کہ لوگ اپنے اندازمین ایسا خسارہ نہین اُٹھاتے ہین اور بعضے مشائخ کے نزدیک اگر بیع مذکور بعوض اتنے دامون کے ہو جنکی قیمت سے اسقدر کم ہین کہ جسقدر لوگ اپنے اندازہ مین خسارہ نہین اُٹھاتے ہین تو وہ بھی امام اعظم رح کے نزدیک بیع رغبت ہی پس اجارہ جائز ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بیع ہزل ہی پس اجارہ جائز نہوگا اور بعضون نے فرمایا کہ اگر یہ بیع قیمت سے کم دامون کے عوض ہو تو بھی بالاتفاق بیع جد و رغبت ہی پس جواز اجارہ سے مانع نہوگی اور اسکا بیان یہ ہی کہ ہمارے دونون نے اس بیع سے عقد اجارہ کا صحیح ہونا چاہا ہی اور رخصت اجارہ بدون اسکے نہین ہو سکتی ہی کہ پہلے زراعت فروخت کی جاوے اور یہ بیع رغبت وجد فروخت کی جاوے پس بظاہر یہی ہی کہ اپنی غرض پورا کرنے کے واسطے دونون نے یہ بیع رغبت وجد بیع کی ہی - اگر زید نے اپنی زمین عمرو کو اجارہ پر دی اور عمرو کے ذمہ باوجود کرایہ کے اُسکا خراج بھی شرط کیا تو یہ جائز نہین ہی اسواسطے کہ اجرت مجہول ہوئی جاتی ہی بایں وجہ کہ خراج کبھی بڑھ جاتا ہی اور کبھی گھٹ جاتا ہی پس یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہی کہ زید نے عمرو کو اپنا دار ایک سال کے واسطے اجرت معلومہ پر بدین شرط اجارہ دیا کہ اسکی مرمت اپنے مال سے کرے تو یہ نہین جائز ہی اسواسطے کہ خرچہ مرمت مجہول ہی پس اجرت معلومہ مذکورہ بھی مجہول ہو جائیگی اور بدین وجہ کہ خراج زمین بذمہ مالک زمین ہوتا ہی پس جب مالک نے یہ خراج بذمہ مستاجر شرط کیا تو تقدیراً گویا اُسنے یون کہا کہ مین نے تجھے اپنی یہ زمین اس سال کے واسطے اتنے درمون پر بدین شرط اجارہ پر دی کہ جو خراج سلطان کا میرے ذمہ سال عائد ہوگا اُسکا تو حوالہ قبول کرے حالانکہ ایسا کہنے مین عقد اجارہ صحیح نہین ہوتا ہی اسواسطے کہ اس عقد اجارہ مین حوالہ شرط ہی پس عقد اجارہ فاسد ہوگا - پھر اس امر کا حیلہ کہ ایسا اجارہ جائز ہو جاوے فاسد ہونے یا وے یہ ہی کہ اُسکو یہ زمین کسی قدر اجرت معلومہ پر اجارہ پر دے اور اس اجرت مین جسقدر اندازسے خراج لازم آتا نظر آوے بڑھا وے اور اس سب کے عوض اُسکو اجارہ پر دیکر مستاجر کے واسطے گواہ کرا دے کہ موجر نے اُسکو اجازت دی ہی کہ وہ اس زمین کا خراج اس زمین کی اجرت مین سے اسقدر درمون تک ادا کرے اور فرمایا کہ یہ بات ویسی ہی جیسی ہمنے پہلے ذکر کر دی ہی اور اجارہ جائز ہو جائیگا اسواسطے کہ اجارہ بعوض اُجرت معلومہ واقع ہوا ہی پس صحیح ہوگا پھر موجر نے مستاجر کو اجرت مین سے ادائے خراج کی اجازت دی ہی پس مستاجر مذکور اجرت واجبہ مین سے اسطرح ادا کرنے کا موجر کی طرف سے وکیل ہو جائیگا پس یہ وکالت بھی صحیح ہوگی جسطرح علما نے مرمت دار مین فرمایا ہی کہ اگر اپنا دار ایک شخص کو باجرت معلومہ اجارہ پر دیا اور موجر نے اُسکو حکم دیا کہ اس سال اسکی قابل مرمت چیز کی مرمت اسی اجرت مین سے کرے تو یہ توکیل و عقد اجارہ صحیح ہی اسی طرح یہ بھی صحیح ہی لیکن بات یہ ہی کہ یہ حیلہ ضعیف ہی اسواسطے کہ موجر و مستاجر نے اگر خراج کے ادا کرنے مین اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ مین نے اس زمین کا خراج وپیداوار مین سے ادا کر دیا ہی اور موجر نے اُسکی تکذیب کی یا دونون نے مقدار ادا کرنے مین اختلاف کیا تو قول موجر کا مقبول ہوگا اور مستاجر اپنے دعوی ادا سے خواجہائی زمین مذکور مین تصدیق نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ مستاجر مذکور ضمین ہی امین نہین ہی پس وہ اس دعوی سے یہ چاہتا ہی کہ ضمانت اجرت سے بری الذمہ ہو اور موجر اس سے منکر ہی کہ اُسکے حق مین بھرپانا ثابت ہوا ہی پس

اس منکر کا قول قبول ہوگا اسی طرح مرمت دار مین بھی درصورت اختلاف کے موجر ہی کا قول قبول ہوگا جیسا کہ شتنے پہلے بیان کر دیا ہو پس قوی و مضبوط حیلہ یہ ہو کہ مستاجر اول سے کہے کہ تو اجرت پیشگی ادا کر دے پھر مالک زمین اسکو وصول کر کے اسی مستاجر کو دیدے اور اسکو وکیل کر دے کہ میری طرف سے والی خراج کو خراج ادا کر دے پھر اگر مستاجر نے دعوی کیا کہ مین نے خراج ادا کر دیا ہو تو موجر اس سے گواہ طلب نہین کر سکتا ہو بدون گواہون کے اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ ہرگاہ مستاجر نے اجرت پیشگی ادا کر دی تو اجرت سے بری ہوگیا پھر اسکے بعد جب اسکو مالک زمین نے یہ اجرت کا مال دیا اور اسکو وکیل کیا کہ میری طرف سے والی خراج کو خراج ادا کر دے تو مستاجر اس ادا کرنے مین امین و وکیل ہوا پس جب وہ کہیگا کہ مین نے ادا کر دیا ہو تو مانند اور امینون کے اس امین کے قول کی بھی تصدیق کیجائیگی اور ایسا ہی جواب ہر مرمت دار مین ہو کہ اگر مستاجر نے کرایہ پیشگی ادا کر دیا پھر موجر نے اسکو دیدیا کہ اس اجرت مقبوضہ مین سے دار جہان جہان لائق مرمت ہو اسکی مرمت کرے اور مستاجر نے کہا کہ مین نے مرمت کر دی ہو اور اسقدر خرچ کیا ہو تو بدین وجہ مذکور اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے یہ شرط لگائی ہو کہ والیان خراج کو خراج ادا کر دے یعنی نائب سلطان کو یا جو شخص سلطان کی طرف سے تحصیل خراج کے واسطے مقرر ہو اسکو ادا کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ اس امر کی دلیل ہو کہ اگر مستاجر مذکور یا کسی ایسے شخص نے جسپر خراج ہو اہل دیہ مین سے کسی آدمی کو خراج دیدیا تو بری نہوگا اور دوبارہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر حالی دیہ یا امین دیہ کو ادا کر دیا تو بھی یہی حکم ہو اسواسطے کہ وہ از جانب سلطان مقرر نہین ہو اور نہ اسکا نائب ہو پس اسکو ادا کرنے سے بری نہوگا الا اس صورت مین کہ یہ شخص حالی نائب سلطان ہو یا سلطان کی طرف سے مامور ہو تو ایسی صورت مین اسکو ادا کرنے سے بری ہوجائیگا - اور از جنس مسئلہ خراج ایک دوسرا مسئلہ ہو جسکو امام محمد رح نے حیل الاصل ذکر فرمایا ہو جسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے ایک گھوڑا اجارہ لیا اور موجر نے کرایہ کے ساتھ مستاجر کے ذمہ اسکا دانہ گھاس بھی شرط کیا تو یہ جائز نہین ہو اور اسکا حیلہ یہ ہو کہ دیکھنا چاہیے کہ اسکے دانہ گھاس مین کتنے درم خرچ ہونگے اسکا تخمینہ کر کے یہ مقدار بھی اجرت مین ملائی جاوے پس اس مجموعہ کے عوض اسکو کرایہ پر لے پھر موجر اسکو وکیل کر دے کہ اس مقدار زائد کردہ سے اسکا دانہ چارہ دے لیکن ایسی صورت مین مستاجر کے دعوی خرچہ کی تصدیق بدون گواہون کے نہوگی تو احتیاط یہ ہو کہ بقدر زیادہ کردہ کے موجر کو پیشگی دیدے پھر موجر اسکو مستاجر کو دیکر گھوڑے کے دانہ چارہ مین خرچ کرنے کا حکم دے اسی طرح اگر کسی نے ایک شخص کو مزدور کر لیا اور اسکا کھانا دینا مستاجر کے ذمہ شرط کیا گیا تو یہ نہین جائز ہو اور اسکا حیلہ یہ ہو کہ مقدار طعام کو دیکھکر اسکا تخمینہ کر کے اجرت مین ملایا جاوے جیسا کہ مذکور ہوا ہو - زید نے ایک مکان ماہواری کرایہ پر لیا اور مستاجر کو خوف ہوا کہ اگر وہ اسمین مہینہ سے زیادہ دو مہینہ رہا تو جب دوسرے مہینے کا ایک روز یا دو روز گذرینگے اور حالیکہ وہ اسمین ساکن ہوگا تو اسپر اس تمام مہینے کا کرایہ لازم آویگا تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ مکان مذکور کو یومیہ کرایہ پر لے کہ روزانہ اسقدر کرایہ پر ہو پس جب چاہیگا اسکو خالی کر دیگا اور اسپر اسی قدر کرایہ لازم آئیگا جتنے دن وہ رہا ہو اور واضح ہو کہ اس قول سے کہ جب دوسرے مہینہ کا ایک یا دو روز گذرینگے تو اسپر تمام اس مہینہ کا کرایہ لازم آویگا یہ مراد نہین ہو کہ حقیقۃً کرایہ لازم آویگا اسواسطے کہ کرایہ درحقیقت تو بعد مہینہ پورا ہونے کے واجب ہوگا لیکن یہ مراد ہو کہ جب مہینہ آجائیگا اور ایک دو روز گذر جاوینگے تو اس مہینہ کا اجارہ اسکے ذمہ لازم آجائیگا - اور جامع الفتاوی مین ہو کہ اگر ایک زمین یا حانوت کو

پس اگر موجر نے اسکو خالی کیا تو اسکو خالی کرنے سے کچھ فائدہ نہوگا

پر لی اور چاہا کہ موجر کی موت سے اسکا اجارہ نہ ٹوٹے تو موجر اس امر کا اقرار کرے کہ یہ اراضی دس برس تک فلان شخص کی ہی اُسمین جو چاہے زراعت کرے اور جو کچھ پیدا ہوگا وہ اُسی کا ہوگا - اور وجہ دیگر آنکہ مستاجر اقرار کرے کہ مین اسکو ایک مرد مسلمان کے واسطے اجارہ لیتا ہون اور موجر اقرار کرے کہ مین اسکو ایک مرد مسلمان کی وکالت سے اُسکی طرف سے اجارہ پر دیتا ہون پس ان دونون مین سے کسی کی موت سے اجارہ مذکور منتقض نہوگا - اور اگر زمین اجارہ مین لفظاً یا قیراً کا شمہ ہو اور مستاجر نے چاہا کہ یہ مجھے ملے تو مالک زمین اس امر کا اقرار کرے کہ یہ شمہ مستاجر کا ہی دس برس تک تبنے تاکہ اسکو دس برس تک انتفاع کا استحقاق حاصل ہو تو جائز نہوگا اور سراجیہ مین لکھا ہی کہ اگر اپنی زمین اجارہ پر دی اور اُسمین درختان خرما ہین اور چاہا کہ اسکے پھل مستاجر کو دیدے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ یہ درخت مستاجر کو معاملہ پر دے بدین شرط کہ اسکے پھلون کے ہزار حصون مین سے ایک حصہ مالک کا ہو اور باقی مستاجر کے ہین اور عیون مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک مکان کرایہ لیا اور مالک مکان نے اُسکو حکم کیا کہ اسکے کرایہ سے اسکی مرمت مین خرچ کرے پس اگر اُسنے خرچ کیا تو بدون گواہون کے صرف اُسکا قول قبول نہوگا کہ مین نے خرچ کیا ہی پس اُسنے چاہا کہ مین اس امر مین امین ہو جاؤن تو چاہیے کہ اجرت پیشگی دیدے پھر مالک مکان اس اجرت کو وصول کرکے اسی مستاجر کو دیدے اور حکم دے کہ اسکو اُسکی مرمت مین خرچ کرے تو وہ امین امین ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی -

اٹھارھوین فصل - دعوی کے دفعیہ مین - زید کے قبضہ مین ایک اراضی یا مکان وغیرہ ہی اُسکی بابت کسی شخص نے دعوی کیا حالانکہ مدعی ظالم ہی ناحق دعوی کرتا ہی اور مدعا علیہ قسم کھانے کو مکروہ جانتا ہی پس اسنے حیلہ دفع قسم کا چاہا تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ اس چیز متدعویہ کا اپنے فرزند صغیر یا معتمد الجنبی کے واسطے اقرار کردے تو اُسکے ذمہ سے خصومت و قسم دفع ہو جائیگی ایسا ہی امام خصاف رح نے اپنی حیل مین ذکر فرمایا ہی اور صدر الشہید نے ادب القاضی مین ذکر کیا ہی کہ مشائخ نے اس مسئلہ مین اختلاف کیا ہی بعضون نے اسی طرح فرمایا جیسا امام خصاف رح نے ذکر فرمایا ہی اور بعضون نے فرزند صغیر کے واسطے اقرار کرنے اور اجنبی کے واسطے اقرار کرنے دونون صورتون مین تفصیل و فرق یہ بیان کیا ہی کہ اگر اُسنے اپنے فرزند صغیر کے واسطے اقرار کردیا تو اُسکے ذمہ سے قسم دور ہو جائیگی اور اگر اجنبی کے واسطے اقرار کیا تو قسم دفع نہوگی اور بعضون نے فرمایا کہ چونکہ ایسی صورت مین حیلہ جاری ہو سکتا ہی اسواسطے اس حیلہ کے دور کرنے کے واسطے اُسکے ذمہ سے قسم دونون صورتون مین دور نہوگی - پھر امام خصاف رح نے فرمایا کہ اگر مدعی نے کہا کہ گواہ مدعی علیہ نے اس اراضی کا اپنے فرزند صغیر یا اجنبی کے واسطے اقرار کردیا تو اسنے میرے حق و مال کو تلف کردیا اور میرے واسطے اسپر قیمت واجب ہوئی کہ مین اس سے یہ قسم لے سکتا ہون کہ واللہ تیرے واسطے بھیجا اس زمین کی قیمت واجب نہین ہوئی تو فرمایا کہ بنا بر قول امام اعظم رح و دوسرے قول امام ابو یوسف رح کے اُسپر قسم عائد نہوگی اور بنا بر اول قول امام ابو یوسف رح اور قول امام محمد رح کے اُسپر قسم عائد ہوگی ایسا ہی امام خصاف رح نے ذکر فرمایا ہی اور وجہ یہ ہی کہ بنا بر قول دوم امام ابو یوسف رح و قول امام اعظم رح کے غصار کا غصب کرنا موجب ضمان نہین ہوتا ہی اور بنا بر قول امام محمد رح و اول قول امام ابو یوسف رح کے موجب ضمان ہوتا ہی پھر ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ اختلاف محض غصب مین ہی اور در صورتیکہ منکر ہو جاوے تو بالاتفاق ضمان واجب ہوتی ہی اور بعضون نے کہا کہ منکر ہو جانے کی صورت مین امام اعظم رح سے دو روایتین ہین اور اکثر مشائخ کا یہ قول ہی کہ سب مین اختلاف

یکسان ہو اور یا ہیے کہ اس صورت مذکورہ مین بالاتفاق ضمان واجب ہووے اسواسطے کہ یہ صورت تو یہ ہو کہ اُسنے عقار کو تلف کر دیا اور عقار تلف کرنے سے بالاتفاق ضمان واجب ہوتی ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر کسی گواہ نے دوسرے گواہ کے ساتھ کسی مدعی کے واسطے عقار کی گواہی مدعا علیہ پر دی پھر اپنی گواہی سے رجوع کیا تو بالاجماع ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ملک کو تلف کر دیا ہو۔ اور اگر چیز متدعویہ کوئی اسباب یا باندی وغیرہ مال منقول ہو عقار نہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ مدعا علیہ اس چیز متدعویہ کو ایسی ہیئات سے رکھے کہ مدعی اُسکو نہ پہچانے پھر اس مدعی کے سامنے پیش کرے تاکہ مدعی مذکور اُسکو خریدنے کے واسطے چکاوے پس اُسکا دعوی باطل ہو جائیگا کیونکہ ہرگاہ اُسنے چکایا تو یہ مدعی کی طرف سے اس امر کا اقرار ہو کہ اسمین مدعی کی کچھ ملک نہین ہو پس اُسکا دعوی باطل ہو جائیگا

یہ ذخیرہ مین ہو۔

اُنیسوین فصل ۔ وکالت کے بیان مین ۔ اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ زید کے واسطے فلانہ باندی معینہ عوض ہزار درم یا سو دینار کے خریدے پس وکیل نے اس وکالت کو قبول کیا پھر جب اس باندی کو دیکھا تو جانا کہ اپنے واسطے خرید لے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ جس جنس کے عوض موکل نے اُسکو خریدنے کا حکم دیا ہو اُسکے خلاف جنس سے خریدے مثلاً اُسکو ہزار درم کے عوض خریدنے کا حکم دیا ہو تو اُسکو سو دینار کے عوض خریدے اور اگر اُسکو دینارون کے عوض خریدنے کا حکم کیا تو درمون کے عوض خریدے یا جس جنس سے خریدنے کا حکم کیا ہو اُسی جنس سے خریدے لیکن بڑھا کر خریدے مثلاً سو دینار سے خریدنے کا حکم کیا تو ایک سو پانچ دینار کے عوض خریدے تاکہ اُسکے حکم کے برخلاف کرنے والا ہو جاوے پس یہ بیع حق وکیل نافذ ہو جائیگی اور موکل پر موقوف نہ رہیگی اسواسطے کہ خرید وکیل متوقف نہین رہتی ہو جیسا کہ اپنے مقام پر یہ معلوم ہو چکا ہو۔ اور اگر وکیل مذکور نے اُسی جنس سے جسکے عوض خریدنے کا حکم کیا ہو اور اُسی قدر سے جسقدر کا حکم دیا ہو خریدی اور خریدنے مین تصریح کر دی کہ اپنے واسطے مین نے خریدی ہو پس اگر موکل کی موجودگی مین ہو تو اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر موکل کی غیبت مین ہو تو اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا اسواسطے کہ جو شخص کسی عین چیز کے خریدنے کا وکیل ہو وہ اپنے واسطے نہین خرید سکتا ہو الا بعد اسکے کہ اپنے آپ کو وکالت سے معزول کرے اور موکل کی غیبت مین اپنے آپ کو معزول نہین کر سکتا ہو اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہو پس اسمین جنھون موکل شرط ہو پس جب وہ معزول ہوا تو موکل کے واسطے خریدنے والا ہو جائیگا اسی طرح اگر اُسنے قبل خرید کے اس امر پر گواہ کر لیے کہ مین اسکو اپنے واسطے خریدتا ہون پھر اُسی دم اُسکو خرید لیا اور کچھ نہ کہا پس اگر اُسکا موکل مجلس اشہاد مین حاضر ہو تو وہ اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر مجلس مذکور سے غائب ہو تو اگر موکل کو اسکا علم ہو گیا کہ وکیل نے ایسا ایسا کہا اور گواہ کر لیے ہین قبل اسکے کہ باندی مذکورہ کو خریدے تو وکیل مذکور اپنے واسطے خریدنے والا ہو جائیگا اور اگر اُسکو نقطون سے وکیل و اشہاد سے آگاہی نہوئی ہو یہانتک کہ وکیل نے خریدی تو وہ موکل کے واسطے خریدنے والا ہوگا۔ اور اس مسئلہ مین امام محمد رحمہ نے درم و دینار کو دو جنس مختلف قرار دیا ہو اور جنس واحد نہین قرار دیا اسواسطے کہ اگر دونون کو ایک جنس قرار دیا ہوتا تو درصورتیکہ موکل نے درمون سے خریدنے کا حکم کیا اور وکیل نے دینارون سے خریدی یا اسکے برعکس کیا تو وہ اپنے موکل کے واسطے خریدنے والا ہو جاتا اور شرح جامع کے باب المساومۃ مین مذکور ہو کہ حکم ربوا کے حق مین از روے قیاس درم و دینار دو جنس مختلف قرار دیے گئے ہین

جنسے کہ ایک کی بیع بعوض دوسرے کے زیادتی کے ساتھ جائز ہی اور سواے حکم ربوا کے استحسانًا دونون ایک جنس قرار دیے گئے ہین حتی کہ باب زکوۃ مین ایک سے دوسرے کا نصاب پورا کیا جاتا ہی اور نیز تلف کردہ شدہ چیز دون مین قاضی مقدار کیا گیا چاہیے دونون سے اُسکی قیمت اندازہ کراوے یا دینارون سے اور نیز جو شخص بعوض درمون کے فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اور اُسنے دینارون کے عوض مجبورًا فروخت کیا یا اسکے برعکس کیا تو یہ بیع باکراہ ہیگی اور نیز درمون کے حقدار نے اگر اپنے قرضدار کے دینارون پر قابو پایا تو اُسکو اختیار ہی کہ اپنی جنس حق مین لے لے جیسے اُسنے درمون پر قابو پایا مگر ایک روایت شاذہ امام محمد رح سے اسکے برخلاف مروی ہی اور نیز اگر درمون کے عوض کوئی چیز فروخت کی پھر مشتری کے ثمن ادا کرنے سے پہلے اُسکو دینارون سے خرید لیا یا اسکے برعکس کیسا حالانکہ ثمن اول کی بہ نسبت دوسرا ثمن کم ہی تو استحسانًا بیع فاسد ہوگی ولیکن جو ہمنے اس مقام پر مذکور پایا ہی اس سے ظاہر ہوا کہ ماسواے حکم ربوا کے درم و دینار دو جنس مختلف بھی اعتبار کیے گئے ہین اسی طرح باب شہادت مین بھی دونون دو جنس مختلف اعتبار کیے گئے ہین حتی کہ اگر ایک گواہ نے درمون کی گواہی دی اور دوسرے نے دینارون کی گواہی دی اور مدعی درمون کا یا دینارون کا مدعی ہو تو گواہی مقبول نہوگی اسی طرح باب اجارہ مین بھی دونون دو جنس مختلف اعتبار کیے گئے چنانچہ اگر ایک نے دوسرے سے درمون کے عوض اجارہ لیا اور دوسرے کے ہاتھ دینارون کے عوض اجارہ پر دیدیا یا اسکے برعکس کیا اور دوسرے نقد کی قیمت بہ نسبت دین کے زائد ہی تو مستاجر کو یہ زیادتی حلال ہوگی پس جو حکم شرح جامع مین مذکور ہی کہ ماسواے حکم ربوا کے یہ دونون ایک ہی جنس قرار دیے گئے ہین یہ علی الاطلاق صحیح نہین ہی - اور حیلہ دیگر یہ ہی کہ اس باندی کو بمثل اُس چیز کے جسکے عوض خریدنے کا حکم دیا ہی اور بچیز دیگر اُسکے خلاف جنس کے دونون سے خریدے مثلاً اُسکو ہزار درم کے عوض خریدنے کا حکم کیا تو وکیل اُسکو ہزار درم اور ایک کپڑے کے عوض خریدے یا کپڑے کے مانند کوئی اور چیز ملا دے پس اس صورت مین وکیل مذکور اپنے واسطے خریدنے والا ہو جائیگا - اور اگر موکل نے اُسکو خریدنے کا حکم کیا اور کچھ ثمن اُس سے بیان نکیا تو ہمارے علماے ثلاثہ رح کے نزدیک اگر وکیل نے اُسکو درم یا دینار مین سے کسی کے عوض خریدا تو موکل کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر ان دونون کے سواے کسی چیز کے عوض خریدا تو اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا - اور مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین ایک دوسرا حیلہ اور بھی ہی کہ وکیل مذکور کسی دوسرے شخص کو وکیل کردے کہ وہ اس وکیل کے واسطے اس باندی کو خریدے پس وہ وکیل کی غیبت مین وکیل کے واسطے اسکو خریدلے اور جاننا چاہیے کہ اس مسئلہ کی دو صورتین ہین کہ موکل نے وکیل اول سے یا تو یہ لفظ کہا ہوگا کہ اسمین اپنی راے سے کام کر اور جو کچھ تو اسمین کریگا وہ میرے حق مین جائز ہوگا یا یہ لفظ نہین کہا ہوگا پس اگر کہا ہی تو بھی اسمین دو صورتین ہین کہ یا تو وکیل دوم نے بحضوری وکیل اول اُس باندی کو خریدا یا پس اس صورت مین اگر وکیل دوم نے اُس باندی کو اُسی جنس سے خریدا جسکے عوض خریدنے کا اُسکے موکل نے حکم دیا ہی خواہ اُسی قدر کے عوض جسقدر کا حکم دیا ہی خریدی یا اس سے کم مین خریدی تو یہ خرید بحق موکل یعنی موکل اول نافذ ہوگی اور اگر اُسکو اس جنس کے برخلاف دوسری جنس کے عوض خرید کیا یا اسی جنس کے عوض اس مقدار سے زائد کے عوض خرید کیا تب بھی اُسکے موکل کے حق مین بیع نافذ ہوگی اسواسطے کہ دوسرے وکیل کا بحضوری وکیل اول خریدنا بمنزلہ وکیل اول کے خود خریدنے کے ہی اور اگر وکیل اول نے اُسکو خود خریدا تو اُسکا حکم اُسی تفصیل سے ہی

۹۷

قولہ جنسے کہ ایک کی بیع بعوض دوسرے کے زیادتی کے ساتھ جائز ہی

قولہ بیع فاسد ہوگی

قولہ جو ہمنے اس مقام پر مذکور پایا ہی

قولہ اسی طرح باب شہادت مین

قولہ اور باب اجارہ مین

قولہ اور دوسرے نقد کی قیمت بہ نسبت دین کے زائد ہی

قولہ ماسواے حکم ربوا کے یہ دونون ایک ہی جنس قرار دیے گئے ہین

قولہ اور حیلہ دیگر یہ ہی کہ اس باندی کو بمثل اُس چیز کے جسکے عوض

قولہ خریدنے کا حکم دیا ہی اور بچیز دیگر اُسکے خلاف جنس کے دونون سے خریدے

قولہ اور اگر موکل نے اُسکو خریدنے کا حکم کیا اور کچھ ثمن اُس سے بیان نکیا تو ہمارے علماے

قولہ اور اگر ان دونون کے سواے کسی چیز کے عوض خریدا

جو ہمنے پہلے بیان کردی ہی۔ اور اگر وکیل دوم نے وکیل اول کی غیبت مین اُسکو خرید کیا پس اگر وکیل اول نے وکیل دوم کو مقدار ثمن بیان نہین کردی ہی تو دوسرا وکیل پہلے وکیل یعنے اپنے موکل کے واسطے خریدنے والا ہوگا اسواسطے کہ یہ خرید پہلے وکیل کے حکم کے تحت مین داخل نہین ہوئی بدین وجہ کہ حکم موکل اول مشروط بحضوری رائے وکیل اول تھا اور اس خرید مین استطلاع رائے وکیل اول نہین ہوئی ہی اور اگر وکیل اول نے وکیل دوم کو کوئی مقدار ثمن بیان کرنے کے ساتھ حکم دیا ہی پس اس ثمن کے عوض وکیل دوم نے بغیر موجودگی وکیل اول کے خرید کیا تو اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین یہ خرید بحق موکل اول نافذ ہوگی اور دوسری روایت مین بحق وکیل اول نافذ ہوگی۔ زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ اُسکی باندی فروخت کردے اور عمرو نے وکالت کو قبول کرلیا پھر وکیل نے چاہا کہ اُسکو اپنے واسطے خریدے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ عمرو زید سے یون کہے کہ مجھے اس باندی کے فروخت کرنے کا وکیل کردے اور اسکے معاملہ مین میری رائے و کام اور جو کچھ مین کرون سب جائز کردے پس جب زید نے ایسا کیا تو عمرو کو چاہیے کہ کسی شخص کو اس باندی کے فروخت کرنے کے لیے وکیل کردے پھر وکیل اول اس وکیل دوم سے اپنے واسطے خرید لے پس خرید جائز ہوگی اسوجہ سے کہ مالک باندی نے فعل وکیل اول کو جائز کیا ہی اور توکیل بھی اُسکا فعل ہی پس اُسکا وکیل کرنا بھی جائز ہوا پس دوسرا وکیل از جانب مولاے کنیز مذکورہ وکیل ہوگیا نہ از جانب وکیل اول آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر مولاے کنیز مذکورہ مرجاوے تو دونون وکیل معزول ہوجاوینگے اسی طرح اگر مولاے کنیز مذکورہ دونون کو معزول کردے تو دونون معزول ہوجاوینگے اور اگر فقط دوسرے کو معزول کرے تو معزول ہوجائیگا اور اگر وکیل اول نے وکیل دوم کو معزول کیا تو بنا بر روایت کتاب الحیل وادب القاضی مصنفہ امام خصاف کے معزول ہوجائیگا مگر اسوجہ سے نہین معزول ہوا کہ وہ پہلے وکیل کا وکیل تھا بلکہ اسوجہ سے کہ موکل مذکور نے وکیل اول کے فعل کو جائز کردیا ہی اور وکیل دوم کا معزول کرنا بھی اُسکا فعل ہی اسواسطے نافذ ہوجائیگا۔ پھر جب دونون وکیل مولاے کنیز مذکورہ کے وکیل ہوگئے تو دوسرے وکیل کو اختیار رہا کہ وہ پہلے وکیل کے ہاتھ فروخت کرے جیسے کہ اگر خود مولاے کنیز مذکورہ نے باندی مذکورہ کو وکیل کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہی۔ اور اگر مالک کنیز نے وکیل کے فعل کو جائز نکیا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ وکیل مذکور اس باندی کو کسی مرد معتمد علیہ کے ہاتھ اُسکی قیمت کے برابر دامون پر خرید کرے تاکہ بیع بالاتفاق جائز ہوجاوے اور اُسکو مشتری کے سپرد کرے پھر اُس سے بیع کا اقالہ کرلے تو یہ اقالہ بحق وکیل خاصۃً نافذ ہوگا یا مشتری مذکور سے درخواست کرے کہ میرے ہاتھ بطور بیع تولیہ فروخت کردے یا درخواست کرے کہ ابتداءً میرے ہاتھ فروخت کردے پس یہ باندی اس وکیل کی ہوجائیگی زید نے جو شہر دہلی مین ہی عمرو کو جو اس شہر کے سوائے دوسرے شہر مین ہی خط لکھا کہ میرے واسطے فلان قسم کی متاع جسکا وصف ایسا ایسا ہو خرید دے حالانکہ عمرو کے پاس اس جنس کی متاع موجود ہی خواہ اُسی کی ملک ہی یا کسی دوسرے کی ملک ہی جسنے اسکو حکم دیا ہی کہ اسکو فروخت کردے تو وہ کیا حیلہ کرے کہ جس سے یہ متاع اس زید کی ہوجاوے تو فرمایا کہ یہ حیلہ ہی کہ عمرو اس متاع کو کسی مرد معتمد علیہ کے ہاتھ بطور بیع صحیح فروخت کرکے اسکے سپرد کردے پھر اُس سے یہ متاع اس زید کے واسطے خریدلے اور یہ اسوجہ سے کرنا پڑا کہ وہ خود اس متاع کو اس شخص زید کے واسطے نہین خرید سکتا ہی اسواسطے کہ ایک ہی شخص دونون طرف سے عقد بیع کا متولی نہین ہوسکتا ہی پس وہ اسی طور پر کرے جیسے ہمنے بیان کیا ہی پس بیع جائز ہوجائیگی اسواسطے کہ عقد بیع دو آدمیون کے درمیان جائز ہوا ہی

زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک گھر یا متاع وغیرہ خرید دے پس وکیل نے چاہا کہ اس متاع کا ثمن اسکے بائع کا مجھپر کسی میعاد معلوم تک اُدھار ہو اور موکل پر اسکا ثمن فی الحال واجب ہو کہ اُس سے فی الحال وصول کرے حالانکہ بائع اس وکیل کو اسطرح اُدھار دینے پر راضی ہو تو اسکا کیا حیلہ ہو تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہو کہ وکیل اس چیز کو جس کے عوض خریدنا چاہتا ہو خریدے پھر جب دونون نے عقد بیع کو باہم واجب کر لیا تو بائع کا ثمن وکیل پر واجب ہوا اور وکیل کا موکل پر واجب ہوا کہ اُس سے فی الحال وصول کرے پھر بائع مذکور اس وکیل کو مدت معلومہ تک مہلت دیتا خیر دیدے پس وکیل کے حق مین مہلت مذکورہ جائز ہوگی اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ موکل سے فی الحال ثمن لے لیوے اسوجہ سے کہ مطلق بیع سے فی الحال ثمن واجب ہوتا ہو اور وکیل کو اختیار ہوتا ہو کہ بائع کو ثمن ادا کرنے سے پہلے اپنے موکل سے لے لے پس وکیل کا قرضہ اپنے موکل پر فی الحال واجب الادا ہوا اور بائع کا وکیل کو مہلت و تاخیر دینا متعدی بحق موکل نہوگا سوا سطے کہ تاخیر دینا ابراء موقت ہو جو برقیاس ابراء مؤبد ہو اور ابراء مؤبد کی صورت مین مثلاً بائع نے وکیل کو ثمن سے بالکل بری کر دیا یا اُسکو ثمن ہبہ کر دیا تو یہ ابراء بحق موکل متعدی نہین ہوتا ہو پس ایسا ہی ابراء موقت بھی متعدی بحق موکل نہوگا بخلاف اسکے اگر بائع نے بعض ثمن وکیل کے ذمہ سے کم کر دیا یہ متعدی بحق موکل ہوگا کہ اسقدر موکل کے ذمہ سے بھی ساقط ہو جائیگا سوا سطے کہ ثمن مین سے کم کر دینا اصل عقد سے لاحق ہوتا ہو پس ایسا ہو جاتا ہو کہ گویا اسی قدر باقی پر عقد واقع ہوا ہو اور پورے ثمن سے بری کر دینا ملتحق باصل عقد نہین ہوتا ہو جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہو چکا ہو پس یہ بحق موکل متعدی نہین ہوتا ہو اور یہ حکم نظیر اس مسئلہ ذیل کی ہو کہ اگر بائع نے مشتری کو پورے ثمن سے بری کر دیا تو شفیع دار شفیوعہ کو بعوض پورے ثمن کے لیگا اور اگر بائع نے مشتری کے واسطے کچھ ثمن کم کر دیا ہو تو جو کچھ باقی ثمن ہو اُسکے عوض مین شفیع لیگا پس یہان بھی ایسا ہی ہو۔ وکیل بیع نے اگر وہ چیز جسکی فروخت کے واسطے وکیل کیا گیا ہو فروخت کی اور مشتری نے چاہا کہ وکیل اسکے ثمن مین سے کچھ کم کر دے اور وکیل نے اُسکی خواہش کے موافق کیا تو یہ جائز ہو اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہو کہ ان دونون امازون کا یہ مذہب ہو کہ اگر وکیل بیع نے مشتری کو ثمن سے بری کیا یا ثمن اُسکو ہبہ کر دیا یا ثمن مین سے اُسکے واسطے کچھ گھٹا دیا تو صحیح ہو اور اسکے مثل اپنے موکل کو اپنے مال سے تاوان دیگا اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے اسمین سے کچھ جائز نہین ہو پس اگر اُسنے ایسا حیلہ چاہا کہ بالاتفاق یہ بات جائز ہو جاوے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ جسقدر مال ثمن کا ہبہ کرنا یا گھٹانا چاہتا ہو اُسقدر اپنے مال سے وکیل اس مشتری کو درہم یا دینار ہبہ کر دے اور مشتری کو دیدے پھر مبیع اُسکے ہاتھ فروخت کرے جتنے ثمن کے عوض فروخت کرنا چاہتا ہو پھر جو کچھ مشتری نے بحکم ہبہ وصول کیا ہو وہ ثمن کی ادائی مین اس وکیل کو واپس دیدے اور یہ امر مشتری کے حق مین بمنزلہ ثمن گھٹا دینے کے ہو جائیگا اور دونون کا مقصود حاصل ہو جائیگا۔ پھر واضح ہو کہ اگر وکیل بیع نے مشتری کو اُس سے ثمن وصول کر لینے سے پہلے پورے ثمن سے یا تھوڑے ثمن سے بری کیا یا پورا ثمن یا تھوڑا ثمن اُسکو ہبہ کر دیا تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہو اسی طرح ثمن وصول کرنے سے پہلے مشتری کے واسطے تھوڑا ثمن گھٹا دینا بھی دونون اماموں کے نزدیک صحیح ہو لیکن ثمن وصول کرنے سے پہلے پورا ثمن مشتری کے ذمہ سے گھٹا دینا امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک صحیح نہین ہو اور امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہو [illegible] ہبہ کر دینے کے قرار دیتے ہین جو [illegible] زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ میرے واسطے [illegible] کو پورا ثمن گھٹا دینا

جہان کہین کسی شہر مین ایسی متاع یا وے خریدے پس وکیل کو بعد خریدنے کے خوف ہوا کہ اگر وہ اس متاع کو کسی دوسرے کے ہاتھ بیچنا چاہے تو ضامن ہوگا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنے موکل سے یہ اجازت لے لے کہ جو کچھ یہ وکیل کرے وہ جائز ہے پس جب موکل نے ایسی اجازت دیدی تو دوسرے کے ہاتھ بیچ سکتا ہے اور ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ ایسا امین ہوگیا جسکے افعال بحق موکل جائز ہین اسی طرح اگر اُسنے چاہا کہ خریدی ہوئی متاع کو کسی غیر کے پاس ودیعت رکھے اور ضامن نہو تو اسکا بھی یہی حیلہ ہے یہ ذخیرہ مین ہے

بیسوین فصل شفعہ کے بیان مین شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصاف رحمہ نے اس فصل مین بہت سے مسائل جمع کیے ہین جنمین سے بعضی اس امر کا حیلہ ہین کہ شفعہ کا وجوب ساقط ہوجاوے اور بعضے بدین غرض ہین کہ شفعہ کی رغبت کم ہوجاوے ازانجملہ یہ مسئلہ ہے کہ بائع اس دار کو مشتری کو ہبہ کردے اور اسپر گواہ کرلے پھر مشتری مال ثمن اپنے بائع کو ہبہ کردے اور گواہ کرلے اور حیل الاصل مین مذکور ہے کہ پھر مشتری اُسکو بقدر ثمن کے عوض دیدے - پھر جب دونون نے ایسا کرلیا تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ حق شفعہ مختص بمعاوضات ہے اور ہبہ جبکہ بشرط عوض نہو تو اسکے وقوع کے بعد بھی عوض دینے سے معاوضہ نہوجائیگا اسی واسطے ایسے ہبہ مین احکام مبادلہ ثابت نہین ہوتے ہین جیسے موہوب کا بوجہ غیب کے واپس کردینا وغیرہ اور جب یہ مبادلہ نہوا تو محض ہبہ ٹھہرا پس اُسمین حق شفعہ واجب نہوگا لیکن یہ حیلہ ایسا ہے کہ اسکو بعضے لوگ کرسکتے ہین اور بعضے نہین کرسکتے ہین اسواسطے کہ اسمین تبرع ہے اور بعضے لوگ جو خریدار ہوتے ہین وہ تبرع نہین کرسکتے ہین جیسے صغیر کے واسطے اُسکے باپ یا وصی نے خریدا یا ان دونون کے سوائے وکیلون کا بھی یہی حکم ہے - اور اگر ہبہ دار بشرط عوض ہو تو اسمین دو روایتین مختلف ہین چنانچہ شفعۃ الاصل اور چند مقامات مبسوط مین مذکور ہے کہ یہ بمعنی بیع کے ہے کہ اسمین شفیع کے واسطے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اور بعض روایات نوادر مین مذکور ہے کہ ایسا ہبہ بمعنی بیع نہین ہے اور بعض جگہ مذکور ہے کہ ہبہ بشرط عوض کی صورت مین امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے درمیان اختلاف ہے پس جہان مسئلہ مین اختلاف ٹھہرا یا دو مختلف روایتین پائی گئین تو یہ ابطال شفعہ کے واسطے حیلہ نہین ہوسکتا ہے لیکن ایسے ہبہ سے ایک حیلہ نکل سکتا ہے کہ شفیع کے حق مین تاخیر ہوجاوے بدین طور کہ مشتری سوائے ایک جزو کے اس دار پر قبضہ کرے یعنی اسمین سے ایک جزو پر قبضہ نکرے اور نیز ثمن مین سے بھی ایک جزو کے سوائے باقی ثمن سپرد کردے پس شفیع کو حق شفعہ لینے کا اختیار نہوگا اسواسطے کہ ہبہ بشرط عوض بھی بمعنی بیع ہوجائیگا کہ جب پورے معقود علیہ پر قبضہ ہوجاوے اور بدون قبضہ تمام معقود علیہ کے وہ بمعنی بیع متحقق نہوگا حتی کہ امام محمد رح سے مروی ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ ہبہ بشرط عوض مین جبتک موہوب لہ پورے معقود علیہ پر قبضہ نکرے تب تک واہب کو اختیار ہے کہ بدون حکم قاضی اور بدون رضامندی موہوب لہ کے اپنے ہبہ سے رجوع کرلے اور منجملہ حیل کے یہ حیلہ ہے کہ مالک دار اس دار کو جسکا فروخت کرنا چاہتا ہے مشتری کو صدقہ دیدے پھر مشتری اُسکے ثمن کے مثل اس بائع کو صدقہ دیدے جیسا کہ ہبے مین بیان کیا ہے اور ہبہ اور صدقہ مین فقط فرق یہ ہے کہ ہبہ مین رجوع کرسکتا ہے اور سوائے اسکے دونون کا حکم سب باتون مین یکسان ہے اور منجملہ حیل کے یہ ہے کہ بائع دار اس دار کا واسطے اُس شخص کے جو خریدنا چاہتا ہے اقرار کردے کہ یہ دار اسکا ہے پھر مشتری اس ثمن کا اس بائع کے واسطے اقرار کردے پس اُسمین شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اور یہ امام محمد رح سے مروی ہے لیکن بات یہ ہے کہ یہ اقرار سچا نہین ہے اور جب اقرار سچا نہوا تو آیا ملک منتقل ہوتی ہے یا نہین ہوتی ہے سو اسمین اختلاف ہے چنانچہ

کتاب الاقرار مین مذکور ہے پس یہ حیلہ بنا بر اُسی کے رہیگا - اور منجملہ حیل کے یہ حیلہ ہے کہ دار مذکورہ مین سے کوئی جگہ جدا کرے اور وہان علامات اور نشان خط کاٹ دے اور اتنا کام معہ اُسکے راستہ کے مشتری کو صدقہ دیدے یا ہبہ کردے پھر مشتری باقی دار کو خریدے پس شفیع کے واسطے حق شفعہ حاصل نہوگا اور یہ جو فرمایا کہ علامات و نشان خط کاٹ دے یہ اسواسطے فرمایا کہ یہ نہو کہ یہ ہبہ شائع غیر مقسوم ایسی چیز مین ہے جو قابل تقسیم ہے اور اس صورت مین شفیع کے واسطے حق شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ مشتری اس دار کا شریک ہوگیا اور شریک کا استحقاق بہ نسبت پڑوسی کے مقدم ہوتا ہے اور یہ شرط کہ معہ راستہ کے صدقہ دیدے اسواسطے لگائی کہ اگر معہ راستہ کے اُسکو صدقہ نہ دیا تو متصدق علیہ اس دار کا پڑوسی قرار دیا جائیگا پس وہ دوسرے پڑوسی سے مقدم نہوگا ولیکن یہ حیلہ ایسا ہے کہ اس سے پڑوسی کا حق شفعہ ثابت نہوسکیگا اور جو شخص اس دار کا خلیط ہے یعنے شریک ہے اُسکے حق کو باطل نہین کرسکتا ہے - اور منجملہ حیل کے یہ ہے جو امام محمد رح سے مروی ہے کہ انھون نے فرمایا کہ جس شخص کے ہاتھ وہ بیچنا چاہتا ہے اُسکو دار مین سے ایک جزو شائع غیر مقسوم ہبہ کردے درحالیکہ وہ دار ایسا ہو کہ قابل قسمت ہو پھر دونون ایسے قاضی کے حضور مین مرافعہ کرین جو قابل قسمت چیز مین ہبہ مشاع جائز جانتا ہو پس وہ اسکو جائز کریگا پھر اسکے بعد دوسرا قاضی اُسکو باطل نکریگا اور حکم قاضی کی ضرورت ایسی ہی چیز مین ہے جو متحمل قسمت ہے حتی کہ اگر ایسی چیز ہو جو متحمل قسمت نہین ہے جیسے بیت صغیر دو دکان تو اُسمین قضاء قاضی کی حاجت نہین پس ایک جزو شائع خریدار کو ہبہ کردے پھر باقی اُسکے ہاتھ فروخت کردے پس شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا پھر ایسا حیلہ ذکر کیا جس سے شفیع کی حق شفعہ لینے کی رغبت کم ہو جاوے چنانچہ فرمایا کہ پہلے عمارت کو ہلکے داموں کو خریدے پھر میدان زمین کو بھاری داموں کے عوض دوسرے صفقہ مین خریدے پس شفیع کو عمارت مین حق شفعہ حاصل نہوگا اسواسطے کہ وہ مال منقول ہے اور اراضی کی خرید مین رغبت نکریگا کیونکہ اُسکا ثمن گران ہوا اور اگر مشتری نے عمارت کو معہ اصل و بنیاد کے خرید لیا حالانکہ جو زمین زیر دیوار ہے وہ اُسی کی ہوگئی تو وہ اس مین شریک ہو جائیگا پس پڑوسی کو حق شفعہ حاصل نہوگا پس یہ حیلہ پڑوسی کے حق شفعہ واجب ہونے سے مانع ہو جائیگا اور منجملہ حیل کے یہ ہے کہ اگر مشتری کو عمارت معہ اُسکی بنیاد اصل کے پہلے ہبہ کردے پھر اسکے بعد اُسنے اراضی خریدی تو شفیع کے واسطے حق شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ جب اُسنے عمارت معہ اصل کے اُسکو ہبہ کردی تو جو زمین زیر عمارت ہے وہ موہوب الیہ کی ہوگئی پس وہ شریک دار ہوگیا پس وہ پڑوسی سے استحقاق مین مقدم ہوگا اور باغہاے انگور و کھیتون کی فروخت مین اگر وجوب شفعہ سے مانع ہونے کا حیلہ چاہا تو پہلے درختون کو معہ اصل کے فروخت کردے یا درختون کو معہ اصل کے ہبہ کردے پس وہ شریک ہو جائیگا پھر اُسکے ہاتھ باقی کو فروخت کردے - اور اگر چاہا کہ شفیع کی رغبت جاتی رہے تو پہلے ان درختون کو ہلکے داموں کے عوض فروخت کردے پھر جو کچھ چاہے اس سے اراضی کو بھاری داموں کے عوض خریدے - حیلہ دیگر انکہ دار مین سے ایک سہم بھاری داموں کے عوض خریدے پھر دوسرے صفقہ مین باقی دار کو ہلکے داموں کے عوض خریدے پس پڑوسی کو دوسرے صفقہ مین حق شفعہ حاصل نہوگا اسواسطے کہ دوسرے صفقہ کی بیع کے وقت شریک دار ہے ولیکن پہلے صفقہ مین اُسکو حق شفعہ حاصل ہوگا مگر وہ اُسکے لینے مین رغبت نکریگا اسواسطے کہ مشتری نے اسکو بھاری داموں کے عوض خریدا ہے - پھر اگر مشتری نے کہا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ اگر مین نے اس سہم بعوض بھاری داموں کے خرید کیا تو شاید باقی کو بائع میرے ہاتھ فروخت نکرے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ بائع مذکور مشتری کے واسطے ہزار سہام مین سے ایک سہم شائع غیر مقسوم کا اقرار کردے پھر مشتری اس سے باقی کو خریدے

قال اسواسطے کہ یہ مشتری اس دار مین شریک ہو گیا پس اسکا شفیع سے مقدم ہے ۱۲ منہ

اور شیخ ابوبکر خوارزمی رح اس مسئلہ اقرار مین امام خصاف رح کا تخطیہ کرتے تھے کہ امام خصاف رح سے اس مسئلہ مین خطا ہوئی ہی کہ وہ ایک سہم مشاع کے بائع کے مشتری کے واسطے اقرار کرنے سے شفیع کا شفعہ باطل کہتے ہین اور خود فتوی دیتے تھے کہ پڑوسی کا حق شفعہ واجب ہوگا اسواسطے کہ شرکت سواے بائع کے اقرار کے اور طرح ثابت نہین ہوئی اور کسی شخص کا اقرار دوسرے کے حق مین حجت نہین ہوتا ہی اور اپنے قول کی دلیل مین وہ مسئلہ پیش کرتے تھے جسکو امام محمد رح نے ذکر کیا ہی کہ اگر مالک دار نے اقرار کیا کہ جو دار میرے قبضہ مین ہی وہ فلان شخص کا ہی تو مقرلہ ایسے اقرار کی وجہ سے مستحق شفعہ نہوگا اور اسکا طریقہ وہی ہی جو ہمنے پہلے بیان کیا ہی۔ اور اگر بائع نے کہا کہ مجھے خوف ہی کہ وہ میرے اقرار سے میرا شریک ہوجاوے پھر مجھسے باقی کو نخریدے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ دونون اپنے درمیان مین ایک تیسرے مردثقہ کو جسپر دونون کو اعتماد ہو ڈالین اور یہ اقرار اسی درمیانی ثقہ کے واسطے ہو پھر یہ مقرلہ باقی دار کو خریدے تو دونون کو منضبوطی حاصل ہوجائیگی اور حیلہ دیگر آنکہ اگر اسکو دار کی خریداری بعوض سو درم کے منظور ہی تو ظاہر مین اسکو بعوض ہزار درم کے خریدے یا اس سے زیادہ کے عوض خریدے پھر بائع کو بعوض ان ہزار درم کے ایک کپڑا دیدے جسکی قیمت سو درم ہی یا دس دینار دیدے جسکی قیمت سو درم ہی پھر جب شفیع آویگا تو وہ دے نیگا لیکن اسی ثمن ظاہر کے عوض لے سکتا ہی مگر ظاہر ثمن چونکہ بہت گران ہی اسواسطے اسکے لینے مین رغبت نکریگا حیلہ دیگر آنکہ مشتری اس شفیع سے کہے کہ اگر تجھکو پسند آوے تو مین نے جسقدر دامون کو خریدا ہی اسی قدر کے عوض تجھکو بطور بیع تولیہ دیدون پس اگر شفیع نے کہا کہ ہان مین اسکو بطور بیع تولیہ لینا چاہتا ہون تو اسکا حق شفعہ باطل ہوجائیگا اسواسطے کہ اسنے شفعہ سے اعراض کرکے خریدنا چاہا کیونکہ اسنے بطور بیع تولیہ لینا چاہا ہی حالانکہ بحق شفعہ لینا پہلی خرید پر ہوتا ہی اور تولیہ دوسری خرید ہی پس جب شفعہ سے اعراض پایا گیا تو بحق شفعہ لینا باطل ہوجائیگا اسی طرح اگر مشتری نے شفیع سے کہا کہ اگر تو پسند کرتا ہی تو مین تجھکو اگر چاہے تو پہلے ثمن سے کم دامون کے عوض فروخت کردون پس اگر اسنے کہا کہ ہان مین چاہتا ہون تو اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور عیون مین لکھا ہی کہ چاہیے ایسا فعل طلب شفعہ سے پہلے کیا یا اسکے بعد کیا ہو بہر حال شفعہ باطل ہوجائیگا۔ اسی طرح اگر مشتری نے شفیع کے پاس ایک ایلچی بھیجا جسنے شفیع سے یہی پیغام دیا اور شفیع نے اسکے جواب مین اسی طرح کہا کہ ہان مجھے منظور ہی تو اسکا حق شفعہ باطل ہوجائیگا اور حیلہ دیگر آنکہ بائع و مشتری دونون باتفاق اس امر کا اقرار کرین کہ یہ بیع بطور فاسد یا تلجیہ تھی یا بائع کے واسطے ہمین خیار شرط تھا پس دونون کا قول قبول ہوگا اور جب ہمنے دونون کا قول قبول کیا تو شفیع کے واسطے شفعہ واجب نہوگا کیونکہ معلوم ہوچکا ہی کہ ثبوت حق شفعہ کے واسطے ملک بائع بسبب صحیح زائل ہونا مقدم ہی اور یہ بات پائی نہین گئی وحیلہ دیگر آنکہ مشتری کسی شخص سے کہے کہ تو شفیع سے کہہ کہ مین نے یہ دار اسکے بائع سے قبل اس مشتری کے خریدنے کے خرید کیا ہی پس جب شفیع نے اسکے جواب مین کہا کہ آپ نے درست فرمایا تو اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا کیونکہ جب اسنے یہ اقرار کیا کہ مشتری کی خرید اس مقر کی خرید کے بعد واقع ہوئی ہی تو یہ اقرار کیا کہ خرید مشتری صحیح نہین ہوئی پس بطلان شفعہ کا مقرر ہوگیا کیونکہ حق شفعہ جاتا رہتا ہی کہ خرید صحیح واقع ہو۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے شفیع سے کہا کہ یہ دار تیرا ہی فلان بائع کا نہ تھا پس شفیع نے کہا کہ ہان تو اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اسواسطے کہ وہ اس امر کا مقر ہوا کہ خرید مشتری صحیح نہین ہوئی ہی پس اپنے شفعہ کے باطل ہونے کا مقر ہوا۔ اسی طرح اگر مشتری

کہا کہ مین نے یہ دار بعوض سو دینار کے خریدا ہی پس اگر تجھکو پسند ہو تو مین اُسکے ثمن سے دس دینار گھٹا دون پس شفیع نے کہا کہ اچھا مجھے پسند ہی تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور شیخ ابو علی نسفی رح فرماتے تھے کہ اُسکا شفعہ جیسی باطل ہوگا کہ جب اُسنے اسطور سے کہا کہ اگر تو چاہے تو تیرے واسطے اُسکے ثمن سے دس دینار گھٹا دون اور تیرے ہاتھ اُسکو نوے دینار کو فروخت کرون اور شفیع نے جواب دیا کہ ہان مجھے منظور ہی کیونکہ جب اُسنے سو دینار سے کہ کے عوض خریدنے کی رغبت کی تو حق شفعہ لینے سے اعراض کرنے والا ہوا اور اگر اُسنے یون نہ کہا کہ (اور تیرے ہاتھ نوے دینار کو فروخت کرون) تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا کیونکہ حق شفعہ لینے سے اعراض کرنا اُسکی طرف سے پایا نہین گیا کیونکہ جائز ہی کہ اُسنے یہ قصد کیا ہو کہ دس دینار گھٹا کر بعقد اول اُسکو شفعہ مین لے لے - اور اسی طرح اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ میرے لیے دس درم گھٹا دے پس اگر اسکے بعد کہا کہ اور باقی نوے دینار کے عوض میرے ہاتھ فروخت کردے تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا ورنہ نہین اور وجہ دیگر آنکہ مشتری خریدے اور شفیع کو اس بیع مین ثمن کا یا عہدہ بیع کا کفیل کردے تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا (مصورت دیگر ۱۲ منہ) (از جانب مشتری ۱۲ منہ یعنے فنان ورک کا از جانب بائع ۱۲)

یہ تاتارخانیہ مین ہی

اکیسوین فصل - کفالت کے بیان مین - زید نے چاہا کہ عمرو سے ایسا کفیل لے جو مکفول بہ کو بہ دکرنے کے بعد کفالت سے بری نہوجاوے تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ کفیل یون کہے کہ مین نے تیرے واسطے نفس عمرو کی کفالت بدین شرط کی کہ ہرگاہ مین اُسکو تیرے سپرد کرون تو پھر مین اُسکے نفس کا کفیل بکفالت جدیدہ ہون تو یہ جائز ہی اور یہ حسن بن زیاد سے مروی ہی اور ہمارے اصحاب یعنے امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح سے اسمین کوئی روایت نہین ہی اور وکالت مین اسکی نظیر مین مشائخ اہل شروط کا اختلاف ہی یعنے اگر کسی کو کسی معاملہ مین وکیل کیا اور وکیل سے کہا کہ ہرگاہ مین تجھکو معزول کرون تو تو تو وکالت جدیدہ میرا وکیل ہی پس بنا بر قول عامہ مشائخ کے وکالت جدیدہ ثابت نہوگی اور ابو زید شروطی رح نے فرمایا کہ وکالت جدیدہ ثابت ہوگی اور بکفالت کا قیاس اسی پر ہی

واللہ تعالی اعلم یہ تاتارخانیہ مین ہی

بائیسوین فصل - حوالہ کے بیان مین - ایک شخص کا دوسرے پر مال آتا ہی مثلاً زید کا عمرو پر مال آتا ہی اور عمرو نے چاہا کہ زید کو یہ مال بکر پر اتراوے بدین شرط کہ اگر بکر مفلس مرجاوے تو زید کو عمرو سے یہ مال لینے کا اختیار رہے تو اُسکی صورت یہ ہی کہ عمرو زید کو ایک شخص مجہول پر یہ مال اتراوے اور کتابۃ الحوالہ مین اسکو تحریر کرے پھر لکھے کہ اس محتال علیہ یعنے مجہول نے اس زید کو یہ مال اس بکر پر اُتراوایا پس جب اسطرح سے کرینگے پھر بکر مفلس مرگیا تو زید کو عمرو سے رجوع کرنے کا اختیار نہوگا اسواسطے کہ عمرو نے اُسکو بکر پر یہ مال نہین اُترایا تھا بلکہ دوسرے شخص پر اُترایا تھا اور اُسکا مفلس مرنا ثابت نہین ہوا ہی - اور اگر عمرو قرضدار نے چاہا کہ زید قرضخواہ کو مال کے واسطے اپنے قرضدار بکر پر اُترائی کردے پس زید نے کہا کہ میرے قرضدار ہونے مین بہ نسبت بکر کے زیادہ اعتماد ہی بلکہ بکر پر اُترائی کرنے مین مجھے خوف ہی کہ شاید میرا مال ڈوب جاوے پس زید نے ایسا حیلہ چاہا کہ جس سے اصیل یعنے عمرو بری الذمہ ہوجاوے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ بکر از جانب عمرو اس مال کی جو عمرو پر ہی زید کے واسطے ضمانت کرلے پس اصیل بھی بری نہوگا اور زید کو اختیار رہیگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے مواخذہ کرے پس دونون کا مقصود حاصل ہوجائیگا اور اسمین دوسری صورت یہ ہی کہ عمرو اپنے قرضخواہ زید کو اپنے قرضدار بکر سے اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کرے اور

کہدے کہ بعد وصول کرنے کے اسکو اپنے قرضہ مین قصاص کرلے تو یہ جائز ہوگا کیونکہ قرضہ وصول کرنے کی وکالت تو ظاہر ہی کہ جائز ہے اور رہا وصول شدہ مال کا اپنے قرضہ مین قصاص کرلینا سو یہ بھی ظاہر ہے کہ جائز ہے اسواسطے کہ ادا سے قرض کا بطریقہ ہم جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہوچکا ہے پھر اگر عمرو نے کہا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ شاید زید بیر سے قرضدار بکر سے قرضہ وصول کرکے یہ کہے کہ قبل اسکے کہ مین اسکو اپنے قرضہ کا قصاص کرون وہ بیر سے پاس سے ضائع ہوگیا اور اس دعوی مین قول اسی کا قبول ہوگا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ جب عمرو نے زید کو اپنے قرضدار بکر سے اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اور یہ نہ کہا کہ اپنے واسطے وصول کرلے تو زید کا وصول کرنا پہلے واسطے عمرو کے واقع ہوگا پھر زید کو اسنے ادا سے قرضہ مین لینے کے واسطے جدید قبضہ کرنا پڑیگا تاکہ یہ مقبوضہ مال زید کا ہوجاوے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ زید نے جب پہلے وصول کیا تو مطرد امانت اسکے قبضہ مین رہا اور اسکا ذاتی قبضہ کرنا قبضۂ ضمان ہے اور ایک ہی قبضہ دونون کے واسطے کافی نہین ہوسکتا ہے اسواسطے کہ قبضہ امانت نائب قبضۂ ضمانت نہین ہوتا ہے اسواسطے اسکو اپنے واسطے جدید قبضہ کرنے کی ضرورت ہوگی پس اگر اسنے دعوی کیا کہ مال مقبوضہ قبل اسکے کہ مین اسپر اپنے واسطے قبضہ کرون تلف ہوگیا ہے تو اسنے سبب ضمانت پیدا ہونے سے پہلے امانت کا مال تلف ہوجانے کا دعوی کیا پس قول اسی امین کا معتبر ہوگا پس جب اس مسئلہ کی کیفیت مفصل معلوم ہوچکی تو ہم کہتے ہین کہ اس خوف کے دفع کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ عمرو اپنے قرضدار بکر کو حکم دے کہ زید کے واسطے عمرو کی طرف سے اس مال کی ضمانت کرے بدین شرط کہ زید مختار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہے وصول کرے پس جب بکر نے ایسا کیا تو مال مذکور ان دونون پر ہوگیا پھر اگر زید اس مال کو سب یا تھوڑا بکر سے وصول کریگا تو اپنے واسطے لینے والا ہوگا پھر اگر بعد وصول کے اسکے پاس تلف ہوا تو اسی کا مال تلف ہوگا

یہ ذخیرہ مین ہے۔

۲۲ **تیئیسوین فصل** ۔ صلح کے بیان مین ۔ امام محمد رح نے حیل الاصل مین فرمایا کہ زید کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہین کہ اسنے اس سے اس شرط سے باہم صلح کی کہ زید کو فلان مہینہ سنہ فلان کا چاند دیکھنے پر سو درم ادا کردے اور اگر اسنے ایسا نکیا تو اسپر دو سو درم ہونگے تو ایسی صلح ہمارے قول و امام ابو یوسف رح کے قول مین جائز ہے پس یہ مسئلہ اس صورت وضع کے ساتھ امام محمد رح نے کتاب الصلح مین ذکر نہین فرمایا بلکہ یہ مخصوص کتاب الحیل مین مذکور ہے اور اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ اگر عمرو نے اس وقت مشروط پر یہ سو درم ادا کردیے تو باقی سے بری ہوجاویگا اور اگر اسنے ادا نکیے تو اسپر دو سو درم واجب ہونگے اور کتاب الصلح مین اس جنس کی تین صورتین مذکور ہین اول آنکہ زید کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہین پس زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم گھٹا دیے تاکہ تو پانچ سو درم کل کے روز نقد ادا کردے یا کہا تاکہ تو پانچ سو درم مجھے کل کے روز ادا کردے اور عمرو نے اسکو قبول کیا تو فرمایا کہ صلح کرنا ساقط کرنا جائز ہے خواہ عمرو اسکو کل کے روز پانچ سو درم ادا کردے یا نکرے ۔ دوم آنکہ زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم بدین شرط ساقط کیے کہ تو مجھے پانچ سو درم فی الحال دیدے اور اگر تو نے فی الحال نہ دیے تو ہزار درم تجھپر اپنے حال پر ثابت رہینگے اور عمرو نے اسکو قبول کیا تو فرمایا کہ اگر عمرو نے پانچ سو درم فی الحال ادا کردیے تو باقی پانچ سو درم سے بری ہوگا اور اگر فی الحال ادا نکیے تو ہزار درم اسپر بحال خود ثابت رہینگے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ ہزار درم اسپر بحالہ ثابت رہین خواہ پانچ سو درم فی الحال ادا کرے یا نکرے اور بعضے لوگون نے قیاس ہی کو اختیار کیا ہے ۔ سوم آنکہ

اسنے کہا کہ مین نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم بدین شرط ساقط کیے کہ تو پانچ سو درم فی الحال ادا کردے اور اس سے زیادہ کچھ نکلا تو فرمایا کہ اسمین اختلاف ہی امام اعظم رح کے قول کے موافق اگر اُسنے پانچ سو درم فی الحال ادا کیے تو باقی پانچ سو درم سے بری ہوگیا اور اگر ادا نکیے تو ہزار درم اُسپر بحال خود رہینگے اور صلح باطل ہوجائیگی اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ صلح باطل نہوگی اور قرضدار پر پانچ سو درم ہونگے خواہ فی الحال پانچ سو درم ادا کیے یا نکیے - پس اس سب کو امام محمد رح نے کتاب الصلح مین بیان کیا ہی - اب ہم مسئلہ کتاب کی طرف رجوع کرتے ہین تو اُسکی صورت و حکم تو ہمنے بیان کردیا اور امام محمد رح نے اس مسئلہ مین امام ابو یوسف رح کا قول ترجیح کے ساتھ بیان کردیا کہ ظاہر ہوجاوے کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہی اسمین اختلاف نہین ہی جیسے کہ مسئلہ کتاب الصلح مین ایسی صورت مین ہی لیکن مسئلہ کتاب الحیل مین خلاف بھی ہی سو بعض نے کہا کہ خلاف زفر رحمہ اللہ ہی اور بعض نے کہا کہ خلاف بن ابی لیلی رحمہ اللہ ہی پس اگر دونون نے ایسا حیلہ چاہا کہ بلا خلاف یہ جائز ہوجاوے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ جسکی طرف امام محمد رح نے اشارہ کیا ہی چنانچہ فرمایا کہ قرضخواہ اپنے قرضدار کے ذمہ سے آٹھ سو درم ساقط کردے اور رہے اُسپر دو سو درم سو ان دو سو درم سے صلح کرے کہ اتنے پر صلح ہی اگر فلان وقت فلان ادا کرے اور اگر ایسا نکیا تو دونون مین صلح نہین ہی اور ایسی صلح بلا خلاف جائز ہی اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ اس حیلہ مین اعتراض ہی اسواسطے کہ اسمین سو درم سے زائد دو سو درم مثلاً کی برات کی تعلیق بھی ہی - اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب الحیل مین ذکر کیا کہ ایسی صلح بالاتفاق جائز ہی - اور اگر (یعنی اگر سو درم دینے تک جو سو درم مثلاً کی برات کی تعلیق ہی) اور اگر ایک مہینہ تک ادا نکیے تو دوسرے پر ہزار درم قرضہ ہون اُسنے اُس سے سو درم پر ایک مہینہ تک ادا کرنے پر صلح کی مگر اسطرح کہ اگر ایک مہینہ تک سو درم ندیدے تو اُسپر دو سو درم ہونگے - تو یہ صلح جائز نہین ہی اگرچہ یہ صلح بحط ہی یعنے ساقط کرنے پر صلح ہی اور وجہ یہ ہی کہ مقدار مخلوط یعنے ساقط کردہ کی مقدار مجہول ہی کیونکہ اگر اُسنے ایک مہینہ تک ادا کیے تو مقدار مخلوط تو سو درم ہی اور اگر ادا نکیے تو مقدار مخلوط آٹھ سو درم ہی اور مخلوط کا مجہول ہونا صحت حط کا مانع ہی پس مسئلہ کتاب الحیل مین بھی ایسا ہی جواب ہونا چاہیے اسواسطے کہ دونون مسئلون مین کچھ فرق نہین ہی پس اس مسئلہ مین دو روایتین ہوگئین - ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنا پسر و جورو وارث چھوڑے اور ان دونون کے قبضہ مین ایک گھر ہی پھر ایک شخص نے اگر دعوی کیا کہ یہ میرا ہی پس دونون نے اسکے دعوے سے کچھ مال پر صلح کرلی تو اس مسئلہ مین دو صورتین ہین اگر دونون نے اُسکے دعوی کا اقبال نہین کیا اور صلح کرلی ہی تو مال صلح دونون پر آٹھ حصے ہوکر واجب ہوگا اور دار مذکور بھی دونون مین آٹھ حصے ہوگا اور اگر دونون نے باقبال دعوی مدعی صلح کی ہی تو دار مذکور دونون مین نصفا نصف (یعنے پسر ایک حصہ اور جورو تین حصہ) اور مال صلح دونون پر نصفا نصف ہوگا پھر اگر دونون نے ایسا حیلہ طلب کیا کہ صلح ماقرار دعوی ہو اور دار مذکور دونون مین آٹھ حصے ہو اور مال صلح دونون پر آٹھ حصے ہوکر واجب ہو تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ کوئی مرد اجنبی ان دونون کی طرف سے باقبال دعوی صلح کرلے بدین شرط کہ عورت کو آٹھوان حصہ ملے اور پسر کو سات حصے ملین تو اسطور پر صلح واقع ہونا صحیح ہی اور دار مذکور دونون مین آٹھ حصے ہوگا پھر اگر دونون نے اس اجنبی کو صلح کی اجازت دی ہو تو وہ بدل صلح ان دونون سے آٹھ حصے کرکے واپس لیگا اور یہ سب اسوجہ سے ہوا کہ اجنبی کا اقرار ان دونون کے حق مین صحیح نہوا اور اُسکا صلح کرنا دعوے مدعی کا ساقط کرنے والا ہوا پس جب مدعی کا دعوی ساقط ہوگیا تو دار مذکور بوجہ میراث کے ان دونون کا مملوک رہا پس دونون مین آٹھ سہام پر مشترک ہوگا اور بدل صلح بھی ایسا ہی رہا اور شمس الائمہ حلوانی

شرح حیل الاصل مین یہ مسئلہ ذکر کیا اور فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ دونون اس مدعی کے واسطے اس دار کا اقرار کرکے پھر دونون اُس سے کسی قدر مال معین پر اس شرط سے صلح کرین کہ عورت کے واسطے دار مذکور کا آٹھوان حصہ اور پسر کے واسطے سات حصے ہون پس جب دونون اس امر کی تصریح کردینگے تو دار مذکور دونون مین دونون کی تصریح کے موافق مشترک ہوگا اور بدل الصلح بھی اسی حساب سے واجب ہوگا بمنزلۂ اسکے کہ گویا دونون نے ایک دار کو بدین شرط خریدا کہ ایک کے واسطے آٹھوان حصہ اور دوسرے کے واسطے سات حصے ہون - ایک شخص مرگیا اور اُسنے درم و دینار یا عروض ترکہ چھوڑا پس اُسکی جورو سے اُسکے وارثون نے جورو کے ترکہ کے حصہ سے درم یا دینار پر صلح کرنی چاہی تو جاننا چاہیے کہ یہ مسئلہ دو صورتون سے خالی نہین ہے اوّل آنکہ ترکہ مین قرضہ نہو اور شوہر نے دراہم و عروض چھوڑے اور درمون پر صلح واقع ہوئی پس اگر عورت مذکورہ نے اپنے حصہ ترکہ کے درمون سے زیادہ درمون پر صلح کی تو جائز ہے اور بدل الصلح کے درمون مین جسقدر درم اُسکے حصہ کے واجب ہین اُسقدر اُسکے مقابلہ مین برابر برابر مساوی قرار دیے جائینگے اور باقی درم بمقابلہ حصۂ عروض کے ہونگے لیکن جسقدر درم بدل الصلح کے بمقابلہ دراہم حصہ کے ہین اُسقدر مین شرط ہے صرف مدعی ہوگی کہ ہر دو بدل کا مجلس صلح مین قبضہ ہونا ضرور ہوگا بشرطیکہ وارث لوگ مقر ترکہ ہون و جورو کے حصہ ترکہ سے مانع نہون اسواسطے کہ جورو کا حصہ ترکہ ایسی حالت مین تو وارثون کے قبضہ مین بطور امانت ہوگا اور قبضہ امانت نائب قبضہ ضمانت نہین ہوتا ہے اور اگر اُسکا حصہ ترکہ وارثون پر مضمون ہوگیا مثلاً اُسکے حصہ ترکہ سے منکر ہوگئے یا منکر نہوے اقرار کیا لیکن اُسکے حصہ ترکہ کے دینے سے انکار کیا تو ایسی حالت مین مجلس صلح مین ہر دو بدل پر قبضہ کرنے کی حاجت نہوگی اسواسطے کہ قبضہ عصب نائب قبضہ ضمانت ہوتا ہے بلکہ فقط بدل الصلح کے قبضہ کی ضرورت ہوگی - اور اگر عورت مذکورہ نے اُسی قدر درمون کو لیا جو اُسکے حصہ کے برابر ہین تو صلح جائز نہوگی اسواسطے کہ حصہ عروض عوض سے خالی رہا جاتا ہے اسی طرح اگر کم و زیادہ لیے تو بھی جائز نہین ہے اسواسطے کہ عروض معہ بعض درمون کے بغیر عوض رہے جاتے ہین پس یہ صلح بطریق معاوضہ نہین ہوسکتی ہے اور نہ بطریق ابراء بھی نہین ہوسکتی ہے کہ باقی سے اُسنے بری کردیا کیونکہ ترکہ مال عین ہے اور عین سے بری کرنا باطل ہے اور علامہ ابوالفضل رح نے فرمایا کہ عورت مذکورہ کے حصہ دراہم کے برابر عوض پر صلح بھی باطل ہوگی کیونکہ صلح بحالت تصادق ہوا اور اگر حالت انکار مین صلح کی تو صلح جائز ہوگی اسواسطے کہ حالت انکار مین مال دینے والا اسی عرض سے مال دیتا ہے کہ مناز عت دور ہو جاوے اور اُسکی قسم کا فدیہ ہو جاوے پس رہوا کی گنجائش نہوگی اور اسی طرف امام محمد رح نے کتاب الصلح مین اشارہ کیا ہے اور اگر عورت مذکورہ کے شوہر کے ترکہ سے درمون کے حصہ کی مقدار معلوم نہوئی تو صلح جائز نہوگی اسواسطے کہ یہ صلح دو وجہ سے فاسد اور ایک وجہ سے صحیح ہوئی پس جانب فساد کا اعتبار ہوگا اور اگر عورت مذکورہ سے عروض یا دینارون پر صلح کی گئی تو جائز ہے اگرچہ بدل صلح قلیل ہو کیونکہ خلاف جنس سے صلح کرنے مین سود متمکن نہین ہوتا ہے اور یہی اس باب مین حیلہ ہے - اور اگر ترکہ شوہر دینار و عروض ہون پھر اُس سے دیناروں پر صلح کی گئی تو اسمین وہی صورتین ہین جو ہمنے درم کی صورت مین بیان کردی ہین اور اگر بعوض درمون کے صلح کی گئی تو ہر حال مین جائز ہے - اور اگر ترکہ شوہر مین درم و دینار و عروض ہون پس اُسنے درمون پر یا دیناروں پر صلح کی گئی تو جائز نہین ہے الّا اُس صورت مین جائز ہوگی کہ جس بدل پر صلح کی ہے اسکی مقدار اُسکے حصہ کی اسی جنس کی مقدار سے زائد ہو جسکی اس نقد مین سے جسقدر اُسکا حصہ ہے اُسکا مثل اس بدل مین آجاوے پس

مثل بمثل ہو جاوے اور جو باقی رہا وہ بمقابلہ دوسرے نقد وعروض کے ہو اور اگر صلح مین درم و دینار دونون دیے تو بہر حال صلح جائز ہی اور ہر جنس کو اسکے برخلاف جنس کے معاوضہ مین رکھا جائیگا اور یہی اس باب مین حیلہ ہی - لیکن واضح رہے کہ جو کچھ بدل دراہم حصہ کا دینار سے اور دینار کا دراہم سے ہی اسمین بیع صرف کے شرائط مرعی ہونگی پس مجلس صلح مین ہر دو بدل پر قبضہ ہونا شرط ہوگا اور جو کچھ بمقابلہ عروض کے ہو وہ بیع صرف کے معنی مین نہونگے پس اسمین ہر دو بدل پر مجلس مین قبضہ شرط نہوگا - مگر یہ حیلہ ہمارے علماے ثلثہ رحمہم اللہ تعالے کے قول کے موافق ٹھیک ہی کہ ہر جنس کو اسکے برخلاف جنس کے مقابلہ مین ڈالتے ہین مگر شیخ زفر رح کے قول کے موافق نہین ٹھیک پڑتا ہی کیونکہ وہ ایک جنس کو اسکے برخلاف جنس کی جانب راجع نہین کرتے ہین چنانچہ مسئلۃ الاکراہ مین معلوم ہو چکا ہی جس سب عالمون کے قول کے موافق مضبوط ہی اور تو حیلہ یہ ہو کہ وارث لوگ تمام ترکہ شہر سے اسکے پورے حصہ سے ایک عرض واحد معین پر صلح کرلین پھر جس موضع مین یہ صلح جائز ہو تو عورت مذکورہ کے پورے حصہ سے تمام ترکہ سے معرفت ہونا اسکا ضرور نہین ہی اور اس امر مین اشکال ہی اور دفعہ یہ ہی کہ اس صلح کا جائز ہونا بالطریق بیع کے ہی لیکن یہ بیع ایسی ہی کہ اسمین سپرد کرنے کی حاجت نہین ہی اور ایسی چیز کی بیع جسکی مقدار سے بائع ومشتری کو آگاہی نہو اگر اسمین سپرد کرنے کی حاجت نہو تو جائز ہوتی ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ اُسنے فلان شخص سے ایک چیز غصب کی ہی یا اقرار کیا کہ فلان نے اسکے پاس ودیعت رکھی ہی پھر مقر نے مقر لہ سے یہ چیز خرید لی تو جائز ہی اگرچہ دونون اسکی مقدار نہ جانتے ہون پس ایسا ہی یہان بھی ہی - اور اگر ترکہ مجہول ہو کیونکہ یہ معلوم نہو کہ ترکہ مین کیا چیز ہی تو شیخ محقق ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ نے شرح کتاب الشروط مین فرمایا کہ کیلی و وزنی چیزون پر صلح جائز نہوگی کیونکہ اسمین یہ احتمال ہی کہ شاید ترکہ مین کیلی و وزنی مال ہو اور اسمین سے اس عورت کا حصہ اسی قدر ہو جسپر صلح ہوئی ہی یا اس سے زیادہ ہو اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ ایسی صلح جائز ہی کیونکہ اسمین یہ احتمال ہی کہ شاید ترکہ جنس بدل الصلح سے کچھ نہو اور اگر ہو تو احتمال ہی کہ اس عورت مذکورہ کا حصہ اس بدل الصلح سے زائد ہو اور احتمال ہی کہ کم ہو پس اسمین احتمال الاحتمال ہی اور ایسا احتمال معتبر نہوگا - اور اگر مال ترکہ عقار یا اراضی وحیوان واسعۃ ہون اور یہ سب مدعا علیہ لوگون کے قبضہ مین ہو لیکن مدعی کو معلوم نہین ہی کہ مال ترکہ کیا چیز ہی پس اسنے ان لوگون سے مکیل یا موزون پر صلح کرلی تو جائز ہی - اور وجہ دوم یہ ہی کہ ترکہ مین قرضہ ہو پس اگر وارثون نے عورت مذکورہ سے اسطور سے صلح کی کہ قرضہ کو بھی صلح مین داخل کیا مثلاً اسکے حصہ عین و دین سے کسی قدر مال پر صلح کی یا یہ کہا کہ اس شرط سے صلح کی کہ عورت مذکورہ تمام قرضہ وصول کرلے اور باقی اموال سے اپنا حق چھوڑ دے تو یہ سب باطل ہی اسواسطے کہ اس صورت مین قرضہ کا مالک کرنا ایسے شخص کو ہی جسپر یہ قرضہ نہین ہی اور جبکہ حصہ دین کی صلح باطل ہوئی تو حصہ عین کی صلح بھی باطل ہوئی اسواسطے کہ عقد ایک ہی ہی اور اگر انھون نے دین کو حکم مین داخل نکیا بلکہ اسکے حصہ عین سے صلح کرلی اور قرضہ کو اپنے ذمہ یان بفرائض اللہ تعالے مشترک چھوڑ دیا تو یہ صلح جائز ہوگی پس ایسی صلح کے جائز ہونے کے واسطے یہ ایک نوع کا حیلہ ہی کہ قرضہ کو نکالکر باقی پر صلح کرین اور صلح نامہ مین تحریر کرین کہ ماسوائے قرضہ کے صلح کی ہی - اور اگر وارثون نے چاہا کہ قرضہ بھی داخل صلح ہو جاوے تو اسکی صورت یہ ہی کہ عورت مذکورہ ان وارثون سے بقدر اپنے حصہ دین کے قرض لے پھر ان وارثون کو قرضداران میت پر اسطرح کردے کہ اسکا حصہ قرضہ ان لوگون کو دیدین اور قرضداران میت اسکو قبول کرلین پھر وارثان مذکور اس عورت سے باقی مال متروکہ سے صلح کرلین پس تمام مال عین و دین ان

وارثون

وارثون کا ہوجائیگا یا وارث لوگ یہ کرین کہ قرضدار میت کی طرف سے بطور تطوع اس عورت کو اُسکا حصہ قرضہ اپنے مالون سے ادا کردین کیونکہ ادائے قرضہ غیر کی طرف سے بطور تطوع جائز ہی پھر باقی سے اس عورت کے ساتھ صلح کرلین ولیکن وارثون کے حق مین عورت مذکورہ کو قرض دینا مفید ہی کیونکہ اگر انکو قرضداروں سے حصۂ عورت مذکورہ وصول نہوا تو جو کچھ انھون نے عورت مذکورہ کو ادا کیا ہی وہ اُس سے واپس لینگے بخلاف اسکے اگر انھون نے قرضدار کی طرف سے بطور تطوع حصۂ عورت مذکورہ اپنے مالون سے ادا کیا تو درصورتیکہ قرضدارون سے کچھ وصول نہوا تو نہ قرضدارون سے واپس پاوینگے اور نہ عورت مذکورہ سے واپس لے سکینگے اسواسطے کہ بطور تطوع ادا کرنے والا کسی سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر وارثون نے عورت مذکورہ کا حصہ قرضہ اُسکو قرض دینے سے انکار کیا تو حیلہ یہ ہی کہ کوئی قرضدار بقدر حصہ عورت کے قرض لیکر عورت مذکورہ کو پہلے ادا کردے پھر وارث لوگ اُس سے باقی مال سے صلح کرلین ۔ اور اگر قرضدار نے اُسکا حصہ قرض لیکر ادا کرنے سے انکار کیا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ سب وارث یا ایک وارث اپنا کوئی عرض اس عورت کے ہاتھ دس درم قیمت کا بعوض پچاس درم کے جو کہ قرضہ مین سے اُسکا پورا حصہ ہی فروخت کردے اور وارث لوگ بھی اس منافع سے اور کچھ عرض جو اسکے صلح کے ایسا کرتا ہی پھر عورت مذکورہ اس عرض کا ثمن اس قرضدار پر اتار دے پھر وارث لوگ عورت مذکورہ سے باقی مال ثمین سے صلح کرلین اور اگر عورث مذکورہ نے اس امر کو منظور نکیا بدین خوف کہ شاید قرضدار پر قرضہ ڈوب جاوے وصول نہو تو وارث بائع اس ثمن کو مجھسے واپس لیگا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ عورت مذکورہ اقرار کرے کہ اُسنے قرضدار سے فقط اپنا حصہ قرضہ بھر پایا ہی اور اس بات کے گواہ کردے پھر وارث لوگ اُسکے ساتھ مال عین کے حصہ سے صلح کرلین جسطرح کہ ہمنے بیان کیا ہی ۔ اور منتقی مین لکھا ہی کہ ہشام نے اپنی نوادر مین فرمایا کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال تک خدمت کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور وارثون نے چاہا کہ زید سے اُسکا حق وصیت جو غلام مین ہی خرید کرین تو فرمایا کہ یہ نہین جائز ہی کیونکہ جب وہ مرگیا تو اُسکا حق وصیت میراث نہین ہوسکتا ہی جیسا کہ شفعہ مین حق شفیع میراث نہین ہوتا ہی کیونکہ اُسکے حق کی کچھ مالیت اور کچھ ثمن نہین ہی اور عقد بیع وغیرہ عقد مخصوص ایسی چیزون کے ساتھ ہی جسکی مالیت و ثمن ہو اور اسی سے ہمنے کہا کہ منافع کی بیع باطل ہی اور اجارہ بلفظ بیع وغیرہ منعقد نہین ہوتا ہی کیونکہ بیع وغیرہ ایسا عقد ہی جو خاص ایسی چیزون پر واقع ہوتا ہی جنکی مالیت ہی اور منافع کی کوئی مالیت نہین ہی پس اُسپر بیع واقع نہوگی اور یہی حال ہمارے اس مسئلہ مذکورہ مین ہی اور حق شفعہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ اگر مشتری نے شفیع کا حق شفعہ بعوض مال کے خریدا تو خرید باطل ہوگی اور اگر شفیع نے فروخت کیا تو اُسکی طرف سے یہ تسلیم شفعہ ہوگا اور اپنے حق سے بطال ہوگا ۔ اور امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مین نے اس مسئلہ کو ایسا مشکل پایا کہ مین امت کے لوگون مین کوئی ایسا نہین دیکھتا ہون جو اسکو حل کرے اور اس مسئلہ کا اشکال اسکی اصل کی وجہ سے ہی کہ بیع کا عقد فقط ایسی ہی چیزون پر وارد ہوتا ہی جسکے واسطے مالیت و ثمنیت ہو بدلیل مسائل مذکورہ ولیکن اسمین مسئلہ طلاق سے اشکال وارد ہوتا ہی کہ اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین نے تجھسے اپنی طلاق بعوض اسقدر مال کے خریدی پس شوہر نے کہا کہ مین نے فروخت کی تو صحیح ہی اور طلاق واقع ہوجائیگی اسی طرح اگر شوہر نے اُس عورت کی طلاق اُسکے ہاتھ فروخت کردی یا اسکی بضع کو اُسکے ہاتھ بعوض مال کے فروخت کیا اور عورت مذکورہ نے اُس سے خرید کیا تو صحیح ہی اور معاوضہ واجب ہوگا

حالانکہ اُسکی بضع مین کچھ مالیت وثمنیت نہین ہو ونیز اُسکی طلاق مین بھی کچھ مالیت وثمنیت نہین ہو اور باوجود اسکے بلفظ بیع عقد صحیح ہوا اور طلاق کا بلفظ بیع صحیح ہونا مقتضی ہو کہ عقد اجارہ بھی بلفظ بیع صحیح ہو اور منافع کا بیع کرنا جائز ہو اور بیع وصیت جائز ہو اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے ان دونون مین فرق بیان کرنے مین تکلف کیا ہو حالانکہ اُنسے فرق ممکن نہوا چنانچہ امام کرخی رحمہ اللہ جب فرق نکالنے سے تھک گئے تو انھون نے قول علما سے رجوع کرکے فرمایا کہ اجارہ بلفظ بیع منعقد ہوتا ہو پس بقیاس قول کرخی درانعقاد اجارہ بلفظ بیع یہ کہا جا سکتا ہو کہ موصی لہ کا منافع وصیت بدست وارث فروخت کرنا بعوض مال کے جائز ہو لیکن ظاہر مبسوط مین اُسکے برخلاف موجود ہو۔ پس جبکہ وارث کے حق مین یہ جائز نہوا کہ وہ موصی لہ سے اُسکا حق وصیت بعوض مال کے خریدے تو پھر کیا حیلہ ہو تو حیلہ یہ ہو کہ وارث مذکور موصی لہ سے اُسکے حق وصیت سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کرکے اُسکو دیدے تو جائز ہو اور صاحب حق منفعت کا حق باطل ہو جائیگا اور غلام مذکور سلم وارث کا ہو جائیگا کہ بیع وغیرہ جو چاہے کرے اور چاہیے یہ تھا کہ یہ صلح جائز نہوا سواسطے کہ یہ صلح بخلاف جنس حق واقع ہوئی ہو اور صلح جبکہ برخلاف جنس حق واقع ہوتی ہو تو وہ معاوضہ وتملیک شمار کی جاتی ہو لیکن اس صلح کا تملیک قرار کرنا متعذر ہوا سواسطے کہ موصی لہ اس خدمت کا بغیر عوض مستحق ہوا ہو اور جو شخص منفعت کا بغیر عوض مستحق ہو وہ اس منفعت کو دوسرے کی ملک مین بعوض نہین کرسکتا ہو جیسے مستعیر اور اسکا جواب یہ ہو کہ جب یہ صلح تملیک نہ شمار ہو سکے تو ہر وجہ سے اسقاط شمار ہوگی یعنی صلح باسقاط حق ہو کذا فی المحیط۔

چوبیسوین فصل - رہن کے بیان مین - ایک شخص نے اپنا نصف دار یا نصف کھیت غیر مقسوم رہن کرنا چاہا تو ہمارے نزدیک ایسا رہن جائز نہین ہو اور یہ مسئلہ معروف ہو پھر اگر دونون نے اسکے جواز کا حیلہ چاہا تو یہ حیلہ ہو کہ نصف دار یا نصف کھیت بعوض اُسقدر مال کے جسکا قرض لینا چاہتا ہو فروخت کردے بدین شرط کہ مشتری کو اسمین تین روز کا خیار ہو پھر جب دونون باہمی قبضہ کرلین تو مشتری اس عقد کو فسخ کردے پس یہ بیع اُسکے قبضہ مین اسی طرح رہجائیگی جیسے رہن کا حکم ہوتا ہو کہ اگر تلف ہوئی تو اسی قدر ثمن کے عوض تلف شدہ قرار دیجائیگی اور اگر اسمین کچھ نقصان آیا تو ثمن مین سے اسی قدر جاتا رہیگا ایسا ہی امام خصاف رح نے اس حیلہ کو ذکر کیا ہو پس یہ مسئلہ اس امر کی صریح دلیل ہو کہ جو چیز بخیار شرط خریدی گئی ہو کہ اسمین مشتری کا خیار ہو وہ بعد فسخ عقد کے مشتری کے پاس بعوض ثمن کے مضمون ہوتی ہو بعوض قیمت کے مضمون نہین ہوتی ہو اور ایسا ہی امام محمد رح نے بیوع جامع مین باب القبض فی البیع مین ذکر کیا ہو اور جو چیز بائع کے خیار شرط پر خریدی گئی ہو وہ بعد فسخ عقد کے مشتری کے پاس بعوض قیمت کے مضمون ہوتی ہو نہ بعوض ثمن کے جیسے کہ فسخ سے پہلے ہوتی ہو اور بخیار رویت وبوجہ عیب کے بحکم قاضی رد کرنے کی صورت مین ویسا ہی حکم ہو جیسا کہ مشتری کے واسطے خیار شرط کی صورت مین حکم ہو۔ اور یہ مسئلہ حیل الاصل مین مذکور کرکے فرمایا کہ حیلہ یہ ہو کہ مستقبض اپنا نصف دار مقرض کے ہاتھ بدین شرط فروخت کرے کہ مقرض اسکو ایک مہینہ یا زیادہ فلان وقت تک خیار ہو پھر اگر اس مدت پر مال واپس کردیا تو دونون مین بیع نرہیگی اور اگر واپس نکیا تو خیار باطل ہوکر بیع لازم ہو جائیگی اور اصل اس مسئلہ کے کتاب البیوع مین معلوم ہو چکا ہو لیکن یہ حیلہ بنا بر قول امام اعظم رح کے نہین ہو سکتا ہو اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک تین روز سے زیادہ خیار جائز نہین ہو اور نیز اگر بائع کے واسطے خیار کی شرط کی پھر بائع نے بعد باہمی قبضہ واقع ہونے کے بیع کو رد کردیا تو بھی ایک ہی حکم ہو لیکن فرق یہ ہو کہ یہ مبیع بعد فسخ کے مضمون بقیمت ہوگی کہ اگر وہ تلف ہوگئی یا اُسمین نقصان آگیا تو قرضہ مین

سے بطریق قصاص ساقط ہوجائیگا بشرطیکہ قیمت کے ہموار اگر کمی بیشی ہوگئی تو باہم ایک دوسرے سے واپس لینگے
زید نے چاہا کہ عمرو سے رہن لیوے اور یہ بھی چاہا کہ رہن سے انتفاع حاصل کرے جیسے مرہون زید ہو کہ اسمین زراعت کرے
یا دار ہو کہ اسمین مرتہن نے رہنا چاہا تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اس چیز کو رہن لیکر قبضہ کرلے پھر راہن سے اسکو مستعار لے لیں
جب راہن اسکو مستعار دیدے اور اُس سے انتفاع حاصل کرنے کی اجازت دیدے تو اُسکو انتفاع حاصل کرنا حلال
ہوگا اور عاریت بلزم رہن نہین ہر یعنے رہن ہونے سے خارج نہوگی ولیکن یہ ہوگا کہ جبتک وہ عاریت مین رہیگی
تب تک حکم رہن ظاہر نہوگا یعنی اگر وہ عاریت کی حالت مین تلف ہوگئی تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اور پھر جب وہ انتفاع
سے فارغ ہوگی تو رہن ہوجائیگی جیسی تھی بخلاف اجارہ کے کہ اجارہ مبطل رہن ہو اور یہ مسئلہ معروف ہے ہدایہ خصاف
رح نے ذکر فرمایا کہ اگر اُسنے دار مرہون سے انتفاع ترک کیا اور اُسکو خالی کردیا تو عود کرکے رہن ہوجائیگا پس امام
خصاف نے بیان کیا کہ ترک انتفاع کے ساتھ خالی کردینا رہن ہوجانے کے واسطے شرط ہو اور مبسوط مین لکھا ہو کہ جب
انتفاع ترک کیا تو وہ رہن ہوجائیگا پس جو مبسوط مین مذکور ہو وہ بظاہر اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ اگر مرہون کو زید راہن
اور اُسکو مرتہن نے مستعار لیکر اُسمین اپنا اسباب رکھا پھر اُسکے بعد اُسکی سکونت چھوڑ دی تو وہ رہن ہوجائیگا اگرچہ اُسکو
خالی نکیا ہو اور امام خصاف رہنے خالی کردینا شرط کیا ہو پس چاہیے کہ یہ شرط امام خصاف رح کی جانب سے یاد رکھی
جاوے ۔ زید کے قبضہ مین رہن ہو اور راہن غائب ہو پس مرتہن نے چاہا کہ قاضی کے حضور مین رہن ہونا ثابت کرے
تاکہ قاضی اُسکے واسطے اسکا نوشتہ دیدے اور حکم دے کہ یہ چیز اسکے قبضہ مین رہن ہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ مرتہن کسی مرد
اجنبی کو حکم دے کہ وہ اس رہن کے رقبہ کا دعوی کرے اور مرتہن قاضی کے حضور مین حاضر ہوکر قاضی کے سامنے اس
امر کے گواہ پیش کرے کہ یہ چیز میرے پاس رہن ہو پس قاضی اُسکے رہن ہونے کے گواہون کی سماعت کرکے اُسکے پاس رہن
ہونے کا حکم دیدیگا اور خصومت اجنبی اسکے مقابلہ سے دور کردیگا پس یہ حکم امام خصاف رح کی جانب سے اس بات کی تصریح
ہو کہ رہن ہونے کے گواہون کی سماعت کی جاتی ہو اگرچہ راہن غائب ہو اور امام محمد رح نے یہ مسئلہ کتاب الرہن مین
ذکر فرمایا مگر جواب مین اضطراب ہو چنانچہ بعضے مقام پر گواہی کی سماعت ہونے کے واسطے راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہو
اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہو بعضون نے کہا کہ جو حکم کتاب الرہن مین مذکور ہو وہ کاتب کی غلطی ہو اور صحیح یہ
کہ ایسے گواہ مقبول ہونگے جیسے کہ اگر قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ چیز میرے پاس فلان کی ودیعت ہو یا مضاربت یا غصب
یا اجارہ پر ہو تو گواہ مقبول ہوتے ہین اور بعضون نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین جسمین سے ایک روایت
کے موافق گواہ مقبول ہونگے اور اسکی وجہ یہ ہو کہ جب اُسنے رہن رکھ لیا تو اُسکی حفاظت کرنے کو قبول کیا اور جب
اُسکو حفاظت کرنا متعذر ہوا بدون اسکے کہ وہ گواہ قائم کرکے راہن کی ملک ثابت کرے تو وہ اس بات کے واسطے
خصم ہوگا جیسے ودیعت و اُسکے مانند مین ہو اور دوسری روایت مین یہ ہو کہ مقبول نہونگے یعنے غائب راہن
کے ذمہ اس امر کے ثابت کرنے کے گواہ کہ اُسنے رہن کیا ہو مقبول نہونگے اور اسی جانب شمس الائمہ سرخسی رح نے میل
کیا ہو اور یہ اسوجہ سے ہو کہ اثبات رہن کے واسطے ایسے گواہون کے قبول کرنے مین غائب پر حکم قضا جاری کرنا ہوتا ہو
اور قابض کو اپنی ذات سے دفع خصومت کے واسطے اثبات رہن کی حاجت نہین ہو اسواسطے کہ مجرد قبضہ سے اُسکی
ذات سے خصومت مندفع ہو جیسے کہ اُسنے گواہ قائم کیے کہ یہ میرے قبضہ مین ودیعت ہو تو ایسا ہی ہو اور ایسا ہی جواب

ف

مسئلہ المرتہن یرکب الرہن اذا کان مرکوبا او یحلب الرہن اذا کان حلوبا ویزرع الرہن اذا کان ارضا او یسکن الرہن اذا کان دارا

مسئلہ المرتہن یودع الرہن عند غیرہ او یرہنہ عند غیرہ او یعیرہ او یواجرہ

مسئلہ المرتہن یستخدم العبد المرہون

مسئلہ المرتہن یطالب الراہن بالنفقۃ

مسئلہ المرتہن یطالب الراہن بالنفقۃ

ادعی المرتہن الرہن علی فلان وذلک یدخل فی حق الواقف وتقضی باثبات المال علی الراہن اذا کان بین واجبین دین فلیتامل فیہ ۱۲ منہ

سیر کبیر مین اسکے نظائر مین لکھا ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر غلام مرہون قید ہوا اور غنیمت مین آیا اور قبل تقسیم غنیمت کے مرتہن نے اُسکو پایا اور گواہ قائم کیے کہ یہ میرے پاس فلان شخص کا رہن ہے اور اُسکو لے لیا تو یہ قضا علے الغائب اسطرح نہین ہے کہ غائب پر رہن کرنا ثابت کیا گیا ہو کیونکہ اُسکو رہن ہونا ثابت کرنے کی حاجت نہین ہے اسلیے کہ وقت قید کیے جانے کے غلام مذکور اُسکے پاس ہونا اُسکے واسطے کافی ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ ہمارے مسئلہ مذکورہ مین غائب پر رہن ثابت کرنے کے واسطے گواہون کے قبول کرنے کی کچھ حاجت نہین ہے - اور جامع الفتاوی مین لکھا ہے کہ اگر مرتہن نے چاہا کہ مرہون غلام مذکور پر قبضہ باطل ہونے سے قرضہ باطل نہو تو چاہیے کہ اس قرضہ کے عوض اُس سے غلام خرید لے اور اُسپر قبضہ کرے پھر اگر غلام مرگیا تو اُسکا قرضہ باطل نہوگا اور اگر قرضدار مرگیا تو یہ طالب بہ نسبت مطلوب کے باقی قرضخواہون کے اس غلام کا زیادہ حقدار ہوگا یعنی وہ اسی کو ملیگا اور اگر اُسنے زندگی مین اسکا قرضہ ادا کر دیا تو اُس سے بیع کا اقالہ کرے اور اگر کسی نے چاہا کہ اپنا مال مضاربت پر دے اور وہ مضارب کے پاس اُسپر مضمون رہے اور منافع دونون مین مشترک ہو تو چاہیے کہ رب المال اُسکو تمام مال سوائے ایک درم کے قرض دیدے پھر درہم باقیہ سے اُسکے ساتھ مشارکت کرے بدین شرط کہ دونون کام کرین پھر ایک کا کام کرنا جائز ہوگا اور منافع دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگا واللہ تعالی اعلم کذا فی الستارخانیہ

پچیسویں فصل - مزارعت کے بیان مین - واضح ہو کہ امام اعظم رح کے نزدیک مزارعت فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام خصاف رح نے فرمایا کہ سب اماموں کے نزدیک جائز ہو جانے کا حیلہ یہ ہے کہ کاشتکار زمیندار عقد مزارعت قرار دینے کے بعد ایسے قاضی کے پاس جو مزارعت کو جائز جانتا ہے مقدمہ دائر کرین پس جب وہ اسکے جواز کا حکم فضا دیگا تو بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہو جائیگا - اور حیلہ دیگر یہ ہے کہ دونون ایک اقرار نامہ لکھین پس اُسمین دونون یہ اقرار کرین کہ یہ زمین فلان شخص کی ملک ہے یعنی اسکے مالک کا نام لکھین اور نیز دونون اقرار کرین کہ اور یہ زمین فلان کاشتکار کے قبضہ مین ہے اور اسکی زراعت کا اُسکو اتنے سال تک اختیار ہے کہ بیع و غیرہ کا جو غلہ چاہے اپنے بچون و نوکرون و مددگارون سے اُسمین زراعت کرے اور جو کچھ اللہ تعالی کے فضل سے اُسمین پیداوار ہو وہ سب اتنے برسون مذکورہ تک اسی کی ہوگی - اور نیز یہ بھی اقرار کرین کہ اس زمین مین یہ حق اس کاشتکار کو اتنے برس تک کے واسطے بسبب صحیح واجب لازم حاصل ہو گیا ہے - پس جب دونون نے اسطور سے اقرار کیا تو ان دونون کا اقرار ان دونون کے حق مین نافذ ہوگا پس پورا غلہ اس کاشتکار کا ہوگا پھر یہ کاشتکار آدھے غلہ کو مالک زمین کو دینے کے واسطے بھی کوئی ہبہ وغیرہ کا حیلہ نکالے - اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصاف رح سے پہلے حیلہ مین یہ جو ذکر فرمایا کہ ایسے قاضی کے پاس مقدمہ دائر کرین جو مزارعت کو جائز جانتا ہے پس جب وہ اسکے جواز کا حکم فضا دیگا تو بالاتفاق جائز ہو جائیگا اس کلام مین اس امر کی دلیل ہے کہ اسمین محکم کا حکم نافذ نہوگا اور قاضی ابو علی نسفی رح فرماتے تھے کہ ہمارے بعضے مشائخ نے ان مسائل مختلفا فیہا مجتہدا فیہا مین محکم کے حکم کی تجویز سے اعراض کیا ہے اور فرمایا کہ ان مسائل مختلفہ اجتہادیہ کے اتفاقی ہونے کے واسطے محکم کا حکم کافی نہین ہے بلکہ ضرور ہے کہ جو شخص قاضی مقرر ہو وہ حکم دے اسی طرح طلاق مضاف مین بھی محکم کے تجویز کرنے سے اعراض کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ ایسے مجتہدات مسائل مین محکم کا حکم جائز ہے اور اسپر دلیل یہ ہے کہ کتاب الصلح کے چند مقامات مین ذکر فرمایا کہ محکم کا حکم ایسے مسئلہ مین جائز ہے سوائے حد و قصاص و لعان کے ولیکن عام لوگون کو یہ فتوی نہ دیا جائیگا تاکہ عام لوگ خبط ہو کر حد

تجاوز نکرین مگر حاکم قاضی کے حق مین محکم کا قول لازم نہوگا حتے کہ اگر محکم کے حکم کا مرافعہ کسی قاضی کے پاس کیا گیا جو مقرر ہو
اور اُسکی رائے مین ہو کہ یہ حکم باطل ہو اور اُسنے باطل کردیا تو باطل کرنا صحیح ہوگا۔ اور اگر دونون نے مزارعت مین یہ شرط
کی کہ جسکے بیج مین وہ پیداوار مین سے بقدر اپنے بیجون کے نکال لے اور باقی دونون مین موافق شرط کے مشترک ہو
تو ایسی مزارعت فاسد ہو اسواسطے کہ زراعت مین یہ شرط ہو کہ پیداوار مین دونون کی شرکت پائی جاوے اور ایسی
شرط سے احتمال ہو کہ پیداوار کی شرکت متحقق نہو کیونکہ شاید اسی قدر پیدا ہو جسقدر بیج تھے پس ایسی شرط موجب فساد مزارعت ہو
پس اسکا حیلہ یہ ہو کہ بیجون کی مقدار دیکھی جاوے اور دیکھا جاوے کہ عادت کے موافق ایسی زمین مین کسقدر پیدا
ہوتا ہو تاکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ پیداوار کے لحاظ سے یہ بیج اُسکا کون حصہ ہوتے ہین پس اگر مثلاً اُسکا دسواں حصہ
ہوتے ہون تو اپنے واسطے دسواں حصہ شرط کرلے اور اگر تیسرا حصہ ہوتے ہون تو اپنے واسطے تہائی شرط کرلے اور اسی قیاس
پر سمجھ لینا چاہیے اور قدوری مین لکھا ہو کہ اگر ایک شخص دوسرے شخص سے کہے "آدھے بیج دیدے کہ آدھے کی بٹائی پر اپنی زمین مین زراعت کرے تو
مزارعت فاسد ہو لیکن ایک روایت مین امام ابو یوسف رح سے جائز ہو پس اگر دونون نے ایسا حیلہ چاہا کہ بالاتفاق جائز ہو جاوے
تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ مالک زمین مالک بیج سے اُسکے آدھے بیج خریدلے پھر بیجون کا مالک اُسکو ثمن سے بری کردے پھر بیجون
کا مالک زمین کے مالک سے کہے کہ اپنی زمین مین ان سب بیجون سے زراعت کر بدین شرط کہ پیداوار ہم دونون مین
نصفا نصف ہوگی کذا فی الذخیرہ

چھبیسوین فصل ۔ وصی و وصیت کے بیان مین ۔ زید نے عمرو کو اپنے مال کوفہ کا وصی کیا اور عمرو کو اپنے مال شام
کا وصی کیا اور بکر کو اپنے مال بغداد کا وصی کیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ یہ سب لوگ میت کے تمام ترکات کوفہ و شام و
بغداد کے وصی ہونگے اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے ہر ایک جس جگہ کے واسطے اُسکو وصی کیا خاصۃً وہین کا وصی
ہوگا اور امام محمد رح کا قول کتابون مین مضطرب ہو پس حاصل یہ ہو کہ وصایت امام اعظم رح کے نزدیک نوع واحد
و مقام واحد و زمان واحد کی تخصیص قبول نہین کرتی ہو بلکہ تمام انواع دائمہ کے واسطے عام ہو جاتی ہو اور بنا بر قول
امام ابو یوسف رح کے مخصوص بنوع و مقام واحد ہو سکتی ہو اور قول امام محمد رح مضطرب ہو ایسا ہی شیخ شمس الائمہ حلوائی
نے شرح جامع صغیر مین ذکر کیا ہو اور شیخ الاسلام نے شرح جامع الاصل مین قول امام ابو یوسف رح مثل امام اعظم رح
کے بیان کیا اور امام محمد رح کا قول یہ بیان کیا کہ مخصوص بنوع و مقام وصی ہو سکتا ہو پھر بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح کے
جب ہر ایک وصی وقیم تمام ترکہ کا ہوا تو کسی کو تنہا تصرف کرنے کا اختیار نہوگا اگرچہ وصایت متفرقہ واقع ہوئی ہو پس اگر اُس
چاہا کہ وصیون مین سے ہر ایک وصی پورے ترکہ کا وصی ہو اور تنہا تصرف کرسکے اور کسی امام کے نزدیک اُسمین اختلاف
نہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ سب کو اپنی سب ترکات مین وصی کردے بدین شرط کہ جو شخص انمین سے حاضر ہو وہ اُسکے
تمام ترکات کا وصی ہو بدین شرط کہ ہر ایک کو انمین سے اختیار ہو کہ اُسکی وصایت کا کام کرے اور اُسکا فعل
انمین نافذ ہوگا پس جب اُسنے اسطرح سے وصی کیا تو ہر ایک انمین سے بالاتفاق عام وصی ہو جائیگا کہ ہر ایک کو
تنہا تصرف کا اختیار ہوگا بوجہ اعتبار شرط موصی کے پھر اگر موصی نے یہ چاہا کہ ہر ایک انمین خاصۃً اُسی چیز کا وصی ہو
جسکے واسطے اُسکو وصی کیا ہو اور کسی قول کے موافق وہ دوسرے وصی کے ساتھ بالکل داخل نہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ یون
کہے کہ مین نے زید کو فقط اپنے مال بغداد کا خاصۃً وصی کیا نہ کسی اور شہر کے مال کا اور مین نے عمرو کو خاصۃً فقط

مال شام کا وصی کیا نہ اور کسی شہر کے مال کا پس جب اُسنے اسطور سے کہا تو اُسکی شرط کا اعتبار کرکے بالاتفاق ہر ایک وصی خاص اُسی مال کا وصی ہوگا جہان کے واسطے اُسکو وصی کیا ہی **قال المترجم** پس ہماری زبان کے موافق اس لفظ وصایت کے سے بلاشبہہ وہ مخصوص وصی ہوجائیگا اور اگر عربی زبان مین کہا کہ اوصیت الی فلان فی مال ببغداد خاصۃ یعنے وصی کیا مین نے فلان کو اپنے مال کا جو بغداد مین ہی خاصۃً تو شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ایسے حیلہ مین ایک طرح کا اعتراض ہی اسواسطے کہ قولہ اوصیت الی فلان یہ لفظ عام ہی کہ اسکا مقتضا یہ ہی کہ فلان کو ولایت تصرف عام مال حاصل ہو پھر اُسکا مال بغداد کے ساتھ تخصیص کرنا بمعنی حجر خاص یعنے تخصیص کرکے مجبور کرنا ہوگا اور حجر خاص جبکہ اجازت عام پر وارد ہوتا ہی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہوتا ہی یعنے عام اجازت دیکر پھر مخصوص کسی امر سے مجبور کرنا غیر معتبر ہی چنانچہ ماذون مین لکھا ہی کہ اگر مولی نے اپنے غلام کو تجارت کے واسطے اذن عام دیا پھر اُسکو بعضی تجارت سے مجبور کیا تو یہ حجر صحیح نہین ہی پس ایسا ہی اس مقام پر بھی تخصیص صحیح نہونی چاہیے بلکہ اُسکا وصی عام ہونا چاہیے ہی اور نیز ایک دوسرا مسئلہ جسمین مشائخ متردد ہین وہ یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو وصی کیا اور جو کچھ اُسکا لوگون پر ہی اُسکا قیم کیا اور جو کچھ اُسپر لوگون کا ہی اُسکا قیم نکیا تو بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ تقسید صحیح ہی اور اکثر مشائخ کے نزدیک یہ تقسید صحیح نہین ہی اور وہ کل امور کا وصی ہوجائیگا پس اس تقریر سے ثابت ہوا کہ اس حیلہ مین ایک طرح کا شبہہ ہی [illegible] عمرو کو وصی کیا کہ اگر عمرو اُسکی وصایت کو قبول نکرے تو بکر اُسکا وصی ہی تو یہ ہمارے نزدیک [illegible] اسواسطے کہ وصایت نیابت ہی پس مثل وکالت کے ہوگی اور وکیل کرنا اسطور سے جائز ہی الا یہ کہ اُسکو معزول کرے کہ وکیل کو جبتک معلوم نہو وہ معزول نہین ہوتا ہی اور وصی معزول ہوجاتا ہی اگرچہ اُسکو معلوم نہو اور فرق اپنے مقام پر مذکور ہی وھکذا فی التبیین ہی۔

ستایسوین فصل - افعال مریض کے بیان مین - امام خصاف رحمہ نے فرمایا کہ ایک مریض نے بعضے وارثون کا قرضہ ہی اور چاہا کہ اُسکے قرضہ کا اقرار کرے ہمارے اصحاب کا ہمول معلوم ہی کہ مریض کا اپنے بعضے وارثون کے واسطے اقرار کرنا صحیح نہین ہی پس ایسا حیلہ کہ جسسے بالاتفاق سب کے نزدیک اس اقرار کا مقصود حاصل ہوجاوے یہ ہی کہ مریض مذکور اس قرضہ کا کسی اجنبی کے واسطے اقرار کرے جسپر اُسکو اعتماد ہو اور اس اجنبی سے کہدے کہ وہ وصول کرکے اس وارث کو دیدے اور اگر اجنبی نے کہا کہ مجھے خوف آتا ہی کہ شاید حاکم مجھسے قسم لے جیسے قرضخواہون میت سے قسم لیجاتی ہی کہ واللہ تیرا یہ قرضہ اس میت پر واجب ہی تو نے میت کو اس سب سے یا اسمین سے کسی قدر سے اُسکو بری نہین کیا ہی تو مین کسطرح قسم کھا سکتا ہون تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ اس اجنبی کو حکم کرے کہ تو کوئی اپنا مال عین وارث کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو وارث کا مریض پر آتا ہی فروخت کردے پس جب اُسنے فروخت کیا اور وارث نے اسکو قبول کیا تو جو قرضہ وارث کا مریض پر تھا وہ اجنبی کے واسطے ہوگیا پھر اگر اُسکو حاکم قسم دلائیگا تو اُسکی قسم صحیح ہوگی پھر امام خصاف رحمہ نے ذکر فرمایا کہ قاضی اس اجنبی سے قسم لیگا کہ واللہ تیرا یہ قرضہ میت پر واجب ہی تو نے اس سے اسکو بری نہین کیا ہی پس اسطرح قسم لیگا اگرچہ کوئی شخص قسم طلب کرنے والا نہووے اسوجہسے کہ یہ قسم میت کے واسطے ہوگی اور قاضی میت کی طرف سے نائب ہی پس احتیاطاً اُسکے واسطے قسم لیگا اگرچہ کوئی شخص طالب قسم نہو اور قاضی ابوعلی نسفی رح فرماتے تھے کہ اسی طرح ہمکو

معلوم ہوا ہی کہ جب قرضہ واجب ہونے کا زمانہ دراز ہوجاوے حتی کہ وہم ہو کہ وہ ان اسباب سے شاید ساقط ہوگیا ہو تو قرضخواہ میت سے قسم لیجائیگی کہ واللہ تیرا سب یا تھوڑا قرضہ کسی وجہ سے ساقط نہیں ہوا ہی اسی طرح ہمکو بمجرئیات شرعی یہ بات معلوم ہوئی ہی کہ اگر قرضہ مریض کے اقرار مرض سے جسمین وہ قریب مرگ تھا ثابت ہوا تو قرضخواہ سے قسم نلیجائیگی بلکہ بدون قسم کے اُسکا حق دیدیا جائیگا کیونکہ مبسوط مین چند مقامات مین مذکور ہی کہ اگر مریض نے اپنے مرض مین قرضخواہ کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا تو فرمایا کہ اُن لوگون کو اُسکا قرضہ دیدیا جائیگا اور قسم کی شرط نہین لگائی اور خصاف رحمہ اللہ نے ایسی صورت مین قسم کی شرط لگائی ہی پس پیشتر از جانب امام خصاف رح مستفاد ہی۔ فرمایا کہ اور اگر اجنبی (یعنی) ملک مین کوئی ایسی چیز ہو جسکو وارث کے ہاتھ فروخت کرے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ وارث اپنے مال عین مین سے کوئی چیز اس اجنبی کو ہبہ کردے پھر بعد قبضہ کے اجنبی اسکو وارث کے ہاتھ بعوض قرضہ مذکور کے فروخت کردے جیسے ہمنے بیان کردیا ہی۔ اور حیلہ دیگر اس مسئلہ مین یہ ہی کہ وارث مذکور اپنے مال سے کوئی متاع یا کوئی چیز ایسی لادے جسکی قیمت اُسی قدر ہو جسقدر وارث کا مریض پر قرضہ ہی اور گواہون کے سامنے مریض کے ہاتھ اس چیز کو اُسکے مثل قیمت کے عوض فروخت کردے اور اُسکے سپرد کرے پس وارث کا مال مریض پر گواہون کے حضور مین ثابت ہوجائیگا پھر مریض مذکور یہ مال خرید کردہ کسی غیر معروف آدمی کو خفیہ ہبہ کردے اور وہ موہوب لہ اس مال کو اس وارث کو ہبہ کردے پس وارث کو اُسکی متاع بھوپنچ جائیگی اور اُسکا قرضہ مریض پر بگواہی گواہان ثابت ہوگا پس وارث اسکو مریض سے مثل اجنبی کے وصول کریگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حیلہ عمدہ ہی مگر ایک جگہ کا شبہہ ہی اسواسطے کہ اسمین وجوب قرضہ مکرر ثابت ہوا اسواسطے کہ قبل بیع کے میت پر قرضہ واجب تھا اور بیع کی وجہ سے دوسرا قرضہ واجب ہوا اور وارث نے یہ قرضہ جدید وصول کیا ہی جو گواہون سے ثابت ہوا ہی اور وہ قرضہ جو قدیمی تھا وصول نہین پایا ہی پھر جب یہ قرضہ اس ترکہ مین باقی رہا تو وارثون کو قبل ادائے قرضہ کے ترکہ سے انتفاع حاصل کرنا حلال نہوگا پس یہ حیلہ بظاہر جیسا ہوسکتا ہی باطن مین حیلہ نہین ہی اور شاید خصاف رحمہ نے بنائے کار بظاہر رکھی ہی واللہ اعلم یعنی قال المترجم جسم وارث کو اپنا قرضہ حاصل ہوا اور مال بھی ملگیا اور اگر فروخت نکرتا اور مال قرضہ وصول ہوجاتا تو بھی اسی قدر حاصل ہوتا جو اب حاصل ہوا ہی پس مراد خصاف کی یہ ہی کہ بعد اسطرح کی وصول یابی کے وارث اُسکو اپنے قرضہ سے بری کردے پس کوئی شبہہ نریگا فلیتامل یہ ہے خصاف رحمہ نے اس حیلہ کے اول مین فرمایا کہ وارث اپنے عین مال مین سے کوئی مال عین مریض کے ہاتھ مثل اُس قرضہ کے فروخت کرے جو اُسکا مریض پر ہی اور اسمین کوئی خلاف بیان نکیا پس یہ اس امر کی دلیل ہی کہ عادت کے اموال عین سے کوئی مال عین خریدنا مریض کو جائز ہو بلا خلاف بیع صحیح ہوگی اور ایسا ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب المزارعۃ کے باب مزارعۃ المریض مین بیان کیا ہی کہ مریض کا اپنے وارث کے اعیان مال سے کوئی مال عین خریدنا صحیح ہی اور اسمین کوئی خلاف ذکر نہین کیا۔ اور فتاوی صغری مین خریدنے اور فروخت کرنے دونون مین اختلاف بیان کیا ہی۔ اور باب اقرار العبد المولاہ مین اسکے بیان مذکور ہونے کا حوالہ دیا ہی اور حیلہ دیگر اس مسئلہ کے واسطے جسکو خصاف رحمہ نے ذکر نہین فرمایا یہ ہی کہ ایسے قاضی کے پاس مرافعہ کرے جو وارث کے واسطے مریض کا اقرار قرضہ صحیح جانتا ہی کیونکہ عالمون کے درمیان اس مسئلہ مین اختلاف ہی چنانچہ ہمارے نزدیک یہ اقرار نہین جائز ہی اور امام شافعی رح کے نزدیک جائز ہی پھر جب قاضی مذکور اس اقرار کی صحت کا حکم قضا جاری کردیا تو یہ اقرار بالاتفاق صحیح ہوجائیگا جیسا کہ بہت سے مقامات

مین معلوم ہوچکا ہے۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی دختر صغیرہ کے واسطے کوئی متاع یا زیور وغیرہ اسکی ملک کردی اور اسپر گواہ نہ کیے یہانتک کہ وہ مریض ہوگیا اور اُسکو وارثون کی طرف سے اس بات کا خوف ہے کہ شاید وہ لوگ اسکی وفات کے بعد صغیرہ مذکورہ کو یہ چیز نہ دین تو فرمایا کہ اگر زیور وغیرہ کوئی مال منقول ہو تو اُسکو خفیہ کسی ثقہ معتمد کو دیدے اور اُسکو آگاہ کردے کہ یہ مال میری دختر فلانہ کا ہے اور اُسکو وصیت کردے کہ اُس دختر کے واسطے اسکو اپنے پاس حفاظت سے رکھے پھر جب وہ بڑی ہوجاوے تو اُسکو دیدے اور اگر وارث اضی ذخیرہ مال غیر منقول ہو اور وہ مریض کی ملک معروف ہو تو وہ اس مال کے ساتھ ایسا نہ کرسکیگا جیسا اُسنے زیور وغیرہ کے ساتھ کیا ہے لیکن یہ کرے کہ کسی ثقہ معتمد علیہ کو اپنے مال سے اس غیر منقول کی قیمت کے برابر مال خفیہ دیکر اُسکو حکم کرے کہ یہ مال میری دختر فلانہ کا ہے سو اُسکے واسطے اس مال سے مجھسے یہ عقار خریدے پھر گواہون کے سامنے اس شخص کے ہاتھ یہ عقار فروخت کرے اور یہ شخص مذکور وقت خریدکے یہ نہ کہے کہ مین یہ عقار اسکی دختر کے واسطے خریدتا ہون اسیطرح مریض بھی یہ نہ کہے کہ مین نے اسکو اپنی دختر کے واسطے فروخت کیا بلکہ دونون کلام کو مطلق رکھین پھر جب دختر مذکورہ بالغ ہوجاوے تو مرد ثقہ مذکور یہ عقار اُسکو دیدے۔ اور مشائخ نے ایک صورت مین اختلاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنی دختر صغیرہ کو جیز دیا مگر سپرد نکیا اور نہ اسپر گواہ کیے یہانتک کہ بیمار ہوا پھر اگر اُسنے کسی مرد ثقہ کو یہ اسباب جیز خفیہ دیا کہ اُسکو اُسکی دختر کے واسطے اپنے پاس حفاظت سے رکھے جیسے ہمنے بیان کیا ہے پس آیا اس مرد ثقہ کو جائز ہے کہ اُس سے لیکر حفاظت سے رکھے تو اکثر مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ اس ثقہ کو لینا حلال نہین ہے اسواسطے قاضی اس پدر صغیرہ کی اس قول مین تصدیق نکریگا کہ یہ مال اس صغیرہ کی ملک ہے اسی طرح اس مرد ثقہ کی بھی تصدیق نکریگا پس اس ثقہ کو گنجائش نہین ہے کہ اس مال کو اُس سے لیکر رکھے کہ جس سے باقی وارثون کا حق مارا جاوے لیکن امام حصاف رحمہ نے زیور و متاع کی صورت مین اشارہ کیا ہے کہ اس ثقہ کو جائز ہے کہ اُس سے لیکر حفاظت سے رکھے۔ اور در صورتیکہ مریض نے اپنی دختر صغیرہ کو مال خفیہ ہبہ کرکے خفیہ مرد ثقہ کو دیا کہ اس مال سے اُسکے واسطے خریدے اگر مرد ثقہ کو یہ خوف ہے کہ اُسکے ذمہ قسم لازم آویگی تو فرمایا کہ اُسکے ذمہ قسم مین کچھ نہین ہے۔ اسی طرح اگر مریض نے کسی آدمی سے مال قرض لیا پھر اُسکو اپنی دختر صغیرہ کو ہبہ کیا پھر اسکو اُسی شخص کو دیدیا حتے کہ اُسنے اس مال سے اُسکی دختر مذکور کے واسطے اراضی مریض سے خریدی۔ تو جائز ہے اور قسم اس شخص کے ذمہ کچھ نہوگی بنا برآنکہ مبسوط مین معلوم ہوچکا ہے کہ عقد بعینان درمون سے متعلق نہین ہوتا ہے بلکہ اُسکے مثل سے جو بذمہ دین واجب ہوتے ہین متعلق ہوتا ہے پس وہ خریدنے کی قسم کھانے سے حانث نہوگا اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حیلہ بنا بر قول صاحبین کے صحیح ہوگا اور بنا بر قول امام اعظم رحمہ کے مریض کا اپنے وارث کے ہاتھ یا اپنے وارث کے وکیل کے ہاتھ فروخت کرنا صحیح نہین ہے پس یہ حیلہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک صحیح نہوگا۔ اور اگر ایک مریض کے قبضہ مین اُسکے وارث کا دار یا زمین ہو اور اُسکو خوف ہے کہ اگر مین وارث کے واسطے اسکا اقرار کرتا ہون تو صحیح نہوگا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ کسی اجنبی معتمد علیہ سے کہے کہ یہ تیرا دار ہے اور اجنبی کہے کہ یہ دار تیرے وارث فلان کا ہے میرا نہین ہے۔ فرمایا کہ اگر مریض کی جورو یا دوسرے وارث کے اُسپر سو دینار قرضہ ہون اور مریض کو خوف ہوا کہ اگر مین اسکا اقرار کرتا ہون تو وارث کے واسطے اقرار جائز نہوگا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ وارث مذکور کسی اپنے معتمد علیہ کو مریض کے پاس لاوے اور گواہون کے سامنے مریض مذکور اقرار کرے کہ مجھے میرے وارث فلان نے وکیل کیا تھا

کہ مین اُسکے دینار جو اس شخص پر آتے تھے وصول کرون اور مین نے اس سے یہ سودینار اپنے وارث فلان کے واسطے وصول کرلیے پھر وارث مذکور اس امر سے انکار کرے کہ مین نے اسکو وکیل نہین کیا تھا پھر وارث مذکور اس مرد اجنبی مذکور سے رجوع کرے پس جب اُسنے اس اجنبی سے رجوع کیا تو اجنبی مذکور کو اختیار ہوگا کہ مریض سے واپس لے۔ پھر اگر مرد معتمد علیہ مذکور کو خوف ہوا کہ اُسکے ذمہ قسم عائد ہوگی تو اسکی صورت یہ ہو کہ وارث مذکور اس اجنبی مذکور کے ہاتھ اسقدر مال کے عوض قرض چیز فروخت کرے جیسے کہ ہمنے بیان کیا ہو کذا فی المحیط

اٹھائیسوین فصل - متفرقات کے بیان مین - اگر ایک شخص نے چاہا کہ اُسکی قضا نمازون کے واسطے اُسکی وفات کے بعد صدقہ دیا جاوے اور اُسکو اپنے وارث پر اطمینان نہین ہو کہ شاید وارث اُسکی وصیت کو نافذ نکرے اگر وہ وصیت کرے اور اگر اُسنے تہائی مال کی اس سے پہلے وصیت کی ہو تو یہ خیال کرتا ہو کہ اگر اسکی بھی وصیت کرونگا تو یہ بھی تہائی مین داخل ہوجائیگا حالانکہ وہ چاہتا ہو کہ یہ تہائی سے خارج رہے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اپنی املاک مین سے کوئی چیز اپنی صحت وحیات مین ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جسکو ثقہ ومعتمد جانتا ہو اور اُسکو مبیع سپرد کرے پھر اُسکو ثمن سے بری کردے حتے کہ یہ مشتری اس چیز کو اُسکی وفات کے بعد فروخت کرکے اُسکے ثمن سے یہ صدقہ دیدے پس امید ہو کہ انشاء اللہ تعالے یہ جائز ہوگا اور اگر اُسکو خوف ہوا کہ شاید یہ شخص ایسا نکرے اور اس چیز کو اپنی ذات کے واسطے رکھ چھوڑے اور فروخت نکرے اور نہ اسکا ثمن اس راہ مین صرف کرے تو فرمایا کہ اسکی صورت یہ ہو کہ یہ شخص اس مال عین کو بعوض ایسی چیز کے فروخت کرے جو کہ ۔ مین لپٹی ہوئی ہو اور اُسمین تھوڑا سا عیب ہو اور بائع اس ملفوف چیز کو نہ دیکھے اور نہ عیب پر راضی ہوجاوے اور کسی شخص کو وصی کردے کہ وہ اُسکی موت کے بعد اس عیب وار لپٹی ہوئی چیز کو دیکھے پھر اگر مشتری مذکور بروجہ مذکور اس مبیع کو فروخت کرکے اسکا ثمن صرف کرنے سے انکار کرے تو اس ملفوف کو دیکھکر بوجہ عیب کے اس مشتری کو واپس کردے پس مبیع مذکور اسکے وارثون کی ملک مین عود کریگی اور واضح ہو کہ ہمنے اس مسئلہ مین خیار عیب اسوجہ سے تجویز کیا کہ خیار عیب بعد موت کے باقی رہتا ہو اور خیار رویت باقی نہین رہتا ہو۔ وصی نے اگر وارثون کے درمیان حصہ بانٹ کردیا حالانکہ سب وارث صغیر ہین اُنمین کوئی بالغ نہین تو یہ تقسیم جائز نہوگی اسواسطے کہ قسمت مین بیع کے معنی ہین حالانکہ اگر وصی بعضے نابالغون کا مال دوسرے بعضے بالغون کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہین ہو پس اسی طرح یہ تقسیم بھی جائز نہوگی پس وصی کے واسطے حیلہ یہ ہو کہ اگر صغیر مثلاً دو ہون تو وصی ان دونون مین سے ایک کا حصہ کسی شخص کے ہاتھ متاع غیر مقسوم فروخت کرے پھر مشتری سے دوسرے صغیر کے واسطے جسکا حصہ فروخت نہین کیا ہو مقاسمہ کرلے پھر مشتری سے جس صغیر کا حصہ فروخت کیا ہو اُسکا حصہ خرید کرے پس دونون صغیرین سے ہر ایک کا حصہ ممتاز جدا جدا ہوجائیگا اور یہ تقسیم اسوجہ سے جائز ہوجائیگی کہ یہ دو آدمیون کے درمیان جاری ہوئی ہو۔ اور حیلہ دیگر آنکہ ان دونون کا حصہ ایک شخص کے ہاتھ فروخت کرے پھر اُس سے ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا ہوا جدا جدا خریدلے۔ اگر مریض نے کہا کہ میرے تہائی مال سے میری طرف سے ایک حج کراؤ یا کہا حج کراؤ اور ایک کا لفظ نہ کہا پھر وصی نے ایک شخص کو مال بمقدار آنکہ آمد ورفت مکہ معظمہ کی راہ مین اپنی ذات پر خرچ کرے دیا پس اُسنے خرچ کیا اور کچھ قدر قلیل ایسا رکھلیا کہ جس سے مامور کو احتراز ممکن نہین ہو تو قیاس یہ ہو کہ وہ اسقدر کا ضامن ہو جسقدر اُسنے اپنی ذات پر خرچ کیا ہو اور استحسانا ضامن نہوگا اور مامور پر

واجب ہو کہ جو اُسکے پاس باقی رہا ہو اُسکو وصی کو واپس کردے اور اگر میت نے وصیت کی کہ باقی اُسی شخص کو دیدیا جاوے جو اس حج کے واسطے مامور ہو پس اگر اُسنے کسی مرد کو معین کردیا ہو کہ وہ اُسکی طرف سے حج کرے تو باقی کی وصیت اُسکے حق میں جائز ہوگی کیونکہ وہ ایک شخص معلوم کے واسطے واقع ہوئی ہو اور اگر اُسنے کسی شخص کو معین نکیا ہو تو وصیت باطل ہوگی اور اسکا حیلہ یہ ہو کہ بھی اپنے وصی سے کہے کہ جسقدر نفقہ باقی رہے وہ جسکو تو چاہے دیدے پھر جب وصی نے مامور کو باقی نفقہ دیدیا تو جائز ہوگا بخلاف اسکے کہ اگر مامور سے کہا کہ میرا تہائی مال تو جسکو چاہے دیدے تو یہی حکم ذخیرہ محیط میں ہے۔

انتیسوین فصل ۲۹ - استعمال معاریض کے بیان میں - قال معاریض سخنہا ہے پوشیدہ غیر صریح - فی الکتاب جاننا چاہیئے کہ اگر جھوٹ سے بچنے کے واسطے معاریض کو استعمال کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہو جائز ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ فرمایا کہ معاریض کلام ایسے ہیں کہ اگر آدمی استعمال کرے تو آدمی کو جھوٹ بولنا نہ پڑے اور نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ معاریض کلام میں بہت گنجائش ہو - اور اسکے استعمال کے دو طریقہ ہیں ایک یہ ہو کہ آدمی ایک کلمہ بولے اور اُس سے سوا اُس معنی کے دوسرے معنی کے واسطے وہ کلمہ موضوع کیا گیا ہو جب ظاہر لیکن بات اُسنے جو کہ جو معنی اُسکے مراد لیئے ہیں وہ اُس لفظ کے احتمالات سے ہو اور دوسرا طریقہ یہ ہو کہ کلام میں شاید یا دور نہیں ہو یا اُسکے مانند الفاظ ملائے اور یہ بھی ان شاء اللہ تعالے کہنے کے ہو کہ اس سے کلام بالجزم ہونے سے خارج ہو جائیگا اور استعمال معاریض میں مضائقہ نہونے کی دلیل یہ ہو کہ اللہ تعالے نے معاریض میں سے بعض ایسا جائز فرمایا ہو جو ان صریح جائز نہیں فرمایا ہو چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ لا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء پھر فرمایا ولکن لا تواعدوہن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا چنانچہ اگر ایک عورت عدت میں ہو تو کسی کو یہ حلال نہیں ہو کہ اُسکو صریحاً خطبہ کرے لیکن اگر تعریض کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہو مثلاً یوں کہے کہ تم تو ماشاء اللہ حسین خوبصورت ہو اور تم سی عورت میرے واسطے لایق ہو اور عنقریب اللہ تعالی کی مشیت میں ہو بات ہوگی پس آجاوینگی اور شیخ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہو کہ جب وہ استراحت کے واسطے گھر میں جاتے تھے تو اپنے خادم سے فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص میرے پاس آنے کی اجازت مانگے تو کہنا کہ شیخ یہاں نہیں ہیں اور یہ مراد لینا کہ جہاں تو کھڑا ہو وہاں نہیں کھڑے ہیں اور نیز ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہو کہ جب کوئی شخص اُنکے پاس آنے کی اجازت مانگتا اور اُنکو ملنا منظور نہوتا تو تکیہ وغیرہ جو اُنکے پاس ہوتا اُسپر سوار ہو بیٹھتے اور اپنے خادم سے کہتے کہ کہدے کہ شیخ سوار ہوگئے ہیں حتے کہ سامعین خیال میں یہ آتا کہ شیخ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے کسی کام کو گئے ہیں پس وہ لوٹ جاتا - اور نیز ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہو کہ اگر کوئی شخص اُنسے کوئی چیز مستعار مانگتا اور اُنکو دینا منظور نہوتا تو اپنا ہاتھ زمین پر رکھدیتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ شے یہاں نہیں ہو اور مراد یہ ہوتی کہ اس جگہ جہاں ہاتھ رکھا ہو نہیں ہو حالانکہ سننے والے کو یہ گمان ہوتا کہ اُنکے پاس یا اُنکے گھر میں نہیں ہو واللہ تعالے اعلم کذا فی الذخیرہ -

کتاب الخنثی

اور اسمین دو فصلین ہین

فصل اول - جاننا چاہیے کہ خنثی اُس آدمی کو کہتے ہین کہ جسکے قضیب سے دو مخرج ہون اور بقائی نے فرمایا کہ یا اُسکا دونون مین سے کوئی مخرج نہو اور پیشاب اُسکا ایک چھید سے نکلے اور خنثی کے حق مین اعتبار پیشاب کے مقام کا ہی کذا فی الذخیرہ پس اگر وہ ذکر سے پیشاب کرے تو مرد ہی اور اگر فرج سے پیشاب کرے تو عورت ہی اور اگر دونون سے پیشاب کرے تو جس سے پہلے پیشاب نکلے وہی ہوگا کذا فی الہدایہ اور اگر دونون سے ایک ہی ساتھ پیشاب نکلے تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ خنثی مشکل ہی اور کسی آلہ سے زیادہ پیشاب نکلنے کا کچھ اعتبار نہین ہی اسواسطے کہ کسی شی کا اُسکی جنس سے کثرت ہونے سے ترجیح نہین ہوتی ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ جس آلہ سے زیادہ پیشاب برآمد ہی اسی کی طرف منسوب کیا جائیگا اور دونون سے جو پیشاب نکلتا ہی وہ بھی برابر نکلے تو وہ بالاتفاق خنثی مشکل ہی کذا فی الکافی - اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اشکال بالغ ہونے سے پہلے ہی اور جب بالغ ہوگیا اور پورا ہوگیا تو یہ اشکال جاتا رہیگا کہ اگر اُسنے بالغ ہوکر ذکر سے جماع کیا تو وہ مرد ہی اسی طرح اگر اُسنے جماع ذکر سے نکیا ولیکن اُسکے ڈاڑھی نکل آئی تو وہ مرد ہی کذا فی الذخیرہ اسی طرح اگر اُسکو مثل مردون کے احتلام ہوا یا اُسکی چھاتیان مثل مردون کے سینہ سے اُٹھی ہوئی نہوین بلکہ برابر رہین تو مرد ہی اور اگر مثل عورتون کے اُسکی چھاتیان اُبھر آئین یا اُسکی چھاتیون مین دودھ اُتر آیا یا اُسکو حیض آیا یا حمل رہا یا اُسکی فرج سے اُسکے ساتھ جماع کرنا ممکن ہوا تو وہ عورت ہی اور اگر ان علامات مین سے بھی کوئی ظاہر نہوئی تو وہ خنثی مشکل ہی اسی طرح اگر یہ علامات مردون وعورتون دونون کی ظاہر ہوئین تو بھی خنثی مشکل ہی کذا فی الہدایہ اور خروج منی کا کچھ اعتبار نہین ہی اسواسطے کہ منی جیسے مرد کے نکلتی ویسی کبھی عورت کی بھی نکلتی ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور فرمایا کہ یہ نہین ہی کہ خنثی بعد بالغ ہونے کے بھی کسی حال مین مشکل رہے اسواسطے کہ یا تو اُسکو حمل رہیگا یا حیض آویگا یا اُسکے ڈاڑھی نکلیگی یا مردون کے مثل اُسکے چھاتیان نکلینگی اور اس سے اُسکا حال ظاہر ہوجائیگا اور اگر انمین سے کوئی بات نہوگی تو وہ مرد ہی اسواسطے کہ عورتون کے مانند چھاتیان نہونا اس امر کی دلیل شرعی ہی کہ وہ مرد ہی یہ بسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہی -

دوسری فصل - احکام خنثی کے بیان مین - خنثی مشکل کے بارہ مین اصل یہ ہی کہ امور دین مین جو احوط واوثق ہو اُسکے حق مین اختیار کیا جاوے اور جس حکم کے ثبوت مین شک ہو اُسکے ثبوت کا حکم نہ دیا جاوے پس اگر وہ امام کے پیچھے نماز کی جماعت مین کھڑا ہو تو عورتون ومردون کی صف کے بیچ مین کھڑا کیا جاوے اور مردون کے بیچ مین کھڑا نکیا جاوے تاکہ اُنکی نماز فاسد نہو بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت ہو اور عورتون کے بیچ مین کھڑا نکیا جاوے تاکہ اُس کی نماز فاسد نہو بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ مرد ہو پس اگر وہ عورتون کی صف مین کھڑا ہوگیا تو احتیاطاً اپنی نماز کا اعادہ کرے بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ مرد ہو اور اگر مردون کی صف مین کھڑا ہوگیا تو اُسکی نماز پوری ہوگئی لیکن جو شخص اُسکے دائین اور بائین اور اُسکے پیچھے اُسکے مقابلہ مین ہی یہ سب مرد

اپنی نماز کو احتیاطاً اعادہ کرلین بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت ہو۔ اور وہ اپنی نماز کے قعدہ مین مثل عورتون کے بیٹھے یہ کافی مین ہو۔ اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہو کہ وہ قناع کے ساتھ نماز پڑھے یعنی بالغ ہونے سے پہلے ایسا کرے اور اگر اُسنے بغیر قناع کے نماز پڑھی تو اُسکو اعادہ کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا لیکن استحباباً ایسا حکم دیا جا سکتا ہو۔ یہ سب اُسوقت ہو کہ خنثی مذکور راہق ہو بالغ نہو اور اگر اُسکی عمر اسقدر ہو گئی کہ جو شرع مین بالغ ہونے کا سن ہو اور مردون وعورتون کی کوئی علامت ظاہر نہوئی پس اگر خنثی مذکور آزاد ہو تو بغیر قناع کے اُسکی نماز جائز ہوگی اور فرمایا کہ اُسکو ریشم پہننا مکروہ ہو اور مراد یہ ہو کہ سن بلوغ تک پہونچ جانے کے بعد مکروہ ہو جبکہ اُسمین کوئی ایسی بات ظاہر نہو کہ جس سے اُسکے عورت ہونے یا مرد ہونے پر استدلال کیا جاوے اور اُسکو ریشمی کپڑا پہننا بھی مکروہ ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور اُسکے حق مین یہ بھی مکروہ ہو کہ وہ مردون یا عورتون کے سامنے اپنا بدن کھولے اور مکروہ ہو کہ جو مرد یا عورت اُسکی ذی رحم محرم نہو اُسکے ساتھ خلوت مین بیٹھے اور مکروہ ہو کہ وہ بغیر ذی رحم محرم کے سفر کرے۔ اور اگر اپنے خنثی نے احرام باندھا حالانکہ اُسکا سن قریب بلوغ ہو تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ مجھے اُسکا علم نہین ہو کہ اُسکا لباس بلوغ ہوگا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ عورتون کا لباس پہننے پر کافی مین ہو۔ اور اگر خنثی مذکور اپنے ذی رحم محرم کے ساتھ تین رات دن کا سفر کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہو اور یہ ظاہر ہو۔ پھر مین نے کہا کہ اس خنثی کا ختنہ عورت کریگی یا مرد کریگا تو اسمین وہ صورتین ہین یا تو وہ سن قریب بلوغ تک پہونچ گیا ہوگا یا نہ پہونچا ہوگا پس اگر نہ پہونچا ہو تو چاہے مرد ختنہ کرے یا عورت ختنہ کرے کچھ مضائقہ نہین ہو کیونکہ خنثی مذکور یا لڑکی ہوگی یا لڑکا ہوگا پس اگر لڑکا ہو تو مرد کے ختنہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہو اگرچہ وہ قریب بلوغ پہونچ گیا ہو پس جبکہ وہ قریب بلوغ نہین پہونچا ہو تو بدرجہ اولی کچھ مضائقہ نہین ہو اور اگر وہ لڑکی ہو تو بھی مرد کے ختنہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہو جبکہ وہ قریب بلوغ نہین پہونچی ہو اسواسطے کہ وہ قابل شہوت نہین ہو اور شہوت ہی کے سبب سے فرج کی طرف نظر کرنا حرام ہو اور عورت کے ختنہ کرنے مین بھی کچھ مضائقہ نہین ہو اسواسطے کہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو پس اگر لڑکی ہو تو عورت کے ختنہ مین کچھ مضائقہ نہین ہو اگرچہ وہ قریب بلوغ پہونچ گئی ہو کہ قابل شہوت ہو اور جبکہ وہ قریب بلوغ نہین پہونچی ہو لائق شہوت نہین ہو تو بدرجہ اولے کچھ مضائقہ نہین ہو اور اگر وہ لڑکا ہو تو بھی یہی بات ہو کیونکہ وہ لائق شہوت نہین ہو اور شہوت ہی کے سبب سے عورت کو مرد اجنبی کے جسم نہانی کا دیکھنا حرام ہو۔ اور اگر وہ قریب بلوغ پہونچ گیا ہو تو اُسکا ختنہ نہ مرد کریگا اور نہ عورت کریگی پس مرد اسوجہ سے نکریگا کہ شاید وہ عورت ہو تو مرد کو اُسکا ختنہ کرنا اور اُسکی فرج کی طرف دیکھنا مباح نہوگا اسواسطے کہ وہ قریب بلوغ پہونچ گئی ہو اور قریب بلوغ عورت لائق شہوت ہوتی ہو پس مثل بالغہ عورت کے ہوگی اور بالغہ کا ختنہ مرد نہین کرتا ہو پس ایسا ہی حکم اسمین ہو اور عورت اسواسطے ختنہ نکریگی کہ شاید وہ مرد ہو حالانکہ وہ قریب بلوغ ہو پس عورت اجنبیہ کو ایسے لڑکے کا ختنہ کرنا اور اُسکا جسم دیکھنا حلال نہوگا کیونکہ وہ مثل بالغ مرد کے ہو۔ ولیکن اسکا حیلہ وہ ہو جو امام محمد رحمہ نے ذکر فرمایا ہو کہ اگر خنثی مذکور مالدار ہو تو اُسکا ولی اُسکے واسطے ایک ایسی باندی خریدے جو کار ختنہ جانتی ہو کہ وہ اُسکا ختنہ کردے پھر جب اسکا ختنہ کردے تو پھر ولی اُسکو فروخت کردے اور اگر وہ تنگدست ہو تو اُسکا باپ اُسکے واسطے اپنے مال سے ایسی باندی خریدے تاکہ اُسکا ختنہ کردے اور اگر اُسکا باپ بھی تنگدست ہو تو امام المسلمین (ذی السلطان) اُسکے ختنہ کے واسطے بیت المال سے ایسی باندی

خرید فرماویگا پھر جب اُسکا ختنہ کرچکے تو امام المسلمین اُسکو فروخت کرا کر اُسکا ثمن بیت المال مین داخل کردیگا اور اگر اس خنثی مذکور کا نکاح کردیا جاوے تاکہ اُسکی جورو اُسکا ختنہ کردے تو یہ کچھ مفید نہین ہی اسواسطے کہ جبتک اسکا حال ظاہر نہو کہ یہ مرد ہی یا عورت ہی تب تک نکاح موقوف رہیگا کیونکہ احتمال ہی کہ وہ مرد ہو تو ایسی صورت مین نکاح جائز ہوگا اور شاید وہ عورت ہو تو نکاح ناجائز ہوگا اور درحالیکہ اُسکا حال مشتبہ ہی تو نکاح موقوف رہیگا اور نکاح موقوف سے یہ امر مباح نہوگا کہ جسم نہانی کی طرف نظر کرے اسی واسطے یون فرمایا کہ اُسکے واسطے ایک باندی خریدی جاوے تاکہ وہ ختنہ کرے اور یہ نفرمایا کہ اُسکے مال سے اُسکا نکاح کیا جاوے تاکہ اُسکی عورت اُسکا ختنہ کردے ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ امام محمد رح نے یون نفرمایا کہ اُسکے مال سے اُسکے واسطے ایک عورت نکاح مین لائی جاوے یہ اسواسطے نفرمایا کہ جب تک اُسکا حال ظاہر نہو تب تک ہم اُسکے نکاح کے صحیح ہونے کا یقین نہین کرسکتے ہین ولیکن اگر باوجود اسکے ایسا کیا تو ٹھیک ہوگا اسواسطے کہ اگر خنثی مذکور عورت ہوگا تو جس عورت سے اُسکا نکاح کیا گیا ہی اُسکا دیکھنا عورت کا عورت کو دیکھنا ہوا اور نکاح لغو ہوا اور اگر وہ مرد ہی تو یہ دیکھنا ایسا ہوا کہ جیسے جورو اپنے خاوند کے جسم نہانی کو دیکھے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکا حال کھلنے سے پہلے وہ مرگیا تو اُسکو نہ مرد غسل دیگا اور نہ عورت بلکہ اُسکو تیمم کروایا جاویگا پس اگر اسکو اجنبی نے تیمم کرایا تو ایک خرقہ سے تیمم کرادے اور اگر اُسکے ذی رحم محرم نے اُسکو تیمم کرایا تو بدون خرقہ کے اُسکو تیمم کرادے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ایک کوارہ مین کرکے اُسکو غسل دیا جاوے اور یہ سب اُسوقت ہی کہ وہ قابل شہوت نہو اور اگر طفل ہو تو چاہے اُسکو مرد غسل دے اور چاہے عورت کچھ مضائقہ نہین ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ نوع دیگر در مسائل نکاح اور اگر اس خنثی کے بالغ ہونے سے پہلے اُسکے باپ نے اُسکو کوئی عورت بیاہ دی یا کسی مرد سے اُسکا نکاح کردیا تو نکاح موقوف رہیگا نہ نافذ ہوگا اور نہ باطل ہوگا اور دونون ایک دوسرے کے وارث بھی نہونگے یہانتک کہ خنثی مذکور کا حال ظاہر ہو پھر اگر اُسکے باپ نے کسی عورت سے اُسکا نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوا اور اُسمین مردون کے علامات ظاہر ہوے اور اُسکے نکاح کے جائز ہونے کا حکم دیا گیا ولیکن وہ اس عورت سے وطی نہ کرسکا تو اُسکو ایک سال کی مہلت دی جائیگی جیسے اور مردون کو جو اپنی عورت سے جماع نہین کرسکتے ہین ایک سال کی مہلت دیجاتی ہی۔ مین نے پوچھا کہ ایک خنثی مشکل نے جو قریب بلوغ ہی ایسی ہی دوسرے خنثی مشکل سے باہم دونون نے نکاح کیا بدین شرط کہ ایک انمین سے مرد ہی اور دوسرا عورت ہی تو فرمایا کہ جب یہ معلوم ہو کہ دونون مشکل ہین تو نکاح موقوف رہیگا یہانتک کہ دونون کا حال کھلے کیونکہ جائز ہی کہ دونون مرد ہون پس مرد کا مرد سے نکاح ہوا اور ایسا نکاح باطل ہی اور نیز جائز ہی کہ دونون عورت ہون پس عورت کا عورت سے نکاح ہوا اور یہ بھی باطل ہی۔ اور جائز ہی کہ ایک مرد اور دوسرا عورت ہو تو نکاح جائز ہوگا پس جب دونون مشکل ہین اُنکا حال معلوم نہین ہوتا ہی تو نکاح کے جواز اور عدم جواز مین توقف کیا جائیگا یہانتک کہ دونون کا حال کھلے اور اگر دونون مین سے ایک مرگیا یا قبل اشکال ورفع ہونے کے مرگیا تو باہم وارث نہونگے اسواسطے کہ حال کھلنے سے پہلے نکاح موقوف ہوا اور نکاح موقوف کی وجہ سے میراث ثابت نہین ہوتی ہی کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر یہ معلوم نہو کہ یہ دونون مشکل ہین تو مین دونون کا نکاح جائز رکھونگا بشرطیکہ ان دونون کے باپون نے نکاح کردیا ہو اسواسطے کہ دونون مین سے ایک کے باپ نے خبر دی کہ یہ مرد ہی اور دوسرے کے باپ نے خبر دی کہ یہ عورت ہی اور ان دونون مین سے ہر ایک

کی خبر شرعاً مقبول ہی تا وقتیکہ اسکے برخلاف ظاہر نہو بنا برین واجب ہوا کہ صحت نکاح کا حکم دیا جاوے اور اگر دو لڑکون کے باپ مرگئے پھر یہ دونون مرگئے اور ہر ایک کے وارث نے گواہ قائم کیے کہ میرا ہی مورث شوہر تھا اور دوسرا زوجہ تھا تو مین اسمین سے کسی بات کا حکم نہ دونگا یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہی۔ پس مین نے پوچھا کہ اگر ایک فریق کے گواہ پہلے قائم ہوے کہ اُنکے موافق حکم ہوگیا پھر دوسرے فریق کے گواہ حاضر ہوے تو فرمایا کہ دوسرے فریق گواہون کو باطل کردونگا اور پہلا حکم قضاءً بحال خود ثابت رہیگا اور اگر کسی مرد نے خنثی مشکل کا شہوت سے بوسہ لیا تو اس مرد کو جب تک اس خنثی مشکل کا حال ظاہر نہو تب تک اسکی ماں سے نکاح کرنا حلال نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ نوع دیگر حدود و قصاص اگر کسی نے اس خنثی مشکل کو قبل بالغ ہونے کے تہمت لگائی یعنے قذف کیا یا خنثے مذکور نے کسی مرد کو قذف کیا تو قاذف پر حد شرعی واجب نہوگی پس اگر خنثی مذکور قاذف ہو تو اُسپر اسوجہ سے حد واجب نہوگی کہ وہ لڑکا یا لڑکی نابالغ ہونے کی وجہ سے مرفوع القلم ہی اور اگر قاذف مرد ہو تو اُسپر اسوجہ سے حد واجب نہوگی کہ اُسنے غیر محصن کو قذف کیا ہی اسواسطے کہ شرائط احصان قذف مین سے ایک شرط بالغ ہونا ہی جیسے اسلام۔ اور اگر خنثی مذکور بعد سن بلوغ تک پہونچنے کے قذف کیا گیا ولیکن ہنوز کوئی ایسی علامت ظاہر نہوئی ہی جس سے استدلال ہوسکے کہ وہ مرد ہی یا عورت ہی پھر خنثی نے کسی مرد کو قذف کیا یا خنثی کو کسی مرد نے قذف کیا تو کتاب مین فرمایا کہ یہ اور صورت اول دونون یکسان ہین اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یکسان ہونے سے مراد یہ ہی کہ حق قذف خنثی مین یکسان ہین کہ قاذف خنثی پر حد واجب نہوگی نہ قبل بلوغ کے اور نہ بعد بلوغ کے اسواسطے کہ خنثی مذکور اگرچہ بوجہ بلوغ کے محصن ہوگیا لیکن ہنوز اُسمین کوئی ایسی علامت ظاہر نہوئی جس سے اُسکے مرد ہونے یا عورت ہونے پر استدلال کیا جاوے پس جائز ہی کہ وہ عورت ہو اور جائز ہی کہ مرد ہو پس اگر وہ مرد ہو تو بمنزلہ مجبوب کے ہی اور اگر عورت ہو تو بمنزلہ عورت رتقاء کے ہی اسواسطے کہ مثل عورت رتقاء کے اُس سے بھی جماع نہین کیا جاسکتا ہی۔ اور جو شخص کہ مرد مجبوب یا عورت رتقاء کو قذف کرے اُسپر حد واجب نہین ہوتی ہی اور یکسان ہونے سے یہ مراد نہین ہی کہ اگر خنثی خود قاذف ہو تو بھی یکسان ہی اسواسطے کہ اگر خنثی قاذف ہو اور قبل بلوغ کے اُسنے کسی کو قذف کیا تو اُسپر حد واجب نہوگی اور اگر بعد بلوغ کے قذف کیا تو اُسپر حد واجب ہوگی اسواسطے کہ مجبوب بالغ ہی یا رتقاء بالغہ ہی اور مجبوب بالغ و رتقاء بالغہ نے اگر کسی کو قذف کیا تو اُسپر حد واجب ہوگی۔ پھر مین نے پوچھا کہ اگر خنثی مذکور نے بعد بالغ ہونے کے چوری کی تو فرمایا کہ اُسپر حد واجب ہوگی اور اگر کسی دوسرے نے اُسکا دس درم قیمت کا مال چرایا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ محیط مین ہی پھر مین نے پوچھا کہ اگر ایسے خنثے کے بالغ ہونے اور اُسکا حال ظاہر ہونے سے پہلے کسی مرد یا عورت نے اُسکا ہاتھ کاٹا تو فرمایا کہ اُسکے ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص عائد نہوگا بخلاف اسکے اگر خنثی مذکور کو کسی مرد یا عورت نے عمداً قتل کردیا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا۔ پھر مین نے پوچھا کہ اگر اس خنثی نے کسی مرد یا عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو فرمایا کہ اسکی مددگار برادری پر اسکا ارش واجب ہوگا۔ اور اُسپر قصاص واجب نہوگا خواہ وہ صغیر یا بین بالغ ہو کہ ہنوز اُسکا حال ظاہر نہوا ہو پھر اگر ہنوز وہ نابالغ ہو تو اسکا ارش اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگا اور اگر سن بلوغ کو پہونچ گیا ہو اور ہنوز اُسکا حال نہ کھلا ہو اور اُسنے عمداً ہاتھ کاٹا ہو تو اسکا ارش اُسکے مال سے واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ایسا خنثی جہاد کے غازیون مین مفروض کیا گیا تو جب تک اُسکا حال کھلے نہین جائز ہی اور اگر لڑائی مین حاضر ہوا تو اسکو ایک سہم بطور فرض دیا جائیگا یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہی۔ پھر

مین نے پوچھا کہ اگر وہ جہاد مین قید ہوکر آیا ہی تو فرمایا کہ قبل بلوغ کے اور بعد بلوغ کے قتل نکیا جائیگا یہانتک کہ اُسکا حال ظاہر ہو پھر مین نے کہا کہ اگر وہ اسلام سے مرتد ہوگیا تو فرمایا کہ بالاتفاق سب کے نزدیک قبل بلوغ کے اور بعد بلوغ کے قتل نکیا جائیگا پھر مین نے کہا کہ اگر وہ ذمی ہو تو فرمایا کہ اُسپر اُسکی ذلت کا خراج قائم نکیا جائیگا یہانتک کہ وہ بالغ ہو اور اُسکا حال کھلے۔ پھر مین نے کہا کہ وہ قسامت مین داخل کیا جائیگا تو فرمایا کہ قسامت مین داخل نکیا جائیگا نہ بالغ ہونے سے پہلے اور نہ بالغ ہونے کے بعد یہ ذخیرہ مین ہی۔ نوع دیگر در ایمان و ایمان جمع یمین بمعنی قسم ہی ایک شخص نے اپنی حور و کی طلاق کی قسم کھائی اور کہا کہ اول ولد جسکو تو جنیگی اگر وہ لڑکا ہو تو تجھپر طلاق ہی یا اپنی باندی سے کہا کہ اول ولد جسکو تو جنے اگر وہ لڑکا ہو تو تو آزاد ہی پس وہ یہ خنثی مشکل جنی تو فرمایا کہ اُسکی عورت پر طلاق نہ پڑیگی اور نہ اُسکی باندی آزاد ہوگی جبتک کہ اُسکا حال نہ کھلے یہی ہمارے علماء کا قول ہی پھر اگر اُسکے بعد ظاہر ہوا کہ وہ لڑکا ہی تو اُسکی عورت پر طلاق ہوگی اور اُسکی باندی آزاد ہوجائیگی اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ لڑکی ہی تو باندی آزاد نہوگی اور عورت مطلقہ نہوگی۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میرا ہر غلام آزاد ہی اور اُسکا ایک غلام خنثی مشکل ہی تو آزاد نہوگا اسی طرح اگر کہا کہ میری ہر باندی آزاد ہی تو یہ خنثی مشکل آزاد نہوگا اور اگر اس شخص نے دونون قولون پر قسم کھائی یعنے ہر باندی و ہر غلام آزاد ہی تو یہ خنثی مشکل آزاد ہوجائیگا۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر مین کسی غلام کا مالک ہون تو میری عورت کو طلاق ہی پس اُسنے اس خنثی مشکل کو خریدا تو اُسکی عورت کو طلاق نہوگی اور اگر اُسنے غلام و باندی دونون کے خریدنے پر طلاق معلق کیا تو پھر ایسے خنثی کے خریدنے سے اُسکی جورو پر طلاق ہوجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہی نوع دیگر در اقرار خنثی کہ وہ مرد ہی یا عورت ہی یا اُسکے باپ یا وصی نے ایسا اقرار کیا۔ اگر اس خنثی مشکل نے کہا کہ مین مرد ہون یا کہا کہ مین عورت ہون تو اُسکا قول قبول نہوگا اور جبتک اُسکا خنثی مشکل ہونا معلوم نہین ہوا ہی تب تک اگر اُسنے کہا کہ مین مرد ہون یا عورت ہون تو اسکا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ آدمی اپنی ذات کے واسطے امین ہوتا ہی اور جب تک امین کے قول کے خلاف ظاہر نہو تب تک امین کا قول قبول ہوتا ہی پس جب اُسکا خنثی مشکل ہونا معلوم نہین ہوا ہی تو اُسکے قول کے خلاف معلوم نہوا۔ اور اگر اس خنثی کا باپ زندہ ہو اور اُسنے کہا کہ یہ مرد ہی اور یہ بات فقط اُسکے قول سے ثابت ہوتی ہی تو فرمایا کہ اسی کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ یہ باندی ہی تب بھی یہی حکم ہوگا تاوقتیکہ یہ بات ثابت نہو کہ یہ خنثی مشکل ہی۔ اور اگر یہ خنثی قریب بلوغ پہونچا ہی اور اُسکا باپ نہین ہی اور اُسکا وصی موجود ہی پس وصی نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا ہی یا لڑکی ہی تو اُسکا قول قبول ہوگا بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ یہ خنثی مشکل ہی اور اگر اُسکا خنثی مشکل ہونا معلوم ہو تو وصی کے اقرار کی تصدیق نکیجائیگی۔ یہ محیط مین ہی۔

مسائل شتی

یعنے ابواب و کتب متفرقہ کے مسائل جنکا تعلق کسی خاص کتاب سے نہین ہی فرمایا کہ خنثی کی گواہی جائز نہین ہی یہانتک کہ وہ بالغ ہوجاوے اسواسطے کہ وہ لڑکا یا لڑکی ہی اور بعد بالغ ہوجانے کے اگر اُسکا حال نہ کھلے تو گواہی کے حق مین اُسکی گواہی مین توقف کیا جائیگا یہانتک کہ یہ ظاہر ہو کہ یہ مرد ہی۔ مین نے پوچھا کہ اگر ایک شخص نے اُسکے واسطے جو فلان عورت کے پیٹ مین ہی خرارد رحم کی وصیت کی بشرطیکہ لڑکا ہو اور پانچ سو درہم کی وصیت کی اگر وہ لڑکی ہو پھر وہ عورت خنثی مشکل جنی تو فرمایا

کہ اُسکو پانچ سو درم دیے جاوینگے اور باقی پانچ سو درم رکھچھوڑے جاوینگے یہانتک کہ اسکا حال ظاہر ہو یا حال ظاہر ہونے سے پہلے وہ مرجاوے پس اگر ظاہر ہوا کہ وہ مرد ہی تو باقی پانچ سو درم اُسکو دیدیے جاوینگے اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ عورت ہی تو یہ پانچ سو درم وارثان موصی کو واپس دیے جاوینگے اسی طرح اگر حال ظاہر ہونے سے پہلے وہ مر گیا تو بھی باقی پانچ سو درم وارثان موصی کو واپس دیے جاوینگے اور یہ ہمارے علما کا قول ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ گونگے آدمی کا اشارہ و لکھنا بیع و ہبہ و نکاح و طلاق و بیع و شراء و قصاص مین مثل بیان کے ہی اور حد شرعی مین مثل بیان کے نہین ہی بخلاف ایسے آدمی کے جسکی زبان بند ہوگئی ہو اُسکے حق مین ایسا نہین ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ اگر گونگے کو اُسکا وصیت نامہ لکھکر پڑھ سنایا گیا اور اُس سے کہا گیا کہ ہم لوگ اس بات کے جو اس تحریر مین ہی تجھپر گواہ رہین پس اُسنے اپنے سر سے اشارہ کیا یعنے ہان پایا اُسنے لکھدیا کہ ہان پس جب اُسکی طرف سے کوئی ایسی بات پائی جاوے جس سے سمجھا جاوے کہ یہ اقرار کرتا ہی تو یہ جائز ہی اور اگر کسی شخص کی زبان بند ہوگئی اور اُسکو وصیت نامہ پڑھکر سُنایا گیا پس اُسنے سر سے اشارہ کیا کہ ہان یا لفظ ہان تحریر کر دیا تو یہ باطل ہی۔ اور گونگے کا نکاح و طلاق و عتاق و خرید و فروخت جائز ہی اور جائز ہی کہ اُس سے قصاص لیا جاوے اور جائز ہی کہ اسکے واسطے قصاص لیا جاوے مگر یہ سب اس شرط سے کہ وہ تحریر کرے یا ایسا اشارہ کرے جس سے یہ مضمون سمجھ لیا جاوے لیکن اُسکی تحریر و اشارہ پر اسکو حد شرعی نہ ماری جاویگی اور نہ اُسکے واسطے دوسرے کو حد شرعی کی سزا دیجائیگی۔ پھر واضح کہ تحریر کی تین طرح کا ہوتا ہی اول مستبین مرسوم یعنے مضمون ہو اور اُسکے نقوش موافق رسم کے ظاہر ہون اور ایسی کتابت بنا بر قول مشائخ و علما کے حاضر و غائب کے حق مین بمنزلہ گفتگو و بیان کے ہی اور دوسری تحریر مستبین غیر مرسوم جیسے دیوار یا درختون کے پتون پر تحریر کیا سو ایسی تحریر بدون بیان و گواہی کے حجت نہین ہی اور سوم تحریر غیر مستبین جیسے ہوا یا پانی پر تحریر کیا اور ایسی تحریر بمنزلہ کلام غیر مسموع کے ہی پس اس سے کوئی حکم ثابت نہوگا۔ اور اگر ایک شخص ایک روز یا دو روز کسی امر عارض کی وجہ سے خاموش رہا پس اُسنے انہین سے کسی بات کا اشارہ کیا یا تحریر کیا تو تصرفات مین سے کسی تصرف کے حق مین اُسکی طرف سے اس تحریر یا اشارہ کا اعتبار نہوگا۔ مسئلہ ذبح کی ہوئی بکری بون مین مردار بکری بیان بھی شامل ہین پس اگر ذبح کی ہوئی بکری بہت ہون تو انہین تحری کرکے کھاوے اور اگر مردار بکری بیان زیادہ ہون یا دونون برابر ہون تو تحری سے نکھاوے اور یہ حکم درصورت اختیار کے ہی یعنے طور کہ اسکو یقین ذبح کی ہوئی بکری دستیاب ہوتی ہو اور اگر حالت ضرورت ہو تو تحری کرکے کھاوے خواہ ذبح کی ہوئی زیادہ ہون یا دونون برابر ہون یا مردار زیادہ ہون یہ کافی مین ہی۔ مسئلہ گیلا بخس کپڑا ایک سوکھے پاک کپڑے مین لپیٹا گیا کہ اُسکی تری اس پاک کپڑے مین ظاہر ہوئی لیکن ایسی نہین ہی کہ اگر اُسکو نچوڑا جاوے تو نچڑے تو پاک کپڑا بخس نہوگا۔ مسئلہ ایک سوری بکری کی خون مین لتھڑی ہوئی ہی کہ وہ آگ مین ڈالدی گئی یہانتک کہ اُسکا خون جلکر جاتا رہا پھر اُس سے شوربا پکایا گیا تو جائز ہی اور جلا دینا مثل دھو ڈالنے کے ہی۔ مسئلہ سلطان نے مالک زمین کو خراج زمین دیدیا یعنی معاف کر دیا تو جائز ہی اور اگر عشر اراضی اُسی کا کر دیا تو نہین جائز ہی یہ کنز مین ہی اور یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام ابو حنیفہ و امام محمد رح نے فرمایا کہ خراج و عشر دونون صورتون مین جائز نہین ہی مگر فتوی امام ابو یوسف رح کے قول پر ہی۔ مسئلہ خراج گذار لوگ اگر زراعت اراضی دا فاے خراج سے عاجز ہوئے تو امام المسلمین اس اراضی کو دوسرون کو اجرت پر دیگا یعنی جو لوگ زراعت کرنے پر قادر نہین اُنکی یہ اراضی اجارہ پر دیدیگا اور اُسکی اجرت سے اپنا خراج وصول کر لیگا پھر اگر اجرت

مین سے کچھ باقی بچا تو وہ مالکان اراضی کو دیدیگا اور اگر امام نے اس اراضی کا اجارہ پر لینے والا کوئی شخص نپایا تو اس اراضی کو ایسے خریدار کے ہاتھ فروخت کردیگا جو زراعت کرنے پر قادر ہی پھر جب فروخت کردیا تو پہلا خراج اسکے ثمن سے وصول کریگا اگر پہلا خراج باقی ہو اور جو کچھ بچے وہ مالکان اراضی کو دیدیگا۔ پھر بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی اسواسطے کہ ضاحبین کے نزدیک قاضی کو اختیار ہی کہ مدیون کا مال بعوض قرضہ و نفقہ کے فروخت کرادے اور امام اعظم رح کے نزدیک ایسا اختیار نہین ہی پس قاضی اُسکو فروخت نکریگا بلکہ مالکان اراضی کو حکم دیگا کہ وہ خود اسکو فروخت کرین اور بعض نے فرمایا کہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہی یہ تبیین مین لکھا ہی مسئلہ اگر روزہ رکھنے مین قضاے رمضان کی نیت کی اور دن کا تعین نکیا تو صحیح ہی اگرچہ دور رمضانون سے ہو جیسے قضاے نماز صحیح ہی اگرچہ اُسنے قضاے اول نماز یا آخر نماز جو اُسپر ہی نیت نکی ہو یہ کنز مین لکھا ہی۔ اور یہی قول مشائخ کا ہی اور اصح یہ ہی کہ ایک ہی رمضان سے صحیح ہوگا اور دو رمضان سے صحیح نہوگا تاوقتیکہ وہ نیت مین اسطرح تعین نکرے کہ یہ فلان سنہ کے رمضان کا ہی اسی طرح نماز مین بھی مطلقاً قضاے نماز کی نیت سے جائز نہوگی تاوقتیکہ نماز کی اور دن کی تعیین نکرے۔ باین طور کہ نماز ظہر روز چہارشنبہ مثلاً اور اگر اُسنے اسطرح نیت کی ہی کہ یہ قضا اُس ظہر کی ہی جو سب سے اول اُس سے قضا ہوکر اُسپر واجب ہی تو یا سب سے آخر قضا ہوکر اُسکی قضا اُسپر واجب ہی تو یہ جائز ہوگی یہ تبیین مین ہی۔ مسئلہ روزہ دار کے مُنھ مین بہت سے اشتو بھر ہوے یہانتک کہ اُسنے انکی نمکینی کا مزہ زبان پر پایا پھر وہ انکو نگل گیا تو روزہ فاسد ہوجائیگا اور اگر تھوڑے آنسو مین جیسے قطرہ دو قطرہ تو فاسد نہوگا۔ مسئلہ اگر کوئی شخص صائم اپنے معشوق کا تھوک نگلگیا تو روزہ توڑنے کا کفارہ ادا کرے اور اگر محبوب کا تھوک نہو کسی غیر کا ہو تو کفارہ نہوگا۔ مسئلہ بعضے حاجی اگر حج مین قتل کیے گئے تو اپنے شخص کے لیے جسپر حج فرض ہوا ہی حج ترک کرنے کا یہ عذر ہی۔ مسئلہ اگر بائع نے مبیع فروخت کی تو بیع مین اُسکا بچہ داخل نہوگا۔ مسئلہ جس عقار مین تنازع ہی وہ قابض کے قبضہ سے نہ نکالا جائیگا جب تک کہ مدعی گواہ پیش نہ کرے۔ مسئلہ جو عقار جس قاضی کی ولایت مین نہین ہی اُسکی بابت اس قاضی کا حکم قضا صحیح نہوگا۔ مسئلہ اگر قاضی نے کسی مقدمہ مین گواہی گواہان حکم دیا پھر معلوم کہ مین نے اپنے حکم قضا سے رجوع کیا یا مجھے اسکے سوا سے اور امر ظاہر ہوا ہی یا مین گواہون کی تلبیس مین پڑگیا یا مین نے اپنا حکم باطل کردیا ایسے ہی الفاظ کہے تو اسکا کچھ اعتبار نہوگا اور جو حکم اُسنے دیا ہی اگر بعد دعوی صحیحہ وگواہی مستقیمہ کے حکم دیا ہی تو برابر نافذ رہیگا۔ مسئلہ چند لوگون کو چھپا دیا پھر ایک شخص سے کوئی بات پوچھی اور اُسنے اسکا اقرار کیا اور یہ لوگ اُسکو دیکھ رہے ہین اور اُسکا کلام سنتے ہین حالانکہ جو شخص اقرار کررہا ہی وہ ان لوگون کو نہین دیکھتا ہی تو ان لوگون کو گواہی دینا جائز ہی اور اگر انھون نے اُسکا کلام سنا اور اُسکو دیکھتے تھے تو انکو گواہی دینا جائز نہین ہی۔ مسئلہ ایک شخص نے ایک عقار فروخت کیا درحالیکہ اُسکے بعضے اقارب حاضر تھے کہ بیع واقع ہونے کو جانتے تھے پھر ان اقارب مین سے کسی نے بیع مذکور کا دعوی کیا تو سماعت نہوگی۔ مسئلہ ایک عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کردیا پھر وہ مرگئی اور اُسکے وارثون نے شوہر سے اُسکے مہر کا مطالبہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہبہ اُسکے مرض الموت مین واقع ہوا اور شوہر نے دعوی کیا کہ نہین بلکہ اُسنے صحت مین ہبہ کیا ہی تو قول شوہر کا قبول ہوگا۔ مسئلہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو فلان چیز کی بیع کے واسطے وکیل کیا پس وہ خاموش رہا تو وہ وکیل ہوگیا۔ مسئلہ اپنی جورو کو خود اپنی طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا تو اسکو وکالت سے معزول نہین کرسکتا ہی۔ مسئلہ ایک شخص نے دوسرے

سے کہا کہ مین نے تجھکو فلان کام کے واسطے بدین شرط وکیل کیا کہ جب مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہی تو ایسے وکیل کے معزول کرنے کے واسطے یون کہے کہ مین نے تجھے معزول کیا پھر تجھے معزول کیا یہ کنز مین لکھا ہی۔ اور اگر یون کہا کہ بدین شرط کہ ہرگاہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہی تو معزول کرنے مین یون کہے کہ مین نے اپنی وکالت معلقہ سے رجوع کیا اور تجھکو اپنی وکالت سے معزول کیا اور بعض نے فرمایا کہ اُسکے معزول کرنے مین یون کہے کہ ہرگاہ مین تجھکو وکیل کرون تو تو معزول ہی۔ ولیکن قول اوّل اوجہ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی۔ مسئلہ شرط فاسد موجود ہونا اور عوض کا مجہول ہونا اگر عقد بیع واجارہ وپٹوارہ ودعوی مال سے صلح مین ہو تو انکو باطل کرتا ہی اور اگر عقد ونکاح وخلع وقتل عمد سے صلح مین ہو تو انکو باطل نہین کرتا ہی اور عقد کتابت بسبب عوض مجہول ہونے کے فاسد ہوجاتی ہی بشرطیکہ عوض نہ جہالت حد سے گذر گئی ہو اور شرط فاسد لگانے سے کتابت باطل نہین ہوتی ہی پس یہ سب تین قسم کے عقود ہوے پس اگر دو چیزون کو جمع کیا اور عقد قبول کرنے والے نے دونون مین سے ایک مین عقد قبول کیا پس قسم اول کے عقود مین یہ عقد صحیح ہوگا خواہ دونون چیزون مین سے ہر ایک چیز کا عوض بیان کردیا ہو یا بیان نکیا ہو اور دوسرے قسم کے عقود مین بہر حال صحیح ہوگا اور تیسرے قسم کے عقد مین اگر ہر ایک کا عوض علیحدہ بیان کردیا تو صحیح ہوگا ورنہ صحیح نہوگا مثال ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ دونون غلام ہزار درم کے عوض بیچے یا اس سے زیادہ کہا کہ بدین قرارداد کہ ان دونون مین سے ہر ایک غلام بعوض پانچ سو درم کے ہی پس اُسنے دونون مین سے ایک کا عقد قبول کیا تو صحیح نہین ہی۔ اسی طرح اگر اُسنے دو چیزون کو اجارہ دیا پس اُسنے ایک کا عقد قبول کیا یا کہا کہ مین نے تجھسے اس قرارداد پر مقاسمہ کیا کہ یہ اور وہ میرے واسطے اور یہ اور وہ تیرے واسطے ہی پس اُسنے ایک مین عقد قبول کیا تو صحیح نہین ہی اور اسی طرح اگر بیع واجارہ مین یا بیع وقسمت یا اجارہ وقسمت مین جمع کیا یا سب مین جمع کیا یا مجمل رکھا یا تفصیل کردی۔ پس اُسنے ایک مین عقد قبول کیا تو صحیح نہین ہی اسواسطے کہ یہ عقود فاسد شرط لگانے سے باطل ہوجاتے ہین اور جید کے ساتھ ردی کے ملانے کی عادت جاری ہی پس ایک کا قبول کرنا دوسرے کے صحت قبول کے واسطے شرط ہوا پس جب اُسنے فقط ایک کا عقد قبول کیا تو یہ شرط فاسد ہوئی۔ اور اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنی یہ دونون باندیان بعوض ہزار درم مہر کے تیرے نکاح مین دین پس اُسنے فقط ایک باندی کا نکاح قبول کیا یا اُسنے اپنی دو عورتون سے کہا کہ مین نے تم دونون کو ہزار درم پر خلع کردیا پس فقط ایک جورو نے قبول کیا یا اُسنے اپنے دو غلامون سے کہا کہ مین نے تم دونون کو بعوض ہزار درم کے آزاد کیا پس دونون مین سے فقط ایک نے قبول کیا یا دو شخصون کا ایک شخص پر قصاص واجب ہوا پس دونون نے اُس سے کہا کہ ہم دونون نے تجھے ہزار درم پر صلح کی پس اُسنے فقط ایک کی صلح قبول کی تو صحیح ہی کیونکہ یہ عقود شرط فاسد لگانے سے باطل نہین ہوتے ہین اور اگر اُسنے اپنے دو غلامون سے کہا کہ مین نے تم دونون کو ہزار درم پر مکاتب کیا پس دونون مین سے ایک نے عقد قبول کیا تو صحیح نہین ہی اور اگر اُسنے مال کی تفصیل کردی پس دونون مین سے ایک نے قبول کیا تو اُسکا عقد کتابت صحیح ہوجائیگا۔ اور اگر اُسنے درمیان نکاح وبیع یا اجارہ کے جمع کیا پس قبول کرنے والے نے ایک کو قبول کیا پس اگر اُسنے نکاح کو قبول کیا تو صحیح ہی اور اگر بیع یا اجارہ کو قبول کیا تو نہین صحیح ہی اور علی ہذا ان دونون کا سوائے اس قسم کے دوسرے عقود کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ اور اگر اُسنے کتابت وطلاق یا عتاق کو جمع کیا پس اگر اُسنے طلاق یا عتاق کو قبول

تو صحیح ہی خواہ عوض مجمل رکھا ہو یا تفصیل کر دی ہو اور اگر اُسنے کتابت کو قبول کیا پس اگر عوض کی تفصیل کر دی ہی تو صحیح ہی اور اگر مجمل رکھا ہی تو نہین صحیح ہی مسئلہ ایک شخص کے پاس زمین ہی کہ وہ اسمین زراعت کر کے اُسکا غلہ حاصل کرتا ہی یا دوکان ہی کہ اُسکا کرایہ حاصل کرتا ہی اور یہ حاصلات اُسکے اور اُسکی عیال کے واسطے کافی ہی تو اُسکو زکوۃ لینی حلال نہین ہی ورنہ حلال ہی مسئلہ ایک عورت نے اپنے خاوند کو اپنے پاس آنے سے از راہ سرکشی منع کیا اور روکا پس خاوند نے اُسکو دو طلاق دیدین پھر اُسکو تین طلاق بعوض ہزار درم کے دیدین تو پورے ہزار درم بمقابلہ ایک طلاق باقی کے ہونگے مسئلہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ اے میرے سردار یا اپنی باندی سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو وہ آزاد نہوگی مسئلہ اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر مین ایسا فعل کرون یا دا میکہ مین بخارا مین ہون تو تو میرا غلام آزاد ہی پھر وہ بخارا سے باہر چلا گیا پھر بخارا مین لوٹ آیا پھر یہی فعل کیا تو قسم جھوٹی ہوگی مسئلہ اگر ایک مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین پھر وہ گواہ لایا یا گواہون نے کہا کہ ہمارے پاس اس بات کی گواہی نہین ہی پھر اُنھون نے گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نہین قبول ہوگی ولیکن اصح قول امام ابوحنیفہ رح کا ہی مسئلہ زید نے عمرو کے واسطے ذمہ کا اقرار کیا پھر زید نے کہا کہ مین نے اپنے اقرار مین جھوٹا تھا تو عمرو سے قسم لیجائیگی کہ قسم کہا کہ زید نے جو کچھ تیرے واسطے اقرار کیا ہی اُسمین وہ جھوٹا نہ تھا اور تو جو کچھ اسپر دعوی کرتا ہی یہ ناحق نہین ہی یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک زید کو حکم دیا جائیگا کہ جو کچھ اُسنے عمرو کے واسطے اقرار کیا ہی وہ عمرو کو سپرد کرے ولیکن فتوی امام ابو یوسف رح کے قول پر ہی یعنی عمرو سے قسم لیجائیگی مسئلہ اگر ایک شخص نے کہا کہ علی عشرۃ دراہم الا ثلثۃ الا درہما یعنی مجھپر دس درم الا تین درم الا ایک درم ہین تو اُسپر آٹھ درم واجب ہونگے اور اگر کہا کہ الا سبعۃ الا خمسۃ الا ثلثۃ الا درہما یعنی مجھپر دس درم الا سات درم الا پانچ درم الا تین درم الا ایک درم ہین تو اُسکے ذمہ چھ درم لازم ہونگے مسئلہ اگر ایک نانوائی نے بزازون کے بیچ مین اپنی دوکان رکھی تو اُسکو منع کر دیا جائیگا اسی طرح جو ضرر عام نظر آتا ہو اُسمین یہی حکم ہی مسئلہ اگر عام راستہ سے کچھ مسجد کر دیا گیا یا مسجد مین سے کچھ عام راستہ کر دیا گیا تو صحیح ہی مسئلہ ایک شہر کے لوگون نے قبرستان کرانا چھوڑ دیا — تو امام المسلمین اُنسے لڑیگا مسئلہ دسترخوان پر بھرے ہوے ہاتھ یا تھپی کو روٹی سے رگڑکے صاف کرنا مکروہ ہی اور پیالہ و تمکدان کے بیچے روٹی رکھنا مکروہ ہی اور اگر روٹی اگی ہو تو سالن کا انتظار کرنا مکروہ ہی اور گرم کھانا کھانا اور کھانے کو سونگھنا اور اُسکو پھونکنا مکروہ ہی یہ کافی مین لکھا ہی مسئلہ بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط ہی بشرطیکہ جسپر صلح واقع ہوئی ہو وہ دین ہو یعنے ایسی چیز ہو جو معین نہین ہی ذمہ ثابت ہی اور جس چیز سے صلح واقع ہوئی ہی وہ بھی دین ہو مثلاً دینار دون یا اور کسی چیز سے جو ذمہ ثابت ہی درمون پر صلح واقع ہوئی تو قبضہ دراہم شرط ہی اور اگر دین بمقابلہ دین نہو تو قبضہ شرط نہین ہی مسئلہ ایک شخص نے ایک طفل پر دار کا دعوی کیا پس طفل کے باپ نے مدعی سے بعوض کسی قدر مال طفل مذکور کے صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ ہون تو صلح جائز ہی بشرطیکہ دار کی قیمت کے برابر مال پر یا اسقدر زیادتی کے ساتھ صلح کی ہو جیسے لوگ اپنے انداز کرنے مین برداشت کر جاتے ہین تو صلح جائز ہوگی اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہون یا ہون مگر گواہ عادل نہون تو صلح جائز نہوگی اور اگر صغیر کی طرف سے اُسکا باپ مدعی ہو پس اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو چاہے جسطرح صلح کرے جائز ہی اور نا گر اُسکے پاس

گواہان عادل ہون تو بھی صلح جائز ہوگی کہ جب اس چیز متدعویہ کی قیمت کے برابر مال پر یا صرف اسقدر کمی پر جیسے لوگ اپنے اندار مین برداشت کر جاتے ہین صلح واقع ہوئی ہو۔ اور باپ کے وصی کا حکم اس بارہ مین مثل باپ کے ہو مسئلہ جس شخص کو خلیفہ نے مسلمانون کا امام مقرر کیا ہو اسکو اختیار ہو کہ راستہ کے رفیقون سے کسی شخص کو کاٹ دے بشرطیکہ راستہ ایسا تنگ نہو جاوے جو آنے جانے والون کے حق مین مضر ہو۔ مسئلہ اگر کسی شخص کو سلطان نے مصادرہ کیا مگر اُسکے ساتھ تعیین یہ نہین کہا کہ اپنا مال فروخت کردے اور اُسنے اپنا مال فروخت کیا تو بیع صحیح ہوگی۔ مسئلہ ایک مرد نے اپنی جورو کو مار پیٹ سے دھمکایا جسکے سبب اُس عورت نے اُسکو اپنا مہر ہبہ کر دیا تو صحیح نہوگا بشرطیکہ شوہر اُسکو مارنے پر قادر رہا ہو اور اگر جورو کو خلع کرانے پر باکراہ مجبور کیا تو طلاق واقع ہو جائیگی اور مال واجب نہوگا اور اگر جورو نے کسی شخص کو اپنے قرضخواہون مین سے اپنے شوہر پر مال کی اُگراہی کر دی پھر شوہر کو اپنا مہر ہبہ کر دیا تو صحیح نہین ہے۔ مسئلہ اگر کسی نے اپنی ملک مین کنوان کھودا یا چہہ بچہ بنایا جس سے اُسکے پڑوسی کی دیوار سیل گئی اور قاضی کے حضور مین اس سے مطالبہ کیا کہ کنوان یا چہہ بچہ اس جگہ سے تبدیل کرکے دوسری جگہ بناوے تو وہ ایسا کرنے پر مجبور نکیا جائیگا اور اگر اس سے پڑوسی کی دیوار گر گئی تو وہ ضامن نہوگا۔ مسئلہ شوہر نے اپنے مال سے اپنی جورو کی اجازت سے جورو کے دار مین عمارت بنائی تو عمارت اُسکی جورو کی ہوگی اور جو خرچہ پڑا ہے وہ اُس عورت پر قرضہ ہوگا اور اگر شوہر نے اپنے واسطے بدون اجازت جورو کے بنائی ہو تو عمارت اس شوہر کی ہوگی اور اگر عمارت مذکورہ بدون اجازت جورو کے جورو کے واسطے بنائی تو عمارت مذکورہ جورو کی ہوگی اور اُسکا شوہر اس کام مین متطوع ہوگا۔ پس اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی جورو سے اسکا خرچہ واپس لے۔ مسئلہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضدار کو پکڑا اور اُسکے ہاتھ سے قرضدار مذکور کو کسی شخص نے چھوڑا دیا۔ پس قرضدار کے بھاگ جانے سے چھوڑانے والا ضامن نہوگا۔ مسئلہ ایک شخص کے ہاتھ مین دوسرے کا مال ہو اُس سے سلطان نے کہا کہ تو یہ مال دیدے ورنہ تیرا ہاتھ کاٹ ڈالونگا یا تجھکو پچاس کوڑے مارونگا پس اُسنے دیدیا تو دینے والا ضامن نہوگا۔ مسئلہ ایک شخص نے جنگل مین جنل لگایا تاکہ اُس سے حمار وحشی کو شکار کرے اور اُسپر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ دیا پھر دوسرے روز آیا اور واضح ہو کہ دوسرے روز کی قید اتفاقی ہے چاہے تیسرے روز آوے اور حمار وحشی کو اُسدم مرا ہوا پایا تو حلال نہوگا واسطے کہ اسکی شرط نہین پائی گئی اور اگر اُسکو مجروح مردہ پایا تو کھایا جائیگا یہ تبیین مین ہے۔ مسئلہ بکری کے جنس سے حلال کرنے کے بعد مادہ کی فرج وضیہ وغدہ ومثانہ وبیضہ وخون مسفوح وذکر حرام مغز کھانا مکروہ ہے یہ کنز مین ہے۔ مسئلہ قاضی کو روا ہے کہ وہ غائب ورطفل کا مال اور لقطہ کو کسی کو قرض دیدے۔ مسئلہ ایک لڑکا ایسا ہے کہ اُسکا ختنہ کھلا ہوا ہے کہ اگر اُسکو کوئی دیکھے تو گمان کرے کہ یہ ختنہ کیا ہوا ہے اور ایسی حالت ہے کہ اگر اُسکی کھال کاٹی جاوے تو بڑی سختی ہوگی تو اُسکا ختنہ کرنا چھوڑ دیا جائیگا جیسے کہ جوان آدمی مسلمان ہوا اور اہل بصیرت نے کہا کہ یہ ختنہ کرانے کی ایذا کا تحمل نہوگا تو اُسکا ختنہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور ختنہ کا وقت سات برس ہے اور عورت کا ختنہ کرنا سنت نہین ہے بلکہ یہ امر مردون کے واسطے مکرمت ہے کہ اس سے جماع مین زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ سنت ہے۔ مسئلہ صغیرہ کو داغ دیکر یا قرحہ وغیرہ چیر کر علاج کرنا جائز ہے اور نیز لڑکیون کے کان چھیدنا جائز ہے مگر لڑکون کے کان چھیدنا نہین جائز ہے۔ مسئلہ حاملہ عورت ایسا فعل نکرے جو بچہ کو ضرر ہو اور اُسکے بچنے کا گمان نہ ہو جبتک

بچہ پیٹ مین نہ پھرے اور جب پیٹ مین بچہ پھرنے لگے تو مضائقہ نہین ہی لیکن زمانہ ولادت قریب نہو اور جب زمانہ ولادت قریب ہو تو بچھنے نہ لگوائے۔ اور جبتک حاملہ رہے تب تک فصد بالکل نہ کرائے۔ اسی طرح ہر ہام کا داغ دینا اور نشتر دینا وغیرہ جو علاج اُنکو نافع ہو جائز ہی۔ اور جو جانور مُردار کھاتا ہو جیسے کتا اور بلی اگر کبوتر و مُرغیان کھا جاتی ہو تو اُسکو مار ڈالنا جائز ہی مگر بلی کو ذبح کرے اسطرح نہ مار ڈالے۔ مسئلہ سابقہ بیٹھے آگے نکل جانے و جیت جانے کی بازی لگانا گھوڑے یا اونٹ یا پیدل دوڑنے مین یا تیر اندازی مین جائز ہی مگر دونون طرف سے مال دینے کی شرط کرنا حرام ہی لیکن ایک طرف سے حرام نہین ہی اور جانبین سے مال کی شرط کی صورت یہ ہو کہ زید نے عمر سے کہا کہ اگر میرا گھوڑا آگے نکل جاوے تو میرے واسطے تجھپر سو درم ہونگے اور اگر تیرا گھوڑا آگے نکل جاوے تو تیرے واسطے مجھپر سو درم ہونگے تو یہ قمار ہی پس نہین جائز ہی اور اگر ایک طرف سے شرط کی مثلاً کہا کہ اگر مین جیت جاؤن تو میرا تجھپر کچھ نہوگا اور اگر تو جیت جاوے تو تیرے واسطے مجھپر سو درم واجب ہونگے تو یہ استحساناً جائز ہی مگر سوائے ان چار مذکورہ بالا کے جو ذخیرہ مین ایسی بازی نہین جائز ہی اگرچہ مال کی شرط ایک ہی طرف سے ہو پھر مذکورہ بالا مین جائز ہونے کی شرط یہ ہی کہ جو اعتبار رکھی ہی وہ ایسی ہو کہ گھوڑا و اونٹ کبھو پیچھے کا احتمال رکھتا ہو مثلاً سو کوس کی دھاب نہو اور نیز یہ شرط ہی کہ دونون گھوڑون کی نسبت یہ احتمال ہو کہ شاید یہ نکل جاوے یا وہ نکل جاوے اور اگر ایسا ہو کہ یہ بات معلوم ہو کہ دونون مین سے ایک گھوڑا فلان منزل پر آگے نکل جائیگا تو یہ جائز نہوگی۔ اور اگر زید و عمر دونے چاہا کہ دونون طرف سے مال کی شرط کرین اور انمون نے تیسرے شخص بکر محلل کو اپنے درمیان ڈال دیا کہ اُسکے ساتھ دونون طرف سے مال شرط کیا تو اس حیلے سے جائز ہوگا بشرطیکہ بکر کا گھوڑا ان دونون کے گھوڑون کے ہمسر ہو کہ شاید آگے نکلجاوے یا شاید پیچھے جاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ خواہ مخواہ آگے نکل جائیگا یا پیچھے رہ جائیگا تو جائز نہوگا۔ اور تیسرے شخص کے درمیان مین داخل کرنے کی یہ صورت ہی کہ دونون ایک تیسرے سے یہ کہین کہ اگر ہم دونون سے آگے نکل گیا تو ہم دونون کے مال تجھکو ملینگے اور اگر ہم دونون تجھسے آگے نکل گئے تو ہمارے واسطے تجھپر کچھ نہوگا ویسے جو شرط ہم دونون مین ہی وہ بحالہ باقی رہیگی اور وہ یہ ہی کہ ہم دونون مین سے جو شخص آگے نکلجائیگا اُسکے واسطے دوسرے پر اسقدر مال ہوگا پس اگر بکر دونون پر غالب ہوا تو دونون مال لے لیگا اور اگر یہ دونون غالب ہوے تو اسپر کچھ نہوگا لیکن دونون مین سے جو غالب ہوا وہ دوسرے سے مال مشروط لیگا۔ مسئلہ اگر کسی شخص نے چند سوارون یا دو سوارون سے یہ کہا کہ تم مین سے جو شخص آگے نکلجائیگا اُسکو اپنے مال سے اسقدر دونگا یا اُسنے تیراندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشانہ پر پڑیگا اُسکو اسقدر دونگا تو یہ جائز ہی اور علی ہذا اگر قمقمیون نے کسی مسئلہ مین باہم بحث کی پھر اُنکے واسطے یہ شرط کی گئی کہ جو شخص انمین سے حکم صواب پائیگا اُسکو اسقدر پیش کیا جائیگا تو یہ جائز ہی بشرطیکہ دونون فریق دونون طرف سے ایسی شرط نکرین اور واضح رہے کہ باب مسابقہ مین جواز سے یہ مراد ہی کہ یہ حلال ہی اور یہ مراد نہین ہی کہ جیت جانے والے کو استحقاق حاصل ہوگا یعنی دوسرے پر مال واجب ہوگا حتی کہ اگر ہارجانیوالے نے مال دینے سے انکار کیا تو قاضی اسپر جبر کریگا اور اسپر مال کی ڈگری نکریگا۔ مسئلہ سوائے انبیاء و ملائکہ کے دوسرے پر درود نہ بھیجا جائیگا لیکن انبیا کی تبعیت مین ہوسکتا ہی مثلاً یون کہے کہ اللھم صل علی محمد و آلہ و صحبہ اور مثل اسکے دوسری مثالین ہوسکتی ہین۔ مسئلہ علما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین ترحم کی دعا کرنے مین اختلاف کیا ہی مثلاً یون کہے کہ اللھم ارحم محمداً صلی اللہ علیہ وسلم بعض نے فرمایا کہ یہ جائز ہی اور بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہی۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین اولی یہ ہی کہ رضی اللہ عنہم کہکر دعا کرے

اور تابعین کے حق مین جمعہ کی دعا کرے کہ جمعہ اللہ تعالی اور جو تابعین کے بعد ہین اُنکے واسطے مغفرت و تجاوز کی دعا کرے کہ غفر اللہ لہم و تجاوز عنہم سمعنا باسمہ نوروز و مہرگان عطا کرنا جائز نہین ہی اور صاحب جامع اصغر نے فرمایا کہ اگر نوروز کے روز دوسرے مسلمان کو ہدیہ بھیجا مگر اُسنے اس روز کی تعظیم کی غرض سے نہین بھیجا بلکہ لوگون کی عادت کے طور پر بھیجدیا تو اُسکو کافر نہ کہا جائیگا ولیکن اس روز خاصۃً ایسا نہ کرنا چاہیے اس روز سے پہلے ایسا کرے یا اسکے بعد ایسا کرے تاکہ اس قوم نا ہنجار کے ساتھ مشابہت نہو مسئلہ ٹوپی پہننے مین کچھ مضائقہ نہین ہی مسئلہ سیاہ کپڑا پہننا اور عمامہ کا چھور پیٹھ کی طرف دونون کندھون کے بیچ مین آدھے پیٹھ تک لٹکانا مندوب ہی اور جو شخص چاہے کہ اپنا عمامہ پھر سے باندھے تو اُسکو چاہیے کہ اُسکا ایک ایک پیچ کھولتا جاوے یہانتک کہ سب کھلجاوے پھر باندھے اسواسطے کہ یہ بات اس سے ابھی ہی کہ اُسکو اپنے سر پر سے اُتارکر زمین پر ڈالدے مسئلہ کُسم و زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مکروہ ہی مسئلہ مردون کو چاہیے کہ اچھے کپڑے پہنین اور امام ابو حنیفہ رح اپنے شاگردون کو اسکی وصیت کرتے تھے۔ عالم نوجوان کو بوڑھے جاہل کے آگے چلنا جائز ہی اور حافظ قرآن کو روا ہی کہ ہر چالیس دن مین ایک بار ختم کرے واللہ تعالے اعلم بالصواب یہ تیسین مین ہی۔

کتاب الفرائض

اسمین پندرہ باب ہین

باب اوّل - فرائض کی تعریف و متعلقات ترکہ کے بیان مین۔ فرائض جمع فریضہ کی ماخوذ از فرض ہی اور فرض کے معنی لغت مین تقدیر و قطع و بیان کے ہین اور شرع مین فرض اُسکو کہتے ہین جو بدلیل مقطوع بہ ثابت ہو یعنے قطعی دلیل سے ثابت ہو اور اس نوع فقہ کو فرائض اسوجہ سے کہتے ہین کہ یہ سہام مقدرہ مقطوعہ بہ ہین جو بدلیل قطعی ثابت ہوے ہین پس یہ معنی لغوی و شرعی دونون کو شامل ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی اور ارث لغت مین بمعنی بقا ہی اور شرع مین ایک شخص کے مال کا استقال بجانب دوسرے کے بطریق خلافت کے ارث کہلاتا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ترکہ سے چار طرح کے حق متعلق ہوتے ہین میت کی تجہیز و تکفین۔ قرضہ۔ وصیت سے ثلث۔ پس پہلے ابتدا اسطرح کیجائیگی کہ میت کا کفن و دفن معہ اُسکی ضرورت کے بطور معروف کیا جاوے کذا فی المحیط ولیکن اس سے ایسا حق متعلق ہی جو کسی عین سے متعلق ہو جیسے مال مرہون یا ایسا غلام جسنے جنایت کی ہی پس میت کی تجہیز سے اس مال مین مرتہن اور ولی جنایت کا حق مقدم ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور نظر بمقدار ترکہ ایسے کپڑون مین کفن دیا جائیگا جیسے حلال کپڑے وہ اپنی زندگی مین پہنتا تھا بدون اسکے کہ اسمین اسراف کیا جاوے یا بخل کیا جاوے یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ پھر قرضہ میت ادا کیا جاوے اور یہ تینون حال سے خالی نہین یا تو سب قرضہ صحت ہونگے یا سب قرضہ مرض ہونگے یا بعضے قرضہ صحت و بعضے قرضہ مرض ہونگے پس اگر سب قرضہ صحت ہون یا سب قرضہ مرض ہون تو سب یکسان ہونگے کہ بعض مقدم بر بعض نہونگے اور اگر بعضے قرضہ صحت اور بعضے قرضہ مرض ہون پس جو قرضہ صحت ثابت ہون فقط باقرار مریض ثابت ہون اُنسے قرضہ

صحت مقدم ہونگے اور جو قرضہاے مرض بگواہی گواہان عادل ثابت ہون یا معاینہ ثابت ہون تو ایسے قرضہاے مرض اور قرضہاے صحت یکسان مین محیط مین ہی - پھر بعد تجہیز و تکفین میت کے اور ادائے قرضہاے میت کے جو کچھ مال ترکہ باقی رہا ہو اُسکی تہائی سے اُسکی وصیتین نافذ کیجائینگی اور اگر وصیتین اس تہائی سے زائد ہون اور وارث لوگ اجازت دین تو تہائی سے زائد سے نافذ کیجائینگی پھر جو مال باقی رہا وہ وارثون مین برفرائض اللہ تعالی میراث تقسیم ہوگا اور یہ ایسی صورت ہی کہ میت نے کسی خاص چیز کی وصیت کی ہو اور اگر وصیت شائع ہو مثلا تہائی مال یا چوتھائی مال وغیرہ کی وصیت کی ہو تو میراث سے وصیت مقدم ہوگی بلکہ اس صورت مین موصی لہ بھی وارثون کے ساتھ شریک ہوگا کہ ترکہ میت کی زیادتی سے اُسکا حق بڑھیگا اور کمی سے کم ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور استحقاق میراث تین وجہون سے ہر ایک سے ہوسکتا ہی یا تو نسب ہو یعنی قرابت ہو یا سبب ہو یعنی زوجیت و ولاء ولاء دو طرح کا ہوتا ہی ولاء عتاقہ و ولاء موالات اور ان دونون قسمون مین سے ہر ایک قسم مین اسفل کا وارث اعلے ہوتا ہی اور اعلی کا وارث اسفل نہین ہوتا ہی لیکن اگر ولاء موالات مین یہ شرط کرلی ہو کہ اعلے نے کہا ہو کہ اگر مین مرجاؤن تو میرا مال تیرے واسطے میراث ہی تو ایسی حالت مین اعلی کا وارث اسفل ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی وارث تین قسم کے ہوتے ہین ذوی الفرائض و عصبات و ذوی الارحام کذا فی المبسوط - اور مستحقان ترکہ دس اصناف مرتبہ ہین - کذا فی الاختیار شرح المختار - پس پہلے اصحاب فرائض پھر عصبہ نسبیہ پھر عصبہ سببیہ یعنے مولاے عتاقہ پھر عصبہ مولاے عتاقہ پھر ردعلی اہل الفرض یعنی نسبی ذوی الفروض کو بقدر حقوق کے پھر ذوی الارحام پھر متولی الموالات پھر جس غیر کے واسطے نسب کا اقرار کیا و اُسکا نسب اس غیر سے بدین اقرار ثابت نہین ہوا تو جبکہ یہ مقر اپنے اس اقرار پر اڑا رہا اور مرگیا تو مقر لہ اس مرتبہ پر وارث ہوگا مثلا کسی کی نسبت اقرار کیا کہ یہ میرا بھائی ہی یا یہ میری بہن ہی پھر موصی لہ جسکے واسطے تمام مال کی وصیت کی ہو پھر بیت المال ہی یہ

دوسرا باب - ذوی الفروض کے بیان مین - ذوی فرض ہر ایسے وارث کو کہتے ہین جسکا حصہ اللہ تعالی کی کتاب مجید مین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مین یا باجماع امت مقدر ہو کذا فی الاختیار شرح المختار - اور اصحاب فروض بارہ نفر ہین جنمین سے دس نسبی ہین اور دو سببی ہین پس دس نسبی مین تین مرد ہین اور سات عورتین پس مردون مین اول باپ ہی اور اسکی تین حالتین ہین اول فرض محض سو باپ کے واسطے مفروض چھٹا حصہ ہی پس جبکہ میت کے پسر کے ساتھ باپ ہو یا پسر کے پسر کے ساتھ یا کتنا ہی نیچا ہو تو باپ کو چھٹا حصہ فرض لیگا و دوم تعصیب محض یعنے عصبہ قرار دیا جائیگا سو یہ جب ہی کہ جب میت نے سواے باپ کے کوئی خلف نچھوڑا ہو تو باپ کو سب مال بوجہ عصبہ ہونے کے لیگا اسی طرح اگر باپ کے ساتھ سواے ولد کے یا ولد پسر کے کوئی صاحب فرض وارث ہو جیسے شوہر یا مان یا نانی تو صاحب فرض اپنا حصہ فرضی لیگا اور باقی باپ کو بوجہ عصبہ ہونے کے لیگا - سوم فرض و تعصیب معا اور یہ اُسوقت ہوتا ہی کہ باپ کے ساتھ میت کی دختر یا اُسکے پسر کی دختر موجود ہو تو باپ کو چھٹا حصہ بطور فرض کے لیگا اور ایک دختر ہو تو اُسکو آدھا اور دو یا زیادہ ہون تو دو تہائی لیگی پھر باقی باپ کو بوجہ عصبہ ہونے کے لیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی دوم جد اور جد سے مراد جد صحیح ہی کذا فی الاختیار شرح المختار اور جد صحیح وہ ہی جسکی میت کی جانب قرابت مین مان داخل نہو جیسے باپ کا باپ یا باپ کے باپ کا باپ و

اگر میت کی نسبت کرنے مین ماں داخل ہو تو وہ جد فاسد ہی جیسے باپ کی ماں کا باپ یا باپ کے باپ کی ماں کا باپ یا باپ کے باپ کی ماں کے باپ کا باپ پھر واضح ہو کہ باپ کے نہونے کی صورت مین جد صحیح مثل باپ کے ہی سوائے اس بات کے کہ یہ نہین ہوتا ہی کہ اسکے ہوتے سے ماں کو باقی کی ثلثی ملے یا باپ کی ماں محجوب ہو جاوے مگر بھائی وہن امام اعظم رح کے نزدیک اسکی ذات سے محجوب ہو جاتے ہین اور اسی پر فتوی ہی یہ کافی مین ہی۔ سوم اخیافی بھائی یعنے فقط ماں کی طرف سے بھائی ہو پس اگر ایک ہو تو اسکو چھٹا حصہ اور اگر دو یا زیادہ ہون تو انکو ثلثی ملیگی۔ اور اگر مذکر و مؤنث جمع ہون تو ثلثی مین مساوی ہونگے اور عورتون مین سے اول دختر صلبی۔ پس اگر تنہا ہو تو اسکو آدھا ترکہ ملیگا اور اگر دو یا زیادہ ہون تو انکو دو ثلثی ملیگا کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور اگر پسر و دختر دونون موجود ہون تو دخترون کو پسر عصبہ کر دینگے پس میراث اسطرح تقسیم ہوگی کہ پسر کو دختر سے دوچند ملیگا یہ تبیین مین ہی۔ دوم دختر پسر پس اگر ایک ہو تو اسکو آدھا اور اگر دو یا زیادہ ہون تو دو ثلثی ملیگا۔ پس اولاد صلبی نہونے کے وقت دختران پسر مثل دختران صلبی کے ہین یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ پس اگر اولاد صلبی و اولاد پسر مجتمع ہوئی پس اگر اولاد صلبی مین کوئی مذکر موجود ہو تو اولاد پسر مین سے کسی کو کچھ نملیگا خواہ اولاد پسر مذکر ہون یا مؤنث ہون یا دونون ہون۔ اور اگر اولاد صلبی مین کوئی مذکر نہو اور نہ اولاد پسر مین کوئی مذکر ہو پس اگر اولاد صلبی مین فقط ایک دختر ہو تو اسکو نصف ملیگا اور ایک چھٹا حصہ دختر پسر کو ملیگا خواہ ایک دختر پسر ہو یا زیادہ ہون اور اگر دختران صلبی دو یا زیادہ ہون تو انکو دو ثلثی ملیگا اور دختران پسر کو کچھ نملیگا۔ اور اگر اولاد صلبی مین کوئی مذکر نہو اور اولاد پسر مین مذکر ہو پس اگر اولاد پسر مین خالی پسر ہون تو دختران صلبی کا حصہ مفروضہ نصف یا دو ثلثی دینے کے بعد نصف یا ایک ثلثی جسقدر رہا وہ انکو ملیگا اور اگر اولاد پسر مین مذکر و مؤنث دونون ہون تو ہم کہتے ہین کہ اگر دختران صلبی دو یا زیادہ ہون تو انکو دو ثلثی دیکر باقی سب اولاد پسر مین مذکر و مؤنث کے درمیان مذکر کو مؤنث سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قول ہی۔ اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہی۔ اور اگر دختر صلبی فقط ایک ہو تو اسکو نصف دے کر باقی اولاد پسر مین مذکر کو مؤنث سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص مرگیا اور اسنے اپنی صلبی دو دختر چھوڑین اور پسر کی ایک دختر اور پسر کے پسر کی ایک لڑکی و ایک لڑکا چھوڑا تو اسکی ہر دو دختران صلبی کو دو ثلثی ملیگا اور باقی ترکہ پسر کی دختر اور بیچے وارثون کے درمیان مذکر کو مؤنث سے دوچند کے حساب سے ملیگا۔ اور اگر ایک شخص مرگیا اور اسکے تین دختران پسر جو بعض سے بعض اسفل ہی اور پسر کے پسر کی تین دختر جو بعض سے بعض اسفل ہی اور پسر کی پسر کے پسر کی تین دختر جو بعض سے بعض اسفل ہی چھوڑین اور اسکی صورت یہ ہی کہ میت کے پسر کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو اور اسکے پسر کا ایک بیٹا و ایک بیٹی ہو اور اسکے پسر کے پسر کا ایک بیٹا و ایک بیٹی ہو پھر سب پسر مرگئے اور دختر سب باقی رہین اور اسی طرح پسر کے تین بیٹیان ہون اور اسی طرح پسر کے پسر کے تین بیٹیان ہون اور اسی طرح پسر کے پسر کے پسر کے تین بیٹیان ہون بدین تصویر ذیل

میت						میت		
فریق اول	فریق ثانی		فریق ثالث			فریق اول	فریق دوم	فریق سوم
(۱) پسر	(۱) پسر		(۱) پسر			پسر	پسر	پسر
(۲) پسر ۱ دختر ۱	(۲) پسر		(۲) پسر			پسر ۱ دختر ۱	پسر	پسر
(۳) پسر ۲ دختر ۲	(۳) پسر ۱ دختر ۱		(۳) پسر			پسر ۲ دختر ۲	پسر ۱ دختر ۱	پسر
(۴) پسر ۳ دختر ۳	(۴) پسر ۲ دختر ۲		(۴) پسر ۱ دختر ۱			پسر ۳ دختر ۳	پسر ۲ دختر ۲	پسر ۱ دختر ۱
	(۵) پسر ۳ دختر ۳		(۵) پسر ۲ دختر ۲				پسر ۳ دختر ۳	پسر ۲ دختر ۲
			(۶) پسر ۳ دختر ۳					پسر ۳ دختر ۳

پس فریق اول کی درجۂ اول کی دختر کے مقابلہ مین فریق دوم و سوم مین کوئی دختر نہین ہی اور فریق اول کی درمیانی کے مقابلہ مین دوسرے فریق کی اول دختر ہی اور سب سے نیچی دختر فریق اول کے مقابلہ مین فریق ثانی کی درمیانی دختر اور فریق سوم کی اول دختر ہی اور فریق دوم کی تیسرے درجہ کے مقابلہ مین فریق سوم کی درمیانی دختر ہی اور فریق سوم کی تیسرے درجہ کی دختر کے مقابلہ مین کوئی دختر نہین ہی پس فریق اول کے درجہ اول کی دختر کے واسطے نصف لیگا اور فریق اول کی درمیانی دختر اور فریق دوم کی اول دختر دونون کو ایک حصہ دیا جائیگا کہ دونون کو تہائی پوری ہوجاوے اور دونون کو اسوجہ سے دیا جائیگا کہ دونون درجہ مین برابر ہین اور باقی دختر ون کو کچھ نملیگا - اور اگر فریق اول کی درجہ اول کی دختر کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو تمام میراث اس پسر و اس دختر کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور باقیات سب محروم ہونگی اور اگر فریق اول کی اور درمیانی کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو نصف مال فریق اول کی درجہ اول کی دختر کو ملیگا اور باقی اس پسر اور دختر کے مقابلہ ہوکے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر فریق اول کی سب سے نیچے کے درجہ کی دختر کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو فریق اول کے درجہ اول کی دختر کو نصف مال ملیگا اور باقی مال پسر کے اور دختر اسکے مقابلہ ہوکے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور باقی محروم ہونگی - اور اگر فریق دوم کی سب سے نیچی دختر کے ساتھ لڑکا ہو تو فریق اول کی درجہ اول کی دختر کو نصف ملیگا اور دو تہائی پوری کرنے کے واسطے ایک چھٹا حصہ فریق اول کی درجہ دوم کی دختر کو معہ اسکے جو اسکے مقابلہ مین ہی سب کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور باقی ساقط ہوجائینگی اور علی ہذا القیاس اور صورتون کو بھی سمجھنا چاہیے اور اصل اس باب مین یہ ہی کہ پسر کی دختر کے ساتھ اگر پسر کا پسر ہو تو دختر مذکور اسکے ساتھ عصبہ ہوجاتی ہی خواہ یہ پسر اسکے درجہ مین ہو یا اس سے نیچے درجہ مین ہو بشرطیکہ دختر کے واسطے فریضہ حصہ نہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور تیسری صاحب فریضہ عورتون مین سے مان ہی اور اسکے واسطے تین حال ہوتے ہین کہ اگر میت کے ساتھ میت کی اولاد ہو یا اولاد کے پسر ہو یا دو بھائی و بہن کسی جہت سے ہون تو اسکو چھٹا حصہ ملیگا - دوم اگر یہ لوگ نہون تو اسکو تہائی حصہ ملیگا - سوم اگر جو

مری تو شوہر موجود کا حصہ نکالنے کے بعد اور اگر خاوند مرا تو جو زوجہ موجودہ کا حصہ نکالنے کے بعد جو باقی رہا اُسکی تہائی لیگی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور تیسری صورت دو طرح ہوتی ہی کہ شوہر و مادر و پدر باقی رہے یا جورو و مادر و پدر باقی رہے تو شوہر یا جورو کا حصہ نکال دینے کے بعد مان کو باقی کی تہائی لیگی اور باقی سب باپ کو ملیگا یہ جمہور کا مذہب ہی اور اگر بجاے باپ کے دادا ہو تو مان کو پورے مال سے تہائی ملیگی یہ کافی مین ہی۔ چہارم جدہ صحیحہ۔ جیسے مان کی مان اگرچہ کتنے ہی اونچے درجہ مین ہو اور باپ کی مان اگرچہ کتنے ہی اونچے درجہ کی ہو اور جس جدہ کی نسبت بیان کرتے ہین دو طرح سے ہو ایک دوسرے کے مقابلہ مین ہون یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ایک جدہ ایسی ہو کہ اُسکا رشتہ نسبی دو طرف سے ہو اور دوسری ایسی ہو کہ اُسکا رشتہ ایک ہی طرف سے ہو تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ چھٹا حصہ دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور یہی امام اعظم رح سے بھی مروی ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی المضمرات۔ اسکی مثال یہ ہی کہ ایک عورت نے اپنی دختر کی دختر کا نکاح اپنے پسر سے کر دیا اور ان دونون سے ایک بچہ پیدا ہوا تو یہ نکاح کر دینے والی عورت اس بچہ کی مان کی مان ہوئی اور نیز اس بچہ کے باپ کی باپ کی مان ہوئی اور اس بچہ کی دوسری جدہ اور موجود ہی کہ وہ فقط اس بچہ کے باپ کی مان ہی۔ اور اگر اس بچہ نے اس نکاح کر دینے والی کی اور نتنی سے نکاح کیا اور دونون سے اولاد پیدا ہوئی تو اس اولاد کی یہ نکاح کر دینے والی تین وجہ سے جدہ ہوگی اور اگر اس بچہ نے بھی اُسکی دوسری نتنی سے نکاح کیا اور دونون مین بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کی یہ نکاح کر دینے والی عورت چار وجہ سے جدہ صحیحہ ہوگی علے ہذا القیاس اسی طرح سمجھنا چاہیے یہ کافی مین ہی۔ پنجم مان و باپ کی طرف سے سگی بہنین ہین پس اگر ایک ہو تو ایک کو نصف اور دو ہون یا زیادہ ہون تو دو تہائی ترکہ لیگا کذا فی خزانۃ المفتین۔ اور اگر انکے ساتھ مان و باپ کی طرف سے سگا بھائی ہو تو ہر دو کو عورت سے دو چند کے حساب سے ترکہ تقسیم ہوگا اور اگر دختران صلبی یا پسر کی دختر ہون تو ایسی بہنون کو باقی ترکہ ملیگا یہ کافی مین ہی۔ ششم فقط باپ کی طرف سے جو بہنین ہون اُنکا حال یہ ہوگا سگی بہنین ایک مان باپ کی طرف سے نمونے کی صورت مین مثل سگی بہنون کے ہر کذا فی الاختیار شرح المختار۔ پس ایک ہو تو اُسکو آدھا اور اگر دو یا زیادہ ہون تو دو تہائی ملیگا بشرطیکہ مان و باپ کی طرف سے سگی بہن موجود نہو اور اگر مان و باپ کی طرف سے ایک سگی بہن موجود ہو تو اُسکو آدھا دیکر دو تہائی پوری کرنے کے واسطے چھٹا حصہ ایسی بہنون کو ملیگا اور اگر سگی بہنین دو ہون تو ایسی بہنین وارث نہونگی لیکن اگر انکے ساتھ انکا کوئی بھائی موجود ہو تو وہ انکو اپنے ساتھ عصبہ کر لیگا پس میت کی ایک مان و باپ کی سگی بہنون کو دو تہائی دیا جائیگا اور باقی مال ترکہ باپ کی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر میت کی صلبی دختر یا میت کے پسر کی دختر ہون تو انکو اُنکا حصہ دیکر باقی ملیگا یہ کافی مین ہی۔ ہفتم فقط مان کی طرف سے بہنین۔ پس اگر ایک ہو تو اسکے واسطے چھٹا حصہ اور اگر دو یا زیادہ ہون تو تہائی ہی۔ یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور تمام بھائی و بہنین درصورتیکہ میت کا بیٹا موجود ہو۔ یا پسر کا بیٹا ہو اگرچہ کتنا ہی نیچے درجہ کا ہوگا ساقط ہو جائینگی اور باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق ساقط ہو جاوینگے اور دادا کے ہوتے ہوئے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک ساقط ہونگی۔ اور فقط باپ کی اولاد درصورتیکہ یہ لوگ موجود ہون

اور درصورتیکہ مان وباپ کی طرف سے سگا بھائی موجود ہو ساقط ہوجاتی ہی اور فقط مان کی اولاد درصورتیکہ میت کی اولاد موجود ہو اگرچہ دختر ہو ساقط ہوجاتی ہی اور درصورتیکہ پسر کی اولاد ہو یا باپ یا دادا موجود ہو تو بھی بالاتفاق ساقط ہوجاتی ہی یہ کافی مین ہی - اور باقی رہے دو صاحب فرض جو سببی ہوتے ہین وہ شوہر و زوجہ ہین پس شوہر کو درصورتیکہ میت یعنی جورو کی اولاد نہو اور اُسکے پسر کی اولاد نہو تو نصف ملتا ہی اور اگر اُسکی اولاد ہو یا اُسکے پسر کی اولاد ہو تو چوتھائی ملتا ہی اور زوجہ کو اپنے شوہریت کے ترکہ مین سے ان دونون وارثون کے موجود نہونے کی صورت مین چوتھائی ملتا ہی اور ان دونون مین سے کسی کے ہونے کی صورت مین آٹھوان حصہ ملتا ہی اور اگر کئی جورو ہون تو وہ چوتھائی یا آٹھوین حصہ مین برابر کی شریک ہوجاینگی اور اسپر اجماع ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی - اللہ تعالی کی کتاب مجید مین جو حصص مفروض ہین وہ چھ ہین آدھا دو چوتھائی و آٹھوان اور دو تہائی و تہائی و چھٹا - پس آدھا حصہ پانچ قسم کے وارثون کا ہی شوہر کا جبکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد نہو اور صلبی دختر کا ہی اور پسر کی دختر کا جبکہ دختر صلبی موجود نہو اور مان و باپ کی طرف سے سگی بہن کا ہی اور فقط باپ کی طرف سے بہن کا درصورتیکہ سگی بہن ایک مان و باپ کی طرف سے موجود نہو - اور چوتھائی حصہ دو قسم کا ہی شوہر کا جبکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد ہو اور زوجہ یا زوجات کا جبکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد نہو اور آٹھوان حصہ پس یہ فریضہ زوجہ یا زوجات کا ہی جبکہ میت کی یا میت کے پسر کی اولاد ہو اور دو تہائی حصہ سو چار قسم کے وارثون کا ہی دو یا دو سے زیادہ دختران صلبی کا ہی اور پسر کی دو دختر یا دو سے زیادہ دختر کا جبکہ دختران صلبی مین سے کوئی نہو اور مان و باپ کی طرف سے سگی دو بہنون یا دو سے زیادہ بہنون کا ہی اور فقط باپ کی طرف سے دو بہنون یا زیادہ کا ہی درصورتیکہ مان و باپ کی طرف سے سگی بہن کوئی نہو اور تہائی حصہ دو قسم کا ہی مان کا تہائی حصہ ہی جبکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد نہو اور نہ دو بھائی یا دو بہنین ہون اور فقط مان کی طرف سے دو یا دو سے زیادہ بھائی یا بہنون کا ہی اور چھٹا حصہ سو سات قسم کے وارثون کا ہی - باپ کا چھٹا حصہ ہی درصورتیکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد نہو اور دادا کا ہی جبکہ باپ موجود نہو اور مان کا ہی درصورتیکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد یا دو بھائیون و بہنون مین سے ہون اور جدہ یا جدات کا چھٹا حصہ ہی درصورتیکہ وہ وارث ہوسکتی ہون اور دختر صلبی کے ساتھ دختر پسر کا چھٹا حصہ ہی تاکہ دو تہائی پوری ہوجاوے اور ایک مان و باپ کی طرف سے سگی بہن کے ساتھ فقط باپ کی طرف سے بہن کا چھٹا حصہ ہی تاکہ دو تہائی پوری ہو اور فقط مان کی ایک اولاد کا چھٹا حصہ ہی خواہ مذکر ہو یا مونث ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی -

قسم اباب عصبات کے بیان مین - ہر ایسے وارث کو عصبہ کہتے ہین جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہی اور اصحاب فریضہ کا حصہ دیکر جو باقی رہتا ہی وہ سب لے لیتا ہی اور اگر تنہا ہوتا ہی تو سب مال لے لیتا ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی اور عصبہ دو قسم کے ہوتے ہین ایک عصبہ نسبی اور دوم عصبہ سببی پس عصبہ نسبی تین طرح کے ہوتے ہین عصبہ بنفسہ یعنی خود بخود عصبہ ہو اور وہ ہر ایسا مذکر ہی جسکی میت کی جانب نسب بیان کرنے مین مونث بیچ مین نہ آوے اور وہ چار صنف ہین جزء میت (جیسے بیٹا) اور میت کی اصل (باپ و دادا وغیرہ) - اور اُسکے باپ کا جزو (سگا بھائی) اور اُسکے دادا کا جزو (سگا چچا) کذا فی التبیین - پس ان عصبات مین سے سب سے اقرب بیٹا ہی پھر پسر کا پسر اگرچہ کتنا ہی نیچے درجہ کا ہو پھر باپ ہی پھر باپ کا باپ یعنے دادا ہی اگرچہ کتنا ہی اونچے درجہ کا ہو پھر ایک مان و باپ سے سگا بھائی

پھر فقط باپ کی طرف سے بھائی پھر بیٹے چچا کا بیٹا پھر باپ کی طرف سے بھائی کا بیٹا ہی پھر ایک ماں باپ سے
بیٹے چچا پھر فقط باپ کی طرف سے چچا پھر بیٹے چچا کا بیٹا پھر فقط باپ کی طرف چچا کا بیٹا پھر باپ کا سگا چچا جو ایک ماں
وباپ اپنے باپ کا سگا بھائی
باپ کی طرف سے ہو پھر باپ کا چچا جو فقط باپ کی طرف سے ہو پھر باپ کے سگے چچا کا بیٹا پھر باپ کے فقط باپ
کی طرف سے چچا کا بیٹا پھر دادا کا چچا علی ہذا القیاس کذا فی المبسوط - اور اگر عصبات مین سے ایک جماعت ایک ہی
درجہ مین پائی گئی تو مال ترکہ اُنکو باعتبار ابدان کے تقسیم کیا جائیگا یعنی جتنے عدد ہین ہر ایک کو ایک نفر وارث شمار کیا جائیگا
اور اُنکے اصول کے موافق کہ اتنے عدد ایک کی اولاد ہین ایک شمار کیا جائیگا اسکی مثال یہ ہو کہ میت کے ایک بھائی
کا ایک بیٹا ہی اور دوسرے بھائی کے دس بیٹے ہین یا ایک چچا کا ایک بیٹا ہی اور دوسرے چچا کے دس بیٹے ہین تو
مال کے دو حصے نہونگے بلکہ مال کے گیارہ حصے کرکے سب کو تقسیم کیے جاوینگے کہ ہر ایک کو ایک حصہ دیا جائیگا - یہ اختیار
شرح مختار ہین ہی - اور دوم عصبہ بغیرہ یعنی غیر کے سبب سے عصبہ ہوجاوے اور وہ ہر ایسی عورت ہی جو ایسے مذکر کے سبب سے
عصبہ ہوجاوے جو اُسکے درجہ مین ہی اور وہ چار عورتین ہین ایک دختر بوجہ پسر کے اور دوم دختر پسر بوجہ پسر پسر کے
سوم سگی بہن بوجہ اپنے بھائی کے چہارم باپ کی طرف سے جو بہن ہو وہ بوجہ اپنے بھائی کے عصبہ ہوجاتی ہی - یہ جماعت
قدمی مین ہی - اور باقی عصبات مین مرد لوگ تنہا میراث کو لیتے ہین اُنکے ساتھ اُنکی بہنون کو نہین ملتی ہی اور وہ بھی
چار ہین چچا اور چچا کا بیٹا اور بھائی کا بیٹا اور آزاد کنندہ کا بیٹا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - سوم عصبہ مع غیرہ یعنی جو غیر
کے ساتھ عصبہ ہوجاوے اور وہ ہر عورت ہی جو دوسری عورت کے ساتھ عصبہ ہوجاوے جیسے ایک ماں وباپ کی سگی
بہنین یا فقط باپ کی طرف سے بہنین کہ میت کی بیٹیون یا میت کے پسر کی بیٹیون کے ساتھ عصبہ ہوجاتی ہین -
کذا فی محیط السرخسی - اسکی مثال یہ ہو کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک دختر چھوڑی اور ایک سگی بہن ایک ماں وباپ
سے چھوڑی اور ایک بھائی یا کئی بھائی فقط باپ کی طرف سے چھوڑے تو نصف اُسکی دختر کو ملیگا اور باقی نصف
اُسکی سگی بہن کو ملیگا اور باپ کی طرف سے جو بھائی ہین اُنکو کچھ نہ ملیگا کیونکہ جب بہن مذکورہ عصبہ ہوگئی تو بمنزلہ سگے
بھائی ایک ماں وباپ کی طرف ومے کے ہوگئی اور اگر ایک میت نے چچا کے دو پسر چھوڑے انمین سے ایک ماں
کی طرف سے اُسکا بھائی ہی تو اس بھائی کو چھٹا حصہ دیکر باقی پھر ان دونون مین آدھا آدھا تقسیم ہوگا اسی طرح اگر چچا
کے دونون بیٹون مین سے ایک اس میت عورت کا شوہر ہی تو شوہر کو پہلے آدھا دیکر باقی پھر دونون مین نصفا نصف
ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی قال المترجم اگر ایک مرد نے اپنی جورو کی نسبت دعوی کیا کہ مین نے اسکو خیر کے ساتھ
زنا مین مبتلا پایا ہی حالانکہ گواہ نہین ہین پس اگر شرائط لعان پائے جاوین تو بسطرح باب اللعان مین مذکور ہوا ہر ان
دونون جورو و مرد مین ملاعنت کرائی جاویگی اور بعد ملاعنت کے قاضی ان دونون مین تفریق کردیگا پس یہ مرد ملاعن
ہوا اور یہ عورت ملاعنہ ہوئی اور اگر اس عورت سے بدون دوسرے شوہر کے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ اپنی ماں کی طرف
منسوب ہوگا - قال فی الکتاب ولد زنا اور ولد ملاعنہ جبکہ مرجاوے تو اُسکے عصبات اُسکی ماں کے ہوانگے
اسواسطے کہ اُسکا باپ نہین ہی پس اُسکی ماں کے قرابت دار اُسکے وارث ہونگے اور یہ بھی اُنکا وارث ہوگا پس اگر اُسنے
اپنی دختر چھوڑی اور ماں چھوڑی اور ملاعن چھوڑا تو دختر کو نصف اور ماں کو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی پھر ان دونون
پر بقدر ہر ایک کے حصہ کے رد کردیا جائیگا اور ملاعن کو کچھ نہ ملیگا گویا اُسکا کوئی باپ نہین تھا اسی طرح اگر ان دونون زانون

ولد زنا کا بھائی یعنی جو زنا سے پیدا ہوا ہو اسکے بیٹے کا بھائی اخیافی

ولد ملاعنہ کا بھائی یعنی جو ملاعنہ سے پیدا ہوا ہو اسکے بیٹے کا بھائی اخیافی

کے ساتھ شوہر یا زوجہ ہو تو اُسکا فریضہ حصہ اُسکو دیکر باقی ان دونوں میں بطریق فرض ورد کے تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے ماں چھوڑی اور ماں کی طرف سے ایک بھائی چھوڑا اور ملاعنہ کا بیٹا چھوڑا تو ماں کو تہائی اور ماں کی طرف سے بھائی کو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی پھر انھیں دونوں پر اسی حساب سے رد کیا جائیگا اور ملاعنہ کے بیٹے کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ باپ کی طرف سے اُسکا کوئی بھائی نہیں ہے اور اگر ملاعنہ کے پسر کا فرزند مر گیا تو اُسکے باپ کی قوم یعنے بھائی وارث ہونگے اور اُسکے دادا کی قوم یعنی چچا اور اُنکی اولاد وارث ہونگے اور اسی سے اسکے باقی مسائل معلوم ہو سکتے ہیں اور یہی حکم ولد الزنا کا ہے لیکن ان دونوں میں ایک بات میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ اگر ولد زنا کے ساتھ جوڑیا بھائی پیدا ہوا اور وہ مر گیا تو ولد زنا اس بھائی کی میراث اس طریق سے پاویگا کہ ماں کی طرف سے بھائی مر گیا اور یہ اسکا وارث ہوا ہے اور اگر ولد ملاعنہ کا جوڑیا پیدا ہوا بھائی مر گیا تو وہ ایک ماں و باپ سے سگے بھائی کی میراث پاویگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے اگر چند عصبات مجتمع ہوے کہ بعضے عصبہ بنفسہ ہیں و بعضے عصبہ بغیرہ اور بعضے مع غیرہ ہیں تو ان عصبات میں ترجیح اسطرح ہوگی کہ جو میت سے زیادہ قریب ہو وہی وارث ہوگا اور عصبہ بنفسہ ہونے کی وجہ سے ترجیح نہوگی حتی کہ اگر عصبہ مع غیرہ میت سے زیادہ قریب ہو تو وہی اولی ہوگا چنانچہ اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے ایک بیٹی چھوڑی اور ایک ماں و باپ کی طرف سے بہن چھوڑی اور فقط باپ کی طرف سے ایک بھائی کا بیٹا چھوڑا تو آدھی میراث دختر کو ملیگی اور آدھی بہن کو ملیگی اور بھائی کے بیٹے کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بہن مذکورہ اُسکی دختر کے ساتھ عصبہ ہو گئی ہے حالانکہ وہ بہ نسبت بھائی کے بیٹے کے میت سے زیادہ قریب ہے اسی طرح اگر بھائی کا بیٹا ہو اور چچا ہو تو چچا کو کچھ نہ ملیگا اسی طرح اگر صورت مذکورہ بالا میں بجاے فقط باپ کی طرف سے بھائی کے بیٹے کی جگہ بھائی فقط باپ کی طرف سے ہو تو ایسے بھائی کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط میں ہے۔ اور عصبات سببیہ آزاد کرنے والا ہوتا ہے پھر آزاد کرنے والا زندہ نہو تو اُسکے عصبات اسی ترتیب سے جیسے عصبات نسبیہ میں مذکور ہوے ہیں وارث ہونگے یہ کافی میں ہے

چوتھا باب - حجب کے بیان میں - اور حجب دو طرح کا ہوتا ہے حجب نقصان و حجب حرمان - پس حجب نقصان یہ ہے کہ حصہ زیادہ سے محجوب ہو کر بجانب کم حصہ کے راجع ہو - اور حجب حرمان یعنی بالکل محروم ہو جانا سو ہم کہتے ہیں کہ چھ وارث ایسے ہیں کہ وہ بالکل محجوب نہیں ہوتے ہیں اور وہ باپ بیٹا شوہر جورو ماں و بیٹی ہے اور انکے سواے جو وارث ہیں انمیں یہ حال ہے کہ جو میت سے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ بعید کو محجوب کر دیتا ہے جیسے بیٹا کہ وہ پسر کی اولاد کو محجوب کرتا ہے اور ماں و باپ کی طرف سے سگا بھائی کہ فقط باپ کی طرف والے بھائیوں کو محجوب کر دیتا ہے اور جو شخص دوسرے سے کسی شخص کی وجہ سے قربت حاصل کرے وہ اس شخص کے موجود ہوتے ہوے وارث نہیں ہوتا ہے سواے اولاد ماں کے کہ یہ لوگ ماں کے ہوتے ہوے وارث ہوتے ہیں - اسکی مثالیں ایک جورو مر گئی اور اُسنے شوہر چھوڑا اور ایک ماں و باپ کی طرف سے سگی بہن چھوڑی اور فقط باپ کی طرف سے ایک بہن چھوڑی تو شوہر کو نصف ملیگا اور سگی بہن کو نصف ملیگا اور علاتی بہن کو چھٹا حصہ ملیگا تاکہ دو تہائی پورا ہو جاوے پس اصل مسئلہ چھ سے ہوگا اور اسکا عول سات سے ہوگا پس اگر علاتی بہن کے ساتھ کوئی علاتی بھائی ہو جو اُسکو عصبہ کر دے تو علاتی بہن کو کچھ میراث نہ ملیگی پس ایسا ہی بھائی منحوس ہے - ایک عورت مر گئی اور اُسنے شوہر چھوڑا اور مادر و پدر چھوڑے و دختر چھوڑی اور پسر کی دختر چھوڑی پس اصل مسئلہ بارہ سے ہوگا اور اسکا عول (۱۵) سے ہوگا پس شوہر کو چوتھائی

یعنے (۳) ملینگی اور مادر و پدر کو چھٹا چھٹا حصہ دو دو یعنی (۴) ملینگے اور دختر کو نصف یعنی چھ ملینگے اور پسر کے دختر کو چھٹا حصہ یعنی دو ملینگے اور اگر پسر کی دختر کے ساتھ اُسکا کوئی بھائی ہو جو اُسکا عصبہ کردے تو یہ ساقط ہو جائیگی اور مسئلہ کا عول (۱۳) سے ہوگا اور ایسا بھائی بھی اُسکے حق مین منحوس ہی - میت نے حقیقی دو بہنین اور علاتی ایک بہن چھوڑی تو حقیقی بہنون کو دو تہائی فریضہ دیکر باقی بھی انھین دونون پر رد کر دیا جائیگا اور علاتی بہن کو کچھ نہ ملیگا اور اگر علاتی بہن کے ساتھ اُسکا کوئی بھائی ہو جو اُسکو عصبہ کردے تو باقی ایک تہائی اس بہن و بھائی کو ملیگا جو دونون مین مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور ایسا بھائی مبارک ہی - اور جو شخص محروم ہو وہ کسی کو محجب نہین کرتا ہی جیسے کافر و قاتل و رقیق پس ایسے محروم سے کوئی وارث محجب نہین ہو سکتا ہی نہ بحجب حرمان و نہ بحجب نقصان کذا فی الاختیار شرح المختار - ولیکن جو وارث محجب ہوا وہ دوسرے کو بالاتفاق محجب کر سکتا ہی جیسے کہ دو بھائی یا دو بہنین یا زیادہ ہون خواہ کسی جہت سے ہون یہ باپ کے ہوتے ہوے محجوب ہونگے ولیکن میت کی مان کو بحجب نقصان محجوب کرینگے کہ اُسکو تہائی کے بجاے چھٹا حصہ ملیگا یہ کافی مین ہی - اور میت کا بیٹا یا پوتا یا باپ موجود ہونے کی حالت مین اُسکے حقیقی بھائی یعنے ایک مان و باپ کی طرف سے جو بھائی ہون ساقط ہو جاتے ہین اور دادا کے موجود ہونے کی صورت مین انکے ساقط ہونے مین اختلاف ہی اور علاتی بھائی ان وارثان مذکورہ کے ہوتے ہوے اور نیز حقیقی بھائیون کے ہوتے ہوے ساقط ہو جاتے ہین اور اخیافی بھائی یعنی فقط مان کی طرف سے جو بھائی ہون وہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد یا باپ کے ہوتے ہوے یا دادا کے ہوتے ہوے بالاتفاق ساقط ہو جاتے ہین یہ اختیار شرح مختار مین ہی - اور سب جدات خواہ مان کی طرف سے ہون یا باپ کی طرف سے ہون مان کے ہوتے ہوے ساقط ہو جاتی ہین اور باپ کے ہوتے ہوے جو جدہ باپ کی طرف سے ہوتی ہی ساقط ہو جاتی ہی جیسے باپ کے ہوتے ہوے دادا ساقط ہو جاتا ہی اسی طرح جو جدات کہ دادا کی طرف سے ہون وہ دادا کے ہوتے ہوے ساقط ہو جاتی ہین اور دادا کے ہوتے ہوے باپ کی مان ساقط نہین ہوتی ہی سواے اگر وہ دادا کی طرف سے نہین ہی اور جو جدات از جانب مان ہون وہ باپ کے ہوتے ہوے ساقط نہین ہوتی ہین پس اگر میت نے باپ چھوڑا اور باپ کی مان نہ چھوڑی اور مان کی مان چھوڑی تو باپ کی مان بوجہ باپ کے محجوب ہوگی اور اسمین اختلاف ہی کہ مان کی مان کو کیا حصہ ملیگا تو بعض نے فرمایا کہ اُسکو چھٹا حصہ ملیگا اور بعضے نے فرمایا کہ اُسکو چھٹے حصہ کا آدھا ملیگا اور جو جدہ قریبہ ہو وہ بعیدہ کو محجوب کر دیتی ہی خواہ خود وارث ہو یا محجوب ہو اسکی مثال یہ ہی کہ میت نے باپ چھوڑا اور باپ کی مان چھوڑی اور مان کی مان کی مان چھوڑی تو بعض نے فرمایا کہ سب ترکہ اکیلے باپ کو ملیگا اسواسطے کہ باپ نے اپنی مان کو محجوب کیا اور اُسکی مان نے میت کی مان کی مان کو محجوب کیا اسواسطے کہ فرد و نسبت میت کے پرنانی کو میت سے زیادہ قریب تھی - اور اسمین اختلاف ہی کہ جدہ اپنے پسر کے ساتھ جو میت کا چچا ہو وارث ہوگی یا نہوگی تو عامہ مشائخ کا یہ قول ہی کہ جدہ مذکورہ اپنے پسر کے ساتھ جو میت کا چچا ہوتا ہی وارث ہوگی اور جدات کے چند مراتب ہین اول مرتبہ مین دو ہین میت کی مان کی مان اور میت کی باپ کی مان اور یہ دونون جدات وارث ہوتی ہین اور جب یہ نہون تو دوسرے مرتبہ مین چار جدات ہین میت کے باپ کی دادی و نانی اور میت کے مان کی دادی و نانی پس پہلے دونون کے ہین کہ میت کے باپ کی مان اور میت کے باپ کی مان کی مان اور دوسری دونون یہ ہین کہ میت کی مان کی مان اور میت کے مان کی باپ کی مان اور یہ سب وارث ہوتی ہین سواے اخیرہ کے

یعنے میت کے مان کی باپ کی مان وارث نہین ہوتی ہر کہ وہ جدہ فاسدہ ہی - اور تیسرے مرتبہ مین آٹھ جدات ہین جنمین سے دو جدہ تو میت کے باپ کے باپ کی جدہ ہین یعنے میت کے باپ کے باپ کی مان اور دوسری میت کے باپ کے باپ کی مان کی مان او - یہ دونون وارث ہوتی ہین اور دو جدہ میت کے باپ کے مان کی جدہ ہین یعنی میت کے باپ کی مان کی مان اور یہ جدہ وارث ہوتی ہی اور دوسری میت کے باپ کی مان کے باپ کی مان او - یہ ساقط ہوتی ہی - اور دو جدہ میت کی مان کے باپ کی ہین یعنی میت کے مان کی باپ کی مان کی مان اور میت کی مان کے باپ کے باپ کی مان کی مان اور یہ دونون ساقط ہین اور دو جدہ میت کی مان کی مان کی ہین یعنی میت کی مان کی مان کی مان اور یہ جدہ وارث ہی اور دوسری میت کی مان کی مان کے باپ کی مان اور یہ جدہ وارث نہین ہی اور اگر ان جدہ مین سے ہر ایک کے واسطے دو جدہ ہون تو سولہ ہو جائینگی اور یہ چوتھا مرتبہ ہی اور اگر ان جدات مین سے بھی ہر ایک کے واسطے دو جدہ ہون تو سولہ کی دو چند یعنے بتیس جدات ہو گئین علے ہذا القیاس سمجھ لینا چاہیے پھر واضح ہو کہ جدات ثابتات دو طرح پر ہین اول آنکہ متحاذیات ہون اور درجہ مین مساوی ہون اور دوم آنکہ درجہ مین تفاوت ہو اور متحاذیات وارثات کی شناخت اسطرح ہو سکتی ہی کہ اُنکے بیان تعداد کی طرف دیکھا جاوے پس اُسمین ہر مرتبہ مین گنا کر مان کے الفاظ رکھے جاوین اور ہر مرتبہ کے آخر مین اخیر مان بدل جایا کریگی یہانتک کہ کوئی باقی نہ رہیگی سوائے ایک مان کے اور یہ امر پانچ جدات متحاذیات مین منحصر ہی اول میت کی مان کی مان کی مان - دوم میت کے باپ کی مان کی مان کی مان - سوم میت کے باپ کے باپ کی مان کی مان کی مان - چہارم میت کے باپ کے باپ کی مان کی مان - پنجم میت کے باپ کے باپ کے باپ کی مان - اور جو جدہ کہ درجہ مین متفاوت ہو تو ہمیشہ اُسکو جو اُس سے قریب ہو گی وہ محجوب کریگی یہ خزانہ المفتین مین ہی - اور جاننا چاہیے کہ مان کی طرف سے سوائے ایک جدہ کے دوسرے کا وارث ہونا متصور نہین ہی اسواسطے کہ جدہ صحیحہ فقط وارث ہو سکتی ہی اور مان کی طرف سے جدہ صحیحہ وہی ہو گی جسکے نسب بیان کرنے مین دو مان کے درمیان باپ نہ آوے پس مان کی طرف سے جب شمار کیا جائیگا تو یہی صورت ہو سکتی ہی کہ مان کی مان یا مان کی مان کی مان ہو علے ہذا القیاس چاہے جتنے اونچے مرتبہ تک جاوے یہی ایک سلسلہ ہو گا لیکن اسمین دو وارث نہین ہو سکتی ہین اسواسطے کہ قریب مرتبہ والی جدہ بعید مرتبہ والی کو محجوب کریگی اور جو جدات کہ باپ کی جانب سے ہون پس انمین اقرب کا وارث ہونا منصور ہی جیسا کہ صورت مذکورۂ بالا سے ظاہر ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی

باب پانچوان موانع کے بیان مین

موانع ارث ہی یعنے کسی طرح کی مملوکیت اگر وارث مین ہو تو وہ مورث کی میراث نہین پا سکتا ہی خواہ یہ رقیق محض اقن منہ ہو یعنی اُسکی آزادی کا سبب بالکل منعقد نہین ہوا اور خواہ ایسا مملوک ہو سکا سبب حریت منعقد ہوا ہی مگر ہنوز آزاد نہین ہوا جیسے مدبر اور مکاتب اور ام ولد اور نیز امام اعظم رح کے نزدیک معتق البعض یہ تینین مین ہی اور جس غلام کو راہن تنگدست نے آزاد کیا اور اُسپر واجب ہوا کہ وہ سعایت کرکے مرتہن کو بقدر اپنی قیمت کے ادا کرے تو وہ حکم آزادی کہ وہ جزو اپنے مورث کا وارث ہوگا اور نیز اسکے وارث اُسکی میراث پاوینگے یہ کافی مین ہی - اور اگر کسی نے بغیر حق دوسرے کو قتل کیا تو ہمارے نزدیک اُسکو مقتول کی میراث سے کچھ نملیگا خواہ اُسنے عمداً قتل کیا ہو یا

خطا سے قتل کیا ہو اسی طرح ہر ایسا قاتل جو خطا سے قتل کرنے والے کے حکم مین ہو جیسے ایک شخص سوتا ہوا تھا اور وہ اپنے مورث پر الٹ پڑا کہ جسکے صدمہ سے اُسکا مورث مرگیا تو یہ اُسکا وارث نہوگا اسی طرح اگر حقیت پر سے اپنے مورث پر گرا اور وہ مرگیا یا گھوڑے پر سوار تھا کہ مورث کو گھوڑے نے کچل ڈالا تو وارث نہوگا یہ مبسوط مین ہو اور نابالغ و مجنون و معتوہ و مریض و موسوس کا قتل کرنا موجب حرمان میراث نہین ہو اسواسطے کہ محروم ہونا جزاے قتل حرام ہو اور ان لوگون کے افعال مین یہ بات نہین ہو (یعنی یہ قتل کرنا قتل نہین ہو) اسواسطے کہ یہ لوگ مکلف نہین ہین) اور جو شخص قتل کا سبب برانگیختہ کرے وہ میراث سے محروم نہوگا مثلاً کسی نے کنوان کھودا اور اُسمین اُسکا مورث گرکر مرگیا یا اُسنے راہ مین پتھر ڈالدیا جس سے ٹھوکر کھاکر اُسکا مورث مرگیا یا اُسنے راہ مین پانی چھڑک دیا کہ پھسل کر اُسکا مورث گرکر مرگیا یا اُسکے مانند کسی سبب ہلاکت کا بانی ہوا تو یہی حکم ہو پس جو قتل ایسا ہو کہ جسکی وجہ سے قصاص یا کفارہ واجب ہو وہ قتل کا فعل کرنا ہوگا فقط سبب برانگیختہ کرنا نہوگا پس اُس سے میراث سے محروم ہوگا اور جو قتل اقصاص یا کفارہ کا موجب نہو وہ قتل کا فعل کرنا نہوگا بلکہ سبب برانگیختہ کرنا ہوگا کہ جس سے میراث سے محروم نہوگا اور جو شخص چوپایہ کو آگے سے کھینچے لیے جاتا ہو یا پیچھے سے ہانکتا ہو اور اس چوپایہ نے اُسکے مورث کو قتل کیا ہو یہ ہانکنے والا یا چلانے والا قاتل نہوگا بلکہ سبب قتل کا برانگیختہ کرنے والا کہلائیگا - اور اگر مسلمانون مین سے باغی نے عادل کو قتل کیا یا اسکے برعکس واقع ہوا تو اسمین تفصیل و اختلاف ہو جو سیر مین مذکور ہو یہ اختیار شرح مختار مین لکھا ہو اگر باپ نے اپنے بیٹے کا ختنہ کیا یا پچھنے لگائے یا اُسکا قرمہ چیرا اور وہ اس سے مرگیا تو باپ اُسکی میراث سے محروم نہوگا اور اگر اپنے فرزند کو تادیب کے واسطے مارا پس وہ ضرب سے مرگیا تو بنا بر قول امام اعظم رح کے اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور میراث سے محروم ہوگا اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے کچھ ضامن نہوگا اور میراث سے محروم نہوگا اور اگر معلّم نے طفل کو باجازت اُسکے باپ کے مارا تو بالاتفاق کچھ ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہو اور دین مین اختلاف ہونا بھی مانع ارث ہو اور اس سے مراد یہ ہو کہ دونون مین اسلام و کفر کا اختلاف ہو اور کفر کی ملتین مختلف مراد نہین ہین پس اگر ملتہا سے کفر کا اختلاف ہو جیسے یہودی و نصرانی ہو و مجوسی ہو - یا بت پرست ہو تو یہ مانع میراث نہین ہو حتی کہ اگر ایک یہودی اور دوسرا نصرانی یا مجوسی ہو یعنی ایسے ملتون مین باہم اختلاف ہو تو باہم ایک دوسرے کے وارث ہونگے اور اختلاف دار ہونا بھی مانع ارث ہو یعنی دار الکفر مین ایک ہو اور دار الاسلام مین دوسرا ہو تو میراث باہمی جاری نہوگی یہ تبیین مین ہو - ولیکن یہ حکم کافرون کے حق مین ہو مسلمانون کے حق مین نہین ہو حتے کہ اگر ایک مسلمان دار الحرب مین مرگیا تو اُسکا بیٹا جو دار الاسلام مین ہو اُسکا وارث ہوگا - پھر واضح ہو کہ اختلاف الدار دو قسم کا ہو ایک حقیقی جیسے ایک حربی دار الحرب مین مرگیا اور اُسکا باپ یا بیٹا دار الاسلام مین ذمی ہو پس یہ ذمی اس حربی کا وارث نہوگا اسی طرح اگر دار الاسلام مین ایک ذمی مرگیا اور اُسکا باپ یا بیٹا دار الحرب مین ہو تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہوگا - اور دوم اختلاف حکمی جیسے مستامن و ذمی حتی کہ اگر حربی مستامن ہمارے دار الاسلام مین مرگیا تو اُسکا وارث جو ہمارے یہان ذمی ہو اُسکی میراث نہ پاویگا اور دار کا اختلاف باعتبار اختلاف (جو حربی دار الاسلام مین امان لیکر داخل ہوا ہو اہل منعہ کے ہوتا ہو یعنی لشکر و بادشاہ کے اختلاف سے اختلاف ہوتا ہو کہ ان دونون کے درمیان باہم عصمت جان و مال منقطع ہوتی ہو یہ کافی مین ہو

اور اگر تمام جائداد سے ایک میں مرگیا اور اسکا مال پایا تو واجب ہوگا کہ اسکا مال اسکے وارثوں کو پہنچا دیا جاوے اور اگر کوئی ذمی مرگیا اور اسکا کوئی وارث نہیں ہے تو اسکا مال بیت المال میں داخل ہوگا یہ انتہا شرح مختار میں ہے

باب ۱۲ میراث اہل کفر وغیرہ کے بیان میں

کافر لوگ بھی باہم انمیں اسباب سے ایک دوسرے کے وارث ہونگے جن اسباب نسبی وسببی سے اہل اسلام باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں اور کافر بھی دوسبب سے میراث پاویگا بطور اہل اسلام دو سبب سے وارث ہوتے ہیں مثلاً ایک عورت مرگئی اور اسنے دو بھائی چچا اور چچیرے بھائی چھوڑے کہ انمیں سے ایک اسکا زوج ہے اور دوسرا بھائی بھی ہے یا اسکا شوہر ہے تو اس بھائی یا شوہر کو آدھا حصہ فرض پہلے ملیگا پھر باقی مال میں سے بھی نصف ہوگا کیونکہ یہ کافی میں ہے اور اگر ایک کافر میں دو قرابتیں مختلف ہوئیں یا متفرق دو قسموں میں ہوئیں پھر اگر ایک دوسرے کے لیے حاجب ہو تو جس سے حاجب ہے اس سے وارث ہوگا اور اگر کوئی حاجب نہ ہو تو دونوں قرابتوں سے وارث ہوگا مثلاً ایک مجوسی نے اپنی ماں سے نکاح کیا اور اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا تو یہ بیٹا اس عورت کا بیٹا بھی ہوگا پس جب یہ عورت مرجائیگی تو یہ بیٹا بسطور بیٹے کے وارث ہوگا کہ یہ اسکا بیٹا ہے اور اس جہت سے وارث نہ ہوگا کہ یہ اسکا بیٹا ہے اور اس جہت سے وارث ہوگا کہ یہ اسکا پوتا ہے اور اگر اس سے لڑکی جنی اور اسکا نہیں جنی تو یہ لڑکی اسکی بیٹی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ ایسی عورت اسکو بھی میراث دیگی یا وہ اسکو بھی یعنی نصف بوجہ دختر ہونے کے اور چوتھا حصہ بوجہ دختر پسر ہونے کے کہ دوقرابتیں ہوئیں اور دختر سے اور دختر سے باپ کی وارث اس جہت سے ہوسکتی ہے کہ اسکی دختر ہے اور اس جہت سے نہیں ہوسکتی ہے کہ اسکی ماں کی طرف سے بہن ہے اسواسطے کہ دختر کے ہوتے ہوئے اخیافی بہن ساقط ہوتی ہے اور اگر یہ عورت مجوسی نے اپنی دختر سے کہ اسکے باپ سے ہے اور اس سے ایک دختر شتابہ پیدا ہوئی تو شتابہ اپنی ماں کی میراث اس جہت سے نصف پاویگی کہ وہ اسکی دختر ہے اور باقی کو عصبہ ہونے کے باعث اسواسطے کہ شتابہ اپنے باپ کی طرف سے اپنی ماں سوداوہ کی بہن ہے کہ دختر کے ساتھ بہن عصبہ ہوتی ہے اور اگر اسکا باپ مسلم مرگیا تو اسکی میراث سے نصف اس جہت سے پاویگی کہ وہ اسکی دختر ہے اور باقی سے نہ پاویگی کہ اسکی دختر کی دختر ہے اسواسطے کہ متنی ذوی الارحام میں سے ہوتی ہے پس صاحب فرض یا عصبہ سے ہوسکتا ہے وہ وارث نہیں (اور اس مقام پر خود ہی صاحب فرض ہے) اور یہی قول عامہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اور اسی کو علما نے اختیار کیا ہے۔ اور واضح ہو کہ جو عورتیں ایسی ہیں کہ اسنے نکاح کرنا ہمیشہ کے واسطے حرام ہے پس اگر کسی کافر نے ایسی عورت سے نکاح کیا تو بوجہ نکاح کے اسکا وارث نہوگا یعنی شوہری کا اور نہ پاویگا مثلاً کسی مجوسی نے اپنی ماں یا بیٹی یا بہن دختر وغیرہ سے نکاح کیا تو نکاح کی وجہ سے اسکی میراث نہ پاویگا یہ تبیین میں ہے

فصل ۔ در میراث مرتد۔ جو شخص مرتد ہوگیا وہ مسلمان کا وارث نہوگا اور نہ اپنے مثل دوسرے مرتد کا وارث ہوتا ہے یہ تبیین میں ہے۔ مرتد اگر حالت ارتداد میں قتل کیا گیا یا مرگیا یا دارالحرب میں جاملا پس جو کچھ اسنے حالت اسلام میں کمایا تھا اسکے مسلمان وارثوں کے واسطے میراث ہوگا اور انمیں سے اسکی زوجہ وارث ہوگی بشرطیکہ مسلمان ہو اور مرتد کی زوجہ عدت میں ہو اگر وہ عدت میں ہو اور اگر مرتد کے مرنے سے پہلے اسکی عدت پوری ہوگئی یا مرتد نے اسکے ساتھ دخول نہیں کیا (یعنی نکاح ٹوٹنے جانے کی عدت) تو عورت مذکورہ کو انمیں سے میراث نہ ملیگی اور اگر عورت مذکورہ بھی اسکے ساتھ مرتد ہوگئی تو اس عورت کو اس مرتد سے کچھ میراث نہ ملیگی جیسے اسکے اور اقارب جو مرتد ہوگئے ہوں وارث نہونگے پس اگر شوہر و زوجہ دونوں ساتھ ہی مرتد ہوگئے پھر عورت اس سے بچہ جنی پھر مرتد مرگیا تو عورت مذکورہ کو اس مرتد سے میراث نہ ملیگی اگرچہ دونوں میں ملاعنہ

باقی رہا ہو اور بچہ سوا گر مرتد مذکور کے مرتد ہونے کے وقت سے چھ مہینہ سے کم مین بچہ مذکور جنی ہو تو بچہ کو اُسکی میراث ملیگی اور اگر مرتد ہونے سے چھ مہینے سے زیادہ مین جنی ہو تو بچہ وارث نہوگا پھر بنا بر قول امام ابوحنیفہ رح کے اُسی مال مرتد کا وارث ہوگا جو اُسنے حالت اسلام مین کمایا ہو اور جو مال اُسنے حالت ارتداد مین کمایا ہو وہ فیئی ہوگا کہ بیت المال مین داخل کیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک حالت ارتداد کی کمائی بھی مثل حالت اسلام کی کمائی کے میراث ہوگی یہ مبسوط مین ہے - اور اگر جو رد مرتد ہوئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر جو رو مذکورہ ایسی حالت مین مرتدہ ہوگئی کہ جب وہ صحیح سالم تھی تو اُسکا شوہر اُسکے مال کا وارث نہوگا اور اگر حالت مرض مین مرتدہ ہوئی ہو پس اگر مرتدہ مذکورہ ایسی حالت مین مر گئی کہ ہنوز اُسکی عدت پوری نہین ہوئی ہو تو وہ قیاساً فارہ نہوگی اور شوہر اُسکا وارث نہوگا ولیکن استحساناً وہ فارہ ہوگی اور شوہر اُسکا وارث ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے - اور جب مرتدہ عورت مرجاوے تو اُسکا مال اُسکے وارثون کے درمیان بر فرائض اللہ تعالی تقسیم ہوگا خواہ اُسکے اسلام کی حالت کی کمائی ہو یا حالت ارتداد کی کمائی ہو اُسکی دونون کمائیان اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہونگی یہ محیط مین ہے -

فصل - در میراث حمل - جو بچہ پیٹ مین ہو وہ وارث ہوتا ہو اور اُسکا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اسپر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے پس اگر دو سال تک وہ زندہ پیدا ہوا تو وارث ہوگا اور یہ اُسوقت ہوگا کہ یہ حمل میت کا ہوا اور اگر غیر میت کا حمل ہو مثلاً وہ مرا ہوا ہو اُسکی مان اُسکے باپ کے سوائے دوسرے سے حاملہ ہو اور اُسکا شوہر زندہ ہو پس اگر چھ مہینے سے زیادہ مین بچہ جنی تو وہ وارث نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہو کہ شاید یہ حمل بعد موت کے حادث ہوا ہو پس شک کے ساتھ وہ وارث میت نہوگا - لیکن اگر وارث لوگ اقرار کرین کہ میت کی مان کو بروز موت حمل موجود تھا تو وارث ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم مین بچہ ہوا تو وہ وارث ہوگا پھر یہ حمل دو حال سے خالی نہین یا تو ایسے وارث موجود ہونگے کہ اس حمل کی نسبت یہ احتمال ہوگا کہ یہ انکو بحجب حرمان یا بحجب نقصان محجوب کریگا یا ایسا نہوگا ولیکن وارثون کے ساتھ حصہ مین شریک ہوگا پس اگر وارثان موجود کو بحجب حرمان محروم کرتا نظر آوے پس اگر سب کو محجوب کرتا ہو جیسے برادران و خواہران و چچا و اولاد چچا ہون تو تمام ترکہ موقوف رکھا جائیگا یہانتک کہ عورت مذکورہ اس حمل کو جنے کیونکہ احتمال ہے کہ شاید لڑکا جنے تو فقط وہی وارث ہوگا اور باقی یہ سب محروم ہو جائینگے اور اگر فقط بعض کو محجوب کرتا ہو جیسے بھائی ہون اور جدہ ہو تو جدہ کو چھٹا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی موقوف رکھا جائیگا اور اگر بحجب نقصان محجوب کرتا ہو جیسے شوہر یا زوجہ کا دونون حصون مین سے جو کم تر حصہ ہو مثلاً شوہر کا وقت ولد ہونے کے چوتھائی ہے ورنہ نصف ہے اور زوجہ کا وقت ولد ہونے کے آٹھوان ہے ورنہ چوتھائی ہے تو کم حصہ یعنی شوہر کو چوتھائی اور زوجہ ہو تو آٹھوان دیا جائیگا اور باقی موقوف رکھا جائیگا اسی طرح باپ کو بھی فقط چھٹا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی رکھ چھوڑا جائیگا کیونکہ شاید پیٹ مین لڑکا ہو یعنے بیٹا ہو اور اگر یہ حمل مذکور کسی وارث موجود کو محجوب نکرتا ہو جیسے جد و جدہ موجود ہون تو انکو انکا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی رکھ چھوڑا جائیگا - اور اگر وارثان موجود کو محجوب نکرتا ہو ولیکن انکے ساتھ شریک ہوتا ہو مثلاً میت نے بیٹے یا بیٹیان چھوڑین اور حمل چھوڑا تو امام خصاف رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ ایک پسر کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اور یہی خصاف رح کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے - اور اگر مردہ پیدا ہوا تو اسکا کچھ حکم نہین ہے اور نہ وہ وارث ہوگا اور اُسکا زندہ پیدا ہونا اس طرح سے معلوم ہوگا کہ وہ پیدا ہوتے ہی سانس لیوے یا استہلال کرے یعنی اُسکی آواز

سنائی دے یا پیدنگ لے یا کوئی عضو اُسکا حرکت کرے مثلاً آنکھین یا ہونٹھ یا ہاتھ - اور اگر آدھے سے زیادہ زندہ نکلا پھر مرگیا تو وہ وارث ہوگا بدینکہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہو اور اگر اسکے برعکس واقع ہوا تو نہین وارث ہوگا پس اگر سید ھا نکلا تو درصورتیکہ اُسکا سینہ نکل آیا ہو تو وارث ہوگا اور اگر اُلٹا نکلا تو اُسکی ناف تک نکل آنے کا اعتبار ہو اور اگر استہلال کے بعد مرگیا تو وارث ہوگا اور اسکی میراث بھی اُسکے وارثون کو ملیگی یہ اختیار شرح مختار مین ہو - اور جب حمل مردہ برآمد ہوا تو جبھی وارث نہوگا کہ جب وہ خود جدا ہوا ہو اور اگر وہ جدا کیا گیا ہو تو وہ منجملہ وارثون کے قرار دیا جائیگا اسکا بیان یہ ہو کہ عورت حاملہ کے پیٹ مین کسی آدمی نے اسطرح کی ضرب پہونچائی کہ جس سے اُسکا حمل جنین ساقط ہوا تو یہ جنین منجملہ وارثون کے ہو اسواسطے کہ شرع نے اس صدمہ پہونچانے والے پر غرہ دیت واجب کیا ہو اور ضمان کا واجب ہونا جبھی ہوتا ہو کہ جب زندہ پر جنایت کرے مردہ پر جنایت کرنے سے واجب نہین ہوتا ہو پس جب اُسکے زندہ ہونے کا حکم دیا گیا تو اُسکو میراث پہونچیگی اور اُسکا حصہ اُسکے وارثون کو اُسکی میراث ملیگا جیسے کہ اُسکی جان کا بدلا یعنی غرہ دیت اُسکے وارثون کے واسطے اُسکی میراث ہوتا ہو یہ شرح مبسوط مین ہو

فصل - در مفقود و اسیر و غرقی و حرقی - واضح ہو کہ مفقود وہ شخص ہو جو کسی طرف کو نکل گیا کہ اُسکی تلاش کی گئی مگر اُسکا پتہ معلوم نہوا اور اُسکا زندہ ہونا یا مردہ ہونا کچھ ظاہر نہین ہوا یا دشمن اُسکو لیگیا کہ اُسکی موت و قتل ہونا ظاہر نہین ہوا یہ محیط مین ہو - اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ مدار مسئلہ مفقود کا ایک بات پر ہو کہ وہ اپنے مال کے حق مین زندہ اعتبار کیا جاتا ہو اور مال غیر کے حق مین مردہ اعتبار کیا جاتا ہو یہانتک کہ اتنی مدت گذر جاوے کہ یہ معلوم ہو کہ وہ اتنی مدت تک زندہ نہین رہسکتا ہو یا اُسکے ہم عمر لوگ سب مرجاوین پھر اسکے بعد جبکہ اتنی مدت پوری ہو جاوے یا اُسکے ہم عمر لوگ مرجاوین تو اپنے مال کے حق مین مردہ اعتبار کیا جائیگا اور مال غیر کے حق مین اسطرح مردہ اعتبار کیا جائیگا گویا وہ اُسی روز مرگیا جسدن گم ہوا ہو یہ ذخیرہ مین ہو - پس اگر اسکے مفقود ہونے کی حالت مین ایسے لوگ مرے جنکا یہ مفقود وارث ہوتا ہو تو مفقود کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا یہانتک کہ اُسکا حال کھلے کیونکہ احتمال ہو کہ شاید وہ زندہ ہو پھر جب اسقدر مدت گذر جاوے جسکا بیان اوپر گذرا ہو اور ہم اُسکی موت کا حکم دین تو اُسکا سب مال اُسکے وارثان موجود کے درمیان تقسیم کیا جائیگا اور ترکہ غیر سے جو مفقود کا حصہ رکھ چھوڑا گیا ہو وہ اس غیر کے وارثان کو واپس دیا جائیگا اور اُنھین وارثون مین تقسیم ہوگا گویا کہ مفقود کا وجود ہی نتھا اور اصل اسمین یہ ہو کہ اگر مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو اس سے محجوب ہو سکتا ہو تو اس موجود کو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر محجوب نہوتا ہو مگر اُسکا حصہ کم ہو جاتا ہو تو وجود کو کم حصہ دیا جائیگا اور باقی رکھ چھوڑا جائیگا اسکی مثال یہ ہو کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو دختر اور ایک پسر مفقود اور ایک پسر گا پسر و ایک دختر پسر چھوڑی تو ہر دو دختر کو نصف مال دیدیا جائیگا اسواسطے کہ اسقدر اُنکا حق یقینی ہو اور باقی نصف رکھ چھوڑا جائیگا اور اولاد پسر کو کچھ نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ یہ لوگ درصورت زندگی مفقود کے اُسکی وجہ سے محجوب ہوتے پس شک کے باوجود اُنکو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر مفقود کے ساتھ ایسے وارث ہون جو محجوب نہین ہو سکتے ہین جیسے جد و جدہ تو اُنکو اُنکا پورا حصہ دیدیا جائیگا جیسے حمل کی صورت مین بیان ہوا ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو - اور اسیر یعنی جسکو کافرون نے قید کیا ہو اُسکا حکم میراث مین مثل اور مسلمانون کے ہو جبتک کہ اُسنے اپنا دین نہ چھوڑا ہو اور اگر اُسنے دین اسلام چھوڑ دیا تو اُسکا حکم مثل مرتد کے ہو اور اگر اُسکا مرتد ہونا معلوم نہوا اور نہ اُسکی موت اور نہ اُسکی زندگی کا حال معلوم ہوا تو اُسکا

حکم مثل غرقی کے ہے [illegible] الحق ہو غرقی وہ جماعت جو دریا میں ڈوب کر مرگئی ہو اور حرقی وہ جماعت جو جلکر مرگئی ہو
پس اگر ایک جماعت جلکر یا ڈوب کر مرگئی اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ پہلے کون مرا ہو تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وہ سب
ساتھ ہی مرے ہیں پس انمین سے ہر ایک کا مال اسکے وارثون کو دیا جائیگا اور انمین کوئی دوسرے کا وارث نہوگا لیکن اگر
انمین موت کی ترتیب معلوم ہو تو پہلے مرنے والے کا [illegible] مرنے والا وارث ہوگا۔ اسی طرح اگر چند آدمیون پر دیوار گر گئی
اور سب مرگئے یا معرکہ میں مقتول ہوئے اور یہ معلوم نہ ہوتا کہ [illegible]
مثال یہ ہے کہ دو بھائی [illegible] مرگئے [illegible] ہیں اور ہر ایک نے ایک دختر اور ماں اور چچا اور
چھوڑے تو تمام علما کے نزدیک [illegible] دونون کے [illegible] ہوگا [illegible] اور چچا کو ورثہ
دونون مین سے کوئی دوسرے کا [illegible] ہر ایک کے مال کے حصے لئے جاوینگے
اور اگر یہ معلوم ہوا کہ ان دونون [illegible] یہ نہین معلوم کہ ان میں کون بھائی تھا جو پہلے مرا ہے تو ہر ایک وارث
کو اسکا حصہ یقینی دیدیا جائیگا اور [illegible] جب تک کہ حال ظاہر ہو یا باہم صلح کرلیں [illegible]

فصل در میراث خنثی۔ اگر کسی کے [illegible] ہو تو وہ خنثی ہے پس اگر وہ ذکر سے پیشاب کرے تو لڑکا ہے اور اگر
فرج سے پیشاب کرے تو [illegible] کرے تو جس سے پہلے پیشاب نکلا اسی کے موافق
حکم ہوگا اور اس [illegible] ایک ساتھ دونون سوراخ سے پیشاب
نکلتا ہو تو کثرت پیشاب کا [illegible] صاحبین کے پھر جب خنثی مذکور بالغ ہوا اور اسکے داڑھی
نکلی یا عورتون سے [illegible] مردون کی طرح اسکو احتلام ہوا یا اسکی چھاتیاں مردون کی
طرح سپاٹ ہیں تو [illegible] اسکی چھاتیاں مثل عورتون کے برآمد ہوئیں یا اسکی چھاتی مین دودھ اتر آیا
یا حیض آیا یا [illegible] جماع کیا جانا ممکن ہوا تو وہ عورت ہے اور اگر ان علامات سے کوئی ظاہر
نہوئی یا [illegible] تو وہ خنثی مشکل ہے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ اور اصل اسمین یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ
اسکو میراث کے حصہ مین [illegible] کیونکہ اسمین احتیاط ہے پس اگر اسکا باپ مرگیا اور اسکو چھوڑا اور ایک
بیٹا چھوڑا تو اس خنثی کو ایک سہم اور [illegible] دو سہم دیئے جاوینگے اور اگر اس خنثی مشکل کو اور ایک دختر کو چھوڑا
تو [illegible] دونون کو [illegible] نصف دیدیا جائیگا۔ میت نے حقیقی بہن چھوڑی اور باپ کی طرف
سے خنثی مشکل چھوڑا اور ایک عصبہ چھوڑا تو حقیقی بہن کو آدھا دیا جائیگا اور خنثی مذکور کو چھٹا حصہ تاکہ دوتہائی پوری
ہوجاوے جیسے باپ کی طرف سے [illegible] اور باقی مال عصبہ کو ملیگا۔ میت نے شوہر چھوڑا
اور ماں چھوڑی اور خنثی مشکل چھوڑا جو کہ میت کا ماں و باپ کی طرف سے اسکا بھائی ہے یا بہن ہے پس میت کے شوہر
کو نصف دیا جائیگا اور ماں کو [illegible] دیا جائیگا اور باقی خنثی کو دیا جائیگا اور وہ مذکر قرار دیا جائیگا کیونکہ حصہ باقی
[illegible] چھوڑا اور حقیقی بہن چھوڑی اور باپ کی طرف سے خنثی چھوڑا پس اگر خنثی مونث قرار دیا جاتا ہے
تو اسکو چھٹا حصہ ملتا ہے اور اگر مذکر قرار دیا جاتا ہے تو وہ عصبہ ہے اور اسکو کچھ نہ ملیگا پس یہی حال اصل مذکور کے لائق ہے اسواسطے
[illegible] قرار دیا جائیگا اور ساقط ہوجائیگا یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور اگر ایک شخص مرا اور ایک ولد خنثی اور
ایک عصبہ چھوڑا پھر خنثی مذکور قبل اسکے کہ اسکا حال ظاہر ہو مرگیا تو بنا بر قول امام اعظم و امام محمد رح کے خنثی کا حصہ عصبہ

دختر لگایا جائیگا اور یہ نصف مال ہوا اور باقی مال عصبہ کو دیا جائیگا اور یہی امام ابو یوسف رح کا پہلا قول ہی اور اگر باوجود اسکے میت کا کوئی پسر معروف ہو تو بنا بر قول امام اعظم رح و امام محمد رح کے مال ترکہ اس خنثی اور اس پسر کے درمیان بحساب مرد کو عورت سے دو چند کے تقسیم ہوگا۔ اور درصورتیکہ خنثی زندہ رہا اور ہنوز اسکا حال ظاہر نہین ہوا ہی تو دونون حین مال کسطرح تقسیم ہوگا اسمین مشائخ نے گفتگو کی ہی پس بعض نے یون فرمایا کہ تہائی مال خنثی کو دیا جائیگا اور نصف مال پسر کو دیا جائیگا اور ایک چھٹا حصہ روک رکھا جائیگا جیسا کہ حمل مفقود کی صورت مین ہی کہ ان دونون کا حصہ رکھ چھوڑا جاتا ہی یہانتک کہ انکا حال ظاہر ہو اور اکثر مشائخ نے فرمایا کہ یہ بھی پسر کو دیا جائیگا پس جبکہ پسر کو دو تہائی دیا گیا پس آیا پسر سے کوئی شخص کفیل لیا جائیگا تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اسمین وہی اختلاف معروف ہی کہ اگر قاضی نے وارث معروف کو مال دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُس سے کوئی کفیل نہ لیگا اور صاحبین رح کے نزدیک احتیاطاً کفیل لے لیگا اور بعض نے فرمایا کہ نہین بلکہ اس مقام پر سب کے نزدیک بالاجماع احتیاطاً اُس سے کفیل لے لیگا پھر اگر ثانی الحال ظاہر ہوا کہ خنثی مذکور مرد ہی تو چھٹا حصہ اپنے بھائی سے واپس لیگا اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ مونث ہی تو جو کچھ پسر معروف نے لیا ہی وہ اُسکو سلم رہیگا ایک میت نے اپنے بھائی کی دختر خنثی اور بھائی کے پسر کی دختر خنثی اور بھائی کے پسر کا پسر معروف چھوڑا تو ہمارے اصحاب رح کے قول کے موافق تمام مال ان سب مین تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر ان دونون خنثی کے سوائے میت کا کوئی وارث نہو تو ہمارے قول کے موافق تمام مال اول خنثی کو دونون مین سے ملیگا اسواسطے کہ وہ دونون دختر ہین اور بھائی کی دختر کے حق میراث مین بہ نسبت بھائی کے پسر کی دختر کے مقدم ہی۔ اور اگر میت نے دختر خنثی اور بہن خنثی چھوڑی اور دونون قبل ان دونون کے حال ظاہر ہونے کے مر گئین تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے اول قول امام ابو یوسف رح کے موافق دختر کو نصف اور باقی بہن کو ملیگا اسواسطے کہ یہ دونون دختر کے حکم مین ہین اور دختر کے ساتھ جو بہن ہو وہ عصبہ ہوتی ہی اور۔ اگر میت نے ایک عصبہ اور بہن خنثی چھوڑی اور بھائی کی دختر خنثی چھوڑی تو ہمارے قول کے موافق بہن کو نصف اور وارث عصبہ کو نصف ملیگا اسواسطے کہ ہر دو خنثی ہمارے نزدیک مؤنث ہین پس بہن کو نصف ملیگا اور باقی عصبہ کو ملیگا اور بھائی کی دختر کو کچھ نہ ملیگا اور اگر میت کا کوئی عصبہ نہو تو سب مال بطریق فرض و رد کے بہن کو ملیگا اور بھائی کی دختر کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بھائی کی دختر ذوی الارحام مین سے ہی اور صاحب فریضہ کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام کو کچھ نہین ملتا ہی اسی طرح اگر میت نے دختر خنثی اور بھائی کی دختر خنثی چھوڑی اور اسکا کوئی عصبہ وارث نہین ہی تو بھی وہی حکم ہی جو بہنے بہن خنثی کی صورت مین بیان کیا ہی یعنی سب مال بطریق فرض و رد کے اسکی دختر خنثی کو ملیگا اور بھائی کی دختر خنثی کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر میت نے دختر خنثی چھوڑی اور پسر کی دختر خنثی چھوڑی یا پسر کے پسر کی دختر خنثی چھوڑی اور ایک عصبہ وارث چھوڑا تو ہمارے قول کے موافق یہ سب خنثی بحکم مونث ہین پس اول درجہ والی کو یعنی میت کی دختر خنثی کو نصف ملیگا اور اوسط درجہ والی کو دو تہائی پوری کرنے کے واسطے ایک چھٹا حصہ ملیگا اور باقی مال عصبہ کو ملیگا اور نیچے والی دختر خنثی کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر میت کا کوئی وارث عصبہ نہو تو باقی مال درجہ اول والی اور درجہ اوسط والی دونون خنثی کو بحساب دونون کی میراث کے رد کر دیا جائیگا یعنے چار حصہ کرکے تین حصے اول والی کو اور ایک حصہ اوسط والی کو دیا جائیگا۔ اور اگر میت نے ایک دختر صلبی چھوڑی اور پسر کی تین دختر سب خنثی چھوڑی جو بعض سے بعض نیچے درجہ مین ہی اور ایک عصبہ چھوڑا تو ہمارے نزدیک دختر کو نصف ملیگا اور دو تہائی پوری کرنے کے واسطے درجہ اول کے خنثی کو چھٹا حصہ ملیگا۔ اور باقی

عصبہ کو ملیگا اسواسطے کہ سب خنثی بحکم مؤنث ہین تاوقتیکہ انکا حال اسکے خلاف ظاہر نہو اور اگر میت مذکور کا کوئی عصبہ نہو تو باقی کے چار حصے کرکے تین حصے دختر کو اور ایک حصہ درجہ اول کی دختر خنثی کو دیا جائیگا اور اگر ان دختران خنثی سے نیچے درجہ مین کوئی لڑکا معروف مذکر ہو تو ہمارے نزدیک دختر میت کو نصف دیا جائیگا اور درجہ اول کی خنثی دختر پسر کو چھٹا حصہ واسطے دو تہائی پورا کرنے کے دیا جائیگا اور باقی اس لڑکے مذکر اور خنثی دختر درمیانی وزیرین کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اسواسطے کہ خنثی بیچ کے درجہ کے اور خنثی نیچے درجہ کے دونون حکم مؤنث مین دختران ہین اور اولاد ابن مین جو مذکر ہو وہ اپنے ساتھ اور اپنے اوپر درجہ کے اُن مؤنثون کو جنکو فریضہ ترکہ کچھ نہین پہونچتا اپنے ساتھ عصبہ کرلیتا ہی - ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنی عورت چھوڑی اور فقط مان کی طرف سے دو بھائی چھوڑے اور مان وباپ کی طرف سے ایک خنثی بہن چھوڑی تو ہمارے نزدیک جورو کو چوتھائی ملیگا اور مان کی طرف سے اخیافی دونون بھائیون کو تہائی ملیگا اور جو باقی رہا وہ خنثی بہن کو ملیگا اور اگر باوجود انکے میت نے مان چھوڑی ہو تو مان کو بارہ سہام مین سے چھٹا حصہ دو سہام ملینگے اور جورو کو چوتھائی کے تین سہام اور اخیافی دونون بھائیون کو چار سہام اور باقی خنثے کو ملینگے کہ وہ عصبہ قرار دیا جائیگا کیونکہ ایسی صورت مین اسکو مرد قرار دینے مین سب سے کم حصہ ملتا ہی یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہی -

ساتوان باب - ذوی الارحام کے بیان مین - ذوی الارحام ہر ایسے قریب نسبی کو کہتے ہین جسکے واسطے کوئی حصہ فریضہ نہین ہی اور نہ وہ عصبہ ہی اور درحالیکہ فقط ذوی الارحام مین سے کوئی ہو اور اسکے سوا سے کوئی وارث نہو تو وہ سب مال لے لیگا پس وہ مثل عصبات کے ہین باختیار شرح مختار مین ہی - اور ذوی الارحام چار صنف ہین صنف اول فروع منسوب بجانب میت ہون جیسے بیت کی دختران کی اولاد اور بیت کے پسر کی دخترون کی اولاد اور صنف دوم جنکی طرف میت منسوب ہو اور وہ اجداد فاسدہ وجدات فاسدہ ہین اور صنف سوم جو میت کی مادر و پدر کی جانب منسوب ہون جیسے حقیقی بھائیون کی بیٹیان یا علاتی بھائیون کی بیٹیان اور اخیافی بھائیون کی اولاد اور سب بہنون کی اولاد اور صنف چہارم جو منسوب بجانب جد وجدہ میت ہون جیسے مادری چچا اور انکی اولاد اور پھپھیان وانکی اولاد اور ماموں اور خالائین وانکی اولاد اور حقیقی یا علاتی چچاؤن کی بیٹیان پس یہ لوگ اور جو انکے رشتہ مین ہو یہ سب ذوی الارحام ہین پس انمین اعلے درجہ صنف اول کا ہی اگرچہ وہ میت سے کتنا ہی دور ہو پھر دوسری صنف پھر تیسری صنف پھر چوتھی صنف جیسے کہ عصبات مین ترتیب ہی ویسے ہی انمین ملحوظ ہی اور یہی ماخوذ و مختار ہی یہ کافی مین ہی اور رضی الدین نیشاپوری نے اپنے فرائض مین ذکر کیا ہی کہ اگر صنف اول کے ذوی الارحام مین سے کوئی موجود ہو اگرچہ وہ کتنا ہی نیچی پشت مین ہو جب تک وہ ہوگا تب تک صنف دوم مین سے کوئی وارث نہوگا اگرچہ وہ کتنا ہی نزدیک پشت مین ہو اسی طرح دوسرے صنف کے ہوتے ہوئے تیسرے صنف کا حال ہی اور یہی تیسرے صنف کے ہوتے ہوئے چوتھے صنف کا حال ہی اور فرمایا کہ اور فتوی کے واسطے یہی مختار ہی اور یہی مشایخ کی طرف سے عملدرآمد مین ہی کہ صنف اول مطلقا مقدم ہی پھر دوم پھر سوم پھر چہارم اور فرمایا کہ ایسا ہی استاذ صدر الکوفی نے اپنے فرائض مین ذکر کیا ہی پس بنا برین دختر کی دختر اگرچہ کئی پشت نیچی ہو وہ مان کے باپ سے مقدم ہوگی یہ اختیار شرح مختار مین ہی - اور ذوی الارحام بھی وارث ہونگے کہ جب اصحاب فرایض مین سے کوئی ایسا نہو جسکو باقی ترکہ بطور رد کے

وبید یا جاتا ہو اور نہ کوئی عصبہ موجود ہو اور اس امر پر اجماع ہو کہ شوہر زوجہ کے ہونے سے ذوی الارحام محجوب نہونگے بلکہ ان دونون کے ساتھ وارث ہونگے کیونکہ یہ ایسے ذوی الفروض نہین ہین جنکو باقی ترکہ بطور رد دیا جاوے پس زوج کو یا زوجہ کو اُسکا حصہ دیدیا جائیگا پھر باقی ترکہ ذوی الارحام کے درمیان تقسیم ہوگا جیسے کہ اگر تنہا ذوی الارحام ہون تو انمین تقسیم ہوتا ہو اور اسکی مثال یہ ہو کہ ایک عورت مرگئی اور اُسنے شوہر چھوڑا اور دختر کی دختر چھوڑی وخالہ وچچا کی دختر چھوڑی تو شوہر کو نصف دیا جائیگا اور باقی دختر کی دختر کو ملیگا پھر واضح ہو کہ صنف اول مین سے مستحق میراث وہی ہوگا جو سب سے زیادہ میت سے قریب ہو چنانچہ دختر کی دختر بہ نسبت دختر کی دختر کی دختر کے مقدم ہوگی پس اگر صنف اول مین سے ایسی دو ہون جو میت سے نزدیک ہونے مین برابر ہین تو انمین جو وارث کی اولاد ہو وہ مقدم ہوگی خواہ اولاد عصبہ ہو یا اولاد صاحب فرض ہو چنانچہ اگر پسر کی دختر کی دختر ہو تو وہ دختر کی دختر کے پسر سے مقدم ہو اور پسر کی دختر کا پسر بہ نسبت دختر کی پسر کے مقدم ہو یہ کافی مین ہو اور وارث کے ولد کے ولد کے مقدم ہونے مین اختلاف ہو اور صحیح یہ ہو کہ وہ مقدم نہین ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر میت سے نزدیک ہونے مین وہ سب برابر ہون اور انمین کوئی وارث کی اولاد بھی نہو تو مال ترکہ ان سب مین برابر تقسیم کیا جائیگا بشرطیکہ سب مذکر ہون یا سب مؤنث ہون اور اگر مرد و عورت دونون قسم کے ہون تو مرد کو عورت سے دوچند ملیگا اور یہ بلا خلاف ہو بشرطیکہ اُنکے اباء و امہات کی صفت ذکورت و انوثت مین متفق ہو اور اگر اباء و امہات کی صفت مختلف ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ابدان فروع کا اعتبار کرکے تمام مال انپر برابر تقسیم کیا جائیگا بشرطیکہ یہ سب مذکر ہون یا سب مؤنث ہون اور اگر مرد و عورت ملے ہوے ہون تو مرد کو عورت سے دوچند ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک عدد تو اُنکے ابدان سے لیا جائیگا اور وصف اُس بطن سے لیا جائیگا جسمین اختلاف واقع ہوا ہو حتے کہ اگر اُسنے دختر کا پسر اور دختر کی دختر چھوڑی تو مال ترکہ ان دونون مین باعتبار ابدان کے مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اسواسطے کہ اصول کی صفت متفق ہو اسی طرح اگر دختر کی دختر کی پسر کا پسر چھوڑا اور دختر کی دختر کی دختر چھوڑی تو بھی مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا کیونکہ اصول مین اتفاق ہو اور یہ صورتین بلا خلاف ہین اور اگر دختر کی دختر کی دختر چھوڑی اور دختر کی پسر کی دختر چھوڑی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک تمام مال دونون مین باعتبار ابدان کے نصفا نصف تقسیم ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک مال دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی دختر کے پسر کی دختر کو ملیگا اور ایک تہائی دختر کی دختر کو ملیگا کیونکہ اُنکے اصول مین اسی طرح کا اختلاف ہو یعنے ایک کا باپ مرد ہو اور دوسرے کی ماں عورت ہو پس ایسا ہوا کہ گویا میت نے دختر کا بیٹا اور دختر کی بیٹی چھوڑی ہو پس جو کچھ دختر کی پسر کو پہونچا وہ اُسکی دختر کو ملا اور جو کچھ دختر کی دختر کو پہونچا وہ اُسکی دختر کو ملا ہو۔ اور اگر دختر کی دختر کے دو ولد اور دختر کی پسر کے دو ولد چھوڑے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مال دونون مین باعتبار ابدان کے چھ حصے ہونگے جسمین سے ہر ایک مذکر کو دو سہام اور ہر ایک مؤنث کو ایک سہم ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک باعتبار اصول کے تقسیم ہوگا پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا اُسنے ایک دختر کی دختر اور ایک دختر کا پسر چھوڑا ہو پس دختر کی پسر کو دو تہائی ملیگا اور ایک تہائی دختر کی دختر کو ملیگا پھر جو کچھ پسر کو ملا ہو وہ اُسکی ہر دو اولاد کے درمیان تین حصون پر تقسیم ہوگا اور جو دختر کی دختر کو ملا ہو وہ اُسکی ہر دو اولاد کے درمیان تین حصون پر تقسیم ہوگا پس مرد کو دو حصہ اور عورت کو ایک حصہ ملیگا انہذا کل مال کے نو حصے کیے جاوین۔ اور اگر دختر کے پسر کی دو دختر اور دختر کی دختر کا پسر چھوڑا تو امام ابو یوسف رح کے

نزدیک ظاہر ہوا اور امام محمد رح کے نزدیک تمام مال ترکہ اُنکے درمیان پانچ حصون پر تقسیم ہوگا جسمین سے ایک پانچوان حصہ دختر کی دختر کے پسر کو ملیگا اور چار پانچوین حصہ دختر کے پسر کی دو دختر کو ملینگے کیونکہ میت نے دختر کی دختر اور دختر کے دو پسر چھوڑے ہین پس جو دختر کی دختر کو بہو پنچا وہ اسکی اولاد کے واسطے ہوا اور جو پسر کو بہو پنچا وہ اُسکی اولاد کے واسطے ہوا - اور اگر دختر کی دختر کے دو پسر اور دختر کی دختر کی پسر کی دختر اور دختر کی پسر کی دختر کی دو دختر چھوڑی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مال ترکہ ان فروع کے درمیان باعتبار ابدان کے سات حصے ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک مال ترکہ سب سے اوپر کے اختلاف یعنی اطن ثانی کے اختلاف پر باعتبار اصول سات حصون پر تقسیم ہوگا جسمین سے چار حصے دختر کی پسر کی دختر ہر دو دختر کو اپنے نانا کا حصہ ملیگا اور تین حصے نصیب ہر دو دختر مین موافق تیسری پشت کے اُنکی اولاد مین تقسیم ہوگا جسمین آدھا دختر کی دختر کی پسر کی دختر کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اور نصف دیگر دختر کی دختر کی دختر کی ہر دو پسر کو اپنی مان کا حصہ ملیگا پس اس تقسیم کی تصحیح اٹھائیس سے ہوگی اور واضح ہو کہ امام ابو حنیفہ رح سے اسمین دو روایتین ہین اور دونون مین سے مشہور تر روایت تمام ذوی الارحام کے حق مین یہی ہی جو امام محمد رح کا قول ہی اور اسی پر فتوی ہی اور شیخ ابہبجابی رح نے مبسوط مین فرمایا کہ امام ابو یوسف رح کا قول اصح ہی اسواسطے کہ یہی اسہل ہی اور صاحب محیط نے فرمایا کہ مشائخ بخارا نے ایسے مسائل مین قول امام ابو یوسف رح اختیار کیا ہی یہ کافی مین ہی - اور اگر بعضے ذوی الارحام کی قرابت دو جہت سے یا زیادہ سے ہو تو اُسکے واسطے دو یا زیادہ جہات کا اعتبار کیا جائیگا پس وہ ہر جہت سے وارث ہوگا لیکن اختلاف قدر ہی کہ امام ابو یوسف رح اسکو انھین فروع موجودہ مین اعتبار کرتے ہین اور امام محمد رح اصول مین بھی اعتبار کرتے ہین بخلاف جدہ کے کہ وہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک فقط ایک ہی جہت سے وارث ہو سکتی ہی اور ذی رحم اُنکے نزدیک صحیح روایت کے موافق دو جہت سے وارث ہو سکتا ہی یہ تبیین مین ہی - اسکی مثال یہ ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُسکی دختر کے پسر کا پسر موجود ہی اور یہ پسر اُسکی دختر کی دختر کا بھی پسر ہی اور ایک دختر کی دختر چھوڑی اور یہ اسطرح ہو سکتا ہی کہ ایک شخص کی دو دختر تھین کہ وہ مرگئین اور ایک نے ایک بیٹا چھوڑا اور دوسری نے ایک بیٹی چھوڑی پھر اس بیٹا و بیٹی مین باہم نکاح ہوا پس وہ ایک بیٹا جنی پھر اس دختر سے کسی دوسرے شخص نے نکاح کیا کہ اُس سے ایک دختر جنی پس پہلا لڑکا اس شخص کی دختر کی پسر کا پسر ہوا اور نیز اسکی دختر کی دختر کا پسر ہوا اور دوسری دفعہ جو لڑکی پیدا ہوئی ہی وہ اسکی دختر کی دختر ہوئی پھر اگر جورو خاوند مرگئے پھر اُنکے بعد اس اولاد کا نانا مرا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مال ترکہ نانا انمین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے ایک پانچوان حصہ دختر کی دختر کو ملیگا اور چار پانچوین حصے پسر کو جو دو قرابت والا اور مذکر ہی ملینگے اور امام محمد رح کے نزدیک مال کا چھٹا حصہ دختر کی دختر کو ملیگا - اور پانچ حصے چھ حصون مین سے دو قرابت والے کو ملینگے - صنف دوم یعنی اجداد فاسدہ و جدات فاسدہ پس انمین سے مستحق میراث مقدم وہ ہوگا جو میت سے زیادہ قریب ہی چنانچہ اگر مان کا باپ ہو اور مان کی مان کا باپ ہو اور باپ کی مان کا باپ ہو تو مال ترکہ اول کو ملیگا اسواسطے کہ وہ سب سے زیادہ قریب ہی اور اگر نزدیکی مین سب برابر ہوے تو کسی کی اولاد کے وارث ہونے سے باہم ترجیح نہوگی اور یہی اصح روایت کا حکم ہی اسواسطے کہ استحقاق کا سبب قرابت ہی نہ وارث کے جہت سے نزدیکی حاصل کرنا - اسکی مثال یہ ہی کہ مان کی مان کا باپ چھوڑا اور مان کے باپ کا باپ چھوڑا تو یہ دونون برابر ہین اور اگر نزدیکی مین دونون برابر ہون اور انمین کوئی ایسا نہو جو وارث سے ترجیح رکھتا ہو تو دیکھا جائیگا

کہ اگر جانب واحد سے ہون فقط مان کی طرف سے یا باپ کی طرف سے اور جنکی وجہ سے انجار بجانب میت ہی انکی صفت متفق ہو تو تقسیم ترکہ تعداد ابدان ہوگی پس اگر سب ذکر ہون یا سب مونث ہون تو تقسیم کے حصے برابر ہونگے اور اگر مرد و عورت مخلوط ہون تو مرد کو عورت سے دوچند ملیگا اور اگر اُن لوگون کی صفت جنکی وجہ سے انجار بجانب میت ہی مختلف ہو تو مثل صفت اول کے میت سے جو سب سے قریب پشت مختلف ہوئی اُسکے حساب سے ترکہ تقسیم کرکے دیا جائیگا اور اگر دونون جانب سے ہون تو دو تہائی واسطے قرابت پدر کے اور ایک تہائی واسطے قرابت مادر کے دیا جائیگا پھر جو کچھ ہر ایک فریق کے حصہ مین پڑا ہی وہ اُنکے درمیان بحساب مذکورہ بالا تقسیم ہوگا جیسے تنہا اُنکے ہونے کی صورت مین ہوتا ہی اسکی مثال یہ ہی کہ باپ کی باپ کی مان کا باپ ہی اور باپ کی مان کی باپ کا باپ ہی پس یہ دونون از جانب پدر ہین اور مان کی باپ کی مان کا باپ ہی اور مان کی مان کی باپ کا باپ ہی اور یہ دونون از جانب مادر ہین پس مال کے تین حصے کیے جاوینگے جسمین سے دو حصے قرابت پدر کو اور ایک حصہ قرابت مادر کو دیا جائیگا پھر جو کچھ قرابت پدر کو ملا ہی وہ تین حصہ کیا جائیگا جسمین سے دو حصہ جد از جانب پدر یعنی باپ کے باپ کی مان کے باپ کو دیا جائیگا اور تہائی از جانب مادری قرابت کو یعنی باپ کی مان کے باپ کے باپ کو دیا جائیگا اور جو کچھ قرابت مادر کو ملا ہی وہ بھی اسی طور سے ان دونون مین تقسیم ہوگا کہ جد از جانب پدر کو یعنی مان کے باپ کی مان کے باپ کو اور ایک تہائی اُسکے مان کی از جانب مان کے قرابت کو اور وہ مان کے مان کی باپ کا باپ کو دیا جائیگا اور یہ جواب بنا بر قول ایسے عالم کے ہی جو وارث کے ہونے کے ساتھ قرابت کی ترجیح نہین اعتبار فرماتا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - صنف سوم ذوی الارحام اور اسکی تین قسمین ہین اول اعیانی یعنے ایک مان و باپ کے بھائیون کی بیٹیان و بہنون کی اولاد اور انکی اولاد کی اولاد اور دوم علاتی بھائیون کی بیٹیان و بہنون کی اولاد اور انکی اولاد کی اولاد اور سوم اخیافی بھائیون اور بہنون کی اولاد اور اولاد کی اولاد - پس اگر قسم اول و دوم مین سے ہون تو وہ مثل صنف اول کے ہین کہ درجہ مین یکسان ہوتے ہین اور نزدیکی میت و ادلا بوارث و تقسیم مین مثل صنف اول کے انمین بھی اعتبار ہوگا اور اگر اسمین باہم مختلف ہون تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک تقسیم مین ابدان کا اعتبار ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک ابدان کے ساتھ اُنکے اصول کے وصف کا اعتبار ہوگا یہ اختیار صحیح مفتار مین ہی - اسکی مثال یہ ہی کہ بہن کی دختر بہ نسبت بہن کی دختر کے مقدم و مستحق ہوگی اسواسطے کہ وہ میت سے زیادہ نزدیک ہی اور بھائی کے پسر کی دختر مقدم ہوگی بہ نسبت بھائی کی دختر کی دختر کے اسواسطے کہ وہ وارث کی اولاد ہی ایک میت نے بہن کی بیٹی اور بہن کا بیٹا چھوڑا تو مال ترکہ اِن دونون مین مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا - میت نے بھائی کے پسر کی دختر اور بھائی کی دختر کا پسر اور بہن کی دختر چھوڑی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک عدد ابدان کا اعتبار کیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک بہن کی دختر کی دختر کو یا نواسی حصہ اور بھائی کی دختر کے پسر کو چار یا پانچوین حصہ مین سے دو تہائی اور بھائی کے پسر کی دختر کو چار یا پانچوین حصہ مین سے ایک تہائی ملیگا اور حقیقی بہن کا بیٹا ہی اور حقیقی بہن کی بیٹی ہی تو امام ابو یوسف رح ابدان کا اعتبار کرتے ہین اصول کا اعتبار نہین کرتے ہین پس اُنکے نزدیک تہائی مال دختر بہن کو اور دو تہائی مال بہن کے پسر کو ملیگا - اور علاتی بھائی و بہنون کی اولاد کا حال درصورتیکہ حقیقی بھائی و بہنون کی اولاد موجود نہو تو ایسا ہی حال ہی جیسا کہ حقیقی بھائی و بہنون کی اولاد کا ہوا ہی - یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اخیافی بھائی بہنون کی اولاد ہو یعنے تیسری قسم ہو تو مال اُنمین برابر تقسیم ہوگا اُنکے مرد و عورت یکسان ہین باعتبار اُنکے اصول کے کہ اُنکے اصل کا بھی یہی حال ہی اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہی لیکن ایک شاذ روایت امام ابو یوسف رح سے

مروی ہو کہ مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے انمین ترکہ تقسیم کیا جائیگا اور اگر ذوی الارحام سب انواع کے موجود ہون ور درجہ مین برابر ہون تو جسکی اصل وارث ہووہ مقدم ہوگا پھر امام ابو یوسف رح کے نزدیک تو شخص حقیقی کی اولاد ہووہ مقدم ہوگا پھر جو شخص علاتی کی اولاد ہووہ مقدم ہوگا پھر تیسرا مرتبہ اخیافی کی اولاد کا ہوا اور امام محمد رح کے نزدیک مال ترکہ انکے اصول پر تقسیم کرکے ہر ایک کی اصل کا حصہ اُسکی فرع کو منتقل کیا جائیگا اسکی مثال یہ ہو کہ متفرق الانواع کے تین بہنون کی تین بیٹیان ہین تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب مال حقیقی بہن کی دختر کو ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک حقیقی بہن کی دختر کو تین پانچوین حصے ملینگے اور علاتی بہن کی دختر کو پانچوان حصہ اور اخیافی بہن کی دختر کو پانچوان حصہ ملیگا جیسا کہ انکے اصول کا فریضہ ہر باعتبار فرض ورد کے - اور ایک میت نے متفرق تین قسم کے بھائیون کی تین دختر چھوڑین تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب مال حقیقی بھائی کی دختر کو ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک اخیافی بھائی کی دختر کو چھٹا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی سب مال حقیقی بھائی کی دختر کو ملیگا - ایک میت نے علاتی بہن کی دختر اور اخیافی بہن کی دختر چھوڑی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب مال علاتی بہن کی دختر کو ملیگا بسواسطے کہ وہ اعلی درجہ مین ہو - اور امام محمد رح کے نزدیک بطریق فرض وردکے دونون کے اصول کے اعتبار پر پہلی کو تین چوتھائی اور دوسری کو چوتھائی مال ملیگا - میت کے حقیقی بہن کے دو بیٹے اور اخیافی بہن کی ایک دختر ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب مال ہر دو پسر کو ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک حقیقی بہن کے دونون پسر مثل اپنی ماں کے مستحق ہین پس سب مال انمین پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگا - اور انکی اولاد مثل انکے اصول کے ہوگی - اور جو انمین سے اولی بالوارث ہووہ درصورت سب کے اور باقون مین مساوی ہونے کے اولا بوارث ہونے کی راہ سے مقدم ہوگا اسکی مثال یہ ہو کہ اخیافی بھائی کے پسر کا پسر اور حقیقی بھائی کی دختر کا بیٹا اور علاتی بھائی کے پسر کی دختر ہو تو سب مال اسی دختر کو ملیگا بسواسطے کہ اسکا باپ وارث ہو بہ اختیار شرح مختار مین ہو - صنف چہارم اگر انمین سے کوئی متفرد ہو تو وہ کل مال کا مستحق ہوگا اور یہ حکم تمام ہونے تک مین جاری ہو - اور اگر چند ہون اور انکی قرابت متحدہ ہو بایںکہ سب ایک جنس کے ہون تو جو اقوی ہووہ بالاجماع اولی ہوگا یعنے جواز جانب مادر و پدر ہوگا وہ بنسبت اُسکے جو فقط باپ کی جانب سے ہو اولی واقوی ہوگا اور جواز جانب پدر ہوگا وہ بنسبت جانب والے سے اولی واقوی ہوگا خواہ مذکر ہون یا مونث ہون کذا فی الکافی - پھر وارث کا ولد اولی ہوگا - پس اگر دو ان مین سے ایک ولد وارث ہو لیکن اُسکی قرابت ایک ہی جہت سے ہو اور دوسرا اگرچہ ذی ارحام کا ولد ہو لیکن اُسکی قرابت سے ہو تو صحیح یہ ہو کہ وہ جہت کی قرابت والا اولی ہوگا اسکی مثال یہ ہو کہ باپ کی جانب سے چچا کے پسر کی دختر ہو اور حقیقی پھوپھی کے پسر کا پسر ہو تو دوسرا اولی ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو - اور اگر چند ذکور و چند اناث مجتمع ہون اور انکی قرابت یکسان ہو تو مرد کو عورت سے دو چند ملیگا - مثلاً چچا و پھوپھی دونون ازجانب مادرین یا ماموں و خالہ دونون ازجانب مادر و پدرین یا دونون ازجانب پدرین یا دونون ازجانب مادرین تو انمین مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے ترکہ تقسیم ہوگا اور اگر انکی قرابت مختلف ہو مثلاً پھوپھی ازجانب مادر و پدر ہو اور خالہ ازجانب مادر ہو یا ماموں ازجانب مادر و پدر اور پھوپھی ازجانب مادر ہو تو انمین ترکہ انکے اصول کے لحاظ سے تقسیم ہوگا کہ قرابت پدری والے کو دو تہائی ملیگا جو حصہ پدر ہو اور مادری والے کو ایک تہائی ملیگا جو حصہ مادر ہو اور یہی حکم انکی اولاد مین ہوگا کہ میراث کے واسطے اولی وہ ہوگا جو میت سے زیادہ قریب ہو خواہ کسی جہت سے ہو اور اگر قرابت مین سب برابر ہون اور انکی قرابت ایک ہی جنس کی ہو تو عصبہ کی اولاد اولی ہوگی جیسے چچا کی دختر اور پھوپھی کا بیٹا جو دونون ازجانب مادر و پدر ہین یا ازجانب پدر ہین تو پورا مال چچا کی دختر کو ملیگا اور اگر دونون مین سے ایک ازجانب مادر و پدر

ل مولی اکرم فاضل نزدیک کی حاصل کرنا ۱۲ منہ

اور دوسرا از جانب پدر ہو تو پورا مال اُسی کو ملیگا جسکی قرابت قوی ہو اور اسکا بیان یہ ہو کہ میت نے تین پھوپھیاں چھوڑیں جنمیں سے ایک از جانب مادر و پدر ہو اور دوسری از جانب پدر ہو اور تیسری از جانب مادر ہو اور تین خالائیں چھوڑیں جنمیں ایک از جانب مادر و پدر ہو اور دوسری از جانب پدر ہو اور تیسری از جانب مادر ہو تو کل مال ترکہ میں سے دو تہائی پھوپھیوں کے واسطے اور ایک تہائی مال خالاؤں کے واسطے ہوگا پھر پھوپھیوں کا دو تہائی مال فقط اُس پھوپھی کو ملیگا جو از جانب مادر و پدر ہی اور خالاؤں کا ایک تہائی مال فقط اُس خالہ کو ملیگا جو از جانب مادر و پدر ہی کیونکہ انھیں دونوں کی قرابت قوی ہی - ایک میت نے ایک خالا از جانب مادر و پدر اور ایک ماموں از جانب مادر و پدر اور ایک پھوپھی از جانب مادر و پدر اور ایک پھوپھی از جانب پدر چھوڑی تو ترکہ میں سے دو تہائی مال اُس پھوپھی کو ملیگا جو از جانب مادر و پدر ہی کیونکہ اسکی قرابت قوی ہی - اور باقی ایک تہائی مال از جانب مادر و پدر کی خالہ اور ماموں کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا پس فرض مسئلہ تین سے اور اسکی تصحیح نو ہوگی - ایک میت نے ماموں از جانب مادر و پدر کے دختر اور پھوپھی از جانب مادر کی دختر چھوڑی تو پھوپھی کے لڑکی کو دو تہائی مال ملیگا اور ماموں کی لڑکی کو ایک تہائی مال ملیگا - ایک میت نے خالہ از جانب مادر و پدر کی دختر اور چچا از جانب مادر کی دختر چھوڑی تو چچا کی لڑکی کو دو تہائی اور خالہ کی لڑکی کو ایک تہائی ملیگی - اور اگر چچا از جانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر چھوڑی تو پورا مال چچا کی دختر کو ملیگا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے اولی ہی - اور اگر پھوپھی از جانب پدر کی دختر اور پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر چھوڑی تو پورا مال پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر کو ملیگا کیونکہ اسکی قرابت قوی ہی - اور اگر [illegible] از جانب مادر و پدر کی دختر اور مامون از جانب پدر کی دختر کو ملیگا کیونکہ اسکی قرابت قوی ہی یہ کافی میں ہی - اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جاننا چاہیے کہ پھوپھیوں اور ماموں اور خالاؤں کی اولاد میں سے جو اقرب ہو وہ بالاستحقاق میراث میں بعید سے مقدم ہوتا ہی خواہ جہت ایک ہی ہو یا مختلف ہو اور قریب و بعید کا تفاوت باعتبار پشت کے ہوتا ہی پس جسکی ایک ہی پشت ہو وہ ایسے شخص سے جو دوسری پشت میں ہو نزدیک ہوگا اور دوسری پشت والا باعتبار تیسری پشت والے کے قریب ہوگا اور اسکا بیان یہ ہی کہ اگر ایک میت نے خالہ کی دختر اور خالہ کی دختر کی دختر یا خالہ کے پسر کی دختر یا خالہ کے پسر کا پسر چھوڑا تو سب مال میراث خالہ کی دختر کو ملیگا اسواسطے کہ وہ ایک [illegible] ہی اسی طرح اگر پھوپھی کی بیٹی اور خالہ کی بیٹی کی بیٹی چھوڑی تو مال میراث پھوپھی کی بیٹی یا وہ گی اسواسطے کہ وہ ایک درجہ [illegible] ہی اگرچہ دونوں مختلف جنسوں سے ہیں اور اگر پھوپھی کی بیٹیاں چھوڑیں اور اُنکے ساتھ خالہ کی ایک دختر چھوڑی تو پھوپھی کی بیٹیوں کو دو تہائی ملیگا اور خالہ کی ایک دختر کو ایک تہائی ملیگا - اور اگر انمیں بعض کی دو قرابتیں ہوں اور بعض کی ایک ہی قرابت ہو تو درصورت اختلاف جہت کے اسوجہ مذکور سے ترجیح نہیں ہو سکتی ہی اور اگر جہت ایک ہی ہو تو جو از جانب پدر ہی وہ مادر کی جانب والے سے اولی ہوگا خواہ مذکر ہو یا مونث ہو اور اسکا بیان یہ ہی کہ میت نے متفرق تین پھوپھیوں کی تین بیٹیاں چھوڑیں تو سب مال پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر کو ملیگا اگر متفرق تین خالاؤں کی تین بیٹیاں چھوڑیں تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اُسنے خالہ از جانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر چھوڑی تو پھوپھی کی دختر کو دو تہائی اور خالہ کی دختر کو ایک تہائی ملیگا - اور نیز اگر دونوں میں سے ایک اولاد عصبہ یا اولاد صاحب فرض ہو تو ایک جہت ہونے کی صورت میں عصبہ یا صاحب فرض کا فرزند مقدم ہوگا اور جہت مختلف ہونے کی صورت میں اس امر مذکور کی وجہ سے ترجیح نہیں

ہوسکتی ہے بلکہ میت سے نزدیک ہونے کا اعتبار کیا جائیگا اور اسکا بیان یہ ہے۔ کہ میت نے چچا از جانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی کی دختر چھوڑی تو سب مال چچا کی دختر کو ملیگا اسواسطے کہ وہ فرزند عصبہ ہے اور اگر اُسنے چچا کی دختر اور ماموں یا خالا کی دختر چھوڑی تو چچا کی دختر کو دو تہائی اور خالا یا ماموں کی دختر کو ایک تہائی ملیگا اسواسطے کہ اس صورت میں جہت مختلف ہے پس فرزند عصبہ ہونے کی وجہ سے ترجیح نہوگی اور یہ حکم ابن ابی عمران نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہے ولیکن ظاہر المذہب کے موافق فرزند عصبہ مقدم ہوگا خواہ جہت مختلف ہو یا متحد ہو اسواسطے کہ فرزند عصبہ وارث میت سے بہت متصل ہے پس گویا وہ میت سے بہت متصل ہے۔ اور اگر ان ذوی الارحام میں سے چند آدمی میت کی مان کی جانب سے اموں یا خالاؤں کی بیٹیاں موجود ہوں اور چند آدمی باپ کی جانب سے چچا اور پھوپھیوں از جانب مادر کی بیٹیاں موجود ہوں تو مال ترکہ دونوں فریق میں تین تہائی تقسیم کیا جائیگا خواہ ہر جانب سے دو قرابت والی ہوں یا ایک ہی جانب سے ایک قرابت والی ہوں پھر جو کچھ ہر فریق کو ملا ہے وہ اُس فریق والوں میں تقسیم ہوگا پھر اُس فریق میں جو دو قرابت والی ہوں اُنکو ایک قرابت والی پر ترجیح دیجائیگی اور نیز اسمیں جو باپ کی طرف سے قرابت والا ہو اُسکو ماں کی طرف سے قرابت والے پر ترجیح ہوگی اور اگر قرابت میں سب برابر ہوں تو امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول کے موافق اُنکے ابدان کے اعتبار سے اُنمیں مال تقسیم کیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک اُنکے اصول میں جہاں پہلا اختلاف پڑا ہے اُسکے اعتبار سے مال تقسیم ہوگا اور یہ امام ابو یوسف رح کا پہلا قول ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ میت نے ایک پسر خالہ اور ایک دختر خالہ چھوڑی تو ان دونوں میں مال ترکہ مرد کو عورت کے دوچند کے حساب سے باعتبار ابدان کے تقسیم ہوگا اسواسطے کہ ان دونوں کی اصل متفق ہے یعنے دونوں خالا کی اولاد ہیں اور اُسنے اموں کی دختر اور خالہ کا پسر چھوڑا تو امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول کے موافق خالہ کے پسر کو دو تہائی اور اموں کی دختر کو ایک تہائی ملیگا اور امام محمد رح کے قول کے موافق اسکے برعکس ہے۔ اور اگر پھوپھی کا لڑکا اور پھوپھی کی لڑکی چھوڑی تو ان دونوں میں مال ترکہ مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر پھوپھی کا بیٹا اور چچا کی بیٹی چھوڑی پس اگر چچا از جانب مادر و پدر یا از جانب پدر ہو تو اُسکی دختر سب ترکہ پاویگی اسواسطے کہ عصبہ کی بیٹی ہے اور پھوپھی کا بیٹا فرزند عصبہ نہیں ہے اور اگر چچا از جانب مادر ہو تو بنا بر دوسرے قول امام ابو یوسف کے مال ترکہ ان دونوں میں موافق اُنکے ابدان کے تین تہائی تقسیم ہوگا جسمیں سے دو تہائی پھوپھی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی چچا کی دختر پاویگی اور امام محمد رح کے نزدیک ان دونوں کی اصل کا اعتبار کرکے مال ترکہ اسکے برعکس تقسیم ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ پھوپھی از جانب مادر کا بیٹا ہو اور اگر پھوپھی از جانب مادر و پدر کا بیٹا ہو تو وہ سب مال کا مستحق ہوگا اسواسطے کہ اُسمیں دو قرابتیں ہیں اسی طرح اگر پھوپھی از جانب پدر کا بیٹا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ وہ بقرابت پدر نزدیک ہوا ہے اور عصبہ ہونے کی راہ سے جو استحقاق ہوتا ہے اُسمیں قرابت پدری کو قرابت مادری پر تقدیم و ترجیح ہوتی ہے اور اگر میت نے خالا اپنی یا مادر کی یا ماموں اپنی مادر کا چھوڑا تو میراث اُسی کو ملیگی بشرطیکہ اُسکے ساتھ کوئی اور نہو اور اگر دونوں کو چھوڑا تو مال ترکہ دونوں کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے باعتبار ابدان کے تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر میت نے ان کی خالا اور ماں کی پھوپھی چھوڑی تو ابو سلیمان نے ہمارے اصحاب سے روایت کی ہے کہ مال دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگا جسمیں دو تہائی پھوپھی کو اور ایک تہائی خالا کو ملیگا پھر ظاہر الروایۃ کے موافق اسمیں کچھ فرق نہیں ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک یا ایک کے واسطے دو قرابتیں ہوں اور دوسرے کے واسطے ایک ہی قرابت ہو۔ اور اگر میت نے باپ کی پھوپھی اور باپ کا چچا چھوڑا تو سب مال باپ کے چچا کو ملیگا بشرطیکہ چچا از جانب مادر و پدر یا از

جانب پدر ہو کیونکہ وہ عصبہ ہوگا اور اگر حیا از جانب مادر ہو تو مال دونوں میں تین تہائی موافق ابدان کے تقسیم ہوگا یہ امام ابو یوسف کا دوسرا قول ہے اور موافق اصل کے بنا بر پہلے قول کے تقسیم ہوگا اور یہی امام محمد کا قول ہے اور اگر باپ کی پھوپھی اور باپ کی خالا ہو تو محرم روایت ابو سلیمان کے مال ترکہ ان دونوں میں مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر ہر دو فریق مجتمع ہوں یعنے باپ کی پھوپھی اور باپ کی خالا اور مان کی پھوپھی اور مان کی خالا تو باپ والے فریق کو دو تہائی اور مان والے فریق کو ایک تہائی ملیگا پھر جو مال ہر فریق کے حصہ میں پڑا ہو وہ اُس فریق کے درمیان اسی طرح تقسیم ہوگا جیسے پورے مال کی تقسیم سابق میں مذکور ہوئی ہے اور اختلاف جہت ہونے کی صورت میں ایک کی دو قرابت والے ہونے اور دوسرے کی ایک ہی قرابت والے ہونے کی وجہ سے تقسیم مال میں کچھ فرق نہوگا لیکن ہر فریق کے درمیان اُسکے حصہ کا مال تقسیم کرنے میں دو قرابت والی کو ترجیح دیجائیگی جیسے کہ ہمنے صورت مذکورہ سابقہ میں بیان کیا ہے اور ان لوگوں کی اولاد کی میراث پانے کا حال بمنزلہ اُن لوگوں کے ہو لیکن اپنی اولاد کے ساتھ ان لوگوں کا موجود ہونا شرط ہے اور اگر انمیں سے کوئی موجود ہوا تو اُسکی اولاد کو کچھ نہ ملیگا حتے کہ نہ میت کی پھوپھیوں اور خالاؤں میں سے کسی پھوپھی یا خالا کے موجود ہونے کی صورت میں اُسکی اولاد کو کچھ نہیں ملتا ہے اور اس جنس میں ایک ایسا شخص متصور ہو سکتا ہے جسکے واسطے دو قرابتیں ہوں اور اسکا بیان یہ ہے کہ ایک عورت کا ایک مادری بھائی ہو اور ایک پدری بہن ہے پھر اُسکے اس مادری بھائی نے اُسکے اس پدری بہن سے نکاح کیا اور ان دونوں سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر یہ لڑکا مر گیا تو یہ عورت مذکورہ اس لڑکے کی خالا از جانب پدر ہے اور نیز اس لڑکے کی پھوپھی از جانب مادر ہے یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے

آٹھواں باب - حساب فرائض کے بیان میں - سہام مقدرہ چھ ہیں چھٹا و تہائی و دو تہائی اور یہ سب ایک جنس ہیں اور آٹھواں و چوتھائی و آدھا یہ سب ایک جنس ہیں اور ان سہام میں سے ہر سہم کا ایک مخرج ہے پس آدھا تو دو سے نکلتا ہے اور آدھے کے سوا ہر سہم اپنے نام سے نکلتا ہے چنانچہ آٹھواں آٹھ سے اور چوتھائی چار سے اور تہائی اور دو تہائی تین سے اور چھٹا حصہ چھ سے نکلتا ہے پس اگر چوتھائی ایک جنس کا دوسری جنس کے سب کے ساتھ یا بعض کے ساتھ جمع ہوا ہو تو اُسکی اصل بارہ سے ہوگی اور اگر آٹھواں دوسری جنس کے سب یا بعض کے ساتھ جمع ہوا تو اصل مسئلہ چوبیس سے ہوگا یہ محیط میں ہے - اور اگر آدھا حصہ دوسری جنس کے سب یا بعض کے ساتھ مجتمع ہوا تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اور جب فریضہ صحیح ہو یعنی ہر فریق کے سہام تقسیم ہو گئے تو پھر ضرب دینے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اگر کسر واقع ہوئی تو جن نفوس پر ان میں کسر واقع ہوئی ہے اُنکی تعداد کو اصل مسئلہ میں ضرب دے اور اُنکا عول کر دے اگر وہ بعول ہوتا ہو پس جو حاصل ہو اُس سے مسئلہ صحیح ہو جائیگا اسکی مثال یہ ہے کہ میت نے ایک جورو اور دو بھائی چھوڑے پس اصل مسئلہ چار سے ہوا کہ جسکا چوتھائی ایک سہم عورت کو ملا اور تین سہام باقی رہے جو دو بھائیوں پر پورے تقسیم نہیں ہوتے ہیں اور تین اور دو میں توافق نہیں ہے پس زوج کو چار میں ضرب دیدے تو مسئلہ آٹھ ہو جائیگا پس اس سے سب سہام صحیح نکل آوینگے اور اگر انکے سہام اور تعداد میں توافق ہو تو وفق سے جو عدد نکلتا ہے اُسکو اصل مسئلہ میں ضرب دینا چاہیے اسکی مثال یہ ہے کہ میت نے ایک جورو اور چھ بھائی چھوڑے پس جورو کو چوتھائی یعنے چار میں سے ایک دیدیا جائیگا اور تین باقی رہے جو چھ بھائیوں پر پورے تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں مگر تین میں اور چھ میں توافق ثلثیت ہے پس ان دارثوں کا عدد دو وفق (یعنے دو کو) اصل مسئلہ یعنے چار میں ضرب دیا جائے پس آٹھ ہونگے تو اُس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی کہ جورو کا ایک سہم دو میں ضرب کیا جائیگا

تو اُسکے واسطے دو سہام ہونگے اور بھائیون کے تین سہام دو مین ضرب کیے جائینگے تو چھ ہونگے پس ہر ایک کے واسطے ایک سہم ہوگا مثال دیگر میت نے ایک جورو اور ایک مان و باپ سے چھ بھائی اور تین بہنین چھوڑین پس اصل مسئلہ چار سے ہوگا پس جورو کو ایک سہم ملیگا اور باقی تین سہم رہے جو پندرہ پر پورے تقسیم نہین ہوتے ہین لیکن تین اور پندرہ مین موافقت ثلث ہے پس پندرہ اپنی ثمانی یعنے پانچ کی طرف رجوع کریگا پس اس پانچ کو اصل مسئلہ چار مین ضرب دے کہ بیس ہو جائینگے کہ جس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی - اور دو فریق وارثون کے سہام مین کسر واقع ہوئی پس ہر فریق کے سہام و عدد وارثان مین موافقت دیکھنا چاہیے پھر ہر دو عدد کو دیکھنا چاہیے پس اگر دونون متماثل ہون تو ایک کو اصل مسئلہ مین ضرب دینا چاہیے اور اگر دونون متداخل ہون یعنے چھ اور بارہ کی طرح ہون تو جو عدد فریق دونون مین سے زیادہ ہو اُسکو ضرب دینا چاہیے اور اگر دونون مین توافق ہو تو دونون کا عدد وفق نکالکر اُسکو انمین سے ایک مین ضرب دینا چاہیے اور حاصل ضرب کو اصل مسئلہ مین ضرب دینا چاہیے اور اگر دونون مین تباین ہو تو ایک کو دوسرے مین ضرب دیکر پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ مین ضرب دینا چاہیے اسکی مثال یہ ہے کہ تین چچا اور تین دختر چھوڑین پس اصل مسئلہ تین سے ہوا جسمین سے دو تہائی دخترون کا حصہ ہوا یعنے دو سہام اور ایک باقی زائدہ چچاؤن کا حصہ ہوا لیکن ہر دو فریق کے حق مین کسر واقع ہوئی اور دونون عدد مین تماثل ہے پس ایک کے عدد (۳) کو اصل مسئلہ (۳) مین ضرب دیا جاوے کہ (۹) ہوے پس اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی مثال دیگر پانچ بہنین حقیقی اور پانچ بہنین علاتی ہین اور ایک چچا چھوڑا پس اصل مسئلہ چھ سے ہوگا اور اعداد و سہام مین موافقت نہین ہے لیکن اعداد متماثل ہین پس ایک کو یعنے (۵) کو اصل مسئلہ (۶) مین ضرب دیا جاوے تو (۳۰) ہوے اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی مثال دیگر ایک جدہ اور چھ بہنین حقیقی اور نو بہنین اخیافی یعنے از جانب مادر ہین اصل مسئلہ (۶) سے ہوا اور اسکا عول (۷) سے ہوا جسمین سے جدہ کا ایک سہم ہوا اور اخیافی بہنون کے (۲) دو سہام ہوے اور انمین موافقت نہین ہے اور حقیقی بہنون کے واسطے (۴) سہام ہین اور انکی تعداد و سہام مین توافق بالنصف ہے پس اسکی تعداد نے نصف کی طرف رجوع کیا تو (۳) ہوے اور ۳ اور ۴ مین تداخل ہے پس ۴ کو اصل مسئلہ ۷ مین ضرب دیا جاوے کہ (۲۸) ہوے پس اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی مثال دیگر دختر و چھ جدات و چار دختران پسر و چچا چھوڑا اور اصل مسئلہ (۶) سے ولیکن سہام و اعداد وارثان مین توافق نہین ہے لیکن اعداد ورثہ مین باہم توافق ہے کیونکہ ۴ اور چار ہین جنمین توافق بالنصف ہے پس ایک کے نصف کو دوسرے مین ضرب دیا جاوے تو ۱۲ ہوے پھر ۱۲ کو اصل مسئلہ مین ضرب دیا جاوے تو ۷۲ ہوے پس اس سے تصحیح ہوگی - مثال دیگر زوجہ و سولہ اخیافی بہنین اور پچیس چچا جسمین چوتھائی و ثمانی باقی کی ضرورت ہے پس اصل مسئلہ بارہ سے ہوا اور بہنون کے سہام اور انکی تعداد مین توافق بالربع ہے پس سولہ نے چوتھائی کی طرف رجوع کیا تو ۴ ہوے اور چچاؤن اور انکے سہام مین توافق بالخمس ہے پس پچیس رابع بجانب ۴ ہوا اور چار و پانچ مین موافقت نہین ہے پس انکو باہم ضرب دینا چاہیے تو (۲۰) ہوے پس انکو اصل مسئلہ مین ضرب دیا تو (۲۴۰) ہوے اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی - اور اگر تین فریق یا زیادہ مین کسر واقع ہوئی تو بھی اسی طرح سے پہلے سہام اور عدد وارثان مین توافق دیکھنا چاہیے پھر عددون عددون مین توافق دیکھنا چاہیے پھر اسی طور سے کرنا چاہیے جیسا کہ دو فریق مین کسر واقع ہونے مین کیا ہے یعنے تداخل و تماثل و توافق و تباین کی نسبتین لحاظ کرنے چاہیے ہین اور چار فریق سے زیادہ مین کسر واقع ہونا فرائض مین متصور نہین ہے اور فریقون و اُنکے سہام مین ضرب

دینے سے جو حاصل ہوتا ہی اُسکو جزء السہم کہتے ہین پس اُسکو اصل مسئلہ مین ضرب دینا چاہیے - اسکی مثال یہ ہی کہ چار زوجہ اور ۳ جدات اور بارہ چچا چھوڑے پس اصل مسئلہ ۱۲ سے سب زوجہ کو چوتھائی کے ۳ سہام سب جدات کے چھٹا حصہ ۲ سہام اور چچاؤن کے باقی سات سہام ہوے اور ظاہر ہی کہ تعداد و سہام مین موافقت نہین ہی ولیکن باہم اعداد متداخل ہین پس سب سے بڑا جو عدد ہی یعنے ۱۲ کو اصل مسئلہ مین ضرب دیا تو (۱۴۴) ہوے پس اس سے تصحیح ہوگی پس زوجات کے ۳ کو بارہ مین ضرب دیا ۳۶ ہوے پس ہر جورو کے واسطے ۹ ہوے اور جدات کے ۲ کو بارہ مین ضرب دیا (۲۴) ہوے کہ ہر ایک جدہ کے واسطے ۸ ہوے اور چچاؤن کے واسطے ۷۰ سے انکو بارہ مین ضرب دیا تو ۸۴ ہوے کہ ہر ایک چچا کے واسطے ۷ ہوے - مثال دیگر چھ جدات - نو دختر - پندرہ چچا چھوڑے پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوا پس جدات کے واسطے ۱ سہام جو تقسیم نہین ہو سکتا ہی اور نہ موافقت ہی اور دختروں کے ۴ بھی ایسے ہی ہین اور چچاؤن کا ایک سہم وہ بھی ایسا ہی ہی ولیکن اعداد وارثان مین باہم توافق ہی پس جدات کی تہائی یعنے دو کو تعداد دختران یعنے ۹ مین ضرب دیا تو ۱۸ ہوے پھر اُسکے فریق کو یعنے ۶ کو تعداد چچا یعنے ۱۵ مین ضرب دیا تو ۹۰ ہوے پھر ۹۰ کو اصل مسئلہ ۶ مین ضرب دیا تو (۵۴۰) ہوے پس اس سے تصحیح ہوگی - مثال دیگر دو زوجہ اور دس جدات اور (۲۰) بنین اخیافی اور ۲۰ چچا چھوڑے پس اصل مسئلہ ۱۲ سے جسمین سے ہر دو زوجہ کو چوتھائی کے ۳ ملے جو منقسم نہین ہوتے ہین اور نہ موافقت ہی اور جدات کو چھٹے حصہ کے دو سہام ملے جو منقسم نہین ہو سکتے ہین لیکن دونون مین موافقت بالنصف ہی پس یہ اپنے نصف کی طرف راجع ہوے پس ۵ ہوے اور بنون کو تہائی کے چار ملے وہ بھی نہین منقسم ہوتے ہین ولیکن دونون مین توافق بربع ہی پس اپنی جو تہائی کی طرف رجوع کیا تو ۱۰ ہوے اور چچاؤن کے واسطے باقی یعنے ۳ ہی مگر تقسیم نہین ہو سکتا ہی اور نہ توافق ہی ولیکن پانچ اور دس دونون ۱۰ مین داخل ہین پس باہم متداخل ہی - پس بیس کو اصل مسئلہ مین ضرب دینا چاہیے تو بیس کو ۱۲ مین ضرب دینے سے ۲۴۰ ہوے جس سے تصحیح ہوگی - مثال دیگر - ۴ زوجہ ۱۵ جدہ - ۱۰ دختر - ۶ چچا چھوڑے پس اصل مسئلہ ۱۲ سے پس زوجات کو آٹھوین حصہ کے ۳ ملے کہ تقسیم نہین ہو سکتے ہین اور نہ توافق ہی اور جدات کو چھٹے حصہ کے ۲ وہ بھی ایسے ہی ہین اور دختروں کو دو تہائی کے ۸ مگر انمین توافق بالنصف ہی پس اسنے نصف کی جانب رجوع کیا تو ۴ ہوے اور چچاؤن کے واسطے ایک سہم رہا اب ہمارے پاس جو اعداد ہین وہ یہ ہین ۴ و ۱۵ و ۴ و ۹ پس ۴ و ۱۵ مین توافق بالثلث ہی پس ایک کی تہائی کو دوسرے مین ضرب دیا تو ۲۰ ہوے پس اسمین اور ۹ مین توافق بالثلث ہی پس ایک کی تہائی کو دوسرے مین ضرب دیا تو ۶۰ ہوے اور اسمین اور ۴ مین توافق بالنصف ہی پس دو کو ۶۰ مین ضرب دیا تو ۱۲۰ ہوے پس اسکو اصل مسئلہ ۲۴ مین ضرب دیا تو ۲۸۸۰ ہوے پس اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی - مثال دیگر دو زوجہ اور دس دختر اور ۴ جدات اور سات چچا چھوڑے اصل مسئلہ ۲۴ سے پس ہر دو زوجہ کو آٹھوان حصہ ۳ ملے جو تقسیم نہین ہو سکتے ہین اور نہ توافق ہی اور دختروں کو دو تہائی مین ۱۶ ملے جسمین توافق بالنصف ہی پس اُسنے نصف یعنی پانچ کی طرف رجوع کیا اور جدات کے واسطے چھٹے حصہ مین ۴ ملے اسمین بھی توافق بالنصف ہی پس اسنے ۳ کی طرف رجوع کیا اور چچاؤن کے واسطے باقی ایک سہم رہا اب ہمارے پاس ۲ اور ۵ اور ۳ اور ۷ ہی اور ان سب مین باہم تباین ہی پس دو کو پانچ مین ضرب دیا تو ۱۰ ہوے اسکو ۳ مین ضرب دیا تو ۳۰ ہوے اسکو سات مین ضرب دیا تو ۲۱۰ ہوے پھر اسکو اصل مسئلہ ۲۴ مین ضرب دیا تو ۵۰۴۰ ہوے اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی

یہ اختیار شرح مختار میں ہے مثال دیگر ۴ بہنیں علاتی اور ۳ بہنیں اخیافی اور ۲ بیٹیاں جدات اور ۲ بیٹیاں زوجات چھوڑیں تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۳ سے ہوا پس علاتی بہنوں کو دو تہائی کے ۸ ملے جو اُنپر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے اور اخیافی بہنوں کو تہائی کے ۴ ملے جو اُنپر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے اور جدات کو چھٹے حصہ کے دو سہام ملے جو اُنپر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے اور زوجات کو چوتھائی کے ۳ ملے جو اُنپر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے پھر پانچ میں اور ۴ میں توافق نہیں ہے پس ضرب دینے سے ۱۵ ہوئے اور ۸ اور ۴ اور ۳ میں توافق نہیں ہے پس ضرب دینے سے ۶۰ ہوئے اور ۲ اور ۳ میں توافق نہیں ہے پس باہم ضرب دینے سے ۶۰ ہوئے پھر اسکو اصل مسئلہ ۱۳ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۷۸۰ ہوئے پس اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی یہ تبیین میں ہے۔

نوان باب - توافق وتماثل وتداخل وتباین کے پہچاننے کی بیان میں - واضح ہو کہ ہر عدد ان چار قسموں سے خالی نہیں ہو سکتے ہیں یعنی یا تو متماثل ہونگے یا متداخل ہونگے یا متوافق ہونگے یا متباین ہونگے پس متماثل وہ دو عدد ہیں جو باہم برابر ہوں جیسے تین تین اور پانچ پانچ اور یہ بات بالبداہۃ معلوم ہوتی ہے اور متداخل وہ دو عدد ہیں جن دونوں میں سے ایک دوسرے کا جزو ہو اور چھوٹا بڑے کے نصف سے زائد نہ ہوگا جیسے ۳ اور ۹ - اور جیسے ۴ اور ۱۲ پس ۹ کی ۳ تہائی ہے اور ۱۲ کا چار تہائی ہے اور ۴ کا چار آدھا ہے اور اسی طرح ۶ کا ۳ نصف ہے اور اسکے پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ جو عدد دونوں میں سے چھوٹا ہے اُسمیں جو عدد کم ہو وہ ساقط کیا جاوے پس اگر ساقط کرتے کرتے اور طرح دیتے دیتے بڑا بالکل فنا ہو جاوے تو یہ دونوں عدد متداخل ہونگے جیسے پانچ اور بیس یا چار اور بیس کہ اگر بیس میں سے پانچ کو چار دفعہ طرح دیا اور نیز چار کو بیس میں سے پانچ مرتبہ طرح دیا تو بیس بالکل فنا ہو گیا پس یہ دونوں متداخل ہیں یا یوں کہنا چاہیے کہ دو عدد جنمیں سے اگر بڑا چھوٹے پر پورا بالتقسیم ہو جاوے تو وہ دونوں متداخل ہیں جیسے مثال مذکورہ بالا میں اگر بیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو چار حصے پورے پورے نکلینگے اسی طرح اگر چار پر تقسیم کیا تو پانچ حصے پورے پورے نکلینگے اور متوافق وہ دو عدد ہیں کہ کوئی دوسرے کو فنا نکرے اور نہ کوئی دوسرے پر پورا تقسیم ہو جاوے ولیکن دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے پس یہ دونوں متوافق ہونگے اور جس عدد سے دونوں فنا ہوتے ہیں اُسکی جزو کے حساب سے دونوں میں توافق کی نسبت ہوگی جیسے ۸ اور ۱۲ کہ ان دونوں کو ۴ فنا کرتا ہے پس ان دونوں میں توافق بالربع ہے اسی طرح ۱۵ اور ۲۵ - کہ دونوں کو پانچ فنا کرتا ہے پس دونوں میں توافق بالخمس ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ عددوں کو کئی عدد فنا کرتے ہیں جیسے ۱۲ و ۱۸ کہ انکو ۶ بھی فنا کرتا ہے اور ۳ کو اور ۲ بھی پس جزو وفق سب سے بڑے فنا کرنے والے عدد کے حساب سے لیا جاوے تاکہ ضرب کرنے میں اختصار ہو اور حساب میں آسانی ہو اور توافق کے پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ ایک کو دوسرے سے برابر گھٹایا جاوے پس آخر میں جو عدد باقی رہے اُسی سے جزو موافقت لیا جاوے جیسے ۱۵ و ۲۵ میں ہے کہ جب ۱۵ میں سے ۱۰ گھٹایا گیا تو ۵ رہے اور جب ۱۵ میں سے ۱۰ گھٹائے گئے تو ۵ رہے اور جزو موافقت پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ واحد کو عدد باقی کی طرف نسبت کیا جاوے پس واحد اس عدد کا جو حصہ ہوتا ہو وہی جزو موافقت ہے چنانچہ مثال مذکورہ میں پانچ رہے ہیں پس ان پانچ کی طرف ایک کو نسبت کیا تو ایک اُنکا پانچواں حصہ ہے پس معلوم ہوا کہ ۱۵ - ۲۵ میں توافق بخمس ہے - اور اگر ہر دو عدد کا فنا کرنے والا دس سے زیادہ ہو جیسے ۳۵ و ۴۵ میں ہے کہ انکا عدد مفنی ۵ ہے یا جیسے ۲۲ و ۳۳ کہ انکا عدد مفنی ۱۱ ہے اور جیسے ۳۰ - اور ۴۵ کہ انکا مفنی ۱۵ ہے تو نظر کرنا چاہیے کہ اگر فنا کرنے والا عدد فرد مفرد ہو اور عدد فرد مفرد اُسکو کہتے ہیں جسکا جزو صحیح نہ ہو یعنی وہ ایسے دو عدد میں

سے مرکب نہ ہو تو ایک کو دوسرے میں ضرب دینے سے یہ عدد حاصل ہو جیسے گیارہ کو تو ایون کہنا چاہیے کہ انمیں توافق گیارھوین جزو کے ساتھ ہے اسواسطے کہ سوائے اسکے اور طور سے اسکی تجزیہ نہیں ہو سکتی اور اگر تمین توافق ایسے عدد سے ہو جو جزو نہ ہو جیسے ۶ و ۹ و ۱۵ مین ۳ یا فرد مرکب ہو اور فرد مرکب وہ ہوتا ہے جسکے دو جزو صحیح یا زیادہ ایسے ہون جنکے باہمی ضرب سے یہ عدد حاصل ہوتا ہو جیسے ۱۲ کہ ۳ - اور ۴ - اسکے دو جزو صحیح ہین کہ ایک اسکا پانچوان حصہ ہے اور دوسرا اسکا تیسرا حصہ ہے اور ایسا عدد فرد مرکب کہلاتا ہے کہ یہ ۳ و ۴ دو عددون کے باہمی ضرب سے مرکب ہے پس ایسی صورت مین تصحیح جزو توافق کے واسطے چاہیے اسی طور سے کہ جیسے فرد سفرد مین مذکور ہوا ہے یعنی توافق دونون پندرھوین یا اٹھارھوین جزو کے ساتھ ہے اور چاہیے واحد کو اسکے دو تہائی کی طرف منسوب کرکے ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کرے مثلاً پندرہ مین سے کہ توافق ثلث الخمس ہے اور اٹھارہ مین سے کہ توافق ثلث السدس ہے اور اسی پر اسکے نظائر کو قیاس کرنا چاہیے اور تباین وہ عدد ہین کہ جو تماثل نہون اور متداخل نہون اور سوائے ایک کے انکو کوئی عدد فنا نکرسکے جیسے ۵ - اور ۷ یا ۹ - اور ۱۰ یا ۱۱ - اور ۱۳ - اور نیز اسکے مانند سمجھ لینا چاہیے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اور جبکہ ان طریقون سے جو ہمنے بیان کیے ہین مسئلہ کی تصحیح ہو گئی پھر یہ قصد ہوا کہ ہر فریق کا حصہ اس تصحیح سے نکالا معلوم کیا جاوے تو چاہیے کہ جس عدد سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا ہے اُس سے ہر فریق کے اُس حصہ کو جو اُسکو اصل مسئلہ سے پہونچا ہے ضرب کرے پس حاصل ضرب اس فریق کا حصہ ہوگا اور ہر وارث کا حصہ پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ اُسکے سہام اسی عدد مین ضرب کرے جسمین اصل مسئلہ کو ضرب کیا ہے پس حاصل ضرب اس وارث کا حصہ ہوگا اسکی مثال یہ ہے کہ ۴ زوجہ اور ۶ بہنین حقیقی اور ۲ چچا ہین پس اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوا جسمین سے سب چارون زوجہ کو ۳ سہام ملے جو تقسیم نہین ہو سکتے ہین اور نہ انمین توافق ہے اور بہنون کے واسطے دو تہائی کے ۸ ہوے جو تقسیم نہین ہو سکتے ہین ولیکن انمین توافق ہے اور توافق بالنصف ہے پس ۳ کی طرف راجع ہوے اور چچاؤن کے واسطے ایک ہے پس عدد ۴ و ۳ و ۱ ہین اور ۴ و ۳ مین توافق بالنصف ہے پس ایک کے نصف کو دوسرے مین ضرب دیا تو ۴ ہوے پھر ۴ کو ۳ مین ضرب دیا تو ۱۲ ہوے پس اسکو اصل مسئلہ ۱۲ مین ضرب دیا تو ۱۴۴ ہوے اسی سے تصحیح ہوگی پھر اگر تو نے ارادہ کیا کہ ہر فریق کا حصہ دریافت کرے تو ہم کہتے ہین کہ زوجات کے ۳ سہام تھے اُنکو ۴ سے ضرب دیا جس سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا ہے تو ۱۲ ہوے اور بہنون کے ۸ تھے اُنکو ۶۰ مین ضرب دیا تو ۴۸۰ ہوے اور چچاؤن کا ایک سہم تھا اُسکو ۶۰ مین ضرب دیا تو ۶۰ ہوے پھر اگر چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے تو ہر زوجہ کے واسطے تین بہتائی سہم تھا اُسکو ۶۰ مین ضرب دیا تو ۴۵ ہوے اور ہر دختر کے واسطے ایک سہم و ایک تہائی سہم تھا اُسکو ۶۰ مین ضرب دیا تو ۸۰ ہوے اور ہر چچا کے واسطے سہم کا دسوان حصہ تھا تو اُسکو ۶۰ مین ضرب دینے سے ۶ حاصل ہوے پس یہ بیان تصحیح مسائل اور شناخت حصہ ہر فریق و ہر وارث تھا پس اسی پر اسکے امثال کو قیاس کرنا چاہیے اور جو طریقے ظاہر کر دیے گئے ہین انھین کے موافق عمل کرنا چاہیے انشاء اللہ تعالے ہمیشہ مقصود حاصل ہوگا اور دوسرا طریقہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جس عدد سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا ہے اُسکو جس فریق کی تعداد پر چاہے تقسیم کرے جو حاصل تقسیم آوے اسکو اس فریق کے سہام مین جو با عتبار اصل مسئلہ کے حاصل ہوے ہین ضرب کرے پس حاصل ضرب اس فریق کے ایک وارث کا حصہ ہوگا - چنانچہ مثال مذکورۂ بالا مین جس عدد کو ضرب دیا ہے وہ ۶۰ ہے اور زوجات کے عدد چار ہین پس چار پر تقسیم کرنے سے ۱۵ - حاصل ہوے اُسکو زوجات کے سہام ۳ مین ضرب دیا تو ۴۵ ہر زوجہ کا حصہ حاصل ہوا اور اگر بہنون کی تعداد ۶ پر تقسیم کیا تو دخل حاصل ہوے اسکو

سہام خواہران ۸ مین ضرب دیا تو ۸۰ ہر ایک بہن کا حصہ حاصل ہوا - اور اگر ۱۰ چچا پر تقسیم کیا تو ۸ حاصل ہوے اسلئے حصہ مین جو ایک کو ضرب دیا تو ہر ایک چچا کا حصہ ۸ حاصل ہوا - اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو جو سہام اصل مسئلہ سے حاصل ہوے ہین اُسکو اُنکی تعداد کی طرف نسبت کرکے دیکھے کہ کیا نسبت حاصل ہوتی ہے پھر اسی نسبت سے جس عدد کو اصل مسئلہ مین ضرب دیا ہے اُسمین سے ہر وارث اُس فریق کو دیدے چنانچہ مسائل مذکورہ بالا مین زوجات کے سہام ۳ تھے اور تعداد ۴ تھی پس نسبت تین چوتھائی ہوئی پس ۳۲ مین سے تین چوتھائی یعنے ۲۴ ہر زوجہ کا حصہ ہوا اور یہی عمل بہنون و چچاؤن کے حصہ دریافت کرنے مین کرنا چاہیے کذا فی الاختیار شرح المختار قال المترجم اور ایک طریقہ جدید واسطے دریافت ہر حصہ فریق کے اور واسطے دریافت حصہ ہر فرد کے مترجم کی طرف سے یاد رکھنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ جب وہ عدد جس سے تصحیح مسئلہ ہوتی ہے بقدر عدد مستدرکہ بالا معلوم ہو گیا تو اُس عدد کو بجاے اصل مسئلہ کے عدد کے تصور کرے پس اس سے ہر ذی فرض فریق کا حصہ مثل اصل مسئلہ کے نکالے اور جو ہر فریق کے واسطے حاصل ہو اُسکو اُس فریق کی تعداد پر تقسیم کردے ہر فرد فریق مذکور کا حصہ بھی معلوم ہو جائیگا چنانچہ مثال مذکورہ بالا مین تصحیح مسئلہ کا عدد ۲۴ ہے پس اسکو بجاے اصل مسئلہ کے تصور کرکے اسمین سے چوتھائی حصہ زوجات ۶ اسکو چار پر تقسیم کیا تو ۱۸ حاصل ہوے یہ جملہ زوجات کا حصہ ہے پھر اگر ہر زوجہ کا حصہ نکالنا منظور ہے تو تعداد زوجات ۴ ہے اسکو چار پر تقسیم کیا تو ۴۵ ہر زوجہ کا حصہ ہوا پس اس قاعدہ سے ہر فریق کا مجموعی حصہ اور ہر فریق کے ہر فرد کا تفصیلی حصہ دونون معلوم ہو جائینگے - فلیکن منک علی ذکر فان وجدت ہذہ السانحۃ من المترجم تفکک فی شتی فما مولہ منک ان لاتنساہ فی دعائک لہ بالمغفرۃ عن ظہر قلب معذرۃ تامہ لاتفاد فہنالک ان اللہ تعالے لایضیع اجر المحسنین وانہ ہو التواب الرحیم -

دسوان باب - عول کے بیان مین - شیخ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ جاننا چاہیے کہ فرائض تین طرح کے ہوتے ہین فریضہ عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ - پس فریضہ عادلہ وہ ہے کہ جسمین اصحاب فرائض کے سہام اور مال کے سہام ٹھیک برابر اُترین مثلاً ایک شخص نے دو بہنین از جانب مادر و پدر یعنے خواہران اعیانی چھوڑین اور دو بہنین از جانب مادر یعنی خواہران خیافی چھوڑین تو خواہران اخیافی کو ایک تہائی مال ملیگا اور باقی دو تہائی مال اُسکی دونون حقیقی بہنون کا فریضہ حصہ ہے اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے حصے مال کے حصون سے کم ہون لیکن وارثون مین کوئی عصبہ ہو کہ اصحاب فرائض سے بچا ہوا سب مال لے لے تو یہ فریضہ بھی فریضہ عادلہ ہے - اور فریضہ قاصرہ یہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام یہ نسبت مال کے سہام کے کم ہون اور یہان کوئی عصبہ نہو تو بچا ہوا مال لے لے مثلاً اُسنے دو بہنین از جانب مادر و پدر چھوڑین اور ایک مان چھوڑی تو ہر دو خواہر کو دو تہائی اور مان کو ایک چھٹا حصہ دیے جائینگے اور پھر بھی ایک چھٹا حصہ باقی رہا اور یہان کوئی عصبہ نہین ہے جو اس باقی کو لے لے پس اس صورت مین حکم یہ ہے کہ بچا ہوا مال اصحاب فرائض کو رد کر دیا جائیگا - اور فریضہ عائلہ یہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام مین سے مال کے سہام کم ہون مثلاً اصحاب فرائض مین دو تہائی کے اور نصف کے مستحق ہون جیسے حقیقی دو بہنون کے ساتھ میت کا شوہر بھی ہو یا دو نصف تہائی ہو جیسے میت کا شوہر ہو اور اُسکی ایک بہن حقیقی ہو اور مان ہو تو ایسی صورت واقع ہونے کی حالت مین حکم یہ ہے کہ عول کیا جاوے اور یہی اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے از انجملہ حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی و حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین اور یہی مذہب فقہاء کا ہے یہ مبسوط مین ہے - عول یہ ہے کہ سہام مفروضہ مسئلہ پر

کچھ بڑھا دیا جاوے پس عول کہلیگا بجانب فریضہ ہوجانیکا اور یہ نقصان ان لوگون پر بقدر انکے حقوق کے پڑیگا کیونکہ بعض کو بعض پر ترجیح نہین ہوتا کہ بعض مرجوح کے ذمہ نقصان ڈالا جاوے جیسے دیون یوصیٰ بہا مین ہوتا ہی کہ جب میت کے ترکہ مین سب قرضون وغیرہ کے ادا کرنے کی گنجائش نہین ہوتی ہی تو جو کچھ مال موجود ہی وہ سب پر بحساب ہر ایک کے حق واجب کے حصہ رسد تقسیم کردیا جاتا ہی اور نقصان سب کے ذمہ ہوتا ہی پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہونا چاہیا ہی شیخ مختار مین ہی - جاننا چاہیے کہ اصل مسئلہ جو فرض ہوتے ہین وہ سات ہین دو اور تین اور چار اور چھ اور آٹھ اور بارہ اور چوبیس پس انمین سے چار مین عول نہین ہوتا ہی اور وہ دو دو تین و چار و آٹھ ہین اور تین مین عول ہوتا ہی اور وہ چھ و بارہ و چوبیس ہین پس چھ کا عول دس تک ہوتا ہی طاق یا جفت جیسا متفق ہوا اور بارہ کا عول ۱۳ - ۱۵ - ۱۷ ہوتا ہی اور چوبیس کا عول فقط ۲۷ - ہوتا ہی اور اسکی مثالین جس سے قواعد مذکورہ بالا معلوم ہون اسطرح ہین کہ جنمین عول نہین ہوتا ہی اسکی مثال ہی کہ میت نے شوہر اور حقیقی بہن چھوڑی یا شوہر و علاتی بہن چھوڑی تو شوہر کو نصف ایگا اور بہن کو نصف ملیگا اور یہ دونون مسئلہ قیسیہ کہلاتے ہین اسواسطے کہ مال ترکہ پر فریضہ متساویہ سوا ان دونون مسئلون کے کسی مین نہین ملتا ہی میت نے دختر و عصبہ چھوڑا تو نصف باقی کی ضرورت ہوئی پس مسئلہ (۲) سے ہوگا - میت نے دو ماموری بھائی اور ایک حقیقی بھائی چھوڑا تو ثلثانی اور باقی کی ضرورت ہی اور میت نے دو حقیقی دو بہنین اور علاتی بھائی چھوڑا پس دو ثلثانی و باقی کی ضرورت ہی پس ان دونون مین اصل مسئلہ (۳) سے ہوگا اور نیز جب دو بہنین حقیقی اور دو بہنین اخیافی چھوڑین تو دو ثلثانی اور ثلثانی کی ضرورت ہی پس اسمین بھی مسئلہ (۳) سے ہوگا - میت نے شوہر و دختر و عصبہ چھوڑا تو چوتھائی و نصف و باقی کی حاجت ہی پس اصل مسئلہ (۴) سے ہوگا میت نے زوجہ و پسر چھوڑا تو آٹھوین و باقی کی ضرورت ہی اصل مسئلہ (۸) سے ہوگا - میت نے زوجہ و پسر چھوڑا تو آٹھوین و نصف و باقی کی حاجت ہی اصل مسئلہ ۹ سے ہوگا - میت نے زوجہ و اخیافی اور حقیقی بہن اور علاتی بہن چھوڑی تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور اسی سے صحیح نکل آویگا اور اگر اخیافی دو بہنین ہون اور حقیقی ایک بہن اور علاتی ایک بہن اور جدہ ہو تو ثلثانی و نصف و چھٹا حصہ چاہیے پس اصل ۶ سے اور عول ۷ سے ہوگا میت نے شوہر و مان و دو بھائی اخیافی چھوڑے تو نصف و ثلث و چھٹے حصے کی ضرورت ہی اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور اسکو مسئلہ الزام کہتے ہین کیونکہ یہ مسئلہ بر مذہب ابن عباس رضی اللہ عنہما الزام ہی اسواسطے کہ اگر انھون نے یون فرمایا جیسے ہمنے بیان کیا ہی تو مان ثلث سے محسوب ہوکر چھٹے حصہ کی پانے والی رہگی کسیطرح ہر دو خواہر کے اور یہ انکا قول نہین ہی اور اگر مان کا ثلث نکالکر ثلثانی قرار دیا اور ہر دو خواہر کا چھٹا حصہ تو اولاد مادر کے حق مین کمی آگئی اور یہ انکا مذہب نہین ہی اور نیز خلاف نص ہی اور اگر ہر دو خواہر کے واسطے ثلثانی قرار دیا تو یہ عول کا اقرار ہی - میت نے شوہر و مان و حقیقی بہن چھوڑی تو نصف و ثلثانی و نصف کی ضرورت ہی اصل مسئلہ چھ سے ہوا اور اسکا عول ۷ سے ہوگا اور یہ پہلا مسئلہ عول اسلام مین واقع ہوا تھا چنانچہ زمانۂ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مین یہ صورت واقع ہوئی تھی پس حضرت عمر رضی نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا کہ بقدر انکے سہام کے انپر مال تقسیم کردیا جاوے پس سبھون نے اسکو اختیار کیا - شوہر و مان و حقیقی دو بہنین ہین اصل مسئلہ ۶ سے اور عول ۷ سے ہوا - شوہر و مان و تین بہنین متفرق مین جنمین ایک حقیقی و ایک علاتی اور ایک اخیافی ہی پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور عول ۹ سے ہوا کہ شوہر کو ۳ - اور مان کو ایک اور اخیافی بہن کو ایک

اور حقیقی بہن کو تین اور علاتی بہن کو دو تہائی پوری کرنے کے واسطے چھٹا حصہ ایک دیا جائیگا شوہر و مان و اخیافی دو بہنین اور حقیقی دو بہنین تو آدھے و تہائی و چھٹے حصہ کی اور دو تہائی کی ضرورت ہی اسکی اصل ۶ سے اور عول ۱۰ تک ہوگا اور اس مسئلہ کو ام الفروخ کہتے ہین اسواسطے کہ مسائل مین سے آمین سب سے زیادہ عول ہر پس چار زائد کو فروخ کے ساتھ تشبیہ دی اور نیز اسکو مسئلہ منبریہ کہتے ہین اسواسطے کہ شریح رحمہ اللہ تعالی نے جو قاضی تھے پہلے پہل اسطور پر حکم قضا دیا تھا - زوجہ و حقیقی دو بہنین اور برادر علاتی چھوڑا تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور اسی سے اسکی تصحیح ہوگی - زوجہ وجدہ و حقیقی دو بہنین ہین پس چوتھائی و چھٹا حصہ و دو تہائی چاہیے ہی کہ اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوگا اور عول ۱۳ سے ہوگا - زوجہ اور اخیافی دو بہن اور حقیقی دو بہن ہین پس چوتھائی و تہائی و دو تہائی چاہیے ہی اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۵ سے ہوگا - زوجہ و مان اور اخیافی دو بہن اور حقیقی دو بہن ہین پس چوتھائی و چھٹا حصہ اور دو تہائی چاہیے ہی اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۷ سے ہوگا - ۳ زوجہ ۲ جدہ - ۴ - اخیافی بہن ۴ حقیقی بہن - اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۶ تک ہوگا اور اس مسئلہ کو ام الارامل کہتے ہین اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین سب عورتین ہین اور یہ مسئلہ استحساناً دریافت کیا جاتا ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے ۷ دینار چھوڑے اور ۷ عورتین وارث چھوڑین کہ جنمین سے ہر عورت کو ایک ایک دینار ملا تو بتلاؤ کہ اسکی کیا صورت ہی سو اسکی صورت یہی ہی - زوجہ و مادر و پدر و پسر چھوڑا تو اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوگا اور اسی سے صحیح ہوگا - زوجہ و دو دختر و مادر و پدر تو آٹھوین و دو چھٹے حصے اور دو تہائی کی ضرورت ہی پس اصل مسئلہ ۲۴ سے اور عول ۲۷ سے ہوگا اور اسکو مسئلہ منبریہ کہتے ہین اسواسطے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ و رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا اور آپ اُسوقت منبر پر خطبہ پڑھتے تھے پس جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فی الفور جواب فرمایا کہ عورت کا آٹھوان لوٹ ہوگیا اور اپنا خطبہ پڑھنے لگے اور اگر نجائے مادر و پدر کے جد و جدہ ہو یا باپ و جدہ ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح بجائے ہر دو دختر کے دو دختر اور پسر کی دختر ہو تو بھی یہی حکم ہی - زوجہ و مان و اخیافی دو بہن اور حقیقی دو بہن اور بیٹا کافر یا قاتل یا رقیق چھوڑا تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ہوکر ۱۷ سے ہوگا جیسا کہ سابق مین گذرا ہی اسواسطے کہ بیٹا جو محروم نہ ہوتا محجوب نہ ہوگا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسا بیٹا زوجہ کو چوتھائی سے محجوب کرکے اُسکا حصہ ناقص کردیگا آٹھوان حصہ رہجائیگا پس اصل مسئلہ ۲۴ سے اور اسکا عول ۳۱ سے ہوگا کہ زوجہ کو آٹھوین کے ۳ - اور مان کو چھٹے کے ۴ - اور اولاد و مادر کو تہائی کے ۸ - اور حقیقی بہنون کو دو تہائی کے ۱۶ ملے اور یہ مسئلہ ثلاثیہ بن مسعود رض کہلاتا ہی - اور جاننا چاہیے کہ اصل مسئلہ جب ۶ سے ہوا اور اُسکا عول ۱۰ سے ہو تو یقینی جاننا چاہیے کہ میت عورت ہی اور جب عول ۷ سے ہو تو احتمال ہی کہ شاید مذکر ہو یا مؤنث ہو یعنے دونون مین ایسا ہو سکتا ہی اور ہر گاہ ۱۲ کا عول ۱۷ سے ہو تو میت مذکر ہی اور اگر ۱۳ یا ۱۵ سے ہو تو احتمال ہی کہ میت مذکر ہو یا مؤنث ہو اور ۲۴ کا عول ۲۷ سے ہو تو میت مذکر ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی

گیارھوان باب ردکے بیان مین - اور رد ضد عول ہی واضح ہو کہ جن ذوی الفروض پر فاضل ترکہ رد کیا جاتا ہی وہ سب سات ہین مان - جدہ - دختر و پسر کی دختر و حقیقی بہنین اور علاتی بہنین و اولاد ام اور - اور رد کرنا ایک جنس پر ہوتا ہی اور دو جنس پر ہوتا ہی اور تین پر ہوتا ہی اور اس سے زیادہ نہین ہوتا ہی اور وہ سہام جنپر رد واقع ہوتا ہی چار ہین دو اور تین اور چار اور پانچ - یہ اختیار شرح مختار مین ہی - پھر دیکھا جائیگا کہ اگر رد کرنا اُن سب پر ہو جو مسئلہ ... ہین تو زائد ساقط ہوگا - ڈو کی مثال یہ ہی جدہ

اور اخیافی بہن ہو تو جدہ کو چھٹا حصہ اور بہن کو چھٹا حصہ اور باقی اخیین دونوں پر بقدر انکے سہام کے رد کیا جائیگا قال المترجم یعنے مسئلہ ۶ سے ہوگا اور ایک جدہ کو اور ایک سہم بہن کو دیا جائیگا اور باقی چار سہام رہے اور ان دونوں کا حصہ برابر پس چار باقی دونوں کو مساوی دیا گیا پس جب دونوں کا حصہ مساوی ہوا تو مسئلہ ۶ سے ہوا چنانچہ کتاب مین فرمایا کہ اصل مسئلہ ۶ سے اور رد کی وجہ سے دو سہام کی طرف خود کیا تو مال دونوں مین برابر تقسیم ہوگا - مثال تین کی جدہ اور اخیافی بہن اصل مسئلہ ۶ سے پس جدہ کو چھٹا حصہ ایک سہم اور برادر خواہر کو دو سہام اور چونکہ باقی اخیین پر رد ہوا سو اسطے مسئلہ ۳ سے ہوگا - اور چار کی مثال یہ ہو کہ دختر و مان ہو پس مسئلہ ۶ سے پس دختر کو نصف کی ۳ - اور مان کو چھٹا حصہ آملا پس مسئلہ ۶ سے ہوا اور پانچ کی مثال یہ ہو کہ چار دختر و مان ہو پس مسئلہ ۶ سے جسمین سے دو تہائی دختروں کی ۴ - اور مان کا ایک ہوا جملہ ۵ ہوے پس مسئلہ ۶ سے ہوگا یہ خلاصہ شرحی مین ہے - اور اگر مسئلہ مین کوئی ایسا ہو جسپر رد نہین کیا جاتا ہو جیسے شوہر یا زوجہ پس اگر جنس وارث ذوی فرض پر رد نہین کیا جاتا ہو اسکا حصہ اسکے حصہ کے کمتر مخرج سے نکالکر اسکو دیدے پھر باقی کو دیکھے کہ اگر باقی وارثون پر جسپر رد کیا جائیگا پورا تقسیم ہوتی ہو تو خیر تقسیم کر دے جیسے میت نے شوہر اور تین دختر چھوڑین تو شوہر کو اسکا چوتھائی مخرج سے دیا تو باقی تین رہے پس تین ہندسون پر پورے تقسیم ہو سکتے ہین اور اگر پوری تقسیم نہو سکے پس اگر باقی مین اور وارثون کی تعداد مین توافق ہو تو عدد وفق کو ان مخرج مین ضرب دے جو ایسے وارث کے واسطے نکالا ہو جسپر رد نہین کیا جاتا ہو چنانچہ شوہر اور چھ دختر چھوڑین تو شوہر کے واسطے ۳ سے مسئلہ فرض کیا گیا اور اسکو چوتھائی کا ایک دیا گیا اور باقی ۳ رہے جو ہندسون پر تقسیم نہین ہو سکتے ہین ولیکن ۳ - اور ۶ مین توافق بالنصف ہے پس عدد وفق تینے ۳ کو اس مخرج مین جو شوہر کے واسطے نکالا ہو یعنے ۴ مین ضرب دیا تو ۱۲ ہوے جسمین سے چوتھائی ۳ شوہر کو دیے اور باقی ۹ رہے وہ ۶ دخترون پر تقسیم ہو گئے اور اگر باقی اور تعداد وارثون مین توافق نہو جیسے شوہر اور پانچ دختر ہون تو پوری تعداد ۵ کو اس مخرج مین ضرب دے جو ایسے وارث کے واسطے نکالا ہو جسپر رد نہین کیا جاتا ہو اور وہ مخرج چار ہی ہیں ۲۰ ہوے پس اس سے مسئلہ صحیح ہوگا - اور اگر ایسے شخص کے ساتھ جسپر رد نہین کیا جاتا ہو دو جنس یا تین جنس ہون کو جسپر رد کیا جاتا ہو تو جسپر رد نہین کیا جاتا ہو اسکو اسکا حصہ اسکے مخرج سے نکالکر دیدے پھر باقی کو ان لوگون پر جسپر رد کیا جاتا ہو تقسیم کرے پس اگر ٹھیک تقسیم ہو جاوے تو خیر ورنہ جسپر رد کیا جاتا ہو انکے پورے فرض کو اس شخص کے مخرج فرض مین جسپر رد نہین کیا جاتا ہو ضرب دے پس حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی پھر جسپر رد نہین کیا جاتا ہو اسکے سہام کو جسپر رد کیا جاتا ہو انکے مسئلہ مین ضرب دے اور جسپر رد کیا جاتا ہو انکے سہام کو جسپر نہین کیا جاتا ہو اسکے مخرج سے اسکا حصہ نکال لینے کے بعد جو باقی رہا ہو اسمین ضرب دے چنانچہ اول کی مثال یہ ہو کہ زوجہ و ۶ جدات و ۶ - اخیافی بہنین ہون پس زوجہ کو چوتھائی کا ایک سہم ملا اور باقی ۳ سہام رہے اور جسپر باقی رد کیا جائیگا انکے سہام مسئلہ بھی ۳ ہین پس انکے سہام پورے ہین اور دوم کی مثال یہ ہو کہ ۹ زوجات اور ۶ دختر اور ۶ جدات ہین پس زوجات کو آٹھوین کا ایک سہم ملا اور باقی سات سہام رہے اور سہام رد پانچ ہین کہ وہ پورے صحیح تقسیم نہین ہو سکتے ہین اور نہ باہم توافق ہو پس سہام رد کو جو پانچ ہین زوجات کے مخرج مسئلہ مین جسپر رد نہین کیا جاتا ہو اور وہ آٹھ ہو ضرب دے تو ۴۰ ہوے پس اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی پھر جسپر رد نہین ہوتا ہو انکے سہام کو اور وہ ایک ہو انکے مسئلہ مین جسپر رد ہوگا اور وہ پانچ ہو ضرب دے تو ۵ ہوے اور جسپر رد ہوگا انکے سہام یعنے ۵ کو جسپر رد نہین کیا جاتا ہو انکے مابقی مخرج مین ضرب دے اور وہ سات ہو تو ۳۵ ہوے اسمین سے دخترون کا حصہ چار پانچوان ہوا یعنے ۲۸ ہوے اور جدات کا پانچوان حصہ یعنے ۷ ہوے

مثال دیگر زوجہ و دختر و پسر کی دختر وحیدہ ہو پس زوجہ کو آٹھوین حصہ کا ایک ملا اور باقی سات رہے اور رد کے سہام دو ہین اور وہ پورے تقسیم نہین ہوسکتے ہین اور نہ باہم توافق ہے پس جنیہ رد کیا جاتا ہے انکے سہام بیضہ کو جو مخرج اس وارث مین جیسہ رد نہین کیا جاتا ہے ضرب دے اور وہ آٹھ ہو تو ہم ہوسے کہ اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور اگر یہ منظور ہو کہ ہر فرد وارث کا حصہ بھی صحیح نکلے تو موافق قواعد مذکورہ بالا کے عمل کرنا چاہیے واللہ تعالی اعلم یہ انتہا شرح مختار مین ہے

بارھواں باب - مناسخہ کے بیان مین - اور مناسخہ اسکو کہتے ہین کہ ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے بعضے وارث مرجاوین - یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر ایک شخص مر گیا اور ہنوز اسکا ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اسکے بعضے وارث مر گئے تو دو حال سے خالی نہین یا تو میت ثانی کے وارث فقط وہی لوگ ہونگے جو میت اول کے وارث ہین یا دوسرے میت کے وارثون مین ایسے بھی ہونگے جو میت اول کے وارث نہین ہین پھر دو حال سے خالی نہین کہ یا تو تقسیم ترکہ دوم اور ترکہ اول کی یکسان ہوگی یا دوسرے ترکہ کی تقسیم پہلے ترکہ کے تقسیم کے بہ نسبت دوسرے طور سے ہوگی - پھر دو حال سے خالی نہین ہے یا تو حصہ میت دوم جو اسکو ترکہ میت اول سے ملا ہے اسکے وارثون پر صحیح بدون کسر کے تقسیم ہوجائیگا یا نہین کسر واقع ہوتی ہوگی - پس اگر وارثان میت ثانی وہی ہون جو وارثان میت اول ہین تو ایک ہی تقسیم کر دیجائیگی اسواسطے کہ مکرر تقسیم کرنے مین کچھ فائدہ نہین ہے - اور اسکا بیان یہ ہے کہ ایک شخص اپنے چند پسر و چند دختر چھوڑ کر مر گیا پھر تقسیم ترکہ سے پہلے اسکے پسر و دختر مین سے کوئی مر گیا اور اس میت دوم کا کوئی وارث سوائے اسکے بھائی و بہنون کے نہین ہے تو باقی لوگون مین ترکہ بصفت واحدہ یعنے مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم کر دیا جائیگا پس ایک ہی تقسیم پر اکتفا کیا جائیگا اور اگر میت دوم کے وارثون مین کوئی ایسا ہو جو میت اول کا وارث نہین ہے تو پہلی میت کا ترکہ پہلے ہی تقسیم کیا جائیگا تاکہ میت دوم کا حصہ ظاہر ہو پھر میت دوم کا ترکہ اسکے وارثون کے درمیان تقسیم کیا جائیگا پھر اگر حصہ میت ثانی جو اسکو ترکہ اول سے ملا ہے اسکے وارثون کے درمیان بدون کسر کے صحیح تقسیم ہوجاتا ہو تو ضرب دینے کی کوئی حاجت نہین ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ میت نے پسر و دختر چھوڑی اور ہنوز دونون مین ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اسکا پسر مر گیا اور اسنے ایک دختر اور بہن وارث چھوڑی تو ترکہ میت اول تین نہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو نہائی بیضہ دو سہام حصہ میت ثانی بیٹے پسر ہے اور اسنے دختر و خواہر وارث چھوڑی تو دختر کو نصف اور باقی خواہر کو بوجہ عصبہ ہونے کے ٹھیک تقسیم ہوجاتا ہے کوئی کسر واقع نہین ہوتی ہے اور اگر دوسری میت کا حصہ اسکے وارثون کے درمیان صحیح تقسیم نہو بلکہ اسکے وارثون کا فریضہ دوسرا صحیح ہو پس یا تو اس فریضہ اور حصہ کے درمیان موافقت ہوگی یا نہوگی پس اگر ہو تو اس فریضہ مین سے فقط جزو موافق پر اقتصار کرکے اسکو فریضہ اول مین ضرب دیا جاوے پس حاصل سے جو حصہ میت ثانی ہوگا وہ اسکے وارثون پر بطور صحیح تقسیم ہوجائیگا ولیکن میت اول کے ہر وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکا حصہ سابق اس میت ثانی کے جزو موافق مین ضرب دیدیا جاوے اور وارثان میت ثانی مین سے ہر ایک کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ میت ثانی کے پورے فریضہ اور میت اول کے اسکے حصہ حاصل شدہ مین جس جزو سے موافقت اسکے جزو موافق مین اسکا حصہ ضرب دیا جاوے پس حاصل ضرب اسکا حصہ ہوگا - اور اگر حصہ میت ثانی اور اسکے مسئلہ کے درمیان موافقت بالکل نہو تو فریضہ میت ثانی کو فریضہ میت اول مین ضرب دیا جاوے حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور ہر وارث میت اول کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہوگا کہ اسکے حصہ کو فریضہ میت ثانی مین ضرب دیا جاوے - اور میت ثانی کے ہر وارث کا حصہ اسطرح دریافت ہوگا کہ اسکا حصہ میت ثانی کے اس حصہ مین ضرب دیا جاوے جو اسکو ترکہ میت

اول سے ملا ہی پس میت ثانی کے حصہ مین ضرب کرنے سے اُسکا حصہ حاصل ہوگا اور مثال اسکی درصورتیکہ دونون مین موافقت ہو یہ ہی کہ میت نے بیٹا و بیٹی چھوڑی اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ بیٹا ایک بیٹی و جورو اور پسر کے تین پسر چھوڑ کر مرگیا پس فریضہ میت اول ۴ سے ہوا جسمین سے ۳ پسر کو ملے ہین پھر اسکی وارث جورو و دختر و پسر کے تین پسر ہین پس اُسکا فریضہ ۸ سے ہوا جسمین سے عورت کا آٹھوان ایک سہم اور دختر کا آدھا ۴ سہام اور باقی ۳ سہام تین پوتون کے ہوے ولیکن اُنکے حصہ ۲ سہام کی تقسیم ۳ پر نہین ہوسکتی ہی مگر دونون مین موافقت بالنصف ہی پس فریضہ میت ثانی فقط چار رکھا جاوے اور اُسکو فریضہ میت اول ۳ مین ضرب دیا تو ۱۲ ہوے اس سے تصحیح ہوگی اور اسمین سے پسر کا حصہ اسطرح دریافت کیا جاوے کہ اُسکا حصہ ۳ سہام اُسکے فروضہ ثانی ۴ مین ضرب دیا تو ۹ ہوے یہ اُسکا حصہ ہوا و میت اول کی دختر کا حصہ ایک تھا اُسکو فریضہ میت ثانی ۴ مین ضرب دیا تو ۴ اُسکا حصہ ہوا اور وارثان میت ثانی مین سے ہر ایک کا حصہ اسطرح دریافت کیا جاوے کہ میت ثانی کے حصہ ترکہ میت اول مین اور اُسکے فروضہ کامل مین جس جزو سے موافقت ہو اُس جزو مین اُسکے ہر وارث کا حصہ ضرب دیا جاوے چنانچہ دونون مین توافق بواحد ہوا اور اُسکی دختر کا حصہ اُسکے فریضہ کامل مین سے چار ہی پس چار کو جزو موافق ایک مین ضرب دیا تو چار سہام حصہ دختر ہوا اور اُسکی جورو کا حصہ ایک ہوا اُسکو جزو توافق ایک مین ضرب دیا تو ایک رہا پس یہ حصہ زوجہ ہی اور باقی رہے ۳ سہام وہ تینون پوتون کو ایک ایک تقسیم ہوا اور درصورتیکہ توافق نہو تو اُسکی مثال یہ ہی کہ ایک شخص بیٹا و بیٹی چھوڑ کر مرگیا اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اُسکا بیٹا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑ کر مرگیا پس فریضہ میت اول ۲ ہی پھر بیٹا ۲ سہام چھوڑ کر مرگیا اور اُسکا فریضہ بھی ۲ ہی اور ۲ سہام کی تقسیم ۳ پر نہین ہوسکتی ہی اور نہ باہم موافقت ہی پس فریضہ ثانی کو فریضہ اول مین ضرب دیا تو ۴ ہوے اسمین سے میت اول کے پسر کا حصہ دریافت کیا کہ اُسکا حصہ ۲ سہام تھا اُسکو فریضہ دوم مین ضرب دیا تو ۸ ہوے پس یہ حصہ پسر میت ہی اسمین سے اُسکے وارثون کا حصہ دریافت کیا پس اُسکے پسر کا حصہ اسطرح دریافت کیا کہ اُسکا حصہ ۲ سہام تھے اُنکو حصہ میت ثانی مین جو اُسکو ترکہ میت اول سے ملا تھا اور وہ بھی ۲ سہام تھے ضرب دیا تو ۴ اُسکا حصہ ہوا اور اُسکی دختر کا حصہ اسطرح دریافت کیا کہ اُسکا حصہ ترکہ میت ثانی سے ایک تھا اُسکو میت ثانی کے حصہ ترکہ میت اول مین جو ۲ تھا ضرب دیا تو ۲ ہوے یہ اُسکی دختر کا حصہ ہی۔ اسی طرح اگر میت ثانی کے بعضے وارث قبل تقسیم ترکہ کے مرگئے تو اُسکی تقسیم اسی طور سے ہوگی جسطرح ہونے کا قاعدہ بیان کیا ہی اور اگر وارثان میت ثالث مین کوئی ایسا ہو جو ہر دو اول کا وارث نہ تھا تو طریقہ یہ ہی کہ فریضہ ہر دو اول مثل فریضہ واحدہ کے اُسی طریقہ سے قرار دیا جاوے جیسے ہمنے بیان کیا ہی پھر دیکھا جاوے کہ جو کچھ میت ثالث کا حصہ ہر دو اول کے ترکہ مین سے اگر وہ تیسرے کے وارثون پر بلا کسر پڑے تقسیم ہوتا ہو تو تقسیم کر دیا جاوے اور اگر کسر پڑتی ہو تو اُسکے حصہ ہر دو ترکہ کو اور اُسکے فریضہ کو دیکھا جاوے اگر دونون مین کسی جزو سے موافقت ہو تو اُسکے فریضہ مین سے فقط جزو موافق پر اقتصار کیا جاوے پھر میت ثانی و اول کے فریضہ کو اسی جزو موافق مین ضرب دیا جاوے پس جو مبلغ حاصل ہو اُس سے تصحیح مسئلہ ہوگی اور ہر دو میت کا حصہ ہر دو ترکہ اول سے معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ اُسکے حصہ کو اُس جزو موافق مین ضرب دیدیا جاوے حاصل ضرب اُسکا حصہ ہوگا۔ اور میت ثالث کے ہر وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ اُسکا حصہ درجزو موافق از نصیب میت ثالث از ترکہ ہر دو اول مین ضرب کیا جاوے پس حاصل ضرب اُسکا حصہ ہوگا اور اگر دونون مین موافقت نہو تو مبلغ ہر دو فریضہ کو

میت ثالث کے فریضہ میں ضرب دیا جاوے حاصل ضرب سہلغ سے تصحیح ہوگی اور راسین سے میت ثالث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکا حصہ اسکے فریضہ میں ضرب دیا جاوے حاصل ضرب ہر وارث سے اسکا حصہ ہوگا قال المترجم اسکی وجہ یہ ہے کہ سہلغ اول اسی قدر بڑھایا گیا ہے جسقدر اسکا فریضہ ہونے لینے اتنے ہی گونہ کر دیا گیا ہے پس جتنے گونہ سہلغ بڑھایا گیا ہے اُتنے گونہ سہلغ میں سے اسکا حصہ بھی بڑھ جائیگا اور واضح ہو کہ جزو موافق کی صورت میں سہلغ اقصی ہر ایک حصہ وارث ثالث دریافت کرنے کا بیان یہ ہے کہ پس میت ثالث کے ہر ایک وارث کا حصہ وہی ہوگا جو اسکے پورے فریضہ سے نکالا گیا ہے سواسطے کہ توافق کی صورت میں فریضہ فقط اسی قدر زیادہ کیا گیا ہے جس سے اسکا حصہ اتقدر اسکے فریضہ کے ترکہ سابق سے ہوجاوے اور ظاہر ہے کہ اگر ترکہ سابق سے اسکا حصہ اسی قدر ہوتا جسقدر اسکا فریضہ ہے تو کوئی حاجت نہ تھی پس بیان مذکورہ کتاب مصرف بیاندی قاعدہ ہے فافہم واللہ تعالے اعلم۔ اور میت ثالث کے ہر ایک وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکا حصہ میت ثالث کے حصہ ہر دو ترکہ میں ضرب دیا جاوے حاصل ضرب اسکا حصہ ہوگا اور اسکا بیان یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور دو پسر چھوڑے اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ دونوں میں سے ایک پسر مرگیا اور اسنے اپنا یہ چچا چھوڑا اور اپنی ایک دختر چھوڑی پھر یہ دختر بھی مرگئی اور اسنے اپنا یہ چچا چھوڑا اور اپنا شوہر وہاں چھوڑی پس فریضہ میت اول ۲ سے ہوگا پس اسکا بیٹا ایک سہم چھوڑ مرا ہے حالانکہ اسکا فریضہ بھی ۲ سے ہوگا جسمیں سے نصف اسکی دختر کا اور باقی اسکے چچا کا ہوگا اور ایک سہم کی تقسیم دو پر صحیح نہیں ہوسکتی پس دو کو دو میں ضرب دیا تو چار ہوئے پھر چونکہ اسکی دختر ایک چچا دمان شوہر چھوڑ مری ہے پس اسکا فریضہ ۶ سے ہوگا کہ شوہر کو نصف کے ۳۔ اور مان کو ثلثائی کے ۲۔ اور باقی چچا کو ایک سہم ملیگا ولیکن ایک سہم کی چوتھائی پر تقسیم مستقیم نہیں ہوسکتی ہے اور موافق ہونا یہاں نہیں ہے پس چار کو چھ میں ضرب دیا تو ۲۴ ہوئے اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی پس میت اول سے پسر کا حصہ ۱۲ ہوا اور میت ثانی سے ۶ ہوا کہ مجموعہ ۱۸ ہوا اور دختر کا حصہ ۶ ہے کہ وہ ایک سہم ہے اسکے فریضہ ۶ میں ضرب دیا گیا تو چھ ہوئے اور حصہ زوج معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکا حصہ ۳ میت ثالث کے فریضہ اول سے حصہ میں جو ایک ہے ضرب دیا تو ۳ ہوئے پس ۳ سہام شوہر کے ہوئے اور مان کے دو سہام اسی طور سے ہوئے اور باقی ایک سہم وہ چچا کا ہوا اور دونوں سہام میں توافق ہونے کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے شوہر و مان وتین متفرقہ بہنیں چھوڑیں پھر مان مرگئی اور شوہر و چچا چھوڑا جنکو میت اول نے چھوڑا ہے مگر انمیں سے میت اول کی حقیقی بہن اور مادری بہن اس میت ثانی کی بیٹیاں ہیں اور اسکی پدری بہن اس میت ثانی سے اجنبی ہے پھر ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ میت اول کی حقیقی بہن مرگئی اور اُسنے شوہر و دختر چھوڑی اور اُن لوگوں کو چھوڑا جنکو میت اول و ثانی نے چھوڑا ہے یعنی اپنی پدری بہن و مادری بہن تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ میت اول کا فریضہ ۱۲ سے فرض کیا جاوے جسمیں سے جورو کے چوتھائی کے ۳ ہوئے اور مان کے چھٹے حصے کے ۲ ہوئے اور حقیقی بہن کے نصف کے ۶ ہوئے اور مادری بہن کے چھٹے حصہ کے ۲ ہوئے اور پدری بہن کے چھٹے حصہ کی دو تہائی پوری کرنے کے واسطے دو سہام ہوئے پس ۳ کا عول ہوکر ۱۵ سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی پھر مان دو سہام چھوڑ کر مرگئی اور اُسنے شوہر و چچا و دو دختر چھوڑیں تو اسکا فریضہ ۱۲ سے ہوا جسمیں سے شوہر کو چوتھائی کے ۳۔ اور ہر دو دختر کو دو تہائی کے ۸۔ اور باقی چچا کو ایک سہم ملا مگر ۲ سہام کی تقسیم ۱۲ پر مستقیم نہیں ہے ولیکن دونوں میں موافقت بالنصف ہے پس جزو موافق لینے پر اقتصار کیا جاوے پس فریضہ میت اول ۱۵ کو جزو موافق فریضہ میت دوم ۶ میں ضرب کیا تو ۹۰ ہوئے اور راسین سے حصہ مان لینے میت کا اسطرح معلوم کیا کہ اسکے حصہ سابقہ ۲ کو اسکے فریضہ جزو موافق

چھ مین ضرب کیا تو ۲۴ ہوے جو اُسکے وارثون کے درمیان باستقامت تقسیم ہوے پھر حقیقی بہن مری ہو اور اُسنے شوہر و دختر و مادری بہن و پدری بہن چھوڑی تو پس اُسکا فریضہ ۱۲ سے ہوا کہ شوہر کو چوتھائی کا ایک سہم ملا اور دختر کو نصف کے ۶ سہام اور پدری بہن اور مادری بہن کو باقی ایک سہم ملا پس چار سے تقسیم ہوئی پھر اس میت کا حصہ ہر دو ترکہ بالا سے دیکھنا چاہیے تو ہم کہتے ہین کہ ترکہ اولی سے اُسکا حصہ ۹ تھا اُسکو ۴ مین ضرب دیا یعنی جزو موافق میت ثانی مین تو ۳۶ ہوے اور ترکہ ثانیہ سے اُسکا حصہ ۴ تھا اُسکو چوتھے جزو موافق از حصہ مادر از ترکہ اولے مین ضرب دیا اور وہ ایک ہی تو ۴ ہوے پس مجموعہ ہر دو حصہ ترکتین (۴۰) ہوا پس اُسکے وارثون کے درمیان یہ سب باستقامت تقسیم ہو سکتا ہی - اور اگر میت نے دو پسر و مادر و پدر چھوڑے پھر ایک پسر ایک دختر چھوڑکر اور جسکو بیست اول سے چھوڑا ہی اُسکو چھوڑکر مرا اور وہ بھائی و دادا و دادی ہی تو ہم کہتے ہین کہ میت اول کا فریضہ چھ سے ہوا جسمین سے کہ ہر دو مادر و پدر کو ۲ چھٹے حصہ اور باقی ۴ سہام ہر دو برادر کے درمیان برابر رہین پھر ایک بھائی ۲ سہام چھوڑ مرا اور دختر و جدہ و جد و بھائی چھوڑا تو فریضہ چھ سے ہوا کہ دختر کو نصف کے ۳ اور دادی کو چھٹے کا ایک اور باقی دو سہام دادا و بھائی کے درمیان بمقاسمہ نصف نصف بنا بر قول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہوے ولیکن ۳ سہام کی تقسیم ۲ پر مستقیم نہین ہو گر ان دونون مین توافق بالنصف ہی پس نصف یعنے تین پر اقتصار کرکے اسکو فریضہ اول مین ضرب دیا تو ۶ مضروب ہوا ۳ کے ۱۸ ہوے اس سے مسئلہ کی تصحیح ہو گی انہین سے میت دوم کے حصہ کی پہچان یہ ہو کہ اُسکے حصہ ترکہ اول یعنے ۴ کو جزو موافق فریضہ دوم یعنے ۳ مین ضرب دیا تو ۶ ہوے اور دختر کے حصہ کی شناخت یہ ہو کہ اُسکے حصہ کو یعنے ۳ کو جزو موافق نصیب میت ثانی یعنے ایک مین ضرب دیا تو (۳) ہوے پس یہ اُسکا حصہ ہوا اور ایک سہم دادی کا ہوا اور باقی دو سہام دادا و بھائی کے درمیان بمقاسمہ نصف نصف کا ایک ایک سہم ہوا - ایک شخص مر گیا اور اُسنے ایک جورو اور دو دختر جو اسی جورو سے ہین و مادر و پدر چھوڑے پھر ایک دختر اپنا شوہر اور اُن لوگون کو جنکو میت اول نے چھوڑا ہی چھوڑکر مر گئی اور وہ ایک اُسکا دادا ہی اور ایک دادی ہو ایک اُسکی مان ہی اور ایک سگی بہن ہی پس فریضہ میت اول کی اصل ۱۲ سے اور تقسیم ۲۴ سے ہو گی اور وہ مسئلہ منبریہ ہی پھر ایک دختر ۱۲ سہام چھوڑ مری ہو اور اُسکا فریضہ اصل ۹ سے تقسیم ہو گا کہ شوہر کو نصف کے ۳ - اور مان کو تہائی کی دو اور دادا کو چھٹے کا ایک اور بہن کو نصف کے ۳ ملینگے پس عول ہو کر ۱۲ سے تقسیم ہو گی پھر دادا و بہن کو ملا ہی وہ دونون مین تین تہائی تقسیم ہو گا پس ۹ کو ۳ مین ضرب کیا تو ۲۷ ہوے اس سے تصحیح مسئلہ ہو گی ولیکن ۸ - اور ۲۷ - مین توافق نہین ہی تو فریضہ اولی کو فریضہ ثانیہ مین ضرب دیا کہ اس حاصل ضرب مبلغ سے مسئلہ کی تصحیح ہو گی اور ہر ایک کا حصہ نکالنے کا وہی دستور ہو جو مینے مکرر بیان کر دیا ہی - ایک شخص مر گیا اور جورو چھوڑی اور مادر و پدر اور تین متفرق بہنین چھوڑین اور ہنوز اُسکا ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اُسکی مان بھی مر گئی اور اُنھین وارثون کو چھوڑا جنکو میت اول نے چھوڑا ہی اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اُسکا باپ مر گیا اور جورو چھوڑی اور اُن لوگون کو چھوڑا جنکو میت اول نے چھوڑا ہی اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اُسکی حقیقی بہن مر گئی اور اُسنے شوہر چھوڑا اور اُن لوگون کو چھوڑا جنکو پہلون نے چھوڑا ہی اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ پدری بہن مر گئی اور اُسنے شوہر و دو دختر اور اُن لوگون کو چھوڑا جنکو پہلون نے چھوڑا ہی اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ مادری بہن مر گئی اور شوہر اور تین دختر و مادر و پدر چھوڑے قال واضح ہو کہ قولہ مادری بہن مر گئی اور تین دختر و مادر و پدر چھوڑے یہ مادر کا لفظ غلط ہو کاتب کی غلطی سے تحریر ہوا ہی - کیونکہ اُسنے وضع مسئلہ

مین پہلے بیان فرمایا کہ مان پہلے مرگئی ہی۔ پھر اسکے بعد کیونکر یہ قول درست ہو سکتا ہی کہ اُسنے مادر و پدر چھوڑے بلکہ صحیح یہ ہی کہ شوہر و تین دختر و پدر چھوڑا۔ پھر تخریج کی صورت یہ ہی کہ فریضۂ میت اول ۱۲ سے ہوگا جو ربع کی تہائی کے ۳۔ اور مان کو چھٹے حصے کے ۲۔ اور باقی سات سہام باپ کو ملینگے۔ اور بہنون کو کچھ نہ ملیگا پھر مان مری ہی اور شوہر و دو دختر چھوڑی ہین کیونکہ میت اول کی حقیقی و مادری بہن اس میت ثانی کی دونون بیٹیان ہین۔ پس ان دونون کو دو تہائی اور شوہر کو چوتھائی ملیگا۔ اور اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوگا ولیکن میت کے حصہ دو سہام اور فریضہ ۱۲۔ مین توافق بالنصف ہی۔ پس ۶ پر اقتصار کیا گیا۔ اور اسکو ۱۲ مین ضرب دیا گیا تو ۲ ہوے اور چونکہ میت دوم کے ۲۔ سہام تھے اسکو جزو موافق ۶ مین ضرب دیا تو ۱۲۔ ہوے جسمین سے شوہر کے ۳ ہوے اور شوہر مذکور کو اول فریضہ مین سے ۳ ملے تھے پھر اصل مسئلہ ۱۲ مین ضرب دیا گیا ہی اسواسطے ۳ کو ۶۔ مین ضرب دیا تو ۱۸۔ ہوے اور اب ۳ ملے ہین پس جملہ ہر دو ترکہ سے اُسکو ۵ ۱۸ سہام ملے پھر یہ شخص جو میت اول کا باپ ہی ۵ ۱۸ سہام چھوڑ گیا اور ایک جورو اور دو بیٹیان چھوڑ کر مرا ہی اور یہ دو بیٹیان وہی ہین جو میت اول کی ایک حقیقی بہن اور ایک مادری بہن ہی پس اسکا فریضہ ۱۸ سے ہوا ولیکن اسکے سہام بات تقامت تقسیم نہین ہو سکتے ہین مگر ۲۴۔ اور ۵ ۱۸ مین توافق بالثلث ہی پس فریضہ مین سے ایک تہائی لینے آٹھ پر اقتصار کیا گیا اور ۳ کو ۸ مین ضرب دیا تو ۵ ۷۲ ہوے اسی طرح ہر میت کے ترکہ مین اقتصار و ضرب وغیرہ قواعد مذکورۂ بالا جاری کرتے جاوینگے یہانتک کہ آخر کار مبلغ کی تعداد اس مسئلہ مذکور مین (۱۲ ۳۹۳۴) پہونچیگی اور اسی سے تصحیح مسئلہ ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔

تیرھوان باب ۔تقسیم ترکات کے بیان مین۔ اگر ترکۂ میت درم و دینار ہون اور چاہا کہ اسکو وارثون کے سہام پر تقسیم کرین تو تصحیح سے ہر وارث کے سہام لیکر اُنکو ترکہ مین ضرب دین پھر حاصل ضرب کو مسئلہ پر تقسیم کرین اور اگر تعداد ترکہ اور تعداد تصحیح مین توافق ہو تو وارث کے تعداد سہام کو توافق ترکہ مین ضرب دیکے اور حاصل کو وفق تصحیح پر تقسیم کرے پس ہر دو صورت مین وارث کا حصہ ترکہ نکل آویگا اور یہی عمل ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے مین کیا جائیگا اور چاہے وارث یا فریق کا حصہ تعداد ترکہ مین سے بطریق نسبت دریافت کرے اور چاہے بطریق قسمت دریافت کرے جیسے کہ پہلے ہمنے دونون قاعدے بیان کر دیے ہین۔ اور اگر منظور ہو کہ یہ معلوم کرین کہ عمل مین خطا تو نہین ہوئی ہو تو اسکے امتحان کر لینے کا یہ طریقہ ہی کہ متفرق حصہ ہاے ترکہ کو جو ہر ایک کے واسطے نکلا ہی جمع کرے پس اگر مجموعہ اُسی قدر آجاوے جسقدر کل ہی تو عمل صحیح ہو ورنہ اسمین خطا ہوئی پس چاہیے کہ مکرر عمل کرے تاکہ انشاء اللہ تعالے صحیح ہو جاوے اسکی مثال یہ ہی کہ میت نے شوہر و پدری بہن اور مادری بہن چھوڑی پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور عول ۷ سے ہوا اور ترکہ مین پچاس دینار ہین۔ پس شوہر کا حصہ ۳۔ سہام کو ۵۰ مین ضرب دے تو (۱۵۰) ہوے اور اُسکو مسئلہ کی تعداد ۷ دینے پر تقسیم کرے تو اکیس دینار اور تین ساتوان حصہ دینار برآمد ہوا اور اسی قدر پدری بہن کا بھی حصہ ہی اور وہ اسی طور سے نکل بھی سکتا ہی اور مادری بہن کا ایک سہم ہی اُسکو پچاس مین ضرب دیکر سات سے تقسیم کیا تو سات دینار و ساتوان حصہ دینار نکلا اور جب ان سب کو جمع کیا تو پورے پچاس دینار ہو گئے پس عمل صحیح ہوا ہی۔ اور بطریق نسبت کے یہ ہی کہ شوہر کے سہام

کو کل سہام کی طرف نسبت کیا تو معلوم ہوا کہ تین ساتوان حصہ ہے یعنے سات حصون مین سے تین ہین پس اسکو ترکہ کے پچاس دینار مین سے تین ساتوان حصہ چاہیے ہے جسکے اکیس دینار و تین ساتوان حصہ دینار ہوا اور یہی طریق باقی مین کرنا چاہیے ہے اور طریق قسمت یہ ہے کہ ترکہ کو سات پر تقسیم کردیا تو سات دینار و ساتوان حصہ دینار ایک سہام نکلا پس شوہر کے تین سہام اسکا سہ چند ہوے اکیس دینار و تین ساتوان حصہ ہوا اور ایسا ہی باقی کے ساتھ کرنا چاہیے - مثال دیگر شوہر و مادر و پدر و دو دختر ہین پس اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۵ سے ہوا اور ترکہ مین چوراسی دینار ہین پس ۱۵ اور (۸۴) مین توافق بالثلث ہے پس دخترون کے سہام ۸ کو وفق ترکہ یعنے ۲۸ مین ضرب دیا تو ۲۲۴ ہوے اسکو وفق عدد تصحیح یعنے اسکی تہائی یعنے ۵ پر تقسیم کیا تو (۴۴) دینار و چار پانچوان حصہ دینار حاصل ہوا پھر ہر دو مادر و پدر کے چار سہام کو بھی ۲۸ مین ضرب دیکر پانچ پر تقسیم کیا تو ۲۲ دینار و دو پانچوین حصہ دینار ہوے پھر شوہر کے ۳ سہام کو بھی ۲۸ مین ضرب دیکر پانچ پر تقسیم کیا تو ۱۶ - دینار و چار پانچوان حصہ دینار حاصل ہوے اور مجموعہ سب کا ۸۴ دینار ہوا پس مسئلہ صحیح ہوا اور طریق قسمت یہ ہے کہ وفق ترکہ یعنے ۲۸ کو وفق مسئلہ یعنے ۵ پر تقسیم کیا تو ۵ دینار و تین پانچوان حصہ دینار ایک سہم حاصل ہوا پس اگر اسکو شوہر کے سہام مین ضرب دیا جاوے تو ۱۶ صحیح و چار پانچوان حصہ حاصل ہوگا و اگر سہام مادر و پدر مین ضرب دیا تو ۲۲ صحیح دو پانچوین حصے حاصل ہوے اور جب سہام و دختران مین ضرب دیا تو چوالیس صحیح چار پانچوین حصے حاصل ہوے اور سب کا مجموعہ ۸۴ ہوا پس تقسیم صحیح ہوئی - اور طریق نسبت یہ ہے کہ شوہر کے ۳ سہام کل ۱۵ سہام کا پانچوان حصہ ہے پس اسکو ترکہ کا پانچوان حصہ یعنے ۱۶ صحیح چار پانچوین حصہ دینار حاصل ہوے و ہر دو مادر و پدر کو ۱۵ مین سے ۴ سہام جیتا حصہ دسوان حصہ ہے پس انکو ۸۴ مین سے چھٹا اور دسوان حصہ دیا گیا تو ۲۲ صحیح دو پانچوین حصے دینار ملے اور ہر دو دختر کو ۱۵ سے ۸ - ملے ہین کہ پانچوان اور تہائی ہے پس دونون کو ترکہ مین سے پانچوان و تہائی دینا چاہیے پس ۴۴ صحیح چار پانچوان حصہ ہوا اور مجموعہ کے ۸۴ ہوے پس مسئلہ کا عمل صحیح ہوا - اور اگر سہام مسئلہ کوئی عدد اصم ہو یعنی اسکی تقسیم آخر تک بغیر کسر کے صحیح نہوتی ہو پس جو طریقہ ہمنے ضرب کا ذکر کیا ہے اسی کے موافق عمل کرنا چاہیے پھر جب اسقدر باقی رہجاوے جو مقسوم علیہ پر تقسیم نہین ہو سکتا ہے تو اسکو ہیئت مین ضرب دیکر اسکی قراط بنادے کیونکہ ۲۰ قراط کا ایک دینار ہوتا ہے اور اسکو تقسیم کرے پھر جب قراط مین سے بھی کچھ بچا تو تین مین ضرب دیکر اسکی جات بنادے اور تقسیم کرے پھر جب کچھ بچا تو اسکو جایز ضرب دیکر جانول بنادے پھر اگر بچے تو اسکو جانولون کی طرف نسبت کرکے کسر لکھدے اور اسکی مثال یہ ہے کہ میت نے شوہر و جدہ و دختر چھوڑی اصل مسئلہ ۴ سے اور عول ۷ سے ہوا اور ترکہ مین ۳۱ دینار ہین پس شوہر کے ۳ سہام کو ۳۱ ترکہ مین ضرب دیا تو ۹۳ ہوے اسکو ۷ پر تقسیم کیا تو ساٹ حاصل ہوے اور ۴ باقی رہے جو ۷ پر تقسیم نہین ہو سکتے ہین پس انکو ۲۰ مین ضرب دیکر قراط بنایا تو ۸۰ ہوے پھر انکو ۷ پر تقسیم کیا تو ۳ نکلے اور ایک باقی رہا اسکے اجزاء جانول بنائے تو ۱۴ ہوے انکو ۷ کی طرف منسوب کیا پس شوہر کے واسطے سات دینار و تین قراط - اور جانول کے ۳ اجزاء مین سے بارہ جزء ہوے اور جدہ کے دو سہام ہین انکو ۳۱ مین ضرب دیا تو ۶۲ ہوے انکو ۷ پر تقسیم کیا تو چار نکلے اور ۱۰ - باقی رہے انکے قراط بنائے تو ۲۰۰ ہوے انکو ۷ پر تقسیم کیا تو ۲۸ قراط نکلے اور ۴ باقی رہے پس انکے جات ۱۵ ہوے اور ۷ پر تقسیم کرنے سے ایک حبہ نکلا اور ۳ باقی رہے جسکے ۲۰ جانول ہوے کہ ۷ کی طرف نسبت کردیا پس جدہ کو ۴ دینار و ۲۸ قراط اور ایک حبہ اور ایک جانول کے تیرہ جزون مین سے ۸ جزو حاصل ہوے اور جدہ کو بھی اسی کے مثل

حاصل ہوے اور دختر کو شوہر سے دو چند یعنے ۴ دینار و سات قراط اور ایک چانول اور پانچ کے ۱۳ اجزون مین سے ۱۱ جزو حاصل ہوے اور سب کا مجموعہ ۳۴ دینار ہوے پس مسئلہ صحیح ہوا اور اسی طرح فرضا ہون مین بھی ترکہ تقسیم کیا جاتا ہی پس مجموعہ فرضون کا مثل عدد تصحیح مسئلہ کے اور ہر فرضہ مثل سہام وارث کے قرار دیا جاتا ہی

فصل - اور اگر فرضا ہون یا وارثون مین سے کسی سے ترکہ کی کسی چیز پر صلح کرلی تو اسکو ترکہ مین سے طرح دیدے گویا وہ در اصل نہ تھی پھر باقی کو باقی وارثون کے سہام پر تقسیم کرے اسکی مثال یہ ہو کہ میت نے شوہر و مان و چچا چھوڑا پس شوہر نے اپنے حصہ ترکہ سے اُس مقدار پر جو اُسکی میت کا مارا ہوا ثون سے صلح کرلی تو اُسکو طرح دیدے گویا وہ نہ تھا پھر باقی کو باقیون کے سہام پر تقسیم کردے کہ مان کو اُسکا حصہ دیدے اور باقی مال میت کے چچا کا ہو؛ یہ اختیار شرح مختار مین ہی

چودھوان باب - فرائض متشابہ کے بیان مین جنکو امتحانا دریافت کرتے ہین - سوال ایک شخص مرگیا اور حقیقی بھائی اور اپنی جورو کا بھائی چھوڑا پس اُسکی جورو کا بھائی تمام مال کا وارث ہوا اُسکا حقیقی بھائی منہوا تو اسکی کیا صورت ہوگی جواب دیا گیا ہی کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی جورو کی مان سے نکاح کیا اور اُسکا باپ زندہ ہی پس اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر یہ شخص مرگیا اور اسکا باپ بھی اسکے بعد مرگیا اور اُسنے اپنے بیٹے کا بیٹا چھوڑا حالانکہ وہ اُسکی جورو کا بھائی ہی اور اُسکا ایک حقیقی بھائی بھی ہی پس اُسکی میراث اُسکے بیٹے کے بیٹے کو ملیگی جو اُسکی جورو کا بھائی ہی ملیگی اور اُسکے حقیقی بھائی کو نہ ملیگی - سوال ایک شخص مرگیا اور اپنا سگا چچا چھوڑا اور مامون ایسا چھوڑا جو فقط مان کی جانب سے ہو یعنے اسکی مان کا مادری بھائی ہی پس یہ مامون اسکا وارث ہوا چچا نہوا تو اسکی کیا صورت ہی - جواب ایک شخص نے اپنے علاتی بھائی کی مان سے نکاح کیا اور اُس سے بیٹا پیدا ہوا پھر یہ شخص مرگیا جسنے اپنے علاتی بھائی کی مان سے نکاح کیا تھا پھر اسکے بعد اُسکا یہ بھائی مرا اور اپنا سگا چچا چھوڑا اور اپنے علاتی بھائی کا بیٹا چھوڑا جو اسکا مامون بھی ہی پس اسکی میراث اسکے بھائی کے بیٹے کو ملیگی نہ اُسکے چچا کو - سوال ایک شخص مرگیا اور اپنے سگے چچا کا بیٹا اور اپنے سگے بھائی کا بیٹا چھوڑا پس چچا کا بیٹا وارث ہوا بھائی کا بیٹا وارث نہوا - تو اسکی کیا صورت ہی - جواب دو بھائی تھے اور دونون مین سے ایک کا بیٹا تھا پھر دونون نے ایک باندی خریدی پھر اُس سے ایک لڑکا ہوا پس دونون نے ساتھ ہی اُسکا دعوی کیا کہ یہ میرا ہی تو وہ دونون کا بیٹا ہوگا پھر دونون بھائی مرگئے پھر دونون کی فوت کے بعد دونون مین سے جسکا بیٹا تھا وہ بیٹا بھی مرا اور اُسنے کوئی وارث نچھوڑا سوائے اُس طفل کے جو اُسکے باپ اور اُسکے چچا کے درمیان تھا حالانکہ اُسکے سگے بھائی کا بیٹا بھی ہی تو اُسکی میراث اُسکے اس بھائی کو ملیگی جو اُسکے باپ کا بیٹا ہی اور نیز چچا کا بیٹا ہی اور اُسکے سگے بھائی کا بیٹا ساقط ہوجائیگا - سوال ایک شخص مرگیا اور اُسنے سگے چچا کا بیٹا چھوڑا اور علاتی بھائی کا بیٹا چھوڑا پس مال کا وارث اُسکے چچا کا بیٹا ہوا اور علاتی بھائی کا بیٹا نہوا تو اسکی کیا صورت ہی - جواب اسکی صورت یہ ہی کہ دو بھائی تھے اور دونون مین سے ایک کا ایک بیٹا تھا پھر دونون نے ایک باندی خریدی اور اُس سے ایک بیٹا پیدا ہوا اور اُسکا نسبی دعوی دونون نے ساتھ ہی کیا کہ وہ دونون کا بیٹا ہوا پھر یہ باندی آزاد کی گئی پھر اُس باندی سے اُس شخص نے دونون مین سے نکاح کیا جسکا بیٹا موجود ہی

پھر اُس سے دوسرا بیٹا پیدا ہوا پھر دونون بھائی مرگئے پھر وہ لڑکا مرا جسکو باندی مذکورہ بعد نکاح کے جنی ہو اور اُسنے ایک بھائی حقیقی چھوڑا جو اُسکے چچا کا بیٹا بھی ہوا اور ایک اپنا بھائی از جانب پدر چھوڑا تو اُسکی میراث اُسکے چچا کے پسر کو ملیگی جو اُسکا حقیقی بھائی ہو۔ سوال۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے تین دختر چھوڑین اُنمین سے ایک کو سب مال کی تہائی ملی اور دوسرے کو سب مال کی دو تہائی ملی اور تیسرے کو کچھ نہ ملا تو اسکی کیا صورت ہو جواب ایک شخص کسی کا غلام تھا اور اُسکی تین بیٹیان تھین پس ایک نے اپنے باپ کو خریدا اور دوسری نے اپنے باپ کو قتل کیا پس قاتلہ محروم ہوئی اور جن دونون نے نہین قتل کیا اُنکو دو تہائی ترکہ ملا کہ ہر ایک کے واسطے ایک تہائی ہوا پھر باقی ایک تہائی مال اُسکو جو دلا رملا جسنے خرید کیا تھا سوال ایک مرد ہو اور اُسکی مان ہو دونون ترکہ کے وارث ہوے اور دونون کو برابر مال نصفا نصف ملا تو اسکی کیا صورت ہو جواب زید کی ایک دختر ہوا اُسکی دختر سے اُسکے بھائی کے پسر نے نکاح کیا اور اُس سے ایک بیٹا پیدا ہوا پھر بھائی کا بیٹا مرگیا پھر اسکے بعد زید مرا اور اُسنے اپنی دختر اور بھتیجی کا بیٹا چھوڑا اور یہ دختر اس طفل کی مان ہو پس نصف مال دختر کو ملا اور باقی مال اس طفل کو جو بھتیجی کا بیٹا ہو ملا پس نصف مال اس طفل کا ہوا اور نصف مال اُسکی مان کا ہوا۔ سوال ایک مرد اور اُسکی مان و اُسکی خالہ کسی مال ترکہ کی باہم تین تہائی وارث ہوئین تو اسکی کیا صورت ہو جواب زید کی دو بیٹیان ہین کہ ایک دختر سے اُسکے بھائی کے پسر سلے عمرو نے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر عمرو مرگیا پھر اسکے بعد زید مرا اور اُسنے دو دختر اور ایک بھتیجے کا بیٹا چھوڑا پس ہر دو دختر کو دو تہائی مال یعنے تہائی تہائی ہر ایک کو ملا اور اس بھتیجے کے پسر کو باقی مال ایک تہائی ملا پس طفل کو ایک تہائی اور اُسکی مان کو تہائی اور اُسکی خالہ کو تہائی ملا سوال تین بھائی ایک مان و باپ سے ہین کہ ایک کو سب مال کی دو تہائی ملی اور باقی دونون مین سے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملا تو اسکی کیا صورت ہو جواب ایک عورت ہو کہ اُسکے تین بھائی حقیقی اور دو ہین جنمین سے ایک نے اس سے نکاح کیا پھر وہ مری تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوا جسمین سے ۳ اُسکے شوہر کو نصف کے ملے اور باقی ۳ سہام ان تینون مین برابر تقسیم ہوے کہ ہر ایک کو ایک ایک سہام ملا۔ سوال ایک شخص مرا اور چار جورو چھوڑین جسمین سے ایک جورو کو چوتھائی مال و آٹھوین حصہ کا نصف ملا اور دوسرے کو نصف مال اور آٹھوین حصہ کا نصف ملا اور تیسری و چوتھی کو مال کا آٹھوان حصہ ملا تو اسکی کیا صورت ہو جواب ایک مرد نے اپنی مان کی مادری بہن کی بیٹی اور اپنی مان کی پدری بہن کی بیٹی سے نکاح کیا اور اپنے باپ کی پدری بہن اور مادری بہن دونون کی دو بیٹیون سے نکاح کیا پھر مرگیا اور سوائے انکے کوئی وارث نچھوڑا تو ہر چار زوجہ کو چوتھائی مال ملا اور مان کی پدری بہن کی بیٹی کو باقی کی تہائی ملی اور جو کچھ باقی رہا وہ پھوپھی از جانب پدر کی بیٹی کو ملا پس مسئلہ ۱۲ سہام سے ہوا جسمین سے چار سہام زوجات کو اور باقی کی تہائی یعنے چار سہام پدری خالہ کی دختر کو اور باقی ۸۔ سہام پدری پھوپھی کی دختر کو ملے پس میت کی مان کی مادری بہن کی اور باپ کی مادری بہن کی لڑکیون کو ۱۲ آمین سے ۲ سہام جو کل مال کا آٹھوان حصہ ہو ملے ہر ایک کو ایک ایک سہم ملا اور مان کی پدری بہن کی دختر کو پانچ سہام ملے جو کل مال کا چوتھائی اور آٹھوین حصہ کا آدھا ہو اور باپ کی پدری بہن کی لڑکی کو ۹ سہام ملے جو کل مال کا آدھا اور آٹھوین حصہ کا نصف ہو۔ سوال ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنی جورو کے سات بھائی چھوڑے پس اُسکی جورو اور ساتون بھائیون مین سے ہر ایک نے برابر مال پایا تو اسکی کیا صورت ہو جواب زید نے اپنے باپ عمرو کی جورو یعنی اپنی سوتیلی مان کی مان سے نکاح کیا

پس اُس سے سات پسر پیدا ہوے پھر زید مرگیا پھر اسکے بعد عمرو مرا اور اپنی جورو چھوڑی اور اپنے پسر کے سات پسر چھوڑے تو مسئلہ ۸ سے ہوا کہ اُسکی جورو کو ایک سہم ملا اور باقی سات سہام ان پسروں میں برابر تقسیم ہوے کہ ہر ایک کو ایک ایک سہام ملا اور یہ ساتوں اس میت کی جورو کے بھائی مادری ہیں۔ سوال ایک شخص مرگیا اور اُسنے بیس (۲۰) دینار چھوڑے پس اُسکی عورت کو ایک دینار ملا تو اسکی کیا صورت ہے جواب ایک شخص مرگیا اور اُسنے بیس دینار چھوڑے اور دو حقیقی بہن اور دو مادری بہن و چار جورو چھوڑیں تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۷ سے ہوا جسمیں سے ہر چہار زوجہ کو ۳ سہام ملے اور یہ پندرہ کا پانچوان حصہ ہے پس بیس دینار میں سے پانچوان حصہ یعنے ۴ ہر چہار زوجہ کے واسطے ہوے پس ہر زوجہ کو ایک دینار ملا۔ سوال ایک عورت کو اپنے چار شوہروں سے میراث ملی یہانتک کہ اُسکے واسطے نصف مال ہوگیا تو کیا صورت ہے جواب ایک عورت ہے اُس سے چار بھائیوں نے ایک بعد موت دوسرے کے نکاح کیا اور پورا مال ۴ دینار تھے کہ اول کے ۲ اور دوسرے کے ۱ اور تیسرے کے ۱ اور چوتھے کا ایک دینار تھا پس اول آٹھ دینار چھوڑ کر مرا اور یہ عورت مذکورہ اور یہی تینوں بھائی وارث چھوڑے پس عورت مذکورہ نے اسمیں سے ۳ دینار لیے اور ہر بھائی نے بھی دو دو دینار لیے پھر دوسرے بھائی کے پاس ۲ دینار ہوگئے پس جب اُسنے اس عورت سے نکاح کیا پھر مرگیا تو عورت مذکورہ نے اُس سے بھی دو دینار ترکہ میں لیے پس اُسکے پاس چار دینار رہے اور باقی دو بھائی نے تین تین دینار لیے پس تیسرے بھائی نکاح کرنے والے کے پاس ۲ دینار ہوگئے پھر جب وہ بھی مرگیا تو عورت نے اُسکے ترکہ میں سے دو دینار لیے پس اُسکے پاس چھ دینار ہوے اور باقی چھ دینار چوتھے بھائی کے واسطے رہے پس سب اُسکے پاس ۱۲ دینار ہوے پھر جب وہ مرا تو عورت نے اُسکی جو ترکہ میں ۳ دینار لیے پس عورت کے پاس ۹ دینار ہوگئے جو نصف مال ہے اور باقی عصبہ کو ملیگا۔ سوال وارث لوگ میراث تقسیم کرتے تھے پس ایک وارث آیا اور اُسنے کہا کہ جلدی نکرو کہ میری عورت غائب ہے اگر وہ زندہ ہوگی تو وہی وارث ہوگی اور میں وارث نہونگا اور اگر وہ مرگئی ہو تو میں ہی وارث ہونگا وہ وارث نہوگی تو اسکی کیا صورت ہے جواب ایک عورت مرگئی اور اُسنے دو حقیقی بہنیں و مان اور ایک اخیافی بہن و ایک علاتی بھائی چھوڑا اور اس علاتی بھائی نے اُسکی اخیافی بہن سے نکاح کیا ہے اور یہی قول مذکور کا کہنے والا ہے کیونکہ اسی کی جورو جو میت کی اخیافی بہن ہے غائب ہے پس اگر وہ زندہ ہوگی تو دو تہائی دونوں حقیقی بہنوں اور چھٹا حصہ مان کو اور باقی چھٹا حصہ اس اخیافی بہن کو ملیگا اور یہ علاتی بھائی محروم رہیگا اور وہ مرگئی ہوگی تو باقی چھٹا اس علاتی بھائی کو ملیگا۔ سوال ایک عورت آئی اور اُسنے کہا کہ میراث تقسیم کرنے میں جلدی نکرو کہ میں حمل سے ہوں پس اگر لڑکا ہوگا تو کچھ وارث نہوگا اور اگر لڑکی ہوگی تو وارث ہوگی تو اسکی کیا صورت ہے جواب ایک عورت مرگئی اور اُسنے شوہر و مان و دو اخیافی بہنیں چھوڑیں پس اُسکے باپ کی جورو آئی یعنے سوتیلی مان آئی اور کہا کہ اگر مجھے لڑکا ہو تو اس میت کا پدری بھائی ہوگا پس کچھ وارث نہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو میت کی پدری بہن ہوگی پس اُسکے ساتھ نصف کی وارث ہوگی اور فریضہ کا عول ۹ تک ہوگا۔ سوال اگر ایک عورت آئی اور اُسنے میراث تقسیم کرنے والوں سے کہا کہ تم لوگ میراث تقسیم کرنے میں جلدی نکرو کہ میں پیٹ سے ہوں اگر لڑکا ہوا تو وارث ہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو وارث نہوگی تو اسکی کیا صورت ہے جواب ایک مرد مرگیا اور اُسنے حقیقی دو بہنیں چھوڑیں پس اُسکے باپ کی جورو آئی یعنے سوتیلی مان آئی اور کہا کہ تم لوگ میراث تقسیم کرنے میں جلدی نکرو کہ میں حمل سے ہوں پس اگر لڑکا ہوا تو میت کا پدری بھائی ہوگا پس حقیقی دونوں بہنوں کو دو تہائی لیگا اور باقی اُسکے پدری بھائی کو ملیگا اور اگر لڑکی ہوئی تو میت کی پدری بہن ہوگی پس اُسکی

دونون حقیقی بہنون کو دو تہائی ملیگا اور جو باقی رہا وہ عصبہ کو ملیگا اور پدری بہن کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر عورت مذکورہ نے آکر کہا کہ تم لوگ میراث تقسیم کرنے مین جلدی نکرو کیونکہ مین حمل سے ہون اگر لڑکا یا لڑکی ہوئی تو کچھ وارث نہوگی اور اگر لڑکا و لڑکی ہوئی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق دونون وارث ہونگی تو اسکی کیا صورت ہے تو جواب یہ ہے کہ ایک مرد مرگیا اور اُسنے ان وحقیقی بہن و دادا چھوڑا پس اُسکے باپ کی جورو یعنے سوتیلی ماں آئی اور اُسنے کہا کہ تقسیم میراث مین جلدی نکرو کہ مین حمل سے ہون پس اگر لڑکا ہوا تو میت کا پدری بھائی ہوگا پس ماں کو چھٹا حصہ ملیگا اور جو باقی رہا وہ بھائی و دادا کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا پھر جو کچھ پدری بھائی کو ملیگا وہ سب میت کی حقیقی بہن کو دیدیگا اور خود خالی رہجائیگا اور اگر لڑکی ہوئی تو میت کی پدری بہن ہوگی تو ان کو چھٹا حصہ اور باقی ان سب مین چار حصون پر تقسیم ہوگا پھر پدری بہن کے پاس جو کچھ ملا ہو وہ سب میت کی مادری بہن کو رد کردیگی اور خود ہاتھ خالی رہجائیگی اور اگر لڑکا و لڑکی دونون ہوے تو میت کے پدری بھائی و بہن ہوے پس ماں کو چھٹا حصہ اور بھائی کو باقی کی تہائی اور حقیقی بہن کو نصف ملیگا اور جو باقی رہا وہ پدری بھائی و بہن کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور اگر عورت نے آکر کہا کہ تم لوگ تقسیم مین جلدی نکرو کیونکہ مین حمل سے ہون پس اگر لڑکا پیدا ہوا تو مین اور لڑکا دونون وارث ہونگی اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو مین اور لڑکی کوئی وارث نہوگی پس جواب یہ ہے کہ زید نے اپنے پسر کے پسر مسمی عمر کا نکاح اپنے دوسرے پسر کی دختر مسماۃ ہندہ سے کردیا پھر عمر مرگیا اور اُسکی جورو مسماۃ ہندہ جو زید کی دختر پسر ہے حمل سے ہو پھر زید مرگیا اور اُسنے دو دختر اور عصبہ چھوڑے پس مسماۃ ہندہ مذکورہ آئی اور کہا کہ تقسیم میراث مین جلدی نکرو کہ مین حمل سے ہون پس اگر لڑکی پیدا ہوگی تو میت کی ہر دو دختر کو دو تہائی ملیگا اور باقی عصبہ کو ملیگا اور اُسکے پسر کی دختر کو کچھ نہ ملیگا اور نہ اس لڑکی کو ملیگا اور اگر لڑکا پیدا ہوا تو ہر دو دختر کو دو تہائی ملیگا اور باقی اُسکے پسر کی دختر مسماۃ ہندہ مذکورہ اور ہندہ کے پسر کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ سوال اگر کسی شخص سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنی پھوپھی کی پسر کا ماموں اور اپنے ماموں کے پسر کی پھوپھی چھوڑی تو حصہ کیونکر تقسیم ہوگا تو اُس سے دریافت کرنا چاہیے کہ آیا اس میت کی پھوپھی کے بیٹے کا ماموں دوسرا بھی ہر اور ماموں کے بیٹے کی پھوپھی کوئی دوسری بھی ہر یا نہیں پس اگر اُسنے کہا کہ دوسرا ایسا ماموں اور پھوپھی نہیں ہر تو جواب دینا چاہیے کہ مال میراث ان دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا کیونکہ اُسکے پھوپھی کے بیٹے کا ماموں اس میت کا باپ ہوا اور ماموں کے بیٹے کی پھوپھی اُسکے ماں کے بھائی کی بہن ہوا اور جبکہ سوائے ایک کے دوسری نہیں ہر تو اس میت کی ماں کو باپ کو دو تہائی اور ماں کو ایک تہائی مال ملا۔ سوال اگر ایک عورت نے میراث تقسیم کرنے والون سے کہا کہ تقسیم کرنے مین جلدی نکرو کہ مین حمل سے ہون پس اگر لڑکا ہوگا تو وارث ہوگا اور اگر لڑکی ہوگی تو وارث نہوگی اور اگر لڑکا و لڑکی دونون ہوے تو لڑکی وارث نہوگی فقط لڑکا وارث ہوگا تو جواب یہ ہے کہ سوائے باپ کے ہوسکتی ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ اگر لڑکا و لڑکی دونون ہوے تو دونون وارث ہونگے اور اگر لڑکی ہوگی تو وارث نہوگی تو جواب یہ ہے کہ باپ کی جورو ہے درحالیکہ وارثون مین حقیقی دو بہنین ہون یا پسر کی جورو ہے درحالیکہ وارثون مین دختر صلبیہ ہون۔ اور اگر عورت نے آکر کہا کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو وارث نہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو وارث ہوگی تو وارث ہونے درجہ تو درحالیکہ وارثان موجودہ مین شوہر و مادر و پدر و دختر میت ظاہر ہون۔ یا باپ کی زوجہ ہے درحالیکہ وارثان

مین شوہر و مادر و مادری دو بہن ظاہر ہون - اور اگر عورت مذکورہ نے کہا کہ اگر لڑکا یا لڑکی ہوئی تو کوئی وارث نہوگا اور اگر دونون پیدا ہوے تو دونون وارث ہونگے تو جواب یہ ہی کہ یہ میت کے باپ کی جورو ہی و رحالیکہ باپ اس سے پہلے مرگیا ہی اور ظاہر ہی کہ اگر دونون مین ان وجد حقیقی بہن موجود ہین کیونکہ ایسی حالت مین اگر ولڑکا یا لڑکی جنی تو وہ میت کا پدری بھائی یا بہن ہی پس حصہ مادر نکالنے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ دادا و حقیقی بہن اور اس مولود کے درمیان تقسیم ہوگا پھر حقیقی بہن اس مولود سے جو اسکو ملا ہی لے لیگی پس خالی رہجائیگا اور اگر لڑکا و لڑکی دونون جنی تو مان کا حصہ نکالنے کے بعد باقی کی تہائی دادا لے لیگا پھر باقی مین سے حقیقی بہن بقدر نصف کے لے لیگی پھر جو کچھ رہا وہ اس لڑکا و لڑکی کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا - اور اگر عورت مذکورہ نے کہا کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو مجھے آٹھوان حصہ ملیگا اور باقی اسکو ملیگا اور اگر لڑکی ہوئی تو مال ترکہ میرے واسکے درمیان آدھا آدھا ہوگا اور اگر مردہ پیدا ہوا تو مجھکو پورا مال ملیگا تو جواب یہ ہی کہ یہ ایسی عورت ہی جسنے ایک غلام کو آزاد کرکے اُس سے نکاح کیا ہی پھر وہ غلام فقط اس عورت کو حاملہ چھوڑکر مرگیا ہی - سوال ایک عورت اور اُسکے شوہر دونون نے میت کے مال سے تین چوتھائی پایا اور دوسری عورت واسکے شوہر نے ایک چوتھائی پایا تو اسکی کیا صورت ہی جواب میت کی مادری بہن ہی اور ایک پدری بہن ہی اور میت کے دو چچازاد بھائی ہین مگر دونون مین سے ایک بھائی میت کا مادری بھائی ہی اور اس مادری بھائی نے اُسکی پدری بہن سے نکاح کیا ہی اور دوسرا بھائی اسکی مادری بہن کا شوہر ہی پس پدری بہن کو نصف ملا اور مادری بھائی و بہن کو تہائی مال ملا اور باقی مال ہر دو چچازاد بھائیون مین برابر برابر تقسیم ہوا - قال المترجم پس پدری بہن کو ۱۲ مین سے ۶ ملے اور اُسکے شوہر مادری بھائی کو فریضہ کے ۳ - اور عصوبت کا ایک ملا پس مجموعہ ۹ ہوا یہ تین چوتھائی مال ہی اور باقی ایک چوتھائی دوسری بہن اور اُسکے شوہر کو ملا ہی فافہم - سوال ایک جورو و خاوند نے تہائی مال پایا اور دوسری جورو و خاوند دونون نے دو تہائی مال پایا تو صورت بتلاؤ - جواب میت کے مادر و پدر رہین اور میت کے پسر کے پسر کی دختر میت کے پسر کے پسر کے نکاح مین ہی - قال المترجم پس مادر و پدر کو ایک تہائی تینے چھٹا چھٹا حصہ ملیگا اور باقی دوسرے دونون جورو خاوند کو ملیگا فافہم - سوال ایک مرد و اسکی دو زوجہ نے مال میت تین تہائی پایا تو صورت بتلاؤ جواب میت کے پسر کی دو دختر میت کے برادر زادہ یا میت کے پسر دیگر کے پسر کے پسر کے نکاح مین ہین - سوال دو بھائی از جانب مادر و پدر رہین ان دونون مین سے ایک شخص نے میت کا تین چوتھائی مال پایا اور دوسرے نے چوتھائی پایا تو صورت بتلاؤ - جواب اسکی صورت یہ ہی کہ میت کے دو برادر زادہ ہین کہ دونون مین سے ایک چچازاد بھائی میت کی دختر کا خاوند ہی قال المترجم میت کی دختر کا نصف اور ہر ایک برادر زادہ کا چوتھائی چوتھائی ہوا قال وفیہ نظر فانہ لم یرث عنہ احد ہما فقط ثلثہ ارباع المال تامل فیہ - سوال ایک صحیح و تندرست آدمی ایک مریض کے پاس گیا اور کہا کہ میرے واسطے کچھ وصیت کردے تو اُسنے جواب دیا کہ مین تیرے واسطے کیونکر وصیت کرسکتا ہون کیونکہ میرے وارثون مین تو ہی اور تیرے دونون بھائی اور تیرے مادر و پدر و تیرے دونون چچا ہین جواب یہ ہی کہ یہ صحیح آدمی اس مریض کا مادری بھائی ہی اور چچا کا بیٹا ہی اور اسکے دونون بھائی مریض کے مادری بھائی ہین اور اسکے مادر و پدر مریض کے مادر و چچا ہین واسکے دونون چچا مریض کے دو چچا ہین پس حاصل یہ ہی کہ مریض کے تین برادر مادری ہین اور مان ہی اور تین چچا ہین - اور اگر کہا کہ میرے وارث تیرے دونون چچا مادر و پدر رہین تو یہ مرد صحیح اس مریض کے مادری بھائی کا بیٹا ہی اور اُسکے دو بھائی مادری اور ہین - اور اگر کہا کہ میرے وارث تیری ہر دو جدہ و تیری ہر دو بہن و تیری ہر دو زوجہ و تیری ہر دو دختر ہونگی پس مصحیح کے ہر دو جدہ اس مریض کی ہر دو

زوجہ ہیں اور اسکی مادری دو بہن مریض کی پدری دو بہن اور صحیح کے ہر دو زوجہ میں سے ایک مریض کی ماں ہے اور دوسری اسکی بہن از جانب پدر ہے اور صحیح کی ہر دو دختر مریض کی مادری بہن ہیں کہ مریض کی ماں اس صحیح سے جنی ہے پس حاصل یہ ہے کہ دو زوجہ ہیں اور تین پدری بہنیں ہیں اور دو مادری بہنیں ہیں سوال میت نے چوبیس دینار چھ عورتوں کے واسطے چھوڑے کہ ہر ایک نے ایک ایک دینار پایا صورت بتلاؤ جواب صورت یہ ہے کہ سہ زوجہ و سہ جدہ اور ۱۲ دختر و ایک پدری بہن ہے سوال دو مرد ہیں کہ دونوں میں ہر ایک دوسرے کا چچا ہے جواب صورت یہ ہے کہ عمرو زید میں سے ہر ایک نے دوسرے کی ماں سے نکاح کیا اور ہر ایک سے ایک بیٹا پیدا ہوا پس ہر ایک بیٹا دوسرے کا از جانب مادری چچا ہے سوال دو مرد ہیں سے ہر ایک دوسرے کا ماموں ہے جواب عمرو زید میں سے ہر ایک نے دوسرے کی دختر سے نکاح کیا اور ہر ایک کا ایک بیٹا پیدا ہوا پس ہر ایک پسر دوسرے کا ماموں ہے سوال دو مرد ہیں سے ہر ایک دوسرے کے باپ کا چچا ہے جواب زید و عمرو میں سے ہر ایک نے دوسرے کے باپ کی ماں سے نکاح کیا اور دونوں کے بیٹا پیدا ہوا سوال دو مردوں میں سے ہر ایک دوسرے کی ماں کا چچا ہے جواب دو مردوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے پسر کی دختر سے نکاح کیا اور ہر ایک سے ایک بیٹا پیدا ہوا سوال دو مردوں میں سے ہر ایک دوسرے کے باپ کا ماموں ہے جواب زید و عمرو میں سے ہر ایک نے دوسرے کی ماں سے نکاح کیا پس دونوں کے فرزند پیدا ہوا سوال دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی ماں کا ماموں ہے جواب زید و عمرو میں سے ہر ایک نے دوسرے کی دختر سے نکاح کیا اور ہر ایک کا بیٹا پیدا ہوا سوال زید عمرو کا چچا ہے اور عمرو زید کا ماموں ہے جواب صورت یہ ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اسکے پسر نے اس عورت کی ماں سے نکاح کیا اور دونوں کے فرزند پیدا ہوا تو باپ کا پسر اسکے پسر کے پسر کا چچا ہے اور پسر کا پسر اسکے باپ کے پسر کا ماموں ہے سوال ایک شخص ماموں بھی ہے اور چچا بھی ہے جواب مادری دو بھائی ہیں انمیں سے ایک نے دوسرے کی مادری بہن سے نکاح کیا اور ایک بیٹا پیدا ہوا تو دوسرا بھائی اس پسر کا باپ کی طرف سے چچا ہے اور ماں کی طرف سے ماموں ہے اور نیز اگر مادری دو بھائیوں میں سے ایک نے دوسرے کی پدری بہن سے نکاح کیا اور بیٹا پیدا ہوا تو دوسرا بھائی اس پسر کا باپ کی جانب سے ماموں ہے اور ماں کی جانب سے چچا ہے سوال ایک شخص دوسرے کے باپ کا چچا اور ماں کا چچا ہے جواب صورت یہ ہے کہ زید کے باپ کے باپ نے اسکے ماں کی باپ کی ماں سے نکاح کیا اور ایک بیٹا پیدا ہوا تو یہ بیٹا زید کے باپ کا از جانب پدر چچا ہے اور ماں کا از جانب مادر چچا ہے سوال ایک شخص زید کے باپ کا ماموں اور ماں کا ماموں ہے جواب اسکی صورت یہ ہے کہ زید کی ماں کی ماں کے باپ نے زید کے باپ کی ماں سے نکاح کیا اور ایک بیٹا پیدا ہوا پس یہ بیٹا زید کی ماں کا از جانب پدر ماموں ہے اور زید کے باپ کا از جانب مادر ماموں ہے سوال دو مرد ہیں کہ ہر ایک انمیں سے دوسرے کی پھوپھی کا بیٹا اور دوسرے کے ماموں کا بیٹا ہے جواب اسکی صورت یہ ہے زید و عمرو میں سے ہر ایک نے دوسرے کی بہن سے نکاح کیا ہے اور ہر ایک کا بیٹا پیدا ہوا اور ہر ایک نے دوسرے کی بہن سے نکاح کیا اور ہر ایک کا بیٹا پیدا ہوا پس انمیں سے ہر ایک دوسرے کی پھوپھی اور ماموں کا بیٹا ہے فی خزانۃ المفتین میں ہے سوال دو برادر حقیقی میں سے ایک شخص فقط ایک مردیت کا وارث ہوا دوسرا وارث نہوا تو کیا صورت ہے جواب میت ان دونوں میں سے ایک کا بیٹا تھا پس اسکا باپ سب مال کا وارث ہوا اور چچا وارث نہوا محیط سرخسی میں ہے

سوال زید اور اسکا بیٹا ہی کہ دونون کو مال ترکہ نصف نصف ملا تو کیا صورت ہی جواب یہ میت ایک عورت ہی جسکے ساتھ اُسکے چچا کے پسر نے نکاح کیا حالانکہ اُسکا چچا زندہ ہی پھر یہ عورت مری تو اسکا نصف مال اُسکے شوہر کو ملا اور باقی اُسکے شوہر کے باپ یعنے اُسکے چچا کو ملیگا - سوال ایک مرد ہی اور اُسکی دختر دونون نصف نصف مال کے وارث ہوے تو کیا صورت ہی جواب یہ ہی کہ ایک عورت ہی کہ جسکے ساتھ اُسکے چچازاد بھائی نے نکاح کیا پس اُس سے ایک دختر پیدا ہوئی پھر یہ عورت مری تو اُسکی دختر کو نصف مال ملا اور اُسکے شوہر کو نصف مال کا چوتھائی فریضہ مین ملا - اور باقی بوجہ عصبہ ہونے کے ملا ہی یہ مبسوط مین ہی

پندرھوان باب - مسائل ملقبہ کے بیان مین یعنے جن مسائل کے نام رکھے گئے ہین - مسئلہ مشترکہ - میت نے شوہر و مان کی دو اولاد اور حقیقی بھائی و بہنین چھوڑین تو نصف زوج کو اور چھٹا حصہ مان کو اور ثمانی اولاد و مادر کو ملیگا اور باقی سب ساقط ہوجاوینگے - اسی طرح اگر بجاے مان کی مان کی مان ہو تو بھی یہی حکم ہی اور یہ قول حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا ہی اور یہی ہمارے علماء کا مذہب ہی اور حضرت ابن مسعود و حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اولاد و مادر و پدر مین جو عصبہ ہوتے ہین وہ ثمانی مین اولاد و مادر کے ساتھ شریک ہوجاتے ہین اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول ہی چنانچہ انھون نے پہلے اسی طور پر فیصلہ فرمایا تھا جو ہمارا مذہب ہی پھر دوسرے سال ایسا ہی ترکہ کا مقدمہ پیش ہوا تو جاہا کہ مثل پہلے فیصلہ کے اسمین بھی حکم دین پس ایک مان و باپ کے بھائیون مین سے ایک نے کہا کہ اے امیر المؤمنین خیال فرمایئے کہ کیا ہمارا باپ گدھا تھا کیا ہم سب ایک مان کی اولاد نہین ہین پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ باجتہاد ان لوگون کو اُنکے ساتھ ثمانی مین شریک کردیا اور فرمایا کہ ہمارا یہا حکم قضا اپنے حال پر رہیگا اور یہ حکم قضا اپنے حال پر ہوگا - پس یہ مسئلہ مشترکہ کہلایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باہم شریک کردیا ہی اور نیز اسکو حماریہ بھی کہتے ہین کہ اسنے دریان گفتگو مین کہا کہ خیال فرمایئے کہ کیا ہمارا باپ حمار یعنے گدھا تھا - اور واضح ہو کہ اگر بجاے ایک مان و باپ کے بھائیون کے فقط باپ کی طرف سے بھائی ہون تو بالاجماع ساقط ہوجاوینگے اور مسئلہ اختلافی مین ہمارا مذہب صحیح ہی - مسئلہ خرقاء - مادر و جد و خواہر - چھوڑے اور اس مسئلہ کو خرقاء اسواسطے کہتے ہین کہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو گویا خرق کردیا ہی چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مان کو چھٹا حصہ اور باقی دادا کو ملیگا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مان کو ثمانی ملیگی اور باقی دو ثمانی دادا و بہن کے درمیان تین حصے ہوکر تقسیم ہوگی اور حضرت علی کرم اللہ تعالے وجہہ نے فرمایا کہ مان ثمانی اور بہن کو نصف اور باقی دادا کو ملیگا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو روایتین ہین ایک روایت مین بہن کو نصف اور باقی دادا و مان کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور دوسری روایت مین بہن کو نصف اور مان کو ثمانی اور باقی دادا کو ملیگا اور یہی قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہی اور اسکو عثمانیہ بھی کہتے ہین اسواسطے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک قول اسمین منفرد ہوا جسنے اجماع کو خرق کردیا یعنے توڑدیا کہ انھون نے فرمایا کہ مان کو ثمانی اور باقی دادا و بہن کے درمیان نصفا نصف ہوگا اور علماء نے کہا کہ اسی وجہ سے اسکو خرقا کہتے ہین اور مشلثہ عثمان رضہ و مربعہ بن مسعود رضہ کہتے ہین اور محمد الشعبی بھی کہتے ہین اسواسطے کہ حجاج نے شعبی رحمہ اللہ تعالے سے یہ مسئلہ پوچھا تو انھون نے فرمایا کہ اسمین

پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہوا اور اگر انکے ساتھ قول حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ملایا جاوے تو مسدسہ ہوگا مسئلہ مردانیہ صورت یہ ہے کہ چھ بہنین متفرقہ اور شوہر چھوڑا پس نصف شوہر کو اور حقیقی دو بہنون کو دو تہائی اور مادری دو بہنون کو تہائی ملیگا اور پدری دو بہن ساقط ہو جائینگی - پس اصل مسئلہ ۶ سے اور عول ۷ تک ہوگا اور اسکو مردانیہ اسوجہ سے کہتے ہین کہ یہ مروان بن الحکم کے زمانہ مین واقع ہوا تھا اور اسکو غرا بھی کہتے ہین کیونکہ یہ باہم نہین مشتہر ہو گیا تھا مسئلہ حمزیہ صورت یہ ہے کہ تین بہنیں اور ایک جد اور تین بہنین متفرقہ چھوڑین تو حضرت ابوبکر و ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جدات کو چھٹا حصہ اور باقی مال جد کو ملیگا پس اصل مسئلہ ۶ سے اور تصحیح ۱۲ سے ہوگی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ حقیقی بہن کو نصف ملیگا اور دو تہائی پوری کرنے کے واسطے علاتی بہن لینے پدری بہن کو چھٹا حصہ ملیگا اور جدات کو چھٹا حصہ اور جد کو چھٹا حصہ ملیگا اور یہی قول حضرت بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے اور حضرت بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شاذ روایت یہ بھی ہے کہ جدہ جو ان کی ماں ہے اسکو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی سب جد کو ملیگا اور زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جدات کو چھٹا حصہ اور باقی مال دادا و حقیقی بہن اور پدری بہن کے درمیان چار حصون پر تقسیم ہوگا پھر پدری بہن نے جو کچھ پایا ہے وہ حقیقی بہن میت کو واپس دیگی پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا اور اسکی تصحیح ۱۲ سے ہوگی اور اختصار کرنے سے ۶ سے رہیگی جسمین سے جدات کو ۲ سہام اور حقیقی بہن کو اسکے حصہ اور اسکے پدری بہن کے حصہ کے سب ۵ سہام اور دادا کو پندرہ سہام ملینگے اور اسکو حمزیہ اسواسطے کہتے ہین کہ شیخ حمزہ الزیات سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو انھون نے اسی طور سے جو ہمنے ذکر کیے ہین سب جوابات دیے مسئلہ دینار یہ صورت یہ ہے کہ میت نے زوجہ وجدہ و دو دختر اور حقیقی بارہ بھائی و ایک بہن چھوڑی اور ترکہ مین چھ سو دینار چھوڑے پس جدہ کو چھٹے حصہ کے سو دینار اور ہر دو دختر کو دو تہائی کے چار سو دینار اور زوجہ کو آٹھوین حصہ کے ۷۵ دینار اور باقی رہے ۷۵ دینار سو ہر ایک بھائی کو دو دو دینار اور بہن کو ایک دینار ملیگا اور اسی دینارون کی وجہ سے اسکو دانور یہ کہتے ہین اور اسکو دانوریہ بھی کہتے ہین اسواسطے کہ شیخ داود طائی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا پس انھون نے اسی طور سے تقسیم کیا تو میت کی بہن حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آئی اور کہا کہ میرا بھائی مر گیا اور اسنے چھ سو دینار چھوڑے پس مجھے انمین سے سوائے ایک دینار کے کچھ نہ دیا گیا تو امام رحمہ اللہ نے پوچھا کہ ترکہ کسنے تقسیم کیا ہے اسنے کہا کہ آپ کے شاگرد شیخ داود طائی نے تو امام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ ایسا نہین ہے جو ناحق ظلم کرے مین تجھسے پوچھتا ہون کہ بھلا تیرے بھائی نے جدہ چھوڑی ہے اسنے کہا کہ ہان پھر فرمایا کہ بھلا دو دختر چھوڑی ہین اسنے کہا کہ ہان پھر فرمایا کہ بھلا زوجہ چھوڑی ہے اسنے کہا کہ ہان پھر فرمایا کہ بھلا تیرے ساتھ بارہ بھائی چھوڑے ہین اسنے کہا کہ ہان - پس امام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پس ایسی حالت مین تیرا حق ایک ہی دینار ہے اور اس مسئلہ کے حل کرنے سے فضیلت امام ابوحنیفہ کی ظاہر ہے کیونکہ یہ مسئلہ معاماہ سے ہے کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ ایک میت نے چھ سو دینار چھوڑے اور مرد و عورت ملا کر دس وارث چھوڑے جنمین سے ایک وارث کو فقط ایک دینار ملا ہے فافہم - مسئلہ امتحان صورت یہ ہے کہ نہ زوجات اور ۵ جدات اور ۲ دختر اور ۲ پدری بہنین پس اصل مسئلہ نہ سے ہوا جسمین سے زوجات کو آٹھوین کے ۳ سہام ملے اور جدات کو چھٹے حصہ کے نہ سہام ملے اور دخترون کو دو تہائی کے ۱۶ ملے اور بہنون کو باقی ایک سہم ملا اور اس صورت مین ہر فریق کی تعداد سہام و تعداد وارثان مین توافق نہین ہوا اور فریق وارثون کی تعداد مین بھی باہم توافق نہین ہوئی پس یہ ضرورت پیش آئی کہ فریق وارثون مین ایک کی تعداد کو دوسرے مین ضرب دیا جاوے پس چار کو پانچ مین ضرب دیا تو ۲۰ ہوے

پھر اسکو سات میں ضرب دیا تو ۱۲۶ ہوے پھر اسکو ۲۰ میں ضرب دیا تو (۲۵۲۰) ہوے اسی سے تصحیح مسئلہ ہوگی اور اس سے امتحان کرنے کی صورت یہ ہو کہ یوں کہا جاوے کہ ایک شخص مرگیا اور اسنے بیٹا اصناف وارثان چھوڑے کہ ہر صنف کی تعداد دس سے کم ہو مگر تصحیح مسئلہ بدون اسکے نہیں ہوسکتی ہو کہ مبلغ تصحیح تیس ہزار سے بڑھ جاوے تو تعداد اصناف وارثان بتلاؤ تو مسئلہ مامونیہ صورت یہ ہو کہ میت نے مادر و پدر و دو دختر چھوڑیں پھر ہر دو دختر میں سے ایک دختر مری اور وہ وارث چھوڑے جو میت اول نے چھوڑے ہیں اور اسکو مامونیہ اسواسطے کہتے ہیں کہ مامون رشید نے چاہا کہ کسی کو بصرہ کا قاضی مقرر کرے پس اُسکے سامنے یحیی بن اکثم پیش کیے گئے تو اُسنے انکو حقیر جانا اور اُسنے یہی مسئلہ دریافت کیا پس یحیی بن اکثم نے کہا کہ ای سلطان مجھکو یہ بتلاؤ کہ میت اول مرد تھا یا عورت تھی پس مامون رشید کو معلوم ہوگیا کہ یہ شخص عالم ہو پس اُنکو بصرہ کا قاضی مقرر کیا اور بات یہ ہو کہ میت اول کے مرد ہونے اور عورت ہونے کے اختلاف سے اس صورت میں جواب مختلف ہوتا ہو کیونکہ اگر میت اول مذکر ہوگا تو مسئلہ ۶ سے ہوگا جسمیں سے ہر دو دختر کو دو تہائی اور ہر ایک مادر و پدر کو چھٹا چھٹا حصہ ملیگا پھر جب ایک دختر مری تو اُسنے ایک بہن چھوڑی اور جد صحیح یعنے دادا سگا یعنے باپ کا باپ چھوڑا اور سگی دادی یعنے باپ کی ماں چھوڑی پس چھٹا حصہ دادی کو ملیگا اور باقی دادا کو ملیگا اور بہن ساقط ہو جائیگی یہ بنابر قول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہو اور حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دادی کو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی سہام دادا و بہن کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین تہائی تقسیم ہونگے اور تصحیح مسئلہ انھیں قواعد کے موافق ہوگی جو پہلے مذکور ہوے ہیں اور اگر میت اول عورت ہوگی تو جبکہ دختر مری ہو یعنے میت ثانی تو اُسنے ایک بہن چھوڑی اور جد صحیح یعنے نانی کی ماں چھوڑی اور جد فاسد یعنی نانی کا باپ تو اُسکی نانی کو چھٹا حصہ ملیگا اور بہن کو نصف ملیگا اور باقی جمیع المالین پر رد کیا جاویگا اور بالاجماع جد فاسد ساقط ہوگا کذا فی الاختیار شرح المختار و نہر الفائق من اتمام ترجمۃ المجلد الرابع من الفتاوی الہندیۃ بحمد اللہ تعالے وحسن توفیقہ فی غایۃ الاستعجال مع مالی من تفرق الحال و تشتت البال صنحوہ الاربعاء سلیخ وعشرین خلت من ربیع الاول سنۃ ۱۲۰۱ من الہجرۃ علے صاحبہا الف الف صلوۃ وتحیۃ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

خاتمۃ الطبع فتاوے ہندیہ

ترجمۂ فتاوی عالمگیریہ جلد چہارم

الحمد للہ والمنۃ کہ مدت سے جس نعمت باقیہ کی تمنا تھی آج اسے اپنے سایۂ دولت سے اہل الدارین کو سرفراز کیا یعنی جلد چہارم کتاب مستطاب فتاوے عالمگیریہ از اکابر علماء حنفیہ۔ تا کتاب الفرائض جو استجماع جزئیات از معتبرات مانند فتاوی قاضیخان و خلاصہ و ہدایہ و دیگر متون و شروح و مسائل متوسطات مثل بنا بیر فتاوی تتمہ کرخی وغیرہا اور احتوا مسائل متفرقات مانند محیط برہانی وغیرہ کے مع تصحیح و تقیید باقوال مشائخ مبین منیفید اور نہایت شہرت اور نہایت تداول و اعتبار علماء عصر سے فزید توضیح کو بھی تحمل نہیں بلکہ غایت وضوح کے اعلی التماس سے حق مین بالاخفی ہین۔ نامی گرامی مطبع اودھ اخبار لکھنؤ مین باراول بماہ اکتوبر ۱۸۶۹ء طبع ہو کر رونق بخش انظار مشتاقان ہوئی کتاب موصوف پر اگر تمام نظر ہو تو بلا مبالغہ فقاہت کی لیاقت والا ہو جائے اور اگر باصول خاص مقدمہ ہو تو بہت کچھ امید ہو اہل اسلام اس دولت لازوال کو ہاتھ سے جانے نہ دینگے بلکہ ہاتھون ہاتھ لے لینگے واللہ تعالے ہو الموفق والمعین والحمد للہ رب العالمین۔

غلطنامہ فتاوی ہندیہ ترجمہ فتاوی عالمگیریہ جلد چہارم بمقابلہ اصل مطبوعہ کلکتہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۱	تفسیر۔	تفسیر و شرائط۔	۱۷۹	۲۴	نرہیگا۔	رہیگا۔
۱۰	۹	نکیا	کیا۔	۱۹۱	۱۷	کاریز۔	بند آب بندی باندھ۔
۱۲	۹	تو چھوٹی ہو۔	تو بڑی ہو اور اگر نہ بیچی ہو	۱۹۵	۳	جب۔	جیسا۔
			تو چھوٹی ہو۔	۱۹۶	۲۹	پیدا ہوئے۔	پیدا نہ ہوئے۔
۲۳	۲۸	دو۔	۔	۲۰۱	۲۷	آسنے۔	آسکے۔
۲۹	۱۵	مرنگے۔	۔	۲۰۲	۳	دونون۔	دنون۔
۳۲	۹	نقد بیع۔	عقد بیع اول۔	۲۰۶	۲۶	توانین۔	تو زمین حکم قرار دیجائیگی۔
۳۴	۰	نون کے	ثمن کے۔	۲۰۸	۲۱	مستحق۔	مسمی۔
		پڑیگا۔	نوگا۔	۲۱۰	۱۷	اسکا۔	اسپر۔
۴۳	۱۰	۔	۔	۲۱۷	۱۹	قبل۔	فیصل۔
		بیت۔	بیت مع راستہ۔	۲۱۹	۲۴	تھے۔	ہو۔
		نہ کریگا۔	نہ کریگا۔	۲۲۲	۱۰	تنگدست۔	فراخ دست۔
		جائز ہوں ہو۔	جائز ہو۔	″	۱۱	فراخ۔	تنگ۔
		ہوگا	ہوگا۔	۲۲۹	۱۰	تب۔	تب تک۔
		تیاس ہوگی۔	واجب ہوگی۔	۲۳۱	۱۳	اجباسس۔	احتباس۔
		اور مقراس بیت کے	اور مقراس دار کی نصف	۲۳۲	۵	وکثیر۔	وہ
		گزون کی تعداد پر	مساحت پر بسبت بنائی	″	۲۳	اسمین چوبی کا نام نہ تھا	جسکی مٹھیون مین گودنہو۔
			اس بیت کی ساحت کے	″	۲۴	تاتارخانیہ۔	مبسوط۔
۱۳۷	۲۶	لے لے۔	لے لے یا نہوگی کہ خراج	۲۴۵	۱۳	مراد ہو۔	مراد ہو تو وہ باتفاق جائز
			مقاسمہ لے۔				ہوگیونکہ ہر ایک پوری
۱۵۰	۲	سبب۔	عیب۔				بکری قربانی کی اور اگر اول
۱۵۹	۱۰	لی۔	بشرکت لی۔				مراد ہو۔
۱۶۷	۰	مشائخ	مشائخ متاخرین۔	۲۴۹	۲۴	نہو۔	ہو۔
″	۱۶	انکار۔	بلا عذر انکار۔	۲۵۲	۲۳	کے۔	نے۔
۱۶۹	۱۹	وارث۔	وارث ہو۔	۲۵۸	۲۸	پڑوسیون۔	یا پڑوسیون ــــ
۱۷۰	۵	صورت۔	صورت مین۔	۲۶۰	۱	قتل۔	عمداً قتل۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶۱	۲۰	نے۔	سے۔
۲۷۶	۱۵	مرتبہ ہی۔	مرتبہ ہو اور فقہ اس سے بلند۔
//	۱۶	قابوت۔	تابوت۔
۲۸۸	۹	اختلاج۔	احتلام۔
۲۸۹	۲۹	حسریر۔	حریر خالص۔
۲۹۳	۲۷	سدیرو۔	سدیر۔
۲۹۹	۳	یہ خلاصہ مین ہی۔	اور اگر بھوک سے مضطر ہو اور طعام کا مالک سکو دینے سے روکتا ہی تو اسکو لے لینا روا ہو مگر اس سے قتال نہ کرے اور اگر نہ لیا یہانتک کہ مرگیا تو گنجایش ہی یہ خلاصہ مین ہی
۳۰۵	۲۲	زجو۔	زجر۔
۳۱۵	۱۸	نقل۔	نفل۔
۳۲۶	۲۰	ہولی۔	دیوالی۔
۳۲۸	۱۴	انخلق۔	الحلق۔
۳۳۲	۲۱	تودہ۔	اور بچہ مرا تودہ۔
۳۳۴	۱۲	آگ۔	کرشن مین آگ۔
۳۴۱	۲	افضل ہی۔	افضل ہی اگرچہ بقدر کفایت ہی حاصل ہو۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴۶	۱۶	سکونت نہ کرے۔	سکونت کرے۔
۳۷۱	۲۴	ساید۔	شاید
۳۷۷	۲۷	شفہ۔	شفہ۔
۴۳۳	۱-۲	نہین ہی اور یہان سے جائز نہین ہی تک	یہ عبارت مکرر ہی
۴۳۵	۲۱	طبہ۔	رطبہ۔
۴۳۶	۸	سورم۔	سودرم۔
۴۳۷	۱	عاریت۔	عاریت لیا۔
۴۵۷	۸	اُسے۔	اُسنے۔
۴۵۸	۶	بزبان۔	زبان۔
۴۶۲	۲	اپنی مُہر۔	اپنے مہر
//	۱۴	راہن۔	مرہون۔
۴۸۹	۲۰	خیانت۔	خبایت۔
۵۰۵	۲۰	ما	یا۔
//	۲۹	دوسکے۔	دوسگے۔
۵۰۹	۲۹	کیواسطے الخہ	کیواسطے ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا۔
۵۷۳	۲۶	ہوکا۔	ہوگا۔
۶۲۸	۲۹	نوفیس۔	نوقیس۔